حصہ اوّل

مقالاتِ حیدری

(اعتقادیات و تعلیمات)

مُصنّف

ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی

ناظم مکتبہ حیدریہ

مکتبہ حیدریہ

بازار سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر

مدرسہ حیدریہ کھکہ

الحمد للہ -

مقالات حیدریہ ۲ جلد کا عظیم علمی -
مفید تحقیقاتی مواد مکتبہ [illegible] العلوم
مدرسہ حیدریہ کھکہ کے لئے وقف کیا گیا ہے -
الحمد للہ مصنف وقف کرنے
ذریعہ ثواب ہے -

مولانا ابوالقاسم لطف حسین حیدریہ دارالعلوم
کتب خانہ کی [illegible] مطالعہ [illegible] فرمائیں،
۸۰۵ حصہ 22-7 [illegible] 1425
16/6/09

مقالاتِ حیدری

(اعتقادیات و تعلیمات)

حصّہ اوّل

مُصنّف

ابُوالکرم احمد حُسین قاسم الحیدری الرضوی

ناظم مکتبہ حیدریہ ۔ بازار سہنسہ ضلع کوٹلی (آزاد کشمیر)

نام کتاب ـــــ مقالاتِ حیدری (حصہ اوّل)

تصنیف ـــــ ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری

کمپوزنگ ـــــ جاوید پرنٹنگ سروسز کلر سیداں، ضلع راولپنڈی

پرنٹرز ـــــ

طباعت ـــــ بار اوّل

تاریخ طباعت ـــــ ا کتوبر ۲۰۰۲ء

تعداد صفات ـــــ ۳۶۷

ہدیہ ـــــ

ناشر ـــــ مکتبہ حیدریہ، بازار سہنسہ، ضلع کوٹلی، آزاد کشمیر

ملنے کے پتہ جات

(۱) مکتبہ حیدریہ بازار سہنسہ، ضلع کوٹلی، آزاد کشمیر (۲) شاہین بکس، کوٹلی شہر، آزاد کشمیر (۳) زین بک ڈپو۔ گرلز کالج روڈ۔ کوٹلی آزاد کشمیر (۴) مکتبہ ضیائیہ۔ بوہڑ بازار۔ راولپنڈی۔ (۵) احمد بک کارپوریشن۔ عالم بزنس سنٹر۔ اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک۔ راولپنڈی شہر (۶) مکتبہ رضائے مصطفےٰ۔ چوک محلہ دار السلام۔ گوجرانوالہ۔

فہرست

دعائیہ کلمات

(از قلم حق رقم حضرت مولانا ابو داؤد محمد صادق صاحب دامت برکاتھم العالیہ امیر جماعت رضائے مصطفےٰ پاکستان وخطیب زینۃ المساجد گوجرانوالہ)

علامہ احمد حسین قاسم الحیدری کے مقبول عام تبلیغی رسائل کی ''مقالات حیدری'' کی صورت میں ضخیم کتاب کی اشاعت پر مسرت ہوئی۔ مولیٰ تعالیٰ علامہ صاحب کی عمر وصحت اور علم وفضل میں برکت فرمائے۔ اور اس کی اشاعت فرمانے والے حکیم صاحب کی یہ خدمت قبول فرمائے۔ اور انہیں دونوں جہاں میں جزائے خیر عطا کرے۔ اور علامہ صاحب وحکیم صاحب کے لیے سرمایہء آخرت بنائے۔ اور اسے علماء اور عوام کے لیے نافع بنائے۔ آمین۔

؎ تمنا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جائیں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمت اسلام کر جائیں

(ابو داؤد محمد صادق)

مقالات حیدری

(از جناب حکیم خلیفہ سائیں محمد عارف صاحب کوٹلی)

انگریزوں نے جب برصغیر میں اپنا قدم جمایا اس خطہ کو بے شمار مصائب و آلام مختلف صورتوں میں دیئے۔ جغرافیائی تقسیم، علاقائی ولسانی تعصب کے علاوہ اسلامی وحدت کو فکری اختلاف کے خنجر سے پارہ پارہ کر دیا۔ جس کے منفی اثرات آج تک محسوس کیے جاسکتے ہیں۔

مختلف تحریکیں، جماعتیں، انجمنیں، فرقہ بندیاں مسلمانوں کو تقسیم در تقسیم کرتی رہیں۔ اسی خطہ میں ایک وہ وقت بھی تھا کہ قرآن و سنت اور عصری مسائل کے حل کے سلسلے میں شرق و غربِ ہند میں ہر ذہن ایک ''فتاویٰ عالمگیری'' سے باندھا ہوا تھا۔

اٹھارہویں صدی کے دوسرے عشرے کے بعد تقسیم در تقسیم کا عمل شروع ہوا تو کچھ اکابر بزرگانِ اہل سنت نے نئے نظریاتِ باطلہ کی تردید ہر ممکن طریقے سے فرمائی۔ اور اس ملت اسلامیہ کو مذاہب اربعہ اور اسلاف کے عقائد و نظریات پر قائم رکھنے کے لیے تحریکی اقدامات کیے۔ جن میں حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اور اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سرِ فہرست ہیں۔ چنانچہ ان امت کے محسنین کی مسیحائی کام آئی تو مسلمانانِ پاک و ہند کی اکثریت اسلاف کے عقائد و نظریات سے مربوط رہی۔ ان ہی اکابرین کے جانشین آج بھی معاشرہ کی فکری و نظریاتی اصلاح میں سرگرم عمل ہیں۔

مقالات حیدری اسی عظیم تحریک کا حصہ ہے اور یادگارِ سلف حضرت مولانا احمد حسین قاسم الحیدری مدظلہ العالی اس تحریک کے مجاہد ہیں۔ زیر نظر کتاب مقالات حیدری کا یہ پہلا حصہ عقائد اور نظریات کی اصلاح اور اکابرین امت کے عقائد کا ترجمان ہے۔ اللہ اسے مسلمانوں کے لیے مینارۂ ہدایت بنائے۔ آمین۔ (دستخط) فقیر محمد عارف

جماعت اہل سنت

حزب اللہ حقیقت میں جماعت اہلسنت ہے
خدا کی خاص رحمت میں جماعت اہلسنت ہے
نبی ء پاک نے جس طائفہ کو حق پہ فرمایا
وہ لاثانی کرامت میں جماعت اہلسنت ہے
جماعت اہلسنت میں ہیں سارے اولیآء شامل
فیضانِ ولایت میں جماعت اہلسنت ہے
طریقِ اہلسنت ہے رہَ اصحابؓ پیغمبر
صداقت میں ہدایت میں جماعتِ اہلسنت ہے
دیوبندی بھی کرتے ہیں یہ دعوٰی کہ ہیں سنی ہم
مگر سنی حقیقت میں جماعتِ اہلسنت ہے
وہ نورانی جماعت ہے بڑی ساری جماعتوں سے
جو نورانی قیادت میں جماعتِ اہلسنت ہے
مبارک ہو مبارک ہو رہَ حق و صداقت پہ
اس دور حکومت میں جماعتِ اہلسنت ہے
لاثانی شرافت میں ، امانت میں ، دیانت میں ،
صداقت میں، شجاعت میں جماعتِ اہلسنت ہے
یہ انعام خدا وندی ملا احمد رضا خاں کو
کہ ان کے فضل رحمت میں جماعتِ اہلسنت ہے
جماعتِ اہلسنت ہی کو کہتے ہیں سواد اعظم
فزوں تر سب سے کثرت میں جماعتِ اہلسنت ہے
کہیں گے ہم خدا کے فضل سے یہ اہل باطل کو
وہ دیکھو خلد جنت میں جماعتِ اہل سنت ہے

قاسم ساتھ دیں کیسے نہ ہم سنی جماعت کا
کہ دینِ حق کی خدمت میں جماعتِ اہلسنت ہے

سنیوں کا قافلہ

دوستدارِ انبیاء ہے سنیوں کا قافلہ
قدر دانِ اولیاء ہے سنیوں کا قافلہ

منزلِ مقصود پہ پہنچیں گے سنی ایک روز
سوئے منزل جارہا ہے سنیوں کا قافلہ

ربِ اکبر کی خصوصی رحمتوں سے رات دن
سالکِ راہِ ھدیٰ ہے سنیوں کا قافلہ

ظلمتِ باطل مٹا دے گا ضرور اس دہر سے
نورِ حق چمکا رہا ہے سنیوں کا قافلہ

غیر سنی قافلہ ہے راہِ باطل پہ رواں
راہِ حق پہ جارہا ہے سنیوں کا قافلہ

در حقیقت سنتِ محبوبِ ربِ پاک کا
بول بالا کر رہا ہے سنیوں کا قافلہ

ہے نظامِ مصطفےٰ منشور اس کا اس لیے
قابلِ مدح و ثنا ہے سنیوں کا قافلہ

بے ضرر ہے، بے خطر ہے، بانظر ہے، باخبر
با اثر ہے، باوفا ہے سنیوں کا قافلہ

با سخا ہے، باوفا ہے، باصفا ہے، با حیا
با رضا ہے، با خدا ہے سنیوں کا قافلہ

با شجاعت، با امانت، بادیانت بے شبہ
نعمتِ ربِ علا ہے سنیوں کا قافلہ

سنیوں کا قافلہ ہے ہر اچھائی کا امیں
ہر برائی سے جدا ہے سنیوں کا قافلہ

راہِ حق پہ، راہِ سنت پہ، راہِ ایمان پہ
قاسم چلتا جارہا ہے سنیوں کا قافلہ

اہل سنت کا شعار

بو حنیفہ کی محبت اہل سنت کا شعار ۔ غوث اعظم سے عقیدت اہل سنت کا شعار ۔
احترام ہر صحابی ، حب ہر غوث و ولی۔ اولیاء اللہ سے نسبت اہل سنت کا شعار ۔
اولیاء کے عرس سے ہوتے ہیں سنی فیض یاب۔ قبر نبوی کی زیارت اہل سنت کا شعار ۔
حاضر و ناظر سمجھنا سرورِ کونین کو ۔ یا رسول اللہ کی کثرت اہل سنت کا شعار ۔
نور کہنا خالق کونین کے محبوب کو ۔ اولیاء سے استعانت اہل سنت کا شعار ۔
بے مثل کہنا نبی پاک کو سنی کا کام ۔ اولیاء اللہ سے بیعت اہل سنت کا شعار۔
عالم ہر غیب کہنا رحمت کونین کو ۔ غیر فرقوں سے عداوت اہل سنت کا شعار ۔
حیلہء اسقاط کے قائل ہیں سنی جان سے ۔ تیجہ و چہلم کی حلت اہل سنت کا شعار ۔
محفلیں میلاد کی کرتے ہیں سنی شوق سے ۔ گیارھویں کھانے میں شرکت اہل سنت کا شعار۔
دین کی ہر وقت خدمت سنیوں کا کام ہے۔ پیروی راہ سنت اہل سنت کا شعار ۔

نعت گوئی اس لیے قاسم ہے میرا مشغلہ۔
لکھنا پڑھنا سننا نعت اہل سنت کا شعار۔

مصنّف کا عقیدہ

بندۂ پروردگارم ، امتِ حضرت نبی
دوستدارِ چاریارم ، تابعِ اولادِ علی
مذہبِ حنفیہ دارم ، ملتِ حضرت خلیل
خاکپائے غوثِ اعظم ، زیرِ سایۂ ہر ولی

مصنف کا تعارف

(از مخدومِ اہل سنت محب العلم والعلماء جناب خلیفہ حکیم سائیں محمد عارف زاہدی قادری مدظلہ۔ کوٹلی شہر)

'مقالات حیدری'' کے مصنف مولانا ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری کا تعارف ان سے استفسار کے بعد سپرد قلم کیا جارہا ہے تاکہ قارئین کی معلومات میں اضافہ ہو۔

ابتدائی حالات

مولانا قاسم الحیدری کی پیدائش ۶ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ بمطابق ۲۹ فروری ۱۹۴۴ء بروز منگل اپنے آبائی دیہات بھیائی تحصیل سہنسہ، ضلع کوٹلی آزاد کشمیر میں ہوئی۔ آپ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے ہیں اور خاندان قریش بنی ہاشم کے چشم وچراغ ہیں۔ یہ خاندان تبلیغ دین کی خدمات کے سلسلہ میں تاریخی حیثیت کا حامل رہا ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام محمد بن علی بن ابی طالب المعروف حضرت امام حنیف سے جاملتا ہے۔ آپ کے آباءواجداد محمدی پور مدینہ ضلع گجرات میں آباد تھے۔ اس خاندان کے دو بھائی شاہ شمس اور شاہ حسین ولد شاہ محمود محمدی پور مدینہ سے نقل مکانی کر کے تبلیغ دین کی غرض سے منگلورہ تحصیل کھوئٹہ میں آباد ہوئے۔ شاہ شمس کی اولاد آج بھی منگلورہ اور اس کے مضافات میں آباد ہے۔ شاہ حسین کی بعض اولاد بیور تحصیل کھوئٹہ میں آباد ہوئی۔ مولانا صاحب کے جدِ اعلیٰ مولوی محمد قاسم صاحب اسی شاخ کے ایک فرد ہیں۔ مولوی محمد قاسم صاحب تبلیغ دین وامامت کی غرض سے بیور سے بھیائی تحصیل سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر میں آباد ہوئے۔ آپ کے پانچ بیٹے اپنے وقت کے عالم دین گذرے ہیں۔ مولوی بخش نبی صاحب موضع گلپور میں، مولوی حافظ محمد حفیظ صاحب موضع کوٹلہ میں، مولوی محمد شریف صاحب موضع گلوٹیاں میں بسلسلہ امامت وتعلیم قرآن آباد ہوئے اور مولوی محمد عبداللہ صاحب اور مولوی محمد مجید صاحب موضع بھیائی ہی میں اپنے والد کے قائم مقام امامت وتعلیم کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ آج تک ان بزرگوں کا قائم کردہ سلسلہء تعلیم وامامت ان کی اولادوں نے بھی قائم رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ آج بھی ان مواضع میں اس خاندان کا علمی مقام تسلیم کیا جاتا ہے۔

حافظ محمد حفیظ مولانا صاحب کے پڑدادا ہیں۔ یہ اپنے وقت کے ولی کامل بھی تھے۔ ساری عمر لکڑی کے تخت پوش پر اللہ کی عبادت میں اپنی راتیں گذارتے رہے۔ اپنے وقت کے چوٹی کے حکیم بھی تھے اور فی سبیل اللہ مریضوں کا علاج کرتے تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے مولوی عبدالحلیم اور مولوی عبدالحکیم۔ ثانی الذکر مولانا صاحب کے دادا صاحب ہیں۔ یہ بھی موضع کوٹلہ میں امامت و تعلیم قرآن کا کام کرتے رہے۔ چوٹی کے حکیم تھے۔ اپنے والد گرامی سے حکمت سیکھی اور مریضوں کا علاج فی سبیل اللہ کرتے تھے۔ ان کے سب سے بڑے فرزند مولوی محبوب عالم صاحب مولانا صاحب کے والد گرامی ہیں۔ سیالکھ تحصیل ڈڈیال اور لاہور کے دینی مدارس میں دین کا علم حاصل کرتے رہے۔ پھر تیرہ برس تک موضع گلجور میں اور عمر کے باقی حصہ میں موضع بھیائی میں امامت و تعلیم قرآن کا کام کرتے رہے۔ یہ بھی حکیم تھے اور فی سبیل اللہ علاج کرتے تھے۔

والدہ محترمہ

مولانا قاسم الحیدری صاحب کی والدہ محترمہ گلزار بیگم صاحبہ بیور والی شاخ سے ہیں۔ نہایت نیکو کار پابند صوم و صلوٰۃ دین کا علم رکھنے والی قرآن کی تعلیم دینے والی بے حد سخی خاتون تھیں۔ مولانا صاحب نے بچپن میں انہی سے ناظرہ قرآن پاک پڑھا ہے۔ انہی کی تربیت کی وجہ سے آپ بچپن سے پابند صوم و صلوٰۃ ہوئے ہیں۔ اور کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے دوران جب چہرہ پر داڑھی آئی تو آپ نے سنت رسول کو ترک کرنا پسند نہ کیا اور سنت کے مطابق داڑھی کالج کے فرنگی ماحول میں رکھ کر اپنا تعلیمی وقت پورا کیا۔ مولانا صاحب نے اپنی والدہ محترمہ کی وفات پر ایک نظم ''والدہ محترمہ کی یاد میں'' لکھ کر شائع کروائی ہے۔ اس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

آ رہی ہے یاد صورت آپ کی کاش ہو جائے زیارت آپ کی
مہرباں تھے آپ مجھ پہ بے طرح کس طرح بھولوں گا شفقت آپ کی
علم دنیا علم دین مجھے ملا میں سمجھتا ہوں یہ برکت آپ کی
تھے معزز تھے مکرم اس قدر ہر کوئی کرتا تھا عزت آپ کی
ہر کوئی پایا ثنا گو آپ کا خوب تھی ہر ایک عادت آپ کی

آپ تھے پابند ہر صوم و صلوٰۃ عام تھی جود و سخاوت آپ کی
اللہ اللہ آپ کا حسن سلوک نہ کسی نے کی شکایت آپ کی
ہر گھڑی تھا خوفِ عقبیٰ ' آپ کو یادِ عقبیٰ تھی عبادت آپ کی
آپ کا چہرہ تھا روشن وقت موت تھی نمایاں یہ کرامت آپ کی
کیوں نہ ہوتا خاتمہ بالخیر جب پیر حیدر سے تھی نسبت آپ کی
نیک ساعت میں ہوئے مدفون آپ اللہ اللہ خوب قسمت آپ کی
ہے دعا میری کہ ہو بقعہء نور لحدِ اقدس تا قیامت آپ کی
اپنے قاسم کو بھی رکھنا ساتھ جب خلد میں ہو گی سکونت آپ کی

سلسلہء طریقت

مولانا صاحب کے پڑدادا حافظ محمد حفیظؒ خواجہ شمس الدین سیالوی کے خاص مریدین میں سے تھے۔ جب سید حیدر شاہ جلالپوری کو خلافت ملی تو آپ کو حکم ہوا کہ آئندہ آپ جلالپور شریف ہی جایا کریں اور وہاں ہی اپنی اولاد کو بیعت کرائیں۔ الحمد للہ۔ تاحال یہ خاندان آستانہ عالیہ جلالپور شریف ہی سے وابستہ ہے۔ مولانا قاسم الحیدری حضرت قبلہ امیر حزب اللہ سید ابوالبرکات محمد فضل شاہ صاحب جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر ۱۹۶۱ء میں بیعت ہوئے۔ آپ اپنے دادا پیر سید حیدر شاہ صاحب کی نسبت سے حیدری لکھتے ہیں اور نبی پاک ﷺ کی کنیت ابوالقاسم کی نسبت سے قاسم تخلص رکھتے ہیں۔

ابتدائی تعلیم

مولانا قاسم الحیدری نے ساتویں جماعت کا امتحان ۱۹۵۸ء میں گورنمنٹ لوہر مڈل سکول سہنسہ سے درجہ اول میں، مڈل کا امتحان ۱۹۵۹ء میں گورنمنٹ مڈل سکول نارہ تحصیل کہوٹہ سے درجہ اول میں، میٹرک کا امتحان ۱۹۶۱ء میں گورنمنٹ ہائی سکول کوٹلی سے درجہ اول میں، ایف اے کا امتحان ۱۹۶۳ء میں درجہ دوم میں اور بی اے کا امتحان ۱۹۶۵ء میں درجہ اول میں گورنمنٹ ڈگری کالج میرپور سے پاس کیا۔ بی۔اے کا امتحان دینے کے بعد مولانا صاحب اپنے ماموں حضرت مولانا محمد

شفیع حیدری فاضل بریلی شریف سے ملاقات کے لیے نارہ گئے تو ماموں جان کی ترغیب پر ان سے ابتدائی عربی فارسی کی کتب پڑھنا شروع کر دیں۔ ڈیڑھ سال تک نارہ میں رہ کر آپ نے ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر جامعہ امینیہ رضویہ فیصل آباد میں داخلہ لیا اور چھ ماہ تک مولانا محمد عالم صاحب سے قدوری وغیرہ پڑھیں۔ ۱۹۶۸ء میں جامعہ رضویہ ضیاء العلوم سبزی منڈی راولپنڈی میں داخلہ لیا اور حضرت مولانا محب النبی صاحب۔ سید غلام محی الدین شاہ صاحب اور سید حسین الدین شاہ صاحب سے باقی کتب کی تکمیل کی۔ کالج کی تعلیم کے دوران آپ نے کتاب الصرف مدرسہ اشاعت القرآن میرپور کے مدرس حافظ احمد نواز صاحب سے پڑھی۔ ۱۹۶۹ء میں دورہ حدیث کے لیے جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد میں داخلہ لیا اور ایک سال کے عرصہ میں شیخ الحدیث ولی النبی صاحب اور مفتی مختار احمد صاحب سے دورہ حدیث کی کتب سبقاً سبقاً پڑھیں۔ اور سند فراغت حاصل کی۔

تدریسی خدمات

مولانا قاسم الحیدری نے سندات فراغت حاصل کرنے کے بعد تعلیم قرآن و تدریس کتب اسلامیہ کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دیتے ہوئے سمور ٹھارہ تحصیل ڈڈیال میں اپنا مدرسہ ''جامعہ حیدریہ فضل المدارس'' قائم کر کے مقامی طلباء وطالبات کو ناظرہ قرآن خوانی کی تعلیم دینا شروع کی۔ ایک سال گذرا تھا کہ مولانا صاحب کو اپنے استادوں کے حکم پر جامعہ رضویہ ضیاء العلوم سبزی منڈی راولپنڈی میں بحیثیت مدرس کام کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۵ء پانچ سال تک مولانا صاحب نے اپنے استادوں کی معیت میں کامیاب تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔ ابتدائی عربی فارسی کتب سے لے کر حسامی ہدایہ اخرین اور جلالین شریف تک کی کتب کی تدریس فرمائی۔ اس دوران فتوی نویسی کا کام بھی آپ کے سپرد رہا۔ جسے آپ نے بڑی محنت سے نبھایا ''فتاوی حیدریہ'' کے ابتدائی حصہ میں اسی دور کے فتوے موجود ہیں۔ جامعہ رضویہ کی تدریس کے عرصہ میں اوقات فراغت میں آپ ہدایہ کا عربی حاشیہ کاشف الغوایۃ بفیضان انوار الھدایہ بھی لکھتے رہے۔ جو جامعہ حیدریہ فضل المدارس بھیائی میں تدریس کے عرصہ تک جاری رہا اور اٹھارہ ضخیم جلدوں میں اس کی تکمیل ہوئی۔

۱۹۷۶ء میں مولانا بحیثیت صدر مدرس جامعہ عثمانیہ سیکٹر ایف ون میرپور میں تشریف لے گئے اور ایک سال کا عرصہ وہاں گزارا۔ ۱۹۷۷ء میں دارلعلوم مہریہ ضیاء القرآن رتہ امرال راولپنڈی میں بحیثیت مدرس ایک سال دینی کتب پڑھائیں۔ پھر ۱۹۷۸ء میں دوبارہ جامعہ عثمانیہ چلے گئے اور ایک سال تک کام کیا۔

بعد ازاں علاقہ سہنسہ کے احباب کے اصرار اور اپنے گھریلو حالات کی مجبوریوں کے باعث مولانا صاحب کو اپنے علاقہ سہنسہ ہی میں کام کرنا پڑا تو آپ نے اپنے دیہات بھیائی میں جامعہ حیدریہ فضل المدارس قائم کرکے قرآن مجید کی تعلیم کا کام شروع کیا۔ پھر درس بھیائی میرا میں تعلیم قرآن کا کام کیا اور پھر موضع کوٹلہ میں اسی نام کا مدرسہ قائم کرکے ۱۹۹۰ء تک تعلیم قرآن کا کام کیا۔ ۱۹۹۱ء میں حج اکبر کی سعادت حاصل ہوئی تو چند مجبوریوں کی وجہ سے دوبارہ اپنے دیہات بھیائی ہی میں تعلیم قرآن دینے کا پروگرام بنایا۔ الحمد للہ تا حال اسی مقام پر تعلیم قرآن و امامت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

ذوقِ تالیف و تصنیف

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ مولانا صاحب نے تدریس کے دوران ہدایہ کا مکمل عربی حاشیہ تصنیف فرمایا۔ اس کے علاوہ اور بہت سی کتابیں بھی لکھیں۔ تالیف و تصنیف کا ذوق آپ کا محبوب وصف ہے آج بھی نماز عصر سے نماز مغرب تک تالیف و تصنیف کا کام باقاعدگی سے کرتے ہیں اور عرصہ سے رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے دس دنوں کے اعتکاف میں دس کتابوں کی تصنیف کا کام آپ کا معمول رہا ہے۔ الحمد للہ۔ اس وقت تک آپ پانچ سو دس عدد کتابیں تصنیف فرما چکے ہیں۔ اللھم زد فزد۔

اشاعتی کام

مولانا قاسم الحیدری نے صرف کتابیں تصنیف کرنے ہی کا کام نہیں کیا۔ بلکہ اپنے ممکنہ وسائل سے کام لے کر آپ نے کتابوں کی اشاعت کا قابل رشک کام بھی کیا ہے۔ آپ کی نعتوں کا

مجموعہ ''نعت نبی اکرم'' دارلعلوم مہریہ رتہ امرال کی تدریس کے دور میں سید فضیلت حسین شاہ صاحب بیور والوں کی خصوصی مالی معاونت سے شائع ہوا۔ آپ نے اس کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقم کو اشاعتی کام کے لیے وقف کر دیا۔ اس رقم کی بنیاد پر ۱۹۸۲ء میں ''انجمن احباب اہل سنت'' سہنسہ کے قیام تک وقتاً فوقتاً آپ کی کتب و رسائل شائع ہوتے رہے جن کی تعداد تقریباً پچاس عدد ہے۔ نیز دار لمطالعہ جماعت اہل سنت چکسواری نے بھی مولانا صاحب کی پچیس کتابیں شائع کروا کر فی سبیل اللہ تقسیم کی ہیں۔ اور نیز انجمن عاشقان مصطفےٰ ﷺ دہر بازار ضلع پونچھ نے بھی آپ کی ۵ عدد کتابیں شائع کروا کر تقسیم کی ہیں۔

انجمن کا قیام

اشاعتی کام کی سست رفتاری کے پیش نظر مولانا صاحب نے ایک انجمن قائم کرنے اور اس کے ممبروں کے ماہوار چندہ سے کتب شائع کروا کر فی سبیل اللہ تقسیم کر دینے کا پروگرام بنایا۔ ۹ نومبر ۱۹۸۲ء بروز منگل بوقت گیارہ بجے دن مکتبہ حیدریہ بازار سہنسہ میں تین اشخاص پر مشتمل ایک اجلاس میں ''انجمن احباب اہل سنت'' کا قیام عمل میں لایا گیا۔ ہر رکن پر دو روپے ماہوار چندہ کی ادائیگی رکھی گئی جو بعد میں مہنگائی کے پیش نظر بڑھا کر ۵ روپے ماہوار کر دیا گیا۔ الحمد للہ بیس سال کے عرصہ میں انجمن نے اپنے اراکین کے چندہ اور معاونین کی معاونت کی رقوم سے ۲۶۸ پیش کشیں شائع کروا کر فی سبیل اللہ تقسیم کی سعادت حاصل کی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ کریم اس کام میں آئندہ مزید برکت فرمائے۔ (آمین)

ذاتی کتب خانہ

مولانا صاحب کو جہاں نئے نئے پیش آمدہ مسائل کے حل میں کتب تصنیف کرنے کا ذوق وجذبہ رہا ہے وہاں اچھی اچھی مفید کتابیں خریدنے اور اپنے ذاتی کتب خانہ میں رکھنے کی دھن بھی رہی ہے۔ اس وقت مولانا صاحب نے اپنے ذاتی رقم سے جو عظیم کتب خانہ قائم کیا ہے وہ آپ کی ضروریات کے لیے کفایت کرتا ہے۔

شاعری

مولانا قاسم الحیدری شاعری کے حوالہ سے بھی اپنا خاص مقام رکھتے ہیں۔ کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے زمانہ میں ایک مشاعرہ سے متاثر ہو کر آپ نے شعروشاعری کا کام شروع کیا۔ اپنے پیرومرشد کی شان میں اپنی پہلی نظم لکھ کر بذریعہ ڈاک بھیجی۔ جواب میں لکھا گیا کہ تمہاری نظم ہم نے ذوق سے سنی ہے۔۔ محنت کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ کامیابی دے گا'' حضرت صاحب کی اس دعا کی وجہ سے آپ نے شعروشاعری کا کام مسلسل جاری کر دیا۔ آپ کی نظم دربارۂ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۶۱ء میں رسالہ سواد اعظم لاہور میں سب سے پہلے شائع ہوئی۔ عرصہ تیئس سال سے آپ کی نظمیں ہفت روزہ کوٹلی ٹائمز کوٹلی آزاد کشمیر میں باقاعدگی سے شائع ہو رہی ہے۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ، ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال، ماہنامہ انیس اہل سنت فیصل آباد، ماہنامہ فیض رضا فیصل آباد، اور دیگر ماہناموں میں بھی آپ کا کلام وقتاً فوقتاً شائع ہوتا رہا ہے۔ نعت رسول مقبول اور بزرگان دین کے مناقب لکھنا آپ کی شعروشاعری کا اصل محور ہے۔ خود ایک شعر میں لکھتے ہیں

؎ چھوڑا غزل کو پے نعت گوئی　　قاسم خیال ثواب آ گیا ہے

اپنے پیرومرشد کی دعا و نگاہِ کرم کی برکت سے آپ اپنی '' کلیات قاسم '' کے نو حصے یعنی دیوان مرتب کر چکے ہیں اور دسواں دیوان زیر ترتیب ہے۔

تقریری خدمات

مولانا قاسم الحیدری کا اصل میدان تدریس و تحریر ہی ہے۔ لیکن اللہ کریم جل مجدہ اپنے فضل و کرم سے ان سے تقریری میدان میں بھی خدمت لے رہا ہے۔ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی میں تدریس کے دوران آپ ڈھوک چوہدریاں کی ایک جامع مسجد میں چند سال امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ تقریباً پانچ سال تک جامع مسجد لہڑی ڈاکخانہ نارہ میں اور تین سال جامع مسجد بیور میں جمعہ پڑھانے کا کام کیا۔ جامعہ عثمانیہ میرپور کی جامع مسجد میں دو سال تک امامت و خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔ اب مرکزی جامع مسجد سہنسہ بازار میں ۱۹۸۴ء سے آج تک خطابت کے فرائض ادا کر رہے ہیں۔ آپ کا معمول صرف اپنی جامع مسجد میں تقریر کرنا ہے۔ خارجی جگہوں میں عام مقررین کی طرح تقریروں میں آپ دلچسپی نہیں رکھتے۔

مطابق نقل کیا جائے۔ اور اگر کسی بات کی وضاحت کی طرف اشارہ مقصود ہو تو اپنے اضافہ کو بریکٹوں کے اندر رکھا جائے۔ پھر مثبت انداز میں دلائلِ قاہرہ سے مخالف کی اس کا جواب دیا جائے۔ اس اسلوب بیان سے مقصد صاحب انصاف شخص کو باطل سے ہٹا کر حق تک پہنچانا ہوتا ہے۔ الحمد للہ ہماری تحریر پڑھنے والا شخص خود بخود حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھنے لگتا ہے۔ ہاں تعصب کا علاج ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ واللہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم۔

(۵) مضمون لکھنے میں ہماری کوشش ہوتی ہے کہ جو مسئلہ بھی لکھا جائے اسے پوری جامعیت کے ساتھ لکھا جائے۔ اور موضوع کا کوئی بھی پہلو تشنہ نہ چھوڑا جائے۔ تا کہ پڑھنے والے پر بیان کردہ بات کی پوری حقیقت واضح ہو جائے اور وہ حق کو قبول کرنے پر خود بخود مجبور ہو جائے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ آجکل کے مصنفین اپنے مدعا و مطلب کے متعلق تو دلائل کے انبار لگا دیتے ہیں۔ لیکن مخالفین کے دلائل کو چھیڑتے ہی نہیں۔ اس کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ جب کوئی غیر جانب دار شخص مخالف کے دلائل کو دیکھتا ہے تو دلائل کے ان انباروں کی حیثیت اس کی نگاہ میں ایک پر کاہ جیسی بھی نہیں رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم مخالف کو لاجواب بنانے کے لیے اس کے دلائل کو بھی چھیڑتے ہیں اور ان کی تردید میں ضرورت سے زائد روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قارئین ہمارے اس اسلوب بیان کو بھی ان شآء اللہ العزیز ان مقالات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

(۶) آج کل ''فرقہ پرستی کے خاتمہ'' اور ''اتحاد و اتفاق'' کی باتیں بھی کی جاتی ہیں۔ چنانچہ آجکل کے روزناموں اور رسائل میں ''اتحاد ملت'' یا ''اتحاد بین المسلمین'' کے موضوعات پر بہت کچھ پڑھنے کے لیے مل جاتا ہے۔ لیکن اتحاد ملت کیسے قائم ہو اس بارہ میں بہت کم راہنمائی ملتی ہے۔ اس لیے اس بارہ میں ہم عرض کرتے ہیں کہ اتحاد ملت کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ سارے کلمہ گو دیانت و انصاف سے کام لے کر حق کو قبول کریں اور باطل عقائد و نظریات کو چھوڑ دیں۔ امت کے بزرگان دین کا اتفاق ہے کہ ناجی جماعت صرف سواد اعظم اہل سنت ہے جیسا کہ ہمارے مقالہ ''جماعت حقہ کی پہچان'' ۔۔۔ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے جب تک اہل باطل اپنے باطل نظریات و اعتقادات کو ترک کر کے سنی مسلک حقہ کو قبول نہیں کریں گے۔ امت میں اتفاق و اتحاد پیدا نہیں ہو گا۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ہر فرقہ کے لوگ اپنے اپنے نظریات پر قائم رہتے

ہوئے دوسروں پر تشدد و ظلم و زیادتی اختیار نہ کریں۔ لیکن اس روش کو اتحادِ امت کا نام نہیں دیا جا سکتا۔

(۷) ''مقالات حیدری'' حصہ اول کو تجارتی مقاصد کے پیش نظر چھپوایا نہیں گیا ہے۔ بلکہ اصل مقصد تبلیغ دین ہے۔ اسی وجہ سے اس کا ہدیہ مناسب رکھا گیا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی فروخت سے جو رقم حاصل ہو گی وہ اس کے باقی حصص کے چھپوانے میں خرچ کی جائے گی۔ اس لیے علمائے اہل سنت سے پر زور درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقہء اثر میں اس کتاب کو متعارف کرائیں اور اس کی خریداری میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر عند اللہ تعالیٰ اجر و ثواب حاصل کریں۔

(۸) کتابت کی پروف ریڈنگ راقم الحروف نے خود کی ہے۔ اور حتی المقدور اغلاط کی اصلاح کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی کتابت کی غلطی ہو تو ہمیں اطلاع ضرور دیں تا کہ دوسرے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائے۔

(۹) آخر پر یہ فقیر مخدوم اہل سنت محب العلم والعلماء حکیم خلیفہ سائیں محمد عارف صاحب زاہدی قادری، مد ظلہ العالی کا تہ ءدل سے شکریہ ادا کرتا ہے کہ اس کتاب کے بارہ میں آپ نے سخنے درہے قدمے بھرپور تعاون سے ہمیں نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حکیم صاحب قبلہ کو اس کاوش کا پورا پورا صلہ دنیا و آخرت میں عطا فرمائے۔ اور آپ کو اولاد نرینہ صالحہ سے بھی نوازے جو صحیح معنوں میں آپ کی جانشین ثابت ہو۔ (آمین)

(۱۰) جو مسلمان ''مقالات حیدری'' پڑھیں اور اس سے عقائد و نظریات کی اصلاح حاصل کریں۔ ان سے درخواست ہے کہ راقم الحروف کتاب ہذا کے مصنف فقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری غفر اللہ تعالیٰ لہ کے حق میں بھی دین و دنیا کی کامیابیوں اور آخرت کی کامرانیوں کے لیے حق تعالیٰ و جل مجدہ سے دعا فرمائیں۔ راقم کے والدین، اساتذہ اور جملہ معاونین کے حق میں بھی دعائے خیر فرمائیں۔

(۱۱) مخدوم اہل سنت حضرت مولانا ابو داؤد محمد صادق صاحب سرپرست ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ نے مقالات حیدری کے بارہ میں اپنے دعائیہ کلمات سے نوازا ہے۔ نیز اپنے دار العلوم کے مفتی صاحب کا فتوٰی اپنی تصدیق کے ساتھ بھیجا ہے۔ راقم الحروف حضرت مولانا صاحب کی

نوازشات پر تہ دل سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہے۔اور دعا ہے کہ حضرت صاحب کا سایہ اہل سنت پہ تا دیر قائم رہے۔ آمین یارب العالمین بجاہ نبیک الامین ﷺ۔

خاتمہ بالخیر کردے رب دوعالم نصیب دوستو کرنا کسی دن یہ دعا میرے لیے

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی نبینا محمد والہ واصحابہ اجمعین۔

(۶ شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ)

پہلا مقالہ

خزینۂ آیات

عقائد اہل سنت

(آیات کی روشنی میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین امابعد:۔

اس مقالہ مبارکہ میں عقائد اہل سنت کے ثبوت میں آیات قرآن حکیم کو جمع کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم و تب علینا انک انت التواب الرحیم آمین یا رب العالمین بجاہ النبی الامین ﷺ

اشیآء میں اصل اباحت ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یآ یھا الذین امنو ا لا تسئلو ا عن اشیآ ء ان تبد لکم تسوء کم ۚ و ان تسئلو ا عنھا حین ینزل القرآن تبدلکم ، عفااللہ عنھا ط واللہ غفور حلیم ہ

(ترجمہ) اے ایمان والو ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر تم انہیں اس وقت پوچھو گے جبکہ قرآن اتر رہا ہے تو وہ ظاہر کر دی جائیں گی۔ اللہ انہیں معاف کر چکا ہے۔ اور اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔ (پ ۷۔ رکوع ۴)

اس سے یہ صراحۃً معلوم ہوا کہ جو چیز شریعت نے حرام نہ کی ہو وہ حلال ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حلال وہ ہے جسے اللہ حلال کرے اور حرام وہ ہے جسے اللہ حرام فرمائے اور جس چیز سے خاموشی رہے وہ معاف ہے" (نور العرفان ص ۱۹۷)

باذنہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ ہدایت دیتے ہیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وانک لتھدی الی صراط مستقیم۔

(ترجمہ) اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو۔ (پ ۲۵۔ رکوع ۶)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ باذن پروردگار ہدایت دیتے ہیں۔ آیت کریمہ انک لا تھدی من احببت میں لاتھدی سے مراد یہ ہے کہ جس کی ہدایت رب نہ چاہے تم اسے ہدایت نہیں دے سکتے۔ لہذا آیات میں تعارض نہیں۔ (نور العرفان ص ۷۸۰)

؎ احمد مختار آئے ہیں ہدایت کے لیے　　بن کے استاذ زمانہ ساری خلقت کے لیے

حضور ﷺ نور ہیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔قد جآء کم من اللہ نور و کتاب مبین (ترجمہ) بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ (پ۶ ر کوع ۷)

ملا علی قاری نے شرح شفا شریف میں فرمایا کہ اس آیت کریمہ میں نور اور کتاب مبین دونوں سے حضور ﷺ کو مراد لینے میں کون سی ممانعت ہے؟ فانہ نور عظیم لکمال ظھورہ بین الانوار و کتاب مبین حیث انہ جامع لجمیع الاسرار و مظھر الاحکام والاحوال والاخبار۔ کیونکہ آپ اپنے ظہور کے کمال کی وجہ سے انوار میں نور عظیم ہیں اور اس حیثیت سے کتاب مبین ہیں کہ آپ تمام اسرار کے جامع ہیں اور جملہ احکام واحوال واخبار کے مظہر ہیں۔ (شرح شفاء جلد اول ص ۱۱۴)

حضور ﷺ نور بخش ہیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یآ یھا النبی انا ارسلنٰک شاھداً و مبشراً و نذیراً o و داعیاً الی اللہ باذنہ و سراجاً منیراً (ترجمہ) اے غیب کی خبریں بتانے والے بے شک ہم نے تمہیں بھیجا اس حال میں کہ تو حاضر و ناظر ہے اور خوشخبری دیتا ہے اور ڈر سناتا ہے۔ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا ہے اور چمکا دینے والا آفتاب ہے۔ (پ ۲۲، ر کوع ۳)

آیت کریمہ کے آخری لفظ منیرا سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نور بخشنے والے ہیں۔ شیخ محمد فاسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں فھو نیر فی ذاتہ منیر لغیرہ فھو السراج الکامل فی الاضاءۃ ۔ سو آپ بذات خود نور ہیں اور دوسروں کو نور بخشنے والے ہیں۔ اس لیے آپ دوسروں کو نور بخشنے میں کامل آفتاب ہیں۔ (مطالع المسرات ص ۱۰۴)

حضور ﷺ ظاہر صورت میں بشر ہیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ قل انما انا بشر مثلکم یو حی الیّ انما الھکم الہ واحد ج۔ (ترجمہ) تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔ مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ (پ ۱۶ ر کوع ۳)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی اس کے ماتحت لکھتے ہیں۔ "حضور ﷺ آئینہ جمال

کبریا ہیں۔ اور آئینہ میں تب ہی پورا عکس آتا ہے جبکہ اس کی ایک جانب شفاف ہو اور دوسری جانب مسالہ لگا ہو۔ حضور ایک طرف نور ہیں اور دوسری طرف آپ پر بشریت کا غلاف ہے۔ تا کہ مکمل آئینہ ہوں۔ یہاں بشریت والی جانب کا ذکر ہے اور قد جاء کم من اللہ نور میں دوسری جانب کا"(نور العرفان ص ۴۸۵)

نورانیت وبشریت میں تضاد نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا۔ (ترجمہ) سو اس کی طرف (یعنی مریم کی طرف) ہم نے اپنا روحانی فرشتہ بھیجا۔ وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں تھا۔ (پ ۱۶، رکوع ۵)

مفتی صاحب لکھتے ہیں "اس سے معلوم ہوا کہ بشر آدمی کے بشرہ اور ظاہری شکل کو کہتے ہیں جب حضرت جبرائیل بشری شکل میں نمودار ہوئے تو ان کی ملکی حقیقت بدل نہ گئی تھی جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بشر ہیں صورۃً نور ہیں حقیقۃً۔ صورت اور حقیقت میں فرق ہے۔" (نور العرفان ص ۴۸۸)

حضور ﷺ حاضر وناظر ہیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ انا ارسلنک شاھداً و مبشراً و نذیراً۔ (ترجمہ) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا اس حال میں کہ تو حاضر و ناظر ہے اور خوشی اور ڈر سناتا ہے۔ (پ ۲۶۔ رکوع ۹)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ شاہد کے معنی ہیں محبوب، حاضر اور مشاہدہ کرنے والا گواہ۔ گواہ کو شاہد اس لیے کہتے ہیں کہ وہ موقع واردات پر حاضر تھا اور محبوب کو شاہد اس لیے کہتے ہیں کہ وہ عاشق کے دل میں حاضر رہتا ہے۔ حضور ان تینوں معنوں سے شاہد کامل ہیں۔ اور حضور سارے عالم کا ایسا مشاہدہ فرماتے ہیں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی کا"(نور العرفان ص ۸۱۶)

حضور ﷺ مومنوں کے مالک ہیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم ط (ترجمہ) نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں

ہیں۔(پ۲۱۔رکوع۱۷)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔اولیٰ کے معنی ہیں زیادہ مالک۔زیادہ قریب۔زیادہ حقدار۔یہاں تینوں معنے درست ہیں۔معلوم ہوا کہ حضور ہر مومن کے دل میں حاضر ناظر ہیں کہ جان سے زیادہ قریب ہیں(نورالعرفان ص۶۶۷)

حضور ﷺ حاکم مطلق ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔فلا وربک لایوء منون حتی یحکموک فی ما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت و یسلّموا تسلیما۔(ترجمہ)تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرماؤ اس سے وہ اپنے دلوں میں رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔(پ۵رکوع۶)

حضور ﷺ مالک خیر کثیر ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔انا اعطینا ک الکوثر۔(ترجمہ)اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔(پ۳۰رکوع۳۳)

مفتی صاحب لکھتے ہیں یہاں کوثر سے مرادیا۔تو حوض کوثر ہے جس کی وسعت ایک ماہ کا راستہ ہے۔یاقوت اور موتیوں پر جاری ہے یا حضور کی کثیر اولاد یا بہت امت مراد ہے۔یا حضور کا بے پایاں علم یا عمل یا حضور کی بہت خوبیاں اور اوصاف یا شفاعت کبریٰ مراد ہے۔
(نورالعرفان ص۹۹۰)

حضور ﷺ غنی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ووجدک عآئلاً فاغنیٰ۔(ترجمہ)اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا۔(پ۳۰رکوع۱۸)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔یعنی اس طرح غنی کر دیا کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں بلکہ

عرش و فرش کا آپ کو مالک بنادیا۔ فرماتا ہے انا اعطینا ک الکوثر. اور فرماتا ہے اغنا ھم اللہ و رسولہ. حضور فرماتے ہیں کہ مجھے زمینی خزانوں کی کنجیاں دے دی گئیں اور فرماتے ہیں کہ اگر میں چاہوں تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلیں۔ غرضیکہ حضور ﷺ جیسا غنی نہ ہوا ہے نہ ہو گا۔ جسے رب غنی کرے اس کے غناء کا کیا کہنا۔ (نور العرفان ص ۹۵۰)

۔ خالق کل نے آپ کو مالک کل بنادیا　　دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

اور اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

۔ میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب۔　　یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

حضور ﷺ غنی بناتے ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما نقموا الآ ان اغنا ھم اللہ ورسولہ من فضلہ ج۔ (ترجمہ) اور انہیں کیا برا لگا یہی نہ کہ اللہ ورسول نے اپنے فضل سے انہیں غنی کر دیا۔ (پ ۱۰ رکوع ۱۶)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ "اس سے معلوم ہوا کہ حضور ایسے غنی ہیں کہ دوسروں کو بھی غنی فرما دیتے ہیں۔ جو انہیں فقیر کہے۔ وہ بے ادب اور بد نصیب ہے۔ اگر توہین کی نیت سے کہے تو کافر ہے۔ رب فرماتا ہے ووجد ک عائلا فاغنی۔ رب انہیں غنی کر چکا" (نور العرفان ص ۳۱۶)

اعلیٰ حضرت خوب فرماتے ہیں۔ ۔ انا اعطینا ک الکوثر ۔ ساری کثرت پاتے یہ ہیں۔

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم　　رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

ٹھنڈا ٹھنڈا میٹھا میٹھا　　پیتے ہم ہیں پلاتے یہ ہیں

(الاستمداد علیٰ اجیال الارتداد موءلفہ اعلیٰ حضرت)

۔ مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں　　دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

(حدائق بخشش)

حضور ﷺ غیب دان ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک ط (ترجمہ) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں۔ (پ ۳ رکوع ۱۳)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ خیال رہے کہ نبی ﷺ نور نبوت کے لحاظ سے ہر وقت ہر جگہ جلوہ گر ہیں اور ہر شئے سے خبر دار۔ گذشتہ واقعات کو ملاحظہ فرمارہے تھے۔
(تفسیر صاوی شریف) (نور العرفان ص ۸۷)

حضور ﷺ غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما ھو علی الغیب بضنین (ترجمہ) اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں
(پ ۳۰ رکوع ۶)

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نبی کریم ﷺ کو علم غیب دیا گیا۔ دوسرا یہ کہ آپ نے اس میں سے بہت کچھ بتادیا۔ ظاہر ہے بخیل نہ ہونا۔ سخی ہونا اسی کی صفت ہو سکتی ہے جس کے پاس چیز ہو اور وہ لوگوں کو دیتا رہے (نور العرفان ص ۹۳۵)

حضور ﷺ عالم ما کان وما یکون ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **و انزل اللہ علیک الکتاب و الحکمة و علمک مالم تکن تعلم ط و کان فضل اللہ علیک عظیما** (ترجمہ) اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔ اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔ (پ ۵ رکوع ۱۴)

مفتی صاحب لکھتے ہیں اس معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے سارے علوم غیبیہ اپنے حبیب کو سکھادیئے ہیں (نور العرفان ص ۱۵۲)

حضور ﷺ علم شعر جانتے ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وما علمناہ الشعر و ما ینبغی لہ ط ان ھو الا ذکر و قرآن مبین**۔ (ترجمہ) اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا۔ اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے۔ وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔ (پ ۲۳ رکوع ۴)

(تنبیہ) سیاق کلام ان ھو الا ذکر و قرآن مبین سے معلوم ہوا کہ سیاق کلام میں کفار کے اس دعویٰ کی تردید فرمائی گئی کہ حضور جو قرآن پیش کرتے ہیں معاذ اللہ یہ ان کے بنائے ہوئے اپنے شعر ہیں اس سے حضور کے علم شعر کی نفی ثابت کرنا درست نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

دربار رسالت سے بخشش ملتی ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ولوانھم اذظلموا انفسھم جآؤک فاستغفروااللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوااللہ توا بارحیما (ترجمہ) اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔(پ۵رکوع۶)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور کی بارگاہ وہ شفاخانہ ہے جس میں ہر بیماری کی دوا ہے۔ کسی کو محروم واپس نہیں کیاجاتا۔ کوئی آنے والا ہو۔(نورالعرفان ص۱۳۸)

حضور ﷺ پر درودوسلام پڑھنے کا حکم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ و ملآ ئکتہ یصلو ن علی النبی،یآیھا الذین امنو ا صلو ا علیہ و سلموا تسلیما .(ترجمہ) بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر۔اے ایمان والو۔ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ (پ۲۲رکوع۴)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔’’اس سے معلوم ہوا کہ ہر وہ درود جس میں صلوٰۃ وسلام ہو پڑھو خواہ کوئی صیغہ اور کسی قسم کا درود ہو۔ کیونکہ یہاں صلوا اور سلموا مطلق ہے۔لہذا درود تاج دلائل الخیرات وغیرھا سب اس میں داخل ہیں۔(نورالعرفان ص۶۷۹)

محبتِ رسول فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔قل ان کان ابآ ء کم و ابنآ ء کم و اخوانکم وازواجکم و عشیر تکم واموال ن اقتر فتمو ھاومسا کن ترضو نھا احب الیکم من اللہ و رسولہ وجھاد فی سبیلہ فتر بصوا حتی یا تی اللہ بامرہ ط واللہ لایھدی القوم الفاسقین (ترجمہ) تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے گھر۔یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔(پ۱۰رکوع۹)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔اس آیت کی تفسیر وہ حدیث ہے کہ حضور نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے ماں باپ اور اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔ (نور العرفان ص ۳۰۳)

ادب رسول فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٓا یھا الذین امنوا لا ترفعوا صوا تکم فوق صوت النبی و لا تجھروا له بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وا نتم لا تشعرون (ترجمہ) اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس نبی کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ (پ۲۶ رکوع ۱۳)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی ادنیٰ بے ادبی کفر ہے۔ کیونکہ کفر ہی سے نیکیاں برباد ہوتی ہیں۔ جب ان کی بارگاہ میں اونچی آواز سے بولنے پر نیکیاں برباد ہیں۔ تو دوسری قسم کی بے ادبی کا ذکر ہی کیا ہے۔ (نور العرفان ص ۸۲۲)

عبد النبی کہلانا درست ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔وانکحوا لا یامیٰ منکم والصالحین من عباد کم و امآ ء کم ط (ترجمہ) نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا۔ (پ ۱۸ رکوع ۱۰)

اس سے معلوم ہوا کہ عبد کی نسبت غیر خدا کی طرف بھی کر سکتے ہیں بمعنی خادم لہذا عبد النبی عبد الرسول کہہ سکتے ہیں۔ حدیث میں اس کی ممانعت تنزیھی ہے جیسے انگور کو کرم کہنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا کنت انا عبدہ و خادمہ۔ میں حضور کا عبد اور خادم تھا۔ (نور العرفان ص ۵۶۴)

حضور ﷺ کا وسیلہ دعا میں پیش کرنا جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔وکانو امن قبل یستفتحون علی الذین کفر واج . (ترجمہ) اور اس سے

پہلے وہ اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔(پ ا رکوع ۱۱)
مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں ''قرآن کے اترنے سے پہلے جب یہودی کافروں سے مغلوب ہوتے تو خدا سے دعا مانگتے کہ ''ہم کو نبی آخر الزمان اور جو کتاب ان پر نازل ہو گی ان کے طفیل سے کافروں پر غلبہ عطا فرما'' (حاشیہ القرآن ص ۲۲)

بزرگوں سے مشکلیں دور کرانا جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولما وقع علیھم الرجز قالوا یا موسیٰ ادع لنا ربک بما عھد عندک ج لئن کشفت عنا الرجز النوء منن لک ولنر سلن معک بنی اسرائیل۔(ترجمہ) اور جب ان پر عذاب پڑتا تو کہتے اے موسیٰ ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کرو۔ اس عہد کے سبب سے جو اس کا تمہارے پاس ہے۔ بے شک اگر تم ہم سے عذاب اٹھا دو گے تو ہم ضرور تم پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کر دیں گے۔ (پ۹ رکوع ٦)
مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدائی کاموں کو بندہ کی طرف نسبت کر سکتے ہیں کیونکہ عذاب اٹھانا رب کا کام ہے۔ مگر موسیٰ علیہ السلام کی طرف نسبت کیا گیا اور رب نے اس پر اعتراض نہ کیا (نور العرفان ص ۲٦۴)

وسیلہ ڈھونڈنا مامور بہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و ابتغوا الیہ الوسیلة وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون (ترجمہ) اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔(پ٦ رکوع ۱۰)
مفتی صاحب فرماتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کو اعمال کے سوا کوئی اور وسیلہ بھی ڈھونڈنا چاہیے کیونکہ اعمال تو اتقوا اللہ میں آ گئے تھے۔ تلاش وسیلہ کا حکم ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ وسیلہ کی راہ میں کوشش کرنی چاہیے تاکہ وسیلہ حاصل ہو۔(نور العرفان ص ۱۷۹)

محبوبان خدا مددگار ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔اذ یوحی ربک الی الملآئکة انی معکم فثبتوا الذین امنوا

سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعب فاضر بوا فوق الا عناق و ا ضربو امنهم کل بنان (ترجمہ) جب اے محبوب تیرا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت رکھو۔ عنقریب میں کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈالوں گا تو کافروں کی گردنوں سے اوپر مارو اور ان کی ایک ایک پور پر ضرب لگاؤ۔ (پ۹ رکوع ۱۶)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کے ذریعہ سے جہاد میں مسلمانوں کو ثابت قدمی اور دل کا اطمینان نصیب ہوتا ہے ایسے ہی حضور کے وسیلے سے اللہ کی تمام نعمتیں ملتی ہیں۔ (نورالعرفان ص ۲۸۳)

بزرگوں کے تبرکات دافع بلاء ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے .وقال لهم نبيهم ان اية ملكه ان يا تيكم التابوت فيه سكينة من ربكم وبقية مماترک ال موسیٰ وال هارون تحمله الملاء كة (ترجمہ): اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی (یعنی طالوت) کی نشانی یہ ہے کہ آئے گا تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی۔ اٹھاتے لائیں گے فرشتے۔ (پ۲ رکوع ۱۶)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات مشکل کشا اور باذن خدا حاجت روا ہیں۔ اسی لئے میت کے ساتھ بزرگوں کے تبرکات رکھے جاتے ہیں۔ دیکھو حضرت موسیٰ کے تبرکات جنگ میں فتح کے لئے رکھے جاتے تھے (نورالعرفان ص ۶۳)

بزرگوں کے تبرکات شفا بخش ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے .فلما ان جاء البشير القاه علىٰ وجهه فارتد بصيراً۔ پھر جب خوشی سنانے والا آیا۔ اس نے وہ کرتا یعقوب کے منہ پر ڈالا۔ اسی وقت اس کی آنکھیں پھر آئیں۔ (۱۳۔ رکوع ۵)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیماروں پر بزرگوں کے تبرکات ڈالنا، چھڑکنا سنت پیغمبر ہے۔ مردے کے کفن میں کلمہ شریف لکھ کر رکھنا یا پیر کی قمیص تہبند

رکھنا اس آیت سے مستنبط ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ تبرکات بڑی بڑی مشکلیں حل کردیتے ہیں (نورالعرفان ص ۳۹۲)

اولیآءاللہ کی شان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الآ ان اولیآء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔الذین امنوا و کانوا یتقون۔ لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ ۔ لا تبدیل لکلمات اللہ ذلک ھو الفوز العظیم (ترجمہ) سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم۔ وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں انہیں خوشخبری ہے دنیا میں اور آخرت میں۔ اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ (پ۱۱ رکوع ۱۲)

ایمان صحابہ پر گواہی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے. والذین امنوا وھاجروا و جاھدوا فی سبیل اللہ والذین اٰووا و نصروا اولٰئک ھم المومنون حقا۔لھم مغفرۃ و رزق کریم (ترجمہ) اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جنھوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں۔ ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔ (پ۱۰ رکوع ۶)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ اس آیت سے تمام مہاجرین وانصار صحابہ کا سچا مومن اوران کا صاحب درجات ہونا معلوم ہوا۔ ان میں سے کسی کے ایمان یا تقویٰ کا انکار اس آیت کا انکار ہے۔ تمام صحابہ عادل ہیں۔ ان میں کوئی فاسق نہیں۔ اگر کسی سے کوئی جرم سرزد ہو گیا تو توبہ نصیب ہو جاتی ہے۔ اس آیت کی بناء پر ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں اور ان کی روائتیں مقبول ہیں۔

(نورالعرفان ص ۲۹۷)

ایمان والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔وتوکل علی العزیز الرحیم ہ الذی یراک حین تقوم و تقلبک فی الساجدین (ترجمہ) اور اس پر بھروسہ کرو جو عزت والا مہروالا ہے ۔ جو تمہیں

دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔(پ۱۹ر کوع ۱۵)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے تمام آباءواجداد مومن حق تعالیٰ کے عابد تھے کوئی کافروفاسق نہ تھا(نورالعرفان ص۵۹۹)

محبوبان خدا کے تصرفات

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللہ و ابریء الاکمہ والا برص واحی الموتیٰ باذن اللہ وانبئکم بما تأ کلون وما تد خرون فی بیوتکم ط ان فی ذالک لأ یۃ لکم ان کنتم مئومنین(ترجمہ)حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے۔اللہ کے حکم سے۔اور میں شفاء دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو۔بے شک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے۔اگر تم ایمان رکھتے ہو۔(پ۳ر کوع ۱۳)

اولیاءاللہ کی روحانی طاقت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک ط ،فلما راٰہ مستقراً عندہ قال ھذا من فضل ربی۔(ترجمہ)اس نے عرض کیا جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے (یعنی تخت بلقیس کو) حضور میں حاضر کروں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔پھر جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا تو کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔(پ۱۹ر کوع۱۸)

مفتی صاحب لکھتے ہیں اس آیت سے ولی کی طاقت،ولی کی رفتار اور ولی کا حاضر و ناظر ہونا معلوم ہوا۔کیونکہ آصف نے بلقیس کے مقام کا پتہ کسی سے نہ پوچھا اور آناً فاناً اتنا وزنی تخت بغیر چھکڑے یا گاڑی کے لے آئے۔جب ولی بنی اسرائیل کی طاقت کا یہ حال ہے تو ولیءِ رسول اللہ کی طاقت کیسی ہوگی۔پھر نبی پھر خاتم النبیین کی طاقت کا کیا حال ہے؟(نورالعرفان ص۶۰۶)

محبوبانِ خدا کی سماعت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فتبسم ضاحکاً من قولھا (ترجمہ) تو حضرت سلیمان علیہ السلام اس (چیونٹی) کی بات سن کر مسکرائے۔ (پ۱۹ ارکوع ۱۷)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی دور سے بھی چیونٹی کی آواز سن لیتے ہیں۔ اگر ہمارے حضور ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہو کر ہماری فریاد سن لیں تو کیا تعجب ہے (نور العرفان ص ۶۰۳)

معراج جسمانی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ لنریہ من ایاتنا انہ ھو السمیع البصیر. (ترجمہ) پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی تاکہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔ (پ۱۵ ارکوع ۱)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ اس آیت میں حضور کے جسمانی معراج کا ذکر ہے جو نبوت کے گیارھویں سال ۶۲۱ء میں ستائیسویں رجب پیر کی آخری رات حالت بیداری میں ہوئی۔ اس معراج کے جسمانی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعبدہ فرمایا اور عبد جسم اور روح دونوں کو کہتے ہیں۔ نیز فقط خواب کی معراج پر کفار اتنا شور نہ مچاتے۔ نیز خواب کی معراج کو سبحان الذی سے شروع نہ فرمایا جاتا کہ یہ کلمہ بہت عجیب عجیب اور عظیم الشان چیز پر بولا جاتا ہے (نور العرفان ص ۴۴۹)

میلاد مصطفےٰ ﷺ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم ایاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (ترجمہ) بے شک اللہ کا بڑا احسان مسلمانوں پر ہوا کہ اس نے ان میں انہیں میں سے ایک

رسول بھیجا جوان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے (پ ۴ رکوع ۸)

عصمت انبیاء

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔قال فبعز تک لاغوینهم اجمعین الا عبادک منهم المخلصین (ترجمہ) (شیطان) بولا تو تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کردوں گا مگر جوان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔(پ ۲۳ رکوع ۱۴)

مفتی صاحب فرماتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء اور بعض صالحین پر شیطان کا داؤ نہیں چلتا کہ ان سے گناہ یا کفر کراوے۔نیز انبیاء کے نفس امارہ نہیں ہوتے۔ان النفس لامارۃ بالسوۤ الامارحم ربّی۔جب یہ دونوں چیزیں ان میں نہیں تو وہ معصوم ہیں اور جو انبیآء کو معصوم نہ مانے وہ شیطان سے زیادہ برا ہے (نور العرفان ص ۷۳۰)

حضور ﷺ آخری نبی ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله و خاتم النبین ، و کان الله بکل شیء علیما (ترجمہ) محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔(پ ۲۲ رکوع ۲)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا۔جو اب کسی نبی کا آنا یا اس کا امکان مانے مرتد ہے۔جیسے لااله الا الله سے معلوم ہوا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہو سکتا ایسے ہی حدیث لا نبی بعدی سے معلوم ہوا کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا۔یہ دونوں ایک درجہ کے محال ہیں۔اسی طرح حضور کے زمانے میں بھی کوئی نبی نہ تھا نہ ہو سکتا تھا کیونکہ خاتم النبیین وہ ہوتا ہے جو سب نبیوں سے پیچھے ہو۔(نور العرفان ص ۶۷۵)

نیکوں کی شفاعت برحق ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔من الذی یشفع عنده الا باذنه (ترجمہ) وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بے اس کے حکم کے۔(پ ۳ رکوع ۲)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نیک بندے رب کے ہاں شفاعت فرمائیں گے اور ان کی یہ شفاعت دھونس کی نہ ہو گی بلکہ اذن کی ہو گی۔لہذا جو بالکل شفاعت کا انکاری ہے وہ بے ایمان ہے۔اور جو مشرکین عرب کی طرح دھونس کی شفاعت مانے وہ بھی بے ایمان ہے۔انبیآء،اولیآء،علمآء،مشائخ،حجر اسود،قرآن مجید،کعبۃ اللہ،ماہ رمضان اور مسلمانوں کے نا بالغ فوت شدہ بچے شفاعت کریں گے(نور العرفان ص۶۶)

حضور ﷺ کو حق تحریم و تحلیل حاصل ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔و یحل لهم الطیبات و یحرم علیهم الخبائث(ترجمہ)اور(نبی آخرالزمان)ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا۔(پ۸رکوع۹)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ رب نے حضور کو حرام و حلال فرمانے کا اختیار دیا۔یہاں حرام فرمانے والا حضور کو قرار دیا گیا ہے(نور العرفان ص۲۷۰)

پیغمبر کی گستاخی شیطانی طریقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔قال اخرج منها مذء و مأ مد حو رأ مذ(ترجمہ)(اللہ نے شیطان کو)فرمایا یہاں سے نکل جا رڈ کیا گیا راندہ ہوا۔(پ۸رکوع۹)

اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر کی دشمنی تمام کفروں سے بڑھ کر کفر ہے۔شیطان باوجود عالم زاہد ہونے کے ایسا ذلیل کیوں ہوا۔صرف حضرت آدم نبی اللہ کی دشمنی سے۔اسی سے بارگاہ نبوت کے گستاخوں کو سبق لینا چاہیے۔(نور العرفان۲۴۱)۔

بزرگوں کی یادگار قائم کرنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔قال الذین غلبو ا علیٰ امرهم لنتخذن علیهم مسجداً(ترجمہ)وہ بولے جو کام میں غالب رہے تھے۔قسم ہے کہ ہم تو ان(اصحاب کہف)پر مسجد بنائیں گے۔(پ۱۵رکوع۱۵)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مزارات اور ان کے مقامات

کی زیارت کرنی مسلمانوں کا بہت پرانا طریقہ ہے۔ان لوگوں نے مسجد یا قبہ بنانے کی تجویز اس لیے کی تھی کہ زائرین کو آسانی ہو (نور العرفان ص ۴۷۱)

استمداد واستعانت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یآ یہا الذین امنو ا استعینوا با لصبر و الصلوٰۃ ، ان اللہ مع الصابرین (ترجمہ) اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد چاہو بے شک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔ (پ ۲، رکوع ۳)

اس سے معلوم ہوا کہ نیک کاموں سے مدد طلب کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔اسی طرح اللہ کے نیک بندوں سے بھی مدد طلب کرنا جائز ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ جب تم میں سے کسی کا چوپایہ بنجر زمین میں چھوٹ جائے تو وہ پکار کر کہے یا عباد اللہ احبسو ا یا عباد اللہ احبسو اے اللہ کے بندو روکو اے اللہ کے بندو روکو۔ فان للہ عزوجل فی الارض حاضر اً سیحبسہ ۔سو اللہ کا زمین میں موجود کوئی نہ کوئی بندہ ہو گا جو عنقریب اس کو اس پر روک دے گا۔ (کتاب الاذکار للنووی ص ۲۰۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

محبوبان خدا اولاد بخشتے ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قالت انی اعوذ با لرحمٰن منک ان کنت تقیاً ہ قال انما انا رسول ربک لا ھب لک غلاماً زکیا (ترجمہ) (حضرت مریم) بولی میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں۔اگر تجھے خدا کا ڈر ہے۔جبرائیل بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔ (پ ۱۶، رکوع ۵)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ جبریل علیہ السلام باذن الٰہی بیٹا دے سکتے ہیں۔اسی طرح حضور کی بارگاہ سے اولاد اور تمام رب کی نعمتیں ملتی ہیں۔نیز اس سے معلوم ہوا کہ رب کی نعمتوں کو بندے کی طرف نسبت کر سکتے ہیں۔لہذا کہہ سکتے ہیں کہ حضور ﷺ اولاد، ایمان، عزت، جنت دیتے ہیں حضرت ربیعہ نے حضور سے عرض کیا تھا کہ میں آپ سے جنت میں آپکی رفاقت مانگتا ہوں۔ (نور العرفان ص ۴۸۸)

متبرک مقام کا ادب فرض ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فلمّا اتا ھا نودی یا موسٰی انی انا ربک فا خلع نعلیک ج انک بالواد المقدس طوی (ترجمہ) پھر جب (موسیٰ) آگ کے پاس آئے تو نداء فرمائی گی کہ اے موسیٰ بے شک میں تیرا رب ہوں تو اپنے جوتے اتار ڈال بے شک تو پاک جنگل طوٰی میں ہے۔ (پ۱۶ ار کوع ۱۰)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ متبرک جنگلوں کا بھی ادب کرنا چاہیے جیسے مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کے جنگل جو حرم کہلاتے ہیں۔ نیز ادب کے لیے جوتا اتارنا سنت موسوی ہے لہذا مسجدوں میں جوتا اتار دینا اچھا ہے۔ اگرچہ جوتے میں نجاست نہ ہو۔ (نورالعرفان ص ۴۹۸)

دعا فاتحہ کو مقبولیت کے وقت تک موٴخر کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قالو ایاَ با نا استغفر لناذ نو بنا اناّ کنا خاطئین ہ قال سوف استغفر لکم ربی ط انہ ' ھو الغفور الرحیم (ترجمہ) (برادران یوسف) بولے اے ہمارے باپ ہمارے گناہ کی معافی مانگیے۔ بے شک ہم خطاوار ہیں۔ (حضرت یعقوب نے) کہا جلد میں تمہاری بخشش اپنے رب سے چاہوں گا۔ بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ (پ ۱۳ ار کوع ۵)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ اس وقت دعا نہ فرمانا اس لیے تھا کہ ابھی دل میں جوش نہ تھا جو مقبولیت کے لیے اکسیر ہے۔ یا وقت سحر کا انتظار تھا۔ یا یوسف علیہ السلام کی ملاقات کا انتظار تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صبح کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ (نورالعرفان ص ۳۹۲)

بزرگوں کے قدموں کی جگہ اللہ کی نشانی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان الصفا و المروۃ من شعائر اللہ ج (ترجمہ) بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں سے ہیں (پ ۲ ار کوع ۳)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس چیز کو صالحین سے نسبت ہو جائے وہ چیز عظمت والی بن جاتی ہے۔ صفا مروہ پہاڑ حضرت ہاجرہ کے قدم کی برکت سے اللہ کی نشانی بن

گئے۔(نور العرفان ص ۳٦)

بزرگوں کا دم درود پر اثر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیراً باذنی (ترجمہ) اور تو مٹی سے پرند کی سی صورت میرے حکم سے بناتا ہے پھر اس میں پھونک مارتا ہے تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتی ہے۔(پ ۷ رکوع ۵)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔یہ آیت مشائخ کے دم درود کی دلیل ہے۔ہمیشہ فیض دیتے وقت دم کیا جاتا ہے۔ حضرت جبرائیل نے بی بی مریم کے گریبان میں پھونک ہی تو ماری تھی۔ حضرت اسرافیل پھونک مار کر ہی صور کے ذریعے لوگوں کو زندہ کریں گے۔ معلوم ہوا کہ پھونک میں اثر ہوتا ہے۔ رب نے حضرت آدم کے جسم میں روح پھونکی تھی۔ اس قاعدے سے اب بھی صوفیائے کرام دم کرتے ہیں (نور العرفان ص ۲۰۰)

نیکیوں کی تقلید

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ واتبع سبیل من اناب الیّ ج(ترجمہ) اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔(پ ۲۱ رکوع ۱۱)

اس سے معلوم ہوا کہ تقلید شخصی اعلیٰ چیز ہے کہ سارے اولیاء اللہ مقلد گزرے ہیں۔ کوئی بھی غیر مقلد نہ ہوا۔(نور العرفان ص ٦۵۸)

مُردوں کو پکارنا جائز ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔قال فخذ اربعۃً من الطیر فصرھن الیک ثمّ ا جعل علی کل جبل منھن جزءاً ثم ادعھن یأ تینک سعیاً ط(ترجمہ)(اللہ نے) فرمایا تو اچھا (اے ابراہیم) چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلا لے پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے پھر انہیں بلا تو وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے۔(پ ۳ رکوع ۳)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ کبھی بے جان جانوروں کو بھی پکارنا جائز ہوتا ہے فیض دینے کیلئے اور گزشتہ نبیوں ولیوں کو پکارنا بھی جائز ہوتا ہے فیض لینے کے لیے۔(نور

العرفان ص ۶۸)

حجیت حدیث

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم ایاتک و یعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم ۔ (ترجمہ)(حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی) اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ وہ ان پر آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمائے۔(پ ا رکوع ۱۵)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کے ساتھ حدیث کی بھی ضرورت ہے۔اسی طرف والحکمۃ میں اشارہ ہے(نور العرفان ص ۳۰)

نیک باپ دادوں کی برکت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔و اما الجدار فکان لغلامین یتیمین فی المدینۃ وکان تحتہ کنز لھما وکان ابوھما صالحاً ج فاراد ربک ان یبلغا اشدھما و یستخرجا کنزھما ملے ق (ترجمہ) رہی وہ دیوار تو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں۔(پ ۱۶ رکوع ۱)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ باپ دادا کی نیکیاں اولاد کے کام آتی ہیں۔وسیلہ کا ثبوت ہوا۔اور نبی امت کے حق میں مثل باپ کے ہیں تو انشاء اللہ حضور کی نیکیاں ہم گناہگاروں کے کام آئیں گی۔خیال رہے کہ وہ نیک مرد ان بچوں کا آٹھواں باپ تھا جیسا کہ صواعق محرقہ میں ہے۔(نور العرفان ص ۴۸۳)

عذاب قبر حق ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔وحاق بال فرعون سوء العذاب ہ النار یعرضون علیھا غدواً و عشیاً ج و یوم تقوم الساعۃ قف ادخلوا ال فرعون اشد العذاب (ترجمہ) آگ جس پر وہ صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہو گی حکم ہو گا فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل

کرو۔(پ ۲۴ر کوع۱۰)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عذاب قبر برحق ہے۔(نورالعرفان ص۷۵۳) کیونکہ النار سے مراد قبر کی آگ ہے واللہ تعالیٰ اعلم

ذکر بالجھر جائز ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔فاذا قضیتم منا سککم فاذکروا الله کذ کر کم اباء کم او اشد ذکرا ط(ترجمہ) پھر جب اپنے حج کے احکام پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے۔ بلکہ اس سے زیادہ۔(پ۲ر کوع۹)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجھر اچھی چیز ہے کیونکہ حکم دیا گیا کہ حج سے فارغ ہو کر رب کا ویسے ہی ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادوں کا کرتے تھے اور کفار عرب اپنے باپ دادوں کا ذکر اعلانیہ طور پر مجمع لگا کر کرتے تھے۔ تو اب اللہ کا ذکر بھی اعلانیہ کرنا چاہیے(نورالعرفان ص۴۸)

بدعت حسنہ باعث ثواب ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ورھبا نیۃ ن ابتد عو ھا ما کتبنا ھا علیھم الا ابتغآ ء رضوان الله فما رعوھا حق رعا یتھاج فاٰتینا الذین امنو ا منھم اجر ھم ج و کثیر منھم فاسقون (ترجمہ)اور راہب بننا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی۔ پھر اسے نہ نباہا جیسا اس کے نباہنے کا حق تھا۔تو ان کے ایمان والوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا۔اور ان میں سے بہتیرے فاسق ہیں(پ ۲۷ر کوع۲۰)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ رھبانیت یعنی دنیا ترک کرنا، عبادات کی سخت مشقتیں انہوں نے خود ایجاد کرلیں۔ جن عیسائیوں نے رب کو راضی کرنے کے لیے یہ مشقیں ایجاد کیں ان کی نیت بخیر تھی۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے مومن عیسائیوں کو ان کی ایجاد کردہ بدعات کا ثواب دیا۔اس سے معلوم ہوا کہ دین میں اچھے طریقے ایجاد کرنا جسے بدعت حسنہ کہتے ہیں بہت باعث ثواب ہے۔ جیسے قرآن کریم کے تیس پارے۔ رکوع بنانا۔ علم حدیث وفقہ مرتب کرنا۔ محفل میلاد اور فاتحہ

بزرگان وغیرہ۔ ہاں بدعت حسنہ ایجاد کر کے اسے نہ نباہنا برا ہے کہ اس پر عتاب فرمایا گیا۔
(نور العرفان ص ۸۶۴)

حیلۂ اسقاط

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وخُذ بیدک ضغثاً فاضرب بہ ولا تحنث ط (ترجمہ) اور (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دے اور قسم کو نہ توڑ۔ (پ ۲۳ رکوع ۱۳)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ شرعی حیلے جائز ہیں۔ میت کے حیلہ اسقاط کی دلیل یہی آیت ہے۔ (نور العرفان ص ۷۲۷)

اہل بیت کون ہیں؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیراً (ترجمہ) اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے (پ ۲۲ رکوع ۱)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ازواج النبی ﷺ یقیناً حضور کے اہل بیت ہیں کیونکہ یہ تمام آیات ازواج مطہرات سے ہی مخاطب ہیں۔ جو ان کے اہل بیت ہونے کا انکار کرے وہ اس آیت کا انکاری ہے۔ حدیث کساء میں یہ کہیں نہیں فرمایا کہ خدایا یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں ان کے سوا کوئی نہیں۔ (نور العرفان ص ۶۷۳)

متعہ حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فانکحو ھن باذن اھلھن واتو ھن اجور ھن بالمعروف محصنات غیر مسافحات ولا متخذات اخدان (ترجمہ) تو ان سے نکاح کرو ان کے مالکوں کی اجازت سے اور حسب دستور ان کے مہر دو۔ قید میں آتیں۔ نہ مستی نکالتی اور نہ یار بناتی۔ (پ ۵ رکوع ۱)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ لونڈی سے بھی متعہ حلال نہیں نہ زنا۔ مسافحات سے متعہ حرام ہوا اور متخذات اخدان سے ظاہر و خفیہ زنا۔ کفار عرب اپنی لونڈیوں سے زنا

کرا کراس کی آمدنی خود کھاتے تھے۔(نور العرفان ص۱۲۹)

قرآن مکمل کتاب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔**انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون** (ترجمہ) بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں (پ ۱۴ رکوع ۱)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید قیامت تک مکمل طور پر محفوظ اور باقی رہے گا کیونکہ خود رب تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

میت پر رونا پیٹنا منع ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وجآء وا ابا هم عشآءً یبکون** (ترجمہ) اور رات ہوئے (برادران یوسف) اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے۔(پ ۱۲ رکوع ۱۲)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ ہر رونے والا سچا یا مظلوم نہیں ہوتا۔کبھی ظالم اور جھوٹا بھی رویا کرتا ہے۔اس سے قاضی اور مفتی صاحبان کو سبق لینا چاہیے (نور العرفان ص۳۷۷)

سب صحابہ جنتی ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل ط اولٓئک اعظم درجةً من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا ط وکلا وعد الله الحسنی ط والله بما تعملون خبیر** (ترجمہ) تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا۔وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا۔اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا۔اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔(پ ۲۷ رکوع ۱۷)

اس سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ عادل و متقی ہیں۔کیونکہ سب سے رب نے جنت کا وعدہ فرما لیا۔جنت کا وعدہ فاسق سے نہیں ہوتا۔جو تاریخی واقعہ ان میں سے کسی کا فسق ثابت کرے وہ جھوٹا ہے۔قرآن سچا ہے۔(نور العرفان ص۸۵۹)

تقیہ شیطانی عمل ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فدلٰهما بغرور ج (ترجمہ) تو اتار لایا انہیں فریب سے (پ ۸ رکوع ۹)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلا تقیہ شیطان نے کیا تھا کہ دل میں آدم علیہ السلام کی دشمنی رکھ کر زبان سے دوستی ظاہر کی (نور العرفان ص ۲۴۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما قتلوه وما صلبوه و لکن شبه لهم ط (ترجمہ) اور (حق) ہے یہ کہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ ان کے لیے ان کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا۔ (پ ۶ رکوع ۲)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی آج عیسیٰ علیہ السلام کے قتل یا موت کا قائل ہو وہ یہود کی طرح جہالت میں گرفتار ہے۔ جیسے لاہوری یا قادیانی مرزائی (نور العرفان ص ۱۶۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وانه لعلم الساعة فلا تمترن بها و اتبعو ن ط هذا صراط مستقيم (ترجمہ) اور بے شک عیسیٰ قیامت کی خبر ہے۔ تو ہرگز قیامت میں شک نہ کرنا اور میرے پیرو ہونا۔ یہ سیدھی راہ ہے۔ (پ ۲۵ رکوع ۱۲)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت اترنا برحق ہے۔ کیونکہ یہ علامت قیامت ہے۔ لیکن آپ کا وہ آنا ہمارے نبی کے امتی ہونے کی حیثیت سے ہو گا۔ یعنی نبوت پر بھی فائز ہوں گے اور امتی بھی ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ نہ مانے وہ اس آیت کا منکر ہے اور سیدھے راستے پر نہیں۔ رب نے اسی کو سیدھا راستہ فرمایا۔ (نور العرفان ص ۷۸۷)

بدمذہب سے کنارہ کشی فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تر کنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار لا و ما لکم من دون اللہ من اولیآء ثم لا تنصرون (ترجمہ) اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی نہیں۔ پھر مدد نہ پاؤ گے۔ (پ۱۲ رکوع ۱۰)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ ''یہاں ظالم سے مراد کافر اور سارے گمراہ و مرتدین ہیں۔ اور ان کی طرف جھکنے سے مراد ان سے محبت یا میل جول رکھنا۔ ان کے اعمال سے راضی ہونا۔ ان کے مقابلہ میں پلپلا پن دکھانا۔ ان کی خوشامد کرنا سب ہی ہے۔ کسی بے دین سے یہ کوئی معاملہ نہ کیا جائے۔ (نور العرفان فی حاشیۃ القرآن ص ۳۷۲)

رسول اللہ ﷺ کے مخالفوں سے عداوت۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوآدون من حآد اللہ و رسولہ ولو کانوا آبآءھم او ابنآءھم او اخوانھم او عشیرتھم، اولٓئک کتب فی قلوبھم الایمان و ایدھم بروح منہ، و یدخلھم جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ط رضی اللہ عنھم و رضوانہ، اولٓئک حزب اللہ، الآ ان حزب اللہ ھم الغالبون (ترجمہ) تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔ اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں ان باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے یہ اللہ کی جماعت ہے۔ سنتے ہو۔ اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔ (پ۲۸ رکوع ۳)

بتوں کے نام چھوڑے گئے جانور حلال ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سآئبۃ ولا و صیلۃ ولا حام ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب ط واکثرھم لا یعقلون (ترجمہ) اللہ نے مقرر نہیں کیا ہے

کان چرا ہوا جانور اور نہ بجار اور نہ وصیلہ اور نہ حامی۔ ہاں کافر لوگ اللہ پر جھوٹا افترا باندھتے ہیں۔ اور ان میں اکثر نرے بے عقل ہیں۔ (پ ۷ رکوع ۴)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ ہاں کافر لوگ اللہ پر جھوٹا افترا باندھتے ہیں کہ ان جانوروں کو حرام سمجھتے ہیں جو بتوں کے نام پر چھوڑ دیئے گئے تھے۔ حالانکہ وہ حلال ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے جانوروں کو حرام سمجھنا کفار کا طریقہ تھا۔ صحابہء کرام جہاد میں کفار کے ہر قسم کے مال پر قبضہ کرتے تھے۔ جن میں یہ جانور بھی ضرور ہوتے تھے۔ مگر سب کو غنیمت بنا کر آپس میں تقسیم کر لیتے اور کھاتے تھے اور کوئی تحقیق نہیں کرتے تھے۔ (نور العرفان ص ۱۹۸)

اللہ حضور ﷺ کی رضا چاہتا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قد نری تقلب وجهک فی السمآء فلنو لینک قبلة ترضها فول وجهک شطر المسجد الحرام (ترجمہ) ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔ ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف۔ (پ ۲ رکوع ۱)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام جہان رب کی رضا چاہتا ہے اور خود رب تعالیٰ حضور کو راضی بناتا ہے۔ رب فرماتا ہے ولسوف یعطیک ربک فترضی (اور عنقریب تیرا رب تجھے عطا کرے گا تو تو راضی ہو جائے گا) (نور العرفان ص ۳۳)

؎ خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم   خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

علم لدنی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فوجدا عبداً من عبادنا اتینا ہ رحمةً من عند نا و علمنا ہ من لدنا علماً (ترجمہ) تو ان دونوں (موسیٰ و یوشع علیہما السلام) نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔ (پ ۱۵ رکوع ۲۱)

مفتی صاحب لکھتے ہیں یعنی بغیر کسی سے پڑھے ہوئے مادر زاد عالم کا علم لدنی ہوتا ہے۔ اکثر انبیاء کرام کا علم لدنی ہوتا ہے۔ آدم علیہ السلام کو بھی یہی علم دیا گیا۔ (نور العرفان

ص۴۷۹)

حضور ﷺ صاحب مقام محمود ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ عسٰی ان یبعثک ربک مقاماً محموداً (ترجمہ) قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں (پ۱۵ار کوع۹)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔یہی وہ مقام ہے جہاں تشریف فرما ہو کر حضور ﷺ شفاعت کبریٰ کا دروازہ کھولیں گے۔ یہ مقام حضور کے لیے خاص ہے جس پر سب رشک کریں گے۔ (نورالعرفان ص۴۶۲)

حضور ﷺ ہی رحمۃ العالمین ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما ارسلنا ک الا رحمة اللعالمین (ترجمہ) اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے (پ۱۷ار کوع۷) حضور ﷺ کی رحمت مطلق ہے کامل ہے شامل ہے۔ عام ہے، عالم غیب وشہادت کو گھیرے ہوئے ہے۔ دونوں جہان میں دائمی موجود ہے۔ الغرض جس شئے کے لیے اللہ رب العالمین ہے اس شئے کے لیے حضور ﷺ رحمۃ اللعالمین ہیں (نورالعرفان)

حضور ﷺ سراپا معجزہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا یھا النا س قد جآ ء کم برھان من ربکم و انزلنا الیکم نوراً مبینا (ترجمہ) اے لوگو بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا۔ (پ۶ر کوع۴)

مفتی صاحب لکھتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ اللہ کی پہچان کی دلیل ہیں۔ آپ از سر تا پائے اقدس حق کی دلیل ہیں۔ آپ کا ہر عضو ایک معجزہ نہیں بلکہ بے شمار معجزات کا مجموعہ ہے۔ (نورالعرفان)

و ھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالة المبارکہ تقبلھا اللہ تعالیٰ بمنه العظیم و رسوله الکریم ﷺ

(۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۳ھ)

دوسرا مقالہ

خزینۂ حدیث

عقائد اہل سنت

(احادیث کی روشنی میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد الله رب العالمين والصلو ة والسلام علے من كان نبيا ً و ادم بين المآء والطين وعلے عبادالله الصالحين .

اس مختصر مقالہ میں چند احادیث مبارکہ جمع کی گئی ہیں جن سے مذہب اہل سنت کی تائید و تصدیق حاصل ہوتی ہے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

سبب کائنات

عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قال او حى الله الى عيسىٰ امن لمحمد وامر مو من ادركه من امتك ان يوء منو ابه فلو لا محمد ما خلقت آدم و لا الجنة و لا النار . اخر جه الحاكم و صححه (ترجمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی یہ حکم دیا۔ کہ تم محمد ﷺ پر ایمان لاؤ اور اپنی امت کو یہ حکم دو کہ جو کوئی آپ کو پائے وہ آپ پر ایمان لائے۔ کیونکہ اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا اور نہ جنت و دوزخ کو۔ (خصائص کبریٰ۔ جلد اول ص ۷)

نورِ اولین

ایک دن حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! مجھے اس چیز کی خبر دیں جسے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا يا جابر ان الله تعالىٰ قد خلق قبل الا شيآ ء نو ر نبيك من نور ه رواه عبدالرزاق فى مصنفه (ترجمہ) اے جابر بلا شک اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ (نشر الطیب ص ۲)

بے سایہ ہستی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ لم يكن لر سول الله ﷺ ظل ولم يقم مع شمس الا غلب ضوء ه ضو ء ها ولا مع سراج الا غلب ضو ء ه ضو ء ه ۔ رواه صاحب الوفاء (ترجمہ) رسول اللہ ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ اور جب بھی آپ دھوپ میں کھڑے ہوتے تو آپ کی

نورانیت اس کی روشنی پر غالب ہوتی تھی۔ اور جب بھی آپ چراغ کی روشنی میں کھڑے ہوتے تو آپ کا نور اس کے نور پر غالب ہوتا تھا۔ (نسیم الریاض۔ جلد ثالث۔ ص ۲۸۲)

بے مثل بشر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے صوم وصال سے منع فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ صوم وصال رکھا کرتے ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا و ایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی و یسقینی متفق علیه (ترجمہ) اور تم میں کون میری مثل ہے؟ میں رات گزارتا ہوں در آں حالیکہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے (مشکوۃ جلد اول ص ۱۵۷)

غیب دان نبی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ قام فینا رسول الله مقاما فا خبر نا عن بدءِ الخلق حتی دخل اهل الجنة مناز لهم و اهل النار مناز لهم حفظ ذٰلک من حفظه و نسیه من نسیه رواه البخاری۔ (ترجمہ) ایک روز رسول اللہ ایک مقام میں کھڑے ہوئے اور آپ نے ابتدائے خلق سے جنت میں جنتیوں اور دوزخ میں دوزخیوں کے داخل ہونے تک کی ہر بات کی خبر دی۔ جس نے اسے یاد رکھا اس نے اسے یاد رکھا اور جس نے اسے بھلا دیا اس نے اسے بھلا دیا۔ (مشکوۃ ج ۲ ص ۲۰۲)

حاضر و ناظر

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ رفعت لی الدنیا فانظر فیها کما انظر الی کفی هذه ۔ میرے لیے دنیا اٹھائی گئی تو میں اسے دیکھتا ہوں جس طرح میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔ (تفسیر صاوی جلد ثانی ص ۹۷)

پیشگی ء اعمال

نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ حیاتی خیر لکم تحد ثون و تحدث لکم فاذا انا مت کانت وفاتی

خیر لکم تعرض علی اعما لکم فان رأیت خیر ا حمدت الله و ان رأیت شراً ا استغفرت لکم رواہ ابن سعد عن بکر بن عبد اللہ مرسلاً (ترجمہ) تمہارے لیے میری زندگی بہتر ہے۔ تم گفتگو کرتے ہو اور تم سے گفتگو کی جاتی ہے۔ پھر جب میں فوت ہو جاؤں گا تو تمہارے لیے میری وفات بہتر ہو گی۔ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے۔ سو اگر میں کوئی نیکی دیکھوں گا تو اللہ کی حمد بجالاؤں گا اور اگر کوئی برائی ملاحظہ کروں گا تو تمہاری معافی کی دعا مانگوں گا۔ (الجامع الصغیر للسیوطی وحسنہ۔ الجلد الاول ص ۱۵۰)

صاحب قبر سے فریاد

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خازن مالک الدار فرماتے ہیں کہ عہد فاروقی میں ایک سال سخت قحط پڑا۔ ایک شخص روضہ نبوی پر حاضر ہوا اور اس نے کہا استسق لا متک فانھم قد ھلکو ا۔ یا رسول اللہ آپ اپنی امت کے لیے بارش مانگیں کیونکہ وہ ہلاک کی جا چکی ہے۔ خواب میں اسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ائت عمر فاقرأہ السلام واخبرہ انھم مسقون۔ عمر کے پاس جا اور اسے سلام پیش کر اور اسے خبر دے کہ انہیں عنقریب بارش عنایت کی جائے گی (جواہر البحار ص ۱۳۰۱۳ الجلد الرابع عن خلاصۃ الوفاء)

رجال الغیب سے فریاد

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ اذا انفلتت دآبۃ احد کم بارض فلاۃ فلینادیا عباداللہ احبسوا علی دآبتی فان للہ فی الارض حاضرا سیحبسہ علیکم۔ رواہ الطبرانی وابن السنی وابویعلیٰ عنہ۔ (ترجمہ) جب کسی جنگل میں تمہارا چوپایہ چھوٹ جائے تو تم باواز بلند کہو۔ اے اللہ کے بندو! میرا جانور مجھ پر روک دو۔ سو زمین میں اللہ کے کچھ بندے ہیں جو اسے تم پر روک دیں گے۔ (جامع صغیر للسیوطی جلد اول ص ۲۲)

بوقت مصیبت بزرگوں کا نام لینا

ایک دفعہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سوجھ گیا۔ کسی نے کہا آپ اپنے محبوب

ترین شخص کو یاد کریں۔فصاح یا محمد ہ فانتشرت ۔سو آپ نے پکار کر کہا۔اے محمد ﷺ !پھر آپ کا پاؤں کھل گیا۔یعنی تندرست ہو گیا۔(شفاء شریف)

دعا میں بزرگوں کا نام لینا

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے عرض کیا۔ آپ اللہ سے دعا مانگیں کہ وہ مجھے عافیت عطا کرے۔ آپ نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں دعا کروں اور اگر تو چاہے تو تُو صبر کر۔اور یہ تیرے لیے بہتر ہے۔اس نے کہا آپ دعا کریں۔یہ سن کر آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ اچھی طرح وضو کرے اور یہ دعا مانگے۔ اللھم انی اسئا لک و اتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی لتقضی اللھم شفعہ فی ۔اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں تیرے رحمتوں والے نبی محمد کے وسیلہ سے۔میں تیری طرف توجہ کرتا ہوں۔اے محمد! میں اپنی اس حاجت میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں تا کہ میری حاجت روائی کی جائے۔اے اللہ میرے بارہ میں آپ کی سفارش قبول فرما۔(جواہر البحار۔ جلد رابع۔ ص ۱۳۱۳۔شفاء شریف جلد اول ص ۲۱۲)

حاجت روا ہستیاں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ان للہ تعالی عبادا اختصھم بحوائج الناس یفرع الناس الیھم فی حوا نجھم او لئک الا منون من عذابِ اللہ رواہ الطبرانی و حسنہ السیوطی۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے چند بندے ہیں جنہیں اس نے بندوں کی حاجتوں کے لیے مخصوص کیا ہے۔لوگ اپنی حاجتوں میں ان کی طرف رجوع کرتے ہیں ی۔ہ لوگ اللہ کے عذاب سے محفوظ ہیں (جامع صغیر جلد اول ص ۹۳)

قاسم نعمات

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔و انما انا قاسم واللہ یعطی متفق علیہ ۔اور سوائے اس کے نہیں کہ میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا

فرماتا ہے۔(مشکوۃ جلد اول ص ۲۹)

اولیآء کی برکتیں

حضرت علی رضی اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الا بدال با لشام و هم اربعون رجلاً کلما مات رجل ابدل الله مکانه رجلا یسقی بهم الغیث و ینتصر بهم علی الا عدآء و یصرف عن اهل الشام بهم العذاب رواہ احمد (ترجمہ) ابدال ملک شام میں ہیں اور وہ چالیس مرد ہیں اور جب ان میں سے کوئی ایک مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ کوئی اور شخص کھڑا کر دیتا ہے۔ ان کے وسیلہ سے بارش برسائی جاتی ہے۔ اور ان کے وسیلہ سے دشمنوں پر امداد دی جاتی ہے۔ اور ان کے وسیلہ سے اہلِ شام سے عذاب الٰہی پھیرا جاتا ہے۔ (الجامع الصغیر للسیوطی و حسنہ۔ جلد اول ص ۱۲۲)

خازن نعمات

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی علیہ السلام شہدائے احد کی زیارت کے لیے نکلے۔ پھر آپ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی پھر واپس آئے اور منبر پر فرمایا۔ بلاشبہ میں تمہارا پیش رو ہوں۔ اور بلاشبہ اللہ کی قسم اب میں اپنا حوض دیکھتا ہوں۔ و انی قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض ۔ اور بلاشبہ مجھے تمام زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کر دی گئی ہیں۔ اخرجہ البخاری (خصائص الکبریٰ الجلد الثانی ص ۲۶۹)

مختار نبی

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ نصرت بالرعب واعطیت الخزائن و خیرت بین ان ابقٰی حتی اری ما یفتح علٰی امتی و بین التعجیل. فاخترت التعجیل اخرجه البیهقی ۔ رعب کے ذریعہ سے میری مدد کی گئی اور مجھے تمام خزانے عطا کیے گئے اور مجھے ان دو باتوں میں اختیار دیا گیا کہ یا تو میں دنیا میں زندہ رہوں اور ان چیزوں کو دیکھوں جو میری امت کے لیے کھولی جائیں گی یا جلدی انتقال کر جاؤں۔ سو میں نے جلدی انتقال کر جانے کو قبول کیا۔ (الخصائص الکبریٰ۔ جلد ثانی ص ۲۶۹)

حیاتِ انبیاء

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ **الانبیآء احیآء فی قبورهم یصلون** تمام انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ درآں حالیکہ وہ نماز پڑھتے ہیں۔ رواہ ابویعلیٰ فی مسندہ۔ (جامع صغیر۔ جلد اول ص ۱۲۴ وحسنہ)

قبر میں علم کائنات

حضرت انس رضی اللہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ جو کوئی روزِ جمعہ یا شب جمعہ مجھ پر ایک سوبار درود بھیجے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ایک سو حاجتیں پوری کرے گا۔ ان میں سے ستر اخروی حاجتیں اور تیس دنیوی حاجتیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس درود پر ایک فرشتہ مقرر کرے گا۔ جو اسے قبر میں مجھ پر پیش کرے گا۔ جس طرح کہ تم پر تحفے پیش کیے جاتے ہیں۔ **ان علمی بعد موتی کعلمی فی الحیاة اخرجه الا صبهانی** ۔ بلاشبہ وفات کے بعد میرا علم اسی طرح ہو گا جس طرح زندگی میں میرا علم ہے۔ (الخصائص الکبریٰ۔ جلد دوم ص ۲۸۰)

عطائے نبوی

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں حضور علیہ السلام کے پاس تھا۔ جب میں آپ کے لیے وضو کا پانی اور ضرورت کی چیزیں لایا۔ تو آپ نے فرمایا۔ مانگ۔ میں نے کہا **اسئلک مرافقتک فی الجنة**۔ میں آپ سے جنت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ **اوغیر ذلک**۔ آیا کچھ اور درکار ہے؟ میں نے کہا۔ یہی چاہیے پھر آپ نے فرمایا کثرت سجود سے تو اپنے نفس کے مقابلہ میں میری امداد کر۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ۔ جلد اول ص ۷۷)

شفاعت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا **شفاعتی لاهل الکبائر من امتی**۔ میری شفاعت میری امت کے بڑے گناہگاروں کے لیے ہے۔ رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن حبان والحاکم عنہ والطبرانی عن ابن عباس والخطیب عن ابن عمرو کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہم (جامع صغیر۔ جلد دوم۔ ص ۴۰)

زیارت روضہ نبوی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ من زارنی بالمدینۃ محتسباً کنت لہ شھیداً و شفیعا یوم القیامۃ رواہ البیھقی فی الشعب جو کوئی ثواب کے لیے مدینہ میں میری زیارت کرے۔ قیامت کے روز میں اس کے حق میں گواہ اور سفارشی ہوں گا۔ (جامع صغیر ج ۲ ص ۱۷۲۔ وحسنہ)

ختم نبوت

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ و انہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ و انا خاتم النبیین لا نبی بعدی رواہ ابوداؤد والترمذی اور عنقریب میری امت میں تیس جھوٹے شخص ہوں گے ان میں سے ہر ایک یہ گمان کرے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۱۶۸)

ایصالِ ثواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ان کی غیر موجودگی میں فوت ہو گئیں۔ آپ رسول اللہ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میری والدہ میری عدم موجودگی میں فوت ہوئیں۔ اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو آیا وہ انہیں نفع دے گا؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ یہ سن کر حضرت سعد نے کہا۔ پھر میں آپ کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میرا باغ میری والدہ کی طرف سے صدقہ ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۳۰)

سماعِ موتیٰ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ انَّ العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی عنہ اصحابہ انہ یسمع قرع نعالھم۔ بلاشبہ جب کوئی بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھی اس سے واپس آجاتے ہیں تو وہ ان کی جوتوں کی کھڑ کھڑاہٹ سنتا ہے۔ (مشکوٰۃ۔ جلد

اول۔ ص ۲۲)

دور سے سننا

کسی نے کہایارسول اللہ جو لوگ آپ سے دور ہیں یاوہ آپ کے بعد پیدا ہوں گے ان کے درود و سلام کا کیاحال ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اسمع صلوة اهل محبتی و اعرفهم و تعرض علی صلوٰة غیر هم عرضا۔ میں اپنے محبت کرنے والوں کا درود سنتا ہوں۔ (خواہ وہ مجھ سے کتنے ہی دور کیوں نہ ہوں۔ اور میں انہیں پہچانتا ہوں اور دوسرے لوگوں کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ (دلائل الخیرات ص ۶۳)

نورِ حسی

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ رأت امی حین حملت بی انه خرج منها نور اضاء لها قصور بصری من ارض الشام ۔ میری والدہ نے ان کے شکم میں میرے آنے کے وقت دیکھا کہ ان کے جسم سے ایک نور ظاہر ہوا۔ جس نے ان کے لیے ملک شام کے شہر بصرٰی کے محلات روشن کر دیئے (شفاء شریف جلد اول ص ۱۰۳)

پہلی نبوت

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کنت نبیا و ادم بین الروح و الجسد ۔ رواه ابن سعد مرسلاً و الطبرانی عن ابن عباس و صححه الجلال السیوطی۔ میں اس وقت نبی تھا جب آدم روح اور جسم کے مابین تھے (الیواقیت والجواھر ۔ جلد دوم ص ۱۸ ۔مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۳)

نگاہِ مصطفٰے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ کان النبی ﷺ یری با للیل فی الظلمة کما یری بالنهار فی الضوء ۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام رات کے وقت اندھیرے میں اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح آپ دن کے وقت روشنی میں دیکھتے تھے۔ رواہ البیھقی فی الدلائل عنہ وابن عدی عن

عائشہ رضی اللہ عنہما وحسنہ الجلال السیوطی (الجامع الصغیر الجلد الثانی ص ۱۱۷)

ذکر ولادت نبوی

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوموار کے
کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ فیه ولدت وفیه انزل علی۔ اس دن میں پیدا ہوا
اور اس دن میں مجھ پر وحی الٰہی نازل کی گئی۔ (مشکوٰۃ ص ۱۶۱ ج ۱)

قیام تعظیمی

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بنو قریظہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر ر
ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو بلا بھیجا اور وہ ان کے رشتہ دار تھے۔ حضرت سعد گدھے
ہو کر جب مسجد نبوی کے قریب پہنچے تو نبی کریم نے انصار کو فرمایا قوموا الی سید کم۔ تم
سردار کے لیے اٹھو۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۱۹)

دست بوسی

حضرت زراع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اور وہ وفد عبد القیس میں تھے کہ جب ہم مدینہ پاک
ہم اپنی سواریوں سے جلدی جلدی اترے اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں کو اور پاؤں کو بوسے
لگے۔ رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ۔ جلد ثانی۔ ص ۱۱۹)

بیعت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ کنا اذا
رسول الله على السمع والطاعة يقول لنا فی ما استطعتم متفق علیہ جب بھی ہم رسول ا
ہاتھ پر ان کی ہر بات سننے اور ماننے پر بیعت کرتے تو آپ ہمیں ارشاد فرماتے صرف اس با
جس کی تمہیں قدرت ہے۔ (مشکوٰۃ۔ جلد دوم ص ۴۷)

ذکر جہر

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ کان رسول الله ﷺ اذا

لاته یقول بصو ته الا علی لا اله الا الله الیٰ آخرہ رواہ مسلم۔ حضور پر نور ﷺ جب نماز
ے سلام پھیرتے تھے تو آپ اپنی انتہائی بلند آواز میں لا اله الا الله الخ کہتے تھے۔ (مشکوٰۃ۔ جلد
ل۔ ص ۸۱)

ر پر قرآن خوانی

رت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص قبرستان میں داخل
اور سورۃ یٰسین پڑھے۔ اللہ تعالیٰ ان مُردوں کے عذاب میں تخفیف فرماتا ہے۔ اور اس زائر کے
ے ان کی تعداد جتنی نیکیاں ہیں۔ (شرح الصدور ص ۱۳۰)

سلام میں اچھی رسم نکالنا

رت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ من سن فی الاسلام سنة
سنه فله اجرها و اجر من عمل بها من بعده من غیر ان ینقص من اجو رهم شئی ۔ جو شخص
لام میں کوئی اچھی رسم نکالے اس کے لیے اس رسم نکالنے کا ثواب ہے۔ اور اس کے لیے اس
ے رسم پر اس کے بعد جتنے لوگ چلیں گے ان کے ثوابوں جتنا ثواب ہے۔ بغیر اس کے کہ ان کے
بوں میں کچھ کمی کی جائے (مشکوٰۃ۔ جلد اول ص ۳۱)

ذاب قبر

رت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ عذاب القبر من اثر البو
ن اصابہ بول فلیغسلہ فان لم یجد مآء فلیمسحہ بتراب طیب۔ عذاب قبر پیشاب کے اثر کی وجہ سے ہوتا
ہے۔ پس جس کو پیشاب لگے وہ اسے دھو ڈالے۔ اور اگر اسے پانی نہ ملے تو اسے پاک مٹی سے
نچھ دے۔ رواہ الطبرانی وحسنہ، السیوطی (جامع صغیر)

ل پر مداومت

رت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ احب الا عمال الی الله
و مها وان قل ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل وہ ہے جس پر ہمیشگی کی جائے۔ اگرچہ وہ
وڑا سا ہو۔ (مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۰۱)

تبرکات

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس نبی پاک ﷺ کی ایک ازار، ایک چادر، ایک قمیض، چند اور ناخن تھے۔ انتقال کے وقت آپ نے وصیت فرمائی۔ کفنونی فی قمیصہ وادرجونی فی ردآءہ وازر فی ازارہ واحشوا منخری ومشدقی ومواضع السجود منی بشعرہ واظفارہ وخلوابینی وبین ارحم الراحمین۔ حضور پرنور ﷺ کی قمیض میں کفناؤ۔ آپ کی ازار میں رکھو۔ میرے نتھنے، منہ اور سجدہ جگہوں میں آپ کے بال اور ناخن رکھو۔ اور مجھے ارحم الرحمین کے حوالے کردو۔ (اسماء الرد ص ۴۳)

حلوہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کان رسول اللہ ﷺ یحب الحلواء والعسل۔ رسول اللہ ﷺ میٹھی چیز اور شہد پسند فرماتے تھے۔ رواہ الستۃ وصححہ الجلال السیوطی۔

قبر پر پھول ڈالنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام قبروں کے پاس سے گزرے۔ اور فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے گناہ کی سے نہیں بلکہ اس وجہ سے انہیں عذاب دیا جارہا ہے۔ کہ ان میں سے ایک چغل خوری کیا کرتا۔ اور دوسرا پیشاب سے بچا نہیں کرتا تھا۔ **ثم اخذ جریدۃ رطبۃ فشقھا نصفین ثم غرز فی قبر واحدۃ ثم قال لعلہ یخفف عنھما ما لم ییبسا** ۔ پھر آپ نے ایک تر شاخ لی اور ا درمیان سے توڑ کر دو شاخیں بنائیں۔ پھر ہر ایک کو ایک ایک قبر پر گاڑھا اور فرمایا جب تک دونوں تر رہیں گی ہو سکتا ہے کہ ان کے عذاب میں تخفیف رہے۔ اخرجاہ فی **الصحیحین** (تف ابن کثیر۔ جلد سوم۔ ص ۴۲)

زیارت قبور

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ نھیتکم عن زیا القبور فزوروھا فانھا تزھد فی الدنیا وتذکر الاخرۃ۔ میں تمہیں قبروں پر جانے سے روکا کرتا تھا۔

م ان پر جایا کرو۔ کیونکہ وہ دنیا سے کنارہ کش بناتی اور آخرت یاد دلاتی ہیں۔ (مشکوٰۃ۔ جلد
۔ ص ۱۳۹)

ں کے نذرانے

ت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کان النبی ﷺ یقبل الھدیۃ ویثیب علیھا۔ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ
ام نذرانہ قبول فرمایا کرتے تھے اور اس کا پورا پورا بدلہ دیا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ ج ا ص ۱۴۵)

ٹھے چومنا

ث شریف میں آیا ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ من سمع اسمی فی الأذان و وضع
یہ علیٰ عینیہ فا نا طا لبہ یوم القیامۃ و قائد ہ الی الجنۃ۔ جو کوئی آذان میں میرا نام سنے
پنے انگوٹھے اپنی آنکھوں پر رکھے تو قیامت کے دن میں اسے تلاش کروں گا اور اسے جنت میں
جاؤں گا۔ (صلوٰۃ مسعودی ج ۲ ص ۱۰۶)

ں

ت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ان رسول اللہ ﷺ کان یأ تی احد أ کل عام فاذا تفو ہ
عب سلم علیٰ قبور الشھداء فقال سلام علیکم بما صبر تم فنعم عقبی الدار۔ رسول
ﷺ ہر سال احد تشریف لاتے اور جب گھاٹیاں سامنے آتیں تو آپ شہدائے احد کی قبروں کو
م پیش فرماتے تھے۔ رواہ ابن المنذر و ابن مردویہ والجلال السیوطی فی الدّر المنثور
ں الا مام فخر الدین الرازی والخلفا ء الا ربعۃ ھکذا یفعلون رمواھب ارواح القدس
(۲

حوں کا آنا

رت مالک بن انس فرماتے ہیں بلغنی ان ارواح المؤ منین مرسلۃ تذھب حیث شآء ت۔
یہ خبر پہنچی ہے کہ بلاشبہ مومنوں کی روحیں آزاد ہوتی ہیں۔ جہاں جانا چاہیں چلی جاتی ہیں۔ رواہ
ابی الدنیا (الحاوی للفتاوی۔ جلد ثانی ص ۱۷۳)

میلادالنبی کی خوشی

امام ابن الجزری اپنی کتاب عرف التعریف میں لکھتے ہیں کہ ابولہب کو اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا گیااور اس سے کہا گیا "تیرا کیاحال ہے؟" اس نے کہا کہ میں دوزخ میں ہوں مگر ہر سوموار کی رات میرے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے۔اور میں اپنی انگلی سے اس قدر پانی چوستاہوں۔اور اس نے اپنی انگلی کے پورے کی طرف اشارہ کیا۔و ان ذلک با عتا قی لثویبة عند ما بشر تنی بولادة النبی صلے اللہ علیہ و سلم و با رضا عھالہٗ۔اور یہ اس وجہ سے ہے کہ میں نے اپنی لونڈی ثویبہ کو اس وقت آزاد کیا تھا جس وقت اس نے مجھے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کی خوشخبری دی تھی اور اس وجہ سے ہے کہ اس نے آپ کو دودھ پلایا تھا۔(الحاوی للفتاوٰی جلد اول ص۱۹۶)

جمعہ کے دن صلوٰۃ وسلام

حضرت ابوالدرد آءرضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔اکثروا الصلوة علے یوم الجمعة فانه مشهود یشهده الملائکة وان احداً لم یصل علی الا عرضت علّی صلاته جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود بھیجو کیونکہ اس روز فرشتے حاضری دیتے ہیں۔اور جب کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے تووہ درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔رواہ ابن ماجہ (مشکوٰۃ۔جلد اول۔ص۱۱۱)

دعابعد نماز جنازہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔اذا صلیتم علّی المیت فاخلصوا له الدعآء۔جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ چکو تو اس کیلئے خلوص نیت سے دعا مانگو۔(مشکوٰۃ۔جلد اول۔ص۱۴۳)

بیس(۲۰)تراویح

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔کان النبی صلے اللہ علیه وسلم یصلی فی رمضان عشرین رکعة سوی الوتر. نبی پاک ﷺ رمضان شریف میں وتروں کے علاوہ بیس(۲۰)رکعت (تراویح) پڑھا کرتے تھے۔رواہ ابن ابی شیبہ والطبرانی والبیہقی وضعفہ

القاری فی المرقاۃ (حاشیہ مشکوٰۃ ج۱ص۱۰۶)

صحابہ کی گستاخی

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃاللہ علیٰ شرکم۔جب تم لوگوں کو دیکھو کہ وہ میرے صحابہ کو گالیاں دے رہے ہیں تو تم کہو تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔رواہ الترمذی(جامع صغیر۔جلد اول۔ص۲۶)

ماتم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔لیس منا من ضرب الخدود و شق الجیوب و دعا بدعوی الجاھلیۃ۔جو شخص اپنے گال پیٹے،اپنا گریبان پھاڑے اور جاہلانہ باتیں کہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔متفق علیہ (مشکوٰۃ ج۱۔ص۱۳۶)

وھذا آخر ما اردنا ایرادہٗ فی ھذہ الرسالۃ تقبلھا اللہ تعالیٰ بفضلہٖ ومنہ و کرمہ بحرمۃ سید الانبیاء علیہ افضل الصلوات والتسلیمات وعلی الہ وصحبہ ابداً ابداً۔۲۵رمضان ۱۴۰۰ھ

تیسرا مقالہ
فضائل و کرامات اہل سنت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد الله رب العالمین و الصلوۃ والسلام علی رسوله محمد و اله و اصحابه اجمعین

اما بعد۔ دور حاضر میں دیکھا جاتا ہے کہ بدمذہب لوگ بڑے منظم طریقہ سے بھولے بھالے سادہ لوح سنیوں کو اپنے باطل عقائد اور فاسد نظریات کا قائل بنانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ سنی مسلک حقہ کو معاذ اللہ پرانا مسلک بتا کر نئے مسلک کو اپنانے کا درس دے رہے ہیں۔ ان لوگوں کی ہم خیال بیرونی حکومتیں بھی سنیوں کو اپنا ہم خیال بنانے کے لیے اچھی خاصی دولت تبلیغ کے نام پر خرچ کر رہی ہے۔ ان حالات میں یہ ضروری ہے کہ سیدھے سادے سنی مسلمانوں کو سنی مسلک کی حقانیت سے باخبر کیا جائے تا کہ وہ ایمان کے ان لٹیروں سے اپنا ایمان بچا سکیں۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ہم نے یہ مقالہ "فضائل و کرامات اہل سنت" ترتیب دیا ہے۔ اللہ کریم جل شانہ اسے شرف قبولیت بخشے اور اسے سنی عوام کی مضبوطیٔ ایمان کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

اہل سنت ہمیشہ دین حق پر قائم رہیں گے۔

امام احمد طحطاوی لکھتے ہیں۔ اور علماء سے مراد اہل سنت و جماعت کے علماء ہیں۔ اور اہل سنت و جماعت ابوالحسن اشعری اور ابو منصور ماتریدی کے پیروکاروں کا نام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ لا تزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق لا یضرهم من خالفهم حتی یأتی امر الله وهم علی ذٰلک. میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا۔ جو کوئی بھی اس کی مخالفت کرے گا وہ اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا امر (روز قیامت) آئے گا۔ اور وہ اس (حق) پر ہوں گے۔ اس حدیث میں جس طائفہ کے حق پر قائم رہنے کی بشارت دی گئی ہے وہ اہل سنت و جماعت کا وہ طبقہ علماء ہے جس کے پاس دینی اور الہامی علوم ہوں گے۔ کیونکہ جب تک علماءِ اہل سنت موجود ہوں گے عوام اہل سنت امن میں رہیں گے اور کسی قسم کی دینی گمراہی اور ضلالت میں نہیں پڑیں گے۔ (حاشیہ مراقی الفلاح ص ۴)

اہل سنت ہمیشہ غالب رہیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔جب اہل شام میں فساد آجائے تو پھر تم میں کوئی بہتری نہیں ہو گی۔اور میری امت کے ایک گروہ کو نصرت خداوندی حاصل رہے گی۔جو شخص اسے ذلیل کرے گا وہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ (مشکوٰۃ ص۶۸ ۲ج۲)

اس حدیث کے حاشیہ میں لکھا ہے۔فالمراد بھم اھل السنّة والجماعة۔اس منصور گروہ سے مراد اہل سنت وجماعت ہے۔الحمد اللہ علی ذلک۔

اہل سنت نفاق سے بری ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے ارشاد فرمایا۔المؤ من اذا اوجب السنة والجماعة استجاب الله دعآء ہ وقضی حوائجه و غفرله الذنوب جمیعا و کتب له براء ۃ من النار و براء ۃ من النفاق۔ کوئی مومن جب سنت وجماعت کا عقیدہ لازم کرلے تو اللہ اس کی دعا قبول کرتا ہے۔اور اس کی حاجتیں پوری فرماتا ہے اور اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے اور اس کے لیے دوزخ سے اور منافقت سے براءت لکھ دیتا ہے۔(تکملۃ البحر الرائق ص۱۸۲ج۸)

اہل سنت کی خصوصی علامات۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا.من کان علی السنة والجماعة استجاب الله دعآء ہ و کتب له بکل خطوة یخطوھا عشر حسنات و رفع له عشر درجات ۔جب کوئی شخص سنت وجماعت کے عقیدہ پر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے۔اور اس کے لئے ہر قدم کے عوض دس نیکیاں لکھتا ہے۔اور اس کے لئے دس درجے اونچے فرماتا ہے۔عرض کیا گیا۔یا رسول اللہ۔ کوئی شخص کس وقت جانے کہ وہ اہل سنت و جماعت سے ہے۔"فرمایا۔"جب وہ اپنے دل میں دس باتیں پائے تو وہ سنت وجماعت پر ہے۔ایک یہ کہ وہ پانچ نمازیں باجماعت پڑھے۔اور صحابہ میں سے کسی کو بھی برائی سے یاد نہ کرے۔اور نہ کسی صحابی کی تنقیص کرے۔اور نہ بادشاہ پر تلوار لے کر بغاوت کرے۔اور نہ اپنے ایمان میں

شک کرے۔اور ایمان رکھے کہ اچھی بری تقدیر اللہ کی طرف سے ہے۔اللہ کے دین کے بارے میں کسی سے نہ جھگڑے۔اور کسی موحد کی تکفیر کسی گناہ کے سبب سے نہ کرے۔اور اہل قبلہ میں سے جو کوئی مرے اس پر نماز جنازہ ترک نہ کرے۔اور موزوں پر مسح کو سفر اور حضر میں جائز جانے اور نیک وبد امام کے پیچھے نماز پڑھے۔(تکملۃ البحر الرائق ص ۱۸۲ ج ۸)

اہل سنت کی تعداد میں کمی آتی جائے گی۔

امام احمد صاوی لکھتے ہیں۔ نبی ﷺ نے خبر دی ہے کہ یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ایک فرقہ ناجی ہے۔اور باقی دوزخی ہیں۔اور امت کی یہ فرقہ بندی صحابہ کے دور کے بعد شروع ہو گی۔ پس ناجی وہ فرقہ ہے جو نبی ﷺ اور صحابہ کے نقش قدم پر ہے۔یہ ناجی فرقہ ہر زمانے میں قلت و کثرت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ پس صدر اول میں یہ ناجی فرقہ غالب قوی تھا۔اور جب بھی زمانہ گزرتا جائے گا۔یہ ناجی فرقہ پوشید گی میں بڑھتا جائے گا۔ لیکن جب تک دنیا میں قرآن موجود ہے یہ ناجی فرقہ ختم نہیں ہو گا۔(تفسیر صاوی ﷺ ۱۵۲ ج ۱)

مذہب اہلِ سنت میں غریب لوگ رہ جائیں گے۔

اہل سنت کے حق مذہب پر آخر زمانے میں صرف غرباء و مساکین لوگ رہ جائیں گے۔دولت مند لوگ اس مذہب حق کو چھوڑ دیں گے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ان الدین بداغریباً وسیعود کما بدا فطوبیٰ للغر باَء و هم الذین یصلحون ما افسد الناس من بعدی من سنتی۔ بلاشبہ دین غربت کے حال میں ظاہر ہوا۔اور عنقریب جس حال میں ظاہر ہوا تھا اسی حال میں لوٹے گا۔ سو غرباء کے لیے اچھائی ہو۔اور غرباء وہ لوگ ہیں جو اس فساد کو درست کرتے ہیں جو لوگ میری سنت میں پیدا کرتے ہیں۔(مشکوۃ ص ۳۰ ج ۱)

اہل سنت کا ساتھ چھوڑنے والا دوزخی ہو گا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا الا من سره بحبوحة الجنة فليلزم الجماعة فان الشيطان مع الفذ۔ خبردار جس شخص کو جنت کا وسطی حصہ پسند ہے وہ جماعت کو لازم پکڑے۔ کیونکہ شیطان تنہا شخص کے ساتھ ہے۔(مشکوۃ ص ۲۴۲ ج ۲) اور آپ نے فرمایا وعلیکم بالجماعۃ والعامۃ۔ اور تم پر

(اہل سنت وجماعت)اور عوام المسلمین (کادین) لازم ہے۔(مشکوٰۃ ص۲۸ ج ۱)

سنی مسلمان ان احادیث متبر کہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ اور خیال کریں کہ اگر سوادا عظم کی پیروی چھوٹ گئی تو پھر انجام کتنا برا ہو گا۔اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ۔

اہلِ سنت ناجی فرقہ ہے۔

(۱) امام محمد غزالی کتاب الجام العوام عن علم الکلام میں روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ **ستفرق امتی نیفا و سبعین فرقة الناجيّة منهم واحدة فقيل من هم فقال اهل السنة والجماعة فقيل وما اهل السنة والجماعة فقال ما انا عليه الان و اصحابي.** عنقریب میری امت ستر سے کچھ زائد فرقوں میں بٹ جائے گی۔ان میں سے ایک ناجی ہے۔ سو کہا گیا وہ ناجی فرقہ کون ہے؟ تو فرمایا اھل سنت وجماعت ہیں۔ پھر کہا گیا۔ اہل سنت و جماعت کون ہیں؟ فرمایا وہ لوگ جو میری اس وقت کی سنت اور میرے صحابہ کی سنت پر ہوں گے۔ (الجام العوام عن علم الکلام ص ۳۵)

(۲) مولانا محمد حسن مجددی لکھتے ہیں۔ **فجملة السواد الا عظم و لفظة العا مة تصريح بكثر ة الا فراد و كثرة افراد اهل السنة و الجماعة بالنسبة الى جميع طوائف الضلال امر بديهى معلوم با لضرورة فثبت ان الفرقة الناجية هى اهل السنة و الجما عة المقلدين للمذاهب الا ر بعة المشهورة** ۔ یعنی سوادا عظم اور عامہ کے الفاظِ حدیث کثرت افراد کے بارہ میں صریح ہیں اور اہل سنت کے افراد کی کثرت تمام گمراہ ٹولوں کے افراد کی نسبت سے بدیہی اور معلوم امر ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ناجی فرقہ وہ اہل سنت وجماعت ہیں جو مشہور مذاہب اربعہ کے مقلدین ہیں۔ (العقائد الصحیحہ ص ۲۴)

(۳) اور حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ **وا ما الفر قة الناجية فهى اهل السنة والجماعة۔** اور ناجی اہل سنت وجماعت ہی ہے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۸۵ ج ۱)

(۴) اور امام احمد طحطاوی در مختار کے حواشی میں فرماتے ہیں۔ **فعليكم معاشر المؤ منين باتباع الفر قة النا جية المسما ة با هل السنة و الجماعة فان نصرة الله و**

حفظه و تو فيقه في موا فقتهم و خذ لا نه و سخطه و مقته في مخالفتهم۔ پس اے تمام مومن جماعتو! تم پر فرقہ ناجیہ یعنی اہل سنت و جماعت کی پیروی لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی امداد اور اس کی نگہبانی اور توفیق اس جماعت کی موافقت میں ہے۔ اور اس کی ناراضگی اور غضب و غصہ اس کی مخالفت میں ہے۔ (حاشیہ در مختار بحوالہ الدولۃ العثمانیہ)

پھر آگے فرماتے ہیں و هذه الطائفة النا جية اليوم في مذاهب اربعة و هي الحنفيون و الما لكيون و الشا فعيون و الحنبليون رحمهم الله و من كا ن خار جاً عن هذه الا ر بعة في هذ الزمان فهو من اهل البدعة و النار۔ اور یہ ناجی جماعت آج چار مذاہب حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی میں منحصر ہے۔ اور جو شخص آج اس زمانے میں ان چار مذاہب سے خارج ہے۔ وہ بدعتی اور دوزخی ہے۔ (حاشیہ در مختار بحوالہ الدولۃ العثمانیہ)

سنی مسلمان علمائے حق کے ان ارشادات کو غور سے پڑھیں، سمجھیں اور جانیں کہ اتباع حق جیسی کوئی دولت نہیں کیونکہ آخرت کی کامیابی کا دارومدار حق پرستی پر ہی ہے۔ اگر اہل سنت کے مذہب حقہ کو چھوڑ کر بد مذہبی اپنائیں گے۔ تو آخرت میں کتنا خسارہ اٹھانا پڑے گا۔ اللهم ثبت قلو بنا علىٰ مذهب اهل السنة و الجماعة بمنك العظيم و رسولك الكريم ﷺ آمین۔

فائدہ:۔ آج کل ایک فرقہ پیدا ہو گیا ہے۔ جس نے اپنا نام "جماعت المسلمین" رکھا ہے۔ اس فرقہ کا اہل سنت سے یہ مطالبہ ہے کہ تم اپنے نام کا ثبوت دو۔ ورنہ ہماری جماعت المسلمین میں شامل ہو جاؤ۔ امام غزالی کی مندرجہ بالا حدیث اور تکملہ بحر الرائق کی پیش کردہ روایات سے ثابت ہو گیا ہے۔ کہ خود سرکار دوعالم ﷺ نے اہل حق کو اہل سنت و جماعت کا نام عطا فرمایا ہے۔ لہذا یہ نام سرکاری عطیہ ہے۔ کسی نے اپنی طرف سے نہیں رکھا ہے والحمد اللہ علی ذلک۔ ہاں ہمارا مطالبہ ان سے یہ ہے کہ "جماعت المسلمین" نام کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے۔ فان لم تفعلو ا ولن تفعلوا فا تقو النار التي وقو دها الناس و الحجار ة اعدت اللكافرين۔

اہل سنت نبی ﷺ کی معنوی اولاد ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت بریلوی قدس سرہ۔ آیت لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک کی تفسیر میں لکھتے ہیں ای لیغفر اللہ بسببک و جاھک ما تقدم من زنوب اھلک و معا صیھم اوزلا تھم من ابآء ئک و امھا تک من عبد اللہ و آمنۃ الیٰ آدم و حوآ ء وما تا خر من ذنوب نسلک من احفادک و اسباطک بل و نسلک المعنوی جمیعاً و ھم اھل السنۃ الیٰ یوم القیا مۃ۔یعنی تا کہ اللہ آپ کے سبب اور آپ کے مرتبہ کے باعث آپ کے گزرے ہوئے گھر والوں کے گناہ اور معاصی یا آپ کے باپوں اور ماؤں حضرت عبداللہ و آمنہ سے لے کر حضرت آدم و حواء تک کی لغزشیں اور آپ کی آنے والی نسلیں یعنی آپ کے نواسوں بلکہ آپ کی معنوی اولاد یعنی اہل سنت کے گناہ معاف فرمائے۔(حاشیہ الدولۃ المکیہ ص۲۹)

اہل سنت کے اعمال بہترین ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی روایت بیان کرتے ہیں کہ عبدالوھاب بن یزید کندی نے حضرت ابو عمر ضریر کو ان کی وفات کے بعد دیکھا تو عرض کیا۔اللہ نے مرنے کے بعد آپ سے کیا معاملہ کیا ہے؟ فرمایا اس نے مجھے معافی دے دی ہے۔اور مجھ پر رحم کیا ہے۔ پھر انہوں نے عرض کیا فای الاعمال وجدت افضل۔ آپ نے کون سے عمل بہترین پائے ہیں؟ فرمایا ما انتم علیہ من السنۃ والعلم۔ سنت اور علم میں سے جس پر تم ہو۔یعنی اہل سنت اور اہل علم کے اعمال بہترین پائے ہیں۔ پھر عرض کیا اور تم نے بدترین اعمال کونسے پائے ہیں؟ فرمایا ناموں سے بچو۔ عرض کیا۔ کیا نام ہیں۔ فرمایا قدری و معتزلی و مرجئی فجعل یعد د اسماء اھل الاھو آء۔ قدری معتزلی اور مرجئی پھر وہ دوسرے بدمذہبوں کے نام گننے لگے۔(شرح الصدور ص۱۱۷)

اعلیٰ حضرت خود فرماتے ہیں۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب رسول ۔۔۔ نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

اور فرماتے ہیں

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنی مرے ۔۔۔ یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا　　اور فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا
(حدائق بخشش)

قبر میں سنی کا منہ قبلہ سے نہیں پھرتا ہے۔

ابو اسحاق فزاری بیان کرتے ہیں کہ ان کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے انہیں بتایا کہ میں قبریں کھودا کرتا تھا۔ (کفن چوری کرتا تھا۔) اور میں ایک قوم کو اس حال میں پاتا تھا کہ ان کے منہ قبلہ سے پھرے ہوئے ہوتے تھے۔ سو میں نے یہ بات امام اوزاعی کو لکھی تو آپ نے فرمایا۔ اولئک قوم ماتوا علیٰ غیر السنة۔ یہ لوگ سنی مذہب چھوڑ کر مرے ہیں۔ (اس لیے ان کا منہ کعبہ شریف سے پھیر دیا گیا۔)۔ (شرح الصدور ص ۷۲)

فرشتے سنی کو قبر میں تلقین کرتے ہیں۔

محدث لالکائی نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن نصر صائغ سے روایت بیان کی ہے کہ میرے والد نمازِ جنازہ کے بہت شوقین تھے۔ وہ واقف و ناواقف اموات کے جنازہ کی نماز پڑھتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا۔ اے میرے بیٹے ایک دن میں ایک نماز میں حاضر ہوا۔ تو جب لوگوں نے میت کو دفن کیا تو دو آدمی قبر میں داخل ہو گئے۔ پھر ایک شخص نکل آیا اور دوسرا قبر میں ہی رہ گیا۔ اور لوگ مٹی ڈالنے لگے تو میں نے کہا۔ اے لوگو۔ تم میت کے ہمراہ ایک زندہ شخص کو بھی دفن کر رہے ہو۔ سو لوگوں نے کہا۔ یہاں اور کوئی نہیں۔ میں نے کہا۔ شاید مجھے شبہ لگا ہو۔ پھر میں لوٹ آیا اور میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ میں نے دو شخصوں کو دیکھا۔ ان میں سے ایک نکل آیا اور دوسرا باقی رہ گیا۔ میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا یہاں تک کہ اللہ میرے لیے میرا معاملہ ظاہر فرما دے۔ پس میں قبر کی طرف آیا اور دس مرتبہ سورہ یٰسین سورۃ تبارک پڑھیں اور رونے لگا اور عرض کیا۔ اے میرے رب جو کچھ میں نے دیکھا ہے اس کی حقیقت مجھ پر ظاہر فرما دے۔ کیونکہ میں اپنے عقل اور ایمان کے ضائع ہونے کا خوف رکھتا ہوں۔ فوراً قبر پھٹی تو اس سے ایک شخص نکلا پھر وہ پیٹھ پھیر کر چلا۔ میں نے کہا۔ اے فلاں تجھے تیرے معبود کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو ٹھہر تا کہ میں تجھ سے کچھ پوچھوں۔ اس نے میری طرف توجہ نہ کی پھر میں نے دوسری اور تیسری بار یہی کہا

تو اس نے توجہ کی اور کہا تو نصر الصائغ ہے ؟میں نے کہا۔ ہاں۔ پھر اس نے کہا۔ کیا تو مجھے نہیں پہچانتا؟میں کہا نہیں۔ اس نے کہا۔ نحن مالکان من ملائکة الرحمة و کلنا با هل السنّة اذا و ضعوا فی قبور هم نزلنا حتی نلقنهم الحجة۔ ہم رحمت کے فرشتوں میں سے دو فرشتے ہیں۔ ہم اہل سنت پر مقرر کیے گئے ہیں۔ جب وہ قبروں میں رکھے جاتے ہیں تو ہم اترتے ہیں اور انہیں منکر نکیر کے سوالوں کے جواب سکھاتے ہیں۔ پھر وہ غائب ہو گیا۔ (شرح الصدور ۵۸)۔ (صحیح البہاری ص ۸۶۱)

سنی مسلمان اس حدیث پر غور کریں کہ مسلک اہل سنت کی حقانیت کی کتنی عظیم برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ قبر میں حساب و کتاب کی کامیابی کے لیے سنی مسلمانوں کو جواب سکھانے کے لیے رحمت کے فرشتے مقرر فرمادیتا ہے۔ اللھم ثبت اقدامنا علیٰ ھذا المذھب العالی بفضلک و اختم حیاتنا علیٰ ھذا المذھب الحق بحق ذاتک یا قدیم الذات ویا عظیم الصفات آمین۔

قیامت کے دن سنیوں کے چہرے روشن ہوں گے۔

اہل سنت کی عند اللہ تعالیٰ کرامات میں سے سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ میدان محشر میں ان کے چہرے ہشاش بشاش ہوں گے اور ان کے مخالفین کے چہرے سیاہ ہونگے۔ چنانچہ مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں۔ یعنی یوم القیامۃ حین تبیض وجوہ اھل السنۃ والجماعۃ و تسود وجوہ اھل البدعۃ و الفرقۃ قالہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حضرت عبد اللہ بن عباس صحابی رسول ﷺ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا قیامت کے دن اہل سنت و جماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت اور فرقہ بندی کرنے والوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۳۹۰ ج ۱)

اور تفسیر حسینی میں ہے واما آناں کہ سفید شد روہائے ایشاں یعنی مومناں و اہل سنت۔ یعنی قیامت کے روز جن لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے وہ مومن اور اہل سنت ہوں گے۔ (تفسیر حسینی ص ۷۸)

اور امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔ وا خرج الدیلمی فی مسند الفر دوس بسند ضعیف عن ابن عمرعن النبی ﷺ فی قولہ تعالیٰ یوم تبیض و جو ہ و تسو د و جو ہ قال تبیض و جو ہ اھل السنة و تسو د وجوہ اھل البدعة محدث دیلمی نے کتاب مسند الفردوس

میں ضعیف سند سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ اہل سنت کے چہرے سفید اور اہل بدعت کے سیاہ ہوں گے (الا تقان ص ۱۹۲ ج ۲)

اور یہی امام جلال الدین سیوطی اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں۔ اخرج ابن ابی حاتم والا لکائی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی هذه الآية قال تبیض وجوه اهل السنة و الجماعة و تسو د وجوہ اهل البد عة والضلال و اخر جه الخطيب في الروایة عن مالک والد یلمی من حدیث ابن عمر موقو فاً۔ محدث ابن ابی حاتم اور لا لکائی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ اہل سنت و جماعت کے چہرے سفید ہوں گے۔ اور اہل بدعت و ضلالت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ اور اس بات کو روایت کے طور پر خطیب نے حضرت عبداللہ بن عمر سے موقوفاً روایت کیا ہے (البدور السافرۃ ۱۴۳)

الحمد للہ یہاں تک جو کچھ لکھا گیا۔ اس سے اہل سنت و جماعت کے مسلک کی حقانیت و صداقت روز روشن سے زیادہ روشن ہو گئی ہے۔ سعادت مند لوگ ہی اس مسلک حق کو قبول کرتے ہیں اور اس پر قائم و دائم رہتے ہیں اور جو بد نصیب لوگ آخرت کی عزت و کامیابی کی قدر نہیں جانتے۔ وہ گمراہیوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مسلک اہل سنت و جماعت پر استقامت عطا فرمائے۔ اور قیامت کے دن زمرۂ اہل سنت میں ہمیں حشر نصیب فرمائے۔ آمین۔

ضروری تنبیہ۔

یہاں یہ بتا دینا بھی ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ آج کل کا دیوبندی ٹولہ جو (۱) حقیقت میں وہابی نجدی عقائد باطلہ کا حامل ٹولہ ہے۔ اہل سنت کو وہابیت کے جال میں لے جانے کے لیے سنی حنفی کہلاتا ہے۔ لہذا اہل سنت اس ٹولہ سے ہوشیار رہیں۔ یہ ٹولہ اگر حقیقت میں سنی حنفی ہوتا تو بریلوی سنی مسلمانوں کا مقابلہ نہ کرتا، وہابیہ نجدیہ کا طرفدار نہ ہوتا اور حضور ﷺ اور دیگر بزرگان دین کی گستاخیاں نہ کرتا۔ لہذا اس ٹولہ سے بالعموم اور اس ٹولہ کی جو بستر بند جماعت گلی گلی میں گھومتی

(۱) اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے کتاب ''علماء دیوبند اور شیخ محمد بن عبد الوہاب'' مولفہ دیوبندی مولوی منظور احمد نعمانی کا مطالعہ کریں۔

پھرتی۔ ہے اس سے بالخصوص بچنے کی پوری پوری کوشش کریں۔ وہذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ہذا الرسالۃ النافعۃ تقبلہا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم و رسولہ الکریم ﷺ۔ (۲۵ر رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ)

(۲۵ر رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ)

چوتھا مقالہ

جماعتِ حقہ کی پہچان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد اللہ الحنان المنان والصلوۃ والسلام علیٰ حبیبہ نبی آخر الزمان وعلیٰ الہ و صحبہ اصحاب الایقان والعرفان اماّ بعد. آج امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام متعدد فرقوں میں بٹی ہوئی ہے۔ تقریباً ہر اسلامی ملک میں مختلف العقیدہ اشخاص پائے جاتے ہیں۔ سنّی، شیعہ، وہابی، دیوبندی، مودودی، مرزائی، پرویزی، غیر مقلدین اہل حدیث سب اپنے آپ کو برحق اور دوسروں کو گمراہ وبددین سمجھتے ہیں۔ اور اپنے عقیدہ وخیال پر قرآن وحدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ عوام المسلمین جو علوم دینیہ سے بے بہرہ ہوتے ہیں اور حق وباطل میں امتیاز کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں۔ ان اختلافی باتوں کو سن کر یا تو سب فرقوں کو ٹھیک سمجھ کر ہر دیگ کا چمچہ بن جاتے ہیں یا سب سے بیزار ہو کر بے دین ہو جاتے ہیں۔ بدیں وجہ ہم نے جماعت حقہ کی پہچان کرانے کے لئے یہ مختصر رسالہ لکھا ہے۔ اللہ کریم اسے شرف قبولیت بخشے آمین بجاہ النبی الامین. ﷺ

پیشین گوئی۔

نبی غیب داں ﷺ نے مذکورہ بالا فرقوں کے ظہور سے کئی برس پہلے یہ پیشین گوئی فرمائی تھی کہ بلاشبہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ (مشکوٰۃ جلد ا ص ۲۸) اور یہ بھی ارشاد فرمایا تھا۔ "تم میں سے جو کوئی زندہ رہے گا وہ عنقریب اختلاف کثیر دیکھے گا۔ (ابن ماجہ ج ا ص ۲)

فرقوں کا ظہور۔

پھر حضور پرنور ﷺ کی اس پیشین گوئی کے عین مطابق اس امت میں اختلاف وافتراق ظاہر ہونا شروع ہو گیا۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا فرقوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ آخر کار یہ تہتر فرقے پورے ہو گئے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ سو تہتر فرقوں کے اصول دس فرقے ہیں۔ اہل سنت، خارجی، شیعہ، معتزلہ، مرجہ، مشبہ، جھمیہ، ضراریہ، نجاریہ اور کلابیہ۔ اہل سنت ایک فرقہ ہے، خارجیوں کے پندرہ، معتزلہ کے چھ، مرجہ کے بارہ، شیعہ کے

بتیس اور مشبّہ کے تین فرقے ہیں، نجاریہ، کلابیہ اور ضراریہ کا ایک ایک فرقہ ہے۔ پس حضور کی پیشین گوئی کے مطابق یہ کل تہتر فرقے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین ص ۸۵)

ناجی فرقہ ایک ہی ہے۔

جہاں سرور کونین ﷺ نے اس امت کے تہتر فرقوں میں بٹ جانے کی خبر دی۔ وہاں آپ نے یہ بھی فرمادیا ''کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ'' وہ سب فرقے دوزخی ہیں۔ مگر ایک جماعت (جنتی ہے۔) امام تورپشتی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ یعنی ناجی فرقہ کے سوا سب فرقے ایسے عقائد واعمال کے حاملین ہوں گے کہ وہ عقائد واعمال ان کے دوزخ میں داخلہ کا سبب بنیں گے۔ پھر جن کے عقائد کفریہ ہوں گے اور وہ انھیں پر مرے ہوں گے۔ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ اور جن کے عقائد کفریہ نہیں۔ وہ مشیت باری کے ماتحت ہیں۔ خواہ وہ ان کو بخش دے یا ان کو عذاب دے کر جہنم سے نکالے اور جنت میں داخل فرمائے۔ (طحطاویہ علی ردالمختار)

اشکال۔

اب یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ہر فرقہ ناجی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ لہذا ہم کس فرقے کو ناجی قرار دیں گے۔ اس کا حل امام طحطاوی حنفی ان الفاظ میں پیش فرماتے ہیں۔ ''کسی شخص کا حق پر ہونا محض اس کے دعویٰ اور اس کے ناقص خیال کی بناء پر نہیں مانا جائے گا۔ بلکہ پہلے ہم ان ماہرین شریعت اور علماء محدثین کی منقولہ روایات جمع کریں گے۔ جنھوں نے سرور کونین ﷺ کے امور واحوال وافعال وحرکات وسکنات اور صحابہ ومہاجرین وانصار کے احوال وحالات کے بارہ میں احادیث صحیحہ جمع کی ہیں۔ مثلاً امام بخاری اور امام مسلم وغیرھما ثقات محدثین کہ جن کی پیش کردہ روایات پر جملہ اہل شرق وغرب کا اتفاق ہے۔ پھر دیکھیں گے کہ کون سا فرقہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت وراہ پر گامزن ہے۔ تو اس کے متعلق یہ فیصلہ دیں گے۔ کہ وہ حق وصداقت کی راہ پر ہے۔ اور یہی قاعدہ کلیہ سیدھی راہ پر ہونے والے اور ٹیڑھی راہ اختیار کرنے والے کے مابین فرق ثابت کرتا ہے۔'' (حواشی طحطاوی علی ردالمختار)

جماعت حقہ کی پہچان۔

ہر مسلمان پر ازروئے شرع شریف لازم ہے کہ وہ جماعت حقہ کو پہچاننے کی کوشش کرے۔اور حق وصداقت کو پہچاننے کے بعد اسے اختیار کرے۔جو شخص حق پہچاننے کے لیے اپنی مقدور بھر سعی کرے گا۔وہ ضرور حق کو پالے گا۔ہاں جو اندھا بن کر گمراہی میں پڑا رہے اُس کا کیاعلاج ہو سکتا ہے۔ واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم

ناجی فرقے کی علامات۔

شارع علیہ الصلوۃ والسلام کا کام صرف یہ نہیں ہوتا کہ وہ آئندہ وقوع پذیر ہونے والے واقعات سے خبردار کردیں۔ بلکہ ان کے متعلق واضح ہدایات دینا بھی ان کے فرائض تبلیغ میں داخل ہوتا ہے۔ تاکہ امت کو پیش آمدہ واقعات میں ہدایات نصیب ہوں۔اسی وجہ سے حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ نے ناجی فرقہ کی تین علامتیں بیان فرمائی ہیں۔

ناجی فرقہ کی پہلی علامت۔

ناجی فرقہ کی پہلی علامت یہ ہے کہ وہ سنت پر قائم ہوتا ہے۔چنانچہ جب حضور پر نور ﷺ نے فرمایا۔''میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔وہ سب فرقے دوزخی ہیں مگر ایک جماعت جنتی ہے۔''تو صحابہ کرام نے عرض کیا۔یارسول اللہ۔وہ ناجی جماعت کونسی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ماانا علیہ واصحابی۔ ''جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔''یعنی ناجی جماعت وہ ہے جو میری اور میرے صحابہ کی راہ پر چلے گی۔اور دوسری حدیث شریف میں ارشاد فرمایا۔فعلیکم بما عرفتم من سنتی و سنة الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ۔سو(اختلاف کثیر کے وقت)تم میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدہ کی سنت میں سے جو کچھ جانو اسے لازم پکڑو اور اسے مضبوطی سے تھامے رہو۔(ابن ماجہ ص ۵ جلد اول)

ان ارشادات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ راہ حق پر وہی فرقہ ہے۔جو اہل سنت ہے۔ اللھم ثبتنا علی مذھب اھل السنة والجماعة ۔ آمین۔

ناجی فرقہ کی دوسری علامت۔

سرور کونین ﷺ نے ناجی فرقہ کی دوسری علامت یہ بتائی کہ وہ شروع سے آخر تک کثیر التعداد اور جم غفیر ہو گا۔ چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ اتبعوا السواد الاعظم فانّہ من شذ شذّ فی النار۔ مسلمانوں کے سب سے بڑے گروہ کی پیروی کرو۔ کیونکہ جو اس سے الگ ہو گا وہ دوزخ میں الگ کیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ ج۱ ص۲۸) اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا ''بلاشبہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہو گی۔ پس جب تم اختلاف دیکھو تو تم پر سواد اعظم کی پیروی لازم ہے'' (ابن ماجہ ج۱ ص۲۸۳)۔ اور تیسری جگہ ارشاد نبوی ﷺ ہوتا ہے۔ ''بہتر فرقے دوزخی ہیں۔ اور ایک فرقہ جنتی ہے اور وہ جماعت ہے۔'' (مشکوٰۃ ج۱ ص۲۸)۔ ملا علی القاری حنفی اس کی شرح میں فرماتے ہیں ''جماعت سے مراد امت محمدیہ کی اکثریت ہے۔'' (شرح فقہ اکبر ص۲) اور چوتھے مقام پر ارشاد ہوتا ہے ''اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ اور جو اس سے جدا ہو گا۔ وہ دوزخ میں الگ کیا جائے گا۔'' (مشکوٰۃ ج۱ ص۲۸)۔ اور ارشاد فرماتے ہیں۔ '' گھاٹیوں سے بچو۔ اور تم پر جماعت اور عامۃ الجماعۃ کی پیروی لازم ہے۔'' (مشکوٰۃ ج۱ ص۲۸)۔ اور ارشاد فرماتے ہیں ''جو شخص بالشت بھر جماعت سے جدا ہوا۔ اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسی اتار دی۔'' (مشکوٰۃ ج۱ ص۲۸)

ان سب ارشادات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ راہ حق پر وہی جماعت ہے جو اہل سنت ہونے کے ساتھ ساتھ اہل جماعت بھی ہے۔ یعنی اہل سنت و جماعت ہے۔ حواشی سنن ابن ماجہ میں ارشاد فرمایا ''سو یہ حدیث (فعلیکم بالسواد الاعظم) اہل سنت و جماعت کے لئے معیار عظیم ہے۔ اللہ ان کی کوششیں قبول فرمائے۔ اور اس بات پر کسی دلیل کے لانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اگر تو تمام گمراہ فرقوں کی تعداد دیکھے باوجود اس کے کہ وہ بہتر ہیں تو وہ اہل سنت کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچیں گے۔'' (حواشی سنن ابن ماجہ ص۲۸۳)

اہل سنت و جماعت کی وجہ تسمیہ۔

چونکہ جماعت اہل سنت اول سے آج تک سنت پر قائم اور سواد اعظم رہی ہے۔ اس وجہ سے اس کا نام اہل سنت و جماعت پڑا ہے۔ مولانا امجد علی صاحب اعظمی فرماتے ہیں۔ ''حدیث میں

ہے یہ امت تہتر فرقے ہو جائے گی۔ایک فرقہ جنتی ہو گا۔باقی سب جہنمی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔یارسول اللہ ﷺ وہ ناجی فرقہ کون ہے؟فرمایا۔وہ جس پر میں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔یعنی سنت کے پیرو۔ دوسری روایت میں ہے۔ فرمایا۔وہ جماعت ہے یعنی مسلمانوں کا بڑا گروہ۔جسے سواد اعظم فرمایا۔اور فرمایا۔جو اس سے الگ ہوا وہ جہنم میں الگ ہوا۔اس وجہ سے اس ناجی فرقہ کا نام اہل سنت وجماعت ہوا۔"(بہار شریعت حصہ اول ص ۵۵)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔"اور یہی وجہ ہے کہ ان کا نام اہل سنت و جماعت پڑا۔اگرچہ یہ نام حادث ہے۔ مگر اہل سنت کا عقیدہ قدیم ہے۔"(اشعۃ اللمعات۔ جلد اول ص ۱۴۰)

ناجی فرقہ کی تیسری علامت۔

نبی غیب دان ﷺ نے ناجی فرقہ کی تیسری علامت یہ بتائی ہے۔ کہ وہ قرب قیامت تک باقی، حق پر قائم، منصور من اللہ اور اپنے مخالفین پر غالب رہے گا۔چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ کہ "میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گی۔دریں حالیکہ اس کا ساتھ چھوڑنے والا اور اس کی مخالفت کرنے والا اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ حتیٰ کہ جب قیامت آئے گی تو یہ جماعت اسی حال پر ہو گی اور آخر زمانے میں یہ جماعت شام کے علاقہ میں ہو گی۔"(مشکوۃ فی ثواب ھذہ الامۃ)

امام نووی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔"امام بخاری نے فرمایا یہاں جماعت سے مراد اہل علم کی جماعت ہے اور امام احمد بن حنبل نے فرمایا۔اگر یہاں محدثین کی جماعت مراد نہیں تو میں نہیں جانتا کہ کون لوگ مراد ہیں۔اور قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں کہ امام احمد کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت اور محدثین کے پیروکار قرب قیامت تک موجود رہیں گے۔"(منہاج شرح مسلم ج۲ ص ۱۵۱)

اور سرور کونین ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔"میری امت کی ایک قوم عیسیٰ بن مریم کے نزول تک حق پر قائم رہے گی۔وہ جب بھی اتریں گے۔"(تفسیر کثیر جلد ۲ ص ۲۶۰)

اور محدث ابن کثیر حدیثِ میلاد النبی ﷺ کے ان الفاظ ورأت امی انہ خرج منھا نور'' اضاءت لہٗ قصور الشام کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ ''اس حدیث میں ولادت نبوی کے وقت نور مصطفےٰ ﷺ کے ظہور کو ملکِ شام کے ساتھ مخصوص بنانے میں یہ اشارہ مقصود ہے کہ ملک شام آپ کے دین و نبوت کا مستقر ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آخری زمانے میں شام کا ملک اسلام اور مسلمانوں کی آماجگاہ بن جائے گا۔ اور عیسٰی علیہ السلام اسی ملک میں دمشق کی مسجد کے مشرقی سفید مینارہ پر نزول فرمائیں گے اور اسی وجہ سے صحیحین کی روایت میں آیا ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گی۔ در آں حالیکہ اس کا ساتھ چھوڑنے والا اور اس کی مخالفت کرنے والا اسے نقصان نہ پہنچائے گا۔ حتیٰ کہ جب قیامت آئے گی تو یہ جماعت اس حال پر ہو گی۔ اور بخاری شریف کی روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ وہ جماعت اس وقت شام کے علاقہ میں موجود ہو گی۔'' (تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۲۶۹)

اہل سنت و جماعت ناجی فرقہ ہے۔

الحمد اللہ ہر حق شناس شخص جانتا ہے کہ ناجی فرقہ کی یہ تینوں علامات جماعت حقہ اہل سنت و جماعت میں موجود ہیں۔ اور باقی کسی فرقہ میں موجود نہیں۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ اہل سنت و جماعت ہی ناجی اور جنتی جماعت ہے۔ اور اس کے ناجی ہونے کی تصریح امت کے جلیل القدر علمائے کرام و مشائخ عظام نے بھی فرمائی ہے۔ چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں

شیخ عبد الحق کا ارشاد: اور ناجی فرقہ اہل سنت و جماعت ہیں۔ اور اگر کوئی کہے۔ یہ کیسے معلوم ہوا کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ہیں۔ اور ان کا مسلک راہِ راست و راہِ خدا ہے۔ اور باقی سب فرقے دوزخ کی راہ پر ہیں۔ حالانکہ ہر فرقہ کا یہ دعویٰ ہے کہ وہی راہِ راست پر ہے۔ اور اس کا مذہب حق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی شئے صرف دعوٰی سے ثابت مانی نہیں جاتی۔ بلکہ اس دعوٰی پر دلیل ہونی چاہیے۔ اور اہل سنت کے برحق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اہل سنت کا مذہب نقل در نقل چلا آرہا ہے۔ اور اس میں عقل محض کو کافی قرار نہیں دیا گیا ہے۔ اور اخبار متواترہ سے معلوم ہوا ہے۔ اور روایات و احادیث میں غور کرنے سے پتہ چلا ہے کہ سلف صالحین یعنی صحابہ و

تابعین اور ان کے بعد آنے والے جملہ مسلمین اسی (اہل سنت) کے اعتقاد پر اور اسی مذہب پر تھے۔ اور مذاہب و اقوال میں بدعت و خود رائی صدر اول گزرنے کے بعد حادث ہوئی ہے۔ اور ان نئے مذاہب پر نہ کوئی صحابی تھا۔ نہ سلف صالحین میں سے کوئی اور بزرگ۔ بلکہ جو بزرگ اس وقت موجود تھے۔ انہوں نے ان مذاہب سے اپنی برأت کا اظہار کیا تھا اور اگر ان کا کوئی دوست یا ہم مجلس کوئی نیا عقیدہ نکالتا تھا تو وہ اس سے قطع تعلق کر لیتے تھے۔ اور اس کی پوری پوری تردید فرماتے تھے۔ صحاح ستہ اور دوسری وہ معتمد کتب احادیث جن پر اسلامی احکام کی بنیاد و مدار ہے۔ جمع کرنے والے محدثین اسی سنی مسلک پر گامزن تھے۔ اور مذاہب اربعہ کے ائمہ فقہائے کرام اور دوسرے فقہاء و ائمہ جو ان کے طبقہ میں تھے۔ وہ سب اسی سنی مذہب پر قائم تھے۔ اور ائمہ اصول کلام اشاعرہ و ماتریدیہ جنہوں نے سلف صالحین کے مذہب کی تائید فرمائی اور عقلی دلائل سے اسے پختہ بنایا اور رسول اللہ کی سنت اور اجماع سلف صالحین کو تاکید بخشی۔ وہ بھی اسی سنی مذہب پر گذرے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس قدیم مسلک کا نام اہل سنت و جماعت پڑا۔ اگرچہ یہ نام حادث ہے۔ مگر اہل سنت کا عقیدہ قدیم ہے۔ اور متقدمین محققین مشائخ صوفیائے کرام جو اعلیٰ درجہ کے پرہیزگار متبع شریعت خدایاد اور خدا ترس تھے وہ بھی اسی سنی مذہب پر تھے۔ جیسا کہ ان کی معتمد کتب مبارکہ سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ الحاصل سواد اعظم دین اسلام میں اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔ یہ بات ہر منصف شخص جانتا ہے جو تعصب اور ہٹ دھرمی سے دور ہے۔ **واللہ یقول الحق و ہو یہدی السبیل** .

حضرت غوث اعظم کا ارشاد: حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں۔ ''ناجی فرقہ صرف اور صرف اہل سنت و جماعت ہے۔'' (غنیۃ الطالبین ج ا ص ۸۵)

امام شہاب الدین خفاجی کا ارشاد: امام شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں ''ان سب اسلامی فرقوں میں نجات پانے والا فرقہ صرف ایک ہے۔ اور وہ اہل سنت و جماعت ہیں۔ جو کتاب اللہ اور سنت رسول سے تمسک پکڑتے ہیں۔ جیسا کہ اس حدیث ما انا علیہ واصحابی میں رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا۔'' (نسیم الریاض۔ ج ۳ ص ۱۵۴)

امام علی قاری کا ارشاد: ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں۔ "ناجی فرقہ اہل سنت وجماعت ہیں۔ جن میں فقہائے کرام مثلاً ائمہ اربعہ امام اعظم، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور محدثین اور اشعری وماتریدی متکلمین گزرے ہیں۔ کیونکہ ان کا یہ مذہب بدعت سے خالی ہے۔" (شرح شفا۔ ج ۳ ص ۱۵۴)

امام حلبی ریحاوی کا ارشاد: شارح قصیدہ بدء الآمالی علامہ حلبی ریحاوی فرماتے ہیں "ناجی فرقہ صرف اہل سنت وجماعت ہے۔" (نخبۃ اللآلی ص ۶۲)

امام جلال الدین سیوطی کا ارشاد: خاتمۃ المحدثین امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں "ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ امام شافعی، امام مالک، امام اعظم ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل اور باقی سب ائمہ اللہ کی جانب سے عقائد واعمال میں حق پر تھے۔ اور ہمارا عقیدہ ہے کہ امام ابوالحسن اشعری طریقت کے امام ہیں۔ اور اس فن میں انہیں دوسروں پر فوقیت دی گئی ہے۔ اور ہمارا عقیدہ ہے کہ صوفیائے کرام کے سردار ابوالقاسم جنید بغدادی کا طریقہ علم وعمل میں سب پر فوقیت رکھتا ہے۔ سو وہ بدعت سے خالی، تدبیر و تسلیم اور ہوائے نفسانی سے بری ہونے پر دائر اور کتاب و سنت پر مبنی ہے۔" (حاشیہ ابن ماجہ ص ۲۸۳)

امام احمد طحطاوی کا ارشاد: امام احمد طحطاوی حنفی فرماتے ہیں "اے جملہ مومنین۔ تم سب پر لازم ہے کہ تم ناجی جماعت کی اتباع کرو۔ جو اہل سنت و جماعت کے نام سے موسوم ہے۔ کیونکہ نصرت الٰہی، حفاظت ربانی اور توفیق خداوندی اس جماعت کی موافقت میں ہے۔ اور غضب الٰہی وقہر ربانی و ناراضگیٔ خداوندی اس جماعت کی مخالفت میں ہے۔ آج کل یہ ناجی فرقہ (اہل سنت و جماعت) چار مذاہب فقہی پر مشتمل ہے۔ اور وہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی ہیں اور جو اس زمانے میں ان چار مذاہب حقہ سے خارج ہوا۔ وہ بدعتی اور دوزخی ہے۔" (حاشیہ ردالمختار)

مجدد الف ثانی کے ارشادات: سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے امام شیخ سرہندی ارشاد فرماتے ہیں۔ اے سعادت اور نیک بختی والے! انسان کے لیے ناجی فرقہ اہل سنت وجماعت رضوان اللہ تعالیٰ

علیہم اجمعین کے عقائد کے موافق اپنا اعتقاد درست کرنے سے چارہ نہیں۔ تا کہ آخرت میں نجات اور کامیابی متصور ہو۔اور بد اعتقادی کہ وہ نام ہے اہل سنت و جماعت کے عقائد کی مخالفت کا زہر قاتل ہے۔ کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کی موت اور عذاب تک پہنچاتی ہے۔ عمل میں کمی اور سستی کے معاف کیے جانے کی تو امید ہے۔ لیکن اعتقاد میں کمی اور سستی معاف کیے جانے کی کوئی گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ بلاشبہ اللہ اس بات کو معاف نہیں کرے گا۔ کہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا جائے۔ اور اس کے ماسوا کو جس کے لیے چاہے گا۔ بخشے گا۔'' (مکتوبات ج ۲ ص ۱۸۰)

اور دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں ''اور وہ ایک ناجی فرقہ اہل سنت و جماعت ہیں کہ وہی رسول اللہ ﷺ کی پیروی اور صحابہء کرام کی پیروی کو لازم پکڑے ہوئے ہیں۔'' (مکتوبات ج ۲ ص ۱۹۱) اور تیسری جگہ فرماتے ہیں ''الحاصل نجات کا راستہ صرف اسی بات پر موقوف ہے کہ تمام افعال، اقوال، اصول و فروع میں اہل سنت و جماعت کی پیروی کی جائے۔ اللہ سبحانہٗ انہیں کثرت نصیب کرے۔ کیونکہ صرف یہی فرقہ نجات پانے والا ہے۔ اور اس کے ماسوا جتنے فرقے ہیں وہ سب معرض زوال وہلاکت میں ہیں۔ آج کوئی اس بات کو جانے یا نہ جانے۔ کل قیامت میں اس بات کو ہر کوئی جان لے گا۔ مگر اس وقت کا جاننا کوئی فائدہ نہ دے گا۔'' (مکتوبات ج ۱ ص ۵۵)

الحمدللہ علمائے کرام اور مشائخ عظام کی ان تصریحات سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ راہِ حق و صداقت پر صرف اہل سنت و جماعت ہی قائم ہیں۔ اسی عقیدہ پر جملہ سلف صالحین، صحابہ و تابعین، ائمہ مجتہدین، علمائے محدثین و متکلمین گزرے ہیں۔ اور یہی وہ جماعت ہے جسے نبی اکرم ﷺ نے جنتی ہونے کی بشارت سنائی اور تا قرب قیامت اس کے حق پر قائم اور مخالفین پر غالب رہنے کی شہادت دی۔ سو ہر مسلمان پر لازم ہے۔ کہ وہ اسی جماعت حقہ کے عقائد و اعمال اپنا کر سعادت ابدی و نجات سرمدی حاصل کرے۔ اس جماعت ناجیہ سے کٹ جانے والا اور اسے باطل سمجھنے والا یقیناً قطعاً جہنمی اور عذاب الٰہی کا سزاوار ہے۔ مسلمان نہ سب فرقوں کو حق جان کر ہر دیگ کا چمچہ بنیں۔ اور نہ سب کو غلط سمجھ کر اسلام دشمنی یا الحاد پسندی اختیار کریں۔ کہ ان دونوں

باتوں میں لازماً اخروی خسارہ ہے۔ مسلمان بھائیو! حق پہچانو۔ حق کا ساتھ دو۔ حقہ جماعت کے ساتھ رہو۔ اور بدمذہبوں سے پوری طرح کنارہ کش رہو۔ اسی میں تمہارے ایمان کی سلامتی اور دین و دنیا کی فوز و فلاح اور نیک نامی و سرخروئی مضمر ہے۔ واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم۔

کارِ ما نصیحت بود کردیم۔

دور حاضر میں حقیقی سنی کون ہیں۔

آج کل دیکھا جاتا ہے کہ بدمذہب لوگ سنیت و حنفیت کا لبادہ اوڑھ کر عوام المسلمین کو غیر سنی عقائد و نظریات میں پھنسانے کا ناپاک منصوبہ بنائے ہوئے ہیں۔ اس لیے مسلمان ایسے دین چوروں سے ہوشیار رہیں۔ دور حاضر میں سنی مسلک حقہ پر صرف وہی مسلمان قائم ہیں۔ جو امام اہل سنت، مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا امام اور مقتدا مانتے ہیں۔ اور ان کے بتائے ہوئے راستہ پر گامزن ہیں۔ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے مجدد برحق، نائب غوث الاعظم جیلانی، جید عالم دین، سچے عاشق رسول، نعت گو شاعر اور مسلک حق اہل سنت و جماعت کے سچے داعی تھے۔ ان کے دور میں جن دین کے لٹیروں نے سنت و حنفیت کا لبادہ اوڑھ کر عوام المسلمین کو گمراہ کرنے کی کوششیں کیں۔ اعلیٰحضرت نے ان کے اصلی خدوخال کو بے نقاب فرمادیا۔ ولہذا ''سنی بریلوی'' مسلک پر چل کر ہی آج ہم کامیاب و کامران ہو سکتے ہیں۔

اللھم ثبتنا علیٰ ھذا لمذھب العالی بمنک العظیم یا عظیم الصفات یا کریم الزات آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین ﷺ (۲۴ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

پانچواں مقالہ

اصلی سنّی کی پہچان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله البر الر حیم والصلوة والسلام علیٰ رسوله الکریم و علی اله و اصحابه اهل التعظیم و التکریم اما بعد.

آج کل بد عقیدہ لوگ عوام المسلمین کو مسلک اہل سنت و جماعت سے ہٹانے اور انہیں بد اعتقادی کے جال میں پھنسانے کے لیے طرح طرح کے حربے استعمال کر رہے ہیں۔ جس طرح حضور پر نور ﷺ کے عہد سعید میں منافقین کلمہء اسلام پڑھ کر اسلام اور بانیء اسلام کے خلاف اپنی ناپاک سرگرمیوں میں مصروف رہتے تھے۔ اور موقع ملنے پر اسلام کو زک پہنچانے کی پوری پوری کوشش کرتے تھے ۔اسی طرح آج کل کے بد عقیدہ لوگ سنّی حنفی بلکہ چشتی قادری نقشبندی وغیرہ کہلا کر سوادِ اعظم اہل سنت کو ائمہ کرام و مشائخ عظام کے راستہ سے ہٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے عوام سنی بھائی سنی عقائد و نظریات سے کماحقہٗ آگاہ ہوں تاکہ وہ اصلی سنّی اور نقلی سنّی میں امتیاز کر سکیں۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ہم نے یہ مقالہ ''اصلی سنّی کی پہچان'' لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت بخشے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

اصلی سنّی کی پہچان کا آسان اور سیدھا سادہ طریقہ یہی ہے کہ ہم قدیم معتبر سنّی علمائے کرام و مشائخ عظام کے عقائد و نظریات جانیں اور آج جو جماعت ان عقائد پر کاربند ہے۔ اسے اصلی سنّی سمجھیں۔ لہذا ہم قدیم سنی علمائے محققین کی عبارات پیش کرتے ہیں۔ تاکہ حق و صداقت کا بول بالا اور کذب و دروغ کا منہ کالا ہو۔ وباللہ التوفیق ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بدعت حسنہ۔

''امام نووی فرماتے ہیں۔ جو کام حضور ﷺ کے زمانے میں نہ ہوا ہو۔ اسے ایجاد کرنا بدعت ہے۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ بدعت حسنہ اور بدعت قبیحہ۔'' (الحاوی للفتاوی صفحہ نمبر ۱۹۲ ج۱)

بدعت کی اقسام۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں۔بدعت کی پانچ قسمیں ہیں ا۔بدعت واجبہ۔۲۔بدعت محرمہ ۳۔بدعت مستحبہ۔۴۔بدعت مکروہہ۔اور ۵۔بدعت مباحہ،اگر کسی بدعت کے متعلق یہ جاننا مقصود ہو کہ وہ کس قسم کی ہے۔تو قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ہم اسے شرعی قواعد پر پیش کریں گے۔اگر وہ ایجاب کے قواعد میں داخل ہے۔تو بدعت واجبہ ہے۔اور اگر حرمت کے قواعد میں داخل ہے۔تو بدعت محرمہ ہے۔اور اگر استحباب کے قواعد میں داخل ہے۔تو بدعت مستحبہ ہے۔ ورنہ بدعت مباحہ ہے۔" (الحاوی للفتاوی ص ۱۹۲ ج ۱)

تقلید۔

امام الحرمین نے البرحان میں فرمایا۔ محققین علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عوام الناس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مذہب پر عمل کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔بلکہ اُن پر ائمہ اربعہ حنفیہ،مالکیہ،شافعیہ،حنبلیہ کے مذاہب کی اتباع واجب ہے" (الاصول الاربعہ ص ۷۶)

علم غیب عطائی۔

امام احمد صاوی فرماتے ہیں "اس بات پر ایمان رکھنا واجب ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے آخرت کی طرف اس وقت تک منتقل نہیں ہوئے۔جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان تمام امور غیبیہ کا علم عطا نہ کر دیا۔جن کا صدور دنیا اور آخرت میں ہوتا تھا۔جیسا کہ یہ عقیدہ عین الیقین کی حیثیت رکھتا ہے۔کیونکہ روایات میں آیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔"میرے لئے دنیا اٹھائی گئی ہے۔سو میں اس میں اس طرح دیکھتا ہوں۔جس طرح اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔" (تفسیر صاوی ج ۲ ص ۹۷)

توسّل۔

امام مالک نے خلیفہ ابو جعفر سے فرمایا۔"تو اپنا رخ نبی پاک ﷺ سے کیوں موڑتا ہے۔حالانکہ وہ تیرا وسیلہ ہیں۔اور تیرے باپ آدم علیہ السلام کا بروز قیامت اللہ کے دربار میں وسیلہ ہیں۔بلکہ تو ان کی طرف رخ کر۔اور انہیں اپنا سفارشی بنا کر دعا مانگ۔اللہ تعالیٰ تیری دعا قبول کرے

گا۔" (شفاء السقام ص ٦٩)

خلافتِ الٰہیہ۔

بیشک نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانے اور اپنی نعمتوں کے دستر خوان آپ کے دست قدرت کے فرمان بردار اور آپ کے زیر حکم وارادہ واختیار کر دیئے ہیں۔ کہ جسے چاہیں عطا فرمائیں۔اور جسے چاہیں نہ دیں۔اس مضمون کی تصریحیں کلماتِ ائمہ وعلماء واولیاء وعرفاء میں حد تواتر پر ہیں۔"

(برکات الامداد مؤلفہ اعلیٰ حضرت بریلوی ص ۸)

مالک خزائن۔

"ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کو جو مانگنے کا مطلق حکم دیا ہے۔اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو قدرت بخشی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے جو کچھ چاہیں عطا فرمائیں۔" (برکات الامداد۔بحوالہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

جنت کے مالک۔

امام ابن سبع وغیرہ علماء نے حضور اقدس ﷺ کے خصائص میں یہ ذکر کیا ہے کہ جنت کی زمین اللہ تعالیٰ نے حضور کی جاگیر کر دی ہے کہ اس میں سے جو چاہیں۔ جسے چاہیں بخش دیں۔" (حوالہ مذکورہ بالا)

دعا بوسیلہ۔

امام تقی الدین سبکی فرماتے ہیں۔ "مسلمان جب نبی پاک ﷺ یا انبیاء وصالحین میں سے کسی کو اللہ کے حضور وسیلہ بناتے ہیں۔ تو وہ ان کو پوجا نہیں کرتے۔اور انہیں یہ عمل توحید سے خارج نہیں کرتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نفع و نقصان میں مستقل بالذات ہے۔جب توسل جائز ہے تو یہ کہنا بھی جائز ہے۔ کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس کے رسول کے وسیلہ سے مانگتا ہوں۔ کیونکہ یہ شخص اللہ سے مانگ رہا ہے نہ کہ غیر اللہ سے۔" (شفاء السقام ص ۲۲۳)

زیارت روضہ اطہر۔

امام سبکی فرماتے ہیں۔ ''علمائے حنفیہ کے نزدیک روضہ اطہر کی زیارت افضل ترین مستحبات میں سے ہے۔ بلکہ وہ واجب کے قریب ہے۔'' (شفاء السقام ص ۶۵)

صاحب قبر سے تبرک۔

مفسر خازن ارشاد فرماتے ہیں۔ ''حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ قسطنطنیہ کی سرزمین میں شہید ہوئے۔ اور اس کی فصیل کے پاس دفن کیے گئے۔ اس ملک کے لوگ آپ کی قبر سے برکت حاصل کرتے ہیں اور قحط سالی کے وقت ان کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے ہیں۔'' (تفسیر خازن ج ۱ ص ۱۷۱)

علم قیامت۔

امام احمد صاوی فرماتے ہیں۔ ''بلاشبہ حضور ﷺ اس وقت تک دنیا سے نہ نکلے۔ جب تک کہ آپ ﷺ کو ماضی، حال و مستقبل کے جملہ امور کا علم عطا نہ کیا گیا۔ اور من جملہ اس کے قیامت کے وقت کا بھی علم ہے۔ ہاں آپ کو قیامت کا علم پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اسی وجہ سے قیامت کے بارہ میں پوچھنے والوں کو آپ نے کوئی واضح بات نہ بتائی۔'' (تفسیر صاوی ص ۲۴ ج ۴)

عرضِ اعمال۔

امام احمد صاوی فرماتے ہیں۔ ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اے غیب کی خبریں بتانے والے۔ بے شک ہم نے تمہیں لوگوں پر حاضر و ناظر بنا کر بھیجا۔ تا کہ تم ان کے احوال ملاحظہ کرو۔ اور ان سے جو بھی اچھے یا برے عمل صادر ہوں ان کا مشاہدہ کرو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ پر ان کی حیات ظاہری میں امت کے اعمال پیش کیے جاتے تھے۔ اور اب حیات برزخی میں بھی آپ پر جملہ اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔'' (تفسیر صاوی ص ۲۳۳ ج ۳)

ولایت نبوی۔

امام قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ''حضرت سہیل نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص اپنے جملہ احوال میں اپنے

آپ پر نبی اکرم ﷺ کی ولایت تسلیم نہ کرے۔ اور وہ اپنے آپ کو ان کی مِلک تصور نہ کرے وہ آپ کی سنت کی مٹھاس نہ چکھے گا۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تم میں سے کوئی ایمان دار نہیں ہو گا۔ جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔" (شفا شریف ج ۲ ص ۱۵)

علم کائنات۔

"امام محمد بن حاج مکی مدخل میں، امام احمد قسطلانی مواہب اللدنیہ میں اور دیگر ائمہ دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ آپ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں۔ اور ان کی حالتوں، ان کی نیتوں، ان کے ارادوں اور ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں۔ اور یہ سب حضور ﷺ پر ایسا روشن ہے۔ جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں" (بہار شریعت ص ۱۷۴)

عصمتِ مصطفٰے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "نبی پاک ﷺ نے ایک طرفہ عین کے لئے کبھی شرک نہیں کیا۔ اور نہ نبوت سے پہلے اور نہ نبوت کے بعد کبھی صغیرہ یا کبیرہ کا ارتکاب کیا۔" (شرح فقہ اکبر ص ۷۳)

عذاب قبر۔

امام تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "جملہ کفار اور بعض مومنین کے لئے عذاب قبر اور قبر میں نیک بندوں کا ان نعمتوں سے متمتع ہونا جو اللہ تعالٰی کے علم میں ہیں۔ اور وہ ان کا ارادہ فرماتا ہے۔ اور قبر میں منکر نکیر کا سوال پوچھنا۔ اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونا حق ہے۔" (شرح عقائد ص ۷۱)۔

معراج مصطفٰے۔

امام تفتازانی فرماتے ہیں۔ "رسول اللہ ﷺ کو حالت بیداری میں جسد مع الروح کے ساتھ آسمان کی طرف پھر اس بلندی کی طرف جسے اللہ نے چاہا لے جانا حق ہے۔" (شرح عقائد ص ۱۰۰)

کرامت ولی۔

اور ملاّ علی قاری فرماتے ہیں۔ ''اولیاء کی کرامتیں حق ہیں۔ان کیلئے کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں کا حاجت کے وقت ظاہر ہونا،اور ہوا پر چلنا،اور جمادات و حیوانات کا ہم کلام ہونا۔اور عذاب ہٹانااور دشمنوں کے شر کو دور کرنا حق ہے۔''(شرح فقہ اکبر ص ۱۰۳)

عبدالنبی۔

آج کل عبدالنبی نام رکھنابڑی عام بات ہے۔اگر ظاہری حقیقی معنی مراد ہو تو کفر ہےاور اگر عبد بمعنی مملوک (غلام) مراد ہو تو کفر نہیں۔''(شرح فقہ اکبر ص ۲۳۴)

دست بوسی۔

''اگر کوئی ایسے شخص کے ہاتھوں کو بوسہ دے جو شرعاً تعظیم کا حقدار ہے۔مثلاً عالم دین ہے۔یا نیکو کار یا باسعادت سید زادہ ہے۔ تو بوسہ دینے کے لئے ثواب کی امید ہے۔''(شرح فقہ اکبر ص ۲۳۴)

قبر پر قرآن خوانی۔

امام سیوطی فرماتے ہیں۔ ''بہتر یہ ہے کہ میت کے ایصال ثواب کے لئے سات دن تک کھانا کھلایا جائے۔مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ میت کی طرف سے سات دن کھانا کھلایا جانا مکہ و مدینہ میں آج تک جاری ہے۔پس ظاہر یہی ہے کہ یہ عمل پشت در پشت جاری رہا۔اور میں نے تواریخ کے اندر بہت سے ائمہ کے احوال میں پڑھا ہے کہ ان کی قبور پر لوگ سات دن تک قرآن خوانی کرتے ہوئے ٹھہرے رہے۔''(الحاوی للفتاوی ص ۱۹۴ ج ۲)

ایصال ثواب۔

''حضرت امام احمد بن حنبل حضرت طاؤس کے بارہ میں روایت بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا بلاشبہ اموات سات دن تک اپنی قبروں میں آزمائے جاتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان دنوں میں اموات کی طرف سے کھانا کھلانے کو مستحب جانتے تھے۔''(الحاوی

للفتاوی ص ۱۷۸ ج ۲)

سماع موتی۔

امام سیوطی فرماتے ہیں۔ ''مردوں کا لوگوں کی باتوں کو سننا ہمارا عقیدہ ہے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک کتابوں میں اس بارہ میں بہت سی روایات موجود ہیں۔ اور سماع موتی کی نفی جس آیت میں کی گئی ہے۔ اس میں سماع سے مراد قبولیت کا سننا اور ہدایت اختیار کرنا ہے۔'' (الحاوی للفتاوی ص ۱۲ ج ۲)

تلقینِ میت۔

امام نووی شرح المہذب میں فرماتے ہیں دفن کے بعد میت کو تلقین کرنا بالغ کے ساتھ خاص ہے۔ اور چھوٹے بچے کو تلقین نہ کی جائے۔'' (الحاوی للفتاوی ص ۱۷۴ ج ۲)

حیات مصطفےٰ۔

امام سیوطی فرماتے ہیں۔ ''ان سب روایات و احادیث کے مجموعہ سے معلوم ہوا کہ بے شک نبی اکرم ﷺ اپنی قبر انور میں اپنے جسم مع الروح کے ساتھ زندہ ہیں اور متصرف ہیں اور زمین کے اطراف اور ملکوت میں جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں۔ اور آپ آج بھی اسی حالت میں ہیں۔ جس پر آپ وفات کے وقت تھے۔ آپ میں ذرہ بھر تبدیلی نہیں آئی۔ اور نظروں سے اسی طرح غائب ہیں۔ جس طرح فرشتے ہماری نظروں سے غائب ہیں۔ حالانکہ وہ اپنے جسموں کے ساتھ زندہ ہیں۔ سو جب اللہ تعالیٰ کسی کو آپ کا دیدار بخشنا چاہتا ہے۔ تو اس سے پردہ اٹھا دیتا ہے۔ پس وہ آپ کو اپنی اصلی حالت میں دیکھتا ہے۔ اس بارہ میں نہ کوئی مانع موجود ہے۔ اور نہ آپ کی زیارت کو آپ کی مثالی صورت کے ساتھ خاص کرنے کی طرف کوئی داعی ہے۔'' (الحاوی للفتاوی ص ۲۶۵ ج ۳)

ہر جگہ حاضری۔

امام سیوطی فرماتے ہیں۔ ''جب قطب اپنا وجود بڑھا کر پوری کائنات کو بھر دیتا ہے تو سید المرسلین ﷺ اس شرف کے زیادہ مستحق ہیں۔ شیخ ابو العباس طنجی کا یہ قول گزر چکا ہے۔ کہ آسمان عرش و

کرسی رسول اللہ ﷺ کی ذات سے بھرے ہوئے ہیں۔" (الحاوی للفتاوی جلد ۲ ص ۲۶۵)

تبرکات کی زیارت۔

امام ابن جوزی فرماتے ہیں۔ "حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس ایک گھر میں حضور ﷺ کے چند تبرکات تھے۔ وہ ہر روز ان تبرکات کی زیارت کیا کرتے تھے۔ اور جب بھی اہل قریش ان کے پاس جمع ہوتے تو وہ انھیں اس گھر میں لے جاتے۔ اور ان تبرکات کے روبرو کھڑے ہو کر فرماتے۔ یہ اس ہستی کی میراث ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمھیں معزز و مکرم بنایا۔" (الوفا شریف ص ۵۵۵)

عرض کائنات۔

"امام عراقی شرح مہذب میں فرماتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ پر آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت قائم ہونے تک کی جملہ مخلوق پیش کی گئی۔ سو آپ نے سب مخلوق کو پہچان لیا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جملہ نام سکھادیئے تھے۔" (نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۰۸)

قیام تعظیمی۔

امام خفاجی فرماتے ہیں۔ "آج کل کے قیام تعظیمی کے بارہ میں اختلاف ہے۔ اور امام قاضی زکریا کا یہ قول زیادہ اچھا ہے کہ قیام تعظیمی عالم دین یا پرہیز گار شخص یا عادل حکمران کے لئے مستحب ہے۔ بلکہ یہ اس صورت میں واجب ہے جبکہ ظالم حکمران کے سامنے نہ کھڑا ہونے میں ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ اور سفر سے آنے والے اور قریبی رشتہ دار کے لئے بھی ان کی تکریم اور صلہ رحمی کے لئے قیام تعظیمی مستحب ہے۔" (نسیم الریاض ص ۹۶ ج ۲)

سراپا نور۔

امام علی قاری فرماتے ہیں۔ "بلکہ میں کہتا ہوں کہ حضور ﷺ اپنے قلب و قالب کے ساتھ نور ہیں۔ جملہ انوار عالم آپ سے روشن ہیں اور جملہ اسرار آپ سے تابندہ ہیں۔ اور روایت میں آیا ہے کہ آپ نے دعا میں فرمایا۔ اے میرے اللہ مجھے سراپا نور بنا دے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کا نام نور رکھا ہے۔ جیسا کہ یہ پہلے گزر چکا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم" (شرح شفاء شریف ص ۲۱۵ ج ۲)

انتقال نور۔

''حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی کا یہ قول کتنا اچھا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پاکیزہ پشتوں اور پاک پیٹوں میں منتقل ہوتے رہے۔ در آں حالیکہ آپ بہت بڑا نور تھے۔اور اپنے سجدہ کرنے والے آباء وامہات کی پیشانیوں میں چمکتے تھے۔یہاں تک کہ آپ خیر المرسلین ﷺ بن کر تشریف لائے۔''(الحاوی ص۲۲۱ ج۲)

ایمان والدین مصطفیٰ۔

امام سیوطی فرماتے ہیں۔''حضور ﷺ کے والدین کے بارہ میں شرعی حکم یہ ہے کہ وہ دونوں نجات یافتہ ہیں۔اور دوزخ میں نہیں ہیں۔اس کی تصریح علماء کی ایک جماعت نے کی ہے۔''(الحاوی ص۲۰۲ ج۲)

شفاعت۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں۔''انبیاء علیہم السلام کی شفاعت اور ہمارے نبی ﷺ کی شفاعت گناہ گار مومنوں اور اہل کبائر کے حق میں اور اسی طرح فرشتوں،علماء،اولیاء،شہداء،فقراء اور صبر کرنے والے مومنوں کے وفات یافتہ بچوں کی شفاعت حق ہے۔''(شرح فقہ اکبر ص۱۱۲)

بے مثل بشریت۔

امام شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔''حضور ﷺ بظاہر بشر اور بباطن ملکوتی ہیں۔آپ احوال بشری سے صرف اسی وقت متحلی ہوتے ہیں۔جب اللہ تعالیٰ کا ان کے متعلق ارادہ ہوتا ہے۔تاکہ امت کے لئے نمونہ قائم ہو۔پس حضور ﷺ کا آدمیوں میں شمار ہونا اسی طرح ہے جس طرح یاقوت کا پتھروں میں شمار ہونا۔''(نسیم الریاض ص۴۵۸ ج۱)

میلاد مصطفیٰ ﷺ۔

امام سیوطی فرماتے ہیں۔''بلاشبہ میلاد کا اصل عمل یعنی لوگوں کا جمع ہونا اور حسب استطاعت قرآن خوانی کرنا اور حضور ﷺ کی پیدائش کے متعلق روایات اور آپ کی تشریف آوری کے

بارہ میں آیات بیان کرنا۔ پھر حاضرین کے لئے دستر خوان چننا اور ان کا کھانا کھانے کے بعد بلا کسی ناروا زیادتی کے اپنے گھروں کو واپس چلا جانا بدعت حسنہ ہے۔ جس پر میلاد منعقد کرنے والے کو ثواب دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں حضور ﷺ کی تشریف آوری پر اظہار فرح و سرور ہے اور اس میں آپ کی تعظیم ہے۔" (الحاوی ص۱۸۹ ج۱)

اتیان ارواح۔

امام سیوطی فرماتے ہیں۔ "محدث ابن ابی الدنیا حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے فرمایا مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ مومنوں کی روحیں آزاد ہوتی ہیں اور جہاں چاہیں چلی جاتی ہیں۔" (الحاوی ج۱ ص ۲۷۳)

پاکیٔ فضلات۔

امام یوسف نبہانی فرماتے ہیں "ان حدیثوں میں اس بات پر دلالت موجود ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیشاب اور خون پاک ہے۔ شیخ الاسلام بن حجر فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے فضلات کی پاکی پر بہت سے دلائل موجود ہیں۔ اور آئمہ نے اسے آپ کے خصائص میں سے شمار کیا ہے۔ اور امام نووی قاضی حسین سے نقل کرتے ہیں کہ زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ آپ کے سب فضلات قطعاً پاک ہیں۔ اور یہی قول امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ جیسا کہ امام بدرالدین نے فرمایا" (الانوار المحمدیہ ص۲۱۹ ج۱)

انگوٹھے چومنا۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی فرماتے ہیں۔ آذان کی پہلی شہادت رسالت سنتے وقت صلے اللہ علیک یا رسول اللہ کہنا اور دوسری شہادت رسالت سنتے وقت قرۃ عینی بک یا رسول اللہ کہنا اور آنکھوں پر انگوٹھے رکھ کر اللھم متعنی بالسمع والبصر کہنا مستحب ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسا کرنے والے کو جنت میں لے جائیں گے۔" (شامی باب الآذان)

نذر اولیآء۔

شیخ احمد المعروف ملاجیون تفسیرات احمدیہ میں مااھل بہ لغیر اللہ کی بحث تحریر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ "یہاں سے معلوم ہوا کہ جس گائے کی نذر اولیآء کے لیے مانی جاتی ہے۔ جیسا کہ ہمارے زمانے میں رواج ہے۔ حلال وطیب ہے۔ کیونکہ اس پر بوقت ذبح غیر خدا کا نام نہیں لیا جاتا۔ اگرچہ لوگ اس گائے کو اولیآء کے لیے نذر مانتے ہیں۔" (البصائر)

میت کے لیے دعا۔

امام علی قاری فرماتے ہیں۔ "بلاشبہ زندوں کا اموات المسلمین کے لیے دعا کرنا اور ان کی طرف سے صدقہ خیرات کرنا نفع دیتا ہے۔" (شرح فقہ اکبر ص ۱۵۴)

نبوت قبل ولادت۔

امام علی قاری فرماتے ہیں "اور اس میں اس بات پر دلالت موجود ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت آپ کی عمر شریف کے ابتدائی چالیس سال کے مابعد حصہ میں منحصر نہیں۔ جیسا کہ ایک جماعت نے کہا ہے۔ بلکہ آپ ولادت کے دن سے وصف نبوت سے موصوف تھے۔ بلکہ حدیث کنت نبیاً و آدم بین الروح والجسد اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ عالم ارواح میں سب اشیاء کی پیدائش سے پہلے بھی وصف نبوت سے متصف تھے۔ اور یہ وصف آپ کے ساتھ خاص ہے۔ اور اس کا یہ معنی نہیں کہ آپ عالم ارواح میں بالفعل نبی تو نہ تھے۔ بلکہ آپ وصف نبوت کا موء .ف بننے کے لیے پیدا کیے گئے تھے۔ یا آپ میں حصول رسالت کی قابلیت موجود تھی۔ جیسا کہ یہ امام غزالی کے کلام سے سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اس معنی پر آپ میں اور دوسرے انبیاء میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ اور نہ یہ بات معرض مدح میں بیان کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔" (شرح فقہ اکبر ص ۷۲)

عرس۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں "اگر تم کہو کہ ہمارے ملک میں مشائخ عظام کی وفات کے دنوں میں عرس کی پابندی کا جو رواج ہے۔ کیا اس کی کوئی شرعی اصل ہے یا نہیں؟ تو میں کہوں گا

کہ میں نے ان باتوں کے متعلق اپنے مرشد امام عبدالوہاب متقی مکی سے دریافت کیا۔ توانہوں نے فرمایا۔ یہ باتیں ہمارے مشائخ کے طریقے اور عادات سے ہیں اور وہ اس بارہ میں کچھ اچھی نیتیں رکھتے ہیں۔" (ماثبت من السنۃ ص ۲۲۲)

ذکر جہر۔

امام سیوطی فرماتے ہیں۔ "صوفیائے کرام کی عادت ہے کہ وہ مسجد میں ذکر جہر کا حلقہ بناتے ہیں۔ اور بلند آوازی سے کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں۔ اس میں اصلاً کوئی کراہت نہیں۔ اور بہت سی حدیثیں ذکر جہر کے استجاب میں وارد ہوئی ہیں۔" (الحاوی للفتاوی ص ۳۸۹ ج ۱)

بے سایہ ہستی۔

امام خفاجی فرماتے ہیں۔ "ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ "میں لکھنا نہیں چاہتا تاکہ قلم کا سایہ اللہ تعالیٰ کے نام پر نہ پڑے۔" سو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس ادب کی یہ جزادی کہ آپ کا سایہ زمین سے اٹھادیا۔ تاکہ کوئی شخص آپ کے سایہ پر قدم نہ رکھے۔" (نسیم الریاض ص ۳۹۸ ج ۲)

قبر پر عمارت۔

عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں۔ "اور جامع الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ بلاشبہ مشائخ اور علماء اور سادات کی قبور پر عمارت بنانے میں کوئی کراہت نہیں۔" (کشف النور)

قبر پر کپڑا ڈالنا۔

یہی امام فرماتے ہیں۔ "اولیاء و صالحین کی قبور پر پردے، پگڑیاں اور کپڑے ڈالنے میں اگر مقصود عوام الناس کی آنکھوں میں ان کی بزرگی پیدا کرنا ہو۔ تاکہ وہ ان کی بے ادبی سے بچیں۔ تو ایسا کرنا جائز ہے۔ اس سے منع نہیں کرنا چاہیے۔ اور اسی پر قیاس کیا جاتا ہے اولیاء و صالحین کی قبور کے پاس چراغ جلانے اور بتیاں روشن کرنے کو جبکہ وہ ان کی تعظیم ظاہر کرنے کے لیے ہوں" (کشف النور ص ۱۴)

قبر سے تبرک۔

اور یہی امام فرماتے ہیں۔ ''بزرگان دین کی قبور پر ہاتھ رکھنا اور اولیاء کی روحانیت کی جگہوں سے برکت لینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔'' (کشف النور)

نذر و نیاز۔

اور یہی امام فرماتے ہیں۔ ''اور اسی طرح اولیاء کے لیے درھم و دینار کی نذر ماننا تا کہ وہ ان کی قبور کے پاس رہنے والے فقراء پر صرف کی جائیں۔ فی نفسہ جائز امر ہے۔ اور جو لوگ ان باتوں کو بغیر کسی قطعی دلیل کے حرام کہتے ہیں۔ ان کے اس فعل کی وجہ یہی ہے کہ وہ نہ اللہ تعالیٰ سے شرماتے ہیں اور نہ انہیں خوف خدا ہے۔'' (کشف النور ص ۱۷)

ختم نبوت کا مفہوم۔

اور یہی امام فرماتے ہیں۔ ''زجاج نے اپنی کتاب معانی القرآن میں فرمایا۔ خاتم النبیین کا معنی ہے آخر النبیین لا نبی بعدہ۔ (یعنی وہ آخری نبی جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔) اور مفسر بیضاوی نے فرمایا۔ خاتم النبیین کا معنی ہے وہ آخری نبی جس کی آمد پر سلسلہ انبیاء ختم ہو جائے۔ یا اس کے سبب سے باب نبوت بند ہو جائے۔'' (الحدیقۃ الندیہ ج ۱ ص ۲۸)

حیلہء اسقاط۔

امام ابو اللیث سمرقندی حنفی فرماتے ہیں۔ ''قلاب کی بیوی جیبہ فوت ہو گئی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کی نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد ۲۳ پارہ سے ۳۰ پارہ تک کی جزء قرآنی کو بیس آدمیوں کے درمیان پھیرایا۔ (المدارج السنیہ ص ۲۹)

زیارت قبور۔

امام سیوطی فرماتے ہیں۔ ''بہت سی حدیثیں اور روایتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جب بھی زائر قبر پر جاتا ہے۔ صاحب قبر کو اس کا علم ہو جاتا ہے۔ اس کی بات سنتا اور اس کی وجہ سے انس حاصل کرتا ہے۔ اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔'' (الاصول الاربعہ ص ۸۰۸)

استمداد

''چونکہ مومنوں کی روح متصرف ہوتی ہے اس لیے سرور عالم ﷺ نے فرمایا۔ اگر صحرا میں تمہیں کوئی مشکل پیش آجائے اور کوئی مدد گار نظر نہ آئے تو تم تین مرتبہ پکار کر کہو۔ یا عباد اللہ اعینونی. اے اللہ کے بندو میری امداد کرو۔ اس ارشاد میں عباد کا لفظ عام ہے۔ جو رجال الغیب، ملائکہ، صالحین کے ارواح طیبہ سب کو شامل ہے۔ اور اصحاب مشاہدہ اور علماءِ ثقات نے بارہا اس کا تجربہ کیا تو اسے صحیح پایا۔'' (الاصول الاربعہ ص ۳۱)

الحاصل اصلی سنی وہی لوگ ہیں جو قدیم علمائے اہل سنت کے ان مذکورہ بالا عقائد حقہ پر ہیں۔ اور آج کے دور میں صرف اور صرف ان عقائد کو حق ماننے والے وہی لوگ ہیں۔ جو اعلیٰحضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین وہم خیال ہیں۔

الغرض اگر کوئی شخص تعصب کی عینک اتار کر بنظر انصاف مسلک اعلیحضرت اور قدیم سنی حنفی علماء کے مسلک میں موازنہ کرے تو اسے سرمو فرق نظر نہ آئے گا۔ ہاں بہتان تراشوں کی شرانگیزی اور عقل و دیانت کے دشمنوں کی ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔ واللہ لایھدی القوم الظالمین وہذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ہذا الرسالۃ تقبلہا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ

(۱۵ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ)

چھٹا مقالہ

اصلی حنفی کی پہچان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر الانبیاء والمرسلین وعلیٰ عبادہ الصالحین۔ امابعد۔

مخالفین اہل سنت ہم بریلوی اہل سنت کو بدعتی کہتے ہیں۔ وہ جن مسائل واحکام کی بناء پر یہ قول کرتے ہیں۔ ان کا ثبوت ہم اس مختصر مقالہ ''اصلی حنفی کی پہچان'' میں مقتدر حنفی ائمہ وعلمائے کرام کی معتبر کتب متون وشروح وحواشی وفتاوٰی سے پیش کر رہے ہیں۔ تاکہ ناظرین پر بریلوی اہل سنت کا اصلی سنی حنفی ہونا واضح ہو جائے۔ وباللہ التوفیق۔

بدعت۔

کتاب شرعۃ الاسلام میں اس سنت کے بیان میں جس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ فرمایا۔ سنت جس سے تمسک واجب ہے وہ سنت ہے۔ جس پر شہادت دیئے ہوئے زمانے والے تھے۔ اور اس سے مراد خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام پھر ان کے بعد تابعین پھر ان کے بعد تبع تابعین کا زمانہ ہے۔ فما احدث بعد ذلک من امر علیٰ خلاف منا هجهم فهو من البدعة۔ پس جو بات اس زمانہ کے بعد صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے طریقوں کے برخلاف پیدا ہوئی ہو۔ وہ بدعت ہے۔ (حدیقہ ندیہ ص۱۳۶ ج۱)

بدعت حسنہ۔

سورتوں کے نام اور آیتوں کی تعداد لکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ وھو وان کان احداثا فھو بدعۃ حسنۃ وکم من شیء کان احداثا وھو بدعۃ حسنۃ۔ اور یہ کام اگرچہ نیا ہے مگر بدعت حسنہ ہے اور کتنے نئے کام بدعت حسنہ ہوتے ہیں۔ اور کتنے کام اختلاف زمان ومکان کی وجہ سے بدل جاتے ہیں۔ جیسا کہ جواھر الاخلاطی میں ہے۔'' (فتاوٰی عالمگیری ص۳۲۳ جلد پنجم)

ختم شریف۔

''کتاب الینابیع میں ہے۔ کہ قرآن ختم کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ ختم قرآن کے وقت اپنے اہل وعیال کو جمع کرے۔ اور ان کے لیے دعا مانگے۔'' (فتاوٰی عالمگیری ص۳۱۷ جلد پنجم)

مسجد میں ذکر بالجہر

''حنفی کتب فتاوٰی میں مذکور ہے کہ اللہ کے ارشاد ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ کے پیش نظر مسجدوں میں ذکر جہر سے منع نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ ممانعت اس آیت کریمہ کے تحت داخل ہے۔'' (طحطاوی ص ۱۷۴)

یارسول اللہ کہنا۔

''امام قہستانی نے کتاب کنزالعباد سے نقل کیا ہے کہ آذان میں پہلی شہادت رسالت سن کر صلے اللہ علیک یارسول اللہ کہنا اور دوسری سن کر اپنی آنکھوں پر اپنے انگوٹھے رکھنے کے بعد قرت عینی بک یارسول اللہ اللھم متعنی بالسمع والبصر کہنا مستحب ہے۔ اور ایسا کرنے والے کو حضور ﷺ اپنے پیچھے جنت میں لے جائیں گے۔'' (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۱۱)

حیلہ ءاسقاط۔

''اور اگر میت کی نمازوں روزوں وغیرہ کے لیے اس کا وصیت کردہ مال کفایت نہ کرے۔ تو وارث یہ مقدار فقیر کو دے۔ سو اس کے اندازہ پر بعض واجبات ساقط عن ذمۃ المیت ہو جائیں گے۔ پھر فقیر وہ مال وارث پر ہبہ کرے۔ اور وہ اس پر قبضہ بھی کرے۔ پھر دوسری بار وہی مال فقیر کو دے۔ تو اس کے اندازہ پر اور بعض واجبات ساقط ہو جائیں گے۔ پھر ایسا ہی بار بار کریں۔ یہاں تک کہ سب واجبات میت کے ذمہ سے ساقط ہو جائیں۔ وھذا ھوا لمخلص فی ذلک ان شاء اللہ تعالیٰ بمنہ و کرمہ۔ اور یہ طریقہ انشاء اللہ تعالیٰ اللہ کے احسان اور اس کی مہربانی سے اس بارہ میں خلاصی دلانے والا ہے۔'' (مراقی الفلاح ص ۲۳۸)

قبر پر تلاوت قرآن پاک۔

''جب میت کو دفنانے سے فارغ ہو جائیں تو اس کی قبر کے پاس اتنی دیر تک قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے اور اس کے لیے دعا مانگتے ہوئے بیٹھنا۔ جتنی دیر میں اونٹ ذبح ہو کر تقسیم ہو جائے۔ مستحب ہے۔ کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ اس سے میت کو انس حاصل ہوتا ہے۔ اور اس سے اسے نفع پہنچتا ہے۔'' (طحطاوی ص ۳۳۸)

تلقین میت۔

''اور دفن کے بعد میت کو تلقین کرنا اچھا کام ہے۔ اور شافعیوں نے اسے مستحب قرار دیا ہے۔'' (طحطاوی ص۳۳۸)

صدقہ عن المیت۔

''کتاب شرعۃ الاسلام میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ میت کا وارث پہلی رات گذرنے سے پہلے میت کے لیے جو کچھ میسر ہو صدقہ کرے۔ اور اگر کچھ بھی میسر نہ ہو تو دوگانہ پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچائے۔ اور میت دفنانے کے بعد سات دن تک ہر روز جو کچھ میسر ہو اسے میت کی طرف سے صدقہ کرنا مستحب ہے۔'' (طحطاوی ص۳۳۸)

طعام ودعوت اہل میت۔

''امام احمد اور امام ابو داؤد ایک انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک جنازہ کے لیے نکلے۔ پھر آپ جب واپس ہوئے تو میت کی بیوی کا داعی ملا۔ سو آپ واپس تشریف لے گئے تو کھانا لایا گیا۔ آپ نے کھانا کھایا۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اہل میت کا کھانا تیار کرنا اور اس دعوت کو قبول کرنا مباح ہے۔ بلکہ خود امام بزازی حنفی نے بھی ذکر فرمایا ہے کہ اگر اہل میت فقراء کے لیے کھانا تیار کریں تو اچھا ہے۔'' (طحطاوی ص۳۳۹)

ایصال ثواب۔

''پس انسان کو اختیار ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کے لیے کر دے۔ یہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک ہے۔ خواہ اس کا یہ عمل نماز ہے یا روزہ یا حج یا صدقہ یا تلاوتِ قرآن یا اذکار یا اور کسی قسم کی نیکی۔ اور یہ عمل اس میت کو پہنچتا ہے اور اسے نفع دیتا ہے۔ یہ امام زیلعی حنفی نے باب الحج عن الغیر میں فرمایا۔'' (مراقی الفلاح ص۳۴۱)

قبر پر پھول ڈالنا۔

''شرح مشکوۃ میں ہے کہ ہمارے بعض متاخرین مفتیوں نے حدیث وضع الجرائد کی بنا پر قبر پر پھول

ڈالنے کے مسنون ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ جب شاخ کی تسبیح کے وسیلہ سے میت سے تخفیف کی امید ہے تو تلاوت قرآن تو اس سے بھی زیادہ برکت والا کام ہے۔" (طحطاوی علی المراقی ص ۳۴۳)

دعائے میت۔

"اگر کسی نے میت کی طرف سے کچھ صدقہ کیا اور اس کے لیے دعا مانگی تو یہ جائز ہے اور یہ دونوں چیزیں میت کو پہنچتی ہیں۔ جیسا کہ خزانۃ الفتاوٰی میں ہے۔" (فتاوٰی عالمگیری ص ۳۱۹ ج ۵)

تعویز لٹکانا۔

"تعویز لٹکانے میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں قضائے حاجت اور مجامعت کے وقت اتار دیا کرے جیسا کہ کتاب الغرائب میں ہے۔" (فتاوٰی عالمگیری ص ۳۵۶ ج ۵)

والدین کی قبر چومنا۔

"اور اگر کوئی اپنے والدین کی قبر چومے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ کتاب الغرائب میں ہے۔" (فتاوٰی عالمگیری ص ۳۵۱ ج ۵)

قرآن چومنا۔

"حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر صبح قرآن کو پکڑتے اور اسے چومتے تھے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرآن کو چومتے اور اپنے چہرے سے ملتے تھے۔" (طحطاوی ص ۱۷۵)

دست بوسی۔

"پس ان احادیث کے مجموعہ سے معلوم ہوا کہ کسی کے "ہاتھ، پاؤں، پہلو، سر، پیشانی، ہونٹوں اور آنکھوں کے مابین بوسہ دینا مباح ہے۔ بشرطیکہ تعظیم و تکریم کی غرض سے بوسہ دے۔ ورنہ شہوت کی وجہ سے جائز نہیں۔ سوائے اس کے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کو شہوت سے چومیں۔" (طحطاوی ص ۱۷۴)

تعظیم سے جھکنا۔

"اگر کسی کی تعظیم کے لیے رکوع کی حد تک جھکے تو جائز نہیں۔ جس طرح سجدہ تعظیمی جائز

نہیں۔اور رکوع کی حد سے کم جھکنے میں کوئی حرج نہیں۔''(حدیقہ ندیہ ص ۷۵۴ ج ۱)

قیام تعظیمی۔

''اگر کسی مسلمان کے لیے قیام تعظیمی نہ کیا جائے تو اسے اذیت ہوتی ہو تو بہتر یہ ہے کہ اس کے احترام کے لیے اٹھا جائے۔ کیونکہ یہ اذیت ناچاقی اور دشمنی کا ذریعہ بن جائے گی۔اور بزرگان دین کے لیے قیام تعظیمی کے مستحب ہونے کی دلیل حضور ﷺ کی یہ حدیث ہے کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا۔''اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ۔''اس حدیث میں خطاب صرف انصار کو تھا یا سب حاضرین کو دونوں باتوں کا احتمال ہے۔''(حدیقہ ندیہ ص ۷۵۴ ج ۱)

تلاوت قرآن کے وقت قیام تعظیمی۔

''فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ اگر لوگ قرآن پڑھ رہے ہوں یا کوئی ایک شخص قرآن پڑھ رہا ہو اور اس حال میں کوئی صاحب وجاہت وشرافت شخص داخل ہو تو اس بارہ میں فقہاء حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر وہ آنے والا شخص عالم دین ہے۔یا باپ ہے۔یا استاد ہے۔تو اس کیلئے تعظیماً اٹھنا جائز ہے۔ورنہ نہیں۔''(فتاویٰ عالمگیری ص ۳۱۶ ج ۵)

ہمراہ جنازہ کلمہ پڑھنا۔

''امام شعراوی عہود المشائخ میں فرماتے ہیں۔ہم اپنے کسی بھائی کو اس بات پر قدرت نہیں دیں گے کہ وہ ایسی بات کا انکار کرے جسے مسلمانوں نے عبادت کی وجہ پر ایجاد کیا ہو۔اور اسے اچھا سمجھا ہو۔جیسا کہ اس مسئلہ کی تقریر اس کتاب میں کئی جگہ گزر چکی ہے۔خصوصاً وہ نئے کام جن کا تعلق اللہ اور اس کے رسول سے ہے۔مثلاً لوگوں کا جنازہ کے آگے کلمہ طیبہ پڑھنا یا قرآن مجید وغیرہ پڑھنا۔سو جو ان کاموں کو حرام کہے وہ شریعت کے فہم سے قاصر ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ کے زمانے کے بعد جو کام ایجاد ہوا ہو۔وہ مذموم نہیں ہوتا''(حدیقہ ندیہ ص ۴۰۹ ج ۲)

قبور اولیاء پر روشنی کرنا۔

''اور ایک آفت قبروں کے پاس شمعیں، قندیلیں اور چراغ جلانا ہے۔ کیونکہ یہ اسراف اور بدعت

سیئہ ہے۔اور یہ اس وقت ہے جبکہ قبور کے پاس چراغ جلانے میں کوئی فائدہ نہ ہو۔اور اگر قبور کے نزدیک مسجد ہے۔یا راستہ ہے۔یا وہاں کوئی شخص بیٹھا ہوا ہے۔یا وہ کسی ولی اللہ یا محقق عالم دین کا مزار ہے۔اور اس کی روح کی تعظیم کے لیے روشنی کی گئی ہے۔لوگوں کو یہ بتانے کے لیے کہ یہ قبر کسی ولی کی ہے۔تا کہ وہ اس قبر سے برکت حاصل کریں اور اس کے پاس دعا مانگیں۔تا کہ وہ دعا قبول ہو جائے۔تو بلاشبہ یہ جائز ہے۔اس سے منع نہ کیا جائے گا۔اور اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے۔" (حدیقہ ندیہ ص ۶۳۰ ج ۲)

چراغاں۔

"امام غزالی احیاء العلوم میں حضرت ابو علی روذباری کے بارہ میں روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک مہمان کی خاطر ایک ہزار چراغ جلائے۔تو وہ مہمان کہنے لگا۔آپ نے اسراف کیا ہے۔آپ نے فرمایا۔اندر جا اور میں نے جو چراغ غیر خدا کے لیے جلائے ہیں بجھا دے۔سو وہ مہمان اندر گیا اور کسی ایک چراغ کو بھی نہ بجھا سکا۔" (حدیقہ ندیہ ص ۷۲ ج ۲)

مسجد میں چراغاں۔

"امام اسماعیل حقی تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں۔جاننا چاہیے کہ جب اللہ نے آسمان دنیا کی زینت کے لیے ستارے بنائے تو بندوں کو مسجدوں اور جامع مسجدوں کی چھتوں کو چراغوں اور قندیلوں سے مزین کرنا چاہیے۔اور نیکی کے کام میں فضول خرچی نہیں پائی جاتی۔اور ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد کو عشاء کے وقت کھجور کے پتوں سے روشن کیا جاتا تھا۔پھر جب حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ اپنے ساتھ قندیلیں، رسیاں اور زیتون کا تیل لائے اور یہ قندیلیں مسجد کے ستونوں کے ساتھ لٹکائی گئیں اور جلائی گئیں۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔تو نے ہماری مسجد کو روشن کیا ہے۔خدا تجھ پر روشنی کرے۔اور اللہ کی قسم اگر کوئی میری بیٹی ہوتی تو میں اس کا نکاح ضرور تیرے ساتھ کر دیتا۔اور آپ نے حضرت تمیم کا نام سراج رکھا۔حالانکہ ان کا پہلا نام فتح تھا۔پھر قندیلوں میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کثرت کر دی۔جبکہ انہوں نے مسلمانوں کو رمضان کی راتوں میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ

عنہ کے پیچھے نماز تراویح پڑھنے پر جمع کیا۔ سو جب یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھی۔ تو فرمایا۔ اے ابن خطاب۔ آپ نے ہماری مسجد کو روشن کیا ہے۔ خدا آپ کی قبر روشن کرے۔" (حاشیہ جلالین ص ۲۶۷)

قبر پر گنبد بنانا۔

"امام شیخ عبدالغنی نابلسی حنفی نے کشف النور میں لکھا ہے کہ بلاشبہ ہر اچھی نئی بات جو مقصود شرع کے موافق ہو۔ سنت کے حکم میں داخل ہے۔ سو علماء، اولیاء و صلحاء کی قبور پر گنبد بنانا اور ان پر پردے، پگڑیاں اور کپڑے ڈالنا تاکہ عوام کی نظر میں ان کی عظمت اجاگر ہو اور وہ ان کی بے ادبی سے بچیں۔ جائز ہے" (تحریر المختار ص ۱۲۳ ج ۱)

تیل بتی کی نظر کرنا۔

"امام نابلسی کشف النور میں فرماتے ہیں اور اسی طرح اولیاء و صلحاء کی قبور کے پاس بتیاں اور شمعیں جلانا بھی ان کی تعظیم و توقیر کے باب سے ہے۔ تو اس میں مقصد اچھا ہے۔ اور اولیاء کی قبور کے پاس تیل اور بتی جلانے کی نذر ماننا بھی بوجہ ان کی محبت و تعظیم کے جائز ہے۔ اس سے منع نہ کرنا چاہئے۔" (تحریر المختار ص ۱۲۳ ج ۱)

اہل قبور سے استمداد۔

"جس شخص کو کوئی حاجت ہو وہ کسی نیک شخص کی قبر پر جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد جائے۔ پھر اس قبر کے سرہانے باوضو قبلہ رخ بیٹھ کر سورۃ فاتحہ ایک بار، آیت الکرسی ایک بار، سورہ زلزال دوبار، سورۃ تکاثر تین بار، سورۃ اخلاص دس بار، سورۃ جاثیہ کی آخری آیت **فلله الحمد** سے آخر تک تین بار، تکبیر تشریق تین بار اور درود شریف ابتداء میں تین بار اور آخر میں سات بار اس صیغہ کے ساتھ پڑھے **صلی الله علی محمد النبی الامی و اله کما هوا هله** اور ان چیزوں کا ثواب صاحب قبر کو پہنچائے۔ اور اپنے رب سے اپنی حاجت مانگے۔ اور یوں کہے۔ **یا من لا یشرک فی حکمه احداقض حاجتی هذه و حید اً کما خلقتنی و حیداً**۔ اور یہ کلمات سات مرتبہ دھرائے تو اللہ تعالیٰ اس گھڑی میں اس صاحب قبر کی روح کو حاضر کر دے گا۔ اور

وہ اس کی سفارش کرے گا۔ تو اس کی حاجت پوری ہو جائے گی۔ یہ مجربات میں سے ہے۔"
(تحریر رافعی ص ۲۴ ۱ ج ۱)

زیارت روضہ ءنبوی۔

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارہ میں مروی ہے کہ جب وہ سفر کا ارادہ فرماتے یا سفر سے واپس آتے تو حضور ﷺ کی قبر پر تشریف لے جاتے۔ اور درود شریف پڑھ کر دعا مانگتے۔ پھر گھر تشریف لاتے تھے۔ امام محمد بن حسن شیبانی نے فرمایا۔ ایسا ہی کرنا چاہیے۔ جب کوئی شخص مدینہ منورہ آئے تو حضور ﷺ کی قبر پر زیارت کرے۔" (موطا امام محمد ص ۳۹۶)

محافل ذکر خیر۔

اور اسی قبیل سے لوگوں کو ذکر جہر کی محافل میں حاضر ہونے سے اور بزرگوں کے اشعار پڑھنے سے روکنا ہے۔ اگرچہ فقہائے حنفیہ نے ذکر جہر کی کراہت کی تصریح کی ہے۔ لیکن شافعی ائمہ مثلاً امام نووی وغیرہ نے اس کے استحباب کی تصریح کی ہے۔ اور نامناسب ہے کہ عوام کو ایسے کام سے روکا جائے جس کے جواز کا قائل مسلمانوں کا کوئی امام ہو۔ اگرچہ عوام اپنے آپ کو حضرت امام ابو حنیفہ کے مذہب کا مقلد سمجھتے ہوں۔" (حدیقہ ندیہ ص ۱۵۰ ج ۲)

مصافحہ بعد از نماز صبح۔

"اور اسی قبیل سے ہے عوام کو نماز فجر و عصر کے بعد مصافحہ کرنے سے روکنا۔ اس بناء پر کہ بعض متاخرین ائمہ حنفیہ نے اس کی کراہت کی تصریح کی ہے۔ اس دعوی پر کہ یہ عمل بدعت ہے۔ حالانکہ یہ مصافحہ مطلق مصافحہ کے سنت ہونے کے عموم میں داخل ہے۔ اور امام نووی نے کتاب الاذکار میں اور دیگر شافعی ائمہ نے ان دو وقتوں میں مصافحہ کرنے کو بدعت مباحہ قرار دیا ہے۔ لہذا کسی واعظ و مدرس کو نہ چاہیے کہ وہ عوام کو اس کام سے روکے جس کے جواز کا فتوی مسلمانوں کے کسی امام نے دیا ہو۔" (حدیقہ ندیہ ص ۱۵۰ ج ۲)

صلوٰۃ الرغائب باجماعت پڑھنا۔

"اور اسی قبیل سے ہے لوگوں کو صلوٰۃ الرغائب باجماعت پڑھنے اور صلوٰۃ لیلۃ القدر پڑھنے سے

روکنا۔ اگرچہ علماء نے ان نمازوں میں جماعت کو مکروہ بتایا ہے۔ عوام کے حق میں کراہت کا فتوی نہ دیا جائے گا۔ تاکہ نیکی کے کاموں سے ان کی رغبت کم نہ ہو جائے۔'' (حدیقہ ندیہ ص ۱۵۰ ج ۲)

عہد نامہ قبر میں رکھنا۔

''امام صفار نے ذکر کیا ہے کہ اگر میت کی پیشانی پر یا اس کے عمامہ پر یا اس کے کفن پر عہد نامہ لکھا جائے۔ تو امید ہے کہ اللہ تعالی اس کی بخشش کر دے گا۔ اور اسے عذاب قبر سے محفوظ رکھے گا۔ امام نصیر نے فرمایا یہ روایت میت کے ساتھ عہد نامہ رکھنے کے جواز میں ہے اور مروی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اصطبل میں گھوڑوں کی رانوں پر حبیس فی سبیل اللہ لکھا ہوتا تھا۔'' (فتاوی بزازیہ ص ۳۷۶ ج ۶)

پیشانی ء میت پر بسم اللہ لکھنا۔

بعض بزرگوں نے وصیت کی کہ ان کی پیشانی اور سینے پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا جائے۔ سو ایسا کیا گیا۔ وہ خواب میں دیکھے گئے اور ان سے پوچھا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ جب میں قبر میں رکھا گیا۔ تو عذاب کے فرشتے آئے۔ سو جب انہوں نے میری پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا دیکھا تو انہوں نے کہا۔ تو اللہ کے عذاب سے بچ گیا ہے۔'' (درمختار ص ۶۶۷ ج ۱)

میت کے سینے پر کلمہ لکھنا۔

''ہاں بعض حاشیہ نگاروں نے کتاب فوائد الشرجی سے نقل کیا ہے کہ میت کی پیشانی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور اس کے سینے پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ انگشت شہادت سے بغیر سیاہی کے لکھنے کا جو معمول ہے۔ وہ میت کے نہلانے کے بعد کفنانے سے پہلے ہونا چاہیے'' (شامی ص ۶۶۹ ج ۱)

کفنی لکھنا۔

''میت کی پیشانی یا اس کی پگڑی یا اس کے کفن پر عہد نامہ لکھا جائے تو اس کی بخشش کی امید کی جاتی ہے۔'' (درمختار ص ۶۶۸ ج ۱)

قبر پر حفاظ بٹھانا۔

''میت کو رات کے وقت دفن کرنا اور اس کی قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنے والوں کو بٹھانا مکروہ نہیں۔ اور یہی مختار قول ہے۔'' (در مختار ص ۲۶۸ ج ۱)

میت کو عمامہ پہنانا۔

''اور میت کے لئے اصح روایت میں عمامہ مکروہ ہے۔ یہ کتاب المجتبیٰ میں ہے اور متاخرین فقہائے حنفیہ نے علمائے دین اور اہل شرافت کے لئے عمامہ مستحسن قرار دیا ہے۔'' (در مختار ص ۶۳۶ ج ۱)

تثویب۔

''تمام اوقات میں آذان کے بعد تثویب کہی جائے کیونکہ امور دینیہ میں سستی ظاہر ہو چکی ہے۔ اور یہ اصح روایت ہے۔ اور ہر شہر کی تثویب اس شہر والوں کے تعارف کے مطابق ہونی چاہیے۔ جیسا کہ موءذن کا آذان کے بعد الصلوٰۃ الصلوٰۃ یا مصلین قوموا الی الصلوٰۃ کہنا۔'' (مراقی الفلاح ص ۱۰۷)

آذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنا۔

''یا نماز مغرب میں دو مرتبہ صلوٰۃ وسلام پڑھنے سے مراد مغرب کی آذان کے بعد اور مغرب وعشاء کی نمازوں کے مابین جمعہ اور سوموار کی راتوں میں پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام ہے اور دمشق میں اس

صلوٰۃ وسلام کا نام

صلوٰۃ وسلام کا نام تذکیر ہے۔ جس طرح جمعہ کے دن ظہر کی نماز سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے اور میرے خیال میں موءخرالذکر کو کسی نے بھی ذکر نہیں کیا۔'' (درالمختار ص ۲۸۷ ج ۱)

آذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنا۔

''آذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی ابتداء ربیع الآخر ۷۸۱ھ بروز سوموار بوقت عشاء ہوئی پھر جمعہ کے دن پڑھا جانے لگا۔ پھر دس سال بعد سوائے مغرب کی نماز کے سب نمازوں میں پڑھا جانے لگا۔ پھر مغرب میں دو مرتبہ پڑھا جانے لگا۔ اور یہ آذان کے بعد صلوٰۃ وسلام بدعت حسنہ ہے۔''
(در مختار ص ۲۸۷ ج ۱)

اختیاری وجد

''علاوہ ازیں بے اختیار وجد کی عدم موجودگی میں اپنے جسم میں اختیاری وجد پیدا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ یہ صالحین کی محبت، ان کی صورت اپنانے اور ان کے کردار سے متصف ہونے میں ان کی مشابہت اختیار کرنے کی قبیل سے ہے۔'' (الحدیقۃ الندیہ ص۲۰۸ ج۲)

قوالی۔

''ہاتھ کی آفات میں ہر لہو ولعب داخل ہے۔ مگر شادی کی رات میں وہ دف بجانا جس میں جھانجے نہ ہوں اور غازیوں، حاجیوں اور مسافروں کے طبل مستثنیٰ ہیں۔ اور اسی حکم استثناء میں صوفیہ کا طبل اور سلسلہ قادریہ وصمادیہ کے وہ آلات جو دلوں میں خشوع پیدا کرتے ہیں اور مریدین کے دلوں سے وسوسے دور کرتے ہیں۔ داخل ہیں۔ اور مولویہ کلشیہ، احمدیہ اور رفاعیہ سلسلوں کے وہ آلاتِ سماع بلکہ جملہ آلات جو مریدین کے دلوں میں خشوع پیدا کرنے اور ان سے وسوسے دور کرنے کے لئے تیار کیے گئے ہیں۔ اسی حکمِ استثناء سے ملحق ہیں۔ کیونکہ یہ آلات لہو ولعب کے لئے نہیں۔ بلکہ رشد وہدایت میں جد وجہد کیلئے استعمال کئے جاتے ہیں۔''

(الحدیقۃ الندیہ ص۴۸۱ ج۲)

شبینہ۔

''امام جلال الدین سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں۔ قرآن کی تلاوت میں سلف کی عادتیں مختلف تھیں۔ قرآن مجید کی کثرتِ تلاوت میں جو سب سے زیادہ مقدار مروی ہے وہ دن رات میں آٹھ ختم ہیں۔ یعنی چار رات میں اور چار دن میں۔ پھر دن رات میں چار ختم پھر تین ختم پھر دو ختم پھر ایک ختم بھی روایتوں میں آیا ہے۔'' (حدیقہ ندیہ ص۲۱۶ ج۱)

بزرگوں کے کپڑے میں کفن دینا۔

''عبداللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ یارسول اللہ۔ آپ اپنی قمیص عطا فرمائیں تاکہ میں اس میں اپنے باپ کو کفن دوں۔ آپ نے انہیں اپنی قمیص عطا فرمائی۔ تو انہوں نے اس میں اپنے باپ کو کفنایا۔'' (تبیین الحقائق ص۲۳۷ ج۱)

میلاد مصطفیٰ ﷺ

امام ابن عابدین شامی کے بھتیجے امام احمد عابدین کتاب نثر الدرر میں فرماتے ہیں۔ "جاننا چاہیے کہ حضور ﷺ کی ولادت کے مہینے میں میلاد شریف کا عمل بدعاتِ محمودہ میں سے ہے۔ سب سے پہلے میلاد مصطفیٰ ﷺ منانے کی ابتداء شاہ مظفر والیٔ اربل نے کی۔ مورخ ابن کثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔ کہ شاہ مظفر ربیع الاول کے مہینے میں میلاد مصطفیٰ ﷺ منایا کرتے تھے اور بہت بڑی محفل کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ وہ بہادر، صاحب وقار، دلیر، عقل مند اور عادل تھے۔ وقت وفات تک بادشاہی کرتے رہے۔ اور ۶۳۰ھ میں عکا شہر کے فرنگیوں کے ہم عصر تھے۔ ان کے ظاہری و باطنی حالات بہت اچھے تھے۔" (جواہر البحار ص ۲۲ ج ۳)

یا شیخ عبد القادر جیلانی کا وظیفہ۔

"امام خیر الدین املی حنفی فتاوی خیریہ میں فرماتے ہیں کہ یا شیخ عبد القادر نداء ہے۔ جب اس کے ساتھ کسی چیز کی اضافت اللہ کے لئے کی جائے تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے اکرام کی خاطر کوئی شئے طلب کرنا ہوتا ہے۔ پس اس کے حرام ہونے کی کیا وجہ ہے؟" (فتوی دربارہ جواز یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ۔ ص ۳۰ مطبوعہ حزب الاحناف لاہور)

انگوٹھے چومنا۔

"امام دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوعاً ذکر کی ہے کہ جو شخص موذن کے قول اشھد ان محمداً رسول اللہ کے وقت اپنی شہادت کی انگلیوں کے پوروں کے باطنی حصہ کو چومنے کے بعد اپنی آنکھوں سے ملے اور اشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ رضیت باللہ ربا وبالاسلام دیناً وبمحمد نبیاً کہے اس کے لئے جنت حلال ہو جاتی ہے۔ اور اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام سے بھی مروی ہے۔ اور اس کی مثل حدیث پر فضائل اعمال میں عمل کیا جاتا ہے۔" (طحطاوی علی المراقی ص ۱۱۱)

مصافحہ کا مسنون طریقہ۔

"اور مصافحہ میں سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے ہو اور کپڑا حائل نہ ہو اور سلام کے بعد ملاقات

کے وقت ہو اور یہ کہ انگوٹھا پکڑے۔ کیونکہ اس میں ایک رگ ایسی ہے جس سے محبت پھوٹتی ہے۔" (طحطاوی علی المراقی ص۱۱۱)

کعبہ کو پیٹھ کرنا۔

"منہاج السالکین میں فرمایا، طواف وداع میں الٹے پاؤں چلنے کے بارے میں نہ کوئی حدیث مروی ہے اور نہ کوئی روایت مذکور ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ کام ہمارے اصحاب نے کیا ہے۔" (ردالمختار علی الدرالمختار ص۲۵۶ ج۵)

عورتوں کے لئے زیارت قبور

"قبور کی زیارت میں کوئی حرج نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اگرچہ عورتیں زیارت قبور کریں۔ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں قبور کی زیارت سے روکا تھا۔ سو خبردار اب ان کی زیارت کرو۔" (ردالمختار ص۶۶۵ ج۱)

عرس۔

"مستحب ہے کہ احد پہاڑ کے شہداء کی زیارت کرے۔ کیونکہ ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر سال کے اختتام پر شہداءِ احد کی قبور کے پاس تشریف لاتے تھے اور فرماتے تھے السلام علیکم بما صبر تم فنعم عقبی الدار۔ اور افضل یہ ہے کہ یہ زیارت جمعرات کے دن باوضو صبح ہو۔ تاکہ ظہر کی نماز مسجد نبوی میں پڑھ سکے۔" (ردالمختار ص۶۶۵ ج۱)

منکرات کی وجہ سے زیارتِ قبور ترک نہ کرے۔

"زیارتِ قبور کے وقت جو ناجائز باتیں اور مفاسد مثلاً مردوں اور عورتوں کا اختلاط وغیرہ حاصل ہوتے ہیں۔ ان کی وجہ سے زیارت قبور ترک نہ کی جائے۔ کیونکہ نیکی کے کام اس قسم کی باتوں کی وجہ سے چھوڑے نہیں جاتے۔ بلکہ انسان نیکی کے کاموں کو بجالائے۔ اور مفاسد کا انکار کرے۔ بلکہ ان کے ازالہ کی حتی الامکان کوشش کرے۔" (ردالمختار ص۶۶۵ ج۱)

کتابت علی القبر۔

''اور قبر پر عمارت بلند نہ کی جائے اور کہا گیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی مختار قول ہے۔ جیسا کہ فتاوٰی سراجیہ کے باب الکراھیہ میں مذکور ہے۔ اور اسی کے باب الجنائز میں ہے کہ اگر قبر پر لکھنے کی ضرورت ہو تو لکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ تاکہ اس کا نشان ضائع نہ ہو۔ اور اس کی بے ادبی نہ کی جائے۔'' (درمختار ص ۶۶۲ ج ۱)

قبر پختہ بنانا۔

''کتاب الامداد میں فتاوٰی کبریٰ سے منقول ہے کہ آج کل اینٹوں کی قبر کوہان بنانے کا رواج ہے۔ تاکہ قبر کھودے جانے سے بچ جائے۔ اسے لوگوں نے اچھا جانا ہے۔ اور مسلمان جس کام کو اچھا جانیں وہ عند اللہ بھی اچھا ہوتا ہے۔'' (درمختار ص ۶۶۲ ج ۱)

آذان علی القبر۔

''میت کو قبر میں داخل کرتے وقت آذان دینا مسنون نہیں۔ جیسا کہ آج کل قبر پر آذان دینے کا عام رواج ہو گیا ہے۔ امام ابن حجر شافعی نے اپنے فتوی میں اس کے بدعت ہونے کی تصریح فرمائے ہے۔ اور فرمایا۔ جو شخص نومولود کی آذان پر قیاس کرتے ہوئے اور خاتمۃ الامر کو ابتداء الامر سے الحاق کرتے ہوئے آذان علی القبر کو سنت خیال کرے۔ وہ غلطی پر ہے۔'' (ردالمختار ص ۶۶۰ ج ۱) اقول علامہ شامی نے اس عبارت میں آذان علی القبر کے مسنون ہونے کی نفی فرمائی ہے جائز و مستحب ہونے کی نفی نہیں فرمائی۔ اور امام ابن حجر شافعی المذہب ہیں ان کا فتوی ہم احناف کے حق میں معتبر نہیں۔ اور اگر اسے معتبر ہی تسلیم کر لیا جائے تو یہاں بدعت سے مراد بدعت مستحبہ ہے۔ فافہم واللہ اعلم۔

دعا بعد از نماز جنازہ۔

''اور تکرار نماز جنازہ کی عدم مشروعیت میں ہماری دلیل یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک میت پر نماز جنازہ پڑھی پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ چند آدمیوں کے ساتھ تشریف لائے اور دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ لا تعاد و لکن ادع للمیت و

استغفرلہ۔ نماز جنازہ دہرائی نہیں جاتی ولیکن میت کے لیے دعا مانگو اور استغفار چاہو'' (بدائع الصنائع ص ۳۱۱ ج ۱)

غنی پر نفلی صدقہ۔

''مجمع بحار الانوار میں توسط شرح سنن ابی داوٗد میں ہے۔ صدقہ فقراء کو دیئے جانے والے مال کو کہتے ہیں۔ یعنی صدقہ کی غالب انواع اسی قسم کی ہیں۔ ورنہ صدقہ ء نافلہ غنی کو بھی دینا جائز ہے۔ اور بالاتفاق اس صدقہ کرنے والے کو ثواب دیا جاتا ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ ص ۲۲۹ ج ۴)

اہل قبور سے کسبِ فیض۔

''انبیاء کرام کے غیر اہل قبور سے مدد طلب کرنے کا انکار بہت سے فقہاء نے کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ زیارت قبور صرف دعا و استغفارِ اموات اور انہیں دعا و استغفار، تلاوتِ قرآن مجید سے فائدہ پہنچانے کا نام ہے اور اہل قبور سے استمداد کو مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارھم اور بعض فقہاء رحمۃ اللہ علیھم نے ثابت فرمایا ہے۔ اور یہ امر اہل کشف اور کاملینِ اہل کشف کے نزدیک محقق و مقرر ہے۔ یہاں تک کہ بہت سے لوگوں کو اہل قبور کی ارواح سے فیوض و فتوح پہنچے ہیں۔ اور اس گروہ کو ان کی اصطلاح میں اویسی کہتے ہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ قبولیتِ دعا کے لیے حضرت موسیٰ کاظم کی قبر تریاق مجرب ہے۔ اور امام غزالی فرماتے ہیں جس سے اس کی زندگی میں استمداد کی جاتی ہو اس سے بعد از وفات بھی استمداد کی جائے گی۔'' (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۷۱۵)

الغرض ہم نے معتبر کتب مذہب حنفی سے متنازع فیہ مسائل کا حل اختصاراً پیش کیا ہے۔ اگر کوئی شخص تعصب کی عینک اتار کر دیکھے تو اسے یہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ دورِ حاضر میں قدیم اکابرین حنفیہ کی سچی راہ پر آج صرف بریلوی اہل سنت ہی گامزن ہیں اور سنی بریلوی سواد اعظم کو بدعتی کہنے والے خود بدعتی ہیں۔ اللہ کریم عزوجل ہمارے سنی عوام الناس کو ہدایت پر رکھے۔ آمین۔ وھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذا الرسالۃ المختصرۃ تقبلھا اللہ تعالیٰ بمنہ العمیم ورسولہ الکریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

(۱۱ ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ)

ساتواں مقالہ

مشرکین مکہ کے شرک کی حقیقت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

امابعد: جناب جاوید قادر صاحب نے شجاع آباد ضلع ملتان سے اپنے ایک خط میں یہ لکھا ہے کہ ''ایک مسئلہ درپیش ہے کہ مشرکین مکہ کس قسم کے شرک میں مبتلا تھے؟ اس موضوع پر اپنی اچھی اچھی تصانیف ارسال کریں۔ بدیں وجہ یہ مقالہ ''مشرکین مکہ کے شرک کی حقیقت'' لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو شرف قبولیت بخشے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

مشرکین مکہ کے شرک کی صورتیں۔

حضرت مولانا مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی لکھتے ہیں:۔

''شرک کی حقیقت رب تعالیٰ سے مساوات پر ہے۔ یعنی جب تک کسی کو رب تعالیٰ کے برابر نہ جانا جائے تب تک شرک نہ ہو گا۔ اسی لیے قیامت میں کفار اپنے بتوں سے کہیں گے۔ **تا اللہ ان کنا لفی ضلال مبین ٥ اذ نسو یکم برب العالمین** ۔ خدا کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے کہ ہم تمہیں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔

اس برابر ٹھہرانے کی چند صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ کسی کو خدا کا ہم جنس مانا جائے۔ جیسے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے تھے۔ اور مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں مانتے تھے۔ چونکہ اولاد باپ کی ملک نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ باپ کی ہم جنس اور مساوی ہوتی ہے۔ لہذا یہ ماننے والا مشرک ہو گا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وقالو ا اتخذالرحمن ولد ا سبحانہ بل عبا د مکر مون** ۔ یہ لوگ بولے کہ اللہ نے بچے اختیار فرمائے۔ پاکی ہے اس کے لیے۔ بلکہ یہ اللہ کے عزت والے بندے ہیں۔

اس جیسی بہت سی آیتوں میں اس قسم کا شرک مراد ہے۔ یعنی کسی کو رب تعالیٰ کی اولاد ماننا۔ دوسری صورت یہ کہ کسی کو رب تعالیٰ کی طرح خالق ماننا۔ جیسے کہ بعض کفار عرب کا عقیدہ تھا کہ خیر کا خالق اللہ ہے اور شر کا خالق دوسرا رب ہے۔ اب بھی پارسی یہی مانتے ہیں خالق خیر کو یزدان اور خالق شر کو اہرمن کہتے ہیں۔ یہ وہی پرانا مشرکانہ عقیدہ ہے۔ یا بعض کفار کہتے تھے کہ ہم اپنے برے اعمال کے خود خالق ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک بری چیزوں کا پیدا کرنا برا

ہے۔لہذا اس کا خالق کوئی اور ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کے شرک کی تردید میں فرماتا ہے۔ **ھذا خلق اللہ فارونی ماذا خلق الذین من دونہ**۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ پھر مجھے بتاؤ کہ اس کے غیروں نے کیا پیدا کیا ہے؟

اس جیسی تمام آیتوں میں اسی قسم کے شرک کاذکر ہے اور اس کی تردید ہے۔اگر یہ مشرک غیر خدا کو خالق نہ مانتے ہوتے توان سے یہ مطالبہ کرنا کہ اپنے معبودوں کی مخلوق دکھاؤ درست نہ ہوتا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ زمانے کو موءثر بالذات مانا جائے۔اور خدا کی ہستی کا انکار کردیا جائے جیسے کہ بعض مشرکین عرب کا عقیدہ تھا۔اور موجودہ دہریہ انہی کی یادگار ہیں۔رب تعالیٰ فرماتا ہے۔**و قالو اما ھی الا حیا تنا الدنیا نموت و نحیا وما یھلکنا الا الدھر و ما لھم بذالک من علم**۔وہ بولے وہ تو نہیں مگو یہی ہماری دنیا کی زندگی۔مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا۔ مگر زمانہ۔اورانہیں اس کا علم نہیں۔

اس قسم کی تردید کے لیے تمام وہ آیات ہیں جن میں حکم دیا گیا ہے کہ عالم کی عجائبات میں غور کرو۔ کہ ایسی حکمت والی چیزیں بغیر خالق کے پیدا نہیں ہوسکتیں۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ ہر چیز کا خالق رب تعالیٰ کو مانا جائے لیکن یہ عقیدہ ہو کہ وہ ایک بار پیدا کرکے تھک گیا ہے۔اب کسی کام کا نہیں رہا۔اب اس کی خدائی کو چلانے والے ہمارے یہ معبودین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تردید میں فرمایا۔ **ولقد خلقنا السموات والارض و ما بینھمافی ستۃ ایام و ما مسنا من لغوب**۔اور بے شک ہم نے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اس کو چھ دنوں میں بنایااور ہم کو تھکن نہ آئی۔

اس قسم کے مشرکین قیامت کاانکار اس لیے بھی کرتے تھے کہ ایک دفعہ دنیا پیدا فرما کر حق تعالیٰ کافی تھک چکا ہے۔اب دوبارہ کیسے بنا سکتا ہے؟ان کی تردید میں فرمایا۔**انما امرہ اذا اراد شئیاً ان یقول لہ کن فیکون**۔اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے کہتا ہے ہو جاوہ ہو جاتی ہے۔یعنی فرمایا گیا کہ ہم صرف کن سے ہر چیز پیدا فرماتے ہیں۔ تھکن کیسی؟ ہم تو دوبارہ پیدا کرنے پر بدرجہ اولیٰ قادر ہیں۔ کہ اعادہ سے ایجاد مشکل ہوتی ہے۔

اور پانچویں صورت یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ ہر چیز کا خالق و مالک تو اللہ تعالیٰ ہے۔ مگر وہ اتنے بڑے عالم کو اکیلے سنبھالنے پر قادر نہیں ہے۔ اس لیے اس نے مجبوراً اپنے بندوں میں سے بعض بندوں کو عالم کے نظام کے لیے چن لیا ہے۔ جیسے دنیاوی بادشاہ اور ان کے محکمے۔ اب یہ بندے جنہیں عالم کے انتظام میں دخیل بنایا گیا۔ وہ بندے ہونے کے باوجود رب تعالیٰ پر دھونس رکھتے ہیں کہ اگر وہ ہماری شفاعت کریں تو رب کو مرعوب ہو کر ماننا پڑے۔ اگر چاہیں تو ہماری بگڑی بنادیں۔ ہماری مشکل کشائی کردیں۔ جو وہ کہیں رب تعالیٰ کو ان کی ماننی پڑے ورنہ اس کا عالم بگڑ جائے۔ جیسے اسمبلی کے ممبر کہ اگرچہ وہ سب بادشاہ کی رعایا تو ہیں۔ مگر ملکی انتظام میں ان کو ایسا دخل ہے کہ ملک ان سب کی تدبیر سے چل رہا ہے۔

یہ وہ شرک ہے جس میں عرب کے بہت سے مشرکین گرفتار تھے۔ اور اپنے بت وؔد یغوث، لات، منات عزیٰ وغیرہ کو رب کا بندہ مان کر اور سارے عالم کا رب تعالیٰ کو خالق مان کر مشرک تھے۔ اس مقصد سے کسی کو پکارنا شرک۔ اس کی شفاعت ماننا شرک۔ اسے حاجت روا مشکل کشا ماننا شرک۔ اس کے سامنے جھکنا شرک۔ اس کی تعظیم کرنا شرک۔ غرضیکہ یہ برابری کا عقیدہ رکھ کر اس کے ساتھ جو تعظیم و توقیر کا معاملہ کیا جاوے وہ شرک ہے۔ انہی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ومایوء من اکثرھم باللہ وھم مشرکون۔ ان مشرکین میں سے بہت سے وہ ہیں۔ جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہیں۔

یہ پانچویں قسم کے مشرک اللہ تعالیٰ کو سب کا خالق و مالک زندہ کرنے والا مارنے والا پناہ دینے والا عالم کا مدبر مانتے تھے مگر پھر بھی مشرک تھے۔ یعنی ذات و صفات کا اقرار کرنے کے باوجود مشرک رہے۔ کیوں؟ یہ بھی قرآن سے پوچھیے۔ قرآن بتاتا ہے کہ ان عقائد کے باوجود وہ دو سبب سے مشرک تھے۔ ایک یہ کہ وہ صرف خدا کو عالم کا مالک نہیں مانتے تھے۔ بلکہ اللہ کو بھی اور دوسرے اپنے معبودوں کو بھی مالک حقیقی جانتے تھے۔ اور دوسرا یہ کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اللہ اکیلے یہ کام نہیں کرتا بلکہ ہمارے بتوں کی مدد سے کرتا ہے۔ خود مجبور ہے۔

خلاصہ:

یہ ہے کہ مشرکین عرب کا شرک ایک ہی طرح کا نہیں تھا۔ بلکہ اس کی پانچ صورتیں تھیں۔ خالق کا انکار۔ اور زمانہ کو مؤثر بالذات جاننا۔ (۲) چند مستقل خالق ماننا۔ (۳) اللہ کو ایک مان کر اس کا ہم جنس اولاد وغیرہ ماننا (۴) اللہ کو ایک مان کر اسے تھکن کی وجہ سے معطل جاننا۔ (۵) اللہ کو خالق و مالک مان کر اسے دوسرے کا محتاج ماننا جیسے اسمبلی کے ممبر شاہان موجودہ کے لیے اور انہیں ملکیت اور خدائی میں دخیل ماننا۔ ان پانچ کے سوا اور چھٹی قسم کا شرک ثابت نہیں ہے۔

سورہ اخلاص کی فضیلت ۔

ان پانچ قسم کے مشرکین کے لیے پانچ ہی قسم کی تردیدیں قرآن مجید میں آئی ہیں۔ جن کا ذکر سورۃ اخلاص میں اس طرح ہے کہ قل ھو اللہ میں دہریوں کا رد ہے کہ اللہ عالم کا خالق ہے۔ احد میں ان مشرکوں کا رد ہے جو عالم کے دو خالق مستقل مانتے تھے۔ تا کہ عالم کا کام چلے۔ لم یلد ولم یو لد میں ان مشرکین کا رد ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کو رب تعالی کا بیٹا یا فرشتوں کو رب تعالی کی بیٹیاں مانتے تھے۔ ولم یکن لہ کفوا احد میں ان لوگوں کا رد ہے جو خالق کو تھکا ہوا مان کر مدبر عالم اوروں کو مانتے تھے۔" (علم القرآن ملخصا از ص ۵۳ تا ص ۶۷)

مشرکین کا اعتقاد:

(۲) اور حضرت مولانا علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یہ درست ہے کہ مشرکوں نے اپنے باطل معبودوں کو مخلوق مانا لیکن جب مان لیا تو ان کو تسلیم کرنا چاہیے تھا کہ مخلوق خالق کی محتاج ہے۔ اور خالق کے وجود کے بغیر مخلوق کا وجود نہیں ہو سکتا۔ اور مخلوق جس طرح پیدائش میں خالق کی محتاج ہے۔ اسی طرح موت کے لیے بھی اسی کی محتاج ہے۔ یہ اعتقاد ضروری تھا۔ لیکن ان مشرکین نے کہا۔ یہ ٹھیک ہے کہ ان کو اللہ نے پیدا کیا لیکن پیدا کرنے کے بعد ان کو الوہیت دے دی۔ لہذا اب اللہ تعالیٰ کوئی کام نہ کرنا چاہے اور یہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اب ان کو اپنے حکم میں نہیں رکھا۔ اور استقلال کی صفت ان کو دے دی کہ میرا حکم نہ بھی ہو تو تم کام کر سکتے ہو۔ یہ تھا ان جاہلوں کا اعتقاد۔ حالانکہ

ان کو سمجھنا چاہیے تھا کہ جو چیز مخلوق ہے وہ مستقل نہیں ہو سکتی۔

الوہیت عطائی نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالیٰ سب کچھ دے سکتا ہے مگر الوہیت نہیں دے سکتا۔ کیونکہ الوہیت مستقل ہے اور عطائی چیز مستقل نہیں ہو سکتی۔ الوہیت استقلال ہی کے معنی میں ہے۔ لیکن مشرکین کا تصور یہ تھا کہ لات و منات وغیرہ ایسے زاہد و عابد لوگ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا تمہاری عبادت کمال کو پہنچ گئی۔ اب میں تم پر یہ عنایت کرتا ہوں کہ تم آزاد ہو۔ میں تم پر نہ کچھ فرض کرتا ہوں اور نہ کوئی پابندی لگاتا ہوں۔ پس اس طرح انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے تمام معبودوں کو الوہیت دے دی۔ جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو وصف الوہیت عطا فرمادیا ہے۔ تو وہ شخص ملحد ہے۔ مشرکین اور مومنین کے مابین بنیادی فرق یہی ہے کہ وہ غیر اللہ کے لیے عطائے الوہیت کے قائل تھے اور مومنین کسی مقرب سے مقرب ترین حتٰی کے سید المرسلین ﷺ کے حق میں بھی الوہیت اور غنائے ذاتی کے قائل نہیں ہیں۔

ہر کام باذن اللہ عین توحید ہے:۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **من ذاالذی یشفع عندہ الا باذنہ۔** کون ہے جو شفاعت کرے بغیر اذن خداوندی کے۔ پتہ چلا کہ بغیر اذن کے شفاعت کا اعتقاد شرک ہے۔ اور اذن کے ساتھ عین توحید ہے۔ پس جب یہ عقیدہ آیا کہ فلاں شخص اللہ کے اذن کے بغیر کوئی حاجت پوری کر سکتا ہے تو شرک ہے۔ اور جب اذن الٰہی کا عقیدہ آیا تو شرک ختم۔ (رسالہ ''توحید اور شرک'' ص ۷)

(۳) شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

''مشرکین مکہ اسی عقیدہ شنیعہ کی بنا پر مشرک تھے جو اپنے اوثان اور بتوں کو موءثر بالذات یقین کرتے ہوئے نظام عالم میں بالاستقلال انکی دسترس اور قدرت مانتے تھے۔ اور ملائکۃ اللہ کو بنات اللہ کہہ کر بہتان عظیم کے مرتکب تھے۔ اور جو عبادت مخصوص بذات واجب الوجود تھی۔ وہ ان اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کی کرتے تھے۔ جب ان کو اس نامعقول فعل سے منع کیا جاتا تھا تو وہ جواب میں کہتے تھے۔ کہ ہم خدائے تعالیٰ کی پرستش کرنے کے لائق نہیں ہیں البتہ ان

بتوں کی پرستش کرتے ہیں یہ ہمیں خدا کے قریب کر دیں گے"۔(ماہنامہ ضیائے قمر گوجرنوالہ شیخ الاسلام نمبر ص ۴۳ ۱ بابت اپریل ۱۹۹۱ء)

(۴) اور پروفیسر صاحبزادہ محمد ظفر الحق بندیالوی لکھتے ہیں "آج رات وہابیوں کا ہر مولوی یہی کہتا رہا ہے کہ اہل سنت کا عقیدہ نعوذ باللہ ابو جہل والا ہے۔اس لیے اب مشرکین مکہ کے عقائد پر بحث ہو گی۔ آپ (صاحبزادہ محمد عبدالحق بندیالوی) نے فرمایا کہ تم نے کہا ہے کہ ابو جہل خدا تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتا تھا۔ میں قرآن مجید کی آیت کریمہ پڑھتا ہوں۔ جس میں ابو جہل کے عقیدہ کا بیان ہے۔اور تمہارے قول باطل کا مکمل رد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اجعل الآ لهة الها واحد ا ان هذا لشئی عجاب ۔(سورۂ ص۔پ ۲۳) ترجمہ کیا اس نے بہت سارے خداؤں کو ایک خدا کیا ہے۔ بے شک یہ چیز اچنبے کی ہے۔ کچھ تو خدا کا خوف کرو۔ اور حیاء کرو۔ اگر ابو جہل اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتا تو حضور اکرم ﷺ کے روبرو کیا وہ یہ کہتا کہ "کیا محمد ﷺ بہت سارے خداؤں کو ایک کرتے ہیں"؟ یہ چیز ہمارے دماغوں میں نہیں آتی۔ اور یہ کہتا ہے کہ ہمارے خداؤں کو کچھ نہ کہے تو ہم تمہارے خدا کو کچھ نہ کہیں گے۔ کیا اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک ماننے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم تیرے خدا کو چھوڑ دیں گے یعنی برا بھلا نہ کہیں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قبل وہ اللہ تعالیٰ کے حق میں زبان درازی اور طعن و تشنیع کرتے تھے۔ تو کیا اللہ تعالیٰ کے حق میں زبان درازی اور طعن و تشنیع کرنے کا نام خدا تعالیٰ کو ماننا ہے؟ اھ ملخصا۔(رسالہ الفتح المبین ص ۷)

الحمد للہ بزرگان دین کی ان عبارات متبرکہ وارشادات عالیہ سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ مشرکین مکہ کے شرک اور سنی مسلمانوں کے عقیدہ میں زمین و آسمان کا فرق موجود ہے۔ لہذا اہات بات پر وہابیہ کا انہیں مشرک قرار دینا خود مشرک بننے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

مولوی رشید احمد گنگوہی کی بد گمانی:

دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنے ایک فتوی میں لکھا ہے کہ:۔

"جو شخص عقیدہ کرتا ہے کہ اشیاء بطبعہا موثر ہیں تو یہ تو خود شرک ظاہر ہے کہ ان

اشیاء کو مستقل موءثر جانتا ہے کہ اپنی ذات سے تاثیر کرتی ہیں۔ حق تعالیٰ کا تاثیر دینا نہیں جانتا۔ اور دوسری قسم ان اشیاء کو حق تعالیٰ نے پیدا کیا اور یہ تاثیر حق تعالیٰ نے ان اشیاء میں رکھی ہے۔ یعنی پیدا کر دی ہے یہ معنی اور دعا کے ہوئے کہ تاثیر خود اپنے آپ ان میں نہیں ہوئی بلکہ حق تعالیٰ نے تاثیر ان میں پیدا کر دی ہے۔ اس میں تاثیر خدا تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی سے موثر ہیں۔ پس اگرچہ عقیدہ خلق تاثیر کا تو درست ہے مگر بعد خلق تاثیر کے خود موءثر ہوویں یہ باطل ہے۔ کیونکہ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو تاثیر دے دی ہے تو پھر وقت تاثیر کے حق تعالیٰ کا تصرف اس میں نہیں ہوتا خود تاثیر کرتے ہیں۔ جیسا عامہ جہال کہتے ہیں کہ اولیاء کو حق تعالیٰ نے علم و قدرت و تصرف دے دیا ہے کہ اس کے ذریعہ خود اولیاء تصرف کرتے ہیں۔ "(فتاوی رشیدیہ ص ۴۸)

گنگوہی نے مندرجہ بالا عبارت میں عامۃ المسلمین پر بد گمانی کی ہے اور ان کی نیت پر حملہ کیا ہے۔ یہی وہابیہ کی پرانی عادت ہے۔ حالانکہ جاہل سے جاہل مسلمان بھی یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ وقت تصرف اولیاء اپنی خداداد ذاتی تاثیر سے تصرف کرتے ہیں بلکہ ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ اولیاء کے تصرف کے وقت بھی اللہ تعالیٰ کی تاثیر ہی عمل کرتی ہے۔ اگرچہ بظاہر اولیاء متصرف ہوتے ہیں لیکن درحقیقت ان کے عمل میں اللہ تعالیٰ متصرف ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے اس عقیدہ کو خود گنگوہی نے بھی عین ایمان لکھا ہے۔ درج ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔ " بلکہ یہ عقیدہ چاہیے کہ یہ تاثرات حق تعالیٰ نے پیدا کر دی ہیں۔ اور پھر جس وقت چاہتا ہے حق تعالیٰ ان تاثرات کو نافذ کرتا ہے۔ اشیاء کو کوئی دخل و تصرف و تاثیر نہیں بلکہ اسباب عادیہ روپوش ظاہری ہیں۔ عین وقت تاثیر کے بھی حق تعالیٰ ہی خالق اثر ہے۔ ایمان ہے۔ "(فتاوی رشدیہ ص ۴۹)

تعجب ہے کہ ایک طرف گنگوہی کی عامۃ المسلمین کے بارہ میں یہ بد گمانی ہے اور دوسری طرف وہ خود لکھتا ہے۔

"باقی مومن کی نسبت بد ظن ہونا بھی معصیت ہے۔ اور جلد سے کسی کو کافر مشرک بتا دینا بھی غیر مناسب ہے۔ "(فتاوی رشیدیہ ص ۵۰)

صاحب بہار شریعت کا ارشاد

گنگوہی جیسے مسلمانوں پر بدگمانی کرنے والے اشخاص کے بارہ میں صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

''اولیاء کرام کو اللہ عزّ وجل نے بہت طاقت دی ہے۔ ان میں جو اصحاب خدمت ہیں ان کو تصرف کا اختیار دیا جاتا ہے۔ سیاہ سفید کے مختار بنا دیئے جاتے ہیں۔ یہ حضرات نبی علیہ کے سچے نائب ہیں۔ ان کو اختیارات و تصرفات حضور علیہ کی نیابت میں ملتے ہیں۔ علومہ غیبیہ ان پر منکشف ہوتے ہیں۔ ان میں بہت کو ما کان و ما یکون اور تمام لوح محفوظ پر اطلاع دیتے ہیں۔ مگر یہ سب حضور اقدس علیہ کے واسطہ اور عطا سے ہے۔ بے وساطت رسول کوئی غیر نبی کسی غیب پر مطلق نہیں ہو سکتا۔ ان سے استمداد و استعانت محبوب ہے۔ یہ مدد مانگنے والے کی مدد فرماتے ہیں۔ چاہے وہ کسی بھی جائز لفظ کے ساتھ ہو۔ رہا ان کو فاعل مستقل جاننا یہ وہابیہ کا فریب ہے۔ مسلمان کبھی ایسا خیال نہیں کرتا۔ مسلمان کے فعل کو خواہ مخواہ قبیح صورت پر ڈھالنا وہابیت کا خاصہ ہے''

(بہار شریعت حصہ اول ص ۷۹)

الحمد للہ: ہمارے ان جلیل القدر علمائے اہل سنت بریلوی کے ان ارشادات عالیہ سے معلوم ہوا کہ ہمارے نزدیک ہر شئی کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور ہر شئے کے فعل میں بوقت تصرف حق تعالیٰ ہی کی تاثیر موجود ہوتی ہے۔ بندہ اپنے افعال کا محض کاسب ہے۔ خالق نہیں ہے۔ الحمد للہ علی ذالک وھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ المبارکۃ تقلبھا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم و رسولہ الکریم علیہ۔ (۲۹ رمضان ۱۴۱۲ھ)

آٹھواں مقالہ

امت مسلمہ اور شرک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین و الصلوۃ و السلام علیٰ رسولہ محمد و الہ و اصحابہ اجمعین۔

اما بعد: بعض احباب اہل سنت نے ان دنوں ہماری طرف ڈاکٹر پروفیسر مسعود الدین عثمانی (ایم بی بی ایس فاضل علوم دینیہ وفاق المدارس ملتان) ساکن توحید روڈ کیماڑی کراچی نمبرے کے لکھے ہوئے بعض پمفلٹ مثلاً توحید خالص، ایمان خالص اور کعبۃ اللہ اور کعبے وغیرہا بھیجے اور اس شخص کے نظریات کے بارے میں قلم اٹھانے کی تاکید کی۔ تو ان مخلصین کی اس فرمائش پر ہم نے یہ مختصر رسالہ ''امت مسلمہ اور شرک'' ترتیب دینے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعہء نجات بنائے۔ آمین

ڈاکٹر عثمانی کا نظریہء شرک

ڈاکٹر عثمانی امت مسلمہ کی اکثریت کو مرتکب شرک جانتا ہے۔ اس کے خیال میں محبوبانِ خدا کی تعظیم سے تعلق رکھنے والے وہ تمام معمولات جو سواد اعظم اہل سنت و جماعت میں رائج ہیں۔ مثلاً یارسول اللہ کہنا، مزارات اولیاء پر قبے اور گنبد تعمیر کرنا، اولیاء سے امداد مانگنا۔ دم کرنا، تعویز استعمال کرنا، بزرگان دین کے آثار مبارکہ کا ادب و احترام بجالانا اور ان کے ایصال ثواب کے لیے نذر و نیاز دینا شرک ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔

بطور نمونہ مشتے از خروارے یہاں عثمانی کی بعض عبارات ہدیہء ناظرین کی جاتی ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

(۱) امت مسلمہ کی بربادی کی اصل وجہ یہ نہیں کہ اس کے پاس وسائل کی شدید کمی ہے یا وہ موجودہ علمی میدان میں بہت پیچھے رہ گئی ہے۔ بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ ایک مالک کو لاشریک بے ہمتا ماننے والی اس ملت کی اکثریت نے شرک کو اپنا مذہب بنالیا ہے۔ الہ واحد کے ساتھ ساتھ بے شمار الہ تراش لیے گئے ہیں۔ اور ان کی پوجا ہو رہی ہے۔

(تعویذات اور شرک مؤلفہ ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی ص ۲)

(۲) ''دنیا میں جس قدر قومیں برباد ہوئی ہیں ان کی اصلی خرابی شرک تھی اور آج ہماری مسلم قوم

بھی اسی چیز (یعنی شرک) کی وجہ سے بربادی کے کنارے پر پہنچ گئی ہے''
(فلاح کا راستہ موٴلفہ ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی ص ۲)

(۳) بدقسمتی سے آج امت مسلمہ میں بے حساب لوگ دانستہ یا نادانستہ اسی ذات کے شرک میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ (فلاح کا راستہ ص ۳)

(۴)''غرض آج ہر طرف اور ہر جگہ ان نقلی کعبوں کی دھوم مچی ہوئی ہے اور خلقت ہے کہ ٹوٹی پڑتی ہے۔'' (فلاح کا راستہ ص ۵)

(۵)''عرب جاہلیت کی طرح آج لوگ قبروں اور آستانوں پر جا کر ان کی پوجا کرتے ہیں۔''
(فلاح کا راستہ ص ۵)

ڈاکٹر عثمانی کا نظریہ ءشرک سمجھنے کے لیے اس کی لکھی ہوئی یہ پانچ عبارتیں کافی ہیں۔ ورنہ اس مضمون کی عبارتوں سے اس کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

ڈاکٹر عثمانی کے پیشوا۔

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی اپنے مذکورہ ''نظریہ ءشرک'' میں خارجیوں کا پیرو کار ہے۔ کیونکہ سب سے پہلے خارجیوں ہی نے امتِ مسلمہ کی اکثریت کو مرتکب شرک قرار دیا اور مشرکین کے حق میں نازل ہونے والی آیاتِ قرآنیہ کو مسلمانوں پر چسپاں کیا۔ چنانچہ محدث جلیل محمد بن اسماعیل بخاری نے اپنی صحیح کے باب قتال الخوارج والملحدین میں لکھا۔ وکان ابن عمر رضی اللہ عنہما یراھم شرار خلق اللہ وقال انھم انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی الموٴمنین صحابیء رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خارجیوں کو اللہ کی بدترین مخلوق سمجھتے تھے اور فرمایا۔ یہ خارجی لوگ کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیتوں کی طرف گئے ہیں اور انہیں مسلمانوں پر چسپاں کر دیا ہے۔ (صحیح بخاری ص ۱۰۲۴)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ مشرکین کی آیات مومنین پر چسپاں کر کے انہیں مشرک قرار دینے کا کام سب سے پہلے صحابہ ءکرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں خارجیوں نے کیا۔ اس لیے ڈاکٹر عثمانی اپنے نظریہ ءشرک میں خوارج کا سچا پیرو کار ہے۔

جس طرح آج کل خارجیوں کی پیروی میں ڈاکٹر عثمانی نے امت مسلمہ کی اکثریت کو مرتکب شرک قرار دیا ہے۔ اسی طرح بارہویں صدی ہجری میں امام الوھابیۃ محمد بن عبد الوہاب نجدی نے بھی امت مسلمہ کی اکثریت کو مشرک قرار دیا تھا۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی حاشیہ درِ مختار میں خوارج کا ذکر کرتے ہوئے نجدیہ وہابیہ کے متعلق لکھتے ہیں۔ کما وقع فی زماننااتباع عبدالوهاب الذین خرجوا من نجدو تغلّبوا علی الحرمین وکانو اینتحلون مذهب الحنابلة لکنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقاد هم مشرکون واستباحوا بذٰلک قتل اهل السنة و قتل علمآء هم۔ جیسا کہ ہمارے زمانہ میں (محمد بن) عبدالوھاب کے پیروکاروں کے بارہ میں واقع ہوا۔ جو نجد سے نکلے اور حرمین پر قابض ہو گئے۔ یہ نجدی وہابی لوگ اپنے آپ کو حنبلی مذہب کی طرف منسوب کرتے تھے۔ لیکن ان کا (اصل) عقیدہ یہی تھا کہ مسلمان صرف وہی ہیں۔ اور جو شخص بھی ان کے عقائد کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ مشرک ہے۔ اور اسی وجہ سے انہوں نے اہل سنت اور ان کے علماء کے قتل کو مباح ٹھہرایا۔ (ردالمحتار ص۳۳۹ ج۳)

الغرض امت مسلمہ کی اکثریت کو سب سے پہلے خارجیوں نے مشرک قرار دیا۔ پھر انکے سچے جانشین وہابیوں نجدیوں نے یہی نظریہء شرک پیش کیا۔ پھر مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب تفویت الایمان میں یہی عقیدہ ظاہر کیا پھر ابوالاعلیٰ مودودی بانیء جماعت اسلامی نے اہل سنت سواد اعظم کو مشرک قرار دیا۔ پھر اس دور میں ڈاکٹر عثمانی نے امت مسلمہ کی اکثریت کے مبتلائے شرک ہونے کا دعوی کیا۔ تو اس سے عثمانی کی بے دینی اور گمراہی کا خود اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ والله یهدی من یشآء الیٰ صراط مستقیم و سیعلم الذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون.

عثمانی کا نظریہء شرک قرآن وحدیث کے سراسر خلاف ہے۔

خارجیوں، وہابیوں نجدیوں، وہابیوں اسماعیلیوں مودودیوں اور ان سب کے سچے پیروکار ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کا مذکورہ بالا نظریہء شرک، قرآن وحدیث کے سراسر خلاف ہے چنانچہ ہم افادۂ عامۃ المسلمین کے لیے تفصیلاً عرض کرتے ہیں وباللہ التوفیق۔

عثمانی کے نظریہ شرک کی قرآن مجید سے تردید

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یرید و ن ان یطفئوا نور الله بافو ا ههم ویأ بی الله الا ان یتم نور ہ ولو کر ہ الکفرون ہ هو الذی ار سل رسوله بالهد ی و دین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کر ہ المشر کون ہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھادیں اور اللہ نہ مانے گا۔ مگر اپنے نور کا پورا کرنا۔ پڑے برا مانیں کافر۔ وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔ پڑے برا مانیں مشرک۔ (پ۱۰ ر کوع ۱۱)

(۲) اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔ یرید و ن لیطفوء ا نور الله با فو اههم والله متم نور ہ ولو کره الکفرون ہ هوالذین ار سل رسوله بالهدٰی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشر کون ہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھادیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا ہے۔ پڑے برا مانیں کافر۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔ پڑے برا مانیں مشرک۔ (پ۲۸۔۹)

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ اسلام اب بھی غالب ہے اور قیامت تک غالب رہے گا۔ انشآء اللہ۔ اگرچہ کسی جگہ کسی وقت مسلمان مغلوب ہو جائیں۔ قرآن توریت انجیل اور تمام دینی کتابوں پر غالب ہے۔ حضور ﷺ کا چرچا تمام دینی پیشواؤں کے چرچا پر غالب ہے۔ حضور کی عزت تمام دینی پیشواؤں کی عزت پر غالب ہے۔ حضور کی مسجدیں تمام کلیساؤں مندروں وغیرہ پر غالب ہیں۔ حضور کے شرعی احکام تمام دینوں کے احکام پر غالب ہیں۔ اللہ انہیں قائم دائم رکھے۔ اس کا دن رات مشاہدہ ہو رہا ہے۔ (نور العرفان ص ۸۸۲)

(۳) اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔ وعد الله الذین امنو و عملو ا الصالحات لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم ص ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم و لیبد لنهم من بعد خو فهم امنا یعبد و نی لا یشر کون بی شنیا ط ومن کفر بعد ذلک فاو لٰئک هم الفاسقون ہ اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لیے جمادے گا۔

ان کا وہ دین جو ان کے لئے اس نے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن میں بدل دے گا۔ میری عبادت کریں گے۔ اور میرا شریک کسی کو نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔ (پ ۱۸ ار کوع ۱۳)

اس آیت میں رب تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا وہ اس نے خلفائے راشدین کی خلافتوں سے پورا فرما دیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کے دین کو دنیا میں غالب اور مضبوط بنا دیا کہ قیامت تک اسی کا غلبہ رہے گا۔ سو عثمانی جیسے کور بینوں کو اگر آج یہ اسلامی غلبہ نظر نہیں آتا تو یہ ان کی اپنی کوتاہ نظری بلکہ کور باطنی کا نتیجہ ہے۔

عثمانی کے نظریہء شرک کی حدیث سے تردید۔

ڈاکٹر عثمانی کے ''نظریہء شرک'' کی تردید جس طرح قرآن مجید کرتا ہے اسی طرح احادیث مبارکہ بھی کرتی ہیں۔ چنانچہ نبیء غیب داں ﷺ نے ارشاد فرمایا ''سوائے اس کے نہیں کہ میں اپنی امت پر گمراہ کن اماموں سے ڈرتا ہوں۔ **ولا تزال طائفة من امتی علیٰ الحق ظاهرین لا یضرهم من خذ لهم حتی یأتی امر الله** ۔ اور میری امت کا ایک بہت بڑا گروہ اللہ کا امر یعنی قیامت آنے تک حق پر غالب رہے گا۔ درایں حالیکہ اسے ذلیل کرنے والا شخص اسے کوئی ضرر نہ پہنچائے گا۔ رواہ ابو عیسیٰ الترمذی و قال ھذا حدیث صحیح (سنن ترمذی ص ۵۶ ج ۲) اور دوسری روایت میں ہے۔ ولا تزال طائفة من امتی علی الحق ظاهرین لایضر هم من خالفهم حتی یأتی امر الله تعالیٰ۔ اور میری امت کا ایک بہت بڑا گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا درایں حالیکہ اس کی مخالفت کرنے والا شخص اسے کوئی ضرر نہ پہنچائے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم یعنی قیامت آجائے گی۔ (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۲۸)

اور تیسری روایت میں ہے۔ **ولا یزال امر هذه الا مة مستقیماً حتی تقوم الساعة او یأتی امر الله تعالیٰ** ۔ اور اس امت کا دینی معاملہ سیدھا رہے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو گی۔ یا اللہ تعالیٰ کا امر آپہنچے گا۔ (الصواعق الالھیة لمولانا سلیمان بن عبد الوھاب ص ۴۰)

اور چوتھی روایت میں ہے۔ **ولن تزال طائفة من امتی علی الحق منصور ین لا یضر هم من**

خالفهم حتی یأ تی امراللہ عزوجل ۔اور میری امت کاایک بہت بڑا گروہ حق پر ہمیشہ غالب رہے گا، دریں حالیکہ اس کی مخالفت کرنے والا اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔(سنن ابن ماجہ ج۲ص ۲۸۳)

اور پانچویں روایت میں ہے لا یزال من امتی امۃ قائمۃ با مراللہ لا یضر ھم من خذلھم ولا من خالفھم حتی یأتی امر اللہ وھم علی ذالک ۔میری امت کاایک بہت بڑا گروہ ہمیشہ اللہ کے امر کے ساتھ اس حال میں قائم رہے گا کہ اسے ذلیل کرنے والا اور اس کی مخالفت کرنے والا کوئی شخص اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم یعنی قیامت آجائے گی۔ (مشکوٰۃ ج۲ص ۲۶۷)

اور چھٹی روایت میں ہے۔ اذا فسد اھل الشام فلا خیر فیکم ولا تزال طآئفۃ من امتی منصورین لا یضر ھم من خذلھم حتی تقوم الساعۃ ۔جب اہل شام بگڑ جائیں تو پھر تمہارے اندر کوئی بہتری نہ ہو گی۔اور میری امت کاایک بہت بڑا گروہ ہمیشہ حق پر اس حال میں قائم رہے گا۔ کہ اللہ کی جانب سے اس کی مدد کی جائے گی۔اور جو شخص اسے ذلیل کرے گا۔وہ اسے کوئی ضرر نہ پہنچائے گا۔رواہ ابوعیسیٰ الترمذی وقال ھذا حدیث صحیح (سنن ترمذی ج۲ص ۵۲)

اور محدث محمد بن اسماعیل روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ولن تزال ھذہ الامۃ قائمۃ علی امر اللہ لا یضر ھم من خالفھم حتی یأ تی امر اللہ ۔اور یہ امت ضرور ضرور اللہ کے امر (دین) پر اس حال میں قائم رہے گی کہ اس کی مخالفت کرنے والا کوئی شخص اسے کوئی ضرر نہ پہنچائے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا امر (قیامت) آجائے گا۔(صحیح بخاری شریف ج۱ص۱۶)

(تنبیہ)ان احادیث صحیحہ معتبرہ میں طائفہ سے مراد کثیر التعداد طائفہ ہے۔ کیونکہ ان کا سیاق لایضر ھم من خذلھم ولا من خالفھم سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قیامت کے قرب یعنی حضرت عیسیٰ السلام کے نزول تک امت کا اہل حق طائفہ اپنی کثرتِ تعداد کی وجہ سے اتنا قوی ہو گا کہ اس کا کوئی مخالف ٹولہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔اور نہ اسے ذلیل کر سکے گا۔ بلکہ اہل حق کا یہ طائفہ ناجیہ اپنی کثرت تعداد اور زور قوت کی وجہ سے ہمیشہ باقی بہتر گمراہ فرقوں پر تنہا غالب اور

قاہر رہے گا۔ سوان احادیث کی تشریح وہ حدیثیں کرتی ہیں۔ جن میں سواد اعظم کے حق ہونے اور اس کی اتباع کا حکم خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیا ہے مثلاً آپ نے ارشاد فرمایا۔ اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذشذ فی النار۔ امت کی سب سے کثیر التعداد جماعت کی پیروی کرو۔ کیونکہ جو اس سے جدا ہو گا وہ دوزخ میں جدا کیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ ج ا ص ۲۸)

اور ارشاد فرمایا۔ ان امتی لا تجتمع علیٰ ضلالة فاذا رأیتم اختلافاً فعلیکم بالسواد الاعظم۔ بلاشبہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہو گی سو تم جب بھی کوئی اختلاف دیکھو تو تم پر امت کی کثیر التعداد جماعت کی پیروی لازم ہے۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۸۳)

اور ارشاد فرمایا۔ وایا کم والشعاب وعلیکم بالجماعة والعامة. گھاٹیوں سے بچو اور تم پر مسلمانوں کی کثیر التعداد جماعت اور عامۃ المسلمین کا مذہب لازم ہے۔ (مشکوٰۃ ج ا ص ۲۸)

الحمد للہ یہاں تک قرآن حکیم کی جو آیات کریمہ اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث صحیحہ معتبرہ نقل کی گئی ہیں۔ ان سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ امت مصطفویہ کا سواد اعظم رسول ﷺ کے عہد سعید سے لے کر آج تک حق پر قائم رہا ہے۔ اور ان شاء اللہ العزیز قرب قیامت تک اسی طرح حق پر قائم رہے گا۔ اور باطل فرقے اپنا کتنا ہی زور کیوں نہ لگائیں وہ اس اہل حق سواد اعظم ناجی جماعت کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔ لہذا خارجیوں، وہابیوں، دیوبندیوں اور مودودیوں کا سواد اعظم اہل سنت کو گمراہ بلکہ مرتکب شرک قرار دینا سراسر باطل ہے۔ واللہ لا یهدی القوم الظالمین۔

امت مسلمہ گمراہ نہیں ہو گی۔

حضرت امام جعفر صادق روایت بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کیف تهلک امة انا اولها والمهدی وسطها والمسیح آخرها وہ امت (گمراہ ہو کر) ہلاک کیسے ہو گی جس کے اول میں میں ہوں اور اس کے وسط میں مہدی ہیں اور اس کے آخر میں حضرت عیسیٰ مسیح ہیں۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۶۷)

الحمد للہ یہ حدیث بالتصریح بتا رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی امت کی اکثریت نزول عیسیٰ علیہ

السلام تک ہدایت پر رہے گی۔ لہذا اسے مبتلائے شرک بتانا ڈاکٹر عثمانی وغیرہ کی ضلالت کی روشن دلیل ہے۔ **واللہ لایھدی القوم الفاسقین** ۔

جزیرۂ عرب شرک سے پاک رہے گا۔

نبی غیب دان ﷺ نے ارشاد فرمایا "بلاشبہ شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ جزیرۃ العرب میں اس کی پوجا کی جائے۔ لیکن وہ ان کو آپس میں لڑاتا رہے گا۔"
(مسلم شریف ج ۲ ص ۳۸۴۔ جامع صغیر ج ۱ ص ۸۲)

اور فرماتے ہیں۔ **ان الشیطان قد ایس ان تعبدالا صنام بارض العرب ولکن رضی منھم بما دون ذلک بالمحقرات وھی المو بقات**. بلاشبہ شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے۔ کہ جزیرۃ العرب میں بتوں کو پوجا جائے۔ لیکن وہ اس سے کم بات یعنی آپس کے لڑائی جھگڑے پر راضی ہو گیا ہے اور وہ ہلاکت میں ڈالنے والے گناہ ہیں۔ رواہ الحاکم وصححہ وابو یعلی والبیہقی
(الصوعق الالھیہ ص ۴۵)

نبی علیہ السلام کو امت کے شرک میں پڑنے کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ سال بعد شہدائے احد پر نماز جنازہ پڑھی۔ پھر ممبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا۔ "بلاشبہ میں تمہارا پیش رو ہوں اور بلاشبہ تمہارے وعدے کا مقام حوض کوثر ہے۔ اور میں اپنی اس جگہ میں رہتے ہوئے اسے دیکھ رہا ہوں۔ اور بلاشبہ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں۔ **وانی لست اخشی علیکم ان تشر کوا بعدی** اور بلاشبہ مجھے اس بات کا کوئی اندیشہ نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے۔ رواہ الشیخان فی صحیحھما (مشکوۃ ج ۲ ص ۷۴۳)

اور دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ **وانی واللہ ما اخاف علیکم ان تشر کوا بعدی** اور بلاشبہ اللہ کی قسم مجھے تمہارے متعلق کوئی خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے۔
(بخاری شریف ج ۱ ص ۱۷۹)

اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

فرمایا، ان اخوف ما اتخوف علیٰ امتی الاشراک باللہ اما انی لست اقول یعبدون شمساً ولا قمراً ولا وثناًولکن اعمالاً لغیر اللہ و شھوۃ خفیۃ ۔ بلاشبہ مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ ڈراس بات کا ہے وہ اللہ کا شریک ٹھہرائے گی۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ وہ سورج کی پوجا کرے گی یا چاند کی۔یا بت کی بلکہ اللہ کے غیر کے لیے کام کرے گی۔اور پوشیدہ شہوت سے کام لے گی۔ (سنن ابن ماجہ ص ۳۱۰)

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے مسند میں، حاکم نے مستدرک میں اور صاحب نوادر الاصول نے بھی روایت کیا ہے۔ (مصباح الزجاجۃ للجلال السیوطی ص ۳۱۰)

اور مفسر ابن کثیر اپنی تفسیر میں روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں اپنی امت پر شرک اور خفی شہوت سے ڈرتا ہوں ۔ عرض کیا گیا ۔یا رسول اللہ اتشرک امتک من بعدک ۔یارسول اللہ! کیا آپ کی امت آپ کے بعد شرک کرے گی؟ فرمایا نعم اما انھم لا یعبدون شمسا ولا قمرا ًو حجرا ًولا وثناً ولکن یرآئون باعما لھم ہاں لیکن وہ سورج یا چاند یا پتھر یا بت کو نہیں پوجے گی۔ بلکہ اپنے اعمال میں ریا کاری کرے گی۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۰۹)

الحمد للہ ان احادیث صحیحہ معتبرہ سے اظہر من الشمس ہوا کہ اور کوئی گناہ تو امت مسلمہ میں پیدا ہو سکتا ہے لیکن اس میں شرک حقیقی ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا۔لہذا خارجی ٹولہ امت مسلمہ میں شرکِ حقیقی ثابت کر کے خود گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔ حضرت علامہ سلیمان بن عبدالوہاب نجدی اپنے بھائی امام الوہابیہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے نظریہء شرک کا رد کرتے ہوئے ان احادیث کے ضمن میں لکھتے ہیں۔وجہ الدلالۃ منہ کما تقدم ان اللہ سبحانہ ' اعلم نبیہ من غیبہ بما شآء و بما ھو کا ئن الی یوم القیامۃ و اخبر ان الشیطان قد ایس ان یعبدالمصلو ن فی جزیرۃ العرب و فی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایس الشیطان ان تعبدالاصنام بارض العرب و فی حدیث شد اد بن اوس رضی اللہ عنہ انھم لا یعبدون و ثنا ً وھذا بخلاف مذھبکم فان البصرۃ و ما حولھا والعراق من دون دجلۃ الذی فیہ قبر علی رضی اللہ عنہ وقبر الحسین رضی اللہ عنہ و کذالک یمن و الحجاز کل ذلک عن ارض

العرب و مذهبکم ان هذا المواضع کلها عبدالشیطان فیها و عبد ت الاصنام و کلهم کفارو من لم یکفرهم فهو عند کم کا فر و هذ ہ الا حادیث تر د مذهبکم. ان حدیثوں میں تمہارے مذہب کے بطلان پر دلالت موجود ہے کیونکہ اللہ سجانہ نے جس قدر چاہا اپنے نبی ﷺ کو اپنے غیب پر اطلاع دی اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا اس کی خبر انہیں دے دی۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی ہے کہ شیطان مایوس ہو چکا ہے اس بات سے کہ جزیرۃ العرب میں اس کی پوجا کی جائے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں آپ ﷺ نے خبر دی ہے کہ جزیرہ عرب میں بت پرستی سے شیطان مایوس ہو گیا ہے۔ اور شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ مسلمانانِ عرب کسی بت کو نہیں پوجیں گے۔ اور یہ تمہارے مذہب کے خلاف ہے۔ کیونکہ بصرہ اور اس کے گرد و نواح کی جگہیں اور دجلہ کے پاس کی وہ جگہ جس میں حضرت علی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کی قبریں ہیں، اور عراق اور اسی طرح یمن اور حجاز کا کل علاقہ سرزمین عرب میں شامل ہے اور تمہارا مذہب یہ ہے کہ ان جگہوں میں شیطان کی پوجا ہوتی ہے اور بت پوجے جاتے ہیں اور ان عربی علاقوں کے سب لوگ کافر ہیں اور جو ان کے کفر کا قول نہ کرے وہ بھی کافر ہے۔ سو تمہارے اس عقیدہ کا رد یہ حدیثیں کرتی ہیں۔ (الصواعق الالھیہ۔ فی الرد علی الوھابیہ ص ۴۵)

کلمہ گو مسلمان کا مشرک ہونا محال ہے۔

الحمدللہ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ اللہ رب العزت جل جلالہ' نے اپنے نبی ﷺ کو یہ خبر دی ہے کہ ان کی وفات کے بعد ان کی امت نزول عیسیٰ علیہ السلام تک شرک حقیقی اور بت پرستی سے محفوظ رہے گی۔ شرک کی جو قسم اس میں پیدا ہو سکتی ہے۔ وہ صرف ریاکاری ہے اور ریاکاری سے کوئی شخص دائرۂ اسلام سے نہیں نکلتا۔ لہذا اس امت کے کسی فعل کو شرک قرار دے کر اسے مشرک جاننا جیسا کہ خارجیوں، وہابیوں اسماعیلی، دیوبندیوں، مودودیوں اور ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی جیسے نام نہاد توحیدیوں کا اہل سنت مسلمانوں کے متعلق عقیدہ فاسدہ ہے۔ سراسر ضلالت و خباثت ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان بے دینوں کی راہ سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

معمولی سمجھ رکھنے والا شخص یہ جانتا ہے کہ جو سنی مسلمان اٹھتے بیٹھتے کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہیں۔ نماز پنجگانہ میں اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد اعبدہ ورسولہ اور ولا الہ غیرک پڑھتے ہیں۔ آذانوں اور اقامتوں میں دو مرتبہ کلمہ شہادتین کہتے ہیں۔ ہر باجماعت نماز کے بعد بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا ذکر کرتے ہیں۔ مرنے والے کی کفنی میں شہادتین لکھتے ہیں اور جنازہ اٹھا کر چلتے وقت بلند آواز سے کلمہ توحید پڑھتے ہیں۔ الغرض پیدائش کے وقت بچہ کے کانوں میں آذان و اقامت کی صورت میں توحید باری کے عقیدہ کا اظہار کرتے ہیں۔ پھر مرنے اور دفن کرنے تک بلکہ سوالاکھ مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھا کر میت کی بخشش کا سامان کرتے ہیں۔ وہ مسلمان ہرگز ہرگز شرک حقیقی میں مبتلا نہیں ہو سکتے۔ کلمہ طیبہ سے ان کا یہ مضبوط لگاؤ ان کے قلبی ایمان کی شہادتِ قویہ بنتا ہے۔ لہذا مسلمانوں کو بات بات پر مشرک قرار دینا خود اپنی عاقبت کی بربادی اور ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ بھولے بھٹکے لوگوں کو ہدایت نصیب کرے۔ تاکہ وہ حق کو جانیں سمجھیں اور اس پر ایمان رکھ کر عاقبت کی ہلاکت سے بچ جائیں۔ (آمین) وھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ النافحۃ تقبلہا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ (۱۱ ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ)

نواں مقالہ

بدعتِ حسنہ کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔ امابعد۔

وہابیہ، دیوبندیہ ہر نئے کام کو بدعت کہتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک ہر بدعت گمراہی اور دوزخ میں پہنچانے والی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بہت سے سنی معمولات پر بدعت کا فتوی جڑتے ہیں اور ان معمولاتِ متبرکہ کی وجہ سے وہ اہل سنت و جماعت (بریلوی مسلک والوں) کو بدعتی کہہ کر پکارتے ہیں۔ اور وہ اپنے اس قول پر حدیث کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار سے استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ دیوبندیوں کی معتبر مشہور کتاب فتاوٰی رشیدیہ کے صفحہ ۱۲۸ پر ہے "ہر چیزے کہ از عبادات باشد و ثبوتش من خیر القرون نباشد بلاریب بدعت ست و تجاوز از حدود شرعیہ ست کما قال اللہ تعالیٰ ولاتعتد واتقتد واالآیۃ۔ اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۹ پر ہے "یہ سب امور خیر القرون میں نہیں تھے تو ان کا عدم خیر القرون میں واسطے ممانعت کے کافی ہے۔ مجوز کو چاہیئے کہ کوئی حدیث یا آیت دلیل جواز کی پیش کرے۔ عدم قدیم ہمارے واسطے دلیل کافی ہے"

الغرض دیوبندیوں کے نزدیک جو کام رسول اللہ ﷺ کے عہد بابرکات میں نہ کیا گیا ہو وہ ممنوع وناجائز ہے۔ اگرچہ فی نفسہ وہ کتناہی اچھا اور فائدہ مند کیوں نہ ہو۔ حالانکہ اگر خود دیوبندیوں کے گھر کی تلاشی لی جائے تو ان کے ہاں سینکڑوں ایسے کام ہوتے ملیں گے۔ جن کا وجود خیر القرون میں تو کجا قرون ثلاثہ تک میں کہیں پایا نہیں جاتا۔ فالی اللہ المشتکیٰ واللہ لایھدی القوم الظالمین۔

وہابیوں دیوبندیوں کے اس عقیدہء باطلہ کے بالکل برعکس ہمارے اکابرین اہل سنت اعلیحضرت بریلوی اور ان کے پیشواؤں کا عقیدہ یہ ہے کہ نیا کام دو قسم کا ہے۔ اچھا اور برا۔ اچھے نئے کام کو وہ بدعت حسنہ اور برے نئے کام کو بدعت سیئہ سے تعبیر فرماتے ہیں۔ ہمارے بزرگان دین کے اس عقیدہ صادقہ راسخہ پر قرآن و سنت اور اقوال فقہاء و علماء و مشائخ پوری پوری دلالت کرتے ہیں۔ ہم یہاں چند نصوص تبرکا ذکر کرتے ہیں تاکہ اس مسئلہ کی پوری وضاحت ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ ورھبانیۃ ن ابتدعوھا ما کتبنھا علیھم الا ابتغآء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا ۚ فاٰتینا الذین اٰمنو منھم اجرھم ج اور

تارک الدنیا بننا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی۔ ہم نے ان پر فرض نہ کی تھی۔ ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی پھر اسے نہ نبھایا جیسا کہ اس کے نبھانے کا حق تھا۔ تو ہم نے ان کے ایمان والوں کو ان کا ثواب عطا کیا۔ (سورۃ الحدید رکوع ۴)

تفسیر

"اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ دین میں اچھے طریقے ایجاد کرنا جسے بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ بہت باعث ثواب بات ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کے تیس پارے اور رکوع بنانا۔ اعراب لگانا۔ علم حدیث و فقہ مرتب کرنا۔ محفل میلاد منعقد کرنا اور فاتحہ بزرگان دین دلانا وغیرہا۔ ہاں بدعت حسنہ ایجاد کرنے کے بعد اسے نہ نبھانا برا ہے۔ اس پر عتاب فرمایا گیا۔" (نور العرفان علیٰ کنز الایمان)

اور سید صدر الافاضل مراد آبادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ "اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ بدعت یعنی دین میں کسی بات کا نکالنا اگر وہ بات نیک ہو اور اس سے رضائے الٰہی مقصود ہو تو بہتر ہے۔ اس پر ثواب ملتا ہے۔ اور اس کو جاری رکھنا چاہیئے۔ ایسی بدعت کو بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ البتہ دین میں بری بات نکالنا بدعت سیئہ کہلاتا ہے۔ اور وہ ممنوع اور ناجائز ہے۔ بدعت سیئہ حدیث میں بتلائی گئی ہے جو خلاف سنت ہو اور اس کے نکالنے سے کوئی سنت اٹھ جائے۔ اس سے ہزار ہا مسائل مثلاً گیارھویں، میلاد شریف، عرس اور تیجہ وغیرہ کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ جن میں آج کل لوگ اختلاف کرتے ہیں اور اپنی ہوائے نفسانی سے ایسے امور خیر کو بدعت سیئہ بتا کر منع کرتے ہیں۔ جن سے دین کی تقویت و تائید ہوتی ہے اور مسلمانوں کو اخروی فوائد پہنچتے ہیں۔ اور ان طاعات و عبادات میں مسلمان ذوق و شوق کے ساتھ مشغول ہیں۔ ایسے امور کو بدعت بتانا قرآن مجید کی اس آیت کے صریح خلاف ہے۔" (خزائن العرفان)

اب ہم تبرکاً چند احادیث مبارکہ پیش کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

پہلی حدیث۔

حضور پر نور شفیع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ **من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجر ها و اجر من عمل بها من بعد ه من غير ان ينقص من اجور هم شئی ومن سن فی**

الاسلام سنة سيئةً کان علیه و زر ھا ووزر من عمل بھا من بعد ہ من غیر ان ینقص من اوزلوھم شئی (رواہ مسلم)۔ جو شخص اسلام میں کوئی اچھی رسم جاری کرے اس کے لیے اس کا ثواب ہے۔ اور جو لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے ان کے ثواب جتنا ثواب بھی اس کے لیے ہے۔ بغیر اس کے کہ ان کے ثواب سے کچھ کمی کی جائے۔ اور جو شخص اسلام میں بری رسم جاری کرے اس کے لیے اس کا گناہ ہے اور جو لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے۔ ان کے گناہ جتنا گناہ بھی اس کے لیے ہے۔ بغیر اس کے کہ ان کے گناہ میں کچھ کمی کی جائے۔ (مشکوٰۃ شریف جلد اول صفحہ ۳۱)

امام نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔ فیہ الحث علیٰ الابتداء بالخیرات وسن السنن الحسنات۔ اس حدیث شریف میں نیک کاموں کی ابتداء کرنے اور اچھی رسمیں ایجاد کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ (شرح مسلم شریف)

(فوائد) اس حدیث شریف سے چند فوائد حاصل ہوئے وھی ھذہ

(۱) بدعت دو قسم کی ہے۔ اچھی بدعت اور بری بدعت (۲) اچھی بدعت میں موجد و عامل دونوں کے لیے ثواب ہے اور بری بدعت میں ان دونوں کے لیے گناہ ہے۔ (۳) من کے عموم سے معلوم ہوا کہ ہر نیک و بد مسلمان کو اچھی رسم ایجاد کرنے کی شرع کی طرف سے اجازت ہے۔ اگر کوئی فاسق فاجر مسلمان کوئی نیک رسم ایجاد کرے تو اس کے فسق و فجور کی وجہ سے وہ نیک رسم بری قرار نہیں دی جائے گی۔ جیسا کہ حجاج بن یوسف نے اعراب لگانے کی نیک رسم ایجاد کی تو اس کے فسق و فجور کا اس نیک رسم پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ (۴) ہر مسلمان ہر دور میں نیک رسم ایجاد کرنے کا حق رکھتا ہے لہذا خیر القرون یا قرون ثلاثہ کی قید لگانا وہابیہ کی سفاہت کی روشن دلیل ہے۔ سچ ہے۔

؎ خدا جب دین لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے۔

دوسری حدیث:۔

حضور نبی اکرم نور مجسم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو رد۔ جس نے ہمارے اس امر میں ایسی بات ایجاد کی جو اس سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ (مشکوٰۃ۔ ج ۱ ص ۲۴)

امام ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔ ''اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص اسلام میں ایسی بات پیدا کرے۔ جس کی سند کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں موجود نہیں ہے۔ نہ ظاہر، نہ خفی، نہ ملفوظ اور نہ مستنبط تو وہ مردود ہے۔'' (مرقاۃ بحوالہ حاشیہ مشکوٰۃ شریف ص ۲۴ جلد اول)

(فائدہ) مالیس منہ کی قید سے معلوم ہوا کہ احداث مافی الدین شرعا محبوب و مستحسن ہے۔

تیسری حدیث۔

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ من ابتدع بدعة ضلالة لا یرضاها الله و رسوله کان علیه من الاثم مثل آثام من عمل بها لا ینقص ذلک من اوزارهم شئیا۔ جو کوئی ایسی نئی بات نکالے جو گمراہ کن ہو۔ اور اللہ اور اس کا رسول اس سے ناراض ہو۔ تو اس پر ان لوگوں کے گناہ جتنا گناہ ہے جو اس پر عمل کریں گے۔ اور خود ان کے گناہ میں کوئی کمی نہ کی جائے گی۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۷ جلد ۱)

(فائدہ) اس حدیث میں ضلالۃ لا یرضاھا اللہ ورسولہ کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ بدعت صرف وہی بری ہے جو گمراہ کن ہو اور وہ اللہ اور رسول عزوجل ﷺ کی ناراضگی کا باعث ہو۔ لہذا نیک رسم کو بدعت سیئہ قرار دینا حماقت و ضلالت ہے۔

چوتھی حدیث۔

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة۔ کسی قوم نے کوئی بدعت نہیں نکالی مگر اس کی مثل سنت اٹھالی گئی۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸ ج ۱)

(فائدہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو بدعت کسی سنت کے منافی ہو کہ اس کی وجہ سے وہ سنت اٹھ جائے وہ شرعا مذموم ہے اور جو بدعت سنت کی موید و مقوی ہو وہ ممنوع نہیں۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ بدعت دو قسم کی ہوتی ہے۔ بدعت حسنہ یعنی جو موافق سنت ہو اور بدعت سیئہ یعنی جو خلاف سنت ہو۔ (حاشیہ مشکوٰۃ شریف)

پانچویں حدیث۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ما رآہ المسلمون حسنا فهو عند الله حسن ۔ مسلمان جس چیز کو اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھی ہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ شریف)

(فائدہ) تیجہ، چہلم، برسی، جمعراتی، گیارھویں اور عرس وغیرھا امور کو مسلمانوں کی اکثریت اچھا سمجھتی ہے۔ اس لیے یہ امور عند اللہ اچھے ہیں۔ ان پر عدم جواز کا فتویٰ عائد کرنا وہابیہ زمانہ کی سفاہت وحماقت کی دلیل ہے۔

علمائے احناف کے ارشادات

امام ابن عابدین شامی حنفی فرماتے ہیں۔ ورنہ بدعت تو کبھی واجب ہوتی ہے۔ مثلاً گمراہ کن فرقوں کی تردید میں دلائل قائم کرنا۔ اور علم نحو جس سے کتاب وسنت کی سمجھ حاصل ہوتی ہے۔ اور کبھی مستحب ہوتی ہے۔ مثلاً مسافر خانے اور مدرسے بنوانا اور ہر وہ نیک کام جو صدر اول میں نہ پایا گیا۔ اور کبھی مکروہ ہوتی ہے۔ مثلاً مسجد کو بے فائدہ آراستہ کرنا۔ اور کبھی مباح ہوتی ہے مثلاً عمدہ عمدہ کھانے، پینے اور پہننے کی چیزیں بنانا۔ یہ مسئلہ اسی طرح امام مناوی نے شرح جامع صغیر میں امام نووی کی کتاب التہذیب سے نقل کیا ہے۔ اور اسی طرح امام برکلی حنفی کی کتاب طریقہء محمدیہ میں بھی مذکور ہوا ہے۔ (شامی جلد اول ص ۴۱۴)

اور سیدی عبد الغنی نابلسی حنفی فرماتے ہیں ''ورنہ فقہائے کرام نے تحقیق فرمائی ہے کہ بعض بدعتیں اچھی اور عند اللہ مقبول ہوتی ہیں مثلاً دینی علوم کی تعلیم وتدوین اور مسجدوں کے مینار اور ہر وہ نیا کام جس میں انہوں نے کوئی دینی مصلحت دیکھی۔ اسے اچھا اور عند اللہ مقبول بتایا'' (حدیقہ ندیہ ص ۱۳۹ جلد اول)

اور یہی بزرگ دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں ''کتاب شرح الشرعۃ میں کتاب شرح المشارق سے منقول ہے کہ بلاشبہ علمائے امت نے فرمایا۔ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ بدعت واجبہ مثلاً بد مذہب لوگوں کے شکوک وشبہات کی تردید میں دلائل جمع کرنا۔ بدعت مستحبہ مثلاً دینی کتب تصنیف کرنا اور دینی مدارس قائم کرنا۔ بدعت مباحہ مثلاً خویش واحباب کی مہمانی میں

طرح طرح کے کھانوں کی کثرت کرنا۔ بدعت مکروھہ اور بدعت محرمہ اور یہ دونوں قسمیں ظاہر ہیں'' (حدیقہ ندیہ ص ۱۴۵ ج ۱)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں '' جاننا چاہیے کہ جو بات پیغمبر ﷺ کے بعد پیدا ہوئی وہ بدعت ہے۔ پھر جو بدعت پیغمبر ﷺ کی سنت کے قواعد واصول کے مطابق ہو اور اس پر قیاس کی گئی ہو اسے بدعت حسنہ کہتے ہیں اور جو بدعت سنت پیغمبر ﷺ کے مخالف ہو اسے بدعت ضلالت کہتے ہیں اور اس حدیث کل بدعۃ ضلالۃ کی کلیت بدعت ضلالت پر محمول ہے اور بعض بدعتیں واجب ہیں مثلاً علم صرف ونحو کا پڑھنا پڑھانا جس سے آیات واحادیث کی سمجھ حاصل ہو۔ کتاب وسنت کے غرائب کو حفظ کرنا اور علاوہ ازیں وہ تمام نئی باتیں جن پر دین وملت کی حفاظت موقوف ہے۔ اور بعض بدعتیں مستحسن ومستحب ہوتی ہیں۔ مثلاً مسافر خانے اور درسگاہیں بنانا اور بعض بدعتیں مکروہ ہوتی ہیں۔ مثلاً بعض علماء کے قول پر مسجدوں کو آراستہ کرنا اور بعض بدعتیں مباح ہوتی ہیں۔ مثلاً کھانے پینے کی اچھی اچھی چیزوں میں کشائش پیدا کرنا بشرطیکہ وہ حلال ہوں اور ان کی وجہ سے تکبر وغرور میں مبتلا نہ ہو۔ اور علاوہ ازیں وہ سب مباح چیزیں جو عہد رسالت میں نہ تھیں مثلاً چھلنی وغیرہ اور بعض بدعتیں حرام ہوتی ہیں۔ مثلاً اہل سنت وجماعت کے مقابلہ میں اہل باطل کے مذاہب۔ اور جو بدعتیں خلفائے راشدین نے پیدا کی ہیں۔ وہ اگرچہ اس وجہ سے بدعت ہیں کہ وہ حضور ﷺ کے زمانہ میں نہ تھیں مگر وہ بدعت حسنہ کی قسم سے ہیں۔ بلکہ وہ حقیقت میں سنت ہیں کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا تم میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔'' (اشعۃ اللمعات صفحہ ۱۲۵ جلد دوم)

'' امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بدعت دو طرح کی ہوتی ہے۔ بدعت محمودہ اور بدعت مذمومہ'' (نزھۃ الناظرین ص ۱۲)

شیخ عبید الضریر فرماتے ہیں۔ ''بدعت وہ کام ہے جو حضور ﷺ کے عہد میں موجود نہ تھا۔ اور بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ بدعت واجبہ، بدعت مندوبہ، بدعت محرمہ، بدعت مکروھہ اور بدعت مباحہ الیٰ آخرہ'' (نزھۃ الناظرین ص ۱۲)

اور امام نووی فرماتے ہیں ''علمائے کرام نے فرمایا۔ بدعت پانچ قسم پر ہے۔ بدعت واجبہ،

بدعت مندوبہ، بدعت محرمہ، بدعت مکروھہ، اور بدعت مباحہ" (شرح مسلم شریف ص۳۰۵ جلد اول)

الحمد للہ علمائے حق کی ان روشن تصریحات سے معلوم ہوا کہ ہر بدعت مذموم نہیں بلکہ بدعت مذمومہ صرف وہ ہے جو سنت کے مخالف ہو۔ لہٰذا دیوبندیہ وہابیہ کا متعدد معمولات اہل سنت مثلاً مجلس میلاد، قیام میلاد، تیجہ، چہلم، گیارھویں، عرس وغیرھا امور خیر کو بدعت ضلالت کہنا باطل اور ان کی بے عقلی اور کم علمی کی واضح دلیل ہے۔ یہ امور خیر ہر گز ہر گز بدعت ضلالت نہیں۔ بلکہ یہ بدعت مستحبہ ہیں۔ ان امور کی بناء پر بریلوی اہلسنت کو دیوبندیہ کا اہل بدعت کہنا بھی ان کی بے جا ہٹ دھرمی اور بغض وعناد کی دلیل ہے۔ واللہ لایھدی القوم الظالمین۔

حدیث کل بدعة ضلالة کی تشریح۔

دیوبندیہ وہابیہ عوام المسلمین کو دھوکہ دینے کے لیے حدیث کل بدعة ضلالة پیش کرتے ہیں اور اس کا عام ظاہر معنی مراد لیتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے جلیل القدر حنفی علماء کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں کلیت صرف بدعت مذمومہ پر محمول ہے۔ اور یہ عام مخصوص منہ البعض ہے۔ جیسا کہ شیخ عبدالحق کا ارشاد ابھی گزرا۔ اور امام نووی شافعی فرماتے ہیں۔ وقولہ ﷺ و کل بدعة ضلالة هذا عام مخصوص والمراد غالب البدع الی ان قال فا ذا عرف ماذکر ته علم ان الحديث من العام المخصوص و كذاما اشبههٗ من الاحاديث الوا ردة و يؤ يد ما قلناه قول عمر بن الخطاب رضی الله عنه فی التراويح نعمت البدعة هذا ولا يمنع من كون الحديث عاماً مخصوصاً قوله كل بدعة مو كداً بكل بل يد خله التخصيص مع ذلک كقوله تعالىٰ تدمر كل شئی۔ یعنی کل بدعة ضلالة عام مخصوص منہ البعض ہے۔ اور مراد غالب بدعات ہیں۔ پھر اقسام بدعت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ پس جب آپ بدعت کی پانچ قسمیں جان چکے تو اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ حدیث عام مخصوص ہے اور اسی قسم کی دوسری حدیثیں بھی عام مخصوص ہیں اور ہمارے اس قول کی تائید حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے تراویح کے متعلق فرمایا کہ یہ ایک اچھی بدعت ہے۔ اور اس حدیث میں لفظ کل تخصیص کے منافی نہیں۔ کیونکہ تخصیص لفظ کل میں بھی پائی جاتی

ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے ارشاد تدمر کل شئی میں تخصیص موجود ہے۔" (شرح مسلم شریف ص ۳۰۵ جلد اول)

اور یہی امام حدیث من سن سنۃ حسنۃ کی شرح میں فرماتے ہیں "اس حدیث (من سن سنۃ حسنۃ") سے معلوم ہوا کہ حدیث کل بدعۃ ضلالۃ میں تخصیص موجود ہے۔ اور یہاں بدعت سے مراد بدعت قبیحہ و مذمومہ ہے۔ جیسا کہ اس کا مفصل بیان کتاب الجمعۃ میں گزر چکا ہے۔" (شرح مسلم ص ۳۴۷ ج ۱)

اور امام علی قاری حنفی فرماتے ہیں "کتاب الازھار میں فرمایا۔ حدیث کل بدعۃ ضلالۃ میں بدعت سے مراد ہر بری گمراہ کن بدعت ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص اچھی رسم جاری کرے اس کے لیے اس کا ثواب ہے اور جو اس پر عمل کرے گا اس کے ثواب جتنا ثواب ہے۔ اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم نے قرآن جمع کیا۔ اور حضرت زید نے اسے کتابی صورت دی۔ اور حضرت عثمان کے عہد میں اس کی تجدید کی گئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔" (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۲۱۶ ج ۱)

اور علامہ عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں۔ "کل بدعۃ ضلالۃ سے مراد ہر وہ بدعت ہے جو شرع میں بدعت ہے۔ اور شرع میں بدعت صرف وہی بدعت ہے کہ جس میں شرعی طاعت پر کوئی اعانت نہ پائی جائے۔ بوجہ اس کے کہ وہ بدعت بری ہے۔ اور اگر کسی بدعت میں شرعی طاعت پر اعانت پائی جائے تو وہ بدعت شارع کے اذن سے ہو گی۔ اگرچہ شارع کا اذن بطریق اشارہ پایا جائے۔ پس اس قسم کی بدعت، بدعت حسنہ ہو گی۔ پس بدعت حسنہ کل بدعۃ ضلالۃ کے تحت نہیں آتی۔" (حدیقہ ندیہ ص ۱۳۸ جلد اول)

اور یہی امام فرماتے ہیں۔ "کتاب شرح الشرعہ میں فرمایا۔ "ہر بری بدعت گمراہ کن ہے۔" پھر ذرا آگے فرماتے ہیں۔ اور بدعت فی الدین سے مراد ہر وہ بدعت ہے جو صحابہ و تابعین و تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی راہ و روش کے خلاف ہو بایں طور کہ اگر وہ اس پر اطلاع پاتے تو وہ ضرور اس پر انکار لاتے اور اسے ناپسند فرماتے۔ پس اس قسم کی بدعت ضلالت ہے۔ ورنہ فقہائے کرام نے تحقیق فرمائی ہے کہ بدعت کی بعض قسمیں اچھی ہیں اور عند اللہ مقبول ہیں۔ مثلاً دینی

علوم کی تعلیم و تدوین میں مشغول ہونا۔" (حدیقہ ندیہ ص ۳۸ جلد ۱)

اور امام جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں۔ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد کل محدثۃ بدعۃ۔" تاویل پر محمول ہے۔ اور ہر محدث یعنی بدعت سے مراد وہ بدعت ہے جو اصول شرع کے خلاف اور سنت کے غیر مطابق ہو۔" (حاشیہ ابن ماجہ)

الحمد للہ ان جلیل القدر بزرگان دین و شارحین حدیث کی ان عبارات متبر کہ سے معلوم ہوا کہ کل بدعۃ ضلالۃ کا معنی ہے۔ کل بدعۃ قبیحۃ ضلالۃ ولہذا دیوبندیہ وہابیہ زمانہ کا اس حدیث کی بناء پر ہر اچھی بدعت کو گمراہی قرار دینا۔ ان کی کور باطنی اور کم علمی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ مسلمانو! دیوبندی وہابی بدعت کی جو گردان پڑھتے رہتے ہیں۔ یہ ان کی خانہ زاد اور خود ساختہ ہے۔ ان کے کہنے سے امورِ خیر کو ہرگز ہرگز ترک نہ کریں۔ ع کارِ مانصیحت بود کردیم۔

تائید مزید۔

اب ہم چند بدعات حسنہ پیش کرتے ہیں۔ جو عہد صحابہ ء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں پیدا ہوئیں اور ان کے حسن ہونے کی تصریحات جلیل القدر صحابہ کرام نے خود فرمائیں وباللہ التوفیق

جمع القرآن۔

بخاری شریف میں مذکور ہے کہ جنگ یمامہ میں بہت سے قاری شہید ہو گئے۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر لڑائیوں میں اسی طرح قاری شہید ہوتے رہے تو قرآن کا بیشتر حصہ ضائع ہو جائے گا۔ سو میری رائے یہ ہے کہ قرآن کو (کتابی صورت میں) جمع کر دیا جائے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا۔ کیف افعل شیئاً لم یفعله رسول الله۔ میں وہ کام کیسے کروں جو رسول اللہ نے نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ھوو الله خیر. اللہ کی قسم یہ کام اچھا ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بار بار حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آتے رہے۔ اور انہیں جمع قرآن کی طرف توجہ دلاتے رہے۔ حتیٰ کہ حضرت صدیق رضی اللہ نے فرمایا۔ شرح الله لذلک صدری فرا یت الذی رای عمر۔ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے میرا سینہ کھول دیا تو میں نے عمر کی رائے کو اپنایا

۔پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ آپ عقلمند جوان ہیں اور ہم آپ کو متہم نہیں سمجھتے اور آپ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بھی وحی لکھتے رہے۔اس لیے آپ قرآن تلاش کریں اور اسے یکجا کر دیں۔یہ سن کر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ **کیف تفعلان شیئاً لم یفعله النبی ﷺ**۔ بھلا آپ وہ کام کیوں کرنے لگے ہیں۔جو رسول اللہ نے نہیں کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ **ھو واللہ خیر**۔اللہ کی قسم یہ کام اچھا ہے۔ حضرت زید نے بالآخر فرمایا۔ **فلم ازل ار اجعه حتی شرح الله صدری للذی شرح له صدر ابی بکر و عمر**۔میں اس بارہ میں بار بار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آتا جاتا رہا۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا تو میں نے صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کی رائے کو اپنا لیا۔(تاریخ الخلفاء ص ۶۴)

جماعت تراویح۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری ایک رات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف نکلے۔دیکھا کہ لوگ تراویح کی نماز متفرق طور پر پڑھ رہے ہیں۔یہ دیکھ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ **انی لو جمعت ھٰؤلآء علی قاریٍ واحدٍ لکان امثل**۔اگر میں ان لوگوں کو ایک قاری پر جمع کر دوں تو یہ بات زیادہ اچھی ہو گی۔پھر آپ نے اس کام کا پختہ ارادہ فرمایا۔اور انہیں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھنے پر جمع کر دیا۔دوسری رات حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مسجد کی طرف نکلے تو دیکھا کہ لوگ ایک امام کی اقتداء میں تراویح پڑھ رہے ہیں۔یہ دیکھ کر فرمایا **نعمت البدعة ھذہ**۔یہ بدعت کتنی اچھی ہے۔(مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۰۵)

مسجد نبوی کی تعمیر نو۔

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی شریف کو نئے سرے سے شاندار طریقہ پر تعمیر کرنے کا مشورہ کیا۔تو بعض لوگوں نے اس نئی بات کو ناپسند کیا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا **انکم اکثر تم و انی سمعت رسول الله ﷺ یقول من بنی مسجد ا لله بنی الله له**

مثلہ فی الجنۃ۔ تم نے ردو کد میں بہت کثرت کی ہے۔ حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ کے لیے مسجد بنائے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کی بنائی ہوئی مسجد جیسی عمارت جنت میں تعمیر فرماتا ہے۔ پھر آپ نے مسجد شہید کرائی اور اسے عالیشان تعمیر فرمایا۔ (بخاری شریف ص ۶۴)

الحمد للہ ان احادیث سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ جو کام فی نفسہ اچھا ہو وہ محض اس وجہ سے ناجائز نہیں ہو گا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے عہد سعید میں نہیں کیا گیا۔ بلکہ مقصود شریعت سے موافقت رکھنے والے تمام وہ امور خیر جو خیر القرون یا قرون ثلاثہ یا قرون سلف صالحین میں نہیں کیے گئے مستحب و مستحسن قرار دیئے جائیں گے۔ جیسا کہ حضرت فاروق اعظم، حضرت صدیق اکبر اور حضرت زید رضی اللہ عنہم نے قرآن جمع کرنے کو اچھا قرار دیا۔ اگرچہ حضور کے زمانے میں قرآن کو کتابی شکل میں جمع نہیں کیا گیا تھا۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تراویح کی باقاعدہ جماعت کو بدعت حسنہ فرمایا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی نئی شاندار تعمیر کو مستحسن سمجھا۔ و لہذا سیدنا غوث اعظم کی گیارھویں شریف، تیجہ، چہلم برسی، سالانہ ختم شریف، ششماہی کے ختمات۔ جشن میلاد شریف، قیام میلاد شریف، مولود خوانی وغیرہا امور خیر قطعا یقینا مستحسن ہیں۔ اگرچہ موجودہ ہیئت کذائیہ سے یہ کام خیر القرون یا قرون ثلاثہ میں نہیں کیے گئے۔ ان امور خیر کو بدعت و ناجائز کہنا اور ہر بدعت کو خواہ وہ فی نفسہا کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو۔ ضلالت اور گمراہی قرار دینا بد مذہب لوگوں کی جہالت و ضلالت و سفاہت کی روشن دلیل ہے۔ اہل سنت وہابیہ زمانہ کی گمراہ کن باتوں پر ہرگز ہرگز کان نہ دھریں اور امور خیر کو ترک کر کے ثواب عظیم سے محروم نہ رہیں۔ واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم

بدعات وہابیہ

دیوبندی وہابی بدعت کی گردان پڑھتے رہتے ہیں اور سواد اعظم بریلوی اہل سنت کو اہل بدعت کہہ کر پکارتے ہیں۔ لیکن بہت سی بدعات پر یہ لوگ خود بھی سختی سے پابند ہیں۔ چنانچہ ہم چند بدعات کا ذکر کرتے ہیں۔ رمضان میں باجماعت تراویح پڑھنا۔ مسجدوں کو پختہ عالیشان بنانا۔ جمعہ کی دو آذانیں دینا۔ ایک شہر میں دو جگہ نماز عید پڑھنا، قرآن مجید کو چھاپنا۔ اس کا عجمی زبانوں میں ترجمہ

کرنا۔ الفاظ قرآن پر اعراب لگانا۔ خطبہ جمعہ میں آیت احسان پڑھنا۔ بخاری شریف کا ختم، مسجد کے محراب ومینار بنانا۔ علم صرف ونحو ومنطق واصول پڑھنا پڑھانا وغیرھا

مقام غور

ہے کہ اگر دیوبندی لوگ ان بدعات کو بجالانے کے باوجود اہل بدعت نہیں تو پھر بریلوی اہل سنت گیارھویں، تیجہ اور چہلم وغیرھا ایصال ثواب کرنے کی وجہ سے کیوں اہل بدعت گردانے جاتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ سنی بریلوی اہل بدعت نہیں ہیں بلکہ حقیقی سنی ہیں۔ ان پر اہل بدعت کا بہتان لگانا بداھۃً غلط ہے۔ وھذا آخر ماردنا ایرادفی ھذہ المقالۃ المفیدۃ تقبلھا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ (۲۷ جمادی الاخری ۱۴۰۲ھ)

دسواں مقالہ

فیوضاتِ قادریہ

(سیدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام والبرکۃ والتحیۃ والرحمۃ علیٰ جمیع عبادہ المؤمنین من الانبیآء و الصدیقین والشہدآء والصالحین الی قیام یوم الدین وبعد قیام یوم الدین الی ابد الآبدین۔

یہ مقالہ حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد وارشادات حقہ پر مشتمل ہے۔ بحمدہ تعالیٰ اس مقالہ مبارکہ سے یہ بات آشکارا ہو جاتی ہے کہ آپ کے عقائد و نظریات وہی تھے۔ جن کے حامل اس دور میں سنی بریلوی حضرات ہیں۔ ولہذا آپ کے متعلق یہ کہنا کہ آپ اہل حدیث یعنی وہابی غیر مقلد تھے۔ سراسر غلط اور ایک بے بنیاد دعوی ہے۔

بفضلہٖ تعالیٰ آپ اہل حدیث یعنی غیر مقلد وہابی نہ تھے۔ بلکہ سنی العقیدہ حنبلی المذہب مقلد بزرگ تھے۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

ناجی فرقہ۔

غوث الاعظم محبوب سبحانی حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔ ''اہل سنت وجماعت نجات پانے والا فرقہ ہے۔ اس کا مسلک اور عقیدہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور اس اہل سنت وجماعت فرقہ کو ناجی فرقہ کہا جاتا ہے۔'' (غنیۃ الطالبین۔ جلد اول ص ۸۵)

چار مذاہب حقہ۔

پاکیزہ روحوں (انسانوں) کے لیے مذاہب اربعہ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنبلیہ کے اصول پر عمدہ عقیدے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو ان لوگوں کی راہ سے بچائے جو دین حق سے اس طرح دور چلے گئے ہیں۔ جس طرح تیر کمان سے دور چلا جاتا ہے۔ (فتوح الغیب ص ۱۴۰)

تقلید۔

امام تازفی فرماتے ہیں ''امام حافظ ابو عبداللہ محمد بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب المشیخۃ البغدادیۃ میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی بغداد کے شہر میں حنبلی اور شافعی مذہب والوں کے پیشوا اور فقیہ تھے'' اور یہی امام علامہ نووی کی بستان العارفین سے نقل فرماتے ہیں کہ ''شیخ عبدالقادر جیلانی بغداد

میں شافعی اور حنبلی اماموں کے سربراہ تھے"(قلائد الجواہر ص ۱۳۷)

اتباعِ سوادِ اعظم۔

"اے عزیز! جمہور کی راہ پر چلنا تجھ پر لازم ہے۔ اور تجھ پر مسلمانوں کی بڑی جماعت اہل سنت کے ساتھ رہنا واجب ہے۔" (الفتح الربانی ص ۴۱۶)

عمل پر عقیدہ کی تقدیم۔

اور آپ فرماتے ہیں۔ "اولیاء اللہ کے احوال کا انکار وہی شخص کرے گا جو منافق، سخت دھوکہ باز اور اپنی خواہشاتِ نفسانی کا شہسوار ہے۔ اور یہ امر صحیح عقیدہ کے بعد نیک عمل پر مبنی ہے۔" (فتح الربانی ص ۴۹۹)

ضرورت شیخ۔

اور آپ فرماتے ہیں۔ "تو اہل دل (یعنی اولیاء اللہ) کی صحبت اختیار کر کہ تو بھی صاحب دل ہو جائے۔ اور تیرے لیے شیخ کامل کی ضرورت ہے جو سمجھ دار اور حکم خداوندی بجالانے والا ہو کہ وہ تجھے مہذب بنائے۔ علم دین سکھائے اور نصیحت کرے۔" (فتح الربانی ص ۱۶۶)

فناء فی الشیخ۔

"اپنے شیخ کے مقابلہ میں مرید کے پاس نہ کرتا ہوتا ہے نہ پائجامہ، نہ سیم وزر ہوتی ہے نہ مال واسباب۔ وہ اسی کے دستر خوان پر وہی شئے کھاتا ہے۔ جس کے کھانے کا وہ حکم کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ سے فنا ہوتا ہے۔ اور شیخ کے امر و نہی کا منتظر رہتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ شیخ کا امر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ اس کی تمام بہتریاں اس کے شیخ کے ہاتھوں پر پوری ہوتی ہیں۔ اور اس کی رسی کو وہی بٹتا ہے (فتح الربانی ص ۵۰۳)

بے پیر کا پیر

"ایک بزرگ سے منقول ہے کہ جس کا کوئی پیر نہ ہو شیطان اس کا پیر ہوتا ہے۔" (فتح الربانی ص ۲۷۱)

اولیاء کرام کی گستاخی۔

''اے لڑکے۔ حق تعالیٰ کی پہچان کی کمی کی وجہ سے تو اولیاء اللہ کو حقیر و ذلیل جانتا ہے۔ اور تو کہتا ہے کہ یہ (اولیاء اللہ) متہم ہیں۔ ہمارے ساتھ کیوں عیش و عشرت نہیں کرتے۔ اور وہ ہمارے ساتھ کیوں نہیں بیٹھتے۔ تیری یہ باتیں اس وجہ سے ہیں کہ ابھی تک تجھے اپنے نفس کی پہچان حاصل نہیں ہوئی۔'' (فتح الربانی ص ۸۸)

اولیاء کرام کی غیبت۔

''اے منافق اللہ تعالیٰ تجھ سے زمین کو پاک کر دے۔ کیا تیرے نفاق کا ثبوت اس سے نہیں ہوتا کہ تو علمائے مکرمین، صلحائے محترمین اور اولیاء معظمین کی غیبت کرتا اور ان کا گوشت کھاتا ہے۔ تو اور تیرے منافق بھائی عنقریب کیڑوں کی غذا بنیں گے۔ وہ تمہاری زبانیں، گوشت کھائیں گے۔ اور وہ تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کریں گے۔ اور زمین تمہیں دبائے گی۔ اور تم پس جاؤ گے'' (فتح الربانی ص ۸۰)

اولیاء کے مراتب۔

''پھر مومن کو ایمان سے ایقان کی طرف منتقل کیا جاتا ہے۔ پھر اسے ولایت بدلیہ (جو ابدال کا تمغہء امتیاز ہے) نصیب ہوتی ہے۔ اس کے بعد ولایت غوثیہ آتی ہے۔ اور بسا اوقات ساری حالتوں کے آخر پر اسے ولایت قطبیہ حاصل ہو جاتی ہے۔ (جو نام ہے نیابت نبوت اور جملہ اولیاء امت کی سرداری کا) حق تعالیٰ اس (قطب الاقطاب) کے ذریعہ سے اپنی جملہ مخلوق پر فخر فرماتا ہے۔''
(فتح الربانی ص ۱۵۹)

اولیاء کا علم غیب۔

''اللہ تعالیٰ غیب کو جاننے والا ہے۔ سو وہ اپنے غیب پر کسی کو غالب نہیں کرتا مگر اسی کو جو اس کا پسندیدہ رسول ہو۔ علم غیب اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ تو اس کے قریب ہو جا تاکہ تو اسے دیکھے اور اس کے پاس جو غیب ہے اسے دیکھے۔ (فتح الربانی ص ۲۴۲)

دل کے رازوں پر آگاہی۔

''ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ تیرا ظاہر تیرے باطن کا عنوان ہوتا ہے۔ تیرا باطن اللہ تعالیٰ اور اس کے خاص بندوں پر ظاہر ہوتا ہے۔'' (فتح الربانی ص ۱۷)

منافق کی پہچان۔

''منافق کا باطن اولیائے صدیقین اور حق تعالیٰ سے واصل نیکوکار لوگوں کے نزدیک ظاہر ہے۔ اللہ کے خاص بندے آج بھی منافقوں سے واقف ہیں۔ اور جملہ عوام قیامت کے دن اس سے واقف ہو جائے گی۔ جب خواص منافقوں کو دیکھتے ہیں تو وہ اپنے دلوں سے ان کو ناپسند کرتے ہیں۔ مگر حق تعالیٰ کی پردہ پوشی کے باعث اس راز کو وہ پوشیدہ رکھتے ہیں۔'' (فتح الربانی ص ۲۹۸)

قطب کا مشاہدۂ غیب۔

''جب کوئی شخص قطب بن جاتا ہے تو وہ دنیا بھر کے کاموں اور ان کے مقسوموں اور انجاموں پر مطلع ہو جاتا ہے۔ اور وہ جملہ اسرار کے خزانوں پر آگاہ ہو جاتا ہے۔ اور دنیا کی کوئی بھلائی یا برائی اس سے مخفی نہیں رہتی۔'' (فتح الربانی ص ۶۳۱)

لوحِ محفوظ پر نظر۔

''بندہ ولی بن کر لوح محفوظ میں اپنے مقسوم کی چیزیں دیکھتا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے اہل و عیال کے مقسوم دیکھنے کی طرف ترقی پاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنے اس عروج و آگاہی تقادیر پر متعجب ہوتا ہے۔ تو اسے اس کے باطن کے اندر ندا دی جاتی ہے کہ بے شک وہ ایک بندہ ہے جس پر ہم نے انعام فرمایا اور بے شک وہ ہمارے نزدیک البتہ برگزیدہ اور منتخب بندوں میں سے ہے''
(فتح الربانی ص ۶۱۵)

حاضر و ناظر

''جس شخص کا ایمان قوی اور یقین پختہ ہو جاتا ہے۔ وہ قیامت کے سارے معاملات کو اپنے دل سے دیکھتا ہے۔ جن کی خبر اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ (فتح الربانی ص ۱۳۹)

خود مختاری۔

''حق تعالیٰ نے باندھنا اور کھولنا یعنی انتظامِ ملکی ان اولیاء کرام کے حوالہ کر دیا ہے۔ سوانہی کی بدولت آسمان بارش برساتا اور زمین روئید گی پیدا کرتی ہے۔ ساری مخلوق ان کی رعایا ہے۔''
(فتح الربانی ص ۱۰۰)

حاجت روائی۔

''ولی کامل یہ جانتا ہے کہ مخلوق خدا کے ہاتھ میں نہ کسی قسم کا نقصان ہے نہ نفع اور نہ اچھائی ہے نہ برائی اور اگر ان کے ہاتھوں پر کوئی چیز جاری ہوتی ہے، یعنی کوئی شخص نفع یا نقصان پہنچاتا ہوا نظر آتا ہے تو وہ درحقیقت خدا ہی کی طرف سے ہے نہ کہ اس کی طرف سے۔'' (فتح الربانی ص ۲۲۷)

اتصاف باوصافِ خداوندی۔

''حدیث قدسی میں آیا ہے کہ پھر جب میں (اللہ تعالیٰ) اسے (یعنی مومن کو) اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کی سماعت، بصارت، ہاتھ اور پشت پناہ بن جاتا ہوں۔ سو وہ مجھ ہی سے سنتا ہے، مجھ ہی سے دیکھتا ہے اور مجھ ہی سے پکڑتا ہے۔'' (فتح الربانی ص ۲۶۹)

نفع ونقصان کی قدرت۔

''ساری مخلوق عاجز ہے نہ کوئی تجھے نفع پہنچاتا ہے نہ نقصان۔ سوائے اس کے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نفع و نقصان بندوں کے ہاتھوں پر جاری کرتا ہے۔ سو اسی کا فعل تیرے اندر اور ان کے اندر متصرف ہوتا ہے۔'' (فتح الربانی ص ۹۷) اور دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ ''اگر اللہ چاہے گا کہ وہ تجھے مخلوق کے ہاتھوں نفع پہنچائے تو وہ نفع پہنچادے گا اور اگر وہ چاہے گا کہ ان کے ہاتھوں تجھے نقصان پہنچائے تو وہ نقصان پہنچادے گا۔ کیونکہ وہی ان کے قلوب کو مسخر کرنے والا اور نرم وسخت بنانے والا ہے۔'' (فتح الربانی ص ۳۱۰) اور تیسرے مقام پر فرماتے ہیں۔ ''اور اعتقاد رکھ کہ نفع اور نقصان سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ ان دونوں کو مخلوق کے ہاتھوں جاری کرتا ہے۔'' (فتح الربانی ۳۴۳)

مخلوق سے حاجت طلبی۔

''تم اپنی حاجتیں حق تعالیٰ ہی سے مانگو نہ کہ اس کی مخلوق سے۔ اور اگر تمہیں مخلوق سے حاجت مانگنے کے بغیر چارہ نہ ہو۔ تو تم پہلے اپنے دلوں کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں داخل ہو جاؤ۔ سو وہ تمہیں کسی خاص جہت سے حاجت طلب کرنے کا الہام فرمائے گا۔ پھر اگر تمہیں مخلوق سے کچھ ملے یا نہ ملے یہ دونوں امر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوں گے۔'' (فتح الربانی ص ۱۰۴)

اولیاء کا وسیلہ۔

''جب بھی تم کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگو۔ میرے وسیلہ سے مانگو۔'' (قلائد الجواہر ص ۲۶)

بلاد اللہ پر حکمرانی۔

''بلاد الله ملكي تحت حكمي۔ اللہ تعالیٰ کے تمام شہر میرا ملک ہیں اور وہ سب میرے حکم کے ماتحت ہیں۔'' (قصیدہ غوثیہ شریف)

ہر حال میں نفاذ حکم۔

'' فحكمي نافذ في كل حالي. ''سو میرا حکم میرے ہر حال میں نافذ ہے۔ (قصیدہ غوثیہ شریف)

ہر وقت کا مشاہدہ۔

''نظرت الى بلاد الله جمعاً كخردلة علي حكم اتصالي. ''میں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کو رائی کے دانہ کی طرح دیکھتا ہوں۔'' (قصیدہ غوثیہ شریف)

وقت کی پیغام رسانی۔

''وما منها شهور اودهور. تمرو تنقضى الا اتى لى.وتخبرني بما ياتي و يجرى و تعلمنى ''جو مہینہ یا سال گزرنے پر آتا ہے وہ پہلے میرے پاس آتا ہے اور جو کچھ اس میں ہونے والا ہوتا ہے اس کی خبر وہ مجھ کو دیتا ہے۔'' (قصیدہ غوثیہ شریف)

بزرگوں کے نذرانے۔

''لوگو! جملہ اقوال و افعال میں اولیاء اللہ کی پیروی کرو۔ ان کے خادم بنو۔ اور اپنے جان و مال سے

ان کا قرب حاصل کرو کہ جو کچھ بھی تم ان کو بطور نذرانہ دو گے وہ ان کے پاس تمہارے لئے جمع رہے گا۔ کل قیامت کے دن وہ اسے تمہارے حوالے کر دیں گے۔"(فتح الربانی ص۵۰۰)

نگاہِ ولی کی تاثیر۔

"ولی کامل جس وقت سوکھی زمین کی طرف نگاہ ڈالتا ہے۔ تو (اس کی برکت سے) حق تعالیٰ اسے زندہ اور سرسبز کر دیتا ہے۔ اور جب وہ یہودی یا عیسائی پر نگاہ ڈالتا ہے تو حق تعالیٰ اسے ہدایت فرما دیتا ہے۔"(فتح ربانی ص۵۷۳)

اولیاء کرام کی برکتیں۔

"اولیائے کاملین جو صرف حق تعالیٰ کو چاہنے والے ہوتے ہیں ان کے طفیل مخلوق سے بلائیں دور ہوتی ہیں اور ان کے وسیلہ سے بارشیں برستی ہیں اور ان کی برکت سے حق تعالیٰ آسمانوں سے پانی برساتا ہے اور ان کے توسل سے زمین سبزہ اگاتی ہے۔"(فتح الربانی ص۸۵)

نور مصطفےٰ ﷺ۔

"اور حضور ﷺ کے نور سے ساری زمین منور ہوئی ہے۔"(فتوح الغیب ص۴)

کُن کی کنجی۔

"اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے کہ اے انسان میں اللہ ہوں۔ اور میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں جس شئے کو کہتا ہوں کہ ہو جا، وہ ہو جاتی ہے۔ تُو میری اطاعت کر۔ تو میں تجھے اس مقام پر فائز کروں گا۔ کہ تو کسی چیز کو کہے گا "ہو جا" تو وہ ہو جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے متعدد انبیاء، اولیاء اور خواص کو یہ مقام کن فیکون عنایت فرما رکھا ہے۔"(فتوح الغیب ص۳۱)

دل کی آنکھ۔

"جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی مومن بندے کو اپنا قرب عنایت کرتا ہے۔ اور اسے برگزیدہ بناتا ہے، تو اس کی نگاہ قلب کے سامنے اپنی رحمت، احسان اور انعام کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اور وہ اس وقت عالم غیب کی ان چیزوں کو دیکھتا ہے۔ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ اور کسی کی آنکھ نے

انہیں دیکھا نہیں اور کسی کے کان نے ان کی آواز کو سنا نہیں اور کسی کے دل میں ان کا خیال گزرا نہیں۔" (فتوح الغیب ص ۷۸)

پیر کی تلاش۔

"حضور علیہ السلام نے فرمایا" جس نے اپنی رائے کو کافی جانا۔ وہ گمراہ ہوا۔ سو تو ایسا شخص تلاش کر جو تیرے دین کے چہرہ کے لئے آئینہ بنے۔ جیسا کہ تو آئینہ کو دیکھتا ہے اور اپنے ظاہری چہرے، عمامے اور بالوں کو سنوارتا ہے۔" (فتح الربانی ص ۴۷۲)

وسیلہ پکڑنا۔

"نیکوں، پرہیز گاروں اور علم والوں کو وسیلہ بنانا مستحب ہے۔ کیونکہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز استسقاء کے لئے نکلے تو آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا، قبلہ کی طرف رخ کیا اور یہ دعا مانگی۔ **اللھم ھذاعم نبینا جئنانتوسل به الیک فاسقنابه**۔ اے اللہ یہ ہمارے نبی علیہ السلام کے چچا ہیں۔ ہم انہیں سفارشی بنا کر لائے ہیں۔ سو تو ان کے وسیلہ سے ہمیں بارش عطا فرما۔ (غنیۃ الطالبین جلد دوم ص ۱۲۸)

قیام تعظیمی۔

"منصف بادشاہ، والدین، دیندار بزرگ اور عزت والے لوگوں کے لئے تعظیماً کھڑا ہونا مستحب ہے۔ کیونکہ نبی علیہ السلام نے ایک شخص کو بھیجا کہ وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بنی قریظہ کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لئے بلا لائے تو جب وہ سفید گدھے پر تشریف لائے تو آپ نے فرمایا۔"**قوموا الی سید کم**۔" تم اپنے سردار کی طرف اٹھو۔" (غنیۃ الطالبین جلد اول ص ۱۳)

شفاعت۔

"اور اس بات پر ایمان رکھنا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کبیرہ گناہ کرنے والوں کے حق میں ہمارے نبی علیہ السلام کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ یہ شفاعت دوزخ میں داخل ہونے سے پہلے حساب و کتاب کے لئے تمام مومن امتوں کے حق میں ہوگی اور دوزخ میں داخل ہونے کے بعد صرف آپ کی اپنی امت کے حق میں ہوگی۔ سو آپ کی شفاعت اور دیگر مومنوں کی شفاعت کے

صدقے دوزخ سے ہر وہ شخص نکالا جائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو گا اور اس نے کلمہ طیبہ پڑھا ہو گا۔" (غنیۃ الطالبین جلد اول ص ۶۹)

عذاب قبر۔

"اس بات پر ایمان رکھنا واجب ہے کہ گنہگاروں اور کافروں کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ اور انہیں قبر دباتی ہے۔" (غنیۃ الطالبین جلد اول ص ۶۹)

زیارت قبور۔

"اور جب کوئی کسی کی قبر کی زیارت کرے تو وہ اس پر اپنا ہاتھ نہ رکھے اور نہ اسے چومے۔ کیونکہ یہ یہودیوں کی عادت ہے۔ اور نہ اس پر بیٹھے اور نہ اس سے تکیہ لگائے اور نہ اسے روندے۔ مگر مجبوری کے وقت۔ بلکہ وہ قبر سے اتنی دور کھڑا ہو جتنی دور وہ صاحب قبر کی زندگی میں کھڑا ہوا کرتا تھا۔ اور اس کا اتنا احترام کرے جتنا اس کی زندگی میں اس کا احترام کیا کرتا تھا۔" (غنیۃ الطالبین جلد اول ص ۳۹)

ایصال ثواب۔

"اور گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص وغیرہ پڑھے اور اس کا ثواب صاحب قبر کو ان الفاظ میں پہنچائے۔ اے اللہ! تو نے مجھے اس پڑھنے کا ثواب دیا ہے تو میں وہ ثواب اس قبر والے کو بخشتا ہوں۔" (غنیۃ الطالبین جلد اول ص ۳۹)

تلقین میت و سماع موتی۔

"پھر جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہو تو اسے تلقین کرنا سنت ہے۔ کیونکہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، جب کوئی تم سے فوت ہو جائے اور تم اس کی قبر برابر کر چکو۔ تو اس کے بعد تم میں سے ایک آدمی اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو جائے اور یہ کہے اے فلاں عورت کے فلاں لڑکے۔ وہ اس آواز کو سنتا ہے مگر جواب نہیں دیتا۔ پھر دوسری دفعہ اسی طرح کہے۔ تو یہ آواز سن کر مردہ اُٹھ بیٹھتا ہے۔ پھر تیسری بار اسی طرح کہے تو میت کہتی ہے تو مجھے سیدھی راہ دکھا۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے۔ لیکن تم (میت کے اس کلام

کو) نہیں سن سکتے "(غنیۃ الطالبین جلد دوم ص۱۳۹)

درود و سلام بصیغہ ءخطاب۔

روضہ انور کی زیارت کے ضمن میں آپ فرماتے ہیں۔ "اور زائر کو چاہیے کہ وہ منبر کے قریب کھڑا ہو اور کہے السلام علیک ایھا النبیؐ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یانبی اللہ آپ پر سلامتی ہو، اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔" (غنیۃ الطالبین ص۱۱ جلد اول)

زیارت روضہ ءنبوی ۔

"پھر جب اللہ تعالیٰ حج کرنے والے کو عافیت عطا فرمائے اور وہ مدینہ منورہ آئے تو اس کے لیے مسجد میں جانا مستحب ہے۔ پھر وہ روضہ انور کی زیارت کو آئے۔ اور حضور علیہ السلام اور قبلہ شریف کے درمیان کھڑا ہو جائے اور دیوار قبلہ کی طرف پیٹھ اور قبر انور کی طرف منہ کرے اور منبر اس کی بائیں طرف ہو۔" (غنیۃ الطالبین جلد اول ص۱۱)

مقاماتِ متبرکہ کی زیارت۔

"اور اگر چاہے کہ وہ تبرکا منبر نبوی کو ہاتھ لگائے اور مسجد قباء میں نماز ادا کرے۔ اور شہدائے احد کی قبور کی زیارت کرے۔ تو اسے ان کاموں کی اجازت ہے۔ (غنیۃ الطالبین جلد اول ص ۱۲)

ہاتھ چومنا۔

"اگر دو مسلمان ملاقات کے وقت معانقہ کریں اور وہ ایک دوسرے کے سر کو بوسہ دیں۔ اور تبرکا ایک دوسرے کے ہاتھ چومیں تو جائز ہے۔ (غنیۃ الطالبین ص۱۳ ج۱)

عرش الٰہی پر جلوس۔

"اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے رسول اور اپنے تمام انبیاء و رسل کے سردار نبی ﷺ کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔" (غنیۃ الطالبین ج۱ ص۱۷)

مشاجرتِ صحابہ۔

"اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحابہ کے جھگڑوں کو بیان کرنے سے زبان کو روکنا چاہیے،

ان کی ناروا باتوں کا ذکر نہ کرنا چاہیے۔ اور ان کی خوبیوں اور فضیلتوں کو ظاہر کرنا چاہیے۔ اور حضرت علی اور حضرت طلحہ، زبیر، عائشہ اور معاویہ رضی اللہ عنہم کے مابین جو اختلافات رونما ہوئے تھے انہیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہیے۔ (غنیۃ الطالبین جلد اول ص ۷۹)

افضلیتِ صدیق۔

''اہل سنت کا اس بات پر اعتقاد ہے کہ خلفائے راشدہ اربعہ میں سب سے افضل ابو بکر ہیں۔ پھر عمر فاروق پھر عثمان غنی پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد ان چاروں کو خلافت ملی اور ان کی خلافت کی مدت تیس سال تھی۔ (غنیۃ الطالبین ج ا ص ۷۵)

رؤیتِ باری۔

''ہمارا اس بات پر ایمان ہے۔ کہ نبی علیہ السلام نے معراج کی رات حالت بیداری میں اپنے سر کی آنکھوں سے رب کی ذات کو دیکھا۔'' (غنیۃ الطالبین ج ا ص ۶۶)

معجزات و کرامات۔

''اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہو گیا ہے کہ انبیائے کرام کے لیے معجزات اور اولیائے عظام کے لیے کرامات ثابت ہیں۔'' (غنیۃ الطالبین جلد اول ص ۷۹)

کذبِ باری۔

''اللہ تعالیٰ کو جہالت، شک، ظن، غلبہ ظن، سہو، نسیان، اُونگھ، نیند، غفلت، عجز، موت۔۔۔ اور جھوٹ سے موصوف ماننا ناجائز ہے۔ (غنیۃ الطالبین ج ا ص ۸۱)

خلق و کسب۔

''اور تو یہ بات ہرگز نہ بھول کہ اعمال کمانا بندوں کا کام ہے تا کہ تجھے جبریہ کے مذہب سے خلاصی ملے۔ اور تو یہ عقیدہ رکھ کہ بندے اپنے افعال میں اللہ تعالیٰ کی توفیق کے محتاج ہیں۔ تو خدا تعالیٰ کو بھلا کر بندوں کی پوجا نہ کر۔ اور یہ بھی نہ کہہ کہ بندوں کے افعال اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر ہیں۔ تا کہ تجھے قدریہ کے مذہب سے رہائی ملے۔ بلکہ تو یوں کہہ کہ اعمال کا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ

کا کام ہے اور انہیں کمانا بندوں کا کام ہے جیسا کہ اچھائی اور برائی کی جزا کے بیان میں کئی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔"(فتوح الغیب ص ۲۰)

استعانت۔

"نبی کریم علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہر پیشہ سیکھنے پر اس پیشہ کے ماہرین سے مدد مانگا کرو۔"(فیوض یزدانی ترجمہ الفتح الربانی ص ۵۰۰)

نگاہ مصطفےٰ۔

"ولی کامل کو بیداری اپنے نبی (حضرت محمد) ﷺ سے میراث میں ملی ہے کہ سونے کی حالت میں صرف آپکی آنکھیں سوتی تھیں اور دل نہ سوتا تھا۔ اور آپ جس طرح سامنے سے دیکھتے تھے اسی طرح آپ پیچھے سے بھی دیکھتے تھے۔(فتح الربانی ص ۳۱۲)

نزول عیسیٰ۔

"عیسیٰ علیہ السلام نے نہ نکاح کیا اور نہ کوئی شئے اپنے قبضے میں رکھی۔ مگر مقسوم میں اولاد و سلطنت لکھی تھی۔ اس لیے حق تعالیٰ ان کو آخری زمانہ میں زمین پر اتارے گا۔ اور خاندان قریش کی ایک لڑکی سے ان کا نکاح کرائے گا کہ اس سے آپ کے ایک لڑکا پیدا ہو گا۔"(فتح الربانی ص ۵۹۸)

بوقت مصیبت امداد کو پہنچنا۔

"تو یوسف علیہ السلام کی طرح اپنی خلوت میں غلبہء شہوت کے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کو دانتوں میں انگلی دبائے ہوئے کب دیکھتا ہے۔(فتح الربانی ص ۵۸۸)

قضائے معلق۔

"حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ دعا کے سوا کوئی شئے قضا کو رد نہیں کرتی۔ بعض شارحین نے فرمایا۔ اس سے یہ مراد ہے کہ جس قضاء کا رد ہونا دعا پر معلق ہو۔ وہ دعا ہی کے ذریعے سے رد ہوتی ہے۔"(فتوح الغیب ص ۱۱۶)

بہشتی دروازہ۔

''جو مسلمان میرے مدرسہ کے دروازہ سے گزرے گا اس کے لیے قیامت کے دن عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی۔'' (قلائد الجواہر ص ۱۵)

ختم نبوت۔

''اور تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ بلاشبہ حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم اللہ کے رسول، رسولوں کے سردار، آخری نبی اور تمام انسانوں اور تمام جنوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔'' (غنیۃ الطالبین جلد اول ص ۷۴)

بیس تراویح۔

''تراویح کی بیس رکعتیں ہیں اور ہر دو رکعتوں کے بعد بیٹھنے کا حکم ہے۔''

(غنیۃ الطالبین جلد اول ص ۷۴)

وھذا آخر ما اردنا ایرادنی ھذہ المقالۃ المفیدۃ تقبلھا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۳ شوال المکرم ۱۴۰۰ھ)

گیارھواں مقالہ

فیوضاتِ حقانیہ

(شیخ محقق عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اھل العزۃ والتکریم۔ امابعد۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گیارھویں صدی ہجری کے راسخ الاعتقاد، نامور سنی عالم دین، جلیل القدر محدث و فقیہ اور بے نظیر مصنف و محقق ہیں۔ آپ کی جلالت علمی کا اعتراف اکابرین دیوبند کو بھی ہے۔ اسی وجہ سے وہ اپنی تصنیفات میں شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ کی کتابوں کے حوالے پیش کرتے رہتے ہیں۔

اس مختصر مقالہ ''فیوضات حقانیہ'' میں ہم نے مشہور اختلافی مسائل کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی عبارات کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ تاکہ انصاف پسند قارئین کو معلوم ہو جائے کہ قدیم سنی علماء و مشائخ بزرگان دین کے عقائد و نظریات کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو گمراہوں کی ہدایت کا ذریعہ اور ہدایت یافتوں کی زیادتی ہدایت کا وسیلہ اور ہماری سرخروئی و نجات کا واسطہ بنائے۔ آمین بجاہ النبی ﷺ۔

جامع الاوصاف ہستی۔

سید انبیاء ﷺ کے حق میں مجمل اعتقاد یہ ہے کہ مرتبہ الوہیت اور اس کی صفات خاصہ کے سوا سب کچھ آپ کی ذات کے لیے ثابت ہے۔ اور آپ میں جملہ فضائل و کمالات بشری موجود ہیں اور ان فضائل و کمالات میں آپ کو پورا پورا رسوخ و کمال حاصل ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ا ص ۴۰)

نور محمدی۔

صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو سب سے پہلے پیدا فرمایا۔ اور جملہ علوی و سفلی مخلوقات یعنی ارواح و اجسام، عرش و کرسی، لوح و قلم، بہشت و دوزخ، ملائکہ و افلاک، انسان و جنات، سمندر اور پہاڑ اور درخت اور جملہ مخلوقات اسی پاکیزہ جوہر سے پیدا ہوئی۔ (مدارج النبوۃ ص ۲ ج ۲)

پہلی نبوت۔

''آنحضرت ﷺ کی نبوت اس عالم (عالم ارواح) میں ثابت تھی جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔

میں نبی تھا در آں حالیکہ آدم روح اور جسم کے مابین تھے۔ (مدارج النبوۃ ص ۲ ج ۲)

القائے نور۔

''پھر نور محمدی حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں رکھا گیا۔ اور وہ ان کی پیشانی سے چمکتا تھا۔ بعد ازاں اس نور نے ان کے تمام جسم میں سرایت کی۔'' (مدارج النبوۃ ص ۵ ج ۲)

روءیت نور۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت محمد ﷺ میرے شکم میں تھے۔ تو میں نے فی الواقع دیکھا کہ مجھ سے ایک نور جدا ہوا۔ جس سے سارا جہان منور ہو گیا۔ اور میں نے بصری کے محلات دیکھے۔'' (مدارج النبوۃ ص ۱۷ جلد دوم)

شب استقرار کی فضیلت۔

''حضرت امام احمد بن حنبل اس شب جمعہ کو جس میں نطفہ ء مصطفویہ شکم مادر میں ٹھہرا۔ لیلۃ القدر سے افضل قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ جو برکتیں، خیراتیں اور سعادتیں اس رات مومنوں پر نازل ہوئیں وہ قیامت تک بلکہ ابدالا آباد تک کسی رات میں نازل نہ ہوں گی۔ اور اگر اسی وجہ سے شب میلاد النبی ﷺ کو بھی لیلۃ القدر سے افضل قرار دیں تو درست ہو گا اور اس کی تصریح علماء نے کر دی ہے۔'' (مدارج النبوۃ ص ۱۶ ج ۲)

نور بوقت ولادت۔

''حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول خدا ﷺ کی ولادت کے وقت موجود تھی۔ میں نے دیکھا کہ ایک نور ہے۔ جس سے پورا گھر روشن ہو گیا۔ اور میں نے دیکھا کہ ستارے اتنے قریب اتر آئے ہیں کہ مجھے یہ گمان ہوا کہ وہ مجھ پر گر پڑیں گے۔'' (مدارج النبوۃ ص ۱۹ ج ۲)

بے سایہ ہستی۔

حکیم ترمذی کتاب نوادر الاصول میں حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

آنحضرت ﷺ کا سایہ نہ دھوپ میں تھا نہ چاندنی میں۔ (مدارج النبوۃ ص ۲۵ جلد اول)

ولادت نبوی کی خوشی۔

''ابولہب کے مرنے کے بعد کسی نے اسے خواب میں دیکھا۔ پوچھا تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا آگ میں ہوں۔ مگر اتنا ہے کہ ہر سوموار کی رات مجھ پر تخفیف ہو جاتی ہے۔ اور ان دونوں انگلیوں سے کچھ نکلتا ہے تو اسے پی لیتا ہوں اور اس نے اپنی دو انگلیوں کی طرف اشارہ کیا۔ جن کے اشارہ سے اس نے اپنی لونڈی ثویبہ کو حضور ﷺ کی خوشخبری سنانے پر آزاد کیا تھا۔'' (ماثبت من السنۃ)

طہارتِ فضلات۔

وہ حدیث جس میں آیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے آنحضرت ﷺ کا خون مبارک پیا۔ نقل کرنے کے بعد شیخ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ ''اور اس حدیث میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ کا پیشاب اور خون دونوں پاک ہیں۔ اور اسی پر آپ کے باقی فضلات کو قیاس کیا گیا ہے۔'' (مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۳)

وسیلہ آدم علیہ السلام۔

''روایت میں آیا ہے کہ جب آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوئی تو انہوں نے دعا کی۔ خداوندِ عالم حضرت محمد کے وسیلہ سے میری لغزش معاف فرمادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تو نے محمد کو کہاں سے پہچانا؟ انہوں نے فرمایا جب تو نے مجھے پیدا کیا تو میں نے عرش اور جنت کے دروازوں کو دیکھا۔ وہاں لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اس ہستی کو ملایا ہے جو تیرے نزدیک سب سے زیادہ عزیز ہے۔ آواز آئی اے آدم وہ تیری اولاد میں سب سے آخری پیغمبر ہیں۔ ان کا نام آسمانوں میں احمد اور زمین میں محمد ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو میں زمین و آسمان کو پیدا نہ کرتا۔ اور انہی کے صدقے میں نے تجھے بھی پیدا کیا ہے۔'' (مدارج النبوۃ ص ۳ ج ۲)

توسل بالمصطفیٰ۔

حضرت سید الرسل ﷺ کا توسل اور آپ کو سفارشی بنانا اور آپ سے فریاد کرنا اور آپ کے منصب و مرتبہ کے طفیل اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا۔ انبیاء و مرسلین اور سلف و خلف صالحین کا طریقہ ہے۔" (جذب القلوب ص ۱۵۹)

توسل بالاولیآء۔

والدہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی قبر کے متعلق مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ اس میں اترے اور آپ نے دعا مانگی۔ اے اللہ تو اپنے نبی اور انبیاء کے حق کی بدولت الیٰ آخر الحدیث۔ اس حدیث میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حیات ظاہری میں اور آپ کی وفات کے بعد آپ کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے۔ بلکہ اگر اس حدیث سے اس بات پر دلیل پکڑی جائے۔ کہ اولیاء اللہ کا وسیلہ پکڑنا ان کے فوت ہو جانے کے بعد جائز ہے تو دور نہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ بعد از وفات وسیلہ پکڑنا صرف انبیاء سے خاص ہے تو اسے اپنے اس دعویٰ پر دلیل پیش کرنی ہو گی۔ اور اس بات کی دلیل کہاں ہے۔" (جذب القلوب ص ۱۶۱)

حیات النبی ﷺ۔

اور علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ اس دنیا سے وصال فرمانے کے بعد بلاشبہ زندہ ہیں اور اسی طرح باقی جملہ انبیاء کرام کے اپنی قبور میں زندہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اور ان کی زندگی شہدا کی اس زندگی سے زیادہ کامل اور حقیقی ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دی ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ آنحضرت ﷺ سید الشہدآء ہیں۔ اور سب شہیدوں کی نیکیاں آپ کی میزان میں ہیں۔" (جذب القلوب ص ۱۴۶)

حیات الموات۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے تحت فرماتے ہیں "اس حدیث میں اس بات پر واضح دلیل موجود ہے کہ میت زندہ ہوتا ہے۔ اور اسے زائرین کے حال کا علم ہوتا ہے۔" (اشعۃ اللمعات ص ۷۲۰ ج ۱)

سماعِ موتی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بلاشبہ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس سے واپس لوٹتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی کھڑ کھڑاہٹ سنتا ہے۔" (اشعۃ اللمعات ص ۱۱۵ ج ۱)

تلقین میت۔

وہ تلقین جو دفن کے بعد کی جاتی ہے۔ بہت سے شافعی علماء اور بعض اہل علم کے نزدیک مستحب ہے۔" (اشعۃ اللمعات ص ۱۲۱ ج ۱)

قبر پر قرآن خوانی۔

"بعض روایتوں میں آیا ہے کہ میت دفن کرنے کے بعد قبر پر سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات کریمہ ھم المفلحون تک اور آمن الرسول سے آخر سورۂ تک کو تلاوت کیا جائے اور اگر قبر پر پورا قرآن ختم کریں تو بہت بہتر اور زیادہ مناسب ہے۔ اور بعض اہل علم سے یہ بھی سنا گیا ہے کہ اگر میت دفن کرنے کے بعد اس کی قبر کے پاس کوئی فقہی مسئلہ ذکر کیا جائے تو اس میں بھی ثواب ہے اور یہ رحمت خداوندی کے نزول کا ذریعہ بنتا ہے اور اس وقت میراث کا مسئلہ بیان کرنا زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ اور مختار و معتمد قول میں قبر پر قرآن خوانی مکروہ نہیں ہے۔" (اشعۃ اللمعات ص ۱۲۱ ج ۱)

عذاب قبر۔

اور حق یہ ہے کہ مردہ کو زندہ کرنے کے بعد قبر میں عذاب قبر دیا جاتا ہے جیسا کہ احادیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے" (اشعۃ اللمعات ص ۱۱۴ جلد اول)

قرب اہل قبور

"اگر کوئی شخص کسی پیغمبر یا کسی نیکو کار کے قرب و جوار میں مسجد بنائے اور اس کی قبر کے پاس نماز ادا کرے۔ اس لیے نہیں کہ اس کا مقصود محض اس قبر کی تعظیم ہے۔ یا وہ قبر کی طرف منہ کرکے نماز ادا کرتا ہے۔ بلکہ اس لیے کہ وہ صاحب قبر سے مدد طلب کرے۔ تا کہ اس قبر کی برکت سے اور اس ہمسائیگی کے باعث اس کی عبادت کا ثواب کامل ہو جائے۔ تو اس میں کوئی حرج

نہیں۔" (اشعۃ اللمعات ص۷۱۶ ج۱)

قبر پر گل پاشی۔

کتاب جامع الاصول میں ہے کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کی قبر پر دو تر شاخیں رکھی جائیں۔ تا کہ شاید اس میں کوئی راز ہو اور وہ نجات کا ذریعہ بن جائے۔"

(اشعۃ اللمعات ص۲۰۰ ج۱)

روضہ کی جالی۔

نبی پاک ﷺ اور شیخین رضی اللہ عنہما کی قبور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ کے حجرۂ مبارکہ میں تھیں۔ اس وقت معمول یہ تھا کہ حجرہ کے دروازہ پر پردہ لٹکا دیا گیا تھا اور جب لوگ ان قبروں کی زیارت کرنا چاہتے تھے تو پردہ اُٹھا کر اندر داخل ہو جاتے تھے۔" (اشعۃ اللمعات ص۶۹۶ ج۱)

تصرفِ اہل قبور۔

بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ میں نے اولیاء میں سے چار مشائخ کو اپنی قبور میں زندوں کی طرح یا ان سے بھی زیادہ تصرف کرتے دیکھا ۔اور وہ یہ ہیں شیخ معروف کرخی، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، اور دو اور ولیوں کے نام ذکر فرمائے۔ (جذب القلوب ص۱۵۵)

سفر مدینہ۔

جب قبر نبوی کی زیارت کا استحباب اور اس کی فضیلت ثابت ہوئی تو اس کی سفر کرنے کی مشروعیت اور استحباب بھی لازماً ثابت ہو گیا۔" (جذب القلوب ص۱۵۶)

سلام بصیغہ خطاب۔

سلف صالحین کے آثار میں آیا ہے کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کی قبر انور کے پاس یہ آیت کریمہ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یآیھا الذین امنو صلوا علیہ وسلمو تسلیما۔ تلاوت کرے پھر ستر مرتبہ صلے اللہ علیک یا محمد کہے۔ تو فرشتہ آسمان سے منادی کرتا ہے۔ صلے اللہ علیک یا فلان۔ اور کہتا ہے۔ آج تیری کوئی حاجت پوری ہوئے بغیر نہ رہے گی۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یا محمد کی جگہ یا رسول اللہ

کہے تو زیادہ اچھا ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ اگر یا نبی اللہ کہے تو اس آیت کے زیادہ اوفق اور انسب ہو گا۔ "(جذب القلوب ص ۱۷۳)

قبر میں علم کائنات۔

اور اس بات پر یقین رکھنا چاہیے کہ آنحضرت ﷺ زاہر کی موجود گی اور اس کے قیام سے آگاہ ہیں اور آپ اس کے پاس موجود ہوتے ہیں۔ پس وہ درمیانی آواز میں نہایت ہی سکون و وقار اور شرمندگی سے تین بار ان الفاظ میں آپ پر سلام پیش کرے۔ السلام علیک ایھا النبی الکریم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پھر کہے السلام علیک یا رسول اللہ۔ السلام علیک یا نبی اللہ۔ السلام علیک یا سید المرسلین۔ السلام علیک یا خاتم النبیین۔ (جذب القلوب ص ۱۷۲)

زیارت نبوی کا طریقہ۔

امام اعظم ابو حنیفہ مسند میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا سنت یہ ہے کہ حضور ﷺ کی قبر انور کے پاس قبلہ کی طرف سے آئے اور قبلہ کو پیٹھ کر کے کہے السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ "(جذب القلوب ص ۵۰)

یارسول اللہ۔

"محدث عبدالرزاق صحیح سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی سفر سے واپس آتے تو پہلے سرکار دو عالم ﷺ کے روضہ اطہر پر حاضری دیتے۔ اور عرض کرتے السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا ابا بکر۔ السلام علیک یا ابتاہ۔ (جذب القلوب ص ۱۵۸)

عرض اعمال۔

"استاد منصور بغدادی فرماتے ہیں کہ محققین علمائے کرام اس عقیدہ پر ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وصال کے بعد زندہ ہیں۔ اور آپ اپنی امت کی نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں۔ اور قبر میں انبیاء کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے۔ "(جذب القلوب ص ۱۴۶)

جوابِ سلام۔

ابن نجار حضرت ابراہیم بن بشار سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک سال حج کیا جب وہ سید المرسلین ﷺ کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور انہوں نے بارگاہِ رسالت میں سلام پیش کیا تو قبر انور سے آواز آئی و علیک السلام اور میں نے اس آواز کو سنا اور یہ بات بہت سے دوسرے اولیاء و صلحاء سے بھی منقول ہے۔" (جذب القلوب ص ۱۴۵)

امت میں موجود گی۔

"حضور ﷺ کے فضائل میں وارد ہوا ہے کہ آپ نے اپنے پروردگار سے یہ بات طلب کی کہ مجھے قیامت کے دن تک اپنی امت میں رکھے۔ تاکہ میری امت آیت کریمہ **و ما کان الله لیعذبھم و انت فیھم** (اور اللہ انہیں عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا۔ در آن حالیکہ آپ ان میں موجود ہیں) کے بموجب میری موجودگی کی برکت سے سختیوں اور عذاب الٰہی کے نزول سے مامون و محفوظ رہے۔" (جذب القلوب ص ۱۴۹)

تبرک بالصالحین۔

"امام حجۃ الاسلام فرماتے ہیں کہ لوگ جس شخص سے اس کی زندگی میں برکت حاصل کرتے تھے۔ اس کی وفات کے بعد اس سے برکت اور نفع لینا جائز ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم کی قبر قبولیت و اجابتِ دعا کے لیے تریاق اکبر ہے۔" (جذب القلوب ص ۱۵۵)

بزرگوں کے نذرانے۔

ایک ادب یہ ہے کہ مسجد نبوی میں داخل ہونے سے پہلے کچھ صدقہ کرے۔ ابتدائے اسلام میں جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشاورت کرنا چاہتا تھا۔ اس پر واجب تھا کہ وہ پہلے کچھ صدقہ کرے اور پھر آپ سے مشاورت کرے۔ بعد میں اس کا وجوب منسوخ ہو گیا۔ اور اس کا وہ استحباب جو مطلق صدقہ کو لازم ہوتا ہے۔ باقی رہا۔ اور حضور ﷺ کی زیارت بعد از وصال آپ کی حیاتِ ظاہری میں زیارت کے حکم میں ہے۔" (جذب القلوب ص ۱۶۹)

عطائے مصطفیٰ۔

حضرت ربیعہ بن کعب کی حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔ ''آپ کے ارشاد سل (مانگ) میں جو اطلاق ہے کہ آپ نے انہیں مطلقاً مانگنے کا حکم دیا اور کسی خاص شئے کے مانگنے کی تخصیص نہ فرمائی۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام مخلوق کا کاروبار آپ کی ہمت و کرامت کے ہاتھ میں ہے۔ آپ جو کچھ جس کو چاہتے ہیں اپنے پروردگار کے اذن سے عطا فرماتے ہیں۔ اگر تجھے دنیا اور آخرت کی بھلائیاں درکار ہیں تو ان کی بارگاہ میں آ۔اور جو کچھ چاہتا ہے اس کا سوال کر۔''
(اشعۃ اللمعات ص۳۹۶ جلد۱)

علوم خمسہ کا علم۔

''اس آیت ان اللہ عندہ علم الساعۃ سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص ان پانچ چیزوں کو بے تعلیم الٰہی اپنے عقل کے حساب سے نہیں جانتا۔ کیونکہ یہ ان امور غیبیہ میں سے ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔سوا اس کے کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے وحی یا الہام کے ذریعہ سے کسی کو ان کا علم عطا فرمادے۔''(اشعۃ اللمعات ص ۴۴ جلد اول)

استمداد۔

اہل قبور سے مدد مانگنے کا اثبات مشائخ صوفیاء اور بعض فقہا نے کیا ہے۔اور یہ امر کاملین اہل کشف کے نزدیک محقق اور ثابت ہے۔ حتیٰ کہ بہت سے لوگوں کو اہل قبور کی ارواح سے فیوض و فتوح حاصل ہوئے ہیں۔اور ان کی اصطلاح میں اس طائفہ کو اویسی کہتے ہیں۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر قبولیت دعا کے لیے تریاق ہے اور امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جس سے اس کی زندگی میں امداد طلب کی جاتی ہو اس سے بعد از وفات مدد طلب کرنا جائز ہے۔اور مشائخ عظام میں سے بعض نے فرمایا ہے کہ میں نے چار شخص اپنی قبر میں اسی طرح تصرف کرتے ہوئے دیکھے ہیں یا اس سے بھی زیادہ جس طرح وہ اپنی زندگی میں تصرف کرتے تھے۔ شیخ معروف کرخی۔ شیخ عبدالقادر جیلانی اور دو اور ولیوں کے نام ذکر کیے۔''(اشعۃ اللمعات ص۷۱۵ ج۱)

تعویذ۔

''پھونک جھاڑ یا وہ تعویذ جو گلے یا بازو پر باندھا جاتا ہے۔ان کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر ان میں قرآن یا ماثورہ دعاؤں سے کام لیا گیا ہے۔ تو درست ہیں ورنہ حرام ہیں۔ '' (اشعۃ اللمعات ص۱۱۵ جلد اول)

ایصال ثواب۔

''اس حدیث میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ زندوں کی دعا اموات کو فائدہ پہنچاتی ہے اور زندوں کا مردوں کے لیے استغفار کرنا ان کے لیے سبب رحمت بنتا ہے۔اور یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔جسے انہوں نے اپنی کتب عقائد میں لکھا ہے۔''(اشعۃ اللمعات ص۱۲۱ جلد اول)

بدعت حسنہ۔

جو کام خلفائے راشدین نے اپنی طرف سے کیے ہیں وہ اس وجہ سے بدعت ہیں کہ وہ آنحضرت ﷺ کے دور میں نہیں پائے گئے۔ لیکن یہ بدعت حسنہ کی قسم سے ہیں۔ بلکہ وہ درحقیقت سنت ہیں۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو'' (اشعۃ اللمعات ص۱۲۵ ج۱)

ناجی جماعت۔

''اور ناجی فرقہ اہل سنت و جماعت ہیں۔ ''(اشعۃ اللمعات ص۱۲۰ جلد۱)

حجیتِ حدیث۔

''اور جس طرح قرآن حجت ہے۔اسی طرح پیغمبر ﷺ کی حدیث بھی حجت ہے۔''
(اشعۃ اللمعات ج۱ ص۱۲۶)

تبرکات۔

بوقت حجامت رسول اللہ ﷺ نے اپنے بال اپنے صحابہ میں تقسیم فرمائے۔ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔''اور یہ تبرکات یعنی آنحضرت ﷺ کے بال اور ناخن آج تک باقی رہے ہیں۔ تاکہ

وہ حضور ﷺ کی یاد اور تذکرہ کا باعث بنیں۔" (اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۳۵۸)

علم ما کان وما یکون۔

"میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے جان لیا۔ یعنی آپ کو تمام جزوی اور کلی علوم حاصل ہو گئے۔ اور آپ نے ان سب علوم و معارف کا احاطہ کر لیا ہے۔" (اشعۃ اللمعات ص ۳۳۳ جلد ۱)

تیجہ۔

"اور میت کے لیے اس کے مرنے کے بعد سات دن تک صدقہ کرنا مستحب ہے اور یہ صدقہ اسے نفع دیتا ہے اس بارہ میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں اور بعض صحیح حدیثیں اس بارہ میں بالخصوص وارد ہوئی ہیں۔" (اشعۃ اللمعات ص ۷۱۶ ج ۱)

عوام کی قبر کو بوسہ دینا۔

آدابِ زیارت قبور میں سے چند باتیں یہ ہیں:۔ (۱) قبر کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پیٹھ کرنا۔ (۲) میت کے چہرہ کے سامنے کھڑا ہونا۔ (۳) میت کو سلام کرنا (۴) قبر پر ہاتھ نہ پھیرنا (۵) قبر کو بوسہ نہ دینا (۶) رکوع کی حد تک نہ جھکنا (۷) قبر کی مٹی جسم پر نہ ملنا کہ یہ نصاریٰ کا طریقہ ہے" (اشعۃ اللمعات ص ۷۱۶ ج ۱)

ایمانِ والدین مصطفےٰ۔

متاخرین علمائے امت نے تحقیق سے یہ بات ثابت کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین بلکہ آدم علیہ السلام تک آپ کے جملہ آباؤ اجداد و امہات مومن تھے" (اشعۃ اللمعات ص ۷۱۸ ج ۱)

عرس غوثیہ۔

"سوا اسی روایت کی بناء پر غوث اعظم قدس سرہ' کا عرس نو ربیع الآخر کو ہوتا ہے اور اسی معمول پر ہم نے شیخ عبدالوہاب قادری متقی کو پایا ہے۔ قدس سرہٗ (ماثبت من السنۃ ص ۲۲۲)

ازواج اہل بیت ہیں۔

اور آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کو اہل بیت سے خارج ماننا مکابرہ (ہٹ دھرمی) ہے اور یہ آیتِ تطہیر کے سیاق کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس آیت کی ابتداء اور انتہا میں خطاب امہات المومنین ہی سے ہے۔ سو انہیں اہل بیت سے خارج قرار دینا اس آیت کو اپنے سیاق و نظم سے نکال دینا ہے" (اشعۃ اللمعات ص ۶۸۰ جلد ۴)

چار پاک تن۔

الحاصل اہل بیت کے لفظ کا اطلاق ان چار پاک تنوں (حسنین و فاطمہ و علی رضی اللہ عنہم) پر شائع و مشہور ہے۔" (اشعۃ اللمعات ص ۶۸۱ جلد ۴)

گیارھویں شریف۔

ہمارے علاقوں میں آج کل گیارھویں شریف کے لیے گیارہویں تاریخ مشہور ہو گئی ہے اور یہی دن ہمارے ہندوستان کے سادات مشائخ کے نزدیک متعارف ہے (ماثبت من السنۃ ص ۲۲۲)

زیارت روضہ نبوی ﷺ۔

"حضرت سید المرسلین ﷺ کی زیارت علمائے دین کے قولی اور فعلی اجماع کی وجہ سے افضل ترین سنن اور موکد ترین مستحبات میں سے ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے روضہ اطہر کی زیارت کرنا سنت ہے۔ اور اس پر جملہ علماء کا اتفاق ہے۔ اور یہ ایک ایسا مستحب کام ہے کہ شرع شریف نے جس کی ترغیب دی ہے۔" (جذب القلوب ص ۱۵۵)

الغرض یہ پچاس عبارات شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے عقائد و نظریات کو بالوضاحت بیان کر رہی ہیں۔ ان عبارات کے بغور مطالعہ سے یہ بات روز روشن سے زیادہ روشن ہو جاتی ہے۔ کہ آج کل شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا نام نامی عوام المسلمین کو دھوکہ دینے کے لیے بعض بدمذہب فرقے استعمال کر رہے ہیں۔ مگر حقیقت میں آپ کی راہ و رسم اور آپ کے عقائد وارشادات پر آج صرف اور صرف وہ سنی مسلمان گامزن ہیں جو امام اہل سنت۔

مجدد دین وملت حضرت مولانا الشاہ الحافظ القاری المفتی العلامہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ

کو اپنا امام و مقتدا مانتے ہیں۔ لہذا اگر کسی شخص کو اس بات کی تلاش ہے کہ وہ قدیم سنی علمائے کرام کے عقائد و ملفوظات جانے اور ان کے راہِ راست پر چلے تو اسے سنی بریلوی فرد بننا ہو گا۔ اعلیحضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان بریلوی ہی وہ خوش نصیب شخصیت ہیں جن کو قدیم علمائے اہل سنت کی پیروی میں اپنا راستہ متعین کرنے کی توفیق نصیب ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم اہل سنت کے سروں پر اعلیحضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کا سایہ دنیا و آخرت میں قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

والحمد للہ علی ذالک وھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ المبارکۃ تقبلھا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ۔ (۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ)

بارھواں مقالہ

افاداتِ امام ربانی

(حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلوۃ والسلام علیٰ من کان نبیاً و آدم بین المآء والطین و علیٰ جمیع الانبیآء والمرسلین و علی الھم و اصحابھم واحبابھم اجمعین ۔ اس مقالہ میں امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد و ملفوظات پیش کیے گئے ہیں ۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

جماعتِ اہل سنت

تدین و تشریع مربوط بسلوک طریقہ ءحقہ اہل سنت و جماعت است کہ فرقہ ءناجیہ اند۔ درمیان سائر فرق اسلامیہ نجات بے متابعت ایں بزرگواراں محال ست و فلاح بے اتباع آرائے این ہا ممتنع۔ دلائل عقلی و نقلی و کشفی بریں معنی شاہد است کہ احتمال تخلف ندارد۔ (مکتوبات ص ۳۴۴)

دینداری و پرہیز گاری اہل سنت و جماعت کے طریقہ ءحقہ پر چلنے سے وابستہ ہے کیونکہ تمام اسلامی فرقوں میں یہی ایک نجات پانے والا گروہ ہے اور نجات ان بزرگوں (علمائے اہل سنت) کی پیروی کے بغیر محال اور کامیابی ان کے عقائد و نظریات کی اتباع کے بغیر ممتنع ہے۔ عقلی نقلی اور کشفی دلائل اس بات پر شاہد ہیں اور اس میں تخلف کا احتمال نہیں ہے۔

مخالفینِ اہل سنت سے کنارہ کشی

اگر معلوم شود کہ شخص برابر دانہ ءخردلہ از صراط مستقیم این بزرگوران جدا فتادہ است صحبتِ او سم قاتل باید دانست و مجالست او را زہر افعی باید انگاشت۔ طالب علمان بے باک از ہر فرقہ کہ باشند لصوص دین اند۔ اجتناب ز صحبت این ہا نیز از ضروریات است۔ این ہمہ فتنہ و فساد کہ در دین پیدا شدہ است از شومئی این جماعت است کہ بواسطہ خطام دنیوی آخرت خود را برباد دادہ اند۔ اولٓئک الذین اشتر واالضلالۃ بالھدی فما ربحت تجارتھم و ما کانو مھتدین (مکتوبات ص ۳۴۴)

اگر معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص سنی بزرگان دین کی سیدھی راہ سے رائی کے ایک دانہ برابر جدا ہو گیا ہے۔ تو اس کی صحبت کو ہلاک کرنے والا زہر اور اس کی مجالست کو اژدہا کا

زہر سمجھنا چاہیے۔ ہر بد مذہب فرقہ کے طالب علم ڈاکو ہیں۔ ان کی صحبت سے بچنا ضروریات سے ہے۔ یہ تمام فتنہ و فساد جو دین میں پیدا ہو چکا ہے وہ اسی بد مذہب جماعت کی بد بختی کی بدولت ہے کیونکہ اس جماعت والے دنیا کے ٹکوں کی خاطر اپنی آخرت برباد کر چکے ہیں۔ ان ہی کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ''یہ وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدلی تو ان کی تجارت نے کچھ نفع نہ دیا اور وہ ہدایت پر نہیں ہیں۔

گمراہ فرقے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ در کتاب غنیۃ می فرماید کہ گروہائے مبتدعان کہ اصول آنہانہ طائفہ اند۔ خوارج و شیعہ و مرجیہ معتزلہ و مشبہ وجہمیہ وضراریہ و نجاریہ و کلابیہ درزمان آنسرور نبود۔ وعلیٰ آلہ علیہ آلہ الصلوۃ والسلام و در زمان خلافت ابی بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ علیہ و عنھم نیز نبودند۔ اختلاف ایں طوائف و تفرق ایں ہا بعد از سالہا موت صحابہ و تابعین و موت فقہائے سبعہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین حادث شدہ است (مکتوبات ص ۱۹۳)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کتاب غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں کہ بد مذہب فرقے جن کے اصول نو ہیں خوارج، مرجیہ، شیعہ، معتزلہ، مشبہ، جہمیہ، ضراریہ، نجاریہ اور کلابیہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے میں نہ تھے اور نہ وہ خلفائے راشدین کے عہد میں تھے۔ ان بد مذہب فرقوں کا اختلاف صحابہ، تابعین اور فقہائے سبعہ کی وفات کے کئی سال بعد پیدا ہوا۔

بدترین فرقہ

یقین فرمائند کہ فساد صحبت مبتدع زیادہ از فساد صحبت کافر است۔ وبدترین جمیع فرق مبتدعان جماعہ اند کہ اصحاب پیغمبر علیھم الصلوۃ والسلام بغض دارند اللہ تعالیٰ در قرآن خود ایشاں را کفار می نامد لیغیظ بھم الکفار۔ (مکتوبات ص ۱۳۳ ج ۱)

یقین جانیئے کہ بدمذہب کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت کے فساد سے زیادہ ہے اور سب سے برا مذہب وہ فرقہ ہے جو پیغمبر خدا ﷺ کے صحابہ سے دشمنی رکھتا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود انہیں کفار کہا ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے تاکہ صحابہ کی وجہ سے کفار غصہ کھائیں۔

صحتِ عقیدہ

سعادت آثارا آنچہ برما وشمالازم ست تصحیح عقائد بمقتضائے کتاب وسنت بنہجے کہ علماء اہل حق شکر اللہ سعیہم از کتاب وسنت آن عقائد رافہمیدہ اندوز آنجا اخذ کردہ۔ چہ فہمیدن ما وشماازخیز اعتبار ساقط است اگر موافق افہام ایں بزرگواران نباشد زیرا کہ ہر مبتدع وضال احکام باطلہ ء خود رااز کتاب وسنت می فہمیدہ وازانجا اخذ می نمائید والحال انہ لا یغنی من الحق شیئاً (مکتوبات ص ۲۶۰)

اے سعادت مند! جو بات ہم پر اور تم پر لازم ہے وہ بمقتضائے کتاب وسنت اپنے عقائد کو اس نہج پر درست کرنا ہے جس میں ان عقائد کو اہل حق کے علماء نے سمجھا۔ اور اس جگہ سے اخذ کیا ہے۔ کیونکہ ہمارا اور تمہارا سمجھنا ساقط الاعتبار ہے جبکہ وہ ان بزرگوں کی سمجھ کے موافق نہ ہو۔ کیونکہ ہر گمراہ اور بدمذہب اپنے احکام باطلہ کو کتاب وسنت سے ہی سمجھتا ہے اور ان سے اخذ کرتا ہے۔ حالانکہ یہ بات حق سے کچھ بھی غنایت نہیں بخشتی۔

صحتِ عقیدہ کی اہمیت

پس تا تصحیح عقائد نمایند علم باحکام شرعیہ فائدہ نمی دہد وتا ایں ہر دو متحقق نشوند عمل نافع نیاید تا ایں ہر سہ میسر نگردد حصول تصفیہ وتزکیہ محال است و(مکتوبات ص ۲۶ ج ۱) پس جب تک عقیدہ صحیح نہ کیا جائے علم دین کوئی فائدہ نہیں دیتا اور جب تک یہ دونوں متحقق نہ ہوں عمل کوئی فائدہ نہیں دیتا اور جب تک یہ تینوں پائے نہ جائیں تصفیہ ء قلب وتزکیہ نفس محال ہے۔

ضرورت پیر

اگر مرید اند کار ایشان بے توسط پیر کامل دشوار است۔ (مکتوبات ص ۶۰۸ ج ۱) اور اگر کوئی شخص مرید ہے تو اس کا کام مکمل پیر کے بغیر مشکل ہے۔

شرائط پیر

پیر باید کہ بدولت جذبہ وسلوک مشرف شدہ باشد وبسعادت فنا وبقا مستعد گشتہ وسیر الی اللہ وسیر فی اللہ وسیر عن اللہ وسیر فی الاشیاء باللہ را بانصرام رسانیدہ۔ (مکتوبات ۲۱۸) پیر کو چاہئے کہ جذبہ اور سلوک کی دولت سے مالا مال ہو اور فنا وبقا کی سعادت کے لئے کوشاں ہو اور سیر الی اللہ اور سیر فی

اللہ اور سیر عن اللہ و سیر فی الاشیاء باللہ کی منزل کو طے کر چکا ہو۔

اطاعت پیر کامل

طالبے را بایں طور پیر کامل مکمل دلالت فرمودند۔ باید کہ وجود شریف اور امغتنم داند۔ و خود را بتمام باو سپارد و سعادت خود را در مرضیات او داند و شقاوت خود را در خلاف مرضیات او شناسد بالجملہ ہوائے خود را تابع او سازد (مکتوبات ص ۶۰۹ ج ۱) جب طالب حق کو کسی کامل مکمل پیر کے بارہ میں بتادیا جائے تو اسے چاہئے کہ وہ اس کے وجود کو غنیمت جانے اور خود کو پوری طرح اس کے حوالے کردے اور اس کی رضامندی کے کاموں میں اپنی سعادت اور اس کی پسندیدہ باتوں کی خلاف ورزی میں اپنی بدبختی سمجھے۔ حاصل کلام یہ کہ وہ اپنی خواہشات کو اس کے تابع فرمان بنادے۔

پیروں پر تنقید

در کلی و جزی اقتدا بہ پیر کند۔ چہ در خوردن و پوشیدن و چہ در خفتن واطاعت کردن۔ نماز را بطرز اوادا باید کرد و فقہ از عمل او باید اخذ نمود۔ و ہیچ اعتراض را در حرکات و سکنات مجال ندہد اگرچہ آن اعتراض مقدار حبہء خردل باشد زیرا کہ اعتراض را غیر از حرمان نتیجہ نیست و بے سعادت ترین جمیع خلائق عیب بنی ایں طائفہ علیہ است نجانا اللہ سبحانہ عن ھذا البلاء العظیم۔ (مکتوبات ص ۶۱۰ ج ۱) اور مرید کو چاہیے کہ وہ اپنے ہر کلی جزی امر میں اپنے پیر کی اقتداء کرے۔ خواہ کھانے پینے میں ہو یا سونے اور عبادت کرنے میں اور نماز پیر کی طرز پر ادا کرے اور اس کے عمل سے فقہ اخذ کرے اور اس کی حرکات سکنات میں کسی قسم کے اعتراض کو راہ نہ دے۔ اگرچہ وہ اعتراض رائی کے ایک دانے کے برابر ہو۔ کیونکہ اعتراض کا نتیجہ سوائے بے نصیبی کے کچھ نہیں اور جملہ مخلوقات میں سب سے زیادہ بے نصیب وہ شخص ہے جو مشائخ کاملین کے عیب دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عظیم آفت سے نجات بخشے۔

فائدہ شیخ کامل

اگر جذبہ او بر سلوک او مقدم است و تربیت مراداں مربی شدہ کبریت احمر است۔ کلام او دوا است و نظر او شفا۔ احیائے دلہائے مردہ بتوجہ شریف او منوط است و تازگی جانہائے افسردہ بالتفات

لطیف اومربوط (مکتوبات ص۶۰۸ ج ۱) اور اگر پیر کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہو اور وہ پیران کامل کی تربیت حاصل کر چکا ہو تو پھر وہ اکسیر ہے۔ اس کی گفتگو دوا اور اس کی نگاہ شفاء ہے۔ مردہ دلوں کو زندہ کرنا اس کی توجہ شریف سے وابستہ ہے اور مرجھائی ہوئی جانوں کی تازگی اس کی التفات پاکیزہ سے مربوط ہے۔

رابطہ شیخ

بدانند کہ حصول رابطہ شیخ مرید را بے تکلف و بے تعمل علامت مناسبت تام است درمیان پیر و مرید کہ سبب افادہ و استفادہ است و ہیچ طریقے اقرب بوصول از طریق رابطہ نیست تا کدام دولت مند را باٰن سعادت مستعد سازند۔ (مکتوبات ص۳۰۱ ج ۱) جاننا چاہئے کہ مرید کو شیخ کے رابطہ کا بے تکلف و بلا تعمل حاصل ہو جانا ان دونوں کے درمیان پوری پوری مناسبت کی علامت ہے۔ کیونکہ یہی رابطہ فیض پہنچانے اور فیض لینے کا ذریعہ بنتا ہے اور رابطہ سے بڑھ کر وصول الی اللہ کا اور کوئی قریب ترین راستہ نہیں ہے۔ حق تعالٰی اس سعادت کے لئے دولت مندوں کو کب کوشاں بناتا ہے۔

توجہ شیخ

حصول ایں چنیں ہمت وابستہ بتوجہ شیخ مقتدا است و توجہ آن بقدر اخلاص و محبت مرید مقتدی است ذالک فضل اللہ یؤ تیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم (مکتوبات ص۲۳۵ ج ۱) اس طرح کی ہمت شیخ مقتدا کی توجہ سے وابستہ ہے اور پیر کی توجہ مرید مقتدی کے اخلاص اور محبت کے اندازہ پر ہوتی ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہے عطا کرے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

تصور شیخ

اگر در وقت ذکر گفتن صورت پیر بے تکلف ظاہر شد آن را نیز بقلب باید برد و در قلب نگاہ داشتہ ذکر باید گفت (مکتوبات ص۳۰۴ ج ۱) اگر ذکر الٰہی کرتے وقت پیر کی شکل بے اختیار ظاہر ہو تو اس کو بھی دل میں لے آنا چاہئے۔ اور اسے قلب میں محفوظ رکھ کر ذکر الٰہی کرنا چاہئے۔

ناقص پیر پکڑنا

وقوی ترین اسباب فتور در طلب انابت است بشیخ ناقص کہ بسلوک و جذبہ کار راتمام ناکردہ بمسند شیخی خود را کشیدہ است۔ طالب را صحبت او سم قاتل و انابت او مرض مہلک (مکتوبات ص ۱۴۴ ج ۱) ناقص پیر کی اطاعت مرید کے اندر فتور پیدا ہونے کا قوی ترین ذریعہ ہے جو سلوک اور جذبہ طے کیے بغیر شیخ بن بیٹھا ہو۔ طالب کے حق میں اس کی صحبت زہر قاتل اور اس کی اطاعت مہلک بیماری ہے۔

تقلید

مقلد را نمی رسد کہ خلاف رائے مجتہد از کتاب و سنت احکام اخذ کند و بر آن عامل شد۔ و در عمل قول مختار را از مذہب مجتہدے کہ خود را تابع او ساختہ است اختیار کند و از رخصت اجتناب نمودہ بعزیمت عمل نماید (مکتوبات ص ۵۴۶ ج ۱) مقلد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے امام کی رائے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے خود کتاب و سنت سے آزادانہ طور پر احکامات اخذ کرے اور ان پر عمل کرنا شروع کر دے اور عمل کرنے میں اپنے مذہب کے امام کے مختار قول کو اختیار کرے اور رخصت سے اجتناب کرتے ہوئے عزیمت پر عمل کرے۔

قیاس

"و اما القیاس والاجتهاد فلیس من البدعةفی شیئی فانه مظهر لمعنی النصوص لا مثبت امر زائد فاعتبرو ا یا اولی الابصار" (مکتوبات ص ۳۰۱ ج ۱) قیاس اور اجتہاد بدعت نہیں کیونکہ یہ دونوں نصوص کا معنی ظاہر کرتے ہیں کسی امر زائد کے مثبت نہیں پس اے عقل والو قیاس کرو۔

عظمت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

وفراست امام شافعی بکرشمہ از دقت فقاہت اُو علیہ الرضوان دریافت کہ گفت الفقہاء کلھم عیال ابی حنیفہ (مکتوبات ص ۱۵۴ ج ۱) اور جب امام شافعی کو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دقت فقاہت کا کچھ حال معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا تمام فقہاء امام ابو حنیفہ کے گھر والے ہیں۔

حنفی مذہب

وبواسطہ ہمیں مناسبت کہ بحضرت روح اللہ دارد تواند بود آنچہ خواجہ محمد پارسا در فصول ستہ نوشتہ است کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام بعد از نزول بمذہب امام ابو حنیفہ عمل خواہد کرد۔" (مکتوبات ص ۱۵۴ ج ۱) اور اس مناسبت کی وجہ سے جو حضرت امام اعظم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہے یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نزول فرمانے کے بعد حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے مذہب پر عمل کریں گے۔ جیسا کہ خواجہ محمد پارسا نے فصول ستہ میں لکھا ہے۔

بے مثل بشر

مجوبان کہ محمد رسول اللہ ﷺ زا بشر گفتند ودر رنگ سائر بشر تصور نمودند ناچار منکر آمدند وصاحب دولتاں کہ او را بعنوان رسالت و رحمت عالمیان دانستند واز سائر ناس ممتاز دیدند بدولت ایمان مشرف گشتند واز اہل نجات آمدند (مکتوبات ص ۱۵ ج ۲) جن بے نصیبوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو بشر کہا اور باقی انسانوں جیسا تصور کیا وہ لامحالہ منکر ہو گئے اور جن خوش نصیبوں نے آپ کو رسالت اور رحمتہ اللعالمین کے عنوان سے جانا اور آپ کو تمام لوگوں سے ممتاز مانا، وہ دولت ایمان سے مشرف ہوئے اور نجات پانے والے ہو گئے۔

نور من اللہ

و او اصل حقائق است قال علیہ و علی آلہ الصلوۃ والسلام اوّل ما خلق اللہ نوری و قال علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام خلقت من نور اللہ والمؤمنون من نوری (مکتوبات ص ۵۶۷ ج ۲) آنحضرت ﷺ جملہ حقائق کی اصل ہیں آپ نے فرمایا اللہ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا اور آپ نے فرمایا میں اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا اور مومن میرے نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔

واسطۂ کائنات

پس ناچار آن حقیقت واسطہ بود درمیان سائر حقائق ودرمیان حق جل وعلاووصول بمطلوب احدے رابے توسط او محال باشد فھو نبی الا نبیاء والمرسلین و ارساله رحمة للعالمین. (مکتوبات ص ۵۶۷ج۲)

پس ناچار حقیقت محمدی تمام حقائق اور حق تعالی کے مابین واسطہ ہے کوئی شخص بھی بے ان کے وسیلہ کے مطلوب تک نہیں پہنچ سکتا۔ سو آپ تمام نبیوں اور رسولوں کے نبی ہیں اور سارے جہان والوں کے لئے رحمت ہیں۔

علم غیب عطائی

وعلماء راسخین رانیز از علم ایں تاویل نصیبے عطائی فرماید۔ چنانچہ بر علم غیب کہ مخصوص باوست سبحانہ خلص رسل رااطلاع می بخشد (مکتوبات ص ۶۵۶ ج۱) اللہ تعالی متشابہات کا علم علمائے راسخین کو بھی عطا کرتا ہے اور اسی طرح وہ اس غیب پر اپنے مخصوص رسولوں کو اطلاع فرمادیتا ہے جو اس کی ذات کریم کے ساتھ مخصوص ہے۔

شفاعت مصطفےٰ ﷺ

ودر آں روز شفاعت نیکاں در حق بداں باذن حضرت رحمان جل سلطانہ نیز حق است۔ پیغمبر فرمودہ است شفاعتی لا هل الکبائر من امتی. (مکتوبات ص ۳۰۶ج۲) اور قیامت کے روز نیکوں کی شفاعت بدوں کے حق میں اللہ کریم کے اذن سے بھی حق ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے میری شفاعت میری امت کے بڑے بڑے گناہ گاروں کے لئے ہے۔

معراج مصطفےٰ

انه صلی الله تعالی علیه وسلم اسری لیلة المعراج بالجسد الی ما شآء الله تعالی و عرض علیه الجنة والنار واوحی الیه ما اوحی و شرف ثمه بالرؤیة البصریة۔ (مکتوبات ص ۲۴۲ج۱)

بلاشبہ آنحضرت ﷺ کو شب معراج بجسمہ الشریف وہاں تک لے جایا گیا جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا اور آپ پر جنت اور دوزخ کو پیش کیا گیا اور جو کچھ وحی کرنا تھا وہ آپ کو وحی کیا گیا اور آپ نے وہاں بچشم سر دیدار الٰہی کیا۔

حیاتِ انبیاء

الانبیاء یصلون فی القبور شنیدہ باشند۔ و حضرت پیغمبر ما علیہ و علیٰ لہ الصلوۃ والسلام شب معراج چوں بر قبر حضرت کلیم گزشتند دیدند کہ در قبر نماز می گزارد ہماں لحظہ چوں بآسمان رسیدند حضرت کلیم را آنجا یافتند۔ معاملہ ایں موطن عجائب و غرائب دارد (مکتوبات ص ۵۴ ج ۳) انبیاء کرام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ یہ حدیث تو آپ نے سنی ہو گی اور ہمارے نبی علیہ الصلوۃ والسلام جب معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرے تو انہیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور جب آپ اسی وقت آسمان پر پہنچے وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پایا۔ اس عالم کا معاملہ عجائب و غرائب پر مشتمل ہے۔

توسل

و ایضاً در حدیث صحاح آمدہ است کان رسول اللہ ﷺ یستفتح بصعالیک المھاجرین۔ "(مکتوبات ص ۳۹۴ ج ۲) اور صحاح ستہ کی حدیثوں میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ نبی اکرم ﷺ جنگوں میں فقراء مہاجرین کے وسیلہ سے فتح مانگا کرتے تھے۔

مولود خوانی

دیگر در باب مولود خوانی اندراج یافتہ بود۔ در نفس قرآن خواندن بصوت حسن و در قصائد نعت و منقبت خواندن چہ مضائقہ است (مکتوبات ص ۴۲۷ ج ۲) دوسری بات یہ ہے کہ مولود خوانی کے باب میں لکھا تھا کہ اچھی آواز سے نفس قرآن خوانی اور نعتیہ قصائد اور منقبت کے اشعار پڑھنے میں کیا مضائقہ ہے۔

میت کے لئے قرآن خوانی

وایضاً پرسیدہ بودند کہ ختم کلام اللہ کردن و نماز نفل گزاردن و تسبیح و تہلیل کردن و ثواب آن را

بوالدین یا باستاد یا باخوان دادن بہتر است یا بکسے ندادن بہتر است بدانند کہ دادن بہتر است کہ ہم نفع بغیر است و نفع بخود۔ و در نادادن نفع مخصوص بخود است و نیز شاید بطفیل دیگراں آن عمل را قبول فرمایند (مکتوبات ص ۲۱۸ ج ۲) آپ نے یہ بھی پوچھا تھا کہ کلام اللہ کا ختم کرنا یا نفل پڑھنا یا تسبیح و تہلیل پڑھنا اور اس کا ثواب والدین یا استاد یا بھائیوں کو بخشنا بہتر ہے۔ یا نہ بخشنا بہتر ہے تو جاننا چاہئے کہ ثواب بخشنا بہتر ہے کیونکہ اس میں اپنا بھی فائدہ ہے اور دوسرے کا بھی فائدہ ہے اور نہ بخشنے میں صرف اپنا فائدہ ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوسروں کے طفیل اس کا عمل مقبول ہو جائے۔

صدقہ برائے اموات

ولی نعمت مرحومہ شما دریں آوان بسے مغتنم بودند۔ الحال بر شمایان لازم است کہ مکافات احسان باحسان بکنید و بدعا و بصدقہ ساعت فساعت مدد نمایند فان المیّت کالغریق ینتظر دعوۃ تلحقہ من اب او ام او اخ او صدیق (مکتوبات ص ۱۸۶ ج ۱) آپ کی مرحومہ اس زمانے میں بڑی غنیمت تھیں۔ اب آپ پر لازم ہے کہ احسان کا بدلہ احسان سے دیں اور دعائے مغفرت اور صدقہ سے وقتاً فوقتاً ان کی امداد کریں کیونکہ میت غریق کے مانند ہوتا ہے اور اس دعا کا انتظار کرتا ہے جو اسے باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے ملتی ہے۔

استمداد

وہم چنیں ارباب حاجات از اعزہ احیاء و اموات در مخاوف و مہالک مدد ہا طلب می نمایند و می بینند کہ صور آن اعزہ حاضر شدہ و دفع بلیہ ازیں ہا نمودہ است۔ گاہ ہست کہ آن اعزہ را از دفع آن بلیہ اطلاع بود و گاہ نبود و از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند (مکتوبات ص ۱۶۵ ج ۲) اور یوں ہی ضرورت مند لوگ اپنے زندہ یا وفات یافتہ لوگوں سے خوف و ہلاکت کے مواقع میں امداد طلب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان کے عزیزوں کی صورتیں ان کے پاس حاضر ہو کر ان سے مصائب دور کرتی ہیں۔ بعض دفعہ ان عزیزوں کو مصائب دور ہونے کی خبر ہوتی ہے اور بعض دفعہ خبر نہیں ہوتی۔ حق تعالیٰ ہمیں اور تمہیں بہانہ بنا دیتا ہے۔

متعدد جگہوں میں حاضری

در یک شب ہزار کس آنسرور راعلیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام بصور مختلفہ در خواب می بینند واستفادہ می نمایند۔این تشکل صفات ولطائف اوست بصورت ہائے مثالی وہم چنیں مریدان از صور مثالی پیران می نمایند وحل مشکلات می فرمایند (مکتوبات ص ۱۶۰ ج ۲) ایک رات میں ایک ہزار اشخاص سرور کائنات علیہ کو عالم خواب میں مختلف صورتوں میں دیکھتے ہیں اور استفادہ کرتے ہیں۔یہ آپ کے لطائف وصفات کی مثالی صورتیں ہوتی ہیں اور ان طرح مرید اپنے پیروں کی مثالی صورتیں دیکھتے ہیں اور وہ صورتیں ان کی مشکلیں حل کرتی ہیں۔

بزرگوں کے ملبوسات

''جامہ ٔ فقراء کہ طلب داشتہ بودند پیراہن فرستادہ شد۔خواہند پوشیدہ ومترصد نتائج وثمرات آن خواہند بود کہ کثیر البرکت است۔'' (مکتوبات ص ۲۷۷ ج ۱)

(ترجمہ) آپ نے فقراء کے کپڑے مانگے تھے آپ کو ایک قمیض بھیج دی گئی ہے آپ اسے پہنیے اور اس کے نتائج وثمرات کا انتظار کیجیے۔کہ وہ بہت سی برکتوں کی حامل ہے۔

نگاہ ٔ مجدد

ہندوستان میں انبیاء کا ثبوت دینے کے بعد فرماتے ہیں فانا نشاھد بعض مردھم فی وسط الجحیم (مکتوبات ص ۴۳۰ ج ۱) سو ہم بعض ہندوستانی سرکش لوگوں کو جہنم کے وسط میں دیکھتے ہیں۔

مقام غوث اعظم

بالجملہ حضرت شیخ عبد القادر را در ولایت شان عظیم است ودرجہ ٔ علیا است۔ولایت خاصہ ٔ محمدیہ را از راہ سر بنقطہ ٔ آخر رسانیدہ است وسر حلقہ آن دائرہ گشتہ (مکتوبات ص ۶۱۴ ج ۱) الغرض حضرت شیخ عبد القادر جیلانی ولایت میں بڑی شان اور بڑا اونچا مقام رکھتے ہیں۔آپ نے خاصہ ٔ محمدیہ کی

ولایت کو سر کی راہ سے انتہا تک پہنچایا ہے اور اس سلسلہ کے سربراہ بنے ہیں۔

محبت اولیاء

واز حدیث سابق کہ المرء مع من احب لازم می آید کہ محبان ایں طائفہ باایشاں اند وہر کہ با ایشاں است بد بخت نباشد (مکتوبات ص ۳۲۳ج۱) حضور علیہ السلام نے فرمایا قیامت کے روز ہر شخص اپنے محبوب کے ہمراہ ہو گا اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ اولیائے کرام کو چاہنے والے ان کے ہمراہ ہوں گے۔ اور جو کوئی ان کے ہمراہ ہو گا وہ بد بخت نہ ہو گا۔

صحابہ کے پیرو کار

وشک نیست کہ فرقہ کہ ملتزم اتباع اصحاب آنسرور اند اہل سنت وجماعت اند شکر اللہ تعالیٰ سعیھم فھم الفرقة الناجیة (مکتوبات ص ۱۷۷ج۱) اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کے پیرو کار اہل سنت وجماعت ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو شرف مقبولیت بخشے کیونکہ یہی ناجی جماعت ہے

فضلیت معاویہ

حضرت عبداللہ بن مبارک سے کسی نے پوچھا کہ حضرت معاویہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیز؟ تو ارشاد فرمایا "الغبار الذی دخل انف فرس معاویة مع رسول الله ﷺ خیر من عمر بن عبدالعزیز کذا مرة ۔ (مکتوبات ص ۱۳۷ج۱) وہ غبار جو حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں رسول اللہ کی ہمراہی میں داخل ہوا عمر بن عبدالعزیز سے کئی مرتبہ افضل ہے۔

ازواج النبی اہلِ بیت ہیں

ایک رات میں نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا میں نے ان پر سلام ڈالا۔ مگر آپ نے توجہ نہ فرمائی اور چہرہ مبارک موڑلیا۔ دریں اثنا فقیر فرمودند کہ من طعام در خانہ عائشہ می خورم ہر کہ مرا طعام فرستد بخانۂ عائشہ فرستد۔ پھر آپ نے اس فقیر سے فرمایا۔ میں عائشہ کے گھر کھانا کھاتا ہوں۔ جو کوئی مجھے کھانا بھیجتا ہے وہ عائشہ کے گھر بھیجتا ہے۔ بعد ازاں حضرت صدیقہ رابلکہ سائر

ازواج مطہرات را کہ ہمہ اہل بیت اند شریک می ساختم و بجمیع اہل بیت توسل می نمودم'' اس کے بعد میں نے حضرت عائشہ صدیقہ کو بلکہ تمام ازواج مطہرات کو کہ وہ اہل بیت میں داخل ہیں نیاز میں شامل کیا اور سب اہل بیت سے توسل اختیار کیا (مکتوبات ص ۷۸ ج ۲)

بیعتِ خلفائے ثلاثہ

''زیرا کہ حضرت امیر مثلاً توقیر و تعظیم خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کردہ اند و شایان اقتدائیہ ایشاں را دانستہ با ایشاں بیعت نمودہ اند'' (مکتوبات ص ۱۷۸ ج ۱)

کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خلفائے ثلاثہ کی توقیر و تعظیم کی ہے اور ان کی شان اقتدائیہ جانتے ہوئے ان کی بیعت قبول فرمائی ہے۔

افضلیتِ صدیق

واتفقت الصحابۃ علی ان افضلھم ابو بکر الصدیق۔'' (مکتوبات ص ۱۳۸ ج ۱) صحابہ کرام کا اس بات پر اتفاق ہو گیا تھا کہ ان میں بہترین ابو بکر صدیق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

یزید پلید

یزید بے دولت از اصحاب نیست۔ در بدبختی او کرا سخن است کاریکہ آن بدبخت کردہ ہیچ کافر فرنگ نکند (مکتوبات ص ۱۳۳ ج ۱) یزید بدنصیب صحابہ میں سے نہیں تھا۔ اس کی بدبختی میں کسے کلام ہے۔ جو کام اس بدنصیب نے کیا وہ کوئی انگریز کافر بھی نہیں کرے گا۔

پاکیزہ فضلات

واز کمال اعتقاد و اخلاص لعاب مبارک آن سرور علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتحیات نمی گذاشت کہ بر زمین رفتد بلکہ در رنگ آب حیات آن را فرو میبردند و قصہ خوردن خون مبارک او را بعد از فصد از کمال اخلاص مشہور و معروف است (مکتوبات ص ۹۲ ج ۲)

صحابہ کرام کمال اعتقاد و اخلاص کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کا لعاب دہن زمین پر گرنے نہ دیتے تھے۔ بلکہ اسے آب حیات کی طرح نوش جان کر لیتے تھے۔ اور فصد کے بعد آپ کا خون پورے اخلاص سے پینے کا واقعہ مشہور و معروف ہے۔

آخری گزارش

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ان ارشادات کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ ثابت ہو جائے کہ آج آپ کے مسلک پر جو لوگ قائم ہیں وہ صرف اور صرف اہل سنت وجماعت بریلوی ہیں۔ سو جو شخص مجددی کہلانے کے باوجود بریلوی نہیں اسے اپنے خیال کی اصلاح کرنی چاہیے۔
وہذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ہذہ المقالۃ المبارکۃ تقبلہا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ۔

تیرھواں مقالہ

تعلیماتِ رضویہ

(اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ العلی الکبیر و الصلوٰۃ والسلام علی رسولہ البشر النذیر وعلی آلہ و صحبہ اھل الا دب و التو قیر۔امابعد۔

اعلیٰ حضرت عظیم البر کتہ امام اہل سنت مجد دِ دین وملت حضرت مولا نا حاجی حافظ قاری مفتی امام احمد رضاخان صاحب سنی حنفی قادری بریلوی علیہ الرحمۃ عظیم المرتبت عالم دین، جلیل القدر محدث، راسخ الرائے مفسر قرآن، دقیق النظر فقیہہ اسلام، نکتہ بیں مفتی اعظم، دقیق النظر محقق، صائب الفکر مفکرِ اسلام، مایہ ناز خطیب، پچاس علوم میں مہارت تامہ رکھنے والے، ایک ہزار سے زائد بے نظیر دینی کتب ورسائل تصنیف کرنے والے، بے دینوں، بدمذہبوں سے کامیاب مقابلہ فرمانے والے، بے لوث مبلغ اسلام، نڈر مجاہد دین، قادر الکلام نعت گو شاعر، سچے عاشق رسول مقبول ﷺ اور سلسلۂ عالیہ قادریہ کے سربر آوردہ پیر طریقت تھے۔رحمتہ اللہ علیہ تعالیٰ علیہ

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
قسیم جان عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو

اعلیٰ حضرت کی انہی بے شمار خداداد خوبیوں اور دینی خدمات جلیلہ کی بناپر عرب وعجم کے جید علمائے اہل سنت اور مشائخ ملت نے آپ کو چودھویں صدی ہجری کا مجدد قرار دیا۔اور آپ ہی وہ برگزیدہ شخصیت ہیں کہ جن کی دینی خدمات اور تجدیدی کارناموں کی وجہ سے آج سواد اعظم اہل سنت وجماعت کو سنی بریلوی کے نام سے مشخص کیا جاتا ہے۔اور سنی کے ساتھ جب تک بریلوی کے لفظ کا اضافہ نہ کیا جائے اصلی اور جعلی سنی میں امتیاز حاصل نہیں ہوتا۔یعنی جو شخص اعلیٰ حضرت بریلوی کے مسلک کا پابند ہے اسے اصلی سنی سمجھا جاتا ہے۔اور جو بدبخت آپ کی شان عظمت کا منکر اور آپ کے مسلک برحق سے منحرف ہے اسے جعلی سنی کہا جاتا ہے۔

؎ دکھائی راہِ توحید ورسالت اک زمانے کو
ہر اک گمراہ وگم گشتہ کے بے شک راہنما تم ہو

؎ عمر بھر ہوں نصیبوں میں اسی دربار کے ٹکڑے
نہ چھوٹے یا الٰہی آستاں احمد رضاخان کا

ہم اس مختصر مقالہ ''تعلیماتِ رضویہ'' میں اسی باخدا عالم اجل کے بعض ایمان افروز تعلیمات مبارکہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے گمراہوں کی ہدایت کا ذریعہ اور نجات کا سبب بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا خان صاحب قادری بریلوی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں۔

عبادت تعظیم رسول کے بغیر بے کار ہے

''پھر جب تک نبی ﷺ کی سچی تعظیم نہ ہو عمر بھر عبادت الٰہی میں گزارے سب بیکار و مردود ہے۔ بہتیرے جوگی اور راہب ترکِ دنیا کر کے اپنے طور پر ذکر و عبادت الٰہی میں عمر کاٹ دیتے ہیں۔ بلکہ ان میں بہت وہ ہیں کہ لاالہ الا اللہ کا ذکر سیکھتے اور ضربیں لگاتے ہیں۔ مگر ازاں جا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم نہیں۔ کیا فائدہ۔ اصلاً قابل قبول بارگاہ الٰہی نہیں۔ اللہ عزوجل ایسوں ہی کو فرماتا ہے ''عمل کریں۔ مشقتیں بھریں اور بدلہ کیا ہو گا یہ کہ بھڑکتی آگ میں پیٹھیں گے'' العیاذ باللہ تعالیٰ منہ

مسلمانو! کہو محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم مدارِ ایمان و مدار نجات و مدار قبول اعمال ہوئی یا نہیں؟ کہو ہوئی اور ضرور ہوئی۔ (تمہید ایمان ص ۳)

گستاخ رسول سے بیزاری فرض ہے

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے '' کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنا کہہ لینے پر چھوڑ دیے جائیں گے۔ کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہو گی'' (العنکبوت) یہ آیت مسلمانوں کو ہوشیار کر رہی ہے کہ دیکھو کلمہ گوئی اور زبانی ادعائے مسلمانی پر تمہارا چھٹکارا نہ ہو گا۔ ہاں سنتے ہو آزمائے جاؤ گے آزمائش میں پورے نکلے تو مسلمان ٹھہرو گے۔ ہر شئے کی آزمائش میں یہی دیکھا جاتا ہے کہ جو باتیں اس کے حقیقی واقعی ہونے کو درکار ہیں وہ اس میں ہیں یا نہیں۔ ابھی قرآن و حدیث ارشاد فرما چکے کہ ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کو تمام جہاں پر تقدیم۔ تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے۔ کہ تم کو

جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی اور کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو، جیسے تمہارے باپ، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی اور تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد۔ جب وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کریں اصلاً تمہارے قلب میں ان کی عظمت، ان کی محبت کا نام ونشان نہ رہے۔ فوراً ان سے الگ ہو جاؤ۔ دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ ان کی صورت، ان کے نام سے نفرت کھاؤ، پھر تم نہ اپنے رشتے، علاقے دوستی الفت کا پاس کرو نہ ان کی مولویت، مشیخیت، بزرگی، فضیلت کو خطرے میں لاؤ کہ آخر یہ جو کچھ تھا محمد ﷺ کی ہی غلامی کی بنا پر تھا۔ جب یہ شخص ان کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا۔ اس کے جبے عمامے پر کیا جائیں۔ کیا بہترے یہودی جبے نہیں پہنتے، عمامے نہیں باندھتے۔ اس کے نام، علم وظاہری فضل کو لے کر کیا کریں۔ بہتیرے پادری بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم وفنون نہیں جانتے اور اگر یہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی اس نے حضور ﷺ سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی نباہی یا اسے ہر برے سے بدتر برا نہ جانا یا اسے برا کہنے پر برا مانا اسی قدر کہ تم نے اس امر میں بے پرواہی منائی یا تمہارے دل میں اس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو للہ اب تم ہی انصاف کرلو کہ تم امتحان میں کہاں سے پاس ہوئے۔ قرآن وحدیث نے جس پر حصول ایمان کا مدار رکھا تھا۔ اس سے کتنی دور نکل گئے۔ مسلمانو کیا جس کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہوگی۔ وہ ان کے بدگو کی وقعت کر سکے گا اگرچہ اس کا پیر یا استاد یا پدر ہی کیوں نہ ہو۔ کیا جسے محمد رسول اللہ تمام جہان سے زیادہ پیارے ہوں وہ ان کے گستاخ سے فوراً سخت شدید نفرت نہ کرے گا۔ اگرچہ اس کا دوست یا برادر یا پسر ہی کیوں نہ ہو۔ للہ اپنے حال پر رحم کرو۔ اور اپنے رب کی بات سنو۔ دیکھو وہ کیونکر تمہیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے۔" (تمہید ایمان ص ۴)

حضور سب سے بڑھ کر محبوب ہیں۔

اس آیت (قل ان کان اباۤء کم الآیۃ) سے معلوم ہوا کہ جسے دنیا جہان میں کوئی معزز کوئی عزیز، کوئی مال، کوئی چیز اللہ ورسول سے زیادہ محبوب ہو وہ بارگاہ الٰہی سے مردود ہے۔ اللہ اسے اپنی طرف راہ نہ دے گا۔ اسے عذاب الٰہی کے انتظار میں رہنا چاہیے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ

"(تمہید ایمان ص ۴)

گمراہ مولوی کی تعظیم منع ہے

بھائیو! عالم کی عزت تو اس بنا پر تھی کہ وہ نبی کا وارث ہے۔ نبی کا وارث وہ جو ہدایت پر ہو اور جب گمراہی پر ہے تو نبی کا وارث ہوا یا شیطان کا۔ اس وقت اس کی تعظیم نبی کی تعظیم ہوتی اب اس کی تعظیم شیطان کی تعظیم ہو گی۔ یہ اس صورت میں ہے کہ عالم کفر سے نیچے کسی گمراہی میں ہو جیسے بدمذہبوں کے علماء پھر اس کا کیا پوچھنا جو خود کفر شدید میں ہو۔ اسے عالم دین جاننا ہی کفر ہے۔ نہ کہ عالم دین جان کر اس کی تعظیم کرنا۔" (تمہید ایمان ص ۲۰)

بے ادبی کا لفظ کلمہء کفر ہے

دیکھو اللہ گواہی دیتا ہے کہ نبی کی شان میں بے ادبی کا لفظ کلمہء کفر ہے۔ (تمہید ایمان ص ۲۲)

اور اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۳۵ میں فرماتے ہیں۔ ابھی شفاء و بزازیہ و درر و بحر و نہر و فتاوٰی خیریہ و مجمع الانھر و درمختار وغیرہا کتب معتمدہ سے سن چکے کہ جو شخص حضور اقدس ﷺ کی تنقیص شان کرے کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے"

اہل قبلہ کون ہیں؟

اصل بات یہ ہے کہ اصطلاح ائمہ میں اہل قبلہ وہ ہے کہ تمام ضروریاتِ دین پر ایمان رکھتا ہو۔ ان میں سے ایک بات کا بھی منکر ہو تو قطعاً یقیناً اجماعاً کافر مرتد ہے ایسا کہ جو اسے کافر نہ کہے خود کافر ہے۔" (تمہید ایمان ص ۲۷)

گستاخ رسول کی توبہ مقبول نہیں

سید عالم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی توبہ ہزار ہا ائمہ دین کے نزدیک اصلاً قبول نہیں اور اسی کو ہمارے علمائے حنفیہ سے امام بزازی و امام محقق علی الاطلاق ابن الہمام و علامہ مولا خسرو صاحب درر و غرار و علامہ زین بن نجیم صاحب نہر الفائق و علامہ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی صاحب تنویر الابصار و علامہ خیر الدین رملی صاحب فتاوٰی خیریہ و علامہ شیخی زادہ صاحب مجمع الانھر و علامہ مدقق محمد بن علی حصکفی صاحب درمختار وغیرھم عمائد کبار علیھم رحمۃ العزیز الغفار نے اختیار

فرمایا''(تمہید ایمان ص ۳۱)

''ایک پہلو اسلام کا'' سے کیا مراد ہے؟

بلکہ فقہائے کرام نے یہ بھی فرمایا کہ جس مسلمان سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو جس میں سو پہلو نکل سکیں ان میں ننانوے پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلوئے کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے کہ آخر ایک پہلو اسلام کا بھی تو ہے۔ کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہو اور ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ اگر واقع میں اس کی مراد کوئی پہلوئے کفر ہے تو ہماری تاویل سے اسے فائدہ نہ ہو گا۔ وہ عند اللہ کافر ہی ہو گا۔ (تمہید ایمان ص ۳۳)

احتمال معتبر کونسا ہے۔

''احتمال وہ معتبر ہے جس کی گنجائش ہو۔ صریح بات میں تاویل نہیں سنی جاتی ورنہ کوئی بات بھی کفر نہ رہے۔ مثلاً زید نے کہا خدا دو ہیں۔ اس میں یہ تاویل ہو جائے کہ لفظ خدا سے بحذف مضاف حکم خدا مراد ہے۔ یعنی قضا دو ہیں مبرم و معلق جیسے قرآن عظیم میں فرمایا الا ان یاتی اللہ ای امر اللہ'' (تمہید ایمان ص ۳۷)

گستاخ کی محبت سے بچو

ان آیتوں **والذین یو ء ذون رسول اللہ لھم عذاب الیم** اور **ان الذین یو ء ذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ و اعدلھم عذابا مھینا** ۔ سے اس شخص پر جو رسول اللہ ﷺ کے بد گویوں سے محبت کا برتاؤ کرے سات کوڑے ثابت ہوئے (۱) ظالم ہے (۲) گمراہ ہے (۳) کافر ہے (۴) اس کے لیے دردناک عذاب ہے (۵) آخرت میں ذلیل و خوار ہو گا (۶) اس نے اللہ واحد قہار کو ایذا دی (۷) اس پر دونوں جہاں میں خدا کی لعنت ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔ اے مسلمان اے امتی سید الانس والجان ﷺ خدارا ذرہ انصاف کر۔ وہ ساتھ بہتر ہیں جو ان لوگوں سے یک لخت ترک علاقہ کر دینے پر ملتے ہیں کہ دل میں ایمان جم جائے۔ اللہ مددگار ہو۔ جنت مقام ہو۔ اللہ والوں میں شمار ہو۔ مرادیں ملیں۔ خدا تجھ سے راضی ہو تو خدا سے

راضی ہو یا یہ سات بھلے ہیں۔ جو ان لوگوں سے تعلق لگا رہنے پر پڑیں گے۔ کہ ظالم گمراہ کافر جہنمی ہو۔ آخرت میں خوار ہو۔ خدا کو ایذا دے۔ خدا دونوں جہاں میں لعنت کرے۔ ہیہات ہیہات کون کہہ سکتا ہے کہ یہ سات اچھے ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ سات چھوڑنے کے ہیں" (تمہید ایمان ص۹)

دامن مصطفیٰ تھامو

"مگر اتنا سمجھ لو کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا دامن چھوڑ کر زید و عمرو کا ساتھ دینے والا کبھی فلاح نہ پائے گا۔" (تمہید ص۴۶)

وہابی سے مصافحہ حرام ہے

"جو نذر و نیاز کو حرام بتائے اور شربت نیاز کی نسبت وہ ناپاک ملعون لفظ کہے وہ نہ ہو گا مگر وہابی ۔۔۔ اور اس سے مصافحہ حرام اور اسے سلام کرنا ناجائز و گناہ ہے" (فتاویٰ رضویہ ص۲۱۸ جلد چہارم)

وہابی کی تعظیم حرام ہے

"چونکہ وہابی سے نکاح پڑھوانے میں اس کی تعظیم ہوتی ہے جو حرام ہے لہذا احتراز لازم ہے" (ملفوظات ص۱۵ جلد سوم)

وہابی کے لیے دعا فضول ہے

"وہابیہ کے لیے دعا فضول ہے ثم لا یعو دون ان کے لیے آچکا ہے۔ وہابی کبھی لوٹ کر نہ آئے گا اور جو ہدایت پا جائے وہ وہابی نہ تھا ہو چلا تھا۔" (ملفوظات ص۷۳ جلد سوم)

وہابی کی آذان باطل ہے

جس طرح ان کی (وہابیہ کی) نماز باطل اسی طرح آذان بھی (باطل ہے) ہاں تعظیماً اللہ کے نام پر جل شانہ 'اور نام اقدس پر درود شریف پڑھے۔" (ملفوظات ص۱۱۸ جلد سوم)

وہابی کے پیچھے نماز باطل ہے

جو قرات غلط پڑھتا ہو جس سے معنی فاسد ہوں یا وضو یا غسل نہ کرتا ہو یا ضروریات دین سے کسی چیز کا منکر ہو جیسے وہابی، رافضی، غیر مقلد، نیچری، قادیانی، چکڑالوی وغیرھم ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے (احکام شریعت ص ۱۲۸)

بدمذہب کو بدمذہب کہنا چاہیے

کافر کو کافر، رافضی کو رافضی، خارجی کو خارجی، وہابی کو وہابی ضرور کہا جائے گا اور وہ ہمیں برا کہیں تو اس کی کیا پرواہ، ہمارے پیشواؤں صدیق و فاروق کو انتقال فرمائے ہوئے تیرہ سو برس گزرے آج تک ان کو برا کہنا نہیں چھوٹا'' (ملفوظات ص ۵۶ ج ۱)

بدمذہب کی صحبت کی شامت بہت بری ہے

اکثر لوگ بدمذہبوں کے پاس جان بوجھ کر بیٹھتے ہیں۔ یہ حرام اور بدمذہب ہو جانے کا اندیشہ کامل اور دوستانہ ہو تو دین کے لیے زہر قاتل۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ ایاکم وایاھم لایضلو نکم ولایفتنو نکم۔ انہیں اپنے سے دور کرو اور ان سے دور بھاگو۔ وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈالیں اور اپنے نفس پر اعتماد کرنے والا بڑے کذاب پر اعتماد کرتا ہے۔ انھا لکذب شئی اذاحلفت فکیف اذاوعدت۔ یعنی نفس اگر کوئی بات قسم کھا کر کہے تو سب سے بڑھ کر جھوٹا ہے نہ کہ جب خالی وعدہ کرے۔ صحیح حدیث میں فرمایا جب دجال نکلے گا کچھ اسے تماشے کے طور پر دیکھنے جائیں گے کہ ہم تو اپنے دین پر مستقیم ہیں۔ ہمیں اس سے کیا نقصان ہو گا۔ وہاں جا کر ویسے ہی ہو جائیں گے۔ حدیث میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا میں حلف سے کہتا ہوں کہ جو جس قوم سے دوستی رکھتا ہے اس کا حشر اسی کے ساتھ ہو گا۔ سید عالم ﷺ کا ارشاد ہمارا ایمان اور پھر حضور کا حلف سے فرمانا۔ دوسری حدیث ہے۔ جو کافروں سے محبت رکھے گا وہ انہیں میں سے ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ شرح الصدور میں نقل فرماتے ہیں کہ ایک شخص روافض کے پاس بیٹھا کرتا تھا جب اس کا نزع کا وقت آیا۔ لوگوں نے حسب معمول اسے کلمہ طیبہ کی تلقین کی کہا نہیں کہا جاتا۔ پوچھا کیوں؟ کہا یہ دو شخص کھڑے کہہ رہے ہیں تو ان کے پاس

بیٹھا کرتا تھا جو ابو بکر و عمر کو برا کہتے تھے۔اب یہ چاہتا ہے کہ کلمہ پڑھ کر اٹھے ہر گز نہ پڑھنے دیں گے۔یہ نتیجہ ہے بد مذہبوں کے پاس بیٹھنے کا۔جب صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بد گویوں سے میل جول کی یہ شامت ہے تو قادیانیوں اور وہابیوں اور دیوبندیوں کے پاس نشست و برخاست کی آفت کس قدر شدید ہو گی۔ان کی بد گوئی صحابہ تک ہے۔اور ان کی انبیاء اور سید الانبیاء اور اللہ عزوجل تک" (ملفوظات ص ۳۷ ج ۲)

جاہلوں سے نرمی برتو ۔

جن لوگوں کے عقائد مذبذب ہوں ان سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں یہ جو وہابیہ میں بڑے بڑے ہیں ان سے بھی ابتداً بہت نرمی کی گئی مگر چونکہ اُن کے دلوں میں وہابیت راسخ ہو گئی تھی اور مصداق **ثم لا یعو دون** حق نہ مانا اس وقت سختی برتی گئی کہ رب عزوجل فرماتا ہے۔**یآ یھا النبی جاھد الکفار و المنا فقین واغلظ علیھم**۔اے نبی جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو۔اور مسلمانوں کو ارشاد فرمایا۔**ولیجد وا فیکم غلظۃً**۔لازم ہے کہ وہ تم میں درشتی پائیں" (ملفوظات ص ۱۴۱ ج ۱)

بد مذہب کو مسجد سے نکال دینا چاہیے

جہاں اختلافاتِ فرعیہ ہوں جیسے باہم حنفیہ و شافعیہ وغیر ھما فرق اہل سنت میں وہاں ہر گز ایک دوسرے کو برا کہنا جائز نہیں اور فحش دشنام جس سے ذہن آلودہ ہو کسی کو بھی نہ چاہیے۔صدر اسلام میں منافق لوگ مسلمانوں میں گھلے ملے رہتے تھے۔نمازیں ساتھ پڑھتے، مجالس میں پاس بیٹھتے شریک رہتے تھے مگر اللہ عزوجل نے صاف ارشاد فرمایا تھا کہ یہ گھال میل جو رہا ہے۔اللہ تعالیٰ تمہیں یوں رہنے نہ دے گا۔ضرور خبیثوں کو طیبوں سے الگ کر دے گا۔**قال تعالیٰ وما کان اللہ لیذر المؤمنین علیٰ ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب**۔اس کے بعد بھری مسجد میں خاص جمعہ کے دن علیٰ رؤس الاشھاد حضور اقدس سید عالم ﷺ نے نام بنام ایک ایک کو فرمایا۔**اخرج یافلان فانک منافق**۔اے فلاں نکل جا تو منافق ہے۔**اخرج یافلان فانک منافق**۔اے فلاں نکل جا تو منافق ہے۔نماز سے پہلے سب کو نکال دیا۔یہ حدیث طبرانی و ابن ابی حاتم

نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ مخالفین دین کے ساتھ یہ برتاؤان کا ہے۔ جنہیں رب العزت عزجلالہ رحمۃ للعالمین فرماتا ہے۔ جن کی رحمت رحمت الٰہیہ کے بعد تمام جہان کی رحمت سے زیادہ ہے۔ ﷺ" (ملفوظات ص۵۱ج۱)

بدمذہب کی پردہ دری ضروری ہے

"کافر کو کافر، رافضی کو رافضی، خارجی کو خارجی، اور وہابی کو وہابی ضرور کہا جائے۔ حدیث میں فرمایا۔ اترعون عن ذکر الفاجر متی یعر فه الناس اذکروا الفاجر بما فیه یحذره الناس۔ کیا تم فاجر کو برا کہنے سے پرہیز کرتے ہو۔ لوگ اُسے کب پہچانیں گے۔ فاجر کی برائیاں بیان کرو کہ لوگ اس سے بچیں (یہ حدیث امام ابو بکر بن ابی الدنیا نے کتاب ذم الغیبۃ میں، امام ترمذی محمد بن علی نے نوادر الاصول میں، حاکم نے کتاب الکنیٰ اور شیرازی نے کتاب الالقاب میں، ابن عدی نے کامل میں، طبرانی نے معجم کتاب کبیر میں، بیہقی نے سنن کبریٰ میں، خطیب نے تاریخ میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی۔" (ملفوظات ص۵۶ج۱)

خدا کا سچا بندہ کون ہے؟

ایک روز بارگاہ رسالت میں صحابہ کرام حاضر ہیں۔ ایک شخص آیا اور کنارۂ مجلس اقدس پر کھڑے ہو کر مسجد میں چلا گیا۔ ارشاد فرمایا کہ کون ہے کہ اسے قتل کرے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ اٹھے اور جا کر دیکھا وہ نہایت خشوع و خضوع سے نماز پڑھ رہا ہے۔ صدیق اکبر کا ہاتھ نہ اٹھا کہ ایسے نمازی کو عین نماز کی حالت میں قتل کریں۔ واپس حاضر ہوئے اور سب ماجرا عرض کیا۔ ارشاد فرمایا کہ کون ہے کہ اسے قتل کرے۔ فاروق اعظم اٹھے اور انہیں بھی وہی واقعہ پیش آیا۔ حضور ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا کون ہے کہ اسے قتل کرے۔ مولا علی اٹھے اور عرض کی یا رسول اللہ میں۔ فرمایا ہاں تم۔ اگر تمہیں ملے مگر تم اسے نہ پاؤ گے۔ یہی ہوا۔ مولا علی رضی اللہ عنہ جب تک جائیں وہ نماز پڑھ کر چلتا ہوا۔ ارشاد فرمایا اگر تم اسے قتل کر دیتے تو امت پر سے بڑا فتنہ اٹھ جاتا"

یہ تھا وہابیہ کا باپ جس کی ظاہری و معنوی نسل آج دنیا کو گندا کر رہی ہے۔ اس نے

مجلس اقدس کے کنارے پر کھڑے ہو کر ایک نگاہ سب پر کی اور دل میں یہ کہتا ہوا چلا گیا تھا کہ مجھ جیسا ان میں ایک بھی نہیں۔ یہ غرور تھا اس خبیث کو اپنی نماز و تقدس پر اور نہ جانا کہ نماز ہو یا کوئی عمل صالح وہ سب اس سرکار کی غلامی و بندگی کی فرع ہے۔ جب تک ان کا غلام نہ ہو لے کوئی بندگی کام نہیں دے سکتی ہے۔ ولہذا قرآن عظیم میں ان کی تعظیم کو اپنی عبادت سے مقدم رکھا کہ فرمایالتوءمنو ابالله و رسوله و تعزروه و توقروه و تسجوه بکرة و اصیلاً۔ تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ اور رسول پر اور اس کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو یعنی نماز پڑھو۔ تو سب میں مقدم ایمان ہے کہ بے اس کے تعظیم رسول مقبول نہیں۔ اس کے بعد تعظیم رسول ہے کہ بے اس کے نماز اور کوئی عبادت مقبول نہیں۔ یوں تو عبد اللہ تمام جہان ہے۔ مگر سچا عبد اللہ وہ ہے جو عبدِ مصطفیٰ ہے ورنہ عبدِ شیطان ہو گا والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ'' (ملفوظات ص ۴۷ ج ۱)

بوڑھی عورتوں کا عقیدہ اختیار کرو

جو الٰہیات و نبوات و معاد کو میزان عقل سے تولنا چاہے گا۔ وہ لغزش کرے گا۔ عقائد سمعیہ کے بارہ میں ان نصوص شرعیہ کے ہاتھ میں ایسا ہو جائے۔ جیسے غسال کے ہاتھ میں میت۔ بس امنا بہ کل من عند ربنا۔ یہ راستہ سیدھا ہے اور یہ عطا ہوتا ہے سلیم الطبع صحیح العقیدہ عوام کو اور خاص کر ان کی عورتوں کو اور ان کی بوڑھیوں کو۔ ان سے کتنا ہی کچھ کہو ہرگز نہ مانیں گی۔ جو سن چکی ہیں اسی پر عقیدہ رکھیں گے۔ اسی واسطے ارشاد ہوا۔ علیکم بدین العجائز۔ بوڑھیوں کا دین اختیار کرو۔ (ملفوظات ص ۳ ج چہارم)

بدمذہبوں کی کتابیں پڑھنا ناجائز ہے۔

ناقص بلکہ کامل کو بھی بلاضرورت بدمذہبوں کی کتابیں دیکھنا ناجائز ہے کہ آخر انسان ہے عین ممکن ہے کہ کوئی بات معاذ اللہ دل میں جم جائے اور ہلاک ہو جائے (ملفوظات ص ۴ جلد چہارم)

بدمذہبوں کا رد فرض ہے

پہلے تلوار تھی۔ رد کی حاجت نہ تھی۔ تلوار کے ذریعہ سے سارا انتظام ہو سکتا تھا۔ کہ اب کہ ہمارے پاس سوائے رد کے کوئی علاج نہیں۔ رد کرنا فرض ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوا اذا ظهرت

الفتن ولم یظهر العالم علمه فعلیه لعنة الله والملا ئکة والناس اجمعین لا یقبل الله منه صرفاً ولا عد لاً۔ جب فتنے یا بد مذہبیاں ظاہر ہوں اور عالم اپنا علم ظاہر نہ کرے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت۔ اللہ نہ اس کا فرض قبول کرے گا نہ نفل۔''
(ملفوظات ص ۴ جلد چہارم)

اللہ تعالیٰ ہم اہل سنت کو امام اہل سنت کی ان سچی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ وہذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ہذہ الرسالۃ المبارکۃ تقبلھا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ۔

(۲۰ ذوالقعدہ ۱۴۰۴ھ)

چودھواں مقالہ

تعلیمات امدادیہ

(حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ذی المجد والعلی والصلوۃ والسلام علی رسولہ المصطفیٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ اھل الصدق والصفا امابعد اس دور میں دیوبندی لوگ چند متنازع فیہ مسائل مثلاً میلاد، عرس، گیارھویں، تیجہ، چہلم، رجبی، فاتحہ، نذر ونیاز، وسیلہ، سماع موتی، ندائے غیر اللہ، نور، علم غیب، حاضر وناظر، سماع، دست بوسی اور استمداد وغیرہا کی بنا پر امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب بریلوی علیہ الرحمۃ اور ان کے ہم خیال سواد اعظم اہل سنت کو بدعتی اور گمراہ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ ان متذکرہ بالا مسائل میں اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ' نے وہی مسلک اختیار فرمایا ہے جو قدیم سنی علماء ومشائخ اور بزرگان دین کا ہے۔ یہاں تک کہ اعلیٰحضرت بریلوی کے پیش کردہ مسلک کی تائید اکابرین دیوبند محمد قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، اشرف علی تھانوی اور محمود الحسن دیوبندی وغیرہم کے ممدوح وپیر ومرشد حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے ملفوظات وارشادات سے بھی ہوتی ہے۔ قارئین کے اضافہ علمی کے لیے ہم نے اس مختصر مقالہ ''تعلیمات امدادیہ'' میں حاجی صاحب موصوف کے بعض ارشادات وملفوظات اکابرین دیوبند کی لکھی ہوئی کتابوں سے جمع کر دیئے ہیں۔ ممکن ہے کہ حاجی صاحب کا کوئی معتقد مرید ان ارشادات کو پڑھ کر راہِ راست پر آجائے۔ سنی بریلوی سواد اعظم کو بدعتی کہنا چھوڑ دے یا پھر وہ اپنے پیر ومرشد حاجی صاحب موصوف پر بھی بدعتی ہونے کا فتویٰ جڑ دے۔ **واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم**

علم غیب

حاجی امداد اللہ صاحب نے فرمایا ''لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء اولیآ کو نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت وادراک غیبیات سے ان کا ہو جاتا ہے۔ اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت ﷺ کو حدیبیہ وحضرت عائشہ کے معاملات کی خبر نہ تھی اس کو (یہ منکرین علم غیب) دلیل اپنے دعوای کی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔ کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے۔ (امداد المشتاق مصنف اشرف علی تھانوی ص ۷۶)

تقدیر پر اطلاع

حاجی صاحب نے فرمایا ”محبوبان خاص جب تقدیر پر اطلاع پاتے ہیں۔ اس کے موافق عمل کرتے ہیں اور عجلت کے ساتھ اس کو انجام دیتے ہیں کیونکہ اس کے ہونے پر ترقی مدارج موقوف ہوتی ہے پس چاہتے ہیں کہ اس امر سے فارغ ہو کر درجات عالیہ پر جائز ہو جائیں۔ چنانچہ بعد ارتکاب اپنی منزل مقصود پر پہنچ جاتے ہیں (شمائم امدادیہ ص ۴۶)

حدیث کشفی

حاجی صاحب فرماتے ہیں ”پس حدیث دو نوع کی ہیں (۱) حدیث بالمعنی المتعارف (۲) حدیث کشفی چنانچہ فرمایا حضرت رسالت مآب ﷺ نے من رأنی فقد رأی الحق اس کے دو معنی ہیں اول یہ کہ من رأنی فقد رانی یقیناً فان الشیطان لا یتمثل بی۔ دوم یہ کہ من رأنی فقد راء اللہ تعالیٰ پس جب زیارت آنحضرت ﷺ کی میسر ہوئی یا دیدار پروردگار۔ جو کچھ مسموع ہو گا یا قلب پر وارد ہو گا آنحضرت کی طرف سے ہو گا۔ یا خدائے پاک کی طرف سے پس حدیث کشفی نام رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور ہمارے علماء اس زمانے میں جو کچھ قلم میں آتا ہے بے محابہ فتویٰ دے دیتے ہیں۔ علماء ظاہر کے لیے علم باطن بہت ضروری ہے۔ بدوں اس کے کچھ کام درست نہیں ہوتا (امداد المشتاق ص ۵۵)

بدعت کی حقیقت

حاجی صاحب لکھتے ہیں:۔ اور انصاف یہ ہے کہ بدعت اس کو کہتے ہیں کہ غیر دین کو دین میں داخل کر لیا جائے۔ کما یظھر من التأمل فی قولہ علیہ السلام من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد الحدیث (فیصلہ ہفت مسئلہ)

میلاد النبی ﷺ

حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ مولد شریف تمامی حرمین (اہل مکہ و مدینہ) کرتے ہیں۔ اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے۔ اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر (ولادت) کیسے مذموم ہو سکتا

ہے۔ البتہ جو زیادتیاں لوگوں نے اختراع کی ہیں نہ چاہیں اور قیام (میلاد) کے بارے میں کچھ نہیں کہتا۔ ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے (امداد المشتاق ص ۵۰) اور حاجی صاحب نے دوسرے مقام میں فرمایا۔ ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعے کرتے ہیں تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں۔ جب صورت جواز کی موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے۔ (امداد المشتاق ص ۵۵۔ شمائم امدادیہ ص ۵۰)

مجلس میلاد میں تشریف آوری

حاجی صاحب فرماتے ہیں البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیے اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے تو مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان و مکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے۔ پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں (امداد المشتاق ص ۵۶) اور حاجی صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں اس اعتقاد کو کفر و شرک کہنا حد سے بڑھنا ہے کیونکہ یہ امر عقلاً و نقلاً ممکن ہے بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوتا ہے (فیصلہ ہفت مسئلہ مصنفہ حاجی صاحب ص ۵)

مجلس میلاد میں شرکت

حاجی صاحب لکھتے ہیں اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں (فیصلہ ہفت مسئلہ)

قیام مولود

حاجی صاحب فرماتے ہیں۔ اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیے نہ یہ کہ اصلی عمل سے انکار کیا جائے۔ ایسے امور سے منع کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے۔ جیسے قیام مولد شریف اگر بوجہ آنے نام آنحضرت کے کوئی تعظیماً قیام کرے تو اس میں کیا خرابی ہے۔ جب کوئی آتا ہے تو لوگ اس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اگر سردار عالم و عالمیان (روحی فداہ) کے اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا۔ (شمائم امدادیہ ص ۶۸)

بیک وقت متعدد جگہوں میں حاضری

حاجی صاحب لکھتے ہیں۔ رہا یہ شبہ کہ آپ ﷺ کو کیسے علم ہوا۔ یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں

تشریف فرما ہوئے۔ یہ ضعیف شبہ ہے۔ آپ کا علم اور روحانیت کی وسعت جو دلائل نقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہے اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے علاوہ اس کے اللہ کی قدرت تو محل کلام نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ اپنی جگہ تشریف رکھیں اور درمیانی حجاب اٹھ جاویں بہر حال ہر طرح یہ امر ممکن ہے (فیصلہ ہفت مسئلہ)

ممکن کا اعتقاد شرک نہیں

حاجی صاحب لکھتے ہیں اور اس سے آپ کی نسبت اعتقاد علم الغیب لازم نہیں آتا جو کہ خصائص ذاتِ حق سے ہے کیونکہ علم غیب وہ ہے جو مقتضی ذات کا ہے اور جو باعلام خداوندی ہے وہ ذاتی نہیں بالسبب ہے۔ وہ مخلوق کے حق میں ممکن بلکہ واقع ہے اور امر ممکن کا اعتقاد شرک و کفر کیونکر ہو سکتا ہے (فیصلہ ہفت مسئلہ)

تعین عرفی

حاجی صاحب لکھتے ہیں "پس ان تخصیصات کو اگر کوئی شخص عبادت مقصودہ نہیں سمجھتا بلکہ فی نفسہ مباح جانتا ہے مگر ان کے اسباب کو عبادت جانتا ہے اور ہیئت مسبب کو مصلحت سمجھتا ہے تو بدعت نہیں مثلاً قیام (مولود) کو لذاتہا عبادت نہیں اعتقاد کرتا مگر تعظیم ذکر رسول اللہ ﷺ کو عبادت جانتا ہے اور کسی مصلحت سے اس کی یہ ہیئت معین کر لی"۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ)

عوام کا غلو

حاجی صاحب لکھتے ہیں "رہا عوام کا غلو اولاً اس کی اصلاح کرنی چاہیے۔ اس عمل سے کیوں منع کیا جائے۔ ثانیاً ان کا غلو اہل فہم کے فعل میں مؤثر نہیں ہو سکتا۔ لنا اعمالنا ولکم اعمالکم۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ)

تشبہ بالکفار کی تشریح

حاجی صاحب لکھتے ہیں۔ "رہا شبہ تشبہ کا۔ اس میں بحث از بس طویل ہے۔ مختصراً اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ تشبہ اس وقت تک رہتا ہے جب وہ عادت اس قوم کے ساتھ ایسی مخصوص ہو کہ جو شخص وہ فعل کرے اسی قوم سے سمجھا جائے یا اس پر حیرت ہو۔ اور جب دوسری قوم میں پھیل کر عام ہو جاوے

تو وہ تشبہ جاتا رہتا ہے ورنہ اکثر امور متعلق عادات وریاضات جو غیر قوموں سے ماخوذ ہیں مسلمانوں میں اس کثرت سے پھیل گئے کہ کسی عالم درویش کا گھر بھی اس سے خالی نہیں۔ یہ امور مذموم نہیں ہو سکتے۔ قصہ ءِ تطہیر اہل قباء اس میں کافی حجت ہے۔ البتہ جو ہیئت عام نہیں ہوئی وہ موجب تشبہ ہے۔ اور ممنوع۔ پس یہ ہیئت مروجہ ایصال (ثواب) کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں (فیصلہ ہفت مسئلہ)

تعین تاریخ

حاجی صاحب لکھتے ہیں۔ ''رہا تعین تاریخ یہ بات تجربہ سے معلوم ہوتی ہے کہ جو عمل کسی خاص وقت میں معمول ہو اس وقت میں یاد آجاتا ہے اور ضرور ہو رہتا ہے اور نہیں تو سالہا سال گزر جاتے ہیں کبھی خیال نہیں آتا۔ اسی قسم کی مصلحتیں ہر امر میں ہیں۔ پس اگر یہی مصالح بنائے تخصیص ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں۔'' (فیصلہ ہفت مسئلہ)

فاتحہ مروجہ کی ابتداء

حاجی صاحب لکھتے ہیں۔ ''تامل سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سلف میں تو یہ عادت تھی کہ مثلاً کھانا پکا کر مسکین کو کھلا دیا اور دل سے ایصال ثواب کی نیت کر لی۔ متاخرین میں کسی کو خیال ہوا کہ جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے مگر موافقت قلب ولسان کیلئے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے۔ اسی طرح اگر یہاں زبان سے کہہ لیا جائے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچ جائے تو بہتر ہے۔ پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ اس کا مشار الیہ (نیاز کا کھانا) اگر روبرو موجود ہو تو استحضار قلب ہو۔ کھانا روبرو لانے لگے۔ کسی کو خیال ہوا کہ یہ دعا ہے۔ اس کے ساتھ کچھ کلام الٰہی بھی پڑھا جائے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے۔ اور اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جائے گا کہ جمع بین العبادتین ہے۔ چہ خوش بود کہ بر آید بیک کرشمہ دو کار۔ قرآن شریف کی بعض سورتیں بھی جو لفظوں میں مختصر ہیں اور ثواب میں زیادہ ہیں پڑھی جانے لگیں۔ کسی نے خیال کیا کہ کھانا جو مسکین کو دیا جائے اس کے ساتھ پانی دینا بھی مستحسن ہے۔ پانی پلانا بڑا ثواب ہے۔ اس پانی کو بھی ساتھ رکھ لیا پس یہ ہیئت کذائیہ حاصل ہو گئی (فیصلہ ہفت مسئلہ)

گیارھویں شریف

حاجی صاحب لکھتے ہیں اور گیارھویں شریف حضرت غوث الاعظم قدس سرہ کی دسویں، بیسواں، چہلم، ششماہی۔ سالانہ، وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی رحمتہ اللہ علیہ اور سہ منی حضرت شاہ بو علی قلندر رحمتہ اللہ علیہ و حلوئے شب برات اور دیگر طریق ایصال ثواب کے اسی قاعدے (یعنی نفس ایصال ثواب ارواح اموات میں اگر تخصیص و تعین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے یا واجب و فرض اعتقاد کرلے تو ممنوع ہے اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعث تقید ہیئت کذائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں) پر مبنی ہے اور مشرب فقیر کا اس مسئلہ (فاتحہ مروجہ) میں یہ ہے کہ فقیر پابند اس ہیئت کا نہیں ہے۔ مگر کرنے والوں پر انکار نہیں کرتا۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ)

ایصال ثواب

حاجی صاحب لکھتے ہیں "مشرب فقیر کا اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیر و مرشد کی روح مبارک کو ایصال ثواب کرتا ہوں۔ اول قرآن خوانی ہوتی ہے۔ اور گاہ گاہ اگر وقت میں وسعت ہوئی تو مولود پڑھا جاتا ہے۔ پھر ماحضر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے اور زوائد امور فقیر کی عادت نہیں (فیصلہ ہفت مسئلہ)

نیاز بزرگان دین

آپ نے (حاجی صاحب) فرمایا کہ نیاز کے دو معانی ہیں۔ ایک عجز و بندگی اور وہ سوائے خدا کے دوسروں کے واسطے نہیں ہے۔ بلکہ ناجائز و شرک ہے۔ دوسرے خدا کی نذر اور ثواب خدا کے بندوں کو پہنچانا۔ یہ جائز ہے۔ لوگ انکار کرتے ہیں۔ اس میں کیا خرابی ہے؟ اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیے نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کیا جائے۔ ایسے امور سے منع کرنا خیر کثیر سے منع کرنا ہے۔ (شمائم امدادیہ ص ۶۸)

مولانا روم کی نیاز

جب مثنوی ختم ہو گئی۔ بعد ختم حکم شربت بنانے کا دیا اور ارشاد ہوا کہ اس پر مولانا روم کی نیاز بھی کی جائے گی۔ گیارہ گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھ کر نیاز کی گئی اور شربت بٹنا شروع ہوا"

(شمائم امدادیہ ص ۶۸)

با آواز بلند قرآن خوانی

رہا یہ شبہ کہ وہاں (عرس میں) پکار کر سب قرآن شریف پڑھتے ہیں اور آیہ فاستمعوا له و انصتوا کی مخالفت ہوتی ہے تو اولاً تو علماء نے لکھا ہے کہ خارج نماز یہ امر مستحبات کے لئے ہے۔ ترک مستحب پر اتنا شور و غل نامناسب ہے۔ ورنہ لوگوں کا مکاتب میں پڑھنا ممنوع ہو گا۔ دوسرے اگر کسی کو یہی تحقیق ہو کہ یہ وجوب عام ہے تو اصل عمل سے منع کرنے سے یہ بہتر ہے کہ اصل امر تعلیم کر دیا جائے۔ یہی جواب ہے سوم میں قرآن پکار کر پڑھنے کا (فیصلہ ہفت مسئلہ)

عرس

حاجی صاحب فرماتے ہیں جب منکر نکیر قبر میں آتے ہیں مقبولان الٰہی سے کہتے ہیں کہ نم کنومة العروس (سو جا دلہن کے سونے کی طرح) عرس کے رائج ہے اسی وجہ سے ماخوذ ہے۔ اگر کوئی اس دن کو خیال رکھے اور اس دن میں عرس کرے تو کون سا گناہ لازم ہوا (شمائم امدادیہ ص ۶۸)

عرس کا مقصد

آپ فرماتے ہیں مقصود ایجاد رسم عرس سے یہ تھا کہ سب سلسلے کے لوگ اس تاریخ جمع ہو جائیں باہم ملاقات بھی ہو جاوے اور صاحب قبر کی روح کو قرآن و طعام کا ثواب بھی پہنچا دیا جائے۔ یہ مصلحت ہے تعین یوم میں۔ رہا خاص یوم وفات کو مقرر کرنا اس میں اسرار مخفیہ ہیں۔ ان کا اظہار ضروری نہیں۔ چونکہ بعض طریقوں میں سماع کی عادت ہے اس لیے تجدید حال اور ازدیاد ذوق و شوق کے لیے کچھ سماع بھی ہونے لگا۔ پس اصل عرس کی اس قدر ہے اور اس میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔ بعض علماء نے بعض حدیثوں سے بھی اس کا (عرس کا) استنباط کیا ہے (فیصلہ ہفت مسئلہ)

رجبی

حاجی صاحب فرماتے ہیں عرب رجبی میں بڑی خوشی کرتے ہیں اور جو کچھ ایک سال میں پیدا کرتے ہیں مدینہ منورہ جا کر خرچ کر ڈالتے ہیں اور بعد واپسی کے شکریہ کی دعوت کرتے ہیں اتنی الفت و محبت حضرت روحی فداہ ﷺ کے ساتھ رکھتے ہیں۔ نیک بات جس طرح کی جاوے عمدہ ہے

(شمائم امدادیہ ص ۷۲)

زیارت قبور

حاجی صاحب لکھتے ہیں پس حق یہ ہے کہ زیارت مقابر انفراداً واجتماعاً دونوں طرح جائز ہے اور ایصال ثواب قراءت و طعام بھی جائز ہے اور تعین تاریخ بہ مصلحت بھی جائز ہے۔ سب مل کر بھی جائز

(فیصلہ ہفت مسئلہ)

سماع موتی

حاجی صاحب نے فرمایاانک لا تسمع الموتٰی میں نفی حواس خمسہ ظاہرہ سے مراد ہے۔ نہ مطلق اسماع اور سماع موتی حواس باطنیہ سے۔ پیغمبروں واولیاء کرام کو ممکن ہے جیسے کہ حدیث قلیب میں مصرح ہے (شمائم امدادیہ ص ۷۲)

ندائے غیر اللہ

حاجی صاحب لکھتے ہیں اور اگر مخاطب کا اسماع و سنانا مقصود ہے تو اگر تصفیہ ء باطن سے منادی کا مشاہدہ کر رہا ہے تو بھی جائز ہے اور اگر مشاہدہ نہیں کرتا لیکن سمجھتا ہے کہ فلاں ذریعہ سے اس کو خبر پہنچ جاوے گی اور وہ ذریعہ ثابت بالدلیل ہو تب (ندائے غیر اللہ جائز ہے) (فیصلہ ہفت مسئلہ)

درود سلام

حاجی امداد اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ ملائکہ کا درود شریف حضور ﷺ میں پہنچانا احادیث سے ثابت ہے۔ اس اعتقاد سے کوئی شخص الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہے کچھ مضائقہ نہیں۔

(فیصلہ ہفت مسئلہ)

اور دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔ الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ بصیغہ ء خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں اویہ اتصال معنوی پر مبنی ہے۔ لہ الخلق والامر۔ عالم امر مقید بجہت و طرف وقرب وبعد وغیرہ نہیں ہے۔ پس اس کے جواز میں شک نہیں۔

(شمائم ص ۵۲)

استمداد

حاجی صاحب فرماتے ہیں البتہ جو ندا نص میں وارد ہے مثلاً یا عباد اللہ اعینونی وہ باتفاق جائز ہے
(فیصلہ ہفت مسئلہ)

وظیفہ یا شیخ عبدالقادر

حاجی صاحب لکھتے ہیں یہاں سے معلوم ہو گیا حکم وظیفہ یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ کا۔ لیکن اگر شیخ کو متصرف حقیقی سمجھے تو منجر الی الشرک ہے۔ ہاں وسیلہ و ذریعہ جانے یا ان الفاظ کو بابرکت سمجھ کر پڑھے کچھ حرج نہیں۔ یہ تحقیق ہے اس مسئلہ میں (فیصلہ ہفت مسئلہ)

پیر سے استمداد

حاجی صاحب اپنے پیرو مرشد خواجہ نور محمد کی خدمت میں عرض کرتے ہیں

آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا

تم سوا اوروں سے ہرگز کچھ نہیں ہے التجا۔

بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا

آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا

اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا (شمائم امدادیہ ص ۸۴)

توسل

حاجی صاحب اکثر اوقات فرماتے ہیں کہ مجھ میں کچھ نہیں البتہ یہ امید ہے کہ تم لوگوں کے توسل سے میری نجات ہو جائے گی (شمائم امدادیہ ص ۵۰)

وسیلہ

حاجی صاحب بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں دونوں جہاں میں وسیلہ ہے مجھ کو آپ کا۔ کیا غم ہے اگرچہ میں بہت خوار ہوں یا رسول اللہ۔
(گلزار معرفت)

یا غوث الوقت

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔ مجاہد صاحب (حاجی صاحب) کے قدموں پر گر پڑے اور کہایا قطب الزمان یا غوث الوقت کیف یمکن ان اقدم قبلک (کرامات امدادیہ ص ۲۱)

صاحبِ قبر سے فائدہ

حضرت حاجی صاحب نے تشفی دی اور فرمایا کہ فقیر مرتا نہیں ہے صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے۔ فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہو گا جو زندگی ظاہری میں میری ذات سے ہوتا ہے (شائم امدادیہ ص ۸۱ امداد المشتاق ص ۱۱۳)

صاحب قبر کی عطاء

آپ نے (یعنی حاجی صاحب) نے فرمایا کہ میرے حضرت (نور محمد) کا ایک جولاہا مرید تھا۔ اور بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان ہوں اور روٹیوں کا محتاج ہوں۔ کچھ دستگیری فرمایئے۔ حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنہ یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا۔ ایک مرتبہ میں زیارت مزار کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا۔ اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا مجھے ہر روز وظیفہ مقررہ پائین قبر سے ملا کرتا ہے (شائم امدادیہ ص ۸۴ امداد المشتاق ص ۱۱۷)

صاحب تصرف سے فریاد

حاجی صاحب نے فرمایا ایک بار مجھے ایک مشکل آئی اور حل نہ ہوتی تھی۔ میں نے حطیم میں کھڑے ہو کر کہا کہ تم تین سو ساٹھ یا کم زیادہ اولیا اللہ کے یہاں رہتے ہو اور تم سے کسی غریب کی مشکل حل نہیں ہوتی تو پھر کس مرض کی دوا ہو۔ یہ کہہ کر میں نے نماز نفل شروع کر دی۔ میرے نماز شروع کرتے ہی ایک آدمی کالا سا آیا اور وہ بھی نماز میں مصروف ہو گیا۔ اس کے آنے سے مشکل حل ہو گئی۔ (شائم امدادیہ ص ۸۶ امداد المشتاق ص ۱۲۱) (کرامات امدادیہ ص ۵۷)

اوتاد و ابدال

حاجی صاحب نے فرمایا کہ اوتاد جمع وتد کی ہے بمعنی میخ چونکہ ان کی بدولت آفات و زلزلات سے

حفاظت رہتی ہے۔لہذا اوتاد کہتے ہیں اور ابدال کہ سات ہیں اور ہر اقلیم میں مقرر ہیں۔جب ایک ان میں فوت ہوتا ہے دوسرا قائم کیا جاتا ہے۔اسی وجہ سے ابدال کہتے ہیں (شمائم امدادیہ ص ۱۷)

روحانی فیض

حاجی صاحب نے فرمایا اویسیہ وہ گروہ ہے جو کسی بزرگ کی روح سے مستفید ہوا ہو جیسے حضرت اویس قرنی زیارت جناب رسالت مآب سے معذور رہے مگر آنحضرت سے فیضیاب ہوئے۔اس مناسبت سے اویسیہ اویس سے منسوب کیا گیا جیسا کہ حضرت حافظ روحانیت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور حضرت ابوالحسن خرقانی روحانیت بایزید بسطامی قدس سرہ سے کہ سو سال بعد وفات حضرت پیدا ہوئے تھے فیضیاب ہوئے (شمائم امدادیہ ص ۵۴)

اجمیر شریف

ایک شخص نے اجمیر شریف کہا۔دوسرے نے کہا اجمیر اجمیر ہے۔شریف کیونکر ہو گیا۔اس نے جواب دیا کہ تمہارا امزاج تو شریف کہا جاوے اس پر خوش ہوتے ہو اور منع نہیں کرتے ہو اور اجمیر کی شرافت کہ مقبولان الٰہی کی وجہ سے پیدا ہوئی اس کا انکار (شمائم امدادیہ ص ۶۸)

تصور شیخ

حاجی صاحب نے فرمایا کہ لوگوں نے تصور شیخ کو کفر و شرک لکھا ہے بدلیل ماھذہ التماثیل التی انتم لہا عکفون اور تصور نور کو روا کیا ہے۔میں کہتا ہوں کہ عوام کی نظر ظاہر پر تھی لہذا زجر کیا گیا اور نظر صوفی باطن اور حقائق پر ہوتی ہے۔شیخ چونکہ میزاب الٰہی ہوتا ہے۔عارف اس سے آب (فیض) حاصل کرتا ہے اور میزاب پر (صورت ظاہر انسانیہ شیخ) پر توجہ نہیں رکھتا اگر شیخ غیر ہے تو نور بھی غیر ہے پس یہ ترجیح بلا مرجح ہے۔(شمائم امدادیہ ص ۵۶۔امداد المشتاق ص ۶۷)

مراقبہ

محبوب علی نقاش نے آکر بیان کیا کہ ہمارا آگبوٹ تباہی میں تھا۔میں مراقب ہو کر آپ (حاجی صاحب) سے ملتجی ہوا۔آپ نے مجھے تسکین دی اور آگبوٹ کو تباہی سے نکال دیا

(شمائم امدادیہ ص ۸۸ کرامات امدادیہ ص ۵۹)

فریادرسی

ایک بار میرے بھتیجے حج کو آئے تھے آگبوٹ تباہی میں آ گیا تھا۔ حالت مایوسی میں انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک طرف حاجی صاحب اور دوسری طرف حافظ جیو صاحب آگبوٹ کو شانہ دیئے ہوئے تباہی سے نکال رہے ہیں۔ صبح معلوم ہوا کہ آگبوٹ دو دن کا راستہ طے کر کے صحیح سلامت کنارے پر لگ گیا ہے (شمائم امدادیہ ص ۶۴۔ امداد المشتاق ص ۱۴۱)

دم درود

تب (حضرت حاجی صاحب) سے عرض کیا کہ حضرت کچھ آپ دم فرمادیں۔ سنا گیا ہے کہ دم کرتے ہی ہوش آ گیا۔ (کرامات امدادیہ ص ۳۴)

دیوبندیوں کے اعلیٰحضرت

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں وہاں سے واپسی میں عرصے تک والد صاحب بیمار تھے انجام کار اعلیٰ حضرت (حاجی صاحب) کے پانی پڑھے ہوئے سے صحت کامل ہوئی (کرامات امدادیہ ص ۳۴)

علی مشکل کشا

حاجی صاحب اپنے منظومہ شجرۂ طریقت میں فرماتے ہیں ہادیِ عالم علی مشکل کشا کے واسطے۔
(سلاسل طیبہ مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ ہرنولی میانوالی ص ۱۰۲)

تعویذ کی برکت

حاجی صاحب نے فرمایا کہ امروہے میں ہندو تھا۔ حضرت عبدالباری سے کمال اعتقاد رکھتا تھا۔ اس نے آپ سے عرض کیا کہ میرے کوئی اولاد نہیں تعویذ دیجیے۔ حضرت نے تعویذ دے کر فرمایا کہ ابھی تو اپنی بیوی کے بازو پر باندھ دو اور بعد تولیدِ فرزند اس کے بازو پر باندھ دینا۔ تعویذ کی برکت سے اس کے لڑکا پیدا ہوا۔ جب وہ تمیز کو پہنچا باغوائے بعض ہنود اس تعویذ کو کھول ڈالا۔ اس میں اوڑی بھنیری ساون آیا لکھا تھا۔ یہ پڑھ کر اس نے تعویذ پھینک دیا۔ تعویذ پھینک کر وہ نہانے کو گیا۔ دریا میں ڈوب کر مر گیا (شمائم امدادیہ ص ۸۵)

تعویذ برائے افلاس

فرمایا کہ آج ہمارے گھر میں ذکر تھا کہ ہمارے وطن میں ایک گھر میں افلاس تھا۔ انہوں نے آپ سے تعویذ مانگا آپ نے ان کو تعویذ عنایت کیا۔ اس کی برکت سے چند روز میں ان کی حالت مبدل بہ غنا ہو گئی (شمائم امدادیہ ص ۱۰۱)

بزرگوں کے سامنے ہاتھ باندھنا

حاجی صاحب فرماتے ہیں

باندھ کر ہاتھ کروں عرض بصد عجز و نیاز

خدمت شاہ میں جیسے کوئی بردہ ہووے (نالہ امداد غریب)

قدم بوسی

حاجی صاحب بارگاہِ رسالت میں عرض کرتے ہیں

یہ غلام آپ کا حاضر ہے قدم بوسی کو۔ وصل کا آج اشارہ شہ والا ہووے (نالہ امداد غریب)

بزرگوں کے قدم پر سر رکھنا

حاجی صاحب فرماتے ہیں

دوڑ کر سر قدم پاک پہ رکھ دوں اپنا دھیان کس کو ادب و بے ادبی کا ہووے

یارسول اللہ سے فریاد

حاجی صاحب لکھتے ہیں

اے رسول کبریا فریاد ہے یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے (نالہ امداد غریب)

رسول اللہ مشکل کشا ہیں

حاجی صاحب بارگاہِ رسالت میں عرض کرتے ہیں

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل اے میرے مشکل کشا فریاد ہے (نالہ امداد غریب)

رضائے حق رضائے مصطفیٰ ہے

حاجی صاحب لکھتے ہیں

محمد کی مرضی ہے مرضی خدا کی ۔ خدا کی رضا ہے رضائے محمد (نالہ امداد غریب)

عطاء مصطفیٰ

حاجی صاحب لکھتے ہیں

آپ کی بخشش وانعام کی کچھ حد ہی نہیں ہے

قلیل آپ کا بس اور کی تکثیر عبث (گلزار معرفت)

نور احمد

حاجی صاحب لکھتے ہیں

نور احمد سے منور ہے دو عالم دیکھو دیکھتے ہو ماہ و خورشید کی تنویر عبث

مختار نبی

حاجی صاحب لکھتے ہیں

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں میں

بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ (گلزار معرفت)

عباد النبی

حاجی صاحب لکھتے ہیں کہ چونکہ آنحضرت ﷺ واصل بحق ہیں عباد اللہ کو عباد الرسول کہہ سکتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم الآیہ مرجع ضمیر متکلم آنحضرت ﷺ ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے فرمایا۔ کہ قرینہ بھی اسی معنی کا ہے۔ آگے فرماتے ہیں لاتقنطوا من رحمۃ اللہ۔ اگر مرجع اس کا اللہ ہوتا فرماتا من رحمتی تا کہ مناسبت عبادی کی ہوتی۔ فرمایا اے واہ واہ"

(شمائم امدادیہ ص ۷۱۔ امداد المشتاق ص ۹۲)

۔ اگرچہ نیک ہوں یا بد تمہارا ہو چکا ہوں میں

تم اب چاہو ہنساؤ یا رلاؤ یا رسول اللہ (گلزار معرفت)

واسطہء جبرائیلہ

ایک صاحب نے حضرت حاجی صاحب کی جانب یہ منسوب کیا کہ جبرائیل علیہ السلام خود آئینہ تھے رسول اللہ ﷺ کے۔ اس آئینہ میں حضور نے اپنے آپ کو دیکھا تو آپ خود اپنے سے مستفیض ہوئے اور جبرائیل علیہ السلام سے آپ کیا فیض لیتے۔ چونکہ بدوں آئینہ کے صورت نظر نہیں آتی اس لیے اس واسطہء جبرائیلہ کی ضرورت ہوئی (امداد المشتاق ص ۱۵۹)

سیدنا غوث الاعظمؒ

حاجی صاحب نے فرمایا ہے ''اور اسی ظلیت سے ناشی ہے۔ وہ واقعہ کہ سیدنا حضرت غوث اعظم الی آخرہ'' (امداد المشتاق ص ۱۵۸)

حلقہء ذکر

حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ حلقہ میں ذکر کرنا کچھ مضائقہ نہیں جیسے سماع چند شرطوں سے (۱) زمان یعنی وقت نماز کا نہ ہو (۲) مکان یعنی محفوظ جگہ ہو کہ شور و شغب وہاں نہ پہنچ سکتا ہو (۳) اخوان یعنی تمام آدمی ہم جنس ہوں۔ یہاں تک کہ قوال بھی اہل ذکر ہو۔ جب سب باتیں یک جا ہوتی ہیں لذت و کیفیت حاصل ہوتی ہے (شمائم امدادیہ ص ۵۴)

کثرت ذکر الٰہی

حاجی صاحب نے فرمایا۔ ''بعضے (لوگ) کثرت ذکر سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہر دم ذکر کرنا بدعت ہے۔ اور بے اصل۔ میں کہتا ہوں آیات کثیرہ سے دوام کثرت ذکر ثابت ہوتا ہے۔ پھر چند آیات متعلقہ ذکر الٰہی نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ ہر دم اللہ اللہ کرنا چاہیے۔ (شمائم امدادیہ ص ۵۶)

ذکر جہر

حاجی صاحب نے فرمایا۔ ''ایک آدمی خاندان نقشبندیہ میں مرید تھا۔ لیکن اس کی طبیعت ذکر بالجہر سے مناسب تھی اور ذکر جہر سے اس کو لذت ملتی تھی۔ اس کے مرشد نے تلقین ذکر خفی کی۔ ترک جہر سے انقباض ہو گیا اور وہ لذت جو حاصل ہوتی تھی جاتی رہی۔ مجھ سے اپنا حال بیان کیا میں نے کہا کہ ہر شخص کو ایک ذکر مخصوص سے مناسبت ہوتی ہے۔ بعض کو خفی سے بعض کو جلی سے۔ بعض کو خیال اور تصور سے۔ تمہارے لئے ذکر جلی مناسب ہے نہ کہ خفی۔ اس نے مرشد کی تعلیم کا عذر کیا۔ میں نے جواب دیا کہ جب یہ عذر تھا تب عرض حال کیا ضرور تھا۔

(کرامات امدادیہ ص ۵۰)

شجرۂ طریقت کا ورد

بالا خانے سے حضرت حاجی صاحب نے دادی کا لفافہ لا کر دیا اور فرمایا پڑھو۔ میں نے عرض کیا کہ عبدالفتاح بن سید مصطفیٰ نے شہر لازقیہ سے دو شجرے ایک نقشبندیہ آفاقیہ نصیریہ امدایہ کا اور دوسرا چشتہ صابریہ امدایہ کا عربی میں نظم کر کے بھیجے ہیں اور لکھا ہے کہ مجھے ہاتف غیب نے ندا دی ہے کہ لبیک لبیک باجابۃ الماسول اور اس قدر فتوح اور فیوض ان ناموں کی برکت سے حاصل ہوئے ہیں کہ اس سے پہلے کبھی حاصل نہیں ہوئے تھے۔ (امداد المشتاق ص ۱۵۰)

مقام شیخ

حاجی صاحب نے فرمایا۔ ''الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ اور من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اھل التصوف وغیرہ کو صوفیہ نے حدیث کہا ہے۔ دراصل یہ سب احادیث ہیں۔

(امداد المشتاق ص ۵۴)

نگاہِ ولی کی تاثیر

میں نے حضرت حاجی صاحب سے سنا ہے کہ ایک بزرگ مشغول بحق بیٹھے ہوئے تھے ایک کتا سامنے سے گزرا۔ اتفاقاً اس پر نظر پڑ گئی۔ ان بزرگوں کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ اس کی نگاہ کا اس کتے پر اتنا اثر پڑا کہ جہاں کہیں وہ جاتا تھا اور کتے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیتے تھے اور جہاں بیٹھتا

سارے کتے حلقہ باندھ کر اس کے ارد گرد بیٹھ جاتے تھے پھر حاجی صاحب نے ہنس کر فرمایا کہ وہ کتوں کے لئے شیخ بن گیا (امداد المشتاق ص ۱۵۷)

قُم باذنِی

حاجی صاحب نے فرمایا۔ ''کہ قم باذنی قرب نوافل ہے مرتبہ الوہیت میں کہ عروج میں پیش آتا ہے۔ جیسا کہ شمس تبریز پر گزرا اور قم باذن اللہ قرب فرائض ہے اور یہ نزول بعد عروج میں پیش آتا ہے جیسا حضرت عیسیٰ اس مرتبہ میں تھے اور یہ مرتبہ اعلیٰ ہے اول سے۔ شرک و کفر کہنا اس کو (قم باذنی کو) جہل ہے۔ (شمائم امدادیہ ص ۵۸)

محبت کا وسیلہ

حاجی صاحب لکھتے ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تم عزیزوں کے کمالات کی وجہ سے فقیر کے نقصان وعیوب چھپ گئے ہیں۔ وہ تمہاری محبت نے اکسیر کا کام کیا ہے انشاء اللہ تعالی قیامت میں بھی ایسی ہی ستاری کی امید ہے اور تمہاری محبت کا وسیلہ ہے (مکاتب رشیدیہ بحوالہ امداد المشتاق ص ۱۸۷)

بزرگوں کی جگہ میں برکت

مولانا اشرف علی نے عذر کیا کہ آج بعض مقامات متبرکہ کی زیارت کو گیا تھا اس کی وجہ سے حاضری میں دیر ہو گئی۔ ارشاد فرمایا جائے بزرگاں بجائے بزرگاں۔ زیارت آثار بزرگان میں برکت ہوتی ہے (شمائم امدادیہ ص ۴۴)

بزرگوں کا بتایا ہوا وظیفہ

حاجی صاحب نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک کمی بیشی روا نہیں ہے ایک بزرگ نے کسی کو قل ھو اللہ احد تعلیم کیا۔ اس نے قل ھو اللہ پڑھا۔ کچھ اثر نہ ہوا فرمایا میری زبان سے پڑھو جیسا تعلیم کیا ہے۔

(شمائم امدادیہ ص ۷۷)

ہر جگہ اولیاء ہیں

حاجی صاحب نے فرمایا ہے کہ کوئی جگہ اولیاء اللہ سے خالی نہیں ہے قال اللہ تعالی وان من قریۃ الا خلا فیھا نذیر۔ حرم مکہ مکرمہ میں نماز پنجگانہ میں تین سو ساٹھ اولیاء اللہ شریک ہوتے ہیں اور جب اولیاء اللہ باقی نہ رہیں گے قیامت واقع ہو گی۔ اولیاء اللہ عالم کے دعائم ہیں یعنی ستون (شمائم امدادیہ ص۵۵)

کتاب فیصلہ ہفت مسئلہ کی حقیقت

ہم جس وقت قدم بوس ہوئے تو حضرت قبلہ (حاجی صاحب) نے اول ہی مولوی سابق صاحب کی طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ میاں محمد سابق ہندوستان میں لوگوں میں عجیب عجیب طرح کے نزاعات واقع ہو رہے ہیں۔ سنا ہے کہ فیصلہ ہفت مسئلہ کے اوپر بھی لوگ اشتباہ کرتے ہیں کہ وہ فقیر کا لکھا ہوا نہیں ہے مگر افسوس ہے کہ یہ نہیں دیکھتے کہ خواہ کسی کا لکھا ہوا ہو حق بات کو سمجھیں اور وہ رسالہ فقیر ہی نے لکھا ہے۔ (امداد المشتاق ص۱۷۹)

بیعت

اور یہ مجمع کو وہیں کھڑا کر کے حضرت مولانا کا ہاتھ پکڑ کر ایک جانب لے گئے (اور حاجی صاحب نے) یہ الفاظ فرمائے کہ اگر تم میں سے کوئی بیعت کی درخواست کرے تو بیعت کر لینا۔ میں نے عرض کیا مجھ سے کون درخواست کرے گا؟ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا تمہیں کیا جو کہتا ہوں وہ کرنا (تذکرۃ الرشید بحوالہ امداد المشتاق ص ۲۳)

تقلید

حاجی صاحب نے فرمایا غیر مقلدین انکار تقلید کرتے ہیں۔ یؤمنون بالغیب میں صاف اشارہ ہے بلکہ تصریح تقلید موجود ہے۔ حنفی شافعی کی تقلید سے منع کرتے اور اپنی تقلید کا حکم کرتے ہیں کیونکہ ان کا یہ کہنا ہے کہ تقلید کوئی چیز نہیں۔ ہم تقلید نہیں کرتے ہیں۔ تم بھی نہ کرو مستلزم اس کا ہے کہ ہمارے طریقے پر چلو اور ہماری پیروی اختیار کرو۔ پس اس میں حکم تقلید کا کرتے ہیں۔
(امداد المشتاق ص ۸۳)

غیر مقلد وہابی

اور غیر مقلد لوگ کہ فی زمانہ دعوٰی حدیث دانی کرتے ہیں حاشاو کلا کہ حقانیت سے بہرہ نہیں رکھتے تو اہل حدیث کے زمرے میں کب شامل ہو سکتے ہیں بلکہ ایسے لوگ دین کے رہزن ہیں۔ ان کے اختلاط سے احتیاط کرنا چاہئے۔ (شمائم امدادیہ ص ۲۷)

فقہاء کی فضیلت

اور فقہاء احادیث نبوی کو روایۃً اصحاب حدیث سے اخذ کرتے ہیں۔ اور درایۃً حضرت حق سے فیضان حاصل کرتے ہیں لقولہ ﷺ فلیبلغ الشاھد الغائب الیٰ آخرہ الحدیث) یہ لوگ (فقہاء) محدثین پر فضیلت رکھتے ہیں اور ان کو فہم وادراک بکمال مرتبہ عنایت ہوا اور احادیث سے استنباط کرتے ہیں۔ اور غور و تعمق سے احکام و حدود ترتیب دیتے ہیں اور ناسخ اور منسوخ مطلق مجمل، مفسر خاص عام محکم متشابہ میں امتیاز رکھتے ہیں۔ یہ جماعت مبین احکام و نشان اسلام ہے (شمائم امدادیہ ص ۲۸)

حاجی صاحب اکابرین دیوبند کی نظر میں

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی جن کی تعلیمات گزشتہ صفحات میں نقل کی گئی ہیں اکابرین دیوبند کے ممدوح اور پیر و مرشد ہیں اور دیوبند کے بڑے بڑے مولویوں نے ان کی تعریف میں بہت کچھ لکھا ہے۔ چنانچہ مولوی اشرف علی تھانوی ان الفاظ میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ ''بندے از تذکرہ شیخ العلماء سید العرفاء حجت اللہ فی زمانہ و آیۃ اللہ فی اوانہ اعلیٰحضرت مرشدنا وہادینا الحاج الحافظ الشاہ محمد امداد اللہ قدس وافاض علینا برہ' (امداد المشتاق ص ۲) اور مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں وبنام نامی اسم سامی و افتخار المشائخ الاعلام مرکز الخواص والعوام و منبع البرکات القدسیۃ مظہر الفیوضات المرضیۃ معدن العوارف الالھیہ مخزن الحقائق مجمع الدقائق سراج اقرانہ قدوۃ اہل زمانہ سلطان العارفین، ملک التارکین، غوث الکاملین غیاث الطالبین الذی کلت السنۃ الاقلام عن مدائحہ البالغۃ وعجزت عن توصیف شمائلہ الکرام الساطعۃ بغبط الاولون والاخرون من شعارہ ویحسد الفاجرون والغافلون من دثارہ مرشدی معتمدی وسیلۃ یومی وغدی مولائی و متکئی سیدی، سندی الشیخ الحاج المشتہر

بامداد اللہ الفاروقی التھانوی سلمہ اللہ تعالیٰ بالارشاد والہدیۃ وازال بذاتہ المطہرۃ الضلالۃ۔

اور عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں میں نے اپنے روحانی چچا حافظ ضامن کے ارشاد پر اپنے روحانی باپ ہادی و مرشد شیخ اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی شاہ صاحب کے دامنِ فیضان سے استعانت لے کر ترجمہ کیا (ارشاد الملوک ص ۷)

اور حسین احمد مدنیؒ لکھتے ہیں۔ وبجاہ شیخ المشائخ مولانا الحاج الحافظ الشیخ امداد اللہ المہاجر قدس اللہ سرہ العزیز (سلاسل طیبہ ص ۸۶)

آخری گزارش

الغرض ہم نے معتمد دیوبندی مولویوں کی خانہ زاد کتابوں سے ان کے ممدوح اور پیرو مرشد حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی یہ تعلیمات وہدایات نقل کردی ہیں تاکہ اگر کوئی منصف مزاج حق شعار غیر متعصب شخص حاجی صاحب موصوف اور امام اہلسنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان صاحب بریلوی کے عقائد و نظریات اور تعلیمات وارشادات میں موازنہ کرے تو وہ اس حقیقت کو پالے گا کہ ان دونوں بزرگوں کی تعلیمات وعقائد و نظریات میں کافی حد تک مماثلت و یکسانیت ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہو جائے کہ دیوبندی بریلوی نزاع کی بنیاد اعلیحضرت بریلوی کے عقائد و نظریات نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ تو قدیم سنی مسلک کے داعی اور ترجمان ہیں بلکہ اس نزاع کی اصل بنیاد صرف اور صرف وہ دیوبندی مولوی ہیں جنہوں نے قدیم سنی مسلک اور اپنے پیرو مرشد حاجی صاحب موصوف کے عقائد و نظریات سے ہٹ کر نئے نئے گمراہ کن عقائد و نظریات کا بیج بویا۔ لہذا مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ سنی بریلوی مسلک حقہ پر سختی سے کاربند رہیں۔ یہی ہدایت اور نجات کا راستہ ہے۔ وہذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ہذہ الرسالۃ المبارکۃ تقبلہا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ۔ الحمد للہ علی ذالک وھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ المبارکۃ تقبلہا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علی رسوله محمد واله واصحابه اجمعین

امابعد ۱۳۹۸ھ میں راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفر اللہ تعالیٰ لہ نے کتاب السیف الحدید علی عنق الخادع العنید عربی زبان میں دیوبندیوں کے وہابی العقیدہ ہونے کے ثبوت میں تالیف کی تو مناسب معلوم ہوا کہ علماء حق سے دیوبندی مذہب کے بارہ میں عربی زبان میں فتوے بھی حاصل کر لیے جائیں۔ الحمد للہ چند بزرگان دین نے حسبۃً للہ فقیر کے پیش کردہ استفتاء کا جواب عربی زبان میں لکھ کر مرحمت فرمایا۔ اس مقالہ میں افادہ عامۃ المسلمین کی خاطر ان جوابات میں سے صرف تین کا اردو ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دینی خدمت کو شرف قبولیت بخشے اور مسلمانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارہ میں کہ آجکل کے دیوبندی (۱) لوگ وہابی العقیدہ ہیں یا نہیں؟ اور کیا دیوبندیوں کا مذہب عین اہل سنت کا مذہب ہے یا اس موجود زمانہ میں حادث ہوا ہے۔ بینوا توجروا
(السائل ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری سہنسہ آزاد کشمیر)

حضرت مولانا مفتی مہردین صاحب لاہور والوں کا جواب

اگرچہ آجکل دیوبندی مولوی تقریر و تحریر میں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اہل سنت و جماعت ہیں لیکن درحقیقت وہ وہابیوں کے بھائی ہیں۔ کیونکہ وہابیوں اور دیوبندیوں کے عقائد متناسب اور اکثر احوال میں متحد ہیں۔ اور ان کا بعض اہل سنت و جماعت کے اعمال مثلاً تقلید و تراویح وغیرہ کا بجالانا اپنے بعض مفادات کے حصول کے لیے ہے۔ دیوبندیوں کا یہ وطیرہ ان منافقین کے وطیرہ کی طرح ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اور قرآن پاک کے نزول کے وقت میں کلمہ، توحید اور رسالت کا اقرار اپنے بعض اغراض کے حصول کے لیے کرتے تھے۔ جیسا کہ یہ بات ہر اس شخص پر

۱۔ تبلیغی جماعت دیوبندی مذہب سے تعلق رکھتی ہے مسلمان اس سے کنارہ کشی کی کوشش کریں

عیاں ہے جو قرآن پڑھتا اور اس میں غور و فکر کرتا ہے۔

اور تو جان اللہ تجھے ہدایت دے کہ بیشک دیوبندیوں کا مذہب اور ان کے اختراع کردہ عقائد و نظریات زمانہ قریب میں خیر القرون سے مدتِ مدید کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ اور وہ قطعاً اہل سنت و جماعت نہیں ہیں۔ کیونکہ اہل سنت کا مسلک وہ ہے جس پر نبی علیہ السلام اور ان کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے جیسا کہ حدیث علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین اور حدیث ماانا علیه واصحابی کا یہی منشاء ہے اور جو کچھ سنت معہودہ سے ثابت ہوا ہو وہ اہل سنت و جماعت کا اعتقاداً و عملاً مذہب ہے بخلاف دیوبندی مولویوں کے کہ انہوں نے اپنا جو مذہب پیدا کیا وہ مدت مدید کے بعد پیدا کیا ہے۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ ان کے امور بدعات و مخترعات کو سب سے پہلے نجدی وہابی لوگوں نے پیدا کیا پھر دیوبندیوں نے ان کے اعتقاد و اعمال وغیرھما میں انکی تقلید کی تاکہ وہ اپنے جانے پہچانے مقاصد اور مقصودہ اغراض کو حاصل کریں سو ثابت ہو گیا کہ دیوبندی گمراہ فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے اور وہ اہل سنت و جماعت میں نہیں ہے جیسا کہ ان کے اقوال و احوال سے ظاہر ہے جو خود انہوں نے اپنی کتابوں میں ذکر کیے ہیں اور یہ بات ہر اس شخص پر مخفی نہیں جس نے ان کے اقوال و احوال کا مطالعہ کیا ہے اور اگر تو اس مسئلہ میں زیادہ تحقیق کا خواہاں ہے تو تجھے میری کتاب "شفاعت کی حقیقت" کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ سو یہ کتاب تجھے پوری شفا بخشے گی۔ ان شآ اللہ تعالیٰ وھذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب محمد مہر الدین عفی عنہ مرکزی انجمن حزب الاحناف پاکستان گنج بخش۔ لاہور

قد اصاب ما اجاب استاذ الکل فی الکل سیدی و شیخی حضرت مولانا محمد مهر الدین دامت بر کا تهم العالیة القدسیة وانا اضعف العباد المد عو بمحمد صادق علوی نقشبندی خویدم الطلبة بدارلعلوم حزب الاحناف لاهور . مورخه ۲۶اپریل ۱۹۷۸ء

مفتی سید افضل حسین شاہ صاحب کا جواب

الجواب:۔ سائل نے جب عربی زبان ہی میں جواب کا مطالبہ کیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ بلاشبہ

دیوبندی وہابیوں کا ایک فرقہ ہے اور وہابیہ نجد میں پیدا ہوئے۔ جس کے بارہ میں رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔**هنالک الز لازل والفتن ويطلع بها قرن الشيطان** ۔وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور اس میں ایک شیطانی گروہ ظاہر ہوگا **رواه البخاری عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما**۔

وہابیوں کے پیشوا عبدالوھاب نجدی اور اس کے پیرو کاروں نے تیرھویں صدی ہجری میں حرمین طیبین پر حملہ کیا تو فتنوں میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ علامہ ابن عابدین شامی نے ان میں سے چند خوفناک واقعات ردالمحتار باب البغاۃ میں ذکر کیے اور ان کے الفاظ یہ ہیں۔ **کما وقع فی زماننا فی اتباع عبدالوهاب الذین خرجوا من نجدو تغلبوا علی الحرمین وکانو اینتحلون مذهب الحنابلة لکنهم اعتقد وا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقاد هم مشرکون واستباحوا بذلک قتل اهل السنة و قتل علماء هم حتی کسر الله شو کتهم و خرب بلا د هم وظفر بهم عساکر المسلمین عام ثلاث و ثلاثین و مائتین والف**۔ جیسا کہ ہمارے زمانے میں عبدالوہاب کے پیرو کاروں کے بارہ میں واقع ہوا۔ جو نکلے اور حرمین پر غالب ہو گئے۔ جو حنبلی مذہب کی طرف منسوب ہوتے تھے۔ لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ مسلمان صرف وہی ہیں اور جو ان کے عقیدہ کے مخالف ہیں مشرک ہیں۔ اپنے اسی عقیدہ کی بناء پر انہوں نے اہل سنت اور اہل سنت کے علماء کا قتل مباح ٹھہرایا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ۱۲۳۳ھ میں ان کے غلبہ کو توڑا اور ان کے شہروں کو برباد کیا اور ان پر مسلمانوں کے لشکروں کو فتح بخشی۔ پھر یہ فتنہ ہندوستان میں پہنچا اور ہندوستان میں اس فتنہ کا رئیس معلم ثانی اسماعیل دہلوی ابن عبدالوہاب کی طرح ہوا ہے۔ کیونکہ اس کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ صرف وہ اور اس کے پیرو کار مسلمان ہیں۔ اور ان کے ماسوا سب لوگ کفار و مشرکین ہیں۔ پھر وہابیوں کا ہندوستان میں یہ فرقہ دو ٹولیوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک ٹولی نے ائمہ کی تقلید اختیار کی اور دوسری ٹولی نے تقلید کو حرام قرار دیا۔ یہاں تک کہ وہ آپس میں تقلید کے مسئلہ میں جھگڑنے لگے۔ تو مقلدین وہابیہ نے غیر مقلدین وہابیہ کو گمراہ قرار دیا اور غیر مقلدین نے مقلدین وہابیہ کو کافر قرار دیا اور ان پر شرک کا فتویٰ عائد کیا۔ جیسا کہ امام اہل سنت مولانا احمد رضاخان بریلوی رضی اللہ عنہ کی کتاب النہی الاکید میں مذکور ہوا۔

اور مولانا جمیل الرحمٰن رضوی بریلوی نے کتاب ظفر الاسلام میں فرمایا "اب وہابیوں کا

مرکز دیوبند میں ہے اور وہابی کو پہچاننے کی سب سے آسان علامت یہ ہے کہ وہابی قاسم نانوتوی رشید احمد گنگوہی۔ خلیل احمد انبیٹھوی اور محمود الحسن دیوبندی کو امام و مقتدا عالم دین اور صالح متقی سمجھتا ہے اور ان کے مریدوں اور عقیدت مندوں کی کتابوں کو اچھا جانتا ہے"

اور علامہ احمد حسن کانپوری کے فتاوٰی کے حاشیہ میں ہے "حنفی وہ ہے جو امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرے اگرچہ وہ ان کے عقیدہ کے خلاف عقیدہ رکھے۔ معتزلی ہو یا سنی یا ان دونوں کے ماسوا اس بناء پر غیر مقلدین نہ ہی سنی ہیں اور نہ ہی حنفی اور دیوبندی حنفی ہیں لیکن سنی نہیں ہیں۔ پس دیوبندی محمد بن عبد الوہاب کے اعتقاد میں پیروکار ہیں اور عمل میں امام ابو حنیفہ کے پیروکار ہیں اور غیر مقلدین عمل و اعتقاد دونوں میں وہابی ہیں"

اور کتاب حسام الحرمین میں کتاب المعتمد المستند سے منقول ہے کہ مصنف کتاب ھذا میں فرماتے ہیں "ہمیں ان اشقیاء میں سے ان بعض کو شمار کرنا چاہئے۔ جو ہمارے زمانوں اور ہمارے علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ دینی فتنے بہت تاریک ہیں اور ان فتنوں کی اندھیریاں متراکم ہیں۔ سو ان کفار کے کفر پر تنبیہ کرنا واجب ہے جو اسلام کے نام پر اپنے آپ کو چھپائے ہوئے ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

سو ان اشقیاء میں سے ایک مرزائی فرقہ ہے اور ایک وہابیہ امثالیہ خواتمیہ فرقہ ہے اور وہ تین فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ایک امیریہ فرقہ ہے جو امیر حسن سہوانی کی طرف منسوب ہے اور دوسرا قاسمیہ فرقہ ہے جو قاسم نانوتوی (بانی دار العلوم دیوبند) صاحب تحذیر الناس کی طرف منسوب ہے اور تیسرا فرقہ وہابیہ کذابیہ ہے۔ جو رشید احمد گنگوہی کا پیروکار ہے آخر تک "اور دیوبندیوں کے ایک بڑے شخص نے کہا کہ "محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔ مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا ہے اور عقائد سب کے متحد ہیں۔ اعمال میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے رشید احمد گنگوہی عفی عنہ" (فتاوٰی رشیدیہ ص ۲۳۵)

اور اسی گنگوہی نے دوسرے مقام پر کہا ہے کہ "عقائد میں سب متحد سب مقلد غیر مقلد ہیں۔ البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی بقلم مولوی محمد یحییٰ

صاحب(فتاویٰ رشدیہ ص ۱۸۵)

کتبہ ' السید محمد افضل حسین غفر له رب الکونین مفتی الجامعه القادریه الرضویه
بلدفیصل آباد فی ثمان و عشرین من جمادی الاولی '۱۳۹۸ھ

مولانا مفتی محمد امین صاحب کا جواب

بسم الله الرحمن الرحیم نحمده و نصلی علی رسوله الکریم و علی 'اله واصحابه اجمعین . سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا اور انہیں سارے جہان والوں کے لیے رحمت بنایا تو جملہ انبیاء اور مرسلین اور ملائکہ مقربین اور ساری مخلوق کو ان کی رحمت کے دامن میں داخل کیا اور ان کے رب نے ان کی تعظیم کی اور انہیں جلالت عطا کی اور ان کی قدر کو بلند کیا۔ اس حیثیت سے کہ جو شخص انہیں گالیاں دے یا ان میں کوئی عیب ثابت کرے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ حاجی ہو یا نمازی یا عالم یا مدرس یا مصنف بلکہ اگرچہ وہ رات بھر عبادت کرنے والا اور دن بھر روزے رکھنے والا ہو۔ ان کے گستاخ پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید ہے اور یہ عقیدہ صحابہ کرام کے عہد سے اجماعی چلا آرہا ہے۔ اے میرے معبود تو اپنے حبیب اور اپنے رسول اور اپنے صفی اور اپنے خلیل پر اور ان کی آل اور جملہ اصحاب پر درود و سلام بھیج۔

امابعد: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''بہترین عمل اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی خاطر عداوت رکھنا ہے۔ اے میرے بھائی اسی وجہ سے میں تمہارے اس سوال کا جو تم نے مجھ سے پوچھا ہے جواب اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور رسول کریم حبیب عظیم ﷺ کی محبت کے لیے دے رہا ہوں۔ سو میں کہتا ہوں کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار پاکستان میں دو گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ایک گروہ اہلحدیث کہلاتا ہے اور یہ لوگ چار اماموں میں سے کسی امام کی تقلید کو جائز نہیں سمجھتے۔ اور دوسرا گروہ دیوبندی کہلاتا ہے اور یہ لوگ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کا دعویٰ کرتے ہیں اور یہ دونوں گروہ وہابی ہیں یعنی محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقیدوں کے موافق عقیدہ رکھتے ہیں اور جو سوال تم نے مجھ سے پوچھا اس کے لیے چند شواہد موجود ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ دیوبندیوں کے امام ثالث رشید احمد گنگوہی (جس کو دیوبندیوں

نے قطب عالم اور غوث اعظم کا لقب دیا ہے جیسا کہ ان کی کتاب تذکرۃ الرشید میں ہے) کا یہ قول ہے کہ "محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا۔ بدعت و شرک سے روکتا تھا۔ مگر تشدید اس کے مزاج میں تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوی رشیدیہ ص ۲۳۷)

اور اس نے یہ بھی کہا کہ "محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۲۳۵)

اور اس نے یہ بھی کہا کہ "اس وقت اور ان اطراف میں وہابی متبع سنت اور دیندار کو کہتے ہیں۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۹۶)

اور ان میں سے دوسرا شاہد یہ ہے کہ دیوبندی مولویوں نے کتاب تقویۃ الایمان مولفہ مولوی اسماعیل دہلوی کی تعریف بیان کی ہے۔ اور اس کے مطالعہ کی ترغیب دی ہے۔ اور یہ کتاب امام الوہابیہ ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب کتاب التوحید کا ترجمہ ہے جیسا کہ خواجہ محمد حسن جان مجددی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ وہ فرماتے ہیں کہ "ہندوستان میں اس وہابی ٹولہ کا پہلا استاد مولوی اسماعیل دہلوی ہے جس نے تقریباً ۱۲۵۰ھ میں ہندوستان میں ظہور کیا اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید کا فارسی زبان میں ترجمہ تقویۃ الایمان کے نام سے کر کے اسے ہندوستان میں شائع کروایا۔ اور اس کے بعد صراط مستقیم وغیرہ رسائل مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور اسلام کی رہزنی کے لیے تالیف کیے۔ (الاصول الاربعہ ص ۱)

اور رشید احمد گنگوہی نے کہا ہے کہ "کتاب تقویت الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب اور موجب قوت و اصلاح ایمان کی ہے اور قرآن و حدیث کا مطلب پورا اس میں ہے اس کا مؤلف ایک مقبول بندہ تھا۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۴۱)

اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ "کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے۔ اور ردِ شرک و بدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اس کا بالکل کتاب و احادیث سے ہے۔ اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام اور موجب اجر کا ہے اس کے رکھنے کو جو برا کہتا ہے فاسق اور بدعتی ہے۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۴۱)

اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ "مولوی محمد اسماعیل صاحب علم متقی اور بدعت کو اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن و حدیث پر پورا عمل کرنے والے اور خلق اللہ کو ہدایت دینے والے تھے۔ وہ تمام عمر اسی حال میں رہے آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ پس جس کا ظاہر حال ایسا ہو وہ ولی اللہ اور شہید ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۱)

بہت سے دیوبندی مولویوں نے اپنے امام رشید احمد گنگوہی کے ان مفتیٰ بہ اقوال پر تقریظیں لکھیں اور انہیں درست قرار دیا۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

محمد حسن، محمد علی، اسماعیل گنگوہی، امیر حسن، عنایت الٰہی سہارنپوری، احمد علی، عبدالرب، اکبر علی عبدالقادر دہلوی، محمد شریف، میاں محمد دہلوی، عبدالشکور، شفاعت اللہ، عبدالاول، نہال احمد قریشی، خلیل احمد، محمد رفیع، ابوالعقیق، محمد صدیق اور محمد حسین وغیرہم۔

(تتمہ کتاب تفویۃ الایمان ص ۹۰، ۱۰۰)

سو اب میں تمہیں تفویۃ الایمان کے بعض عقیدے بتاتا ہوں تا کہ تم پر یہ ظاہر ہو جائے کہ کیا یہ اہل سنت کے عقیدے ہیں یا وہابیوں کے عقیدے ہیں۔ سو میں یہ کہتا ہوں کہ تفویۃ الایمان کے مؤلف نے کہا ہے کہ

"جو غیر خدا کو پکارے اور اس کی نذر مانے اور اسے وکیل یا سفارشی بنائے گو اس کو اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی سمجھے سو ابو جہل اور وہ شرک میں برابر ہیں۔ (تفویۃ الایمان ص ۱۸)

پھر اس نے یہ بھی کہا ہے کہ "پھر اس میں اولیاء و انبیاء جن و شیاطین وغیرھم کے درمیان کوئی فرق نہیں"

پھر اس نے یہ بھی کہا ہے کہ "پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہے ہر طرح سے شرک ثابت ہوتا ہے۔ (تفویۃ الایمان ص ۲۱)

اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ "قبر کو بوسہ دینا اور غیر اللہ سے مدد طلب کرنا اور قبر پر مجاور بننا اور کسی قبر کے ماحول کا ادب کرنا ان سب باتوں سے شرک ثابت ہے۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ

ہی تعظیم کے لائق ہیں یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے اور اس تعظیم کی برکت سے اللہ مشکلیں کھول دیتا ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔(تفویۃ الایمان ص ۲۳)

اور اس نے یہ بھی کہا ہے کہ ''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں (تفویۃ الایمان ص ۶۱)

اکابرین دیوبند کے بعض عقائد اور ان کے برے اقوال حسام الحرمین میں مذکور ہیں جو تفصیل چاہے وہ اس کا مطالعہ کرے۔

الحاصل جو کچھ میں نے لکھا ہے اس سے ظاہر اور واضح ہو گیا ہے کہ دیوبندیوں کے عقیدے وہابیوں کے عقیدے ہیں۔اور یہ کیسے نہ ہو جب کہ خود رشید احمد گنگوہی نے اقرار کیا ہے کہ دونوں فریق یعنی غیر مقلدین وہابیہ اور دیوبندیہ (مقلدین وہابیہ) عقائد میں متحد ہیں۔البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں۔(فتاوی رشدیہ ص ۱۸۵)

وهذا ما عندی و الله تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ اعلم کتبه ابو سعید محمد امین غفر له و لوالدیه خادم دار الافتاء بدار العلوم الامینیه الرضویة ببلدة لائلفور .

الجواب صحیح و نعم المجیب محمد یوسف غفرله

الجواب صحیح محمد کریم سلطانی عفی عنه خادم دارالعلوم امینیه رضویه محمد پور ہ. فیصل آباد

آخری گزارش

مسلمان غور فرمائیں کہ علماء حق کے ان تین فتوؤں سے روز روشن کی طرح یہ روشن ہو گیا کہ دیوبندی ہرگز ہرگز سنی نہیں بلکہ وہابی العقیدہ ہیں۔اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لیے ہماری کتاب ''تبلیغی جماعت اور وہابیت'' کا مطالعہ فرمائیں۔الحمد للہ علی ذالک وھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ السبار کۃ تقلبھا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم و رسولہ الکریم ﷺ۔ ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ

سولہواں مقالہ

دیوبندی بریلوی عقائد کا موازنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم و آلہ و صحبہ اجمعین۔

سوال: بریلوی اور دیوبندی عقائد و نظریات میں کیا فرق ہے؟

(سائل: مولوی محمد رضا، دیول تحصیل سہنسہ، ضلع کوٹلی آزاد کشمیر)

الجواب بتوفیق الملک الوھاب

متعدد اصولی و فروعی مسائل میں بریلویوں اور دیوبندیوں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہم یہاں فریقین کے متنازعہ فیہ عقائد و نظریات میں سے معروف و مشہور کو ذکر کرتے ہیں تاکہ حق طلب اشخاص کو حق پالینے میں دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اور احقاقِ حق و ابطال باطل ہو جائے وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب. ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

دیوبندی عقیدہ نمبر ۱: امکان کذب بایں معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کے خلاف پر وہ قادر ہے مگر باختیار خود اس کو نہ کرے گا یہ عقیدہ بندہ کا ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۸۴)

بے شک مسئلہ عموم قدرت جس کا ڈراونا سا نام اہل بدعت نے امکان کذب رکھا ہے علمِ غیب کی طرح تیرھویں یا چودھویں صدی کی ایجاد نہیں بلکہ ہمیشہ سے اہل تحقیق اسی کے قائل چلے آئے ہیں (سیف یمانی ص ۹۴)

سنی (بریلوی) عقیدہ: اللہ تعالیٰ ہر کمال و خوبی کا جامع اور ہر عیب و نقصان سے پاک ہے۔ عیب و نقصان کا اس میں پایا جانا محال ہے۔ اسے جھوٹ پر قادر ماننا بایں معنی کہ وہ جھوٹ بول سکتا ہے۔ محال کو ممکن ٹھہرانا اور حق سبحانہ کو عیبی بتانا ہے۔ جھوٹ، دغا، فریب، ظلم، خیانت، جہل وغیرہا عیوب کا اس کی قدرت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۲: پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ﷺ ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون

بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے (حفظ الایمان ص ۷)

اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔۔۔الی اصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے شرک ثابت کرتا ہے۔ (براھین قاطعہ ص ۵۲)

سنی (بریلوی) عقیدہ: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیھم السلام کو اپنے غیوب پر اطلاع دے دی ہے۔ زمین و آسمان کا ہر ذرہ ہر نبی کے پیش نظر ہے۔ نبی کریم کے علم شریف کو جملہ مخلوقات کے علوم سے زیادہ کیا۔ یہاں تک کہ علم ما کان وما یکون آپ کے علم شریف کا ایک حصہ ہے۔ ساری دنیا میں جو کچھ ہوا یا ہو رہا ہے یا قیامت تک ہو گا وہ آپ کے مشاہدہ میں ہے۔ آپ کا علم ملک الموت اور شیطان کے علم سے بدرجہا زیادہ ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں ''بے شک حضرت عزت عظمتہ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو تمامی اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا۔ شرق تا غرب عرش تا فرش سب انہیں دکھایا۔ ملکوت السمٰوت والارض کا شاہد بنایا۔ روزِ اول سے روزِ آخر تک سب ما کان وما یکون انہیں بتایا۔ اشیائے مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا'' (انباء المصطفےٰ بحال سر واخفی ص ۳)

دیوبندی عقیدہ نمبر ۳: حضور علیہ السلام پر نام کے طور پر لفظ نور کا اطلاق جائز ہے اور اس کی تائید قرآن مجید میں موجود ہے۔ لیکن مفسرین نے اس امر پر زور دیا ہے کہ نور سے مراد جنس مصطفوی نہیں ہے بلکہ نورِ ہدایت ہے۔ جس کی راہنمائی میں انسان حقائق و معقولات کا ادراک کر سکتا ہے (براھین اہلسنت ص ۳۱۵)

سنی (بریلوی) عقیدہ: حضور علیہ السلام نور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے نور کو تمام اشیاء سے پہلے پیدا فرمایا پھر اس نور سے جملہ مخلوقات کو ظاہر فرمایا۔ سورج، چاند، ستاروں اور جملہ مخلوقات اور اجرام نوری کی نورانیت آپ کے نور ہی کا پرتو ہے۔ آپ ہر حسی و معنوی نور کی اصل اور

سرچشمہ ہیں۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۴: یہ روایت (حضور کے سایہ نہ پڑنے کی) کتب صحاح میں نہیں۔
(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۵۲)

سنی (بریلوی) عقیدہ: حضور علیہ السلام نور ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا اس لیے آپ کا سایہ نہ تھا۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۵: رسول اللہ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ بالکل بے اصل بلکہ نصوص شرعیہ صریحہ کے خلاف اور مشرکانہ عقیدہ ہے (حاضر و ناظر ص ۲ مصنف منظور احمد نعمانی)

سنی (بریلوی) عقیدہ: حضور ﷺ ہر جگہ، ہر قبر، ہر زمانہ میں بجسمہ الشریف جلوہ گری فرماتے ہیں۔ کائناتِ عالم کا ہر مقام آپ کے پیش نظر اور قریب ہے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۶: غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہو گا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ (تحذیر الناس) بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں فرق نہیں آئے گا (تحذیر الناس ص ۳۴)

سنی (بریلوی) عقیدہ: حضور خاتم النبیین ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے سلسلہ نبوت آپ پر ختم کر دیا کہ آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا۔ جو شخص آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کسی کو نبوت ملنا ممکن جانے وہ کافر ہے اور جو یہ کہے کہ اگر بالفرض آپ کے بعد کوئی نبی آ جائے تو آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آتا وہ ختم نبوت کا منکر اور بے ایمان ہے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۷: یعنی میں (محمد) بھی مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدہ کے لائق ہوں (تقویۃ الایمان مصنفہ اسمٰعیل دہلوی پیشوائے دیوبندیہ)

سنی (بریلوی) عقیدہ: جملہ انبیاء کرام شہدا اولیاء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر ان کے جسموں کا کھانا حرام کر رکھا ہے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۸: جب انبیاء کرام علیھم السلام کو علم غیب نہیں تو یارسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہو گا (فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۶)

سنی (بریلوی) عقیدہ: یارسول اللہ کہنا جائز ہے۔ ہر نمازی عین حالتِ نماز میں السلام علیک ایھا النبی کہتا ہے۔ جو السلام علیک یارسول اللہ کا ہم معنی ہے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۹: ورد کرنا یاشیخ عبدالقادر جیلانی شیاء للہ وغیرہ حرام ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۰)

سنی (بریلوی) عقیدہ: ختم غوثیہ شریف پڑھنا موجب صدہا خیرات وبرکات ہے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۱۰: مسئلہ سماعتِ موتی عہد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف فیھا ہے۔ اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۸۷)

سنی (بریلوی) عقیدہ: اموات مسلمین زائرین کو دیکھتے، انہیں پہچانتے اور ان کی جملہ باتوں کو سنتے ہیں بلکہ وہ ان کے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۱۱: عرضِ اعمال کی کوئی حقیقت نہیں اور جس روایت سے عرض اعمال ثابت کیا جاتا ہے وہ اس صحیح حدیث کے مقابلہ میں مرجوح اور ناقابل اعتبار ہے۔
(توحیدی پاکٹ بک ص ۱۲۵)

سنی (بریلوی) عقیدہ: حضور علیہ السلام پر آپ کی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ آپ ان کی نیکیوں سے خوش اور برائیوں سے ناخوش ہوتے ہیں۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۱۲: کفن میں یا قبر میں عہد نامہ یا اپنے پیر کا شجرہ یا اور کوئی دعا رکھنا درست نہیں اسی طرح کفن پر یا سینہ پر کافور سے یا روشنائی سے کلمہ وغیرہ یا کوئی اور دعا لکھنا بھی درست نہیں۔ (بہشتی زیور جلد دوم ص ۶۴)

سنی (بریلوی) عقیدہ: کفن پر بسم اللہ شریف، کلمہ طیبہ، کلمہ شہادت وغیرہ لکھنا جائز باعث

ثواب و موجبِ تخفیف عذاب قبر ہے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۱۳: عقدِ مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے۔ لہذا اس زمانے میں درست نہیں۔ تعین تاریخ سے قبروں پر اجتماع کرنا گناہ ہے۔ خواہ اور لغویات ہوں یا نہ ہوں۔ کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۵، ۱۳۱، ۱۴۷)

سنی (بریلوی) عقیدہ: حضور علیہ السلام کے روزِ ولادت میں میلاد شریف کی محفل منعقد کرنا اور صدقات و خیرات کا ثواب آپ کو ایصال کرنا کارِ ثواب اور باعثِ مغفرتِ سئیات ہے۔ یونہی بزرگوں کے یوم وصال ان کے مزارات پر عرس کی محفل لگانا اور انہیں صدقات کا ثواب ایصال کرنا جائز ہے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۱۴: لیکن اس ایصال ثواب کی بنیاد پر تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں، ششماہی، گیارھویں، بارھویں، برسی، عرس، جمعراتی، فاتحہ وغیرہ وغیرہ رسوم کی شکل میں جو ایک مستقل شریعت اہل ہوا و ہوس نے دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی تراش لی ہے۔ ان کے غلط بلکہ بدعت و معصیت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ان خرافات کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔
(تحقیق مسئلہ ایصال ثواب ص ۵۵)

سنی (بریلوی) عقیدہ: ایصال ثواب جائز اور اموات المسلمین کے لیے نافع ہے۔ خواہ وہ تیجہ کی صورت میں ہو یا چہلم، برسی، ششماہی، سہ ماہی، عرس، جمعراتی یا گیارھویں کی شکل میں۔ یہ سب صورتیں جائز، باعثِ صد برکات، موجب رحمتِ الٰہی و سبب بخشش معاصیء مسلمین ہیں۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۱۵: محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا۔ سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا۔ اور عامل بالحدیث تھا۔ بدعت و شرک سے روکتا تھا۔ مگر تشدید اس کے مزاج میں تھی (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۳۷)

محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے۔ اور مذہب ان کا حنبلی

تھا۔البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی۔ مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔ مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا ہے۔اور عقائد سب کے متحد ہیں۔ اعمال میں فرق حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کا ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۳۵)

اس وقت اور ان اطراف میں وہابی متبع سنت اور دیندار کو کہتے ہیں (فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۶)

سنی (بریلوی) عقیدہ: محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ وہ بدعقیدہ اور بزرگانِ دین کا گستاخ تھا۔ وہ سنی مسلک اور سنی عوام و علماء و مشائخ کا جانی دشمن تھا۔ اس نے ہزار ہا سنی مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور صحابہ کرام اور اہل بیت کے مزارات اور قبہ جات کو گرا کر زمین بوس کر دیا۔ان لوگوں کے عقیدہ میں ہر وہ شخص مشرک ہے جو ان کے عقائد باطلہ سے منحرف ہے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۱۶: چالیس روز تک روٹی کی رسم کر لینا بدعت ہے ایسے ہی گیارھویں بھی بدعت ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۴۸)

سنی (بریلوی) عقیدہ: مسلمان کے مرنے کے بعد چالیس دن تک روٹی صدقہ کر کے اسے اس کا ثواب پہنچانا شرعاً محبوب امر ہے۔یونہی گیارھویں شریف بھی مستحب و مستحسن ہے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۱۷: مولوی محمد اسمٰعیل صاحبِ علم، متقی، بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن حدیث پر پورا پورا عمل کرنے والے اور خلق کو ہدایت کرنے والے تھے۔اور تمام عمر اسی حال میں رہے۔ آخر کار جہاد فی سبیل اللہ میں کفار کے ہاتھوں سے شہید ہوئے پس جس کا حال ایسا ہووے وہ ولی اللہ اور شہید ہے۔۔۔۔ سو جو ایسا شخص ہو کہ ظاہر میں ہر روز تقویٰ کے ساتھ رہا اور پھر حق تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوا وہ قطعی جنتی ہے اور مخلص ولی ہے۔ایسے شخص کو مردود کہنا خود مردود ہونا ہے۔اور ایسے مقبول کو کافر کہنا خود کافر ہونا ہے ۔۔۔۔ بہر حال ایسے عالم مقبول کو مردود کہنے والا بالضرور سخت فاسق ہے۔ تمام ائمہ اور ابو حنیفہ کے نزدیک قریب کفر کے ہے۔۔۔ بہر حال مولوی اسمٰعیل کے طعن کرنے والے ملعون ہیں۔۔۔۔ اور معلوم ہو چکا کہ مولوی اسمٰعیل شہید، ولی، مہبط رحمۃ حق تعالیٰ کے ہیں تو بالضرور ان کی لعنت کرنے

والے پر عود کرتی ہے۔ وہ خود ملعون مطرود الرحمتہ ہوئے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۲)

سنی (بریلوی) عقیدہ: مولوی اسمٰعیل دہلوی امام الوہابیہ فی الہند تھے۔ انہوں نے تقلید کو ترک کیا اور اپنے اجتہاد پر عمل کیا۔ چنانچہ خود مولوی رشید احمد گنگوہی نے ان کے متعلق لکھا ہے۔ ''بندہ نے جو کچھ سنا ہے مولانا مرحوم کا حال وہ یہ ہے کہ جب تک حدیث صحیح غیر منسوخ ملی اس پر عمل کرتے رہتے تھے۔ اگر نہ ملتی تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرتے تھے'' (فتاویٰ رشیدیہ) دہلوی صاحب انگریزی سرکار کے وفادار اور خیر خواہ تھے۔ اسی وجہ سے انہوں نے سب سے پہلا حملہ ایک مسلمان ریاست پر کیا تھا اور بالآخر وہ مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ لہذا نہ وہ شہید تھے اور نہ ہی ان کی جنگوں کو جہاد فی سبیل اللہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۱۸: کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب اور موجب قوت و اصلاح ایمان ہے۔ اور قرآن و حدیث کا مطلب پورا اس میں ہے۔ اس کا مؤلف ایک مقبول بندہ تھا۔ بندہ کے نزدیک سب مسائل اس کے صحیح ہیں۔ اگرچہ بعض مسائل میں بظاہر تشدد ہے۔ اور تو بہ کرنا ان کا محض افترا اہل بدعت ہے (فتاویٰ رشدیہ ص ۴۴ و ص ۴۱)

سنی بریلوی عقیدہ: کتاب تقویۃ الایمان گمراہ کن کتاب ہے اس میں آج بھی یہ ملعونہ عبارتیں موجود ہیں ''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں'' ''اور یہ جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہے'' ''بلکہ چھوٹے بڑے سب اس کے بندے عاجز ہیں۔ عجز میں برابر۔ ''پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے۔ خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ ''یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ ''جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کے بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیے۔ ''اولیاء انبیاء یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی'' ''کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر۔ ''اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔ اور یہ معین کرنا کہ فلانے کی نیاز گائے ہی ہوتی ہے فلانے کی بکری اور فلانے کی مرغی۔ یہ سب رسمیں

بیوقوفی کی ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

دیوبندی عقیدہ نمبر ۱۹: اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی جن اور فرشتے جبرائیل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے (تقویۃ الایمان ص ۴۷)

سنی (بریلوی) عقیدہ: حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مثل و نظیر کے پیدا کرنے سے قدرت و مشیت ایزدی کا متعلق ہونا محال عقلی ہے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۲۰: از وسوسہء زنا خیال مجامعتِ زوجہء خود بہتر ست۔ وصرفِ ہمت بسوئے شیخ و امثال آن از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بد تر از استغراق در صورتِ گاؤخر خود است (صراط مستقیم ص ۲۸ بحوالہ رضوان لاہور دسمبر ۱۹۶۲ء)

سنی (بریلوی) عقیدہ: رسول اللہ کا خیال مبارک تکمیل نماز کا موقوف الیہ ہے۔ اور آپ کی صورتِ کریمہ کو دل میں حاضر کرنا مقصدِ عبادت کے حصول کا ذریعہ اور وسیلہء عظمیٰ ہے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۲۱: لفظ رحمۃ اللعالمین صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے (فتاویٰ رشدیہ ص ۹۶)

سنی (بریلوی) عقیدہ: رحمتہ اللعالمین رسول اللہ ﷺ کا خاص وصفِ جمیل ہے۔ اس میں دوسرے کو شریک کرنا آپ کی شان کو گھٹاتا ہے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۲۲: ایک صالح فخرِ عالم علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی؟ آپ تو عربی ہیں۔ فرمایا کہ جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا۔ ہم کو یہ زبان آ گئی'' (براھین ص ۵۲)

سنی (بریلوی) عقیدہ: رسول اللہ اول امر سے ہر زبان کے عالم تھے۔ کیوں کہ آپ تمام انسانوں کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ بلکہ آپ حیوانات کی زبانیں بھی جانتے تھے۔ ہرنیوں، اونٹوں اور گدھوں نے آپ سے بارہا کلام کیا اور آپ نے اسے سمجھا۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۲۳: اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں (براھین قاطعہ ص ۵۲)

سنی (بریلوی) عقیدہ: حضور علیہ السلام تمام کائنات کو اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کوئی اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہو۔ کائنات کا ذرہ ذرہ آپ کے مشاہدہ میں ہے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۲۴: فاتحہ میں ہاتھ اُٹھا کر پڑھنا طعام و شراب روبرو رکھ کر مشابہت فعل ہنود سے ہے اور یہ امر شرع میں ایصال ثواب کے لیے کہیں ثابت نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۲۳)

سنی (بریلوی) عقیدہ: بروز جمعرات عمدہ کھانوں پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے۔ کسی نیک امر کا قرون خیر میں نہ پایا جانا اس کے ممانعت کی وجہ نہیں بن سکتا۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۲۵: نبی بخش، پیر بخش، سالار بخش، مدار بخش نام موہم شرک ہیں۔ منع ہیں ان کو بدلنا چاہیے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۷۳)

سنی (بریلوی) عقیدہ: عبدالنبی، غلام نبی اور نبی بخش وغیرہ نام رکھنا جائز ہے اور مسلمانوں کا عقیدہ ان میں شرک کے عدم وجود کا قرینہ بنتا ہے۔ فافھم واغتنم واللہ تعالیٰ اعلم

دیوبندی عقیدہ نمبر ۲۶: ہرگاہ کہ احادیث میں ممانعت ان امور (قبور کو پختہ بنانا، ان پر عمارات و قبہ و روشنی و فرش و فروش وغیرہ) کی وارد ہے پھر کسی کے فعل سے وہ جائز نہیں ہو سکتے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۳)

سنی (بریلوی) عقیدہ: اولیاء و انبیاء و صالحین کی قبور پر قبہ جات بنانا، روشنی و فرش و فروش کا اہتمام کرنا ان کی تعظیم کے پیش نظر جائز ہے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۲۷: میرے استادوں کا یہ قول ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ثواب تقسیم ہو کر پہنچتا ہے۔ نہ سب کو پورا پورا (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۳۵)

سنی (بریلوی) عقیدہ: تلاوت قرآن مجید کا ثواب جتنے اموات المسلمین کو بخشا جائے وہ پورا

پورا ہر ایک کو پہنچتا ہے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۲۸: جس جگہ زاغ معروفہ کوا کثر حرام جانتے ہیں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کوا کھانے والے کو ثواب ہو گا۔(فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۳)

سنی (بریلوی) عقیدہ: زاغ معروفہ (کالا کوا) حرام ہے۔ اس کا کھانا شرعاً ممنوع اور ناجائز ہے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۲۹: مردوں کی روحیں شب جمعہ میں اپنے گھر نہیں آتیں۔ روایت غلط ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۴۷)

سنی (بریلوی) عقیدہ: باذنہ تعالیٰ جمعرات کے دن مسلمانوں کے ارواح اپنے اپنے گھروں میں آتے ہیں۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۳۰: حضرت ﷺ کے والدین کے ایمان میں اختلاف ہے۔ حضرت امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ ان کا انتقال حالتِ کفر میں ہوا ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۰)

سنی (بریلوی) عقیدہ: آنحضرت ﷺ کے والدین مومن تھے۔ امام صاحب سے جو مروی ہوا اس کا معنی یہ ہے کہ ان کا انتقال عہد کفر یعنی قبل از زمانۂ اسلام ہوا۔ نہ یہ کہ وہ حالتِ کفر پر فوت ہوئے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم

دیوبندی عقیدہ نمبر ۳۱: درود شریف کو سب کا مل کر گیت کی صورت میں پڑھنا جو آجکل معمول ہے خلافِ سنت ہے (چند الزامات کا جواب ص ۴۱)

سنی (بریلوی) عقیدہ: درود و سلام بعد از نمازِ جمعۃ المبارک باہم مل کر پڑھنا مستحب و باعثِ ثواب عظیم و سبب خوشنودی ربِ کریم ہے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۳۲: اللہ کے سوا کسی اور کی نذر منت ماننا اور محتاجوں کو دینا وغیرہ ناجائز ہے۔ بجائے ثواب کے الٹا گناہ ہوتا ہے۔(چند الزامات کا جواب ص ۱۸)

سنی (بریلوی) عقیدہ: فلاں بزرگ کے مزار پر چادر چڑھانے یا گیارھویں کی نیاز دلانے ---- کی منت مانی تو یہ شرعی منت نہیں ہے مگر یہ کام منع۔ نہیں کرے تو اچھا ہے۔
(بہار شریعت ص ۳۴ جلد نہم)

دیوبندی عقیدہ نمبر ۳۳: بزرگوں اور اولیاء اللہ کے فاتحہ میں ایک خرابی ہے وہ یہ کہ لوگ ان کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر اس نیت سے فاتحہ دلاتے ہیں کہ ان سے ہمارے کام نکلیں گے۔ ---ہر مسلمان جانتا ہے کہ اس طرح کا عقیدہ صاف شرک ہے۔
(بہشتی زیور ص ۶۷ جلد ششم)

سنی (بریلوی) عقیدہ: بزرگان دین انبیاء کرام، اولیاء عظام باذنہ تعالیٰ مخلوق خدا کے حاجت روا و مشکل کشا ہیں ۔نگاہ ولی میں یہ تاثیر دیکھی ۔ بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی۔
خدا تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔ کائنات کا ہر کام وسیلہ و واسطہ سے وابستہ ہے اور محبوبانِ خدا انعاماتِ خداوندی کے حصول کا ذریعہ اور قدرتِ الٰہی کے مظاہر ہیں۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۳۴: اہل قبور سے اس طور دعا کرنا کہ اے صاحبِ قبر اس طرح میرا کام کردے۔ تو یہ حرام اور شرک بالاتفاق ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۴)

سنی (بریلوی) عقیدہ: چوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبوں کو بااختیار و صاحب تصرف بنایا ہے اور مخلوق خدا کی فریاد رسی و امداد و نصرت ان کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ اس لیے ان سے امداد مانگنا اور بوقتِ مصیبت انہیں پکارنا شرعاً جائز ہے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۳۵: بعضے لوگ قبروں پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں تو یہ بالکل حرام ہے۔ اور اس چڑھاوے کا کھانا بھی درست نہیں۔ دینا بھی درست نہیں (بہشتی زیور ص ۶۷ جلد ششم)

سنی (بریلوی) عقیدہ: اولیاء کرام کے لیے تیل اور بتیوں کی نذر ماننا تاکہ وہ ان کے مزارات کے پاس ان کی محبت و تعظیم کے لیے جلائی جائیں جائز ہے (کشف النور)

دیوبندی عقیدہ نمبر ۳۶: توشہ مردہ کے ساتھ لے جانا عادت یہود و ہنود کفار کی ہے۔ من

تشبہ بقوم فھو منھم ۔پس توشہ مردہ کے ساتھ ہرگز کہیں قرون ثلاثہ میں ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ فعل کفار کا ہے۔سواس کا کرنا بدعت اور گناہ ہے۔(فتاوی رشیدیہ ص ۱۴۴)

سنی (بریلوی) عقیدہ: مردہ کے ہمراہ اشیائے صدقہ کولے کر جانا جیسا کہ ہمارے دیار میں معمول ہے شرعاً جائز ہے۔اس کے عدم جواز میں نہ کوئی آیت قرآنی موجود ہے نہ کوئی حدیث صحیح وارد اور نہ ہی قرون ثلاثہ میں اس کی ممانعت کی تصریح منقول ولہذا اسے ناجائز کہنا صریح جہالت ہے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۳۷: آذان بعد دفن کے قبر پر بدعت ہے کہ کہیں قرون ثلاثہ میں اس کا ثبوت نہیں اور جو امر ایسا ہو وہ مکروہ ہے۔ تحریماً۔۔۔پس آذان کہنا اس جگہ منع ٹھہرا۔سو نہ کرنا چاہیے۔(فتاوی رشیدیہ ص ۱۴۴)

سنی (بریلوی) عقیدہ: دفن کے بعد قبر پر آذان دینا شرعاً جائز اور میت و سامعین سب کے لیے نافع ہے۔اس سے میت کو شہادت کی تلقین اور وحشتِ قبر سے نجات حاصل ہوتی ہے۔باران رحمت خداوندی اترتی ہے۔اور یہ آذان شیطان کو بھگاتی ہے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۳۸: عیدین میں معانقہ کرنا بدعت ہے (فتاوی رشیدیہ ص ۱۴۰)

سنی (بریلوی) عقیدہ: عیدین میں مصافحہ و معانقہ کرنا اور خوشی ظاہر کرنا شرعاً جائز ہے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۳۹: یہ خطبہ (جس میں الوداع الوداع یا شعر رمضان وغیرہ کے الفاظ ہوں) بدعت ہے۔اور مرثیہ واشعار قرون مشہود لھا بالخیر میں خطبہ میں منقول نہیں۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۱۱۵)

سنی (بریلوی) عقیدہ: جمعۃ الوداع کے خطبہ میں الوداع الوداع یا شعر رمضان وغیرہ پڑھنا از روئے شرع شریف جائز ہے اس میں رمضان شریف کی جدائی کا افسوس پایا جاتا ہے جو شرعاً مطلوب ہے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۴۰: ہندو جو پیاؤ پانی کی لگاتے ہیں سودی روپیہ صرف کرکے اس سے پانی

پینا مضائقہ نہیں ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۹۸)

سنی (بریلوی) عقیدہ: ہندوؤں کی لگائی ہوئی سبیل سے پانی پینا خلافِ اولیٰ ہے۔ حتی الوسع ان کی اشیاء صرف کو کام میں لانے سے بچا جائے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۴۱: ذکر شہادت کا ایام عشرہ محرم میں کرنا بمشابہت روافض کے منع ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۵)

سنی (بریلوی) عقیدہ: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن شربت یا پانی کی سبیل لگانا جائز اور باعثِ اجر عظیم ہے۔ نیز دس محرم کے روز محفل منعقد کر کے واقعہ ءِ کربلا بیان کرنا جائز اور باعثِ ثواب ہے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۴۲: حیلہ اسقاط کا مفلس کے واسطے علماء نے وضع کیا تھا۔ اب یہ حیلہ تحصیل چند فلوس کا ملانوں کے واسطے مقرر ہو گیا ہے۔ حق تعالیٰ نیت سے واقف ہے۔ وہاں حیلہ کا ذکر نہیں (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۶)

سنی (بریلوی) عقیدہ: اگر میت کے ذمہ فرائض وواجبات رہ گئے ہوں اور اس نے اتنا مال نہ چھوڑا ہو کہ اس سے کل فدیہ کی ادائیگی ہو سکے یا ورثاء دو تہائی فدیہ میں دینے پر رضامند نہ ہوں تو حیلہ ءِ اسقاط کرنا ضروری ہے۔ اس سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے۔ واللہ اعلم

دیوبندی عقیدہ نمبر ۴۳: طواف قبور اولیاء اللہ کا حرام ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۱)

سنی (بریلوی) عقیدہ: اولیاء اللہ کی قبور کا طواف ان کی تعظیم وعزت کے پیش نظر کرنا حرام نہیں بلکہ خلافِ اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم

دیوبندی عقیدہ نمبر ۴۴: جنازے کے ہمراہ جو لوگ ہوں ان کو کوئی دعا یا ذکر بلند آواز سے پڑھنا مکروہ ہے۔ (بہشتی زیور ص ۹۵ جلد ۱۱)

سنی (بریلوی) عقیدہ: جنازہ کے ہمراہ باآواز بلند کلمہ ءطیبہ پڑھنا جیسا کہ ہمارے دیار میں مشاہد

ہے۔اس زمانہ میں بلا کراہت جائز ہے۔

دیوبندی عقیدہ نمبر ۴۵: جھوٹے قصے بے سند حدیثیں جو جاہلوں نے اردو کتابوں میں لکھ دی ہیں اور معتبر کتابوں میں کہیں ان کا ثبوت نہیں جیسے نور نامہ ان کو دیکھنا اور پڑھنا جائز نہیں ہے۔
(بہشتی زیور ص ۹۲ جلد ۳)

سنی (بریلوی) عقیدہ: حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا نور سب سے پہلے پیدا ہوا اور اس کے واسطے سے سب کائنات بنی۔اس کا ثبوت معتبر کتب حدیث میں موجود ہے۔لہذا نور نامہ وغیرہ کا پڑھنا موجب اجر وثواب ہے۔واللہ اعلم۔

یہ ہیں وہ چند معرکۃ الآراء مسائل جن میں دیوبندیوں اور سنی بریلویوں کا شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔اگر کوئی منصف مزاج صاحب علم ودانش فریقین کے ان متنازعہ فیہ مسائل اور ان کے دلائل پر پوری جانفشانی سے غور وفکر کرے تو وہ یقیناً بریلوی مسلک کی حقانیت اور دیوبندی مذہب کے بطلان پر پوری طرح آگاہ ہو جائے گا۔ایک عام فہم شخص کے لیے صرف یہ بات کافی ہے کہ بریلوی دیوبندی تنازع پیدا ہونے سے پہلے سنی علماء کے عقائد وہ تھے جو بریلویوں نے اختیار فرما رکھے ہیں۔اور وہابیوں کے عقائد وہی تھے جن کا پرچار آج کل دیوبندی لوگ کر رہے ہیں۔دیوبندیوں کے وہابی العقیدہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے وہابیوں کو اچھا اور ان کے عقائد کو عمدہ قرار دیا ہے جیسا کہ گنگوہی صاحب کے فتاوی کی عبارتیں گذر چکی ہیں۔تعجب کی بات تو یہ کہ دیوبندیوں نے حنفی کہلوانے کے باوجود اسمٰعیل دہلوی جیسے کٹر غیر مقلد شخص کو اپنا پیشوا بنایا اور اسے ''شہید''،''ولی اللہ''مہبط رحمت الہی اور قطعی جنتی لکھا اور اس کی رسوائے زمانہ کتاب ''تفویۃ الایمان''کو ایک عمدہ کتاب کہہ کر اس کے جملہ مسائل کی صحت کا اعلان عام کیا۔جیسا کہ فتاوی رشیدیہ کی عبارات مذکور ہوئیں۔اب بھی اگر کسی کو دیوبندیوں کے وہابی بدعقیدہ ہونے میں تردد ہے۔تو اسے اپنی کج فہمی کا علاج ڈھونڈھنا چاہیے۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سچے عقائد پر ثابت قدم رکھے اور وہابیہ دیوبندیہ کے عقائد باطلہ سے بچائے۔(آمین) وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

سترھواں مقالہ

تبلیغی جماعت اور وہابیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام علىٰ رسوله محمد واله واصحابه اجمعين

امابعد

برادرِ طریقت مولانا محمد محفوظ چشتی سلمہ ربہٗ القوی نے راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفر اللہ تعالیٰ لہ کو تبلیغی جماعت کے عقائد و نظریات کے بارہ میں ایک کتاب لکھنے کا حکم دیا تو ان کی اس فرمائش پر یہ رسالہ ''تبلیغی جماعت اور وہابیت'' لکھنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے اللہ کریم اس دینی خدمت کو باعث ہدایت بنائے آمین ۔ کسی مذہبی جماعت کے عقائد و نظریات جاننے کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ اس جماعت کے اکابرین اور اس کے اکابرین کے عقائد و نظریات کو جانا جائے۔ اس اصول پر ہم پہلے اکابرین تبلیغی جماعت کو بیان کریں گے پھر اس کے اکابرین کے عقائد و نظریات پیش کریں گے تا کہ ہمارے سنی عوام خود یہ فیصلہ کر سکیں کہ تبلیغی جماعت سنی العقیدہ جماعت ہے یا وہابی العقیدہ جماعت۔ وباللہ التوفیق

اکابرین تبلیغی جماعت

تبلیغی جماعت کی معتبر و مستند کتاب ''تبلیغی نصاب'' میں تبلیغی جماعت کے اکابرین کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ بانیء تبلیغی جماعت مولوی محمد الیاس کے بھتیجے مولوی محمد زکریا شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں ''حق سبحانہ و تقدس کے ان انعامات خاصہ میں سے جو مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور کے ساتھ ہمیشہ مخصوص رہے ہیں۔ مدرسے کا سالانہ جلسہ ہے جو ہر سال مدرسے کے اجمالی حالات سنانے کے لیے منعقد ہوتا ہے۔ مدرسے کے اس جلسہ میں مقررین واعظین اور مشاہیر اہل ہند کے جمع کرنے کا اس قدر اہتمام نہیں کیا جاتا جتنا کہ اللہ والے، قلوب والے، گمنامی میں رہنے والے مشائخ کے اجتماع کی سعی کی جاتی ہے۔ وہ زمانہ اگرچہ کچھ دور ہو گیا ہے جبکہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ العزیز اور قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی تشریف آوری حاضرین جلسہ کے قلوب کو منور فرمایا کرتی تھی۔ مگر وہ منظر ابھی آنکھوں سے دور نہیں ہوا جبکہ ان مجددین اسلام اور شموس ہدایت کے جانشین حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالرحیم

صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اشرف علی صاحب نوراللہ مرقدہ مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں مجتمع ہو کر مردہ قلوب کے لیے زندگی و نورانیت کے لیے چشمے جاری فرمایا کرتے تھے۔ (فضائل القرآن ص ۴۔ تبلیغی نصاب ص ۲۳۸)

اور یہی صاحب لکھتے ہیں اس سلسلے کا سب سے پہلا رسالہ ۱۳۴۸ھ میں فضائل قرآن کے نام سے حضرت اقدس شاہ محمد یٰسین صاحب نگینوی خلیفہ قطب عالم شیخ المشائخ حضرت گنگوہی قدس سرہ کی تعمیل حکم میں لکھا گیا تھا'' (فضائل درود شریف ص ۴)

اور یہی صاحب لکھتے ہیں '' شیخ المشائخ حضرت مولانا گنگوہی کا ارشاد جو کوکب دری میں نقل کیا گیا ہے (فضائل ذکر ص ۱۶۲)

تبلیغی جماعت کی نصابی کتاب '' تبلیغی نصاب '' کی ان تینوں عبارات سے معلوم ہوا کہ بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوھی، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور ان کے خلفاء و تلامذہ تبلیغی جماعت والوں کے اکابرین و ممدوحین ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اپنے انہی بزرگوں کی تعلیم مخصوص کو مسلمانوں میں عام کرنے کے لیے تبلیغی جماعت شب و روز جگہ جگہ رواں دواں رہتی ہے۔ تبلیغی جماعت کے مشہور و معروف مولوی منظور احمد نعمانی ان لفظوں میں تبلیغی جماعت کے بانی مولوی محمد الیاس کا یہ قول (۱) روایت کرتے ہیں '' حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت بڑا کام کیا ہے بس میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم تو ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے گی'' (ملفوظات الیاس ص ۵۷ بحوالہ تبلیغی جماعت حقائق و معلومات کے اجالے میں ص ۴۱)

اور تبلیغی جماعت کے ایک مولوی سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کے بانی محمد الیاس نے کہا '' حضرت تھانوی سے منتفع ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ان کی محبت ہو اور

۱۔ خود مؤلف تبلیغی نصاب لکھتا ہے '' بالخصوص جب کہ تبلیغ کے نصاب میں حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہ کی بہشتی زیور کو ہر شخص پڑھتا ہے اور پڑھنے کی تاکید کی جاتی ہے۔ اور (محمد الیاس) دہلوی کا مشہور ارشاد ہے جو بیسیوں جگہ شائع ہو چکا ہے۔ کہ تعلیم حضرت تھانوی کی ہو اور طرز میرا ہو '' (تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات کے جوابات ص ۱۳۸)

ان کے آدمیوں سے اور ان کی کتابوں کے مطالعہ سے منتفع ہوا جائے۔ ان کی کتابوں کے مطالعہ سے علم آوے گا۔ اور ان کے آدمیوں سے عمل" (مکاتیب الیاس ص ۱۲۶)

بانیء تبلیغی جماعت مولوی محمد الیاس کے ان دو قولوں سے خوب معلوم ہو گیا کہ تبلیغی جماعت کی بنیاد کی اصل غرض و غایت تھانوی اور دیگر دیوبندی اکابرین کی تعلیم مخصوص کو عوام المسلمین میں عام کرنا اور مسلمانوں کو ان کا گرویدہ بنانا ہے۔ ولہذا یہ جماعت من کل الوجوہ دیوبندی وہابی مسلک کی حامل ہے اور مسلمانوں میں وہابیت پھیلانے کے لیے ہر وقت سرگرم عمل رہتی ہے۔

اکابرین تبلیغی جماعت کے مخصوص عقائد و نظریات

جب یہ معلوم ہو گیا کہ تبلیغی جماعت اولاً آخراً ظاہراً باطناً من کل الوجوہ دیوبندی مکتب فکر کی حامل جماعت ہے تو پھر اس کے عقائد و نظریات جاننے کے لیے اس کے اکابرین و ممدوحین کے عقائد و نظریات کا جاننا ہی کافی ہے۔ ہم یہاں صرف تبلیغی جماعت کے شیخ المشائخ قطب الارشاد حضرت اقدس مولوی رشید احمد گنگوہی کے بعض مخصوص عقائد و نظریات پیش کرتے ہیں وباللہ توفیق

امام الوھابیہ نجدی کے متعلق گنگوہی کے فتوے

تبلیغی جماعت کے شیخ المشائخ قطب الارشاد گنگوہی صاحب امام الوھابیہ محمد بن عبدالوھاب نجدی کے متعلق اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں "محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں۔ وہ اچھا آدمی تھا۔ سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا۔ بدعت و شرک سے روکتا تھا۔ مگر تشدید اس کے مزاج میں تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم" (فتاوی رشدیہ ص ۲۴۷)

اور لکھتے ہیں "محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب انکا حنبلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی۔ مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔ مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا۔ اور عقائد سب کے متحد ہیں۔ اعمال میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ" (فتاوی رشیدیہ ص ۲۳۵)

اور تیسری جگہ لکھتے ہیں "اس وقت اور ان اطراف میں وہابی متبع سنت اور دیندار کو کہتے

ہیں" (فتاوی رشیدیہ ص ۹۶)

سنی احباب تبلیغی جماعت کے قطب الارشاد شیخ المشائخ گنگوھی کے ان تین فتووں پر غور فرمائیں تو روز روشن سے زیادہ یہ بات ان پر روشن ہو جائے گی کہ تبلیغی جماعت کے عقائد اور وہابیوں نجدیوں کے عقائد متحد ہیں یعنی ایک ہیں ہاں ان میں اور نجدیوں میں صرف ظاہر اعمال میں فرق مثل حنفی، شافعی، مالکی حنبلی کا ہے کہ وہابی رفع یدین کرتے ہیں اور دیوبندی سنی مسلمانوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں ؎ لاکھ مدعی پہ بھاری ہے گواہی تیری

امام الوہابیہ دہلوی کے متعلق گنگوہی کا فتویٰ

تبلیغی جماعت کے شیخ المشائخ قطب الارشاد گنگوہی نے امام الوہابیہ نجدی کی تعریف میں جس طرح فتوے دیے اس نے ایسی طرح امام الوہابیہ مولوی محمد اسماعیل دہلوی کے بارہ میں بھی فتوے صادر کیے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں "مولوی محمد اسماعیل صاحب عالم متقی بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن وحدیث پر پورا پورا عمل کرتے والے اور خلق کو ہدایت کرنے والے تھے اور تمام عمر اسی حال میں رہے۔ آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ پس جس کا ظاہر حال ایسا ہووے وہ ولی اللہ اور شہید ہے۔ الیٰ ان قال اور معلوم ہو چکا کہ مولوی اسماعیل شہید، ولی، مہبط رحمتِ حق تعالیٰ کے ہیں تو بالضرور ان کی لعنت کرنے والے پر عود کرتی ہے وہ خود ملعون مطرود الرحمۃ ہوئے" (فتاوی رشیدیہ ص ۴۲)

سنی احباب تبلیغی جماعت کے قطب الارشاد شیخ المشائخ گنگوہی صاحب کے اس فتویٰ کے لفظوں پر غور فرمائیں کہ وہ امام الوہابیہ فی الھند مولوی اسماعیل دہلوی کا کس قدر گرویدہ اور معتقد ہیں۔ اگر گنگوھی صاحب خود وہابی نہ ہوتے تو وہ ان کی اس قدر قصیدہ خوانی نہ کرتے۔

دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کے متعلق گنگوہی کے فتوے

تبلیغی جماعت کے شیخ المشائخ گنگوھی نے ہندوستان میں سب سے پہلے وہابیت درآمد کرنے والے مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کی تعریف میں یہ فتویٰ صادر کیا" کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور وہ رد شرک وبدعت میں لاجواب ہے۔ استدلال اس کے بالکل

کتاب اور احادیث سے ہیں اس کا رکھنا پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے اور موجب اجر کا ہے۔بڑے بڑے عالم اہل حق اس کو پسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں اگر کسی گمراہ نے اس کو برا کہا تو وہ خود ضال مضل ہے" (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۲)

دیوبندی جماعت کے قطب الارشاد کے ان تین قسم کے فتاویٰ سے ہر منصف مزاج شخص کو اس بارہ میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہتا کہ تبلیغی جماعت سمیت سارا دیوبندی گروہ وہابی العقیدہ ہے صرف عوام اہل سنت کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کے لیے وہ حنفی سنی ہونے کے دعویٰ دار ہیں۔

وہابی عقائد کی موافقت میں گنگوہی کے فتوے

تبلیغی جماعت کے قطب الارشاد شیخ المشائخ گنگوہی نے نہ صرف یہ کہ امام الوہابیہ محمد بن عبد الوہاب نجدی کو اچھا شخص اور اس کے عقائد کو عمدہ قرار دیا اور امام الوہابیہ فی الھند مولوی محمد اسماعیل دہلوی کو شہید ولی مہبط رحمت حق تعالیٰ وغیرہ کہا اور اس کی کتاب تقویۃ الایمان کو نہایت عمدہ کتاب مانا بلکہ اس نے اپنی ساری زندگی میں وہابی عقائد کی حمایت وموافقت میں فتوے صادر کیے بلکہ گنگوہی نے فتویٰ نویسی کا میدان اس لیے سنبھالا کہ عوام المسلمین جگہ جگہ سے سوال بھیجیں گے تو ان کو وہابی عقیدوں کے موافق جواب لکھ کر بھیجا جائے گا تو جگہ جگہ وہابیت کی تعلیم پہنچنی شروع ہو جائے گی۔ گنگوہی صاحب کے وہابیت نواز فتووں میں چند یہاں درج کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ تبلیغی جماعت کے شیخ المشائخ قطب الارشاد گنگوہی لکھتے ہیں۔ "علم غیب خاصہ حضرت حق جل شانہ کا ہے اور شئے کا خاصہ اس شئے ہی میں پایا جاتا ہے اور اس کے غیر میں نہیں پایا جاتا۔ (یہ عقیدہ) درست ہے۔ اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ ﷺ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے اور یا شیخ عبدالقادر جیلانی کا ورد کرنا بندہ جائز نہیں جانتا اگرچہ شرک نہیں لیکن مشابہ شرک ہے اور اس کلام کا پڑھنا کسی وجہ سے جائز نہیں۔ ندا اور استعانت اولیا سے نہ حیات میں روا ہے نہ بعد موت۔ جب انبیاء کو علم غیب نہیں تو یا رسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہو گا۔ عرس کے دن زیارت کو جانا حرام ہے۔ اور طریقہ معینہ عرس کا طریقہ سنت کے خلاف ہے لہذا بدعت ہے۔ عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام وتداعی اس میں بھی موجود ہے لہذا اس زمانے میں درست نہیں۔ وعلی ھذا القیاس

عرس کا جواب ہے۔ کسی عرس و مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں۔ فاتحہ مروجہ بدعت ہے مع ھذا مشابہ بفعل ہنود ہے۔ جو بدعات مثل تیجہ وغیرہ کے ہیں ان کا کرنا کسی وجہ سے درست نہیں۔ فاتحہ مروجہ شرعاً درست نہیں بلکہ بدعت سیئہ ہے۔ چالیس روز تک روٹی کی رسم کر لینا بدعت ہے۔ ایسے ہی گیارھویں بھی بدعت ہے۔ تبارک و رجبی بدعت ہیں ان کی کوئی اصل شرع میں نہیں۔ توشہ مردہ کے ساتھ لے جانا عادت یہود اور ہنود کفار کی ہے''

''عیدین میں معانقہ کرنا بدعت ہے۔ قبور کو پختہ بنانا ناجائز ہے۔ حیلہ اسقاط کا مفلس کے واسطے علماء نے وضع کیا تھا اب یہ حیلہ تحصیل چند فلوس کا ملانوں کے واسطے مقرر ہو گیا ہے۔ آذان بعد دفن کے قبر پر بدعت ہے۔ خطبہ جمعۃ الوداع میں الوداع یا شہر رمضان کہنا بدعت ہے۔ لفظ رحمۃ اللعالمین صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے۔ یزید مومن تھا بسبب قتل کے فاسق ہوا''۔

''تصور کرنا اولیاء اللہ کا مراقبہ میں درست نہیں۔ اس میں اندیشہ شرک کا ہے۔ نبی بخش پیر بخش، سالار بخش مدار بخش ایسے ناموں کا رکھنا موہم شرک ہے۔ منع ہے۔ ان کو بدلنا چاہیے۔ امکان کذب بایں معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اس کے خلاف پر وہ قادر ہے مگر باختیار خود اس کو نہ کرے گا۔ یہ عقیدہ بندہ کا ہے۔ (انبیاء اور عام انسانوں) میں نفس بشر ہونے میں مساوات ہے۔ اگر کسی کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام خود خطاب سلام کا سنتے ہیں وہ کفر ہے۔ خواہ السلام علیک کہے یا السلام علی النبی کہے۔ بعضے شخص کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ﷺ کو آخر عمر میں کل علم غیب عنایت فرمائے ہیں سو یہ بات محض غلط ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ ملتقطا)

سنی مسلمان تبلیغی جماعت کے شیخ المشائخ قطب الارشاد کے مندرجہ بالا عقائد و نظریات کو پڑھ کر خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ فتوے صادر کر کے گنگوہی صاحب نے سنیت و حنفیت کی خدمت کی ہے یا وہابیوں کی نمک خوری کا حق ادا کیا ہے۔ بہر حال تبلیغی جماعت اپنے اکابرین کے انہی وہابیانہ عقائد کی تبلیغ و ترویج کے لیے جگہ جگہ پھرتی اور فرد فرد کو بلاتی ہے۔ ولہذا سنی مسلمانوں پر شرعاً واجب ہے کہ وہ اس جماعت سے کسی قسم کا کوئی حسن سلوک نہ کریں اور نہ ان کے حلقہ ء

تبلیغ میں بیٹھیں اور نہ ان کے مرکز میں جائیں۔ اور نہ ان کے ساتھ چلہ کشی کریں

؎ کارِ ما نصیحت بود کردیم

ایک سوال

اگر دیوبندی لوگ وہابی العقیدہ لوگ ہیں تو پھر بعض دیوبندی مولویوں نے وہابیہ کی شدید مذمت اپنی کتابوں میں کیوں لکھی ہے؟ مثلاً مولوی حسین احمد مدنی لکھتا ہے ''صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرھویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا۔ ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا۔ ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا۔ ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب اور رحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور ان کے اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ (شہاب ثاقب ص ۴۲)

اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتا ہے ''ہمارے نزدیک ان (محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس کے اتباع) کا حکم وہی ہے جو صاحب درمختار نے فرمایا ہے اور خوارج ایک جماعت ہے۔ شوکت والی جنہوں نے امام پر چڑھائی کی تھی تاویل سے کہ امام کو باطل یعنی کفر یا ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے الی ان قال اور علامہ شامی نے اس کے حاشیے میں فرمایا ہے جیسا کہ ہمارے زمانے میں عبدالوہاب کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب ہوئے۔ اپنے کو حنبلی مذہب بتاتے تھے مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں۔ اور جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بنا پر انہوں نے اہل سنت اور علمائے اہل سنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی۔ اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ عبدالوہاب اور اس کا تابع کوئی شخص بھی ہمارے کسی سلسلہ مشائخ میں نہیں۔ نہ تفسیر وفقہ وحدیث کے علمی سلسلہ میں نہ تصوف میں'' (ترجمہ المہند ص ۳۸)

جواب

تواس سوال کا جواب یہ ہے کہ جب دیوبندی جماعت کے قطب الارشاد الشائخ رشید احمد گنگوہی کے وہابیت نواز فتوے ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلے تواس وقت کے سنی علماء پر علمائے دیوبند کا وہابی العقیدہ ہونا ظاہر ہوا۔ انہوں نے ہر جگہ دیوبندی ٹولہ کی وہابیت نوازی کی تردید شروع کردی۔۔ مناظرے ہوئے۔ جگہ جگہ ان کے خلاف تقریریں کی گئیں۔ ان کے فتووں کی تردید میں فتوے رسالے اور کتابیں لکھی گئیں تو یہ ٹولہ اہل سنت عوام المسلمین کے نظر میں بھی بدنام اور بے وقار ہو کر رہ گیا۔ اس گندم نما جو فروش جماعت کی مکمل پردہ کشائی کے لیے اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ امام اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی اور ان کے تلامذہ وخلفاء نے سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر کام کیا۔ اس نئی صورت حال سے نپٹنے اور اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کرنے کے لیے اس وقت کے دیوبندی مولویوں نے وہابیوں کی مذمت شائع کرنی شروع کردی تاکہ ان کی وہابیت پر پھر پردہ پڑ جائے اور وہ سنیوں میں گھل مل کر رہنے کے قابل ہو جائیں۔

مزید تائید

مولوی حسین احمد مدنی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے وہابیہ کی مذمت محض داغ بدنامی دور کرنے کے لیے لکھی۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ان دونوں نے اپنے اکابرین کے ان فتووں کی کوئی تردید نہیں کی جو امام ابوالوہابیہ محمد بن عبدالوہاب نجدی، امام الوہابیہ محمد اسماعیل دہلوی اور ان کی کتابوں کی تعریف میں لکھے گئے تھے مثلاً رشید احمد گنگوہی کے وہ فتوے جو ابھی ہم نے پیش کیے نہ ان کی صراحۃً تردید کی گئی اور نہ اشارۃً اور نہ ان کی کوئی معقول قابل قبول تاویل پیش کی گئی۔ پس اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مدنی صاحب اور انبیٹھوی صاحب کو وہابیت سے نفرت تھی۔ صرف مسلمانوں کی نظروں میں سنی بننے کے لیے وہابیت سے نفرت ظاہر کر رہے تھے۔ اے اللہ ایسے شاطروں کی فریب کاری سے بھولے بھالے سنی مسلمانوں کو بچا آمین ثم آمین"

اعتراف وہابیت

اگرچہ مدنی اور انبیٹھوی صاحبان نے اپنی کتابوں میں وہابیہ کی [illegible] لکھ دی تھی مگر اس کے باوجود

دیوبندیوں کو اپنے وہابی ہونے کا اعتراف تھا۔ چنانچہ حضرت مولانا ابو داؤد محمد صادق صاحب سرپرست ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ تحریر فرماتے ہیں

''وہابیت کا اعتراف: زمانہء حال کے فرقوں میں فرقہ وہابیہ نے اسلام کی حرمت اور انبیاء و اولیاء کی عظمت پر جس بے دردی سے حملہ کیا ہے وہ تاریخ کا ایک نہایت المناک واقعہ ہے۔ اسی فرقہ وہابیہ نجدیہ کے ساتھ تبلیغی جماعت کے سربراہ مولوی زکریا شیخ الحدیث سہارنپور اور مولوی منظور نعمانی کا وہ تعلق ملاحظہ فرمایئے جسے سوانح مولانا یوسف کاندھلوی کے مصنف کے بیان کے مطابق مولانا الیاس کے انتقال کے بعد ان کی جانشینی کے مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے مولانا منظور نعمانی نے ظاہر کیا تھا کہ ''ہم بڑے سخت وہابی ہیں ہمارے لیے اس بات میں کوئی خاص کشش نہ ہو گی۔ کہ یہاں حضرت کی قبر ہے۔ یہ مسجد ہے۔ جس میں حضرت نماز پڑھتے تھے'' (سوانح مولانا یوسف ص ۱۹۲)

مولوی زکریا نے اس کے جواب میں فرمایا ''مولوی صاحب میں خود تم سے بڑا وہابی ہوں۔ تمہیں مشورہ دوں گا کہ حضرت چچا جان کی قبر اور حضرت کے حجرہ اور درودیوار کی وجہ سے یہاں آنے کی ضرورت نہیں۔ (سوانح مولانا یوسف ص ۱۹۳)

اپنے وہابی ہونے کا خود اپنی زبان سے یہ کھلا ہوا اقرار ملاحظہ فرمایئے۔ کوئی دوسرا ان کے بارے میں کہتا تو الزام سمجھا جاتا لیکن خود اپنے اقرار کا مطلب سوا اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ یہ (تبلیغی جماعت کے اکابرین حضرات) حقیۃً وہابی ہیں اور ان کے پاس اعتقاد و عمل کا جو کچھ بھی سرمایہ ہے وہ مدینہ کا نہیں بلکہ نجد کا ہے اور ظاہر ہے کہ ابن عبدالوہاب نجدی کا مذہب جب انہیں خود پسند ہے تو یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ جس تبلیغی قافلے کی وہ قیادت کر رہے ہیں اسے وہ کس طرف لے جا رہے ہیں اور کیوں نہ ہو جبکہ جن تھانوی صاحب کی تعلیمات کو عام کرنا تبلیغی جماعت کا مقصود اولین ہے۔ ان کی یہ تمنا تھی کہ ''اگر میرے پاس دس ہزار روپیہ ہو تو سب کی تنخواہ کر دوں پھر لوگ خود ہی وہابی بن جائیں'' (الافاضات الیومیہ ص ۶۷ جلد پنجم)

نیز تھانوی صاحب نے لوگوں کو برملا کہہ دیا تھا کہ ''بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ نیاز کے لیے کچھ مت لایا کرو'' (اشرف السوانح ص ۴۵ جلد اول)

اب اس کے بعد بھی تبلیغی جماعت کی چلت پھرت کا مطلب کوئی نہ سمجھے واللہ الھادی

الموفق'' (دو جماعتیں اپنے آئینہ میں ص ۲۰)

تبلیغی جماعت کو مسجد سے نکالنے کا مسئلہ

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے روز روشن کی طرح روشن ہو گیا کہ تبلیغی جماعت وہابی العقیدہ جماعت ہے اور وہ وہابی عقائد عوام المسلمین کو سکھانے کے لیے گروہ در گروہ پھرتی ہے۔ وہابی سنی کا مد مقابل ہوتا ہے تو اہل سنت پر شرعاً لازم ہے کہ وہ اپنے مد مقابل سے کوئی نرمی نہ برتیں بلکہ سختی سے کام لے کر ان لوگوں کو دور ہٹائیں۔ اپنی مساجد میں انہیں گھسنے نہ دیں اور اگر وہ ڈیرا ڈالیں تو انہیں مسجد سے نکال دیں اور اگر وہ اس رویہ پر اعتراض کریں تو انہیں انہی کے قطب الارشاد شیخ المشائخ حضرت اقدس رشید احمد گنگوہی کا درج ذیل فتویٰ دکھائیں۔

گنگوہی صاحب کا فتویٰ

سوال ۲۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے خیالات متعلق بوفات عیسیٰ علیہ السلام جو کچھ ہیں ظاہر ہے پس اس مرزائی جماعت کا اپنی مساجد میں نہ آنے دینا اور ان کے ساتھ نماز میں شریک ہونے سے تنفر رکھنا کیسا ہے؟

الجواب: مرزا قادیانی گمراہ ہے۔ اس کے مرید بھی گمراہ ہیں۔ اگر جماعت سے الگ رہیں اچھا ہے۔ جیسا رافضی خارجی کا جدا رہنا اچھا ہے۔ ان کی واہیات مت سنو۔ اگر ہو سکے اپنی جماعت سے خارج کر دو۔ بحث کر کے ساکت کرنا اگر ہو سکے ضرور ہے ورنہ ہاتھ سے ان کا جواب دو اور ہرگز فوت ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا آیات سے ثابت نہیں۔ وہ بکتا ہے اس کا جواب علماء نے دے دیا ہے مگر وہ گمراہ اپنے اغوا و اضلال سے باز نہیں آتا۔ حیا اس کو نہیں رہی کہ شرماوے۔ جو عقیدہ صحابہ سے آج تک ہے وہ یہ ہے کہ زندہ آسمانوں پر گئے اور نزول فرما کر دنیا میں فوت ہوویں گے۔ اس کے خلاف باطل ہے فقط والسلام'' (تذکرۃ الرشید ص ۱۴۰ جلد اول)

الحمد للہ گنگوہی صاحب نے کیا اچھا فتویٰ لکھا۔ مرزائیوں کو جماعت سے نکالنے اور اپنی مسجدوں سے باز رکھنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے خارجیوں کو بھی جماعت سے نکالنے اور اپنی مسجدوں سے دور رکھنے کا فتویٰ دے دیا۔ اور چونکہ علامہ ابن عابدین شامی حنفی نے ردالمحتار حاشیہ

در مختار میں محمد بن عبدالوہاب اور اس کے اتباع کو خارجیوں میں شمار کیا ہے اور دیوبندی وہابیوں ہی کی ایک قسم ہے تو اب ہم پر گنگوہی صاحب کے اس فتوے کے رو سے بھی ضروری ہو گیا کہ ہم خوارج زمانہ وہابیہ دیوبندیہ کی نام نہاد تبلیغی جماعت کو اپنی مساجد سے رو کیں اور بزور انہیں اپنی جماعت سے نکالیں تبلیغی جماعت والوں کو بھی اپنے شیخ المشائخ قطب الارشاد کے اس ارشاد کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا چاہیے اور انہیں غیروں کی مسجدوں میں جا کر فتنہ وفساد بننے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے و لکن اللہ لایھدی القوم الظالمین ۔ وھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ النافعۃ تقبلھا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ ۔

اٹھارھواں مقالہ

تبلیغی جماعت کا مقصدِ تبلیغ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ العلی الحکیم والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ امابعد

ہمارے علاقہ میں تبلیغی جماعت کے وفود وقتاً فوقتاً تبلیغ کی غرض سے آتے رہتے ہیں۔ ہمارے بعض سادہ لوح سنی مسلمان اس جماعت کی حقیقت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے اس کی تبلیغی محفلوں میں شامل ہوتے ہیں اس لیے ضروری تھا کہ اس جماعت کے اصلی خدوخال اور پوشیدہ عقائد و نظریات پیش کیے جائیں۔ تاکہ ہمارے سنی بھائی انہیں پڑھ کر اس جماعت کی اصلیت سے باخبر ہوں اور ان سے کنارہ کش رہ کر اپنے دین وایمان کو بچا سکیں۔ اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ہم نے یہ مختصر مقالہ لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت بخشے۔ آمین

بانیء تبلیغی جماعت کا مذہب

تبلیغی جماعت کی بنیاد محمد الیاس دیوبندی نے دہلی کی ایک گمنام مسجد میں رکھی۔ یہ شخص مولوی رشید احمد گنگوہی کا مرید، مولوی اشرف علی تھانوی کا بے حد معتقد اور مولوی محمود الحسن دیوبندی کا شاگرد تھا۔ (کتاب دو جماعتیں ص ۳) پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو لاہور سے مشرقی جانب واقع ایک قصبہ رائے ونڈ نامی میں اس کا نیا مرکز قائم کیا گیا۔ آج کل پاکستان میں اس جماعت کا سالانہ اجتماع اسی جگہ ہوتا ہے۔ اور یہیں سے تبلیغی وفود باہر بھیجے جاتے ہیں۔

تبلیغی جماعت کے عقائد و نظریات

چونکہ تبلیغی جماعت کا بانی کٹر دیوبندی تھا اس لیے ظاہر ہے کہ اس جماعت کے عقائد و نظریات بھی وہی ہیں۔ جو آج کل دیوبندی پیش کرتے ہیں اور ان کی پوری پوری وضاحت ان کی مقبول عام خانہ زاد کتابوں میں موجود ہے

مولوی محمد الیاس بانی تبلیغی جماعت اپنے ایک مکتوب میں لکھتا ہے ''حضرت تھانوی صاحب سے منتفع ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ان کی محبت ہو اور ان کے آدمیوں سے اور ان کی کتابوں کے مطالعہ سے منتفع ہوا جائے۔ ان کی کتابوں کے مطالعہ سے علم آوے گا اور ان کے آدمیوں سے عمل'' (مکاتیب الیاس مؤلفہ ابوالحسن علی ندوی ص ۱۳۶)

بانیء تبلیغی جماعت کی اس عبارت پر غور فرمائیں۔ وہ کتنی صراحت کے ساتھ مولوی اشرف علی دیوبندی کی محبت کا چرچا کر رہا ہے اور تھانوی صاحب کے آدمیوں اور کتابوں سے متنفع ہونے کا درس دے رہا ہے۔ مختصر یہ کہ اس شخص کا اصل مقصد سنی مسلمانوں کو تھانوی صاحب کا ہم خیال بنانا۔ اور ان کے ہم خیال لوگوں سے واسطہ کرنا اور ان کی کتابوں کو عوام المسلمین میں پھیلانا اور مقبول عام بنانا ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر اس نے تبلیغی جماعت بنائی اور اسی مقصد کے حصول کے لیے تبلیغی جماعت کے نام نہاد مبلغین گلی گلی کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔

نیز تبلیغی جماعت کے سربراہ مولانا منظور نعمانی بانیء تبلیغی جماعت کا ایک اور قول ان لفظوں میں روایت کرتے ہیں۔ ''حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت بڑا کام کیا ہے بس میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم تو ان کی ہو اور طریقہء تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے گی'' (ملفوظات الیاس ص ۵۷ بحوالہ تبلیغی جماعت حقائق و معلومات کے اجالے میں ص ۴۱)

بانیء تبلیغی جماعت کی یہ عبارت بھی قابل غور ہے اس عبارت میں تبلیغی جماعت کے بنانے کی غرض و غایت کی پوری پوری وضاحت موجود ہے۔ یعنی تھانوی صاحب کی تعلیم عام کرنے کے لیے مولوی الیاس نے اپنا طریقہء تبلیغ اختیار کیا ہے۔ اور اس ٹھیکہ کو پورا کرنے کے لیے اس نے تبلیغی جماعت بنائی ہے۔

الغرض تبلیغی جماعت کے عقائد و نظریات خالص دیوبندی ہیں۔ اور مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کے خانہ زاد عقائد و نظریات کو عوام المسلمین میں پھیلانے اور عام کرنے کے لیے یہ لوگ جگہ جگہ سیر و تفریح کر رہے ہیں۔ سنی مسلمانوں کو ان مخالفین اہل سنت سے ہوشیار اور کنارہ کش رہنا چاہیے۔

تھانوی صاحب کی تعلیم

تبلیغی جماعت کے عقائد و نظریات کی مزید وضاحت کے لیے ضروری ہے کہ تھانوی صاحب کی مخصوص تعلیم کے چند نمونے پیش کر دیئے جائیں چنانچہ تھانوی صاحب لکھتے ہیں۔

۱۔ کسی بزرگ یا پیر کے ساتھ یہ عقیدہ رکھنا کہ ہمارے سب حال کی اس کو ضرور خبر رہتی ہے۔ یا کسی کو زور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہو گئی یا کسی کو نفع و نقصان کا مختار

سمجھنا یا کسی سے مرادیں مانگنا یا روزی اولاد مانگنا یا کسی کے نام کا چڑھاوا چڑھانا یا منت ماننا یا کسی کی قبر یا مکان کا طواف کرنا یا کسی کے سامنے جھکنا یا تصویر کی طرح کھڑا رہنا یا کسی کی دہائی دینا یا کسی جگہ کا کعبہ برابر ادب تعظیم کرنا یا کسی جانور پر کسی بزرگ کا نام لگا کر اس کا ادب کرنا یا کسی بزرگ کا نام بطور وظیفہ کے جپنا یا یوں کہنا کہ خدا اور رسول چاہے گا تو فلاں کام ہو جائے گا۔ یہ سب کفر و شرک کی باتیں ہیں (بہشتی زیور)

۲۔ قبروں پر چراغ جلانا، عورتوں کا وہاں جانا، چادریں ڈالنا، پختہ قبریں بنانا، بزرگوں کے راضی کرنے کو قبروں کی حد سے زیادہ تعظیم کرنا۔ قبر کو چومنا چاٹنا۔ خاک ملنا، طواف کرنا۔ مٹھائی، چاول یا گلگلے وغیرہ چڑھانا، تیجا یا چالیسواں وغیرہ کو ضروری سمجھ کر کرنا۔ کسی بزرگ سے منسوب ہونے کو نجات کے لیے کافی سمجھنا یہ سب باتیں بدعت اور بری رسم ہیں۔ (بہشتی زیور)

۳۔ اب دیکھو جاہلوں نے اس (فاتحہ) میں کیا کیا بکھیڑے شامل کیے ہیں۔ اول تھوڑی سی جگہ لیتے ہیں۔ اس میں کھانا رکھتے ہیں بعض بعض کھانے کے ساتھ پانی اور پان بھی رکھتے ہیں۔ پھر ایک شخص کھانے کے سامنے کھڑا ہو کر کچھ سورتیں پڑھتا ہے اور نام بنام سب مردوں کو بخشتا ہے۔ اس من گھڑت طریقے میں یہ خرابیاں ہیں۔ (بہشتی زیور)

۴۔ (فاتحہ مروجہ میں پانچویں خرابی یہ ہے کہ) اس وقت اس کی (میت کی) روح آتی ہے۔ چنانچہ لوبان وغیرہ خوشبو سلگانے کا یہی منشاء ہے۔ گو سب کا خیال نہ ہو" (بہشتی زیور)

۵۔ (فاتحہ مروجہ میں) چھٹی خرابی یہ ہے کہ فاتحہ میں جمعرات کی قید اپنی طبیعت سے لگا لی۔ جب شریعت سے سب دن برابر ہیں تو خاص جمعرات کو فاتحہ کا دن سمجھنا شرعی حکم کو بدلنا ہے یا نہیں۔ (بہشتی زیور)

۶۔ بعضے لوگ قبروں پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں تو یہ بالکل حرام ہے اور اس چڑھاوے کا کھانا بھی درست نہیں۔ دینا بھی درست۔ (بہشتی زیور)

۷۔ بعضے لوگ مزاروں پر چادریں اور غلاف بھیجتے ہیں اور اس کی منت مانتے ہیں۔ چادر چڑھانا منع ہے اور جس عقیدہ سے لوگ ایسا کرتے ہیں شرک ہے۔ (بہشتی زیور)

۸۔ جنازہ کے ساتھ کچھ اناج یا پیسے وغیرہ بھیجتی ہیں۔ کہ قبر پر خیرات کر دیا جا

میں زیادہ نیت ناموری کی ہوتی ہے جس میں کچھ بھی ثواب نہیں ملتا ہے۔ (بہشتی زیور)

۹۔ بعض مقرر تاریخوں پر یا ان سے ذرا آگے پیچھے کچھ کھانا وغیرہ پکا کر برادری میں بانٹا جاتا ہے اور کچھ غریبوں کو کھلا دیا جاتا ہے۔ اس کو تیجا۔ دسواں۔ چالیسواں کہتے ہیں۔ جب یہ نیت ہوئی تو ثواب تو کیا ہوتا الٹا گناہ اور وبال ہے (بہشتی زیور)

۱۰۔ بعضی تو یوں سمجھتی ہیں کہ پیغمبر ﷺ اس محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں اور اسی واسطے بیچ میں پیدائش کے بیان کے وقت کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس بات پر شرع میں کوئی دلیل نہیں اور جو بات شرع میں ثابت نہ ہو اس کا یقین کرنا گناہ ہے۔ (بہشتی زیور)

۱۱۔ رمضان کے آخیر جمعہ کے خطبے میں وداع و فراق کے مضامین پڑھنا بدعت ہے۔ (بہشتی زیور)

۱۲۔ میت کو قبر میں رکھتے وقت آذان کہنا بدعت ہے۔ (بہشتی زیور)

۱۳۔ قیام میلاد کو ضروری سمجھنا گناہ ہے۔ (بہشتی زیور)

۱۴۔ کفن میں یا قبر میں عہد نامہ یا اپنے پیر کا شجرہ یا اور کوئی دعا رکھنا درست نہیں۔ (بہشتی زیور)

۱۵۔ نور نامہ وغیرہ دیکھنا اور پڑھنا جائز نہیں۔ (بہشتی زیور)

یہ ہیں تھانوی صاحب کی مخصوص تعلیم کے چند نمونے جسے مسلمانوں میں عام کرنے کا ٹھیکہ تبلیغی جماعت نے لے رکھا ہے۔ اب ہم بانیء تبلیغی جماعت کے پیر و مرشد مولوی رشید احمد گنگوہی کی مخصوص تعلیم کے چند نمونے بھی پیش کرتے ہیں تاکہ تبلیغی جماعت کے پوشیدہ اعتقادات و نظریات کی مزید وضاحت ہو جائے۔

گنگوہی صاحب کی تعلیم

مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں

(۱) امکان کذب بایں معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کے خلاف پر وہ قادر ہے مگر باختیار خود اس کو نہ کرے گا۔ یہ عقیدہ بندہ کا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

(۲) رسول اللہ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ بالکل بے اصل بلکہ نصوص شرعیہ صریحہ

کے خلاف اور مشرکانہ عقیدہ ہے۔(فتاویٰ رشدیہ)

(۳) جب انبیاء کرام علیہم السلام کو علم غیب نہیں تو یارسول اللہ کہنا ناجائز ہو گا۔(فتاویٰ رشیدیہ)

(۴) ورد کرنا یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاللہ وغیرہ حرام ہے(فتویٰ رشیدیہ)

(۵) کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں۔(فتاویٰ رشیدیہ)

(۶) محمد بن عبدالوہاب (نجدی) کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ان کے عقائد عمدہ تھے۔ (فتویٰ رشیدیہ)

(۷) چالیس روز تک روٹی کی رسم کرلینا بدعت ہے۔ایسے ہی گیارھویں بھی بدعت ہے (فتاوی رشیدیہ)

(۸) (پیشوائے وہابیہ) مولوی محمد اسماعیل صاحب علم، متقی، بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن اور حدیث پر پورا پورا عمل کرنے والے اور خلق کو ہدایت کرنے والے تھے(فتاویٰ رشیدیہ)

(۹) (مولوی اسماعیل دہلوی کی لکھی ہوئی کتاب) تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب اور موجب قوت واصلاح ایمان ہے قرآن وحدیث کا مطلب پورا اس میں ہے۔اس کا مؤلف ایک مقبول بندہ تھا۔بندہ کے نزدیک سب مسائل اس کے صحیح ہیں۔(فتاویٰ رشیدیہ)

(۱۰) نبی بخش، پیر بخش، سالار بخش، مدار بخش نام موہم شرک ہیں۔منع ہیں ان کو بدلنا چاہیے۔(فتاوی رشدیہ)

(۱۱) جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہیں اور کھانے والے کو برا کہتے ہیں تو ایسی جگہ اس کوا کھانے والے کو ثواب ہو گا۔(فتاوی رشیدیہ)

(۱۲) پس صاف روشن ہو گیا کہ مغیبات آپ کو معلوم نہیں۔اپنا نفع اور ضرر بھی آپ کے اختیار میں نہیں تو یہ عقیدہ البتہ خلاف نص قرآن کے شرک ہوا۔(فتاویٰ رشیدیہ)

(۱۳) تصور کرنا اولیاء اللہ کا مراقبہ درست نہیں۔اس میں اندیشہ شرک کا ہے۔(فتاویٰ

رشیدیہ)

یہ ہیں بانیء تبلیغی جماعت کے پیر و مرشد گنگوہی صاحب کی مخصوص تعلیم کے چند نمونے جنہیں مسلمانوں میں عام کرنے کے لیے تبلیغی جماعت شب و روز ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہے۔ اب ہم گنگوہی صاحب کے پیشوا مولوی اسماعیل دہلوی کی مخصوص تعلیم کے چند نمونے بھی پیش کرتے ہیں تا کہ تبلیغی جماعت کے حقیقی خد و خال پوری طرح نمایاں ہو جائیں۔

دہلوی صاحب کی تعلیم

چنانچہ شاہ اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں۔

(۱) اولیاء و انبیاء امام و امام زادے پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں۔ (تقویۃ الایمان)

(۲) جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیے۔ (تقویۃ الایمان)

(۳) اور یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ (تقویہ الایمان)

(۴) جتنے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے کہ اللہ کو مانیے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانیے۔ (تقویۃ الایمان)

(۵) اس شہنشاہ کی شان تو یہ ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتے جبرائیل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے۔" (تقویۃ الایمان)

(۶) یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ (تقویۃ الایمان)

(۷) جو ان کاموں کا مختار ہے وہ اللہ ہے۔ محمدؐ یا علیؓ نہیں اور جس کا نام محمدؐ یا علیؓ ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں" (تقویۃ الایمان)

(۸) ان باتوں میں بھی سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر ہیں۔ (تقویۃ الایمان)

خلاصہ ء مطلب

یہ کہ تبلیغی جماعت کے پیشوایان تھانوی، گنگوہی اور دہلوی صاحبان کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ سنی مسلمان انبیاء کرام اولیاء عظام کی تعظیم کرنا، تیجہ، چالیسواں، گیارھویں، عرس اور رجبی وغیرہ کی صورت میں اپنے اموات کو ایصال ثواب کرنا، انبیاء کرام کو بعطائے خداوندی غیب دان اور حاضر و ناظر سمجھنا، یارسول پکارنا، میلاد النبی ﷺ کی محافل منعقد کرنا، مولود خوانی کے دوران قیام تعظیمی کرنا، اموات المسلمین کے واجبات کے اسقاط کے لیے حیلہ کرنا وغیرہا امور خیر کو نہ صرف ترک کر دیں بلکہ وہ ان کے ہم خیال و ہم عقیدہ ہو کر ان کے بدعت و ناجائز ہونے کا عقیدہ اپنا لیں۔ دوسرے الفاظ میں سنی مسلمان قدیم سنی بزرگان دین حنفیہ، شافعیہ، حنبلیہ، مالکیہ، ماترایہ اور اشعریہ سے اپنا سلسلہ ء تعلق منقطع کر کے پیشوایان دیوبند ابن عبد الوہاب نجدی، ابن قیم، ابن تیمیہ وغیرہم سے اپنا سلسلہ ء تعلق جوڑ لیں۔ اللہ تعالیٰ مخالفین اہل سنت کی اس گہری سازش سے ہمارے سنیوں کو آگاہ ہونے کی توفیق بخشے۔ اور دین وایمان کے چوروں سے ان کے متاع ایمان کو محفوظ رکھے۔

تبلیغی جماعت کا طریقہ ء تبلیغ

تبلیغی جماعت کا مقصد تبلیغ واضح کرنے کے بعد ہم اس جماعت کے طریقہ ء تبلیغ کی وضاحت کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ چنانچہ یہ تقیہ باز جماعت ابتداءً اپنے عقائد فاسدہ و نظریات باطلہ پر پردہ ڈالے رکھتی ہے۔ اور مسلمانوں کو کلمہ اور نماز کی تبلیغ کرتی ہے۔ جب سنی لوگ اس سے قدرے مانوس ہو جاتے ہیں تو پھر یہ انہیں چند دنوں کی چلہ کشی کے لیے چورے فضائل سنا کر اپنے ہمراہ نکلنے پر آمادہ کرتی ہے۔ جب بھولے بھالے ان پڑھ اپنے عقائد سے بے خبر مسلمان ان کے دام تزویر میں پھنس کر ان کے ہمراہ گشت لگانے کو نکل پڑتے ہیں تو پھر یہ جماعت انہیں تنہائی میں اپنی خود ساختہ توحید اور خانہ ساز شرک کا مفہوم سمجھانا شروع کرتی ہے۔ نتیجۃً یہ چلہ کش مسلمان چلہ پورا ہونے پر پوری طرح سنیت سے بیزار اور وہابیت کے دلدادہ ہو چکے ہوتے ہیں۔ جب وہ نیا دین و عقیدہ لے کر اپنے علاقہ میں واپس آتے ہیں تو وہ سنیوں سے بحث چھیڑتے اور فتنہ و فساد کا سبب بن

جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دین و ایمان کے ان شکاریوں کی اس گہری خطرناک چال سے محفوظ رکھے آمین۔

الغرض آپ حضرات مولانا ارشد القادری صاحب کے ان الفاظ میں چلہ کشی کے برے اثرات کا اندازہ فرمائیں۔ ''تبلیغی جماعت کی ان سرگرمیوں میں سب سے گہرا راز جس پر ہنوز پردہ پڑا ہوا ہے یہی ہے کہ اس کے مبلغین عام اجتماعات میں کسی رخ سے بھی یہ ظاہر نہیں ہونے دیتے کہ وہ عام مسلمانوں کا مذہب و اعتقاد بدلنے اُٹھے ہیں۔ لیکن سچ پوچھیے تو ان کے شکار کا اصل میدان وہ تبلیغی گشت ہے جس میں وہ اپنے ہمراہ سادہ لوح مسلمانوں کو گاؤں گاؤں اور شہر شہر پھراتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے مبلغین ہر جگہ اپنی تقریروں میں اس بات پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں کہ لوگ ان کے ساتھ گشت میں نکلیں۔ چلت پھرت تبلیغی جماعت کی ایک خاص اصطلاح ہے اور یہ اتنی اہم ہے کہ جس اجتماع سے چلت پھرت کے لیے لوگ دستیاب نہیں ہوتے اسے وہ کامیاب اجتماع ہی نہیں سمجھتے۔ تبلیغی گشت یا چلت پھرت کو وہ اس لیے بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں کہ سفر میں آدمی اپنی دنیا سے یک لخت کٹ جاتا ہے اور انہی لوگوں پر بھروسہ کرتا ہے جو اس کے ساتھ شریکِ سفر رہتے ہیں۔ کسی کو شیشے میں اتارنے کے لیے تنہائی اور فرصت کے لمحات کا اس سے بہتر اور کوئی زمانہ نہیں ہوتا۔ اور چونکہ تبلیغی جماعت کا یہ سفر ایک مذہبی تقدس کے جذبے سے وابستہ ہوتا ہے اس لیے پہلے ہی قدم پر امیر جماعت کی سربراہی اور اس کے ساتھ دینی وابستگی کا ایک نیاز مندانہ تصور ذہن سے منسلک کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ شرکائے سفر میں سے کوئی بھی ماحول کی گرفت سے آزاد نہ ہونے پائے۔ اس طرح پہلے ہی ملاقات میں ایک قابل اعتماد مرشد کی امیرِ جماعت کے ہاتھوں میں ساتھیوں کے مشاغل اور نظام الاوقات کا سارا اختیار منتقل ہو جاتا ہے۔ اب اطاعت شعار نیاز مندوں کی یہ ٹولی کسی آبادی میں پہنچ کر اپنی پسند کی کسی مسجد میں قیام کرتی ہے۔ امیر جماعت کی سربراہی میں آبادیوں کا گشت کر کے واپس لوٹنے کے بعد ساتھیوں کی ایک مخصوص مجلس تعلیم منعقد ہوتی ہے جس میں باہر کے لوگ شریک نہیں ہوتے۔ ذہن و فکر پر چھاپہ مارنے کی یہی وہ نازک گھڑی ہوتی ہے جس کی زد سے بچ نکلنا ہر شخص کا کام نہیں ہوتا'' (تبلیغی جماعت ص ۱۲۹)

تبلیغی جماعت کے اسی پُر اسرار طریقہ تبلیغ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولوی الیاس بانی تبلیغی جماعت اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں " آپ لوگ خوب یقین فرمالیجئے کہ ہماری تحریک اور اسلامی تبلیغ نہ کسی کی دلآزاری کو پسند کرتی ہے اور نہ کسی فتنہ و فساد کے الفاظ سننا چاہتی ہے۔ آپ لوگوں نے بدعتی کے لفظ سے بعض جگہ کے لوگوں کو یاد کیا ہے۔ آئندہ سے ایسے الفاظ سے احتراز چاہیے۔ جو اشتعال انگیز فتنہ خیز ہوں بلکہ اس قسم کے مبہم الفاظ لکھنے چاہیے۔ جس سے کسی خاص فرقہ یا جماعت پر طعن نہ آئے مثلاً بعض جگہ کے لوگ اب تک شکوک و شبہات میں پڑے ہوئے ہیں۔ دوسروں کے عیب کی کوشش بے ہنری اور کام کو بے رونق کرنے والی چیز ہے۔ دوسروں میں عیب نکالنے سے اپنا مایہ بھی جاتا رہتا ہے اور اپنے میں عیب ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالنے سے پونجی میں کمی نہیں آتی اور اگر اس پر ندامت کے ساتھ استغفار و توبہ کی تو آئندہ کے لیے رحمت و برکت نازل ہوتی ہے۔ بہر کیف تحریر و تقریر میں نہ ایسے الفاظ نکلیں جس میں اندیشہ و خطرہ ہو فساد کا۔ اور نہ ایسے خیالات کا اظہار ہو جن سے بدگمانی اور بدظنی بڑھے۔ سارے مسلمان اپنے ہی بھائی ہیں۔ جب نرمی اور طریقہ سے لائے جائیں گے تو خود ہی حق پر آجائیں گے " (مکاتیب الیاس ص ۱۴۰)

بہر کیف یہ جماعت انوکھا طریقۂ تبلیغ اختیار کر کے مسلمانوں کو وہابی بناتی ہے۔ لہذا اس سے کنارہ کش رہنا ہر مسلمان کا فرض ہے ۔ کارِ ما نصیحت بود کردیم

چلہ کشی کی اہمیت

چونکہ یہ جماعت اپنے نئے ہمراہیوں کا ذہن بدلنے کے لیے تبلیغی گشت کو کام میں لاتی ہے۔ جیسا کہ گذشتہ سطور میں تفصیلاً ذکر ہوا۔ اس لیے اس کے نزدیک چلہ کشی کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ بانی تبلیغی جماعت اس بارہ میں لکھتا ہے۔

" جو اب تک میرے ذہن میں دین میں کمی کا باعث ہے وہ ایک ظاہر کے متعلق ہے اور ایک باطن کے متعلق ہے۔ ظاہر کے متعلق یہ ہے کہ جماعتیں بنا کر دین کی باتوں کے متعلق نکلنا چھوڑ دیا حالانکہ یہی بنیادی اصل تھی۔ حضور خود پھیرا کرتے تھے۔ اور جس نے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔ وہ مجنونانہ پھیرا کرتا تھا۔ مکہ کے زمانے میں مسلمین کی تعداد افراد کے درجہ میں تھی تو ہر

ہر فرد مسلم ہونے کے بعد بطور فردیت و شخصیت کے منفرداً دوسروں پر عرض حق میں کوشش کرتا رہا۔ مدینہ میں مجتمعانہ و متحدانہ زندگی تھی وہاں پہنچتے ہی آپ نے ہر چہار طرف جماعتیں روانہ کرنی شروع کر دیں۔ سو اس کا چھوٹ جانا جسم مذہب کا چلا جانا ہے" (مکاتیب الیاس ص ۱۱)

اور دوسرے مقام پر لکھتا ہے "بندہ ناچیز کے نزدیک یہ تبلیغ شریعت طریقت حقیقت تینوں کو علی الاتم جامع ہے" (مکاتیب الیاس ص ۶۷)

اور تیسری جگہ لکھتا ہے "حضرت تھانوی کے لیے ایصال ثواب کا بہت اہتمام کیا جائے۔ ہر طرح کی خیر سے ان کو ثواب پہنچایا جائے۔ کثرت سے قرآن شریف ختم کرائے جائیں۔ یہ ضروری نہیں کہ سب اکٹھے ہو کر ہی پڑھیں بلکہ ہر شخص کا تنہائی میں پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ تبلیغ میں نکلنے کا ثواب سب سے زیادہ ہے۔ اس لیے اس صورت سے زیادہ پہنچاؤ" (مکاتیب الیاس ص ۶۷)

غور فرمائیں کہ تبلیغی جماعت کا بانی تھانوی صاحب کی تعلیم عام کرنے کے لیے جو تبلیغی دورے ضروری سمجھتا ہے۔ اس کے بقول ان کی شرعی حیثیت کتنی زیادہ ہے۔ یعنی وہ اسے سنت مؤکدہ، دین کا اہم رکن اور قرآن خوانی سے بھی زیادہ ثواب والا کام قرار دے رہا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ)

تبلیغ سے زیادہ تعلیم کی ضرورت ہے

چونکہ تبلیغی جماعت کا اصل مشن عام مسلمان کے ذہن کو تبدیل کر کے دیوبندیت کی طرف مائل کرنا ہے۔ اس لیے یہ جماعت تعلیم کی بجائے تبلیغ کو زیادہ اہمیت دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے وفود میں اکثر مبلغین نرے جاہل اور دین سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ حالانکہ تبلیغ ہر کس و ناکس کا کام نہیں صرف اور صرف علماء کا کام ہے۔ حضور علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں العلماء ورثۃ الانبیاء (منصب تبلیغ میں) علماء امت انبیاء کرام کے وارث ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے علماء جاہل پر تبلیغ کرنا ممنوع بتاتے ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ امر بالمعروف کے لیے پانچ چیزوں کی ضرورت ہے۔ اول علم کہ جسے علم نہ ہو اس کام کو اچھی طرح انجام نہیں دے سکتا الیٰ آخرہ"

اور ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں۔ حدیث من رای منکم میں من جعفیہ لا کر اس طرف

اشارہ فرما دیا کہ امر بالمعروف صرف اسی شخص کا کام ہے جو نیکیوں کے درجات، برائیوں کے تفاوت اور ان میں اتفاقی و اختلافی امور کا علم رکھتا ہے'' (مرقاۃ)

اور امام صاوی ارشاد فرماتے ہیں۔ ہر شخص تبلیغ کا اہل نہیں۔ مثلاً جاہل کہ وہ نہ کسی کام کا امر کرنے کا مجاز ہے اور نہ کسی بات سے منع کرنے کا۔ کیونکہ عین ممکن ہے کہ وہ اپنی جہالت کی وجہ سے کسی برے کام کا امر کرنے لگے یا کسی اچھے کام سے منع کرنے لگے'' (تفسیر صاوی)

الغرض

تبلیغی جماعت کا مشن نہایت خطرناک و پر اسرار ہے۔ سنی مسلمانوں پر شرعاً فرض ہے کہ وہ اپنے ایمان کو بچانے کے لیے ان لوگوں سے پوری پوری نفرت کا اظہار کریں۔ انہیں اپنے پاس نہ پھٹکنے دیں۔ انہیں اپنی مساجد میں نہ گھسنے دیں۔ اور اگر یہ چوروں کی طرح گھس آئیں تو انہیں ذلیل کر کے وہاں سے نکال دیں۔ ان کی تبلیغ ہرگز ہرگز نہ سنیں۔ اور ان کے مرکز میں ہرگز نہ جائیں اور نہ ان کے ہمراہ چلہ کشی میں اپنے ایمان، عقیدہ اور وقت کا ضیاع کریں۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان نصیحتوں کو بار آور فرمائے۔ اور سنی طبقہ کو بیدار کرے۔ آمین وھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ النافعۃ تقبلھا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم و رسولہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۹ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

انیسواں مقالہ

آئینۂ وہابیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ ایک شخص نے کہا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام وہابی ہیں اور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی وہابی ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ قول کیسا ہے؟ اور عند الشرع اس کے قائل کا کیا حکم ہے؟ (العارض ابولضیاء محمد عبدالحمید قادری)

الجواب وھو الموفق للصدق والصواب۔
شخص مذکور کا یہ دعویٰ کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ وہابی ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے اس دعویٰ کی طرح کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی اور نصرانی ہیں، بالکل بے اصل اور بے حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **یا اھل الکتاب لم تحاجون فی ابراھیم وما انزلت التورۃ والانجیل الا من بعدہ افلا تعقلون** (پ ۳، رکوع ۱۵) اے کتاب والو! ابراہیم کے بارہ میں کیوں جھگڑتے ہو، توریت و انجیل تو نہ اتری مگر ان کے بعد تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ اور فرمایا **وما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا و لکن کان حنیفاً مسلماً، وما کان من المشرکین** (پارہ ۳، ۱۵) ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی بالکل ہر باطل سے جدا مسلمان تھے اور مشرکوں سے نہ تھے۔ پھر فرمایا **ان اولیٰ الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھذا النبی والذین آمنوا واللہ ولی المؤمنین**۔ (پ ۳، ۱۵) بے شک سب لوگوں سے ابراہیم کے زیادہ حق دار وہ تھے جو ان کے پیرو ہوئے اور یہ نبی اور ایمان والے اور ایمان والوں کا والی اللہ ہے۔

الحاصل جس طرح یہودیوں کا یہ دعویٰ تھا کہ حضرت ابراہیم یہودی ہیں اور نصاریٰ کا یہ گمان تھا کہ آپ نصرانی ہیں اور مشرکین عرب کا یہ خیال تھا کہ ان کا دین شرک ملت ابراہیمیہ ہے، اسی طرح آج کل کے وہابیہ نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ معاذ اللہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت غوث اعظم وہابی ہیں۔ حالانکہ جس طرح یہودیت اور نصرانیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ پاک کے برسوں بعد حادث ہوئیں، لہذا آپ نہ یہودی تھے نہ نصرانی یونہی حضور پ

نور ﷺ کے عہد رسالت کے تقریباً بارہ سو سال بعد وہابیت پیدا ہوئی لہذا آپ وہابی نہیں ہیں۔ پس وہابی اس دعویٰ باطلہ میں یہود و نصاریٰ کی رسم و راہ پر ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ خود نبی اکرم ﷺ نے یہ فرما دیا ہے **لیاتین علی امتی کما اتی علی بنی اسرآئیل حذو النعل بالنعل** (مشکوٰۃ) ضرور میری امت پر ہر وہ بات گزرے گی جو بنی اسرائیل پر گزری تھی پوری پوری طرح (واللہ اعلم بالصواب)

یہ تو ہے اس سوال کا اجمالی جواب۔ اب اس کا تفصیلی جواب سنیئے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ''بلاشبہ بنی اسرائیل بہتر گروہوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی۔ اور ایک گروہ کے سوا باقی سب جہنمی ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ (ناجی گروہ) کون ہے ؟ فرمایا **ما انا علیه و اصحابی** وہ جماعت جو میری اور میرے صحابہ کی راہ پر ہو گی۔ (مشکوٰۃ۔ کتاب الایمان فی الاعتصام بالکتاب والسنۃ) اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے قیامت تک کے مسلمانوں کو یہ حکم دیا **اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار** (کتاب مذکور) مسلمانوں کے سب سے عظیم گروہ کی پیروی کرو کہ جو اس سے جدا ہوا وہ جہنم میں جدا ہو گا۔

ان دو حدیثوں کو ملا کر دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کے انتقال فرما جانے کے بعد آپ کی امت تہتر فرقوں میں بٹے گی۔ بہتر فرقے گمراہ اور دوزخی ہوں گے اور ایک جماعت ہدایت یافتہ اور جنتی ہو گی۔ اور یہ ناجی فرقہ سواد اعظم یعنی سب سے بڑی جماعت ہو گا۔ کہ اسی کے عقائد و معمولات پر چلنے سے نجات وابستہ ہو گی۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ سواد اعظم کون سا گروہ ہے ؟ کہ وہی حضور علیہ السلام اور ان کے صحابہ کی راہ پر ہے۔ اس بارہ میں دور جانے کی ضرورت نہیں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد کافی ہے۔ اہل سنت و جماعت کہ فرقہ ناجیہ اند و نجات بے اتباع ایں بزرگواراں متصور نیست و اگر سر مو مخالفت ست خطر در خطر است۔ یعنی ناجی فرقہ اہل سنت و جماعت ہیں اور ان کا اتباع کیے بغیر نجات متصور نہیں اور اگر ان کی بال برابر بھی مخالفت کی جائے تو خطرہ ہی خطرہ ہے۔

الحمدللہ ! اس بیان سے روشن و ظاہر ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت ﷺ

اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہابی نہ تھے۔ بلکہ آپ دونوں ان نظریات و عقائد کے حامل تھے جو سواد اعظم یعنی اہل سنت و جماعت نے اختیار کر رکھے ہیں۔اور جن کی حقانیت و صداقت پر قرآن و سنت اور اجماع و قیاس شاہد عدل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وللہ الحمد! اللھم ربنا ثبت اقدامنا علی مذھب اھل السنۃ والجماعۃ آمین. شخص مذکور کا یہ کہنا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ وہابی ہیں نہ صرف یہ کہ ایک باطل اور بے حقیقت دعویٰ ہے بلکہ شان رسالت اور سرکار غوثیت میں بہت بڑی بے ادبی اور گستاخی کے کلمات ہیں۔ کیونکہ لفظ وہابی امام الوہابیہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف منسوب ہے جو ایک ظالم و باغی اور خونخوار و فاسق شخص تھا۔چنانچہ مولوی رشید احمد گنگوہی پیشوائے دیوبند نے لکھا'' محمد بن عبدالوہاب نجدی کو لوگ وہابی کہتے ہیں (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۳۵)۔اور دوسرے مقام پر لکھا'' محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔اور دونوں عبارتوں کا ماحصل یہ ہوا کہ لوگ محمد بن الوہاب اور اس کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ان ایک وہابی مولوی نے بھی اس حقیقت کا اظہار اپنے ان لفظوں میں کیا ہے'' اور یہ لفظ (وہابی) منسوب ہے محمد بن عبدالوہاب کی طرف سے جو نجد کا ایک مظلوم مصلح تھا'' (حاشیہ تقویۃ الایمان ص ۸)

اب رہا محمد بن عبدالوہاب نجدی کے کردار کا مسئلہ تو اس بارہ میں دیوبندی مولوی حسین احمد مدنی اس پر بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں'' الحاصل وہ (محمد بن عبدالوہاب نجدی) ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا۔اس وجہ سے اہل عرب کو خصوصا اس سے اور اس کے اتباع (مقتدیوں) سے دلی بغض تھا اور ہے۔اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوسی سے نہ ہنود سے (شہاب ثاقب ص ۴۲)اور علامہ احمد بن زینی دحلان مفتی مکہ شریف لکھتے ہیں'' اور محمد بن عبدالوہاب کے حال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دعوئے نبوت کرنے کا خیال رکھتا تھا۔ مگر وہ اسے صراحت کے ساتھ ظاہر نہ کر سکا اور وہ اپنے معاملہ کے شروع شروع میں ایسے لوگوں کے حالات زندگی پڑھنے کا دلدادہ تھا جنہوں نے نبوت کے جھوٹے دعوے کیے تھے مثلاً مسیلمہ کذاب وغیرہ (دررسنیہ ص ۵۲)اور آگے لکھتے ہیں'' اور اس کی بداعمالیوں میں سے یہ بھی ہے کہ جس زمانے میں اس نے لوگوں کو حضور علیہ السلام کی زیارت کرنے سے منع کیا۔اس زمانے میں احساء کے

چند آدمیوں نے آپ کی زیارت کی تو خبر ملنے پر اس نے انہیں اپنے پاس بلایا، ان کی داڑھیاں مونڈوائیں اور انہیں الٹا سوار کرا کر اپنے علاقہ میں پہنچایا" اور لکھتے ہیں اور وہ درود شریف سے منع کرتا تھا۔ اور اس کے سننے سے اذیت پاتا تھا۔ اور وہ بروز جمعتہ المبارک درود شریف پڑھنے اور اسے میناروں پر بلند آوازی سے پڑھنے سے روکتا تھا۔ اور ایسا کرنے والوں کو اذیت اور سخت سزائیں دیتا تھا۔ حتیٰ کہ اس نے ایک نیکوکار خوش آواز نابینا شخص کو محض اس بنا پر قتل کیا کہ باوجودیکہ اسے درود شریف سے منع کیا جاتا تھا۔ وہ درود شریف پڑھا کرتا تھا۔ اور ابن عبد الوہاب نے دلائل الخیرات وغیرہ کتب درود و سلام کو جلا دیا (دررسنیہ ص ۴۶) نعوذ باللہ منہ

صرف یہی نہیں کہ وہ ایک ظالم و خونخوار قسم کا انسان تھا۔ بلکہ وہ اہل سنت کا جانی دشمن تھا۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی حنفی رد المحتار باب البغاۃ میں خوارج کی قسموں پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں "جیسا کہ ہمارے زمانے میں عبد الوہاب کے پیروں کے متعلق واقع ہوا کہ وہ نجد سے نکلے اور انہوں نے حرمین طیبین پر غلبہ پالیا۔ وہ حنبلی مذہب کی طرف منسوب ہیں مگر ان کا عقیدہ یہ ہے کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو کوئی ان کے عقیدہ کے مطابق نہیں وہ مشرک ہے اور اسی بنا پر انہوں نے اہل سنت کا قتل مباح قرار دیا اور ان کے علماء کو شہید کر ڈالا" اور مولوی حسین احمد مدنی نے لکھا "صاحبو! محمد بن عبد الوہاب نجدی ابتداء تیرھویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا۔ ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا۔ ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا۔ انکے قتل کرنے کو باعث ثواب اور رحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور ان کے اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھ شہید ہو گئے" (شہاب ثاقب ص ۴۲)

صرف یہی نہیں کہ محمد بن عبد الوہاب نجدی ظالم و خونخوار اور اہل سنت کا پکا دشمن تھا بلکہ مسلمانوں کے متفقہ و مسلمہ عقائد و نظریات کے خلاف نئے نئے عقیدے اور نظریئے گھڑنے والا بھی

تھا۔ چنانچہ علامہ ابن زینی دحلان فرماتے ہیں ''وہ (محمد بن عبدالوہاب نجدی) درعیہ شہر کی جامع مسجد میں خطبہ دیا کرتا تھا۔ اور اپنے ہر خطبہ میں یہ الفاظ کہا کرتا تھا۔ من توسل بالنبی ﷺ فقد کفر۔ جو کوئی نبی علیہ السلام سے وسیلہ پکڑے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ (درر سنیہ ص ۴۳) اور اس کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ محض ایک قاصد تھے۔ (درر سنیہ ص ۴۷) اور اس کے بعض اتباع کا یہ مقولہ ہے عصای ھذا خیر من محمد۔ میری یہ لاٹھی محمد سے بہتر ہے کہ میں اس سے سانپ وغیرہ کو قتل کرتا ہوں اور محمد مر گئے ہیں اب ان میں کوئی منفعت باقی نہیں رہی۔ اور وہ صرف ایک ایلچی تھے (درر سنیہ ص ۴۷) اور مولوی حسین احمد دیوبندی جو دیوبندیوں کے بقول گیارہ بارہ سال تک مسجد نبوی شریف میں درس حدیث دیتے رہے ہیں۔ وہابیوں کے بعض عقائد بریں طور پر ذکر کرتے ہیں کہ ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول ﷺ کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے توسل دعائیں آپ کی ذات پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں۔ ان کے بڑوں کا مقولہ ہے کہ معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات ﷺ سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے۔ ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخر عالم ﷺ سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔ اور محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم اور تمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا اور ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے اور محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس کے اتباع کا اب یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے۔ جب تک وہ دنیا میں تھے بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں۔ اور زیارت رسول مقبول ﷺ اور حضوری آستانہ شریفہ اور ملاحظہ روضہ مطہرہ کو بدعت و حرام وغیرہ یہ (وہابی) طائفہ لکھتا ہے۔ اس طرف اس نیت سے سفر کرنا محظور اور ممنوع جانتا ہے۔ بعض ان میں کے سفر زیارت کو معاذ اللہ زنا کے درجہ کو پہنچاتے ہیں۔ اور شان نبوت اور حضرت رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں۔ اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں۔ اور حضور علیہ السلام کے حجرہ مطہرہ نبویہ کے غلاف کے ٹکڑے کی زیارت کرنا، اسے آنکھوں سے لگانا، اسے اپنے منہ سے چومنا، اوروں کی

آنکھوں سے لگانا اور ان کے سروں پر رکھنا وہابیہ کے نزدیک بدعت و حرام ہے۔ اور اہل مدینہ کا دستور ہے کہ بعد چالیس روز کے جالی شریف میں اندرون حجرہ مطہرہ (نومولود) بچوں کو داخل کرتے ہیں۔ اور خادم روضہء مطہرہ اس کو لے جا کر سامنے روضہ اقدس کے قبلہ کی طرف لٹادیتا ہے۔ اور دعا مانگتا ہے۔۔۔ ذرا غور کرنے کی بات ہے کہ کیا وہابیہ خبیثیہ ان افعال کو جائز کہتے ہیں؟ کیا ان کو وہ شرک کفر و بدعت وغیرہ نہیں کہتے؟ اور وہابیہ اشغال باطنیہ و اعمال صوفیہ مراقبہ ذکر و فکر و ارادت مشیخت و ربط القلب بالشیخ و فنا بقا و خلوت وغیرہ اعمال کو فضول و لغو بدعت و ضلالت شمار کرتے ہیں۔ اور یہ (وہابی) لوگ جب مسجد شریف نبوی میں آتے ہیں تو نماز پڑھ کر نکل جاتے ہیں اور روضہ اقدس پر حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام و دعا وغیرہ پڑھنا مکروہ و بدعت شمار کرتے ہیں۔ اور وہابیہ امر شفاعت میں اس قدر تنگی کرتے ہیں کہ اسے بمنزلہء عدم کے پہنچا دیتے ہیں۔ اور وہابیہ سوائے علم احکام الشرائع جملہ علوم و اسرار حقانی وغیرہ سے ذات سرور کائنات خاتم النبیین ﷺ کو خالی جانتے ہیں۔ اور وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی الرسالۃ جانتے ہیں۔ اور ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین کی شان میں الفاظ وہابیہ خبیثیہ استعمال کرتے ہیں۔ اور علیٰ ھذا القیاس از کار اولیا کرام رحمھم اللہ تعالیٰ کو بھی برا سمجھتے ہیں'' (شہاب ثاقب ملتقطا)

الحاصل محمد بن عبد الوہاب نجدی ظالم اور خونخوار، خارجی المذہب مبغوض شخص تھا لہذا جو لفظ اس کی طرف منسوب ہو گا وہ ضرور بدنام اور رسوا ہو گا۔ اسی وجہ سے ہمارے علاقوں میں یہ لفظ سخت ذلیل اور حقیر شمار کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ خود وہابی لوگ بھی اس سے حتی الوسع گریز کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی انہیں وہابی کہے تو اس سے بہت چڑتے اور سخت ناراض ہوتے ہیں۔ چنانچہ مودودی صاحب کا ایک چیلہ انہیں یہ لکھتا ہے

''مسلمانوں کی اکثریت جہالت اور شرک میں مبتلا ہے۔۔۔ اور لوگوں کو معلوم ہو کہ رہتا ہے کہ ہم (یعنی مودودی جماعت) قبروں پر جا کر حاجات طلب کرنے کے خلاف ہیں۔ جہاں یہ بات کھلی بس فوراً ہی آدمی کو وہابی کا سرٹیفکیٹ ملا اور کسی کو وہابی قرار دینے کے بعد لوگ اس کی بات سننے پر آمادہ نہیں ہوتے بلکہ اس سے بدکنے لگتے ہیں'' الخ اس کے جواب میں مودودی صاحب نے یہ لکھ بھیجا'' وہابیت کے الزام سے بچنے کا اہتمام نہ کیجئے۔ لوگوں نے در

حقیقت مسلمان کے لیے یہ دوسرا نام تجویز کیا ہے وہ گالی مسلمان کو دینا چاہتے ہیں۔ لیکن مسلمان کہہ کر گالی دیں تو اپنا اسلام خطرہ میں پڑتا ہے۔اس لیے وہابی کہہ کر گالی دیتے ہیں۔اس حقیقت کو جب آپ سمجھ جائیں گے تو پھر وہابی کے خطاب سے آپ کو کوئی رنج نہ ہو گا۔" (رسائل و مسائل ج۱ص ۳۹۲)اور خلیل احمد دیوبندی لکھتے ہیں "اس کے بعد لفظ وہابی ایک گالی کا لفظ بن گیا " (مہند ص ۲۴)اور ایک اور دیوبندی مولوی لکھتے ہیں "اور ہندوستان میں سب سے پہلے یہ لفظ (وہابی) بطور گال کے مولوی فضل رسول بدایونی نے استعمال کیا" (جواب زلزلہ ص۶۱)اور یہی مولوی صاحب لکھتے ہیں "اہل بدعت گروہ (سنی بریلوی لوگوں) نے ان (دیوبندی اکابر) کو بدنام کرنے کے لیے ان پر غلط الزام لگا کر کہ یہ لوگ درود شریف کے منکر ہیں۔۔۔۔اور ان الزاموں کے لیے ایک جامع لفظ وضع کیا کہ یہ وہابی ہیں۔بس وہابی کا لفظ کہہ دو اس کے مفہوم میں یہ چیزیں ذہن میں حاضر ہو جائیں گی (جواب زلزلہ ص۹)

الغرض آجکل کی اصطلاح میں وہابی ہر مکتب فکر کے لوگوں کے خیال میں ذلیل اور گھٹیا لفظ ہے۔لہذا اس کا استعمال حضور ﷺ اور غوث اعظم رحمۃ اللہ کے لیے سخت بے ادبی اور گستاخی ہے۔اور گستاخ رسول کے بارہ میں جملہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی شان پاک میں ادنیٰ سی گستاخی اشد کفر ہے۔جو بدبخت آپ کی توہین کی وجہ سے کافر ہوا اسے مذاہب اربعہ میں پناہ نہیں اس کے ناپاک وجود سے خدا کی زمین کو پاک کر دینا چاہیے۔ (سیف یمانی ص۱۲۱)

تعجب کی بات تو یہ ہے کہ وہابیہ زمانہ خواہ مخواہ حضور غوث پاک کو وہابی قرار دے رہے ہیں۔حالانکہ آپ کے عقائد و عقائد وہابیہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔چنانچہ آپ قصیدہ غوثیہ میں فرماتے ہیں۔ **نظرت الی بلاد اللہ جمعاً کخردلۃ علی حکم الا تصالی** میں اللہ کے تمام شہروں کو رائی کے دانہ کی طرح مسلسل دیکھتا ہوں اور فرماتے ہیں بلاد اللہ ملکی تحت حکمی۔ اللہ کے تمام شہر میری ملکیت اور میرے تابع فرمان ہیں اور فرماتے ہیں **فحکمی نافذفی کل حال.** سو میرا حکم ہر حال میں نافذ ہے۔اور فرماتے ہیں میرے سر سے یہ بات بھی ہے کہ جو مہینہ یا سال گزرتا ہے وہ گزرنے سے پہلے میرے پاس آتا ہے اور جو کچھ اس میں ہونے والا ہوتا ہے اس کے بارہ میں

وہ مجھے خبر دیتا ہے اور فرماتے ہیں عینی فی اللوح المحفوظ۔ میری آنکھ لوح محفوظ میں ہے۔ اور فرماتے ہیں۔ ماتطلع الشمس حتی تسلّم علیّ جب تک سورج مجھے سلام نہ کرے طلوع نہیں ہوتا۔ اور فرماتے ہیں تعرض علی الاشقیاء والسعد آء۔ مجھ پر تمام برے اور نیک لوگ پیش کیے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں اذا سا لتم اللہ فا سألوہ بی۔ جب بھی تم اللہ سے کچھ مانگو تو میرے وسیلہ سے مانگو (کلھا من قلائد الجواہر)

سبحان اللہ! کہاں حضور غوث پاک کے یہ ارشادات اور کہاں وہابیہ زمانہ کے خرافات و ہذیانات۔ چہ نسبت خاک را باعلم پاک۔

آخر پر ایک شبہ کا ازالہ کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے کہ ''اس وقت اور ان اطراف میں وہابی متبع سنت اور دیندار کو کہتے ہیں'' (فتاویٰ رشیدیہ ص۹۶) یہ سراسر غلط ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کا بچہ بچہ آج بھی یہ جانتا ہے کہ صحیح العقیدہ دیندار و متبع سنت کو سنی کہا جاتا ہے۔ اور جو بد عقیدہ ہو اسے وہابی کہتے ہیں چنانچہ مودودی صاحب کی یہ عبارت قابل غور ہے ''وہابی دراصل کسی فرقہ کا نام نہیں محض طنز اور طعن کے طور پر ان لوگوں کے لیے ایک نام رکھ دیا گیا ہے۔ جو یا تو اہل حدیث ہیں۔ یا محمد بن عبد الوہاب کے پیرو ہیں۔ (رسائل و مسائل ص۱۹۱ ج۱) چونکہ اہل حدیث اور محمد بن عبد الوہاب کے پیراؤں میں اعتقاداً کوئی فرق نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ وہابی کا لفظ مودودی صاحب کی اس تحریر کے لکھے جانے کے وقت تک محمد بن عبد الوہاب نجدی کے مقتدیوں کے لیے ان اطراف میں استعمال کیا جاتا ہے۔ لہٰذا گنگوہی صاحب کی مذکورہ بالا لفظ وہابی کی تفسیر سراسر غلط ثابت ہوئی۔

اور یہاں اس شبہ کا ازالہ بھی ضروری ہے کہ بعض لوگوں نے آج کل یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ وہابی کا معنی ہے اللہ والا۔ لہٰذا حضور علیہ السلام وہابی یعنی اللہ والے ہیں۔ اس بارہ میں عرض یہ ہے کہ وہابی کا حقیقی معنی کچھ بھی ہو لیکن اس کا مجاز متعارف معنی وہی ہے۔ جو ہم نے گذشتہ صفحات میں بتایا ہے۔ جیسا کہ اس کی تصریح ایک دیوبندی مولوی کی عبارت کے ان الفاظ میں موجود ہے ''اور ان الزاموں کے لیے ایک جامع لفظ وضع کیا کہ یہ وہابی ہیں۔ بس وہابی کا لفظ ... اس کے مفہوم میں یہ چیزیں ذہن میں حاضر ہو جائیں گی'' اور یہ اصول فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے

کہ حقیقت مھجورہ کو مراد نہیں لیا جاتا۔ پس جب کوئی شخص اس لفظ کو بولے گا تو اس کا یہ حقیقی متروک و مھجور معنی مراد نہیں ہوگا بلکہ اس کا معروف و متعارف مجازی معنی یعنی وہ شخص جو محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف منسوب ہے۔ مراد ہوگا لہذا حضور علیہ السلام اور غوث پاک کو وہابی کہنے کا یہ مطلب ہوا کہ آپ محمد بن عبدالوہاب کے مقتدی ہیں اور یہ گستاخی اور بے ادبی نہیں تو اور کیا ہے؟ خود وہابیہ کے پیشوا اسماعیل دھلوی نے لکھا ہے کہ یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولیے اور اس سے کچھ اور معنی مراد لیجئے'' (تفویۃ الایمان ص ۸۱)

الحاصل لفظ وہابی کا اطلاق ذات سرور کائنات ﷺ اور حضور غوث پاک علیہ الرحمۃ پر توہین، بے ادبی اور سخت گستاخی ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے بے باک اور گستاخ انسان سے محبتِ رسول کے پیش نظر مکمل مقاطعہ رکھیں واللہ اعلم بالصواب۔ وھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ النافعۃ تقبلھا اللہ تعالی بمنہ العظیم و رسولہ الکریم ﷺ۔

بیسواں مقالہ

آئینہ ءِ مودودیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سائر الانبیاء والمرسلین خصوصاً علیٰ افضلھم وامامھم وآلہ وصحبہ اجمعین۔

امابعد:۔ امت محمدیہ کی شومئی قسمت جانیے کہ اس دور میں گندم نما جو فروش قسم کے مولوی پیدا ہوگئے ہیں جو ایک طرف عوام کالانعام کے سامنے برسرِ منبر قسمیں کھا کھا کر اپنا سنی صحیح العقیدہ ہونا بتلاتے ہیں۔ تو دوسری طرف سنیوں کے معمولات گیارھویں، حیلہ اسقاط، با آواز بلند صلوٰۃ وسلام پڑھنے، انگوٹھے چومنے کا صاف صاف انکار کرتے ہیں۔ مزید برآں وہ پیشوایان وہابیہ ابن تیمیہ، ابن قیم، شوکانی، محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اسماعیل دہلوی وغیرہم کے سچے جانشین ابوالاعلیٰ مودودی بانیء جماعت اسلامی کی غلامی وعقیدت کا طوق اپنے گلے میں ڈالتے، اس کا گمراہ کن لٹریچر پڑھتے۔ اس پر ایمان لاتے اور عامۃ المسلمین میں اسے بانٹتے پھرتے ہیں۔ بلکہ مودودی جماعت کے کارکن بن کر جگہ جگہ جلسے کرواتے اور اپنی جماعتی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ عوام بے چارے ان فریب کاروں کی اس فریب کاری کو کیا جانیں۔ وہ ان کی جھوٹی قسموں کی وجہ سے انہیں سنی جانتے ہیں اور ان کی گمراہ کن باتوں پر کان دھرتے ہیں۔ بدیں حالات اس امر کی اشد ضرورت تھی کہ ایک مختصر کتاب مودودی کے عقائد و نظریات کو کھولنے کے لیے لکھی جائے۔ بحمدہ تعالیٰ ہم نے اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے یہ مقالہ ''آئینہ مودودیت'' مرتب کیا ہے۔ سنی صحیح العقیدہ بھائیوں سے یہ درخواست ہے کہ وہ اس مقالہ کو خود پڑھیں، اسے اپنے حلقہ احباب میں پہنچائیں اور مودودیت زدہ مولویوں کے دام تزویر سے بچنے کی پوری پوری کوشش فرمائیں۔ وما ارید الا الاصلاح مااستطعت وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم وحسبی اللہ ونعم الوکیل۔

مودودی کے نزدیک تنقید کا مفہوم

مودودی صاحب نے تنقید کا مفہوم بتاتے ہوئے لکھا ہے ''البتہ تنقید کے جو معنے اہل علم میں معلوم و معروف ہیں ان میں اللہ تعالیٰ اور انبیاء کرام کے سوا کسی انسان کو بھی میں تنقید سے بالاتر نہیں مانتا۔ کسی صحابی کا قول یا فعل بھی محض اپنے قائل و فاعل کی شخصیت کی بنا پر حجت نہیں ہے۔ بلکہ اس کی

دلیل دیکھ کر رائے قائم کی جائے گی کہ آیا اسے قبول کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ دلیل کے لحاظ سے کسی بات کو جانچنے کا نام ہی تنقید ہے" (رسائل و مسائل ص ۱۰۱ جلد سوم)

مودودی کی تنقید اکابر میں بے باکی

مودودی صاحب تنقید اکابر میں بڑے بے باک اور جرأت مند واقع ہوئے ہیں چنانچہ وہ خود اس بات کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ "میں اس لحاظ سے بہت بدنام ہوں کہ اکابر سلف کو معصوم نہیں مانتا اور ان کے صحیح کو صحیح کہنے کے ساتھ ان کے غلط کو غلط بھی کہہ گزرتا ہوں" (تجدید و احیاء دین ص ۱۴۶)

اور وہ اسی چیز کا اعتراف دوسری جگہ اپنے ان الفاظ میں کرتے ہیں "میرا طریقہ یہ ہے کہ میں بزرگان سلف کے خیالات اور کاموں پر بے لاگ تحقیقی و تنقیدی نگاہ ڈالتا ہوں۔ جو کچھ ان میں حق پاتا ہوں اسے حق کہتا ہوں اور جس چیز کو کتاب و سنت کے لحاظ سے یا حکمت عملی کے اعتبار سے درست نہیں پاتا اس کو صاف صاف نادرست کہہ دیتا ہوں" (رسائل و مسائل جلد اول ص ۴۱۱)

انبیاء کرام پر مودودی کی تنقید

مودودی صاحب کا دعویٰ تو یہ ہے کہ "میں انبیاء کے سوا کسی کو معصوم بھی نہیں سمجھتا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ انبیاء کرام کو بھی غیر معصوم سمجھتے ہیں۔ چنانچہ وہ آدم علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں "یعنی آدم کو جب اپنے قصور کا احساس ہوا اور انہوں نے نافرمانی سے پھر فرمانبرداری کی طرف رجوع کرنا چاہا" (تفہیم القرآن جلد اول ص ۶۷، رسائل و مسائل جلد اول ص ۴۱۱)

اور ابراہیم علیہ السلام کے بارہ میں لکھا "مگر اللہ تعالیٰ نے جواب میں اس غلط فہمی کو فوراً رفع فرمادیا" (تفہیم ج ۱ ص ۱۱۲)

اور موسیٰ علیہ السلام کے متعلق لکھا "نبی ہونے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا کہ انہوں نے ایک انسان کو قتل کردیا" (رسائل و مسائل ص ۲۸ جلد اول)

اور یونس علیہ السلام کے بارہ میں لکھا'' یہ آیات صاف بتارہی ہیں کہ حضرت یونس سے کوئی نہ کوئی قصور ضرور سرزد ہوا تھا جس پر انہیں مچھلی کے پیٹ میں پہنچادیا گیا اور وہ قصور بے صبری کی نوعیت کا تھا اور لامحالہ وہ فریضہ ء رسالت کی ادائیگی ہی کے سلسلے میں ہوا تھا'' (رسائل ومسائل جلد سوم ص ۸۳)

اور سردار انبیاء ﷺ کے متعلق لکھا'' اور حضور کو تبلیغ کا صحیح طریقہ بتانے کے ساتھ ساتھ اس طریقے کی غلطی سمجھائی گئی جو اپنی رسالت کے کام کی ابتداء میں آپ اختیار فرمارہے تھے'' (تفہیم ص ۲۵۱ جلد ششم)

؎ خدایا آسماں کیوں پھٹ نہیں پڑتا ہے ظالم پر

صحابہ کرام پر مودودی کی تنقید

مودودی صاحب کے قلم سے جب انبیاء عظام علیہم السلام تک محفوظ نہ رہ سکے جن کی معصومیت کا ڈھنڈورا خود مودودی صاحب بھی پیٹ رہے ہیں تو پھر باقی بزرگان دین کا ان کی تنقیدی کاروائی سے بچنا کیونکر ممکن تھا۔ چنانچہ مودودی صاحب ناموس صحابہ کرام پر بدیں الفاظ حملہ آور ہوتے ہیں'' اس مقام پر اگر آدمی کچھ غور کرے تو اس کی سمجھ میں یہ بات اچھی طرح آسکتی ہے کہ صحابہ کرام کو بے خطا سمجھنا اور ان کی کسی بات کے لیے غلط کا لفظ سنتے ہی توہین صحابہ کا شور مچادینا کس قدر بے جا حرکت ہے۔ یہاں آپ دیکھ رہے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود جیسے جلیل القدر صحابی سے قرآن کی دو سورتوں کے بارے میں کتنی بڑی چوک ہو گئی، ایسی چوک اگر اتنے عظیم مرتبہ کے صحابی سے ہو سکتی ہے تو دوسروں سے بھی کوئی چوک ہو جانی ممکن ہے۔ ہم علمی تحقیق کے لیے اس کی چھان بین بھی کرسکتے ہیں۔ اور کسی صحابی کی کوئی بات یا چند باتیں غلط ہوں تو انہیں غلط بھی کہہ سکتے ہیں'' (تفہیم ج ۶ ص ۵۵۲)

اور وہ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں'' صدر اول میں جن لوگوں سے خدا کا کام لیا گیا تھا وہ سب بھی نہ یکساں تھے اور نہ ان میں کوئی بشری کمزوریوں سے مبرا تھا'' (رسائل ومسائل ص ۵۶۴ جلد دوم) اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں'' اور دوسری طرف حضرت عثمان جن پر اس کار عظیم کا بار رکھا گیا تھا ان تمام خصوصیات کے حامل نہ تھے جو ان کے

جلیل القدر پیش روؤں کو عطا ہوئیں تھیں اس لیے ان کے زمانہ خلافت میں جاہلیت کو اسلامی نظام اجتماعی کے اندر گھس آنے کا موقع مل گیا'' (تجدید واحیاء دین ص ۳۶) نعوذ باللہ تعالیٰ منہ

مودودی کے عامیانہ الفاظ

مودودی صاحب کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ وہ عظیم المرتبت شخصیات کے لیے نہایت عامیانہ الفاظ استعمال کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ وہ نبی کریم علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں۔ ''مگر اس صحرا نشین امی نے تن تنہا بغیر کسی دوسرے انسان کی مدد کے جو قانون بنا دیئے ان کی کوئی ایک دفعہ بھی ایسی نہیں جو اپنی جگہ سے ہٹائی جا سکے'' (رسالہ دینیات ص ۵۰)

اور دوسرے مقام میں لکھتے ہیں ''اس ان پڑھ صحرا نشین انسان نے حکمت اور دانائی کی ایسی باتیں کہنی شروع کیں کہ نہ اس سے پہلے کسی انسان نے کی تھیں'' (رسالہ دینیات ص ۴۹) نعوذ باللہ تعالیٰ منہ

مودودی کی غیر مقلدیت

مودودی صاحب کے نزدیک حنفی، مالکی حنبلی یا شافعی بننا اور خود کتاب وسنت میں براہِ راست اجتہاد نہ کرنا صاحب علم کے لیے بہت بڑا جرم ہے۔ چنانچہ وہ ایک مقام میں لکھتے ہیں ''میرا مسلک یہ ہے کہ ایک صاحب علم آدمی کو براہِ راست کتاب وسنت سے حکم صحیح معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے'' (رسائل ومسائل جلد اول ص ۱۸۹)

اور دوسرے مقام میں لکھتے ہیں ''میں نہ مسلکِ اہل حدیث کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں اور نہ حنفیت یا شافعیت ہی کا پابند ہوں'' (رسائل ومسائل جلد اول ص ۱۸۹)

اور مودودی صاحب تیسری جگہ لکھتے ہیں ''میرے نزدیک صاحب علم آدمی کے لیے تقلید ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی کچھ شدید تر چیز ہے'' (رسائل ومسائل جلد اول ص ۱۹۶)

اور مودودی صاحب تقلید آئمہ اربعہ کا ابطال چوتھے مقام پر یوں کرتے ہیں ''اسلام میں دراصل تقلید سوائے رسول اللہ ﷺ کے اور کسی کی نہیں ہے'' (رسائل ومسائل ص ۱۹۰ جلد اول)

اور پانچویں جگہ لکھتے ہیں ''افسوس یہ ہے کہ اب ہمارے ملک میں نہیں دنیا بھر کے مسلمانوں میں ایک مدت سے شرعی مسائل کی آزادانہ تحقیق کا سلسلہ بند ہے۔ اور ہر گروہ کسی ایک مذہبِ فقہی کی پابندی میں اس قدر جامد ہو گیا ہے کہ اپنے ہی مذہب خاص کو اصل شریعت سمجھنے لگا ہے'' (رسائل و مسائل ج ا ص ۹۱)

مودودی کی وہابیت نوازی

چونکہ مودودی صاحب کے نزدیک وہابیت اور اسلام ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ اس لیے ان کے اکثر عقائد و نظریات بعینہ وہابیانہ عقائد و نظریات ہیں۔ مودودی صاحب وہابیت کو عین اسلام قرار دیتے ہوے لکھتے ہیں ''وہابیت کے الزام سے بچنے کا اہتمام نہ کیجئے۔ لوگوں نے درحقیقت مسلمان کے لیے یہ دوسرا نام تجویز کیا ہے۔ وہ گالی مسلمان کو دینا چاہتے ہیں لیکن مسلمان کہہ کر گالی دیں تو اپنا اسلام خطرہ میں پڑتا ہے اس لیے وہابی کہہ کر گالی دیتے ہیں۔ اس حقیقت کو جب آپ سمجھ جائیں گے تو پھر وہابی کے خطاب سے آپ کو کوئی رنج نہ ہو گا'' (رسائل و مسائل جلد اول ص ۳۹۲)

اور مودودی صاحب دوسرے مقام پر لکھتے ہیں ''وہابی دراصل کسی فرقہ کا نام نہیں۔ محض طنز اور طعن کے طور پر ان لوگوں کے لیے ایک نام رکھ دیا گیا ہے جو یا تو اہل حدیث ہیں یا محمد بن عبدالوہاب کے پیرو ہیں'' (رسائل و مسائل ج ا ص ۱۹۱)

اب مودودی صاحب کے چند وہابیانہ عقائد و نظریات بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ مودودی صاحب مزارات اولیاء کرام پر حاضر ہو کر مرادیں مانگنے کے متعلق لکھتے ہیں ''جو لوگ حاجتیں طلب کرنے کے لیے اجمیر یا سالار مسعود کی قبر یا ایسے ہی دوسرے مقامات پر جاتے ہیں۔ وہ اتنا بڑا گناہ کرتے ہیں کہ قتل اور زنا کا گناہ اس سے کمتر ہے'' (تجدید احیاء دین ص ۱۰۳) نعوذ باللہ تعالیٰ منہ

۲۔ اور مودودی صاحب بزرگوں کی نذر و نیاز کے کھانوں کے متعلق یہ حکم صادر کرتے ہیں ''رہے وہ کھانے جو صریحاً کسی بزرگ کے نام پر پکائے جاتے ہیں اور جن کے متعلق بالفاظ صریح یہ کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں بزرگ کی نیاز ہے اور ان کے متعلق پکانے والے کی نیت بھی

یہی ہوتی ہے کہ یہ ایک نذرانہ ہے جو کسی بزرگ کی روح کو بھیجا جا رہا ہے۔ اور جن سے متعلق ہمارے ہاں طرح طرح کے آداب مقرر ہیں اور بے حرمتی کی مختلف شکلیں ممنوع قرار پائی ہیں اور ان نیازوں کی برکات اور فوائد کے متعلق گہرے عقائد پائے جاتے ہیں تو مجھے ان کے حرام اور گناہ بلکہ عقیدۂ توحید کے خلاف ہونے میں کوئی شک نہیں ہے" (رسائل و مسائل ج ۲ ص ۲۶۸)

۳۔ مودودی صاحب کا نظریہ شفاعت سنیے وہ لکھتے ہیں "اس قاعدے کے تحت نبی صلعم آخرت میں یقیناً شفاعت فرمائیں گے۔ مگر یہ شفاعت اللہ کے اذن سے ہو گی اور ان اہل ایمان کے حق میں ہو گی جو اپنی حد تک نیک عمل کرنے کی کوشش کے باوجود کچھ گناہوں میں آلودہ ہو گئے ہیں۔ جان بوجھ کر خیانتیں اور بدکاریاں کرنے والے اور کبھی خدا سے نہ ڈرنے والے لوگ حضور کی شفاعت کے مستحق نہیں ہیں" (رسائل ج ۲ ص ۳۴۹)

۴۔ مودودی صاحب انبیاء کرام سے توسل کا انکار بدیں الفاظ کرتے ہیں "دوسری صورت کا جواز ثابت کرنے کے لیے تو حضور کا کوئی ایسا قول ملنا چاہیے جس میں آپ نے اپنے تمام نام لیواؤں کو عام اجازت مرحمت فرمائی ہو کہ جس کا جی چاہے اپنی ہر حاجت میرا واسطہ دے کر اللہ سے طلب کرے" (رسائل و مسائل ص ۲۲۰ جلد دوم)

۵۔ مودودی صاحب ایصال ثواب کا انکار یوں کرتے ہیں "اگر تلاوت قرآن یا کوئی بدنی عبادت کر کے آدمی یہ دعا کرے کہ اس کا ثواب اس کے کسی متوفی عزیز کو پہنچ جائے تو اس میں اختلاف ہے کہ آیا ایصال ثواب کی یہ شکل بھی درست ہے یا نہیں؟ بعض ائمہ کے نزدیک یہ درست ہے اور بعض کے نزدیک نہیں ہے۔ میں متعدد شرعی دلائل کی بنا پر مؤخر الذکر مسلک ہی کو ترجیح دیتا ہوں" (رسائل و مسائل ص ۲۶۷ جلد دوم)

۶۔ مودودی صاحب تصور شیخ بمعنی رابطہ بالشیخ کی مذمت میں لکھتے ہیں "اب رہی اس تصور شیخ کی دوسری حیثیت تو مجھے اس امر میں نہ کبھی شک رہا ہے اور نہ آج شک ہے کہ اس حیثیت سے یہ فعل قطعی غلط ہے۔ خواہ اس کی نسبت کیسے ہی بڑے لوگوں کی طرف کی گئی ہو" (رسائل و مسائل جلد دوم ص ۳۸۱)

۷۔ مودودی صاحب نے حضور علیہ السلام کے علم ما کان و یکون کا انکار ان لفظوں میں

کیا "مصنف نے دراصل عوام الناس کے اس غلط خیال کی تردید کرنی چاہی کہ رسول تمام ماکان وما یکون کو جانتے ہیں اور خدا نے ان کو پورا علم غیب دے دیا ہے حتیٰ کہ جو کچھ خدا جانتا ہے وہی اس کا رسول جانتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ باطل ہے" (رسائل ومسائل ص ۳۴ جلد اول)

(نوٹ) مودودی صاحب نے علم الہی کو علم ماکان وما یکون تک محدود مانا وڈ لک جھل بین اور پیغمبروں سے علم ماکان وما یکون کی نفی کی اور یہ ضلالت اور بے دینی ہے۔ فافہم

۸۔ موجودہ مسلمان شادی بیاہ، پیدائش اور موت کی تقریبات پر چھٹی۔ چلہ، باجہ، منگنی، جہیز اور اسی طرح چالیسواں، قل، وغیرہ کی جو رسوم انجام دیتے ہیں ان کی شرعی حیثیت مودودی صاحب سے پوچھی گئی تو انہوں نے یہ جواب دیا "یہ سب چیزیں وہ پھندے ہیں جو لوگوں نے اپنے گلے میں خود ڈال لیے ہیں" (نوٹ) چالیسواں اور قل کو پھندا قرار دینا وہابیت کی غمازی نہیں تو اور کیا ہے۔

۹۔ نماز باجماعت کے بعد بالالتزام دعا مانگنے کو بدعت قرار دیتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں۔ "اس میں شک نہیں کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں یہ طریقہ رائج نہ تھا۔ جواب رائج ہے کہ نماز باجماعت کے بعد امام اور مقتدی سب مل کر دعا مانگتے ہیں۔ اس بنا پر بعض علماء نے اس طریقے کو بدعت ٹھہرایا ہے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ اگر اس کو لازم نہ سمجھ لیا جائے اور اگر نہ کرنے والے کو ملامت نہ کی جائے اور اگر کبھی کبھی قصداً اس کو ترک بھی کر دیا جائے تو پھر اسے بدعت قرار دینے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ خدا سے مانگنا بجائے خود کسی حال میں برا فعل نہیں ہو سکتا" (رسائل ومسائل ص ۱۷۱ جلد اول) (نوٹ): مودودی صاحب کے الفاظ "اور اگر کبھی کبھی قصداً اس کو ترک بھی کر دیا جائے" سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بے ترک اس دعا کا التزام بدعت ہے فافہم

۱۰۔ مودودی صاحب حدیث نجد کی تاویل میں اپنی وہابیت زدہ ذہنیت کا یوں مظاہرہ کرتے ہیں "نجد یا مشرق کی طرف سے ایک فتنہ اٹھنے کی خبر تو حدیث میں دی گئی ہے مگر اس کو محمد بن عبدالوہاب پر چسپاں کرنا محض گروہ بندی کے اندھے جوش کا نتیجہ ہے" (رسائل ومسائل ص ۱۹۲ ج ۱) ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

۱۱۔ مودودی صاحب سماعِ موتیٰ کے متعلق لکھتے ہیں ''ہو سکتا ہے کہ آپ پکار رہے ہوں اور وہ (یعنی ولی اللہ) نہ سن رہے ہوں کیونکہ سماعِ موتیٰ کا مسئلہ مختلف فیہ ہے'' (رسائل و مسائل جلد سوم ص ۳۶۵)

۱۲۔ مودودی صاحب حیات النبی فی القبر کے متعلق لکھتے ہیں ''میں تو ایسا محسوس کرتا ہوں کہ حیات النبی کے مسئلے میں حضرات علماء وہی غلطی کر رہے ہیں جو خلق قرآن کے مسئلے میں خلیفہ مامون نے کی تھی۔ یعنی جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول نے اسلام کا ایک عقیدہ اور ایمانیات کا ایک رکن نہیں قرار دیا تھا اور نہ جسے ماننے یا نہ ماننے پر آدمی کی نجات کا مدار رکھا تھا اور نہ جس پر اعتقاد رکھنے کی خلق کو دعوت دی تھی اسے خواہ مخواہ عقیدۂ اسلام اور رکن ایمان بنایا جا رہا ہے'' (رسائل و مسائل ۴۳۹ جلد سوم)

۱۳۔ مودودی صاحب انبیاء کرام کی سماعت کے بارہ میں اپنا عقیدہ یوں لکھتے ہیں '' انہیں جو کچھ سننے کا موقع دیا جاتا ہے وہ اہل دنیا کے سلام و درود ہیں۔ نہ کہ وہ مشرکانہ باتیں جو جہلاء ان کے بارے میں کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان کو رنج ہی پہنچانے والی ہونگی نہ کہ خوش کرنے والی'' (رسائل و مسائل جلد سوم ص ۱۱۹)

۱۴۔ مودودی صاحب اختیارات انبیاء کی نفی کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''باقی رہے خدائی کے اختیارات تو وہ سارے کے سارے اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ کسی دوسرے کو نفع یا نقصان پہنچانا تو درکنار مجھے تو خود اپنے نفع و نقصان کا اختیار بھی حاصل نہیں'' (تفہیم القرآن ص ۱۲۰ جلد ششم)

۱۵۔ اور مودودی صاحب جھاڑ پھونک کے متعلق اپنے نظریات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''اس واقعہ کو ان لوگوں کے لیے نظیر نہیں قرار دیا جا سکتا جو شہروں اور قصبوں میں بیٹھ کر جھاڑ پھونک کے مطلب چلاتے ہیں۔ اور اسی کو انہوں نے وسیلہ معاش بنا رکھا ہے۔ اس کی کوئی نظیر نبی کریم ﷺ یا صحابہ یا تابعین اور ائمہ سلف کے ہاں نہیں ملتی'' (تفہیم القرآن ص ۵۶۲ جلد ششم)

۱۶۔ مودودیوں کا میلاد خوانی کے بارہ میں عقیدہ یہ ہے کہ ''یہ میلادِ خوانی جو اس وقت رائج ہے۔ یہ ساری کی ساری جاہلانہ اور مشرکانہ رسوم پر مشتمل ہے اور اگر حضور یا صحابہ کے

زمانے میں ہوتی تو اسے حکماً بند کر دیا جاتا" (ماہنامہ ترجمان القرآن بابت مئی ۱۹۳۹ء)

ع نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا۔

مودودی کے پیشوا

مودودی صاحب کا روحانی رشتہ امام الوہابیہ فی الھند مولوی اسماعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان وصراط مستقیم سے ملتا ہے۔ مودودی صاحب دہلوی صاحب کے اس قدر گرویدہ و دلدادہ ہیں کہ انہیں مجددِ دینِ امت کا تتمہ شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں۔ "سید (احمد بریلوی) صاحب اور شاہ اسماعیل صاحب دونوں روحاً و معنیً ایک وجود رکھتے ہیں۔ اور اس وجود متحد کو میں مستقل بالذات مجدد نہیں سمجھتا بلکہ شاہ ولی اللہ صاحب کی تجدید کا تتمہ سمجھتا ہوں" (تجدید واحیاء دین ص ۱۱۵) اور دو صفحے آگے چل کر لکھتے ہیں "اور پھر سید صاحب اور شاہ (اسماعیل) شہید نے صلحاء و اتقیاء کا جو لشکر فراہم کیا اس کے حالات پڑھ کر ہم دنگ رہ جاتے ہیں ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قرن اول کے صحابہ و تابعین کی سیرتیں پڑھ رہے ہیں۔ (تجدید واحیاء دین ص ۱۱۸) جماعت اسلامی کے ۱۸ اپریل ۱۹۴۷ء کے سالانہ اجتماع میں جو خطبہ دیا گیا اس کے ان الفاظ پر غور فرمایئے اور جماعت اسلامی کے قیام کے مقصد کو سمجھیے۔ "یہاں تو یہ کہہ دینا کافی ہے کہ ہمارا (جماعت اسلامی کا) مقصد وہی ہے کہ جس کے لیے حضرت سید احمد شہید کھڑے ہوئے تھے۔۔۔ اگرچہ ہماری شخصیتوں کا ان کی شخصیتوں سے کوئی مقابلہ نہیں۔ وہ پاک نفوس تاریخ کے اوراق میں اپنی سیرت اور کام کے وہ نقوش چھوڑ گئے کہ دنیا میں ایک مرتبہ پھر صحابہ کی یاد تازہ ہو گئی۔ ہمیں ان سے کیا نسبت؟ لیکن ہماری کوشش اور خواہش یہی ہے کہ اسی کام کو جو انہوں (سید احمد شہید) نے کیا اور جس کے لیے انہوں نے سب کچھ لٹا دیا اور جسے کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے، اپنی مقدرت کے مطابق کرنے کی کوشش کریں۔ اسی مقصد کے لیے ہماری یہ جماعت (جماعت اسلامی) قائم ہوئی ہے۔ اور اسی کام میں اپنے ساتھیوں کا جائزہ لینے اور ہمرائیوں کی تلاش میں ہم یہاں آپ کے شہر (ٹونک) میں آئے ہیں۔ ماہنامہ ترجمان القرآن بابت مئی ۱۹۴۷ء

ان عبارات سے بالتصریح معلوم ہوتا ہے کہ جناب مودودی صاحب امامان وہابیہ اسماعیل دہلوی اور سید احمد بریلوی کے پکے سچے پیرو کار و جانشین ہیں۔ اور ان کی تحریک وہابیت کو دوبارہ

بحال کرنے کے لیے انہوں نے جماعت اسلامی قائم کی ہے۔ لہذا سُنی حضرات کو اس جماعت کی تقیہ بازی اور فریب دہی سے ہوشیار رہنے کی اشد ضرورت ہے۔

ع کار ما نصیحت بود کردیم

مودودی کے خود ساختہ مسئلے

یوں تو مودودی صاحب کا پورا دین ان کا خود ساختہ ہے کیونکہ وہ ایک صاحبِ علم شخص ہیں اور ان کے نزدیک ایک صاحبِ علم آدمی کے لیے بزرگان دین وائمہ کرام کی تقلید ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی کچھ شدید تر چیز ہے جیسا کہ ان کا یہ مقولہ گذر چکا ہے لیکن ہم یہاں ان کے چند نو پیدا کردہ مسائل کا ذکر بطور نمونہ مشتے از خروارے کرتے ہیں۔ مودودی صاحب مسنون داڑھی کے متعلق لکھتے ہیں ''میرے نزدیک کسی کی داڑھی کے چھوٹے یا بڑے ہونے سے کوئی خاص فرق واقع نہیں ہوتا'' (رسائل ج ۱ ص ۱۵۳) ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔
داڑھی کے متعلق نبی ﷺ نے کوئی مقدار مقرر نہیں کی ہے۔ صرف یہ ہدایت فرمائی ہے کہ رکھی جائے۔ آپ اگر داڑھی رکھنے میں فاسقین کی وضعوں سے پرہیز کریں اور اتنی داڑھی رکھ لیں جس پر عرف عام میں داڑھی رکھنے کا اطلاق ہوتا ہے۔ (جسے دیکھ کر کوئی شخص اس شبہ میں مبتلا نہ ہو کہ شاید چند روز سے آپ نے داڑھی نہیں مونڈی ہے) تو شارع کا منشاء پورا ہو جاتا ہے۔ خواہ اہل فقہ کی استنباطی شرائط پر وہ پوری اترے یا نہ اترے'' (رسائل و مسائل ص ۱۴۷ جلد اول) اور مودودی صاحب کے عقیدہ میں انگریزی بال ناجائز نہیں کیونکہ مودودی صاحب کو ان کے ناجائز ہونے کی کوئی دلیل نہیں ملی چنانچہ وہ لکھتے ہیں ''سر کے بالوں کے متعلق صرف یہ ہدایت ہے کہ کچھ منڈوانا اور کچھ رکھنا ممنوع ہے۔ موجودہ زمانے میں جس قسم کے بالوں کو پنجاب میں بودے کہتے ہیں اور جنہیں یوپی میں انگریزی بال کہا جاتا ہے۔ ان کے ناجائز ہونے کی مجھے کوئی دلیل نہیں ملی'' (رسائل و مسائل ج ۱ ص ۱۴۷) ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

اور مودودی صاحب تشبہ بالکفار کے بارہ میں اپنا عجیب نظریہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں ''بلکہ تشبہ کا اطلاق صرف اس چیز پر ہوتا ہے کہ کوئی مسلمان اپنے آپ کو بحیثیت مجموعی کسی غیر مسلم قوم کی وضع وہیئت میں ڈھال لے۔ حتیٰ کہ اسے دیکھ کر ایک ناواقف آدمی یہ نہ سمجھ سکے

کہ یہ مسلمان ہے"(رسائل ومسائل ص۲۶۷ جلد سوم)ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

آخری گذارش

عظیم القدر مسلمان بھائیو! ہم نے گزشتہ اوراق میں مودودی صاحب بانیء جماعت اسلامی کے بعض معتقدات و نظریات خود ان کی کتابیں دیکھ کر نقل کر دیئے ہیں۔ اب آپ نے مودودی صاحب اور ان کے مذہب کے بارے میں خود یہ فیصلہ کرنا ہے کہ آیا اس قسم کے نظریات کتاب وسنت کی رو سے کیسے ہیں؟ اور جو شخص ایسے نظریات کا حامل ہو اس کو اپنا پیشوا بنانے کا کیا انجام ہو سکتا ہے؟ جہاں تک ہمارے مبنی بر انصاف فیصلہ کا تعلق ہے ہم ان معتقدات و نظریات کو قطعاً غلط سمجھتے ہیں اور ہمارے خیال میں ایسے شخص کی کتابوں سے سوائے بے دینی اور گمراہی کے کچھ نہیں ملتا۔ وھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ النافعۃ تقبلھا اللہ تعالی بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ۔

اکیسواں مقالہ

آئینۂ طاہریت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ سائر الانبياء والمرسلين خصوصاً علىٰ رسوله محمد و آله و صحبه اجمعين اما بعد .

ڈاکٹر پروفیسر محمد طاہر القادری بانی ''تحریک منہاج القرآن'' ماڈل ٹاؤن لاہور کو بعض سنی بریلوی احباب اپنا ہم مسلک سمجھتے ہیں۔ اس کی درج ذیل چند وجوہات ہیں۔

(۱) طاہر القادری کے نام کے ساتھ قادری کا لفظ موجود ہے اور وہ دعوٰی کرتا ہے کہ ''مسالک بجا میں خود صاحبِ نسبت ہوں، حنفی ہوں، غوثِ پاک کے در کا سگ ہوں'' (ماہنامہ منہاج القرآن لاہور۔ جولائی ۱۹۹۳ء صفحہ نمبر ۴۸)

(۲) پروفیسر طاہر بریلوی علماء کو اپنا استاد بتاتا ہے اور مولانا عبدالرشید جھنگوی سے اپنی شاگردی کا دعوٰی کرتا ہے۔

(۳) پروفیسر طاہر القادری اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ کی عقیدت کا اظہار کرتا ہے۔ اس ضمن میں اس نے ایک رسالہ بھی لکھا ہے جس کا عنوان ہے ''حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان کا علمی نظم'' اور اس میں یہاں تک وہ لکھتا ہے '' آپ (اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ) کی شخصیت کی ہر جہت ایک مستقل موضوعِ سخن ہے۔ مثلاً یہ کہ عقائد کے باب میں کیا کیا خرابیاں در آئی تھیں۔ توحید اور ردِ شرک کے نام پر اہانتِ رسالت مآب ﷺ کا سیلاب کس طرح امڈ رہا تھا۔ امتِ مسلمہ کے خرمن ایمانی کو جلا کر راکھ کر دینے کے لیے کیا کیا سازشیں ہو رہی تھیں۔ آپ نے اس سیلاب اہانت کے آگے کس طرح ادب و محبت کا بند باندھا۔ اس کا رخ موڑ کر کس طرح امت مسلمہ کے خرمنِ عقائد کے تحفظ کے لیے مضبوط بنیادیں فراہم کیں۔ یہ اپنی جگہ تاریخی تحقیق کا موضوع ہے۔ یہاں آپ کا کلام مجددانہ نظر آتا ہے'' (اعلیٰ حضرت کا علمی نظم ص ۱۵)

(۴) پروفیسر طاہر عشق رسول ﷺ کا دعوٰی کرتا ہے۔ ایک تحریکی شخص محمد ضیاء عارف پروفیسر طاہر کے متعلق لکھتا ہے '' آپ نے تمام وابستگان منہاج القرآن کو خصوصی ہدایات فرمائیں کہ عشق رسول ﷺ اور اتحادِ امت کے لیے اپنے شب و روز ایک کر دیں۔ یہی منہاج القرآن کا پیغام

ہے۔'' (ماہنامہ منہاج القرآن لاہور بابت نومبر ۱۹۹۱ء ص ۹۵)

(۵) اختلافی اعتقادی مسائل میں پروفیسر طاہر بعض بریلوی معمولات کو اپنا موقف قرار دیتا ہے۔ مثلاً گیارھویں شریف، محفل میلاد اور نعرہ یارسول اللہ وغیرہ۔

مگر حقیقت حال یہ ہے کہ پروفیسر طاہر کا اپنا مخصوص مذہب ہے۔ جو اس کی اپنی مخصوص منفرد فکر پر مبنی ہے۔ بدیں وجہ وہ جہاں شیعہ، وہابی اور دیوبندی کی مذمت لکھتا ہے وہاں سنی اور بریلوی کی بھی مذمت بلا رو و رعایت کرتا ہے۔ اس مختصر مقالہ ''آئینہ طاہریت'' میں ہم نے تحریکی لٹریچر کے چند اقتباسات بلا تبصرہ بلفظہ ہدیہ ناظرین کیے ہیں تاکہ ہمارے سنی بریلوی احباب کو یہ معلوم ہو جائے کہ پروفیسر طاہر شیعیت، دیوبندیت، اہلحدیثیت کی طرح بریلویت (سنیت) کو بھی قابل ترک سمجھتا ہے۔ وہ جہاں شیعہ، دیوبندی اور اہل حدیث کو اسلامی فرقے کہتا ہے وہاں سوادِ اعظم اہل سنت بریلوی کو بھی ایک اسلامی فرقہ قرار دیتا ہے۔ اور اہل حق واہل باطل سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتا ہے۔ بلکہ وہ سب فرقوں کو اہل حق جانتا اور ہر فرقے والوں کو اپنے عقائد پر جمے رہنے کی تلقین بھی کرتا ہے۔ تمام اسلامی فرقوں کے باہمی اعتقادی اختلاف کو وہ حنفی، شافعی مالکی اور حنبلی اختلاف کی طرح فروعی اختلاف بتاتا ہے اور ان میں ہر قسم کے اصولی اختلاف کی نفی کرتا ہے اور ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ اور اپنے اس مخصوص دین کو ''جدید دین'' بھی کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے نئے مذہب سے سنی مسلمانوں کو بچائے آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

تحریکی لٹریچر کے اقتباسات:

پمفلٹ ''قائد مشن اور ہماری ذمہ داریاں'' مطبوعہ عوامی یوتھ لیگ، ۳۶۵، ایم ڈی ماڈل ٹاؤن لاہور کے صفحہ نمبر ۸ پر ''تحریک منہاج القرآن'' کے زیر عنوان ڈاکٹر پروفیسر طاہر القادری کی منفرد فکر بدیں الفاظ شائع کی گئی ہے۔

طاہر القادری کی منفرد فکر:

''بچپن ہی سے آپ (پروفیسر طاہر القادری) کو احساس تھا کہ آپکو کسی خاص کام کے

لیے دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ مختلف اوقات میں پیش آنے والے روحانی واقعات کے باعث آپ کا احساس رفتہ رفتہ یقین اور پھر ایمان میں بدل گیا۔ (بحوالہ خطاب فلسفہ انقلاب ۲۵ جنوری ۱۹۸۹ء)

لیکن اس کام کی عملی صورت کیا ہو گی؟ اس کا خاکہ آپ کے ذہن میں شروع دور میں واضح نہ تھا۔ بی۔ اے اور ایم۔ اے کے دوران فکری ارتقاء جاری رہا۔ آپ نے اپنی فکر خالص اسلامی تصور پر استوار کی۔ جدید دور میں اسلام کے عملی نفاذ سے متعلق آپ نے مسلم مفکرین کی آراء پڑھیں۔ انقلاب کے نقطہ نگاہ سے آپ نے امام ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل، امام شافعی، امام غزالی، شیخ مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ اسماعیل دہلوی، سر سید احمد خان، علمائے دیوبند، علمائے ندوۃ العلماء، اخوان المسلمین، سید قطب شہید۔ تبلیغی جماعت، پرویز، ڈاکٹر اسرار احمد، مولانا مودودی و دیگر افراد کا گہرا مطالعہ کیا۔

گذشتہ دو سو سالوں سے امت کی پست حالت کو بدل کر انقلاب لانے کا تصور کسی بھی عصرِ حاضر کے مفکر کے یہاں ڈاکٹر طاہر القادری کو نہ ملا۔ اس کے برعکس سوچ یہ ملی کہ دنیا میں کامیاب ہوں نہ ہوں آخرت میں ضرور کامیاب ہو جاؤ گے۔ نوجوان طاہر القادری کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ آخرت میں مشرک و کافر ہوں گے ہی جہنمی تو وہاں کامیابی و ناکامی کا کیا سوال؟ اصل مقابلہ تو اس ظاہری دنیا میں ہونا چاہیے اور اگر دین اسلام غالب ہے تو اسے نافذ ہونا چاہیے۔ دوسری طرف جب کارل مارکس، فریڈرک رینجلز، روسو اور دیگر مغربی واشترا کی مفکرین کی فکر کا مطالعہ کیا وہ جدید اسلامی مفکرین کی فکر کے مقابلہ میں نتائج کی ضمانت کے اعتبار سے بہت مضبوط نکلی۔ ان کی یہاں دو اور دو چار والا معاملہ ملا۔ فکر لو، دنیا میں جاؤ، آزماؤ سو فی صد کامیاب ہو گے۔ جدید مسلم مفکرین اس نتیجہ خیزی کا عشر عشیر بھی مہیا نہیں کر پا رہے تھے۔

ایسے میں نوجوان طاہر القادری نے ڈاکٹر برہان احمد فاروقی کے فلسفہ انقلاب سے استفادہ کیا۔ ۱۹۷۳ء سے لیکر ۱۹۸۰ء تک قرآن کا انقلاب بپا کرنے کے نقطہ نظر سے سات سال تک نہایت گہرا اور مسلسل مطالعہ کیا۔ ساتھ ہی حدیث، فقہ، تاریخ اسلام، انقلاباتِ عالم اور دیگر علوم کا بھی مطالعہ کیا۔ بالآخر قرآنی تصور پر استوار اپنی منفرد فکر ڈی ویلپ (مہیا) کی۔ اسے اپنے حلقہ احباب میں متعارف کروایا اور ساتھیوں کے مشورے سے قرآن ہی سے اخذ کردہ نام کے تحت

منہاج القرآن کو ۱۹۸۰ء میں قائم کیا۔ یہ فکر ایسی جامع اور ہمہ گیر ہے جو گذشتہ تین صدیوں سے پست حالت میں پڑے مسلمانوں کے لیے ایک حیات آفرین پیغام لے کر آئی ہے۔ اور ان شاء اللہ مصطفوی انقلاب کا باعث ہو گی''اھ بلفظہ التمام

طاہر القادری کے نزدیک تمام فرقوں میں فروعی اختلافات ہیں۔

بحمد للہ۔ مسلمانوں کے تمام مسالک اور مکاتب فکر میں عقائد کے بارے میں کوئی بنیادی اختلاف موجود نہیں ہے۔ البتہ فروعی اختلافات صرف جزئیات اور تفصیلات کی حد تک ہیں۔ جن کی نوعیت تعبیری اور تشریحی ہے۔ اس لیے تبلیغی امور میں بنیادی عقائد کے دائرہ کو چھوڑ کر محض فروعات و جزئیات میں الجھ جانا اور ان کی بنیاد پر دوسرے مسلک کو تنقید و تفسیق کا نشانہ بنانا کسی طرح دانشمندی نہیں اور قرین انصاف نہیں'' (کتاب فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے مؤلفہ (۱) پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صفحہ نمبر ۶۵)

طاہر القادری کے نزدیک تمام اسلامی فرقوں کی اعتقادی قدریں مشترک ہیں

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ تمام (۲) اسلامی فرقوں کے درمیان بنیادی و اعتقادی قدریں سب مشترک ہیں۔ اسلامی عقائد کا سارا نظام انہی مشترک قدروں پر کھڑا ہے۔ اور اگر کہیں

۱۔ یہ کتاب پروفیسر صاحب کی تصانیف میں شامل ہے دیکھو کتاب ایمان اور اسلام (دو عملی نصور) مطبوعہ اتفاق اسلامک اکیڈمی لاہور کا مقدمہ از راجا رشید محمود اور محمد جاوید نقشبندی لکھتا ہے'' قائد انقلاب نے بذات خود فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے لکھ کر'' الخ دیکھو ماہنامہ منہاج القرآن جون ۱۹۹۲ء صفحہ نمبر ۳۴، اور پروفیسر محمد رفیق لکھتا ہے'' بانی تحریک جناب پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری نے فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے نامی کتاب میں مختلف مسلمان فرقوں کے درمیان اتحاد کے مسئلے پر سیر حاصل بحث کی ہے دیکھو ماہنامہ منہاج القرآن اکتوبر ۱۹۹۱ء

۲۔ (قولہ تمام اسلامی فرقوں کے درمیان) خدا معلوم پھر طاہر القادری کو قادیانی فرقہ سے کیوں عداوت ہے۔ تمام اسلامی فرقوں میں تو یہ بھی شمار کیا جاتا ہے۔

کوئی اختلاف ہے تو صرف فروعی حد تک اور وہ بھی ان کی علمی تفصیلات اور کلامی شروحات متعین کرنے میں ہے۔اس سے عقائدِ اسلام کی بنیادوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔(فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے۔ صفحہ نمبر ۵۹)

طاہر القادری کا دعویٰ ہے کہ ہم اوائلِ دورِ اسلام کی ملی وحدت قائم کریں گے۔

''وقت آن پہنچا ہے کہ ہم فرقہ پرستی کی زبانی مذمت پر ہی اکتفاء نہ کریں۔ بلکہ اس کے خاتمے کے لیے ایسا لائحہ عمل اختیار کریں جس پر سب مسالک اور مکاتب فکر متفق ہو سکیں۔ اور اوائل دورِ اسلام کی ملی وحدت کی یاد کو پھر سے تازہ کر سکیں'' (فرقہ پرستی کا خاتمہ ص ۵۲)

طاہر القادری کا قول ہے کہ کسی مسلک کے نام پر پروانہء جنت جاری نہیں ہوا ہے۔

''یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ خدا اور رسول نے کسی بھی فرقے اور مسلک کے نام پر جنت کا پروانہ جاری نہیں کیا۔ اگر کوئی اس زعم میں مبتلاء ہو کہ وہ محض فلاں مسلک سے متعلق ہونے کی بناء پر جنت کا حقدار ہے تو یہ اس کی خام خیالی اور خود فریبی ہے۔ نجات کی کسوٹی یہ نہیں کہ وہ کس فرقے میں سے ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ وہ خدا اور سول کی تعلیمات کے کتنا قریب ہے'' (فرقہ پرستی کا خاتمہ ص ۵۴)

طاہر القادری نے تکفیر و تفسیق کی مذمت کی ہے۔

(۱)'' آؤ۔ ذرا ہم اپنی حالت پر غور کریں اور سوچیں کہ ہم میں سے کتنے ہیں جو بغیر سوچے سمجھے ایک دوسرے کو کافر، مشرک، بدعتی، گستاخ رسول، لعنتی اور جہنمی کہہ رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس تکفیر و تفسیق کی زد میں اگر سارے آگئے تو پھر مسلمان کون بچے گا'' (فرقہ پرستی کا خاتمہ کیسے ممکن ہے۔ ص ۱۷)

(۲) اندریں حالات کتنے المیے کی بات ہے کہ اہل دین ان باتوں میں الجھے ہوئے ہیں جو محض فروعی

اور جزوی ہیں۔ جب کہ امت بحیثیت مجموعی گمراہی کی طرف جا رہی ہے۔ (ہمارا دینی زوال۔ اہم خطاب طاہر القادری ص ۱۸)

(۳) محمد ارشد نقشبندی ''تحریک کے امتیازات و خصائص'' کے عنوان کے ماتحت لکھتا ہے ''انتہاء پسندانہ سوچ کے نتیجہ میں ایک گروہ نے دوسرے گروہ کو مشرک اور بدعتی ہونے کا فتویٰ دیا اور دوسرے نے پہلے کو کافر و گستاخ ٹھہرایا اور ہر ایک کے نزدیک دوسرے طبقے سے تعلق رکھنے والے تمام افراد قیامت تک کے لیے (ان کے فیصلے کے مطابق) کفر و شرک کی وادی سے باہر نہیں نکل سکتے۔ تحریکِ منہاج القرآن نے اسے فرام کیس ٹو کیس (ایک معاملہ سے دوسرے معاملہ تک) لیا ہے کہ کسی طبقہ کے تمام افراد کو ایک ہی حکم میں شامل نہ کیا جائے بلکہ اگر کوئی آدمی واقعۃً گستاخ ہے تو یہ حکم اسی کے ساتھ خاص ہے۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی واقعی شرک یا بدعت کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی وجہ سے دوسرے لوگوں کو مشرک و بدعتی نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ بلکہ وہی آدمی اس کا مستحق ہوگا۔ جس نے اس کا ارتکاب کیا۔ (منہاج القرآن بابت فروری مارچ ۱۹۹۲ء صفحہ نمبر ۱۳۸)

(۴) اس تحریک (منہاج) نے اس حوالے سے اہم کام کیا کہ لوگوں کی توجہ حضور کے ان ارشادات گرامی کی طرف دلائی جن میں کسی دوسرے مسلمان کو کافر و مشرک کہنے میں کمال درجہ احتیاط کا سبق ملتا ہے۔ مثلاً ایک حدیث جس کو حضرت عمر نے روایت کیا ہے۔ کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو کوئی آدمی اپنے بھائی کو کافر کہے تو وہ کفران دونوں میں سے ایک کی طرف لوٹے گا۔ اگر پہلا کافر تھا اس کی طرف اور اگر وہ کافر نہیں تھا۔ تو کہنے والے کی طرف لوٹے گا۔ (مسلم) (حوالہ مذکورہ بالا)

(۵) اس حوالے سے ایک اور چیز بھی پیدا ہوئی کہ ہر ایک طبقے نے دوسرے طبقے کے اکابر علماء و مشائخ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور ان کو بھی کافر و مشرک قرار دیا گیا۔ یہاں تک کہ ان کے ناموں کو بگاڑ کر تضحیک کا نشانہ بنایا گیا اور ہر مسلک نے دوسرے مسلک کے لوگوں کے اکابر کی طرف بڑھ چڑھ کر غلط چیزیں منسوب کرنا شروع کر دیں۔ اور اس کو خدمتِ دین سمجھتے ہوئے بہت آگے نکل گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ فرقہ پرستی کی آگ مزید بھڑک اٹھی۔ تحریک منہاج القرآن

نے کسی کو برا بھلا کہنے اور خصوصاً کسی طبقہ کے اکابرین کو برا بھلا کہنے سے روکا ہے'' (حوالہ مذکورہ بالا)

طاہرالقادری کی تحریک کسی خاص مکتبہ ءفکر کی ترجمان نہیں۔

دلدار احمد قادری لکھتا ہے ''تحریک منہاج القرآن کا اہم وصف جو اسے بہت سی تنظیموں سے جدا کرتا ہے وہ اس کا امت کے اتحاد کا عملی تصور اور ممکنہ لائحہ عمل ہے۔ تنظیم کسی خاص مکتبہ ءفکر کی ترجمان نہیں۔ بلکہ یہ نبیء کریم کی ساری امت کی نمائندہ تنظیم ہے۔اس میں کسی بھی مکتبہ ء فکر کے افراد اپنی مکتبی اور مسلکی تشخصات کو قائم رکھتے ہوئے شریکِ سفر ہو سکتے ہیں۔ (پمفلٹ احیاء اسلام کی عظیم عالمی انقلابی تحریک ص۶)

(۲) قائد انقلاب پروفیسر طاہر القادری نے اپنی ایک گفتگو میں تحریک کے اس نمایاں وصف کا ذکر یوں کیا ہے کہ تحریک منہاج القرآن مسلکی و گروہی اور فرقہ وارانہ تعصبات سے بالاتر محبت واخوت کا علمبردار ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جس کے دروازے ہر اس شخص کے لیے کھلے ہیں جو آقائے نامدار ﷺ کا امتی ہونے کا داعی ہے۔ جس کا دل فرقہ واریت اور گروہ بندیوں پر خون کے آنسو روتا ہے۔ جو ملت کو ایک شیرازے میں منسلک دیکھنا چاہتا ہے۔'' (قائد مشن اور ہماری ذمہ داریاں ص ۱۷۔ احیا اسلام کی عظیم عالمی انقلابی تحریک ص۱۶۔ ادارہ منہاج القرآن کے قیام کا مقصد ص ۱۵)

(۳) مسلمانو۔ اپنے اپنے عقیدہ و مسلک پر چلو۔ مگر یاد رکھو کہ تم پہلے مسلمان ہو اور بعد میں سنی، شیعہ، اہل حدیث، اسی ترتیب کو قائم رکھنے میں تمہاری بقا ہے۔ مسلمانو ایک دوسرے سے مل بیٹھنا سیکھو اس سے بہت سی غلط فہمیاں دور ہوں گی اور انتہا پسندانہ رجحانات ختم ہوں گے'' (احیاء اسلام کی عالمی انقلابی تحریک ص ۷)

(۴) ''مسلکی رواداری اور وسیع المشربی کو پھر سے بحال کرنے کے لیے وسیع بنیادوں پر ایسے دینی تدریسی اداروں اور مدارس قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ جہاں پر ہر مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے طلباء آزادانہ ماحول میں تعلیم حاصل کریں اور اس طرح باہمی اختلاط سے خوشگوار اور صحت مند دینی فضا قائم ہو سکے۔ (فرقہ پرستی کا خاتمہ ص ۹۲)

دین میں اپنی اپنی اجارہ داریاں

'' آج صورتِ حالات بعینہ یہ ہے کہ ہم اپنی بات ماننے والوں پر خوش ہوتے ہیں۔ لیکن جو ہماری کسی بات سے اختلاف کرے اسے کافر بنا کر اسلام سے خارج کر دیتے ہیں۔ ہم نے دین میں اپنی اجارہ داریاں بنا رکھی ہیں۔ جس کے پاس تھوڑے اختیارات ہوں وہ دوسروں کو مسلک سے نکال دیتا ہے۔ جو تھوڑا بڑا ہو وہ دوسرے کو دائرۂ اسلام ہی سے نکال دینے کا اختیار رکھتا ہے۔ ہم نے اسلام کو بازیچہ ءاطفال بنا کر سکول کے ہیڈ ماسٹر کی طرح داخل خارج کا اختیار اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ امت تو حضور ﷺ کی ہے۔ لیکن امت سے نکالنے کا اختیار ہر کس و نا کس کے پاس ہے۔ اسی طرح دین اسلام تو اللہ کا ہے۔ وہ بندوں کے حال کو خود بہتر جانتا ہے۔ لیکن دین کے داخل خارج کے انچارج بھی آجکل کے علمائے دین بن گئے ہیں۔ (الا ماشآءاللہ) یہ شرک فی التوحید اور شرک فی الرسالہ نہیں تو اور کیا ہے۔ (مضامین سورۃ البقرۃ از طاہر القادری منہاج القرآن جولائی ۱۹۹۶ء)

(۲) آج ہم ہیں کہ دوسرے مسلک کا آدمی مل جائے تو اس کو دھکے دے کر باہر نکالتے ہیں اور اپنی مسجدوں کو دھونے کے قابل سمجھتے ہیں۔ حضور ﷺ کی امت کی اصلاح احوال کا ذمہ اٹھانے والے ان مبلغین اور واعظین و علماء کو چاہیے کہ حضور ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنی طرزِ عمل پر ذرا غور فرمائیں (حوالہ مذکورہ بالا)

(۳) '' کتنا افسوس ناک امر ہے کہ آج بذات خود مسلمان ایک دوسرے کو اختلاف رائے کی گنجائش نہیں دیتے۔ اسلام کے دائرے میں رہتے ہوئے ہم لوگ اپنی بات منوانے اور اپنی رائے دوسروں پر مسلط کرنے کے لیے کتنی سختیاں کرتے ہیں۔ دلائل و براہین سے دوسروں کو قائل کریں۔ لیکن یہ کہاں کا انصاف ہے کہ اپنی بات منوانے کے لیے کسی مسلمان بھائی کا جینا حرام کر دیا جائے '' (حوالہ مذکورہ بالا)

طاہر القادری تاکید کرتا ہے کہ تصور اسلام مقدم اور تصور مسلک تابع رکھو

''اور یہ ارشاد باری بھی ہمارے سامنے رہنا چاہیے۔ھو سماکم المسلمین کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔لہذا امت اور اسلام کے تصور کو مقدم رکھنا چاہیے۔اور مسالک کو ان کا تابع''(ماہنامہ منہاج القرآن نومبر ۱۹۹۱ء)

طاہر القادری دیوبندی بریلوی تفرقہ سے بالاتر شخصیت ہے

محمد انور قریشی مرکزی صدر ادارہ منہاج القرآن اپنے مضمون '' تحریک کے عملی امتیازات کی چند جھلکیاں''میں لکھتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب مفسر قرآن اور مفکرِ قرآن ہیں۔وہ سیرت اور اسوۂ رسول معظم ﷺ پر گہری نظر رکھتے ہیں وہ قائداعظم کی طرح وسعت ظرف سے بہرہ ور ہیں۔ اور اقبال کی طرح قوم کا فکر رکھنے والے ہیں۔وہ بریلوی، دیوبندی، شیعہ ،اہل حدیث کے تفرقہ سے بالاتر ہیں اور تمام کلمہ گو مسلمانوں کو محبت اور اتحاد کی دعوت دیتے ہیں۔ (ماہنامہ منہاج القرآن فروری مارچ ۱۹۹۲ء صفحہ ۱۵۳)

بریلویت سے وحشت ہونے لگتی ہے

طاہر القادری نے لکھا ہے کہ ''اسلامی تعلیمات سے والہانہ وابستگی رکھنے والا نوجوان مسلمان اپنے گردوپیش فرقہ پرستی کی دیواریں کھڑی دیکھتا ہے تو وہ اسلام سے ہی بیزار ہونے لگتا ہے۔اسے بریلویت ،دیوبندیت ،اہل حدیثیت ،شیعت ایسے تمام عنوانات سے وحشت ہونے لگتی ہے۔(فرقہ پرستی کا خاتمہ ص۱۱۱)

مسلکی تحفظ کی مذمت

طاہر القادری نے لکھا ہے کہ '' آج شومئی قسمت سے یہ حالت ہو گئی ہے کہ ملت اسلامیہ مختلف طبقوں اور فرقوں میں منقسم ہو کر اپنے اپنے مسلک کے تحفظ کو اسلام کی سلامتی اور

استحکام گردان رہی ہے۔''(فرقہ پرستی کا خاتمہ ص ۴۴)

طاہر القادری کا کہنا ہے کہ ہم ہر مسلک کا احترام کرتے ہیں

ماہنامہ منہاج القرآن فروری مارچ ۱۹۹۲ء کے صفحہ نمبر ۲۳۲ پر قائد انقلاب کا تاریخ ساز خطاب کے عنوان میں لکھا ہے ''بعض حلقوں کی طرف سے یہ غلط فہمی پیدا کی جارہی ہے کہ (عوامی تحریک کی) نئی جماعت اہل سنت کی ووٹوں کو تقسیم کرنے کے لیے قائم کی جارہی ہے۔ اس سلسلے میں فقط اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ ہم ہرگز ہرگز یک مسلکی سیاست کا ارادہ نہیں رکھتے۔ مسلک میں موجود مذہبی سیاسی جماعتوں کا اپنا نقطہ ءنظر ہے میں ان پر تنقید نہیں کرتا۔ ان جماعتوں اور ان کے قائدین کا احترام کرتا ہوں مگر میرا زاویہ ءنگاہ ان سے مختلف ہے۔ یہ جماعتیں مخصوص مسالک اور مکاتب فکر کی نمائندہ جماعتیں ہیں۔ ایسی جماعتیں چھوٹے موٹے سیاسی دھڑے پریشر گروپ تو بن سکتی ہیں۔ لیکن ایک بھرپور سیاسی انقلاب نہیں لاسکتیں۔ اگر ایک ہمہ گیر انقلاب کے ذریعے مسلک کے فرسودہ استحصالی نظام کو بدلنا ہے تو پھر مسلکی سیاست سے بلند تر ہو کر کام کرنا ہوگا۔ ہم ہر مسلک اور اس کے متعلقین کا احترام کرتے ہیں۔ ہر شخص کا کوئی نہ کوئی مسلک ہوتا ہے۔ میرا بھی ایک مسلک ہے۔

طاہر القادری کا کہنا ہے کہ میں ہر مسلک کے لیے دعا گو ہوں

مندرجہ بالا عبارت کے آگے لکھا ہے ''میں ہر مسلک کے پیروکاروں کے لیے دعا گو ہوں۔ کوئی دیوبندی ہے یا بریلوی، شیعہ ہے یا اہل حدیث ہر ایک کو اس کا مسلک مبارک۔ لیکن میں آج اس اعلان کے بعد آپ کو ایک ایسی سیاسی جماعت کی طرف دعوت دے رہا ہوں جو قائداعظم کی ۱۹۴۷ء کی مسلم لیگ کی یاد تازہ کردے۔ یہ جماعت امت مسلمہ کی نمائندہ جماعت ہوگی۔ یہ روایتی معنوں میں دینی سیاسی جماعت نہیں ہوگی بلکہ عظیم تر اسلامی انقلاب کے لیے انقلابی نظریات کی حامل پرد گریسو جماعت ہوگی۔(ماہنامہ منہاج القرآن مذکور بالا)

طاہر القادری کی علماء دشمنی وعقائد باطلہ کا احترام

دورۂ آسٹریلیا کے دوران ایک بیان میں علامہ محمد طاہر القادری نے کہا ''سب مسلک اور

فرقے ختم ہونا عملاً ممکن نہیں ہے۔اس لیے یہ ضروری ہے کہ سب لوگ ایک دوسرے کے عقائد کا احترام کریں۔نفرت کی فضاء پروان نہ چڑھے۔ کفر و ارتداد کے فتوے نہ لگائے جائیں۔اور رواداری وافہام و تفہیم کی بنیاد پر ایک امت صحیح معنوں میں نظر آئیں۔فرقہ پرستی اور منافرت پھیلانے میں علماء کا کردار بھی افسوس ناک ہے جنہوں نے محض لیڈری چمکانے کے لیے دھڑے بنا رکھے ہیں (ماہنامہ منہاج القرآن بابت نومبر ۱۹۹۳ء ص ۱۹۶ کالم نمبر ۱)

تحریکی لوگوں کے لیے بریلوی مسلک سے زیادہ پذیرائی بھی قابل اعتراض ہے۔

پروفیسر محمد رفیق اپنے مضمون "تحریک منہاج القرآن اسلامی تحریکوں کے تناظر میں" لکھتے ہیں "تحریک (منہاج القرآن) کا پیش کردہ لٹریچر بھی نظر ثانی کا محتاج ہے کیونکہ بعض عبارات کے ضمن میں تو علماء بھی ابھی تک تذبذب کے عالم میں ہیں اور غیر جانبداری کا رویہ اپنائے ہوئے ہیں اس مقصد کے لیے علماء کا ایک پینل مقرر کر دیا جائے جو جلد از جلد یہ فریضہ سرانجام دے سکے۔ کیونکہ کسی بھی مذہبی انقلابی تحریک سے علماء کا کنارہ کش رہنا اس کے لیے سم قاتل کی حیثیت رکھتا ہے۔فرقہ پرستی اگرچہ مذموم ہے اور تحریک نے اتحاد امت کی بھرپور کوششیں شروع کر رکھی ہیں۔ لیکن اس مہم میں اپنا مسلک گڈمڈ نہیں ہونا چاہیے۔معاندین نے تو اسے ایک نیا فرقہ بنا ڈالنے کی بھرپور مہم چلا رکھی ہے۔بریلوی مسلک سے زیادہ پذیرائی کے سبب دوسرے مسالک کے اکابرین اسے بریلوی مسلک کی ترویج کا ایک جدید انداز سمجھتے ہیں۔اسی پراپیگنڈے کے باعث ان کے زیر اثر افراد میں کام بہت کم ہو سکتا ہے۔جبکہ دوسرے مسالک کے ساتھ ربط و ضبط کے باعث بریلوی مکتب فکر کے بعض اکابرین کڑی تنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں۔

گویا قائد کی پوزیشن کچھ یہ ہو گئی ہے۔

؎ زاہد تنگ نظر نے مجھے کافر جانا۔ اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلمان ہوں میں

اس ضمن میں بانی تحریک نے اگرچہ کبھی لگی لپٹی سے کام نہیں لیا اور اپنا مسلک کھل کر بیان کیا ہے لیکن وہ اوراق منتشر کی طرح ہے۔اسی لیے اعتراضات اٹھتے ہیں اس کی وضاحت

دو ٹوک الفاظ میں بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ تا کہ الگ فرقہ کی بنیاد ڈالنے کا الزام ٹل سکے۔
(ماہنامہ منہاج القرآن مئی ۱۹۹۱ء ص ۱۸، ۱۹)

تحریک منہاج کی دستک کی نوعیت کیا ہے؟

محمد ارشد نقشبندی اپنے ''مضمون تحریک کے امتیازات و خصائص'' میں لکھتا ہے''۔
''جس ملت میں فرقہ پرستی اور تفرقہ پروری کا زہر اس حد تک سرائیت کر چکا ہے کہ اس انتہا پسندانہ سوچ نے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں۔ جماعت کو چھوڑ کر جدا جدا اکائیوں میں منقسم ہو جانا اور اپنے اپنے تخصصات میں گم ہو جانا تشتت و انتشار کو جنم دیتا ہے جس سے ملت کی ابتدائی قوت پارہ پارہ ہو جاتی ہے۔ فرقہ بندی اور تفرقہ پروری کی یہی زندگی حضور ﷺ کی اس وعید من شذ شذ فی النار کہ جو شخص جماعت سے الگ ہوا وہ دوزخ میں بھی الگ ہی جائیگا کی مستحق ٹھہراتی ہے۔ آج کسی نے توحید کے تصور کو لیا اور سارا زور اس پر صرف کر دیا۔ اور عملاً رسالت کی اہمیت کو کم کیا۔ کسی نے رسالت پر زیادہ زور دیا اور توحید کی اہمیت کو عملاً کم کر دیا۔ کسی نے صحابہ کی اقتداء پر زور دیا اور اہل بیت کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ کسی نے اہل بیت کی عظمت کے اقرار پر اصرار کیا اور صحابہ کو برا بھلا کہا۔ بلکہ رسالت کے حوالے سے بات یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ ایک گروہ نے کبھی سیرت کے نام پر کوئی محفل منعقد کرنے سے گریز کیا اور ایک طبقہ نے ربیع الاول کے ماہ مبارک میں بھی میلاد کانفرنس بلانے کو بدعت و حرام گردانتے ہوئے اغماض برتا۔ تحریک منہاج القرآن نے لوگوں کی سوچ پر دستک دی کہ کیا وجہ ہے کہ ہم توحید و رسالت، ختم نبوت، قرآن اور کعبہ سے لے کر ارکان اسلام تک جو مشترک چیزیں ہیں انہیں مانتے ہوئے بھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ ان اقدار کی بنا پر ملت اسلامیہ کیوں ایک وحدت نہیں بن سکتی (منہاج القرآن نومبر ۱۹۹۱ء ص ۳۸)

تحریک مودت و انسانی اخوت کی ایک دعوت ہے۔

محمد نواز قادری اپنے مضمون ''اخوت کے حقوق و آداب'' میں لکھتا ہے ''اے اخوت و محبت کے امین! نفرتوں اور عصبیتوں کے وہ تمام بت جو محدود ذاتی مفادات کی خاطر تراشے گئے ہیں۔

توڑ کر پوری انسانیت (مسلم وغیر مسلم) کے لیے پیکرِ اخوت بن جا، بحیثیت انسان کسی نسلی لسانی علاقائی اور دیگر گروہی امتیازات سے ماورا آء ہو کر طبقاتی اور فرقہ وارانہ وفاداریوں میں ملوث رہنا تجھے زیب نہیں دیتا۔ اگر تو پوری انسانیت کے لیے اخوت و محبت کا پیامبر نہیں بنتا پھر اس حقیقت کا اعتراف کر لے کہ یا تو نے باری تعالیٰ کی ربوبیت کو عالمگیر اور آفاقی نہیں مانا یا تو نے خود کو اس کا بندہ و مطیع نہیں سمجھا۔ ہماری قوم کا المیہ یہ ہے کہ کچھ لوگ تو ظاہری طور پر بھی محدود گروہی مفادات میں الجھے نظر آتے ہیں۔ لیکن بے شمار مصلحین مبلغین، رہبر و رہنما کی حالت یہ ہے کہ زبان سے اسلامی اخوت کا نام لیتے ہیں۔ اتحاد و رواداری کے راگ الاپتے ہیں۔ تعصبات اور فرقہ واریت کی نفی کرتے ہیں۔ لیکن خود عملاً اتنے بڑے متعصب اور فرقہ پرست واقع ہوتے ہیں کہ نہ کسی کو مسلمان سمجھتے ہیں اور نہ کسی کو زندہ رہنے کا حق دینا چاہتے ہیں۔ آیئے ہم قول و فعل کے کھلے اور چھپے سب تضادات سے توبہ کریں۔ تفرقوں اور عصبیتوں کے بت توڑ کر عالمگیر انسانی اخوت کے رشتے میں منسلک ہو جائیں۔ تاکہ ہمارا تعلیمات اسلامی کا پرچار معاشرے میں صحیح نتائج پیدا کر سکے" (ماہنامہ منہاج اپریل ۱۹۹۲ء ص ۲۲)(۱)

یہ غلط ہے کہ سب مسالک اکٹھے نہیں ہو سکتے

پروفیسر طاہر القادری نے اپنے خطاب میں کہا ہے کہ "مذہبی سطح پر اتحاد سیاسی اتحاد کے لیے بھی ناگزیر ہے۔ تمام مکاتب فکر کے علماء کو مل بیٹھنا ہو گا۔ معیار ایک ہو گا اور وہ ہے قرآن و سنت۔ قرآن و سنت کی روشنی میں ضابطہ اخلاق ترتیب دیا جائے۔ یہ غلط ہے کہ سارے مسالک اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ لوگ طعنہ دیتے ہیں کہ کون سا اسلام، بریلویوں کا اسلام یا دیوبندیوں کا اسلام، سنیوں کا اسلام یا شیعوں کا اسلام اور اب بات مودودی اور اقبال کے اسلام تک آ پہنچی ہے۔ اسلام کسی کا نہیں۔ اسلام وہی ہے جو محمد ﷺ کا اسلام ہے۔ (ماہنامہ منہاج۔ جولائی ۱۹۹۳ء ص ۴۹)

ا۔ ماہنامہ منہاج القرآن تحریک منہاج القرآن کا نقیب ہے۔ دیکھو ماہنامہ ہذا بابت فروری ۱۹۹۲ء صفحہ نمبر ۱۹۹ اور اسی شمارہ کے صفحہ نمبر ۲۰۷ میں ہے "ماہنامہ منہاج القرآن تحریک کی مذہبی تبلیغی، تنظیمی اور تحریکی و تربیتی سرگرمیوں پر مشتمل ہے۔)

(۲) اسی شخص نے اسی خطاب میں یہ بھی کہا ہے۔ کہ اب اس نعرے کو کہ دنیا بھر کے مسلمانو ایک ہو جاؤ ایک تحریک بنا دینا چاہیے۔ کہ آگے چل کر یہی نعرہ مسلم ممالک کی عالمگیر وحدت کی عملی بنیاد بنے گا'' (حوالہ مذکورہ بالا ص ۴۸)

کسی کو مسلک سے توبہ کی دعوت نہ دی جائے

طاہر القادری نے اپنے '' آئندہ سیاسی پروگرام کے بارہ میں ایک انٹرویو میں کہا ہے۔ مگر غیر مسلکی سطح پر کام کرنے کے یہ معنی ہرگز نہ سمجھیں کہ ہم لوگوں سے کہیں گے کہ وہ اپنے مسلکوں سے تائب ہو جائیں۔ نہیں ایسا کرنا سراسر جہالت ہے۔ ہر دیندار کا اپنا مسلک ہے۔ کوئی ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتا ہے۔ کوئی ہاتھ چھوڑ کر پڑھتا ہے۔ (آئندہ سیاسی پروگرام۔ پروفیسر کا اک معرکہ الآراء انٹرویو ۱۵)

طاہر القادری کا ''دین جدید''

''ماہنامہ منہاج القرآن لاہور'' بابت نومبر ۱۹۹۵ء ''منہاج القرآن اسلامک یونیورسٹی کے تحت سالانہ ہفتہ تقریبات'' کے عنوان میں صفحہ نمبر ۵۹ پر رپورٹرا ے۔ ایم رضا لکھتا ہے۔

''اس موقع پر ان کے ہمراہ ٹی وی اور سٹیج کے معروف اداکار بھی تھے۔ تقریب تقسیم انعامات کے اختتام پر تحریک منہاج القرآن کے بانی و سرپرست اعلیٰ نے طلباء اور ان کے والدین کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں ان طلباء کے والدین کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ جنہوں نے اپنے بچوں کو اس عظیم درس گاہ میں داخل کرایا۔ کیونکہ جو درس گاہ ان کو میسر ہے ایسی درسگاہ مجھے خود میسر نہ آئی تھی۔ اخلاقی اور روحانی اعتبار سے، باطنی اور تعلیمی اعتبار سے اور ماحول کے اعتبار سے جو آپ کے بچوں کو ماحول میسر ہے وہ کسی درسگاہ میں نہیں۔ دین جدید اور اخلاقی و روحانی تعلیم کا یہ عظیم اسلامی مرکز ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری نے کہا کہ میں نے دنیا بھر کے تقریباً نصف سے زائد ممالک کا دورہ کیا ہے۔ اور مراکز دیکھے ہیں لیکن اس جیسا نظام کسی مرکز پر نہیں دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ کوئی انسان خطا سے پاک نہیں۔ ہم یہاں بچوں کو فرشتے نہیں بنا رہے بلکہ رشک ملائکہ بنانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب ہزروں سال ستاروں کا خون ہوتا ہے تو پھر سحر پھوٹتی

ہے۔ یہ زوال عروج میں، مایوسی یقین میں اور یہ ہلاکت ایک عظیم صبح انقلاب میں بدلنے والی ہے۔ ان شآء اللہ تاریخ دیکھے گی کہ اس نسل سے جو یہاں تیار ہو رہی ہے اس سے انقلاب آئے گا۔

حرف آخر

یہاں تک ہم نے تحریکی فرقہ کے لٹریچر کے چیدہ چیدہ اقتباسات بطور نمونہ مشتے از خروارے براہ راست ان کی کتابوں اور ماہناموں کو دیکھ کر نقل کیے ہیں۔ ان (۱) سے ہر عقل مند دیندار سنی مسلمان سمجھ سکتا ہے کہ ڈاکٹر پروفیسر طاہر القادری کا اپنا ایک مخصوص دین اور خاص مذہب ہے۔ اس کے اس ''دین جدید'' کا سنی بریلوی مسلک'' سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ چونکہ سوادِ اعظم اہلسنت دنیا میں سب سے زیادہ تعداد والے ہیں اور پروفیسر طاہر القادری کو انہی میں سے کچھ افراد اپنی جماعت کے لیے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس لیے وہ حضرت غوثِ اعظم رحمتہ اللہ علیہ اور اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا نام لیتا رہتا ہے۔ یا میلاد کی محفلیں کرتا اور گیارھویں کی نیازیں کھالیتا ہے۔ بدیں وجہ سنی بریلوی مسلمان ہر گز ہر گز اس کی جماعت میں شامل نہ ہوں اور نہ ہی اس کے ''دین جدید'' کی ترویج وترقی کا ذریعہ بنیں۔

اللہ ہم سب کو اس دور کی اس وباء سے محفوظ رکھے آمین وماعلینا الا البلاغ

(۲۶ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ)

ا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اپنا تشخص ظاہر کرنے کے لیے تحریکی کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں مثلاً تحریکی سرگرمیاں، تحریکی ساتھی، تحریکی سفر، تحریکی کارکن، تحریکی حکمت عملی۔

بائیسواں مقالہ

مقامِ صحابہ پر ایک نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين و الصلوة والسلام على افضل الانبياء والمرسلين و عليهم و على الهم و اصحابهم اجمعين اما بعد :

آج کل کے دور پر فتن میں شیعہ غالیہ صحابہ ء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں نہایت گستاخ ہیں۔ یہاں تک کہ اکثر صحابہ کرام پر سب و شتم (گالیاں) اور نکتہ چینیاں ان کا عام شیوہ ہے۔ بلکہ وہ باستثنائے چند سب صحابہ عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو معاذ اللہ منافق بلکہ کافر و مرتد قرار دیتے ہیں۔ حضرات خلفائے ثلاثہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت ہائے راشدہ کو خلافت ہائے غاصبہ کہتے ہیں اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جو ان کے دور میں ان کے خلاف بغاوت نہیں کی وہ اسے تقیہ اور بزدلی پر محمول کرتے ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔

بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس بارہ میں ہم یہاں شیعہ کتب کی بعض عبارات ملعونہ بطور نمونہ و ثبوت پیش کریں۔ تاکہ ہمارے سنی بھائی شیعہ مذہب کے فاسد اعتقادات اور باطل خیالات کا کچھ اندازہ کریں۔ چنانچہ نقل کفر کفر نباشد سابق صدر شیعہ مجلس اوقات دہلی خان آغا محمد سلطان میرزا دہلوی لکھتا ہے۔

(۱) ''ہمارے اس مقالہ کا مقصد اس پیشین گوئی کو ثابت کرنا ہے کہ امت محمدیہ کی اکثریت بلکہ کل امت باستثناء معدودے چند مومنین کے جناب رسول خدا کے انتقال کرتے ہی جادۂ مستقیم سے ہٹ کر گمراہ ہو گئی۔ اس گمراہی کو ہم نے اس کتاب میں تفصیل سے بیان کیا ہے'' (کتاب التفریق والتحریف فی الاسلام ص ۳۴) استغفر اللہ

(۲) ''یہ کیا ہوا کہ جناب رسول خدا کی آنکھ بند ہوتے ہی جماعت منافقین صفحہ ہستی سے اٹھ گئی۔ ان کا ذکر ہی نہیں آتا۔ بلکہ ان کی موجودگی پر مفروضہ حدیث نجوم کا پردہ ڈالا جاتا ہے۔ سارے صحابی ہدایت کے ستارے ہیں۔ جس سے جی چاہے ہدایت حاصل کر لو۔ وجہ یہ ہے کہ ان کی اپنی ہی جماعت تو برسر حکومت ہے ان کو اب کس کا ڈر۔ (کتاب مذکور بالا ص ۸۴) استغفر اللہ

(۳) ''نائبان رسول کی عیش و عشرت کی کہانیاں سننی ہوں تو ابو الفرج کی کتاب الاغانی کا مطالعہ

کیجیے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ خلافت راشدہ کا زمانہ ٹھیک اسلامی زندگی کے مطابق تھا۔ مگر اس زمانہ کے امن و راحت کی یہ حالت تھی کہ کوئی خلیفہ اپنی قدرتی موت نہیں مرا۔ حضرت ابو بکر کے زمانہ سے ہی مسلمانوں کا قتل عام مانعین زکوٰۃ کے بہانہ سے شروع ہو گیا"

(کتاب مذکور ص ۳۴) استغفر اللہ

(۴) "اس جماعت اکثریت کا یہ طرز عمل انصار کے ساتھ احسان فراموشی کی نہایت بری مثال ہے۔ اپنے محسن اعظم کے احسانوں کو بھول گئے۔ ان کے جسد اطہر کو بے غسل و کفن چھوڑ کر حکومت حاصل کرنے چلے گئے۔ اور ان کی آل کے لیے یہ دشمنی کی۔ ان کے انصار سے بے رخی برت رہے ہیں۔ کیا احسان فراموشی کی اس سے بدتر مثال مل سکتی ہے۔"

(کتاب مذکور ص ۱۲۶) استغفر اللہ)

(۵) "جسدِ اطہر رسول اکرم کو بے غسل و کفن چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں طلب ملک و جاہ کے لیے چلا جانا وہ مذہبی گناہ اور اخلاقی لغزش اور سیاسی غلطی تھی۔ جس سے خرابیاں ہی پیدا ہوتی رہیں۔ اس ایک جرم کو چھپانے کے لیے سینکڑوں جتن کیے اور ہر جتن میں سے سینکڑوں خرابیاں پیدا ہوئیں۔" (کتاب مذکور ۲۳۴) استغفر اللہ العظیم

صرف یہی نہیں کہ شیعہ لوگ اکثر صحابہ کرام کو راہ مستقیم سے ہٹ کر گمراہ ہو جانا مانتے ہیں۔ بلکہ وہ ان بزرگوں کو اہل بیت اطہار کا دشمن قرار دے کر ان سے بیزاری ظاہر کرنے اور ان کے حق میں تبرا بولنے کو فروع دین میں شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ شیعہ کی مشہور و معروف کتاب تحفۃ العوام میں ہے

(۶) "واضح ہو کہ عراق کے مجتہدوں خصوصاً جناب سرکار میرزا محمد حسن شیرازی کے نزدیک فروع دین دس ہیں۔ الیٰ ان قال دہم تبرا یعنی اہل بیت علیہم السلام کے دشمنوں سے اور ان دشمنوں کے دوستوں سے بیزاری رکھے" (تحفۃ العوام ص ۹)

کتب شیعہ کی یہ چند عبارات ملعونہ بطور نمونہ مشتے از خروارے سنی مسلمانوں کو یہ باور کرانے کے لیے یہاں پیش کی گئی ہیں کہ شیعہ غالیہ صحابہ کرام کے بارے میں سخت گندے عقیدے اور ناپاک نظریات رکھتے ہیں۔

مقام صحابہ رضی اللہ عنہم

رب کریم جل شانہ فرماتا ہے محمد رسول الله ط والذین معه اشد آ ء علی الکفار رحمآء بینهم تر'هم رکعا سجداًیبتغو ن فضلاً من الله و رضوانا ز سیما هم فی و جو ههم من اثر السجود ط ذلک مثلهم فی التورٰة ج ومثلهم فی الانجیل ج کزرع اخر ج شطئه ' فا ذره فاستغلظ فاستوی علی سو قه یعجب الزراع لیغیظ بهم الکفار ط وعد الله الذین امنو ا و عملوا لصالحات منهم مغفر ة واجر 'ا عظیماً ہ (ترجمہ) محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں۔ آپس میں نرم دل ہیں۔ تو انہیں رکوع کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھے گا۔ اللہ کا فضل اور رضا چاہتے ہوئے۔ ان کی علامت ان کے چہروں میں سجدوں کے نشان سے ہے۔ یہ ان کی صفت توراۃ میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں ہے۔ جیسے ایک کھیتی جس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر کھڑی ہوئی۔ کسانوں کو بھلی لگتی ہے۔ تا کہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔ اللہ نے ان سے جو ان میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے۔
(پ۲۶ رکوع ۱۲)

(۲) اور وہ ارشاد فرماتا ہے

والسابقون الا و لون من المها جرین والانصار والذین اتبعو هم باحسان رضی الله عنهم و رضو ا عنه ،وا عد لهم جنات تجری تحتها الا نهار خلدین فیها ابداً ، ذلک الفوز العظیم ہ (ترجمہ) اور مہاجرین و انصار (صحابہ) میں سبقت کرنے والے پہلے لوگ اور جو بھلائی کے ساتھ ان صحابہ کے پیرو ہوئے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے اور اس نے ان کے لیے وہ باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے (پ۱۱ رکوع ۲)

(۳) اور وہ ارشاد فرماتا ہے:۔ لقد رضی الله عن المؤ منین اذ یبا یعو نک تحت الشجر ة

(ترجمہ) بے شک اللہ مومنوں (صحابہ) سے اس وقت راضی ہوا۔ جب وہ پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے (۲۶پ رکوع ۱۱)

(۴) اور فرماتا ہے:۔ **ولکن اللہ حبب الیکم الا یمان وزینہ فی قلو بکم و کر ہ الیکم الکفر و الفسو ق و العصیان ط اولٓئک ھم الراشدون** (ترجمہ) لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا۔ اور اس نے کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی۔ ایسے ہی لوگ راہ پر ہیں (۲۶پ رکوع ۱۳)

(۵) اور فرماتا ہے:۔ **وکلا وعد اللہ الحسنی ط واللہ بما تعملون خبیر**" ۔اور سب (صحابہ) سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا۔ اور اللہ تمہارے ان کاموں سے باخبر ہے جو تم آئندہ کرو گے۔ (پ ۲۷ رکوع ۱۷)

(۶) اور وہ فرماتا ہے۔ **اولٓئک کتب فی قلو بھم الا یمان واید ھم بروح منہ ط و ید خلھم جنات تجری من تحتھا الانھار خلدین فیھا رضی اللہ عنھم و رضواعنہ ط اولٓئک حزب اللہ ط الآ ان حزب اللہ ھم المفلحون**۔ یہ لوگ (صحابہ) ہیں۔ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا۔ اور وہ اس سے راضی ہوئے۔ یہ اللہ کی جماعت ہے۔ خبردار اللہ کی جماعت کامیاب ہے۔ (پ ۲۸ رکوع ۳)

مسلمان اللہ کریم جل شانہ ' کے یہ ارشاداتِ مبارکہ سنیں اور ان پر ایمان لائیں اور خود سوچیں کہ اللہ کریم جو صحابہ کی ساری زندگیوں کے اعمال سے باخبر تھا۔ جب اس نے انہیں قطعی جنتی اور باایمان قرار دیا اور ان کی کوتائیوں خطاؤں کی معافی کا اعلان عام کیا۔ تو اب ان کو منافق و مرتد گردانتا اور انہیں جہنمی سمجھنا خود مرتد و منافق اور جہنمی بننا نہیں تو اور کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کریں۔ یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ صحابہ ء کرام ایماندار، مغفور اور جنتی ہیں اور ان کے ناجی ہونے کی شہادتیں خود قرآن مجید دے رہا ہے۔ شیعہ غالیہ جو ان کی گستاخیاں کرتے ہیں وہ بے دین گمراہ ہیں۔

شیعہ میت کی نماز جنازہ

اب رہا اہل سنت کے لیے شیعہ میت کا جنازہ پڑھنے کا مسئلہ تو اس بارہ میں حضور ﷺ کے صریح ارشادات موجود ہیں جن میں آپ نے مسلمانوں کو گستاخان صحابہ کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے چنانچہ یہاں تین حدیثیں تبر کاً نقل کی جارہی ہیں۔

پہلی حدیث: حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ **ان اللہ اختار نی واختا ر لی اصحاباً فجعلھم اصحابی و اصھاری و انصاری و سیأ تی قوم من بعد ھم یسبو نھم فلا تجا لسو ھم ولا تؤ اکلو ھم ولا تصلو اعلیھم ولا تصلو امعھم**. بلاشبہ اللہ نے مجھے چنا اور میرے صحابہ کو چنا پھر انہیں میرے صحابہ اور میرے سسرالی رشتہ والے اور میری مدد کرنے والے بنایا اور عنقریب ان کے بعد ایک قوم آئے گی جو انہیں گالیاں دے گی اور ان سے دشمنی رکھے گی، تم ان کے ساتھ نہ بیٹھنا اور نہ ان پر نماز جنازہ پڑھنا اور نہ ان کے ہمراہ نماز پڑھنا۔ (نزہتہ الناظرین ص ۳۶)

دوسری حدیث: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ **لا تسبو اصحابی فا نہ یحبئی قوم فی آخر الزمان یسبو ن اصحابی فلا تصلو ا علیھم ولا تصلو ا معھم ولا تنا کحو ھم ولا تجالسو ھم وان مر ضوا فلا تعو دھم**. میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو سو آخر زمانے میں ایک قوم پیدا ہو گی جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہے گی سو تم ان پر نمازِ جنازہ نہ پڑھنا اور نہ ان کے ہمراہ نماز ادا کرنا اور نہ ان سے رشتہ داری پیدا کرنا اور نہ ان سے نشست و برخاست رکھنا اور اگر وہ بیمار ہو جائیں تو تم ان کی بیمار پرسی نہ کرنا (شفا شریف ص ۲۶۶ ج ۲)

تیسری حدیث: امام قاضی عیاض لکھتے ہیں۔ **واتی النبی ﷺ بجنازۃ رجل فلم یصل علیہ وقال کان یبغض عثمان فا بغضہ اللہ**۔ اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص کا جنازہ لایا گیا تو آپ نے اس پر نماز جنازہ نہ پڑھی۔ اور فرمایا یہ شخص عثمان سے دشمنی رکھتا تھا۔ تو اللہ نے اس سے دشمنی رکھی۔ (شفا شریف جلد دوم ص ۴۳)

حضرت غوث الاعظم کے ارشادات

حضور ﷺ کے انہی ارشاداتِ مبارکہ کی وجہ سے ہمارے سنی بزرگان دین نے شیعہ میت کا جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے چنانچہ حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی شیخ سلطان سید عبد القادر جیلانی

حسنی حسینی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔ ولا یجا لسھم ولا یقرب منھم ولا یھنیھم فی الاعیاد واوقات السرور ولا یصلی اذا ما توا ولا یترحم علیھم اذا ذکروا بل یبا نیھم و یعا دیھم فی اللہ عزو جل معتقداً بطلان مذھب اھل بدعۃ محتسباً بذلک الثواب الجزیل والا جر الکثیر۔

سنی مسلمان (شیعہ وغیرہ) اہل بدعت کی مجلس میں حاضر نہ ہو اور نہ ان سے قرب اختیار کرے اور نہ عیدوں اور خوشی کے مواقع میں انہیں مبارک بادی دے۔ اور جب وہ مر جائیں تو ان کا جنازہ نہ پڑھے۔ اور جب انہیں یاد کیا جائے تو ان پر رحمت کی دعا نہ کرے۔ بلکہ ان سے جدا رہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے ان سے عداوت رکھے۔ اہل بدعت کے مذہب کے باطل ہونے کا اعتقاد رکھتے ہوئے اور اس میں بڑے ثواب اور کثیر اجر کی نیت کرتے ہوئے۔ (غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۸۰)

حضرت سفیان کا ارشاد

امام فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا من تبع جنازۃ مبتدع لم یزل فی سخط اللہ تعالیٰ حتی یرجع

جو شخص کسی بدعتی کے جنازہ کے پیچھے چلے وہ لوٹنے تک اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں رہتا ہے (غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۸۰)

مسلمان ان احادیث و ارشادات پر غور کریں اور اپنا دین و ایمان بچانے کے لیے بدمذہبوں کے جنازہ میں شمولیت سے گریز کریں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل نصیب کرے۔ آمین

ایک تازہ انکشاف

بعض سنی لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب ہمارا کوئی سنی شخص فوت ہو جاتا ہے تو شیعہ لوگ اس کے جنازہ میں شامل ہوتے ہیں اس لیے ہمیں بھی شیعہ کے جنازے میں شامل ہونا چاہیے۔ ان سنی مسلمانوں نے شاید یہ کبھی نہ سوچا ہو گا کہ شیعہ لوگ سنی میت کے جنازہ میں شامل ہو کر اس کی مغفرت کی دعا مانگتے ہیں یا اس کے لیے بددعا مانگتے ہیں۔ اس لیے ہم بتا دیتے ہیں کہ شیعہ لوگ سنی مسلمان کے حق میں بددعا کرنے کی غرض سے اس کے جنازہ میں شریک ہوتے ہیں۔ چنانچہ شیعہ کی مشہور و

معروف کتاب تحفۃ العوام میں لکھا ہے۔ ''اور اگر میت شیعہ نہ ہو اور دشمن اہل بیت ہو اور نماز بضرورت پڑھنا پڑے تو بعد چوتھی تکبیر کے کہے

اللھم اخز عبدک فی عبادک و بلادک اللھم اصلہ حر نارک اللھم اذقہ اشد عذابک الی آخرہ'' (تحفۃ العوام ص ۲۲۵)

ترجمہ:۔ اے اللہ اپنے اس (سنی) بندے کو اپنے بندوں میں اور اپنے شہروں میں ذلیل بنا۔ اے اللہ اسے اپنے دوزخ کی گرمی پہنچا۔ اے اللہ اسے اپنے عذاب کی شدت چکھا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ'

سنی مسلمان یہاں غور فرمائیں کہ جب شیعہ سنی میت کے لیے یہ بدترین بددعا مانگتے ہیں تو پھر انہیں شیعہ میت کے لیے دعائے مغفرت مانگنے کی کیا ضرورت ہے؟ بہر حال ایسے سنی دشمن لوگوں کے جنازہ میں سنی مسلمانوں کو ہرگز ہرگز شامل نہیں ہونا چاہیے۔ (نوٹ) اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لیے ہماری کتاب شیعہ کا جنازہ پڑھنے کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

(۳ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ)

تئیسواں مقالہ

مینارِ ہدایت

(گستاخانِ صحابہ کے برے انجام کا بیان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذی هذ انا الی دین الاسلام و اد خلنافی امة حبیبه خیر الا نا م ط والصلوٰة والسلام علیه وعلی اخوا نه من النبیٖن و اصحابه با لتکرار والدوام اما بعد۔ یہ مقالہ مبارکہ نبی پاک صاحبِ لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے گستاخوں کے انجام اور ان کی بے ادبی کرنے والوں کی مذمت میں لکھا گیا ہے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

فضائل صحابہ کرام

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں صحابہ کرام کے بے شمار فضائل و مناقب بیان کیے گئے ہیں۔ ہم یہاں ایک آیت کریمہ اور چند احادیث مبارکہ تبرکاً نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ والسٰبقون الاولون من المها جرین والا نصار والذین اتبعو هم باحسان لا رضی الله عنهم و رضوا عنه و اعد لهم جنت تجری تحتها الانهرخا لد ین فیها ابد اً ط ذلک الفو ز العظیم ہ اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے وہ جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ در آں حالیکہ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ (۱۱پ ۲)

اور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں۔ اصحابی کالنجوم فبا یهم اقتدیتم اهتد یتم۔ میرے تمام صحابہ ستاروں کے مانند ہیں پس تم ان میں سے جس کسی کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (کنوز الحقائق ج ۱ ص ۳۱)

اور آپ فرماتے ہیں۔ لا تمس النار مسلما رأنی ورء ی من ر ا نی دوزخ اس مسلمان کو نہیں چھوئے گا جس نے میری زیارت کی یا میری زیارت کرنے والے (صحابی) کی زیارت کی۔ (مشکوٰۃ۔ ج ۲ ص ۲۴۳)

اور آپ فرماتے ہیں طوبیٰ لمن رآنی وامن بی۔ اچھائی ہے اس شخص کے لیے جس نے میری زیارت کی اور مجھ پر ایمان لایا۔ (جامع الصغیر ج ۲ ص ۵۵)

اور فرماتے ہیں۔ ما من احد من اصحاب یموت با رض الا بعث قائد ا و نوراً لهم

یو م القیامة ۔ جس سر زمین میں میرا کوئی صحابی فوت ہو وہ قیامت کے دن اس سر زمین والوں کی لیے قائد اور نور بنا کر اٹھایا جائے گا۔ (مشکوۃ ج ۲ ص ۵۵۴)

عقیدہ دربارہ صحابہ کرام

انہی پاکیزہ ارشادات کے پیش نظر علمائے اہل سنت و جماعت نے اپنی معتبر کتب مبارکہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق یہ عقیدہ بیان فرمایا ہے کہ ''تمام صحابہ کرام اہل خیر، اہل اصلاح اور عادل ہیں۔ جب بھی ان کا ذکر کیا جائے تو اس کا خیر کے ساتھ ہونا فرض ہے۔ تمام صحابہ کرام بڑے چھوٹے جنتی ہیں۔ وہ جہنم کی آواز نہیں سنیں گے۔ وہ ہمیشہ اپنی من مانی مرادوں میں رہیں گے۔ محشر کی بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہیں بنائے گی۔ فرشتے ان کا استقبال کریں گے اور ان میں جو باہم جنگیں ہوئیں یا اختلاف رونما ہوا ان میں پڑنا اور جانبین میں سے کسی کو مطعون بنانا سخت حرام ہے۔ ان سے جو لغزشیں یا اجتہادی خطائیں سرزد ہوئیں وہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادی ہیں۔ اور ان سب سے بھلائی کا وعدہ فرمالیا ہے۔ صحابہ کرام ایک دوسرے کے دشمن نہیں تھے بلکہ وہ ایک دوسرے سے پیار و محبت رکھتے اور ایک دوسرے کا پورا ادب و احترام کرتے تھے''

بغض صحابہ کرام

جب قرآن و حدیث سے ثابت ہوا کہ جملہ صحابہ کرام کا ادب و احترام ہم پر فرض ہے تو پھر لامحالہ ان سے عداوت و بغض رکھنا حرام ہو گا۔ خود نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''میرے صحابہ کے متعلق اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ میرے بعد انہیں (طعن و تشنیع) کا نشانہ نہ بنانا۔ پس جو ان سے محبت رکھے گا وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھے گا۔ اور جو ان سے دشمنی رکھے گا وہ میری دشمنی کی وجہ سے ان سے دشمنی رکھے گا۔ اور جو انہیں ستائے گا وہ مجھے ستائے گا۔ اور جو مجھے ستائے گا وہ اللہ تعالیٰ کو ستائے گا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کو ستائے گا۔ وہ عن قریب اسے اپنی گرفت میں لے لے گا۔ (مشکوۃ شریف ج ۲ ص ۵۵۴)

اور علامہ نجم الدین عمر نسفی حنفی فرماتے ہیں ''مسلمان پر واجب ہے کہ وہ صحابہ کرام کو صرف نیکی کے ساتھ یاد کرے۔ کیونکہ صحابہ کرام کے مناقب میں اور انہیں طعن و تشنیع کرنے

سے زبان روکنے میں متعدد صحیح حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔
لاتسبوا اصحابی۔ میرے صحابہ کو گالیاں نہ دو (شرح عقائد ص ۱۱۲)

اور علامہ شامی حنفی فرماتے ہیں "اختیار نامی کتاب میں ہے کہ تمام ائمہ دین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام بدعتی فرقے گمراہی اور غلطی پر ہیں۔ **وسب احد من الصحابة و بغضه لا يكون كفرا لكن يضلل**. اور کسی ایک صحابی کو گالیاں دینا اور اس سے دشمنی رکھنا کفر تو نہیں لیکن گمراہی ضرور ہے (ردالمحتار ج ۳ ص ۳۲۱)

اور امام قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں۔ **وسب ال بيته و از واجه واصحابه ﷺ و تنقيصهم حرام ملعون فاعله**۔ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل وعیال اور صحابہ کو گالیاں دینا اور ان کی بے ادبی کرنا حرام ہے۔ اور انہیں گالیاں دینا اور ان کی بے ادبی کرنے والا لعنتی ہے (شفاشریف ج ۲ ص ۲۶۶)

اور حنفی مذہب کی معتبر کتاب شرح المختار میں ہے۔ "کسی ایک صحابی کو گالیاں دینا اور اس سے دشمنی رکھنا کفر نہیں بلکہ گمراہی ہے۔ کیونکہ حضرت علی نے اپنے گالیاں دینے والوں پر کفر کا حکم نہیں لگایا تھا۔ (الصواعق المحرقۃ ص ۲۵۷)

صحابہ پر لعن طعن

یہاں تک جو کچھ بیان ہوا اس سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ صحابہ کرام کو برا بھلا کہنا اور انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا شرعاً حرام ہے۔ ایسا کرنے والے گمراہ، بے نصیب اور مرتکب حرام ہیں۔ اب ہم اس بارہ میں چند احادیث مبارکہ نقل کرتے ہیں تا کہ اس مسئلہ پر زیادہ روشنی پڑ جائے۔

حدیث نمبر ۱: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ **شفاعتی مباحة الا لمن سب اصحابی**۔ میری شفاعت مباح ہے۔ مگر اس شخص کے لیے (مباح نہیں) جو میرے صحابہ کو گالیاں دے گا۔ (جامع صغیر ج ۲ ص ۴۰)

حدیث نمبر ۲: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **لعن الله من سب اصحابی**۔ جو شخص میرے صحابہ کو گالیاں دے اس پر اللہ تعالیٰ لعنت بھیجے۔ (جامع صغیر

ج ۲ ص ۱۲۴)

حدیث نمبر ۳: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ **من سب اصحابی فعلیه لعنة الله و الملآئکة و الناس اجمعین** ۔ جو شخص میرے صحابہ کو برا بھلا کہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ (جامع صغیر ج ۲ ص ۱۷۳)

حدیث نمبر ۴: نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ **اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فالعنو هم** ۔ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ تو تم ان پر لعنت بھیجو (کنوز الحقائق ج ۱ ص ۲۰)

حدیث نمبر ۵: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ **ان اشرا ر امتی اجرأ هم علی صحابتی** بلاشبہ میری امت میں شریر ترین لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہ (کی بے ادبی) پر جرائت کرتے ہیں۔ (جامع الصغیر ج ۱ ص ۹۱)

حدیث نمبر ۶: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا **لا تسبو ا اصحابی فلو ان احد کم انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مد احد هم ولا نصیفه** ۔ تم میرے صحابہ کو گالیاں نہ دو۔ کیونکہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ جتنا سونا (راہِ خدا میں) خرچ کرے تو وہ ان میں سے کسی ایک کے ایک مد کو نہیں پہنچے گا اور نہ انکے مد کے نصف کو۔ (مشکوٰۃ۔ ج ۲ ص ۲۴۲)

حدیث نمبر ۷: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ **من سب اصحابی فعلیه لعنة الله و الملا ئکة والناس اجمعین لا یقبل الله منه صرفاً ولا عد لا** ۔ جو شخص میرے صحابہ کو گالیاں دے۔ اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض اور نفل قبول نہیں کرے گا۔ (شفا شریف ج ۲ ص ۴۲)

حدیث نمبر ۸: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ **ان الله اختارنی و اختار لی اصحابا فجعل منهم وز ر آء و انصاراً و اصهارا فمن سبهم فعلیه لعنة الله و الملآ ئکة والناس اجمعین لا یقبل**

الله منهم یوم القیامة صرفاً و لا عد لا ۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چنا اور میرے لیے صحابہ کو چنا۔ اور پھر اس نے بعض صحابہ کو میرا وزیر اور مدد گار اور سسر بنایا۔ پس جو شخص انہیں (صحابہ کو) برا بھلا کہے گا اس پر اللہ تعالیٰ تمام فرشتوں اور انسانوں کی لعنت ہو گی۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی کوئی فرض و نفل عبادت قبول نہ کرے گا۔ (صواعق محرقہ ص ۴)

حدیث نمبر ۹: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ **من سب الا نبیاء قتل و من سب اصحابی جلد۔** جو شخص انبیاء علیہ السلام کو گالیاں دے وہ قتل کیا جائے اور جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہے اسے کوڑے مارے جائیں۔

(صواعق محرقہ ص ۵۔ جامع صغیر ج ۲ ص ۱۷۳)

حدیث نمبر ۱۰: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ **اذا را یتم الذین یسبون اصحابی فقو لو ا لعنة الله علی شر کم** ۔ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو صحابہ کرام کو برا بھلا کہتے ہیں تو تم کہو۔ تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔

(صواعق محرقہ ص ۵) (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۴۳)

حدیث نمبر ۱۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ **ان الناس یکثرون و اصحابی یقلون فلا تسبو ا اصحابی فمن سبهم فعلیه لعنة الله** ۔ بلاشبہ لوگ زیادہ ہو جائیں گے اور میرے صحابہ گھٹ جائیں گے۔ پس تم میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو۔ کیونکہ جو انہیں برا بھلا کہے گا اس پر اللہ کی لعنت ہو گی۔ (صواعق محرقہ ص ۵)

حدیث نمبر ۱۲: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عبید اللہ بن عمر کی زبان کاٹ ڈالنے کی نذر مانی جبکہ اس نے صحابی رسول ﷺ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں۔ جب اس بارہ میں آپ سے گفتگو کی گئی تو آپ نے فرمایا۔ **دعو نی اقطع لسانه حتی لا یشتم احد اصحاب النبی ﷺ** ۔ مجھے اس کی زبان کاٹنے دو تا کہ اس کے بعد کوئی نبی ﷺ کے صحابہ کو گالیاں نہ دے۔ (شفا شریف ج ۲ ص ۲۲۸)

الغرض۔ یہ چند احادیثِ مبارکہ ہیں جن میں غیب دان نبی ﷺ نے اس فتنہ عظیمہ کے

پیدا ہونے سے کافی عرصہ پہلے اپنی امت کو اپنے تمام صحابہ کرام کے ادب واحترام کا درس دیا۔ ان کی بے ادبی اور گستاخی سے بشدت منع فرمایا اور دشمنان صحابہ کے انجام کی پوری پوری نشان دہی فرمائی فصلے اللہ علیہ وسلم وبارک ابداً ابداً۔

دشمنان صحابہ سے بائیکاٹ

یہاں تک جو کچھ ذکر ہوا اس سے یہ بخوبی واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام کا ادب واحترام امت محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام پر فرض اور ان کی بے ادبی اور گستاخی حرام اور موجب دوری، رحمتِ رب کریم ہے۔ اب ہم دو حدیثیں پیش کرتے ہیں۔ جن میں نبی کریم ﷺ نے ہمیں دشمنانِ صحابہ سے مکمل بائیکاٹ کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ان الله اختار نی واختار لی اصحابا و اصھا را و سیأ تی قوم یسبونهم و ینتقصو نهم فلا تجا لسو هم ولا تشار بو هم ولا تؤ اکلو هم ولا تنا کحو هم۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چنا اور میرے صحابہ اور سسر چنے۔ اور عنقریب ایک قوم پیدا ہو گی جو انہیں برا بھلا کہے گی اور ان کی بے ادبی کرے گی۔ تم ان کے پاس نہ بیٹھنا۔ تم ان کے ہمراہ نہ پینا۔ تم ان کے ساتھ نہ کھانا اور تم ان کے ساتھ رشتہ داری نہ کرنا۔ (صواعق محرقہ ص ۴)

اور رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ **لا تسبوا اصحابی فا نه یحبنی قوم فی آخر الزمان یسبو ن اصحابی فلا تصلو اعلیهم ولا تصلو ا معهم ولا تنا کحو هم ولا تجا لسوهم وان مر ضوا فلا تعو د و هم۔** میرے صحابیوں کو گالیاں نہ دو۔ سو آخر زمانے میں ایک قوم پیدا ہو گی جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہے گی۔ تو تم ان پر نمازِ جنازہ نہ پڑھنا۔ ان کے ساتھ نماز، پنجگانہ نہ پڑھنا، ان سے رشتہ داری نہ کرنا، ان کی مجالس میں نہ بیٹھنا اور اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی بیمار پرسی نہ کرنا۔ (شفا شریف ج ۲ ص ۲۶۶)

الغرض حضور علیہ السلام نے ان ارشادات پاک میں محبان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ وہ گستاخان صحابہ کی بیمار پرسی نہ کریں۔ اگر وہ مر جائیں تو ان کا جنازہ نہ پڑھیں۔ ان کے ساتھ نکاح نہ کریں۔ ان کی مجالس (ماتم وغیرہ کی محافل) میں حاضری نہ دیں اور گیارھویں وغیرہ کے مواقع میں انہیں بلا کر ان کے ساتھ نہ کھائیں پئیں۔ اب اگر کوئی

سی ان ہدایات نبوی کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اسے اپنی عاقبت کا خیال کرنا چاہیے۔ اللهم اهد قومی فانهم لا یعلمون

دشمنانِ صحابہ کا انجام

اب ہم کتبِ معتبرہ سے دشمنانِ صحابہ کرام کے انجام کے متعلق چند واقعات نقل کرتے ہیں تاکہ ہمارے ہم خیال احباب کا ایمان پختہ اور ان کے دلوں میں صحابہ کی محبت اور عقیدت زیادہ ہو۔

پہلا واقعہ

شیخ ابرہیم عبیدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''میں نے اپنے ماموں شیخ علی مالکی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب پکے رافضی (دشمنِ صحابہ) کی موت کا وقت قریب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ خنزیر کے چہرہ میں تبدیل کر دیتا ہے۔ پس وہ اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ اس کا چہرہ خنزیر کے چہرہ میں تبدیل نہ کر دیا جائے۔ اور خنزیز کے چہرہ والا ہو جانا اس کے پکے رافضی ہونے کی علامت ہے۔ اسی وجہ سے جب کسی رافضی کا چہرہ خنزیر کے چہرہ میں تبدیل ہو جاتا ہے تو اس سے رافضیوں کو بڑی خوشی ہوتی ہے۔ اور اگر اس کا چہرہ نہ بدلے وہ غمگین ہو جاتے ہیں اور آپس میں کہتے ہیں کہ وہ سنی ہو کر مرا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ (عمدۃ التحقیق ص ۲۲۷)

دوسرا واقعہ

علامہ عبدالغفار قوصی اپنی کتاب الوحید میں لکھتے ہیں کہ اکابر علماء میں سے ایک شخص میرا دوست تھا۔ جب وہ مر گیا تو میں نے اسے خواب میں دیکھا۔ اس سے دینِ اسلام کی حقانیت کے متعلق پوچھا۔ اس نے بتایا کہ واقعی اسلام سچا مذہب ہے۔ اچانک میں نے اپنے اس دوست کے چہرہ کو دیکھا تو اسے تارپین کی طرح سیاہ پایا۔ حالانکہ زندگی میں اس کا رنگ سفید تھا۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا جب تیرے خیال میں اسلام سچا مذہب ہے تو پھر تیرا چہرہ کس وجہ سے سیاہ ہو گیا ہے؟ اس نے دھیمی آواز میں کہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں خواہش نفسانی اور عصبیت کی وجہ سے بعض صحابہ کو بعض صحابہ پر فضیلت دیتا تھا۔ علامہ قوصی فرماتے ہیں کہ یہ عالم رافضیوں کے شہر کا باشندہ تھا۔ (عمدۃ التحقیق ص ۲۲۴)

تیسرا واقعہ

علامہ عبدالغفار قوصی فرماتے ہیں کہ اسی طرح ہمیں یہ خبر بھی پہنچی ہے۔ کہ ایک رافضی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیا کرتا تھا۔اس کی بیوی اور بچے اسے اس سے روکتے تھے۔ مگر وہ باز نہ آتا تھا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے اس رافضی کی شکل تبدیل کر کے اسے خنزیر بنادیا۔ اور اس کی گردن میں ایک بہت بڑی زنجیر ڈال دی۔ یہ دیکھ کر اس کا لڑکا لوگوں کو بلابلا کر لانے اور اپنے باپ کی یہ بری حالت انہیں دکھانے لگا۔ پھر چند دن بعد وہ رافضی اسی حالت میں فوت ہو گیا۔اور اس کے گھر والے اسے گوبر پھینکنے کی جگہ میں پھینک آئے۔علامہ قوصی فرماتے ہیں کہ میں نے امام محب الدین طبری کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں خود اس رافضی کے لڑکے سے ملا تو اس نے اپنے باپ کا پورا قصہ سنایا۔ اور اس نے یہ بھی کہا کہ وہ اپنے باپ کو مارتا تھا۔اور اسے کہتا تھا۔ کہ اب حضرت ابو بکر و عمر کو گالیاں دو۔ مگر وہ ایسا نہ کر سکتا تھا"

(عمدۃ التحقیق ص۲۲۶)

چوتھا واقعہ

امام محب الدین طبری فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رافضیوں کی ایک جماعت روضہ نبوی کے خادم کے پاس بہت سا مال لائے کہ وہ اسے ناظر حرم شریف کے پاس پہنچادے تا کہ ناظر حرم شریف انہیں روضہ نبوی سے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو نکال دینے کی قدرت دے۔ ناظر حرم شریف نے پوشیدگی میں وہ مال قبول کر لیا تو اس بات سے خادم صاحب کو بڑی پریشانی لاحق ہوئی۔ جونہی رات پڑی۔ چالیس آدمی بیلچے اور کدال لے کر شیخین کی قبریں اکھاڑنے کے لیے آپہنچے۔امام طبری فرماتے ہیں کہ مجھے خادم صاحب نے خود بتایا کہ جونہی یہ چالیس آدمی رات کے وقت مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو زمین میں دھنسادیا اور آج تک ان میں سے کسی ایک کا بھی نام ونشان نہ ملا۔ پھر جب یہ خبر ان رافضیوں تک پہنچی جنہوں نے ان چالیس آدمیوں کو بھیجا تھا تو وہ اجنبی بن کر مدینہ منورہ میں آئے۔ خادم صاحب کو کسی حیلے سے ایک تنہا مکان میں لے گئے اور ان کی زبان کاٹی اور مثلہ کیا۔اچانک نبی پاک ﷺ اس خادم حرم کے پاس تشریف

لائے۔ آپ نے بدن اور چہرہ پر اپنا دستِ انور پھیرا تو وہ ایسے ہو گئے گویا انہیں کوئی نقصان پہنچا ہی نہ تھا۔ پھر ان رافضیوں نے دوسری بار خادم صاحب کی زبان کاٹی اور انہیں خوب زدو کوب کیا تو پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور پھر انہوں نے ان کے بدن پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا تو وہ ایسے ہو گئے گویا کہ انہیں کوئی عارضہ پیش ہی نہ آیا تھا۔ پھر تیسری بار ان رافضیوں نے خادم صاحب کی زبان کاٹی اور انہیں خوب مارا پیٹا تو پھر حضور علیہ السلام خادم صاحب کے پاس تشریف لائے اور ان پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا تو وہ صحیح وسلامت ہو گئے گویا انہیں کوئی آزار لگا ہی نہ تھا۔
(عمدۃ التحقیق ص ۲۲۵)

پانچواں واقعہ

ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب بیت اللہ شریف کا حج کیا تو میں حرم شریف میں ایک ایسے شخص سے ملا جس کے متعلق لوگوں نے بتایا کہ وہ پانی نہیں پیا کرتا۔ میں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بیان کیا کہ میں مقام حلہ کی شیعہ برادری کا ایک فرد تھا۔ ایک رات میں سویا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا قیامت قائم ہو گئی ہے۔ لوگ سخت پریشانی اور پیاس میں مبتلا ہیں۔ تھوڑی دیر بعد مجھے بھی بہت سخت پیاس محسوس ہوئی۔ میں نبی پاک علیہ السلام کے حوض کوثر پر حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ اس حوض پر حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم لوگوں کو پانی پلا رہے ہیں۔ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اس وجہ سے گیا کہ میں ان سے محبت رکھتا تھا۔ اور انہیں دوسرے صحابہ پر فضیلت دیتا تھا۔ مگر انہوں نے مجھ سے منہ موڑ لیا۔ پھر میں حضرت ابو بکر کے پاس گیا تو انہوں نے بھی منہ موڑ لیا۔ پھر میں حضرت عمر کے پاس گیا تو انہوں نے بھی منہ موڑ لیا۔ پھر میں حضرت عثمان کے پاس گیا تو انہوں نے بھی منہ موڑ لیا۔ حضور علیہ السلام محشر کے میدان میں کھڑے کفار کو حوض کوثر سے ہٹا رہے تھے۔ میں ان کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا یارسول اللہ۔ مجھے سخت پیاس لگی تو میں حضرت علی کے پاس گیا۔ مگر انہوں نے مجھ سے منہ موڑ لیا۔ آپ نے فرمایا۔ **کیف یسقیک و انت تبغض اصحابی**۔ حضرت علی تجھے کیسے پانی پلاتے جبکہ تو میرے صحابیوں سے دشمنی رکھتا ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا اب میری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا **نعم اسلم من جدید**

وتب حتی اسقیک شربة لا تظماء بعد ھا ابداً ۔ ہاں نئے سرے سے اسلام لا۔ اور توبہ کر تا کہ میں تجھے وہ پلاؤں جسکے بعد تجھے کبھی پیاس محسوس نہ ہو گی۔ یہ سن کر میں اسلام لایا۔ اور میں نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر توبہ کی۔ تو آپ نے مجھے ایک پیالہ عنایت کیا جسے میں نے پیا اور میری پیاس بجھ گئی۔ اس کے بعد میں بیدار ہوا پھر میرا یہ حال ہو گیا کہ مجھے کبھی پیاس نہ لگی۔ چاہوں تو کچھ پی لوں اور چاہوں تو کچھ نہ پیوں۔ بعد ازاں میں اپنے علاقہ حلہ میں واپس آیا اور اس کے رہنے والوں سے بیزاری اختیار کی۔ آج مجھے بیس برس گزر چکے ہیں کہ مجھے اس عرصہ میں کبھی پیاس محسوس نہ ہوئی۔ (نذھة الناظرین ص ۱۴۱)

چھٹا واقعہ

ایک بزرگ حج کرنے کے لیے گھر سے نکلے۔ جب وہ بغداد پہنچے تو انہیں اپنا سامان کسی کے پاس امانۃ رکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ انہوں نے ایک دکان میں ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا۔ اس پر اپنی امانت پیش کی مگر اس نے انکار کر دیا۔ انہوں نے خیال کیا کہ بغداد میں اس بوڑھے سے بڑھ کر کوئی امانت دار نہ ملے گا۔ اس لیے پھر وہ اس کے پاس گئے اور اس پر امانت پیش کی۔ اس نے کہا میں تمہاری امانت اس شرط پر اپنے پاس رکھوں گا کہ تو میرا یہ پیغام نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچا دے کہ اگر آپ کے پاس وہ دو شخص (صدیق اکبر و عمر فاروق) نہ ہوتے تو میں آپ کی زیارت کے لیے ہر سال حاضر ہوتا۔ وہ بزرگ اس شرط پر اپنا سامان اس کے پاس رکھ کر چلے گئے۔ حج کے بعد جب وہ روضہ انور پر حاضر ہوئے تو انہیں اس پیغام کی وجہ سے بڑی خلش محسوس ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ سو گئے تو حضور علیہ السلام کو صحابہ کرام کے ہمراہ خواب میں دیکھا اور آپ نے فرمایا۔ اس شخص کا پیغام ہمیں پہنچا دو۔ وہ حضور علیہ السلام کی ہیبت کی وجہ سے جاگ اٹھے۔ پھر وضو کر کے سوئے تو پھر آپ کی زیارت ہوئی آپ نے پھر انہیں وہ حکم دیا تو انہوں نے عرض کیا حضور آپ مجھ سے بہتر اس ملعون کی بات سے باخبر ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ لیکن تم اس کی امانت اپنی طرف سے ادا کر دو۔ انہوں نے عرض کیا۔ حضور اس شخص نے کہا تھا کہ اگر آپ کے پہلو میں وہ دو شخص نہ ہوتے تو میں ہر سال آپ کی زیارت کرتا۔ یہ سن کر آپ نے فوراً حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا حضرت علی تھوڑی دیر کے لیے غائب رہے۔ پھر وہ اس حال میں

آئے کہ انہوں نے اس بغدادی آدمی کو گریبان سے پکڑا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا کیا یہ وہی شخص ہے؟ میں نے کہا۔ہاں۔ آپ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ اس کی گردن اتار دو۔ حضرت علی نے اپنی تلوار اس کی گردن پر ماری اور اس کے خون کا ایک قطرہ ان کی قمیض پر ٹپکا۔ وہ اس خواب کی ہیبت سے بیدار ہوئے۔ اپنے ٹھکانے پر آکر وہ تاریخ اور ساعت نوٹ کرلی۔ جب وہ بغداد واپس گئے اور اس شخص کا گھر تلاش کیا تو انہوں نے دروازہ پر ایک شخص دیکھا۔ انہوں نے اس سے اس کے متعلق دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ وہ ایک رات اپنے گھر سے اچانک غائب ہو گیا۔ ہم نے اسے تلاش کیا تو اسے ویرانے میں اس حال میں پایا کہ اس کے دھڑ کے ساتھ اس کا سر موجود نہ تھا۔ اور وہ رات اور وہ گھڑی وہی تھی جو ان بزرگوں نے مدینہ شریف میں نوٹ کی تھی۔ پھر انہوں نے اس واقعہ کی خبر دی تو وہ خبر خلیفہ وقت تک پہنچی۔ اس نے بغداد اور دوسرے شہروں میں منادی کرادی کہ صحابہ کرام کو گالیاں نہ دی جائیں'' (نزہتہ الناظرین ص ۴۲)

آخری گذارش

سنی بھائیو! آپ سے یہ آخری گذارش ہے کہ آپ حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضی، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت معاویہ، حضرت عمرو بن العاص، اور حضرت مغیرہ بن شعبہ وغیرھم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بے ادبی اور گستاخی کرنے والے لوگوں (رافضیوں، شیعوں) سے پوری طرح کنارہ کش رہیں۔ اسی میں آپ کے ایمان کی سلامتی اور دین ودنیا کی بہتری ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ ۹ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

چوبیسواں مقالہ

مناقب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی رسولہٖ محمد و الہ و اصحابہ اجمعین اما بعد : گذشتہ دنوں ہمیں ایک شخص سے گفتگو کا اتفاق ہوا۔ جس نے کہا کہ ''حضرات خلفائے ثلاثہ (ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تو صحابی ہیں اور میں ان کے ناموں کے ساتھ حضرت اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے کو جائز جانتا ہوں مگر معاویہ نہ تو صحابی رسول ﷺ ہیں اور نہ ان کے نام کے ساتھ حضرت اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا جائز ہے جب اس سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے کہا کہ حضرات خلفائے ثلاثہ تو اس لیے صحابی اور قابل احترام ہیں کہ ان کی خلافتوں کو مولائے علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے تسلیم کیا۔ ان کے ساتھ مل کر کام کیے اور ان کی آپس میں جنگیں نہیں ہوئی تھیں۔ لیکن معاویہ نے بنی ہاشم سے تین جنگیں لڑی ہیں اس لیے میں ہاشمی ہونے کی وجہ سے ان کو نہ صحابی مانتا ہوں اور نہ ان کے نام کے ساتھ حضرت اور رضی اللہ عنہ کہتا ہوں''

اس شخص کو صحیح مسئلہ بتایا گیا لیکن وہ اپنے اس عقیدہ باطلہ سے باز نہ آیا تو ہم نے عامۃ المسلمین کے ایمان کی حفاظت کے لیے یہ مختصر مقالہ مناقب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعۂ نجات بنائے آمین بجاہ النبی الامی الامین ﷺ

مختصر حالاتِ زندگی

شیخ ولی الدین خطیب تبریزی لکھتے ہیں۔ حضرت معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہما قریش کی شاخ بنو امیہ سے ہیں۔ ان کی والدہ کا نام ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا ہے۔ حضرت معاویہ اور حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہما دونوں فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے اور (۱) مؤلفۃ القلوب میں شامل رہے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے کاتبانِ وحی میں سے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے وحی میں سے کچھ نہیں لکھا۔ بلکہ آپ رسول اللہ ﷺ کے خطوط لکھنے پر مامور تھے۔ حضرت (۲) عبد اللہ بن

۱۔ قال السیوطی اسلم ہو و ابوہ یوم فتح مکۃ و شہد حنیناً و کان من المؤلفۃ قلوبہم ثم حسن اسلامہ (تاریخ الخلفاء ص ۱۴۸)

۲۔ قال جلال الدین السیوطی و کان احد الکتاب لرسول اللہ ﷺ (تاریخ الخلفاء ص ۱۴۸)

عباس اور حضرت ابو سعید رضی اللہ (۱) عنہما نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ آپ اپنے (۲) بھائی حضرت یزید بن ابو سفیان کی وفات پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں شام کے والی بنے۔ اور وفات تک اس منصب پر فائز رہے۔ ۴۱ھ میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت ان کے حوالے کر دی تو آپ بیس سال کے عرصہ تک پوری اسلامی دنیا کے خلیفہ رہے۔ پھر رجب (۳) ۶۰ھ میں آپ نے لقوہ کی بیماری میں مبتلا ہو کر دمشق میں چوراسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ اپنی عمر کے آخری ایام میں فرمایا کرتے تھے ''اے کاش میں ذی طویٰ کے علاقہ میں قریش کا ایک عام آدمی ہوتا اور میں خلافت کے امر سے کچھ نہ دیکھتا اور ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کی ازار، چادر، قمیض، چند موئے مبارک اور ناخن مقدس تھے۔ وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ مجھے رسول اکرم ﷺ کی قمیض میں کفن دینا۔ ان کی ازار میرے کفن کی ازار اور ان کی چادر میرے کفن کی چادر بنانا۔ میرے نتھنوں، سوراخوں اور سجدہ کی جگہوں میں رسول ﷺ کے بال اور ناخن رکھنا۔ پھر مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا۔''

(اکمال فی اسماء الرجال ص ۲۳)

فضائل و مناقب

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب میں حدیثیں (۴) موجود ہیں امام عبد العزیز

۱۔ قال السیوطی روی لہ عن النبی ﷺ مائۃ حدیث وثلاثۃ وستون حدیثاً۔ روی عنہ من الصحابۃ ابن عباس وابن عمر ابن الزبیر وابو الدرداء وجریر البجلی والنعمان بن بشیر وغیرہم ومن التابعین ابن المسیب وحمید بن عبد الرحمٰن وغیرہم۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۴۸)

۲۔ قال السیوطی لما بعث ابو بکر الجیوش الی الشام سار معاویۃ مع اخیہ یزید بن ابی سفیان فلما مات یزید استخلفہ علی دمشق فاقرہ عمر ثم اقرہ عثمان وجمع لہ الشام کلہ فاقام امیرا عشرین سنۃ وخلیفۃ عشرین سنۃ (تاریخ الخلفاء ص ۱۴۹)

۳۔ آپ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک ۸ رجب، بعض کے نزدیک ۱۵ رجب اور بعض کے نزدیک ۲۲ رجب ہے (روزنامہ تحفہ گوجرانوالہ ۲۰ فروری ۱۹۹۱ء)

۴۔ قال الجلال السیوطی وقد ورد فی فضلہ احادیث قل ما ثبت اخرج الترمذی وحسنہ عن عبد الرحمٰن بن ابی عمیرۃ الصحابی عن النبی ﷺ انہ قال لمعاویۃ اللھم اجعلہ ھادیا واخرج احمد فی مسندہ عن العرباض بن ساریۃ سمعت رسول اللہ ﷺ یقول اللھم علم معاویۃ الکتاب والحساب وقہ العذاب (تاریخ الخلفاء ص ۱۴۹)

فرہادی صاحب نبراس نے اپنی کتاب "الناهية عن طعن امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ میں آپ کے اکیس فضائل و مناقب ذکر کیے ہیں۔ ہم یہاں اختصار کے پیش نظر آپ کے بعض مناقب تبر کا پیش کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

علم ونجات کی دعا:

امام احمد مسند میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ **اللهم علم معاوية الكتاب والحساب و قه العذاب**، اے اللہ معاویہ کو کتاب اللہ (قرآن مجید) اور حساب کا علم عطا فرما اور ان کو عذاب سے بچا۔ (الناہیہ ص ۱۴۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۴۹۔ مکتوبات امام ربانی ج ا ص ۴۱۵)

ہدایت کی دعا

محدث ابو عیسیٰ ترمذی حضرت عبد الرحمٰن بن ابی عمیرہ صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہ کے حق میں فرمایا **اللهم اجعله ها ديا مهديا واهدبه**۔ اے اللہ اسے ہدایت دہندہ ہدایت یافتہ بنا اور اس کے سبب سے ہدایت دے۔ ہذا حدیث حسن غریب (ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۴۷) (مشکوۃ شریف ج ۲ ص ۲۶۴) (الناہیہ ص ۱۵) (مکتوبات امام ربانی ج ۲ ص ۴۱۵)

سبب ہدایت ہونے کی دعا:۔ اور یہی محدث جلیل روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب حمص کی ولایت حضرت عمیر بن سعد سے لے کر حضرت معاویہ کو دی تو لوگوں نے کہا عمر نے عمیر کو معزول کیا اور معاویہ کو والی بنایا۔ یہ سن کر حضرت عمیر نے فرمایا **لاتذ كروا معاوية الابخير فانى سمعت رسول الله يقول اللهم اهدبه**۔ تم معاویہ کو نہ یاد کرو مگر بھلائی سے کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ اے اللہ اسے (۱) ہدایت کا ذریعہ بنا" (سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۴۸)

ا۔ قلت ويؤيد ذلك ماروى رزين عن عمر رضى الله عنه انه قال رسول الله ﷺ اصحابي كالنجوم فبايهم اقتديتم اهتديتم (مشکوۃ ج ۲ ص ۳۴۴) لان معاوية منهم فهو كالنجوم ايضاً كما لا يخفى

یہ دعائیں مقبول ہیں:۔ امام طیبی شرح مشکوٰۃ شریف میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی شرح میں لکھتے ہیں۔ (۱)ولا ارتیاب ان دعآء ہ ﷺ مستجاب فمن کان ھذا حالہ کیف یرتاب فی حقہ. اور اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ دعا مقبول ہے سو جس شخص کا حال یہ ہو اس کی بزرگی کے بارہ میں شک کیسے کیا جا سکتا ہے؟
(حاشیہ مشکوٰۃ ص ۲۶۴ جلد دوم حاشیہ نمبر ۴)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کاتبِ وحی تھے:۔ مفتی حرمین امام احمد طبری نے کتاب خلاصۃ السیر میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کاتبان وحی یہ تیرہ اصحاب تھے۔ ابو بکر، عمر، عثمان، علی، عامر بن فہیرہ، عبداللہ بن ارقم، ابی بن کعب، ثابت بن قیس بن شماس، خالد بن سعید ابن العاص، حنظلہ بن ربیع اسلمی، زید بن ثابت، معاویہ ابن ابی سفیان اور شرجیل بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ وکان معاویۃ وزید الزمھم لذلک واخصھم بہ۔ اور معاویہ اور زید رضی اللہ عنہما باقی کاتبان وحی کی بنسبت کتابت وحی کے کام سے زیادہ التزام واختصاص رکھتے تھے۔ (الناھیۃ ص ۱۵)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جہاد کیا:۔ امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔ شھد حنینا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حنین کی جنگ میں شریک جہاد ہوئے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۴۸) بدیں وجہ جب حضرت عبداللہ بن مبارک سے پوچھا گیا کہ عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں یا معاویہ بن ابی سفیان؟ تو فرمایا غبار دخل فی انف فرس معاویۃ حین غزا فی رکاب رسول اللہ ﷺ افضل من کذا وکذا من عمر بن عبدالعزیز۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کرتے تھے تو اس وقت ان کے گھوڑے کے نتھنے میں جو غبار داخل ہوا تھا وہ عمر بن عبدالعزیز سے اتنے اتنے درجے بہتر ہے۔ (الناھیۃ عن طعن امیر المومنین معاویۃ رضی اللہ عنہ ص ۱۴)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عظیم محدث تھے:۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا شمار علماء

۱۔ مجدد الف ثانی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں رسول اللہ کی دعائیں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ ودعائے آنحضرت مقبول اور آنحضرت کی یہ دعائیں مقبول ہیں (مکتوبات ج ۱ ص ۴۱۵)

صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ چنانچہ امام ذہبی لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر اور اپنی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ اور ان سے حضرت ابو ذر غفاری، حضرت ابن عباس، حضرت ابو سعید، حضرت جریر بجلی اور دیگر صحابہ کی ایک جماعت نے اور تابعین میں سے جبیر، ابو ادریس خولانی، سعید ابن المسیب، خالد بن معدان، ابو صالح سمان، سعید، ہمام بن منبہ اور کثیر مخلوق نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں آٹھ اور امام مسلم نے صحیح مسلم میں حضرت معاویہ سے حدیثیں روایت کی ہیں حالانکہ ان دونوں کی شرطیں بہت سخت اور کڑی ہیں اور وہ غیر ثقہ، غیر ضابط اور کاذب راوی سے کوئی شئی روایت نہیں کرتے۔" (الناھیۃ ص ۱۷)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے:۔ محدث جلیل امام محمد بن اسماعیل بخاری ابن ابی ملیکہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرض کیا۔ کیا آپ کو امیر المومنین معاویہ پر اس وجہ سے کوئی اعتراض ہے کہ وہ وتر کی صرف ایک رکعت پڑھتے ہیں؟ تو فرمایا۔" اصاب انه فقيه "انہوں نے درست کیا ہے کیونکہ وہ فقیہ (مجتہد) ہیں اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا دعه فانه صحب رسول اللہ ﷺ۔ انہیں چھوڑو کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہ چکے ہیں۔

اس حدیث کے ضمن میں صاحب نبراس فرماتے ہیں۔ بلاشبہ فقہا نے آپ کے اجتہاد پر اعتماد کیا ہے۔ ولہذا جب وہ صحابہ کے اجتہاد کا ذکر کرتے ہیں تو وہاں (۱) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کا بھی تذکرہ کرتے ہیں (الناھیۃ ص ۲۶)

اور مولوی غلام غوث ہزاروی لکھتے ہیں " دعه فانه کی حدیث دلالت کرتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونا یا فقیہ ہونا ان کی نکتہ چینی سے منع کرتا ہے اور اس بات کو لازم کرتا ہے کہ ان کی صرف نیکیوں ہی کو ذکر کیا جائے" (الذب عن الصحابۃ ص ۱۸)

۱۔ ومن اعتقاد اهل السنة والجماعت ان معاویه لم یکن فی ایام علی خلیفة انما کان من الملوک وغایة اجتهاده انه کان له اجر واحد علی اجتهاد (الصواعق المحرقة ص ۲۱۷)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی تھے

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت معافی بن عمران سے عرض کیا۔ عمر بن عبدالعزیز اور معاویہ میں کون افضل ہے؟ آپ نے غصہ سے فرمایا لا یقاس احد با صحاب النبی ﷺ معاویۃ صاحبہ و صھرہ و کاتبہ و امینہ علی وحی اللہ عزوجل۔ کسی شخص کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے صحابہ پر قیاس نہ کیا جائے۔ معاویہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی، سسرالی رشتہ والے، کاتب اور امین وحی تھے۔ (شفا شریف ص ۴۳ ج ۲)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے سالہ ہیں:۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن ام حبیبہ بنت ابی سفیان رسول اللہ ﷺ کی زوجہء محترمہ ہیں اس وجہ سے آپ رسول اللہ ﷺ کے سالہ ہیں، اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے سسرالی رشتہ داروں کے حق میں فرمایا "بلاشبہ اللہ نے مجھے چنا اور میرے صحابہ کو چنا پھر انہیں میرے ساتھی، میرے سسرالی رشتہ والے اور میرے مددگار بنایا اور عنقریب ان کے بعد ایک قوم آئے گی جو انہیں گالیاں دے گی۔ تم ان (گستاخوں) کے ساتھ نہ بیٹھو اور نہ ان کے ساتھ مل کر کھاؤ، نہ ان سے رشتہ داری کرو، نہ ان کی نماز جنازہ پڑھو اور نہ ان کے ہمراہ نماز پڑھو۔ (نزھۃ الناظرین ص ۳۶)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عاشق رسول تھے:۔ قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنا کہ قابس بن ربیعہ رسول اللہ سے مشابہت رکھتے ہیں۔ پھر جب وہ ان کے گھر کے دروازہ سے داخل ہوئے تو وہ ان کی تعظیم کے لیے چارپائی سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ان سے ملاقات کی اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور ان کے لیے مرغاب نامی علاقہ بطور جاگیر کے وقف کر دیا۔ اس وجہ سے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے (شفا شریف ج ۲ ص ۲۰)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ متبع سنت تھے:۔ امام بغوی شرح السنہ میں ابو مجلز سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ نکلے در آں حالیکہ حضرت عبداللہ بن عامر اور حضرت عبداللہ بن زبیر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں دیکھ کر ابن عامر تو کھڑے ہو گئے مگر ابن الزبیر بیٹھے

رہے۔ یہ دیکھ کر حضرت معاویہ نے فرمایا بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ بات پسند کرے کہ لوگ اس کے آگے کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے۔ (الناھیۃ ص ۲۳)

مقام غور ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کی بناء پر اپنے لیے قیام تعظیمی کو پسند نہیں فرمایا یہ سنت کی پیروی اور حدیث پر عمل کی وجہ سے تھا۔ سو اس سے آپ کے متبع سنت ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ اور اس کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ''پہلا شخص جو میری سنت کو تبدیل کرے گا وہ بنی امیہ کا یزید نامی شخص ہو گا۔'' یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ حضرت معاویہ عامل بالسنۃ تھے (الناھیہ ص ۳۰)

حضرت معاویہ صاحب عدالت صحابی تھے :۔ امام قسطلانی شرح بخاری شریف میں لکھتے ہیں کہ معاویہ بہت سی خوبیوں کے حامل تھے۔ اور امام نووی شرح مسلم شریف میں فرماتے ہیں۔ ہو من عدول الفضلاء والصحابۃ الخیار۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ چوٹی کے صاحب عدالت فضلاء اور بہترین صحابہ میں سے تھے۔ اور صاحب نبراس لکھتے ہیں۔ ویکتب المحدثون بعد اسمہ رضی اللہ عنہ کسائر الصحابۃ بلا فرق۔ اور محدثین معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام کے بعد سب صحابہ کے ناموں کی طرح کوئی فرق کیے بغیر رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں۔ (الناہیہ ص ۱۷)

حضرت معاویہ اہل بیت کا ادب کرتے تھے :۔ امام احمد بن حنبل روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ حسن کی زبان چوسا کرتے تھے۔ اور بلاشبہ جس زبان اور جن ہونٹوں کو رسول اللہ ﷺ نے چوسا ہو وہ ہرگز عذاب میں مبتلا نہ ہوں گے۔

ملا علی قاری مرقاۃ میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن بریدہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے فرمایا۔ میں آپ کو ایک انعام دوں گا جو میں نے آپ سے پہلے کسی کو نہیں دیا ہے اور نہ آپ کے بعد کسی کو دوں گا۔ یہ فرما کر آپ نے چار سو دینار کا عطیہ انہیں پیش کیا جو انہوں نے قبول فرمالیا۔ (الناھیہ

ص ۲۷)

حضرت معاویہ کی بخشش ہو چکی ہے :۔ محدث ابن عساکر ضعیف(۱) سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کنت عندالنبی ﷺ و عنده ابو بكر و عمر و عثمان اذ اقبل علی فقال النبی ﷺ لمعاوية اتحب عليا قال نعم قال انها ستكون بينكم هنيهة قال معاوية فما بعد ذلك يا رسول الله قال عفوالله و رضوانه قال رضينا بقضاء الله۔ میں، ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اچانک حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہ سے فرمایا۔ کیا آپ علی سے محبت رکھتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا عن قریب تمہارے درمیان جنگ ہو گی۔ حضرت معاویہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کے بعد کیا ہو گا؟ فرمایا اللہ کی معافی اور اس کی رضامندی عرض کیا پھر ہم اللہ کی قضا پر راضی ہیں۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ ولو شآء اللہ ما اقتلوا و لکن اللہ یفعل ما یرید۔ (الناھیۃ ص ۳۰)

حضرت معاویہؓ بادشاہ اسلام تھے :۔ امام جلال الدین سیوطی روایت بیان کرتے ہیں کہ سیدنا فاروق اعظم جب بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو فرماتے یہ عرب کا کسرٰی ہیں (تاریخ الخلفاء ص ۱۴۹)

اور کعب الاحبار نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے برسر اقتدار آنے سے پہلے ہی فرمادیا تھا کہ اس امت کا کوئی شخص اتنے بڑے ملک کا مالک نہیں ہو گا جتنے بڑے ملک کے مالک معاویہ ہوں گے (تاریخ الخلفا ص ۱۴۹)

اور خود معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے معاویہ جب آپ بادشاہ بنیں گے تو لوگوں سے اچھا سلوک کرنا۔ اس وقت سے مجھے بادشاہی ملنے کی امید رہی۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۴۹۔ مکتوبات امام ربانی ج ۲ ص ۴۱۶)

اور صاحب بہار شریعت لکھتے ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اول ملوک اسلام ہیں۔

۱۔ فضائل اعمال میں ضعیف حدیثیں بھی معتبر ہوتی ہیں۔ کمافی کتب اصحابنا الحنفیہ واللہ اعلم۔

اسی کی طرف تورات مقدس میں اشارہ ہے۔ کہ **مولده مکة و مهاجره طيبة و ملكه بالشام.** نبی آخر الزماں ﷺ مکہ میں پیدا ہوں گے۔ مدینہ کو ہجرت فرمائیں گے اور ان کی سلطنت شام میں ہو گی سو امیر معاویہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے مگر کس کی؟ محمد ﷺ کی سلطنت ہے۔ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک فوج جرار جان نثار کے ساتھ عین میدان جنگ میں بالقصد و بالاختیار ہتھیار رکھ دیئے اور خلافت امیر معاویہ کے سپرد کر دی اور ان کے ہاتھ پر بیعت فرمالی۔ اور اس صلح کو حضور اقدس ﷺ نے پسند فرمایا تھا اور اس کی بشارت دی تھی کہ امام حسن کی نسبت فرمایا تھا کہ **ان ابنی هذا سید لعل الله ان یصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین۔** میرا یہ بیٹا سید ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل اس کے باعث دو بڑے گروہ اسلام میں صلح کرا دے گا۔ سو امیر معاویہ (معاذ اللہ) پر فسق وغیرہ کا طعن کرنے والا حقیقۃً حضرت امام حسن مجتبےٰ رضی اللہ عنہ پر، بلکہ حضور سید عالم ﷺ پر، بلکہ حضرت اللہ عزوجل وعلا پر طعن کرنے والا ہے'' (بہار شریعت ج ۱ ص ۷۵)

معاویہ رضی اللہ عنہ کامیاب حکمران تھے:۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے چالیس سال کی طویل مدت تک صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دور سعید میں کامیابی سے حکومت کی ہے۔ انہیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے شام کا والی بنایا۔ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ والیوں کی درستی اور نادرستی میں بہت کوشش فرمایا کرتے تھے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی حکومت کو برقرار رکھا۔ (الناھیہ ص ۲۶)

معاویہ عادل حکمران تھے:۔ حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں **كيف يكون جائراً و قد صح انه رضى الله عنه كان اماماً عادلاً فى حقوق الله سبحانه و فى حقوق المسلمين كمافى الصواعق۔** حضرت معاویہ فاسق کیسے ہوں گے جب کہ صحت سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ اللہ سبحانہ کے حقوق اور مسلمانوں کے حقوق میں عادل تھے۔ جیسا کہ امام ابن حجر نے کتاب ''صواعق محرقہ'' میں ذکر فرمایا ہے (مکتوبات امام ربانی جلد اول ص ۴۱۵)

معاویہ کی خلافت برحق ہے:۔ شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی کتاب الاسالیب البدیعہ فی فضل

الصحابۃ واقتاع الشیعہ کے ص۴۶۷ میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی کتاب غنیۃ الطالبین ص۷۸ ج ا سے نقل کرتے ہیں اما خلافة معاوية بن ابی سفيان رضی الله تعالىٰ عنهما فثابتة صحيحة بعد موت علی و بعد خلع الحسن بن علی رضی الله عنهما نفسه عن الخلافة و تسليمها الى معاوية لرا ی راه الحسن و مصلحة عامة تحققت له وهی حقن ومآء المسلمين و تحقيق قول النبی ﷺ فی حسن رضی الله عنه ان ابنی هذا سيد يصلح الله تعالىٰ به بين فئتين عظمتين من المسلمين فوجبت اما مته بعقد الحسن له فسمی عامه عام الجماعة لا ارتفاع الخلاف بين الجميع واتباع الكل لمعاوية رضی الله عنه لا نه لم يكن هنا ک منازع ثالث فی الخلا فة.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات اور امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دستبرداری اور اسے معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کرنے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت اور صحیح ہے۔ امام حسن نے یہ دستبرداری کسی مصلحت کی وجہ سے اختیار فرمائی تھی۔ اور وہ یہ تھی کہ مسلمانوں کا خون بہنے سے بچ جائے۔ اور رسول اللہ ﷺ کا یہ قول حق ثابت ہو جائے کہ آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا بلاشبہ میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح پیدا کرے گا۔ پس حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت ہو گئی اور اس سال کو مسلمانوں کے ایک امام پر جمع ہو جانے کی وجہ سے جمع کا سال کہا گیا ہے۔ کیونکہ اس وقت خلافت کا کوئی دعویدار حضرت حسن و معاویہ رضی اللہ عنہما کے علاوہ نہ تھا۔ (الاسالیب البدیعۃ ص۴۶۷)

خلافت معاویہ حدیث سے ثابت ہے:۔ اور یہی امام مذکورہ بالا کتاب میں حضرت غوث پاک کی کتاب غنیۃ الطالبین ہی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

خلافة مذكورة.فی قول النبی ﷺ و هو ماروی عن النبی ﷺ انه قال تدور رحی الا سلام خمساً و ثلاثين سنة اوستا و ثلاثين اور سبعاً و ثلاثين والمر اد با لوحی فی هذا الحديث القو ة فی الدين والخمس السنين الفا ضلة من الثلاثين فهی من جملة خلافة معاويه الی تمام تسع عشرة سنة و شهور. لان الثلاثين كملت بعلی رضی الله عنه

كما بينا اه كلام الشيخ سيد ى عبدالقادر الجيلانى رحمة الله عليه . اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت نبی ﷺ کی حدیث میں مذکور ہے۔ اور وہ آپ کا یہ ارشاد ہے کہ اسلام کی چکی پینتیس سال یا چھتیس سال یا سینتالیس سال تک گھومے گی۔ اور اس حدیث میں چکی گھومنے سے مراد دین میں قوت کا موجود رہنا ہے۔ اور تیس کے بعد پانچ چھ یا سات سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا حصہ ہیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت تیس سال پر ختم ہو گئی تھی۔ (الاسالیب البدیعہ ص ۲۶۷)

گستاخِ معاویہ جہنمی ہے:۔ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ لکھتے ہیں "علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض، شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں۔ ومن يكون يطعن فى معاوية . فذاک من كلاب الهاويه۔ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے۔" (احکام شریعت ص ۱۰۳)

گستاخِ معاویہ اہل سنت سے خارج ہے:۔ امام صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "کسی صحابی کے ساتھ سوءِ عقیدت بد مذہبی و گمراہی و استحقاق جہنم ہے کہ وہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ بغض ہے۔ ایسا شخص رافضی (خارج از اہل سنۃ) ہے۔ اگرچہ چاروں خلفاء کو مانے اور اپنے آپ کو سنی کہے۔ مثلاً حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد ابو سفیان اور ان کی والدہ ہندہ رضی اللہ عنہم۔ اسی طرح حضرت سیدنا عمرو بن العاص اور حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم اجمعین۔" (بہار شریعت ص ۷۳ ج ۱)

مشاجرتِ صحابہ کی شرعی حیثیت:۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات ظاہری میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی باہمی رنجشوں کو خود بیان فرمایا۔ اس پیشین گوئی کے مطابق حضرت معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما میں ناچاقی پیدا ہوئی اور نوبت جنگ تک پہنچی۔ مگر اس سے کوئی صحابی اسلام یا صحابیت سے خارج نہیں ہوا۔ لہذا سب اصحابِ رسول ﷺ کا ادب و احترام امت پر فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کی عقیدت و ادب و احترام کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین!

(۱۹ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ)

پچیسواں مقالہ

یزید پر ایک نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد الله رب العالمين والصلوٰة والسلام على نبيه الكريم الامين و على سائر عباده المخلصين من النبيين والصديقين والشهدآء والصالحين الىٰ قيام الدين وبعد يوم الدين الى ابد الأبدين. اس مقالہ مبارکہ میں یزید کی بدکرداریاں اور اس کے متعلق علمائے اہل سنت کا عقیدۂ حقہ بیان کیا گیا ہے۔ اس مقالہ کی تالیف سے ہمارا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ اہلسنت کے ایمان پختہ اور مضبوط ہو جائیں۔ ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم۔

رسالت مآب ﷺ کی پیشین گوئیاں

حضور علیہ السلام کے رازدار حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ما ادری انسی اصحابی ام تناسوه والله ما ترک رسول الله ﷺ من قائد فتنة الىٰ ان تنقضى الدنيا يبلغ من معه ثلاث مائة فصاعداً الا قد سماه لنا باسمه واسم ابيه و قبيلته۔ یعنی میں نہیں جانتا کہ ان باتوں کو میرے ساتھی بھول گئے ہیں یا وہ انہیں بھلا دی گئی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے تو قیامت تک کے ہونے والے ہر اس فتنہ باز کا نام اور اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلہ کا نام بتا دیا تھا جس کے پیروکار تین سو یا اس سے زیادہ ہونے والے تھے۔ (شفا شریف ص ۲۲۲ ج ۱)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے قیامت تک ہونے والے تمام فتنہ بازوں شر انگیزوں کے نام اور ان کی ولدیت اور ان کے خاندان تک کے نام صحابہ کرام کو بتا دیئے تھے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ آپ نے یزید کے بارہ میں کیا کچھ اشارۃً یا صراحۃً ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید۔ جو شخص سب سے پہلے میری سنت تبدیل کرے گا وہ بنی امیہ کا ایک شخص ہے جسے یزید کہا جائے گا۔ اخرجہ الرویانی فی مسندہ۔

(تاریخ الخلفاء مُصنفہ خاتمۃ المحدثین جلال الدین سیوطی ص ۱۰۴)

اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ لازال امر امتی قائماً بالقسط حتی یکون اول من یثلمہ رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید۔ میری امت کا معاملہ انصاف کے ساتھ قائم رہے گا۔ حتی کہ بنی امیہ کا ایک شخص جس کا نام یزید ہے۔ اس میں

پہلی مرتبہ رخنہ اندازی کرے گا۔ رواہ ابویعلےٰ فی مسندہ وسند ضعیف (تاریخ الخلفاء ص ۱۵۹)

اور روایت میں آیا ہے کہ جب حضرت امام حسین پیدا ہوئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رونے لگے جب آپ سے رونے کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا۔ یقتلہ الفئۃ الباغیۃ۔ اسے باغی جماعت قتل کرے گی۔ (تمہید ابوشکور سالمی بحوالہ رسالہ سعی السعید ص ۱۴ مصنف محمد سعید اسعد)

اور ایک روایت میں صراحۃً وارد ہوا ہے۔ کہ ایک دن حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ایک دن ایسا آئے گا کہ مدینہ والوں کو مدینہ سے نکال دیا جائے گا۔ لوگوں نے پوچھا انہیں کون باہر نکالے گا۔ فرمایا امری السوء۔ ایک برا شخص۔ (جذب القلوب ص ۲۸)

اس حدیث میں واقعہء حرہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جو یزید بے نصیب کے حکم سے پیش آیا تھا۔ جس کی قدرے تفصیل انشاءاللہ العزیز عنقریب بیان کی جائے گی۔

اور بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ ''میری امت کی ہلاکت قریش کے ایک قبیلہ کے ہاتھوں سے ہو گی۔ دریافت کیا گیا یارسول اللہ آپ ہمیں اس زمانے کے متعلق کیا حکم ارشاد فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ عزلت و گوشہ گرفتن از خلق۔ یعنی میں تمہیں علیحدگی اور لوگوں سے کنارہ کشی کا حکم دیتا ہوں''

(جذب القلوب ص ۲۸)

اور حضرت ابوہریرہ کی ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ انہوں نے فرمایا ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہء قدرت میں میری جان ہے۔ مدینہ شریف میں ایک جنگ واقع ہو گی کہ اس میں دین کو اس طرح مونڈھ کر ختم کیا جائے گا جس طرح سر کے بال مونڈھے جاتے ہیں۔ اس دن مدینہ پاک سے تم باہر نکل جانا اگرچہ ایک میل کی مقدار تک ہو'' (جذب القلوب ص ۲۸)

حضرت ابوہریرہ کی دعا

چونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کرام کو یزید پلید کے دورِ حکومت کے مفاسد و مظالم تفصیل سے بتادیئے تھے۔ اس لیے حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ ''خداوندا مرا از حوادث سنہ ستین وامارت صبیان نگاہ دار و بیش از رسیدن آنوقت مرا از دنیا بردار'' خداوندا مجھے سن ساٹھ ہجری کے حوادثات سے بچا اور بچوں کی حکومت سے محفوظ رکھ اور

اس وقت کے پہنچنے سے پہلے مجھے دنیا سے اٹھالے۔ (جذب القلوب ص ۲۸)

آخر اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا منظور فرمائی۔ آپ کی وفات سن انسٹھ میں واقع ہوئی چنانچہ امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں۔ **وکان مع ابو هريرة علم من النبی بما مرعنه فی يزيد فانه كان يد عو اللهم انی اعوذ بک من رأس الستين و امارة الصبيان فاستجاب الله فتو فاه له سنة تسع و خمسين وكانت وفاة معاوية وولاية ابنه سنة ستين فعلم ابو هريرة بو لاية يزيد فی هذه السنة فاستعاذمنها لما علم من قبيح احواله بواسطة اعلام الصادق المصدوق ﷺ .**

نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مذکورہ بالا ارشادات کی بنا پر حضرت ابو ہریرہ کو یزید کے بارہ میں پورا پورا علم تھا۔ اسی وجہ سے وہ یہ کہا کرتے تھے۔ اے اللہ میں سن ساٹھ کے شروع سے اور بچوں کی حکومت سے تیرے پاس پناہ مانگتا ہوں۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول کی تو انہوں نے سن انسٹھ میں وفات پائی۔ جبکہ حضرت امیر معاویہ کی وفات اور یزید کی ولایت سن ساٹھ میں واقع ہوئیں۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ کو سن ساٹھ میں یزید کی حکومت کا یقینی علم تھا ۔اسی وجہ سے وہ اس سن سے پناہ مانگتے تھے۔ کیونکہ یزید کی بد کرداریوں کا انہیں علم تھا جو انہیں صادق مصدوق نبی ﷺ کے بتانے سے معلوم ہوئی تھیں"(صواعق محرقہ ص ۲۲۱)

یزید کی بد کرداریاں

اب ہم اہل سنت و جماعت کے مقتدر معتبر علمائے کرام کی کتابوں سے یزید بے نصیب کی بعض بد کرداریاں اور بد فعلیاں نقل کرتے ہیں۔ تاکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشین گوئیوں کا برحق ہونا روز روشن کی طرح روشن ہو جائے۔ وباللہ التوفیق

حضرت عبد اللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد

امام ابن حجر مکی تحریر فرماتے ہیں۔ **و لاسرافه فی المعاصی خلعه اهل المدينة فقد اخرج الواقدی من طرق ان عبدالله بن حنظلة بن الغسيل قال والله ماخر جنا علی يزيد حتی خفنا ان نرمی بالحجار ة من السمآء ان كان رجلاًينكح امهات الاولاد والبنات**

والاخوات و یشرب الخمرو یدع الصلوٰۃ۔ اور یزید کی بے انتہا بدکاریوں کی وجہ سے مدینہ والوں نے اس کی بیعت توڑ دی تھی۔ امام واقدی کئی سندوں سے حضرت عبداللہ بن حنظلہ الغسیل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ خدا کی قسم ہم نے یزید پر اس وقت خروج کیا جس وقت ہمیں اس بات کا اندیشہ ہوا کہ ہم پر آسمان سے پتھر برسائے جائیں گے۔ بلاشبہ یزید ام ولدوں، بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرتا تھا۔ شراب پیتا تھا۔ اور نماز چھوڑ بیٹھا تھا۔

(صواعق محرقہ ص۲۲۱ تاریخ الخلفاء ص ۱۶۰)

امام ذہبی کا ارشاد

امام حجر مکی نقل فرماتے ہیں۔ **وقال الذہبی ولما فعل یزید باھل المدینۃ مافعل مع شربہ الخمر واتیا نہ المنکرات اشتد علیہ الناس و خرج علیہ غیر واحد ولم یبارک اللہ فی عمرہ** ۔ امام ذہبی نے فرمایا۔ جب یزید نے مدینہ والوں کے ساتھ جو کچھ کرنا تھا کیا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ شراب پیتا تھا۔ اور بداعمالیاں کرتا تھا تو لوگ اس پر رنجیدہ ہو گئے اور بہت سے لوگوں نے اس کی بیعت توڑ دی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی عمر میں برکت نہ فرمائی۔ (صواعق محرقہ ص۲۲۱)

امام ابن حجر مکی کا ارشاد

یزید کے مسلمان ہونے کے قول پر بھی یزید فاسق، شرارتی اور ظالم تھا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے متعلق یہ خبر دی کہ بنی امیہ کا یزید نامی شخص میری امت کے انصاف پر قائم شدہ معاملہ میں سب سے پہلے رخنہ ڈالے گا اور میری سنت کو سب سے پہلے بدلے گا۔ (صواعق محرقہ ص۲۲۱)

سبط ابن الجوزی کا ارشاد

سبط بن الجوزی امام ابن الجوزی سے نقل فرماتے ہیں۔ کہ انہوں نے فرمایا اس بات سے تعجب نہیں کہ ابن زیاد نے حضرت امام حسین سے جنگ کی۔ بلکہ تعجب تو اس بات پر ہے کہ یزید نے حضرت امام حسین کی بے حرمتی کی اور لاٹھی سے آپ کے سر مبارک کے پہنچنے پر آپ کے دانتوں کو ٹھوکریں ماریں۔ اور اہل بیت رسول اللہ ﷺ کو میدان کربلا سے دمشق تک اس حال میں چلوایا

کہ وہ اونٹوں کے پالانوں پر قیدی تھے اور اس کے متعلق وہ سب باتیں ذکر کیں۔ جو اس کے بارہ میں مشہور و معروف ہیں۔ (صواعق محرقہ ص ۲۲۰)

ابوالحسن مداہنی کا ارشاد

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''ہم ابن جوزی از ابوالحسن مداہنی کہ یکے از ثقات راوۃ است نقل میکند کہ اہل مدینہ منورہ بعد از ظہور دلائل فسق و فساد یزید پلید بر منبر بر آمدہ خلع بیعت او نمودند''۔ یعنی ابن جوزی نے ابوالحسن مداہنی سے جو ثقہ راویوں میں سے ہیں نقل کیا ہے کہ مدینہ منورہ کے رہنے والوں نے یزید کے فسق و فجور کے دلائل ظاہر ہو جانے کے بعد بر سر منبر اس کی بیعت توڑی تھی'' (جذب القلوب ص ۳۱)

ابن الجوزی کا ارشاد

شیخ عبدالحق فرماتے ہیں۔ ''اور ابن جوزی نے یہ بھی کہا ہے کہ جب ۶۲ھ شروع ہوا۔ یزید پلید نے اپنے چچازاد بھائی عثمان بن محمد کو مدینہ منورہ بھیجا تا کہ وہ اہل مدینہ کو اس کی بیعت کی دعوت دے۔ عثمان نے مدینہ والوں کی ایک جماعت یزید کے دربار میں بھیجی۔ جب یہ لوگ واپس مدینہ منورہ آئے تو انہوں نے یزید پلید کو گالی گلوچ کرنے کے لیے اپنی زبانیں کھولیں اور اس کی بے دینی۔ شراب پینے۔ برے اور بے حیائی کے کام کا ارتکاب کرنے، کتوں سے کھیلنے اور اس قسم کے دوسرے برے افعال بیان کیے اور اس کی بیعت توڑ دی اور باقی مدینے والوں کو بھی انہوں نے یزید کی بیعت سے بیزار کر دیا۔ ایک شخص جو اس وفد میں موجود تھا اس نے کہا۔ خدا کی قسم یزید نے مجھے ایک ہزار درہم بطور انعام دیئے اور مجھ پر احسان کیا۔ لیکن سچائی سے میں کبھی باز نہیں آؤں گا۔ وے شارب خمر است و تارک صلوٰۃ۔ یزید شرابی اور تارک نماز ہے۔ (جذب القلوب ص ۳۰)

امام سیوطی کا ارشاد

''سن تریسٹھ ہجری میں یزید کو پتہ چلا کہ اہل مدینہ نے اس کی بیعت توڑ دی ہے۔ سو اس نے ایک بہت بڑا لشکر بھیجا اور اسے اہل مدینہ سے جنگ کرنے اور پھر مکہ معظمہ میں ابن زبیر سے لڑنے کا حکم

دیا۔ پس جب وہ آئے تو مدینہ منورہ میں حرہ کا واقعہ پیش آیا۔ اور تجھے کیا پتہ کہ حرہ کا واقعہ کیا ہے ایک دفعہ حضرت حسن بصری نے اس واقعہ کو بیان فرماتے ہوئے فرمایا۔ اللہ کی قسم اہل مدینہ میں سے کوئی ظلم سے بچنے والا نہ تھا۔ اس لڑائی میں صحابہ اور تابعین وغیرہم کی بڑی تعداد شہید کی گئی۔ اہل مدینہ کو خوب لوٹا گیا۔ اور ایک ہزار پاکیزہ خواتین سے بدکاری کی گئی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۶۰)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ارشاد

یزید نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ سے لڑنے کے لیے ایک لشکر عظیم کے ساتھ بھیجا۔ سہ روز ہتک حرمت نبوی ﷺ نمودہ۔ تین دن تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حرم شریف کی بے حرمتی کی جاتی رہی۔ ایک ہزار سات سو جلیل القدر مہاجرین وانصار و تابعین علماء کو شہید کیا گیا۔ دس ہزار عامۃ المسلمین کو قتل کی گھاٹ اتارا گیا۔ سات سو حافظوں اور ستانویں قریشی بزرگوں کو تہ تیغ کیا گیا۔ اور فسق وفجور اور زنا کو مباح قرار دیا گیا۔ یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ اس واقعہ کے بعد ایک ہزار عورت نے زنا کے حمل جنے اور مسجد نبوی میں گھوڑے دوڑائے گئے۔ (جذب القلوب ص ۲۹)

علامہ سیوطی کا ارشاد

یزید کا وہ لشکر جو حرہ میں اہل مدینہ سے لڑا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر سے جنگ کرنے کے لیے مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں سردار لشکر فوت ہو گیا۔ تو یزید نے اس لشکر پر نیا امیر مقرر کر دیا۔ پھر وہ لشکر مکہ آیا اور اس نے حضرت عبداللہ بن زبیر کا محاصرہ کر لیا۔ **وقاتلوہ ورموہ بالمنجیق وذلک فی صفر سنة اربع وستین و احترقت من شرارة نیرانهم استار الکعبة وسقفها و قرنا الکبش الذی قد فدی به اسماعیل وکانا فی السقف۔** اور انہوں نے جنگ کی اور منجیقوں سے پتھراؤ کیا۔ یہ واقعہ ماہ صفر ۶۴ھ کا ہے۔ اور ان کی آگ کی چنگاریوں سے کعبہ شریف کے پردے اور چھت جل گئے اور اسماعیل علیہ السلام کی جگہ جو جنتی دنبہ ذبح کیا گیا تھا اس کے دو سینگ بھی جل گئے جو کعبہ شریف کے چھت میں تھے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۶۴)

اور دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔ اور جب حضرت امام حسین اور ان کے خاندان کے افراد شہید ہو گئے۔ تو ابن زیاد نے ان کے سر یزید کے پاس بھیجے۔ **فسر بقتلهم اولاً ثم ندم لما مقته المسلمون علیٰ ذلک و ابغضه الناس وحق لهم ان یبغضوه**۔ پس وہ پہلے پہل تو ان کی شہادت پر خوش ہوا لیکن جب بعد میں مسلمان اس پر اس کی اس بد فعلی کی وجہ سے ناراض ہوئے اور اس کے دشمن بن گئے تو وہ شرمندہ ہوا۔ اور انہیں یزید سے ناراض ہونے کا حق حاصل تھا۔

(تاریخ الخلفاء ص ۱۵۹)

امام ابو اسحاق اسفرائینی کے ارشادات

جب یزید کو حضرت امام مسلم کے کوفہ پہنچنے اور حضرت امام حسین کی آمد کی تیاریوں کا حال معلوم ہوا تو اس نے ابن زیاد کو ان الفاظ میں حکم نامہ لکھا۔ ''تو جان کہ نعمان حسین کی بیعت میں داخل ہو گیا ہے۔ اسے اس بیعت سے موڑ۔ اور اگر وہ نہ مڑے تو اسے حکم دے کہ وہ اپنے گھر بیٹھ جائے۔ پھر وہ تیرا کہنا نہ مانے تو تو اس کا سر جدا کر کے میرے پاس بھیج اور تو جان کہ حسین نے اہل کوفہ و عراق کی طرف ایک مسلمان بھیجا ہے جو انہیں نمازیں پڑھاتا اور خطبہ دیتا اور ان کے معاملات میں فیصلہ کرتا ہے۔ تو اس کی طرف جلدی جا اور اسے قتل کر اور اس کا سر مجھے بھیج دے۔ اور ان تمام لوگوں کی دیکھ بھال رکھ جو حسین سے محبت رکھتے یا اس کا ذکر اپنی زبان سے لاتے یا اس کی بیعت میں داخل ہوتے ہیں۔ پس تو انہیں اس بات سے منع کر۔ پھر اگر وہ نہ باز آئیں تو انہیں اور ان کے اہل و عیال کو قتل کر اور ان کا مال لوٹ اور ان کے گھر والوں کو قیدی بنا۔ اور حسین اور ان کے ہمراہ جتنے بھی ہیں ان کے قتل کرنے کا حیلہ کر۔ کیونکہ عن قریب وہ تیری طرف آنے والے ہیں اور تو جو چاہے کر۔ میری جگہ تو تمام شہروں پر حکمران ہے۔ اور جو کچھ بھی تو کرے گا۔ ہم اس سے راضی ہیں۔ خبردار حسین اور ان کے ساتھیوں کے قتل کرنے میں سستی نہ کرنا۔'' (نور العین فی مشہد الحسین ص ۲۱)

الغرض یزید پلید وہ شخص ہے جس نے اپنے اقتدار کی خاطر نواسہء رسول مقبول ﷺ اور اہل بیت کے متعدد افراد کو میدان کربلا میں بھوکے پیاسے شہید کیا۔ اہل بیت کے قافلہ پر بے انتہا مظالم ڈھائے۔ اہل مدینہ کو بے دریغ قتل کرایا۔ مدینے کی پاکباز عورتوں کو مبتلائے بدکاری کیا۔

مدینے والوں کے مال اسباب لٹوائے اور خانہ کعبہ پر پتھراؤ کر کے مکہ والوں کو قتل و ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ

عقیدہ دربارۂ یزید

یزید اپنی ان سیاہ کاریوں کی وجہ سے دائرۂ اسلام سے خارج ہوا یا نہیں۔ اس بارہ میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ویزید بے دولت از اصحاب نیست۔ در بدبختی او کرا سخن است۔ کاری کہ آن بدبخت کردہ ہیچ کافر فرنگ نکند۔ بعضے از علمائے اہل سنت کہ در طعن او توقف کردہ اند۔ نہ آنکہ از وے راضی اند۔ بلکہ رعایت احتمال رجوع و توبہ کردہ اند۔ "بدنصیب یزید صحابہ میں داخل نہیں۔ اس کی بدنصیبی میں کسے کلام ہے۔ اس نے جو کچھ کیا وہ کوئی فرنگی کافر نہ کرے گا۔ بعض سنی علماء نے جو اس پر طعن کرنے میں توقف کیا ہے۔ وہ اس بنا پر نہیں ہے کہ وہ اس سے راضی ہیں۔ بلکہ وہ اس وجہ سے ہے۔ کہ انہوں نے یزید کی توبہ و رجوع کے احتمال کی رعایت کی ہے۔ (مکتوبات شریف ص ۱۳۳ جلد اول)

اور امام جلال الدین سیوطی شافعی فرماتے ہیں "نوفل بن فرات فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس تھا۔ ایک شخص نے یزید کا تذکرہ کیا اور اسے امیر المومنین کہا۔ تو آپ نے فرمایا۔ تقول امیرا لمؤ منین و امر بہ فضرب عشرین سو طاً۔ تو یزید کو امیر المومنین کہتا ہے۔ پھر آپ نے حکم دیا تو اسے بیس کوڑے لگائے گئے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۶۰)

اور محمد بن سلیمان حلبی حنفی فرماتے ہیں کہ غایت الامر یہ کہ یزید کی بدفعلیوں پر ہمارے لیے اظہار نفرت کرنا واجب ہے۔ کیونکہ بہر حال وہ قتل حسین کا سبب پیدا کرنے والا ضرور تھا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کو حقیقت حال کی پوری پوری خبر ہے" (تحفۃ اللآلی ص ۱۱۷)

اور امام سعد تفتازانی فرماتے ہیں "یزید بن معاویہ پر لعنت بھیجنے میں سنی علماء کا اختلاف ہے۔ خلاصہ وغیرہ کتب فتاویٰ میں ہے کہ یزید اور حجاج وغیرہما پر لعنت نہیں بھیجنی چاہیے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے نمازیوں اور اہل قبلہ پر لعنت بھیجنے سے منع فرمایا ہے۔ اور بعض علماء نے یزید پر لعنت بھیجنے کی اجازت دی ہے۔ کیونکہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم صادر کرنے کی وجہ سے کافر ہو گیا تھا۔ اور علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ جن لوگوں

نے حضرت امام حسین کو قتل کیا یا ان کے قتل کرنے کا حکم دیا یا ان کے قتل کی اجازت دی ان پر لعنت بھیجنا جائز ہے۔ **والحق ان رضاء یزید بقبل الحسین و استبشاره بذلک واھا نته اھل بیت النبوة مما تو اتر معناه وان کان تفاصیلھا احاداً فنحن لا نتو قف فی شانه بل فی ایمانه لعنة الله علیه و علی انصاره واعوانه** ۔اور حق بات یہ ہے کہ یزید کا امام حسین کے قتل پر راضی اور خوش ہونا اور اہل بیت کی بے حرمتی کرنا متواتر المعنی ہے۔ اگرچہ اس کی تفصیلات خبر واحد کے قبیل سے ہیں۔ پس ہم اس کی بد کرداریوں میں توقف نہیں کرتے بلکہ اس کے ایمان میں توقف کرتے ہیں۔ اس پر اور اس کے جملہ حامیوں اور ساتھیوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو''

(شرح عقائد نسفی ص ۱۱۳)

اور اعلیٰحضرت بریلوی فرماتے ہیں ''یزید پلید کے بارہ میں ائمہ اہل سنت کے تین قول ہیں۔ امام احمد وغیرہ اکابر اسے کافر جانتے ہیں۔ تو ہر گز اس کی بخشش نہ ہو گی اور امام غزالی وغیرہ مسلمان کہتے ہیں تو اس پر کتنا ہی عذاب ہو بالآخر اس کی بخشش ضرور ہے۔ اور ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں کہ ہم اسے مسلمان کہیں گے نہ کافر یہاں (یزید کی بخشش میں) بھی سکوت کریں گے۔''

(احکام شریعت ص ۱۵۲)

اور حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یزید پلید فاسق فاجر مرتکب کبائر تھا۔ معاذ اللہ اس سے اور ریحانہ رسول اللہ ﷺ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کیا نسبت۔ آج کل جو بعض گمراہ کہتے ہیں کہ ہمیں ان کے معاملہ میں کیا دخل ہے۔ ہمارے یہ بھی شہزادے ہیں وہ بھی شہزادے۔ ایسا بکنے والا مردود خارجی ناصبی مستحق جہنم ہے۔ ہاں یزید کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے میں علمائے اہل سنت کے تین قول ہیں۔ اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مسلک سکوت ہے۔ یعنی ہم اسے فاسق و فاجر کہنے کے سوا نہ کافر کہیں گے نہ مسلمان'' (بہار شریعت ص ۷۶ ج ۱)

اور حضرت مولانا مفتی ابو سعید محمد امین صاحب فیصل آبادی لکھتے ہیں ''یزید پلید شقی بد بخت تھا۔ فاسق و فاجر تھا اس کے کفر و لعن کے متعلق ائمہ اہل سنت و جماعت کا اختلاف ہے لیکن یزید کے قطعی کفر کا قول کسی نے نہیں کیا ہے۔ یزید پر قطعی کفر کا حکم لگانا اپنی ناواقفی کا ثبوت دینا

ہے۔ کفر قطعی وہ ہے جو کہ دلیل قطعی سے ثابت ہو۔ یعنی ایسی دلیل سے ثابت ہو کہ اس میں کوئی شک وشبہ نہ ہو جیسا کہ فرعون کا کفر کہ وہ نص قطعی سے ثابت ہے۔ قطعی کافر کے کفر میں شک کرنے والے پر کفر ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ شفا شریف میں ہے۔ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر او کما قال۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم ''(ماہنامہ رضائے مصطفیٰ') (۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ)

آخری گزارش

یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے یزید پلید کے بارہ میں سنی علمائے کرام کا عقیدہ خوب واضح ہو گیا ہے۔ لہٰذا جو شخص یزید کو برحق مانے یا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی جانے یا یزید کو قطعی مومن قرار دے یا اسے نیکوکار پرہیزگار سمجھ کر اس پر رحمتیں بھیجے یا اسے مغفور سمجھے تو وہ ضال ومضل، زمرۂ اہل سنت سے قطعاً یقیناً خارج ہے۔ سنی مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ایسے شخص کے عقائد ودلائل پر کان نہ دھریں۔ بلکہ سنی مشائخ وعلمائے کرام نے یزید پلید کے متعلق جو عقیدہ بتایا ہے اس پر پختگی سے ثابت قدم رہیں۔

؎ کارِ ما نصیحت بود کردیم ۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

چھبیسواں مقالہ

قادیانیوں سے میل جول کی شرعی حیثیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ رسوله محمد وآله واصحابه اجمعين .

اما بعد : بعض احباب اہل سنت کی فرمائش پر یہ مقالہ "قادیانیوں سے میل جول کی شرعی حیثیت" لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو شرفِ مقبولیت بخشے اور ذریعہ ہدایت بنائے آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

قادیانیوں کے بارہ میں مسلمانوں کا عقیدہ

حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی نبوت کا دعوٰی کیا۔ اور انبیائے کرام کی شان میں نہایت بے باکی کے ساتھ گستاخیاں کیں۔ خصوصاً حضرت عیسیٰ روح اللہ و کلمۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ صدیقہ مریم کی شان جلیل میں تو وہ بے ہودہ کلمات استعمال کیے کہ جن کے ذکر سے مسلمانوں کے دل دہل جاتے ہیں۔ خود مدعی نبوت بننا کافر ہونے اور ابد الآباد تک جہنم میں رہنے کے لیے کافی تھا کہ یہ قرآن مجید کا انکار اور حضور خاتم النبیین کو خاتم النبیین نہ ماننا ہے۔ مگر اس نے اتنی ہی بات پر اکتفاء نہ کیا۔ بلکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب و توہین کا وبال بھی اپنے سر لیا ایسے شخص اور اس کے متبعین کے کافر ہونے میں مسلمان کو ہرگز شک نہیں ہو سکتا بلکہ ایسے کی تکفیر میں اس کے اقوال پر مطلع ہو کر جو شک کرے خود کافر ہو۔ من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر یعنی جو مرزا کی خباثتوں پر مطلع ہو کر اس کے عذاب و کفر میں شک کرے۔ خود کافر ہے۔ (بہار شریعت حصہ اول ص ۵۶ ملخصاً)

اور اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں ۔ فمنهم المرزائية و نحن نسميهم الغلامية نسبة الى غلام احمد القادیانی دجال حدث فی ہذا الزمان (حسام الحرمین ص ۹۶) سو ان کافروں میں سے جو اسلام کے نام کو اپنا پردہ بنائے ہوئے ہیں ایک فرقہ مرزائیہ ہے اور ہم نے ان کا نام غلامیہ رکھا ہے غلام احمد قادیانی کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے۔ سو یہ شخص ایک دجال ہے جو اس زمانے میں پیدا ہوا ہے"

پھر مرزا قادیانی اور چند دوسرے مرتدین کے بعض عقائد خبیثہ ذکر کرنے کے بعد

فرماتے ہیں ۔ وبا لجملة هٰوء لآء الطوائف کلھم کفار مرتدون خارجون عن الاسلام باجماع المسلمین (حسام الحرمین ص ۱۱۲) اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ مذکورہ بالا یہ سب گروہ، سب کے سب کافر و مرتد ہیں۔ اور یہ امت مسلمہ کے اجماع کے ساتھ اسلام سے خارج ہیں

الحاصل اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی اور صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب کی ان عبارات سے ثابت ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیرو سب کے سب مرتد خارج از اسلام ہیں

کفار و مرتدین کا بائیکاٹ فرض ہے

قرآن و حدیث کی صریح نصوص سے ثابت ہے کہ کفار و مرتدین سے کنارہ کشی، ترکِ میل جول، ترکِ سلام و مصافحہ، ترکِ مناکحت و مجالست و مواکلت و مشاربت و موالات و مودات یہ سب کے سب مسلمانوں پر فرض ہیں۔ چند آیات متبرکہ و احادیث مبارکہ تبرکاً نقل کی جاتی ہیں و باللہ التوفیق

آیات کریمہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولا تر کنوآ الی الذین ظلموا فتمسکم النار و مالکم من دون الله اولیآء ثم لا تنصرون (ترجمہ) اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی نہیں۔ پھر مدد نہ پاؤ گے۔ (پ ۱۲ ار کوع ۱۰)

(۲) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین (ترجمہ) اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ (پ ۷ رکوع ۱۴)

(۳) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم ایٰت الله یکفر بها و یستهزا بها فلا تقعد وامعهم حتی یخوضوا فی حدیث غیره صلے انکم اذاً مثلهم ط ان الله جامع المنا فقین والکا فرین فی جهنم جمیعاً (ترجمہ) اور بے شک اللہ کتاب میں تم پر یہ اتار چکا ہے کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار کیا جاتا ہے اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو

ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں۔ ورنہ تم بھی انہی جیسے ہو گے۔ بے شک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔ (پ ۵ رکوع ۱۷)

(۴) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یآیھا الذین امنوا لا تتخذ واالیھوو النصاری اولیاء م بعضھم اولیآء بعض ط ومن یتو لھم منکم فانہ منھم ط ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین (ترجمہ) اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہی میں سے ہو گا۔ بے شک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔ (پ ۶ رکوع ۱۲)

(۵) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یاایھا الذین امنوا لا تتخذو االذین اتخذوا دینکم ھزواً و لعباً من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم والکفار اولیآ ء ج واتقو اللہ ان کنتم مؤمنین (ترجمہ) اے ایمان والو۔ اہل کتاب و کفار میں سے ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنالیا ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ (پ ۶ رکوع ۱۳)

(۶) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا تجدقوماً یؤ منون باللہ والیوم الآ خر یوآ دون من حآد اللہ و رسولہ ولو کانو ۱ باآ ء ھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیر تھم (ترجمہ) تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ وہ دوستی رکھیں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔ اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ والے ہوں۔ (پ ۲۸ رکوع ۳)

(۷) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولو کانو یوٗ منون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذ وھم اولیآ ء ولکن کثیر ا منھم فاسقون (ترجمہ) اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ اور اس کے نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف اتارا گیا تو وہ کافروں سے دوستی نہ کرتے۔ مگر ان میں تو بہتیرے فاسق ہیں۔ (پ ۶ رکوع ۱۵)

(۸) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یآیھا الذین ۱ منوا لا تتخذ وا اباآ ء کم واخوانکم اولیآء ان استحبو ا الکفر علیٰ الایمان ومن یتولھم منکم فآ و لئک ھم الظالمون (ترجمہ) اے ایمان والو۔ نہ بناؤ تم اپنے باپوں اور بھائیوں کو دوست اگر وہ کفر کو ایمان پر محبوب رکھیں اور جو تم میں سے انہیں دوست بنائیں تو بے شک وہی ظالم ہیں۔ (پ ۱۰ رکوع ۹)

(۹) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ھے یآ یھا الذین امنو ا لاتتخذوا عدوی و عد و کم اولیآ ء تلقون الیھم بالمو دۃ و قد کفروا بما جآ ء کم من الحق ج (ترجمہ) اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس آیا۔ (پ۲۸ر کوع ۷)

(۱۰) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یآ یھا الذین امنو الا تتو لو ا قوماً غضب اللہ علیھم (ترجمہ) اے ایمان والو۔ ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہوا۔ (پ۲۸ر کوع ۸)

(۱۱) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الم ترالی الذین تولو ا قوماً غضب اللہ علیھم ط ما ھم منکم ولا منھم لا ویحلفون علی الکذب و ھم یعلمون (ترجمہ) کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا جو ایسوں کے دوست ہوئے جن پر اللہ کا غضب ہے۔ وہ نہ تم میں سے ہیں اور نہ ان میں سے۔ جھوٹ پر قسمیں کھاتے ہیں حالانکہ وہ علم رکھتے ہیں۔ (پ۲۸ر کوع ۳)

احادیث مبارکہ

کفار و مرتدین سے بائیکاٹ فرض ہونے کے بارہ میں گیارہ آیات کریمہ لکھی گئی ہیں اب چند احادیث معتبرکہ بھی ملاحظہ ہوں۔

(۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ القدریۃ مجوس ھذہ الامۃ ان مرضوا فلا تعو دوھم وان ماتوا فلا تشھدو ھم۔ رواہ ابوداؤد والحاکم عن ابن عمر وصححہ السیوطی فی الجامع الصغیر۔ ص۸۹ ج۲)

قدریہ فرقہ اس امت کا مجوس ہے۔ اگر اس فرقہ والے بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر مر جائیں تو ان کے کفن دفن میں حاضری نہ دو۔ (مشکوٰۃ جلد اول ص۲۰)

(۲) اور دوسری روایت میں فرمایا لا تجالسوا اھل القدر ولا تفاتحو ھم رواہ الحاکم و ابو داؤد و احمد عن عمر رضی اللہ عنہ و صححہ۔ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص۱۹۹ ج۲۔ (ترجمہ)

قدریہ کے پاس نہ بیٹھو اور نہ انہیں سلام دو۔ (مشکوٰۃ جلد اول ص۲۰)

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے آیت کریمہ ھو الذی انزل الیک الکتاب منہ آیات محکمات الی قولہ تعالیٰ وما یذکر الا اولوالالباب تلاوت فرمائی

پھر فرمایافاذ ارأ یتم الذین یتبعون ماتشا به منه فاولئک الذین سما هم الله فاحذ روهم ۔ سو جب تم ان لوگوں کو پاؤ۔ جو کتاب اللہ کی متشابہات کی پیروی کرتے ہیں تو ان سے بچو۔ (مشکوٰۃ ص۲۶ ج۱)

(۴) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ یکون فی آخر الزمان دجالو ن کذابون یأ تو نکم من الاحادیث مالم تسمعوا انتم ولا اباۤ ء کم فایا کم وایا هم لا یضلو نکم ولا یفتنو نکم ۔ آخر زمانے میں دجال کذاب ہوں گے جو ایسی باتیں تمہارے پاس لائیں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے باپ دادانے۔ تم ان سے دور رہو اور وہ تم سے دور رہیں۔ وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں۔ وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ (مشکوٰۃ ص۲۶ ج۱)

(۵) اور حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ کوئی نبی نہیں ہوا مگر اس کی امت میں حواری اور صحابی ہوئے ہیں جو اس نبی کی سنت کو پکڑتے اور اس کے ہر حکم پر چلتے تھے۔ پھر ان کے بعد نامراد اٹھتے تھے جو بے عمل ہوتے اور اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرتے تھے فمن جاهد هم بیده فهو مومن ومن جاهد هم بلسا نه فهو مو من ومن جاهد هم بقلبه فهو مو من ولیس وراۤ ء ذلک من الایمان جبة خردل۔ سو جو کوئی ان نامرادوں سے اپنے ہاتھ سے مقابلہ کرے وہ مومن ہے اور جو ان سے اپنی زبان سے مقابلہ کرے وہ مومن ہے اور جو ان سے اپنے دل سے مقابلہ کرے وہ مومن ہے اور اس کے بعد رائی کے دانہ برابر بھی ایمان نہیں (رواہ مسلم) (مشکوٰۃ ج۱ ص۲۶)

(۶) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان بین یدی الساعة کذا بین فاحذ روهم۔ بلاشبہ قیامت کے قریب سخت جھوٹے لوگ ہوں گے تم ان سے بچو۔ رواہ مسلم عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ (مشکوٰہ جلد دوم ص۱۷۱)

(۷) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایامن و قر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام۔ جو شخص اہل بدعت کی تعظیم کرے وہ بلاشبہ اسلام کی عمارت ڈھانے والے کی امداد کرتا ہے۔ رواہ الطبرانی وضعفہ السیوطی فی جامعہ الصغیر والبیہقی فی الشعب مرسلا (مشکوٰۃ ص۲۹ ج۱)

مرتدین و کفار سے دوستی کی شرعی حیثیت

حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مضمون ''اسلام میں کفار و مشرکین یہود و نصاریٰ اور اہل بدعت و ہوا سے دوستی و محبت کا کیا حکم ہے؟'' میں لکھتے ہیں۔

''کفار کے ساتھ موالات یعنی دوستی کی چند صورتیں ہیں۔ مذہبی دوستی اور شخصی دوستی۔ مذہبی حیثیت سے کفار کے ساتھ محبت و وداد، ربط و اتحاد و دوستی و یکدلی تو مومن سے ممکن ہی نہیں ہے۔ اور بالفرض کسی کافر کے ساتھ اس کے دین کی وجہ سے محبت یا ادنیٰ میل و رغبت ہے یعنی اس وجہ سے کہ یہ اس کافر کے دین کو محبوب رکھتا ہے یا پسند کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہے۔ اور دوسری حیثیت شخصی و ذاتی ہے یعنی کافر کے ساتھ اس کے دین و ملت کی وجہ سے تو دوستی نہ ہو مگر اس کی ذات کے ساتھ انس و محبت ہے۔ یہ محبت بھی اگر اس درجہ پر پہنچ جائے کہ کافر دوست کے دین اور شعار دین کی نفرت قلب سے نکل جائے یا کم ہو جائے یا وہ دین اسلام کی مخالفت اور اس کے ساتھ استہزاء کرے اور یہ اپنی محبت کی وجہ سے اس پر راضی رہے یا صبر کرے تو یہ محبت بھی منافیٔ ایمان اور آیات مذکورہ بالا کے عموم میں داخل ہے۔

اور جو محبت طبعی و جبلی نہیں اور اس درجہ پر بھی نہیں کہ کفر و شعار کفر کی نفرت قلب سے کم کرے یا دین میں مداہن بنادے یعنی امور خلاف شرع پر انکار و اعتراض اور کراہت و نفرت برقرار رکھے اور اس نے اسلام اور مسلمانوں کو ضرر بھی نہ ہو جب بھی شانِ مومن کے خلاف اور ممنوع ہے۔ اور مطلقاً مودت کفار کی ممانعت میں اس قدر آیات وارد ہیں کہ اس مختصر مضمون میں ان کا جمع کرنا دشوار ہے۔

اور کفار کے ساتھ ایسا طرز عمل، ایسا میل جول، ایسا معاملہ جو دوستی اور محبت کی صورت رکھتا ہو اور علامت موالات ہو سکے گو محبت و مودت کے ساتھ نہ ہو وہ بھی داخل موالات اور ناجائز ہے۔

اور جو تعلق اور میل جول کہ حقیقۃً محبت و مودت کے ساتھ نہیں ہے اور نہ دوستی و موالات کی علامت ہو سکے مگر اس سے مسلمانوں کا کوئی مقصد صحیح اور حاجت معتبرہ بھی نہیں اور کفارُ کا اس میں نفع ہے۔ وہ بھی موالات کے ساتھ ملحق اور ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ اگر علامت موالات نہیں تو کم از کم صورتِ موالات تو ہے ہی۔

ہاں شریعت مطہرہ کے احکام سراسر حکمت ہیں اور مسلمانوں کی مصلحتیں ان میں ملحوظ تو جہاں کفار کا غلبہ ہو یا وہ حاکم و والی ہوں اور مجانبت کلیہ وانقطاع تام سے مسلمانوں کے ضرر کا اندیشہ ہو۔ وہاں ان کے ساتھ ایسے امور میں شرکت ممنوع نہیں ہے۔ جس سے اسلام اور اہل اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا ہے۔ ہاں قلب کفر و کفار کی محبت سے فارغ ہونا چاہیے۔ (ہفت روزہ سواد اعظم لاہور بابت ۱۴ جون ۱۹۶۳ء)

قادیانیوں سے میل جول کی شرعی حیثیت

یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ قادیانی مرتدین ہیں اور مرتدین سے میل جول حرام ہے تو اس کے نتیجہ میں یہ ثابت ہوا کہ قادیانیوں سے بھی میل جول حرام ہے۔ لہذا مسلمانوں پر شرعاً فرض کہ وہ ان لوگوں سے سلام کلام چھوڑ دیں اور مکمل بائیکاٹ رکھیں تا آن وقتیکہ یہ لوگ ارتداد چھوڑ کر نئے سرے سے اسلام قبول کریں اور قادیانیت سے سچی توبہ کریں۔ اس بارہ میں علماء کرام کے فتاوی مبارکہ بھی پیش کیے جاتے ہیں وباللہ التوفیق۔

جامعہ نظامیہ لاہور کا فتویٰ

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ جس محلہ یا دیہات میں مسلمانوں کے پڑوس میں قادیانی بستے ہوں وہاں مسلمانوں کے لیے قادیانیوں سے میل جول، شادی بیاہ، موت ملاقات میں باہم سلوک کی شرعی حیثیت کیا ہو گی؟ جواب قرآن و سنت اور فقہ ء حنفی کے مکمل حوالہ جات سے دیا جائے۔ بینوا توجروا (ناظم مکتبہ حیدریہ بازار سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ الجواب:۔ مرزائی قادیانی جمہور مسلمانوں کے نزدیک کافر و مرتد ہیں اور ان بد مذہبوں سے میل جول زہر قاتل اور ۔۔ بد دی ایمان ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ایا کم وایا ہم لا یضلو نکم ولا یفتنو نکم، یعنی ان سے الگ رہو انہیں اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں اور فرمایا۔ ان مرضوا فلا تعود و ہم وان ماتوا فلا تشھدو ھم، یعنی وہ بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جاؤ۔ مر جائیں تو جنازے پر حاضر نہ ہو اور

فرمایا، وان یقیتموھم فلا تسلموا علیھم، یعنی جب انہیں ملو تو سلام نہ کرو۔ اور فرمایا لا تجا لسو ھم ولا تشار بو ھم ولا تؤا کلو ھم ولا تنا کحو ھم ، یعنی ان کے پاس نہ بیٹھو ان کے ساتھ پانی نہ پیو، کھانا نہ کھاؤ اور ان کے ساتھ بیاہ شادی نہ کرو، اور فرمایا لا تصلو اعلیھم و لا تصلو معھم، یعنی ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو، قرآن کریم میں ہے، اما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعدالذکریٰ مع القوم الظالمین، یعنی اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر پاس نہ بیٹھو ظالموں کے تفسیرات احمدیہ میں زیر آیت ہے۔ دخل فیه الکافر والمبتدع والفاسق والقعود مع کلھم ممتنع، یعنی اس آیت کے حکم میں ہر قسم کے کافر و متبدع اور فاسق داخل ہیں ان میں سے کسی کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ولاترکنو االی الذین ظلمو افتمسکم النار ، یعنی ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمہیں آگ چھوئے گی، واضح ہو گیا کہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ نے بدمذہبوں سے میل جول سے منع فرمایا ہے تو مسلمانوں پر لازم کہ اپنے ایمان کی حفاظت کریں اور ان سے ہر قسم کا بائیکاٹ کریں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ نائب مفتی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔ مہر دار الافتاء دار الافتاء مہر جامعہ ھذا۔

جامعہ قادریہ فیصل آباد کا فتویٰ

الجواب بعون الوہاب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یآ ایھا الذین امنو الا تتخذ وا آبآء کم واخوانکم اولیآء ان استحبوا الکفر علی الایمان ط ومن یتو لھم منکم فاو لٓئک ھم الظلمون سورۃ توبہ س۲۳ (ترجمہ) اے ایمان والو اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں۔ جب باپ اور بھائی سے تعلق کرنا کفر کی حالت میں خدا تعالیٰ کو پسند نہیں تو دیہات اور پڑوس کی کیا حیثیت ہے؟ ان الذین یؤ ذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والا خرۃ و اعد لھم عذاباً مھینا ہ بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اسکے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے انکے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے یآیھا الذین امنوا لاتتخذ واعدوی اعدو کم اولیآء تلقون الیھم بالمودۃ (الممتحنہ ص اپ ۲۸ (ترجمہ) اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم

انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ستفترق امتی ثلاث و سبعین فرقة کل هم فی النار الا واحدة. عنقریب میری امت تہتر فرقے ہو جائے گی ایک فرقہ جنتی ہو گا باقی سب جہنمی۔ صحابہ نے عرض کی من هم یارسول اللہ وہ ناجی فرقہ کون ہے؟ فرمایا ماانا علیہ واصحابی وہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں یعنی سنت کے پیرو ناجی فرقہ سے مراد اہل سنت و جماعت ہے بہار شریعت ص ۴۱

حدیث میں ہے ایا کم وایاہم لایضلو نکم ولایفتنو نکم اپنے کو ان سے دور رکھو اور انہیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ قادیانیوں اور غیر اہل سنت سے تعلق اور روابط کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور رسول پاک ﷺ پسند نہیں فرماتے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت عطاء فرمائے۔ آمین۔ بجاہ النبی الامین لیس علیک معد هم ولکن اللہ یهدی من یشآء (البقرة ص ۲۷۲)

دار العلوم امجدیہ کراچی کا فتویٰ

الجواب بعون الملک الوہاب۔ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ماکان ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شئی علیماہ (پ ۲۲ ع ۵) یعنی ''محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ حضور ﷺ سب سے آخر الانبیاء ہیں۔ نبوت آپ پر ختم ہو چکی ہے۔ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو گا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو اگرچہ وہ نبوت پا چکے ہیں مگر نزول کے بعد شریعت محمدی ﷺ پر عامل ہونگے اور وہ مصطفیٰ ﷺ ہی کی شریعت پر حکم کریں گے۔ اور آپ ہی کے قبلہ یعنی کعبہ معظمہ کی طرف نماز پڑھیں گے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا آخری نبی ہونا یقینی ہے۔ قرآن کریم کی آیت سے یہ ثابت ہے۔ کتب صحاح ستہ کی احادیث جو تواتر کی حد تک پہنچی ہیں ان سے یہی ثابت ہے کہ حضور ﷺ سب سے پچھلے نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں۔ بخاری شریف و مسلم شریف میں حدیث شریف ہے عن ابی هريرة رضی اللہ قال قال رسول اللہ ﷺ مثلی ومثل الانبیاء کمثل قصر احسن بنیانه ترک منه موضع لبنة فطاف به النظار يتعجبون من حسن بنیانه الا موضع تلک اللبنة

فکنت انا سددت موضع اللبنة ختم بی النبیون و ختم بی الرسل و فی روایه فانا خاتم النبیین. متفق علیہ (بحوالہ مشکوٰۃ ص ۵۱۱) اور ایک اور حدیث شریف مسلم کی مشکوٰۃ کے حوالے سے ہے وارسلت الی الخلق کافۃ و ختم بی النبیون۔ (ص ۵۱۲) ان احادیث سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی بھی کسی قسم کا نبی پیدا ہونے والا نہیں۔ جو حضور ﷺ کی نبوت کے بعد کسی اور کو کسی قسم کی نبوت ملنا ممکن جانے۔ وہ ختم نبوت کا منکر اور کافر اسلام سے خارج ہے۔ حضور اکرم نور مجسم ﷺ کا تمام انبیاء و مرسلین سے بعثت میں سب سے آخر ہونا بلا تاویل و تخصیص ضروریاتِ دین سے ہے۔ جو شخص اس کا انکار کرے۔ یا اس میں معمولی سے معمولی شک و شبہ بھی کرے وہ کافر و مرتد ملعون ہے۔ اور حدیث متواتر لا نبی بعدی سے تمام امت نے سلفاو خلفا ہمیشہ یہی معنی سمجھے کہ حضور ﷺ بلا تخصیص تمام انبیاء میں آخری نبی ہوئے۔ حضور ﷺ کے بعد تا قیام قیامت کسی کو نبوت ملنی محال ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے اذالم یعرف الرجل ان محمد ا ﷺ آخر الانبیاء علیہم و علی نبینا السلام فلیس بمسلم کذافی الیتیمہ۔ (ص ۲۶۳ ج ۲) لہذا قادیانی ایسے کافر و مرتد ہیں جو ان کے کفر و ارتدار میں شک کرے وہ خود بھی کافر و مرتد ہے۔ صورت مسئولہ میں قادیانیوں سے تعلقات، ملنا ملانا، شادی بیاہ میں شرکت کرنا وغیرہ سب ناجائز و حرام ہے اور مکمل طور پر ان کا ساجی ہر طرح کا بائیکاٹ کریں۔ قرآن کریم میں ہے۔ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین یعنی تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ اور جو لوگ ان کے قادیانی ہونے کو جان کر ان کے ساتھ تعلقات رکھیں ان کا بھی وہی حکم ہے جو قادیانی کا ہے (مفتی عبدالعزیز حنفی دارالافتاء دارالعلوم امجدیہ عالمگیر روڈ کراچی۔ ۱۶ رجب المرجب ۲۰۰۲ء۔ مہر دارالافتاء دارالعلوم ھذا۔)

جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد کا فتویٰ۔

الجواب مرزائیوں کے ساتھ محبت دوستی کرنا، ان کے ساتھ بیٹھنا، کھانا، پینا شرعا ناجائز و حرام ہے۔ قرآن پاک میں ہے لایتخذ المؤ منون الکافرین اولیآء من دون المؤ منین ہ نیز قرآن پاک میں ہے ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ اور حدیث شریف میں ہے ایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم (مشکوٰۃ شریف) یعنی اے ایمان والو۔ تم اپنے آپ کو بدمذہبوں

سے بچاؤ۔ ان کو اپنے آپ سے دور رکھو تا کہ تمہیں گمراہ نہ کر سکیں۔ کہیں تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ مرزائی عقیدہ والے ختم نبوت اور دیگر ضروریات دین کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہیں۔ مرزا قادیانی اور اسے حق پر ماننے والوں کو مسلمان جاننے والا اسلام سے خارج ہے۔ قرآن مجید میں ہے من یتولھم منکم فانه منھم۔ لہذا جب مسلمان اپنے دنیاوی دشمن کو دیکھ کر خوش نہیں ہوتے تو خداوند قدوس اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے دشمن کے ساتھ میل ملاپ و دیگر معاملات کرنے کیسے برداشت کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم محمد اسلم رضوی جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد۔ مہر دار الافتاء جامعہ ھذا۔

جامعہ حنفیہ رضویہ سراج العلوم گوجرانوالہ کا فتویٰ

الجواب بعون العلام الوہاب۔

صورتِ مسئولہ میں مذکور قادیانی مرتد ہیں۔ اور شرعی عرف میں مرتد کی تعریف یہ ہے۔ المرتد عرفاھو الراجع عن دین الاسلام (النہر الفائق) مرتد (شرعی) عرف میں وہ شخص ہے جو دین اسلام سے پھرنے والا ہو۔ دینِ اسلام سے مراد اس جگہ ضروریاتِ دین ہیں ضروریاتِ دین کا انکار یا جماع امت مطلقا کفر ہے۔ اور ضروریاتِ دین وہ امور ہیں جن کے بارے فقہاء کرام علیہم الرضوان لکھتے ہیں۔ ہو مایعرف الخواص انہ' من الدین کو جوب اعتقاد التوحید والرسالۃ والصلوٰت الخمس واخواتھا یکفر منکرہٗ ضرورياتِ دین وہ امور ہیں جن کو (ان کی شہرت کیوجہ سے) خواص و عوام سب ہی دین کی ضروری باتیں سمجھتے ہیں۔ جیسے توحید و رسالت، پانچ نمازیں اور اسکے مثل اور باتیں جنکا منکر کافر ہوتا ہے۔ مسئلہ ختم نبوت بھی ایک دینی امر ہے قادیانی اسکے منکر اور اس سے منحرف ہیں ایسے منکر کے بارے میں ارشاد خداوندی جل و علا ہے۔ ومن یر تدد منکم عن دینہ فیمت و ھو کافر فاولٓئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والآ خرۃ اولٓئک اصحب النار ھم فیھا خلدون۔ ایسے مرتد کے بارے ہدایہ شریف کے باب احکام المرتدین میں ہے اذا ارتد المسلم عن الاسلام و العیاذ باللہ منہ عرض علیہ الاسلام فان کانت لہٗ شبھۃ کشفت عنہٗ۔ جب کوئی شخص اسلام سے پھر جائے (العیاذ باللہ) تو اسکے سامنے اسلام پیش کیا جائے اگر اسے کوئی شبہ ہو تو اسے صاف کیا جائے یعنی دور کیا جائے۔ دوسری جگہ فرمایا گیا قال ویحبس ثلثۃ ایام فان اسلم

والاقتل انح

مذکورایسی ذمہ داری اسلامی حکومت کی ہے اور اگر حکومت اپنی ذمہ داری نہ نبھائے اور ایسے مرتدین کو مملکتِ اسلامیہ میں رہنے اور بسنے کا موقع مل جائے تو مسلمانوں کو ان سے متنفر اور الگ رہنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے۔ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ و من یتولھم منکم فانہ منھم ط ان اللہ لا یھدی القوم الظلمین (المائدہ۵۱) اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ ان میں سے ہے۔ بیشک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔ ایک اور مقام پر فرمانِ خداوندی ہے۔ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین (الانعام ۶۸) پس یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

حضور سیدِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ان مرضوا فلا تعودو ہم وان ماتو افلا تشھد وہم وان لقیتمو ہم فلا تسلموا علیہم ولا تجالسو ہم ولا تشاربو ہم ولا تواکلو ہم ولا تنا کحو ہم ولا تصلوا علیہم ولا تصلوا معھم۔ ابوداؤد ص ۲۸۸ ج ۲ وغیرہا (بدمذہب و بے دین) اگر بیمار پڑیں تو ان کی بیمار پرسی نہ کرو۔ اگر مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو۔ ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو ان کے پاس نہ بیٹھو۔ ان کے ساتھ پانی نہ پیو ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو۔ ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ دوسری حدیث میں ہے فایا کم وایا ہم لا یضلو نکم ولا یفتنو نکم۔ (مشکوٰۃ ص ۲۸) ان سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں۔ قادیانی طبقہ چونکہ لا مذہب ہے لہذا ان کیساتھ لین دین تعلقات زیادہ خطرناک اور باعثِ غضب الٰہی ہے۔

علامہ جزیری لکھتے ہیں: مرتد نہ کسی کی مدد کر سکتا ہے اور نہ کوئی اس کی مدد کرے۔ (کتاب الفقہ ص ۴۲۱ ج ۴) لہذا قادیانیوں کیساتھ میل جول شادی بیاہ موت و ملاقات میں باہمی سلوک سخت گناہ اور موجب غضب الٰہی ہے۔ واللہ و رسولہ اعلم (مفتی محمد رضا المصطفےٰ ظریف قادری) تصدیق ابوداؤد محمد صادق (صاحب دامت برکاتہم العالیہ)۔ مہر دار الافتاء جامعہ ھذا۔

دار العلوم جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور کا فتویٰ

الجواب منہ الھدایۃ) قادیانی مرتد دائرہ اسلام سے خارج ہیں واجب القتل ہیں۔ مرتدوں سے میل

جول اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا سب حرام۔ولا تقعد بعدالذکری مع القوم الظالمین۔القرآن ولا تنا کحو هم ولا تجا لسو هم ولا نشاربو هم ولا تؤ ا کلو هم ولا تصلو ا علیهم ولا تصلو ا معهم . اذا مرضو افلا تعاد و هم اذا ماتو ا فلا تشهدو هم. انکے شادی بیاہ نہ کرو نہ انکے ساتھ بیٹھو نہ انکے ساتھ کھاؤ پیؤان کی نماز جنازہ نہ پڑھوان کے پیچھے نماز نہ پڑھو جب بیارہ ہو جائیں تو طبع پرسی نہ کرو۔جب مر جائیں توانکے جنازہ میں حاضر نہ ہو۔الحدیث

عندی هذا الجواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب حراہ المفتی محمد صالح اویسی۔مہر دار الافتاء دار العلوم ھذا۔

سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات

سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ فعلی المؤ من اتباع السنة والجماعة وان لا یکاثراهل البدع ولا ید انیهم ولا یسلم علیهم۔ پس مومن پر سنت و جماعت کی اتباع لازم ہے۔اور یہ بات بھی لازم ہے کہ وہ اہل بدعت سے قربت نہ رکھے اور نہ ان سے میل جول رکھے اور نہ ان پر سلام ڈالے کیونکہ ہمارے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ من سلم علی صاحب بدعة فقد احبهٗ جس نے بدعتی کو سلام دیا اس نے اس سے محبت کی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ افشوا السلام بینکم تحابوا۔اپنے درمیان سلام کو عام کرو تو تم ایک دوسرے سے محبت کروگے۔اور نہ ہی مومن اہل بدعت کی مجالست کرے اور نہ ان کے قریب جائے اور نہ ان کے مذہبی تہوار کے موقع پر انہیں مبارکبادی دے اور جب وہ مر جائیں تو ان پر نماز جنازہ نہ پڑھے اور نہ ان کے لیے رحمت کی دعا کرے جب ان کو یاد کرے۔ بلکہ ان سے جدا رہے اور اللہ کی رضا کی خاطر ان سے دشمنی رکھے اہل بدعت کے مذہب کے باطل ہونے کے عقیدہ کے ساتھ اور اپنے اس عمل میں بڑے ثواب اور عظیم اجر کی امید کرتے ہوئے۔ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔من نظر الی صاحب بدعة بغضاً له فی الله ملأ الله قلبه امناً وایماناً و من انتهر صاحب بدعة بغضاً له فی الله امنه الله یوم القیامة و من استحقر بصاحب بدعة رفعه الله تعالیٰ فی الجنة ما ئة درجة و من لقیه با لبشر اوبما یسره فقد استخف بما انزل الله تعالیٰ علی محمد ﷺ۔ جو شخص اہل بدعت کو دشمنی کی نظر سے اللہ کی رضا کی خاطر

دیکھے اللہ اس کے دل کو امن وایمان سے بھر دیتا ہے۔ اور جو کوئی اہل بدعت کو اس کی دشمنی کے سبب سے اللہ کی رضا کے لیے جھڑکے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز امن عطا فرمائے گا۔ اور جو کوئی اہل بدعت کی بے ادبی کرے اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے ایک سو درجے بلند کرے گا اور جو کوئی اہل بدعت سے خوشی ومسرت سے ملے تو اس نے اس چیز کو ہلکا جانا جس کو اللہ نے محمد پر اتاری۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رحمۃ اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابی اللہ عزوجل ان یقبل عمل صاحب بدعۃ حتی یدع بدعۃ۔ اللہ تعالیٰ بدعتی کے اعمال کو قبول کرنے سے انکار فرماتا ہے۔ جب تک کہ وہ اپنی بدعت کو ترک نہ کرے اور حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا جس نے اہل بدعت سے محبت رکھی اللہ تعالیٰ نے اس کے عمل کو ضائع فرمادیا اور اس کے دل سے ایمان کا نور نکال دیا۔ اور جب اللہ تعالیٰ جانتا کہ کوئی شخص اہل بدعت سے دشمنی رکھتا ہے تو میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرمادیتا ہے۔ اور حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں۔ میں نے سفیان بن عیینہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جو شخص بدعتی کے جنازہ کے پیچھے چلے وہ اللہ کے غضب میں رہتا ہے یہاں تک کہ وہ لوٹے۔ اور نبی ﷺ نے بدعتی پر لعنت بھیجی ہے۔ سو آپ نے فرمایا جو شخص بدعت پیدا کرے یا بدعتی کو پناہ دے اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ اس کے فرض عمل کو قبول کرے گا اور نہ نفل عمل کو۔ (غنیۃ الطالبین ج ا ص ۸۰)

الغرض۔ مسلمان اللہ ورسول اور بزرگان دین کے ان ارشادات کو پڑھیں سمجھیں اور سوچیں کہ محلہ میں رہنے والے قادیانیوں سے میل جول رکھنے کا کتنا بڑا وبال سر پر پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ اس وبال سے بچنے کی توفیق بخشے آمین بجاہ النبی الامین ﷺ وہذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ہذہ المقالۃ المبارکۃ تقبلہا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ (۲۴ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ)

خوشخبری

الحمدللہ۔ کتاب مقالاتِ حیدری حصہ اول شائع ہو کر آپ کے ہاتھوں تک پہنچ گئی ہے۔ انشاءاللہ العزیز۔ اس کا دوسرا حصہ عنقریب شائع ہو گا۔ جس میں فقہی اختلافی مسائل کے حل میں مقالات شامل ہوں گے۔ احباب سے اس کار خیر کی کامیابی کی دعا کی پرزور درخواست ہے۔

(خط و کتابت وترسیل زر کا پتہ)

ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری غفراللہ تعالیٰ

ناظم مکتبہ حیدریہ بازار سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر

اغلاط نامہ مقالات حیدری حصہ اول

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط عبارت	صحیح عبارت
۳	۹	ضل رحمت	ظلِ رحمت
۸	۲۱	مجھے ملا	مجھ کو ملا
۱۰	۲۱	انولاالھدایہ	انوارالھدایہ
۱۲	۲۰	اپنے ذاتی رقم	اپنی ذاتی رقم
۱۳	۱۰	اورزرگان	اور بزرگان
۱۶	۴	کی اس کا جواب	کی اس بات کا جواب
۱۷	۷	زیادہ دے زیادہ	زیادہ سے زیادہ
۱۸	۴	دعوالنا	دعوانا
۲۲	۲۱	بالمومین	بالمومنین
۲۶	۲	لوجدواللہ	لوجدوااللہ
۲۶	۲	توا	توابا
۲۷	۵	لاترفعواصوتکم	ترفعوااصواتکم
۲۸	۷	النوظن	لنوظن
۲۸	۱۵	واجعلوالیہ	وابتغوا الیہ
۳۹	۵	فاذکرواللہ	فاذکروااللہ
۴۷	۸	وامرمومن	وامرمن
۵۰	۱۲	یغرغ	یغرغ
۵۰	۱۸	ی۔و	یہ
۵۵	۷	فیصلے پر	فیصلے پر راضی
	۸	گدھے	گدھے پر
	۹	تم	تم اپنے
	۱۲	مدینہ پاک	مدینہ پاک پہنچے
	۱۳	بوسے	بوسے دینے
	۱۶	کتااڑا	کتااڑا یا جتنا
	۱۷	رسول	رسول اللہ کے
	۱۸	س با	اس بات پر

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط عبارت	صحیح عبارت
۵۵	۲۱	زا	اذا استلم من
۵۶	۱	لاتہ	صلاتہ
	۲	سلام	سے سلام
	۳	ص ۸۱	اول۔ص ۸۱
	۴	پرقرآن	قبر پر قرآن
	۵	نس	حضرت انس
	۶	ور	جواور
	۷	ان کی	لیے ان کی
	۸	میں اچھی	اسلام میں اچھی
	۹	جریر	حضرت جریر
	۱۰	فلہ	مدینہ فلہ
	۱۱	میں	اسلام میں
	۱۲	رسم پر	نیک رسم پر
	۱۳	میں کچھ	خوابوں میں کچھ
	۱۴	قبر	عذاب قبر
	۱۵	میمونہ	حضرت میمونہ
	۱۵	ثرالبو	اثرالبول
	۱۶	صابہ	فمن اصابہ
۵۶	۱۷	پس	ہے۔جس
	۱۸	دے	پونچھ دے۔
	۱۹	پرداومت	نفل پرداومت
	۲۰	عائشہ	حضرت عائشہ
	۲۱	ان قل	ادوھاوان قل
۵۷	۲	چند	چند بال
	۳	ازر	وازروئی
	۴	لراحمین۔	الراحمین۔مجھے

اغلاط نامہ مقالات حیدری حصہ اول

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط عبارت	صحیح عبارت
۵۷	۵	سجدہ۔	سجدہ کی
	۶	سمآءالرج	اسمآءالرجال
	۱۳	بڑے گناہ کی	بڑے گناہ کی وجہ
	۱۴	کرتا	کرتا تھا۔
	۱۵	نی	نی کل
	۱۶	شاخ لی اور	شاخی لی اور اسے
	۱۷	جب تک	جب تک یہ
	۱۸	)	(تفسیر
	۲۱	عن زیا	عن زیارۃ
۵۸	۱	تم ان پر	اب تم ان پر
	۲	ص	اوّل۔ص
	۳	کے نذران	بزرگوں کے نذرانے
	۴	عائشہ	حضرت عائشہ
	۵	ٹھے	انگوٹھے
	۶	شریف	حدیث شریف
	۷	علی	ابھامیہ علی
	۸	پنے	اور اپنے
	۹	جاؤں گا	لے جاؤں گا
۵۸	۱۱	س	عرس
	۱۲	ت	حضرت
	۱۳	عب	الشعب
	۱۴	صلے اللہ علیہ وسلم	اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
	۱۵	پیش	سلام پیش
	۱۶	الامام	قال الامام
	۱۸	حوں	روحوں
	۱۹	ت	حضرت
۵۸	۲۰	یہ خبر	مجھے یہ خبر
	۲۱	ابی	ابن ابی
۵۹	۱۶	صلیتم علی	صلیتم علی
۶۶	آخری	الاکافرین	للکافرین
۷۲	۱۷	علی ھذ االمذھب	علی ھذا المذھب
۷۲	۱۷	یا کریم الزات	یا کریم الذات
۱۰۸	۱۶	درالمختار ص ۲۸۷ جلد ا	ردالمحتار ص ۲۸۷ ج ا
۱۱۰	۱۰	خیرالدین الملی	خیرالدین رملی
۱۱۲	۱۳	فرمائے ہے	فرمائی ہے
۱۲۷	۲۰	معبدونی	معبدونی
۱۳۶	۹	ولاتتخذ واتتخذوا	ولاتتخذوا
۱۴۲	۱۶	نعمت البدعہ ھذا	نعمت البدعۃ ھذہ
۱۴۲	۱۷	مخصوصا	مخصوصا
۱۶۷	۱۲	زریعہ	ذریعہ
۱۷۷	۱۵	جداقتادہ	جداقتادہ
۱۷۹	۳	ازخبر	ازخیر
۱۹۲	۲	البشر النذیر	البشیر النذیر
۱۹۳	۱۰	رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ علیہ	رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۱۹۸	۱۸	اس کا کرحشر	اس کا حشر
۲۰۴	۱۱	تعلیمات امدایہ	تعلیمات امدادیہ
۲۱۰	۱۲	امدایہ کا	امدادیہ کا
۲۴۰	۱۸	سواس کے بڑے	سواس کی بڑی
۲۴۵	۱۵	شعر	شعر
۲۴۹	۱۳	مسند	مستند
۲۵۲	۲۲	لاایمان	الایمان
۲۵۵	۱۴	دارمختار	درمختار

اغلاط نامہ مقالات حیدری حصہ اول

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط عبارت	صحیح عبارت
۲۵۶	۲	المشائخ	شیخ المشائخ
۲۵۶	۱۳	اینٹھوی	اینٹھوی
۲۵۶	۱۹	نفرت تھی	نفرت نہ تھی
۲۵۸	۱۰	سوال ۲۔	سوال:
۲۵۸	۱۰	ظاہر ہے	ظاہر ہیں
۲۶۳	۲۰	دینا بھی درست	دینا بھی درست نہیں
۲۶۳	۲۳	کردیا جائے	کردیا جائے اس
۲۶۴	۷	ثاشت	ثابت
۲۶۷	۸	ماترایہ	ماتریدیہ
۲۶۷	۱۹	ڈالے رکھتی ہے	ڈالے رہتی ہے
۲۶۸	۱۷	پہلے ہی ملاقات	پہلی ہی ملاقات
۲۶۹	۲۲	خود پھیرا کرتے	خود پھرا کرتے
۲۶۹	۲۳	پھیرا کرتا	پھرا کرتا
۲۷۳	۱۴	بالکل	بلکہ
۲۷۴	۱۶	بڑی جماعت ہوگا	بڑی جماعت ہوگی
۲۷۵	۱۰	محمد بن الوھاب	محمد بن عبدالوہاب
۲۷۵	۱۱	ان ایک وہابی	ایک وہابی
۲۷۶	۷	جلاددیا	جلادیا
۲۸۷	۸	دیتے ہوے	دیتے ہوئے
۲۸۹	۴	مجمل	مجمل
۲۸۹	۲۱	دی گئے ہے۔	دی گئی ہے۔
۲۹۸	۱۵	نصور	تصور
۳۰۵	۲	کفرواتداد	کفروارتداد
۳۰۶	۱۲	بربھلا	برابھلا
۳۱۳	۲	عملوالصلحات	عملوالصالحات
۳۱۹	۱	ھدانا	ھدانا
۳۱۹	۳	من النبیین	من النبیین
۳۲۰	۱	کی لیے	کے لیے
۳۳۱	۲۱	جینا	جیتا
۳۳۱	۲۰	من الموالاۃ	الموالاۃ

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط عبارت	صحیح عبارت
۳۳۲	۱۸	مع احیہ	مع احیہ
۳۳۲	آخری	رقعہ العذاب	وقہ العذاب
۳۳۴	۱۰	والذھم	وانذھم
۳۳۸	۷	فرما	فرمایا
۳۴۰	۴	ھن وتاء	ھن وتاء
۳۴۰	۶	عظمتین	عظمتین
۳۴۰	۷	لاارتفاع	لاارتفاع
۳۴۰	۲۰	خلافۃ مذکورۃ	خلافۃ مذکورۃ
۳۴۰	۲۱	اورسعاً	اوسعاً
۳۴۰	۲۱	المراد بالوحی	المراد بالرحی
۳۵۴	۲	واصلوۃ	والصلوۃ
۳۵۶	۳	الیھوود	الیھورو
۳۵۸	۱۳	جنۃ	جبۃ
۳۶۰	۱۹	اورایمان	اور بربادی، ایمان
۳۶۱	۱	وان یلقیتموہم	وان لقیتموہم
۳۶۱	۱۲	اعلم باالصواب	اعلم بالصواب
۳۶۱	۲۲	عدوی اعدوکم	عدوی وعدوکم
۳۶۲	۱۰	لیس علیک معدہم	لیس علیک ھداہم
۳۶۵	۳	ولاترکتوا	ولاترکنوا
۳۶۵	۱۰	وان یلقیموہم	وان لقیتموہم
۳۶۵	۲۰	واللہ ورسول	واللہ ورسولہ
۳۶۶	۲	ولانشاابوہم	ولانشاربوہم
۳۶۶	۴	بیمارہ ہو	بیمار ہو
۳۶۶	۵	عندی ھذاالجواب	عندی ھذاالجواب
۳۶۶	۶	حراہ	حررہ
۳۶۷	۵	اتاری	اتارا
۳۶۷	۷	یدع بدعۃ	یدع بدعۃ
۳۶۷	۱۰	اللہ تعالیٰ جانتا کہ	اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ
۳۶۸	۷	غفراللہ تعالیٰ	غفراللہ تعالیٰ لہ
۳۶۸	۸	ازاد کشمیر	آزاد کشمیر

حصہ دوم

مقالاتِ حیدری

(اعتقادیات و تعلیمات)

مصنف

ابوالاکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی

ناظم مکتبہ حیدریہ

مکتبہ حیدریہ

بازار سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقالات حیدری

فقہی مسائل واحکامات

حصہ دوم

مصنف

ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی

ناظم مکتبہ حیدریہ - بازار سہنسہ - ضلع کوٹلی (آزاد کشمیر)

نام کتاب .... مقالات حیدری (حصہ دوم)

تصنیف .... ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی

نظر ثانی .... حکیم خلیفہ سائیں محمد عارف صاحب زاہدی قادری

کمپوزنگ سنٹر .... غوثیہ کمپوزنگ سنٹر (فون 5564913)

جامعہ محمدیہ غوثیہ انوار القرآن راولپنڈی

کمپوزنگ وڈیزائنگ .... محمد شاہد خاقان ہزاروی، محمد عرفان ترنول

بار .... اول

تاریخ طباعت .... جنوری ۲۰۰۴ء

تعداد صفحات ۴۹۲

ہدیہ ....

پرنٹرز ....

ناشر .... مکتبہ حیدریہ بازار سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر

__ملنے کے پتہ جات:__

- ☆ مکتبہ حیدریہ بازار سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر
- ☆ شاہین بکس کوٹلی شہر آزاد کشمیر
- ☆ زین بک ڈپو گرلز کالج روڈ کوٹلی آزاد کشمیر
- ☆ نیو مکتبہ ضیائیہ ڈی 325 نزد لال حویلی بوہڑ بازار راولپنڈی
- ☆ احمد بک کارپوریشن عالم بزنس سنٹر اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک راولپنڈی
- ☆ مکتبہ رضائے مصطفےٰ چوک محلہ دارالسلام گوجرانوالہ

﴿فہرست مضامین﴾

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	دعائیہ کلمات	۱
۲	تأثرات	۳
۳	نظم نذرانہ عقیدت بحضور سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ	۵
۴	نظم نذرانہ عقیدت بحضور اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	۶
۵	نظم نذرانہ عقیدت بحضور محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ	۸
۶	مصنف کا عقیدہ	۱۰
۷	سخن ہائے گفتنی	۱۱
۸	پہلا مقالہ ضوء المرجان فی بیان سیرۃ النعمان (حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل ومناقب)	۱۷
۹	دوسرا مقالہ۔ تقلید شخصی کے وجوب کا ثبوت	۳۹
۱۰	تیسرا مقالہ۔ بیعت مشائخ کی حقیقت واہمیت	۶۱
۱۱	چوتھا مقالہ تعیین عرفی کا ثبوت	۷۹
۱۲	پانچواں مقالہ۔ ذکر میلاد النبی ﷺ	۹۱
۱۳	چھٹا مقالہ۔ مسئلہ گیارھویں شریف پر ایک تحقیقی نظر	۱۰۷
۱۴	ساتواں مقالہ۔ مسئلہ نذر ونیاز	۱۲۳
۱۵	آٹھواں مقالہ تعویذ کی شرعی حیثیت	۱۳۷
۱۶	نواں مقالہ۔ مسجد میں عورتوں کے اجتماعات کی اسلامی حیثیت	۱۴۷

﴿تمت ــــــــــ بالخیر﴾

مقالات حیدری حصّہ اول
کے مقالہ جات

مقالات حیدری حصہ اول کے مقالہ جات کے عنوانات ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں

(۱) عقائد اہل سنت آیات کی روشنی میں (۲) عقائد اہل سنت احادیث کی روشنی میں

(۳) فضائل وکرامات اہل سنت (۴) جماعت حقہ کی پہچان

(۵) اصلی سنی کی پہچان (۶) اصلی حنفی کی پہچان

(۷) مشرکین مکہ کے شرک کی حقیقت (۸) امت مسلمہ اور شرک

(۹) بدعت حسنہ کا بیان (۱۰) تعلیمات غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ

(۱۱) تعلیمات شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ (۱۲) تعلیمات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۳) تعلیمات اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۴) تعلیمات حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

(۱۵) دیوبندیت علمائے حق کی نظر میں (۱۶) دیوبندی بریلوی عقائد کا موازنہ

(۱۷) تبلیغی جماعت اور وہابیت (۱۸) تبلیغی جماعت کا مقصد تبلیغ (۱۹) آئینہ وہابیت

(۲۰) آئینہ مودودیت (۲۱) آئینہ طاہریت (۲۲) مقام صحابہ پر ایک نظر

(۲۳) گستاخان صحابہ کا انجام (۲۴) مناقب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

(۲۵) یزید پر ایک نظر (۲۶) قادنیوں سے میل جول کی شرعی حیثیت

﴿اپیل﴾

اعتقادیات وتعلیمات بزرگان دین کے بارہ میں مقالات حیدری حصہ اول بھی حاصل کریں۔ اور اپنے عقائد کی اصلاح فرمائیں۔

الداعی الی الخیر: ناظم مکتبہ حیدریہ۔ بازار سہنسہ۔ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر

دعائیہ کلمات

(از قلم فیض رقم حضرت علامہ پیر سید ضیاء الحق شاہ صاحب سلطانپوری دامت برکاتہم العالیہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی لامانع لحکمہ ولاناقض لقضائہ والصلوٰۃ والسلام علی سید انبیائہ وسند اولیائہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد.

مخلصی ومحبی فی اللہ الصوفی الصافی حضرت العلامہ جامع المعقول والمنقول بقیۃ السلف مولانا احمد حسین قاسم الحیدری مدظلہ العالی کو میں زمانہ طالب علمی سے جانتا ہوں۔ میرا غالب گمان ہے کہ مولانا نے ۱۹۶۸ء میں ہمارے جامعہ رضویہ ضیاء العلوم سبزی منڈی راولپنڈی میں داخلہ لیا۔ آپ انتہائی محنتی اور نہایت پاکیزہ صورت وسیرت کے مالک تھے۔ عام طلباء سے الگ تھلگ مسجد کے کسی کونے میں بیٹھے ہر وقت کتابوں کے مطالعہ میں مصروف کار رہتے تھے آپ کی ذہانت اور پاکیزگی کردار کی وجہ سے تھوڑے ہی عرصہ میں اساتذہ کے نظروں میں آپ کو ایک خاص مقام حاصل ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے جامعہ کے طلباء اور دیگر متعلقین جامعہ آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ جب آپ نے تکمیل علوم کر لی تو اساتذہ کرام نے آپ کو جامعہ میں تدریس کی اہم ذمہ داری سونپ دی۔ جسے آپ نے بڑے احسن انداز میں نبھایا اور تدریس کے میدان میں خوب شہرت حاصل کی۔ درس نظامی کی بڑی بڑی مشکل کتابوں پر حاشیے لکھے یہاں تک کہ ہدایہ پر عربی میں بڑا ضخیم حاشیہ بھی تحریر فرمایا۔ اسی اثنا میں آپ کی دور اندیش بصیرت نے محسوس کیا کہ ایسا نہ ہو کہ میرا آبائی علاقہ بدعقیدگی کی موجودہ روش میں مبتلا ہو جائے شہر کی سہولیات اور

آرام کو چھوڑ کر اپنے دیہاتی علاقہ کو تبلیغ دین کا مرکز بنالیا۔ راقم الحروف کو بارہا آپ کے علاقے میں جلوس عید میلاد النبی و دیگر جلسوں میں شمولیت کا موقع ملا جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ علاقہ کے عوام آپ کی بے پناہ عزت کرتے اور بے حد چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ہر تبلیغی و اصلاحی کام میں وہ آپ کے ساتھ قدم ملا کر چلتے اور آپ کی لکھی ہوئی تحریروں کو کتابی شکل میں چھپوا کر پاکستان و آزاد کشمیر کے بہت سے علاقوں میں مفت تقسیم کرتے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت آپ کو عمر خضر عطا فرمائے اور آپ کے فیض کو عام فرمائے۔

سید ضیاء الحق سلطانپوری

مہتمم جامعہ محمدیہ غوثیہ انوار القرآن (رجسٹرڈ)

مولوی محلہ صدر راولپنڈی

بتاریخ ۵ ستمبر ۲۰۰۳ء

﴿تأثرات﴾

(از قلم مخدوم اہل سنت محب العلم والعلماء جناب حکیم خلیفہ سائیں محمد عارف زاہدی قادری مدظلہ کوٹلی)

اللہ رب محمد صل علیہ وسلما۔ نحن عباد محمد صل علیہ وسلما

جامع الشریعہ، محقق اہل سنت یادگار سلف حضرت احمد حسین قاسم الحیدری اب عمر کے اس زینہ پر ہیں جسے سن شیوخت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس عمر میں آرام وسکون کی ضرورت ہوتی ہے۔ بدنی قویٰ مع حافظہ ضعف کا شکار ہو جاتے ہیں۔آپ روزانہ ایک سو سے زاہد طلباء وطالبات کو ناظرہ درس قرآن دیتے ہیں۔اپنے دیہات موضع بھیائی کی مسجد کی امامت اور مرکزی جامع مسجد سہنسہ بازار کی خطابت بھی آپ کے فرائض منصبی میں داخل ہے۔اپنے علاقہ کے سماجی ومعاشرتی معاملات میں بھی بذات خود بھرپور شرکت کرتے ہیں۔ ہر ماہ انجمن احباب اہل سنت کے سلسلہ تبلیغ سبیل ہدایت کے لئے نئی پیش کش لکھتے لکھواتے چھپواتے اور اپنے ہاتھوں سے بنا کر اسے اپنے حلقہ احباب میں تقسیم کرتے ہیں۔ ہر ماہ قاری محمد افراہیم حسن تتہ پانوی کے سلسلہ ہائے تبلیغ روشنی سوئے مزار اور امامت کے لئے بھی تالیف واشاعت کا کام کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں گھر کے سب کاموں کی ذمہ داری بھی تنہا انہی کے اپنے کمزور کندھوں پر ہوتی ہے۔وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم۔

چند روز قبل جب مولانا موصوف فقیر کے ہاں تشریف لائے تو آپ نے اپنی روایتی کپڑے کی تھیلی کی گرہ کھولی اور اس میں سے ایک موٹا سا لفافہ نکال کر میرے سامنے رکھ دیا اور فرمانے لگے کہ مقالات حیدری حصہ دوم کا یہ مواد کتابت شدہ تیار ہے۔آپ کے پاس نظر ثانی کے لئے لایا ہوں۔

یہ دیکھ کر مجھے انتہائی حیرت ہوئی کیونکہ مقالات حیدری حصہ اول کو چھپے ہوئے چند ماہ ہی گزرے ہیں۔ اور اس کے دوسرے حصہ کا مواد نہ صرف لکھا گیا ہے۔ بلکہ کتابت بھی کروایا جاچکا ہے۔ اگر مولانا کی عمر اور مذکورہ بالا مصروفیات کو مدنظر رکھا جائے تو آپ نے یہ انتہائی مشکل اور توجہ طلب کام بالکل مختصر عرصہ میں کر دکھایا ہے۔ ماشآء اللہ لاقوۃ الا باللہ۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ راقم الحروف نے مقالات حیدری حصہ دوم کے سب مقالات بالاستیعاب پڑھے ہیں۔ اور یہ محسوس کیا ہے۔ کہ مقالات کے اس دوسرے حصے میں شامل سب موضوعات کوزے میں سمندر بند کرنے کے مترادف ہیں۔ ضروری فقہی مسائل کو مدلل طور پر انتہائی محنت جانفشانی اور اسلاف کے طریقۂ تحقیق کے عین مطابق عوام اہل سنت کی انتہائی ضرورت کے پیش نظر حل کر دیا گیا ہے۔ جس سے عصری اور علاقائی ضرورت پوری ہوگئی ہے

شاید کچھ احباب کو مقالات حیدری کے اس حصہ کے بعض موضوعات کی وجہ سے ان کے اپنے ذاتی وضع کردہ معمولات پر حرف آتا ہوا محسوس ہو اور یہ بات انہیں ناگوار بھی گزرے لیکن حق کو قبول کر لینا تقاضائے ایمان ہے، اللہ تعالیٰ حق قبول کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

خلاصہ کلام یہ کہ مقالات حیدری حصہ دوم کے یہ سب مقالات مجدد دین وملت امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیمات حقہ کے ترجمان ہیں۔ ناچیز کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کی اس سعی جمیلہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔

فقیر محمد عارف زاہدی قادری کوٹلی

(۲۵ جمادی الاخری ۱۴۲۴ھ)

نذرانہ عقیدت

(بحضور امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمۃ اللہ علیہ)

ہیں حق تعالیٰ کی خاص رحمت امام اعظم ابو حنیفہ
اللہ اللہ یہ شان حضرت امام اعظم ابو حنیفہ
ہے مقتضائے قرآن وسنت امام اعظم ابو حنیفہ
تمہاری صورت تمہاری سیرت امام اعظم ابو حنیفہ
ہے نور افشاں تمہاری طلعت امام اعظم ابو حنیفہ
ہیں آپ بے شک سراج امت امام اعظم ابو حنیفہ
قرآن وسنت کے راز مخفی تمہارے صدقے ہوئے نمایاں
تمہارے صدقے ملی ہدایت امام اعظم ابو حنیفہ
تمہارا فیضان نکتہ بینی ملے نہ اہل علم کو کیسے
ہیں آپ ابر بہارِ حکمت امام اعظم ابو حنیفہ
امام مالک امام شافعی امام احمد بھی کر رہے ہیں
اللہ اللہ تمہاری مدحت امام اعظم ابو حنیفہ
تا قیامت رہے گی زندہ، رہے گی جاری، رہے گی ساری
تم نے کی ہے جو دیں کی خدمت امام اعظم ابو حنیفہ
ہو تم حبیب خدا کے پیارے، ہو تم نگاہ جہاں کے تارے
نہ تم سے پھر ہو بھلا عقیدت امام اعظم ابو حنیفہ
یہ قاسم مضطرب بھی مشتاق ہے تمہارے جمال رخ کا
عطا ہو اس کو بھی حسنِ صورت امام اعظم ابو حنیفہ

﴿نذرانہ عقیدت﴾

(بحضور امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

لبوں پہ آج پھر آیا بیاں احمد رضا خاں کا
کرے گی تذکرہ میری زباں احمد رضا خاں کا

پہنچے گا وہی منزل پہ جو ہے ساتھ ساتھ اس کے
سوئے منزل رواں ہے کارواں احمد رضا خان کا

دلیل حق شعاری ہے، علامت ہے صداقت کی
ہوا ہے عام دنیا میں فیضاں احمد رضا خان کا

مانا ہے مجدد آپ کو عرب وعجم نے جب
تو ہمسر اس صدی میں ہو کہاں احمد رضا خاں کا

ہر مسئلے کا دیتے تھے جواب باصواب آقا
حقیقت میں تھا علم بے کراں احمد رضا خان کا

نہ اس جا سے اٹھا فتنہ کوئی پھر کفر وباطل کا
یہ فیض عام پہنچا ہے جہاں احمد رضا خاں کا

مفتی تھے، محقق تھے، مجدد تھے، مجاہد تھے
تھا رتبہ بہت عالی بے گماں احمد رضا خاں کا

ہزاروں کوششیں کرتے رہے ابلیس کے ساتھی
مٹا وہ نہ سکے لیکن نشاں احمد رضا خاں کا

بچایا اہل سنت کو فریب اہل باطل سے
ہے اہل حق پہ کتنا یہ احساں احمد رضا خاں کا

اگرچہ چل رہی ہے آج بھی بادِ خزاں ہر سو
بگاڑے گی نہ لیکن کچھ خزاں احمد رضا خاں کا

رہے گا شادماں ہر دم خدا کے فضل خاصہ سے
ارے باد مخالف بوستان احمد رضا خان کا

عمر بھر ہوں نصیبوں میں اسی دربار کے ٹکڑے
نہ چھوٹے یا الٰہی آستاں احمد رضا خان کا

چھپائے گا مجھے دامان رحمت آپ کا قاسمؔ
ہوں میں بھی ایک منگتا بے گماں احمد رضا خاں کا

﴿نذرانہ عقیدت﴾

(بحضور استاذ العلماء محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد چشتی رضوی صاحب فیصل آباد)

جماعت اہل حق کے پیشوا سردار احمد تھے
محبّ سرور ہر دوسرا سردار احمد تھے

بجایا جس نے علم دین کا ڈنکا زمانے میں
وہ اہل علم کے فرماں روا سردار احمد تھے

مخالف جن کے آگے ٹھہر سکتا تھا نہ کوئی بھی
دلائل جن کے پختہ تھے سدا سرداراحمد تھے

جنہوں نے مسلک رضوی کو دی تاب وتوانائی
وہ پیروئے شہ احمد رضا سردار احمد تھے

کسر جس نے نہ چھوڑی دین حق کی پاسداری میں
وہ استاذ زمن وہ باوفا سردار احمد تھے

بڑے عابد، بڑے زاہد، بڑے عالم، بڑے فاضل
بڑی مقبول ہستی بے شبہ سردار احمد تھے

سمجھتے تھے جو گستاخ نبی پاک کو دشمن
وہ دانش مند مرد باخدا سردار احمد تھے

تذکار نبی سن کر جو روتے تھے محبت سے
وہ شیدائے حبیب کبریا سردار احمد تھے

مصافحہ جو نہ کرتے تھے کبھی گستاخ لوگوں سے
وہ غیرت مند زیب اتقیاء سردار احمد تھے

نگاہ لطف جن کی بخش دیتی تھی جلاء دل کو
جو تھے سرچشمہء فیض وعطا سردار احمد تھے

بنا مرجع خاص وعام جن کا روضہء اقدس
وہ منظور نگاہ کبریا سردار احمد تھے

جنہیں استاذ مانا تھا علم والوں نے قاسم وہ
جماعت اہل حق کے سربراہ سردار احمد تھے

مصنف کا عقیدہ

بندۂ پروردگارم، امت احمد نبی
دوست دارِ چار یارم، تابع اولادِ علی
مذہب حنفیہ دارم، ملت حضرت خلیل
خاک پائے غوثِ اعظم، زیر سایہ ہر ولی

سخن ہائے گفتنی، مصنف کے قلم سے

(۱) الحمد للہ راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفر اللہ تعالیٰ لہ کے لکھے ہوئے چھبیس مقالات پر مشتمل کتاب ''مقالات حیدری حصہ اول'' دیدہ زیب صورت میں اشاعت پذیر ہو کر شائقین علم کے ہاتھوں تک پہنچ چکی ہے۔ اللہ کریم جل مجدہ کی اس عظیم عنایت کا شکر ہم جتنا ادا کریں تھوڑا ہے۔ ثم الحمد للہ علی ذالک۔

(۲) مقالات حیدری حصہ اول میں صرف وہی مقالات شامل کتاب کئے گئے ہیں۔ جو سنی بریلوی مسلک کی تائید و وضاحت میں لکھے گئے تھے۔ یا بزرگان دین کی تعلیمات پر مشتمل تھے۔ الحمد للہ عقائد و تعلیمات کے باب میں یہ کتاب جامع ثابت ہوئی ہے۔ اور علم دوست احباب نے زبانی و تحریری طور پر اس کی تحسین فرمائی ہے۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء فی الدارین آمین۔

(۳) مقالات حیدری حصہ اول کی کتابت کے اختتام کے وقت قبلہ حکیم سائیں محمد عارف صاحب بذات خود کاتب کے پاس موجود تھے۔ راقم سے مشاورت کئے بغیر آپ نے کتاب کے آخر میں خوشخبری کے عنوان سے مقالات حیدری حصہ دوم کی عنقریب اشاعت کا اعلان لکھوا کر شامل کتاب کیا۔ حکیم صاحب موصوف کے اسی علمی ذوق کے نتیجہ میں مقالات حیدری کا یہ دوسرا حصہ شائع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے۔، فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء فی الدارین۔

(۴) مقالات حیدری حصہ دوم کے بارہ میں حکیم صاحب نے جو اعلان شامل کتاب کیا اس میں انہوں نے اپنی طرف سے یہ قید ذکر فرمادی کہ مقالات حیدری کے دوسرے حصہ میں فقہی اختلافی مسائل کے بارہ میں مقالہ

جات شامل کتاب کیے جائیں گے فقہی اختلافی مسائل سے حکیم صاحب موصوف کی مراد کیا تھی اس کا صحیح علم خود انہی کو تھا۔ اس لیے انہی کی صوابدید پر مقالات حیدری کے دوسرے حصہ کے مضامین کو ترتیب دیا گیا ہے۔

(۵) حکیم صاحب نے مقالات حیدری کے دوسرے حصہ کے لیے جو عنوانات تحریر فرمائے ان میں سے بعض کے حل میں انجمن احباب اہل سنت کی شائع کردہ پیش کشیں موجود تھیں۔ اس لیے انہی کو معمولی ردوبدل کے ساتھ مقالات کی صورت میں شامل کتاب کر دیا گیا ہے۔ اور جن عنوانات کے بارہ میں شائع شدہ یا تصنیف شدہ مواد موجود نہیں تھا۔ ان کے حل کے لیے مستقل مقالات تصنیف کیے گئے ہیں۔ نئے تصنیف شدہ مقالات کے نام یہ ہیں۔ (۱) ضوء المرجان فی بیان سیرۃ النعمان، (۲) تقلید شخصی کے وجوب کا ثبوت (۳) بیعت مشائخ کی حقیقت واہمیت (۴) مسئلہ گیارہویں شریف پر ایک تحقیقی نظر (۵) تعویذ کی شرعی حیثیت (۶) اکابر نقشبندیہ اور ذکر بالجہر (۷) گرمیوں میں نماز ظہر کے مسنون وقت کا بیان (۸) اقامت میں حی علی الفلاح پر اٹھنے کا بیان (۹) امام کعبہ کی اقتداء کا مسئلہ (۱۰) بیان الاجر فی آذان القبر (۱۱) قبرستان کو مسجد بنانے کا مسئلہ اور (۱۲) گنبد خضراء کی شرعی حیثیت۔

(۶) الحمد للہ مذکورہ بالا بارہ نئے تصنیف شدہ مقالات کی وجہ سے مقالات حیدری حصہ دوم کی افادیت میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین۔

(۷) انجمن احباب اہل سنت کے شائع کردہ مقالات میں سے بعض مقالہ جات میں تنگ دامنی کی وجہ سے جو اختصار کیا گیا تھا۔ اسے دور کر کے تفصیل سے کام لیا گیا ہے۔ جن مقالہ جات میں یہ عمل کیا گیا ہے۔ ان کے نام

یہ ہیں ۔ آذان میں انگوٹھے چومنے کا مسئلہ ۔ (۲) ننگے سر نماز کا مسئلہ (۳) غائبانہ نماز جنازہ کی شرعی حیثیت ۔

(۸) یوں تو کتب فقہ میں اختلافی مسائل کی بھرمار ہے ۔ لیکن ہم نے اپنے علاقہ میں پائے جانے والے مسائل ہی کو حل کرنے کی کوشش کی ہے ۔ تاکہ ہمارے علاقہ میں سنی حنفی کہلوانے والے لوگ صحیح سنی حنفی راستہ کو جان کر اس پر چل سکیں اور علاقہ میں پائی جانے والی اختلافی خلیج کا حتی الوسع خاتمہ ہو جائے ۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو ذریعہ ہدایت بنائے ۔ (آمین)

(۹) مقالات حیدری حصہ دوم میں اس بات کا پورا پورا التزام کیا گیا ہے ۔ کہ ابتداء میں اصولی باتوں پر مشتمل مقالات کو رکھا جائے پھر عملی اختلافی مسائل کے حل میں مقالہ جات کو لایا جائے ، درمیانی شقوں کی ترتیب کو بھی بڑے غور وفکر سے قائم کیا گیا ہے ۔ تاکہ قارئین کے ذہن میں مضامین کا تسلسل قائم رہ سکے ۔

(۱۰) دور حاضر میں غیر مقلد لوگ فقہ حنفی اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر کیچڑ اچھالتے ہیں ۔ اس لئے ضروری تھا ۔ کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل اور تقلید شخصی کے وجوب کو بیان کیا جائے ۔ الحمد للہ اسی غرض کے پیش نظر پہلا اور دوسرا مقالہ شامل کتاب کئے گئے ہیں ۔

(۱۱) مقالات حیدری حصہ دوم کے ہر مقالہ میں یہ کوشش کی گئی ہے ۔ کہ مسئلہ کی تحقیق میں علمائے متقدمین و متأخرین کے فراہم کردہ دلائل کو عام فہم انداز میں لکھا جائے تاکہ عام تعلیم یافتہ طبقہ بھی ہر مسئلے کو صحیح طریقہ سے سمجھ سکے ۔

(۱۲) مقالات حیدری حصہ دوم کی پروف ریڈنگ کا کام راقم الحروف نے ہی کیا ہے ۔ ہاں حکیم صاحب قبلہ نے نظر ثانی فرمائی ہے ۔ امید ہے کہ اغلاط

کی مقدار کم ہوگی۔ افسوس سے کہنا پڑا ہے۔ کہ کاتبوں کی غفلت اور ہمارے احباب کی جلد بازی کی وجہ سے مقالات کے پہلے حصہ میں اغلاط باقی رہ گئی ہیں۔ جن کی نشان دہی کے لئے اغلاط نامہ شائع کرایا گیا ہے۔ جن احباب کو اغلاط نامہ نہ ملا ہو وہ مکتبہ حیدریہ بازار سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر کے پتہ پر خط لکھ کر حاصل کر لیں۔

(۱۳) مقالات حیدری حصہ اول و دوم کو تجارتی مقاصد کے پیش نظر شائع نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ اصل مقصد تبلیغ دین ہے۔ اسی وجہ سے ان کا ہدیہ مناسب رکھا گیا ہے۔ علمائے دین سے پُر زور اپیل ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ اثر میں اس کتاب کے دونوں حصوں کو متعارف کرائیں اور اس کی خریداری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور اللہ تعالیٰ سے اجر عظیم حاصل کریں۔

(۱۴) آخر پر یہ فقیر مخدوم اہل سنت محبّ العلم والعلماء حکیم خلیفہ سائیں محمد عارف زاہدی قادری مدظلہ العالی کا تہء دل سے شکریہ ادا کرتا ہے کہ آپ نے اس کتاب کے دونوں حصوں میں سخنے درمے قدمے بھرپور تعاون سے ہمیں نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دینی خدمت کا صلہ آپ کو دارین میں عنایت فرمائے اور آپ کی زندگی اولاد اور کاروبار میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمین۔

(۱۵) جو مسلمان مقالات حیدری کو پڑھیں اور اس سے عقائد ونظریات اور اعمال کی اصلاح لیں ان سے درخواست ہے کہ راقم الحروف مصنف کتاب ہذا فقیر ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری غفر اللہ تعالیٰ لہ کے حق میں بھی دین ودنیا کی کامیابیوں اور آخرت کی کامرانیوں کے لئے حق تعالیٰ وجل مجدہ سے دعا فرمائیں۔ راقم کے والدین اساتذہ اور جملہ معاونین کے حق میں بھی دعائے خیر فرمائیں۔

خاتمہ بالخیر کردے رب دو عالم نصیب
دوستو کرنا کسی دن یہ دعا میرے لئے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

(۳۰ جمادی الاخری ۱۴۲۴ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا مقالہ

ضوء المرجان
فی بیان سیرۃ النعمان

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل ومناقب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد !

اس مختصر رسالہ ''ضوء المرجان فی بیان سیرۃ النعمان'' میں امام الائمہ کاشف الغمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ فضائل رفیعہ ومناقب سنیہ جمع کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔ جو جلیل القدر بزرگان دین واولیائے کاملین نے اپنی کتب متبرکہ مقدسہ میں تحریر فرمائے ہیں۔ تاکہ عامۃ المسلمین کی نظر میں مذہب حنفی کی عظمت اجاگر ہو اور اس مذہب مہذب کی حقانیت پر ان کا ایمان پختہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو شرف مقبولیت بخشے اور ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودات

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مستطاب کشف المحجوب میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں لکھتے ہیں: ومنھم امام اماماں ومقتدائے خلقاں شرف فقہاء وعز علماء ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الخزاز رضی اللہ عنہ (ترجمہ) اور اولیائے امت میں سے اماموں کے امام مخلوق خدا کے مقتدا فقہاء کا شرف اور علماء کی عزت ابوحنیفہ نعمان بن ثابت خزاز ہیں۔

پھر لکھتے ہیں:

امام صاحب نے ابتدائے حال میں گوشہ نشینی کا ارادہ فرمایا: تاکہ وہ مخلوق خدا کے درمیان سے ہٹ کر اپنے دل کو ریاست اور جاہ ومرتبہ کے خیال سے پاک بنائیں، اور اسے راہ خدا میں استوار کریں۔ حتی کہ ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ پیغمبر خدا ﷺ کی لحد شریف سے ہڈیاں اکٹھی کر رہے ہیں اور بعض کو بعض سے جدا کرتے ہیں۔ آپ اس خواب کی ہیبت سے بیدار ہوئے تو ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد سے

اس خواب کی تعبیر پوچھی ۔ انہوں نے فرمایا۔

تو اندر علم پیغمبر ﷺ وحفظ سنت بدرجه بزرگ رسی چنانچه اندر آن متصرف شوی و صحیح راز سقیم جدا کنی (ترجمہ) آپ پیغمبر ﷺ کے علم اور سنت کی حفاظت میں اتنے بلند مرتبہ کو پہنچ جائیں گے کہ آپ صحیح حدیثوں کو غیر صحیح حدیثوں سے جدا کریں گے۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

دوسری مرتبہ آپ نے پیغمبر ﷺ کو دیکھا کہ وہ آپ کو دیکھ کر فرما رہے ہیں۔

یا ابا حنیفه ترا سبب زنده گردانیدن سنت من کرده اند. قصد عزلت مکن (ترجمہ) اے ابوحنیفہ خدا تعالیٰ نے تجھے میری سنت کے زندہ کرنے کا سبب بنایا ہے۔ تو گوشہ نشینی کا ارادہ نہ کر۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

یحیٰ بن رازی فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں پیغمبر ﷺ کو دیکھا۔ میں نے پوچھا۔ یارسول اللہ۔ میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ فرمایا عند علم ابی حنیفة '' ابوحنیفہ کے علم کے پاس مجھے تلاش کر ۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

میں دمشق میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مزار کے پاس سویا ہوا تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ معظمہ میں ہوں۔ پیغمبر خدا ﷺ باب بنوشیبہ سے اس حال میں تشریف لائے ہیں کہ آپ اپنی بغل میں ایک بوڑھے کو اس طرح اٹھائے ہوئے ہیں۔ جس طرح لوگ شفقت سے اپنے بچوں کو اٹھاتے ہیں۔ میں دوڑ کر آگے بڑھا اور آپ کے قدموں کو بوسہ دیا۔ میں حیران تھا کہ وہ شخص کون ہیں؟ اور ان کا یہ حال کیسا ہے۔؟ پیغمبر خدا ﷺ نے میرے اس خیال پر آگاہ ہو کر فرمایا۔ ایں امام تو واہل دیارتست'' یہ تیرا اور تیرے شہر والوں کا امام ہے ۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات:

حضرت مجدد الف ثانی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں لکھتے ہیں:

امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہیں کہ انہوں نے تقویٰ و پرہیزگاری اور اتباع سنت میں اجتہاد و استنباط میں وہ بلند درجہ پایا ہے کہ اسے دوسرے لوگ سمجھنے سے قاصر اور عاجز ہیں۔ اور انہیں ان کی دقیقہ فہمی کے باعث کتاب و سنت کے مخالف جانتے اور انہیں اور ان کے شاگردوں کو اصحاب رائے خیال کرتے ہیں۔

سو یہ سب کچھ اس بناء پر ہوا کہ انہیں امام صاحب کے علم و دانش کی حقیقت اور ان کے فہم و فراست پر اطلاع نہ ہوئی۔ اور جب امام شافعی کو امام صاحب کی دقت فقاہت کا کچھ حال معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا: **الفقہاء کلھم عیال ابی حنیفۃ** سارے فقہاء امام ابو حنیفہ کی اولاد ہیں۔

خواجہ محمد پارسا علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب کی چھٹی فصل میں یہ بات لکھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول اجلال کے بعد امام ابو حنیفہ کے مذہب پر عمل کریں گے۔ یعنی روح اللہ علیہ السلام کا اجتہاد امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد کے موافق ہوگا اور اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ اس مذہب کی تقلید کریں گے کیونکہ ان کی شان اس سے بلند تر ہے کہ وہ علمائے امت کی تقلید کریں۔ تکلف و تعصب سے کام نہ لیا جائے تو پھر یہ کہا جا سکتا ہے کہ کشف کی نظر میں اس حنفی مذہب کی نورانیت ایک بڑے دریا کی صورت میں دکھائی دیتی ہے۔ اور باقی تمام مذاہب حوضوں اور نالیوں کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ اور ظاہر بھی یہی ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کا سواد اعظم امام ابو حنیفہ کا مقلد ہے۔ اور یہ مذہب (حنفی) اپنے پیروکاروں کی کثرت کے باوجود اصول و فروع میں دوسرے مذاہب سے ممتاز ہے۔ اور اس کا طریقہ استنباط جدا ہے۔ یہ بات اس کے حق ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ عجب معاملہ

ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ سنت مصطفےٰ کی تقلید میں سب لوگوں سے آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور احادیث مرسل کو احادیث مسند کی طرح قابل عمل جانتے اور انہیں اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں اور اسی طرح آپ صحابہ کرام کے اقوال کو بھی بسبب نبی کریم ﷺ کی صحبت کے شرف کے اپنی رائے پر فوقیت دیتے ہیں۔ حالانکہ دوسرے ائمہ کا یہ حال نہیں ہے۔ اس کے باوجود آپ کے مخالفین آپ کو صاحب رائے جانتے اور آپ کی طرف بے ادبی کے کلمات منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ آپ کے علم کی کثرت اور پرہیزگاری کے کمال کے معترف بھی ہیں۔ حضرت حق سبحانہ امام اعظم کے مخالفین کو توفیق بخشے کہ وہ دین کے سردار اور مسلمانوں کے سردار کو اذیت نہ دیں۔ اور مسلمانوں کے سواد اعظم کو ایذا نہ پہنچائیں۔ یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم ۔ (یہ لوگ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھانا چاہتے ہیں)۔

سو وہ لوگ جو آپ کو اصحاب رائے جانتے ہیں۔ اگر وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حنفی لوگ اپنی رائے سے حکم کرتے ہیں اور کتاب وسنت کی متابعت نہیں کرتے اس وجہ سے مسلمانوں کا یہ سواد اعظم ان کے فاسد زعم میں گمراہ کن اور مبتدع ہے۔ بلکہ اہل اسلام کی جماعت سے باہر ہے۔ تو یہ اعتقاد نہ رکھے گا مگر کوئی جاہل جو اپنی جہالت ہی سے بے خبر ہے۔ یا کوئی زندیق جس کا مقصود دین کے نصف حصہ کو باطل کرنا ہے۔ ناقص العلم لوگ چند حدیثیں زبانی یاد کر لیتے ہیں اور شریعت کے احکام کو انہی میں منحصر کر دیتے ہیں اور اپنے علم کے ماوراء کی نفی کرتے ہیں اور جو کچھ ان کے نزدیک ثابت نہ ہو اس کا انکار کرتے ہیں

چو آن کرمے کہ در سنگے نہاں است
زمین و آسمان او ہمان است

یہ لوگ اس کیڑے کی طرح ہیں جو پتھر میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ اور اپنے زمین و آسمان ہی کو ساری کائنات سمجھتا ہے۔

وائے هزار وائے از تعصب هائے بارد ایشان واز نظرهائے فاسد ایشان. بانئ فقه ابو حنیفه است وسه حصه از فقه اورا مسلم داشتند ودر ربع باقی همه شرکت دارند باوے. در فقه صاحب خانه اوست ودیگران همه عیال وے اند

ترجمہ: امام اعظم کے مخالفین کے سرد تعصبات اور فاسد نظریات کی وجہ سے ان کے مذکورہ بالا اعتقادیات ہیں ورنہ امام ابوحنیفہ فقہ کے بانی ہیں اور فقہ کے تین حصے انہیں سونپے گئے ہیں اور باقی چوتھے حصے میں سب فقہاء ان کے شریک ہیں۔ فقہ کے گھر والے امام اعظم ہیں اور باقی سب لوگ آپ کے اہل وعیال ہیں۔

باوجودیکہ میں مذہب حنفی کا مقلد ہوں مجھے امام شافعی سے ایک گونہ ذاتی محبت ہے۔ اور میں انہیں بزرگ جانتا ہوں۔ اسی وجہ سے میں اعمال نافلہ میں بعض دفعہ (امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید چھوڑ کر) ان کی تقلید کرتا ہوں۔

اما چه کنم که دیگران را باوجود وفور علم وکمال تقویٰ درجنب امام ابی حنیفه در رنگ طفلاں می یابم والامر الی الله سبحانه

مگر کیا کروں کہ میں دوسرے اماموں کو ان کے وفور علم اور کمال تقویٰ کے باوجود امام ابوحنیفہ کے پہلو میں بچوں کے رنگ میں پاتا ہوں اور معاملہ اللہ سبحانہ ہی کی طرف سے ہے۔ (مکتوبات امام ربانی جلد دوم ص ۱۵۴۔ مکتوب پنجاہ وپنجم)

اور یہی بزرگ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کہ آسمان سے نزول فرمائیں گے خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی شریعت کی پیروی کریں گے۔ حضرت خواجہ محمد پارسا کہ حضرت خواجہ نقشبند کے باکمال خلفاء میں سے ہیں۔ قدس اللہ تعالیٰ سرہما اور صاحب علم اور اہل کشف ہیں انہوں نے بھی کتاب فصول ستہ میں معتبر نقل سے لکھا ہے۔ کہ:

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیه الصلوٰة والسلام بعد از نزول

عمل بمذهب امام ابی حنیفه خواهد کرد رضی اللہ تعالیٰ عنه و حلال اورا حلال خواهد داشت و حرام اورا حرام

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اترنے کے بعد امام ابوحنیفہ کے مذہب پر عمل کریں گے اور ان کے حلال کو حلال اور ان کے حرام کو حرام قرار دیں گے۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب نمبر ۱۷ ص ۳۰۵)

صاحب درمختار کے ارشادات:

امام علاؤالدین حصکفی اپنی کتاب مستطاب الدرالمختار شرح تنویرالابصار کے مقدمہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل میں لکھتے ہیں:

علماء فرماتے ہیں کہ علم فقہ کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بویا۔ حضرت علقمہ نے اسے سینچا، حضرت ابراہیم نخعی نے اسے کاٹا، حضرت حماد نے اس کے دانے سٹوں سے نکالے، امام ابوحنیفہ نے اس کے دانے پیسے، امام ابو یوسف نے اس کا آٹا گوندھا اور امام محمد نے اس کی روٹیاں پکائیں۔ ''فسائر الناس یأکلون من خبزہ'' پھر سارے لوگ امام محمد کی روٹیاں کھارہے ہیں۔ امام محمد نے اپنا علم اپنی تصانیف کے ذریعہ سے ظاہر فرمایا اور وہ آپ کی کتابیں الجامع الکبیر، الجامع الصغیر، المبسوط، الزیادات اور النوادر ہیں۔ امام محمد کے شاگردوں میں امام شافعی بھی شامل ہیں اور امام محمد نے امام شافعی کی والدہ سے نکاح کیا تھا، اور اپنی کتابیں اور مال ان کو سونپ دیا تھا۔ پھر انہی کتابوں کے سبب سے امام شافعی فقیہ بنے تھے۔ اور امام شافعی نے انصاف سے کام لیتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ

من اراد الفقه فليلزم اصحاب ابی حنيفة فان المعانی قد تيسرت لهم والله ماصرت فقيهاً الا بكتب محمد بن الحسن

جو شخص علم فقہ حاصل کرنا چاہے اسے امام ابوحنیفہ کے شاگردوں سے رابطہ پیدا کرنا چاہئے۔ کیونکہ کلام کے معانی ان کے لئے آسان کر دیئے گئے ہیں۔ اللہ کی قسم میں فقیہ نہیں بنا ہوں مگر امام محمد بن حسن کی کتابوں کی وجہ سے۔ اور امام اسماعیل بن اوجاء نے فرمایا ہے کہ میں نے خواب میں امام محمد کو دیکھا۔ میں نے ان سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے

ساتھ کیا معاملہ کیا ہے؟ فرمایا: اس نے مجھے بخش دیا ہے۔ اور اس نے فرمایا اگر میں تمہیں عذاب میں مبتلا کرنا چاہتا تو تمہیں دین کا علم عطا نہ کرتا۔ پھر میں نے پوچھا امام ابو یوسف کہاں ہیں؟ فرمایا: وہ ہم سے دو درجے بلند ہیں۔ پھر میں نے کہا: امام ابو حنیفہ کہاں ہیں؟ اور ان کا کیا حال ہے؟ فرمایا:

هيهات ذاک في اعلىٰ عليين كيف وقد صلى الفجر بوضوء العشاء اربعين سنه وحج خمسا وخمسين حجة ورأى ربه في المنام مأة مرة

آہا۔ وہ تو اعلیٰ علیین میں ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو، انہوں نے تو چالیس سال عشاء کے وضو سے نماز فجر پڑھی ہے۔ پچپن حج کیے ہیں اور ایک سو مرتبہ خواب میں اپنے رب کی زیارت کی ہے۔

اور آخری حج میں آپ نے کعبہ شریف کے دربانوں سے اجازت لی اور رات کے وقت کعبہ میں داخل ہوئے پھر دو ستونوں کے درمیان اپنے دائیں پاؤں پر کھڑے ہو کر اور بایاں پاؤں اس پر رکھ کر ایک رکعت میں نصف قرآن مجید کی تلاوت کی پھر رکوع کیا اور سجدہ کیا پھر بائیں پاؤں پر کھڑے ہو کر اور اس پر دایاں پاؤں رکھ کر دوسری رکعت میں نصف قرآن مجید کی تلاوت کی پھر جب سلام پھیرا۔ روئے اور دعا میں عرض کیا

الهي ماعبدک هذا العبد الضعيف حق عبادتک لكن عرفک حق معرفتک فهب نقصان خدمته لكمال معرفته

میرے اللہ تیرے اس کمزور بندے نے تیرا حق عبادت ادا نہیں کیا ہے لیکن اس نے تیرا حق معرفت ادا کر دیا ہے۔ سو تو اس کی عبادت کی کمی کو اس کی معرفت کے کمال سے پورا فرما۔ ہاتف نے آواز دے کر کہا:

يا اباحنيفة قد عرفتنا حق المعرفة وخدمتنا فاحسنت الخدمة قد غفرنالک ولمن اتبعک ممن كان على مذهبک الى يوم القيامة

اے ابوحنیفہ تو نے حق معرفت ادا کر دیا ہے۔، اور تو نے ہماری عبادت اچھے طریقے سے کی ہے۔ ہم نے تجھے اور قیامت تک تیرے مذہب کی پیروی کرنے والوں کو بخش دیا ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

ان آدم افتخر بی وانا افتخر برجل من امتی اسمه نعمان و کنیته ابو حنیفة هو سراج امتی

بلاشبہ آدم نے مجھ پر فخر فرمایا تھا اور میں اپنی امت کے ایک شخص پر فخر کرتا ہوں جس کا نام نعمان اور کنیت ابوحنیفہ ہے۔، وہ میری امت کا آفتاب ہے۔

اور دوسری حدیث میں فرمایا:

ان سائر الانبیاء یفتخرون بی وانا افتخر بابی حنیفة من احبه فقد احبنی ومن ابغضه فقد ابغضنی

تمام انبیاء مجھ پر فخر کرتے ہیں اور میں ابوحنیفہ پر فخر کرتا ہوں۔ جو شخص اس سے محبت کرے گا وہ میرا محب ہے۔ اور جو شخص اس سے دشمنی کرے گا وہ میرا دشمن ہے۔

کذا فی التقدمة شرح مقدمة ابی اللیث قال فی الضیاء المعنوی وقول ابن الجوزی انه موضوع تعصب لانه روی بطرق مختلفة

اور امام جرجانی اپنی سند کے ساتھ حضرت سہل بن عبداللہ تستری سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: لو کان فی امتی موسیٰ وعیسیٰ مثل ابی حنیفة لما تهودوا ولما تنصروا اگر حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کی امتوں میں ابوحنیفہ جیسے لوگ ہوتے تو ہرگز وہ یہودی اور نصرانی نہ بنتے۔

اور تیرے لئے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل میں سے یہی ایک بات کافی ہے کہ ان کا مذہب بے حد مشہور ہوا ہے۔ آپ نے جو بھی قول کیا ہے۔ اسے بڑے بڑے اماموں میں سے کسی نہ کسی امام نے اختیار فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے زمانے سے

لے کر اس زمانے تک آپ کے شاگردوں اور مقلدوں کے فیصلے نافذ فرمائے ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے مذہب کے مطابق فیصلے نافذ فرمائیں گے۔ یہ بات آپ کی بہت بڑی خصوصیت پر دلالت کرتی ہے جو دوسرے بڑے بڑے علماء کو حاصل نہیں ہوئی ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح فقہ کی تدوین میں پہلا نمبر رکھتے ہیں۔ آپ کے لئے اس کا اجر ہے۔ اور اس کے اجر جتنا اجر ہے۔ جو قیام قیامت تک آپ کے بنائے ہوئے اصولوں پر احکام شرعیہ حاصل کرتے رہیں گے۔

وقد اتبعه على مذهبه كثير من الاولياء الكرام ممن اتصف بثبات المجاهدة وركض فى ميدان المشاهدة كابراهيم وشقيق البلخى ومعروف الكرخى وابى يزيد البسطامى وفضيل بن عياض وداؤد الطائى وابى حامد اللفاف وخلف بن ايوب وعبد الله بن المبارك ووكيع بن الجراح وابى بكر الوراق وغيرهم ممن لايحصى لبعده ان يستقصى فلو وجدوا فيه شبهة ما اتبعوه ولااقتدوا به ولا وافقوه فعجباً لك يا اخى الم يكن لك اسوة حسنة فى هؤلاء السادات الكبار أكانوا متهمين فى هذا الاقرار والافتخار وهم ائمة هذه الطريقة وارباب الشريعة والحقيقة

اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر چلنے والے بہت سے ایسے اولیاء کرام گزرے ہیں جو ریاضت میں ثابت قدم اور میدان مشاہدہ میں دوڑ لگانے والے تھے مثلاً ابراہیم بن ادہم، شقیق بلخی، معروف کرخی، ابو یزید بسطامی، فضیل بن عیاض، داؤد طائی، ابو حامد لفاف، خلف بن ایوب، عبداللہ بن مبارک، وکیع بن جراح اور ابوبکر وراق وغیرہم بے شمار اصحاب ولایت۔ سو اگر یہ لوگ اس مذہب میں کوئی شبہ پاتے تو ہرگز اس کی پیروی نہ کرتے اور نہ اس کی تقلید کرتے اور نہ اس سے موافقت اختیار کرتے۔ پس اے بھائی تجھ پر تعجب ہے کہ کیا تیرے لئے ان سادات کبار میں اچھا نمونہ نہیں ہے؟ کیا وہ اس اقرار اور افتخار میں متہم نہ ٹھہریں گے؟ حالانکہ یہ لوگ اہل ولایت کے ائمہ اور ارباب

شریعت وحقیقت کے سردار ہیں۔

وبالجملة فليس ابو حنيفة فی زهده وورعه وعبادته وعلمه وفهمه بمشارک حاصل کلام یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ زہد، تقویٰ، عبادت، علم اور دانش میں اپنی مثال نہیں رکھتے ہیں۔

وقد ثبت ان ثابتاً والد الامام ادرک الامام عليا ابن ابی طالب فدعا له ولذريته بالبركة اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ امام صاحب کے والد حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تو انہوں نے ان کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے دعائے برکت فرمائی تھی۔

وصح ان اباحنيفة سمع الحديث من سبعة من الصحابة كما بسط فی اواخر منية المفتی وادرک بالسن نحو عشرين صحابيا كما بسط فی اوائل الضياء وقد ذكر العلامة شمس الدين الحنفی ثمانية من الصحابة ممن روى عنهم الامام الاعظم ابو حنيفة رضی الله عنهم اجمعين اور یہ بات درجہ صحت کو پہنچ گئی ہے کہ امام اعظم نے سات یا آٹھ صحابیوں سے حدیثیں سنی ہیں اور اپنی زندگی میں بیس صحابہ کو پایا ہے۔

والحاصل ان اباحنيفة النعمان من اعظم معجزات المصطفیٰ بعد القرآن اور حاصل کلام یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمۃ اللہ علیہ قرآن کے بعد مصطفےٰ ﷺ کے عظیم ترین معجزات میں سے ایک معجزہ ہیں۔

شیخ ابن حجر کے ملفوظات

شیخ ابن حجر مکی شافعی فرماتے ہیں۔ جن اوصاف حمیدہ میں امام ابوحنیفہ اپنے بعد والوں سے ممتاز ہیں وہ بہت ہیں، اول یہ کہ آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی ایک جماعت کو پایا اور متعدد طرق سے بسند صحیح ثابت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

طوبیٰ لمن رأنی ولمن رای من رأنی ولمن رای من رای من رانی

خوشخبری ہو اس شخص کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا اور جس نے اس کے دیکھنے والے کو دیکھا۔

دوسرا یہ کہ آپ خیر القرون میں پیدا ہوئے جس کے بارہ میں متعدد طرق سے بسند صحیح آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم

بہترین لوگ میرے زمانے والے ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو میرے زمانے کے قریب ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو ان لوگوں کے زمانے کے قریب ہیں۔

تیسرا یہ کہ آپ نے تابعین کے زمانے میں اجتہاد کرنا اور فتویٰ دینا شروع کیا تھا۔

چوتھا یہ کہ آپ کے اکابر شیوخ مثل عمرو بن دینار وغیرہ نے آپ سے یہ روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ آپ خلیفہ منصور کے پاس تشریف لے گئے۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے خلیفہ سے کہا۔ امیر المؤمنین آج روئے زمین کے علماء سے یہ (امام ابوحنیفہ) زیادہ علم والے ہیں۔ خلیفہ نے آپ سے پوچھا آپ نے کن لوگوں سے علم حاصل کیا ہے؟ فرمایا'' تلامذہ عمر، شاگردان علی و مستفیدان ابن مسعود سے۔ رضی اللہ عنہم۔ خلیفہ نے کہا۔ واہ واہ آپ نے اپنے لئے بہت مضبوط کام کیا ہے۔

پنجم یہ کہ جس قدر آپ کے شاگرد ہوئے ہیں آپ کے بعد اور کسی امام کے اتنے شاگرد نہیں ہوئے ہیں۔ ایک شخص نے حضرت وکیع کے پاس جا کر کہا امام ابوحنیفہ نے غلطی کی ہے۔ حضرت وکیع نے اسے خوب ڈانٹا اور فرمایا جو شخص ایسی بات کہے وہ چوپایہ ہے۔ بلکہ اس سے بھی گمراہ تر۔ امام اعظم کیسے غلطی کر سکتے ہیں جب کہ ان کے پاس ابو یوسف اور محمد جیسے فقیہ ہیں۔ فلاں فلاں جیسے محدث ہیں فلاں فلاں جیسے لغوی ہیں۔ فضیل اور داؤد طائی جیسے زاہد اور پرہیزگار ہیں۔ جس شخص کے شاگرد ایسے ہوں وہ خطا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اگر بالفرض ان سے کسی بات میں غلطی ہو جاتی تو یہ لوگ انہیں حق کی طرف پلٹا دیتے۔

ششم یہ کہ امام ابوحنیفہ نے سب سے پہلے فقہ مدون کی اور اس کو ابواب و کتب پر

ترتیب دیا۔ جس طرح آج تک ہے۔ امام مالک نے اپنی مؤطا میں اسی کا اتباع کیا ہے۔ سلف صالحین اپنی یاد پر بھروسہ کرتے تھے۔ سب سے پہلے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط امام اعظم ہی نے وضع کیے ہیں۔

ہفتم یہ کہ آپ کا مذہب ان ملکوں تک پہنچا ہے جن تک اس مذہب کے سوا اور کوئی دوسرا مذہب نہیں پہنچا ہے۔ مثلاً ہندوستان، سندھ، روم اور ماوراء النہر۔

ہشتم یہ کہ آپ اپنے ہاتھ کی کمائی سے اپنی جان کے علاوہ علماء پر بھی خرچ کرتے تھے اور کسی کا صلہ یا انعام قبول نہیں فرماتے تھے۔ آپ کی کثرت عبادت اور زہد وتقویٰ اور متعدد بار حج وعمرہ وغیرہما کرنا جو تواتر سے ثابت ہے ان مذکورہ بالا اوصاف وفضائل کے علاوہ ہیں۔

نہم یہ کہ آپ نے قید خانہ میں مظلومانہ زندگی کے آخری دن پورے کیے اور زہر کھانے کے سبب سے اس دنیا سے انتقال فرمایا۔ (الخیرات الحسان عربی مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۸)

کسی نے حضرت سفیان ثوری سے کہا۔ میں امام ابوحنیفہ کے پاس سے آیا ہوں۔ فرمایا قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ تو روئے زمین کے سب سے بڑے فقیہ کے پاس سے آیا ہے۔ پھر فرمایا جو شخص امام ابوحنیفہ کا خلاف کرے اسے چاہئے کہ ان سے بلند مرتبہ ہو۔ اور ایسا ہونا دشوار ہے۔ اور جب امام اعظم اور سفیان ثوری حج پر گئے تو حضرت سفیان امام صاحب کو اپنے آگے رکھتے اور خود برابر ان کے پیچھے کھڑے ہوتے اور جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو اس کا جواب امام صاحب ہی دیتے تھے۔ (الخیرات الحسان ص ۲۹)

مسعر بن کدام فرماتے ہیں کہ جو شخص امام ابوحنیفہ کو اپنے اور خدا کے درمیان واسطہ بنائے تو میں امید کرتا ہوں کہ اسے کوئی خوف نہیں اور اس نے احتیاط میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔ امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں۔ میں نے مسعر کو دیکھا کہ وہ امام ابوحنیفہ کے حلقہ درس میں موجود ہیں اور امام صاحب سے مسائل پوچھتے اور فیض اٹھاتے ہیں۔ اور انہوں

نے فرمایا۔ میں نے ان سے زیادہ فقیہ نہیں دیکھا۔ اور عیسیٰ بن یونس فرماتے ہیں کہ اے مخاطب تو امام صاحب کی مذمت کے متعلق کسی کی بات پر تصدیق نہ کر۔ کیونکہ میں نے ان سے بہتر نہ کوئی دیکھا۔ اور نہ کوئی ان سے بڑا فقیہ ہے اور امام فضیل فرماتے ہیں:

''امام ابوحنیفہ فقیہ تھے فقہ میں مشہور تھے۔ پرہیزگاری میں معروف تھے۔ مالدار تھے۔ اور سخی ایسے کہ کوئی شخص خالی دامن نہ لوٹتا تھا اور علم پڑھانے پر دن رات صبر کرنے والے تھے۔ بولتے کم تھے۔ حلال اور حرام کا مسئلہ حق کے مطابق بتاتے تھے۔ اور بادشاہوں سے بہت دور بھاگتے تھے''۔ (الخیرات الحسان ص ۳۱)

اور امام ابویوسف فرماتے ہیں۔ میں اپنے والدین سے پہلے امام صاحب کے لئے دعائے خیر کرتا ہوں۔ اور میں نے امام صاحب کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں حضرت حماد کے لئے اپنے والدین کے ساتھ دعائے خیر کرتا ہوں۔ امام اعظم کو اللہ تعالیٰ نے فقہ، سخاوت اور حسن خلق کی وجہ سے زینت بخشی۔ آپ علمائے سابقین کے وارث ہیں اور آپ نے اپنا مثیل اپنے بعد زمین پر کوئی نہیں چھوڑا ہے۔ اور حافظ عبدالعزیز بن ابی روادفرماتے ہیں: من احب ابا حنیفة فھو سنی و من ابغضه فھو مبتدع

جو شخص امام ابوحنیفہ کو دوست رکھے وہ سنی ہے اور جو ان سے عداوت رکھے وہ بدمذہب ہے۔

اور ابراہیم بن معاذ یہ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ کی صحبت دین وسنت کا تتمہ ہے۔ وہ عدل کی بات کرتے تھے اور عدل کے موافق بات فرماتے تھے۔ انہوں نے لوگوں کے لئے علم کا راستہ کھول دیا اور اس کے مشکلات کو حل فرمادیا، اور اسد بن حکیم فرماتے ہیں'' لا یقع فیه الا جاہل او مبتدع'' امام ابوحنیفہ کی مذمت جاہل یا بدعتی کے سوا کوئی نہیں کرے گا۔ حضرت داؤد طائی کے پاس امام صاحب کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا امام صاحب ایک ستارہ ہیں جس سے رات کو چلنے والے ہدایت پاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں:

كان افقه الناس ما رأيت افقه منه

امام ابوحنیفہ سب سے بڑے فقیہ تھے میں نے کسی کو آپ سے بڑھ کر فقیہ نہیں پایا۔ اور یہی بزرگ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ امام مالک پر داخل ہوئے آپ نے انہیں بلند جگہ میں بٹھایا۔ رخصت ہونے کے بعد امام مالک نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون تھے؟ شاگردوں نے کہا نہیں فرمایا:

هذا ابو حنيفة النعمان لو قال هذه الاسطوانة من ذهب لخرجت كما قال یہ ابوحنیفہ نعمان ہیں اگر یہ کہہ دیں کہ یہ ستون سونے کا ہے تو وہ سونے کا ہو جائے۔ پھر امام ثوری امام مالک کے پاس آئے تو امام مالک نے انہیں امام ابوحنیفہ کی جگہ سے نیچے بٹھایا پھر وہ بھی رخصت ہو گئے تو آپ نے ان کی فقہ اور زہد کا تذکرہ فرمایا۔ (الخیرات الحسان عربی ص ۲۹)

امام ابن عابدین شامی کے ارشادات:

علامہ ابن عابدین ردالمحتار علی الدر المختار میں لکھتے ہیں:

وقال ابن حجر المكى فى الخيرات الحسان ومما يصلح الاستدلال به على عظيم شأن ابى حنيفة ما روى عنه ﷺ انه قال ترفع زينة الدنيا سنة خمسين ومائة ومن ثم قال شمس الائمة الكردى ان هذا الحديث محمول على ابى حنيفة لانه مات تلك السنة ١٥ وقال ايضاً وقد وردت احاديث صحيحة تشير الى فضله منها قوله ﷺ فى ما رواه الشيخان عن ابى هريرة والطبرانى عن ابن مسعود ان النبى ﷺ قال لو كان الايمان عند الثريا لتناوله رجال من ابنآء فارس ورواه ابونعيم عن ابى هريرة والشيرازى والطبرانى عن قيس بن سعد بن عبادة بلفظ ان النبى ﷺ قال لو كان العلم معلقا عند الثريا لتناوله رجال من ابنآء فارس

ولفظ الطبرانی عن قیس لا تناله العرب. لنا له رجال من ابنآء فارس وفی روایة مسلم عن ابی هریرة رضی الله عنه لو کان الایمان عند الثریا لذهب به رجل من ابنآء فارس حتی یتناوله وفی روایة الشیخین عن ابی هریرة والذی نفسی بیده لو کان الدین معلقاً بالثریا لتناوله رجل من فارس ولیس المراد بفارس البلاد المعروفة بل جنس من العجم وهم الفرس لخبر الدیلمی خیر العجم فارس وقد کان جد ابی حنیفة من فارس علی ما علیه الاکثرون قال الحافظ السیوطی هذا الحدیث الذی رواه الشیخان اصل صحیح یعتمد علیه فی الاشارة لابی حنیفة وهو متفق علی صحته وبه یستغنی عما ذکره اصحاب المناقب ممن لیس له درایة فی علم الحدیث فان فی سنده کذابین ووضاعین اه ملخصاً وفی حاشیة الشبر املسی علی المواهب عن العلامة الشامی تلمیذ الحافظ السیوطی قال ما جزم به شیخنا من ان اباحنیفة هو المراد من هذا الحدیث ظاهر لاشک فیه لانه لم یبلغ من ابنآء فارس فی العلم مبلغه احد اهـ

ترجمہ: اور امام ابن حجر مکی نے خیرات الحسان میں فرمایا، وہ باتیں جن سے امام ابوحنیفہ کی عظمت شان پر استدلال کیا جاتا ہے ان میں سے ایک بات وہ حدیث ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا، سن ایک سو پچاس میں دنیا کی زینت اٹھ جائے گی اور اس حدیث کے بارہ میں شیخ شمس الائمہ کردی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حضرت امام ابوحنیفہ پر محمول ہے کیونکہ آپ اسی سن میں فوت ہوئے ہیں اور امام ابن حجر مکی نے یہ بھی کہا ہے کہ چند صحیح حدیثیں وارد ہوئی ہیں جو امام ابوحنیفہ کی فضیلت کی طرف اشارہ کرتی ہیں، ان حدیثوں میں سے ایک حدیث رسول اللہ ﷺ کا وہ ارشاد ہے جو شیخین نے حضرت ابوہریرۃ سے اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا کہ بے شک نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر ایمان ثریا کے قریب ہوتا تو چند فارسی لوگ اسے ضرور پالیتے اور محدث ابونعیم نے

حضرت ابو ہریرہ سے شیرازی اور طبرانی نے حضرت قیس بن سعد بن عبادۃ سے ان لفظوں میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ بلاشبہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر علم ثریا کے قریب لٹکا ہوتا تو اسے چند فارسی لوگ ضرور پالیتے اور طبرانی نے حضرت قیس سے یہ حدیث ان لفظوں میں روایت کی ہے اس کو عربی لوگ نہ پاتے البتہ اسے چند فارسی لوگ پالیتے۔ اور مسلم نے حضرت ابو ہریرۃ نے ان لفظوں میں روایت کی ہے کہ اگر ایمان ثریا کے قریب ہوتا تو اسے ایک فارسی شخص پالیتا۔ اور شیخین نے حضرت ابو ہریرۃ سے ان لفظوں میں روایت کی ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر دین ثریا کے قریب لٹکا ہوتا تو اسے ایک فارسی شخص ضرور پالیتا۔ اور فارس سے مراد خاص فارس کا شہر نہیں بلکہ عجم کی جنس مراد ہے اور وہ عجمی لوگ ہیں۔ بدلیل اس حدیث کے جس کو دیلمی نے روایت کیا کہ بہترین عجمی لوگ فارس کے لوگ ہیں اور امام ابوحنیفہ کے جدامجد فارسی النسل تھے جیسا کہ اس قول پر اکثر علماء ہیں۔ حافظ جلال الدین سیوطی نے کہا ہے کہ یہ حدیث جسے شیخین نے روایت کیا ہے اصل صحیح معتمد ہے اس بارہ میں کہ یہ امام ابوحنیفہ کی طرف اشارہ ہے اور اس حدیث کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے اور اس حدیث کی وجہ سے ان احادیث کے ذکر کی کوئی ضرورت نہیں رہتی جنہیں اصحاب مناقب نے جن کو علم حدیث میں کوئی سمجھ نہیں ہے روایت کیا ہے۔ کیونکہ ان کی سند میں جھوٹے اور متہم لوگ موجود ہیں اور امام سیوطی کے شاگرد علامہ شامی نے مواہب کے حاشیہ شبراملسی میں یہ فرمایا ہے کہ ہمارے شیخ نے اس حدیث کے بارہ میں جو یہ پختہ بات کہی ہے کہ اس سے مراد امام ابوحنیفہ ہیں یہی معنی ظاہر ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کیونکہ کوئی بھی فارسی شخص امام ابوحنیفہ کے علم تک نہیں پہنچا۔ (ردالمحتار جلد اول ص ۳۹)

اور لکھتے ہیں امام شافعی امام ابوحنیفہ کا جن باتوں میں ادب کرتے تھے ان میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے فرمایا:

انی لاتبرک بابی حنیفة واجی الی قبره فاذا عرضت لی حاجة

صلیت رکعتین وسألت الله تعالیٰ عند قبرہ فتقضی سریعاً
بلا شبہ میں ابوحنیفہ سے برکت لیتا ہوں اور ان کی قبر پر حاضری دیتا ہوں پھر جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کے نزدیک اللہ سے دعا کرتا ہوں تو میری حاجت جلد روا کر دی جاتی ہے۔ (ردالمحتار جلد اول ص ۴۱)

اور لکھتے ہیں:

وقال ابن حجر قال بعض الائمة لم یظهر لاحد من ائمة الاسلام المشهورین مثل ما ظهر لابی حنیفة من الاصحاب والتلامیذ ولم ینتفع العلماء وجمیع الناس بمثل ما انتفعوا به وباصحابه فی تفسیر الاحادیث المشتبهة والمسائل المستنبطة والنوازل والقضایا والاحکام جزاهم الله تعالیٰ الخیر التام

امام ابن حجر نے فرمایا ہے کہ بعض ائمہ کا قول ہے کہ مشہور ائمہ اسلام میں سے کسی امام کے اتنے اصحاب اور شاگرد پیدا نہیں ہوئے ہیں جتنے امام ابوحنیفہ کے اصحاب و شاگرد ہوئے ہیں اور نہ ہی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کی طرح کسی امام سے علماء اور سب لوگوں نے مشتبہ احادیث، مستنبط مسائل، نوازل، قضایا اور احکام کے حل میں نفع اٹھایا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ انہیں پوری پوری جزا دے۔ (ردالمحتار جلد اول ص ۴۲)

اور لکھتے ہیں حافظ ذہبی نے فرمایا امام اعظم کا بوقت شب عبادت کرنا، سحری کے وقت نماز تہجد پڑھنا تواتر سے ثابت ہے اور کثرت قیام کی وجہ سے انہیں وتد یعنی کیل کہا جاتا تھا، آپ نے تیس سال قیام اللیل کیا اور ہر رکعت میں پورا پورا قرآن ختم کیا اور جب وہ رات کے وقت آہ وزاری کرتے تو ہمسایہ لوگ ان پر ترس کھاتے تھے۔ (ردالمحتار جلد اول ص ۴۶)

اور لکھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک کے سامنے ایک شخص نے امام ابوحنیفہ کی مذمت بیان کی تو آپ نے فرمایا:

ویحک اتقع فی رجل صلی خمساً واربعین سنة الخمس الصلوات بوضوء واحد وکان یجمع القرآن فی رکعة ونظمت ما عندی من الفقه منه

تیرے لئے خرابی ہو کیا تو اس شخص کے بارہ میں بدگوئی کرتا ہے جس نے پینتالیس برس ایک وضوء سے پانچ نمازیں پڑھیں اور ایک ایک رکعت میں پورا پورا قرآن تلاوت کیا اور میں نے فقہ کے موتی اس سے چنے۔ (ردالمحتار جلد اول ص ۴۶)

اور لکھتے ہیں:

جب حسن بن عمارہ نے امام ابوحنیفہ کو غسل دیا تو فرمایا رحمک الله وغفر لک لم تفطر منذ ثلاثین سنة وقد اتبعت من بعدک وفضحت القرآء

اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اور آپ کے گناہ بخشے آپ نے تیس سال سے کبھی روزہ افطار نہیں کیا اور آپ نے اپنے بعد والوں کو تھکا دیا اور قاریوں کو نادم بنا دیا ہے۔ (ردالمحتار جلد اول ص ۴۶)

اور آگے لکھتے ہیں حسن بن صالح نے فرمایا امام ابوحنیفہ بہت ہی زیادہ تقویٰ والے تھے۔ حرام سے خائف اور بہت سی حلال چیزوں کو شبہ کی بناء پر چھوڑ دینے والے تھے

ما رایت فقیها اشد منه صیانة لنفسه ۔ ان سے زیادہ سخت قسم کا فقیہ کوئی نہیں دیکھا جو اپنے آپ کی حفاظت کرتا ہو۔ (ردالمحتار مذکورہ بالا حوالہ)

علامہ خوازمی کے ارشادات

مسند خوازمی میں کتاب سیف الائمہ سے منقول ہے کہ امام اعظم نے چار ہزار تابعین سے علم دین حاصل کیا، اور بسبب کمال احتیاط کے آپ جب بھی کوئی مسئلہ قرآن وحدیث سے نکالتے تو جب تک ان کے تمام اساتذہ اسے پسند نہ فرماتے اس مسئلہ کو آپ ہرگز جاری نہ فرماتے اور اسی طرح کتب معتبرہ مثل ارشاد الطالبین اور فتاویٰ برہنہ میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ جب امام اعظم کوفہ کی جامع مسجد میں تعلیم وتدریس اور فیض رسانی کے

مسند پر جلوہ افروز ہوتے تو آپ کے اردگرد ایک ہزار شاگرد بیٹھے ہوتے تھے، آپ کے چالیس جلیل القدر فقہاء شاگرد آپ کے نزدیک بیٹھتے تھے اور مسائل شرعیہ استخراج فرماتے تھے:

چوں باصابت او همه اتفاق کردندے امام المسلمین از غایت فرحت الحمد لله والله اکبر می فرمود وحاضرین مجلس بموافقتش نیز الله اکبر گفتندے وحکم بدرج کتب فرمودے

جب کسی مسئلے کی درستی پر سب کا اتفاق ہو جاتا۔ امام المسلمین بہت خوشی میں الحمد للہ واللہ اکبر فرماتے اور آپ کی موافقت میں حاضرین مجلس بھی اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے اور یہ مسئلہ کتاب میں درج کر لیتے تھے۔ (رد وہابی مؤلفہ مفتی محمود ولد مفتی عبد الغفور پشاوری ص ۲۱ مطبوعہ مکتبہ ایشیق استنبول ترکی)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ارشادات

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے کتاب صراط مستقیم میں فرمایا: امام شافعی کو دیکھئے کہ وہ امام اعظم کی اور ان کے شاگردوں کی کیسی تعریف فرماتے ہیں؟ آپ فرماتے ہیں ''الناس کلہم عیال علی فقہ ابی حنیفہ'' سارے لوگ فقہ کے باب میں امام ابوحنیفہ کی اولاد ہیں اور امام شافعی نے امام محمد بن حسن شیبانی کی تعریف میں فرمایا جو امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں اگر اہل کتاب یہود و نصاریٰ امام محمد کی کتابوں کو دیکھتے تو بے اختیار ایمان لے آتے اور امام محمد نے چھ کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کتاب کی ساٹھ یا ستر جلدیں ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ۔ امام احمد بن حنبل اکثر دقیق اور پیچیدہ مسائل کو امام محمد کی کتابوں سے نقل کرتے تھے اور ان کتابوں کا مطالعہ فرماتے تھے اور ان سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ امام اعظم نے حدیثوں اور صحابہ کے اقوال کی جس قدر اتباع اور تقلید کی ہے اس قدر دوسرے مجتہدین نے نہیں کی ہے (رد وہابی ص ۱۶)

اور یہی بزرگ اسی کتاب کے دوسرے مقام میں لکھتے ہیں، چونکہ جن حدیثوں کو

امام شافعی نے لیا اور ان سے مسائل اخذ کئے امام ابوحنیفہ نے ان کو چھوڑ دیا تھا اس لئے لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ آپ کا مذہب احادیث کے خلاف ہے۔ حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے جن حدیثوں سے استدلال فرمایا ہے وہ امام شافعی کی لی ہوئی حدیثوں سے قوی تر ہیں۔ (رد وہابی ص ١٦)

شیخ فریدالدین عطار کے فرمودات

شیخ عطار لکھتے ہیں امام اعظم شرع محمدی کے آفتاب اور امت محمد یہ کے امام و پیشوا ہیں۔ آپ کی ریاضت ومجاہدہ کی کوئی حد نہیں ہے۔ آپ حضرات فضیل، ابراہیم ادہم بشر حافی اور داؤد طائی جیسے اولیائے عظام کے استاد ہیں۔ جب آپ نے روضہ نبوی پر حاضر ہو کر عرض کیا'' السلام علیک یارسول اللہ'' تو جواب میں'' وعلیکم السلام یا امام المسلمین '' کی ندا سنائی دی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب کبھی مجھے کسی مسئلہ میں تردد ہوا میں نے چالیس بار قرآن کریم کا ختم کیا تو وہ مسئلہ مجھ پر منکشف ہو گیا۔ نوفل بن حبان کہتے ہیں کہ جب امام صاحب کا انتقال ہوا تو ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوگئی ہے۔ حضور علیہ السلام حوض کوثر کے کنارے تشریف فرما ہیں اور دونوں طرف بزرگ ہستیاں کھڑی ہیں وہاں ایک خوبصورت شکل والے بزرگ دیکھے جو آنحضرت ﷺ کے منہ پر اپنا منہ رکھے تھے اور امام ابوحنیفہ ان کے برابر کھڑے تھے میں نے سلام کر کے امام ابوحنیفہ سے پانی مانگا۔ آپ نے فرمایا۔ جب تک آنحضرت ﷺ اجازت نہ دیں میں پانی نہیں دے سکتا۔ اس پر حضور ﷺ نے پانی دینے کا حکم دیا تو انہوں نے ہمیں پانی سے بھرا ہوا پیالہ عنایت فرمایا۔ ہم کئی شخصوں نے اس پیالے سے پانی پیا مگر پیالے سے کچھ بھی کم نہ ہوا۔ میں نے پوچھا آنحضرت ﷺ کی دائیں طرف کون ہیں؟ فرمایا ابراہیم علیہ السلام اور بائیں طرف صدیق اکبر ہیں اور اس طرح میں نے سترہ اشخاص کے بارہ میں پوچھا۔ (تذکرۃ الاولیاء ملتقطاً ص ١٥٢)

الحمد للہ! یہاں تک بزرگان دین اور اولیاء کاملین کے جو ملفوظات وفرمودات نقل کیے گئے ہیں۔ ان کو مسلمان پڑھیں، سمجھیں اور سوچیں کہ جس امام کی علمی عظمت کو اتنے جلیل القدر محبوبان خدا بیان فرمار ہے ہیں اس کی اتباع وتقلید یقیناً دنیا وآخرت کی کامیابی کی ضامن ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مذہب مہذب پر ثابت قدمی نصیب فرمائے۔ آمین

''وهذا آخر ما اردنا يراده في هذه المقالة النافعه تقبلها الله تعالىٰ بمنه العظيم ورسوله الكريم ﷺ''(۱۵ ذوالحجه ۱۴۲۳ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دوسرا مقالہ

تقلید شخصی کا ثبوت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

اما بعد! آج کل عام تعلیم یافتہ لوگ اکثر پوچھتے ہیں کہ چار فقہی مسالک اہل سنت حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنبلیہ کے باہمی اختلاف کی بنیادی وجوہات کیا ہیں؟ ان مسالک کے وجود میں آنے سے پہلے مسلمان کس کی تقلید کرتے تھے؟ اور دور حاضر میں ان مسالک میں سے کسی ایک مسلک کی تقلید اور کلی پیروی کس حد تک ضروری ہے؟

اسی قسم کے سوالات کے جواب میں ہم نے یہ مختصر مقالہ ''تقلید شخصی کے وجوب کا ثبوت'' لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالی اسے شرف مقبولیت بخشے اور ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

مسلمان دو قسم کے ہیں۔ عام مسلمان اور علمائے دین۔ پھر علمائے دین کی دو قسمیں ہیں۔ عام علماء اور مجتہد علماء۔ عام مسلمان دین کا مکمل علم نہیں رکھتے بلکہ وہ عام طور پر روز مرہ کے اعمال مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور نکاح وطلاق وغیرہ کے ضروری مسائل ہی سے واقفیت رکھتے ہیں۔ عام علماء اپنی حد وسعت تک دین کے مسائل کا علم رکھتے ہیں۔ لیکن وہ نئے پیش آنے والے مسائل کا حکم قرآن وسنت سے نکال نہیں سکتے۔ مجتہد علماء دین کا پورا پورا علم رکھتے ہیں اور نئے پیش آمدہ مسائل کا حکم قرآن وسنت سے نکال بھی سکتے ہیں۔ عام مسلمانوں پر شرعاً لازم کہ وہ علماء دین سے مسائل پوچھ کر عمل کریں۔ اور عام علماء پر واجب ہے کہ وہ نئے پیش آمدہ اجتہادی مسائل کے حل کے لیے مجتہد علماء کی طرف رجوع کریں۔ مجتہدین علماء کی طرف رجوع کرنے اور ان کے بتائے ہوئے شرعی حکم پر عمل کرنے کا نام تقلید ہے۔ امام نووی لکھتے ہیں التقلید قبول قول المجتہد والعمل بہ۔ یعنی تقلید مجتہد کے قول کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے۔

(تہذیب الاسماء واللغات ج ۴ بیروت بحوالہ رسالہ مسئلہ تقلید مؤلفہ حضرت مولانا سید مظفر شاہ قادری مطبوعہ تحریک اہل سنت پاکستان میٹھادر کراچی ص ۲)

تقلید کے متعلق چند آیات قرآنی پیش کی جاتی ہیں۔ باللہ التوفیق
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وما ارسلنا من قبلک الا رجالاً نوحی الیھم فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون. (پ ۱۴ رکوع ۱۲)

(ترجمہ) اور ہم نے تم سے پہلے نہ بھیجے مگر مرد جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو۔ اگر تمہیں علم نہیں۔ (کنزالایمان)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے۔ کیونکہ نہ جاننے والے پر ضروری ہے کہ جاننے والے سے پوچھے۔ تقلید میں بھی یہی ہوتا ہے کہ غیر مجتہد اجتہادی مسائل اپنے امام سے پوچھتا ہے۔ (نورالعرفان مؤلفہ مفتی احمد یار خان نعیمی ص ۴۳۳)

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، واتبع سبیل من اناب الی۔ (۲۱ رکوع ۱۱)

(ترجمہ) اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔ (کنزالایمان)

اس سے معلوم ہوا کہ تقلید شخصی اعلیٰ چیز ہے کہ سارے اولیاء اللہ مقلد گزرے۔ کوئی غیر مقلد نہ ہوا۔ (نورالعرفان ص ۶۵۸)

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا یھا الذین امنوآ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر ط ذالک خیر واحسن تاویلاً. (پ ۵ رکوع ۵)

(ترجمہ) اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول ﷺ کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اللہ اور رسول ﷺ کے حضور رجوع کرو۔ اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا۔ (کنزالایمان)

اس آیت سے تقلید بھی ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس آیت میں تین ذاتوں کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ کی (یعنی قرآن) رسول علیہ السلام کی (یعنی حدیث) اور امر والوں کی (یعنی فقہ واستنباط کے علماء) تمام رعایا کا حاکم بادشاہ ہوتا ہے اور بادشاہ کا

حاکم عالم مجتہد لہذا نتیجہ یہی نکلا کہ اولی الامر علمائے مجتہدین ہی ہوتے ہیں۔ (جاء الحق مؤلفہ مفتی احمد یار خان صاحب ص ۲۲)

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **واذا جآءھم امر من الامن او الخوف اذاعوا به ولو ردوه الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمه الذین یستنبطونه منھم۔** پ ۵ رکوع ۸)

(ترجمہ) اور جب ان کے پاس کوئی بات اطمینان یا ڈر کی آتی ہے تو اس کا چرچا کر بیٹھتے ہیں اور اگر وہ اس میں اللہ اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو تحقیق کرتے جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں اس کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم مجتہدین پر پیش کرو اور ان سے سمجھ کر عمل کرو۔ خود اپنی رائے پر نہ اڑو۔ ورنہ گمراہ ہو گے۔ کیونکہ قرآن وحدیث ان امن وخوف کی باتوں سے زیادہ اہم ہیں۔ جب ان باتوں کے متعلق ارشاد ہوا کہ اولوا الامر علماء پر پیش کرو تو آیات واحادیث کا پیش کرنا بدرجہ اولیٰ ضروری ہوا۔ (نور العرفان ص ۱۴۳)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **اولٰئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ۔** (پ ۷ رکوع ۱۶)

(ترجمہ) یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی تو تم انہی کی راہ چلو۔ (کنز الایمان)

تمام انبیاء عقائد، اصول دین اور مقاصد کلیہ میں متحد ہیں۔ سب کا دستور اساسی ایک ہے۔ ہر نبی کو اس پر چلنے کا حکم ہے۔ آپ بھی اسی طریق مستقیم پر چلتے رہنے کے مامور ہیں۔ گویا اس آیت میں متنبہ کر دیا گیا۔ کہ اصولی طور پر آپ کا راستہ انبیائے سابقین کے راستہ سے جدا نہیں۔ رہا فروع کا اختلاف وہ ہر زمانہ کی مناسبت واستعداد کے اعتبار سے پہلے بھی واقع ہوتا رہا ہے اور اب بھی واقع ہو تو مضائقہ نہیں۔ (حاشیہ مولوی شبیر احمد عثمانی ص ۲۴۳)

(۶) اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **یوم ندعو کل اناس بامامھم** (پ ۱۵ رکوع ۸) ﴿ترجمہ﴾ جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں

گے۔(کنزالایمان) اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کسی صالح کو اپنا امام بنالینا چاہیے۔ شریعت میں تقلید کر کے اور طریقت میں بیعت کر کے تا کہ حشر اچھوں کے ساتھ ہو۔ اگر کوئی صالح امام نہ ہوگا تو اس کا امام شیطان ہوگا۔ اس آیت میں تقلید، بیعت اور مریدی سب کا ثبوت موجود ہے۔(نورالعرفان ص۴۶۱)

اوراللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنّم ط وسآءت مصیرا﴾ (پ۵رکوع۱۴)(ترجمہ) اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق کا راستہ کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے۔ اسے جہنم میں داخل کریں گے۔ اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔ (کنزالایمان)

اس سے معلوم ہوا کہ تقلید ضروری ہے کہ یہ عام مسلمانوں کا راستہ ہے۔ اسی طرح ختم فاتحہ، محفل میلاد، عرس بزرگان عامۃ المسلمین کے عمل ہیں اور مسلمان انہیں اچھا سمجھ کر کرتے ہیں۔(نورالعرفان ص۱۵۲)

(۸) اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم ۔ (ترجمہ) ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا (کنزالایمان)

اس سے معلوم ہوا کہ صراط مستقیم وہی ہے جس پر اللہ کے نیک بندے چلے۔ تمام مفسرین محدثین فقہا، اولیاء اللہ، غوث قطب ابدال اللہ کے نیک بندے ہیں وہ سب ہی مقلد گزرے ہیں لہذا تقلید ہی سیدھا راستہ ہوا۔(جاءالحق ص۲۱)

حدیث سے تقلید کا ثبوت

(۱) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ جب رسول ﷺ نے انہیں یمن کا قاضی بنا کر بھیجنا چاہا تو فرمایا تجھ پر جب کوئی مقدمہ پیش ہوگا تو تو اس کا

فیصلہ کیسے کرے گا۔ میں نے عرض کیا۔ اقضی بکتاب اللہ۔ میں اللہ کی کتاب کے ذریعے سے فیصلہ دوں گا۔ فرمایا پھر اگر کتاب اللہ میں نہ پائے گا تو۔ عرض کیا۔ فبسنۃ رسول اللہ ﷺ۔ تو میں اللہ کے رسول کی سنت کے ذریعہ سے فیصلہ دوں گا۔ فرمایا پھر اگر تو اللہ کے رسول کی سنت میں نہ پائے گا تو۔ عرض کیا۔ اجتھد رائی ولاالو۔ میں اپنی رائے اجتہاد کے ذریعے سے قائم کروں گا اور کوئی کسر نہ چھوڑوں گا۔ فضرب رسول اللہ ﷺ علی صدرہ وقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یرضی بہ رسول اللہ۔

یہ سن کر آپ نے حضرت معاذ کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا۔ سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے رسول اللہ کے نائب کو رسول اللہ ﷺ کی رضا مندی کے مطابق کہنے کی توفیق بخشی۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد والدارمی) (مشکوۃ۔ جلد دوم۔ ص ۵۲۔ کتاب الامارۃ باب العمل فی القضاء)

مفتی محمود بن مفتی عبدالغفور پشاوری اس حدیث سے تقلید کے ثبوت کے متعلق لکھتے ہیں۔

فذلک الحدیث صریح فی ان رسول اللہ ﷺ جعل معاذبن جبل متبوع اھل الیمن وایا ھم اتباعہ۔ سو یہ حدیث اس بارہ میں صریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن والوں کا امام بنایا اور انہیں ان کے مقلدین قرار دیا۔ (کتاب ردوہابی ص ۲ مطبوعہ مکتبہ ایشیق۔ استنبول۔ ترکی)

(۲) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنے رب سے اختلاف کے بارہ میں پوچھا جو میری وفات کے بعد میرے صحابہ میں واقع ہوگا تو اس نے میری طرف یہ وحی فرمائی۔

یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلۃ النجوم فی السماء بعضھا اقوی من بعض ولکل نور فمن اخذ بشئی مما ھم علیہ من اختلافھم فھو

عندی علی هدی ۔

اے محمد بلا شبہ آپ کے صحابہ میرے نزدیک آسمان میں ستاروں کی مانند ہیں کہ بعض ستاروں کی روشنی بعض کی روشنی سے زیادہ قوی ہوتی ہے۔لیکن سب ستاروں میں روشنی ہوتی ہے۔پس جو شخص صحابہ کے باہمی اختلاف کی صورت میں جس بھی صحابی کے قول کو لے گا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہوگا۔ (مشکوۃ۔جلد دوم۔ص ۲۴۳۔کتاب الفتن فی مناقب الصحابۃ)

(۳) اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں سو تم ان میں سے جس کسی کی اتباع (تقلید) کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ رواہ رزین (مشکوۃ۔جلد دوم۔ص ۲۴۳)۔

یہ تین احادیث تقلید شخصی کے جواز میں صریح ہیں ۔اور ان سے مذاہب اربعہ ،حنفی ،شافعی ،مالکی ،حنبلی ،کا ہدایت و حق پر ہونا بھی ثابت ہے۔کیونکہ ان مذاہب والوں کی دلیل کسی نہ کسی صحابی کا قول یا فعل ہوتا ہے۔ملا علی قاری پہلی حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں۔
وفیہ ان اختلاف الائمۃ رحمۃ للامۃ

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ اربعہ کا اختلاف امت محمدیہ کے لئے رحمت ہے۔ (مرقاۃ۔جلد ۱۱۔ص ۲۸۰)

اور یہی امام دوسری حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں وکانہ اخذ من ھذا بعضھم فقال من تبع عالمًا لقی اللہ سالمًا ۔اور اسی حدیث کی وجہ سے بعض علماء نے یہ قول کیا ہے کہ جو شخص کسی ایک عالم دین کی تقلید و پیروی کرے گا وہ سلامتی ایمان و دین کے ساتھ اللہ تعالی سے جا ملے گا۔ (مرقاۃ۔جلد ۱۱۔ص ۲۸۰)

اور محدث دہلوی پہلی حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں
پس کسے کہ گرفت بہ چیزے یعنی بہ علمی و عملے از آنچہ ایشان

بـر آن چیـز انـد از اختلاف ایشان در مسائل علم فقه پس آن کس نزد من بر راہء راست است چنانکه فرمودہ است اختلاف امتی رحمة ۔
پس جوشخص صحابہ کے باہمی اختلاف کی صورت میں جس بھی صحابی کے قول وعمل کو لے گا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہوگا۔جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔(اشعۃ اللمعات حصہ چہارم۔ص ۲۳۳)

اجماع امت سے تقلید کا ثبوت

امام جلال الدین سیوطی نے کتاب جزیل المواہب میں اور کتب اصول کے بعض شارحین نے کہا ہے۔کہ قال القرافی قد انعقد الاجماع علی ان من اسلم فله ان یقلدمن العلماء من یشاء من غیر حجر. امام قرافی نے فرمایا ہے کہ اس بات پر امت کا اجماع قائم ہوگیا ہے کہ مسلمان علماء میں سے جس کسی کی بھی تقلید کرنا چاہے بغیر کسی رکاوٹ کے کرسکتا ہے اور امام عبدالسلام نے جوھرہ کی شرح میں لکھا ہے

وقد انعقد الاجماع علی ان من قلد فی الفروع ومسائل الاجتهاد من هولآء بری من عهدة التکلیف ؛؛ اور اس بات پر اجماع قائم ہو گیا ہے کہ جوشخص فروعی مسائل اور اجتہادی احکام میں ائمہ اربعہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمھم اللہ تعالی میں سے جس کسی ایک کی تقلید کرے گا وہ عہدہ تکلیف سے بری ہوجائے گا یعنی جس بات کا وہ اللہ کی طرف سے مکلف ہے اس کی ادائیگی کرنے والا قرار دیا جائے گا (ردوہابی صفحہ ۳)

قیاس سے تقلید کا ثبوت

امام بخاری ومسلم وغیرھا جلیل القدر محدثین کی تقلید حدیث میں بالاجماع جائز ہے تو ائمہ دین امام اعظم ابوحنیفہ وغیرہ کی تقلید مسائل فقہ میں جائز ہوگی کیونکہ ان دونوں کی علت ایک ہے۔ (کتاب ردوہابی صفحہ ۳) الحمدللہ یہاں تک جو عرض کیا گیا ہے اس سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ قرآن، حدیث، اجماع امت اور قیاس چاروں دلائل شرعیہ

کی رو سے غیر مجتہدین عوام وعلماء پر ائمہ مجتہدین کی پیروی وتقلید شرعاً لازم ہے۔ جو شخص ائمہ مجتہدین کی تقلید کا انکار کرتا ہے وہ قرآن و حدیث اور اجماع وقیاس چاروں دلائل شرعیہ کی رو سے سراسر گمراہی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ بزرگان دین کی پیروی نصیب فرمائے۔
تقلید شخصی کی ضرورت واہمیت ذہن نشین کرانے کے لیے ہم عقلی مثالیں بھی پیش کرتے ہیں
وباللہ التوفیق

تقلید شخصی کے وجوب کی دو مثالیں لکھی جاتی ہیں

(۱):: ایک شخص کوٹلی سے راولپنڈی جانا چاہتا ہے۔ کوٹلی سے راولپنڈی کو دو سڑکیں جاتی ہیں۔ ایک براستہ سہنسہ اور دوسری براستہ پلندری آزاد پتن یہ دونوں سڑکیں کہوٹہ کے مقام پر مل جاتی ہیں۔ اب اس شخص کو اختیار ہے کہ وہ براستہ سہنسہ کی بس پر بیٹھ جائے یا براستہ پلندری کی بس پر۔ جب وہ ایک سمت کا راستہ اختیار کر لے گا تو اس راستہ کی بس پر بیٹھ جائے گا اور بس اسے لے کر چل پڑے گی۔ اب اس کے لیے لازم ہوگا کہ وہ اپنے ڈرائیور پر اعتماد کرے اور بس میں سکون واطمنان سے بیٹھ کر سفر طے کرے اور منزل مقصود پر پہنچے۔ یونہی جو شخص مسلمان ہو جائے تو اسے اختیار ہے کہ مذاہب اربعہ میں سے جس بھی مذہب کو وہ اختیار کرنا چاہے اختیار کر لے پھر وہ جب ایک مذہب کو اختیار کرے تو اس پر اس مذہب کی پیروی وتقلید لازم ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ایک دریا سے چار نہریں نکالی گی ہوں۔ تو ہر نہر میں دریا سے پانی آئے گا پھر جو زمین جس نہر کے آگے آئے گی اس زمین کا تعلق اسی نہر سے ہوگا۔ دوسری نہر سے اس کا تعلق سمجھنا یقیناً غلطی ہوگی۔ یونہی دریائے رسالت سے چار نہریں حنفی مالکی شافعی حنبلی نکلتی ہیں اب جو شخص حنفی مذہب کو اختیار کرے گا اسے حنفی امام ہی سے دریائے رسالت کا فیض ملے گا اور جو دوسرے ائمہ میں سے کسی ایک کا مقلد بنے گا اسے اپنے امام ہی کے ذریعہ سے فیضان رسالت پہنچے گا۔ واللہ اعلم۔

نماز باجماعت میں تقلید شخصی کا ثبوت پایا جاتا ہے

تقلید شخصی کا معنی نماز میں بھی موجود ہے چنانچہ جب کوئی دوسرے کے پیچھے نماز کی

اقتداء کرتا ہے تو اس پر سلام پھیرنے تک اپنے امام کی اتباع واجب ہو جاتی ہے اور مقتدی کو سارے ارکان اپنے امام کے حکم واتباع میں بجالانے ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب کوئی شخص مجتہد امام کا مقلد بن جائے تو پھر اسے ہر حکم میں اپنے امام کی اتباع لازم ہو گی۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

دور صحابہ میں تقلید شخصی کی ضرورت نہ تھی

دور صحابہ میں تقلید شخصی کی ضرورت نہ تھی۔ اولاً اس وجہ سے کہ صحابہ کرام کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت فرما دیا تھا اور کفر وفسق کی نفرت ڈال دی تھی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **ولکن اللہ حبب الیکم الایمان و زینہ فی قلوبکم و کرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولٓئک ھم الراشدون فضلا من اللہ ونعمۃ** (ترجمہ) اور لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی ناگوار کر دی۔ ایسے ہی لوگ راہ پر ہیں۔ اللہ کا فضل اور احسان (کنز الایمان پ ۲۶ رکوع ۱۳)

ثانیاً۔ وہ انوار رسالت سے مستفیض ہوئے تھے اس لیے ان کے دلوں میں وہ نور بصیرت پیدا ہو گیا تھا جس سے حق و باطل میں امتیاز کر سکتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی مجددی لکھتے ہیں۔ صحابہ کرام بسبب مشغولی امور جہاد وترقی اسلام تدوین کتب تفاسیر واحادیث را فرصت نیافتہ بودند وانوار رسالت بر قلوب آنہا آں قدر جلوہ گر بودند کہ ضرورت کتاب نداشتند ۔ ہر کسے بروشنائی ہماں نور بر راہ ء راست می رفت ۔ صحابہ ء کرام جہاد کے اموراور اسلام کی ترقی کے کاموں میں مصروف تھے اس لیے انہیں تفاسیر واحادیث کی کتابیں لکھنے کی فرصت نہ ملی۔ لیکن ان کے دلوں میں انوار رسالت اس قدر جلوہ گر ہوئے تھے کہ وہ کسی کتاب کی ضرورت بھی نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ نور رسالت کی اسی روشنائی سے وہ راہ راست پر چلتے تھے۔ (الاصول الاربعہ فی تردید الوھابیہ ص ۶۷ مطبوعہ مکتبہ ایشق استنبول ترکی)

فاقول رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے فبایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ سوتم صحابہ میں سے جس کسی کی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے اس کا مؤید وموثق ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ثالثاً۔ صحابہ کرام کا جو باہمی اختلاف تھا وہ بربنائے عناد نہیں تھا بلکہ بربنائے اخلاص تھا۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اختلاف امتی رحمۃ فرمایا۔ عام مسلمان جس صاحب علم صحابی سے مسئلہ پوچھتے تھے وہ حق بیان فرماتے تھے اس لیے کسی خاص مجتہد ہی سے پوچھنے اور اس کے مسلک پر اعتماد کرنے کی ضرورت موجود نہیں ہوتی تھی۔

رابعاً۔ صحابہ کے دور میں حکمران خلفائے راشدین تھے۔ دینی اولوالامر بھی وہی ہوتے تھے اس لیے ان کے ہر حکم کی اطاعت رعایا پر فرض تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی وجہ سے فرمایا تھا۔ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین۔ تم پر میری سنت لازم ہے اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت۔ (مشکوۃ شریف)

تابعین کے دور میں اجتہاد کی ضرورت پیش آئی

دور صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین کے دور میں جب مذہبی عناد شروع ہوا اس وقت اجتہاد کی ضرورت پیدا ہوئی تاکہ کھرے کو کھوٹے سے الگ کر کے دکھایا جائے حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی لکھتے ہیں چونکہ زمانہ خیر القرون بآخر رسید واختلاف بسیار شد ہر کسے خلاف دیگرے نقل از اصحاب واتباع میکرد۔ طالبان حق را کمال پریشانی دست داد۔ چونکہ خیر القرون کا زمانہ یعنی صحابہ کرام کا زمانہ ختم ہو گیا تھا اور اختلاف بہت ہو گئے تھے اور ہر شخص صحابہ وتابعین سے وہ حدیثیں نقل کرنے لگا تھا جو دوسرے شخص کی نقل کی ہوئی روایتوں کے خلاف ہوتی تھیں اس لیے حق کے ڈھونڈنے والوں کو بے حد پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ (الاصول الاربعۃ ص ۷۶)

دور تابعین وتبع تابعین میں مجتہدین کی کثرت کا سبب

دور تابعین وتبع تابعین میں جب امت میں اختلاف کثیر رونما ہوا تو کثیر التعداد

مجتھدین علمائے امت نے اپنے اپنے طور پر اجتہاد کا کام شروع کر دیا۔ اپنے علم کی حد تک احادیث و روایات میں چھان بین کی اور فقہی مسائل کی تدوین کا کام کیا۔ اس دور کے مجتھدین میں چار اماموں کے اجتہاد کو مقبولیت حاصل ہوئی تو دوسرے مجتھدین کے مذاھب آہستہ آہستہ ناپید ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کے بالآخر امت کا اس بات پر اجماع ہو گیا کہ حق ان چار مذاہب میں دائر ہے۔ جو ان سے باہر ہو گا گمراہ اور صاحب بدعت ہو گا۔ یہ چار امام حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیھم اجمعین ہیں۔ ان چاروں میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو وہ مقبولیت اور شہرت ملی۔ جو دوسرے تین اماموں کے مذہبوں کو نہ مل سکی۔ خواجہ محمد حسن جان سرہندی لکھتے ہیں۔ حق بفضل خود از امت مرحومہ چہار نفر علماء صلحاء اتقیاء را برگزید و طاقت استنباط بکمال احتیاط آنہا را عطا فرمود و خلق را بہ سبب تقلید آنہا از تیہ غوایت بجادۂ ہدایت آورد و ذلک فضل اللہ یوءتیہ من یشاء۔ حق تعالی نے اپنے فضل سے امت مرحومہ سے چار شخص چنے جو اہل علم اہل صلاح اور اہل تقوی تھے۔ پھر انہیں کمال احتیاط سے احکام اخذ کرنے کی طاقت عطا فرمائی اور مخلوق کو ان کی تقلید کے سبب سے گمراہی کی وادی سے راہ راست کی طرف نکالا اور یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرماتا ہے۔ (الاصول الاربعہ ص ۷۶)

حق چار مذاہب میں دائر ہے

چار مذاہب حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنبلیہ کی مقبولیت اور دوسرے مجتہدین کے مذاہب کے گم نام ہو جانے کے بعد امت مرحومہ کا اس بات پر اتفاق و اجماع قائم ہو گیا کہ حق ان چار مذاہب میں ہے۔ ان میں سے ہر مذہب والا صاحب ہدایت ہے۔ پس جو مسلمان ان میں سے کسی بھی مذہب کو اختیار کر لے وہ ہدایت حاصل کر لے گا اور جو ان مذاہب سے باہر ہو گا وہ گمراہ اور بدعتی ہو گا گویا ان مذاہب اربعہ میں سے کسی نہ کسی ایک مذہب کی تقلید کے لزوم و وجوب پر امت کا اجماع قائم ہو گیا۔ بنا بر ایں امام احمد طحطاوی

حاشیہ درالمختار میں لکھتے ہیں۔ فعلیکم معاشر المؤمنین باتباع الفرقة الناجیة المسماة باهل السنة والجماعة فان نصرة الله وحفظه وتوفیقه فی موافقتهم وخذ لانه وسخطه ومقته' فی مخالفتهم وهذه الطائفة الناجیة قد اجتمعت الیوم فی مذاهب اربعة الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمهم الله ومن کان خارجا عن هذه الاربعة فی هذاالزمان فهو من اهل البدعة والنار۔

(ترجمہ) اے جملہ مومنین! تم پر لازم ہے کہ تم ناجی جماعت کی اتباع کرو۔ جو اہل سنت وجماعت کے نام سے موسوم ہے۔ کیونکہ نصرت خداوندی، حفاظت ربانی اور توفیق الٰہی اس جماعت کی موافقت میں ہے اور غضب الٰہی، قہر الٰہی اور ناراضگی الٰہی اس جماعت کی مخالفت میں ہے۔ آج کل یہ ناجی جماعت (اہل سنت) چار مذاہب فقہی پر مشتمل ہے اور وہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ہیں۔ اور جو شخص اس دور میں ان چار مذاہب فقہ سے خارج ہوگا وہ بدعتی اور دوزخی ہے۔ (حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار المجلد الرابع کتاب الذبائح ص ۱۵۳ بحوالہ رد وھابی مطبوعہ مکتبہ ایشیق استنبول ترکی)

اور خواجہ محمد حسن جان سرہندی لکھتے ہیں وثبوت شق ثانی وآن ایں کہ علمائے مجتہدین همیں چهار بزرگواراں معروف ومشهور اند که اجماع امت است از زمانه خیر القرون ومتصل خیر القرون الی زماننا هذا بر تقلید واطاعت همیں چهار امام وحدیث لا تجتمع امتی علی الضلالة وید الله علی الجماعة ومن شذشذ فی النار دلائل کافی اند بر صحت همیں اجماع ۔اور اس بات کی دلیل کہ آیت کریمہ یآیها الذین امنو اطیعو الله واطیعو الرسول واولو الامر منکم (اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں) میں اولو الامر سے مراد یہی چار معروف ومشہور مجتہد علماء امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین ہی ہیں۔ امت کا اس بات پر جمع ہو جاتا ہے کہ خیر القرون سے لے کر آج تک کے ادوار میں انہی چار اماموں کی تقلید حق و ہدایت ہے۔ اور اس اجماع کی صحت کی دلیلیں یہ حدیثیں ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ اور فرمایا اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور فرمایا جو جماعت سے جدا ہوگا وہ دوزخ میں جدا ہوگا۔ (الاصول الاربعہ ص ۷۹)

آج کل تقلید شخصی واجب ہے

اگرچہ حق چار مذاہب حنفیہ مالکیہ شافعیہ حنبلیہ میں دائر ہے لیکن ان میں سے ایک امام کی تقلید شرعاً واجب ہے۔ خواجہ محمد حسن جان سرہندی لکھتے ہیں۔ الحال چند عبارات علمائے راسخین در وجوب تقلید شخصی بشنو۔ شیخ ابن الھمام در تحریر الاصول و شیخ ابن الحاجب در مختصر الاصول و صاحب درمختار در کتاب در مختار بالفاظ صاحب بحرالرائق می نویسند فوجب علی مقلد ابی حنیفه العمل به ولا یجوز له العمل بقول غیره کما نقل الشیخ قاسم فی تصحیحه عن جمیع الاصولیین انه لا یصح الرجوع عن التقلید بعد العمل بالاتفاق. شیخ ابن الھمام نے کتاب تحریر الاصول میں، شیخ ابن الحاجب نے کتاب مختصر الاصول میں اور صاحب درمختار نے کتاب در مختار میں بحرالرائق کی عبارت میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے مقلد پر واجب ہے کہ وہ ان کے قول پر عمل کرے اور اس کے لئے کسی دوسرے امام کے قول پر عمل کرنا جائز نہیں ہو گا۔ یہ بات شیخ قاسم نے اپنی کتاب تصحیح میں تمام علمائے اصول سے نقل کی ہے کہ جب کوئی شخص کسی امام کی تقلید شروع کر دے تو اس امام کی تقلید چھوڑنا اس کے لئے بالاتفاق صحیح نہیں ہوگا۔

امام شعرانی در میزان می نویسد سمعت سیدی علیا الخواص

رحمة اللہ علیہ یقول امر علماء الشریعة بالتزام مذھب معین تقریبا بالطریق ۔ امام شعرانی کتاب میزان میں لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ شریعت کے علماء نے معین مذھب کی تقلید لازم فرمائی ہے تاکہ راہ راست پر چلنا ممکن ہو جائے ۔ شاہ ولی اللہ محدث دھلوی در انصاف می نویسد بعد المائتین ظھر فیھم التمذھب للمجتھدین باعیانھم وقل من کان لا یعتمد علی مذھب مجتھد بعینہ وکان ھذا ھو الواجب فی ذلک الزمان اھ ۔ سن دو سو ہجری کے بعد مسلمانوں میں مجتہدین اربعہ میں سے کسی ایک کے مذھب کی تقلید کرنا ظاہر ہوا اور اس وقت شاذ و نادر ہی کوئی شخص غیر مقلد ہوا ہوگا اور یہ بات (تقلید شخصی) اس دور میں (اس دور کے حالات کے پیش نظر) واجب تھی ۔ راقم گوید چوں کہ در آں زمان واجب بود درین زمان بطریق اولی واجب است ۔ راقم (محمد حسن جان سرہندی) کہتا ہے کہ چونکہ اس دور میں تقلید شخصی واجب تھی تو اس دور میں بطریق اولی واجب ہے ۔ ملا علی قاری در رسالہ تشییع الفقھاء نوشتہ است بل وجب علیہ ان یعین مذھبا من ھذاالمذاھب ۔ بلکہ واجب ہے ان چار مذھبوں میں سے کسی ایک معین مذھب کی تقلید کرنا ۔ در عالمگیری می نویسد حنفی ارتحل الی مذھب شافعی یعزر کذا فی جواھر الاخلاطی ۔ فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے کہ حنفی المذھب شخص شافعی مذھب کی طرف منتقل ہو جائے تو اسے سزا دی جائے گی جیسے جواھر الاخلاطی میں ہے ۔ حموی در شرح اشباہ می نویسد وفی الفتح قالوا ان المنتقل من مذھب الی مذھب بالاجتھاد والبرھان آثم فیستوجب التعزیر فبلا اجتھاد وبرھان اولی ۔

فتح القدیر میں ہے علماء نے کہا ہے کہ جو شخص اجتہاد اور دلیل کی وجہ سے ایک مذھب کو چھوڑ کر دوسرے مذھب کو اختیار کرے وہ گنہگار اور تعزیر کا سزاوار ہوگا پھر جو بغیر اجتہاد اور دلیل کے ایسا کرے گا وہ بدرجہ اولی گنہگار اور تعزیر کا حقدار ہوگا ۔ در شرح مسلم

الثبوت می نویسد . غیر المجتهد المطلق ولو کان عالما یلزمه التقلید لمجتهد ما۔ مجتہد مطلق کے سوا ہر مسلمان کوکسی مجتہد کے مذہب کی تقلید لازم ہے اگر چہ وہ خود عالم دین ہو۔ و در رد المختار ج ۴ ص ۲۸۳ می نویسد ۔ لیس للعامی ان یتحول من مذہب ویستوی فیہ الحنفی والشافعی ۔ ردالمحتار میں ہے کہ عامی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر لے اور اس بارہ میں حنفی اور شافعی برابر ہیں ۔ مؤلف گوید عاصی درین عبارت بمقابلہ مجتہد است . مؤلف (محمد حسن جان سرہندی) کہتا ہے کہ اس عبارت میں عاصی کا لفظ مجتہد کے مقابلہ میں ہے کہ مندرجہ بالا عبارات سے ظاہر ہے (الاصول الاربعہ از ص ۸۵ ص ۸۶)

الحمد للہ خواجہ محمد حسن جان سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کردہ مندرجہ بالا عبارات علماء سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ آج کل عوام وخواص جہلاء علماء سب پر مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک معین مذہب کی تقلید شرعا واجب ہے۔ اور اس دور میں تقلید ترک کرنا سراسر گمراہی ہے۔ اللہ تعالی ہدایت نصیب رکھے۔ آمین۔

پانچ مذاہب کے حق ہونے کا قول باطل ہے

دور حاضر میں ایک نیا فرقہ تحریکی یا منہاجی فرقہ پیدا ہوا ہے۔ اس فرقے کا بانی لاہور کا ایک شخص پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری ہے۔ ڈاکٹر موصوف اور اس کے ہم عقیدہ لوگوں کے نزدیک حق مذاہب پانچ ہیں ۔ انہوں نے اہل سنت کے چار فقہی مذاہب حنفی مالکی شافعی حنبلی کی طرح شیعہ مذہب کو بھی حق سمجھ لیا ہے۔ اسی وجہ سے ان لوگوں نے شیعہ سنی اختلاف کو حنفی شافعی اختلاف کی طرح فروعی اختلاف قرار دے دیا ہے۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱) پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری لکھتا ہے۔ بحمد اللہ مسلمانوں کے تمام مسالک اور مکاتب فکر میں عقائد کے بارے میں کوئی بنیادی اختلاف موجود نہیں ہے۔ البتہ فروعی اختلافات

صرف جزئیات اور تفصیلات کی حد تک ہیں۔ جن کی نوعیت تعبیری اور تشریحی ہے۔ اس لیے تبلیغی امور میں بنیادی عقائد کے دائرہ کو چھوڑ کر محض فروعات و جزئیات میں الجھ جانا اور ان کی بنیاد پر دوسرے مسلک کو تنقید و تفسیق کا نشانہ بنانا کسی طرح دانشمندی اور قرین انصاف نہیں۔ (فرقہ پرستی کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟ موءلفہ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری مطبوعہ ادارہ منہاج القرآن لاہور ص ۶۵)

(۲) یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ تمام اسلامی فرقوں کے درمیان بنیادی اور اعتقادی قدریں سب مشترک ہیں۔ اسلامی عقائد کا سارا نظام اپنی مشترک بنیادوں پر کھڑا ہے۔ الی ان قال۔ اور اگر کہیں کوئی اختلاف ہے تو صرف فروعی حد تک اور وہ بھی ان کی علمی تفصیلات اور کلامی شروحات متعین کرنے میں ہے۔ اس سے عقائد اسلام کی بنیادوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ (فرقہ پرستی کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟ ص ۵۹)

(۳) جہاں تک مسلمانوں کے باہمی اتحاد کا تعلق ہے اس کے لیے عقائد و اعمال کی ساری بنیادیں مشترک ہیں۔ (فرقہ پرستی کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟ ص ۶۱)

(۴) ہم صرف ان مسالک و مکاتب فکر کی بات کر رہے ہیں جو علی التحقیق مسلمان ہیں۔ اب یہ بات آپ بھی واضح طور پر سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کے اندر اختلاف کی نوعیت تعبیری اور تشریحی ہے بنیادی اور اصولی نہیں۔ اور جن سے اختلاف اصولی نوعیت کا ہوگا صاف ظاہر ہے وہ مسلمان نہیں۔ (پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری کا اہم انٹرویو شائع کردہ سنٹر آف اسلامی سٹڈیز سیالکوٹ ص ۴۲)

قارئین کرام مندرجہ بالا عبارات کو بغور پڑھیے اور اندازہ فرمایئے کہ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری نے کتنے واضح انداز میں تمام مسالک اور مکاتب فکر کے عقائد میں صرف فروعی اختلاف کی موجودگی کا قول کیا ہے پروفیسر صاحب کے انہی اقوال کا نتیجہ ہے کہ ان کی جماعت کے ایک اہم شخص پروفیسر محمد رفیق آف میرپور آزاد کشمیر نے اپنی کتاب اتحاد ملت اور تحریک منہاج القرآن میں یہ لکھ کر تحریکی عقیدہ کو مزید آشکارا کر دیا ہے کہ ہر

دور میں مسلمانوں میں اختلافات کی نوعیت مختلف رہی ہے۔ مناقشات صحابہ زیادہ تر سیاسی نوعیت کے حامل تھے جو کہ اجتہادی غلطیوں کا نتیجہ تھے نفسانیت کا اس میں دخل نہ تھا۔ رہا فقہی مسائل میں اختلاف کا مسئلہ تو اس سلسلہ میں استنباط واستخراج کا حق مسلمہ تھا۔ اس لیے کسی نے بھی ایک دوسرے کی مخالفت نہ کی بلکہ احترام کی فضا قائم رہی۔ اور ائمہ اربعہ نے بھی اسی سنت کی پیروی کی ہے۔ بعد کے ادوار میں سواد اعظم سے اختلاف کرنے والے زیادہ تر عقائد کے باب میں گمراہیوں کا شکار ہو کر الگ فرقے بنتے گئے۔ حضرت شیخ عبدالقادر نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں اپنے زمانے کے تہتر فرقوں کا ذکر فرمایا ہے۔ امت نے پانچ فقہی مسالک کو برحق تسلیم کر لیا ہے اور بحیثیت مجموعی کسی کی تکفیر نہیں کی ہے۔ ایسے ہی اختلاف کو حضور نے رحمت قرار دیا ہے جن کا منشاء رضائے الٰہی ہو۔ کیونکہ یہ زندگی کے جمود و تعطل کو رفع کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ گلہائے رنگ رنگ سے ہے رونق چمن اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے ۔(اتحاد ملت اور تحریک منہاج القرآن ص ۱۵ مطبوعہ منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور)

الغرض تحریکی ٹولہ کے عقیدہ میں مذاھب حقہ چار نہیں بلکہ پانچ ہیں۔ ظاہر یہی ہے کہ ان کے نزدیک پانچواں حق مذھب شیعہ ہی ہے کیونکہ وہ دیوبندی بریلوی دونوں کو ایک مذھب مانتے ہیں۔ حالانکہ تابعین تبع تابعین سے لے کر آج تک اس بات پر مسلمانوں کا اجماع چلا آرہا ہے کہ حق چار ہی مذاھب ہیں۔ حنفی مالکی شافعی حنبلی۔ اس لیے تحریکی گروہ کے سرکردہ شخص پروفیسر محمد رفیق کا یہ لکھنا کہ امت نے پانچ فقہی مسالک کو حق تسلیم کر لیا ہے صرف یہ ہی نہیں کہ سفید جھوٹ ہے بلکہ اجماع امت کا خارق بھی ہے۔ اس لیے اجماع امت کے برخلاف پانچ فقہی مسالک کے برحق ہونے کا قول کرنا سراسر گمراہی ہے۔ واللہ لا یھدی کید الخائنین ۔

طاہر القادری نے مطلق اجتہاد کا دروازہ کھول دیا ہے

تابعین تبع تابعین کے دور میں جب اختلاف ظاہر ہوا۔ علماء کرام نے قرآن

وحدیث اور اقوال صحابہ میں مطلق اجتہاد کر کے اپنے اپنے مذہب قائم فرمائے۔ پھر مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ مذاہب منقرض ہوتے گئے۔ یہاں تک کے چار مذاہب حقہ حنفی شافعی مالکی اور حنبلی باقی رہ گئے۔ اس وقت امت کا اجماع اس بات پر قائم ہوا کہ حق انہی چار مذاہب میں دائر ہے۔ جیسا کہ ہم نے گزشتہ اوراق میں تفصیلاً عرض کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ مذاہب اربعہ قائم ہونے کے بعد مطلق اجتہاد کی ضرورت اٹھ گئی۔ تو اب خدا جانے طاہر القادری وغیرہ نے مطلق اجتہاد کا جو دروازہ کھول دیا ہے اس کی انہیں ضرورت کیوں پیش آئی ہے؟ طاہر القادری صاحب کا یہ کہنا کہ تقلید کی وجہ سے یہ امت جمود وتعطل کا شکار ہوگئی ہے اور اجتہاد کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔ حقیقت سے ان کی بے خبری کا نتیجہ ہے کیونکہ تقلید اجتہاد کے مانع نہیں ہے۔ حضرت امام ابو یوسف، ومحمد مجتہدین تھے لیکن وہ اصولوں میں امام اعظم کے مقلد تھے اور فروعات میں اجتہاد بھی فرماتے تھے۔ پھر بعد کے فقہاء اپنے اپنے دور کے پیش آمدہ مسائل کا حل بھی اجتہاد ہی کی بناء پر فرماتے رہے تھے۔ اپنے امام کے قول کے مطابق نئے مسائل کو اپنے اجتہاد سے حل کرنا یہ مفتیوں کا کام رہا ہے۔ ولہذا طاہر القادری کا یہ شوشہ کہ تقلید کی وجہ سے اجتہاد کا دروازہ بند ہوگیا تھا کسی طرح درست نہیں ہے۔ طاہر القادری کا نظریہ اجتہاد سمجھنے کے لئے درج ذیل عبارات ملاحظہ ہوں

(۱) ہمارے قدامت پرست مذہبی ذہن نے الا ماشاء اللہ تصور تقلید کو فی الواقع فکری تعطل میں بدل دیا ہے اور اجتہاد کو عملاً شجر ممنوعہ بنا دیا ہے۔ اس لیے فقہی کام جو آج سے کئی سو سال پہلے کی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ہوا تھا اسے تمام تفصیلات وجزئیات سمیت ہر اعتبار سے آج کے دور کے لیے بھی من وعن کافی ووافی سمجھ لیا ہے۔ عام مذہبی طبقہ اسے عملاً اور واقعۃً قرآن وسنت کی طرح ہمیشہ کے لیے حتمی وقطعی سمجھتا ہے۔ اور اس سے جزوی اختلاف یا اس میں اجتہاد نو کو فعل حرام تصور کرتا ہے۔ اس نے قرآن وسنت اور اجتہادی آراء وعلوم کے درمیان امتیاز یکسر نظر انداز کر دیا ہے۔ اس لیے کتب فقہ وحی کا بدل تصور ہونے لگی ہیں۔ اور ان کی موجودگی میں نئے فقہی اجتہاد کو سراسر اسلام کے خلاف سازش تصور کیا جاتا ہے۔ ان خیالات نے بالعموم علمائے کرام کو جدید تعلیم کی ضرورت کے

احساس سے بھی بے نیاز کر دیا ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ عصری علوم وفنون کو پڑھنا دنیاداری ہے۔ اور دین داری صرف قدیم طرز کے دینی مدارس میں اس علم کی تحصیل سے ہی عبارت ہے جو آج سے کئی سال پہلے کی علمی ضروریات کی تکمیل کے لئے مرتب کردہ نصاب تدریس پر مشتمل ہے۔ ہمارا تجدد پسند جدید ذہن علماء کے مذکورہ بالا عمومی رویے کے ردعمل کے طور پر عصری مسائل کے لئے اجتہاد کرنا چاہتا ہے۔ اس کی حقیقت سوائے آزادانہ رائے زنی کے اور کچھ نہیں۔ نہ وہ اجتہاد کی علمی وعملی شرائط کو پورا کرتا ہے۔ اور نہ انہیں پورا کرنے کی ضرورت کو تسلیم کرتا ہے۔ (پروفیسر کا خصوصی انٹرویو شائع کردہ قومی ڈائجسٹ لاہور ص ۴۵)

(۲) پروفیسر صاحب لکھتے ہیں۔ خالی یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ ہمارے پاس سب کچھ موجود ہے۔ قرآن وسنت موجود ہیں، فقہ حنفی کی کتابیں ہیں. عالمگیری ہے۔ نیا کچھ بنانے کی ضرورت نہیں، یہ سب باتیں ہی ہیں۔ ان سے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ جب تک عملی میدان میں جمود اور تعطل نہیں ٹوٹتا جو تحرک اور ارتقاء کے راستے میں حائل ہے اور مسائل کے حل میں رکاوٹ ہے۔ (باطل قوتوں کو کھلا چیلنج۔ مئولفہ پروفیسر طاہر القادری مطبوعہ منہاج القرآن یوتھ لیگ ماڈل ٹاون لاہور

(۳) پروفیسر صاحب لکھتے ہیں۔ اجتہاد نو کی ضرورت پر یہ اصول صراحۃً دلالت کرتا ہے جس پر فقہائے امت کا اجماع ہے کہ تغیر زمان سے تغیر احکام لازم آتا ہے۔ ہمارے نزدیک اصول فقہ کا یہی حکم کہ لاینکر تغیر الاحکام بتغیر الزمان اجتہاد نو کی اساس ہے۔ اسی اصول کے تحت متقدمین اور متاخرین اپنے اپنے زمانوں کے احوال اور مسائل کے پیش نظر اجتہاد کرتے رہے ہیں۔ (عصر حاضر اور فلسفہء اجتہاد مؤلفہ پروفیسر طاہر القادری مطبوعہ مرکزی ادارہ منہاج القرآن لاہور (۱۵)

طاہر القادری کی مندرجہ بالا عبارات پر غور فرمائیں۔ اور سوچیں کہ یہ صاحب کس قسم کے اجتہاد نو کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں۔ انہی نظریات کی وجہ سے پروفیسر صاحب کے ایک مخصوص شخص جاوید القادری نے یہ لکھا ہے کہ پروفیسر محمد طاہر القادری راسخ العقیدہ حنفی المذہب ہونے کے باوجود جدید قانونی اقتصادی سیاسی اور بین الاقوامی مسائل میں قرآن وسنت کی روشنی میں اجتہاد کے قائل ہیں۔ آپ شدت سے محسوس کرتے ہیں کہ ائمہ متقدمین ومتاخرین کی فقہی آراء کی روشنی میں اجتہادی کاوشیں جاری رہنی چاہیں۔ اگر تمام معاملات

میں محض تقلید ہی مکمل طور پر حاوی و طاری رہی تو مسلمانوں کی علمی صلاحیتیں زنگ آلود ہو کر ناکارہ ہو جائیں گی۔ ملت کے احیاء اور امت کے عروق مردہ میں تازہ زندگی پیدا کرنے کے لئے اسلاف امت اور ائمہ اسلام کی پیروی میں ان کی وضع کردہ اصولوں کے مطابق اجتہادی اور تخلیقی انداز میں علمی ارتقاء کا سلسلہ قائم رہنا چاہیے۔ پروفیسر محمد طاہر القادری کی قرآنی فکر اور فقہی اور علمی سوچ کی نہج یہی ہے۔ اور آپ اپنی تمام صلاحیتیں اسی مقصد کے حصول میں صرف کر رہے ہیں۔ (نابغہ عصر ص ۱۵ مطبوعہ ادارہ منہاج القرآن لاہور)

تحریکی ٹولہ سے استفسار

مسٹر طاہر القادری اور ان کے ہم عقیدہ لوگوں سے ہمارا یہ سوال ہے کہ آپ جس اجتہاد نو کی ضرورت بیان کر رہے ہیں اور اس کی وجہ سے تقلید شخصی کا تعطل ختم کرنا چاہتے ہیں وہ اجتہاد آپ مقلد بن کر کریں گے یا غیر مقلد بن کر۔ اگر مقلد بن کر کریں گے تو اس اجتہاد مطلق کی وجہ سے آپ کی تقلید ختم ہو جائے گی اور آپ غیر مقلد قرار پائیں گے یا نہیں؟ اور اگر مقلد بن کر اجتہاد نو کریں گے تو پھر آپ کا یہ اجتہاد مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب کے مطابق ہوگا یا چاروں مذاہب سے جدا؟۔ اگر مطابق ہو تو اس میں تحصیل حاصل لازم آئے گی۔ اور اگر جدا ہوگا تو وہ باطل ہوگا۔ کیونکہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع قائم ہو چکا ہے کہ حق صرف چار مذاہب میں دائر ہے۔ اور جو ان سے خارج ہے وہ گمراہ اور بدعتی ہے۔ آپ گمراہ اور بدعتی قرار پائیں گے۔ بہر حال آپ لوگوں کو ہمارا مخلصانہ مشورہ یہی ہے کہ آپ اجتہاد نو کی باتیں نہ کریں بلکہ اصول احناف کی روشنی میں نئے نئے پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کریں۔ آپ جیسے لوگوں کے لیے ہی تو علمائے اصولیین نے اصول فقہ کا فن نکالا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اس پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین

وهذا آخر ما اردنا ايراده في هذه المقالة النافعة تقبلها الله تعالى بمنه العظيم ورسوله الكريم ﷺ.

(۲۸ ذوالقعدہ ۱۴۲۳ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیسرا مقالہ

بیعت مشائخ
کی حقیقت واہمیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد۔

دور حاضر میں عامۃ المسلمین کسی شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت ہونے اس کے سلسلہ طریقت سے نسبت پیدا کرنے اور اس کی اتباع و ہدایت میں زندگی بسر کرنے کو بہت کم اہمیت دیتے ہیں۔ اور وہ جنگلی حیوانات کی آزادانہ زندگی کی طرح زندگی گزارتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بعض مسلمان کسی شیخ کے ہاتھ پر بیعت تو ہو جاتے ہیں لیکن بیعت ہونے کے بعد وہ اپنے شیخ سے رابطہ رکھنے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ بیعت ہونے والوں میں سے کچھ لوگ رسمی طور پر اپنے شیخ کی خدمت میں حاضری بھی دیتے رہتے ہیں۔ لیکن پیر کی عدم موجودگی میں اس کی ہدایات و نصائح پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ پھر یہ رسمی میل جول بھی دنیاوی مفادات کے لئے ہوتا ہے۔ اس لیے جب یہ لوگ اپنے مطلوبہ مفادات کا حصول ناممکن دیکھتے ہیں تو اپنے شیخ ہی سے بدظن ہو کر کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ اور بہت کم ایسے لوگ ہیں جو شیخ طریقت کے نقش قدم پر چل کر قرب خداوندی حاصل کرتے ہیں۔ حالانکہ بزرگان دین فرماتے ہیں۔

ہر کہ ذات پیر را کردے قبول ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

پیر را بلزیں کہ بے پیر ایں سفر پر خطر است، پر خطر است، پر خطر

علم باطن ہمچو مسکہ، اہل ظاہر ہمچو شیر کے شود بے شیر مسکہ کے شود بے پیر پیر

دوسری جانب اکثر پیران طریقت بھی صرف بیعت لینے، نذر و نیاز قبول کرنے اور دم درود اور تعویذات کی حد تک اپنے متوسلین سے رابطہ رکھتے ہیں اور مریدوں کے عقیدہ اور عمل کی اصلاح کی طرف بہت کم توجہ دیتے ہیں۔ بدین حالات منکرین ولایت و تصوف کو اولیاء وصوفیاء پر تمسخر اڑانے کا موقع ملتا ہے۔ اور وہ عامۃ المسلمین کو اولیاء کاملین سے

متنفر بنانے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ بدیں وجہ ہم نے مسلمانوں کو بیعت مشائخ کی اہمیت اور اس کے شرعی احکام بتانے کی غرض سے یہ مختصر رسالہ ترتیب دینے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

بیعت کا مفہوم

راسخ العقیدہ صحیح العمل صاحب خلافت شخص کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر ہر امر مباح میں اس کی اطاعت و پیروی کرنے کا عہد کرنا اصطلاح شرع میں بیعت کہلاتا ہے۔ مفسر علاء الدین خازن لکھتے ہیں۔ واصل البیعۃ العقد الذی یعقدہ الانسان علی نفسہ من بذل الطاعۃ للامام والوفاء بالعھد الذی التزم لہ۔ بیعت کی اصل یہ ہے کہ کوئی انسان امام کی اطاعت اور اس سے کیے گئے ہر عہد کی وفا کا عقد اپنے اوپر لازم کرے۔ (تفسیر خازن جلد ششم ص ۱۹۱) اور بیعت کا یہی مفہوم انہی الفاظ میں امام احمد صاوی نے بھی اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ (تفسیر صاوی جلد چہارم ص ۸۲)

اور پروفیسر خلیق احمد نظامی اپنے مضمون "بیعت کا مقصد"، میں لکھتے ہیں۔ "بیعت کے معنی ہیں دست بدست یک دیگر نہادن وعہد بستن"، کسی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر عہد کرنا (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور ۱۹۸۰ء ص ۳۳)

بیعت کا ثبوت قرآن سے

بیعت قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ط ید اللہ فوق ایدیھم ج فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرا عظیما۔ (پارہ ۲۶ رکوع ۹)

(ترجمہ) وہ لوگ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ تو جس نے عہد توڑا اس نے اپنے برے کو عہد توڑا اور جس

نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے بڑا ثواب دے گا۔

(۲) اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحا قریبا ومغانم کثیرۃ یاخذونھا وکان اللہ عزیزا حکیما (پ ۲۶ رکوع ۹)

(ترجمہ) بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا اور بہت سی غنیمتیں جن کو لیں اور اللہ عزت وحکمت والا ہے۔

(۳) اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یایھا النبی اذا جآءک المؤمنات یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یأتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینک فی معروف فبایعھن واستغفر لھن اللہ ط ان اللہ غفور رحیم۔ (پ ۲۸ رکوع ۸)

(ترجمہ) اے نبی جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ وہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اولاد کو قتل کریں گی اور نہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو۔ اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا مشائخ کے ہاتھ پر بیعت ہونا سنت ہے کیونکہ یہ مومنہ عورتیں حضور ﷺ کے ہاتھ پر اس کی بیعت کرتی تھیں کہ ہم آئندہ گناہوں سے بچیں گی۔ یہی مشائخ کی بیعت کا منشاء ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ حضور ﷺ نے عورتوں سے بیعت صرف زبان وکلام سے لی نہ کہ ان کا ہاتھ چھوا۔ نہ پکڑا۔ اس لئے یہاں ہاتھ شریف کا ذکر نہ ہوا اور مردوں کی بیعت

کے متعلق فرمایا گیا ید اللہ فوق ایدیھم کیونکہ وہاں مصافحہ ہوتا تھا۔ (نور العرفان ص ۸۸۰)

اور یہی بزرگ پہلی آیت کریمہ کے ماتحت لکھتے ہیں۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ تمام صحابہ خصوصاً بیعت الرضوان والے بڑی شان والے ہیں۔ ان کی تعداد چودہ سو ہے۔ دوسرا یہ کہ حضور ﷺ کو وہ قرب الٰہی حاصل ہے کہ حضور کی بیعت رب سے بیعت ہے۔ اور حضور کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے۔ تیسرا یہ کہ حضرت عثمان بڑی شان والے ہیں کہ یہ بیعت انہی کی وجہ سے ہوئی۔ چوتھا یہ کہ بزرگوں کے ہاتھ پر بیعت ہونا سنت صحابہ ہے۔ پانچواں یہ کہ مصافحہ سنت ہے۔ مردوں کے لئے۔ عورت کو کلام سے بیعت کیا جائے جیسا کہ الذین صیغہ مذکر فرمانے سے معلوم ہوا۔ (نور العرفان ص ۸۱۶)

بیعت کا ثبوت احادیث سے

(۱) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ کے اردگرد آپ کے صحابہ کی ایک جماعت تھی۔ آپ نے فرمایا۔ **بایعونی علی ان لا تشرکوا باللہ شیئا ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا اولادکم ولا تأتوا ببھتان تفترون بین ایدیکم وارجلکم ولا تعصوا فی معروف** ۔ ان کاموں پر میری بیعت کرو کہ تم اللہ کا شریک کسی شئے کو نہ ٹھہراؤ گے اور چوری نہیں کرو گے اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے اور نہ وہ بہتان لاؤ گے جسے تم اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع تناسل میں اٹھاؤ اور تم کسی نیک کام میں میری نافرمانی نہ کرو گے پھر فرمایا تم میں سے جو کوئی اس عہد کو پورا کرے گا۔ اس کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہوگا۔ اور جو اس میں کسی قدر کمی کرے گا تو اس کو اس کی سزا دنیا میں دی گئی تو یہ اس کا کفارہ ہو جائے گا۔ اور جو اس میں کسی قدر کمی کرے گا پھر اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ تو اس کا معاملہ اللہ تعالٰی کی طرف ہوگا اگر وہ چاہے۔ تو اس کو معافی دے دے اور چاہے تو عذاب دے۔ **فبایعناہ علی ذلک** ۔ پس ہم نے ان باتوں پر رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی۔ متفق علیہ۔ (مشکوۃ

باب الایمان فی بیان التوحید۔ جلد اول ص۱۲)

(۲) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، ''ابسط یمینک فلا بایعک'' آپ اپنا دایاں ہاتھ پھیلائیں تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں۔ یہ سن کر آپ نے اپنا دایاں ہاتھ پھیلایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ فرمایا۔ اے عمرو۔ آپ کا کیا حال ہے؟ عرض کی۔ میں ایک شرط لگانا چاہتا ہوں۔ فرمایا۔ شرط کیا لگاؤ گے؟ عرض کی یہ کہ میرے گناہ بخش دیئے جائیں۔ فرمایا۔ اے عمرو کیا تجھے علم نہیں کہ اسلام قبول کرنا پہلے دور کے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔ اور ہجرت کرنا پہلے دور کے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔ اور حج کرنا پہلے دور کے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔ (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ جلد اول ص۱۳)

مذکورہ بالا تین آیات کریمہ اور دو احادیث متبرکہ سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں بیعت کا طریقہ جاری وساری تھا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

''واستفاض عن رسول اللہ ﷺ ان الناس کانوا یبایعونہ تارۃ علی الھجرۃ والجھاد وتارۃ علی اقامۃ ارکان الاسلام وتارۃ علی الثبات والقرار فی معرکۃ الکفار وتارۃ علی التمسک بالسنۃ والاجتناب عن البدعۃ والحرص علی الطاعات کما صح انہ ﷺ بایع نسوۃ من الانصار علی ان لاینحن''

اور مشہور حدیثوں میں منقول ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر لوگ بیعت کرتے تھے۔ آپ کبھی ہجرت وجہاد پر، کبھی ارکان اسلام پر، کبھی معرکہ کفار میں ثابت قدم رہنے پر، کبھی سنت سے تمسک اور بدعت سے اجتناب پر اور کبھی عبادات کی حرص پر بیعت لیتے تھے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے انصار کی عورتوں سے اس بات پر بیعت لی تھی کہ وہ نوحہ نہیں کریں گی۔ (القول الجمیل مترجم ص۱۲)

بیعت کی تاکید شدید

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی

سبیلہ لعلکم تفلحون"

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ (پ ۶ رکوع ۱۰)

حضرت مجدد الف ثانی اس آیت کریمہ میں لفظ وسیلہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں

"وطلب پیر راہ بین وراہنما کہ وسیلہ تواند شد نیز مامور شرعی ست قال اللہ تعالیٰ وابتغوا الیہ الوسیلۃ" راہ بیں راہنما پیر تلاش کرنا کہ وہ وسیلہ بن سکے شرعاً مامور بہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ (مکتوبات امام ربانی جلد دوم ص ۱۳۶)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا "من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ الجاھلیۃ" جو شخص اس حال میں مرے کہ اس کی گردن میں بیعت نہیں وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ حصہ دوم ص ۴۷)

اور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"وعن بعضھم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انہ قال من لم یکن لہ شیخ فابلیس شیخہ" اور بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا جس شخص کا کوئی مرشد نہ ہو اس کا راہنما ابلیس ہوتا ہے۔ (الفتح الربانی ص ۲۷۱)

بیعت مشائخ کی شرعی حیثیت

حضرت شاہ ولی اللہ بیعت مشائخ کی شرعی حیثیت کے بارہ میں لکھتے ہیں "اور شاید کہ اے مخاطب تو کہے گا کہ مجھے بیعت کا حکم بتائیے کہ کیا ہے؟ واجب ہے یا سنت۔

"فاعلم ان البیعۃ سنۃ ولیست بواجبۃ لان الناس بایعوا النبی ﷺ وتقربوا بھا الی اللہ تعالیٰ ولم یدل دلیل علیٰ تاثیم تارکھا ولم ینکر احد من الائمۃ علی تارکھا فکان کالاجماع علی انھا لیست بواجبۃ"

سو تو جان کہ بیعت سنت ہے اور واجب نہیں ہے کیونکہ لوگ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت ہوتے تھے اور بیعت کے ذریعہ سے قرب الٰہی ڈھونڈتے تھے اور اس بات پر کوئی دلیل دلالت نہیں کرتی کہ بیعت کا تارک گناہگار ہوتا ہے اور نہ ہی کسی امام نے اس کے تارک پر انکار کیا ہے۔ پس یہ بات گویا اس پر اجماع ہے کہ بیعت کرنا واجب نہیں ہے۔ (القول الجمیل ص ۱۸)

بیعت مشائخ کی ابتداء

شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''وکذالک بیعة التمسک بحبل التقویٰ کانت متروکة اما فی زمن الخلفاء الراشدین فلکثرة الصحابة الذین استناروا بصحبة النبی ﷺ وتادبوا فی حضرته فکانوا لایحتاجون الی بیعة الخلفاء واما فی زمن غیرهم فخوفا من افتراق الکلمة وان یظن بهم مبایعة الخلافة فتهیج الفتنة وکان الصوفیة یومئذ یقیمون الخرقة مقام البیعة ثم لما اندرس هذا الرسم فی الخلفاء انتموا الصوفیة الفرصة فتمسکوا بسنة البیعة''

اور اسی طرح ابتدائی دور میں بیعت تقویٰ (بیعت مشائخ) متروک تھی کیونکہ خلفائے راشدین کے دور میں صحابہ کی کثرت تھی اور وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کے نور سے منور ہو چکے تھے اور آداب شریعت سیکھ چکے تھے پس انہیں خلفاء وقت کے ہاتھ پر بیعت تقویٰ کرنے کی حاجت ہی نہ تھی اور خلفائے راشدین کے دور کے بعد اختلاف پیدا ہونے کے خوف سے متروک تھی کیونکہ بیعت تقویٰ کے بارہ میں یہ گمان ہو سکتا تھا کہ شاید یہ بیعت خلافت ہو اس لئے فتنہ اٹھ سکتا تھا بدیں وجہ اس دور کے صوفیہ صرف خرقہ دے دینے پر اکتفاء کرتے تھے اور اسی کو بیعت تقویٰ کے قائم مقام سمجھتے تھے۔ پھر جب خلفاء میں بیعت خلافت کا رواج ختم ہو گیا تو صوفیہ کو خرقہ کی جگہ بیعت تقویٰ کرنے کی مہلت مل گئی۔ (القول

الجمیل ص ۱۷)

شرائط مرشد

شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"شرط من یأخذ البیعة امور احدها علم الکتاب والسنة وانما شرطنا العلم لان الغرض من البیعة امره بالمعروف ونهیه عن المنکر وارشاده الی تحصیل السکینة الباطنة وازالة الرذائل واکتساب الخصال ثم امتثال المسترشد به فی کل ذالک فمن لم یکن عالماً کیف یتصور منه هذا"

پیر کی سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا علم رکھتا ہو اور ہم نے علم رکھنے کی یہ شرط اس لئے لگائی ہے کہ بیعت کی غرض وغایت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر' مرید کے دل میں سکینہ پیدا کرنا' اس کے باطن کو رذائل سے پاک کرنا اور خصائل سے آراستہ کرنا اور ان امور میں پیر کی اتباع کرنا ہے۔ اور یہ باتیں علم کے بغیر پائی نہیں جاتیں۔

"والشرط الثانی العدالة والتقویٰ فیجب ان یکون مجتنباً عن الکبائر غیر مصر علی الصغائر" اور پیر کی دوسری شرط اس کا نیکوکار ہونا ہے۔ ضروری ہے کہ وہ کبیرہ گناہوں سے مجتنب اور صغیرہ گناہوں پر اصرار کرنے [illegible]

الشرط الثالث ان یکون زاهداً فی الدنیا راغباً فی الآخرة مواظبا علی الطاعات المؤکدة والاذکار الماثورة المذکورة فی صحاح الاحادیث مواظباً علی تعلق القلب بالله سبحانه وکان یادداشت له ملکة راسخة"

پیر کی تیسری شرط یہ ہے کہ وہ دنیا کا تارک ہو۔ آخرت کی رغبت رکھنے والا ہو۔ [illegible] [illegible]ات اور صحیح احادیث میں وارد اذکار ماثورہ کو پڑھنے والا ہو۔ اللہ سبحانہ ۔ سے قلبی تعلق رکھنے والا ہو۔ اور اس کا حافظہ درست ہو۔

" والشرط الرابع ان یکون امراً بالمعروف ناهیاً عن المنکر مستبدا برأیه لا امعة لیس له رأی ولا امر ذامروة وعقل تام لیتعمد علیه فی کل ما یأمر به وینهی عنه"

اور پیر کی چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ دوسروں کو نیکی کا حکم دینے والا' برائی سے روکنے والا ہو' اپنی رائے پر جمنے والا ہو' مروت اور عقل کامل کا مالک ہو تاکہ اس کے ہر امر و نہی میں اس پر اعتماد کیا جا سکے۔

"والشرط الخامس ان یکون صحب المشائخ وتأدب بهم دهرا طویلا واخذ منهم النور الباطن والسکینة" اور پیر کی پانچویں شرط یہ ہے کہ وہ طویل مدت تک مشائخ کی صحبت میں رہ چکا ہو اور ان کے آداب سیکھ چکا ہو اور ان سے باطنی نور اور اطمینان قلب حاصل کر چکا ہو۔ (القول الجمیل ص ۲۰)

اور پیر کی چھٹی شرط یہ ہے کہ اس کا سلسلہ بیعت رسول اللہ ﷺ تک متصل ہو اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں بیعت اس شخص سے کرنا چاہئے۔ جس میں یہ چار باتیں ہوں ورنہ بیعت جائز نہ ہوگی۔ اولاً سنی صحیح العقیدہ ہو۔ ثانیاً کم از کم اس کے پاس اتنا علم ضروری ہو کہ بلا کسی امداد کے اپنی ضرورت کا مسئلہ کتاب سے نکال سکے۔ ثالثاً اس کا سلسلہ حضور اقدس ﷺ تک متصل ہو کہیں منقطع نہ ہو۔ رابعاً فاسق معلن نہ ہو۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی حصہ دوم ص ۴۴)

ناقص پیر کی بیعت

حضرت مجدد الف ثانی لکھتے ہیں: " وقوی ترین اسباب فتور در طلب انابت است بشیخ ناقص که بسلوک وجذبه کار را تمام ناکرده بمسند شیخی خود را کشیده است. طالب را صحبت او سم قاتل است وانابت ... مرض مهلک"

... مرید کے اندر فتور پیدا ہونے کا قوی ترین سبب ناقص پیر ہے جو سلوک و جذبہ کو

طے کئے بغیر شیخ بن بیٹھا ہو۔ طالب کے حق میں اس ناقص پیر کی صحبت زہر قاتل ہے اور یسے پیر کی اطاعت مہلک بیماری ہے۔ (مکتوبات امام ربانی حصہ اول ص ۱۴۴)

شرائط مرید

جس طرح مرشد کے اندر شرائط کا پایا جانا ضروری ہے اسی طرح مرید کے اندر چند شرائط کا ہونا لازم ہے۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں: ''فاعلم انه يجب ان يكون المبايع بالغا عاقلا راغبا وقد جآء في الحديث انه عرض على النبي ﷺ صبي يبايعه فمسح على رأسه ودعا له بالبركة ومن المشائخ من يجوز بيعة لصغار تبركا وتفؤلا''

سو جاننا چاہئے کہ مرید کا بالغ عاقل اور بیعت کی رغبت رکھنے والا ہونا واجب ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک بچہ بیعت کے لئے نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اپنا دست شفقت اس کے سر پر پھیرا اور اس کے لئے دعائے برکت فرمائی۔ اور بعض مشائخ نے بچوں کی بیعت کو تبرکا وتفاؤلاً جائز رکھا ہے۔ (القول الجمیل ص ۲۸)

رت اور مشیخت

ملفوظات حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی موسوم بہ نافع السالکین مؤلفہ مولوی الدین صاحب میں درج ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''عورت کے واسطے نہ پیغمبری ہے نہ عہدہ قضا، نہ بیعت لینا اور نہ سجادہ نشینی'' پھر فرمایا: ''تین چیزیں عورتوں کے لے جائز نہیں ہیں ایک نبوت دوسری مشیخت (شیخ طریقت بن کر بیعت لینا) تیسری قضاء یہ ناقص العقل اور ناقص الدین ہوتی ہیں''۔ (حاشیہ مناقب المحبوبین ص ۴۱)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض جگہوں میں جو یہ رسم قائم ہے کہ پیر صاحب مردوں کو کرتے ہیں اور ان کے اہل خانہ عورتوں کو بیعت کرتی ہیں۔ اصل طریقہ شرعیہ کے

خلاف ہے۔عورتوں کو بھی جامع الشرائط مرد پیر کامل سے بیعت ہونا چاہئے۔

بیعت مشائخ کا طریقہ

خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں: ''جب کوئی شخص شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس سرہ العزیز کی خدمت میں ارادت کی نیت سے آتا۔ تو اول آپ فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھنے کا حکم فرماتے۔ بعدہ امن الرسول آخر تک پڑھتے۔اس کے بعد شہد اللہ سے ان الدین عند اللہ الاسلام تک پڑھتے پھر فرماتے کہ (کہو) تو نے اس ضعیف اور اس کے خواجہ خواجگاں اور پیغمبر ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی اور خدا تعالیٰ سے اس بات پر عہد کیا کہ ہاتھ پاؤں اور آنکھ پر نگاہ رکھے گا اور شرع کے طریقے پر چلے گا'' ۔(سیر الاولیاء ص ۲۲۳) (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور دسمبر ۱۹۸۰ء ص ۴۴)

بیعت مشائخ کا فائدہ

شاہ ولی اللہ دہلوی بیعت کی حکمت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔معلوم کر کہ سنت اللہ یوں جاری ہے کہ امور خفیہ جو نفوس میں پوشیدہ ہیں ان کا ضبط افعال اور اقوال ظاہری سے ہو اور افعال واقوال قائم مقام ہوں امور قلبیہ کے چنانچہ اللہ اور اس کے رسول اور قیامت کی تصدیق قلبی کے قائم مقام اقرار ایمان کو کیا گیا ہے جیسے کہ رضامندی بائع اور مشتری کی قیمت اور بیع کے دینے میں امر مخفی پوشیدہ ہے تو ایجاب وقبول کو قائم مقام رضائے مخفی کے کر دیا گیا ہے۔سو اسی طرح توبہ اور عزم کرنا ترک معاصی کا اور تقویٰ کی رسی کو مضبوط پکڑنا امر مخفی اور پوشیدہ ہے تو بیعت کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا ہے۔(القول الجمیل ص ۱۹)

اور مجدد الف ثانی بیعت کا فائدہ ان لفظوں میں لکھتے ہیں:

''شبیہ بفناء فی الشیخ کہ زینہ اول ست دریں راہ واین فناء الشیخ ثانیاً وسیلہ فناء فی اللہ می گردد کہ بقاء باللہ بر آن مترتب است

که محصل و لایت است''

یعنی (محبوبوں کی محبت میں فناء ہو جانے کی مثال) اس طرح ہے جس طرح کہ مرید شیخ کی محبت میں فناہ ہو جائے کہ یہ بات ولایت کا پہلا زینہ ہے پھر یہی فناء فی الشیخ فناء فی اللہ کا سبب بنتا ہے کہ جس پر بقاء باللہ کا حصول مترتب ہوتا ہے کہ بقاء باللہ ولایت کا اصل حاصل ہے۔ (مکتوبات امام ربانی جلد دوم ص ۲۱۸)

تبدیل بیعت

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان قادری قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں: ''تبدیل بیعت بلا وجہ شرعی ممنوع ہے اور تجدید جائز بلکہ مستحب ہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت نہ ہوا اور اپنے شیخ سے بغیر انحراف کئے اس سلسلہ عالیہ میں بیعت کرے تو یہ تبدیل بیعت نہیں بلکہ تجدید بیعت ہے کہ جمیع سلاسل اس سلسلہء اعلیٰ کی طرف راجع ہیں۔'' (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ اول ص ۱۵۱)

تکرار بیعت

شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں: ''جاننا چاہئے کہ تکرار بیعت رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے اور اسی طرح حضرات صوفیائے کرام سے بھی منقول ہے لیکن دوسرے پیر سے بیعت کرنا اگر اس بناء پر ہو کہ پہلے پیر میں کوئی شرعی خرابی موجود ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور اسی طرح پہلے پیر کی وفات کے بعد یا اس کی غیبت منقطعہ میں دوسرے پیر کی بیعت کرے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ اور اگر بغیر کسی وجہ کے دوسرے پیر سے بیعت کرے تو یہ شخص کھیلنے والے شخص کے مشابہ ہوگا۔ اور اس سے بزرگوں کی برکت اٹھ جائے گی۔ اور مشائخ کے دلوں سے اس کی قدر جاتی رہے گی۔ (القول الجمیل ص ۳۰)

دوسرے مشائخ سے کسبِ فیض

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں

''بدانند که مقصود حق ست سبحانه وپیر وسیله ایست بوصول جناب قدس حق تعالیٰ اگر طالبے رشد خود را پیش شیخ دیگر بیند ودل خود را در صحبت او باحق سبحانه جمع یابد روا است که در حیات پیر بے اذن پیر طالب پیش آن شیخ برود وطلب رشد از و نماید اما باید که از پیر اول انکار نکند وجز به نیکی یاد ننماید''۔

جاننا چاہیے کہ اصل مقصود حق سبحانہ وتعالیٰ ہے اور پیر حق سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔ اگر کوئی مرید دوسرے شیخ کی محفل میں رشد وہدایت دیکھے اور اس کا دل حق تعالیٰ کی طرف مائل ہو تو وہ پیر کی زندگی میں اپنے پیر کی اجازت کے بغیر بھی اس دوسرے شیخ کی محفل میں جائے اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کا مجاز ہے۔ البتہ اس پر یہ بات لازم ہے کہ وہ اپنے پہلے پیر کا انکار نہ کرے اور اسے صرف اچھائی ہی سے یاد کرے۔ (مکتوبات امام ربانی حصہ دوم ص ۵۷ ا)

دوسرے مشائخ سے کدورت رکھنا

آج کل کے بعض لوگ اپنے پیر کی محبت کے لئے یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ دوسرے مشائخ سے نفرت ظاہر کی جائے اور اپنے پیر ہی کو سب کچھ سمجھا جائے۔ یہ کم ظرفی کی دلیل ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ تمام سلاسل کے مشائخ کا احترام کرنا چاہیے اور ان کے باطنی فیضان کی تصدیق کرنی چاہئے۔ ہاں یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ دوسرے مشائخ سے جو روحانی فیض ملے گا وہ اپنے شیخ کے لحاظ اور وسیلہ سے ملے گا۔

ہر کہ ذات پیر را کردے قبول ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

یعنی جو شخص اپنے پیر کو صحیح معنوں میں قبول کرتا ہے اس کی ذات میں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول دونوں آجاتے ہیں۔

بے عمل پیر

حضرت شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ ہوا میں

بیٹھا ہوا ہے تو اس کی طرف توجہ نہ کرو مگر اس وقت جب کہ وہ کتاب وسنت کا عملاً پابند ہو"۔ (الیواقیت والجواہر حصہ دوم ص ۹۳)

فناء فی الشیخ یا تصور شیخ:

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

"فناء فی الشیخ کا مرتبہ اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ مرید یہ خیال رکھے کہ میرا شیخ میرے سامنے ہے اور وہ اپنے قلب کو اس طرح قلب شیخ کے نیچے تصور کر کے تصور کرے کہ سرکار رسالت سے فیوض و برکات وانوار قلب شیخ پر فائض ہوتے اور اس سے چھلک کر میرے دل میں آ رہے ہیں۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ حالت ہو جائے گی کہ شجر و حجر اور در و دیوار پر شیخ کی صورت صاف نظر آئے گی یہاں تک کہ نماز میں بھی جدا نہ ہوگی اور پھر ہر حال اپنے ساتھ میں پاؤ گے"۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت جلد دوم ص ۴۸)

پیر سے کثرت ملاقات

پیر سے مستفیض و مستفید ہونے کے لئے کثرت ملاقات ضروری ہے۔ فناء فی الشیخ کا مقام بھی کثرت ملاقات ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ راہ سلوک کے ہر نازک موڑ پر پیر کی راہبری شرط ہے۔ میرے استاذ محترم حضرت مولانا محمد شفیع حیدری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں آستانہ عالیہ بگھار شریف سے خلافت نقشبندیہ حاصل کر کے اپنے پیر و مرشد حضرت امیر حزب اللہ جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے حالات پیش کئے تو فرمایا مولوی صاحب آپ نے میٹرک پاس کرلیا ہے۔ اب ایم اے بی اے میں خود آپ کو کراؤں گا۔ اس کے بعد میں حضرت صاحب سے اسباق سلوک لینے لگا اور کثرت صحبت اختیار کرنے لگا تو حضرت صاحب نے واقعۃً مجھے طریقت کی باقی منازل طے کروا دیں۔

فیض صحبت کب اٹھے جب تک نے ملیے ٹوٹ ٹوٹ

پیر کی خدمت میں نذرانہ

مرید پر لازم ہے کہ جب بھی وہ اپنے پیر سے ملاقات کرے کچھ نہ کچھ تحفہ پیر پر پیش کرے اس سے پیر کی توجہات اس کی جانب زیادہ مبذول ہوں گی اور وہ اس سے زیادہ فیض یاب ہوگا۔ پیر کو کچھ بطور نذرانہ دے کر مرید یہ خیال نہ کرے کہ میں نے پیر پر احسان کیا ہے بلکہ پیر کا اس نذرانے کو قبول کر لینا اپنے اوپر پیر کا احسان جانے:

منت منہ کہ خدمت سلطان می کنی　　　منت شناس کہ او بخدمت گذاشتے

شجرہ خوانی

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

''شجرہ حضور سید عالم ﷺ تک اپنے اتصال کی سند کا حفظ ہے۔ ثانیاً صالحین کا ذکر موجب نزول رحمت ہے۔ ثالثاً نام بنام اپنے آقایان نعمت کو ایصال ثواب کہ ان کی بارگاہ سے موجب نظر عنایت ہے۔ رابعاً جب یہ اوقات سلامت میں ان کا نام لیوا رہے گا وہ اوقات مصیبت میں اس کے دستگیر ہوں گے''۔ (احکام شریعت ص ۱۴۳)

پیر سے پردہ

حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:

''پیر اگر عورت کا محرم نہیں ہے۔ اجنبی اور غیر شخص ہے تو اس سے بھی پردہ لازم ہے اور اگر وہ پردہ نہیں کرتا تو گناہگار ہے اور عورتوں کو اس کے سامنے بے پردہ آنا جائز نہیں۔ البتہ اگر پیر صاحب صلاح وتقویٰ اور شیخ فانی ہو۔ جوانی کی امنگیں مر چکی ہوں اور قوائے شہوانیہ میں حرکت نہ رہی ہو تو عورتیں اس کے سامنے اعضاء کو چھپا کر محرم کی طرح آ سکتی ہیں''۔ (انوار شریعت حصہ اول ص ۴۱)

پیر کی قبر پر حاضری

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مرید شیخ کی قبر پر چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو کر فاتحہ پڑھے اور اس کی حیات میں جیسا ادب کرتا تھا ایسا ہی ادب کرے اور سامنے سے حاضر ہو کہ بالیں سے حاضر ہونے میں مڑ کر دیکھنا پڑھتا ہے اور اس میں تکلیف ہوتی ہے''۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ اول ص ۱۰۵)

چار سلاسل طریقت

طریقت کے چار مشہور سلسلے ہیں قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی پہلے تین سلسلے حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتے ہیں اور آخری سلسلہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ طالب بیعت ان چار سلسلوں میں سے جس سلسلہ میں چاہے بیعت ہو جائے اور اگر دوسرے سلسلہ کے کوئی بزرگ اسے بیعت کئے بغیر سلوک طے کرا کر خلافت عنایت کریں تو اس میں کچھ حرج نہیں۔...... واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مرشد کامل نہ ملنے کی صورت میں وظیفہ:

اگر طالب بیعت کو مرشد کامل نہ ملے تو اسے ذکر الٰہی اور درود شریف کی کثرت کرنی چاہئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

''قال الشیخ ابو العباس الحضرمی رضی اللہ عنہ وعلیک بدوام الذکر وکثرۃ الصلوٰۃ علی رسول اللہ ﷺ فھی سلم ومعراج وسلوک الی اللہ تعالیٰ اذا لم یلق الطالب شیخا مرشدا اھ''

شیخ ابو العباس حضرمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جب طالب کو شیخ مرشد نہ ملے تو اس پر لازم ہے کہ ذکر الٰہی اور درود شریف پر مداومت کرے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی

سیڑھیاں اور زینے ہیں۔ (مکتوبات شیخ عبدالحق بر حاشیہ اخبار الاخیار ص ۵۱)

پیر پکڑنے کا اصل مقصد

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

''طریق نجات وراہ رستگاری ہمیں متابعت صاحب شریعت است علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والسلام در اعتقاد وعمل استاد وپیر بوانیے آن غرض می گویند کہ دلالت بشریعت نمایند وببرکت ایشاں یسر وسہولت در اعتقاد وعمل بشریعت پیدا شود''

یعنی نجات اور چھٹکارے کا راستہ صاحب شریعت علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی ہے۔ اعتقاد اور عمل میں۔ استاد اور پیر پکڑنے کی غرض بھی یہی ہوتی ہے کہ ان سے شریعت کی راہ ملے اور ان کی برکت سے اعتقاد اور عمل میں سہولت اور آسانی پیدا ہو جائے۔ (مکتوبات امام ربانی حصہ ۲ ص ۳۶۹)

'' وھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ النافعۃ تقبلھا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ''

(۲ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چوتھا مقالہ

تعین عرفی کا ثبوت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۔ اما بعد !

دور حاضر کے وہابیہ دیوبندیہ امور خیر کے لئے دن مقرر کرنے کو بدعت و ناجائز قرار دیتے ہیں ۔ ہم نے اس مقالہ میں اس کا جواز ثابت کیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو شرف مقبولیت بخشے اور باعث اجر و ثواب بنائے ۔ (آمین)

امور مباحہ کے لئے دن مقرر کرنا از روئے شرع شریف جائز ہے اور اس کا جواز کتب علمائے کرام میں بالتصریح موجود

(۱) حضرت مولانا ظفر الدین بہاری خلیفہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہما اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں ۔ تعیین و تخصیص دو طرح کی ہوتی ہے: (۱) شرعی (۲) عادی

شرعی وہ کہ خود شریعت مطہرہ نے کسی کام کے لئے کسی وقت کو خاص کر دیا ہو کہ اس وقت کے سوا کسی دوسرے وقت میں وہ کام نہ ہو سکے جیسے ایام نحر کہ قربانی کے لئے اس سے تقدیم یا تاخیر درست نہیں ہے یا اس قدر ثواب اس وقت میں ہے ۔ دوسرے وقت میں نہیں جیسے ثلث لیل عشاء کے لئے ۔ دوم یہ کہ از جانب شرع اطلاق ہے ۔ جب چاہیں کریں کسی وقت گناہ نہیں ہر وقت جائز ہے ۔ جیسے ایصال ثواب کے لئے وقت مطلق کہ روز ولادت اور روز وفات یا جس دن کرے ہر روز درست ہے ۔ مگر جب خارج میں اس کام کا وجود ہوگا تو کسی زمانے میں کسی ہیئت خاص ہی سے ہوگا ۔

کیونکہ مطلق من حیث ہو بلا تعیین و تخصیص خارج میں موجود نہیں ہو سکتا جس طرح وجود مطلق بضمن افراد ہوتا ہے ۔ اسی طرح بغیر کسی زمانہ کسی ہیئت کے زمانیات کا وجود ممکن نہیں ۔ (مواہب ارواح القدس ص ۲۰)

اور یہی بزرگ لکھتے ہیں:

تخصیص و تعیین یوم رحلت اور ہر سال کے بعد اسی دن کو کہ یوم انتقال ہے خاص کرنے کا

جواز متعدد اسناد سے ثابت ہے۔ حضور اقدس ﷺ اور خلفائے راشدین ہر سال کے سرے پر شہدائے احد کی قبور پر تشریف لے جاتے اور سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار فرماتے تھے:

"کما اخرجه محمد بن جریر الطبری عن محمد بن ابراهیم قال کان النبی ﷺ یأتی قبور الشهدآء علی رأس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار وابوبکر وعمر وعثمان اهـ وکذا اخرجه ابن المنذر وابن مردویه عن انس رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ کان یأتی احدا کل عام فاذا تفوه الشعب سلم علی قبور الشهداء فقال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار قاله الامام الجلیل الجلال السیوطی الشافعی فی الدر المنثور وزاد الامام فخر الرازی الشافعی خاتم الخلفاء امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کرم الله وجهه الکریم فقال والخلفاء الاربعة هکذا یفعلون"

یعنی ابن منذر اور ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ ہر سال احد تشریف لے جاتے اور جب گھاٹیاں سامنے آتیں تو قبور شہدآء کو سلام کرتے اور فرماتے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

"والحدیث نقله الحافظ ابن حجر المکی فی حسن التوسل عن ابن الحاج بهذا اللفظ قال کان النبی ﷺ یزور الشهداء باحد فی کل حول واذا بلغ الشعب رفع صوته فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ثم ابوبکر رضی الله عنه رواه ابن ابی شیبة فی مسنده عن عباد بن ابی صالح رضی الله تعالیٰ عنه" (مواهب ارواح القدس ص ۲)

(۲) حضرت مولانا صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی خلیفہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں۔

تعیین یعنی بربنائے مصالح کسی کام کے لئے کوئی وقت یا دن مقرر کرنا یقیناً جائز

ہے۔ اس کی ممانعت پر اصلاً کوئی نص وارد نہیں ہوئی اور یہ تعین ناگزیر ہے۔ وہابیہ کے مدارس میں تعطیل کے لئے جمعہ، رمضان، عیدین اور امتحان کے لئے شعبان اور ہر کتاب کے لئے وقت معین ہوتا ہے۔ جس کی پابندی التزام کے ساتھ کی جاتی ہے۔ تعین حرام جانتے یا ناجائز سمجھتے تو ایسا کیوں کرتے اور اگر وہابی ترک تعین کا عہد کرلیں تو انہیں دنیا میں زندگی دشوار ہو جائے۔ کھانے کا وقت معین' سونے کا وقت معین، کام کا وقت معین، تاجر ہیں تو بازار میں جانے اور بیٹھنے کا وقت معین، تعیین کی بندشوں میں سر سے پاؤں تک جکڑے ہوئے ہیں اور ان بندشوں کو اپنے آپ مضبوط کرتے ہیں اور تعین کو ناجائز بھی سمجھتے ہیں۔ اس سمجھ پر ہزار افسوس، شریعت میں ایسے تعین کا پتہ چلتا ہے۔ خود افعال کریمہ میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے افعال میں اہل نظر کو تعین کی مثالیں ملتی ہیں۔ بخاری و مسلم میں مروی ہے۔ ''کان عبد اللہ یذکر الناس فی کل خمیس '' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعرات کے دن وعظ فرمایا کرتے تھے۔ اب وعظ کے لئے جمعرات کی تعیین سے امر خیر کے لئے حسب مصلحت وقت مقرر کرنا بخاری شریف کی اس حدیث سے ثابت ہوا۔ یہ کہنا کہ مسلمان اس تعیین کو واجب اور ضروری سمجھتے ہیں۔ اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ بس تیسرے اور چالیسویں دن ہی ثواب ہوگا اور ان کے علاوہ اور کسی دن ثواب نہیں ہوگا یا کم ہوگا یہ مسلمانوں پر افتراء ہے۔ کوئی شخص یہ خیال نہیں رکھتا۔ اندھوں کو یہ نہیں سوجھتا کہ فاتحہ کرنے والے تیسرے اور چالیسویں ہی دن پر بس نہیں کرتے وہ موت کے دن سے چالیسویں دن تک فاتحہ کرتے رہتے ہیں۔ اور جو صاحب استطاعت ہیں ان کے ہاں سال بھر تک روزانہ فاتحہ جاری رہتی ہے۔ اور اس کے لئے جائیدادیں اور جاگیریں خاص کردی جاتی ہیں۔ تو ان کی نسبت یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ تیسرے اور چالیسویں دن کے سوا ایصال ثواب کو جائز ہی نہیں جانتے یا یہ سمجھتے ہیں کہ دوسرے ایام میں ثواب کم ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ صدر الافاضل ص ۹۴)

(۳) امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز

نے تعین کے بارہ میں فارسی زبان میں ایک مکمل رسالہ الحجۃ الفائحۃ بطیب التعیین و الفاتحۃ کے نام سے لکھا اس رسالہ کی چیدہ چیدہ عبارتوں کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں:

کسی کام کو کسی معین وقت سے متعلق کرنا دو طرح پر ہے۔ شرعی اور عادی ....
شرعی یہ کہ شرع مطہر نے کسی کام کے لئے کوئی وقت معین کر دیا ہو اس طرح سے کہ اگر اسے دوسرے وقت میں کیا جائے تو وہ عمل شرعی نہ قرار پائے مثلاً قربانی کے لئے ایام نحر یا اس کی تقدیم و تاخیر نا جائز ہو مثلاً احرام حج کے لئے حرمت والے مہینے یا اتنا ثواب دوسرے وقت میں کرنے سے نہ ملے مثلاً رات کی پہلی تہائی نماز عشاء کے لئے۔

اور تعین عادی یہ ہے کہ شرع کی جانب سے اطلاق ہو۔ لوگ اسے جس وقت چاہیں کریں لیکن کسی کام کے وقوع کے لئے زمانہ ناگزیر ہے۔ اور اس کا وقوع غیر معین زمانے میں ہو یہ عقلاً محال ہے کہ وجود کے لئے تعین سے چارہ نہیں۔ یہ تعینات اطلاق علی وجہ البدلیہ وقوع کی صلاحیت رکھتے ہیں پھر ان میں سے کسی ایک کو کسی مصلحت کی بناء پر اختیار کرتے ہیں۔ بے اس کے کہ اس معین وقت کو اس فعل کے لئے بنائے صحت یا مدار علت یا مناط درستی جانیں۔

ظاہر ہے کہ وہ فرد مقید اپنے مطلق کے افراد سے نہیں نکلتا اور حکم مطلق اس کے جملہ افراد میں جاری و ساری ہوتا ہے جب تک کہ کوئی خاص عارضہ نہ پایا جائے۔ سو ایسی جگہ اس طریقہ یہ نہیں ہوتا کہ اس خاص صورت کا حکم نصوص مجوز سے تلاش کریں بلکہ اس کی ممانعت اور حکم مطلق سے اس کے خروج کی تصریح ڈھونڈیں گے۔

پھر وہابیہ کے اکابرین کی عبارات سے اس مطلب کو ثابت فرمانے کے بعد فرماتے ہیں۔
ہاں ہاں۔ اے طالب حق ان وہابیوں کو ان کی گمراہی اور بے دینی میں رہنے دے اور احادیث نبویہ اور آثار مصطفویہ کی طرف متوجہ ہو۔ تاکہ ہم تمہیں تعیین کے متعلق چند باتیں بتائیں۔ سو حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ حضور پرنور سید عالم ﷺ نے سال کے آخری

دن کو شہدائے احد کی زیارت کے لئے مقرر کر رکھا تھا جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔ اور آپ نے اتوار کا دن مسجد قبا کی زیارت کے لئے مقرر کر رکھا تھا جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ اور آپ نے روزۂ شکر رسالت کے لئے سوموار کا دن معین فرما دیا تھا جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے دینی امور میں مشاورت کرنے کے لئے صبح و شام کا وقت معین کر رکھا تھا جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ اور آپ نے سفر کے آغاز کے لئے جمعرات کا دن مقرر فرما دیا تھا جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور آپ نے طلب علم کے لئے سوموار کا دن مقرر کر رکھا تھا جیسا کہ ابن حبان نے ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے وعظ و تذکیر کے لئے جمعرات کا دن مقرر کر رکھا تھا جیسا کہ بخاری شریف میں ابووائل سے مروی ہے۔ اور علماء سلف نے اسباق کے افتتاح کے لئے بدھ کا دن مقرر فرما رکھا تھا۔ جیسا کہ امام برہان الدین زرنوجی نے اپنی کتاب تعلیم المتعلم میں اپنے استاد صاحب ہدایہ سے نقل فرمایا اور صاحب ہدایہ نے فرمایا اسی طرح امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے۔ اور صاحب تنزیہۃ الشریعۃ نے لکھا ہے کہ علمائے سلف کی ایک جماعت کا یہی معمول تھا۔ یہ تمام تعینات تعیین عرفی کے قبیل سے تھے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مراد یہ نہ تھی کہ سوائے سال کے آخری دن زیارت کے اور کسی دن کی زیارت زیارت ہی نہیں یا جائز نہیں یا جو اجر عظیم آپ کو اس دن کی زیارت سے ملتا تھا وہ کسی دوسرے دن کی زیارت سے نہیں مل سکتا تھا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقصود یہ نہ تھا کہ جمعرات کے علاوہ کسی دوسرے دن کا وعظ وعظ ہی نہیں یا وعظ کرنا جائز نہیں یا اتنا اس میں ثواب نہیں۔ جتنا اس میں ہے۔ حاشا للہ۔ بلکہ ان کی یہ تعیین عرفی و عادی ہوا کرتی تھی جسے انہوں نے اپنے اوپر لازم کر رکھا تھا۔ اور اس تعیین کا فائدہ یہ تھا کہ مسلمانوں کو ہر ہفتہ وعظ و نصیحت ہو جاتی تھی اور طالبان علم

بآسانی میسر ہو جاتے تھے اور باقی صورتوں کو بھی اسی پر قیاس کر لیں۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ ان میں سے بعض صورتوں میں اس تعین کے لئے جداگانہ مرجح موجود ہے مثلاً سوموار کے دن بعثت کا وقوع اور علم نبوت کا حصول اور جمعرات کی صبح بہت بڑی برکت کا نزول اور بدھ کے دن اختتام کی قوی امید۔ کیونکہ ایک حدیث روایت کی جاتی ہے کہ جو کام بدھ کے دن شروع کیا جائے وہ مکمل ہو جاتا ہے۔ اور باقی صورتوں میں ترجیح ارادی ہے کہ اس میں وعظ کی مصلحت سے کم مصلحت نہیں۔ اسی قبیل ہی سے لوگوں کی تخصیصات تیجہ، چہلم، شش ماہی اور برسی میں ہیں کہ ان میں بعض کسی مصلحت کی حامل ہیں اور دوسری صورتوں میں یاددہانی کی آسانی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ (الحجۃ الفاتحہ ص ۹، ۱۲، ۱۳)

اور اعلیٰ حضرت اسی کتاب کے صفحہ ۱۶ میں فرماتے ہیں۔

شاہ رفیع الدین شاہ صاحب نے اپنے فتویٰ میں فرمایا ہے کہ فاتحہ اور اس کا طعام بلاشبہ مستحسنات سے ہیں۔ تخصیص کرنے والوں کی تخصیص جو ان کا اختیاری فعل ہے اس کی ممانعت کا سبب نہیں بن سکتی۔ یہ تخصیصات عرف وعادت کی قسم سے ہیں جو ابتداء میں کسی مصلحت خاصہ اور مناسبت خفیہ کی بناء پر ظاہر ہوئیں اور پھر آہستہ آہستہ مشہور عام ہو گئیں۔ پھر میں کہتا ہوں کہ تخصیصات تیجہ وغیرہ میں کوئی مصلحت نہ بھی ہو تو بھی اس سے وجود فساد دینی لازم نہیں آتا تاکہ عدم وجود مصلحت ان امور سے ممانعت کا باعث ہو۔ ورنہ مباح کہاں جائے گا۔ امام احمد مسند میں ایک صحابیہ خاتون سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ روز ہفتہ کا روزہ نہ زیادتی ثواب ہے تیرے لئے اور نہ اس میں تیرے لئے کوئی ملامت یا عتاب ہے۔ اس سے روشن ہوا کہ اگر کسی امر میں بے وجود نص تخصیص پائی جائے تو اگر وہ نفع بخش نہ ہو تو ضرر رساں بھی تو نہیں ہوتی۔ ہاں ہر وہ عامی آدمی جو اس تعین عرفی کو تعیین شرعی جانے اور یہ خیال کرے کہ ایصال ثواب صرف انہی دنوں میں ہوتا ہے۔ یا یہ خیال کرے کہ ثواب ان دنوں میں دوسرے دنوں کی بہ نسبت

زیادہ ہوتا ہے۔تو بلاشبہ وہ غلطی کھانے والا اور باطل نظریہ اختیار کرنے والا ہے لیکن اس کا یہ باطل خیال اس کے اصل ایمان میں خلل انداز نہیں ہوگا اور نہ وہ عذاب قطعی یا وعید حتمی کا سزاوار ہوگا جیسا کہ امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویت الایمان میں اسے اپنا عقیدہ بتایا ہے۔ یہ جہالت فاحشہ اس عامی کی جہالت سے بدرجہا بدتر ہے کیونکہ اس عامی کا یہ گمان صرف جہالت اور بے بنیاد عقیدہ ہے۔اور امام الوہابیہ کا یہ عقیدہ بڑی گمراہی اور اعتزال شدید ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحمید۔

'' اھ مترجما ما قال امام اھل السنۃ فی الحجۃ الفاتحۃ باللغۃ الفارسیۃ واللہ تعالیٰ اعلم''

(۴) مولانا محمد حسن مجددی لکھتے ہیں اور اگر مخالفین تعیین وقت کی وجہ سے عرس کو حرام کہیں تو یہ غلطی ہوگی کیونکہ مباح امور میں تعیین وقت مضر نہیں ہوتی۔ارے تو یہ نہیں دیکھتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت کو یوم عاشورآء اور شوال کے چھ دنوں کے روزوں کا حکم دیا ہے۔نماز تہجد، نماز اشراق اور نماز چاشت پڑھنے کا حکم دیا ہے۔اور ان سب کے اوقات متعین ہیں۔اور آپ نے حکم دیا کہ پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ دیا جائے وغیرہ وغیرہ، ان سب کاموں میں آپ نے وقت مقرر کردیئے ہیں اور عرس میں تعیین وقت سے مقصود صرف یہ ہوتا ہے کہ گرد ونواح سے لوگ بآسانی جمع ہوسکیں۔ (العقیدۃ الصحیحۃ فی تردید الوہابیہ)

(۵) اور اکابرین دیوبند کے پیر ومرشد حاجی امداد اللہ صاحب اپنا فیصلہ ان لفظوں میں صادر فرماتے ہیں۔ پس ان تخصیصات کو اگر کوئی شخص عبادت مقصودہ نہیں سمجھتا بلکہ فی نفسہ مباح جانتا ہے۔مگر ان کے اسباب کو عبادت جانتا ہے اور ہیئت مسبب کو مصلحت سمجھتا ہے۔تو بدعت نہیں مثلاً قیام کو لذاتہا عبادت نہیں اعتقاد کرتا مگر تعظیم ذکر رسول ﷺ عبادت جانتا ہے۔اور کسی مصلحت سے اس کی یہ ہیئت معین کرلی اور مثلاً تعظیم ذکر کو ہر وقت مستحسن سمجھتا ہے۔مگر سہولت دوام کی مصلحت کی وجہ سے یا کسی مصلحت سے خاص ذکر

ولادت کا وقت مقرر کر لیا مثلاً ذکر ولادت کو ہر وقت مستحسن سمجھتا ہے۔ مگر بمصلحت سہولت دوام یا کسی مصلحت سے بارہ ربیع الاول مقرر کر لی ہے۔ اور کلام تفصیل مصالح میں از بس طویل ہے۔ ہر محل میں جدا مصلحت ہے۔ رسائل موالید میں بعض مصالح مذکور بھی ہیں۔ مگر تفصیلاً کوئی مطلع نہ ہو تو مصلحت اندیشان پیشین کا اقتداء ہے۔ اس کے نزدیک یہ مصلحت کافی ہے۔ ایسی حالت میں تخصیص مذموم نہیں۔ تخصیصات اشغال و مراقبات، رسوم مدارس و خانقاہ جات اسی قبیل سے ہیں۔ اور اگر ان تخصیصات کو قربت مقصودہ جانتا ہے۔ مثل نماز روزہ کے تو بے شک اس وقت یہ امور بدعت ہیں۔ مثلاً یوں اعتقاد کرتا ہے کہ اگر تاریخ مقرر پر مولود نہ پڑھا گیا یا قیام نہ ہوا یا بخور و شرینی کا انتظام نہ ہوا تو ثواب ہی نہ ملا تو بے شک یہ اعتقاد مذموم ہے۔ کیونکہ حدود شرعیہ سے تجاوز ہے۔ جیسے عمل کو حرام اور ضلالت سمجھنا بھی مذموم ہے۔ غرض دونوں صورتوں میں تعدیٔ حدود ہے۔ اور اگر ان امور کو ضروری بمعنی واجب شرعی نہیں سمجھتا بلکہ ضروری بمعنی موقوف علیہ بعض البرکات جانتا ہے۔ جیسے بعض اعمال میں تخصیص ہوا کرتی ہے کہ ان کی رعایت نہ کرنے سے وہ اثر مرتب نہیں ہوتا مثلاً بعض اعمال کھڑے ہو کر پڑھے جاتے ہیں۔ اگر بیٹھ کر پڑھیں تو وہ اثر خاص نہ ہوگا۔ اس اعتبار سے اس قیام کو ضروری سمجھتا ہے۔ اور دلیل اس توقف کی موجدان اعمال کا تجربہ یا کشف والہام ہے۔ اور اعتقاد ایک امر باطن ہے۔ اس کا حال بدوں دریافت کئے ہوئے یقیناً معلوم نہیں ہو سکتا۔ محض قرائن تخمینہ سے کسی پر بدگمانی اچھی نہیں۔ مثلاً بعض ک تارکین قیام پر ملامت کرتے ہیں تو ہر چند یہ ملامت بے جا ہے۔ کیونکہ قیام شرعاً جب نہیں پھر ملامت کیوں۔ بلکہ اس ملامت سے شبہ اصرار کا پیدا ہوتا ہے۔ جس کی نسبت اء نے فرمایا ہے کہ اصرار سے مستحب معصیت ہو جاتا ہے۔ مگر ہر ملامت سے یہ قیاس کر کہ یہ شخص معتقد وجوب قیام کا ہے۔ درست نہیں ہے۔ کیونکہ ملامت کی بہت سی وجہیں تی ہیں کبھی اعتقاد وجوب ہوتا ہے کبھی محض مخالفت رسم و عادت۔ بہر حال صرف ملامت کو قاد وجوب ٹھہرانا مشکل ہے۔ فرضاً کسی عامی کا یہی عقیدہ ہے کہ قیام فرض و واجب ہے تو

اس سے صرف اس کے حق میں قیام بدعت ہو جائے گا اور جن لوگوں کا یہ اعتقاد نہیں ہے ان کے حق میں مباح و مستحسن رہے گا۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۳)

الحمد للہ! مندرجہ بالا مقتدر علمائے اہل سنت اور دیوبندی اکابر کے پیر و مرشد کی ان عبارات عالیہ سے تیجہ، چہلم اور عرس وغیرہا معمولات اہل سنت میں تاریخ مقرر کرنے کا جواز اظہر من الشمس ہوا، اب علمائے دیوبند کی چند عبارات پیش کی جاتی ہیں جن میں انہوں نے تجاہل عارفانہ سے کام لے کر تعیین عرفی کو ان امور کے بدعت ضلالت ہونے کی علت قرار دیا ہے۔ چنانچہ مدرسہ دیوبند کے پہلے مفتی مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ میں لکھا ہوا ہے۔

سوال

کونڈا کرنا حضرت کا اور صحنک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اور کھچڑا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا اور توشہ شاہ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کا اور دلیا خواجہ خضر کا کرنا اور ان میں کھانوں کی خصوصیت کرنی کیسی ہے؟

جواب

ایصالِ ثواب بلا قید طعام و ایام کے مندوب ہے اور قید و تخصیص یوم کی اور تخصیص طعام کی بدعت ہے۔ اگر تخصیص کے ساتھ ایصالِ ثواب ہو تو طعام حرام نہیں ہوتا گو اس تخصیص کی وجہ سے معصیت ہوتی ہے...... واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد عفی عنہ۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۰)

اور دیوبندی امت کے حکیم مطلق مولوی اشرف علی تھانوی نے کتاب اصلاح الرسوم میں یہ لکھا ہے کہ بعض جگہ یہ قصہ بھی نہیں ہوتا ہے۔ صرف معین تاریخ پر اجتماع اور قرآن خوانی اور تقسیم طعام یا شیرینی ہوتا ہے اور بس ایسے عرس کو اس زمانہ میں مشروع عرس سمجھتے ہیں۔ مگر اس میں وہی خرابی و اصرار و تعین و التزام مالا یلزم وغیرہا یقینا موجود

ہیں جن کی وجہ سے عوام کے عقائد بھی فاسد ہوتے ہیں۔ (اصلاح الرسوم ص ۱۷۹)

اور دیوبندیوں کے قطب الارشاد مولوی رشید احمد گنگوہی کی مصدقہ کتاب براہین قاطعہ میں دیوبندی مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے لکھا ہے کہ ''اقول۔ کلیات نصوص اور جزئیات وکلیات فقہ سے ثابت ہولیا کہ یہ تعین اوقات کا بدعت ہے۔ اور تغیر کرنا حکم شرع کا ہے''۔ (براہین قاطعہ ص ۱۳۷)

اور اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۳۲ پر ہے: ''اگر محض ایصال ہو اور وقت کی قید ہو تو کراہت اور بدعت تعین وقت کی ہووے گی''۔

اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۶ پر ہے۔ ''پس جب صلوٰۃ میں بھی حسب اس قاعدہ کے تعین سورہ مکروہ ہوا۔ ایصالِ ثواب میں بھی حسب اس قاعدہ کلیہ کے تعین وقت اور ہیئت کے بدعت ہوگا''۔

دیوبندی مولویوں کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ ان کے عقیدہ میں اگر کسی مباح مطلق کام کے لئے دن یا وقت مقرر کر دیا جائے کہ اس سے پس و پیش نہ ہو تو اس سے وہ کام حرام اور بدعت ضلالۃ ہو جاتا ہے۔ (ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم)

ان عقل کے اندھوں نے اتنا نہیں سوچا کہ شرع مطہر نے تعیین شرعی کے دائرہ میں بھی تعیین عرفی کو باقی رکھا ہے۔ مثلاً شرع شریف نے نماز فجر کے لئے طلوع صبح صادق سے طلوع آفتاب تک کا وقت معین فرما دیا پھر نمازی کو یہ اختیار بخشا کہ اس وقت کے جس حصہ میں چاہے وہ ادائیگی نماز کر لے یعنی اگر وہ اپنی سہولت کے لئے اس وقت کے کسی حصہ کو ادائے صلوٰۃ کے لئے معین کر دے تو وہ ایسا کرنے کا شرعاً مجاز ہے۔ اسی وجہ سے گھڑی کے مقرر اوقات پر جماعت ہوتی ہے۔ اور کسی کو اس پر اعتراض نہیں۔ اسی طرح شارع نے رمضان کی پوری رات کو کھانے پینے کے لئے مقرر فرما دیا ہے۔ پھر مکلفین کو یہ اختیار دیا کہ وہ اس کے جس حصہ کو ان کاموں کے لئے چاہیں مقرر کر لیں یہی وجہ ہے کہ رمضان المبارک میں مقرر اوقات میں سائرن بجائے جاتے ہیں اور خاص اوقات میں آذانین

دی جاتی ہیں۔

اسی طرح زکوٰۃ کو دیکھئے کہ نصاب پر سال گزر جانے کے بعد شرع شریف مکلّف کی پوری زندگی کو اس کی ادائیگی کا وقت بتاتی ہے۔ اور اس میں ادا کی گھڑی کے تعین کا معاملہ زکوٰۃ ادا کرنے والے کی مرضی پر چھوڑتی ہے۔ پھر نصاب کے جس بھی حصہ کو مکلّف فقراء کے حوالے کرنے کے لئے متعین کر دے اسے زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے شرع درست مان لیتی ہے۔ یونہی حج کا مسئلہ ہے کہ شرع شریف ماہ ذوالحجہ کے پانچ دنوں کو ادائیگی حج کے لئے متعین کرتی ہے اور ان میں افعال حج کی ادائیگی کے لئے وقت کا تعین حج کرنے والے کی اپنی صوابدید پر چھوڑتی ہے وعلی ھذا القیاس قربانی کرنے کا وقت شرع نے ایام نحر کو مقرر کیا ہے۔ اور ان میں قربانی کرنے کے وقت کا تعین بندوں کی رائے پر موقوف کر دیا ہے۔

الحاصل! جہاں تعیین شرعی موجود وہاں تعیین عرفی کی گنجائش جاری وساری۔ پھر دیوبندی مولوی کس منہ سے کہہ رہے ہیں کہ تعیین عرفی ناجائز اور بدعت ہے۔ اگر ان کا یہ قول سچا مان لیا جائے تو پھر دنیا کے ہر کام کو ناجائز اور بدعت ماننا لازم آئے گا۔ خداوند قدوس ان عقل و دیانت کے دشمنوں کے شر سے مسلمانوں کو بچائے۔ (آمین)

"وھذا آخر ما اردنا ایراده فی ھذه المقالة المبارکة
تقبلها الله تعالیٰ بمنه العظیم و رسوله الکریم ﷺ"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پانچواں مقالہ

ذکر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین ۔ اما بعد ۔

دور حاضر کے بد مذہب گمراہ لوگ جہاں اور بہت سے سنی معمولات پر بدعت کا فتوی عائد کرتے ہیں وہاں وہ بارہ ربیع الاول کے دن محفل ذکر میلاد النبی ﷺ پر بھی بدعت کا فتوی عائد کرتے ہیں اور مسلمانوں کو اس کار خیر سے روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں ۔ چنانچہ دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی کے یہ فتاویٰ ملعونہ ملاحظہ ہوں ۔

(۱) عقد مجلس مولود اگرچہ اس میں امر غیر مشروع نہ ہو ۔ مگر اہتمام و تداعی اس میں بھی موجود ہے لہذا اس زمانہ میں درست نہیں ۔ بہت سی اشیاء ہیں ۔ اول مباح تھیں پھر کسی وقت منع ہوگئیں ۔ مجلس عرس و مولود ایسا ہی ہے ۔ فقط رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۱۰۵)

(۲) یہ محفل (میلاد) چونکہ زمانہ فخر عالم ﷺ میں اور زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہ اور زمانہ تابعین اور تبع تابعین اور زمانہ مجتہدین علیہم الرحمۃ میں نہیں ہوئی ۔ اس کا ایجاد بعد چھ سو سال کے ایک بادشاہ نے کیا ۔ اس کو اکثر اہل تاریخ فاسق لکھتے ہیں ۔ لہذا یہ مجلس بدعت ضلالہ ہے ۔ اس کے عدم جواز میں صاحب مدخل وغیرہ علماء پہلے بھی لکھ چکے ہیں اور اب بھی بہت رسائل طبع ہو چکے ہیں ۔ زیادہ دلیل کی حاجت نہیں ۔ عدم جواز کے واسطے یہ دلیل بس ہے ۔ کہ کسی نے قرون خیر میں اس کو نہیں کیا ۔ زیادہ مفاسد اس کے دیکھنے ہوں تو مطولات فتاوی کو دیکھ لیں ۔ فقط ۔ واللہ اعلم ۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتاوی رشیدیہ ص ۱۳۲) ان حالات کے پیش نظر الحمد للہ ہم نے اس مختصر رسالہ میں کتب علمائے معتبرین سے محفل میلاد کا مستحب و مستحسن ہونا بیان کیا ہے ۔ اللہ تعالی ہماری اس سعی کو شرف قبولیت بخشے اور باعث ہدایت بنائے ۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ ۔

اللہ تعالیٰ نے جلسۂ میلا د رسول کیا ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جآء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ ، قال ء اقررتم واخذتم علی ذلکم اصری قالو اقررنا قال فاشھدو وانا معکم من الشاھدین۔(پ۳رکوع ۱۷)

(ترجمہ) اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا۔جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ اٹھایا؟ سب نبیوں نے کہا۔ہم نے اقرار کیا۔اللہ نے فرمایا تو تم ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ (پ۳رکوع ۱۷)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ روز میثاق اللہ تعالی نے سب نبیوں کو ایک جگہ جمع کر کے ان کے سامنے آخر الزمان پیغمبر ﷺ کی تشریف آوری (ولادت باسعادت) کا ذکر فرمایا یہ محفل میلاد کا بین ثبوت ہے۔والحمد للہ علی ذلک۔

حضور نے مجمع صحابہ میں اپنی ولادت باسعادت کا ذکر فرمایا ہے

محفل میلاد کے جواز بلکہ استحسان کی ایک پختہ دلیل یہ بھی ہے کہ خود نبی ﷺ نے مجمع میں اپنی ولادت باسعادت کا خود ذکر فرمایا۔ہم یہاں اس بارہ میں چند حدیثیں ہدیہء ناظرین کرتے ہیں۔وباللہ التوفیق۔

(۱) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوموار کے دن کے روزہ کے بارہ میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔فیہ ولدت وفیہ انزل علی۔اس دن میں میری ولادت ہوئی اور اس دن میں مجھ پر وحی اتاری گئی۔(مشکوۃ شریف جلد اول ص ۱۶۱)

(۲) اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اعمال سوموار کے دن اور جمعرات کے دن پیش کئے جاتے ہیں۔ سو میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال اس حال میں پیش کیے جائیں کہ میں روزہ میں ہوں (مشکوۃ شریف جلد اول ص ۱۶۱)

ان دو حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے اپنا یوم ولادت بیان فرمایا اور اس دن میں اس کی فضیلت کی وجہ سے ہمیشہ روزہ رکھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی پہلی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔ احتمال دارد کہ سوال از سبب روزہ داشتن آنحضرت ﷺ باشد روز دوشنبہ یا از سبب استحباب روزہ داشتن است دریں روز بر ہر تقدیر سبب آن شکرانہ نعمت وجود آنحضرت ﷺ و وجود دین وشریعت اوست۔ یعنی یہاں سوال میں ایک احتمال یہ ہے کہ آپ سے سوموار کے دن روزہ رکھنے کا سبب پوچھا گیا۔ اور دوسرا احتمال یہ کہ سوموار کے دن میں روزہ کے استحباب کا سبب دریافت کیا گیا۔ بہر حال سوموار کے دن کے روزے کا سبب اس دن میں آپ کی ولادت اور اس دن میں آپ کو دین وشریعت ملنے کا شکرانہ ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد دوم ص ۱۰۱)

تنبیہ

اس سے معلوم ہوا کہ دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی کا یہ کہنا کہ یوم جمعہ کے فضائل تو احادیث میں صراحۃً وارد ہیں اور یوم ولادت سوموار کے دن کی کوئی فضیلت صراحۃً وارد نہیں (المواعظ السرور والحبور بحوالہ سیف غوی ص ۴۳) گمراہی اور اندھاپن کی روشن دلیل ہے۔ کیونکہ جس دن کی فضیلت میں آنحضرت ﷺ نے بالتصریح فرمایا ہو کہ اس دن میں میری ولادت ہوئی اور اس دن میں مجھ پر وحی نازل کی گئی اس دن کی فضیلت کی تصریح سے انکار وھابی ہی کا کام ہوسکتا ہے۔ ورنہ ہر سنی مسلمان جانتا ہے کہ حضور کی ولادت باسعادت اور پہلی وحی کا نزول دو عظیم ترین فضیلتیں ہیں جو سوموار کے دن کو

حاصل ہوئی ہیں۔ واللہ لا یھدی القوم الخائنین۔

(۳) حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضورﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر پوچھا۔ میں کون ہوں؟ لوگوں نے کہا۔ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ بے شبہ اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اس نے مجھے بہتر مخلوق میں کیا۔ پھر اس نے انسانوں کی جماعتیں بنائیں تو مجھے بہتر جماعت میں کیا۔ پھر اس نے انہیں قبائل میں تقسیم کیا تو مجھے بہتر قبیلہ میں کیا۔ پھر اس نے انہیں گھروں میں بانٹا تو مجھے بہتر گھر میں کیا۔ سو میں ذات کے اعتبار سے بہترین شخص ہوں اور گھر کے اعتبار سے بہترین شخص ہوں۔ (مشکوۃ شریف جلد دوم ص ۲۰۸)

(تنبیہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضورﷺ نے مجمع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں منبر پر کھڑے ہو کر اپنا نام، ولدیت، نسب اور خاندانی حالات ذکر فرمائے یہی کچھ تو محفل میلاد میں بھی ہوتا ہے۔ پھر محفل میلاد کو بدعت مذمومہ کہنا کتنی بڑی گمراہی ہے۔ ولکن اللہ لا یھدی القوم الظالمین۔

(۴) اور حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں نے عرض کیا قالو۔ یا رسول اللہ متیٰ وجبت لک النبوۃ۔ یا رسول اللہﷺ آپ کے لئے نبوت کب ثابت ہوئی؟ فرمایا۔ وآدم بین الروح والجسد۔ میرے لیے نبوت ثابت ہوئی درآں حالیکہ حضرت آدم روح اور جسد کے مابین تھے۔ (مشکوۃ جلد دوم ص ۲۰۸)

تنبیہ

قالوا جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ حضورﷺ سے مندرجہ بالا سوال مجمع صحابہ میں بہت سے لوگوں نے پوچھا تھا۔ اس سے بھی محفل میلاد کا ثبوت ملتا ہے کہ آخر اس محفل میں حضورﷺ کی ولادت اور نبوت ہی کی باتیں سنی سنائی جاتی ہیں۔ سو وھابیہ دیوبندیہ کا محفل میلاد کو بدعت مذمومہ قرار دینا سخت گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ دین

سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

(۵) اور حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ساء خبرکم باول امری دعوة ابراهیم وبشارة عیسیٰ ورء ویاامی التی رأت حین وضعتنی وقد خرج لها نور اضاء منه قصور الشام ۔ میں عنقریب تمہیں اپنے ابتدائی امر (خلقت وولادت) کے بارہ میں خبر دوں گا۔ میں ابراھیم کی دعا اور عیسیٰ کی بشارت ہوں۔ علیہما السلام۔ اور اپنی ماں کی وہ رؤیت ہوں کہ انہوں نے مجھے جنتے وقت دیکھا کہ ان کے لئے ایک نور جلوہ افروز ہوا۔ اور اس نے ان کے لیے شام کے محلات روشن کر دیئے۔ (مشکوۃ جلد دوم ص ۲۰۸)

(تنبیہ) ساخبرکم میں کم ضمیر جمع مذکر مخاطب کی ہے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام نے اپنی نورانی سیرت اور ولادت باسعادت کو مجمع صحابہ میں بیان فرمایا تھا۔ یہ محفل میلاد نہ تھی تو اور کون سی محفل تھی۔ ولہذا محفل میلاد میں ذکر مصطفیٰ کرنا سنت مصطفیٰ ہوا۔ وھابیہ دیوبندیہ کی اس پاکیزہ مسنون محفل پر بدعت مذمومہ کا فتویٰ جڑنا ان کی جہالت اور رسول دشمنی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ سنی مسلمان ان گمراہوں کی کوئی کتاب ہرگز ہرگز نہ پڑھیں۔ واللہ هو الموفق للصدق والسداد وهو اعلم بالصواب ۔

الغرض ان پانچ حدیثوں سے اہل ایمان پر یہ بات روشن ہوگئی ہے کہ محفل میلاد رسول علیہ السلام کے زمانہ سے جاری ہے۔ اسے بدعت مذمومہ قرار دینا وھابیہ دیوبندیہ کی جہالت اور بے دینی ہے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

صحابہ کرام نے ذکر میلاد کیا ہے

(۱) رسول اللہ ﷺ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مجھ سے جدا ہوئے۔ (دنیا میں تشریف لائے) تو ان کے ہمراہ ایک نور نکلا جس نے ان کے لئے مشرق ومغرب کے مابین کو روشن کر دیا۔ (ما ثبت

بالنۃ ص ۹۰)

(۲) حضرت شفاء والدہ حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ جب آمنہ نے نبی علیہ السلام کو جنا تو وہ میرے ہاتھوں میں تشریف لائے اور میں نے کسی کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ یرحمک اللہ۔ اللہ آپ پر رحم کرے۔ اور ایک نور نکلا۔ اس نور سے مشرق و مغرب روشن ہو گئے۔ یہاں تک کے میں نے اس نور میں شام کے بعض محلات دیکھے اور میرے دل میں خوف و ہراس پیدا ہوا۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۲)

(۳) اور والدہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں۔ میں رسول اللہ علیہ السلام کی ولادت کے وقت موجود تھی۔ میں نے ایک نور دیکھا جس سے سارا گھر روشن ہو گیا اور میں نے ستاروں کو زمین کے قریب پایا تو مجھے ان کے گرنے کا خوف ہوا اور سارا گھر روشن ہو گیا۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۱۹)

(۴) اور رسول علیہ السلام کی پھوپھی حضرت صفیہ فرماتی ہیں۔ میں نبی علیہ السلام کی ولادت کے وقت ان کی دائی تھی۔ میں نے دیکھا کہ آپ کا نور چراغ کے نور پر غالب آ گیا اور میں نے اس وقت آپ کے چھ معجزات دیکھے۔ (۱) جب آپ زمین پر تشریف لائے تو سجدہ کی حالت میں تھے۔ (۲) جب آپ نے سر اٹھایا تو آپ نے فصیح زبان میں لا الہ اللہ انی رسول اللہ فرمایا۔ (۳) میں نے دیکھا کے آپ کا نور چراغ کے نور پر غالب آ گیا اور آپ کے نور سے سارا گھر روشن ہو گیا ہے۔ (۴) میں نے آپ کو نہلانا چاہا تو ہاتف نے کہا۔ اے صفیہ اپنے آپ کو نہ تھکا۔ ہم نے انہیں نہلا کر پاک ستھرا نکالا ہے۔ (۵) میں نے یہ جاننا چاہا کہ آپ بچہ ہیں یا بچی۔ تو میں نے دیکھا کہ آپ کا ختنہ ہو چکا ہے اور آپ کی ناف کاٹی جا چکی ہے۔ (۶) میں نے انہیں چادر میں لپیٹنا چاہا تو دیکھا کہ آپ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ جس میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔ (شرح قصیدہ بردہ للخرپوطی ص ۱۱)

(۵) اور آپ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہے ہیں۔ یا رسول اللہ

ﷺ جب آپ پیدا ہوئے زمین چمک اٹھی اور آپ کے نور کے سبب آسمان روشن ہو گیا۔ سو ہم اسی نور اور اسی روشنی میں ہدایت کے راستے طے کر رہے ہیں۔ (شفا شریف جلد اول ص ۱۰۰)

(۶) اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوت میں اپنے یہ اشعار پڑھے۔ واجمل منک لم تر قط عینی . واکمل منک لم تلد النساء . خلقت مبراء من کل عیب ۔ کانک قد خلقت کما تشاء . (ترجمہ) یارسول اللہ آپ سے زیادہ خوبصورت شخص میری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اور آپ سے زیادہ کمال والا شخص عورتوں نے نہیں جنا۔ آپ ہر عیب سے مبرا پیدا کیے گئے ہیں۔ گویا کہ آپ کی خلقت آپ کی منشاء کے مطابق ہوئی ہے۔

محفل میلاد کا ثبوت

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے محفل انبیاء میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت کا ذکر کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے خود محفل صحابہ میں اپنی ولادت کے واقعات بیان فرمائے۔ اور آپ کے صحابہ نے بھی آپ کی موجودگی میں آپ کی ولادت باسعادت پر مشتمل اشعار مجمع میں پڑھ کر سنائے۔ یہ محفل میلاد کے جائز و مستحسن بلکہ سنت الٰہیہ، سنت نبویہ اور سنت صحابہ ہونے کی دلیل ہے۔ ولہذا اسے بدعت مذمومہ قرار دینا اور مسلمانوں کو اس کار خیر سے روکنے کی کوشش کرنا دشمنان دین کی بے دینی کا واضح ثبوت ہے۔ واللہ لا یھدی القوم الخائنین ۔

عید میلاد کا ثبوت

مذکورہ بالا آیت واحادیث سے مطلق محفل میلاد کا جواز ثابت ہوا۔ یعنی محفل میلاد جس بھی مہینے کی جس بھی تاریخ میں ہو جائز ہے۔ اب ہم خاص ۱۲ ربیع الاول کے دن محفل میلاد منعقد کرنے اور اس دن عید منانے کے جواز کے متعلق محققین علمائے اہل سنت

کے ارشادات عالیہ پیش کرتے ہیں۔ جن کا کوئی مد مقابل آج تک وھابیہ دیوبندیہ میں پیدا نہیں ہوا ولہذا عید میلاد النبی کے بارہ میں انہی محققین کا بتایا ہوا حکم شرع ہی مانا جائے گا نہ کہ وھابیہ دیوبندیہ کے سرغنوں کا فتوئی نا مقبول ومردود وفتوئی بدعت مذمومہ۔ وباللہ التوفیق۔

امام سیوطی کے ارشادات

خاتمۃ المحدثین امام جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی ۹۱۱ھ) سے عید میلاد شریف کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے ان لفظوں میں جواب دیا۔ جو میلاد کا عمل لوگوں کے اجتماع' مقدور بھر قرآن خوانی، نبی علیہ السلام کی ابتدائی زندگی میں پیش آنے والے واقعات اور آپ کی ولادت کے وقت ظاہر ہونے والے معجزات کے بیان پر مشتمل ہوتا ہے۔ پھر محفل کے اختتام پر دستر خوان بچھائے جاتے ہیں اور حاضرین کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔۔ پھر اس پر کچھ اور (نا مشروع بات) زیادہ کیے بغیر لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ میرے نزدیک اس کی اصل ان بدعات حسنہ سے ہے جن پر ثواب دیا جاتا ہے کیونکہ اس میں نبی علیہ السلام کے مقام ومرتبہ کی تعظیم اور آپ کی ولادت پر فرح وسرور پایا جاتا ہے۔ پھر آگے عید میلاد کے جواز کی شرعی دلیل کے بیان میں فرماتے ہیں۔ شیخ الاسلام حافظ العصر ابو الفضل احمد بن حجر سے میلاد منانے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے یہ جواب دیا۔ عید میلاد بدعت ہے اور قرون ثلاثہ اور سلف صالحین سے ثابت نہیں۔ لیکن اس کے باوجود یہ کئی خوبیوں اور کئی خرابیوں پر مشتمل ہے۔ پھر جو کوئی اس کی خوبیوں کا قصد کرے اور اس میں پائی جانے والی خرابیوں سے اجتناب کرے تو اس کا یہ فعل بدعت حسنہ ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ مجھے عید میلاد کی تخریج ایک ثابت اصل شرع پر معلوم ہوئی ہے اور یہ وہ حدیث ہے جسے شیخین نے اپنی صحیحین میں روایت فرمایا کہ بے شک نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہود مدینہ کو یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ آپ نے ان سے اس روزہ کے

بارہ میں دریافت فرمایا۔تو یہود نے کہا۔ یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی سو ہم اس دن کا روزہ شکرانہ کے طور پر رکھتے ہیں۔ اس حدیث سے یہ مسئلہ نکالا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کسی معین دن میں کسی انعام کا شکرانہ ادا کرنا خواہ وہ کسی نعمت کے ملنے کی صورت میں ہو یا کوئی مصیبت ٹلنے کی صورت میں پھر ہر سال اس انعام کا شکرانہ اسی دن میں دہرانا جائز امر ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا شکرانہ مختلف قسم کی عبادات بجالانے سے ادا ہوتا ہے۔ مثلاً نماز روزہ، صدقہ خیرات تلاوت قرآن مجید ولہذا (ہر سال بارہ ربیع الاول کے دن) عید منانا جائز ہوگا۔ کیونکہ اس رحمت والے نبی کی ولادت سے بڑی کونسی نعمت ہے؟ اور صحیحین کی اس حدیث کا تقاضا ہے کہ حضور ﷺ کا میلاد منانے کے لئے آپ کے یوم ولادت کا قصد کیا جائے تا کہ عید میلاد کی پوری پوری مطابقت عاشورہ کے دن کے روزہ سے پائی جائے۔ اور جن لوگوں نے اس مطابقت کا لحاظ نہیں کیا ہے وہ اس مہینے کے کسی بھی دن میں میلاد منانے میں حرج نہیں جانتے بلکہ مسلمانوں نے اس میں زیادہ آسانی سمجھی ہے کہ پورے سال میں کسی دن میلاد منالیا جائے لیکن اس میں (وہی عدم مطابقت والا) اعتراض موجود ہے۔ پھر اس بات کا لحاظ ضروری ہے کہ عید میلاد منانے میں صرف انہی کاموں کو بجالایا جائے جو اللہ کے شکر کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ مثلاً تلاوت قرآن مجید، فقراء کو صدقہ خیرات دینا یا کھانا کھلانا۔ حضور کی تعریف میں لکھے گئے نعتیہ اشعار اور وہ ابیات جو نیکی کے کاموں اور آخرت کے عمل پر تحریک دیں پڑھنا۔ علاوہ ازیں میلاد میں جو کام کیے جاتے ہیں۔ مثلاً مزامیر کے ساتھ قوالی کھیل کود وغیرہما تو ان کے بارہ میں یہ قول کرنا چاہیے کہ ان میں جو باتیں مباح ہیں اور وہ اس دن اظہار مسرت سے مناسبت رکھتی ہیں۔ ان کی موجودگی میں کوئی حرج نہیں اور جو باتیں حرام یا مکروہ ہیں ان سے روکا جائے اور یونہی خلاف اولیٰ کاموں سے بھی منع کیا جائے۔ اھ کلام الشیخ ابن حجر۔ پھر امام سیوطی اپنی طرف سے عید میلاد کی دوسری شرعی دلیل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ عید میلاد منانے کے جواز میں مجھ پر بھی

ایک اصل ظاہر ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے ظہور نبوت کے بعد خود اپنا عقیقہ کیا تھا۔ حالانکہ روایت سے ثابت ہوا کہ آپ کی پیدائش کے ساتویں دن آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کا عقیقہ کیا۔ حضور ﷺ نے جو عقیقہ خود کیا یہ اس بات پر خدا کا شکر ادا کرنے کے لئے تھا کہ اس نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا اور یہ اس لیے بھی تھا کہ آپ کی امت کو عید میلاد منانے کا طریقہ معلوم ہو جائے جیسا کہ آپ تعلیم امت کے لئے خود اپنے آپ پر درود شریف بھیجا کرتے تھے۔ سو ہمارے لیے یہ مستحب ہے کہ ہم حضور کی ولادت کے شکرانے کے طور پر ایک جگہ جمع ہوں اور فقراء کو کھانا کھلائیں اور اسی قسم کے نیکی کے کام بجالائیں اور خوشیاں ظاہر کریں۔ اور امام سیوطی لکھتے ہیں کہ پھر میں نے دیکھا کہ امام القراء حافظ شمس الدین بن الجزری نے اپنی کتاب عرف التعریف فی المولد الشریف میں فرمایا۔ ابو لہب کے مرنے کے بعد اسے خواب میں دیکھا گیا۔ تو اس سے پوچھا گیا کہ تیرا کیا حال ہے اس نے کہا آگ میں ہوں۔ صرف بات یہ ہے کہ ہر سوموار کے روز مجھ سے عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے اور میں اس مقدار میں پانی اپنی انگلی سے چوستا ہوں۔ پھر اس نے اپنی انگلی کے سرے کی طرف اشارہ کیا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے اپنی لونڈی ثویبہ کو اس وقت آزاد کیا تھا جب اس نے مجھے نبی ﷺ کی ولادت کی خوشخبری سنائی تھی اور پھر اس نے نبی ﷺ کو اپنا دودھ پلایا۔

فاذ كان ابو لهب الكافر الذى نزل القرآن بذمه جوزى فى النار بفرحته ليل مولد النبى ﷺ فما حال المسلم الموحد من امة النبى ﷺ يسر بمولدهٖ ويبذل ما اتصل اليه قدرته فى محبته ﷺ لعمرى انما يكون جزآءه من الله الكريم ان يدخله بفضله جنات النعيم۔ (ترجمہ) سو جب ابولہب کافر جس کی مذمت میں قرآن (سورۃ اللھب) اترا ولادت نبوی کی خوشی منانے کا بدلہ دوزخ میں دیا گیا تو پھر اس توحید پرست انسان کا جو نبی

ﷺ کا امتی ہے اور آپ کی پیدائش کی خوشی مناتا ہے اور جو کچھ میسر ہوتا ہے وہ محبت نبوی میں خرچ کرتا ہے اس کا کیا حال ہوگا؟ میری بقاء کی قسم۔ اللہ کریم کی طرف سے اس کی جزاء یہ ہے کہ وہ اسے اپنے فضل سے نعمتوں والی جنتوں میں داخل فرمائے گا۔

پھر آگے لکھتے ہیں۔ کتاب الطالع السعید میں لکھا ہے کہ قوس کے رہنے والے جلیل القدر امام ابو الطیب محمد بن ابراہیم سبتی مالکی میلاد مصطفیٰ ﷺ کے روز ہماری درسگاہ کے سامنے سے گزرتے تو ہمارے استاد صاحب سے فرماتے۔ اے فقیہ یہ خوشی کا دن ہے بچوں کو چھٹی دے دیں۔ یہ سننے پر وہ ہمیں چھٹی دے دیا کرتے تھے۔ (الحاوی للفتاوی۔ جلد اول۔ ص ۱۸۹ تا ۱۹۷)

سید احمد عابدین کے ارشادات

سید احمد عابدین دمشقی متوفی ۱۳۲۰ھ اپنی کتاب نثر الدرر علی مولد ابن حجر کے مقدمہ میں عید میلاد کی شرعی حیثیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ بدعات محمودہ میں سے ایک حضور ﷺ کی ولادت کے مہینے (ربیع الاول شریف) میں میلاد شریف منعقد کرنا ہے اور سب سے پہلے جس شخص نے مروجہ میلاد کی ابتداء کی وہ شاہ مظفر والئی اربل ہے۔ اور امام نووی کے استاد امام ابو شامہ نے شاہ مظفر والئی اربل کی اس وجہ سے بہت تعریف کی کہ وہ میلاد شریف کی رات میں نیکی کے کام کرتا تھا۔ سو اس جلیل القدر امام کا اس کے اس رات میں اچھے کام کرنے کی ثناء کرنا اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ میلاد منانا بدعت حسنہ ہے۔ خصوصاً جب کہ امام ابو شامہ نے یہ فوقیت رکھنے والی ثناء اپنی کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث میں ذکر کی ہے۔ چنانچہ امام ابو شامہ نے اپنی کتاب الباعث میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانے میں جو اچھے کام جاری ہوئے ان میں سے ایک نبی ﷺ کی ولادت کے موافق دن یعنی بارہ ربیع الاول شریف کے دن ہر سال صدقات و خیرات کرنا اور خوشی و مسرت ظاہر کرنا ہے۔ کیونکہ اس میں فقراء پر احسان کرنے

کے علاوہ حضور ﷺ کی محبت اور عید میلاد منانے والے کے دل میں نبی ﷺ کی تعظیم اور آپکی تشریف آوری پر اللہ کا شکر بجالانے پر دلالت پائی جاتی ہے اور اس میں کفار و منافقین کو غیظ و غضب میں ڈالنا بھی پایا جاتا ہے۔ اور امام عمدۃ المحققین نور الدین علی الحلبی نے کتاب انسان العیون میں اور امام برھان الدین ابراھیم الحلبی نے کتاب روح السیر میں فرمایا ہے کہ امام محقق ابو زرعہ عراقی سے میلاد کی عید کے بارہ میں پوچھا گیا کہ کیا یہ مستحب ہے یا مکروہ اور کیا اس بارہ میں کوئی دلیل موجود ہے؟ اور کیا سلف صالحین میں سے کسی سے اس کا پایا جانا منقول ہے؟ تو انہوں نے فرمایا ولیمہ کی دعوت اور کھانا کھلانا ہر وقت میں مستحب ہے سو جب اس کے ساتھ اس ماہ مبارک میں نور نبوت کے ظہور کے سبب سے خوشی اور مسرت کا انضمام پایا جائے تو پھر یہ کام کیسے مستحب نہ ہوگا۔ اور ہمیں اس کے سوا سلف صالحین کے بارہ میں کچھ معلوم نہیں۔ اور میلاد منانے کے بدعت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مکروہ ہو کیونکہ بہت سی بدعتیں مستحب بلکہ واجب ہوتی ہیں سو میلاد منانا اسی طرح بدعت حسنہ ہے۔ پھر سید احمد عابدین اپنا موقف بدین الفاظ لکھتے ہیں۔ فالاجتماع لسماع قصة مولد صاحب المعجزات عليه افضل واكمل التحيات من اعظم البركات لما يشتمل عليه من المبرات والصلات وكثرة الصلوات عليه والتحيات بسبب حبه الموصل الى قربه یعنی معجزات والی ہستی ﷺ کی ولادت کے حالات سننے کیلیے مسلمانوں کا جمع ہونا بہت بڑی نیکیوں میں سے ہے کیونکہ وہ محفل میلاد جو آپ کے قرب میں پہنچانے والی محبت کے سبب سے ہر قسم کے نیک کاموں مثلاً صدقات و خیرات اور درود و سلام کی کثرت پر مشتمل ہوتی ہے۔ پھر آگے لکھتے ہیں۔ بڑے بڑے چوٹی کے علمائے دین نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ میلاد شریف کا عمل اس سال میں امان کا سبب اور مطلب و مقصد کے حصول کی بشارت عاجلہ ہے جیسا کہ اس کی تصریح امام شمس الدین الجزری نے کی ہے اور ان کی اس تصریح کو امام برھان الدین ابراھیم الحلبی نے کتاب السیرۃ میں نقل کیا ہے اور اسی طرح مؤلف کتاب ھذا یعنی

امام ابن حجر ہیتمی اور امام قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں بھی اس کی تصریح لکھی ہے۔

پھر آگے لکھتے ہیں۔ نبی ﷺ کی محبت میں صداقت رکھنے والے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ آپ کی ولادت کے مہینے میں خوشی ظاہر کرے۔ اور اس مہینے میں حضور کی ولادت کے بارہ میں صحیح روایات پڑھنے کے لئے محفل کا اہتمام کرے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ اس محفل کے باعث حضور ﷺ کی شفاعت کی برکت سے سابقین اولین میں داخل کر دیا جائے کیونکہ جس شخص کے جسم میں آپ کی محبت سرایت کرتی ہے وہ قبر میں بوسیدہ نہیں ہوگا۔

اعلیٰ حضرت بریلوی کے ارشادات

قرآن عظیم نے ان کا نام نعمۃ اللہ رکھا۔ ان الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نعمۃ اللہ محمد ﷺ۔ اللہ کی نعمت محمد ﷺ ہیں ولہذا ان کی تشریف آوری کا تذکرہ امتثال امر الہی ہے۔ قال تعالی واما بنعمۃ ربک فحدث۔ اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔

حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری سب نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے۔ یہی تشریف آوری جس کے طفیل دنیا، قبر، حشر، برزخ آخرت غرض ہر وقت ہر جگہ ہر آن نعمت ظاہر و باطن سے ہمارا ایک ایک رونگٹا متمتع اور بہرہ مند ہے اور ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اپنے رب کے حکم سے ان نعمتوں کا چرچا مجلس میلاد میں ہوتا ہے۔ مجلس میلاد آخر وہی شئے ہے جس کا حکم رب العزۃ دے رہا ہے۔ واما بنعمۃ ربک فحدث۔ مجلس مبارک کی حقیقت مجمع المسلمین کو حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری وفضائل جلیلہ وکمالات جمیلہ کا ذکر سنانا ہے۔ طعام وشیرینی کی تقسیم اس کا جزء حقیقت نہیں نہ ان میں کچھ جرم۔ ان مجالس کے لئے ایک تمہیں نہیں ملائکہ بھی تداعی کرتے ہیں۔ جہاں مجلس ذکر شریف ہوتے دیکھی ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ آؤ یہاں تمہارا مطلوب ہے۔ پھر وہاں سے آسمان تک چھا جاتے

ہیں۔تم دنیا کی مٹھائی بانٹتے ہو ادھر سے رحمت کی شیرینی تقسیم ہوتی ہے وہ بھی ایسی عام کہ نا مستحق کو بھی حصہ دیتے ہیں **ھم القوم لا یشقی بھم جلیسھم** ان لوگوں کے پاس بیٹھنے والا بھی بد بخت نہیں رہتا۔(المیلاد النبویہ فی الالفاظ الرضویہ ص ۲۰)

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولا کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے

واللہ اعلم بالصواب۔
(۱۰صفر المظفر ۱۴۰۹ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چھٹا مقالہ

مسئلہ گیارہویں شریف پر ایک تحقیقی نظر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔

اما بعد: یہ مختصر مقالہ ''گیارھویں شریف پر ایک تحقیقی نظر'' گیارھویں شریف کی شرعی حیثیت کے بیان میں لکھا گیا ہے۔ اللہ تعالی اسے شرف قبولیت بخشے اور ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین۔

گیارھویں شریف کی حقیقت

ایصال ثواب کی اس مخصوص صورت کا نام گیارھویں شریف ہے کہ چاند کی گیارھویں تاریخ عمدہ عمدہ کھانے پینے کی چیزوں پر فاتحہ دلا کر اس کا ثواب حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی روح پرفتوح کو پہنچایا جائے۔ پھر ان اشیاء کو حاضرین مجلس میں تقسیم کیا جائے۔

گیارھویں شریف کی وجہ تسمیہ

گیارھویں شریف کے لئے گیارھویں تاریخ مقرر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سلاطین اسلامیہ کے تمام محکموں میں ہر چاند کی دسویں تاریخ کو تنخواہ تقسیم ہوتی تھی۔ ملازمین کا یہ خیال ہوتا تھا کہ ہماری تنخواہ کا پہلا پیسہ حضور غوث اعظم کی فاتحہ میں خرچ ہو۔ لہذا جب وہ دسویں تاریخ شام کو گھر پہنچتے تو اپنے ساتھ کچھ شیرینی بھی لے آتے تھے اور بعد از نماز مغرب اس پر فاتحہ بھی دلاتے تھے۔ یہ گیارھویں تاریخ کی رات ہوتی تھی۔ اس وجہ سے اس نیاز کا نام گیارھویں شریف پڑا ہے اور کتاب یازدہ مجلس میں لکھا ہے کہ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی بارھویں کے بہت پابند تھے ایک بار خواب میں سرکار نے فرمایا

عبد القادر تم نے ہمیں بارھویں سے یاد کیا ہم تمہیں گیارھویں دیتے ہیں۔ چنانچہ یہ سرکاری عطیہ تھا جو ساری دنیا میں پھیل گیا۔ (جاء الحق موء لفہ مفتی احمد یار خان نعیمی ص ۲۷۰)

گیارھویں کی شرعی حیثیت

ایصال ثواب شرعاً جائز ہے اور چونکہ گیارھویں ایک قسم کا ایصال ثواب ہی ہے اس لیے یہ بھی شرعاً جائز ہی ہے۔ حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب لکھتے ہیں۔ ماہ ربیع الآخر کی گیارھویں تاریخ بلکہ ہر مہینے کی گیارھویں تاریخ کو حضور سیدنا غوث اعظمؓ کی فاتحہ دلائی جاتی ہے۔ یہ بھی ایصال ثواب کی ایک صورت ہے بلکہ غوث اعظم کی جب بھی فاتحہ ہوتی ہے۔ کسی تاریخ میں ہو عوام اسے گیارھویں کی فاتحہ بولتے ہیں یہ جائز ہے ایصال ثواب میں داخل ہے۔ (بہار شریعت حصہ شانز دہم ص ۲۴۵) اور دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے کہ ایصال ثواب کی نیت سے گیارھویں اور توشہ کرنا درست ہے۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۱۰۶)

اور دیوبندیوں کے پیرو مرشد حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ اور گیارھویں حضرت غوث اعظم قدس سرہ کی۔ دسویں، بیسویں، چہلم اور دیگر طریق ایصال ثواب کے اسی قاعدے (جواز کے قاعدے) پر مبنی ہیں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۹)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ اگر تم کہو کہ ہمارے ملک میں مشائخ کرام کی وفات کے دنوں میں عرس کی پابندی کا جو رواج ہے آیا اس کی کوئی اصل شرعی ہے یا نہیں؟ تو میں کہوں گا کہ ان کے بارے میں میں نے اپنے مرشد امام عبدالوھاب متقی مکی سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا۔ ان ذلک من المشائخ وعاداتھم ولھم فی ذلک نیات۔ یعنی یہ باتیں ہمارے مشائخ کے طریقے اور ان کی عادات سے ہیں اور وہ اس بارہ میں کچھ نیتیں رکھتے ہیں۔ پھر آگے چل کر لکھتے ہیں۔ پھر میں نے عرض کیا کہ تمام دنوں کو چھوڑ کر اسی دن (وفات کے دن) کو کیوں خاص کیا جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا مہمان داری ہر حال میں

سنت ہے۔لھذا دنوں کے تعین سے قطع نظر کیا جائے گا۔اور شرع میں اس کے نظائر موجود ہیں جیسا کہ بعض مشائخ نمازوں کے بعد مصافحہ کرتے ہیں اور جیسا کہ عاشورہ کے دن سرمہ لگانا مطلقاً سنت ہے اور اس دن کی تخصیص نئی بات ہے۔

پھر ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں۔وقد ذکر بعض المتاخرین من مشائخ المغرب ان الیوم الذی وصلوا فیه الی جناب العزة وحظائر القدس یرجی فیه من الخیر والبرکة والنورانیة اکثر واوفر من سائر الایام یعنی شیخ عبدالوھاب متقی نے فرمایا کہ مغرب کے بعض متاخرین مشائخ نے فرمایا ہے کہ جس دن بزرگان دین کا انتقال ہوتا ہے اس دن میں دوسرے دنوں کی نسبت سے خیر کرامت، برکت اور نورانیت کی امید زیادہ ہوتی ہے۔پھر شیخ عبدالحق آگے چل کر فرماتے ہیں۔ثم اطرق ملیا ثم رفع راسه فقال لم یکن فی السلف شئی من ذلک وانما ھو من مستحسنات المتاخرین۔یعنی شیخ عبدالوھاب متقی نے تھوڑی دیر کے لئے اپنا سر جھکایا پھر سر مبارک اٹھا کر فرمایا۔زمانہ گزشتہ میں گیارھویں وغیرہ امور نہ تھے۔یہ تو علمائے متاخرین کے پسندیدہ کام ہیں۔(ماثبت بالسنۃ ص ۲۲۴)

الحمدللہ! ان ملفوظات مبارکہ سے یہ معلوم ہوا کہ گیارھویں شریف ایصال ثواب کی ایک مخصوص صورت ہونے کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ مباح وجائز ہے بلکہ مستحب ومستحسن ہے۔وھو المطلوب واللہ تعالی اعلم۔

گیارھویں شریف معمول بزرگان دین ہے

گیارھویں شریف کے جواز واستحباب کی ایک قوی دلیل یہ ہے کہ گیارھویں صدیوں سے ہمارے مشائخ عظام وعلمائے کرام کا معمول رہا ہے چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔میں کہتا ہوں کہ اسی روایت کی بناء پر حضور غوث پاک کا عرس

(گیارھویں شریف) ربیع الآخر کی نویں تاریخ کو ہوتا ہے۔ اور اسی بات کی پابندی پر میں نے شیخ عبدالوھاب رحمۃ اللہ علیہ کو پایا۔ یا تو وہ اس روایت پر اعتماد رکھتے ہیں یا اس معمول پر جو انہوں نے اپنے مرشد علی متقی رحمۃ اللہ علیہ یا دوسرے بزرگان دین کا ملاحظہ فرمایا تھا۔

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں۔ **قد اشتھر فی دیارنا ھذا الیوم الحادی عشر وھو المتعارف عند مشائخنا من اھل الھند من اولادہ**۔ یعنی ہمارے علاقوں میں آج گیارھویں شریف کے لئے گیارھویں تاریخ مشہور ہو چکی ہے اور یہی دن ہندوستان کے سادات مشائخ کے نزدیک متعارف ہے جیسا کہ اسے ہمارے شیخ ابوالمحاسن موسیٰؒ نے اپنی کتاب میں اوراد قادریہ مصنفہ شیخ مخدوم ثانیؒ سے نقل فرمایا اور شیخ مخدوم نے یہ بات اپنی اس کتاب میں اپنے آباء و اجداد سے نقل کی ہے۔ (ماثبت بالسنۃ ص ۲۲۲)

اور شیخ عبدالحق کتاب اخبار الاخیار شریف میں لکھتے ہیں۔ شیخ امان اللہ پانی پتی جو کہ گروہ اولیاء میں مرتبہ بلند و بالا رکھتے ہیں ربیع الثانی کی دسویں تاریخ (گیارھویں شب) کو حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا عرس کیا کرتے تھے۔ (ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ربیع الاخر ۱۳۹۱ھ)

اور ملا احمد جیون کے صاحبزادے ملا محمد اپنی کتاب وجیز الصراط میں فرماتے ہیں۔ دیگر مشائخ کا عرس تو سال کے بعد ہوتا ہے۔ مگر حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کی یہ امتیازی شان ہے کہ بزرگان دین نے آپ کا عرس یعنی گیارھویں شریف ہر مہینے میں مقرر فرما دیا ہے۔ (رضائے مصطفیٰ مذکورہ بالا)

اور مشاہر دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ اور مشرب فقیر

کا اس مسئلے (گیارھویں شریف وغیرہ) میں یہ ہے کہ فقیر پابند اس ہیئت کا نہیں ہے مگر کرنے والوں پر انکار نہیں کرتا۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۹)

الحمد للہ ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ گیارھویں شریف صدیوں سے مشائخ وعلماء کا معمول چلی آرہی ہے اور آج بھی سنی علماء ومشائخ وعوام اس پر کاربند ہیں۔ یہ بات گیارھویں شریف کے جائز بلکہ مستحب وبابرکت ہونے کی واضح دلیل ہے۔ والحمد للہ علی ذالک۔

گیارھویں پر مخالفین کی فتویٰ بازی

گیارھویں شریف کو جہاں ہمارے سنی علماء ومشائخ نے مستحب ومستحسن قرار دیا ہے وہاں ان کے مخالفین مولویوں نے اس پر بدعت وحرمت وغیرھما کے ناجائز بے بنیاد فتوے لگائے ہیں چنانچہ دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں (۱) گیارھویں یازدہم ہر ماہ میں جائز ہے یا نہیں؟ جواب: مردہ کو ثواب کھانے کا اور کلمہ تہلیل اور قرآن کا ہر روز بغیر کسی تاریخ کے درست ہے۔ مگر بقیود تاریخ معین کے کہ پس وپیش نہ کریں اور اس کو ضروری جانیں بدعت ہے۔ اور ناجائز ہے۔ جس امر کو شریعت نے مطلق فرمایا ہے۔ اپنی عقل سے اس میں قید لگانا حرام ہے۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۱۴۱)

اور اسی دیوبندی مولوی کا دوسرا فتویٰ بھی دیکھئے۔ سوال تبارک اور رجبی اور گیاریں پیران پیر کی درست ہے یا نہیں؟ جواب تبارک ورجبی بدعت ہیں۔ ان کی کوئی اصل شرع میں نہیں اور ایصال ثواب بروح قدس سرہ درست ہے اور تعین تاریخ کہ پس وپیش نہ کرے بدعت ہے۔ (فتاوی رشیدیہ ۳۴)

اور اسی شخص کا تیسرا فتویٰ پڑھیے۔ یہ تعینات (گیارھویں وغیرہ) میں بدعت ضلالت ہے (فتاوٰی رشیدیہ ۱۰۸)

اور چوتھی جگہ لکھتا ہے۔ چالیس روز تک روٹی کی رسم کر لینا بدعت ہے ایسے ہی گیاریں بھی بدعت ہے،، (فتاوٰی رشیدیہ ۱۷۸)

اور مشہور دیوبندی مولوی غلام خان آف راولپنڈی کے ماہنامہ تعلیم القرآن بابت فروری (۱۹۶۱ء) میں یہ فتویٰ شائع کیا گیا ہے۔ سوال۔ اکثر لوگ بڑے پیر کے نام پر بکرا پالتے ہیں۔ اور خصوصاً ربیع الثانی کی گیارہ تاریخ کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرتے ہیں۔ یہ بکرا وغیرہ حلال ہے یا حرام؟

جواب

غیر خدا کی خوشنودی اور رضا جوئی کے لئے جو جانور پالا جائے اور آخری دم تک یہی نیت رکھی جائے اور پھر اسی نیت پر ذبح کیا جائے تو وہ جانور حرام ہے اور اس کا کھانا جائز نہیں خواہ ذبح کے وقت اللہ ہی کا نام لیا جائے۔

اور دیوبندی مولوی منظور احمد نعمانی لکھتا ہے، لیکن اس ایصال ثواب کی بنیاد پر تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں، شش ماہی، گیارہویں، بارھویں، برسی، عرس، جمعراتی، فاتحہ وغیرہ وغیرہ رسوم کی شکل میں جو ایک مستقل شریعت اہل ہوا وہوس نے دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی تراش لی ہے ان کے غلط بلکہ بدعت ومعصیت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ان خرافات کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (تحقیق مسئلہ ایصال ثواب صفحہ ۵۵)

اور غیر مقلد مولوی صادق سیالکوٹی لکھتا ہے، پس گیاریں کی نیاز حضرت شیخ علیہ الرحمتہ کے لئے بوجہ مالی عبادت ہونے کے ناجائز ہے۔ (ارشادات شیخ عبد القادر جیلانی ص ۳۲)

اور ایک وہابی مولوی صدر الدین لکھتا ہے۔ پس اس زمانے میں جونئی ایجادیں مثلاً عرس گیارہویں رسومات محرم وغیرہ وغیرہ کی پابندیاں ہیں انہیں دین سے کوئی علاقہ نہیں۔ اس لئے کہ یہ تمام کام حضور سرور عالم ﷺ سے آٹھ برس بعد کی ایجاد ہیں (اصلاح المومنین ص ۱۳)

اور جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی نے لکھا ہے کہ،، رہے وہ کھانے جو صریحاً کسی بزرگ کے نام پر پکائے جاتے ہیں اور جن کے متعلق بالفاظ صریح یہ کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں بزرگ کی نیاز ہے اور جن کے متعلق پکانے والے کی نیت بھی یہی ہوتی ہے کہ یہ ایک نذرانہ ہے جو کسی بزرگ کی روح کو بھیجا جا رہا ہے تو مجھے ان کے حرام اور گناہ ہونے بلکہ عقیدہ ء توحید کے خلاف (یعنی شرک) ہونے میں کوئی شک نہیں ہے (رسائل ومسائل۔ جلد دوم۔ ص ۲۶۸)

الغرض دیو بندیوں، غیر مقلدوں اور مودودیوں کے نزدیک گیارہویں شریف معاذ اللہ بدعت، معصیت اور ناجائز امر ہے، اور اس کا کھانا ان کے نزدیک حرام اور گناہ بلکہ عقیدہ ء توحید کے منافی ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔

ان فتوؤں کا جامع جواب

ہم دیو بندیوں، مودودیوں اور غیر مقلدوں کے ان بے بنیاد فتوؤں کا ایک ہی جامع اور مختصر جواب دیتے ہیں کہ تمہارے پیر و مرشد جناب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اپنے رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ میں تمہارے اسی قسم کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ایسی حالت میں تخصیص مذموم نہیں اور تخصیصات اشغال و مراقبات وتعینات رسوم مدارس وخانقاہ جات اسی قبیل سے ہیں اور اگر تخصیصات کو قربت مقصودہ جانتا ہے تو بے شک یہ اعتقاد مذموم ہے۔ کیونکہ حدود شرعیہ سے تجاوز ہے جیسے عمل مباح کو حرام اور ضلالت سمجھنا

بھی مذموم ہے۔غرض دونوں صورتوں میں تعدی حدود ہے اور اگران امور کوضروری بمعنی واجب شرعی نہیں سمجھتا بلکہ ضروری بمعنی موقوف علیہ بعض البرکات جانتا ہے جیسے بعض اعمال میں تخصیص ہوا کرتی ہے کہ ان کی رعایت نہ کرنے سے وہ اثر خاص مرتب نہیں ہوتا اس کے بدعت کہنے کی کوئی وجہ نہیں ۔اور اعتقاد ایک امر باطن ہے اس کا حال بدوں دریافت کیے ہوئے یقیناً معلوم نہیں ہوسکتا۔محض قرائن تخمینیہ سے کسی پر بدگمانی اچھی نہیں ۔اھ بلفظہ ملتقطا

الحاصل حاجی صاحب موصوف نے اپنے مریدان باوفا کی جملہ بدفہمیوں کا ازالہ فرمادیا ہےاور سنی بریلوی مسلک کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت فرمادی۔ فجزاہ اللہ تعالی خیر الجزاء فی الآخرۃ ۔اب دیکھنا ہے کہ حاجی صاحب کے مریدان باوفا اپنے پیرومرشد کی بات مانتے ہیں یانہیں۔ واللہ الھادی الی الصراط المستقیم ۔

منت ماننے سے گیارھویں حرام نہیں ہوتی

دیوبندی مولوی فردوس شاہ قصوری اپنی کتاب چراغ سنت میں لکھتا ہے۔ایصال ثواب ۔ثواب پہنچانا۔اس کا طریقہ نذر سے الگ ہے۔نذر خداوند سے خاص ہے اس میں ایصال ثواب کی گنجائش نہیں ثواب بھیجنے کو نذر کرنا تو عرف میں کہہ سکتے ہیں نذر ماننا نہیں کہہ سکتے یہ ایصال ثواب نہیں ہے یہ نذر حرام ہے قطعاً۔ ایصال ثواب کا یہ طریقہ کہاں سے سیکھا؟ ذرا بتایئے تو؟ آپ نے بلکہ آپ کی جماعت نے ان باریکیوں کو نہ سمجھنے کی وجہ سے تینوں چیزوں (یعنی کسی متقبول بارگاہ کے توسل سے دعا مانگنا ،ایصال ثواب کرنا اور نذر ماننا) کو گڈ مڈ کر دیا۔توحید کا مسئلہ سخت نازک ہے۔سخت احتیاط چاہیے۔(چراغ سنت ص۷۹)

چراغ سنت کا مؤلف گیارھویں کی نذر ماننے کے مفہوم میں مغالطہ کا شکار رہا ہے گیارھویں کی نذر ماننے کا صحیح مفہوم ایک مسلمان کے نزدیک یہ ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالی نے

حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلہ سے میرا یہ کام کر دیا تو اتنی خیرات فقیروں کو دے کر اس کا ثواب حضور غوث اعظم کی روح کو پہنچاؤں گا۔ چونکہ بزرگان دین کو ثواب ایصال کرنا جائز ہے تو پھر اس جائز کام کی منت ماننا کیسے ناجائز ہوگا۔ عرف عام میں ہر مسلمان یہی مفہوم سمجھتا ہے۔ اس مفہوم کے علاوہ کسی دوسرے ناجائز مفہوم کا دعویٰ کرنا مسلمان پر سخت بدگمانی اور ان کی نیتوں پر بلا دلیل حملہ ہے۔ حضرت عارف باللہ عبد الغنی نابلسی فرماتے ہیں۔ اما نذر الزیت والشمع للاولیاء یوقد عند قبورھم تعظیما لھم ومحبة فیھم جائز فی الجملة وکذلک نذر الدراھم والدنانیر للاولیاء بان تصرف علی فقرائھم والمجاورین عند قبورھم امر جائز فی نفسه . یعنی اولیاء کے لئے تیل اور بتی کی نذر ماننا تاکہ وہ ان کے مزارات کے پاس ان کی تعظیم ومحبت کی غرض سے جلائی جائیں فی الجملہ جائز امر ہے۔ اور اسی طرح اولیاء کے لئے درہموں اور دیناروں کی نذر ماننا تاکہ وہ ان کی قبور کے پاس ٹھہرنے والے فقراء پر خرچ کیے جاسکیں فی نفسہ جائز امر ہے۔ (کشف النور عن اصحاب القبور ص ١٦)

اور اورنگ زیب عالمگیر کے استاد ملا احمد المعروف ملا جیون نذر الاصنام اور نذر الاولیاء کے فرق کی بناء پر ما اھل لغیر اللہ بہ کی تفسیر بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ ومن ھھنا علم ان البقرة المنذورة للاولیاء کما ھو الرسم فی زماننا حلال طیب لانه لم یذکر اسم غیر اللہ علیھا وقت الذبح وان کانوا ینذرونھا لھم ۔ یعنی اس بحث سے معلوم ہوا کہ جس گائے کی نذر اولیاء کے لئے مانی جائے جیسا کہ ہمارے زمانے میں رواج ہے۔ حلال اور طیب ہے کیونکہ اس پر بوقت ذبح غیر خدا کا نام نہیں لیا جاتا۔ اگرچہ لوگ اس کو اولیاء کے لئے نذر مانتے ہیں۔ (تفسیرات احمدیہ بحوالہ جاء الحق ص ٣٦٠)

الحمد للہ۔ان دو معتبر کتب مبارکہ کی ان واضح اور صریح عبارات سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ مسلمان اولیاء کے لئے کسی جانور کی نذر مانیں اور اسے اللہ کا نام لے کر ذبح کریں وہ جانور حلال اور طیب ہوتا ہے اور مسلمانوں کا یہ فعل یعنی اولیاء کے لئے جانور کی نذر ماننا فی نفسہ جائز امر ہے۔لہذا مولوی فردوس شاہ قصوری کا نذر کرنے کو جائز اور نذر ماننے کو حرام لکھنا سراسر ضلالت اور جہالت ہے۔اللہ تعالیٰ ایسے مولویوں کو ہدایت نصیب کرے جو بات بات پر بدعت وحرمت کا فتویٰ جڑتے رہتے ہیں۔ واللہ الموفق للصدق والصواب۔

گیارھویں کا تبرک ہر مسلمان کھا سکتا ہے

حضرت صدر الشریعہ لکھتے ہیں:

مسجد میں چراغ جلانے یا طاق بھرنے یا فلاں بزرگ کے مزار پر چادر چڑھانے یا گیارھویں کی نیاز دلانے یا غوث اعظم کا توشہ یا شاہ عبدالحق کا توشہ کرنے یا حضرت جلال بخاری کا کونڈا بھرنے یا محرم کی نیاز یا شربت یا سبیل لگانے یا میلاد شریف کرنے کی منت مانی تو یہ شرعی منت نہیں مگر یہ کام منع نہیں ہیں کرے تو اچھا ہے۔ ہاں البتہ اس بات کا خیال رکھے کہ کوئی بات خلاف شرع اس کے ساتھ نہ ملائے۔ (بہار شریعت۔حصہ نہم۔ص ۳۴)

اور یہی بزرگ اسی کتاب میں لکھتے ہیں۔انہیں (اولیاء کرام کو) ایصال ثواب نہایت موجب برکات وامر مستحب ہے۔اسے عرفاً براہ ادب نذر و نیاز کہتے ہیں۔ یہ نذر شرعی نہیں جیسے بادشاہ کو نذر دینا۔ ان میں خصوصاً گیارھویں شریف کی فاتحہ نہایت عظیم برکت کی چیز ہے۔ (بہار شریعت۔حصہ اول۔ص ۷۹)

مفتی دار العلوم احسن البرکات حیدر آباد سندھ اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں۔گیارھویں شریف کی نیاز دلانے یا میلاد شریف کرنے کی منت مانی تو یہ شرعی منت نہیں مگر یہ کام منع

نہیں ہے۔(بہار شریعت) گیارھویں شریف میں مٹھائی تقسیم کرنا، لوگوں کو بلانا اور تاریخ مقرر کرنا، یہ سب باتیں جائز ہیں اور چونکہ یہ منت شرعی نہیں لہذا امیر غریب سب کھا سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (نذر اولیاء کی شرعی حیثیت مؤلفہ راقم الحروف ص ۱۳)

گیارھویں دینے کا طریقہ

مفتی اقتدار احمد نعیمی لکھتے ہیں۔ گیارھویں شریف اور دیگر نیاز و فاتحہ کے کھانے صرف مسلمان ہی کھا سکتا ہے۔ ہر امیر و غریب دینے والا اس کا تبرک فاتحہ شریف کے بعد ہر مسلمان کھا سکتا ہے۔ اصل میں گیارھویں شریف کے چندے اور پیسے صرف حضور غوث اعظم کے ذکر اذکار میں خرچ کرنے چاہئیں کہ یہ تقریبات صرف اسی مقصد کے لئے منعقد اور شروع کی گئی ہیں کہ مسلمانوں کے دلوں میں اولیاء کاملین کے ذکر اذکار سے نور پیدا ہو۔ اور ہر شخص کو ولی اللہ بننے کی خواہش پیدا ہو۔ اس چندے سے علمائے اہل سنت اور نعت خوان حضرات کو بلا کر اولیاء اللہ کے ذکر کی محفلیں قائم کی جائیں اور فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب کیا جائے۔ (العطایا الاحمدیہ ص ۳۰۴)

الحاصل گیارھویں شریف حضور غوث اعظم کے زمانہ سعید سے آج تک مسلمانوں میں رائج و معمول بہ ہے۔ خود سرکار بغداد اپنی نذریں قبول فرماتے اور اس میں سے کچھ نہ کچھ تناول فرماتے تھے۔ لہذا گیارھویں شریف کا تبرک پکایا جائے اور عامۃ المسلمین کو بطور ضیافت کھلا دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

گیارھویں کی رقم مسجد و مدرسہ میں خرچ کرنا خلاف عرف ہے

گیارھویں شریف کی ادائیگی کا جو طریقہ عرف عام میں پایا جاتا ہے وہ یہی ہے کہ اس کے پیسے سے کھانے پکا کر یا خرید کر اس پر فاتحہ دلائی جائے۔ پھر صدقات خیرات اور

کلمات خیر کا ثواب سیدنا غوث اعظم محبوب سبحانی کی روح پر فتوح کو پہنچایا جائے۔ اور اس کا تبرک خاص و عام مسلمانوں کو کھلایا جائے۔ لہذا گیارھویں کی ادائیگی اسی طریقہ سے کرنی چاہیے تاکہ ادائیگی میں کوئی شبہ باقی نہ رہے۔ بعض لوگ گیارھویں کی رقم مسجد کے فنڈ میں داخل کر دیتے ہیں یا اسلامی مدرسہ میں دے دیتے ہیں۔ یہ گیارھویں شریف کی ادائیگی کا اصل طریقہ نہیں ہے۔ المعروف کالمشروط فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے۔ گیارھویں کی منت ماننے والا جب خالی الذہن ہو کر منت مانتا ہے تو اس کی اس مطلق منت کو معروف و معہود منت ہی پر معمول کیا جائے گا۔ اعلی حضرت بریلوی لکھتے ہیں۔ تلاوت وتہلیل میں اجرت لینا ضرور حرام ہے اور گناہ ہونے میں قطعی اور غیر قطعی ہونے کا فرق نہیں گناہ اگرچہ صغیرہ ہو اسے ہلکا جاننا قطعی حرام ہے جبکہ عادت ورواج کے مطابق قاری کو معلوم ہے کہ ملے گا اور اسے معلوم ہے کہ دینا ہوگا تو ضرور اجرت میں داخل ہے۔ فان المعروف کالمشروط۔ (فتاوی رضویہ جلد چہارم ص۲۲۲)

راقم الحروف حیدری رضوی غفر اللہ لہ نے درج ذیل استفتاء لکھا اور مفتیان اہل سنت کی خدمت میں بھیجا۔ استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ عامۃ المسلمین گیارھویں شریف کی منت مانتے ہیں اور مراد حاصل ہونے پر اس منت کی رقم کا کھانا مسلمانوں کو بلا امتیاز غنی وفقیر کھلا دیتے ہیں۔ یہ معمول قدیم سے ہمارے علاقوں میں رائج ہے۔ اور ماننے والا جب بھی یہ منت مانتا ہے تو اس کے ذہن میں اس کی ادائیگی کی یہی صورت مروجہ ہوتی ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس معمول بہ صورت کو ترک کر کے گیارھویں شریف کی رقم تعمیر مسجد کے لئے دے دینا یا اس سے دینی مدارس کے طلباء کے طعام کا انتظام کرنا یا اس سے دینی کتابیں چھپوا کر یا خرید کر غریبوں میں تقسیم کر دینا شرعا کیسا ہے؟ اور فقہ حنفی کے مشہور قاعدہ المعروف کالمشروط کے پیش نظر اس

میں کوئی قباحت تو نہیں؟ جواب مدلل مفصل دے کر عنداللہ تعالی ماجور ہوں۔ تو راقم کے اس استفتاء کے جواب میں جامعہ رکن الاسلام حیدر آباد کے مفتی محمد عبداللطیف صاحب نے لکھا کہ ایصال ثواب کے لئے گیارھویں شریف کا مروج معمول بے شمار مصالح پر مبنی ہے۔ بزرگان دین سے جو طریقہ ہمیں ملا ہے اگرچہ شریعت مطہرہ اسی ہیئت کو لازم قرار نہ دیتی ہو تاہم حکمتوں اور برکتوں سے خالی نہیں ولہذا معمول بہ صورت چونکہ منع نہیں اس لئے اس کو ترک کرنے کی ضرورت نہیں۔

اور اس استفتاء کے جواب میں دار العلوم احسن البرکات حیدر آباد سندھ کے شیخ الحدیث مفتی ابو حماد احمد برکاتی لکھتے ہیں۔ اس رقم سے دینی کتب طبع کرا کے تقسیم کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ صورت منت کے خلاف ہے کہ کتاب تو صرف پڑھا لکھا شخص ہی پڑھے گا۔ ان پڑھ کو کوئی فائدہ براہ راست نہ ہوگا۔ تو معہود کے خلاف لازم آئے گا۔ ہاں اگر منت والے نے پہلے ذہن میں یہ منت رکھی ہو تو جائز ہوگا۔ واللہ تعالی اعلم۔

الحمد للہ۔ ان ہر دو فتاویٰ سے معلوم ہوا کہ گیارھویں شریف کی ادائیگی کے لئے معہود و مروج طریقہ ہی اختیار کرنا چاہیے۔

اعلیٰ حضرت کا ایک فتویٰ

سوال: مخزن علوم حقانی وربانی ادام اللہ فیوضہم۔ تسلیم بعد تعظیم۔ میری اہلیہ عرصہ سے ہر سال حضرت غوث الاعظم کی گیارھویں میں سوا من بریانی پکا کر نیاز دلاتی ہے اور مساکین کو تقسیم کی جاتی ہے۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ یہ رقم امسال شہداء و یتامیٰ عساکر عثمانیہ کی امداد کے لئے بھیجی جائے اور گیارھویں شریف معمولاً قدرے شیرینی یا طعام پر دلا دی جائے زیادہ نیاز۔

الجواب: اگر دونوں باتیں نہ ہوں تو یہی بہتر ہے کہ قدرے نیاز دے کر وہ

تمام قیمت امداد مجاہدین میں بھیج دی جائے اور اس کا ثواب بھی نذر روح اقدس حضرت سیدنا غوث اعظم کیا جائے۔ واللہ تعالٰی واعلم۔ (فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۵۰۹)

صدرالشریعہ کا فتوی

سوال: زید نے غوث پاک کی نیاز مانی اور کھانا کھلانے کی نیت بھی ہو تو کیا زید بغیر کھانا کھلائے قیمت ادا کرسکتا ہے اور اس کا استعمال تعلیم و اشاعت میں ہوسکتا ہے

الجواب:

گیارھویں شریف کی نیاز ایصال ثواب کے لئے ہے کہ شرینی یا کھانے پر سورۃ فاتحہ وقل اور درود شریف وغیرہ پڑھ کر سب کا ثواب حضور غوث اعظم کے حضور نذر کرتے ہیں۔ اور یہ نذر کچھ کھانے اور شیرینی کے ساتھ خاص نہیں کہ اس کے سوا ہو نہ سکے بلکہ وہ رقم اگر کسی دوسرے کار خیر میں صرف کی جائے اور اس کا ثواب نذر کیا جائے تو یہ بھی جائز ہے ہاں کسی دوسرے کار خیر میں گیارھویں کی رقم دیتے وقت درود شریف وقل و فاتحہ وغیرہ پڑھ کر حسب دستور ایصال ثواب کرلیں تو زیادہ بہتر اور اس رقم سے جو کار خیر کیا جائے اسے حضور غوث پاک کی طرف منسوب کر دیا جائے مثلاً مدرسہ قادریہ یا نذر قادری کہ لوگوں کو معلوم بھی ہو کہ یہ شئے حضور غوث اعظم کے لئے ہے۔ اور علاوہ اس رقم کثیر کے جو اس نام سے جمع ہوتی ہے۔ اگر حسب استطاعت دو چار آنے یا کم وبیش کی شیرینی وغیرہ بھی حسب دستور فاتحہ ہو جایا کرے یہ نہایت انسب ہے کہ اس میں وہابیت کی بیخ کنی بھی ہے اور عوام یہ نہ سمجھیں کہ گیارھویں بند ہوگئی اور بڑی رقم امور مذکورہ بالا میں صرف ہو۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ (فتاوی امجدیہ۔ جلد اول ص ۳۲۴ بحوالہ ایصال ثواب اور گیارھویں شریف شائع کردہ جمعیت اشاعت سنت کراچی)

تنبیہ

اعلیٰ حضرت بریلوی اور صدر الشریعہ کے یہ دو فتوے صرف اس بارہ میں ہیں کہ جس دوسرے کار خیر کے لئے گیارھویں کی رقم خرچ کرنا چاہیں وہ اشد ضروری ہو ورنہ گیارھویں کی رقم کو مروج ومعہود صورت ہی میں خرچ کرنا بہتر ہے اور چونکہ آج کل کی مسجد سازی اشد ضرورت سے خالی ہے اس لیے گیارھویں کی رقم مسجد میں صرف نہ کی جائے۔

وھذا ما عندی والعلم التام عند الله العلام عزوجل وھذا آخر ما اردنا ایراده فی ھذه المقالة المفیدة تقبلها الله تعالی بمنه العظیم ورسوله الکریم ﷺ.

(۶ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ساتواں مقالہ

مسئلہ نذر و نیاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

عوام الناس حاجات ومشکلات کے وقت غوث اعظم کا بکرا داتا صاحب کا دنبہ پیر شاہ غازی صاحب کا مرغا نذر مانتے ہیں۔ حل مشکلات وحاجات کے بعد وہ ان جانوروں کو ان بزرگوں کے مزارات کے پاس لے جاتے ہیں۔ فاتحہ خوانی کے بعد ذبح کی تکبیر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر انہیں ذبح کرتے اوران کا گوشت پوست حاضرین فقراء پر صدقہ کر دیتے ہیں۔ دیوبندیہ وہابیہ زمانہ خذلھم اللہ تعالی اس نذر کو حرام اور اس کے جانور کو خبیث قرار دیتے ہیں۔ اور آیت کریمہ وما اھل بہ لغیر اللہ سے اپنے مدعائے باطلہ پر استدلال کرتے ہیں۔ اور بتوں کی متعلقہ آیات کو عوام الناس مسلمین پر چسپاں کرکے انہیں مشرک بناتے ہیں۔ فالی اللہ المشتکی۔

بدیں وجہ ہم نے اس نذر کے جواز میں یہ مختصر مقالہ لکھا ہے۔ اللہ تعالی اسے اپنی بارگاہ میں شرف مقبولیت بخشے۔ آمین۔ بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم فنقول وبتوفیق اللہ نجول۔

علامہ نابلسی حنفی کا فتوی

عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی حنفی ارشاد فرماتے ھیں۔

اما نذر الزیت والشمع للاولیاء یوقد عند قبورھم تعظیما لھم ومحبة فیھم فھو جائز فی الجملة وکذلک نذر الدارھم والدنانیر للاولیاء بان تصرف علی فقراءھم والمجاورین عند قبورھم امر جائز فی نفسه۔

(ترجمہ) اولیاء کے لئے تیل اور بتی کی نذر ماننا تا کہ وہ ان کے مزارات کے قریب ان کی تعظیم ومحبت کی غرض سے جلائی جائیں۔ فی الجملة جائز امر ہے۔ اوراسی طرح اولیاء کیلئے درہموں اور دیناروں کی نذر ماننا تا کہ وہ ان کی قبور کے پاس ٹھہرنے والے

فقراء پر خرچ کیے جائیں فی نفسہ جائز امر ہے۔ پھر اس کے جواز کی دلیل بدیں الفاظ ارشاد فرماتے ہیں یوں کہ اس صورت میں نذر کا لفظ عطیہ سے مجاز ہے۔ جیسا کہ فقہائے کرام نے فرمایا ہے۔ کہ اگر کوئی شے ءفقیروں کو ہبہ کی جائے تو وہ حقیقت میں صدقہ ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ دینے والے کو فقیروں سے یہ شےء واپس لینے کا حق نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی شے ءغنیوں پر صدقہ کی جائے تو وہ حقیقت میں ہبہ ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ دینے والے کو غنیوں سے یہ شےء واپس لینے کا حق ہوتا ہے۔ فالعبرۃ لمقاصد الشرع دون الالفاظ پس مقاصد شرع کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ الفاظ کا۔ سو نذر اپنے حقیقی معنوں میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ پھر جب کوئی یہ لفظ غیر اللہ کے لئے بولے مثلاً کوئی شخص دوسرے کو کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میرے بیمار کو شفاء دی تو تیرے لئے مجھ پر دس درہم لازم ہیں۔ اور پھر یہ قائل کسی اور شخص کو اس کی خبر ان لفظوں میں دے کہ میں نے فلاں شخص کیلئے دس درھم کی نذر مانی ہے۔ تو اس کی یہ کلام وعدہ کے قبیل سے ہوگی پھر اگر منذور لہ شخص غنی ہے۔ تو نذر کا لفظ ہبہ کے لفظ سے اور اگر فقیر ہے تو صدقہ کے لفظ سے مجاز ہوگا۔

پھر اس نذر کو ناجائز کہنے والوں کی تردید میں فرماتے ہیں۔ پھر اگر کوئی شخص کسی اللہ کے ولی کو ان کی وفات کے بعد کہے کہ اگر اللہ نے میرے بیمار کو شفاء دی تو آپ کے لئے مجھ پر ایک سو درھم لازم ہیں۔ تو اس قول کو کوئی عقل مند شخص حرام نہیں کہے گا۔ حالانکہ اولیائے کرام اس معنی توسل میں دوسروں سے زیادہ حقدار ہیں۔ اگرچہ وہ وفات پا چکے ہوں کیونکہ اس قول کا قائل یہ جانتا ہے کہ اس کی نذر کی اشیاء کو اس اللہ کے ولی کے خادموں یا اس کے مزارات کے پاس ٹھہرنے والے محتاجوں کی ضرورتوں میں خرچ کیا جائے گا۔ **فیجعل ذلک وعدا وعطیۃ واباحۃ من ذلک القائل لکل من یاخذہ تصحیحاً لقول المؤمنین ما امکن** ۔ پس اس قسم کی نذر کو وعدہ اور عطیہ اور ہر لینے والے کیلئے اباحت کے معنی پر معمول کیا جائے گا تاکہ مومنوں کے اقوال میں حتی الامکان صحت ثابت ہو۔ (کشف النور عن اصحاب القبور)

اور یہی امام اجل دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں۔

ومن هذا القبيل (اى من قبيل ايقاع الناس فى الاضطراب والاختلاف بلا فائدة دينية سوآء كان لفائدةدنيوية اولا) زيارة القبور والتبرك بضرائح الاولياء والصالحين والنذرلهم بتعليق ذلك على حصول شفاء او قدوم غائب الى آخر كلامه.

(ترجمہ) اور بلا فائدہ دینیہ لوگوں کو بے چینی اور اختلاف میں ڈالنے کے قبیل سے یہ بھی ہے کہ انہیں قبور کی زیارت کرنے اولیاء صالحین کے مزارات سے برکت حاصل کرنے اور بیمار کی شفاء اور غائب کی واپسی پر ان کیلئے نذر کو معلق کرنے سے منع کیا جائے کیونکہ اس صورت میں نذر کا لفظ ان مزارات کے خادموں پر صدقہ سے مجاز ہوتا ہے۔ جس طرح فقہائے کرام فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص فقیر کو مال زکوۃ قرض کہہ کر دے تو اس سے زکوۃ ادا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ شرح میں معنی کا اعتبار ہوا کرتا ہے۔ لفظ کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ اور اسی طرح اگر غنی پر کوئی شے صدقہ کی جائے تو درحقیقت وہ ہبہ ہوگی۔

وقد صرح الشيخ ابن حجر الهيتمى المكى من ائمة الشافعية فى فتاواه ان هذا النذر للولى الميت اذا قصد به الناذر قربة اخرى كاولاد الولى او خلفاءه او اطعام الفقراء الذين عند قبره صح النذر ووجب صرفه فى ما قصده الناذر الى آخر ما بسط الكلام وغالب الناس فى هذا الزمان يقصدون ذلك فيحمل الكلام عليه.

(ترجمہ) شیخ ابن حجر ہیتمی مکی جو کہ علمائے شافعیہ میں سے ہیں۔ انہوں نے اپنے فتاوی میں صراحۃ فرمایا ہے۔ اگر ولی اللہ کی نذر میں ناذر نے کسی دوسری قربت کی نیت کی ہے مثلاً اس فوت شدہ ولی اللہ کی اولاد یا اس کے خلفاء یا اس کے مزار کے پاس رہنے والے فقراء پر صدقہ کرنے کی نیت کی ہے۔ تو یہ نذر صحیح ہے اور ناذر کے قصد کے موافق اسے خرچ کرنا واجب ہوگا اور چونکہ اس دور میں اکثر لوگ اس معنی کا قصد کرتے ہیں اس

لئے ان کے کلام کو اسی معنی پر محمول کیا جائے گا (الحدیقۃ الندیہ ص ۱۵۱ ج ثانی)

صاحب روح البیان کا اعتماد

تفسیر روح البیان کے مؤلف علامہ نابلسی کے اس فتوی مبارکہ پر اعتماد و اعتبار فرماتے ہوئے سورۃ توبہ کی آیت کریمہ انما یعمر مساجد الله من امن بالله...... الآیۃ کے تحت لکھتے ہیں۔ قال الشیخ عبد الغنی النابلسی فی کشف النور عن اصحاب القبور ما خلاصته ان البدعة الحسنة الموافقة لمقصود الشرع تسمی سنة الی ان قال ونذر الزیت والشمع للاولیاء یوقد عند قبورهم تعظیما لهم ومحبة فیهم جائز ایضاً لا ینبغی النهی عنه ۔(ترجمہ) شیخ عبدالغنی نابلسی نے کشف النور میں جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک ہر اچھی بدعت جو مقصود شرع کے موافق ہو سنت کے حکم میں ہے۔ پھر یہاں تک فرمایا کہ اولیائے کرام کیلئے تیل بتی کی نذر ماننا تاکہ وہ ان کی تعظیم ومحبت کے پیش نظر ان کے مزارات کے پاس جلائی جائیں شرعا جائز ہے۔ اور اس سے منع نہیں کرنا چاہیے۔
(تحریر المختار لردالمختار للعلامۃ الرافعی ص ۱۲۳ ج ۱)

علامہ ابن عابدین شامی کا اعتماد

صاحب روح البیان کی طرح علامہ ابن عابدین شامی حنفی نے بھی علامہ نابلسی کے اس قول پر اعتماد واعتبار فرمایا۔ چنانچہ علامہ رافعی حنفی فرماتے ہیں۔ ثم رایت المحشی ذکر فی الکراھیة عند قوله ولا تکرہ الرتیمة نحوہ عن النابلسی فراجعه وقد اقرہ علیه۔ پھر میں نے محشی درمختار علامہ ابن عابدین کو دیکھا کہ انہوں نے کتاب الحظر والاباحۃ میں رتیمۃ کے مسئلے میں علامہ نابلسی سے اس قسم کا کلام نقل فرمایا اور ان کے اسی کلام کو اسی پر برقرار رکھا۔ (تحریر المختار ص مذکورہ بالا)

صاحب درمختار کا فتوی

فقہ حنفی کی معتبر کتاب درمختار میں ہے۔ واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام مالم یقصدوا صرفھا لفقراء الانام وقد ابتلی الناس بذلک ولا سیما فی ھذہ الاعصار وقد بسطہ العلامۃ قاسم فی شرح درر البحار۔ (ترجمہ) اور جاننا چاہیے کہ اکثر عوام اموات کیلئے جو نذر مانتے ہیں اور وہ پیسہ چراغ اور تیل وغیرہ اشیاء جو اولیائے کرام کے مزارات پر ان کو بارگاہ خداوندی میں وسیلہ جان کر لے جاتے ہیں۔ ناذر جب تک ان آشیاء کو فقراء پر صدقہ کرنے کی نیت نہ کرے یہ نذر بالاجماع باطل اور حرام ہوگی اور اکثر لوگ اس امر میں مبتلا ہیں۔ خصوصا ان اوقات میں اور امام ابن الہمام کے شاگرد شیخ قاسم نے کتاب درر البحار کی شرح میں اسے بسط سے بیان کیا ہے۔

صاحب بحرالرائق کا فتوی:

فقہ حنفی کی معتبر کتاب بحرالرائق میں ہے۔ فاذا علمت ھذا فما یؤخذ من الدراھم والشمع والزیت وغیرھا وینقل الی الاولیاء تقربا الیھم فحرام باجماع المسلمین مالم یقصدوا صرفھا لفقراء الانام۔ پس جب آپ یہ معلوم کر چکے تو درھم بتی تیل وغیرہ میں سے جو کچھ اولیاء اللہ کو وسیلہ مانتے ہوئے بطور نذر لیا جاتا ہے۔ جب تک ناذر اسے فقراء پر خرچ کرنے کی نیت نہ کرے بالاجماع حرام ہے۔ (براھین اھل سنت ص ۲۷۶ مصنفہ دوست محمد قریشی دیوبندی)

دیوبندی ٹولہ کی مغالطہ دہی

دیوبندی مولوی عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لئے درمختار اور بحر الرائق وغیرہ کی یہ عبارتیں پیش کرتے ہیں۔ اور مالم یقصد واصرفھا لفقراء الانام کا جملہ شیر مادر سمجھ کر ہضم کر جاتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے علمائے احناف نے صرف اس نذر لغیر اللہ کو حرام اور باطل قرار دیا ہے۔ جس کو فقراء پر صدقہ کرنا مقصود نہ ہو بلکہ غیر اللہ کی خاطر صرف اسے پیش کر دینا منظور ہو اور کون نہیں جانتا کہ آج کل کے مسلمان جو نذریں محبوبان خدا اولیاء وانبیاء کیلئے مانتے ہیں۔ انہیں فقراء پر تقسیم کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اور وہ تقسیم بھی کی جاتی ہیں۔ لہذا عوام المسلمین کی نذر کو فقہائے حنفیہ کی ان عبارات کی بناء پر حرام اور باطل قرار دینا دیوبندیوں کی جہالت اور بددیانتی کا بین ثبوت ہے۔ شیخ داؤد موسوی بغدادی درمختار اور بحر الرائق کی مذکورہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

ولا شک ان قصد العوام بالذبائح وغیرہ بنذرھا وذبحھا صرفھا للفقراء المنسوبین الی ذلک الولی او لعموم الفقراء فی کل مکان وعند ابی حنیفة لا یتعین المکان فی النذور ولو نذر مثلاً للشیخ فلان جاز ذبحه و تفرقه غیر مکان الشیخ لانه یصله الثواب حیث ما کان ۔

(ترجمہ) اور اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ عوام المسلمین جو نذریں بزرگان دین کے لئے مانتے ہیں۔ ان میں ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ ان بزرگوں سے نسبت رکھنے والے فقراء یا کسی بھی جگہ کے محتاجوں میں تقسیم کی جائیں اور احناف کے نزدیک جگہ متعین نہیں ہوتی مثلاً ایک شخص فلاں شیخ کیلئے نذر مانے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ شخص اس جانور کو کسی بھی جگہ ذبح کرے اور تقسیم کردے کیونکہ جہاں بھی یہ نذر ادا کی جائے گی اس کا ثواب اس شیخ کو بہر حال پہنچ جائے گا۔

پھر شیخ داؤد شیخ قاسم کے بارے میں لکھتے ہیں۔ مع ان ھذہ العبارة منسوبة للشیخ قاسم وھو من تلامیذ ابن الھمام من اھل التسع مائة ولم تنقل ھذہ المسئلة الا عنه لا عن المتقدمین من المذاھب واصحابھم والشیخ قاسم

هـذا كـان يعتقد اعتقاد ابن تيميه وهو مبتكر لهذه الاشياء المضللة للناس ورد عليه جماهير اكابر المذاهب في وقته وبعده من خصوص هذه المسائل التي ابتدعها .

(ترجمہ) علاوہ ازیں یہ عبارت امام ابن الھمام کے شاگرد شیخ قاسم کی طرف منسوب ہے۔ اور وہ نویں صدی ہجری میں ہوا۔ اور یہ مسئلہ شیخ قاسم کے علاوہ کسی سے نقل نہیں کیا گیا ہے۔ نہ ہی آئمہ مذاہب سے اور نہ ہی ان کے اصحاب کبار سے اور یہ شیخ قاسم امام ابن تیمیہ کے عقیدہ پر تھا اور ابن تیمیہ اسی قسم کے مسائل اپنی طرف سے ایجاد کیا کرتا تھا جن کی بناء پر وہ لوگوں کو گمراہ اور بددین قرار دیا کرتا تھا اور ابن تیمیہ کے دور میں اور اس کی وفات کے بعد اکابرین مذاہب نے اس کے ان خودساختہ مسائل کی تردید فرمائی۔

پھر علی سبیل التنزل فرماتے ہیں۔ اور اگر شیخ قاسم کے اس مسئلہ کو صحیح تسلیم بھی کرلیا جائے تو علماء کے نزدیک شیخ قاسم کے اس کلام پر کوئی غبار نہیں کیونکہ اس کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ اولیاء کی نذر جائز نہیں۔ مگر اس وقت جب کہ ناذر اسے فقیر پر خرچ کرنے کا قصد کرے اور اس نذر میں فقراء پر خرچ کرنا یقیناً مقصود ہوتا ہے۔ لہذا یہ نذر علامہ قاسم کے نزدیک بھی جائز ہے۔ (اشد الجہاد ص ٦)

علمائے مکہ معظّمہ کا فتویٰ

امام الوہابیہ ابن عبدالوہاب نجدی نے اپنی کتاب کتاب التوحید کا خلاصہ لکھ کر علمائے مکہ معظمہ پر پیش کیا تو انہوں نے نذر اولیاء کے بارے میں یہ فتویٰ صادر فرمایا۔ وان النذر لله وذكر النبي او الولي او اطعم الفقراء على بابه او يقول يا الله ان قضيت حاجتي ببركة فلان له كذا اي اهدي ثوابه له او يقول يا نبي الله يا ولي الله ادع في قضاء حاجتي من الله ان اقضي حاجتي اهدي لك ثواب صدقه كذا فالنذر في هذه الصور كلها جائز . (ترجمہ)۔ اور اگر نذر اللہ کی ہو اور نبی یا ولی کا ذکر مصرف کے بیان کے

لئے ہو یا توسل کے طور پر ہو مثلاً کوئی یوں کہے کہ یا اللہ اگر میری حاجت تو بر لائے گا تو میں فلاں نبی و لی کے مزار کے خادموں کو یہ دوں گا یا یوں کہے کہ اے اللہ تو میری حاجت فلان بزرگ کی برکت سے پوری کر دے گا تو میں فلاں چیز کے صدقہ کا ثواب اس کو پہنچاؤں گا یا یوں کہے کہ یا نبی اللہ یا ولی اللہ آپ اللہ تعالی سے مری حاجت پوری ہونے کی دعا کریں اگر وہ میری حاجت پوری کرے گا تو آپ کو فلاں چیز کے صدقہ کا ثواب پہنچاؤں گا تو ان سب صورتوں میں نذر جائز ہے۔ (سیف الجبار ص ۷۶ امطبوعہ ترکی)

امام صادی مالکی کا ارشاد

مفسر امام احمد صادی فرماتے ہیں۔ پھر اگر کوئی شخص کسی وفات یافتہ ولی اللہ مثلاً سید بدوی کے لئے جانور نذر مانے تو اگر اس نے نیت کی ہے۔ کہ وہ ولی اللہ اس جانور سے اس طرح فائدہ اٹھائے گا جس طرح زندہ شخص اٹھاتا ہے۔ تو وہ نذر باطل ہے۔ اور اگر اس نے یہ نیت کی ہے۔ کہ وہ جانور اسی جگہ ذبح کیا جائے اور اس ولی کے پاس رہنے والے فقراء پر صدقہ کا قصد نہیں کیا تو اس جانور کو اس کے مزار پر لے جانا لازم نہیں ہے۔ بلکہ جس جگہ چاہے ذبح کرے واما ان قصد بسوقها فقراء ذلک المحل لزمها سوقها۔ اور اگر اس نے اس ولی کے پاس رہنے والے فقراء پر صدقہ کرنے کی نیت کی ہے تو اس جانور کو اس مزار پر لے جا کر ذبح کرنا واجب ہوگا۔ (تفسیر صادی زیر آیت ما ذبح علی النصب)

امام ابن حجر مکی شافعی کا فتوی

امام ابن حجر مکی شافعی فرماتے ہیں۔ النذر للولی الحی صحیح ویجب صرفه الیه ولا یجوز صرف شیء لغیره واما النذر لولی المیت فان قصد الناذر تملیک الملک بطل نذره وان قصد قربة اخری کاولاده وخلفاءه او اطعم الفقراء الذین عند قبره وغیر ذلک من القرب المتعلقة بذلک الولی صح نذره ووجب صرفه فی ما قصد الناذر وان لم یقصد

شیئاً لم یصح الا ان طردت عادة الناس فی زمن الناذر بانهم ینذرون للمیت ویریدون جهة مخصوصة بما ذکرنا وعلم الناذر تلک العادة المطردة المستقرة فالظاهر تنزیل نذره علیه اخذاً مما ذکروه فی الوقف من ان العادة المستقرة المرادة فی زمن الواقف تنزل منزلة شرطه .

(ترجمہ) ولی اللہ کیلئے نذر ماننا صحیح ہے۔ پھر اگر وہ بقید حیات دنیوی ہیں۔ تو اس نذر کی شے ءکو ان پر خرچ کرنا واجب ہے۔ اور اس سے کچھ کسی کو دینا جائز نہیں ہے۔ اور اگر وہ وفات پا چکے ہیں۔ تو اگر ناذر نے ان کی ملک میں وہ شے ء دینے کی نذر مانی ہے۔ تو یہ نذر باطل ہے۔ اور اگر اس نے کسی دوسری قربت کا ارادہ کیا ہے مثلاً اس کی اولاد یا خلفاء یا مجاورین فقراء پر صرف کرنے کی نیت کی ہے یا کسی ایسے نیک کام میں خرچ کرنے کا قصد کیا ہے۔ جس کا تعلق ان ولیوں سے ہے۔ تو اس صورت میں یہ نذر صحیح ہے۔ اور اسے مقصود ناذر کے موافق خرچ کرنا واجب ہے۔ اور اگر ناذر کی کوئی مخصوص نیت نہیں تھی تو وہ نذر صحیح نہیں مگر جب کہ اس دور کے لوگ ان ولیوں کیلئے نذر مانتے اور اس نذر کو کسی خاص کام پر خرچ کرنے کی عادت رکھتے ہوں اور ناذر کو اس عادت کا علم بھی تھا تو اس صورت میں بھی نذر صحیح ہے۔ جیسا کہ وقف کے باب میں عرف عام معتبر ہوا کرتا ہے۔

(اشد الجہاد ص ۳۷)

صدر الشریعۃ کا فتوی

خلیفہ اعلیٰ حضرت بریلوی صدر الشریعۃ مولانا امجد علی صاحب اعظمی فرماتے ہیں۔

مسجد میں چراغ جلانے یا طاق بھرنے یا فلاں بزرگ کے مزار پر چادر چڑھانے یا گیارہویں کی نذر دلانے یا غوث اعظم کا توشہ یا شیخ عبدالحق کا توشہ کرنے یا حضرت جلال بخاری کا کونڈا دینے یا محرم کی نیاز یا شربت یا سبیل لگانے یا میلاد کرنے کی منت مانی تو یہ شرعی منت نہیں۔ مگر یہ کام منع نہیں ہے کرے تو اچھا ہے۔ ہاں البتہ اس کا خیال رکھے کہ کوئی بات خلاف شرع اس کیساتھ نہ ملائے۔ (بہار شریعت جلد نہم ص ۳۴)

الحمد للہ ! علمائے اہل سنت کے ان روشن بیانات اور واضح ارشادات سے بزرگوں کی نذر و نیاز کا جواز و ثبوت اظہر من الشمس ہوا اور یہ ہم مقلدین حنفیہ کیلئے کافی وافی ہے۔ وہابیہ زمانہ سفہاء الاحلام کیلئے تو دفتر بے کار ہیں۔

ما اهل به لغير الله کا صحیح مفہوم

وہابیہ زمانہ نے آیت کریمہ وما اهل به لغير الله سے بزرگان دین کی نذر و نیاز کو حرام قرار دیا ہے۔ ہم ان کے اس استدلال باطل کے جواب میں عرض کرتے ہیں کہ ان عقل کے ماروں کا بزرگوں کی نذر و نیاز کو حرام بتانے کیلئے آیت کریمہ ما اهل به لغير الله سے استدلال کرنا ان کی جہالت تامہ کا بین ثبوت ہے۔ کیونکہ آیت کریمہ میں مراد بتوں کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانور ہیں۔ چنانچہ شیخ زادہ حنفی اپنے حواشی میں فرماتے ہیں۔ اور اللہ کے ارشاد۔ ما اهل به لغير الله میں ما موصولہ الذی کے معنی میں ہے۔ اور وہ المیتۃ پر معطوف ہونے کے باعث محلا منصوب ہے۔ اور اهل فعل مجہول ہے۔ اور بہ میں جار مجرور فاعل کے قائم مقام ہیں۔ اور بہ کی ضمیر ما موصولہ کی طرف راجع ہے۔ اور باء فی ظرفیہ کے معنی میں ہے پس یہاں مضاف کو محذوف ماننا لازم ہے۔ سو بہ بمعنی فی ذبحہ ہے۔ لان المعنى ما صيح فى ذبحه لغير الله وكانوا يسمون الاوثان عند الذبح ويرفعون اصواتهم عند ذبحهم بذكرها فمعنى قوله وما اهل به لغير الله ما ذبح للاصنام والطواغيت۔ کیونکہ ما اهل به لغير الله ما صيح فى ذبحه لغير الله کے معنی میں ہے۔ اور زمانہ جاہلیت میں اہل عرب ذبح کے وقت بتوں کے نام لیا کرتے تھے۔ اور ذبح کے وقت وہ بتوں کے ناموں کو بلند آواز سے پکارا کرتے تھے۔ پس ما اهل به لغير الله سے مراد وہ جانور ہے۔ جو بتوں اور شیطانوں کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو۔ (حواشی شیخ زادہ علی البیضاوی ص ۴۸۱)

اور تفسیر بغوی اور تفسیر خازن میں ہے۔ وما اهل به لغير الله يعنى وما ذبح للاصنام والطواغيت واصل الاهلال رفع الصوت وذلك انهم كانوا

یرفعون اصواتهم بذکر آلهتهم اذا ذبحوالها یعنی ما اهل به لغیر الله سے مراد وہ جانور ہے۔ جو بتوں اور شیطانوں کا نام پکار کر ذبح کیا جائے اور اهلال کا لغوی معنی آواز بلند کرنا ہے۔ اور اس جانور کو ما اهل کہنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ جب مشرکین عرب اپنے بتوں کے لئے کوئی جانور ذبح کیا کرتے تھے تو ان کا نام ذبح کے وقت اونچی آواز سے لیا کرتے تھے۔ (تفسیر خازن ص ۱۴۰ ج ۱)

قیاس مع الفارق

الحمد لله ! ان معتبر تفسیرات سے جب یہ معلوم ہو گیا کہ ما اهل بہ لغیر اللہ سے مراد وہ جانور ہے۔ جسے کافر بت یا شیطان کا نام لے کر ذبح کرے تو اس آیت سے اولیائے کرام کے مزارات کے پاس ذبح کئے جانے والے اس جانور کو حرام ثابت کرنا جسے مسلمان اللہ کا نام لے ذبح کرے قیاس مع الفارق ہوگا اور قیاس مع الفارق باطل اور غیر ثبت لحکم شرعی ہوتا ہے۔ ولہذا وہابیہ زمانہ کا نذور اولیاء کو اس آیت کریمہ سے حرام بتانا قطعاً باطل ہے۔ معمولی سمجھ رکھنے والا شخص اس فرق کو سمجھ سکتا ہے۔ کہ بتوں کی نذر میں مقصود نذر للصنم ہوتی ہے اور اللہ کا نام چھوڑ کر بت کا نام لے کر اسے کافر یا مشرک شخص ذبح کرتا ہے۔ مگر نذر اولیاء میں مقصود نذر اللہ ہوتی ہے۔ اولیاء کرام کو صرف ثواب پہنچانا مطلوب ہوتا ہے۔ اور اس کے جانور کو مسلمان اللہ کے نام پر ذبح کرتا ہے۔ پس نذر للصنم قطعاً حرام و ناجائز اور نذر للولی قطعاً حلال اور جائز ہے۔ گر فرق مراتب نکنی زندیقی۔

علامہ ملا جیون کا منصفانہ فیصلہ

نذر الاصنام اور نذر الاولیاء کے اسی واضح فرق کی بناء پر شہنشاہ ہند اورنگزیب عالمگیر کے استاد ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ ما اهل بہ لغیر اللہ کی تفسیر کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں۔ ومن ههنا علم ان البقرة المنذورة للاولیاء کما هو الرسم فی زماننا حلال طیب لانه لم یذکر اسم غیر الله علیها وقت الذبح وان

كانوا ينذورنها لهم ۔ اور اس جگہ سے معلوم ہوا کہ جس گائے کی نذر اولیاء کیلئے مانی جاتی ہے۔ جیسا کہ ہمارے زمانے میں رواج ہے۔ وہ حلال اور طیب ہے۔ کیونکہ اس پر ذبح کے وقت غیر خدا کا نام نہیں لیا جاتا۔ لہذا و ما اهل بہ لغیر الله کے حکم میں داخل نہیں ہوتی اگر چہ لوگ اس گائے کو اولیاء کے لئے نذر مانا کرتے ہیں۔ (جاء الحق ص ۳۶۰)

الحمد لله! اس منصفانہ فیصلے کے بعد گمراہ نہ ہوگا مگر وہی جس کے مقدر میں گمراہی لکھ دی گئی ہے۔ (**والله يهدي من يشاء**)

وحرره الفقير ابو الكرم احمد حسين قاسم الحيدري غفر الله له المدرس بالجامعة الحيدريه فضل المدارس سهنسه من مضافات آزاد كشمير.

(۲ رمضان المبارک ۱۴۰۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آٹھواں مقالہ

تعویذ کی شرعی حیثیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۔ اما بعد!

دورِ حاضر میں بعض لوگ بیمار کے گلے میں حصولِ شفاء کے لئے قرآنی تعویذ لٹکانے کو شرک قرار دیتے ہیں اور اسے توکل کے خلاف جانتے ہیں۔ چنانچہ کیپٹن ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی (توحید روڈ کیماڑی کراچی) اپنے رسالہ ''تعویذ گنڈا شرک ہے'' میں لکھتا ہے۔

امت محمدیہ کے افراد کی گردنوں کی تلاشی لی جائے تو کسی میں کاغذی تعویذ لٹک رہا ہوگا، کسی میں چھوٹا سا قرآنی نسخہ، کسی میں دنیا کے ملکوں کے سکے، کسی میں کوڈیاں اور مونگے اور کسی میں چاقو وچھری۔ یہ سب چیزیں ان اللہ کے بندوں کے عقیدہ میں ان کو بلاؤں سے بچانے اور بیماریوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ہوتی ہیں۔ اب ان چیزوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات بھی سنتے چلیے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ دم تعویذ اور تولہ سب شرک ہیں''۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ جلد دوم ص ۱۰۷)

بعض قسم کے دم جن میں شرکیہ الفاظ نہیں تھے نبی ﷺ نے ان کی رخصت دے دی مگر تعویذ یا تولہ (محبت کے تعویذ) کی بالکل اجازت نہیں دی اور دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک جماعت آئی آپ نے ان میں سے نو آدمیوں سے بیعت لے لی اور ایک کو چھوڑ دیا۔ لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول آپ نے نو سے بیعت لے لی اور ایک کو چھوڑ دیا۔ ارشاد فرمایا۔ اس سے اس لئے بیعت نہیں لی کہ وہ تعویذ پہنے ہوئے ہے۔ یہ سن کر ان صاحب نے ہاتھ اندر ڈال کر تعویذ توڑ دیا۔ اب نبی نے ان سے بھی بیعت لی اور فرمایا۔ ''من تعلق تمیمۃ فقد اشرک ''جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔ (مسند احمد جلد چہارم ص ۱۵۶)

کیا یہ حدیث یہ نہیں بتاتی کہ ہر قسم کا تعویذ ناجائز ہے۔ ورنہ نبی ﷺ کم از کم یہ تو ضرور دریافت فرما لیتے کہ یہ تعویذ جو تم نے لٹکایا ہے۔ اس میں قرآن تو نہیں لکھا ہوا ہے۔ اسماء الٰہی تو نہیں۔ مطلق تعویذ دیکھ کر آپ کا بیعت نہ کرنا کیا یہ ثابت نہیں کرتا کہ آج کے فن دینداری کے ماہر اپنے کاروبار کے لئے جو مختلف عذر پیش کرتے ہیں۔ وہ سارے کے سارے عذر ہائے لنگ کے علاوہ کچھ نہیں۔ (تعویذ گنڈا شرک ہے ص ۳)

حالانکہ تعویذ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک قسم کے تعویذات میں صرف آیات قرآنی یا ادعیہ ماثورہ لکھی جاتی ہیں۔ اور دوسری قسم کے تعویذات میں شرکیہ کلمات وغیرہا ہوتے ہیں، پہلی قسم کے تعویذات پینا اور بازو یا گلے میں لٹکانا یقیناً جائز عمل ہے۔ اور دوسری قسم کے تعویذات شرعاً ممنوع اور ناجائز ہیں۔ کیپٹن ڈاکٹر صاحب کا مطلقاً تعویذ کے استعمال کو شرک قرار دینا قطعاً یقیناً غلط ہے۔ جائز قسم کے تعویذات سے شفا حاصل کرنا یا مقصد براری چاہنا جائز ہے۔ اس مختصر مقالہ میں ہم نے اسی قسم کے تعویذات کے استعمال کے جواز کو ثابت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق ماننے کی توفیق بخشے...... آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

جائز کلمات سے دم کرنا حدیثوں سے ثابت ہے

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

کنا نرقی فی الجاھلیة فقلنا یا رسول اللہ کیف تری فی ذلک فقال اعرضوا علی رقاکم لاباس بالرقی مالم یکن فیہ شرک

ہم دور جاہلیت میں پھونک جھاڑ کیا کرتے تھے تو ہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ پھونک جھاڑ کے بارہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا مجھ پر اپنی پھونک جھاڑ پیش کرو، پھونک جھاڑ میں کوئی حرج نہیں جبکہ اس میں شرک یعنی شرکیہ کلمات نہ ہوں۔ (مسلم شریف جلد دوم ص ۲۲۴، ابوداؤد جلد دوم ص ۱۸۶، مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۰۶)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ماموں بچھو کے کاٹے ہوئے شخص پر پھونک جھاڑ کیا کرتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے پھونک جھاڑ سے منع فرمایا

تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ آپ نے پھونک جھاڑ سے منع فرمایا ہے۔ حالانکہ میں بچھو کے کاٹے ہوئے شخص پر دم کرتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلیفعل تم میں سے جوکوئی اپنے کسی بھائی کو نفع پہنچا سکے وہ اسے نفع پہنچائے۔ (مسلم شریف جلد دوم ص ۲۳۲)

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بلاشبہ نبی ﷺ جن لفظوں سے دم فرمایا کرتے تھے وہ یہ ہیں:

اذھب البأس رب الناس بیدک الشفاء ولا کاشف له الا انت

اے لوگوں کے رب بیماری دور کردے تیرے ہی ہاتھ میں شفا ہے اور بیماری دور کرنے والا کوئی نہیں مگر تو ہی۔ (مسلم جلد دوم ص ۲۳۰ بخاری جلد دوم ص ۸۵۵)

اور انہی سے مروی ہے کہ جب گھر میں کوئی شخص بیمار ہو جاتا تو رسول اللہ ﷺ معوذات (قرآن کی آخری دو سورتیں) پڑھ کر اسے دم کیا کرتے تھے سو جب آپ مرض الوفات میں تھے تو میں آپ پر دم کیا کرتی تھی اور حضور ﷺ کے ہاتھ پر دم کر کے اسے آپ کے جسم پر پھیرا کرتی تھی۔ کیونکہ آپ کا اپنا ہاتھ میرے ہاتھ کی نسبت سے زیادہ بابرکت تھا۔ (بخاری ص ۸۵۴ مسلم جلد دوم ص ۲۳۰)

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر میں ایک لونڈی کے چہرہ میں زرد رنگ کا دھبہ دیکھ کر فرمایا، ''استرقوا لها'' اس کے لئے دم کرنے والے کی تلاش کرو۔ ''فان بها النظرة'' کیونکہ اسے نظر لگ گئی ہے۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۱۰۶)

الحمدللہ! ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ آیات کریمہ یا اذکار متبرکہ سے دم کرنا جیسا کہ ہمارے مشائخ وعلماء کا معمول ہے۔ شرعاً جائز ہے۔ آنحضرت ﷺ نے نہ صرف دوسروں کو اس کی اجازت مرحمت فرمائی بلکہ آپ خود بھی بیماروں کو دم فرمایا کرتے تھے۔ لہذا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو یہ فرمایا گیا ہے۔ ''ان

الرقی والتمائم والتولیۃ شرک'' (بلاشبہ پھونک جھاڑ اور تمائم اور تولیہ شرک ہیں) اس سے مراد وہ پھونک جھاڑ اور تعویذات ہیں۔ جن میں شرکیہ الفاظ پائے جائیں جیسا کہ شارحین حدیث نے فرمایا۔ امام فخر الدین زیلعی لکھتے ہیں:

ولا بأس بالرقی لانه علیه الصلوٰة والسلام کان یفعل ذالک وما جآء من النهی عنه علیه الصلوٰة والسلام محمول علی رقی الجاهلیة اذا کانوا یرقون بکلمات الکفر الا تری الی ما یروی عن عروة بن مالک رضی الله عنه انه قال کنا فی الجاهلیة نرقی فقلنا یا رسول الله کیف تری فی ذالک فقال اعرضوا علی رقاکم لابأس بالرقی ما لم یکن فیه شرک رواه مسلم وابو داؤد

اور پھونک جھاڑ کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ کام کیا کرتے تھے۔ اور اس بارہ میں جو آپ کی جانب سے ممانعت آئی ہے۔ وہ جاہلیت کی پھونک جھاڑ پر محمول ہے۔ کیونکہ اس دور میں لوگ کلمات کفر کے ساتھ پھونک جھاڑ کرتے تھے۔ کیا تو نہیں دیکھتا اس حدیث کی طرف جو حضرت عروۃ بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا ہم زمانہء جاہلیت میں پھونک جھاڑ کیا کرتے تھے، سو ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ پھونک جھاڑ کے بارہ میں آپ کی رائے کیا ہے؟ فرمایا تم اپنی پھونک جھاڑیں مجھ پر پیش کرو۔ پھر فرمایا پھونک جھاڑ میں کوئی حرج نہیں جبکہ اس میں شرکیہ کلمات نہ پائے جائیں۔ (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق حصہ ششم ص ۳۳)

لہذا اس حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآنی آیات واذکار متبرکہ سے پھونک جھاڑ کو شرک قرار دینا صرف پرلے درجہ کی جہالت ہی نہیں اعلیٰ درجہ کی حماقت بھی ہے۔ امام نووی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے تحت لکھتے ہیں:

وفی هذا الحدیث استحباب الرقیة بالقرآن والاذکار وانما رقی بالمعوذات لانهن جامعات للاستعاذة من کل المکروهات جملة

وتفصیلاً یعنی اس حدیث سے قرآن اوراذکارالٰہی سے پھونک جھاڑ کا استحباب ثابت ہوا اور آنحضرت ﷺ معوذات سے اس لئے دم فرمایا کرتے تھے کہ یہ تمام ناپسندیدہ باتوں سے پناہ چاہنے پر اجمالاً وتفصیلاً مشتمل ہیں۔ (المنہاج جلد دوم ص ۳۳۱)

اور امام عبدالغنی نابلسی حنفی فرماتے ہیں:

قال المازری جمیع الرقی جائزة اذا كانت بآيات الله تعالىٰ اوبذكره وينهى عنها اذا كانت باللغة العجمية او بما لايدرى معناه لجواز ان يكون فيه كفر یعنی امام مازری نے فرمایا ہے کہ تمام اقسام کے جھاڑ پھونک جائز ہیں بشرطیکہ وہ آیات اوراذکارالٰہیہ پر مشتمل ہوں اور جو جھاڑ پھونک غیر عربی زبان میں ہوں یا جن کے معنی معلوم نہ ہوں ان سے دم کرنے سے روکا جائے گا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ کفریہ کلمات پر مشتمل ہوں۔ (الحدیقۃ الندیہ جلد دوم ص ۵۷۶)

تعویذ لٹکانا صحابیٔ رسول کی سنت ہے

صحابیٔ رسول مقبول حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو دفع بے خوابی کے لئے یہ دعاء سکھایا کرتے تھے:

اعوذ بكلمات الله التامة من غضبه وشر عباده من همزات الشياطين وان يحضرون حضرت عبداللہ بن عمرو اپنے سمجھدار بچوں کو یہ الفاظ سکھایا کرتے تھے اور اس دعاء کو کاغذ میں لکھ کر اپنے بے سمجھ بچوں کے گلے میں لٹکایا کرتے تھے، سنن ابی داؤد کے الفاظ یہ ہیں۔ وكان عبد الله بن عمرو يعلمهن من عقل من بنيه ومن لم يعقل كتبه فاعلقه عليه

اور ترمذی کے الفاظ یہ ہیں:

فكان عبد الله بن عمرو يلقنها من بلغ من ولده ومن لم يبلغ منهم كتبها في صك ثم علقها في عنقه

اور مشکوٰۃ شریف کے الفاظ یہ ہیں:

وکان عبد اللہ بن عمرو یعلمها من بلغ من ولده ومن لم یبلغ منهم کتبها فی صک ثم علقها فی عنقه رواه ابوداؤد والترمذی وهذا لفظه اھ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حدیث مشکوٰۃ کا فارسی زبان میں بدیں الفاظ ترجمہ کرتے ہیں:

" وبود عبد اللہ بن عمرو که جد شعیب مذکور است وراوی این حدیث است تعلیم می کرد این کلمات را به کسے که بالغ بود از اولاد وے وکسے بلوغ نرسیده بود از اولاد وے مے نوشت این کلمات را در صک یعنی در کاغذ پاره پستر می آویخت آن کلمات را در گردن او "

یعنی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ کلمات اپنی بالغ اولاد کو سکھاتے تھے اور اس دعاء کو کاغذ کے ٹکڑے میں لکھ کر اپنی نابالغ اولاد کی گردن میں لٹکاتے تھے۔ (اشعۃ اللمعات جلد دوم ص ۲۹۰)

الحمد للہ! اس روایت سے ثابت ہوا کہ آیات قرآنیہ یا ادعیہ متبرکہ کاغذ میں لکھ کر بچوں کے گلے میں لٹکانا رسول اللہ ﷺ کے صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی سنت ہے۔ لہٰذا یہ عمل جائز ہے۔ ثم الحمد للہ علی ذالک

یہ حدیث فقہاء کے نزدیک مستند ہے

بعض جہلائے زمانہ نے اپنی خود ساختہ علتوں کی بناء پر اس حدیث کو ناقابل استناد واعتبار کہا ہے۔ یہ ان لوگوں کی گمراہی اور جہالت ہے۔ ورنہ اجلہ فقہائے کرام نے اس حدیث کو قابل استناد سمجھ کر اس سے تعویذ لٹکانے کے جواز کی تصریح فرمائی ہے۔ چنانچہ امام ترمذی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں "ہذا حدیث حسن غریب" یہ حدیث حسن غریب ہے۔ غرابت حدیث کا مفہوم شیخ محدث دہلوی ان لفظوں میں بیان فرماتے ہیں:

حدیث صحیح اگر راوی وے یک است آنرا غریب نامند الی ان قال وازیں جا معلوم شود که غرابت منافات بصحت ندارد وحدیث غریب

صحیح می تواند بود چناں کہ ہر یکے از رجال وے ثقاہت باشد
یعنی اگر صحیح حدیث کے کسی سلسلہ سند میں ایک راوی ہوتو اسے غریب کہتے ہیں اور غرابت حدیث صحت حدیث کے منافی نہیں ۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی کا اس حدیث کوحسن غریب کہنا اس کے ضعف کے لئے نہیں ہے ۔ لہذا یہ حدیث حسن ہونے کی وجہ سے قابل استناد ہے ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں:

وازیں جا آویختن تعویذات در گردن معلوم می شود وبعضے علمآء را دریں اختلاف است. مختار آن است. کہ تعلیق حرزات ومانند آن حرام ومکروہ است. اما اگر قرآن یا اسمآء الٰہی تعالیٰ بنویسند باکے نیست .چنانکہ در رقیہ تفصیل کردہ اند

ترجمہ: اور اس جگہ سے (یعنی اس حدیث سے) گردن میں تعویذات کا لٹکانا (جائز) معلوم ہوتا ہے ۔ اور بعض علماء کو اس مسئلے میں اختلاف ہے ۔ اور مختار قول یہ ہے کہ کوڈیاں وغیرہ (گردن میں) لٹکانا حرام اور مکروہ ہے ۔ لیکن اگر قرآن پاک یا اسماء الٰہی تعالیٰ لکھیں (اور انہیں گردن میں لٹکائیں) تو کوئی ڈر نہیں ۔ جیسا کہ علماء نے پھونک جھاڑ کے بارہ میں تفصیل بیان فرمائی ہے ۔ (اشعۃ اللمعات جلد دوم ص ۲۹۰)
اور یہی بزرگ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

ودر آویختن تعویذ در گردن وبستن درباز و نیز بعضے علماء را سخن ست اما آن را سندے از حدیث عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما است کہ آنحضرت اورا دعائے برائے دفع بے خوابی آموختہ بود ووے رضی اللہ تعالیٰ عنہ اولاد خود را کہ کلاں بودند بیآموخت وخرداں را نوشتہ در گردن آویخت

ترجمہ: گردن میں تعویذ لٹکانے یا اسے بازو میں باندھنے کے بارہ میں بعض علماء کو کلام ہے ۔ لیکن اس کے جواز کی دلیل حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث

میں موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انہیں دفع بے خوابی کے لئے ایک دعا سکھائی تو آپ وہ دعا اپنی بڑی اولاد کو سکھاتے تھے اور اسے لکھ کر چھوٹی اولاد کی گردنوں میں لٹکاتے تھے۔ (اشعۃ اللمعات جلد دوم ص ۶۱۰)

اور امام علی قاری لکھتے ہیں:

هذا هو السند فی ما یعقل فی اعناق الصبیان من التعویذات مرقاة

یہ حدیث بچوں کے گلے میں تعویذات لٹکانے کی سند ہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۹۷ ج ۱)

اور عارف باللہ امام عبد الغنی نابلسی لکھتے ہیں:

واما التعویذ فلاباس به ای هو جائز لاشتماله علی الآیات القرآنیة والادعیة والتوسلات والاذکار الالهیة ولکن ینزعه ای التعویذ عند دخول الخلاء ای بیت البول والغائط لقضاء الحاجة وعند القربان ای جماع زوجة او أمة لما فی ذالک من الاهانة بالتعویذ کذا فی الفتاویٰ التاتارخانیة

ترجمہ: اور تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں یعنی جائز ہے۔ کیونکہ وہ قرآنی آیات، دعاؤں اور اذکار الٰہی پر مشتمل ہوتا ہے۔ ہاں جب بیت الخلاء میں قضائے حاجت کے لئے جائے یا اپنی بیوی یا لونڈی سے وطی کرنا چاہے تو تعویذ کو اتار دے کیونکہ اس کے نہ اتارنے میں اس کی بے ادبی ہوتی ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ تاتارخانیہ میں مذکور ہے۔ (الحدیقۃ الندیہ جلد دوم ص ۲۵۷)

اور امام ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

وفی المجتبیٰ اختلف فی الاستشفاء بالقران بان یقرأ علی الملدوغ الفاتحة او یکتب فی ورق ویعلق علیه او فی طست ویغسل ویسقی وعن النبی ﷺ انه کان یعوذ نفسه قال رضی الله عنه وعلی الجواز عمل الناس الیوم وبه وردت الآثار ولاباس بان یشد الجنب

والحائض التعاویز علی العضد اذا کانت ملفوفة اھ

اور کتاب المجتبیٰ میں ہے کہ قرآن کے ذریعہ سے شفا طلب کرنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اور وہ اس طرح سے کہ سانپ بچھو کے کاٹے ہوئے شخص پر سورہ فاتحہ پڑھنا یا اسے کاغذ میں لکھ کر گلے میں لٹکانا یا تھالی میں لکھ کر دھو کر اسے پلانا ہو اور آنحضرت ﷺ کے بارہ میں مروی ہے کہ آپ اپنے اوپر دم فرمایا کرتے تھے اور آج کل لوگوں کا عمل جواز پر ہے اور اس کے جواز میں روایات موجود ہیں۔ اور اگر جنبی شخص یا حیض والی عورت تعویذ کو کپڑے میں لپیٹ کر بازو پر باندھے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ (رد المحتار جلد پنجم ص ۲۵۷)

الحمد للہ! فقہائے کرام کی ان روشن عبارات سے روز روشن سے زیادہ روشن وعیاں ہوا کہ ہمارے مشائخ وعلمائے اہل سنت کے نزدیک قرآنی تعویذات کا استعمال از روئے شرع شریف جائز ہے۔ ولہذا اسے شرک کہنا اور سواد اعظم اہل سنت کو مشرک گردانا سخت بے باکی اور افترائے عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اس پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین

''وھذا ما عندی والعلم التام عند اللہ العلام عزوجل''

(۱۵ ذوالقعدہ ۱۴۰۵ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نواں مقالہ

مسجد میں عورتوں کے اجتماعات کی اسلامی حیثیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۔

اما بعد : استفتاء کے عنوان سے مفتی عبدالقیوم صاحب کا ایک فتویٰ بعنوان ۔۔ ''مسجد میں عورتوں کے دینی اجتماعات کی شرعی حیثیت'' ماہنامہ منہاج القرآن لاہور کے ایک شمارہ میں شائع ہوا ہے ۔ چونکہ اس فتویٰ میں مفتی صاحب نے قرآن وسنت کی غلط ترجمانی کی ہے ۔ اس لیے ہم نے اس کے جواب میں یہ مختصر مقالہ ترتیب دینے کی سعادت حاصل کی ہے ۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعہء ہدایت بنائے اور شرف قبولیت بخشے ۔ آمین

مفتی صاحب کا فتویٰ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب کا فتویٰ پہلے یہاں نقل کر دیا جائے تاکہ قارئین پر مفتی صاحب کا مؤقف واضح ہو جائے اور حق سمجھنے میں آسانی ہو ۔ وباللہ التوفیق ۔

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں وہابی بدعقیدگی پھیلاتے ہیں ۔ اور آئے دن خواتین کے دروس اپنی مسجد میں کرواتے ہیں ۔ اس صورت حال میں ہم نے بھی اپنی جامع مسجد میں ماہانہ خواتین کے لیے محفل پاک کا انتظام کیا ہے ۔ جہاں پردے کا انتظام ہوتا ہے ۔ اس دوران کوئی مرد بھی مسجد میں نہیں ہوتا ہے ۔ بعض احباب نے اس کی مخالفت کی کہ قرآن وحدیث کی رو سے عورت مسجد میں کسی حالت میں بھی نہیں آسکتی اور نہ کوئی عالم دین خطاب کر سکتا ہے ۔ برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیے ۔ نیز یہ بھی واضح فرمائیں کہ کیا کوئی عالم دین باپردہ خواتین کو براہ راست خطاب کر سکتا ہے ۔ (سید اکرام علی شاہ گیلانی لاہور)

جواب : اگر شیطان اپنے گندے جراثیم پھیلا رہے ہیں ۔ تو آپ اپنے اچھے عقائد کیوں نہیں پھیلاتے ۔ ذکر کی محفل منعقد کریں ۔ میلاد کی مجالس منعقد کریں ۔ درس

قرآن وحدیث کا اہتمام کریں۔ وہ تو مخالفت کریں گے۔ آپ نے ان کی رضا دیکھنی ہے یا رب اور رسول ﷺ کی۔ آپ یہ تمام محافل بھی منعقد کریں۔ قرآن وحدیث اور بچوں بچیوں بلکہ عورتوں کی تعلیم وتربیت فوری طور شروع کریں۔ ان جراثیموں پر سپرے کریں۔ اپنی موت آپ مر جائیں گے۔ کوئی کیا کہتا ہے۔ اس کی پرواہ نہ کریں۔

قرآن سے

جو لوگ عورتوں کو مساجد میں عبادت وذکر وفکر کے لیے آنے سے منع کریں ظالم ہیں۔ قرآن کریم میں ہے۔ ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا اولئک ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین ط لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم ۔ (البقرۃ:۲:۱۱۴)

(ترجمہ) اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے۔ جو اللہ کی مسجدوں میں اس کا نام ذکر کرنے سے منع کرے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔ ان لوگوں کو حق نہیں پہنچتا کہ مسجدوں میں جائیں مگر اللہ سے ڈرتے ہوئے۔ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے۔ اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

دیکھ لیں مسجد میں اللہ کے ذکر سے منع کرنے والے سب سے بڑے ظالم ہیں۔ مسجدوں کو ویران کرنے والے ہیں۔ مسجدوں کی آبادی اللہ کی عبادت اور اس کے ذکر سے ہے۔ مسجد میں ہر مسلمان آ کر نماز ادا کر سکتا ہے۔ اللہ کا ذکر اور درود وسلام پڑھ سکتا ہے۔ دین کی تبلیغ کر سکتا ہے۔ مرد ہو یا عورت ہاں عورت جن دنوں میں نماز روزہ نہیں کر سکتی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی۔ جیسے مرد نجاست کی حالت میں مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا۔

احادیث مبارکہ

(۱) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اذا استاء ذنت امرءاۃ احدکم الی المسجد فلا یمنعھا۔ تم میں سے کسی کی بیوی جب مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو

اسے منع نہ کرے۔ (بخاری ومسلم)

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب کہتی ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اذا شھدت احدیکن المسجد فلا تمس طیبا ۔ جب تم میں سے کوئی بی بی مسجد میں جائے تو خوشبو نہ لگائے۔ (مسلم)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ایما امراۃ اصابت بخورا فلا تشھد معنا العشاء الاخرۃ. جس عورت نے عطر لگایا وہ ہمارے ساتھ نماز عشاء میں حاضر نہ ہو۔ (مسلم)

(۴) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لا تمنعوا نسائکم المساجد وبیوتھن خیر لھن ۔ اپنی عورتوں کو مسجدوں سے مت روکو اور ان کے گھر ان کے لیے بہتر ہیں (ابوداود)

(۵) بلال بن عبداللہ بن عمر اپنے والد (عبداللہ بن عمر) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ لا تمنعوا النساء حظوظھن من المساجد اذا استاء ذنتکم فقال لنمنعھن فقال له عبدالله اقول قال رسول الله ﷺ وتقول انت لنمنعھن وفی روایة سالم عن ابیه قال فاقبل علیه عبدالله فسبه سبا ما سمعت سبه مثله قط وقال اخبرک عن رسول الله ﷺ وتقول والله لنمنعھن ۔ عورتوں کا مسجدوں میں حصہ مت روکو جب وہ تم سے اجازت مانگیں۔ اس پر بلال بن عبداللہ نے کہا۔ اللہ کی قسم ہم تو انہیں ضرور منع کریں گے۔ اس پر عبداللہ بن عمر نے کہا میں کہتا ہوں رسول اللہ نے فرمایا اور تو کہتا ہے۔ ہم انھیں ضرور منع کریں گے۔ سالم نے عبداللہ بن عمر سے جو روایت کی اس میں ہے کہ عبداللہ بن عمر نے اپنے بیٹے بلال کی طرف رخ کر کے اسے اتنا برا بھلا کہا کہ میں نے انھیں ایسا سخت سست کہتے ہوئے کبھی نہ سنا۔ اور فرمایا میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی خبر دے رہا ہوں اور تو کہتا ہے کہ بخدا ہم ضرور عورتوں کو روکیں گے۔ (مسلم شریف)

(۶) امام احمد کی روایت میں ہے کہ اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مرتے دم تک اپنے بیٹے بلال سے بات نہیں کی۔ اللہ ورسول اللہ ﷺ کے ارشادات دیکھو اور منع کرنے والے گمراہوں کی جرات دیکھو۔ نعوذ باللہ۔ قرآن وحدیث کے احکام یہ ہیں۔ جو ہم نے باحوالہ بیان کر دیئے۔ آپ اسی ذوق وشوق سے دینی پروگرام کرتے رہیں اور بے ہودہ لوگوں کے شور شرابے کی طرف بالکل دھیان نہ دیں۔ شیطانی آوازیں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔ جاہل لوگوں کو یہ تحریر پڑھائیں۔ اگر ہمت کر سکیں تو اسے پمفلٹ کی شکل میں چھپوا کر لوگوں میں تقسیم کر دیں تاکہ ہر ایک کو فائدہ ہو۔ نیک صحیح العقیدہ باعمل عالم دین بالکل پس پردہ عورتوں سے خطاب کر سکتا ہے۔ اگر عورتیں مناسب پردے کے ساتھ سامنے بھی بیٹھی ہوں تو تعلیمی وتربیتی خطاب کر سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین اور بزرگان دین مردوں کے ساتھ عورتوں کی تعلیم وتربیت بھی فرماتے تھے۔ مناسب ہوگا کہ عالم دین اور عورتوں کے درمیان پردہ کر کے لیکچر یا خطاب کا بندوبست کر دیا جائے۔ اھ بلفظہ التمام

جواب الجواب بتوفیق اللہ الوہاب عزوجل:

مفتی عبدالقیوم صاحب نے اپنے مندرجہ بالا فتویٰ میں جو حدیثیں ذکر کی ہیں۔ وہ اسلام کے ابتدائی دور سے تعلق رکھتی ہیں۔ بعد کے ادوار سے ان کا تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ ابتدائے اسلام میں عورتوں کو نماز پنجگانہ کی جماعت میں حاضری کے لیے مسجد میں جانے کی جو اجازت دی گئی تھی اس کی دو وجہیں تھیں۔ اول وجہ تو یہ تھی کہ ابتدائے اسلام میں اسلام مکمل طور پر نہیں پھیلا تھا اس لیے ضرورت تھی کہ عورتیں بھی مسجد میں حاضری دے کر اسلام کا علم حاصل کریں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: وقیل لان الغرض من حضورھن کان لیتعلمن الشرائع ولا احتیاج الی ذلک فی زماننا لشیوعھا

والستر لهن اولی ۔اور دوسری وجہ یہ تھی کہ ابتدائے اسلام کے دور میں عورتوں میں فتنہ وفساد ظاہر نہیں ہوا تھا۔ اس دور کی عورتوں میں خدا خوفی تھی ۔ وہ شریعت کی پابند تھیں اور شرم وحیاء ان میں اعلیٰ درجہ کا پایا جاتا تھا۔ جبکہ ہمارے زمانے کی عورتوں میں فتنہ ظاہر ہوگیا ہے۔ ولہذا آج کل عورتیں مسجد کی حاضری سے روک دی گئی ہیں ۔امام بدرالدین عینی لکھتے ہیں: عورتیں سب نمازوں کی جماعتوں میں حاضر نہ ہوں گی اور اس حکم میں جوان اور بوڑھی عورتیں سب برابر ہیں ۔اور یہ متاخرین فقہاء کا قول ہے۔اور اس ممانعت کی وجہ سے ہمارے زمانے میں مختار قول یہی ہے کہ ہر قسم کی عورتوں کے لیے ہر قسم کی نمازوں میں مسجد کو جانا منع ہے۔اور اسی تغیر زمانہ کی وجہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ اگر رسول اللہ ﷺ وہ حالت دیکھ لیتے جو ہم نے دیکھی ہے۔تو عورتوں کو مسجدوں سے منع فرما دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو منع کر دیا تھا۔عورتوں نے بعد کے دور میں جو کام ایجاد کر لیے تھے۔ان میں زیب وزینت پکڑنا ،خوشبو لگانا اور زیورات پہننا ہے۔ ولہذا امنعھن عمر رضی اللہ عنہ۔ اسی تغیر کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے روک دیا تھا اور اس بات کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ زمانے کے بدلنے سے شرعی احکام بدل جایا کرتے ہیں۔جیسا کہ ہمارے زمانے میں مسجدوں کو تالہ لگانا جائز ہے۔ (تبیین الحقائق ص ۱۴۰ ج ۱)

اور امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ۔ عنایہ امام اکمل الدین میں ہے کہ عورتیں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس شکایت لے گئیں تو آپ نے فرمایا۔ اگر زمانہ اقدس میں یہ حالت ہوتی تو حضور ﷺ عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے حیث قال ولقد نهى عمر رضى الله عنه النساء من الخروج الى المساجد فشكون الى عائشة رضى الله تعالى عنها قالت لو علم النبى ﷺ ما علم عمر ما اذن لكن فى الخروج. (فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۱۷۰)

(ترجمہ) جیسا کہ امام اکمل الدین بابرتی نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجدوں کی طرف نکلنے سے روکا تو عورتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس شکایت لے گئیں آپ نے فرمایا جو کچھ عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا اگر اسے رسول اللہ ﷺ دیکھ لیتے تو تمہیں نکلنے کی اجازت نہ دیتے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ راشد میں چونکہ عورتوں میں تبدیلی ظاہر ہوگئی تھی اس لیے فتنہ کی بندش کے لیے آپ نے انہیں مسجدوں کی طرف نکلنے سے روک دیا تھا۔ اس ممانعت کی بنا پر ہمارے تمام فقہائے حنفیہ نے نوجوان عورتوں کو مطلقاً مسجد کی طرف نکلنے سے روک دیا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بوڑھی عورتوں کو دن کی نمازوں کے لیے نکلنے سے روکا اور رات کی نمازوں کے لیے نکلنے کی اجازت دے دی۔ اعلیٰ حضرت بریلوی امام اکمل الدین بابرتی کے عنایہ شرح ہدایہ سے ناقل کہ امام بابرتی نے فرمایا۔ فاحتج به علماءنا منعو الشواب من الخروج مطلقا اما العجائز فمنعهن ابو حنيفة رضی الله عنه من الخروج فی الظهر و العصر دون الفجر والمغرب والعشاء ۔ پس ہمارے علماء نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اس ممانعت سے دلیل پکڑی ہے۔ سوانہوں نے جوان عورتوں کو مطلقاً نکلنے سے منع فرمادیا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بوڑھی عورتوں کو ظہر وعصر کی نمازوں کے لیے نکلنے سے روکا اور باقی نمازوں کے لیے نکلنے کی اجازت دی۔ (فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۱۷۰)

صاحبین کا قول:

اور بوڑھی عورتوں کے بارے میں صاحبین امام ابو یوسف و امام محمد کا قول یہ ہے کہ وہ سب نمازوں کے لیے نکل سکتی ہیں۔ امام حدادیمنی لکھتے ہیں۔ واما عندهما فتخرج فی الصلوات كلها لانه لا فتنه لقلة الرغبة فيهن ۔ اور صاحبین کے

نزدیک بوڑھی عورتیں سب نمازوں کے لیے نکل سکتی ہیں۔ کیونکہ ان کے حق میں کوئی فتنہ موجود نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں رغبت بہت ہی کم ہوتی ہے۔ (جوہرہ نیرہ جلد اول ص۷۲)

علماء متاخرین کا قول

امام اعظم اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہم کے زمانے کے بعد جب بوڑھی عورتوں میں بھی جوان عورتوں جیسی عادتیں ظاہر ہونے لگیں تو علماء متاخرین نے جوان عورتوں کی طرح بوڑھی عورتوں کو بھی ہر قسم کی نمازوں کے لیے نکلنے سے روک دیا۔ چونکہ آج تک ہر قسم کی عورتوں میں فتنہ ترقی ہی کرتا رہا ہے۔ اس لیے متاخرین علماء کا یہی قول آج بھی مختار و معتمد ہوگا۔ آج کل اس قول کو چھوڑنا اور عورتوں کو گھروں سے باہر نکلنے کی کھلی چھٹی دینا سراسر گمراہی ہوگی۔ مفتی صاحب کے ملاحظہ کے لیے علماء متاخرین کے قول کے بارے میں چند حوالہ جات یہاں درج کیے جاتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) امام حدادیمنی لکھتے ہیں۔ الفتوی الیوم علی الکراھۃ فی الصلوات کلھا لظھور الفسق فی ھذا الزمان ۔ اور آج کل فتویٰ اس پر ہے کہ عورتوں کا نکلنا تمام نمازوں میں مکروہ ہے۔ کیونکہ اس زمانے میں فسق و فجور ظاہر ہوگیا ہے۔ (جوہرہ نیرہ جلد اول ص۷۲)

(۲) امام عینی لکھتے ہیں:۔ ولا یحضرن الجماعات یعنی فی الصلوات کلھا ویستوی فیہ الشواب والعجائز وھو قول المتاخرین لظھور الفساد فی زماننا ۔ اور عورتیں جماعتوں میں یعنی تمام نمازوں میں (مسجد میں) حاضر نہ ہوں گی۔ اور اس حکم میں جوان اور بوڑھی سب عورتیں برابر ہیں۔ اور یہ متاخرین علماء کا قول ہے۔ کیونکہ ہمارے زمانے میں فساد ظاہر ہوگیا۔ (تبیین الحقائق جلد اول ص۳۹)

(۳) صاحب بحرالرائق لکھتے ہیں۔ قال المصنف فی الکافی

والفتوی الیوم علی الکراهة فی الصلاة کلها لظهور الفساد ومتی کره حضور المسجد للصلوٰة فلان یکره حضورهن مجالس الوعظ خصوصا عند هؤ لاء الجهال الذین تحلوا بحلیة العلماء اولی ذکره فخر الاسلام اهـ اورصاحب کنزالدقائق نے اپنی کتاب کافی میں فرمایا ہے۔آج کل فتویٰ اس قول پر ہے کہ تمام نمازوں میں عورتوں کے نکلنے میں کراہت ہے۔کیونکہ فساد ظاہر ہوگیا ہے۔اور جب عورتوں کے نماز کی خاطر مسجد کی حاضری مکروہ ہے۔تو مجالس وعظ میں ان کی حاضری بدرجہ اولی مکروہ ہوگی۔خصوصا آج کل کے ان جاہلوں کے پاس جو علماء کے لبادہ میں ہوتے ہیں۔یہ بات امام فخرالاسلام نے ذکر فرمائی ہے۔(بحرالرائق جلد اول ص ۳۵۸)

مسجد میں عورتوں کی جماعت مکروہ ہے

جس طرح مسجد میں مردوں کی جماعت میں عورتوں کا شامل ہونا مکروہ ہے۔خواہ عورتوں کی یہ جماعت مسجد میں قائم کی گئی ہو یا مسجد سے باہر۔درمختار میں ہے۔ویکرہ تحریما جماعة النساء ولو فی التراویح۔اورعورتوں کی جماعت اگرچہ تراویح میں ہومکروہ تحریمی ہے۔(درمختار جلد اول ص ۴۱۸)

علامہ شامی لکھتے ہیں۔**قوله ویکره تحریما صرح به فی الفتح والبحر** ۔امام ابن الہمام نے فتح القدیر میں اورامام ابن نجیم نے بحرالرائق میں عورتوں کی جماعت کے مکروہ تحریمی ہونے کی تصریح کی ہے۔ (ردالمحتار ص ۴۱۹ جلد اول)

مجالس وعظ میں عورتوں کی حاضری بدرجہ اولی مکروہ ہے

اس دور فتنہ وفساد میں جب علماء متاخرین نے تمام عورتوں کو تمام نمازوں میں نکلنے سے منع کردیا تو عورتوں کا مجالس وعظ میں نکلنا بدرجہ اولی منع ہوگا۔امام فخرالاسلام کا ارشاد ابھی اوپر گزرا۔اور علامہ ابن عابدین شامی کتاب نہرالفائق سے نقل کرتے

ہیں۔ واذا منعت عن حضور الجماعة فمنعها من حضور الوعظ والاستسقاء اولی وادخله العینی رحمه الله فی الجماعات وماقلنا اولی۔ اور جب عورتوں کو جماعت کی حاضری سے منع کر دیا گیا تو وعظ اور نماز استقاء میں ان کی حاضری بدرجہ اولی منع ہوگی۔ اور علامہ عینی نے وعظ کی مجلس میں حاضری کو جماعات کی حاضری میں شامل کیا ہے۔ اور بہتر وہ ہے۔ جو ہم نے کہا ہے۔ یعنی وعظ کا مجمع الجماعات میں داخل نہیں بلکہ الجماعات کی حاضری کی ممانعت سے اسکی حاضری کی ممانعت بدرجہ اولی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (منح الخالق ص ۳۵۹ جلد اول)

علامہ بدرالدین عینی کی اصل عبارت کے الفاظ یہ ہیں۔ ویدخل فی قوله الجماعات الجمع والاعیاد والاستسقاء و مجالس الوعظ ولاسیما عندالجهال الذین تحلوابحلیة العلماء وقصدهم الشهوات وتحصیل الدنیا۔ اور صاحب کنز کے قول الجماعات میں جمعہ کی نماز، نماز عیدین، نماز استقاء اور مجالس وعظ سب داخل ہیں اور خصوصا ان جاہلوں کے پاس جنہوں نے علماء کا لبادہ اوڑھ رکھا ہوتا ہے اور مجالس وعظ سے ان کا مقصد شہوت پوری کرنا اور دنیا کمانا ہوتا ہے۔ (تبیین الحقائق جلد اول ۳۹)

مسجد میں عورتوں کا دینی اجتماع بھی مکروہ ہے

چونکہ مسجد میں عورتوں کی جماعت مکروہ تحریمی ہے۔ اس لیے مسجد میں عورتوں کا دینی اجتماع بدرجہ اولی مکروہ تحریمی ہوگا۔ امام صدر الشریعہ لکھتے ہیں۔: عورتوں کو کسی نماز میں جماعت کی حاضری جائز نہیں۔ دن کی نماز ہو یا رات کی جمعہ ہو یا عیدین خواہ وہ جوان ہوں یا بوڑھیاں۔ یوں ہی وعظ کی مجالس میں بھی جانا ناجائز ہے۔ (درمختار۔ بہار شریعت حصہ سوم ص ۱۳۱) ولہذا مفتی عبدالقیوم صاحب کا عورتوں کے اجتماع کو مسجد میں جائز قرار دینا سراسر غلطی ہے۔ اللہ تعالی حق قبول کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

عورتوں کا مطلقاً اجتماع شرع کو ناپسند ہے

صرف یہی نہیں کہ مسجد میں عورتوں کے اجتماع کو شرع نے مکروہ قرار دیا ہے۔ بلکہ عورتوں کے ہر قسم کے اجتماع کو شرع شریف نے ناپسند کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔: احادیث ثلاثہ مشار الیہ میں ارشاد ہوا عورتوں کے اجتماع میں خیر نہیں۔ حدیثین اولین میں اس کی علت بیان فرمائی کہ جب وہ اکٹھی ہوتی ہیں۔ بے ہودہ باتیں کرتی ہیں۔ حدیث ثالث میں فرمایا کہ ان کے جمع ہونے کی مثال ایسی ہے۔
جیسے صیقل گر نے لوہا تپایا آگ ہو گیا کاٹنا شروع کیا۔ جس چیز پر اس کا پھول پڑا اسے جلا دیا۔ رواھن جمیعا الطبرانی فی الکبیر ۔

عورتیں کہ بوجہ نقصان عقل و دین سنگ دل اور امر حق سے کم منفعل ولذا لم یکمل منھن الا قلیل۔ لوہے سے تشبیہ دی گئیں اور شہوات و خلاعات کے ان میں رجال سے سو حصہ زائد مشتعل لوہار کی بھٹی اور ان کا محلی بالطبع ہو کر اجتماع لوہے اور ہتھوڑے کی صحبت سے مشابہ قرار دیا گیا۔ اب جو چنگاریاں اڑیں گی ناموس، حیاء، غیرت جس پر پڑیں گی صاف پھونک دیں گی۔ سلمی پارسا ہے۔ ہاں پارسا ہے۔ وبارک اللہ۔ مگر جان برادر! کیا پارسائیں معصوم ہوتی ہیں؟ کیا صحبت بد میں اثر نہیں؟ جب قیموں سے جدا خود سرو آزاد ایک مکان میں جمع اور قیموں کے آنے دیکھنے سے بھی اطمینان حاصل فانما خلقت من ضلع اعوج کج سے بنی کج ہی چلے گی۔ آپ ناداں تو شدہ شدہ سیکھ کر رنگ بدلے گی جسے تشقیف زناں کی پرواہ نہیں یا حالات زناں سے آگاہ نہیں اول ظالم کا تو نام نہ لیجئے اور ثانی صالح سے گزارش کیجئے۔ معذور دارمت کہ تو اورا ندیدہ۔ اور مجمع زناں کی شناعات وہ ہیں۔ لا ینبغی ان تذکر فضلا ان تسطر ۔ جسے ان نازک شیشوں کو صدمے سے بچانا ہو تو راہ یہی ہے کہ شیشیاں شیشیاں بے حاجت شرعیہ بھی ملنے نہ پائیں کہ آپ میں مل کر بھی ٹھیس کھا جاتی ہیں۔ غرض احادیث مصطفیٰ ﷺ کا ارشاد ہلکا نہیں کہ اجتماع نساء میں خیر و اصلاح نہیں۔

آئندہ اختیار بدست مختار۔ (رسالہ مروج النجاء لخروج النساء ص ۱۰)

آیت کریمہ کے عموم سے استدلال درست نہیں

مفتی عبدالقیوم صاحب نے آیت کریمہ۔ ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ۔ کے عموم سے جو استدلال کیا ہے۔ وہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عام مخصوص منہ البعض ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ غیر مسلم لوگ مسجد میں رام رام کہیں تو مسلمان ان کو منع نہ کریں۔ مفتی احمد یار خان نعیمی اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں۔۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے وقت مسجد میں قفل لگا رکھنا منع ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان کو مسجد میں نماز سے روکنا منع ہے۔ کفار کو مسجد سے روکا جا سکتا ہے۔ رب فرماتا ہے۔ انما المشرکون نجس فلا یقربون المسجد الحرام۔ اسی طرح کسی مسلمان کو شرعی مجبوری کی وجہ سے مسجد سے روکنا جائز ہے۔ جیسے جنبی کو، منہ کی بدبو والے کو، لہسن پیاز حقہ کی بو جس کے منہ سے آ رہی ہو اس کو نماز سے روکنا نہیں۔ بلکہ ایذا دینے والی ہر چیز کو مسجد سے دور رکھنا ہے۔ جیسے کوڑے کو مسجد سے نکالنا ہے۔ (نور العرفان ص ۲۷)

الحمد للہ! مفتی صاحب کی اس تشریح سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ عورتوں کو مسجد میں دینی اجتماعات سے روکا جائے گا کہ ان کے اس اجتماع میں فتنہ وفساد کا خوف ہے۔ جیسا کہ عورتوں کو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے مسجد میں حاضری جماعت سے روک دیا تھا۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

مفتی صاحب کے فتویٰ کی زد میں اکابرین امت بھی آتے ہیں

مفتی صاحب نے اپنے فتوے کے آخر میں جو لکھا ہے کہ اللہ ورسول ﷺ کے ارشادات دیکھو۔ اور منع کرنے والے گمراہوں کی جرأت دیکھو۔ اس کی زد میں معاذ اللہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، صاحبین اور جملہ حنفی فقہاء وعلماء بھی آتے ہیں۔ ولہذا مفتی صاحب پر شرعا اس قول بدتر از

بول سے فوراً توبہ کرنا شرعاً فرض ہے۔ ورنہ اس فتویٰ کی وجہ سے جو جو مسلمان گمراہ ہوں گے ان کی گمراہی کا وبال بھی مفتی صاحب کے سر پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق بخشے۔

اجتماعات میں تحریکی خواتین کی غیر شرعی شرکت

تحریکی جماعت میں مفتی عبد القیوم خان صاحب جیسے مہربانوں کی وجہ سے اس جماعت کی خواتین کے اجتماعات میں غیر شرعی شرکت کے مناظر اکثر و بیشتر دیکھنے میں آتے ہیں۔ بمقام تعجب ہے کہ جو لوگ احیاء اسلام کے داعی اور مصطفوی انقلاب کے علم بردار بنتے ہیں وہی خلاف اسلام کاموں کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان نام نہاد مصلحین امت سے مسلمانوں کو بچائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

وھذا ما آخر ما أردنا ایراده فی ھذا المقالة المختصرة تقبلها الله تعالی بمنه العظیم ورسوله الکریم ﷺ۔

(۱۱ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دسواں مقالہ

اکابر نقشبندیہ اور ذکر بالجہر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین ۔ اما بعد!

اس مختصر مقالہ ''اکابر نقشبندیہ اور ذکر بالجہر'' میں نقشبندی اکابرین کے نزدیک ذکر بالجہر کی شرعی حیثیت لکھنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو ذریعہ ہدایت بنائے۔ (آمین)

نماز باجماعت کے بعد ذکر بالجہر سنت ہے

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز با جماعت کے فوراً بعد کلمہ طیبہ یا درود شریف وغیرہ اذکار الٰہی آواز بلند پڑھنا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سنت ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری شریف باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے غلام ابو معبد کو خبر دی کہ:

ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبة کان علی عهد النبی ﷺ بلاشبہ لوگوں کا نماز با جماعت کے فوراً بعد ذکر الٰہی آواز بلند کرنا نبی ﷺ کے عہد میں موجود تھا۔ (بخاری شریف ص ۱۱۶ جلد اول)

اور مسلم شریف باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ میں مروی ہے کہ:

کان ابن الزبیر یقول فی دبر کل صلوٰة حین یسلم لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شیٔ قدیر لا حول ولا قوة الا بالله لا اله الا الله ولا نعبد الا ایاه له النعمة له الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصین له الدین ولو کره الکافرون"

یعنی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جب سلام پھیرتے تو ہر نماز کے بعد کلمہ توحید وغیرہ پڑھتے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے (صحیح مسلم جلد اول ص ۲۳۸)

اور مشکوٰۃ شریف میں حضرت عبداللہ بن زبیر کی اس روایت میں بصوتہ الاعلیٰ کے الفاظ کی زیادتی موجود ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کلمہ توحید ہر نماز کے بعد حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ بلند آوازی سے پڑھا کرتے تھے، لہذا ہر نماز باجماعت کے بعد بلند آوازی سے کلمہ پڑھنے والے مسلمان سنت مصطفےٰ وصحابہ کے عامل ہیں۔ والحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا استدلال

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر بالجہر کے جواز پر دلیل پکڑتے ہوئے لکھتے ہیں۔ **این حدیث صریح است در جهر بذکر که آنحضرت بآواز بلند می خواند.** یہ حدیث (مشکوٰۃ) اس بارہ میں صریح ہے کہ آنحضرت ﷺ ذکر بالجہر کرتے تھے۔ پھر اس مسئلہ میں مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: **وحق آن است که اوقات مختلف است گاهے ذوق وحضور در اخفاء دست دهد و گاهے در جهر شوق و گرامی افزاید وجهر بذکر مشروع است بلاشبه** اور حق بات یہ ہے کہ اوقات مختلف ہیں کبھی خفی ذکر میں ذوق اور حضوری حاصل ہوتی ہے۔ اور کبھی جہری ذکر میں شوق اور گرمی بڑھ جاتی ہے۔ اور ذکر بالجہر بلاشبہ جائز ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۴۱۹)

اور حاشیہ مشکوٰۃ میں انہی کی عربی شرح لمعات سے اس حدیث کے ماتحت لکھا ہے **قد ثبت شرعية الجهر بالذكر على الاطلاق وبعد الصلوٰة وردت فيه احاديث كما سيجيء** ہر حال میں اور نماز کے بعد آواز بلند ذکر کرنے کا جواز ثابت ہو چکا ہے۔ عنقریب اس بارہ میں احادیث بیان ہوں گی۔ (حاشیہ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۸۱)

الحمدللہ! اس بیان سے روز روشن کی طرح روشن ہوا کہ نماز باجماعت کے بعد باہم مل کر بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا ذکر کرنا سنت مصطفےٰ ﷺ وسنت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ

علیہم اجمعین ہے۔ وھو المقصود والحمد للہ علی ذالک۔

متقدمین نقشبندیہ اور ذکر بالجہر

''متقدمین نقشبندی اکابر ذکر بالجہر سے منع کرتے ہیں چنانچہ مکتوبات معصومیہ میں ہے اگر مشرب صوفیہ علیہ ترک تعرض بودے چرا حضرت خواجہ نقشبند کہ از روسائے صوفیہ اند ور اُس این طریقہ علیہ بہ پیر خود حضرت امیر کلال کہ جائے ادب بود واحق بودند بعدم تعرض در باب ذکر جہر کہ طریقہ امیر بود امر معروف کردند وعلمائے بخارا را جمع نمودہ پیش ایشاں بردند وایشاں از راہ حسن نشأۃ مسلمانی وکمال حقانیت گفتہ حضرت خواجہ را قبول کردند وجہر رادر ذکر گذاشتند چنانچہ منقول است۔

یعنی اگر کسی سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنا صوفیائے کرام کا طریقہ ہوتا تو پھر کیوں حضرت خواجہ نقشبند نے کہ وہ صوفیاء کے سردار اور اس طریقہ عالیہ کے سربراہ ہیں اپنے پیر حضرت امیر کلال کہ وہ جائے ادب اور چھیڑ چھاڑ نہ کرنے کے زیادہ حق دار تھے ذکر بالجہر کے مسئلہ میں امر بالمعروف کیا اور بخارا کے علماء کو جمع کر کے حضرت خواجہ کی خدمت میں لے گئے حضرت امیر کلال نے جب علماء کی زبان سے مسئلہ سنا تو ذکر میں جہر کو چھوڑ دیا اور خواجہ نقشبند کی بات کو قبول کر لیا۔ (مکتوبات معصومیہ دفتر اول ص ۵۲)

متأخرین نقشبندیہ اور ذکر بالجہر

متأخرین نقشبندیہ کے دو گروہ ہیں ایک گروہ متقدمین نقشبندیہ کے طریقہ پر سختی سے عمل کرتا ہے۔ اور متقدمین کے طریقہ میں کسی بھی قسم کی تبدیلی کو جائز نہیں مانتا اس طبقہ میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ ذکر بالجہر کو منع بلکہ بدعت بتاتے ہیں اور دوسرا گروہ ذکر بالجہر کو مطلقاً جائز قرار دیتا ہے۔ کیونکہ اس کی مشروعیت شرع شریف سے ثابت ہے۔ جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی عبارات ابھی گذریں۔

متقدمین نقشبندیہ کے قول کی تاویل

مجوزین نقشبندی بزرگوں نے متقدمین نقشبندی بزرگوں کے قول کی یہ تاویل کی ہے کہ ہمارے بزرگ صرف اس موقع پر ذکر بالجہر کو منع کرتے ہیں جس موقع میں جہر سنت سے ثابت نہیں ورنہ جہاں سنت سے جہر ثابت ہے۔ وہاں جہر منع نہیں ہوگا بلکہ جائز ہوگا کیونکہ جو شےء سنت سے ثابت ہو وہ منع کیونکر ہوسکتی ہے۔ لہذا یہ کہنا پڑے گا کہ ہمارے اکابر متقدمین ذکر بالجہر کو منع کرتے ہیں لیکن جہاں جہر سنت سے ثابت ہے وہاں جہر کی اجازت دیتے ہیں۔

شیخ عبدالحق نقشبندی بزرگ ہیں

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر اور ان کے پیر بھائی ہیں۔ دونوں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ چنانچہ مکتوبات شریف کے حاشیہ میں ہے۔

بدان کہ مولانا شیخ عبد الحق محدث بخاری الاصل اند ودھلوی المتوطن علم حدیث از مشائخ حرمین شریفین سر گرفتہ اندودر خدمت این علم شریف بعد از حصول اجازت در مقام استقامت نشست اشاعت نمودہ اند. از خلفائے خواجہ محمد الباقی قدس سرہ ہم عمر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس اسرارھم اند

جاننا چاہئے کہ مولانا شیخ عبدالحق محدث بخاری الاصل دہلوی المتوطن ہیں حرمین شریفین کے مشائخ سے علم حدیث حاصل کیا اور ان سے حصول اجازت کے بعد استقامت کے ساتھ علم حدیث کی اشاعت فرمائی۔ آپ حضرت خواجہ محمد باقی کے خلفاء میں سے ہیں اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے پیر بھائی ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول ص ۲۲۴ حاشیہ نمبر ۲)

شیخ عبدالحق نے متقدمین کے قول کی تاویل پیش کی ہے

حضرت خواجہ باقی باللہ کے خلیفہ اور حضرت مجدد الف ثانی کے پیر بھائی شیخ عبدالحق محدث دہلوی متقدمین نقشبندیہ کے قول کی مندرجہ بالا تاویل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

به تحقیق جهر کرده است آنحضرت باذکار وادعیه در مواطن کثیره چنانکه در حفر خندق وحمل سنگ وخشت برائے مسجد وجز آن وهم چنیں آنچه آمده است از سلف صحابه ومن بعدهم وهمه اینها دلالت دارد بر جواز جهر واجتماع برائے ذکر ولیکن این ها در قضایائے مخصوصه است احتمال اختصاص بآن مواضع که واقع اند در آن دارد پس آنکه نظر کرد بجانب معنی وعلت اجازت کرد آنرا علی العموم وآنکه نظر بر خصوص کرد قصر کرد آنهارا بر مواردش

تحقیق آنحضرت ﷺ نے بہت سی جگہوں میں اذکار وادعیہ کے پڑھنے میں جہر کیا ہے۔ جیسا کہ خندق کھودنے میں اور مسجد نبوی کی تعمیر کے لئے پتھر اور اینٹ اٹھانے میں آپ نے بلند آواز سے ذکر کیا ہے۔ اور اسی طرح صحابہ اور سلف صالحین سے جو منقول ہوا کہ انہوں نے ذکر بالجہر کیا ہے۔ یہ ذکر بالجہر اور ذکر کے لئے جمع ہونے کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن یہ ذکر بالجہر مخصوص مقامات میں پایا گیا ہے۔ اس لئے احتمال ہے کہ یہ انہی مقامات کے ساتھ خاص ہو پس جن بزرگوں نے علت اور معنی دونوں کو دیکھا انہوں نے علی العموم ذکر بالجہر کی اجازت دی اور جنہوں نے خصوص پر نظر کی انہوں نے ذکر بالجہر کے جواز کو اس کے موارد پر منحصر کیا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۱۷۸)

شیخ عبدالحق مجوزین طبقہ میں سے ہیں:

متقدمین نقشبندیہ کے قول کی تاویل لکھنے کے بعد شیخ اپنا ذاتی مسلک ان الفاظ میں ... کرتے ہیں۔ وطریق اول موافق است بمقاصد شرع ومطالب آن ...

ظاھر گشت از آنچه مذکور شد صحت آنچه استحسان کردہ اند بعضے مشائخ صوفیه آنرا از اجتماع برائے ذکر وحزب واحد وحلقه بستن برائے آن .

اور پہلا طریقہ (یعنی علی العموم ذکر بالجہر کا جواز) مقاصد ومطالب شرع کے موافق ہے۔ پس یہاں تک جو کچھ ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ بعض صوفی مشائخ جو ذکر بالجہر کے لئے جمع ہونے اور حلقہ باندھنے کو مستحسن قرار دیتے ہیں یہ درستی پر ہیں۔ (اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۱۷۸)

مجدد صاحب کے اقوال میں بھی تاویل مانی جائے گی

جب یہ ثابت ہو گیا کہ متقدمین نقشبندیہ کے قول میں تاویل کی گئی ہے تو لامحالہ مجدد صاحب کے قول میں بھی یہ تاویل کرنی پڑے گی۔ کیونکہ جب ان کا قول متقدمین نقشبندیہ کے قول کی موافقت کی وجہ سے ہے تو پھر ان میں تاویل مجدد صاحب کے قول میں تاویل کو لازم کرتی ہے۔ والحمد لله علي ذالک .

ادبارِ صلوٰۃ ذکر بالجہر کے مواقع مخصوصہ میں داخل ہے

متقدمین نقشبندیہ کے قول سے جو مواقع مستثنیٰ اور خاص کئے گئے ہیں ان میں نماز جماعت کے بعد ذکر بالجہر بھی شامل ہے۔ چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

جهر ذکر در تکبیرات عید وادبار صلوٰة ودر ثغور واسفار وجزء آن نیز دلیل آن است

ذکر بالجہر کے جائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ عید کی تکبیروں میں جہر ہے۔ اور نماز کے بعد ذکر الٰہی میں جہر ہے۔ اور سرحدوں کو سر کرنے اور سفر کرنے میں ذکر بالجہر موجود ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۱۷۸)

الحمد للہ! شیخ عبد الحق کی یہ عبارت صراحۃً ثابت کر رہی ہے کہ متقدمین نقشبندیہ

نے جن مواقع میں ذکر بالجہر کو سنت سے ثابت ہونے کی وجہ سے ذکر بالجہر کی ممانعت کے مواقع سے مستثنیٰ و خاص کیا ہے۔ ان میں بعد نماز ذکر بالجہر بھی داخل ہے۔ والحمد لله علیٰ ذالک۔

مجدد صاحب کی عبارات بھی ذکر بالجہر بعد صلوات سے غیر متعلق ہیں

جب یہ معلوم ہو گیا کہ نماز کے بعد ذکر بالجہر بھی متقدمین نقشبندیہ کے قول منع سے مستثنیٰ ہے۔ تو پھر ماننا پڑے گا کہ یہ ذکر حضرت مجدد الف ثانی کی عبارات سے بھی مستثنیٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مکتوبات شریف کے مصحح نے شیخ عبدالحق کی یہ عبارت مجدد صاحب کے ایک قول کے حاشیہ میں درج کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

قوله بلكه ذكر جهر را بدعت دانسته منع آن فرموده اند) بدانكه ذكر جهر در قضايائے مخصوصه ودر وقائع معينه واقع شده است چنانچه در آذان وخطبه جمعه وحج وتكبيرات تشريق وادبار صلوٰة وثغور واسفار وحفر خندق وحمل سنگ وخشت برائے مسجد نبوى وجز آن در مواطن كثيره وليكن احتمال اختصاص بآن مواضع وموارد دارد پس آنكه نظر كرد بجانب علت ومعنى اجازت كرد آن را على العموم وآنكه نظر بر خصوص كرد قصر كرد آنرا بر مواردش ويحتمل كه مراد شيخ قدس سره منع از جهر مفرط بود نه جهر مطلق قال عليه الصلوٰة والسلام ايها الناس اربعوا على انفسكم فانكم لاتدعون اصم ولا غائباً وقال تعالىٰ واذكر ربك فى نفسك

جاننا چاہئے کہ ذکر بالجہر مخصوص موقعوں پر معین جگہوں میں واقع ہوا ہے۔ جیسا کہ آذان خطبہ جمعہ وخطبہ حج، تکبیرات تشریق، باجماعت نمازوں کے پیچھے، سرحد بندی اور فوج کے کوچ کرنے کے وقت اور خندق کھودنے میں اور مسجد نبوی کے لئے پتھر اور اینٹیں

اٹھانے میں اور اس کے علاوہ اور بہت سے جگہوں میں ذکر جہر واقع ہوا ہے۔ لیکن اس بات کا احتمال ہے کہ ذکر بالجہر ان ہی مواقع ومواضع سے مخصوص ہے۔ پس جن لوگوں نے علت اور معنی دونوں کو دیکھا انہوں نے علی العموم ذکر بالجہر کی اجازت دے دی اور جنہوں نے مواضع کے خصوص پر نظر کی انہوں نے اسے اپنے مواضع پر منحصر قرار دیا ہے۔ اور پھر شیخ کے کلام میں یہ بھی احتمال موجود ہے کہ آپ مطلق جہر سے منع کرنے کی بجائے جہر مفرط سے منع کرتے ہوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے لوگو! اپنی جانوں پر شفقت کرو کیونکہ تم بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور یاد کر اپنے رب کو اپنے دل میں۔ (حاشیہ مکتوبات امام ربانی ج ا ص ۴۹۱)

الحمد للہ! یہاں تک جو کچھ پیش کیا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز با جماعت کے بعد جو ذکر الٰہی بلند آواز سے کیا جاتا ہے وہ متأخرین نقشبندیہ کے دونوں گروہوں کے نزدیک جائز ہے۔ جو علی العموم جواز کا قول کرتے ہیں ان کے نزدیک اس کا جواز تو ظاہر ہے۔ اور جو مواضع وموارد پر منحصر کرتے ہیں ان کے نزدیک بھی یہ جائز ہے۔ کیونکہ ان مواضع وموارد میں ادبار صلوٰۃ بالتصریح شامل ہے۔ پس مجددی حضرات کو بھی اس ذکر جہر میں بلا جھجک شامل ہونا چاہئے اور مجدد صاحب کی عبارات کو بلا سوچے سمجھے پڑھنے کی بجائے غور وفکر سے پڑھنا چاہئے۔

وهذا آخر ما اردنا ايراده في هذه المقالة النافعة تقبلها الله تعالىٰ بمنه العظيم ورسوله الكريم صلى الله تعالىٰ عليه و آله واصحابه وبارك وسلم وانا الفقير ابو الكرم احمد حسين قاسم الحيدرى الرضوى غفر الله تعالىٰ لى خادم التدريس والتصنيف بالجامعة الحيدرية فضل المدارس ببلدة سهنسه من مضافات آزاد كشمير.

(۲۵ رمضان ۱۴۱۰ هـ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گیارہواں مقالہ

گرمیوں میں نماز ظہر کے مسنون وقت کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔

اما بعد: آج کل فیصل آباد (پاکستان) کے ایک شخص محمد کریم سلطانی نے ''اصحاب طریقت اور نماز ظہر'' کے نام سے اک پمفلٹ لکھ کر شائع کروایا ہے۔ جس میں اس نے لکھا ہے کہ ''اصحاب طریقت (شکر اللہ سعیھم) نماز ظہر اول وقت میں ادا کرتے ہیں۔ اس میں کیا حکمت ہے؟ اور کونسا جذبہ کارفرما ہے؟ آیئے اسے سمجھنے کی کوشش کریں''۔ (اصحاب طریقت اور نماز ظہر ص ۵)

پھر چند احادیث مبارکہ نقل کرنے کے بعد لکھا ''یہ بزرگان دین' یہ نفوس قدسیہ جن کی رسائی ظاہر کے پردے کو چیر کر باطن تک ہو جاتی ہے۔ وہ ان فضیلتوں' ان فرامین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے نظر انداز کر دیں۔ ان کا نصب العین سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنا بلکہ اس کا زندہ کرنا ہوتا ہے۔ ان کی کتاب زندگی کا ہر ورق ان کی حیات طیبہ کا ہر لحہ مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں پر فریفتہ اور نثار ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بہت بلند ہے۔ وہ تو کسی مستحب کو بھی ترک نہیں کرتے۔ یہی وہ پاکیزہ جذبہ ہے جس کے پیش نظر وہ نماز ظہر اول وقت میں ادا کرتے ہیں اور حق بندگی ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں''۔ (اصحاب طریقت اور نماز ظہر ص ۱۵)

پھر اس نے بلا دلیل یہ دعوی لکھا ہے کہ '' ہمارے سلسلہ ء شریفہ کے شیخ اکبر اور مقتدائے اعظم مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ ظہر کی نماز اول وقت میں ادا فرمایا کرتے تھے اس لئے اگر کوئی مجددی شخص (گرمیوں میں بھی) اول وقت میں نماز ظہر ادا کرتا ہے تو یہ اس کی طریقت کی مجبوری ہے اور ارادت کا تقاضا ہے''۔ (اصحاب طریقت اور نماز ظہر ص ۲۲)

سلطانی صاحب موصوف کی ان عبارات کا حاصل مطلب یہ ہوا کہ مجددی اصحاب طریقت کے نزدیک پورے سال میں اول وقت میں نماز ظہر پڑھنا ایک طرف سنت

مصطفیٰ علیہ السلام، سنت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور مستحب ہے اور دوسری طرف طریقت کی مجبوری اور ارادت کا تقاضا ہے اور معاذ اللہ جو حنفی بزرگ گرمیوں کی نماز ظہر ابراد کی حد تک تاخیر کر کے پڑھتے رہے ہیں وہ سنت اور مستحب دونوں کے خلاف پڑھتے رہے ہیں۔ **والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔**

علم و دانش کے اس دشمن شخص نے یہ نہیں سوچا کہ اگر گرمیوں میں بھی نماز ظہر اول وقت میں پڑھنا سنت مصطفےٰ اور مستحب ہے تو پھر ایسا کرنے میں طریقت کی کونسی مجبوری اور ارادت کا کونسا تقاضا ہوگا؟ طریقت کی مجبوری تو اسی صورت میں متحقق ہو سکتی ہے کہ گرمیوں کی ظہر میں ابراد و تاخیر کو سنت مصطفےٰ علیہ السلام مانا جائے اور اس کی تعجیل کو طریقت کی مجبوری کہا جائے۔ بہر حال موسم گرما میں نماز ظہر میں تعجیل نہ ہی سنت مصطفےٰ علیہ السلام ہے اور نہ ہی مستحب۔

باقی رہا یہ دعویٰ کہ حضرت مجدد الف ثانی موسم گرما میں بھی اول وقت میں نماز ظہر پڑھا کرتے تھے تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ سلطانی صاحب کے پاس اگر کوئی مستند حوالہ ہوتا تو وہ اسے یہاں ضرور پیش کرتے اور بالفرض اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ آپ اول وقت میں نماز ظہر پڑھتے تھے تو اس میں یہ تاویل کرنا ہوگی کہ نماز ظہر سردیوں میں اول وقت میں اور گرمیوں میں وقت مستحب کے اول حصہ میں پڑھتے تھے۔ چنانچہ مجدد صاحب کی درج ذیل عبارت اسی تاویل کی طرف مشیر ہے۔ بعد از طہور کامل و اسباغ وضو قصد نماز کہ معراج مومن است باید فرمود و اہتمام باید نمود کہ نماز فرض بے جماعت ادا نیابد بلکہ تکبیر اولی با امام ترک نشود و نماز در وقت مستحب ادا باید۔ (مکتوبات امام ربانی ج ۱ ص ۴۹۰ مکتوب نمبر ۲۶۶) (ترجمہ) کامل پاکی اور پورے وضو کے بعد ہی نمازی نماز کا کہ وہ مومن کی معراج ہے قصد کرے اور یہ اہتمام کرنا چاہیے کہ فرض نماز جماعت کے بغیر ادا نہ ہو بلکہ امام کے ساتھ تکبیر اولی فوت نہ ہو اور نماز مستحب وقت میں ادا ہو۔

گرمیوں میں نماز ظہر کیلئے کونسا وقت مستحب ہے؟ اس کی وضاحت میں یہ مقالہ

ترتیب دیا گیا ہے تاکہ سلطانی صاحب کے لکھے ہوئے پمفلٹ کو پڑھنے والے عام مسلمان گمراہی کا شکار نہ ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

نماز ظہر کا مسنون وقت

سارا سال نماز ظہر کو اول وقت میں ادا کرنا سنت مصطفےٰ ﷺ نہیں اور نہ ہی یہ مستحب ہے جیسا کہ اس پمفلٹ کے لکھنے والے سلطانی صاحب کا خیال ہے بلکہ سنت یہ ہے کہ سردیوں کے دنوں میں نماز ظہر اول وقت میں تعجیل کے ساتھ پڑھی جائے اور گرمیوں میں ابراد کی حد تک تاخیر کے ساتھ پڑھی جائے۔ اس کے ثبوت میں معتبر صحیح حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) امام محمد بن اسماعیل بخاری حضرت ابو خلدہ خالد بن دینار سے روایت بیان کرتے ہیں کہ امیر جمعہ نے نماز جمعہ پڑھانے کے بعد صحابی رسول مقبول حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کیسے پڑھا کرتے تھے؟ فرمایا۔ کان النبی ﷺ اذا اشتد البرد بکر بالصلوۃ واذا اشتد الحر ابرد بالصلوٰۃ یعنی نبی کریم ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب سردی سخت ہو جاتی تو آپ نماز ظہر میں تعجیل فرماتے اور جب گرمی بڑھ جاتی تو اسے ٹھنڈا کر کے پڑھتے تھے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۴ جامع صغیر للسیوطی ج ۲ ص ۱۰۲)

(۲) اور محدث نسائی نے اس حدیث کو ان لفظوں میں روایت کیا۔ عن انس رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ ﷺ اذا کان الحر ابرد بالصلوۃ واذا کان البرد عجل. یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب گرمی ہوتی رسول اللہ ﷺ نماز ظہر کو ٹھنڈا کرتے اور جب سردی ہوتی تو اسے جلدی ادا فرماتے تھے۔ (سنن نسائی ج ۱ ص ۸۷، مشکوۃ شریف ج ۱ ص ۵۷، شرح معانی الآثار ص ۱۲۹ ج ۱)

(۳) صحابی رسول حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے

دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سردیوں میں نماز ظہر جلدی پڑھتے اور گرمیوں میں تاخیر سے ادا فرماتے تھے۔ (شرح معانی الآثار ج ا ص ۱۲۹)

(۴) امام ملک العلماء مسعود کاشانی لکھتے ہیں وروی عن النبی ﷺ انہ قال لمعاذ رضی اللہ عنہ حین وجهه الی الیمن اذا کان الصیف فابرد بالظھر فان الناس یقیلون فامھلم حتی یدرکوا واذا کان الشتآء فصل الظھر حین تزول الشمس فان اللیالی طوال. (ترجمہ) اور نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ انہوں نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجنا چاہا تو انہیں یہ حکم دیا کہ جب گرمی ہو تو تم ظہر کو ٹھنڈا کرو کیونکہ لوگ قیلولہ کرتے ہیں سو تم انہیں اتنی مہلت دو کہ وہ جماعت میں شامل ہو جائیں اور جب سردی ہو تو زوال کے بعد نماز پڑھو کیونکہ سردیوں میں راتیں لمبی ہوتی ہیں۔ (بدائع الصنائع ج ا ص ۱۲۵)

الحمد للہ! ان چار حدیثوں سے ثابت ہوا کہ نہ صرف یہ کہ رسول اللہ ﷺ گرمیوں میں نماز ظہر ابراد کی حد تک تاخیر کے ساتھ پڑھتے تھے بلکہ آپ مسلمانوں کو بھی ایسا کرنے کا حکم عام دیا کرتے تھے۔ گرمیوں میں نماز ظہر کی تاخیر اور ابراد کی حد تک دیر کرنے کی وجہ بھی خود رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی آپ فرماتے ہیں۔ اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوۃ فان شدۃ الحر من فیح جھنم. جب گرمی بڑھ جائے تو تم نماز ظہر کو ٹھنڈا کرو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کی گرمی کے جوش سے ہے۔ رواہ احمد والشیخان وابو داؤد والترمذی والنسائی عن ابی اھریرۃ رضی اللہ عنه وھذا حدیث صحیح ۔ (جامع صغیر للسیوطی ص ۱۹ ج ۱)

فقہائے احناف کی تصریحات

چونکہ رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ آپ سردیوں میں تعجیل سے اور گرمیوں میں ابراد کی حد تک تاخیر سے نماز ظہر ادا فرماتے تھے اور اسی کا حکم اپنی امت کو بھی دیتے

تھے۔ اس لئے ہمارے فقہاء احناف کے نزدیک بھی گرمیوں میں ابراد کی حد تک نماز ظہر میں تاخیر مستحب ہے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱) محرر مذہب حنفی امام محمد بن حسن شیبانی لکھتے ہیں۔ عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہ قال ابردوا بالظهر عن فیح جهنم قال محمد یوخر الظهر فی الصیف حتی تبرد بها وتصلی فی الشتآء حین تزول الشمس وهو قول ابی حنیفه. (ترجمہ) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا نماز ظہر کو جہنم کی گرمی کے جوش سے ٹھنڈا کر کے پڑھو۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ گرمیوں میں نماز ظہر کو مؤخر کیا جائے یہاں تک کہ وہ ٹھنڈک میں پڑھی جائے اور سردیوں میں زوال کے بعد پڑھی جائے اور یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار ص ۲۶)

(۲) امام ملک العلماء کاشانی لکھتے ہیں۔ واما فی الظهر فالمستحب هو آخر الوقت فی الصیف واوله فی الشتآء. اور نماز ظہر میں مستحب یہ ہے کہ گرمیوں میں اپنے وقت کے آخری حصہ میں اور سردیوں میں اس کے پہلے حصہ میں ادا کی جائے۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۲۵)

(۳) اور امام ابوالاخلاص شرنبلالی لکھتے ہیں۔ یستحب الابراد بالظهر فی الصیف وتعجیله فی الشتآء۔ اور نماز ظہر گرمیوں میں ابراد میں اور سردیوں میں تعجیل کے ساتھ مستحب ہے۔ (مراقی الفلاح ص ۹۸)

(۴) امام برہان الدین لکھتے ہیں۔ ویستحب الابراد بالظهر فی الصیف وتقدیمه فی الشتآء لما روینا ولروایة انس رضی الله عنه. اور گرمیوں کی ظہر میں ابراد مستحب ہے اور سردیوں میں اس کی تعجیل۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ظہر کو ٹھنڈا کرو اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ جب سردی بڑھ جاتی تو آپ نماز ظہر کو جلدی پڑھ لیتے تھے اور جب گرمی بڑھ جاتی تو آپ اسے ٹھنڈا کرتے تھے۔ (ہدایہ شریف ج ۱ ص ۸۲)

تنبیہ

کنزالدقائق وغیرہ کتب میں مطلق تاخیر کو ذکر کیا گیا ہے اس سے ابراد کی حد تک تاخیر مراد ہے۔ مطلق تاخیر نہیں جیسا کہ اس کی شروح بحرالرائق، تبیین الحقائق اور رمز الحقائق وغیرھا میں تشریح کر دی گئی ہے۔ لہذا بعض کم فہم لوگوں کا گرمیوں کی ظہر میں مطلق تاخیر کو مستحب ماننا اور اس بناء پر یہ کہنا کہ زوال کے آدھ پون گھنٹہ بعد ظہر پڑھی جائے تو ابراد کا استحباب حاصل ہو جاتا ہے سخت مغالطہ دہی ہے۔ فقہائے احناف کی مندرجہ بالا عبارات سے ثابت ہوا کہ مطلق تاخیر مراد نہیں بلکہ ابراد کی حد تک تاخیر مراد ہے اور وہ وقت ظہر کے نصف آخر سے پہلے پائی نہیں جاتی۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین

اعلیٰ حضرت کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں۔ موسم گرما میں ظہر کا ابراد کر کے پڑھنا مستحب ہے تمام کتب حنفیہ میں یہ معنی مصرح اور اول وقت پڑھنا رسول اللہ ﷺ کے حکم اقدس سے عدول کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔ جب گرمی سخت ہو ظہر کو ٹھنڈا کرو۔ (فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۳۶۶)

سلطانی صاحب اس فتویٰ پر غور کریں اور خود فیصلہ کریں کہ ان کے جو مشائخ طریقت گرمیوں میں نماز ظہر اول وقت میں ابراد سے پہلے ہی پڑھ لیتے ہیں وہ سنت مصطفے ﷺ کے عامل ہیں یا مخالف؟ اللہ تعالیٰ انہیں حق فیصلہ کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

سلطانی صاحب کی پیش کردہ حدیثوں اور دلیلوں کا جواب

اصل مسئلہ کی پوری وضاحت کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ فیصل آباد کے سلطانی صاحب نے اپنے ''پمفلٹ اصحاب طریقت اور نماز ظہر'' میں اپنے دعوئے باطلہ کے حق میں جو بے بنیاد دلیلیں قائم کی ہیں ان پر ایک تحقیقی نظر ہو جائے اور عامۃ المسلمین اس کے

بچھائے ہوئے دام ضلالت میں پھنسنے سے بچ جائیں۔ وبا للہ التوفیق۔

سلطانی صاحب کی پہلی دلیل

وہ حدیثیں ہیں جن میں مطلق نماز کو اول وقت میں پڑھنے کی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں مثلاً رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اول الوقت رضوان اللہ۔ نماز کا پہلا وقت اللہ کی رضا کا وقت ہے۔ (بدائع الصنائع ص۱۲۴ ج۱)

اور آپ نے ارشاد فرمایا۔ افضل الاعمال عند اللہ الصلوۃ فی اول وقتھا۔ اللہ کے نزدیک بہترین عمل نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کرنا ہے۔ (مشکوۃ شریف ص۵۶ ج۱، جامع صغیر ص۴۹ ج۱)

اور آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل بہتر ہے؟ تو فرمایا۔ الصلوۃ لاول وقتھا۔ نماز اپنے وقت کی ابتداء میں۔ (ترمذی ص۴۴ ج۱)

اور فرمایا۔ خیر الاعمال الصلوۃ فی اول وقتھا۔ سب سے اچھا عمل نماز کو اس کے اپنے وقت کے اول حصہ میں پڑھنا ہے۔ (جامع صغیر ص۸ ج۲ وصحیحہ)

اور فرمایا۔ فضل الوقت الاول من الصلوۃ علی الوقت الآخر کفضل الآخرۃ علی الدنیا۔ نماز کے پہلے وقت کی اس کے پچھلے وقت پر اتنی فضیلت ہے جتنی آخرت کی فضیلت دنیا پر ہے (جامع صغیر ص۵۷ ج۲ وضعفہ)

اور فرمایا۔ الوقت الاول من الصلوۃ رضوان اللہ۔ نماز کا پہلا وقت اللہ کی رضامندی کا وقت ہے۔ (مشکوۃ ص۵۶ ج۱، ترمذی ص۴۴ ج۱)

اور حضرت ام فروہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک دن اعمال کی فضیلت بیان کرتے ہوئے سنا تو آپ نے فرمایا۔ بلاشبہ اللہ تعالی کو سب سے زیادہ محبوب عمل نماز کو اس کے اول وقت میں جلدی سے پڑھ لینا ہے۔ (سنن دارقطنی ص۲۴۸ ج۱ بحوالہ اصحاب طریقت اور نماز ظہر ص۱۱)

جواب: سلطانی صاحب کی پیش کردہ ان سب حدیثوں کا جواب یہ ہے

کہ یہ حدیثیں صرف ان نمازوں کے متعلق ہیں جن میں شرع کی طرف سے تعجیل مستحب قرار دی گئی ہے اور جن نمازوں میں تاخیر مستحب ہے ان سے ان حدیثوں کا کوئی تعلق نہیں۔ چونکہ گرمیوں کی ظہر میں شرع شریف نے ابراد کی حد تک تاخیر مستحب قرار دی ہے۔ جیسا کہ حدیثیں اور فقہائے حنفیہ کے اقوال پیچھے گزر چکے ہیں۔ اس لئے ان حدیثوں سے گرمیوں کی ظہر میں تعجیل ثابت کرنا کسی طرح سے بھی درست نہیں ہے۔ امام احمد طحطاوی حنفی فرماتے ہیں۔ الصلوۃ اول الوقت افضل عندنا الا اذا تضمن التاخیر فضیلۃ۔ احناف کے نزدیک اول وقت میں نماز پڑھ لینا افضل ہے مگر جب اس میں تاخیر مستحب ہوتو پھر تاخیر بہتر ہوگی۔ (حاشیہ مراقی الفلاح ص ۹۸)

سلطانی صاحب کی دوسری دلیل

وہ حدیث ہے جسے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے۔ کان رسول اللہ ﷺ اشد تعجیلا للظہر منکم۔ رسول اللہ ﷺ تمہاری نسبت نماز ظہر کی ادائیگی میں زیادہ جلدی کرنے والے تھے۔ (ترمذی ص ۴۳ ج ۱)

جواب: سلطانی صاحب کی اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا یہ سردیوں کی ظہر کے بارے میں فرماتی ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ صرف سردیوں کی ظہر میں تعجیل کرتے تھے۔ محقق عبدالحق اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔ یعنی در غیر شدت حراز جہت استحباب ابراد در آن یعنی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا یہ ارشاد گرمیوں کی ظہر کے علاوہ ظہر (یعنی سردیوں کی ظہر کے بارے میں ہے) ورنہ گرمیوں کی ظہر میں ابراد کی حد تک تاخیر مستحب ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۰۰)

سلطانی صاحب کی تیسری دلیل

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ روایت ہے کہ ما رأیت رجلا اشد تعجیلاً للظھر من رسول اللہ ﷺ ولا من ابی بکر ولا من عمر۔ یعنی

میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو نماز ظہر کی ادائیگی میں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ جلدی کرنے والا ہو اور نہ ابوبکر سے اور نہ عمر سے۔ (ترمذی ص ۴۲ ج ۱)

جواب: یہ حدیث مؤول ہے اور سردیوں کی ظہر کے بارے میں ہے۔

امام ابوجعفر طحاوی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ فذهب قوم الى هذا فاستحبوا تعجيل الظهر فى الزمان كله فى اول وقتها واحتجوا فى ذلك ما ذكرنا وخالفهم فى ذلك آخرون فقالوا اما فى ايام الشتآء فتعجل بها كما ذكرتم واما الصيف فتؤخر حتى يبرد بها الى آخره۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۲۸)

چونکہ احناف بھی نماز ظہر کو اس کے اول وقت میں پڑھنے کے قائل نہیں بلکہ تفصیل کے قائل ہیں اس لئے ان کے نزدیک بھی یہ حدیث مؤول قرار پائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سلطانی صاحب کی چوتھی دلیل

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ ما صلے رسول اللہ ﷺ الصلوة لوقتها الآخر مرتين حتى قبضه الله ۔رسول اللہ ﷺ نے کوئی نماز اپنے وقت کے انتہائی حصہ میں دو مرتبہ نہیں پڑھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دی۔ (ترمذی ج ۱ ص ۴۴)

جواب: سلطانی صاحب نے اس کا مفہوم سمجھنے میں ٹھوکر کھائی ہے۔

کیونکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کا مفہوم ان لفظوں میں لکھا ہے۔ وایں سخن درگزاردن درآخر وقت است کہ بعد از وقت چیزے نماند اما تاخیر از اول حقیقی وقت او را مواضع بسیار اند کہ در شرح آن را بیان کردہ ایم۔ یعنی اس حدیث میں آخر وقت سے مراد وقت کا بالکل انتہائی حصہ ہے کہ اس میں نماز ادا کی جائے تو ادائیگی کے بعد اس کا کوئی حصہ باقی نہ بچے۔ ورنہ حقیقی اول وقت سے نماز مؤخر کرنے کے بہت سے مواضع

ہیں۔ جنہیں ہم نے شرح میں بیان کر دیا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۹۶)

سلطانی صاحب کی پانچویں دلیل

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے۔ ثلاث لاتؤخروهن الصلوة اذا اتت الحديث. تین کاموں میں تاخیر نہ کرو نماز جب اس کا وقت آ جائے اور جنازہ جب تیار ہو جائے اور بے شوہر عورت جب کفو پالے۔ (مشکوۃ شریف ص ۵۶ ج ۱)

جواب: اس حدیث میں اول وقت کی قید نہیں اس لئے اس سے مراد نماز کا مستحب وقت ہوگا۔ یعنی جب نماز کا مستحب وقت آ جائے تو پھر تاخیر نہ کرو۔ امام علی قاری اس کے متعلق لکھتے ہیں۔ والمختار ان المراد باول الوقت المختار او مطلق لكنه خص ببعض الاخبار۔ یعنی مختار قول یہ ہے کہ اول وقت سے مراد مستحب وقت ہے اور اگر مطلق وقت مراد ہو تو بعض دوسری روایتوں کی وجہ سے بعض نمازوں کے اوقات کو اس حدیث سے مستثنیٰ قرار دیا جائے گا۔ (حاشیہ مشکوۃ ج ۱ ص ۵۶)

الحمد للہ! فیصل آباد کے سلطانی صاحب کی پیش کردہ حدیثوں کا جواب ہم نے کافی شافی طریقہ سے دیا ہے۔ اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ سلطانی صاحب کا قول بالکل بے دلیل اور بے بنیاد ہے۔ صرف ڈوبتے میں تنکوں کا سہارا لے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں حق سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

حضرت مجدد الف ثانی کے نزدیک سنت کی اہمیت

الحمد للہ یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے روز روشن کی طرح روشن ہوا کہ گرمیوں کی ظہر میں ابراد کی حد تک تاخیر سنت مصطفےٰ ﷺ اور سنت صحابہ ہے۔ اب ہم فیصل آباد کے سلطانی صاحب کی مزید چشم کشائی کے لئے سنت مصطفےٰ کی اہمیت میں ان کے سلسلہ کے مقتدائے اعظم اور شیخ اکبر کی بعض عبارات کو پیش کرتے ہیں تاکہ سلطانی صاحب بھی سنت ابراد پر عمل کر کے عند اللہ تعالیٰ سرخرو ہوں۔ چنانچہ مجدد صاحب لکھتے ہیں۔ پس

سرمایہء جمیع سعادات متابعت سنت است وہیولائے جمیع فسادات خلاف شریعت ۔ پس ساری سعادت مندیوں کا سرمایہ سنت کی پیروی ہے اور تمام فسادات کا مادہ شریعت کی خلاف ورزی ہے ۔ (مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۱۱۴)

اور فرماتے ہیں ۔ درین طریقہ التزام سنت است واجتناب از بدعت ۔ یعنی حضرات خواجگان نقشبندیہ کے طریقہ میں سنت کی پابندی ہے اور بدعت سے اجتناب ۔ (مکتوبات دفتر اول نمبر ۱۳۱)

اور فرماتے ہیں ۔ نقد سعادت دارین وابستہ باتباع سید کونین است وبس ۔ دو جہاں کی سعادت کا سرمایہ سید کونین ﷺ کی اتباع سے وابستہ ہے اور بس ۔ (مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ۱۶۳)

اور فرماتے ہیں ۔ والحال آرزوئے نماندہ است الا آنکہ احیائے سنن از سنن مصطفویہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات نمودہ آید ۔ اور اب اس کے سوا اور کوئی آرزو نہیں کہ مصطفےٰ علیہ الصلوات والتسلیمات کی سنتوں میں سے مردہ سنتوں کو زندہ کیا جائے ۔ (مکتوبات مکتوب نمبر ۳۷ دفتر اول)

اور فرماتے ہیں ۔ اے فرزند بکار آمد متابعت صاحب شریعت است علیہ الصلوۃ والسلام ۔ اے بیٹے کل قیامت میں جو شےء کام آنے والی ہے وہ صاحب شریعت علیہ الصلوۃ والسلام کی پیروی ہے ۔ (دفتر اول مکتوبات نمبر ۲۶۶)

اور فرماتے ہیں ۔ پس درمتابعت او علیہ الصلوۃ والسلام کوشیدن منجر بمقام محبوبیت آمد ۔ پس نبی کریم ﷺ کی پیروی میں کوشش کرنا محبوبیت کے مقام تک پہنچاتا ہے ۔ (دفتر اول مکتوب نمبر ۴۱)

اور فرماتے ہیں ۔ دو چیز را محافظت لازم است متابعت صاحب شریعت علیہ وعلی الہ الصلوۃ والسلام ومحبت واخلاص باشیخ مقتدا ۔ دو چیزوں کی پابندی لازم ہے صاحب شریعت علیہ الصلوۃ والسلام کی پیروی اور شیخ مقتدا کی محبت اور اخلاص ۔ (دفتر اول مکتوبات نمبر ۲۸۰)

اور فرماتے ہیں ۔ چہ این بزرگوراں طریق التزام سنت نمودہ اندو اجتناب از بدعت ۔ کیونکہ نقشبندی بزرگوں نے اس طریقہ نقشبندیہ میں سنت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے اجتناب ضروری قرار دیا ہے ۔ (دفتر اول مکتوب نمبر ۲۴۳)

اور فرماتے ہیں ۔ در جمیع مراتب شریعت و طریقت و حقیقت اطاعت حق سبحانہ را در اطاعت رسول او می دانند و اطاعت حق سبحانہ کہ در غیر اطاعت رسول او است عین ضلالت می انگارند ۔ مستقیم الاحوال مشائخ شریعت' طریقت اور حقیقت کے تمام مراتب میں اللہ کی اطاعت کو اس کے رسول کی اطاعت میں جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جو اطاعت اس کے رسول کے غیر کی اطاعت میں ہو اسے عین گمراہی خیال کرتے ہیں ۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب نمبر ۱۵۲)

سلطانی صاحب سے آخری گذارش!

فیصل آباد کے سلطانی صاحب اپنے سلسلہ کے مقتدائے اعظم و شیخ اکبر کی مندرجہ بالا دس عبارات کو پڑھیں سمجھیں اور اپنے دل سے فیصلہ لیں کہ سنت ابراد کے ترک کرنے اور دوسروں سے یہ سنت چھڑانے کے لئے کاغذ سیاہ کرنے میں ان کا فائدہ ہے یا نقصان ۔ اگر فائدہ سمجھتے ہیں تو بے شک اپنے فائدہ کا کام کرتے رہیں اور اگر نقصان سمجھتے ہیں تو اس سے خود بھی بچیں اور اپنے ہم خیال لوگوں کو بھی بچائیں ۔

ـ وکار ما نصیحت بود کردیم واللہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم

وھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ النافعۃ تقبلھا اللہ تعالی منہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ .

(۲۰ جنوری ۱۹۹۰ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بارھواں مقالہ

صلوٰۃ وسلام قبل الاذان پر چند اعتراضات کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی افضل الانبیاء والمرسلین وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین.

اما بعد! آج کل اہل سنت کی مساجد میں آذان سے پہلے چند مرتبہ درود وسلام پڑھا جاتا ہے۔ یہ وہابیہ، دیوبندیہ، مودودیہ کے نزدیک (معاذ اللہ) بدعت سیئہ، امر منکر اور گناہ ہے۔ اس وجہ سے وہ اس پر طرح طرح کے بے بنیاد اعتراضات کرتے ہیں۔ ہم نے ان کے اعتراضات کے جواب میں یہ مختصر مقالہ مرتب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف مقبولیت بخشے اور اسے اہل ایمان کی زیادتی ہدایت کا ذریعہ بنائے ...... (آمین)

پہلا اعتراض

لاہور کا محمد شفیع جوش نامی شخص لکھتا ہے:

''فقہ حنفی میں آذان سے قبل صلوٰۃ وغیرہ بآواز بلند ثابت نہیں ہے''۔ (اشتہار شائع کردہ مرکز اشاعت اسلام لاہور)

الجواب بتوفیق اللہ الوہاب عزوجل

صلوٰۃ وسلام قبل الآذان بآواز بلند اصول فقہ حنفی کے مطابق جائز ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''ان اللہ وملآئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما'' (پ۲۲ رکوع ۴) بے شک اللہ اور اس کے فرشتے اس غیب بتانے والے (نبی) پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ (کنز الایمان)

اس آیت کریمہ میں صلوا اور سلموا امر کے صیغے مطلق واقع ہوئے ہیں اور مطلق امر کے متعلق اصول فقہ حنفی میں یہ قاعدہ کلیہ لکھا ہے کہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے، اسے مقید پر محمول نہیں کیا جاتا۔

"قال الامام حسام الدين الحنفی وعندنا لایحمل المطلق علی المقید وان کانا فی حادثة واحدة بعد ان یکونا فی حکمین لامکان العمل بهما" (حسامی ص ۲۵) اور ہم احناف کے نزدیک مطلق مقید پر محمول نہ کیا جائے گا اگر چہ وہ دونوں ایک ہی حادثہ میں واقع ہوں بعد اس کے کہ وہ دو حکموں میں پائے جائیں کیونکہ ان دونوں پر عمل کرنا ممکن ہے۔

لامحالہ صلوٰۃ وسلام مطلقا مامور بہ ہوا تو وہ جس وقت اور جس محل میں بھی پڑھا جائے گا وہ مامور بہ کا فرد قرار پائے گا ولہذا آذان سے قبل بآواز بلند صلوٰۃ وسلام بھی مامور بہ کا فرد ہونے کی وجہ سے مشروع ہوگا۔ اسے فقہ حنفی میں غیر مشروع بتانا جوش صاحب کا اصول فقہ حنفی سے جاہل ہونے کی روشن دلیل ہے۔ جس امر کی مشروعیت اصول فقہ حنفی میں موجود ہو اس کی مشروعیت فقہ حنفی میں ضرور ہوگی۔ آیت کریمہ میں صلوٰۃ وسلام کا جو مطلق امر دیا گیا ہے اس سے آذان سے قبل پڑھے جانے والے صلوٰۃ وسلام کو نکالنے اور مستثنیٰ قرار دینے کے لئے الگ دلیل کی ضرورت ہے اور ایسی دلیل جوش صاحب کے پاس موجود نہیں تو ان کا استثناء باطل ہوا اور اس صلوٰۃ وسلام کی مشروعیت ثابت ہوئی والحمد للہ رب العالمین۔

دوسرا اعتراض

حیدرآباد سندھ کا حکیم ہاشمی نامی شخص لکھتا ہے۔ آذان کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اللہ اکبر سے شروع کریں اور "لا الہ الا اللہ" پر ختم کریں یہ کل پندرہ کلمے ہیں چار آذانوں کے لئے البتہ فجر کی آذان میں الصلوۃ خیر من النوم بھی دو مرتبہ کہا جاتا ہے تو یہاں سترہ کلمے ہو جاتے ہیں۔ (کتاب مخالف رسول کون؟ از حکیم ہاشمی حیدرآباد سندھ)

الجواب

ہم اہل سنت کے نزدیک بھی آذان اللہ اکبر سے شروع ہو کر لا الہ الا اللہ پر ختم ہوتی

ہے۔ آذان سے پہلے جو صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے اسے کوئی آذان کا جز و نہیں سمجھتا۔ صلوٰۃ وسلام مستقل عبادت ہے اور آذان مستقل عبادت ہے۔ ایک کو دوسری کا جزء قرار دینا وہابیہ، زمانہ کا ہم اہل سنت پر افتراء عظیم ہے۔ آذان کار ثواب ہے۔ اسے زیادہ بابرکت بنانے کے لئے چند بار صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے۔ چونکہ وہابیہ کو درود وسلام سے دشمنی ہے اس لئے وہ اسے روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ **وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون** ۔

تیسرا اعتراض

اور یہی شخص لکھتا ہے آذان کے بالکل متصل بآواز بلند ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھنا یا **الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ** پڑھنا طریقہء رسول سے ہٹا دیتا ہے۔ اور جب طریقہء رسول سے ہی ہٹ گئے تو فیصلہ خود ہی کر لیں کہ قرب رسول حاصل ہوگا یا نہیں۔ (مخالف رسول کون؟ ص ۸)

الجواب

رسول اللہ ﷺ خود تو آذان دیا نہیں کرتے تھے ان کے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آذان فجر میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی عادت شریفہ تھی کہ طلوع فجر کے قریب مسجد شریف کے قریب کے سب سے بلند مکان پر چڑھ جاتے تھے۔ جب فجر طلوع ہوتی دیکھتے تو بآواز بلند دعا پڑھ کر آذان دیتے تھے۔ چنانچہ سنن ابی داؤد ج ا باب الآذان فوق المنارۃ میں ہے۔

فکان بلال یؤذن علیه الفجر فیاتی بسحر فیجلس علی البیت ینظر الی الفجر فاذا رآہ تمطی ثم قال اللهم انی احمدک واستعینک علی قریش ان یقیموا دینک قالت ثم یؤذن قالت واللہ ما علمته کان ترکها لیلة واحدة یعنی هذه الکلمات

ترجمہ: سو حضرت بلال فجر کی آذان اس پر دیتے تھے یعنی وہ سحری کے وقت آتے اور گھر پر بیٹھ کر طلوع فجر کا انتظار کرتے پھر جب فجر صادق کو دیکھ لیتے تو انگڑائی لیتے پھر (بآواز بلند) فرماتے ''اللہم انی احمدک واستعینک علی قریش ان یقیموا دینک'' پھر آذان دیتے۔ راویہ فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم جہاں تک مجھے معلوم ہے انہوں نے یہ دعائیہ کلمات کسی رات میں نہیں چھوڑے۔

اب حکیم ہاشمی ہی بتائیں کہ آذان سے پہلے حضرت بلال یہ دعا خود اپنی طرف سے پڑھا کرتے تھے یا رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس کے پڑھنے کا حکم دے رکھا تھا؟ اور آذان سے پہلے یہ دعا پڑھنے کی وجہ سے حضرت بلال طریقہ رسول سے ہٹے ہوئے تھے یا نہیں؟ اگر حکیم صاحب کی طریقہ رسول سے مراد طریقہ بلال ہے تو آج وہ خود بھی اس طریقہ بلال کو ترک کر کے طریقہ رسول سے ہٹے ہوئے ہیں یا نہیں؟ اور اگر اس دعا کو چھوڑنے کے باوجود حکیم صاحب اور ان کی جماعت طریقہ رسول سے نہیں ہٹی تو پھر ہم اہل سنت اس دعا کی جگہ صلوٰۃ وسلام پڑھ کر طریقہ رسول سے کیسے ہٹ گئے ہیں اور اگر آذان کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ وہ اللہ اکبر سے شروع ہو تو پھر حضرت بلال غیر مسنون آذان کیوں دیا کرتے تھے؟ اور اگر حضرت بلال کی اس دعا سے آذان لمبی نہیں ہوئی تو صلوٰۃ وسلام سے کیوں لمبی ہو جاتی ہے؟ اور اگر آذان سے پہلے بآواز بلند دعا پڑھنا جائز ہے تو صلوٰۃ وسلام پڑھنا کیوں ناجائز ہے؟ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آذان سے پہلے دعا پڑھ کر قرب رسول حاصل کیا یا نہیں؟ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین

چوتھا اعتراض

اور یہی شخص لکھتا ہے: آذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنے سے جو خرابیاں پیدا ہوں گی ان میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمانوں کے فرقے اپنی اپنی پسند کے الفاظ آذان سے پہلے یا بعد میں پڑھنے لگیں گے جیسا کہ شیعوں نے آذان میں اپنی طرف سے کچھ اضافہ کیا

ہے۔ ۔(مخالف رسول کون؟)

الجواب اضافہ کی دو صورتیں ہیں ایک آذان کے اندر کلمات زائد کرنا جیسا کہ شیعوں نے کیا ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ آذان سے پہلے یا بعد کلمات زائد پڑھے جائیں پہلی صورت میں تغییر آذان لازم آتی ہے۔ اس لئے یہ صورت شرعاً مذموم ہے۔ لیکن آذان سے پہلے یا بعد اذکار متبرکہ یا صلوٰۃ وسلام پڑھنے سے تغیر آذان لازم نہیں آتی لہذا یہ دوسری صورت شرعاً مذموم نہیں۔ اگر آذان سے پہلے کچھ پڑھنا شرعاً ممنوع ہوتا تو حضرت بلال آذان فجر میں دعائے مذکورہ بالا نہ پڑھتے۔ آذان سے پہلے ان کا ہر روز اس دعا کا پڑھنا اور رسول اللہ ﷺ کا منع نہ فرمانا اس بات کی دلیل قوی ہے کہ آذان سے پہلے دعا یا ذکر یا صلوٰۃ وسلام پڑھنا جائز ہے۔ حضرت بلال آذان فجر میں اپنی پسند کی یہ دعا باقاعدگی سے بآواز بلند پڑھا کرتے تھے جبکہ دوسرے مؤذنین یہ دعا نہیں پڑھا کرتے تھے تو اس سے مؤذن کو شرعاً اس بات کی اجازت حاصل ہوگئی کہ وہ آذان سے پہلے اپنی پسند کے کلمات پڑھ سکتا ہے اگرچہ دوسرے موءذنین وہ کلمات نہ پڑھتے ہوں اور آذان سے پہلے اپنی پسند کے کلمات پڑھنے سے جو اختلاف حکیم صاحب نے ذکر کیا ہے وہ مسلمانوں کے افتراق کا نشان نہیں بنتا۔ ذرا غور کریں کہ حضرت بلال کی آذان کے کلمات کی تعداد اور حضرت ابومحذورہ کی آذان کے کلمات کی تعداد میں فرق تھا مگر ان کی آذانوں کے اس اختلاف کو کسی نے افتراق ملت کا نشان قرار نہیں دیا تو حکیم صاحب صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو افتراق ملت کا نشان کیوں قرار دے رہے ہیں؟ صرف صلوٰۃ وسلام سے دشمنی کا مظاہرہ مقصود ہے۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ)

پھر آذان سے مقصود اعلام بدخول وقت الصلوٰۃ ہے۔ اور یہ مقصود صلوٰۃ وسلام پڑھ کر آذان دی جائے یا اس کے بغیر دی جائے ہر طرح حاصل ہو جاتا ہے۔ ہر فرقہ کو ایک آذان پر متحد کرنا حکیم صاحب کی ہٹ دھرمی ہے۔ جس علاقہ میں حنفی بھی ہوں اور شافعی بھی

ہوں وہاں اتحاد ملت کا نشان بنانے کے لئے حکیم صاحب حنفیوں کی آذان پر سب کو مجبور کریں گے یا شافعیوں کی آذان پر۔ ظاہر ہے کہ ہر گروہ کو اس کی اپنی مخصوص آذان دینے کی اجازت ہوگی اور آذان کے اختلاف سے فروعی اختلاف کا ضرور مظاہرہ ہوگا جو شرعا مذموم نہیں قرار دیا جاسکتا۔

پانچواں اعتراض

اور یہی شخص لکھتا ہے:

عام مسلمان صلوٰۃ وسلام کو آذان ہی سمجھیں گے اور آذان کے احکام اس سے وابسطہ کر دیں گے جیسا کہ میں اس سلسلے میں پہلے پمفلٹ میں لکھ چکا ہوں کہ ۷ اگست ۱۹۸۷ء کو رمضان المبارک کا پہلا روزہ تھا۔ مغرب کی آذان سے پہلے ایک مسجد میں صلوٰۃ وسلام پڑھا گیا۔ راہگیروں نے سمجھا کہ آذان ہو رہی ہے۔ چنانچہ انہوں نے پہلے ہی روزہ افطار کرلیا۔ (مخالف رسول کون؟)

الجواب

صلوٰۃ وسلام اور آذان کے کلمات میں واضح فرق موجود ہے۔ پھر صلوٰۃ وسلام آذان کے لب ولہجہ میں بھی نہیں پڑھا جاتا اس لئے صلوٰۃ وسلام کو کوئی آذان نہیں سمجھ سکتا اور نہ کوئی اس کے احکام صلوٰۃ وسلام سے وابستہ کرسکتا ہے۔ عام مسلمان بھی جانتے ہیں کہ صلوٰۃ وسلام اور آذان میں مغائرت ہے۔ بالفرض اگر کوئی شخص ایسا ہو بھی تو وہ حاما کالعدم ہے۔ اسے سمجھا دینا چاہئے نہ یہ کہ صلوٰۃ وسلام جیسی محبوب عبادت ہی کو بند کرا دیا جائے۔ حکیم صاحب نے جو واقعہ لکھا وہ بے حقیقت من گھڑت ہے۔ کیونکہ اہل سنت کی ہر مسجد میں مغرب کا وقت داخل ہو جانے کے بعد آذان مغرب کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے۔ لہذا اس سے روزہ ٹوٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

چھٹا اعتراض

اور یہی شخص لکھتا ہے:

''رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام کے مسئلے کو لیجئے اس کی کتنی فضیلت اور اہمیت ہے۔ لیکن اگر اس صلوٰۃ وسلام کو ان عبادت کے طریقے سے ملا دیا جائے جن کے آداب والفاظ شریعت نے خود سکھائے ہیں تو اس کا لازمی نتیجہ نکلے گا کہ لوگ صلوٰۃ وسلام کو بھی اس مخصوص عبادت کا جزء سمجھ لیں گے اور اس طرح دین کے احکام میں اضافے کا ایک نیا سلسلہ چل پڑے گا جس کی وجہ سے کئی سنتیں چھوٹ جائیں گی''۔ (مخالف رسول کون؟)

الجواب

صلوٰۃ وسلام کو دوسری عبادت سے ملانے کی دوصورتیں ہیں حقیقی اتصال اور صوری اتصال

حقیقی اتصال تو یہ ہے کہ صلوٰۃ وسلام کو دوسری عبادت کا جزء بنا کر پڑھا جائے یہ شرعاً ممنوع ہے۔ مثلاً کوئی شخص آذان اللہ اکبر سے شروع کرے اور لا الہ الا اللہ پر ختم کرے اور درمیان میں صلوٰۃ وسلام پڑھے۔

اتصال صوری یہ ہے کہ صلوٰۃ وسلام کو دوسری عبادت کا جزء بنائے بغیر دوسری عبادت کو شروع کرنے سے پہلے پڑھا جائے تو یہ شرعاً جائز ہے اگر کسی شخص نے یہ معمول بنا لیا ہو کہ وہ ہر نماز سے پہلے تلاوت قرآن مجید کرتا ہے پھر نماز ادا کرتا ہے تو کیا اس صوری اتصال کی وجہ سے تلاوت قرآن مجید شرعاً ممنوع قرار دے دی جائے گی؟ بہر حال ہم اہل سنت صلوٰۃ وسلام اور آذان میں صوری اتصال پیدا کرتے ہیں جو شرعاً ممنوع نہیں۔ اگر کوئی شخص نماز فجر کی سنتیں پڑھ کر فوراً بعد فرض فجر ادا کرے تو کیا اس صورت میں یہ اتصال جائز نہیں ہوگا؟

ساتواں اعتراض

اور یہی شخص لکھتا ہے۔

''بغیر صلوٰۃ وسلام کی آذان کو ادھوری سمجھنے والوں سے جب یہ سوال کیا جاتا ہے

کہ کیا آپ کے بزرگ آذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھتے تھے تو جواب دیتے ہیں کہ نہیں۔ اس پر جب یہ کہا جاتا ہے کہ کیا ادھوری آذان پڑھنے کے باوجود وہ حق پر تھے تو کہتے ہیں کہ ہاں وہ حق پر تھے تو اگر آپ سے کوئی یہ کہتا ہے کہ آپ بھی اسی طریقہ پر رہیں جس طریقے پر آپ کے بزرگ تھے تو آپ ایسا کہنے والوں کو درود کا منکر اور گستاخ رسول اور نہ جانے کیا کیا قرار دیتے ہیں پھر یہی فیصلہ آپ اپنے بزرگوں کے بارے میں کیوں نہیں کرتے؟ (مخالف رسول کون؟)

الجواب

آذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنا مستحب ہے اگر کوئی شخص آذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام کے استحباب کا قائل ہو اور صلوٰۃ وسلام نہ پڑھے تو اس سے ہمارا کوئی جھگڑا نہیں کہ تارک مستحب کو شرع کی طرف سے کوئی گرفت نہیں مگر جو شخص صلوٰۃ وسلام قبل الآذان کو بدعت وغیر مشروع کہے اس سے ہمارا جھگڑا ضرور ہے۔ ہمارے بزرگ اگر آذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام نہیں پڑھتے تھے تو وہ اسے بدعت وغیر مشروع بھی تو نہیں سمجھتے تھے۔ تم ہمارے اسلاف کی راہ پر نہیں ہو۔ وہ صلوٰۃ وسلام نہ پڑھنے کے باوجود حق پر تھے اور تم باطل پر ہو۔ ہاں اگر تم بھی صلوٰۃ وسلام قبل الآذان کو مستحب قرار دے دو تو ہمارے تمہارے درمیان اختلاف دور ہو جائے گا۔

آٹھواں اعتراض

''تو اب غیر مقلدانہ عمل کرنا دراصل ثابت کرنا ہے کہ امام اعظم اور صحابہ کرام عشق کی اس منزل سے آشنا نہ تھے جس سے آج کل کا جاہل عاشق سرشار ہے''۔ (اشتہار محمد شفیع جوش)

الجواب

اہل سنت آذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام عشق مصطفے ﷺ کی وجہ سے پڑھتے

ہیں۔ امام اعظم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہم سے زیادہ عشق رسول رکھتے تھے اسی وجہ سے وہ اٹھتے بیٹھتے ہر وقت صلوٰۃ وسلام پڑھتے رہتے تھے۔ ہم دنیا دار ہیں۔ اس لئے ہر وقت تو نہیں پڑھ سکتے چند مخصوص مواقع میں پڑھ لیتے ہیں۔ صلوٰۃ وسلام بآواز بلند پڑھ کر ہم منکرین صلوٰۃ وسلام پر اپنے عقیدہ کا اظہار کرتے ہیں۔ سلف صالحین کے دور میں منکرین صلوٰۃ وسلام کی کثرت نہ تھی اس لئے اس دور میں بلند آواز سے پڑھنے کی ضرورت نہ تھی۔ مگر آج منکرین کی کثرت کے پیش نظر اس کے پڑھنے کی ضرورت پیش آ گئی ہے۔ آج دیوبند کے مدرسوں میں علوم صرف ونحو پڑھائے جاتے ہیں۔ حالانکہ فقہائے احناف نے ان کے بدعت ہونے کی تصریحات کی ہیں۔ اگر آج یہ علوم بدعت وغیر مشروع نہیں سمجھے جاتے تو پھر آذان کے ہمراہ صلوٰۃ وسلام کو کیوں بدعت اور غیر مشروع سمجھا جا رہا ہے۔؟

نوواں اعتراض

دراصل یہ زوائد وہابیوں، دیوبندیوں کی ضد سے یا نعت خواں قسم کے مؤذنین نے پیدا کئے ہیں۔ ازمنہ سابقہ میں سب قارئین جانتے ہیں کہ آذان ان زوائد سے خالی ہوتی تھی اگر ہمارے علماء عوام کی تائید میں کہ اب وہ اس راستہ پر چل پڑے ہیں غور وفکر سے اس کو جائز ثابت کر بھی دیں تو صرف جائز ہی ہوگا مستحب یا مندوب یا افضل نہیں ہوگا۔ باقی رہ گئی یہ بات کہ اس پر ثواب بھی ہوگا یہ بات تب ہو کہ وہ مستحب ہو۔ (اشتہار محمد شفیع جوش)

الجواب

بالفرض اگر آذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام کو نعت خوان قسم کے مؤذنین نے پیدا کیا یا دیوبندیوں وہابیوں کی ضد میں اسے پیدا کیا گیا تو اس سے اس میں کوئی قباحت پیدا نہیں ہوگئی۔ حجاج بن یوسف نے اعراب قرآن جاری کئے تھے اگر اس کی پیدا کردہ یہ بدعت

قابل عمل ہو سکتی ہے تو عوام کی پیدا کردہ بدعت کیوں نا قابل عمل ٹھہرائی جا رہی ہے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں، وللہ الحمد یہاں تک جواز کا بیان تھا۔ رہا استحباب وہ فعل جبکہ فی نفسہ خود ہی نیک ہے۔ مسلمان نے اسے نیت حسن محمود سے کیا تو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے داخل سنت ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے کسی نے نہ کیا ہو جیسا کہ حدیث میں ہے۔

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها من غير ان ينقص من اجورهم شئ جو شخص اسلام میں اچھی رسم نکالے سو اس کے لئے اس کا ثواب ہے اور اس کے لئے اس رسم پر عمل کرنے والوں کے ثواب جتنا ثواب ہے بغیر اس کے کہ ان کے ثواب سے کوئی شئے کم کی جائے۔ (فتاویٰ افریقیہ)

الحمد للہ! اعلیٰ حضرت کی اس تصریح سے ثابت ہو گیا ہے کہ آذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے کو ثواب ملتا ہے اور یہ عمل داخل سنت ہے۔ بدعت ممنوعہ نہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

دسواں اعتراض

ملتان کا ابو الخیر اسدی نامی ایک شخص لکھتا ہے:''

آج کل نعرۂ رسالت ایک مذہبی شعار بن چکا ہے اگر کوئی اس سے روکتا ہے تو فوراً عوام میں مشہور کر دیتے ہیں کہ دیکھئے فلاں رسول اللہ ﷺ کا دشمن ہے کہ وہ یا رسول اللہ کا نعرہ نہیں لگاتا اور یا رسول اللہ کہنا بدعت سمجھتا ہے۔ لوگ جب ایسی بات سنتے ہیں تو وہ جوش میں آ جاتے ہیں۔ حالانکہ صاف دھوکہ ہے۔ کوئی مسلمان بھی آپ کے نام سے نہیں جلتا۔ جھگڑا اور انکار صرف یا کے حرف کا ہے۔ لیکن یہ لوگ رسول اللہ کی آڑ لے کر بدنام کر رہے ہیں۔ اسی طرح تسلیم بعد الآذان کے بارے میں بھی یہی کہتے ہیں کہ دیکھئے یہ آذان کے بعد درود شریف سے منع کرتے ہیں حالانکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آذان کے بعد

درود شریف پڑھنا چاہئے۔ (تحریف الآذان ص ۲۷ مؤلفہ ابوالخیر اسدی دیوبندی)

الجواب

اگر نعرۂ رسالت میں کوئی جھگڑا نہیں تو نعرۂ رسالت لگا کر اس کا جواب ''رسول اللہ زندہ باد'' ہی سے دے دیا کرو۔ تم جو سرے سے نعرۂ رسالت ہی ہضم کر جاتے ہو یہ تمہاری رسول دشمنی نہیں تو اور کیا ہے؟ اسی طرح آذان کے بعد اہل سنت صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں اس کے متعلق بھی اگر تمہارا جھگڑا اور انکار صرف یا ہی میں ہے تو پھر آذان کے بعد درود ابراہیمی ہی پڑھ لیا کرو۔ تاکہ تمہاری رسول دشمنی کا داغ تم سے دھل جائے۔ اہل سنت آذان سے پہلے یا بعد ''الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ'' اس وجہ سے پڑھتے ہیں کہ مساجد اہل سنت سے منکرین یارسول اللہ بھاگ جائیں اور جو باہر ہیں وہ ان میں داخل نہ ہوں۔

گیارہواں اعتراض

''آذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی وجہ ہوسکتی ہے۔ مگر آذان کے اول کوئی وجہ وجیہہ بلانکیر نہیں ہے''۔ (اشتہار محمد شفیع جوش)

الجواب

آذان سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی وجہ وجیہہ یہ ہے کہ آج کل سستی اور غفلت کا دور ہے۔ لوگ دنیوی کاموں میں بے حد مصروف ہوتے ہیں۔ اجابت آذان قولی مستحب ہے۔ اور اجابت آذان فعلی واجب ہے۔ دنیاداروں سے دنیوی کام چھڑانے اور انہیں اجابت آذان پر آمادہ بنانے کے لئے ضروری ہے کہ آذان فوراً شروع نہ کردی جائے بلکہ آذان سے پہلے چند بار صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے۔ اس سے یہ مقصد بھی حاصل ہوجاتا ہے۔ اور صلوٰۃ وسلام پڑھنے اور سننے کا ثواب بھی مل جاتا ہے۔

''وهذا آخر ما اردنا ايراده فى هذه المقالة النافعة تقبلها الله تعالىٰ بفضله العظيم ورسوله الكريم صلى الله عليه وعلىٰ آله واصحابه وبارك وسلم .... وانا الفقير ابو الكرم احمد حسين قاسم الحيدرى الرضوى غفر الله تعالىٰ لى خادم التدريس والافتاء والتصنيف بالجامعة الحيدرية فضل المدارس ببلدة سهنسه من مضافات آزاد كشمير ''

(۳۰ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۶ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیرہواں مقالہ

صلوٰۃ وسلام بعد از آذان کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمیعن اما بعد

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس بارہ میں کہ ایک شخص نے کہا ہے کہ آجکل آذان کے فوراً بعد جو درود وسلام پڑھا جاتا ہے اس کا شرع میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس سے آذان ستر گز لمبی ہو جاتی ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا آذان کے بعد صلوۃ وسلام پڑھنے کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (پیش کردہ مولوی محمد شریف متعلم جامعہ عثمانیہ سیکٹر ایف۔ ون میر پور آزاد کشمیر)

الجواب بتوفیق الملک الوھاب عزوجل

آذان کے فوراً بعد درود شریف پڑھ کر دعائے وسیلہ پڑھنا مؤذن اور سامع دونوں کیلئے مستحب وکار ثواب ہے۔ خود نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ اور فقہاء امت نے اس درود وسلام کو بھی مواضع درود وسلام میں گنا ہے۔ ولہذا جو شخص آذان کے بعد درود وسلام پڑھنے سے روکتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اس سے آذان ستر گز لمبی ہو جاتی ہے احکام شرع شریف سے جاہل اور بے خبر ہے۔ مسئلہ کی وضاحت کے لئے تفصیلاً عرض کیا جاتا ہے۔

احادیث

حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل مایقول ثم صلوا علی فانه من صلیّ علیّ صلوۃ صلے اللہ علیه بھاعشرا ثم سلوا اللہ لی الوسیلة فانھا منزلة فی الجنة لا تنبغی الا لعبد من عباد اللہ وارجو ان اکون انا ھو فمن سأل لی الوسیلة حلت علیه شفاعتی۔

(ترجمہ) جب تم مؤذن کو سنو تو تم اس کے قول کی طرح کہو پھر مجھ پر درود پڑھو۔ سو جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں اس درود کی وجہ سے نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لئے وسیلہ کا سوال کرو سو وہ جنت میں ایک درجہ ہے۔ جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک ہی بندہ کے شایان شان ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ میں ہی وہ بندہ ہوں سو جو شخص میرے لئے وسیلہ مانگے اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

اس حدیث کی تخریج

امام مسلم نے صحیح مسلم شریف ج ا ص ۱۶۶ میں، امام ابو داؤد نے سنن ابی داؤد کی ج ا ص ۷۷ میں، امام نسائی نے سنن نسائی ج ا ص ۱۱۰ میں، امام ترمذی نے جامع ترمذی میں، مفسر عماد الدین ابن کثیر نے تفسیر القران کی جلد سوم کے صفحہ ۵۹ میں، امام شہاب الدین خفاجی نے نسیم الریاض کی ج ۳ ص ۴۶۱ میں اور امام ظفر الدین بہاری نے اپنی صحیح کے صفحہ ۲۹۹ میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔

یہ حدیث صحیح ہے

امام جلال الدین سیوطی نے فرمایا اس حدیث کو امام احمد بن حنبل امام مسلم امام داؤد امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت عبد اللہ بن عمر و العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اور یہ حدیث صحیح ہے۔ (جامع صغیر ج ا ص ۲۹)

منکرین کے گھر کی شہادت

یہ حدیث آذان کے بعد صلوۃ وسلام سے روکنے والوں کے نزدیک بھی صحیح ہے۔ چنانچہ ایک غیر مقلد مولوی ابو الخیر اسدی نامی شیخ علی محفوظ کا یہ قول نقل کرتا ہے۔ **فنقول لا كلام فی ا ن الصلوۃ والسلام علی النبی ﷺ عقب الآذان مطلوبان**

لورود الاحادیث الصحیحة بطلبهما من کل من سمع الآذان لا فرق بین المؤذن وغیرہ کما فی صحیح مسلم عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص انہ سمع النبی ﷺ یقول اذآ سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علی الی آخرہ ۔ (تخریف الآذان ص ۳۸)

(ترجمہ) سو ہم کہتے ہیں کہ اس بارہ میں کوئی کلام نہیں کہ آذان کے بعد صلوٰۃ وسلام دونوں شرعاً مطلوب ہیں۔ کیونکہ ان دونوں کے بارے میں مؤذن اور سامع کے لئے مطلوب ہونے میں صحیح حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ جیسا کہ (۱) مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ کہ جب تم مؤذن کو سنو تو اس کے قول کی طرح کہو پھر مجھ پر درود پڑھو۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اذا سمعتم المؤذن فقولوا کما یقول ثم صلوا علی جب تم مؤذن کو سنو تو اس کے کلام کی طرح کہو اور مجھ پر درود پڑھو۔ رواہ ابن ابی شیبۃ وابوالشیخ فی الاذان۔ (صحیح البہاری ص ۲۹۹)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ صلوا علی فان صلاتکم علی زکاۃ لکم وسلوا اللہ لی الوسیلة تم مجھ پر آذان کے بعد درود شریف پڑھو۔ کیونکہ تمہارا مجھ پر درود پڑھنا تمہارے لئے پاکی ہے۔ اور میرے لئے وسیلہ کا سوال کرو۔ (رواہ الامام عماد الدین بن کثیر فی تفسیرہ ص ۵۱۳ ج ۳)

(۴) حضرت رویفع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا من صلی علی محمد اللھم انزلہ المقعد المقرب عندک یوم القیامة وجبت لہ شفاعتی جو شخص محمد ﷺ پر آذان کے بعد درود بھیجے۔ پھر یہ دعا پڑھے۔ اللھم انزلہ المقعد المقرب عندک یوم القیامة. اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو

جائے گی۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۵۱۲ ج ۳)

آذان کا مابعد درود وسلام کا محل ہے

مندرجہ بالا احادیث صحیحہ کی بناء پر ہمارے فقہاء کرام نے آذان کے مابعد کو بھی صلوۃ وسلام کا محل قرار دیا ہے۔ اور اسے مواضع استحباب میں گنا ہے۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں (۱) مفسر عمادالدین بن کثیر لکھتے ہیں۔

قد ورد الامر بالصلوٰة عليه فی اوقات كثيرة فمنها واجب ومنها مستحب على ما نبينه فمنه بعد النداء للصلوة للحديث الذی رواه احمد الى آخره.

ترجمہ: بہت سے اوقات میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر درود پڑھنے کا حکم وارد ہوا ہے۔ ان اوقات متعددہ میں سے بعض اوقات میں درود بھیجنا واجب ہے۔ اور بعض اوقات میں مستحب ہے۔ سو آذان کے بعد کا وقت مستحب میں سے ہے۔ بوجہ اس حدیث کے جس کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کے آخر تک۔ (تفسیر ابن کثیر ص۵۱۲ ج ۳)

(۲) اور قاضی عیاض لکھتے ہیں ومن مواطن الصلوة عليه صلى الله عليه وسلم عند ذكره وسماع اسمه او كتابه اوعند الآذان . نبی کریم ﷺ پر درود شریف بھیجنا جن چند جگہوں میں ہے۔ ان میں سے ایک آپ کا ذکر کرنے یا سننے یا لکھنے کا وقت ہے۔ یا آذان کا وقت ہے۔ (شفاء شریف ص۵۲ ج ۲)

(۳) اور امام شہاب الدین خفاجی لکھتے ہیں (قولہ اوعند الآذان) ای بعدہ وھو مستحب للمؤذن والسامع ۔ آذان کے بعد درود پڑھنا مؤذن اور سامع دونوں کے لئے مستحب ہے۔ (نسیم الریاض ص۴۶۱ ج ۲)

(۴) علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں۔ ونص العلماء على استحبابها

فی مواضع یوم الجمعة ولیلتها الی ان قال وعقب اجابة المؤ ذن الی آخره کذا فی شرح الفاسی علی دلائل الخیرات وغالبها منصوص علیه فی کتبنا.

اور علماء نے چند جگہوں میں درود شریف پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ مثلاً جمعہ کا دن اور اس کی رات اور مؤذن کی اجابت کے بعد جیسا کہ علامہ فاسی نے شرح دلائل الخیرات (مطالع المسرات) میں ذکر فرمایا ہے۔ ان میں سے اکثر مواضع درود وسلام ہماری کتب فقہ حنفی میں بھی مذکور ہیں۔ (ردالمحتار ص ۳۸۳ ج ۱)

(۵) امام حسن شرنبلالی لکھتے ہیں۔ ثم دعا المجیب والمؤذن بالوسیلة بعد صلوته علی النبی ﷺ عقب الاجابة وعن ابن عمرو رضی الله عنهما عن النبی ﷺ اذا سمعتم المؤ ذن الی آخر الحدیث.

پھر آذان کا جواب دینے والا شخص اور مؤذن دونوں نبی ﷺ پر درود بھیجنے کے بعد وسیلہ کی دعا پڑھیں اور حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم مؤذن کو آذان دیتے ہوئے سنو تو اس کے قول کی طرح کہو اور مجھ پر درود بھیجو۔ (مراقی الفلاح ص ۱۱۰)

دیوبندیوں کے گھر کی شہادت

مواضع درود وسلام میں عقب الآذان کو خود دیوبندیوں نے شمار کیا ہے۔ چنانچہ دیوبندی مولوی زکریا کی کتاب فضائل درود شریف میں ہے۔ علامہ سخاوی نے قول بدیع میں مستقل ایک باب ان درودوں کے بارہ میں تحریر فرمایا ہے۔ جو اوقات مخصوصہ میں پڑھے جاتے ہیں اور اس میں یہ مواقع گنوائے ہیں۔ الی ان قال اور آذان کے جواب کے بعد۔ (فضائل درود شریف ص ۶۷)

اور دیوبندی مولوی ریاض احمد اشرفی نے لکھا ہے کہ بالکل اسی طرح آذان سے

قبل یا بعد صلوۃ وسلام نعتیہ اشعار عشق ومحبت اور تذکیر آخرت کے مضمون کے اشعار پڑھنے کا مقام ہے۔ (روزنامہ جنگ راولپنڈی ۵ نومبر ۱۹۸۰)

فقہا کے نزدیک درود وسلام عندالآذان بدعت حسنہ ہے:

الحمد للہ یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آذان کے فوراً بعد دعائے وسیلہ سے پہلے درود شریف پڑھنے کا حکم خود شارع علیہ السلام نے دیا ہے۔ اور فقہاء امت نے آذان کے بعد کے وقت کو مواضع درود وسلام میں شمار فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عباسی خلیفہ المتوکل علی اللہ ابو عبد اللہ کے دور حکومت میں شعبان ۷۹۱ھ میں محتسب نجم الدین طنبذی کے حکم سے آذان کے فوراً بعد با آواز بلند صلوۃ وسلام پڑھنے کا طریقہ جاری ہوا اور اس وقت کے مقتدر فقہائے امت سے اس طریقہ کا شرعی حکم پوچھا گیا تو انہوں نے اسے بدعت حسنہ اور کار ثواب قرار دیا چنانچہ امام طحطاوی لکھتے ہیں۔

واول ما زیدت الصلوۃ علی النبی ﷺ بعد الآذان علی المنار فی زمن حاجی بن الاشرف شعبان بن حسین بن محمد بن قلا دون بامر المحتسب نجم الدین الطنبذی وذلک فی شعبان سنة احدی وتسعین وسبع مائة کذا فی الاوائل للسیوطی والصواب من الا قوال انها بدعة حسنة.

یعنی حاجی ابن الاشرف شعبان بن حسین بن محمد بن قلادون کے زمانہ حکومت میں شعبان ۷۹۱ھ میں محتسب نجم الدین طنبذی کے حکم سے مینارہ پر آذان کے بعد نبی ﷺ پر با آواز بلند درود شریف بھیجنے کی رسم جاری ہوئی جیسا کہ امام سیوطی کی کتاب الاوائل میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس درود شریف کے بارہ میں مختلف اقوال ہیں۔ مگر صحیح قول یہ ہے کہ یہ طریقہ بدعت حسنہ ہے۔ (حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۰۴)

اور امام علاء الدین حصکفی لکھتے ہے۔ **التسلیم بعد الآذان حدث فی ربیع الآخر سنة سبع مائة واحدی وثمانین فی عشاء لیلة الاثنین ثم یوم الجمعة**

ثم بعد عشر سنین حدث فی الکل الا المغرب ثم مرتین وھو بدعۃ حسنۃ

یعنی آذان کے بعد درود وسلام پڑھنے کے رواج کی ابتداء ربیع الاخر ۷۸۱ھ میں سوموار کی رات نماز عشاء کی آذان کے بعد ہوئی۔ پھر دس سال کے بعد مغرب کے سوا سب نمازوں کی آذانوں کے بعد پھر نماز مغرب کی آذان میں دو مرتبہ صلوۃ وسلام پڑھنے کی ابتداء ہوئی اور یہ عمل بدعت حسنہ ہے۔ (درمختار ص ۲۸۷ ج ۱)

اور علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں۔ (قولہ وھو بدعۃ حسنۃ) قال فی النھر عن القول البدیع والصواب من الاقوال انھا بدعۃ حسنۃ۔ نھر الفائق میں امام سخاوی کی کتاب القول البدیع سے منقول ہے کہ مختلف اقوال میں سے صحیح قول یہ ہے کہ آذان کے بعد صلوۃ وسلام پڑھنا بدعت حسنہ ہے۔ (ردالمحتار ص ۲۸۷ ج ۱)

مقام غور ہے۔ کہ امام احمد طحطاوی، امام علاء الدین حصکفی، علامہ شامی، امام صاحب نھر الفائق اور امام سخاوی رحمۃ اللہ علیھم جیسے جلیل القدر فقہائے کرام نے آذان کے بعد بآواز بلند صلوۃ وسلام کے بارہ میں یہ شرعی حکم بتادیا ہے کہ یہ درود وسلام بدعت حسنہ اور کار ثواب ہے۔ تو پھر کسی حنفی سنی کہلانے والے کو یہ حق کیسے پہنچتا ہے کہ وہ اس درود وسلام پر بدعت سیئہ وامر منکر وغیر مشروع ہونے کا ناپاک فتویٰ جڑے اور اس بابرکت عمل کی وجہ سے آذان کے ستر گز لمبا ہونے کا بول بولے۔ مسلمان فقہائے عظام کے اس فتویٰ کو پیش نظر رکھیں اور منکرین کے غلط فتویٰ کو نظر انداز کردیں۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

دیوبندیوں کے گھر کی ایک اور شہادت

دیوبندی الخیال حافظ ریاض احمد اشرفی نے لکھا ہے کہ اگر کوئی صاحب ذوق وشوق عشق اور محبت خدا ورسول میں صلوۃ پڑھتا ہے۔ اور یہ نیت کر کے پڑھتا ہے کہ مردہ دل اور سوئے ہوئے بیدار ہو کر اپنے مالک ومولا کی یاد میں چند گھڑیاں گزارنے کی سعادت

حاصل کرلیں تو اس میں حرمت یا ممانعت کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ اور اس کی اجازت میں اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم دین اور توحید میں بہت ہی سخت مزاج مجاہد شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد ملاحظہ فرمائیں۔ ینھی المؤذن ان ینشد الابیات التی من جنس النیاحة والمراثی وکذلک ما کان من جنس الغزل فان فی ذلک مفاسد کثیرة ولیس منها الآیات والاخبار والتوبة والاستغفار واللہ اعلم۔ (الرسالۃ الثالثۃ عشر فی السماع والرقص مطبوعہ مصر ۳۲۹)

(ترجمہ) جو اشعار نوحہ اور مرثیہ کی جنس سے ہیں ان کے پڑھنے سے مؤذن کو منع کیا جائے گا اور اسی طرح غزل کی قسم سے جو اشعار ہیں ان سے بھی روکا جائے گا کیونکہ اس قسم کے اشعار میں بہت سے مفاسد پائے جاتے ہیں اور اس حکم میں وہ اشعار نہیں جو ذکر الٰہی کی قسم سے مؤذن کے لئے جائز ہیں اور جن شعروں کے اندر آیات قرآنیہ یا احادیث مبارکہ یا توبہ واستغفار کے مضامین ہوں ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ حافظ ابن تیمیہ جو بدعت کے قلع قمع کرنے والوں میں امام مانے جاتے ہیں بھی ایسے اشعار پڑھنے کی مؤذنین کو اجازت دے رہے ہیں۔ جو دلوں کو نرم کریں، ذوق وشوق پیدا کریں، توبہ واستغفار اور ذکر الٰہی کے مضامین پر مشتمل ہوں۔ ممانعت صرف غیر مشروع مضامین کی ہے۔ اور اسی طرح آذان سے قبل یا بعد درود شریف، ذکر مذکر، آخرت کے اشعار یا محض ذکر مجرد یا نفی اثبات کرنے کو حرام اور بدعت قرار دینا بھی غیر مشروع ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ حافظ ابن تیمیہ یقیناً بریلوی یا دیوبندی نہیں تھے۔ ان کے ہاں بھی اس معاملے میں اتنا تشدد نہیں جتنا آج کل کے دور میں جانبین نے اختیار کررکھا ہے۔ حالانکہ بعض جائز مندوب اور مباح بلکہ مستحب کے انکار پر ان کا تشدد ان کی مؤلفات سے ظاہر ہے۔ (روزنامہ جنگ راولپنڈی بابت ۵ نومبر ۱۹۸۰)

منکرین صلوٰۃ وسلام کا تشدد

الحمد للہ ! یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے۔ اس سے آذان کے فوزا بعد بآواز بلند صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا استحباب اپنے ذروہ ءثبوت کو پہنچا۔ منکرین صلوٰۃ وسلام بلا دلیل آذان کے بعد صلوٰۃ وسلام سے منع کرتے ہیں۔ بلکہ پڑھنے والوں پر بے جا تشدد کرتے ہیں۔ امام الوھابیہ نے بارھویں صدی ھجری میں آذان کے بعد پڑھے جانے والے صلوٰۃ وسلام کی بندش میں سخت رویہ اختیار کیا تھا اور یہی حال آج کل کے اس کے متبعین کا بھی ہے۔

امام سید احمد بن زینی وحلان لکھتے ہیں۔ ویمنعون من الصلوٰۃ علیہ صلے اللہ علیہ وسلم علی المنابر بعد الآذان حتی ان رجلا صالحا کان اعمی وکان مؤذناً وصلی علی النبی ﷺ بعد الآذان بعد ان کان المنع منھم فاتوابہ الیٰ ابن عبد الوھاب فامر بہ ان یقتل فقتل ۔

(ترجمہ) وہابی لوگ میناروں پر آذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک نیکوکار نابینا مؤذن نے وہابیوں کے منع کرنے کے بعد آذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھا تو اسے امام الوھابیہ ابن عبد الوھاب نجدی کے پاس لایا گیا پھر اس نے اسے قتل کر دینے کا حکم دیا تو وہ قتل کر دیا گیا (الدولۃ العثمانیہ ص ۲۴۰ ج ۲ فتنۃ الوھابیہ ص ۷۷)

اور یہی امام دوسرے مقام پر لکھتے ہے۔ وکان ینھی عن الصلوۃ علی النبی ﷺ ویتاذی من سماعھا وینھی عن الاتیان بھا لیلۃ الجمعۃ وعن الجھر بھا علی المنایر ویؤذی من یفعل ذلک ویعاقب اشد العقاب حتی انہ قتل رجلا اعمی کان مؤذناً صالحا ذا صوت حسن نھاہ عن الصلوۃ علی النبی ﷺ فی المنارۃ بعد الآذان فلم ینتہ واتی بالصلوٰۃ

علی النبی ﷺ فامر بقتله فقتل ثم قال ان الربابة فی بیت الخاطئة یعنی الزانیة اقل اثما مما ینادی بالصلوٰة علی النبی ﷺ فی المنایر ویلبس علی اصحابه بان ذلک کله محافظة علی التوحید فما افظع وما اشنع فعله . (ترجمہ) اور امام الوہابیہ ابن عبدالوھاب نجدی درود شریف سے روکتا اور اس کے سننے سے بہت اذیت پاتا تھا اور وہ جمعہ کی رات میں درود شریف پڑھنے سے اور آذان کے بعد میناروں میں بآواز بلند درود شریف پڑھنے سے روکتا تھا اور جو اس طرح درود شریف پڑھتے تھے۔ ان کو اذیت پہنچاتا تھا اور سخت سزائیں دیتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک نیکوکار خوش آواز نابینا مؤذن نے وہابیوں کے منع کرنے کے بعد جب آذان کے بعد منارہ میں درود شریف پڑھا تو انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ اور وہ کہتا تھا یعنی ابن عبدالوھاب کہ زانی زانیہ کے گھر اتنا گنہگار نہیں ہوتا جتنا منارہ میں درود شریف پڑھنے والا گنہگار ہوتا ہے۔ اور اپنے ساتھیوں کو اس شبہ میں رکھتا تھا کہ وہ سب کچھ توحید کی محافظت کے لئے کرتا ہے۔ سو اس کا یہ قول کتنا برا ہے۔ اور اس کا یہ فعل کتنا قبیح ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ (الدرر السنیہ ص ۴۵) (التوسل بالنبی وجھلۃ الوھابیین ص ۲۴۴)

اور دیوبندی مولوی حسین احمد مدنی نے بھی لکھا ہے کہ وہابیہ خبیثہ یہ صورت نہیں نکالتے اور جملہ انواع کو منع کرتے ہیں۔ چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا ہے کہ وہ الصلوٰة والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ سے منع کرتے ہیں۔ (شہاب ثاقب ص ۶۵)

الحمدللہ امام زینی وحلان کی ان عبارات سے معلوم ہوا کہ ۷۸۱ھ میں رائج ہونے والے آذان کے بعد صلوٰة وسلام کو سب سے پہلے امام الوھابیہ ابن عبدالوھاب نجدی نے ناپسند کیا اور اس کی بندش میں بہت شدت اختیار کی۔ لہذا اب جو شخص سنی حنفی بننے اور کہلوانے کے باوجود آذان کے بعد صلوٰة وسلام پڑھنے کو بدعت سیئہ وغیر مشروع بتاتا ہے۔ اور اس سے بزور روکتا ہے وہ حقیقۃً سنی حنفی نہیں ہے۔ بلکہ پکا نجدی وہابی عقیدہ

والا امام الوھابیہ ابن عبد الوھاب نجدی کا سچا پیروکار ہے۔ اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

وھذا آخر ما اردنا ایراده فی ھذه المقالة المبارکة تقبلها الله تعالی بمنه العظیم ورسوله الکریم ﷺ وانا الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفر الله تعالی لی المدرس بالجامعة الحیدریة فضل المدراس بھیانی من مضافات سھنسه آزاد کشمیر (۲۷ مارچ ۱۹۸٦ء بمطابق ۱٦ رجب ۱۴۰٦ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چودھواں مقالہ

تنویر العین بتقبیل الابہامین

آذان میں انگوٹھے چومنے کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خیر الانبیاء والمرسلین وعلیھم وعلی آلھم وصحبھم اجمعین ۔ اما بعد!

یہ مقالہ نبی اکرم سید کونین ﷺ کا اسم گرامی آذان میں سننے کے وقت دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانے کے مسئلہ پر لکھا گیا ہے۔ میں نے اس کا نام تنویر العین بتقبیل الابہامین یعنی انگوٹھے چومنے کا بیان رکھا ہے۔ اللہ تعالی اپنے احسان عظیم اور اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوات والتسلیمات والتحیات الی ابد الآبدین کے وسیلہ جلیلہ سے اسے شرف قبولیت بخشے آمین ثم آمین

استفتاء: کیا فرماتے ہیں۔ علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ آذان میں کلمہ مبارکہ اشھد ان محمدا رسول اللہ سنتے وقت اپنے دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنا اور قرۃ عینی بک یارسول اللہ کہنا از روئے شرع شریف کیسا ہے؟ (المستفتی مولوی غلام رسول عارف القادری سمور علاقہ ٹھارہ ضلع میرپور آزاد کشمیر)

الجواب وھو الموافق للصدق والصواب

آذان میں شہادت رسالت سنتے وقت اپنے دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنا اور صلی اللہ علیک یارسول اللہ قرۃ عینی بک یارسول اللہ کہنا شرعاً مستحب' باعث اجر عظیم وموجب فوز وفلاح دارین ہے۔ متعدد کتب فقہ حنفی میں اس کے استحباب کی تصریح موجود اور اس کے فضائل عظیمہ وفوائد جلیلہ ومنافع وقیعیہ مذکور ومسطور۔ ہم یہاں بحمد اللہ تعالی چند کتب معتبرہ کی عبارات باترجمہ پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ہمارے عام پڑھے لکھے سنی احباب کا ایمان تازہ ہو اور بدمذہبوں پر اتمام حجت ہو جائے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

(۱) امام ابن عابدین شامی کا ارشاد

یستحب ان یقال عند سماع الاولی من الشھادہ صلی اللہ علیک

یا رسول اللہ وعند الثانیہ منھا قرت عینی بک یارسول اللہ ثم یقول اللھم متعنی با لسمع و البصر بعد وضع ظفری الابھا مین علی العینین فانہ علیہ السلام یکون قائدا لہ الی الجنۃ کذا فی کنز العبادا ھ قھستانی ونحوہ فی الفتاوی الصوفیہ .

آذان کی پہلی شہادت رسالت سنتے وقت صلی اللہ علیک یا رسول اللہ اور دوسری شھادت رسالت سنتے وقت قرت عینی بک یا رسول اللہ کہنا اور اس کے بعد آنکھوں پر انگوٹھوں کے ناخن رکھ کر اللھم متعنی بالسمع والبصر کہنا مستحب ہے۔ سو بلا شبہ نبی کریم ﷺ ایسا کرنے والے کو جنت کی طرف اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ اسے امام قہستانی نے کتاب کنز العباد سے نقل فرمایا اور اسی طرح فتاوی صوفیہ میں بھی مذکور ہوا۔ پھر فرماتے ہیں۔

وفی کتاب الفردوس من قبل ظفری ابھا میہ عندسماع اشھد ان محمدا رسول اللہ فی اذان انا قائدہ ومد خلہ فی صفوف الجنۃ وتمامہ فی حواشی البحر عن المقاصد الحسنۃ للسخاوی ذکر ذالک الجراحی واطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل شیء ھذا .

اور کتاب مسند الفردوس میں ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جو شخص آذان میں اشھد ان محمد ارسول اللہ سنتے وقت انگوٹھوں کے ناخنوں کو چومے۔ میں اس کا قائد اور اسے جنتیوں کی صف میں داخل کرنے والا ہوں گا۔ امام رملی نے حواشی بحرالرائق میں اس کی پوری بحث امام سخاوی کی کتاب المقاصد الحسنہ سے نقل فرمائی اور امام جراحی نے اسے طوالت سے ذکر کرنے کے بعد فرمایا اس مسئلہ میں کوئی مرفوع حدیث صحت کے درجہ کو نہیں پہنچی۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار باب الاذان عند قولہ ویدعو عند فراغہ)

(۲) امام طحطاوی کا ارشاد

امام احمد طحطاوی فرماتے ہیں۔ **ذکر القھسانی عن کنز العباد انہ**

يستحب ان يقول عند سماع الاولى من الشهادتين للنبی ﷺ صلی علیک یا رسول الله وعند سماع الثانية قرت عيني بک یا رسول الله اللهم متعني با لسمع والبصر بعد وضع ابهاميه على عينيه فانه ﷺ يكون قائد اله في الجنة وذكر الديلمي في الفردوس من حديث ابي بكر رضی الله تعالى عنه مرفوعا من مسح العين بباطن انملة السبابتين بعد تقبيلهما عند قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله وقال اشهد ان محمدا عبده ورسوله رضيت با لله ربا وبالاسلام دينا وبمحمد نبيا حلت له شفاعتي اھ وكذا روى عن الخضر عليه السلام وبمثله يعمل في الفضائل.

امام قہستانی نے کتاب کنز العباد سے نقل فرمایا کہا آذان میں پہلی شھادت رسالت سن کر صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کہنا اور دوسری شھادت رسالت سنتے وقت آنکھوں پر انگوٹھے رکھ کر قرت عینی بک یا رسول اللہ اللھم متعنی بالسمع والبصر کہنا مستحب ہے۔ اور حضور ﷺ اسے جنت کی طرف لے جائیں گے۔ اور محدث دیلمی نے کتاب مسند الفردوس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص مؤذن کے قول اشھد ان محمداً رسول اللہ کے وقت اپنی انگلیوں کے پوروں کے باطنی حصے کو چوم کر اپنی آنکھوں پر ملے اور اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیاً کہے۔ تو اس کیلئے میری شفاعت حلال ہوگئی اور ایسا ہی حضرت خضر علیہ السلام سے بھی مروی ہے۔ اور اس قسم کی حدیث پر عمل کرنا فضائل میں جائز ہے۔ (حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۱۱)

(۳) امام شیخ زادہ کا ارشاد

امام شیخ زادہ حواشی بیضاوی شریف میں شیخ ابوالوفاء سے نقل فرماتے ہیں۔ قال رایت فی بعض الفتاوی ان ابا بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمع

الاذان فلما بلغ المؤذن الی کلمتی الشهادة با لرسالة لرسول الله ﷺ قبل ظفری ابهامیه من یدیه فمسح بها عینیه فقال ﷺ لما فعلت هذا قال تبرکا باسمک الکریم یا رسول الله فقال ﷺ احسنت فمن یعمل به امن من الرمد .

میں نے بعض کتب فتاوی میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آذان سن رہے تھے۔ جب مؤذن اشهدان محمدا رسول الله پر پہنچا تو انہوں نے اپنے ہاتھوں کے انگوٹھوں کے ناخنوں کو بوسہ دیا اور انھیں اپنی آنکھوں سے ملا۔ رسول مقبول ﷺ نے پوچھا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ عرض کیا آپ کے اسم کریم سے برکت حاصل کرنے کے لئے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا کیا۔ سو جو کوئی ایسا کرے گا اس کی آنکھیں دکھنے سے محفوظ رہیں گے۔ (اشدالجہاد ص ۴۰)

(۴) شیخ مسعود سمرقندی کا ارشاد

رُوی عن النبی ﷺ انه قال من سمع اسمی فی الاذان ووضع ابهامیه علی عینیه فانا طالبه یوم القیامة وقائده الی الجنة .

رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص آذان میں میرا نام سنے اور اپنے انگوٹھے اپنی آنکھوں پر رکھے گا میں اس کو قیامت کے روز تلاش کروں گا اور اسے اپنے پیچھے پیچھے جنت کی طرف لے جاؤں گا۔

(۵) ملا علی قاری کا ارشاد

قلت واذا ثبت رفعه الی الصدیق رضی الله عنه فیکفی للعمل به لقوله علیه الصلوة والسلام علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین . میں کہتا ہوں کہ جب اس حدیث (تقبیل ابہامین کی حدیث) کا مرفوع ہونا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک ثابت ہو گیا تو اس پر عمل کرنا جائز ہوگا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم پر میری سنت

اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔(الموضوعات الکبیر ص ۱۰۸)

(۲) شیخ اسمٰعیل حقی کے ارشادات

وذکر تاج الشریعة ان اجابة المؤذن سنة وقال النووی مستحبة فیقول بمثل ما یقول المؤذن وضعف تقبیل ظفری ابهامیه مع مسبحتیه والمسح علی عینیه عند قوله محمدا رسول الله لانه لم یثبت فی الحدیث المرفوع لکن المحدثین اتفقو علی ان الحدیث الضعیف یجوز العمل به فی الترغیب والترهیب فقط .

امام تاج الشریعۃ نے ذکر کیا ہے کہ مؤذن کی اجابت سنت ہے اور امام نووی نے فرمایا مستحب ہے۔ پس آذان سننے والا وہی کلمات کہے جو مؤذن کہہ رہا ہے اور مؤذن کے قول اشھد ان محمدا رسول اللہ کے وقت انگوٹھے کے ناخنوں کو شہادت کی انگلیوں کے ہمراہ چومنا اور انھیں آنکھوں سے ملنا ضعیف حدیثوں سے ثابت ہے۔ کیونکہ یہ عمل کسی مرفوع حدیث سے ثابت نہیں۔ لیکن محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ ترغیب و ترہیب کے باب میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے۔ (تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۴۱۰)

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

ثم للصلوات والتسلیمات مواطن فمنها ان یصلی عند سماع اسمه الشریف فی الاذان قال القهستانی فی شرحه الکبیر نقلا عن کنز العباد اعلم انه یقال عند سماع الاولی من الشهادة الثانیة قرت عینی بک یا رسول الله ﷺ اللهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابهامین علی عینیه فانه ﷺ یکون قائدا له الی الجنة .

صلوۃ وسلام کے مواضع استحباب میں سے ایک یہ ہے کہ آذان میں آپ ﷺ کا اسم شریف سن کر درود شریف پڑھے۔ امام قہستانی نے شرح کبیر میں کنز العباد سے نقل فرمایا

ہے کہ پہلی شہادت رسالت سنتے وقت قرۃ عینی بک یا رسول اللہ کہنا اور دوسری شہادت رسالت سنتے وقت قرۃ عینی بک یا رسول اللہ کہنا پھر اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھوں پر رکھنے کے بعد اللھم متعنی بالسمع والبصر کہنا مستحب ہے۔ اور حضور ایسا کرنے والے کو اپنے پیچھے جنت میں لے جائیں گے۔ پھر فرمایا۔

قال بعضهم پشت ابهامین بر چشم مالیده این دعاء بخواند اللهم متعنی بالسمع والبصر و در صلوات نجمی فرموده که ناخن هر دو ابهام را بر چشم نهد بطریق مد.

اور بعض علماء نے فرمایا کہ انگوٹھوں کی پشت آنکھوں پر ملنے کے بعد اللھم متعنی بالسمع والبصر کہے اور کتاب صلوات نجمی میں ہے کہ انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھوں پر نو کے عدد کے طریق پر رکھے پھر فرمایا۔ ودر محیط آوردہ کہ پیغمبر ﷺ بمسجد در آمد نزدیک ستون بنشست وصدیق رضی اللہ عنہ در برابر آنحضرت ﷺ نشستہ بود۔ بلال برخاست وبآذان اشتغال فرمود۔ چوں گفت اشہد ان محمدا رسول اللہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر دو ناخن ابہامین خود را بر ہر دو چشم خود نہادہ گفت قرت عینی بک یا رسول اللہ۔ چوں بلال فارغ شد حضرت رسول اللہ ﷺ فرمود کہ یا ابا بکر ہر کہ بکند چنیں کہ تو کردی خدائے بیامرزد گناہان جدید وقدیم او را گر بعمد بودہ باشد اگر بخطا۔ اور محیط میں یہ روایت موجود ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور ایک ستون کے نزدیک بیٹھ گیے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ ﷺ کے روبرو بیٹھ گئے اور حضرت بلال اٹھے اور آذان دینے میں مشغول ہو گئے جب انہوں نے اشہد ان محمدا رسول اللہ کہا تو صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے انگوٹھوں کے ناخن اپنی آنکھوں پر رکھ کر کہا قرۃ عینی بک یا رسول اللہ۔ جب وہ آذان سے فارغ ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر جو کوئی ایسا کرے جیسا آپ نے کیا تو خدا تعالیٰ اس کے نئے اور پرانے گناہ بخش دے گا خواہ اس نے جان بوجھ کر کئے تھے یا خطاً پھر فرمایا۔

حضرت شیخ امام ابو طالب محمد بن علی مکی رفع اللہ درجتہ در قوت القلوب روایت کردہ انداز ابن عینیہ رحمہ اللہ کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام بمسجد درآمد در دہ محرم و بعد ازاں کہ نماز جمعہ ادا فرمودہ بود نزدیک استوانہ قرار گرفت وابوبکر رضی اللہ عنہ بظہر ابہامین چشم خود را مسح نمود۔ حضرت رسول اللہ ﷺ فرمود کہ اے ابوبکر ہر کہ بگوید آنچہ تو گفتی از روئے شوق بلقائے من وبکند آنچہ تو کردی خدائے درگزرد گناہان وے را آنچہ باشد نو و کہنہ خطا و عمد و نہاں آشکارا و من درخواست کنم جرائم وے را۔

اور حضرت شیخ امام ابوطالب محمد بن علی مکی (اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے) نے کتاب قوت القلوب میں حضرت ابن عینیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت بیان کی ہے۔ کہ عاشورہ کے دنوں میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام مسجد میں تشریف لائے اور نماز جمعہ ادا فرما کر ستون کے پاس بیٹھ گئے۔ آذان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انگوٹھوں کی پشت کو اپنی آنکھوں سے ملا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ اے ابوبکر جو شخص کہے۔ جو آپ نے کہا میری ملاقات کے شوق میں اور کرے جو کچھ آپ نے کیا تو خدا تعالیٰ اس کے نئے پرانے خطی عمدی چھپے اور ظاہر گناہ معاف فرمادے گا اور میں اس کے گناہوں کی مغفرت کی سفارش کروں گا۔

پھر فرمایا۔ در مضمرات بریں وجہ نقل کردہ وفی قصص الانبیاء وغیرھا ان آدم علیہ السلام اشتاق الی لقاء محمد ﷺ حین کان فی الجنۃ فاوحی اللہ تعالی الیہ ھو من صلبک ویظھر فی آخر الزمان فجعل اللہ النور المحمدی فی اصبعہ المسبحۃ من یدہ الیمنی فسبح ذالک النور فلذلک سمیت ذالک الاصابع مسبحۃ کما فی الروض الفائق او اظھر اللہ تعالی جمال جبینہ فی صفاء ظفری ابھامیہ مثل المراۃ فقبل آدم ظفری ابھامیہ ومسح علی عینیہ فصار اصلاً لذریتہ فلما اخبر جبریل النبی ﷺ بھذہ القصۃ قال علیہ الصلوۃ والسلام من

سمع اسمی فی الآذان فقبل ظفری ابهامیه ومسح علی عینیه لم یعم ابداً. فقال الامام السخاوی فی المقاصد الحسنة ان هذا الحدیث لم یصح فی المرفوع من الحدیث هو ما اخبر الاصحاب عن رسول اللہ علیہ السلام۔

اور کتاب المضمرات میں منقول ہوا کہ قصص الانبیاء وغیرہا کتب میں مذکور ہے۔ کہ جب آدم علیہ السلام جنت میں حضرت محمد ﷺ کی زیارت کے مشتاق ہوئے تو اللہ تعالی نے انھیں وحی کی کہ محمد ﷺ تمہاری پشت میں ہیں۔ اور وہ آخری زمانے میں ظاہر ہوں گے۔ پھر جب انہوں نے ملاقات محمدی کا سوال کیا تو اللہ تعالی نے نور محمدی ان کے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی میں کر دیا پس وہ انگلی تسبیح پڑھنے لگی۔ اسی وجہ سے اس کا نام مسبحہ رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ کتاب الروض الفائق میں مذکور ہے۔ یا اللہ تعالی نے حضرت محمد ﷺ کی پیشانی کا جمال حضرت آدم علیہ السلام کے انگوٹھے کے ناخنوں کی چمک میں شیشے کی طرح ظاہر فرمایا تو حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو بوسہ دیا اور انہیں اپنی آنکھوں پر ملا۔ اسی وجہ سے اولاد آدم کے لئے انگوٹھے چومنا اصل بن گیا۔ پھر جب جبرائیل علیہ السلام نے یہ قصہ نبی پاک سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا جو شخص آذان میں میرا نام سنے پھر وہ اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو بوسہ دے اور انہیں اپنی آنکھوں سے ملے تو وہ کبھی اندھا نہ ہوگا۔ امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں فرمایا مرفوع ہونے میں یہ حدیث درجہ صحت کو نہیں پہنچی۔

پھر فرمایا۔ وفی شرح الیمانی ویکره تقبیل الظفرین ووضعهما علی العینین لانه لم یرو فیه حدیث والذی فیه لیس بصحیح اه یقول الفقیر قدصح عن العلماء تجویز الاخذ بالحدیث الضعیف فی العملیات فکون الحدیث المذکور غیر مرفوع لا یستلزم ترک العمل بمفهومه وقد اصاب القهستانی فی القول باستحبابه وکفانا کلام الامام المکی فی کتابه فانه شهد الشیخ السهروردی فی عوارف المعارف بوفور علمه

وکثرۃ حفظه وقوۃ حاله وقبل جمیع ما اوردہ فی کتابه قوت القلوب وللہ دراباب الحال فی بیان الحق وترک الجدال ۔

اور شرح یمانی میں ہے۔ کہ ناخنوں کو بوسہ دینا اور آنکھوں پر رکھنا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس کے بارہ میں کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی۔ اور جو وارد ہوئی ہے وہ درجہ صحت کو نہیں پہنچی۔ اس کے جواب میں یہ فقیر (شیخ اسمٰعیل حقی) کہتا ہے کہ اعمال میں ضعیف حدیث سے تمسک کرنا علماء کے نزدیک صحیح ہے۔ سو اس حدیث کا غیر مرفوع ہونا اس بات کو لازم نہیں کرتا کہ اس کے مضمون پر عمل کرنا چھوڑ دیا جائے اور امام قہستانی نے انگوٹھے چومنے کے مستحب ہونے کا جو قول کیا ہے اس میں وہ درستی پر ہیں۔ اور ہمارے امام حضرت ابو طالب مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وہ عبارت جو انہوں نے کتاب قوت القلوب میں لکھی ہے ہمارے لئے کافی ہے۔ کیونکہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کتاب عوارف المعارف میں شیخ ابو طالب مکی کے وفور علم کثرت حفظ اور قوت حال کی شہادت دی ہے اور انہوں نے شیخ ابو طالب مکی کی کتاب قوت القلوب کے جملہ مندرجات کو قبول فرمایا ہے۔ (تفسیر روح البیان جلد ہفتم ص ۲۲۸)

(۷) محشی جلالین کا ارشاد

محشی جلالین شیخ اسمٰعیل حقی کے ان ارشادات کو التقاطاً نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

ولقد فصلنا الکلام واطنبنا لان بعض الناس ینازع فیه لقلة علمه اھ

ہم نے اس بارہ میں کلام مفصل وطویل کیا ہے۔ کیونکہ بعض لوگ اپنی کم علمی کی وجہ سے انگوٹھے چومنے کے مسئلہ میں جھگڑا کرتے ہیں۔ الحمد للہ ان کتب مبارکہ کی ان عبارات جلیلہ سے آذان کے وقت انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنے اور قرۃ عینی بک یا رسول اللہ کہنے کا استحباب بدرجہ کمال ثابت ہوا اور یہ ہم مقلدین احناف کیلئے کافی ووافی ہے۔ غیر مقلدین وہابیہ زمانہ کیلئے تو دفتر بے کار ہے۔

والله لا يهدى القوم الظالمين وهذا ما عندى والعلم التام عند الله العلام وانا الفقير ابو الكرم احمد حسين قاسم الحيدرى الرضوى غفر الله تعالى لى خادم التدريس بالجامعة الحيدرية فضل المدارس ببلدة سهنسه من مضافات آزاد كشمير . (۲۴ ذوالحجہ ۱۴۰۵ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پندرہواں مقالہ

اقامت میں حی علی الفلاح پر اٹھنے کا مسئلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۔ اما بعد :

بعض احباب سے سنا ہے کہ بعض جگہوں کے امام مسجد اقامت سے پہلے سب نمازیوں کو صفوں میں کھڑا ہونے کو کہتے ہیں جب صفیں درست ہو جاتی ہیں تو اقامت کہی جاتی ہے اور سب مقتدی اقامت میں کھڑے رہتے ہیں چونکہ یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے۔ اسلئے اس مسئلہ کی وضاحت میں یہ مختصر رسالہ ''اقامت میں حی علی الفلاح پر اٹھنے کا بیان'' لکھنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔ اللہ تعالی اسے ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین

امام صدرالشریعۃ فرماتے ہیں

اقامت کے وقت کوئی شخص آیا تو اسے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ بیٹھ جائے۔ جب حی علی الفلاح پر پہنچے۔ اس وقت کھڑا ہو۔ یونہی جو لوگ مسجد میں موجود ہیں وہ بیٹھے رہیں۔ اس وقت اٹھیں جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے یہی حکم امام کیلئے بھی ہے۔ (عالمگیری) آجکل اکثر جگہ رواج پڑ گیا ہے کہ وقت اقامت سب لوگ کھڑے رہتے ہیں۔ بلکہ اکثر جگہ تو یہاں تک ہے۔ جب تک امام مصلے پر کھڑا نہ ہو اس وقت تک اقامت نہیں کہی جاتی۔ یہ خلاف سنت ہے۔ (بہار شریعت حصہ سوم ص ۳۴۔ آذان کا بیان)

امام علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں۔ دخل المسجد والمؤذن یقیم قعد الی قیام الامام فی مصلاہ۔ جب کوئی شخص مسجد میں اس حال میں داخل ہو کہ مؤذن اقامت کہہ رہا ہے۔ تو بیٹھ جائے۔ پھر جب امام حی علی الفلاح پر اپنے مصلے میں کھڑا ہو گا تو یہ بھی کھڑا ہو جائے۔ (درمختار ج اول ص ۲۹۵)

علامہ شامی اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔ (قولہ قعد) ویکرہ لہ الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن الی حی علی الفلاح اھ

هنديه عن المضمرات ۔ (ص ۵۷ ج ۱ عالمگیری)

فتاوی عالمگیری میں مضمرات سے منقول ہے کہ مسجد میں آنے والے کیلئے مکروہ ہے کہ وہ کھڑا رہ کر انتظار کرے بلکہ بیٹھ جائے ۔ پھر جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو کھڑا ہو جائے ۔

اور امام حصکفی دوسرے مقام پر لکھتے ہیں ۔ والقيام للامام والمؤتم حين قيل حي على الفلاح خلافا لزفر فعنده عند حي على الصلوة ابن كمال . ابن کمال نے کہا کہ نماز کیلئے مستحب ہے ۔ وہ امام ہو یا مقتدی اس وقت کھڑا ہو جب مؤذن اقامت میں حی علی الفلاح کہے ۔ امام زفر کا اس میں اختلاف ہے ۔ ان کے نزدیک حی علی الصلوۃ پر کھڑا ہو (درمختار جلد اول ص ۳۵۴)

علامہ شامی اس کی شرح میں لکھتے ہیں ۔ (قوله حين قيل حي على الفلاح) كذا في الكنز ونور الايضاح والاصلاح والظهيرية والبدائع وغيرها ۔ کنز الدقائق نور الایضاح اصلاح فتاوی ظہیریہ اور بدائع الصنائع وغیرہ کتب فقہ حنفی میں یہی لکھا ہے کہ حی علی الفلاح پر اٹھے پھر ابن الکمال سے یہ نقل فرماتے ہیں ۔ قال في الذخيره يقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حي على الفلاح عند علمائنا الثلاثة والصحيح قول علماء نا الثلاثه . ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک امام اور مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن اقامت میں حی علی الفلاح کہے ۔ اور یہی قول صحیح ہے ۔

امام شلبی حاشیہ تبیین الحقائق میں لکھتے ہیں ۔ والسنة ان يقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حي على الفلاح ومثله في المبتغى یعنی سنت یہ ہے کہ امام اور مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن اقامت میں حی علی الفلاح کہے اور کتاب المبتغی میں بھی اسی کی مثل مذکور ہوا ہے ۔ (حاشیہ تبیین ص ۱۰۸ ج ۱)

امام کاشانی فرماتے ہیں

والجملة فيه ان المؤذن اذا قال حي على الفلاح فان كان الامام معهم في المسجد يستحب للقوم ان يقوم في الصف ولنا ان قوله حي على الفلاح دعاء الى ما به فلا حهم وامر بالمسارعة فلا بد من الاجابة الى ذلك ولن تحصل الاجابة الا بالفعل وهو القيام

اور حاصل کلام اس مسئلہ میں یہ ہے کہ جب مؤذن اقامت میں حی علی الفلاح کہے تو اگر امام قوم کے ہمراہ مسجد میں ہو تو قوم کیلئے مستحب ہے۔ کہ وہ صف میں اٹھ کھڑے ہو جائیں اور ہماری دلیل اس مسئلے میں یہ ہے کہ مؤذن کا حی علی الفلاح کہنا فلاح کی طرف بلانا ہے۔ اور اس کی طرف جلدی چلا آنا ہے۔ پس ضروری ہوا کہ اس وقت نماز کیلئے اٹھا جائے۔ جب فلاح کی طرف بلایا جائے۔ (بدائع الصنائع ج ا ص ۲۰۰)

اعلیٰ حضرت کا فتویٰ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید دعوی کرتا ہے کہ جب تک سب مقتدی کھڑے نہ ہولیں اور صف سیدھی نہ ہو اور امام اپنی جائے نماز پر کھڑا نہ ہو تب تک اقامت نہ کہی جائے۔ اور عمرو دعوی کرتا ہے۔ کہ مقتدی اور امام کو پہلے ہی سے کھڑا ہونا ضروری نہیں بلکہ اقامت شروع کی جائے۔ اور مؤذن حی علی الفلاح تک پہنچ جائے۔ اس وقت امام ومقتدی کھڑے ہو جائیں اور جس وقت قد قامت الصلوۃ کہے تب امام تکبیر کہے۔ اب ان دونوں میں کون حق پر ہے۔

الجواب عمرو حق پر ہے۔ کھڑے ہو کر تکبیر سننا مکروہ ہے۔ یہاں تک کہ علماء حکم فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں آیا اور تکبیر ہو رہی ہو وہ اس کے تمام تک کھڑا نہ رہے۔ بلکہ بیٹھ جائے یہاں تک کہ مکبر حی علی الفلاح تک پہنچے اس وقت کھڑا ہو۔ وقایہ میں ہے

يقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حي على الفلاح ويشرع عند قد

قامت الصلوۃ ۔امام اور قوم اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن حی علی الفلاح پر پہنچے اور نماز شروع کر دیں جب وہ قد قامت الصلوۃ کہے محیط و ہندیہ میں ہے۔ یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علماء نا الثلاثة وھو الصحیح ۔ (امام اور قوم اس وقت اٹھیں جب مؤذن حی علی الفلاح کہے اور یہ ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک ہے۔ اور یہ ہی صحیح قول ہے)

جامع المضمرات و عالمگیریہ ورد المختار میں ہے۔ اذا بلغ الرجل عند الاقامة یکرہ لہ الانتظار ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قولہ حی علی الفلاح. جب کوئی شخص اقامت ہوتے وقت مسجد میں پہنچے تو اس کے لئے کھڑے رہ کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ وہ بیٹھ جائے پھر جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو اٹھے اسی طرح بہت کتب میں ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ امام بھی وقت تکبیر مسجد میں ہو اور اگر حاضر نہیں تو مؤذن جب تک اسے آتا نہ دیکھے تکبیر نہ کہے۔ نہ اس وقت تک کوئی کھڑا ہو لقولہ ﷺ لاتقوموا حتی ترونی (جب تک مجھے نہ دیکھو کھڑے نہ ہو) پھر جب امام آئے۔ اور تکبیر شروع ہو اس وقت دو صورتیں ہیں، اگر امام صفوں کی طرف سے داخل مسجد ہو تو جس صف سے گزرتا جائے۔ وہی صف کھڑی ہوتی جائے۔ اور اگر سامنے سے آئے تو اسے دیکھتے ہی سب کھڑے ہو جائیں۔ اور اگر خود امام ہی تکبیر کہے۔ تو جب تک پوری تکبیر سے فارغ نہ ہولے مقتدی اصلاً نہ کھڑے ہوں بلکہ اگر اس نے تکبیر مسجد سے باہر کہی تو فراغ پر بھی نہ کھڑے ہوں جب وہ مسجد میں قدم رکھے اس وقت قیام کریں جیسا کہ ہندیہ میں مذکور ہے۔ (فتاوی رضویہ جلد۲ ص ۳۹۱)

حضرت محدث اعظم پاکستان کا فتوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تکبیر کہتے وقت مقتدی و امام کو بیٹھنا چاہیئے کہ نہیں اور یہ حوالہ کن کتب فقہ میں آیا ہے۔ بینوا توا جروا

الجواب بہار شریعت میں عالمگیری کے حوالہ سے تحریر ہے۔ فرمایا اقامت کے وقت کوئی شخص آیا تو اسے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ بیٹھ جائے۔ جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے اسوقت کھڑا ہو یہی حکم امام کیلئے ہے۔۔تنویر الابصار میں ہے۔ والقیام للامام والمؤتم حین قیل حی علی الفلاح ان کان الامام بقرب المحراب اور مستحب ہے امام اور قوم کیلئے اٹھنا اس وقت جب مؤذن حی علی الفلاح کہے۔ بشرطیکہ امام محراب کے قریب (یعنی مسجد کے اندر) موجود ہو۔ ردالمحتار میں ہے۔ کذا فی الکنز ونور الایضاح والاصلاح والظهریه والبدائع وغیرها قال فی الذخیرة یقوم الامام والمؤتم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح شامی علی الدر المختار عمدة الرعایة علی شرح الوقایه فتاوی رضویہ جلد۲ بہار شریعت وغیرہ کتب فقہ میں تکبیر ہوتے وقت کھڑے ہو کر انتظار کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔ واللہ تعالی ورسولہ الاعلی اعلم (انوار شریعت حصہ شش دہم ص ۴۹۸)

صاحب کنز فرماتے ہیں

والقیام حین قیل حی علی الفلاح اور نماز کے مستحبات میں سے ایک یہ ہے۔ کہ جب مؤذن اقامت میں حی علی الفلاح کہے۔ تو اٹھا جائے۔ (کنز الدقائق باب صفۃ الصلوۃ ص ۴۵)

صاحب وقایہ فرماتے ہیں

ویقوم الامام والقوم عندحی علی الفلاح امام اور قوم حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہوں۔ (شرح وقایہ ص ۱۵۵ ج۱)

شرنبلالی فرماتے ہیں

ومن الادب القیام ای قیام القوم و الامام ان کان حاضرا بقرب

المحراب حين قيل ای وقت قول المقيم حی علی الفلاح لانه امر به فيجاب (مراقی مدنی ص ۱۸۵)

الحمد للہ فقہ حنفی کی معتبر کتب مبارکہ کے ان حوالہ جات سے مسئلہ پورے طور پر واضح ہو گیا ہے۔ وللہ الحمد۔

ایک شبہ کا ازالہ

مفتی نوراللہ نعیمی کے فتاوی میں ہے۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کے ایسا نمازی جو اقامت نماز کے دوران مسجد میں آیا جبکہ امام بھی آ چکا ہو تو کیا اس کا بیٹھ جانا ضروری ہے۔ کہ حی علی الفلاح پر اٹھے۔

الجواب: اللهم اجعل لی النور والصواب حضور پرنور سید عالم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ جب کوئی تمہارا مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے اور یوں بھی آیا ہے۔ کہ دو رکعتوں کے پڑھنے تک نہ بیٹھے (متفق علیہ) اس حکم کی بناء پر ہمارے آئمہ کرام اور جمہور کے نزدیک نماز تحیۃ المسجد مستحب مؤکد ہے۔ بلکہ ہمارے مشائخ کرام نے یہ تصریح بھی فرمائی ہے کہ سنت ہے۔ جو کسی بھی سنت یا فرض نماز سے بھی ادا ہو جاتی ہے۔ جس سے پہلے تاکیدی مستحب بلکہ سنت کا خلاف اور غیر اولی ہے۔ لہذا ایسا داخل ہونے والا جس کے متعلق سوال ہے۔ اداء نماز سے قبل نہ بیٹھے اور چونکہ امام حاضر ہے۔ لہذا حدیث لا تقوموا حتی ترونی کا تقاضا بھی نہیں کہ قیام کرے اور یہیں سے واضح ہوا کہ مضمرات شرح قدوری میں مولانا صوفی یوسف بن عمر کا دوری کا ایسے داخل مسجد کیلئے قعود کا حکم دینا اور قیام مکروہ بتانا بے دلیل ہے۔ اور صحیح نہیں اس میں حضور پر نور روحی فداہ محمد مصطفےٰ ﷺ کے حکم مذکور کی صریح خلاف ورزی ہے۔ جو ہمارے کسی بھی امام کا ہرگز ہرگز قول نہیں ہو سکتا۔ لہذا مقبول نہیں۔ اور ہندیہ اور درو غیرہ کا مضمرات سے نقل کرنا بھی صحیح نہیں بنا سکتا کہ غیر صحیح نقل کر دینے سے صحیح نہیں بن جاتا۔ تعجب ہے کہ امام کی

موجودگی کی صورت میں تکبیر سے پہلے حاضرین کیلئے قیام عندالفلاح ہمارے آئمہ کرام کے نزدیک مستحب تو ہے۔ مگر مستحب کا خلاف دلیل خاص کے بغیر مکروہ نہیں بن سکتا تو وقت پر آنے والوں کیلئے کیوں مکروہ ہوا؟ (فتاوی نوریہ حصہ اول ص ۲۰۱) نعیمی صاحب کے اس فتویٰ کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ مسجد میں امام کی موجودگی کے وقت عندحی علی الفلاح قیام کے استحباب کی دلیل قد قامت الصلوۃ کے الفاظ ہیں۔ کیونکہ قد قامت ماضی قریب کا صیغہ ہے۔ اس لئے ان الفاظ کے کہے جانے کے زیادہ سے زیادہ قریبی وقت میں نماز کیلئے امام اور قوم کا قیام شرط ہے۔ ورنہ یہ کلام صادق ثابت نہیں ہوگا کما لا یخفی

اور امام مسجد میں موجود نہ ہو اور اقامت کہی جائے تو اس وقت اٹھا جائے۔ جب امام کو مسجد میں داخل ہوتے ہوئے لوگ دیکھیں بوجہ اس حدیث کے کہ آپ ﷺ نے فرمایا لاتقوموحتی ترونی جب تک مجھے مسجد میں داخل ہوتے نہ دیکھو قیام نہ کرو۔ باقی جس حدیث سے مفتی صاحب نے استدلال کیا ہے۔ یہ حدیث اس حالت کے بارے میں ہے کہ کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت میں آئے کہ نفل نماز (تحیۃ المسجد) ادا کرنے میں کوئی مانع نہ ہو یعنی وقت مکروہ بھی نہ ہو اور اقامت برائے ادائیگی فرض بھی نہ ہو رہی ہو لہذا اس حدیث سے استدلال کرنا اور مضمرات کے قول اور اس کے ناقلین کی صحت کا انکار کرنا ہرگز صحیح نہیں۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق بخشے آمین

لطیفہ:

ماہنامہ انوارالصوفیہ قصور بابت فروری ۱۹۶۲ء کے صفحہ نمبر ۱۷ پر پیر سید اختر حسین شاہ صاحب جماعتی علی پوری کے چند استفسارات شائع ہوئے ہیں۔ قارئین کی لطافت طبع کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت پیر صاحب لکھتے ہیں۔ اقامت کے متعلق رسالہ انوار الصوفیہ میں مابین عبدالعزیز صاحب مزنگوی اور مولانا مولوی غلام رسول صاحب ایڈیٹر انوار الصوفیہ گرماگرمی سے اور کتب کے حوالہ جات وعبارات کی بھر مار سے بحث ہو رہی ہے۔ ذوق شوق والے حضرات دلی شوق کے ساتھ دونوں مضامین کو پڑھ

کر بہرہ اندوز ہو رہے ہیں۔ میں بھی چاہتا ہوں کہ ایک بات حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب مزنگ لاہور سے بوجہ ان کی علمی قابلیت اور فتویٰ نویسی کی خاص مہارت کی بناء پر دریافت کروں تاکہ میرے شکوک وشبہات پورے طور پر رفع ہو جائیں۔ میں امید واثق وخیال راسخ رکھتا ہوں کہ مولانا صاحب مفصل اور واضح جواب تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عطا فرمائیں گے۔ بر کریما کارہا دشوار نیست۔

اقامت کے وقت امام اور مقتدی کا بیٹھ جانا کیا فرض ہے؟ اگر فرض ہے تو کیوں؟ یا سنت ہے تو کیوں؟ یا واجب ہے تو کیوں؟ یا مستحب ہے تو کیوں؟ یا افضل ہے تو کیوں؟ یا حرام ہے تو کیوں؟ یا مکروہ تحریمی ہے تو کیوں؟ یا مکروہ تنزیہی ہے تو کیوں؟ یا مشکوک ہے تو کیوں؟ یا خلاف اولی ہے تو کیوں؟ امام ومقتدی اگر نہیں بیٹھتے تو کیا عذاب کے مستحق ہوں گے یا ثواب کے؟ یا عظیم عذاب ہوگا یا معمولی سزا؟ اگر ثواب کا مستحق ہے تو کس قسم کا؟ صرف سرزنش ہوگی یا جھڑک ملے گی؟ یا نبی اکرم ﷺ کی ناراضگی کا باعث؟ یا یہ شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے یا صغیرہ کا؟ یا لغزش کا؟ مہربانی فرما کر مندرجہ بالا جزئیات کا جواب معتبر کتب کے حوالہ جات صفحات وعبارات سے تحریر فرما کر مستفید فرمائیں اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔ (سید اختر حسین شاہ جماعتی) اھ بلفظہ اختصاراً۔

حضرت مولانا عبدالعزیز مزنگی رحمۃ اللہ علیہ نے قبلہ پیر صاحب کے ان استفسارات کا جواب دیا تھا یا کہ نہیں یہ ہمیں معلوم نہیں۔ لیکن یہ استفسارات باعث تعجب ضرور ہیں۔ کیونکہ ہماری فقہ حنفی کی معتبر کتب متون وشروح وحواشی وفتاوی سب میں موجود کہ مسجد میں امام کی موجودگی کے وقت حی علی الفلاح پر اٹھنا آداب نماز سے ہے۔ اور جو شے نماز کا ادب ہو وہ کم از کم مستحب ضرور ہوتی ہے۔ تو صاف صاف معلوم ہوا کہ حی علی الفلاح پر اٹھنے میں مستحب کی ادائیگی کا ثواب ہے اور پہلے سے کھڑے ہو جانے میں اس ثواب سے محرومی ہے۔ پھر مضمرات اور اس سے ناقلین نے کھڑے اقامت سننے کو مکروہ لکھا تو اگر

اس سے مکروہ تنزیہی ہی مراد ہے۔تو پھر بھی اس سے اجتناب ہی شرع شریف کو پسند۔اللہ تعالی حق سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق بخشے۔آمین۔

وهذا آخر ما اردنا ايراده فى هذه الرسالة المختصرة تقبلها الله تعالى بمنه العظيم ورسوله الكريم ﷺ وانا الفقير الحقير ابو الكرم احمد حسين قاسم الحيدرى غفر الله تعالى لى المدرس بالجامعة الحيدرية فضل المدارس بهيانى من مضافات سهنسه آزاد كشمير

(۲ رجب المرجب ۱۴۲۴ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سولہواں مقالہ

ننگے سر نماز پڑھنے کا مسئلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین ۔ اما بعد!

استفتاء ۔ کیافرماتے ہیں ۔علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آج کل بعض لوگ ننگے سر نماز پڑھتے ہیں ۔تو سمجھانے پر اپنی سینہ زوری سے کہہ دیتے ہیں ۔کہ ننگے سر سے بھی نماز ہو جاتی ہے ۔اس کا تفصیلی جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں (پیش کردہ حافظ ارشاد حقانی و حافظ شمشاد الحق کشمیری و حافظ صداقت علی حاکم ساکنان میلا دنگر (دھر بازار) ضلع پونچھ آزاد کشمیر)

الجواب بتوفیق الملک الوھاب عزوجل ۔

نماز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری ہے ۔اس لئے نمازی کو باوقار لباس میں اللہ تعالی کے حضور حاضر ہونا چاہیے ۔ میلے کچیلے کپڑوں میں یا بے وقار لباس میں نماز پڑھنا نماز میں کراہت پیدا کرتا ہے ۔اور مستحب یہ ہے کہ نماز پاک صاف تین کپڑوں تہبند یا شلوار قمیص اور عمامہ یا ٹوپی یا بڑے رومال میں پڑھی جائے چنانچہ بحر الرائق میں ہے ۔ والمستحب ان یصلی فی ثلاثۃ اثواب قمیص وازار وعمامۃ اور مستحب یہ ہے کہ مرد تین کپڑوں قمیص تہبند اور پگڑی میں نماز پڑھے ۔ (بحر الرائق ج ۲ ص ۲۵)

نماز باعمامہ کی فضیلت

عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت حدیثوں سے ثابت ہے ۔اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں ۔فضل صلوۃ بالعمامہ میں احادیث مروی ہیں ۔وہ اگرچہ ضعاف ہیں مگر در بارۂ فضائل ضعاف مقبول اور عند التحقیق ان پر حکم بالوضع محل کلام ۔

حدیث اول

اخرج الطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال

رسول اللہ ﷺ ان اللہ عزوجل وملائکتہ یصلون علی اصحاب العمائم یوم الجمعہ ۔ یعنی بے شک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے جمعہ میں عمامے باندھے ہوؤں پر درود بھیجتے ہیں۔

حدیث دوم

ابن عساکر والدیلمی وابن النجار عن ابن عمر قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول صلوۃ تطوع او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلوۃ بلا عمامۃ وجمعۃبعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ ۔ یعنی ایک نماز نفل ہو یا فرض عمامہ کے ساتھ پچیس بے عمامہ نمازوں کے برابر ہے۔ اور ایک جمعہ عمامہ کے ساتھ ستر بے عمامہ جمعوں کے ہمسر ہے۔

حدیث سوم

الدیلمی عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ الصلوۃ فی العمامۃ تعدل بعشرۃ الاف حسنۃ ۔ یعنی عمامہ میں ایک نماز دس ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔
(فتاوی رضویہ ج ۳ ص ۹۴)

حدیث چہارم

الدیلمی عن جابر رضی اللہ عنہ قال ق ل رسول اللہ ﷺ رکعتان بعمامۃ خیر من سبعین رکعۃ بلاعمامۃ۔ یعنی عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھنا عمامہ کے بغیر ستر رکعتیں پڑھنے سے بہتر ہے (جامع الصغیر ج ۲ ص ۲۴)

نماز میں عمامہ کی شرعی حیثیت

اعلی حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ عمامہ مستحبات نماز سے ہے۔ اور ترک مستحب سے خلل تو درکنار کراہت بھی نہیں آتی۔ وذلک لان التعمم من سنن

الزوائد وسنن الزوائد حکمها حکم المستحب اوراس کی وجہ یہ ہے کہ نماز میں عمامہ باندھنا سنن زوائد سے ہے۔اور سنن زوائد کا حکم مستحب کا حکم ہوتا ہے۔(فتاوی رضویہ ج ۳ ص ۲۷۴)

تنبیہ :دعوت اسلامی کے ڈاکٹر سید محمد عامر گیلانی صاحب کا یہ لکھنا کہ عمامہ سنت مؤکدہ ہے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین و دیگر صالحین رحمۃ اللہ علیہم نے عمامہ شریف باندھنے کو افضل وسنت جانا اور اس کے ترک کو مکروہ اور روش غیر محمود تصور کیا۔ (کتاب سنت عمامہ مطبوعہ شبیر برادرز لاہور ص ۶)

درست نہیں ہے۔کیونکہ نماز میں عمامہ سنت مؤکدہ نہیں۔بلکہ سنت زائدہ ہے۔اور اس کا ترک امام ومقتدی دونوں کیلئے مکروہ نہیں۔جیسا کہ اعلیٰ حضرت کے فتویٰ میں گزرا

ٹوپی میں نماز بلا کراہت جائز ہے

ٹوپی میں نماز بلا کراہت جائز ہے۔کیونکہ بعض صحابہ کرام بعض دفعہ اکیلی ٹوپی میں بھی نماز پڑھا کرتے تھے چنانچہ پیر کرم شاہ صاحب ضیاء النبی میں لکھتے ہیں۔عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں۔کہ میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو میں نے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ سروں پر اونچی اونچی ٹوپیاں اور چادریں اوڑھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور چادروں میں ان کے ہاتھ چھپے تھے۔(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور فروری ۲۰۰۲ء)

اور مفتی نور اللہ صاحب نعیمی بصیر پوری لکھتے ہیں۔بہر حال محبوب مکرم ﷺ سے اکیلی ٹوپی کا پہننا بھی یقیناً ثابت ہے۔اور چونکہ یہ سب روایات وعبارات (جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اکیلی ٹوپی بھی پہنتے تھے) مطلق ہیں۔یعنی ان میں یہ قید نہیں کہ آپ اکیلی ٹوپی کو نماز میں پہنا کرتے تھے یا نماز سے باہر تو معلوم ہوا کہ ٹوپی پہننا عام تھا تو نماز میں صرف ٹوپی پہننا بھی ثابت ہو گیا۔محبوب کی تو ہر ادا محبوب ہوتی ہے۔اور زینت تو لا

محالہ صرف ٹوپی پہننا بھی محبوب بنا اور زینت ہوا تو کراہت کا شبہ ہی پیدا نہیں ہوتا۔
(فتاوی نوریہ ج ۱ ص ۳۷۶)

عمامے کے نیچے ٹوپی پہننا افضل ہے

حضرت مولانا صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ٹوپی پہننا خود حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہے۔ (عالمگیری) حضور ﷺ عمامہ بھی باندھتے تھے یعنی عمامہ کے نیچے ٹوپی ہوتی اور یہ فرمایا کہ ہم میں اور ان میں فرق ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہے۔ یعنی ہم دونوں چیزیں رکھتے ہیں۔ اور وہ صرف عمامہ ہی باندھتے ہیں۔ تو اس کے نیچے ٹوپی نہیں پہنتے۔ بعض نے حدیث کا یہ مطلب بیان کیا کہ صرف ٹوپی پہننا مشرکین کا طریقہ ہے۔ مگر یہ قول صحیح نہیں۔ کیونکہ مشرکین عرب بھی عمامہ باندھا کرتے تھے۔ (بہار شریعت حصہ شانز دہم ص ۵۶)

اکیلے عمامے میں نماز مکروہ نہیں ہے

جس طرح اکیلی ٹوپی میں نماز مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح اکیلے عمامے میں بھی نماز مکروہ نہیں۔ کیونکہ پیچھے "نماز با عمامہ کی فضیلت" میں ہم نے جو چار حدیثیں نقل کی ہیں۔ ان میں عمامہ کا لفظ مطلق واقع ہوا ہے۔ لہذا ان حدیثوں میں عمامہ کی جو فضیلت بیان کی گئی وہ جس طرح عمامہ مع ٹوپی کیلئے ثابت ہے۔ اسی طرح ٹوپی کے بغیر عمامہ کیلئے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری حدیث فرق ما بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس کے ماتحت لکھتے ہیں۔ وروی ابن عساکر عن ابن عمر مرفوعا صلوۃ تطوع اوفریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلوۃ بلا عمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ فھذا کلہ یدل علی فضیلۃ العمامۃ مطلقا نعم الجمع بین الاحادیث انھا مع القلنسوۃ افضل یعنی رسول اللہ ﷺ کا فرمانا کہ عمامہ کے ساتھ ایک نفل یا فرض نماز بے عمامہ پچیس نمازوں کے برابر ہے۔ مطلق عمامہ کی فضیلت ثابت کرتا ہے۔ ہاں عمامہ کے ساتھ ٹوپی بھی پہنی جائے تو یہ افضل ہے۔ (مرقاۃ ج ہشتم ص ۲۵۰)

بڑا رومال عمامے کے قائم مقام ہوتا ہے

اعلیحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رومال اگر بڑا ہو کہ اتنے پیچ آسکیں جو سر کو چھپا لیں تو وہ عمامہ ہی ہو گیا اور چھوٹا رومال جس سے ایک دو پیچ آسکیں لپیٹنا مکروہ ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۳ ص ۴۵۹)

تنبیہ: اعلیحضرت کی ان عبارات کی بناء پر پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب بن مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ صاحب نقشبندی دہلوی نے اپنے مضمون ''نصاری کے مذہبی اور قومی شعائر'' میں جو یہ لکھا ہے۔ کہ امام احمد رضا محدث بریلوی نے رومال باندھ کر نماز پڑھانے کو منع فرمایا اور اس کو مکروہ لکھا ہے کہ اس کی وجہ بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ کہیں عمامے کی سنت نہ مٹ جائے اور صرف رومال رہ جائے۔ امام احمد رضا کا یہ اندیشہ صحیح ثابت ہوا اور اب عمامے کی جگہ رومال نے لے لی ہے۔ حالت یہ ہو گئی ہے کہ ٹوپی اوڑھ کر نماز پڑھانے میں کوئی قباحت نہیں۔ مگر نمازی رومال باندھ کر نماز پڑھانے پر امام کو مجبور کرتے ہیں۔ گویا وہ بھی اس کو عمامہ کا قائم مقام سمجھتے ہیں۔ (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور مارچ ۱۹۹۷ء ص ۷۹)

یہ اعلی حضرت کی عبارت کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ اعلیحضرت نے مطلق رومال کو مکروہ نہیں لکھا بلکہ اسکی دو قسمیں بتائی ہیں: (۱) بڑا رومال جو سارے سر کو ڈھانپ لے (۲) چھوٹا رومال جو سارے سر کو ڈھانپ نہ سکے پہلی قسم کے رومال کے متعلق آپ نے فرمایا وہ عمامہ ہی ہو گیا تو اس کے لئے آپ نے عمامہ کا اجر و ثواب اور فضیلت ثابت فرمائی اور دوسری قسم کے رومال کے بارے میں فرمایا لپیٹنا مکروہ ہے۔ پھر دوسری قسم کے رومال کی کراہت کی یہ وجہ نہیں کہ لوگ اسکو عمامے کے قائم مقام سمجھ لیں گے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے لپیٹنے سے اعتجار (بیچ سر کا حصہ ننگا رہ جانا) پیدا ہوتا ہے۔ جو مکروہ ہے۔ اور اعلی حضرت کی دوسری عبارت کے آخری حصہ سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ بڑا رومال عمامہ کے قائم مقام ہوتا ہے۔ اللہ تعالی حق سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین۔

نماز کم از کم ٹوپی یا بڑے رومال یا عمامے میں پڑھی جائے

الحمد للہ! یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز کم از کم عمامے یا ٹوپی یا بڑے رومال میں پڑھی جائے اور ننگے سر نہ پڑھی جائے۔ مفتی نور اللہ نعیمی صاحب لکھتے ہیں۔ امام حقانی قطب ربانی حضرت سیدی عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''کان رسول اللہ یا مر بستر الرأس بالعمامة او القلنسوة وینھی عن کشف الرأس فی الصلوٰۃ'' یعنی حضور پر نور ﷺ نماز میں عمامہ یا ٹوپی سے ستر سر (سر چھپانے) کا حکم دیا کرتے تھے۔ اور نماز میں سر ننگا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ (کشف الغمہ جلد اول ص ۸۵)

یہ حدیث شریف کئی وجوہ سے دلیل ہے۔۔ ستر سر کا حکم دینا اور سر ننگا کرنے سے منع فرمانا مکرر پتہ دیتا ہے کہ اکیلی ٹوپی بھی (نماز میں) کافی ہے پھر ''عمامہ یا ٹوپی'' فرمانا بھی اس کی دلیل ہے۔ (فتاویٰ نوریہ جلد اول ص ۳۷۶)

ننگے سر نماز پڑھنا منع ہے

امام عبد الوہاب شعرانی کی کتاب کشف الغمہ کی مندرجہ بالا حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ خود رسول اللہ ﷺ نماز میں سر ننگا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے تو پھر نماز میں سر ننگا کرنا شرعاً ممنوع ہی ہوگا۔

ننگے سر نماز کی شرعی حیثیت

ننگے سر نماز کے بارہ میں ہمارے حنفی علماء نے لکھا ہے کہ

(۱) وکرہ صلاتہ حاسراً ای کاشفاً رأسہ للتکاسل ولا باس بہ للتذلل۔
اور ننگے سر سستی سے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اور انکساری کے لئے ایسا کرنے میں حرج نہیں۔ (درمختار جلد اول ص ۴۷۴)

(۲) وکذا مکشوف الرأس للتهاون والتکاسل لا للخشوع.
اوراسی طرح سستی اور لاپرواہی سے ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔اور انکساری کے لئے ایسا کرنا مکروہ نہیں۔ (بحرالرائق جلد دوم ص ۲۵)

(۳) وکرہ وھو مکشوف الرأس تکاسلاً لترک الوقار لا للتذلل والتضرع وقال فی التجنیس ویستحب ذلک.
اور سستی سے ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس میں وقار کا ترک پایا جاتا ہے۔اور عاجزی وانکساری کی نیت سے ایسا کرنا مکروہ نہیں۔ اور کتاب التجنیس میں فرمایا کہ یہ دوسری قسم کا عمل مستحب ہے۔ (مراقی الفلاح مطبوعہ نور محمد ص ۱۹۷)

(۴) اور خضوع وخشوع کے لئے سر برہنہ نماز پڑھی تو مستحب ہے۔(بہار شریعت حصہ سوم ص ۱۶۷)

یعنی ننگے سر نماز پڑھنے کی دوصورتیں ہیں۔ایک یہ کہ سستی اور لاپرواہی سے سر پر کچھ پہنے بغیر نماز پڑھنا یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔اور ظاہر یہی ہے کہ اس سے مراد کراہت تنزیہہ ہے۔مولوی عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں۔ والظاھر ان الکراھة ھھنا تنزیھیة۔اور ظاہر یہی ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں کراہت سے مراد کراہت تنزیہہ ہی ہے۔(عمدۃ الرعایہ جلد اول ۱۹۷)

اور دوسری صورت یہ کہ خضوع وخشوع انکساری وعاجزی کے قصد سے سر برہنہ نماز پڑھی جائے اس کے بارہ میں ہمارے فقہاء حنفیہ کے دو قول ہیں۔ایک یہ کہ ایسا کرنا بلاکراہت جائز ہے۔لیکن مستحب نہیں۔یعنی مباح ہے۔ درمختار اور بحرالرائق وغیرہما کی مندرجہ بالا عبارات کا یہی مفاد ہے۔ کیونکہ ان حضرات نے صرف کراہت کی نفی فرمائی ہے۔اس سے استحباب ثابت نہیں ہوتا۔

اور دوسرا قول یہ ہے۔کہ ایسا کرنا مستحسن ومستحب ہے۔ بہار شریعت، کتاب التجنیس اور ردالمحتار میں اسی کو اختیار فرمایا گیا ہے۔اور فتاویٰ عالمگیری میں بھی ہے۔

ولا بأس به اذا فعله تذللا وخشوعا بل هو حسن كذا فی الذخیرہ ۔اور جب تذلل وخشوع کی نیت سے سر برہنہ نماز پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ۔ بلکہ یہ مستحسن ہے۔جیسا کہ فتاویٰ ذخیرہ میں فرمایا۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۰۶ جلد اول)

مستحب کہنے والے فقہاء دو قسم کے ہیں:

خضوع وخشوع کی نیت سے ننگے سر نماز کو جن فقہائے حنفیہ نے مستحب قرار دیا ہے۔ وہ دو قسم کے ہیں ۔ایک قسم کے وہ فقہاء ہیں ۔ جو اس عمل کو اولیٰ سمجھتے ہیں ۔یعنی خشوع کی نیت سے ننگے سر نماز کو سر ڈھانپ کر نماز پڑھنے سے اولیٰ سمجھتے ہیں ۔اور دوسرے وہ ہیں جو اس عمل کو خلاف اولیٰ سمجھتے ہیں ۔ چنانچہ عنایہ شرح ہدایہ میں ہے۔ **وهل الاولى ترك كشف الرأس للتذلل او فعله فيه قولان** ''اور کیا خشوع کی نیت سے سر نہ ڈھانپنا اولیٰ ہے۔ یا سر ڈھانپنا؟ اس بارہ میں دو قول ہیں ۔ (عمدۃ الرعایۃ جلد اول ص ۱۹۷)

ہر حال میں سر ڈھانپ کر نماز پڑھی جائے

اگر فقہاء حنفیہ کی عبارات میں گہری نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر حال میں نماز سر ڈھانپ کر پڑھی جائے کیونکہ خشوع کی نیت سے سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا راجح اور سر برہنہ پڑھنا مرجوح معلوم ہوتا ہے۔اس کے چند دلائل ملاحظہ ہوں ۔

(۱) ننگے سر نماز پڑھنے سے نبی علیہ السلام منع فرمایا کرتے تھے۔ چونکہ آپ کی یہ ممانعت مطلق واقع ہوئی ہے۔اس لئے خشوع کی نیت سے بھی ننگے سر نماز نہ پڑھی جائے۔

(۲) سر ڈھانپنا باوقار طریقہ ہے اور سر ننگا رکھنا مروت کے خلاف اس لئے مناسب حال یہی ہے کہ نماز کسی بھی حال میں ننگے سر نہ پڑھی جائے۔

(۳) سر پر ٹوپی یا عمامہ زینت ہے۔اور نماز میں زینت پکڑنے کا حکم ۔ خذوا زینتکم عند کل مسجد۔ (ہر نماز میں زینت پکڑو) اس لئے بہتر یہی ہے کہ کسی بھی حال میں ننگے نماز نہ پڑھی جائے۔

(۴) معتبر فقہاء نے خشوع کی حالت میں ننگے سر نماز کو صرف مباح قرار دیا ہے۔ اس لئے ایک مباح عمل کے لئے نماز کے باوقار طریقہ کو ترک کرنا مناسب نہیں۔

(۵) اکثر فقہاء نے خشوع کے ارادہ سے برہنہ سر نماز کو ''لا باس بہ'' قرار دیا ہے۔ جو اس کے ترک کے اولیٰ ہونے کو ثابت کرتا ہے۔ علامہ نابلسی لکھتے ہیں۔ (ولا بأس بالاکل متکنا) علی احد جنبیه (او مکشوف الرأس) من غیر کراهة وان کان الاولیٰ ترکه کما هو مقتضی قوله لابأس ۔ ماتن نے جو یہ فرمایا کہ ایک پہلو پر ٹیک لگا کر یا ننگے سر کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ اس میں صرف کراہت کی نفی کی گئی ہے۔ مگر لابأس کے الفاظ کا تقاضا یہ ہے۔ کہ اس عمل کو چھوڑنا اولیٰ ہے۔ (الحدیقۃ الندیہ جلد دوم ص۴۸۲)

اور امام ابن عابدین شامی لکھتے ہیں۔ (قولہ لابأس بہ للتذلل) قال فی شرح المنیۃ فیہ اشارۃ الی ان الاولیٰ ان لایفعلہ وان یتذلل و یخشع بقلبہ فانہما من اعمال القلب۔ اور فقہاء کا خشوع کی حالت میں ننگے سر نماز کو لابأس بہ لکھنا اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس کا ترک اولیٰ ہے۔ اور خضوع وخشوع صرف قلب سے کافی ہے۔ کیونکہ یہ قلب کے افعال سے ہیں۔ (ردالمحتار جلد اول ص۴۷۴)

(۶) خشوع کے مفہوم میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام ابن عابدین شامی فرماتے ہیں۔ واختلف فی ان الخشوع من افعال القلب کالخوف او من افعال الجوارح کالسکون او مجموعهما ۔ اور فقہاء کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ آیا خوف کی طرح خشوع صرف قلب کا عمل ہے یا سکون کی طرح صرف اعضاء کا عمل یا یہ قلب واعضاء دونوں کا عمل ہے۔ (ردالمحتار جلد اول ص۴۷۴ ج ۱)

اس لئے بہتر یہ ہے کہ ننگے سر نماز خشوع کے ارادہ سے بھی نہ پڑھی جائے۔

(۷) خشوع کے مفہوم میں اختلاف ہے۔ اور راجح یہ ہے کہ خشوع قلب ہی کا فعل ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں۔ قال فی الحلیة والاول اشبه . اور کتاب الحلیہ میں

فرمایا ہے کہ یہی قول راجح ہے کہ خشوع قلب کا فعل ہے۔اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ خشوع کے ارادہ سے بھی ننگے سر نماز نہ پڑھی جائے۔

(۸) عارفین کا اجماع ہے کہ خشوع قلب کا فعل ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں۔ وقد حکی اجماع العارفین علیہ۔ اور اس بات پر عارفین کا اجماع نقل کیا گیا ہے کہ خشوع قلب ہی کا فعل ہے۔اس لئے مناسب یہی ہے کہ ننگے سر نماز نہ پڑھی جائے۔

(۹) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے۔ الخشوع فی القلب۔ خشوع دل میں ہوتا ہے۔ (مراقی الفلاح ص ۱۹۷) اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ نماز میں خشوع قلبی پر ہی اکتفا کیا جائے اور سر ڈھانپ کر نماز پڑھی جائے۔

(۱۰) حاکم وقت کی کچہری میں حاضری کے لئے سر برہنہ ہونا خلاف ادب سمجھا جاتا ہے۔اس لئے احکم الحاکمین کی بارگاہ میں حاضری دینی ہو تو سر پر ٹوپی پہن لی جائے۔

(۱۱) سر برہنہ نماز کو عامۃ المسلمین اچھا نہیں سمجھتے اس لئے اس عمل سے بچنے ہی میں اپنی عزت بچانی چاہیے (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

حاصل کلام

الحمدللہ! یہاں تک جو کچھ پیش کیا گیا ہے اس سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ نماز کسی بھی حالت میں ننگے سر نہ پڑھی جائے۔ اگر عمامہ نہ باندھ سکیں تو کم از کم ٹوپی یا بڑے رومال ہی سے اپنے سر کو ڈھانپ کر باوقار طریقہ سے نماز کی ادائیگی کریں۔ قابل افسوس بات تو یہ ہے۔ کہ آج کل اکثر مسلمان ننگے سر مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جاتے ہیں۔ اگر مسجد میں کوئی پھٹی پرانی ٹوپی مل جائے تو اسی سے سر ڈھانپ کر نماز پڑھتے ہیں۔ حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے کہ جس طرح باقی کپڑے گھر سے پہن کر مسجد میں آتے ہیں۔ اسی طرح اپنے سر کو بھی ڈھانپ کر مسجد میں آئیں۔ اس سے زیادہ افسوسناک امر یہ ہے کہ بعض مساجد میں اچھی قسم کی ٹوپیاں موجود ہوتی ہیں۔ لیکن بعض نازک طبع لوگ پھر بھی ننگے

سرنماز پڑھتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہی ایسے مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے ۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ ۔

چند فتویٰ جات

مسئلہ کی مزید وضاحت کے لئے چند فتویٰ جات بھی پیش کئے جاتے ہیں ۔ وباللہ التوفیق .

اعلیٰ حضرت کا فتویٰ

سوال :۔ آج کل دیار بنگال کے بعض بعض شہروں میں بعض لوگوں نے فرض جماعت میں سر ننگا کر کے نماز پڑھنا اختیار کیا ہے ۔ اگر کسی نے کہا کہ جماعت کی اہانت ہوتی ہے تو اس کے جواب میں یہ لوگ کہتے ہیں ۔ کہ عاجزی وانکساری کی وجہ سے پڑھتا ہوں ۔ اسی طرح عاجزی کے بہانے سے بعض لوگوں نے علاوہ نماز کے بھی سر پر ٹوپی رکھنا چھوڑ دیا ہے ۔ تو کیا ننگے سر فرض جماعت میں نماز پڑھنے سے نماز جائز ہوگی یا مکروہ ہوگی ؟ اگر جائز ہوگی تو حضور سرور کائنات یا حضرت مولائے کائنات یا حضرات امامین مطہرین یا حضرات صحابہ کرام یا اولیاء عظام نے کبھی فرض جماعت میں ننگے سر نماز پڑھی یا نہیں ؟ اور علاوہ نماز کے بھی ان حضرات نے کبھی کبھی سر کو ننگا رکھا ہے یا نہیں ؟ اور صوفیائے عظام کی کتابوں میں ننگے سر رہنا تہذیب اور آداب کے خلاف آیا ہے یا نہیں ؟ اور احادیث شریفہ وفقہ میں اس کی کراہت ثابت ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب : حضور اقدس ﷺ کی سنت کریمہ نماز مع کلاہ وعمامہ (یعنی ٹوپی اور پگڑی کے ساتھ) ہے ۔ اور فقہائے کرام نے ننگے سر نماز پڑھنے کو تین قسم کیا ہے ۔ اگر بہ نیت تواضع وعاجزی ہو تو جائز اور بوجہ کسل ہو تو مکروہ اور معاذ اللہ نماز کو بے قدر اور ہلکا سمجھ کر ہو تو کفر ہے ۔ جب وہ (دیار بنگال کے) مسلمان اپنی نیت تواضع بتاتے ہیں ۔ تو اسے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں ۔ مسلمان پر بدگمانی حرام ہے ۔ ننگے سر رکھنے کا احرام میں حکم ہے ۔ اور اس حالت میں شب وروز برابر برہنہ رہنا حضور اقدس ﷺ وصحابہ کرام سب سے

ثابت ہے۔ بغیر اس کے ننگے سر کی عادت ڈالنا کوچہ و بازار میں اسی طرح پھرنا نہ ہرگز ثابت ہے۔ اور نہ شرعاً محمود۔ بلکہ وہ من جملہ اسباب شہرت سے ہے۔ اور ایسی وضع جس پر انگلیاں اٹھیں۔ شرعاً مکروہ مجمع البحار وغیرہ میں ہے۔ الخروج عن عادۃ البلد شہرۃ ومکروۃ۔ صوفیہ کرام کا اس بارے میں کوئی قول اس وقت ذہن میں نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۴۶۹)

حافظ ریاض احمد اشرفی کا فتویٰ

سوال:۔ کیا ننگے سر نماز ہو جاتی ہے۔ اور ننگے سر نماز پڑھتے ہوئے شخص کے سر پر ٹوپی رکھنا ثواب ہے۔ یا ٹوپی نہیں رکھنی چاہئے؟

الجواب:۔ بلا ضرورت ننگے سر نماز پڑھنی مکروہ ہے۔ لیکن اگر بہ نیت عاجزی ننگے سر پڑھے تو احیاناً جائز ہے۔ عالمگیری میں ہے۔ **وتکرہ الصلوٰۃ حاسراً اذا کان یجدا لعمامۃ وقد فعل ذالک تکاسلا او تہاونا بالصلوٰۃ و لا بأس بہ اذا فعلہ تذللاللہ وخشوعا بل ھو حسن** ۔ بعض لوگ بالوں کے کنڈلوں اور پفز کو بچا کر رکھنے کے لئے یا صرف آداب صلوٰۃ میں احناف کرام کی مخالفت کے جذبہ کو مطمئن کرنے کے لئے نماز ننگے سر پڑھنے کو بہت بڑی عبادت سمجھتے ہیں۔ ان کے لئے یقیناً ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (روزنامہ جنگ راولپنڈی بابت ۳۱ دسمبر ۱۹۸۰ء)

وھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ المفیدۃ تقبلھا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ وانا الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفر اللہ تعالیٰ لی المدرس بالجامعۃ الحیدریۃ فضل المدارس بھیائی من مضافات سھنسہ آزاد کشمیر ۔ (۱۳ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سترہواں مقالہ

امام کعبہ کی اقتداء کا مسئلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین. اما بعد.

راقم الحروف فقیر حیدری رضوی کان اللہ ورسولہ لہ ۱۹۹۱ء کے اوائل میں جب حج بیت اللہ وزیارت حرمین شریفین کی تیاری کر رہا تھا تو اس وقت راقم کی نظر میں سب سے زیادہ پریشان کن مسئلہ حرمین شریفین میں موجودہ وقت کے اماموں اور خطیبوں کی اقتداء میں نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ کی ادائیگی کا مسئلہ تھا اپنی اس پریشانی کے ازالہ کے لیے درج ذیل استفتاء علمائے اھل سنت کی خدمت میں بھیجا۔

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ اس سال حج کرنے والے سنی بریلوی حنفی اشخاص کے لئے حرمین شریفین کے اماموں اور خطیبوں کی اقتداء میں نماز پنجگانہ ونماز جمعہ ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ انوار البشارۃ کے صفحہ نمبر ۹ میں لکھتے ہیں ۔اہل عرب کے افعال پر اعتراض نہ کرے۔ نہ دل میں کدورت لائے اس میں ۔دونوں جہانوں کی سعادت ہے۔

اور اس کے صفحہ نمبر ۳۸۔ میں لکھتے ہیں۔ دوپہر ڈھلتے ہی بلکہ اس سے پہلے کہ امام کے قریب جگہ ملے۔ مسجد نمرہ جاؤ۔ سنتیں پڑھ کر خطبہ سن کر امام کے ساتھ ظہر پڑھو۔

اور اس کے صفحہ نمبر ۴۷ میں لکھتے ہیں۔ ترک جماعت بلا عذر گناہ ہے۔ اور کئی بار ہو تو سخت حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور یہاں تو گناہ کے علاوہ کیسی سخت محرومی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔ صحیح حدیث میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جسے میری مسجد میں چالیس نمازیں فوت نہ ہوں اس کے لیے دوزخ ونفاق سے آزادیاں لکھی جائیں

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے ان ارشادات کی ہمارے علماء کے نزدیک کیا تاویل ہے یا عام اجازت ہے؟ بعض بزرگوں کے متعلق سنا گیا ہے کہ وہ

وہاں نمازیں با جماعت پڑھتے ہیں پھر اپنی نمازیں دہرا لیتے ہیں۔ ولہذا جو صورت صحیح ہو اس کی وضاحت کی جائے۔ بینوا توجروا

الحمد للہ اس استفتاء کے جواب میں متعدد مفتیان اہل سنت نے فتوے لکھ کر بھیجے ہیں اس مختصر رسالہ میں عامۃ المسلمین کے افادہ کے لیے چیدہ چیدہ اقتباسات درج کئے جاتے ہیں۔ وباللہ التوفیق

(۱) شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فیض احمد اویسی مہتمم جامعہ اویسیہ بہاولپور لکھتے ہیں۔ انوار البشارۃ شریف ائمہ نجدی دور سے پہلے کی لکھی ہوئی ہے اور اس میں جو کچھ لکھا ہے حق ہے۔ آج ائمہ وہابی عقیدہ کے مقرر ہیں اس لیے ان کے پیچھے نماز ہوتی ہی نہیں اہل حق اپنی نماز با جماعت پڑھتے ہیں اور اگر کسی نے ان کے پیچھے پڑھ لی تو اعادہ ضروری ہے

(۲) استاذی المکرم حضرت مولانا مفتی مختار احمد صاحب جامعہ قادریہ فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے زمانے میں ترکوں کی حکومت تھی اور وہاں کے سب علماء صحیح العقیدہ سنی تھے لہذا یہ سب احکام جو آپ نے تحریر فرمائے اس زمانے کے تھے۔ اب چونکہ نجدیوں کی حکومت ہے ان کے علماء کے عقائد غلط اور فاسد ہیں۔ اس لئے ان کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔ وہابیہ قطعاً بے دین اور بے دین کے پیچھے نماز محض ناجائز۔ نیز اسی میں ہے وہابی کے پیچھے کوئی نماز خواہ فرض خواہ نفل کسی کی نہیں ہو سکتی اور اسی میں ہے وہابی کے پیچھے نماز جائز نہیں اگرچہ اپنا استاد ہو۔ بلکہ اس کو استاد بنانا زہر قاتل سے بدتر ہے کہ صحبت بد آدمی کو بد بنا دیتی ہے۔ نہ کہ بد کی تعلیم۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ ان سے بھاگو اور ان کو اپنے سے دور کرو۔ کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں۔ اور کہیں وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں

مسجد نمرہ میں جانا اور خطبہ سننا اور امام کے ساتھ نماز پڑھنا نہ ارکان حج سے ہے نہ واجبات سے اس لیے عرفات کے میدان میں اپنے مقام میں رہے اور وہاں ظہر وعصر اپنے

وقت میں پڑھے۔ ترک جماعت کی وعید اس وقت ہے جب امام سنی اور پابند شرع ہو اگر امام کا عقیدہ غلط و فاسد ہو تو ترک جماعت کی وعید لازم نہیں آئے گی۔ جب امام کے فاسد عقیدہ کی وجہ سے خود امام کی نماز نہ ہوئی تو اس کے پیچھے پڑھنے والے مقتدی کی نماز کیسے درست ہوگی۔ جو لوگ وہاں نمازیں با جماعت اس وقت پڑھتے ہیں اور بعد میں دہرا لیتے ہیں وہ سب برا کرتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں اس لیے اب حکم یہ ہے کہ ان کے پیچھے پڑھ کر اپنی نماز خراب نہ کریں۔ جماعت چھوڑنے کا چونکہ عذر صحیح ہے اس لیے اللہ تعالی کی رحمت سے یہ امید ہے کہ نماز با جماعت ہی کا ثواب ملے گا

(۳) اور حضرت مولانا مفتی عبد القیوم ہزاروی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے لکھتے ہیں۔ اعلیٰحضرت کے زمانے میں حرمین طیبین میں حکومت اور امامت اہل سنت و جماعت کی تھی لہذا اعلیٰ حضرت نے جو کچھ تحریر فرمایا وہ بالکل حق ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جماعت کا حکم ہر جماعت پر ہوگا۔ مرزائی۔ شیعہ اور امامیہ سب لوگ جماعت کرتے اور کراتے ہیں تو کیا جماعت کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے ان جماعتوں اور اماموں کے ساتھ نماز پڑھیں گے؟

نماز اعلی عبادت ہے اور دنیا و آخرت کا سرمایہ ہے اس کو غیر معتبر لوگوں کی اقتداء میں ضائع کرنا عقل کے خلاف ہے۔ اگر دنیاوی مال کے لین دین میں آپ کو انتخاب کرنا پڑتا ہے تو دینی دولت کی ادائیگی ہر ایک کو کیسے ممکن ہے۔ وہابی لوگ اہل سنت کو کافر اور مشرک کہہ کر خود مشرک و کافر ہو گئے ہیں جبکہ کسی کافر و مشرک کی عبادت عبادت ہی نہیں۔ جب امام کی اپنی نماز نہ ہوئی تو اقتداء میں دوسرے کی کیسے ہو سکے گی۔

(۴) اور حضرت مولانا مفتی ابو حماد احمد میاں برکاتی دار العلوم احسن البرکات حیدر آباد سندھ سے لکھتے ہیں۔ حرمین شریفین میں نجدی ائمہ کی اقتداء نہ کریں بلکہ اپنی نماز پڑھیں، انشاء اللہ جماعت کا ثواب پائیں گے اعلیٰ حضرت کے زمانہ میں وہاں اصلی عرب اہل سنت رہتے تھے۔ نجدیوں کا تسلط نہ تھا اور اب اہل عرب نہیں بلکہ اہل نجد قابض ہیں جن

کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد موجود ہے کہ نجد سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔ اب ترک جماعت کا بہت بڑا عذر موجود ہے کہ امام بدعقیدہ اور گمراہ ہے بلکہ گستاخ بھی جس کی گستاخی کفر کو پہنچی ہوئی ہے

نمازیں دہرانے میں اگر کسی اذیت یا تکلیف کا خطرہ نہ ہو تو اسی وقت دہرائے ورنہ بعد میں کسی موقع پر دہرائے بہتر ہے کہ جماعت میں شریک ہی نہ ہو

(۵) اور حضرت مولانا مفتی محمد اسلم رضوی۔ جامعہ رضویہ مظہر اسلام جھنگ بازار فیصل آباد سے لکھتے ہیں۔ سعودیہ نجدیہ بعد میں حجاز مقدس پر قابض ہوئے ہیں۔ سرکار اعلیٰ حضرت کا فرمان اس وقت کے متعلق ہے۔ جبکہ ترکوں کے ہاتھوں میں حکومت اور حرمین طیبین کے امام اہل سنت تھے۔ مسجد نبوی میں اگرچہ تنہا پڑھے چالیس نمازیں پڑھنے پر مذکور ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے۔

(۶) اور حضرت مولانا مفتی وقارالدین صاحب جامعہ امجدیہ کراچی سے لکھتے ہیں اعلیٰ حضرت نے انوارالبشارۃ میں جس زمانے کے متعلق لکھا ہے اس وقت حرم پاک میں چاروں ائمہ کے مسلک کے مطابق علیحدہ علیحدہ مصلے تھے۔ ہر ایک مسلک کا امام اس مسلک کے شرائط اور وقت کے مطابق نماز پڑھاتا تھا۔ اور حنفی مصلی تو خانہ کعبہ کے دروازے کے سامنے تھا۔

نماز کی صحت کی جہاں بہت سی شرائط ہیں وہاں امام کی اہلیت اور عقیدہ بھی شرط ہے۔ ہماری تمام کتب فقہ میں اس شخص کی امامت کو مکروہ تحریمی لکھا ہے جس کے عقیدہ میں کچھ خرابی ہو اور اگر عقیدہ کی خرابی اس درجہ کو پہنچی ہو کہ جس سے ضروریات دین کا انکار لازم آتا ہو تو اس کی اقتداء باطل ہے۔

حضور ﷺ نے بے شک فرمایا۔ احبوا العرب لثلاث لانی عربی والقرآن عربی ولسان اہل الجنۃ عربی۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا جس کو بخاری نے روایت کیا۔ ہناک الزلازل والفتن ویطلع بہا قرن الشیطان۔ یہ ارشاد نجد کے بارے میں ہے۔ (مشکوٰۃ

شریف ص ۵۸۲) ان سے محبت یا عداوت کرنے کا حکم مسلمان خود سمجھ لے۔

(۷) اور حضرت مولانا مفتی عبداللہ قصوری جامعہ حنفیہ قصور سے لکھتے ہیں اب مسجد نبوی میں چونکہ بدعقیدہ امام ہے۔ گستاخ رسول ﷺ امام ہے۔ ترک جماعت بلا عذر نہ ہوئی بالعذر رہوئی۔ جو شرعاً قابل قبول ہے لہٰذا دریں صورت جبکہ عذر شرعی کی بنا پر جماعت کا ترک ہوا تو انفرادی طور پر چالیس نمازیں پڑھی گئیں تو سرکار کی بشارت عظیمہ کی مصداق ہوئیں۔ جب ان کی (حرمین شریفین کے اماموں کی) نماز مسجد نبوی اور مسجد حرام میں ہو جائے تو بعد میں انفرادی طور پر نماز ادا کرے۔ اگر وہ الگ جماعت کرنے نہیں دیتے تو نہ کرنے دیں۔ انفرادی طور پر مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے ایک لاکھ نماز کا ثواب ملا۔ ان کے پیچھے پڑھی تو ایک نماز کا ثواب بھی نہ ملا۔ کیونکہ ان کی اقتداء میں تو نماز سرے سے ہی باطل ہے، نجدی ہناک الزلال والفتن ویطلع بہا قرن الشیطان کا مصداق ہے۔

ان کے پیچھے کھڑے ہونے کی ضرورت ہی نہیں کہ پھر نماز کا اعادہ کرتا پھرے دہراتا پھرے۔ سیدھی بات ہے کہ جب ان کی جماعت ہو جائے گی تو انفرادی طور پر نماز ادا کرلے۔ جب ان کی اقتداء میں ہماری نمازیں باطل ہیں تو جماعت ہم پر کہاں واجب رہی۔ اس عذر شرعی کی بنا پر یہاں جماعت کا ترک واجب ہے۔ لہٰذا اپنی جماعت ہو سکتی ہو تو ان کی جماعت کے بعد کریں ورنہ الگ الگ نماز پڑھیں جیسا کہ زاہرین روضہ مقدسہ اور حاجی صاحبان بعد میں انفرادی طور پر مسجد نبوی اور مسجد حرام میں پڑھتے ہی ہیں۔

(۸) اور حضرت مولانا مفتی ریاض الدین جامعہ غوثیہ معینیہ رضویہ ریاض الاسلام اٹک سے لکھتے ہیں۔ ترک جماعت بلا عذر بلا شبہ ہر جگہ گناہ ہے اور پھر حجاز مقدس میں بالخصوص حرمین طیبین میں تو نہایت سخت ترین محرومی ہے بشرطیکہ امام صحیح العقیدہ متشرع مسلمان ہو اور اگر امام بدعقیدہ یا داڑھی کترا فاسق فاجر ہو تو اس کے پیچھے حنفی مذہب کے مطابق نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ گو وہ حرمین طیبین کا امام ہی کیوں نہ ہو۔ اور جس امام یا مدعی، اسلام کا عقیدہ باطل اور دولت ایمان سے اس کا دامن خالی ہے۔ وہ گو

مسجد حرام میں کعبۃ اللہ کے پردوں سے لپٹا ہوا ہو یا عرب شریف کی پاک دھرتی پر ہی کسی دوسری جگہ مکین ہو از روئے حدیث نبوی خود محروم قابل اخراج بلکہ واجب القتل ہے۔ چہ جائے کہ اس پر اعتراض نہ کیا جائے، یا اس کے متعلق کدورت نہ رکھی جائے۔ ایسا آدمی اہل اسلام کی سب سے معظم جگہ پر ہونے کے باوجود نہ تو قابل تکریم اہل عرب کہلانے کا مستحق اور نہ ہی اہل سعادت میں داخل ہے۔ کیونکہ جب وہ دولت ایمان سے خالی ہے تو پھر خواہ وہ کسی ایک حرم طیب کا خادم ہو یا تعمیر کنندہ یا تنخواہ دار امام یا آب زمزم پلانے والا کوئی بھی ہو وہ اجرت وصول کرنے والا تنخواہ دار تو ہو سکتا ہے۔ لیکن قابل تکریم اہل عرب نہیں ہو سکتا۔

عقائد سے بھی قطع نظر حجاز مقدس کی اکثر مساجد کے امام بمع حرمین شریفین کے اماموں کے داڑھی کترے فاسق ہونے کی وجہ سے نفس منصب امامت کے بھی از روئے شریعت قابل نہیں۔ حرمین شریفین کی امامت تو بہت ہی ارفع و اعلیٰ مناصب ہیں۔ اس کے قابل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ فاسقوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو فقہائے شریعت اور علمائے ملت نے مکروہ تحریمی واجب الاعادہ قرار دیا ہے

نیز احناف کی اکثر نمازیں تو ان کے مذہب کے مطابق اس لیے ان کے پیچھے نہیں ہوتیں کہ فقہ حنفی کے مطابق وہ کئی نمازیں وقت سے پہلے ادا کرتے ہیں۔

کوتاہ قصہ۔ حاصل جواب یہ ہے کہ مذکورہ بالا آیات و روایات و شواہد کے پیش نظر سنی مسلمانوں کی نماز غیر متشرع بدعقیدہ لوگوں کے پیچھے نہیں ہوتی اور اس کے باوجود جو ان کے پیچھے پڑھے وہ اپنے متعلق خود فیصلہ کر لے کہ وہ کس راہ پر گامزن ہے اھ ملتقطا واللہ تعالیٰ۔

الحمد للہ۔ مفتیان اہل سنت سے حاصل کردہ فتاویٰ مبارکہ کے مذکورہ بالا چیدہ چیدہ اقتباسات سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ سنی بریلوی مسلمان دوران حج و عمرہ اپنی

نمازیں مسجد حرام اور مسجد نبوی میں انفرادی طور پر ہی ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جماعت کا ثواب عذر شرعی ہونے کی وجہ سے اپنے فضل وکرم سے عطا فرمادے گا۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ وهذا آخر ما اردنا ایراده فی هذه المقالة المبارکة تقبلها الله تعالیٰ بمنه العظیم ورسوله الکریم ﷺ۔

وانا الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفر الله تعالیٰ لی المدرس با لجامعة الحیدریة فضل المدارس بهیانی من مضافات سهنسه آزاد کشمیر (۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اٹھارہواں مقالہ

نابالغ امام اور تراویح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین .

اما بعد! آج کل بعض مساجد میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں نابالغ حفاظ نماز تراویح بلکہ نماز فرض و وتر پڑھاتے ہیں۔ حالانکہ یہ شرعاً ناجائز ہے۔ اس سے بالغوں کی نمازیں اصلاً باطل ہوتی ہیں۔ اور فرائض و واجبات وسنن مؤکدہ ان کے ذمہ پر باقی رہ جاتے ہیں۔ لہذا اس مسئلہ کی نزاکت کے پیش نظر ہم نے یہ مختصر مقالہ ''نابالغ امام اور نماز تراویح'' لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعہ ہدایت بنائے۔ (آمین)

نابالغ کے پیچھے بالغ مردوں کی کوئی نماز نہیں ہوتی فرض ہو یا وتر نماز جنازہ ہو یا نماز عیدین نماز تراویح ہو یا نماز کسوف نماز استسقاء ہو یا اور کوئی نفل نماز سب میں نابالغ کی اقتداء اصلا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ نابالغ بالغ کی امامت کا اہل نہیں ہے۔ لہذا بالغوں نے جو نماز نابالغ کے پیچھے پڑھی ہو اس کا اعادہ ان کے ذمہ پر واجب ہوتا ہے۔ اگر چہ وہ نابالغ امام حافظ قران ہو یا جید عالم دین یہ اس طرح ہے۔ جس طرح کسی حافظہ یا عالمہ خاتون کی اقتداء میں مردوں کی نماز اصلاً فاسد ہے۔ کہ وہ ان کی امامت کی اہل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھ عطا فرمائے تا کہ وہ اپنی نمازیں برباد کرنے سے بچیں۔ (آمین)

اگر کسی جگہ میں بالغ صحیح خواں حافظ قرآن نہ ملتا ہو تو وہاں عالم دین کی اقتداء میں دس سورتوں کے ساتھ نماز تراویح پڑھی جائے اگر چہ رمضان کی تراویح میں ختم قرآن سنت مؤکدہ ہے۔ (بہار شریعت ج ۲ ص ۳۳) لیکن اگر بالغ حافظ نہ ملے اور دس سورتوں کے ساتھ امام تراویح پڑھائے تو اس سے بھی ختم قرآن کی سنت ادا ہو جاتی ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو

امام زین الدین کا ارشاد

امام زین الدین حنفی کنز کی شرح میں لکھتے ہیں۔ اور محیط کتاب میں مذکور ہے کہ افضل یہ ہے کہ امام تراویح میں اتنا قرآن پڑھے جس سے قوم میں تنفر پیدا نہ ہو کیونکہ

جماعت کی کثرت قراءت کی طوالت سے بہتر ہے۔ اور مجتبیٰ کتاب میں ہے کہ ہمارے زمانہ میں متاخرین علماء یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ تراویح کی رکعتوں میں تین چھوٹی آیتیں یا ایک لمبی آیت پر اکتفاء کیا جائے تاکہ لوگوں پر بوجھ نہ ہو اور جماعت میں کمی نہ آئے اور یہ قول اچھا ہے۔ اور امام حسن نے امام اعظم ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ اگر فرض نماز میں امام فاتحہ کے بعد صرف تین آیتیں ہی پڑھے تو بہتر ہے۔ اور اس میں کوئی اساءت نہیں ہے۔ جب فرضوں کے بارہ میں امام صاحب کا یہ قول ہے تو پھر نفلوں کے بارے میں تیرا کیا خیال ہوگا؟ اور کتاب تجنیس میں ہے۔ بعض علماء کی عادت ہے کہ وہ تراویح کی ہر رکعت میں صرف سورۂ اخلاص پڑھتے ہیں۔ اور بعض علماء نے یہ عمل اختیار کیا ہے کہ وہ قرآن مجید کی آخری دس سورتوں سے تراویح پڑھاتے ہیں۔ یہ اچھا ہے۔ کیونکہ اس سے تراویح کی رکعات کی گنتی میں شبہ نہیں پڑتا اور امام کا دل آیات قرآنی میں غور وفکر کرنے کی فرصت پاتا ہے۔ اور مختارات النوازل میں مذکور ہے کہ امام تراویح کی ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھے اور یہ قول صحیح ہے۔ کیونکہ اس سے ختم قرآن کی سنت ادا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ رمضان کے پورے مہینہ کی تراویح کی تعداد چھ سو ہے۔ اور قرآن مجید کی کل آیات کی تعداد چھ ہزار ہے۔

پھر آگے حاصل کلام بدیں الفاظ لکھتے ہیں:

فالحاصل ان المصحح فی المذهب ان الختم سنة لكن لا يلزم منه تركه اذا لزم منه تنفير القوم وتعطيل كثير من المساجد خصوصاً فی زماننا فالظاهر اختيار الاخف على القوم كما هو ظاهر الخلاصة وغيرها

یعنی اس ساری کلام کا حاصل یہ ہوا کہ حنفی مذہب میں صحیح قرار دیا ہوا قول یہ ہے کہ تراویح میں اگرچہ ختم قرآن سنت ہے۔ لیکن اگر اس سے قوم میں تنفر پیدا ہو اور ہمارے اس زمانے میں اکثر مساجد کی ویرانی لازم آتی ہو تو اسے ترک کر دینے سے سنت کا ترک لازم نہیں آتا۔ سو حنفیہ کا ظاہر قول یہ ہے کہ تراویح کی ہر رکعت میں اتنا ہی قرآن پڑھا جائے جتنا قوم پر زیادہ ہلکا ہو جیسا کہ خلاصہ وغیرہ کتب کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے۔ (بحر الرائق

ج ۲ ص ۶۸)

الحمدللہ ! جب اسلام میں اتنی بڑی آسانی موجود ہے تو پھر کیا ضرورت ہے کہ نابالغ حفاظ کے پیچھے مسلمانوں کو ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹہ تک کھڑا کرا کران کی نمازیں برباد کرائی جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین متین سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے آمین

فقہائے حنفیہ کے اقوال نابالغ کی امامت کے بارہ میں

اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لئے ہم فقہ حنفی کی معتبر کتب سے اپنا مدعا ثابت کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق

صاحب ہدایہ کا ارشاد

شیخ الاسلام امام برہان الدین فرغانی لکھتے ہیں۔

والمختار انه لا يجوز (للرجال ان يقتدوا بامرأة او صبى) فى الصلوات كلها لان نفل الصبى دون نفل البالغ حيث لايلزمه القضاء بالافساد بالاجماع ولا يبنى القوى على الضعيف

اور مختار مذہب یہ ہے کہ بالغ مردوں کے لئے عورت یا بچے کی اقتداء سب نمازوں میں ناجائز ہے کیونکہ بالغ کے نفل نابالغ کے نفل سے قوی ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر نابالغ نفل توڑ دے تو بالاجماع اس پر ان کی قضا لازم نہیں (حالانکہ بالغ پر ان کی قضاء لازم ہے) اور قوی کو ضعیف پر مبنی نہیں کیا جاتا۔ (ہدایہ ج ۱ ص ۱۲۳)

صاحب کنز کا ارشاد

اور امام ابوالبرکات نسفی لکھتے ہیں: ''**وفسد اقتداء رجل بامرأة**'' مرد کی اقتداء عورت اور بچے دونوں کے پیچھے فاسد ہے۔ (کنزالدقائق)

صاحب وقایہ کا ارشاد

اور صاحب متن وقایہ لکھتے ہیں: ''لا رجل بامرأۃ وصبی'' عورت اور بچے کی اقتداء مرد کے حق میں جائز نہیں۔ (شرح وقایہ ج ۱ ص ۱۷۶)

امام حدادی کا ارشاد

اور امام حدادی قدوری کی شرح میں لکھتے ہیں۔ بچے کی امامت بالغوں کے لئے جائز نہیں کیونکر وہ (فرض نماز میں بھی) نفل پڑھنے والا ہوتا ہے۔ اور بلخ کے مشائخ نے تراویح میں بچے کی امامت کو جائز کہا ہے۔ اور یونہی انہوں نے اس کی امامت کو عیدین اور کسوف کی نمازوں میں بھی جائز کہا ہے۔ مگر مختار مذہب میں اس کی امامت سب نمازوں میں ناجائز ہے۔ (جوہرہ نیرہ ج ۱ ص ۷۱)

شیخ طائی کا ارشاد

اور شیخ مصطفےٰ طائی حنفی لکھتے ہیں: ''عورت اور خنثی اور بچے تینوں کے پیچھے بالغ مرد کی اقتداء مطلقاً فاسد ہے۔ اگرچہ وہ جنازہ اور نفل کی نمازوں میں امام ہو اور یہی مختار مذہب ہے''۔ (شرح کنز ص ۳۹)

امام بدرالدین عینی کا ارشاد

اور امام بدرالدین عینی لکھتے ہیں۔ اور مرد کی اقتداء عورت اور بچے دونوں کے پیچھے فاسد ہے۔ کیونکہ (فرض نماز میں بھی) بچہ نفل پڑھنے والا ہوتا ہے۔ سو اس کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی اقتداء جائز نہیں اور بلخ کے مشائخ نے تراویح اور سنن مؤکدہ میں بچے کی امامت کو صحیح کہا ہے۔ مگر مختار مذہب میں تمام نمازوں میں اس کی امامت درست نہیں۔ (رمز الحقائق ص ۳۹)

امام احمد طحطاوی کا ارشاد

اور امام احمد طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں: والمختار عدم الصحة بلاخلاف بين اصحابنا نقله السيد عن العلامة مسكين اور مختار مذہب یہ ہے کہ نابالغ کی امامت صحیح نہیں۔ اور اس مسئلہ میں ہمارے اصحاب کے درمیان کوئی اختلاف نہیں یہ بات سید سعود نے ملا مسکین سے نقل کی ہے۔ (حاشیہ مراقی ص ۱۵۷)

امام حسن شرنبلالی کا ارشاد

اور امام ابوالاخلاص حسن شرنبلالی لکھتے ہیں تندرست مردوں کی امامت کی صحت کی چھ شرطیں ہیں۔ مسلمان ہونا۔ بالغ ہونا کیونکہ بچے کی فرض نماز نفل ہوتی ہے۔ اور اس کی نماز نفل توڑ دینے سے اس کی قضاء لازم نہیں ہوتی ...... الخ (مراقی الفلاح ص ۱۵۶)

امام علاء الدین حصکفی کا ارشاد

اور امام علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں: ''ولا يصح اقتداء رجل بامرأة وخنثى وصبى مطلقاً ولو فى جنازة ونفل على الاصح'' زیادہ صحیح روایت پر مرد کی اقتداء عورت خنثیٰ اور بچہ تینوں کے پیچھے ہر حال میں نادرست ہے۔ اگر چہ یہ نماز جنازہ یا نفل نماز میں ہو۔

امام ابن عابدین شامی کا ارشاد

اور علامہ شامی درمختار کی مذکورہ بالا عبارت کے ماتحت لکھتے ہیں۔ امام استروشنی نے کہا ہے کہ بچہ جب نماز جنازہ میں امامت کرائے تو چاہئے کہ یہ ناجائز ہو اور ظاہر مذہب یہی ہے کیونکہ جنازہ فرض علی الکفایہ ہے۔ اور بچہ فرض کی ادائیگی کا اہل نہیں۔ (ردالمحتار ج ا ص ۴۲۷)

امام فخر الدین زیلعی کا ارشاد

اور امام فخر الدین زیلعی لکھتے ہیں مرد کی اقتداء عورت اور بچے دونوں کے پیچھے فاسد ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ صحابی رسول ﷺ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''لا یؤم الغلام الذی لا تجب علیہ الحدود' وہ بچہ امامت نہ کرائے جس پر حدیں جاری نہ ہوتی ہوں اور یہ دلیل بھی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: لایؤم الغلام حتی یحتلم بچہ بالغ ہونے تک امامت نہ کرائے اور بلخ کے مشائخ نے نفلوں میں بچے کی امامت کو جائز کہا ہے۔ اور ضرورت کی بناء پر اس قول کو امام محمد بن مقاتل نے اختیار کیا ہے۔ لیکن مشائخ بخاری نے نفلوں میں بھی بچے کی امامت کو ناجائز کہا ہے۔ اور یہی مختار مذہب ہے۔ کیونکہ بچہ کے نفل بالغ کے نفل سے کمزور ہوتے ہیں کہ اگر بچہ نفل توڑ دے تو اس پر ان کی قضاء لازم نہیں ہوتی ولہذا اقوی کی بناء ضعیف پر لازم آتی ہے۔ اور یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ (تبیین الحقائق ج ا ص ۱۴۰)

فتاویٰ عالمگیری کا فیصلہ

اور فقہ حنفی کے مشہور و معروف فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے۔ المختار انہ لا یجوز فی الصلوات کلها کذا فی الهداية وهو الاصح هكذا فی المحيط وهو قول العامة وهو ظاهر الرواية هكذا فی البحر الرائق مختار مذہب میں بچے کے پیچھے بالغوں کی اقتداء تمام نمازوں میں ناجائز ہے۔ جیسا کہ ہدایہ میں لکھا ہے۔ اور یہی قول زیادہ صحیح ہے جیسا کہ یہ محیط میں مذکور ہے۔ اور یہی عام حنفی علماء کا قول اور ظاہر روایت ہے جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ ج ا ص ۸۵)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا فتویٰ

اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان

بریلوی قدس سرہ العزیز نے لکھا۔ نابالغ کے پیچھے بالغ کی کوئی نماز نہیں ہوسکتی اگرچہ تراویح یا نفل محض ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (احکام شریعت ص ۱۷۰)

امام صدرالشریعۃ کا ارشاد

اور خلیفہ اعلیٰ حضرت بریلوی امام صدرالشریعۃ علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں نابالغ کے پیچھے بالغین کی تراویح نہ ہوگی۔ یہی صحیح ہے۔ (عالمگیری، بہار شریعت صفحہ ۳۵ جلد ۴)

حکیم الامت کا ارشاد

اور حضرت مولانا حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب کے فتاویٰ میں ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نابالغ بچہ کے پیچھے بالغ لوگ تراویح پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بعض کا خیال ہے کہ اگر عشاء کے فرض اور وتر بالغ پڑھادے اور تراویح نابالغ تو جائز ہے۔ یہ درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: نابالغ بچہ کے پیچھے کوئی نماز جائز نہیں فرض ہو یا وتر تراویح ہو یا نماز عید نماز خسوف ہو یا کسوف یا استسقاء غرضیکہ فرض واجب نفل ہر نماز نابالغ کے پیچھے ناجائز ہے۔ بالغوں کی امامت بالغ ہی کراسکتا ہے۔ ہاں بچہ بچوں کی امامت کرسکتا ہے۔ صرف علمائے بلخ نے تراویح و دیگر نوافل میں بچوں کی امامت جائز قرار دی ہے۔ مگر یہ قول مرجوح اور ناقابل قبول اور غیر مفتی بہ ہے۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے کہ ناجائز ہے یہی صحیح ہے۔ اس پر فتوی و اعتماد ہے عالمگیری میں ہے:

علی قول ائمة بلخ یصح الاقتداء بالصبیان فی التراویح والسنن المطلقة کذا فی فتاویٰ قاضی خان والمختار انه لایجوز فی الصلوات کلها کذا فی الهدایة وهو الاصح هکذا فی المحیط

اسی طرح درمختار میں ہے: ولا یصح اقتداء رجل بامرأة وخنثی وصبی

مطلقا ولو جنازة ونفل على الاصح

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بچہ امامت کے حق میں مثل عورت وخنثی ہے کہ جیسے عورت وخنثی کسی نماز میں مرد کی امامت کے قابل نہیں ایسے ہی نابالغ بچہ بھی۔

اسی کی شرح میں علامہ شامی فرماتے ہیں: قال فی الهداية وفی التراويح والسنن المطلقة جوّزه مشائخ بلخ ولم يجوزه مشائخنا والمختار انه لايجوز فی الصلوات كلها...... الخ شامی نے تصریح فرمادی کہ نفل وفرض سنت وواجب کسی نماز میں نابالغ بچہ بالغوں کی جماعت نہیں کرسکتا۔

عقل کا بھی تقاضا یہی ہے کہ یہ امامت ناجائز ہو۔ اولاً اس لئے کہ قاعدہ شرعیہ ہے کہ کوئی نماز ضعیف کے پیچھے نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ مقتدی کی نماز امام کی نماز کے ضمن میں ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ قوی ضعیف کو اپنے دامن میں لے سکتا ہے۔ نہ کہ ضعیف قوی کو اسی لئے فرض والے کی نماز نفل والے کے پیچھے نہیں ہوسکتی بالغ کی نفل شروع کرتے ہی واجب بن جاتی ہے۔ اور توڑ دے تو قضا کرنی پڑے مگر نابالغ کا یہ حال نہیں اگر وہ نماز شروع کر کے توڑ دے تو قضاء واجب نہیں۔ اگر بالغ نابالغ کے پیچھے پڑھے تو گویا واجب والا نفل والے کے پیچھے ادا کر رہا ہے۔ اور یہ شرعی قاعدہ کے خلاف ہے۔ نیز جماعت میں بچوں کو بالغوں کے پیچھے کھڑا ہونا چاہئے مردوں کے برابر کھڑا ہونا مکروہ ہے اولاً مرد صف باندھیں پھر بچے پھر خنثی پھر عورتیں۔ جب بچوں کو مردوں کے برابر کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ تو انہیں امام بن کر آگے کھڑا ہونا کیونکر جائز ہوگا۔ حدیث شریف میں عورتوں کے بارہ میں ارشاد ہوا:

''اخروهن من حيث اخرهن الله''

چونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیچھے رکھا ہے تم بھی انہیں پیچھے رکھو کہ نماز میں نہ تو مردوں کے برابر کھڑا ہونے دو اور نہ امام بنا کر آگے کھڑا کر دو۔ علمائے بلخ کا یہ قول قواعد شرعیہ

کے بالکل خلاف ہے۔ ان کی دلیل صرف یہ ہے کہ اگر امام بھول کر پانچویں رکعت میں کھڑا ہو جائے اور اس رکعت میں اگر کوئی جماعت سے ملے تو بالاتفاق یہ شخص جماعت میں شریک ہو گیا، حالانکہ امام کی یہ رکعت نفل ہے۔ اور اس مقتدی کی فرض اسی کو صلوٰۃ مظنونہ کہتے ہیں۔ جب اس رکعت میں فرض والا نفل والے کی اقتداء کر سکتا ہے تو بچہ کے پیچھے بھی بالغ کی نماز ہو سکتی ہے۔ مگر اس دلیل پر دو طرح جرح ہے۔ ایک یہ کہ امام زفر کے نزدیک یہ رکعت مظنونہ واجب الاداء ہو جاتی ہے۔ اس کے توڑنے پر قضاء واجب لہذا اس کے نفل ہونے پر اجماع نہ رہا بخلاف بچہ کے کہ اس کی نماز کے غیر واجب ہونے پر اجماع ہے۔ دیکھو ہدایہ باب امامت لہذا بچہ کی نماز اس پر قیاس کرنا غلط ہے۔

اختلاف مجتہدین سے مسئلہ میں وسعت ضرور پیدا ہو جاتی ہے۔ دوسرے اس طرح کہ پھر تو مشائخ بلخ کو چاہئے کہ بچہ کے پیچھے بالغ کی فرض نماز بھی جائز کہیں، کیونکہ رکعت مظنونہ میں فرض والے کی نفل والے کے پیچھے درست ہے۔ عجیب بات ہے کہ مقیس علیہ میں فرض کی اقتداء ہو رہی ہے۔ اور مقیس میں آپ نفل کی قید لگاتے ہیں۔ بہر حال بقاعدہ حنفیہ نابالغ بچہ کے پیچھے بالغ کی کوئی نماز جائز نہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم) (فتاویٰ نعیمیہ صفحہ ۱۳۰)

الحمد للہ! ان سولہ عبارات متبرکہ سے روزِ روشن کی طرح روشن ہوا کہ حنفی مذہب مہذب کی ظاہر روایت مختار مذہب اور اصح قول میں نابالغ کے پیچھے بالغین کی کوئی نماز جائز اور درست نہیں۔ بلکہ یہ اقتداء سرے سے ہی فاسد اور کالعدم ہے۔ یہی ہمارے عام حنفی فقہاء وائمہ کا بھی قول ہے۔ لہذا جو شخص حنفی کہلوانے کے باوجود حافظ بچوں کے پیچھے تراویح بلکہ فرض و وتر پڑھتا ہے۔ وہ اپنی نمازوں کو سرے سے ہی ضائع کرنے والا ہے۔ اے کاش ہمارے بھولے بھالے حنفی سنی مسلمان اس نازک مسئلہ کو سمجھیں اور نابالغ بچوں کو امامت پر لگانے سے گریز کریں تو کتنا اچھا ہو۔

وھذا آخر ما اردنا ایراده فی ھذه المقالة النافعة تقبلها اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ واصحابہ وبارک وسلم وانا الفقیر ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفراللہ تعالیٰ لی خادم التدریس والتصنیف بالجامعۃ الحیدریۃ فضل المدارس ببلدۃ سھنسہ من مضافات آزاد کشمیر

(۲۹/ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انیسواں مقالہ

مسئلہ صلوٰۃ وسلام بعد از نماز جمعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی النبی الکریم الامین وعلی الہ واصحابہ اجمعین . امابعد !

آج کل اہل سنت کی مساجد میں نماز جمعہ کے بعد کھڑے ہو کر دست بستہ بآواز بلند مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام اور یا نبی سلام علیک وغیرہ الفاظ میں صلوۃ وسلام پڑھا جاتا ہے۔ وہابی دیوبندی اور مودودی لوگ اس صلوٰۃ وسلام کو خلاف سنت قرار دیتے ہیں۔اور قابل ترک بتاتے ہیں ۔ اور اس پر طرح طرح کے بے بنیاد اعتراضات عائد کرتے ہیں۔ ہم نے اس مختصر مقالہ میں اس صلوۃ وسلام کا ثبوت اور مخالفین کے اعتراضات کا مدلل جواب پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف مقبولیت بخشے اور اسے اہل ایمان کی زیادتیٔ ایمان کا ذریعہ بنائے ۔ (آمین بجاہ النبی الامین ﷺ)

بروز جمعہ بکثرت درود وسلام پڑھنے کا حکم ہے

اگر چہ نبیٔ اکرم ﷺ پر جس گھڑی جس جگہ سے اور جس بھی حالت میں درود شریف پڑھا جائے شرعاً جائز، باعث اجر عظیم اور موجب خوشنودیٔ حق تعالیٰ ہے۔مگر جمعہ کے روز و شب میں آپ پر درود وسلام بکثرت پڑھنے کا حکم متعدد احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔ ہم یہاں بعض روایات مبارکہ تبرکاً نقل کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

پہلی حدیث:

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے بہترین دنوں میں سے ایک دن جمعہ کا دن ہے۔اس دن آدم پیدا کئے گئے ۔اور اس دن ان کو وفات دی گئی اور اس دن نفخہ ہوگا اور اس دن صعقہ ہوگا۔

فاکثروا علی من الصلوۃ فیہ فان صلوتکم فیہ معروضۃ علی سوتم اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیوں کہ اس دن تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے

عرض کیا گیا یا رسول اللہ ہم آپ پر کیسے درود بھیجیں گے جب کہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے؟ فرمایا۔ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء بلا شبہ اللہ نے زمین پر انبیاء کے اجسام کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ (مطالع المسرات ص ۳۲، نسائی شریف ص ۲۰۳ ج ۱، ابوداؤد شریف ص ۱۵۰ ج ۱، شفا شریف ص ۵۲ ج ۲، ابن ماجہ ص ۷۶ ج ۱، اور امام نووی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں رواہ ابوداؤد باسناد صحیح (ریاض الصالحین ص ۱۹۱) اور امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں رواہ احمد و ابوداؤد والنسائی وابن حبان وابن ماجہ والحاکم وھذا حدیث حسن (دجامع صغیر ص ۹۹ ج ۱) اور خطیب بغدادی فرماتے ہیں رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ والدارمی والبیہقی فی الدعوات الکبیر مشکوۃ ص ۱۱۰ ج ۱)

دوسری حدیث

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا

اکثروا الصلوۃ علی یوم الجمعۃ فانه مشھود یشھده الملائکة وان احداً لم یصل علی الا عرضت علی صلاته حتی یفرغ منھا

جمعہ کے روز مجھ پر بکثرت درود بھیجا کرو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے۔ اس دن فرشتے حاضری دیتے ہیں۔ اور جو شخص (اس روز) مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ اس کا درود شریف مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔۔ یہاں تک کہ وہ درود بھیجنے سے فراغت پائے۔ میں نے عرض کیا وفات کے بعد بھی۔ فرمایا۔ بلا شبہ اللہ نے زمین پر نبیوں کے اجسام کھانا حرام کیا ہے۔ "فنبی اللہ حی یرزق" سو اللہ کا نبی زندہ ہے۔ اس حال میں کہ وہ رزق دیا جاتا ہے۔ (مشکوۃ ص ۱۱۱ ج ۱، ابن ماجہ ص ۷۶ ج ۱)

تیسری حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا الصلوۃ

علی نور علی الصراط فمن صلی علی یوم الجمعة ثمانین مرة غفرت له

ذنوب ثمانين عاما ۔ مجھ پر درود بھیجنا پل صراط پر نور ہے۔ جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر اسی مرتبہ درود بھیجے اس کے اسی سال کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (رواہ الازدی فی الضعفاء والدارقطنی فی الافراد عنہ وھذا حدیث حسن جامع صغیر ص۵۱ ج ۲)

چوتھی حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ و السلام نے فرمایا

اکثروا الصلوۃ علی فی یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ فمن فعل ذلک کنت له شهيدا او شفيعا يوم القيامة جمعہ کے روز و شب میں مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔ سو جو شخص ایسا کرے میں قیامت کے دن اس کے حق میں گواہ یا سفارشی ہوں گا۔ (رواہ البیهقی فی الشعب ، خصائص کبری ص ۲۶۰ ج ۲)

تنبیہ: امام شیخ ابو طالب مکی فرماتے ہیں کہ جمعہ کے شب و روز میں بکثرت درود بھیجنے کی کم از کم مقدار تین سو مرتبہ ہے۔ (المطالع ص۳۴)

پانچویں حدیث

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا

اکثروا الصلوۃ علی فی یوم الجمعۃ فانه لیس یصلی علی احد یوم الجمعۃ الا عرضت علی صلاته. جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیوں کہ جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر درود بھیجے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ (شفاء السقام ص۱۸۲)

چھٹی حدیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

ان اقربکم منی یوم القیامۃ فی کل موطن اکثرکم علی صلوۃ فی الدنیا فمن صلی علی یوم الجمعۃ و لیلۃ الجمعۃ قضی اللہ له مائة حاجة

سبعین من حوائج الآخرة و ثلاثین من حوائج الدنیا ثم یؤ کل الله بذلک ملکایدخل فی قبری کما تدخل علیکم الھدایا یخبر من صلی علی باسمه ونسبه الی عشیرته فاثبته عندی فی صحیفة بیضاء

بلا شبہ قیامت کے دن ہر جگہ میں میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو دنیا میں مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجے گا۔ سو جو شخص مجھ پر جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں درود بھیجے۔ اللہ اس کی ایک سو حاجتیں ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی پوری کرے گا۔ پھر اللہ اس درود پر فرشتہ مقرر کرے گا تو وہ اسے میری قبر میں داخل کرے گا جس طرح تم پر ہدیے پیش کئے جاتے ہیں۔ درآں حالیکہ وہ مجھے درود بھیجنے والے کے نام اور اس کے قبیلے کی خبر دے گا تو میں اس درود کو اپنے سفید صحیفے میں رکھ لوں گا۔ (شفاء السقام ص ۱۸۲، جذب القلوب ص ۱۸۸)

ساتویں حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یزید بن وھب سے فرمایا۔ جمعہ کے روز ایک ہزار بار درود شریف پڑھنا ترک نہ کرو۔ کہو اللھم صل علی محمد النبی الامی۔ (شفاء السقام ص ۱۸۲، جذب القلوب ص ۱۸۸)

آٹھویں حدیث

دمیری نے شرح منہاج میں نقل کیا ہے کہ حدیث حسن میں آیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے روز پیغمبر علیہ السلام پر اللھم صل علی محمد عبدک و رسولک النبی الامی وعلی آله و اصحابه وسلم تسلیما کے الفاظ سے درود شریف بھیجے اس کے اسی سال کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (جذب القلوب ص ۱۸۹)

نویں حدیث

کتاب مفاخر الاسلام میں مذکور ہے کہ جو شخص جمعہ کے روز نماز عصر کے بعد جائے نماز سے اٹھنے سے پہلے پہلے اسی بار پیغمبر علیہ السلام پر درود شریف بھیجے اس کے اسی سال کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (جذب القلوب ص ۱۸۹)

دسویں حدیث

روایت میں آیا ہے کہ حضرت خالد بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے پہلے ان کے سر کے نیچے ایک کاغذ کا ٹکڑا پایا گیا جس پر لکھا تھا۔ براءۃ من النار لخالد بن کثیر۔ خالد بن کثیر کے لئے دوزخ سے آزادی ہے۔ ان کے گھر والوں سے دریافت کیا گیا کہ وہ کیا عمل کرتے تھے جس کی وجہ سے انہیں یہ کرامت ملی؟ تو انہوں نے کہا ان کا عمل یہ تھا کہ وہ ہر جمعہ کو سید المرسلین ﷺ پر ایک ہزار مرتبہ درود شریف بھیجا کرتے تھے۔ (جذب القلوب ص ۱۸۹)

وتلک عشرۃ کاملۃ

ان دس احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے شب و روز میں سرور کائنات ﷺ پر بکثرت درود شریف بھیجنے کا حکم خود شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے دیا اور اس میں بڑا اجر و ثواب اور فضیلت ہے۔ وھذا ھو المقصود والحمد للہ علی ذلک۔

جمعہ کے دن بکثرت درود شریف اور سلام پڑھنے کی حکمت

امام فاسی جمعہ کے دن بکثرت درود و سلام پڑھنے کی حکمت ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔ ''جمعہ کے دن کو نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر بکثرت درود و سلام بھیجنے کے ساتھ

اس کی فضیلت کی وجہ سے خاص کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس دن فرشتے حاضری دیتے ہیں۔ اور اس روز حضور ﷺ پر درود پیش کیا جاتا ہے۔ اور اس دن میں مقبولیت کی ایک گھڑی ہے۔ اور ان کے علاوہ اور وہ فضائل بھی ہیں جو اس دن کے متعلق ذکر کئے گئے ہیں۔ اور ابن القیم نے کہا ہے کہ جمعہ کے روز بکثرت صلوۃ وسلام پڑھنے میں یہ حکمت ہے کہ حضور سید الانام ہیں۔ اور جمعہ سید الایام ہے۔ سو اس دن صلوۃ وسلام پڑھنے میں ثواب کی زیادتی ہے۔ جو دوسرے دن کے صلوۃ وسلام میں نہیں۔ علاوہ ازیں اس میں حکمت یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ کی امت کو دنیا و آخرت میں جو نعمتیں ملی ہیں وہ حضور ﷺ ہی کے ہاتھوں سے ملی ہیں۔ سو یہ دن امت محمدیہ کے لئے عید کا دن ہے۔ اور انہیں آخرت میں سب سے بڑی کرامت جمعہ کے روز حاصل ہوگی۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ جمعہ کی رات اور دن کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ جمعہ کی رات حضور سرور کائنات کا نور حضرت آمنہ کے شکم مبارک میں داخل ہوا جس سے جمعہ کے شب و روز کو حضور کی ولادت سے نسبت حاصل ہو گئی ہے۔ اس لئے اسے عید منانا اور اس میں بکثرت صلوۃ وسلام پڑھنا اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری اور خوشی منانا اور تعظیم نبوی ہے۔ (مطالع المسرات ص ۳۴)

فقہائے کرام کا فتوی

مذکورہ بالا احادیث صحیحہ معتبرہ کی بناء پر فقہائے کرام نے جمعہ کے شب و روز کو درود وسلام کے مواضع استحباب میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ امام ابن عابدین شامی فرماتے ہیں۔

ونص العلماء علی استحبابها فی مواضع یوم الجمعة ولیلته اور علماء نے چند مواضع میں درود وسلام ...... کے مستحب ہونے کی نص فرمائی ہے۔ ان مواضع استحباب میں سے ایک موضع جمعہ کے شب و روز ہیں۔ (درمختار ص ۳۸۳ ج ۱)

نماز جمعہ کے بعد صلوۃ وسلام مستحب ہے

یہاں تک جو کچھ بیان ہوا ہے۔ اس سے روز روشن کی طرح عیاں ہوا کہ جمعہ کے

شب و روز میں درود و سلام کی کثرت مستحب ہے اور چونکہ نماز جمعہ کے بعد کا وقت بھی جمعہ کے دن کا حصہ ہے۔ اس لئے اس میں پڑھا جانے والا درود و سلام بھی مستحب ہی ہے۔ اسے ممنوع و بدعت کہنا اپنی جہالت اور بے دینی کا واضح ثبوت دینا ہے۔ اللہ تعالی ہمارے مخالفین کو ہدایت نصیب کرے جو بات بات پر بدعت و ناجائز ہونے کا فتوی جڑ دیتے ہیں۔ (والی اللہ المشتکی)

ازالہ شکوک وشبہات

اب ہم ان شکوک وشبہات کا ازالہ کرتے ہیں جو بعد از نماز جمعہ پڑھے جانے والے صلوۃ وسلام کے متعلق پیدا کئے جاتے ہیں۔ وبا للہ التوفیق.

پہلا اعتراض

مشہور و معروف دیو بندی مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب زاد السعید میں ہے درمختار میں ہے کہ درود شریف پڑھتے وقت اعضاء کو حرکت دینا اور بآواز بلند پڑھنا جہل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض جگہ جو رسم ہے کہ نمازوں کے بعد حلقہ باندھ کر چلا چلا کر درود شریف پڑھتے ہیں۔ قابل ترک ہے۔ (زاد السعید بحوالہ فضائل درود مؤلفہ مولوی محمد زکریا دیو بندی ص ۸۷)

الجواب: درمختار کی عبارت اس طرح ہے۔

وازعاج الاعضاء برفع الصوت جهل وانما هي دعاء له والدعاء يكون بين الجهر والمخافتة كذا اعتمده الباجي في كنزا لعفاة

اور درود شریف بآواز بلند پڑھتے وقت اعضاء کو حرکت دینا جہل ہے۔ اور سوائے اس کے نہیں کہ درود شریف حضور ﷺ کے لئے دعا ہے۔ اور دعا جہر و خفاء کے مابین ہونی چاہیے۔ جیسا کہ اس پر امام باجی نے کتاب کنز العفاۃ میں اعتماد فرمایا۔ (درمختار ص ۳۸۴ ج ۱)

اس عبارت میں بآواز بلند درود شریف پڑھتے وقت اعضاء گھمانے کو جہل فرمایا

نہ یہ کہ درود شریف پڑھتے وقت آواز بلند کرنے کو جہل کہا ہے۔ جیسا کہ تھانوی صاحب نے سمجھا ہے۔ بلکہ ایک عام عربی دان بھی جانتا ہے کہ اس عبارت میں ازعاج الاعضاء مبتداء اور جہل اس کی خبر ہے۔ اور برفع الصوت ازعاج کے متعلق ہے۔ نہ یہ کہ وہ اس پر معطوف ہے۔ ولہذا تھانوی صاحب نے عبارت کا ترجمہ غلط کر کے غلط معنی پیش کیا ہے۔ سچ ہے۔

گر ہمیں مکتب وہمیں ملاں کار طفلاں تمام خواھدشد

اگر دیوبندی حکیم الامت کا یہ حال ہے۔ تو پھر دیوبندی امت کا کیا حال ہوگا۔
ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ درمختار میں درود شریف بآواز بلند پڑھتے وقت اعضاء گھمانے کو جہل فرمایا گیا ہے۔ تو پھر دیوبندی بھلے مانسوں کو یہ کون بتائے کہ بریلوی اہل سنت نماز جمعہ کے بعد حلقہ باندھ کر جو صلوۃ وسلام پڑھتے ہیں۔ اس میں کوئی شخص اپنے اعضاء کو حرکت نہیں دیتا بلکہ ہر شخص دست بستہ ادب سے کھڑے ہو کر عقیدت ومحبت سے صلوۃ وسلام عرض کرتا ہے۔ اور بالخصوص اسی حالت کی عکاسی کے لئے یہ شعر پڑھا جاتا ہے۔

دست بستہ ہیں کھڑے حاضر غلام
اور پیش کرتے ہیں غلامانہ سلام

پھر ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ درمختار کا فتویٰ تو صلوۃ وسلام کے وقت اعضاء کو حرکت دینے والوں کے متعلق ہے۔ جسے کھینچ تان کر دیوبندی حکیم الامت نے ہم بریلوی اہل سنت پر چسپاں کر دیا ہے۔

اور درمختار نے تو درود وسلام کے ترک کا حکم دینے کی بجائے ہاتھوں کو لہرانے اور اعضاء کو حرکت دینے کو جہل بتایا مگر تھانوی صاحب نے سرے سے صلوۃ وسلام ہی کو قابل ترک بتا دیا۔ ان کم فہموں سے یہ کون پوچھے کہ اگر کوئی شخص نماز مکروہ طریقہ سے ادا کرتا ہو

تو اسے یہ تو نہیں کہا جائے گا کہ تم نماز ہی چھوڑ دو بلکہ اسے صحیح طریقہ سے نماز ادا کرنے کو کہا جائے گا۔ اگر تھانوی صاحب صحیح سنی ہوتے تو یہ فتوی دیتے کہ نماز جمعہ کے بعد صلوۃ وسلام تو پڑھو مگر اعضاء کو حرکت نہ دو۔ مگر وہ اپنی وہابیت سے مجبور تھے۔ اس لئے قابل ترک کا حکم لگا دیا۔

اعلی حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

ثانیاً اگر یہ تسلیم ہی کر لیا جائے کہ صاحب درمختار نے بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کو بھی جہل قرار دیا ہے تو ان کا یہ قول مذہب حنفی کے مختار قول (جواز ذکر بالجہر) کے خلاف ہونے کی وجہ سے اصلاً معتبر نہ ہوگا پھر اس نامعتبر قول کی وجہ سے نماز جمعہ کے بعد باآواز بلند پڑھے جانے والے صلوۃ وسلام کو قابل ترک کہنا کیوں کر صحیح ہوگا۔ **فافهم فانه من مزلات الاقدام والله ولی التوفیق۔**

دوسرا اعتراض

مولوی عبداللطیف جہلمی دیوبندی کی کتاب "چند الزامات کا جواب" میں ہے۔ درود شریف کو سب کامل کر گیت کی صورت میں پڑھنا جو آج کل کا معمول ہے خلاف سنت ہے۔

الجواب: جمعہ کے شب و روز میں بکثرت درود شریف پڑھنے کا حکم بہت سی صحیح حدیثوں میں خود شارع علیہ السلام نے دیا ہے۔ جیسا کہ مذکور ہوا ہے۔ مگر اس کی کوئی خاص ہیئت متعین نہ فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ اس صلوۃ وسلام کے متعلق کوئی خاص طریقہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین سے منقول نہ ہوا بلکہ سلف صالحین اپنے اپنے طریقہ سے صلوۃ وسلام بکثرت پڑھا کرتے تھے۔

بہر حال اس صلوۃ وسلام کے پڑھنے کا کوئی مسنون طریقہ نہیں کہ اس کی خلاف ورزی کو خلاف سنت قرار دیا جا سکے۔ لہذا جہلمی صاحب کا آج کل کے مروجہ طریقہ صلوۃ و سلام کو خلاف سنت کہنا سراسر غلط ہے۔ جہلمی صاحب ہی بتائیں کہ سلف صالحین جمعہ کے شب و روز میں بکثرت دورد وسلام پڑھا کرتے تھے یا نہیں اور اگر پڑھا کرتے تھے تو کیا ان سب کے پڑھنے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا اور اگر ان سب کے پڑھنے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا تو وہ کیا طریقہ تھا جسے جہلمی صاحب سنت قرار دے کر آج کل کے مروجہ طریقہ کو خلاف سنت قرار دے رہے ہیں۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

تیسرا اعتراض

ایک مولوی صاحب نے کہا ہے کہ درود شریف ضرور پڑھو مگر کھڑے ہو کر پڑھنا جائز نہیں۔ (السلطان المفیض مؤلفہ مولانا محمد ایوب ہزاروی خطیب جہلم)

الجواب: حالتیں تین ہیں۔ قیام، قعود اور رقود۔ قیام افضل ترین حالت ہے پھر قعود، پھر رقود۔ یہی وجہ ہے کہ نماز میں قیام فرض ہے۔ اور خطبہ میں بھی لازم ہے۔ نماز میں اگر قیام متعذر یا متعسر ہو تو قعود کی اجازت ہے۔ اور اگر قعود بھی متعذر یا متعسر ہے تو رقود کی رخصت ثابت ہے۔ ان تینوں حالتوں میں صلوۃ وسلام پڑھنا جائز ہے۔ مگر افضل ترین حالت (قیام) میں پڑھا ہوا صلوۃ وسلام غیر افضل حالتوں (قعود و رقود) میں پڑھے ہوئے صلوۃ وسلام پر یقیناً فضیلت و فوقیت اور زیادتیِ اجر وثواب رکھتا ہے۔ دیکھئے جو نوافل قیام کے ساتھ پڑھے جائیں وہ بیٹھ کر پڑھے جانے والے نوافل پر دوگنا زیادہ اجر وثواب رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اہل سنت کھڑے ہو کر دست بستہ صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں، تا کہ ہمیں زیادہ سے زیادہ اجر وثواب حاصل ہو۔ وہابیہء زمانہ اپنی کم فہمی و بے علمی کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں اور قیام کی حالت میں صلوۃ وسلام پڑھنے کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ والی اللہ المشتکی۔

چوتھا اعتراض

اہل سنت ہر جمعہ کو صلوٰۃ وسلام کیوں پڑھتے ہیں؟ بعض جمعہ کو ناغہ ہونا چاہیئے تاکہ لوگ اس کو فرض واجب نہ اعتقاد کریں۔ کما قال بعض المودودیة فی دیارنا۔

الجواب: حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اکثروا من الصلوۃ علی فی کل یوم الجمعة فان صلاۃ امتی تعرض علی فی کل یوم جمعة فمن کان اکثرھم علی صلاۃ کان اقربھم منی منزلة رواہ البیھقی فی شعب الایمان۔ ہر جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے صلوٰۃ بھیجو کیونکہ ہر جمعہ کے روز مجھ پر میری امت کا درود پیش کیا جاتا ہے۔ سو جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجے وہ میرے نزدیک سب سے زیادہ قریب درجہ والا ہوتا ہے۔ (جامع الصغیر للجلال السیوطی ص ۵۴ جلد اول)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہر جمعہ کے دن درود شریف بھیجنا چاہیے اور کسی جمعہ کو ناغہ کرنا اس حدیث کی خلاف ورزی ہے۔ اسی وجہ سے اہل سنت ہر جمعہ کو پابندی سے صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں۔

پانچواں اعتراض

اہل سنت جمعہ کی نماز کے بعد کیوں صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں؟ حالانکہ یہ وقت شرعاً صلوٰۃ وسلام کے لئے مقرر نہیں ہے۔

الجواب: شیخ محقق علی الاطلاق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ شک نیست کہ صلوٰۃ نبوی در جمیع مواطن خیر ومجال برکت مستحسن ومستحب است ولیکن علماء چند مواضع کہ استحباب وایں فضیلت دراں جامؤکد تر وفاضل تر است عد کردہ اند ومجموع آنچہ نظر آمدہ ایں چند مواضع ست کہ بیان کردہ می شود الی ان قال در روز جمعہ وشب جمعہ خصوصاً بعد از نماز جمعہ اھ بلفظہ۔

اس میں شبہ نہیں کہ جملہ خیر و برکت کی جگہوں میں درود شریف پڑھنا مستحسن اور مستحب ہے۔ لیکن علماء نے چند جگہیں گنی ہیں جن میں درود شریف کا استحباب اور ثواب زیادہ مؤکد اور زیادہ فضیلت والا ہے۔ اور وہ سب جگہیں جو نظر سے گزری ہیں بیان کی جاتی ہیں پھر یہاں تک فرمایا اور جمعہ کے شب و روز میں خصوصاً نماز جمعہ کے بعد درود شریف پڑھنا زیادہ مؤکد اور زیادہ فضیلت کا حامل ہے۔ (جذب القلوب ص ۱۹۰)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز جمعہ کے بعد درود و سلام پڑھنے میں زیادہ فضیلت و ثواب ہے۔ اسی لئے ہم اہل سنت اس وقت صلوۃ و سلام پڑھتے ہیں۔ والحمد للہ علی ذلک۔

چھٹا اعتراض

یا نبی سلام علیک اور مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام بناوٹی درود و سلام ہیں ان کو پڑھنے کی بجائے درود ابراہیمی وغیرہ درود ہائے ماثورہ کیوں نہیں پڑھے جاتے؟

الجواب: جمعہ کے روز و شب میں بکثرت درود شریف پڑھنے کا مطلق حکم دیا گیا ہے۔ اس کا اطلاق درود ہائے ماثورہ و غیر ماثورہ سب کو شامل ہے۔ تو غیر ماثورہ درود و سلام پڑھنے میں کون سی خرابی ہے۔ دیوبندی مولویوں کی متفقہ معتبر کتاب المہند میں ہے۔ ہمارے نزدیک حضرت ﷺ پر درود شریف کی کثرت مستحب اور نہایت موجب اجر و ثواب طاعت ہے۔ خواہ دلائل الخیرات پڑھ کر ہو یا درود شریف کے دیگر رسائل مؤلفہ کی تلاوت سے ہو۔ لیکن افضل ہمارے نزدیک وہ درود شریف ہے جس کے لفظ بھی حضرت سے منقول ہیں۔ گو غیر منقول کا پڑھنا بھی فضیلت سے خالی نہیں اور اس بشارت کا مستحق ہو ہی جائے گا کہ جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا حق تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجے گا۔ (ماضی الشفرتین ص ۳۳)

اور مولوی محمد قاسم قاسمی دیوبندی نے لکھا ہے کہ "صلوۃ و سلام کے حکم کی تعمیل ہر اس صیغہ سے ہو سکتی ہے۔ جس میں صلوۃ و سلام کے الفاظ ہوں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ

الفاظ آنحضرت ﷺ سے بعینہ منقول بھی ہوں۔ بلکہ جس عبارت سے بھی صلوۃ وسلام کے الفاظ ادا کیے جائیں اس حکم کی تعمیل اور درود شریف کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔(درود و سلام بر خیر الانام ص ۲۱)

دیو بندی مولویوں کی ان عبارتوں سے ثابت ہو گیا کہ اہل سنت جن الفاظ سے درود شریف پڑھتے ہیں۔ ان سے صلوۃ وسلام کے حکم کی تعمیل ہو جاتی ہے۔ اور ثواب بھی مل جاتا ہے۔ والحمد للہ علی ذالک۔

لاکھ مدعی پہ بھاری ہے گواہی تیری

ساتواں اعتراض

رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی پر صلوۃ وسلام بھیجنے میں یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہی کہا جاوے براہ راست آپ کو مخاطب بنانا روضہ رسول اطہر سے نزدیک ہونے کے علاوہ ناجائز و بدعت ہے۔ جس طرح بعض فریب خوردہ لوگ اپنے گھر بیٹھ کر یا نبی سلام علیک کہتے ہیں۔ یہ طریقہ من گھڑت ہے۔ کار ثواب تو کیسے ہو گا بلکہ یہ بدعت صریح ہے۔ (درود وسلام بر خیر الانام ص ۳۲)

الجواب: مسلمان حضور علیہ السلام کے زمانے سے آج تک خود حضور علیہ السلام کی تعلیم سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر براہ راست بصیغہ خطاب ہر نماز کے ہر التحیات میں درود وسلام۔ **السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ**، کے الفاظ میں پیش کرتے چلے آئے ہیں۔ لہذا دیو بندی مولویوں کا دور سے براہ راست سلام پیش کرنے کو ناجائز و بدعت کہنا بذات خود ناجائز و بدعت ہے۔ اگر التحیات میں روضہ اطہر سے دور براہ راست آپ ﷺ پر سلام پیش کرنا جائز ہے۔ تو نماز سے باہر آپ ﷺ پر سلام پیش کرنے کی ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ اہل سنت **یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک یا حبیب سلام علیک صلوۃ اللہ علیک** کے الفا

میں جوصلوۃ وسلام پیش کرتے ہیں......اگر بالفرض یہ من گھڑت ہی ہیں۔تو ان میں ثواب اور فضیلت موجود ہے۔جیسا کہ چھٹے اعتراض کے جواب میں ہم نے خود تمہاری اسی کتاب سے ثابت کیا ہے۔لہذا تمہارا اس صلوۃ وسلام سے روکنا کارثواب سے روکنا ہے۔

اعلیٰ حضرت خوب فرماتے ہیں

ذکر روکے ' فضل کاٹے ' نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

آٹھواں اعتراض

''خطیب صاحب نے کہا ہے کہ میں نے شریعت کی ہر کتاب پڑھی ہے۔ یہ (جمعہ کے بعد پڑھا جانے والا) صلوۃ وسلام نہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں پڑھا جاتا تھا اور نہ ہی صحابہ کرام کے دور میں پڑھا گیا۔ یہ صرف نعت خوانوں نے روپے بٹورنے کے لئے نکالا ہے۔'' (السلطان المفیض ص ۳)

الجواب : اولاً مولوی صاحب نے شریعت کی ہر کتاب پڑھی ہو گی مگر سمجھی نہ ہو گی۔اگر وہ کتب اصول فقہ کو سمجھ کر پڑھتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ نصوص شرع سے احکام شرع کے اثبات کے چار طریقے ہیں۔ عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص۔جمعہ کی نماز کے بعد پڑھا جانے والا صلوۃ وسلام حدیث اکثروا الصلوۃ علی یوم الجمعۃ رواہ ابن ماجہ کی عبارت النص سے ثابت ہے۔چونکہ مولوی صاحب پر وہابیت کا خمار چڑھ گیا ہے۔اس لئے وہ اس صلوۃ وسلام کو ناجائز و بدعت قرار دے رہے ہیں۔ثانیاً بالفرض اگر یہ صلوۃ وسلام قرون خیر میں موجودہ ہیئت کے ساتھ نہیں پڑھا گیا تو یہ بات اس کے ناجائز ہونے کی دلیل نہیں۔ کیونکہ صدہا کام ان ادوار سعیدہ کے بعد شروع ہوئے اور فقہائے امت نے انہیں بدعت حسنہ کہہ کر جائز قرار دیا۔

جیسا کہ علوم صرف ونحو وغیرہ۔مولوی صاحب ہی بتائیں کہ آج جس ہیئت سے یہ

علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ کیا اسی ہیئت سے یہ علوم قرون خیر میں بھی پڑھائے جاتے تھے۔ اگر نہیں پڑھائے جاتے تھے تو یہ کیوں ناجائز و بدعت نہیں ہوئے۔ اور صلوۃ وسلام ناجائز و بدعت ہوگیا۔ واللہ لا یھدی کید الخائنین۔

نواں اعتراض

مولوی صاحب نے مثال دی کہ ہم چوہدری صاحب کو کہیں ''او چوہدری'' تو سب برا منائیں گے۔ خود چوہدری بھی برا منائے گا۔ یہ گستاخی کا کلمہ ہے۔ یونہی یا نبی یا رسول کہنا بھی غلط ہے۔ اور آپ کی گستاخی ہے۔ استغفر اللہ العظیم۔ (السلطان المفیسف ۳)

الجواب

حضور ﷺ کو یا نبی یا رسول کے الفاظ سے مخاطب بنانا یقیناً جائز اور کوئی گستاخی نہیں۔ صحابہ کرام ہمیشہ آپ کی خدمت میں یارسول اللہ کہتے رہے، تو کیا صحابہ کرام گستاخی کرتے رہے۔ گستاخی کا کلمہ وہ ہوتا ہے جس کو عرف عام میں گستاخی کا کلمہ سمجھا جائے۔ یا نبی یا رسول کے کلمات کو آج تک کسی نے گستاخی کا کلمہ نہیں سمجھا اس لئے یہ کلمات گستاخی کے کلمات نہیں۔ صرف مولوی صاحب کے عقل میں بگاڑ ہے۔ اس لئے وہ ان میں گستاخی سمجھ رہے ہیں۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ اب ہم اس مسئلہ کے متعلق ایک فتوی نقل کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

ایک فتوی

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں کہ وعظ اور میلاد کی مجالس میں سب کا آواز ملا کر حضور ﷺ پر درود شریف پڑھنا جائز ہے یا

نہیں؟ اور جمعہ کی دن بعد ختم نماز سب مصلی متفق ہوکر مسجد میں بآواز بلند درود شریف پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: محفل وعظ ہو یا مجلس میلاد پاک، قبل نماز ہو یا بعد نماز، مسجد ہو یا غیر مسجد رات ہو یا دن، بے وضو یا باوضو، کھڑے ہو یا بیٹھ کر صیغہء خطاب سے ہو یا غیر خطاب سے، بلند آواز سے ہو یا دھیمی آواز سے، سال کا کوئی مہینہ ہو، کوئی گھڑی ہو ہر حالت میں درود شریف پڑھنا قطعاً جائز ہے کہ آیت کریمہ کے اطلاق پر بے جا قیود کا اضافہ کرنا شریعت مطہرہ پر افترا کرنا ہے۔۔ جو شخص کسی صورت خاص کی ممانعت کرے ثبوت دے۔ علامہ محقق سیدی کمال الملۃ والدین محمد نے فتح القدیر میں تصریحا قاعدہ کلیہ بتایا ہے کہ **کل ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا** جس بات کو حضور ﷺ کے ادب میں زیادہ دخل ہو وہ زیادہ اچھی ہے۔ ائمہ محققین نے زمانہ سلف سے آج تک جو نیا طریقہ حضور کی تعظیم وتکریم کا نکالا اس کو برا نہ بتایا بلکہ مستحسن ٹھہرایا۔ مثلاً آٹھویں صدی کے آخر میں بعد آذان حضور پر صلوۃ وسلام عرض کرنا ایجاد کیا گیا اس کو در مختار میں لکھا ہے۔ **التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنة سبع مائة واحدی و ثمانین وھو بدعة حسنة**

بعد آذان حضور پر صلوۃ وسلام پڑھنا ربیع الآخر ۷۸۱ھ میں ایجاد کیا گیا اور بدعت حسنہ ہے۔ حضور ﷺ پر سلام پڑھنے کا یہ نیا طریقہ نکالیکن اس سے حضور ﷺ کی شان اظہار ہوتا ہے۔ لہذا علماء نے اچھا جانا۔ ہر نئی چیز جو مستحسنات شرعیہ کے تحت میں داخل ہو محمود ہے۔ اور اگر مستقبحات میں شامل ہے۔ تو ممنوع ہے۔ اور اگر نہ مستحسنات سے ہے۔ نہ مستقبحات سے تو وہ مباح ہے۔ کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ کما تقرر فی الاصول۔ (ماہنامہ سالک راولپنڈی بابت نومبر ۱۹۵۶ء ص ۴۶)

الحمد للہ ! یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے۔اس سے بعد از نماز جمعہ پڑھے جانے والے مروجہ صلوۃ وسلام کا استحسان واستحباب بکمال ثابت ہو گیا ہے۔سنی مسلمانوں سے گزارش ہے کہ وہ اس کار خیر میں کوشش سے شامل ہوا کریں۔

وھذا آخر ما اردنا ایراده فی هذه المقالة النافعة تقبلها الله تعالی بمنه العظیم ورسوله الکریم . ﷺ وانا ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی خادم التدریس والتصنیف بالجامعه الحیدریه فضل المدارس ببلدة سهنسه من مضافات آزاد کشمیر .

(۵ محرم الحرام ۱۴۰۷ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیسواں مقالہ

میت کو دوبار غسل دینے کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین. امابعد.

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ میت کو دوسرا غسل دینا جیسا کہ آج کل ہمارے علاقوں میں مروج ہے۔ از روئے شریعت بمطابق فقہ حنفی جائز ہے۔ یا نہیں؟ بعض لوگ پہلے غسل کو اور بعض دوسرے غسل کو فضول کہہ کر عوام کو دوسرے غسل سے روکتے ہیں۔ ان کا یہ فعل کیسا ہے۔؟ بینوا توجروا
(پیش کردہ جناب چمن پیر شاہ صاحب سہرمنڈی)

الجواب: اسلام نظافت طہارت اور ستھرائی کو بے حد پسند کرتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔ واللہ یحب المطھرین. (پ ۱۱ ع ۲) اور اللہ ستھرے لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وثیابک فطھر اور آپ اپنے کپڑوں کو پاک رکھیں (پ ۲۹، ۱۵) اور حضور سید الطاہرین ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ الطھور شطر الایمان. ستھرائی نصف ایمان ہے۔ (مشکوۃ ص ۳۵ ج ۱)

اور ارشاد فرماتے ہیں بلا شبہ اللہ جمیل ہے۔ اور وہ جمال کو پسند فرماتا ہے۔ سخی ہے سخاوت کو پسند فرماتا ہے۔ ستھرا ہے وہ ستھرائی کو پسند فرماتا ہے۔ (جامع صغیر ص ۶۹ ج ۲) اسلام کو ستھرائی اس درجہ محبوب ہے۔ کہ اگر کوئی شخص میل کچیل دور کرنے کے لئے ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے تو اسے شرع کی طرف سے اس کی اجازت ہے۔ سرکار مدینہ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا ذرہ یہ تو بتاؤ اگر کسی شخص کے دروازے پر دریا بہتا ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ مرتبہ نہائے تو کیا اس کی کچھ میل باقی رہ جائے گی۔ انہوں نے عرض کیا اس کی میل میں سے کچھ بھی نہ باقی رہے گا۔ فرمایا یہ پانچ نمازوں کی مثال ہے۔ یمحو اللہ بھن الخطایا۔ اللہ ان کے سبب سے گناہ معاف فرمادیتا ہے۔ (مشکوۃ ص ۵۳ ج ۱) معمولی سی سمجھ رکھنے والا مسلمان سمجھ سکتا ہے۔ کہ جو اسلام زندہ مسلمانوں کو ہر روز پانچ

مرتبہ غسل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ وہی اسلام مردہ مسلمانوں کو دوسری بار نہلانے کی بھی اجازت دیتا ہے۔ کیونکہ اسلام میت کے حق میں بھی نظافت و پاکیزگی کا خواہاں ہے۔ یہی وجہ کہ میت کو بیری کے پتوں والے پانی اور خطمی و صابون سے نہلانے کی ترغیب فقہائے کرام نے دی ہے۔ بہرحال میت کے لئے جس قدر نظافت وطہارت ہوگی وہ شرع کی نظر میں محبوب پسندیدہ ہوگی۔

غسل ثانی کا حدیث سے ثبوت

اگر مانعین احادیث مبارکہ میں غور کرتے تو انہیں غسل ثانی کا ثبوت ضرور مل جاتا مگر وہ اپنی کم علمی اور کوتاہ بینی کی وجہ سے اس سعادت سے محروم ہیں۔ اپنی نادانی کی وجہ سے آئے دن نئے نئے مسئلے اٹھا کر عوام المسلمین کو پریشانی میں ڈال رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا سوال ہے۔ اب ہم غسل ثانی کا ثبوت معتبر صحیح حدیثوں سے پیش کرتے ہیں۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ ہم حضور ﷺ کی صاحبزادی کو غسل دے رہی تھیں کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا اغسلنھا ثلا ثا اوخمسا او اکثر من ذلک ان رائیتن ذلک بماء وسدر۔ انہیں پانی اور بیری سے تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اگر تم مناسب سمجھو تو اس زیادہ مرتبہ غسل دو۔ (مشکوۃ شریف ص ۱۳۰ ج ۱) اور دوسری روایت میں ہے۔ اغسلنھا وترا ثلا ثا اوخمسا اوسبعاً۔ انہیں طاق مرتبہ تین یا پانچ یا سات مرتبہ غسل دو (مشکوۃ ص ۱۳۰ ج ۱)

شیخ عبد الحق محدث دہلوی اس کا ترجمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ پس گفت آنحضرت غسل دہید او را سہ غسل یا پنج غسل یا بیشتر ازاں کہ وتر باشد چنانکہ در روایات آمدہ۔ سو فرمایا آنحضرت ﷺ نے انہیں تین غسل یا پانچ غسل یا سات غسل دو جبکہ وہ طاق ہوں جیسا کہ روایات میں آیا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ۱۷۶ ج ۱)

مانعین اس حدیث میں غور کریں خود شارع علیہ السلام عند الحاجہ ایک سے زیادہ

مرتبہ میت کو نہلانے کا حکم ارشاد فرمارہے ہیں۔ اگر دوسرا غسل ممنوع تھا جیسا کہ مانعین کا دعوی ہے۔ تو آپ سات مرتبہ غسل دینے کا حکم کیوں ارشاد فرماتے پھر آپ کا ارشاد ان رائتین ذلک سے بھی یہ ثابت ہوا کہ غسل دہرانے کا معاملہ نہلانے والوں کی رائے پر موقوف ہے کہ وہ جتنی مرتبہ غسل دینا مناسب سمجھیں اتنی مرتبہ اسے غسل دیں۔ پر ظاہر ہے کہ آج کل لوگ دوسرے غسل کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ اس لئے انہیں دوسرے غسل سے روکا نہیں جائے گا۔ ورنہ اس حدیث صحیح کی مخالفت لازم آئے گی۔ تعجب ہے کہ شرع شریف جس کام میں لوگوں کو اپنی رائے پر چلنے کی اجازت دیتی ہے۔ مانعین اپنی کم علمی کی وجہ سے اسی کام سے انہیں منع کررہے ہیں۔ فالی اللہ المشتکی۔

شرع لوگوں کی رائے کو معتبر جانتی ہے

پھر ہر طالب علم پر بھی واضح کہ شرع شریف مسلمانوں کی رائے کو معتبر مانتی ہے۔ چنانچہ حضرت وائل سے مروی ہے کہ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ماراہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن وماراہ المسلمون قبیحا فھو عند اللہ قبیح جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے۔ اور جس کام کو مسلمان برا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار ص ۳۶ ج ۵)

مانعین اس حدیث پر بھی غور کریں کہ مسلمان ہمیشہ دوسرے غسل کو اچھا سمجھتے آئے ہیں۔ تو وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ پھر مانعین عنداللہ اچھے کام سے منع کرنے کا وبال کیوں مول لے رہے ہیں؟

کتب فقہ میں غسل ثانی مذکور نہ ہونے کی وجہ

یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دستور تھا کہ جب کوئی مسلمان فوت ہوجاتا تھا تو اسے مسنون طریقہ پر غسل دے کر کفن پہنادیتے تھے پھر حتی الامکان جلدی سے قبر تیار کی جاتی تھی اور اسے دفن کردیا جاتا تھا۔ خود رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا

اور میت کے بارے میں جلدی کرو کیونکہ مسلمان کی نعش کے مناسب نہیں کہ وہ اپنے گھر والوں میں روکی جائے۔ (مراقی الفلاح ص۱۸۲ ج ۲)

اس مسئلہ کا تفصیلی بیان ہماری کتاب امانتی دفن کا مسئلہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ان ارشادات عالیہ کی وجہ سے صحابہ کرام میت کی تجہیز و تدفین میں بہت جلدی کیا کرتے تھے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ کوئی شخص شام کو فوت ہو جاتا تو اسے رات کے دوران دفنا دیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اگر نماز جنازہ کے وقت نبی اکرم ﷺ آرام فرمارہے ہوتے تو ان کی بیداری کا بھی انتظار نہ کیا جاتا تھا۔ صحابہ کرام خود ہی جنازہ پڑھ کر میت کو دفنا دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک قبر کے پاس سے گزرے جس کی میت کو رات کے وقت دفنا دیا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے کب دفن کیا گیا ہے؟ عرض کیا گیا گذشتہ رات میں۔ آپ ﷺ نے پوچھا۔ تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ کی۔ عرض کیا گیا۔ ہم نے اسے رات کے اندھیرے میں دفن کیا تو ہمیں یہ بات پسند نہ آئی کہ ہم آپ ﷺ کو جگائیں۔ سو آپ ﷺ کھڑے ہوئے تو ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صف بنائی پھر آپ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی (بخاری شریف ص۱۷۸ ج۱)

اور مسلم شریف کی روایت میں ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ بلاشبہ قبریں اہل قبور پر اندھیرے سے بھری ہوتی ہیں۔ اور بلاشبہ اللہ انہیں میری نماز کے سبب سے ان کے لئے روشن فرما دیتا ہے۔ (مسلم شریف ص۳۰۹ ج۱)

اور حضرت سہیل بن حنیف سے روایت ہے کہ مسکینہ نامی ایک عورت بیمار ہوئی تو رسول اللہ ﷺ ان کی عیادت کیلئے تشریف لائے اور گھر والوں سے باتیں دریافت کیں پھر فرمایا۔ جب یہ فوت ہو جائے تو مجھے اطلاع دینا پھر جب رات کے وقت اس کا جنازہ نکلا تو انہوں نے آپ ﷺ کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ صبح ہوئی تو انہوں نے آپ کو اس بارے میں خبر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں نے تمہیں یہ حکم نہ دیا تھا کہ جب وہ فوت

ہو جائے تو مجھے اطلاع کرنا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم نے رات کے وقت آپ ﷺ کو جگانا پسند نہ کیا۔ سو آپ ﷺ نکلے یہاں تک کہ آپ ﷺ اسکی قبر کے پاس تشریف لائے اور لوگوں نے آپ ﷺ کے پیچھے صف بنائی تو آپ ﷺ نے چار تکبیریں کہیں۔ (نسائی شریف ص ۲۷۰ ج ۱)

اور حضرت یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ جنت البقیع کی طرف نکلے۔ جب آپ ﷺ وہاں پہنچے تو آپ ﷺ نے ایک نئی قبر کے بارے میں دریافت فرمایا تو لوگوں نے عرض کیا فلاں عورت کی قبر ہے۔ فرمایا تم نے مجھے خبر کیوں نہ دی۔ انہوں نے عرض کیا۔ آپ ﷺ دوپہر کے وقت روزہ کی حالت میں قیلولہ کر رہے تھے اس لئے ہم نے آپ ﷺ کو اذیت دینا پسند نہ کیا۔ فرمایا تم ایسا نہ کیا کرو جب تک میں تمہارے اندر موجود ہوں۔ تم مجھے مرنے والے کے مرنے کی اطلاع ضرور دیا کرو کیونکہ میری دعا میت کے لئے رحمت ہوتی ہے۔ پھر آپ ﷺ اس قبر پر تشریف لے گئے اور ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صف بنائی تو آپ ﷺ نے چار تکبیریں کہیں (ابن ماجہ ص ۱۱۰ ج ۱)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک سیاہ فام انسان (مرد یا عورت) مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتا تھا وہ مرگیا تو رسول اللہ ﷺ کو اس کی موت کی خبر نہ دی گئی۔ ایک دن نبی اکرم ﷺ نے اسے یاد کرتے ہوئے فرمایا فلاں انسان کو کیا ہوا؟ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ وہ فوت ہوگیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم نے مجھے خبر کیوں نہ دی۔ انہوں نے عرض کیا۔ فلاں فلاں وجہ درپیش تھی اور انہوں نے کوئی قصہ ذکر کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ لوگوں نے اس شخص کا معاملہ ہلکا جانتے ہوئے آپ ﷺ کو اس کی موت کی اطلاع نہ دی تھی۔ آپ ﷺ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس پر نماز پڑھی (بخاری شریف ص ۱۷۸ ج ۱)

ان روایات صحیحہ معتبرہ سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرام تجہیز و تکفین کے

بارے میں کتنی جلدی کیا کرتے تھے۔ قبر کی تیاری کے فوراً بعد نماز جنازہ پڑھ کر اسے دفنا دیتے تھے۔ اور تو اور خود نبی اکرم ﷺ جنازہ کی تیاری کے وقت آرام فرما ہوتے تو آپ ﷺ کی بیداری اور شمولیت کا بھی انتظار نہ کیا جاتا تھا۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ کی شرکت و دعا میت کی معفرت کے لئے تیر بہدف ہوتی ہے۔ تجہیز و تدفین کی اس صورت حال میں دوسرے غسل کی ضرورت در پیش ہی نہ تھی۔ لہذا صحابہ کرام سے دوسرے غسل کی روایت کا نہ ملنا اسے ناجائز ثابت نہیں کرے گا۔ پھر سلف صالحین کے زمانے میں بھی تدفین میں اسی طرح کی جلدی کی جاتی تھی۔ اس وجہ سے اس وقت کے دستور کے پیش نظر فقہ حنفی کی کتب میں صرف ایک ہی غسل کا ذکر ملتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

دوسرا غسل ضرورت کی وجہ سے دیا جاتا ہے

جب زمانہ بدلا' سلف صالحین کا یہ دستور چھوٹا' دینی کاموں میں سستی و غفلت برتی جانے لگی' تجہیز و تدفین میں تاخیر کی جانے لگی' چھ چھ گھنٹے رونے دھونے میں ضائع ہونے لگے پھر کفن دفن کے مشوروں میں وقت صرف ہونے لگا قبر کی تیاری میں دیر کی جانے لگی دور دور کے رشتہ داروں کے پہنچنے اور میت کا منہ دیکھنے کا رواج ہونے لگا، اور بیس بائیس گھنٹوں تک میت کو گھر میں روکا جانے لگا۔ تو علمائے وقت نے حالات زمانہ کے پیش نظر میت کو دوسرا غسل دینے کا دستور نکالا کہ فقہ حنفی کا قاعدہ مسلمہ ہے کہ تبدیلی زمانہ سے تبدیلی حکم شرع لازم آتی ہے۔ امام اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ قول کی دو قسمیں قول صوری اور قول ضروری کی وضاحت کرنے کے بعد فرماتے ہیں وذلک لان استثناء الضرورات ودفع الحرج ومراعاة المصالح الدينية الخالية عن مضرة تربو ا عليها ودراء المفاسد والاخذبالعرف والعمل بالتعامل كل ذلك قواعد كلية معلومة من الشرع ليس احد من الائمة الا مائلاالیها وقائلابها ومعوّلا عليها فاذا كان فى مسئلة نص للامام ثم حدث بعده تلك المغيرات علمنا قطعا ان لو حدث على عهده لكان

قولہ علی مقتضاہ لا علی خلافہ وردہ۔ پھر اشباہ والنظائر سے نقل فرماتے ہیں۔ فھذہ کلھا قد تغیرت احکامھا لتغیر الزمان الخ ۔(اجلی الاعلام ص ۹ مطبوعہ استنبول)

الحمدللہ! امام اہل سنت کے اس ایک ہی ارشاد گرامی سے آج کل کے دور میں میت کے غسل کا حکم باحسن وجوہ ظاہر ہوگیا اور وہ یہ کہ سلف صالحین کے زمانے میں عدم ضرورت کی وجہ سے ناموجود تھا مگر آج حالات زمانہ کی وجہ سے دیا جاتا ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب.

غسل ثانی کا پہلا فائدہ

غسل ثانی کا پہلا فائدہ تو یہ ہے کی میت کے جسم میں زیادہ نظافت وطہارت پیدا ہوجاتی ہے اور غسل اول کے بعد کفن پہنائے جانے سے پہلے اس کے جسم سے جو نجاست حقیقیہ نکلی ہوتی ہے۔ اس سے اس کا جسم یقیناً پاک ہوجاتا ہے۔ اور اس کی نماز جنازہ کی ادائیگی یقیناً مبنی برصحت ودرستگی ہوجاتی ہے۔ اہل فہم پر روشن ہے کہ یہ جلیل فائدہ کوئی معمولی شئی نہیں جسے حاصل کرنے کی کوشش نہ کی جائیگی۔ خدا مانعین کے دماغ درست فرمائے تاکہ وہ مسلمانوں کو فائدہ بخش کاموں سے روکنا چھوڑ دیں۔ آمین

غسل ثانی کا دوسرا فائدہ

غسل اول کے بعد میت کے جسم سے پلیدی نکلے تو اس صورت میں اختلاف آئمہ ہے۔ احناف کے نزدیک نہ دوسرا غسل فرض ہوتا ہے۔ اور نہ وضوء مگر امام شافعی کے نزدیک وضوء اور امام ابن سیریں اور حنبلی المذہب اصحاب کے نزدیک دوسرا غسل فرض ہوجاتا ہے۔ امام حدادیمنی جوہرہ نیرہ میں فرماتے ہیں۔ وقال ابن سیرین یعیدون غسلہ وقال الشافعی یعیدون وضوءہ. اگر میت کونہلانے کے بعد اس کے جسم سے پلیدی خارج ہوتو امام ابن سیرین کا قول ہے کہ لوگ اس کا غسل دہرائیں اور امام

شافعی کا قول ہے کہ وضوء دہرائیں اور سیدی شیخ عبد القادر جیلانی حنبلی فرماتے ہیں۔
واقل ما یغسل المیت ثلاث مرات واکثرہ سبع مرات فاذالم ینق
بثلاث زاد الی سبع ولا یقطع الا علی وتر ثلاث او خمس او سبع وان
خرج منہ شیء بعد ذلک اعید علیہ الغسل الی سبع مرات الخ اورکم
ازکم میت کو تین بار غسل دینا چاہیے اورزیادہ سے زیادہ سات بار پھر اگر وہ تین بار نہلانے
سے پاک نہ ہوتو اسے سات بار غسل دیا جائے اور اگر غسل اول کے بعد اس کے جسم سے
کوئی شے ء نکلے تو اس کو سات مرتبہ تک نہلایا جائے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۱۳۷ ج ۲)

اب جب کہ پہلے غسل کے بعد خروج نجاست کی صورت میں اعادہ غسل کی فرضیت
میں اختلاف مجتہدین امت موجود ہے تو اس اختلاف سے نکلنے کیلئے دوسرا غسل احناف کے
نزدیک بھی مستحب ہوگا تاکہ ادائیگی نماز جنازہ اتفاقی طہارت پر ہو۔ امام احمد طحطاوی حنفی
فرماتے ہیں۔ وقد تقدم انہ یستحب الوضوء للخروج من خلاف
العلماء فان العبادۃ المتفق علیھا خیر من العبادۃ المختلف فیھا ۔اور
مسئلہ گزر چکا ہے کہ علماء کے اختلاف سے نکلنے کیلئے وضوء کرنا مستحب ہے۔ کیوں کہ اتفاقی
عبادت اختلافی عبادت کی نسبت سے بہتر ہوتی ہے۔ (حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۵) یہاں
مانعین کو غور کرنا چاہیے کہ دوسرے غسل میں جب اتنا بڑا فائدہ موجود اور وہ استحباب کے
درجہ میں فائز تو پھر انہیں اس غسل سے روکنے کی جراءت کیوں ہو رہی ہے۔ اور بلا وجہ
لوگوں میں اضطراب اور بے چینی کیوں ڈالتے ہیں۔ ہم مانعین سے صرف اتنا ہی پوچھتے
ہیں کہ میت کو دوسری بار نہلانے کی مخالفت میں ان کے پاس کون سی آیت یا حدیث یا فقہ
کی عبارت موجود ہے۔ اگر اس قسم کی کوئی چیز ان کے پاس موجود ہے تو وہ اسے پیش
کر کے منع کریں اور اگر ان کے پاس کوئی دلیل ممانعت ہی نہیں تو وہ کس بناء پر منع کرنے کا
حق رکھتے ہیں۔ کسی شاعر نے مانعین کی اس حالت کا نقشہ اپنے اس شعر میں کھینچا ہے

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا۔
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں۔

غلبہء ظن یقین کے حکم میں ہوتا ہے

میت کو غسل اول کے بعد گھر میں بیس بیس گھنٹے روکے رکھا جاتا ہے۔ اس سے غالب ظن یہی ہے کہ ضرور اس کے جسم سے پلیدی نکل آتی ہے۔ روح کے زوال سے قوت ماسکہ کا زوال لازمی امر ہے۔ اور غلبہء ظن یقین کا درجہ رکھتا ہے۔ تو آج کل کے حالات کے پیش نظر دوسرا غسل ضرور مستحب ہوگا۔

نجاست نہ نکلنے کی صورت میں بھی غسل ثانی ممنوع نہیں

بالفرض اگر غسل اول کے فوراً بعد تدفین کی تیاری ہو جائے اور میت اتنی دیر تک گھر میں نہ روکا جائے کہ اس مدت میں پلیدی کے خروج کا ظن غالب پیدا ہو جائے تو اس صورت نادرہ میں بھی غسل ثانی شرعاً ممنوع نہیں۔ کہ غسل پر غسل کو فقہائے کرام حنفیہ نے عبث قرار دیا ہے۔ ممنوع یا سبب گناہ نہیں قرار دیا چنانچہ امام حسن شرنبلالی فرماتے ہیں وقید بالوضوء لان الغسل والتیمم علی التیمم یکون عبثاً۔ مصنف نے وضوء کی قید اس لئے ذکر کی کہ غسل پر غسل اور تیمم پر تیمم عبث ہوتا ہے۔ (مراقی الفلاح ص ۴۶)

اور عبث کا مفہوم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں مروی ہے۔ عبث مھملا بلا امر ونھی ولا ثواب ولا عقاب۔ عبث اس فضول کام کا نام ہے جس کے متعلق کوئی امر یا نہی وارد نہ ہوئی اور نہ اس میں ثواب ہو اور نہ عذاب۔ (تفسیر ابن عباس ص ۳۹۹)

الحمد للہ! یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اس سے روز روشن سے زیادہ روشن ہو گیا کہ میت کو دوسری بار نہلانا کسی حالت میں بھی شرعاً ممنوع نہیں۔ مانعین کم فہم اپنی چودھراہٹ جمانے کیلئے مسلمانوں کو بلا وجہ اس سے روک رہے ہیں۔ اور عوام میں اضطراب و بے چینی پیدا کر رہے ہیں۔

مسلمانو۔ خبردار خبردار مانعین کی ان غلط فہمیوں سے بچو۔ اپنے اموات کی جتنی ستھرائی کر سکو شرع میں اس کا حکم ہے۔ مانعین کی بات مان کر گمراہ ہونے سے ڈرو۔

وکار ما نصیحت بود کردیم۔

وهـذا آخـر مـا اردنا ایراده فی هذه المقالة النافعة تقبلها الله تعالی بمنه العظیم ورسوله الکریم ﷺ وانا الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الـحیـدری الـرضـوی غـفر الله تعالی له خادم التدریس والا فتاء بالجامعة الحیدریة فضل المدارس سهنسه من مضافات آزاد کشمیر ۔

(۸ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اکیسواں مقالہ

اوضح البیان لابناء ہذا الزمان

(جنازہ کو قدمی دینے کا بیان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ خالق السمٰوٰت والارضین والصلوٰۃ والسلام علی افضل الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ۔

امابعد! ہمارے علاقہ میں قدیم سے جنازہ کومنزلیں دینے کا دستور ہے۔اور منزلیں دینے کا طریقہ یہ ہے کہ راستے میں ہموار جگہ پر امام مسجد صاحب چارپائی کا دایاں سرہانہ اٹھالیتے ہیں۔اور آیت کریمہ......:

تولج اللیل فی النھار وتولج النھار فی اللیل وتخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی وترزق من تشآء بغیر حساب .. (آل عمران رکوع ۳) پڑھ کر متوسط آواز میں'' اللہ ربی محمد شفیعی والاسلام دینی '' پڑھتے ہیں۔اور حاضرین بھی یہ کلمات درمیانی آواز میں باہم مل کر پڑھتے ہیں۔اس اثناء میں جنازہ اٹھانے والے کندھا بدلتے ہیں۔پھر دس قدم چل کر اسی طرح کیا جاتا ہے۔چار مرتبہ چاروں طرف سے کندھا بدلوا کر چالیس قدم پورے کرتے ہیں۔پھر جنازہ زمین پر رکھ کر مختصر دعائے مغفرت مانگی جاتی ہے۔بعدازاں درمیانی رفتار میں جنازہ کو جنازہ گاہ تک لے جایا جاتا ہے۔چاروں طرف سے دس دس قدم پر کندھا بدلنے کے اس عمل کو ہمارے عرف عام میں منزلیں دینا کہا جاتا ہے۔چونکہ دس قدم پر کندھا بدلنے کے لئے رکنا پڑتا ہے۔اس وجہ سے اس عمل کا نام منزلیں دینا پڑ گیا ہے۔(واللہ اعلم بالصواب)

منزلیں دینے کا یہ دستور آج تک بلانکیر رائج رہا ہے۔مگر اس دور میں کچھ نافہم کم علم لوگ پیدا ہو گئے ہیں۔جو اس عمل کو بدعت قرار دیتے ہیں اور عاملین سے جھگڑا مول لیتے ہیں اور خواہ مخواہ فتنہ وفساد کا سبب بنتے ہیں۔حالانکہ منزلوں کے اس طریقہ کے بدعت سیئہ ہونے کی ان کے پاس کوئی شرعی دلیل نہیں۔من گھڑت اعتراضات پر ان کا سارا دار ومدار ہے۔(فالی اللہ المشتکی)

آج سے دوسال قبل محبی فی اللہ صوفی امیر زمان صاحب ساکن رپاڑی علاقہ تھارہ

ضلع میر پور آزاد کشمیر کی فرمائش پر ہم نے اس مسئلہ کے متعلق رسالہ ''الذکر الارفع فی حمل الجنازۃ بجوانبہا الاربع'' لکھ کر شائع کروایا۔ جس میں سولہ احادیث مبارکہ اور گیارہ فقہ حنفی کی معتبر کتب کی عبارات سے اس مسئلہ کو ثابت کیا۔ اسے منصف مزاج اہل علم حضرات نے قدر کی نگاہوں سے دیکھا حتی کہ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کے مسلک کے ترجمان ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ

نے ان الفاظ میں اس پر تبصرہ کیا۔

ذکر ارفع

یہ کتابچہ مولانا مفتی احمد حسین صاحب قاسم الحیدری کی تالیف ہے۔ چاروں طرف کندھا دینے کا حکم وثواب بیان کیا گیا ہے۔ صفحات ۱۶ ہدیہ ایک روپیہ ملنے کا پتہ مکتبہ حیدریہ بازار سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر۔ (ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ بابت ذوالقعدہ ۱۴۰۳ھ)

جب یہ رسالہ مخالفین کے پاس پہنچا تو وہ اسے پڑھ کر ہدایت حاصل کرنے کی بجائے آگ بگولہ ہو گئے۔ غیض وغضب سے جل بھن کر عوام الناس میں کہنا شروع کر دیا کہ یہ مسئلہ صحیح نہیں لکھا گیا ہے۔ والی اللہ المشتکیٰ۔

ہم نے عقل و دانش کے ان دشمنوں کو بار بار کہا کہ اگر اس رسالہ میں کوئی بات غلط لکھی گئی ہے۔ تو آپ اس کا رد لکھ کر ہمیں دے دیں تاکہ ہم اس پر غور کریں مگر آج تک وہ ایسا نہ کر سکے، اور ان شاءاللہ العزیز تا حیات ان سے ایسا نہ ہو سکے گا۔

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

چونکہ ان لوگوں نے عوام الناس میں چند اعتراضات پھیلانے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ اس مسئلہ کو از سر نو مزید وضاحت سے لکھ کر مخالفین کے اعتراضات کی قلعی کھول دی جائے۔ تاکہ حق وصداقت کا بول بالا اور کذب و باطل کا منہ کالا ہو۔ بدیں وجہ ہم نے یہ رسالہ مختصر ''اوضح البیان لابناء ہذا الزمان'' لکھا ہے۔ اس سے مقصود کسی کی دل آزاری یا ذاتی انتقام لینا نہیں۔ بلکہ صرف اور صرف حق کو آشکارا کرنا

ہے۔ اللہ تعالیٰ مخالفین کی دماغی خرابی دور فرمائے تا کہ وہ حق کو قبول کر سکیں یا اپنے مؤقف کو بادلائل ثابت کر سکیں۔ آمین

منزلیں دینے کا مفہوم

تمہید میں ہم نے منزلوں کا مکمل مفہوم لکھ دیا ہے۔ ان سے اصل مقصود دس دس قدم سے چاروں طرف سے کندھا بدلنا ہے۔ آیت کریمہ اور کلمات مذکورہ کا پڑھنا اور دعاء مانگنا از قبیل مستحبات ہیں۔ اگر کوئی انہیں ترک کر دے تو اسے ایسا کرنے کی گنجائش ہے۔ مگر ان کا ترک مناسب نہیں۔

دس دس قدم پر کندھا بدلنا

مسلمان میت کے جنازہ کو چاروں طرف سے کندھا دینا سنت ہے۔ اسے چالیس قدم اٹھانے سے حامل کے چالیس کبیرہ گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اور اس کے ذمہ سے میت کے جملہ حقوق کی ادائیگی ہو جاتی ہے۔ اس بارہ میں ہم چند احادیث متبرکہ پیش کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **من اتبع جنازۃ فلیحمل بجوانب السریر کلها فانه من السنة ثم ان شآء فلیتطوع وان شآء فلیدع**

جو شخص جنازہ کے ہمراہ چلے اسے چارپائی کی سب طرفوں کو کندھا دینا چاہئے کیونکہ یہ سنت سے ہے۔ پھر چاہے جنازہ اٹھائے رکھے یا اسے چھوڑ دے۔ (سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۶۰)

(۲) امام محمد بن حسن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ حدیث ان لفظوں میں روایت کرتے ہیں: **ان من السنة حمل الجنازة بجوانب السریر الاربعة فما زدت علی ذالک فهو نافلة** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بلاشبہ جنازہ کو چاروں طرف سے اٹھانا سنت ہے۔ پھر اس پر جو زیادتی تو کرے گا وہ نفل ہے۔

(کتاب الآثار ص ۷۸)

(۳) امام فخر الدین زیلعی لکھتے ہیں: عن ابن عمر رضی اللہ عنهما انه حمل جوانب السریر الاربعۃ'' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ جنازہ کو چاروں طرف سے کندھا دیتے تھے۔ (الدرایۃ ج ۱ ص ۱۸۲)

(۴) امام ملک العلماء کاشانی اس حدیث کو ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

وروی ان ابن عمر رضی اللہ عنهما کان یدور علی الجنازۃ من جوانبها الاربعۃ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق روایت کیا گیا ہے کہ وہ جنازہ کو چاروں طرف سے کندھا دینے کے لئے گھوما کرتے تھے۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۰۹)

(۵) محدث ابن ابی شیبہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

من تمام اجر الجنازۃ ان تشیعها من اهلها وان تحمل بارکانها الاربعۃ وان تحثو فی القبر جنازہ کا پورا اجر اس صورت میں ہے کہ تو گھر سے جنازہ کے ہمراہ جائے اور اس کے چاروں پایوں کو کندھا دے اور قبر میں مٹی ڈالے۔ (صحیح بہاری ص ۸۱۶)

(۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

من حمل الجنازۃ بجوانبها الاربع فقد قضی الذی علیه جو شخص جنازہ کی چاروں طرفوں کو کندھا دے وہ اپنے ذمہ سے میت کے جملہ حقوق کی ادائیگی کردیتا ہے۔ (الدرایۃ ج ۱ ص ۱۸۲)

(۷) امام ابوعیسیٰ ترمذی انہی سے روایت کرتے ہیں:

من اتبع جنازۃ وحملها ثلاث مرار فقد قضی ما علیه من حقها جو شخص جنازہ کے پیچھے چلے اور اسے تین بار کندھا دے وہ اپنے ذمہ سے میت کے جملہ حقوق کی ادائیگی کردیتا ہے۔ (مشکوۃ ج ۱ ص ۱۴۲)

(۸) امام حداد الیمنی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من حمل جنازۃ بقوائمها الاربع غفر اللہ له مغفرۃ حتماً جو

جنازہ کو چاروں پایوں سے اٹھائے اس کی حتمی مغفرت اللہ تعالیٰ فرما دیتا ہے۔ (جوہرہ نیرۃ ج۱ص۱۳۱)

(۹) حضرت واثلہ بن اسقع فرماتے ہیں: من حمل بجوانب السریر الاربع غفرلہ اربعون کبیرۃ جو شخص جنازہ کو چاروں طرف سے کندھا دے اس کے چالیس کبیرہ گناہ بخشے جاتے ہیں۔ (صحیح بہاری ص۸۱۶)

(۱۰) امام زیلعی وغیرہ ائمہ احناف اس حدیث کو ان لفظوں میں نقل فرماتے ہیں:

من حمل جنازۃ اربعون خطوۃ کفرت اربعین کبیرۃ جو جنازہ کو چالیس قدم کندھا دے اس کے چالیس کبیرہ گناہ بخشے جاتے ہیں۔ (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ج۱ص۲۴۵)

وتلک عشرۃ کاملۃ

الحمد للہ! ان روایات متبرکہ سے معلوم ہوا کہ مسلمان میت کے جنازہ کو چاروں طرف سے کندھا دینا سنت صحابہ ہے۔ اور جو شخص جنازہ کو چالیس قدم کندھا دے اس کے چالیس کبیرہ گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اور اس کے ذمہ سے میت کے جملہ حقوق کی ادائیگی ہو جاتی ہے۔ انہی فوائد کے حصول کے لئے منزلیں دی جاتی ہیں۔ پھر منکرین یہی بتائیں کہ منزلیں نہ دینے میں کتنے فوائد ہیں جن کے حصول کے لئے وہ منزلیں چھڑوا رہے ہیں اور جھگڑے اٹھا رہے ہیں۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

منزلیں دینے کا طریقہ

ان روایات سے دو امر کا لحاظ ضروری ثابت ہوا:

(۱) چاروں طرف سے کندھا دینا۔ (۲) چالیس قدم تک جنازہ اٹھانا۔

ہمارے فقہائے حنفیہ نے کندھا دینے کا جو طریقہ بتایا اس سے یہ دونوں امر

بآسانی ادا ہو جاتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ جنازہ کو چار مرد اٹھائیں اور وہ چالیس قدم چلیں اس طرح سے کہ جنازہ اٹھانے والا دائیں سرہانے سے ابتداء کرے اور اسے اپنے دائیں کندھے پر اٹھائے پھر اس کی دائیں پائنتی اپنے دائیں کندھے پر اٹھائے پھر اس کا بایاں سرہانہ اپنے بائیں کندھے پر اٹھائے پھر اس کی بائیں پائنتی اپنے بائیں کندھے پر اٹھائے اور اس عمل کو ختم کرے اس طرح ہر طرف سے دس دس قدم ہو جائیں گے۔ (مراقی الفلاح ص ۳۳۱)

اور امام محمد بن حسن فرماتے ہیں:

وبه ناخذ يبدأ الرجل فيضع يمين الميت المقدم على يمينه ثم يمين الميت المؤخر على يمينه ثم يعود الى المقدم الايسر فيضعه على يساره ثم ياتى المؤخر الايسر فيضعه على يساره وهذا قول ابى حنيفة

اور اسی کو ہم لیتے ہیں کہ پہلے آدمی میت کی اگلی دائیں طرف کو اپنے دائیں کندھے پر رکھے اور پھر اس کی پچھلی دائیں طرف کو اپنے دائیں کندھے پر رکھے پھر میت کی اگلی بائیں طرف کو آئے اور اسے اپنے بائیں کندھے پر رکھے۔ پھر اس کی پچھلی بائیں طرف کو آئے اور اسے اپنے بائیں کندھے پر رکھے۔ یہی امام اعظم ابوحنیفہ کا قول ہے۔ (کتاب الا ثار ص ۷۸)

فقہائے احناف جنہوں نے یہ طریقہ ذکر فرمایا

جنازہ کو کندھا دینے کا یہ طریقہ متعدد جلیل القدر فقہائے احناف نے اپنی کتابوں میں ذکر فرمایا اور اس کے مسنون ہونے پر جزم کیا چیدہ چیدہ بزرگوں کے نام یہ ہیں:

(۱) امام محمد بن حسن شاگرد امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ۔ (۲) کمال الدین بن الہمام (۳) اصحاب فتاوی عالمگیری۔ (۴) امام فخر الدین زیلعی۔ (۵) امام

بدرالدین عینی ۔ (۶) امام ملک العلماء کاشانی ۔ (۷) امام صدر الشریعہ شارح الوقایہ ۔ (۸) امام قدوری ۔ (۹) امام حدادالیمنی ۔ (۱۰) امام علاء الدین حصکفی (۱۱) امام محمد بن عبداللہ غزی ۔ (۱۲) امام ابن عابدین شامی ۔ (۱۳) امام ابوالبرکات نسفی ۔ (۱۴) امام حسن شرنبلالی ۔ (۱۵) شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۔ (۱۶) مولانا امجد علی اعظمی ...... رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

امام مسجد صاحب کا پایہ اٹھانا

اولاً ہر مسلمان کے حق میں جنازہ اٹھانا عبادت ہے۔ امام حدادیمنی لکھتے ہیں جنازہ اٹھانا عبادت ہے۔ لہذا ہر شخص کو اس عبادت میں مبادرت کرنی چاہیے کیونکہ سید المرسلین ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ کے جنازہ کو اٹھایا۔ (جوہرہ نیرہ ج ۱ ص ۱۳۱)

جب ہر شخص کے حق میں جنازہ اٹھانا عبادت ہے۔ تو امام صاحب کے اٹھانے پر کیسے اعتراض ہوسکتا ہے۔ ثانیاً امام مسجد صاحب پایہ اٹھا کر کندھا بدلواتے ہیں۔ اور یہ معاونت علی الخیر ہوئی اور معاونت علی الخیر پر جاہل اجہل کے سوا کوئی اعتراض نہیں کرے گا۔

امام مسجد صاحب کا آیت کریمہ پڑھنا

امام مسجد صاحب مذکورہ بالا آیت کریمہ پڑھتے ہیں یہ اس موقع کی مناسبت سے ہے۔ قرآن پڑھنا ہر وقت مستحب ہے تو یہاں کیوں کر مستحب نہ ہوگا۔

حاضرین کا کلمات خیر پڑھنا

امام مسجد اور حاضرین کا باہم مل کر بآواز متوسط اللہ ربی محمد شفیعی والاسلام دینی پڑھنا میت کی تلقین کے لئے ہوتا ہے۔ اور تلقین میت مستحب ہے۔ لقولہ ﷺ لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ رواہ مسلم وصحہ السیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

میت کے لئے دعاء

چارپائی زمین پر رکھ کر میت کے لئے مختصراً دعاء مانگنا بھی شرعاً جائز ہے۔ کیونکہ دعاء مانگنا ہر وقت مستحب ہے۔

منزلوں کی ہیت کذائیہ

الحمدللہ! یہاں تک جو کچھ مذکور ہوا اس سے منزلوں کے ضمن میں پائے جانے والے ہر کام کی انفرادی طور پر مشروعیت ثابت ہوئی پھر ان کے باہم ملنے سے جو ہیت کذائیہ پیدا ہوتی ہے اسے جائز ہی ماننا پڑے گا کہ چند جائز امور کو ملا کر ادا کرنا انہیں ناجائز نہیں کر دیتا جیسا کہ اس زمانے میں مروج عرس شریف بایں ہیت کذائیہ سلف صالحین کے ادوار میں پایا نہیں گیا مگر معترضین بھی اسے جائز مانتے اور ذریعہء حصول برکات سمجھتے ہیں۔ بدیں وجہ وہ اپنے بزرگوں کے عرسوں میں بڑے اہتمام سے شریک ہوتے ہیں۔ اگر ان کے نزدیک عرس شریف جائز ہے۔ تو منزلیں کیونکر بدعت و ممنوع ہوگئیں۔ ''**واللہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم**''

الحمدللہ! یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اس سے منزلوں کا جواز واستحسان اپنے ذروۂ کمال کو پہنچا اب ہم معترضین کے شکوک کے ازالہ کے لئے ان کے پیش کردہ اعتراضات کا جواب عرض کرتے ہیں۔ باللہ التوفیق

اعتراض نمبرا

کندھا بدلنا تو جائز ہے۔ لیکن اہتمام سے کندھا بدلوانا اور جگہ جگہ رکنا درست نہیں۔ چلتے چلتے کندھا بدلنا چاہیئے؟

جواب

مقصود صرف چاروں طرف سے کندھا بدلنا نہیں بلکہ دس دس قدم پر فقہائے احناف کی ذکر کی ہوئی ترتیب کے مطابق کندھا بدلنا مقصود ہے۔ اس لئے لامحالہ کندھا بدلنے کے

لئے دس دس قدم پر رکنا پڑے گا اور ترتیب کے مطابق کندھا بدلنا پڑے گا۔ کندھا بدلوانے کے لئے مددگار کی بھی ضرورت ہوگی۔ لہذا رک کر پورے اطمینان سے منزلیں دی جائیں گی۔ جلد بازی کی کوئی ضرورت نہیں۔

اعتراض نمبر۲

منزلیں دیتے وقت رکنا پڑتا ہے اور جنازہ کو جنازہ گاہ کی طرف لے جانے میں دیر لگتی ہے۔ حالانکہ اسے جلدی لے جانے کا حکم ہے۔؟

جواب

جنازہ کو درمیانی رفتار میں قبرستان کی طرف لے جانا مستحب ہے۔ امام کاشانی فرماتے ہیں **والاسراع بالجنازة افضل من الابطاء لکن ینبغی ان یکون الاسراع دون الخبب** اور جنازہ کوجلدی لے جانا اسے آہستہ لے جانے کی نسبت سے افضل ہے۔ لیکن چاہیے کہ درمیانی چال ہو۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۰۹)

اور امام حسن شرنبلالی فرماتے ہیں:

ویستحب الاسراع بھا لقولہ ﷺ اسرعوا بالجنازۃ ای مادون الخبب

اور جنازہ کوجلدی لے چلنا مستحب ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے ارشادفرمایا جنازہ میں جلدی کرو یعنی درمیانی چال میں اسے لے چلو۔ (مراقی الفلاح)

اور منزلیں دینا یعنی دس دس قدم پر ترتیب مذکورہ کے مطابق چاروں طرف سے کندھا بدلنا سنت ہے۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں مفصل گزرا۔ پس اگر سنت کی ادائیگی سے مستحب کا بعض حصہ ترک ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ منکرین ومعترضین کو خدا ہدایت نصیب کرے جومستحب کے چھوٹ جانے کوتو گوارا نہیں کرتے۔ مگر سنت کے ترک کا انہیں کوئی ڈر نہیں۔ خدا ایسے سنیوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ (آمین)

اعتراض نمبر۳

کندھا بدلنا اور ہے اور منزلیں دینا اور۔ لہذا اول الذکر کتابوں میں آتا ہے۔ مگر مؤخر الذکر کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ لہذا وہ بدعت ہے۔

جواب

کندھا بدلنے کا ہی دوسرا نام منزلیں دینا ہے۔ یہ دونوں متغائر نہیں مترادف ہیں۔ انہیں متغائر سمجھنا معترضین کے عقل کا بگاڑ ہے۔ ہم نے اپنے رسالہ میں لکھا مسلمان میت کے جنازہ کو منزلیں دینا اور دس دس قدم پر کندھا بدلنا نہ صرف جائز بلکہ مسنون ہے۔ اس سے معترضین کو مغالطہ ہوا حالانکہ یہاں حرف عطف مغائرت کے لئے نہیں بلکہ تفسیر کے لئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اپنے رسالہ کا نام الذکر الارفع فی حمل الجنازۃ بجوانبہا الاربع رکھا۔ اگر معترضین ہمارے رسالہ کے اس نام پر غور کرتے تو انہیں مغالطہ نہ ہوتا مگر وہ غور کرنے کی صلاحیت کب رکھتے ہیں۔

اعتراض نمبر۴

آپ نے منزلیں نہ دینے والے کو وہابی کہا ہے۔ لہذا ہم آپ کے نزدیک وہابی ہیں؟

جواب : منزلیں نہ دینے والے کو ہم نے وہابی نہیں کہا بلکہ منزلوں کو بدعت سمجھنے والے کو منکر حدیث وفقہ یا جاہل اجہل یا بدمذہب وہابی کہا ہے۔ آپ اگر منزلوں کو بدعت سمجھتے ہیں تو فتویٰ آپ پر بھی ہے اور اگر سنت سمجھ کر عملاً تارک ہیں تو تارک سنت ہیں۔ ہر بات کو کھینچ تان کر اپنے اوپر لے آنا عقل مندوں کا کام نہیں ہوتا۔

اعتراض نمبر۵

منزلیں زیادہ سے زیادہ مباح ہوسکتی ہیں لہذا ان کے تارک پر مذمت درست نہیں

جواب : منزلیں دینا زیادہ سے زیادہ مباح نہیں بلکہ فقہائے احناف کی

تصریحات کے مطابق سنت ہیں اور تارک سنت پر مذمت کی جائے گی۔

آخری گذارش

سنی مسلمان بھائیو! منزلوں کے مسئلہ کی وضاحت میں اور معترضین کے اعتراضات کے جواب میں ہم نے اختصاراً یہ بیان لکھ دیا ہے۔ آپ قدیم بزرگان دین کے بتائے ہوئے کاموں کو ہرگز ترک نہ کریں اسی میں آپ کے دین وایمان کی سلامتی ہے۔ نئے نئے مولوی آپ کو صراط مستقیم سے ہٹا دینگے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وهذا آخر ما اردنا ايراده فى هذه المقالة المباركة تقبلها الله تعالىٰ بمنه العظيم ونبيه الكريم ﷺ وانا الفقير ابو الكرم احمد حسين قاسم الحيدرى الرضوى خادم التدريس بالجامعة الحيدرية فضل المدارس سهنسه آزاد كشمير

(۲۲ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بائیسواں مقالہ

الکلمۃ الممتازۃ

فی بیان کیفیۃ سلام الجنازۃ

(نماز جنازہ کا سلام ہاتھ کھول کر پھیرنے کا بیان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین. اما بعد!

اکثر دیکھا گیا ہے کہ مسلمان نماز جنازہ کا سلام ہاتھ باندھے ہوئے پھیرتے ہیں۔ بلکہ اکثر مولوی حضرات کو بھی اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔لہذا اس مسئلہ کی وضاحت اس مختصر مقالہ ''الکلمۃ الممتازۃ فی بیان کیفیۃ سلام الجنازۃ'' میں لکھی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

اعلیٰ حضرت کا ایک فتویٰ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جنازہ میں سلام ہاتھ چھوڑنے کے بعد پھیرنا چاہیے یا قبل ہاتھ چھوڑنے کے؟ افضل کیا ہے؟

الجواب

ہاتھ باندھنا سنت اس قیام کی ہے جس کے لئے قرار ہو کما فی الدر المختار من الاسفار۔ سلام وقت خروج ہے۔ اس وقت ہاتھ باندھنے کی طرف کوئی داعی نہیں تو ظاہر یہی ہے کہ تکبیر چہارم کے بعد ہاتھ چھوڑ دیا جائے۔ واللہ اعلم. (فتاویٰ رضویہ باب الجنائز جلد چہارم)

صاحب بہار شریعت کا ارشاد

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے مذکورہ بالا فتویٰ کی بناء پر ان کے خلیفہ اکبر حضرت مولانا صدر الشریعہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

مسئلہ: چوتھی تکبیر کے بعد بغیر کوئی دعا پڑھے ہاتھ (۱) کھول کر سلام پھیر دے سلام میں میت اور فرشتوں اور حاضرین نماز کی نیت کرے۔ اسی طرح جیسے اور نمازوں کی سلام میں نیت کی جاتی ہے۔ یہاں اتنی بات زیادہ ہے کہ میت کی بھی نیت کرے۔ (درمختار ردالمحتار وغیرہما، بہار شریعت ص ۱۵۴ ج ۴)

اعلیٰ حضرت کی تائید

چونکہ بہار شریعت کا حصہ چہارم تالیف ہو کر اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ پر پیش کیا گیا اور آپ نے اس پر ان لفظوں میں تقریظ لکھی۔ ''فقیر غفرلہ المولی القدیر نے یہ مبارک رسالہ بہار شریعت حصہ چہارم تصنیف لطیف **اخی فی اللہ ذی المجد والجاہ والطبع السلیم والفکر القویم والفضل والعلی مولانا ابو العلیٰ مولوی حکیم امجد علی قادری برکاتی اعظمی بالمذہب والمشرب والسکنی رزقہ اللہ تعالیٰ فی الدارین الحسنی** مطالعہ کیا الحمد للہ مسائل صحیحہ رجیحہ محققہ منقح پر مشتمل پایا'' (بہار شریعت حصہ چہارم ص ۱۷۹)

اس لئے اس حصہ کے اس مسئلہ کی تائید بھی اعلیٰ حضرت کی اس تقریظ شریف سے ہوئی ولہذا ہاتھ کھول کر جنازہ کا سلام پھیرنا صحیح رجیح محقق منقح مسئلہ ہے۔ اس پر عمل کی ضرورت ہے۔

---

(۱) (''قولہ ہاتھ چھوڑ دیا جائے) اس عبارت میں ہاتھ کا لفظ مفرد لایا گیا ہے۔ اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ہاتھ سے مراد دایاں ہاتھ ہو اور دوسرا یہ کہ ہاتھ کا لفظ یہاں جنس کے بیان کے لئے ہو تو مراد دونوں ہاتھوں کو لٹکانا ہو واللہ اعلم بالصواب وسیأتی بیانہ قریباً ان شآء اللہ تعالیٰ)

بہار شریعت کے اس مسئلہ پر ایک اشکال کا جواب

جب بہار شریعت کا حصہ چہارم شائع ہو کر علماء اہل سنت کے ہاتھوں میں پہنچا تو بنارس سے مولوی محمد ابراہیم صاحب نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں لکھا بہار شریعت حصہ چہارم میں لکھا ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ کھول کر سلام پھیرے۔ (درمختار و ردالمحتار وغیرہما)

حالانکہ ان کتابوں میں ہاتھ کھولنے کا ذکر نہیں سخت اضطراب ہے رفع فرمایئے:

اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے لکھا جس روز آپ کا سوال آیا حسن اتفاق سے اس کے دوسرے دن بریلی سے مولوی امجد علی صاحب میرے ملنے کے لئے یہاں آئے۔ میں نے ان سے پوچھا انہوں نے فرمایا یہ مسئلہ طویل متعدد مسائل پر مشتمل ہے۔ اور اس کے آخر میں میں نے درمختار ردالمحتار وغیرہما لکھا ہے۔ وغیرہما سے یہاں میری مراد فتاویٰ رضویہ ہے۔ وہاں جو کچھ مذکور ہے۔ اس کا بعض حصہ درمختار سے لیا گیا ہے۔ اور بعض ردالمحتار سے اور یہ مسئلہ فتاویٰ رضویہ سے''

پھر اس مسئلہ کی وضاحت میں اعلیٰ حضرت نے لکھا:۔ ''ظاہر ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد نہ قیام ذی قرار ہے۔ اور نہ اس میں کوئی ذکر مسنون تو ہاتھ باندھے رہنے کی کوئی وجہ نہیں۔ تکبیر رابع کے بعد خروج عن الصلوٰۃ کا وقت ہے۔ اور خروج کے لئے اعتماد کسی مذہب میں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۸۴)

بہار شریعت کے دوسرے مقام پر بھی اس مسئلہ کا بیان موجود ہے

مولانا صدر الشریعہ امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کو بہار شریعت کے حصہ سوم میں بھی ان الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

مسئلہ: جس قیام میں ذکر مسنون ہو اس میں ہاتھ باندھنا سنت ہے تو ثناء اور دعائے قنوت پڑھتے وقت اور جنازہ میں تکبیر تحریمہ کے بعد چوتھی تکبیر تک ہاتھ باندھے اور رکوع سے کھڑے ہونے اور تکبیرات عیدین میں ہاتھ نہ باندھے"۔ (بہار شریعت ص ۷۸ ج ۳)

عام نمازوں کا سلام کھلے ہاتھوں کے ساتھ پھیرا جاتا ہے

عام نمازوں کا سلام تشہد اور درود شریف اور دعا پڑھنے کے بعد اس حال میں پھیرا جاتا ہے کہ دونوں ہاتھ دونوں رانوں پر رکھے ہوتے ہیں۔ اس سے بھی اس بات کی تائید ملتی ہے کہ جنازہ کا سلام پھیرتے وقت بھی ہاتھ بندھے ہوئے نہیں ہونے چاہئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مفتی نور اللہ صاحب کا ایک فتویٰ

استفتاء: آیا کہ جب نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے تو جب امام سلام کہتا ہے اور دائیں طرف منہ پھیرتا ہے۔ اس وقت دائیں ہاتھ کو چھوڑ دینا چاہئے اور جب بائیں طرف سلام کہتا ہے تو بائیں ہاتھ کو چھوڑ دینا چاہئے یا کہ دونوں طرف سلام کہہ کر ہاتھ چھوڑے جائیں؟ (واللہ تعالیٰ اعلم)

الجواب

نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر تک ہاتھ باندھے جائیں بعد ازاں دونوں ہاتھ چھوڑ دے اور پھر دونوں سلام کہے۔ خلاصۃ الفتاویٰ ص ۲۲۵ ج ۱ میں ہے:

فالصحیح انہ یحل الیدین ثم یسلم تسلیمتین ھکذا فی الذخیرۃ .

یعنی صحیح یہ ہے کہ جنازہ کی نماز پڑھنے والا دونوں ہاتھ کھول (۱) دے پھر دونوں سلام کہے اس طرح ذخیرہ میں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم الفقیر ابوالخیر النعیمی غفرلہ

(فتاویٰ نوریہ ج ۱ ص ۱۸۰)

تنبیہ: اس فتویٰ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ ذخیرۃ الفتاویٰ وغیرہ کتب فقہ حنفی میں تصریح کے ساتھ مذکور ہے والحمدللہ علی ذالک۔

حاصل کردہ فتاویٰ مبارکہ

راقم الحروف فقیر حیدری رضوی نے اس مسئلہ کے متعلق ایک استفتاء علمائے اہل سنت کی خدمت میں بھیجا انہوں نے بہار شریعت کے مسئلہ کے مطابق جواب لکھا چنانچہ وہ فتاویٰ مبارکہ بھی یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ وباللہ التوفیق

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ نماز جنازہ کا سلام ہاتھ باندھے ہوئے پھیرنا چاہئے یا ہاتھ کھول کر اور اگر دونوں ہاتھ کھول کر پھیرنا چاہئے تو بیک وقت دونوں ہاتھ کھول دینے چاہیں یا یکے بعد دیگرے۔ جو مسنون طریقہ ہو وہ مدلل

---

(۱) ہاتھ کھولنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ بیک وقت دونوں ہاتھ کھول کر لٹکا دیئے جائیں اور دوسری صورت یہ کہ پہلے سلام سے پہلے دایاں ہاتھ لٹکایا جائے اور دوسرے سلام سے پہلے دوسرا ہاتھ لٹکایا جائے۔ یہ دونوں قول علماء کے ہیں۔ ہاں خلاصہ الفتاویٰ میں پہلے قول کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

مفصل لکھ کر عند اللہ تعالیٰ ماجور ہوں۔ (السائل فقیر ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری)

جامعہ نعیمیہ لاہور کا جواب

الجواب ہوالموفق للصواب: چوتھی تکبیر کے بعد بغیر کوئی دعا پڑھے ہاتھ کھول کر سلام پھیرے۔ (درمختار ردالمختار وغیرہما...... بہار شریعت ص۱۲۴ ج ۴)

ہاتھ باندھنا قراءت مسنونہ کی سنت ہے اور چوتھی تکبیر کے بعد چونکہ کوئی قراءت مسنونہ نہیں ہے اس لئے چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ کھول دے اور سلام پھیرے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (محمد عبدالعلیم جامعہ نعیمیہ لاہور نمبر ۵ مہر دارالافتاء)

جامعہ نظامیہ لاہور کا جواب

الجواب ہوالموفق للصواب: ہاتھ باندھنا سنت اس قیام کی ہے جس کے لئے قرار ہو، کمافی الدر المختار وغیرہ من الاسفار۔ سلام وقت خروج ہے۔ اس وقت ہاتھ باندھنے کی طرف کوئی داعی نہیں تو ظاہر یہی ہے کہ تکبیر چہارم کے بعد ہاتھ چھوڑ دیا جائے۔ (فتاویٰ رضویہ ص۸۲ ج ۴) فقط واللہ اعلم بالصواب المجیب عبداللطیف عفی عنہ مدرس و مفتی جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور۔ ۸۵/۳/۲۰ مہر دارالافتاء

دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد کا جواب

الجواب وہوالموفق للصواب: چوتھی تکبیر کے بعد بغیر کوئی دعا پڑھے ہاتھ کھول کر سلام پھیر دے دونوں ہاتھ کھولے۔ سلام میں میت اور فرشتوں اور حاضرین نماز کی نیت کرے اور میت کی بھی نیت کرے۔ (درمختار ردالمختار وغیرہما)

واللہ اعلم مفتی عبدالحفیظ قادری دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد

۲۱ رجب المرجب ۱۴۰۵ھ مہر دارالافتاء

ہاتھ کھولنے کی کیفیت

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے صرف اتنا معلوم ہوا کہ سلام کے وقت ہاتھ کھول دینا چاہئے اب اس کھولنے کی کیفیت کے متعلق عرض کیا جاتا ہے۔ و باللہ التوفیق

حضرت امیر حزب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا عمل

راقم الحروف نے ایک مرتبہ عرس شریف کے موقع پر آستانہ عالیہ جلال پور شریف ضلع جہلم میں حاضری دی۔ ایک جنازہ پیش ہوا یہ جنازہ حضرت قبلہ امیر حزب اللہ سید برکات احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھایا آپ نے پہلے دایاں ہاتھ چھوڑ کر دائیں جانب سلام پھیرا پھر بایاں ہاتھ چھوڑ کر بائیں جانب سلام پھیرا۔

حضرت پیر اولیاء بادشاہ فاروق دامت برکاتہم کا عمل

حضرت پیر اولیاء بادشاہ فاروق سجادہ نشیں دربار عالیہ موہڑہ شریف نے موضع گلجور تحصیل سہنسہ میں چوہدری جمال دین صاحب کے جنازہ کی نماز پڑھائی تو آپ نے بھی پہلے سلام کے ساتھ دایاں ہاتھ اور دوسرے سلام کے ساتھ بایاں ہاتھ کھولا تھا۔

راقم الحروف کا معمول

مشائخ عظام کے مذکورہ بالا عمل شریف کے مطابق راقم الحروف کا بھی عمل یہی ہے کہ پہلے سلام سے پہلے دایاں ہاتھ اور دوسرے سلام سے پہلے بایاں ہاتھ کھول دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔

ہاتھ باندھے ہوئے سلام پھیرنا بے دلیل ہے

الحمد للہ یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے روز روشن کی طرح روشن ہوا کہ سلام

جنازہ ہاتھ کھول کر پھیرنا چاہئے ولہذا جو مولوی حضرات ہاتھ باندھے ہوئے سلام پھیرتے ہیں۔ان کا یہ عمل بے دلیل ہونے کی وجہ سے نا قابل تقلید ہے۔ ،اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق بخشے۔(آمین)

حررہ احقر العباد الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفر اللہ تعالیٰ لہ المدرس وخادم الافتاء بالجامعۃ الحیدریۃ فضل المدارس بھیائی سھنسہ من مضافات آزاد کشمیر

(۲۹/ رمضان ۱۴۱۰ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیئسواں مقالہ

دعائے جنازہ پر چند شکوک کا ازالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین . اما بعد محبی فی اللہ تعالی .

حضرت مخدوم اہل سنت مولانا محمد بشیر مصطفوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ مہتمم جامعہ محمدیہ نظامیہ سی ۔ٹو میر پور آزاد کشمیر نے ایک تحریر فقیر راقم الحروف کو بھیجی اور اس بارہ میں رد تحریر کرنے کا حکم دیا تو اس حکم کی تعمیل میں یہ مقالہ ''دعا بعد از نماز جنازہ پر چند شکوک کا ازالہ'' لکھنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔اللہ تعالی اسے ذریعہ نجات بنائے۔آمین۔

مولانا صاحب کی مرسلہ تحریر

جناب پروفیسر صاحب !السلام علیکم ۔کل جناب مولانا فخر الدین صاحب مرحوم کی نماز جنازہ سے قبل مولوی بشیر صاحب نے دعا بعد از نماز جنازہ کے ثبوت میں ایک حدیث بیان کی تھی۔آپ بھی وہاں موجود تھے۔اس حدیث پر آپ کے تبصرے کا شدت سے انتظار ہے۔جواب کے لیے یہی صفحہ حاضر ہے۔آج ہی تبصرہ کریں۔

جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم .

میر پور۔وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔۹۳۔۸۔۲۵۔

راقم وہاں موجود تھا۔مولوی صاحب نے جس حدیث مبارکہ کا حوالہ دیا تھا وہ مشکوۃ جلد اول میں موجود ہے۔عبارت ملاحظہ ہو۔ اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء ۔(ابوداؤد وابن ماجہ حدیث نمبر ۱۵۸۴)

حرف اذا شرط ہے۔جس نے حدیث کو دو جملوں میں تقسیم کر دیا ہے۔پہلا جملہ میت پر ختم ہوتا ہے۔عربی قواعد کے مطابق اسے جملہ شرطیہ یا صرف شرط کہا جاتا ہے۔جبکہ آگے والا جملہ جواب یا جزا کہلاتا ہے۔جملہ شرطیہ میں فعل ماضی ہے۔جس پر جب اذا

داخل ہوگا تو مستقبل کے معنی دے گا پس حدیث کا سیدھا سا ترجمہ یہ ہے کہ: جب تم میت کی نماز پڑھو تو خلوص دل سے اس کے لئے دعا کرو یعنی نماز میں ۔ جبکہ مولوی صاحب نے ترجمہ کیا کہ جب تم میت کی نماز پڑھ چکو تو پھر خلوص دل سے اس کے لیے دعا کرو ۔ معنی میں زمان اور مکان اور زمین اور آسمان کا فرق ہے ۔ مولوی صاحب نے اگر اپنے مسلک کو تقویت دینے کے لیے اس حدیث کا غلط ترجمہ کیا تو فرمان رسول ﷺ میں تحریف کے مرتکب ہوئے ۔ آپ پر جھوٹ بولا ۔ ایسے شخص کے لیے آپ کا ارشاد ہے کہ جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کیا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے ۔ (متفق علیہ) دنیا میں اس کے سوا کوئی ایسی حدیث نہیں جسے تمام عشرہ مبشرہ کے علاوہ سو سے زیادہ صحابہ نے روایت کیا ہو (ملاحظہ ہو موضوعات کبیر ملا علی قاری حنفی بحوالہ امام ابن الجوزی ۔ ابو بکر ابن احمد اور حافظ سیوطی)

لہذا لازم ہے کہ مولوی صاحب اللہ تعالی کے حضور توبہ کے ذریعے سے رجوع کریں کتنا اچھا ہوتا کہ موصوف اس حدیث کا ترجمہ ہی دیکھ لیتے ۔ صحیح صورت حال یہ ہے کہ دعا بعد از نماز جنازہ احادیث و کتب فقہ سے ثابت ہی نہیں ہے ۔ یہ ایک بدعت ہے ۔ جو گمراہی اور رافع سنت ہے ۔ جس آدمی میں سنت کی محبت ہوگی وہ ان بدعات سے دور بھاگے گا ۔ میری دعا ہے ۔ اللہ تعالی امت مسلمہ کو بدعات کے اندھیروں سے نجات دلائے ۔ آمین ۔ اب نماز جنازہ کا طریقہ ملاحظہ ہو فقہ حنفی کی سب سے بڑی اتھارٹی ہدایہ میں ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد اللہ تعالی کی حمد کرے ۔ دوسری پر درود پڑھے تیسری پر اپنے لئے ۔ میت کے لیے اور مسلمانوں کے لئے دعا کرے ۔ پھر چوتھی تکبیر کہے اور سلام پھیر دے ۔ (باب فی الجنائز) یہی عبارت مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہے ۔

(۱) شرح وقایہ (باب جنازہ) (۲) کتاب الآثار از امام محمد (شاگرد خاص امام ابو حنیفہ) اثر نمبر ۲۳۳ (۳) رد المحتار جلد اول ص ۴۱۱ اردو ترجمہ ۔ (۴) عین الهدایہ ص ۷۱۱ اردو ترجمہ (۵) در المختار جلد اول ص ۵۸۵ (۶) کتاب المبسوط عربی جلد

۲،ص ۱۲۵ (۷) بحر الرائق شرح کنز الدقائق عربی جلد۲ص ۱۹۷ (۸) فتح القدیر عربی جلد۲ ص ۱۱۶ (۹) مبسوط از امام محمد (باب الجنائز) (۱۰) حجۃ اللہ البالغۃ۔شاہ ولی اللہ جلد۲ص ۱۲۳ (۱۱) احیائے علوم امام غزالی جلد اول ص ۲۵۹ (۱۲) مجالس الابرار از شیخ احمد رومی حنفی باب الجنائز (۱۳) بہار شریعت (بریلوی حضرات کے لیے اتھارٹی) ص ۱۳۵ (۱۴) کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد اول ص ۸۳۲ (۱۵) غنیۃ الطالبین از شیخ عبد القادر جیلانی باب جنازہ (۱۶) قدوری باب صلوۃ الجنازہ (۱۷) کتاب العدہ شرح العمدۃ ص ۱۱۸ (۱۸) جملہ کتب احادیث مثلاً بخاری مع شرح فتح الباری۔عمدۃ القاری۔فیض الباری) مسلم۔ابوداؤد۔ترمذی،نسائی۔ابن ماجہ۔موطا اور مسند احمد۔(۱۹) مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ساتھ یہ عبارت درج ہے۔ ولا یدعو للمیت بعد صلوۃ الجنازۃ الخ۔یعنی نماز کے بعد دعا نہ مانگیں جبکہ محیط کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔لا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ ایضاً (۲۰) اور کبیری میں بحوالہ السراجیہ ہے۔اذا فرغ من الصلوۃ لا یقوم بالدعاء۔اور شرح وقایہ میں بھی وہی عبارت موجود ہے۔جو مرقاۃ میں ہے۔(۲۱) اور اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ حدیث بالا از عبدالحق محدث دہلوی۔(۲۲) بلوغ المرام از علامہ ابن حجر عسقلانی صاحب فتح الباری اور بے شمار حوالہ جات بوجہ قلت جگہ درج نہیں کر رہا ہوں۔ قاضی صاحب مجھے افسوس ہے کہ یہ ملاں لوگ گمراہی کی اشاعت پر کمربستہ ہیں۔آپ مولوی بشیر صاحب سے دریافت کریں کہ کیا کتب بالا میں سے کسی کتاب میں آپکو نماز جنازہ کے بعد دعا کہیں نظر آرہی ہے؟ کیا حوالہ نمبر ۱۹ میں درج کتب میں ممانعت نہیں ہے؟۔اور انہی کتب میں سے مسبوق کے حکم پر بھی آپ کی نگاہ نہیں پڑی جس میں نماز جنازہ کے بعد مسبوق اپنی تکبیرات ختم کر کے سلام پھیر دے گا؟۔اھ بلفظہ التمام۔

الجواب بتوفیق اللہ الوھاب عزوجل

پروفیسر صاحب کا بیان کردہ مذکورہ بالا قاعدہ قاعدۂ کلیہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ اکثریہ اغلبیہ ہے۔ مولانا عبدالرحمان جامی شرح کافیہ میں لکھتے ہیں ۔ ومنها اذا زمانية كانت او مكانية وهى اذا كانت زمانية للزمان المستقبل وان كانت داخلة على الماضى وقد استعملت فى الماضى كما فى قوله تعالى حتى اذا بلغ بين السدين وحتّٰى اذا ساوى بين الصدفين حتى اذا جعله نارا ۔ اور ظروف مبنیہ میں سے ایک اذا بھی ہے خواہ زمانیہ ہو یا مکانیہ اور جب وہ زمانیہ ہو تو فعل مستقبل کے لیے ہوگا اگرچہ ماضی پر داخل ہو اور کبھی فعل ماضی کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کہ ان تین ارشادات میں ہے ۔ یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے بیچ پہنچا اور یہاں تک کہ جب وہ دیوار دونوں پہاڑوں کے کناروں کے برابر کردی گئی اور یہاں تک کہ جب اسے آگ بنادیا۔ (شرح جامی ص۲۴)

احادیث مبارکہ سے چند مثالیں

چونکہ پروفیسر صاحب بھی مانتے ہیں کہ اذا مستقبل کے لیے ہوتا ہے۔ اس لیے یہاں ایسی مثالیں پیش کرنے کی ضرورت نہیں جن میں اذا مستقبل کے معنی میں آیا ہو۔ ہاں چونکہ وہ اس بات کے منکر ہیں کہ اذا ماضی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ لہذا قرآن وحدیث سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ تاکہ ان کی غلط فہمی کی وضاحت ہوجائے۔ وبالله التوفيق ۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ (۱) فاذا طعمتم فانتشروا ۔ پھر جب تم کھانا کھاچکو تو بکھر جاؤ۔ ظاہر ہے کہ کھانا کھالینے کے بعد ہی بکھرا جاتا ہے۔ نہ کہ کھانے کے دوران ۔ (۲) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ اذا جاء كم الزائر فاكرموه : جب مہمان تمہارے پاس پہنچ چکے تو تم اس کی عزت کرو۔ ظاہر ہے کہ مہمان کے پہنچ جانے کے

بعد ہی میزبان اس کی عزت کرے گا (۳) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذا رءایتم الحریق فکبروا ۔ جب تم لگی ہوئی آگ دیکھ لو تو تکبیر پڑھو۔ ظاہر ہے کہ لگی ہوئی آگ کو دیکھنے کے بعد ہی دیکھنے والا تکبیر پڑھے گا۔ (۴) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذا سمیتم محمدا فلا تضربوہ: جب تم کسی بچے کا نام محمد رکھ چکو تو پھر اسے نہ مارو۔ ظاہر ہے کہ نہ مارنے کا یہ حکم نام رکھ لینے کے بعد ہی ہے۔ (۵) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذا شربتم اللبن فتمضمضوا منہ ۔ جب تم دودھ پی چکو تو کلی کرو۔ ظاہر ہے کہ یہاں کلی کا حکم اس وقت ہے۔ جب کوئی شخص دودھ پی چکا ہو (کلھا من الجامع الصغیر للسیوطی)۔

بہر حال قرآن وسنت سے بھی یہ ثابت ہوا ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ اذا ماضی پر آئے تو فعل مستقبل ہی کا معنی دیتا ہے بلکہ بعض مرتبہ وہ ماضی کا معنی بھی دیتا ہے ولہذا پروفیسر صاحب کا اسے قاعدہ کلیہ سمجھنا ان کی علمی کمزوری ہے۔ اور ان کے عقل کے اندھا پن کی روشن دلیل ہے۔

قرینۂ عقلیہ سے معنی کا تعین

جب یہ ثابت ہو گیا کہ اذا ماضی پر داخل ہو تو اکثر اوقات میں فعل مستقبل کے معنی میں ہوتا ہے۔ اور کبھی کبھی ماضی کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔ تو کسی کلام میں اس کے مرادی معنی کے تعین کے لیے عقلی قرینہ کی حاجت ہو گی اور قرینہ عقلی جاننے کے بعد ہی مراد کا تعین ہو گا اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث میں قرینہ عقلیہ کیا ہے؟ تا کہ مراد کا تعین ممکن ہو۔

حدیث اذا صلیتم علی المیت میں دونوں معنوں کا احتمال موجود ہے

اگر اذا یہاں مضارع کے معنی میں ہو تو اس سے نماز جنازہ کی وہ دعا مراد ہو گی جو تیسری تکبیر کے بعد سلام سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ اور یہ دعا میت، مومنین سب کے لیے ہوتی ہے۔ پروفیسر صاحب نے خود فقہ حنفی کی سب سے بڑی اتھارٹی ہدایہ سے یہ نقل کیا ہے

کہ تیسری تکبیر پر اپنے لیے میت کے لیے اور مسلمانوں کے لیے دعا کرے اس صورت میں فاخلصوا میں اخلاص سے مراد پرخلوص دعا مانگنا ہے۔

شیخ محقق لکھتے ہیں۔ چوں نماز گزارید بر میت پس خالص کنید برائے وے دعا را و اخلاص بے آمیخ کردن و بے ریا وسمعہ آوردن طاعت خدارا ۔یعنی جب تم میت پر نماز پڑھو تو اس کے لیے دعا کو خالص کرو اور اخلاص عبادت کو پرخلوص بنانا اور ریاکاری و شہرت کے بغیر بجا لانا ہے ۔(اشعۃ اللمعات ص ۶۸۶ ج اول)

اور اسی معنی کی رعایت کرتے ہیں محدث ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو باب ماجآء فی الصلوۃ علی الجنازۃ میں روایت کیا ہے۔(سنن ابن ماجہ ص ۱۰۷) اور اگر یہاں ماضی کے معنی میں ہے۔تو اس سے سلام کے بعد کی دعا مراد ہوگی اس صورت میں اخلاص کا معنی صرف میت کے لیے دعا کرنا ہوگا ۔چونکہ تیسری تکبیر کے بعد سلام سے پہلے بھی دعا مانگی جاتی ہے اور سلام کے بعد بھی دعا مانگی جاسکتی ہے۔اس لیے یہاں دونوں معنوں کا احتمال موجود ہے۔اب دیکھنا یہ ہے۔کہ ان دونوں احتمالوں میں سے کس احتمال کو ترجیح ملے گی تو مراد متعین ہوگی اس بارہ میں ایک اور قاعدہ موجود ہے۔اور وہ یہ ہے کہ کسی کلام کو ایسے معنی میں لینا کہ تحصیل حاصل لازم نہ آئے۔اس معنی میں مراد لینے سے بہتر ہوتا ہے۔جس سے تحصیل حاصل لازم آئے ۔سو اگر یہاں ماضی کے معنی میں مراد لیا جائے تو تحصیل حاصل لازم نہیں آتی کہ صلیتم میں جو دعا مراد ہے۔وہ سلام سے پہلے کی ہے۔اور فاخلصوا لہ الدعاء میں جو دعا ہے۔وہ سلام کے بعد کی ہے۔بخلاف اس کے کہ اگر اسے یہاں مضارع کے معنی میں لیا جائے تو دونوں لفظوں سے مراد نماز کے اندر کی دعا ہوگی بدیں وجہ بعض علماء کرام نے یہاں ماضی کے معنی کو مراد لیا ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری لکھتے ہیں: واغرب صاحب الاظہار علی مانقلہ میرک عنہ انہ قال فیہ دلیل علی وجوب تخصیص المیت الدعاء و لا یکفی التعمیم وھو

الاصـــح اھ۔ میرک نے صاحب الاظہار سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا اس حدیث میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ میت کے لیے (نماز جنازہ کے بعد) خصوصی دعا مانگنا واجب ہے۔ اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ (مرقاۃ ص ۵۹ ج ۴) اس قول کی غرابت کی وجہ نماز جنازہ کے بعد خاص میت کے لیے دعا مانگنے کے وجوب کا قول ہے کہ اس وجوب کا قائل صاحب اظہار کے علاوہ کوئی عالم دین نہیں ہے۔ فـافهـم واغتـنم فـانـه مـن مزلات الاقدام . واللہ تعالی اعلم -

پروفیسر کی مولوی صاحب پر فتویٰ بازی غلط ہے

الـحـمـد لـلـہ ! یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے روز روشن کی طرح روشن ہوا کہ حدیث اذا صـلـیـتـم عـلـی الـمـیـت فاخلصو الہ الدعاء کا جو ترجمہ مولوی محمد بشیر صاحب نے ان لفظوں میں کیا ہے۔ جب تم میت کی نماز پڑھ چکو تو پھر خلوص دل سے اس کے لیے دعا کرو۔ سو فیصد درست ہے۔ پروفیسر کا اس ترجمہ کی وجہ سے یہ لکھنا کہ مولوی صاحب نے اگر اپنے مسلک کو تقویت دینے کے لیے اس حدیث کا غلط ترجمہ کیا تو فرمان رسول اللہ ﷺ میں تحریف کے مرتکب ہوئے آپ پر جھوٹ بولا ایسے شخص کے لیے آپ کا ارشاد ہے۔ کہ جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کیا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ لہذا لازم ہے کہ مولوی صاحب اللہ تعالی کے حضور توبہ کے ذریعے سے رجوع کریں۔ اس کی اپنی کم عقلی اور کم علمی کی روشن دلیل ہے۔ بلکہ خود پروفیسر پر شرعاً فرض ہے کہ وہ اس قسم کی فتوی بازی سے سچی توبہ کرے اور آئندہ علمائے حق پر غلط فتویٰ عائد کرنے کی کوشش نہ کرے. والـلـہ یھـدی مـن یشـاء الـی صراط مستقیم ولا حول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

(تنبیہ) حدیث اذا صـلـیـتـم عـلـی الـمـیـت فاخلصو لہ الدعاء میں چونکہ ماضی اور مضارع دونوں معنوں کا مراد ہونا محتمل ہے۔ اس لیے جس طرح ماضی کا معنی مراد

لینے والے مولوی صاحب پر پروفیسر کی مذکورہ بالا فتوئی بازی غلط ہے اسی طرح مضارع کا معنی لینے والے لوگوں پر ان لفظوں میں فتوئی بازی درست نہیں کہ جولوگ اس کا معنی کرتے ہیں کہ نماز کہ اندر میت کے لیے دعا کرو وہ حقیقت میں فاء کے معنی سے غافل اور اس حدیث کے اصل مفہوم سے جاہل ہیں۔ کیونکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس حدیث کے فارسی ترجمہ میں مضارع کے معنی کے مرادی ہونے ہی کا لحاظ فرماتے ہوئے بدیں الفاظ ترجمہ کیا ہے۔۔ چوں نماز گزارید برمیت پس خالص کنید برائے وے دعا را۔ (اشعۃ اللمعات ص ۶۸۶ ج اول)اور اسی معنی کی رعایت کرتے ہوئے امام ابن ماجہ نے اس حدیث کو باب ماجآء فی الدعآء فی الصلوۃ میں روایت کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

مضارع کا معنی مراد ہوتو یہ حدیث بعد از نماز جنازہ کے بارہ میں خاموش ہے

پروفیسر کا اس حدیث میں مضارع کا معنی مراد لے کر یہ لکھنا کہ صحیح صورت حال یہ ہے کہ دعا بعد از نماز جنازہ احادیث وکتب فقہ سے ثابت نہیں ۔ یہ ایک بدعت ہے۔ جو گمراہی اور رافع سنت ہے۔جس آدمی میں سنت کی محبت ہوگی وہ ان بدعات سے دور بھاگے گا۔ خود اس کے گمراہ اور بدعتی ہونے کی دلیل ہے۔ بالفرض اگر یہ دعا اس حدیث سے ثابت نہیں تو یہ ضروری نہیں کہ یہ دعا دوسری حدیثوں سے بھی ثابت نہ ہوتی ہو۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جائے گا کہ یہ حدیث سلام سے پہلے میت کے لیے پر خلوص دعا کو ثابت کر رہی ہے۔اور سلام کے بعد کی دعا کے بارہ میں ساکت ہے۔یعنی نہ یہ اس دعا کا اثبات کر رہی ہے۔اور نہ اس کی نفی۔ پھر دیکھا جائے گا کہ اس دعا کے ثبوت میں دوسری حدیثیں موجود ہیں۔تو یہ دعا ان دوسری حدیثوں سے ثابت مانی جائے گا۔ فافھم واغتنم فانہ من مزلات الاقدام واللہ ولی التوفیق ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

دعا بعد از جنازہ کے بارہ میں اور حدیثیں موجود ہیں

دعا بعد از جنازہ کے ثبوت میں اور بھی حدیثیں موجود ہیں۔ اس لیے اس دعا کو ان دوسری حدیثوں کی وجہ سے ثابت مانا جائے گا چنانچہ یہاں تبرکاً چند احادیث مبارکہ نقل کی جاتی ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) امام علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ شہید پر نماز جنازہ کے بارہ میں یہ حدیث نقل کرتے ہیں۔ وصلی علی زید و جعفر لما استشهدا لموتة علی ما فی مغازی الواقدی حدثنی محمد قال لما التقی الناس بموتة جلس ما بینه و بین الشام فهو ینظر الی معرکتهم فقال ﷺ اخذ الرایة زید بن حارثه فمضی حتی استشهد وصلے علیه رسول الله ﷺ ودعا له وقال استغفروا له دخل الجنة وهو یسعی ثم اخذ الرایة جعفر بن ابی طالب فمضی حتی استشهد وصلے علیه رسول الله ﷺ ودعا له وقال استغفروا له دخل الجنة فهو یطیر فیها بجناحین حیث شاء ۱۵ بجمیع لفظه''

یعنی شہید پر نماز جنازہ پڑھنا فرض ہے۔ کیونکہ حضرت زید اور حضرت جعفر غزوہ موتہ میں شہید ہوئے تو رسول ﷺ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی چنانچہ امام واقدی کے مغازی میں یہ حدیث منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی ابن ابی بکر فرماتے ہیں کہ جب لوگوں کی موتہ کے مقام پر جنگ ہوئی تو رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور آپ کے درمیان اور شام کے درمیان سے پردے ہٹا دیئے گئے سو آپ ان کی جنگ کو ملاحظہ فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ زید بن حارثہ نے جھنڈا پکڑا ہے۔ اور وہ لڑتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے شہادت پائی ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور ان کے حق میں دعا مانگی اور فرمایا اس کے لیے گناہوں کی معافی مانگو۔ وہ دوڑتا ہوا جنت میں

داخل ہو گیا ہے۔ پھر جعفر بن ابو طالب نے جھنڈا پکڑا اور وہ لڑتے رہے یہاں تک کے انہوں نے شہادت پائی اور رسول اللہ ﷺ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی اور فرمایا۔ ان کے گناہوں کی معافی مانگو۔ وہ جنت میں داخل ہو گیا ہے۔ اور وہ دونوں بازوؤں کی قوت سے اڑ کر جہاں چاہے چلا جاتا ہے۔ (مرقاۃ جلد ۴ ص ۴۶)

مولانا مفتی محمد حسین چشتی اس حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں۔ اس حدیث میں نماز جنازہ کے بعد حضور ﷺ کا دعا فرمانا اور دوسروں کو بھی اس کے لیے دعائے مغفرت مانگنے کا حکم صریح دلیل ہے کہ بعد نماز جنازہ دعا مانگنا جائز ہے۔ اور فعل نبوی ہے۔ اس لیے کہ حضور ﷺ نے خود دعا فرماتے ہوئے دوسرے لوگوں کو بھی دعائے مغفرت کا حکم دیا اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ نماز جنازہ کے بعد تھا۔ بعد نماز جنازہ کے دعا ثابت ہوئی کیونکہ نماز جنازہ کے اندر گفتگو منع ہے اور یہاں گفتگو کی گئی ہے (اثبات دعا بعد نماز جنازہ مطبوعہ چشتی کتب خانہ عباس پور ص ۳)

(۲) امام ملک العلماء الحنفیہ علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاشانی لکھتے ہیں۔ **روی ان النبی ﷺ صلی علی جنازۃ فلما فرغ جآء عمر و معه قوم فاراد ان یصلی ثانیاً فقال لهم النبی ﷺ الصلوۃ علی الجنازۃ لا تعاد ولکن ادع للمیت واستغفر له** ۔ روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے ایک میت پر نماز پڑھی پھر جب فارغ ہوئے تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ چند آدمیوں کے ساتھ تشریف لائے اور دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ فرمایا۔ یہ دیکھ کر نبی ﷺ نے فرمایا۔ نماز جنازہ دوسری بار نہیں پڑھی جاتی بلکہ میت کے لئے دعا مانگو۔ اور اس کے گناہوں کی معافی مانگو۔ (بدائع الصنائع ص ۳۱۱ ج اول)

اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے دعا واستغفار کا موقعہ ہوتا ہے۔ لہذا جو اس موقع میں دعا واستغفار سے روکے وہ گمراہ کن ہے۔ **واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم** ۔

(۳) اور یہی امام لکھتے ہیں. روی عن ابن عمر وابن عباس رضی الله عنهما فاتتهما صلوة علی جنازة فلما حضرا مازاد اعلی الاستغفار لـــه اور روایت کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس کی نماز جنازہ فوت ہوگئی تو جب وہ حاضر ہوئے تو انہوں نے میت کے لئے استغفار پر کچھ زیادہ نہ کیا (بدائع الصنائع ص ۳۱۱ ج اول)

(۴) اور یہی امام لکھتے ہیں. وروی عن عبد اللـه بن سلام رضی الله عنه انه فاتته الصلوة علی جنازة عمر رضی الله عنه فلما حضر قال ان سبقتمونی بالصلوة علیه فلا تسبقونی بالدعاء له . اور روایت میں آیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں نہ پہنچ سکے۔ پھر حاضر ہونے پر فرمایا۔ اگر تم ان کی نماز میں مجھ پر سبقت لے گئے ہو تو ان کے لیے دعا مانگنے میں مجھ پر سبقت نہ لو گے۔ (بدائع الصنائع ص ۳۱۱ ج اول)

الحمد لله! ان چار حدیثوں سے خوب ظاہر ہوگیا ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے دعا مانگا کرتے تھے۔ پروفیسر کا یہ لکھنا کہ صحیح صورت حال یہ ہے کہ دعا بعد از نماز جنازہ احادیث وکتب فقہ سے ثابت ہی نہیں۔ یہ ایک بدعت ہے جو گمراہی اور رافع سنت ہے۔ بذات خود ایک بدعت اور سراسر گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اس پر ایمان لانے کی توفیق بخشے۔ آمین

فقہائے کرام صرف حالت قیام میں دعاء سے منع کرتے ہیں

اب رہا پروفیسر کی پیش کردہ فقہی عبارات کا معاملہ تو ان کے بارے میں ظاہر بات ہے کہ فقہاء نے نماز جنازہ کے بعد حالت قیام میں دعا مانگنے سے منع فرمایا اور اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ تاکہ نماز جنازہ میں زیادت کا شبہ پیدا نہ ہو ورنہ صفیں توڑ کر دعا مانگنا تو سنت نبوی اور صحابہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ جیسا کہ اوپر چار حدیثیں گزر چکی ہیں۔

چنانچہ مولانا احمد یار خان صاحب نعیمی لکھتے ہیں۔ تفصیلی جواب یہ ہے کہ عبارات میں سے جامع الرموز؛ ذخیرہ؛ محیط اور کشف الغطاء کی عبارتوں میں تو دعا سے ممانعت ہی نہیں بلکہ کھڑے ہو کر دعا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ وہ ہم بھی منع کرتے ہیں مرقاۃ اور جامع الرموز میں بھی ہے۔ (لانہ یشبہ الزیادۃ) کیونکہ یہ زیادتی کے مشابہ ہے۔ یعنی اس دعا سے دھوکہ ہوتا ہے کہ نماز جنازہ زیادہ ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس طرح دعا مانگنا منع ہے۔ جس میں زیادتی کا دھوکہ ہو۔ اور وہ یہی ہے کہ صف بستہ کھڑے کھڑے دعا کریں اگر صف توڑ دی گئی یا بیٹھ گئے تو دعا میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ نماز فرض کے بعد کا حکم ہے کہ لوگ صفوں کو توڑ کر سنتیں پڑھیں تاکہ کسی کو یہ دھوکہ نہ ہو کہ جماعت ہو رہی ہے۔ (دیکھو شامی اور مشکوۃ شریف باب السنن) تو اس سے یہ لازم نہیں کہ فرض کے بعد سنتیں پڑھنا ہی نہیں بلکہ فرض سے ملا کر پڑھنا منع ہے۔ اسی طرح یہ بھی ہے۔ (جاء الحق ص ۲۸۱)

صرف معتزلہ کی کتب میں مطلق دعا کو مکروہ لکھا ہے

فقہ حنفی کی بعض کتب میں جو یہ لکھا ہے کہ۔ ان الدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ مکروہ یہ عبارت امام زاہدی کی کتاب قنیۃ الفقہاء کی ہے۔ اور یہ کتاب مفتیٰ بہ نہیں۔

چنانچہ مولانا احمد یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں۔ ابو بکر ابن حامد کی جو عبارت (ان الدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ مکروہ) پیش کی گئی ہے۔ قنیہ کی عبارت ہے۔ مگر قنیہ غیر معتبر کتاب ہے۔ اس پر فتویٰ نہیں دیا جاتا۔ مقدمہ شامی بحث رسم المفتی میں ہے کہ صاحب قنیہ ضعیف روایات بھی لیتا ہے۔ اس سے فتویٰ لینا جائز نہیں وہ فرماتے ہیں۔ او لنقل الاقوال الضعیفة فیها كالقنیة للزاهدی فلا یجوز الافتاء من هذه ۔ اعلیٰ حضرت نے بذل الجوائز میں فرمایا کہ قنیہ والا معتزلی بدمذہب ہے۔ (جاء الحق ص ۲۸۱)

حاصل کلام یہ ہے کہ جن حنفی کتب میں مطلقاً جنازہ کے بعد دعا سے منع کیا گیا

ہے۔ وہ معتزلی عقیدہ والوں کی ہیں اور جن میں جنازہ کے بعد صف بستہ دعا مانگنے سے منع کیا گیا ہے۔ وہ صحیح العقیدہ سنی بزرگوں کی ہیں۔ چونکہ پروفیسر صحیح العقیدہ سنی نہیں۔ اس لیے وہ معتزلہ کے پیش کردہ ضعیف قول پر اعتماد کر کے راہ حق سے بھٹک گیا ہے۔ اور نہایت ہی دیدہ دلیری سے یہ لکھ رہا ہے۔ قاضی صاحب! مجھے افسوس ہے کہ یہ ملاں لوگ گمراہی کی اشاعت پر کمربستہ ہیں۔ آپ مولوی بشیر صاحب سے دریافت کریں کہ کیا کتب بالا میں سے کسی کتاب میں آپ کو نماز جنازہ کے بعد دعا کہیں نظر آرہی ہے۔ اور کیا حوالہ نمبر ۱۹ میں درج کتب میں ممانعت نہیں ہے۔ حالانکہ حوالہ نمبر ۱۹ میں جو عبارات پیش کی گئی ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم کی عبارت میں مطلقا دعا سے منع فرمایا گیا ہے۔ یہ معتزلہ کی کتب کی ہے۔ اور دوسری قسم کی عبارات میں صرف کھڑے کھڑے صف بستہ دعا سے منع کیا گیا ہے۔ یہ صحیح العقیدہ سنی بزرگوں کی ہیں۔ ولہذا پروفیسر پر یہ لازم تھا کہ وہ صرف سنی صحیح العقیدہ بزرگوں کی کتابوں کی عبارات سے مطلقا جنازہ کے بعد دعا مانگنے کی ممانعت ثابت کرتا مگر وہ ایسا نہ کر سکا۔ اس سے ثابت ہوا کہ خود پروفیسر اور اس کے ہم خیال لوگ ہی گمراہی کی اشاعت پر کمربستہ ہیں۔ **والله لا يهدى القوم الفاسقين ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم** ۔

مسبوق کے فعل سے استدلال نری جہالت ہے

باقی رہا پروفیسر کا یہ لکھنا کہ انہی کتب میں مسبوق کے حکم پر بھی آپ کی نگاہ نہیں پڑی جس میں نماز جنازہ کے بعد مسبوق اپنی تکبیرات ختم کر کے سلام پھیر دے گا۔ یعنی امام کے سلام پھیرنے کے بعد اگر دعا پڑھنا جائز ہوتا تو مسبوق کے لیے یہ حکم نہ ہوتا اس لیے وہ دعا پڑھے بغیر تکبیرات پوری کر کے سلام پھیر دیتا ہے پروفیسر کی نری جہالت ہے۔ کیونکہ یہ حکم اس وقت ہے۔ جبکہ مسبوق کو یہ اندیشہ ہو کہ اگر وہ دعائیں پڑھتا رہا تو لوگ آگے سے جنازہ اٹھا کر دفن کے لیے لے جائیں گے اور اگر یہ اندیشہ نہ ہو تو وہ دعائیں بھی پڑھے گا امام زیلعی شرح کنز میں لکھتے ہیں۔ **ثم المسبوق يقضى مافاته نسقا بغير دعاء**

لانہ لو قضاہ بدعآء ترتفع الجنازہ فتبطل الصلوۃ لانہا لاتجوز بلا حضور میت ولو رفعت قطع التکبیر اذا وضعت علی الاعناق ۔ پھر مسبوق جو کچھ فوت ہوا ہے اسے بلا دعا پڑھے ترتیب سے ادا کرے گا کیونکہ اگر وہ دعآء کے ساتھ ادا کرے تو جنازہ اٹھالیا جائے گا اور اس کی نماز باطل ہو جائے گا کیونکہ میت کی عدم موجودگی میں نماز جنازہ باطل ہو جاتی ہے۔اور اگر سلام پھیرنے سے پہلے جنازہ کندھوں پر اٹھالیں تو وہ باقی تکبیریں کہنا چھوڑ دے۔(تبیین الحقائق ص۲۴۲ ج اول)

الحمد للہ! امام زیلعی کی عبارت نے صاف صاف بتا دیا کہ یہاں دعائیں چھوڑنے کی وجہ یہ نہیں کہ سلام امام کے بعد دعا مانگنا شرعاً منع ہے۔ بلکہ یہ اس لیے ہے کہ جنازہ اٹھائے جانے کا اندیشہ ہے۔اس لیے اس سے پروفیسر کا دلیل پکڑنا کم علمی اور کم فہمی کی روشن دلیل ہے۔اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اسے ماننے کی توفیق بخشے۔آمین ۔

وھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ المبارکۃ تقبلھا اللہ تعالی بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ۔ وانا الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفر اللہ تعالیٰ لی خادم التدریس والافتاء والتصنیف بالجامعۃ الحیدریۃ فضل المدارس ببلدۃ سھنسہ من مضافات آزاد کشمیر ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چوبیسواں مقالہ

فضیلۃ الصدقۃ عند الدفن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

سوال! گذشتہ دنوں ہمارے علاقہ میں ایک جنازہ کے موقع پر ایک مولوی صاحب نے تقریر میں کہا کہ جنازہ کے موقع پر چھوہارے کھوپا اور آٹا وغیرہ لانا بے فائدہ ہے اس کا کوئی فائدہ نہیں اور اگر کوئی میت کے لئے کچھ صدقہ کرنا چاہے تو نقد روپے پیسے عطا کرے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مولوی صاحب مذکور کا یہ قول از روئے شرع شریف بمطابق فقہ حنفی کیسا ہے؟ اور آیا توشہ میت بے فائدہ ہے یا اس کا کوئی فائدہ ہوتا ہے؟ (عوام علاقہ سہنسہ آزاد کشمیر)

الجواب بتوفیق اللہ الوہاب عزوجل: سنی حنفی مذہب مہذب میں اموات کے لئے اشیائے خوردنی اور نقدی دونوں کا صدقہ جائز ہے، اس کا فائدہ ثواب کی صورت میں ورثاء اور اموات سب کو پہنچتا ہے اور ظاہر ہے کہ توشہ میت اسی قسم کا صدقہ ہے، تو اس کا فائدہ میت اور ورثاء سب کو ملتا ہے، لہذا اسے بے فائدہ نہ کہے گا مگر وہی شخص جو اہل سنت سے خارج ہے یا جاہل اجہل ہے۔ جب قدیم سے مسلمانوں میں توشہ ہمراہ میت لانے، اس پر حیلہ اسقاط کرنے اور اسے حاضر فقراء و مساکین میں تقسیم کرنے کا رواج چلا آرہا ہے اور اس میں میت اور ورثاء سب کے لئے فائدہ و ثواب بھی ہے اور خاص اس طریقہ کی ممانعت پر اصلاً کوئی شرعی دلیل بھی موجود نہیں تو پھر اس سے مسلمانوں کو روکنا یا اس سے انہیں متنفر بنانا یا توشہ لے چلنے والوں پر بے ہودہ من گھڑت آوازے کسنا کہاں کی دانشمندی و دینداری ہے؟ اے کاش اس دور میں جبکہ وہابیہ کے خیالات فاسدہ مسلمانوں میں پھیلانے کی کوششیں پورے زوروں پر ہیں ان نام نہاد مولویوں کو تو اہل سنت کے اس قسم کے قدیم معمولات کے نفاذ اور برقرار رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے تھی نہ کہ الٹا انہیں بند کروانے کی ہٹ دھرمی۔ فالی اللہ المشتکی ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

توشہء میت کی اصل:

توشہء میت کی اصل وہ حدیث ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: من مات وعلیہ صیام شہر رمضان فلیطعم عنہ مکان کل یوم مسکین جو شخص مرے اور اس پر رمضان کے

مہینے کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے ہر دن (کے روزہ) کے عوض میں ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔ (رواہ الترمذی وقال والصحیح انہ موقوف علی ابن عمر، مشکوٰۃ ج ا ص ۱۶۰)
اس حدیث شریف میں "فلیطعم عنہ" کے الفاظ مبارکہ کتنی صراحت سے یہ بیان کر رہے ہیں کہ میت کے لئے طعام وتوشہ کی صورت میں صدقہ کیا جانا چاہیے۔ مگر حیف ہے ان مولویوں پر جو طعام میت کو بے فائدہ کہہ رہے ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

صحابہء کرام کا رواج

چونکہ مندرجہ بالا حدیث میں میت کی طرف سے صدقہ کا حکم اطعام کی صورت میں رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا اس لئے صحابہء کرام اور ان کے بعد تابعین وتبع تابعین وسلف صالحین میت کے لئے اطعام کی صورت کو اختیار کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ خاتمۃ المحدثین امام جلال الدین سیوطی روایت نقل کرتے ہیں کہ مشہور تابعی حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ان الموتیٰ یفتنون فی قبورھم سبعا فکانوا یستحبون ان یطعم عنھم بتلک الایام بلاشبہ اموات اپنی قبور میں سات دن تک آزمائے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے صحابہ کرام ان دنوں میں اموات کی طرف سے کھانا کھلانے کو مستحب جانتے تھے۔ (**رواہ الامام احمد فی الزھد وابونعیم فی الحلیۃ، شرح الصدور ص ۵۷، صحیح البیھاری ص ۹۵۱**)

اس حدیث کو معتبر ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **لان الاخبار عن الصحابۃ بانھم کانوا یستحبون الاطعام عن الموتیٰ تلک الایام السبعۃ صریح فی ان ذلک کان معلوما عندھم وانھم کانوا یفعلون ذلک لقصد التثبیت عند الفتنۃ فی تلک الایام وان کان معلوماً عند الصحابۃ کان ناشئا عن التوقیف کما تقدم تقریرہ**

کیونکہ امام طاؤس کا اس بات کی خبر دینا کہ صحابہ ان سات دنوں میں اموات کے لئے کھانا کھلانے کو مستحب جانتے تھے اس بارہ میں صریح ہے کہ یہ کام ان کے نزدیک جانا پہچانا تھا، اور وہ یہ کام اس ارادہ سے کیا کرتے تھے کہ ان دنوں میں اموات کو آزمائش کے وقت

استقامت ملے اور اگر یہ کام صحابہ کے دور میں جانا پہچانا تھا تو پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی مرضی اور منشاء ہی سے پیدا ہوا ہوگا جیسا کہ اس کی تقریر گزر چکی ہے۔ (الحاوی للفتاویٰ ج ۱۸۵ ج ۲)

(۳) اور یہی امام لکھتے ہیں **الاولیٰ ان سنۃ الاطعام سبعۃ ایام بلغنی انھا مستمرۃ الی الآن بمکۃ والمدینۃ فالظاھر انھا لم تترک من عھد الصحابۃ الی الآن وانھا اخذوھا خلفا عن سلف الی الصدر الاول** اور پہلی نکتہ کی بات تو یہ ہے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ سات دن تک میت کی طرف سے کھانا کھلانے کی رسم مکہ اور مدینہ میں آج تک بدستور جاری رہی ہے سو اس سے ظاہر یہی ہے کہ یہ رسم عہد صحابہ سے آج تک کبھی چھوڑی نہیں گئی بلکہ آج سے صدر اول (عہد صحابہ) تک یہ رسم خلف اپنے سلف سے مسلسل لیتے چلے آئے ہیں۔ (الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۱۹۴)

الحمدللہ! اس حدیث طاؤس سے ثابت ہوا کہ میت کی طرف سے سات دن تک طعام (توشہ) کھلانا سنت صحابہ ہے اور خود صحابہ اس سنت کو مستحب جانتے تھے تو کونسا عقلمند کہے گا کہ جس کام کو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جماعت مستحب سمجھتی تھی وہ بے فائدہ ہے اور اس میں کوئی فائدہ نہیں؟ مولوی صاحب مذکور ہی بتائیں کہ مستحب کام میں ثواب ہوتا ہے تو پھر ثواب کوئی فائدہ کی چیز ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر ان کا توشہ (طعام میت) کو بے فائدہ بتانا گمراہی اور ضلالت ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ ہی ایسے ناقص العقل مولویوں کو ہدایت دے۔ (آمین)

باقی رہا مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ توشہ بے فائدہ ہے تم اس کی جگہ نقدی صدقہ کرو یہ ان کا قول منصوص علیہ حکم کے خلاف ہے کیونکہ اس باب میں جو نصوص آئی ہیں اور وہ اوپر گزریں ان میں اطعام کا لفظ وارد ہوا ہے نقدی دینے کا حکم نہیں آیا لہذا اس منصوص علیہ حکم کو بے فائدہ ٹھہرانا اور اپنی طرف سے نقدی کی قید لگا کر مسلمانوں پر توشہ کے باب میں تنگی پیدا کرنا بلاشبہ مولوی صاحب مذکور کی جہالت وضلالت ہے ہاں یہ اور بات ہے کہ کوئی مسلمان از خود اپنی خوشی سے نقدی صدقہ کردے تو اسے اس کی بھی شرعاً اجازت ہے۔ وہذا امر آخر کما لایخفی علی عاقل'' اے اللہ! کم علموں کو اپنا خوف نصیب کر۔ تاکہ وہ

مسلمانوں کو گمراہ کرنے سے باز آجائیں۔ (آمین)

توشہ جنازہ گاہ میں لانے کی اصل

جنازہ گاہ میں توشہ لانے کی اصل وہ حدیثیں ہیں جن میں دفن سے پہلے صدقہ کی ترغیب فرمائی گئی ہے کیونکہ گھر میں جو صدقہ دیا جائے اس کی بہ نسبت وہ صدقہ جو جنازہ گاہ میں تقسیم کیا جائے صدقہ قبل دفن ہونے کا زیادہ مستحق ہے چنانچہ مولانا مفتی نظام الدین ملتانی کتاب مستطاب فتاویٰ نظامیہ میں لکھتے ہیں۔ اور اسقاط قبل از دفن کرنی چاہئے چنانچہ شرح الصدور اور شرح برزخ ص ۱۲۳ میں بروایت حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ حدیث تحریر ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ موت مقام خوف ہے پس تم میت کے لئے دفن سے پہلے صدقہ کرو اور وہ حدیث یہ ہے: ''اخرج ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ انہ قال قال النبی ﷺ الموت فزع فتصدقوا لہ قبل الدفن فاقرؤا ما تیسر من القرآن واجعلوا لہ'' حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا، موت ڈر کی چیز ہے سو تم میت کے لئے دفن سے پہلے صدقہ کرو اور اس کے لئے جتنا قرآن پڑھ سکو پڑھو۔ اور اس کا ثواب میت کو پہنچاؤ۔

اور حدیث معلق واجب العمل ہے مانند حدیث متصل کے اور صاحب برزخ وغیرہ نے لکھا ہے کہ: ''افاد الحدیث ان التصدق لروح المیت قبل الدفن سنۃ ولو ختم لہ القرآن لکان جائزا یرجی فیہ نجاۃ المیت وکان السلف علی ذالک'' یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دفن سے پہلے میت کے لئے صدقہ کرنا سنت ہے اور اگر میت کے لئے پورے قرآن کا ختم پڑھا جائے تو جائز ہے، اس میں میت کی نجات کی امید ہے اور سلف صالحین کا یہی معمول تھا۔

اور عز مزنی سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ تم صدقہ کا ثواب میت کو دفن کرنے سے پہلے کر دیا کرو اور وہ حدیث بایں الفاظ معلق ہے: ''اخرج عز المزنی ان النبی ﷺ قال تصدقوا الموتاکم قبل الدفن لعل اللہ ینجیہ بذالک'' امام عز مزنی نے روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم اپنے اموات کیلئے دفن سے پہلے صدقہ کیا کرو۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے وسیلہ سے اللہ میت کی نجات فرمائے۔ (نقل از شرح برزخ)

اور کتاب طحطاوی اور شرح الصدور میں بایں الفاظ حدیث مذکور ہے قال علیہ السلام

تصدقوا اموتاکم قبل الدفن لیکون ذالک فدیۃ من ایدی ملآئکۃ العذاب
یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اموات کے لئے دفن سے پہلے صدقہ کرو تا کہ یہ صدقہ عذاب کے فرشتوں کے ہاتھوں سے فدیہ بنے۔ (انوار شریعت مطبوعہ فیصل آباد ج ا ص ۱۷۸)

اور یہی عبارت حضرت مولانا پیر حافظ ظہور شاہ صاحب سجادہ نشین جلالپور جٹاں نے بھی اپنی کتاب ظہور صداقت ص ۲۵ میں انہی الفاظ سے لکھی ہے۔

اور مولوی عبدالرحیم شاہ میتہ خیلی لکھتے ہیں: کتاب زاد آخرۃ کی پانچویں فصل میں مؤلف نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ موت ڈر کی چیز ہے سو میت کے لئے دفن سے پہلے صدقہ کرو اور ثواب اس کے لئے بخشو۔ (شرح برزخ)

اور آنخضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ صدقہ قبر کی گرمی کو بجھاتا ہے اور مردہ کو نفع پہنچاتا ہے اگرچہ وہ گوشت کا ایک ٹکڑا ہو۔ (لالی فاخرہ فی تذکرۃ الآخرۃ)

اور آنخضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میت کے لئے دفن سے پہلے صدقہ دو اگرچہ کھجوروں کے ایک تھال کا ہو۔ ...... او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام (شرح برزخ)

وتصدق برائے میت ودعاء در حق او قبل برداشتن جنازہ وبیش از دفن سبب نجات اھوال آخرت وعذاب قبر است
یعنی میت کے لئے جنازہ اٹھانے سے پہلے صدقہ ودعاء کرنا اور دفن سے پہلے اس کے لئے صدقہ ودعا کرنا آخرت کے خوفوں اور قبر کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے۔ (سعادۃ الدارین ص ۹)

الحمد للہ! ان تین کتب مبارکہ میں مذکور ان احادیث متبرکہ سے معلوم ہوا کہ مسلمان میت کے لئے جو توشہ جنازہ گاہ تک لے جاتے ہیں اس کا ثبوت حدیثوں میں موجود ہے۔ اس میں میت کے لئے ثواب ہے اور یہ صدقہ اس کی نجات اور حفاظت کا ذریعہ بنتا ہے۔ ولہذا سنی مسلمان اس قسم کے کم فہم مولویوں کی خانہ زاد دلیلوں پر ہرگز ہرگز کان نہ دھریں۔ ورنہ عظیم سعادتوں سے محروم رہ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سیدھے سادے سنی مسلمانوں کو امان میں رکھے۔ آمین۔

وھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ المبارکۃ تقبلھا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ وانا الفقیر ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری غفر اللہ تعالیٰ لہ خادم التدریس بالجامعۃ الحیدریۃ فضل المدارس ببلدۃ سھنسہ من مضافات آزاد کشمیر (۱۵ شعبان المعظم ۱۴۰۹ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پچیسواں مقالہ

حیلہء اسقاط کا ثبوت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۔ اما بعد!

اہل اسلام کا یہ معمول قدیم سے چلا آرہا ہے کہ جب کوئی مسلمان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے جنازہ کے ہمراہ اشیائے خوردنی جنازہ گاہ تک لاتے ہیں۔ نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد امام مسجد صاحب نقدی اور ان اشیاء پر حیلہ اسقاط پڑھتے ہیں۔ پھر یہ چیزیں فقراء ومساکین پر تقسیم کر دی جاتی ہیں۔

آج کل بعض کم علم کم فہم لوگ حیلہ اسقاط کے اس طریقہ کو بدعت وناجائز بتاتے ہیں اور حیلہ اسقاط کرنے والوں کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ والی اللہ المشتکی ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

حیلہ اسقاط کے مذکورہ بالا طریقہ میں نہ صرف یہ کہ میت کے ذمہ سے اس کے فرائض وواجبات ساقط ہو جاتے ہیں۔ بلکہ ورثاء کو بھی میت کی طرف سے صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ ایسے مفید عمل سے نہ روکے گا مگر کوئی جاہل اجہل یا بدمذہب وہابی۔ علمائے حنفیہ اپنی کتب مبارکہ میں حیلہ اسقاط کے اس طریقہ کو مسلسل لکھتے چلے آئے ہیں مگر افسوس صد افسوس کہ جو مسئلہ علمائے حق نے قدیم دور میں حل فرما دیا اور اس کی تائید میں مسلسل تحریر لکھیں اس کے بارہ میں ناسمجھ جاہل لوگ غوغا آرائی اور شور شرابا کر رہے ہیں۔

ہم نے اس مختصر مقالہ میں حیلہ اسقاط کا ثبوت قرآن وحدیث اور فقہائے حنفیہ کی معتبر کتب مبارکہ کی عبارات سے پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو شرف مقبولیت بخشے اور ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین

قرآن مجید سے حیلہ کا ثبوت

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے۔ وخذ بیدک ضغثا فاضرب

ولا تحنث (ترجمہ) اور اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دے اور قسم نہ توڑ۔ (پ۲۳ رکوع ۱۳)

آیت کریمہ کے اس حصہ کے بارہ میں مولانا احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ بیماری کے زمانہ میں حضرت رحمت آپ کی (ایوب علیہ السلام کی) زوجہ ایک بار دیر سے خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے قسم کھائی کہ میں تندرست ہو کر تمہیں سو کوڑے ماروں گا۔ صحت یاب ہونے پر رب تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ انہیں جھاڑو ماریں جس میں سو تیلیاں ہوں۔ کیونکہ اس زمانے میں قسم کا کفارہ نہ تھا۔ اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ محبوبوں کے خدام و ازواج سب رب کو محبوب ہیں کہ بی بی رحمت پر اللہ نے رحمت فرمائی۔ دوسرا یہ کہ انبیاء کرام کے گھروں کا انتظام خود رب کرتا ہے۔ تیسرا یہ کہ شرعی حیلے جائز ہیں۔ میت کے حیلہ اسقاط کی دلیل یہی آیت ہے۔ حضور ﷺ نے بھی سود سے بچنے کے طریقے صحابہ کو بتائے۔ (نور العرفان ص ۷۲۸)

دیوبندی گھر کی شہادت

دیوبندی مولوی شبیر احمد عثمانی اس آیت کریمہ کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ حضرت ایوب نے حالت مرض میں کسی بات پر خفا ہو کر قسم کھائی۔ تندرست ہو گئے تو اپنی عورت کو سو لکڑیاں ماریں گے۔ وہ بی بی اس حالت کی رفیقہ تھیں اور چنداں قصوروار بھی نہ تھیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے قسم سچا کرنے کا ایک حیلہ ان کو بتلایا جو ان ہی کے لئے مخصوص تھا، آج اگر کوئی اس قسم کی قسم کھا بیٹھے تو اس کے پورا کرنے کے لئے اتنی بات کافی نہ ہوگی۔

(تنبیہ) جس حیلہ سے کسی حکم شرع یا مقصد دینی کا ابطال ہوتا ہو وہ جائز نہیں۔ جیسے اسقاط زکوٰۃ وغیرہ کے حیلے لوگوں نے نکالے ہیں۔ ہاں جو حیلہ حکم شرعی کو باطل نہ کرے بلکہ کسی معروف کا ذریعہ بنتا ہو اس کی اجازت ہے۔ اھ بلفظہ۔ (حاشیۃ القرآن ص ۷۸۲)

وہابی گھر کی شہادت

اس آیت کریمہ کے بارہ میں وہابی مولوی محمد عبدہ الفلاح لکھتے ہیں۔اس آیت کی تاویل میں مفسرین کہتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے بیماری کی حالت میں کسی وجہ سے اپنی بیوی پر ناراض ہو کر یہ قسم کھالی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دی تو میں اسے سو کوڑے لگاؤں گا۔اب جو اللہ تعالیٰ نے انہیں صحت یاب کیا اور بیماری کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو انہیں پریشانی لاحق ہوئی کہ قسم کیسے پوری ہو؟ چنانچہ اس مشکل سے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس طرح نکالا کہ فرمایا۔سوتنکوں کی ایک جھاڑو لو اور اس سے اپنی بیوی پر ایک ہی ضرب لگادو۔اس طرح قسم بھی پوری ہو جائے گی اور بیوی بھی ناروا تکلیف سے بچ جائے گی۔ اس رعایت کو حضرت ابن عباس اور بعض ائمہ جیسے امام مالک نے حضرت ایوب علیہ السلام کے لئے خاص قرار دیا ہے۔اور بعض ائمہ جیسے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص قسم کھالے کہ فلاں شخص کو سو کوڑے یا چھڑیاں ماروں گا۔اور یہ نہ کہے کہ سخت ماروں گا یا دل سے اس کا ارادہ نہ کرے تو اس کے لئے اس رعایت سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔(شوکانی)(اشرف الحواشی ص ۵۴۶)

یہ رخصت اب بھی باقی ہے

مفسر علاء الدین خازن اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔اور اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اگر ایک شخص اپنے غلام کو سو کوڑے مارنے کی قسم کھائے اور سو کوڑے ایک بار مارے تو امام مالک اور لیث اور احمد بن حنبل کے نزدیک قسم پوری نہ ہوگی۔اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک پوری ہو جائے گی بشرطیکہ سب کوڑے لگیں۔مؤخر الذکر فقہاء نے اس آیت کے عموم سے استدلال کیا ہے۔(تفسیر خازن جلد ششم ص ۶۱)

اور امام ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں۔اور اس مسئلے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اگر کوئی شخص قسم کھالے کہ میں فلاں شخص کو سو کوڑے ماروں گا اور وہ سو تیلیوں والا جھاڑو لے

کرا سے مار دے تو اس بارہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام زفر اور امام محمد کا قول ہے کہ اگر سوتیلیاں سب کی سب فلاں کو لگیں تو قسم پوری ہو جائے گی اور امام مالک اور لیث کا قول ہے کہ قسم پوری نہ ہوگی ۔ وھذا القول خلاف الکتاب لان اللہ تعالیٰ اخبر ان فاعل ذالک لایحنث۔ اور یہ دوسرا قول کتاب اللہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ کتاب اللہ نے خبر دی ہے کہ ایسا کرنے والا شخص قسم توڑنے والا نہیں تو لامحالہ کہنا پڑے گا کہ وہ اپنی قسم پوری کرنے والا ہے۔ (احکام القرآن جلد سوم ص ۳۸۲)

اور امام ابوالبرکات نسفی حنفی لکھتے ہیں۔ وھذہ الرخصة باقیة ویجب ان یصیب المضروب کل واحدة من المائة ۔ اور یہ رخصت باقی ہے اور ضروری ہے کہ جھاڑو کی سوتیلیوں میں سے ہر ایک تیلی مضروب کے جسم کو لگے۔ (تفسیر نسفی جلد چہارم ص ۴۳)

اور مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں۔ واستدل کثیر من الفقهاء بهذه الآية الكريمة على مسائل فی الایمان وغیرها وقد اخذوا بمقتضاها ۔ اور بہت سے فقہاء نے اس آیت کریمہ سے قسم وغیرہ کے بارہ میں بہت سے مسائل نکالے ہیں اور اس آیت کے مقتضیٰ پر عمل بھی کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد چہارم ص ۴۰)

الحمد للہ! ان تفسیری عبارات سے ثابت ہوا کہ ذمہ میں لازم ہونے والے فرائض وواجبات کے اسقاط کے لئے جائز شرعی طریقہ سے اسقاط کرنا شرعاً جائز ہے جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے ذمہ میں اپنی بیوی کو سو کوڑے مارنے واجب تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے ذمہ سے یہ وجوب ساقط کرانے کے لئے یہ طریقہ بتایا کہ وہ ایک سوتیلیوں والا جھاڑو لے کر انہیں ماردیں۔ ولہذا حیلہ اسقاط کا انکار خود قرآن کا انکار ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔

وہابیہ کے گھر کی شہادت

غیر مقلد مولوی محمد عبدہ الفلاح نے لکھا ہے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ

بعض بوڑھے اور کمزور مجرموں پر حد جاری کرنے میں نبی ﷺ نے خود اسی طریقہ پر عمل فرمایا ہے۔ (اشرف الحواشی ص ۵۴۶ مطبوعہ شیخ محمد اشرف نیوانارکلی لاہور)

اس سے ثابت ہوا کہ آیت کریمہ حضرت ایوب علیہ السلام سے خاص نہیں۔ بلکہ اس پر رسول اللہ ﷺ نے بھی عمل کیا ہے۔ اس لئے اس کا حکم اب بھی باقی ہے۔ والحمد للہ علی ذالک۔

حدیث سے حیلہ کا ثبوت

امام زین الدین ابن النجیم لکھتے ہیں۔ **وذکر فی الخبر ان رجلا اشتری صاعا من تمر بصاعین فقال** ﷺ **اربیت هلا بعت تمرک بالسلعة ثم ابتعت بسلعک تمرا** ۔ اور حدیث شریف میں ذکر کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک صاع اچھی کھجوریں دو صاع نرم کھجوروں کے عوض میں خریدیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو نے سودی کاروبار کیا ہے۔ ایسا کیوں نہیں کیا کہ اپنی کھجوریں کسی دوسری جنس کی چیز کے عوض میں بیچتے پھر اس شے ء کے عوض میں کھجوریں خریدتے۔ (الاشباہ والنظائر ص ۴۷۷)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حرام سے بچنے کے لئے حیلہ کرنا شرعاً جائز ہے۔

میت کے لئے حیلہ اسقاط جائز ہے

جس طرح زندہ شخص کے ذمہ سے فرائض وواجبات کے اسقاط کے لئے حیلہ کرنا شرعاً جائز ہے۔ اسی طرح میت کے ذمہ سے بھی واجبات کا اسقاط شرعاً جائز ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ حضور میرے والد فوت ہو گئے ہیں اور انہوں نے حج ادا نہیں کیا۔ فرمایا۔ اگر تیرے باپ کے ذمہ میں کوئی قرضہ ہوتا تو کیا تو اس کی طرف سے اسے ادا کر دیتا؟ عرض کیا۔ ہاں۔ فرمایا۔ **فانه دین فاقضه** ۔ سو یہ بھی ایک قسم کا قرضہ ہے تو اسے ادا کر۔ (شرح الصدور ص ۱۲۹)

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک خاتون نے نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کیا میں اپنی فوت شدہ والدہ کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ فرمایا ذرا یہ تو بتا کہ اگر تیری والدہ پر کوئی قرضہ لازم ہوتا اور تو اسے ادا کر دیتی تو کیا یہ بات تیری طرف سے قابل قبول ہوتی؟ اس نے عرض کیا۔ ہاں۔ یہ سن کر آپ نے اسے حج کرنے کا حکم دیا۔ (شرح الصدور ص ۱۲۹)

اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ میری والدہ اس حال میں فوت ہوئی ہیں کہ ان کے ذمہ میں ایک نذر لازم تھی۔ فرمایا۔ ان کی طرف سے نذر ادا کر دو۔ (بخاری شریف حصہ اول ص ۲۶۲)

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص اس حال میں مرے کہ اس کے ذمہ میں رمضان کے روزے ہوں تو اس کی جانب سے ہر دن کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔ (مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۶۰)

الحمد للہ! ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ میت کے ذمہ میں رہ جانے والے فرائض و واجبات کی ادائیگی ممکن ہو تو ادائیگی کر دینی چاہئے۔ اس میں میت کا فائدہ ہے۔

فدیہ کے بارہ میں فقہاء کا حکم

مذکورہ بالا احادیث کی بناء پر ہمارے فقہاء کرام نے میت کے ذمہ میں رہ جانے والی نمازوں روزوں وغیرہما کے فدیہ کی ادائیگی کا حکم دیا ہے۔ مختصر القدوری کتاب الصوم میں فرمایا۔ **ومن مات وعلیه قضاء رمضان فاوصیٰ به اطعم عنه ولیه لکل یوم مسکینا نصف صاع من بر او صاعا من تمر او شعیر** ۔ (ترجمہ) اور جو شخص اس حال میں مرے کہ اس کے ذمہ میں رمضان کے روزوں کی قضاء لازم ہو اس کا وارث اس کی طرف سے ہر روزہ کے عوض میں ایک مسکین کو نصف صاع گندم یا ایک صاع جو یا کھجور دے۔ (مختصر القدوری ص ۴۷)

اور اس کی شرح جوہرہ نیرہ میں ہے۔ والصلوٰۃ حکمھا حکم الصیام علی اختیار المتأخرین ۔(ترجمہ) علمائے متأخرین کے مختار قول میں نماز کا حکم روزے کے حکم جیسا ہے۔(جوہرہ نیرہ ص۱۷۶ جلد اول)

اور مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے۔ وعلی ھذا دین صدقۃ الفطر والنفقۃ الواجبۃ والخراج والجزیۃ والکفارات المالیۃ والوصیۃ بالحج والصدقۃ المنذورۃ والاعتکاف المنذور عن صومہ ۔ (ترجمہ) اور اسی حکم میں صدقہ فطر، واجب نفقوں، خراج، جزیہ، مالی کفاروں، حج کی وصیت، نذر مانے ہوئے صدقات اور نذر مانے ہوئے اعتکاف کے روزوں کے فدیہ کا دین ہے۔(مراقی الفلاح مدنی ص۲۸۴)

اور کتاب ردالمحتار باب قضاء الفوائت میں ہے۔ ثم رایت فی صوم السراج التصریح بجواز تبرع الوارث باخراجھا ۔(ترجمہ) پھر میں نے کتاب سراج کے باب الصوم میں اس بات کی تصریح دیکھی ہے کہ اگر میت کی ذمہ میں رہ جانے والی زکوٰۃ کو وارث ادا کرے تو یہ جائز ہے۔(ردالمحتار جلد اول ص۵۴۲)

الحمد للہ! ان عبارات فقہیہ سے ثابت ہوا کہ اگر میت کے ذمہ میں کچھ فرائض و واجبات رہ جائیں اور اس نے ان کی ادائیگی کی وصیت کر دی ہو تو ورثاء پر شرعاً لازم ہے کہ وہ انہیں ترکہ سے ادا کریں۔ اور اگر اس نے وصیت نہ کی اور ورثاء انہیں اپنی طرف سے ادا کر دیں تو یہ بھی جائز ہے۔ ہاں وصیت کی صورت میں ترکہ کے تیسرے حصہ سے ادائیگی واجب ہے اور باقی دو تہائی میں ورثاء کی رضامندی شرط ہے۔

مال کی کمی کی صورت میں حیلہ اسقاط کرنا چاہئے

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر میت نے ترکہ میں کچھ نہ چھوڑا ہو یا جو کچھ چھوڑا ہے اس سے اس کے ذمہ رہ جانے والے فرائض و واجبات کے فدیہ کی ادائیگی نہ ہو

سکتی ہو تو ان صورتوں میں اسقاط کی کیا تدبیر کی جائے گی؟

اس بارہ میں علمائے احناف نے اپنی کتب مبارکہ میں حیلہ اسقاط کا یہ طریقہ لکھا ہے کہ وارث کچھ مال قرض لے کر اسے مساکین وفقراء میں دور کرا کر میت کے ذمہ میں رہ جانے والے فرائض وواجبات کی اسقاط کرائے۔ چنانچہ کتاب مستطاب درمختار شرح تنویر الابصار میں فرمایا۔ ولو لم یترک مالا یستقرض وارثہ نصف صاع مثلاً ویدفعہ لفقیر ثم یدفعہ الفقیر للوارث ثم وثم حتی یتم۔ (ترجمہ) اور اگر میت نے مال نہ چھوڑا ہو تو اس کا وارث کچھ مال مثلاً نصف صاع گندم قرض لے اور اسے اسقاط کی نیت سے کسی فقیر پر صدقہ کرے پھر فقیر اس مال پر قبضہ کرنے کے بعد وہ مال وارث کو واپس ہبہ کر دے پھر وارث اسقاط کی نیت سے اسے فقیر پر صدقہ کرے پھر فقیر اسے وارث پر ہبہ کر دے یہ دور اس وقت تک جاری رکھیں کہ میت کے ذمہ میں رہ جانے والے کل فرائض وواجبات کی ادائیگی ہو جائے۔ (درمختار جلد اول ص ۵۴۲)

اس عبارت کے ماتحت امام ابن عابدین شامی لکھتے ہیں۔ میت کا وارث میت کے ذمہ میں رہ جانے والی نمازوں کے فدیہ کی قیمت کا مال بطور قرض لے اور وہ مال اسقاط کی نیت سے کسی فقیر پر صدقہ کرے پھر وہ اس سے یہ مال بطور ہبہ واپس لے اور ہبہ مکمل ہونے کے بعد یعنی قبضہ کر لینے کے بعد وہ وہی مال اسقاط کی نیت سے اسی فقیر پر یا کسی دوسرے فقیر پر صدقہ کر دے۔ فیسقط فی کل مرۃ کفارۃ سنۃ۔ اس طرح جتنی مرتبہ کیا جائے گا اتنے سالوں کی نمازیں میت کے ذمہ سے ساقط ہو جائیں گی۔ اور اگر زیادہ مال وارث قرض لے کر حیلہ اسقاط کرے تو اس کے اندازہ پر فدیہ ادا ہو جائے گا۔ وبعد ذالک یعید الدور لکفارۃ الصیام ثم للاضحیۃ ثم للایمان فلاباس بادارۃ الولی للزکوٰۃ۔ پھر روزوں کے کفارہ کے لئے اسی طرح دور کرایا جائے پھر قربانی کے لئے پھر قسموں کے کفارہ کے لئے اور اگر ولی میت کے ذمہ میں رہ جانے والی زکوٰۃ کے لئے بھی دور کرائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ثم ینبغی بعد تمام ذالک ان یتصدق علی

الفقراء بشیء من ذالک المال او بما اوصی به المیت ان کان اوصیٰ۔ پھر میت کے ذمہ میں رہ جانے والے کل فرائض وواجبات کے اسقاط کے بعد وارث کی مرضی پر منحصر ہے کہ چاہے وہ مال حیلہ میں سے کچھ فقیر کو دے دے یا اگر میت نے وصیت کی تو اس کے مطابق اسے دے دیا جائے۔ (ردالمحتار جلد اول ص ۵۴۲)

اور امام احمد طحطاوی لکھتے ہیں۔ وفی الدر المنتقی انهم اذا ارادوا الاخراج عنه یحسب عمره بغلبة الظن ویخرج منه مدة الصبا وهی اثنا عشر فی الغلام وتسعة فی الانثی ویخرج عنه بقدرها ان کان عندهم ما یکفی والا تدفع مرارا اھ۔ (ترجمہ) اور کتاب درمنتقی میں ہے کہ جب لوگ میت کے لئے فدیہ نکالنے کا ارادہ کریں تو وہ پہلے غلبہ ظن سے اس کی عمر کا حساب کریں پھر اس سے اس کی نابالغی کی عمر یعنی اگر مرد ہے تو بارہ سال اور عورت ہے تو نو سال نکال دیں پھر اس سے اس کی باقی عمر کی کل نمازوں کا فدیہ دے دیں جبکہ ان کے پاس حسب کفایت مال موجود ہو ورنہ چند بار لوٹ پھیر کریں یعنی حیلہ اسقاط کریں۔

پھر امام طحطاوی میت کی پوری عمر کی نمازوں کے فدیہ کے لئے حیلہ کرنے کی وجہ بدیں الفاظ لکھتے ہیں۔ وذالک لاحتمال نقصان صلاته رکن او شرط فان الکثیر من الناس لایحسن اد آئها۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگ نمازوں کے شرائط وارکان کو صحیح طریقہ سے ادا نہیں کرتے اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ اس کی پوری عمر کی نمازوں کے فدیہ کے لئے حیلہ اسقاط کیا جائے۔ (حاشیہ مراقی الفلاح مدنی ص ۲۸۵)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ وان لم یترک مالا یستقرض نصف صاع او قیمته ویدفع الی المسکین ثم یتصدق ثم وثم حتی یتم لکل صلوٰة ما ذکرنا کذا فی الخلاصة۔ (ترجمہ) خلاصۃ الفتاویٰ میں ذکر کیا گیا ہے کہ اگر میت نے ترکہ میں مال نہ چھوڑا تو اس کے ورثاء نصف صاع گندم یا اس کی قیمت قرض لیں

اور وہ کسی مسکین پر صدقہ کریں پھر مسکین وہ کسی ایک وارث پر صدقہ (ہبہ) کرے پھر وارث اسے مسکین پر صدقہ کرے اور پھر یہ لوٹ پھیر کا عمل اس وقت تک جاری رکھیں کہ میت کی کل نمازوں کا فدیہ ادا ہو جائے۔ (فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ۱۲۵)

الحمد للہ۔ ان عبارات متبرکہ سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ اگر میت کے ذمہ میں فرائض و واجبات باقی رہ جائیں اور اس کے ترکہ میں مال نہ ہو یا مال بقدر کفایت نہ ہو یا ورثاء تہائی سے زائد مال میں ادائیگی فدیہ پر رضا مند نہ ہوں تو ان سب صورتوں میں اسقاط فرائض و واجبات کے لئے حیلہ اسقاط کیا جائے گا۔ سو جو شخص سنی حنفی کہلوانے کے باوجود حیلہ اسقاط کا انکار کرتا ہے وہ یا تو جاہل اجہل ہے یا نام نہاد سنی حنفی گمراہ و بدمذہب ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

حیلہ اسقاط بخشش میت کا ذریعہ ہے

مال کی عدم موجودگی یا کمی کی صورت میں حیلہ اسقاط کا مذکورہ بالا طریقہ علمائے حق نے ایجاد فرمایا۔ اس لئے اس میں میت کی بخشش کی قوی امید ہے۔ امام ابوالاخلاص شرنبلالی حیلہ اسقاط کا یہ طریقہ بالتفصیل لکھنے کے بعد لکھتے ہیں۔ وہذا ہو المخلص فی ذالک ان شآء اللہ العزیز۔ (ترجمہ) ان شاء اللہ العزیز اس بارہ میں حیلہ اسقاط کا یہ طریقہ میت کو عذاب الٰہی سے خلاصی دینے والا ہے۔ (مراقی الفلاح مدنی ص ۲۸۶)

ہمارے دیار میں مروجہ طریقہ کی حیثیت

حیلہ اسقاط کا صحیح اور کامل طریقہ وہی ہے جسے فقہائے حنفیہ نے اپنی کتب مبارکہ میں لکھا اور ہم نے گذشتہ اوراق میں بالتفصیل بیان کیا۔ اس کے مقابلہ میں ہمارے دیار میں حیلہ اسقاط کا طریقہ یہ ہے کہ امام مسجد صاحب قرآن حکیم اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں۔ نقدی اور اشیاء خوردنی سامنے رکھتے ہیں۔ فقراء و مساکین اور عامۃ المسلمین کو حلقہ میں کھڑا کرتے ہیں۔ اور حیلہ اسقاط کے یہ الفاظ پڑھتے ہیں۔ کہل حق من حقوق اللہ تعالیٰ

من الفرائض والواجبات والكفارات والمنذورات وغيرها مما وجبت فی ذمة هذا المیت المتوفی عنه فالآن عاجز عن اداۤءها فاعطیتکم هذا المصحف الشریف مع هذه النقودات المالیة فی حیلة الاسقاط رجاء من الله تعالیٰ ان یغفر له۔ (ترجمہ) ہر وہ حق جو حقوق اللہ تعالیٰ سے فرائض وواجبات کفارات اور منذورات وغیرہا کی قسم سے اس میت کے ذمہ میں باقی رہ گیا ہے۔ اور اب یہ اس کی ادائیگی سے عاجز ہے میں نے تمہیں اس کے عوض میں یہ مصحف شریف اور یہ مالی نقودات بطور حیلہ اسقاط دے دیئے ہیں۔ اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ میت کی بخشش فرمائے گا۔

اس کے جواب میں حلقہ کا ہر شخص قبلته ثم اعطیتکه کہتا ہے۔ پھر امام مسجد حیلہ کے یہ الفاظ پڑھتے ہیں اور حلقہ والے جواب دیتے ہیں۔ پھر تیسری مرتبہ ایسا کیا جاتا ہے اور دعائے مغفرت مانگ کر یہ سب اشیاء امام مسجد اور حاضرین فقراء ومساکین پر تقسیم کر دی جاتی ہیں۔

حیلہ اسقاط کا یہ طریقہ اگرچہ صحیح ہے اور اس سے میت کو فائدہ بھی پہنچتا ہے۔ لیکن زیادہ صحیح اور مفید وہی طریقہ ہے جو فقہائے کرام نے اپنی اپنی کتب مبارکہ میں لکھا اور ہم نے اسے بالتفصیل گذشتہ اوراق میں بیان کیا۔ لہذا مسلمان کوشش کیا کریں کہ حلقہ کے دور میں اتنے فقراء ومساکین کھڑے ہوں جن کی کثرت کی وجہ سے چند بار کے لوٹ پھیر سے میت کے ذمہ میں رہ جانے والے کل فرائض وواجبات کا فدیہ ادا ہو جایا کرے۔

وهذا آخر ما اردنا ایراده فی هذه المقالة المفیدة تقبلها الله تعالیٰ بمنه العظیم ورسوله الکریم ﷺ۔ (۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چھبیسواں مقالہ

مسئلہ توسل بالقرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین . اما بعد!

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ ہمارے علاقہ میں قدیم زمانہ سے یہ رواج چلا آرہا ہے کہ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد علمائے دین حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے ہیں اور میت کا وارث امام صاحب کو قرآن پاک لاکر دیتا ہے۔ امام مسجد صاحب تسبیحات پڑھتے ہیں۔ اور قرآن پاک کا دورہ حلقہ میں بیٹھنے والے علماء سے تین بار کرانے کے بعد قرآن پاک کے وسیلہ سے مغفرت مانگتے ہیں۔ آج کل کے بعض قاری کہلانے والے لوگ اس طریقہ رواج کو بدعت کہتے ہیں اور ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا یہ طریقہ رواج از روئے شرع شریف بمطابق فقہ حنفی کیسا ہے؟ بینوا توجروا (المستفتی شیخ عبد الجبار عاصی نائب ناظم انجمن احباب اہل سنت ساکن نگدر تحصیل اٹھمقام ضلع مظفرآباد آزاد کشمیر)

الجواب بتوفیق اللہ الوھاب عزوجل

اموات المسلمین کی بخشش جس ذریعہ سے بھی حاصل ہوسکتی ہو حاصل کرنا ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ **من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلیفعل** ۔تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے اسے نفع پہنچانا چاہیے۔ (مسلم شریف ص ۱۳۱ ج ۲) جس طرح قرآن پڑھ کر اس کا ثواب مسلمان میت کو پہنچانے میں اس کی بخشش کی امید ہے۔ اسی طرح میت کی طرف سے قرآن مجید صدقہ کرنے میں بھی اس کی بخشش کی امید ہے۔ قرآن مجید کے وسیلہ سے میت کی مغفرت مانگنا شرعا جائز بلکہ محبوب ومستحسن ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔ **یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ** . اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو (پ ۶ ع ۱۰) امام ابو اللیث سمرقندی حنفی اپنے فتاوی میں اور امام احمد غزالی کتاب منہاج الواضح میں فرماتے

ہیں، حدثنا العباس بن سفیان عن ابی علیة عن عون عن محمد عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما قال قال عمر ایها المسلمون اجعلوا القرآن وسیلة لنجاة الموتی فتحلقو او قولو اللهم اغفر لهذا المیت بحرمة القران المجید۔ حضرت عباس بن سفیان نے ابوعلیہ سے انہوں نے عون سے انہوں نے محمد سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے مسلمانو! اموات کی نجات کیلئے قرآن کو وسیلہ بناؤ سو حلقہ باندھو اور کہو۔ اے اللہ۔ قرآن کے وسیلہ سے اس میت کی مغفرت فرمادے۔ (آمین) (المدارج السنیہ فی الرد علی الوہابیہ ص ۳۱ مولانا عامر القادری مطبوعہ ترکی)

اور امام ابولیث سمرقندی حنفی فتاوی میں اور امام احمد غزالی منہاج الواضح میں فرماتے ہیں۔ وثبت بهذا السند ایضا اخبر سعد عن ایوب عن جمیع عن عبد الرحمن عن ابی بکر انه وجد عمر یدور القرآن والقرآن شافع للمؤمنین حیاتاً بعد ممات ۔ اور اس سند سے یہ روایت بھی ثابت ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دوران قرآن کرتے ہوئے پایا اور قرآن ایمان والوں کیلئے زندگی میں اور موت کے بعد شفاعت کرنے والا ہے۔ (مدارج السنیہ ص ۳۱)

قرآن مجید کے آخر میں جو دعا لکھی ہے۔ اس میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں۔ اللهم ارحمني بالقرآن العظیم ۔ اے اللہ تعالی قرآن عظیم کے وسیلے سے میری بخشش فرما دے۔

مقام غور ہے کہ جب قرآن عظیم کے وسیلہ سے اپنے لئے رحم کی دعاء مانگ سکتا ہے۔ تو پھر اسی قرآن عظیم کے وسیلہ سے میت کے لئے رحم و مغفرت کی دعاء مانگنا کیونکر جائز نہ ہوگا۔ حیلہ اسقاط میں یہی تو ہوتا ہے کہ قرآن عظیم کے وسیلہ سے میت کے لئے مغفرت کی دعاء مانگی جاتی ہے۔ پھر بے دینوں کا اسے بدعت و ناجائز کہنا کیسے صحیح ہوگا۔

مولوی حمد اللہ داجوی لکھتے ہیں۔ نعم بقی بعد خبا یافی زوایا الکلام منها وضع المصحف حین الدورة فنقول بتوفیق الله تعالی ان المقصود من وضع المصحف التوسل با لمصحف والنجدیة ینکرون عن التوسل بغیر الاعمال الصالحة وقد ثبت التوسل با لقرآن العظیم قال علیه السلام اللهم ارحمنی با لقرآن العظیم فلعلها تقبل بوسیلة القرآن ۔ باقی رہا حیلہء اسقاط کے وقت حلقہ میں قرآن رکھنا تو اللہ کی توفیق سے ہم کہتے ہیں کہ حلقہ میں قرآن رکھنے سے مقصود قرآن مجید کا وسیلہ پکڑنا ہوتا ہے۔ نجدی وہابی لوگ اعمال صالحہ کے غیر سے توسل کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن عظیم سے وسیلہ پکڑنا ثابت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے میرے اللہ۔ قرآن عظیم کے وسیلہ سے مجھ پر رحم فرما۔ پھر اس موقع پر قرآن مجید اس لئے بھی رکھا جاتا ہے کہ شاید قرآن مجید کی برکت سے حیلہ مقبول ہو جائے۔ (البصائر لمنکری التوسل باھل المقابر ص ۱۳۸)

اموال حیلہ میں مصحف شریف کو شامل کرنے کی دوسری وجہ میت کی طرف سے مصحف صدقہ کر کے اسے اس کے لئے صدقہ جاریہ بنانا ہوتا ہے۔ تاکہ یہ مصحف جب تک فقیر کے پاس رہے۔ اور وہ اس سے تلاوت کرتا رہے۔ اس کا ثواب اس میت کو بھی ملتا رہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ اذامات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاث الا من صدقة جاریة او علم ینتفع به او ولد صالح یدعوله ۔ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے۔ سوائے تین عملوں کے سوائے صدقہ جاریہ کے اور نفع بخش علم کے اور نیک اولاد کے جو اس کے لئے دعا مانگے (مسلم شریف ۳۰ ج ۱)

اور دوسری روایت میں ارشاد فرمایا۔ ان مما یلحق المؤمن من عمله وحسناته بعد موته علما علمه ونشره وولدا صالحا او مصحفا ورثه او مسجداً بناه او بیتا لابن السبیل بناه او نهرا اجراه او صدقة اخرجها

من ماله فی صحته و حیاته تلحقه من بعد موته ۔ مومن کو اس کے اعمال اور اس کی نیکیوں میں سے جو کچھ اسے مرنے کے بعد ملتا ہے۔ وہ علم ہے جو اس نے پڑھایا اور پھیلایا یا نیک اولاد ہے۔ یا ورثہ میں چھوڑا ہوا قرآن ہے۔ یا اس کی بنائی ہوئی مسجد یا مسافر خانہ ہے۔ یا اس کی کھودی ہوئی نہر ہے۔ یا اس کا اپنے مال سے صحت او زندگی میں نکالا ہوا صدقہ ہے۔ یہ صدقہ اسے اس کی موت کے بعد ملتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص۲۲ ج۱)

الحمد للہ! یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اس سے یہ اظہر من الشمس ہوا کہ میت کی طرف سے قرآن مجید صدقہ کیا جائے تو وہ اس کے لئے صدقہ جاریہ بن جاتا ہے۔ اور اس صدقہ کا ثواب میت کو قبر میں ملتا ہے۔ اموات المسلمین کی نجات اور بخشش کے لئے قرآن عظیم کے وسیلہ سے دعاء مانگنا سنت فاروق اعظم ہے۔ وھذا ھو المقصود ثم الحمد للہ علی ذلک.

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ حلقہ میں قرآن مجید کو کیوں پھرایا جاتا ہے؟ سو اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ قرآن مجید کا دور تکثیر مصحف شریف کے لئے کیا جاتا ہے۔ یعنی جب قرآن شریف وارث نے ایک عالم دین کو میت کی خاطر صدقہ کیا تو حسب قاعدہ شرعیہ تبدل العین بتبدل الملک دوسرے صدقہ کا ثواب بھی میت کو ملا پھر دوسرے نے تیسرے پر تیسرے نے چوتھے پر اور چوتھے نے پانچویں عالم دین پر میت کی خاطر صدقہ کیا تو میت کو ان سب صدقوں کا ثواب ملا۔ وعلی ھذا القیاس۔ سو یا پچاس اشخاص پر تصدق ہو تو اتنے صدقات کا ثواب ملا۔ جس طرح تکثیر اموال حیلہ کے لئے دور کیا جاتا ہے۔ اسی طرح اس صدقہ مصحف کی تکثیر کے لئے اس کا دور بھی کرایا جاتا ہے۔ مولوی عبدالرحیم میتہ خیلوی لکھتے ہیں۔ واما حیلۃ الاسقاط فانما تکون لتکثیر المال فان المال اذا کان قلیلا والفدایا کثیرۃ فلا بد من تلک حیلۃ الاسقاط کما ذکرنا من الھدایۃ ورد المحتار والجامع ونور الایضاح والبحر

وغیرہ۔ اور حیلہ اسقاط تو مال بڑھانے کے لئے کیا جاتا ہے۔ کیونکہ جب مال حیلہ تھوڑا ہو اور فدیے زیادہ ہوں تو اس حیلہ اسقاط سے چارہ نہیں۔ جیسا کہ ہم نے ہدایہ ردمحتار نور الایضاح اور بحرالرائق وغیرھا کتب معتبرہ حنفیہ سے ذکر کیا (سعادۃ الدارین ص ۱۷ مطبوعہ ثنائی پریس سرگودہا)

حیلہ اسقاط کے وقت قرآن مجید کا دور کرانا بدعت نہیں۔ بلکہ سیدنا عمر فاروق اعظم کی سنت مبارکہ ہے۔ اوران کے دورسعید سے آج تک مسلمانوں میں بلانکیر رائج ومعمول رہا ہے۔ چنانچہ مولانا عامر القادری فرماتے ہیں۔ حیلة الاسقاط وجمعه الحیل وتعریفه ما یحتال به الرجل. بحمد الله تعالی وعونه یفعلون حیلة الاسقاط من زمان عمر الی الآن الی ان قال قال المؤرخ صاحب الفتوح محمد بن عمر الواقدی اخبر ابو عاصم عن ابن جریح عن ابن شهاب عن ابی سلمة عن ابی موسی الاشعری قال فعل عمر تدور جزء القرآن من مالی لا الی عم یتساء لون فی عشرین رجلا بعد صلوة الجنازة لامراء ة ملقبة بجیبة زوجة قلاب وفی نسخة ملاب فتاوی سمر قندی لابی لیث ومنهاج الواضح ص ۲۶۴ ودرة البر للامام الغزالی۔ حیلۃ کی جمع حیل ہے۔ اور حیلہ کی تعریف ہے۔ وہ شےء جس کے ذریعے سے آدمی تدبیر کرے۔ لوگ فاروق اعظم کے زمانے سے لے کر آج تک بحمدہ تعالی حیلہ اسقاط کرتے چلے آرہے ہیں۔ امام محمد بن عمر واقدی صاحب الفتوح نے فرمایا ابن عاصم نے ابن جریح سے انہوں نے ابن شہاب سے انہوں نے ابی سلمۃ سے انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے خبر دی ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قلاب یا ملاب نامی شخص کی جیبہ نامی بیوی کی نماز جنازہ کے بعد قرآن مجید کے جز ۲۳ پارے سے ۳۰ پارے تک بیس آدمیوں میں گھمایا۔ اسے امام ابولیث سمرقندی نے اپنے فتاوی میں اور امام غزالی نے منہاج الواضح اور درۃ البر میں نقل کیا ہے۔ (المدارج السنیہ ص ۲۹)

اور مولوی حمد اللہ داجوی فاضل مظاہر العلوم سہارنپور لکھتے ہیں۔ وایضا ذکر فی الفتاوی السمر قندیة دوران اجزاء القرآن و کذا الواقدی فی فتوح الشام فقال اخبرہ ابو عاصم عن ابن جریج عن ابی سلمة عن ابی موسی قال فعل عمر ابے دوران القرآن ۔اور فتاوی سمرقندیہ میں بھی (میت کے حیلہء اسقاط کے وقت) قرآن مجید کے جزووں کا دوران ذکر کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح امام واقدی نے فتوح الشام میں حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے۔ کہ (میت کے حیلہء اسقاط کے وقت) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قرآن کو گھمایا (البصائر ص ۱۳۸)

جن لوگوں نے اس حدیث دوران اجزاء القرآن پر نکتہ چینی کی ہے۔ ان کی تردید میں مولوی حمد اللہ داجوی لکھتے ہیں۔ اس حدیث پر جو تنقید کی گئی ہے۔ اس کے بارہ میں ہم کہتے ہیں۔ کہ امام ابو اللیث سمرقندی حنفی کی وفات ۳۷۳ ھ میں ہوئی جیسا کہ الجواہر المضیة ص ۱۹۴ الفوئد البہیة فی تراجم الحنفیة ص ۲۲۰ اور مفتاح السعادة ص ۱۳۹ ج ۲ میں مذکور ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ یہ اجتہاد کا زمانہ تھا اور ایک امام مجتہد جب کسی روایت سے استدلال کرے پھر ناقدین حدیث اس کے استدلال کے بعد اس روایت میں تنقید کریں تو ان کی تنقید اس کے استدلال کو ضرر نہیں پہنچاتی کیا تو نہیں دیکھتا کہ کتب احادیث وفقہ کے اکثر حاشیہ نگار حنفیوں کی لی ہوئی حدیثوں پر اعتراض اٹھاتے ہیں کہ یہ ضعیف یا غریب ہیں۔ یا ہم نے انہیں کتب احادیث میں نہیں پایا۔ یا اس سے ملتے جلتے اعتراضات ذکر کرتے ہیں اور پھر خود ہی ان اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں۔ ان هذا الکلام بعد تمسک الامام فلا یضر الاستدلال. یہ اعتراض امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استدلال کرنے کے بعد پیدا ہوا لہذا یہ ان کے استدلال کو ضرر نہیں پہنچا تا پھر آگے لکھتے ہیں۔ ہم نے جو کچھ اوپر ذکر کیا اس پر دلیل علامہ شیخ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ قول ہے جو انہوں نے المیزان الکبری مطبوعہ مصر ص ۶۷ میں لکھا کہ اگر تو

کہے کہ جب تم نے یہ دعوی کیا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی احادیث میں سے کوئی حدیث ضعیف نہیں۔ کیونکہ امام اعظم اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان تابعین وصحابہ راوی ہوتے ہیں۔ اور وہ جرح سے سالم ہیں تو پھر تمہارے پاس بعض حفاظ حدیث کے اس قول کا جواب کیا ہے کہ امام اعظم کی لی ہوئی بعض حدیثیں ضعیف ہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ان حفاظ کے قول کو اس بات پر محمول کرنا ہم پر واجب ہے کہ ان حفاظ نے امام صاحب کی وفات کے بعد امام صاحب کے تینوں مسانید میں ہمیں جو حدیث بھی ملی ہے وہ صحیح ہے۔ لانہ لو لا صح عندہ لما استدل بہ و لا یقدح فیہ وجود کذاب او متہم بالکذب مثلا فی سندہ النازل عن الامام و کفانا حجیۃ الحدیث استدلال مجتہد بہ ثم یجب العمل علینا بہ لو لم یرو غیرہ۔ کیونکہ اگر امام صاحب کے نزدیک حدیث صحیح نہ ہوتی تو وہ اس سے استدلال نہ کرتے پس امام صاحب کے بعد کے راویوں میں سے کسی کا کذاب یا متہم بالکذب ہونا ان کی حدیث میں کوئی عیب پیدا نہیں کرے گا اور ہمارے لئے حدیث کے حجت ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ امام مجتہد نے اس حدیث سے استدلال کیا ہو۔ پھر ہم مقلدین پر اس حدیث پر عمل کرنا واجب ہے۔ اگرچہ اس کو کسی دوسرے محدث نے روایت نہ کیا ہو۔ پھر امام شعرانی فرماتے ہیں۔ فتامل ھذہ الدقیقۃ التی نبھتک علیھا فلعلک لا تجدھا فی کلام احد من المحدثین و ایاک ان تبادر الی تضعیف شئی من ادلۃ مذھب الامام ابی حنیفہ بعد تطالع مسانیدہ الثلاثۃ و لم تجد ذلک الحدیث فیھا اھ۔ پس تو اس نکتہ پر غور کر جو میں نے تجھے بتایا ہے۔ شاید تجھے یہ نکتہ محدثین میں سے کسی اور کے کلام میں نہ ملے اور تو امام ابو حنیفہ کے مذہب کی کسی حدیث کو ضعیف قرار دینے میں جلد بازی سے بچ بعد اس کے کہ تو وہ حدیث امام صاحب کے تینوں مسانید کا مطالعہ کرنے کے بعد ان میں نہ پائے اھ کلام الشیخ الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد مصنف لکھتے ہیں۔ و للہ در العلامۃ الشعرانی حیث رد بذلک

اقوال کثیر من الوھابیین حیث قالوا تمسک الامام الاعظم بضعاف وھذا یدل علی جھلھم عن قواعد الدین ومفاسد الجھل مما یضیق عنھا نطاق البیان خدا امام شعرانی کا بھلا کرے جنہوں نے یہ دقیق نکتہ بیان فرمایا جو سونے کے پانی سے لکھے جانے کا مستحق ہے۔ کیونکہ امام شعرانی نے اس نکتہ سے بہت سے وہابیوں کے اقوال کی تردید کی ہے کہ امام اعظم ضعیف حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں۔ اور یہ بات وہابیوں کی قواعد دین سے جہالت پر دلالت کرتی ہے۔ اور جہالت کے مفاسد بیان سے باہر ہیں۔ (البصائر لمنکری التوسل باھل المقابر ص ۱۴۸)

الحمد للہ ! یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اس سے اموات المسلمین کی بخشش حاصل کرنے کے لئے قرآن عظیم کو وسیلہ بنانے کا جواز واستحسان اظہر من الشمس ہوا۔ استفتاء میں مذکور قاری کہلانے والے شخص کا اسے بدعت و ناجائز کہنا بذات خود بدعت و ناجائز ہے۔ ایسے جاہل اجہل قاریوں سے کوئی اتنا ہی تو پوچھے کہ بدعت کیا ہوتی ہے؟ اس کی کتنی قسمیں ہیں؟ اور آیا بدعت کی کوئی قسم حسن ومحمود بھی ہوتی ہے یا نہیں؟ جو کام سیدنا فاروق اعظم نے کیا اور آج تک مسلمانوں میں بلانکیر رائج و معمول رہا ہو اسے بد مذھب شخص کے سوا کون بدعت و ناجائز کہہ سکتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالی منہ۔

علی سبیل التنزل۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ حیلہ اسقاط میں قرآن عظیم کو وسیلہ بنانا عہد رسالت مآب ﷺ یا سلف صالحین کے ادوار سعیدہ میں پایا نہیں گیا تو اس سے اس کا بدعت و ناجائز ہونا کیونکر ثابت ہوگا۔ بدعت بدعت کی گردان پڑھنے والوں کے گھروں میں بھی آج صدہا ایسے کام پوری آب و تاب سے موجود ہیں۔ جن کا وجود عہد نبوت میں تو کجا عہد سلف صالحین میں کہیں پایا نہیں جاتا۔ تفصیل کیلئے ہماری کتاب بدعت حسنہ کا بیان ملاحظہ ہو۔

وھذا آخر ما اردا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ النافعۃ تقبلھا اللہ تعالی بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ۔ (۲۴ جمادی الاخری ۱۴۰۶ ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ستائیسواں مقالہ

بیان الاجر فی آذان القبر

(قبر پر آذان دینے کا ثبوت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد!

اس مختصر مقالہ ''بیان الاجر فی آذان القبر'' میں ہم نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز اور بعض علماء اہل سنت کے بعض فتاویٰ مبارکہ قبر پر آذان دینے کے بارہ میں جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو شرف مقبولیت بخشے اور ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین

(۱) اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

مسئلہ: بعد دفن میت کی قبر پر آذان دینا جائز ہے یا نہیں؟۔

الجواب: جائز ہے فقیر نے خاص اس مسئلہ میں رسالہ ایذان الاجر فی آذان القبر لکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (عرفان شریعت ص ۲۴)

(۲) اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا فتویٰ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جنازہ لے چلیں تو سرہانہ آگے کریں یا پائینتی۔ ایک شخص کہتا ہے کہ پائنتی آگے کرنے کا حکم ہے۔ میں نے علماء سے پوچھ لیا ہے اور قبر پر آذان کہنے کو ایک شخص حرام و ناجائز کہتا ہے۔ اس میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اس شخص نے محض غلط کیا۔ جنازہ لے چلنے میں سرہانہ آگے کرنے کا حکم ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ فی المشی بالجنازۃ یقدم الراس کذا فی المضمرات۔ (جنازہ کے ساتھ چلنے میں اس کے سر کو آگے رکھا جائے)

قبر پر آذان دینے کو جس نے حرام کہا محض غلط کہا۔ اگر سچا ہے تو بتائے کہ کس آیت یا حدیث میں اس کو حرام فرمایا ہے۔ اگر نہ بتائے اور ہرگز نہ بتا سکے گا تو خدا اور رسول پر

افتراء کرنے کا اقرار کرے۔ حرام وہ ہے جسے خدا اور رسول نے حرام فرمایا اور واجب وہ ہے جسے خدا اور رسول نے واجب کہا۔ حکم دیا۔ لیکن وہ چیزیں جن کا نہ خدا اور رسول نے حکم دیا۔ نہ منع کیا۔ وہ سب جائز ہیں اور انہیں حرام کہنے والا خدا اور رسول پر افتراء کرتا ہے۔ فقیر کا خاص اس باب میں رسالہ طبع ہوگیا ہے۔ اسے دیکھ کر اس آذان کے فوائد معلوم کریں۔ اس میں پندرہ دلیلوں سے اس کے اصل جواز کا ثبوت دیا گیا ہے۔ جو مدعی حرمت کا ہے۔ پہلے اس کے حرام ہونے کا آیت وحدیث سے ثبوت دے۔ جب نہ دے سکے تو اپنے کذب کا اقرار اور آذان کے جائز ہونے کا اعتراف کرے۔ اس کے بعد جو بیان ہووے سب ہو جاوے گا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۹۴)

(۳) صاحب بہار شریعت کا ارشاد

مسئلہ: بچے اور مغموم کے کان میں اور مرگی والے اور غضب ناک اور بد مزاج آدمی یا جانور کے کان میں اور لڑائی کی شدت اور آتش زدگی کے وقت اور بعد دفن میت اور جن کی سرکشی کے وقت اور مسافر کے پیچھے اور جنگل میں جب راستہ بھول جائے اور کوئی بتانے والا نہ ہو اس وقت آذان مستحب ہے۔ (ردالمحتار) وبا کے زمانے میں بھی مستحب ہے۔ (فتاویٰ رضویہ) (بہار شریعت جلد سوم ص ۳۱)

(۴) مفتی غلام رسول صاحب کا فتویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ جب میت کو قبر میں دفن کرتے ہیں تو پھر قبر پر آذان دینی جائز ہے یا نہیں؟ ایک سائل۔

الجواب بعونہ تعالیٰ: قبر پر آذان دینی چاہئے تاکہ میت ملائکہ (منکر ونکیر) کے سوالوں کا باطمینان جواب دے سکے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں۔ جو مسلمان دفن کیا جائے اسے کلمہ پاک کی تعلیم وتلقین کرنی چاہئے تاکہ وہ ملائکہ کو جواب دے سکے اور بے شک آذان میں کلمہ لاالہ الا اللہ تین جگہ موجود ہے۔ بلکہ آذان

کے تمام کلمات جواب نکیرین بتاتے ہیں۔ان کے سوال تین ہیں۔(۱) من ربک ۔تیرا رب کون ہے؟(۲) مادینک ۔تیرا دین کیا ہے؟(۳) ماکنت تقول فی حق ھذا الرجل. تو نبی ﷺ کے بارہ میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ اب آذان کی ابتداء الله اکبر الله اکبر الله اکبر الله اکبر. اشھد ان لا اله الا الله اشھد ان لا اله الا الله اور آخر میں الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله ۔سوال من ربک کا جواب سکھائیں گے۔ان کے سننے سے یاد آئے گا کہ میرا رب الله ہے اور اشھد ان محمد رسول الله اشھد ان محمدارسول الله . سوال۔ما کنت تقول فی حق ھذاالرجل کا جواب تعلیم کریں گے کہ میں انہیں الله کا رسول جانتا ہوں۔اور حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح جواب ما دینک کی طرف اشارہ کریں گے کہ میرا دین وہ تھا جس میں نماز رکن وستون ہے کہ الصلوٰۃ عماد الدین تو بعد دفن آذان دینے میں ارشاد کی تعمیل ہے جو نبی ﷺ نے حدیث صحیح متواتر مذکور میں فرمایا۔(ایذان الاجرفی آذان القبر ص ۶)

معلوم ہوا کہ قبر پر آذان دینی شرعاً جائز ہے۔ہم نے اس مسئلہ کو اپنی کتاب انوار الشریعت میں بھی بیان کیا ہے۔ والله ورسولہ اعلم بالصواب ۔(فتاویٰ جماعتیہ ص ۱۳۶)

(۵) مفتی اقتدار احمد صاحب نعیمی کا فتویٰ

مفتی اقتدار احمد نعیمی گجراتی کے مرتبہ مجموعہ فتاویٰ موسوم بہ العطایا الاحمدیہ میں اس مسئلہ کے بارہ میں ایک فتویٰ بزبان فارسی موجود ہے۔ہم افادۂ عامۃ المسلمین کے لئے اس کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔ وبالله تعالیٰ التوفیق.

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہم مسلمان لوگ میت دفنانے کے بعد آذان دیتے ہیں اور حسب توفیق حیلہ اسقاط اور میت کے لئے ایصال

ثواب کرتے ہیں۔ اس زمانے میں نجدی دیوبندی گروہ خذلھم اللہ تعالیٰ فی الدارین ان کاموں سے بڑی شدت سے روکتے ہیں۔ لیکن ان کی باتیں ہباء منثورا کی طرح ہو جاتی ہیں۔ علامہ ابن عابدین کہ فتاویٰ شامی والے ہیں۔ اپنے فتاویٰ کی پہلی جلد باب دفن میت کے صفحہ نمبر ۸ میں میت کی آذان سے منع کرتے ہیں۔ پس آپ یہ بتائیں کہ ان کا قول صحیح ہے یا ہمارا فعل۔ یا شامی کا قول ہماری سمجھ میں نہیں آیا لہذا جلد آگاہ فرمائیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

شامی کی عبارت اس طرح ہے۔ **وفی الانتصار علی ما ذکر من الوارد اشارۃ الی انہ لایسن الاذان عند ادخال المیت فی قبرہ کما ھو المعتاد الآن**۔ لیکن علامہ شامی کی اس عبارت کی ایک توجیہ ہمیں معلوم ہوتی ہے۔ اگر درست ہے تو فبہا اور وہ یہ ہے کہ شامی کی عبارت میت کو قبر میں داخل کرتے وقت آذان کا حکم بیان کرتی ہے۔ مگر ہم مسلمان میت کو قبر میں داخل کرنے کے بعد اور اسے دفن کرنے اور اس پر مٹی ڈالنے اور قبر تیار ہو جانے کے بعد آذان دیتے ہیں۔ آیا یہ توجیہ درست ہے یا نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے روز علامہ ابن عابدین کے نزدیک مجھے شرمندگی اٹھانی پڑے۔ اس زمانے میں ہم سب اہل سنت مقتدائے اہل اسلام اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی کے قول پر عمل کرتے ہیں۔ آگاہ فرمائیں کہ مومنوں کی قبور پر یہ عمل درست ہے یا نہیں؟ (السائل: محمد عثمان خطیب جامع مسجد منگھ پیر روڈ راشن شاپ نمبر ۲۳۰ کراچی)

الجواب بعون العلام الوہاب:

شریعت پاک کے قانون کے مطابق دس مقامات میں شرعی آذان دینا جائز اور سنت ہے۔ کیونکہ یہ آذانیں مختلف احادیث کی عبارتوں سے ثابت ہیں۔ ان میں پہلی پنجگانہ نمازوں کے لئے ہے۔ نماز جمعہ بھی ان پنجگانہ نمازوں میں شامل ہے۔ سن لیجئے کہ نماز جمعہ چھٹا فرض نہیں ہے۔ جیسا کہ اس زمانے میں چند جہلاء کہتے ہیں۔ دوسری نومولود کے کان میں جیسا کہ متعدد روایات سے بالتصریح ثابت ہے۔ تیسری آتش زدگی کے وقت

چوتھی کفار سے جنگ کے وقت۔ پانچویں مسافر کے لئے۔ چھٹی کسی کے غضب ناک ہو جانے کے وقت۔ ساتویں اگر جن ظاہر ہو جائے تو اس کے ضرر کے دفع کرنے کے لئے۔ آٹھویں مرگی کے وقت۔ نویں جب مسافر راستہ بھول جائے اور دسویں غم اور صدمہ دور کرنے کے لئے، ان دس مقاموں میں صراحتہً یا عبارۃً حدیثیں وارد ہیں لیکن گیارہواں مقام وہی ہے جس کے بارہ میں سوال میں پوچھا گیا ہے۔ یعنی میت کو دفن کرنے کے وقت۔ بعد از افگندن خاک وقبر برابر ساختن پیش از سوال فرشتگان منکر ونکیر بر قبور مومنین آذان دادن بہتر است ہیچ کس از فقیہان وعالمان منکر این نیست وایں کار کردن برائے نفع فوت شدگان خوب تر است ونزد من ایں آذان ہم مسنون است واز اشارۂ حدیث مشہورہ ثابت می شود۔ یعنی مٹی ڈالنے اور قبر درست کرنے کے بعد نکیرین کے سوالات سے پہلے مومنوں کی قبروں پر آذان دینا بہتر ہے۔ کسی بھی فقیہ اور عالم دین کو اس سے انکار نہیں۔ یہ کام کرنا فوت شدہ لوگوں کے نفع کے لئے بہت خوب ہے اور میرے نزدیک یہ آذان بھی مسنون ہے اور حدیث مشہور کے اشارہ سے (اس کی سنیت) ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن جعفر سے مروی ہے کہ آقائے کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا اے مسلمانو! تم اپنے مردوں کو کلمہ لا الہ الا اللہ کی آواز پہنچاؤ۔ عربی زبان میں موتی ان اشخاص کو کہتے ہیں جو حقیقۃً مر چکے ہوں اور ان کو بھی موتی کہتے ہیں، جو قریب الموت ہوں مجاز کے طور پر۔ اور حقیقی معنی کا ترک بلا عذر جائز نہیں ہے۔ چنانچہ اصول شامی ص ۱۲ میں یہ قاعدہ لکھا ہوا ہے۔ **وان کان لھا مجاز متعارف فالحقیقۃ اولیٰ** - اور اس کے حاشیہ پر ہے۔ **لان الاصل فی الکلام الحقیقۃ**۔ (ترجمہ) اگر لفظ کا مجازی متعارف معنی موجود ہو تو اس کے باوجود اس کا حقیقی معنی مراد لینا بہتر ہے۔ کیونکہ قرینہ کے بغیر مجاز کو مراد لینا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ تلویح علی التوضیح ص ۲۵۵ پر لکھا ہے۔ **لابد للمجاز من قرینۃ مانعۃ عن ارادۃ المعنی الحقیقی** ۔ (ترجمہ) مجاز کے لئے ایسا قرینہ کا پایا جانا ضروری ہے۔ جو حقیقی معنی کو مراد لینے سے روکے۔ اور مختصر

المعانی ص ۲۵۱ پر بھی اسی طرح فرمایا۔ فخرج المجاز لان دلالته علی ذالک المعنی انما تکون بقرینة۔ (ترجمہ) پس اس تعریف حقیقت سے مجازی معنی خارج ہو گیا۔ کیونکہ مجازی معنی قرینہ کی وجہ سے ظاہر ہوتا ہے بذات خود ظاہر نہیں ہوتا۔ اور یہ سب اقوال اس وجہ سے ہیں کہ اصول کا مشہور قاعدہ کلیہ ہے۔ اذا تعذر الحقیقة فیصرف اللفظ الی المجاز۔ (ترجمہ) جب حقیقت مشکل ہو جائے تو لفظ مجاز کی طرف پھیرا جاتا ہے۔

پس اس حدیث لقنوا موتاکم بلاالہ الا اللہ میں موتی کا لفظ اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ مجازی کے لئے اس جگہ کوئی قرینہ موجود نہیں۔ اور اس روایت شریف کا مقصد یہ ہے کہ قبر کے سوالات سے پہلے دفن کے بعد بھی تلقین کرنی چاہئے۔ اسی وجہ سے بعض فقہاء قبر پر آذان کو مسنون کہتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ شامی نے شامی ص ۳۷۵ ج ۱ میں فرمایا۔ قیل وعند انزال المیت القبر قیاسا علی اول خروجه للدنیا۔ (ترجمہ) کہا گیا ہے کہ میت دفنانے کے بعد اس کی قبر پر آذان دینا سنت ہے کہ نومولود کی آذان پر قیاس کیا جائے گا۔ ہاں اس آذان کی سنیت اشارۃ اور قیاساً ثابت ہے نہ کہ پنجگانہ نمازوں کی آذان کی طرح صراحۃً وعبارۃً وعملاً اس کا ثبوت ہے۔

قبر کی آذان حدیث لقنوا موتاکم بلا الہ الا اللہ لفظ موتا اور لفظ لا الہ الا اللہ کے اشارہ سے ثابت ہوتی ہے کیونکہ لا الــــہ الا اللہ آذان میں بھی ہے اور یہ بات دوسری حدیث سے بھی ثابت ہے کہ دفن کے بعد آذان دینا سنت ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل اور طبرانی روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ لمن دفن سعد بن عبادة الخ سبح النبی ﷺ وسبح الناس طویلا ثم کبر وکبر الناس الخ۔ (ترجمہ) جب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا اور ان

کی قبر درست کر دی گئی تو نبی اکرم ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بآواز بلند کافی دیر تک تسبیح پڑھتے رہے۔ پھر اسی طرح تکبیر پڑھتے رہے۔ اور بلند آواز سے دی جانے والی آذان میں بھی اسی قسم کی تکبیر موجود ہے۔ پس اس عمل مبارک کے قیاس سے قبر پر آذان کی سنیت ثابت ہے۔

جاننا چاہئے کہ موتیٰ کا لفظ قرآن وحدیث میں تین معنوں میں مستعمل ہے۔ (۱) حقیقی معنی میں جیسا کہ اس حدیث لقنوا موتاکم بلااله الا الله میں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس جگہ عموم المجاز مراد ہے۔ یعنی حقیقی اور مجازی دونوں معنی عموم المجاز کے طور پر مراد ہیں۔ (۲) مشکوٰۃ شریف میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اقرؤا سورۃ یسین علی موتاکم۔ اپنے مرنے والوں کے پاس سورۃ یسین پڑھو۔ رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ۔ اس روایت میں لفظ موتیٰ حرف جار علیٰ کے قرینہ سے اور صحابہ کے دور سے اس دم تک کے مسلمانوں کے عمل کی وجہ سے مجازی معنی میں آیا ہے۔ حرف جار علی عند کے معنی میں مجازاً مستعمل ہوا ہے، اور عند کا لفظ قریب مکانی کو مستلزم ہے اور دفن کے بعد قرب مکانی ممکن نہیں ہے۔ یہ دونوں قرینے پہلی حدیث میں نہیں ہیں پس اس جگہ حقیقی معنی لازم اور اس جگہ مجازی معنی مراد ہے۔ (۳) آیت قرآنی انک لاتسمع الموتی۔ (ترجمہ) اے حبیب ﷺ آپ مردوں کو نہیں سناتے۔ اس مقام پر لفظ موتی نہ اپنے حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے اور نہ مجازی معنوں میں بلکہ عموم المجاز میں۔ کیونکہ موتیٰ سے یہاں مراد وہ کافر ہیں جو اپنی ظاہری زندگی کے ساتھ زندہ ہیں۔

پس ان عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کی قبور پر دفن کے بعد آذان دینا سنت ہے مگر اس کی سنیت قیاس سے اور اشارۃ النص اور اقتضاء النص سے ہے۔ عبارۃ النص اور دلالۃ النص سے نہیں۔ اسی وجہ سے امام ابن حجر شافعی اپنی کتاب شرح عباب میں اس آذان کی صرف سنیت کا انکار کرتے ہیں۔ جیسا کہ فتاویٰ شامی ج ۱ ص ۳۵۸ میں لکھا

ہے۔ لکن ردہ ابن حجر فی شرح العباب ۔(ترجمہ)لیکن ابن حجر نے شرح العباب میں اس کی سنیت کا انکار کیا ہے۔اور ابن حجر مکی کی نیابت اور علامہ محمد علاء الدین حصکفی صاحب درمختار کے استاذ علامہ خیر الدین رملی کی موافقت میں علامہ شامی بھی اپنے فتاویٰ کے صفحہ ص ۸۳۷ پر اس عبارت کے ساتھ جو سائل نے یہاں اپنے سوال میں درج کی ہے انکار کرتے ہیں ۔مگر ایں ہمہ انکار ہاانکار سنیت است نہ کہ انکار جواز واستحباب ۔ مگر یہ سب سنیت کا انکار ہے۔ جواز اور استحباب کا انکار نہیں ہے۔اور سنیت کا انکار بھی اس وجہ سے ہے کہ ان کے نزدیک مسنون اس کام کا نام ہے جو صحابہ کے صریح قول یا فعل سے ثابت ہو۔ ولیکن قبر پر آذان اس طرح ہرگز ثابت نہیں ہے اور یہ عدم ثبوت صرف آذان علی القبر کی سنیت پر خلل انداز ہوا نہ کہ اس کے جواز واستحباب پر۔اسی وجہ سے امام ابن حجر مکی دفن کے بعد آذان کے فائدہ کا اقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ حاشیہ بیجوری ص ۱۹۰ ج ۱ میں ہے۔

قال ابن حجر ورددته فی شرح العباب لکن ان وافق انزاله القبر آذان خفف عنه فی السوال ۔(ترجمہ)ابن حجر نے فرمایا اور میں نے قبر پر آذان کی سنیت کا انکار شرح العباب میں کیا ہے۔لیکن اگر عین میت کو قبر میں اتارنے کے وقت آذان دی جائے تو اس سے قبر کے سوالات میں تخفیف کی جائے گی۔

سبحان اللہ ۔امام ابن حجر مکی شافعی کے نزدیک ثابت ہے کہ قبر پر اذان بہت فائدہ مند ہے ۔اور فتاویٰ شامی میں اس آذان کو بدعت کہنا سنت کی ضد ہے۔ نہ کہ جواز واستحباب کی ضد۔پس معلوم شد کہ نزد ابن حجر وشامی وعلامہ خیر الدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔آذان قبر بدعت حسنہ است نہ کہ سیئہ ۔ پس معلوم ہوا کہ ابن حجر وشامی اور علامہ خیر الدین رملی کے نزدیک قبر پر آذان دینا بدعت حسنہ ہے نہ کہ بدعت سیئہ۔کیونکہ بدعت سیئہ میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ گناہ وارد ہوتا ہے ۔حالانکہ ابھی گزرا کہ ابن حجر کے نزدیک قبر پر آذان میں یہ فائدہ ہے کہ سوال وعذاب میں تخفیف کی

جاتی ہے۔ اور میں کہتا ہوں قبر پر آذان بلحاظ اشارہ النص سنت ہے اور بلحاظ دلالۃ النص بدعت حسنہ ہے اور اس تقسیم کے بغیر چارہ نہیں۔ کیونکہ اس سے پہلے میں نے کتب فقہاء سے جو آذانیں نقل کی ہیں۔ ان میں سے بعض کی سنیت کا انکار لازم آئے گا مثلاً آتش زدگی کے وقت جو آذان مسنون ہے۔ اس کی سنیت صریح حدیث سے ثابت نہیں بلکہ اس طرح اشارۃ النص سے ثابت ہے۔ چنانچہ امام سیوطی جامع صغیر میں ابن عدی فی الکامل کے حوالہ سے یہ حدیث حسن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اذارا یتم الحریق فکبروا فانہ یطفیء النار۔ جب تم آگ لگی ہوئی دیکھو تو تکبیر کہو کیونکہ وہ آگ بجھاتی ہے۔ اور امام مناوی کنوز الحقائق میں بحوالہ طبرانی یہ حدیث ان لفظوں سے روایت کرتے ہیں۔ اطفئوا الحریق بالتکبیر۔ تکبیر کے ذریعہ سے لگی ہوئی آگ بجھاؤ۔ ان حدیثوں کی بناء پر آتش زدگی کے وقت کی آذان فقہاء کے اتفاق سے مسنون ہے۔ شامی اور ابن حجر بھی اس آذان کی سنیت کے قائل ہیں۔ چنانچہ فتاوی ردالمحتار ج اص ۲۸۳ میں ہے قد یسن الآذان لغیر الصلوٰۃ کمافی آذان المولود والمغموم وعندالحریق۔ (ترجمہ) اور کبھی نماز کے غیر کے لئے بھی آذان مسنون ہوتی ہے جیسا کہ نومولود اور مغموم کے کان میں آذان دینا اور آتش زدگی کے وقت آذان دینا۔ حالانکہ اس روایت میں جس سے علماء اس آذان آتش زدگی کی سنیت سے استدلال کرتے ہیں آذان کا لفظ بالکل موجود نہیں ہے۔ فقط لفظ تکبیر ہے۔ اور فقط لفظ تکبیر آذان کی دلیل ہوا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ دفن کی روایت اور لقنوا موتاکم کی روایت میں تکبیر کا لفظ اور لاالہ الااللہ کا لفظ آذان علی القبر کی دلیل نہیں ہوگا اور جب ان بزرگوں کے نزدیک دوسری آذان کے لئے صرف تکبیر کا لفظ دلیل سنیت میں کافی ہے تو پھر یہی تکبیر کا لفظ قبر کی آذان کی سنیت کے لئے کافی کیوں نہ ہوگا۔ اس جگہ صراحت کیوں ضروری ہے پس ہمارے لئے امام ابن حجر کا قول قطعاً مسلم نہیں ہے۔ (۱)۔ خلاصہ ایں کہ با قانون شریعت نزد ہمہ فقہاء آذان قبر مستحب و جائز و سنت

است ونزد ابن حجر مکی وشامی وعلامہ خیر الدین رملی آذان قبر فقط جائز ومستحب وفائدہ مند است۔ ولے سنت نیست بلکہ بدعت حسنہ۔اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ قانون شریعت کی وجہ سے تمام فقہاء کے نزدیک قبر کی آذان مستحب جائز اور سنت ہے اور ابن حجر مکی، شامی اور علامہ خیر الدین رملی کے نزدیک صرف جائز اور مستحب اور فائدہ مند ہے۔ سنت نہیں بلکہ بدعت حسنہ ہے۔

اور شامی کے قول میں تمہاری تاویل درست نہیں ہے کیونکہ میت کو قبر میں داخل کرتے وقت سے مراد دفن کا سارا وقت ہے۔اور مقصود ادخال میت فی القبر سے نزدیکی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔(العطایا الاحمدیہ فی الفتاویٰ النعیمیہ جلد ا ص ۶۹)

رسالہ ایذان الاجر کے اقتباسات

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے آذان قبر کے جواز واستحباب کے ثبوت میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا۔ جو فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۵۴۵ میں موجود ہے۔یہاں اِس رسالے کے چند اقتباسات افادہٗ ناظرین کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔تاکہ اس مسئلہ پر مزید روشنی پڑ جائے۔ وباللہ التوفیق.

(۱) بعض علمائے دین نے میت کو قبر میں اتارتے وقت آذان کہنے کو سنت فرمایا۔امام ابن حجر مکی اور علامہ خیر الملتہ والدین رملی استاذ صاحب درمختار علیہم رحمتہ الغفار نے ان کا یہ قول نقل کیا۔حق یہ ہے کہ آذان مذکور فی السوال کا جواز یقینی ہے۔ ہرگز شرع

(۱) ابن حجر شافعی المذہب ہیں۔ فقہ میں ان کا قول اور وہ بھی اپنی رائے اور وہ بھی خلاف دلیل حجت نہیں اھ منہ۔(حاشیہ بہار شریعت ج ۳ ص ۳۱).

مطہر سے اس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں۔ اور جس امر سے شرع منع نہ فرمائے اصلاً ممنوع نہیں ہوسکتا۔ قائلان جواز کے لئے اسی قدر کافی۔ جو مدعی ممانعت ہو دلائل شرعیہ سے اپنا دعویٰ ثابت کرے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۵۴۵)

(۲) آذان قبر کے جواز کی **دلیل اول** یہ ہے کہ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا اور سوال نکرین ہوتا ہے۔ شیطان رجیم وہاں بھی خلل انداز ہوتا ہے۔ اور جواب میں بہکاتا ہے۔ امام ترمذی محمد بن علی نوادر الاصول میں امام اجل سفیان ثوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کرتے ہیں۔ جب مردہ سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے۔ شیطان اس پر ظاہر ہوتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں۔ اس لئے حکم آیا کہ میت کے لئے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کرو۔ امام ترمذی فرماتے ہیں۔ ویؤیدہ من الاخبار قول النبی ﷺ عند دفن المیت اللھم اجرہ من الشیطان فلو لم یکن للشیطان ھناک سبیل مادعا ﷺ بذالک۔ یعنی وہ حدیثیں اس کی مؤید ہیں جن میں وارد کہ حضور اقدس ﷺ میت کو دفن کرتے وقت دعا فرماتے۔ الٰہی اسے شیطان سے بچا۔ اگر وہاں شیطان کا کچھ دخل نہ ہوتا تو حضور اقدس ﷺ یہ دعا کیوں فرماتے۔ اور صحیح حدیثوں سے ثابت کہ آذان شیطان کو دفع کرتی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم وغیرہما میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور اقدس سید دو عالم ﷺ فرماتے ہیں۔ جب مؤذن آذان کہتا ہے۔ شیطان پیٹھ پھیر کر گوز زناں بھاگتا جاتا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واضح کہ چھتیس میل تک بھاگ جاتا ہے۔ اور خود حدیث میں آیا جب شیطان کا کھٹکا ہو فوراً آذان کہو کہ وہ دفع ہو جائے گا۔ اخرجہ الامام ابو القاسم احمد الطبرانی فی اوسط معاجیمہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جب یہ ثابت ہولیا کہ وہ وقت عیاذاً باللہ مداخلت شیطان لعین کا ہے اور ارشاد ہوا کہ شیطان آذان سے بھاگتا ہے اور اس میں حکم آیا کہ اس کے دفع کو اذان کہو تو یہ آذان خاص حدیثوں سے مستنبط بلکہ ارشاد شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطابق اور مسلمان بھائی کی عمدہ امدادواعانت ہوئی۔ جس کی خوبیوں سے قرآن وحدیث مالامال۔ (فتاویٰ رضویہ ۲ ص ۵۴۵)

آذان قبر کے جواز کی دلیل دوم:

امام احمد وطبرانی وبیہقی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی فرماتے ہیں۔ جب سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہو چکے اور قبر درست کر دی گئی۔ نبی ﷺ دیر تک سبحان اللہ فرماتے رہے اور صحابہ کرام بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے پھر حضور اللہ اکبر اللہ اکبر فرماتے رہے اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے۔ پھر صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ۔ حضور اول **تسبیح** پھر تکبیر کیوں فرماتے رہے۔ ارشاد فرمایا اس نیک مرد پر اس کی قبر تنگ ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ اللہ نے وہ تکلیف اس سے دور کی اور قبر کشادہ فرمادی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس ﷺ نے میت پر آسانی کے لئے بعد دفن قبر پر اللہ اکبر اللہ اکبر بار بار فرمایا ہے اور یہی کلمہ آذان میں چھ بار ہے تو عین سنت ہوا۔ غایت یہ کہ آذان میں اس کے ساتھ اور کلمات طیبات زائد ہیں۔ سو ان کی زیادت معاذ اللہ کچھ مضر نہیں۔ نہ اس امر مسنون کے منافی بلکہ زیادہ مفید ومؤید مقصود ہے کہ رحمت الٰہی اتارنے کے لئے ذکر خدا کرنا تھا۔ (فتاوی رضوی جلد ۲ ص ۵۴۷)

آذان قبر کے جواز کی دلیل سوم:

بالاتفاق سنت اور حدیثوں سے ثابت اور فقہ میں مثبت کہ میت کے پاس حالت نزع میں کلمہ لا الـــہ الا اللہ کہتے رہیں کہ اسے سن کر یاد ہو۔ حدیث متواتر میں ہے حضور

اقدس ﷺ فرماتے ہیں۔ لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ. اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ سکھاؤ۔اب جو نزع میں ہے وہ مجاز اُمردہ ہے اور اسے کلمہ اسلام سکھانے کی حاجت کہ بحول اللہ خاتمہ اسی کلمے پاک پر ہو اور شیطان لعین کے بہلانے میں نہ آئے اور جو دفن ہو چکا حقیقۃً مردہ ہے اور اسے بھی یہ کلمہ پاک سکھانے کی حاجت کہ بعون اللہ تعالیٰ جواب یاد ہو جائے اور شیطان رجیم کے بہکانے میں نہ آئے اور بے شک آذان میں یہی کلمہ لا الہ الا اللہ تین جگہ موجود بلکہ اس کے تمام کلمات جواب نکیرین بتاتے ہیں تو بعد دفن آذان دینے میں ارشاد کی تعمیل ہے۔ جو نبی ﷺ نے حدیث صحیح متواتر مذکورہ میں فرمایا (فتاوی رضویہ ج ۲ص ۵۴۷)

آذان قبر کے جواز کی دلیل چہارم

ابو یعلی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں۔ اطفؤا الحریق بالتکبیر. آگ کو تکبیر سے بجھاؤ۔اور ابن عساکر وغیرہ محدثین حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی۔حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں۔ اذا راء یتم الحریق فکبرو افانہ یطفئ النار. جب آگ دیکھو اللہ اکبر اللہ اکبر کی بکثرت تکرار کرو۔ وہ آگ کو بجھا دیتا ہے۔مولانا علی قاری علیہ الرحمۃ اس حدیث کی شرح میں کہ حضور اقدس ﷺ قبر کے پاس دیر تک اللہ اکبر اللہ اکبر فرماتے رہے۔ لکھتے ہیں التکبیر علی ھذا لا طفاء الغضب الالھی ولذا ور داستحباب التکبیر عند رؤیۃ الحریق. یعنی یہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا غضب الٰہی کے بجھانے کو ہے ولہذا آگ لگی دیکھ کر دیر تک تکبیر مستحب ٹھہری یہاں تک سے بھی ثابت کہ قبر مسلم پر تکبیر کہنا فرد سنت ہے تو یہ آذان بھی قطعاً سنت پر مشتمل اور زیادات مفیدہ کا مانع سنیت نہ ہونا دلیل دوم سے ظاہر ۔(فتاوی رضویہ ج ۲ص ۵۴۸)

آذان قبر کے جواز کی دلیل دوازدہم خود ظاہر اور حدیثوں

سے بھی ثابت کہ مردے کو اس نئے مکان تنگ و تار میں سخت وحشت اور گھبراہٹ ہوتی ہے اور آذان دافع وحشت اور باعث اطمینان خاطر ہے کہ وہ ذکر خدا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے سن لو خدا کے ذکر سے دل چین پاتے ہیں۔ ابونعیم وغیرہ محدثین حضرت ابو ہریرہ سے راوی۔ حضور سرور عالم ﷺ فرماتے ہیں جب آدم علیہ السلام جنت سے ہندوستان میں اترے انہیں گھبراہٹ ہوئی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے اتر کر آذان دی۔ پھر ہم اس غریب کی تسکین خاطر دفع وحشت کو آذان دیں تو برا کریں۔ حاشا بلکہ مسلمان خصوصا ایسے بے کس کی اعانت حضرت حق عزوجل کو نہایت پسند۔ حضور سید دو عالم ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالی بندے کی مدد میں ہے۔ جب تک بندہ اپنے بھائی مسلمان کی مدد میں ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۵۵۴)

آذان قبر کے جواز کی دلیل سیزدہم ۔ مسند الفردوس میں حضرت جناب امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم سے مروی۔ وہ فرماتے ہیں مجھے حضور سید عالم ﷺ نے غمگین دیکھا تو ارشاد فرمایا۔ یا ابن ابی طالب انی اراک حزینا فمر اہلک یوذن فی اذانک۔ اے ابن ابی طالب میں تجھے غمگین پاتا ہوں۔ اپنے کسی گھر والے سے کہہ کہ وہ تیرے کان میں آذان کہے۔ آذان غم و پریشانی کی دافع ہے۔ مولا علی اور مولا علی تک جس قدر اس حدیث کے راوی ہیں سب نے فرمایا فجربتہ فوجدتہ کذلک۔ میں نے اس کا تجربہ کیا تو ایسا ہی پایا۔ ذکرہ ابن حجر کما فی المرقاۃ اور خود معلوم اور حدیثوں سے بھی ثابت کہ میت اس وقت کیسے حزن و غم کی حالت میں ہوتا ہے تو اس کے دفع غم والم کے لئے اگر آذان سنائی جائے تو کیا محذور شرعی لازم آئے۔ حاشا للہ بلکہ مسلمان کا دل خوش کرنے کے برابر اللہ عزوجل کو فرائض کے بعد کوئی عمل محبوب نہیں۔ طبرانی وغیرہ محدثین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی حضور پرنور

ﷺ فرماتے ہیں ۔ان احب الاعمال الی اللہ تعالی بعد الفرائض ادخال السرور علی المسلم ۔ بے شک اللہ تعالی کے نزدیک فرضوں کے بعد سب اعمال سے زیادہ مسلمان کا دل خوش کرنا ہے ۔(فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۵۵۳)

الحمد للہ ! علمائے اہل سنت کے ان روشن فتاوی سے روز روشن کی طرح روشن ہوا کہ دفن کے بعد قبر پر آذان دینے والوں ، سننے والوں اور میت سب کو فائدہ ملتا ہے ۔ پس اس سے منع نہ کرے گا مگر وہی جو مسلمانوں کا بدخواہ ہے اور اس پر اعتراض نہ کرے گا مگر وہی جو جاہل اجہل ہے ۔ اللہ تعالی حق جاننے ماننے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے ۔ آمین ۔

وهذا آخر ما اردنا ايراده فى هذه المقالة المختصرة المفيدة المتبركة تقبلها الله تعالىٰ بمنه العظيم ورسوله الكريم ﷺ وانا الفقير ابو الكرم احمد حسين قاسم الحيدرى غفر الله تعالىٰ لى المدرس بالجامعة الحيدرية فضل المدارس بهيائى من مضافات سهنسه آزاد كشمير .(۲۲ رمضان المبارك ۱۴۱۴ هـ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اٹھائیسواں مقالہ

ایذان الثواب فی التلاوۃ عند قبور الاحباب

(جمعرات تک قبر پر قرآن خوانی کا بیان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد!

ہمارے علاقہ میں جب کوئی مسلمان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے رشتہ دار اس کی قبر پر شب جمعہ تک مسلسل دن رات قرآن خوانی کرتے ہیں۔ اس مختصر رسالہ ''ایـــــصال الثواب فی القراءۃ عند قبور الاحباب،، میں اسی مسئلہ کی وضاحت کی گئی ہے۔ اللہ تعالی اسے شرف مقبولیت بخشے۔ آمین

دفن کے بعد قبر پر قرآن خوانی کا ثبوت:

میت دفنانے کے بعد اس کی قبر پر ٹھہرنا، اس کے لئے وہاں قرآن خوانی کرنا، اس کے لئے استغفار اور ثابت قدمی کی دعا مانگنا احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ

(۱) محدث ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ''کوئی شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت نہیں کرتا اور نہ اس پر بیٹھتا ہے مگر اس کے اٹھ جانے تک میت انس پاتا ہے'' (جامع الرضوی ص ۹۱۹)

(۲) صحابی رسول حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے موت کے وقت اپنے بیٹے سے فرمایا'' جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ نہ رونے والی عورت ہو اور نہ آگ، پھر جب تم مجھے دفن کر چکو تو مجھ پر آہستہ آہستہ مٹی ڈالو۔ ثم اقیموا حول قبری قدر ما ینحر جزور و یقسم لحمھا حتی استانس بکم واعلم ماذا اراجع بہ رسل ربی، پھر میری قبر کے اردگرد اتنی دیر تک ٹھہرے رہو جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جاتا ہے۔ اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔ تاکہ میں تمہاری وجہ سے انس پاؤں اور یہ جانوں کہ اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔ (رواہ مسلم، مشکوۃ ص ۱۳۵ ج ۱)

(۳) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جب تم میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اسے نہ روکو۔ اسے جلدی اس کی قبر کی طرف لے جاؤ۔ ولیقراء عند راسه فاتحة البقرة و عند رجلیه خاتمة البقرة '' اور اس کے سر کے پاس سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات اور اس کے پاؤں کی پاس سورہ بقرہ کی آخری آیات تلاوت کرو۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان وقال والصحیح انہ موقوف علیہ۔ مشکوۃ ص ۱۳۵ ج ۱)

اس حدیث کی شرح میں امام علی قاری حنفی لکھتے ہیں . ''فاتحة البقرة ای الی المفلحون وقوله خاتمة البقرة ای من امن الرسول الی آخره'' سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات سے مراد المفلحون تک کی آیات اور سورہ بقرہ کی آخری آیات سے امن الرسول سے آخر تک کی آیات مراد ہیں۔ (مرقاۃ بحوالہ حاشیہ المشکوۃ ص ۱۳۵ ج ۱)

(۴) طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ ''ولیقراء عند راسه فاتحة الکتاب ''اور میت کے پاس سورۃ فاتحہ پڑھی جائے۔ (شرح الصدور ص ۴۲)

(۵) امام حداد الیمنی نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس بات کو مستحب جانتے تھے کہ دفن کے بعد قبر پر سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات اور آخری آیات تلاوت کی جائیں۔ (جوھرہ نیرہ ص ۱۳۳ ج ۱)

(۶) ملا علی قاری شرح اللباب میں فرماتے ہیں۔ '' فقد ثبت انه علیه الصلوة والسلام قرا سورة البقرة عند راس المیت وآخر ها عند رجلیه '' اور یہ ثابت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے میت کے سر کے پاس سورہ، بقرہ کی ابتدائی آیات اور پاؤں کے پاس اس کی آخری آیات تلاوت فرمائی ہیں۔ (ردالمحتار جلد اول ص ۶۶۵)

(۷) امام خلال اپنی جامع میں مشہور تابعی حضرت امام شعبی سے روایت بیان

کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ **کانت الانصار اذا مات لهم الميت اختلفوا الى قبره يقرءون له القرآن** انصار مدینہ کا یہ دستور تھا کہ جب ان کا کوئی شخص فوت ہو جاتا تو قرآن خوانی کے لئے اس کی قبر پر آتے جاتے تھے۔ (شرح الصدور ص ۱۳۰)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ **اقرؤا على موتاكم يسين**. اپنے اموات پر سورہ یسین تلاوت کرو۔ رواہ الامام احمد بن حنبل وابوداؤد وابن ماجہ وابن حبان والحاکم وحسنہ الجلال السیوطی رحمهم اللہ تعالیٰ (جامع صغیر ص ۵۲ ج ۱)

اس حدیث کے بارے میں امام سیوطی لکھتے ہیں۔ امام قرطبی نے فرمایا۔ اس حدیث کے مرادی معنی میں تین قول ہیں (۱) قریب الموت کے پاس پڑھنا (۲) قبر کے پاس پڑھنا۔ جمہور کے نزدیک پہلا قول معتبر ہے اور امام ابن عبدالواحد مقدسی کے نزدیک دوسرا قول معتبر ہے (۳) دونوں حالتوں میں پڑھنا۔ ہمارے متاخرین اصحاب میں سے امام محب طبری نے تیسرے قول کو اختیار کیا ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۳۰)

(۹) ابو محمد سمرقندی نے فضائل سورۃ اخلاص میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ **من مر على المقابر وقرء قل هو الله احد احدى عشرة مرة ثم وهب اجره للاموات اعطى من الاجر بعدد الاموات** جو شخص قبرستان کے پاس سے گزرے اور گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے پھر اس کا ثواب مردوں کو ہبہ کرے تو اموات کی تعداد کے برابر اسے اجر دیا جاتا ہے۔ رواہ الدارقطنی (مراقی الفلاح ص ۳۱۴، شرح الصدور ص ۱۳۰)

(۱۰) کتاب درمختار شرح تنویر الابصار میں یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ منقول ہے۔ **من قرا الاخلاص احد عشر مرة ثم وهب اجرها للاموات اعطى من الاجر بعدد الاموات** جو شخص سورہ اخلاص پڑھے پھر اس کا ثواب

اموات کو ہبہ کرے تو اس کو اموات کی تعداد جتنی نیکیاں دی جاتی ہیں۔ (درمختار ص ٦٦٦ ج ١)

اس روایت میں قبرستان میں داخل ہونے کی قید مذکور نہیں لیکن باب زیارۃ القبور میں اس کو ذکر کرنا دلالت کرتا ہے کہ یہ ثواب قبرستان میں داخل ہونے کی صورت میں ہی ہے، واللہ اعلم۔

(۱۱) ابوالقاسم سعد بن علی زنجانی اپنے فوائد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ من دخل المقابر ثم قرا فاتحة الكتاب وقل هو الله احد والهكم التكاثر ثم قال اللهم انى قد جعلت ثواب ما قرات من كلامك لاهل المقابر من المؤمنين والمؤمنات كانوا شفعاء له الى الله تعالى جو شخص قبرستان میں داخل ہو اور سورہ فاتحہ، سورہ اخلاص، اور سورۃ التکاثر پڑھے پھر کہے اے اللہ میں نے تیری کلام میں سے جو کچھ پڑھا اس کا ثواب اس قبرستان کے مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے کر دیا ہے تو وہ اللہ کے نزدیک اس کی شفاعت کرنے والے ہوں گے۔ (شرح الصدور ص ۱۳۰)

(۱۲) قاضی ابوبکر بن عبدالباقی انصاری نے اپنی کتاب المشیخہ میں سلمہ بن عبید سے روایت بیان کی ہے کہ حماد مکی فرماتے ہیں۔ ایک رات میں مکہ کے قبرستان کی طرف نکلا پھر میں نے اپنا سر ایک قبر پر رکھا اور سو گیا۔ فرايت اهل المقابر حلقة حلقة فقلت قامت القيامة قالوا لا ۔ میں نے قبرستان والوں کو گروہ در گروہ دیکھا تو میں نے پوچھا کیا قیامت قائم ہوگئی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ ولكن من اخواننا قرا قل هو الله احد وجعل ثوابها لنا فنحن نقتسمها منذ سنة ۔ ولیکن ہمارے ایک بھائی نے سورہ اخلاص پڑھی اور اس کا ثواب ہمارے لئے کیا تو ہم ایک سال سے اس کا ثواب آپس میں بانٹ رہے ہیں۔ (شرح الصدور ص ۱۳۰)

(۱۳) عبدالعزیز (جو امام خلال کے ساتھی ہیں) نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' من دخل المقابر فقرا سورة یسین خفف اللہ عنهم و کان له بعدد من فیها حسنات '' جو شخص قبرستان میں داخل ہو پھر سورہ یسین پڑھے تو اللہ تعالی قبرستان والوں سے عذاب میں تخفیف فرماتا ہے اور اس کے لئے اس قبرستان والوں کی تعداد جتنی نیکیاں ہیں۔ (ردالمحتار ص ۶۶۲ ج ۱، مراقی الفلاح مصری ص ۴۱۳، شرح الصدور ص ۱۳۰)

(۱۴) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ من زار قبر والدیه او احدهما یوم الجمعة فقرا عنده یسین غفرله ، جو شخص جمعہ کے روز اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے پھر سورۃ یسین پڑھے اس کے لئے بخشش کردی جاتی ہے۔ (جامع صغیر ص ۱۷۲ جلد دوم)

فقہائے کرام نے قبر پر قرآن خوانی کو مستحب قرار دیا ہے:

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ کی بناء پر ہمارے فقہائے کرام قبر پر قرآن خوانی کو جائز بلکہ مستحب قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ امام قاضی خان حنفی اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں۔ وان قرا القرآن عند القبور ان نووابذلک ان یؤنسهم صوت القرآن فانه یقرا فان لم یقصد ذلک فالله تعالی یسمع قراة القرآن حیث کانت''

اگر قبروں کے پاس اس نیت سے قرآن پڑھے کہ اس کی آواز مردوں کو انس بخشتی ہے تو وہ وہاں پڑھے اور اگر یہ نیت نہیں تو قرآن جہاں پڑھا جائے اسے اللہ تعالی سنتا ہے۔ (فتاوی خانیہ ص ۴۲۲ جلد ۳)

(۲) فتاوی عالمگیری میں مضمرات سے منقول ہے۔'' قراة القران عند القبور عند محمد رحمه الله تعالی لاتکره و مشائخنا رحمهم الله تعالی اخذوا بقوله وهل ینتفع والمختار انما ینتفع ،، قبور کے پاس قرآن خوانی امام

محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ نہیں اور ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالی نے ان کے اس قول کو لیا ہے اور کیا یہ کام نفع دیتا ہے؟ مختار مذہب میں نفع دیتا ہے۔ (فتاوی عالمگیری جلد اول ص ۱۶۶)

(۳) امام حداد الیمنی لکھتے ہیں۔ ویستحب اذا دفن المیت ان یجلسوا ساعۃً عند القبر بعد الفراغ بقدر ما ینحر ویقسم یتلون القرآن ویدعون للمیت اور مستحب ہے کہ جب میت دفنا دیں تو فراغت کے بعد اتنی دیر بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کریں اور میت کے لئے دعا کریں جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جاتا ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے کیونکہ ابو داؤد کی سنن میں مروی ہے کہ نبی ﷺ میت دفنانے کے بعد اس کی قبر کے پاس ٹھہرا کرتے تھے۔ (جوہرہ نیرہ ص ۱۳۳ جلد ۱)

(۴) اور درمختار میں ہے۔ و (یستحب) جلوس ساعۃ بعد دفنہ لدعاء وقراۃ بقدر ما ینحر الجزور ویفرق لحمہ اور مستحب ہے کہ اس کو دفنانے کے بعد اتنی دیر دعاء اور قرآن خوانی کے لئے بیٹھیں جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جاتا ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔ (درمختار جلد اول ص ۶۶۱)

(۵) امام حسن شرنبلالی فرماتے ہیں ۔ویستحب للزائر قراءۃ سورۃ یسین ''اور قبور کی زیارت کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ سورہ یسین پڑھے۔ (مراقی الفلاح ۴۱۳)

(۶) امام احمد طحطاوی خلاصہ سے ناقل ہیں۔ ویقصدون بزیارتھا وجہ اللہ تعالی و اصلاح القلب ونفع المیت بما یتلی عندہ من القرآن اور جو لوگ قبور کی زیارت کریں ان کی نیت اللہ تعالی کی رضا مندی، اپنے قلب کی اصلاح اور میت کو نفع پہنچانا ہو اس قرآن خوانی سے جو اس کے پاس تلاوت کی جائے۔ (حاشیہ مراقی ص ۴۱۲)

(۷) امام نووی شافعی شرح المہذب میں لکھتے ہیں۔ یستحب لزائر القبور ان یقرا ما تیسر من القرآن ویدعولهم عقبها علیه الشافعی واتفق علیه الاصحاب وزاد فی موضع آخر وان ختموا القرآن علی القبر کان افضل قبور کی زیارت کرنے والے کے لئے یہ مستحب ہے کہ وہ جتنا قرآن پڑھ سکے پڑھے اور ان کے لئے دعا مانگے، امام شافعی نے اس پر نص فرمائی ہے اور اصحاب شافعیہ کا اس پر اتفاق ہے اور دوسرے مقام پر اس پر یہ اضافہ فرمایا کہ اگر لوگ قبر پر پورا قرآن پڑھیں تو بہتر ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۳۰)

(۸) امام سیوطی لکھتے ہیں۔ وکان الامام احمد بن حنبل ینکر ذلک اولا حیث لم یبلغ فیه اثر ثم رجع حین بلغه اور امام احمد بن حنبل پہلے اس کا انکار کیا کرتے تھے کیونکہ اس بارہ میں ان تک کوئی حدیث نہیں پہنچی تھی پھر جب ان تک حدیث پہنچی تو انہوں نے قرآن خوانی کے انکار سے رجوع فرما لیا۔ (شرح الصدور ص ۱۳۰)

قبر پر قرآن خوانوں کو بٹھانا جائز ہے

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا اس سے ثابت ہوا کہ قبر کے پاس قرآن خوانی مستحب ہے اور ظاہر ہے کہ جب قبور کے پاس قرآن خوانی مستحب ہے تو اس کے لئے قبروں کے پاس قاری بٹھانا بھی جائز ہے۔ ولہذا فتاوی عالمگیری میں فرمایا۔

ولو مات رجل و اجلس وارثه علی قبره من یقرا الا صح انه لا یکره وهو قول محمد رحمه الله تعالی کذا فی المضمرات یعنی کتاب المضمرات میں ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کا وارث اس کی قبر پر کسی کو قرآن خوانی کے لئے بٹھائے تو صحیح روایت میں یہ مکروہ نہیں ہے اور یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ (فتاوی عالمگیری ص ۳۵۰ جلد ۵)

شب جمعہ تک قرآن خوانی کی وجہ

میت دفنانے کے بعد اس کی قبر پر شب جمعہ کی ابتداء تک مسلسل شب و روز قرآن خوانی کی جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ میت کو شب جمعہ تک عذاب قبر سے بچانا مقصود ہوتا ہے۔ پھر شب جمعہ اور روز جمعہ خود عذاب الٰہی اموات سے اٹھ جاتا ہے اور مسلمان اموات پر سے اٹھنے کے بعد عذاب الٰہی نہیں لوٹتا۔ تو اس قرآن خوانی کی وجہ سے مسلمان میت ہمیشہ تک کے لئے عذاب قبر سے بچ جاتا ہے۔ چنانچہ امام حسن شرنبلالی لکھتے ہیں۔ ویستحب للزائر قراءة سورة یسین لما ورد عن انس رضی اللہ عنہ انہ قال قال رسول اللہ ﷺ من دخل المقابر فقرا سورة یسین واھدی ثوابھا للاموات خفف اللہ عنھم یومئذ العذاب ورفعه و کذا یوم الجمعة یرفع فیه العذاب عن اھل البرزخ لا یعود علی المسلمین قبروں کی زیارت کرنے والے کے لئے یہ مستحب ہے کہ سورۃ یسین پڑھے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص قبرستان میں داخل ہو پھر سورۃ یسین پڑھے اور اس کا ثواب اموات کو ہبہ کرے تو اللہ تعالیٰ ان سے اس دن عذاب ہلکا کر دیتا ہے اور اسے اٹھا دیتا ہے یونہی جمعہ کے دن اہل برزخ سے عذاب قبر اٹھا دیا جاتا ہے۔ پھر مسلمانوں پر نہیں لوٹتا۔ (مراقی الفلاح مصری ۴۱۳)

قال الامام احمد الطحطاوی فی ھامشه علی المراقی (قوله ثم لایعود علی المسلمین) لم یصح فیه حدیث کما ذکرہ منلا علی فی بعض کتبه اہ وقال الجلال السیوطی قال الیافعی فی روض الریاحین بلغنا ان الموتی لا یعذبون لیلة الجمعة تشریفا لھذا الوقت قال ویحتمل اختصاص ذلک بعصاة المسلمین دون الکفار وعمم النسفی فی بحر الکلام فقال ان الکافر یرفع عنه العذاب یوم الجمعة ولیلتھا وجمیع شھر رمضان قال واما المسلم فانه یعذب فی قبرہ لکن یرفع عنه یوم الجمعة

ولیلتها ثم لایعود الیه الی یوم القیامة وان مات یوم الجمعة او لیلة الجمعة یکون له العذاب ساعة وضغطة القبر کذلک ثم ینقطع عنه العذاب ولا یعود الیه الی یوم القیامة اه وهذا یدل علی ان عصاة المسلمین لا یعذبون سوی جمعة واحدة او دونها وانهم اذا وصلوا الی یوم الجمعة انقطع ثم لا یعود وهو یحتاج الی دلیل اه کلام السیوطی رحمة الله علیه فی شرح الصدور قبیل باب ما ینجی من عذاب القبر ۔ والله تعالی اعلم بالصواب ۔

اعلیٰ حضرت بریلوی کا فتویٰ

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ یا شب جمعہ کے سوا کسی دن میں مسلمان کا انتقال ہو تو اس کے سپرد کرنا یعنی جمعہ تک قبر پر بیٹھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: بعد دفن اتنی دیر بیٹھنا کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم کر دیا جائے مسنون ہے صحیح مسلم شریف میں اس بارہ میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے حدیث وارد ہے اور زیادہ دیر یا دنوں تک بیٹھنا بھی ممنوع نہیں۔ بلکہ وہاں لغو، بے ہودہ باتیں کرنے ہنسنے وغیرہ غفلت وقسوت کی حرکات سے بچیں اور تلاوت ودرود خوانی اور اعمال حسنہ میں مشغول رہیں کہ یہ امور موجب نزول رحمت ہوتے ہیں اور احیاء کے پاس ہونے سے مردے کا دل بہلتا ہے کما بیناہ فی حیاۃ الموات جمعہ تک بیٹھنے کا منشاء غالباً وہ روایت ہے جو امام نسفی نے بحر الکلام میں ذکر فرمائی کہ مسلمان پر معاذ اللہ عذاب قبر اگر ہوتا ہے تو صرف جمعہ تک ہوتا ہے شب جمعہ آتے ہی اٹھا لیا جاتا ہے اور پھر عود نہیں کرتا۔ امام سیوطی اور علامہ علی قاری کو اگرچہ اس روایت میں توقف ہے مگر عقلاً وشرعاً امر نافع محض میں صرف احتمال کافی ہوتا ہے۔ اگر یہ روایت مطابق واقع ہے تو جب تک معاذ اللہ اندیشہ تھا ایصال ثواب واستنزال برکات ذکر وقرآن سے اس کی مدد کی گئی۔ جب جمعہ آ گیا خود رحمت الٰہی اس کی متکفل ہو گئی اور اگر نامطابق ہے تو اتنے دنوں آخر مسلمان محتاج کی مدد ونفع رسانی ہی ہوئی اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں من

استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ۔ تم میں جو اپنے بھائی مسلمان کو نفع پہنچا سکے پہنچائے رواہ مسلم عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما۔ بہرحال یہ کام خیر سے خالی نہیں۔ جبکہ نیۃً یا عملاً اس کے ساتھ کوئی محذور شرعی نہ ہو۔ شرح الصدور میں ہے۔ عمم النسفی فی بحر الکلام فقال ان الکافر یرفع عنہ العذاب یوم الجمعۃ و لیلتھا الی قولہ وھو یحتاج الی دلیل اھ اسی طرح منح الروض الازہر میں ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالی اعلم (فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۱۴)

قبر پر قرآن خوانی کی اجرت لینا

قبر پر قرآن خوانی کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں اس بارے میں اختلاف علماء ہے بعض جائز رکھتے ہیں۔ چنانچہ مفتی نظام الدین ملتانی لکھتے ہیں۔ اور اگر کوئی کہے کہ قرآن مجید اور کلمات طیبات کی اجرت لینی حرام ہے۔ یہ علماء و درویش کیوں لیتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ صحابہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم کتاب اللہ پر مزدوری لیویں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ بے شک مزدوری لے لو۔ کیونکہ قرآن مستحق تر ہے کہ تم اس پر اجر لو اور یہ حدیث بخاری شریف و مشارق الانوار میں بایں الفاظ مذکور ہے فقال رسول اللہ ﷺ ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ. (انوار شریعت ج اول ص ۱۸۵)

اور دیو بندی مولوی حمد اللہ داجوی کتاب جوہرہ نیرہ شرح قدوری کے باب الاجارہ کی عبارت بایں الفاظ نقل کرتے ہیں۔ واختلفوا فی الاستیجار علی قراءۃ القرآن مدۃ معلومۃ قال بعضھم لایجوز وقال بعضھم یجوز وھو المختار اھ۔ مدت معلومہ تک قرآن خوانی پر عقد اجارہ کرنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض نے فرمایا جائز نہیں ہے اور بعضوں نے فرمایا جائز ہے اور یہ دوسرا قول مختار للفتویٰ ہے۔ (البصائر لمنکری التوسل باہل المقابر ص ۱۴۲)

اور بعض علماء ناجائز قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ امام برکوی کتاب الطریقۃ المحمدیہ میں

لکھتے ہیں۔ ومنها الوصية من الميت باتخاذ الطعام والضيافة يوم موته او بعده وباعطاء دراهم لمن يتلوا القرآن لروحه او يسبح ويهلل وكلها بدع منكرات باطلة والمأخوذ منها حرام للاخذ وهو عاص بالتلاوة والذكر لاجل الدنيا اه ملخصاً۔

یعنی یہ وصیت کرنا کہ موت کے دن یا اس کے بعد میت کی طرف سے طعام پکایا اور بطور مہمانی کھلایا جائے اور ان لوگوں کو درہم دینے کی وصیت کرنا جو میت کی روح کے لئے قرآن خوانی کریں گے یا تسبیح وتہلیل پڑھیں گے۔ تو یہ کام بدعات سیئہ باطلہ سے ہیں اور جو کچھ اس وصیت کے مطابق لیا جائے گا وہ لینے والے کے لئے حرام ہوگا اور تلاوت وذکر الٰہی کرنے میں بایں وجہ گناہگار ہوگا کہ اس نے یہ کام دنیا حاصل کرنے کے لئے کیے ہیں۔ (البصائر ص ۱۴۳)

لیکن اگر پڑھنے والے بے لوث ہوں اور ان کو جو کچھ دینے والے دیں وہ بطور صدقہ للمیت دیں نہ کہ بطور اجرت تو اس صورت میں لینا دینا جائز ہے۔

واجوی صاحب لکھتے ہیں۔ علا انه ان قرأ احد لوجه الله تعالیٰ بنية خالصة واعطاه احد صدقة لااجرة لاحرج فيه وذالك موقوف على النية۔ ہاں اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے لئے خالص نیت کے ساتھ قرآن پڑھے۔ اور کوئی شخص اس کو بطور صدقہ نہ کہ بطور اجرت کچھ دے دے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور یہ بات نیت پر موقوف ہے۔ (البصائر ص ۱۴۴)

الحمد للہ! ہمارے علاقوں میں یہی دستور ہے کہ پڑھنے والے تھوڑا بہت جو کچھ پڑھتے ہیں۔ للہ فی للہ پڑھتے ہیں اور ان کو دینے والے جو کچھ دیتے ہیں میت کی طرف سے صدقہ کے طور پر دیتے ہیں۔ ولہذا اس قسم کے لین دین میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

وهذا آخر ما اردنا ايراده في هذه المقالة المباركة تقبلها الله تعالیٰ بمنه العظيم۔ (۵ شعبان المعظم ۱۴۱۴ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتیسواں مقالہ

ایذان الاجر فی الدعاء علی القبر
(قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا بیان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد

والہ واصحابہ اجمعین اما بعد

اس مختصر مقالہ میں ہم نے قبور المسلمین کے پاس دعا مانگنے کا ثبوت پیش کیا ہے۔
اللہ تعالیٰ اسے ذریعہ ہدایت بنائے (آمین)

زیارت قبور جائز ہے

امام محمد حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی سند سے راوی کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نھینا کم عن زیارۃ القبور فزوروھا ولا تقولوا ھجرا فقد اذن لمحمد فی زیارۃ قبر امہ۔ ہم نے تمہیں قبور کی زیارت سے منع کیا تھا۔ سو اب تم ان کی زیارت کرو۔ اور نامناسب کلام نہ کہو کیونکہ محمد ﷺ کو اپنی والدہ کی قبر کی اجازت دے دی گئی ہے۔ (کتاب الآثار ص ۸۶)

پھر امام اس حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔

بھٰذا کلہ ناخذ لا بأس بزیارۃ القبور للدعآء للمیت ولذکر الآخرۃ وھو قول ابی حنیفۃ. اس پوری حدیث کو ہم لیتے ہیں۔ قبور کی زیارت میں کوئی حرج نہیں جب کہ میت کے لئے دعا کرنے اور آخرت کو یاد کرنے کے لئے کی جائے اور یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار ص ۸۷)

ممانعت زیارت کی وجہ ابتداء اسلام میں:

مولوی عبدالستار ابتداء اسلام میں زیارت قبور کی ممانعت کی وجہ بدیں الفاظ لکھتے ہیں ابتداء اسلام میں لوگ بت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہوئے تھے اس لئے حضرت ﷺ نے زیارت قبور سے منع کیا کہ مبادا شرک میں گرفتار ہو جائیں۔ جب لوگوں کے دلوں میں اسلام اور توحید کا عقیدہ مضبوط ہو گیا تو اجازت دے دی۔ (فیض الستار ص ۸۷)

قبر کے پاس دعا کا ثبوت

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ لاباس بزیارۃ القبور للدعآء للمیت والذکر الآخرۃ وھو قول ابی حنیفہ ۔قبور کی زیارت میت کے لیے دعاء کرنے اور آخرت کو یاد کرنے میں کوئی حرج نہیں ۔اور یہ قول امام ابوحنیفہ کا ہے ۔اس سے بالتصریح ثابت ہو گیا کہ زیارت قبور سے مقصود صرف یاد آخرت ہی نہیں بلکہ اموات کیلے مغفرت وبخشش کی دعاء کرنا بھی ہے۔لہذ وہابیہ کا یہ کہنا کہ

قبروں کے پاس دعا کے لیے جانا اور سمجھنا کہ وہاں دعاء دوسری جگہوں سے زیادہ قبول ہوتی ہے۔ایک ایسا فعل واعتقاد ہے جس کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اجازت نہیں دی۔ نہ صحابہ وتابعین اور مسلمانوں کے آئمہ میں سے کسی نے کہا یا بتایا ہے بلکہ متقدمین علماء وصلحاء میں کسی ایک سے بھی یہ بات ثابت نہیں ۔ یہ چیز ہمیں سب سے پہلے دوسری صدی ہجری کے بعد بعض متاخرین کے یہاں ملتی ہے،،(جادہ حق ترجمہ تلخیص اقتضاء الصراط المستقیم مطبوعہ تنظیم الدعوۃ الی القرآن والسنۃ گوالمنڈی راولپنڈی ص۸۹) سخت غلطی اور گمراہی ہے ۔ جو مسئلہ حضرت امام محمد حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بالتصریح بیان فرمائیں اس کا انکار کوئی عقلمند کیسے کر سکتا ہے جبکہ امام ابوحنیفہ پہلی صدی ہجری میں پیدا ہوئے اور دوسری صدی ہجری میں فوت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

زیارت قبور کے استحباب کی تصریحات

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی بناء پر ہمارے فقہائے حنفیہ زیارت قبور اور قبور کے پاس دعاء مانگنے کو مستحب یعنی باعث اجروثواب لکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا علامہ قاضی محمد ارشاد الٰہی ساکن لودے تحصیل گوجر خان ضلع روالپنڈی اپنے رسالہ مبارکہ'' حصول النور فی زیادۃ القبور،، میں رقم طراز ہیں،،قبروں کی زیارت کرنا شریعت

غرا میں بلاشبہ جائز اور ثابت ہے۔ بلکہ ہمارے فقہائے حنیفہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیھم کے تمام مذاہب میں اس عمل کو قرب الٰہی اور مستحب قرار دیا گیا ہے بہر حال قبروں کی زیارت ادلہ قویہ سے ثابت ہے اور اس کا منکر گمراہ ہے۔ کہ ایک اہم دینی کام کے خلاف کوشاں ہے۔ شرنبلالیہ علی الدرر شرح الغرر ج ۱ ص ۶۸ میں ہے وزیارۃ القبور مندوبۃ للرجال وقیل تحرم علی النسآء والاصح ان الرخصۃ ثابتۃ لھم ا اور قبروں کی زیارۃ مندوب (مستحب) ہے کہا گیا ہے کہ عورتوں پر حرام ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ رخصت دونوں (مرد و عورت) کے لیے ثابت ہے،، مراقی الفلاح علی ھامش الحاشیہ ص ۳۴۱ میں ہے ندب زیارتھا من غیر ان یطا القبور للرجال والنسآء۔ قبور کی زیارت بغیر انہیں روندے ہوئے کرنا مردوں اور عورتوں کے لیے مندوب یعنی مستحب ہے۔

البحر الرائق شرح کنز الدقائق جلد دوم ص ۱۹۵ میں ہے۔ قال فی البدائع ولاباس بزیارۃ القبور والدعاء للاموات ان کانوا مؤمنین من غیر وطوء القبور لقولہ الافزوروھا ولعمل الامۃ من لدن رسول اللہ ﷺ الی یومنا ھذا صرح فی المجتبیٰ بانھا مندوبۃ وقیل تحرم علی النسآء والاصح ان الرخصۃ ثابتۃ لھا وکان ﷺ یعلم السلام علی الموتی السلام علیکم ایھا المدار من المؤمنین والمسلمین۔

اور بدائع میں کہا گیا ہے کہ قبور کی زیارت لاباس بہ ہے اور مردوں کے لئے دعا کرنا اگر مومن ہیں بغیر قبروں کو روندنے کے بدلیل قول رسول اللہ ﷺ کہ میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا آگاہ رہو کہ اب ان کی زیارت کرو۔ اور بدلیل امت کے عمل کے کہ رسول ﷺ سے لے کر آج تک معتاد چلا آرہا ہے اور مجتبیٰ میں تصریح کی کہ وہ مندوب ہے اور کہا گیا ہے کہ عورتوں پر حرام ہے اور صحیح یہ کہ رخصت دونوں کے لئے ثابت ہے اور حضور اکرم ﷺ مردوں پر سلام کہنا سکھاتے تھے''۔ یہاں تک کی عبارات سے واضح

طور پر معلوم ہوا کہ قبروں کی زیارت کرنا ممنوع نہیں بلکہ لا باس بہ ہے۔ اور اس پر بھی تصریح گزر چکی ہے کہ زیارت قبور مندوب ہے۔ اس اصطلاح نے یہ بھی واضح کر دیا کہ لا باءس بمعنی کراہت تنزیہی نہیں بلکہ منکرین زیارت قبور کے مقابل یہ لفظ واقع ہوا ہے اور اس سے بھی ندب ہی ثابت ہوا ہے اور ایسے امور میں فقہاء کی اصطلاح میں لفظ لا باس بہ استحباب کے معنی میں ہوتا ہے جیسا کہ علامہ شامیؒ نے شرح عقود رسم المفتی میں اور رد المحتار کے متعدد مقامات پر تصریح فرمادی ہے پس ثابت یہ ہوا کہ قبروں کی زیارت کرنا مندوب اور مستحب ہے جیسا کہ نمازوں میں نوافل کا مرتبہ ہے اسی طرح اعمال حسنہ میں قبور کی زیارت کا مرتبہ ہے اور یہاں استحباب کے اثبات کے لئے فقہاء کرام کے اقوال مبارکہ تصریحاً موجود ہیں۔

اشعۃ اللمعات جلد اول ۷۳۲ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ زیارت قبور مستحب است بالاتفاق۔ بالاتفاق قبور کی زیارت مستحب ہے اور جامع الرموز اور شرح النقایہ جلد اول ص ۱۲۸ پر ہے۔ وزيارة القبور مستحبة للرجال وكذا للنساء على الاصح فيقرب من القبور ويبعد مثل ما فى الحيوة وقيل الدعاء قائما بحذاء وجهه: اور قبروں کی زیارت مردوں کے لئے اور اسی طرح عورتوں کے لئے صحیح قول پر مستحب ہے۔ پس قبروں کے قریب یا بعید جیسے زندگی میں عمل تھا اس کے مطابق کرے اور کہا گیا ہے کہ میت کے چہرے کے مقابل کھڑے ہو کر دعا کرے۔ مولوی محمد لکھوی مصنف تفسیر محمدی اہلحدیث انواع بارک اللہ میں لکھتے ہیں۔

استحباب زیارت قبراں ہر ہفتے وچہ آئی ۔۔ مرنا یاد کرے دل نرمی دل تھیوے روشنائی۔ اھ ملتقطا۔ (پندرہ روزہ رضوان لاہور بابت ۲ دسمبر ۱۹۶۱ء)

اور بحر الرائق جلد دوم ص ۱۹۵ میں مجتبیٰ کی یہ عبارت بھی موجود ہے:

ولا باس بقراة القرآن عند القبور وربما تكون افضل من غيره ويجوز ان يخفف الله عن اهل القبور شيئا من عذاب القبر او يقطعه عند دعآء القارى وتلاوته وفيه ورد آثار من دخل المقابر فقرا يسين خفف

اللہ عنھم یومئذ و کان له بعدد من فیھا حسنات اھـ

اور قبروں کے پاس قرآن کی تلاوت میں کوئی حرج نہیں اور بعض مرتبہ یہ دوسرے اعمال سے افضل ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ اللہ تعالی قاری کی دعا اور تلاوت قرآن مجید کے وقت اہل قبور کے عذاب میں کمی کر دے یا عذاب کو منقطع کر دے اور اس بارہ میں حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہو پھر سورۃ یسین کی تلاوت کرے تو اس دن کے لئے اللہ تعالی ان کا عذاب ہلکا کر دیتا ہے اور اس کے لئے قبرستان کے مردوں کی تعداد جتنی نیکیاں ہوتی ہیں۔ اور بحر الرائق جلد دوم ص ۱۹۶ میں ہے۔ و فی فتح القدیر ویکرہ عند القبر کلما لم یعهد من السنة والمعهود منها لیس الا الزیارۃ والدعاء عندها قائما کما کان یفعل ﷺ فی الخروج الی البقیع. اور فتح القدیر میں ہے کہ قبر کے پاس ہر وہ کام مکروہ ہے جو سنت سے معھود نہیں ہوا اور سنت سے جو شئے معھود ہوئی ہے وہ قبور کی زیارت اور ان کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنا ہے جیسا کے سرکار مدینہ ﷺ جنت البقیع میں تشریف لے جاتے تو کیا کرتے تھے۔

الحمد للہ! ان فقہ ء حنفی کی معتبر کتب کی تصریحات سے ثابت ہوا کہ قبور کی زیارت صرف آخرت کی یاد کے لئے مستحب نہیں بلکہ آخرت کی یاد اور قبور کے پاس اموات کی مغفرت کے لئے دعا کرنے کے لئے مستحب ہوئی ہے۔ لہذا وھابیہ کا قبور کے پاس دعا مانگنے کو بے ثبوت بتانا سراسر گمراہی ہے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

قبور کے پاس ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا حدیث سے ثابت ہے

محدث عبد اللہ بن کثیر بن المطلب نے حضرت محمد بن قیس کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس طرح حدیث بیان کرتے ہوا سنا کہ آپ نے فرمایا الا احدثکم عن النبی ﷺ وعنی۔ کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کے بارہ میں اور اپنے بارہ میں

ایک بات بیان نہ کروں ۔ ہم نے عرض کیا ۔ ہاں ۔ آپ نے فرمایا۔ لما كانت ليلتى كان النبی ﷺ فیہا عندی انقلب فوضع ردآء ه وخلع نعليه فوضعهما عندر جليه وبسط طرف ازراه على فراشه فاضطجع فلم يلبث الاريث ما ظن ان قدرقدت فاخذ ردآء ه رويدا وفتح الباب رويدا فخرج ثم اجافه رويدا فجعلت درعى فى راسى واختمرت و تقنعت ازارى ثم انطلقت على اثره حتى جآء البقيع فقام فاطال القيام ثم رفع يديه ثلاث مرات ثم انحرف فانحرفت فاسرع فاسرعت فهرول فهرولت فاحضر فاحضرت فسبقته فدخلت فليس الا ان اضطجعت فدخل فقال مالک يا عائش حشيا رابئة قالت قلت لا شئى قال لتخبرنى او ليخبرنى اللطيف الخبير .قالت يارسول الله بابى انت وامى فاخبرته قال فانت السواد الذى رايت امامى قلت نعم فلهدنى فى صدرى لهدة او جعتنى ثم قال اظننت ان يحيف الله عليک ورسوله قالت مهما يكتم الناس يعلمه الله نعم قال فان جبريل عليه السلام اتانى حين رايت فنادنى فاخفاه منک فاجبته فاخفيته منذ ولم يكن يدخل عليک وقد وضعت ثيابک وظننت ان قد ر قدت فكرهت ان اوقظک وخشيت ان تستوحشنى فقال ان ربک يامرک ان تاتى اهل البقيع فتستغفرلهم قالت قلت كيف اقول لهم يا رسول الله قال قولى السلام على اهل الديار من المؤمنين ويرحم الله المستقدمين منا والمتاخرين وانا ان شاء الله بكم لا حقون ۔

ترجمہ: جب وہ رات تھی جب رسول اللہ ﷺ میرے پاس تھے ۔ تو آپ تشریف لائے اور آپ نے چادر اور اپنے جوتے اتارے اور دونوں جوتے اپنے پاؤں کے پاس رکھے اور اپنی ازار کے ایک سرے کو آپ نے اپنے بستر پر بچھایا اور لیٹ گئے پھر آپ اس

انداز ہ پر لیٹے رہے کہ آپ نے خیال فرمایا کہ میں سوگئی ہوں پھر آپ نے اپنی چادر آہستگی سے اٹھالی اور اپنے جوتے آہستگی سے پہنے اور دروازہ آہستگی سے کھولا اور نکل گئے پھر آپ نے اسے آہستگی سے بند کر دیا فوراً میں نے اپنی قمیض اپنے سر پر رکھی اور اپنی اوڑھنی اور چادر پہنی اور آپ کے پیچھے چل پڑی یہاں تک کہ آپ جنت البقیع (کے قبرستان) میں داخل ہوئے اور کھڑے رہے اور کافی دیر کھڑے رہے پھر تین مرتبہ آپ نے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور واپس لوٹے۔ میں بھی واپس لوٹی۔ اس حال میں جب آپ تیز چلتے میں بھی تیز چلتی اور جب آپ درمیانی چال میں چلتے تو میں بھی درمیانی چال میں چلتی اور جب آپ دوڑتے تو میں بھی دوڑتی۔ میں نے آپ پر سبقت حاصل کی اور میں گھر میں داخل ہوگئی۔ میں ابھی لیٹی ہی تھی کہ آپ بھی داخل ہوئے اور فرمایا اے عائشہ تجھے کیا ہوا کہ تیرا سانس پھولا ہوا ہے۔ تیرا پیٹ ابھرا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا کوئی بات نہیں۔ فرمایا یا تو تو مجھے خبر دے گی یا لطیف وخبیر مجھے خبر دے گا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ پر میرے والدین فدا ہوں اور میں نے آپ کو واقعہ کی خبر دی۔ فرمایا کیا تو ہی وہ شخص تھا جسے میں آگے آگے دیکھتا تھا۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں۔ یہ سن کر آپ نے میرے سینے پر مکا مارا جس کا درد میں نے محسوس کیا۔ اور فرمایا کہ کیا تیرا خیال تھا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ تجھ پر زیادتی کریں گے۔ میں نے (دل میں) سوچا جو بات میں لوگوں سے چھپاؤں گی وہ اللہ تعالیٰ ان پر ظاہر کر دے گا۔ اور عرض کیا۔ ہاں۔ پھر فرمایا بلاشبہ جبریل میرے پاس آئے تھے۔ جس وقت تو نے مجھے دیکھا تھا پھر انہوں نے مجھے آواز دی تو میں نے ان کو اس حال میں جواب دیا کہ اس بات کو میں نے تجھ سے پوشیدہ کیا۔ پھر میں نے تیرے متعلق خوف کھایا۔ تو تیرے پاس نہ آیا۔ اور جبریل تیرے ہوتے ہوئے اندر داخل نہ ہوئے تو تو نے اپنے کپڑے اتارے تو میں نے خیال کیا کہ تو سوگئی ہے۔ پھر میں نے تجھے بیدار کرنا پسند نہ کیا۔ اور مجھے تیرے بارے میں خوف محسوس ہوا کہ تو وحشت محسوس کرے گی۔ جبریل نے عرض کیا تھا بلاشبہ آپ کا رب آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ جنت البقیع میں تشریف لے

جائیں اور جنت البقیع کے اموات کے لیے استغفار پڑھیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں اہل بقیع کو (سلام) کیسے کہوں۔فرمایا کہوالسلام علی اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقد مین منا والمتاء خرین واناان شاء اللہ بکم لاحقون (سلام ہوتم پراے مسلمانوں کے گھر والو۔اللہ ہمارے اگلے لوگوں اور پچھلے لوگوں پر رحم فرمائے۔اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم البتہ تم سے ملاقات کریں گے۔)

اس حدیث کی تخریج

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کوامام المحدثین مسلم بن حجاج قشیری نے صحیح مسلم شریف جلد اول کے صفحہ نمبر ۲۸۶ پر روایت کیا ہے (صحیح البیہاری ص ۹۱۵)

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت شدہ مسائل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس صحیح حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل ثابت ہوئے ہیں۔(۱) قبور المسلمین کی زیارت سنت ہے کیونکہ سرکار مدینہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم دینے پر جنت البقیع تشریف لے گئے اور وہاں قبور کے پاس کھڑے ہوکر آپ نے دعا مانگی تھی۔واللہ اعلم۔

(۲) قبور کی زیارت جس طرح دن کے وقت سنت ہے اسی طرح رات کے وقت بھی سنت ہے۔(واللہ اعلم)

(۳) صالحین کی قبور کے لئے جانا جیسا کہ مسلمان عرس کے موقع پر اولیاء کرام کے مزارات کی زیارت کے لئے جاتے ہیں سنت ہے کیونکہ سرکار مدینہ ﷺ جنت البقیع کے اندر مدفون مسلمانوں کی قبور کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تھے اور وہ صحابہ تھے جو امت میں سب سے زیادہ مرتبے والے ہیں (واللہ اعلم)

(۴) قبور المسلمین کے پاس عبادت الٰہی کرنا جائز ہے کیونکہ سرکار مدینہ ﷺ نے قبور کے پاس دعا مانگی اور دعا عبادت بلکہ مغز عبادت ہے۔ (واللہ اعلم)

(۵) قبور المسلمین کے پاس دعا مانگنا سنت مصطفیٰ ﷺ ہے۔

(۶) قبور المسلمین کے پاس بحالت قیام دعا مانگنا سنت ہے امام نووی لکھتے ہیں وفیہ ان دعاء القائم اکمل من دعاء الجالس فی القبور، یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قبور کے پاس بیٹھ کر دعا مانگنے کی نسبت کھڑے ہو کر مانگنا زیادہ کمال والا عمل ہے (منہاج جلد اول ص ۳۱۳)

(۷) قبور المسلمین کے پاس ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت مصطفیٰ ہے اسے بدعت وشرک وحرام کہنا سراسر گمراہی ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں۔ قولها جاء البقیع فاطال القیام ثم رفع یدیه ثلاث مرات) فیه استحباب اطالة الدعاء وتکریره ورفع الیدین فیه ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دعا کو لمبا کرنا اور بار بار دعا مانگنا اور دعا میں دونوں ہاتھ اٹھانا سنت مستحبہ ہے (منہاج جلد اول ص ۳۱۳)

(۸) قبور المسلمین کے پاس کم از کم تین مرتبہ دعا مانگنا سنت مصطفیٰ ﷺ ہے۔

الحمد للہ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے۔ اس سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ قبور المسلمین کی زیارت کرنا سنت ہے ان کے پاس دعا، ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن مجید مستحب ہے۔ ان کے پاس کافی دیر کھڑے رہ کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور بار بار دعا مانگنا سنت مصطفیٰ ہے۔ مانعین سے ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ کسی ایک ضعیف سے ضعیف حدیث ہی سے ثابت کریں کہ قبور المسلمین کے پاس آنحضرت ﷺ نے یا صحابہ میں سے کسی بزرگ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے سے منع کیا ہو۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی اعدت للکافرین ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم .

عرس کی شرعی حیثیت

عرس کیا ہے؟ بزرگان دین کے یوم وفات کے روز ان کے مزارات متبرکہ منورہ پر

مسلمانوں کا زیارت کے لئے جمع ہونا اوران کے پاس مجلس عرس کا اہتمام کرنا دعا مانگنا یہ سب اموراس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے جائز ثابت ہوئے ۔تو پھران کا مجموعہ کیسے ناجائز ہوجائے گا۔ رہا قبور اولیاء پر عرس کے موقع پر جہلاء کا خلاف شرع حرکتیں کرنا تو اس کا عرس سے کیا تعلق ۔ان خرافات کا عرس سے الحاق اسی طرح بے عقلی ہے جس طرح مسجد شریف کے پاس کوئی ناجائز کام ہورہا ہواور مسجد میں نمازی نماز پڑھ رہے ہوں تو کوئی اس ناجائز کام کو نماز سے الحاق کرے ۔اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے ۔آمین ۔

قبورالمسلمین کے پاس دعاء میں اجروثواب ہے

حضرت عائشہؓ کی اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ مواضع دعا میں سے ایک موضع قبورالمسلمین بھی ہے لہذا جس طرح دیگر مواضع میں دعاء عبادت مانی جاتی ہے۔ اسی طرح اس موضع میں بھی دعاء عبادت ہی مانی جائے گی اور دعاء کے جملہ فضائل وفوائد جس طرح دوسرے مواضع میں دعاء میں داعی کو ملتے ہیں اس موضع میں بھی وہ اسے ملیں گے۔ بلکہ صالحین کی معیت سے یہ فضائل وفوائد اور روحانی برکتیں بڑھ جائیں گی ۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اسے جاننے کی توفیق بخشے ۔ (آمین)

وهذا آخر ما اردنا ایراده فی هذا المقالة المبارکه تقبلها الله تعالی بمنه العظیم ورسوله الکریم ﷺ . ۱۵ ذوالقعده ۱۴۱۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیسواں مقالہ

بزرگان دین کی بیٹھکوں پر دعا فاتحہ کا مسئلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین و الصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد:

راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفراللہ لہ کو ماہ اپریل ۱۹۹۸ء میں موضع سمور ڈاک خانہ ٹھارہ تحصیل ڈڈیال ضلع میرپور آزاد کشمیر میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں کے دوستوں نے بتایا کہ علاقہ ٹھارہ کے ایک خطیب نے مسلسل تین چار جمعوں کی تقریروں میں بیٹھک پیر مکال واقع بجانب مغرب از موضع سمور کے بارہ میں بیان کیا ہے۔ کہ وہاں جاکر دعا فاتحہ پڑھنا اور نذرونیاز دینا ناجائز ہے۔ کیونکہ وہاں کسی بزرگ کی قبر نہیں ہے۔ بلکہ ایک گنبد کے اندر ایک پتھر رکھا ہوا ہے۔ تو وہاں یہ کام ایسے ہی ہیں۔ جیسے پتھروں کی پوجا کرنے والے پتھروں کے پاس کرتے ہیں۔ فقیر راقم الحروف نے مسئلہ بیان کیا اور دوستوں کو ایسے خطیب کے پیچھے جمعہ پڑھنے سے منع کیا۔ اس کے چند دن بعد امام مسجد صاحب سمور کا خط ملا جس میں انہوں نے لکھا ہے۔ کہ خطیب جامع مسجد نے عجیب قسم کے مسائل پیدا کر رکھے ہیں۔ اب پچھلے جمعہ انہوں نے یہ بیان کیا ہے۔ کہ جیسے کفار لوگ پتھروں کو پوجتے تھے۔ اسی طرح اس زمانے کے لوگ پڑیوں کو پوجتے ہیں۔ بلکہ اندر قبر نہیں صرف پڑی ہے۔ کیا یہ لوگ پڑی کے لیے دعا مانگتے ہیں۔ یہی کام تو کفار بھی کرتے ہیں۔ کیونکہ کفار بھی بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ اب کیا کیا تحریر کروں اس خطیب کا چیلنج ہے۔ کہ میں نے تمام مسائل بحوالہ اور بغیر کسی جھجک کے شریعت مطہرہ کی روشنی میں بیان کیے ہیں۔ جس کا جی چاہے مجھ سے بحث کر سکتا ہے۔ اب آپ کی خدمت میں گزارش ہے۔ کہ ان مسائل کا حل تلاش کر کے ہمیں ان مسائل سے نجات عطا فرمائیں تاکہ ہمیں رہنمائی حاصل ہو اور دوسرے احباب کو بھی آپ کے حل شدہ مسائل سے عبرت حاصل ہو۔

امام صاحب موصوف کا دوسرا خط

بعد ازاں مولانا موصوف نے دوسرا خط لکھا اور اس میں تحریر کیا کہ آپ کی خدمت

میں خطیب صاحب کے بارہ میں تفصیلاً باتیں بتائی تھیں کہ انہوں نے کہا ہے۔ کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتاوی رضویہ حصہ ۴ ص ۱۱۴ وصفحہ ۱۱ میں یہ مسئلہ موجود ہے کہ بیٹھکوں پر قبے نہیں بنانے چاہئیں اور دعا بھی نہیں مانگنی چاہیے اور خطیب صاحب کا یہ پیغام مجھے دو آدمیوں کے ذریعہ سے ملا ہے کہ قادری صاحب ویسے تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے شیدائی ہیں۔ پھر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے فتاوی رضویہ کو کیوں نہیں مانتے؟

مولانا صاحب کے خطوں کا جواب

مولانا موصوف کے ان دو خطوں کے جواب میں ہم نے حاجی رشید صاحب دوکاندار موضع سمور کے نام خط لکھا۔ آپ کے امام مسجد صاحب کے دو خط ملے سب حال احوال کا علم ہوا۔ جب میں سمور گیا تھا تو رات کے وقت آپ لوگوں سے کھل کر باتیں ہوئیں مگر افسوس آپ کو ہماری باتوں پر یقین نہیں آیا اور آپ بدستور تا حال خطیب کے پیچھے نماز جمعہ پڑھتے اور اپنی نمازوں کو ضائع کرتے ہیں۔ میں آپ کو بالخصوص اور سمور والوں کو بالعموم تاکیداً پھر کہتا ہوں کہ اس خطیب کے پیچھے ہرگز نماز جمعہ نہ پڑھیں اور نہ ہی ایسے شخص کو اپنے گھروں میں آنے دیں بلکہ اس کے ساتھ مکمل بائیکاٹ کرنا شرعاً آپ لوگوں پر فرض ہے۔ جو شخص بیٹھکوں کے پتھروں کی تعظیم اور بتوں کے پتھروں کی تعظیم میں فرق نہیں جانتا۔ وہ بے علم جاہل ہے۔ اسے یہ کون سمجھائے کہ بیٹھکوں کے پتھروں کی تعظیم مسلمان اس لیے کرتے ہیں کہ ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ولیوں سے ہے۔ اور بتوں کے پتھروں کی تعظیم اس لیے نہیں کرتے کہ ان کا تعلق نہ اللہ سے ہے۔ اور نہ اللہ کے ولیوں سے ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے شریک سمجھے جانے کی وجہ سے لائق توہین ہیں۔

خطیب صاحب کا خط

ہمارے اس خط کی وجہ ہے۔ حاجی محمد رشید صاحب نے خطیب سے درج ذیل خط لکھوایا اور ہمیں بذریعہ ڈاک بھجوایا۔ پہلا مسئلہ آپ کو بتایا گیا ہے۔ کہ حافظ صاحب

(خطیب صاحب) نے بیٹھک پر جانے سے روک دیا ہے۔اس کی تعظیم نہیں کرنی چاہیے
وغیرہ وغیرہ۔ جناب جس بیٹھک سے میں نے روکا ہے۔اس کی حالت یہ ہے۔کہ پہلے وہ
بیٹھک تھی پھر اس پر گنبد بنایا گیا ہے۔ پھر گنبد کے اندر پڑی رکھ دی گئی ہے۔ جو ابھی بھی
موجود ہے۔اب لوگ وہاں جا کر دعا فاتحہ بھی کرتے ہیں۔نیازیں بھی دیتے ہیں۔اور
وہاں دولہا کو لے جایا جاتا ہے کہ یہاں سلامی کرو۔ جناب میں اولیاء اللہ کا خادم ہوں اور
ان کی بیٹھک کو قابل تعظیم سمجھتا ہوں مگر اس بات کو ناجائز سمجھتا ہوں کہ بیٹھک پر گنبد بنا کر
درمیان میں پتھر رکھ کر پھر اس پتھر کے ساتھ اصل قبر کا سا معاملہ کیا جائے۔ جناب آپ نے
فتاوی رضویہ کی بات کی ہے کہ بیٹھک اور فرضی مزار میں فرق ہے۔ جناب مجھے اتنا تو معلوم
ہے۔کہ فرضی مزار اور بیٹھک میں فرق ہے' مگر میں نے یہ نہیں پڑھا کہ ایک بزرگ کی
بیٹھک پر گنبد بنا کر درمیان میں پتھر کی پڑی رکھ کر اس کی پوجا شروع کر دی جائے۔کتنا اچھا
ہوتا کہ لوگ بزرگ کے اصل مزار شریف پر جائیں اور وہاں جا کر دعا فاتحہ اور نیازیں جا کر
دیں۔ جناب مجھے معلوم ہے کہ فاتحہ ہر جگہ ہو جاتی ہے۔مگر اس پڑی کو سامنے رکھ کر لوگ کیا
کہتے ہوں گے۔آپ کبھی تشریف لائیں تو میں آپ کو دکھاؤں گا کہ یہ کیا بنا ہوا ہے۔ جناب
نے سمور آ کر لوگوں کو روکا کہ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو وہ وہابی ہے۔اس کا تعلق سپاہ صحابہ
سے ہے۔تو جناب سے گزارش ہے۔کہ میرا تو ایمان ہے۔کہ جو بھی گستاخ رسول ﷺ
ہے۔وہ حرامی ہے۔وہ اپنے باپ کا نہیں ہے۔جیسا کہ سورۃ القلم میں ارشاد خداوندی
ہے۔ عتل بعد ذلک زنیم. آگے آپ کی مرضی ہے۔آپ جو کچھ کہتے ہیں۔ہم سننے کو
تیار ہیں۔کیونکہ آپ بڑے ہیں۔اور بھی بہت کچھ آپ کو بتایا گیا ہے۔مگر جناب سے
گزارش ہے کہ آپ سے کوئی بات کرتا ہے تو فتوی جاری کرنے سے پہلے تحقیق ضرور فرما لیا
کریں کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے سنی بھائی جب کسی سے اختلاف کرتے ہیں تو پہلی
بات ان کی یہی ہوتی ہے کہ اس امام کو مسجد سے فارغ کیا جائے کیونکہ یہ ہم نے اختلاف
کرتا ہے۔ جناب سے پھر گزارش ہے کہ بلاوجہ کسی کو سنیت سے خارج نہ فرمایا جائے آپ

کے خارج کرنے سے کوئی سنیت سے خارج نہیں ہوتا۔ ابھی بھی خدشات ہیں تو فقیر حاضر ہے۔ بدیں حالات ضروری تھا کہ عامۃ المسلمین کو خطیب مذکور کے باطل نظریات سے باخبر کیا جائے تاکہ وہ اپنا دین وایمان بچا سکیں۔ الحمد للہ۔ اس سلسلہ میں ہم نے یہ مختصر مقالہ لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت عطا فرمائے اور ذریعہء ہدایت بنائے آمین بجاہ النبی الامین ﷺ فنقول وبتوفیق اللہ تعالیٰ نجول۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ومن یعظم حرمات اللہ فھو خیر لہ عند ربہ۔ اور جو شخص اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لیے اس کے رب کے یہاں بھلا ہے۔ (پ ۱۷۔ رکوع۔ ۱۱) اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی چیزوں کی تعظیم عبادات کی جڑ ہے۔ جس جانور یا پتھر کی عظمت والے سے نسبت ہو جائے وہ شعائر اللہ بن جاتا ہے۔ قرآن نے ہدی کے جانور کو کعبہ کی نسبت سے اور صفا مروہ کو کعبہ والی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے شعائر اللہ فرمایا۔ تفسیر روح البیان میں فرمایا کہ بزرگوں کی قبریں بھی شعائر اللہ ہیں۔ اور جن لوگوں کو اللہ کے پیاروں سے نسبت ہو جائے وہ سب شعائر اللہ ہیں۔ (نور العرفان۔ ص ۵۳۵)

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب۔ اور جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔ (پ ۱۷۔ رکوع ۱۱)

دیوبندی مولوی شبیر احمد عثمانی نے اس آیت کے ماتحت لکھا یعنی شعائر اللہ کی تعظیم شرک میں داخل نہیں۔ جس کے دل میں پرہیزگاری کا مضمون اور خدائے واحد کا ڈر ہو گا وہ اس کے نام لگی چیزوں کا ادب ضرور کرے گا۔ یہ ادب کرنا شرک نہیں بلکہ عین توحید کے آثار میں ہے۔ خدا کا عاشق ہر اس چیز کی قدر کرتا ہے۔ جو بالخصوص اس کی طرف منسوب ہو جائے۔ (حاشیۃ القرآن ص ۵۸۰)

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ بیشک صفا اور

مروہ اللہ کی نشانیوں سے ہیں۔ (پ۲۔رکوع ۳) اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے۔(۱) جس چیز کو صالحین سے نسبت ہو جائے وہ چیز عظمت والی بن جاتی ہے۔صفا مروہ پہاڑ حضرت ہاجرہ کے قدم کی برکت سے اللہ کی نشانی بن گئے۔(۲) معظم چیزوں کی تعظیم وتوقیر دین میں داخل ہے۔اسی لیے صفا مروہ کی سعی حج میں شامل ہے۔(۳) برکت والے مقام پر اگر گناہ ہونے لگیں تو گناہوں کو مٹاؤ مگر مقامات کو معظم سمجھو کہ یہ دونوں پہاڑ باوجود بت رکھے جانے کے اسلام میں عظمت والے ہیں۔۔(نورالعرفان۔ص ۳۶)

الحمد للہ! ان تین آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ اور بزرگان دین علماء واصفیاء واتقیاء وغیرہم کی بیٹھکیں، چلہ گاہیں۔آستانے، مقامات سکونت اور قبریں سب شعائر اللہ میں سے ہیں۔اوران کی تعظیم شرعا لازم ہے۔

قبوراولیاء کے پاس عبادت جائز ہے

بزرگان دین کی قبور پر حاضری دینا، ان کی زیارت کرنا، ان کے پاس عبادت الٰہی کرنا، دعا فاتحہ پڑھنا اور نذر و نیاز دینا ہم اہل سنت کے نزدیک جائز ہے۔ان امور کے یہاں جائز ہونے کی دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ خطیب نے اپنے اس خط میں خود لکھ دیا ہے کہ کتنا اچھا ہوتا کہ وہ لوگ بزرگ کے اصل مزار شریف پر جائیں اور وہاں جا کر فاتحہ اور نیازیں دیں۔

گنبد بنانا مزارات اولیاء کی تعظیم ہے

زائرین کی دلجمعی کیلئے مزارات اولیاء پر گنبد بنانا تاکہ وہ دھوپ اور بارش کے وقت سکون قلب سے عبادات الٰہی کرسکیں شرعا جائز ہے۔اور یہ کام اولیاء کی تعظیم میں داخل ہے۔بدیں وجہ ہمارے فقہاء نے مزارات اولیاء پر گنبد بنانے اوران کے قرب و جوار میں مساجد تعمیر کرنے کو جائز رکھا ہے۔معتبر کتب فقہ حنفی کی بعض عبارات ملاحظہ ہوں۔

(۱) عارف باللہ تعالی امام عبدالغنی نابلسی لکھتے ہیں: **ومن تعظیمهم بناء القباب**

علی قبورهم حتی لا تحتقر هم العامة من الناس وان کان ذلک بدعة فهی بدعة حسنة کما قال الفقهاء فی تکبیر العمائم وتوسیع الثیاب للعلماء انه جائز حتی لا تستخف بهم العامة ویحترمونهم وان کان ذلک بدعة لم یکن علیها السلف حتی قال فی جامع الفتاوی فی البناء علی القبر وقیل لا یکره اذا کان المیت من المشائخ والعلماء السادات وفی تنویر الابصار لایرفع علیه وقیل لا باء س به وهو المختار

اور بزرگان دین کی تعظیم کے کاموں میں سے ایک ان کی قبور پر گنبد بنانا ہے۔ تاکہ عام لوگ ان کی بے ادبی نہ کریں۔ اگر یہ بدعت ہے۔تو بدعت حسنہ ہے۔جیسا کہ فقہاء کرام نے فرمایا کہ علماء کے لیے بڑا عمامہ باندھنا اور بہت سے کپڑے پہننے جائز ہیں۔تاکہ عام لوگ ان کی بے ادبی سے بچیں اوران کا ادب بجالائیں۔ اگرچہ یہ کام نیا ہےاور سلف صالحین اس طریقہ پر نہ تھےحتی کہ جامع الفتاوی میں قبور پر عمارت سازی کے بارہ میں لکھا ہے کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قبور پر عمارت بنانا مکروہ نہیں ہے۔جبکہ میت مشائخ علماءاور سادات میں سے ہواور تنویرالابصار میں لکھا ہے کہ قبر پر عمارت نہ بنائی جائے اور کہا گیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی قول مختار ہے۔(کشف النورص۱۳)

(۲) امام ابن عابدین شامی لکھتے ہیں۔ وفی الاحکام عن جامع الفتاوی وقیل لا یکره البناء اذا کان المیت من المشائخ والعلماء والسادات اه قلت لکن هذا فی غیر المقابر المسبلة کما لا یخفی ۔کتاب الاحکام میں جامع الفتاوی سے منقول ہے۔کہ قبر پر عمارت بنانا مکروہ نہیں جبکہ میت مشائخ علماءاور سادات میں سے ہو۔میں کہتا ہوں کہ یہ اس قبرستان کے بارہ میں ہے۔جو عامۃ المسلمین پر وقف نہ ہو۔جیسا کہ یہ ظاہر ہے۔(ردالمحتارص۶۶۲ج اول)

(۳) اورامام علی قاری حنفی لکھتے ہیں۔ وقد اباح السلف البناء علی

قبر المشائخ والعلماء المشهورين ليزورهم الناس ويستريحون بالجلوس فيه اھ کلام التورپشتی ۔امام تورپشتی نے فرمایا کہ سلف صالحین نے مشہور مشائخ وعلماء کی قبور پر عمارت بنانے کو مباح قرار دیا ہے۔تا کہ لوگ ان کی زیارت کریں اوران قبور پر بنی ہوئی عمارتوں میں بیٹھ کر آرام کریں۔(مرقاۃ جلد چہارم ص۶۹)
الحمد للہ فقہ حنفی کی ان تین معتبر کتب کی عبارات سے ثابت ہوا کہ مشائخ علماء اور سادات کی قبور پر گنبد بنانا جائز اور یہ ان کی تعظیم میں داخل ہے کہ عام لوگوں کے دلوں میں ان گنبدوں سے اصحاب قبور کی عظمت پیدا ہوگی اور وہ بوقت زیارت ان جگہوں میں آرام بھی کرسکیں گے۔

برزگان دین کی بیٹھکیں بھی قابل تعظیم ہیں

برزگان دین کی قبور جس طرح قابل تعظیم ہیں۔اسی طرح ان کی بیٹھکیں ،آستانے ، چلہ گاہیں بھی قابل تعظیم ہیں۔خود خطیب نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جناب میں اولیاء کرام کا خادم ہوں ان کی بیٹھک کو قابل تعظیم سمجھتا ہوں لہذا ہمیں اور کوئی دلیل پیش کرنے کی حاجت نہیں۔وللہ الحمد۔

بیٹھکوں پر گنبد سازی جائز ہے

جس طرح اولیاء کی قبور پر گنبد سازی جائز ہے۔اوران کی تعظیم ہے۔اسی طرح ان کی بیٹھکوں پر بھی گنبد سازی جائز اوران کی تعظیم ہے۔ولہذا خطیب کا مزارات اولیاء پر گنبد سازی کو جائز اور ان کی بیٹھکوں پر ناجائز کہنا شرع شریف پر افترائے عظیم ہے۔خطیب کو کوئی دلیل پیش کرنی چاہیے تھی کہ شرع شریف نے فلاں وجہ سے قبور پر گنبد سازی کو جائز رکھا ہے۔اور فلاں وجہ سے بیٹھکوں پر اسے ناجائز رکھا ہے۔پس ثابت ہوا کہ اس نے یہ حکم بلا دلیل اپنی طرف سے لگایا ہے۔والعیاذ باللہ تعالی منہ۔بیٹھکوں پر گنبد سازی کا جواز مزارات پر گنبد سازی کے جواز پر قیاس کیا جائے گا کہ یہ دونوں جگہیں

اولیاء اللہ سے نسبت رکھتی ہیں۔قابل تعظیم اور لائق زیارت ہیں ان دونوں کے پاس عبادات الٰہی کی جاتی ہیں۔لہذا لوگوں کی سہولت کے لئے دونوں پر گنبد سازی جائز ہونی چاہیے۔فمن ادعی الفرق فعلیه البیان واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

بیٹھکوں کے پاس فاتحہ جائز ہے

جس طرح خطیب نے گنبد سازی کو ناجائز کہہ کر شرع شریف پر بہتان عظیم لگایا ہے۔اسی طرح اس نے بیٹھکوں کے پاس دعا فاتحہ کو ناجائز کہہ کر شرع شریف پر افترائے عظیم کیا ہے۔قبور کے پاس جس طرح عبادت الٰہی جائز ہے۔عین اسی طرح بیٹھکوں کے پاس بھی جائز ہے۔چنانچہ حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔اگر کسی جگہ کوئی بزرگ کبھی بیٹھے ہوں یا انہوں نے عبادت کی ہو تو وہاں یہ سمجھ کر عبادت کرنا کہ یہ متبرک جگہ ہے۔جائز ہے۔بلکہ سنت ہے۔بخاری جلد اول کتاب الصلوۃ بحث المساجد میں ایک باب مقرر کیا باب المسجد الذی علی طریق المدینۃ اس میں بیان فرمایا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راستہ میں ہر اس جگہ نماز ادا کرتے تھے جہاں حضورﷺ نے کبھی نماز پڑھی تھی حتی کی بعض جگہ مسجدیں بنادی گئیں مگر وہ غلطی سے کچھ علیحدہ بن گئیں تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اس مسجد میں نماز نہ پڑھتے تھے بلکہ وہاں ہی نماز پڑھتے تھے جہاں حضورﷺ نے پڑھی تھی فلم یکن عبداللہ یصلی فی ذالک المسجد کان یترکه عن یسارہ۔یہ کیا تھا محض برکت حاصل کرنا تھا لہذا خواجہ اجمیری رحمہ اللہ تعالی کی عبادت گاہوں میں نمازیں ادا کرنا،ان کی زیارت کرنا اور ان کو متبرک سمجھنا سنت صحابہ سے ثابت ہے۔(جاء الحق ص ۳۰۶)

بیٹھک اور فرضی قبر میں فرق ہے

فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۱۱۴،۱۱۵ کے دو فتووں سے خطیب کا بیٹھکوں کو فرضی قبریں سمجھنا اس کی کم علمی اور کم فہمی کی روشن دلیل ہے۔ان دو فتووں میں بیٹھک کا لفظ

موجود نہیں ہے۔ بلکہ فرضی مزار کا لفظ لکھا گیا ہے۔اور ظاہر ہے بیٹھک اس جگہ کا نام ہے۔ جہاں کبھی کوئی ولی اللہ بیٹھے ہوں یا انہوں نے وہاں کوئی عبادت کی ہو۔اور فرضی قبر وہ جگہ ہے۔ جہاں کوئی بزرگ نہ بیٹھے ہوں اور نہ انہوں نے وہاں کوئی عبادت کی ہو بلکہ دوسرے لوگوں نے کسی جگہ قبر بنا کر مشہور کر دیا ہو کہ یہ فلاں بزرگ کی قبر ہے۔ ظاہر ہے کہ بیٹھک کا تعلق بزرگوں سے ہوتا ہے۔اور فرضی قبر سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اللہ تعالی حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

اعلی حضرت کے فتوے

ناظرین کرام کے ملاحظہ کے لیے اعلی حضرت کے وہ دو فتوے یہاں درج کر دیے جاتے ہیں تا کہ خطیب کی غلط فہمی کا حال کھل جائے۔

اعلی حضرت کا پہلا فتوی

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) کسی اولیاء اللہ کا مزار شریف فرضی بنانا اور اس پر چادر وغیرہ چڑھانا اور اس پر فاتحہ پڑھنا اور اصل مزار کا سا ادب کرنا جائز ہے۔ یا نہیں؟ اور اگر کوئی مرشد اپنے مریدوں کے واسطے بنانے اپنے فرضی مزار کے خواب میں اجازت دے تو وہ قول مقبول ہو گا یا نہیں؟

الجواب (۱) فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے۔اور خواب کی بات خلاف شرع امور میں مسموع نہیں ہو سکتی واللہ تعالی اعلم؛؛

اعلی حضرت کا دوسرا فتوی

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید نے ایک قبر فرضی اور مصنوعی جس کا پہلے سے کوئی وجود نہ تھا بنوا کر یہ مشہور کیا کہ اس قبر میں امروہہ کے زین العابدین تشریف لائے ہیں۔ مجھ کو خواب میں بشارت ہوئی۔ ایسی روایات کا ذبہ

سے اس قبر کی عظمت لوگوں کے سامنے بیان کر کے قبر پرستی کی طرف بلانے لگا حتی کہ اس میں اسے کامیابی ہونے لگی اور بہت سی مخلوق اس طرف متوجہ ہوگئی ۔ اس قبر پر چادریں. مرغی. بکری ۔ اور مٹھائیاں روپیہ پیسہ چڑھانے لگے اور اپنی مرادیں اور منتیں اس قبر سے مانگنے لگے اور زید اس آمدنی سے متمتع ہوتا ہے ۔ ایسے شخص کے واسطے شریعت کیا حکم لگاتی ہے؟

الجواب (۲) قبر بلا مقبور کی زیارت کی طرف بلانا اور اس کے لئے وہ افعال کرانا گناہ ہے ۔ اور جبکہ وہ اس پر مصر ہے اور باعلان اسے کر رہا ہے تو فاسق معلن ہے ۔ اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور نماز پھیرنی واجب ہے ۔ اس جلسہ قبر بے مقبور میں شرکت جائز نہیں ۔ زید کے اس معاملہ سے جو خوش ہے ۔ خصوصاً وہ جو ممد و معاون ہیں سب گناہ گار فاسق ہیں ۔

قارئین کرام! اعلیٰ حضرت کے ان فتووں پر غور فرمائیں اور خطیب کی سمجھ پر ماتم کریں کہ ان میں سے ایک فتویٰ میں مزار شریف فرضی بنانا اور دوسرے میں قبر بلا مقبور پر حکم شرع صادر فرمایا گیا ہے ۔ نہ کہ بزرگان دین کی بیٹھکوں پر اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق بخشے ۔ آمین

گنبد بنانے اور پتھر رکھنے سے بیٹھک فرضی قبر نہیں بن جاتی

خطیب کے عقل وفہم پر قربان جس نے بیٹھک پر گنبد بنانے اور اندر پتھر رکھ دینے سے بیٹھک کو فرضی قبر قرار دے دیا ۔ اور فرضی قبر کا جو حکم اعلیٰ حضرت نے لکھا تھا وہ اس بیٹھک پر عائد کر دیا اور بڑے فخر سے لکھ دیا کہ جناب جس بیٹھک سے میں نے روکا ہے اس کی حالت یہ ہے کہ پہلے وہ بیٹھک تھی پھر اس پر گنبد بنایا گیا ہے ۔ پھر گنبد کے اندر پتھر کی بڑی رکھ دی گئی ہے ۔ جو ابھی بھی موجود ہے ۔ اب لوگ وہاں جا کر دعاء فاتحہ بھی کرتے ہیں ۔ نیازیں بھی دیتے ہیں ۔ وہاں دولہا کو لے جاتے ہیں ۔ کہ یہاں سلامی کرو ۔

بیٹھک کی پڑی کی حقیقت

خطیب نے اپنی کم فہمی سے یہ سمجھا ہے کہ اس پڑی کا بیٹھک سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حالانکہ ظاہر یہی ہے کہ صاحب بیٹھک اپنی ظاہری دنیاوی زندگی میں جب اس مقام پر بیٹھا کرتے تھے تو اس مقام کی اسی پڑی پر بیٹھا کرتے تھے۔ سو جس طرح ان کے بیٹھنے سے وہ جگہ متبرک ہوگئی ہے۔ اسی طرح وہ پڑی بھی متبرک ہوگئی ہے۔ گنبد بنانے والوں نے کوئی اور کام تو نہیں کیا۔ بلکہ وہ پڑی پہلے جس جگہ تھی اسی جگہ رکھی ہے۔ صرف چار دیواری کی جگہ گنبد بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

ماشاء اللہ! خطیب اپنے آپ کو سنی سمجھتا ہے۔ اور بزعم خویش ایسا سنی ہے کہ کوئی اسے سنیت سے خارج بھی نہیں کرسکتا مگر ادھر یہ حال ہے کہ چار پانچ جمعوں کی تقریروں میں بیٹھکوں کی مذمت بیان کرتا رہا ہے۔ اور بیٹھکوں کے پتھروں کے پاس دعا فاتحہ اور نذر نیاز کو پتھروں کی پوجا بناتا رہا ہے۔ پھر اس کی اتنی کم فہمی کہ جن کاموں کو وہ پتھروں کی پوجا کہہ رہا ہے اس کے نزدیک وہی کام قبور الصالحین کے پاس عین عبادت الٰہی ہیں۔ کوئی اس شخص کو کیسے سمجھائے کہ اگر بیٹھک پر فاتحہ دعا نذر و نیاز کرنا پتھر کی عبادت ہے تو قبور کے پاس یہ کام قبر کی پوجا کیوں نہیں ہوں گے؟ اور اگر یہ قبر کے پاس عبادت الٰہی ہیں تو بیٹھک کے پاس بھی عبادت الٰہی ہی تو ہوں گے۔ آخر اس فرق کی کوئی وجہ بھی تو بتاؤ کہ ایک کام قبر کے پاس عبادت الٰہی ہے۔ مگر وہ بیٹھک کے پاس پتھر کی پوجا بن جاتا ہے۔ ہر صاحب علم و دانش خطیب کے درج ذیل الفاظ سے سمجھ سکتا ہے کہ خطیب میں وہابیت کی رگ ضرور پھڑک رہی ہے۔۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔ جناب مجھے اتنا تو معلوم ہے کہ فرضی مزار اور بیٹھک میں فرق ہے مگر یہ نہیں پڑھا کہ ایک بزرگ کی بیٹھک پر گنبد بنا کر درمیان میں پتھر کی پڑی رکھ کر اس کی پوجا شروع کردی جائے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔

خطیب کے نزدیک اس بیٹھک پر جانے والے مشرک ہیں

خطیب کی مندرجہ بالا عبارت سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہابیہ کی طرح خطیب کے نزدیک پیر مکال کی بیٹھک پر جاکر پڑی کے پاس فاتحہ دعا کرنے، نذر و نیاز

دینے والے اور دولہا کو سلامی دینے والے مسلمان معاذ اللہ مشرک ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے شاطروں کی چالیں سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

بیٹھک کو فرضی قبر بنا دینے سے اس کی تعظیم میں فرق نہیں آتا

اگر بالفرض کسی بیٹھک کو فرضی قبر بنا دیا جائے اور اس کی شکل مکمل طور پر قبر کی صورت میں کر دی جائے تو اس سے بھی بیٹھک کی تعظیم ختم نہیں ہوگی بلکہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ قبر کی شکل کو مٹا کر، پھر اسے بیٹھک کی شکل میں بنائیں اور اس کا ادب واحترام بدستور بجا لائیں۔ ابھی مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب کا یہ ارشاد گزرا کہ برکت والے مقام پر اگر گناہ ہونے لگیں تو گناہوں کو مٹاؤ مگر مقامات کو معظم سمجھو کہ یہ دونوں پہاڑ (صفا مروہ) باوجود بت رکھے جانے کے اسلام میں عظمت والے رہے۔ (نور العرفان ص ۳۶) اور اس کی دوسری مثال خانہ کعبہ کی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اس میں تین سو ساٹھ بت رکھے گئے مگر اس کی تعظیم میں فرق نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بیٹھک پر دعا فاتحہ سے مقصود صاحب بیٹھک کو ثواب پہنچانا ہے

جس طرح قبر پر دعا فاتحہ سے مقصود صاحب قبر کو ثواب پہنچانا ہوتا ہے۔ اسی طرح بیٹھک پر دعا فاتحہ سے مقصود صاحب بیٹھک کو ثواب پہنچانا ہوتا ہے۔ وہابیہ دونوں جگہوں میں فاتحہ دعا سے منع کرتے ہیں اور ان جگہوں میں دعا فاتحہ کو ان جگہوں کی پوجا قرار دیتے ہیں۔ لہذا خطیب کا یہ کہنا کہ جناب مجھے معلوم ہے کہ فاتحہ ہر جگہ سے ہو جاتی ہے مگر اس پڑی کو سامنے رکھ کر لوگ کیا کہتے ہوں گے۔ اس کی سراسر گمراہی اور حقیقت حال سے بے خبری کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے گمراہ لوگوں کے شر سے ہمارے سنی بھائیوں کو بچائے۔ آمین۔

خطیب کی ایک اور غلط فہمی

اس کا یہ لکھنا کہ مگر میں اس بات کو ناجائز سمجھتا ہوں کہ بیٹھک پر گنبد بنا کر درمیان

میں پتھر رکھ کر اس کے ساتھ اصل قبر کا سا معاملہ کیا جائے کیونکہ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خطیب کے نزدیک جس بیٹھک پر گنبد بن جائے اور اس میں پتھر رکھ دیا جائے وہ فرع ہے۔ اور اصل قبر اس کی اصل ہوتی ہے۔ حالانکہ قبر الگ چیز ہے اور بیٹھک الگ چیز۔ دونوں کی اپنی اپنی مستقل حیثیت ہے۔ فرضی قبر جو کہ فرع ہے۔ اور اصلی قبر جو کہ اصل ہے۔ اس کا مفہوم نہ سمجھنے کی وجہ سے خطیب کو یہ غلط فہمی لگی ہے۔ بہر حال بیٹھک کو جس بھی شکل و صورت میں بنا دیا جائے اس کی تعظیم شرعاً مطلوب ہے۔ بعد کی شکل و صورت سے اس کی تعظیم میں کوئی فرق نہیں آتا جیسا کہ ہم اوپر عرض کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

سنی بھائیوں سے گزارش

ہم نے یہاں تک حقیقت حال کو واضح کرنے کے لئے جو کچھ سپرد قلم کیا ہے۔ اسے غور سے پڑھیں سمجھیں اور خطیب جیسے دام ہم رنگ زمین لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کریں۔ کسی شرعی مسئلہ کو سمجھنا علماء کا کام ہوتا ہے۔ عامۃ المسلمین کا کام اپنے معتبر سنی علماء کا کہنا ماننا ہوتا ہے۔ آج کل بہتر فرقے بن چکے ہیں ہر فرقے کے عقائد و نظریات سے عوام آگاہ نہیں ہوتے اور اپنے سنی عقائد سے بھی کما حقہ واقف نہیں ہوتے اس لیے گمراہ لوگوں کے جال میں فوراً پھنس جاتے ہیں۔ ایسی صورت حال کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ فاسئلو اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون۔ اگر تمہیں کسی مسئلہ کا علم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھو۔ بہر حال خطیب کی حقیقت کا سمجھنا خود بخود کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ الحمد للہ ہم نے پوری وضاحت لکھ دی ہے۔ اس کو پڑھنے والے مسلمان انشاء اللہ خطیب کی گمراہی سے محفوظ رہیں گے۔

وهذا آخر ما اردنا ايراده فى هذه المقالة المختصرة تقبلها الله تعالى بمنه العظيم ورسوله الكريم ﷺ۔

(۲۷ رجب المرجب ۱۴۱۹ھ لیلۃ المعراج علی صاحبہ الصلوۃ والسلام)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اکتیسواں مقالہ

عہدنامہ قبر میں رکھنے کا بیان

بسم الله الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسوله محمد واله واصحابه اجمعین . اما بعد.

بعض احباب نے فقیر راقم الحروف غفر اللہ تعالیٰ لہ سے میت کے ہاتھ میں عہد نامہ دینے کے بارے میں مسئلہ پوچھا تو اس مسئلہ کی تلاش کی سعادت حاصل ہوئی۔ پھر خیال آیا کہ مختصر رسالہ کی صورت میں اس مسئلہ کو لکھ دیا جائے تا کہ عوام الناس اس پر بے خطر عمل کر سکیں، اللہ تعالیٰ اس سعی کو شرف قبولیت بخشے۔ (آمین)

عہد نامہ کا ثبوت

محدث حکیم ترمذی نے کتاب نوادر الاصول میں حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص سب نمازوں کے پیچھے یہ دعا پڑھے۔

اللهم فاطر السموات و الارض عالم الغيب والشهادة الرحمٰن الرحيم اللهم انى اعهد اليک فى هذه الحياة الدنيا بانک انت الله لااله الاانت وحدک لاشريک لک وان محمداعبدک ورسولک فلا تكلنى الى نفسى فانک ان تكلنى الى نفسى تقربنى من السوء و تباعدنى من الخيروانى لاالق الا برحمتک فا جعل رحمتک لى عهدا عندک تؤديه الى يوم القيامة انک لا تخلف الميعاد.

فرشتے اس کو لکھ لیتے ہیں اور اس پر قیامت کے دن تک مہر لگا دیتے ہیں **فاذا حشر ذلک العبد ياتى به الملک ونودى اين صاحب العهد فيؤتى بعهدهم** ۔ پھر جب یہ بندہ قیامت میں آئے گا تو فرشتہ اس عہد کو لے کر آئے گا اور نداء دے کر کہے گا۔ اس عہد والا کہاں ہے۔ پس اس عہد والوں کو دے دیا جائے گا (جامع الرضوی لمولانا السید ظفر الدین البہاری ص ۸۰۲)

عہدنامہ کفن پر لکھنے کی وصیت

حکیم ترمذی اس روایت کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ وعن طاؤس انه امر بهذه الكلمات فكتبت فی کفنه۔ اور مشہور تابعی حضرت طاؤس نے حکم دیا تو ان کے کفن میں یہ کلمات لکھے گئے (جامع الرضوی ص ۸۰۲)

عہدنامہ کاغذ پر لکھ کر میت کے سینے پر رکھنا

اور یہی محدث حکیم ترمذی اپنی اسی کتاب نوادر الاصول میں روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ من کتب هذا الدعاء وجعله بين صدر الميت وكفنه فی رقعة لم ينله عذاب القبر ولا يرى منكرا ونكيرا۔ جو شخص یہ دعا کاغذ پر لکھ کر میت کے سینے اور کفن کے درمیان رکھے اس کو قبر کا عذاب نہیں پہنچے گا اور نہ وہ منکر نکیر کو دیکھے گا۔ لا اله الا الله والله اکبر لا اله الله وحده لا شريک له لا اله الاالله له الملک وله الحمد لااله الاالله ولا حول و لاقوة الا بالله العلى العظيم. (جامع الرضوی ص ۸۰۲)

میت کے ہمراہ عہدنامہ رکھنے کی ایک اور دعا

فقیہ ابن عجیل فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ دعا لکھے اور میت کے ہمراہ قبر میں رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کو قبر کے فتنے اور عذاب سے بچائے گا اور فرمایا جو شخص اس دعا کو میت کے کفن پر لکھے۔ اللہ تعالیٰ اس میت سے صور پھونکے جانے تک عذاب دور کر دے گا۔ دعا یہ ہے۔
اللهم انى اسئلک یا عالم السر يا عظيم الخطر يا خالق البشر يا موقع الظفر يا معروف الا ثر يا ذالطول والمن ويا كاشف الضر والمحن يا اله الا ولين والا خرين فرج عنى همومى واكشف عنى غمومى وصل اللهم على سيدنا محمد۔ (جامع الرضوی ۸۰۲)

حضرت کثیر بن عباس کا اپنے کفن پر کلمہ طیبہ لکھنا

محدث عبدالرزاق اپنے مصنف میں ضعیف سند کے ساتھ اور طبرانی معجم میں اور ابونعیم حلیتہ الاولیاء میں محمد بن عقیل سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ وکتب فی اطراف اکفانه یشهد کثیر بن عباس ان لااله الله حضرت کثیر بن عباس نے اپنے کفن کے کپڑوں کے سروں پر لکھا کثیر بن عباس گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (اور محمد اللہ کے رسول ہیں) (جامع الرضوی ص۱۰۸)

عہدنامہ کی کوئی دعا خاص نہیں

عہدنامہ کے لئے مندرجہ بالا دعائیں ہی مخصوص نہیں ہیں۔ بلکہ جن بھی لفظوں میں یہ لکھا جائے گا درست ہے۔ چنانچہ امام حلبی سے امام بن عابدین شامی ناقل (قوله عهد نامه). بفتح الميم وسكون الهاء ومعناه بالفارسية الرسالة والمعنى رسالة العهد والمعنى ان يكتب شيء مما يدل على انه على العهد الازلى بينه وبين ربه يوم اخذ الميثاق من الايمان والتوحيد والتبرک باسماء الله تعالىٰ ونحو ذالک۔

عہدنامہ سے مراد یہ ہے کہ وہ الفاظ لکھے جائیں۔ جو اس بات پر دلالت کریں کہ وہ اپنے رب کے اس عہد پر قائم ہے جو ایمان اور توحید کے بارے میں روز میثاق اس سے لیا گیا تھا۔ اور اللہ کے ناموں کو بطور برکت شامل کیا جائے۔ (ردالمحتار جلد ا ص ۶۶۸)

ہمارے علاقہ میں عہدنامہ کے لکھے جانے والے الفاظ سے مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔ ہمارے علاقہ میں کفن پر الله ربی محمد شفیعی الاسلام دینی بسم الله الرحمن الرحیم لااله الاالله محمد رسول الله اشهدان لا اله الاالله وحده لا شریک له واشهدان محمداً عبده ورسوله کے الفاظ طیبات لکھے

جاتے ہیں۔ ان سے بھی عہد نامہ کی مذکورہ بالا فضیلت حاصل ہو جاتی ہے جو ایک قسم کا عہد ہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقہائے حنفیہ قبر میں عہد نامہ رکھنے کی اجازت دیتے ہیں

وہابیہ زمانہ کا عام دستور ہے کہ وہ اپنے عقیدہ کے خلاف جو حدیث دیکھتے ہیں۔ اسے بے دھڑک ضعیف کہہ کر ٹھکرا دیتے ہیں۔ لیکن ہم احناف کے نزدیک حدیث اگرچہ ضعیف ہو جب ائمہ مجتہدین اس کو قبول کر لیں تو تلقی الامت بالقبول کی وجہ سے اس حدیث کا ضعف نقصان نہیں دیتا۔ یہی حال مندرجہ بالا حدیث کا ہے کہ ان کو ہمارے فقہائے حنفی نے قبول فرما کر ان پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔ وذکر الامام الصفار لو کتب علی جبھة المیت او علی عمامته او کفنه عهد نامه یرجی ان یغفر الله تعالیٰ للمیت ویجعله آمنا من عذاب القبر قال نصیر هذه روایة فی تجویز وضع عهد نامه مع المیت وقد روی انه کان مکتوباً علی افخاذ افراس فی اصطبل الفاروق رضی الله عنه حبیس فی سبیل الله ۔ اور امام صفار نے ذکر فرمایا ہے کہ اگر میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد لکھیں تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی بخشش کر دے گا۔ اور اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے گا۔ امام نصیر نے یہ فرمایا کہ یہ روایت میت کے ہمراہ عہد نامہ رکھنے کا جواز ثابت کرتی ہے۔ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اصطبل کے گھوڑوں کی رانوں پر لکھا ہوا تھا۔ اللہ کی راہ میں روکے ہوئے۔ (فتاویٰ بزازیہ جلد سوم ص ۳۸۰)

اور امام حصکفی کتاب درمختار شرح تنویر الابصار میں لکھتے ہیں۔ کتب علی جبھة المیت او عمامته او کفنه عهد نامه یرجی ان یغفر الله المیت ۔ میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھا تو امید کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کی

مغفرت فرمادے گا (درمختار ص ۶۶۸ جلد اول)

اور علامہ شامی لکھتے ہیں کہ امام ابن حجر مکی شافعی سے یہ سوال کیا گیا کہ کفن پر عہد نامہ لکھنا جائز ہے اور اس کی اصل ثابت ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب لکھا۔ نقل بعضهم عن نوادر الاصول للترمذی مایقتضی ان هذا الدعاء له اصل وان الفقیه ابن عجیل کان یا مربه ثم افتی بجواز کتابته قیاساً علی کتابة الله فی ابل الزکاة واقره بعضهم ۔ بعض علماء نے عہد نامہ کو حکیم ترمذی کی کتاب نوادر الاصول سے اس طرح نقل کیا ہے کہ وہ اس کی اصل کے ثابت ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ اور فقیہ ابن عجیل کفن پر عہد نامہ لکھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ پھر انہوں نے کفن پر اس کے لکھنے کے جواز کا فتویٰ اس بات پر قیاس کرتے ہوئے دیا کہ زکوۃ کے اونٹوں پر اللہ کا نام لکھا ہوتا تھا۔ اور ابن عجیل کے اس فتویٰ کو بعض علماء نے ثابت رکھا ہے۔ (ردالمختار جلد ۱، ص ۶۶۸)

اور یہی بزرگ آگے چل کر لکھتے ہیں۔ نعم نقل بعض المحشین عن فوائد الشرجی ان ممایکتب علی جبهة المیت بغیر مداد بالا صبع المسبحة بسم الله الرحمن الرحیم وعلی الصدر لا اله الاالله محمد رسول الله وذالک بعد الغسل قبل التکفین اھ۔

ہاں بعض حاشیہ نگاروں نے کتاب فوائد الشرجی سے نقل کیا ہے کہ میت کی پیشانی پر سیاہی کے بغیر شہادت کی انگلی سے جو بسم اللہ شریف اور اس کے سینے پر کلمہ طیبہ لکھا جاتا ہے وہ غسل دینے کے بعد کفن پہنانے سے پہلے ہونا چاہیے۔ (ردالمختار جلد ۱ ص ۶۶۹)

اور بہار شریعت میں ہے کہ شجرہ یا عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ میت کے سامنے قبلہ کی طرف طاق کھود کر اس میں رکھیں، بلکہ درمختار میں کفن پر عہد نامہ لکھنے کو جائز کہا ہے، اور فرمایا اس سے مغفرت کی امید ہے۔ (درمختار غنیۃ عن التاتارخانیہ)

یوں بھی ہوسکتا ہے کہ پیشانی پر بسم اللہ شریف لکھیں اور سینے پر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ مگر نہلانے کے بعد کفن پہنانے سے پیشتر کلمہ کی انگلی سے لکھیں روشنائی (سیاہی) سے نہ لکھیں۔ (ردالمحتار) بہار شریعت حصہ چہارم ص ۱۶۴)

اور مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی لکھتے ہیں۔ میت کی پیشانی یا کفن پر عہد نامہ یا کلمہ لکھنا اسی طرح عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے، خواہ تو انگلی سے لکھا جائے یا کسی اور چیز سے۔ (جاء الحق ص ۳۳۸)

بسم اللہ کی برکت سے مغفرت ملنے کے بارے میں مبارک خواب

امام حصکفی درمختار میں لکھتے ہیں۔ اوصی بعضهم ان یکتب فی جبهته وصدره بسم الله الرحمن الرحیم ففعل ثم روی فی المنام فسئل فقال لما وضعت فی القبر جآء تنی ملائکة العذاب فلما راوا مکتوباً علی جبهتی بسم الله الرحمن الرحیم قالوا امنت من عذاب الله ۔

ایک شخص نے وصیت کی کہ اس کی پیشانی اور سینے پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا جائے۔ تو یہ کام کیا گیا، پھر اسے خواب میں دیکھا گیا اور اس سے حال پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ جب میں قبر میں رکھا گیا تھا تو عذاب کے فرشتے آئے اور جب انہوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا ہوا دیکھا تو بولے تو اللہ کے عذاب سے بچ گیا ہے۔ (درمختار ص ۶۶۸ جلد اول)

مقام غور ہے کہ جب عہد نامہ لکھنے یا کفنی لکھنے سے میت کو اتنے بڑے فائدے کے پہنچنے کی امید ہے تو مسلمانوں کو مفید کام سے روکنے والا ان کا بدترین بدخواہ ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سمجھ نصیب فرمائے (آمین)

میت کے ہاتھ میں عہد نامہ دینے کا مسئلہ

جب یہ ثابت ہوگیا کہ قبر میں عہد نامہ رکھنا جائز ہے۔ بلکہ کفن پر لکھنا بھی جائز ہے تو

اس سے میت کے ہاتھ میں عہد نامہ دینے کا جواز پیدا ہو گیا۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ قبر کی قبلہ والی دیوار میں طاقچہ بنا کر اس میں رکھیں یا میت کے سینے پر کفن کے نیچے رکھیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

عہد نامہ پختہ سیاہی سے لکھنا جائز ہے

بعض مولوی حضرات کفن پر کلمات طیبات پختہ سیاہی سے لکھنے کا بہت انکار کرتے ہیں اور سرخ کچی مٹی سے لکھنے پر اصرار کرتے ہیں یہ ان کی بے جا ضد ہے کیونکہ جب فقہائے حنفیہ نے کتب مطلقاً ذکر فرمایا تو اس مطلق کو اپنی طرف سے ایک قید سے مقید بنانا اصول فقہ کے سراسر منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

ایک مشہور اعتراض کا جواب

کفنی لکھنے کی مخالفت کرنے والے لوگ بطور دلیل کہتے ہیں کہ قبر میں میت پھول پھٹ جاتا ہے اور اس کے جسم سے خون اور پیپ بہتے ہیں اس سے کفن میں لکھے ہوئے کلمات طیبات کی بے ادبی کا اندیشہ ہے۔ اس لیے کفنی نہ لکھی جائے۔ اس کا جواب ہمارے فقہائے احناف نے یہ دیا ہے کہ اس اندیشہ سے لکھنا منع نہیں کیونکہ زکوۃ کے اونٹوں کی رانوں پر سیدنا فاروق اعظم کے اصطبل میں حبیس فی سبیل اللہ لکھا جاتا تھا یعنی میت کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے نہ کہ کلمات طیبات کو خون اور پیپ میں پھینکنا تو جب مقصد جائز ہے تو اس کے حصول میں اگر بے ادبی کا اندیشہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ واللہ اعلم

ثانیاً ہماری فقہ حنفی کی کتب میں لکھا ہے کہ اگر نکسیر پھوٹ پڑے اور کوئی علاج اس کے سوا میسر نہ ہو کہ اس کی پیشانی پر سورۃ فاتحہ خون سے لکھی جائے تو بطور علاج اس کے لکھنے کی اجازت ہے۔ چنانچہ فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

ومع العجین علی الجرح ان علم ان فیہ شفاء لا باس بہ وللذی

رعف ولا یرقا ان یکتب شیئا من القرآن علی جبهته ولو بالبول اوعلی جلد میتة ان فیه شفاء ومعنی قوله علیه الصلوٰة والسلام لم یجعل شفاء کم فی ما حرم علیکم نفی الحرمة عند العلم بالشفاء دل علیه جواز اساغة اللقمة بالخمر وجواز شربه لا زالة العطش . (بزازیه ص ۳۶۵)

اورردالمحتار میں ہے۔ ونص مافی الحاوی القدسی اذاسال الدم من انف انسان ولا ینقطع حتی یخشی علیه الموت وقد علم انه لو کتب فاتحة الکتاب او الاخلاص بذلک الدم علی جبهته ینقطع فلا یرخص له فیه وقیل یرخص کما رخص فی شرب الخمر للعطشان واکل المیتةفی المخمصة وهو الفتویٰ اه وفی الخانیه فی معنی قوله علیه الصلوٰة والسلام ان الله لم یجعل شفاء کم فی ما حرم علیکم کما رواه البخاری ان ما فیه شفاء لا بأس به کما یحل الخمر للعطشان للضرورة وکذا اختاره صاحب الهدایة فی التجنیس فقال لو رعف فکتب الفاتحة بالدم علی جبهته وانفه جاز للاستشفاء وبالبول ایضاً ان علم فیه الشفاء لا بأ س به لکن لم ینقل وهذا لان الحرمة ساقطة عند الاستشفاء کالخمر والمیتة للعطشان والجائع اه من البحر.
(ردالمحتار ص ۱۵۴ جلد۱)

مقام غور ہے کہ ایک شخص کی عارضی ودنیاوی زندگی بچانے کے لئے جب یہ جائز ہے کہ اس کی پیشانی پر اس کے خون سے سورہ فاتحہ لکھی جائے تو میت کو عذاب ابدی سے بچانے کے لئے اس کے کفن پر کلمات طیبات لکھنے کیونکہ جائز نہ ہوں گے۔ حالانکہ یہ کلمات لکھے جانے کے وقت کفن پاک ہوتا ہے۔ اور کفن پہنائے جانے کے وقت میت خود بھی پاک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اسے سمجھنے اور ماننے کی توفیق بخشے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ)

ایک اور اعتراض کا جواب

عہد نامہ لکھنے سے منع کرنے والوں کا ایک اور اعتراض یہ ہے کہ مشہور حنفی امام علامہ ابن عابدین شامی نے اس سے منع کیا ہے۔ چنانچہ ردالمحتار میں ہے۔ وفیہ نظر وقد افتی ابن الصلاح بانہ لایجوز ان یکتب علی الکفن یٰسین والکھف ونحوھما خوفا من صدید المیت والقیاس المذکور ممنوع لان القصدثم التمیز وھنا التبرک والاسماء المعظمۃ باقیۃ علی حالھا فلا یجوز تعریضھا النجاسۃ والقول بانہ یطلب فعلہ مردود لان مثل ذالک لا یحتج بہ الا اذا صح عن النبی ﷺ طلب ذالک ولیس کذالک اھ وقدمنا قبیل باب المیاہ عن الفتح انہ تکرہ کتابۃ القرآن واسماء اللہ تعالی علی الدراھم والمحاریب والجدران ومایفرش وما ذالک الا لاحترامہ وخشیۃ وطئہ ونحوہ مما فیہ اھانۃ فالمنع ھنا بالاولی مالم یثبت عن المجتھد او ینقل فیہ حدیث فتامل. (ردالمحتار جلد ا ص ۶۶۹)

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ علامہ شامی نے اس مسئلہ میں امام ابن حجر مکی اور ابن الصلاح وغیرہما علمائے شوافع کی موافقت اور امام صفار اور امام نصیر جیسے جلیل القدر حنفی فقہاء کی مخالفت کی ہے۔ اس لیے ان کا قول احناف کے لیے نا قابل قبول ہے۔ علامہ شامی جب خود نکسیر پھوٹنے میں حنفی علماء کے ساتھ ہیں۔ تو پھر عہد نامہ کی کتابت کے مسئلہ میں ان کی مخالفت کیسے معتبر مانی جائے گی اور دوسرا جواب یہ ہے کہ علامہ شامی اس مسئلہ میں متفرد ہیں اور ان سے زیادہ جلالت والے فقہائے حنفیہ جواز کے قائل ہیں۔

واللہ اعلم بحقیقۃ الحال وھو الموافق للصدق والسداد والیہ

الـمـرجع والمال عزوجل شانه واتم برهانه واعظم ذاته وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين وصلى الله تعالى على خيرخلقه ونور عرشه وزينة فـرشـه ومـظهـر لـطـفـه ومـصـدر جـوده وفيـضه سيدنا ومولانا محمد واله وصحبه اجمعين .

(۲۸ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بتیسواں مقالہ

غائبانہ نماز جنازہ کی شرعی حیثیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین. اما بعد!

آج کل جہاد کشمیر میں جب کوئی مجاہد شہید ہوتا ہے تو اس کی غائبانہ نماز جنازہ کی ادائیگی کا اعلان کیا جاتا ہے۔ پھر لوگ کسی میدان میں جمع ہو کر اس کی نماز جنازہ غائبانہ طور پر ادا کرتے ہیں۔ ایسے موقع پر بعض احباب غائبانہ نماز جنازہ کی شرعی حیثیت کے بارہ میں ہم سے سوال بھی کرتے ہیں۔ اس لئے اس مسئلہ کی وضاحت میں ہم نے یہ رسالہ ترتیب دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

حضرت نجاشی کی نماز جنازہ

مشکوٰۃ شریف میں کتاب الجنائز باب المشی بالجنازۃ کے اندر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجاشی رضی اللہ عنہ کی وفات کے روز لوگوں کو ان کی وفات کی خبر دی اور آپ لوگوں کو لے کر عیدگاہ میں تشریف فرما ہوئے فصف بہم وکبر اربع تکبیرات پھر آپ نے لوگوں کی صفیں بنوائیں اور چار تکبیریں کہیں۔ (مشکوٰۃ شریف جلد اول صفحہ ۱۳۱)

اور انہی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا حبشہ والے نجاشی رضی اللہ عنہ کی وفات کے روز رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ان کی وفات کی خبر دی اور فرمایا۔ استغفروا لاخیکم۔ تم اپنے بھائی کے گناہوں کی معافی مانگو۔ (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۳۲۹)

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مات الیوم عبد صالح اصحمۃ فقام فامنا وصلی علیہ۔ آج اللہ کا نیک بندہ اصحمہ فوت ہو گیا ہے پھر آپ کھڑے ہوئے اور آپ ہمارے امام بنے اور ان پر نماز جنازہ ادا کی۔ (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۳۲۹)

اور حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشادفرمایاان اخالکم قد مات فقوموا فصلوا علیہ یعنی النجاشی آپ کا بھائی یعنی نجاشی فوت ہوگیا ہے، سوتم اٹھواوراس کی نماز جنازہ پڑھو۔(مسلم شریف جلد اول صفحہ ۳۲۹)

امام شافعی کاقول

حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کے بارہ میں روایت کردہ مندرجہ بالا احادیث کی بناء پرامام شافعی غائب میت پرنماز جنازہ جائز قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ امام نووی شافعی ان کی شرح میں لکھتے ہیں: فیہ دلیل الشافعی وموافقیہ فی الصلوٰۃ علی المیت الغائب اس قسم کی حدیثوں میں امام شافعی اوران کےموافقین کے لئے دلیل موجود ہے کہ غائب میت پرنماز جنازہ جائز ہے۔(شرح مسلم صفحہ ۳۲۹ ج ۱)

حنفی فقہاء کاقول

امام اعظم ابوحنیفہ اوران کے مقلدین تمام ائمہ وفقہاء کے نزدیک نماز جنازہ غائبانہ صحیح نہیں ہے۔اورنہ ہی یہ جائز ہے۔کیونکہ نماز جنازہ کی صحت اوراس کے جواز کے لئے چند شرطیں ہیں۔ان میں سے ایک میت کا موجود ہونا بھی ہے۔اس لئے جب میت موجود نہ ہوگا تونماز جنازہ جائزاورصحیح نہ ہوگی۔ چنانچہ معتبر کتب فقہ حنفی کی عبارات ملاحظہ ہوں۔

(۱) امام حصکفی کتاب الدرالمختارمیں فرماتے ہیں

وشرطها ستة اسلام المیت وطهارته ووضعه وکونه هو او اکثره امام المصلی وکونه للقبلة فلاتصح علی غائب ومحمول علی دآبة وموضوع خلفه لانه کالامام من وجه دون وجه لصحتها علی الصبی

اورنماز جنازہ کی چھ شرطیں ہیں: (۱) میت کا مسلمان ہونا۔(۲) میت کا پاک

ہونا۔ (۳) میت کا زمین پر رکھے ہونا۔ (۴) میت یا اس کے بدن کے اکثر حصہ کا نمازی کے روبرو ہونا۔ (۵) میت کا قبلہ کی طرف ہونا پس نماز جنازہ غائب میت پر یا اس میت پر جو چوپائے پر رکھا ہوا ہے۔ یا جو نمازیوں کے پیچھے رکھا ہوا ہے۔ اس پر صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ میت من وجہ امام کی طرح ہے۔ اور من وجہ امام کی طرح نہیں ہے۔ اسی وجہ سے بچے میت کی نماز جنازہ صحیح ہے۔ (درمختار صفحہ ۶۲۱)

(۲) امام شرنبلالی لکھتے ہیں:

''وشرائطها ستة اولها اسلام الميت والثانی طهارته وطهارة مكانه لانه كالامام والثالث تقدمه امام القوم والرابع حضوره او حضور اكثر بدنه او نصفه مع رأسه والخامس كون المصلی عليها غير راكب وغير قاعد بلاعذر لان القيام فيها ركن فلايترك بلاعذر والسادس كون الميت موضوعا على الارض لكون الامام من وجه فان كان على دآبة او ايدی الناس لم تجز الصلوٰة على المختار الا اذا كان من عذر''

اور نماز جنازہ کی صحت کی چھ شرطیں ہیں: (۱) میت کا مسلمان ہونا۔ (۲) اور اس کا پاک ہونا اور اس جگہ کا پاک ہونا کیونکہ وہ امام کی طرح ہے۔ (۳) میت کا قوم کے آگے ہونا۔ (۴) میت کا حاضر ہونا یا اس کے اکثر بدن یا سر کے ہمراہ نصف بدن کا موجود ہونا۔ (۵) میت پر نماز پڑھنے والوں کا سواری پر نہ ہونا اور نہ ہی بلا عذر بیٹھے ہونا کیونکہ نماز جنازہ میں قیام رکن ہے اس لئے یہ بلا عذر چھوڑا نہیں جائے گا۔ (۶) میت کا زمین پر رکھے ہونا کیونکہ وہ من وجہ امام ہوتا ہے۔ سو اگر وہ چوپائے پر ہو یا لوگوں کے ہاتھوں پر ہو تو مختار قول پر نماز جنازہ جائز نہیں ہوگی مگر جب کہ عذر کی وجہ سے ایسا کیا جائے۔ (مراقی الفلاح صفحہ ۳۸۲)

(۳) امام الزین ابن نجیم لکھتے ہیں

قولہ شرطہا اسلام المیت وطہارتہ وزاد فی فتح القدیر شرطا ثالثا فی المیت وھو وضعہ امام المصلی فلاتجوز علی غائب ولا علی حاضر محمول علی دآبۃ اوغیرہ ولاموضوع متقدم علیہ المصلی لانہ کا لامام من وجہ دون وجہ لصحۃ الصلوٰۃ علی الصبی

نماز جنازہ کی صحت کی شرط میت کا مسلمان ہونا اور پاک ہونا ہے۔ اور فتح القدیر میں تیسری شرط کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اور وہ میت کا امام کے آگے موجود ہونا ہے۔ پس غائب میت پر نماز جنازہ صحیح نہیں ہے۔ اور نہ اس میت پر صحیح ہے۔ جو چوپائے پر اٹھایا گیا ہو اور نہ اس میت پر جس کے آگے نمازی ہوں ۔ کیونکہ وہ من وجہ امام ہے۔ اور من وجہ امام نہیں ۔ کیونکہ بچے پر نماز درست ہے۔ (البحر الرائق صفحہ ج ۱ صفحہ ۱۷۹)

(۴) امام بدرالدین عینی لکھتے ہیں

وشرطہا طہارتہ ای طہارۃ المیت لان لہ حکم الامام ولہذا یشترط وضعہ امام القوم حتی لاتجوز الصلوٰۃ علیہ لو وضعوہ خلفہم

اور نماز جنازہ کی شرط میت کا پاک ہونا ہے کیونکہ وہ امام کے حکم میں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قوم کے آگے میت کا ہونا شرط ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ اسے اپنے پیچھے رکھیں تو نماز جنازہ صحیح نہیں ہوگی۔ (رمز الحقائق صفحہ ۶۵ ج ۱)

(۵) شیخ مصطفیٰ الطائی لکھتے ہیں

وشرطہا اسلام المیت فلا یصلی علی کافر وطہارتہ فلاتصح قبل الغسل وحضورہ فلا یصلی علی غائب ووضعہ علی الارض وکونہ امام المصلی وستر عورتہ

اور نماز جنازہ کی شرط میت کا مسلمان ہونا ہے۔ سو کافر پر نہ پڑھی جائے اور اس کا پاک ہونا ہے۔ سو غسل دینے سے پہلے نہ پڑھی جائے اور اس کا حاضر ہونا ہے۔ سو غائب میت پر نہ پڑھی جائے اور اس کا زمین پر رکھنا اور نمازی کے سامنے ہونا اور اس کی پردہ کی جگہوں کا ڈھانپنا بھی شرط ہے۔ (حاشیۃ کنز الدقائق صفحہ ۶۵ ج ۱)

(۶) فتاویٰ عالمگیری میں ہے

ومن الشروط حضور الميت ووضعه وكونه امام المصلى فلاتصح على غائب ولا على محمول على دابة ولا على موضوع خلفه هكذا فى النهر الفائق

اور نماز جنازہ کی صحت کی شرطوں میں سے چند یہ ہیں۔ میت کا حاضر ہونا اور اس کا زمین پر رکھے ہونا اور اس کا نمازی کے روبرو ہونا سو نماز جنازہ غائب میت پر درست نہیں اور نہ ہی اس پر جو چوپائے پر اٹھایا گیا ہو۔ اور نہ اس پر جو پیچھے رکھ دیا گیا ہو۔ اسی طرح نہر الفائق میں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری صفحہ ۱۶۴ ج ۱)

(۷) اعلیٰ حضرت بریلوی لکھتے ہیں

مذہب حنفی میں جنازہ غائب پر بھی (نماز جنازہ) محض ناجائز ہے۔ ائمہ حنفیہ کا اس کے عدم جواز پر بھی اجماع ہے۔ فتح القدیر، حلیۃ، غنیۃ، شلبیہ، بحر الرائق اور ارکان میں ہے **وشرط صحتها اسلام الميت وطهارته ووضعه امام المصلى فلهذا القيد لاتجوز على غائب** صحت نماز جنازہ کی شرط یہ ہے کہ میت مسلمان ہو' طاہر ہو' جنازہ نمازی کے آگے زمین پر رکھا ہو۔ اسی شرط کے سبب کسی غائب کی نماز جنازہ جائز نہیں۔

حلیہ کے لفظ یہ ہیں۔ **شرط صحتها كونه موضوعاً امام المصلى ومن هنا قالوا لاتجوز الصلوٰة على غائب مطلقاً** نماز جنازہ کی شرائط صحت سے

ہے جنازہ کا مصلی کے آگے رکھا ہونا اسی لئے ہمارے علماء نے فرمایا کہ مطلقاً کسی غائب پر نماز جائز نہیں۔(فتاوی رضویہ صفحہ ۶۷ ج ۴)

(۸)امام صدر الشریعہ لکھتے ہیں

نماز جنازہ میں میت سے تعلق رکھنے والی چند شرطیں ہیں (۱) میت کا مسلمان ہونا (۲) میت کے بدن وکفن کا پاک ہونا، کفن پاک ہونے کا یہ مطلب ہے کہ پاک کفن پہنایا جائے اور اگر بعد میں نجاست خارج ہوئی اور کفن آلودہ ہوا تو حرج نہیں۔ (۳) جنازہ کا وہاں موجود ہونا یعنی کل یا اکثر یا نصف مع سر کے موجود ہونا لہذا غائب کی نماز جنازہ نہیں ہو سکتی۔ (۴) جنازہ زمین پر رکھا ہونا۔ (۵) جنازہ مصلی کے آگے قبلہ کو ہونا اگر مصلی کے پیچھے ہوگا نماز صحیح نہ ہوگی۔ (۶) میت کا وہ حصہ بدن جن کا چھپانا فرض ہے چھپا ہونا۔ (۷) میت امام کے محاذی ہو۔ (بہار شریعت ص ۱۴۶ ج ۴)

مندرجہ بالا آٹھ عبارات مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اگر میت غائب ہو تو اس پر نماز جنازہ جائز نہیں۔ اس بارہ میں ہمارے حنفی ائمہ وفقہاء کا اتفاق ہے۔ اس لئے حنفی لوگوں کو ہرگز ہرگز نماز جنازہ غائبانہ نہیں پڑھنی چاہئے بلکہ شہیدوں کے روحوں کو ایصال ثواب کے لئے کسی مسجد میں جمع ہو کر قرآن خوانی کرنی چاہئے اور صدقہ وخیرات کا ثواب پہنچانا چاہیے۔ یہ عجیب بات سننے میں آئی ہے کہ مودودیت زدہ لوگ شہید کی غائبانہ نماز جنازہ تو بڑے زور شور سے پڑھتے ہیں پڑھاتے ہیں۔ مگر نماز جنازہ غائبانہ ادا کرنے کے بعد نہ وہ دعا مانگتے ہیں اور نہ صدقہ خیرات کا ثواب میت کو پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت دے۔ (آمین)

حدیث نجاشی کا جواب

حضور ﷺ نے مدینہ منورہ میں حضرت نجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی۔ یہ غائبانہ نماز جنازہ نہ تھی۔ بلکہ فرشتوں نے نجاشی کے جنازہ کی چارپائی حضور ﷺ کے قریب کردی تھی۔

اور آپ اسے ملاحظہ بھی فرما رہے تھے۔ چنانچہ کتب معتبرہ کی چند عبارات ملاحظہ ہوں:

۱۔ امام ملک العلماء کاشانی لکھتے ہیں

امام شافعی نے فرمایا۔ غائب پر نماز جنازہ پڑھی جائے اس بات سے دلیل پکڑتے ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجاشی پر نماز جنازہ پڑھی تھی حالانکہ وہ غائب تھے۔

ولاحجة له فيه لما بينا على انه روى ان الارض طويت له ولايوجد مثل ذالک فی حق غیره

اور اس واقعہ میں امام شافعی کے لئے کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے زمین سمیٹ دی گئی تھی اور درمیانی فاصلہ ختم کر دیا گیا تھا اور یہ بات کسی دوسرے کے حق میں پائی نہیں جاتی۔ (بدائع الصنائع ص۳۱۲ ج۱)

۲۔ امام زین الدین لکھتے ہیں

واما صلاته على النجاشي فاما لانه رفع له عليه الصلوٰة والسلام سريره حتى رآه بحضرته فتكون صلوٰة من خلفه على ميت يراه الامام وبحضرته دون الماء مومين وهذا غير مانع من الاقتداء

اور رسول اللہ ﷺ کا نجاشی پر نماز جنازہ پڑھنا اس لئے جائز تھا کہ ان کی چارپائی آپ کے سامنے آپ کی موجودگی میں رکھ دی گئی تھی تو یہ اس صورت کی طرح تھا کہ امام میت کی چارپائی کے قریب ہو اور اسے دیکھتا ہو اور مقتدی نہ دیکھتے ہوں اور یہ بات اقتداء میں مانع نہیں ہے۔ (البحر الرائق صفحہ ۱۷۹ ج ۲)

۳۔ امام شامی لکھتے ہیں

او لانه رفع سريره حتى رآه عليه الصلوٰة والسلام بحضرته فتكون صلوٰة من خلفه على ميت يراه الامام وبحضرته دون المامومين

وهذا غير مانع من الاقتداء فتح القدير

اور رسول اللہ ﷺ کا نجاشی پر نماز جنازہ پڑھنا اس لئے جائز تھا کہ ان کی چارپائی آپ کے سامنے آپ کی موجودگی میں رکھ دی گئی تھی تو یہ اس طرح تھا جس طرح لوگ ایسے امام کی اقتداء میں نماز جنازہ پڑھیں جو جنازہ کو دیکھ رہا ہو اور یہ لوگ اسے نہ دیکھ رہے ہوں۔ اور یہ بات اقتداء کی صحت میں مانع نہیں۔ جیسا کہ فتح القدیر میں فرمایا۔ (ردالمحتار صفحہ ۶۴۱ ج ۱)

۴۔ امام شرنبلالی فرماتے ہیں

والصلوٰة على النجاشي كانت بمشهده كرامة له ومعجزة للنبي ﷺ

اور نجاشی پر نماز رسول اللہ ﷺ کے معجزہ اور حضرت نجاشی کی کرامت کے طور پر آپ کے مشاہدہ میں پڑھی گئی۔ (مراقی الفلاح صفحہ ۳۸۳)

۵۔ امام طحطاوی لکھتے ہیں

(قوله بمشهده) انه بمشهد النبي ﷺ اى بمكان رآه وشاهده فيه ﷺ فرفع له سريره حتى رآه بحضرته.

نجاشی کی نماز جنازہ اس حال میں پڑھی گئی کہ وہ ایسی جگہ میں تھے جہاں سے آپ ان کو دیکھتے تھے سو آپ کے لئے ان کی چارپائی اٹھائی گئی یہاں تک کہ انہوں نے انہیں اپنی موجودگی میں دیکھا۔ (حاشیہ علی المراقی صفحہ ۳۸۴)

۶۔ امام علی القاری لکھتے ہیں

ذهب الشافعي الى جواز الصلوٰة على الغائب وعند ابى حنيفة لايجوز لانه يحتمل ان يكون حاضراً لانه تعالىٰ قادر على ان يحضره وخصوصية به عليه السلام

امام شافعی غائب میت پر نماز جنازہ کے جواز کی طرف گئے ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک جائز نہیں کیونکہ نجاشی کے جنازہ میں یہ احتمال موجود ہے کہ ان کا جنازہ حاضر ہوا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے حاضر کرنے پر قادر ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ نماز جنازہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص تھی۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ ۴۵ ج ۴)

پھر آگے لکھتے ہیں: قال ابن حجر وفی هذه الاحادیث اوضح حجة للشافعی من جواز الصلوٰة علی المیت الغائب عن البلد ومقبرتها ودعوی ان الارض انطوت حتی صارت الجنازة بین یدیه علیه الصلوٰة والسلام لایلتفت الیه لان مثل هذا لا یثبت بالاحتمال وعلی التسلیم فبالنسبة للصحابة فهی صلوٰة غائب قطعاً

امام ابن حجر شافعی نے کہا ہے کہ ان حدیثوں میں امام شافعی کے اس قول کی سب سے زیادہ واضح دلیل موجود ہے کہ غائب میت پر نماز جنازہ جائز ہے خواہ جنازہ شہر سے غائب ہو یا قبرستان سے اور یہ دعویٰ کہ زمین سمیٹ دی گئی تھی یہاں تک کہ نجاشی کا جنازہ آپ ﷺ کے روبرو موجود تھا۔ اس کی طرف التفات نہیں کی جائے گی کیونکہ اس قسم کی بات محض احتمال سے ثابت نہیں ہوتی اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو صحابہ کے حق میں تو یہ غائبانہ نماز جنازہ قطعاً یقیناً تھی۔

امام علی قاری امام ابن حجر کے اس قول کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

قلت هذا لایضر فانه یجوز ان لایری المقتدی جنازة المیت الموضوعة بالاتفاق کما هو مشاهد فی المسجد الحرام معه واذا ثبت الاول یلزم منه ثبوت الثانی

میں کہتا ہوں کہ نجاشی کے جنازہ کا صحابہ سے غائب ہونا کچھ ضرر نہیں دیتا کیونکہ مسجد الحرم میں رکھا ہوا جنازہ امام کے سامنے ہوتا ہے۔ مگر بعض مقتدیوں سے اوجھل ہوتا ہے۔ اس کے باوجود سب مقتدیوں کی نماز بالاتفاق جائز ہے تو پھر نجاشی کے جنازہ کا صحابہ سے

غائب ہونا بھی کچھ ضرر نہ دے گا۔

پھر آگے فرماتے ہیں: واما الاحتمال فمؤید بما روی من الاحادیث الدالة علی الاستدلال منها ما ذکره الحافظ ابن حجر العسقلانی ناقلا عن اسباب النزول للواحدی بغیر اسناد عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال کشف للنبی ﷺ عن سریر النجاشی حتی رآه وصلی علیه

اور یہ احتمال کہ نجاشی کے جنازہ کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کر دیا ہوگا اس کی تائید ان حدیثوں سے ہوتی ہے۔جن سے اس مسئلہ میں دلیل پکڑی گئی ہے۔ من جملہ ان کے ایک وہ حدیث بھی ہے۔ جسے امام ابن حجر عسقلانی نے امام واحدی کی کتاب اسباب النزول سے بلا اسناد نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے نجاشی کا جنازہ ظاہر کیا گیا تھا یہاں تک کہ آپ نے اسے دیکھا تھا اور اس پر نماز جنازہ پڑھی تھی۔ (مرقاۃ صفحہ ۴۵ ج ۴)

۸۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی فرماتے ہیں

دوسرے شہر کی میت پر صلاۃ کا ذکر صرف تین واقعوں میں روایت کیا جاتا ہے واقعہ نجاشی و واقعہ معاویہ لیثی و واقعہ امرائے موتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ان میں اول و دوم بلکہ سوم کا بھی جنازہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے حاضر تھا تو نماز غائب پر نہ ہوئی بلکہ حاضر پر اور دوم وسوم کی سند صحیح نہیں ہیں۔اور سوم صلوٰۃ بمعنی نماز میں صریح نہیں۔ واقعہ اولیٰ جب اصحمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بادشاہ حبشہ نے حبشہ میں انتقال کیا۔ سید المرسلین ﷺ نے مدینہ طیبہ میں صحابہ کو خبر دی اور مصلی میں جا کر صفیں باندھ کر چار تکبیریں کہیں۔ اولاً صحیح ابن حبان میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ہے

ان النبی ﷺ قال ان اخاکم النجاشی توفی فقوموا وصلوا علیه فقام رسول اللہ ﷺ وصفوا خلفه فکبر اربعا وهم لایظنون الا ان جنازته بین یدیه

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا بھائی نجاشی مرگیا۔ اٹھو اس پر نماز پڑھو۔ پھر حضور

اقدس ﷺ کھڑے ہوئے۔ صحابہ نے پیچھے صفیں باندھیں۔ حضور نے چار تکبریں کہیں۔ صحابہ کو یہی ظن تھا کہ ان کا جنازہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے حاضر ہے۔ صحیح ابوعوانہ میں انہی سے ہے:

فصیلنا خلفه ونحن لانری الا ان الجنازة قدامنا

ہم نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے۔

اقول هذا فی فتح الباری ثم المواهب ثم شرحها وکذالک فی عمدة القاری وغیرها من الکتب ووقع فی نصب الرایة روایة ابن حبان وهم لا یظنون ان جنازته بین یدیه باسقاط الا فاحتاج المحقق علی الاطلاق الی التقریب بان قال فهذا اللفظ یشیر الی ان الواقع خلاف ظنهم لانه هو فائدة المعتد بها فاما ان یکون سمعه منه ﷺ او کشف له اهـ وتبعه فی الغنیة والمرقاة وهو کما تری کلامه نفیس لکن لاحاجة الیه بعد ثبوت الا فی الکتابین الصحیحین فانه اظهر وازهر ولله الحمد وبالجملة اندفع به ما قال الشیخ تقی الدین ان هذا یحتاج الی نقل بینة ولایکتفی فیه بمجرد الاحتمال

یہ دونوں روایتیں صحیح عاضد قوی ہیں اس حدیث مرسل اصولی کی کہ امام واحدی نے اسباب نزول قرآن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ذکر کی کہ کشف النبی ﷺ عن سریر النجاشی حتی رآہ وصلی علیہ'' نجاشی کا جنازہ حضور اقدس ﷺ کے لئے ظاہر کر دیا گیا تھا۔ حضور نے اسے دیکھا اور اس پر نماز پڑھی۔ ثانیاً بلکہ جب تم مستدل ہو ہمیں احتمال کافی نہ کہ جب خود باسانید صحیحہ ثابت ہے۔ یہ جواب خود ایک شافعی امام احمد قسطلانی نے مواہب شریفہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔ ثالثاً نجاشی رضی اللہ عنہ کا انتقال دار الکفر میں ہوا وہاں ان پر نماز نہ ہوئی تھی لہذا حضور اقدس ﷺ نے یہاں پڑھی۔ اسی بناء پر امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس حدیث کے لئے یہ باب وضع کیا الصلوٰۃ علی مسلم یلیہ اہل شرک فی بلد آخر۔ ولہذا خود امام شافعی المذہب ابوسلیمان خطابی نے یہ مسلک لیا کہ غائب پر نماز

جنازہ جائز نہیں۔ سوا اس صورت خاص کے کہ اس کا انتقال ایسی جگہ ہوا ہو جہاں کسی نے اس کی نماز نہ پڑھی ہو۔ اقول اب بھی خصوصیت نجاشی ماننے سے چارہ نہ ہوگا جبکہ اور موتیں بھی ایسی ہوئیں اور نماز غائب کسی پر نہ پڑھی گئی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ صفحہ ۶۹)
الحمدللہ ان عبارات مبارکہ سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت نجاشی کی نماز جنازہ بالمشاہدہ والحضور پڑھی ہے۔ غائبانہ نہ تھی۔ اس لئے جو لوگ اس نماز سے غائبانہ نماز جنازہ کے جواز کی دلیل پکڑتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق قبول کرنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

حنفی علماء کا دوسرا جواب

حدیث نجاشی کے بارہ میں علماء حنفیہ کا دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت نجاشی پر رسول اللہ ﷺ کا نماز جنازہ پڑھنا آپ کی خصوصیت تھی اس لئے آپ کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے جائز نہیں کہ وہ غائبانہ نماز جنازہ پڑھائے، چنانچہ چند حوالے ملاحظہ ہوں:

ا۔ امام حصکفی لکھتے ہیں

وصلوٰۃ النبی ﷺ علی النجاشی لغویۃ او خصوصیۃ

اور نبی ﷺ کا نجاشی پر نماز پڑھنا یا تو اس سے مراد لغوی نماز یعنی دعائے مغفرت کرنا ہے یا یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ (درمختار صفحہ ۶۴۱ ج ۱)

۲۔ صاحب البحر لکھتے ہیں

واما ان یکون مخصوصا بالنجاشی اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ نماز حضرت نجاشی کے لئے مخصوص تھی۔ (بحرالرائق صفحہ ۱۷۹ ج ۲)

۳۔ امام احمد طحطاوی لکھتے ہیں

اوانہا خصوصیۃ للنجاشی۔ یا یہ نماز صرف نجاشی کے لئے مخصوص ہے۔ (حاشیہ مراقی

الفلاح صفحہ ۳۸۴)

الحمد للہ! یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ سرکار مدینہ ﷺ نے نجاشی پر جو نماز جنازہ پڑھائی یہ آپ نے بالمشاہدہ پڑھائی غائبانہ نہ تھی اور یہ نماز حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی کرامت کے اظہار کے لئے مخصوص تھی۔ کوئی عام حکم شرع نہ تھا کہ قیامت تک ہونے والے شہیدوں اور مرنے والے بڑے بڑے لوگوں پر پڑھی جائے۔ مسلمان شرع شریف کا حکم مانیں اور اپنی من مانی کرنا چھوڑیں اسی میں دین و آخرت کی بھلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صراط مستقیم پر چلائے۔ (آمین یارب العالمین بجاہ النبی الامین ﷺ)

نماز نجاشی کی خصوصیت کی دلیل میں حضرت امام ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

من جملة ذالک انه توفی خلق کثیر من اصحابه ﷺ من اعزهم علیه القراء ولم ینقل عنه انه صلی علیهم مع حرصه علی ذالک حتی قال لایموتن احد منکم الا اذنتمونی فان صلاتی علیه رحمة له

یعنی رسول اللہ ﷺ کی حیات ظاہری میں بہت سے صحابہ نے وفات پائی اور ان میں آپ کے نزدیک سب سے زیادہ پیارے صحابی قراء تھے۔ لیکن یہ آپ سے منقول نہیں کہ آپ نے ان پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھی تھی۔ حالانکہ آپ اپنے ساتھیوں پر نماز جنازہ پڑھنے کے بہت خواہش مند ہوتے تھے۔ یہاں تک فرمایا تھا کہ تم میں سے کوئی ہرگز فوت نہ ہو مگر تم مجھے اس کی اطلاع ضرور دو۔ کیونکہ میرا نماز پڑھنا اس کے لئے رحمت ہے۔ (رد المختار صفحہ ۶۴۱ ج ۱)

اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لئے ہمارا رسالہ غائبانہ نماز جنازہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(۲۰/ صفر المظفر ۱۴۲۰ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تینتیسواں مقالہ

نماز جنازہ دوبار پڑھنے کا مسئلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

امابعد! برادرطریقت مولانامحرم خان چشتی امام مسجد زنگی تحصیل جنڈ ضلع اٹک نے اپنے مکتوب گرامی میں نماز جنازہ دوبار پڑھنے کا مسئلہ لکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اور یہ مسئلہ حضرت مولانا کرامت حسین قریشی خطیب بھرنڈ بھٹہ تحصیل سہنہ کی وفات پر ہمارے ہاں بھی پیش آ چکا ہے اس لئے افادۂ عامۃ المسلمین کے لئے اس مسئلہ کی وضاحت لکھنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دینی خدمت کو شرف مقبولیت بخشے۔ (آمین)

نماز جنازہ فرض ہے

جب کوئی صحیح العقیدہ سنی مسلمان فوت ہو جائے تو اہل سنت پر اس کے جنازہ کی نماز فرض ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ صلوا علی کل بر وفاجر۔ ہر نیکوکار و بدکار پر جنازہ کی نماز پڑھو۔ اور آپ نے فرمایا مسلمان کے مسلمان پر چھ حق لازم ہیں اور ان میں سے ایک حق یہ ہے کہ جب وہ فوت ہو تو اس کا جنازہ پڑھے۔ اس حدیث میں علیٰ کا کلمہ ارشاد ہوا جو ایجاب کے لئے ہوتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ جنازہ کی نماز شرعاً واجب ہے اور نماز جنازہ کی فرضیت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ سے لے کر آج تک حضور ﷺ، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ساری امت جنازہ کی نماز پڑھتی چلی آئی ہے۔ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج ا ص ۳۱۰)

نماز جنازہ کفایۃً فرض ہے

چونکہ مسلمان میت کی تکریم ظاہر کرنے کے لئے شرع شریف نے نماز جنازہ فرض کی ہے تو لامحالہ یہ نماز کفایت کے طریقہ پر فرض ہے کہ یہ مقصد بعض مسلمانوں کی

ادائیگی، نماز جنازہ سے حاصل ہو جاتا ہے جس طرح جہاد سب مسلمانوں پر فرض ہوتا ہے لیکن جب حسب ضرورت لوگ جہاد میں مصروف کار ہوں تو تارکین گناہ سے بچ جائیں گے۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۱۰)

حنفیہ کے نزدیک تکرار جنازہ ناجائز ہے

جب ایک بار نماز جنازہ صحیح طریقہ سے ادا ہو جائے تو اس کا تکرار ہم احناف کے نزدیک ناجائز اور گناہ ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ ''دوبارہ اعادۂ نماز جنازہ ہمارے سب ائمہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اتفاق سے ناجائز و گناہ واقع ہوا۔ ایسی ناواقفی مانع گناہ نہیں کہ مسائل سے ناواقف رہنا خود گناہ ہے۔ وہ عالم دین جس نے تاکید و اصرار کر کے ان لوگوں سے نماز جنازہ کی تکرار کرائی اگر مدعی حنفیت ہے۔ تو خود اپنے ہی مذہب کے حکم سے گناہگار ہے اور اگر وہ فرقہ غیر مقلدین سے ہے تو گناہگاری درکنار بدمذہب و گمراہ ہے۔ اور ان دونوں صورتوں میں اس عالم پر اتنے گناہ لازم ہوئے جس قدر شمار حضار جماعت ثانیہ کا تھا اور اس پر اپنا زائد مثلاً دوسری دفعہ اس کے اصرار سے سو آدمیوں نے نماز جنازہ پڑھی تو ان میں ہر ایک پر دو دو گناہ ہیں۔ ایک فعل کا گناہ اور دوسرا جہل کا گناہ اور اس عالم پر ایک سو ایک گناہ ایک اپنا گناہ اور ایک سو ان آدمیوں کے فعل کے گناہ۔ آخر یہی انہیں داعی بہ گناہ ہوا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۳۷)

حنفیہ کی پہلی دلیل

یہ ہے کہ روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک میت پر نماز پڑھی۔ جب فارغ ہوئے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لائے اور انہوں نے دوسری مرتبہ نماز جنازہ پڑھنے کا قصد کیا۔ فوراً رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ الصلوٰۃ علی الجنازۃ لاتعاد ولکن ادع للمیت واستغفر له۔

میت پر نماز دہرائی نہیں جاتی بلکہ تم میت کے لئے دعا مانگو اور اس کے لئے استغفار کرو۔ یہ اس باب میں نص ہے۔ (بدائع الصنائع ج ا ص ۳۱۱)

(نوٹ) اس سے دو مسئلے ثابت ہوئے۔ ایک یہ کہ جنازہ دوبارہ پڑھنا ممنوع ہے۔ اور دوسرا یہ کہ جنازہ کے بعد دعا مانگنا سنت ہے۔ اسے بدعت قرار دینا گمراہی ہے۔ واللہ اعلم۔

حنفیہ کی دوسری دلیل

وہ روایت ہے جس میں آیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جنازہ کی نماز میں شامل ہونے سے رہ گئے تو انہوں نے حاضر ہونے پر صرف میت کے لئے استغفار مانگی اور اس پر کچھ زیادہ نہ کیا یعنی دوبارہ نماز جنازہ نہ پڑھی۔ (بدائع الصنائع ص ۳۱۱)

حنفیہ کی تیسری دلیل

وہ روایت ہے جس میں آیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جنازہ کی نماز سے رہ گئے تو حاضر ہونے پر انہوں نے فرمایا اگر تم نے ان کے جنازہ کی نماز میں مجھ پر سبقت حاصل کی ہے تو تم ان کے لئے دعا مانگنے میں مجھ پر سبقت حاصل نہ کرو گے۔ یعنی میں جنازہ میں تو شریک نہ ہو سکا۔ لیکن دعائے نماز جنازہ میں تمہارے ساتھ مجھے شرکت مل ہی جائے گی۔ (بدائع ج ا ص ۳۱۱)

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کے فوراً بعد دعا مانگنا صحابہ کرام کی سنت تھی۔ اسے بدعت کہنا جہالت ہے۔

حنفیہ کی چوتھی دلیل

یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ، خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ

علیہم اجمعین کی قبور مقدسہ پر ان کے جنازہ کی نماز کا نہ پڑھا جانا متوارث ہے اور اگر تکرار صلوٰۃ جنازہ جائز ہوتا تو کوئی مسلمان ان بزرگوں کی قبور پر نماز جنازہ پڑھنے کو ترک نہ کرتا۔ خصوصاً رسول اللہ کے روضہ انور پر۔ کیونکہ آپ آج بھی اپنی قبر میں اسی حالت میں ہیں۔ جس حالت میں آپ کو قبر میں رکھا گیا تھا کہ بلاشبہ انبیاء کے گوشت کو زمین پر حرام کر دیا گیا ہے اور یہ بات حدیث میں بھی آئی ہے۔ پس مسلمانوں کا قبور مقدسہ پر جنازہ پڑھنے کے ترک سے تکرار جنازہ کے عدم جواز پر اجماع ہوا۔ (بدائع الصنائع ج ا ص ۳۱۱)

حنفیہ کی پانچویں دلیل

یہ ہے کہ اگر تکرار نماز جنازہ جائز ہوتا تو دوسری جماعت میں ان لوگوں کا دوبارہ شامل ہونا ناجائز نہ ہوتا جو پہلی جماعت میں شامل ہو چکے تھے۔ اور شافعیہ بھی ہر شخص کے لئے صرف ایک مرتبہ نماز جنازہ پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں تو تکرار جنازہ ناجائز ثابت ہوا۔ (بدائع الصنائع ج اص ۳۱۱)

ولی اعادہ کرسکتا ہے

ہاں اگر کسی اجنبی شخص نے جنازہ پڑھا دیا تو ولی تین شرطوں کی موجودگی میں اعادۂ نماز جنازہ کرسکتا ہے اور وہ شرطیں یہ ہیں۔ (۱) کسی بھی ولی نے جنازہ پڑھانے کی اجازت نہ دی ہو۔ (۲) کوئی بھی ولی جنازہ میں شامل نہ ہوا ہو۔ (۳) قاضی یا بادشاہ یا ان کے نائب یا امام محلہ نے جنازہ نہ پڑھایا ہو چنانچہ امام صدر الشریعۃ فرماتے ہیں۔

ولی کے سوا کسی ایسے شخص نے جنازہ کی نماز پڑھائی جو ولی پر مقدم نہ ہو۔ نہ ولی نے اسے اجازت دی تھی تو اگر ولی نماز میں شریک نہ ہوا تو وہ نماز جنازہ کا اعادہ کرسکتا ہے اور اس صورت میں اگر مردہ دفن ہوگیا ہے تو ولی اس کی قبر پر دوبارہ نماز پڑھ سکتا ہے۔ اور اگر وہ ولی پر مقدم ہے جیسے بادشاہ و قاضی و امام محلہ کہ ولی سے افضل ہو تو اب ولی نماز جنازہ کا

اعادہ نہیں کرسکتا۔ اور اگر ایک ولی نے نماز جنازہ پڑھا دی تو دوسرے اولیاء اعادہ نہیں کر سکتے۔ (بہار شریعت از عالمگیری ج ۴ ص ۱۵۶)

شافعیہ کے نزدیک تکرار جنازہ جائز ہے

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا یہ حنفیہ کے نزدیک تکرار جنازہ کے بارہ میں حکم شرعی ہے۔ امام شافعی کے نزدیک اس کا حکم شرعی یہ ہے کہ جو لوگ پہلے جنازہ میں شریک نہ ہو سکے ہوں وہ دوبارہ نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔ اور وہ اپنے اس قول پر چھ دلیلیں پیش کرتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں ان دلیلوں کو اور حنفیہ کی طرف سے دیئے گئے ان کے جوابات کو بیان کریں تا کہ اس مسئلہ پر زیادہ روشنی پڑ جائے۔ وباللہ التوفیق۔

شافعیہ کی پہلی دلیل

یہ ہے کہ جب حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں ان کے جنازہ کی نماز پڑھی اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حبشہ میں بھی مسلمانوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی ہوگی لہذا تکرار جنازہ ثابت ہوا۔

حنفیہ کا جواب

حدیث نجاشی میں صلوٰۃ کے لفظ میں احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد دعا استغفار ہو نہ کہ نماز جنازہ اور اگر نماز جنازہ ہی مراد ہے تو پھر یہ نبی پاک ﷺ کے خصائص سے ہے۔ عام حکم شرع نہیں۔ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۳۱۲)

شافعیہ کی دوسری دلیل

وہ روایت ہے جس میں مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ایک نئی قبر کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا یہ کس کی قبر ہے؟ کہا گیا۔ یہ فلاں عورت کی قبر ہے۔ فرمایا۔ تم نے مجھے اس کے جنازہ کی اطلاع کیوں نہ دی؟ عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ اس کو رات کے

وقت دفنایا گیا۔ تو آپ کے متعلق سانپ بچھو کا خطرہ سمجھا گیا۔ فرمایا۔ جب کوئی شخص فوت ہو تو مجھے اطلاع دیا کرو۔ کیوں کہ میری نماز اس پر رحمت ہوتی ہے۔ پھر آپ نے اس قبر کو اپنے اور قبلہ کے درمیان کیا اور جنازہ کی نماز پڑھی۔

حنفیہ کا جواب

رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کی قبر پر نماز جنازہ دہرائی کیونکہ آپ کی ظاہری حیات دنیاوی میں مسلمانوں پر نماز جنازہ پڑھانے کی ولایت صرف آپ ہی کو حاصل تھی کیونکہ آپ ولی الاولیاء تھے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم۔ نبی مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہے۔ (پ۲۱۔ ۱۷)

اور ایک روایت میں آپ نے فرمایا۔ میرے سوا تم میں سے کوئی نماز جنازہ نہ پڑھائے جب تک میں تمہارے اندر موجود ہوں۔

پس آپ ظاہری حیات میں کسی دوسرے کے جنازہ پڑھانے سے چونکہ فرضیت ساقط نہ ہوتی تھی۔ اس لئے آپ سقوط فرضیت کے لئے دوبارہ پڑھاتے تھے۔ (بدائع الصنائع ج ا ص ۳۱۱)

اور امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ لکھتے ہیں۔ زمانہ اقدس سید عالم ﷺ میں تمام مسلمین کے ولی احق واقدم خود حضور پُر نور ﷺ ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم۔ (نبی مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہے) اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ انا اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم۔ (میں مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہوں) رواہ احمد والشیخان والنسائی وابن ماجہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ تو جو نماز قبل اطلاع حضور اقدس ﷺ اور لوگ پڑھ لیں پھر اگر حضور پر نور ﷺ اعادہ فرمائیں تو یہ وہی صورت ہے کہ نماز اول غیر ولی احق نے پڑھی۔ ولی احق اختیار اعادہ رکھتا ہے (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۴۳)

شافعیہ کی تیسری دلیل

یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول اللہ کی نماز جنازہ جماعت در جماعت پڑھی اگر تکرار جنازہ جائز نہیں تو یہ تکرار کیوں پایا گیا تھا؟

حنفیہ کا جواب

اولاً یہ ہے کہ صحابہ کرام کا آپ پر گروہ درگروہ نماز جنازہ ادا کرنا آپ کی خصوصیت ہے۔ عام حکم شرعی نہیں۔ ثانیاً حضور علیہ السلام کے حق عظیم کی وجہ سے سب صحابہ پر نماز جنازہ فرض عین تھی۔ اس لئے سب نے گروہ درگروہ ادا کی۔ کہ سب کا بیک وقت ایک ہی جماعت میں نماز ادا کرنا ممکن نہ تھا۔ ثالثاً بیعت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ولی احق تھے۔ چونکہ وہ دیگر امور ضروریہ کے تسویہ میں مصروف رہے۔ اس لئے ان کی ادائیگی نماز سے پہلے صحابہ گروہ درگروہ نماز جنازہ پڑھتے رہے۔ پھر جب صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ پر نماز پڑھی تو پھر کسی دوسرے نے نہ پڑھی۔ (بدائع الصنائع ج۱ ص۳۱۲، حاشیہ طحطاوی علی المراقی ص۳۲۴)

شافعیہ کی چوتھی دلیل

یہ ہے کہ قیاس کا تقاضا ہے کہ تکرار جنازہ جائز ہو کیونکہ نماز جنازہ دراصل دعا و استغفار ہے اور مطلق دعا و استغفار میں اعادہ جائز ہے تو نماز جنازہ میں بھی تکرار جائز ہونا چاہئے۔

حنفیہ کا جواب

اگر چہ مطلق دعا و استغفار میں تکرار جائز ہے لیکن نماز جنازہ میں تکرار غیر مشروع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود شافعیہ کے نزدیک بھی وہ شخص دوسری جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا جو پہلی جماعت میں شامل ہو چکا ہو۔ اگر تکرار جنازہ جائز ہوتا تو پہلی جماعت میں شمولیت

کرنے والوں کے لئے دوسری جماعت میں شمولیت جائز ہوتی۔ (بدائع الصنائع ج اص ۳۱۲)

شافعیہ کی پانچویں دلیل

یہ ہے کہ ہر مسلمان کو میت کی نماز جنازہ میں حق حاصل ہے۔ اگرچہ بعض مسلمانوں کے جنازہ پڑھنے سے فرضیت ساقط ہوگئی۔ مگر نہ پڑھنے والوں کا حق ساقط نہ ہوا اس لئے وہ دوہرا سکتے ہیں۔

حنفیہ کا جواب

نماز جنازہ میں تنفلاً ادائیگی غیر مشروع ہے، لہذا صرف پہلی جماعت ہی میں سب مسلمانوں کا حق ماننا پڑے گا، جب وہ اس میں شریک نہ ہوسکے تو ان کا حق خود بخود ساقط ہوگیا۔ (بدائع الصنائع ج اص ۳۱۲)

شافعیہ کی چھٹی دلیل

یہ ہے کہ اگرچہ پہلی ادائیگی سے فرضیت ساقط ہوگئی مگر وہ لوگ میت کی برکت سے محروم ہوگئے جو پہلی نماز میں شامل نہ ہوئے اس لئے انہیں یہ برکت حاصل کرنے کے لئے جنازہ دوہرانے کی اجازت ہوگی۔

حنفیہ کا جواب

چونکہ تکرار جنازہ تنفل ہے اور اس کا تنفلاً ادا کرنا غیر مشروع ہے۔ اس لئے مذکورہ بالا سعادت کے حصول کے لئے ایک غیر مشروع کام کی اجازت نہ دی جائے گی۔ (بدائع الصنائع للکاشانی حنفی ج اص ۳۱۲)

الحمد للہ! یہاں تک جو کچھ لکھا گیا۔ اس سے حنفی مذہب کی وضاحت اور اس کا مرجح ہونا روز روشن سے زیادہ روشن ہوگیا۔ ہم حنفی لوگوں کے لئے ہرگز ہرگز یہ جائز نہیں کہ

ہم اپنے مذہب مہذب کا خلاف کریں۔ ہمارے علاقہ میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ جب کسی مسلمان میت کی نعش ولایت یا کسی دوسرے ملک سے لائی جاتی ہے تو اس پر دوبارہ نماز جنازہ کی ادائیگی کی جاتی ہے۔اس میں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ اگر پہلی نماز ولیوں کی اجازت یا شمولیت سے ادا کی گئی تھی تو پھر اس پر دوبارہ نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔اور اگر پہلی نماز میں کوئی بھی رشتہ دار شامل نہ ہوا تھا اور نہ ان میں سے کسی سے اجازت لی گئی تھی تو اب دوبارہ نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔مگر پہلی نماز میں جو اشخاص شامل ہو چکے ہیں۔ ان کے لئے دوسری نماز میں شامل ہونا ہرگز جائز نہیں ہے۔ وہ شامل نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واعظم

وھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ النافعۃ تقبلھا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ وانا الفقیر الحقیر احقر عباد اللہ الکریم جل شانہ ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی القریشی الھاشمی غفر اللہ تعالیٰ لہ خادم التدریس بالجامعۃ الحیدریۃ فضل المدارس ببلدۃ سھنسہ من مضافات آزاد کشمیر. (۱۵ ربیع الآخر ۱۴۰۸ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چونتیسواں مقالہ

عرس کی شرعی حیثیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۔

امابعد! عزیزم قاری محمد افراہیم حسن ستہ پانوی سلمہ ربہ کے حسب منشاء یہ رسالہ ''عرس کی شرعی حیثیت'' لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو باعث ہدایت بنائے ۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

عرس کی حقیقت

کسی ولی کے وصال کے دن اس کی قبر کے پاس مسلمانوں کا جمع ہوکر وعظ وتقریر کا جلسہ کرنا ختم قرآن وغیرہ کا ثواب صاحب قبر ولی اللہ کی روح کو پہنچانا اور اس کے حق میں دعائے خیر کرنا عرف عام میں عرس کہلاتا ہے۔ وہابیہ دیوبندیہ عرس کو بدعت وناجائز قرار دیتے ہیں ۔ چنانچہ دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ میں ہے۔

ا۔ سوال

ہر سال اپنے پیر یا استاد کی برسی کرے یعنی جب سال بھر مرے ہوئے ہوجاوے تو ایک دن مقرر کرے، اس روز کا نام عرس شریف رکھے اور اس دن کھانا پکا کر تقسیم کرادے مساکین کو اور ختم کرے آیت قرآنی کا تو اس کا صوفیائے کرام کے یہاں اور ہماری شریعت میں کیا حکم ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟

جواب : کھانا تاریخ معین پر کھلانا کہ پس وپیش نہ ہو بدعت ہے، اگرچہ ثواب پہنچے گا اور طریقہ معینہ عرس کا طریقہ سنت کے خلاف ہے لہذا بدعت ہے اور بلاتعین کردینا درست ہے۔ فقط رشید احمد عفی عنہ۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۲)

اور اسی کتاب کے دوسرے مقام پر یہ فتوی بھی موجود ہے۔

۲۔ سوال

ایسا عرس جس میں سب التزام ہو' تاریخ تعین بھی ہو، اجتماع بھی ہو، پر قوالی راگ، مزامیر سماع ونا جائز مجمع عورتوں کا نہ ہو جائز و درست ہے یا نہیں؟

جواب: عرس کا التزام کرے یا نہ کرے بدعت اور نا درست ہے۔ تعین تاریخ سے قبروں پر اجتماع کرنا گناہ ہے۔ خواہ اور لغویات ہوں یا نہ ہوں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۱)

علمائے اہل سنت کے نزدیک عرس مستحب ہے

وہابیہ دیوبندیہ کے برخلاف علمائے اہل سنت کے نزدیک عرس مستحب ہے چنانچہ مولوی رشید احمد گنگوہی کے پیرومرشد حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی ''مسئلہ عرس وسماع'' کے بارہ میں فرماتے ہیں: ''پس حق یہ ہے کہ زیارت مقابر انفراداً واجتماعاً دونوں طرح جائز اور ایصالِ ثواب قراءت وطعام بھی جائز اور تعین تاریخ مصلحت بھی جائز سب مل کر بھی جائز رہا۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ)

پھر اپنا مشرب بدیں الفاظ لکھتے ہیں مشرب فقیر کا اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیرومرشد کی روح مبارک کو ایصالِ ثواب کرتا ہوں۔ اول قرآن خوانی ہوتی ہے گاہ گاہ اگر وقت میں وسعت ہوئی تو مولود پڑھا جاتا ہے۔ پھر ماحضر کھانا کھلا دیا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔ اور زائد امور فقیر کی عادت نہیں۔ نہ کبھی سماع کا اتفاق ہوا نہ خالی نہ با آلات مگر دل سے اہل حال پر کبھی اعتراض نہیں کیا۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ)

علمائے اہل سنت کے موقف کے دلائل

عرس کے مسئلہ میں علمائے اہل سنت کے مؤقف (جواز واستحباب) کے دلائل عرض کئے جاتے ہیں تاکہ عامۃ المسلمین کو عرس کے جواز واستحباب کے بارہ میں یقین کامل نصیب ہو۔ وباللہ التوفیق

عرس کی وجہ تسمیہ

عرس کو عرس کیوں کہا جاتا ہے اس بارہ میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی لکھتے ہیں لفظ عرس ماخوذ اس حدیث سے ہے نم کنومۃ العروس یعنی بندۂ صالح سے کہا جاتا ہے کہ عروس کی طرح آرام کر کیونکہ موت مقبولان الٰہی کے حق میں وصال محبوب حقیقی ہے اس سے بڑھ کر کونسی عروسی ہوگی۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ)

احادیث سے عرس کا ثبوت

عرس کے ثبوت میں کتب احادیث میں چند حدیثیں مروی ہیں چنانچہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ لکھتے ہیں۔ ابن المنذر اور ابن مردویہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ان رسول اللہ ﷺ کان یاتی احدا کل عام فاذا بلغ الشعب سلم علی قبور الشھداء فقال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار

یعنی حضور سید عالم ﷺ ہر سال احد پہاڑ پر تشریف لاتے تھے پھر جب آپ پہاڑ کے درہ میں پہنچتے تو شہیدوں کی قبروں پر سلام کرتے اور فرماتے تھے سلام ہو تم پر تمہارے صبر کرنے کے سبب سے۔ پس آخرت کا گھر کتنی اچھی جگہ ہے۔

اور امام ابن جریر اپنی تفسیر میں محمد بن ابراہیم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: کان النبی ﷺ یاتی قبور الشھداء علی رأس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار وابوبکر وعمر وعثمان یعنی سرور عالم ﷺ ہر سال کے خاتمہ پر شہداء احد کی قبور کے پاس تشریف لاتے پھر فرماتے سلام ہو تم پر تمہارے صبر کرنے کے سبب سے پس آخرت کا گھر کتنی اچھی جگہ ہے، اور آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اور امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر میں ہے: عن رسول اللہ ﷺ انہ کان یأتی قبور الشھداء رأس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعۃ ھکذا یفعلون یعنی حضور اقدس ﷺ ہر سال شہدائے احد کے مزارات پر تشریف لاتے اور مذکورہ آیت پڑھتے اور حضرات خلفائے اربعہ (حضرت ابوبکر، عمر، عثمان اور علی) رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی اسی طرح کرتے تھے۔ (الحجۃ الفائحہ مؤلفہ اعلیٰ حضرت بریلوی ص ۱۵)

اور امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں، امام بیہقی نے امام واقدی سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: کان النبی ﷺ یزور الشھداء باحد فی کل حول واذا بلغ الشعب رفع صوتہ فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ثم ابوبکر رضی اللہ عنہ کل حول یفعل مثل ذالک ثم عمر ابن الخطاب ثم عثمان رضی اللہ عنھما وکانت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ تأتیھم وتدعوین وکان سعد بن ابی وقاص یسلم علیھم ثم یقبل علی اصحابہ فیقول الاتسلمون علی قوم یردون علیکم السلام. (شرح الصدور ص۸۷)

نبی ﷺ شہدائے احد کی زیارت ہر سال میں کیا کرتے تھے اور جب آپ پہاڑ کے درہ میں پہنچتے تو بلند آواز سے فرماتے تم پر سلام ہو تمہارے صبر کے باعث سو آخرت کا گھر کتنی اچھی جگہ ہے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہر سال اسی طرح کرتے تھے پھر عمر بن خطاب اور عثمان رضی اللہ عنہما بھی ہر سال اسی طرح کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا شہدائے احد کی قبور کے پاس آتی اور دعا مانگتی تھیں۔ اور حضرت سعد بن وقاص شہدائے احد پر سلام کرتے پھر اپنے ساتھیوں کی طرف منہ کر کے فرماتے اس قوم کو سلام کیوں نہیں کرتے جو تمہارے سلام کا جواب دیتی ہے۔

اور امام ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: وفیہ یستحب ان یزور شھداء

جبل احد لما روی ابن ابی شیبة ان النبی ﷺ کان یأتی قبور الشهداء علیٰ رأس کل حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار

اور مستحب ہے کہ زائر احد پہاڑ کے شہداء کی زیارت کرے کیونکہ ابن ابی شیبہ نے نبی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ شہدائے احد کی قبور کے پاس ہر سال کے اختتام پر آتے تھے پھر فرماتے سلام ہو تم پر بسبب صبر کرنے کے پس آخرت کتنی اچھی جگہ ہے۔ (رد المحتار جلد اول ص ۶۶۵)

مزارات اولیاء کو مزارات شہدائے احد پر قیاس کیا گیا ہے

الحمد للہ! ان احادیث متبرکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ علیہ السلام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شہدائے احد کی قبور کے پاس ہر سال کے اختتام پر تشریف لاتے اصحاب قبور پر سلام پیش فرماتے اور ان کے حق میں دعا فرماتے تھے۔

علمائے حق نے مزارات اولیائے کرام و مشائخ عظام کے مزارات کو شہدائے احد کے مزارات پر قیاس کیا ہے تاکہ ہر علاقہ کے لوگ اپنے اپنے علاقوں میں مدفون اولیاء و مشائخ کی قبور پر کم از کم سال میں ایک مرتبہ عرس کی محفل منعقد کر کے رسول اللہ علیہ السلام اور خلفائے راشدین کی سنت ادا کر سکیں۔

روز وفات کی تخصیص کی وجہ

رہی یوم وفات سے عرس کی تقیید و تخصیص تو اس بارہ میں حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی لکھتے ہیں، چونکہ ایصال ثواب بروح اموات مستحسن ہے جن بزرگوں سے فیوض و برکات حاصل ہوئے ہیں ان کا زیادہ حق ہے اور ہر اپنے پیر بھائی سے ملنا موجب ازدیاد محبت و تزائد برکات ہے اور نیز طالبوں کا یہ فائدہ ہے کہ پیر کی تلاش میں مشقت نہیں ہوتی۔ بہت سے مشائخ رونق افروز ہوتے ہیں ان میں جس سے عقیدت ہو اس کی غلامی اختیار کر لے اس لئے مقصود ایجاد رسم عرس یہ تھا کہ سب سلسلے کے لوگ ایک تاریخ میں جمع

ہو جاویں باہم ملاقات ہو جاوے اور صاحب قبر کی روح کو قرآن وطعام کا ثواب بھی پہنچایا جاوے۔ یہ مصلحت تعین یوم میں ہے۔ رہا خاص یوم وفات کو مقرر کرنا تو اس میں اسرار مخفیہ ہیں ان کا اظہار ضروری نہیں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ پھر اگر تم کہو کہ ہمارے ملک میں جو مشائخ کرام کی وفات کے دنوں میں عرس کا رواج ہے کیا اس کی کوئی اصل ہے؟ اگر تمہارے علم میں اس کی کوئی اصل ہے تو بیان کرو تو میں جواب میں کہوں گا کہ میں نے خود یہی سوال اپنے شیخ امام عبدالوہاب متقی مکی قدس سرہ سے کیا تھا تو انہوں نے یہی ارشاد فرمایا تھا کہ ان ذالک من المشائخ وعاداتھم ولھم فی ذالک نیات یہ ہمارے مشائخ کے طریقے اور ان کی عادتیں ہیں اور اس بارہ میں ان کی کچھ نیتیں ہیں، میں نے عرض کیا کہ تمام دنوں کو چھوڑ کر اسی دن کو کیوں خاص کیا جاتا ہے۔ تو فرمایا:

الضیافة مسنونة علی الاطلاق فاقطعوا النظر عن تعین الیوم وله نظائر کمصافحة بعض المشائخ بعد الصلوات وکالاکتحال یوم عاشوراء فانه سنة علی الاطلاق وبدعة من جهة الخصوصیة

ضیافت مطلق سنت ہے لہذا دنوں کی تعیین سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔ شریعت میں اس کی نظیریں موجود ہیں، مثلاً مصافحہ کہ بعض مشائخ بعد نماز کرتے ہیں اور جیسے کہ دسویں محرم کے دن سرمہ ڈالا جاتا ہے حالانکہ مطلقاً سرمہ ڈالنا سنت ہے اور یوم عاشوراء سے اس کی تخصیص کرنا بدعت حسنہ ہے۔

پھر فرمایا۔ **وقد ذکر بعض المتأخرین من مشائخ المغرب ان الیوم الذی وصلوا فیه الی جناب العزة وحظائر القدس یرجی فیه من الخیر والکرامة والبرکة والنورانیة اکثر واوفر من سائر الایام.**

اور مغرب کے بعض مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ جس دن اولیاء ومشائخ کا ان کے رب العزت کی بارگاہ میں وصال ہوا اس دن دوسرے دنوں کی نسبت سے خیر وبرکت اور

کرامت ونورانیت زیادہ اورکامل ہونے کی امید کی جاتی ہے۔

پھر کچھ دیر سر جھکائے رکھنے کے بعد سر اٹھا کر فرمایا: لم یکن فی زمن السلف شیٔ من ذلک وانما ھو من مستحسنات المتأخرین زمانہ ماضی میں تو یہ کچھ نہ تھا یہ تو متأخرین کے مستحسنات (اچھے کاموں) سے ہے۔ (ماثبت من السنة ص ۲۲۴)

عرس کے معمولات

کسی ولی اللہ یا شیخ طریقت کے عرس میں عموماً جو باتیں پائی جاتی ہیں وہ یہ ہیں:
(۱) صاحب عرس کی قبر پر حاضری وزیارت (۲) صاحب قبر کو سلام کرنا (۳) صاحب عرس کی قبر کے پاس تلاوت قرآن مجید وفاتحہ خوانی۔ (۴) ہاتھ اٹھا کر دعائے ایصالِ ثواب مانگنا اور ان بزرگوں اور ان کے لواحقین ومتوسلین کو ثواب پہنچانا (۵) قبر کو ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا (۶) قبر پر نئی چادریں ڈالنا۔ (۷) سجادہ نشین صاحب سے ملاقات (۸) حسب توفیق تحفہ نذر ونیاز پیش کرنا (۹) سجادہ نشین صاحب سے دعا منگوانا (۱۰) عرس کی محفل میں حاضری۔ (۱۱) محفل عرس میں قرآن خوانی نعت خوانی اور تقاریر کا پایا جانا۔ (۱۲) بعد مجلس شریف لنگر شریف کا کھانا اور قبر پر الوداعی سلام عرض کرنا۔

یہ امور عرس شریف میں پائے جاتے ہیں صاحب علم ودانش ان سب امور کو جائز ہی سمجھے گا ہاں منکرین کی کج فہمی اور قلبی بیماری کا کوئی علاج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عرس میں غیر شرعی باتوں سے اجتناب لازم ہے

بعض مقامات پر عرس کے موقع میں بعض غیر شرعی باتیں بھی دیکھنے میں آتی ہیں جیسے ڈھول باجے رقص اور ڈانس شور شرابا، عریانی وبے پردگی اور اختلاط مرد وزن ان باتوں کا عرس سے کوئی تعلق نہیں۔ نہ ان باتوں کی وجہ سے عرس ہی کا انکار درست ہے۔ ان غیر شرعی باتوں کا ارتکاب کرنے والے لوگ خود بھی گناہگار ہوتے ہیں اور عوام کو بھی اس میں شرکت کی دعوت دیتے ہیں اور عوام کا گناہ بھی اپنے سر لیتے ہیں۔ یہ ناعاقبت اندیش لوگ

اہل سنت کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں اس لئے سجادہ نشین حضرات اور عرس کے دیگر منتظمین کوان باتوں پر کڑی نظر رکھنی چاہئے اور عرس کی محفل کا تقدس پامال کرنے والے لوگوں کا سختی سے محاسبہ کرنا چاہئے۔ وما علینا الا البلاغ

ایک اعتراض کا جواب

منکرین عرس حدیث شریف لا تتخذوا قبری عیداً (میری قبر کو عید نہ بناؤ) سے دلیل پکڑتے ہیں کہ قبر پر لوگوں کا اجتماع کرنا اور عرس منانا ناجائز ہے۔ اس کے جواب میں مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں، عید کے دن خوشیاں منائی جاتی ہیں مکانات کی زینت وآراستگی کی جاتی ہے، کھیل کود بھی ہوتے ہیں اس حدیث میں یہی مراد ہیں یعنی ہماری قبر انور پر حاضری ہو تو باادب آؤ۔ یہاں آ کر شور نہ مچاؤ اور کھیل کود نہ کرو۔ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کتاب فیصلہ ہفت مسئلہ میں بحث عرس میں فرماتے ہیں۔ رہ گیا شبہ حدیث لاتتخذوا قبری عیدا کا۔ سواس کے صحیح معنی یہ ہیں کہ قبر پر میلہ لگانا اور خوشیاں کرنا اور زینت اور آراستگی اور دھوم دھام کا اہتمام کرنا۔ یہ (سب باتیں) ممنوع ہیں کیونکہ زیارت مقابر واسطے عبرت اور تذکرۂ آخرت کے ہے نہ غفلت اور زینت کے لئے اور یہ معنی نہیں کہ کسی قبر پر جمع ہونا منع ہے ورنہ مدینہ منورہ کا جانا واسطے زیارت روضہ اقدس کے بھی منع ہوتا۔ وہذا باطل۔

پس حق یہ ہے کہ زیارت مقابر انفراداً واجتماعاً دونوں طرح جائز ہے یا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہماری قبر پر جلد آیا کرو مثل عید کے سال بھر کے بعد ہی نہ آیا کرو۔ (جاء الحق ص ۳۲۵)

الحمد للہ! یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے عرس کی شرعی حیثیت یعنی جواز واستحباب خوب واضح ہو گیا ہے مسلمان بزرگان دین کے عرسوں پر بالعموم اور اپنے پیر ومرشد کے عرس پر بالخصوص حاضری دے کر فیوض وبرکات اور دینی فوائد سے مالا مال ہوا

کریں۔ عرس کی حاضری اپنے پیر خانے سے تعلق اور اپنے پیر و مرشد سے میل جول کا بہترین ذریعہ ہے۔ عرس کی تقاریب عقائد و نظریات کی اصلاح کا موجب ہونے کے ساتھ ساتھ عملی اقدار کے تحرک کا بھی سبب ہوتی ہیں۔ اس موقع پر سلسلہ کے بزرگان دین کی خصوصی نظر ہوتی ہے۔ اس وجہ سے رحمات الٰہی کا نزول یقینی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بزرگان کے عرس کی برکتیں سمیٹنے کی سعادت نصیب رکھے۔

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

(۲۳ ذوالحجہ ۱۴۲۳ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پینتیسواں مقالہ

قبرستان کو مسجد بنانے کا مسئلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۔ اما بعد!

دورِ حاضر میں مقابر المسلمین کی حالت ہر جگہ نہایت درجہ ناگفتہ بہ دیکھی جاتی ہے۔ نئے قبرستانوں کی دیکھ بھال کا کام تو کسی حد تک ہو رہا ہے کیونکہ تازہ جدا ہونے والے عزیز واقارب کی یاد کا فطرتی تقاضا ہوتا ہے کہ ان کی قبور وآثار کو باقی رکھا جائے۔ اسی قسم کے لوگوں کی قبور کو پختہ بنانے اور ان کی قبور کے سرہانے ان کے نام اور تاریخ وفات کی تختی آویزاں کرنے کا رواج پایا جاتا ہے۔ مسلمانوں کا یہ عمل دورِ حاضر کے حالات کے پیش نظر نہ صرف جائز بلکہ محبوب و مستحسن ہے۔ ہمارے فقہاء حنفیہ قبور کو باہر سے پختہ بنانے اور ان کے سرہانے اہل قبور کے نام اور تاریخ وفات کی تختی آویزاں کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ امام صدر الشریعۃ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں قبر کے اس حصے میں کہ میت کے جسم کے قریب ہے پکی اینٹ لگانا مکروہ ہے کہ اینٹ آگ سے پکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو آگ کے اثر سے بچائے۔ (بہار شریعت حصہ ۴ ص ۱۶۱) (عالمگیری وغیرہ)

اور یہی بزرگ لکھتے ہیں علماء وسادات کی قبور پر قبہ وغیرہ بنانے میں حرج نہیں اور قبر کو پختہ نہ کیا جائے۔ (درمختار، ردالمحتار) یعنی اندر سے پختہ نہ کی جائے اور اگر اندر خام (کچی) ہو اور اوپر سے پختہ تو حرج نہیں۔ (عالمگیری) اور اگر ضرورت ہو تو قبر پر نشان کے لئے کچھ لکھ سکتے ہیں۔ مگر ایسی جگہ نہ لکھیں کہ بے ادبی ہو۔ (بہار شریعت حصہ چہارم ۱۶۲)

جہاں تک پرانے مقابر اور پرانی قبور کا تعلق ہے تو ان کی عزت، حرمت اور ادب واحترام کی طرف مسلمانوں کا رجحان تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔ پرانے قبرستانوں کی قبور نہایت ہی خستہ حالی کی حالت سے دوچار ہوتی ہیں۔ چونکہ پہلے زمانوں میں قبور کو پختہ بنانے کا رواج نہ تھا، اس لئے مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ وہ قبور بے نشان ہوتی چلی گئی

ہیں۔حتی کہ بعض قبرستانوں میں کسی ایک قبر کے بھی نشانات باقی نہیں رہے ہیں۔ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں ناواقف لوگوں کو کیسے علم ہو کہ یہاں قبرستان ہے اور اہل قبور کی ایک جماعت ہماری دعا و فاتحہ خوانی کی منتظر ہے۔ایسے ہی قبرستانوں پر لوگ مال مویشی کھلے بندوں چراتے نظر آتے ہیں۔جس کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ قبور کی بے ادبی ہوتی ہے بلکہ قبرستان کی فضاء گوبر، مینگنیوں اور پیشاب کی کثرت کی وجہ سے سخت مکدر اور نجس بھی ہو جاتی ہے۔حالانکہ یہ شرعاً ناجائز ہے۔اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قبرستان میں جو گھاس اگتی ہے۔جب تک سبز ہے اسے کاٹنے کی اجازت نہیں۔جب سوکھ جائے تو کاٹ کر جانوروں کے لئے بھیج سکتے ہیں۔مگر جانوروں کا قبرستان میں چرانا کسی طرح جائز نہیں۔مطلقاً حرام ہے۔قبروں کی بے ادبی ہے۔مذہب اسلام کی توہین ہے۔کھلی مذہبی دست اندازی ہے۔ردالمحتار میں بحرالرائق اور دررالحکام اور غنیۃ اور امداد الفتاح اور فتاویٰ قاضی خان سے ہے۔یکرہ قطع النبات الرطب من المقبرۃ دون الیابس۔(قبرستان کا سبز گھاس کاٹنا مکروہ ہے اور خشک گھاس کاٹنا مکروہ نہیں) اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔لوکان فیھا حشیش تحش و یرسل الی الدوآب ولا ترسل الدوآب فیھا کذافی البحرالرائق۔(بحرالرائق میں ہے کہ اگر قبرستان میں خشک گھاس ہو تو اسے کاٹیں اور مویشیوں کی طرف بھیج دیں۔اور مویشیوں کو اس خشک گھاس کی طرف نہ بھیجیں)۔
(فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص۴۹۲)

مزید برآں خوف خدا سے عاری لوگ پرانے قبرستانوں میں اپنے رہائشی مکانات بنا کر بسنے لگتے ہیں۔یا اسے کھیتوں میں تبدیل کر کے وہاں کھیتی باڑی شروع کر دیتے ہیں۔یہ بھی شرعاً حرام ہے۔امام صدرالشریعۃ لکھتے ہیں۔

مسلمانوں کا قبرستان ہے۔جس میں قبر کے نشان بھی مٹ چکے ہیں۔ہڈیوں کا بھی پتہ نہیں۔جب بھی اس کو کھیت بنانا یا اس میں مکان بنانا ناجائز ہے اور اب بھی وہ قبرستان ہے۔قبرستان کے تمام آداب بجالائے جائیں۔(عالمگیری)۔(بہار شریعت ج ۱۰ ص ۸۷)

جو پرانے قبرستان اس حال میں ہوتے ہیں کہ ان میں قبور کے نشانات موجود اور باقی ہیں ان میں بھی بے ادبی کی یہ صورت پائی جاتی ہے کہ قبروں کے اوپر جگہ جگہ راستے بنے ہوتے ہیں اور خوف خدا سے خالی لوگ جوتے پہنے بے محابہ قبروں پر قدم رکھ کر چلتے پھرتے ہیں۔ ایسا کرنا بھی سخت حرام ہے۔ امام صدرالشریعۃ لکھتے ہیں۔ قبر پر بیٹھنا سونا، چلنا، پاخانہ پیشاب کرنا حرام ہے۔ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا اس سے گزرنا ناجائز ہے۔ خواہ نیا ہونا اسے معلوم ہو یا اس کا گمان ہو۔ (عالمگیری) اور اپنے کسی رشتہ دار کی قبر تک جانا چاہتا ہے مگر قبروں میں گزرنا پڑے گا تو وہاں تک جانا منع ہے۔ دور ہی سے فاتحہ پڑھ دے۔ قبرستان میں جوتیاں پہن کر نہ جائے ایک شخص کو حضور اقدس ﷺ نے جوتے پہنے دیکھا۔ فرمایا جوتے اتار دے۔ نہ قبر والے کو تو ایذا دے اور نہ وہ تجھے ایذا دے۔ (بہار شریعت جلد چہارم ص ۱۶۴)

قبور المسلمین کی مذکورہ بالا بے حرمتی کی صورت یقیناً اہل قبور کی روحوں کی ناراضگی کا ذریعہ بنتی ہے اور اموات المسلمین کی ناراضگی کا وبال بے ادبی کا ارتکاب کرنے والوں پر لامحالہ پڑتا ہے۔ جیسا کہ مذکور بالا حدیث سے معلوم ہوا اور اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی لکھتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے (ایک شخص کو قبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو) فرمایا۔ انزل من ہذا القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک۔ (اس قبر سے اتر۔ نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے اور نہ وہ تجھے ایذا دے)۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۴۹۱)

اور مولانا محمد عمر الدین فاضل ہزارہ اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں۔ نامناسب افعال کرنے سے اموات المسلمین کو ایذا ہوتی ہے۔ اور بعض عامہ مؤمنین اور بقیہ اموات کے ابدان گو سلامت نہ رہتے ہوں۔ تاہم ان کی قبور پر بیٹھنے بلکہ ان پر تکیہ لگانے اور قبرستان میں جوتوں کی آواز کرنے سے ان کو ایذا ہوتی ہے۔ احادیث صحیحہ سے یہ امر ثابت لاریب ہے۔

حاکم وطبرانی عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور اقدس ﷺ نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا۔ فرمایا۔ یا صاحب القبر انزل من القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک۔ قبر والے قبر سے اتر آ...... نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے...... نہ وہ تجھے ایذا دے۔

سعید بن منصور اپنی سنن میں راوی کہ کسی نے حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا۔ فرمایا۔ کما اکرہ اذی المؤمن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ. مجھ کو جس طرح زندہ مسلمان کو ایذا ناپسند ہے یونہی مردہ کی ایذا بھی ناپسند ہے۔

امام احمد علیہ الرحمۃ بسند حسن انہی حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ سے راوی سید دو عالم ﷺ نے مجھے ایک قبر پر تکیہ لگائے دیکھا۔ فرمایا۔ لاتؤذ صاحب ہذا القبر۔ اس قبر والے کو ایذا نہ دے۔ لاتؤذہ۔ اسے تکلیف نہ پہنچا۔

اس ایذا کا تجربہ بھی تابعین عظام اور دوسرے علماء کرام نے جو صاحب بصیرت تھے کر لیا ہے۔ چنانچہ ابن ابی الدنیا ابو قلابہ بصری سے راوی کہ میں ملک شام سے بصرہ کو جاتا تھا۔ رات کو خندق میں اترا وضو کیا۔ دو رکعت نماز پڑھی پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا۔ جب جاگا تو صاحب قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا ہے اور کہتا ہے۔ لقد آذیتنی ہذ اللیلۃ۔ اے شخص تو نے مجھے رات بھر ایذا دی ہے۔ اور امام بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی الدنیا حضرت ابو عثمان نہدی سے۔ وہ ابن مینا تابعی سے راوی کہ میں مقبرہ میں گیا۔ دو رکعت پڑھ کر لیٹ گیا۔ خدا کی قسم۔ میں خوب جاگ رہا تھا۔ سنا کہ کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے۔ قم فقد آذیتنی. اٹھ کہ تو نے مجھ کو اذیت دی۔

حافظ ابن مندہ قاسم بن مخیمرہ سے راوی کہ اگر میں تپائی بھال پر پاؤں رکھوں کہ میرے قدم سے پار ہو جائے تو یہ مجھ کو زیادہ پسند ہے۔ اس سے کہ کسی قبر پر پاؤں رکھوں پھر فرمایا ایک شخص نے قبر پر پاؤں رکھا۔ جاگتے میں سنا۔ الیک عنی یا رجل ولا تؤذنی۔ اے

شخص الگ ہٹ۔ مجھے ایذا نہ دے۔ اور علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں۔
اخبرنی شیخی العلامة محمد بن احمدالحموی الحنفی رحمة الله تعالیٰ بانهم یتاذون بخفق النعال ۔ مجھ کو میرے استاد علامہ محمد بن احمد حموی حنفی نے خبر دی ہے کہ جوتے کی پچپل (کھڑ کھڑاہٹ) سے مردے کو ایذا ہوتی ہے۔ اسی واسطے ہمارے فقہاء کرام احناف رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قبر پر رہنے کا مکان بنانا یا قبر پر بیٹھنا یا سونا یا اس پر یا اس کے نزدیک بول و براز کرنا۔ یہ سب امور اشد مکروہ قریب بحرام ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ ویکره ان یبنی علی القبر اویقعد الخ ۔ علامہ شامی اس کی دلیل میں حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں۔ لان المیت یتاذی بما یتاذی به الحی ۔ یعنی اس لئے کہ جس کام سے زندہ کو اذیت ہوتی ہے۔ اس سے مردے بھی ایذا پاتے ہیں۔ بلکہ دیلمی نے ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کلیہ کی تصریح روایت کی کہ سرور عالم ﷺ نے فرمایا۔ المیت یؤذیه فی قبره ما یؤذیه فی بیته ۔ میت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی ہے۔ قبر میں بھی اس سے اذیت پاتا ہے۔

ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی اذی المؤمن فی موته کاذاه فی حیاته ۔ مسلمان کو بعد موت ایذا دینی ایسی ہی ہے جیسے زندگی میں اسے تکلیف پہنچائی۔

اور اظہر من الشمس ہے کہ قبور کو کھود کر ان پر رہنے کا مکان بنانا تو اس میں یہ سب امور موجود ہیں۔ جس سے یقیناً اہل قبور کی توہین ہوتی ہے اور ان کو ایذا دینا ہے، جو ہرگز ہرگز ہمارے حنفی مذہب میں جائز نہیں ہے۔

اور مؤید ہے اس کی وہ عبارت جو علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ نے حدیقہ ندیہ میں لکھی ہے۔ معناه ان الارواح تعلم بذلک اقامة الحرمة والاستهانة فتاذی بذالک۔ یعنی قبر پر تکیہ لگانے سے جو اہل قبور کو ایذا ہوتی ہے، اس کے یہ معنی ہیں کہ روحیں جان لیتی ہیں کہ اس نے ہماری تعظیم میں قصور کیا۔ لہذا ایذا پاتی ہیں۔ جب قبر پر تکیہ

لگانے سے اہل قبور کی اہانت اور ان کی توہین اور ان کی ترک تعظیم ہے تو اس پر کھیتی کرنے سے اور اس پر مکان بنانے سے تو بطریق اولیٰ ان کی توہین ہوگی۔ اھ۔ (اہلاک الوہابیین مؤلفہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ ص ۹)

(نوٹ) اس فتویٰ کی تائید خود اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنی اسی کتاب میں فرمائی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قبور المسلمین کی بے حرمتی کی مندرجہ بالا چند صورتوں کے علاوہ آج کل ایک اور صورت بھی معرض وجود میں آچکی ہے اور وہ یہ کہ مسجد میں ملحقہ وقفی قبرستانوں میں ستون کھڑے کر کے ان پر چھت ڈال دیا جاتا ہے اور پھر اس چھت پر مسجد کے طہارت خانے استنجاہ گاہیں اور وضو کی جگہیں بنادی جاتی ہیں۔ یہ صورت بھی از روئے شرع شریف ناجائز ہے۔ اعلیٰ حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز۔ کے فتاویٰ مبارکہ میں ہے۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قبرستان کہ جس میں بہت سی قبریں مؤمنین ومؤمنات کی ہوں۔ مسقف کر کے کہ سب قبریں چھت کے نیچے رہیں۔ اس چھت پر چلنا پھرنا اور بیٹھنا اٹھنا اور دوسرے حوائج انسانی ادا کرنا عندالشرع جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر وہ قبرستان وقف ہے جیسے کہ عام مقابر ہوتے ہیں تو زمین وقف میں اس کے خلاف تصرف کی اجازت نہیں ہوسکتی۔ **فی الھندیہ لایجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ** ۔ (فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ وقف کو اس کی اپنی ہیئت سے تبدیل کردینا جائز نہیں) اور اگر ملک غیر ہے تو اس میں بے اجازت مالک تصرف ناجائز ہے۔ **قال ﷺ لیس لعرق ظالم حق** ۔ اور اگر اس کی اپنی ملک ہے تو اس طرح مسقف کرنا کہ دیوار یا پایہ عین کسی قبر پر نصب ہو ناجائز ہے کہ اس میں میت کی ایذا ہے۔ **کما نطقت بہ احادیث اوردناھا فی الآمر باحترام المقابر** ۔ اور مسلمان کی ایذا حیا ہو یا میتاً ہر طرح حرام ہے۔ **قال ﷺ انزل من ھذا القبر لاتؤذی صاحب**

القبر ولا یؤذیک۔ (اس قبر سے اتر۔ نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے اور نہ وہ تجھے ایذا دے) اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ انی اکرہ اذی المسلم فی مماتہ کما اکرہ اذاہ فی حیاتہ۔ میں میت کو ایذا دینا اسی طرح ناپسند کرتا ہوں جیسے زندہ کو ایذا دینا) مگر اس صورت میں کہ قبور بے اجازت کے غصباً بنی ہوں تو اسے اختیار ہے کہ زمین خالی کرے یا صبر کرے یہاں تک کہ میت بالکل خاک ہو جائے اور اس کے لئے بہت زمانہ دراز درکار ہے۔ اس وقت ان قبور پر عمارت بنا سکتا ہے۔ کما فی الدر جاز زرعہ والبناء علیہ وقد حققناہ فی اھلاک الوھابیین علی توھین قبور المسلمین۔ اور اگر زمین اس کی ملک ہے اور قبور کے باہر باہر دیوازیں یا ستون قائم کر کے مسقف کرتا ہے تو جائز ہے اور اس چھت پر چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا وغیرہا افعال کی بھی اجازت ہے کہ یہ سقف مکان ہے سقف قبر نہیں۔ کما نصوا بجواز الصعود علی سطح بیت فیہ مصحف کما فی الدر وغیرہ. واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم ص ۴۹۱)

بعض جگہوں میں تو یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ وقفی قبرستان کی قبور پر تین فٹ اونچائی میں چھت ڈال کر اس چھت پر مسجد کا حجرہ وغیرہ بنا دیا گیا ہے اس صورت میں قبور زاہرین کو نظر ہی نہیں آتیں تا کہ وہ اموات پر سلام پیش کریں اور ان کے لئے دعا فاتحہ پڑھیں۔ والی اللہ المشتکیٰ. ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

وقفی قبرستانوں کی قبور کو شامل مسجد کرنے کا شوق آج کل اس حد تک دیکھا جاتا ہے کہ جن مسلمانوں کی قبریں داخل مسجد کر دی جائیں انہیں خوش نصیب سمجھا جاتا ہے اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان پر مسجد کی وجہ سے ہر وقت رحمت خداوندی کا نزول ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت دے تا کہ وہ جائز و ناجائز میں امتیاز کر سکیں۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

اور ایک ساتھی سے یہ بھی سنا ہے کہ ایک جگہ کے پورے قبرستان پر چھت ڈال کر

اسے عید گاہ بنا دیا گیا ہے۔ بدیں حالات ہمارے دیہات موضع بھیائی تحصیل سہنسہ کے ایک شخص نے بھی اس دیہات کی مسجد سے ملحقہ پرانی قبور کو شامل مسجد کر کے مسجد کو کشادہ کرنے کا مسئلہ پوچھا تو اس سوال کا جواب علمائے حق سے حاصل کیا گیا، جو افادۂ عامۃ المسلمین کے لئے یہاں درج کیا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ ہمارے دیہات موضع بھیائی کی مسجد کی شمالی جانب متصل چند پرانی بے نشان قبریں موجود ہیں۔ مسجد ہذا الملحقہ بستی کی ضرورت کے لئے کافی ہے لیکن بعض احباب کا خیال ہے کہ پرانی مسجد کو شہید کر کے نئے انداز میں زیادہ کشادگی کے ساتھ تعمیر کیا جائے مسجد کی جنوبی جانب مسجد کا راستہ اور راستے سے آگے بستی کے مکانات ہیں۔ اس صورت حال کی وجہ سے شمالی جانب کی قبروں ہی کو شامل مسجد کرنے کے بارہ میں غور وفکر جاری ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا قبروں کی جگہ کو شامل مسجد کر لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو اس کی صورت کیا ہوگی؟ معتبر کتب فقہ حنفی کے حوالہ جات سے جواب باصواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔ بینوا توجروا۔

نائب مفتی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے اس استفتاء کا جواب ان لفظوں میں لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب: مسؤلہ صورت میں قبرستان کی جگہ کو مسجد میں شامل کرنا حرام ہے کہ مسلمانوں کا قبرستان وقف ہوتا ہے اور جو جگہ جس مقصد کے لئے وقف ہوئی اس میں کسی قسم کی تبدیلی جائز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ **لایجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ** ۔یعنی وقف کو اس کی حالت سے بدلنا جائز نہیں۔ فتح القدیر میں ہے۔ **الواجب ابقاء الوقف علی ماکان علیہ** یعنی وقف کو اس کی اصلی حالت پر باقی رکھنا واجب ہے اور پرانی مسجد کی حالت اچھی ہے اور کشادگی کی بھی ضرورت نہیں تو بلا ضرورت پرانی مسجد کو شہید کرنا اسراف اور منع ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب** ۔ دستخط مفتی صاحب۔ مع مہر دارالافتاء مورخہ ۳ جون ۲۰۰۳ء۔

اور مولانا عبدالعزیز حنفی مفتی دارالعلوم امجدیہ کراچی نے ان لفظوں میں جواب لکھا۔ اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ صورت مسؤلہ میں جیسا کہ سوال میں اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ دیہات کی مسجد اہل محلہ کی ضرورت کے لئے کافی ہے تو اگر واقعی ایسا ہی ہے تو چند افراد کے خیال کے مطابق مسجد سے متصل پرانی قبروں کو شامل مسجد نہ کیا جائے البتہ اگر کبھی واقعۃً مسجد کی توسیع ناگزیر ہو تو اس میں یہ غور کیا جائے گا کہ وہ قبرستان وقفی تو نہیں۔ اگر وقفی قبرستان ہو تو اسے توسیع مسجد کی غرض سے مسجد میں شامل کرنا جائز نہیں۔ لیکن اگر معلوم ہو جائے کہ وہ قبرستان وقفی نہیں بلکہ کسی کی شخصی ملکیت ہے تو اس کی اجازت ہے۔ اس طرح توسیع عمل میں لائی جاسکتی ہے کہ کوئی ستون قبر کے اوپر نہ بنایا جائے بلکہ قبروں کے درمیان خالی جگہ میں ستون بنائے جائیں اور چھت قبروں سے جدا ہوں اگر چہ ایک فٹ یا آدھ فٹ ہو اس چھت پر نماز پڑھنا جائز ہوگا۔ عبدالعزیز حنفی غفرلہ ۱۰ ربیع الغوث ۱۴۲۴ھ بمطابق ۱۱ جون ۲۰۰۳ء مہر دارالافتاء۔

اعلیٰ حضرت کا فتویٰ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک سطح وقف زمین جو کہ قبرستان کے نام سے مشہور ہے جس کی ایک طرف چند پرانی قبریں پائی جاتی ہیں اور باقی ایک تہائی حصہ میدان پڑا ہوا ہے اور وہاں کے عمر رسیدہ قریب اسی سے سو برس کے بزرگوں سے تحقیق کرنے پر وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کے ہوش سے ہم لوگوں کے جاننے میں اس سطح زمین میں کوئی میت دفن نہیں ہوا ہے۔ اس پر چند مسلمانان عالی ہمت نے اس تہائی خالی سطح زمین پر مدرسہ و کتب خانہ بنانے کے لئے حاکم وقت سے درخواست کی۔ تحقیق کرنے کے بعد کہ وہاں کوئی قبر نہیں ہے حاکم نے اجازت دے دی۔ ان حضرات نے مدرسہ و کتب خانہ بنانے کے لئے تمام سامان فراہم کیا ہے۔ اس صورت میں ایسے مقام پر مدرسہ و کتب خانہ بنانا درست ہے یا نہیں؟ اور مدرسہ کی بنیاد کھودتے وقت اگر احیاناً وہاں

مردہ کی بوسیدہ ہڈی نکلے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: وقف کی بتدیل جائز نہیں۔ جو چیز جس مقصد کے لئے وقف ہے اسے بدل کر دوسرے مقصد کے لئے کر دینا روا نہیں۔ جس طرح مسجد یا مدرسہ کو قبرستان نہیں کر سکتے۔ یونہی قبرستان کو مسجد یا مدرسہ یا کتب خانہ کر دینا حلال نہیں۔ سراج وہاج پھر فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔ لا یجوز تغییر الوقف عن ہیئتہ ولا یجعل الدار بستانا والخان حماما ولا الرباط دکانا الا اذا جعل الواقف الی الناظر ما یری فیہ مصلحۃ الواقف اھ قلت فاذا لم یجز تبدیل الہیئۃ فکیف بتغییر اصل المقصود۔

(ترجمہ) وقف کو اس کی ہیئت سے تبدیل کرنا جائز نہیں۔ اور نہ ہی گھر کو باغ اور نہ ہی مسافر خانہ کو غسل خانہ اور نہ ہی مجاہد کیمپ کو دکان کر دیا جائے گا ہاں اگر واقف نے ناظر کو ایسی تبدیلی کا اختیار دے دیا ہو جو واقف کے حق میں مصلحت ہو تو یہ تبدیلی جائز ہوگی۔ پھر اعلیٰ حضرت اپنی طرف سے فرماتے ہیں کہ جب وقف کی ہیئت تبدیل کرنا جائز نہیں تو پھر اس کا اصل مقصود تبدیل کرنا کیسا ہوگا؟)

اور اس پارۂ قبرستان میں سو برس سے کوئی قبر نہ ہونا اسے قبرستان ہونے سے خارج نہیں کر سکتا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول مفتی بہ پر تو واقف کے صرف اتنے کہنے سے کہ میں نے یہ زمین دفن مسلمانان کے لئے وقف کی یا اس زمین کو مقبرۂ مسلمین کر دیا وہ تمام زمین قبرستان ہو جاتی ہے۔ اگرچہ ہنوز ایک مردہ بھی دفن نہ ہوا ہو اور امام محمد کے قول پر ایک شخص کے دفن سے ساری زمین قبرستان ہو جاتی ہے۔ پس صورت مستفسرہ میں وہاں مدرسہ و کتب خانہ بنانا ہی جائز نہیں۔ اگرچہ مردہ کی ہڈی نہ نکلے اور نکلنے کی حالت میں ممانعت اور اشد ہو جائے گی کہ قبر مسلم کی بے حرمتی ہوئی۔ کما بیناہ فی الامر باحترام المقابر واللہ تعالیٰ اعلم۔ (اہلاک الوہابیین ۳۲)

الحمدللہ! یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے۔ اس سے روز روشن کی طرح ظاہر ہوا کہ مسجد میں قبرستان کی جگہ کا داخل کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ اگرچہ اس میں کسی ایک

مسلمان کی بھی قبر نہ ہو۔ چہ جائے کہ ایسی جگہ کو داخل مسجد کر دیا جائے جس میں قبریں ہوں، اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے اور حق ماننے اور اس پر عمل کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

وھذا آخر ما اردنا ایراده فی ھذه المقالة المختصرة المفیدة المتبرکة تقبلھا الله تعالیٰ بمنه العظیم ورسوله الکریم ﷺ وانا الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری غفر الله له المدرس بالجامعة الحیدریة فضل المدرس بهیائی من مضافات سهنسه آزاد کشمیر۔

(۱۴ جمادی الاولیٰ ص ۱۴۲۴ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چھتیسواں مقالہ

گنبد خضراء کی شرعی حیثیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خاتم النبیین وآلہ واصحابہ اجمعین ۔ اما بعد!

ہفت روزہ افق کراچی کی ۴ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ کی اشاعت میں اس صدمہ خیز بات کا انکشاف کیا گیا کہ سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض کے جریدہ یعنی اخبار الدعوت نے اپنی ۹ شعبان کی اشاعت میں یہ خبر شائع کی ہے۔ کہ سعد الحرمین نامی ایک شخص نے اپنے ایک مضمون میں جو اس نے خصوصی طور پر مسجد نبوی کی تعمیر وتوسیع کے بارے میں لکھا ہے۔ یہ تجویز پیش کی ہے کہ قبہ مبارکہ یعنی گنبد خضراء کو ڈھادیا جائے یا چھپا دیا جائے اور اس پر جو نقوش ہیں۔ وہ ختم کر دئے جائیں جریدہ کے مطابق یہ اقدام نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق ہوگا جن کی یہ قبر اور حجرات ہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ نے قبروں کو برابر کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اس کے پختہ بنانے اور اس پر تعمیر سے منع کیا ہے۔ جریدہ نے سورہ جن کی ایک آیت کے حوالے سے لکھا ہے۔ کہ حضور اکرم ﷺ اور آپ کے دونوں صحابیوں کی قبریں مسجد میں داخل کرنا سب سے بڑی اور پرانی بدعت اور فتنہ ہیں۔ کیونکہ اسطرح اس جگہ کو مسجد کے حکم سے علیحدہ کر دیا گیا۔ اھ ملتقطا

اس افسوسناک خبر کے پڑھنے سے حضور ﷺ کے ہر عاشق صادق کے ذہن میں بے ساختہ طور پر یہ سوالات امنڈ آتے ہیں۔ کہ آیا گنبد خضری کا شرعا وہی مقام ہے۔ جو اس مضمون نگار نے ذکر کیا؟ آیا اس پر تعمیر وتزئین وبناء کا کام ارشادات نبوی ﷺ کے متخالف ہے؟ تعمیرات روضہ متبرکہ کی ابتداء کرنے والے کون ہیں۔ جن پر اس مضمون نگار نے سب سے بڑے پرانے بدعتی اور فتنہ پرداز ہونے کا حکم لگایا ہے؟ اور آیا گنبد خضری کو ڈھانا یا چھپانا اور اس پر جو نقوش ہیں۔ ان کو ختم کر دینا شرعا جائز ہے۔ ان چند سوالوں کے حل کرنے اور گنبد خضراء کا شرعی مقام واضح کرنے کے لئے ہم نے یہ رسالہ الدرر البیضاء من قبۃ الخضراء یعنی گنبد خضراء کی شرعی حیثیت لکھا ہے۔ اللہ تعالی ہماری اس سعی ء وینیہ کو اپنی بارگاہ میں شرف مقبولیت بخشے۔ آمین۔ بجاہ طہ ویسین ﷺ۔

حضرت مولانا ابوالخیر مظفر احمد برکاتی مفتی جامعہ مظفریہ بدایوں تحریر فرماتے ہیں۔

حق کے حامیو! مختار مسلک اور مفتی بہ قول یہ ہے۔ کہ مشائخ علماء صلحا وسادات کی قبروں کے گرد قبہ اور گنبد بنانا جائز ودرست ہے۔ رب تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے۔ فقالوا ابنوا علیھم بنیانا (پ ۱۵ ع ۱۵) تو بولے ان کے غار (یعنی اصحاب کہف کے غار) پر کوئی عمارت بناؤ تفسیر روح البیان میں اس آیت میں بنیانا کی تفسیر میں فرمایا دیوارے کہ از چشم مردم پوشیدہ شود یعنی لا یعلم احد تربتھم وتکون محفوظۃ من تطرق الناس کما حفظت تربۃ رسول اللہ بالحظیرۃ یعنی انہوں نے کہا کہ اصحاب کہف پر ایسی دیوار بناؤ جو ان کی قبروں کو گھیرے اور ان کے مزارات لوگوں کے جانے سے محفوظ ہو جائیں جیسے کہ آقائے عالم ﷺ کی قبر انور چاردیواری سے گھیر دی گئی ہے۔ مگر بات نامنظور ہوئی تب مسجد بنائی گئی مسجداً کی تفسیر میں روح البیان میں ہے۔ یصلی فیہ المسلمون ویتبرکون بمکانھم یعنی لوگ اس میں نماز پڑھیں اور ان سے برکت لیں۔ قرآن کریم نے ان لوگوں کی دو باتوں کا ذکر فرمایا ایک تو اصحاب کہف کے گرد قبہ اور مقبرہ بنانے کا مشورہ کرنا دوسرے ان کے قریب مسجد بنانا اور کسی بات کا انکار نہ فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں کام جب بھی جائز تھے، اب بھی جائز ہیں۔ جیسا کہ کتب اصول سے ثابت ہے۔ حضور سید عالم ﷺ کو حضرت سیدتنا صدیقہ کے حجرہ پاک میں دفن کیا گیا جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ جب آپ ﷺ نے انتقال فرمایا اور آپکی جائے دفن میں اختلاف رونما ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا میں نے نبی پاک ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نبی کی روح اسی جگہ قبض فرماتا ہے۔ جہاں اسے اس کا دفن ہونا منظور ہوتا ہے۔ پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ حکم صادر فرمایا حضور ﷺ کو اپنے بستر کی جگہ میں دفن کردو۔ جذب القلوب ص ۱۹ میں ہے۔ تا اجماع صحابہ انعقاد یافت کہ ہم در موضع قبض مدفون کرد بعد ازاں حضرت عائشہ صدیقہ نے حجرہ متبرکہ میں اپنی جائے رہائش اور قبور مشرفہ کے مابین ایک دیوار زائرین کی سہولت کے لئے بنوائی۔ اگر حضور ﷺ اور شیخین کریمین کی قبور مطہرہ پر عمارت بنانا شرعاً ناجائز تھا تو آپ ایسا ہرگز نہ کرتیں پھر امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے

خلافت میں حجرہ متبرکہ کے گرد اینٹوں کی گول دیوار کھچوا دی۔

جذب القلوب میں شیخ عبدالحق محدث دہلی لکھتے ہیں۔ و بعد ازاں کہ امیر المومنین عمر در مسجد زیادت کرد حجرہ را از خشت خام بنا کردو

تا زمان حدوث عمارت ولید بن عبدالملک حجرہ ظاہر بود۔ پھر ولید بن عبدالملک اموی خلیفہ کے زمانہ میں سیدنا عمر بن عبدالعزیز نے متعدد صحابہ کرام کی موجودگی میں ۸۸ھ میں اس عمارت کو نہایت مضبوط بنوایا اور اس میں منقش پتھر لگوائے جیسا کہ خلاصہ الوفاء میں ہے۔ اور شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں یہ بھی فرماتے ہیں عمر بن عبدالعزیز بحکم ولید بن عبدالملک آن را ہدم کردو بحجارۃ منقوشہ برآورد برظاہر آن حظیرہ دیگر بنا کرد۔ اور بخاری شریف میں ہے۔ کہ جب ولید کے زمانہ میں حضور علیہ السلام کے حجرہ شریفہ کی دیواریں گر گئیں تو اس کی نئی تعمیر کے دوران لوگوں نے ایک قدم دیکھا اور خوفزدہ ہو گئے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ یہ نبی کریم علیہ السلام کا قدم ہے اور انہیں کوئی ایسا شخص نہ ملا جو اس بارہ میں حقیقت حال بتائے یہاں تک کہ حضرت عروہ بن زبیر نے فرمایا یہ خدا کی قسم حضور علیہ السلام کا قدم نہیں بلکہ فاروق اعظم کا قدم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ گنبد خضراء کی ابتداء حضرت عائشہ صدیقہ نے ایک دیوار کی صورت میں حضرت فاروق اعظمؓ نے کچی اینٹوں کی گول دیوار کی شکل میں اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے منقش پتھروں کی عمارت اور چار دیواری کی ہیئت میں کی ہے۔ اب آپ ہی سوچیں کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کی اتفاق رائے سے جو کام شروع کیا گیا اسے سب سے بڑی اور پرانی بدعت و فتنہ قرار دینا کتنی بڑی زیادتی اور بے باکی ہے۔ والعیاذ باللہ منہ۔ ذرا غور فرمایئے صحابہ کرام کی شان میں اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ ولکن اللہ حبب الیکم الایمان و کرہ الیکم الکفر و الفسوق و العصیان۔ (پ۲۶ ع۱۳) (ترجمہ) ولیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی۔ ایسے ہی لوگ راہ پر ہیں۔ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی وہ تمام دوزخ میں ہیں۔ سوا ایک فرقہ کے۔ عرض کی گئی وہ کونسا فرقہ ہے۔ فرمایا ما انا علیہ واصحابی جو اس راہ پر ہے۔ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ اور

فرمایا۔ اصحابی کالنجوم با یھم اقتدیتم اھتدیتم ۔ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ تو ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ جن صحابہ کرام کی شان رفیع کی شہادتیں اللہ اور اس کے رسول اللہ اس طرح دے رہے ہیں۔ ان کے اتفاق رائے سے کئے گئے کام پر سب سے بڑی اور پرانی بدعت کا اطلاق وفتویٰ بذات خود بدعت وفتنہ ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں جب مسلمانوں میں کثرت ہوئی اور صحابہ وتابعین کو مسجد نبوی کی توسیع کرنا پڑی اور امہات المومنین کے حجروں کو داخل مسجد کر لیا گیا تو حضرت عائشہ کے اس حجرہ پر جو حضور ﷺ اور شیخین کا مدفن ہے۔ ایک اونچی گرداگرد دیوار بنائی گئی تاکہ حضور ﷺ اور شیخیں کی قبریں مسجد سے دکھائی نہ دیں تاکہ عوام ان کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھیں اور ایک ناجائز فعل کے مرتکب نہ ہو جائیں۔ پھر قبر شریف کے دو شمالی رکنوں سے دو دیواریں تعمیر کی گئیں اور انہیں موڑ کر آپس میں ملا دیا گیا اسی وجہ سے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ ولو لا ذالک لا برز قبرہ غیر انہ خشی ان یتخذ مسجداً یعنی اگر ایسا نہ ہوتا تو حضور ﷺ کی قبر انور کو کھول دیا جاتا صرف انہیں یہ اندیشہ تھا کہ اسے مسجد بنا لیا جائے گا۔ (شرح مسلم شریف)

اس سے معلوم ہوا کہ روضہ رسول اللہ ﷺ کو حدود مسجد میں صحابہ وتابعین نے شامل فرمایا تھا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ حضور ﷺ اور ان کے دونوں صحابیوں کی قبریں مسجد میں داخل کرنا سب سے بڑی اور پرانی بدعت اور فتنہ ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام کو فتنہ باز قرار دینا ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ۔

تفسیر روح البیان میں ہے۔ فبناء القباب علی قبور العلماء واللاولیاء والصلحاء امر جائز یعنی علماء اولیاء وصلحا کی قبروں پر قبہ بنانا جائز ہے۔ جبکہ اس سے عام لوگوں کی نگاہوں میں تعظیم کا قصد کیا جائے تاکہ لوگ صاحب قبر کی توہین نہ کریں۔ وھکذا فی کشف النور للشیخ عبد الغنی النابلسی کذا فی التحریر المختار للرافعی رحمۃ اللہ علیہ اور مرقات شرح مشکوۃ میں علی القاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ قد اباح السلف البناء علی قبور المشائخ والعلماء المشھورین لیزورھم الناس ویستریحون بالجلوس فیہ یعنی پہلے علماء نے مشائخ وعلماء کی قبروں پر عمارت بنانا جائز قرار دیا ہے۔ تاکہ لوگ ان کی

زیارت کریں اور وہاں بیٹھ کر آرام لیں اور میزان شعرانی میں ہے۔ کہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک قبروں کو پختہ بنانا اوراس پر گنبد بنانا جائز ودرست ہے۔ اھ کلامہ الشریف بزیادہ مفیدۃ واللہ اعلم (اقوال الصادقین ص ۱۱)

اور مولانا مفتی نظام الدین ملتانی فرماتے ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک کہ یہ سب افعال یعنی قبروں پر قبہ بنانا وغیرہ مکروہ ہیں۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ سب افعال مستحسن ہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفرالسعادات میں فرمایا قبر شریف پر غلاف ڈالنا اور چراغ وغیرہ جلانا جبکہ صاحب مزار اللہ کا محبوب ولی ہو مستحسن ہے۔ اور انہیں بدعت کہنا جائز نہیں۔ کیونکہ ان کا ثبوت احادیث سے پایا جاتا ہے۔ اور بزرگان دین کی قبروں پر گنبد بنانا ان کی جلالت کے لئے اور قاریوں کے قرآن شریف پڑھنے اور بیٹھنے کی خاطر اور عوام الناس کی زیارت کے لئے بلا کراہت جائز ہے۔ کشف النور میں ہے۔ ان البدعۃ الحسنۃ الموافقۃ للشرع تسمی سنۃ فبناء القباب علی قبور العلماء والاولیاء والصلحاء امر جائز اذا کان القصد بذالک التعظیم فی اعین العامۃ حتی لا یحتقروا اصاحب ھذا القبر یعنی وہ اچھی نئی بات جو مقصود شرع کے موافق ہو سنت کہلاتی ہے۔ پس علماء اولیا صلحا کی قبور پر گنبد بنانا امر جائز ہے۔ جبکہ اس سے مقصود عوام الناس کی نظر میں تعظم پیدا کرنا ہو۔ تاکہ وہ ان قبر والوں کی بے ادبی نہ کریں اور جو آپ ﷺ نے قبروں پر مکان وغیرہ بنانے کی ممانعت فرمائی ہے۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالی سے مروی ہے۔ نھی رسول اللہ ﷺ ان تجصص القبر وان یبنی علیہ یعنی نبی کریم ﷺ نے قبر کو پختہ کرنے سے منع فرمایا اور مسلم میں ہے نھی عن تقصیص القبور آپ نے قبور کو پختہ کرنے اور ان پر گنبد بنانے سے منع فرمایا اور طحطاوی میں ہے۔ نھی عن تقصیص القبور وتکلیلھا آپ نے قبور پختہ بنانے اور ان پر گنبد بنانے سے منع فرمایا وہاں کراہت پر محمول ہے۔ نہ اس کی حرمت پر اور وجہ اسکی یہ ہے۔ کہ لوگ بوجہ تفاخر مال ودولت کو قبروں کی عمارت پر برباد کرتے تھے چنانچہ آج کل یہود ونصاری کی قبروں پر عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔ جیسا کہ امام ابن الھمام نے اس مسئلہ کی تشریح تجصیص قبور کی شرح میں کردی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ ھذا الحدیث ای حدیث تسویۃ القبور محمول علی ما کانوا یفعلونہ بالبناء الحسن

العالی یعنی یہ حدیث جس میں قبور کو برابر کرنے کا حکم دیا گیا ان اونچی اونچی قبروں پر محمول ہے۔ جن پر بلند خوبصورت عمارت بنادی جائے اور اس میں کوئی فائدہ نہ ہو، مجمع البحار میں ہے۔ پس بزرگان دین کی عظمت و رفعت شان اور برائے رعب اسلام یا قبر کے پاس بیٹھ کر قران پڑھنے والوں کی خاطر اور زائرین کے آرام کے لیے قبور اولیاء کرام پر قبہ بنانا کوئی گناہ نہیں۔ چنانچہ علماء سلف وخلف کا اس بات پر عمل لگاتار چلا آیا ہے۔ اور بے شک بے فائدہ قبور پر قبہ بنانا جائز نہیں اور صاحب درمختار نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ ولا یرفع علیہ بناء وقیل لاباس بہ ھوالمختار یعنی قبر پر عمارت نہ بلند کی جائے اور بعض علماء فرماتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں اور دوسرا قول معتمد علیہ۔ اھ کلامہ الشریف بزیادۃ مفیدۃ (انوار شریعت ص ۱۵۸ حصہ اول)

ان ہر دو فتووں سے مذکورۃ الصدر تمام سوالات کے جوابات حاصل ہو گئے۔ الحاصل گنبد خضراء کا شرعی مقام وہ نہیں ہے۔ جو اس مضمون نگار نے ذکر کیا ہے۔ اور نہ اس کی تعمیر و بناء ارشادات نبویہ کے متخالف ہے۔ روضہ متبرکہ کی تعمیر کی ابتداء صحابہ کرام نے فرمائی اس لئے نہ وہ فتنہ تھا اور نہ صحابہ بدعتی اور فتنہ باز تھے اور گنبد خضراء کو ڈھانا اور چھپانا اور اس پر جو نقوش ہیں۔ انہیں ختم کر دینا ہرگز جائز نہیں ہیں۔ بلکہ روضہ مقدسہ کو اپنی موجود حالت پر رہنے دینا شرعاً لازم ہے۔ کہ اگر اسے گرانا واجب تھا تو صحابہ کرام اسے تعمیر نہ کرتے اور اگر ارشادات نبویہ کے خلاف بنا تھا تو عہد صحابہ میں اسے مسمار کر دیا جاتا تعجب کی بات تو یہ ہے۔ کہ صحابہ کرام تو گنبد خضراء کی تعمیر کریں مگر آج کل کے لوگ اسے مسمار کرنے کی ناپاک تجاویز پیش کر رہے ہیں۔ **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ**۔

گنبد خضراء کے دشمنو! جن احادیث کی بنا پر تم روضہ متبرکہ کو گرانے کی تدبیریں بنا رہے ہو۔ کیا اصحاب کرام ان سے بے خبر تھے؟ اور اگر ان ارشادات نبویہ کی وجہ سے گنبد مبارک کی تعمیر بدعت و فتنہ تھی تو صحابہ کبار نے اسے تعمیر کرنے میں بڑھ چڑھ کر کیوں حصہ لیا تھا۔ کیا حضرت عمر فاروق عائشہ صدیقہ اور عمر بن عبدالعزیز تمہاری نگاہ میں معمولی شخصیات ہیں۔ جنہوں نے روضہ متبرکہ کو دوبارہ تعمیر و مرمت فرمایا تھا؟ گنبد خضراء کے دشمنو! تمہیں اس گنبد نورانی کی کیا قدر و قیمت۔ نظر والوں سے پوچھو تو وہ اس کی شان عظمت و رفعت کا پتہ بدیں الفاظ دیتے ہیں۔

لا ریب عند من له ادنی تصدیق بشریعة الاسلام ان قبره علیه الصلوة والسلام روض من ریاض الجنة وافضلها ولذا قال العلماء ان تربة قبره افضل من البیت والمسجد الاقصی والعرش والکرسی ا ھ یعنی جوکوئی شریعت اسلامیہ پر تھوڑا سا ایمان رکھتا ہے۔ اسے اس بات میں کوئی تردد نہیں کہ حضور علیہ السلام کی قبر انور یعنی گنبد خضراء جنت کا ایک بہترین باغ ہے۔ بدیں وجہ علماء کرام نے فرمایا روضہ نبویہ کعبہ مکرمہ مسجد اقصی عرش اور کرسی سے افضل ہے۔ (عقیدہ الشہد اللحر یوطی) قال امام فاسی وروضة الرسول مجمع البرکات واصل الخیرات ومنزل الرحمات وینبوع الکرامات ومطلع المسرات الخ یعنی حضور علیہ السلام کا روضہ پاک جملہ برکات کے جمع ہونے کی جگہ' ہر قسم کی خیرات کی اصل ہر طرح کی رحمات کے اترنے کا محل 'ہر قسم کی کرامات کا سرچشمہ اور ہر ایک خوشی کے چڑھنے کا مقام ہے۔ (مطالع المسرات) اوراعلی حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی خوب فرماتے ہیں۔

؎ حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

فی الواقع کعبہ معظمہ جملہ کائنات کا کعبہ اور گنبد خضراء کعبہ معظمہ کا قبلہ ہے۔ وھذا ھو الایمان وبدونہ خرط القتاد۔

رہا یہ سوال کہ مخالفین اہل سنت کی نگاہ کور بین میں یہ نورانی بابرکت گنبد کیوں کھٹکتا ہے؟ اور وہ اس کو معاذ اللہ گرانے کیلئے موزوں ومناسب وقت کے منتظر کیوں رہتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہی ہے۔ کہ ان لوگوں کا عقیدہ اس بارہ میں یہ ہے۔ کہ زیارت رسول مقبول یعنی روضہ انور کی زیارت کیلئے سفر کرنا اور حضوری آستانہ شریفہ اور ملاحظہ روضہ مطہرہ یعنی گنبد نبوی کو نگاہ تعظیم سے دیکھنا بدعت وحرام وغیرہ ہے۔ اور اس کی طرف سفر کرنا ناجائز اور زنا کے درجہ کو پہنچتا ہے۔ (شہاب ثاقب ص ۴۵ مصنفہ حسین احمد دیوبندی)

اور ان لوگوں کے عقیدہ میں گنبد خضراء صنم اکبر یعنی بڑا بت ہے۔ (سعادۃ الدارین مصنفہ عبدالرحیم اساری دیوبندی) بلکہ ان کے پیشوا محمد بن عبدالوھاب نجدی نے یہاں تک کہہ دیا ہے۔ ملعونا فاعلہ فی قبر رسول اللہ فما ظنک فی قبر غیرہ من امتہ یعنی روضہ نبوی کی تعمیر وتعظیم کرنیوالا لعنتی ہے۔ تو دوسرے بزرگان امت کی قبروں کی تعمیر وادب کرنے والے کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟

(شرح الصدور بتحریم رفع القبور مصنفہ نجدی مذکور)

اور دیو بندیوں وہابیوں کے پیشوا رشید احمد گنگوہی سے روضہ مقدسہ کے جائز وناجائز ہونے کے متعلق سوال کیا گیا تو اس نے صاف صاف لکھ دیا کہ اس کی تعمیر امر ناجائز ہے۔ اور اسے تعمیر کرنے والے علماء مقبولین نہ تھے بلکہ امراء وسلاطین تھے۔ (فتاوی رشیدیہ ص ۱۱۶ مصنفہ گنگوہی مذکور) اور دیو بندیوں کا پیشہ ور مناظر منظور احمد نعمانی یہ لکھ کر رہتی کسر بھی نکال گیا کہ نجدیوں غیر مقلدوں کا مسلمانوں کی قبروں اور قبوں کو منہدم کرنا احیاء سنت اور باعث اجر عظیم ہے۔ (سیف یمانی ص ۱۱۸) اور ابو الاعلی مودودی تو چند قدم آگے بڑھ کر لکھ بیٹھا کہ جو لوگ اجمیر یا سالار مسعود کی قبر یا ایسے ہی دوسرے مقامات پر جاتے ہیں وہ اتنا بڑا گناہ کرتے ہیں۔ کہ قتل وزنا کا گناہ اس سے کمتر ہے۔ (تجدید واحیاء دین ص ۱۰۳) خیال رہے کہ قتل وزنا کبیرہ گناہ ہیں۔ اور ان سے بڑا گناہ کفر وشرک ہی ہو سکتا ہے تو گویا مودودی صاحب کے عقیدہ میں مقامات مقدسہ پر حاضری دینے والے کافر ومشرک ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اور ہندوستانی وہابیہ دیو بندیہ کے مقبول پیشوا اسماعیل دہلوی لکھتا ہے کہ حضور علیہ السلام مر کر مٹی میں ملنے والے ہیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۸۶) اور امام الوہابیہ محمد بن عبد الوہاب نجدی نے یہ بھی کہہ ڈالا ہے۔

فالقبر المعظم المقدس وثن وصنم بکل معانی الوثنیہ لو کان الناس یعقلون۔

(ترجمہ) سو حضور ﷺ کی وہ قبر جو لوگوں کی نگاہوں میں معظم ومقدس ہے۔ وہ بت ہے جس میں بت ہونے کی تمام وجہیں موجود ہیں۔ کاش لوگوں کو اس بات کی سمجھ ہوتی (شروح الصدور مذکور) اور ان کے بڑوں کا مقولہ ہے۔ معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے۔ ہم اس سے کتے کو دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخر عالم ﷺ سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے اھ بلفظہ (شہاب ثاقب ص ۴۷)

سنی مسلمانو! ذرا سوچئے کہ جن لوگوں کے نظریات وعقائد اس قسم کے ہیں۔ وہ اس پاکیزہ نورانی گنبد خضراء کو کیسے برداشت کر سکتے ہیں اور وہ اسے گرا دینے کے آرزومند کیوں نہ ہوں گے صرف وہ کسی موزوں ومناسب موقعہ کے منتظر ہیں۔ لیکن ہم

اعلانیہ طور پر یہ دعوی کرتے ہیں۔ کہ انشاء اللہ تعالی یہ لوگ اپنی اس خواہش کو قیام قیامت سے پہلے تک پورا نہیں کر سکیں گے کیونکہ زمانہ ماضی میں اس قسم کے لوگ گنبد نبوی گرانے اور قبر مطہر کو مٹانے کے لئے بارہا ناکامی کا منہ دیکھ چکے ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالی آئندہ بھی وہ اپنے ان ناپاک عزائم میں ہرگز کامیاب نہ ہوں گے مولوی عبداللطیف جہلمی دیوبندی نے اپنی کتاب چند الزامات کا جواب ص ۲۳ میں کیا خوب کہا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرہ میں ہی وصال فرمایا۔ وہاں ہی مدفون ہوئے اور بعد میں بضرورت حضور کے روضہ مقدسہ کو پختہ بنانا خاتم النبیین کی خصوصیت ہے۔ کیونکہ کعبہ مکرمہ کی طرح روضہ مطہرہ بھی قیامت تک دنیا میں موجود رہے گا اھ بلفظہ تنبیہ ہمارے نزدیک روضہ مقدسہ کو پختہ بنانا خاتم النبیین کی خصوصیت نہیں بلکہ دوسرے بزرگان دین کی قبور کا بھی یہی حکم ہے۔ کما تقدم تفصیلا واللہ اعلم۔

ایک واقعہ سنئے اور ہمارے اس دعوی کی صداقت پر یقین پیدا کیجئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب میں فرماتے ہیں۔ ۵۵۷ھ میں حرمین شریفین پر سلطان نور الدین زنگی کی حکمرانی تھی۔ ایک رات انہوں نے خواب میں رسول مقبول ﷺ کو دو شخصوں کی طرف اشارہ فرما کر یہ فرماتے ہوئے دیکھا۔ نور الدین یہ دو شخص مجھے ستا رہے ہیں۔ ان کا خاتمہ کر دو۔ بادشاہ فوراً جاگ پڑے اور وضو کر کے نوافل پڑھے اور سو گئے پھر وہی خواب دیکھا تو انہیں اس کی سچائی کا کامل یقین ہو گیا۔ راتوں رات اپنے خواص کو لے کر شام سے چلے اور مدینہ پاک پہنچے اور یہ اعلان کرا دیا کہ مدینہ پاک کا ہر شخص بادشاہ سلامت سے فرداً فرداً ملاقات کرے۔ جب تمام لوگ ملاقات کر چکے اور وہ مطلوبہ شخص نظر نہ آئے تو بادشاہ نے دریافت فرمایا کوئی شخص ہماری ملاقات سے محروم تو نہیں رہا۔ اس پر انہیں یہ بتایا گیا کہ دو مغربی آدمی جو بڑے پارسا اور سخی ہیں۔ انہوں نے ابھی تک ملاقات نہیں کی۔ بادشاہ نے انہیں حکم نامہ بھیجا تو وہ دونوں حاضر خدمت ہوئے۔ انہیں دیکھتے ہی بادشاہ نے پہچان لیا کہ یہ وہی ہیں۔ جن کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ مجھے

ستار ہے ہیں، ان کے شر کو ختم کر دو۔ بادشاہ نے ان کے گھر کی تلاشی لی تو دیکھا کہ فرش میں ایک سرنگ بنی ہوئی ہے۔ جس کا ایک سرا حضور علیہ السلام کی قبر انور تک پہنچا ہوا ہے۔ ان دونوں کو گرفتار کر لیا گیا اور تحقیق بسیار کے بعد معلوم ہوا کہ وہ دو عیسائی ہیں، جو جسد مصطفوی کو وہاں سے نکال کر لے جانے کا ناپاک منصوبہ بنا کر آئے تھے، اس وقت بادشاہ کی زبان سے بے ساختہ طور پر یہ الفاظ نکلے حضور ﷺ نے اپنے غلام کو ایسے وقت میں یاد فرمایا۔ پھر ان شریروں کو تختہ دار پر لٹکا دیا اور قبر انور کے چاروں طرف گہری بنیادیں کھودا کر لوہے اور سیسے کی دیوار تعمیر کرا دی تا کہ آئندہ کوئی ظالم اس قسم کی شرارت نہ کر سکے۔ اس واقعہ سے آپ یہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ حضور ﷺ کے گنبد خضراء کو گرانا اور آپ کو ملیا میٹ کرنا آپ کی اذیت کا باعث ہے۔ اور حضور علیہ السلام کو اذیت دینے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ یاد رکھنا چاہیے۔ والذین یوءذون رسول اللہ لھم عذاب الیم اور جو لوگ اللہ کے رسول یعنی جناب محمد ﷺ کو ستاتے ہیں ان کے لئے عذاب دردناک ہے۔ (پ ۱۰ ع۱۴)

اور فرماتا ہے۔ **ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا.** (پ۲۲ ع۴)

بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول یعنی جناب محمد ﷺ کو ستاتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں لعنت فرما دی ہے اور ان کے لئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور حضور علیہ السلام خود فرماتے ہیں۔ **من آذانی فقد آذی اللہ ومن آذی اللہ یوشک ان یاخذہ۔** جو مجھے ستائے وہ اللہ تعالیٰ کو ستاتا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کو ستائے تو اللہ یقیناً پکڑتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

اور حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے مجھے ایک قبر پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا تو فرمایا لا توذ صاحب ھذا القبر اس قبر والے کو اذیت نہ پہنچاؤ (مشکوۃ) اور ایک حدیث میں ہے۔ کہ آپ نے ایک شخص کو قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا

قبر سے اتر صاحب قبر کو اذیت نہ دے تا کہ وہ تجھے اذیت نہ دے۔ (شرح الصدور)

ان روایات کی روشنی میں یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ گنبد خضراء کو مٹانا اور گرانا یا اسے کسی دوسری جگہ منتقل کرنا اللہ اور رسول کی ناراضگی واذیت کا باعث ہے۔ لہذا ہم اس قسم کی تجاویز پیش کرنے والوں کی پرزور مذمت کرتے ہیں۔ اور حکومت عربیہ سے یہ درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ اس قسم کی ناجائز تجاویز پر گوش پذیرائی نہ رکھے اور حضور علیہ السلام کے روضہ مقدسہ سے تعرض کر کے تمام عالم اسلام کے دل کو صدمہ پہنچانے سے گریز کرے اور ہم حکومت آزاد کشمیر و پاکستان سے بھی پرزور اپیل کرتے ہیں۔ کہ وہ گنبد خضراء کے تقدس کو برقرار رکھنے کیلئے اپنے جملہ وسائل سے کام لے کر عرب حکومت کو اس قسم کی غلط تجاویز پر عمل پیرا نہ ہونے دے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین وصلے اللہ تعالی علی خیر خلقه ونور عرشه وزينة فرشه سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه اجمعين برحمتک يا ارحم الراحمين وانا الفقير ابو الكرم احمد حسين قاسم الحيدری الرضوی غفر الله تعالىٰ له المدرس بالجامعة العثمانيه ببلدة مير فور آزاد كشمير .

سرکار کی باتیں

ہونٹوں پہ مرے رہتی ہیں سرکار کی باتیں
محبوب خدا سیّد و سردار کی باتیں

اللہ نے ہر پھول کے چہرے پہ لکھی ہیں
سرکار ہی کے چہرہ و رخسار کی باتیں

دیکھ آتے ہیں اک بار جو سرکار کا روضہ
پھر کرتے نہیں مصر کے بازار کی باتیں

سنتے نہیں کیونکر وہ غلاموں کی صدائیں
ارے سن لیتے ہیں سرکار تو اشجار کی باتیں

جب تک کہ میرے جسم میں اک سانس ہے باقی
کرتا رہوں مولا تیرے دلدار کی باتیں

والشمس کی والقمر کی تفسیر میں دیکھو
قرآن ہے بس آپ کے انوار کی باتیں

ظاہر و رفعنالك ذكرك سے یہ اجملؔ
ہوتی ہی رہیں آپؐ کے کردار کی باتیں

عید ہو جائے

آج روز سعید ہو جائے
تیری آقا جو دید ہو جائے

حسن والے نقاب رخ سے اٹھا
ہم غریبوں کی عید ہو جائے

حضور آئے ہیں

سب کے چہروں پہ نور آئے ہیں
سب دلوں کو سرور آئے ہیں
مان جاؤ سجن کہ محفل میں
کملی والے حضورؐ آئے ہیں

مجھے یوں لگا کہ وہ آ گئے

لیا نام دل سے حضور کا مجھے یوں لگا کہ وہ آ گئے
جھونکا اٹھا اک نور کا مجھے یوں لگا کہ وہ آ گئے

جو میں ان کی یاد میں گم ہوا تو مدینہ سامنے آ گیا
ہوا دور فاصلہ دور کا مجھے یوں لگا کہ وہ آ گئے

وہ ازل سے پیکرِ حسن ہیں وہ ابد کے پیکرِ حسن ہیں
ہوا ذکر ان کے ظہور کا مجھے یوں لگا کہ وہ آ گئے

تیری اک نگاہ کمال نے میری زندگی کو بدل دیا
مٹا فکر میرے امور کا مجھے یوں لگا کہ وہ آ گئے

تیری یاد میں وہ سرور ہے میرے دل میں نور ہی نور ہے
کھلا بھید کیف و سرور کا مجھے یوں لگا کہ وہ آ گئے

مجھے لاشعوری کے حال میں کیا کیا نظارے ملے ضیا
جو ملا مقام شعور کا مجھے یوں لگا کہ وہ آ گئے

دلدار کی باتیں

جی کرتا ہے کرتا رہوں سرکار کی باتیں
اس مدنی نبی رہبرو دلدار کی باتیں

ذکر شہِ والا سے میرے دل کو سکوں ہے
کیوں نہ کروں ہر گھڑی غم خوار کی باتیں

اللہ کی رحمت نے اسے خوب نوازا
جس شخص نے اپنائی ہیں سرکار کی باتیں

ضیاء اور بھی باتیں ہیں مگر قسم خدا کی
کرتے رہیں گے ہم مگر سرکار کی باتیں

ذکر کی قبولیت

ذکر ان کا قبول ہوتا ہے
جن کو عشق رسول ہوتا ہے

لب پہ جاری نبی کی نعت رہے
عاشقوں کا اصول ہوتا ہے

دل تڑپتا ہے آنکھ روتی ہے
جب بھی ذکر رسول ہوتا ہے

مجھ کو جو بھی نصیب ہوتا ہے
صدقۂ ابنِ بتول ہوتا ہے

بھول جاتا ہے ضیاء جنت کو
جب مدینے دخول ہوتا ہے

یہ فتنوں کا دور ہے۔ ہر دن ایک نیا فتنہ تمام تر حشر سامانیوں اور اپنی رعنائیوں سے مزین امتِ مسلمہ کو انتشار و افتراق میں مبتلاء کر رہا ہے بندگانِ خدا جل جلالہ و مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشان و خستہ حال ہیں۔ ہر دن چڑھنے والا سورج اپنی تمازت سے اذہان و قلوب کو مضمول کرر ہا ہے۔ ایسے پُر آشوب دور میں اذان بلالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دینا اللہ تعالیٰ ہی کے بندوں کا شیوہ رہا ہے انہی اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے حضرت علامہ ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری مدظلہٗ العالی ہیں۔ جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کی راہنمائی کے لئے توفیق عطا فرمائی ہے اور وہ دن رات ان فتنوں کی سرکوبی کرر ہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس مساعی جمیلہ کو شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمائے۔ اور ان کی عمر، علم اور عمل میں خیر و برکت عطاء فرمائے۔

آمین۔ بجاہ نبیك الکریم علیه الصلوٰۃ والتسلیم

سگِ دیارِ حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عبدالحفیظ احمد قادری ضیائی

مطب الشفاء ماڈل ٹاؤن اے، فیصل آباد

مقالاتِ حیدری

حصّہ سوم

(اعتقادی مسائل واحکامات)

مُصنّف

ابوالکرم احمد حُسین قاسم الحیدری الرضوی

ناظم مکتبہ حیدریہ

مکتبۂ حیدریہ

بازار سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقالات حیدری

(اعتقادی مسائل واحکامات)

حصہ سوم

مصنّف

ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی

ناظم مکتبہ حیدریہ۔ بازار سہنسہ۔ ضلع کوٹلی (آزاد کشمیر)

جملہ حقوق بحق مصنّف محفوظ ہیں

☆ نام کتاب ------------------ مقالاتِ حیدری (حصہ سوم)

☆ تصنیف ------------------ ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی

☆ کمپوزنگ ------------------ محمد احمد رضا ہاشمی (پاک سائنس اکیڈمی نارہ)

☆ بار ------------------ اوّل

☆ تاریخ اشاعت ------------------

☆ ہدیہ ------------------

☆ پرنٹرز ------------------

☆ ناشر ------------------ مکتبہ حیدریہ۔ بازار سہنسہ۔ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر

ملنے کے پتہ جات:

☆ مکتبہ حیدریہ۔ بازار سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر۔

☆ نورانی بکڈپو۔ نارہ شہر تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی

☆ مکتبہ رضائے مصطفےٰ چوک دارالسلام۔ گوجرانوالہ شہر۔

☆ نیو مکتبہ ضیائیہ۔ ڈی۔ 325 نزد لال حویلی۔ بوہڑ بازار۔ راولپنڈی۔

☆ احمد بک کارپوریشن ۔ عالم بزنس سنٹر۔ اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک۔ راولپنڈی۔

☆ زین بک ڈپو۔ گرلز کالج روڈ کوٹلی آزاد کشمیر۔ ☆ شاہین بکس۔ کوٹلی شہر آزاد کشمیر۔

مقالات حیدری حصہ اوّل کے مقالہ جات

مقالات حیدری حصہ اول کے مقالہ جات کے عنوانات کے نام ہدیہء ناظرین کیے جاتے ہیں۔

(۱) عقائد اہل سنت (آیات کی روشنی میں)
(۲) عقائد اہل سنت (احادیث کی روشنی میں)
(۳) فضائل وکرامات اہل سنت
(۴) جماعت حقہ کی پہچان
(۵) اصلی سنی کی پہچان
(۶) اصلی حنفی کی پہچان
(۷) مشرکینِ مکہ کے شرک کی حقیقت
(۸) امت مسلمہ اور شرک
(۹) بدعت حسنہ کا بیان
(۱۰) تعلیماتِ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ
(۱۱) تعلیمات شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ
(۱۲) تعلیمات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۳) تعلیمات اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۴) تعلیمات حاجی امداداللہ رحمۃ اللہ علیہ
(۱۵) دیوبندیت علمائے حق کی نظر میں
(۱۶) دیوبندی بریلوی عقائد کا موازنہ
(۱۷) تبلیغی جماعت اور وہابیت
(۱۸) تبلیغی جماعت کا مقصد تبلیغ
(۱۹) آئینہ وہابیت
(۲۰) آئینہ مودودیت
(۲۱) آئینہ طاہریت
(۲۲) مقام صحابہ پر ایک نظر
(۲۳) گستاخان صحابہ کا بُرا انجام
(۲۴) مناقب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
(۲۵) یزید پر ایک نظر
(۲۶) قادیانیوں سے میل جول کی شرعی حیثیت

﴿ اپیل ﴾

اعتقادات وتعلیمات بزرگانِ دین کے بارہ میں مقالات حیدری حصہ اوّل بھی حاصل کریں۔ اور اپنے عقائد کی اصلاح فرمائیں۔

الداعی الی الخیر:

ناظم مکتبہ حیدریہ ۔ بازار سہنسہ ۔ضلع کوٹلی ۔آزاد کشمیر

مقالات حیدری حصہ دوم کے مقالہ جات

مقالات حیدری حصہ دوم کے مقالہ جات کے عنوانات کے نام ہدیہء ناظرین کیے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل ومناقب (۲) تقلیدِ شخصی کے وجوب کا ثبوت
(۳) بیعتِ مشائخ کی حقیقت و اہمیت (۴) جائز کام کے لئے دن مقرر کرنے کا ثبوت
(۵) ذکر میلاد النبی ﷺ (۶) گیارھویں شریف پر ایک تحقیقی نظر
(۷) مسئلہ نذر و نیاز (۸) مسئلہ تعویذ کی شرعی حیثیت
(۹) مسجد میں عورتوں کے اجتماعات کی اسلامی حیثیت (۱۰) اکابر نقشبندیہ اور ذکر بالجہر
(۱۱) گرمیوں میں نمازِ ظہر کا مسنون وقت (۱۲) صلوٰۃ وسلام قبل از آذان
(۱۳) صلوٰۃ وسلام بعد از آذان (۱۴) آذان میں انگوٹھے چومنے کا مسئلہ
(۱۵) اقامت میں حی علی الفلاح پر اٹھنے کا بیان (۱۶) ننگے سر نماز کا مسئلہ
(۱۷) امام کعبہ کی اقتداء کا مسئلہ (۱۸) نابالغ امام اور تراویح
(۱۹) صلوٰۃ وسلام بعد از نمازِ جمعہ (۲۰) میت کو دوبارہ غسل دینے کا بیان
(۲۱) جنازہ کو قدمی دینے کا بیان (۲۲) نمازِ جنازہ کا سلام ہاتھ کھول کر پھیرنے کا بیان
(۲۳) دعائے جنازہ پر چند شکوک وشبہات کا ازالہ (۲۴) دفن کے وقت صدقہ کی فضیلت
(۲۵) حیلہء اسقاط کا ثبوت (۲۶) مسئلہ توسل بالقرآن
(۲۷) قبر پر آذان دینے کا ثبوت (۲۸) جمعرات تک قبر پر قرآن خوانی کا بیان
(۲۹) قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا بیان (۳۰) بیٹھکوں پر دعا و فاتحہ کا مسئلہ
(۳۱) عہد نامہ قبر میں رکھنے کا بیان (۳۲) غائبانہ نماز جنازہ کی شرعی حیثیت
(۳۳) نماز جنازہ دوبارہ پڑھنے کا مسئلہ (۳۴) عرس کی شرعی حیثیت
(۳۵) قبرستان کو مسجد بنانے کا مسئلہ (۳۶) گنبد خضراء کی شرعی حیثیت

﴿ اپیل ﴾

فقہی مسائل واحکامات کے بارہ میں مقالات حیدری حصہ دوم بھی حاصل کریں اور مسائل دین کو سمجھنے کے بعد اُن پر عمل کریں۔

الداعی الی الخیر: ناظم مکتبہ حیدریہ۔ بازار سہنسہ۔ ضلع کوٹلی۔ آزاد کشمیر

فہرست مضامین

دعائیہ کلمات

(از قلم مخدوم اہل سنت جناب راجہ محمد ازرم حمید سیالوی صاحب سلمہٗ ربہٗ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیآء

والمرسلین رحمۃٌ للعالمین و علیٰ الہ واصحابہ اجمعین

اما بعد!

اللہ کا کرم پھر کرم ہی کرم ہے۔ اللہ کا فضل پھر فضل ہی فضل ہے۔ اللہ تعالیٰ جب اپنا خصوصی رحم کرتا ہے تو اپنے بندوں میں سے کچھ بندوں کی عجیب ڈیوٹی لگا دیتا ہے۔ دنیا میں ایسے اللہ کے بندے بہت کم ہیں جو دین کے لئے ہر وقت وقف ہوتے ہیں۔ بہت ہیں اللہ والے۔ ان میں سے ہی ایک ہیں درویش باصفا حلیم بھی اور فقیر بھی ظاہری زندگی اپنے آقا نبی مختار علیہ السلام کی سیرت پاک کا نمونہ ہے اور باطن میں بھی محسوس یہی ہوتا ہے کہ آقا کا سچا غلام ایسا ہی ہوتا ہے جس کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔ وہ ہیں جناب محترم المقام عالی مرتبت فخر اہل سنت یادگار اسلاف حضرت علامہ ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی جلالپوری مدظلہٗ العالی۔ میں عرصہ تقریباً تیس سال سے اس ہستی کو دیکھ رہا ہوں جو اعلیٰ مشن سامنے رکھ کر عجیب انداز میں تبلیغ دین کی خدمت سرانجام دے رہی ہے۔ آپ کے سامنے کوئی سوال آیا تو جواب مکمل کتابچہ کی شکل میں دیا۔ سوال کرنے والا حیران رہ گیا۔ کتاب کا مطالعہ کیا اور راہِ راست پر آ گیا۔ اور بڑے اعلیٰ معیار پر جواب فی سبیل اللہ عطا کیا۔ خصوصاً اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت الشاہ مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ فرمایا وہ آپ نے تمام مسلمانوں تک پہنچایا اور سمجھایا یعنی اعلیٰ حضرت کا پیغام محبت گھر گھر پہنچایا۔ یہ سارا فیضان ہے اولیائے کرام کا اور یہ نظر عنایت ہے پیر سید محمد فضل شاہ جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ کی اور یہ روحانیت ہے سالک یا اللہ حضرت علامہ مولانا مولوی محمد شفیع فاضل بریلوی کی کہ آپ آج حق ادا کر رہے ہیں سنی بریلوی ہونے کا۔

اور اب جو تحفہ اہل سنت کو عطا کیا ہے اور ایک مجموعہ مقالاتِ حیدری کی تین جلدوں کی شکل میں دیا ہے۔ اس میں کیا تحریر کیا ہے۔ میں کہوں گا کہ اس میں عشقِ مصطفیٰ بھی ہے۔ نظامِ مصطفیٰ بھی ہے اور تحفظِ مقام مصطفیٰ بھی ہے۔ شانِ صحابہ و اہل بیت بھی ہے اور تعلیمات اولیائے کرام بھی ہے اور علمائے حق کی ادا بھی ہے۔ میں حضرت مولانا صاحب کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہم پر قائم رکھے اور یہ سلسلہء تبلیغ چلتا رہے۔ آمین ثم آمین۔

(خادم دین مبین فقیر محمد از رم حمید سیالوی مہتم جامعہ غوثیہ معصومیہ رجسٹرڈ ٹکلر سیداں راولپنڈی۔ ۱۲ رجب ۱۴۲۵ھ)

تأثرات

(از قلم مخدوم اہل سنت محب العلم والعلماء جناب حکیم خلیفہ سائیں محمد عارف زاہدی قادری مدظلہ' ۔ کوٹلی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ثم الحمد للہ ۔ مقالات حیدری اول اور حصہ دوم کی کامیاب اشاعت و پذیرائی کے بعد اب حصہ سوم کا کتابت شدہ مواد فقیر کے سامنے موجود ہے ۔ راقم نے حصہ سوم کے تمام مقالہ جات کو بالاستیعاب پڑھا ہے ۔ حسبِ دستورِ سابق اِس حصہ کے مقالات بھی اختصار و جامعیت کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے وسیع تر تحقیق کا نچوڑ ہیں ۔ حضرت (مصنف کتاب ھذا) کی تحریر کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کا استدلال قرآن پھر حدیث واقوال پھر آثارِ بزرگانِ دین پھر اکابرین ِ امت کی تحقیق سے ہوتا ہے ۔ زیرِ نظر مقالات میں سے ہر ایک مقالہ مکمل کتاب کی سی راہنمائی کا حامل ہے ۔ اور ملتِ اسلامیہ کے لئے ایک سرمایہ ہے ۔ آزاد کشمیر میں اتنے بڑے تحقیقی کام کا سہرا مصنف کتاب ہذا ہی کے سر پر نظر آتا ہے ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کے درجات کو مزید بلند فرمائے ۔ آپ اہل سنت کا عظیم سرمایہ ہیں ۔

(خادم موہڑہ شریف حکیم محمد عارف زاہدی قادری کوٹلی ۔) (۳۱ جولائی ۲۰۰۴ء)

نذرانۂ عقیدت

(بحضور غوث الاغواث سیّدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ)

تعالٰی اللہ مرے لب پہ ثنائے غوثِ اعظم ہے
مرے قلب و جگر میں بھی ولائے غوثِ اعظم ہے

نہیں محتاج ہوگا وہ زمانے میں کسی کا بھی
اگر کوئی حقیقت میں گدائے غوثِ اعظم ہے

خزانے دین و دُنیا کے ہمیں اِس در سے ملتے ہیں
ہمارے سامنے اک بارگاہ غوثِ اعظم ہے

عیاں ہیں اُس کی نظروں پہ امورِ غیب کی باتیں
نظر میں جس کی بھی خاکِ شفائے غوثِ اعظم ہے

جہاں پہ انتہاء ہوتی ہے غوثوں اور قطبوں کی
تعالٰی اللہ وہاں سے ابتدائے غوثِ اعظم ہے

معزز کس طرح ہوتے نہ ہم اِس دورِ حاضر میں
ازل کے روز سے ہم پہ نگاہ غوثِ اعظم ہے

زہے یہ مرتبہ عالی جنابِ غوثِ اعظم کا
کہ ہر ذرہ زمیں کا آشنائے غوثِ اعظم ہے

چلے جائیں گے ہم جنت میں حُبِّ غوث کے صدقے
''مرے بردے ہیں سُنّی'' یہ صدائے غوثِ اعظم ہے

سلامی کے لئے جُھکتا ہے ہر ماتھا وہاں قاسمؔ
لگا جس راہگزر پہ نقشِ پائے غوثِ اعظم ہے

﴿ نذرانۂ عقیدت ﴾

(بحضور خواجۂ خواجگاں غریب نواز سیّد غلام حیدر علی شاہ صاحب چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ)

(آستانہ عالیہ جلالپور شریف ضلع جہلم)

ہے مرے دل پہ حکومت پیر حیدر شاہ کی
اللہ اللہ یہ عنایت پیر حیدر شاہ کی

کس طرح محتاج ہوں گے وہ کسی کے دوستو!
بٹ رہی ہے جن میں دولت پیر حیدر شاہ کی

اپنے دامن میں بسائیں گے اُسے محبوبِ حق
جو کرے گا دل سے عزت پیر حیدر شاہ کی

حیدری در سے ملا مجھ کو وقارِ زندگی
کیوں نہ ہو دل میں عقیدت پیر حیدر شاہ کی

اِن کے در پہ جو گیا وہ ہو گیا ہے مالا مال
عام ہے اتنی سخاوت پیر حیدر شاہ کی

پیر حیدر شاہ تھے قطبِ جہاں ، غوثِ زماں
کون نہ مانے گا عظمت پیر حیدر شاہ کی

لطفِ دیدار نبی ہے حیدری دیدار میں
رؤیتِ حق ہے زیارت پیر حیدر شاہ کی

ذکرِ حیدر شاہ سے گرماؤ اپنی محفلیں
ساتھیو! اپناؤ سیرت پیر حیدر شاہ کی

پیر برکات و فضل ، سیّد مظفر کے طفیل
ہم پہ ہے نظرِ عنایت پیر حیدر شاہ کی

ہے دُعا قاسم رہے مجھ پہ زمانے میں سدا
نظرِ فیضان و عنایت پیر حیدر شاہ کی

نذرانہ عقیدت

(بحضور استاذ نا المکرّم حضرت مولانا پیر محمد شفیع حیدری رحمۃ اللہ علیہ۔ نارہ۔ کہوٹہ ضلع راولپنڈی)

جامِ حُبِّ مصطفےٰ ہم کو پلایا آپ نے
طالبِ خیر الانام ہم کو بنایا آپ نے
علمِ دینِ مصطفےٰ ہم کو پڑھایا آپ نے
پیرو کارِ دینِ حق ہم کو بنایا آپ نے
آپ نے بیدار کیا غافلانِ دہر کو
غافلوں کو خوابِ غفلت سے جگایا آپ نے
قلب زندہ آپ نے کیے کئی اشخاص کے
محفلِ اہل طریقت کو سجایا آپ نے
آپ تھے علمِ ظاہر، علمِ باطن کے امام
علمِ ظاہر، علمِ باطن ہے سکھایا آپ نے
خیر خواہی کی ہمیشہ آپ نے سب کے لئے
سر پہ سب کے دامنِ شفقت بچھایا آپ نے
آپ کے صدقے ملا ہم کو وقارِ زندگی
ہمارے سر سہرا عزت کا سجایا آپ نے
آپ کے صدقے ملا ہم کو درِ احمد رضا
دیو کے بندوں سے ہم سب کو چھڑایا آپ نے
ظلمتیں چھانے لگی تھیں ہر سمت جب کفر کی
دین و ایماں کا چراغ اُس دم جلایا آپ نے
دم بخود ہو کر رہے سارے مخالف آپ کے
حق کا جھنڈا نارہ میں تھا جب لہرایا آپ نے

اُس جگہ آثارِ رحماتِ خدا پیدا ہُوئے
جس جگہ پہ جم کے ڈیرا ہے لگایا آپ نے
مذہب ہر اہلِ باطل سے سدا ٹکرائے آپ
مسلکِ احمدرضا کو بھی پھیلایا آپ نے
جس نے پوچھا آپ سے رستہ خدائے پاک کا
راستہ اُس کو خدا کا بھی بتایا آپ نے
آپ نے دیکھا ہے خوابوں میں نبیء پاک کو
لطفِ دیدارِ خدا بھی خوب پایا آپ نے
منبعِ فیضِ رضا تھے، منبعِ فیضِ فضل
مجمع البحرین کا درجہ یہ پایا آپ نے
اہلِ علم و اولیاء کے آپ تھے روشن چراغ
لوہا اپنے فیض کا سب سے منوایا آپ نے
آپ پہ تھے مہرباں قبلہ امیرِ حزب اللہ
خرقہء شرفِ خلافت جن سے پایا آپ نے
ایک مدّت تک رہے تھے آپ بریلی شہر میں
فیض بے حد اعلیٰ حضرت کا تھا پایا آپ نے
حُجۃ الاسلام سے بھی آپ ہُوئے تھے خوب سیر
جن کے در پہ جا کے تھا ڈیرا جمایا آپ نے
مفتیء اعظم کی نظرِ پُر عنایت سے بھی ہے
لطفِ ربّ کبریا رہ کر کمایا آپ نے
سیّدی سردار احمد کی نگاہِ لطف سے
فیضِ حق کا وافر حصہ بھی ہے پایا آپ نے

ہم بھی لیتے ہیں اُسی سے اپنا حصّہ آ کر
فیضِ غوثِ پاک جو ہر سُو پھیلایا آپ نے
آپ نے جاری کیا ہے جس سے چشتی سلسلہ
اولیآءِ چشت کا وہ فیض پایا آپ نے
عام کی ہے آپ نے تعلیمِ قرآنِ حکیم
علمِ دینِ کبریا بھی ہے پڑھایا آپ نے
اپنے استادوں کا قاسمؔ یہ قصیدہ لکھ کر
اپنی خوش بختی کا تارہ جگمگایا آپ نے

مصنف کا عقیدہ

بندۂ پروردگارم ، امتِ احمد نبی
دوست دارِ چار یارم ، تابعِ اولادِ علی
مذہبِ حنفیہ دارم ، ملتِ حضرت خلیل
خاک پائے غوثِ اعظم زیرِ سایہ ہر ولی

سخن ہائے گفتنی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مصنف کے قلم سے

(۱) الحمد للہ ۔ راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفر اللہ تعالیٰ لہٗ کی کتاب ''مقالاتِ حیدری'' کا حصہ اوّل اور اس کا حصہ دوم دونوں دیدہ زیب صورت میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر شائقینِ علم کے ہاتھوں تک پہنچ چکے ہیں ۔ثم الحمد للہ علیٰ ذلک ۔

(۲) ''مقالاتِ حیدری'' کے حصہ اوّل میں ''اعتقادات وتعلیمات بزرگانِ دین'' کے متعلق چھبیس مقالہ جات اور اس کے حصہ دوم میں ''فقہی مسائل واحکامات'' کے بارہ میں چھتیس مقالات شامل کیے گئے ہیں ۔ الحمد للہ ۔ یہ دونوں حصے اپنے اپنے موضوع میں جامع ثابت ہوئے ہیں اور علم دوست احباب نے زبانی وتحریری طور پر ان کی تحسین فرمائی ہے ۔ فجزاھم اللّٰہ تعالیٰ خیر الجزآء فی الدارین ۔

(۳) کتاب ''مقالاتِ حیدری'' کی ترتیب کے آغاز میں راقم نے اس کتاب کو تین حصوں میں مکمل کرنے کا ارادہ کیا تھا ۔ دو حصے شائع ہونے کے بعد جب تیسرے حصہ کی اشاعت کے بارہ میں حضرت قبلہ حکیم سائیں محمد عارف مدّ ظلہ العالی سے مشورہ لیا گیا تو آپ نے اِس کتاب کو دو حصوں ہی تک محدود رکھنے کا عندیہ ظاہر فرمایا ۔ چونکہ اس کتاب کی تکمیل ضروری تھی اس لئے راقم نے اپنے پڑوسی راجہ معروف خان حال مقیم انگلینڈ سے اس کارِ خیر کے سلسلہ میں مشورہ کیا تو انہوں نے بھرپور مالی معاونت کا وعدہ کیا ۔ جب قبلہ سائیں صاحب موصوف کو اس وعدہ کے بارہ میں عرض کیا گیا تو نہ صرف آپ نے اجازت مرحمت فرمائی بلکہ اِس کارِ خیر کی تکمیل کے لئے خصوصی دعاء بھی فرمائی ۔ الحمد للہ ۔ راجہ صاحب موصوف کی مالی معاونت اور سائیں صاحب قبلہ کی خصوصی دعا کے وسیلہ سے ''مقالاتِ حیدری'' کا تیسرا حصہ طبع ہوکر اہل علم ودانش کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے ۔ اللہ تعالیٰ دونوں احباب کو ثوابِ عظیم سے نوازے اور اس دینی خدمت کو ہم سب کے لئے ذریعۂ نجات وصدقہء جاریہ بنائے ۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ ۔

(۴) ''مقالاتِ حیدری'' حصہ اول میں چھبیس' حصہ دوم میں چھتیس اور حصہ سوم میں اڑتیس

مقالہ جات شامل کیے گئے ہیں تا کہ ایک سو کا عدد پورا ہو جائے ۔ کیونکہ اس عدد کی برکت اہل علم سے مخفی نہیں ۔ بارک اللہ سعینا ھذا مبارکاً آمین ۔

(۵) مقالات حیدری کے پہلے حصہ میں اعتقادیات سے تعلق رکھنے والی باتوں کو اجمالی طور پر بیان کیا گیا تھا اور تعلیمات بزرگانِ دین کو پیش کرنے سے ہمارا مقصد عقائد اہل سنت کی توثیق و تائید کا حاصل کرنا تھا ۔ ولہذا کتاب کے اس حصہ میں مسلکِ اہل سنت کی فضیلت' کرامت و حقانیت قارئین کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی ہے ۔ تیسرے حصے میں اعتقادی مسائل و احکامات کو مدلل و مفصل انداز میں پیش کیا گیا ہے اور مخالفین اہل سنت کے پیدا کردہ شکوک وشبہات کے ازالہ میں حتی الوسع کوشش کی گئی ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو باعثِ ہدایت بنائے ۔ آمین ۔

(۶) مقالات حیدری حصہ سوم کے مضامین میں جامعیت قائم کرنے کے لئے انجمن احباب اہل سنت کے شائع کردہ رسائل پر ان تین نئے مقالہ جات کے اضافہ کی ضرورت سمجھی گئی ہے ۔ (۱) منکرین عقیدۂ ختم نبوت کے دلائل کا علمی جائزہ (۲) خلفائے ثلاثہ کے طریقِ انتخاب پر ایک نظر اور (۳) نعرۂ رسالت سے گریز کیوں؟

الحمد للہ ۔ ان نئے مقالہ جات کے اضافہ کی وجہ سے اس حصہ کی افادیت میں بہت اضافہ ہو گیا ہے ۔ ثم الحمد للہ علیٰ ذلک ۔

(۷) مقالاتِ حیدری کے حصہ سوم میں اس بات کا پورا پورا التزام کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے آقائے کائنات ﷺ اور دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلقہ مقالہ جات کو ذکر کیا جائے ۔ پھر صحابۂ کرام پھر اولیائے کرام کے بارہ میں مواد لکھا جائے اور آخر میں متفرق مسائل کے رسائل کو شامل کیا جائے تا کہ احترام مراتب کی برکتوں سے وافر حصہ حاصل ہو جائے ۔ رزقنا اللہ تعالیٰ حظاً وافراً من برکاتہ الخاصۃ ۔ آمین ۔

(۸) مقالاتِ حیدری کے حصہ سوم میں بھی یہ کوشش کی گئی ہے کہ ہر مسئلہ کی تحقیق میں ٹھوس اور مسکت دلائل فراہم کیے جائیں تا کہ ہر قسم کے خیال کے قارئین کو حق سمجھنے میں دقت محسوس نہ ہو ۔ علمائے متقدمین اور متاخرین کی تحقیقات سے استفادہ کی بھی پوری سعی کی گئی ہے ۔

(۹) مقالاتِ حیدری حصہ سوم کی پروف ریڈنگ کا کام بھی راقم الحروف نے ہی کیا ہے۔ اپنی طرف سے اغلاط دور کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ اس کے باوجود اگر قارئین کو کوئی غلطی نظر آئے تو مطلع فرمائیں۔

(۱۰) مقالاتِ حیدری کے تینوں حصوں کو تجارتی مقاصد کے پیشِ نظر شائع نہیں کیا گیا ہے بلکہ اصل مقصد تبلیغ دین ہے۔ اسی وجہ سے اس کتاب کے تینوں حصوں کا ہدیہ مناسب رکھا گیا ہے۔ علمائے اہل سنت اور مشائخ طریقت سے التجاء ہے کہ اپنے اپنے حلقہ ء اثر میں اس کتاب کو متعارف کرائیں اور اس کی خریداری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے۔ آمین۔

(۱۱) آخر میں ہم مخدوم اہل سنت محب العلم والعلماء حکیم خلیفہ سائیں محمد عارف صاحب مدظلہ العالی کا تہ ء دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے کتاب کے تینوں حصوں کی تیاری میں پورا پورا حصہ لیا ہے۔ اور سخنے درمے قدمے ہر طرح سے بھرپور تعاون فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ قبلہ سائیں صاحب کو اس عظیم دینی کام کا پورا پورا اجر دارین میں مرحمت فرمائے۔ ان کی زندگی' صحت' اولاد اور کاروبار میں زیادہ سے زیادہ برکتیں فرمائے۔ آمین۔

(۱۲) ہمارے محترم عزیز راجہ معروف خان مبارک بادی کے مستحق ہیں کہ ان کی تحریک بلکہ اصرار اور بھرپور مالی معاونت سے مقالات حیدری کا یہ تیسرا حصہ شائقین علم کے ہاتھوں تک پہنچا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو مکمل صحت بخشے' ان کی عمر' اولاد اور کاروبار میں برکت فرمائے۔ اور آئندہ اسی قسم کی مزید سعادتیں حاصل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

(۱۳) ہم اپنے مخلص دوست راجہ محمد ازرم حمید سیالوی کے بھی احسان مند ہیں کہ آپ نے اپنے دعائیہ کلمات سے مقالات حیدری کے اس حصہ کو متبرک ومشرف بنایا ہے۔ **فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزآء.**

(۱۴) چونکہ مقالات حیدری کے تینوں حصوں کے اکثر مواد کو ''انجمن احبابِ اہل سنت'' سہنسہ آزاد کشمیر اپنے سلسلہ ء تبلیغ ''سبیلِ ہدایت'' میں شائع کر چکی ہے۔ اس لئے ضروری

سمجھا گیا کہ اس انجمن کا مختصر تعارف بھی شامل کتاب کر دیا جائے۔

(۱۵) جو احباب مقالات حیدری حصہ سوم سے اپنے عقائد و نظریات کی اصلاح لیں ان سے گزارش ہے کہ وہ راقم کے لئے اور اس کے والدین اساتذہ اور مشائخ و احباب کے لئے پر خلوص دعا فرمائیں۔ عین ممکن ہے کہ کسی بندۂ مقبول کی دعائے مستجاب سے ہماری یہ سعی ہم سب کے لئے صدقہ ء جاریہ بن جائے۔

خاتمہ بالخیر کرے رب دو عالم نصیب
دوستو! کرنا کسی دن یہ دُعا میرے لئے

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

(یکم رجب المرجب ۱۴۲۵ھ)

''انجمن احبابِ اہل سنت'' کا مختصر تعارف

سُنّی بریلوی مسلک کی دینی تبلیغی تنظیم ''انجمن احبابِ اہل سنت'' سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر کی بنیاد ۲۲ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ بمطابق ۹ نومبر ۱۹۸۲ء بروز منگل بوقت گیارہ بجے دن ''مکتبہ حیدریہ'' بازار سہنسہ میں تین اشخاص پر مشتمل ایک اجلاس میں رکھی گئی۔ انجمن کے قیام کی بنیادی غرض وغایت یہ تھی کہ قدیم سنی بزرگانِ دین کے عقائد حقہ کی تائید اور مخالفین اہل سنت کے نظریات باطلہ کی تردید میں کتابیں شائع کرواکر مسلمانوں میں فی سبیل اللہ تقسیم کی جائیں۔ کیونکہ آج کل اکثر تعلیم یافتہ طبقہ مخالفین کے گمراہ کن لٹریچر کے مطالعہ سے گمراہی اور بے راہروی کا شکار ہو چکا ہے۔ ''انجمن احبابِ اہل سنت'' نے مذکورہ بالا غرض وغایت کے پیش نظر اپنے تبلیغی پروگرام کو چلانے کے لئے اراکینِ انجمن سے ہر ماہ دو روپے چندہ جمع کرنے اور اس چندہ سے کتابیں شائع کرواکر فی سبیل اللہ تقسیم کرنے کا طریق کار وضع کیا۔ پھر مہنگائی بڑھ جانے کی وجہ سے انجمن کا ماہوار چندہ دو روپے سے بڑھا کر پانچ روپے کر دیا گیا۔ انجمن نے اپنے ماہوار کتابی سلسلہء تبلیغ کا نام ''سبیلِ ہدایت'' تجویز کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے اسم بامسمّٰی بنائے آمین۔

الحمد للہ! ''انجمن احبابِ اہل سنت'' نے اپنے قیام کے ایک سال بعد سے ماہِ رواں (ستمبر ۲۰۰۳ء) تک کی مدّت میں ۲۹۴ پیش کشیں کتابچوں کی صورت میں شائع کرا کر فی سبیل اللہ تقسیم کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللھم زد فزد۔

انجمن احبابِ اہل سنت کی شائع کردہ پیش کشوں کے بارہ میں اہل سنت کے مشہور ومعروف درج ذیل ماہناموں ہفت روزوں اور ماہوار تبلیغی مجلّوں میں جاندار تبصرے اور اعلانات شائع ہوتے رہے ہیں۔ ماہنامہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ ماہنامہ فیض عالم بہاولپور، ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال، ماہوار مجلّہ ضیائے مصطفٰے راولپنڈی، ماہنامہ کنز الایمان لاہور، ماہنامہ ماہِ طیبہ سیالکوٹ، ماہنامہ سبیل الرشاد لاہور، ماہنامہ ضیائے اسلام حیدرآباد سندھ، ماہنامہ المعین چیچہ وطنی، ماہنامہ انیس اہل

سنت فیصل آباد، سہ ماہی الحدائق میانوالی اورہفت روزہ کوٹلی ٹائمز کوٹلی آزاد کشمیر۔

الحمدللہ۔ انجمن احباب اہل سنت کی شائع کردہ پیش کشوں پر مندرجہ بالا رسائل و جرائد میں جو تبصرے اور اعلانات شائع ہوتے رہے ہیں ان کی وجہ سے آزاد کشمیر کے ساتوں اضلاع اور پاکستان کے چاروں صوبوں کے تقریباً ۶۶ اضلاع و علاقہ جات میں انجمن نے اپنی مطبوعات بھیجنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دینی سعی کو شرف مقبولیت بخشے۔ اور انجمن کے ہر فرد کو دارین کا اجر وثواب عطا فرمائے آمین۔

''انجمن احبابِ اہل سنت'' ہر تین سال کے بعد ''سہ سالہ کارکردگی'' کے نام سے تین سالوں کی اپنی مکمل کارکردگی شائع کرواکر عوام کے ہاتھوں تک پہنچاتی ہے۔

الحمد للہ۔ انجمن نے اپنی تبلیغی زندگی کے اکیس سالوں میں سات سہ سالہ کارکردگیاں شائع کی ہیں۔ ہر سہ سالہ کارکردگی اپنی مدت کی جملہ معلومات پر مشتمل ہے۔

''انجمن احبابِ اہل سنت'' اپنے یوم تاسیس (۹ نومبر کے دن) سالانہ اجتماع کی صورت میں جلسہ کا بھی اہتمام کرتی رہی ہے۔ الحمد للہ۔ اس موقع پر انجمن کے کارکنان، عہدہ داران اراکین اور عامۃ المسلمین ذوق وشوق سے تشریف لاتے اور مہمان علماء کے بیانات سنتے چلے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انجمن کے جملہ متعلقین کو اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

انجمن احبابِ اہل سنت اپنے عہدہ داران کو تاحیات اپنے اپنے عہدہ پر فائز رکھتی ہے۔ ہاں جو عہدہ دار اپنی ذمہ داری پوری کرنے میں کوتاہی کا خود شکار ہو جائے اُسے مجبوراً عہدہ سے الگ کر دیا جاتا ہے۔ انجمن کے عہدہ داران اس وقت یہ ہیں۔

(۱) سرپرستِ اعلیٰ۔ پیر طریقت حضرت پیر محمد حبیب الرحمٰن نیروی مدظلہٗ۔ نیریاں شریف ضلع پونچھ۔

(۲) سرپرست۔ پیر طریقت حضرت پیر سلطان محمود شاہ صاحب سہرمنڈی تحصیل سہنسہ

(۳) صدر مجلس مشاورت۔ حضرت خلیفہ حکیم سائیں محمد عارف صاحب زاہدی قادری کوٹلی شہر۔

(۴) ناظمِ اعلیٰ و خازن۔ راقم الحروف ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری۔ سہنسہ بانی انجمن ھذا۔

(۵) مرکزی نائب ناظم۔ حضرت مولانا خلیفہ عبدالمجید ہاشمی کٹھاڑ تحصیل سہنسہ۔

(۶) نائب ناظمین۔ (۱) مولانا غلام رسول عارف القادری ٹھارہ تحصیل ڈڈیال۔ (۲) راجہ محمد ازرم حمید سیالوی کلر سیّداں راولپنڈی۔ (۳) مولانا امتیاز حسین قریشی کوٹلی شہر۔

جنرل سیکرٹری۔ جناب صاحبزادہ ابرار حسین شاہ صاحب۔ چپلاڑ تحصیل سہنسہ۔

انجمن کے تبیں عدد خصوصی کارکن بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب احباب کو اس دینی خدمت کا صلہ دارین میں عطا فرمائے آمین۔

راقم الحروف کی خوش بختی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ''انجمن احباب اہل سنت'' نے راقم کے مرتبہ و مصنفہ ۲۹۳ رسائل شائع کروا کر فی سبیل اللہ تقسیم کیے ہیں۔ انجمن کی مالی آمدنی جات محدود ہونے کی وجہ سے صرف راقم ہی کا لکھا ہوا مختصر سا رسالہ ہر ماہ شائع کرایا جاتا ہے۔ اے کاش۔ اگر ہمارے سنی احباب احساس فرمائیں تو اس کام میں ترقی بھی ہوسکتی ہے۔ بہر حال جو کچھ ہو رہا ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی کا خاص فضل و کرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نصیب رکھے۔ آمین۔

انجمن احبابِ اہل سنت کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے یہ عظیم اعزاز بھی ملا ہے کہ اس کے شائع کردہ ۲۴ رسائل مقالات حیدری حصہ اول میں، ۲۶ رسائل مقالات حیدری حصہ دوم میں اور ۳۰ رسائل مقالات حیدری حصہ سوم میں یعنی کل کتاب میں ۸۰ مقالات شامل اشاعت کیے گئے ہیں۔ الحمد للہ! انجمن کے ممبران کو جہاں پیش کشوں کی صورت میں خدمت دین کا اجر ملا ہے وہاں مقالات کی صورت میں بھی صدقہ جاریہ کا ثواب ملا ہے۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم رزقنا اللہ العظیم اجراً عظیماً فی الدنیا والآخرۃ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

مسلکِ حق کا امیں ہے انجمن کا قافلہ | حامیء دینِ متیں ہے انجمن کا قافلہ
ں سنت کے عقائد کی نگہباں یہ جماعت | خیر خواہِ مومنیں ہے انجمن کا قافلہ
دفعہ ہے بانٹتا یہ دلربا تازہ کتاب | خادمِ دینِ متیں ہے انجمن کا قافلہ
الکِ راہِ امامِ انبیاء و مرسلیں | پیروئے اصحابِ دیں ہے انجمن کا قافلہ
سلکِ احمد رضا خان جس کا مسلک بے شبہ | وہ صداقت کا امیں ہے انجمن کا قافلہ
لیاء و انبیاء کی ہے نظر اِس پہ سدا | ہارنے والا نہیں ہے انجمن کا قافلہ
اتھ قاسم اِس کا دیتے ہیں مسلماں نیک خُو | اِس لئے روشن جبیں ہے انجمن کا قافلہ

رہبرِ راہِ حقیقت بے شبہ ہے انجمن | حامیء حق و صداقت بے شبہ ہے انجمن
اصلِ عرفان وحکمت بے شبہ ہے انجمن | حاملِ نورِ ہدایت بے شبہ ہے انجمن
یر خواہِ اہلِ حق ہے بے گماں یہ قافلہ | راہنمائے اہلِ سنت بے شبہ ہے انجمن
اعیء پیغامِ حق، فیضانِ مصباحِ ہدیٰ | مصدرِ انوارِ حکمت بے شبہ ہے انجمن
ہلِ دانش کی نظر میں کام اِس کا بے نظیر | خنکِ قلبِ اہلِ دعوت بے شبہ ہے انجمن
ہے لذیذ و دلربا ہر ایک اِس کی پیش کش | خیر آور درحقیقت بے شبہ ہے انجمن
لکھتے رہتے ہیں تأثرات اپنے اہلِ ذوق | مرکزِ حبّ و عقیدت بے شبہ ہے انجمن
ہر قسم کی مدد فرماتے ہیں جس کی ماہ بماہ | ذوق سے اہلِ سعادت، بے شبہ ہے انجمن
ہے دعا قاسم رہے تادیر اِس کا فیضِ نور | منبعِ انوارِ حکمت بے شبہ ہے انجمن

حق تعالیٰ کی عنایت انجمن کے ساتھ ہے | مصطفیٰ کی بھی حمایت انجمن کے ساتھ ہے
حق تعالیٰ نے عنایت کی یہ اس کو بخشش | سوادِ اعظم اہلِ سنت انجمن کے ساتھ ہے
اولیاء کے فیضِ تعلیماتِ حق کے صدقے | اولیاءِ حق کی نصرت انجمن کے ساتھ ہے
دہر میں پھیلا رہی ہے روشنی ایمان کی | نورِ فیضانِ ہدایت انجمن کے ساتھ ہے
صالحین بندوں کی سب ادعیہء مقبولہ سے | اصفیاء کی خیر و برکت انجمن کے ساتھ ہے

حق تعالیٰ دے گا اس کو ہر جگہ اجرِ عظیم جس دلِ مسلم میں رغبت انجمن کے ساتھ ہے
چندہ دیتے ہیں مسلماں ماہ بماہ خود ذوق سے اہلِ ثروت کی رفاقت انجمن کے ساتھ ہے
انجمن کا ساتھ دینا چاہیے فرضِ عظیم دین کی نشر و اشاعت انجمن کے ساتھ ہے

ہو رہا ہے کام اللہ کے کرم سے ہر دم
بے ہنر قاسم کی خدمت انجمن کے ساتھ ہے

آخر میں ہم ہر صحیح العقیدہ سُنّی مسلمان کو ''انجمن احبابِ اہل سنت'' کے اس کارِ خیر میں سخنے درمے قدمے شرکت اختیار کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس صدا بصحرا کو زوردار گونج بنا کر ہر مسلکِ اہل سنت کا درد رکھنے کے کانوں تک پہنچائے اور اُسے انجمن کی ہر طرح سے معاونت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ انجمن کے جملہ کارکنوں کو اپنے اپنے مقام میں انجمن کے فرائض سرانجام دیتے رہنے کی سعادت نصیب کرے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

(دعاگو۔ فقیر ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری غفر اللہ لہٗ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

پہلا مقالہ

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد!

آفتابِ نبوت کی جلوہ گری

بارہ ربیع الاوّل کی مبارک صبح صادق میں مطلعِ عالم پر آفتابِ رسالت طلوع ہوا تو تحت الثریٰ سے ثریا تک تمام فضائے کائنات بقعہء نور بن گئی اس آفتابِ منور نے اپنی ظلمت سوز ضیا پاشیوں سے وجودِ ظلمت کو مٹایا تو کائنات کے ذرہ ذرہ میں نورانی تابشیں نظر آنے لگیں۔

مبارک ہو امام المرسلیں تشریف لے آئے — جنابِ رحمۃ للعالمیں تشریف لے آئے
وہ جن کے نور کو دیکھا تھا جبرائیل نے برسوں — مبارک ہو وہی نورِ مبیں تشریف لے آئے
گنا ہگارو نہ گھبراؤ، خطاکارو نہ شرماؤ — اے بدکارو شفیع المذنبیں تشریف لے آئے
بڑھا ہے رتبہ مکّے کا مراتب ہائے عرشی سے — بصد ہا ناز ختم المرسلیں تشریف لے آئے

اس آفتابِ رسالت کی جلوہ گری کی منظر کشی ایک شاعر نے اپنے اِن اشعار میں کی ہے۔

صبح میلادِ نبی ہے کیا سہانا نُور ہے — آگیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے
فرش نوری، عرش نوری ذرہ ذرہ نور ہے — نور کا دربار ہے ہر سمت چھایا نور ہے
نور گھر میں نور باہر پتا پتا نور ہے — بلکہ یوں کہیے کہ سب دنیا کی دنیا نور ہے

اِن اشعار کے مضمون کو محض شاعرانہ تخیل قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوہ جلد دوم کی پہلی فصل میں اسی مضمون سے متعلق اپنے درج ذیل اشعار ارشاد فرماتے ہیں۔

شبِ ولادتِ محمد چہ شبے روشن بود — کز در مکہ تا شام منور گردید
مکہ و شامِ چہ مشرق و مغرب نورش — ہمہ گشت محیط و ہمہ جا گردید
ہمہ آفاق ز انوار منور گشتہ — ہمہ اکناف ز اخلاق معطر گردید

ترجمہ:۔ حضرت محمد ﷺ کی پیدائش کی رات کتنی روشن تھی کہ مکہ سے شام تک کا علاقہ منور

ہو گیا۔ مکہ و شام کیا ان کے نور نے ہر جگہ کو گھیرے میں لے لیا تھا اور وہ ہر جگہ پہنچا۔ تمام کائنات آپ کے انوار سے منور ہو گئی اور آپ کے اخلاق سے کائنات کے تمام گوشے معطر ہو گئے۔ سبحان اللہ العظیم۔

نرالی شان سے آئے زمانے میں مرے آقا اگرچہ اور بھی ہیں انبیاء آئے زمانے میں

(قاسم الحیدری)

قرآن عظیم کی شہادت

وقتِ ولادت اِس ہمہ گیر نور کی جلوہ گری کو قرآن مجید نے اس طرح بیان فرمایا۔

قد جآء کم من اللہ نور و کتاب مبین. (ترجمہ) تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک (کامل مطلق) نور آیا اور ایک روشن کتاب آئی ہے۔ تفسیر جلالین میں اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔ نور ھو النبی ﷺ کتاب مبین قرآن مبین یعنی یہاں نور سے مراد نبی ﷺ اور کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے۔ (جلالین ص ۹۷)

ایک دیوبندی شہادت

ایک دیوبندی مولوی صاحب نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد نبی ﷺ ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

وَقد جآء کم من اللہ نور کی تحقیق۔ اہلِ سُنت کہلانے والوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ لفظ نور کا اطلاق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جائز ہے لیکن اختلاف اس میں ہے کہ مذکورہ آیت میں نور سے مراد نبی کریم کی ذات مطہرہ ہے یا قرآن ہے۔ تفسیروں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ نُور سے مراد حضور علیہ السلام ہی ہیں اھ بلفظہٖ (براہین اہلسنت مؤلفہ مولوی دوست محمد قریشی ص ۳۱۵)

ایک اور دیوبندی شہادت

اس بارہ میں ایک اور دیوبندی حوالہ ہدیہءِ ناظرین کیا جاتا ہے۔ دیوبندیوں کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثانی نے اسی آیتِ کریمہ کے متعلق لکھا "شاید نور سے خود نبی کریم ﷺ اور کتاب مبین سے قرآن کریم مراد ہو" (حاشیۃ القرآن ص ۱۹۳

شیخ محقق کا عقیدہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حضور ﷺ کے نُورِ ذات کو مبدأ کائنات قرار دیتے ہوئے رقم طراز ہیں۔ بداں کہ اوّل مخلوقات و واسطہء صدور کائنات و واسطہءِ خلق عالم نور محمد است ﷺ چنانکہ در حدیث صحیح وارد شد کہ اوّل ما خلق اللہ نوری وسائر مکنوناتِ علوی و سفلی از آن نور واز آن جوہر پاک پیدا شد از ارواح و اشباح و عرش و کرسی و لوح و قلم و بہشت و دوزخ و ملک و فلک و جن و انس و آسمان و زمین و بحار و جبال و اشجار و سائر مخلوقات۔

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ سب سے پہلی مخلوق اور کائنات کے صدور اور عالم کی پیدائش کا ذریعہ حضرت محمد ﷺ کا نور ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا اور تمام بالائی و زیریں مخلوقات کو اس نور سے اور اس پاک جوہر سے پیدا کیا۔ ارواح، اجسام، عرش، کرسی، لوح، قلم، بہشت، دوزخ، فرشتے، آسمان، جن، انسان، زمین، دریا، پہاڑ، درخت، اور ساری مخلوقات میں سے (مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۲)

حاصل شدہ فوائد

الحمد اللہ محقق علی الاطلاق کی اس عبارت سے چند فوائد معلوم ہوئے۔

(۱) نورِ محمدی کا اول الخلق ہونا۔ (۲) اِسی نور کے واسطہ سے تمام کائنات کا معرضِ وجود

میں آنا۔ (۳) نورِ محمدی کا مخلوق ہونا۔والحمد للہ علی ذلک

نور مصطفیٰ کے بارہ میں ایک اور حدیث

حضرت سیّدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ مدینہ ﷺ سے سب سے پہلی مخلوق کے بارے میں پوچھا تو فرمایا۔یا جابر ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہٖ ۔اے جابر بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔(نشر الطیب مؤلفہ مولوی اشرف علی تھانوی ص ۷)

مولوی اشرف علی تھانوی اس حدیث کو مکمل نقل کرنے کے بعد اپنی طرف سے یہ فائدہ لکھتے ہیں۔" (ف) اس حدیث سے نور محمدی کا اوّل الخلق ہونا باوّلیت حقیقیہ ثابت ہوا۔کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اوّلیت کا حکم آیا ہے اِن اشیاء کا نورِ محمدی سے متأخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔ ؎ لاکھ مدعی پہ بھاری ہے گواہی تیری۔

ایک اور حدیثِ نُور

علامہ جلال الدین سیوطی جامع صغیر میں حدیث متبرک بتصحیح سند روایت فرماتے ہیں کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔" رات امی حین وضعتنی سطح منھا نورا اضاءت لہ قصور بصری " جس وقت میری والدہ نے مجھے جنم دیا تو انہوں نے دیکھا کہ ایک نور اُن سے بلند ہوا جس نے بُصریٰ کے محلات روشن کر دیئے رواہ ابن سعد عن ابی العجفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جامع صغیر ص ۲۰ جلد ۲)

دوسری حدیث شریف

دوسری روایت میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔رأت امی کانہ خرج منھا نوراضاءت قصور الشام. میری والدہ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان کے بطن شریف سے ایک نور

ظاہر ہوا جس نے شام کے محلات تابندہ و درخشاں کر دیئے۔

(رواہ ابن سعد۔ جامع صغیر جلد۲ ص۲۰)

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ نبی پاک ﷺ لباسِ بشریت میں جلوہ گر ہونے کے باوجود سراپا نور تھے۔ بلکہ آپکی بشریت مطہرہ بھی سراپا نور بن گئی تھی گویا آپ کو نور علی نور کے تاجِ عظمت سے تاجور فرمایا گیا۔ والحمد للّٰہ ربّ العالمین

وحررّہٗ ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفر اللّٰہ تعالیٰ لہٗ المتوطن بقریۃ بھیائی من مضافات سہنسہ آزاد کشمیر ۲۵ صفر المظفر ۱۳۹۴ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

دوسرا مقالہ

مسئلۂ نور پر چند شبہات کا ازالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد

آج کل کتاب" علماء حق پر اعتراضات کا علمی تجزیہ " مؤلفہ قاضی عبدالرزاق خطیب مسجد تعلیم القرآن لائن پارک چکوال ہمارے پیش نظر ہے۔ یہ کتاب گزشتہ سال ۱۹۹۱ء میں شائع ہوئی اور ظہور احمد علوی ا۔ادیہ مسجد ۴/ ۶ ایف اسلام آباد کے پتہ سے ملتی ہے۔ چونکہ اس کتاب میں مسئلہ نور کے متعلق بریلوی مسلک کے بارہ میں غلط بیانی کی گئی ہے۔ اس لئے ہم نے یہ مختصر رسالہ " مسئلہ نور پر چند شبہات کا ازالہ " لکھ کر بریلوی مسلک کے صحیح مؤقف کی وضاحت کی ہے اللہ تعالیٰ اسے ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین

مؤلف کتاب ہذا نے اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۳ پر" دیوبندیوں کا اعلان" کے عنوان سے اہلِ دیوبند کا مسئلہ نور و بشر کے متعلق عقیدہ ان الفاظ میں لکھا ہے۔" ہمارے نزدیک فخر موجودات حضرت رسالت مآب ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی ہیں۔ خلقت کے اعتبار سے آپ بشر، سید البشر خیر البشر، فخر بنی آدم اور محسنِ انسانیت ہیں۔ اور صفت کے اعتبار سے نور ہی نہیں بلکہ مصدر نور، منبع نور، سراج منیر اور نور علی نور ہیں ﷺ باقی رہا کہ ہم جیسے بشر ہیں۔ گو کان ناک، ہاتھ، پاؤں وغیرہ ہماری طرح تھے لیکن صفات ظاہری و باطنی میں سب انسانیت میں فائق ہیں۔"

اور ص ۳۴ پر اس اعلان پر یہ اضافہ کیا۔" جو یہ کہتا ہے آپ نور نہیں ہیں وہ بھی بکواس کرتا ہے اور جو یہ کہتا ہے آپ بشر ہیں نور نہیں ہیں وہ بھی جھوٹ بولتا ہے۔ فخرِ دوعالم ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی ہیں "

پھر ص ۳۸ پر اس اعلان پر مزید یہ اضافہ کیا۔" نور و بشر کا جھگڑا نصف صدی سے فرنگی کی ایماء پر جاہل مولویوں نے کھڑا کیا ہے ورنہ دونوں (دیوبندی بریلوی) طرف کے تمام جید علماء کا آپ کی بشریت پر اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ خلقت کے اعتبار سے بشر، خیر البشر، فخر البشر، ابو البشر (۱) اور صفت کے اعتبار سے نور، منبع نور، سراج منیر،

---

(۱) مؤلف کا نبی اکرم ﷺ کو ابو البشر ماننا اس کی جہالت کا بیّن ثبوت ہے۔

مصدر نور، نورٌ علیٰ نور ہیں۔" مؤلف چونکہ دیوبندی عقیدہ والا ہے اس لئے اُس نے دیو بندیوں کا جو عقیدہ ان عبارات میں پیش کیا ہے وہ دیو بندیوں کے نزدیک درست ہوگا۔ مگر اسے بریلوی عقیدہ سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔ کیونکہ ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ حضور ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک آپ خلقت کے اعتبار سے نُور اور ولادت کے اعتبار سے بشر ہیں۔ مؤلف کا یہ دعویٰ کہ حضور کے صفت کے اعتبار سے نور اور خلقت کے اعتبار سے بشر ہونے پر دونوں طرف کے جید علماء کا اتفاق ہے سراسر باطل اور بے بنیاد دعویٰ ہے۔ چونکہ دیو بندی اُن حدیثوں کے منکر ہیں جن سے حضور ﷺ کا خلقت کے اعتبار سے نور ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے وہ آپ کو خلقت کے اعتبار سے بشر مانتے ہیں۔ لیکن بحمد اللہ تعالیٰ ہم اہلِ بریلی کا ان حدیثوں پر ایمان ہے اس لئے ہم آپ کو خلقت کے اعتبار سے نور مانتے ہیں۔ اور یہی عقیدہ زمانہء رسالت مآب ﷺ سے دیو بندی جماعت کے ظہور تک اہلسنّت حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ کثرھم اللّٰہ تعالیٰ کا چلا آرہا ہے۔ ہم عوام المسلمین کے افادہ کے لئے دس احادیثِ مبارکہ تبرکاً پیش کرتے ہیں۔ جن سے حضور ﷺ کا آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے خلقت کے اعتبار سے نُور ہونا ثابت ہوتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

حدیث نمبر ۱

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ' سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کنت اوّل الانبیآء فی الخلق و آخرھم فی البعث ۔ میں خلقت میں تمام نبیوں سے پہلا ہوں اور بعثت میں اُن سب سے آخر ہوں۔ اِس حدیث کو امام قاضی عیاض نے شفا شریف کی جلد اوّل صفحہ نمبر ۲۸ پر ذکر کیا ہے۔

حدیث نمبر ۲

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اِنّ النبی ﷺ کانت روحہ نوراً بین یدی اللّٰہ تعالیٰ قبل ان یخلق آدم بالفی عام یسبح ذلک النور و تسبح الملا ئکۃ

بتسبیحہ فلمّا خلق اللہ آدم القی ذلک النور فی صلبہ. بلا شبہ نبی ﷺ کی روح آدم کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ کے روبرو نور تھی ۔ یہ نُور تسبیح پڑھتا تھا تو اس کی تسبیح کی وجہ سے ملائکہ تسبیح پڑھتے تھے ۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا تو اُن کی پُشت میں یہ نور ڈالا ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۔فاھبطنی اللّٰہ الی الارض فی صلب آدم ۔ پھر اللہ نے مجھے آدم کی پشت میں زمین پر اُتارا ۔ اس حدیث کو امام قاضی عیاض نے شفا شریف کی جلد اوّل کے صفحہ نمبر ۴۸ پر ذکر کیا ۔ اور اس کی صحت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا و یشھد بصحۃ ھٰذا الخبر شعر العباس المشھور فی مدح النبی ﷺ اور اس حدیث کی صحت کی گواہی حضرت عباس کے وہ مشہور شعر دیتے ہیں جو انہوں نے نبی ﷺ کی تعریف میں کہے تھے ۔

حدیث نمبر ۳

حضرت ابو سلمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا ۔ یارسول اللّٰہ متیٰ و جبت لک النبّوۃ ۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ کے لئے نبوت کب ثابت ہوئی ۔ فرمایا ۔ وآدم بین الروح والجسد . اس وقت جب آدم رُوح اور جسم کے درمیان تھے ۔ اس کو امام قاضی عیاض نے شفا شریف کی جلد اوّل کے صفحہ نمبر ۹۹ پر ذکر کیا ۔ نیز جامع ترمذی کی جلد دوم کے ص ۲۲۴ پر بھی یہ حدیث موجود ہے ۔

دیو بندی مولوی اشرف علی تھانوی اس حدیث کے بارہ میں لکھتے ہیں ۔" اس کو ترمذی نے روایت کیا، اور اس حدیث کو حسن کہا ہے ۔ اور ایسے ہی الفاظ میسرہ ضبّی کی روایت میں بھی آئے ہیں ۔ امام احمد نے اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں اس کو روایت کیا ہے ۔ اور حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے ۔ " (نشر الطیب ص ۸)

حدیث نمبر ۴

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں ۔ درحدیث صحیح وارد شدکہ اوّل ما خلق اللہ

نُوری ۔ صحیح حدیث میں وارد ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ نے سب سے پہلے میرا نُور پیدا کیا۔ (مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم پہلی فصل)

حدیث نمبر ۵

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت میسرہ اور حضرت ابن ابی الجدعاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کنت نبیاً و آدم بین الماء والجسد ۔ میں اس وقت نبی تھا جب آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ امام جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو جامع صغیر میں صحیح قرار دیا ہے۔ (جامع صغیر۔ جلد دوم ص ۹۷)

حدیث نمبر ۶

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔" انی عند اللہ مکتوب خاتم النبین و ان آدم لمنجدل فی طینتہ الی آخر الحدیث بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبین ہو چکا تھا۔ اور آدم ہنوز اپنے خمیر میں پڑے تھے۔ یعنی اُن کا پتلا بھی تیار نہیں ہوا تھا۔"
(مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین ص ۲۰۸ جلد۲)

دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی اس حدیث کے بارہ میں لکھتے ہیں۔" روایت کیا اس کو احمد اور بیہقی نے اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد بھی کہا اور مشکوٰۃ میں شرح السنہ سے بھی یہ حدیث مذکور ہے۔" (نشر الطیب ص ۷)

حدیث نمبر ۷

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔" احکام ابن القطان میں من جملہ اُن روایات کے جو ابن مرزوق نے ذکر کی ہیں حضرت علی بن الحسین یعنی امام زین العابدین سے روایت ہے۔ وہ اپنے باپ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ ان کے جدِ امجد یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں آدم علیہ السلام

کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔"
ف۔"اس عدد میں کم کی نفی ہے زیادتی کی نہیں۔ پس اگر زیادتی کی روایت نظر پڑے شبہ نہ کیا جاوے۔ رہ گئی تخصیص اس کے ذکر کی سو ممکن ہے کہ کوئی خصوصیت مقامیہ اس کو مقتضی ہو۔" (نشر الطیب ص ۹)

حدیث نمبر ۸

محدث عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ حضور پُرنور ﷺ نے اُن سے فرمایا **یا جابر اِنّ اللّٰہ تعالیٰ خلق قبل الاشیآء نور نبیک من نورہٖ** ۔اے جابر بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام عالم سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ **ذکرہ الامام القسطلانی فی المواھب وغیرہ من العلماء** الکرام (صلوٰۃ الصفا فی نور المصطفیٰ مؤلفہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۵)

اس حدیث کو جلیل القدر محدثین نے اپنی کتب جلیلہ میں نقل فرمایا۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔" اس حدیث کو امام مالک کے شاگرد اور امام احمد کے استاد اور امام بخاری اور امام مسلم کے استاد الاستاذ حافظ الحدیث احد الاعلام عبدالرزاق ابوبکر بن ھمام نے اپنی مصنف میں اور امام بیہقی نے بھی دلائل النبوۃ میں بخوہ روایت کیا۔ اجلہ ائمہ دین مثل امام قسطلانی مواھب لدینہ میں اور امام ابن حجر مکی افضل القریٰ میں اور علامہ دیار بکری خمیس میں اور شیخ محقق دہلوی مدارج النبوۃ وغیرہا میں اس حدیث سے استناد اور اس پر تعویل واعتماد فرماتے ہیں۔ بالجملہ وہ تلقی امت بالقبول کا منصب جلیل پائی ہوئی ہے تو بلا شبہ حدیث حسن صالح مقبول معتمد ہے۔ لاجرم عارف باللہ سیّدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ' القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں۔ **قد خلق کل شئی من نورہ** ﷺ (ہر شئے نور محمدی سے پیدا ہوئی ہے) **کما ورد بہ الحدیث الصحیح** (صلاۃ الصفا ص ۳)

اور اسی حدیث کو مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی نے نشر الطیب کی پہلی فصل

" نورمحمدی کے بیان میں " سب سے پہلے درج کرنے کے بعد لکھا
ف۲۔ "اس حدیث سے نورمحمدی کا اوّل الخلق ہونا باوّلیہ حقیقیہ ثابت ہوا۔ کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے۔ اُن اشیاء کا نورمحمدی سے متأخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے" (نشر الطیب ص ۷)

حدیث نمبر ۹

علامہ فاسی مطالع المسرات میں لکھتے ہیں۔ "امام اشعری نے فرمایا ہے کہ بلا شبہ اللہ نُور ہے انوار کی طرح نہیں اور روح نبویہ قدسیہ اس کے نور سے ایک لمعہ ہے اور ملائکہ اُن انوار کے چنگارے ہیں۔ قال علیہ السلام اوّل ماخلق اللہ نوری و من نوری خلق کل شئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ نے سب سے پہلے میرا نُور پیدا کیا اور ہر چیز میرے نور سے پیدا کی۔" (صلاۃ الصفا ص ۴)

حدیث نمبر ۱۰

شعبی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کب نبی بنائے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ آدم اُس وقت روح اور جسد کے درمیان میں تھے کہ مجھ سے میثاق (نبوۃ کا) لیا گیا (کما قال تعالیٰ و اذ اخذ نا من النبیّن میثاقھم و منک و من نوح الایۃ) "روایت کیا اس کو ابن سعد نے جابر جعفی کی روایت سے ابن رجب کے ذکر کے موافق۔"
(نشر الطیب مؤلفہ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی ص ۸)

وتلک عشرۃ کاملۃ.

الحمد للہ۔ ہم اہل سنت بریلوی کا ان احادیث مبارکہ پر ایمان ہے اس لئے ہمارے عقیدہ میں آنحضرت ﷺ خلقت کے اعتبار سے نور ہیں۔ پھر جب آدم علیہ السلام کا جسم بنایا گیا تو آپ کا یہ نور اُن کی پشت میں ڈالا گیا۔ حضرت آدم ابوالبشر ہیں۔ اُن سے پہلے کوئی بشر نہ تھا اس لئے جب نورمحمدی کا تعلق حضرت آدم سے ہوا تو آپ کو وصفِ بشریت ملا

اور بصورت بشر اپنے والدین کے گھر جلوہ افروز ہوئے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بریلوی علماء کی چند عبارتیں بھی نقل کر دی جائیں۔ تاکہ بریلوی عقیدہ کی مزید وضاحت ہو جائے۔ وباللہ التوفیق۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ارشاد فرماتے ہیں۔ بداں کہ اوّل مخلوقات و واسطہء صدور کائنات و واسطہء خلق عالم و آدم نُورِ محمد ست ﷺ چنانچہ در حدیث صحیح وارد شد کہ اوّل ماخلق اللہ نوری و سائر مکنونات علوی و سفلی از آن نور و از آن جوہر پاک پیدا شُد از ارواح و اشباح و عرش و کرسی و لوح و قلم و بہشت و دوزخ و ملک و فلک و انس و جن و آسمان و زمین و بحار و جبال و سائر مخلوقات (مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم باب اوّل)

تُو جان کہ مخلوقات میں سب سے پہلی مخلوق اور کائنات کے بننے کا واسطہ اور جہان اور آدم علیہ السلام کی پیدائش کا سبب نور محمد ہے ﷺ جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا کہ اللہ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا اور تمام علوی اور سفلی مخلوقات اس نور سے اور اس پاک جوہر سے پیدا ہوئیں۔ روح، جسم، عرش، کرسی، لوح، قلم، بہشت، دوزخ، فرشتے، فلک، انسان، جن، آسمان، زمین، سمندر، پہاڑ، درخت اور تمام مخلوقات اسی سے پیدا ہوئیں۔

اور امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرّہٗ لکھتے ہے۔ ”حضور پُر نور سیّد عالم ﷺ بلا شبہ اللہ عز وجل کے نور ذاتی سے پیدا ہوئے ہیں۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا۔ اے جابر بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ رواہ عبدالرزاق و نحوہ عندالبیھقی“

(صلاۃ الصفا ص ۱۱)۔

پھر آگے لکھتے ہیں۔ ”حدیث من نورہ فرمایا۔ جس کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف ہے کہ اسم ذات ہے من نور محلمہ یا من نور رحمتہ وغیرہ نہ فرمایا کہ نورِ صفات سے تخلیق ہو۔ علامہ زرقانی اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔ من نورہ ای من نورھو ذاتہ یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو اُس نور سے پیدا کیا جو عین ذاتِ الٰہی ہے۔ یعنی اپنی ذات سے بلا

واسطہ پیدا فرمایا۔" (صلاۃ الصفا ص ۱۱)

پھر آگے لکھتے ہیں۔" عین ذاتِ الٰہی سے پیدا ہونے کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ ذاتِ الٰہی ذاتِ رسالت کے لئے مادہ ہے جیسے انسان مٹی سے پیدا ہوتا ہے۔ یا عیاذاً باللہ ذاتِ الٰہی کا کوئی حصہ یا کل ذات نبی ہو گیا۔ اللہ عزوجل حصے اور ٹکڑے اور کسی کے ساتھ متحد ہو جانے یا کسی شئے میں حلول فرمانے سے پاک ومنزہ ہے۔ حضور سیّد عالم ﷺ خواہ کسی شئے کو جزء ذاتِ الٰہی خواہ کسی مخلوق کو عین ونفس ذاتِ الٰہی ماننا کفر ہے۔" (صلاۃ الصفا ص ۲۲)

پھر لکھتے ہیں۔" اس تخلیق کے اصل معنی تو اللہ و رسول جانیں۔ عالم میں ذاتِ رسول کو کوئی نہیں پہچانتا۔ حدیث میں ہے۔ **یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقۃً غیر ربّی** ۔ اے ابو بکر مجھے جیسا میں حقیقت میں ہوں۔ میرے ربّ کے سوا کسی نے نہ جانا۔ ذاتِ الٰہی سے پیدا ہونے کی حقیقت کے مفہوم ہو مگر اس میں فہم ظاہر بین کا جتنا حصہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت حق عزوعلا نے تمام جہاں کو حضور پُر نور محبوبِ اکرم ﷺ کے واسطے پیدا فرمایا۔ حضور ﷺ نہ ہوتے کچھ نہ ہوتا۔ **لولاک ماخلقت الدنیا** ۔ آدم علیہ السلام سے ارشاد ہوا۔ **لو لا محمد ما خلقتک ولا ارضاً وسماءً** ۔ تو سارا جہاں ذاتِ الٰہی سے بواسطہ حضور صاحب لولاک ﷺ پیدا ہوا۔ یعنی حضور کے واسطے حضور کے صدقے بخلاف ہمارے حضور عین النور ﷺ کے کہ وہ کسی کے طفیل میں نہیں آپ ربّ کے سوا کسی کے واسطے نہیں تو وہ ذاتِ الٰہی سے بلا واسطہ پیدا ہیں۔" (صلاۃ الصفا ص ۱۳)

اور جید بریلوی عالمِ دین مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔" حضور اللہ کا نور اس طرح ہیں کہ آپ ذاتِ باری سے پہلے فیض پانے والے ہیں اور آپ کے ذریعے سے دوسرے لوگ فیض لینے والے ہیں۔" (نور العرفان ص ۱۷۴)

اور اعلیٰ حضرت کے خلیفہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔
" اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جس ذاتِ اقدس کو ہستی عنایت کی وہ عربی تاجدار کا نور پاک تھا۔ اس نور پاک کو نبوت و رسالت کا منصب جلیل مرحمت کیا۔ اور ابھی تک آدم علیہ السلام

کی روح جسم سے متعلق بھی نہیں ہوئی۔ ابوالبشر کا پتلا بھی نہیں بنا"۔ (فتاویٰ صدر الافاضل ص۱۹۴)

اور اعلیٰ حضرت کے خلیفہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ "اللہ عزوجل نے حضور کو اپنی ذات کا مظہر بنایا اور حضور کے نور سے تمام عالم کو منور فرمایا۔ بایں معنی ہر جگہ حضور تشریف فرما ہیں۔ **کالشمس فی وسط السمآء و نورھا یغشی البلاد مشارقاً ومغارباً**۔ مگر کور باطنی کا کیا علاج۔ ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہء آفتاب را چہ گناہ"

(بہارِ شریعت حصہ اول ص۲۲)

اور مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ ہی کی رُوحِ انور کو پیدا کیا۔ وہی رُوحِ اطہر عالم ارواح میں دوسرے انبیآئے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی روحوں کی تربیت فرماتی تھی۔ اسی روحانی تربیت کے لحاظ سے تمام انبیاءِ کرام حضور اکرم ﷺ کے خلیفے ہیں"۔ (عقائد اہلِ سنت ص۲۷)

اور حضرت مولانا محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ "بلاشبہ حضور نبی اکرم ﷺ اللہ کے نور سے ہیں۔ بلا کیف و تقسیم حضور نبی اکرم ﷺ نے خود حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے فرمایا۔ **یا جابر ان اللّٰہ تعالیٰ خلق نور نبیک من نورہٖ**۔ یعنی اے جابر بے شک اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ اور سوال میں کھلم کھلا مخالفت کی گئی۔ سوال میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا نہیں فرمایا۔ بلکہ غیر کے نور سے پیدا فرمایا تو سائل ذرا یہ تو بتائے کہ وہ غیر کون ہے جس کے نور سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے نور کو پیدا فرمایا۔ سوال کرنے والا بے چارہ اس حدیث کو سمجھا ہی نہیں ہے اور خود ایسی بات کر دی ہے جو بے سند ہے۔ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور ذاتی بایں وجہ ہے کہ بغیر وسیلہ کے منسوب ہوئے واجب اور چیزوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ کے وسیلہ سے ہے۔ خلاصہ اس امر کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے نور کو بلا تقسیم و کیف اپنے نور سے پیدا فرمایا اور باقی مخلوق کو اپنے نبی کے نور سے پیدا فرمایا جیسا کہ کتب روایت میں اس کی تصریحات ہیں"۔

(انوار شریعت ص ۱۵۵ جلد دوم)

الحمد للہ۔ یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے اہلِ سنت بریلوی کا عقیدہ حقہ خوب واضح ہوگیا۔ کہ حضور ﷺ خلقت کے اعتبار سے سب سے پہلا نور ہیں۔ اور آپ کا نور اللہ کے نور سے ہے۔ بایں وجہ آپ نورٌ من نور اللہ ہیں۔

اب ہم مؤلفِ کتاب "علمائے حق پر اعتراضات کا علمی تجزیہ" سے یہ پوچھتے ہیں کہ وہ کون سے جید علمائے کرام ہیں، جنہوں نے عقیدہ ءِ نورِ مصطفیٰ ﷺ میں تمہارے عقیدہ ءِ دیوبندیہ کی موافقت کی ہے۔ ہم دعوٰی سے کہتے ہیں کہ تم کسی جید بریلوی عالمِ دین کا نام پیش نہیں کر سکو گے اور نہ ہی کسی جید بریلوی عالم دین کی کسی کتاب میں یہ لکھا ہوا دکھا سکو گے کہ حضور ﷺ خلقت کے اعتبار سے بشر اور صفت کے اعتبار سے نور ہیں۔

ھاتو ابرھانکم ان کنتم صادقین فان لم تفعلوا و لن تفعلوا فا تقوا النار التی و قودھا الناس والحجارۃ اعدّت للکافرین.

(۲) مؤلف کتابِ ھٰذا کے صفحہ نمبر ۱۴ پر لکھتا ہے۔

"اس مقام پر ہم قارئین کو بتاتے ہیں کہ قرآن و حدیث کی رو سے بشر نور سے افضل ہے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ کو بشر سے نکال کر نوروں کی صف میں کھڑا کرنا آپ ﷺ کی بہت بڑی توہین ہے"۔

اور صفحہ نمبر ۱۸ پر لکھتا ہے۔ "بشر نور سے افضل ہے اسی لئے حضور کو صرف نور کہنا اور نوعِ بشریت سے نکال دینا آنحضرت ﷺ کی توہین ہے کیونکہ بشر افضل اور نور مفضول ہے۔ بشر مسجود اور نور ساجد۔ بشر مخدوم اور نور خادم ہے"۔

اور صفحہ نمبر ۲۹ پر لکھتا ہے۔ "یہاں یہ بات عرض کرتے چلیں کہ مشرکین مکہ اور آج کے بریلوی مسلمان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بشر نبی نہیں ہو سکتا۔ نبوت و رسالت صرف نور کا حق ہے۔ لیکن دونوں میں لطیف فرق ہے۔ کفار سابقین و مشرکین مکہ انبیآء کو بشر تو مانتے تھے لیکن نبی نہیں مانتے تھے۔ لیکن بریلوی حضرات انبیآء کو نبی تو مانتے ہیں لیکن بشر نہیں مانتے، کیونکہ دونوں کے نزدیک نبوت و بشریت ایک دوسرے کے منافی ہیں"۔

استغفر اللّٰہ العظیم ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

مؤلف نے بریلوی حضرات کے بارہ میں یہ کتنا جھوٹ بولا ہے کہ'' بریلوی حضرات انبیاء کو نبی تو مانتے ہیں لیکن بشر نہیں مانتے'' حالانکہ اِس کتاب کے مؤلف نے کتاب ہٰذا کے صفحہ نمبر ۳۴ سے صفحہ نمبر ۳۷ تک علمائے بریلی کی جو عبارات خود نقل کی ہیں اُن سب میں یہ لکھا ہے کہ'' نبی اُس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو'' مقام غور ہے کہ جب بریلوی حضرات انبیاء کو نبی مانتے ہیں اور نبی کے لئے بشریت کو لازم سمجھتے ہیں تو پھر مؤلف کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ بریلوی لوگ نبیوں کو بشر نہیں مانتے ؟ سچ کہا گیا ہے۔ ؎ خدا جب دین لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے۔

چونکہ مؤلف نے اہلِ سنت بریلوی کا عقیدہ سمجھا ہی نہیں ہے اس لئے وہ اس بہتان طرازی کا مرتکب ہُوا ہے۔ ہمارے نزدیک حضور علیہ نور بھی ہیں اور بشر بھی۔ نور و بشریت میں کوئی تضاد نہیں کہ نور ماننے سے بشریت کا انکار لازم آئے۔ جب خود مؤلف نے '' دیو بندیوں کا اعلان '' میں خود اپنا عقیدہ بھی یہ لکھا ہے کہ حضور علیہ نور بھی ہیں اور بشر بھی ہیں۔ تو پھر نور و بشر میں تضاد سمجھنا اس کی سمجھ کی غلطی نہیں تو اور کیا ہے؟

مطلقاً بشر کو نور سے افضل ماننا بھی مؤلف کی کم علمی کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔ کاش یہ شخص اپنے گھر کے مولویوں کی کتابیں پڑھ لیتا تو اتنی سنگین غلطیاں نہ کرتا۔ ہم مؤلف کو اُس کے گھر کے مولوی صاحب کی عبارت دکھاتے ہیں جس سے شاید اُسے اپنی منہ زوری کا احساس ہو جائے۔ دیوبندی مولوی دوست محمد قریشی اپنی کتاب براہین اہلِ سنت کے صفحہ نمبر ۲۹۶ پر لکھتا ہے۔'' اس کی تفصیل یہ ہے کہ عوام بشر عوام ملائکہ سے افضل ہیں۔ اور خواص بشر عوام و خواص ملائکہ سے افضل ہیں اور خواص ملائکہ عوام بشر سے افضل ہیں'' اس سے یہ معلوم ہُوا کہ مؤلف کا مطلقاً بشر کو نور سے افضل ماننا گمراہی ہے۔ شاید مؤلف کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ بشر کو جو فضیلت ملی اس کا سبب کیا ہے؟ اس لئے ہم بتاتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جو شرف ملا اور آپ اشرف المخلوقات اور مسجود ملائکہ بنے اس کا سبب یہ تھا کہ آپ کی پشت میں نور مصطفیٰ علیہ تھا۔ اگر اس نور سے آپ کو رشتہ نہ ملتا تو آپ کو یہ شرف حاصل نہ ہوتا۔ افسوس جس نور کی برکت سے بشر کو شرافت ملی آج اُس نور کا انکار ہو رہا ہے۔

واللہ لا یھدی القوم الظالمین ۔

(۳) اور مؤلف کتاب ہذا کے صفحہ نمبر ۲۳ پر لکھتا ہے ۔

" ایک اور فریب یہ دیا جاتا ہے کہ آپ ہیں تو نور لیکن بشریت کے لبادہ میں تشریف لائے ہیں ۔ یاد رکھیں کہ دوسری چیز کا بھیس اور لبادہ بدلنے سے اوصاف نہیں بدل جاتے ۔ نور کھانے پینے ، شادی ، اولاد اور دوسرے لوازمات انسانی سے مبرا ہوتا ہے ۔ مثلاً قرآن میں حضرت جبرائیل کے متعلق آتا ہے کہ وہ انسانی شکل میں حضرت ابراہیم کے پاس تشریف لائے ۔ حضرت ابراہیم نے انہیں اپنا مہمان سمجھ کر گوشت تیار کرایا ۔ برتنوں میں ڈال کر جبرائیل کے سامنے رکھ دیا ۔ جبرائیل نورانی مخلوق لبادہ بشریت میں آئی تھی کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا تو حضرت ابراہیم خوفزدہ ہو گئے ۔ الیٰ ان قال ہم نورانی مخلوق ہیں جو کھانا نہیں کھاتے ۔ اس قرآنی واقعہ سے ثابت ہوا کہ نور جب انسانی شکل میں زمین پر آتا ہے تو وہ کھانا نہیں کھاتا ۔ کیونکہ یہ لوازم انسانیت ہے ۔ اس سے وہ مبّرا ہیں ۔ اب خود فرمائیں کہ تمام انبیآء کرام بمع آنحضرت ﷺ کھاتے پیتے رہے ہیں یا نہیں ۔

مؤلف کا یہ کہنا کہ " دوسری چیز کا بھیس اور لبادہ بدلنے سے اوصاف نہیں بدل جاتے " درست نہیں ہے بلکہ قرآن سے ثابت ہے کہ جب ایک شئے بدل کر دوسری شئے بن جاتی ہے تو اس کے پہلے اوصاف دوسری شئے کے اوصاف میں بدل جاتے ہیں چنانچہ مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں " معلوم ہوا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی سانپ کی شکل اختیار کرتی تھی تو وہ بھی کھا پی لیتی تھی یعنی (جادوگروں کی لاٹھیوں رسیوں کو نگل جاتی تھی) یہ اس شکل کے احکام تھے ۔ حضور ﷺ خدا کا نور ہیں اور آپ کا کھانا پینا سونا جاگنا اس بشریت کے ظاہری احکام ہیں ۔ " (نور العرفان ص ۵۸۸)

اور مؤلف کا کہنا کہ " نور جب انسانی شکل میں زمین پر آتا ہے تو کھانا نہیں کھاتا " یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے ورنہ قرآن ہی سے ثابت ہے کہ ہاروت و ماروت دو نورانی فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے انسانی صورت میں زمین پر اتارا تو وہ کھاتے پیتے جماع کرتے اور قتل کرتے تھے ۔ چنانچہ مؤلف کے گھر کے مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں ۔" دوسرے

جادو پھیلا ہاروت و ماروت کی طرف سے دو فرشتے تھے شہر بابل میں بصورت آدمی رہتے تھے۔ ان کو علم سحر معلوم تھا جو کوئی طالب آتا۔ اول اس کو روک دیتے کہ اس میں ایمان جاتا رہے گا''۔ (حاشیہ القرآن ص ۲۶)

اور مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں کہ وذهب كثير من السلف الى انهما كانا ملكين من السماء الى أن قال فاهبطا الى الارض و مثلت لهما الزهرة امرأة من احسن البشر فجآء تهما فسألا ها نفسها فقالت لا والله حتى تكلّما هذه الكلمة من الا شراک فقالا والله لا نشرک بالله شيئاً ابداً فذهبت عنهما ثمّ رجعت بصبى تحمله فسألاها نفسها فقالت لا والله حتّى تقتلا هذا الصبّى فقالت والله لا نقتلهٔ ابداً فذهبت ثم رجعت بقدح خمر تحمله فسألاها نفسها فقالت لا والله حتّى تشربا هذا الخمر فشربافسكرا فوقعاعليهاو قتلاالصبّى فلماافاقا قالت المرأة والله ماتركتماشيئًا ابيتاه علىّ الّاقد فعلتماه حين سكرتما فخيّرا بين عذاب الدنيا و عذاب الآخرة فاختارا عذاب الدنيا رواه. الامام احمد بن حنبل عن عبدالله بن عمر رضى الله عنهما.

(تفسیر ابن کثیر ص ۱۳۷ جلد ۱، ص ۱۳۸ جلد ۱)

اور اکثر سلف صالحین کی رائے یہ ہے کہ ہاروت اور ماروت آسمان کے فرشتے تھے پھر وہ زمین پر اتارے گئے تو زہرا کو ان کے لئے ایک خوبصورت عورت کی صورت میں بنایا گیا۔ جب وہ آئی تو انہوں نے اس سے نفسانی حاجت پوری کرنے کو کہا۔ اُس نے پہلے شرکیہ کلمہ بولنے کو کہا۔ اُنہوں نے انکار کر دیا۔ پھر ایک بچہ لے آئی اور اس کے قتل کے لئے کہا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر وہ شراب کا ایک پیالہ لائی تو انہوں نے اسے ہلکا گناہ سمجھ کر پی لیا جب وہ نشہ میں گئے تو انہوں نے اس سے زنا کیا پھر بچے کو قتل کیا اور شرکیہ کلمہ بھی بول دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس جرم پر انہیں اختیار دیا کہ چاہیں تو وہ دنیا کا عذاب اختیار کریں اور چاہیں تو آخرت کا عذاب قبول کرلیں۔ انہوں نے دنیا کا عذاب قبول کیا۔

اب مؤلف صاحب سے ہمارا مطالبہ ہے کہ اگر کھانا پینا نور کے منافی ہے تو ان دو فرشتوں نے شراب کا پیالہ کیسے پی لیا تھا؟ اس سے معلوم ہوا کہ کھانا پینا، جماع وغیرہ

لوازماتِ بشریہ نُور ہونے کے منافی نہیں ہیں ۔ لہٰذا نبی علیہ السلام کے نُور کا اس وجہ سے انکار کرنا کہ آپ لوازماتِ بشریہ پورے فرمایا کرتے تھے درست نہیں ۔ رہا ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ تو اس میں احتمال یہ ہے کہ اُن فرشتوں کو اس وقت کھانے کی حاجت نہ تھی یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہ تھی ۔ اس لئے اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا ۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

۴ ۔ اور مؤلف کتاب ہذا کے صفحہ نمبر ۲۱ پر لکھتا ہے ۔

"بعض علمائے سوا اور فریب کار مولوی سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ انبیآء کو بشر تو کافروں نے کہا ہے ۔ مسلمانوں کا یہ کام نہیں کہ وہ نبی کو بشر کہیں ۔ نبی کو بشر کہنا کافروں کا پرانا دستور ہے ۔" پھر آگے صفحہ نمبر ۲۳ پر لکھتا ہے ۔" یہ کہاں کا انصاف ہے کہ دشمن اور کافر اگر صحیح بات بھی کریں تو اُس کا انکار کر دیا جائے ۔ کیونکہ کافر کہہ رہا ہے ۔ اگر کافر خدا کو مانتے ہیں تو ہم انکار کر دیں کیونکہ کافر کہہ رہے ہیں ۔ خود انبیآء نے ان کی ٹھیک بات کی تصدیق کی کہ ہم بھی تمہاری طرح انسان اور بشر ہیں ۔ لیکن خدا نے اپنی خاص مہربانی سے ہمیں نبوت کے لئے چن لیا ہے ۔ اس لئے ہم تم سے افضل ہیں تم کو ہماری اطاعت کرنی چاہیے" ۔ پھر آگے صفحہ نمبر ۲۸ پر لکھتا ہے ۔" ان بے چاروں کو اتنی سمجھ نہیں کہ جب آپ کا بشر ہونا باعثِ توہین نہیں تو آپ کو بشر کہنا کیسے موجب توہین ہے ۔ کیا اشرف المخلوقات ہونا باعثِ توہین ہے ۔ آپ کا پیارا خدا آپ کو بشر کہے ۔ آنحضرت خود اپنے آپ کو بشر کہیں ۔ ابوبکر عمر و دیگر صحابہ آپ کو بشر کہیں لیکن پھر بھی آپ بشر نہیں ۔ کیا اللہ اور صحابہ سے آپ زیادہ مؤدب اور محبّ ہیں" ۔

اس کے جواب میں مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں ۔ نبی جنسِ بشر میں آتے ہیں اور انسان ہی ہوتے ہیں ۔ جن یا فرشتہ نہیں ہوتے ۔ یہ دنیاوی احکام ہیں ورنہ بشریت کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہوئی کیونکہ وہی ابوالبشر ہیں اور حضور علیہ السلام اس وقت نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام آب و گِل میں تھے ۔ خود فرماتے ہیں کنت نبیًا و آدم بین الماء والطین ۔ اس وقت حضور نبی تھے بشر نہیں تھے ۔ سب کچھ صحیح لیکن ان کو بشر یا انسان کہہ

کر پکارنا یا حضور علیہ السلام کو یا محمد یا اے ابراہیم کے باپ یا اے بھائی باوا وغیرہ برابری کے الفاظ سے یاد کرنا حرام ہے۔ اور اگر اہانت کی نیت سے پکارا تو کفر ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً. رسول کے پکارنے کو ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ اگر کوئی اپنی ماں کو باپ کی بیوی یا باپ کو ماں کا شوہر کہے یا اس کا نام لے کر پکارے یا اس کو بھیا وغیرہ کہے تو اگرچہ بات سچی ہے مگر بے ادب گستاخ کہا جائے گا کہ برابری کے کلمات سے کیوں یاد کیا۔ (جاء الحق ص ۱۷۲)

۵۔ اور مؤلف کتاب ہذا کے ص ۳۰ پر لکھتا ہے۔

" بعض ہٹ دھرم مولوی صاحبان آنحضرت ﷺ کو نور من نور اللہ کہتے ہیں۔ اس کے لئے حضرت جابر کی ایک حدیث بیان کرتے ہیں اول ما خلق اللّٰہ نوری. کل خلائق من نوری وانا من نور اللّٰہ یہ عقیدہ عیسائیوں اور یہودیوں سے مختلف نہیں ہے۔ بلکہ چار ہاتھ آگے اس سے زیادہ ہے۔ عیسائیوں اور یہودیوں نے اپنے نبیوں کو خدا کا بیٹا کہا اور مسلمانوں نے الفاظ بدل کر نور من نور اللہ کہہ دیا''۔

الحمد للہ۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے نور من نور اللہ ہونے کا جو مفہوم ہمارے علمائے بریلی نے بیان کیا ہے اور ہم نے گذشتہ صفحات میں نقل کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس عقیدہ میں شرک کی بو بھی نہیں پائی جاتی بلکہ یہ موافق توحید عینِ ایمان ہے۔ ہاں اگر کسی کی سمجھ کام نہ کرے تو اس کا علاج نہیں۔

۶۔ مؤلف کتاب ہذا کے اسی صفحہ پر حدیث جابر کے متعلق لکھتا ہے۔

" صحاح ستہ کی کسی کتاب میں یہ حدیث نہیں ہے۔ درجہ چہارم کی کتاب کی حدیث قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ جب یہ حدیث روایت کے اعتبار سے ضعیف اور امام بخاری اور امام مسلم کی متروک بھی ہے۔

مؤلف کا حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضعیف قرار دینا ہٹ دھرمی اور غلط بیانی ہے ورنہ ان کے گھر کے مولوی اشرف علی تھانوی اس حدیث کو نشر الطیب میں ذکر نہ کرتے۔

کیونکہ انہوں نے دیباچہ میں لکھا۔ " یہ گرسنۂ رحمت غفار تشنۂ شفاعت سید الابرار صلے اللہ علیہ وعلی آلہ الاطہار واصحابہ الکبار عاشقانِ نبی مختار ومحبان حبیب پروردگار کی خدمت میں عرض رسا ہے کہ ایک مدت سے بہت سے احباب کی فرمائش تھی کہ حضور پرنُور ﷺ کے کچھ حالات قبل نبوت و بعد نبوت کے صحیح روایات سے تحریر کئے جاویں کہ اگر کوئی متبع سنت بخلاف طریق اہل بدعت بغرض ازدادِ محبت آپ کے ذکر مبارک سے شوق اور رغبت کرے تو وہ اس مجموعہ کو اطمینان سے پڑھ سکے۔" اب مؤلف سے ہم پوچھتے ہیں کہ جس حدیث کو تھانوی صاحب صحیح مان کر نشر الطیب کی پہلی فصل کی ابتداء میں لکھ چکے ہیں۔ اُسے ضعیف قرار دینے کی کیا وجہ ہے؟ واللہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم.

(۷)۔ مؤلف کتاب ہذا کے صفحہ نمبر ۲۰ پر لکھتا ہے۔

" اب دیکھیں کہ خدا نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کے اعمال کی نقل کریں۔ اگر آپ ہماری جنس یعنی نوع بشریت سے نہیں ہیں تو ہم آپ کی اطاعت پوری طرح کس طرح کر سکتے ہیں۔ اور خدا کا ہمیں اطاعت رسول کا حکم دینا نعوذ باللہ نادانی تصور ہوگا کہ انسان ایک نورانی مخلوق حضرت جبرائیل و دیگر ملائکہ کی اطاعت کر سکتا ہے۔ قطعاً نہیں۔ وہ نورانی مخلوق ہے اور انسان بشر ہے۔ دونوں کی خصوصیات اور صفات مختلف ہیں لہٰذا اطاعت رسول کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہماری جنس سے ہوں۔"

آنحضرت ﷺ اولاد آدم میں ہونے کی وجہ سے ہماری جنس سے ہیں۔ اس لئے یہ مؤلف کی لمبی چوڑی تقریر بے معنی ہے اور مؤلف کی نادانی کا کیا ٹھکانہ کہ وہ اطاعت کے لئے ہم جنس ہونے کو ضروری کہہ رہا ہے۔ مؤلف بتائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کا حکم واطیعوا اللہ میں دیا تو کیا پھر خدا بھی ہمارا ہم جنس ہے۔ اگر وہ ہمارا ہم جنس نہیں تو اس کا اپنی اطاعت کا حکم ہمیں دینا نادانی کیوں نہیں تصور ہوگا۔ سچ ہے۔

؎ خدا جب دین لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے۔

واللہ یھدی من یشآ الی صراط مستقیم. وھذا آخر ما اردنا ایراده فی ھذہٖ المقالة المبارکة النافعة تقبلها اللہ تعالیٰ بمنّه العظیم ورسولهٖ الکریم ﷺ وانا الفقیر ابوالکرم

احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفر اللّٰہ تعالیٰ لہٗ خادم التدریس بالجامعة الحیدریة فضل المدارس بقریة بهیائی من مضافات سهنسه آزاد کشمیر ۔ (۲۴ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تیسرا مقالہ

انوارِ ربیع الاوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین ٥ والصلوٰۃ والسلام علیٰ جمیع الانبیآء والمرسلین ٥ خصوصاً علیٰ سیّد ھم خیر الاولین والآخرین وعلیٰ الہ واصحابہ و ازواجہ واحبابہ اجمعین. امّابعد اس رسالہ مبارکہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت مقدسہ کے واقعات عجیبہ اختصاراً لکھے گئے ہیں۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

نورِ مصطفےٰ

جاننا چاہیے کہ نورِ محمدی سب سے پہلی مخلوق اور جملہ کائنات کی تخلیق کا واسطہ اور ذریعہ ہے۔ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ "در حدیث صحیح وارد شدہ کہ اول ما خلق اللہ نوری وسائر مکنونات علوی وسفلی از آن نور واز آن جوہر پاک پیدا شدہ از ارواح واشباح وعرش وکرسی ولوح وقلم وبہشت ودوزخ وملک وانس وجن وآسمان وزمین وبحار وجبال واشجار وسائر مخلوقات" یعنی صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو سب سے پہلے پیدا فرمایا اور جملہ علوی وسفلی مخلوقات یعنی ارواح واجسام، عرش اور کرسی، لوح اور قلم، بہشت اور دوزخ، فرشتے اور افلاک، انسان اور جن، سمندر اور پہاڑ، درخت اور جملہ مخلوق اسی نور اور اسی پاکیزہ جوہر سے پیدا ہوئی۔ (مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۲)

نبوتِ مصطفےٰ

پھر اللہ تعالیٰ نے نورِ مصطفےٰ ﷺ کو خلعتِ نبوت سے نوازا شیخ محدث دہلوی فرماتے ہیں: "نبوت آنحضرت ثابت بود در آن عالم چنانکہ فرمود۔ کنت نبیا وادم بین الروح والجسد" یعنی آنحضرت کی نبوت اُس عالم میں ثابت تھی جیسا کہ آپ نے فرمایا "میں نبی تھا اس حال میں کہ آدم روح اور جسم کے مابین تھے۔ (مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۳)

تسبیح نور

عالم ارواح میں آپ کا نور رب تعالیٰ کی تسبیح کرتا تھا۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں " نبی پاک علیہ السلام کی روح حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ کے پاس نور کی صورت میں تھی۔ یسبح ذلک النور و تسبح الملئکة بتسبیحه۔ یہ نور اللہ کی پاکی بیان کرتا تھا اور فرشتے اس کی تسبیح پر تسبیح کہتے تھے۔ (شفاء شریف جلد ا ص ۴۸)

القائے نور

جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اس نور محمدی کو ان کی پیشانی میں رکھ دیا۔ شیخ محقق فرماتے ہیں۔ " پس نہادہ شد نور محمدی در پیشانی آدم ومی درخشید از جبین وے پس سرایت کرد در تمام اعضاء " یعنی پھر نورِ محمدی حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں رکھ دیا گیا اور وہ ان کی پیشانی سے چمکتا تھا۔ اس کے بعد اس نور نے ان کے تمام اعضاء میں سرایت کی۔ (مدارج النبوة جلد ۲ ص ۵)

انتقالِ نور

یہ نور حضور علیہ السلام کے آباء وامہات کی پاکیزہ پشتوں اور مقدس ارحام میں منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ لباسِ بشریت میں حضرت عبداللہ و آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے گھر جلوہ افروز ہوا۔ خود نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں فاهبطنی اللّٰه الی الارض فی صلب آدم و جعلنی فی صلب نوح و قذف بی فی صلب ابراهیم ثم لم یزل اللّٰه تعالیٰ ینقلنی من الاصلاب الکریمة والارحام الطاهرة حتّٰی اخرجنی من ابوی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے آدم علیہ السلام کی پشت میں زمین پر اتارا۔ پھر اُس نے مجھے نوح علیہ السلام کی پشت میں ڈالا۔ پھر میں ابراہیم کی پشت میں ڈالا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھے برگزیدہ پشتوں اور

پاکیزہ رحموں میں منتقل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اُس نے مجھے میرے والدین سے نکالا۔''
(شفاء شریف جلد ا ص ۴۸)

استقرارِ حمل

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔'' جاننا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کا پاکیزہ نطفہ زیادہ صحیح قول کے مطابق ذوالحجہ کے دنوں میں اوسط ایام تشریق میں جمعہ کی رات حضرت آمنہ کے شکم میں ٹھہرا'' (مدارج النبوۃ ص ۱۶ جلد۲)

رؤیتِ نور

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ'' جب حضرت محمد ﷺ میرے شکم میں تھے تو میں نے فی الواقع دیکھا کہ نورے از من جدا گشت کہ جملہ عالم بآن نور منور گشت و دیدم کو شکہائے بصریٰ را۔'' یعنی مجھ سے ایک نور جدا ہوا ہے۔ جس سے سارا جہاں منور ہو گیا اور میں نے بصریٰ کے محلات دیکھے۔ (مدارج النبوۃ ص ۱۷ جلد۲)

شبِ استقرار کی عظمت

شیخ محدث دہلوی فرماتے ہیں '' روایات میں آیا ہے کہ استقرار حمل شریف کی رات اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ ساری کائنات کو انوار الٰہی سے منور کریں۔ زمین آسمان کے فرشتے خوشی سے جھوم اُٹھے۔ جنت کے داروغہ کو حکم دیا کہ وہ فردوس اعلیٰ کے دروازے کھول دے۔ جہاں کو خوشبو سے معطر کرے۔ زمین و آسمان کے چپہ چپہ کو یہ بشارت سنائی گئی کہ آج رات نور محمدی نے شکم مادر میں قرار پکڑا ہے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ اس شب کی صبح روئے زمین کے بت منہ کے بل گر گئے تھے۔ شیاطین کا آسمانوں پر چڑھنا ممنوع قرار دے دیا گیا تھا۔ دنیا کے تمام بادشاہوں کے تخت الٹ گئے تھے۔ اس رات ہر گھر روشن ہو گیا تھا۔ تمام جانور باتیں کرنے لگے تھے۔ مشرق کے جانوروں نے

مغرب کے جانوروں کو بشارتیں دی تھیں''۔ (مدارج النبوۃ ص ۱۶ جلد ۲)

قحط سالی کا خاتمہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہے۔'' قریش قحط سالی اور سخت تنگی وعسرت میں مبتلا تھے یہاں تک کہ درخت سوکھ گئے تھے۔ اور چوپائے کمزور ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے شکمِ مادر میں منتقل ہونے پر بارشیں بھیجیں۔ جن سے درخت سرسبز ہو گئے۔''
(مدارج النبوۃ ص ۱۶ جلد ۲)

خواب میں بشارت

'' حضرت آمنہ فرماتی ہیں " میں اونگھ رہی تھی کہ مجھے کسی نے کہا آپ اس امت کے بہترین شخص کے ساتھ حاملہ ہیں۔ اس دن مجھے معلوم ہوا کہ میں حاملہ ہوں۔'' (مدارج النبوۃ ص ۱۷ جلد ۲)

تلقین استعاذہ

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ۔'' جب نبی پاک ﷺ کی ولادت کا وقت آ پہنچا تو میرے پاس ایک شخص آیا اور اس نے مجھے یہ الفاظ کہنے کو کہا۔ اعیذہٗ بالواحد من کل شر حاسد۔ میں اپنے بچے کو ہر حاسد کے شر سے اللہ وحدہٗ کی پناہ میں دیتی ہوں۔ پھر میں ر الفاظ کہا کرتی تھی'' (خصائص کبریٰ ص ۴۲ جلد ۱)

شبِ استقرار کی فضیلت

شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔'' حضرت امام احمد بن حنبل اس شب جمعہ کو کہ جس میں نطفۂ مصطفویہ شکم مادر میں ٹھہرا لیلۃ القدر سے افضل قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ جو برکتیں، خیراتیں اور سعادتیں مومنوں پر اس رات میں نازل ہوئیں وہ قیامت تک بلکہ ابدالآباد تک کسی رات میں نازل نہ ہوں گی اور اگر اسی وجہ سے شب میلاد النبی ﷺ کو

لیلۃ القدر سے افضل قرار دیں تو یہ درست ہے۔ اور اس کی تصریح علمائے کرام نے کردی ہے۔'' (مدارج النبوۃ ص ۱۶ جلد ۲)

تسمیہ مبارکہ

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔'' جب حضرت آمنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاملہ ہوئیں تو انھیں حکم دیا گیا کہ وہ اُن کا نام احمد رکھیں۔''
(خصائص کبریٰ ۴۲ جلد ۱)

خفّتِ حمل

امام سیوطی فرماتے ہیں " جب آمنہ رسول مقبول ﷺ کے ساتھ حاملہ ہوئیں تو وہ فرمایا کرتی تھیں کہ مجھے اپنے حاملہ ہونے کا کوئی علم نہ تھا۔ اور نہ میں حمل کا بوجھ دوسری عورتوں کی طرح محسوس کرتی تھی۔ صرف یہ بات ضرور تھی کہ میں حیض بند ہو جانے پر حیران تھی۔ حیض کبھی بند ہو جاتا تھا اور کبھی لوٹ آتا تھا۔ ایک روز میں اونگھ رہی تھی کہ ایک شخص نے آکر پوچھا۔ کیا آپ حمل دار ہیں؟ میں نے کہا۔ مجھے معلوم نہیں۔ اُس نے کہا۔ آپ اس امت کے سردار اور نبی کے ساتھ حاملہ ہیں۔ یہ واقعہ سوموار کے دن کا ہے۔ (خصائص کبریٰ ص ۴۲ جلد ۱)

دروازوں کا کھلنا

امام سیوطی فرماتے ہیں۔'' لوگ نبی کریم علیہ السلام کی ولادت کو متبرک جانتے تھے کیونکہ آپ کی ولادت باعث برکت تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی ولادت کی خاطر آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دیئے تھے۔'' (خصائص کبریٰ جلد ۱ ص ۴۷)

مدّتِ حمل

امام سیوطی فرماتے ہیں۔'' رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ کے شکم میں پورے نو ماہ

رہے۔ اس دوران ان کے شکم میں کبھی نہ درد ہوا۔ اور نہ بدبودار ہوا پیدا ہوئی اور نہ وہ چیز انھیں عارض ہوئی جو دوسری عورتوں کو عارض ہوا کرتی ہے۔ اُن کے والد عبداللہ اس وقت فوت ہوئے جب آپ والدہ کے شکم میں تھے۔ یہ دیکھ کر فرشتوں نے کہا۔ الٰہی ! کیا تیرا نبی یتیم رہے گا؟ اللہ کریم نے فرمایا۔ میں اس کا نگہبان، محافظ اور مددگار ہوں گا۔
(خصائص کبریٰ ص ۴۲ جلد ۱)

نزولِ سکینہ

''حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ " جب مجھے دردِ زہ پیدا ہوا اور میری اس حالت کی خبر کسی کو نہ تھی تو میں نے ایک سخت آواز سنی جس نے مجھے خوفزدہ کر دیا۔ اُس وقت میں نے دیکھا کہ گویا سفید رنگ کے پرندوں کے پروں نے میرے دل کو چھوا ہے جس سے میرا سب خوف دور ہو گیا۔'' (الخصائص الکبریٰ ص ۴۸ ج ۱)

نورانی دُودھ

پھر میں نے دیکھا کہ میرے پاس پینے کا سفید دودھ موجود ہے۔ چونکہ میں پیاسی تھی اس لیے میں نے اُسے پیا تو مجھ سے نور پیدا ہو کر بلند ہوا۔ (الخصائص الکبریٰ ص ۴۸ ج ۱)

بلند قامت خواتین

''پھر میں نے دیکھا کہ اونچی کھجوروں کی طرح طویل القامت عورتیں میرے پاس موجود ہیں گویا عبدمناف کے خاندان کی عورتیں ہیں۔ انھوں نے مجھے گھیرے میں لے لیا تو مجھے اس بات سے حیرانی ہوئی''۔ (الخصائص الکبریٰ ص ۴۸ ج ۱)

چاندی کے پیالے

''پھر میں نے دیکھا کہ سفید ریشمی کپڑا آسمان سے زمین تک بچھا ہوا ہے۔ میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اُسے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کرو۔ پھر میں نے فضا میں چند

مرد دیکھے جن کے ہاتھوں میں چاندی کے پیالے تھے۔'' (الخصائص الکبریٰ ص ۴۸ ج ۱)

نورانی پرندے

''پھر میں نے پرندوں کا ایک گروہ دیکھا جو میرے پاس آئے ہوئے تھے حتیٰ کہ انھوں نے میری گود کو چھپا لیا۔ اُن کی چونچیں زمرد کی اور پر یاقوت کے تھے۔'' (مذکورہ بالا حوالہ)

تین جھنڈے

''پھر میں نے تین نصب شدہ جھنڈے دیکھے ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا کعبہ شریف کی چھت پر''۔ (الخصائص الکبریٰ ص ۴۸ ج ۱)

سجدۂ نیاز

''پھر مجھے دردِ زہ شروع ہوا تو میں نے محمد ﷺ کو جنا۔ جب وہ میرے شکم سے باہر تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ وہ سجدہ ریز ہیں اور عاجزی اور انکساری کرنے والے شخص کی طرح اپنی انگلی اٹھائے ہوئے ہیں۔'' (الخصائص الکبریٰ ص ۴۸ ج ۱)

زمین کی سیر

''پھر میں نے دیکھا کہ سفید رنگ کے بادل آسمان سے آئے اور انھوں نے انہیں مجھ سے پوشیدہ کر دیا۔ پھر میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ طوفوا بمحمد شرق الارض و غربها وادخلوه البحار ليعرفوه باسمه و نعته و صورته و يعلمون انه سمّى الما حى لا يبقى شئى من الشرک الا محى فى زمانه۔ یعنی محمد ﷺ کو زمین کے شرق و غرب کی سیر کراؤ اور انھیں سمندروں میں لے جاؤ تاکہ اہلِ زمین انھیں ان کے نام اور صفت و صورت سے پہچانیں اور وہ جان لیں کہ ان کا نام ماحی ہے کیونکہ ان کے زمانے میں ہر شرکیہ بات مٹا دی جائے گی۔'' (الخصائص الکبریٰ ص ۴۸ ج ۱)

تین چابیاں

" پھر تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ آپ سفید اونی کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں اور آپ کے نیچے سبز ریشمی کپڑا ہے اور آپ کے ہاتھ میں سبز موتی کی بنی ہوئی تین چابیاں ہیں۔ اچانک میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ قبض محمد علیٰ مفاتیح النصرة و مفاتیح الربح ومفاتح النبوة ۔یعنی محمد ﷺ کے قبضہ میں نصرت کی چابیاں، منافعوں کی چابیاں اور نبوت کی چابیاں چلی آئی ہیں"۔ (الخصائص الکبریٰ ص ۴۸ ج ۱)

مقاماتِ متبرکہ پر پیشگی

" پھر دوسرا بادل آیا۔ جس میں گھوڑوں کے ہنہنانے اور پروں کے پھڑ پھڑانے کی آوازیں تھیں۔ حتی کہ میں بے ہوش ہوگئی اور محمد علیہ السلام مجھ سے غائب ہوگئے۔ میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سُنا۔ محمد ﷺ کو شرق و غرب کی سیر کراؤ اور نبیوں کی پیدائش کی جگہوں پر انھیں پیش کرو۔ اور انھیں تمام جنوں، انسانوں اور پرندوں اور حیوانوں پر پیش کرو۔" (الخصائص الکبریٰ ص ۴۸ ج ۱)

اوصافِ انبیاء کا عطیہ

" اور انھیں آدم علیہ السلام کی ستھرائی، نوح علیہ السلام کی رقت، ابراھیم علیہ السلام کی دوستی، اسمٰعیل علیہ السلام کی بولی، یعقوب علیہ السلام کی بشارت، یوسف علیہ السلام کی خوبصورتی، داؤد علیہ السلام کا صبر، یحیی علیہ السلام کا تقوئی اور عیسٰی علیہ السلام کی سخاوت عنایت کر دو اور انھیں تمام نبیوں کی تمام خوبیوں میں ڈبو دو۔" (مذکورہ بالا حوالہ)

مخلوقِ خدا پر قبضہ

" پھر وہ بادل ہٹا تو میں نے دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں سبز ریشمی لپٹا ہوا کپڑا ہے۔ اور میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ واہ! واہ! محمد ﷺ نے تمام دنیا پر قبضہ کر لیا ہے۔

زمین کی کوئی مخلوق ایسی نہیں جو اُن کے قبضہ میں نہ آ گئی ہو۔" (مذکورہ بالا حوالہ)

مُہرِ نبوت

پھر میں نے تین شخص دیکھے۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا تھا۔ دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا تھال تھا۔ تیسرے کے ہاتھ میں سفید ریشمی کپڑا تھا۔ اُس نے وہ کپڑا کھولا اور اس سے ایک انگوٹھی نکالی جو دیکھنے والوں کی نظریں چندھیا دینے والی تھی۔ اُس نے اس انگوٹھی کو لوٹے سے سات مرتبہ دھویا اور اس سے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر لگائی اور اُسے ریشمی کپڑے میں لپیٹ دیا۔ پھر اس نے آپ کو اٹھا کر اپنے پروں میں داخل کیا۔ پھر اس نے میرے حوالے کر دیا۔ (خصائص کبریٰ ص ۴۷ جلد ۱)

ظہورِ نُور

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا" میں شبِ ولادت حضرت آمنہ کے پاس تھی۔ میں گھر کی ہر شئے کو منور دیکھتی تھی اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ ستارے بالکل قریب آ گئے ہیں۔ حتیٰ کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ مجھ پر گر پڑیں گے۔ پھر جب اُنھوں نے آپ ﷺ کو جنا تو اُن سے ایک نور نکلا۔ جس نے سارا گھر روشن کر دیا۔ یہاں تک کہ مجھے نور کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔"

(خصائص کبریٰ ص ۴۵ جلد ۱)

ستھری پیدائش

" حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ جب میں نے محمد ﷺ کو جنا تو میرے پیٹ سے ایک نور نکلا جس نے شام کے محلات روشن کر دیے۔ میں نے انھیں ستھرا جنا۔ اور آپ کے جسم پر کوئی آلائش نہ تھی۔ وہ زمین پر آئے تو اپنے دونوں ہاتھوں کے بل زمین پر بیٹھ گئے۔"

(خصائص کبریٰ ص ۴۶ جلد ۱)

زمین پر قبضہ

''موسیٰ بن عبیدہ اپنے بھائی سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے تو آپ اپنے ہاتھوں کے بل زمین پر آئے اس حال میں کہ آپ آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اور آپ کے ہاتھ میں چلو بھر مٹی تھی۔'' (خصائص الکبریٰ ص ۴۶۱ جلد ۱)

چھینک مارنا

حضرت شفاء والدۂ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ میرے ہاتھوں میں آئے تو آپ نے چھینک مار کر **الحمد للّٰہ** فرمایا۔ اُس وقت میں نے کسی کو **رحمک اللّٰہ** کہتے ہوئے سنا۔ اور میرے لیے مشرق اور مغرب کا مابین روشن ہو گیا۔ تو میں نے روم کے محلات دیکھے۔ (شرح شفاء للقاری ص ۶ ۲۷ جلد ۳)

فرشتوں کی آمد

''جب نبی کریم ﷺ کی ولادت کا وقت آ پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آسمان اور جنتوں کے دروازے کھول دیں اور آستانہء نبوی پر حاضر ہو جائیں۔ پس وہ سب ایک دوسرے کو مبارک بادیاں دیتے ہوئے حاضر ہوئے۔ دنیا کے پہاڑ اور سمندر بلند ہوئے تو ان کے رہنے والوں نے ایک دوسرے کو مبارک بادیاں دیں۔ اور سب فرشتے مکہ معظمہ میں حاضر ہوئے۔'' (خصائص کبریٰ ص ۴۷ جلد ۱)

شیاطین کی گرفتاری

''شیطان کو گرفتار کر کے اُسے ستر طوق پہنائے گئے۔ اور اُسے سبز سمندر کی لہروں میں الٹا گرایا گیا۔ اور باقی شیاطین اور سرکش جنوں کو بھی طوق پہنائے گئے۔'' (خصائص کبریٰ حوالہ مذکورہ بالا)

سورج کی روشنی میں زیادتی

''اُس دن سُورج کو بہت زیادہ روشنائی بخشی گئی اور اُس پر ستر ہزار حوریں فضا میں کھڑی کر دی گئیں کہ وہ محمد ﷺ کی ولادت کا انتظار کریں۔'' (خصائص کبریٰ حوالہ مذکورہ)

نرینہ اولادیں

''اللہ تعالیٰ نے اُس سال دنیا کی عورتوں کو حکم دیا کہ وہ محمد ﷺ کی کرامت کے لیے نرینہ اولاد جنیں۔ اور ہر درخت پھلدار ہو گیا۔ اور ہر خوف امن میں تبدیل ہو گیا۔''

خوشخبریاں

''جب محمد ﷺ پیدا ہوئے تمام دنیا نور سے معمور ہو گئی۔ اور فرشتوں نے ایک دوسرے کو خوشخبریاں دیں۔''

نورانی ستون

ہر آسمان میں زبرجد اور یاقوت کا ایک ایک ستون نصب کیا گیا کہ اُس کی روشنی سے آسمان روشن ہوئے۔ اور وہ آسمانوں میں مشہور و معروف چیز ہیں۔ معراج کی شب جب آپ ﷺ نے انھیں دیکھا تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ یہ ستون آپ کی ولادت کی خوشی میں نصب کیے گئے تھے۔

جنت کی زیبائش

جس رات حضور ﷺ پیدا ہوئے اس رات اللہ تعالیٰ نے کوثر کے کنارے کستوری اور مشک کے ستر ہزار درخت پیدا فرمائے کہ ان کا پھل جنتیوں کے لیے اگربتیاں ہیں۔ اس رات تمام آسمان والوں نے اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی دعائیں مانگیں۔

یارب سلم علی حبیبک خیرالخلق کلھم

بتوں کا گرنا

آپ کی ولادت کی شب تمام بت اوندھے ہو گئے ۔ لات اور عزیٰ کہہ رہے تھے خرابی ہو قریش کے لیے اب امین آگیا۔ اب صادق آگیا۔ قریش نہ جانتے تھے کہ انھیں کیا ہوا۔

کعبہ کی صدا

قریش کعبہ سے کئی دن تک یہ سنتے رہے کہ اب میرا نور مجھے ملے گا ۔ اب میری زیارت کرنے والے آئیں گے ۔ اب میں جاہلیت کی پلیدی سے پاک ہو جاؤں گا اور کعبہ مسلسل تین دن تک خوشی میں جھومتا رہا۔ اور یہ پہلی نشانی تھی جو قریش نے آپ کی ولادت کے موقع پر دیکھی ۔ (خصائص کبریٰ ص ۴۷ جلد ۱)

نورانی جھنڈا

حضرت آمنہ فرماتی ہیں" جب مجھے دردِ زہ شروع ہوا اور میرا معاملہ سخت ہونے لگا تو میں نے ایسی گفتگو سنی جو انسانوں کے کلام سے مشابہت نہ رکھتی تھی ۔ میں نے یاقوت کے بانس پر ایک ریشمی جھنڈا دیکھا جو زمین اور آسمان کے مابین نصب کیا گیا تھا ۔ میں نے اُس جھنڈے کی چوٹی سے اٹھتا ہوا نور دیکھا جو آسمان تک پہنچ رہا تھا۔ اور میں نے شام کے محلات آگ کا شعلہ بنے ہوئے دیکھے ۔ اور میں نے اپنے پاس کونجوں کا ایک گروہ دیکھا جو اس جھنڈے کے سامنے سربسجود پر کھولے ہوئے تھے ۔"

شقِ صدر

" پھر میں نے دیکھا کہ ایک بلند قامت نوجوان نے مجھ سے بچہ لے لیا۔ اور اُس نے آپ کے منہ میں تھوکا ۔ اُس کے پاس سونے کی ایک کلہاڑی ہے ۔ جس سے اُس نے آپ کا پیٹ چاک کیا۔ پھر اُس نے سبز ریشمی کپڑے کی ایک گٹھڑی نکالی اور اُسے

کھولا۔ اُس میں سفید زیرہ جیسی کوئی شئے تھی۔ پھر اُس نے اُس چیز سے اُسے بھرا۔ پھر اُس نے سفید ریشم کی ایک گٹھڑی نکالی اور اُسے کھولا۔ اُس میں ایک انگوٹھی تھی۔ اُس نے اُس سے آپ کے دونوں کندھوں کے مابین انڈے کی شکل جیسی مہر لگائی اور آپ کو قمیض پہنا دی۔" (خصائص کبریٰ ص ۴۹ جلد ۱)

نجمِ احمدی

حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سات آٹھ برس کا تھا جو کچھ دیکھتا یا سنتا تھا اُسے سمجھتا تھا۔ اُس زمانے میں مدینے کے ایک یہودی کو ایک صبح ٹیلوں پر یہ پکارتے ہوئے سنا۔ اے قوم یہود! میرے پاس آؤ۔ انھوں نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟ اس نے کہا۔ آج رات وہ ستارہ طلوع ہوا ہے جس کے ساتھ جناب احمد مجتبیٰ پیدا ہونے والے ہیں۔ (خصائص کبریٰ ص ۴۵ جلد ۱)

کفر پر زلزلے

"مخزوم بن ھانی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جس رات رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے۔ اس رات کسریٰ کے محلات تھرتھرائے اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔ اور ساوہ کے سمندر کا پانی خشک ہوگیا اور فارس کی آگ بجھ گئی حالانکہ وہ ایک ہزار سال میں کبھی نہیں بجھتی تھی۔" (الوفا لاحوال المصطفیٰ ص ۹۷ جلد ۱)

مختون

"نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ میرے رب کے پاس میری جو بزرگیاں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں مختون پیدا ہوا ہوں۔ اور کسی نے میری شرمگاہ نہیں دیکھی۔"
(خصائص کبریٰ ص ۵۳ جلد ۱)

ناف بریدہ

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مختون اور ناف بریدہ پیدا ہوئے ہیں۔" (خصائص کبریٰ ص ۵۳ جلد ۱)

زمین کا فخر

روایات میں آیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے تو زمین نے آسمان پر یہ کہتے ہوئے فخر کیا۔" قد ولد علی ظهری نبی مبارک نور العرش من نوره میری پیٹھ پر آج وہ بابرکت نبی پیدا ہوا جس کے نور سے عرش الٰہی کا نور ہے۔" (نزھۃ الناظرین ص ۱۷)

شیطانی منصوبہ

"جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے تو ساری زمین روشن ہوگئی۔ ابلیس نے اپنے ساتھیوں سے کہا آج رات ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو ہمارے شیطانی منصوبوں کو ملیامیٹ کردے گا۔ اُس کے ساتھیوں نے کہا کیا ہی اچھا ہوتا اگر تُم اُس کے پاس جاتے اور اُس کی عقل چھین لیتے۔ یہ سُن کر ابلیس نے آپ کے پاس آنے کی کوشش کی مگر جبرائیل امین نے اُسے ایک ٹھوکر مار کر عدن کے علاقہ میں دھکیل دیا۔" (خصائص کبریٰ جلد ۱)

و هذا اخر ما اردنا ایراده فی هذه المقالة المبارکة وانا الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری غفر اللہ تعالیٰ لہٗ. (۲۷ ربیع الاول ۱۴۰۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چوتھا مقالہ

مثلّیتِ مصطفیٰ کی تشریح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سائر الانبیآء والمرسلین و علیٰ الھم و اصحابھم اجمعین امابعد.

برادرِ طریقت مولانا محمد محفوظ چشتی سلمہٗ ربہ القوی نے فقیر راقم الحروف کو ارشاد فرمایا کہ ایک رسالہ حضور پُر نور ﷺ کی ذات و صفات کے بیان میں لکھو تو یہ مختصر رسالہ "مثلیتِ مصطفٰے کی تشریح" لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اللہ کریم جل شانہٗ شایانِ شان بیان لکھنے کی توفیق عنایت فرمائے اور اِس دینی خدمت کو ہم سب کے لئے صدقہ ء جاریہ بنائے۔ آمین۔

اہلِ سنّت کا عقیدہ

اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ کوئی بھی فردِ بشر کسی بھی وصف میں ہمارے نبی کریم ﷺ کا مماثل ونظیر نہیں۔ اللہ کریم جل شانہٗ نے آپ کو ہر وصف میں بے مثل بنایا ہے۔ اور کسی بھی انسان کی بشریت کو وہ اوصاف کمال نہ ملے جو ہمارے حضور ﷺ کی بشریتِ مطہرہ کو عنایت ہوئے۔ اِس عقیدہٗ حقہ صادقہ پر متعدد دلائل شرعیہ قائم ہیں۔ یہاں ہم صرف بارہ دلائل قوتیہ ذکر کریں گے۔ وباللہ التوفیق

آپ کے بے مثل بشر ہونے کی پہلی دلیل

یہ کہ آپ کے جسمِ نور کا سایہ نہ تھا۔ جبکہ ہر فردِ بشر کے جسم کا سایہ ہوتا ہے۔ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں "اور آنحضرت ﷺ کا سایہ نہ دھوپ میں اور نہ چاندنی میں ہوتا تھا۔ محدث حکیم ترمذی نے اپنی کتاب نوادرالاصول میں یہ بات حضرت ذکوان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے۔ اور تعجب ہے کہ بزرگوں نے چراغ کا ذکر نہیں کیا۔ اور آنحضرت ﷺ کے ناموں میں ایک نام نور ہے۔ اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔" (مدارج النبوۃ ص ۵ جلد ۱)

اور آپ کے بے مثل بشر ہونے کی دوسری دلیل

یہ ہے کہ آپ کی آنکھیں سوتی تھیں اور آپ کا دل بیدار رہتا تھا۔ حالانکہ دوسرے انسانوں کا دل بھی سوتا ہے۔ محدث ابن سعد حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلا روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا" (جامع صغیر ص ۱۴۳ جلد ۱)

اور آپ کے بے مثل بشر ہونے کی تیسری دلیل

یہ ہے کہ آپ کے جسم انور کی مٹی کو تسنیم کے پانی سے گوندھا گیا اور اِسے جنتی نہروں کے چشمہ میں دھو کر صاف ستھرا بنایا گیا۔ جبکہ دوسرے لوگوں کی مٹی سے ایسا نہیں کیا جاتا۔ امام عبدالرحمٰن صفوری اپنی کتاب الدلالات میں لکھتے ہیں۔ "پھر جبریل، جنتی ملائکہ اور رفیق الاعلےٰ کے فرشتے اترے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر اطہر کی جگہ سے ایک مٹھی بھر لی۔ اس حال میں کہ وہ مٹی سفید چمکدار تھی۔ پھر اس مٹی کو تسنیم کے پانی سے گوندھا گیا اور اُسے جنت کی نہروں کے چشمہ میں ڈبویا گیا یہاں تک کہ وہ چمکدار موتی جیسی ہوگئی اور اس میں نور اور بڑی شعاع تھی۔ پھر ملائکہ اِس مٹی کو لے کر عرش و کرسی کے گرد اور آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں اور سمندروں میں گھومے سو فرشتوں اور جملہ مخلوقاتِ الٰہی نے محمد ﷺ اور ان کی فضیلت کو پہچان لیا پہلے اس سے کہ وہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچانتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا تو اِس مٹی کو اُن کی پشت میں رکھ دیا۔ سو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی پیٹھ سے پرندے کی آواز جیسی آواز سنی تو عرض کیا۔ میرے ربّ! یہ کیا آواز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ھذا تسبیح نورِ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام ختم الانبیآء بہ الذی اخرجہٗ من ظھرک۔ یہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کی تسبیح ہے جن کو میں تیری پیٹھ سے خاتم الانبیآء بنا کر نکالوں گا۔"

(جواہر البحار ص ۲۲۵ جلد ۱)

اور آپ کے بے مثل بشر ہونے کی چوتھی دلیل

یہ ہے کہ آپ کے جسم اطہر کے جملہ فضلات (پیشاب، پاخانہ، قے اور خون وغیرہا) پاک خوشبودار اور شفا بخش ہیں۔ بعض صحابہ نے آپ کا پیشاب اور بعض نے آپ کا خون پیا ہے۔ حالانکہ دوسرے انسانوں کے یہ فضلات ناپاک بدبودار اور مضر ہوتے ہیں۔ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں۔ "اور اِن حدیثوں میں اِس بات پر دلالت موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب اور خون دونوں پاک ہیں۔ اور آپ کے جسم کے باقی فضلات کو ان دونوں پر قیاس کیا گیا ہے۔ اور امام عینی شارحِ صحیح البخاری جو کہ حنفی المذہب ہیں فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسی قول کے قائل ہیں۔ اور شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ متعدد دلائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کے پاک ہونے پر موجود ہیں اور ائمہ دین نے آپ کے فضلات کا پاک ہونا آپ کے خصائص سے گنا ہے۔" (مدارج النبوۃ ص ۳۰ جلد ۱)

اور آپ کے بے مثل بشر ہونے کی پانچویں دلیل

یہ ہے کہ آپ کے جسمِ اطہر سے ایسی قدرتی خوشبو مہکتی تھی کہ جس سے گلیاں اور راستے معطر و معنبر ہو جاتے تھے۔ اور یہ پتہ چل جاتا تھا کہ آپ کا گزر ہوا ہے۔ حالانکہ دوسرے لوگوں کے جسم سے اِس قسم کی قدرتی خوشبو نہیں نکلتی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں نے کوئی شئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار نہیں سونگھی اور نہ عنبر اور نہ کستوری۔" سبحان اللہ العظیم (ذکر جمیل)

اور آپ کے بے مثل بشر ہونے کی چھٹی دلیل

یہ ہے کہ آپ کے جسمِ اطہر میں کبھی جوئیں نہیں پڑیں۔ اور نہ اُس پر کبھی مکھی بیٹھی ہے۔ حالانکہ عام انسانوں کے اجسام ان چیزوں کی آماجگاہ بنے رہتے ہیں۔ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں۔

''ولیکن مواہب لدنیہ میں فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے کپڑوں اور بدن میں جوئیں ہرگز نہیں پڑتی تھیں۔ اور امام فخرالدین رازی سے منقول ہے کہ آنحضرت پر مکھی نہیں بیٹھی اور نہ مچھر وغیرہ نے آپ کو اذیت پہنچائی ہے۔ لیکن تفلی (جوئیں چننے) کے لیے آپ کے کپڑوں میں کسی موذی جانور کی موجودگی لازم آتی ہے اس لئے آپ کے کپڑوں میں کسی موذی جانور کی موجودگی ماننے سے چارہ نہیں۔ مگر وہ موذی جانور باہر سے آپ کے کپڑوں میں گھستا تھا۔ خود آپ کے بدن میں پیدا نہیں ہوتا تھا۔'' (اشعۃ اللمعات ص ۴۹۹ جلد ۴)

اور آپ کے بے مثل بشر ہونے کی ساتویں دلیل

یہ ہے کہ آپ مہینہ بھر وصال کا روزہ رکھتے تھے مگر آپ کمزور نہ ہوتے تھے۔ جبکہ دوسرے لوگوں کے لیے ایسا کرنا ممکن نہیں تھا۔ امام بخاری روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو وصال کا روزہ رکھنے سے منع کیا تو ایک مسلمان شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ خود وصال کا روزہ رکھتے ہیں۔ فرمایا۔ وایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی و یسقینی۔ اور تم میں سے کون میری مثل ہے؟ میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ (بخاری شریف ص ۱۰۱۲)

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا عقیدہ یہی تھا کہ وہ بے مثل بشر ہیں۔ مقام غور ہے کہ جب صحابہ میں سے کوئی آپ کی مثل نہیں تھا تو پھر کون سا بشر آپ کی مثل ہوسکتا ہے؟ اور جب آپ کے اس ارشاد پر کسی صحابی نے اعتراض نہیں کیا تو پتہ چلا کہ صحابہ

کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ ہماری مثل بشر نہیں بلکہ بے مثل انسان ہیں۔ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی اس حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں۔

''کیا صحابہء کرام قل انما انا بشر مثلکم کی آیت نہیں پڑھتے تھے؟ اور کیا اُن کو یہ آیت یاد نہ تھی؟ انہوں نے کیوں نہیں کہا کہ حضور ہم سب آپ کی مثل ہیں؟ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام آپ کو بے مثل و بے نظیر مانتے تھے۔ اور وانما انا بشر مثلکم کا وہ مفہوم ان کے نزدیک معتبر نہ تھا جو آج کل کے ہم سری اور برابری کا دعویٰ کرنے والوں نے سمجھ رکھا ہے۔ اہل ایمان کو صحابہ کرام کے عقیدہ جیسا عقیدہ رکھنا چاہیے۔'' (ذکر جمیل ص۲۳۲)

اور آپ کے بے مثل بشر ہونے کی آٹھویں دلیل

یہ ہے کہ صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ بے مثل ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب صحابہ کو کوئی حکم دیتے تھے تو ان کی طاقت کے مطابق حکم دیتے تھے۔ انہوں نے کہا۔ انا لسنا کھیئتک یا رسول اللہ ان اللہ قد غفرلک ما تقدم من ذنبک وما تاخر ۔ یارسول اللہ۔ ہم آپ جیسے نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بخش دیئے ہیں۔ آپ یہ سن کر ناراض ہوئے اور آپ کے چہرۂ انور پر غصہ کے آثار نمودار ہوئے پھر فرمایا بلا شبہ تم میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار اور معرفت خداوندی رکھنے والا میں ہوں۔'' (بخاری ص ۷)

اور آپ کے بے مثل بشر ہونے کی نویں دلیل

یہ ہے کہ آپ کی بشریت ہر قسم کے عیب سے مبرا ہے۔ حالانکہ دوسرے انسانوں کی بشریت میں بہت سے عیب موجود ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ کے صحابی اور درباری شاعر حضرت حسان بن ثابت نے خود آپ کی بارگاہ میں آپ کی شان میں یہ قصیدہ پڑھا۔ شعر

واجمل منک لم ترقط عینی   و اکمل منک لم تلد النسآء

خلقت مبرّا من کل عیب　　کانک قد خلقت کما تشآء

اور آپ سے زیادہ حسین وجمیل میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا۔ اور آپ سے زیادہ صاحب کمال عورتوں نے نہیں جنا۔ آپ اس حال میں پیدا کیے گئے کہ آپ ہر عیب سے مبرّیٰ تھے۔ گویا کہ آپ کی خلقت آپ کی اپنی منشاء کے مطابق کی گئی۔ (نشر الطیب)

اس سے معلوم ہوا کہ جو آپ کے وجود میں کوئی عیب ثابت کرے وہ بے ایمان ہے۔ اللہ کریم ہدایت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

اور آپ کے بے مثل بشر ہونے کی دسویں دلیل

یہ ہے کہ خواب میں شیطان آپ کی صورت اپنا نہیں سکتا جبکہ وہ دوسرے انسانوں کی صورت کو اپنا سکتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ومن رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل صورتی۔ اور جس نے مجھے خواب میں دیکھا سو اس نے مجھے دیکھا۔ کیونکہ شیطان میری صورت نہیں اپناتا۔ (بخاری شریف ص ۹۱۵)

اور آپ کے بے مثل بشر ہونے کی گیارہویں دلیل

یہ ہے کہ آپ معراج کی رات لامکان میں دیدار خداوندی سے مشرف ہوئے حالانکہ اور کسی شخص کو یہ سعادت نصیب نہ ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام طور پر نور خداوندی کی ایک تجلی دیکھ کر بے ہوش ہوگئے۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے بقائمی ہوش وحواس اپنے سَر کی آنکھوں سے دیدارِ خداوندی کیا۔ و ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم۔

اور آپ کے بے مثل بشر ہونے کی بارہویں دلیل

یہ ہے کہ آپ کے اعضائے شریفہ مثلاً ہاتھ پاؤں، منہ، زبان وغیرہا کے وہ معجزات وخصائص ہیں۔ جن کا عشر عشیر کسی بڑے انسان کو نصیب نہ ہوا۔ لعاب دہن ڈال کر

کھاری پانی کو میٹھا بنانا۔ لعابِ دہن لگا کر سانپ کے کاٹے کا اثر زائل کر دینا اور کٹے ہوئے بازو کو جوڑ دینا۔ نکلی ہوئی آنکھ کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنی جگہ درست کر دینا۔ بیمار کے جسم پر ہاتھ پھیر کر اُسے شفا بخش دینا وغیرہا وہ اعضائے مبارکہ کی برکتیں ہیں کہ جن کی وجہ سے بشریتِ مصطفیٰ میں فوقیت کا پایا جانا لازمی امر ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ شعر

حسن یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

الحمد للہ۔ اِن بارہ دلائل قویہ سے روزِ روشن کی طرح روشن ہوگیا کہ آنحضرت ﷺ حقیقت میں بے مثل بشر ہیں۔ کوئی بھی فردِ بشر وصفِ بشریت میں آپ کا مماثل و مقابل نہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذلک

محمد بشر لا کالبشر　　　یاقوت حجر لا کالحجر

(حضرت محمد ﷺ انسان ہیں۔ انسانوں کی طرح نہیں ہیں اور یاقوت پتھر ہے۔ پتھروں کی طرح نہیں ہے۔) اب ہم اس آیت کریمہ کا صحیح مفہوم عرض کرتے ہیں جس سے وہابی دیوبندی مولوی اپنی کج فہمی کی وجہ سے گمراہی میں پڑتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

آیت کریمہ

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد (پ ۱۶۔۳)

اس آیت کریمہ کا صحیح ترجمہ

تم فرماؤ کہ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ (کنز الایمان)

اس ترجمہ کی صحت کی وجہ: یہ ہے کہ سیّد دو عالم ﷺ کی بشریت کے دو پہلو ہیں۔ (۱) ظاہر صورتِ بشری (۲) حقیقتِ بشریتِ محمدیہ۔ چونکہ حقیقتِ بشریت محمدیہ میں جملہ بنی آدم کا آپ کے مماثل ہونا تو کجا کوئی ایک فردِ بشر بھی آپ کا مقابل و مماثل نہیں۔ جیسا کہ

مذکورہ بالا بارہ دلائل قویّہ سے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ اس لئے ظاہر صورت بشری ہی میں آپ کو دوسرے افرادِ بشر جیسا ماننا پڑے گا۔ امام قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ ''سو انبیاء کے اجسام بشری اوصاف سے متصف ہوتے ہیں اور اُن پر عوارض، بیماریاں، موت، اور دیگر انسانی اوصاف کا ورود ہوتا ہے۔ اور ان کے ارواح اور ان کے اجسام کے باطنی حصے بشری اوصاف سے اعلیٰ اوصاف سے متصف ہوتے ہیں۔ اور ان کا تعلق ملأ الاعلیٰ سے ہوتا ہے۔ اور ان کی صفات صفاتِ ملائکہ جیسی ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تغیر و آفات سے محفوظ، بشری کمزوری سے دور اور انسانی ضعف سے پاک ہوتے ہیں۔ کیونکہ اگر انبیاء کے بواطن اُن کے ظواہر کی طرح خالص بشری اوصاف کے حامل ہوں تو وہ فرشتوں سے فیض حاصل کرنے، انہیں دیکھنے، ان سے گفتگو کرنے اور ان سے میل ملاپ رکھنے کی طاقت نہ رکھیں جس طرح کہ عام انسانوں کو اِن باتوں پر قدرت نہیں ہوتی۔ اور اگر ان کے اجسام اِن کے بواطن کی طرح خالص ملکی اوصاف کے حامل ہوتے اور وہ بشری اوصاف سے متصف نہ ہوتے تو لوگ ان سے کسبِ فیض نہ کر سکتے''۔ (شفاء شریف ص ۸۰ جلد ۲)

اِس آیت کریمہ میں اِس معنی کی طرف اشارہ موجود ہے

پھر مذکورہ بالا آیت کریمہ میں بھی اس بات کی طرف اشارہ موجود ہے کہ انبیاء کرام کی بشریت عام انسانوں کی بشریت جیسی نہیں ہوتی بلکہ ان کے اجسام میں جو نظافت وحیٔ الٰہی کا فیضان حاصل کرنے کے لئے ودیعت کر دی جاتی ہے اس کی وجہ سے اُن کی بشریت بشریتِ عامہ سے بدرجہا اعلیٰ و افضل ہو جاتی ہے۔ اور وہ اشارہ یہ ہے کہ بشر مثلکم جنس اور یوحی الی فصل واقع ہوئے ہیں۔ تو معنی یہ ہوگا کہ اگر انبیاء کرام کے اندر وحیٔ الٰہی کا وجود نہ ہوتا تو پھر وہ عام انسانوں کی طرح ہوتے۔ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ ''یعنی میں بشر صاحبِ وحی ہوں۔ جیسے کہا جاوے کہ انسان حیوان ناطق ہے۔ ناطق نے انسان کو تمام جانوروں سے ممتاز کر دیا۔ ایسے ہی وحی نے حضور ﷺ کو تمام انسانوں

سے ممتاز کر دیا اور مثلیت صرف بشریت یعنی ظاہری چہرے مہرے میں ہے۔ جیسے جبریل جب شکل بشری میں آتے تھے تو وہ سفید کپڑے اور سیاہ بال رکھتے تھے۔ مگر اس کے باوجود وہ نور تھے۔ ایسے ہی ہمارے حضور کی بشریت ظاہری چہرے مہرے میں ہے۔ اور حقیقت میں نور ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ قد جآء کم من اللہ نور" ۔تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (محمد عربی) تشریف لے آیا"۔ (نور العرفان ص ۴۸۶)

اس معنی کی صحت پر ایک اور دلیل

یہ ہے کہ مثل کا لفظ بہت ابہام رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ مضاف ہونے کی صورت میں بھی اس کا ابہام وخفاء دور نہیں ہوتا۔ اور نہ اس میں تعریف پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ نکرہ کی صفت واقع ہوسکتا ہے۔ مثلاً اسی آیت کریمہ میں بشر" نکرہ موصوف ہے مثلکم میں مثل باوجود مضاف ہونے کے اس کی صفت واقع ہوا ہے۔

جب یہ معلوم ہوگیا کہ لفظ مثل میں ابہام بہت زیادہ ہوتا ہے تو پھر جاننا چاہیے کہ اس ابہام کو دور کرنے کے لئے قرینہ عقلی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور مذکورہ بالا آیت کے اندر عقلی قرینہ یہی ہے کہ حضور ﷺ حقیقتِ بشریت محمدیہ کے اعتبار سے انسانوں جیسے نہیں ہیں اس لئے ماننا پڑے گا کہ آپ صرف ظاہر صورت بشری ہی کے اعتبار سے عام انسانوں جیسے ہیں۔ ؎ گر فرقِ مراتب نکنی زندیقی

امام باقلانی کی تشریح

علم بیان کے مشہور ومعروف پیشوا امام ابوبکر باقلانی اس آیت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی فاخبر انه مثلهم لولا الوحی ۔ آپ فرماؤ کہ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اگر وحی نہ ہوتی تو اُس کے محبوب عام انسانوں جیسے ہوتے۔ (اعجاز القرآن

عربی ص ۱۵ جلد ۱)

سبحان اللہ۔ امام موصوف کتنی صراحت سے لکھ گئے کہ دراصل یہ شرطیہ جملہ ہے۔ اور شرط عدم وحی اور مشروط بشر مثلکم ہے۔ چونکہ یہاں شرط مفقود ہے کیونکہ وحی موجود ہے اس لئے مشروط یعنی آپ کا بشر مثلکم ہونا بھی باعتبار حقیقت کے مفقود ہے۔ اللہ کریم حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اعلانِ بشریت تواضع کے لئے تھا

پھر مقام غور یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی بشریت ایک ایسی ظاہر حقیقت ہے کہ کفار و منکرین بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے تھے۔ آپ کا لباس بشریت میں حضرت عبداللہ کے گھر میں رونق افروز ہونا اور پھر چالیس برس تک بشری تقاضوں کو پورا کرتے رہنا کس سے پوشیدہ تھا؟ لیکن اس کے باوجود آپ کو بشریت کے اعلان کا حکم دیا گیا۔ تو اس اعلان کی حکمت صرف یہ تھی کہ اپنی خاطر تواضع ظاہر فرمائیں۔ مولانا سید صدر الافاضل فرماتے ہیں۔ " بہرحال آپ کی ذات و کمالات میں آپ کا کوئی مثل نہیں۔ اس آیت کریمہ میں آپ کو اپنی ظاہری صورت بشریہ کے بیان کا اظہار اور تواضع کے لئے حکم فرمایا گیا ہے۔ یہی فرمایا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے"۔ (توضیح البیان لخزائن العرفان ص ۱۳۰)

بزرگوں کے تواضع کا لحاظ نہ کرنا بے ادبی ہے

پھر یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ بزرگان دین نے جو کلمات بطور تواضع اپنے لئے استعمال فرمائے ہوں انہیں ان کے حق میں استعمال کرنا بے ادبی ہوتا ہے۔ مثلاً یونس علیہ السلام نے فرمایا۔ انی کنت من الظالمین۔ تو اب اگر کوئی عقل کا دشمن یونس علیہ السلام کو ظالموں میں گننے لگے تو ضرور اس کا یہ فعل بے ادبی قرار پائے گا۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے اپنے متعلق جو الفاظ از راہ تواضع استعمال فرمائے ہیں اور انا بشر مثلکم فرمایا ہے۔ انہیں

ان کے لئے استعمال کرنا ضرور بے ادبی ہوگا۔ پس ثابت ہو گیا کہ حضور علیہ السلام کو اپنی مثل بشر کہنے والا گستاخ بے ادب بے ایمان ہے۔ اللہ کریم اپنے محبوبوں کی گستاخی سے بچائے۔ آمین۔

تحقیر کا لفظ حقیقت کے اعتبار سے بولنا بھی بے ادبی ہے

پھر یہ بھی جانی پہچانی بات ہے کہ جو لفظ عرف و عادت میں تحقیر کے لئے استعمال ہوتا ہو اُسے حقیقت کی رو سے بولنا بھی بے ادبی قرار پاتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص اپنے باپ کو ''اے میری ماں کے خاوند'' کہہ کر پکارے تو وہ ضرور بے ادب قرار دیا جائے گا۔ حالانکہ حقیقت یہی ہے کہ اس کا باپ اس کی ماں کا خاوند ہی ہوتا ہے۔ یونہی بشر کا لفظ حضور علیہ السلام کے لئے استعمال کرنا بے ادبی قرار پائے گا۔ کیونکہ اگر کسی موحد مولوی صاحب کو کہا جائے کہ ''اے بشر صاحب ادھر آیئے'' تو وہ اس میں ضرور اپنی ہتک محسوس کریں گے۔ پھر مقام غور ہے کہ یہ لفظ عام انسان کے لئے بولنا بے ادبی تصور کیا جاتا ہے تو اسے حضور علیہ السلام کے حق میں بولنے میں کونسا ادب اور عشق کا تقاضا ہے۔ اللہ کریم ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

انبیاء کو اپنی مثل بشر کہنا سخت بے ادبی ہے

جب یہ ثابت ہو گیا کہ کسی نبی کو بشر کہنا خلافِ ادب ہے تو اُسے اپنی مثل بشر کہنا تو اس سے بھی زیادہ سخت بے ادبی ہوگا۔ امام صدر الافاضل فرماتے ہیں۔

''مسئلہ کسی کو جائز نہیں کہ وہ حضور علیہ السلام کو اپنی مثل بشر کہے۔ کیونکہ جو کلمات اصحاب عزت وعظمت بر طریق تواضع فرماتے ہیں ان کا کہنا دوسروں کے لئے روا نہیں ہوتا۔ دوم یہ کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے فضائل جلیلہ و مراتب رفیعہ عطا فرمائے ہیں اس کے اُن فضائل و مراتب کا ذکر چھوڑ کر ایسے عام وصف میں ذکر کرنا جو ہر کہ ومہ میں پایا جائے ان کے کمالات کے نہ ماننے کا مشعر ہے۔ سوم یہ کہ قرآن کریم میں جا بجا کفار کا طریقہ بتایا گیا ہے

کہ وہ انبیاء کو اپنی مثل بشر کہتے تھے۔ اور اسی سے وہ گمراہی میں مبتلا ہوئے۔'' (توضیح البیان ص ۱۳۰)

انبیاء کو اپنی مثل بشر کہنا کفار ومشرکین کا طریقہ ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ قالوآ ان انتم الا بشر "مثلنا ط۔ کفار بولے تم تو ہمیں جیسے آدمی ہو۔ (پ ۱۳۔۱۴)

'' اس سے معلوم ہوا کہ کفر کی جڑ پیغمبروں کو اپنی مثل جاننا ہے۔ شیطان بھی اسی سے کافر ہوا اور دیگر قومیں بھی اسی سے ہلاک ہوئیں۔ جب تک دل میں پیغمبروں کی عظمت نہ ہو اس وقت تک ان کے دین کا وقار ہرگز قائم نہیں ہوسکتا۔'' (نور العرفان ص ۴۰۸)

کفار جس لفظ کو تحقیراً بولیں اس کا بولنا حرام ہوتا ہے

پھر یہ بھی مسلمہ بات ہے کہ جو لفظ کفار مخالفین دین حقارت و بے ادبی کے طور پر بولیں اس کا بزرگوں کے حق میں بولنا حرام ہوتا ہے۔ دیکھیے راعنا کا لفظ مسلمان بولتے تھے جب اس لفظ کو یہود مدینہ نے تحقیر کے طور پر بولنا شروع کیا تو اللہ کریم جل شانہٗ نے مسلمانوں کو اس کے بولنے سے منع کر دیا اور فرمایا لا تقولوا راعنا و قولوا انظرنا۔ اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور انظرنا کہو۔ جب یہ دو باتیں ثابت ہوگئیں کہ جس لفظ کو دشمنانِ دین تحقیراً بولیں اس کا بزرگوں کے حق میں بولنا ممنوع ہوتا ہے۔ اور کفار بشر مثلنا کے الفاظ تحقیراً بولا کرتے تھے تو پھر ان دونوں کے نتیجہ میں یہ تیسری بات بداھۃً ثابت ہوئی کہ اللہ کے نبیوں کو اپنی مثل بشر کہنا شرعاً ممنوع ہے۔ وھذا ھو المقصود والمطلوب واللہ ولی التوفیق و ھو یھدی من یشآء الیٰ صراط مستقیم.

مولانا روم کا درسِ ادب

مولانا رومی فرماتے ہیں۔

گفت اینک ما بشر ایشاں بشر
ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور

این ندانستند ایشاں از عمیٰ ہست فرقے درمیاں بے منتہیٰ

ترجمہ: کافر کہتے تھے کہ ہم بھی بشر ہیں اور یہ پیغمبر بھی بشر ہیں۔ ہم اور یہ پیغمبر سونے اور کھانے کے پابند ہیں۔ ان بے عقلوں نے اپنے اندھاپن کی وجہ سے نہ جانا کہ اُن کی بشریت میں اور پیغمبروں کی بشریت میں بے انتہا فرق موجود ہے۔

پھر اس فرق کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ایں خورد گردد پلید ہا جدا واں خورد گردد ہمہ نورِ خدا

یہ کفار کھاتے ہیں تو ان کے جسم سے پلیدی جدا ہوتی ہے۔ اور وہ (پیغمبر) کھاتے ہیں تو ان کا سارا کھانا نورِ خدا بن جاتا ہے۔ سبحان اللہ! کیسے پیارے انداز سے درسِ ادب دیا گیا ہے۔

مولانا روم کا دوسرا درسِ ادب

اور مولانا رومی اسی مسئلہ کو دوسرے مقام پر اس طرح بیان کرتے ہیں۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر - گرچہ یکساں در نبشتن شَیر و شِیر

شَیر آں باشد کہ مردم را درد - شِیر آن باشد کہ مردم اُو خورد

ترجمہ: پاکیزہ لوگوں کے کام کو اپنے کام پر قیاس نہ کر۔ کیونکہ لکھنے میں اگرچہ شَیر اور شِیر کے دو لفظ یکساں ہیں لیکن حقیقت کی رو سے ان میں بہت فرق موجود ہے۔ کیونکہ شَیر وہ ہے جو لوگوں کو چیرتا پھاڑتا ہے اور شِیر وہ ہے جسے لوگ کھاتے ہیں۔ اِسی طرح انبیائے کرام کی بشریت اور عوام الناس کی بشریت اگرچہ دیکھنے میں یکساں ہے مگر حقیقت کی رو سے اِن دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔

انبیاء کی بشریت نورانی ہوتی ہے

چونکہ انبیآء کرام کے ارواحِ طیّبہ نورانی ہوتے ہیں اس لئے ان سے تعلق پکڑنے والے اجسام میں بھی نورانیت آجاتی ہے۔ برعکس اس کے عوام الناس کی بشریت اس

شرف سے محروم ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں۔

سرتا بقدم ہے تنِ سلطان زمن پھول لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول بدن پھول
دندان ولب وزلف ورُخ شاہ کے فدائی ہیں دُرِ عدن، لعل یمن مشک ختن پھول

آپ کی نوری دعا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ ان لفظوں میں دعا مانگی "اے اللہ کر میرے دل میں نور اور میری زبان میں نور اور میری آنکھ میں نور اور میرے کان میں نور اور میری دائیں جانب نور اور میری بائیں جانب نور اور میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور اور میرے سامنے نور اور میرے پیچھے نور اور کر میری ذات میں نور میرے لئے اور زیادہ کر نور میرے لئے"۔ (صححہ الجلال السیوطی فی الجامع الصغیر۔ص ۴۰ ج ۱)

ہم مثلی کے دعویٰ داروں سے ایک سوال

ہم یہاں ہم مثلی کے دعویٰ داروں سے یہ سوال کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ آپ کی یہ نورانی دعا اللہ نے قبول فرمائی ہے یا نہیں؟ اور اگر قبول فرمائی ہے تو پھر آپ کی بشریت کے نورانی ہونے میں کیا شبہ باقی رہ گیا ہے؟ کیا تمہاری بشریت کے متعلق بھی اس قسم کی نورانی دعا موجود ہے؟ اگر موجود نہیں تو پھر تمہاری ظلمانی بشریت اور آنحضرت ﷺ کی نورانی بشریت میں وجہِ مثلیت کیا ہے؟ بینوا توجروا و هذا آخر ما اردنا ایراده فی هذه المقالة النافعة تقبلها الله تعالیٰ بمنّه العظیم ورسوله الکریم ﷺ وانا الحقیر الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفر الله تعالیٰ لهٗ ۔خادم التدریس بالجامعة الحیدریة فضل المدارس ببلدة سهنسه من مضافاتِ آزاد کشمیر۔

(۱۰ صفر المظفر ۱۴۰۸ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پانچواں مقالہ

حیات خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین

اما بعد!

فیصل آباد کے بعض احباب نے ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کا لکھا ہوا ایک چار ورقی پمفلٹ بعنوان " نبی علیہ السلام اور شہدآء اللہ کے پاس جنت میں زندہ ہیں قبروں میں نہیں " ۔ ہماری طرف بھیجا اور اس کی تردید لکھنے کی فرمائش کی تو اُن کی اِس فرمائش پر یہ مختصر رسالہ لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے اللہ تعالیٰ اِسے ذریعہء ہدایت بنائے آمین ۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اِس پمفلٹ کے چند ضروری اقتباسات ناظرین پر پیش کر دیئے جائیں تاکہ آئندہ گفتگو سمجھنے میں آسانی ہو ۔ چنانچہ مؤلف لکھتا ہے ۔

"شہدآء عند ربھم اپنے رب کے پاس ہیں اور وہاں رزق پا رہے ہیں ۔ اِن قبروں کے اندر زندہ نہیں ۔ ان کی زندگی برزخی ہے دنیاوی نہیں ۔ " (صفحہ نمبر ۱)

اور لکھتا ہے ۔ شہید اپنی دنیاوی قبر میں دنیاوی جسم کے ساتھ نہیں بلکہ نئے برزخی جسم کے ساتھ جنت الفردوس مین زندہ ہے ۔ نبی علیہ السلام اپنی دنیاوی مدینہ والی قبر میں زندہ نہیں بلکہ برزخ میں جنت الفردوس سے بھی بلند و بالا مقام پر زندہ ہیں" ۔ (صفحہ نمبر ۴)

اور لکھتا ہے ۔ " وفات کے بعد نبی علیہ السلام عائشہ کے حجرہ والی قبر میں زندہ نہیں ۔ بلکہ جنت کے سب سے اچھے گھر میں زندہ ہیں " ۔ (صفحہ نمبر ۵)

اور لکھتا ہے ۔ " اسی طرح قبر پرستی کی بنیاد فراہم کرنے اور نبی علیہ السلام کو مدینہ منورہ کی قبر میں زندہ ثابت کرنے کے لیے قبر نبوی کی زیارت کی فضیلت کی منکر اور موضوع روایتوں کو دلیل میں پیش کیا جاتا ہے " (صفحہ نمبر ۶)

اور لکھتا ہے ۔ " قبر میں مردہ کے زندہ ہو جانے کا عقیدہ ہی تو قبر پرستی کی جڑ ہے ۔ پہلے نبی علیہ السلام کو قبر میں زندہ کیا گیا پھر دوسروں کو اور انجام یہ ہوا کہ ہر گلی ہر کوچے میں اللہ کے گھر کی طرح نقلی کعبے بنا لیے گئے ۔ عرس کے نام سے اُن کا حج ہونے لگا اور خلقت اُن پر ٹوٹ پڑی " (صفحہ نمبر ۸) والعیاذ باللہ تعالیٰ عنہ ۔ (نقل کفر کفر نباشد)

عقیدۂ حیاۃ الانبیآء علیہم الصلوٰۃ والسلام

پمفلٹ ہذا کے مؤلف نے اِن متفرق عبارات میں حیاۃ الانبیآء فی القبور کا صاف انکار کیا ہے۔ مگر سلف صالحین کا عقیدہ یہ ہے کہ انبیآء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں باجسامھم زندہ ہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ وبا چندیں اختلافات و کثرتِ مذاہب کہ در علماءِ امت است یک کس را درین مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت ﷺ بحقیقتِ حیات بے شائبہء مجاز وتوہم تاویل دائم وباقی است وبراعمال امت حاضر و ناظر ومر طالبان حقیقت را ومتوجہانِ آنحضرت را مفیض ومربی است۔

ترجمہ:۔ اور اتنے اختلافات اور علماء کے اندر کثرتِ مذاہب کے باوجود اِس مسئلہ میں کسی ایک شخص کا بھی خلاف (انکار) نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ مجاز کے شائبہ اور تاویل کے شبہ کے بغیر حقیقی زندگی کے ساتھ دائم (ہمیشہ رہنے والے) اور باقی (زندہ) ہیں۔ اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔ اور طالبانِ حقیقت کے لیے اور آنحضرت ﷺ کی طرف توجہ کرنے والوں کے لیے آپ فیض رساں اور تربیت کنندہ ہیں۔

(الرسالۃ الثامنۃ عشر سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل ﷺ۔ مکتوبات شیخ ص ۱۵۵)

(۲) اور ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں۔ فکانت حیاتہ رحمۃ و مماتہ رحمۃ بل ولیس هناک موت ولا فوت بل انتقال من حال وارتحال من دار الی دار فان المعتقد المحقق انہ حیّ یرزق۔ سو آپ کی زندگی رحمت ہے اور آپ کی وفات رحمت ہے بلکہ یہاں نہ موت ہے اور نہ وفات ہے بلکہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف انتقال ہے اور ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف کوچ کر جانا ہے۔ کیونکہ تحقیق شدہ عقیدہ یہی ہے کہ آپ ﷺ اس حال میں زندہ ہیں کہ آپ کو رزق دیا جاتا ہے۔ (شرح شفاء شریف جلد ا ص ۱۰۲)

(۳) اور امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔ حیاۃ النبی ﷺ فی قبرہ ھو و سائر الانبیآء معلومۃ عند نا علمًا قطعیاً لما قام عندنا من الادلۃ فی ذلک و تواترت بہ الاخبار و قد الف

البیھقی جزء اُفی حیاۃ الانبیآء فی قبور ھم ۔ نبی ﷺ اور تمام انبیآء کی زندگی اُن کی قبور میں ہمارے نزدیک قطعی علم کے ساتھ ثابت ہے کیونکہ ہماری اِس بات پر دلائل موجود ہیں اور حدیثیں حد تواتر کو پہنچی ہیں ۔ اور امام بیہقی نے انبیاء کی قبور میں اُن کی زندگی کے بارہ میں ایک مستقل کتاب تالیف کی ہے ۔ (الحاوی للفتاوی جلد۲ ص ۱۴۷)

حیاۃ الانبیآء فی القبور حدیثوں سے ثابت ہے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ بزرگان دین نے حیاۃ الانبیآء کے بارہ میں جو مندرجہ بالا عقیدہ لکھا ہے اِس کا ثبوت متعدد احادیثِ معتبرہ مستندہ سے ہوتا ہے ۔ بعض روایاتِ مبارکہ یہاں تبرکاً نقل کی جاتی ہیں ۔ وباللّٰہ التوفیق.

(۱) محدث ابن سعد بکر بن عبداللہ سے مرسلاً روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے لیے میری زندگی بہتر ہے کہ تم گفتگو کرتے ہو تو تمہارے لئے گفتگو کی جاتی ہے اور جب میں فوت ہو جاؤں گا تو میری وفات تمہارے لئے بہتر ہوگی . تعرض علی اعمالکم . تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے ۔ پھر اگر میں نیکی دیکھوں گا تو اللہ کی تعریف بیان کروں گا اور برائی دیکھوں گا تو تمہارے لئے معافی مانگوں گا ۔ رواہ خاتمۃالمحدثین فی جامعہ الصغیر ص ۱۵۰ ج ۱ وحسنہٗ و قال شھاب الدین الخفا جی فی نسیم الریاض ص ۱۰۲ ج ۱ و فی الحدیث زیادۃ فی بعض التعالیق و ھی اما حیاتی فابین لکم السنن واشرع لکم الشرائع واما موتی فان اعمالکم تعرض علی فما رأیت منھا حسناً حمدت اللہ وما رائیت منھا سیئاً استغفرت لکم واللّٰہ اعلم.

(۲) امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ بلا شبہ نبی ﷺ معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے و ھو یصلی فی قبرہ اس حال میں کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھتے تھے ۔ اور محدث ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان لفظوں میں روایت کی ہے کہ بلا شبہ نبی کریم ﷺ ان کی قبر کے پاس سے اس حال میں گزرے کہ وہ نماز پڑھتے تھے ۔ (الحاوی للفتاویٰ ص

۱۴۷ ج ۲)

(۳) محدث ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں یوسف بن عطیہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ثابت بنانی کو حضرت حمید الطویل سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ کیا آپ تک کوئی حدیث اس بارہ میں پہنچی ہے کہ انبیآء کے سوا کوئی شخص اپنی قبر میں نماز پڑھتا ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں۔ (یعنی اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ انبیآء اپنی قبور میں نماز پڑھتے ہیں۔)

(الحاوی للفتاوی ص ۱۴۷ ج ۲)

(۴) امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ انبیآء چالیس دن کے بعد اپنی قبور میں نہیں چھوڑے جاتے مگر یہ کہ وہ صور پھونکے جانے تک اللہ تعالیٰ کے روبرو نماز پڑھتے ہیں۔ (الحاوی للفتاوی ص ۱۴۷ ج ۲)

(۵) ابویعلیٰ نے مسند میں اور بیہقی نے حیاۃ الانبیآء میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ بلاشبہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ الانبیآء احیآء فی قبورھم یصلون۔ تمام نبی اپنی قبور میں اس حال میں زندہ ہیں کہ وہ نماز پڑھتے ہیں۔ رواہ خاتمۃ المحدثین فی الجامع الصغیر ص ۱۲۳ ج ۱ و حسنہ وقال امام تقی الدین السبکی فی شفاء السقام ص ۱۷۹ صنف الحافظ ابو بکر البیھقی رحمۃ اللّٰہ فی ذلک جزأ وروی فیہ احادیث منھا الانبیآء احیآء فی قبورھم یصلون ور واہ ابن عدی فی الکامل وقال الحسن ابن قتیبۃ ھذا احادیث غرائب حسان فارجوانہ لا بأس بہ و ذکرہ ابن ابی حاتم ولم یذکر فیہ جرحاً ولا تعدیلاً و ذکرہ الخطیب فی التاریخ واللہ اعلم.

(۶) محدث ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت سعید بن المسیب کے بارہ میں روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔ البتہ میں نے واقعہ حرہ کی راتوں میں اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں میرے سوا کوئی نہ تھا۔ وما یاتی وقت صلوۃ الاسمعت الآذان من القبر. اور نماز کا وقت نہ آتا تھا مگر میں رسول اللہ ﷺ کی قبر سے آذان سنتا تھا۔ (الحاوی للفتاوی ص ۱۴۸ ج ۲)

(۷) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود بھیجو کیونکہ یہ دن مشہود ہے یعنی اس میں فرشتے حاضری دیتے ہیں۔ اور کوئی شخص مجھ پر درود نہیں بھیجتا مگر مجھ پر اُس کا درود پیش کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس سے فارغ ہو جائے۔ میں نے عرض کیا اور موت کے بعد؟ فرمایا۔ ان اللّٰہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیآء فنبی اللّٰہ حیّ یرزق ۔ بلا شبہ اللہ نے زمین پر انبیآء کے اجسام کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ پس اللہ کا ہر نبی زندہ ہے اس حال میں کہ وہ رزق دیا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۲۱ ج ۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبور میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام صرف محفوظ ہی نہیں رہتے بلکہ اُن کو زندہ کیا جاتا ہے۔ اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ اور ان پر بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ وهو المقصود والحمد الله علی ذلک

(۸) امام ابو داؤد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ کوئی شخص مجھ پر سلام پیش نہیں کرتا مگر اللہ میرے روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے حتی ارد علیه السلام یہاں تک کہ میں اُس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (سنن ابی داؤد ص ۲۷۹ جلد ۱)

امام سیوطی اِس حدیث کے مفہوم کی سترہ وجہیں بیان کرنے کے بعد اپنے نزدیک زیادہ صحیح وجہ کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ لیس المراد بردّ الروح عودها بعد المفارقة للبدن و انّما النبی ﷺ مشغول باحوال الملکوت و مستغرق فی مشاهدة ربّه کما کان فی الدنیا فی حالة الوحی و فی اوقات اخر فعبّر عن افاقته عن تلک المشاهدة وذلک الاستغراق بردّ الروح. یعنی روح کو لوٹانے سے یہ مراد نہیں ہے کہ بدن سے جدائی کے بعد روح کو اُس میں لوٹایا جاتا ہے۔ بلکہ نبی ﷺ عالم برزخ میں ملکوت کے احوال میں مشغول اور اپنے رب کے مشاہدہ میں مستغرق ہیں جس طرح آپ دنیا میں وحی کی حالت میں اور دوسرے اوقات میں ہوتے تھے۔ سو آپ نے مشاہدہ اور اس استغراق سے ہوش میں آنے کو روح کے لوٹانے سے تعبیر فرمایا ہے۔ (الحاوی للفتاوی ص ۱۵۱ جلد ۲)

(۹) حاکم نے مستدرک میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔عیسیٰ بن مریم منصف اور عادل امام کی حیثیت سے ضرور اُتریں گے اور وہ ضرور حج یا عمرہ کے لیے راہیں طے کریں گے اور ضرور میری قبر پر آئیں گے۔ حتی یسلّم علیّ ولا ردّن علیه ، یہاں تک کہ وہ مجھ پر سلام پیش کریں گے تو میں اُن کے سلام کا جواب ضرور دوں گا۔ رواہ الجلال السیوطی فی جامعه الصغیر ص ۱۴۰ جلد ۲ و صححه واخرجه ابو یعلیٰ و فیه ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لاجیبنهٗ واللّٰه اعلم۔

(۱۰) امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور اصبہانی نے ترغیب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔من صلّی علیّ عند قبری سمعتهٗ ومن صلّی علیّ نائباً بلغتهٗ ۔ جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود بھیجتا ہے میں اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کا درود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔ رواہ الجلال السیوطی فی جامعه الصغیر ص ۱۷۵ جلد ۲ و ضعفه۔

(۱۱) بیہقی نے حیاۃ الانبیاء میں اور اصبہانی نے ترغیب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات مجھ پر ایک سو مرتبہ درود بھیجے اللہ اس کی سو حاجتیں ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی پوری کرتا ہے۔ ثم وکل اللّٰه بذلک ملکاً ید خلهٗ فی قبری کما ید خل علیکم الھدایا ۔ پھر اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے تو وہ اسے میری قبر میں اس طرح داخل کرتا ہے جس طرح تم پر تحفے پیش کیے جاتے ہیں۔ انّ علمی بعد موتی کعلمی فی الحیاة بلا شبہ میری موت کے بعد میرا علم اس طرح ہے جس طرح میرا علم زندگی میں ہے۔ اور بیہقی کی روایت میں اِس طرح ہے یخبرنی من صلّی باسمه و نسبه فاثبتهٗ عندی فی صحیفة بیضآء ۔ وہ (فرشتہ) مجھے اُس شخص کے نام و نسب کی خبر دیتا ہے جس نے مجھ پر درود بھیجا ہوتا ہے تو میں اس کے درود کو اپنے پاس سفید صحیفہ میں محفوظ کر لیتا ہوں۔ (الحاوی للفتاویٰ ص ۱۴۸ جلد ۲)

(۱۲) امام بخاری تاریخ میں عمار رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے

ارشاد فرمایا۔ ان للّٰہ تعالیٰ ملکاً اعطاہ اسماع الخلائق قائم علی قبری فما من احد یصلی علـی صلوٰۃ الا بلغتھا ۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جس کو اُس نے ساری مخلوق کی باتیں سننے کی طاقت دی ہے وہ میری قبر پر کھڑا ہوگا۔ سو مجھ پر کوئی درود نہیں بھیجے گا مگر وہ اُسے مجھ تک پہنچادے گا۔ (الحاوی للفتاویٰ ص ۱۴۷ جلد۲)

(۱۴) امام ابن القیم الجوزیہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ کوئی صبح ایسی نہیں کہ ستر ہزار فرشتے آسمان سے اتر کر (رسول اللہ ﷺ) کی قبر شریف کو نہ گھیر لیتے ہوں اور اپنے پروں سے اس کو جھاڑ کر شام تک درود پڑھنے میں مشغول نہ رہتے ہوں جب شام ہو جاتی ہے تو وہ آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں اور اُن کی جگہ دوسرے ستر ہزار فرشتے آ کر یہی خدمت سرانجام دیتے ہیں۔ حتـی اذاانشقت عنـہ الارض خرج فی سبعین الفـاً من الملآ ئکۃ یزفون ۔ یہاں تک جب آپ پر زمین کھولی جائے گی تو آپ ستر ہزار فرشتوں کے جلو میں میدان قیامت میں تشریف لائیں گے۔ (جلاء الافہام۔ ص ۷۷)

الحمدللہ۔ اِن احادیث مبارکہ سے اہلِ فہم وفراست پر روز روشن کی طرح روشن ہوگیا کہ انبیآء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبورِ مقدسہ میں اپنے اجسام متبرکہ کے ساتھ زندہ ہیں۔ امت کے اعمال اُن پر پیش کیے جاتے ہیں اور وہ اللہ کے روبرو نماز پڑھتے ہیں اور درود وسلام کا جواب دیتے ہیں۔ مؤلف بیچارے نے ایک دو آیتوں حدیثوں سے غلط سلط معنی لکھ کو عوام المسلمین کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس کے شر سے ہمارے صحیح العقیدہ مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

انبیآء وصالحین کی قبور جنت بنادی جاتی ہیں

مذکورہ بالا پمفلٹ کے مؤلف نے اُن حدیثوں سے مغالطہ کھا کر انبیآء وشہداء کی قبور کی زندگی کا انکار کیا ہے جن میں اُن کی ارواح کا جنت کی سیر کرنے کا ذکر ہے۔ حالانکہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ صالحین کی قبور کو بذاتِ خود جنت بنادیا جاتا ہے۔

ولہذا ان کی جنت میں زندگی اُن کی قبور میں زندگی کے منافی نہیں ہے۔ ناظرین درج ذیل احادیث کو بغور پڑھیں سمجھیں اور اُن پر اپنا عقیدہ رکھیں۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ثم یفسح فی قبرہ سبعون ذراعاً فی سبعین ثم ینورلہ فیہ ثم یقال لہ نم فیقولُ ارجع الی اھلی فاخبرھم فیقولان نم کنو مۃ العروس الذی لا یو قظہ الّا احبّ اھلہ الیہ حتی یبعثہ اللّٰہ من مضجعہ ذلک۔ پھر مومن کی قبر میں ستر مربع گز کشادگی کی جاتی ہے پھر اس کے لئے اُس میں روشنی کر دی جاتی ہے پھر اُسے کہا جاتا ہے۔ سو جا۔ وہ کہتا ہے میں اپنے گھر والوں کی طرف لوٹوں گا اور ان کو اپنے اس حال کی خبر دوں گا۔ وہ دونوں کہتے ہیں اس دلہن کی طرح سو جا جس کو اُس کے گھر کا سب سے زیادہ محبوب شخص ہی جگاتا ہے۔ وہ اِسی حال میں رہے گا یہاں تک کہ اللہ اُسے اُس کی قبر سے نکالے گا۔ (مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۲۳)

(۲) حضرت برآء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر آسمان سے نداء کرنے والا ندآء کرتا ہے بلا شبہ میرے بندے نے سچ کہا ہے۔ فافرشوہ من الجنۃ و البسوہ من الجنۃ و افتحوالہ باباً الی الجنۃ فیفتح فیأتیہ من روحھا و طیبھا و یفسح لہ فیھا مدّ بصرہ۔ سو اِس کے لئے جنتی بستر بچھاؤ۔ اور اِسے جنتی لباس پہناؤ اور اس کے لئے جنت کی طرف سے ایک دروازہ کھولو۔ سو وہ کھولا جاتا ہے۔ تو جنت کی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی ہیں اور اس کے لئے اس کی قبر میں حدّ نظر تک کشادگی کر دی جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۲۳)

(۳) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ثم یفرج لہ فرجۃً قبل الجنۃ فینظر الی زھرتھا و مافیھا فیقال لہٗ ھذا مقعدک علی الیقین الذی کنت وعلیہ مت و علیہ تبعث ان شآء اللّٰہ تعالیٰ۔ پھر جنت کی طرف سے اُس کے لئے کشادگی کھولی جاتی ہے تو وہ اس کی زینت اور اس کے اندر کی اشیاء کو دیکھتا ہے پھر اُسے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے اُس یقین کی وجہ سے جس پر تو تھا اور جس پر تو مرا اور اِن شآء اللہ جس پر تو اٹھایا جائے گا۔ (مشکوٰۃ ص ۲۴ جلد ۱)

(۴) خاتمۃ المحدثین امام جلال الملۃ والدین سیوطی لکھتے ہیں بیہقی اور ابن الدنیا نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا القبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النار ۔ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے اور اس کی مثل حدیث کو ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (بُشریٰ الکئیب ص ۶۷)

(۵) امام ابن مندہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا المؤمن فی قبره فی روضة خضرآء يرحب قبره سبعين ذراعاً و ينوّرله كالقمر ليلة البدر ۔ مومن قبر میں سرسبز باغ میں ہوتا ہے۔ اُس کی قبر ستر گنا کشادہ کی جاتی ہے اور چودھویں رات کے چاند کی طرح منور کر دی جاتی ہے۔ (شرح الصدور ص ۶۳ بشری الکئیب ص ۶۸)

(۶) حضرت عبداللہ بن زید مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ما بين بيتى و منبرى روضة من رياض الجنة ۔ میرے گھر اور میرے منبر کا درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (رواہ احمد والشیخان والنسائی وصححہ الجلال السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۱۴۴ جلد ۲)

الحمد للہ۔ اِن چھ حدیثوں سے روزِ روشن کی طرح روشن ہوگیا کہ انبیآء و صالحین کی قبور کشادہ منور اور جنت کا باغ بنا دی جاتی ہیں۔ اپنی قبور کے اندر کی جنتوں میں اہلِ قبور اپنے خاکی اجسام اور ارواح کے ساتھ سبز پرندوں کو اپنی سواریاں بنا کر سیر و تفریح کرتے ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔

قبورِ صالحین فی الواقع جنت ہوتی ہیں

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔ و قولهٗ ﷺ فی القبر انه روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النار محمول عندنا على الحقيقة لا على المجاز وان القبر يملأ على المؤمن خضراً و هو العشب من النبات و قد عينهٗ ابن عمر و فی حديث انه الريحان

و ذهب بعض العلمآء الى حمله على المجاز الى ان قال قال القرطبی والاوّل اصحّ. قبر کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمانا کہ وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے ہمارے نزدیک حقیقت پر نہ کہ مجاز پر محمول ہے اور بلا شبہ قبر مومن پر سرسبزی سے بھر دی جاتی ہے۔ اور اِس چیز کا معاینہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کیا ہے اور ان کی حدیث میں ہے کہ بلا شبہ قبر ریحان ہے۔ اور بعض علماء اِس ارشاد کو مجاز پر محمول کرنے کی طرف گئے ہیں۔ امام قرطبی نے فرمایا۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

(شرح الصدور ص ۶۳)

مقام غور ہے کہ جب مؤلف کے نزدیک انبیآء وشہداء جنتوں میں زندہ ہیں اور مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہُوا کہ اِن مقبولانِ بارگاہ الٰہی کی قبور بذاتھا جنت ہوتی ہیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ محبوبان خدا اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور ماننے کی توفیق بخشے آمین۔

مؤلف کا ایک اور مغالطہ

مؤلف نے اپنے اس پمفلٹ کے صفحہ نمبر ۳ پر مسلم شریف کی جو حدیث نقل کی ہے اس کے الفاظ ارواحھم فی جوف طیر خضر سے مغالطہ کھا کر یہ سمجھا ہے کہ انبیآء وشہداء کو جنت میں ایک نیا جسم دے دیا جاتا ہے جو اُن کے خاکی جسم کا غیر ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ معنی اِس حدیث کا ہے ہی نہیں بلکہ معنی یہ ہے کہ انبیآء وشہداء کی ارواح بمعہ اپنے اجسام دنیوی سبز پرندوں کے پیٹوں میں بیٹھ کر جنت کی سیر کرتی ہیں۔ یعنی سبز جنتی پرندے اُسی طرح جنتیوں کے لیے سواریاں بنتے ہیں جس طرح ہوائی جہاز انسانوں کے لیے سواری بنتا ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق اِس جملہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔ گفتہ اند کہ ایداع ارواح شہداء در جوف طیور در رنگ وضع درر و جواہرات در صنادیق بجہت تکریم وتعظیم وتشریف بقصد درآوردن ایشان در بہشت بایں صورت نہ متعلق بایں ابدان و مدبر درآن ہمچو تدابیر ارواح در ابدان چنانکہ در ابدان دنیاویہ بُود۔ یعنی جنتیوں کو جنت میں تشریف وتکریم وتعظیم کی جہت

سے اِن پرندوں کے پیٹوں میں بٹھا کر لایا جاتا ہے کہ جنتی اِن پرندوں کے پیٹوں میں اُسی طرح ہوتے ہیں جس طرح لعل و جواہر صندوقوں میں ہوتے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ اُن کی روحوں کے لئے جنتی پرندے بدن بن جاتے ہیں اور وہ اُن میں حلول کر جاتی ہیں۔

سبحان اللہ حضرت شیخ کی اِس عبارت نے مؤلف کی غلط فہمی کو کس طرح واضح کر دیا۔ اللہ تعالیٰ حق جاننے اور ماننے کی توفیق بخشے آمین۔

مسلمانوں پر مؤلف کا ایک گندا الزام

مؤلف اپنے اس پمفلٹ کے آخر میں لکھتا ہے۔ "قبر میں مُردہ کے زندہ ہو جانے کا عقیدہ ہی تو قبر پرستی کی جڑ ہے۔ پہلے نبی علیہ السلام کو قبر میں زندہ کیا گیا" یہ مسلمانوں پر سخت قسم کا گندا بہتان ہے کیونکہ کوئی مسلمان قبر کی پوجا نہیں کرتا اِس لئے قبور صالحین کی زیارت کو قبر پرستی کا نام دینا مؤلف کی جہالت کا بیّن ثبوت ہے۔ پھر اُس کا یہ کہنا کہ پہلے نبی علیہ السلام کو قبر میں زندہ کیا گیا۔ بارگاہِ رسالت میں سخت قسم کی گستاخی ہے۔ یہ جاہل اتنا نہیں جانتا کہ رسول اللہ علیہ السلام کو اُن کی قبر میں اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا ہے کسی غیر خدا نے زندہ نہیں کیا ہے۔ لہٰذا اس کا اس احیاء کا اسناد بندوں کی طرف کرنا سخت قسم کی توہین ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کرے۔ آمین۔

احادیث زیارت قبور منکر و موضوع نہیں بلکہ حسن یا صحیح ہیں

مؤلف کا یہ دعویٰ کہ "اسی طرح قبر پرستی کی بنیاد فراہم کرنے اور نبی علیہ السلام کو مدینہ منورہ کی قبر میں زندہ ثابت کرنے کے لئے قبر نبوی کی زیارت کی فضیلت کی منکر اور موضوع روایتوں کو دلیل میں پیش کیا جاتا ہے" باطل ہے کیونکہ یہ روایتیں منکر یا موضوع نہیں بلکہ اُن میں سے اکثر صحیح یا حسن ہیں اور بعض ضعیف ہیں۔ مگر اِن کے طرق کی کثرت سے ان کا ضعف بھی دور ہو گیا ہے چنانچہ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ یعنی زیارت کا لفظ جن احادیث میں صراحۃً واقع ہوا ہے۔ وہ یہ حدیثیں ہیں جو ثقہ

راویوں سے متعدد طرق سے مروی ہیں۔ ان میں سے بعض حدیثیں صحت کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہیں اور اکثر حدیثیں مرتبہ ٔحسن پر فائز ہیں۔ (جذب القلوب فارسی ص ۱۴۲)

نوٹ: مزید تفصیل کے لئے ہمارا رسالہ "دربارِ رسالت کی حاضری" ملاحظہ فرمائیں۔ وھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ المبارکۃ تقبلھا اللّٰہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ (۱۰ رجب ۱۴۱۴ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چھٹا مقالہ

قرآن مجید سے

سماعِ موتیٰ کا ثبوت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہٖ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین امّابعد

روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی بابت ۲۲ دسمبر ۱۹۹۵ء کے ملی ایڈیشن میں محمد انور طالب نامی ایک شخص کا مضمون بعنوان " سماعِ موتی قرآن کی روشنی میں " شائع ہوا۔ اس مضمون میں اس مضمون نگار نے چند مؤول آیاتِ قرآنی کو دلیل بنا کر سماعِ موتی کی نفی قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔ بدیں وجہ ہم نے اس مختصر رسالہ میں قرآن مجید ہی سے سماعِ موتی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو شرفِ مقبولیت بخشے اور عامۃ المسلمین کے ایمان کی حفاظت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

اقتباسات

قارئین کی آسانی کے لئے اس مضمون کے چیدہ چیدہ اقتباسات درج کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

(۱) " اور جب مسلمانوں نے شمشیر و سنان کو چھوڑ کر طاؤس و رباب کو اختیار کر لیا تو دین ہاتھ سے جاتا رہا اور نئے نئے رسم و رواج اور بدعات و خرافات کو اپنا لیا۔ اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کے گرد اپنی عبادت کا تانا بانا تیار کر لیا۔ بالخصوص پختہ و آراستہ قبروں کو ان عبادات و رسومات کا محور بنایا۔ نتیجۃً جو مجاہدین تھے وہ مجاورین بن گئے۔ اور اِسی دینِ مجاوری یا دینِ خانقاہی کو زندہ و قائم رکھنے کے لیے سماعِ موتی کے عقیدہ کی اشد ضرورت پڑی کیونکہ مزاروں میں جب تک اصحابِ قبور کو زندہ نہیں باور کرایا جائے گا انہیں حاجت روائی، داتائی، دستگیری، مشکل کشائی اور فریادرسی کے قابل کون سمجھے گا؟ اور جب صاحب قبر کو زندہ سمجھ اور سمجھا لیا جائے تو دینِ قبور کی تمام رنگینیاں ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ "

(۲) " دوسری طرف قرآنی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد روح کو فرشتے مکمل

طور پر اپنے قبضے میں لے کر اُسے اپنی اصلی قبر (برزخ) میں لے کر رکھتے ہیں جہاں اُسے برزخی جسم دیا جاتا ہے جو رنج و راحت کی کیفیات سے گزرتا ہے دوسری طرف جسمِ انسانی خاک میں مل کر خاک ہو جاتا ہے اور ہڈیوں کا پنجر رہ جاتا ہے۔ قرآن میں یہ بھی ہے کہ زمین انسان کے جسم کو کھا لیتی ہے قرآنِ مجید میں بہت سارے مقامات میں اعادۂ تخلیق یعنی انسان کے از سرِ نو پیدا کیے جانے کے بارے میں آیات موجود ہیں۔

(۳) " سماعِ موتی کا قائل گویا کہ مردے کو اللہ تعالیٰ کا درجہ دیتا ہے۔ کیونکہ ہمیشہ زندہ رہنے والی ذات تو فقط اللہ کی ہے اور بودے عقیدے کا قائل گویا قرآن مجید کا انکار کرتا ہے تین مقامات پر واضح طور پر اور صریحاً کہا گیا ہے کہ اے نبی آپ مردوں کو نہیں سُنا سکتے۔ آپ قبر میں مدفون لوگوں کو نہیں سنا سکتے۔ مقامِ افسوس تو یہ ہے کہ ایک طرف تو اللہ کا نبی بھی ایک کام نہیں کر سکتا اور دوسری طرف عام مسلمان وہی کام سرانجام دینے کا دعویدار ہے"۔

(۴) " الغرض والقصہ سماعِ موتی کا عقیدہ ہر لحاظ سے قرآن کا انکار اسلام سے انحراف اور آواگون کا اقرار ہے"

(۵) "لہٰذا میں قارئین مضمون ہذا سے یہ ہمدردانہ گزارش بھی کیے دیتا ہوں کہ وہ یہ مضمون پڑھنے کے بعد اپنے فرقے کے مولوی صاحب کی طرف دوڑنے اور تصدیق یا تردید کرانے کی بجائے قرآن عظیم کی طرف لپکیں اور اُسے سینے سے لگا کر مشعلِ راہ بنا کر زندگی کا سفر طے کریں۔ قبر میں پہنچنے کے بعد آپ کو خود معلوم ہو جائے گا کہ آپ خود کتنا ایک سنتے ہیں۔

(۶) " اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی مردے کو کچھ سنوانا چاہے تو سنوا سکتا ہے لیکن کسی انسان میں یہ قدرت نہیں کہ وہ مردے میں قوتِ سماعت پیدا کر سکے اور نہ ہی مردے میں اس قسم کی کوئی قوت ہے کیونکہ موت نے اس کے تمام قویٰ کا خاتمہ کر دیا ہے وہ مردہ ہے۔ نہیں سُن سکتا تا قیامت۔

(۷) "اس کے ساتھ میری یہ گزارش ہے کہ جس طرح راقم الحروف نے سماعِ کی نفی قرآن سے کی اول تو کسی مسلم اور مومن کا دل تردیدِ قرآن کے تصور ہی سے لرز جانا چاہیے۔

لیکن اگر کوئی صاحبِ علم میرے مضمون کی مخالفت میں لکھنا چاہیں تو عرض یہ ہے کہ سماعِ موتی کا اثبات قرآن ہی سے کیا جائے۔ جس طرح میں نے سماعِ موتی کے خلاف قرآن پیش کیا ہے۔ اسی طرح مخالفت میں لکھنے والے بھی صرف قرآن ہی پیش کریں کیونکہ **القرآن حجة لک اوعلیک** قرآن تیرے لئے حجت ہے یا تجھ پر حجت ہے۔

دلیل میں مضمون نگار کی پیش کردہ قرآنی آیات

اِس مضمون نگار نے سماعِ موتی کی نفی میں جو آیاتِ قرآنی پیش کی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) اور وہ ہستیاں جنہیں لوگ اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہیں وہ کسی چیز کی بھی خالق نہیں بلکہ خود مخلوق ہیں مردہ ہیں نہ کہ زندہ ان کو کچھ معلوم نہیں کہ انہیں کب دوبارہ زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا۔ (النحل ۲۰۔۲۱)

(۲) اس کے بعد تم نے مرنا ہے پھر قیامت کے روز تم اٹھائے جاؤ گے۔ (المومنون: ۱۶)

(۳) اے نبی تم ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔ (الفاطر: ۲۲)

(۴) اے نبی تمہیں مرنا ہے اور ان لوگوں کو بھی مرنا ہے۔ (الزمر: ۳۰)

(۵) پھر اُس وقت کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روحیں قبض کریں گے اور ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہوئے انہیں لے جائیں گے (عالم برزخ میں) (محمد: ۲۷)

(۶) اور کیا ہو جاتا اگر کوئی قرآن اتار دیا جاتا جس کے زور سے پہاڑ چلنے لگتے یا زمین شق ہو جاتی یا مردے قبروں سے نکل کر بولنے لگتے (الرعد: ۳۱)

(۷) تحقیق اے نبی تم مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ (النمل: ۸۰)

(۸) ایک مقام پر ارشاد ہے جنہیں تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ تمہاری پکار سے بے خبر ہیں۔ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں۔ (الفاطر: ۱۴)

اِن آیاتِ کریمہ کا صحیح مفہوم و مطلب

مضمون نگار کی پیش کردہ مندرجہ بالا آٹھ آیات میں سے صرف آیت نمبر ۴ اور نمبر ۷ کا تعلق مسئلہ سماعِ موتیٰ سے ہے۔ باقی آیات کو سماعِ موتیٰ کی دلیل بنانا مضمون نگار کا نرا خبط ہے کیونکہ ان میں موتیٰ کے سننے نہ سننے کا کوئی ذکر ہی موجود نہیں ہے۔ اور آیت نمبر ۴ اور آیت نمبر ۷ میں اگرچہ بظاہر اسماعِ موتیٰ کی نفی کی گئی ہے لیکن اگر اِن دونوں آیتوں کا سیاق و سباق دیکھا جائے تو ماننا پڑے گا کہ یہاں موتیٰ اور من فی القبور کو ان کے حقیقی معنوں میں استعمال نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ یہ دونوں لفظ کفارِ مکہ پر بولے گئے ہیں جو نبی پاک صاحبِ لولاک ﷺ کے مواعظِ حسنہ کو سن کر ان کی تکذیب کرتے تھے اور ان سے کوئی نفع نہ اٹھاتے تھے۔ کسی کلام کا مرادی معنے جاننے کے لئے اُس کے سیاق و سباق کا لحاظ ضروری ہوتا ہے۔ لیکن اس مضمون نگار کو تو صرف اپنا عقیدہ فاسدہ (سماعِ موتیٰ کی نفی) ثابت کرنے سے غرض ہے اس لئے اس نے سیاق و سباق پر غور کرنے کی زحمت نہیں اٹھائی ہے اللہ تعالیٰ اپنی کلام صحیح سمجھنے اور اپنی مراد ماننے کی توفیق بخشے۔ آمین

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات

اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ آیت نمبر ۴ اور آیت نمبر ۷ کا صحیح مفہوم بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

جواب اول: آیت کا صریح منطوق نفی اسماع ہے نہ نفی سماع پھر اُسے محلِ نزاع سے کیا علاقہ۔ نظیر اُس کی آیت کریمہ انک لا تھدی من احببت ہے اسی لئے جس طرح وہاں فرمایا ولکن اللہ یھدی من یشآء یعنی لوگوں کا ہدایت پانا نبی کی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہے یونہی یہاں بھی ارشاد ہوا ہے۔ ان اللہ یسمع من یشآء۔ وہی حاصل ہوا کہ اہلِ قبور کا سننا تمہاری طرف سے نہیں اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے الآیۃ من قبیل انک [illegible] احببت و لکن یھدی من یشآء (یعنی یہ آیت

انک لا تهدی کے قبیل سے ہے ۔)

جواب دوم : نفی سماع ہی مانو تو یہاں سماع قطعاً بمعنی سماع قبول و انتفاع ہے ۔ باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار کہتا ہے وہ میری نہیں سنتا کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقۃً کان تک آواز نہیں جاتی بلکہ صاف یہی مقصود کہ سنتا تو ہے مانتا نہیں اور سننے سے اُسے نفع نہیں ہوتا ۔ آیتِ کریمہ میں اِسی معنی کے ارادہ پر ہدایت شاہد کہ کفار سے انتفاع ہی کا انتفاء ہے نہ اصل سماع کا ۔ خود اسی آیت کریمہ انک لا تسمع الموتیٰ کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے ۔ ان تسمع الا من یؤمن بآیا تنا فھم مسلمون ۔ تم نہیں سناتے مگر انہیں جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں اور ظاہر کہ پند و نصیحت سے نفع حاصل کرنے کا وقت یہی زندگی دنیا ہے ۔ مرنے کے بعد کچھ ماننے سے فائدہ نہ سننے سے حاصل ۔ قیامت کے دن سبھی کافر ایمان لے آئیں گے پھر اس سے کیا کام ۔ الان و قد عصیت قبل ۔ تو حاصل یہ ہوا کہ جس طرح اموات کو وعظ سے انتفاع نہیں یہی حال کافروں کا ہے کہ لاکھ سمجھایئے نہیں مانتے ۔ علامہ حلبی نے سیرت انسان العیون میں فرمایا السماع المنفیٰ فی الآیۃ بمعنی السماع النافع و قد اشار الیٰ ذلک الحافظ الجلال السیوطی بقولہ سماع موتیٰ کلام الخلق حق و قد جآء ت بہ عند نا الآثار فی الکتب . و آیۃ النفی معنا ھا سماع ھدیٰ . لا یقبلون و لا یضعون الادب (آیت کریمہ میں سماعِ نافع کی نفی کی گئی ہے اور اسی طرف امام جلال الدین کے وہ دو شعر اشارہ کرتے ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے " مخلوق کی کلام کو مردوں کا سننا حق ہے اور اس بارہ میں ہمارے نزدیک کتابوں میں دلائل موجود ہیں اور آیت میں جس سماع کی نفی کی گئی ہے وہ ہدایت کا سننا اور اس کو قبول کرنا ہے ۔)

امام ابوالبرکات نسفی نے تفسیر مدارک التنزیل میں زیر آیت سورۂ فاطر فرمایا شبّہ الکفار بالموتیٰ حیث لا ینتفعون بمسمو عھم ۔ (اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو مردوں سے تشبیہ دی کیونکہ وہ اپنی سنی ہوئی بات سے نفع نہیں اٹھاتے)

مولانا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا النفی منتصب علی نفی النفع لا علی

مطلق السمع (یعنی آیت میں جو سماع کی نفی کی گئی ہے وہ سماع نافع کی ہے نہ کہ مطلق سماع کی)

جواب سوم: مانا کہ اصل سماع ہی منفی مگر کس سے؟ موتیٰ سے۔ موتیٰ کون ہیں؟ ابدان کہ روح تو کبھی مرتی ہی نہیں۔ اہلِ سنت و جماعت کا یہی مذہب ہے۔ ہاں۔ کس سے نفی فرمائی؟ من فی القبور سے یعنی جو قبر میں ہے۔ قبر میں کون ہے؟ جسم کہ روحیں تو علیین یا جنت یا آسمان یا چاہ زم زم وغیرھا مقاماتِ عز واکرام میں ہیں۔ جس طرح ارواحِ کفار سجین یا نار یا چاہ وادی برہوت مقاماتِ ذلت وآلام میں۔ امام علامہ سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں لا ندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع انما السماع بعد الموت لحی وھو الروح (یعنی ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ موصوف بالموت (یعنی میت کا جسم) موصوف بالسماع ہے بلکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ موت کے بعد سماع زندہ چیز کے لیے ہے اور وہ میت کا روح ہے۔ شاہ عبدالقادر صاحب برادر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب موضح القرآن میں زیرِ آیت کریمہ وما انت بمسمع من فی القبور فرماتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو۔ وہ سنتے ہیں۔ بہت جگہ مردوں کو خطاب کیا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا دھڑ وہ نہیں سن سکتا ہے۔ یہ تینوں جواب بتوفیق الوھاب قبل مطالعہء کلام علماء ذہن فقیر میں آئے تھے پھر ان کی تصریحیں کلماتِ علماء میں دیکھیں کما سمعت ولله الحمد۔ اور ابھی علماء کے جواب اور بھی ہیں۔ وفی ما ذکرنا کفایۃ لمن القی السمع وھو شھید ان اللہ یسمع من یشآء ویھدی الیٰ صراط الحمید۔ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۲۵۱)

حاصل کلام

یہ ہوا کہ ان دو آیتوں میں موتیٰ اور من فی القبور سے مراد وہ کفارِ مکہ ہیں جو نفع بخش سماع سے معذور ہیں ان پر یہ دو لفظ مجازاً بولے گئے اور وجہ مجاز نفع بخش سماع کا نہ سننا ہے یا ان دونوں سے مراد میت کا جسم ہے نہ کہ اُس کا روح ورنہ اس کی روح سنتی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

قرآن سے سماعِ موتیٰ کا ثبوت

علماءِ دین نے سماعِ موتیٰ کا ثبوت قرآن مجید کے چند مقامات سے پیش کیا ہے قارئین کے اضافہءعلمی کے لئے ہم اُن مقامات کو یہاں بیان کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی ہلاک شدہ قوم سے گفتگو فرمائی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **فتولیٰ عنھم و قال یا قوم لقد ابلغتکم رسالة ربی و نصحت لکم ولکن لا تحبون الناصحین** ۔تو صالح نے اُن سے منہ پھیرا۔ اور کہا۔ اے میری قوم! بیشک میں نے تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچادی اور تمہارا بھلا چاہا مگر تم خیر خواہوں کے غرضی ہی نہیں۔ (پ ۸ رکوع ۱۷)

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں۔ " ان کی ہلاکت کے بعد یعنی حضرت صالح علیہ السلام مع مومنوں کے اِس بستی سے نکل کر جنگل میں چلے گئے پھر ان کی ہلاکت کے بعد وہاں سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ روانگی کے وقت اُن کی لاشوں پر سے گزرے تو ان لاشوں سے خطاب کر کے بولے۔ اس سے پتہ چلا کہ مُردے سنتے ہیں۔ کیونکہ صالح علیہ السلام نے ان کی موت کے بعد یہ کلام اور خطاب فرمایا اللہ کے خاص بندے تو بعد وفات دور سے بھی سُن لیتے ہیں۔ اسی لئے ہر نمازی حضور ﷺ کو التحیات میں سلام پیش کرتا ہے۔ حالانکہ جو سلام نہ سن سکے اُسے سلام کرنا منع ہے جیسے سویا ہوا یا بے ہوش ایسے ہی جو سلام کا جواب نہ دے سکے اُسے بھی سلام کرنا منع ہے۔ جیسے نماز میں قضائے حاجت میں مشغول " (نور العرفان ص ۲۵۴، ص ۲۵۵)

مولوی شبیر احمد عثمانی نے اِس آیت کے ماتحت لکھا" کہتے ہیں کہ صالح علیہ السلام قوم کی ہلاکت کے بعد مکہ معظمہ یا ملک شام کی طرف چلے گئے اور جاتے ہوئے ان کی لاشوں کے انبار دیکھ کر خطاب فرمایا تو اسی طرح آنحضرت ﷺ نے مقتولین بدر کو فرمایا تھا۔

(حاشیۃ القرآن ص ۲۸۰)

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہلاکت کے بعد اُن سے گفتگو فرمائی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔فتولی عنهم و قال یاقوم لقد ابلغتکم رسالات ربی و نصحت لکم فکیف اسی علی قوم کفرین ۔تو شعیب علیہ السلام نے ان سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم! میں تمہیں اپنے رب کی رسالتیں پہنچا چکا اور تمہارے بھلے کو نصیحت کی تو کیونکر غم کروں کافروں پر (پ ۹ رکوع ۱)

اس سے معلوم ہوا کہ مردے سنتے ہیں کیونکہ شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے ان کی ہلاکت کے بعد ان کی لاشوں پر کھڑے ہوکر کلام کیا۔ (نور العرفان ص ۲۵۸)

نبی پاک علیہ السلام کو حکم ہوا کہ گزرے ہوئے رسولوں سے پوچھیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الھة یعبدون ۔ (پ ۲۵ رکوع ۱۰)

اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے ۔کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کچھ اور خدا ٹھہرائے جن کو پوجا ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعد وفات صالحین سنتے ہیں بلکہ جواب بھی دیتے ہیں کیونکہ حضور سے فرمایا گیا کہ آپ اپنے سے پہلے انبیاء سے یہ پوچھیں اور پوچھا اُسی سے جاتا ہے جو سنے اور جواب دے۔اس لئے قبرستان میں سلام کرنا مسنون ہے حالانکہ جو سلام سنتا نہ ہو یا جواب نہ دے سکے اُسے سلام کرنا منع ہے جیسے سونے والا یا نماز پڑھنے والا۔انک لا تسمع الموتی' میں دل کے مردے یعنی کفار مراد ہیں اور سنانے سے مراد نفع والا سنانا ہے۔ (نور العرفان ص ۷۸۵)

مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔ "اور یہ ارشاد کہ پوچھ دیکھو یعنی جس وقت ان سے ملاقات ہو جیسے شب معراج میں ہوئی یا اُن کے احوال کتابوں سے تحقیق کرو" (حاشیۃ القرآن ص ۶۴۲)

نفخہء ثانیہ تمام ہلاک ہونے والی چیزیں سنیں گی

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ موت کے بعد میت کی تمام قوتیں زائل ہو جاتی ہیں۔ نہ وہ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے تو پھر قیامت اور حشر نشر کا انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ عقیدہ یہ ہے کہ اسرافیل علیہ السلام جب دوسری بار صور پھونکیں گے تو تمام ہلاک ہونے والی چیزیں اس کی آواز کو سن کر زندہ ہو جائیں گی۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ وہ سن ہی نہیں سکیں گی تو پھر زندہ کیسے ہو کر اپنی قبروں سے باہر نکلیں گی اس لئے ماننا پڑے گا کہ میت کی روح سنتی ہے اور اس کی سماعت کا انکار بلا شبہ قیامت کا انکار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ونفخ فی الصور فصعق من فی السمٰوٰت ومن فی الارض الّا من شآء اللّٰہ ؕ ثم نفخ فیہ اخری فاذاھم قیام ینظرون** اور صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں مگر جسے اللہ چاہے پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے۔ (پ۲۴ رکوع ۴)

اس سے مراد صور کا پہلا نفخہ ہے جو ہلاک کرنے اور بے ہوش کرنے کے لئے ہوگا۔ دوسرا نفخہ چالیس سال کے بعد ہوگا زندہ کرنے اور ہوشیار کرنے کے لئے۔ (نور العرفان ص ۷۴۳)

اس سے معلوم ہوا کہ صور کے پہلے نفخہ کو جس طرح زندہ چیزیں سن کر مر جائیں گی اسی طرح دوسرے نفخہ کو سن کر وہ اپنے اجسام کے ساتھ زندہ ہو جائیں گی۔ سبحان اللہ۔ سماعِ موتیٰ کے ثبوت کے لئے قرآن مجید کی یہ ایک ہی آیت کافی ہے۔ ہاں نہ ماننے والوں کی ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔ **واللّٰہ لا یھدی القوم الفاسقین ولاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔**

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مردہ پرندوں کو اپنا حکم سنایا تو وہ سن کر دوڑتے ہوئے آئے

سماعِ موتی کا ثبوت قرآن مجید میں مذکور ایک واقعہ سے بھی ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی عرض کیا۔ رب ارنی کیف تحی الموتیٰ اے میرے رب مجھے دکھا دے کیونکر تو مردے جلائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا۔ اولم تؤمن۔ کیا تجھے یقین نہیں۔ عرض کیا۔ بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی۔ یقین کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فخذ اربعۃً من الطیر فصرھن الیک ثم اجعل علیٰ کل جبل منھن جزءً ثم ادعھن یأتینک سعیاً۔ تو چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلا لے پھر اِن کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے پھر انہیں بُلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پاؤں سے دوڑتے۔ (پ۳ رکوع ۳)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ حکم الٰہی پانے کے بعد چار پرندے مور، مرغ، کبوتر اور کوا کو پالا۔ پھر انہیں ذبح کر کے قیمہ بنایا ان کے اجزاء ایک دوسرے سے ملائے اور چار پہاڑوں پر رکھ دیے اور ان کے سر اپنے پاس رکھے پھر انہیں آواز دی ان کے سر بحکم الٰہی اڑے اور ایک دوسرے سے ممتاز ہوئے۔ ہوا میں اُن کے اجسام تیار ہوئے اور پھر اپنے سروں سے مل کر زندہ ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بے جان جانوروں کو پکارنا جائز ہے فیض دینے کے لیے تو گزشتہ نبیوں ولیوں کو پکارنا بھی جائز ہے فیض لینے کے لیے۔"
(نور العرفان ص ٦٨)

مقامِ غور ہے کہ اس واقعہ سے ایک مسئلہ تو یہ ثابت ہوا کہ مردوں کو پکارنا شرک نہیں بلکہ جائز ہے اگر شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم نہ دیتا کہ ان چار مردہ پرندوں کو پکاریں۔ مسلمان مشکل و مصیبت کے وقت وفات یافتہ انبیاء، و اولیاء کو پکارتے ہیں انہیں مظاہر عون الٰہی جان کر نہ کہ اللہ تعالیٰ کا مقابل و شریک سمجھ کر اس لیے یہ پکارنا جائز ہے۔ اسے خواہ مخواہ شرک قرار دینا مسلمانوں سے بدظنی اور اُن کی نیتوں پہ

بے جا حملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ نصیب فرمائے۔ آمین۔ اور دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ مردوں کی روحیں سنتی ہیں اگرچہ مردہ پرندوں کی ہوں اور بحکم الٰہی پکارنے والے کی پکار سُن کر پکارنے والے کے پاس بحکم الٰہی چلی آتی ہیں خواہ جسم کے ساتھ آئیں یا صرف روح کے ساتھ۔ اِس سے سماعِ موتیٰ کا محکم ثبوت ملتا ہے ہاں نہ ماننے والوں کی ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اُسے ماننے کی توفیق بخشے آمین۔

الحمد للہ۔ ہم نے یہاں تک جو کچھ درج کیا ہے اس سے روزِ روشن کی طرح قرآن مجید سے روشن ہو گیا ہے کہ موت کے بعد روحیں سنتی ہیں۔ اس لئے سماعِ موتیٰ کا انکار سراسر گمراہی اور بے دینی بلکہ قرآن کا انکار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کرے۔ آمین۔

سماعِ موتیٰ کے ثبوت کی عقلی دلیل

مضمون نگار نے اپنے اس مضمون کی ابتداء میں سماعِ موتیٰ کی نفی پر چند عقلی (۱) دلائل پیش کیے ہیں اس کے مقابلے میں ہم سماعِ موتیٰ کے ثبوت پر ایک عقلی دلیل پیش کرتے ہیں۔ باللہ التوفیق۔

---

(۱) چنانچہ وہ لکھتا ہے۔ "سماعِ موتیٰ یعنی مردوں کے سننے کو زیرِ بحث لانے سے پہلے ضروری ہے کہ سماعِ احیاء (زندوں کے سننے) کے اصول کا سرسری جائزہ لیا جائے کیونکہ ہر چیز کی پہچان اور اُس کا عرفان اس کی ضد سے ہوتا ہے۔ تاریکی کی تعریف روشنی کے حوالے سے ہوگی۔ تو اس کا مکمل فہم حاصل ہوگا لہذا سماعِ موتیٰ کو سماعِ احیاء کے تناظر میں زیرِ بحث لائیں گے۔ موت کیا ہے؟ مادے اور روح کے انفصال (علیحدگی) کا نام ہے۔ نہایت سادہ سے الفاظ اور روزمرہ کی چند مثالوں سے بات سمجھیں گے۔ بجلی سے چلنے والی کوئی بھی مشین تصور میں لایئے جونہی بجلی بند ہوئی مشین بھی بند۔ اب مشین کی لاکھ منت سماجت کریں حرکت دیں جھٹکے لگائیں لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوگی۔ اور بجلی آنے پر خود بخود چلنا شروع کر دے گی۔ یعنی مشین میں برقی لہر اس کی زندگی ہے اور برقی لہر کی واپسی اس کی موت ہے۔ اسی طرح انسان اگر زندہ ہے تو اس میں قوتِ سماعت بھی ہوگی وہ مردہ ہی کیا جو باتیں سن لے۔ مردہ بے چارہ تو ہوتا ہی ہے زندگی سے خالی الیٰ آخرہ۔

عالمِ برزخ کو عالمِ دنیا پر قیاس کرنا غلط ہے بلکہ اسے عالمِ خواب پر قیاس کیا جائے گا۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے خواب کو موت کا بھائی قرار دیا ہے چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں .النوم اخوالموت ولا یموت اهل الجنة رواه البيهقي.في شعب الايمان عن جابر رضی الله تعالىٰ عنه ورواه السيوطي في جامعه الصغير ص ۱۸۹ جلد ۲

سونا موت کا بھائی ہے اور جنتی لوگ نہیں مریں گے یعنی نہیں سوئیں گے اور خود قرآن مجید سے ثابت ہے کہ جب انسان پر نیند طاری ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی روح قبض کر لیتا ہے پھر اگر اُس کی دنیاوی زندگی باقی ہو تو اُس کو زندہ فرما کر جگا دیتا ہے ورنہ روک لیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے والتي لم تمت في منامها . الحاصل موت نیند کی ہم جنس ہے اس لئے موت کے بعد کے عالم کو نیند کے عالم کا مماثل ماننا پڑے گا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ جب انسان سو جاتا ہے تو اُس کی روح کا تعلق اگرچہ اس کے جسم خاکی سے ہوتا ہے لیکن وہ اپنے مثالی جسم کے ساتھ دیکھتا سنتا چلتا اور کھاتا پیتا ہے۔ گویا عالم بیداری میں ہونے والے ایک انسان کی طرح سب کام کرتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ موت کے بعد اگرچہ روح کا تعلق خاکی بدن سے بھی ہوتا ہے لیکن وہ اپنے مثالی جسم کے ساتھ دیکھنے سننے چلنے پھرنے کھانے پینے کے کام بھی کرتا ہے سماعِ موتی کے منکرین نے بھی خواب میں اپنے روح کو صدہا کام کرتے لوگوں سے بولتے۔ لوگوں کی باتیں سنتے قسم قسم کے کھانے کھاتے اور جگہ جگہ کی سیر کرتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ اس کے باوجود اگر وہ یہی کہیں کہ موت سے انسان کا جسم اور روح بالکل ختم ہو جاتے ہیں تو یہ ان کی ہٹ دھرمی کے سوا اور کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اُسے ماننے کی توفیق بخشے آمین۔ وهذا آخر ما اردنا ايراده في هذه المقالة المباركة تقبلها الله تعالىٰ بمنّه العظيم ورسوله الكريم ﷺ وانا الفقير ابوالكرم احمد حسين قاسم الحيدرى غفرالله تعالىٰ لهٗ (۱۳ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ساتواں مقالہ

امامِ اہلسنت کا ایمان افروز ترجمہءآیتِ کریمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد

روز نامہ نوائے وقت راولپنڈی کے ملی ایڈیشن بابت ۲۰ فروری ۱۹۹۸ء میں حافظ عبدالوحید الحنفی کا ایک مضمون بعنوان " عقیدۂ عصمت انبیآء علیہم السلام " شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں سورۂ والضحیٰ کی آیت کریمہ ووجدک ضآلاً فھدی کے ترجمہ میں اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت حضرت مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرّہٗ نے جو موقف اختیار فرمایا ہے اس پر مضمون نگار نے بے بنیاد اعتراضات کیے ہیں اور معاذ اللہ اس ترجمہ پر تفسیر بالرائے ہونے کا فتویٰ لگایا ہے بدیں وجہ ہم نے حقیقتِ حال کو بیان کرنے کے لیے یہ مختصر رسالہ ترتیب دینے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اِسے ذریعہ ہدایت بنائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

حافظ عبدالوحید کے مضمون کے ضروری اقتباسات

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حافظ عبدالوحید کے اس مضمون کے ضروری اقتباسات پہلے ہدیہء ناظرین کیے جائیں تاکہ ہماری گفتگو سمجھنے میں آسانی ہو۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

(۱) " عقیدہ عصمت انبیآء علیہم السلام " کے سلسلہ میں ایک بحث چل رہی ہے کہ قرآنی لفظ " ضال اور لفظ " ذنب " کا ترجمہ کس مترجم کا صحیح ہے۔ ایک مفسر نے دوسو سالہ ترجموں کو ایک طرف کرکے اپنا جدید ترجمہ لکھتے ہوئے ضالاً کا ترجمہ۔: اور تمہیں محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی" (ترجمہ مولانا احمد رضا خان بریلوی) کو صحیح قرار دینے کے ساتھ ساتھ دوسرے تراجم جو دو دو سو سال پرانے اور سو سو سال قدیم ہیں پر تنقیدی نشتر چلائے ہیں۔"

(۲) ترجمہ قرآن مجید کرتے ہوئے دیانتداری یہ ہونی چاہیے کہ اس میں لفظی ترجمہ ایسا ہو کہ اس ترجمہ کی جب دوبارہ عربی بنائی جائے تو اس میں کسی لفظ کی کمی بیشی نہ ہو لیکن مولانا احمد رضا خان صاحب نے یہ ترجمہ نہیں بلکہ تفسیر بالرائے کی ہے اور لفظ ترجمہ کا دے دیا جو

کہ فاضل مضمون نگار ترجمہ سمجھتے ہوئے اس کے خلاف ترجموں کو دل سوز قرار دے رہے ہیں۔ شاید ایسے ہی موقع پر کسی نے کہا تھا۔

خود بدلتے نہیں قرآن بدل دیتے ہیں

(۳) جمہور اہل سنت کے نزدیک قرآن مجید کے کسی لفظ کی تفسیر بالرائے جائز نہیں بلکہ یہاں تفسیر و ترجمہ ایسا کیا گیا ہے کہ جب اس کی عربی بنائی جائے تو عربی الفاظ کچھ کے کچھ بن جائیں گے۔

(۴) امام المعصومین کے لئے لفظ ذنب اور ضلال کے استعمال کا جواب حضور کے متعلق جو فرمایا ہے۔ووجدک ضآلاً فھدی . اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی۔ (ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلوی) یہ ترجمہ دو سو سال پرانا ہے اس کی تفسیر میں شاہ عبدالقادر صاحب نے ہی لکھا ہے۔ جب حضرت جوان ہوئے قوم کی راہ و رسم سے بیزار تھے اور اپنے پاس کوئی رسم و راہ نہ تھی۔ اللہ نے دین حق نازل کیا (موضح القرآن)

(۵) "اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا سو (آپ کو شریعت کا) راستہ بتا دیا (مولانا اشرف علی تھانوی) یہ ترجمہ بھی سو سال پہلے کا ہے۔ مذکورہ دونوں بزرگوں نے لفظی ترجمہ کیا اور خود ساختہ جدت پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی۔

(۶) " لفظ ضلال کے معنی۔ ظلم، ضلالت اور ذنب عربی زبان میں مشترک الفاظ ہیں۔ جن کے مختلف معنی آتے ہیں۔ عربی زبان میں لفظ ضلال (ضل یضل) مختلف معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ زیر بحث آیت یعنی ووجدک ضالاً میں ضال کا وہ معنی لیا جائے جو لفظی بھی ہو اور ترجمہ بالرائے بھی نہ ہو اس لیے ضال کا معنی سورۃ والضحیٰ میں ناواقف اور بے خبر بھی صحیح ہیں۔ حضور پاک وحی آنے سے پہلے شریعت کی تفصیلات سے واقف نہ تھے۔ بعض واقعات پیش آنے سے پہلے بے خبر تھے۔ مثلاً واقعہ افک کی حقیقت اسی نوعیت کے دیگر واقعات کہ حضور وحی کے انتظار میں بے تاب رہتے تھے اور وحی سے خبر پا کر ان واقعات کی خبر پاتے تھے اور اصل راستہ سے واقف ہو جاتے تھے پھر وحی کے مطابق صراط مستقیم امت کو بتاتے تھے۔

(۷) قرآن کا ترجمہ عین الفاظ قرآن کے مطابق کرنا ہوتا ہے۔ اگر ہر مفسر اپنی پسند کا ترجمہ شروع کر دے تو پھر متن قرآن کے ترجمہ کی جب اسی عبارت کا عربی میں ترجمہ کیا جائے گا تو کیا سے کیا متن بن جائے گا۔ اور یہی تفسیر بالرائے ہوتی ہے۔ جو کہ گناہ ہے یعنی اللہ کے کلام کا غلط ترجمہ کرنا خود جرم ہے اس لیے سابقہ دو دو سو سال اور ایک ایک سو سال کے مترجمین ڈرتے تھے کہ اللہ کے کلام کا ترجمہ ہم سے الٹ نہ ہو جائے۔ آج خوف خدا تو رہا نہیں کبھی اپنے مسلک کے خلاف جو آیت نظر آئی اس کا مرضی کے مطابق ترجمہ کر دیا"

(۸) " یہ بات صحیح نہیں ہے کہ جمہور اہل سنت انبیآء کرام سے عمداً صدور صغائر کے قائل ہیں بلکہ محققین جمہور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ انبیاء کرام عمداً صدور صغائر سے بھی مثل کبائر کے معصوم ہیں۔ (علمی محاسبہ از مولانا قاضی مظہر حسین چکوالی)"

فنقول و بتوفیق اللہ نجول۔

سورۂ والضحیٰ میں لفظ ضال کے معنی میں متعدد اقوال ہیں

آیت کریمہ ووجدک ضالاً کے معنی میں بزرگان دین کے متعدد اقوال منقول ہیں۔ چنانچہ پہلا قول (۱) یہ ہے کہ اس نے آپ کو شریعت سے خالی پایا تو اُسے آپ پر اتارنے کے سبب سے آپ کو راہ دی اور دوسرا قول یہ ہے کہ ضلال سے مراد غفلت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وان کنت من قبلہ لمن الغافلین اور یہ پہلے قول کے قریب ہے یعنی آپ کو شریعت سے غافل یعنی خالی پایا تو اس کے اتارنے کے سبب سے آپ کو راہ دی۔ اور تیسرا قول یہ ہے ووجد ضالاً ای فی قوم ضلال فھد اھم اللّٰہ تعالیٰ بک اور اس نے آپ کو گمراہی والی قوم میں پایا تو اسے آپ کے سبب سے ہدایت بخشی۔ اور چوتھا قول یہ ہے ووجدک ضالاً عن الھجرۃ فھداک الیھا۔ اور اس نے آپ کو ہجرت سے ناواقف پایا تو

---

(۱) والمراد بضلالہ کونہ من غیر شریعۃ ولیس المراد بہ الانحراف عن الحق لکونہ مستحیلا علیہ قبل النبوۃ و بعدھا فھذا کقولہ تعالیٰ ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان (صاوی ص ۲۷۸ جلد ۴)

آپ کو اس کی طرف راہ دی۔

اور پانچواں قول یہ ہے ووجدک ضالاً ای ناسیاً شأن الاستثناء حین سئل عن اصحاب الکھف و ذی القرنین والروح فذکرک ۔اور آپ کو انشاء اللہ کہنے سے بھولنے والا پایا جبکہ آپ سے اصحاب کہف اور ذوالقرنین اور روح کے متعلق سوالات کیے گئے تو اس نے آپ کو یاد دلایا۔

اور چھٹا قول یہ ہے کہ ووجدک طالباً للقبلة فھداک الیھا۔ اور اس نے آپ کو قبلہ کی تبدیلی چاہنے والا پایا تو اس کی طرف راہ دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کے چہرہ کا آسمان کی طرف ہم نے پھرنا دیکھا آخر آیت تک پس اس صورت میں ضلال طلب اور حب کے معنی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔انک لفی ضلالک القدیم ای محبتک بے شک آپ قدیم محبت میں ہیں۔

اور ساتواں قول یہ ہے کہ جب حلیمہ سعدیہ آپ کو حضرت عبدالمطلب پر لوٹانے کے لیے آپ کو مکہ میں لائیں تو آپ گم ہو گئے تھے۔ پھر مل گئے تو اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے بطور امتنان اس آیت میں ذکر فرمایا ہے۔

اور آٹھواں قول ہے کہ آپ کے گم ہو جانے کا واقعہ ابو طالب کے ساتھ پیش آیا تھا۔ جبکہ وہ آپ کو لے کر تجارت کے لیے ملک شام کی طرف گئے تھے۔ تو اس واقعہ کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ (کلھا من تفسیرات الصاوی علی الجلالین ص ۲۷۸ جلد۴ و ص ۲۷۹ جلد۴)

اعلیٰ حضرت نے چھٹے قول کے مطابق ترجمہ کیا ہے

الحمدللہ۔ امام صاوی کے بیان کردہ مندرجہ بالا آٹھ قولوں میں سے چھٹے قول کے مطابق اعلیٰ حضرت نے ترجمہ فرمایا ہے۔ اس لیے حافظ عبدالوحید کا یہ لکھنا کہ مفسر نے دو سو سالہ ترجموں کو ایک طرف کر کے اپنا جدید ترجمہ لکھتے ہوئے ضالا کا ترجمہ لکھا اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔ (ترجمہ مولانا احمد رضا خان بریلوی) " اس کی

گمراہی اور کم علمی کا بین ثبوت ہے ۔واللّٰہ تعالیٰ لا یهدی القوم الفاسقین .

اعلیٰ حضرت کا ترجمہ تفسیر مظہری کے موافق ہے

الحمد للہ ۔تفسیر صاوی کی عبارت نے حافظ عبدالوحید دیوبندی کے کذب و دروغ کی کلی کھول دی ۔ مزید اتمام حجت کے لیے عرض ہے کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ تفسیر مظہری کی بیان کردہ تفسیر کے بھی موافق ہے ۔ چنانچہ جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تفسیر مظہری سے ناقل قال بعض الصوفیه معناہ وجدک محبا عاشقاً مفرطاً فی الحب والعشق فهداک الی وصل محبوبک حتی کنت قاب قوسین او ادنیٰ . یعنی بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی محبت اور اپنے عشق میں از حد بڑھا ہوا پایا تو آپ کو اپنے محبوب کے وصال کی طرف راہنمائی کی یہاں تک کہ آپ قاب قوسین او ادنیٰ کے مقام پر فائز ہوئے ۔ (تفسیر ضیاء القرآن حصہ پنجم ص ۵۹۰)

شبیر احمد عثمانی دیوبندی کی تائید

اعلیٰ حضرت فاضل بریلی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کی تائید دیوبندی مولوی شبیر احمد عثمانی کے حاشیہ کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے " اسی جوش طلب اور فرط محبت میں آپ بے قرار اور سرگرداں پھرتے اور غاروں اور پہاڑوں میں جاکر مالک کو یاد کرتے اور محبوب حقیقی کو پکارتے ۔ آخر اللہ تعالیٰ نے غار حرا میں فرشتہ کو وحی دے کر بھیجا اور وصول الی اللہ اور اصلاح خلق کی تفصیلی راہیں آپ پر کھول دیں یعنی دین حق نازل فرمایا"۔

تنبیہ : یہاں ضالاً کے معنی کرتے وقت سورۂ یوسف کی آیات قالو اتاللّٰه انک لفی ضلالک القدیم کو پیش نظر رکھنا چاہیئے (حاشیہ القرآن للعثمانی ص ۱۰۲۶)

الحمد للہ ۔ اعلیٰ حضرت نے یہی تو کیا کہ ترجمہ کرتے وقت سورۂ یوسف کی اس آیت کو پیش نظر رکھا اور تفسیر صاوی نے جو آیت میں ضلال بمعنی فرط محبت فرمایا اسی کے مطابق ترجمہ فرمایا ۔ اب دیوبندی مولویوں کو اعلیٰ حضرت کے ترجمہ پر اعتراض کا کیا حق پہنچتا ہے ۔

تفسیر حسینی سے ترجمہ اعلیٰ حضرت کی تائید

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کی صحت تفسیر حسینی کی اس عبارت سے بھی واضح ہوتی ہے۔
در حقائق سلمی مذکور است کہ ترا یافت درستی مستغرق در بحرِ معرفت و محبت بر تو منت نہاد و بمقام قرب رسانید۔ حقائق سلمی میں مذکور ہے کہ اس نے تجھے محبت اور معرفت کے سمندر میں غرق پایا تو تجھ پر احسان فرمایا اور اپنے قرب کے مقام تک پہنچایا۔
(تفسیر حسینی ص ۴۶۶)

الحمد للہ۔ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ تفسیر صاوی، تفسیر مظہری، تفسیر حسینی اور تفسیر قرطبی میں مذکور قول کے مطابق ثابت ہوا لہٰذا اس کی صحت میں اب شک نہ کرے گا مگر وہی جس کے دل میں حق کی مخالفت جم چکی ہے اور وہ گمراہی میں پختہ ہو چکا ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ۔

تفسیر عزیزی سے ترجمہ اعلیٰ حضرت کی تائید

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی فارسی تفسیر میں اس آیت کی متعدد تفسیریں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ " وبعضے گفتہ اند کہ مراد از ضلال محبت و مرتبہء عشق است چنانچہ پسران حضرت یعقوب فرطِ عشق ایشان با حضرت یوسف بایں لفظ تعبیر کردہ اند کہ انک لفی ضلالک القدیم و مراد از ہدایت آن ست کہ طریق وصول محبوب را بتونشان دادیم بالجملہ ازیں قماش است سخناں اہل تفسیر دریں جا۔ این بالیقیں باید دانست کہ انبیآء قبل از بعثت نیز از ضلال وکفر اصلی وطبعی معصوم ومحفوظ اند بلکہ از معاصی نیز بہ تعمد چنانچہ در حدیث شریف ست کہ من ہیچ گاہ قصد نکردہ ام کہ کارے از آن کارہا کہ اہل جاہلیت می نمودند بعمل آرم مگر دوبار و در ہر دوبار لطفِ الٰہی این کار کردن نداد وعصمت او تعالیٰ درمیان من و درمیان آن کار حائل شد (تفسیر عزیزی ص ۲۲۱)

ترجمہ: اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں ضلال سے مراد محبت اور مرتبہء عشق ہے جیسا کہ یعقوب کے بیٹوں نے ان کی یوسف سے محبت کو اس لفظ (ضلال) سے تعبیر

کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بیٹے بولے خدا کی قسم آپ اپنی اسی پرانی خود وارفتگی میں ہیں" (کنز الایمان ص ۳۹۲) اور (اس آیت میں) ہدایت سے مراد محبوبِ حقیقی کے وصال کا راستہ بتانا ہے۔ بالجملہ اس قدر اہل تفسیر کے اقوال ہیں اور اس مقام پر یہ بات یقین کے ساتھ جاننی چاہیے کہ انبیآء بعثت سے پہلے بھی اصلی اور طبعی ضلال و کفر سے معصوم ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا" میں نے اہل جاہلیت کے کاموں میں سے کسی کام کے ارتکاب کا قصد نہیں کیا مگر دو بار مگر ہر بار میں عنایت خداوندی نے مجھے یہ کام کرنے نہیں دیا اور میرے اور ان کاموں کے درمیان عصمت الٰہی حائل ہوگئی۔

تنبیہ: نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور عصمت انبیآء کے یہ معنی ہیں کہ ان کے لیے حفظ الٰہی کا وعدہ ہولیا۔ جس کے سبب ان سے صدورِ گناہ شرعاً محال ہے۔ انبیآء کرام شرک اور کفر اور ہر ایسے فعل سے جو خلق کے لیے باعث نفرت ہو جیسے کذب و خیانت و جہل وغیرہ صفاتِ ذمیمہ سے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں۔ قبل نبوت اور نبوت کے بعد بالاجماع معصوم ہیں۔ اور کبائر سے مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمدا صغائر سے بھی قبل نبوت اور نبوت کے بعد معصوم ہیں۔ (بہار شریعت حصہ اول ص ۱۳)

تفسیر قرطبی سے ترجمہ اعلیٰ حضرت کی تائید

سید بادشاہ تبسم بخاری اپنے مضمون " سورۃ الضحیٰ کا ایمان سوز ترجمہ " میں لکھتے ہیں الجامع الکلام للبیان للقرطبی میں ہے۔ **وقیل ووجدک محباً للھدایۃ فھداک الیھا و یکون الضلال بمعنی المحبۃ ومنہ قولہ تعالیٰ انک لفی ضلاک القدیم** ۔ آپ کو اپنی محبت کی تلاش کرنے میں وارفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی یہاں ضلال بمعنی محبت ہے جیسا کہ آیت کریمہ **انک لفی ضلاک القدیم** میں ضلال بمعنی محبت ہے (تسکین الجنان ص ۳۲۰) اسی لئے سورہ والضحیٰ کے حاشیہ میں جناب شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔ یہاں ضالاً کے معنی کرتے وقت سورہ یوسف کی آیت **قالو اتاللہ انک لفی ضلا لک القدیم** کو پیش نظر

رکھنا چاہیے ۔ صاحب تفسیر عثمانی یہی اشارہ کر رہے ہیں کہ ضلال یا ضالاً کے معنی بھٹکنے اور بے راہ ہونے یا ناواقف راہ اور بے خبری کے نہیں بلکہ محبت کے ہیں جیسا کہ حضرت یعقوب کو ان کے بیٹوں نے انہیں حضرت یوسف کی قمیض کی خوشبو آنے پر کہا ۔ انک لفی ضلالک القدیم آپ تو اپنے بیٹے یوسف کی اسی پرانی محبت میں وارفتہ ہیں ۔ جبھی تو عثمانی صاحب نے ضالاً کی تشریح میں لکھا ہے ۔ " اسی جوش طلب اور فرط محبت میں آپ بے قرار اور سرگرداں پھرتے الی آخرہ نوائے وقت راولپنڈی بابت ۶ فروری ۱۹۹۸ء

حافظ عبدالوحید کا من گھڑت قاعدۂ کلیہ

حافظ عبدالوحید کا لکھنا کہ ترجمہ قرآن کرتے ہوئے دیانتداری یہ ہونی چاہیے کہ اس میں لفظی ترجمہ ایسا ہو کہ اس ترجمہ کی جب دوبارہ عربی بنائی جائے تو اس میں کسی لفظ کی کمی بیشی نہ ہو ۔ یہ اس کا من گھڑت قاعدہ کلیہ ہے ۔ قرآن مجید کا ترجمہ دو طرح کیا جاتا ہے ۔ لفظی ترجمہ اور بامحاورہ ترجمہ ۔ لفظی ترجمہ میں تو یہ رعایت رکھی جائے گی لیکن بامحاورہ ترجمہ میں اس کی رعایت ضروری نہیں ہے ۔ کیونکہ بامحاورہ ترجمہ میں اللہ تعالیٰ کے مرادی معنی کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے نہ کہ ہر لفظ کا ترجمہ کرنا چونکہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ بامحاورہ ہے اس لیے اس میں لفظی ترجمہ کی شرط کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا گیا ہے ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے مرادی معنی کو بیان کرنے کا لحاظ فرمایا گیا ہے ۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزآء عنا و عن سائر المسلمن آمین ۔ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کی اسی خوبی کے بارہ میں ملک شیر محمد خان اعوان لکھتے ہیں ۔ " اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی برصغیر کے وہ عظیم ترین مترجم ہیں جنہوں نے انتہائی کدوکاوش سے قرآن حکیم کا ایسا ترجمہ کیا ہے اور بامحاورہ بھی اس طرح گویا کہ لفظ اور محاورہ کا حسین ترین امتزاج آپ کے ترجمہ کی بہت بڑی خوبی ہے ۔ پھر انہوں نے ترجمہ کے سلسلے میں بالخصوص یہ التزام بھی کیا ہے کہ ترجمہ لغت کے مطابق ہو اور الفاظ کے متعدد معانی میں ایسے معانی کا انتخاب کیا جائے جو آیات کے سیاق و سباق کے اعتبار سے موزوں ترین ہوں ۔ اس ترجمہ سے قرآنی حقائق و معارف کے وہ اسرار و

معارف منکشف ہوتے ہیں جو عام طور پر دیگر تراجم سے واضح نہیں ہوتے۔ یہ ترجمہ سلیس، شگفتہ اور رواں ہونے کے ساتھ ساتھ روحِ قرآن اور عربیت کے بہت قریب ہے۔ ان کے ترجمہ کی ایک نمایاں ترین خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے ہر مقام پر انبیاء کے ادب و احترام اور عزت و عصمت کو بطور خاص ملحوظ رکھا۔ (محاسن کنزالایمان ص ۲۷)

دوسو سال پرانے ترجمہ کو ایک طرف کرنے کی وجہ

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہٗ العزیز نے شاہ عبدالقادر دہلوی کے دوسو سال پرانے ترجمہ کو ایک طرف کر کے اپنا ترجمہ پیش فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس پرانے ترجمہ سے عصمت مصطفےٰ پر زد پڑتی ہے اور یہ ترجمہ آیت ماضل صاحبکم وماغویٰ کے ارشاد ربانی کے خلاف بھی ہے۔

چنانچہ ملک شیر محمد خان اعوان رقم طراز ہیں

"البتہ سوال یہ رہ جاتا ہے کہ کیوں ہم یہاں گمراہ کے معنی نہ لیں اور کیوں محبت میں محو اور خود رفتہ کے معنی لینے کے لیے ہم مجبور ہیں اس کی وجہ اور دلیل یہ ہے کہ جس کتاب نے حضور سید الکونین کے متعلق یہ اعلان کیا ہو کہ ماضل صاحبکم و ماغویٰ۔ تمہارا صاحب نہ بھکے نہ بے راہ چلے پھر وہی کتاب یہ کس طرح کہہ سکتی ہے کہ تجھ کو بھٹکتا پایا لہذا یہ معنی قطعاً غلط ہیں۔ امام رازی، امام راغب اصفہانی، علامہ سلیمان جمل، علامہ صاوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ ضلالت کا استعمال محبت کے لیے بھی ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے آیت زیر بحث کے ترجمہ میں اپنی بے مثال لغت دانی اور حب رسول کا عظیم ترین ثبوت دیا ہے۔ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

''اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی'' (محاسن کنزالایمان ص ٦٦)

دیوبندی ترجمہ کی صحت کا دعویٰ غلط ہے

حافظ عبدالوحید دیوبندی کا کہنا کہ شاہ عبدالقادر دہلوی کا ترجمہ (۱) اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سجھائی بھی صحیح ہے درست نہیں کیونکہ سورۂ والنجم کی آیت ما ضل صاحبکم و ما غوی سے اس ترجمہ کی غلطی ثابت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مفسر قرآن مفتی احمد یار خان نعیمی رقمطراز ہیں۔ " ضلال اور غوی یعنی حضور کا قلب برے خیالات سے اور آپ کا قالب ناپسندیدہ افعال سے ہمیشہ محفوظ رہا ایک آن کے لیے بھی برے خیال گناہ صغیرہ یا کبیرہ نے حضور تک راہ نہ پائی جو ایک ساعت کے لیے حضور سے گمراہی یا کوئی ناپسندیدہ افعال کا صدور مانے وہ اس آیت کا منکر ہے۔ رب فرماتا ہے۔ ووجدک ضالاً فھدیٰ۔ یعنی ہم نے آپ کو عظیم الشان نشان ہدایت پایا تو آپ کے وسیلہ سے سب کو ہدایت دی۔ لہذا یہ آیت اس آیت کے خلاف نہیں" (نورالعرفان ص ۸۳۹)

اور مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی کی یہ عبارت بھی ملاحظہ ہو " بہکا نہیں تمہارا رفیق اور نہ بے راہ چلا" انبیاء آسمان نبوت کے ستارے ہیں جن کی روشنی اور رفتار سے دنیا کی راہنمائی ہوتی ہے اور جس طرح تمام ستاروں کے غائب ہونے کے بعد آفتاب درخشاں طلوع ہوتا ہے ایسے ہی تمام انبیاء کی تشریف آوری کے بعد آفتاب محمدی مطلع عرب سے طلوع ہوا۔ پس اگر قدرت نے ان ظاہری ستاروں کا نظام اس قدر محکم بنایا ہے

---

(۱) یہی ترجمہ مولوی محمود الحسن دیوبندی نے بھی کیا ہے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ القرآن للعثمانی ص ۱۰۲۶۔

اور مودودی ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں " اور تمہیں ناواقف پایا اور پھر ہدایت بخشی " (تفہیم القرآن ص ۳۷۲ جلد ۶)

اور شاہ رفیع الدین کے ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں۔ " اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا پس راہ دکھائی (ترجمہ شاہ رفیع الدین ص ۶۲۸) اور شاہ ولی اللہ صاحب کے فارسی ترجمہ کے لفظ یہ ہیں۔ دریافت ترا راہ گم کردہ پس راہ نمود ص ۶۲۸۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کہ اس میں کسی طرح کے تزلزل اور اختلال کی گنجائش نہیں تو ظاہر ہے کہ ان باطنی ستاروں اور روحانی آفتاب و ماہتاب کا نظام کس قدر مضبوط و محکم ہونا چاہیے۔ جن سے ایک عالم کی ہدایت وسعادت وابستہ ہے۔ (حاشیہ القرآن ص ۱۹۹)

الحمد للہ۔ دو سو سال پرانے دیوبندیوں کے مقبول ترجمہ کا غلط ہونا اس سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

دیوبندی اس آیت کے ترجمہ میں مرزائیوں سے بھی گئے گزرے ہیں

سورہ والضحیٰ کی مبحوث عنہا آیت کریمہ کے ترجمہ میں دیوبندی مرزائیوں سے بھی گئے گزرے ہیں کیونکہ مرزائیوں نے اس آیت کریمہ کا ترجمہ اِن لفظوں میں کیا ہے "اور جب اس نے تجھے اپنی قوم کی محبت میں سرشار دیکھا تو ان کی طرف کا صحیح راستہ تجھے بتادیا" (تفسیر صغیر مؤلفہ مرزا بشیر الدین ص ۱۳۱)

مقام غور ہے کہ مرزائیوں نے دیوبندیوں کے ترجمہ "اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی" (ترجمہ محمود الحسن ص ۱۰۲۶) سے بہتر ترجمہ کیا ہے ہاں اعلیٰ حضرت کا ترجمہ "اور اپنی محبت میں خودرفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی" مرزائیوں کے ترجمہ سے بھی اعلیٰ ترجمہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک سرکار محبت الٰہی میں خودرفتہ ہیں اور مرزائیوں کے نزدیک اپنی قوم کی محبت میں سرشار۔ اور ان دو قولوں کا فرق عقل مند پر ظاہر ہے۔

اعلیٰ حضرت کا مسلک جمہور امت کا مسلک ہے

سابقہ مفسرین کے متعدد اقوال میں سے ایک قول کی بناء پر کیا ہے۔ لہٰذا آپ کی ذات پر حافظ عبدالوحید کا اعلیٰ حضرت کے ترجمہ پر بایں الفاظ طعن و تشنیع کرنا کہ " سابقہ دو دو سو سال اور ایک ایک سو سال کے مترجمین ڈرتے تھے کہ اللہ کے کلام کا ترجمہ ہم سے الٹ نہ ہو جائے۔ آج خوف خدا تو رہا نہیں۔ کبھی اپنے مسلک کے خلاف جو آیت نظر آئی اس کا مرضی کے مطابق ترجمہ کر دیا۔ الحمد للہ اعلیٰ حضرت کا مسلک عین علماء حق کا مسلک ہے۔ اس لیے اعلیٰ حضرت نے مسلکِ حق کے مطابق اس آیت کا ترجمہ فرمایا ہے۔ اور وہ بھی

سابقہ مفسرین کے متعدد اقوال میں سے ایک قول کی بناء پر کیا ہے۔ لہٰذا آپ کی ذات پر بےخوفی کا حکم لگانا خود اپنی بےخوفی ظاہر کرنا ہے۔ واللّٰہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم. و ھذا آخر ماوردنا ایراده فی ھذه المقالة النافعة تقبلھا الله تعالیٰ بمنّه العظیم و رسوله الکریم وانا الفقیر الحقیر فی عباداللّٰه القدیر ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی القریشی الھاشمی غفراللّٰه تعالیٰ له خادم التدریس والتصنیف بالجامعة الحیدریة فضل المدارس بھیائی من مضافات سہنسہ آزاد کشمیر۔ (۲۲ ذوالقعدۃ ۱۴۱۸ھ بمطابق ۲۲ مارچ ۱۹۹۸ء بعد صلوٰۃ العشاء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آٹھواں مقالہ

مسئلہ عصمتِ انبیاء

علیہم السلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد

روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی کے ملی ایڈیشن بابت ۲۰ فروری ۱۹۹۸ء میں حافظ عبدالوحید الحنفی کا ایک مضمون بعنوان "عقیدہ عصمت انبیآء علیھم السلام" شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں سورہ والضحیٰ کی آیت ووجدک ضالا فھدی اور سورۃ الفتح کی آیت انافتحنا لک فتحا مبینا لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وماتاخر کا جو ترجمہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی نے لکھا اس پر مضمون نگار نے بے بنیاد اعتراضات کیے ہیں۔ اور معاذ اللہ ان ترجموں پر تفسیر بالرائے ہونے کا فتویٰ عائد کیا ہے۔ بدیں وجہ ہم نے سورۃ والضحیٰ کی آیت کے ترجمہ اعلیٰ حضرت کی صحت و درستگی میں رسالہ " امام اہل سنت کا ایمان افروز ترجمہ آیت کریمہ'' اور سورۃ الفتح کے ترجمہ اعلیٰ حضرت کی صحت و خوبی میں یہ رسالہ "مسئلہ عصمتِ انبیآء علیھم السلام" لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں رسالوں کو شرفِ مقبولیت بخشے اور ذریعہ ہدایت بنائے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

حافظ عبدالوحید کے مضمون کی چیدہ چیدہ عبارات

پہلے یہاں درج کی جاتی ہیں پھر اپنی معروضات عرض کی جائیں گی۔ وباللہ التوفیق۔ چنانچہ اس نے سورۃ فتح کی آیت کے ترجمہ اعلیٰ حضرت کے بارہ میں لکھا ہے کہ

(۱) " عصمت انبیاء علیھم السلام کے عنوان کے تحت نوائے وقت کے ایک مضمون نگار محمد ضیاء الحق چوہان۔ ۱۲ فروری کی اشاعت ملی ایڈیشن میں لکھتے ہیں۔ کہ برصغیر پاک و ہند میں عقیدۂ عصمت انبیاء علیھم السلام کو داغدار کرنے میں قرآن مجید کے بعض اردو تراجم کا بھی ہاتھ ہے۔ جن آیات کے غیر محتاط تراجم سے عوام الناس میں عقیدۂ عصمت انبیاء علیھم السلام کے بارہ میں ابہام پیدا ہوا ان میں سے بغرض اختصار صرف ایک مثال پیش کرنا چاہتا ہوں۔ سورۃ الفتح آیت نمبر ایک دو کے تراجم ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور پیچھے رہے۔(شاہ عبدالقادر دہلوی)

۲۔بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے۔(اشرف علی تھانوی)

مضمون نگار نے آخر میں لکھا ہے کہ یہ سب تراجم ظاہر کرتے ہیں کہ معاذ اللہ حضور ﷺ سے صلح حدیبیہ سے قبل بھی گناہ سرزد ہوتے رہے اور بعد میں بھی امکان ہے۔اور پھر روح قرآن کے مطابق اپنا پسندیدہ ترجمہ یہ لکھتے ہیں ۔بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرما دی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے (کنزالایمان) اور لکھتے ہیں کہ یہ ترجمہ شانِ رسالت کے عین مطابق ہے ۔ جو مولانا احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے۔

تفسیر میں تو یہ عبارت لکھی جا سکتی ہے لیکن قرآن کا ترجمہ عین الفاظ قرآن کے مطابق کرنا ہوتا ہے۔اگر ہر مفسر اپنی پسند کا ترجمہ شروع کر دے تو پھر متن قرآن کے ترجمہ کی جب اسی اردو عبارت کا عربی ترجمہ کیا جائے گا تو کیا سے کیا متن بن جائے گا۔اور یہی تفسیر بالرائے ہوتی ہے جو گناہ ہے یعنی اللہ کے کلام کا غلط ترجمہ کرنا خود جرم ہے۔اس لئے سابقہ دو دو سو سال اور ایک ایک سو سال کے مترجمین ڈرتے تھے کہ اللہ کے کلام کا ترجمہ ہم سے الٹ نہ ہو جائے۔آج خوفِ خدا تو رہا نہیں۔کبھی اپنے مسلک کے خلاف جو آیت نظر آئی اس کا مرضی کے مطابق ترجمہ کر دیا۔

(۲) یہاں حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی اور شاہ رفیع الدین دہلوی نے آج سے دو سو سال پہلے قرآن مجید کے لفظی ترجمہ میں ذنب کا ترجمہ جو گناہ لکھا ہے تو وہ مجازاً اور صورۃً ہے نہ کہ حقیقۃً کیونکہ محکمہ آیات سے امام المعصومین ﷺ کا مطلقاً معصوم ہونا ثابت ہے۔اسی طرح مولانا اشرف علی تھانوی نے آج سے سو سال پہلے اپنے ترجمہ میں ذنب کا معنی جو خطائیں کیا ہے وہ بھی لفظی ترجمہ کے تحت مجازاً اور صورۃً خطا ہے نہ کہ حقیقۃً۔

(۳) شیخ الہند مولانا محمود الحسن کا ترجمہ یہ ہے۔تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے

تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔ اس کی تفسیر بھی ان کے شاگرد رشید مولانا شبیر احمد عثمانی نے یہ کی۔ خداوند قدوس نے اس فتح مبین کے صلے میں آپ کو چار چیزوں سے سرفراز فرمایا۔ جن میں پہلی چیز غفران الذنوب ہے۔ ہمیشہ سے ہمیشہ تک کی سب کوتاہیاں جو آپ کے مرتبہ رفیع کے اعتبار سے کوتاہی سمجھی جائیں بالکلیہ معاف ہیں۔ یہ بات اللہ تعالیٰ نے اور کسی بندے کے لئے نہیں فرمائی (تفسیر عثمانی)

(۴) مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں۔ ان آیات میں ان فتوحات سے جو فوائد ظاہر ہوئے ان کا ذکر ہو رہا ہے۔ چار باتیں بیان فرمائیں۔ اے نبی اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دے۔ میرے نزدیک اس کا مطلب ہے کہ معافی ظاہر کردے اور ایسا محاورہ خصوصی شرعیہ میں بہت مستعمل ہوا ہے۔ جیسا کہ ناظر اور ماہر پر مخفی نہیں۔ اور مفسرین نے بھی اس آیت کو ظاہر سے پھیرا ہے بایں وجہ کہ آنحضرت سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ پھر معافی کے کیا معنی اور اگر اس سے وہ خلاف اولیٰ باتیں یا وہ قصور جو حق تعالیٰ کی عبادت میں آپ سے سرزد ہوئے مراد لئے جائیں تو معافی کے معنی تو درست ہو جائیں گے لیکن اس فتح سے اس کو کیا تعلق اور ہمارے مطلب کا تعلق تو اس فتح سے یوں ہے کہ اس فتح کے ظاہر ہونے سے آنحضرت کا نبی برحق ہونا سب پر کھل گیا اور جب نبی ہونا آپ کا کھل گیا تو آپ کا مغفور الذنوب ہونا بھی کھل گیا کیونکہ نبی معصوم اور مغفور ہوتے ہیں۔ (تفسیر مرزا حیرت دہلوی)

(۵) اب لفظی ترجمہ کی تشریح سے بات صاف ہوگئی۔ ذنب کے لفظی ترجمہ کو بدلنا ایک مفسر کا کام نہیں اس کے پوشیدہ پہلو کو واضح کرنا مفسر کا کام ہے جو کہ ان حضرات نے کردیا۔ ۵۱

کلامه بحسب الحاجة.

الجواب بتوفیق اللّٰہ الوھاب عزوجلّ

عقیدہ عصمتِ انبیآء علیھم السلام

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ والانبیاء علیهم الصلوۃ والسلام کلّهم منزهون عن الصغائر و الکبائر والکفر والقبائح و قد کانت منهم زلات و خطایا۔ سارے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام چھوٹے گناہوں بڑے گناہوں، کفر اور قبیح افعال سے

منزہ و معصوم ہیں اور ان میں سے بعض سے کبھی کبار لغزشیں اور خطائیں سرزد ہوئی ہیں۔ (الفقہ الاکبر)

اس کی شرح میں امام علی قاری لکھتے ہیں۔والانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام کلهم ای جمیعهم الشامل لرسلهم و مشاهیر هم و غیر هم اولهم آدم علیه السلام منزهون ای معصومون عن الصغائر والکبائر ای من جمیع المعاصی والکفر والقبائح و فی نسخة والفواحش و قد کانت منهم ای من بعض الانبیاء قبل ظهور مراتب النبوة او بعد ثبوت مناقب الرسالة زلات ای تقصیرات و خطئات ای عثرات بالنسبة الی مالهم من اعلی المقامات واسنی الحالات. یعنی تمام انبیاء رسل سمیت خواہ مشہور ہوئے یا نہ ہوئے اور پہلے نبی آدم علیہ السلام ہیں چھوٹے بڑے گناہوں یعنی تمام گناہوں سے معصوم و منزہ ہیں۔ اور اسی طرح وہ کفر اور برے افعال سے بھی پاک ہیں۔اور بعض انبیاء سے مراتب نبوت اور مناقب رسالت ثابت و ظاہر ہونے سے پہلے لغزشیں اور تقصیریں واقع ہوئیں۔جو ان کے اعلیٰ مقامات اور بہترین حالات کے لحاظ سے لغزشیں اور تقصیریں مانی گئی ہیں۔(شرح فقہ الاکبر ص ۶۷)

اور شیخ ابو المنتھیٰ احمد بن محمد مغنیساوی حنفی اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔والانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام کلهم منزهون عن الصغائر والکبائر والکفر والقبائح یعنی قبل النبوة و بعدها وقد کانت منهم زلات و خطایا۔اور سارے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام چھوٹے بڑے گناہوں اور کفر و قبائح سے نبوت کے ظہور سے پہلے اور بعد پاک و معصوم ہیں اور ان میں سے بعض سے لغزشیں اور تقصیریں واقع ہوئی ہیں۔(شرح فقہ الاکبر۔ص ۲۰)

اور امام صدر الشریعہ لکھتے ہیں۔نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے۔اور اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کے لئے حفظ الٰہی کا وعدہ ہولیا جس کے سبب سے ان سے صدور گناہ شرعاً محال ہے۔انبیاء علیہم السلام شرک و کفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعث نفرت ہو جیسے کذب و خیانت و جہل وغیرہا صفات ذمیمہ سے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں اور کبائر سے بھی مطلقاً

معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ تعمد اصغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔ (بہار شریعت حصہ اول ص ۱۳)

الحمد للہ۔ ان عبارات سے جملہ انبیاء کرام کا جملہ صغائر وکبائر سے پاک ومعصوم ہونا نبوت کے ظہور سے پہلے اور اس کے بعد معلوم ہوا بدیں وجہ جن آیات سے اس عقیدہ پر اشکال وارد ہوتا ہے۔ علماء نے ان کی تاویلات کی ہیں۔ چنانچہ سورہ فتح کی پہلی دو آیتوں کے بارہ میں تفسیر جلالین میں فرمایا۔ **و هو مأوّل لعصمة الانبياء عليهم الصلوة والسلام بالدليل العقلى القاطع من الذنوب** ۔ اور یہ آیتیں اس بناء پر ماؤل ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام عقلی دلیل کی وجہ سے گناہوں سے معصوم ہیں۔ اور امام صاوی اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔ (قولہ ھو مؤول) **اى ان اسناد الذنب له ﷺ مؤوّل اما بان المراد ذنوب امته او هو من باب حسنات الابرار سئيات المقربين او بان المراد بالغفران الاحالة بينه وبين الذنوب فلا تصدر منه لا ن الغفر هو الستر والستر اما بين العبد و الذنب او بين الذنب و عذابه فالا ئق بالانبياء الاول وبالامم الثانى.**

ترجمہ: ذنب کا اسناد نبی ﷺ کے لئے مؤول ہے۔ اور اس کی تین تاویلیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) ذنوب سے مراد آپ کی امت کے گناہ ہیں۔ (۲) یہ نیکوں کی اچھائیاں مقربین کی برائیاں ہوتی ہیں کے باب سے ہے۔ (۳) غفران سے مراد رسول اللہ ﷺ اور گناہوں کے درمیان رکاوٹ حائل کر دینا ہے۔ پس آپ سے گناہ صادر نہیں ہوتے۔ کیونکہ غفران کا معنی چھپانا ہے۔ اور غفران کی دو صورتیں ہیں بندے اور گناہوں کے درمیان پردہ حائل کر دینا کہ بندہ گناہ نہ کرے اور دوسری صورت یہ ہے کہ گناہ اور عذاب کے درمیان پردہ حائل کر دیا جائے پس پہلا معنی انبیاء اور دوسرا امتوں کے لائق ہے۔ (تفسیر صاوی ص ۸۰ ج ۴)

اور تفسیر خازن میں ہے۔ **و معنى الاية ليغفرلك الله جميع ما فرط منك ما**

تقدم من ذنبک یعنی قبل النبوۃ و ما تاخر یعنی بعد ھا و ھذا علی قول من جوز الصغائر علی الانبیآء و قال عطاء الخراسانی ما تقدم من ذنبک یعنی من ذنب ابو یک آدم و حواء ببر کتک و ما تاخر من ذنوب امتک بدعاء ک لھم و قیل المراد ما کان من سھو و غفلة و تأو ل لان النبی ﷺ لم یکن له ذنب کذنوب غیر ہ فالمراد بذکر الذنب ھنا ما عسی ان یکون و قع عنه عن سھو و نحو ذلک لا ن حسنات الابرار سئیات المقربین فسماہ ذنبا فماکان من ھذا القبیل و غیرہ فھو مغفور له فاعلمه اللہ عزو جل بذلک ۔

اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ آپ کی تمام زیادتیاں جو نبوت کے ظہور سے پہلے اور اس کے بعد واقع ہوئیں معاف فرمادے اور یہ معنی ان علماء کے قول پر ہے جو انبیاء کرام سے صغیرہ گناہوں کا صدرور جائز مانتے ہیں ۔ اور عطاء الخراسانی نے فرمایا۔ ما تقدم من ذنبک سے مراد حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی خطاء ہے اور ما تاخر سے آپ کی امت کے گناہ کیونکہ آپ کی دعا کی برکت سے یہ معاف ہوئے اور تیسرا قول یہ ہے کہ آپ سے جو خلاف اولیٰ کام سہو غفلت اور تاویل کی بناء پر صادر ہوئے وہ مراد ہیں ۔ کیونکہ نبی ﷺ کا کوئی گناہ دوسروں کے گناہوں جیسا نہیں تھا ۔ پس اس جگہ ذنب کے ذکر سے مراد وہ کام ہیں جو سہو وغیرہ سے صادر ہوئے کیونکہ ابرار کی نیکیاں مقربین کی برائیوں جیسی ہوتی ہیں ۔ پس وہ کام اس قسم کے ہوں وہ بخشے ہوئے ہوتے ہیں ۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی بخشش کی خبر دی ۔ (خازن ص ۱۸۸ ج ٦)

صحیح محتاط ترجمہ

عقیدہ عصمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پیش نظر سورۃ الفتح کی پہلی دو آیات کا صحیح اور باادب ترجمہ وہی ہے جو امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے بدیں الفاظ کیا ۔ " بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے ۔ (کنز الایمان ص ۸۱۵)

اور اس ترجمہ کی خوبی کے بارہ میں مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں ۔ " سورہ محمد

میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ یہاں حضور کے گناہ سے مراد وہ گناہ ہیں جن کی شفاعت حضور ﷺ کے ذمہ ہے۔ جیسے وکیل مقدمہ کہتا ہے کہ یہ میرا مقدمہ ہے یعنی جس کی پیروی میں کر رہا ہوں۔ اسی لئے یہاں لک فرمایا۔ یعنی تمہارے طفیل تمہارے وسیلہ سے۔" (نور العرفان ص ۸۱۵)

اور سورہ محمد کی آیت کریمہ واستغفر لذنبک۔ (اور محبوب اپنے خاصوں کے گناہوں کی معافی مانگو) کے ماتحت یہی بزرگ لکھتے ہیں۔ " یہاں اس گناہ کو حضور ﷺ کے دامن شفاعت کی طرف نسبت دی گئی ہے جو حضور کے خاص خدام سے سرزد ہو جاوے۔ یہ ایسا ہے جیسا کہ وکیل کہتا ہے کہ یہ میرا مقدمہ ہے ورنہ پیغمبر گناہ کا ارادہ بھی نہیں فرماتے۔ نیز انبیاء کے نفس امارہ نہیں ہوتے جب وہ شیطان اور نفس امارہ سے محفوظ ہیں تو ان سے گناہ کون کرائے۔" (نور العرفان ص ۸۱۲)

صحیح ترجمہ کو تفسیر بالرائے کہنا غلط ہے

مضمون نگار کا ترجمہ اعلیٰ حضرت کو معاذ اللہ تفسیر بالرائے میں شامل کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ وہ خود خوف خدا سے محروم ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ان آیتوں کا ترجمہ یا تفسیر اپنی رائے سے نہیں کی بلکہ عطاء الخراسانی وغیرہ مفسرین متقدمین کے بیان کردہ قول کی بناء پر یہ ترجمہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

غیر محتاط ترجمے

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں کیڑے نکالنے والے مضمون نگار نے جن لوگوں کے ترجموں کو سراہا ہے وہ سب عقیدہ عصمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر محتاط بلکہ صریح غلط ترجمے ہیں۔ لفظ ذنب عربی کا لفظ ہے جو کئی معنوں میں مشترک ہے جبکہ گناہ اردو کا لفظ ہے اور یہ مشترک لفظ نہیں ہے بلکہ صغیرہ یا کبیرہ گناہ کے لئے ہی بولا جاتا ہے۔ اب عربی کے مشترک لفظ کا ترجمہ اردو کے ایسے لفظ سے کرنا جو عقیدہ عصمت کے

سراسر خلاف ہے ضرور غلط غیر محتاط ترجمہ ہے۔ نبی کے کسی فعل کو گناہ نہیں کہہ سکتے بلکہ خطاء یا لغزش کہیں گے۔

از خدا خواہیم توفیق ادب　　　بے ادب محروم ماند از فضل ربّ

مخالفین کے ترجموں میں ایک اور غلطی

یہ ہے کہ انہوں نے آیت کریمہ میں واقع لک کے لفظ کا ترجمہ بالکل حذف کر دیا ہے۔ چنانچہ دیوبندی مولوی احمد علی لاہوری کے ترجمہ کے لفظ یہ ہیں۔ " تاکہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے۔ " (ترجمۃ القرآن ص ۸۱۵)

اور شاہ ولی اللہ صاحب کے فارسی ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں۔ " عاقبت فتح آن است کہ بیامرزد ترا خدا آنچہ کہ سابق گذشت از گناہ تو و آنچہ پس ماندہ (ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب ص۵۳۲)

اور محمود الحسن دیوبندی کا ترجمہ اس طرح ہے۔ " تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔ (ترجمہ محمود الحسن ص ۸۷۳)

ان سب ترجموں میں لک کا ترجمہ حذف کر دیا گیا ہے۔ اور محمود الحسن کے ترجمہ میں جو تجھ کو لکھا ہے یہ لک کا ترجمہ نہیں بلکہ من ذنبک سے جو معنیٰ مفہوم ہوتا ہے اس کی ترجمانی ہے۔ جبکہ اس کے برعکس اعلیٰ حضرت کے ترجمہ " تمہارے سبب " اس لفظ کا صاف صریح ترجمہ ہے۔ اس لک کے مفہوم کو نظر انداز کر دینے کی وجہ سے یہ لوگ غلط ترجمہ کرنے کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق قبول کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

مضمون نگار کا من گھڑت قاعدہ کلیہ

مضمون نگار کا یہ لکھنا کہ " تفسیر میں تو یہ عبارت لکھی جا سکتی ہے۔ لیکن قرآن کا ترجمہ عین الفاظ قرآن کے مطابق کرنا ہوتا ہے۔ اور اگر ہر مفسر اپنی پسند کا ترجمہ شروع کر دے تو پھر متن قرآن کے ترجمہ کی جب اسی اردو عبارت کا عربی ترجمہ کیا جائے گا تو

کیا سے کیا متن بن جائے گا۔ اور یہی تفسیر بالرائے ہوتی ہے جو گناہ ہے۔ یعنی اللہ کے کلام کا غلط ترجمہ کرنا خود جرم ہے۔" تفسیر بالرائے کے مفہوم سے اس کی ناواقفیت کی دلیل ہے۔ تفسیر بالرائے اس کو نہیں کہتے کہ اردو ترجمہ کی عربی عبارت دوبارہ بنائیں تو عین متن قرآن نہ بن سکے بلکہ تفسیر بالرائے اس کا نام ہے کہ علماء تفسیر نے جو جو تفسیریں کسی قرآنی لفظ کی لکھی ہوں ان کو چھوڑ کر کوئی اور قول اختراع کیا جائے۔ الحمد للہ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کا یہ حال نہیں بلکہ یہ ترجمہ امام عطاء الخراسانی وغیرہ مفسرین کے قول کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ بے جا تعصب سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

صورۃً گناہ کا انتساب بے ادبی ہے

اور مضمون نگار کا یہ لکھنا کہ " یہاں حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی اور شاہ رفیع الدین دہلوی نے آج سے دوسو سال پہلے قرآن کے لفظی ترجمہ میں ذنب کا ترجمہ جو گناہ لکھا ہے تو وہ مجازاً اور صورۃً ہے نہ کہ حقیقۃً کیونکہ محکم آیات سے امام المعصومین علیہ کا مطلقاً معصوم ہونا ثابت ہے۔ اسی طرح اشرف علی تھانوی نے آج سے ایک سو سال پہلے اپنے ترجمہ میں ذنب کا معنی جو خطائیں کیا ہے وہ بھی لفظی ترجمہ کے تحت مجازاً اور صورۃً خطاء ہے نہ کہ حقیقۃً بجا سہی لیکن گناہ کا لفظ کسی بھی حیثیت سے امام المعصومین علیہ کی ذاتِ بابرکات کی طرف منسوب کرنا بے ادبی سے خالی نہیں ہے۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت نے بے ادبی سے پاک ترجمہ لکھ کر عقیدہ عصمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو داغدار بننے سے بچایا فجزاہ اللہ تعالی خیر الجزآء۔ مگر عقل و دانش کے دشمن اسی پر بے جا لغو اعتراضات کر رہے ہیں۔ فسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

کوتاہیوں کا انتساب بھی بے ادبی ہے

مضمون نگار کا لکھنا کہ " خداوند قدوس نے اس فتح مبین کے صلہ میں آپ کو چار چیزوں سے سرفراز فرمایا جن میں پہلی چیز غفران الذنوب ہے۔ ہمیشہ سے ہمیشہ تک کی سب

کوتاہیاں جو آپ کے مرتبہ رفیع کے اعتبار سے کوتاہیاں سمجھی جائیں بالکلیہ معاف ہیں۔" شان رسالت مآب علیہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ جس طرح لفظ گناہ کا کسی بھی حیثیت سے آپ کی ذات سے انتساب بے ادبی ہے اسی طرح لفظ کوتاہی کا کسی بھی معنی میں آپ علیہ کی ذات سے انتساب ادب کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ با ادب بنائے۔ انبیاء کرام سے لغزشیں صادر ہوتی رہی ہیں مگر ان کو کوتاہیاں قرار دینا اُن کے مرتبہ رفیع کے لائق نہیں ہے۔ بہر حال لغزش و خطائیں اور کوتاہی میں جو فرق ہے وہ اہل عقل وعلم پر روشن ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے آمین۔

حضور علیہ کے اگلوں پچھلوں کے گناہوں کی معافی کا فتح سے تعلق کی نوعیت

مضمون نگار نے مرزا حیرت دہلوی کی تفسیر سے جو یہ نقل کیا ہے کہ "اور اگر اس سے وہ خلاف اولی باتیں یا وہ قصور جو حق تعالیٰ کی عبادت میں آپ سے سرزد ہوئے مراد لیے جائیں تو معافی کے معنی تو درست ہو جائیں گے۔ لیکن اس کا فتح سے کیا تعلق؟ اور ہمارے مطلب کا تعلق تو اس فتح سے یوں ہے کہ اس فتح کے ظاہر ہونے سے آنحضرت علیہ کا نبی برحق ہونا سب پر کھل گیا اور جب نبی ہونا آپ کا کھل گیا تو آپ کا مغفور الذنوب ہونا بھی کھل گیا کیونکہ نبی معصوم اور مغفور ہوتے ہیں۔'' اس میں یہ جملہ ''یا وہ قصور جو حق تعالیٰ کی عبادت میں آپ سے سرزد ہوئے مراد لیے جائیں'' سراسر شان مصطفٰے علیہ کے خلاف ہے۔ سرکار ابد قرار علیہ اللہ تعالیٰ کے عبد خاص ہیں۔ آپ کی عمر کا ہر ہر لمحہ عبادت خداوندی میں گزرا پھر عبادت میں قصور واقع ہونے کا قول کیسے صحیح ہوگا؟ حضور کے اگلوں پچھلوں کے گناہوں کی معافی بلاشبہ ان فوائد میں داخل ہے جو اس فتح سے ظاہر ہوئے اس لیے اس ترجمہ کا فتح سے بے تعلق ماننا کسی طرح درست نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق دے۔

آیت ھذا کی ایک اور توجیہ

مرزا بشیر الدین قادیانی اس آیت کریمہ کا ترجمہ ان لفظوں میں لکھتا ہے۔ " جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تیرے متعلق کیے گئے وہ گناہ بھی جو پہلے گزر چکے ہیں ڈھانک دے گا اور جو اب تک ہوئے نہیں (لیکن آئندہ ہونے کا امکان ہے) ان کو بھی ڈھانک دے گا۔" (تفسیر صغیر ص ۶۷۷)

اور اسی کتاب میں اسی مقام پر اس کی تشریح میں وہ لکھتا ہے۔ " یہ صلح حدیبیہ کے متعلق ہے' اور اس میں کہا گیا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے ایک اور فتح آنے والی ہے یعنی صلح حدیبیہ جس میں عرب کے قبیلے رسول کریم ﷺ سے معاہدہ کریں گے۔ محمد ﷺ کو چاہیے کہ اس وقت عفو سے کام لیں اور جو خطائیں عرب پہلے کر چکے ہیں۔ ان کے لئے بھی مغفرت چاہیں اور ان کے لئے بھی جو صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان میں ہونے والی ہیں۔ ورنہ یہ مراد نہیں کہ رسول کریم ﷺ نے کوئی گناہ کیا تھا چنانچہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جہاں بھی ذنب کا ذکر آتا ہے فتح کے موقع پر آتا ہے پس ذنب سے مراد آپ کا کیا ہوا گناہ نہیں بلکہ آپ کے متعلق کیا ہوا عرب قبائل یا کفار کا گناہ ہے۔"

مگر یہ توجیہ سراسر باطل ہے کیونکہ رسول کریم ﷺ کا کفار یا عرب قبائل کے گناہوں کی معافی سے کیا تعلق۔ تعلق تو اپنے متعلقین سے صادر ہونے والے گناہوں سے ہے اس لئے ان کی معافی اس فتح سے ظاہر ہونے والے فوائد میں سے ایک تھی۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

ایک اور توجیہ

ماہنامہ ضیائے حرم لاہور میں ایک مضمون بعنوان " ذنب کی تفسیر " شائع ہوا ہے۔ جس میں مضمون نگار لکھتے ہیں۔ " بظاہر اس آیت کا مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ عفو و غفران کا مژدہ بجا لیکن

اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضور علیہ السلام سے گناہوں کا صدور پہلے بھی ہوتا رہا اور بعد میں بھی ہوتا رہے گا (العیاذ باللہ تعالیٰ منہ) حالانکہ اس عقیدہ پر امت کا اجماع ہے کہ ہر نبی خصوصاً نبی الانبیاء سید الرسل علیہ السلام معصوم ہیں۔ حضور علیہ السلام کے دامن عصمت پر گناہ کا کوئی داغ نہیں ہے۔ اس شبہ کو دور کرنے کے لئے علمائے تفسیر نے متعدد جواب دیئے ہیں۔ یہ سارے جوابات اپنی اپنی جگہ نہایت اہم ہیں لیکن کلام کے سیاق و سباق کو پیشِ نظر رکھا جائے تو ان میں سے کوئی مفہوم یہاں چسپاں نہیں ہوتا۔ فتح مبین کی غرض و غایت یا اس کا نتیجہ اور انجام مغفرت بتایا گیا ہے۔ لیکن فتح اور مغفرت میں کوئی مناسبت نہیں اس لئے اس آیت میں مزید غور و خوض کی ضرورت ہے تاکہ آیات کا باہمی ربط بھی واضح ہو جائے اور عصمت نبوت پر بھی کسی کو انگشت نمائی کا موقع نہ ملے۔

ذنب کے لفظ پر غور کیا جائے تو یہ مشکل آسان ہو جائے گی۔ ذنب کا معنی عام طور پر گناہ کیا جاتا ہے۔ گناہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی کو لیکن اہل لغت لفظ ذنب کو الزام کے معنی میں بھی استعمال کرتے رہتے ہیں اور الزام میں یہ ضروری نہیں کہ وہ فعل اس سے سرزد بھی ہوا ہو۔ بلکہ بسا اوقات بلا وجہ اس فعل کی نسبت اس شخص کی طرف کر دی جاتی ہے۔

ان آیات کے سیاق و سباق کو مدنظر رکھا جائے تو یہی معنی (الزام) یہاں موزوں اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔ غفر کا معنی چھپا دینا۔ دور کر دینا۔ ما تقدم سے مراد ہجرت سے پہلے اور ما تاخر سے مراد ہجرت کے بعد ہے۔ یعنی اے حبیب جو الزامات کفار آپ پر ہجرت سے پہلے عائد کیا کرتے تھے۔ اور جو الزامات ہجرت کے بعد اب تک وہ لگاتے رہے ہیں اس فتح مبین سے وہ سارے کے سارے نیست و نابود ہو جائیں گے اور ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔" (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت اگست ۱۹۹۰ء ص ۲۷)

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کو نظر انداز کر دیا گیا

مذکورہ بالا مضمون نگار نے اپنے اس مضمون میں مفسرین کے درج ذیل اقوال کو

تو ذکر فرمایا۔

(۱) یہاں گناہ سے مراد گناہ صغیرہ ہے۔

(۲) یہاں گناہ سے مراد خلاف اولیٰ ہے اور حسنات الابرار سیئات المقربین کے قاعدے کے مطابق خلاف اولیٰ کو گناہ کہا گیا ہے۔

(۳) وہ فعل اگرچہ نہ گناہ صغیرہ ہے نہ خلاف اولیٰ لیکن حضور ﷺ کی نگاہ عالی میں وہ نہیں جچتا اس لئے حضور ﷺ کے مقام رفیع کے باعث اسے ذنب (گناہ) کہا گیا ہے۔

(۴) بعض علماء نے غفر کا معنی بچالینا اور محفوظ کر لینا کیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ و معصوم رکھا ہے۔ اس حفاظت ربانی کے باعث نہ پہلے آپ سے کوئی گناہ سرزد ہوا اور نہ آئندہ کبھی کوئی گناہ سرزد ہوگا۔

(۵) بعض علماء نے یہ توجیہ کی ہے کہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ مغفرت عامہ کی بشارت دے کر حضور ﷺ کے قلب مبارک کو مطمئن کر دیا جائے یعنی پہلے تو آپ سے کوئی غلطی سرزد ہی نہیں ہوئی بالفرض اگر کوئی سہواً سرزد ہوگئی ہو تو بھی اس سے عفو و درگزر کا مژدہ سنایا جاتا ہے تاکہ کسی قسم کی خلش یا مواخذہ کا اندیشہ نہ رہے۔"

لیکن اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے جس قول کو پیش نظر رکھ کر ان آیات کا ترجمہ لکھا ہے۔ اسے نظر انداز کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ ترجمہ سیاق و سباق اور ربط آیات کے لحاظ سے بالکل موزوں اور مناسب ہے۔ چنانچہ مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ " (قولہ کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے) یعنی فتح مکہ کے سبب سارے مکہ والے اسلام قبول کر کے تمہارے امتی بن جاویں اور اسلام کی برکت سے تمہارے توسل سے ان کے گناہ معاف ہوں۔ لہذا صلح ان کے اسلام کا ذریعہ ہے اور اسلام مغفرت کا ذریعہ ". (نور العرفان ص ۸۱۵)

اس توجیہ کی خامیاں

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ سے ہٹ کر ذنب بمعنی الزام مراد لینے سے پہلی خامی تو یہ

لازم آتی ہے کہ یہ تفسیر پہلے مفسرین میں سے کسی کا قول نہیں ہے۔ حالانکہ وہ آج کل کے علماء سے زیادہ قرآن فہمی رکھتے تھے۔ اور دوسری یہ کہ اس ترجمہ سے آیت میں واقع لفظ لک کا مفہوم ہی سرے سے فوت ہو جاتا ہے۔ جبکہ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں یہ مفہوم بالکلیہ موجود ہے۔ اور تیسری یہ کہ لغت میں ذنب کا لفظ الزام کے معنی میں نہیں آتا۔ منجد میں ہے۔ الذنب۔ گناہ قصور جرم۔ ج ذنوب وجج ذنوبات، الذنب من الحیوان۔ دم۔ ج اذناب الناس گھٹیا نیچے طبقہ کے لوگ۔ ذنب العقرب، بچھو کا ڈنگ۔ ذنب السوط۔ کوڑے کا سر۔ (منجد ص ۴۱۷) چونکہ مضمون نگار نے ذَنْب اور ذَنَب میں فرق نہیں سمجھا اس لئے وہ ان دونوں کو مترادف مان کر لکھتے ہیں۔

ذنب کے لفظ پر غور کیا جائے تو یہ مشکل آسان ہو جائے گی۔ ذنب کا معنی عام طور پر گناہ کیا جاتا ہے۔ گناہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی کو۔ لیکن اہل لغت لفظ ذنب کو الزام کے معنی میں بھی استعمال کرتے رہتے ہیں۔ اور الزام میں یہ ضروری نہیں کہ وہ فعل اس سے سرزد بھی ہوا ہو۔ بلکہ بسا اوقات بلاوجہ اس فعل کی نسبت اس شخص کی طرف کر دی جاتی ہے۔ اسی مادہ کے دو لفظ ہیں ذنب اور ذنوب۔ ذَنَب کا معنی دم ہے جو جانور کے جسم کے آخر میں چمٹی ہوتی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ اس کے جسم کا حصہ نہیں بلکہ باہر سے اس کے ساتھ چمٹا دی گئی ہے۔ اور پانی نکالنے والے ڈول کو ذنوب کہتے ہیں۔ جو رسی کے ایک سرے سے بندھا رہتا ہے۔ اسی مناسب سے ذنب کا اطلاق الزام پر بھی ہو سکتا ہے جس کسی شخص کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ خواہ اس نے اس کا ارتکاب نہ کیا ہو۔ قرآن کریم میں بھی ذنب کا لفظ الزام کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔ ایک روز موسیٰ نے ایک اسرائیلی اور قبطی کو باہم لڑتے دیکھا۔ قبطی اسرائیلی کو زدوکوب کر رہا تھا۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ کو دیکھا تو انہیں مدد کے لیے پکارا۔ آپ نے قبطی کو پہلے منع کیا کہ غریب اسرائیلی پر ظلم وزیادتی نہ کرے جب وہ باز نہ آیا تو آپ نے اسے ایک مکا دے مارا جو اس کے لیے جان لیوا ثابت ہوا۔ اپنے زیردست ساتھی کی مدد کرنا۔ اس کے بچاؤ اور اپنے دفاع کے لیے حملہ آور کو مکا مارنا نہ شرعاً کوئی جرم ہے نہ عرف میں یہ فعل قبیح ہے۔ لیکن فرعون

چونکہ آپ کا دشمن تھا اور انہیں حکومت کا باغی تصور کرتا تھا اس نے آپ پر قتل کا الزام رکھا تھا اور اگر اس کا بس چلتا تو وہ آپ کو وہی سزا دیتا جو قتل عمد کی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ اور اسے دعوت حق دو تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی ولھم علی ذنب فاخاف ان یقتلون (ترجمہ) انہوں نے مجھ پر الزام قتل لگا رکھا ہے۔ پس صحیح اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

اس آیت میں ذنب سے مراد گناہ نہیں بلکہ الزام ہے کیونکہ آپ نے اپنے امتی کے بچاؤ کے لیے یہ اقدام کیا تھا۔ آپ کا ارادہ قتل کرنے کا ہرگز نہ تھا اور نہ عام طور پر مکا لگنے سے موت واقع ہوتی ہے۔"

بہر حال اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا یہ ترجمہ ہر لحاظ سے صحیح اور مقام رسالت مآب ﷺ کے شایانِ شان ہے۔ اس ترجمہ کے ہوتے ہوئے کوئی اور ترجمہ تلاش کرنا بے سود کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ علمائے اہل سنت کی پیروی نصیب فرمائے آمین۔

ایک اور توجیہ

شیخ ابو بکر واعظ سندھی کتاب انیس الواعظین میں لکھتے ہیں۔ "اگرچہ بظاہر مخاطب حضور ﷺ ہیں لیکن درحقیقت اہل ایمان امت محمدیہ سے خطاب ہو رہا ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ تو مبعوث ہی اثبات توحید اور اعلائے وحدانیت کے لیے ہوئے ہیں ان کی تصدیق کی کیا حاجت۔ واستغفر لذنبک۔ اور اپنے گناہوں کے لیے استغفار کرو حالانکہ حضور ﷺ کے کل گناہ ما تقدم و ما تاخر مغفور ہیں اور نیز یہ کہ حضور ﷺ خود ہی معصوم ہیں ان سے صدور گناہ ذنب محال بلکہ غیر ممکن ہے اور پھر یہ کہ مکرر شق صدر ہو کر ابلیس کا حصہ نکال لیا ہوا ہے اب اس کو کہاں مجال لیکن یہ صرف شان جباری کا اظہار ہے تاکہ گناہ گار لوگ اس سے اپنا انجام سمجھ سکیں اور اولیائے کاملین جو باوجود ریاضت عبادت اور حصول بلندی مراتب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بکثرت توبہ و استغفار کرتے رہتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ ہمارا بال بال گناہگار ہے۔ انبیاء کی مقبولیت اور ابلیس کی باوصف چالیس ہزار سالہ عبادت

کے مردودیت کو نہ بھولیں۔ (خورشید الواعظین ص ۳۵۸)

و هذا آخر ماار دنا ایراده فی هذه المقالة المبارکة تقبلها اللّٰہ تعالیٰ بمنه العظیم ورسوله الکریم ﷺ وانا الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری غفر اللّٰہ تعالیٰ لهٗ المدرس بالجامعة الحیدریة فضل المدارس سهنسه آزاد کشمیر (۱۱ ذوالحجه ۱۴۱۸ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نواں مقالہ

کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو اثر انداز ہوا تھا؟

ایک اہم سوال اور اس کا تحقیقی جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین ۔ اما بعد
آج سے تقریباً چار پانچ ماہ قبل قاضی عبدالدائم دائم صاحب سجادہ نشین خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ ہری پور ہزارہ کا لکھا ہوا ایک رسالہ (کیا جان دو عالم علیہ ﷺ پر جادو اثر انداز ہوا تھا حقیقت یا افسانہ؟) شائع کردہ بزم صدریہ اسلام آباد پاکستان جو جون ۱۹۹۸ء میں شائع ہوا راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفراللہ تعالیٰ لہ کو ملا اور ساتھ ہی محقق و مرتب صاحب کی طرف سے یہ حکم نامہ بھی موصول ہوا کہ (محترم مکرم جناب علامہ حیدری صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ ایک کاوش ناتمام ارسال خدمت ہے۔ براہ کرم اس کا دقت نظر بلکہ تنقیدی نظر سے مطالعہ فرما کر اپنی رائے گرامی سے آگاہ فرمائیں اور اس ہیچ مداں سے جو غلطیاں سرزد ہوئی ہوں ان سے مطلع فرمائیں۔)

راقم الحروف نے دائم صاحب کے اس رسالہ کا سرسری نظر سے مطالعہ کیا تو اس کے بارہ میں کچھ لکھنا بے فائدہ سمجھا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ جس شخص نے امام المحدثین حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری اور قاضی القضاۃ حضرت امام قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما جیسے بزرگانِ دین کی روایتوں اور تاویلوں میں کیڑے نکالنے کی کوشش کی ہے اگر اس کی کسی غلطی پر اسے آگاہ کیا جائے تو وہ اپنی غلطی کو کب تسلیم کرے گا۔ لیکن اسی دوران ریٹائرڈ کرنل محمد انور مدنی صاحب لاہور والوں کے ایک رسالہ (رسول اکرم علیہ ﷺ جادو زدہ نہ تھے) کا اشتہار ان کی ایک کتاب میں پڑھا تو اس مسئلہ کی نزاکت کا احساس ہوا۔ جب مدنی صاحب کا یہ رسالہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ دائم صاحب اور مدنی صاحب دونوں نے اس مسئلہ میں تقریباً ایک جیسی باتیں لکھی ہیں۔ دائم صاحب کے عقیدہ کا مجھے علم نہیں تھا لیکن مدنی صاحب کے متعلق میں سمجھتا تھا کہ وہ صحیح العقیدہ سنی شخص ہیں۔ لیکن ان کے اس رسالہ کی وجہ سے مجھے سخت صدمہ ہوا اور پتہ چلا کہ مدنی صاحب اس مسئلہ میں مسلک اہل سنت سے کوسوں دور چلے گئے ہیں۔ چونکہ سنی احباب مدنی صاحب کو اپنا ہم عقیدہ سمجھتے ہیں اس لیے وہ ان کی کتابیں دھڑا دھڑ منگوا رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس مسئلہ میں سنی عوام کے

گمراہ ہونے کا اندیشہ تھا اس لیے مسلمانوں کی خیر خواہی کی نیت سے ہم نے یہ مختصر رسالہ لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے اللہ تعالیٰ اسے ذریعہء ہدایت ونجات بنائے آمین بجاہ النبی ﷺ

رسول اکرم ﷺ پر جادو کیا جانا صحیح حدیث سے ثابت ہے

(۱) حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ **سحر رسول ﷺ حتی انه يخيل اليه انهٗ فعل الشئى وما فعله حتى اذا كان ذات يوم و هو عندى دعا الله و دعاه ثم قال اشعرت يا عائشة ان الله قد افتانى فى ما استفتيته فيه قلت و ما ذاک يا رسول الله قال جآء نى رجلان فجلس احدهما عند رأسى والآخر عند رجلى ثم قال احد هما لصاحبه ما وجع الرجل قال مطبوب قال ومن طبهٗ قال لبيد بن الاعصم اليهودى من بنى زريق قال فى ماذا قال فى مشط و مشاطة وجب طلعة ذكر قال فاين هو قال فى بئر ذى اروان فذهب النبى ﷺ فى الناس من اصحابه الى البئر فنظر اليها و عليها نخل ثم رجع الى عائشة فقال والله لكان مآء ها نقاعة الحناء ولكان نخلها رؤوس الشياطين قلت يارسول الله افاخرجتهٗ قال لا اما انا فقد عافانى الله و شفانى و خشيت ان اثور على الناس منه شرا و امربها فد فنت.**

(صحیح بخاری مطبوعہ اصح المطابع۔ جلد دوم کتاب الطب۔ باب السحر۔ص ۸۵۸)

(۲) امام بخاری کی دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

كان رسول ﷺ سحر حتى كان يرى انه ياتى النسآء ولا ياتيهن فانتبه من نومه ذات يوم فقال يا عائشة اعلمت ان الله قد افتانى فى مااستفتيته فيه اتانى رجلان فقعد احد هما عندرأسى والآخر عند رجلى فقال الذى عند راسى للآخرمابال الرجل قال مطبوب قال ومن طبه قال لبيد بن الاعصم رجل من بنى زريق حليف ليهود كان منافقاً قال و فيم قال فى مشط و مشاطة قال فاين قال فى جف طلعة ذكر تحت رعوفة فى بئر ذى اروان قال فاتى البئر حتى استخرجه فقال هذه البئر التى رايتها وكان مآء ها نقاعة الحناء و كان نخلها رؤوس الشياطين قال فاستخرج قالت فقلت افلا تنشرت فقال اما الله قد شفانى

واکرہ ان اثیر علی احد من الناس شراً. (صحیح البخاری . باب هل یستخرج السحر . کتاب الطب ۲/ ۸۵۸)

(۳) امام بخاری کی تیسری روایت کے الفاظ یہ ہیں ۔

ان رسول اللہ ﷺ طب حتیٰ انه لیخیل الیه انه قد صنع الشئی وما صنعهٗ وانه دعا ربهٗ ثم قال اشعرت ان اللہ افتانی فی مااستفتیته فیه جآء نی رجلان فجلس احد هما عند رأسی والآخر عند رجلی فقال احد هما لصاحبه ما وجع الرجل قال مطبوب قال من طبه قال لبید بن الاعصم قال فی ماذا قال فی مشط و مشاطة وجف طلعة قال فاین هو قال فی ذی اروان بئر فی بنی زریق فاتا ها رسول اللہ ﷺ ثم رجع الی عائشة فقال واللہ لکان مآء ها نقاعة الحناء ولکان نخلها رؤوس الشیاطین قالت فاتی رسول اللہ ﷺ فاخبر ها عن البئر فقلت یا رسول اللہ فهلا اخرجته قال اما انا فقد شفانی اللہ و کرهت ان اثیر علی الناس شراً قالت سحر النبی ﷺ فدعا و دعا وساق الحدیث (صحیح بخاری جلد دوم ۹۴۵ تفسیر خازن و معالم ج ۴، ص ۳۲۲)

(۴) اور امام بخاری کی چوتھی روایت کے الفاظ یہ ہیں

عن ابن شهاب قال بلغنا ان رسول اللہ ﷺ قد صنع له ذلک فلم یقتل من صنعه و کان من اهل الکتاب (صحیح البخاری کتاب الجهاد باب یعفیٰ عن الذمی اذاسحر. ج ۱، ص ۴۵۰)

(۵) اور امام بخاری کی پانچویں روایت کے الفاظ یہ ہیں ۔

عن عائشه رضی اللہ عنها ان النبی ﷺ سحر حتی کان یخیل الیه انه صنع شیئاً ولم یصنعه (صحیح البخاری کتاب الجهاد باب مذکورہ بالا ج ۱، ص ۴۵۰)

(۶) اور امام بخاری کی چھٹی روایت کے الفاظ یہ ہیں ۔

سحر النبی ﷺ حتی کان یخیل الیه انه یفعل الشئی وما یفعله حتی کان ذات یوم دعا و دعا ثم قال اشعرت ان اللہ افتانی فی ما فیه شفائی اتانی رجلان فقعد احد هما عند رأسی والآخر عند رجلی فقال احد هما للآخر ما وجع الرجل قال مطبوب قال و من طبه قال

لبید بن الاعصم قال فی ماذا قال فی مشط و مشاطة و جف طلعة ذکر قال فاین ھو قال فی بئر ذروان فخرج الیھا النبی ﷺ ثم رجع فقال لعائشة حین رجع نخلھا رؤوس الشیاطین فقلت استخرجته فقال لا اما انا فقد شفانی اللّٰہ وخشیت ان یثیر ذلک علی الناس شراً ثم دفنت البئر (صحیح البخاری ۔ کتاب بدء الخلق باب صفة ابلیس وجنودہ جلد ۱، ص ۴۶۲)

آخری حدیث کا ترجمہ

نبی اکرم ﷺ پر جادو کیے جانے کے بارہ میں بخاری شریف کی یہ چھ روایتیں ہیں چونکہ یہ سب ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں، اور ان کا مضمون بھی ایک ہی ہے اس لئے اختصار کے پیش نظر صرف آخری روایت کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ ''نبی کریم ﷺ پر جادو کیا گیا۔ اور آپ کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ کوئی کام کرتے ہیں حالانکہ وہ نہیں کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک روز آپ ﷺ نے دعا کی پھر دعا کی پھر فرمایا۔ اے عائشہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ شئے بتا دی ہے جس میں میری شفاء ہے؟ میرے پاس دو آدمی آئے ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھا۔ ان میں سے ایک نے کہا اس مرد کو کیا بیماری ہے؟ دوسرے نے کہا ان کو جادو کیا گیا ہے۔ اس نے کہا۔ کس نے جادو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا۔ لبید بن اعصم نے جادو کیا ہے۔ اس نے کہا۔ کس شئے میں جادو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا۔ کنگھی اور روئی کے گالے میں اور کھجور کی کلی کے اوپر والے چھلکے میں۔ اس نے کہا۔ وہ کہاں ہے۔؟ دوسرے نے کہا۔ ذروان کے کنوئیں میں۔ نبی کریم ﷺ وہاں تشریف لے گئے۔ پھر واپس آئے تو ام المومنین سے فرمایا جبکہ آپ کی واپسی ہوئی۔ اس کنوئیں کی کھجوریں شیطانوں کے سروں کی طرح ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ آپ نے اس کو باہر نکالا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ نہیں بہرکیف اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دے دی ہے اور یہ ڈر ہے کہ یہ بات لوگوں میں شرارت پھیلائے گی۔ پھر وہ کنواں بند کرا دیا۔ (تفہیم البخاری شرح صحیح البخاری مؤلفہ شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی جلد پنجم ص ۸۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہوا تھا

وائم صاحب اور ان کے ہم خیال لوگوں کے نزدیک بخاری شریف کی ان چھ روایات میں بعض امور میں اختلاف ہے۔ یہ ان کا کہنا بجا سہی۔ لیکن یہ چھ روایات اس بارہ میں متفق ہیں کہ رسول اللہ علیہ ﷺ پر جادو کیا گیا تھا اور جادو نے آپ پر کسی نہ کسی حد تک اثر بھی کیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے بتانے سے آپ کو سبب شفا کا علم ہوا تو آپ کو شفا ہو گئی تھی۔ لہٰذا ان باتوں کا انکار کسی صورت میں درست نہیں۔

جادو کے اثر کی کیفیت

رسول اللہ علیہ ﷺ پر جو جادو کیا گیا اس کے اثر کی کیفیت بیان کرتے ہوئے امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ محدث عبدالرزاق نے یہ حدیث اس طرح روایت کی ہے کہ بنی زریق کے یہودیوں نے آپ پر جادو کیا تو اسے ایک کنوئیں میں رکھا یہاں تک کہ قریب تھا کہ آپ کی نظر بند ہو جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا تو آپ نے اسے کنویں سے نکلوایا اور دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ علیہ ﷺ خاص حضرت عائشہ سے ایک سال تک روکے گئے یہاں تک کہ قریب تھا کہ آپ کی نظر بند ہو جائے اور محدث محمد بن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ علیہ ﷺ بیمار ہوئے تو آپ عورتوں سے اور کھانے پینے سے روک دیئے گئے پھر دو فرشتے اترے آخر قصہ تک **فقد استبان لک من مضمون هذه الروايات ان السحر انما تسلط على ظاهره وجوارحه لا على قلبه و اعتقاده وعقله وانه انما اثر فى بصره و حبسه عن وطئ نساءه و طعامه واضعف جسمه و امرضه**۔ ان سب روایات کے مضمون سے تیرے لئے یہ بات ظاہر ہو گئی ہے کہ جادو نے آپ کے ظاہر جسم اور اعضاء پر غلبہ کیا تھا نہ کہ آپ کے دل، اعتقاد اور عقل پر اور ظاہر اعضاء پر اس کے اثر کی کیفیت صرف یہ ہوئی کہ آپ کی نظر میں اثر ظاہر ہوا اور آپ اپنی بیویوں سے صحبت کرنے اور کھانے سے روک دیئے گئے جس کے نتیجہ میں آپ

کا جسم کمزور ہو گیا اور آپ بیمار ہو گئے۔ (شفاء شریف جلد ۲، ص ۱۶۱)

امام قاضی عیاض کی اس تاویل کو جلیل القدر علماء نے حق کہا ہے

دائم صاحب نے امام قاضی عیاض کی اس تاویل کو حق نہیں مانا چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ "اس توجیہہ کو قاضی صاحب نے اگرچہ بہت عمدہ قرار دیا ہے مگر ایک عام عربی دان بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ کس قدر بعید اور دور از کار تعبیر ہے۔ قاضی صاحب کے عشقِ رسول ﷺ پر ان کی یہی کتاب الشفاء شاہد ہے اور ہم ان کی عظمت کے تہ دل سے قائل ہیں مگر روایات سحر کے لیے محمل کی تلاش میں وہ اتنے دور نکل گئے ہیں کہ ہم ان کا ساتھ نہیں دے سکتے" (دائم صاحب کا پمفلٹ ص ۳۴)

لیکن دائم صاحب سے زیادہ علمی جلالت اور عشق رسالت رکھنے والے علمائے امت نے امام قاضی عیاض کی اس تاویل کو حق سمجھ کر قبول کیا ہے اور اپنی جاندار عبارات سے اس کی تائید بھی کی ہے چنانچہ امام نووی شافعی لکھتے ہیں۔ قال القاضی عیاض و قد جآء ت روایات هذا الحدیث مبینة بان السحر انما تسلط علی جسده و ظاهر جوارحه لا علیٰ قلبه و عقله و اعتقاده. امام قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کی روایات اس معنی کو واضح طور پر بیان کرتی ہیں کہ جادو کا اثر صرف آپ کے جسم اور ظاہری اعضاء پر ہوا تھا۔ نہ کہ آپ کے دل اور عقل اور اعتقاد پر۔ (شرح مسلم شریف ص ۲۲۹، جلد ۲)

(۲) اور صاحب تفسیر خازن لکھتے ہیں۔ قال القاضی وقد جآء فی بعض روایات هذا الحدیث مبینة ان السحرا نما تسلط علی بدنه و ظاهر جوار حه لا علی قلبه و عقله و اعتقاده.

(تفسیر خازن ص ۳۲۴، جلد ۷)

(۳) اور مفسر احمد صاوی لکھتے ہیں۔ وعن ابن عباس انه مرض و حبس عن النساء والطعام والشراب ففی ذلک دلیل علی ان السحر انما تسلط علیٰ ظاهر جسده لاعلی عقله

(تفسیرات صاوی ص ۳۱۶، جلد ۴)

(۴) اور امام شہاب الدین خفاجی لکھتے ہیں ۔ فقد استبان لک من مضمون هذه الروايات ان السحر الذی سحر به رسول الله ﷺ انما تسلط علی ظاهره ای ظاهر بدنه الشريف و جوارحه و اعضائه دون باطنه لا علی قلبه و اعتقاده و عقله اذلم یر فیه نقص اصلاً الخ. (نسیم الریاض ص ۲۵۳ جلد ۴)

(۵) اور حضرت امام علی قاری لکھتے ہیں ۔ فقد استبان لک من مضمون هذه الروايات ان السحر انما تسلط علی ظهره و جوارحه ای من جهة منع جماعه و نقصان اکله و شربه لا علی قلبه و عتقاده و عقله و کذاسلم منه آلة لسانه الخ (شرح شفاء ص ۲۵۳ جلد ۴)

الحمد للہ ۔ ان پانچ جلیل القدر علماء امت کی ان عبارات متبرکہ سے روزِ روشن سے روشن ہوا کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کا اثر صرف اس حد تک ہوا تھا کہ آپ کا ظاہر جسم اور ظاہری اعضاء متاثر ہوئے تھے اور اس کا اثر آپ کے عقل و قلب و اعتقاد پر نہیں ہوا تھا ولہٰذا دائم صاحب کا امام قاضی عیاض کی اس تاویل کو بعید اور دور از کار کہنا سراسر غلطی ہے ۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے ۔ آمین ۔

خود روایات بخاری شاہد کہ آپ کے عقل پر جادو کا اثر نہیں ہوا تھا

جو صاحب انصاف بخاری شریف کی متذکرہ بالا چھ روایتوں میں غور و فکر سے کام لے تو وہ جان سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عقل، قلب اور اعتقاد پر جادو کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا ۔ چند شواہد ملاحظہ ہوں ۔

(۱) حضرت عائشہ فرماتی ہیں ۔ حتی اذا کان ذات یوم و هو عندی دعاالله ودعاه ۔ یہاں تک کہ ایک دن آپ میری باری کے دن میرے پاس تھے تو آپ نے اللہ سے دعا کی اور دعا کی ۔ یہ کلمات اس بارہ میں روز روشن سے زیادہ روشن ہیں کہ حالت سحر میں بھی آپ نے اپنی ازواج مطہرات کی باریاں مقرر فرما رکھی تھیں اور آپ نے اپنی اس بیماری کی دوری کے لیے بار بار دعائیں کی تھیں ۔ اب دائم صاحب اور ان کے ہم خیال لوگ ہی بتائیں کہ کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ جادو کا اثر آپ کے عقل اور ہوش و حواس پر نہیں ہوا

تھا۔ کیونکہ عقل مارا شخص نہ بیوی کی باریاں نبھانے کا خیال رکھ سکتا ہے اور نہ ہی بیماری دور ہونے کے لیے بار بار دعائیں کر سکتا ہے۔

(۲) اور آپ فرماتی ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ اشعرت یا عائشة ان اللّٰہ قد افتانی فی ما استفتیته فیه ۔ اے عائشہ کیا تجھے پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے میں نے جو سوال پوچھا تھا اس نے مجھے اس کا جواب دے دیا ہے۔ دائم صاحب بتائیں کیا یہ بات وہ شخص کہہ سکتا ہے جس کے عقل پر جادو مسلط ہو گیا ہو۔ ہرگز نہیں۔

(۳) خواب میں فرشتوں کا آنا، جادو کے بارہ میں تفصیل بتانا، پھر آپ کا جاگ کر اسے من وعن بیان فرما دینا کیا عقل مارے شخص کا کام ہے۔ ہرگز نہیں۔

(۴) حضور اپنے صحابہ کو کنویں پر لے گئے اور واپس آ کر فرمایا۔ واللّٰہ لکان مآء ھا نقاعة الحناء ولکان نخلها رؤوس الشیاطین ۔ اللہ کی قسم اس کنویں کا پانی مہندی کے نچوڑ جیسا ہے اور گویا اس کی کھجوریں شیاطین کے سر ہیں۔ کیا اس قسم کی بات وہ شخص کہہ سکتا ہے جس کے عقل پر جادو مسلط ہو گیا ہو۔ ہرگز نہیں۔

الحمد للہ۔ حدیث بخاری کی یہ چار باتیں اس بات پر روشن دلیل ہیں کہ جادو نے آپ کے عقل پر کوئی اثر نہیں کیا تھا۔ واللّٰہ یهدی من یشآء الی صراط مستقیم.

ایک اشکال کا جواب!

بخاری شریف کی روایات میں جو اس قسم کے الفاظ آتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے فرمایا حتٰی انه یخیل الیه انه فعل الشئی وما فعله ۔ اور آپ کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ کوئی کام کیا ہے حالانکہ وہ نہ کیا ہوتا تھا۔ اس سے دائم صاحب اور ان کے ہم خیال لوگ دلیل پکڑتے ہیں کہ بخاری شریف کی روایت میں بیان کردہ جادو آپ ﷺ کے عقل پر معاذ اللہ مسلط ہو گیا تھا۔ حالانکہ علماء فرماتے ہیں کہ خیال شریف کی اس قسم کی تبدیلی کا اصل سبب آپ کے عقل پر جادو کا مسلط ہو جانا نہیں تھا بلکہ آپ کی بینائی کی کمزوری تھی۔ چنانچہ امام نووی کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔ وکل ماجآء فی الروایات من انه یخیل الیه فعل شئی ولم

یفعله و نحوه فمحمول علی التخیل بالبصر لا لخلل تطرق الی العقل ۔ اور روایات میں جو یہ آتا ہے کہ آپ نہ کیے ہوئے کام کے بارہ میں خیال فرماتے تھے کہ کر دیا ہے اس قسم کے دوسرے الفاظ ان سب کو آنکھ سے پیدا ہونے والے تخیل پر محمول کیا گیا ہے نہ اس پر کہ آپ کے عقل شریف میں معاذ اللہ کوئی خرابی پیدا ہوگئی تھی ۔ (شرح مسلم شریف ص ۲۲۹ جلد ۲)

الحمد للہ ۔ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے آپ پر جادو کیا جانا اور اس جادو کا آپ پر اثر انداز ہونا اور اس کے اثر کا آپ کے ظاہری اعضاء تک محدود ہونا ثابت ہوگیا ۔ اب ہم امام ابو بکر جصاص حنفی نے اپنی تفسیر میں اس بارہ میں جو کچھ لکھا ہے اس کا جواب عرض کرتے ہیں ۔ وباللّٰہ التوفیق ۔

امام جصاص کے حدیث سحر کے انکار کا رد کیا گیا ہے

امام ابو بکر جصاص نے اپنی تفسیر میں حدیث سحر کا جو انکار کیا ہے علمائے امت نے اس کا رد کیا ہے ۔ چنانچہ بعض جید علمائے امت کی عبارات ملاحظہ ہوں امام نووی امام مازری رحمۃ اللہ علیہ کی درج ذیل عبارت نقل فرماتے ہیں ۔ وقد انکر بعض المبتدعة هذا لحدیث بسبب آخر فرعم انه یحط منصب النبوة و یشکک فیها وانّ تجویزه یمنع الثقة بالشرع و هذا دعوی هولاء المبتدعة باطل لانّ الدلائل القطعیة قد قامت علی صدقه و صحته و عصمته فی مایتعلق بالتبلیغ و المعجزة شاهدة بذلک و تجویز ما قام الدلیل بخلافه باطل ۔ یعنی بعض بدعتی لوگوں نے اس حدیث سحر کا انکار اس بناء پر کیا ہے کہ ان کے خیال میں نبی پر جادو کا مؤثر ہونا ان کے منصب نبوت کے منافی ہے اور وہ نبوت کے احکام میں شک پیدا کرتا اور شرع پر اعتبار ختم کرتا ہے مگر ان بعض بدعتیوں کا یہ کہنا باطل ہے کیونکہ نبی کی صداقت، صحت اور عصمت پر قطعی دلائل موجود ہیں ۔ انہیں اس درجہ کی بیماری نہیں لگ سکتی جس کی وجہ سے ان کے تبلیغی امور میں کمی آئے اور معجزہ اس دعویٰ کا شاہد ہے ۔ پس جس چیز پر دلائل قائم ہو چکے ہوں اس کا خلاف باطل ہوتا ہے ۔

(شرح مسلم شریف ص ۲۲۹ ج ۲)

(۲) مفسر خازن نے بھی اپنی تفسیر خازن جلد ہفتم کے صفحہ نمبر ۳۲۳ پر یہی عبارت من وعن پیش فرمائی ہے۔

(۳) مفسر احمد صاوی لکھتے ہیں وانکر بعض المبتدعة حديث السحرزا عمين انه يحط منصب النبوة و يشكك فيها وما ادى لذلك فهو باطل و زعموا ايضاً ان تجويز السحر على الآنبياء يؤدى لعدم الثقة بما اتو ابه من الشرائع اذيحمتل ان يخيل اليه ان يرى جبريل يكلمه وليس هو ثم هذا كله مردود لقيام الدليل على ثبوت السحر با جماع الصحابة وعصمته ﷺ وجميع الانبياء و صدقهم في ما يبلغونه' عن الله اور بعض بدعتی لوگوں نے حدیث سحر کا انکار کیا ہے یہ خیال کرتے ہوئے کہ جادو منصب نبوت کے منافی ہے اور وہ نبوت میں شک پیدا کرتا ہے اور جس شئے کی حیثیت اس قسم کی ہو وہ باطل ہے اور انہوں نے یہ بھی خیال کیا ہے کہ انبیاء پر جادو کا جائز ماننا ان کی شریعتوں پر عدم اعتماد کو لازم کرتا ہے مگر یہ سب خیال مردود ہیں کیونکہ صحابہ کے اجماع کی وجہ سے یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ پر جادو اثر انداز ہوا تھا اور آپ کی عصمت اور تمام انبیاء کی عصمت پر بھی دلائل قائم ہیں کہ آپ نے جو کچھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے پہنچایا ہے وہ حق ہے۔ (تفسیرات صاویہ ص ۳۱۶ جلد ۴)

الحمد للہ۔ اس آخری عبارت نے تو صاف صاف بتادیا کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کے اثر انداز ہونے پر صحابہ کا اجماع موجود ہے اب جو اس کا انکار کرتا ہے وہ ضرور بدعتی ملحد اور گمراہ ہے۔

(۴) امام قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں فاعلم وفقنا الله و اياك ان هذالحديث صحيح متفق عليه و قد طعنت فيه الملحدة پس تو جان۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تجھے توفیق بخشے کہ یہ حدیث سحر صحیح متفق علیہ حدیث ہے اور اس میں بے دینوں نے طعنہ زدی کی ہے۔ (الشفاء ص ۱۶۰ جلد ۲)

(۵) امام خفاجی لکھتے ہیں۔فان قلت قدجاء ت الاخبار كما في حديث رواه البخاری انه

ﷺ سحر و هذا مما طعن به بعض الملحدين فی عصمته ﷺ من الناس ۔ پس اگر تو کہے کہ روایتوں میں آیا ہے جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ پر جادو کیا گیا اور یہ بات وہ ہے جس کے ساتھ بعض بے دینوں نے نبی ﷺ کی عصمت پر طعنہ زنی کی ہے۔ (نسیم الریاض ص ۲۴۸ جلد۴)

(۶) اور امام علی قاری لکھتے ہیں فان قلت فقد جاءت الاخبار الصحیحة و الآثار الصریحة انه علیه الصلوۃ والسلام سحرا ی اثر علیه السحر فاعلم و فقنا اللّٰه وایاک ان هذا الحدیث اسناده الی عائشة صحیح متفق علیه لاشبهة فیه و قد طعنت فیه الملاحدة ای الطائفة الملاحدة الزائغة بالعقیدة الفاسدة ۔ پس اگر تو کہے کہ صحیح حدیثوں اور صریح روایتوں میں آیا ہے کہ نبی ﷺ پر جادو نے اثر کیا تھا تو تو جان اللہ ہمیں اور تجھے توفیق بخشے کہ یہ حدیث عائشہ صحیح متفق علیہ ہے اور اس پر بے دینوں یعنی بد مذھبوں نے طعنہ زنی کی ہے (شرح شفاء شریف ص ۲۴۸ جلد۴)

حدیث عائشہ فی البخاری درباره سحر النبی ﷺ پر طعنہ زنی کرنے والے دائم صاحب مدنی صاحب اور ان کے ہم خیال لوگ سوچیں کہ جن امام جصاص کو آپ لوگوں نے مقام رسالت کا چوتھی صدی میں دفاع کرنے والا کہا ہے اور جن کی تفسیر کی عبارات کو آپ بڑے اہتمام سے پیش کرتے ہیں ان کے بارہ میں یہ جلیل القدر علمائے امت کیا فتویٰ صادر فرمارہے ہیں ۔ مبتدع ، ملحد ، صحیح متفق علیہ حدیث کا منکر اور صحیح عقیدہ سے ہٹنے والا شخص گمراہ نہ ہوگا تو پھر اور کون گمراہ ہوگا ؟ اور جس شخص کے بارہ میں علماء امت یہ فتویٰ دیں اس کی راہ چلنے سے ہدایت ملے گی یا گمراہی ؟ واللّٰه یهدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

کوئی بھی قرآنی آیت حدیث سحر کے معارض نہیں

امام ابوبکر جصاص نے حدیث سحر کا انکار اس وجہ سے کیا ہے کہ ان کے خیال میں یہ حدیث قرآن مجید کی دو آیتوں کے معارض ہے ۔ ایک اللہ تعالیٰ کا ارشاد ولا یفلح الساحر حیث اتی اور دوسری وقال الظالمون ان تتبعون الا رجلاً مسحوراً۔ جیسا کہ ان کی

تفسیر احکام القرآن کی جلد اول کے صفحہ نمبر ۴۹ سے معلوم ہوتا ہے اور دائم صاحب اور مدنی صاحب نے اس مقام کی بعض عبارات پر بڑھ چڑھ کر حاشیہ آرائی بھی کی ہے۔لیکن امام جصاص کا یہ خیال درست نہیں ہے اس لئے کہ امت کے باقی صد ہا جید علماء ائمہ وفقہاء گزرے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک نے بھی ان آیات کو اس حدیث سحر کے معارض نہیں کہا ہے۔ ولہذا جمہور کا سمجھنا حق ہے اور ایک عالم کا سمجھنا ضرور غلطی ہے۔مزید تشریح کے لیے عرض ہے کہ

آیت الا رجلاً مسحوراً کا صحیح معنی

آیت وقال الظالمون ان تتبعون الا رجلاً مسحوراً اور ظالموں نے کہا۔تم نہیں پیروی کرتے مگر جادو زدہ شخص کی۔سورہ فرقان کی آیت ہے۔یہ سورہ مکیہ ہے۔خود اس آیت کے سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کفار مکہ کا قول ہے اور اس وقت کا قول ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ پر جادو نہیں ہوا تھا لہٰذا اس وقت آپ کو مسحور کہنا سراسر ظلم تھا

ثانیاً اہل مکہ آپ کو اس وقت مسحور بمعنی مجنون یا بمعنی ساحر کہتے تھے امام واعظ کاشفی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں وگفتند ظالماں پیروی نمی کنید شما مگر مردے جادوئی کردہ شدہ را یعنی کسے کہ اورا سحر کردو عقلش پوشیدہ شدہ باشد در تفسیر ماوردی مسحور را بمعنی ساحر می داند یعنی متابعت جادوئی می کنید کہ شمارا بسخن می فرماید۔اور ظالموں نے کہا کہ تم پیروی نہیں کرتے ہو مگر اس شخص کی جس پر جادو کیا گیا اور اس کی عقل پوشیدہ ہوگئی اور تفسیر ماوردی میں ہے کہ مسحور کو ساحر کے معنی میں جانا گیا ہے یعنی تم ایسے شخص کی پیروی کرتے ہو جو اپنی گفتگو سے تم پر جادو کرتا ہے۔(تفسیر حسینی ۱۰۹)

اور مفسر احمد صاوی لکھتے ہیں۔(قوله مسحوراً مخدوعاً مغلوبا علی عقله) ای فالمراد بالسحر الا ختلال فی العقل من اطلاق الملزوم وارادة اللازم. یعنی اس آیت میں مسحور کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے بلکہ مجازی معنی مراد ہے اور وہ یہ کہ یہاں سحر سے مراد عقل میں خلل ہے تو یہ ملزوم بول کر لازم مراد لینے کے قبیل سے ہے (تفسیر صاوی ص ۱۲۶ ج ۳)

الحمد للہ ۔ ان عبارات تفسیر یہ نے صاف صاف بتادیا کہ کفار آپ کو مسحور بمعنی مجنون یا ساحر کہتے تھے اس معنی میں نہیں کہتے تھے کہ آپ میں سحر اثر انداز ہوا ہے لہٰذا اس آیت کا مسئلہ سحر سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے چہ جائے کہ یہ آیت حدیث سحر کے معارض ہو ۔ واللّٰہ یھدی من یشاء ای صراط مستقیم ۔ نیز کفار مکہ آپ کو شاعر بھی کہتے تھے تو ان کے اس کہنے سے یہ لازم نہیں ہو جاتا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو معاذ اللہ شعر سے بھی بالکل بے خبر مانیں . و ھکذافی مانحن فیہ فافھم واغتنم فانہ من الفیوضات الالھیۃ علی ھذاالفقیر الحقیر غفراللہ تعالیٰ لہٗ

آیت "ولا یفلح الساحر" بھی حدیث سحر کے معارض نہیں

آیت کریمہ ولا یفلح الساحر حیث اتی کا معنی یہ کرنا کہ جادوگر جس جگہ بھی جائے وہ کامیاب نہیں ہوتا بالکل غلط ہے بلکہ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ جادوگر جہاں بھی ہو وہ امن میں نہیں ہوتا بلکہ واجب القتل ہوتا ہے ۔ چنانچہ مفسر قرآن حبر امت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر ان لفظوں میں فرماتے ہیں ۔

ولا یفلح ای لا یامن ولا ینجو من عذاب اللّٰہ ولا یفوز الساحرحیث اتی اینما کان . یعنی جادوگر جہاں بھی ہو وہ امان میں نہیں ہوتا اور نہ ہی اللہ کے عذاب سے نجات یافتہ اور کامیاب (تفسیر ابن عباس ۱۴۹)

اور مفسر خازن لکھتے ہیں ولا یفلح الساحر حیث اتی ای فی الارض وقال ابن عباس لایسعد حیث کان . جادوگر زمین کی جس جگہ میں بھی ہو وہ کامیاب نہیں ہوتا اور حضرت ابن عباس نے فرمایا وہ جہاں بھی ہو سعادتمند نہیں ہوتا ۔

(خازن ص ۲۷۴ جلد ۴)

اور امام بغوی شافعی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں ولا یفلح الساحر حیث اتی من الارض قال ابن عباس لا یسعد حیث کان وقیل معناہ حیث احتال . اور جادوگر جس بھی زمین کے خطہ میں ہو کامیاب نہیں ہوتا ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جہاں بھی

ہو سعادتمند نہیں ہوتا۔ اور ضعیف قول یہ بھی ہے کہ حیث اتی کا معنی ہے حیث احتال جہاں بھی وہ حیلہ سازی کرے کامیاب نہیں ہوتا (معالم التنزیل ص ۲۷۴ جلد ۴)

الحمد للہ۔ امام بغوی نے صاف صاف بتا دیا کہ دائم صاحب اور ان کے پیشوا امام جصاص نے حیث اتی کا جو معنی احتال سمجھا ہے یہ ضعیف ہے اور صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان کردہ معنی ہی ہے۔

اور مفسر ابن کثیر اپنی تفسیر میں اس آیت کے ضمن میں یہ حدیث لائے ہیں۔ عن الحسن عن جندب بن عبداللہ البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا اخذتم یعنی الساحر فاقتلوہ ثم قرأ ولا یفلح الساحر حیث اتی قال لا یا من حیث وجد اھ وقد روی اصلہ الترمذی موقوفاً و مرفوعاً۔ حضرت حسن جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم جادوگر کو پکڑو تو اسے قتل کر دو۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی و لا یفلح الساحر حیث اتی اور اس آیت کی تفسیر میں خود فرمایا جادوگر امن میں نہیں ہوتا وہ جہاں بھی ہو۔ مفسر ابن کثیر فرماتے ہیں کہ جادوگر کے قتل کیے جانے کی سزا میں جو حدیث ہے اسے ترمذی نے موقوف اور مرفوع دو طریق سے روایت کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۱۵۸ جلد ۳)

(تنبیہ) مفسر ابن کثیر نے ترمذی شریف کا جو حوالہ دیا ہے اس کے مطابق ترمذی شریف میں یہ حدیث موجود ہے عن الحسن عن جندب قال قال رسول اللہ ﷺ حد الساحر ضربۃ السیف جادوگر کی سزا تلوار کی مار ہے۔ (ترمذی ص ۲۱۱ ج ۱)

الحمد للہ۔ اس حدیث شریف نے خود آیت کریمہ ولا یفلح الساحر حیث اتی کا مرادی معنی بتا دیا ہے۔ اب اس مرادی معنی کو چھوڑ کر یہ معنی مراد لینا کہ جادوگر جہاں بھی ہو وہ اپنے جادو کے عمل میں کامیاب نہیں ہوتا۔ صرف اس حدیث کے خلاف ہی نہیں بلکہ عقلاً بھی غلط ہے۔ کیونکہ اگر جادوگر کا عمل کہیں بھی کامیاب نہیں ہوتا تو پھر اس کو قتل کی سزا کیوں دی جائے گی؟ الحمد للہ معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی کوئی ایک آیت بھی حدیث سحر کے معارض نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق بخشے۔

بہر حال دائم صاحب اور مدنی صاحب دونوں پر حجت قائم کرنے کے لیے ہم نے یہ رسالہ لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دینی کاوش کو شرفِ مقبولیت بخشے اور اسے ذریعہ ہدایت بنائے۔ مسلمانوں سے ہماری التجاء ہے کہ دائم صاحب اور مدنی صاحب جیسے نام نہاد عاشقانِ رسول ﷺ سے بچیں اور سواد اعظم اہل سنت کے عقائد کے مطابق عقیدہ رکھ کر کامیاب و کامران ہوں۔ کارِ ما نصیحت بود کردیم

وهذا آخر ما اردنا ایراده فی هذه المقالة المباركة تقبلها الله تعالىٰ بمنه العظیم ورسوله الكریم ﷺ وانا الفقیر ابوالكرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفرالله تعالىٰ لهٗ المدرس بالجامعة الحیدریة فضل المدارس بهیائی من مضافات سهنسه آزادکشمیر (۲۹ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دسواں مقالہ

مسئلہ حاضر و ناظر

پر ایک تحقیقی نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین

امّابعد!

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ حدیث ان اللّٰہ تعالیٰ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الیٰ یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ صحیح ہے یا ضعیف اور اگر ضعیف ہے تو مسئلہ حاضر و ناظر کے ثبوت کے لئے حجت بن سکتی ہے یا نہیں؟ بینّوا توجروا

الجواب بتوفیق الملک الوھاب عزوجل

حدیث ان اللّٰہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ ۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا اٹھائی تو میں اس کی طرف اور قیامت تک جو کچھ اس میں ہونے والا ہے اس کی طرف اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح اپنی اس ہتھیلی کی طرف ۔ مقتدر علمائے حدیث وشارحین حدیث کی کتب جلیلہ عظیمہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے موجود ہے ۔ چونکہ اس حدیث پاک سے سید لولاک علیہ کی عظیم شان بصارت ثابت ہوتی ہے اور آپ کے علم وسیع محیط مسلسل کا ثبوت ملتا ہے ۔ اس لیے وہابیہ زمانہ خذلھم اللہ تعالیٰ اس کا انکار کرتے ہیں ۔ کیونکہ انہیں سرکار ابد قرار علیہ کے فضائل عظیمہ سے پکی ابدی ازلی دشمنی ہے ۔ ان لوگوں کو ہزار سمجھاؤ کچھ سمجھنے کو تیار نہیں ہوتے ۔ بلکہ اپنی کج بحثیوں سے سینوں کے ایمان برباد کرنے اور انہیں اپنا ہم عقیدہ بنانے کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان شاطروں سے اہل ایمان کو محفوظ رکھے ۔ آمین ۔ اہل ایمان سنی مسلمانوں کے اطمینان قلب کے لیے ہم یہاں قدرے تفصیل عرض کرتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس تحریر کو ذریعہ ہدایت بنائے ۔ آمین ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور فرشتوں کو حاضر و ناظر بنایا

جس قرآن کو وہابیہ دن رات پڑھتے ہیں۔ اور جس قرآن سے دلیل پیش کرنے کا یہ لوگ ہمیشہ مطالبہ کرتے ہیں اس کے پہلے پارہ میں یہ واقعہ بالتصریح موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تا قیام قیامت کی جملہ مکنونات ارضی وسماوی پر جملہ ملائکہ کرام اور آدم علیہ السلام کو حاضر و ناظر بنایا۔ تمام فرشتے اور آدم علیہ السلام تا قیام قیامت کی ہر شئے کو ملاحظہ فرمارہے تھے اور یہ تمام اشیاء ان کے حضور میں موجود تھیں۔ تو ماننا پڑے گا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور تمام ملائکہ حاضر و ناظر تھے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **وعلم ادم الاسمآء کلھا ثم عرضھم علی الملائکۃ فقال انبؤنی باسمآءِ ھؤلآء ان کنتم صادقین ۔ قالوا سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا ط انک انت العلیم الحکیم۔ قال یآدم انبئھم باسمآئھم الآیۃ** ۔اور سکھلادیے۔ اللہ نے آدم کو نام سب چیزوں کے پھر سامنے کیا ان سب چیزوں کو فرشتوں کے پھر فرمایا بتاؤ مجھ کو نام ان کے اگر تم سچے ہو۔ بولے پاک ہے تو ہم کو معلوم نہیں مگر جتنا تو نے ہم سکھا دیا۔ بے شک تو ہی اصل جاننے والا حکمت والا ہے۔ فرمایا اے آدم بتادے فرشتوں کو ان چیزوں کے نام۔ (پ ا رکوع ۴) (ترجمہ محمود الحسن دیوبندی)

دیوبندی مولوی شبیر احمد عثانی حاشیہ القرآن میں لکھتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم کو ہر ایک چیز کا نام مع اس کی حقیقت اور خاصیت کے اور نفع اور نقصان کے تعلیم فرمادیا۔ اور یہ علم ان کے دل میں بلا واسطہ القاء کردیا۔ الی ان قال " اس کے بعد حضرت آدم سے جو تمام اشیائے عالم کی نسبت سوال ہوا تو فرفر سب امور ملائکہ کو بتادیئے کہ سب دنگ رہ گئے اور حضرت آدم کے احاطہ علمی پر عش عش کرگئے۔''

(حاشیہ القرآن ص ۹)

شیخ علامہ عارف باللہ تعالیٰ احمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر لکھتے ہیں۔

فالحاصل ان اللہ اطلع آدم علی المسمیات جمیعاً و علمہ اسمآء ھا و اطلع الملائکۃ

علیٰ المسمیات ولم یعلمهم اسمآء ها فاشترک آدم مع الملائکة فی معرفة المسمیات واختص آدم بمعرفة الاسمآء بجمیع اللغات وتلک اللغات تفرقت فی الاولاد ۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جملہ مسمیات پر اطلاع بخشی اور اسے ان کے نام سکھائے اور فرشتوں کو مسمیات پر اطلاع بخشی اور ان کے نام نہ سکھائے سو آدم علیہ السلام مسمیات کے جاننے میں فرشتوں کے شریک تھے ۔ مگر تمام لغات میں ان کے ناموں کے جاننے میں ممتاز تھے ۔ یہ لغتیں ان کی اولاد میں بکھر گئیں ۔
(تفسیر صاوی علی الجلالین ص ۲۰)

ناظرین! غور فرمائیں کہ خود دیوبندیوں کے ترجمہ اور تفسیر سے جب آدم علیہ السلام اور فرشتوں کا جملہ مکنونات عالم پر حاضر و ناظر ہونا ثابت ہے تو پھر سرکار ابد قرار ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے ۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے جملہ مخلوقات کے جملہ اوصاف کے ساتھ نوازا ہے ﷺ

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو حاضر و ناظر بنایا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ۔ وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموٰت والارض ولیکون من الموقنین ۔ اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لیے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے ۔ (پ ۷، ۱۵)

اس کی تفسیر میں مولانا احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں ۔ " یعنی ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عین الیقین حاصل ہو جائے ۔ چنانچہ آپ کو ایک پتھر کی چٹان پر کھڑا کیا گیا اور فرمایا کہ اوپر دیکھو ۔ دیکھا تو عرش و کرسی لوح و قلم غرضیکہ تمام آسمانی چیزیں حتی کہ جنت میں اپنا مقام سب کچھ دکھا دیا گیا ۔ پھر فرمایا کہ نیچے دیکھو ۔ دیکھا تو زمین تحت الثریٰ تک اور اس کے اندر کی تمام چیزیں دکھائی گئیں ۔ مگر ہمارے حضور کو آسمانوں کی سیر بھی کرائی گئی اور تمام چیزیں بھی دکھائی گئیں ۔ (نور العرفان ص ۲۱۷)

امام صاوی لکھتے ہیں ۔ وللصوفیة فرق بین الملک و الملکوت فالملک

ماظهر لنا والملكوت ماخفي عنا كالسموات ومافيها اذا علمت ذلک فالاولیٰ ابقآئه علی ظاهره لما ورد انّه اقيم علیٰ صخرة و كشف له عن السموات حتى رأى العرش والكرسي وما في السموات من العجائب و حتى رأ ى مكانه في الجنة فذلک قوله تعالیٰ واتيناه اجره في الدنيا و كشف له عن الارض حتى نظر الى اسفل الارضين و رأى مافيها من العجائب و هذا يفيد ان الرؤية بصرية لا علمية۔ (تفسیر صاوی ص۲۳ جلد۲)

اس عبارت کا مفہوم وہی ہے جو مولانا احمد یار خان نعیمی صاحب کی عبارت میں گزرا ہاں اس میں بالتصریح لکھ دیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو کچھ دکھایا گیا وہ رؤیت کے ساتھ تھا۔ محض علم کی حد تک نہیں تھا اور حاضر و ناظر اسی کا نام ہے۔ ثم الحمدالله علیٰ ذلک

نبی علیہ السلام پر جملہ اشیاء روشن کی گئیں

صحیح حدیث میں ہے جسے امام ترمذی وغیرہ نے دس صحابہ سے روایت کیا کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم صبح کو نماز فجر کے لیے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور حضور کی تشریف آوری میں دیر ہوئی۔ قریب تھا کہ آفتاب طلوع کر آئے۔ اتنے میں حضور تشریف فرما ہوئے اور نماز پڑھائی پھر صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم جانتے ہو کیوں دیر ہوئی؟ سب نے عرض کیا اللہ اور رسول خوب جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا۔ میرا رب سب سے اچھی تجلی میں میرے پاس تشریف لایا۔ یعنی میں ایک دوسری نماز میں مشغول تھا اس نماز میں عبد درگاہ معبود میں حاضر ہوتا ہے۔ اور وہاں خود ہی معبود کی عبد پر تجلی ہوتی ہے۔ فرمایا۔ یا محمد فيما يختصم الملاء الاعلیٰ۔ اے محمد یہ فرشتے کس بات میں مخاصمہ اور مباہات کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ میں بے تیرے بتائے کیا جانوں۔ فوضع كفه بين كتفي فوجدت بردا نا مله بين ثديي فتجلى لي كل شئي فعرفت ۔ تو رب العزۃ نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا اور اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی اور میرے سامنے ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔ صرف اسی پر اکتفا نہ فرمایا

کہ کسی وہابی کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ کل شئی سے مراد ہر شئے متعلق بشرائع ہے بلکہ ایک روایت میں فرمایا۔ما فی السماء والارض ۔ میں نے جان لیا جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اور دوسری روایت میں فرمایا فعلمت ما بین المشرق والمغرب اور میں نے جان لیا جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے۔ ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔ اور روشن ہونے کے ساتھ پہچان لینا اس لئے فرمایا کہ کبھی شئے معروف ہوتی ہے۔ پیش نظر نہیں اور کبھی پیش نظر ہوتی ہے اور معروف نہیں جیسے ہزار آدمیوں کی مجلس کو چھت پر سے دیکھو وہ سب تمہارے پیش نظر ہوں گے مگر ان میں بہت کو پہچانتے نہ ہوگے اس لئے ارشاد فرمایا کہ تمام اشیائے عالم ہمارے پیش نظر بھی ہوگئیں اور ہم نے پہچان بھی لیں کہ ان میں نہ کوئی ہماری نگاہ سے باہر رہی نہ علم سے خارج۔ الحمد للہ رب العالمین (ملفوظات اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۱ جلد ۱)

ساری دنیا جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سامنے رکھ دی گئی ہے

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شئے کو سرکار مدینہ ﷺ کے سامنے رکھ دیا اور آپ ہر شئے کا علم بھی رکھتے ہیں۔ اسی معنی میں وہ حدیث پاک ہے۔ جسے امام طبرانی ونعیم بن حماد استاذ امام بخاری وغیرہما نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول ﷺ فرماتے ہیں ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والی ما هو کائن فیها الی یوم القیامة کانما انظر الی کفی هذه ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا اٹھالی ہے تو میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۳۲ جلد ۱)

اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس اللہ سرہٗ اس حدیث کو اپنے فتویٰ مبارکہ میں پوری تفصیل سے ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں۔ طبرانی کبیر میں اور نعیم بن حماد کتاب الفتن میں اور ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ ان اللہ تعالیٰ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والی ماهو کائن فیها الی

یوم القیامة کانما انظر الی کفی هذه جلیانا من اللّٰه جلاه لنبیه کما جلاه للنبیین من قبله ۔

بلا شبہ اللہ عزوجل نے میرے سامنے دنیا اٹھالی ہے اور میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کچھ کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کو دیکھ رہا ہوں اس روشنی کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے روشن فرمائی جیسے محمد ﷺ سے پہلے انبیاء کے لئے روشن کی تھی ۔ (فتویٰ مبارکہ مطبوعہ حزب الاحناف لاہور)

اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز اس مفصل حدیث کو اپنی تصنیف لطیف انبآء المصطفیٰ بحال سر و اخفی میں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ۔ " اس حدیث سے روشن ہوا کہ جو کچھ سموات وارض میں ہے اور جو کچھ قیامت تک ہوگا اس سب کا علم اگلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی عطا ہوا اور حضرت عز جلالہ نے اس تمام ماکان و مایکون کو اپنے محبوبوں کے پیش نظر فرما دیا ۔ مثلاً مشرق سے مغرب تک سماک سے سمک تک ، ارض سے فلک تک اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے سیدنا ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہزارہا سال پہلے اس سب کو ایسا دیکھ رہے تھے گویا اس وقت ہر جگہ موجود ہیں ۔ ایمانی نگاہ میں یہ قدرت الٰہی پر نہ دشوار اور نہ عزت و وجاہت انبیآء کے مقابل بسیار ۔ مگر وہابی بےچارے جن کے یہاں خدائی کی حقیقت اتنی ہو کہ ایک پیڑ کے پتے گن دے وہ آپ ہی ان حدیثوں کو شرک اکبر کہنا چاہیں اور جو ائمہ کرام و علمائے اعلام ان سے سند لائے انہیں مقبول و مسلم رکھتے آئے انہیں مشرک نہ کہیں تو اپنی توحید کیونکر بنائیں والعیاذ باللہ رب العالمین ۔
(انبآء المصطفیٰ بحال سر و اخفی ص ۱۴)

حدیث رفع الدنیا کو بڑے بڑے علماء نے معتبر مانا ہے

ایک طرف وہابی دیوبندی مودودی لوگ ہیں جو علم مصطفیٰ اور شان انبیاء کو گھٹانے کی غرض سے حدیث رفع الدنیا کو ضعیف لکھ رہے ہیں اور دوسری طرف مسلمانوں کے جلیل القدر علماء اور ائمہ ہیں جو اسی حدیث کو قابل اعتبار جانتے ہیں اور اس سے انبیاء کرام کا حاضر و ناظر ہونا مانتے ہیں ۔ بعض جلیل القدر بزرگان دین کے اسمآء گرامی پیش

کیے جاتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی کتب جلیلہ میں اس حدیث رفع الدنیا کو ذکر فرمایا اور انبیاء کرام کے حاضر و ناظر ہونے پر استدلال کیا ہے۔ (۱) امام خاتمۃ المحدثین جلال الملۃ والدین سیوطی مصنف الخصائص الکبریٰ (۲) امام شہاب احمد محمد خطیب قسطلانی صاحب مواہب لدنیہ، (۳) امام ابو الفضل شہاب ابن حجر مکی ہیتمی شارح الھمزیۃ (۴) علامہ شہاب احمد محمد مصری خفاجی صاحب نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض (۵) علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شارح مواہب لدنیہ وغیرھم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین (انباء المصطفیٰ ص ۱۴) (۶) امام مفسر احمد صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیرات صاوی واللہ اعلم بالصواب۔

وہابیہ نے حدیث رفع الدنیا کو ضعیف لکھا ہے

مولوی غلام خان آف راولپنڈی لکھتا ہے۔ "یہ روایت طبرانی کی ہے۔ سند کے اعتبار سے بھی ضعیف ہے چنانچہ علامہ علی متقی نے اس کے بارے میں لکھا ہے۔ سندہ ضعیف (کنزالاعمال ص ۹۰ جلد ۶) اس کی سند کمزور ہے۔ اور یہ ایک طے شدہ مسلمہ اصول ہے کہ ضعیف حدیث سے عقیدہ ثابت نہیں ہوسکتا" (توحیدی پاکٹ بک حصہ اول ص ۳۷۵)

اور دیوبندی وہابی مولوی دوست محمد قریشی لکھتا ہے۔ " گیارہواں مغالطہ اور اس کا جواب :قال النبی ﷺ ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ ۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ بلاشبہ خدا تعالیٰ نے میرے لئے دنیا اٹھا دی۔ پس میں دیکھ رہا ہوں اسے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے۔ گویا کہ میں اپنے ہاتھ کی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ (کنزالعمال ص ۹۰)

جواب : جہاں کنزالعمال میں اس حدیث کو نقل کیا گیا ہے۔ وہاں ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ سندہ ضعیف یعنی یہ حدیث ضعیف ہے۔ پس اس قسم کے دلائل سے کبھی بھی عقائد ثابت نہیں کیے جاسکتے اور اگر صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو بھی اثبات عقائد کے باب میں حجت نہیں ہے۔" (براہین اہل سنت ص ۱۷۹)

وہابیہ کے اس اعتراض کا پہلا جواب

تو یہ ہے کہ عقیدہ حاضر و ناظر باب فضیلت سے تعلق رکھتا ہے اور باب الفضائل میں ضعیف حدیث بھی معتبر ہوتی ہے۔ حضرت مولانا سید محمد مدنی اشرفی کچھوچھوی اختر مصباحی مبارک پور اعظم گڑھ (بھارت) لکھتے ہیں۔ اب یہ جان لینا ضروری ہے۔ کہ عقیدہ حاضر و ناظر باب فضائل سے متعلق ہے۔ جہاں حدیث ضعیف بھی معتبر ہے۔ کما تقرر فی موضعہ۔ ولہٰذا کوئی مخالف کسی حدیث کو ضعیف کہہ کر عقیدہ حاضر و ناظر سے دامن بچا نہیں سکتا۔ یہ اصولی بات ہے۔ اس کا ذہن میں رہنا نہایت ضروری ہے اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ عقیدہ حاضر و ناظر کا باب عقائد میں وہ درجہ نہیں جو عقیدہ صوم و صلوٰۃ کا ہے کہ اس کا منکر کافر ہو جائے اور نہ وہ حیثیت ہے جو عقیدہ تفضیل الشیخین کی ہے کہ اس کا نہ ماننے والا گمراہ کہلائے ہاں اس کو مشرکانہ عقیدہ کہنا ضرور گمراہی اور دین و دیانت کو خیر باد کہنا ہے۔" (ماہنامہ رضوان لاہور بابت ضروری ۱۹۶۱ء)

وہابیہ کے اس اعتراض کا دوسرا جواب

یہ کہ حدیث صحیح ہے کیونکہ امام جلال الدین سیوطی نے خصائص الکبریٰ میں، امام شہاب الدین خفاجی نے نسیم الریاض میں، امام شہاب الدین قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں، امام محمد بن عبدالباقی زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ میں، امام ابوالفضل ابن حجر ہیتمی نے شرح ہمزیہ میں اور صاحب کنزالعمال نے کنزالعمال میں اور امام احمد صاوی نے حاشیہ جلالین شریف میں اس حدیث کو اپنی کتب جلیلہ عظیمہ میں نقل فرمایا اور اس سے خاص مسئلہ حاضر و ناظر ثابت کیا تو ان زعمائے دین کا اس حدیث کو اس مسئلہ کی سند بنانا اس کی صحت کی دلیل بین ہے کیونکہ خود وہابیہ نے یہ اصول بتایا ہے کہ عقائد کا ثبوت ضعیف حدیث سے نہیں ہوسکتا اور مسئلہ حاضر و ناظر کو بھی خود انہوں نے اسی باب کے عقائد میں داخل مانا ہے تو ظاہر ہوگیا کہ اس عقیدہ کے ثبوت میں اس حدیث سے ان جلیل القدر محدثین و شارحین

حدیث کا استدلال اس کی صحت کا واضح ثبوت ہے۔ اللہ تعالٰی وہابیہ کو سمجھ دے تاکہ وہ حقیقت حال کو سمجھ کر اپنے عقیدے درست کر سکیں۔ **ولکن الوہابیة قوم لا یعقلون.**

وہابیہ کے اِس اعتراض کا تیسرا جواب۔

یہ ہے کہ اس حدیث کو امام طبرانی کے علاوہ دوسرے محدثین نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند کی صحت کی تصریح فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد عنایت اللہ قادری خطیب سانگلہ ہل کتاب تفریح الخاطر میں لکھتے ہیں۔ "تمام دنیا حضور ﷺ کے سامنے ہاتھ کی ایک ہتھیلی کی طرح ہے۔ **عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ قد رفع لی الدنیا وانا انظر الیہا والی ماھو کائن فیہا الی یوم القیامة کانما انظر الی کفی ھذہ رواہ الطبرانی والشیخ ابو نعیم فی الحلیة بسند صحیح** ۔ بے شک اللہ تعالٰی نے میرے لئے دنیا کے بعد کو دور کر دیا ہے۔ تو میں تمام دنیا کو نظر رحمت سے دیکھتا ہوں اور جو کچھ واقعات اور معاملات وغیرہ اس میں قیامت تک ہونے والے ہیں سب کو آنکھ سے دیکھتا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی دیکھتا ہوں۔ (تفریح الخاطر ص ۹۳)

وہابیہ کے اس اعتراض کا چوتھا جواب

یہ ہے کہ اس حدیث کی ہم معنی دوسری حدیثیں بھی مروی ہیں جن کی صحت میں کسی کو کلام نہیں مثلاً حدیث **فتجلی لی کل شئی و عرفت** صحیح حدیث ہے۔ جیسا کہ ملفوظات اعلٰی حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ہم نقل کر چکے ہیں۔ ولہٰذا اس حدیث کا ضعف بالفرض ہو بھی تو مضر نہیں۔ امام احمد صاوی حاشیہ جلالین شریف میں لکھتے ہیں۔ **والذی یجب الایمان بہ ان رسول اللہ ﷺ لم ینتقل من الدنیا حتیٰ اعلمہ اللہ بجمیع المغیبات التی تحصل فی الدنیا والآخرة فھو یعلمھا کما ھی عین یقین لما ورد رفعت لی الدنیا فانا انظر فیھا کما انظر الی کفی ھذہ وروی انہ اطلع علی الجنة وما فیھا والنار و ما فیھا و غیر ذلک مما تو اترت بہ الاخبار ولکن امر بکتمان البعض.**

اور وہ بات جس پر ایمان رکھنا واجب ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت تک دنیا سے نہیں گئے جب تک اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ سب غیوب نہ سکھائے جو دنیا و آخرت میں حاصل ہونے والے تھے۔ آپ ان تمام غیوب کا علم رکھتے ہیں جیسا کہ عین الیقن ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہوا کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ دنیا میرے لئے اٹھالی گئی تو میں اس کے اندر دیکھتا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کی طرف دیکھتا ہوں۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آپ ﷺ کو جنت اور اس کے مافیہا پر اور دوزخ اور اس کے مافیہا پر اطلاع دی گئی اور اس کے علاوہ بہت سی احادیث مبارکہ بھی اس بارہ میں آئی ہیں جو حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ ہاں آپ ﷺ کو بعض غیوب پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (تفسیر صاوی جلد دوم ص ۹۷)

الحمد للہ۔ امام احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے تو یہاں تک ثابت ہوا کہ حدیث رفع الدنیا کی بعض ہم معنی احادیث مبارکہ تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔ جب حقیقت حال یہ ہے تو پھر اس حدیث میں وہابیہ کے بزعم ضعف ہو بھی تو وہ کیا ضرر دے گا۔ **الحمد للہ علیٰ ذلک و ھو یھدی من یشآء الی صراط مستقیم۔**

حدیث رفع الدنیا کے فوائد جلیلہ

اس حدیث مبارکہ سے درج ذیل فوائد عظیمہ جلیلہ حاصل ہوئے۔

(۱) ہمارے نبی کریم ﷺ بجسمہ الشریف حیات ہیں۔ اس سے ان بدمذہبوں کا رد ہوا جو معاذ اللہ حیات ہونے کے قائل نہیں ہیں کیونکہ دیکھنا زندہ کا کام ہے مردے کا کام نہیں ہے۔

(۲) ہمارے نبی کریم ﷺ تمام دنیا کے ذرہ ذرہ کا علم دلوں کے خطرات نیات ارادات، مخلوق کی حرکات سکنات افعال اقوال اعمال کا علم ہر وقت رکھتے ہیں۔

(۳) ہمارے حضور ﷺ کا یہ علم اور دیکھنا ہمیشہ ہے۔ اس میں انقطاع نہیں ہے بلکہ پے در پے لگاتار دیکھتے رہے ہیں اور دیکھتے رہیں گے۔

(۴) حضور علیہ ہم لوگوں کو ہر وقت دیکھتے ہیں ہمارا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں کیونکہ بعد ہماری طرف سے ہے سرکار علیہ کی طرف سے بعد نہیں ہے۔

(۵) میرے حضور علیہ کی شان اعجازی ہے کہ وہاں قرب و بعد ہے ہی نہیں بلکہ وہاں عرش لوح قلم کرسی ساتوں آسمان ساتوں زمینیں ایسے ہی قریب ہیں جیسا کہ حضور علیہ کا دست رحمت قریب ہے۔ حضور علیہ بعد سے پاک ہیں وہاں سب دنیا یکساں ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہے۔

(۶) حضور علیہ غلاموں کی فریاد کو سنتے ہیں کیونکہ حجاب ہماری طرف سے ہے۔ اس طرف سے اصلاً حجاب نہیں۔

(۷) ہمارے نبی کریم علیہ ہر جگہ موجود اور حاضر و ناظر ہیں ہاتھ کی ہتھیلی کے سامنے ہاتھ والا حاضر و ناظر ہوتا ہے۔ اور جب ساری دنیا و مافیہا حضور علیہ کے سامنے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہے تو یقیناً حضور علیہ سب دنیا کے سامنے ہر جگہ موجود حاضر و ناظر ہیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں ایمان ہے ان کے لیے حضور علیہ کے یہ کمالات عالیہ دل کی ٹھنڈک ہیں۔ بلکہ اس سے بھی ہزار درجہ بڑھ کر کمالات حضور علیہ کے ہیں **لایعلمہا الا اللہ تعالیٰ** (تفریح الخاطر ص ۹۴)

مخالفین کا عقیدہ حاضر و ناظر کو عقیدہ شرکیہ کہنا باطل ہے

سیدنا غوث اعظم فرماتے ہیں۔ **السعداء والاشقیاء یعرضون علی وان عینی فی اللوح المحفوظ**. بلاشبہ تمام نیک بخت اور بد بخت مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ اور بلا شبہ میری آنکھیں لوح محفوظ میں ہیں۔ اور سیدنا غوث اعظم فرماتے ہیں **نظرت الی بلاد اللہ جمعاً کخردلۃ علیٰ حکم اتصال** ۔ میں اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کو مسلسل رائی کے دانے کی طرح دیکھتا ہوں۔ اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ لکھتے ہیں۔ کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ نے فرمایا۔ مرد وہ ہے کہ تمام روئے زمین اس کے سامنے کف دست کی مانند ہو اور فرماتے ہیں کہ

میں کہتا ہوں کہ مردود ہے کہ تمام روئے زمین اس کے سامنے انگوٹھے کے ناخن کے برابر ہو۔ اور ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص تنہا مکان میں جائے تو کہے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

اور اس کی وجہ یہ لکھتے ہیں کہ **لان روح النبی** ﷺ حاضرۃ **فی بیوت اھل الاسلام** کیونکہ نبی ﷺ کی روح مسلمانوں کے گھروں میں موجود ہوتی ہے۔ (شرح شفا ص ۴۶۴ جلد ۳)

اور حضرت محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی قدس سرہ العزیز نے جا بجا تصریح فرمائی ہے کہ حضور ﷺ ہر چیز پر ناظر و حاضر ہیں۔ جو شخص ایسے مسئلہ کو جو قرآن عظیم و حدیث صحیح و ارشادات علماء دین سے ثابت ہے کفر کہے وہ خود اپنے اسلام کی خبر لے۔ **ھم للکفر یومئذٍ اقرب منھم للایمان واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔و ھذا آخرما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ المبارکۃ تقبلھا اللّٰہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم** ﷺ **وانا الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفراللّٰہ تعالیٰ لہ المدرس بالجامعۃ الحیدریۃ فضل المدارس بھیائی من مضافات سھنسہ آزاد کشمیر.** (۱۳ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گیارھواں مقالہ

اشتہار "حاضر و ناظر کون؟"
کا تحقیقی علمی جائزہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۔ اما بعد

ان دنوں موضع بھرنڈ بھٹہ تحصیل سہنسہ کے ایک دوست نے دیوبندی وہابیوں سے ایک اشتہار (۱) حاصل کر کے ہمیں بھیجا ۔ اور اس کے جواب پر اصرار کیا تو اس فرمائش پر ہم نے یہ رسالہ ترتیب دینے کی سعادت حاصل کی ہے ۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعہ ہدایت بنائے آمین ۔

مسئلہ حاضر و ناظر میں مشتہر صاحب کی پیش کردہ آیت کریمہ

مشتہر صاحب نے مسئلہ حاضر و ناظر میں اپنے موقف کی تائید میں سورہ مائدہ کی آیات نمبر ۱۱۶، ۱۱۷ پیش کی ہیں ۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں ۔ " قرآن حکیم کی سورہ مائدہ میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ روز محشر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھیں گے کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ سے سوا معبود بنا لو ۔ تو عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے اے اللہ تو پاک ہے جو بات کہنے کا مجھے حق ہی نہیں تھا وہ میں کیسے کہہ سکتا تھا ۔ اگر میں نے کہا ہوتا تو اے پروردگار تیرے علم میں ہوتا اور مزید فرمائیں گے ۔ میں اس وقت تک ان کا نگران تھا جب تک ان کے درمیان موجود تھا ۔ پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو اس کے بعد تو ہی ان کا نگران تھا ۔ " اھ بلفظہ

مشتہر صاحب کا پیش کردہ آیات سے نکالا ہوا مفہوم

مشتہر صاحب نے آیات مذکورہ بالا لکھ کر ان سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ان آیات سے بالکل واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ اس وقت دنیا میں موجود نہیں ہیں ۔ اور نہ انہیں اپنے امتیوں کی کسی بات کی خبر ہے ۔

---

(۱) اشتہار کا عنوان " حاضر و ناظر کون ؟ قرآن و حدیث کا دوٹوک فیصلہ " اور اس کے ملنے کا پتہ یہ ہے صوفی محمد حسین موہڑہ گھیڑاں ڈاک خانہ ڈماس تحصیل وضلع کوٹلی آزاد کشمیر ۔

مشتہر صاحب نے آیات کریمہ کا ترجمہ درست لکھا لیکن غلط مفہوم اخذ کیا ہے

مشتہر صاحب نے آیات مذکورہ بالا کا ترجمہ تو صحیح لکھا ہے مگر ان سے جو مفہوم سمجھا ہے وہ غلط ہے۔ کیونکہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی بارگاہ میں زندہ آسمانوں پر اٹھائے جانے کے بعد اپنی امت کے نگران ہونے کی نفی تو کریں گے مگر ان کے حالات سے باخبر ہونے کی نفی نہیں کریں گے۔ نگران ہونے کا معنی بالکل واضح ہے اور وہ یہ کہ ماتحت کے اچھے برے اعمال کی دیکھ بھال رکھنا۔ پیغمبر جب تک زمین پر اپنی امت میں دنیاوی حیات کی قید میں رہتے ہیں وہ اپنی امت کے اچھے برے اعمال کے نگران ہوتے ہیں۔ پھر جب فوت ہو جاتے ہیں یا آسمان پر اٹھا لیے جاتے ہیں تو امت کے کسی عمل کی نگرانی ان پر عائد نہیں ہوتی۔ نگرانی اور دیکھ بھال کے ختم ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ امت کو ملاحظہ فرمانے اور اس سے باخبر رہنے سے بھی قاصر ہو جاتے ہوں۔ الحمد للہ اس بیان سے آیت کریمہ کا صحیح مفہوم واضح ہو گیا۔ اور مشتہر صاحب کی سمجھ کی غلطی کی وضاحت ہو گئی۔

مشتہر صاحب نے تفسیریں دیکھے بغیر آیت کا غلط مفہوم لکھ دیا ہے

اگر مشتہر صاحب ان آیات کا مفہوم لکھنے سے پہلے معتبر تفسیرات مبارکہ کا مطالعہ کر لیتے تو وہ اتنی بڑی سنگین غلطی کا ارتکاب نہ کرتے۔ ہم قارئین کے ملاحظہ کے لئے چند تفاسیر مبارکہ کی عبارات پیش کرتے ہیں جن سے آیات کا صحیح مفہوم سمجھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ امام خاتمۃ المحدثین جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔ **(وکنت علیهم شهیداً) ای رقیباً امنعهم مما یقولون (ما دمت فیهم فلما توفیتنی) قبضتنی بالرفع الی السمآء (کنت انت الرقیب علیهم الحفیظ لا عما لهم۔** حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے اور میں ان کا نگران تھا

انہیں برے اقوال کہنے سے روکتے ہوئے جب تک کہ میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے آسمان کی طرف اٹھایا تو تو ہی ان کے اعمال کا نگہبان تھا۔ (تفسیر جلالین ص ۱۱۱) یہ وہ تفسیر ہے جس کے بارے میں امام احمد صاوی لکھتے ہیں۔ وکان کتاب الجلالین من اجل کتب التفسیر واجمع علی الاعتناء بہ الجم الغفیر من اہل البصائر والتنویر ۔کتاب تفسیر جلالین تفسیر کی بہت بڑی جلیل القدر کتابوں میں داخل تھی اور اس کے پڑھنے پڑھانے کا اہتمام اہل بصیرت اور روشن ضمیر لوگوں کے جم غفیر نے کیا تھا۔ (حاشیہ جلالین ص۲ جلد اول)

(۲) اور امام ابو البرکات نسفی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔(و کنت علیھم شھیداً) رقیباً(فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم)الحفیظ ۔اور میں ان پر نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان کا محافظ تھا۔ (مدارک التنزیل ص ۳۱۰ جلد اول)

(۳) مفسر قرآن مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ " مطلب یہ ہے کہ میں اپنی زندگی میں ان کا ذمہ دار تھا کہ انہیں تبلیغ کروں۔ اٹھائے جانے کے بعد میری تبلیغ کی ذمہ داری ختم ہوگئی اور ان کا معاملہ تیرے سپرد ہوگیا " (نور العرفان حاشیہ کنز الایمان ص ۲۰۲)

(۴) اور دیوبندی مولوی شبیر احمد عثمانی کے حاشیہ القرآن میں ہے۔ " نہ صرف یہ کہ میں نے مخلوق کو تیری توحید اور عبودیت کی طرف دعوت دی بلکہ جب تک میں ان کے اندر قیام پذیر رہا برابر ان کے احوال کی نگرانی اور خبر گیری کرتا رہا کہ کوئی غلط عقیدہ یا بے موقع خیال قائم نہ کرلیں۔ البتہ ان کے اندر قیام کرنے کی جو مدت آپ کے علم میں مقدر تھی جب وہ پوری کر کے آپ نے مجھ کو ان میں سے اٹھا لیا تو صرف آپ ہی ان کے احوال کے نگران ہو سکتے تھے۔ میں اس کے متعلق کچھ عرض نہیں کرسکتا۔ " (حاشیہ القرآن ص ۲۲۴)

(۵) اور جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی نے اس معنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس آیت کا ترجمہ ان لفظوں میں لکھا " میں اسی وقت تک ان کا نگران تھا جب تک کہ میں ان کے درمیان تھا۔ جب آپ نے مجھے واپس بلا لیا تو آپ ان پر نگران تھے اور آپ ساری ہی چیزوں پر نگران ہیں " (تفہیم القرآن جلد اول ص ۵۱۶)

الحمد للہ۔ ان پانچ کتابوں کی ان تفسیری عبارات سے آیت کریمہ کا صحیح مفہوم بالکل واضح ہوگیا۔ اور یہ ثابت ہوگیا کہ اس کا تعلق نہ مسئلہ حاضر و ناظر سے ہے اور نہ مسئلہ علم غیب سے بلکہ امت کے اندر رہ کر تبلیغ کرنے اور اسے برائی سے روکنے اور نیکی کی ترغیب دینے کی ذمہ داری سے ہے۔ مشتہر صاحب بے چارے انبیاء کرام کے علم وسیع کو گھٹانے کے ایسے درپے ہوگئے ہیں کہ نہ آؤ دیکھتے ہیں اور نہ تاؤ۔ قرآن کی آیتوں کی اپنی ناقص فاسد رائے سے تفسیر لکھ کر جہنم جانے کا ٹکٹ کٹا چکے ہیں۔ اور اشتہار چھاپ کر دوسروں کو بھی جہنم کی طرف جانے والی اپنی گاڑی میں سوار ہونے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بھولے بھالے سیوں کو ایسے شاطروں کی دھوکہ بازی اور فریب کاری سے بچائے۔ آمین ثم آمین۔

انبیآء بعد وفات امت کے احوال سے باخبر ہوتے ہیں

آیت کریمہ کا صحیح مفہوم بیان کرنے کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ اس بات پر بھی روشنی ڈال دیں کہ پیغمبر فوت ہوجائیں تو پھر بھی وہ امت کے احوال و اعمال سے باخبر ہوتے ہیں۔ تاکہ مشتہر صاحب کے نکالے ہوئے نتیجہ اور پیش کیے ہوئے مفہوم کی غلطی مزید واضح ہوجائے۔ وباللہ التوفیق۔

انبیآء کرام پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں

حضرت خاتمۃ المحدثین امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔ اخرج الحارث فی مسنده وابن سعد والقاضی اسمعیل عن بکر بن عبداللہ المزنی قال قال رسول اللہ ﷺ حیاتی خیر لکم و موتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما کان من حسن حمدت اللہ علیه وما کان من سیء استغفرت لکم و اخرج البزار بسند صحیح من حدیث بن مسعود مثله. حضرت بکر بن عبداللہ مزنی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے اور میری وفات تمہارے لیے بہتر ہے۔ مجھ پر تمہارے

اعمال پیش کیے جائیں گے تو جو نیک عمل ہوگا اس پر میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور جو برا عمل ہوگا اس کے بارہ میں میں تمہارے لیے معافی مانگوں گا۔ (الخصائص الکبریٰ ص ۲۸۱)

اور یہی امام اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ (الجامع الصغیر جلد ا ص ۱۵۰)

(۲) اور محدث ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی کتاب الوفاء باحوال المصطفیٰ میں لکھتے ہیں۔ **عن بکر بن عبد الله قال قال رسول الله ﷺ حیاتی خیر لکم تحدثون و یحدث لکم فاذا انا مت کانت وفاتی خیراً لکم تعرض علی اعمالکم فان رایت خیراً حمدت الله وان رایت شراً استغفرت لکم.** رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے۔ تم باتیں کرتے ہو اور تمہارے لیے باتیں کی جاتی ہیں۔ پھر جب میں فوت ہو جاؤں گا تو تمہارے لئے میری وفات بہتر ہوگی۔ مجھ پر تمہارے اعمال پیش کیے جائیں گے تو اگر میں نیکی دیکھوں گا تو اللہ کی تعریف کروں گا اور اگر برائی دیکھوں گا تو تمہارے لئے معافی مانگوں گا۔ (الوفاء)

(۳) **وعن انس بن مالک قال قال رسول الله ﷺ حیاتی خیر لکم ینزل علی الوحی من السمآء فاخبرکم بما یحل لکم وما یحرم علیکم و موتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم کل خمیس فما کان من حسن حمدت الله علیه و ما کان من ذنب استوهب الله ذنوبکم.** اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے۔ مجھ پر آسمان سے وحی اترتی ہے تو میں تمہیں حلال وحرام کی خبر دیتا ہوں۔ اور میری وفات تمہارے لئے بہتر ہے۔ تمہارے اعمال مجھ پر ہر جمعرات کے دن پیش کیے جائیں گے سو جو نیک عمل ہوگا اس پر اللہ کی تعریف کروں گا اور جو گناہ ہوگا تمہارے لئے اللہ سے اس کی معافی طلب کروں گا۔ (الوفاء باحوال المصطفیٰ ص ۸۰۹)

(۴) اور امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔ **واخرج الحکیم الترمذی فی نو ادره من**

حدیث عبد الغفور بن عبدالعزیز عن ابیه عن جده قال قال رسول اللّٰہ ﷺ تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس علی اللّٰہ و تعرض علی الانبیاء وعلیٰ الاباء والامھات یوم الجمعة فیفرحون بحسناتھم و تزداد وجوھھم بیاضاً فاتقوا اللّٰہ ولا تؤذوا موتاکم ۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔سوموار اور جمعرات کے دن اعمال اللہ پر پیش کیے جاتے ہیں اور جمعہ کے دن انبیاء اور آباء وامہات پر پیش کیے جاتے ہیں تو ان کی نیکیوں کی وجہ سے وہ خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہرے اور زیادہ سفید اور چمک دار ہو جاتے ہیں تو تم اللہ سے ڈرو اور اپنے اموات کو اذیت نہ دو۔ (شرح الصدور عربی ص ۱۱۰)

مسلمان ان احادیث مبارکہ کو بغور پڑھیں اور مشتہر کی جہالت وضلالت کا اندازہ کریں کہ جن ہستیوں پر ہر ہفتہ اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ ان کے بارے میں وہ لکھتا ہے کہ " وہ اپنے امتیوں کے اعمال سے کسی عمل کی کوئی خبر نہیں رکھتے " **ولا حول ولا قوة الا باللّٰہ العلی العظیم۔**

مشتہر صاحب کی پیش کردہ حدیث شریف

جس طرح مشتہر صاحب نے آیات کریمہ لکھ کر ان کا غلط مفہوم بیان کیا ہے۔ اسی طرح اس نے حدیث شریف کا مفہوم بھی غلط لکھا ہے۔ چنانچہ ہم پہلے اس کی لکھی ہوئی عبارت نقل کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے " حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا۔ لوگو تم اللہ کے سامنے ننگے پاؤں اور ننگے بدن اور بے ختنہ جمع کیے جاؤ گے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی **کما بدأنا اول خلق نعیدہ وعد أعلینا انا کنا فاعلین** ۔ پھر فرمایا سن لو قیامت کے دن ساری خلقت میں پہلے ابراھیم کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔ اور میری امت کے کچھ لوگ حاضر کیے جائیں گے اور ان کو بائیں (دوزخ کی) طرف لے چلیں گے۔ میں عرض کروں گا۔ پروردگار! یہ تو میرے ساتھ والے ہیں۔ جواب ملے گا تم نہیں جانتے تمہارے بعد انہوں نے نئی نئی باتیں (بدعتیں) نکالیں۔ اس وقت میں وہی کہوں گا جو اللہ کے نیک بندے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا۔ میں جب تک ان لوگوں میں

رہا ان کا حال دیکھتا رہا جب تو نے مجھے اٹھالیا اس کے بعد تجھی کو ان کی خبر ہے۔ جواب ملے گا۔ جب سے تم ان سے جدا ہوئے اسی وقت سے یہ لوگ ایڑیوں کے بل اسلام سے پھر گئے۔ (بخاری شریف جلد ۴ باب تفسیر حدیث نمبر ۱۷۳۷/۶۰۷) حدیث نمبر ۱۷۳۸/۶۰۹) بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔

مشتہر صاحب کا اس حدیث سے نکالا ہوا مفہوم

مشتہر صاحب نے اس حدیث سے جو مفہوم اخذ کیا ہے وہ ان کے الفاظ میں یہ ہے "ان حدیثوں اور قرآن کی مذکورہ آیات سے بالکل واضح ہے کہ حضور کو بھی عیسیٰ کی طرح اپنی امت کے احوال و اعمال کی کوئی خبر نہیں ہے۔ اور حضور ﷺ اس وقت حاضر و ناظر نہیں ہیں۔ اور حاضر و ناظر صرف خدا کی ذات ہے اور انبیاء کو حاضر و ناظر سمجھنا شرکیہ عقیدہ ہے۔ جس کی قرآن و حدیث بھرپور نفی کرتے ہیں۔''

حضور ﷺ قیامت کے دن امت کے اعمال سے باخبر ہوں گے

عرض اعمال کی جو حدیثیں ہم پیچھے پیش کر آئے ہیں ان سے بالتصریح ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ پر ان کی امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ آپ امت کی نیکیاں ملاحظہ فرما کر خوش ہوتے ہیں اور اس کی برائیاں دیکھ کر ان کے لئے معافی مانگتے ہیں۔ ان صحیح حدیثوں کے صریح خلاف محض اپنے فاسد قیاس سے مشتہر صاحب کا یہ مفہوم بیان کرنا کہ آپ کو اس وقت اپنی امت کے احوال و اعمال کی کوئی خبر نہیں ہے۔ اسکی جہالت و ضلالت کی واضح دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کرے۔

قیامت کے دن حضور ﷺ پر امت کے اعمال پیش کیے جائیں گے

اگرچہ عالم برزخ میں آنحضرت ﷺ پر ان کی امت کے جملہ احوال و اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور آپ ان سے باخبر ہیں مگر قیامت کے دن دوبارہ آپ پر آپ کی ساری امت کے اعمال پیش کیے جائیں گے۔ چنانچہ امام عبدالرحمٰن بن الجوزی لکھتے ہیں۔ سبق فی

حدیث اوس عن النبی ﷺ انہ قال ان اعمالکم تعرض علی یوم القیامۃ.

حضرت اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گزر چکا ہے کہ قیامت کے دن مجھ پر تمہارے اعمال پیش کیے جائیں گے۔ (الوفاء باحوال المصطفیٰ ص ۸۰۹)

اس حدیث پر غور فرمائیں اور سوچیں کی جس نبی پر قیامت کے روز پوری امت کے پورے اعمال پیش کیے جائیں گے کیا وہ اپنے کسی امتی کے کسی بھی عمل سے بے خبر ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔

مشتہر صاحب کی پیش کردہ اس حدیث سے علم مصطفیٰ کا بین ثبوت ملتا ہے

مشتہر صاحب نے یہ حدیث لکھ کر اپنے نقصان عقل کی وجہ سے علم مصطفیٰ ﷺ کی کمی سمجھی ہے۔ حالانکہ یہی حدیث علم مصطفیٰ کے ثبوت میں بین دلیل ہے۔ اس حدیث کے آخری الفاظ " جواب ملے گا۔ جب تم ان سے جدا ہوئے اسی وقت سے یہ لوگ ایڑیوں کے بل اسلام سے پھر گئے۔ " ظاہر کرتے ہیں کہ یہ لوگ وہ ہوں گے جو پہلے امت میں داخل تھے پھر ارتداد اختیار کرنے کی وجہ سے خارج از امت ہو گئے تھے۔ ظاہر بات ہے کہ اہل ایمان کی ظاہری نشانی وضو کے اعضاء کا چمکنا وغیرہ ان مرتدین میں موجود نہ ہوگی۔ بلکہ ان کے چہرے کافروں کی طرح سیاہ ہوں گے اور ان کے بائیں ہاتھوں میں نامہ اعمال ہوں گے۔ اس حالت کے باوجود رسول اللہ کا ان کے بارے میں یہ جاننا کہ یہ لوگ پہلے میری امت میں داخل تھے۔ اور اس جاننے کی وجہ سے انہیں اپنا امتی فرمانا۔ یہ واضح دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے جملہ اعمال سے واقف ہوں گے اگر واقف نہیں ہوں گے تو انہیں اپنا امتی یا اپنا صحابی ہونا کیسے فرما سکیں گے۔ سبحان اللہ۔ وہابیہ کی سمجھ کا قصور ہے۔ ورنہ یہ حدیث علم مصطفیٰ کا اعلانیہ ثبوت پیش کر رہی ہے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم.

مسلم شریف کی روایت کو مشتہر صاحب نے نظر انداز کر کے غلط مفہوم لکھ دیا ہے

مشتہر صاحب کی کمال عیاری ملاحظہ ہو کہ انہوں نے یہ حدیث بخاری شریف سے نقل کر دی۔ مگر دوسری کتب مبارکہ میں اس حدیث کے جو الفاظ مروی ہیں ان کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ چنانچہ ہم حقائق سے پردہ اٹھاتے ہیں وباللہ التوفیق۔

صحیح مسلم شریف میں امام ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

وقالت اسماء بنت ابی بکر قال رسول اللہ ﷺ انی علی الحوض حتی انظر من یرد علی منکم و سیؤخذ اناس دونی فاقول یا رب منی ومن امتی فیقال اما شعرت ما عملوا بعدک و اللہ ما برحوا یرجعون علیٰ اعقابھم ۔ اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ میں حوض کوثر پر ہوں یہاں تک کہ میں ان لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو میرے پاس آئیں گے اور عنقریب کچھ لوگ مجھ سے دور کیے جانے لگیں گے تو میں کہوں گا اے میرے پروردگار یہ مجھ سے ہیں اور میری امت سے ہیں۔ تو کہا جائے گا۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا عمل کے تھے؟ اللہ کی قسم۔ آپ کے بعد یہ لوگ ایڑیوں کے بل پھرتے تھے۔ (مسلم شریف ص ۲۵۷ جلد ثانی باب اثبات حوض کوثر)

الحمد للہ۔ اس حدیث مسلم نے حدیث بخاری شریف کی وضاحت کر دی کہ یہ کلام استفہام انکاری کے لئے ہوگا آپ کے علم شریف کی نفی کے لئے نہیں۔ بلکہ آپ کے علم کے اثبات کے لئے ہوگا۔ الغرض ہمزہ استفہام انکاری جب اس روایت مسلم شریف میں لفظاً موجود ہے تو جن جن روایتوں میں لفظاً موجود نہیں وہاں حذفاً موجود ماننا پڑے گا۔ الحمد للہ اس بیان سے بالکل واضح ہو گیا کہ وہابیہ جس حدیث سے علم مصطفیٰ ﷺ کی نفی ثابت کر رہے تھے وہی علم مصطفیٰ ﷺ کا اثبات کرتی ہے۔ حضرت مولانا سید صدر الافاضل نعیم الدین مراد

آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سنیئے اور اپنے ایمان کو تازہ کیجئے۔ وہ فرماتے ہیں۔ " علاوہ بریں جائز ہے کہ انک لا تدری میں ہمزہ استفہام مقدر ہو جیسا کہ **و تلک نعمة تمنها الایة** اور **هذا ربی** میں مقدر ہے۔ اور اس تقریر پر صحیح مسلم شریف کی حدیث جو اسی مضمون میں بدیں الفاظ وارد ہے قرینہ قویہ ہے **فاقول یا رب منی ومن امتی فیقال اماشعرت ماعملوا بعدک** یعنی پس میں کہوں گا۔ اے پروردگار یہ میرے ہیں اور میرے امتی ہیں۔ پس فرمایا جائے گا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ " (الکلمۃ العلیاء لاعلاء علم المصطفیٰ ص ۱۵۵)

حضرت صدر الافاضل نے ہمزہ استفہام مقدر ہونے کی دو مثالیں پیش فرمائی ہیں۔ ایک وہ آیت کریمہ ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا۔ اور یہ نعمت ہے جس کا تو احسان جتلاتا ہے۔ اور مطلب یہ تھا کہ یہ کوئی نعمت نہیں جس کا تو احسان جتلاتا ہے۔ اور دوسری مثال میں ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول پیش کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا **هذا ربی** یہ میرا رب ہے۔ یہاں ہمزہ مقدر ہے تو معنے یہ ہوا کہ یہ میرا رب نہیں ہے۔ الغرض استفہام (۱) انکاری سے مثبت کلام منفی اور منفی کلام مثبت بن جاتی ہے۔ پس جب انک لاتدری میں ہمزہ استفہام مقدر ہے تو یہ نفی اثبات میں بدل جائے گی اور معنی یہ ہوگا کہ بلا شبہ آپ ان کی بداعمالیاں جانتے ہیں اور اس جاننے کے باوجود انہیں اپنا امتی فرمارہے ہیں۔ یہ آپ کے علم کے تقاضا کے مناسب نہیں ہے۔

الحمد للہ۔ اس تحریر سے حدیث شریف کا صحیح مفہوم واضح ہوگیا۔ ہاں جو شخص علم مصطفیٰ کے گھٹانے ہی کے درپے ہے اس کا کوئی علاج نہیں۔ ورنہ اہل ایمان کے لئے تو علم مصطفیٰ کا بڑھنا ہی سرور قلب و جان ہے۔

---

(۱) ولوحابیۃ جوابان آخران اشار العلامۃ الخفاجی فی نسیم الریاض ص ۵۷۶ / جلد ۴ بقولہ وھذا غیر مناف لما ورد من انہ ﷺ تعرض علیہ اعمال امتہ فی البرزخ لانہ قد ینسی او یراد اظھار ماعملوا علی رؤس الاشھاد ونحوذلک اھ کلامہ الشریف بلفظہ۔

انبیاءکرام حاضر و ناظر ہیں

مشتہر صاحب کا یہ لکھنا " انبیاء کو حاضر و ناظر سمجھنا شرکیہ عقیدہ ہے جس کی قرآن و حدیث بھرپور نفی کرتے ہیں " بھی سراسر غلط ہے کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ جملہ انبیاء پر جملہ کائنات پیش کی گئی ہے وہ ان کے قریب ہے اور وہ اسے دیکھتے ہیں۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ لکھتے ہیں۔'' مسلمان دیکھیں نصوص میں بلاضرورت تاویل و تخصیص باطل و نامسموع ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہر چیز کا روشن بیان کر دینے کو یہ کتاب ہم نے اتاری۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ " ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی "۔ تو بلاشبہ یہ روایت و معرفت جمیع مکنونات قلم، ومکتوبات لوح کو شامل ہے۔ جس میں سب ماکان وما یکون من الیوم الاول الیٰ یوم الاخر وجملہ ضمائر و خواطر سب کچھ داخل۔ ولہذا طبرانی ونعیم بن حماد استاد امام بخاری وغیرھما نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ان اللّٰہ تعالیٰ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والیٰ ماھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظرالی کفی ھذہ . بے شک اللہ نے میرے سامنے دنیا اٹھالی ہے تو میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو۔ " (ملفوظات ص ۳۲ جلد ۱)

اور یہی امام اپنی دوسری تصنیف لطیف میں اسی مسئلہ کو بدیں الفاظ بیان فرماتے ہیں۔ طبرانی (۱) معجم کبیر میں اور نعیم بن حماد کتاب الفتن میں اور ابونعیم حلیہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ان اللّٰہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الیٰ یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ جلیاناً من اللّٰہ جلاہ لنبیہ کما جلاہ للنبیین من قبلہ۔ بے شک اللہ عزوجل نے میرے سامنے دنیا اٹھالی ہے اور میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا اس سب کچھ کو ایسا

---

(۱) رواہ ابونعیم فی الحلیۃ بسند صحیح کذا فی کتاب تفریح الخاطر ص ۹۳ لمولانا عنایت اللہ القادری الرضوی خطیب المسجد الجامع سانگلہ ہل ناقلاً عن کتاب العلامۃ نورالدین الحلبی۔

دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں اس روشنی کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے روشن فرمائی جیسے محمد سے پہلے انبیآء کے لئے روشن کی تھی ﷺ۔

اس حدیث سے روشن ہے کہ جو کچھ سموات وارض میں ہے اور جو کچھ قیامت تک ہوگا اس سب کا علم اگلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی عطا ہوا اور حضرت عزت جلالہ نے اس تمام ماکان و مایکون کو اپنے محبوبوں کے پیش نظر فرما دیا مثلاً مشرق سے مغرب تک' سماک سے سمک تک، ارض سے فلک تک اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہزارہا برس پہلے اس سب کو ایسا دیکھ رہے تھے گویا اس وقت ہر جگہ موجود ہیں۔ ایمانی نگاہ میں یہ قدرت الٰہی پر نہ دشوار اور نہ عزت و وجاہت انبیاء کے مقابل بسیار۔ مگر وہابی بے چارے جن کے یہاں خدائی کی حقیقت اتنی ہو کہ ایک پیڑ کے پتے گن دے وہ آپ ہی ان حدیثوں کو شرک اکبر کہنا چاہیں اور جو آئمہ کرام علمائے اعلام ان سے سند لائے انہیں مقبول و مسلم رکھتے آئے مثلاً امام خاتمۃ المحدثین جلال الملۃ والدین سیوطی مصنف الخصائص الکبریٰ وامام شہاب احمد محمد خطیب قسطلانی صاحب مواہب لدنیہ، اور امام ابوالفضل شہاب ابن حجر مکی ہیتمی شارح ہمزیہ و علامہ شہاب احمد محمد مصری خفاجی صاحب نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض مالکی و علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شارح مواہب وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم انہیں مشرک نہ کہیں تو اپنی چہرتوحید کیونکر بنائیں والعیاذ باللہ رب العالمین۔" (کتاب انبآء المصطفیٰ بحوالہ سر واخفیٰ ص ۱۴)

الحمد للہ۔ ان عبارات متبرکہ سے روز روشن کی طرح روشن ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جملہ انبیاء کو اپنی جملہ کائنات پر حاضر و ناظر بنایا ہے۔ مشتہر بے چارہ کچھ دیکھے سمجھے بغیر حاضر و ناظر کے عقیدہ کو عقیدۂ شرکیہ کہہ رہا ہے۔ خود اتنا ہی بتائے کہ اگر عقیدہ حاضر و ناظر شرکیہ عقیدہ ہے تو پھر جلیل القدر محدثین ابونعیم، طبرانی، نعیم ابن حماد وغیرھم اور عظیم المرتبت علمائے اسلام جن کے اسماء اعلیٰ حضرت کی عبارات میں ابھی گزرے مشرک بلکہ مشرک ساز ہوں گے یا نہیں؟ اگر کہو کہ یہ مشرک ساز تھے تو پھر تم ایمان والے بزرگ کہاں سے لاؤ

گے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کرے۔ آمین۔

وهذا آخر ماوردنا ایراده فی هذه المقالة المبارکه تقبلها الله تعالیٰ بمنه العظیم ورسوله الکریم ﷺ وانا الفقیر ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری غفرالله تعالیٰ لهٗ خادم التدریس والتصنیف والافتاء بالجامعة الحیدریة فضل المدارس بقریة بهیائی من مضافات سهنسه آزادکشمیر (۳ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بارھواں مقالہ

منکرین ختم نبوت کے دلائل کا تحقیقی جائزہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہٖ محمد خاتم النبیین والمرسلین وعلیٰ سائر اخوانہ من الانبیآء والمرسلین وعلیٰ الھم واصحابھم واحبابھم اجمعین

امّابعد!

یہ مختصر مقالہ ''منکرین ختم نبوت کے دلائل کا تحقیقی جائزہ'' عقیدۂ ختم نبوت کی وضاحت میں لکھنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرفِ مقبولیت بخشے اور ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ نبیہ الامین ﷺ۔

عقیدۂ ختم نبوت

رسالت مآب ﷺ کے عہد سعید سے لے کر آج تک کے مسلمانوں کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ ''حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ یعنی اللہ عزّ وجلّ نے سلسلہء نبوّت حضور ﷺ پر ختم کر دیا ہے۔ بایں معنیٰ کہ آپ کے زمانہ میں یا آپ کے زمانہ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوگا۔ جو شخص حضور ﷺ کے زمانہ میں یا آپ کے زمانہ کے بعد کسی شخص کو نبوت ملنا مانے یا اسے جائز جانے کافر ہے۔'' (بہار شریعت۔ حصہ اول۔ ص۔ ۱۸)

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرّہٗ اس عقیدہ کی مزید وضاحت بدیں الفاظ کرتے ہیں۔ ''محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین ماننا ان کے زمانے میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً قطعاً محال و باطل جاننا فرضِ اجلّ و جزء ایقان ہے۔ آیت کریمہ ولٰکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین نصّ قطعی قرآن ہے۔ اِس کا منکر نہ منکر بلکہ شک کرنے والا نہ شاک بلکہ ضعیف احتمال خفیف سے توہّم خلاف رکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر ملعون مخلّد فی النیران ہے۔ نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اِس کے اِس عقیدۂ ملعونہ پر مطلع ہو کر اُسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہے۔ بلکہ جو اِس کے کافر ہونے میں شک وتردّد کو راہ دے وہ بھی کافر بیّن الکافر جلّی الکفران ہے۔'' (جزآء اللہ عدوہ باباءہ ختم النبوۃ ص ۳)

عقیدۂ ختم نبوت کے دلائل

عقیدۂ ختم نبوت کے ثبوت میں ایک آیتِ کریمہ اور چند احادیث متبرکہ ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہیں۔

آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ سورۃ الاحزاب میں ارشاد فرماتا ہے۔ ماکان محمد ابآ احد من رجالکم و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین ط وکان اللّٰہ بکل شئی علیما۔ (ترجمہ) محمد تمارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں۔ ہاں وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے نبی ہیں۔ اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (پ ۲۲۔ رکوع ۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا۔ جو شخص اب کسی نبی کا پیدا ہونا جائز جانے یا اس کا امکان مانے وہ مرتد ہے۔ جیسے لا الہ الاّ اللہ سے معلوم ہوا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ایسے حدیث لا نبی بعدی سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا۔ یہ دونوں ایک درجہ کے محال ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ کے زمانے میں کوئی نبی نہ تھا نہ ہوسکتا تھا اور نہ آپ کے بعد کوئی نبی بن سکتا ہے۔ کیونکہ خاتم النبیین وہ ہوتا ہے جو سب نبیوں سے پیچھے ہو اور اس کا دین تمام دینوں کا ناسخ ہو۔ (نورالعرفان ص ۶۷۵)

احادیث مبارکہ

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''میری مثال اور انبیآء کی مثال ایک محل کی مانند ہے جس کی عمارت بہت خوبصورت ہو اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو پس دیکھنے والے اس کا چکر لگائیں اور عمارت کے حسن سے تعجب کریں مگر اس اینٹ کی جگہ سے۔ فکنت انا سددت موضع اللبنۃ ختم بی البنیان وختم بی الرسل۔ سو میں نے اس اینٹ کی جگہ کو بند کر دیا۔ میرے وجود

ہے (نبوت کی) عمارت کو مکمل کیا گیا۔ اور ایک روایت میں ہے ۔ فانا اللبنة وانا خاتم النبیین ۔ سو میں ہی وہ (آخری) اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں ۔ متفق علیہ ۔ (مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین ۔ جلد دوم ۔ ص ۲۰۶)

(۲) اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۔ مجھے انبیآء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ۔ مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے اور رعب سے میری مدد کی گئی اور میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئیں اور میرے لئے زمین کو مسجد اور پاکی بخش بنایا گیا ۔ وختم بی النبیون اور میرے سبب سے سلسلہ ء نبوت ختم کیا گیا ۔ (رواہ مسلم ، مشکوٰۃ شریف ۔ باب فضائل سید المرسلین ۔ ص ۲۰۷ جلد ۲ ، صحح السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۶ ۷ جلد ۲)

(۳) اور انہی سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ۔ کانت بنواسرآئیل تسوسھم الانبیآء کلما ھلک نبی خلفه نبی وانه لانبی بعدی وسیکون خلفآء فیکثرون ۔ انبیآ بنی اسرائیل کی سیاست فرماتے تھے سو جب ایک نبی تشریف لے جاتا تھا تو دوسرا اُس کے بعد آتا تھا ۔ اور بلا شبہ میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا اور عنقریب خلفاء ہوں گے پھر اُن کی کثرت ہوگی ۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضاء ص ۷۴ جلد ۲)

(۴) اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۔ وانّہٗ سیکون فی امتی کذّابون ثلاثون کلھم یزعم انّه نبی اللّٰه وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی ۔ اور عنقریب میری امت میں تیس کذاب (بہت جھوٹے) نکلیں گے ۔ ہر ایک کا گمان ہوگا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں ۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ۔ (رواہ ابو داؤد و الترمذی وقال حذا حدیث صحیح مشکوٰۃ ۔ کتاب الفتن فی الملاحم ص ۱۶۸ جلد ۲)

(۵) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۔ فی امتی کذّابون ودجّالون سبعة و عشرون منھم اربع نسوة وانی خاتم النبیین لانبی بعدی ۔ میری امت میں ستائیس اشخاص کذاب دجال ہوں گے ۔ ان میں چار عورتیں ہوں گی (وہ دعوی ء نبوت کریں گے) حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں ۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ۔ رواہ احمد والطبرانی فی المعجم الکبیر والضیاء وضعفہ السیوطی (الجامع الصغیر ص ۸ ۷ جلد ۲)

(۶) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا۔ انت منّی بمنزلة هارون من موسیٰ الّا انهٗ لا نبی بعدی تجھے میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ کتاب الفتن فی مناقب علی بن ابی طالب ص ۵۶۳ جلد۲)

(۷) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو اللّٰه بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب الذی لیس بعده نبی . بے شک میرے متعدد نام ہیں۔ میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں کہ اللہ میرے سبب سے کفر مٹاتا ہے اور میں حاشر ہوں کہ میرے قدموں پر لوگوں کا حشر ہوگا اور میں عاقب ہوں کہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ۔ کتاب الفتن فی اسماء ﷺ ص ۵۱۰ جلد۲)

(۸) امام قاضی عیاض مالکی روایت بیان کرتے ہیں کہ ابو محمد مکی اور ابولیث سمرقندی نے حکایت بیان کی ہے کہ بلاشبہ حضرت آدم نے اپنی لغزش کے وقت یہ دعا مانگی! اللهم بحق محمدٍ اغفر لی خطیئتی وتقبل توبتی ۔ اے اللہ! محمد کے حق کے طفیل میری لغزش معاف فرما اور میری توبہ قبول کر۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا۔ تجھے محمد کی معرفت کہاں سے حاصل ہوئی؟ عرض کیا۔ جب تو نے مجھے پیدا کیا اور میں نے تیرے عرش کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو اس میں لاالٰه الّا اللّٰه محمد رسول اللّٰه لکھا ہوا تھا۔ اِس سے میں نے جان لیا کہ تیرے نزدیک اُس ذات سے زیادہ محبوب کوئی ذات نہیں جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ کیا ہے۔ فاوحی اللّٰه الیه و عزتی وجلالی انه لآخر النبیین من ذریتک ولو لاه ما خلقتک سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میری عزت اور میرے جلال کی قسم وہ تیری نسل میں نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں اور اگر وہ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔ (شفاء شریف ص ۱۰۴ جلد۱)

(۹) امام احمد بن حنبل، ابو عیسیٰ ترمذی اور حاکم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ان الرسالة والنبوة قد انقطعت ولا رسول بعدی ولا نبی ولکن المبشّرات رؤیا الرجل المسلم وهی جزء من اجزاء النبوة . بے شک

رسالت اور نبوت (دونوں) ختم ہوگئی ہیں ۔ سو میرے بعد نہ کوئی رسول پیدا ہوگا اور نہ کوئی نبی ولیکن بشارتیں ہیں یعنی مسلمان آدمی کی خوابیں اور یہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے ۔ رواہ جلال الدین السیوطی وصححہٗ (جامع صغیر ص ۸۰ جلد ۱)

(۱۰) امام علی قاری حنفی روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کنت اول النبیین فی الخلق وآخرھم فی البعث. میں پیدائش میں سب نبیوں سے پہلا نبی ہوں اور بعثت میں آخری نبی ہوں ۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۱۶۸ جلد ۲)

(۱۱) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب ۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتا ۔ رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب (مشکوٰۃ کتاب الفتن فی مناقب عمر رضی اللہ عنہ ص ۲۴۶ جلد ۲)

قلت وقال الامام جلال الدین السیوطی رحمہٗ اللہ تعالیٰ رواہ احمد بن حنبل والترمذی والحاکم عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ عنہ والطبرانی فی المعجم الکبیر عن عصمۃ بن مالک وضعفہٗ فی الجامع الصغیر ص ۱۳۱ جلد ۲ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(۱۲) امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ۔ ''محدث ابن عساکر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ جبریل امین نے حاضر ہوکر حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا ۔ حضور کا ربّ فرماتا ہے ۔ قد ختمت بک الانبیآء ۔ بے شک میں نے آپ پر انبیآء کو ختم کیا ہے ۔ (جزآء اللہ عدوہ ص ۹)

لفظ خاتم النبیین کی تفسیر مندرجہ بالا حدیثوں نے بیان کردی ہے

شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی رقمطراز ہیں کہ انا خاتم النبیین لانبی بعدی کی شرح دیوبندی مولوی محمد ادریس کاندھلوی نے ان لفظوں میں لکھی ہے '' جملہ لا نبی بعدی جملہ خاتم النبیین کی تفسیر ہے اور لا نفی جنس کا ہے جو نکرہ پر داخل ہوا ہے ۔ جس کا مطلب ہے کہ میرے بعد یہ جنس ہی ختم ہے (مسلک الختام ص ۲۵) '' یعنی حضور علیہ السلام کے بعد

ذاتی، عرضی، اصلی، ظلی، بروزی، تشریعی، غیر تشریعی اس زمین میں یا کسی دوسرے طبقہ میں، حضور کے زمانہء ظاہری میں یا حضور کے وصال کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ کسی نبی کا پیدا ہونا ممکن ہی نہیں۔

الغرض خاتم النبیین میں لغوی معنی اور احادیث، تفاسیر اور اجماع امت بلکہ خود دیوبندی علماء کی تصریحات کی رُو سے شرعی معنے متواتر اور قطعی اجماعی یہی ہیں کہ حضور پُرنور ﷺ کا زمانہ سب انبیاء کرام کے زمانوں کے بعد ہے۔ اور آپ سب نبیوں میں آخری نبی ہیں۔ اور آخری نبی ہونا سیّد عالم ﷺ کے لئے فضلِ جلیل ہے کیونکہ آخری ہونے سے حضور کی شریعت مطہرہ کو شرفِ انتہایت حاصل ہوا۔ حضور علیہ السلام ناسخ الادیان ہوئے اور حضور کے دین متین کا ناسخ کوئی نہیں آئے گا۔ حضور علیہ السلام سب سے بلند و بالاتر رہے اور ان سے بلند و بالا کوئی نہ ہوگا۔ خاتم النبیین کے اس معنی پر ایمان ضروریات دین سے ہے اور اس کا انکار کفر قطعی ہے۔ (التنویر لدفع ظلام التحذیر ص ۸۸) اور مولوی ادریس کاندھلوی نے لکھا ہے کہ'' خلاصہ کلام یہ کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہی کے ہیں۔ جس نبی پر یہ آیت اتری اُسی نبی نے اس آیت کے یہی معنی سمجھے اور یہی امت کو سمجھائے۔ اور جب صحابہ نے اس نبی سے قرآن اور اس کی تفسیر پڑھی تو انہوں نے بھی اس آیت کے یہی معنی سمجھے **فمن شآء فلیؤمن ومن شآء فلیکفر**۔'' الغرض حق روز روشن کی طرح واضح ہے اور کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں (مسلک الختام مؤلفہ دیوبندی مولوی محمد ادریس کاندھلوی بحوالہ التنویر لدفع ظلام التحذیر ص ۸۷)

غلام احمد قادیانی نے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا تھا

صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔'' مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا اور انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں بے باکی کے ساتھ گستاخیاں کیں۔ خصوصاً حضرت عیسیٰ روح اللہ وکلمۃ علیہ الصلوۃ والسلام اور اُن کی والدۂ ماجدہ طیبہ طاہرہ صدیقہ مریم کی شان میں تو وہ بے ہودہ کلمات استعمال کیے جن کے

ذکر سے مسلمانوں کے دل دہل جاتے ہیں۔'' (بہار شریعت۔ حصہ اول)

قادیانی امت مرزا کی نبوت کی اقراری ہے۔

مرزا بشیر الدین خلیفہ مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے۔ ''اصل بات یہ ہے کہ ہمیں تو الفاظ سے کوئی تعلق نہیں جس بات میں خدا اور اُس کے رسول کی عزت ہو ہمیں تو وہی پسند ہے۔ ہم کبھی ایک منٹ کے لئے بھی اِس امر کو جائز نہیں سمجھتے کہ رسول کریم ﷺ کے بعد کوئی ایسا شخص آئے جو آپ کی رسالت کو ختم کر دے اور نیا کلمہ اور نیا قبلہ بنائے اور نئی شریعت اپنے ساتھ لائے یا شریعت کا کوئی حکم بدل دے لیکن ہم اس امر کو بھی کبھی پسند نہیں کر سکتے کہ رسول کریم ﷺ کے وجود کو ایسا سمجھا جائے کہ گویا آپ نے آکر تمام فیوض الٰہی کو روک دیا ہے''۔

پھر آگے لکھتا ہے۔ ''پس ہم اس قسم کی نبوت کے تو منکر ہیں جو رسول کریم ﷺ سے آزاد ہو کر حاصل ہوتی ہو اور اسی وجہ سے ہم رسول کریم ﷺ کے بعد مسیح ناصری کی آمد کے منکر ہیں مگر ہم اس قسم کی نبوت کی نفی نہیں کر سکتے جس سے رسول کریم ﷺ کی عزت بالا ہوتی ہو۔'' (دعوۃ الامیر ص۳۲)

اور یہی شخص دوسرے مقام میں لکھتا ہے۔ ''آپ میں اور پہلے نبیوں میں یہ فرق ہے کہ ان کے شاگرد تو محدثیت تک پہنچ سکتے تھے اور نبوت کا مقام پانے کے لئے ان کو الگ تربیت کی ضرورت ہوتی تھی مگر آنحضرت ﷺ کی شاگردی میں ایک انسان نبوت کے مقام تک پہنچ جاتا ہے اور پھر بھی آپ کا امتی رہتا ہے۔'' (دعوۃ الامیر ص۳۴)

اور تیسرے مقام میں لکھتا ہے۔ ''رسول کریم ﷺ کا یہ مقام جو اوپر بیان ہوا ہے ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم اس قسم کی نبوت کا سلسلہ آپ کے بعد جاری سمجھیں کیونکہ اس میں آپ کی عزت ہے اور اس کے بند کرنے میں آپ کی سخت ہتک ہے۔ (دعوۃ الامیر ص۳۵)

اور چوتھے مقام پر لکھتا ہے۔ ''پھر وَ خاتم النبیین فرما کر اللہ نے پہلے مضمون پر اور ترقی کی کہ نہ صرف بہت سے مومن اس کی اولاد میں ہوں گے بلکہ یہ نبیوں کی بھی مُہر ہے

اس کی مُہر سے انسان نبوت کے مقام پر پہنچ سکے گا۔ پس نہ صرف یہ معمولی آدمیوں کا باپ ہوگا بلکہ نبیوں کا بھی باپ ہوگا۔'' (دعوۃ الامیر ص ۳۶)

مقام غور

مسلمان۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلیفہ و جانشین کی لکھی ہوئی یہ عبارتیں پڑھیں اور غور کریں کہ قادیانی امت مرزا کی نبوت کی کس درجہ قائل ہے۔ مولوی منظور احمد بھیروی اپنی ایک نظم میں لکھتا ہے۔

اُس نوں مُہر نبوت والی بخشی اللہ سائیں
یعنی سچا کرنے والا سچیاں نبیاں تائیں
جس دے اوپر لگی اِس دی مُہر نبوت والی
اوہا سچا ثابت ہوسی دوجا رہسی خالی
اگلیاں پچھلیاں نبیاں وچوں سچا بنے نہ کوئی
پاک رسول محمد وتوں جے تصدیق نہ ہوئی
اے پر آج کل مسلماناں گھڑیا اُلٹ عقیدہ
آکھن نبی نہیں بن سکدا خادم پاک نبی دا
تن انعام جو دوجے آکھن اوہ بے شک مل جاندے
چوتھے کولوں ڈردے نسدے کناں نوں ہتھ لاندے
ہر انعاموں وڈا جو انعام نبوت والا
آکھن ایہہ نہیں امتیاں نوں دیندا حق تعالیٰ
ربّ آکھے میں دیاں نبوت مینوں تھوڑ نہ کائی
ایہہ آکھن جو کوئی نہیں دیندا دیندے پھرن دوہائی
چاروں جدوں اکٹھے اللہ دس دتے اک جائی
ہک اونہاں تھیں وکھرا آپے بیٹھے بند بنائی

نبی صدیق شہید تے صالح رب چارے فرمادے
ایہہ کیوں نبی علیحدہ کردے ایہہ گل سمجھ نہ آوے
جے کوئی نبی نہ ہوندا خادم اس نبی دے گھر دا
پھر ایہہ درجہ نبیاں والا اللہ ذکر نہ کردا
بلکہ سب تھیں اوّل اللہ ذکر اودہا فرمایا
اعلیٰ درجہ نبیاں والا پہلے آکھ سنایا
(کتاب امام المتقین ص ۵)

قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جا چکے ہیں

قادیانی امت مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کے قائل واقراری ہیں جیسا کہ دو قادیانی شخصوں کی عبارتیں اوپر گزری ہیں۔ بدیں وجہ وہ غیر مسلم اقلیت قرار دیئے گئے ہیں۔ ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی اپنے مضمون ''قرآن وحدیث کی روشنی میں'' کے اندر لکھتے ہیں۔''مرزائی یا قادیانی شرعی اور قانونی ہر دو لحاظ سے غیر مسلم قرار دیئے جا چکے ہیں۔ اس لئے کسی قادیانی عورت سے کسی مسلمان کا نکاح درست نہیں ہوگا۔'' (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت اکتوبر ۱۹۸۴ء)

اور مولانا غلام رسول سعیدی رقمطراز ہیں۔'' پاکستان کی تاریخ میں ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کا دن انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس دن پاکستان کی قومی اسمبلی نے پوری قوم کی نمائندگی کرتے ہوئے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ اور اب آئینی طور پر بھی وہ مسلمانوں سے ایک الگ قوم شمار کیے جاتے ہیں۔ (مقالات سعیدی ص ۷۷)

قادیانیوں کی باطل تاویلیں

''عقیدہ ختم نبوت کے دلائل'' کے زیر عنوان ہم نے جو آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ نقل کی ہیں۔ قادیانیوں نے ان کی باطل تاویلیں کی ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ

ان کی باطل تاویلوں کا جواب بھی لکھ دیا جائے ۔ وباللہ التوفیق ۔

لفظ خاتم کی قادیانی تاویل

مرزا بشیر الدین قادیانی لکھتا ہے ۔ ''کہا جاتا ہے کہ قرآن کریم رسول کریم ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ بند کرتا ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں ۔ پس اب کوئی نبی نہیں آ سکتا لیکن قرآن کریم کھول کر دیکھا نہیں جاتا کہ اللہ تعالیٰ خاتم النبیین بفتح تاء فرماتا ہے نہ بکسر تاء اور خاتم بفتح تاء کے معنی مُہر کے ہوتے ہیں نہ کہ ختم کر دینے کے اور مہر تصدیق کے لئے لگائی جاتی ہیں ۔ پس اس آیت کے تو یہ معنی ہوں گے کہ محمد نبیوں کی مہر ہیں ۔ اس کی مہر سے انسان نبوت کے مقام پر پہنچ سکے گا ۔'' (دعوۃ الامیر ص ۳۶)

اِس باطل تاویل کا جواب

علامہ جوہری صاحب الصحاح اور علامہ ابن المنظور صاحب لسان العرب لفظ خاتم کے بارہ میں لکھتے ہیں'' الخاتَم والخاتِم والختم والختام کلھا بمعنی واحدو معناھا اخیر ھا ۔ یعنی خاتم بفتح تاء ۔ خاتم بکسر تاء ۔ ختم اور ختام ۔ سب ہم معنی الفاظ ہیں اور ان کا معنی ہے کسی چیز کا آخری حصہ ۔ کہا جاتا ہے ختام الوادی خاتَم الوادی ۔ خاتم الوادی، آخیر الوادی ۔ وادی کا آخری کنارہ جہاں وادی ختم ہو جاتی ہے اسے ان الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔ معلوم ہوا کہ خاتم بالفتح ہو یا بالکسرہ دونوں کا ایک ہی معنی ہے ۔ کسی چیز کا آخری کنارا ۔ کسی چیز کی انتہاء ۔

اس تحقیق کے بعد بات واضح ہوگئی کہ خاتم کا معنی آخری ہی ہے ۔ اس کے بعد یہ محض دھوکہ فریب اور دجل وتلبیس ہی ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ خاتم بفتح تاء کا معنیٰ اور ہے اور خاتم بکسر تاء کا معنی اور ۔ ہمارے نزدیک علمائے حق اور ائمہ لغت دونوں کی تحقیق کے مطابق خاتَم ہو یا خاتِم اللہ کے محبوب کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا ۔'' (ماہنامہ ضیائے حرم

لاہور بابت دسمبر ۱۹۸۷ء ص ۲۰)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ ''وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی ۔ومن آخر پیغمبراں وختم کنندۂ ایشانم ۔نیست پیغمبر پس از من ۔ وخاتم بفتح تاء وکسر آن و در قرآن نیز ایں لفظ ہر دو قرأت ست وہر دو بیک معنی است واگر خاتم بمعنی مہر کہ در آخر نامہ می کنند ارادہ نمایند نیز مقصود بطریق تشبیہ حاصل است ۔یعنی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی کا معنی ہے ۔ میں پیغمبروں میں آخری اور ان کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ہوں ۔میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ۔اور یہاں لفظ خاتم بفتح تاء اور بکسر تاء دونوں طریقوں سے پڑھا گیا ہے اور اسی طرح آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں بھی اس کی یہ دو قراءتیں منقول ہیں مگر ان دونوں کا معنی ایک ہی ہے یعنی آخری نبی اور اگر خاتم بفتح تاء سے وہ مُہر مراد لی جائے جو خط کو ختم کرنے کے بعد اس پر لگائی جاتی ہے تو اس سے بھی مقصود بطریق تشبیہ کے حاصل ہو جاتا ہے ۔ (اشعۃ اللمعات ۔ جلد چہارم ص ۲۹۳)

لا نبی بعدی کی قادیانی تاویل

مرزا بشیر الدین لکھتا ہے۔'' اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا انی آخر الانبیآء ۔اور اسی طرح یہ فرمایا لا نبی بعدی ۔ پس اِن احادیث کی رُو سے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا ۔لیکن ان حدیثوں کے یہ معنے نہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا ۔ بلکہ اس کے معنے ہیں کہ ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے ۔کیونکہ بعد وہی چیز ہو سکتی ہے جو پہلی چیز کے ختم ہونے پر شروع ہو ۔پس جو نبی ءکریم ﷺ کی نبوت کی تائید کے لئے آئے وہ رسول کریم ﷺ کے بعد نبی نہیں کہلا سکتا وہ تو آپ کی نبوت کے اندر ہے ۔ بعد تو تب ہوتا جب آپ کی شریعت کا کوئی حکم منسوخ کرتا ۔'' (دعوۃ الامیر ص ۳۸)

اس باطل تاویل کا جواب

مولانا غلام رسول سعیدی قادیانیوں کی اس باطل تاویل کے جواب میں لکھتے ہیں۔ ''مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی نبوت کو ثابت کرنے اور آیت کریمہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین سے تعارض اٹھانے کے لئے غیر مستقل نبوت کا سہارا لیا ہے۔ اس لحاظ سے وہ اپنے آپ کو کبھی امتی نبی کبھی غیر تشریعی نبی اور کبھی ظلی یا بروزی نبی کہتا ہے لیکن یہ تمام اصطلاحات غیر اسلامی ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے ان کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ نبی کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے براہِ راست وحی حاصل کر کے لوگوں تک پہنچائے خواہ اُسے شریعت سابقہ کی وحی کی جائے یا جدیدہ کی۔ اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے یہ منصب دے دیا ہو وہ حقیقی اور مستقل نبی ہی ہوتا ہے۔ ظل، بروز اور امتی نبی کا اسلام میں کوئی تصور نہیں۔ پس جو شخص وحیٔ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے وہ حقیقت میں نبوتِ مستقلہ ہی کا دعویٰ کرتا ہے کیونکہ نہ نبوت کا اس کے سوا کوئی اور مفہوم ہے اور نہ ہی نبوت غیر مستقل ہوتی ہے۔'' (مقالات سعیدی ص ۷۹)

اس باطل تاویل کا دوسرا جواب

لانفیٔ جنس کے لئے ہے۔ کیونکہ وہ نکرہ پر داخل ہوا ہے تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جس قسم کی نبوت کا قادیانی نے اپنے لئے دعویٰ کیا ہے یعنی غیر مستقل نبوت وہ اگر نبوت مطلقہ کی ایک نوع ہے تو اس کی نفی بھی اس حدیث سے ہوگئی ہے۔ اور اگر وہ انواع نبوت میں سے نہیں ہے تو وہ در حقیقت نبوت ہی نہیں ہے کوئی اور شئے ہوگی لہذا اس کا دعویدار نبی نہیں کہلا سکتا۔ اور نہ اُسے نبی کہا جا سکے گا۔ وھذا ماظھر لی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

انّی آخرالانبیآء کی قادیانی تأویل

مرزا بشیر الدین لکھتا ہے۔'' یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا انی آخرالانبیآء مگر افسوس کہ یہ لوگ آخرالانبیآء کو تو دیکھتے ہیں مگر مسلم کی حدیث میں جو اس کے بعد اس کے ساتھ ہی ومسجدی آخرالمساجد آیا ہے اُسے نہیں دیکھتے۔ اگر انی آخرالانبیآء کا معنی ہے کہ آپ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں تو مسجدی آخرالمساجد کا بھی یہ معنے ہوگا کہ مسجد نبوی کے بعد کوئی مسجد نہیں بنوائی جاسکتی۔ لیکن وہی لوگ جو آخرالانبیآء کے الفاظ سے استدلال کر کے ہر قسم کی نبوت کی نفی کر دیتے ہیں وہ مسجدی آخرالمساجد کے الفاظ کی موجودگی میں نہ صرف اور مسجدیں بنوا رہے ہیں بلکہ اس قدر مسجدیں تیار کروا رہے ہیں کہ آج بعض شہروں میں مساجد کی زیادتی کی وجہ سے بہت سی مساجد ویران پڑی ہیں۔ اگر آخرالانبیآء آنے کے باعث کوئی انسان نبی نہیں بن سکتا تو آخرالمساجد کے بعد دوسری مسجدیں کیوں بنوائی جاتی ہیں؟'' (دعوۃ الامیر ص ۴۷)

اس باطل تأویل کا جواب

مرزا بشیر الدین کی اس باطل تأویل کے جواب میں مولانا ابوالطاہر محمد شریف خالد رضوی نقشبندی لکھتے ہیں۔'' دوسری حدیث (وان مسجدی آخرالمساجد رواہ مسلم فی صحیحہٖ فی المجلد الثانی فی باب فضل الصلوٰۃ بمسجدی مکۃ والمدینۃ ص ۴۴۶) میں بھی کوئی اشکال نہیں۔ صرف آپ کی غلط فہمی ہے۔ سرکارِ مدینہ ﷺ تو فرما رہے ہیں کہ میں نبیوں میں آخری نبی ہوں اور انبیآء کی مساجد میں یہ میری آخری مسجد ہے یعنی اب میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا جو آکر مسجد تعمیر کرے جیسے حضور ﷺ سے پہلے حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام نے کعبہ شریف اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما الصلوٰۃ والسلام نے مسجد اقصیٰ تعمیر کی تھی۔ (ایسے ہی میرے بعد کوئی نبی آکر مسجد تعمیر نہیں کرے گا۔ یعنی مساجد انبیآء میں میری یہ مسجد آخری مسجد ہے) اللہ تعالیٰ قرآن وحدیث کا صحیح فہم عطا

فرمائے۔" (کتاب خاتم النبیین ص ۱۴ مطبوعہ ادارہ تنظیم المبلغین جاتری کہنہ ضلع شیخوپورہ)

اس باطل تأویل کا دوسرا جواب:

رسول کریم ﷺ کے ارشاد وان مسجدی آخر المساجد کا وہ مفہوم مراد لینا جو مرزا بشیر الدین نے لیا ہے یعنی ہر قسم کی مساجد کے حق میں مسجد نبوی کا آخری مسجد ہونا اس وجہ سے بھی درست نہیں کہ خود سرکار مدینہ ﷺ نے بالعموم مسلمانوں کو مسجدیں بنانے کی ترغیب فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد گرامی ہے۔ من بنی للہ مسجداً بنی اللہ لہ بیتاً فی الجنۃ۔ جس شخص نے اللہ کی رضا کے لئے مسجد بنائی اللہ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ رواہ ابن ماجہ عن علی کرم اللہ وجہہ الکریم (جامع صغیر ص ۱۶۸ جلد ۲)

ایک طرف کلمہ عموم من بنی للہ مسجداً سے ہر مسلمان کو مسجد بنانے کی ترغیب فرمانا اور دوسری طرف وان مسجدی آخر المساجد فرمانا دلالت کرتا ہے کہ ثانی الذکر حدیث میں آخر المساجد سے مراد وہ آخری مسجد ہے جو انبیاء کے ہاتھوں سے بنی ہیں۔ ہر خاص و عام کی بنی ہوئی مسجدیں مراد نہیں جیسا کہ مرزا بشیر الدین نے مغالطہ دہی سے کام لیا ہے۔

ختمِ نبوت سے فیضانِ نبوت کی بندش لازم نہیں آتی ہے

مرزا بشیر الدین قادیانی نے جو یہ لکھا ہے کہ رسول کریم ﷺ کو آخری نبی مانا جائے تو یہ بات لازم آئے گی کہ آپ نے دنیا میں آکر تمام فیوض الٰہی کو روک دیا ہے۔ اور آپ بجائے دنیا کی ترقی میں مد ہونے کے اس کے راستہ میں روک بن گئے ہیں اور گویا آپ نعوذ باللہ منہ دنیا کو اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کی بجائے اُسے وصول الی اللہ کے اعلیٰ مقام سے محروم کرنے والے ہیں درست نہیں۔ کیونکہ سرکار مدینہ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے اللہ تعالیٰ فیوضِ الٰہی پہنچانے کا جو کام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے لیتا رہا ہے وہ کام اس نے رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی امت کے مجددین وعلمائے دین سے لیا ہے۔ اس مضمون کے ثبوت میں چند حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) ابوداؤد اور حاکم اور بیہقی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ان اللہ تعالیٰ یبعث لهذه الأمة علی رأس کل مائة سنة من یجدد لها دینها. بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو سال کے سرے پر ایک شخص مبعوث فرمائے گا جو اُس کے لئے اُس کے دین میں تجدید کرے گا۔ رواہ الجلال السیوطی وصححہ، (جامع صغیر ص ۷۴ جلد ۱) (مشکوٰۃ ص ۳۴ جلد ۱)

(۲) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ وان العلماء ورثة الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درهما وانما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر۔ اور بلاشبہ میری امت کے علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اور انبیاء نے اپنے ورثہ میں نہ دینار چھوڑے اور نہ درہم بلکہ اِنہوں نے اپنے ورثہ میں علم دین چھوڑا ہے۔ سو جو علم دین حاصل کرے وہ وافر حصہ لیتا ہے۔ رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ والدارمی (مشکوٰۃ ص ۳۱ جلد اول) (ترمذی ص ۱۰۹ جلد ۲)

(۳) امام حسن بن سفیان اور بیہقی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ العلماء امناء الرسل مالم یخالطوا السلطان ویدخلوا الدنیا فاذا خالطوا السلطان وداخلوا الدنیا فقدخانوا الرسل فاحذروهم۔ میری امت کے علماء رسولوں کے امین ہیں جب تک کہ وہ بادشاہوں سے اختلاط اختیار نہ کریں اور دنیا کی خواہش میں نہ پڑھیں سو جب وہ بادشاہوں سے اختلاط اختیار کر لیں اور دنیا کی خواہش میں پڑ جائیں تو وہ رسولوں کی امانت میں خیانت کریں گے پس تم اُن سے بچو۔ (جامع صغیر ص ۶۹ جلد ۲ وحسنہٗ)

(۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ العلماء مصابیح الارض وخلفاء الانبیاء و ورثتی و ورثة الانبیاء۔ علماء زمین کے چراغ، انبیاء کے نائبین، میرے وارث اور انبیاء کے وارث ہیں۔ رواہ ابن عدی فی الکامل وضعفہٗ السیوطی (جامع صغیر ص ۶۹ جلد ۲)

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ العلماء ورثة

الانبیآء تحبھم اھل السمآء وتستغفرلھم الحیتان فی البحراذا ماتوا الی یوم القیامۃ ۔ علماء انبیآء کے وارث ہیں ان سے آسمان والے محبت کرتے ہیں اور جب وہ فوت ہوتے ہیں تو سمندر میں مچھلیاں قیامت کے دن تک اُن کے لئے دعائے مغفرت کرتی رہتی ہیں ۔ رواہ ابن النجار وضعفہٗ السیوطی (جامع صغیر ص ۶۹ جلد۲ ۔ کنوز الحقائق ص ۲۱ جلد۲)

(۶) محدث دیلمی کتاب مسند الفردوس میں روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ العلماء مصابیح الجنۃ وخلفآء الانبیآء ۔ علماء جنّت کے چراغ اور نبیوں کے وارث ہیں ۔ (کنوز الحقائق ص ۲۱ جلد۲)

الحمد للہ ۔ ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کے فیضانِ ہدایت کو قربِ قیامت تک جاری وساری رکھے گا ۔ ہاں ۔ اس فیضانِ ہدایت کے جاری وساری رہنے کا ذریعہ انبیآء کی بجائے امّتِ محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کے علمائے دین اور مجددین ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین والمرسلین ﷺ کو مبعوث فرما کر سلسلہء نبوت ورسالت تو بند کر دیا لیکن اس نے سلسلہء ہدایت بند نہیں کیا ۔ وہ حضور ﷺ کی امت میں ایسے باصلاحیت علمآء ومجددین پیدا کرتا رہے گا جو سلسلہء ہدایت کو اپنی انتہاء تک پہنچادیں گے ۔ ولہذا قادیانیوں کا یہ کہنا کہ اگر سلسلہء نبوت کو بند مانا جائے تو سلسلہء ہدایت کا بند ہونا لازم آتا ہے قطعاً یقیناً غلط ہے ۔

صوفی نذیر احمد کاشمیری (ہندوستان) اپنے مضمون ''میاں بشیر الدین صاحب غور فرمائیں'' میں لکھتے ہیں ۔ ''غیر تشریعی نبوت کی حقیقت ۔ رسول کریم ﷺ کے ذریعہ سے نہ صرف دین تکمیل کے آخری درجہ تک پہنچایا گیا بلکہ خود شریعت بھی مکمل کر دی گئی ۔ مرورِ زمانہ اور ماحول کے تغیر وانقلاب کے ساتھ ساتھ آئندہ جو بھی معاشی ومعاشرتی سوالات معاشرۂ انسانی کے سامنے آتے جائیں گے شریعت محمدی کے اصولوں کے سامنے رکھ کر ان کے جوابات ہر دور کے فقہاء ومجتہدین کو دینے ہوں گے ۔ شریعت محمدی سے آزاد ہو کر مطلق آزاد قسم کا اجتہاد چاہے وہ آزاد غور وفکر پر مبنی ہو یا کشف والہام پر ایک باطل چیز ہوگا اس لئے کہ کمال میں اضافہ کمال کی نفی ہے اور کچھ نہیں ۔'' (ہفت روزہ الاعتصام

لاہور بابت ۲۸ اگست ۱۹۵۹ء)

بانیء دارالعلوم دیوبند کا گمراہ کن نظریہ

مولوی محمد قاسم نانوتوی نے اپنی کتاب تحذیرالناس کی ابتداء میں خاتم النبیین کے معنی کی وضاحت میں لکھا ہے کہ۔''اول معنے خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تا کہ فہم جواب میں دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد ہے اور سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخیر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اِس مقام کو مقام مدح نہ قرار دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تأخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے۔ آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اور دوسروں کو ذکر نہ کیا۔ دوسرے رسول اللہ ﷺ کی جانب نقصان قدر کا احتمال ہے کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں۔ اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے۔ باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لئے سدِ بابِ اتباع مدعیانِ نبوت کیا ہے جو کل جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے پر جملہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم اور جملہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین میں کیا تناسب تھا جو ایک دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں۔ اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں مواقع تھے۔ بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تأخر زمانی اور سدِ بابِ مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے۔ اور افضلیت نبوی دوبالا ہوجاتی ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوفِ بالذات پر ختم ہو جاتا ہے جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے۔ موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب اور استعار نہیں ہوتا۔ سو اسی طور رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت کو تصور فرمایئے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض ہیں۔ اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔ آپ پر سلسلہء نبوت مختتم ہو جاتا ہے۔ غرض آپ جیسے نبی الامۃ ہیں ویسے ہی نبی الانبیآء بھی ہیں۔ (تحذیر الناس ص ۴)

(۲) باندیشہ تطویل بقدر ضرورت پر اکتفاء کر کے عرض پرداز ہوں کہ اطلاق خاتم اس بات کا مقتضی ہے کہ تمام انبیآء کا سلسلہء نبوت آپ پر ختم ہوتا ہے جیسے انبیآء گذشتہ کا وصف نبوت میں حسب تقریر مسطور اس لفظ سے آپ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ کا اس وصف میں کسی کی طرف محتاج نہ ہونا اس میں انبیآء گذشہ ہوں یا کوئی اور اور اسی طرح اگر فرض کیجئے کہ آپ کے زمانہ میں بھی اس زمین یا کسی اور زمین یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہوگا اور اس کا سلسلہ نبوت بہر طور پر آپ پر مختتم ہوگا''۔ (تحذیر الناس ص ۱۷)

(۳) غرض اختتام اگر بایں معنے تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیآء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔'' (تحذیر الناس ص ۱۸)

(۴) ہاں اگر خاتمیت بمعنے اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا کہ اس ہیچ مدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوا رسول اللہ ﷺ اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی ﷺ نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیآء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی بلکہ افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض زمانہ نبوی صلعم میں بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائے کہ آپ

کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔ (تحذیر الناس ص ۳۴)

ان چار عبارتوں پر غور و فکر کرنے سے بالتصریح ثابت ہوتا ہے کہ بانیء دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم نانوتوی نے خاتم النبیین کے اجماعی متواتر مرادی معنی لا نبی بعدی اور آخر النبیین کا انکار کیا ہے۔ اور خود اس کی عبارتوں سے یہ ثابت ہے کہ اس نے اپنی اس لمبی چوڑی تقریر میں لفظ خاتم النبیین کا جو معنی مراد لیا ہے وہ ساری امت کے مراد لیے ہوئے معنے کے خلاف ہے چنانچہ وہ خود لکھتا ہے۔ ''باقی رہی یہ بات کہ بڑوں کی تاویل کو نہ مانیے تو ان کی تحقیر نعوذ باللہ لازم آئے گی یہ انہی لوگوں کے خیال میں آسکتی ہے جو بڑوں کی بات فقط از راہ بے ادبی نہیں مانا کرتے ایسے لوگ ایسا سمجھیں تو بجا ہے۔ المرء یقیس علیٰ نفسہ۔ اپنا یہ وطیرہ نہیں۔ نقصان شان اور چیز ہے اور خطاء ونسیان اور چیز۔ اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آگیا۔ اور کسی طفل ناداں نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہوگیا۔ ؎

گاہ باشد کہ کودک ناداں۔ بغلط بر ہدف زند تیرے۔ (تحذیر الناس ص ۳۴)

پھر یہ کودک ناداں اور ہیچ مداں خود اعتراف بھی کرتا ہے کہ میرا مراد لیا معنی متواتر معنی کے خلاف ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے۔'' سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے اور تصریحات نبوی مثل **انت منی بمنزلة هارون من موسى الّا انه لا نبی بعدی او کما قال** جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درجہء تواتر کو پہنچ گیا ہے۔ پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہوگیا۔ گو الفاظ مذکورہ بسند تواتر منقول نہ ہوں۔ سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ حدیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا کہ اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔'' (تحذیر الناس ص ۱۲)

سبحان اللہ! مندرجہ بالا عبارت کے آخری الفاظ'' ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر

ہوگا۔'' نانوتوی نے اپنے ہاتھ سے اپنے اوپر فتویٰ کفر لکھ دیا ہے۔ پھر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی اور دیگر علمائے حق نے جو اس کی تکفیر کی ہے تو اس میں وہ قصوروار کیونکر ٹھہرائے جا رہے ہیں۔

بدیں وجہ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی لکھتے ہیں۔

''الحاصل۔ آیت کریمہ خاتم النبیین میں لغوی معنی اور احادیث، تفاسیر اور اجماع امت بلکہ خود دیوبندی علماء کی تصریحات کی رُو سے شرعی معنی متواتر اور قطعی اجماعی یہی ہیں کہ حضور پُر نور ﷺ کا زمانہ سب انبیآء کرام کے زمانے کے بعد ہے۔ اور آپ سب میں آخری نبی ہیں اور یہ آخری نبی ہونا سیّد عالم ﷺ کے لئے فضل جلیل ہے کیونکہ آخری نبی ہونے سے حضور کی شریعت مطہرہ کو شرف افضلیت حاصل ہوا۔ حضور علیہ السلام ناسخ الادیان ہوئے اور حضور کے دین متین کا ناسخ کوئی نہیں آئے گا۔ حضور علیہ السلام سب سے بلند و برتر رہے اور ان سے بلند و بالا کوئی نہ ہوگا۔ خاتم النبیین کے اس معنی پر ایمان ضروریات دین سے ہے اور اس کا انکار کفر قطعی ہے۔'' (التنویر لدفع ظلام التحذیر ص ۸۸ مطبوعہ مکتبہ فریدیہ جناح روڈ ساہیوال۔ پاکستان)

اور غزالیء دوراں مولانا سیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔'' ہم شفائے قاضی عیاض کی عبارت سے اور دیوبندی مفتی محمد شفیع کی کتاب ختم النبوۃ فی الآثار میں اس کے ترجمہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ خاتم النبیین اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے اور اس سے بلا تاویل و تخصیص وہی معنے مراد ہیں جو ظاہر لفظ سے سمجھتے جاتے ہیں اور اسی پر امت کا اجماع ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح خاتم النبیین کے معنے آخر النبیین ہونا قطعی اور اجماعی امر ہے اسی طرح اس لفظ خاتم النبیین کا آخر النبیین کے معنے میں منحصر ہونا بھی ساری امت کے نزدیک قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے۔'' (التبشیر برد التحذیر ص ۳۶)

الحمد للہ۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی قطعی اور اجماعی ہے اور اس کا انکار کفر ہے تو پھر اس قطعی و اجماعی معنی کو چھوڑ کر ایک نیا معنی مراد لینے والا نانوتوی دائرۂ ایمان سے یقیناً خارج ہے۔ وھکذا ینبغی التحقیق و بید اللہ تعالیٰ ازمۃ التوفیق

ولاحول ولاقوۃ الاّ باللہ العلی العظیم۔

دیو بندی مولویوں کی سینہ زوری

نانوتوی صاحب کی جو چار عبارتیں مفصل باحوالہ ہم نے نقل کی ہیں ان کی موجودگی میں نانوتوی صاحب کے خیر خواہ دیو بندی مولوی اپنی سینہ زوری سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ نانوتوی صاحب نے اگرچہ خاتم النبیین میں خاتمیت رتبی مراد لی ہے لیکن انہوں نے خاتمیت زمانی کا انکار بھی نہیں کیا ہے۔ اپنے اس دعویٰ پر یہ لوگ تحذیر الناس کی چند عبارات پیش کرتے ہیں چنانچہ

مولوی حسین احمد مدنی لکھتا ہے۔ ''تحذیر الناس ص ۱۰ سطر نمبر ۳ کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔'' سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت زمانی ظاہر ہے۔ ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔ اور تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الاّ انہ لانبی بعدی کما قال جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی ہے۔ کیونکہ یہ مضمون درجہء تواتر کو پہنچ گیا ہے۔ پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہوگیا گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم تواتر معنوی ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا ان کا منکر کافر اس کا منکر بھی کافر ہوگا اھ'' (الشہاب الثاقب ص ۷۲)

اور وہ لکھتا ہے۔ '' اور تحذیر الناس ص ۳۷ کی سطر ۱۲ میں حضرت مولانا تصریح فرمارہے ہیں۔ '' بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تأخر زمانی اور سدِ باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہوجاتی ہے۔'' (الشہاب ص ۷۶)

اور وہ لکھتا ہے۔'' اور تحذیر الناس ص ۱۰ کی سطر نمبر ۱۰ میں فرمارہے ہیں۔ اب دیکھیے کہ اس صورت میں عطف بین الجملتین اور استدراک اور استثناء مذکور بھی بغایت درجہ چسپاں نظر آتا ہے اور خاتمیت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے۔ اور خاتمیت زمانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی اھ۔'' (الشہاب ص ۷۴)

مولوی حسین احمد مدنی کی پیش کردہ یہ تینوں عبارتیں تحذیر الناس میں موجود ہیں ۔
لیکن ان عبارتوں سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ نانوتوی صاحب خاتمیت زمانی کا علم رکھتے ہیں باقی رہا یہ کہ اس بات پر وہ عقیدہ وایمان بھی رکھتے ہیں یا نہیں ۔ تو اس بارہ میں عرض ہے کہ جس طرح حضور علیہ السلام کی معرفت یہود کو تھی وہ اس معرفت کی وجہ سے اہل ایمان قرار نہیں دیئے گئے اسی طرح نانوتوی صاحب کو خاتمیت زمانی کا اگرچہ علم تھا لیکن اس علم کی بناء پر انہیں صاحب ایمان قرار نہیں دیا جائے گا ۔ ایمان ماننے کا نام ہے جاننے کا نام نہیں ورنہ ماننا پڑے گا کہ جو یہود رسول اللہ علیہ السلام کی پہچان رکھتے تھے لیکن اُن پر ایمان نہیں لائے وہ بھی مومن تھے ۔ اور شاید یہ بات دیوبندی مولوی بھی تسلیم نہیں کرتے ہوں گے ۔
بالفرض اگر نانوتوی صاحب خاتمیت زمانی پر ایمان رکھنے والے ہوتے تو پھر وہ اپنی تحذیر الناس میں یہ نہ لکھتے ۔

''بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے'' تحذیر الناس ص ۴

بلکہ وہ یہ لکھتے کہ بنائے خاتمیت اِسی بات پر ہے ۔ یعنی خاتمیت زمانی پر بنائے خاتمیت ہے ۔
اور وہ اپنی تحذیر الناس میں یہ نہ لکھتے

''جیسے انبیآءِ گذشتہ کا وصف نبوت میں حسب تقریر مسطور اس لفظ سے آپ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے ۔ اور آپ کا اس وصف میں کسی کی طرف محتاج نہ ہونا ۔ اس میں انبیآءِ گذشتہ ہوں یا کوئی اور'' (تحذیر الناس ص ۱۷)

بلکہ وہ یوں لکھتے کہ آپ کا محتاج الیہ ہونا اور انبیآءِ گذشتہ کا آپ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے ۔ ''یا کوئی اور'' کا دُم لگا کر نانوتوی صاحب نے یہ واضح کر دیا کہ جس خاتمیت پر بناء ہے اُس کے لئے خاتمیت زمانی لازم نہیں ہے ۔
اور وہ اپنی تحذیر میں یہ نہ لکھتے ۔

''اور اسی طرح اگر فرض کیجئے کہ آپ کے زمانہ میں بھی اس زمین یا کسی اور زمین یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہوگا اور اس کا سلسلہءِ نبوت بہر طور پر آپ پر مختتم ہوگا ۔'' (تحذیر الناس ص ۱۷)

بلکہ وہ یوں لکھتے ۔
آپ کے زمانے سے پہلے اس زمین یا کسی اور زمین یا آسمان میں کوئی نبی تھا تو وہ بھی اس وصف نبوت میں آپ ہی کا محتاج تھا اور اس کا سلسلہ نبوت بہر طور پر آپ پر مختتم تھا۔ نانوتوی صاحب نے جو فعل ماضی کو چھوڑ کر فعل مستقبل کے صیغے استعمال کیے ہیں یہ بالتصریح ثابت کر رہے ہیں کہ ان کے نزدیک جو خاتمیت مراد ہے وہ ایسی خاتمیت رتبی ہے جس کے لئے خاتمیت زمانی لازم نہیں ہے۔ **فافهم واغتنم واللّٰه الهادی الی الصراط المستقيم.**

مسئلہ کی مزید وضاحت

کے لئے عرض ہے کہ کسی شئے کا علم ہونا اور بات ہے اور اس پر عقیدہ و ایمان ہونا دوسری بات ہے۔ جیسا کہ ہم پیچھے عرض کر چکے ہیں۔ غور فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **الذين اتينا هم الكتاب يعرفونه كما يعرفون ابنآء هم وان فريقاً منهم ليكتمون الحق وهم يعلمون.** جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے اور بے شک ان میں ایک گروہ جان بوجھ کر حق چھپاتے ہیں۔ (پ ۲ رکوع ۱)

مفتی احمد یار خان نعیمی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ ''حضور ﷺ کی پہچان ایمان نہیں بلکہ حضور کا ماننا ایمان ہے۔ جاننے اور ماننے میں بڑا فرق ہے۔ یہاں حضور کی پہچان کو بیٹے کی پہچان سے تشبیہ دی گئی حالانکہ حضور تو باپ کی مثل ہیں۔ اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ باپ اپنے بیٹے کو دلائل سے جانتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور بیٹا اپنے باپ کو محض سن کر۔ دوسرے یہ کہ باپ اپنے بیٹے کی پیدائش سے پہلے ہی جانتا ہے مگر بیٹا اپنے باپ کو ہوش سنبھالنے کے بعد جانتا ہے۔ یہ کفار حضور کو پیدائش سے پہلے ہی دلائل سے پہچانتے تھے۔'' (نور العرفان)

سارے یہودی حضور ﷺ کی پہچان، معرفت اور علم رکھتے تھے۔ لیکن اللہ نے سب کو صاحب ایمان قرار نہیں دیا بلکہ صرف ماننے اور ایمان لانے اور مسلمان کہلانے والوں

کو مومن قرار دیا ہے۔ اسی طرح ہم تسلیم کرتے ہیں کہ نانوتوی صاحب کو یہ تو علم تھا کہ سرکار کی خاتمیت زمانی پر ساری امت کا اجماع ہے اور اس کے انکار سے آدمی کافر ہو جاتا ہے لیکن انہوں نے اس معنی کی جگہ ایسی خاتمیت رتبی کو مراد لیا جس کے لئے خاتمیتِ زمانی لازم نہیں تو وہ اپنی ان سب عبارات کے باوجود خاتمیتِ زمانی کے منکر ہی قرار دیئے جائیں گے جیسا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی اور عرب وعجم کے اہل حق علماء نے کیا ہے فجزاهم الله تعالیٰ عنّا وعن سائر المؤمنين خير الجزآء في الآخرة.

نانوتوی کا نظریہ اعلیٰ حضرت بریلوی کی نظر میں

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ کتاب مستطاب جزاء اللہ عدوہ باباءہ ختم النبوۃ کے صفحہ نمبر ۹۵ میں لکھتے ہیں۔ '' ان احادیث کثیرہ وافرہ شہیرہ متوافرہ میں صرف گیارہ حدیثیں وہ ہیں جن میں فقط ختم نبوت کا انہی الفاظ موجودۂ قرآن عظیم سے ذکر ہے جن میں آج کل کے بعض ضلال قاسمان کفر وضلال نے تحریفِ معنوی کی اور معاذ اللہ حضور کے بعد اور نبوتوں کی نیو جمانے کو خاتمیت بمعنی نبوت بالذات لی یعنی معنی خاتم النبیین صرف اس قدر ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نبی بالذات ہیں اور انبیآء نبی بالعرض۔ باقی زمانے میں تمام انبیآء کے بعد ہونا، حضور کے بعد اور کسی کو نبوت ملنی ممتنع ہونا یہ معنی ختم نبوت نہیں۔ اور صاف لکھ دیا کہ حضور کے بعد بھی کسی کو نبوت مل جائے تو ختم نبوت کے اصلاً منافی نہیں۔ اس رسالہء ضلالت مقالہ کا خلاصہء عبارت یہ ہے۔ '' عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ بلکہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طور رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت کو تصور فرمایئے۔ آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور نبی موصوف بالعرض۔ بایں معنی جو میں نے عرض کیا آپ کا خاتم ہونا انبیائے گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور

باقی رہتا ہے۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے اھ ملتقطاً''

مسلمانو! دیکھا۔ اِس ملعون ناپاک شیطانی قول نے ختم نبوت کی کیسی جڑ کاٹ دی۔ خاتمیت محمد یہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیہ کی وہ تاویل گڑھی کہ خاتمیت خود ہی ختم کر دی۔ صاف لکھ دیا کہ اگر حضور خاتم الانبیآء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثناء کے زمانے میں بلکہ حضور کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو تو ختم نبوت کے کچھ منافی نہیں۔ اللہ اللہ۔ جس کفر ملعون کے موجد کو خود قرآن عظیم کا خاتم النبیین فرمانا نافع نہ ہُوا کما قال تعالیٰ وننزل من القرآن ما ھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین ولا یزید الظالمین الاّ خسارا۔ اتارتے ہیں ہم اس قرآن سے وہ چیز کہ مسلمانوں کے لئے شفا و رحمت ہے اور ظالموں کو اس سے کچھ نہیں بڑھتا سوا زیاں کے۔ اسے احادیث میں خاتم النبیین فرمانا کیا کام دے سکتا ہے۔ فبای حدیث بعدہ یؤمنون۔ قرآن کے بعد اور کونسی حدیث پر ایمان لائیں گے۔ یہ گمراہ کب سنے گا کہ اس نے اسی وسوسۃ الخناس میں صاف یہ خود بھی بتایا ہے کہ وہ سلف صالحین کے خلاف چلا ہے اور اس کا عذر یوں پیش کیا کہ اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آ گیا اور کسی طفل ناداں نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا وہ عظیم الشان ہوگیا۔ مگر آنکھیں کھول کر خود محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کی متواتر حدیثیں دیکھے کہ میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ میں سب انبیآء میں آخر نبی ہوں۔ میں تمام انبیآء کے بعد آیا۔ ہم ہی پچھلے ہیں۔ میں سب پیغمبروں کے بعد بھیجا گیا۔ قصر نبوت میں جو ایک اینٹ کی جگہ تھی مجھ سے کامل کی گئی۔ میں آخر الانبیآء ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ نبوت و رسالت منقطع ہوگئی۔ اب نہ کوئی رسول ہوگا نہ نبی۔ نبوت میں سے اب کچھ نہ رہا سوا اچھے خواب کے۔ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ میرے بعد دجال کذاب ادعائے نبوت کریں گے۔ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ میری امت کے بعد کوئی امت۔ اُدھر علمائے کتب سابقہ اللہ و رسول جل جلالہ و صلے اللہ تعالیٰ علیہم وسلم کے ارشادات سن سن

کر شہادت ادا کر رہے ہیں کہ احمد خاتم النبیین ہوں گے۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ ان کے سوا کوئی نبی باقی نہیں۔ وہ آخر الانبیآء ہیں۔ ادھر ملائکہ وانبیآء علیھم الصلوٰۃ والسلام کی صدائیں آ رہی ہیں کہ وہ پسین پیغمبراں ہیں۔ وہ آخر مرسلاں ہیں۔ خود حضرت عزت عزت عزتہ سے ارشادات جانفزا دلنواز آ رہے ہیں کہ محمد ہی اول و آخر ہے۔ اس کی امت مرتبے میں سب سے اگلی اور زمانے میں سب سے پچھلی۔ وہ سب انبیآء کے پیچھے آیا۔ اے محبوب میں نے تجھے آخر النبیین کیا۔ اے محبوب میں نے تجھے سب سے پہلے بنایا اور سب کے بعد بھیجا۔ محمد آخر الانبیآء ہے۔ مگر یہ ضال مضل محرف قرآن مغیر ایمان ہے کہ نہ ملائکہ کی سنے، نہ انبیآء کی، نہ مصطفیٰ کی مانے نہ اُن کے خدا کی۔ سب طرف سے ایک کان گونگا ایک بہرا ایک دیدہ اندھا ایک پھوٹا۔ اپنی ہی ہانک لگائے جاتا ہے کہ یہ سب نافہمی کے اوہام خیالات عوام ہیں۔ آخر الانبیآء ہونے میں فضیلت ہی کیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون کذلک یطبع اللہ علیٰ کل قلب متکبر جبار ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب.

الحمد للہ کہ بیان اپنے منتہیٰ کو پہنچا اور حق کا وضوح ذروۂ اعلیٰ کو۔ احادیث متواترہ سے اصل مقصد یعنی حضور اقدس ﷺ کا خاتم النبیین اور اہل بیت کرام کا نبوت و رسالت سے بے علاقہ ہونا تو بروجہ تواتر قطعی خود ہی روشن و آشکار رہا اور اس کے ساتھ طائفہ تالفہ وہابیہ قاسمیہ کہ خاتم النبیین کو بمعنی آخر النبیین نہ مانتا تھا اور حضور اقدس ﷺ کے بعد اور نبی ہونے سے ختم نبوت میں نقصان نہ جانتا تھا اس کے کفر خفی و نفاق جلی کا بھی بفضلہٖ تعالیٰ خوب اظہار رہا۔'' (جزاء اللہ عدوہ باباءہ ختم النبوۃ ص ۹۵ تا ص ۱۰۱)

الحمد للہ! یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے عقیدۂ ختم نبوت کا وضوح اظہر من الشمس ہوا اور عقیدۂ ختم نبوت کے دلائل پیش کرنے کے بعد منکرین ختم نبوت کے بے بنیاد دلائل کا بھی ردِ بلیغ ہو گیا ہے۔ ثم الحمد للہ علیٰ ذلک و ھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ المبارکۃ تقبلھا اللہ تعالیٰ بمنّہ العظیم ورسولہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلّم. (۲۴ ربیع الآخر ۱۴۲۵ھ بمطابق ۱۳ جون ۲۰۰۴ء)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

تیرھواں مقالہ

نعرۂ رسالت سے گریز کیوں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ ربّ اللعالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّدالانبیآء والمرسلین وعلیھم وعلیٰ الھم واصحابھم اجمعین امّابعد!

اہل سنت اپنے جلوسوں اور جلسوں میں نعرۂ تکبیر کے بعد نعرۂ رسالت لگاتے ہیں۔ بعض لوگوں کو نعرۂ رسالت پر اعتراض ہے اور اسی وجہ سے اس قسم کے لوگوں کے جلسوں اور جلوسوں میں نعرۂ تکبیر تو لگایا جاتا ہے لیکن نعرۂ رسالت سے گریز کیا جاتا ہے۔ہم نے اپنے اس مختصر مقالہ میں نعرۂ رسالت کی اہمیت وضرورت پر رشنی ڈالی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو شرفِ مقبولیت بخشے اور ذریعہء ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کی وضاحت سے پہلے اس مسئلہ سے متعلق ایک فتویٰ پہلے درج کر دیا جائے تاکہ گفتگو سمجھنے میں آسانی ہو۔ وباللہ التوفیق۔

استـــــفتـــــآء

آج کل جلسوں میں یا رسول اللہ کے نعرے بلند کیے جاتے ہیں۔کیا یہ جائز ہے؟ حضور ﷺ کی وفات کے بعد کیا کسی صحابی نے ایسا نعرہ بلند کیا ہے؟ یہاں ایک دیوبندی وہابی مولوی صاحب اس کو منع کرتے ہیں۔ (ممتاز علی شاہ۔ ڈھاکہ۔ بنگال)

الجواب: ۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس زمانے کے دیوبندیوں وہابیوں نے علم دیانت سے کام نہ لینے کا عہد کر لیا ہے۔ معترضین اس بات پر غور نہیں کرتے کہ نداء کرنا جائز نہ ہوتا تو التحیات میں ہر نمازی کو السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ (اے نبی۔ آپ پر سلام، رحمت اور برکتیں ہوں۔) کہنے کے حکم کو داخل عبادت نہ کیا جاتا۔ نماز کے علاوہ ضرورت کے موقعہ پر اٹھتے بیٹھتے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکارنا صحابہء کرام کا معمول رہا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف کی مستند کتاب شفائے قاضی عیاض جلد دوم ص ۱۹ پر یہ روایت موجود ہے کہ ان عبداللّٰہ ابن عمر خدرت رجلہ فقیل اذکر احب الناس الیک فصاح یا محمداہ ۔ یعنی صحابی رسول مقبول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سو گیا تو ان سے کہا گیا۔ آپ اپنے سب سے زیادہ پسندیدہ شخص کو یاد کریں تو آپ نے چلّا کر یا محمداہ کہا۔

اب اس بات پر غور کریں کہ صحابہ کرام سے زیادہ دین کے مزاج کو کون جان سکتا ہے۔ اگر اس طرح پکارنے میں شرک تو درکنار شائبہ شرک بھی پایا جاتا تو ہرگز ندا نہ کی جاتی۔

دینی جلسوں اور جلوسوں میں مسلمانانِ اہلِ سنت اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کرنے کے لئے نعرۂ رسالت بلند کرتے ہیں یہ قطعاً جائز ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ معترضین جو اس کو ناجائز کہتے ہیں خود تو عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں رکھتے اور مجوزین سے دلیل جواز طلب کرتے ہیں۔ یاللعجب۔ تفصیلی دلائل معلوم کرنے کے لئے کتاب جاء الحق مصنفہ حضرت مولانا مفتی احمد یار خان صاحب چوک پاکستان۔ گجرات کا مطالعہ کیجئے۔'' (ماہنامہ سالک راولپنڈی بابت۔ جنوری ۱۹۶۳ء)

تفصیلی جواب

سنی احباب اپنے جلسوں اور جلوسوں میں نعرۂ رسالت لگاتے ہیں مندرجہ بالا فتوئی سے معلوم ہوا کہ اس کی اصل وجہ رسول اللہ ﷺ کی عقیدت ومحبت کا اظہار ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ جس کام سے حضور ﷺ کی عقیدت ومحبت کا اظہار ہوتا ہو وہ عند الشرع جائز بلکہ محبوب ومستحسن ہی ہوگا۔ اور چونکہ نیت حسن سے نعرۂ رسالت لگایا جاتا ہے تو، حسنِ نیت سے یہ نعرہ مستحب اور باعث ثواب بن جاتا ہے۔ باعث ثواب کام سے کوئی مومن رکے گا نہیں اور منافق کے سوا کوئی اس سے روکے گا نہیں۔ اللہ کریم جل مجدہٗ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ **المنافقون والمنافقات بعضهم من بعض م يأمرون بالمنكر وينهون عن المعروف.** منافق مرد اور منافق عورتیں ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ برائی کا حکم دیں اور بھلائی سے منع کریں۔ (پ ۱۰ رکوع ۱۵)

مولانا مفتی احمد یار خان صاحب اس کے ماتحت لکھتے ہیں۔'' اس سے معلوم ہوا کہ اچھی باتوں سے روکنا منافقوں کا طریقہ ہے۔ اس سے وہابیہ کو عبرت چاہیے کہ وہ ہمیشہ کار خیر ہی سے روکتے ہیں۔ رب فرماتا ہے۔ **مناع للخير معتد اثيم** ۔ (بھلائی سے بہت

روکنے والا۔ حد سے بڑھنے والا گناہگار۔ سورۃ القلم) وہابی کھیل تماشہ سے روکنے پر زور نہیں دیتے۔ جب روکتے ہیں تو اللہ ورسول کے ذکر سے یا اچھی مجلسوں سے روکتے ہیں۔ اللہ سمجھ دے۔ (نور العرفان)

نعرۂ تکبیر کا ثبوت

خوشی اور استعجاب کے موقعہ پر نعرۂ تکبیر لگایا جاتا ہے۔ اور خوب جوش وجذبہ کا اظہار کیا جاتا ہے۔ اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے وقت مسلمانوں نے نبی پاک ﷺ کی موجودگی میں بلند آوازی سے نعرۂ تکبیر لگایا تو آپ نے اس پر اعتراض نہ فرمایا۔ چنانچہ محدثین بزار اور طبرانی اور ابونعیم حلیۃ الاولیآء میں اور بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت اسلم رضی اللہ عنہ سے راوی کہ ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان فرمایا۔ اس واقعہ میں آپ نے فرمایا۔ فتشهدت فكبر المسلمون تكبيرة سمعت بفجاج مكة وكانوامستخفين۔ پھر میں نے کلمۂ شہادت پڑھا تو مسلمانوں نے اتنی بلند آوازی سے نعرۂ تکبیر لگایا کہ مکہ کے راستوں میں یہ نعرہ سنا گیا حالانکہ اس وقت مسلمان چھپے ہوئے تھے۔ (تاریخ الخلفاء لجلال الدین السیوطی ص ۸۹)

اور محدث ابونعیم نے دلائل میں اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ میں نے حضرت عمر سے ان کے لقب فاروق کی وجہ پوچھی تو انہوں نے اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کیا۔ اس واقعہ میں آپ فرماتے ہیں فتشهد عمر فكبّر اهل الدار تكبيرة سمعها اهل مكة۔ پھر حضرت عمر نے کلمۂ شہادت پڑھا تو گھر میں جتنے مسلمان تھے ان سب نے اتنی بلند آواز سے نعرۂ تکبیر لگایا کہ مکہ والوں نے اُسے سنا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۹۱)

دیوبندی وہابی بھی نعرۂ تکبیر لگاتے ہیں

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر مسلمانوں نے خوشی۔

استعجاب میں زوردار نعرۂ تکبیر لگایا تھا اس وجہ سے دیوبندی وہابی لوگ بھی اپنے جلسوں میں نعرۂ تکبیر لگاتے ہیں۔ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔

دیوبندی مکتبہء فکر کا ہفت روزہ ترجمان ''خدام الدین'' کا ایڈیٹر مناظر حسین نظر ۸ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ بمطابق ۵ جولائی ۱۹۶۸ء جلد نمبر ۱۴۔شمارہ نمبر ۹ کے اداریہ میں ''اتحادِ عالم اسلامی۔ایک تجویز'' کے زیرعنوان لکھتا ہے۔مؤتمر عالمِ اسلامی ملتان کے زیراہتمام ملتان میں ۳ جون کی شام جناب محمد ابراہیم کلچرل اتاشی سفارت خانہ سعودی عرب کے زیرصدارت ''یوم بیت المقدس'' کے سلسلہ میں ایک عظیم اجتماع میں خان انعام اللہ خان جنرل سیکریڑی ورلڈ کانگرس نے جس مؤثر اور والہانہ انداز میں عالم اسلام کو دعوت اتحاد دی۔دل چاہتا ہے کہ وہ آواز ابن قاسم باغ تک ہی محدود نہ رہے بلکہ ہر اس آبادی کے تمام گوشوں میں پہنچ جائے جہاں مسلمان آباد ہیں۔الیٰ ان قال نعرۂ تکبیر کی صدائیں بار بار بلند ہو رہی تھیں۔اھ بلفظہٖ۔

عہد رسالت میں نعرۂ رسالت کا ثبوت

امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔**فقدمنا المدينة ليلاً فتنازعوايهم ينزل عليه رسول الله ﷺ فقال انزل على بني النجار اخوال عبد المطلب اكرمهم بذلك فصعد الرجال والنسآء فوق البيوت وتفرق الغلمان والخدم في الطرق ينادون يا محمد يا رسول الله يا محمد يا رسول الله** ۔پھر ہم رات کے وقت مدینہ میں پہنچے تو اہل مدینہ نے آپس میں اس بارہ میں جھگڑا کیا کہ ان میں سے کس کے گھر میں نبیء پاک ﷺ اتریں گے۔یہ دیکھ کر نبیء پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں (اپنے دادا) عبدالمطلب کے ننھیال خاندان بنی نجار میں اتروں گا اور میں اس سے اُنہیں اکرام بخشوں گا۔یہ سن کر مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور نوکر راستوں میں یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ کہتے ہوئے پھیل گئے۔(صحیح مسلم جلد دوم باب فی حدیث الھجرۃ قبیل کتاب التفسیر ص

۴۲۷)

امام محی الدین شرف نووی اس حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں ۔وفیہ فضائل للانصار لفرحھم بقدوم رسول اللہ ﷺ وظھور سرورھم بہ ۔اس حدیث میں انصار مدینہ کی اس فضیلت کا ذکر ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری پر خوشی محسوس کی اور رسالت کے نعرے لگا کر اپنی اس خوشی کو ظاہر کیا۔ (شرح مسلم شریف ۔ جلد دوم ۔ص ۴۲۷)

مفتی احمد یار خان نعیمی اس حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں ۔'' حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت فرما کر مدینہ پاک میں داخل ہوئے تو عورتیں اور مرد گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور غلام گلی کوچوں میں متفرق ہوگئے ۔نعرے لگاتے پھرتے تھے یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ۔ (مسلم شریف)

اس حدیث مسلم سے نعرۂ رسالت کا صراحۃً ثبوت ہوا۔ اور معلوم ہوا کہ تمام صحابہء کرام نعرۂ رسالت لگایا کرتے تھے۔ اسی حدیث ہجرت میں ہے کہ صحابہء کرام نے جلوس بھی نکالا ہے۔ اور جب بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سفر سے واپس مدینہ پاک تشریف لاتے تو اہل مدینہ حضور ﷺ کا استقبال کرتے اور جلوس نکالتے تھے۔ (مشکوٰۃ و بخاری وغیرھما) (جآء الحق ص ۱۸۵)

ہجرتِ نبوی کے تفصیلی واقعات

مولانا غلام نبی ہریکوئی اپنے مضمون '' کیا جلوس عید میلاد بدعت ہے ۔'' میں رقم طراز ہیں ۔'' بعض حضرات اپنی غلط فہمی کی بنا پر عید میلاد کے جلوس کو شرک و بدعت کے فتووں کا نشانہ بناتے ہیں۔ میری ان سے مخلصانہ اپیل ہے کہ وہ للہ تعصّب کی عینک اتار کر حب مصطفےٰ ﷺ کے چشمے لگا کر ذرا پہلے شمع رسالت کے پروانوں کے حالات پہ ایک طائرانہ نظر ڈال کر تو دیکھیں کہ اسلاف کا طور طریقہ کیا تھا؟ مجھے واثق امید ہے کہ وہ بغور مطالعہ

کرنے کے بعد اس حقیقت کو اظہر من الشمس پالیں گے۔ آؤ میں تمہیں شمع رسالت کے ان پروانوں (صحابہء کرام) کا حال سناؤں۔

کتاب استیعاب لابن البر اور کتاب وفاء الوفاء للسمھودی میں لکھا ہے کہ جب رسول کریم ﷺ مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ کے قریب موضع غمیم میں پہنچے جو کہ رابغ اور جحفہ کے درمیان ہے تو بریدہ اسلمی قبیلہ بنی سہم کے ستر سوار ساتھ لے کر حصول انعام کی خاطر آنحضرت ﷺ کو گرفتار کرنے آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ تُو کون ہے؟ اُس نے جواب دیا۔ میں بریدہ ہوں۔ یہ سن کر آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بطور تفاؤل فرمایا کہ ہمارا کام خوش خنک اور درست ہو گیا۔ پھر آپ نے بریدہ سے پوچھا۔ تو کس قبیلہ سے ہے؟ اس نے کہا۔ بنو اسلم سے۔ آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ ہمارے لئے خیر و سلامتی ہے۔ پھر پوچھا۔ کونسے بنو اسلم سے؟ اس نے کہا۔ بنو سہم سے۔ آپ نے فرمایا۔ تو نے اپنا حصہ اسلام سے پالیا۔ بعد ازاں بریدہ نے آپ سے پوچھا۔ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ میں اللہ کا رسول محمد بن عبداللہ ہوں۔ بریدہ نے نام مبارک سن کر کلمہء شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ جو سوار بریدہ کے ساتھ تھے وہ بھی مشرف باسلام ہوئے۔ بریدہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ مدینہ طیبہ میں آپ کا داخلہ جھنڈے کے ساتھ ہونا چاہیے۔ پس انہوں نے اپنا عمامہ سر سے اتار کر نیزہ پر باندھ لیا۔ اور آنحضرت ﷺ کے آگے آگے روانہ ہوئے۔ عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ آپ کہاں اتریں گے۔ فرمایا۔ میری یہ ناقہ مامور ہے۔ جہاں یہ بیٹھ جائے میری وہی منزل ہے۔ بریدہ نے کہا۔ الحمد للہ۔ بنو سہم بطوع و رغبت مسلمان ہو گئے ہیں۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کی خبر مدینہ میں پہنچ چکی تھی۔ اس لئے لوگ ہر روز صبح کو شہر سے نکل کر ایک مقام میں جمع ہو کر آپ کا انتظار کرتے تھے۔ جب دوپہر ہو جاتے تو واپس گھروں کو چلے جاتے تھے۔ ایک دن انتظار کرنے کے بعد لوگ اپنے گھروں میں واپس جا چکے تھے کہ ایک یہودی نے ایک قلعہ پر سے اپنے کسی مطلب کے لئے نظر دوڑائی تو اُسے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ہمراہی سفید لباس پہنے نظر آئے جو سراب کے آگے حائل

تھے ۔ وہ یہودی نہایت زوردار آواز سے بے ساختہ پکار اٹھا ۔ اے معشر عرب ۔ لو تمھارا مقصد جس کا تم انتظار کر رہے تھے آ گیا ہے ۔ یہ سن کر مسلمانوں نے اپنے ہتھیار پہن کر حرہ قباء کے عقب میں آپ کا استقبال کیا ۔ اور اظہار مسرت کے لئے نعرۂ تکبیر بلند کیا ۔ اس نعرے کی آواز قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں پہنچی ۔ یہ قبیلہ موضع قباء میں مدینہ منورہ سے جنوب کی طرف دو میل دور ہے ۔ اس خاندان کا سردار کلثوم بن ہدم انصاری اوسی تھا ۔ آپ سے پہلے اکثر اکابر صحابہ ہجرت کر کے اسی کے پاس اترتے تھے ۔ حضور ﷺ نے بھی اسی کو شرف نزول بخشا ۔

قباء میں قیام فرمانے کے بعد حضور ﷺ نے جمعہ کے دن باطن مدینہ کو کوچ فرمایا ۔ آپ کی تشریف آوری سے مدینہ کے مسلمانوں کو جو خوشی ہوئی اس کا بیان نہیں ہوسکتا ۔

حضور ﷺ کی سواری محلہ نجار کے نزدیک پہنچی تو جوشِ مسرت کا یہ عالم تھا کہ بنی نجار کی پردہ نشیں بچیاں چھتوں پر نکل آئیں اور یوں گانے لگیں ۔

ے طلع البدر علینا — من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا — ما دعا للہ داع

(ترجمہ) وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا ۔ ہم پر شکر لازمی ہے جب تک دعا مانگنے والا دعا مانگتا رہے ۔

آپ کی ناقہ کا بیٹھنا تھا کہ بنو نجار کی لڑکیاں دف بجاتی نکلیں اور یوں گانے لگیں ۔

ے نحن جوار من بنی النجار — یا حبذا محمد من جار

(ترجمہ) ہم ہیں بچیاں نجار کے عالی گھرانے کی ۔ خوشی ہے آمنہ کے لعل کے تشریف لانے کی ۔ آپ نے یہ سن کر لڑکیوں سے پوچھا کیا تم مجھے دوست رکھتی ہو؟ وہ بولیں ۔ ہاں ۔ آپ نے فرمایا ۔ میں بھی تمہیں دوست رکھتا ہوں ۔ اسی خوشی میں مرد و زن چھوٹے بڑے گلی کوچوں میں پکار رہے تھے جاء رسول اللہ ۔ جاء نبی اللہ ۔ (رسول اللہ تشریف لائے ہیں ۔ نبی اللہ تشریف لائے ہیں ۔) حبشی غلام آپ کے قدوم میمنت لزوم کی خوشی میں ہتھیاروں سے کھیل رہے تھے ۔ انسانوں پر کیا موقوف ۔ وحوش بھی اپنی حرکات وسکنات سے خوشی کا

اظہار کر رہے تھے۔ سبحان اللہ۔ محبت ہو تو ایسی ہو۔ عقیدت ہو تو ایسی ہو۔

کیوں قارئین حضرات! انصاف سے خدا لگتی کہنا کہ یہی جلوس نہیں یا جلوس کوئی اور چیز ہے۔ آج جلوس میں کیا کہا جاتا ہے۔ اپنے آقا و مولا شب اسریٰ کے دولہا کے میلاد کی خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ پاکیزہ بدن ہوکر پاکیزہ کپڑے پہن کر ذکر مصطفےٰ کیا جاتا ہے۔ نعرۂ تکبیر و رسالت بلند کیے جاتے ہیں۔ جھنڈے لہرائے جاتے ہیں۔ رضا کاروں کی سلامی لی جاتی ہے۔ مولائے قدوس کی نعمت عظمیٰ کا شکر ادا کیا جاتا ہے۔ جگہ جگہ محفل منعقد کی جاتی ہے۔ کوچہ کوچہ میں ذکر خدا و مصطفےٰ کیا جاتا ہے۔ اگر یہ سب امور بدعت و شرک ہوتے تو خود حضور پرنور ﷺ صحابہ ءکرام کو منع فرما دیتے۔ لیکن چونکہ نبی کریم ﷺ نے منع نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ میلاد کا جلوس عشق مصطفےٰ کی علامت اور صحابہ کرام کی سنت ہے۔"

نثار تیری چہل پہل پہ ہزار عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں۔"

(ہفت روزہ "سوادِ اعظم" لاہور بابت ۱۶ اگست ۱۹۶۳ء)

رسول اللہ کی موجودگی میں نعرۂ رسالت لگایا گیا تھا

ایک صاحب لکھتے ہیں۔ "نبی ءکریم ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ کی طرف تشریف لائے تو مدینہ کے مرد عورتیں بچے اور بوڑھے سب گلیوں میں پھیل گئے اور کچھ لوگ مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور سب مل کر بلند آواز سے کہتے تھے یا محمد یا رسول اللہ (بخاری و مسلم)

یہاں یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ ابھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ شریف میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ گویا لوگوں کی نظروں سے غائب تھے لیکن عقیدت مند مسلمان پہلے ہی آپ کی تشریف آوری کی خوشی میں یا محمد یا رسول اللہ کے نعرے لگا رہے تھے۔ تو آج اگر ہم بھی آپ کے سامنے موجود نہ ہوتے ہوئے یا رسول اللہ کے نعرے

لگائیں تو یہ صحابہ کرام کی سنت پر عمل ہوگا۔'' (نعرۂ رسالت کا ثبوت ص ۴)

یہ درست نہیں کیونکہ ان صاحبوں نے حدیث شریف کا جو ترجمہ کیا ہے اس میں صراحۃً لکھا ہے'' ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ کی طرف تشریف لائے'' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ رسالت کے نعرے رسول اللہ ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری کے بعد آپ کی بجسمہ الشریف موجودگی میں لگائے گئے ولہذا اس حدیث سے مندرجہ بالا عبارت میں جو نتیجہ نکالا گیا ہے وہ درست نہیں ہے حضرت مولانا ابو طاہر محمد شریف خالد رضوی نقشبندی خطیب جامع مسجد کہنہ جاتری ضلع شیخوپورہ اس حدیث مسلم کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔'' اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ نعرۂ رسالت لگانا یعنی یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ خوشی کے وقت (باواز بلند) کہنا بدعت نہیں ہے۔ بلکہ حضور ﷺ کے زمانہ پاک میں اور آپ کی موجودگی میں یہ نعرہ لگایا گیا ہے اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو حرف یاء کہہ کر پکارنا شرک نہیں۔ اگر شرک ہوتا تو حضور ﷺ کا فرض تھا کہ اس سے انہیں منع فرما دیتے اور شرک سے بچاتے۔'' (یا رسول اللہ ص ۱۴)

نعرۂ رسالت شرعاً جائز ہے

الحمد للہ۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ کا نعرۂ رسالت لگایا گیا اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ یہ نعرۂ رسالت شرعاً جائز ہے جس طرح آپ کی بجسمہ الشریف موجودگی میں اِن الفاظ سے نعرۂ رسالت جائز تھا اسی طرح آج بھی آپ کی بروحہ الشریفہ موجودگی میں ان الفاظ سے نعرۂ رسالت لگانا جائز ہے۔فمن ادعی الفرق فعلیہ البیان۔

آزاد ذہنیت کی ستم ظریفی

متین فکری نامی شخص اپنے مضمون '' محمد ﷺ وہ انسان کامل جس پر زمانہ ہمیشہ ناز کرتا رہے گا۔'' میں لکھتا ہے'' اب دیکھیے۔ آپ مدینہ کس شان سے پہنچتے ہیں۔ بچے

بوڑھے جوان عورتیں بچیاں سب آپ کے لئے چشم براہ ہیں۔ پورا شہر سراپا انتظار بنا ہوا ہے۔ جونہی اطلاع ملتی ہے کہ رسول پاک قبا میں چند روزہ قیام کے بعد مدینہ کی جانب رواں ہیں تو لوگ دیوانہ وار گلیوں میں نکل آتے ہیں۔ بچیاں دف بجا کر آپ کے لئے خیر مقدمی ترانہ گاتی ہیں۔ نوجوان نعرۂ تکبیر سے آپ کا استقبال کرتے ہیں اور پورے شہر میں جشن کا سماں برپا ہو جاتا ہے۔ (روزنامہ جنگ راولپنڈی اقراء ایڈیشن بابت کیم جون ۲۰۰۱ء) مضمون نگار متین فکری صاحب کی آزاد ذہنیت کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ مسلم شریف کی روایت میں تو آیا ہے کہ نعرۂ رسالت سے آپ کا استقبال کیا گیا تھا مگر اس شخص نے حدیث کی بات بدل کر لکھ دیا کہ نعرۂ تکبیر سے استقبال کیا گیا تھا۔ والی اللہ المشتکی ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

رسول اللہ کی وفات کے بعد مجاہدین نے نعرۂ رسالت لگایا ہے

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جنگوں میں مجاہدین نے نعرۂ رسالت یا محمداہ کے الفاظ سے لگایا ہے۔ جو یا رسول اللہ کے الفاظ کے مترادف ہیں۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

حضرت مولانا حافظ احسان الحق فیصل آبادی اپنے مضمون ''نعرۂ رسالت کی محققانہ مدلل علمی تحقیق'' میں لکھتے ہیں۔ (۱) ''سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حکم سے جب مسیلمہ کذاب سے جنگ ہوئی تو میدان جنگ میں صحابہ کرام بآواز بلند بطور شعار بار بار یا محمداہ (یارسول اللہ) کہتے تھے۔ (البدایۃ والنہایہ جلد ۶ ص ۳۲۴)

(نوٹ) شعار اُس لفظ کو کہتے ہیں جو ایک فوج والے آپس میں مقرر کرلیں تاکہ دوست دشمن میں تمیز ہو جائے۔ یعنی صحابہ نے مقرر کر لیا تھا کہ جو یا محمداہ کہے اُسے مسلمان سمجھا جائے اور جو نہ کہے اُسے کافر جانا جائے۔ (قاموس ص ۲۸۱۔ صراح ص ۱۸۷۔ لغات الحدیث ص ۸۵)

(۲) سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں بموقع جنگ مسلمانوں کا شعار یہ

تھا یا محمد یا منصور امتک امتک ۔ اے محمد! اے مدد کیے ہوئے اپنی امت کی خبر لیں اپنی امت کی مدد کریں ۔ (فتوح الشام للواقدی جلد اول ص ۱۶۰)

(۳) بہنسا کی جنگ میں ایک رات صحابہ سخت مشکل میں مبتلاء ہوئے تو اسی رات ان کا شعار یہ تھا ۔ ینادون یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انزل ۔ یا محمد یا محمد ۔ اے اللہ کی مدد اتر ۔ (فتوح الشام جلد دوم ص ۲۱۸) (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ۔ ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ)

اور یہی بزرگ اپنے اسی مضمون میں لکھتے ہیں ۔ '' امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ تین غازیوں کو رومی کافروں نے گرفتار کرلیا تو انہوں نے بآواز بلند نعرۂ رسالت میں یا محمداہ کہا ۔ (شرح الصدور ص ۹۰)

ایک مسلمان قیدی کا بیان ہے کہ کافر بادشاہ کا جہاز دریا میں پھنس گیا ۔ تین ہزار آدمیوں نے زور لگایا مگر جہاز نہ نکل سکا ۔ بالآخر اس نے مسلمان قیدیوں سے کہا کہ تم جہاز نکالو ۔ فقلنا باجمعنا یارسول اللہ ۔ تو ہم سب مسلمان قیدیوں نے بیک زبان مل کر یارسول اللہ کا نعرۂ لگا کر زور لگایا تو جہاز باہر آ گیا ۔ حالانکہ ہم صرف چار سو پچاس آدمی تھے ۔ (حجۃ اللہ جلد دوم ص ۴۱۰) (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ ۔ محرم ۱۴۰۳ھ)

دورِ حاضر میں نعرۂ رسالت کی کیفیت

دورِ حاضر میں نعرۂ رسالت کی کیفیت یہ ہے کہ جب مقرر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں کوئی ذوق آور بات بیان کرتا ہے تو ایک مسلمان بلند آواز سے کہتا ہے ۔ نعرۂ تکبیر ۔ باقی حاضرین اس کے جواب میں بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے ہیں ۔ پھر وہ بلند آواز سے کہتا ہے ۔ نعرۂ رسالت ۔ باقی حاضرین اس کے جواب میں کہتے ہیں ۔ یارسول اللہ ۔

نعرۂ رسالت کا یہ طریقہ شرعاً درست ہے ۔ اور اس کی اصل وہ حدیث ہے ۔ جس میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سو گیا **فقیل اذکر احب الناس الیک** تو آپ سے کہا گیا کہ اپنے سب سے زیادہ پسندیدہ شخص کو یاد کریں تو آپ نے چلا کر فرمایا ۔ یا محمداہ ۔ تو آپ کا پاؤں جاگ اٹھا ۔ (کتاب شفائے قاضی عیاض)

جس طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کسی کہنے والے کے کہنے پر نعرۂ رسالت لگایا اسی طرح نعرۂ لگوانے والا شخص جب کہتا ہے نعرۂ رسالت تو سب مسلمان اس کے جواب میں کہتے ہیں یارسول اللہ۔ فافهم واغتنم هذاماظهر لى والله تعالىٰ اعلم.

الحمدللہ۔ اس سے ثابت ہوا کہ دور حاضر کا نعرۂ رسالت بدعت نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس قسم کا نعرۂ رسالت ثابت ہے۔ اسے بدعت کہنا آج کل کے بدعتیوں کا وطیرہ ہے۔

نعرۂ رسالت سے گریز کیوں؟

الحمدللہ۔ یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ نعرۂ رسالت لگانا عہد رسالت سے آج تک کے مسلمانوں کا معمول رہا ہے۔ اس نعرہ میں یارسول اللہ کے الفاظ استعمال ہوتے چلے آئے ہیں۔ اِس بابرکت نعرہ کا انکار کرنے والے لوگ ہی بتائیں گے وہ آج نعرۂ رسالت لگانے سے گریز کیوں کر رہے ہیں۔ نعرۂ رسالت تو محبت رسول کی علامت ہے۔ یہ نعرہ لگا کر محبت رسول کا اظہار ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

وهذا آخر ماأردنا ايرده فى هذه المقالة المتبركة تقبلها الله تعالىٰ بمنه العظيم ورسوله الكريم ﷺ وانا الفقير ابوالكرم احمد حسين قاسم الحيدرى الهاشمى القريشى غفر الله تعالىٰ لى المدرس بالجامعة الحيدرية فضل المدارس سهنسه من مضافات آزادكشمير. (۳۰ ربیع الآخر ۱۴۲۵ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چودہواں مقالہ

مسئلہ صلوٰۃ وسلام

اکابرین دیوبند کی نظر میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارہ میں کہ دیوبندی وہابی لوگ مروّج صلوٰۃ وسلام (الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ) کا پڑھنا ممنوع اور بدعت بتاتے، ان کلمات کو سن کر سخت چڑتے اور مسلمانوں کو اس صلوٰۃ وسلام سے بشدت منع کرتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس صلوٰۃ وسلام کا پڑھنا از روئے شرع شریف کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب بتوفیق اللہ الکریم الوھاب عزّ وجل

آج کل دیوبندیہ پر چونکہ وہابیت کا غلبہ ہے اس لئے وہ آج کل کے مرّوج صلوٰۃ والسلام (الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ) کو بدعت بتاتے اور اس سے بشدت منع کرتے ہیں۔ حالانکہ اکابرین دیوبند نہ صرف اس صلوٰۃ وسلام کو جائز بتاتے ہیں۔ بلکہ وہ خود اس کو پڑھتے، اپنے ورد و وظائف میں اسے شامل کرتے۔ نماز میں السلام علیک ایھا النبی کے کلمات کہتے اور زیارت روضہ منورہ کے وقت الصلوٰۃ والسلام علیک یا خیر خلق اللہ جیسے الفاظ بولتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ اکابر دیوبندیہ کے پیرومرشد حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی فرماتے ہیں۔ "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بصیغہ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں۔ یہ اتصال معنوی پر مبنی ہے۔لہٗ الخلق والامر۔ امر مقید بجہت وطرف وقرب وبعد وغیرہ نہیں ہے۔ پس اس کے جواز میں شک نہیں۔" (امداد المشتاق ص ۵۹)

(فائدہ) اس عبارت میں اکابر دیوبندیہ کے پیرومرشد نے یہ فیصلہ فرما دیا کہ اتصال معنوی کے اعتبار سے اگر کوئی شخص صلوٰۃ وسلام بصیغہ خطاب پڑھے تو اس کے جواز میں کوئی شک نہیں۔ والحمد للہ علی ذلک۔

اور یہی حاجی صاحب فرماتے ہیں " آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا طریقہ۔عشاء

کی نماز کے بعد پوری پاکی سے نئے کپڑے پہن کر خوشبو لگا کر ادب سے مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے بیٹھے اور خدا کی درگاہ میں جمالِ مبارک آنحضرت ﷺ کی زیارت حاصل ہونے کی دعا کرے اور دل کو تمام خیالات سے خالی کر کے آنحضرت ﷺ کی صورت کا سفید شفاف کپڑے اور سبز پگڑی اور منور چہرہ کے ساتھ تصور کرے اور الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کی داہنے اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ کی بائیں اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ کی ضرب دل پر لگائے اور متواتر جس قدر ہو سکے درود شریف پڑھے۔ (ضیاء القلوب ص ۵۱)

اور یہی بزرگ فرماتے ہیں۔ "اور سوتے وقت اکیس بار سورۂ نصر پڑھ کر آپ کے جمال مبارک کا تصور کرے اور درود شریف پڑھتے وقت سر قلب کی طرف اور منہ قبلہ کی طرف داہنی کروٹ سے سولے اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھ کر داہنی ہتھیلی پر دم کر لے اور سر کے نیچے رکھ کر سوئے۔" (ضیاء القلوب ص ۵۱)

(فائدہ) حاجی صاحب کی ان ہر دو عبارات سے معلوم ہوا کہ زیارت مصطفےٰ ﷺ کی غرض سے نماز کے باہر روضہ انور کے پاس یا اس سے کوسوں دور مرّوج صلوٰۃ وسلام (الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ) کا پڑھنا جائز ہے۔ فاقول۔ اگر اس کا بغرض زیارت پڑھنا جائز ہے تو اس کا بے غرض زیارت پڑھنا کیسے ممنوع و بدعت ہوگا۔ فمن ادعی الفرق فعلیه البیان.

اور یہی حاجی صاحب لکھتے ہیں۔ ''اور توبہ استغفار کے بعد استغفر اللہ الخ اکیس بار پڑھکر درود الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ الخ تین بار عروج ونزول کے طریقے پر پڑھے'' (ضیاء القلوب ص ۸)

اور اس کے حاشیہ میں ہے۔ درود الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ الخ یعنی الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ۔ صلوٰۃ وسلام آپ پر اے خدا کے رسول خدا کے دوست اور اس کے نبی''

(حاشیہ ضیاء القلوب ص ۸)

(فائدہ) حاجی صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرات چشتیہ اپنے اوراد و وظائف میں جو اس مرّوج صلوٰۃ وسلام کو شامل فرماتے ہیں۔ یہ حاجی امداد اللہ صاحب مرشد اکابرین دیوبند کے نزدیک بلانکیر جائز ہے۔ فاقول۔ دیوبندی عوام و علماء کے نزدیک بھی یہ مرّوج صلوٰۃ والسلام بلانکیر جائز ہونا چاہیے۔ ورنہ پیر اور ان کے مریدین کے عقیدہ میں مخالفت پائی جائے گی۔ فافھموا

اور شبیر احمد عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں۔ " حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت (ان اللّٰہ و ملائکتہ یصلون علی النبی الآیۃ) نازل ہوئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا (یعنی نماز کی تشہد میں جو پڑھا جاتا ہے۔ السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ) صلوٰۃ کا طریقہ بھی ارشاد فرما دیجئے الخ " (حاشیہ القرآن ص ۵۴۱)

اور دیوبندی امت کے حکیم اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔ '' جب دوسرا سجدہ کر چکے تو (عورت) بائیں چوتڑ پر بیٹھے اور اپنے دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دیوے اور دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھے اور انگلیاں خوب ملا کر رکھے پھر پڑھے۔ التحیات للّٰہ والصلوٰت والطیبات السلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہٗ الخ ''۔
(بہشتی زیور ص ۲۴ جلد ۲)

(فائدہ) عثمانی اور تھانوی صاحب کی ان دو عبارتوں سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ، اقدس سے تھانوی صاحب کے دور تک مسلمان نماز میں مؤدبانہ بیٹھ کر حضور پُر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سلام و رحمت و برکات بصیغہ خطاب بھیجتے رہے۔ اور تھانوی صاحب نے قیامت تک کے مسلمانوں کو اسی طریقہ سے صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کی تعلیم بھی دی ہے۔ فاقول۔ جب نماز میں سلام و رحمت و برکت بصیغہ خطاب بھیجنا نہ صرف جائز بلکہ اس کی مداومت پر جملہ مسلمانوں کا اجماع ثابت ہوا تو پھر آپ پر نماز سے فارغ ہونے کے بعد اسی کیفیت قعود اور اسی صیغہ خطاب میں صلوٰۃ وسلام بھیجنا کیسے ممنوع اور بدعت ہوگا۔

فمن ادعی الفرق فعلیه البیان۔

اور مفتی اول دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی سے کسی نے استفسار کیا کہ "صلوٰۃ وسلام میں یا تشہد میں خطاب کا نہ کہنا افضل ہے جیسا کہ صحابہ کا معمول تھا یا نہیں جیسا کہ معمول زمانہ ہے۔ اگر نہیں ہے تو وجہ کیا ہے؟" تو آپ نے لکھا۔ اگر ابنِ مسعود نے بعد وفات شریف کے صیغہ بدل دیا تو کوئی حرج نہیں کسی مصلحت کو یہ کیا ہوگا اور جو اصل تعلیم کے موافق (السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ) پڑھا جائے جب بھی حرج نہیں کہ مقصود حکایت ہے۔ دیکھو کہ حیات فخر عالم علیہ السلام میں بھی دور دور اپنے بیوت میں اور مکہ مکرمہ اور بلاد بعیدہ میں خطاب کے لفظ سے پڑھتے تھے جیسا کہ وہاں خطاب درست تھا اب کیا وجہ ہے جو حرام ہو" (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۸۹)

(فائدہ:) گنگوہی صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں دور دور کے علاقوں کے لوگ نماز میں تشہد میں آنحضرت ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بصیغۂ خطاب بھیجتے تھے اور حضور علیہ السلام نے انہیں بصیغۂ غیبت سلام بھیجنے کا حکم نہیں فرمایا تھا فاقول۔ اگر اس زمانے میں دربارِ رسالت سے دور رہ کر آپ پر صلوٰۃ وسلام بصیغہ خطاب بھیجنا جائز ومعمول بہ تھا تو آج اسی صیغہ سے آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا کیوں ممنوع و بدعت ہوگیا ہے۔ بینوا توجروا۔

اور یہی صاحب لکھتے ہیں "اور جس کا عقیدہ یہ ہے کہ سلام وصلوٰۃ آپ کو پہنچایا جاتا ہے۔ ایک جماعت ملائکہ کی اس کام کے واسطے مقرر ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے تو دونوں طرح (یعنی السلام علیک اور السلام علی النبی) پڑھنا مباح ہے۔" (فتاویٰ رشیدیہ ص ۸۹)

اور یہی صاحب لکھتے ہیں۔ "البتہ اگر اس کلمہ (یا رسول اللہ) کو درود شریف کے ضمن میں کہے اور یہ عقیدہ کرے کہ ملائکہ اس درود شریف کو آپ پر پیش عرض کرتے ہیں تو درست ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ملائکہ درود بندہ مومن کا آپ کی خدمت میں

عرض کرتے ہیں۔ اور ایک صنف ملائکہ اسی خدمت پر ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۶)

(فائدہ:) گنگوہی صاحب نے ان عبارات میں یہ دوٹوک فیصلہ دے دیا کہ صلوٰۃ وسلام بصیغہ خطاب مع یارسول پڑھنا مباح یعنی جائز اور درست ہے۔ کیونکہ فرشتے آپ پر سلام عرض کرتے ہیں۔

فاقول: اگر دیوبندیوں کو گنگوہی صاحب کی اس پیش کردہ حدیث پر پکا سچا ایمان ہے تو انہیں مروج صلوٰۃ وسلام ضرور پڑھنا چاہیے۔ اگرچہ وہ اپنا مخصوص عقیدہ رکھ کر ہی پڑھیں۔ مگر افسوس وہ خود بھی نہیں پڑھتے الٹا پڑھنے والوں سے اُلجھتے اور چیں بچیں ہوتے ہیں۔ اور اس مبارک درود وسلام پر بدعت وخود ساختہ ہونے کا فتویٰ جڑتے ہیں۔ فالیٰ اللہ المشتکیٰ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

اور مولوی محمد زکریا دیوبندی لکھتے ہیں۔" علامہ سخاوی ابوبکر بن محمد سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر بن مجاہد کے پاس تھا کہ اتنے میں شیخ المشائخ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ آئے ان کو دیکھ کر ابوبکر بن مجاہد کھڑے ہو گئے۔ ان سے معانقہ کیا۔ ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ میں نے عرض کیا کہ میرے سردار! آپ شبلی کے ساتھ یہ معاملہ کرتے ہیں حالانکہ آپ اور ہمارے علمائے بغداد یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ پاگل ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے وہی کیا جو حضور اقدس ﷺ کو کرتے دیکھا۔ پھر انہوں نے اپنا خواب بتایا کہ مجھے حضور اقدس ﷺ کی زیارت خواب میں ہوئی۔ حضور کی خدمت میں شبلی حاضر ہوئے۔ حضور اقدس ﷺ کھڑے ہو گئے۔ اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور میرے استفسار پر حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ہر نماز کے بعد **لقد جآء کم رسول من انفسکم** آخر سورہ تک پڑھتا ہے۔ اور اس کے بعد مجھ پر درود پڑھتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب بھی فرض نماز پڑھتا ہے اس کے بعد یہ آیت شریفہ پڑھتا ہے اور اس کے بعد تین مرتبہ صلے اللہ علیک یا محمد پڑھتا ہے۔" (فضائل درود شریف ص ۱۰۵)

(فائدہ): مولوی محمد زکریا صاحب کی پیش کردہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ ہر نماز

کے بعد صلوٰۃ وسلام بصیغہ خطاب پڑھنا جیسا کہ ہم اہل سنت کے ہاں مروج ہے۔ جائز مشائخ عظام و اولیاء کرام کا معمول اور حضور اقدس ﷺ کا انتہائی پسندیدہ ومقبول عمل ہے۔ ؎ لاکھ مدعی پہ بھاری ہے گواہی تیری

اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی لکھتے ہیں۔خود ہمارے شیخ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ اور دیگر مشائخ دلائل الخیرات پڑھا کرتے تھے اور مولانا حضرت حاجی امداد اللہ شاہ مہاجر مکی قدس سرہ' نے اپنے ارشادات میں تحریر فرما کر مریدین کو امر بھی کیا ہے کہ دلائل کا ورد رکھیں اور ہمارے مشائخ ہمیشہ دلائل کو روایت کرتے رہے ہیں۔ اور مولانا گنگوہی بھی اپنے مریدین کو اجازت دیتے رہے۔ (ماضی الشفرتین ترجمہ المہند ص ۳۴)

اور مولوی بہاء الحق قاسمی امرتسری لکھتے ہیں۔ " حالانکہ یہ (دلائل الخیرات) وہ پاکیزہ اور بابرکت کتاب ہے کہ جس میں اول سے آخر تک کلمات درود شریف کے علاوہ توحید، عشق الٰہی اور محبت سرکار دو عالم ﷺ کا ولولہ انگیز درس موجود ہے۔ اسی وجہ سے ہزاروں علماء وصلحا و اولیا کرام رحمۃ اللہ علیہم اس مقدس کتاب کو حرز جان بنائے رہے۔ مولوی ثناء اللہ علمائے دیوبند سے حسن ظن کا اظہار کرتے ہیں آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ دلائل الخیرات کا وظیفہ دیوبندی علماء کے معمولات سے ہے"

(کتاب سفرنامہ شیخ الھند ص ۹۸ والتصدیقات ص ۱۱ بحوالہ نجدی تحریک ص ۱)

(فائدہ): انبیٹھوی صاحب اور قاسمی صاحب کی ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ کتاب دلائل الخیرات جس طرح بریلوی علماء کے نزدیک معتبر ہے اسی طرح دیوبندی مولویوں کے نزدیک بھی معتبر ہے۔اور دیوبندی مولوی اور پیر اس کا وظیفہ بھی کرتے چلے آئے ہیں۔حالانکہ اس کتاب کے صفحہ نمبر ۶۳ پر یہ حدیث موجود ہے۔وقیل لرسول ﷺ اراءیت صلوٰۃ المصلین علیک ممن غاب عنک ومن یاتی بعدک ماحا لھما عندک فقال اسمع صلوٰۃ اھل محبتی واعرفھم وتعرض علی صلوٰۃ غیر ھم عرضاً .

ترجمہ: اور کہا گیا رسول اللہ ﷺ سے کیا دیکھا آپ نے درود ان درود پڑھنے والوں کا اوپر آپ کے جو دور ہیں آپ سے اور جو کوئی آویں گے بعد آپ کے کیا حال ہے ان دونوں کا نزدیک آپ کے؟ پس فرمایا۔ سنتا ہوں درود اہل محبت اپنے کا اور پہچانتا ہوں میں ان کو اور پیش کئے جاتے ہیں اوپر میرے درود غیر کے۔ (دلائل الخیرات ص ۶۳)

اس حدیث نبوی سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اہل محبت کا درود وسلام سنتے ہیں خواہ وہ روضہ انور پر حاضر ہوں یا اس سے کوسوں دور۔ اور چونکہ سامع پر سلام ڈالنے میں اصل صیغہ خطاب کا صیغہ ہے اس لئے اہل محبت کے لئے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کے الفاظ سے درود وسلام پڑھنا ہی زیادہ مناسب ہے۔

اور مولوی ریاض احمد اشرفی سے کسی نے سوال کیا کہ "ہمارے ہاں مسجد میں ہر نماز کی آذان سے فوراً بعد لاؤڈ سپیکر پر درود الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ پڑھا جاتا ہے۔ اور یہی درود پاک نمازوں کے بعد بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے۔ کیا شریعت میں یہ جو اوپر لکھا جائز ہے؟ تو انہوں نے اس کے جواب میں لکھا۔ "نماز سے پہلے یا نماز کے بعد آذان سے پہلے یا آذان کے بعد کسی قسم کے ذکر پر خواہ وہ تسبیحات کی شکل میں ہو یا درود پاک کی شکل میں کوئی ممانعت منقول نہیں۔ البتہ غیر ضروری کو ضروری کر لینا قطعاً ممنوع ومکروہ ہے جیسے حلال کو حرام کرنا اور حرام کو حلال کر لینا منع ہے۔ ایک خاص ہیئت کو مقرر کر لینا اور پھر اس ہیئت کی خلاف ورزی کو گناہ سمجھنا۔ جبکہ وہ ہیئت منصوص بھی نہ ہو بہت بڑی زیادتی اور جرأت ہے۔ بلکہ فقہاء کرام کے ہاں ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ جہاں مستحب ومباح کو فرض قرار دے لیا جائے وہاں اس مستحب کا ترک ہی بہتر ہے۔"

(فائدہ): اس عبارت سے صاف صاف ثابت ہوا کہ اگر مروج صلوٰۃ وسلام کو فرض یا واجب اور اس کی خلاف ورزی کو گناہ نہ سمجھا جائے تو اس کے استحباب واباحت میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ الحمد للہ ہم اہل سنت اس صلوٰۃ وسلام کو نہ فرض سمجھتے ہیں نہ واجب نہ اس کی

خلاف ورزی کو گناہ سمجھتے ہیں ۔ بلکہ ہم اسے مستحب ہی سمجھتے ہیں ۔ لہٰذا اس کو منع بتانا دیوبندیہ کی ہم پر افتراء پردازی ہے ۔ جب اس درود وسلام سے ممانعت شرعی منقول نہیں تو تمہیں منع کرنے کا کس نے حق دیا ہے؟ "**ولکن الوھابیہ لا یعقلون** .

اور یہی اشرفی صاحب ، اسی سوال کے جواب میں آگے چل کر لکھتے ہیں ۔ " درود شریف کے سب صیغے مقبول ہیں ۔ اور سب سے عمدہ صیغے وہی ہیں جو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا صحابہ وتابعین سے مروی ہیں ۔ انہی میں وہ مشہور صیغہ بھی ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے ۔ (روزنامہ جنگ ۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۸۰ء)

(فائدہ) : اشرفی صاحب نے یہ فیصلہ دے دیا کہ مروج صلوٰۃ وسلام کے صیغے مقبول ہیں ۔ لہٰذا ان سے منع کرنا دیوبندیہ کی ہٹ دھرمی ہوگی ۔

اور یہی اشرفی صاحب لکھتے ہیں ۔ " حد ہے کہ حنابلہ اور متوحدین کے امام حافظ شیخ ابن تیمیہ بھی اس امر کے قائل ہیں کہ حضور علیہ السلام کے روضہ مبارک پر جو صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں وہ حضور علیہ السلام خود سنتے ہیں اور جو دور دراز میں لوگ پڑھتے ہیں وہ خاص اسی مقصد کے لئے مقرر فرشتوں کے ذریعے حضور علیہ السلام تک پہنچا دیا جاتا ہے ۔

(المناسک)

علمائے اہل سنت میں سے کوئی بھی قابل ذکر عالم دین فقیہ یا محدث یا مفتی ایسا نہیں جو وہاں حاضری کے وقت بصیغہ ءنداء درود شریف پڑھنے کا منکر ہو ۔ حضرت قطب عالم فقیہ النفس مولنا مولوی رشید احمد گنگوہی جو علمائے دیوبند کے آئمہ میں سے ہیں بلکہ مؤسسین دیوبند میں ان کا مخصوص مقام ہے نے اپنی کتاب زبدۃ المناسک میں بوقت حاضری جو سلام لکھا ہے اور جو امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کی فتح القدیر میں بھی ہے میں لفظ یا رسول اللہ بکثرت استعمال کیا گیا ہے ۔ " (روزنامہ جنگ ۸ اکتوبر ۱۹۸۰ء)

(فائدہ) : اس عبارت سے ثابت ہوا کہ سب دیوبندی مولوی بھی روضہ انور پر جاکر

صلوٰۃ وسلام الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھتے ہیں ۔ لہٰذا اسے ممنوع یا بدعت کہنے والے دیوبندی خود اپنے اکابر کے معمول سے بے خبر ہیں ۔

اور یہی اشرفی صاحب لکھتے ہیں ۔ " البتہ بعض عشاق اور اکابر کے کلام میں اس لفظ (یا رسول اللہ) کا استعمال بکثرت موجود ہے جس سے اس کے عدم جواز کا معدوم ہونا ہی منشرح ہے ۔ صیغہ ہائے درود شریف یعنی صلوٰۃ وسلام بر خیر الانام میں اس کا (یعنی یا رسول اللہ) کا استعمال بالاتفاق جائز ہے ۔ " (روزنامہ جنگ مذکورہ بالا)

(فائدہ) : اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص یا رسول اللہ کا لفظ صلوٰۃ وسلام کے ضمن میں پڑھے تو یہ دیوبندی اکابرین کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے ۔ کیونکہ صلوٰۃ وسلام کو فرشتے آپ تک پہنچا دیتے ہیں ۔

اور مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں ۔ " یوں جی چاہتا ہے کہ آج درود شریف زیادہ پڑھوں اور وہ بھی ان الفاظ سے ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ "
(شکر النعمۃ ص ۸ بحوالہ اشتہار مرتبہ مولانا غلام محمود ہزاروی شائع کردہ احباب مری)

(فائدہ) : اس سے معلوم ہوا کہ جوشِ محبت میں صلوٰۃ وسلام بصیغہ خطاب پڑھنا جائز ہے چونکہ اہل سنت پر اکثر جذبۂ محبت طاری رہتا ہے اس لئے انہیں اکثر یہ صلوٰۃ وسلام پڑھنا تھانوی صاحب کے نزدیک بھی جائز ہوگا ۔

اور مولوی محمد زکریا دیوبندی لکھتے ہیں ۔ " یہ نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھے انّ اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبی ۔ اس کے بعد ستر مرتبہ صلی اللّٰہ علیک یا محمد کہے تو ایک فرشتہ کہتا ہے کہ اے شخص اللہ جل شانہٗ تجھ پر رحمت نازل کرے ۔ اور اس کی حاجت پوری کر دی جاتی ہے ۔
(فضائل حج ص ۱۰۳)

(فائدہ) : اس سے روضہ انور پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام بصیغہ خطاب پڑھنے کی فضیلت معلوم ہوئی ۔ پس اگر کوئی اس نیت سے یہی صلوٰۃ وسلام روضہ اطہر سے دور ہوتے ہوئے

پڑھے کہ آپ پر فرشتے یہ صلوٰۃ وسلام پہنچا دیں گے۔ تو پھر اس کی ممانعت کی کیا دلیل ہو سکتی ہے؟

اور یہی مولوی صاحب لکھتے ہیں۔ " (فائدہ) ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ صلے اللہ علیک یا محمد کی جگہ یا رسول اللہ کہنا اولیٰ ہے۔ علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے ہے کہ حضور کا نام لے کر پکارنے کی ممانعت ہے۔ لیکن اگر یہی لفظ روایت میں منقول ہے تو منقول کی رعایت کی وجہ سے ممانعت نہ رہے گی۔ اس ناپاک و ناکارہ کے خیال میں روضہ اقدس پر مزوروں کے رٹے ہوئے الفاظ بغیر سمجھے طوطے کی طرح پڑھنے کی بجائے نہایت خضوع وخشوع سکون و وقار سے ستر مرتبہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ہر حاضری کے وقت پڑھ لیا کرے تو شائد زیادہ بہتر ہے۔ (فضائل حج ص ۱۰۴)

(فائدہ): اس سے معلوم ہوا کہ اہل دیوبند کے نزدیک بھی جس طرح روضہ انور پر صلے اللہ علیک یا محمد پڑھنا جائز ہے اسی طرح وہاں الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ستر مرتبہ پڑھنا جائز بلکہ زیادہ بہتر ہے سبحان اللہ العظیم۔

اور یہی مولوی صاحب لکھتے ہیں۔ " اس ناکارہ کے ناقص خیال میں جو شخص سلام کے الفاظ کا ترجمہ اور مطلب سمجھتا ہو اور ان الفاظ کے بڑھانے سے ذوق میں اضافہ ہوتا ہو اس کو تو تطویل مناسب ہے۔ اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو طوطے کی طرح سے مزوروں کے الفاظ دہرانے کی ضرورت نہیں۔ انتہائی ذوق وشوق اور غایت سکون اور وقار سے آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھتا رہے۔ اور جب تک شوق میں اضافہ پاوے انہی الفاظ کو یا اور کسی سلام کو بار بار پڑھتا رہے۔ " (فضائل حج ص ۱۱۸)

(فائدہ): اس سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ وسلام کے الفاظ میں کمی بیشی اور ردو بدل دیوبندیوں کے نزدیک بھی جائز ہے۔ لہٰذا درود ابراہیمی پر ان کا زور دینا بے معنی بات ہے۔ مسلمان جس لفظ درود وسلام میں اپنا ذوق پائیں ان میں انہیں سلام پڑھنے دیا

جائے۔

اور مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی اپنا فیصلہ ان لفظوں میں سناتے ہیں۔ ذرہ غور فرمایئے۔ "مسئلہ نداء یا رسول اللہ ﷺ میں وہابیہ مطلقاً منع کرتے ہیں اور یہ حضرات (یعنی دیوبندی اکابر) نہایت تفصیل فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لفظ یا رسول اللہ ﷺ اگر بلحاظ معنی اسی طرح نکلا ہے جیسے لوگ بوقت مصیبت و تکلیف ماں اور باپ کو پکارتے ہیں تو بلاشک جائز ہے۔ علی ھذا القیاس اگر بلحاظ معنی درود شریف کے ضمن میں کہا جاوے گا تو بھی جائز ہوگا۔ علی ھذا القیاس اگر کسی سے غلبۂ محبت و شدت وجد و توفر عشق میں نکلا ہے تب بھی جائز ہے۔ اور اگر اس عقیدہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ تک اپنے فضل و کرم سے ہمارے نداء کو پہنچا دے گا۔ اگرچہ ہر وقت پہنچا دینا ضروری نہ ہوگا مگر اس امید پر وہ ان الفاظ کو استعمال کرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (شہاب ثاقب ص ۶۴ مطبوعہ دیوبند)

پھر ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں " وہابیہ خبیثہ یہ صورت نہیں نکالتے اور جملہ انواع کو منع کرتے ہیں چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا کہ وہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کو سخت منع کرتے ہیں۔ اور اہل حرمین پر سخت نفرین اس نداء اور خطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزاء اڑاتے ہیں۔ اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں حالانکہ ہمارے مقدس (دیوبندی) بزرگانِ دین اس صورت اور جملہ صورت درود شریف کو اگرچہ بصیغہ خطاب و نداء کیوں نہ ہوں مستحب و مستحسن جانتے ہیں۔ اور اپنے متعلقین کو اس کا امر کرتے ہیں۔ اور اس تفصیل کو مختلف تصانیف و فتاویٰ میں ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ براھین قاطعہ میں بھی مفصلاً مذکور ہے۔" (شہاب ثاقب ص ۶۵ مطبوعہ دیوبند)

پھر ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں۔ " یہ لوگ (وہابیہ عرب) جب مسجد شریف نبوی میں آتے ہے تو نماز پڑھ کر نکل جاتے ہیں اور روضہ اقدس پر حاضر ہوکر صلوٰۃ وسلام و دعا وغیرہ پڑھنا مکروہ اور بدعت شمار کرتے ہیں۔"

پھر ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں۔" وہابیہ خبیثہ بکثرت صلوٰۃ وسلام و درود بر خیر الانام علیہ السلام اور قرآت دلائل الخیرات و قصیدہ بردہ و قصیدہ ہمزیہ وغیرہ اور اس کے پڑھنے

اور اس کے استعمال کرنے اور ورد بنانے کو سخت قبیح و مکروہ جانتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے مقدس (دیوبندی) بزرگان دین اپنے متعلقین کو دلائل الخیرات وغیرہ کی سند دیتے رہے ہیں۔ اور ان کو کثرت درود و سلام و تحزیب و قرأت دلائل وغیرہ کا امر فرماتے رہے ہیں۔ ہزاروں کو مولانا گنگوہی اور مولانا نانوتوی نے اجازت عطا فرمائی اور مدتوں خود بھی پڑھتے رہے ہیں۔ (شہاب ثاقب ص ۶۷ مطبوعہ دیوبند)

(فائدہ): ان عبارات سے معلوم ہوا کہ مروج صلوٰۃ وسلام سے صرف وہابیہ منع کرتے ہیں۔ دیوبندی اکابر کے نزدیک اس کا پڑھنا مستحب و مستحسن ہے۔ لہٰذا جو دیوبندیہ آج کل اس صلوٰۃ وسلام سے منع کرتے ہیں وہ حقیقت میں وہابی ہیں۔ ہرگز ہرگز حنفی نہیں۔ اگر وہ حنفی ہوتے تو اس صلوٰۃ وسلام سے ہرگز منع نہ کرتے۔

وھذا آخر ما اردنا ایردہ فی ھذہ المقالۃ المبارکہ تقبلھا اللّٰہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ (۱۰ رجب ۱۴۰۰ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پندرھواں مقالہ

تعظیمِ رسول کا شرعی معیار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ الہٖ واصحابہٖ اجمعین. اما بعد

اللہ کریم جل شانہ نے ایمان والوں پر اپنے پیغمبروں کی تعظیم فرض فرمائی اور قرآن مجید میں ان کی تعظیم بجالانے کا حکم ارشاد فرمایا۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے۔

فالذین اٰمنوابہ وعزّروہُ ونصروہ واتبعو النور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون ۔ پس وہ لوگ جو ان پر ایمان لائے اور ان کی تعظیم کی اور انہیں مدد دی ۔ اور اس نور کی پیروی کی جو ان کے ساتھ اترا ایہی لوگ کامیاب ہیں ۔ (پ ۹، رکوع ۹)

اور دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے ۔وقال اللّٰہ انی معکم لئن اقمتم الصلوٰۃ واتیتم الزکوٰۃ وامنتم برسلی وعزرتموھم واقرضتم اللّٰہ قرضاً حسناً لا کفرن عنکم سیاتکم ولادخلنکم جنات تجری من تحتھا الانھار ۔ اور اللہ نے کہا۔ بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں ۔ البتہ اگر تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو اور اللہ کو اچھا قرض دو تو میں ضرور تمہارے گناہ مٹا دوں گا اور میں تمہیں ضرور ان باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ۔ (پ ۶، رکوع ۷)

اور وہ تیسرے مقام پر فرماتا ہے ۔ انا ارسلنک شاھدًا ومبشرًا ونذیرًا لتؤمنوا باللّٰہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃً واصیلاً. بے شک ہم نے (اے محمد) آپ کو بھیجا حاضر و ناظر، خوشخبری دینے والا، ڈر سنانے والا بنا کر تا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح شام اللہ کی پاکی بولو ۔ (پ ۲۶، رکوع ۹)

عارف باللہ شیخ احمد صاوی اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں ۔ " اور اس آیت کریمہ سے یہ مسئلہ اخذ کیا جائے گا کہ جو شخص اللہ کی تعظیم یا رسول اللہ ﷺ کی تعظیم پر اکتفا کرے ۔ وہ ایمان والا نہیں ہے بلکہ مومن وہ شخص ہے جو ان دونوں کی تعظیم کو جمع کرے ۔ ہاں ان کی تعظیم ان کے اپنے مراتب کے لحاظ سے لازم ہے ۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی تعظیم یہ ہے کہ

اسے حوادثات کی صفات سے پاک اور صفات کمالات سے متصف مانا جائے۔ اور رسول ﷺ کی تعظیم یہ ہے کہ آپ کو سچا رسول اور ساری مخلوق کو خوشخبری دینے والا۔ ڈرسنانے والا تسلیم کیا جائے اور آپ کی باتی پسندیدہ عادات اور محبوب صفات پر اعتقاد رکھا جائے۔ (حاشیہ جلالین ص ۸۲ جلد ۴)

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سب پیغمبروں کا ادب واحترام اور ان کی توقیر وتعظیم ایمان والوں پر فرض ہے۔ اللہ نصیب رکھے۔ آمین۔

امتی اور نبی کا رشتہ

شریعت جہاں بزرگوں کی تعظیم بجالانے کا حکم دیتی ہے وہاں بزرگوں کے مراتب کے لحاظ سے تعظیم کے مراتب بھی متعین کرتی ہے۔ مثلاً باپ اور بڑے بھائی دونوں کی تعظیم شرعاً واجب ہے۔ لیکن باپ کی تعظیم کا شرع شریف میں جو مقام ہے وہ بڑے بھائی کی تعظیم کا نہیں ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ نبی اور امتی کے درمیان رشتہ کی حقیقت سمجھی جائے۔ تاکہ اس رشتہ کے لحاظ سے امتی پر نبی کی تعظیم واجب قرار دی جاسکے۔ وباللہ التوفیق۔

نبی روحانی باپ ہے

قرآن مجید، احادیث مبارکہ، تفاسیر متبرکہ اور ارشادات بزرگان دین سے صراحۃً ثابت ہے کہ نبی اپنے امتی کا روحانی باپ ہوتا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نبی الانبیاء ہونے کی وجہ سے جملہ اولاد آدم کے روحانی باپ ہیں۔ یہاں چند عبارات متبرکہ تبرکاً نقل کی جاتی ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) امام ابوالبرکات نسفی تفسیر مدارک التنزیل میں فرماتے ہیں۔ قال مجاهد کل نبی ابو امته ولذلک صار المؤمنون اخوة لان النبی ﷺ ابو هم فی الدین. حضرت مجاہد نے فرمایا۔ انبیاء علیہم السلام اپنی امت کے والد ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے مومن آپس میں بھائی بھائی ہوئے۔ کیونکہ حضور ﷺ ان کے دینی باپ ہیں۔ (اطیب البیان ص ۳۲۵)

(۲) اور یہی امام اسی کتاب میں لکھتے ہیں ۔ وفی قراءۃ ابن مسعود النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم وھواب لھم ۔ یعنی نبی کریم مومنین کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں ۔ اور حضور ﷺ ان کے والد ہیں ۔ (اطیب البیان ص ۳۲۵)

(۳) اور امام فراء البغوی لکھتے ہیں ۔ وفی حرف ابی رضی اللّٰہ عنہ وازواجہ امھاتھم وھواب لھم ۔ یعنی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت میں آیا ہے اور حضور ﷺ کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں ۔ اور آپ ﷺ خود ان کے باپ ہیں ۔ (معالم التنزیل ۔ ص ۲۳۱ جلد ۵)

(۴) امام عماد الدین ابن کثیر لکھتے ہیں ۔ " آیا رسول اللہ ﷺ کو ایمان والے مردوں اور عورتوں کا باپ کہنا درست ہے؟ اس بارہ میں دو قول ہیں ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بصحت ثابت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ایسا نہیں کہا جائے گا ۔ اور شافعی مذہب کے دو قولوں میں یہی اصح قول ہے ۔ وقد روی عن ابی بن کعب وابن عباس رضی اللّٰہ عنھم انھما قرء ا النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم وھواب لھم وروی نحو ھذا عن معاویۃ و مجاھد وعکرمۃ والحسن وھو احد الوجھین فی مذھب الشافعی حکاہ البغوی وغیرہ واستأنسو اعلیہ بالحدیث الذی رواہ ابو داود عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ انہ قال رسول اللّٰہ ﷺ انما انا لکم بمنزلۃ الوالد واخرجہ النسائی وابن ماجہ ۔ حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ان دونوں نے آیت کریمہ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم میں وازواجہ امھاتھم وھوا ب لھم کے الفاظ تلاوت کئے ہیں ۔ (جن کا مطلب ہے حضور کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں اور وہ خود ان کے باپ ہیں ۔) اور یہ اضافہ حضرات معاویہ، مجاہد، عکرمہ اور حسن بصری سے بھی مروی ہے اور یہی شافعی مذہب کی دو روایتوں میں سے ایک روایت ہے جیسا کہ یہ امام بغوی وغیرہ نے بیان کیا اور اس قرأت کی صحت پر ان حضرات نے اس حدیث سے تائید حاصل کی ہے جس میں رسول ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے بمنزلہ باپ کے ہوں ۔ اس حدیث کو ابو داؤد کے علاوہ نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے ۔

اور اس بارہ میں دوسرا قول یہ ہے کہ حضور ﷺ کو مومنوں کا باپ نہیں کہا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ " محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ۔ " (تفسیر ابن کثیر ص ۴۶۸ جلد ۳)

(۵) عارف باللہ امام احمد صاوی لکھتے ہیں ۔ آیت کریمہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم میں ابوت حقیقی کی نفی کی گئی ہے ۔ اور یہ اس کے منافی نہیں کہ آپ ایمان والوں کے اس حیثیت سے باپ ہیں کہ آپ ان پر مہربان ہیں ۔ اور ان کے لئے خیر خواہ بھی ۔ (تفسیر صاوی ص ۲۳۲ جلد ۳)

(۶) اور امام اجل قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں ۔ فصارا ابا لھم ۔ پس آپ مومنوں کے باپ ہو گئے ۔ (شفا شریف ص ۷۰ ۔ جلد ۱)

(۷) اور امام علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں ۔ قولہ فصار ابا لھم النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم وھواب لھم مع ان کل نبی اب لامتہ بل ھو افضل واکمل تربیۃ من الاب لولدہ اذالاب سبب لا یجادہ والنبی باعث لامدادہ واسعادہ ویشیر الیہ قولہ ملۃ ابیکم ابراھیم ۔ پس رسول اللہ ﷺ رحمت اور شفقت کی بناء پر مومنوں کے باپ ہو گئے ۔ جیسا کہ آیت کریمہ النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم میں ازواجہ امھاتھم کے بعد وھواب لھم شاذ قرأت میں وارد ہوا ہے ۔ اور اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے ۔ بلکہ وہ تربیت کرنے میں حقیقی باپ سے زیادہ فضیلت والا اور کمالیت والا ہوتا ہے ۔ کیونکہ حقیقی باپ اولاد کے وجود کا سبب ہوتا ہے تو نبی اپنے امتی کی امداد اور سعادتمندی کا ذریعہ ہوتا ہے ۔ اور اسی طرف اللہ تعالیٰ کا ارشاد ملۃ ابیکم ابراھیم (تمہارے باپ ابراھیم کا دین) اشارہ کرتا ہے ۔ (شرح شفا ص ۶۴ جلد ۲)

(۸) امام شہاب الدین خفاجی اس کی شرح میں لکھتے ہیں ۔ ای صار ﷺ لجمیع امتہ بمنزلۃ الأب فی اللطف بھم والشفقۃ علیھم و ھو لا ینا فی قولہ تعالیٰ ما کان محمد ابا احد من رجالکم لان المنفیٰ ثمۃ الابوۃ الحقیقۃ ۔ یعنی رسول ﷺ شفقت اور مہربانی کے بناء پر اپنی امت کے لئے باپ کے بمنزلہ ہو گئے ۔ اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے ارشاد ماکان

محمد ابا احد من رجالکم کے خلاف نہیں ۔ کیونکہ اس آیت میں ابوت حقیقہ کی نفی ہے ۔ (اور اثبات ابوت ایمانیہ کا کیا گیا ہے) (نسیم الریاض ص ۴۶ جلد۲)

(۹) شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں ۔ فرمود رسول اللہ ﷺ نیستم من برائے شما در نصیحت و خیر خواہی مگر مانند پدر برائے فرزندان خود ۔ " رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۔ میں تمہارے لئے نصیحت و خیر خواہی میں اس طرح ہوں جس طرح کوئی باپ اپنے بیٹوں کے لئے ہوتا ہے ۔'' (اشعۃ اللمعات ص۲۰۲ جلد ۱)

الحمد للہ ان عبارات معتبرہ سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے روحانی باپ ہیں ۔ اور آپ کے جملہ امتی آپ ﷺ کی معنوی اولاد ہیں ۔ ثم الحمد للہ علیٰ ذلک

دیوبندی شہادتیں

اگر چہ دیوبندی علماء کا ایمان ہے کہ رسول للہ ﷺ بوجہ اولاد آدم سے ہونے کے ان کے بڑے بھائی ہیں ۔ سو ان کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کرنی چاہیے ۔ جیسا کہ ان کے پیشوا مولوی اسماعیل دہلوی نے کتاب تقویۃ الایمان میں لکھا اور ان کے قطب الارشاد گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ میں اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے البراہین القاطعہ میں اور مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ نے کتاب المہند میں اور حسین احمد مدنی نے شہاب ثاقب میں اور مولوی منظور سنبھلی نے سیف یمانی میں دہلوی صاحب کے اس عقیدہ کی تصدیق و تائید کی ہے ۔ مگر بمصداق الحق ما شھدت بہ الاعدآء ۔ انہی لوگوں کے قلم سے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی لکھوا دیا کہ حضور ﷺ مومنوں کے روحانی باپ ہیں ۔ چنانچہ مولوی خلیل احمد انبٹھوی کتاب بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد میں لکھتا ہے ۔ او لانھم کالا بآء لامتھم فما لھم لکل اولادھم یعنی للمصالح العامۃ وھو معنی الصدقۃ ۔ اس کا مفہوم دیوبندی سجاد بخاری ان الفاظ میں لکھتا ہے ۔ " دوم یہ کہ انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کے لئے بمنزلہ آباء ہوتے ہیں ۔ اس لئے ان کا مال ساری امت کا ہوتا ہے اور صرف وارثوں میں ہی

تقسیم نہیں ہوتا۔ (اقامۃ البرہان ص ۲۱۰ مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی)

اور دیوبندی مولوی شبیر احمد عثمانی کے حاشیہ القرآن میں لکھا ہے۔ "اور اگر اس روحانی تعلق کی بنا پر کہہ دیا جائے کہ مومنین کے حق میں نبی بمنزلہ باپ کے بلکہ اس سے بھی بمراتب بڑھ کر ہے تو بالکل بجا ہوگا۔ چنانچہ سنن ابی داؤد میں انما انا لکم بمنزلۃ الوالد الخ اور حضرت ابی ابن کعبؓ وغیرہ کی قراءۃ میں آیت ہذا النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم الخ کے ساتھ وھواب لھم کا جملہ اسی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔ باپ بیٹے کے تعلق میں غور کرو تو اس کا حاصل یہی نکلے گا کہ بیٹے کا جسمانی وجود باپ کے جسم سے نکلا ہے اور باپ کی تربیت و شفقت طبعی اوروں سے بڑھ کر ہے لیکن نبی اور امتی کا تعلق کیا اس سے کم ہے۔ یقیناً امتی کا ایمانی و روحانی وجود نبی کی روحانیت کبریٰ کا ایک پرتو اور ظل ہوتا ہے۔ اور جو شفقت اور تربیت نبی کی طرف سے ظہور پذیر ہوتی ہے ماں باپ تو کیا تمام مخلوق میں اس کا نمونہ نہیں مل سکتا۔ باپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو دنیا کی عارضی حیات عطا فرمائی تھی۔ لیکن نبی کے طفیل ابدی اور دائمی حیات ملتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ ہماری وہ ہمدردی اور خیر خواہانہ شفقت فرماتے ہیں جو خود ہمارا نفس بھی اپنی نہیں کرسکتا۔ اسی لئے پیغمبر کو ہماری جان و مال میں تصرف کا وہ حق پہنچتا ہے جو دنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔ (حاشیہ عثمانی ص ۷۱۷)

روحانی باپ جسمانی باپ سے زیادہ مستحق تعظیم ہے

چونکہ روح جسم سے افضل ہے کہ روح جسم کے بغیر باقی رہتا ہے مگر جسم روح کے بغیر فنا ہوجاتا ہے اور جسم خاک کا پتلا ہے مگر روح اللہ کے امر سے ہے۔ اس لئے روح کے رشتہ سے جو شخص باپ بنے گا وہ جسم کے رشتہ سے بننے والے باپ سے زیادہ معظم اور مستحق ادب و احترام ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مومن پر اپنے نبی کی تعظیم جس قدر واجب ہے۔ اس پر اس قدر تعظیم اس کے حقیقی باپ کی واجب نہیں کہ نبی کی نبوت کا انکار یا اس کی ادنیٰ بے ادبی کفر ہے۔ مگر باپ کی ابوت کا انکار یا اس کی بے ادبی کفر نہیں۔ سخت حرام فعل ہے۔ پس جو شخص نبی کو بڑا بھائی مانے اور اس کے لئے بڑے بھائی کی سی تعظیم کا قائل ہو وہ گمراہ

بے دین ہے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم.

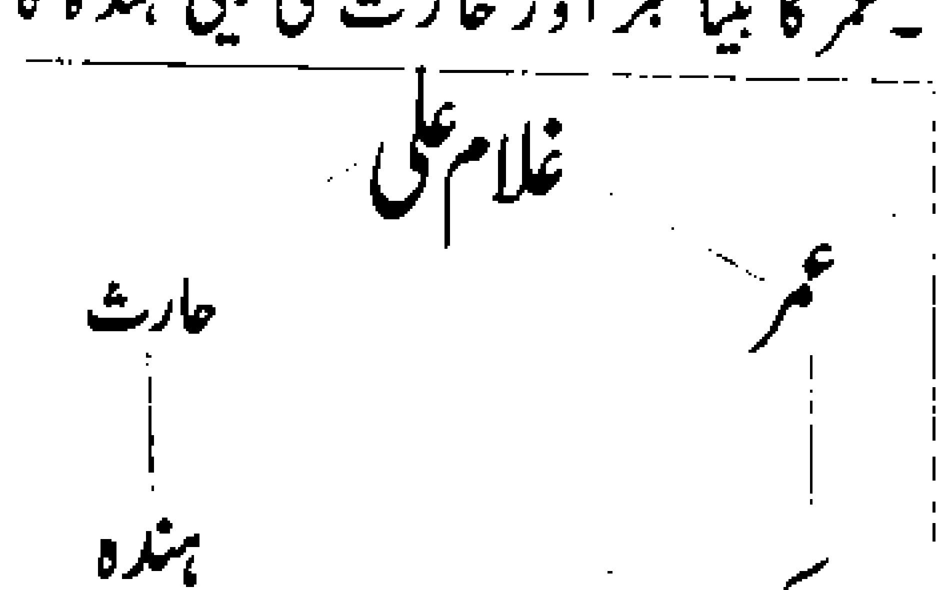
اشکال

یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ واکرموا اخاکم اورتم اپنے بھائی کی تعظیم کرو۔ (مشکوٰۃ ص۱۴ جلد۲) اور آپ ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ ای اخیی اشرکنا فی دعاءک۔ اے میرے پیارے بھائی ہمیں اپنی دعا میں شامل کرنا۔ (مشکوٰۃ ص ۱۷۶ جلد ۱) ان دو حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ہمارے بھائی ہیں۔ باپ نہیں۔ لہٰذہم ان کی تعظیم بڑے بھائی کی سی کریں گے جیسا کہ دیوبندی مولویوں کا عقیدہ ہے تو

اس اشکال کا جواب: یہ ہے کہ حضور ﷺ اولاد آدم سے ہونے کی وجہ سے جملہ اولاد آدم کے بھائی ہیں۔ لیکن آپ کا بھائی ہونا جسمانی رشتہ ہے۔ اس لئے روحانی رشتہ کا لحاظ کر کے آپ کو باپ ہی سمجھا اور کہا جائے گا۔ اور کم درجہ کے جسمانی رشتہ کے اعتبار سے آپ کو بھائی نہیں سمجھا اور کہا جائے گا۔ کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ اگر دو آدمیوں میں دو جہت سے رشتہ داری قائم ہو تو معظم اور قریبی رشتہ کا لحاظ کیا جاتا ہے دور یا کم درجہ کے رشتہ کا لحاظ نہیں کیا جاتا۔ یہ قاعدہ کلیہ سمجھنے کے لئے درج ذیل مثال پر غور کریں۔ وباللہ التوفیق.

ایک مثال

غلام علی کے دو بیٹے عمر اور حارث ہیں۔ عمر کا بیٹا بکر اور حارث کی بیٹی ہندہ کا نکاح ہوگیا جن سے زید نامی بیٹا پیدا ہوا۔ اب غور کریں کہ زید اور بکر میں دو جہت سے رشتہ داری ہے۔ ایک یہ کہ بکر زید کا باپ ہے اور دوسرا یہ کہ بکر ہندہ کا چچازاد بھائی ہے۔ اس لئے وہ اس کا ماموں بھی ہے۔ اب اگر یہ زید بے قید



بکر کو باپ ماننے یا کہنے کے بجائے ماموں مانے اور کہے تو اسے سخت گستاخ کہا جائے گا اگرچہ وہ اپنے کہنے میں سچا ہی سہی۔ اس طرح جو شخص نبی کو مومنوں کا بھائی کہے وہ اگرچہ ایک لحاظ سے سچا ہے۔ لیکن اسے گستاخ ضرور کہا جائے گا۔ وھکذا ینبغی التحقیق وبیدا للہ تعالیٰ ازمة التوفیق وھو اعلم بالصواب۔

حاصل کلام

یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا اس کا حاصل یہ ہے کہ نبی ﷺ مومنوں کے روحانی باپ ہیں۔ اور سارے مومن آپ کی معنوی اولاد ہیں۔ روحانی باپ، جسمانی باپ سے زیادہ تعظیم کا مستحق ہوتا ہے۔ اس لئے آپ کی تعظیم باپ کی تعظیم سے بھی زیادہ کی جائے گی۔ آپ کا جتنا ادب ہو سکے کیا جائے گا کہ اس سرکار میں ادنیٰ سی بے ادبی اشد کفر ہے۔ شعر۔

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

وھذا اخر مااردنا ایردہ فی ھذہ المقالة المبارکة تقبلھا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم وانا الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری القریشی الھاشمی غفر اللہ تعالیٰ لہٗ خادم التصنیف والافتاء بالجامعة الحیدریة فضل المدارس ببلدة سھنسہ آزاد کشمیر۔ (۱۳ جمادی الآخر ۱۴۰۹ھ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

سولھواں مقالہ

دورِ حاضر میں

معجزاتِ نبویہ کا ظہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین ۔ امّا بعد

اللہ تعالیٰ نے انبیآء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ان کے اپنے اپنے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے معجزات سے نوازا ہے ۔ اور سید الانبیآء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو صرف معجزات عطا ہی نہیں کیے گئے بلکہ آپ کو سراپا معجزہ بنا کر اس دنیا میں بھیجا گیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ **یا یھا الناس قد جآء کم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نوراً مبیناً۔**

ترجمہ : اے لوگو ۔ بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف ایک روشن نور اُتارا ۔ (پ ۶ رکوع ۴)

اس آیت کریمہ میں برھان سے مراد رسول مقبول ﷺ کی ذات بابرکات ہے ۔ امام ابوالبرکات نسفی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں ۔ **ای رسول یبھر المنکر بالاعجاز** ۔ یعنی برہان سے مراد وہ رسول ہے جو اپنے معجزات کے ذریعہ سے منکر کو ورطہ حیرت میں ڈال دے ۔ (تفسیر نسفی جلد اول ص ۲۶۷)

اور مفسر علاء الدین خازن فرماتے ہیں ۔ **یعنی محمداً ﷺ وماجآ به من البینات من ربه عزوجل وانما سماه برهاناً لما معه من المعجزات الباهرات التی تشهد بصدقه** ۔ برہان سے مراد محمد ﷺ اور ان کے وہ معجزات ہیں جو وہ اپنے رب عزوجل کی طرف سے لے کر تشریف لائے اور آپ کو برہان کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے ہمراہ وہ واضح معجزات تھے جو آپ کے صدق پر گواہی دیتے ہیں ۔ (تفسیر خازن جلد اول ص ۶۲۹)

اور مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں ۔ " حضور از سرتا پائے اقدس حق کی دلیل ہیں ۔ آپ کا ہر عضو ایک معجزہ نہیں بلکہ بے شمار معجزات کا مجموعہ ہے ۔ حضور ﷺ کا لعاب شریف حضرت علی کرم اللہ وجھہ کی آنکھوں کا سرمہ ، عبداللہ بن عتیک کی ٹوٹی ہڈی کا سریش کھاری کوئیں کو میٹھا کرنے والا اور جابر رضی اللہ عنہ کے تھوڑے آٹے میں پڑ کر بے بہا برکت دینے والا ہے ۔ غرض کہ آپ خود سراپا معجزہ اور رب کی دلیل ہیں ۔ "

(نورالعرفان ص ۱۶۷)

رسول اللہ کے معجزات جاری وساری ہیں

رسول اللہ ﷺ کے معجزات صرف آپ کی ظاہری دنیوی حیات تک محدود نہ تھے بلکہ آپکی وفات سے آج تک ہر دور میں آپ کے معجزات ظاہر ہوتے چلے آئے ہیں۔ اور انشاء اللہ العزیز ابدالآباد تک آپ کے معجزات ظاہر ہوتے چلے جائیں گے۔ہم نے اس مختصر رسالہ میں دور حاضر میں آپ کے ظاہر ہونے والے چند ایمان افروز معجزات کو سپرد قلم کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو شرفِ مقبولیت بخشے اور اہلِ ایمان کی پختگیء ایمان کا ذریعہ بنائے۔آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

(۱) اسم محمد کی برکت سے لکڑی کو آگ نہ لگی

سرفراز نواز عاصم موضع بھیکی کا بیان ہے کہ ہمارے پڑوس میں ہماری ہمسائی ایک دن کھانا پکانے لگی۔ ہنڈیا چولہے پر رکھی اور چولہے میں لکڑیاں ڈال کر آگ جلائی۔تمام لکڑیاں آہستہ آہستہ جلنے لگیں۔تھوڑی دیر بعد ایک لکڑی جلنا بند ہوگئی۔ اسے پھر ساتھ والی لکڑیوں سے آگ لگائی لیکن وہ پھر بھی نہ جلی۔ کافی کوشش کی لیکن اس لکڑی کو نہ جلنا تھا نہ جلی۔ وہ عورت سوچنے لگی کہ کیا بات ہے جو لکڑی کو آگ نہیں لگ رہی۔ پھر اس عورت نے اس لکڑی کے اوپر جو خول ہوتا ہے اسے اتارا تو اس کے نیچے نام محمد ﷺ (قدرتی طور پر) لکھا تھا۔اس وجہ سے اس لکڑی کو آگ نہیں لگ رہی تھی۔اس لکڑی کا ابتدائی حصہ جل گیا۔لیکن جہاں محمد ﷺ کا نام آیا تو آگ نے اللہ کے حکم سے جلنا بند کردیا۔ پھر بعد میں ہمارے ہمسایوں نے اس لکڑی کو فریم کرلیا ہے۔جو خدا کی قدرت کا منہ بولتا ثبوت آج بھی موجود ہے۔سبحان اللہ۔(روزنامہ انصاف لاہور بابت ۲۱ جولائی ۲۰۰۱ء بحوالہ ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ذوالقعدہ ۱۴۲۲ھ)

(۲) آگ میں داخل ہونے والے شخص محمد پناہ کا واقعہ

ماہنامہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ کے خصوصی نمائندہ محمد بخش لاڑکانہ نے لکھتے ہیں "احوال یہ ہیں کہ بتاریخ ۱۱ فروری ۱۹۹۸ء ہمارے علاقہ وارہ (لاڑکانہ) میں ایک دیوبندی شخص نے ایک عاشق رسول سنی بریلوی سے بحث کی کہ حضور اکرم ﷺ مختار و حاضر و ناظر نہیں۔ جبکہ سنی بریلوی شخص نے کہا کہ ہمارے آقا ﷺ مختار و حاضر و ناظر ہیں۔ آخر یہ طے ہوا کہ ہم دونوں آگ میں کودتے ہیں جو سچا ہوگا آگ سے بچ نکلے گا۔ اور جو جھوٹا ہوگا جل جائے گا۔ کافی لوگ کھڑے تھے۔ دیوبندی نے وضو کر کے دو نفل پڑھے اور قرآن کریم کی سورتیں پڑھ کر اپنے جسم پر دم کرتا رہا۔ ہمارے ساتھی عاشق رسول محمد پناہ نے بھی نفل پڑھے اور صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہوا آگ کی طرف بڑھا۔ آگ کے شعلے بہت تیزی سے آسمان کی طرف اُٹھ رہے تھے۔ اور محمد پناہ آگ کے بیچ میں صحیح سلامت الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھتے ہوئے کھڑے تھے۔ جبکہ خدا قسم وہابی دیوبندی شخص آگ میں داخل ہوا تو اس کی ٹانگیں پاؤں اور داڑھی کے بال وغیرہ جل گئے۔ اور اس کی صورت خوفناک ہوگئی۔ جیسے کوئی خطرناک جانور ہوتا ہے۔ بالآخر اس کے ساتھی اُسے ہسپتال لے گئے اور وہ زیرِ علاج ہوگیا۔ مگر عاشقِ رسول محمد پناہ کافی وقت آگ میں رہ کر نعرے لگاتا ہوا اور صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہوا بخیریت آگ سے نکل آیا۔ اور اس نے کہا خدا کی قسم مجھے آگ بہت ٹھنڈی لگ رہی تھی۔ یہ منظر دیکھنے کے قابل تھا۔ کافی اخباروں میں بھی یہ واقعہ شائع ہوا۔ سچ ہے۔

؎ آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا　　آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

(ماہنامہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ۔ ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ)

(۳) اسی قسم کا ایک اور واقعہ

موضع حسو بلیل میں مقامی دو طلباء مظفر خان اور محمد صابر خان کے درمیان کسی مذہبی

مسئلہ پر بحث ہوئی۔ اس دوران ایک مقامی شخص محمد یوسف خان نے کہا کہ تم میں جو سچا ہے اس کا فیصلہ آگ کرے گی۔ طالب علم صابر خان نے کہا کہ میں یارسول اللہ کا نعرہ بلند کر کے آگ میں چھلانگ لگا سکتا ہوں۔ مجھے یقین ہے میرا آقا مجھے بچا لے گا۔ دوسرے طالب علم نے کہا یہ بھی نہیں ہوسکتا۔ تم جل جاؤ گے۔ محمد یوسف خان نے دونوں طالب علموں کو اپنے پاس بلا لیا اور کہا تم آپس میں مت لڑو۔ میں تمہارا فیصلہ کر دیتا ہوں۔ دونوں طالب علموں کی ایک ایک انگلی کو آگ لگائی گئی۔ سب سے پہلے یوسف خان نے مظفر خان کی انگلی پکڑ کر دیا سلائی جلائی تو مظفر خان نے انگلی واپس کھینچ لی اور بھاگ گیا۔ بعد ازاں صابر خان کی انگلی کو آگ لگائی تو اس نے باآواز بلند درود شریف کا ورد شروع کر دیا۔ دیا سلائی جل کر بجھ گئی مگر طالب علم کو کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی بلکہ اسے یوں محسوس ہوا کہ ہاتھ ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ طالب علم محمد صابر خان نے درجنوں افراد کی موجودگی میں بتایا کہ جب میں نے درود شریف پڑھا تو مجھے ٹھنڈک سی محسوس ہونے لگی۔ میرے رب نے اپنے محبوب کے صدقے سرخرو کیا۔ جامع مسجد غوثیہ حسو بلیل کے خطیب پیر تصور حسین شاہ دیگر کارکنوں سمیت موقع پر پہنچے تو پوری فضا رسول اللہ ﷺ کے نعروں سے گونج اٹھی۔ عوام نے اس معجزہ پر اظہار مسرت کیا۔" (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ رجب ۱۴۲۲ھ بحوالہ روزنامہ ڈیلی فریش نیوز جھنگ۔ ۲۰ اپریل ۲۰۰۱ء)

(۴) درود شریف کی برکت سے گونگا بولنے لگا

لوہاراں والا کھوہ کا رہائشی تیس سالہ محمد رشید پیدائشی طور پر تقریباً نوے فیصد گونگا تھا۔ کسی نے حضور پاک حضرت محمد ﷺ پر کثرت سے درود شریف کی اسے تلقین کی تو محمد رشید نے ابتدائی دنوں میں صلے اللہ پڑھنا شروع کر دیا۔ پھر آہستہ آہستہ اس نے مکمل درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے محمد رشید کو بولنے کے قابل کر دیا۔ محمد رشید نے بتایا کہ میں خاص تہجد کے وقت حضور پاک پر کثرت سے درود شریف پڑھتا رہا اور اس کے

علاوہ بکریاں چراتے ہوئے بھی سارا سارا دن درود شریف پڑھتا رہتا تھا ﷺ (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ربیع الآخر ۱۴۲۱ھ۔ بحوالہ روزنامہ نوائے وقت ملتان، روزنامہ اساس فیصل آباد۔ ۱۴ اپریل ۲۰۰۰ء)

(۵) نام محمد ﷺ کے برکت سے بیٹے ملتے ہیں

سعودی عرب کے ایک انگریزی اخبار سعودی گزٹ کی ایک خبر کے مطابق جناب احمد العمودی کے ہاں جو کہ چار لڑکیوں کے باپ تھے۔ آخر کار ایک لڑکا پیدا ہوا۔ لیکن لڑکے کی پیدائش کے پیچھے ایک کہانی ہے۔ العمودی صاحب کی بیوی نے حالت امید میں اپنے خاوند سے کہا کہ اگر وہ اپنے ہونے والے بچے کا نام محمد رکھنے پر متفق ہوں تو انشاء اللہ ضرور لڑکا ہوگا۔ العمودی نے پوچھا کہ اسے کیسے علم ہوا ہے کہ ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا۔ بیوی نے کہا میرا ایکا ایمان ہے اور یہ ایک عام معمول ہے کہ جب کوئی اپنے پہلے بیٹے کا نام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے نام مبارک پر رکھنے کی نیت کرے گا تو بیٹا ہوگا۔ اور ہماری پڑوسنوں کے ہاں بھی ایسا ہو چکا ہے۔ چونکہ العمودی کو ایک اچھا پیغام مل چکا تھا اس لیے اس نے اسی طرح نیت و عمل کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد جب ان کی بیوی کے ہاں ولادت ہوئی تو واقعی بیٹا پیدا ہوا۔ جس کا نام محمد رکھا گیا۔ سبحان اللہ۔ سچ ہے۔

یہ نام کوئی کام بگڑنے نہیں دیتا　　بگڑے کو بھی لیتا ہے بنا نام محمد ﷺ

(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ بحوالہ مرسلہ محمد اکرم از ریاض سعودی عرب بحوالہ سعودی گزٹ۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۸۵ء)

آزاد کشمیر سے حاجی محمد صادق اور صوفی محمد یعقوب رقمطراز ہیں کہ ہم نے ماہنامہ رضائے مصطفےٰ ماہ ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ کے شمارہ میں آپ کا مضمون بعنوان "کیا برکتیں ہیں دیکھو محمد کے نام کی" اور نرینہ اولاد کے لیے اس میں مذکورہ طریقہ پر عمل کیا تو اللہ کریم نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے ہم پر بھی اپنی رحمت کی خاص بارش فرمائی ہے۔ اور ہم دونوں کو پانچ پانچ بیٹیوں کے بعد ایک ایک بیٹا عطا فرمایا۔ فالحمد للہ علی

ذلک ۔ حاجی محمد صدیق ۔صوفی محمد یعقوب سادا آباد مل پور تحصیل بھمبر ضلع میر پور آزاد کشمیر۔ (ماہنامہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ محرم ۱۴۰۹ھ)

(۶) نقشہ نعلین مبارک سے شفایابی

محکمہ پولیس کے سب انسپکٹر مستحسن شاہ نامی کے بیان کے مطابق میں عرصہ دراز سے عارضہ قلب میں مبتلاء تھا۔ اور دل کے امراض کے معروف ڈاکٹر نے لا علاج قرار دے دیا تھا۔ ڈاکٹروں کے کہنے کے مطابق دل کے والو بند ہو گئے تھے۔ جن کی ہدایات کی روشنی میں محکمہ سے میں چھٹی لے کر اپنے گھر واقع شیخوپورہ کے نواحی گاؤں چلا گیا۔ چھٹی کے دوران میں نے مسجد میں ڈیرے جما لیے اور مجھے ہر طرح سے موت ہی موت نظر آنے لگی ۔ میں اپنے گناہوں کی معافی مانگتا پھر بھی قبر کی چاردیواری، اندھیرا اور بچوؤں کا تصور میری جان نہ چھوڑتا ۔ اس دوران اقبال ٹاؤن کے عزیزوں کو ملنے آیا تو مسجد کے اندر رات کو محفل میلاد منعقد ہوئی جس میں یہاں کے خطیب نے حضور نبی اکرم ﷺ کے نقشِ پا اور بال مبارک کی کرامت کا تذکرہ کیا۔ یہ سن کر میں نے مسجد کے اندر موجود ایک شخص سے عرض کیا جس نے نقشِ پا اپنے سینے سے لٹکا رکھا تھا۔ یہ مجھے دے دو۔ میں نے وہ لے کر اپنے دل کے اوپر لگا لیا۔ اور پختہ یقین سے چند روز لگائے رکھا۔ اس دوران جو درد میرے دل اور سینے میں محسوس ہوتا تھا وہ غائب ہو گیا۔ چند روز بعد کارڈیالوجی میڈیکل سینٹر آکر چیک اپ کرایا۔ یہاں ڈاکٹر حیران رہ گئے ۔ انہوں نے علاج پوچھا تو میں نے نقشِ پا کی کرامت بتائی ۔ بعد ازاں میں نے میو ہسپتال سے سٹی سکین کے تجربہ کار ڈاکٹروں سے چیک اپ کرایا تو انہوں نے مجھے مکمل صحت یاب قرار دے دیا اور آج تک میرا نقشِ پائے نعلین مبارک کے بغیر وقت نہیں گزرتا اور میں نماز کا بھی پابند ہو گیا ہوں ۔ (ماہنامہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ بحوالہ روزنامہ اخبار ملتان روزنامہ کارنامہ لودھراں بابت ۲ مئی ۱۹۹۹ء)

(۷) کینسر کی مریضہ کو شفا عطا فرما دی

صوفی محمد عبدالغفور رضوی بیان کرتے ہیں کہ مقصودہ بی بی زوجہ مستری چراغ دین ساکن منڈیکے گورائیہ تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کافی عرصہ کینسر کی مریضہ رہی اور ڈاکٹروں نے بھی لاعلاج قرار دے دیا۔ ویسے بھی وہ زیادہ علاج معالجہ کی متحمل نہ تھی۔ مگر وہ احکام شریعت صوم وصلوٰۃ، پردہ، ذکر اذکار اور وظائف ومعمولات کی پابند ہے اور دوران عارضہ بھی ان معمولات پر کاربند رہی۔ کچھ عرصہ بعد دوسرے مرض فالج نے بھی حملہ کیا اور مریضہ اب چلنے پھرنے کے بھی قابل نہ رہی۔ پیٹ اور دیگر جسمانی اعضاء سوج گئے اور زندگی موت کے دروازہ پر دستک دینے لگی، فالج کی بناء پر زبان سے کلام کرنا مشکل ہوگیا۔

ایک روز مریضہ کافی رات اپنے وظائف میں مشغول رہی۔ نیند کا غلبہ ہوا۔ اور ظاہری آنکھیں بند ہوئیں تو باطنی آنکھیں کھل گئیں۔ کیا دیکھتی ہے کہ خواب میں ایک بزرگ نے بشارت دی کہ تجھ پر کرم ہونے والا ہے۔ اور درود شریف کثرت سے پڑھنے کا حکم فرما دیا۔ مقصودہ بی بی نے اور زیادہ محبت وشوق سے درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ چنانچہ مقصودہ بی بی کے بقول ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ کی رات مجھے سرکار مدینہ ﷺ کی والدۂ ماجدہ سیدہ آمنہ، حضرت فاطمہ الزہرآء اور حضرت ام کلثوم کی زیارت ہوئی۔ انہوں نے مجھے بڑی محبت وشفقت سے نوازا۔ حضرت فاطمۃ الزہرآء مجھے اپنے ساتھ ایک حجرے میں لے گئیں۔ اور ایک کھیر کا پیالہ مجھے مرحمت فرمایا اور اسے کھانے کا حکم دیا۔ یہ کھیر اتنی سفید اور اتنی لذیذ اور خوشبودار تھی کہ اس کا ذائقہ اور خوشبو لفظوں میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ بعد ازاں مجھے مدنی سرکار ﷺ کی بارگاہ میں لے جایا گیا۔ مدنی آقا ﷺ نے مجھے سورۃ الحمد شریف سنانے کا حکم فرمایا۔ میں نے زبان پر فالج کی وجہ سے معذوری عرض کی تو آپ نے مجھے ایک کھجور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرآء سے منگوا کر عنایت فرمائی۔ اس کھجور کے ساتھ بڑے بڑے پتے تھے۔ جن پر اللہ رب العزت کے اسماء حسنٰی صاف نظر

آ رہے تھے ۔ اور اس کھجور سے شہد کی طرح خوشبودار اور میٹھا شہد ٹپک رہا تھا ۔ حسب الارشاد مدنی آقا ﷺ میں نے وہ کھجور کھالی کھجور کھانا تھا کہ میری زبان بھی ٹھیک ہوگئی اور جسم کے دونوں امراض فالج اور کینسر بھی ختم ہو گئے ۔ اور ایک دم میری ناقابل یقین صحت مند کیفیت ہوگئی ۔ نیز آقا ﷺ نے مجھے برائے دم چند کلمات بھی تعلیم فرمائے اور اسلامی بہنوں کو تبلیغ کرنے کا حکم دیا۔ دریں اثناء اسی رات کے وقت میرے شوہر نے مجھے جگایا تو میں اٹھ کر بیٹھ گئی اور وقت پوچھا تو میرے شوہر نے بتایا کہ تقریباً تین بجے کا وقت ہے ۔ میرا شوہر میری صاف صاف گفتگو اور جسمانی صحت دیکھ کر حیران ہوا اور خوش بھی اور پوچھا مقصود ہ یہ ایک رات میں تو صحت مند کیسے ہوئی ؟ میں نے سارا خواب سنا دیا ۔ جس پر میرے بچے بھی جو روزہ رکھنے کے لیے اٹھے تھے بہت خوش ہوئے ۔ پھر میں نے خود اٹھ کر کھانا پکایا اور بچوں کو سحری کھلائی ۔ اگلی صبح محلہ کی عورتیں مجھے دیکھ کر حیران تھیں ۔ اور خوش بھی جنہیں میں نے خواب کی ساری کیفیت سنائی ۔ (ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ۔ ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ)

(۸) محفلِ میلاد میں شانِ اعجازی کا مظاہرہ

گجرات شہر میں گیارہ اور بارہ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ کی درمیانی شب مفسر قرآن حضرت مولانا الحاج مفتی احمد یار خان صاحب کے دولت کدہ میں شب میلاد وقت میلاد ذکر میلاد کی تیاریاں شروع تھیں ۔ بطور تبرک ٹھوٹھیاں (چھوٹے چھوٹے برتن) بھرنے کے لئے فرنی پکانے کا پروگرام تھا ۔ اور گرمی اپنے شباب پر تھی ۔ دس بجے رات کالے خان باورچی نے جب اپنا کام شروع کیا تو کیا دیکھتا ہے کہ فرنی پکانے کے لیے جو بیس سیر دودھ خریدا گیا تھا وہ پھٹ کر ناقابل استعمال ہو چکا ہے ۔ فوری طور پر مزید دودھ حاصل کرنے کی کوشش کی گئی لیکن دودھ میسر نہ ہو سکا ۔ باورچی صاحب مایوس ہو کر آگ بجھا کر چلے گئے ۔ اس پریشان کن صورت حال پر تبصرہ جاری تھا کہ ذکر حبیب سے سرشار چند لڑکیوں کے دل میں آیا کہ جن آقا کی میلاد شریف کی تقریب ہے انہوں نے تو اپنے رب کے کرم سے سڑی ہوئی

کھجوریں اگا دی تھیں ۔ تو کیا وہ پھٹا ہوا دودھ درست نہ فرما دیں گے ۔ اس خیال کا آنا تھا کہ باورچی کے تعاون کے بغیر از خود ان لڑکیوں نے دوبارہ آگ جلا کر کام شروع کر دیا اور اسی خراب شدہ پھٹے ہوئے دودھ میں چاول ڈال کر فرنی پکانے لگیں ۔ کہ جو ہو سو ہو ۔ جب اُن کے خیال کے مطابق فرنی تیار ہوگئی اور چکھ کر دیکھا تو رحیم و کریم آقا کی شانِ اعجازی سے فرنی کو ایسا لذیذ و خوشگوار پایا کہ دودھ کی خرابی کا وہم تک نہ رہا ۔ شانِ اعجازی کے اس مظاہرہ پر جو کیف و سرور حاصل ہوا وہ بیان سے باہر ہے ۔ سب اس بات پر عش عش کر اٹھے ۔ صلے اللہ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ الہ وصحبہ وبارک سلم ۔ (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ربیع الآخر ۱۳۸۹ھ)

(۹) ایک سو آدمیوں کا کھانا بکوا دیا

مولانا الحاج حافظ محمد احسان الحق صاحب نے فرمایا کہ رمضان المبارک کے احترام کے پیش نظر مدینہ منورہ میں کھانے پینے کی سب دکانیں دن کو بند رہتی ہیں اور ساری رات صبح صادق کے قریب تک کھلی رہتی ہیں ۔ ۱۳۹۰ھ کے رمضان المبارک میں ایک شخص نے ہوٹل کھولا اور مختلف قسم کے کھانے تیار کیے اور رات بھر بیٹھا گاہکوں کا انتظار کرتا رہا ۔ لیکن سحری تک ایک شخص بھی اس کے پاس کھانا کھانے کے لیے نہ آیا ۔ وہ پریشان ہو کر روضہ انور پر حاضر ہوا ۔ صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کے بعد عرض کی ۔ یارسول اللہ ﷺ میں آپ کے کرم کا محتاج ہوں ۔ اگر میرا یہی حال رہا تو ہوٹل ناکام ہو جائے گا ۔ اور میں غربت اور افلاس کا شکار ہو جاؤں گا ۔ اسی قسم کا مضمون عرض کر رہا تھا کہ ایک شخص نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا میں نے سو آدمیوں کو فی سبیل اللہ کھانا کھلانے کا ارادہ کیا ہوا ہے ۔ لیکن فرصت نہ ہونے کی وجہ سے تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا ۔ تم مجھ سے ایک سو آدمیوں کے کھانے کی قیمت پانچ سو ریال لے لو اور انہیں میری طرف سے کھانا کھلا دو ۔ یہ کہہ کر اس

نے پانچ سو ریال ہوٹل والے کے حوالے کیے اور خود نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے
لب وا ہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں کتنے مزے کی بھیک تیرے پاک در کی ہے

(ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ ربیع الآخر ۱۳۹۱ھ)

(۱۰) ایک بے سہارا شخص کی دستگیری

اور یہی بزرگ فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی شریف کے ایک خوش نصیب جاروب کش نے آپ بیتی بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں نو عمری میں مدینہ منورہ حاضر ہو گیا تھا۔ اس وقت میرے پاس نہ کوئی پیسہ تھا اور نہ کوئی آمدنی کا ذریعہ اور نہ کسی سے آشنائی تھی اور نہ کوئی میرے حال سے آگاہ تھا۔ صرف حضور اقدس ﷺ کے سہارے پر آپ کے شہر کریم میں تادم واپسیں رہنے کا عزم بالجزم کر رکھا تھا۔ ایک دفعہ سخت بھوک نے بہت ستایا۔ پاس پیسے نہ تھے کہ کھانا خریدا جائے اور کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا بے حد معیوب معلوم ہوتا تھا۔ شہر حبیب میں غیر حبیب سے سوال کرنا قطعاً پسند نہ تھا۔

؎ گدائے کوئے مدینہ ہوں کس کا منہ دیکھوں انہی کی بخشش کافی ہے مجھ گدا کے لئے

اندریں حالات میں سیدھا روضہ انور پر حاضر ہوا اور صلوٰۃ وسلام پیش کیا اور اس اعتقاد سے کہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام امت کے حالات سے بے خبر نہیں زبان سے داستان غم سنانے کے بغیر ہی رونے لگ گیا۔

؎ خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے
کروں عرض کیا تجھ سے اے عالم سر کہ تجھ پہ میری حالتِ دل کھلی ہے

ابھی آنسوؤں کا تسلسل قائم تھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے۔ انہوں نے چند ریال میرے ہاتھ میں تھما کر فرمایا۔ بے فکر رہو۔ آئندہ جس چیز کی ضرورت محسوس کرو گے وہ پہنچ جایا کرے گی۔ یہ کہہ کر وہ فوراً روپوش ہو گئے۔ اور میں جی بھر بھی ان کی زیارت نہ کر سکا۔

(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ)

(۱۱) ٹوٹا ہوا کندھا درست فرما دیا

محمد افضل ضیاء چشتی سیالوی جامع مسجد صدیقیہ کاموکی لکھتے ہیں کہ بتاریخ ۲۷ ربیع الاول بمطابق ۱۲ جولائی بروز پیر غلہ منڈی کاموکی میں میلاد مصطفےٰ ﷺ کا نصب شدہ دروازہ شدید آندھی کی وجہ سے اکھڑ کر وہاں سے گزرتے ہوئے ایک عاشق رسول جناب محمد یونس صاحب پر گر پڑا اور اس سے محمد یونس کو شدید ضرب آئی ۔ لہٰذا انہیں فوراً کاموکی ہسپتال میں پہنچایا گیا جہاں ان کا ایکسرے لیا گیا ۔ پھر الٹرا ساؤنڈ بھی کیا گیا ۔ ڈاکٹروں نے اطلاع دی کہ ایکسرے رپورٹ کے مطابق اس کا کولھا بے کار ہوگیا ہے ۔ لہٰذا اس کی جان بچانے کے لیے اس کا فوری اپریشن ضروری ہے ۔ اسی اثناء میں محمد یونس کے استاد اور دیگر رفقاء نے اپریشن کے لئے متعلقہ ادویات بھی مہیا کیں ۔ اور ہسپتال کے ماہر سرجن اپریشن کی مکمل تیاری کر کے باہم مشورہ کے لیے آپریشن تھیٹر سے ملحقہ کمرے میں چلے گئے ۔ جبکہ محمد یونس تن تنہا آپریشن روم میں حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کے حضور اس انداز سے فریاد کر رہا تھا ۔ یا رسول اللہ ۔ آپ میرے آقا و مولا ہیں ۔ رحمت دو عالم و محبوب خدا ہیں ۔ آپ احمد مجتبیٰ اور محمد مصطفےٰ ہیں ۔ اور میں آپ کا غلام ہوں ۔ یہ جو دروازہ میرے اوپر گرا میلاد شریف کے روز تزئین اور آرائش کے لیے لگایا گیا تھا ۔ اگرچہ یہ اتفاقاً گرا ہے لیکن میلاد شریف کے منکرین طعنے دے رہے ہیں ۔ یا رسول اللہ ﷺ لاکھوں کروڑوں کی بگڑی بنانے والے آقا میری بھی بگڑی بنا دیں ۔ آپ نے حضرت قتادہ کو نور بصارت (آنکھ) دوبارہ عطا کیا ۔ پھر حبیب یمنی کی بیٹی کو مکہ مکرمہ میں بیٹھ کر فالج سے صحت بخش دی ۔ یا رسول اللہ مجھ غریب غلام پر بھی نظر کرم فرمائیں ۔ میرے آقا آپ جیسا کوئی طبیب نہیں اور مجھ جیسا غریب نہیں ۔ کونسا ایسا کام ہے جو ڈاکٹر کر سکتے ہیں اور آپ نہیں کر سکتے ۔ بس اتنا عرض کرنے کی دیر تھی کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے کرم فرمایا ۔ چند منٹ میں پہلے شدت درد سے بے چین تھا ۔ کروٹ بدلنا بھی اس کے لیے ناممکن تھا اب وہ خود اٹھ کر چارپائی پر

بیٹھا مسکرا رہا ہے۔

اتنا بھی تو ہو کوئی فریاد کرے دل سے ۔۔۔ واللہ وہ سن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے

ڈاکٹروں نے اس ماجرے کی حقیقت دریافت کی تو عاشق رسول محمد یونس کہنے لگا۔ میرے طبیب اللہ کے حبیب ﷺ نے میرا علاج کر دیا ہے۔ الحمد للہ اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آپریشن کی کوئی ضرورت نہیں۔ محمد یونس کے رفقاء کہتے ہیں کہ محمد یونس نے خود اُٹھ کر دروازہ کھولا اور تمام دوائیاں واپس کر کے خود پیدل چل کر تانگے تک آیا۔ اور سوار ہو کر گھر پہنچا۔ الحمد للہ اس وقت وہ بغیر کسی دوائی کے خیر و عافیت سے ہے۔

(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ جمادی الآخرہ ۱۴۲۰ھ)

(۱۲) ہاتھ پھیر کر دنبل سے شفا عطا فرمائی

روزنامہ نوائے وقت لاہور کے کالم نویس عبدالرشید لکھتے ہیں۔ کہ تحفۂ غوثیہ کے مؤلف گل حسن ان چیدہ بزرگوں میں ایک ہیں جنہیں جاگتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ اور آنجناب نے ان کی ٹانگ پر اپنا دست مبارک پھیرا تو انہوں نے دنبل سے شفا پائی۔ مؤلف تحفۂ غوثیہ گل حسن لکھتے ہیں کہ جب بعد اتمام حج مدینہ منورہ کو قافلہ چلا تو میرے دل میں خیال آیا کہ مدینۃ الرسول کی زیارت کو سوار ہو کر جانا بے ادبی ہے۔ پاپیادہ جانا چاہیے۔ یہ سوچ کر پیدل روانہ ہوا۔ اثنائے راہ ایک دنبل پاؤں میں نکلا۔ تمام ٹانگ سوج گئی اور چلنا دوبھر ہو گیا۔ درد کی شدت نے بے تاب کر دیا۔ ناچار ایک لق دق ریگستان میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ کچھ ہوش آیا تو خیال گزرا کہ بس اب میری مدت پوری ہو چکی۔ اس بیابان بے آب و دانہ میں زندگی معلوم۔ افسوس کہ رسول پاک کے روضۂ مبارکہ کی زیارت بھی نصیب نہ ہوئی۔ اس حسرت و اندوہ میں بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ میں اسی حال میں تھا کہ یکا یک گوشۂ بیابان سے ایک غبار بلند ہوا۔ ذرا دیر میں دامن گرد کو چاک کر کے ایک جماعت سواران ترک نمودار ہوئی۔ وردی پہنے ہتھیار لگائے عربی گھوڑا زیر ران۔ میں ان کے زرق برق کو

دیکھ کر حیرت میں چلا گیا کہ وہ جماعت میری طرف متوجہ ہوئی۔ سردار خیل نے میرے پاس آکر عربی میں فرمایا۔ اے شیخ اٹھو قافلہ جا رہا ہے۔ میں نے جواب دیا سیدی میں مریض ہوں۔ مرض شدید ہے۔ اور بیماری بہت بڑھ گئی ہے۔ یہ سن کر وہ گھوڑے سے اترے اور میرے سر کو اپنے زانو پر رکھا۔ ایک رومال سے میرے چہرے کے گرد و غبار کو صاف کیا اور فرمایا۔ بیماری کہاں ہے؟ میں نے دنبل (جڑ والا پھوڑا) کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے میری ٹانگ پر ہاتھ پھیرا معاً درد موقوف ہو گیا۔ اس کے بعد بہت تسلی و تشفی کے الفاظ فرمائے اور ایک ناقہ سوار کو حکم دیا کہ اسے قافلہ تک پہنچا دو اور فلاں شخص کو تاکید کر دو کہ وہ اسے بآرام تمام مدینہ تک لے جائے۔ سچ ہے۔

اگر ہو جذبہ صادق تو اکثر ہم نے دیکھا ہے وہ خود تشریف لے آتے ہیں تڑپایا نہیں کرتے

(ماہنامہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ۔ ذوالحجہ ۱۳۹۷ھ)

(۱۳) بریلوی مسلک کی حقانیت بیان فرمائی

مفتی محمد اقبال سعیدی فرماتے ہیں کہ ہمیں سید غلام جیلانی شاہ صاحب نے بتایا کہ میں مولوی غلام خان دیوبندی (راولپنڈی والے) کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ وہاں کا مدرس بہت گستاخ تھا۔ وہ سرکار نبی کریم ﷺ کے کثرت ازواج کے معجزے کو رد کرتا تھا۔ اور آپ کی نورانیت کو قبیح اور غلیظ الفاظ سے بیان کرتا تھا۔ جن کو لکھتے ہوئے مسلمان کا قلم لرزتا ہے۔ میں نے یہ سارا واقعہ گولڑہ شریف میں حضرت بابو جی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا۔ اگر ایمان بچانا ہے تو اس مدرسہ کو چھوڑ دو۔ میں نے عرض کیا کہ پھر کہاں جاؤں؟ فرمایا۔ آپ ملتان کاظمی صاحب کے مدرسہ انوار العلوم میں جائیں اور وہیں جا کر پڑھیں۔ چنانچہ میں ملتان حاضر ہوا۔ حضرت کاظمی صاحب نے حالات پوچھ کر فرمایا اچھا ہوا کہ آپ ایمان بچا کر نکل آئے۔ میں نے کہا۔ وہاں ایسی کونسی بات تھی کہ میرا ایمان ضائع ہو جاتا۔ فرمایا۔ ہم لوگ حضور ﷺ کے کمالات بیان کرتے ہیں

اور وہ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ سرکار نبی کریم ﷺ میں نقائص ڈھونڈ نکالیں۔ تمہیں حضور ﷺ کے کمالات پسند ہیں یا آپ پر عیوب کا افتراء۔ میں نے کہا۔ مجھے تو سرکار کے کمالات پسند ہیں۔ فرمایا۔ آج رات جب تم سو گے تو انشاء اللہ تمہیں سید الانبیآء ﷺ کی زیارت نصیب ہوگی۔ سرکار جب خود کرم فرمائیں گے تو خود حضور ﷺ سے پوچھ لینا کہ کہاں پڑھنا اچھا ہے۔ شاہ صاحب نے مجھے بتایا کہ واقعی اس رات جب میں سویا تو حضور سید عالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے جو پہلی بات فرمائی وہ یہ تھی۔ ''اچھا ہوا کہ تم اس مدرسہ میں آگئے اور تمہارا ایمان بچ گیا''۔ میں نے خواب میں عرض کیا۔ حضور وہاں کونسی خرابی تھی جس سے ایمان ضائع ہو جاتا؟ فرمایا۔ وہ لوگ مجھ میں عیوب ڈھونڈنے اور نقائص تلاش کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اور غزالیٔ زماں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ جبکہ یہ میرے کمالات تلاش کرتے اور بیان کرتے ہیں۔ تمہیں میرے کمالات سننا پسند ہے یا عیوب سننا۔ میں نے عرض کیا۔ مجھے حضور کے کمالات پسند ہیں۔ شاہ صاحب نے بتایا کہ جب صبح میں غزالیٔ زماں کے پاس سبق پڑھنے کے لیے حاضر ہوا تو آپ نے از خود فرمایا۔ رات کو خواب کا حال سناؤ۔ میں نے سارا خواب بیان کیا تو نہایت خوش ہوئے۔ مجھے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت پر مبارک باد دی اور فرمایا۔ میں نے بھی تو تمہیں یہی بتایا تھا۔ سبحان اللہ العظیم۔ (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ۔ محرم ۱۴۲۱ھ)

(۱۴) جماعتِ اہل سنت کی حقانیت بیان فرمائی

محمد شاہد محلہ مغلاں لکھتے ہیں کہ گوجرانوالہ میں ایک غیر متعارف نوجوان نے رقت آمیز انداز میں روتے ہوئے بیان کیا کہ میں نے ایک دن نماز ظہر ادا کرنے کے بعد قرآن مجید کی کچھ آیات تلاوت کیں اور ساتھ ہی ان آیات کا ترجمہ مبارکہ کنز الایمان از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی پڑھا۔ اس کے بعد گھر آ کر سو گیا تو اس وقت مجھ کو دیدار مصطفےٰ ﷺ نصیب ہوا اور جو قرآن مجید میں پڑھ رہا تھا وہی خواب

میں میرے ہاتھوں میں تھا۔ اس قرآن مجید کے پہلے صفحہ پر امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان بریلوی کا نام لکھا ہوا تھا اور ساتھ ہی جماعت اہل سنت لکھا ہوا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی مبارک سے اس جگہ اشارہ کیا جہاں اہل سنت لکھا ہوا تھا۔ اور آپ نے فرمایا۔ جماعت اہل سنت حق پر ہے۔

ہر دل میں ہر زباں پر نام رسول اللہ آ جائے   میری ہے اک آرزو کہ پوری دنیا میں نظام مصطفےٰ آ جائے

(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ۔ جمادی الآخر ۱۴۲۳ھ)

(۱۵) ایک عیسائی راہبہ عورت کے مسلمان ہونے کا واقعہ

۲۸ برس تک راہبہ کی زندگی گزارنے والی مصری عیسائی خاتون جس کا اسلامی نام خدیجہ اجلالی ہے نے اپنے انٹرویو میں بتایا کہ یتیم اور بے سہارا بچوں کو عیسائی مشنریاں تربیت دینے کے بہانے سے اپنے سکولوں اور رفاہی اداروں میں رکھتی ہیں۔ بعد ازاں ان بچوں کو عیسائی بنا دیا جاتا ہے۔ اپنے قبول اسلام کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے خدیجہ اجلالی نے کہا کہ اسکندریہ میں ان کی ڈیوٹی اٹلی کی مشنری ہسپتال میں تھی۔ اس ہسپتال میں یہودی مظالم کے شکار فلسطینیوں کو علاج معالجے کی غرض سے لایا جاتا تھا۔ اس دوران خدیجہ اجلالی کو معدے کی تکلیف شروع ہوگئی جس کی وجہ سے اسے آپریشن کے لیے یورپ جانے کا مشورہ دیا گیا۔ وہ فرماتی ہیں کہ آپریشن کے بعد بے ہوشی کی حالت میں ایک نورانی چہرے والے بزرگ (رسول اللہ ﷺ) میرے تصور میں آئے۔ انہوں نے میری جانب ہاتھ بڑھایا اور مجھے حکم دیا کہ اٹھ جاؤ۔ میں نے کہا۔ میں نہیں اٹھ سکتی۔ ان بزرگوں نے مجھے سہارا دیا تو میں اٹھ کھڑی ہوئی اور کچھ دیر کے لیے ان کے ساتھ چلتی رہی۔ چند لمحات کے بعد میں نے اپنے آپ کو خانہ کعبہ کے سامنے پایا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں صحت یاب ہوگئی ہوں اور نور کی سمت سفر کر رہی ہوں۔ اس نور کے اندر کلمہ طیبہ اور اسم محمد ﷺ واضح طور پر لکھا گیا تھا۔ جس پر میرے منہ سے بے ساختہ کلمہ کا ورد جاری ہوگیا۔ اور میرے ہاتھ

سے صلیب کا نشان غائب ہوگیا۔ آپ نے مجھے بٹھایا اور مجھے آب زمزم دیا۔ جب مجھے ہوش آیا میرے چاروں طرف ڈاکٹر کھڑے تھے اور مجھے آپریشن کی کامیابی کے بارہ میں مبارک بادیاں دے رہے تھے۔ لیکن میری دنیا بدل چکی تھی۔ اور میں ایک راہبہ سے مومنہ بن چکی تھی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد عیسائی پادریوں نے میرا جینا مشکل بنا دیا تھا۔ انہوں نے مجھے رسیوں سے باندھا اور میرے جسم کو سلاخوں سے داغا مگر کوئی اذیت بھی مجھے راہ حق سے نہ ہٹا سکی۔ (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ۔ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ)

(۱۶) رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ سے دعا قبول ہوئی

نومسلم سردار محمد نے کہا ہے کہ میں تقسیم ہند سے قبل مشرقی پنجاب کے قصبہ کھیم کرن کے قریب ایک گاؤں میں رہتا تھا۔ میرا نام تارہ سنگھ تھا۔ مجھے ایک شخص کے قتل کے الزام میں سزائے موت ہوگئی اور مجھے پھانسی کی کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا تھا۔ اگرچہ میں نے اپنی سزا کے خلاف اپیل دائر کر رکھی تھی لیکن مجھے بری ہونے کی کوئی امید نہ تھی۔ ایک رات میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ مسلمان ایک شخص محمد ﷺ کو بہت مانتے ہیں اور ان کا دھرم (ایمان) ہے کہ ان کے نام سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور محمد اپنے ماننے والوں کی مدد کرتے ہیں چنانچہ میں نے یہ عہد کیا۔ (منت مانی) کہ اگر محمد میری مدد کریں اور میں بری ہو جاؤں تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ میری اپیل منظور ہوگئی اور عدالت نے مجھے بری کر دیا۔ میرے سکھ رشتہ دار رہائی پر مجھے ملنے کے لیے آئے مگر میرا دل کسی اور طرف اٹکا ہوا تھا۔ محمد نے میری مدد کی تھی اور میں ان کے دین میں داخل ہونے کے لیے بے چین تھا۔ میں فوراً ایک مولوی صاحب کے پاس گیا اور ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ مولوی صاحب نے میرا نام تارا سنگھ کی جگہ سردار محمد رکھا۔ گاؤں میں ہر جگہ یہ بات مشہور ہوگئی کہ تارا سنگھ مسلمان ہوگیا ہے۔ یہ سن کر میرے عزیز واقارب اور رشتہ دار سب میرے دشمن ہوگئے۔ انہی دنوں ملک تقسیم ہوگیا اور میں ہجرت کر کے مسلمان مہاجرین کے ساتھ پاکستان آ گیا''۔ (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ۔ ذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ)

(۱۷) جلسہ میلاد کا پرگرام کامیاب بنایا

الحاج عبدالرحیم دلشاد نوشاہی (انگلینڈ) لکھتے ہیں کہ کچھ عرصہ قبل عزیزم ذوالفقار حسین کی شادی کے سلسلہ میں عمرہ شریف کی سعادت اور مدینہ منورہ کی حاضری سے شرف یاب ہونے کے بعد میں اپنے گاؤں اسلام پورہ پیم نوشاہیاں ضلع جہلم پہنچا تو معلوم ہوا کہ گاؤں کی مسجد اہل سنت میں ایک نئے مولوی صاحب کا تقرر ہوا ہے۔ ہمیں بتایا گیا کہ مولوی صاحب اہل سنت عقیدہ رکھتے ہیں۔ مگر جب راقم نے مولوی صاحب سے تعلیم وغیرہ کے بارہ میں سوال کیے تو پتہ چلا کہ وہ دیوبندی ہے اور تقیہ کیے ہوئے ہے۔ جمعہ کے دن مولوی صاحب تقریر کرنے آئے تو میں نے کہا کہ آپ کی تقریر سے پہلے تلاوت و نعت ہو جائے۔ انہوں نے کہا۔ حاجی صاحب کیوں نہیں ضرور ہونی چاہیے۔ چنانچہ اس جمعہ تلاوت و نعت اور بعد از نماز جمعہ "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" پڑھا گیا۔

کچھ دنوں بعد مقامی احباب اہل سنت کے مشورہ سے مسجد میں جلسہ کا پروگرام بنایا گیا۔ احباب نے خوشی کا اظہار کیا اور میری ذمہ داری لگائی کہ مقرر کا انتظام آپ کریں گے۔ اور جلسہ کے انتظامات ہم کریں گے۔ لیکن کسی دیوبندی وہابی مولوی کو نہ بلانا۔ میں نے حاضرین کے مشورہ سے سلطان الواعظین مولانا محمد بشیر صاحب کوٹلی لوہاراں اور ان کے صاحبزادے مولانا عطاء المصطفیٰ جمیل کے نام لیے تو سب خوش ہو گئے۔ اور متفقہ طور پر پروگرام تشکیل ہو گیا اور دعوت و اشتہار کی ذمہ داری میں نے قبول کر لی۔ اور کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ حاضر ہو کر دونوں حضرات سے تاریخ طے کر کے اشتہار شائع کرا دیا۔

ادھر ۱۰ دسمبر پیر کی رات نیند کے عالم میں کچھ ایسا محسوس ہوا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ پرسوں جلسہ ہو گا۔ علماء کرام نے آنا ہے۔ تمہارے لیے یہ بہتر ہے کہ خود کوٹلی جا کر علماء کرام کو اپنے ساتھ لے آؤ۔ ہو سکتا ہے کہ روزِ محشر حضور رحمت عالم ﷺ تمہارا وہاں جانا اور آنا قبول فرما کر اپنی شفاعت کا مستحق بنالیں''۔ صبح نماز فجر کے بعد میں بس کے ذریعہ کوٹلی آیا۔

مولانا محمد بشیر صاحب بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے۔ مجھے مخاطب بناتے ہوئے فرمایا۔ دلشاد صاحب پاکستان میں جلسے کرانا آسان نہیں۔اب کیا کوئی اور تاریخ لینے آئے ہو۔ مجھے کچھ حیرت سی ہوئی۔ جواباً عرض کیا کہ حضرت میں آپ کو لینے کے لیے خود حاضر ہوا ہوں۔انہوں نے کہا تم نے جلسہ ملتوی ہونے کا خط جو لکھا ہے۔ میں نے مزید متعجب ہو کر کہا۔ خط۔انہوں نے کہا ۔ہاں تمہاری طرف سے ہمیں جلسہ ملتوی ہونے کا خط ملا ہے۔ میں نے کہا وہ خط کہاں ہے؟ انہوں نے کہا جمیل کے پاس ہے۔ یہ سنتے ہی مجھے اپنے عقیدہ ،مسلک ، ایمان کی حقانیت پر مزید استحکام ہوا۔اور اپنے آپ سے کہا۔اے غلام مصطفٰے تو اپنی مرضی سے نہیں آیا بلکہ تمہیں تو اس غیبی روحانی طاقت نے یہاں بھیجا ہے جس نے تمہیں خواب میں پیغام دیا تھا۔ میں نے مولانا صاحب سے کہا۔حضرت آپ کی دعا سے جلسہ پروگرام کے مطابق ہو رہا ہے ۔میں نے کوئی خط نہیں لکھا۔آپ اٹھیں اور اسلام پورہ کے لیے تیاری کریں۔ چنانچہ مولانا صاحب،مولانا جمیل صاحب نعت خواں عبدالرشید صاحب سمیت ہم نماز عصر تک اسلام پورہ مسجد میں آگئے۔نمازی ابھی مسجد میں ہی تھے۔ سب بہت خوش ہوئے۔ میں نے انتظامیہ کو خط دکھایا کہ یہ میری طرف سے مولانا صاحب کو جلسہ ملتوی ہونے کا لکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر ہاشمی صاحب نے تصدیق کی کہ یہ خط خطیب مولوی کے ہاتھ کی تحریر ہے۔ دوسری صبح نو بجے جلسہ شروع ہوا جو نماز عصر تک بڑی کامیابی سے جاری رہا مگر دھوکا باز دیوبندی مولوی کا کہیں اتہ پتہ نہ تھا۔راقم نے اپنے مختصر خطاب میں دیوبندی مولوی کی منافقانہ حرکت کی نشاندہی کرتے ہوئے اس کا وہ خط دکھایا جو اس نے میری طرف سے جعلی لکھا تھا۔تاکہ نہ جلسہ ہو، نہ کوئی شان رسالت کے بیانات سُنے مگر قادر مطلق کا کرم اور حضور ﷺ کی دستگیری و نظر شفقت تھی کہ روحانی طور پر مجھے خواب میں آگاہ کر دیا گیا کہ سیالکوٹ جا کر خود علمائے کرام کو اپنے ساتھ لے آ۔ میں نے منتظمین جلسہ کا شکریہ ادا کیا۔ دوسرے دن مولوی اسلام پورہ آیا تو چند حاضرین کی معیت میں میں نے اس سے اس ناپاک حرکت کے بارہ میں خط دکھا کر پوچھا کہ منافق کسے کہتے ہیں؟ مولوی کی زبان یہ سن کر گنگ ہوگئی۔ ندامت سے گردن جھک گئی اور وہ اسی شام اپنے گاؤں مانسہرہ چلا گیا اور یوں میرے تعاون سے

صحیح العقیدہ سنی بریلوی عالم دین کا تقرر عمل میں لایا گیا۔ (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ۔ شوال ۱۴۲۱ھ)

(۱۸) غریب پروری کا ایک واقعہ

قدرت اللہ شہاب لکھتے ہیں کہ ایک روز ایک پرائمری سکول کا استاد رحمت الٰہی آیا۔ وہ چند ماہ بعد ملازمت سے ریٹائرڈ ہونے والا تھا۔ اس کی تین جوان بیٹیاں تھیں۔ رہنے کے لیے اپنا گھر بھی نہیں تھا۔ پنشن نہایت معمولی ہوگی۔ اسے یہ فکر کھائے جا رہی تھی کہ ریٹائرڈ ہونے کے بعد وہ کہاں رہے گا؟ لڑکیوں کی شادی کس طرح ہو سکے گی؟ کھانے پینے کا خرچ کیسے چلے گا؟ اس نے مجھے سرگوشی میں بتایا کہ پریشانی کے عالم میں وہ کئی ماہ سے تہجد کے بعد رو رو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریادیں کرتا رہا۔ چند روز قبل اسے خواب میں جناب رسول پاک ﷺ کی زیارت ہوئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم جھنگ جا کر ڈپٹی کمشنر کو اپنی مشکل بتاؤ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ پہلے تو مجھے شک ہوا کہ یہ شخص ایک جھوٹا خواب سنا کر مجھے جذباتی طور پر بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میرے چہرہ پر شک اور تذبذب کے آثار دیکھ کر رحمت الٰہی آب دیدہ ہو گیا۔ بولا۔ جناب میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔ میرا شک پوری طرح رفع ہو گیا۔ لیکن سوچا کہ اگر یہ شخص غلط بیانی سے بھی کام لے رہا ہے تو ایسی عظیم ہستی کے اسم مبارک کا سہارا لے رہا ہے جن کی لاج رکھنا ہم سب کا فرض ہے۔ میں نے رحمت الٰہی کو تین ہفتے بعد دوبارہ آنے کو کہا۔ اس دوران میں نے خفیہ طور پر اس کے ذاتی حالات کا کھوج لگایا تو تصدیق ہوگئی کہ وہ اپنے علاقہ میں سچا پاکیزہ اور پابند صوم و صلوٰۃ آدمی مشہور ہے۔ اس کے گھریلو حالات بھی وہی تھے جو اس نے بیان کیے تھے۔ اس زمانہ میں کچھ عرصہ کے لیے صوبائی حکومت نے ڈپٹی کمشنر کو یہ اختیار دے رکھا تھا کہ سرکاری بنجر زمین کے آٹھ مربع تک ایسے خواہش مندوں کو طویل میعاد پر دیئے جا سکتے ہیں جو انہیں آباد کرنے کے لیے آمادہ ہوں۔ میں نے اپنے مال افسر کو بلایا اور کہا کہ وہ کسی مناسب جگہ کراؤن لینڈ کے ایسے آٹھ مربعے تلاش کرے جنہیں جلد از جلد زیر کاشت لانے

میں کوئی خاص دشواری پیش نہ آئے۔ اس نے پکی سڑک کے قریب نیم آبادی میں اراضی ڈھونڈ نکالی اور رحمت الٰہی کے نام الاٹمنٹ ہوگئی۔

تقریباً نو برس بعد جب میں صدر ایوب کے ساتھ کراچی میں کام کر رہا تھا ایوان صدر میں میرے نام ایک رجسٹرڈ خط موصول ہوا۔ یہ ماسٹر رحمت الٰہی کی جانب سے تھا کہ اس زمین پر محنت کر کے اس نے تینوں بیٹیوں کی شادیاں کر دی ہیں۔ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ حج کا فریضہ بھی ادا کر لیا ہے اور اپنے گزارے رہائش کے لیے تھوڑی سی ذاتی زمین خریدنے کے علاوہ ایک کچا سا کوٹھا بھی تعمیر کر لیا ہے اب اسے آٹھ مربعوں کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ چنانچہ اس الاٹمنٹ کے مکمل کاغذات اس خط کے ساتھ واپس ارسال ہیں۔ میں یہ خط پڑھ کر کچھ دیر تک سکتے میں آ گیا۔ میں اسی طرح گم سم بیٹھا تھا کہ صدر ایوب صاحب میرے کمرے میں آ گئے۔ کس سوچ میں گم ہو؟ انہوں نے پوچھا۔ میں نے انہیں رحمت الٰہی کا سارا واقعہ سنایا تو وہ بھی نہایت حیران ہوئے۔ منشی رحمت الٰہی جیسے لوگ ہیں جنہیں حضورﷺ کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔ (ماہنامہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ جمادی الآخر ۱۴۱۶ھ)

(۱۹) ۱۹۶۵ء کی جنگ میں بنفس نفیس شرکت فرمائی

حضرت مولانا ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب نے اسلامی یونیورسٹی بہاولپور سے خبر دی ہے کہ شفقت بلوچ کے ماتحت فوجی کی طرف سے مرسلہ ایک خط میں لکھا ہے کہ "یہاں محاذ پر ہمارے سپاہیوں نے عین لڑائی کے وقت نبی کریمﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کی سواریاں دیکھیں ہیں۔ اور یہ دونوں مشاہدے عین بیداری میں ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ خواب کی بات نہیں۔'' اور روزنامہ مشرق بابت ۲۳ اکتوبر ۱۹۶۵ء میں شائع ہوا ہے کہ حرم نبی کریمﷺ کے ایک خادم غلام دستگیر قندھاری نے ۱۲ اکتوبر کی رات حرم شریف میں یہ خواب دیکھا کہ پانچ نفر فوجی لباس میں روضہء مبارک نبی کریمﷺ کے اندر سے برآمد ہوئے پھر باب السلام سے برآمد ہوئے اور باب السلام سے نکل کر اونٹوں پر سوار

ہوئے۔ اور روانہ ہو گئے۔ اور ان کے سر پر لاتعداد پرندے سایہ کیے ہمراہ اڑنے لگے۔ میں نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ تو سب نے کہا ہم پاکستان کی مدد کے لیے جا رہے ہیں۔ یہ خواجہ محمد صاحب تونسوی کے ایک عقیدت مند جناب اورنگ زیب حیات نے مدینہ منورہ سے بذریعہ مکتوب ۷ استمبر خبر دی ہے۔

اور روزنامہ مشرق ۱۰ اکتوبر کی اشاعت میں مولانا محمد انعام صدیقی جو پندرہ سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہیں لکھتے ہیں کہ "جس روز لاہور پر حملہ ہوا اُسی شب میں نے اور ایک دو اور حضرات نے خواب میں دیکھا کہ حرم شریف میں کثیر مجمع ہے۔ اور روضہ اقدس سے جناب حضرت محمد ﷺ بہت عجلت میں تشریف فرما ہوئے اور ایک خوبصورت تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر باب السلام میں تشریف لے گئے۔ بعض حضرات نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ اس قدر جلدی سے اس گھوڑے پر کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ فرمایا۔ پاکستان میں جہاد کے لئے اور ایک دم بجلی کی طرح بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ تیز روانہ ہو گئے۔ پیچھے پیچھے مواجہ شریف ہی سے پانچ حضرات مزید اسی راستہ سے ایک موٹر میں سوار ہو کر ہوائی جہاز کی طرح پرواز کر گئے۔

اور روزنامہ جنگ کراچی بابت ماہ ۱۲ اکتوبر کی اشاعت صفحہ اول میں ہے" راولپنڈی ۱۰ اکتوبر (نمائندہ جنگ) پاکستانی افواج نے یا رسول اللہ اور یا علی مدد کے نعرے لگاتے ہوئے بھارتی ٹڈی دل فوج کو بری طرح شکست دی ہے۔ اس معرکے میں نبی آخر الزماں ﷺ اور شیر خدا رضی اللہ عنہ اپنے مجاہدین کے سروں پر موجود تھے۔ بارہ سو میل لمبے محاذ پر سبز کپڑوں والے مجاہدین، سفید لباس میں ایک بزرگ اور گھوڑے پر سوار ایک جری شخص دیکھے گئے۔ چونڈہ کے نزدیک ایک نورانی خاندان کو مہاجرین کی امداد کرتے ہوئے مجاہدین کے ساتھ یا رسول اللہ مدد کے نعرے لگاتے ہوئے دیکھا گیا۔ سیالکوٹ شہر میں گولہ باری سے بیشتر ایک بزرگ شہر خالی کرنے کی ہدایت کرتے رہے اور بآواز بلند کلام پاک پڑھتے رہے۔ یہ خبر بھی سنی گئی کہ بھارتی پائلٹ جو پاکستان میں اتار لیا گیا تھا نے بیان کیا کہ پاک پتن شریف پر بمباری کے لیے کئی بار آیا لیکن جب شہر کے اوپر

آکر دیکھتا تو شہر کو آنکھوں سے غائب پاتا اور ناکام واپس لوٹ جاتا۔ (ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ بابت ذوالقعدہ ۱۴۰۰ھ)

(۲۰) خواب میں ضمانت دینے کا حکم دیا

لاہور کے ہندوؤں نے ایک سازش کے ماتحت نومسلم خالد لطیف گابا کو ایک جھوٹے مقدمے میں پھنسوا دیا۔ جس کی ضمانت پر رہائی سے بھی ماتحت عدالتوں نے انکار کر دیا۔ آخر کار ضمانت کی درخواست سر ڈگلس ینگ (سابق چیف جسٹس ہائی کورٹ پنجاب) کے روبرو پیش ہوئی۔ اس نے ضمانت پر رہائی کی درخواست منظور کر لی مگر زر ضمانت مبلغ ڈیڑھ لاکھ روپے مقرر کی تاکہ نہ تو کوئی اتنی کثیر رقم کی ضمانت دے سکے اور نہ ہی گابا صاحب قید سے رہائی حاصل کر سکیں۔ گابا صاحب چند ہفتے جیل ہی میں پڑے رہے۔ دریں اثناء ملک سردار علی گورنمنٹ کنٹریکٹر سیالکوٹ کو حضور ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ رسول کریم ﷺ نے ملک سردار علی کو حکم دیا۔ "سردار علی اٹھو اور صبح لاہور پہنچ کر ایک نومسلم قیدی خالد گابا کی سیشن کورٹ میں ڈیڑھ لاکھ روپے کی ضمانت دے آؤ۔ اور اسے قید سے رہائی دلاؤ۔ اس میں کوتاہی ہرگز نہ کرنا۔ اس نے میرے متعلق ایک کتاب "پیغمبر صحرا" لکھی ہے جو مجھے بہت پسند آئی ہے" ملک سردار علی سویرے اٹھے۔ زیارت رسول مقبول ﷺ پر وہ بہت خوش تھے۔ کہنے لگے کہ ڈیڑھ لاکھ روپے تو کیا میں سرکار کائنات ﷺ کے فرمان پر تمام جائیداد واگزار کرنے کے لیے تیار ہوں۔ جب وہ اپنی جائیداد کے کاغذات کی تصدیق کے لیے سیالکوٹ کے ہندو ڈپٹی کمشنر رام چندر آئی۔ سی۔ ایس کی عدالت میں پہنچے تو ہندو ڈی سی نے انہیں بہت ڈرایا دھمکایا اور کہا کہ رہا ہو کر گابا بیرون ملک بھاگ جائے گا۔ تم ضمانت مت دو۔ مت لاہور جاؤ۔ ڈیڑھ لاکھ کی کثیر رقم آنِ واحد میں ضائع ہو جائے گی۔ اتنا روپیہ تم کھو دو گے۔ ملک سردار علی نے ہندو ڈی۔ سی کو جواب دیا کہ جس ہستی نے خواب میں مجھے حکم دیا ہے کہ گابا کی ضمانت دینی ہے تو اس ہستی پر میں اپنی جان قربان کرنے سے دریغ نہیں کروں گا۔ ایک ڈیڑھ لاکھ روپیہ کیا چیز ہے۔

میں نہیں جانتا کہ گاما کون ہے اور کیا کام کرتا ہے۔ میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔ مجھے خواب میں اس کا نام بتلایا گیا ہے۔ میں تو رسول مقبول ﷺ کے حکم کی تعمیل کررہا ہوں۔ آپ کی عدالت کو میری جائیداد کے کاغذات تصدیق کرنے ہونگے۔ یہ آپ کا سرکاری فرض ہے۔ ہندو ڈی۔سی نے کاغذات کی تصدیق کرنے میں پھر بھی لیت ولعل سے کام لیا تو تنگ آکر ملک سردار علی نے چند دوستوں سے رقم ادھار لی اور ڈیڑھ لاکھ روپے کی رقم تھیلی میں ڈال کر دوسرے روز لاہور روانہ ہوگئے۔ زرضمانت انگریز ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کی عدالت میں جمع کرادی اور خالد لطیف گابا کو رہا کروایا۔ نوائے وقت بابت ۲۹ اکتوبر ۱۹۸۶ء (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ محرم ۱۳۹۷ھ)

(۲۱) تعطیل جمعہ کی منسوخی پر رنجیدگی

محمد بوٹا ولد غلام رسول کھوکھر۔ بارہ دری رسول نگر تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب کو اپنے خط میں لکھتے ہیں۔" السلام علیکم۔ حضرت صاحب۔ میں بی۔اے کا اسٹوڈنٹ ہوں۔ رات کو ٹیوشن پڑھنے کے لیے ایک ٹیچر صاحب کے پاس جاتا ہوں۔ خواب کی رات بھی جب وہاں گیا تو جمعہ اور اتوار کی چھٹی پر بحث چل نکلی۔ پہلے بھی سن رکھا تھا کہ اتوار کو چھٹی لازم کردی گئی ہے اور جمعہ کی چھٹی ختم کردی گئی ہے۔ یہ سن کر بہت دکھ ہوا تھا اور اس دن کچھ زیادہ ہی تکلیف ہوئی۔ پڑھنے سے فارغ ہونے کے بعد راستہ میں بار بار مدنی آقا ﷺ کی مشہور حدیث کا ورد میری زبان پر تھا کہ من تشبہ بقوم فھو منھم۔ جس نے غیر قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔ اس کے ساتھ ہی بار بار نواز شریف پر غصہ کا اظہار کررہا تھا کہ اس شخص نے ہمارے آقا کے فرمان کی خلاف ورزی کی ہے اور عیسائیوں کے تہوار اتوار کی چھٹی کا اعلان کرکے ہمارے پیارے آقا کو دکھ دیا ہے۔ واپس گھر پہنچا۔ نماز پڑھی اور پریشانی میں روتا رہا اور اسی غم میں جب سوگیا تو خواب میں مدنی آقا ﷺ کا دیدار ہوا۔ دیکھا اس طرح کہ چہرہ اقدس پر غم وغصہ کے ایسے اثرات تھے کہ بیان کرنے سے قاصر ہوں۔

پوچھنے پر یہ ارشاد فرمایا کہ موجودہ حکمرانوں نے جمعہ کی چھٹی ختم کر کے اور اتوار کی چھٹی کا اعلان کر کے مجھے دکھ دیا ہے اور غیروں کا طریقہ اپنا کر میرے دل کو بہت ٹھیس پہنچائی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔ حاجی صاحب یہ ارشاد تھا جس کے باعث اس وقت تک مجھے سکون حاصل نہیں ہوگا جب تک میری یہ آواز وزیراعظم تک نہ پہنچ جائے۔ یہ بات میرے فرائض میں شامل ہو چکی ہے۔" (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بابت شوال ۱۴۱۸ھ)

(۲۲) اسمِ محمد بقلمِ قدرت

''انجامینا (انٹرنیشنل ڈیسک) چاڈ کے دارالحکومت کی ایک غریب بستی میں پیدا ہونے والا بچہ ذرائع ابلاغ، علمائے دین اور ملک کے ارباب بست وکشاد کی توجہ کا مرکز بن گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بچے کے ایک بازو پر بڑے ہی صاف اور واضح حروف میں دو بار محمد محمد تحریر ہے۔ بچہ ایک عیسائی خاندان میں پیدا ہوا ہے۔ اس کی والدہ ایک امیر خاندان میں گھریلو ملازمہ ہے۔ باپ بلدیہ کا سابق ملازم ہے۔ اور آج کل بے روزگار ہے۔ صدر جمہوریہ اور چاڈ چرچ کے لارڈ بشپ بھی بچے کی زیارت کر چکے ہیں۔ اخباروں اور ٹیلی ویژن نے بچے کے بارے میں خصوصی مضامین شائع اور نشر کیے ہیں۔ اور بچے کو ''طفل معجزہ'' قرار دیا ہے۔ بچے کی پیدائش گھر میں ہوئی۔ زچگی کے دوران والدہ کو قطعاً کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ حالانکہ اس دوران زچہ کو دائی وغیرہ بھی میسر نہیں تھی۔ پیدائش کے بعد مسیحی کالونی میں یہ خبر آناً فاناً پھیل گئی۔ جب اس خبر کا شہرہ اسلامی حلقوں تک پہنچا تو انجامینا کی مرکزی مسجد کے خطیب اور امام شیخ حسن حسین کی قیادت میں علماء کا ایک وفد خبر کی تصدیق اور اطمینان کے لیے بچے کے گھر گیا۔ کچی اینٹوں سے بنا ہوا یہ مختصر سا مسیحی گھر زائرین سے بھر گیا۔ اور ہر وقت بچے کا ہجوم رہنے لگا ہے۔ ملک کی بہت بری مسلم تنظیم اسلامی کمیٹی نے ایک بہت ہی بڑی تقریب منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جس میں بچے کا نام رکھا جائے گا۔ بچے کے والدین بے انتہا خوش ہیں۔ اور ان کے محسنوں نے بچے

کے نام پر بنکوں میں اکاؤنٹ کھلوا دیے ہیں۔ (روزنامہ خبریں لاہور بابت ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۲ء بحوالہ ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ)

(۲۳) روضہء رسول کی بیل کی شفا بخشی

حاجی محمد حسین البدر آٹوز۔ شاہین آباد گوجرانوالہ لکھتے ہیں۔ " الحمد للہ رب العالمین۔ ۸ نومبر ۱۹۹۷ء کو مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے روضہء مقدسہ کی حاضری نصیب ہوئی۔ ۱۰ نومبر ایک پاکستانی حاجی غلام حسین جو اب مسجد نبوی شریف میں بطور فورمین اپنی ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں سے ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو بہت سی اہم نشانیاں ذہن نشین ہوئیں۔ الحمد للہ۔ ۱۳ نومبر بعد از نماز عشاء جب مسجد نبوی شریف سے باہر آئے تو تمام بدن تھکاوٹ سے چکنا چور تھا۔ اجازت چاہی تو حاجی غلام حسین کہنے لگے۔ میرے ساتھ آؤ ابھی تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ ہم باب عبد المجید کی دائیں طرف چل دیئے مسجد نبوی شریف کے باہر والے دالان سے ایک سو گز کے فاصلہ پر ایک پرانا بنگلہ نظر آیا جس کا جنگلہ لوہے کا تھا۔ جنگلہ سے باہر ایک بڑی بیل تھی جو کہ بیری نما تھی۔ پتے بیری جیسے تھے۔ حاجی غلام حسین صاحب نے بتایا کہ یہاں سرکار دو عالم ﷺ نے آخری قیام فرمایا تھا۔ اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے تھے۔ اس بیل میں حضور ﷺ کے قیام کی برکت سے بہت شفا ہے۔ دل کے مریضوں کے لیے کیمیا ہے۔ انہوں نے چند پتے مجھے دیئے۔ اور کہا کہ ان کو کھاؤ۔ میں نے بسم اللہ شریف پڑھ کر پتے کھائے۔ بس پتے کھانے کی دیر تھی کہ میرا سارا بدن تر و تازہ ہو گیا۔ حاجی صاحب نے کہا بیل کی ٹہنی توڑو تو یہ اسی طرح پھر اتنی بڑھ جائے گی جتنی ٹہنی توڑو گے۔ میں نے بسم اللہ پڑھ کر دائیں ہاتھ سے ایک ٹہنی کو پکڑ لیا اور حاجی صاحب نے اس کو توڑا تو آنکھ جھپکنے سے پہلے ٹہنی پہلے کی طرح پوری ہو گئی۔ اسی طرح ہم نے یکے بعد دیگرے چار دفعہ ٹہنیاں توڑیں جو توڑنے کے بعد فوراً اپنی اصلی حالت میں آ گئیں۔ اس بات کے چشم دید گواہ حاجی خوشی محمد پاک نیشنل بس باڈی میکر شاہین آباد جی۔ٹی۔ روڈ گوجرانوالہ بھی ہمارے ساتھ

تھے"۔ (ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ رمضان ۱۴۱۸ھ)

الحمدللہ۔ یہاں تک ہم نے جو تئیس واقعات بطور نمونہ مشتے از خروارے تبرکاً درج کیے ہیں ان سے روزِ روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد عربی ﷺ وہ صاحب معجزات ہستی ء پاک ہیں کہ جن کے معجزات کا ظہور آج تک ہوتا رہا ہے۔ اور انشاء اللہ العزیز تا ابدالآباد ہوتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کے ایمانوں کو تازہ فرمائے۔ ہمیں اس سعی کا اجر عظیم بخشے۔ اور صاحب معجزات پیغمبر ﷺ کی نظرِ عنایت کا فیضان ہمیں ہر آن عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ وھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی هذه المقالة المتبركة المقدسة تقبلها اللّٰه تعالیٰ بفضله العظيم ورسوله الكريم ﷺ وانا الفقير ابوالكرم احمد حسين قاسم الحيدرى الرضوى المدرس بالجامعة الحيدرية فضل المدارس بهيائى من مضافات سہنسہ آزاد کشمیر۔ (۲۰ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ بمطابق ۲۴ مارچ ۲۰۰۳ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ستر ھواں مقالہ

احسن السبیل

لطالبی حکم مسائل التعظیم والتقبیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد۔

اس مختصر رسالہ میں تعظیم وتقبیل کے بعض مسائل کا شرعی حکم بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے موجب ہدایت بنائے آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

سوال نمبر ۱:۔ آذان میں اشھد ان محمد رسول اللہ سن کر انگوٹھے چومنا اور انہیں آنکھوں پر رکھنا کیسا ہے؟

الجواب: مستحب ہے۔ چنانچہ امام احمد طحطاوی حنفی کتاب مراقی الفلاح کے حواشی میں لکھتے ہیں۔ ذکر القھستانی عن کنز العباد انہ یستحب ان یقول عند سماع الاولیٰ من الشھادتین للنبی ﷺ صلے اللہ علیک یا رسول اللہ وعن سماع الثانیۃ قرت عینی بک یارسول اللہ اللھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ابھامیہ علیٰ عینیہ فانہ ﷺ یکون قائد الہٗ فی الجنۃ وذکر الدیلمی فی مسند الفردوس من حدیث (۱) ابی بکر رضی اللہ عنہ مرفوعاً من مسح العین بباطن انملۃ السبابتین بعد تقبیلھما عند قول المؤذن اشھد ان محمداً رسول اللہ وقال اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہٗ رضیت باللہ ربّاً وبالاسلام دیناً وبمحمد ﷺ نبیاًحلت لہٗ شفاعتی اہ وکذا روی عن الخضر علیہ السلام وبمثلہ یعمل فی الفضائل۔ امام قھستانی نے کتاب کنز العباد سے نقل کیا ہے کہ یہ بات مستحب ہے کہ آذان سننے والا پہلی شہادتِ رسالت (اشھد ان محمداً رسول اللہ) کو سن کر کہے صلے اللہ علیک یا رسول اللہ اور دوسری شہادتِ رسالت کو سن کر کہے قرّت عینی بک

---

(۱) رأیت فی بعض الفتاویٰ ان ابا بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سمع الآذن فلما بلغ المؤذن الیٰ کلمتی الشھادۃ بالرسالۃ لرسول اللہ ﷺ قبل ظفری ابھامیہ من یدیہ فمسح بھما عینیہ فقال ﷺ لما فعلت ھذا قال تبرکاً باسمک الکریم یارسول اللہ فقال ﷺ احسنت فمن یعمل بہ امن من الرمد (اشد الجھاد ص ۴۰ عن شیخ زادہ)

یارسول اللہ اللھم متعنی بالسمع والبصر ۔ اس کے بعد کہ وہ اپنے انگوٹھے اپنی آنکھوں پر رکھے ۔ سو نبی ﷺ اس کو اپنی قیادت میں لے کر جنت کو جائیں گے ۔ اور امام دیلمی نے کتاب مسند الفردوس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مرفوعاً نقل کیا ہے ۔ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ۔ جو شخص مؤذن کے قول اشھد ان محمداً رسول اللہ کے وقت اپنی شہادت کی انگلیوں کے پوروں کو چومنے کے بعد آنکھوں سے لگائے اور کہے اشھد ان محمداً رسول اللہ رضیت باللہ ربّاًوبالاسلام دیناً و بمحمد نبیاً اس کے حق میں میری شفاعت حلال ہوگی ۔ اور اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام سے بھی مروی ہے ۔ اور اس قسم کی روایتوں پر فضائل اعمال میں عمل کیا جاتا ہے ۔ (حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۱۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی ۔)

اس مسئلہ کے مفصل بیان کے لیے ہمارا رسالہ " انگوٹھے چومنے کا مسئلہ " ملاحظہ فرمائیں ۔ واللہ اعلم بالصواب.

سوال نمبر ۲: اقامت میں اشھد ان محمداً رسول اللہ سن کر انگوٹھے چومنا اور انہیں آنکھوں پر رکھنا کیسا ہے؟ ۔

الجواب: مستحب ہے ۔ کیونکہ اقامت ایک طرح کی آذان ہی ہے کہ دونوں کے کلمات ایک ہیں ۔ صرف اقامت میں کلمہ قد قامت الصلوٰۃ زائد ہے ۔ اور دونوں کا مقصود بھی ایک ہے کہ آذان غائبین کے اعلام کے لیے ہے اور اقامت حاضرین کے اعلام کے لیے ۔ جب آذان میں انگوٹھے چومنا حدیث وفقہ سے مستحب ثابت ہوگیا تو اس کا اقامت میں بھی مستحب ہونا ماننا پڑے گا ۔ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بین کل اذانین صلوٰۃ بین کل اذانین صلوٰۃ ثم قال فی الثالثۃ لمن شآء ۔ ہر دو آذانوں کے درمیان نماز (یعنی نفل نماز) ہے ۔ ہر دو آذانوں کے درمیان نماز ہے ۔ پھر تیسری مرتبہ فرمایا اس شخص کے لیے جو نماز کا ارادہ کرے ۔ (مشکوٰۃ شریف جلد ۱ ص ۶۰)

شیخ محدث محقق دہلوی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ بدان کہ مراد بدو آذان ایں جا آذان واقامت است۔ اقامت رانیز آذان گفت از جہت مشابہت ومجاورت چنانکہ قمرین می گویند شمس وقمر را ومی خوانند امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما را حسنین۔ جاننا چاہیے کہ اس جگہ دو آذانوں سے مراد آذان اور اقامت ہے۔ اقامت کو بھی آذان فرمایا مشابہت اور مجاورت کی جہت سے جیسا کہ سورج اور چاند کو قمرین اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو حسنین کہا جاتا ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

خاص اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ مبارکہ موجود ہے۔ اسے بھی ملاحظہ فرمائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر۳: جمعہ کی آذان ثانی میں انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟

الجواب: خطیب کے ممبر پر بیٹھنے سے نماز جمعہ ختم ہونے تک خاموش رہنا واجب ہے اس لیے آذان ثانی سننے والا انگوٹھے نہ چومے اور نہ زبان سے درود شریف پڑھے ہاں دل میں پڑھ سکتا ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے۔ واذاخرج الامام فلاصلوٰۃ ولا کلام وھو قول الامام لانہ نص النبی ﷺ۔ اور جب امام خطبہ دینے کے لیے نکلے تو نہ کوئی نماز ہے اور نہ کوئی کلام ہے۔ اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ حدیث ہے۔ (مراقی الفلاح مصری ص ۳۳۶)

اور اس کے حواشی میں ہے. قولہ واذاخرج الامام ای من حجرتہ ان کانت والا فقیامہ للصعود قاطع کما فی شرح المجمع. اگر امام حجرہ میں ہو تو اس کے نکلتے وقت اور اگر حجرہ میں نہ ہو تو منبر پر چڑھنے کے لیے اٹھتے وقت نماز اور کلام ممنوع ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب.

سوال نمبر۴: ختم شریف میں آیت ماکان محمد ابااحد من رجالکم سن کرانگوٹھے چومنا کیسا ہے؟

الجواب: ۔ بہار شریعت میں ہے۔" جب بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے تو تمام حاضرین پر سننا فرض ہے۔ جبکہ وہ مجمع بغرض سننے کے حاضر ہو۔ ورنہ ایک کا سننا کافی ہے۔ اگرچہ اور اپنے کام میں ہوں۔

(غنیہ فتاویٰ رضویہ۔ بہار شریعت حصہ سوم ص۱۰۲)

ہاں اگر انگوٹھے چومیں اور درود دل میں پڑھیں تو حرج نہیں کہ اس عمل سے سماعِ قرآن میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

سوال نمبر۵: آذان، خطبہ اور اقامت کے علاوہ نامِ نامی اسمِ گرامی محمد ﷺ سن کر انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟

الجواب: جب آذان واقامت میں نام نامی اسم گرامی محمد سن کر انگوٹھے چومنا جائز ہے تو ان کے علاوہ انگوٹھے چومنا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔ لعدم ورود المنع عنه والله تعالیٰ اعلم بالصواب۔

سوال نمبر۶:۔ نامِ نامی محمد ﷺ لکھا ہوا ہو تو اسے چومنا اور آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟

الجواب: جس طرح نامِ نامی محمد ﷺ سن کر درود شریف پڑھنا اور انگوٹھے چوم کر تعظیماً آنکھوں سے لگانا مستحب و باعث اجر وثواب ہے اسی طرح قرآن مجید یا کسی کتاب میں یہ نامِ نامی لکھا ہوا دیکھ کر اسے چومنا اور بوسہ دے کر آنکھوں پر رکھنا مستحب و باعثِ اجرو ثواب ہے۔ شیخ عبید الضریر فرماتے ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں سے یہ بات بھی ہے کہ ایک شخص نے پورے دوسو سال تک اللہ کی نافرمانی کی پھر جب وہ مرا تو بنی

اسرائیل نے اس کو پاؤں سے پکڑا اور اسے گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ **فاوحی اللہ الیٰ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان غسلہ و کفنہ و صل علیہ فی جمع بنی اسرائیل ففعل ماامر اللہ تعالیٰ** ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیج کر حکم دیا کہ اسے غسل دو اور کفن پہناؤ اور بنی اسرائیل کے مجمع میں اس پر نمازِ جنازہ پڑھو۔ سو انہوں نے جس طرح اللہ نے حکم دیا اسی طرح کیا تو بنی اسرائیل نے تعجب سے کہا کہ بنی اسرائیل میں اس سے زیادہ نافرمان کوئی نہیں تھا۔ فرمایا میں بھی یہ جانتا ہوں لیکن مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا آپ اللہ تعالیٰ سے اس بارہ میں پوچھیں۔ سو انہوں نے پوچھا۔ **فاوحی اللہ الیہ ان صدقوا انہ قد عصانی مائتی سنۃ الا انہ یوماً من الایام فتح التوراۃ فنظر الیٰ اسم محمد ﷺ مکتوباً فقبلہ ووضعہ بین عینیہ فشکرت لہ ذلک فغفرت لہ ذنوب مائتی سنۃ** ۔ سو اللہ نے ان کی طرف وحی بھیج کر کہا لوگ سچے ہیں کہ اس نے میری نافرمانی دو سو سال تک کی ہے۔ مگر ایک دن اس شخص نے توریت کو کھولا پھر نام نامی محمد ﷺ کو لکھا ہوا دیکھا تو اس نے اُسے بوسہ دیا اور اسے اپنی آنکھوں سے لگایا۔ اس عمل کو میں نے قبول کیا اور اس کے دو سو سال کے گناہ بخش دیئے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۷)

سبحان اللہ۔ اگر اس عمل سے دو سو سال نافرمانی کرنے والے بنی اسرائیل کے ایک شخص کی بخشش ہوگئی تو خود حضور ﷺ کی امت میں سے یہی عمل کرنے والے کی بخشش کیوں نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

سوال نمبر ۷: آذان میں پہلے اللہ کا نام آتا ہے تو ضروری ہے کہ پہلے اللہ کے نام پر انگوٹھے چومے جائیں مگر ایسا نہیں کیا جاتا؟

الجواب: جس روایت کی وجہ سے انگوٹھے چومے جاتے ہیں اس میں اللہ کے نام پر انگوٹھے چومنے کا ذکر نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے نام پر چومنے کا ذکر ہے۔ اس لیے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پیروی میں ایسا کیا جاتا ہے۔ معترض کو چاہیے کہ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے نام پر تو انگوٹھے چومے نہیں مگر رسول

اللہ علیہ ﷺ کے نام پر چومے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اللہ تعالیٰ دماغی بیماری سے محفوظ رکھے۔ اگر صدیق اکبر کے اس فعل پر نہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی اعتراض کیا اور نہ خود خدا تعالیٰ نے اعتراض کیا تو پھر کسی ایرے غیرے کو اعتراض کا کیا حق پہنچتا ہے۔ واللہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم وھو اعلم بالصواب.

سوال نمبر ۸: حضور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا نامِ نامی سن کر انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟

الجواب: اللہ عزوجل یا کسی رسول مکرم یا کسی دینی بزرگ کا نام سن کر انگوٹھے چومنا شرعاً جائز ہے۔ اگر کوئی توحیدی شخص آذان میں اللہ کا نام سن کر انگوٹھے چومے اور رسول اللہ ﷺ کا نام سن کر نہ چومے تو بھی کسی کو کوئی اعتراض نہیں۔ بات تعظیم ظاہر کرنے کی ہے۔ اس عمل سے جس معظم دینی کی تعظیم ظاہر کی جائے جائز ہے۔ لقوله تعالیٰ ومن یعظم شعائز الله فانها من تقوی القلوب والله تعالیٰ اعلم.

سوال نمبر ۹: قرآن مجید کو بوسہ (۱) دینا کیسا ہے؟

الجواب: سنت صحابہ کرام ہے۔ امام احمد طحطاوی لکھتے ہیں وکان عمر یاخذ المصحف کل غداۃ ویقبلہ وکان عثمان یقبلہ ویمسحہ علی وجہہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر صبح قرآن مجید اٹھاتے اور اسے بوسہ دیتے تھے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسے چومتے اور چہرہ سے لگاتے تھے۔ (حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۷۵)

سوال نمبر ۱۰: روضہ رسول اللہ ﷺ کی جالیوں کو چومنا کیسا ہے؟

الجواب: بہارِ شریعت میں ہے۔ ''خبردار جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلافِ ادب ہے بلکہ چار ہاتھ کے فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ۔'' (بہارِ شریعت جلد ۶ ص ۱۷۶)

---

(۱) بوسہ دینے کی احادیث ضیائے حرم بابت شعبان ۱۴۱۷ھ میں ملاحظہ کریں۔

مگر جالیوں کو چومنا حرام یا شرک نہیں جس طرح وہابیہ نجدیہ کا عقیدہ ہے کہ وہ روضہء اطہر کے پاس زاہرین پر سختی کرتے ہیں۔ اور شرک شرک حرام حرام کہتے رہتے ہیں ۔واللہ اعلم بالصواب۔

سوال نمبر ۱۱: قبر کو بوسہ دینا کیسا ہے؟

الجواب: بعض حضرات صحابہء کرام سے قبر رسول اللہ ﷺ کا بوسہ لینا اور اس سے چمٹ جانا ثابت ہے۔ چنانچہ کتاب الجواب المشکور کے صفحہ ۹ میں لکھا ہے۔ وثبت ان ابن عمر رضی الله عنهما كان يضع يده على القبر الشريف وجآء بسند جيد ان بلالا رضي الله عنه لما زار النبی ﷺ من الشام جعل يبكی ويمرغ وجهه على القبر الشريف لمحضر من الصحابة ولم ينكر ذلك عليه احد" منه و كذالک فعل ابو ايوب الانصاری حين جآء من ارض الروم وقال لـلائميه ما اجهلكم بفعل العاشقين ثم تمثل بقول الشاعر امر على الديار ديار سلمىٰ .اقبل ذالجدارو ذالجدار. وماحب الديار شغفن قلبي ولكن حب من سكنى الديار ۔ اور یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف پر اپنا ہاتھ رکھتے تھے۔ اور پختہ سند کے ساتھ مروی ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ ملکِ شام سے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے تشریف لائے تو آپ روتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف پر اپنا چہرہ رگڑتے تھے۔ اور ان کا یہ فعل صحابہء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی موجودگی میں واقع ہوا اور ان میں سے کسی ایک نے بھی اس پر انکار نہ کیا اور اسی طرح کا کام حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اس وقت کیا جب وہ ارضِ روم سے مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ اور ملامت کرنے والوں سے فرمایا تم عاشقوں کے فعل سے کتنے جاہل ہو۔ پھر شاعر کے یہ شعر پڑھے۔ میں سلمیٰ کے علاقوں سے گزرتا ہوں تو دیواروں کو بوسہ دیتا ہوں۔ یہ بات نہیں کہ محبوب کے علاقوں نے میرے دل کو مشغول کیا ہوا ہے بلکہ خود محبوب کے خیال نے مجھے مشغول بنایا ہے۔

اور امام شہاب الدین خفاجی لکھتے ہیں ۔وھذا امر غیر مجمع علیہ ولذا قال احمد الطبرانی لاباس بتقبیلہ والتزامہ وروی ان ابا ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ کان یلتزم القبر الشریف قیل ھذالغیر من لم یغلبہ الشوق والمحبۃ وھو کلام حسن اہ بلفظہ ۔ اور یہ امر (قبر صالح کو بوسہ نہ دینا) اجماعی حکم نہیں ہے ۔ اسی وجہ سے حضرت امام احمد طبرانی فرماتے ہیں کہ قبر کو بوسہ دینے اور اس سے چمٹ جانے میں کوئی حرج نہیں اور روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر سے چمٹ جایا کرتے تھے ۔ اور کہا گیا ہے کہ قبر صالح کو بوسہ نہ دینا اس شخص کے لئے ہے جس پر شوق اور محبت غالب نہ ہو اور یہ کلام اچھی ہے ۔ (نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض جلد۳ ص۵۲۴)

ہاں زیادہ ادب یہ ہے کہ چار ہاتھ کے فاصلہ پر کھڑے ہو کر سلام عرض کرے ۔اعلیٰ حضرت بریلوی لکھتے ہیں " اور بوسہء قبر میں علماء کا اختلاف ہے اور احوط منع ہے ۔خصوصاً مزاراتِ طیبہ اولیائے کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو ۔ یہی ادب ہے ۔ پھر تقبیل کیونکر متصور ہے ۔ یہ وہ ہے جس کا فتویٰ عوام کو دیا جاتا ہے ۔ اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے ۔ لکل مقام مقال ولکل مقال رجال ولکل رجال مجال ولکل مجال منال نسئل اللہ حسن المال وعندہ العلم بحقیقۃ کل حال ۔واللہ تعالیٰ اعلم ۔ (احکام شریعت ۔ص۲۳۴)

اور دوسری جگہ لکھتے ہیں ۔ مزار کو بوسہ دینا نہ چاہیے ۔ علماء اس میں مختلف (۱) ہیں اور بہتر بچنا ہے اور اسی میں ادب زیادہ ہے ۔ (فتاوی رضویہ جلد۴ ص ۸)

---

(۱)فقد صرّح غیر واحد من الأئمہ ھداۃ الامۃ باباحۃ التمسح بقبور المسلمین الصالحین وتقبیلھا وتمریغ الخد علیھا حتی و تقبیل اعتابھا بقصد التبرک و منع ذلک بعضھم لکنہ قال بالکراھۃلابالحرمۃ فضلاً عن التکفیر(الجواب المشکور ص ۷)

اور مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں " عوام کیلئے یہی بہتر ہے کہ قبر کو نہ چومیں ۔ عالمگیری میں ہے ۔ولایمسح القبر ولایقبله فان ذلک من عادة النصاریٰ . (۱) ولاباس بتقبیل قبر والدیه کذافی الغرائب اور اشعۃ اللمعات میں ہے ۔مسح نہ کند قبر راو بوسہ نہ دہد آن راو منخنی نشو دو در روے خاک نہ مالد ۔ایں عادت نصاریٰ است (فتاویٰ نعیمیہ ص۲۴)

بہر حال قبر کو بوسہ دینا مختلف فیہ ہے ولہذا بچنا زیادہ احتیاط اور زیادہ ادب ہے ۔لیکن بوسہ دینے والوں پر اعتراض کرنا اور ان پر شرک کا فتویٰ لگانا بہت بڑی زیادتی ہے ۔واللہ تعالیٰ اعلم ۔

سوال نمبر۱۲ :۔ بزرگانِ دین کے ہاتھوں پاؤں کو بوسہ دینا کیسا ہے؟

الجواب :۔ عالمِ دین اور بادشاہ عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز ہے ۔ بلکہ اس کے قدم چومنا بھی جائز ہے ۔ بلکہ اگر کسی نے عالمِ دین سے یہ خواہش کی کہ آپ اپنا ہاتھ یا قدم مجھے دیجئے کہ میں بوسہ دوں تو اس کے کہنے کے مطابق وہ عالم اپنا ہاتھ پاؤں بوسہ کے لیے اس کی طرف بڑھا سکتا ہے ۔ (درمختار بحوالہ بہار شریعت جلد ۱۶ ص ۹۹)

سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہٗ لکھتے ہیں ۔ور خص الشیخ الامام شمس الأئمة السرخسی وبعض المتاخرین تقبیل ید العالم والمتورع علیٰ سبیل التبرک وعن سفیان قال تقبیل ید العالم سنة وتقبیل ید غیره لا یر خص فیه قال الصدر الشهید وهو المختار ۔اور شیخ امام شمس الائمہ سرخسی اور بعض ائمہ متاخرین نے عالمِ دین اور پرہیزگار شخص کے ہاتھ کو بوسہ دینے کی رخصت دی ہے جبکہ یہ تبرک حاصل کرنے کے لیے ہو ۔اور امام صدر الشہید نے فرمایا اور یہ مختار ہے ۔ (الحدیقۃ الندیہ ۔ص ۵۳۹ جلد۲)

واللہ تعالیٰ اعلم ۔

سوال نمبر۱۳ :۔کسی عالمِ دین یا شیخ طریقت کو تعظیماً سجدہ کرنا کیسا ہے؟

---

(۱) ودر بعض روایات فقہیہ بوسہ دادن بر قبر پدر و مادر را نیز آمدہ است (اشعۃ اللمعات ج۱ص۷۱۹)

الجواب: سجدۂ تحیت یعنی ملاقات کے وقت بطور اکرام کسی کو سجدہ کرنا حرام (۱) ہے۔ اور اگر بقصد عبادت ہو تو کفر ہے کہ خدا کے غیر کی عبادت کفر ہے۔ (ردالمختار) اور بادشاہ کو بروجہ تحیت سجدہ کرنا یا اس کے سامنے زمین کو بوسہ دینا کفر نہیں مگر یہ شخص گناہگار ہوا۔ اور اگر عبادت کے طور پر سجدہ کیا تو کفر ہے۔ عالم کے پاس آنے والا اگر زمین کو بوسہ دے یہ بھی ناجائز و گناہ ہے۔ کرنے والا اور اس پر راضی ہونے والا دونوں گناہگار ہیں۔ (عالمگیری) اور ملاقات کے وقت جھکنا منع ہے۔ (عالمگیری) یعنی اتنا جھکنا کہ حدِ رکوع تک ہو جائے (بہار شریعت حصہ شانز دہم ص ۹۹)

سوال نمبر ۱۴: نقشہ نعلین مصطفےٰ ﷺ کو چومنا اور آنکھوں سے لگانا اور سر پر رکھنا کیسا ہے؟

الجواب: جائز ہے۔ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی کتاب الانوار المحمدیہ من المواہب اللدنیہ ج ا ص ۲۵۷ میں لکھتے ہیں۔ وافرد تمثال نعله ﷺ بالتاليف غير واحد ومن بعض ماذكر من فضلها و جرب من نفعها وبركتها ما ذكر هاابو جعفر احمد بن عبدالمجيد وكان شيخاً صالحاً قال حذوت هذالمثال بعض الطلبة فجآء نى يوماً فقال لى رأيت البارحة من بركات هذاالنعل عجباً اصاب زوجتى وجع شديد كا ديهلكهافجعلت النعل على موضع الوجع وقلت اللهم ارنى بركةصاحب هذاالنعل فشفاها الله للحين . وممن افرد التمثال الشريف بالتاليف ابو اسحاق السملى الاندلسى المشهور بابن الحاج قال قال ابو القاسم ابن محمد ومما جرب من بركته انه من امسكه عنده متبركاً به كان له اماناً

---

(۱)وقد روى عن النبى ﷺ فى اباحة تقبيل اليد اخباراً و قد روى الكراهة الاان السجود لغير الله تعالىٰ على وجه التكرمة والتحية منسوخ بماروت عائشة وجابر بن عبدالله وانس ان النبى ﷺ قال ما ينبغى لبشر ان يسجد لبشر ولو صلح لبشر ان يسجد لبشر لامرت المرأة ان تسجد لزوجها من عظم حقه عليها هذا لفظ حديث انس(احكام القرآن للجصاص ج ا ص ۳۲)

من بغی ا لبغاۃ وغلبۃ العدو وحرزاً من کل شیطان مارد وعین کل حاسدٍ وان امسکتہ المرأۃ الحامل بیمینھا وقد اشتد علیھا الطلق تیسرا مرھا بحول اللہ تعالیٰ وقوتہ اھ بلفظہ.

ترجمہ : اور رسول اللہ ﷺ کے نعل پاک کے بارہ میں کئی علماء نے مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں اور بعض مصنفین نے اس کے فضائل ذکر کیے ہیں۔ اور اس کے فائدوں کا تجربہ بیان کیا ہے۔ امام ابوجعفر احمد بن عبدالمجید کہ وہ ایک نیکوکار بزرگ تھے نے ذکر کیا ہے کہ میں نے نعل پاک کا نقشہ اپنے ایک طالب علم کو دیا۔ پھر وہ ایک دن آیا اور اس نے کہا کہ گذشتہ رات میں نے نعل پاک کی عجیب برکت دیکھی ہے۔ اور وہ یہ کہ میری بیوی کو ایسا درد شدید لاحق ہوا کہ وہ ہلاکت کے قریب پہنچ گئی۔ میں نے نعل پاک کا نقشہ اس کے درد والی جگہ پر رکھ کر دعا مانگی۔ اے اللہ اس نعل پاک والوں کی برکت مجھے دکھا۔ سو اللہ تعالیٰ نے اسے اسی وقت شفا بخش دی۔ اور جن بزرگوں نے نعل شریف کے بارہ میں مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں سے ایک ابواسحاق سلمی اندلسی المعروف ابن الحاج ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ امام ابوالقاسم ابن محمد نے نعل شریف کی برکت کا یہ تجربہ لکھا ہے کہ جو شخص بطور تبرک اس کو اپنے پاس رکھے گا وہ باغیوں کی بغاوت اور دشمنوں کے غلبہ سے محفوظ رہے گا۔ اور ہر سرکش شیطان کے شر سے اور ہر حاسد کی بدنظری کی نحوست سے محفوظ رہے گا۔ اور اگر حاملہ عورت بچہ جننے کے وقت اس کو اپنے ہاتھ میں لے گی تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور قدرت سے اسے آسانی حاصل ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۱۵: کسی بزرگ کے لیے تعظیماً کھڑا ہونا کیسا ہے؟

الجواب : آنے والے کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا جائز بلکہ مندوب ہے جبکہ ایسے کے لیے کھڑا ہو جو مستحق تعظیم ہے۔ مثلاً عالمِ دین کی تعظیم کو کھڑا ہونا۔ کوئی شخص مسجد میں بیٹھا ہے یا قرآن مجید پڑھ رہا ہے اور ایسا شخص آ گیا جس کی تعظیم کرنی چاہیے تو اس حالت میں بھی تعظیم کو کھڑا ہو سکتا ہے۔ (درمختار۔ ردالمحتار) اور جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ لوگ میرے لیے

کھڑے ہوں اس کی یہ بات ناپسند و مذموم ہے۔ (ردالمحتار) احادیث میں اسی قیام کی مذمت ہے یا اس قیام کو برا بتایا گیا ہے جو اعاجم میں مروج ہے کہ سلاطین بیٹھے ہوتے ہیں اور اس کے آس پاس تعظیم کے طور پر لوگ کھڑے رہتے ہیں۔ آنے والے کے لیے کھڑا ہونا اس قیام ممنوع میں داخل نہیں۔ قیام میلاد شریف کی ممانعت پر ان احادیث سے دلیل لانا جہالت ہے۔ (بہار شریعت جلد ۱۶ ص ۱۰۰) واللہ تعالیٰ اعلم وھذاآخر ماardنا ایردہ فی ھذہ المقالة المتبرکة تقبلها الله تعالیٰ بمنه العظیم و رسوله الکریم ﷺ انا الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی القریشی الهاشمی غفر الله تعالیٰ له المدرس بالجامعة الحیدریة فضل المدارس بھیائی من مضافات سھنسه آزاد کشمیر

(۲۱ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اٹھارہواں مقالہ

اہلِ ادب کے

انوکھے انداز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد

سید الانبیآء، امام المرسلین ۔ جنابِ محمد مصطفےٰ، احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ والثنآء کی محبت اصل ایمان ہے ۔ حدیث شریف میں آپ نے فرمایا ۔ لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین ۔ یعنی تم میں سے کوئی ایک مومن نہیں ہوگا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین، اولاد، اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا ہو جاؤں ۔ (شفا شریف جلد دوم ص ۱۵)

؎ محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

محبت رسول ادبِ رسول کا درس دیتی ہے

مومن کے دل میں جب محبت رسول پیدا ہوتی ہے تو وہ اسے ادبِ رسول کے انوکھے انداز سکھا دیتی ہے ۔ بمصداق ۔

؎ ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں ۔

محبت رسول جس انداز سے ادبِ رسول بجا لائے وہ تقاضائے شرع کے عین مطابق ہوگا ۔ اگرچہ وہ انداز انوکھا ہی کیوں نہ ہو ۔ اس کے جواز واستحباب کے ثبوت کے لیے کسی قسم کی دلیل ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہوگی ۔ اس مختصر رسالہ "اہل ادب کے انوکھے انداز" میں ہم نے بزرگانِ دین کے وہ واقعات جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے ۔ جو ادبِ رسول کے انوکھے انداز کو اپنے جلو میں لیے ہوئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو شرفِ مقبولیت بخشے ۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

حضرت صدیقِ اکبر کا از راہِ ادب انگوٹھے چومنا :

شیخ اسماعیل اپنی تفسیر روح البیان میں آیت کریمہ ۔ انّ اللہ وملائکۃ یصلون علی

السنبی ۔ کے ماتحت لکھتے ہیں ۔ " اور کتاب محیط میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ نبی ء پاک ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور ایک ستون کے نزدیک بیٹھ گے ۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے روبرو بیٹھ گے ۔ اس ثناء میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اٹھے اور آذان کہنے لگے ۔ جب انہوں نے اشھد ان محمدا رسول اللہ کہا تو صدیق اکبر نے اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو اپنی آنکھوں پر رکھ کر کہا قرۃ عینی بک یارسول اللہ ۔ (اے اللہ کے رسول آپ کے سبب سے میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ۔)

جب بلال آذان سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۔ یا ابا بکر ہر کہ بکند چنیں کہ تو کردی خدائے بیامرزد گناہانِ جدید وقدیم اور اگر بعمد بودہ باشد اگر بخطاء ۔ اے ابوبکر جو کوئی کرے جیسا آپ نے کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نئے پرانے گناہ بخش دے گا ۔ خواہ اس نے گناہ جان بوجھ کر کیے تھے یا خطأً ۔ (تفسیر روح البیان جلد ہفتم ص ۲۲۸)

اور امام شیخ زادہ حاشیہ تفسیر بیضاوی میں شیخ ابوالوفاء سے نقل فرماتے ہیں ان کی روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں ۔ قال تبرکاً باسمک الکریم یارسول اللہ ۔ حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا ۔ یارسول اللہ آپ کے نامِ کریم سے برکت حاصل کرنے کے لیے میں نے یہ کام کیا ہے ۔ فرمایا ۔ احسنت فمن یعمل بہ امن من الرمد ۔ تو نے اچھا کیا ہے ۔ سو جو کوئی یہ عمل کرے گا اس کی آنکھیں دکھنے سے محفوظ رہیں گی ۔ (اشد الجہاد ص ۴۰)

تقبیل ابہامین کے الفاظ میں اضافہ

شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں منقول ہے کہ جب مؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ کہتا تو آپ انگوٹھے چوم کر اپنی آنکھوں سے لگاتے اور ساتھ یہ کلمات فرماتے ۔ قرۃ عینی بتراب اقدام کلا بک یارسول اللہ ۔ آپ کے شہر مقدس کے کتوں کے قدموں سے مس ہونے والی مٹی کے سبب سے میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ۔

فقہائے کرام نے قرۃ عینی بک یارسول اللہ پڑھنے کے متعلق فرمایا ہے مگر آپ کی محبت وعقیدت اور ادب ونیاز کی نہایت وغایت دیکھیے کہ آپ ان کتوں کے قدموں سے

لگنے والی مٹی کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دے رہے ہیں۔ جو محبوب کی گلیوں میں چلتے پھرتے ہیں۔ (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور اکتوبر ۱۹۸۱ء ص ۷۲)

مدینے کی گلیوں میں کفن بچھا دینا

شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی روایت کرتے ہیں کہ جب خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کو مدینہ منورہ کی حاضری کا شرف حاصل ہوا تو آپ نے جو کپڑا کفن کے لئے مکہ مکرمہ سے خریدا تھا۔ اس کے بارہ میں خدام کو حکم دیا کہ اسے مدینہ منورہ کی گلی میں بچھا دو تاکہ مدینہ منورہ کے چلنے والوں کے قدم اس پر آجائیں اور یہ زیادہ بابرکت ہو جائے۔ (ماہنامہ ضیائے قمر گوجرانوالہ۔ اپریل ۱۹۹۱ء)

ممبر رسول پر ہاتھ رکھنا

قاضی عیاض شفا شریف میں لکھتے ہیں۔ ورؤی ابن عمر واضعاً علی مقعد النبی ﷺ من المنبر ثم وضعها علیٰ وجهه ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا گیا کہ آپ نے نبی علیہ السلام کے منبر میں آپ کے بیٹھنے کی جگہ پر ہاتھ رکھا پھر اسے اپنے چہرے پر رکھا (شفا شریف جلد دوم ص ۷۰)

ٹوپی میں بطور ادب موئے رسول رکھنا

قاضی عیاض لکھتے ہیں۔ حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی میں نبیء پاک ﷺ کے چند بال تھے۔ آپ اس ٹوپی کو پہن کر جس لڑائی میں بھی شریک ہوئے اس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ (شفا شریف جلد اول ص ۲۱۸)

صحابہ کرام کے چند واقعات

حفیظ الرحمٰن کاروارا اپنے مضمون ''طریق آداب رسول ﷺ'' میں لکھتے ہیں کہ

(۱) حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر اس قدر بال دراز لٹکتے تھے کہ جب وہ بیٹھتے

تھے اور بالوں کو چھوڑ دیتے تھے تو وہ زمین تک پہنچ جاتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے بالوں کو اتنا دراز کیوں کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دستِ مبارک ان بالوں کو لگا تھا۔ اس لیے میں نے تبرکاً ان بالوں کو باقی رکھا ہوا ہے۔ (ماہنامہ ندائے دین کراچی ستمبر ۱۹۹۲ء)

(۲) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب سے اپنا داہنا ہاتھ حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک سے ملایا ہے اس دن سے میں نے اس ہاتھ سے اپنی شرم گاہ کو نہیں چھوا ہے۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

(۳) حضور اکرم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش کی طرف حدیبیہ میں صلح کے لئے مکہ مکرمہ میں بھیجا۔ قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بیت اللہ شریف کا طواف کرنے کی اجازت دے دی مگر آپ نے فرمایا میں ہرگز طواف نہیں کروں گا جب تک میرے آقا و مولا حضور نبی اکرم ﷺ طواف نہ کرلیں گے۔ (ماہنامہ مذکورہ بالا)

(۴) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور منبر رسول پر بیٹھ کر خطبہ دینے لگے تو آپ اس درجہ میں نہ بیٹھے جس میں رسول اللہ ﷺ بیٹھا کرتے تھے۔ بلکہ اس کے نیچے والے درجہ میں بیٹھ کر بحیثیت امیر المؤمنین اور خلیفہ اول آپ نے خطبہ دیا۔ پھر ساری عمر اس ادب کو ملحوظ رکھا۔ پھر جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے صدیق اکبر کے درجہ سے بھی نیچے والے درجہ میں بیٹھ کر خطبہ دینا مناسب سمجھا۔" (حوالہ مذکورہ بالا)

(۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دروازہ کے کواڑ کپڑے کے بنائے ہوئے تھے تاکہ حضور ﷺ کے نزدیک ہونے کی وجہ سے کواڑ کھلنے کی آواز آپ کو اذیت نہ دے۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

(۶) حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ سے عمر میں بڑے تھے۔ کسی نے پوچھا آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ ﷺ؟ فرمایا۔ حضور ﷺ بڑے ہیں۔ میں صرف حضور ﷺ سے پہلے پیدا ہوا تھا۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

(۷) حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی مسجد کے مؤذن تھے۔ جب حضور ﷺ

وصال فرما گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور نماز کا وقت ہوا تو بلال نے آذان نہ دی۔ حضرت ابوبکر نے آذان کا حکم دیا پھر بھی نہ دی۔ اور کہا۔ اے امیر المؤمنین! اگر آپ نے مجھے اللہ کے واسطے خرید کر آزاد کیا تھا تو اللہ کے حوالے کر دیجئے۔ اگر نہیں تو جو آپ کا حکم ہو میں حاضر ہوں۔ فرمایا۔ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے سبب سے آزاد کیا تھا۔ آپ آزاد ہیں اور آزاد رہیں گے۔ عرض کیا۔ یا امیر المؤمنین حضور ﷺ کے بعد میں کبھی بھی آذان نہ دوں گا۔ چند دن بعد مدینہ میں غمگین ہونے کے باعث دمشق چلے گئے۔ اور خدا سے دعا کی۔ یا اللہ مجھ کو اندھا کر دے تاکہ حضور اکرم ﷺ کے بعد میں کسی کو نہ دیکھوں۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

(۸) جب آیت کریمہ **لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی** نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ جن کی آواز بلند ہوا کرتی تھی غم میں کئی دن تک گھر سے باہر نہ نکلے۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ نے خود دریافت فرمایا کہ ثابت کہاں ہیں؟ چند صحابہ ان کے گھر گئے اور پوچھا کہ دربارِ نبوی میں حاضر کیوں نہیں ہوتے ہو؟ جواب دیا۔ میری آواز حضور ﷺ کی آواز سے بلند ہو جایا کرتی ہے۔ اب میرا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ صحابہ نے آکر حضور ﷺ کی خدمت میں یہ حال بیان فرمایا تو سرکار دوعالم نے ارشاد فرمایا۔ وہ جنتی ہے۔ چنانچہ ہوا بھی ایسا ہی کہ حضرت ثابت جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (ماہنامہ ندائے دین کراچی ستمبر ۱۹۹۲ء)

(۹) قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ آپ کے دروازہ پر حاضر ہو کر دستک دینے کے بجائے آپ کے دروازے کے کواڑ کو ناخنوں سے رگڑ کر اپنے آنے کی خبر دیتے تھے۔ (شفا شریف جلد دوم ص ۳۲)

(۱۰) اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی سوال پوچھنے کا ارادہ کرتا تو آپ کی ہیبت کی وجہ سے کئی سال تک اسے آپ پر پیش کرنے میں التواء سے کام لیتا تھا۔ (شفا شریف جلد اول ص ۳۲)

فضلاتِ نبویہ کا ادب و احترام

عروہ بن مسعود کو قریش نے حدیبیہ کے مقام میں صلح کی خاطر بھیجا انہوں نے صحابہ کرام کا جو حال دیکھا وہ بدیں الفاظ بیان کرتے ہیں۔ **وانہ لا یتوضأ الا ابتدروا وضوءہ وکادوا یقتتلون علیہ ولا یبصق بصاقاً ولا یتنخم نخامۃً الا تلقوھا باکفھم فدلکوا بھا وجوھھم واجسادھم ولا تسقط منہ شعرۃ الا ابتدروھا واذاامرھم بامر ابتدروا امرہ واذاتکلم خفضوا اصواتھم عندہ ولا یحدون الیہ النظر تعظیماًلہ** ۔یعنی رسول اللہ ﷺ جب وضو کرتے صحابہ آپ کے غسالہ کو جلدی جلدی لے لیتے اور لڑائی جھگڑے کے قریب پہنچ جاتے۔اور آپ نہ تھوکتے اور نہ ناک سنکتے مگر آپ کا آب دہن و بینی کو اپنی ہتھیلیوں پر لے کر اسے اپنے چہروں اور جسموں پر ملتے اور آپ کا کوئی بال نہ گرتا مگر وہ اسے فوراً اٹھا لیتے اور جب آپ انہیں کوئی حکم دیتے تو وہ فوراً تعمیل حکم کرتے اور جب آپ بات فرماتے تو وہ سب اپنی آوازیں پست کر لیتے اور صحابہ آپ کی طرف آپ کی تعظیم کے سبب سے نظریں جما کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔(شفا شریف جلد دوم ص ۳۱)

(۲) مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رسالہ شیم الحبیب میں لکھتے ہیں **وشرب مالک بن سنان دمہ ﷺ یوم احد ومصہٗ فقال ﷺ لن یصیبہ النار و شرب عبداللّٰہ بن زبیر رضی اللّٰہ عنھما دم حجامتہ وشربت برکۃ بولہ ﷺ وام ایمن خادمۃ رسول اللّٰہ ﷺ فلم تجداہ الا کمآء عذب طیب.**

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی اس عربی عبارت کا ترجمہ ان لفظوں میں لکھتے ہیں۔"اور مالک بن سنان یوم احد میں آپ کا خون (زخم کا) چوس کر پی گئے۔تو آپ نے فرمایا اس کو کبھی دوزخ کی آگ نہ لگے گی۔اور عبداللہ بن زبیر نے آپ کا خون جو پچھنے لگانے سے نکلا تھا پی لیا تھا اور برکت اور آپ کی خادمہ ام ایمن نے آپ کا بول (پیشاب) پی لیا تھا۔سو ان کو ایسا معلوم ہوا جیسا شریں نفیس پانی ہوتا ہے۔(نشر الطیب ص ۱۶۲)

(۳) حضرت عبداللہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے پچھنے لگوائے تو اپنا خون مجھے دے کر فرمایا غائب کن ایں رلمور جائے کہ کس نہ بیند۔ اس کو ایسی جگہ چھپا دو کہ کوئی شخص اسے نہ دیکھے اور نہ اسے پا سکے۔ پس نوشیدم آنرا کہ پوشیدہ تر از آن مکانے نیافتم۔ پس میں نے وہ خون پی لیا کیونکہ میں نے اپنے پیٹ سے زیادہ کوئی پوشیدہ جگہ نہ پائی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ وابے ترا از مردم ووائے مردم راز تو۔ تیرے لیے لوگوں سے خرابی ہے اور لوگوں کے لیے تجھ سے خرابی ہے۔ (مدارج النبوۃ جلد اول ص ۳۰)

ایک عاشقِ صادق کا واقعہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی؟ فرمایا۔ تو نے قیامت کے لیے کیا تیار کر رکھا ہے؟ عرض کیا۔ **ما اعددت لها من كثير صلاة ولا صوم ولا صدقة ولكني احب الله ورسوله**۔ میں نے قیامت کے لیے زیادہ نمازیں، روزے، اور زیادہ صدقات تیار نہیں کیے بلکہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ فرمایا۔ انت مع من احببت۔ تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھے گا۔ (شفاء جلد ۲ ص ۱۶)

بزرگانِ دین کے چند واقعات

(۱) مصعب بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک کے پاس جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو آپ فوراً ادب واحترام کے باعث جھک جاتے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ آپ آخر اتنا کیوں جھک جاتے ہیں؟ جواب دیا کہ حضور سرور عالم ﷺ کی شان وعظمت کے پیش نظر جھک جاتا ہوں۔ (ماہنامہ ندائے دین بابت ستمبر ۱۹۹۲ء)

(۲) حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن امام مالک حدیث شریف کا درس دے رہے تھے کہ آپ کو ایک بچھو نے سولہ بار کاٹا اور آپ نے اُف تک نہ کی۔ مگر آپ کا رنگ زرد ہو گیا۔ آپ نے درس اسی حالت میں پورا کیا۔ جب درس ختم کیا تو

میرے پوچھنے پر فرمایا۔ نبی کریم ﷺ کی شان بیان کرتے وقت یہ سب تکلیف میں نے صبر سے برداشت کی ہے تاکہ اس بیان میں رخنہ نہ پڑے۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

(۳) حضرت امام مالک کے دروازے پر جب کوئی شخص حاضر ہوتا تو آپ آدمی بھیج کر اس سے پوچھتے کہ حدیث پوچھنے آئے ہو یا فقہ کا کوئی مسئلہ؟ اگر وہ کہتا کہ فقہ کا مسئلہ پوچھنے آیا ہوں تو آپ اسی حالت میں باہر تشریف لے آتے اور مسئلہ بتادیتے۔ اور اگر وہ شخص حدیث کا سوال کرتا تو آپ فوراً غسل کرتے، صاف کپڑے زیب تن کرتے، خوشبو لگاتے، عمامہ باندھتے، سبز چادر اوڑھتے پھر ایک خاص پاک صاف جگہ پر بیٹھ کر حدیث شریف بیان کرتے تھے۔ جب تک حدیث بیان کرتے رہتے خوشبو سلگتی رہتی تھی۔ یہ تھا نبی کریم ﷺ کا ادب جو امام مالک آپ کی حدیث بیان کرتے وقت بجالاتے تھے۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

(۴) حضرت امام مالک مدینہ منورہ میں اپنے گھوڑے پر سوار نہ ہوتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ میری کیا مجال ہے کہ جس زمین پر حضور ﷺ کے قدم مبارک پڑے ہوں اس پر گھوڑے پر بیٹھ کر سواری کروں۔ اس زمین کا چپہ چپہ قابلِ تعظیم ہے۔" (حوالہ مذکورہ بالا)

(۵) حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری صحیح بخاری شریف لکھتے وقت ہر ایک حدیث شریف سے پہلے زمزم کے پانی سے تازہ غسل کرتے تھے۔ اس کے بعد مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نفل پڑھتے تھے۔ پھر حدیث شریف جمع کرنے کے لیے بیٹھتے تھے۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

(۶) سلطان محمود غزنوی کے خاص الخاص خادم ایاز کے ایک بیٹے کا نام محمد تھا۔ ایک دن ایاز کی جگہ اس کا یہ محمد نامی بیٹا حاضر خدمت تھا۔ سلطان نے کہا۔ اے ایاز کے بیٹے! وضو کا پانی لاؤ۔ لڑکا پانی لے آیا مگر رونے لگا کہ سلطان کی خدمت میں شاید کوئی کوتاہی ہوگئی ہے جس کی وجہ سے بادشاہ نے نام لینے کی جگہ ایاز کا بیٹا کہہ کر پکارا۔ ایاز کو پتہ چلا تو سلطان سے عرض کیا کہ میرے بیٹے سے کیا خطا سرزد ہوئی ہے؟ سلطان نے سر نیچے کر کے کہا۔ خاطر جمع رکھ۔ کوئی خطا نہیں ہوئی مگر میں اس وقت بے وضو تھا اس لیے محمد نام بغیر وضو کے نہیں

لے سکتا تھا۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

(۷) مولانا جامی کا ادب اسلامی دنیا میں مشہور ہے۔ جب آپ حج کو گئے تو نبی کریم ﷺ کے حرم پاک مسجد نبوی کو ہر روز صبح کے وقت اپنی داڑھی سے جھاڑ و دیتے تھے۔ ان دنوں میں حرم شریف اتنا بڑا نہیں تھا۔ جتنا اب ہے بلکہ مسجد شریف کا سرخ حصہ ترکوں نے بنایا ہے وہی حرم پاک تھا۔ مولانا جامی یہ عمل بلحاظ ادب نبی کریم ﷺ کرتے تھے۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

(۸) حضرت جنید بغدادی کا قصہ بھی اسلامی تاریخ کا ایک حصہ ہے کہ آپ مشہور پہلوان تھے۔ ہر برس دنگل ہوتا۔ خلیفہ وقت آتا اور انعام تقسیم کرتا تو جنید کو بہت کچھ مل جاتا تھا۔ ایک برس حسب معمول خلیفہ وقت اور اس کے وزراء آئے۔ شہر کے بڑے بڑے تاجر اور معززین بھی آئے۔ دنگل شروع ہونے والا تھا۔ اعلان ہوا کہ ہے کوئی جو جنید کا چیلنج قبول کرے۔ ایک ضعیف عمر رسیدہ شخص کہنے لگا میں چیلنج قبول کرتا ہوں۔ سارا مجمع ہنسنے لگا لیکن وہ شخص اپنی بات پر اڑا رہا۔ جنید میدان میں اترے اور وہ ضعیف شخص بھی میدان میں آیا۔ جب جنید نے اس کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے تو اس شخص نے آہستگی سے کہا۔ میرے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے۔ لڑکیاں جوان ہیں۔ آج خلیفہ جیتنے والے کو بہت سا مال دے گا۔ جس سے میری ضرورتیں پوری ہو جائیں گی۔ میں سید زادہ ہوں۔ اور نبی کریم ﷺ کی اولاد سے ہوں۔ جنید نے فوراً کہا آج آپ کی جیت یقینی ہے۔ کشتی شروع ہوئی۔ جنید نام کی خاطر آہستہ آہستہ مذاقاً چلتے رہے اور پھر خود بخود نیچے گر گئے۔ سید صاحب کو اشارہ دیا کہ میرے اوپر چڑھ بیٹھو۔ ایسا ہی ہوا۔ مجمع تالیاں بجانے لگا اور خلیفہ وقت حیران ہو گیا۔ جو کچھ مال و متاع ملنا تھا۔ وہ اس سید زادہ کو ملا۔ جنید خالی ہاتھ میدان سے واپس آ گئے۔ اسی رات جنید کو بشارت ہوئی کہ دنیا کا مال تو کیا اب آخرت کے مزے لوٹو۔ اب تو جنید پہلوان کے بجائے جنید بغدادی قطب الاقطاب ہے۔ اور اب جنت تیرا انتظار کر رہی ہے۔ (ماہنامہ ندائے دین ستمبر ۱۹۹۲ء)

(۹) خواجہ قمر الدین سیالوی جب حج کے لیے روانہ ہونے لگے تو خیال آیا کہ مدینہ منورہ

میں حضورﷺ کے روضہ ء اقدس پر کیا نذر کروں گا؟ لنگر شریف میں یاقوت، ہیرے اور قیمتی پتھر تھے۔ آپ وہ ساتھ لے گئے۔ اور روضہ ء اقدس پر حاضری کے وقت یہ نذرانہ پیش کیا۔ بعد میں آپ نے مدینہ کے پرانے مکینوں کا تعاون حاصل کیا اور وہاں کے سادات گھرانوں میں حاضری دی۔ اور آپ نے ان سیدزادوں کو بیش قیمت نذرانے تحائف اور جواہرات پیش کیے اور ان سے خصوصی دعائیں حاصل کیں۔

؎ محبت است کہ دل رانمی دہد آرام   وگرنہ کیست کہ آسودگی نمی خواہد

(ماہنامہ ضیائے قمر گوجرانوالہ بابت اپریل ۱۹۹۱ء)

(۱۰) جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ جب کوئی صاحب حج بیت اللہ شریف کر کے حضور اعلیٰ حضرت بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوتا تو پہلا سوال یہی ہوتا کہ سرکار مدینہ ﷺ کی سرکار میں حاضری دی؟ اگر اثبات میں جواب ملا تو اس کے قدم چوم لیتے اور اگر نفی میں جواب ملا تو پھر مطلق تخاطب نہ فرماتے اور نہ التفات فرماتے۔ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۰۹)

(۱۱) مولانا بدرالدین احمد رضوی لکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت ہمیشہ بشکل نامِ محمدﷺ سویا کرتے۔ اس طرح کہ دونوں ہاتھ ملا کر سر کے نیچے رکھتے اور پاؤں سمیٹ لیتے جس سے سر میم کہنیاں ح، کمر میم اور پاؤں دال بن کر گویا نام پاک محمدﷺ کا نقشہ بن جاتا۔ (سوانح اعلیٰ حضرت ص ۱۱۲)

(۱۲) خلیفہ ء وقت نے حضرت امام مالک سے پوچھا، جب میں روضہ ء رسول پر حاضری دوں تو کیا قبلہ کو رخ کروں اور دعا مانگوں۔ یا رسول اللہﷺ کی جانب منہ کروں اور دعا مانگوں؟ امام مالک نے جواب میں فرمایا **ولم تصرف وجھک عنہ وھو وسیلتک ووسیلۃ ابیک آدم علیہ السلام الی اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ بل استقبلہ واستشفع بہ فیشفعہ اللہ قال اللہ تعالیٰ ولوانھم اذظلموا انفسھم الآیۃ۔** یعنی تو اپنا چہرہ رسول اللہﷺ سے کیوں پھیرتا ہے۔ حالانکہ وہ تیرا وسیلہ ہیں اور قیامت کے روز تیرے باپ آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں بلکہ رسول اللہﷺ کی جانب رخ کر اور آپ کے وسیلہ سے دعا مانگ تا کہ

اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت کے سبب سے تیری دعا قبول کرے۔ پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی ولو انھم اذظلمو انفسھم الآیۃ ۔ (شفاء شریف جلد دوم ص ۳۴)

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

(۱۳) دیوبندی مولوی احتشام الحسن کاندھلوی نے کتاب وفا الوفاء کے حوالے سے لکھا ہے۔ کہ "امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنے دور خلافت میں ملک شام سے قاصد بھیجا کرتے تھے۔ تاکہ بارگاہ رسالت میں ان کا سلام پہنچائے۔" (تجلیات مدینہ مطبوعہ ادارۂ اسلامیات لاہور ص ۲۱)

(۱۴) یہی صاحب لکھتے ہیں۔ "امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دفن کے تین دن بعد ایک شخص آیا اور قبر مبارک پر گر پڑا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ نے جو کچھ فرمایا ہم نے آپ کے فرمان کو سنا اور جو کچھ آپ نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے پہنچایا وہ ہم نے آپ سے لیا۔ آپ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ولوانھم اذظلمواانفسھم جآؤک فاستغفراللّٰہ الآیۃ ۔ میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے اور آپ کے پاس سفارش اور طلب مغفرت کے لیے آیا ہوں۔ قبر مبارک سے آواز آئی انہ قد غفرلک ۔ بے شک تیری مغفرت کر دی گئی۔ وفا الوفاء (تجلیات مدینہ ص ۲۶)

الحمد للہ ہم نے یہ چند واقعات تبرکاً جمع کر دیئے ہیں اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو شرفِ مقبولیت بخشے آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

وھذاآخر ماارد نا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ المتبرکۃ تقبلھا اللّٰہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ انا الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی القریشی الھاشمی غفر اللّٰہ تعالیٰ لہٗ المدرس بالجامعۃ الحیدریۃ فضل المدارس بھیانی من مضافات سنھسہ آزاد کشمیر ۔(۱۴ ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

انیسواں مقالہ

دربارِ رسالت کی حاضری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیاں شرع متین اس بارہ میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جو لوگ مدینہ منورہ میں حج کے بعد جاتے ہیں وہ اپنا حج ضائع کردیتے ہیں۔ کیونکہ وہاں جا کر سلام پیش کرتے اور گڑگڑا کر حاجتیں طلب کرتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان لوگوں کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ جواب تفصیلاً دے کر اجر حاصل کریں۔ (السائل: قاری محمد افراہیم حسن ہتہ پانی آزاد کشمیر)

الجواب بتوفیق اللہ الوھاب عزوجل

بعض لوگوں کا کہنا کہ حاجی لوگ مدینہ منورہ جا کر حج ضائع کردیتے ہیں قطعاً یقیناً غلط ہے۔ حج کے بعد مدینہ منورہ جانے سے حج ضائع نہیں ہوتا بلکہ بارگاہِ رب العزت جل شانہ میں منظور ومقبول ہوتا ہے۔ روضہ نبوی علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰت والتسلیمات کی حاضری اور آپ کی خدمت میں سلام ودعا اہم مستحبات سے ہیں۔ محقق علی الاطلاق محدث جلیل شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ زیارت حضرت سیدالمرسلین ﷺ وعلیہ اکمل الصلوٰت وافضلھا باجماع علمائے دین قولاً وفعلاً از افضل سنن واوکد مستحبات است۔ سیدالمرسلین ﷺ وعلیہ اکمل الصلوٰت وافضلہا کی بارگاہ کی زیارت (حاضری) علمائے دین کے قولی وفعلی اجماع کی وجہ سے بہترین سنتوں اور اہم ترین مستحب کاموں سے ہے۔

پھر آگے لکھتے ہیں۔ قاضی عیاض می گوید رحمۃ اللہ علیہ زیارت قبر رسول اللہ ﷺ سنتے است مجمع علیہا وفضیلتے است مرغوب فیہا، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر کی زیارت (حاضری) بالاجماع مسنون اور رغبت کیا ہوا مستحب کام ہے۔

پھر آگے لکھتے ہیں۔ وحسن بن زیاد از امام اعظم ابوحنیفہ روایت می کند کہ احسن مرحاج

راآن است کہ ابتداء بمکہ کند و مناسکِ حج بجا آورد و بعد از آں بمدینہ آید و زیارت کند و زیارت آنحضرت نزد ابی حنیفہ از افضل مندوبات واوکد مستحبات است قریب بدرجہء واجبات وعلمائے مذاہب اربعہ بتقدیم حج تصریح کردہ۔ امام حسن بن زیاد امام اعظم ابو حنیفہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حاجی کے لئے بہتر ہے کہ مکہ سے ابتداء کرے اور حج کے مناسک بجا لائے۔ پھر مدینہ آئے اور زیارت کرے۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک آنحضرت ﷺ کی حاضری بہترین مستحسن اور اہم ترین مستحب کاموں سے قریب بدرجہء واجبات ہے۔ اور مذاہب اربعہ کے علماء نے حج کی تقدیم کی تصریح کی ہے۔ (جذب القلوب فارسی ص ۱۵۴)

الحمد للہ۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ کی اس ایک عبارت نے " دربارِ رسالت کی حاضری " کا مسئلہ حل کر دیا اور بے دین لوگوں کی لایعنی باتوں کی پوری پوری تردید کر دی۔ ثم الحمد للہ علیٰ ذلک۔

چونکہ استفتاء میں اس مسئلہ کی وضاحت کا مطالبہ ہے اس لئے ہم تفصیلاً عرض کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

احادیث زیارت روضہء نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

رسول اللہ ﷺ کے روضہء اطہر کی زیارت کا حکم خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متعدد احادیث مبارکہ میں دیا ہے۔ ہم یہاں بعض روایات تبرکاً نقل کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

ا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ من زار قبری وجبت لہٗ شفاعتی ۔ جو شخص میری قبر کی زیارت کرے میری شفاعت اس کے لئے لازم ہوگی۔ رواہ الدار قطنی والبیہقی وغیر ہما (شفاء السقام ص ۲)

(۲)۔ انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ من زار قبری حلت لہٗ شفاعتی ۔ جو میری قبر کی زیارت کرے میری شفاعت اس کے لئے حلال ہوگی۔ رواہ

الامام ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار فی مسندہ۔

(۳)۔انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔من جآء نی زائراً لایعملہٗ حاجۃٌ الازیارتی کان حقاً علی ان اکون لہٗ شفیعاً یوم القیامۃ ۔ جوشخص میری زیارت کو اس حال میں آئے کہ وہ میری زیارت کے سوا اور کوئی کام نہ کرے تو مجھ پر لازم ہوگا کہ میں قیامت کے روز اس کا سفارشی بنوں ۔رواہ الطبرانی فی معجمہ الکبیر والدارقطنی فی امالیہ وابو بکر بن المقری فی معجمہ وصححہ سعیدابن السکن. (شفاء السقام ص ۱۶)

(۴)۔اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا من حج فزار قبری بعد وفاتی فکانما زارنی فی حیاتی ۔ جوشخص حج کرے پھر میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کرے تو گویا وہ میری زندگی میں میری زیارت کرتا ہے۔رواہ الدارقطنی فی سننہ وغیرہ ورواہ غیرہ ایضاً (شفاء السقام ص ۲۰)

(۵)۔اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی ۔ جو حج کرے اور میری زیارت نہ کرے تو وہ مجھ پر ظلم کرتا ہے۔رواہ ابن عدی فی الکامل وغیرہ (شفا السقام ص ۲۷)

(۶)۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔من زار قبری اومن زارنی کنت لہٗ شفیعاً او شہیداً۔جو میری قبر کی زیارت کرے یا جو میری زیارت کرے میں اس کا سفارشی یا گواہ ہوں گا۔رواہ ابوداؤد الطیالسی فی مسندہ (شفاء السقام ص ۲۹)

(۷)۔فاروق اعظم کے خاندان کے ایک شخص سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔من زارنی متعمداً کان فی جواری یوم القیامۃ ۔ جوشخص بالقصد میری زیارت کرے وہ قیامت کے روز میرے پڑوس میں ہوگا۔رواہ ابوجعفر العقیلی وغیرہ۔(شفاء السقام ص ۳۱)

(۸)۔حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی ۔ جو کوئی میری وفات کے بعد میری زیارت کرے تو

گو یا میری زندگی میں وہ میری زیارت کرتا ہے ۔ رواہ الدارقطنی وغیرہ (شفاء السقام ص ۳۲ شرح شفاء ص ۵۱۲ جلد ۳)

(۹) ۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۔ من حج حجة الاسلام وزار قبری و غزا غزوة وصلے علی فی بیت المقدس لم یسأله الله عزوجل فیماافترض علیه ۔ جو شخص حج اسلام ادا کرے اور میری قبر کی زیارت کرے اور ایک لڑائی لڑے اور بیت المقدس میں مجھ پر درود بھیجے تو اللہ عزوجل اس سے اپنے فرائض کے بارہ میں سوال نہیں کرے گا ۔ رواہ الحافظ ابوا لفتح الازدی فی الثانی من فوائدہ (شفاء السقام ص ۳۳)

(۱۰) ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ۔ من زارنی بعد موتی فکانما زارنی وانا حیّ ۔ جو میری وفات کے بعد میری زیارت کرے تو گو یا وہ اس حال میں میری زیارت کرتا ہے کہ میں (دنیا میں) زندہ ہوں ۔ رواہ ابوالفتح سعید بن محمد بن اسماعیل الیعقوبی ۔ (شفاء السقام ص ۳۵)

(۱۱) ۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۔ من زارنی بالمدینة محتسباً کنت لهٗ شفیعاً وشهیداً ۔ جو شخص مدینہ میں ثواب کی نیت سے میری زیارت کرے تو میں اس کے حق میں سفارشی اور گواہ ہوں گا ۔ ذکرہ ابن الجوزی فی مثیر العزم الساکن والدمیاطی وابن هارون وغیر هما ۔ (شفاء السقام ص ۳۶) (شرح شفا ص ۵۱۲ جلد ۳)

(۱۲) ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۔ من زارنی میتاً فکانما زارنی حیاً ومن زار قبری وجبت لهٗ شفاعتی یوم القیامة وما من احد من امتی له سعة ثم لم یزرنی فلیس لهٗ عذر ۔ جو میری وفات کے بعد میری زیارت کرے وہ گو یا میری ظاہری زندگی میں میری زیارت کرتا ہے ۔ اور جو میری قبر کی زیارت کرے اس کے حق میں قیامت کے روز میری شفاعت واجب ہوگی ۔ اور میری امت سے جو شخص طاقت رکھے پھر میری زیارت نہ کرے تو اس کے لئے کوئی عذر نہیں ہوگا ۔ ذکرہ الحافظ ابو عبد اللہ

محمد بن محمود ابن النجار فی کتاب الدرة الثمینة فی فضائل المدینة. (شفاء السقام ص ۳۷)

(۱۳)۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ من زارنی فی مماتی کان کمن زارنی فی حیاتی ومن زارنی حتی ینتھی الی قبری کنت له یوم القیامة شهیداً اوشفیعاً۔ جو شخص میری وفات کے بعد میری زیارت کرے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو میری ظاہری زندگی میں میری زیارت کرتا ہے اور جو میری زیارت کرے یہاں تک کہ وہ میری قبر تک پہنچے تو میں قیامت کے روز اس کے حق میں گواہ یا سفارشی ہوں گا۔ ذکرہ الحافظ ابو جعفر العقیلی فی کتاب الضعفاء (شفاء السقام ص ۳۸)

(۱۴)۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ من لم یزر قبری فقد جفانی۔ جو شخص میری قبر کی زیارت نہ کرے وہ مجھ پر ظلم کرتا ہے۔ ذکرہ الحافظ ابو عبداللّٰہ ابن النجار فی الدرّہ الثمینة۔ (شفاء السقام ص ۳۹)

(۱۵)۔ حضرت بکر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ من اتی المدینة زائراً لی وجبت لهٗ شفاعتی یوم القیامة ومن مات فی احد الحرمین بعث آمناً۔ جو شخص میری زیارت کی غرض سے مدینہ آئے تو قیامت کے روز اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہوگی اور جو حرمین میں سے کسی ایک میں فوت ہو جائے تو وہ امن کی حالت میں اٹھایا جائے گا۔ ذکرہ یحیٰ الحسینی فی اخبار المدینہ۔ (شفاء السقام ص ۴۰)

(۱۶)۔ اور رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ من حج الیٰ مکة ثم قصدنی فی مسجدی کتب له حجتان مبرورتان۔ جو شخص مکہ میں حج کرے پھر میری مسجد میں میرا ارادہ کرے تو اس کے لئے دو مقبول حج لکھے جائیں گے۔ (جذب القلوب فارسی ص ۱۴۳)

(۱۷)۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ من زار قبر رسول للّٰہ

ﷺ **کان فی جوار رسول اللہ** ﷺ ۔ جوشخص رسول اللہ ﷺ کی قبر کی زیارت کرے وہ رسول اللہ ﷺ کے پڑوس میں ہوگا۔ (جذب القلوب ص ۱۴۴)

(۱۸)۔اور مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ **من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی** ۔ جوشخص بیت اللہ کا حج کرے اور میری زیارت نہ کرے تو وہ مجھ پر ظلم کرتا ہے۔ (جذب القلوب ص ۱۴۳)

(۱۹)۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ **مامن احد یسلم علی الارد اللہ علی روحی حتی اردعلیہ السلام**۔ کوئی شخص میری قبر پر حاضر ہو کر مجھ پر سلام نہیں پیش کرتا مگر اللہ میری روح کو مجھ پر لوٹاتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ رواہ ابوداؤد فی سننہ (شفاء السقام ص ۴۰)

(۲۰)۔روایت میں آتا ہے کہ حضرت بلال مؤذن رسول اللہ ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کی قبر کی زیارت کے لئے شام سے مدینہ تک سفر کیا۔ رواہ ابن عساکر (شفاء السقام ص ۵۲)

محققین کے نزدیک احادیث زیارت مستند اور معتبر ہیں

علمائے محققین نے زیارت روضہ ء نبی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی مندرجہ بالا احادیث کریمہ کو مستند اور معتبر قرار دیا ہے۔ اور انہی احادیث مبارکہ کی وجہ سے مذاہب اربعہ کے ائمہ مجتہدین حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ نے حاضری سرکار کو سنت مؤکدہ قریب بواجب کہا ہے۔ چنانچہ شیخ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ اما از آنچہ بصریح لفظ زیارت وقوع یافتہ این احادیث است کہ از نقل ثقات بطریق متعدد بعضے از آن بدرجہ ء صحت رسیدہ واکثر بمرتبہ ء حسن آمدہ ثبوت یافتہ۔ زیارت کا لفظ جن احادیث میں صراحۃً واقع ہوا ہے وہ یہ حدیثیں ہیں جو ثقہ راویوں سے متعدد طرق سے مروی ہیں۔ ان میں سے بعض صحت کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہیں۔ اور اکثر حدیثیں مرتبہ ء حسن پر فائز ہیں۔ (جذب القلوب ص ۱۴۲)

اور امام تاج الدین سبکی فرماتے ہیں۔ **ثم ان الاحادیث التی جمعنا ھا فی زیارۃ بضعۃ عشر حدیثاً مما فیہ لفظ الزیارۃ غیر ما یستدل بہ لھا من احادیث آخر وتضا فر**

الاحادیث یزیدھا قوۃً حتی ان الحسن قد یترقی بذلک الی درجۃ الصحیح ۔ پھر زیارت مدینہ کے متعلق جو حدیثیں ہم نے جمع کی ہیں ان کی تعداد دس سے زیادہ ہے۔ اور یہ ان دوسری حدیثوں کے علاوہ ہیں جن سے زیارت پر استدلال ہوسکتا ہے۔ اور حدیثوں کی کثرت ان کی قوت کو بڑھا دیتی ہے یہاں تک کہ کثرت طرق کی وجہ سے حسن حدیث صحیح کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔

پھر حدیث کی دو قسمیں بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ فاجتماع الاحادیث الضعیفۃ من ھذا النوع یزیدھا و قد یترقی بذلک الی درجۃ الحسن او الصحیح ۔ پھر اس قسم کی ضعیف حدیثوں کا اکٹھا ہونا ان کی قوت کو بڑھا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ کبھی وہ حسن یا صحیح کے درجہ کو پہنچ جاتی ہیں۔

ابن تیمیہ کا دعویٰ

جلیل القدر علمائے محققین نے زیارتِ روضہ کی احادیث کو صحیح مستند اور معتبر قرار دیا لیکن امام الوہابیہ ابن تیمیہ نے ان احادیث کے ضعیف بلکہ موضوع ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ چنانچہ امام سبکی اس کا یہ دعویٰ ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔ وما ذکر من الاحادیث فی زیارۃ قبر النبی ﷺ فکلھا ضعیفۃ باتفاق اھل العلم بالحدیث بل ھی موضوعۃ لم یرو احدمن اھل السنن المعتمدۃ شیئاً منھا ولم یحتج احد من الائمہ بشئی منھا. یعنی ابن تیمیہ لکھتا ہے۔ کہ سائل نے سوال میں جو حدیثیں ذکر کی ہیں وہ سب محدثین کے اتفاق کے ساتھ ضعیف بلکہ موضوع ہیں اور ناقابل اعتماد۔ اصحاب سنن محدثین میں سے کسی نے بھی ان میں سے کچھ روایت نہیں کیا اور نہ ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے ان میں سے کسی سے استدلال کیا ہے۔ (شفاء السقام ص ۱۴۲)

ابن تیمیہ کے اس دعوی کی تردید

امام تاج الدین سبکی احادیثِ زیارت کی حیثیت بیان کرنے کے بعد ابن تیمیہ

کے اس دعویٰ کی تردید میں لکھتے ہیں۔ بهذا بل باقل منه يتبين افتراء من ادعى ان جميع الاحاديث الواردة في الزيارة موضوعة فسبحان الله أما يستحي من الله ومن رسوله في هذه المقالة التي لم يسبقه اليها عالم ولا جاهل لامن اهل الحديث ولامن غيرهم ۔ اور اس بیان سے بلکہ اس سے کم بیان سے اس شخص کے دعویٰ کا افتراء ظاہر ہو جاتا ہے جو کہتا ہے کہ روضہ نبوی کے بارہ میں وارد ہونے والی حدیثیں موضوع (بناوٹی) ہیں۔ پس سبحان اللہ۔ یہ شخص اپنے اس دعویٰ میں نہ اللہ سے اور نہ اس کے رسول سے حیا کرتا ہے جو اس سے پہلے نہ کسی عالم نے اور نہ کسی جاہل نے اور نہ محدثین میں سے کسی نے اور نہ غیر محدثین میں سے کسی نے کیا۔ (شفاء السقام ص ۱۲)

وہابیہ نجدیہ کی سینہ زوری

اگرچہ علمائے حق نے ابن تیمیہ کے اس دعویٰ کا بطلان ظاہر فرما دیا کہ زیارت روضہ نبوی میں وارد ہونے والی تمام حدیثیں موضوع ہیں مگر اس کے باوجود وہابیہ نجدیہ نے اپنی سینہ زوری سے ابن تیمیہ کے اس دعویٰ باطلہ مردودہ کی بناء پر زیارت روضہ نبوی میں وارد ہونے والی جملہ روایات کو ضعیف بلکہ موضوعہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ ۱۴۱۱ھ میں مکہ شریف کے محلہ اجیاد میں واقع دارالحدیث الخیریہ میں سعودی حکومت کی طرف سے شائع ہو کر حاجیوں میں مفت تقسیم ہونے والی ایک کتاب التحقیق والایضاح لکثیر من مسائل الحج والعمرۃ والزیارۃ مؤلفہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کے چند اقتباسات ناظرین کے ملاحظہ کے لئے نقل کیے جاتے ہیں۔

چنانچہ اس کتاب کے ص ۱۶۸ پر لکھا ہے۔ تنبیہ۔ قبر نبی ﷺ کی زیارت حج کے لئے نہ واجب ہے نہ شرط جیسا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے۔ بلکہ جو لوگ مسجد نبوی کی زیارت کریں یا مسجد سے قریب ہوں ان کے لئے مسجد کی زیارت کے ساتھ قبر کی زیارت بھی مستحب ہے۔ لیکن جو لوگ مدینہ منورہ سے دور ہوں ان کے لئے جائز نہیں کہ قبر نبوی کی زیارت کی نیت سے سفر کر کے مدینہ آئیں۔ البتہ مسجد نبوی کے لئے سفر کر کے آسکتے ہیں۔ جب مدینہ آئیں تو

آپ کی قبر اور حضرت ابو بکر و عمر کی قبروں کی زیارت مسجد نبوی کی زیارت کے ضمن میں ہے۔ اور اس کے بعد لکھا۔ اگر رسول اللہ ﷺ یا کسی اور کی قبر کے لئے سفر کرنا جائز ہوتا تو آپ امت کو ضرور بتا دیتے اور اس کی فضیلت کی طرف ان کی راہنمائی فرماتے"

اور اس کے بعد لکھا۔ اور اس باب میں جو حدیثیں بیان کی جاتی ہیں جن کو وہ لوگ جو قبر نبوی کے لیے سفر کو مشروع سمجھتے ہیں پیش کرتے ہیں وہ سب حدیثیں ضعیف الاسناد بلکہ موضوع ہیں۔ جن کے ضعف پر محدثین کرام جیسے دارقطنی، بیہقی، حافظ ابن حجر وغیرہ نے تنبیہ کی ہے۔ لہٰذا یہ کسی طرح جائز نہیں کہ ان ضعیف احادیث کو صحیح احادیث کے مقابلہ میں پیش کیا جائے جو ان تینوں مساجد کے سوا سفر کی حرمت کو بیان کرتی ہیں۔

پھر آگے لکھا۔ یہ اور اس قسم کی حدیثیں نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہیں۔ حافظ ابن حجر نے اس احادیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان تمام احادیث کے طرق موضوع ہیں۔ اور حافظ عقیلی نے فرمایا اس طرح کی کوئی حدیث صحیح نہیں اور امام ابن تیمیہ نے فرمایا کہ یہ سب ہی روایات موضوع ہیں۔

ناظرین کرام! ان عبارات سے وہابیہ نجدیہ کی سینہ زوری اور ہٹ دھرمی کا اندازہ لگائیں کہ ابن تیمیہ کے جس قول باطل کا ردِ بلیغ امام تاج الدین سبکی اور شیخ محدث دہلوی وغیرھما علمائے اہل سنت فرما چکے۔ وہابیہ نجدیہ اسی کو اپنے ایمان کی جان سمجھتے ہیں۔ واللہ لا یھدی القوم الفاسقین.

صحابہء کرام قبر رسول ﷺ کی زیارت کرتے تھے

جس طرح وہابیہ کا یہ دعویٰ کہ قبر رسول ﷺ کی زیارت کی جملہ احادیث موضوع ہیں باطلِ محض ہے۔ اسی طرح ان کا یہ دعویٰ بھی کہ صحابہ کرام قبر رسول ﷺ کی زیارت نہیں کرتے تھے اور نہ قبر رسول ﷺ کی زیارت کی نیت سے انہوں نے سفر کیا بالکل غلط ہے۔ جو حدیثیں ہم نے نقل کی ہیں ان میں بیسویں حدیث میں آیا ہے کہ حضرت بلال مؤذن رسول ﷺ نے قبر رسول ﷺ کی زیارت اور سلام پیش کرنے کی غرض سے شام سے مدینہ منورہ

تک سفر کیا تھا۔ چنانچہ امام تقی الدین سبکی کی یہ عبارت قابلِ غور ہے۔ الباب الثالث فی ماورد فی السفر الی زیارته ﷺ صریحاً و بیان ان ذلک لم یزل قدیماً و حدیثاً و ممن روی ذلک عنه من الصحابة بلال بن رباح مؤذن رسول اللّٰہ ﷺ سافر من الشام الی المدینة لزیارة قبره ﷺ روینا ذلک باسنا د جیدالیه وهو نص فی الباب ۔ تیسرا باب رسول اللہ کی زیارت کے لئے سفر کرنے کے بارہ میں جو کچھ بالتصریح مروی ہے اس کے بیان میں ہے اور اس کے بیان میں ہے کہ یہ کام قدیماً و حدیثاً ہمیشہ ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اور اس بارہ میں صحابہ سے جو کچھ مروی ہے اس میں سے یہ ہے کہ حضرت بلال بن رباح مؤذن رسول اللہ ﷺ نے قبر رسول ﷺ کی زیارت کی نیت سے شام سے مدینہ تک سفر کیا تھا۔ یہ بات ہم نے عمدہ سندوں کے ساتھ روایت کی ہے۔ اور اس باب میں یہ روایت نص کا درجہ رکھتی ہے۔

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں۔ ولیس اعتماد نا فی الاستدلال بهذا الخبر علی رؤیا المنام فقط بل علی فعل بلال وهو صحابی لا سیما فی خلافة عمر رضی اللّٰہ عنه والصحابة متوافرون ولا یخفی عنهم هذه القصة ومنام بلال و رؤیاة للنبی ﷺ الذی لا یتمثل به الشیطان ولیس فیه ما یخالف ما ثبت فی الیقظة فیتا کدبه فعل الصحابی ۔ اور اس حدیث سے استدلال میں ہمارا اعتماد صرف خواب دیکھنے پر نہیں بلکہ حضرت بلال کے فعل پر ہے جو صحابی ہیں۔ خاص کر جب کہ ان کا یہ فعل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں پایا گیا ہے جب کہ اس وقت صحابہ بکثرت موجود تھے، اور ان پر یہ قصہ مخفی نہیں رہ سکتا تھا۔ اور ہمارا اعتماد حضرت بلال کی خواب اور رسول اللہ ﷺ کی زیارت پر ہے کیونکہ شیطان رسول اللہ ﷺ کی مثل نہیں بن سکتا اور اس قصہ میں کوئی خلاف شرع بات بھی نہیں سو صحابی کا یہ فعل ان وجوہ سے مؤکد ہو جاتا ہے۔

پھر آگے لکھتے ہیں۔ وقد استفاض عن عمر بن عبدالعزیز رضی اللّٰہ عنه انه کان یبرد البرید من الشام یقول اسلم لی علی رسول اللّٰہ ﷺ ۔ اور یہ بات مشہور و معروف ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ شام کے علاقہ سے ایک قاصد یہ حکم دے کر بھیجا

کرتے تھے کہ میرا سلام رسول اللہ ﷺ پر پیش کرو۔ (شفاء السقام ص۵۲ تا ص۵۵)

آخری گزارش

سنی بھائیوں سے آخری گزارش ہے کہ جو شخص مدینہ طیبہ میں حاضری دینے کی سعادت سے حج کے ضائع ہونے کا قول کرتا ہے وہ بد مذہب جاہل اجہل ہے۔ اس کی لایعنی باتوں پر کان دھرنا اپنے دین و ایمان کو ضائع کرنا ہے۔ لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ حج کی سعادت نصیب کریں تو حج کی مقبولیت حاصل کرنے کے لئے سرکار ابدقرار ﷺ کے روضہء اطہر پر ضرور حاضری دیں۔ وھذا ما عندی والعلم التام عند اللہ العلام حررہ الفقیر ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری غفر اللہ تعالیٰ لہٗ خادم التدریس بالجامعۃ الحیدریۃ فضل المدارس ببلدۃ سھنسہ من مضافات آزاد کشمیر۔

(۹ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیسواں مقالہ

حدیثِ توسل کی تشریح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد۔

آج کون نہیں جانتا کہ ہم ہر سال بارشوں کی سخت قلت کا شکار ہوتے ہیں۔ اور فصلات کی کمی کی وجہ سے ہماری معاشی حالت بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے۔ بلاشبہ یہ ہماری شامت اعمال ہی ہے۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے اعمال وکردار کا محاسبہ کرنے کے ساتھ ساتھ سلف صالحین کے دور میں بارشوں کی قلت دور کرنے کے لئے جو طریقہ بروئے کار لایا جاتا تھا اسے بھی اپنائیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ہم پر رحمت کی بارش بھیجے اور ہماری بدحالی دور ہو جائے۔ اس مختصر رسالہ میں ہم حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اسوۂ حسنہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں کہ سنت خلفائے راشدین کو اپنانے کا حکم خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ارشاد علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین۔ (تم پر میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے) میں دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

اسوۂ فاروقی

امام بخاری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ بلاشبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بارشوں کی سخت قلت کے وقت حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بناکر ان لفظوں میں دعا مانگا کرتے تھے۔ اے اللہ بلاشبہ ہم اپنے نبی ﷺ کو تیری طرف وسیلہ بنایا کرتے تھے تو تُو ہمیں بارش دیا کرتا تھا۔ اور اب ہم تیری طرف اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں سو تو ہمیں بارش عطا فرما۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اس دعا پر لوگوں کو بارش عطا کی جاتی تھی۔ (بخاری شریف ص ۱۳۷ جلد ۱، مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۱ جلد ۱)

شیخ عبدالحق اس حدیث کا فارسی زبان میں ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''بود عمر بن خطاب چوں قحط کردہ می شدند مردم وامساک باراں می شد استسقاء می کرد بوسیلہ عباس عم

رسول للہ ﷺ ۔ پس می گفت عمر خداوندا ما بودیم کہ وسیلہ می کردیم بسوئے تو پیغمبر ما ﷺ پس آب می دادی تو ما را و بدرستیکہ اکنوں وسیلہ می جوئیم بعم پیغمبر ﷺ پس آب دہ ما را ۔ گفت انس پس آب دادہ می شدند مردم ۔ (اشعۃ اللمعات ص۶۳۲ جلد۱)

مولانا امجد علی اعظمی اس حدیث کا اردو ترجمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے طلب باراں کرتے اور عرض کرتے ۔ " اے اللہ تیری طرف ہم اپنے نبی کا وسیلہ کیا کرتے تھے اور تو برساتا تھا ۔ اب ہم تیری طرف اپنے نبی ﷺ کے عم مکرم کو وسیلہ کرتے ہیں ۔ تو بارش بھیج '' ۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب یوں دعا کرتے تو بارش ہوتی ۔ یعنی حضور اقدس ﷺ کی حیات ظاہری میں حضور آگے ہوتے اور ہم حضور کے پیچھے صفیں باندھ کر دعا کرتے ۔ اب کہ یہ میسر نہیں تو حضور کے چچا کو آگے کر کے دعا کرتے ہیں کہ یہ بھی توسل حضور سے ہے ۔ صورۃً میسر نہیں تو معنیً ۔ (بہار شریعت ۔ ص ۱۱۷ جلد۴)

صحتِ روایت

اس حدیث کی صحت کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ اسے رئیس المحدثین امام محمد بن اسماعیل نے اپنی صحیح البخاری میں روایت کیا ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کی صحت کی تصریح فرمائی ۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں ۔ در خبر صحیح از انس بن مالک آمدہ الی آخرہ ۔ یعنی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنانا صحیح حدیث میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا ہے ۔

(جذب القلوب ص۱۶۲)

اور اس حدیث کی صحت اتنی پختہ ہے کہ ابن تیمیہ جیسے بے قید شخص کو بھی اس کی صحت ماننا پڑی اور مسئلہ توسل سے انکار کی وجہ سے اُسے اس کی فاسد تاویل پیش کرنا پڑی جیسا کہ اس کی تفصیل عنقریب بیان کی جائے گی ۔ انشاء اللہ ۔

حضرت عباس کو توسل کے لیے مخصوص کرنے کی وجہ

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنانے کے لیے کیوں مخصوص کیا؟ اس بارہ میں امام قسطلانی کتاب مستطاب مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں۔ "اور بلاشبہ حضرت عمر نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو باقی صحابہ میں سے وسیلہ بنانے کے لیے مخصوص کیا تاکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کا شرف ظاہر کریں اور اس وجہ سے بھی کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ فاضل شخص کی موجودگی میں مفضول شخص کو وسیلہ بنانا جائز ہے کیونکہ اہل بیت میں سب سے افضل حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تھے۔" (الدرر السنیہ ص ۱۳)

توسل بالعباس کی ابتداء

امام شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یہ دستور تھا کہ سخت قحط باراں کے وقت حضرت عمر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ذات مقدسہ کو وسیلہ بنا کر دعائے باراں مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ عام الرماد یعنی ۱۷ھ میں جب سخت قلت باراں واقع ہوئی تو حضرت کعب الاخبار نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین بنی اسرائیل جب اس قسم کی سخت قحط سالی میں مبتلا ہوتے تھے تو وہ انبیاء کے اس رشتہ دار کو وسیلہ بناتے تھے جو ان کے باپ دادوں کی جانب سے ان کا قریبی رشتہ دار ہوتا تھا۔ یہ سن کر فاروق اعظم نے حضرت عباس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ **ھذا عم النبی ﷺ وصنو ابیہ وسید بنی ھاشم**۔ یہ رسول اللہ کے چچا۔ ان کے باپ کے سگے بھائی اور بنی ہاشم کے سردار ہیں۔ پھر فاروق اعظم منبر پر چڑھے اور ان کے ہمراہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر فرمایا۔ اے اللہ ہم تیری طرف تیرا قرب تیرے نبی کے چچا کے وسیلے سے چاہتے ہیں۔ اور ہم تیری بارگاہ میں انہیں سفارشی کرتے ہیں۔ اس حال میں کہ ہم اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہے ہیں۔ اور ان کی سفارش طلب کر رہے ہیں۔ پھر آپ لوگوں کی طرف مڑے اور سورۃ نوح کی یہ آیات تلاوت فرمائیں۔ **استغفروا ربکم انہ کان غفارًا ۔ یرسل**

السمآء علیکم مدرارًا ویمددکم باموال و بنین ویجعل لکم جنات و یجعل لکم انهارًا۔
ترجمہ۔اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔تم پر موسلا دھار مینہ بھیجے گا۔اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا۔اور تمہارے لئے باغ بنا دے گا اور تمہارے لئے نہریں بہائے گا۔

توسل بالعباس کا مقام

سیدنا فاروق اعظم کا دستور تھا کہ وہ مسلمانوں کو لے کر بستی سے باہر کھلے میدان میں تشریف لے جاتے اور حضرت عباس کو وسیلہ بنا کر بارش کی دعا مانگتے۔امام کاشانی فرماتے ہیں۔وروی انہ خرج بالعباس فاجلسہ علی المنبر ووقف بجنبہ یدعو ویقول اللھم انا نتوسل علیک بعم نبیک ودعا بدعاء طویل فما نزل عن المنبر حتی سقوا۔
یعنی روایت میں آیا ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ شریف سے باہر نکلے۔پھر انہیں منبر پر بٹھایا اور خود ان کے پہلو میں کھڑے ہوکر فرمایا۔اے اللہ ہم تیری طرف تیرے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں پھر آپ لمبی دعا مانگنے کے بعد منبر سے اس وقت تک نہ اترے کہ لوگوں کو بارش عطا کی گئی۔(بدائع الصنائع ص ۲۸۳ جلد ۱)

یہ توسل بذات العباس تھا

حضرت فاروق اعظم اپنے اس دستور میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ذات کی وجاہت وحرمت کو وسیلہ بناتے تھے۔علامہ ابو حامد بن مرزوق لکھتے ہیں۔صحابہ کرام کے مجمع میں فاروق اعظم کا ارشاد بلا شبہ ہم تیرے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں۔توسل بالمنزلة والوجاهة کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔ورنہ اس قول کا کوئی معنی نہ ہوگا۔کیونکہ انہیں اگر صرف حضرت عباس کی دعا ہی مقصود ہوتی تو پھر اس جملہ کے کہنے کی کیا حاجت تھی۔(التوسل بالنبی وجھلة الوہابیین ص ۲۷۳)

توسل بالعباس کا طریقہ

محدث ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور ان کے ہمراہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے تو انہوں نے پہلے یہ دعا مانگی "اے اللہ ہم تیری طرف تیرے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں۔ اور ان کے باپ کے سگے بھائی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ سو تو ہمیں بارش عطا فرما۔ اور ہمیں مایوس ہو جانے والوں میں سے نہ کر" پھر فرمایا! اے ابوالفضل آپ بھی کچھ فرمائیں۔ اس پر حضرت عباس نے یہ دعا مانگی۔ اے اللہ کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی مگر گناہ کی وجہ سے اور کوئی مصیبت دور نہیں ہوتی مگر توبہ کے سبب سے۔ ساری قوم میرے وسیلہ سے تری طرف متوجہ ہوئی ہے۔ اس لحاظ کے سبب سے جو مجھے تیرے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے حاصل ہے۔ اور یہ ہمارے ہاتھ گناہوں کے سبب سے تیری طرف اٹھے ہوئے ہیں اور یہ ہماری پیشانیاں توبہ کی وجہ سے جھکی ہوئی ہیں پس تو ہمیں بارش عطا فرما۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اس دعا پر بادل پہاڑوں کی طرح امڈ آئے، اور برسے۔ جن کی وجہ سے زمین کے سب اطراف سرسبز و شاداب ہوگئیں۔ اور سب لوگ خوشحال ہو گئے۔ (جامع الرضوی ص ۶۲۴)

(۲) اور محدث حاکم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ عام الرمادمیں حضرت عمر نے حضرت عباس کو وسیلہ بناتے ہوئے یہ دعا مانگی۔ اے اللہ یہ تیرے نبی کے چچا ہیں۔ ہم ان کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ سو تو ہمیں بارش عطا فرما۔" پھر فرمایا" لوگو! بلا شبہ رسول اللہ ﷺ حضرت عباس کے متعلق وہ رائے رکھتے تھے جو بیٹا اپنے باپ کے متعلق رکھتا ہے۔ آپ ان کی تعظیم فرماتے' شان بڑھاتے اور ان کی قسموں کو پورا فرماتے تھے۔ تم بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ کی اس سنت کی پیروی کرو، اور تم انہیں اللہ کی طرف اس سختی میں جو تم پر نازل ہوئی ہے وسیلہ بناؤ۔ پھر لوگ وہاں اس وقت تک کھڑے رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش نازل کی۔ (الخصائص

الکبریٰ ص ۲۸۵ جلد ۲)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دعا میں فرمایا۔ " اے اللہ ہم تیرے نبی کے چچا کو تیری بارگاہ میں وسیلہ بناتے ہیں۔ اوران کے بڑھاپے کو تیری طرف سفارشی کرتے ہیں۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔اے اللہ یہ قوم اس نسبت کی وجہ سے جو مجھے تیرے پیغمبر سے حاصل ہے میری طرف متوجہ ہوئی ہے۔خداوندا۔تو مجھے ان لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ کر"

(جذب القلوب ص ۱۶۲)

(۴) شیخ عبدالحق فرماتے ہیں۔ " توسل کے وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ یہ دعا مانگتے تھے۔ خداوندا! اس قوم نے تیرے پیغمبر کی رشتہ داری کی وجہ سے میرا وسیلہ پکڑا ہے۔ خداوندا! تو اس بارہ میں مجھے رسوا نہ کر اوران کے سامنے شرمندہ نہ بنا۔ (اشعۃ اللمعات ص ۶۳۶ جلد ۱)

(۵) امام خفاجی لکھتے ہیں " پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ آنسو بہاتے ہوئے یہ دعا مانگنے لگے۔ " خداوندا! تیرے پاس بادل ہیں اور تیرے پاس پانی ہے۔تو بادلوں کو بکھیر دے۔ اوران سے پانی ہم پر اتار۔اس پانی کے سبب سے درختوں کی جڑوں کو مضبوط بنا اوران کی شاخوں تک وہ پانی پہنچا۔ اور اس پانی کی وجہ سے جانوروں کے تھنوں میں دودھ جاری فرما۔اے اللہ! کوئی بلاء نازل نہیں ہوتی مگر گناہ کے سبب سے اور کوئی مصیبت دور نہیں ہوتی مگر توبہ سے۔ ساری قوم میرے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوئی ہے۔سو تو ہمیں بارش عطا فرما۔ اور ہماری جانوں ، ہمارے گھر والوں ، نہ بولنے والے جانوروں ، اور چوپاؤں کے حق میں ہمیں سفارشی بنا۔اے اللہ! ہمیں وہ بارش دے جو برسنے والی ، نفع دینے والی ، خوب چھانے والی اور زور سے برسنے والی ہو۔ اے اللہ ہم تیرے ہی در سے امید رکھتے ہیں اور ہم تیرے سوا کسی کو بھی نہیں پوجتے اور ہم تیری طرف رغبت کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہم تیری ہی بارگاہ میں ہر بھوکے کی بھوک ، ہر ننگے کا ننگا پن ، ہر خوف زدہ کے خوف اور ہر کمزور کی کمزوری کی فریاد کرتے ہیں۔اے اللہ! تو نگہبان ہے۔

اپنی گمی ہوئی رعیت سے بے پرواہی نہ کر اور تو کمزوروں کو ضائع ہونے سے بچا۔ اب چھوٹے بچے کمزور اور بڑے لوگ بے طاقت ہو چکے ہیں۔ اور فریادوں کی آواز بلند ہو چکی ہے۔ اور تو ہر چھپی ہوئی اور ہر ظاہر بات کو جانتا ہے۔ اے اللہ! تو ہمیں اس سے پہلے بارش دے کہ ہم ناامید ہو جائیں تو ہلاک ہو جائیں۔ کیونکہ کافر لوگ ہی اللہ کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں۔" راوی کہتے ہیں کہ آپ نے یہ دعا ابھی پوری نہیں کی تھی کہ بادل پیدا ہونا شروع ہو گئے۔ اور لوگوں نے کہنا شروع کر دیا۔ وہ دیکھو' وہ دیکھو۔ پھر بادل چلے پھر آسمان پر پھیلے پھر اس طرح برسے جس طرح مشکوں کے منہ کھول دیے جائیں تو وہ پانی کی دھاریں چھوڑتی ہیں۔ لوگ خوب بارش ہونے تک وہاں ہی ٹھہرے رہے۔ پھر لوگ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مصافحہ کرنے لگے اور کہنے لگے اے ساقی الحرمین۔ آپ کو مبارک بادی ہو۔" (نسیم الریاض ص ۲۸۵ جلد۳)

شاعروں کا نذرانہ عقیدت

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے جب بارش ہوئی اور شادابی وخوشحالی کا دور دورہ ہوا تو اس وقت کے شعراء نے ان کی خدمت میں نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ چنانچہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہے۔

سأل الامام وقد تتابع جد بنا   سقى الغمام بغرة العباس

احيى الاله به البلاد فاصبحت   مخضرة الارجاء بعدا لباس

ترجمہ: ہمارے امام حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس حال میں کہ خشک سالی پے درپے واقع ہو چکی تھی سوال کیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی پیشانی کی چمک کے وسیلہ سے بادل برسے اور ان بادلوں کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے شہروں کو زندہ کیا اس کے بعد کہ وہ مردہ ہو چکے تھے۔ (نسیم الریاض ص ۲۸۶ جلد۳)

اور عباس بن عتبہ بن ابی لہب نے یہ شعر کہا۔

بغمى سقى الله الحجاز واهله   عشية يستسقى بشيبته عمر

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے میرے چچا کے وسیلہ سے حجاز اور اہل حجاز کو اس شام بارش عطا فرمائی جس شام حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے بالوں کی سفیدی کے وسیلہ سے بارش کی دعا مانگتے تھے۔ (شفاء السقام ص ۱۷۳)

اولادِ عباس سے توسل

بغداد شریف کے شہر میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے حمزہ بن قاسم ہاشمی نامی بزرگوں سے لوگ توسل کرتے تو وہ یہ دعا مانگتے۔ اے اللہ! میں اس شخص کی نسل سے ہوں جس کے بالوں کی سفیدی کو حضرت عمر بن خطاب نے وسیلہ بنایا تو لوگوں کو بارش ملی۔ اے اللہ! تو میرے وسیلہ سے بارش عنایت فرما۔ سو اللہ نے بارش عطا فرمائی۔ (شفاء السقام ص ۱۷۳)

ابنِ تیمیہ کا قول

اہل سنت کے عقیدہ میں دعا میں نیک اعمال اور نیک بندوں کی ذوات دونوں کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔ حدیث نماز استسقاء توسل بالاعمال اور حدیث عباس توسل بالذوات کی مثبت ہیں۔ مگر غیر مقلدین کے امام ابن تیمیہ کے نزدیک توسل بالاعمال تو جائز ہے مگر ان کے نزدیک توسل بالذوات المقدسہ جائز نہیں۔ اور وہ اس دوسری قسم کے توسل کو شرک قرار دیتے ہیں۔ اس لئے وہ اس حدیث توسل بالعباس رضی اللہ عنہ کی تاویل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ " حدیث توسل بالعباس میں مضاف محذوف ہے یعنی کنا نتوسل بنبینا سے مراد کنا نتوسل بدعاء نبینا وشفاعته ہے۔ (ہم اپنے نبی کا وسیلہ یعنی ان کی دعا اور شفاعت کا وسیلہ پکڑتے تھے) اور اس کا معنی کنا نتوسل بحرمته (ہم حضور کی عزت کا وسیلہ پکڑتے تھے۔) نہیں ہے۔ اور بہت سے لوگوں کو اس کے اس مرادی معنی کے سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ بحوالہ التوسل بالنبی وجہلۃ الوہابیین ص ۲۰۱)

ابن تیمیہ کے اِس قول کی تردید

ابن تیمیہ کی اس تاویل کا فساد بیان کرتے ہوئے علامہ ابو حامد بن مرزوق لکھتے ہیں۔" ابن تیمیہ کی اس تاویل کے بطلان کی چار وجوہات ہیں۔

(۱) فاروق اعظم کا قول کنا نتوسل الیک بنبینا ۔توسل بالوجاھۃ میں نص صریح ہے اور نص صریح تاویل قبول نہیں کرسکتی۔لہٰذا یہ تاویل نامعتبر ہے۔

(۲) کوئی شئے کلام میں محذوف ماننا اصل کے خلاف ہے۔لہٰذا یہاں مضاف محذوف ماننا خلافِ اصل ہوگا۔

(۳) فاروقِ اعظم کی اس کلام کا مرادی معنی متعین کرنے کے لئے وحی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ دوسرے شخص کی مراد اس کے قلب کا فعل ہے اور اس پر اطلاع وحی ہی سے ممکن ہے۔ابن تیمیہ نے یہاں مضاف کے حذف کا مراد ہونا شیطانی وحی سے ہی جانا ہے کیونکہ رحمانی وحی تو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بند ہوچکی ہے۔

(۴) اگر بالفرض توسل بالوجاہۃ شرک ہے تو پھر فاروقِ اعظم کو ایسی کلام ہی نہیں بولنی چاہئے تھی جو توسل بالوجاہۃ کو صراحتاً ثابت کررہی ہو۔آپ کا کلام مفضی الی الشرک بول کر اس کی مراد کو واضح نہ کرنا گویا اپنی رعیت کو شرک میں ڈالنے کے مترادف ہوگا۔اور اس قسم کی حرکت فاروق اعظم سے صادر نہیں ہوسکتی تو ثابت ہوا کہ فاروق اعظم کے اس قول میں توسل بالوجاہۃ ہی مراد ہے اور اسے شرک قرار دینا ابن تیمیہ اور اس کی ذریت کی نادانی اور گمراہی کا بین ثبوت ہے۔ (التوسل بالنبی وجہلۃ الوہابیین ص ۲۰۱)

ایک مغالطہ کی تردید

اگر کہا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنایا اور حضور کو وسیلہ نہیں بنایا۔سو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر زندہ شخص کو وسیلہ بنانے کے قائل تو تھے مگر وہ وفات یافتہ شخص کو وسیلہ بنانے کے قائل نہ تھے۔تو ہم کہتے ہیں کہ توسل

بالعباس کی یہ چند وجوہات تھیں۔

(۱) لکون ذلک ھو سنة الاستسقاء یعنی استقاء میں سنت یہ ہے کہ میدان میں نکل کر بزرگ ترین شخص دعائے باراں مانگے اور باقی مسلمان آمین کہیں۔ اس لئے فاروق اعظم نے حضرت عباس کو وسیلہ بنایا اور سنت استقاء کو ادا فرمایا۔

(۲) ولکون العباس من ذوی الحاجات للمطر یعنی حضرت عباس ان لوگوں میں شامل تھے جنہیں بارش کی ضرورت تھی۔ اس لئے ان کو وسیلہ بنایا گیا۔

(۳) اولکون عمر رضی اللّٰہ عنہ اراد ان یبین للناس ان یجوز التوسل بغیرہ ﷺ لفضلہ او لقرابتہ منہ ﷺ یعنی فاروق اعظم نے یہ مسئلہ بیان کرنا چاہا کہ رسول اللہ ﷺ کے غیر کو بھی بوجہ اس کی فضیلت کے یا بوجہ اس کی رسول ﷺ سے رشتہ داری کے وسیلہ بنانا جائز ہے۔ اس لئے انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنایا۔

(۴) اولخوفہ علیٰ ضعفاء المسلمین وعوامھم اذا تأحز المطر بعد التوسل یعنی فاروق اعظم کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ اگر رسول اکرم ﷺ کو وسیلہ بنایا گیا اور بارش ملنے میں تاخیر واقع ہوئی تو کمزور ایمان والے مسلمان بے یقینی کا شکار ہو جائیں گے۔ اس لئے انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنایا۔

(۵) اولیبد لھم علیٰ ان التوسل بالمفضول جائز مع وجود الفاضل والافعلی رضی اللّٰہ عنہ افضل من العباس وکذا عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم۔ یعنی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ فاضل شخص کی موجودگی میں مفضول شخص کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔ کیونکہ حضرت علی اور خود حضرت عمر حضرت عباس سے افضل ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (التوسل بالنبی وجہلۃ الوہابیین ص ۲۷۵)

(۶) اور اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ فاروق اعظم اہل بیت کا احترام ظاہر کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ بطور خلیفہ وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حق تھا کہ وہ خود استقاء کی دعا مانگیں۔ لیکن انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی تعظیم آپ کے خاندان کی عزت اور آپ کے چچا کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے ہوئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو آگے کیا تا کہ نبی اکرم ﷺ

سے زیادہ سے زیادہ توسل کیا جا سکے۔ اور اہل بیت کی فضیلت اور شان لوگوں پر ظاہر ہو۔
(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور جون ۱۹۸۷ء ص ۳۸)

(۷) اور اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ آخر زمانے کے لوگ صحابہ کرام پر اہل بیت کی دشمنی کا الزام لگائیں گے اس لئے انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دعائے استسقاء میں آگے کر کے قیامت تک کے مسلمانوں پر یہ ظاہر کر دیا کہ صحابہ کے دلوں میں اہل بیت کی محبت اور ادب واحترام ہے۔ دشمنی یا ان کی گستاخی و بے ادبی نہیں۔ بہر حال یہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بین کرامت ہے۔ واللہ اعلم

فاروقِ اعظم کے زمانے میں توسل بالنبی کیا گیا

پھر یہ بھی ثابت ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رسول اللہ ﷺ کو طلبِ باراں کے لئے وسیلہ بنایا گیا۔ اور آپ نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ سو اگر ان کے نزدیک فوت شدہ شخص کو وسیلہ بنانا ناجائز یا شرک ہوتا تو وہ ضرور اس سے منع فرماتے۔ چنانچہ علامہ ابو حامد لکھتے ہیں۔ وکذا اخرجه ابن ابی شیبة بسند صحیح عن مالک الدار خازن عمر رضی اللّٰه عنه قال اصاب الناس قحط فی زمان عمر فجآء رجل قبر النبی ﷺ فقال یارسول اللّٰه استسق اللّٰه لامتک فانهم قد هلکوا فاتاه رسول اللّٰه ﷺ فی المنام فقال ائت عمر فاقرأه السلام و اخبره انهم مسقون و قل له علیک الکیس الکیس فاتی الرجل عمر فاخبره فبکی عمر ثم قال یارب ماآلو الاماعجزت عنه ومحل الاستشهاد فی هذا الاثر طلبه الاستسقاء من النبی ﷺ بعد موته واقرار عمر ایاه علی ذلک۔ (التوسل بالنبی وجہلۃ الوہابین ص ۷۲۔ جواہر البحار ص ۱۳۱۲ جلد ۴ عن خلاصۃ الوفاء)

یعنی امام ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں سخت قحط سالی ہوئی تو ایک صحابی بلال رضی اللہ عنہ بن حرث رسول اللہ

ﷺ کی قبر انور پر گئے۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ اپنی امت کے لئے بارش کی دعا فرمائیں۔ کیونکہ وہ ہلاک کی جا چکی ہے۔ خواب میں انہیں زیارت ہوئی۔ فرمایا۔ عمر کے پاس جا۔ اسے سلام پیش کر اور اسے بارش ملنے کی خوشخبری دے۔ اور اسے کہہ کہ ہوشیار رہیں۔ ہوشیار رہیں۔ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو انہوں نے یہ پیغام دیا تو وہ رونے لگے اور فرمایا۔ میرے رب! میں مقدور بھر میں کوتاہی نہ کروں گا۔ اس صحیح روایت نے یہ ثابت کر دیا کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ہمیشہ توسل بالنبی کے قائل رہے ورنہ وہ حضرت بلال بن حرث رضی اللہ عنہ کو ضرور جھڑکی دیتے کہ تم نے یہ شرکیہ حرکت کیوں کی ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذلک

حنفی مذہب میں توسل بالنبی ﷺ

امام ابوالاخلاص شرنبلالی حنفی فرماتے ہیں۔ وینبغی ذلک ای الاجتماع للاستسقاء بالمسجد النبوی ایضالاهل مدینة النبی ﷺ وهذاامرجلّی اذلایستغاث وتستنزل الرحمة فی المدینة المنورة بغیر حضرته ومشاهد ته فی حادثة المسلمین وما ارسلنک الا رحمة للعالمین . وهو المشفع فی المذنبین فیتوسل الیه بصاحبیه ویتوسل بالجمیع الی اللّٰه فلامانع من الاجتماع عند حضرته وایقاف الدواب بباب المسجد لشفاعته. (مراقی الفلاح ص ۳۰۱)

امام طحطاوی اس کے حواشی میں فرماتے ہیں۔(قوله فیتوسل الیه بصاحبیه) ذکر بعض العارفین ان الادب فی التوسل ان یتوسل بالصاحبین الی الرسول الاکرم ﷺ ثم به الیٰ حضرة الحق جل جلاله وتعاظمت اسماء ه فان مراعاة الواسطة علیها مدار قضاء الحاجات.

یعنی اہل مدینہ کو استسقاء کے لئے مسجد نبوی میں جمع ہونا چاہیے۔ کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ ... بار میں بلا طلب رحمت نازل ہوتی ہے کہ آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا پھر آ... سے رحمت مانگنے پر نزول رحمت امر یقینی ہے۔ سو شیخین کو آپ کی بارگاہ ...

آپ کو اور شیخین تینوں کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا چاہیے۔ اور اس میں کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الحمد للہ یہاں تک جو کچھ پیش کیا گیا ہے اس سے مسئلہ توسل بالصالحین کا جواز روزِ روشن سے زیادہ روشن ہوا۔ اور یہ ہم اہل سنت کے لئے کافی وافی ہے۔ اور جن لوگوں کے دلوں میں گمراہی رچ بس چکی ہے اور اللہ نے ان کے قلوب پر مہر لگا دی ہے ان کے لئے دفتر بیکار ہیں۔

وهذا آخر ما اردنا ایراده فی هذه المقالة المبارکة تقبلها اللّٰه تعالیٰ بمنه العظیم ورسوله الکریم ﷺ وانا الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفر اللّٰه تعالیٰ لهٗ خادم التدریس بالجامعة الحیدریة فضل المدارس ببلدة سهنسه آزاد کشمیر۔

(۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اکیسواں مقالہ

قائلین وسیلہ کے

پُر مغز دلائل کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ محمد والہ واصحابہٖ اجمعین اما بعد!

روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی بابت ۳ ستمبر ۱۹۹۹ء کے ملی ایڈیشن میں لیفٹیننٹ کرنل معین قریشی صاحب کا ایک مختصر مضمون "اللہ بڑا بادشاہ ہے" کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس مضمون میں بزرگانِ دین کی قبور متبرکہ پر حاضر ہوکر ان سے دعا کی درخواست کرنے کے بارہ میں یہ لکھا گیا کہ "آپ مزار پر جائیں تو پھر یہ سوچ کر جائیں کہ اللہ کے نیک بندے کے پاس جارہے ہیں۔ (اُن سے اس طرح عرض کریں کہ) آپ اللہ کے پاس چلے گئے ہو۔ میرے لئے دعا کریں کہ نمبر ا نمبر ۲ وغیرہ اور یہ یاد رکھیں کہ دینے والی ذات صرف اللہ ہے۔ بزرگ صرف وسیلہ ہیں۔" اس مضمون کے آخر میں یہ لکھا گیا تھا کہ "اس کا جواب جو بھی حضرات دینا چاہیں ہم حاضر ہیں۔ (ادارہ)"

ادارہ نوائے وقت کے اس اعلانِ عام کی وجہ سے معین قریشی صاحب کے اس مضمون کی تائید و تردید میں قائلین و منکرین توسل کے مضامین مسلسل چار ماہ تک شائع ہوتے رہے ہیں۔ روزنامہ نوائے وقت میں قائلین وسیلہ کے جو پُرمغز قوی دلائل شائع ہوئے ہیں۔ اُن میں سے چیدہ چیدہ دلائل کو ہم نے اس مختصر رسالہ میں جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرفِ مقبولیت بخشے اور اسے ذریعہ ہدایت بنائے آمین بجاہ سید الشافعین ﷺ۔

علامہ مختار علی خان رضوی کے مضامین کے اقتباسات

علامہ مختار علی خان رضوی اپنے مضمون ''وسیلہ کے ذریعہ سے دعا مانگنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے''۔ میں لکھتے ہیں۔

انسان اول ابوالانسان حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک مسلمان حضور پُرنور شافع یوم النشور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا وسیلہ پیش کر کے دعا کرتے چلے آئے ہیں اور ہر دور میں آپ کے وسیلہ سے کی جانے والی دعائیں قبولیت کا شرف پاتی رہی ہیں۔ رہا

سوال وسیلے کے ثبوت کا تو درجن بھر سے زائد آیات انبیآء واولیآء کے وسیلہ پر دلالت کرتی ہیں اور کئی احادیث مبارکہ میں بھی وسیلہ کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن میں صرف ایک قرآنی آیت اور بخاری شریف کی ایک حدیث پیش کروں گا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگنے کے بارہ میں یوں تذکرہ فرمایا۔ ترجمہ: اور جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب (قرآن) آئی جو اُن کے ساتھ والی کتاب (توریت) کی تصدیق فرماتی ہے۔ اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے اور تشریف لایا ان کے پاس جانا پہچانا تو اس کے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت ہے منکروں پر۔ (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۸۹ کنزالایمان)

مفسرین نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہودی کافروں کے مقابلے میں نبی اکرم ﷺ آخرالزماں کا وسیلہ پیش کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فتح کے لئے دعا مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ انہیں یقین تھا کہ آپ کا نام تمام پیغمبروں کا مددگار رہا ہے اور ان کا نام کفر مٹانے اور باطل گھٹانے میں لشکر جرار ہے۔

تفسیر روح البیان میں علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے، تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اور آپ کے علاوہ اردو کی سب سے بڑی تفسیر نعیمی میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے دُعا کے الفاظ اس طرح نقل کیے ہیں کہ اے اللہ ہمیں نبی آخرالزماں کے وسیلہ سے فتح ونصرت عطا فرما۔ یہود ان الفاظ میں آپ کے وسیلہ سے فتح و نصرت کے لیے دعا مانگتے تھے مگر جب آپ تشریف لائے تو دعا مانگنے والے صاف منکر ہو گئے جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

دعا میں انبیآء اولیاء کا وسیلہ پیش کرنا امت مسلمہ کا معمول رہا ہے۔ سب سے پہلے ابن تیمیہ نے نئی راہ نکالی اور وسیلہ کا انکار کیا۔ یوں وسیلہ کا سب سے بڑا منکر ابن تیمیہ ہے جو اس کے علاوہ بھی سارے خوارج کے عقائد ونظریات کا قائل تھا۔ مولوی انور کاشمیری ابن تیمیہ کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ ابن تیمیہ کی طبیعت میں حدت تھی۔ اس نے کہا۔ میری تحقیق ایسے ہے جیسے آسمان سے وحی نازل ہو۔ (فیض الباری جلد چہارم ص ۳۷۰)

امام شہاب الدین خفاجی اور امام تقی الدین سبکی نے (ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتوں کا نزول فرمائے) اُس کی خوب گوشمالی کی اور اُس کے باطل نظریے کو سختی سے رد کیا۔

اب بخاری شریف کی مشہور حدیث پاک جو مشکوٰۃ شریف میں بھی نقل کی گئی ہے پیش کرتا ہوں۔ روایت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کے توسل سے دعائے بارش کرتے اور عرض کرتے۔ الٰہی! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کا وسیلہ پکڑتے تھے تو تُو بارش بھیجتا تھا اور اب ہم تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ پکڑتے ہیں ہم پر بارش بھیج تو لوگ سیراب کیے جاتے۔

مشکوٰۃ کی شرح اشعۃ اللمعات میں شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نوراللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف نبی کا وسیلہ نہیں ہوتا بلکہ ان کی امت کے اولیاء کا بھی وسیلہ ہوسکتا ہے۔ ان کی برکت سے رحمتیں آتی ہیں۔ حضرت عمر حضرت عباس کا وسیلہ اس طرح لیتے کہ ان کے توسل سے بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے اور حضرت عباس عرض کرتے۔ خدایا! یہ لوگ تیرے حبیب کی نسبت سے میرا وسیلہ لے رہے ہیں۔ خدایا اس بڑھاپا میں مجھے شرمندہ نہ کر۔ یہ کہتے ہی بارش آجاتی تھی۔ سیدنا فاروقِ اعظم نے مسلمانوں کے لئے سبق چھوڑا ہے کہ انبیآء کے وسیلہ سے دعا شرف قبولیت حاصل کرتی ہے اور اولیآء کے توسل سے بھی۔" (نوائے وقت یکم اکتوبر ۱۹۹۹ء)

اور یہی بزرگ اپنے دوسرے مضمون " وسیلہ سے انکار اسلام کی روح کے منافی ہے'' میں لکھتے ہیں۔ امام طبرانی معجم صغیر میں راوی ہیں کہ حضرت ام المؤمنین میمونہ فرماتی ہیں کہ انھوں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو خانے میں تین مرتبہ لبیک کہی اور تین مرتبہ فرمایا تمھاری امداد کی گئی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے تین مرتبہ لبیک اور تین مرتبہ نصرت فرماتے ہوئے سنا جیسے آپ کسی انسان سے گفتگو فرمارہے ہیں۔ کیا وضو خانے میں کوئی آپ کے ساتھ تھا۔ فرمایا یہ بنوکعب کا رجز خواں مجھے مدد کے لئے پکار رہا تھا۔ اس کا یہ

کہنا ہے کہ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر کی امداد کی ہے۔ تین دن بعد آپ نے صحابہ کو صبح کی نماز پڑھائی تو میں نے سنا کہ رجز خواں اشعار پیش کر رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ اگر پکارنا شرک ہوتا تو راجز نامی صحابی تین دن کی مسافت سے نہ پکارتے اور ناجائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ منع فرماتے مگر انھوں نے تین دن کی مسافت کی دوری سے بارگاہ رسالت میں فریاد کی اور اُن کی فریاد سنی گئی۔ اس کو محمد بن عبدالوہاب کے بیٹے نے مختصر سیرۃ الرسول ص ۲۳۳ میں نقل کیا ہے۔ جسے مکتبہ سلفیہ لاہور نے شائع کیا ہے۔

نیز حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک نابینا کو یہ دعا تعلیم فرمائی کہ نماز کے بعد یوں کہے۔ الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف نبی رحمت محمد ﷺ کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں۔ یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں تاکہ میری حاجت روا ہو۔ الٰہی! ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔ حضرت عثمان بن حنیف اس روایت کے راوی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دعا کا یہ طریقہ حضرت عثمان غنی کے دور میں ایک صحابی کو بتایا تو اس کی حاجت روا ہوگئی۔ بعد میں بھی دعا کا طریقہ اسی طرح رائج رہا۔ یہ حدیث ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۹۷، ابن ماجہ ج ا ص ۴۴۱، مستدرک حاکم ج ا ص ۵۹۱، صحیح ابن خزیمہ ج ا ص ۲۲۶ میں موجود ہے۔ الحاصل پوری امت کا ائمہ اربعہ سمیت وسیلہ کے ساتھ دعا کرنے اور مشکل وقت میں اللہ کے حبیب کو پکارنے کے جواز پر اجماع ہے۔ سید یوسف ہاشم رفاعی لکھتے ہیں۔

الحاصل اہل سنت و جماعت کا یہ مذہب ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے اُن کی حیاتِ ظاہرہ میں اور وصال کے بعد اسی طرح باقی انبیاء و مرسلین اور اولیاء صالحین سے توسل صحیح اور جائز ہے۔ (الرد المحکم المنیع ص ۸۶ (روزنامہ نوائے وقت۔ ۵ نومبر ۱۹۹۹ء)

محمد وسیم عالم انجم کے مضمون کے اقتباسات

محمد وسیم عالم اپنے مضمون " انبیاء اولیاء کو وسیلہ بنانا عین توحید ہے میں لکھتے

ہیں ۔ مادہ پرستی کی قہر آلود فضاؤں میں آج کل جہاں انسانی کردار فسق و فجور کی آخری حدوں کو چھو رہا ہے وہاں ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت منکرین وسیلہ کہیں اولیاء وصالحین کے قرب کو اور کہیں مدنی آقا ﷺ کی ذات کو وسیلہ بنانے کو شرک کہہ کر سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں سے محبت مصطفےٰ ﷺ کے چراغ کو گل کرنے کے درپے ہیں ۔ بقول اقبال

؎ وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا ۔ روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

روئے زمین پر سوائے اللہ کے تمام مخلوق کسی نہ کسی طرح سے وسیلے کی محتاج نظر آتی ہے ۔ سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ نے انعام کیا اور انھیں اپنے انعام یافتہ بندے گردان کر ان کی معیت میں رہنے کا حکم دیا ۔ اور فرمایا ۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ ۔ (سورۃ توبہ) ان انعام یافتہ گرہوں میں کون لوگ شامل ہیں ۔ قرآن عظیم نے چار گرہوں کا ذکر کیا ۔ انبیآء، صدیقین، شہدا اور صالحین، پھر انسان کو یہ دعا سکھائی ۔ اے اللہ! ہمیں ان لوگوں کی راہ پر چلا جن پر تو نے انعام فرمایا ۔ (سورۃ فاتحہ) یعنی اس دعا میں اللہ نے ان چار طبقوں کی راہ کو ہدایت اور قرب الٰہی کا وسیلہ قرار دیا ہے ۔ اب اس آیت کے مفہوم سے ہٹ کر کوئی ڈائریکٹ راستہ قرب الٰہی اور نجات کا وسیلہ نہیں بن سکتا ۔

حدیث کی روشنی میں کسی کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد اسے وسیلہ پکڑنا کیسا ہے؟ اس سلسلہ میں پہلے حیات بعد الممات کو ثابت کرنا ضروری ہے ۔ چنانچہ سعید ابن المسیب سے مروی ہے کہ جنگ حرہ کے زمانہ میں لوگوں کے واپس آنے تک میں باقاعدگی سے روضہ رسول ﷺ سے آذان و اقامت کی آواز سنتا رہا اور دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ نے حرام کر دیا ہے زمین پر کہ وہ انبیآء کے اجسام کو کھائے ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں ۔ کہ ہم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کو اس لئے شیخ کہتے ہیں کہ وہ اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں ۔ مذکورہ بالا حوالہ جات کی رو سے انبیآئے کرام اور اولیآء عظام اپنی قبور میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں ۔ اب اگر ان حضرات کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ سنتے نہیں اور ان کے لئے صرف دعائے مغفرت کرنی چاہیے اور وہ

بالکل بے بہرہ ہیں تو یہ قرآن اور حدیث سے ناواقفیت کی بین دلیل ہوگی۔ اب اگر ان حضرات کو وسیلہ مان لیا جائے اور ان کے قرب کی وجہ سے ان کی قربت کو بارگاہ الٰہی میں وسیلہ مان کر دعا کر لی جائے تو کون سی چیز مانع ہوگی؟ قبر میں وسیلے کے متعلق اشرف علی تھانوی اپنی کتاب افاضات یومیہ میں لکھتے ہیں کہ ایک دھوبی کا انتقال ہوا۔ قبر میں فرشتوں نے تین سوالات کیے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور اس شخصیت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے ہر سوال کے جواب میں کہا کہ میں غوث اعظم کا دھوبی ہوں۔ غوث اعظم کے وسیلہ سے دھوبی کی نجات ہوگئی۔

محشر میں وسیلہ پکڑنے کا ایک منظر حدیث شریف سے واضح ہوتا ہے۔ میدان محشر میں سخت نفسانفسی کا عالم ہوگا۔ سب ایک دوسرے سے بیزار ہوں گے۔ اللہ پاک کے جلال کے سامنے سب لوگ دبکے ہوئے ہوں گے۔ سب لوگ مارے مارے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پہنچ جائیں گے تو آدم علیہ السلام جواب دیں گے۔ اور فرمائیں گے۔ اذھبوا الی غیری۔ کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ حضور ﷺ کے علاوہ سب انبیآء کا بھی یہی جواب ہوگا۔ اس جواب پر اگر غور کیا جائے تو یہاں اذھبوا الی اللہ کی بجائے سب نے کسی دوسرے کے پاس چلے جاؤ کہا۔ یعنی وسیلہ پکڑنے کو کہا تو وسیلہ پکڑنا انبیآء سے ثابت ہوا۔ اب اگر اللہ کے علاوہ کسی کے پاس جانا شرک ہے تو معاذ اللہ کیا سب انبیآء شرک کریں گے۔ ان آیات واحادیث کے استدلال سے ثابت ہوا کہ وسیلہ پکڑنا عین اسلام ہے۔ اور انبیآء کی سنت اور توحید کے راستہ کی صحیح پہچان ہے۔ (روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی بابت ۳ دسمبر ۱۹۹۹ء)

رفعت ظہور کے مضمون کے اقتباسات

رفعت ظہور صاحب اپنے مضمون " وسیلہ کے ذریعہ سے دعا سے انکار قرآن و حدیث میں تحریف ہے " میں لکھتی ہیں۔ " لغت میں کسی شئے کو حاصل کرنے کے لئے دوسری شئے کو ذریعہ بنانا توسل کہلاتا ہے۔ شرعی طور پر ایسی شئے کو دعا کی قبولیت کا ذریعہ بنانا جو

اللہ کی بارگاہ میں قدرومنزلت رکھتی ہو توسل ہے۔ بارگاہ الٰہی میں اعمال صالحہ اور ذوات صالحہ دونوں ہی مقبول ومحبوب ہیں۔ لہٰذا دونوں کو وسیلہ بنایا جاسکتا ہے۔ قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی خلیفہ امام احمد رضا بریلوی سے ایک شخص نے پوچھا۔ توسل کے جواز پر کیا دلیل ہے؟ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ اس شخص نے کہا کہ آیت میں تو وسیلہ سے مراد اعمال صالحہ ہیں۔ فرمایا۔ ہمارے اعمال مقبول ہیں یا مردود؟ اس نے کہا مجھے کیا معلوم؟ فرمایا۔ حضور سید عالم ﷺ بارگاہ خداوندی میں مقبول ہیں یا نہیں؟ اس نے کہا یقیناً مقبول ہیں۔ فرمایا۔ جب اعمال صالحہ کو وسیلہ بنایا جاسکتا ہے جن کی قبولیت مشکوک ہے تو حضور ﷺ کو وسیلہ کیوں نہیں بنایا جاسکتا جو یقیناً مقبول ہیں۔ مسئلہ توسل بالکل واضح ہے کیونکہ انبیاؑ واولیاء سے مدد چاہنے والا اگر مومن ہے تو اس کا مومن ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اس کے نزدیک کارساز حقیقی، مقاصد کا پورا کرنے والا، حاجتیں برلانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ان امور کی نسبت انبیآء اولیاء کی طرف مجاز عقلی کے طور پر کی گئی ہے کہ وہ مقاصد پورا ہونے کے لئے سبب اور وسیلہ ہیں۔ (روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۲۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء)

اور یہی صاحبہ لکھتی ہیں۔ " حضرت امیہ بن خالد رضی اللہ عنہ نبی اکرم سے راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ فقرآء مہاجرین کے وسیلے سے فتح ونصرت کی دعا مانگا کرتے تھے۔ حضرت ملا علی قاری اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ ابن الملک فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اس طرح دعا مانگتے تھے کہ اے اللہ اپنے فقیر اور مہاجر بندوں کے طفیل ہمیں دشمنوں کے خلاف مدد عطا فرما۔ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین ہستی ہیں۔ فقراء مہاجرین کا وسیلہ پیش کرنے کا باعث یہ ہرگز نہیں تھا کہ آپ وسیلے کے محتاج تھے۔ بلکہ امت شکستہ حال اور ستم رسیدہ صحابہ ومہاجرین کی عزت افزائی کی ہے۔ اور امت مسلمہ کو یہ بتایا ہے کہ بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے وقت میرے غلاموں کا وسیلہ پیش کرسکتے ہو۔ سبحان اللہ۔ جس ذات اقدس کے غلاموں سے توسل کیا جاسکتا ہے خود اس ذات سے توسل کیونکر نہ جائز ہوگا۔ (روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۲۹ اکتوبر ۱۹۹۹ء)

سید صابر حسین شاہ کے مضمون کے اقتباسات

سید صابر حسین شاہ اپنے مضمون " وسیلہ کی شرعی حیثیت، قرآن میں تحریف تو نہ کیجئے " میں لکھتے ہیں۔

مل نہیں سکتا خدا ان کا وسیلہ چھوڑ کر   غیر ممکن ہے کہ چڑھے چھت پہ زینہ چھوڑ کر

حضور علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں ایک بار قحط پڑا تو جمعہ کے دن خطبہ میں ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا تو حضور علیہ السلام نے اسی حالت میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ خدا کی قسم۔ ابھی حضور علیہ السلام کی دعا کے ہاتھ نیچے نہ گئے تھے کہ پہاڑوں کی طرح بادل اٹھے اور حضور علیہ السلام منبر سے نہ اترے تھے کہ بارش کا پانی آپ کی ریش مبارک سے ٹپکتا تھا۔ سات دن بارش ہوتی رہی۔ اگلے جمعہ کو پھر زیادتی بارش کی شکایت کی گئی تو حضور علیہ السلام نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا کہ مولا ہم پر نہ برسے ہمارے آس پاس برسے۔ پھر بادل کو جس طرف اشارہ فرماتے ادھر ہی پھٹ جاتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام مصیبتوں کے وقت حضور اقدس علیہ السلام کا وسیلہ اختیار کرتے تھے۔ ایک دفعہ مدینہ میں بارش بند ہوگئی اور قحط پڑ گیا۔ لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ روضہ رسول علیہ السلام کی چھت کھول دو کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان چھت نہ حائل رہے۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا تو فوراً بارش ہوئی یہاں تک کہ چارہ اگا اور اونٹ موٹے ہو گئے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عمر بن خطاب کے دور خلافت میں قحط پڑ گیا۔ ایک شخص نبی کریم علیہ السلام کی قبر مبارک پر حاضر ہوا اور عرض گزار ہوا۔ یارسول اللہ علیہ السلام۔ اپنی امت کے لئے بارش طلب کیجئے کیونکہ آپ کی امت ہلاک ہو رہی ہے۔ نبی کریم علیہ السلام نے اس کو خواب میں فرمایا۔ عمر کے پاس جاؤ اور بتاؤ کہ عنقریب بارش ہوگی اور سیراب کیے جائیں گے۔ اور امور خلافت میں عمر کو بیدار مغزی سے قائم رہنے کو کہو۔ یہ سن کر وہ شخص حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس حضرت عمر پر گریہ طاری ہوا۔ اور کہنے لگے۔ اے اللہ! جہاں تک بس چلتا ہے میں

کوتاہی نہیں کرتا۔ (شفاء السقام۔ اصابہ۔ شرح المواھب۔)

ان چند حوالوں سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ حضور ﷺ اور دیگر صالحین کی ذوات کا توسل جائز ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ لہٰذا جو شخص بعد از وصال حضور ﷺ یا دوسرے صالحین کی ذوات کے توسل کا منکر ہے وہ درحقیقت اجماع کا منکر ہے۔ صحابہ کرام سے لے کر آج تک مسلمانوں کا عقیدہ رہا ہے کہ نبی ﷺ مخلوق کے وسیلہ عظمٰی ہیں۔ اور حضور ﷺ کے صدقہ سے اولیآءاللہ بھی وسیلہ ہیں۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ مجھے جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھ کر حضرت امام ابو حنیفہ کے مزار پر حاضر ہوکر دعا مانگتا ہوں تو وہ خدا پوری فرما دیتا ہے۔ (الخیرات الحسان)

اہل سمرقند پر جب قحط واقع ہوا تو بعض صالحین سے رجوع کیا گیا۔ انھوں نے فرمایا کہ حضرت امام بخاری کے مزار سے مدد چاہو اور قبر بخاری کو وسیلہ بنا کر دعا مانگو تو بارش ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ سات روز تک دعا کی گئی تو باران رحمت نازل ہوئی۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

اولیآءاللہ کے مزارات پر حاضر ہونا اور ان سے فیوضات حاصل کرنا اہل اسلام کا شروع سے طریقہ چلا آرہا ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے کثیر التعداد واقعات کتابوں میں موجود ہیں اور طرفہ تماشہ یہ کہ وسیلہ کے منکرین کے اکابرین کے ارشادات بھی اس ضمن میں موجود ہیں۔ کتاب وسنت اور اجماع سلف وخلف کی روشنی میں وسیلہ جائز ہے۔ اور یہی حق بھی ہے اور حق واضح ہو جانے کے بعد ہٹ دھرمی، تنگ نظری اور گمراہی کے سوا کیا ہے؟

؎ آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

(روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی۔ ۲۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء)

ماسٹر آصف نعیم طاہر اعوان کے مضمون کے اقتباس

ماسٹر آصف نعیم طاہر اعوان اپنے مضمون " وسیلہ کا ثبوت " میں لکھتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمادیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں ۔ (پارہ نمبر ۵ سورہ نساء رکوع نمبر ۹)

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو توبہ کرنے اور اپنے گناہ معاف کرانے کا طریقہ بتایا جارہا ہے ۔ اس سے شان مصطفےٰ ﷺ اس قدر ظاہر ہو رہی ہے کہ سبحان اللہ ۔ اس آیت میں توبہ قبول ہونے کی تین شرطیں بیان ہوئیں اولاً حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضری ۔ دوسرے رسول اکرم ﷺ کی شفاعت ۔ تیسرے اپنے گناہ سے وہاں جاکر توبہ کی امید اور بخشش ۔ اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے ۔

(۱) حضور ﷺ بارگاہِ ربی کے وکیل مطلق یا مختار عام ہیں ۔ کیونکہ گناہ تو کیا رب کا مگر جاؤ کہاں محبوب علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں جیسے جرم تو کیا حکومت کا مگر جاؤ کہاں وکیل یا مختار عدالت کے پاس ۔ بغیر وکیل کے دنیاوی کچہری میں کچھ پوچھ نہیں ۔ اور عدالت الٰہیہ میں بغیر محبوب ﷺ کے کچھ پوچھ نہیں اس لئے نماز میں حضور ﷺ کا نام ضرور آتا ہے ۔ دوسرا یہ کہ دروازۂ مصطفےٰ علیہ السلام دروازۂ رب ہے ۔ اگر فقیر کو مانگنا ہو تو چھت پر یا مکان کے پیچھے کھڑے ہو کر نہیں مانگتا بلکہ دروازہ پر آکر بھیک مانگتا ہے ۔ اسی طرح جب خدا سے مانگنا ہو تو خدا کے دروازے یعنی بارگاہِ مصطفےٰ ﷺ میں آکر مانگو ۔ جو کچھ پروردگار عالم کی طرف سے ملے گا اسی دروازے اور ان ہی کے ہاتھوں سے ملے گا ۔ تیسرا یہ کہ شفاعت کے لئے مدینہ منورہ میں حاضری ضروری نہیں ۔ اسی لئے فی المدینہ نہیں فرمایا گیا ۔ جہاں بھی قلب سے اس بارگاہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ درست ہے ۔ کیونکہ ہر دل ان کی جلوہ گاہ ناز ہے ۔ چوتھے یہ کہ یہ حکم حاضری قیامت تک کے گنہگاروں کے لئے ہے فقط زندگی دنیا کے

زمانہ سے خاص نہیں۔ کیونکہ کلمہ اذ عام ہے۔ اسی لئے عالمگیری کتاب الحج میں فرمایا کہ جب روضئہ اقدس پر حاضر ہو تو یہی آیت پڑھے۔ مفسرین کرام نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کے وصال کے بعد روضہ پاک پر حاضر ہوا اور یہ آیت پڑھ کر عرض کرنے لگا کہ یا حبیب اللہ ہم نے یہ حکم سنا۔ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور اللہ سے بخشش چاہنے آپ کے دروازے پر حاضر ہوا ہوں تو میرے گناہ کی بخشش میرے رب سے کرا دیجئے۔ اس پر قبر سے نداء آئی کہ تیری بخشش کی گئی۔ اس واقع سے چند مسائل فقہیہ بھی معلوم ہوئے۔

(۱) خدا کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا ذریعہ کامیابی ہے۔

(۲) قبور بزرگاں پر حاجت روائی کے لئے جانا جائز ہے۔

(۳) بعد وفات مقبول بندوں کو یا کے ساتھ پکارنا جائز ہے۔

(۴) مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ چالیس ابدال شام میں رہتے ہیں جن کی برکت سے بارش ہوتی ہے۔ اور دشمنوں پر فتح حاصل کی جاتی ہے۔ اور شام والوں سے عذاب دور رہتا ہے۔ شامی کے مقدمہ میں ہے کہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں حاجت کے وقت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی قبر پر حاضر ہو کر دعا کرتا ہوں۔

(۵) یہ کہ ظلموا سے معلوم ہوا کہ کسی طرح کا مجرم ہو، کافر ہو، منافق ہو، گناہگار کوئی ہو، اگر صدق دل سے حضور ﷺ کی بارگاہ میں آکر توبہ کرے تو رحمت ربی ضرور دستگیری کرے گی۔ حضور ﷺ اس سمندر کی طرح پاک فرمانے والے ہیں کہ کیسا ہی گندا آدمی آکر غوطہ لگائے پاک ہو جاتا ہے اور مدینہ پاک کا وہ شفا خانہ ہے کہ کسی بیمار سے یہ نہیں کہا جاتا تیرا علاج ہمارے پاس نہیں۔ ہر بیمار کو حکم عام ہے کہ چلے آؤ اور منہ مانگی مراد پاؤ۔ (ماخوذ از شان حبیب الرحمٰن بآیات القرآن مؤلفہ مفتی احمد یار خان نعیمی)'' (روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۹ء)

محمد عبدالکبیر کے مضمون کے اقتباسات

محمد عبدالکبیر اپنے مضمون " کیا وسیلے سے متعلق یہ واقعات دلیل نہیں " میں لکھتے ہیں ۔ ہم کو سیدھا راستہ چلا ۔ راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا ۔ سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ دعا بتائی ہے کہ وہ یہ کہیں کہ اے اللہ ! ہم کو سیدھی راہ دکھا ، وہ راہ ہمیں دکھا جو راہ تیرے نیک بندوں نے اپنائی ۔ یہاں یہ احسان کا ذکر ہے چاہے وہ لوگ زندوں میں سے ہیں یا گزر گئے ہیں ۔ حضرت معین الدین چشتی جب سلوک کی منازل طے کر رہے تھے تو داتا علی ہجویری کے مزار پر چالیس دن مسلسل بیٹھے رہے ۔ کیا اجمیری صاحب پر اللہ کا احسان نہیں ہے ۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے دین کو چلانا تھا ۔ یہ وہی لوگ ہیں کہ جن کی نظر اٹھے تو جہاں تک پڑے جن تک پڑے وہ کلمہ طیبہ کے نور سے منور ہو جاتے ہیں ۔ اگر قبر والے مدد نہ دے سکتے تو وہ چالیس دن بیٹھنا بیکار جاتا اور پھر جاتے وقت یہ کلمات نہ ہوتے ۔ ؎ گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

(روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۹ء)

الحمدللہ یہاں تک ہم نے وسیلہ کے ثبوت کے لئے جو پر مغز دلائل نقل کیے ہیں ان سے روزِ روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ احکم الحاکمین کی بارگاہ تک رسائی کے لئے محبوبانِ خدا کے وسیلہ کی ضرورت ہے ۔ بے ان کے وسیلہ کے کوئی رب العالمین کے قرب تک نہیں پہنچ سکتا ۔ لہٰذا جن مضمون نگاروں نے انکار وسیلہ کے متعلق نوائے وقت کے ملی ایڈیشنوں میں مضامین شائع کروائے ہیں ان کے ان بے بنیاد دلائل پر اہل ایمان ہرگز ہرگز کان نہ دھریں ۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوبوں کا وسیلہ دنیا اور آخرت میں نصیب فرمائے ۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ ۔ وهذا آخر ما اردنا ایرده فی هذه المقالة المباركة تقبلها الله تعالیٰ بمنه العظيم ورسوله الكريم ﷺ وانا الفقير ابوالكرم احمد حسين قاسم الحيدرى الرضوى غفرالله تعالیٰ لهٗ . المدرس بالجامعة الحيدرية فضل المدارس بهيائى من مضافات سهنسه آزادکشمیر . (۲۷ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بائیسواں مقالہ

منکرین وسیلہ

کے بعض دلائل کا علمی جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد

روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی بابت ۱۷ ستمبر ۱۹۹۹ء اور ۲۴ ستمبر ۱۹۹۹ء میں فرحت علی بیگ نامی شخص کا ایک مضمون "دعا وسیلہ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں" دو قسطوں میں شائع ہوا ہے۔ مضمون نگار نے اپنے اس مضمون میں جو کچھ لکھا وہ بلفظہٖ ملاحظہ فرمائیں۔ پھر جواب عرض کیا جائے گا۔ وباللہ التوفیق۔

فرحت علی بیگ کا مضمون

حضور پاک ﷺ نے دعا کا جو طریقہ بتایا ہے اس میں اللہ تعالیٰ پر ایمان، حضور پاک ﷺ پر ایمان یا مجموعی طور پر ایمان کی تمام تر شرائط پوری ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پوری طرح امید کرتے ہوئے عاجزی کے ساتھ مانگنا اور دعا سے پہلے اور آخر میں درود شریف کی ہدایت ہے۔ اس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ بعد کے لوگوں کی اختراع ہے۔ قرآن پاک اور حدیث سے کسی بھی وسیلہ پکڑنے کی جو مکروہ شکل آج کل فروغ پا چکی ہے ہرگز ثابت نہیں۔

حضور پاک کے وسیلے کا ذکر آذان کے بعد پڑھی جانے والی دعاء میں آیا ہے اس کا تعلق آخرت کی دنیا سے ہے۔ اور اس وسیلے کا مطمع نظر یا اصل روح یہ ہے کہ ہم تمام مسلمانوں کے لیے حضور پاک ﷺ کی ذات مزید مقدم اور مزید قابل احترام ہو جائے۔ اس وسیلے سے یہ ہرگز اخذ نہ کیا جائے کہ قیامت کے دن حضور پاک اللہ تعالیٰ کے مقابل ایک اور دربار لگائیں گے۔ یا یہ کہ نعوذ باللہ حضور پاک اللہ تعالیٰ کے قائم مقام کی حیثیت اختیار کر جائیں گے۔ قابل افسوس امر یہ ہے کہ جس وسیلے کا ذکر آذان کے بعد پڑھی جانے والی دعا میں آیا ہے اس کی اصل روح کے منافی نظریہ عوام میں پھیل گیا ہے یا پھیلا دیا گیا ہے جو کہ سو فی صد گمراہ کن ہے۔ جس کی وجہ سے آج مسلمان اللہ تعالیٰ جیسی زندہ جاوید ہستی سے وہ روحانی اور جذباتی تعلق پیدا نہیں کر سکا جس کی خاطر ہمارے نبی ﷺ نے ...

گلیوں میں اپنا خون بہایا تھا۔

اگر ہر کوئی براہ راست اللہ تعالیٰ سے رابطہ استوار کرلے گا تو پھر چند لوگوں کی روحانیت کا سکہ کیسے چلے گا۔ کچھ لوگ جو عام گنہگاروں کا براہ راست تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم نہیں ہونے دیتے تاکہ انہیں ایک مسلسل خوف میں مبتلاء کر کے روحانی طور پر بلیک میل کرسکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اتنا پیار کرنے والے اللہ کے لیے کسی واسطے یا تعلق کی کیمیا گری نہیں کرنی پڑتی۔ کوئی اس کی طرف ایک قدم جائے تو وہ اس کی طرف دو قدم بڑھاتا ہے۔ کوئی اس کی طرف چل کر جائے تو وہ اس کی طرف دوڑ کر آتا ہے۔ وہ ایک انسان کو دنیا میں بھیجنے سے پہلے اس کا خیال رکھنے والے ماں باپ کو بھیج چکا ہوتا ہے۔ وہ خود بھی زبردست اور اس کی منصوبہ بندی بھی زبردست۔ ہمارے بزرگوں کی سوچ کچھ عجیب ہی رہی ہے۔ مثلاً آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر سؤر یا خنزیر کا لفظ آپ کی زبان پر آیا تو چالیس روز تک ایمان قریب نہیں آتا۔ اس کے پیچھے ان کی منطق شاید یہ ہوگی کہ لوگ سؤر کا گوشت کھانے سے پرہیز کریں اور اس سے شدید نفرت کریں جبکہ اس کے برعکس خود قرآن پاک میں یہ لفظ کئی مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ تو کیا پھر قرآن پاک کے پاک ہونے یا نہ ہونے کا سوال اٹھ جائے گا۔ میرے خیال میں کسی عمل سے باز رکھنے کا یہ طریقہ پرلے درجے کا دقیانوسی طریقہ ہے جو بڑا ہی بے بنیاد اور سنجیدہ طرز فکر والوں کے لیے باعثِ تبسم ہے۔

حضور پاک ﷺ کے دور کا مشرک ہم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچنے کی تگ و دو کرتا تھا۔ حج کے بعد وہ ان دروازوں سے گھر میں داخل نہیں ہوا کرتے تھے جن سے وہ عام سفر کے بعد واپسی پر داخل ہوتے۔ ان کی منطق یہ تھی کہ ان دروازوں سے ہم گناہ لے کر کے واپس آتے ہیں۔ ہم آج کل مسلمانوں نے اس تگ و دو کو بھی بالائے طاق رکھ دیا اور پیسہ پھینک تماشہ دیکھ والا کلیہ اپنا لیا۔ کسی پیر فقیر کے سرہانے جاؤ۔ جالی چومو۔ نیاز دو اور معافی پیکٹ میں بند کروا کے گھر لے آؤ۔ ریڈی میڈ قسم کی مغفرت اسلام میں کہاں؟

بات یہ ہے کہ اگر اس قسم کی شفاعت اور مغفرت درست ہے تو پھر یہودی بھی درست ہیں وہ اللہ کو ایک تو مانتے ہیں۔ بس عقیدت کے باعث حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں۔ پھر تو عیسائی بھی درست ہیں ایک اللہ کو مانتے ہیں بس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اتنا ادب کرتے ہیں کہ انہیں اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ اگر آپ وسیلہ و مغفرت کے لیے پیروں فقیروں اور بزرگوں کو بڑا مانتے ہیں تو پھر بے چارے یہودیوں اور عیسائیوں کو اللہ تعالیٰ خواہ مخواہ مطعون ٹھہرا رہا ہے۔

شفاعت اور وسیلے کا جو تصور ہمارے اندر جڑ پکڑ چکا ہے اس کی وجہ سے مزار پرستی اور شخصیت پرستی جنم ہی نہیں لے چکی بلکہ اپنی مکروہ ترین شکل میں ہمارے سامنے آ چکی ہے۔ مزار آباد ہیں۔ اشخاص کے ڈیرے آباد ہیں اور مسجدیں ویران ہیں۔ اللہ کے گھر اجڑے ہوئے بیابان پڑے ہیں۔

عبدالقادر حسن صاحب ایک اچھے لکھاری ہیں۔ میں نے ایک اخبار میں ان کا ایک کالم پڑھا تھا۔ اس میں انھوں نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک لاہوریہ شخص حج پر گیا۔ خانہ کعبہ کی چھت پر بیٹھا تھا اور بیمار تھا۔ لازماً اس نے شفایابی کے لیے دعا کی ہوگی افاقہ نہ ہوا (ظاہر ہے ایسا آزمائشی ہوا ہوگا کہ اسے شفا نہیں دی گئی) آخر کار اس نے جھنجھلا کر لاہور گھر کے پتہ پر خط لکھ دیا کہ داتا صاحب کے دربار پر میرے لیے دعا مانگو۔ یہاں تو اللہ نہیں سنتا۔ (قارئین اس واقعے کی سچائی کے متعلق خود عبدالقادر حسن صاحب سے پوچھ سکتے ہیں۔) اگر دینے دلانے کا اختیار نعوذ باللہ ان پیروں فقیروں کے ہی ذمے میں ہے تو پھر میں اس پیر کو اپنی دعا اوپر پہنچانے کے لیے دوں گا جو جاپانیوں کا پیر ہے یا پھر امریکیوں کا پیر ہے۔ اصل شفاعت تو پھر جاپانیوں اور امریکیوں ہی کی ہو رہی ہے۔ آیئے جاتے جاتے کتاب الفرقان سے فیصلہ لیتے ہیں۔

سورۂ آل عمران آیت نمبر ۷۹ اور ۸۰۔ " کسی انسان کا یہ کام نہیں کہ اللہ تو اس کو کتاب و حکم و نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کے بجائے تم میرے بندے بن جاؤ۔ وہ یہی کہے گا کہ سچے ربانی بن جاؤ۔ جیسا کہ اس کتاب کی تعلیم کا تقاضا ہے جسے تم

پڑھتے اور پڑھاتے ہو۔ وہ تم سے ہرگز یہ نہ کہے گا کہ فرشتوں کو یا پیغمبروں کو اپنا رب بنالو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک نبی تمہیں کفر کا حکم دے جبکہ تم مسلم ہو" اھ بلفظہ التمام۔

فرحت علی بیگ کے اس مضمون کا جواب

فرحت علی بیگ کے اس مضمون کا جواب۔ علامہ مختار علی خان رضوی صاحب نے یکم اکتوبر ۱۹۹۹ء کے روزنامہ نوائے وقت کے ملی ایڈیشن میں " وسیلہ کے ذریعے دعا مانگنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے"۔ کے عنوان سے لکھا ہے۔ رضوی صاحب کے اس مضمون کے چیدہ چیدہ اقتباسات ہدیۂ ناظرین کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ " رہا سوال وسیلہ کے ثبوت کا تو درجن بھر سے زائد آیات انبیآء و اولیاء کے وسیلہ پر دلالت کرتی ہیں۔ اور کئی احادیث مبارکہ میں بھی وسیلہ کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن صرف ایک قرآنی آیت اور بخاری شریف کی ایک حدیث پیش کروں گا۔

آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگنے کے بارہ میں یوں تذکرہ فرمایا۔ (ترجمہ) اور جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب (قرآن) آئی جو ان کے ساتھ والی کتاب (توریت) کی تصدیق فرماتی ہے اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔ اور جب تشریف لایا ان کے پاس جانا پہچانا تو اس کے منکر ہو بیٹھے۔ تو اللہ کی لعنت ہے منکروں پر۔" (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۸۹ کنزالایمان)

مفسرین نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہودی کافروں کے مقابلہ میں نبی کریم ﷺ آخرالزمان نبی کا وسیلہ پیش کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فتح کے لیے دعا کرتے تھے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ '' انہیں یقین تھا کہ آپ کا نام تمام پیغمبروں کا مددگار ہے اور ان کا نام بھی کفر مٹانے اور باطل گھٹانے میں لشکر جرار ہے''۔

تفسیر روح البیان میں علامہ اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے، تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اور آپ کے علاوہ اردو کی سب سے بڑی تفسیر نعیمی میں مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کے الفاظ اس طرح نقل کیے ہیں کہ یہود ان الفاظ میں آپ کے وسیلہ سے فتح و نصرت کے لیے دعا مانگتے تھے۔ مگر جب آپ تشریف لائے تو دعا مانگنے والے صاف منکر ہو گئے۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دعاء میں انبیاء واولیاء کا وسیلہ پیش کرنا امت مسلمہ کا معمول رہا ہے۔ سب سے پہلے ابن تیمیہ نے نئی راہ نکالی اور اس کا انکار کیا۔ یوں وسیلہ کا سب سے پہلا منکر ابن تیمیہ ہی ہے جو اس کے علاوہ بھی سارے خوارج کے عقائد و نظریات کا قائل تھا۔

مولوی انور شاہ کاشمیری ابن تیمیہ کے بارہ میں یوں رقمطراز ہیں۔ "ابن تیمیہ کی طبیعت میں حدت اور شدت تھی اس نے کہا میری تحقیق ایسے ہے جیسے آسمان سے وحی نازل ہو۔ (فیض الباری جلد چہارم ص ۳۷۰)

امام شہاب الدین خفاجی اور امام تقی الدین سبکی رحمھما اللہ تعالیٰ نے اس کی خوب گوشمالی کی اور اس کے اس باطل نظریئے کو سختی سے رد کیا۔

اب بخاری شریف کی وہ مشہور حدیث پاک جو مشکوۃ شریف میں بھی نقل کی گئی ہے پیش کرتا ہوں۔

حدیث پاک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمر بن خطاب حضرت عباس بن عبدالمطلب کے توسل سے دعائے بارش کرتے اور عرض کرتے۔ یاالٰہی! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کا وسیلہ پکڑتے تھے تو تُو بارش بھیجتا تھا۔ اور اب ہم تیرے نبی ﷺ کے چچا کا وسیلہ پکڑتے ہیں ہم پر بارش بھیج دے تو لوگ سیراب کیے جاتے تھے۔

شیخ المحققین شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ ''اس

سے معلوم ہوا کہ صرف نبی ﷺ کا وسیلہ نہیں ہوتا بلکہ ان کی امت کے اولیاء کا بھی وسیلہ ہو سکتا ہے۔ ان کی برکت سے رحمتیں آتی ہیں۔ حضرت عمر حضرت عباس کا وسیلہ اس طرح لیتے تھے کہ ان کے توسل سے بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے تھے۔ اور حضرت عباس عرض کرتے خدایا یہ لوگ تیرے حبیب کی نسبت کی وجہ سے میرا وسیلہ لے رہے ہیں۔ خدایا اس بڑھاپے میں مجھے شرمندہ نہ کر۔ یہ کہتے ہی بارش آجاتی تھی۔ (اشعۃ اللمعات)

انبیاء کا وسیلہ تو بہت بڑا وسیلہ ہے۔ دعاؤں میں انبیاء کی نسبت کا وسیلہ بھی کیا جائے تو وہ بارگاہ خداوندی میں قبولت کا شرف پاتی ہیں۔

صاحب مضمون کی معلومات کے لیے یہ بھی عرض ہے کہ سیدنا امیر المؤمنین فاروق اعظم نبی کریم ﷺ کے تربیت یافتہ ہیں اور خلیفہ راشد بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ تم پر میری سنت لازم ہے اور میرے خلفائے راشدین کی سنت بھی۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے لیے یہ سبق چھوڑا ہے کہ انبیآء کے وسیلہ سے دعا شرفِ قبولیت حاصل کرتی ہے اور اولیآء کے وسیلہ سے بھی۔" اھ بلفظہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فرحت بیگ کی باقی دلیلوں کا جواب

الحمد للہ۔ علامہ مختار علی خان رضوی صاحب کے مندرجہ بالا مضمون سے دعا میں انبیآء اصفیاء کا وسیلہ پیش کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ ہم فرحت بیگ کی باقی دلیلوں کے بارہ میں اپنی معروضات عرض کرتے ہیں۔ ہم قولہ سے اس کا قول شروع کریں گے اور اھ پر ختم کریں گے۔ پھر فنقول سے اپنا جواب شروع کریں گے۔ وباللہ التوفیق.

قولہ۔ آیئے جاتے جاتے کتاب الفرقان سے فیصلہ لیتے ہیں۔ الخ اھ

فنقول وباالله التوفيق.

بیگ صاحب کی پیش کردہ آیت وسیلہ کے بارہ میں نہیں ہے

فرحت علی بیگ نے جاتے جاتے کتاب الفرقان کی جس آیت سے فیصلہ مانگا ہے وہ اس کے خلاف فیصلہ سناتی ہے۔ کیونکہ یہ آیت کریمہ وسیلہ کے بارہ میں نہیں بلکہ عبادت

اور بندگی کے بارہ میں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ماکان لبشرِ ان یؤتیہ اللّٰہ الکتاب والحکم والنبوۃ ثم یقول کونوا عباداً لی من دون اللّٰہ ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب و بما کنتم تدرسون ولایأمرکم ان تتخذوا الملائکۃ والنبین ارباباً ایأمرکم بالکفر بعد اذانتم مسلمون (پ۳ رکوع ۱۶)

(ترجمہ) کسی آدمی کا یہ حق نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور حکم اور پیغمبری دے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ۔ ہاں یہ کہے گا کہ اللہ والے ہو جاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس سے کہ تم درس کرتے ہو۔ اور نہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا ٹھہرا لو۔ کیا تمہیں کفر کا حکم دے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو لیے۔ (کنز الایمان ص ۹۴)

آیت کریمہ کے الفاظ کونوا عباداً لی من دون اللہ کا معنی ہے اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ۔ یہی ترجمہ فرحت علی بیگ کے ہم خیال مولوی محمود الحسن نے بھی کیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔ تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ کو چھوڑ کر۔ (ترجمہ القرآن ص ۱۰۱)
عباداً کا لفظ عبد کی جمع ہے اور عبد عبادت سے ہے۔ عبادت کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کو مالک حقیقی مان کر اس کی اطاعت کرنا۔ اور وسیلہ کا معنی شرع شریف میں یہ ہے کہ ایسی چیز کو دعا کی قبولیت کا ذریعہ بنانا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قدر و منزلت رکھتی ہو۔" (روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی بابت ۲۹ اکتوبر مضمون علامہ مختار احمد رضوی)

جب عبادت کے مفہوم اور وسیلہ کے مفہوم میں زمین و آسمان جتنا فرق ہے تو پھر غیر خدا کی عبادت کی ممانعت ثابت کرنے والی آیت کو وسیلہ کی ممانعت کی دلیل بنانا عقل و دانش کے سراسر خلاف ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے وسیلہ سے نہیں روکا

اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ آیت اگرچہ عبادت کے متعلق ہے لیکن عبادت اور وسیلہ مترادف ہیں اس لیے اس سے وسیلہ کی ممانعت بھی ثابت ہو جاتی ہے تو پھر لازم آئے گا کہ

جب قحط سالی کے وقت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضور ﷺ کی دعا کو حصول بارش کا وسیلہ بنایا اور آپ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قحط سالی میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کو حصول بارش کا وسیلہ بنایا تو اس وسیلہ بنانے سے معاذ اللہ صحابہ کرام اور حضرت عمر و حضرت عباس رضی اللہ عنہما سب کے سب مشرک ہو گئے تھے۔ لازم باطل ہے تو ملزوم بھی یقیناً باطل ہے تو ثابت ہوا کہ وسیلہ عبادت نہیں اور اس کا اس آیت کریمہ سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ بیگ صاحب نے جان چھڑانے کی غرض سے جاتے جاتے بے موقع یہ آیت پیش کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

قولہ اس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ بعد کے لوگوں کی اختراع ہے۔ قرآن پاک اور حدیث سے کسی بھی وسیلہ پکڑنے کی جو مکروہ شکل آج کل فروغ پا چکی ہے ہرگز ثابت نہیں اھ

فتقول۔ بیگ صاحب کا یہ دعویٰ کہ حضور پاک ﷺ نے دعا کا جو طریقہ سکھایا ہے وہ صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ وسیلہ کے بغیر دعا مانگنے کا طریقہ ہے باطل ہے۔

حضور پاک ﷺ نے دعا کے دو طریقے سکھائے ہیں۔ ایک وہ طریقہ جس کا بیگ صاحب نے ذکر کیا ہے اور دعا کا دوسرا طریقہ اس حدیث میں سکھایا ہے کہ ایک نابینا شخص حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا۔ اللہ سے دعا کیجئے کہ مجھے عافیت دے۔ ارشاد فرمایا۔ اگر تو چاہے تو میں دعا کروں اور چاہے تو تو صبر کر اور یہ تیرے لیے بہتر ہے۔ اس نے عرض کی حضور دعا کریں۔ انہوں نے حکم فرمایا کہ وضو کرو اور اچھا وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا پڑھو۔ اللھم انی اسئلک واتوسل واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللھم شفعہ فی۔ اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں۔ اور تیری طرف رحمت والے نبی محمد کے وسیلہ سے توجہ کرتا ہوں۔ یا رسول اللہ! بلاشبہ میں نے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں آپ کے وسیلہ سے توجہ کی ہے تاکہ وہ میرے لیے پوری کی جائے۔ اے اللہ! سو تو میرے بارہ میں ان کی سفارش قبول فرما''

اس حدیث کے بارہ میں مولانا امجد علی صاحب لکھتے ہیں۔ "ترمذی بافادۂ تحسین وتصحیح وابن ماجہ وصرح وغیرھم حضرت عثمان بن حنیف رضی اللّٰہ عنہ سے راوی ہیں الخ" (بہارِ شریعت باب سنن ونوافل کا بیان)

اور علامہ مختار علی خان رضوی اس حدیث کے بارہ میں لکھتے ہیں۔

''یہ حدیث پاک مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہے۔ ترمذی شریف جلد دوم ص ۱۹۷، ابن ماجہ جلد اول ص ۴۴۱، مستدرک حاکم جلد اول ص ۵۹۱، صحیح ابن خزیمہ جلد دوم ص ۲۲۶" زیادہ تخریج مطلوب ہو تو ہمارے رسالہ "مسئلہ توسل فی الدعاء'' میں ملاحظہ کریں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

قولہ حضور پاک کے متعلق جس وسیلے کا ذکر آذان کے بعد پڑھی جانے والی دعاء میں آیا ہے اس کا تعلق آخرت کی دنیا سے ہے۔ اور اس وسیلے کا مطمع نظر یا اصل روح یہ ہے کہ ہم تمام مسلمانوں کے لیے حضور پاک ﷺ کی ذات مزید مقدم اور مزید قابل احترام ہو جائے۔ اس وسیلے سے یہ ہرگز اخذ نہ کیا جائے کہ قیامت کے دن حضور پاک ﷺ اللہ کے مقابل ایک اور دربار لگائیں گے یا یہ کہ نعوذ باللہ حضور پاک اللہ تعالیٰ کے قائم مقام کی حیثیت اختیار کر جائیں گے۔ قابل افسوس امر یہ ہے کہ جس وسیلے کا ذکر آذان کے بعد پڑھی جانے والی دعا میں آیا ہے اس کی اصل روح کے منافی نظریہ عوام میں پھیل گیا ہے یا پھیلا دیا گیا ہے جو کہ سو فی صد گمراہ کن ہے۔"

فنقول.

وسیلہ کے دونوں نظریے ثابت ہیں ان میں کوئی منافات نہیں ہے

بیگ صاحب کا مقامِ وسیلہ ملنے کی دعا کرنے اور آپ کی ذات کو اپنی دعا کی مقبولیت کا وسیلہ بنانے کو ایک دوسرے کے منافی قرار دینا بلاشبہ سو فی صد گمراہ کن ہے۔ وسیلہ کے یہ دونوں نظریے رسول اللہ ﷺ کے دورِ سعید میں موجود تھے۔ اور خیر القرون سے آج تک کے مسلمانوں میں موجود رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے جس حاجت کی نماز کو روایت کیا ہے۔ اس کی بناء پر ہر دور میں اسی طرح کی نماز

حاجت پڑھی جاتی رہی ہے اور اس نماز میں حضور علیہ کا وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ امام خفاجی شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں۔ ومنہ اخذان کل من اھمہ امر ینبغی لہ ویستحب ان یصلی قبل الدعآء تقربیاً الی اللّٰہ تعالیٰ ۔یعنی اس حدیث سے یہ مسئلہ نکالا گیا ہے کہ جس شخص کو کوئی حاجت درپیش ہو اسے چاہیے اور اس کے لیے یہ مستحب ہے کہ دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے نمازِ حاجت پڑھ لے (نسیم الریاض جلد سوم ص ۱۰۶)

باقی بیگ صاحب کا یہ لکھنا کہ "اس وسیلے سے یہ ہرگز اخذ نہ کیا جائے کہ قیامت کے دن حضور پاک علیہ اللہ کے مقابل ایک اور دربار لگائیں گے الی آخرہ یہ کسی صحیح العقیدہ سنی مسلمان کا عقیدہ نہیں۔ سنی حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی کا دربار ہوگا۔ اپنے دربار میں اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر بیٹھے گا اور اپنے محبوب اعظم علیہ کو اپنے عرش پر اپنے ساتھ بٹھائے گا۔ حضور پاک علیہ کو اذن شفاعت ہے۔ آپ جس کی شفاعت فرمائیں گے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔ رزقنا اللّٰہ تعالیٰ استقامۃً کاملۃً علیٰ ھذا الاعتقاد الصحیح .آمین. بجاہ النبی الامین علیہ ۔

قولہ اگر کوئی براہِ راست اللہ تعالیٰ سے رابطہ استوار کرلے گا۔ اھ

منقول۔

اللہ تعالیٰ سے براہِ راست رابطہ ناممکن ہے

بیگ صاحب کا یہ کہنا سراسر ضلالت و جہالت ہے۔ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے براہِ راست رابطہ قائم نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے تک رسائی کے لیے اپنے محبوب کے دروازہ پر آنے کی ہدایت دی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے۔ ولوانھم اذظلموا انفسھم جآؤک فاستغفروا اللّٰہ واستغفرلھم الرسول لوجدوا اللّٰہ تواباً رحیماً۔ (پ ۵ رکوع ۶) اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا

مہربان پائیں۔(کنزالایمان ص ۱۳۹)

اس آیت میں ظلم ظالم اور زمان میں کسی قسم کی قید نہیں۔ ہر قسم کا مجرم ہر زمانے میں خواہ کسی قسم کا جرم کرے تمہارے آستانے پر آجاوے۔اور جآؤک میں یہ قید نہیں کہ مدینہ مطہرہ میں ہی آئے بلکہ ان کی طرف توجہ کرنا یہ بھی ان کی بارگاہ میں حاضری ہے۔اگر مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہوجائے تو زہے نصیب۔اس سے معلوم ہوا کہ حضور کی بارگاہ وہ شفا خانہ ہے جس میں ہر بیماری کی دوا ہے۔کسی کو محروم واپس نہیں کیا جاتا۔کوئی آنے والا ہو" (نورالعرفان)

بیگ صاحب کی معلومات میں اضافہ کے لیے مزید عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی وساطت سے عبادت کی۔مقبول بارگاہ خداوندی ہوئے۔مگر ابلیس نے اس وسیلے کا انکار کیا اور براہ راست اللہ تعالیٰ سے رابطہ استوار کرنا چاہا،تو راندۂ درگاہ الٰہی ہوگیا۔اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قولہ تو پھر چند لوگوں کی روحانیت کا سکہ کیسے چلے گا۔ کچھ لوگ ہیں جو عام گناہگاروں کا براہ راست تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم نہیں ہونے دیتے۔ ۹۱ھ

فتقول یہ بیگ صاحب کی محبوبان خدا کے بارہ میں سخت گستاخی ہے۔ بیگ صاحب سے عرض ہے کہ عوام تیرنا نہیں جانتے اس لیے محبوبانِ خدا انہیں،اپنے ساتھ باحفاظت معرفت الٰہی کے سمندر سے گزار کر واصل بحق کرتے ہیں۔ دریا کے کنارے جو شخص تیرنا نہ جانتا ہو وہ ملاح اور بیڑی والے کا وسیلہ ہی تلاش کیا کرتا ہے۔اور اگر براہ راست سمندر میں کود پڑے تو ڈوب کر ہلاک ہونا یقینی ہوتا ہے۔ملاح بیڑی چلاتا ہے۔ بے شک بیٹھنے والوں سے مزدوری لیتا ہے لیکن بیٹھنے والے اس کے وسیلہ سے دوسرے کنارے پر لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح مشائخ وعلماء حضرات عوام کو واصل بحق کرتے ہیں اور عوام اپنی خوشی سے ان کی خدمت کرتے ہیں۔اسے سکہ چلانا کہنا سخت ضلالت و جہالت ہے۔واللہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم.

قولہ وہ ایک انسان کو دنیا میں بھیجنے سے پہلے اس کا خیال رکھنے والے ماں اور باپ کو بھیج چکا ہوتا ہے اھ

فنقول بیگ صاحب نے یہ لکھ کر مان لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔ وہ کسی بھی مقصد کے حصول کے لے سبب پیدا فرما دیتا ہے۔ تو پھر انبیآء و اولیاء کے سبب بنے ہی کا انکار کیوں کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بے وسیلہ جسے چاہے بخشے اور وسیلے کے لحاظ سے جسے چاہے بخشے دونوں میں وہ خودمختار ہے۔ پھر وسیلے کا انکار کیوں کیا جا رہا ہے؟

قولہ اگر آپ وسیلہ ومغفرت کے لیے پیروں فقیروں اور بزرگوں کو بڑا مانتے ہیں تو پھر بے چارے یہودیوں اور عیسائیوں کو اللہ تعالیٰ خواہ مخواہ مطعون ٹھہرا رہا ہے۔" اھ

فنقول۔

بیگ صاحب مغفرت کے لیے پیروں کو بڑا ماننے کے منکر ہیں

بیگ صاحب کو اتنا پتہ نہیں کہ پیر فقیر اور بزرگ عام مسلمانوں سے بڑے ہی ہوتے ہیں اسی لیے تو انہیں بزرگ مانا جاتا ہے۔ جب وہ بڑے ہوتے ہیں تو پھر وہ چھوٹوں کا وسیلہ بننے کی اہلیت رکھتے ہیں لہٰذا بیگ صاحب کا انکار سراسر عقل و دانش کے خلاف ہے۔ یہود وعیسائی اپنے بڑوں کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔ اور خدا کا بیٹا خدا کا شریک ہوتا ہے۔ اس لیے وہ مطعون ہیں خواہ مخواہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ انہیں مطعون نہیں ٹھہرا رہا ہے۔ اس کے برعکس مسلمان بزرگوں پیروں فقیروں کو اللہ کا محبوب مانتے ہیں بیٹا نہیں مانتے ہیں یہود و عیسائی محبوبان خدا کی محبت میں افراط و تفریط کی وجہ سے مطعون ہوئے اور ہم لوگ محبوبان خدا کی محبت اعتدال سے کرتے ہیں۔ ؎ گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

قولہ شفاعت اور وسیلے کا جو تصور ہمارے اندر جڑ پکڑ چکا ہے۔ اس کی وجہ سے مزار پرستی اور شخصیت پرستی جنم ہی نہیں لے چکی بلکہ اپنی مکروہ ترین شکل میں ہمارے سامنے آ چکی ہے۔ اھ

فنقول

یہ بیگ صاحب کا ایک اور جھوٹا الزام ہے

محبوبان خدا کو بزرگ ماننا اور ان کی وفات پر ان کی قبور کی تعظیم بجالانا مزار پرستی اور شخصیت پرستی نہیں بزرگوں کی تعظیم ہے اور بزرگوں کی تعظیم سوائے وہابیہ نجدیہ کے کون نہ کرے گا۔

قولہ عبدالقادر حسن ایک اچھے لکھاری ہیں الی آخرہ"

فنقول بیگ صاحب کی طرح عبدالقادر حسن نے اہل سنت کو بدنام کرنے کے لیے یہ افسانہ تیار کیا ہوگا۔ کوئی سنی مسلمان ایسا نہیں کرسکتا۔ کعبۃ اللہ میں دعا کی مقبولیت پر ہر مسلمان کا ایمان ہے۔ وھذا آخر ما اردنا ایراده في هذه المقالة النافعة تقبلها الله تعالیٰ بمنه العظيم ورسوله الكريم وانا الفقير ابوالكرم احمد حسين قاسم الحيدرى الرضوى غفر الله لهٔ المدرس بالجامعة الحيدرية فضل المدارس بهيائى من مضافات سنهسه آزاد کشمیر. (۳۰ رمضان المبارک ۱۴۲۱ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تیئسواں مقالہ

خلفائے ثلاثہ کے طریقِ انتخاب پر ایک نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله ربّ العالمين والصلوٰة والسلام على سيّد الانبيآء والمرسلين وعليهم وعلىٰ الهم واصحابهم خصوصاً على الخلفاء الراشدين المهديين رضوان الله تعالىٰ عليهم اجمعين . اما بعد !

اس مختصر رسالہ میں خلفائے ثلاثہ حضرت ابوبکر صدیق ' حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقِ انتخاب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرفِ قبولیت بخشے اور ذریعہء ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلّم

عقائد درباره خلافت راشده

(۱) نبی ﷺ کے بعد خلیفہء برحق و امام مطلق حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق پھر حضرت عمر فاروق پھر حضرت عثمان غنی پھر مولا علی پھر چھ مہینے کے لئے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہم ہوئے۔ ان پانچ حضرات کو خلفائے راشدین اور ان کی خلافت کو خلافت راشدہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کی سچی نیابت کا پورا حق ادا فرمایا۔

(۲) انبیآء و مرسلین کے بعد تمام مخلوقات الٰہی انس و جن و ملک (۱) سے افضل صدیق اکبر ہیں پھر عمر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ جو شخص مولا علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کو صدیق یا فاروق سے افضل بتائے گمراہ بدمذہب ہے۔

(۳) اِن خلفائے راشدین کی خلافتیں بر ترتیب فضیلت ہیں یعنی جو عند اللہ افضل و اعلیٰ و اکرم تھا وہی پہلے خلافت پاتا گیا۔ (بہار شریعت۔ حصہ اوّل)

خلافت راشدہ کے بارہ میں حدیث

صحابیء رسول حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا۔ **الخلافة ثلاثون سنة ثم يكون ملكاً**۔ خلافت

---

(۱) ملک سے مراد غیر رسل ملائکہ یعنی عام ملائکہ ہیں کمالا یخفیٰ

میرے بعد) تیس سال ہوگی پھر بادشاہت ہوگی۔ رواہ احمد والترمذی وابوداؤد۔
(مشکوٰۃ۔ جلد دوم۔ ص ۱۶۷)

امام جلال الدین سیوطی نے یہ حدیث ان لفظوں میں نقل فرمائی۔ **الخلافة بعدی**
فی امتی ثلاثون سنة ثم یکون ملک بعد ذلک ۔ میرے بعد میری امت میں خلافت تیس
سال ہوگی پھر بادشاہت ہوگی۔ رواہ احمد والترمذی وابویعلیٰ فی مسندہ وابن حبان فی صحیحہ
ھذا حدیث صحیح (الجامع الصغیر۔ جلد دوم ص ۱۳)

اور امام علی قاری اس حدیث کی تخریج میں لکھتے ہیں۔ رواہ احمد والترمذی
وابوداؤد وکذا النسائی ذکرہ السید جمال الدین (مرقاۃ۔ جلد۔ ۱۰۔ ص ۱۲۴)

خلافت راشدہ کی مدت کی تفصیل

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
کی خلافت کی مدت جیسا کہ جامع الاصول وغیرہ کتب میں مذکور ہے دو سال اور چار مہینے
ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت دس سال اور چھ مہینے ہے اور حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت چند روز کم بارہ سال ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ
کی خلافت کی مدت چار سال اور نو مہینے ہے۔ اس حساب سے خلفائے اربعہ کی خلافتوں کی
کل مدت انتیس سال سات ماہ نو دن بنتی ہے۔ اور تیس سالوں سے جو تقریباً پانچ مہینے بچتے
ہیں یہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت سے پورے ہو جاتے ہیں۔ پس امام حسن بھی خلیفہء
راشد ہیں"۔ (اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۲۸۵)

خلفائے راشدین کی خلافتوں کی ترتیب کا ثبوت

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا۔ آج رات ایک نیک آدمی نے خواب میں دیکھا ہے کہ ابوبکر رسول اللہ سے جڑے
ہوئے ہیں اور عمر ابوبکر سے جڑے ہوئے ہیں اور عثمان عمر سے جڑے ہوئے ہیں۔ پھر جب

ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے اُٹھ آئے تو ہم کہنے لگے کہ نیک شخص تو خود رسول اللہ ہیں۔ اور ان حضرات کا آپس میں جڑنا اس امر کے والی ہونے میں ان کا اتصال ہے جس کے ساتھ اللہ نے اپنے نبی کو مبعوث فرمایا۔ (سنن ابی داؤد۔ ص ۲۸۱ جلد ۲۔ مشکوۃ ص ۲۵۰ جلد ۲)

شیخ عبدالحق دہلوی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔ یعنی خلفائے او یند در اجرائے احکام دین و شریعت بہمیں ترتیب۔ یعنی یہ تینوں حضرات رسول اللہ ﷺ کے خلفاء ہوں گے دین و شریعت کے احکام جاری کرنے میں اُسی ترتیب کے ساتھ جو بیان فرمائی گئی۔ (اشعۃ اللمعات ص ۶۶۲ جلد ۴)

حضرت صدیق اکبر کی خلافت کی طرف اشارے موجود ہیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول ﷺ کو اس بات کا علم عطا فرمایا تھا کہ ان کے وصال کے بعد ان کے خلفاء ابوبکر، عمر، عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوں گے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اپنی امت کی راہنمائی کے لئے وقتاً فوقتاً حضرت صدیق اکبر و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی خلافتوں کی طرف اشارہ فرماتے رہے ہیں۔ چند احادیث ہدیہء ناظرین کی جاتی ہیں۔

(۱) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اقتدوا بالذین من بعدی ابوبکر وعمر ۔ میرے بعد جن دو شخصوں کی تم پر پیروی فرض ہے وہ ابوبکر و عمر ہیں۔ رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وصححہ السیوطی (الجامع الصغیر۔ ص ۵۱ جلد ۱)

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ اقتدوا بالذین من بعدی من اصحابی ابوبکر وعمر ۔ میرے بعد میرے صحابہ میں سے جن دو شخصوں کی پیروی تم پر لازم ہے وہ ابوبکر و عمر ہیں۔ رواہ الترمذی وصححہ السیوطی (الجامع الصغیر ص ۵۱ جلد ۱)

(۲) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک خاتون رسول اللہ

ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ آپ نے اُسے پھر حاضرِ بارگاہ ہونے کا حکم دیا تو اس نے عرض کیا۔ آپ ذرا یہ تو بتائیں کہ اگر میں پھر آؤں اور آپ کو نہ پاؤں (تو پھر میں کس کے پاس جاؤں گی)۔ آپ نے فرمایا۔ ان لم تجدینی فأت ابا بکر۔ اگر تو مجھے نہ پائے تو ابو بکر کے پاس آؤ۔ اخرجہ البخاری ومسلم۔ (صواعق محرقہ ص ۲۰)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ ان جئت فلم تجدینی فأت ابا بکر الخلیفة من بعدی۔ اگر تو آئے اور مجھے نہ پائے تو ابو بکر کے پاس آؤ جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ اخرجہ ابن عساکر۔ (صواعق محرقہ ص ۲۰)

(۳) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ یکون خلفی اثنا عشر خلیفة ابو بکر لایلبث الّا قلیلاً۔ میرے بعد بارہ خلیفے ہوں گے۔ ابو بکر بہت تھوڑی مدت ٹھہریں گے۔ اخرجہ ابو القاسم البغوی بسند حسن۔ (صواعق محرقہ ص ۲۰)

(۴) حضرت انس رضی اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ظاہری حیات کے آخری ایام میں ایک خطبہ میں فرمایا۔ سدّوا عنّی کل خوخة فی هذا المسجد غیر خوخة ابی بکر۔ اس مسجد میں مجھ سے سب روشن دان بند کر دو سوائے ابو بکر کے روشن دان کے۔ (صواعق محرقہ ص ۲۲)

بخاری و مسلم کے الفاظ یہ ہیں۔ لا تبقین فی المسجد خوخة الّا خوخة ابی بکر۔ مسجد میں ابو بکر کے روشن دان کے سوا کوئی روشن دان ہرگز باقی نہ رکھو۔ (مشکوٰۃ ص ۲۴۳ جلد ۲)

امام احمد بن حجر ہیتمی اس حدیث کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں اس حدیث میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ خلیفہ مسجد کے قرب کا محتاج ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ لوگوں کو نمازیں پڑھاتا اور ان کے امور کو سر انجام دیتا ہے۔ (صواعق محرقہ ص ۲۲)

(۵) حضرت انس رضی اللہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنی مصطلق کے لوگوں نے مجھے

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس غرض کے لئے بھیجا کہ میں آپ سے یہ بات پوچھوں ک
آپ کی وفات کے بعد یہ قبیلہ اپنے صدقات کس شخص کو ادا کرے گا۔ میں نے حاضر خدم
ہوکر یہ بات عرض کی تو آپ نے فرمایا۔ الی ابی بکر۔ ابوبکر کو ادا کرو گے۔ اخرجہ الحا
وصححہ'۔ (صواعق محرقہ ص ۲۲)

(۶) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ا
مرض الوفاۃ میں مجھ سے فرمایا۔ اپنے والد اور اپنے بھائی کو بلا لاؤ تاکہ میں وصیت لکھوا
مجھے خوف ہے کہ تمنا کرنے والا کوئی شخص تمنا کرے گا اور کہے گا کہ میں خلافت کا زیا
حقدار ہوں۔ ویابی اللّٰہ والمؤمنون الّا ابا بکر ۔ حالانکہ اللہ اور مومن لوگ ابوبکر کے س
ہر شخص کا انکار کریں گے۔ اخرجہ مسلم فی صحیحہ۔ (صواعق محرقہ ص ۲۲)

(۷) حضرت ابن زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مرض الوفاۃ میں رسو
اللہ ﷺ نے صحابہ کو باجماعت نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ اس وقت ابوبکر موجود نہ تھے۔ اس ۔
حضرت عمر آگے بڑھے اور انہوں نے نماز پڑھا دی۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمای
لا لالا یابی اللّٰہ والمسلمون الّا ابا بکر فیصلی بالناس ابوبکر ۔نہیں نہیں نہیں۔ اللہ ا
مسلمان ابوبکر کے سوا ہر ایک شخص کا انکار کریں گے اس لئے ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھائیں

(صواعق محرقہ ص ۲۳)

امام ابن حجر اس حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں۔ علماء حق نے فرمایا ہے کہ اس حدی
میں اس بات پر واضح دلیل موجود ہے کہ صدیق اکبر صحابہ میں مطلقاً سب سے افضل' خلاف
کے سب سے زیادہ حقدار اور امامت میں سب سے بہتر تھے۔ (صواعق محرقہ ص ۲۳)

(۸) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض
کیا۔ یارسول اللہ۔ میں نے ایک ڈول دیکھا جو آسمان سے لٹکا ہوا ہے۔ ابوبکر آئے او
انہوں نے اُسے پکڑا اور تھوڑا سا اُس سے پیا۔ پھر عمر آئے اور انہوں نے اُسے پکڑا او
انہوں نے اس سے سیر ہوکر پیا۔ پھر عثمان آئے اور انہوں نے اسے پکڑا اور اس سے سیر
کر پیا۔ پھر علی آئے۔ آپ نے اس سے چند گھونٹ پیے تھے کہ وہ ڈول واپس کھینچ لیا گیا۔'

رواہ احمد وابوداؤد (صواعق محرقہ ص ۲۵)

(۹) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ جب آپ نے چاہا ابوبکر کو آگے کیا تو آپ نے فرمایا لست انا اقدمہ ولکن اللہ قدمہ۔ میں اُسے آگے نہیں بڑھاتا بلکہ اللہ نے اُسے آگے بڑھایا ہے۔ رواہ ابوبکر الشافعی وابن عساکر (صواعق محرقہ ص ۲۵)

مسلمان ان احادیث متبرکہ کو پڑھیں سمجھیں اور سوچیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا یہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپ کے خلفاء کی ترتیب اس طرح ہو کہ پہلے خلیفہ ابو بکر ہوں، دوسرے عمر، تیسرے عثمان اور چوتھے علی۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین۔ ولہذا اس بلا فصل ترتیب کو ماننا ہی حق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت بخشے۔

رسول اللہ کے وصال پر خلافت کا مسئلہ کس نے اٹھایا تھا؟

ملک شیر محمد خان اعوان اپنے مضمون '' جانشین رسول کا انتخاب۔ صحیح تاریخ کے آئینے میں'' میں رقمطراز ہیں۔ '' آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے۔ مقصد یہ تھا کہ باہمی مشورہ سے انصار میں آپ کا ایک جانشین منتخب کر لیں۔ عصر حاضر کے مشہور مؤرخ محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں۔ یہ ایک فطری امر تھا اور انصار کے حساس ہونے کا نتیجہ تھا۔ وہ نبی ء کریم ﷺ کے وصال کی خبر سنتے ہی مدینے کے زمام حکومت کے بارہ میں فوراً سوچ میں پڑ گئے۔ (ابوبکر صدیق اکبر)

مسند ابو یعلیٰ میں حضرت عمر کا حسب ذیل قول درج ہے۔ ہم رسول اللہ کے خانہ مبارک میں بیٹھے تھے کہ دفعتہً دیوار کے پیچھے سے ایک آدمی نے آواز دی کہ ابن خطاب باہر آؤ۔ میں نے کہا۔ چلو۔ ہٹو۔ ہم لوگ آنحضرت کے بندوبست میں مشغول ہیں۔ اس نے کہا۔ ایک حادثہ پیش آیا ہے یعنی انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھے ہوئے ہیں۔ اس لئے جلد پہنچ کر ان کی خبر لو۔ ایسا نہ ہو کہ انصار کچھ ایسی بات کر بیٹھیں جس سے لڑائی چھڑ جائے۔ اس وقت میں نے ابوبکر سے کہا۔ چلو''۔

اس سے ظاہر ہوا کہ نہ حضرت ابوبکر نے اور نہ حضرت عمر نے خلافت کی بحث کو
چھیڑا تھا اور نہ وہ اپنی خوشی سے سقیفہ بنی ساعدہ کو جانا چاہتے تھے۔

اس وقت مسلمانوں کی جماعت تین گروہوں میں تقسیم کی جا سکتی تھی۔ بنو ہاشم جس
میں حضرت علی بھی شامل تھے۔ مہاجرین جن کے رئیس حضرت ابوبکر وعمر تھے۔ انصار جن کے
شیخ قبیلہ سعد بن عبادہ تھے۔ ان تینوں میں سے ایک گروہ بھی خلافت کے خیال سے خالی نہ
تھا۔ انصار نے تو اعلانیہ اپنا ارادہ ظاہر کر دیا تھا۔ آنحضرت کے وصال کے بعد حضرت
فاطمہ کے گھر میں ایک مجمع ہوا جس میں تمام بنو ہاشم اور ان کے تبع شریک تھے۔ اور حضرت
علی ان کے پیش رو تھے۔ صحیح بخاری میں حضرت عمر کی زبانی یہ روایت ہے کہ ہماری
سرگذشت یہ ہے کہ جب خدا نے اپنے پیغمبر کو اٹھا لیا تو انصار نے قاطبۃً ہماری مخالفت کی
اور سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے۔ اور علی اور زبیر اور ان کے ساتھیوں نے مخالفت کی اور
مہاجرین ابوبکر کے پاس جمع ہوئے۔ امام مالک کی روایت میں یہ واقعہ اور صاف
ہو گیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں اور علی اور زبیر اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے وہ حضرت
فاطمۃ الزہرا کے گھر میں ہم سے الگ ہو کر جمع ہوئے۔ (فتح الباری)

تاریخ طبری میں ہے۔ اور حضرت علی و زبیر نے علیحدگی اختیار کی اور زبیر نے
تلوار میان سے کھینچ لی اور کہا جب تک علی کے ہاتھ پر بیعت نہ کی جائے میں تلوار کو میان میں
نہ ڈالوں گا۔

ان تمام روایتوں سے صاف یہ نتائج نکلتے ہیں کہ آنحضرت کے وصال کے ساتھ
ہی خلافت کے باب میں مسلمانوں کے تین گروہ ہو گئے تھے۔ انصار۔ مہاجرین اور
بنو ہاشم۔ مہاجرین حضرت ابوبکر کے ساتھ تھے اور بنو ہاشم حضرت علی کے ساتھ۔ جس طرح
حضرت ابوبکر وعمر آنحضرت کو چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ چلے گئے تھے اسی طرح حضرت علی بھی
آنحضرت کے پاس سے چلے گئے تھے۔ اور حضرت فاطمہ کے گھر میں بنو ہاشم کا مجمع ہوا تھا۔

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت ستمبر ۲۰۰۱ء ص ۰

صدیق اکبر کا انتخاب

ابن سعد، حاکم اور بیہقی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ جب انصار حضرت سعد بن عبادہ کے گھر کے چبوترہ پر جمع ہوئے اور اُس وقت ان میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی موجود تھے تو انصار کا ایک خطیب اٹھ کھڑا ہوا اور وہ اس طرح گویا ہوا۔ اے مہاجرین کی جماعت۔ اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب تمہارے کسی شخص کو کسی کام پر مامور فرماتے تھے تو اس کے ساتھ ہمارے شخص کو بھی شریک کرتے تھے۔ پس ہماری رائے یہ کہ دو حکمران ہوں گے ایک ہماری جماعت سے اور دوسرا تمہاری جماعت سے۔ بعد ازاں انصار کے باقی خطیبوں نے بھی اسی رائے پر زور دیا۔ آخر میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو فرمایا۔ اے انصار۔ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ مہاجرین میں سے تھے۔ اور ان کا خلیفہ مہاجرین ہی سے ہوگا۔ ہم رسول اللہ کے انصار تھے۔ ہم ان کے خلیفہ کے انصار ہوں گے جس طرح ہم رسول اللہ کے انصار تھے۔ یہ کہہ کر آپ نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا۔ یہ تمہارے صاحب ہیں۔ حضرت زید کی اس تقریر کے خاتمہ پر حضرت عمر نے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی پھر باقی مہاجرین نے بیعت کی پھر انصار نے بیعت کی۔ پھر جب حضرت ابوبکر منبر رسول پر خطبہ دینے کے لئے بیٹھے تو آپ نے لوگوں کے چہرے دیکھے۔ مگر حضرت زبیر کا چہرہ نہ دیکھا تو اُن کو بلا بھیجا۔ جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا۔ اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے اور ان کے مددگار۔ کیا آپ نے مسلمانوں کا عصا توڑنے کا ارادہ کر رکھا ہے۔ حضرت زبیر نے فرمایا۔ لا تثریب یا خلیفۃ رسول اللّٰہ۔ اے رسول اللہ کے خلیفہ کوئی ملامت کی بات نہیں۔ پھر وہ اٹھے اور انہوں نے آپ کی بیعت کی۔ پھر حضرت ابوبکر نے لوگوں کے چہروں کو دیکھا تو حضرت علی کو نہ دیکھا۔ آپ نے ان کو بلا بھیجا وہ آئے تو آپ نے فرمایا۔ اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے اور ان کے داماد۔ کیا آپ نے مسلمانوں کا عصا توڑنے کا ارادہ کیا ہے۔ حضرت علی نے بھی فرمایا۔ لاتثریب یا خلیفۃ

رسول اللہ ۔ اے رسول اللہ کے خلیفہ ۔کوئی ملامت کی بات نہیں ۔ فبایعہ ۔ پھر حضرت علی نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی ۔ (صواعق محرقہ ۔ص ۱۱)

حضرت علی نے حضرت ابوبکر کی بیعت میں تاخیر کیوں کی تھی؟

امام جلال الدین سیوطی نے مؤرخ ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق نے خلافت سنبھالی اور منبر پر بیٹھ کر پہلا خطبہ دیا تو سب مسلمانوں نے آپ کی بیعت قبول کی ۔ اس موقع پر حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ **ماغضبنا الاّ لانّا اخّرناعن المشورة وانانری ابابکر احق الناس بها انه لصاحب الغار وانالنعرف شرفه وخیره ولقد امره رسول اللہ ﷺ بالصلوٰة بالناس وهو حیّ** ۔ہمیں صرف اس بات نے غصہ میں ڈالا ہے کہ ہمیں مشورہ میں شامل نہیں کیا گیا ورنہ ہم مانتے ہیں کہ ابوبکر خلافت کے سب لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں ۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے یار غار ہیں اور ہم ان کے شرف و برتری کو جانتے ہیں اور بے شک رسول اللہ ﷺ نے اپنی ظاہری زندگی میں آپ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے ۔ (تاریخ الخلفاء ص ۵۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتخاب

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ جب ان کی وفات کے بعد خلافت کا مسئلہ پیدا ہوگا تو امت میں اختلاف عظیم ظاہر ہوگا ۔ اور مسلمانوں میں پھوٹ پڑے گی ۔ اس لئے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر دینے کے بارہ میں صحابہ سے مشورے لینے شروع کر دیئے ۔ امام سیوطی امام واقدی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر مرض الوفاۃ میں مبتلاء ہوئے تو آپ نے سب سے پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے فرمایا۔ عمر بن خطاب کے بارہ میں مجھے خبر دو ۔ انہوں نے عرض کیا ۔آپ جس امر کے بارہ میں مجھ سے پوچھتے ہیں اُسے آپ خود مجھ سے زیادہ جانتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا۔ اگرچہ میں اچھی طرح جانتا ہوں لیکن پھر بھی مشورہ لیتا ہوں ۔ انہوں نے عرض کیا۔ خدا کی قسم ۔

آپ جو رائے رکھتے ہیں وہ بہتر ہے۔ پھر آپ نے حضرت عثمان کو بلایا اور ان سے بھی فرمایا۔ مجھے عمر کی خبر دو۔ انہوں نے عرض کیا آپ اس بارہ میں زیادہ آگاہی رکھتے ہیں۔ پھر آپ نے سعید بن زید اور اسید بن حضیر وغیرھما مہاجرین وانصار کے سرکردہ اشخاص سے بھی مشورہ لیا۔ انہوں نے بھی اس رائے کو اچھا بتایا۔ بعض صحابہ آپ کے پاس آئے اور انہوں نے حضرت عمر کی سخت گیری کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا۔ تو مجھے خدا کا خوف یاد دلاتا ہے۔ اگر قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نے اس بارہ میں مجھ سے پوچھا تو میں کہوں گا۔ اے اللہ۔ میں نے تیری مخلوق میں سب سے بہتر شخص کو خلیفہ بنایا تھا۔ چیدہ چیدہ صحابہ سے مشاورت کے بعد آپ نے حضرت عثمان کو بلایا اور یہ وصیت نامہ لکھوایا۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ عہد ہے جو ابو بکر بن قحافہ نے اس دنیا سے نکلنے اور آخرت میں داخل ہونے کے اس وقت میں کیا ہے جس وقت میں کافر ایمان لے آتا ہے اور فاجر یقین کرتا ہے اور جھوٹا سچ بولتا ہے۔ میں نے اپنے بعد تم پر عمر بن خطاب کو خلیفہ مقرر کر دیا ہے۔ پس تم اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ میں نے اس بارہ میں اللہ کے حق، اس کے رسول کے حق، اس کے دین کے حق، اپنے حق اور تم سب مسلمانوں کے حق میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔ سو اگر وہ اپنے دور خلافت میں انصاف کرے گا تو یہ میرا اس کے بارہ میں حسن ظن اور علم ہے اور اگر ایسا نہیں کرے گا تو ہر شخص اپنے کیے کا ذمہ دار ہے۔ میں نے بہتری کا ارادہ کیا ہے۔ اور میں غیب کا علم نہیں رکھتا اور عنقریب ظالم لوگ جان لیں گے کہ وہ کس قسم کے انجام کی طرف پھریں گے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''۔

یہ عہد نامہ لکھوانے کے بعد آپ نے اس پر اپنی مہر لگائی پھر حضرت عثمان کو حکم دیا تو وہ یہ عہد نامہ مہر لگا کر نکلے اور لوگوں نے حضرت عمر کی بیعت کی اور اس بیعت پر رضامند ہو گئے۔ پھر حضرت عمر کو بلا کر جو نصیحتیں کرنی تھیں وہ پردے میں کیں۔ پھر حضرت ابو بکر نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی۔ **اللھم لم ارد بذلک الا صلاحھم وخفت علیھم الفتنۃ فعملت فیھم لماانت اعلم بہ واجتھدت لھم رأیاً فولیت علیھم خیر ھم واقوھم علیھم واحرصھم علیٰ ماارشد ھم وقد حضرنی من امرک ماحضر فاخلفنی فیھم فھم عبادک ونواصیھم**

بیدک اصلح اللھم ولا تھم واجعلہ من خلفاء ک الراشدین واصلح لہ رعیتہ ۔
اے اللہ ۔ میں نے نہیں ارادہ کیا مگر لوگوں کی اصلاح کا اور میں ان پر فتنے کا خوف رکھتا تھا تو میں نے ان پر اس شخص کو عامل بنایا جس کو تو بہتر جانتا ہے ۔ اور میں نے اپنے اجتہاد سے کام لیا تو ان پر ان کے بہترین شخص کو والی بنایا جو ان میں سب سے زیادہ قوت والا اور مسلمانوں کی ہدایت پر سب سے زیادہ حرص والا تھا ۔ پس تو اسے اپنے راشدین خلفاء میں سے کر اور اس کے لئے اس کی رعایا کو درست بنا دے ۔ (تاریخ الخلفاء ص ۶۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو پسند فرمایا تھا

ابن عساکر یسار بن حمزہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مرض الوفاۃ میں مبتلاء ہوئے تو آپ نے روشندان سے سر نکال کر لوگوں سے فرمایا ۔ میں نے ایک عہد لکھوا دیا ہے کیا تم اس عہد پر راضی ہو؟ سب لوگوں نے بیک زبان کہا ۔ رضینا یا خلیفۃ رسول اللہ ۔ اے رسول اللہ کے خلیفہ ہم راضی ہو گئے ہیں ۔ پھر حضرت علی نے اٹھ کر کہا ۔ لا نرضی الاّ ان یکون عمر ۔ ہم صرف اس صورت میں راضی ہوں گے کہ آپ نے جس شخص کو خلیفہ مقرر کیا ہے وہ عمر ہوں ۔ آپ نے فرمایا ۔ فانہ عمر ۔ تو پھر بے شک وہ عمر ہی ہیں ۔ (صواعق محرقہ ص ۸۹)

الحمد للہ ۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دانش مندی کی وجہ سے آپ کی وفات کے بعد مسلمان کسی قسم کی پریشانی میں مبتلاء نہ ہوئے ۔ سب مسلمانوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم کر لیا ۔ اور آپ کی خلافت پر اجماع صحابہ قائم ہو گیا ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر جب قاتلانہ حملہ کیا گیا اور آپ کو زندگی سے ناامیدی ہوئی تو آپ نے اپنے بعد خلیفۃ المسلمین کے انتخاب کے لئے چھ صحابہ کرام کی مجلس شوریٰ

بنائی۔ ان بزرگوں کے نام یہ ہیں۔ حضرات عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص۔ اور ان حضرات کے لئے اپنی وفات کے بعد تین دنوں کے اندر اندر خلیفہ چننے کی قید بھی لگا دی۔ جب آپ کو اپنا وصی مقرر کرنے کے لئے کہا گیا تو آپ نے فرمایا میں ان چھ آدمیوں سے زیادہ خلافت کا کسی کو حقدار نہیں سمجھتا کیونکہ ان چھ شخصوں سے رسول اللہ ﷺ وفات کے وقت راضی تھے۔ پھر آپ نے فرمایا عبداللہ بن عمر کو بھی اس معاملہ میں گواہ بنایا جائے لیکن اسے خلیفہ نہ چنا جائے اور اگر خلافت سعد کو ملے تو فبہا ورنہ جو تم میں سے امیر بن جائے وہ ان سے امور خلافت میں مدد ضرور لے۔ میں نے انہیں کسی عجز یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا۔ پھر فرمایا۔ میں نے اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے کی وصیت کرتا ہوں اور اُسے مہاجرین وانصار کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور شہر والوں کے ساتھ بھی اسی قسم کا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔

محدث حاکم حضرت سعید بن المسیب سے روایت کرتے ہیں **فلما فرغ من دفنه ورجعوا اجتمع هؤلاء الرهط** ۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین سے فراغت حاصل ہوئی تو یہ چھ شخص ایک جگہ جمع ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا تم اپنا معاملہ تین شخصوں کے سپرد کر دو اور تین شخص خود بخود دستبردار ہو جاؤ۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنا معاملہ علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا ہے۔ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنا معاملہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا ہے اور طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنا معاملہ عثمان رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا ہے۔ پھر عبدالرحمٰن۔ عثمان اور علی رضی اللہ عنہم ایک جگہ جمع ہوئے۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا میں خلافت کا ارادہ نہیں رکھتا۔ پھر تم دونوں میں سے کون خلافت سے دستبردار ہوتا ہے۔ دونوں بزرگ خاموش رہے۔ فرمایا۔ تم خلیفہ کے انتخاب کا معاملہ میرے سپرد کر دو جو تم میں سے افضل ہوگا میں اسی کو خلیفہ بناؤں گا۔ دونوں نے بیک زبان کہا۔ ہاں آپ اس معاملہ میں خود مختار ہیں۔ پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خلوت میں کہا۔ اسلام لانے میں آپ کی پہل ہے اور آپ

رسول اللہ کے قرابت دار بھی ہیں ۔ اگر میں آپ کو خلیفہ بنا دوں تو کیا آپ انصاف کریں گے اور اگر آپ پر دوسرے کو خلیفہ بنا دوں تو آپ اس کی بات سنیں گے اور اس کی اطاعت کریں گے ؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں ۔ پھر یہی بات انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی کہی اور انہوں نے بھی ہاں کی ۔ **فلما اخذ میثاقهما بايع عثمان وبايعه علی وكانت مبايعته بعد موت عمر بثلاث ليال** ۔ پھر جب دونوں بزرگوں سے یہ عہد لے چکے تو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اسی وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ۔ اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد تین دنوں کے اندر اندر خلیفہ کے انتخاب کا مسئلہ حل ہو گیا ۔ (صواعق محرقہ ص ۱۰۵)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان کرنے سے پہلے مہاجرین اور انصار کے دیگر سرکردہ اشخاص سے بھی مشورہ کیا تھا ۔ چونکہ اکثریت نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انتخاب کی رائے دی تھی اس لئے انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان کیا تھا ۔ سو جب حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہونے کے لئے بیٹھے تو آپ نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا۔ **انی رأيت الناس يابون الا عثمان** ۔ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ سب سوائے عثمان کے ہر شخص کی خلافت کا انکار کرتے ہیں ۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اس وقت فرمایا ۔ **اما بعد يا علی فانی قد نظرت فی الناس فلم ارهم يعدلون بعثمان . فلا تجعلن علی نفسک سبيلاً** ۔ اے علی ! میں نے لوگوں کی رائے میں غور کیا تو میں نے انہیں عثمان رضی اللہ عنہ سے ہٹتے ہوئے نہیں پایا اس لئے آپ ہرگز اپنے نفس پر کوئی راہ نہ بنائیں ۔ پھر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا ۔ **نبايعک علی سنة الله وسنة رسوله وسنة الخليفتين بعده فبايعه عبدالرحمن وبايعه المهاجرون والانصار** ۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا ہم تیری

بیعت اللہ کی سنت اس کے رسول کی سنت اور رسول اللہ کے دو خلیفوں کی سنت پر کرتے ہیں پھر مہاجرین اور انصار نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ (صواعق محرقہ ص ۱۰٦)

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے خلوت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا اگر میں آپ کو خلیفہ نہ بناؤں تو آپ مجھے کیا مشورہ دیتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناؤ۔ پھر یہی بات خلوت میں حضرت علی سے پوچھی تو انہوں نے فرمایا۔ عثمان کو خلیفہ بناؤ۔ پھر حضرت زبیر سے یہی بات پوچھی تو انہوں نے کہا علی یا عثمان کو خلیفہ بناؤ۔ پھر سعد سے یہی بات پوچھی تو انہوں نے کہا عثمان کو خلیفہ بناؤ پھر آپ نے بڑے بڑے بزرگوں سے اس بارہ میں مشورہ لیا تو اکثریت کو حضرت عثمان کے حق میں پایا۔ (صواعق محرقہ ص ۱۰٦)

حضرت علی نے خلفائے ثلاثہ کی خلافتوں کو تسلیم کیا تھا

حضرت ابوبکر، حضرت عمر، اور حضرت عثمان رضوان اللہ علیہم کے انتخابات کے بارہ میں ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس سے روز روشن کی طرح روشن ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ان تینوں بزرگوں کی خلافتوں کو تسلیم کیا ہے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ امام ابن حجر ہیتمی لکھتے ہیں۔ ان ساری بحثوں سے ثابت ہوا کہ حضرت عثمان کی خلافت صحیح ہے اور اس پر اجماع صحابہ قائم ہوا ہے۔ اور اس میں نہ کوئی شک ہے اور نہ کوئی نزاع ہے۔ وان علياً رضی الله عنه من جملة من بايعه وقد مر ثناء ه عليه وقوله انه غزا معه واقام الحدود بين يديه ومرايضاً احاديث كثيرة دالة علی خلافته وانها بعد خلافة عمر فلا نحتاج الیٰ اعادة ذلك هنا وانها فرع عن خلافة عمر التی هی فرع عن خلافة الصديق وقد قام الاجماع وادلة الكتاب والسنة علی حقية خلافة ابی بكر ولزم من ذلك قيامها علی حقية خلافة عمر ثم علی حقيقة خلافة عثمان فكانت بيعة صحيحة وخلافة حقاً لا مطعن فيها۔ اور بے شک علی رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے حضرت عثمان

کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اور یہ بیان بھی گزر چکا ہے کہ حضرت علی نے حضرت عثمان کی خلافت کو سراہا ہے اور حضرت عثمان کی خلافت کے دوران حضرت علی ان کے ہمراہ جہاد اور اللہ کی حدیں قائم کرتے رہے ہیں۔ اور بہت سی حدیثیں گزر چکی ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عثمان خلافت کریں گے اور ان کی خلافت حضرت عمر کی خلافت کے بعد ہوگی۔ اور اس بات میں تو کوئی شبہ نہیں کہ حضرت عثمان کی خلافت حضرت عمر کی خلافت کی فرع اور حضرت عمر کی خلافت حضرت ابوبکر کی فرع ہے اور اجماع اور کتاب و سنت کی دلیلیں اس بات پر قائم ہیں کہ حضرت ابوبکر کی خلافت حق ہے۔ سو اس کے حق ہونے سے لازم آتا ہے کہ حضرت عمر کی پھر حضرت عثمان کی خلافتیں بھی حق ہوں سو حضرت عثمان کی بیعت صحیح ہے اور اس کی خلافت حق ہے اس میں کسی قسم کا کوئی طعن پایا نہیں جاتا۔ (صواعق محرقہ ص ۱۰۶)

خلفائے ثلاثہ کی خلافتوں کا انکار کفر ہے

الحمدللہ۔ یہاں تک جو کچھ پیش کیا گیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافتیں برحق ہیں اور ان کے برحق ہونے پر صحابہ کرام کا بمع اہل بیت اجماع قائم ہے۔ حضرت علی اور ان کے گھر خاندان کے باقی سب افراد نے بھی ان خلافتوں کو حق تسلیم کیا ہے لہذا جو شخص ان تینوں حضرات کی خلافتوں کا انکار کرے یا معاذ اللہ ان کو خلافت ہائے غاصبہ کہے وہ دائرۂ ایمان و اسلام سے خارج ہے۔ ہمارے حنفی فقہائے کرام کا بھی یہی قول ہے۔ امام احمد طحطاوی لکھتے ہیں وان انکر خلافة الصدیق کفر کمن انکر الاسراء لا المعراج والحق فی الفتح عمر بالصدیق فی هذا الحکم والحق فی البرهان عثمان بهما ایضاً۔ اور اگر کوئی شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرے تو وہ کافر ہے جیسا کہ اسراء کا انکار کرنے والا کافر ہے لیکن معراج (زمین سے آسمانوں تک) کا انکار کرنے والا کافر نہیں اور امام ابن الھمام نے کتاب فتح القدیر میں حضرت عمر کو اس حکم میں حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور کتاب برھان میں حضرت عثمان کو بھی ان دونوں کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ (حاشیہ مراقی الفلاح فی بیان الالحق بالامامة ص ۲۰۴)

وھذا آخر ما اردنا ایراده فی ھذه المقالة المبارکة تقبلها اللّٰه تعالیٰ بمنّه العظیم ورسوله الکریم ﷺ وانا الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الھاشمی القریشی غفر اللّٰه تعالیٰ لی المدرس بالجامعة الحیدریة فضل المدارس سھنسه من مضافات آزاد کشمیر (۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ بمطابق ۴ جولائی ۲۰۰۴ء بروز سوموار بوقت ۵ بجے شام)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

چوبیسواں مقالہ

ولایتِ خاصہ کا ثبوت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ (۱) اولیاء اللہ ہیں یا نہیں؟ (۲) اولیاء اللہ کے بارہ میں میری ایک مولوی صاحب سے بحث ہوئی تو انہوں نے کہا کہ اولیاء اللہ مکھی کا پر بھی نہیں بنا سکتے اور اگر ان پر مکھی بیٹھ جائے تو اسے اڑانے کی سکت نہیں رکھتے۔ (۳) اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ اللہ کے سو اور کوئی ولی نہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا واقعی اولیاء اللہ اتنے کمزور ہیں ان میں کوئی پوشیدہ جوہر ہوتا ہے؟ جواب مدلل مفصل دے کر عنداللہ تعالیٰ ماجو ہوں۔ (السائل امداد علی خان ساکن اسلام آباد تحصیل سہنسہ آزاد کشمیر)

الجواب: وھوالموفق للصدق والصواب

بلاشبہ اولیاء اللہ ہیں اور وہ قیامت کے قرب تک رہیں گے۔ جس دن رو زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنا والا (ولی اللہ) نہ ہوگا۔ اس دن قیامت قائم ہو جائے گی۔ اولیا اللہ کا ثبوت قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **الا ان اولیآء اللّٰ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون. الذین امنو وکانو یتقون لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنی وفی الاخرۃ. لا تبدیل لکلمت اللہ ذلک ھو الفوزالعظیم.**

ترجمہ: خبردار بیشک اللہ کے ولیوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ ان کے لیے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے۔ اللہ کی باتوں کے لیے کوئی تبدی نہیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ (پ ۱۱ رکوع ۱۲)

اور رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ " بلاشبہ اللہ کے بندوں میں بعض وہ ہی جو نہ تو انبیاء ہیں اور نہ شہدا۔ قیامت کے روز انبیاء و شہدا ان پر ان کے مرتبہ کی وجہ رشک کریں گے جو انہیں اللہ کے پاس حاصل ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آ ہمیں ان لوگوں کے بارہ میں خبر دیجئے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حب

ہی کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں حالانکہ ان کی آپس میں کوئی رشتہ داری نہیں اور نہ
ل و دولت کا لین دین ہے۔ سو اللہ کی قسم ان کے چہرے پُرنور ہوں گے اور وہ خود نُور پر
وں گے جب لوگ خوف زدہ ہوں گے انہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ اور جب لوگ غمگین ہوں
گے تو انہیں کوئی غم نہ ہوگا۔ پھر آپ نے گواہی کے طور پر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی ۔ الآ
ن اولیآء اللّٰہ لا خوف علیھم ولاھم یحزنون ۔ خبردار بے شک اللہ کے ولیوں پر کوئی خوف
ہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔" (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۸ جلد۲)

اور حدیثِ قدسی میں اللہ کریم جل شانہٗ ارشاد فرماتا ہے۔ " جو شخص میرے کسی
لی سے دشمنی رکھے میں اُس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔ اور بندہ فرض کی ادائیگی کے
ریعہ سے جو میرا قرب پاتا ہے وہ اور کسی عمل سے نہیں پاتا۔ اور میرا بندہ نفلی عبادات کے
ذریعہ سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں
س کی شنوائی بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اور میں اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس
سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور اس کا پاؤں
بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اور بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ میں اس کا دل
بن جاتا ہوں جس سے وہ سوچتا ہے اور میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ
بولتا ہے۔ فبی یسمع وبی یبصر وبی یبطش وبی یمشی اور وہ میرے سبب سے سنتا ہے اور
وہ میرے سبب سے دیکھتا ہے اور وہ بندہ میرے سبب سے پکڑتا ہے اور وہ بندہ میرے ذریعہ
سے چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں ضرور اس کا سوال پورا کرتا ہوں۔ اور
اگر وہ میرے پاس پناہ مانگے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔"
(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ص ۱۸۱ جلد۲)

اور حدیث قدسی میں ہے۔ " میرے بندوں میں میرا ولی وہ ہے جو میرا ذکر
کرتا ہے تو میں اس کا ذکر کرتا ہوں" (تفسیر صاوی ص ۱۶۶ جلد۲)

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کسی شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ
اولیاء اللہ کون ہیں؟ فرمایا اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جن کی زیارت جب بھی کی جائے تو اللہ

یاد آ جاتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۴۲۲ جلد ۲)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "لوگوں کے اندر سے اور قبیلوں کے درمیان سے ایک قوم آئے گی جن کی آپس میں کوئی رشتہ داری نہ ہوگی۔ وہ اللہ کی خاطر ایک دوسرے سے محبت رکھیں گے۔ اور اللہ کی خاطر آپس میں میلان رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لئے قیامت کے روز نورانی ممبر رکھے گا تو وہ ان پر بیٹھیں گے۔ لوگ خوف و ہراس میں ہوں گے اور وہ خوف و ہراس میں نہ ہوں گے۔ اور وہ اولیاء اللہ ہیں کہ جن پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔" (تفسیر ابن کثیر۔ ص ۴۲۳ جلد ۲)

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "بعض وہ محبوبان خدا ہیں کہ جن کے بال بکھرے ہوتے ہیں اور دروازوں سے ہٹائے گئے ہوتے ہیں۔ اگر وہ اللہ پر قسم کھائیں تو اللہ ان کی قسم کو ضرور پورا کر دیتا ہے۔" (مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۱ جلد ۲)

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "ابدال شام میں ہیں۔ اور وہ چالیس مرد ہیں جب ان میں سے کوئی ایک مرد فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ میں کسی دوسرے شخص کو مقرر کر دیتا ہے۔ انہی کے سبب سے بارشیں ہوتی ہیں اور انہی کی وجہ سے دشمنوں پر امداد دی جاتی ہے۔ اور انہی کی وجہ سے اہل شام سے عذاب پھیرا جاتا ہے۔" (حسن الجلال السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۱۲۲ ج ۱)

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "زمین ان چالیس مردوں سے کبھی خالی نہیں ہوگی جن کے دل خلیل الرحمٰن کے دل پر ہوتے ہیں۔ سو انہیں کے سبب سے بارشیں ہوتی ہیں۔ اور انہی کے سبب سے مدد پہنچائی جاتی ہے۔ اور جب بھی ان سے کوئی ایک فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ میں کسی دوسرے شخص کو مقرر فرما دیتا ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت حسن بصری ان مردوں میں داخل ہیں۔" (الحاوی للفتاوی ص ۲۴۵ جلد ۲)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اس امت میں تیس ابدال ہوتے ہیں جن کے دل ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے دل پر ہوتے ہیں۔ جب کوئی ایک فوت ہو جاتا ہے تو اللہ

تعالیٰ اس کی جگہ میں کسی دوسرے شخص کو مقرر کر دیتا ہے۔ (ھذا حدیث صحیح کما قال السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۱۲۲ جلد اول)

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "میری امت میں ابدال تیس ہیں۔ انہی کے سبب سے زمین قائم ہوتی ہے اور انہیں کی وجہ سے بارشیں ہوتی ہیں اور انہی کے باعث امداد الٰہی شاملِ حال ہوتی ہے۔" (جامع صغیر ص ۱۲۲ جلد ۱)

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اہل شام میں ابدال ہیں اور انہی کے سبب سے امداد دی جاتی ہے اور انہی کے باعث رزق پہنچایا جاتا ہے۔ (ھذا حدیث حسن کما قال السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۱۲۲ جلد ۱)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس مرد ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک مرد فوت ہو جاتا ہے تو اللہ اس کی جگہ میں کسی دوسرے شخص کو فائز فرما دیتا ہے۔ انہی کے سبب سے بارشیں ہوتی ہیں اور انہی کی وجہ سے دشمنوں پر امداد کی جاتی ہے۔ اور انہی کے ذریعہ سے اہل شام سے عذابِ الٰہی پھیرا جاتا ہے۔" (ھذا حدیث حسن کما قال السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۱۲۲ جلد ۱)

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ " پھر اگر تو کہے کہ ابدال کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے جیسا کہ شیخ ابن عربی نے کتاب فتوحات مکیہ کے تہتر ویں باب میں فرمایا کہ ابدال کو ابدال اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان میں سے جب کوئی ایک اپنی جگہ سے چلا جاتا ہے تو وہ اپنی جگہ میں اپنی صورت پر اپنا خلیفہ چھوڑ جاتا ہے۔ کہ دیکھنے والے کو اس میں کوئی شبہ نہیں ہوتا کہ یہ وہی ابدال ہے۔ (الیواقیت والجواہر ص ۸۲ جلد ۲)

اور مفسر قرآن امام احمد صاوی فرماتے ہیں۔ اور جس طرح کہ اولیاء اللہ جن کو اللہ تعالیٰ کائنات میں تصرف کرنے کی طاقت عطا فرماتا ہے۔ سو ان میں سے کوئی ایک اپنی جگہ میں بیٹھا ہوتا ہے حالانکہ اس کی روح متعدد جگہوں میں (اپنی مثالی صورتوں کے ذریعہ سے) چل پھر رہی ہوتی ہے۔ اور تیرا رب ہر شئے پر قادر ہے"۔

(تفسیر صاوی ص ۱۶۸ جلد ۱)

اور خاتمۃ المحدثین امام جلال الدین سیوطی شیخ مفرج دمامینی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل فرماتے ہیں کہ ولی جب اپنی ولایت میں پختہ کار ہو جاتا ہے تو اسے یہ قدرت مل جاتی ہے کہ وہ متعدد مثالی صورتوں میں متشکل ہو اور اس کی روحانیت آن واحد میں متعدد جہتوں میں ظاہر ہو۔ سو جو صورت بھی کسی شخص کو نظر آئے گی وہ اس ولی ہی کی صورت ہو گی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایک جسم ایک وقت میں متعدد جگہوں میں موجود پایا گیا بلکہ یہ تعددِ صور کا معاملہ روحانیت سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ جسمانیت سے۔" (الحاوی للفتاوی ص ۲۵۴ جلد۲)

اور اسی قبیل سے حضور سیدنا غوث اعظم شیخ سلطان سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ واقعہ ہے جس میں آیا ہے کہ آپ نے ایک شام ستر مریدوں کے گھر دعوت کا کھانا کھایا:

گئے اک وقت میں ستر مریدوں کے یہاں آقا
سمجھ میں آ نہیں سکتا معمہ غوث اعظم کا

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے زمین میں تین سو مرد ہیں جن کے دل آدم علیہ السلام کے دل پر ہیں۔ اور اس کے چالیس مرد ہیں جن کے دل موسیٰ کے دل پر ہیں۔ اور سات مرد ہیں جن کے دل ابراہیم علیہ السلام کے دل پر ہیں۔ اور پانچ مرد ہیں جن کے دل جبرائیل علیہ السلام کے دل پر ہیں اور ایک مرد ہے جس کا دل اسرافیل علیہ السلام کے دل پر ہے۔ سو جب وہ ایک مرد فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ تین مردوں میں سے ایک کو اس کی جگہ کر دیتا ہے۔ اور جب تین میں سے کوئی فوت ہوتا ہے تو وہ پانچ میں سے ایک کو اس کی جگہ کر دیتا ہے اور جب پانچ میں سے ایک مرتا ہے تو سات میں سے ایک کو اس کی جگہ کر دیتا ہے۔ اور جب سات میں سے کوئی ایک فوت ہوتا ہے تو چالیس میں سے ایک کو اس کی جگہ کر دیتا ہے۔ اور جب چالیس میں سے ایک فوت ہوتا ہے تو تین سو میں سے ایک کو اس کی جگہ کر دیتا ہے اور جب تین سو میں سے ایک فوت ہوتا ہے تو عامۃ المسلمین میں سے ایک کو

اس کی جگہ کر دیتا ہے۔ اللہ انہی مردوں کے سبب سے اس امت سے بلائیں رفع فرماتا ہے۔ (روض الریاحین۔ص ۱۵)

امام عبداللہ بن اسعد یافعی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔

والواحد المذکور فی هذا الحدیث هو القطب وهو الغوث ومکانته من الاولیاء کالنقطه من الدائرة هی مرکز ها به یقع صلاح العالم۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ذکر ہونے والا ایک مرد قطب ہے اور یہی غوثِ زمانہ بھی ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ میں اس کو وہی مقام حاصل ہوتا ہے جو دائرہ کے اس نکتہ کو حاصل ہوتا ہے جسے مرکز کہا جاتا ہے۔ اور اسی غوث زمانہ کے سبب سے کائنات میں درستی واقع ہوتی ہے۔ (روض الریاحین۔ص ۱۶)

اور بعض روایات میں آیا ہے کہ خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ تین سو مرد اولیاء اللہ ہیں اور ستر نجیب ہیں اور چالیس اوتاد ہیں اور دس نقیب ہیں اور سات عریف ہیں اور تین مختار ہیں اور ایک غوث زمانہ ہے۔" (روض الریاحین ص ۱۶)

اور حضرت کعب الاخبار فرماتے ہیں۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین میں ہمیشہ ایسے چودہ اشخاص موجود رہے ہیں جن کے سبب سے اللہ تعالیٰ اہل زمین سے عذاب دور فرماتا رہا ہے۔" (الحاوی للفتاویٰ ص ۲۵۱)

اور حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں" کوئی بھی بستی نہیں اور نہ کوئی شہر ہے مگر اس میں کوئی نہ کوئی ایسا شخص ضرور ہوتا ہے جس کے سبب سے اللہ تعالیٰ اس کے رہنے والوں سے عذاب دور فرماتا ہے۔" (الحاوی للفتاویٰ ص ۲۵۱ جلد ۲)

اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔" زمین کبھی بھی ستر صدیقوں سے خالی نہیں ہوتی اور وہ ابدال ہیں۔ جب ان میں سے کوئی ایک فوت ہو جاتا ہے تو اللہ اس کے مثل کو اس کی جگہ مقرر فرما دیتا ہے۔ چالیس ابدال شام میں ہیں اور تیس ساری روئے زمین میں۔ (الحاوی للفتاویٰ ص ۲۵۰ جلد ۲)

قرآن مجید کی آیت کریمہ اور مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے ثابت ہو گیا کہ

ہر زمانے میں ولی اللہ ہوتے ہیں۔ اور وہ قربِ قیامت تک مسلسل ہوتے رہیں گے۔ "

جواب سوال دوم

کسی مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ اولیاء مکھی کا پر نہیں بنا سکتے اور اگر ان پر مکھی بیٹھ جائے تو وہ اسے اڑانے کی سکت نہیں رکھتے۔ ان کے بد مذہب خارجی منکر ولایت و کرامت ہونے کی واضح دلیل ہے۔ قرآن مجید کی جس آیت سے انہوں نے اولیاء اللہ کے متعلق یہ عقیدہ اخذ کیا وہ مفسرین کے اتفاق سے بتوں کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ اولیاء اللہ کے متعلق نازل نہیں ہوئی۔ تفسیر جلالین میں ہے۔ اے لوگو یعنی اے اہل مکہ ایک مثال بیان کی گئی ہے اسے کان لگا کر سنو۔ اور وہ یہ کہ تم جنہیں اللہ کے سوا پکارتے ہو یعنی پوجتے ہو اور وہ بت ہیں ایک مکھی نہ بنا سکیں گے اگرچہ سب اس کے بنانے پر اکٹھے ہو جائیں۔ اور اگر مکھی ان سے کچھ یعنی وہ خوشبو اور زعفران جو ان پر مل دیا جاتا ہے اس میں سے کچھ چھین کر لے جائے تو اس سے چھڑا نہ سکیں یعنی لوٹا نہ سکیں بوجہ اپنی کمزوری کے سو تم ان کے عبادت کیسے کرتے ہو۔ " (تفسیر جلالین مترجماً ص ۲۸۶)

اور حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں۔ " یہ آیت مشرکین کے متعلق نازل ہوئی اور یہاں دعا سے مراد پوجنا ہے نہ کہ پکارنا اور بتوں پر کفار زعفران اور شہد وغیرہ مل دیتے تھے اور ان پر مکھیاں بھنکتی تھیں تو ایسے مجبور کی پوجا کرنی حماقت ہے۔ " (نور العرفان ص ۵۴۳)

چونکہ مولوی صاحب مذکور بالا کا تعلق اس خارجی ٹولہ سے ہے جو بتوں کی آیات اولیاء اللہ پر اور مشرکین کی آیات مسلمانوں پر چسپاں کرتا ہے۔ اس لئے انہوں نے بتوں کی اس آیت کو دیدہ دانستہ اولیاء اللہ پر چسپاں کر کے یہ عقیدہ ظاہر کیا ہے کہ اولیاء اللہ مکھی کا پر نہیں بنا سکتے اور اگر ان پر مکھی بیٹھ جائے تو وہ اسے اڑانے کی سکت نہیں رکھتے "

خارجیوں کے اس طریقہ کی مذمت صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے چنانچہ امام بخاری اپنی صحیح میں فرماتے ہیں کان ابن عمر رضی اللہ عنہما

یراهم شرار خلق اللّٰہ وقال انهم انطلقو االیٰ آیات نزلت فی الکفار فجعلوها علیٰ المؤمنین ۔یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خوارج کو بدترین مخلوق جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ لوگ کفار کے حق میں نازل شدہ آیات کو مومنوں پر چسپاں کرتے ہیں ۔"
(بخاری شریف ص۱۰۲۴)

اب مولوی صاحب کی مرضی کہ وہ اپنے اس باطل عقیدہ سے توبہ کریں یا بدترین مخلوق خوارج کے زمرے میں داخل رہیں ۔ واللّٰہ لا یهدی القوم الظالمین.

ایک شبہ

بعض خارجی مولوی کہتے ہیں کہ یہ آیت اگرچہ بتوں کے حق میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کے الفاظ کا عموم اولیاء اللہ کو بھی شامل ہے ۔اس لئے اس آیت سے بتوں اور اولیاء اللہ دونوں کا مجبور محض ہونا ثابت ہوا

اس شبہ کا پہلا جواب

تو یہ ہے کہ چونکہ بتوں کے متعلق نازل ہونے والی آیات معرض ذم میں نازل ہوئی ہیں اس لئے اگر ان کو اولیاء اللہ پر بھی چسپاں کیا جائے گا تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اپنے مبغوضوں (بتوں) کی جہاں مذمت فرمائی ہے وہاں اس نے اپنے محبوبوں (اولیاء اللہ) کی بھی مذمت فرمائی ہے ۔اور یہ کوئی عقل مند انسان ماننے کو تیار نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کہیں اپنے محبوبوں کی مذمت کی ہے ۔اس لئے اس آیت میں صرف بت ہی مراد ہوں گے ۔اللہ کے محبوب اولیاء اللہ مراد نہیں ہوں گے ۔اللہ تو اپنے قرآن میں اپنے محبوبوں کی تعریف بیان کرتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا الا ان اولیآء اللّٰہ لا خوف علیهم ولا هم یحزنون . (پ ۱۱، ۱۲) خبردار بے شک اللہ کے ولیوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۔

اور اس شبہ کا دوسرا جواب

یہ ہے کہ بت اللہ کے مبغوض ہیں اور بے روح ہوتے ہیں اس لئے وہ مکھی کو اڑانے کی سکت نہیں رکھتے۔ مگر اولیاء اللہ اللہ کے مقبول بندے ہیں اور جاندار بھی ہیں اس لئے یہ کہنا کہ ان پر مکھی بیٹھ جائے تو وہ اس کے اڑانے کی سکت نہیں رکھتے پرلے درجہ کا احمقانہ قول ہے۔ غور فرمایئے کہ جب ایک عام انسان اپنے جسم پر بیٹھنے والی مکھی کو اڑانے کی سکت رکھتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اولیاء اللہ اس کی سکت نہیں رکھتے۔ سچ کہا گیا ہے۔

خدا جب دین لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے۔

اولیاء اللہ مکھی کا پر بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

اب رہا یہ سوال کہ اولیاء اللہ مکھی کا پر بنا سکتے یا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اہل اللہ کے لئے مکھی کا پر بنانا تو کجا وہ باذن اللہ تعالیٰ گارے سے پرند کی صورت بنا کر اس میں پھونک ماریں تو وہ زندہ ہو کر اڑنے لگتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول نقل فرماتا ہے۔ انی قد جئتکم بآیۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللّٰہ وابرئی الاکمہ والابرص واحی الموتی باذن اللّٰہ (پ ۳ ۱۳) بے شک میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانیاں لے کر آیا ہوں کہ میں تمہیں مٹی سے ایک پرندہ کی شکل بنا دیتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے اڑتا جانور ہو جاتا ہے۔ اور مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردے زندہ کرتا ہوں (ترجمہ مولوی احمد علی لاہوری دیوبندی)

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیراً باذنی وتبرئی الاکمہ والابرص باذنی واذتخرج الموتی باذنی۔ اور جب تو مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے بناتا تھا پھر تو اس میں پھونک

مارتا تھا تب وہ میرے حکم سے اڑنے والا جانور ہو جاتا تھا اور مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے تو اچھا کرتا تھا اور جب مردوں کو میرے حکم سے تو نکال کھڑا کرتا تھا۔ (پ ۷ رکوع ۵ ترجمہ مولوی احمد علی لاہوری دیوبندی)

ان دونوں آیتوں کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کے عرض کرنے پر چمگادڑ کی شکل بنا کر اس میں پھونک ماری تو وہ زندہ ہو کر اڑنے لگا اور آپ نے صدہا سال پیشتر فوت ہونے والے حضرت سام بن نوح کی قبر پر جا کر انہیں زندہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے محبوبوں کی کرامت یا معجزے سے اللہ تعالیٰ ان کو دوبارہ عمر دیتا ہے جو پہلے اپنی عمر پوری کر کے فوت ہو چکے تھے۔ لہٰذا اگر حضور غوث پاک نے بارہ برس کی ڈوبی ہوئی کشتی کو صحیح سلامت نکالا ہو تو کیا بعید ہے۔ اس برات کے دولہا کا نام کبیر الدین ہے۔ اور اس کا لقب دریائی دولہا ہے۔ اب انہیں شاہ دولہ کہا جاتا ہے۔ اور ان کی قبر شہر گجرات پاکستان میں ہے۔ (نور العرفان ص ۲۰۰)

اور امام صاوی فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کل چار مردے زندہ فرمائے۔ اپنا دوست جن کا نام عازر تھا، ایک بوڑھیا کا بیٹا، چنگی وصول کرنے والے ایک شخص کی بیٹی یہ تینوں زندہ ہونے کے بعد عرصہ تک زندہ رہے اور ان کے ہاں اولاد ہوئی اور حضرت سام بن نوح کو زندہ فرمایا پھر ان کی خواہش پر انہیں دوبارہ موت دی گئی۔ (تفسیر صاوی ص ۲۷۳ جلد ۱)

اور دیوبندی جماعت کے مشہور و معتبر مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں " بہر حال یہ معجزہ آپ نے دکھلایا اور کہتے ہیں بچپن میں ہی بطور ارہاص آپ سے یہ خرق عادت ظاہر ہوا تاکہ تہمت لگانے والوں کو ایک چھوٹا سا نمونہ خداوندی کا دکھلا دیں کہ جب میرے نفخہ (پھونکنے) پر خدا تعالیٰ مٹی کی بے جان صورت کو جاندار بنا دیتا ہے اسی طرح اگر اس نے بدوں مسِ بشر محض روح القدس کے نفخہ سے ایک برگزیدہ عورت کے پانی پر روح عیسوی فائز کر دی تو کیا تعجب ہے۔ (حاشیہ القرآن ص ۹۵)

اور دیوبندی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔ علامہ

تاج الدین سبکی نے طبقات کبریٰ میں بیان کیا ہے کہ کرامتوں کی بہت سی قسمیں ہیں۔(۱) مردوں کو زندہ کرنا اور دلیل میں ابو عبید بصری کا قصہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے ایک جنگ میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ ان کی سواری کو زندہ فرما دیں اور حق تعالیٰ نے اس کو ان کی دعا سے زندہ فرما یا تھا۔ اور مفرج دمامینی کا قصہ ذکر کیا ہے انہوں نے مری ہوئی بلی کو آواز دی تو وہ ان کے پاس آ گئی اور شیخ عبدالقادر جیلانی کی حکایت لکھی ہے کہ آپ نے گوشت کھا لینے کے بعد مرغ کو فرمایا کہ اس خدا کی اجازت سے اٹھ کھڑا ہو جو بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ فرماتا ہے تو مرغ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور شیخ ابو یوسف دہمانی کا واقعہ کہ آپ ایک مردہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا خدا تعالیٰ کی اجازت سے اٹھ جا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اور پھر عرصہ دراز تک زندہ رہا اور شیخ زین الدین فاروقی شافعی مدرس شامیہ کا قصہ بھی لکھا ہے کہ ان کے گھر میں ایک چھوٹا بچہ چھت سے گر گیا اور مر گیا تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ کر دیا تھا۔" (جمال الاولیاء ص ۲۲)

الحاصل اہل اللہ انبیاء و اولیاء باذن اللہ تعالیٰ مردہ زندہ کر سکتے ہیں۔ اور مٹی کی مورت میں پھونک ماریں تو اسے زندہ پرندہ بنا کر اڑا سکتے ہیں۔ خارجیوں بدمذہبوں کا اہل اللہ کو بتوں کی طرح بے جان اور کمزور ماننا مردود ہے اور بتوں کی آیات سے اہل اللہ کی روحانی طاقت کا انکار کرنا ان کا معجزات و کرامات سے کھلا کفر ہے۔ مسلمان ایسے بداعتقاد مولویوں سے ہرگز ہرگز درس نہ لیں۔ اور نہ ان کی بے جا غلط باتوں پر کان دھریں اور مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا درج ذیل شعر ہمیشہ ذہن نشین رکھیں۔

؎ اولیاء راہست قدرت از الٰہ تیر جستہ باز گرداند ز راہ

ترجمہ: اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ قدرت ملی ہے کہ وہ چھوٹا ہوا تیر راستے سے کمان میں لا سکتے ہیں۔

اور علامہ اقبال بھی فرماتے ہیں۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ غالب و کار آفریں کار کشا کار ساز

؎ نگاہ مردمومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہوذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

؎ نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

اوراعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

اورایک بزرگ فرماتے ہیں۔

نگاہ ولی میں یہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

واللہ اعلم بالصواب

جواب سوال سوم

خارجی مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ اللہ کے سوا اور کوئی ولی نہیں یہ بھی ان کی کم علمی اور بد مذہبی کی واضح دلیل ہے۔ اگر اللہ کے سوا کوئی ولی نہ ہوتا تو وہ خود قرآن مجید میں یہ کیوں فرماتا۔ **الا ان اولیآء اللّٰہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون** ۔خبردار بے شک اللہ کے ولیوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور وہ یہ کیوں فرماتا۔ **انما ولیکم اللّٰہ ورسولہ والذین امنو الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون** ۔تمہارے ولی نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ (پ ۶ ۱۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ ایمان والوں کا ولی ہے اور اس کے رسول بھی ان کے ولی ہیں اور نیکوکار ایمان والے بھی ولی ہیں۔ خارجی مولوی صاحب کا یہ قول کہ اللہ کے سوا کوئی ولی نہیں ان دونوں آیتوں کا صریح انکار ہے۔ اب رہا مولوی صاحب کا **مالکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر** ۔اور تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی ولی اور مددگار

نہیں ۔ (پ ۱ ۱۳) کی طرح کی آیات سے اپنا مدعائے باطلہ ثابت کرنا تو یہ ان کی اس قسم کی جملہ آیات پر کوتاہ نظری کی واضح دلیل ہے ۔ کیونکہ اس مضمون کی بہت سی آیات صریح دلالت کرتی ہیں کہ ولی کا نہ ہونا کفار کے حق میں فرمایا گیا ہے نہ کہ مومنوں کے حق میں ۔ چنانچہ درج ذیل آیات پر غور کریں تو یہ مسئلہ سمجھ آجائے گا ۔

(۱) ان اللّٰہ لعن الکفرین واعدلھم سعیرا. خالدین فیھآ ابداً لایجدون ولیاولانصیرا. بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت فرمائی اور ان کے لئے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے ۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اس میں نہ کوئی حمایتی پائیں گے اور نہ مددگار ۔ (پ۲۲ رکوع ۵)

(۲) ومن یضلل اللّٰہ فماله من ولی من بعده ۔ اور جس شخص کو اللہ گمراہ کرے اس کا کوئی رفیق نہیں اللہ کے مقابل ۔ (پ ۲۵ رکوع ۶)

(۳) والظالمون مالھم من ولی ولا نصیر اور ظالموں کا نہ کوئی ولی اور نہ کوئی مددگار ہے ۔ (پ ۲۵ رکوع ۲)

(۴) ومن یضلل فلن تجد له ولیا مرشدًا ۔ اور اللہ جسے گمراہ کرے تو تو ہرگز اس کا کوئی حمایتی راہ دکھانے والا نہ پائے گا ۔ (پ ۵ رکوع ۱۵)

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوا کہ ولی اور مددگار نہ ہونا کفار کے لئے عذاب ہے ۔ مومنوں کے لئے اللہ تعالیٰ بہت سے مددگار بنا دے گا ۔ رب فرماتا ہے ۔ انما ولیکم اللہ ورسوله والذین امنوا ۔ سوائے اس کے نہیں کہ تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول اور ایمان والے ۔ لہٰذا جو کہے کہ میرا کوئی ولی نہیں وہ گمراہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کو صحیح سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

آخری مفید بات

اگر ایمان والوں کو اللہ کے سوا کسی ولی کی ضرورت نہ تھی تو پھر اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے بعد کفار مکہ کے ہاتھوں میں رہ جانے والے کمزور مسلمانوں اور عورتوں بچوں کی یہ دعا قرآن مجید میں کیوں ذکر فرمائی ۔ ربنآ اخرجنا من ھذه القریة الظالم اھلھا واجعل لنا

من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا ۔ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی ولی دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے۔ (پ ۵ رکوع ۷)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ جس شخص پر مہربان ہوتا ہے اس کے لئے ولی مددگار مقرر فرما دیتا ہے اور جس پر قہر فرماتا ہے اسے بے یارو مددگار چھوڑ دیتا ہے۔ اسی لئے مددگار اور ولی بنانے کی دعا مانگنے کا حکم دیا۔ غیر اللہ کی مدد شرک نہیں بلکہ رب کی رحمت ہے۔ دعا کا مقصد یہ ہے کہ مولا یا تو ہمیں مکہ سے نکال یا مجاہدین کو بھیج جو ہمیں کفار کے چنگل سے چھڑائیں۔ اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ غازیانِ اسلام نے مکہ فتح فرمایا اور ان کمزوروں کو ظالموں سے چھڑایا۔ (تفسیر نور العرفان ص ۱۴۱)

الحمد للہ یہاں تک تینوں سوالوں کا جواب مدلل مفصل طریقہ سے دیا گیا ہے۔ خارجی مولوی کا ہدایت پاتا تو متوقع نہیں ہاں اس کی لایعنی باتوں پر کان دھر کر گمراہی کی طرف چلے جانے والے سنی مسلمانوں کی حفاظت ایمان کی امید ہے۔ اللہ کریم اس دینی خدمت کو شرفِ مقبولیت بخشے اور مسلمانوں کو بد مذہب مولویوں کی لایعنی باتوں پر کان دھرنے سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

وهذا آخرمااردنا ایرده فی هذه المقالة المبارکة تقبلها اللّٰه تعالیٰ بمنه العظیم ورسوله الکریم ﷺ وانا الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفراللّٰه تعالیٰ له خادم التدریس بالجامعة الحیدریة فضل المدارس ببلدة سهنسه من مضافات آزاد کشمیر

(۲۳ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

پچیسواں مقالہ

اولیاءاللہ کی پہچان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد۔

محترم عزیزم قاری محمد افراہیم تتہ پانوی کی استدعاء پر یہ مختصر رسالہ " اولیاء اللہ کی پہچان " ترتیب دینے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرفِ مقبولیت بخشے اور باعثِ اجر وثواب بنائے آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

ولایت خاصہ کا ثبوت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ الآ ان اولیآء اللّٰہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون ہ الذین امنوا وکانوا یتقون ہ لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الآخرۃ ط لاتبدیل لکلمت اللّٰہ ط ذلک ھوالفوز العظیم. (پ ۱۱ رکوع ۱۲)

ترجمہ: سن لو۔ بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم۔ وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔ انہیں خوشخبری ہے دنیا کی اور آخرت میں اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ (کنز الایمان از اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

ولی کا لغوی معنی

پیر محمد کرم شاہ ولی کے لغوی معنی کی تحقیق میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تفسیر مظہری سے نقل فرماتے ہیں۔ " قاموس (لغت کی کتاب) میں ہے۔ الولی القرب والدنو۔ ولی کا معنی ہے قرب اور نزدیکی۔ ولی اس سے اسم ہے۔ اس کا معنی ہے قریب، محب، صدیق اور مددگار۔ قرب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ قرب ہے جو ہر انسان بلکہ کائنات کے ذرہ ذرہ کو اپنے خالق سے ہے۔ اور اگر یہ قرب نہ ہو تو کوئی چیز موجود نہ ہو سکے۔ دوسرا قرب وہ ہے جو خاص بندوں کو میسر ہے اسے قرب محبت کہتے ہیں۔ قرب محبت کے بیشمار درجے ہیں۔ ایک سے ایک بلند۔ ایک سے ایک اعلیٰ۔ ایمان شرط اول ہے۔ دولت ایمان سے مشرف ہونے کے بعد اہل عزم وہمت ترقی کے مختلف درجات طے کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے

جاتے ہیں ۔ یہاں تک کہ اس بلند مقام پر فائز ہو جاتے ہیں جس کی وضاحت حضور رحمت عالمیان ﷺ نے یوں فرمائی ۔ **لایزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہٗ فاذا احببتہٗ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ.** (حدیث قدسی میں) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ بندہ نفلی عبادات سے میرے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں ۔ اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے ۔ اور میں ہی اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے ۔ رواہ البخاری عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ ۔ اس قربِ محبت کا سب سے بلند وارفع مقام وہ ہے جہاں محبوب رب العالمین ﷺ فائز ہیں ۔ حضور کا طاہر ہمت جہاں محوِ پرواز ہے وہاں کی رفعتوں کو کوئی جان نہیں سکتا سوائے اس ذاتِ بے ہمتا کے جس نے اپنے محبوب بندے کو یہ ہمتیں اور حوصلے ارزانی فرمائے ہیں ۔ (تفسیر ضیاء القرآن جلد دوم ص ۳۱۲)

ولی کا اصطلاحی معنی

پیر کرم شاہ صاحب تفسیر مظہری سے ناقل کہ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں ولی اس کو کہتے ہیں جس کا دل ذکر الٰہی میں مستغرق رہے ۔ شب و روز وہ تسبیح و تہلیل میں مصروف ہو ۔ اس کا دل محبت الٰہی سے لبریز ہو اور کسی غیر کی وہاں گنجائش نہ ہو ۔ وہ اگر کسی سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے اور اگر کسی سے نفرت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے ۔ یہی وہ مقام ہے جسے فنا فی اللہ کا مقام کہتے ہیں ۔ (تفسیر ضیاء القرآن جلد دوم ص ۳۱۳)

سلسلہء ولایت قیامت تک جاری رہے گا

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ' الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ۔ ابدال شام میں ہیں ۔ اور وہ چالیس مرد ہیں ۔ جب ان میں سے کوئی ایک مرد فوت ہو جاتا ہے ۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ میں کسی دوسرے شخص کو فائز فرما دیتا ہے ۔ انہی کے سبب سے بارشیں ہوتی ہیں اور انہی کی وجہ سے دشمنوں پر امداد کی جاتی ہے ۔ اور انہی کی وجہ سے اہلِ شام سے عذابِ الٰہی پھیرا جاتا ہے ۔

ھذا احدیث حسن (جامع الصغیر للجلال السیوطی المجلد الثانی ص۱۲۲)

اور محدث طبرانی معجم اوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا **لن تخلو الارض من اربعین رجلاً مثل خلیل الرحمن فبھم یسقون وبھم ینصرون مامات منھم احدالاابدل اللّٰہ مکانہ آخر** ۔یعنی زمین ان چالیس مردوں سے کبھی خالی نہ ہوگی جن کے دل خلیل الرحمٰن کے دل پر ہوتے ہیں۔سوانہی کی وجہ سے بارشیں برستی ہیں۔اورانہی کے سبب سے مدد پہنچائی جاتی ہے اور جب بھی ان میں سے کوئی ایک فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ میں کسی دوسرے شخص کو مقرر فرما دیتا ہے۔(الحاوی للفتاوی للجلال السیوطی ۔جلد دوم ص ۳۴۵)

ان دو حدیثوں سے ثابت ہوا کہ سلسلہء ولایت قیامت تک جاری وساری رہے گا۔ جب بھی کوئی مرد خدا فوت ہوتا ہے خداوند تعالیٰ اس کی جگہ میں کسی دوسرے شخص کو مقرر فرما دیتا ہے۔پس جو لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ پہلے وقتوں میں اللہ کے ولی گزرے ہیں۔اس دور میں کوئی ولی اللہ موجودنہیں وہ غلطی پر ہیں۔

ولیوں کی تعداد اور مدارج

اولیاءاللہ کی تعداد اوران کے مراتب ومدارج کے بارہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ بلاشبہ زمین میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے تین سو مرد ہیں۔جن کے دل آدم علیہ السلام کے دل پر ہیں۔اوراس کے چالیس مرد ہیں جن کے دل موسیٰ علیہ السلام کے دل پر ہیں اور سات مرد ہیں جن کے دل ابراہیم علیہ السلام کے دل پر ہیں اور پانچ مرد ہیں جن کے دل جبرائیل علیہ السلام کے دل پر ہیں۔اور تین مرد ہیں جن کے دل میکائیل علیہ السلام کے دل پر ہیں۔اور ایک مرد ہے جس کا دل اسرافیل علیہ السلام کے دل پر ہے۔سو جب وہ ایک مرد فوت ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ تین مردوں میں سے ایک مرد کو اس کی جگہ کردیتا ہے اور جب تین میں سے ایک فوت ہوجاتا ہے تو وہ پانچ میں سے ایک کو اس کی جگہ کردیتا ہے۔

اور جب پانچ میں ایک فوت ہو جاتا ہے تو سات میں سے ایک کو اس کی جگہ میں کر دیتا ہے۔ اور سات میں سے ایک فوت ہو جاتا ہے تو چالیس میں سے ایک کو اس کی جگہ میں کر دیتا ہے۔ اور جب چالیس میں سے کوئی فوت ہوتا ہے تو تین سو میں سے کسی کو اس کی جگہ میں کر دیتا ہے۔ اور جب تین سو میں سے ایک فوت ہو جاتا ہے تو عامۃ المسلمین میں سے کسی ایک کو اس کی جگہ میں کر دیتا ہے۔ اللہ انہی کے سبب سے اس امت سے بلائیں ٹالتا ہے۔

(روض الریاحین۔ص ۱۵)

اور بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا تین سو مرد اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔ اور ستر نجباء ہوتے ہیں۔ اور چالیس اوتاد ہوتے ہیں۔ اور دس نقباء ہوتے ہیں اور سات عرفاء ہوتے ہیں اور تین مختارین ہوتے ہیں۔ اور ایک غوثِ زمانہ ہوتا ہے۔ (روض الریاحین ص ۱۶)

(نوٹ) یہ تعداد اولیائے تکوینی کی ہے۔

اولیآء اللہ کے اوصاف و خصائل

مولانا صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں۔ "ولی کی اصل ولاء ہے۔ جو قرب و نصرت کے معنی میں ہے۔ ولی اللہ وہ ہے جو فرائض سے قرب الٰہی حاصل کرے اور اطاعت الٰہی میں مشغول رہے۔ اور اس کا دل نور جلال الٰہی کی معرفت میں مستغرق ہو۔ جب دیکھے دلائل قدرت الٰہی کو دیکھے اور جب سنے اللہ کی آیتیں ہی سنے اور جب بولے تو اپنے رب کی ثناء ہی کے ساتھ بولے اور جب حرکت کرے تو طاعت الٰہی کے ساتھ حرکت کرے اور جب کوشش کرے تو اسی امر میں کوشش کرے جو ذریعہ قرب الٰہی ہو۔ اللہ کے ذکر سے نہ تھکے اور چشم دل سے خدا کے سوا غیر کو نہ دیکھے۔ یہ صفات اولیآء اللہ کی ہیں۔ بندہ جب اس حال پر پہنچتا ہے تو اس کا ولی و ناصر اور معین و مددگار اللہ تعالٰی ہوتا ہے۔ متکلمین کہتے ہیں کہ ولی وہ ہے جو اعتقاد صحیح مبنی بر دلیل رکھتا ہو اور اعمال صالحہ

شریعت کے مطابق بجالاتا ہو۔ عارفین نے فرمایا کہ ولایت نام ہے قرب الٰہی اور ہمیشہ اللہ کے ساتھ مشغول رہنے کا۔ جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کو کسی چیز کا خوف نہیں رہتا اور نہ کسی شئے کے فوت ہونے کا اسے غم ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جس کو دیکھنے سے اللہ یاد آئے۔ یہی طبرانی کی حدیث میں بھی ہے۔ ابن زید نے کہا کہ ولی وہی ہے جس میں وہ صفت ہو جو اس آیت میں مذکور ہے الذین امنوا وکانو یتقون یعنی ایمان وتقویٰ دونوں کا جامع ہو۔ بعض علماء نے فرمایا کہ ولی وہ ہیں جو خالص اللہ کے لیے محبت کریں۔ اولیاء کی یہ صفت احادیث کثیرہ میں وارد ہوئی ہے۔ بعض اکابر نے فرمایا۔ ولی وہ ہیں جو طاعت سے قرب الٰہی طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کرامت سے ان کی کارسازی فرماتا ہے۔ یا وہ جن کی ہدایت کا برہان کے ساتھ اللہ کفیل ہو اور وہ اس کا حق بندگی ادا کرنے اور اس کی خلق پر رحم کرنے کے لئے وقف ہوں۔ یہ معانی اور عبارات اگرچہ جداگانہ ہیں۔ لیکن ان میں اختلاف کچھ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ ہر ایک عبارت میں ولی کی ایک ایک صفت بیان کر دی گئی ہے۔ جسے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے یہ تمام صفات اس میں ہوتے ہیں۔ ولایت کے درجے اور مراتب میں ہر ایک بقدر اپنے درجے کے فضل وشرف رکھتا ہے۔ (خزائن العرفان ص ۳۸۸)

ولایت عطائی ووہبی وکسبی

مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ اللہ کے مقبول بندے اولیاء اللہ کہلاتے ہیں۔ ان مقبولوں میں بعض تو طہارت وتقویٰ وغیرہ کی وجہ سے مقبول ہوجاتے ہیں۔ یہ ولایت کسبی ہے اور بعض مادرزاد ولی ہوتے ہیں۔ یہ ولایت عطائی ہے۔ بی بی مریم مادرزاد ولیہ تھیں۔ آدم علیہ السلام پیدا ہوتے ہی مسجود ملائکہ ہوئے۔ اور بعض لوگ کسی کی نگاہ کرم سے ولی بن جاتے ہیں۔ اسے ولایت وہبی کہتے ہیں۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کے جادوگر کہ آناً فاناً مومن صحابی شہید ہوئے یا حبیب نجار جو عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں آناً فاناً ولی ہوگئے۔ یہ آیت الآ ان اولیآء اللّٰہ لاخوف علیہم ولاھم یحزنون۔ تینوں قسموں کے

ولیوں کوشامل ہے۔(نورالعرفان ص ۳۴۳)

کسبِ ولایت کا طریقہ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ مرتبہء ولایت کے حصول کی یہی صورت ہے کہ بالواسطہ یا بلاواسطہ آئینہ دل پر آفتاب نبوت کے انوار کا انعکاس ہونے لگے۔ اور پرتو جمال محمدی قلب وروح کو منور کردے۔ یہ نعمت انہی کو بخشی جاتی ہے جو بارگاہ رسالت میں یا حضور کے نائبین یعنی اولیائے امت کی صحبت میں بکثرت حاضری دیتے ہیں۔ مسنون طریقہ سے کثرت ذکر الٰہی اس نسبت کو قوی کرتی ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے ہر چیز کے زنگ کو دور کرنے کے لئے کوئی چیز ہوتی ہے۔ اور دل کا زنگ ذکر اللہ سے دور ہوتا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن جلد دوم ص ۳۱۳)

اور امام صدر الشریعہ فرماتے ہیں۔ ولایت وہبی شئے ہے نہ یہ کہ اعمال شاقہ سے آدمی خود حاصل کرلے۔ البتہ غالباً اعمال حسنہ اس عطیہ الٰہی کے لیے ذریعہ ہوتے ہیں اور بعضوں کو ابتداء میں ولایت مل جاتی ہے۔ ولایت بے علم کو نہیں ملتی۔ خواہ علم بظاہر حاصل کیا ہو یا اس مرتبہ پر پہنچنے سے پیشتر اللہ عزوجل نے اس پر علوم منکشف کردیے ہوں۔ (بہار شریعت حصہ اول ص ۷۷)

کرامت برحق ہے

کرامت اولیاء حق ہے۔ اس کا منکر گمراہ ہے۔ (بہار شریعت ص ۷۸ حصہ اول)

ہاں ولایت کے لیے کشف وکرامت شرط نہیں۔ عام لوگ ولی اللہ اسی کو مانتے ہیں جن کو کشف حاصل ہو اور وہ غیب کی باتیں بتائیں یا ان کے ہاتھ پر کرامتوں کا ظہور ہو۔ لیکن یہ معیار عوام کا قائم کردہ ہے شرع کا معیار نہیں۔ شرع کا معیار ایمان اور تقویٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بعض اولیاء صاحبِ تصرف ہوتے ہیں

حضرت صدر الشریعہ لکھتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے اولیائے کرام کو بہت بڑی طاقت دی ہے۔ ان میں جو اصحاب خدمت ہیں ان کو تصرف کا اختیار دیا جاتا ہے۔ سیاہ سفید کے مختار بنا دیئے جاتے ہیں۔ یہ حضرات نبی علیہ کے سچے نائبین ہیں۔ ان کو اختیارات وتصرفات حضور علیہ کی نیابت میں ملتے ہیں۔ علوم غیبیہ ان پر منکشف ہوتے ہیں۔ ان میں بہت کو ما کان و ما یکون اور تمام لوح محفوظ کے علوم پر اطلاع دیتے ہیں۔ مگر یہ حضور اقدس علیہ کے واسطہ وعطا سے ہوتا ہے ۔ بے وساطت رسول کوئی غیر نبی کسی غیب پر مطلع نہیں ہوسکتا۔ مردہ زندہ کرنا۔ مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو شفا دینا۔ مشرق سے مغرب تک ساری زمین ایک قدم میں طے کر جانا ۔ غرض تمام خوارق عادات اولیاء سے ممکن ہیں۔ (بہار شریعت حصہ اول ص ۷۸)

اور مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ ولی دو قسم کے ہیں۔ ولی تشریعی اور ولی تکوینی۔ ولی تشریعی ہر نیک مسلمان ہے۔ جسے قرب الٰہی حاصل ہو۔ تکوینی ولی وہ ہے جسے عالم میں تصرف کا اختیار دیا گیا ہو۔ ولی تشریعی تو ہر چالیس مسلمانوں میں ایک ہوتا ہے۔ اور ولی تکوینی کی جماعت مخصوص ہے۔ غوث قطب ابدال وغیرہ اس جماعت کے افراد ہیں۔ (نور العرفان ص ۳۴۳)

ولی اللہ مومنوں میں مخفی ہوتا ہے

ہر ولی اللہ مومن متقی ہوتا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر مومن متقی ولی اللہ ہو کیونکہ ولی اللہ وہ نیک مسلمان ہے جسے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ اور قرب الٰہی کا حصول ہر نیک مسلمان کے لیے ضروری نہیں ہے۔ اسی وجہ سے متقی مومنین میں ولی اللہ مخفی ہوتا ہے۔ جیسے لیلۃ القدر کو مخفی رکھا گیا ہے۔ اگرچہ اس کی تعین میں متعدد اقوال ملتے ہیں لیکن عند اللہ لیلۃ القدر کونسی رات ہوتی ہے اس کا علم اللہ تعالٰی یا اس کے بتائے سے اس کے خاص

بندوں ہی کو ہوتا ہے۔ مفسر صاوی لکھتے ہیں۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ رب تبارک وتعالیٰ نے بعض حکمتوں کی وجہ سے بعض امور اپنی جنس کے امور میں پوشیدہ کیے ہوتے ہیں۔ مثلاً لیلۃ القدر کو دوسری راتوں میں مخفی رکھا گیا ہے تاکہ ساری راتوں کی عبادت کی جائے۔ اور جمعہ کے دن قبولیت کی ساعت کو اس دن کی باقی ساعتوں میں مخفی رکھا گیا ہے تاکہ اس دن کی سب ساعتوں میں دعائیں مانگی جائیں اور صلوٰۃ وسطیٰ کو پانچ نمازوں میں پوشیدہ رکھا گیا ہے تاکہ سب نمازوں پر محافظت اور پابندی کی جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کو اس کے باقی ناموں میں پوشیدہ رکھا گیا ہے تاکہ اس کے سارے ناموں کو پکارا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی جس عبادت میں ہے اسے اس کی دوسری عبادات میں مخفی رکھا گیا ہے تاکہ اس کی ساری عبادتیں کی جائیں اور اس کی ناراضگی جس گناہ میں ہے اسے باقی گناہوں میں پوشیدہ رکھا گیا ہے تاکہ سارے گناہوں سے بچا جائے اور ولی اللہ کو مؤمنین متقین میں مخفی رکھا گیا ہے تاکہ سارے مومن متقی لوگوں کے ولی اللہ ہونے کا حسن ظن رکھا جائے۔ (تفسیر صاوی جلد چہارم ص ۲۸۷)

بعض اولیآء اللہ کی ولایت ظاہر ہوتی ہے: یہ جو لکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو یا اس کے بتائے سے اس کے خاص بندوں ہی کو ولی اللہ کا حقیقی علم ہوتا ہے۔ یہ ان مؤمنین متقین کے بارہ میں ہے جن کی ولایت ظاہر باہر نہ ہو۔ ورنہ جن اولیاء اللہ کی محبوبیت اللہ تعالیٰ خود ظاہر فرما دیتا ہے ان کی ولایت میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا۔ جیسے سیدنا غوث اعظم محبوب سبحانی شیخ سلطان سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت کہ آپ سے کسی نے پوچھا۔ آپ نے اپنا ولی اللہ ہونا کب جانا؟ فرمایا۔ میں دس برس کی عمر میں اپنے شہر میں رہتا تھا اس دوران میں جب بھی میں مدرسہ کی طرف جانے لگتا تو فرشتے میرے اردگرد چلنے لگتے تھے۔ اور جب میں مدرسہ میں پہنچ جاتا تھا تو میں انہیں میرے ساتھیوں کو یہ کہتے ہوئے سنتا تھا۔ افسحوا لولی اللّٰہ حتی یجلس ۔ اللہ تعالیٰ کے ولی کے لئے جگہ کشادہ کرو تاکہ وہ بیٹھیں۔ (قلائد الجواہر ص ۹)

اور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اولیائے بغداد کے ایک بڑے مجمع میں منبر پر بیٹھ کر فرمایا۔ قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ۔ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔
(قلائد الجواہر ص ۲۲)

مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **لھم البشری فی الحیوٰۃ الدنیا**۔ انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اس طرح کے منہ سے خود بخود نکلتا ہے کہ یہ ولی ہے۔ جیسے حضور غوث پاک یا خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما۔ یہ ولی کی بڑی علامت ہے مقبولیت فی الخلق قبول خالق کی علامت ہے۔ (نور العرفان ص ۳۴۳)

اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو طالب و مرید ہوتے ہیں اور دوسرے جو مطلوب و مراد ہیں۔ ایک وہ ہیں۔ اور دوسرے وہ ہیں جنہیں محبوبیت کی خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا گیا ہے۔ جو اولیاء اللہ مقصود و محبوب ہیں ان کا ذکر اس حدیث میں ہے جسے مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے۔ اے جبرائیل! میں اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ پس جبرائیل بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ پھر وہ آسمانوں میں منادی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر سب اہل آسمان اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کی مقبولیت کا چرچا ہو جاتا ہے۔ اور لوگ اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔
(تفسیر ضیاء القرآن جلد دوئم ص ۳۱۳)

الغرض جن علمائے کاملین کی ولایت مسلمہ ہوتی ہے ان کی ولایت کا انکار درست نہیں۔ ان کی ولایت کا انکار گویا ان سے دشمنی کرنے کے مترادف ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **من عادلی ولیاً فقد اذنته بالحرب**۔ جو شخص میرے کسی بھی ولی سے دشمنی کرے گا میں اسے جنگ کا اعلان کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اولیاء کرام کی محبت اور عقیدت نصیب رکھے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

کیا ولی کو اپنے ولی ہونے کا علم ہوتا ہے

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ضروری نہیں کہ ولی کو اپنی ولایت کا علم ہو اور بعض کے نزدیک اسے علم ہوتا ہے اور قرین قیاس یہی ہے کہ بعض اولیاء کی ولایت ان پر مخفی رکھی جاتی ہے۔ اور بعض کی ان پر ظاہر کر دی جاتی ہے۔ تفصیل کے لیے کتاب نزہۃ الناظرین ص ۴۸ کا مطالعہ کریں۔

ولی را ولی می شناسد

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ " چار ہزاران (اولیاء اللہ) میں سے ایسے ہیں جو پوشیدہ ہیں اور ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے اور اپنے جمال کا حال نہیں جانتے اور سب احوال میں اپنے سے اور لوگوں سے چھپے رہتے ہیں۔ اور جو اولیاء اللہ اہل حل وعقد ہیں وہ تین سو ہیں ان کو اخیار کہتے ہیں۔ اور چالیس اور ہیں کہ ان کو ابرار کہتے ہیں۔ اور سات اور ہیں کہ ان کو ابدال کہتے ہیں۔ اور چار اور ہیں ان کو اوتاد کہتے ہیں۔ اور تین اور ہیں جن کو نقباء بولتے ہیں اور ایک وہ ہے جس کو قطب کہتے ہیں اور غوث بھی۔ اور یہ سب ایک دوسرے کو جانتے ہیں اور کاموں میں ایک دوسرے کے اذن کے محتاج ہوتے ہیں۔ اور روایت کی گئی حدیثیں اس پر گواہ ہیں اور اہل سنت ان کی صحت پر متفق ہیں اور اس کی شرح کرنا اور پھیلانا اس جگہ مقصود نہیں۔ (کشف المحجوب ص ۲۴۴)

ولی اپنی ولایت کو لوگوں سے چھپاتا ہے

اکثر اولیاء کاملین خلوت پسند ہوتے ہیں۔ مخلوق خدا سے دوری اختیار کرتے ہیں۔ اس لیے وہ اپنی ولایت کو عام لوگوں سے چھپائے رہتے ہیں۔ بزرگوں کا قول ہے کہ ولی اللہ اپنی ولایت کو اس طرح چھپاتا ہے اور لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیتا جس طرح حائضہ اپنے حیض کے چیتھڑے لوگوں سے چھپاتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الحاصل

اولیاء اللہ کی پہچان مشکل ہے۔ عام مسلمانوں کے لیے یہی حکم شرع ہے کہ وہ ہر مومن متقی کے بارہ میں یہ حسن ظن رکھیں کہ وہ ولی اللہ ہوسکتا ہے۔ اس لیے اس کا ادب بجالائیں۔ اور اس کی دشمنی سے بچیں۔ (۲۲ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

چھبیسواں مقالہ

مسئلہ استعانت بالغیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس بارہ میں کہ محبوبانِ خدا انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبروں پر حاجتیں، رزق، روزی، اولاد اور مال و دولت وغیرہ مانگنے کے لیے جانا ازروئے شرع شریف کیسا ہے؟ (پیش کردہ مولانا غلام رسول صاحب۔ عارف القادری سمورتھارہ)

الجواب: محبوبانِ خدا، انبیاء و اولیاء زندہ ہوں یا وفات یافتہ ان سے استمداد و استعانت حاصل کرنے کی چار صورتیں ہیں۔ وھی ھذہ۔

پہلی صورت: محبوبانِ خدا کی سرکار میں پہنچ کر اللہ تعالیٰ سے بایں الفاظ دعا مانگی جائے کہ "اے اللہ! بطفیل اپنے اِس محبوب بندے کے میری یہ حاجت پوری فرمادے"۔ اس صورت میں مراد تو حقیقۃً اللہ تعالیٰ سے طلب کی جاتی ہے اور اسے استمداد من اولیاء تجوزاً کہا جاتا ہے۔ ولہٰذا اس طرح کی استعانت قطعاً یقیناً جائز ہے۔ اور اسے ناجائز نہ کہے گا مگر جاہل اجہل۔ اس قسم کی استمداد احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ شفا شریف ص ۱۰۴ جلد ا میں ہے۔ وحکیٰ ابو محمد المکی وابو اللیث السمر قندی وغیرھما انّ آدم علیہ السلام عند معصیتہ قال اللھم بحق محمد اغفرلی خطیئتی. اور ابو محمد مکی اور ابولیث سمرقندی وغیرہما نے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش کے وقت یہ دعا مانگی۔ اے اللہ! بطفیل حقِ محمد ﷺ کے میری لغزش معاف فرما۔ اور ترمذی شریف کتاب الداعوات میں حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک نابینا شخص بارگاہ نبوت میں آیا اور اس نے عرض کیا۔ ادع اللہ ان یعافینی۔ حضور آپ اللہ تعالیٰ سے میری عافیت مانگیں۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ اچھی طرح وضو کر کے بدیں الفاظ دعا مانگے۔ اللھم انی اسئالک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی توجھت بک الیٰ ربی فی حاجتی لیقضی لی اللھم شفعہ فی. اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اور

تیرے نبی محمد ﷺ کے طفیل تیری طرف رجوع کرتا ہوں جو رحمتوں والے نبی ہیں۔ اے محمد! میں اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف بطفیل آپ کے رجوع کرتا ہوں تاکہ میری حاجت پوری کی جائے۔ اے اللہ! میرے بارے میں ان کی شفاعت منظور فرما۔ اور بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فاروقِ اعظم نبی ء پاک کی وفات کے بعد بدیں الفاظ حضرت عباس کا وسیلہ پیش کیا کرتے تھے۔ اللھم انا کنا اذ قحطنا توسلنا الیک بنبینا فتسقینا و انا نتوسل الیک بعم نبینا محمد ﷺ فاسقنا۔ اے اللہ جب ہم قحط میں مبتلاء ہوتے تھے تو تیری بارگاہ میں اپنے نبی کا وسیلہ پیش کیا کرتے تھے تو تُو ہمیں بارش دیا کرتا تھا۔ اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں تاکہ تو ہمیں بارش دے۔

دوسری صورت

استمداد بالاولیاء کی دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص محبوبانِ خدا سے یوں عرض کرے کہ اے اللہ کے بندو! میری حاجت یہ ہے آپ حق تعالیٰ سے اس کے پورا ہو جانے کی دعا مانگیں۔ یہ صورت بھی بلا شبہ جائز اور قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ واذقلتم یا موسیٰ لن نصبر علیٰ طعام واحد فادع لنا ربک یخرج لنا مما تنبت الارض الآیۃ۔ اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم سے تو ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا تو آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ زمین کی اگائی چیزیں ہمارے لئے نکالے (پ ا ،رکوع ۷) اور حضرت عثمان بن حنیف کی حدیث میں گزر چکا ہے کہ سائل نے بارگاہِ نبوی میں بدیں الفاظ عرض کیا۔ ادع اللّٰہ ان یعافینی۔ آپ اللہ تعالیٰ سے میری عافیت مانگیں۔

تیسری صورت

استمداد کی تیسری صورت یہ ہے کہ سائل کسی محبوبِ خدا سے یہ عرض کرے کہ آپ مجھے یہ چیز اللہ تعالیٰ سے دلا دیں۔ یہ صورت بھی جائز ہے۔ کیونکہ اس صورت میں اور

صورتِ دوم میں لفظی فرق تو موجود ہے مگر دونوں کا معنیٰ ایک ہی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے حاجت دلانے کا یہ مفہوم ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ میری حاجت پوری فرماوے ولہٰذا اس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ وجیہ نہیں. ومایقول الوهابية في عدم جوازه في زعمهم فهو من جملة هذيانا تهم فافهم ولاتغتر بأباطيلهم والله يهدي من يشاء الى صراط مستقيم.

چوتھی صورت

محبوبانِ خدا سے استمداد واستعانت کی چوتھی صورت یہ ہے کہ ان سے یہ کہا جائے کہ آپ ہماری یہ حاجت پوری فرمادیں۔ یا میں آپ سے جنت مانگتا ہوں۔ یا آپ میرے رزق میں کشائش پیدا فرمادیں۔ یا مجھے اولاد عنائت فرمائیں وغیرہ وغیرہ۔ اس صورت استمداد میں وہابیہ زمانہ نے بے حد غلو کیا ہے اور بے دریغ مشرکین کے حق میں نازل ہونے والی آیاتِ قرآنیہ کو اُن مسلمانوں پر چسپاں کیا اوران پر کفروشرک کے بے بنیاد فتوے جڑے ہیں جو اس قسم کی استمداد کے جواز کے قائل ہیں۔ تحقیقی نظر سے وہابیت کی عینک اتار کر دیکھا جائے تو اس صورت استمداد میں شرک کی بُو تک موجود نہیں۔ کیونکہ محبوبانِ خدا نعماتِ خداوندی کے حصول کا سبب ہیں اور سبب کی طرف فعل کا اسناد علیٰ سبیل المجاز جائز بلکہ قرآن وحدیث ومحاورۂ عامۃ الناس میں جاری وساری اور خود وہابیہ زمانہ کے گھروں میں موجود۔ سو اس اسناد کی بناء پر شرک کا فتویٰ جاری کرنے کا نتیجہ ساری دنیا کے لوگوں کو مشرک بنانا اور اللہ ورسول کو مشرک ساز قرار دینا ہے۔ اور ایسا نہ کرے گا مگر جاہل اجہل۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ واللہ لایهدی القوم الظالمین.

بتوفیقہ تعالیٰ۔ ہم پہلے یہ ثابت کرتے ہیں کہ محبوبانِ خدا نعماتِ خداوندی کا ذریعہ اور سبب ہیں۔ سو محدث طبرانی اور ابن احمد بن حنبل اور اُمام بغوی نقل فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ان اللہ لیدفع بالمسلم الصالح عن مائة اهل بيت من جيرانه البلاء۔ یعنی اللہ تعالیٰ ایک نیکوکار مسلمان کے سبب سے اس کے پڑوس کے ایک سو

گھروں سے بلائیں دفع فرماتا ہے۔ اور طبرانی میں حضرت ابوالدرداء سے مروی ہے کہ جو شخص ہر روز ستائیس مرتبہ مومن مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگتا ہے وہ مستجاب الدعوات لوگوں میں داخل ہو جاتا ہے۔ ویرزق بھم اھل الارض۔ اور ان کے سبب سے تمام روئے زمین والوں کو روزی دی جاتی ہے۔ اور بخاری شریف میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ھل تنصرون وترزقون الا بضعفاء کم۔ تمہیں تمہارے کمزوروں کے طفیل نصرت ورزق دیا جاتا ہے۔

اور طبرانی نے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا الابدال فی امتی ثلاثون بھم تقوم الارض وبھم تمطرون وبھم تنصرون۔ میری امت میں تیس ابدال ہیں ان کے طفیل زمین قائم ہے اور ان کے وسیلہ سے تمہیں بارش دی جاتی ہے۔ اور ان کے وسیلہ سے تمہیں نصرت ملتی ہے۔

اور تیسری روایت میں ہے یسقٰی بھم الغیث وینتصر بھم علی الاعدآء ویصرف عن اھل الشام بھم العذاب ۔ ان کے وسیلہ سے بارشیں ہوتی ہیں اور ان کے سبب سے دشمنوں پر نصرت دی جاتی ہے۔ اور ان کی وجہ سے اہل شام سے عذاب الٰہی دور کیا جاتا ہے۔

اور تیسری روایت میں ہے یصرف عن اھل الارض البلاء والغرق ۔ روئے زمین والوں سے مصیبتیں اور سیلاب پھیر دیے جاتے ہیں۔

اور چوتھی روایت میں ہے یحفظ اللّٰہ بھم الأرض ۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے روئے زمین کی حفاظت فرماتا ہے۔

اور پانچویں روایت میں ہے فیھم یحیی ویمیت ویمطر وینبت ویدفع البلاء ۔ انہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زندہ کرتا، مارتا، بارش دیتا، فصل اگاتا اور بلائیں دفع فرماتا ہے۔ (کلھا من الأمن والعلاء)

جب یہ ثابت ہوگیا کہ محبوبانِ خدا انعاماتِ خداوندی کا سبب ہیں تو اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ مجازی طور پر فعل کا اسناد اس کے سبب کی طرف قرآن وحدیث اور عام

محاورہ میں موجود ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ "فرشتے بولے ہم ایک مجرم قو
کی طرف بھیجے گئے ہیں مگر لوط کے گھر والے ان سب کو ہم بچالیں گے"۔ (پ۱۴ رکوع ۴
اور فرماتا ہے! "فرشتے بولے بلاشبہ ہم اس بستی والوں کو ہلاک کریں گے"
(پ۲۰ رکوع ۱۶)
اور فرماتا ہے! "بلاشبہ ہم تیری بیوی کے سوا سب گھر والوں کو بچالیں گے"۔
اور فرماتا ہے! بلاشبہ ہم اس بستی والوں پر آسمانی عذاب نازل کریں گے"۔
اور فرماتا ہے!" سو شیطان نے ان دونوں کو جنت سے لغزش دی پھر انہیں ا
جگہ سے نکال دیا جس میں وہ تھے"۔ (پ ا رکوع ۴)
اور فرماتا ہے!۔ "اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے تو جو انہیں اللہ ا
اس کے رسول نے دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے۔ اب اللہ اپنے فضل سے دیتا ہے اور ا
کا رسول"۔ (پ۱۰ رکوع ۱۳)
اور فرماتا ہے!" جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا" (پ۱۵ رکوع ۳
اور فرماتا ہے!۔ " بلاشبہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی صورت پیدا ک
ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو فوراً وہ زندہ ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور اللہ
حکم سے میں مادرزاد اندھوں اور سفید داغ والوں کو شفا دیتا ہوں اور مردوں کو زند
دیتا ہوں" (پ۳ رکوع ۱۳)
اور فرماتا ہے!۔ " اور جب تو میرے حکم سے پرند کی سی مورت کیچڑ ۔
پیدا کرتا ہے پھر اس میں پھونک مارتا ہے تو وہ میرے امر سے پرند بن جاتی ہے او
میرے حکم سے مادرزاد اندھوں اور برص والوں کو شفا دیتا ہے اور میرے امر سے مرد
نکالتا ہے"۔ (پ ۷ رکوع ۵)
اور فرماتا ہے۔!" اور انہیں کیا برا لگا یہی نہ کہ اللہ و رسول نے انہیں اپنے فض
سے غنی کر دیا"۔ (پ۱۰ رکوع ۱۶)
اور فرماتا ہے۔!'' اس دانے کی طرح جس نے سات با

گا ئیں"۔ (پ ۳ رکوع ۴)

اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ما ینقم ابن جمیل الا انہ' کان فقیراً فاغناہ اللہ ورسولہٗ ۔ ابن جمیل کو صرف یہ بات بری لگی کہ وہ محتاج تھا تو اللہ اور اس کے رسول نے اسے غنی کر دیا۔ (بخاری) اور فرمایا۔ اعلموا ان الارض للہ ولرسولہ ۔ جان لو کہ بلا شک زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔ (بخاری) اور حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں حضور علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ جب میں آپ کے لئے وضو کا پانی اور ضرورت کی اشیاء لایا تو آپ نے فرمایا مانگ۔ میں نے عرض کیا۔ حضور! میں آپ سے آپ کا ساتھ جنت میں مانگتا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ وغیر ذلک ۔ آیا کچھ اور درکار ہے تو میں نے عرض کیا بس یہی درکار ہے۔ (مسلم) اور طبرانی کی روایت میں ہے ۔یا ربیعة سلنی فاعطیک ۔ اے ربیعہ مجھ سے کچھ مانگو تاکہ میں آپ کو عطا کروں۔ کسی شاعر نے کیا خوب فرمایا۔

اگر خیریتِ دُنیا وعقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا و ہر چہ میخواہی تمنا کن

اور اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

سائل ہوں ترا مانگتا ہوں تجھ سے تجھی کو ‏ ‏ ‏ معلوم ہے اقرار کی عادت تری مجھ کو

الغرض قرآن وحدیث میں اسناد مجازی بکثرت موجود اور محاورۂ عوام میں بھی اس کی مثالیں موجود مثلاً کوئی شخص حکیم صاحب سے اگر یہ کہے کہ آپ نے جو دوائی دی اس نے مجھے شفا بخشی تو یہ اسناد مجازی ہر عقلمند کے نزدیک جائز ہوگا یونہی اولیاء کرام وانبیاء عظام کی طرف جو افعال مسند ہوتے ہیں ان میں اسناد مجازی ہوتا ہے ولہٰذا نہ اس میں شرک نہ شرک کی بو موجود۔ وہابیہ زمانہ اپنی نادانی اور جہالت سے بات بات پر شرک کا فتویٰ لگاتے اور اپنے منہ آپ مشرک بنتے ہیں۔ سچ ہے۔ ان الوھابیة قوم لایعقلون ۔

اگر کوئی کہے کہ اسناد میں اصل حقیقت ہے۔ کلام کا حقیقی معنی مراد ہوا کرتا ہے اگر کوئی قرینہ صارفہ عن الحقیقۃ الی المجاز ہو تو پھر مجازی معنی مراد لیا جاتا ہے۔ عوام جو الفاظ

اولیاء اللہ وانبیاء کرام کے بارہ میں بولتے ہیں مثلاً یوں کہتے ہیں کہ فلاں ولی اللہ نے مجھے بیٹا بخشا۔ فلاں نے مجھے روزگار دلایا اور فلاں نے میری روزی میں کشائش پیدا کی۔ ان کو حقیقت سے پھیرنے والا کونسا قرینہ پایا جاتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ان کا اسلام قرینہ صارفہ بنتا ہے کیونکہ جو مسلمان اس قسم کے الفاظ بولتا ہے اس کی مراد یہی ہوتی ہے کہ اولیاء کرام کی دعاؤں اور برکتوں کے صدقے اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ نعمت عنایت فرمائی ہے۔ علامہ ابن زینی دحلان کتاب مستطاب درر السنیہ میں فرماتے ہیں۔ **فاذاقال العامی من المسلمین نفعنی النبی ﷺ اواغاثنی اونحو ذلک فانما یرید الاسناد المجازی والقرنیة علیٰ ذلک انه مسلم موحد لایعتقد التاثیر الا للّٰہ فجعلهم ذلک وامثاله من الشرک جهل محض وتلبیس علیٰ العوام الموحدین** ۔ سو جب کوئی عامی مسلمان یہ کہے کہ مجھے نبی پاک نے نفع دیا یا میری مدد کی تو اس کلام میں اسناد مجازی مراد ہوتا ہے اور اس پر یہ بات قرینہ بنتی ہے کہ وہ مسلمان توحید پرست ہے۔ کیونکہ وہ تاثیر صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اعتقاد کرتا ہے۔ سو اس قسم کی کلام کو شرک قرار دینا محض جہالت اور عوام المسلمین کو دھوکہ دینا ہے۔

ایک طرف محبوبان خدا سے مدد طلب کرنے کے جواز کے ان دلائل کو پڑھیے اور دوسری طرف جماعت اسلامی کے بانی مبانی اور امیر سابق ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا استمداد کے بارہ میں عقیدہ سنیے چنانچہ وہ احیاء دین کے صفحہ ۱۰۳ پر لکھتے ہیں۔ "جو لوگ حاجتیں طلب کرنے کے لئے اجمیر یا سالار مسعود کی قبر پر یا ایسے ہی دوسرے مقامات پر جاتے ہیں وہ اتنا بڑا گناہ کرتے ہیں کہ قتل اور زنا کا گناہ اس سے کمتر ہے۔"

نعوذ باللہ منہ۔ مزید برآں یہ کہ اس عقیدہ کو مودودی صاحب نے شاہ ولی اللہ صاحب کی طرف منسوب کیا اور اسے ان کے شاندار کارناموں میں شمار کر ڈالا۔ سبحانک ھذا بھتان عظیم۔ اولاً یہ عبارت ہماری پیش کردہ آیات واحادیث کے معارض ہونے کی وجہ سے قطعاً مردود ہے کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ یہ شاہ صاحب کی اپنی عبارت نہیں بلکہ کسی وہابیت زدہ شخص نے اپنی طرف سے شاہ صاحب کی کتاب تفہیمات میں درج کر دی ہے اور آنجناب ابوالاعلےٰ مودودی صاحب نے بے سوچے سمجھے نقل کر دی۔ کیونکہ اگر شاہ صاحب

کا عقیدہ وہی ہوتا جو مودودی صاحب نے ان کی طرف منسوب کیا تو پھر شاہ صاحب اپنی کتاب انفاس العارفین کے صفحہ ۱۰۶ پر اپنے والد شاہ عبدالرحیم صاحب کا یہ ارشاد نقل نہ فرماتے۔ " می فرمودند حدیث قدسی بر دو نوع است یکے آنکہ اورا جبریل آورد اما در قرآن داخل نہ شد بسبب آنکہ کلام معجز نبود دوم آنکہ خدا تعالیٰ بر نبی ﷺ انداخت بے واسطہ در معنیٰ اذا تحیر تم فی الامور فاستعینو اباصحاب القبور ے فرمودند احتمال دارد کہ مراد از استعانت آن باشد کہ یاد کردن احوال موتیٰ وعبرت گرفتن از یشاں توجہ بامور دنیویہ را رفع میکند۔ یعنی شاہ عبدالرحیم فرماتے ہیں کہ حدیث قدسی دو قسم کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ پیغام خداوندی جبریل امین لے کر نبی پاک کے پاس آئیں مگر وہ قرآن میں داخل نہ ہو بوجہ اپنے معجز نہ ہونے کے اور دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جبریل کے واسطے کے بغیر نبی پاک پر کوئی وحی بھیجے جیسا کہ یہ ارشاد الٰہی ہے کہ جب تم امور میں حیران و پریشان ہو جاؤ تو قبر والوں سے حاجتیں مانگو۔ پھر فرمایا۔ اس حدیث قدسی استعانت باصحاب القبور سے ممکن ہے کہ یہ مراد ہو کہ جب تم امور میں پریشان ہو جاؤ تو مردوں کے احوال کو یاد کرو اور ان سے عبرت پکڑو کہ ان کی طرف توجہ کرنا امور دنیویہ کی پریشانی رفع کرتا ہے۔

اور اگر شاہ صاحب کا یہی عقیدہ ہوتا جو مودودی صاحب نے ان کی طرف منسوب کیا تو وہ اپنے والد ماجد کا یہ ارشاد انفاس العارفین کے صفحہ ۳ پر نہ نقل فرماتے۔ " مرا در مبدأ حال بمزار شیخ رفیع الدین الفتے پیدا شد آنجا میرفتم و بقبر ایشاں متوجہ میشدم بسا می بود کہ غیبت دست دادی واز احساس حر و برد معزول شدی " مجھے شروع شروع میں شیخ رفیع الدین کے مزار سے الفت پیدا ہوگئی اور میں ان کی قبر کی طرف متوجہ ہوتا تھا۔ اکثر یہ ہوتا کہ قدرتِ خداوندی امداد کرتی تھی اور گرمی و سردی کا احساس زائل ہو جاتا تھا۔
اور نہ ہی وہ انفاس العارفین کے صفحہ ۲۰ پر یہ نقل فرماتے " درآن اثناء بمزار فائض الانوار حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہٗ متوجہ می بودند ازاں جناب دار یابہا یافتند وفیضہا گرفتند " یعنی اس اثناء میں حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہٗ کے انوار بخش مزار کی طرف وہ متوجہ ہوتے تھے اور اس سرکار سے مقاصد پاتے اور فیض حاصل کرتے تھے۔

وهـذاآخـر مـااردنا ایراده فی هذه المقالة المبارکة تقبلها اللّٰہ تعالیٰ بمنه العظیم ورسوله الکریم ﷺ ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ستائیسواں مقالہ

اعانت واستعانت

کی صحیح شرعی حیثیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین ۔ اما بعد!

روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی کے ہفتہ وار ملی ایڈیشن میں "اعانت واستعانت کی شرعی حیثیت" کے عنوان سے پیر سید نصیر الدین شاہ صاحب گولڑوی کا ایک مضمون مسلسل شائع ہو رہا ہے ۔ چونکہ پیر صاحب نے اپنے اس مضمون میں اعانت واستعانت کی شرعی حیثیت صحیح طریقہ سے بیان نہیں کی ہے اس لیے افادۂ عامۃ المسلمین کے لیے اس مختصر رسالہ میں ہم نے اس کی صحیح شرعی حیثیت بیان کرنے کی سعادت حاصل کی ہے ۔ اللہ تعالیٰ حق بیانی کی توفیق بخشے اور اس سعی کو شرف مقبولیت عطا فرمائے ۔ اور اسے ذریعہ ہدایت بنائے آمین بجاہ النبی الامین ﷺ ۔

پیر صاحب کے مضمون کی مؤاخذہ طلب عبارتیں

اعانت واستعانت کے بارہ میں پیر صاحب کی قابل اعتراض عبارتیں پہلے درج کی جاتی ہیں تاکہ قارئین پیر صاحب کا مؤقف سمجھنے کے بعد ہماری معروضات کو پڑھیں ۔ وباللہ التوفیق ۔

پیر سید نصیر الدین شاہ صاحب لکھتے ہیں

(۱) "میری رباعی پر یہ اعتراض ہوا کہ ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم کے تحت میں نے جو رباعی کہی ۔ ایک تو اس کے تیسرے مصرعہ میں کہا ہے ۔ کیوں مانگ رہا ہے مانگنے والوں سے ۔ (اعتراض یہ ہے کہ) یہ کہہ کر آپ نے بیک وقت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے مانگنے سے روکا ۔ دوسرا (اعتراض) یہ کہ بشمول انبیاء واولیاء آپ نے سب کو اللہ سے مانگنے والوں میں شمار کیا ہے ۔ اور تیسرا (اعتراض) یہ کہ یہ آیت بتوں کے بارے میں نازل ہوئی اور اس کے مخاطب مشرکین ہیں ۔ آپ نے اہل ایمان کو مخاطب بنایا اور نعوذ باللہ انبیاء واولیاء کو اصنام قرار دیا ۔ اور چوتھا (اعتراض) یہ کہ اس

آیت میں تدعون بمعنی تعبدون آیا ہے۔ جس کے معنے ہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو جبکہ آپ نے پکارنے اور مانگنے کا معنی لیا ہے۔ بظاہر یہ تمام اعتراضات وقیع اور لاینحل معلوم ہوتے ہیں۔ مگر میں ان شآء اللہ ان کا جواب قرآن وسنت اور اکابر امت کی تعلیمات سے پیش کروں گا۔" (روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی بابت ۲۰ ستمبر ۲۰۰۲ء)

(۲) "دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں نے اگر اللہ کے بغیر کسی سے مانگنے سے روکا ہے تو میں نے سنت انبیاء پر عمل کیا ہے۔ کیونکہ تمام انبیاء کا اللہ ہی سے سوال کرنا اور مانگنا ثابت ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو جبکہ آیت کریمہ واللّٰہ الغنی وانتم الفقرآء۔ (اللہ غنی اور اے انسانو! تم سب اس کے فقیر اور منگتے ہو) میں الف لام استغراق کا ہے۔ جس کے نتیجے میں تمام افراد انسان اس میں داخل ہیں۔ کیونکہ ایک اور مقام پر یوں بھی ارشاد ہوا۔ یا یھاالناس انتم الفقرآء الی اللہ واللہ ھو الغنی الحمید۔ (اے انسانو! تم سب کے سب اللہ کی طرف محتاج ہو اور وہ اللہ مطلق بے نیاز تعریف کی جانے والی ذات ہے) اگر قرآن وسنت میں اللہ کے سوا کسی اور سے مانگنے کی نشاندہی اور اجازت موجود ہے تو ثابت کیا جائے۔ اگر ثابت ہو گیا اور ذہن نے تسلیم کر لیا تو پھر ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر انبیآء اہل بیت، صحابہ اور صوفیاء سمیت پوری کائنات کو اللہ کا سائل کہنے میں کسی کو کیا تکلیف ہے؟" (ملی ایڈیشن بابت ۲۷ ستمبر ۲۰۰۲ء)

(۳) "ان مثالوں سے ثابت ہوا کہ انبیآء اولیآء اپنے آپ کو اللہ کا نہ صرف محتاج سمجھتے تھے بلکہ اپنی حاجات بھی اسی کی بارگاہ میں پیش کیا کرتے تھے۔ گویا ایسا کرنا سنت انبیآء واولیآء ہے۔ اب جو لوگ ان کی اس واضح سنت پر عمل نہیں کرتے اور مختلف توجیہات پیش کر کے اپنے ذہنی مفروضات اور اختراعی عقائد کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ صریح غلطی پر ہیں۔ اب محولہ بالا مفہوم کو ذہن میں رکھتے ہوئے میری رباعی کے تیسرے مصرعے کو پڑھیے۔ ۔ کیوں مانگ رہا ہے مانگنے والوں سے" (ملی ایڈیشن۔ ۲۷ ستمبر ۲۰۰۲ء)

(۴) "توحید خالص یعنی جن سے تو مانگ رہا ہے وہ تو خود اللہ سے مانگتے ہیں جیسا کہ حدیث محولہ حضرت پیرانِ پیر کی رباعی اور آپ کے مواعظ وخطبات کے اقتباسات سے

ثابت ہوا۔ اب مانگنے والے پر ضروری ہے کہ وہ اپنی محبوب ومکرم شخصیات انبیاء واولیاء کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اس ذات سے مانگے جس سے خود انبیاء واولیاء مانگتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو وہ محبت کے دعویٰ میں جھوٹا ہوگا" (ملی ایڈیشن ۲۷ ستمبر ۲۰۰۲ء)

(۵) "معبود تو عابد سے اعلیٰ وارفع ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نے کسی نبی یا رسول کو مدد کے لیے نہیں پکارا۔ بلکہ سب نے صرف اللہ ہی کو پکارا۔ جس کے ثبوت میں بے شمار قرآنی آیات اور احادیث پیش کی جاسکتی ہیں" (ملی ایڈیشن۔ ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۲ء)

(۶) "چونکہ انبیاء ومرسلین سے افضل واعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس لئے انہوں نے اپنے اپنے ادوار مقدسہ میں بجائے کسی انسان سے غیبی مافوق الاسباب اور غیر مرئی مدد مانگنے کے اللہ ہی سے مدد مانگی۔ اور اسی کا درس دیا" (ملی ایڈیشن ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۲ء)

(۷) "ایک مقام پر فرمایا یسالہ من فی السموات والارض۔ اگرچہ یہ صورۃً جملہ خبریہ ہے مگر حقیقۃً یہ امر اور جملہ انشائیہ ہے کہ زمین وآسمان کی ساری مخلوق کو چاہیے کہ وہ مجھ سے مانگے اور سوال کرے اور مجھ ہی سے اپنی حاجت براری کرائے۔ کیونکہ قاضی الحاجات صرف میری ذات ہے۔ البتہ صالحین متقین اور اولیاء عظام کا دعا میں توسل جائز ہے کہ صالحین کے توسل سے دعا قبول ہوتی ہے" (ملی ایڈیشن ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۲ء)

(۸) "حضرت گولڑوی (پیر مہر علی شاہ صاحب) کے نزدیک بھی دعا عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ کے لیے خاص ہے۔ گویا حضرت پیر صاحب کے نزدیک بھی اللہ ہی سے مانگنا چاہیے۔ اگر کسی اور سے مانگا جائے گا تو یہ اس لیے جائز نہ ہوگا کہ مانگنا یعنی دعا عبادت ہے اور عبادت بالاتفاق اللہ تعالیٰ کے لیے خاص اور غیر اللہ کے لیے حرام اور موجب شرک ہے لہٰذا شاعر (نصیر الدین شاہ) کا یہ کہنا کہ

ع کیوں مانگ رہا ہے مانگنے والوں سے۔ عقیدۂ توحید، سنت انبیاء، اور تعلیمات مہریہ کے

عین مطابق ٹھہرا۔" (ملی ایڈیشن ۱۷ جنوری ۲۰۰۳ء)

(۹) "اس کے علاوہ اگر معترض کے علم میں اللہ کے سوا اور کوئی ذات ہے تو اس کی نشاندہی ضرور کرے تاکہ ذرا مزہ بدلنے ہی کی خاطر کچھ دیر کے لیے اسے بھی پکارا جائے۔ اور اپنی تکالیف کا درماں کرا لیا جائے۔" (ملی ایڈیشن ۱۷ جنوری ۲۰۰۳ء)

(۱۰) "ہم نے اپنے اس تفصیلی تجزیہ میں جو کچھ پیش کیا اس کا تعلق براہ راست قرآن وسنت سے ہے یا پھر صوفیائے کرام کی ان تحریرات سے ہے جو انہوں نے شرعی حیثیت کو واضح کرنے کے لیے بصورت فتویٰ صادر فرمائیں۔ لہٰذا ہم اس سطح کا جواب تسلیم کریں گے۔ اھ بلفظہ۔ (ملی ایڈیشن۔ ۱۷ جنوری ۲۰۰۳ء)

پیر صاحب کا عقیدہ نصوص شرعیہ کے خلاف ہے

پیر نصیر الدین شاہ صاحب نے اپنی رباعی کے تیسرے مصرعہ میں جو یہ کہا ہے کہ

ع کیوں مانگ رہا ہے مانگنے والوں سے۔

قرآن وحدیث اور تعلیماتِ بزرگانِ دین کے سراسر خلاف ہے۔ چونکہ پیر صاحب نے قرآن وحدیث اور تعلیماتِ بزرگانِ دین کا پوری طرح سے مطالعہ نہیں کیا ہے۔ اس لیے ان کی چشم کشائی کے لیے چند آیاتِ کریمہ، احادیث مبارکہ اور اقوال بزرگانِ دین پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔ اللہ کرے ہماری اس تحریر سے پیر صاحب کو راہ حق نظر آجائے اور وہ حق سے روگردانی ترک فرما کر حق شعاری سے بہرہ ور ہوں۔ آمین یارب العالمین بجاہ نبیک الکریم ﷺ

آیاتِ کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ووجدک عائلاً فاغنی فامّا الیتیم فلا تقھر واما السائل فلا تنھر۔ (پ ۳۰ رکوع ۱۸) ترجمہ: اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا تو یتیم پر دباؤ نہ ڈالو اور منگتا کو نہ جھڑکو۔ (کنزالایمان ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت امام ابوالبرکات نسفی حنفی آخری آیت کریمہ واما السائل فلا تنھر کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔فلاتزجرہ فابذل قلیلاً اور ذجمیلاً ۔آپ اپنے منگتے کو نہ جھڑکیں بلکہ اس پر کچھ نہ کچھ خرچ کریں یا اسے اچھا جواب دیں۔(تفسیر نسفی جلد چہارم ص ۳۶۴)

اور حضرت امام احمد صاوی اس آیت کے بارہ میں لکھتے ہیں۔والمعنی اغن عبادی واعطھم کما اغنیتک واعطیتک۔اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اے محبوب آپ ہمارے بندوں کو غنی بنائیں اور انہیں عطا فرمائیں جس طرح ہم نے آپ کو غنی بنایا اور عطا کیا۔(تفسیر صاوی جلد چہارم ص ۳۷۹)

اور علاءالدین خازن لکھتے ہیں۔لاتزجرہ اذاسالک ۔اے محبوب جب کوئی آپ سے مانگے تو آپ اسے نہ ڈانٹیں۔(تفسیر خازن جلد چہارم ص ۳۶۰)

اور مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں" خیال رہے کہ مال کا منگتا غنی کے دروازہ پر، کمال کا منگتا کامل کے دروازہ پر، دوا کا منگتا حکیم کے دروازے پر اور داد کا منگتا حاکم کے دروازے پر جاتا ہے۔لیکن حضور ﷺ کا دروازہ وہ دروازہ ہے جہاں سارے منگتوں کا بھلا ہے۔کیونکہ یہاں (اس آیت میں) سائل میں کوئی قید نہیں۔پھر یہ تمام دروازے داتاؤں کے مرنے پر بند ہوجاتے ہیں۔مگر حضور ﷺ کا دروازہ ہر منگتے کے لیے ہمیشہ کھلا رہے گا کہ حشر میں بھی حضور ﷺ ہی سے سارا عالم شفاعت کی بھیک مانگے گا۔کیونکہ یہاں زمانے کی بھی قید نہیں۔جیسے مہربان باپ یہ دیکھ کر خوش ہوتا ہے کہ اس کے بیٹے کے دروازے فقراء کے لیے کھلے ہیں ایسے ہی رب تعالیٰ اس سے خوش ہے کہ اس کے محبوب کے دروازے پر بھکاریوں کی بھیڑ ہے۔لفظ سائل سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ایک یہ کہ حضور ﷺ سے ہر قسم کی دینی و دنیاوی نعمتیں مانگنا جائز ہے۔حضور! مجھے جنت، اولاد، ایمان دے دیں۔اور دوزخ سے بچالیں وغیرہ وغیرہ۔کیونکہ رب نے عالم کو حضور ﷺ کا سائل قرار دیا اسی لیے صحابہ نے حضور ﷺ سے شفا، شفاعت، جنت اور اولاد مانگی، جانوروں نے دادفریاد مانگی۔

اور دوسرا مسئلہ یہ کہ رب نے حضور ﷺ کے خزانے بھر دیے ورنہ سائلوں کو وہاں

نہ بھیجا جاتا۔ فرماتا ہے ولوانھم اذ ظلموا انفسھم جآؤک۔ ڈپو میں پہلے آٹا کھانڈ حکومت کی طرف سے جمع کر دیا جاتا ہے پھر کارڈ والوں کو وہاں بھیجا جاتا ہے۔ اور تیسرا مسئلہ یہ کہ حضور ﷺ سے ہر جگہ سے مانگنا جائز ہے، مدینہ پاک حاضر ہونے کی قید نہیں اور چوتھا مسئلہ یہ کہ عالم طلباء کو، مشائخ مرید صادق کو اور غنی بھکاری کو نہ جھڑکیں کہ یہ سب سائلین ہیں۔ کبھی سائلین کے لباس میں کوئی مقبول بندہ ہوتا ہے جو ہمارے امتحان کے لیے آتا ہے۔"

(نور العرفان ص ۹۵۰)

اور پیر کرم شاہ صاحب لکھتے ہیں۔" سائلوں سے برافروختہ وہ ہوتا ہے جس کو اپنے سرمایہ کے ختم ہو جانے یا کم ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ جب آپ کے رب نے آپ کو غنی کر دیا ہے تو یہ خزانے کبھی ختم ہونے والے نہیں۔ پھر آپ کسی سائل کو کیوں جھڑکیں یا سائلوں کی کثرت سے تنگ دل کیوں ہوں۔ آپ کو آپ کے رب نے بے شمار دولتیں اور بے حساب نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ آپ انہیں سائل کی استعداد کے مطابق بانٹتے ہیں۔ آپ کے در پر آنے والا کوئی سائل خالی نہ جائے۔ (تفسیر ضیاء القرآن حصہ پنجم ص ۵۹۲)

الحمد للہ ان آیات کریمہ اور ان تفسیرات متبرکہ سے ثابت ہوا کہ اللہ کریم جل شانہٗ نے اپنے محبوب کریم رؤوف رحیم ﷺ کو غنی بنا دیا ہے۔ اور آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ کسی یتیم پر دباؤ نہ ڈالیں اور نہ کسی مانگنے والے کو جھڑکیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سے مانگنا اور آپ کے دروازہ پر گداگر بننا شرعاً جائز ہے۔ یہ شرک نہیں عین توحید ہے۔

یہ جن و ملک جانور اللہ اللہ — فدا ان پہ سارے بشر اللہ اللہ
میں نام نبی سن کے شیدا ہوا ہوں — انہیں ڈھونڈتی ہے نظر اللہ اللہ
زمانے میں جن کا سہارا نہیں ہے — ہے ان کا سہارا یہ در اللہ اللہ
یہ ان کا فضل ہے، یہ ان کا کرم ہے — کہ ہوتی ہے اچھی بسر اللہ اللہ
تیرا سایہ لطف جاتا ادھر ہے — میں جاتا ہوں آقا جدھر اللہ اللہ
خدا اس کو آیا نظر میرے آقا — جسے آپ آئے نظر اللہ اللہ
دیئے جا رہے ہو کرم ہم کو ہر دم — نہیں چھوڑتے ہو قصر اللہ اللہ

ہیں عنوانِ محفل مدینے کے آقا　　لبوں پہ ہے ان کا ذکر اللہ اللہ
نہ قاسم کریں بد دعا سختیوں میں　　یہ شانِ قناعت و صبر اللہ اللہ

احادیث مبارکہ

صحیح مسلم شریف میں مروی ہے کہ صحابیء رسول حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ہاں رات گزارتا تھا تو میں آپ کے لیے وضو اور ضرورت کی چیزیں لاتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا۔ مانگ، **فقلت اسئالک مرافقتک فـــی الـــجـنة** ۔ میں نے عرض کیا۔ میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت اور سنگت مانگتا ہوں۔ فرمایا **اوغیر ذلک** ۔ اور کیا چیز اس کے علاوہ۔ عرض کے **هو ذاک**۔ بس یہی چیز ہے۔ فرمایا۔ **فاعنی علیٰ نفسک بکثرة السجود** ۔ پھر تو اپنے نفس کے مقابلہ میں سجدوں کی کثرت کے ذریعہ سے میری مدد کر۔ (مسلم شریف ص ۲۱۳ جلد اوّل، مشکوٰۃ شریف کتاب الصلوٰۃ فی السجود۔ جلد اول ص ۷۷)

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں واز اطلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ و تخصیص نکرد بمطلوبے خاص معلوم می شود کہ کار ہمہ بدست ہمت و کرامتِ اوست ﷺ ۔ و ہر چہ خواہد باذن پروردگار خود بدہد۔

فان من جودک الدنیا وضر تها.　　ومن علومک علم اللوح والقلم

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری　　بدرگاہش بیا و ہر چہ می خواہی تمنا کن۔

ترجمہ: اور رسول اللہ ﷺ کے سوال کے اطلاق سے کہ فرمایا مانگ اور کسی خاص مطلوب کی تخصیص نہ فرمائی معلوم ہوتا ہے کہ ساری مخلوق کا کاروبار آپ کے ہاتھ، ہمت اور کرامت میں ہے۔ ﷺ ۔ آپ ﷺ جو کچھ چاہتے ہیں اپنے پروردگار کے اذن سے عطا فرماتے ہیں۔

شعر۔ سو بلا شبہ دنیا اور اس کی سوکن (آخرت) آپ کی سخاوت کا ایک حصہ ہے۔ اور لوح وقلم کا علم آپ کے علوم کا ایک جزو ہے۔

شعر۔ اگر تو دنیا و آخرت کی بھلائی کی آرزو رکھتا ہے تو پھر ان کی بارگاہ میں چلا آ اور جو کچھ چاہے اس کا سوال کر۔ (اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۳۹۶)

اور ملا علی قاری اس حدیث کے ماتحت لکھتے ہے۔ ویؤخذ من اطلاقہ علیہ السلام الامر بالسوال ان اللہ تعالیٰ مکنہ من اعطاء کل ما ارادمن خزائن الحق۔ اور رسول اللہ ﷺ کے سوال کے اطلاق سے یہ مسئلہ اخذ کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات پر قدرت دی ہے کہ وہ اللہ کے خزانوں سے جو کچھ کسی کو دینے کا ارادہ فرمائیں عطا فرمائیں۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد دوم ص ۳۲۳)

اور اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں " صحیح مسلم شریف وسنن ابی داؤد وسنن ابن ماجہ ومعجم کبیر طبرانی میں سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے ہے۔ قال کنت ابیت مع رسول اللہ ﷺ فاتیتہ بوضوءہ وحاجتہ فقال لی سل (ولفظ الطبرانی فقال یوماً یا ربیعۃ سلنی فاعطیک رجعنا الی لفظ مسلم) قال فقلت اسئالک مرافقتک فی الجنۃ فقال اوغیر ذلک فقلت ھوذاک قال فاعنی علیٰ نفسک بکثرۃ السجود . میں حضور پرنور سید المرسلین ﷺ کے پاس رات کو حاضر رہتا۔ ایک شب میں حضور کے لیے آب وضو وغیرہ ضروریات لایا۔ (رحمت عالم کا بحرِ رحمت جوش میں آیا۔) ارشاد فرمایا۔ مانگ کیا مانگتا ہے کہ ہم تجھے عطا فرمائیں۔ میں نے عرض کی۔ میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں۔ فرمایا۔ کچھ اور، میں نے عرض کی میری مراد تو صرف یہی ہے۔ ۔ کہ حیف باشد وغیرانہ تمنائے

سائل ہوں تیرا مانگتا ہوں تجھ سے تجھی کو ــــ معلوم ہے اقرار کی عادت تیری مجھ کو

فرمایا۔ تو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرت سجود سے۔

الحمد للہ: یہ جلیل ونفیس حدیث صحیح اپنے ہر ہر جملے سے وہابیت کش ہے۔ حضور اقدس خلیفۃ اللہ الاعظم ﷺ کا مطلقاً بلا قید و بلا تخصیص ارشاد فرمانا سل، مانگ کیا مانگتا ہے۔ جانِ وہابیت پر کیسا پہاڑ ہے۔ جس سے صاف ظاہر کہ حضور ﷺ ہر قسم کی حاجت روا فرما سکتے ہیں۔ دنیا و

آخرت کی سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں۔ جب تو بلا تقیید ارشاد ہوا مانگ کیا مانگتا ہے۔ یعنی جو جی میں آئے مانگو کہ ہماری سرکار میں سب کچھ ہے۔

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری　　بدرگاہش بیا و ہر چہ می خواہی تمنا کن۔

پھر اس حدیث میں سب سے بڑھ کر جان وہابیت پر کیسی آفت کہ حضور اقدس ﷺ کے ارشاد پر حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ خود حضور سے جنت مانگتے ہیں۔ اسئالک مرافقتک فی الجنة ۔ یارسول اللہ میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں رفاقت عطا ہو۔ وہابی صاحبو! یہ کیسا کھلا شرک وہابیت ہے جسے حضور مالکِ جنت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ قبول فرما رہے ہیں۔ وللہ الحجۃ الساطعہ " (کتاب الامن والعلیٰ مؤلفہ اعلیٰ حضرت بریلوی ص ۱۲۵)

حدیث نمبر۲

طبرانی معجم اوسط میں اور خرائطی مکارم الاخلاق میں امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ وجھہ الکریم سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے جب کوئی شخص سوال کرتا۔ اگر منظور ہوتا۔ نعم فرماتے۔ یعنی اچھا۔ اور نہ منظور ہوتا تو خاموش رہتے کسی چیز کو لا یعنی نہ نہ فرماتے۔ ایک روز ایک اعرابی نے حاضر ہو کر سوال کیا اس پر حضور اقدس ﷺ نے جھڑکنے کے انداز میں فرمایا۔ سل ماشئت یا اعرابی ۔ اے اعرابی جو تیرا جی چاہے ہم سے مانگ لے۔ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہٗ فرماتے ہیں کہ یہ حال دیکھ کر ہمیں اس اعرابی پر رشک آیا۔ ہم نے اپنے جی میں کہا کہ اب یہ حضور ﷺ سے جنت مانگے گا۔ اعرابی نے کہا میں حضور سے سواری کا ایک اونٹ مانگتا ہوں۔ فرمایا عطاء ہوا۔ پھر عرض کی۔ حضور! زاد راہ مانگتا ہوں۔ فرمایا۔ عطا ہوا۔

ہمیں اس کے ان سوالوں پر تعجب ہوا۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا کتنا فرق ہے اس اعرابی کی مانگ اور بنی اسرائیل کی ایک پیر زن کے سوال میں۔ پھر حضور نے اس کا ذکر ارشاد فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو دریا اترنے کا حکم ہوا اور کنارہ دریا تک پہنچے

سواری کے جانوروں کے منہ اللہ تعالیٰ نے پھیر دیئے کہ خود بخود واپس پلٹ آئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ الٰہی یہ کیا حال ہے؟ ارشاد ہوا تم قبر یوسف کے پاس ہو۔ ان کا جسم مبارک اپنے ساتھ لے لو۔ موسیٰ علیہ السلام کو قبر کا پتہ معلوم نہ تھا۔ فرمایا اگر تم میں سے کوئی آدمی جانتا ہے تو بتائے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ شاید بنی اسرائیل کی پیرزن کو معلوم ہو۔ اس کے پاس آدمی بھیجا کہ تجھے یوسف علیہ السلام کی قبر معلوم ہے؟ کہا۔ ہاں۔ فرمایا۔ تو تُو مجھے بتادے۔ عرض کی لاوالله حتی تعطینی مااسئالک۔ نہیں خدا کی قسم میں نہ بتاؤں گی یہاں تک کہ میں جو کچھ آپ سے مانگوں وہ آپ مجھے عطا فرمادیں۔ فرمایا تیری عرض قبول ہے۔ پیرزن نے عرض کی فانی اسئلک ان اکون معک فی الدرجة التی تکون فیها فی الجنة۔ تو میں حضور سے یہ مانگتی ہوں کہ میں جنت میں آپ کے ساتھ رہوں اس درجہ میں جس میں آپ ہوں گے۔ فرمایا سلی الجنة۔ جنت مانگ لے یعنی تجھے یہی کافی ہے۔ اتنا بڑا سوال نہ کر۔ عرض کی خدا کی قسم میں نہ مانوں گی مگر یہی کہ میں آپ کے ساتھ رہوں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام اس سے یہی ردو بدل کرتے رہے تو اللہ نے وحی بھیجی۔ موسیٰ! وہ جو مانگ رہی ہے تو اسے وہی عطا کردے کہ اس میں تمہارا کچھ نقصان نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمادی۔ تو اس نے یوسف علیہ السلام کی قبر بتائی اور موسیٰ علیہ السلام نعش مبارک کو ساتھ لے کر دریا سے عبور فرما گئے۔ (الامن والعلیٰ ص ۲۲۸)

حدیث نمبر ۳

حضور سید دو عالم ﷺ ہوازن کی غنیمتیں تقسیم کر رہے تھے۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی۔ یارسول اللہ۔ حضور نے مجھ سے کچھ وعدہ فرمایا تھا۔ ارشاد ہوا۔ تو نے سچ کہا۔ اچھا جو جی میں آئے حکم لگادے۔ عرض کی۔ اسی دنبے اور ان کا چرانے والا غلام عطا ہو۔ فرمایا۔ یہ تجھے عطا ہوا اور تو نے بہت چھوٹی چیز مانگی۔ اور بے شک وہ ضعیفہ عورت جس نے یوسف علیہ السلام کا تابوت بتایا تھا تجھ سے زیادہ دانشمند تھی جبکہ اسے موسیٰ علیہ السلام نے اختیار دیا تھا کہ تو جو چاہے مانگ لے۔ اس نے کہا تھا۔ حکمی ان تردنی شابة' وادخل

معک الجنة ۔ میں قطعی طور پر یہی مانگتی ہوں کہ آپ میری جوانی واپس فرمادیں او
میں آپ کے ساتھ جنت میں آپ کے ساتھ جاؤں ۔ یونہی ہوا۔ وہ ضعیفہ فوراً نوجوان
ہوگئی ۔ اس کا حسن و جمال واپس آیا۔ اور جنت میں بھی معیت کا وعدہ کلیم کریم علیہ الصلوٰ
والسلام نے عطا فرمایا۔ رواہ ابن حبان والحاکم فی المستدرک مع اختلاف عن ابی
موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ اور حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔" (الامن والعلیٰ
ص ۲۳۶)

حدیث نمبر ۴

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔اطلبوا الخیر والحوائج من حسّان الوجوہ
بھلائی اور حاجتیں خوش رویوں سے مانگو۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عباس رضی
اللہ تعالیٰ عنہما. (الامن والعلیٰ ص ۲۹)

حدیث نمبر ۵

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔اطلبوا الحوائج الی ذوی الرحمة من امتی ترزقو
وتفلحوا۔ میرے رحم دل امتیوں سے اپنی حاجتیں مانگو۔ رزق پاؤ گے اور ان کے دام
میں آرام سے رہو گے ۔رواہ العقیلی والطبرانی فی الاوسط ۔(الامن والعلیٰ ص
۲۹)

حدیث نمبر ۶

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں .اطلبوا الحوائج الی ذوی الرحمة من امتی
ترزقوا وتنجوا فان اللہ تعالیٰ یقول رحمتی فی ذوی الرحمة من عبادی . میرے رحم دل
امتیوں سے اپنی حاجتیں مانگو تم رزق پاؤ گے اور کامیاب ہو جاؤ گے ۔ کیونکہ اللہ تعا
فرماتا ہے میری رحمت میری رحمت والے بندوں میں ہوتی ہے ۔رواہ البیہقی فی الشعب

والطبرانی فی الکبیر عن ابی سعید رضی اللّٰہ عنہ۔ (جامع صغیر جلد ۱ ص ۴۴)

مسلمان ان احادیث مبارکہ کو پڑھیں، سمجھیں اور غور کریں کہ سرکار دو عالم ﷺ اور دیگر انبیاء و اولیاء و صالحین سے مانگنے کی یہ کیسی کیسی روشن دلیلیں ہیں۔ بصیرت سے کورے عقیدت سے محروم لوگ ہی محبوبانِ خدا سے مانگنے کو ناجائز کہیں گے۔ رسول اللہ ﷺ تو حسان الوجوہ (اچھے چہرہ والے لوگوں) سے مانگنے کا ہمیں حکم دے رہے ہیں واللہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم۔

بزرگانِ دین رسول اللہ ﷺ سے مانگتے چلے آئے ہیں

جس طرح دورِ رسالت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ ﷺ سے اپنی حاجتیں مانگتے رہے۔ اسی طرح بعد کے ادوار کے بزرگانِ دین بھی آپ سے اپنی حاجتیں عرض کرتے چلے آئے ہیں۔ بطور نمونہ مشتے از خروارے عرض کیا جاتا ہے۔

امام بوصیری کا عقیدہ

صاحب قصیدہ بردہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وکلھم من رسول اللہ ملتمس   غرفاً من البحر او رشفاً من الدیم

ترجمہ: اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت رسول اللہ ﷺ سے ایک کف دست یعنی چلو کے طالب ہیں۔ یا بقدر ایک قطرہ کے ہیں آپ کے علم کے باران ہائے بسیار سے۔ (نشر الطیب مؤلفہ دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی ص ۱۷)

حاجی امداد اللہ صاحب کا عقیدہ

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی جو اکابر دیوبند کے پیر و مرشد ہیں اور صاحبزادہ نصیر الدین صاحب کے پڑدادا پیر سید مہر علی شاہ صاحب نے ان سے سلسلہء چشتیہ صابریہ کی خلافت حاصل کی بارگاہ رسالت سے بدیں الفاظ مانگتے ہیں۔

اے رسول کبریا فریاد ہے   یا محمد مصطفےٰ فریاد ہے

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل اے میرے مشکل کشا فریاد ہے

(کلیات امدادیہ)

اعلیٰ حضرت بریلوی کا عقیدہ

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ اپنے
اشعار میں جابجا رسول اللہ ﷺ سے اپنی حاجتیں مانگتے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

ؔ وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمتن کرم بنایا ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا

ؔ سائلو دامن سخی کا تھام لو کچھ نہ کچھ انعام تو ہو جائے گا

ؔ واہ کیا جود و کرم ہے شاہ بطحا تیرا نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے دریا تیرا
فیض ہے یا شاہ تسنیم نرالا تیرا آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا
اغنیاء پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا اصفیاء چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستہ تیرا
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا
تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

(حدائق بخشش ص ا)

سبحان اللہ۔ اعلیٰ حضرت کے ان اشعار سے اعلیٰ حضرت کا عقیدہ خوب واضح ہوتا ہے۔
بالخصوص آخری نعت کے پہلے شعر کے دوسرے مصرعہ میں آپ کا "مانگنے والا تیرا" فرمانا
اس بارہ میں بالکل صریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مانگنا شرک نہیں عین ایمان ہے۔ فجزاہ
اللّٰہ تعالیٰ عنا و عن سائر المسلمین خیر الجزآء فی الآخرۃ

راقم الحروف کی ایک نعت

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی آخری نعت کے پہلے شعر کے پہلے مصرعہ سے متاثر ہو کر
راقم الحروف نے ایک نعت لکھی جو ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔

مطمعِ کل یہ حرم ہے شاہِ بطحا تیرا
واہ کیا جود و کرم ہے شاہِ بطحا تیرا

جو بھی مانگے تیرا سائل ہو اسے وہی عطا
اس قدر جوشِ کرم ہے شاہِ بطحا تیرا

اللہ اللہ یہ وجاہت، اللہ اللہ یہ وقار
عرشِ اعظم پہ قدم ہے شاہِ بطحا تیرا

کن کی کنجی خالقِ کونین نے جس کو کیا
وہی لب حق کی قسم ہے شاہِ بطحا تیرا

تیرے آگے سر جھکاتے ہیں وجاہت والے
اس قدر جاہ و حشم ہے شاہِ بطحا تیرا

ہم بھی بخشے جائیں گے تیری شفاعت کے طفیل
ہم پہ بھی بے حد کرم ہے شاہِ بطحا تیرا

ہے سرِ کونین پہ تیری وجاہت کا قدم
عرشِ اعظم پہ علم ہے شاہِ بطحا تیرا

رشک اس کی خوش نصیبی پہ کریں اہل نصیب
وصف جو کرتا، رقم ہے شاہِ بطحا تیرا

تیرا کلمہ ہر جگہ توحید حق کے ہمراہ
ہے عرب تیرا، عجم ہے شاہِ بطحا تیرا

جس کے آثار حسیں رہتے ہیں میرے ذہن میں
وہی گلزار ارم ہے شاہِ بطحا تیرا

زندگی جس نے گزاری ہو گناہوں میں سبھی
اس پہ بھی لطف و کرم ہے شاہِ بطحا تیرا

تیرے قاسم کی امیدیں بھی کرے گا بارور
اس پہ جو ابرِ کرم ہے شاہِ بطحا تیرا

(ہفت روزہ کوٹلی ٹائمز کوٹلی آزاد کشمیر بابت 11 اگست ۱۹۹۶ء)

پیر نصیر الدین صاحب کا نذرانہء عقیدت

پیر نصیر الدین شاہ صاحب گولڑوی مشہور و معروف شاعر بھی ہیں۔ موجودہ نظریات اپنانے سے پہلے پیر صاحب موصوف نے جو نعتیہ اشعار اور بزرگانِ دین کے مناقب لکھے ہیں ان میں انہوں نے بھی محبوبانِ خدا سے بہت کچھ مانگا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

؎ دونوں عالم میں ہے دن رات اجالا تیرا
چھب انوکھی ہے تیری، حسن نرالا تیرا

تو وہ شمعِ ضیا بار دو عالم کے لیے
ڈھونڈتے پھرتے ہیں کونین اجالا تیرا

حشر میں ایک قیامت میرے دل پہ گزری
بن گئی بات وسیلہ جو نکالا تیرا

صدقِ دل سے ہے نصیر اہل طلب میں شامل
آسرا حشر میں ہے اے شہء والا تیرا

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ دسمبر ۱۹۸۳ء)

شاہان جہاں کس لیے شرمائے ہوئے ہیں
کیا بزم میں طیبہ کے گدا آئے ہوئے ہیں

حاجت نہیں جنبش کی یہاں اے لبِ سائل
وہ یوں بھی کرم حال پہ فرمائے ہوئے ہیں

کل اپنی عنایت سے نہ رکھیں ہمیں محروم
کچھ بھی ہیں مگر آپ کے کہلائے ہوئے ہیں

سلطانِ دوعالم کی عطا اور یہ عاصی
کچھ لوگ تو اس بات پہ چکرائے ہوئے ہیں

یا شاہِ امم ایک نظر ان کی طرف بھی
دامانِ تمنا کو جو پھیلائے ہوئے ہیں

بن جائے گی محشر میں نصیرؔ اب تیری بگڑی
سرکار شفاعت کے لیے آئے ہوئے ہیں

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور جولائی ۱۹۹۲ء)

اس کو نہ چھو سکے کبھی رنج و بلا کے ہاتھ
اٹھے ہیں جس کے حق میں رسول خدا کے ہاتھ

ان کے طرف بڑھیں گے نہ لطفِ خدا کے ہاتھ
جو پھر گئے رسول خدا سے چھڑا کے ہاتھ

پہنچے کہاں کہاں نہ حبیب خدا کے ہاتھ
کونین کا ہے نظم و عمل مصطفیٰ کے ہاتھ

ہم عاصیوں کے آپ ہی تو دستگیر ہیں
ہم سب کا آسرا ہے شہء دوسرا کے ہاتھ

تفسیر مارمیت ہے ایمان کا سبق
یعنی نبی کے ہاتھ ہیں بے شک خدا کے ہاتھ

محشر میں مجھ پہ سایہء لطفِ رسول ہو
میں یہ دعائیں مانگ رہا ہوں اٹھا کے ہاتھ

خاطر میں کب وہ لائے گا شاہانِ وقت کو
اٹھتے ہوں صرف ان کی طرف جس گدا کے ہاتھ

ذکر حبیب نے وہ غنی کردیا مجھے
بیٹھا ہوا ہوں دونوں جہان سے اٹھا کے ہاتھ

سو رنج ہوں، ہزار الم، لاکھ مشکلیں
ہم نے بڑھا دیئے ہیں ادھر مسکرا کے ہاتھ

بس اک نگاہِ لطف کا امیدوار ہوں
کچھ اور ہو طلب تو کٹیں التجاء کے ہاتھ

بے حد و بے شمار خطائیں سہی مگر
کچھ غم نہیں کہ لاج ہے اب مصطفیٰ کے ہاتھ

وہ رحمت تمام ہیں دونوں جہان میں
دامن تک ان کے پہنچیں گے شاہ و گدا کے ہاتھ

محروم رہ نہ ساقیء کوثر کے فیض سے
پڑھ کر درود جام اٹھا لے بڑھا کے ہاتھ

امید ہے دعائے حضوری قبول ہو
روداد جو بھیج تو دی ہے صبا کے ہاتھ

دامن رسول کا مرے ہاتھوں میں آگیا　　یہ ہاتھ شاہ کے ہیں، نہیں بے نوا کے ہاتھ
اس کا نہ مول اور نہ اس کی مثال ہے　　جو بک چکا ہے ان کی ادائے عطا کے ہاتھ
جو کوئی وسوسہ مجھے لاحق ہوا کبھی　　سینے پہ رکھ دیئے وہیں حضرت نے آ کے ہاتھ
طاعت ہے فرض ہم پہ خدا اور رسول کی　　عزت خدا کے ہاتھ ہے یا مصطفےٰ کے ہاتھ
ہم پر کرم ہے صاحبِ خلق عظیم کا　　افلاک سے بلند ہیں جودو عطا کے ہاتھ
سرکار دو جہاں کی نگاہیں جو پڑ گئیں　　شل ہو کے رہ گئے ستمِ ناروا کے ہاتھ
وہ خوش نصیب دولتِ کونین پا گئے　　جو پوچھتے تھے اپنا مقدر دکھا کے ہاتھ
ہے ارفع و بلند وسیلہ رسول کا　　عرشِ بریں سے دور نہیں اولیاء کے ہاتھ
میں ہوں گدائے کوچہء آلِ نبی نصیرؔ　　دیکھے تو مجھ کو نار جہنم لگا کے ہاتھ

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور فروری ۱۹۸۹ء) روزنامہ "نوائے وقت" راولپنڈی۔ مجلد ذاتی اخبارات نمبر ا۔ص ۱۴۷)

؎ ستم کا نشانہ مری زندگی ہے کرم کی نظر شہر یارِ مدینہ
اسے مل گئی دین و دنیا کی دولت ہوا دل سے جو خواستگارِ مدینہ
نصیرؔ اپنی کوشش نہیں کام آتی بلاتے ہیں خود تاجدارِ مدینہ

(سہ ماہی طلوع مہر اسلام آباد۔ جلد سوم شمارہ نمبر ۹)

؎ ہے ٹکڑے ٹکڑے عقائد کی رو سے پھر امت　　مدد کا وقت ہے پھر الغیاث یا صدیق

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ جولائی ۱۹۷۹ء)

''نعتِ رسول مقبول''

؎ اب تنگیِ داماں پہ نہ جا اور بھی کچھ مانگ　　ہیں آج وہ مائل بعطاء اور بھی کچھ مانگ
ہر چند کہ آقا نے بھرا ہے تیرا کشکول　　کم ظرف نہ بن، ہاتھ بڑھا اور بھی کچھ مانگ
سلطانِ مدینہ کی زیارت کی دعا کر　　جنت کی طلب چیز ہے کیا اور بھی کچھ مانگ

جن لوگوں کو شک ہے کہ کرم ان کا ہے محدود — ان لوگوں کی باتوں پہ نہ جا اور بھی کچھ مانگ
سرکار کا در ہے درِ شاہاں تو نہیں ہے — جو مانگ لیا مانگ لیا اور بھی کچھ مانگ
اس در پہ یہ انجام ہوا حسنِ طلب کا — جھولی میری بھر بھر کے کہا اور بھی کچھ مانگ
پہنچا ہے جو اس در پہ تو رہ رہ کے نصیرؔ آج — آواز پہ آواز لگا اور بھی کچھ مانگ

(پیر نصیر الدین شاہ گولڑوی۔ ماہنامہ الملنگیہ اوکاڑہ بابت جنوری ۲۰۰۳ء صفحہ ۳)

ـہ مجھ پہ بھی چشمِ کرم اے میرے آقا کرنا — حق تو میرا بھی ہے رحمت کا تقاضا کرنا
میں کہ ذرہ ہوں مجھے وسعتِ صحرا دے دے — کہ تیرے بس میں ہے قطرے کو بھی دریا کرنا
میں ہوں بے کس تیرا شیوہ ہے سہارا دینا — میں ہوں بیمار تیرا کام ہے اچھا کرنا
مجھ پہ محشر میں نصیرؔ ان کی نظر پڑ ہی گئی — کہنے والے اسے کہتے ہیں خدا کا کرنا

(سہ ماہی طلوعِ مہر ۔ جلد نمبر ۳ شمارہ نمبر ۹)

ـہ مر جائیں حاسد جل جل کر — غم مت کر اے میرے پیمبر
دیتا جا بھر بھر کے ساغر — انا اعطینٰک الکوثر

(سہ ماہی طلوعِ مہر۔ گولڑہ شریف جلد سوم شمارہ ۹ ص ۴۰)

ـہ اللہ آج دینے پہ آیا ہے، مانگ لو — کھلتا ہے آج بابِ کرم غوث پاک کا
کچھ غم نہیں مجھے، زمانہ خلاف ہے — ہے میرے سر پہ دستِ کرم غوثِ پاک کا

(سہ ماہی طلوعِ مہر گولڑہ شریف ۔ جلد سوم شمارہ نمبر ۱۰)

ہزاروں کے مقدر کھل گئے ہیں اک اشارے میں — پکاریں گے تمہیں ہم کہہ کے پالن ہار بابو جی
تمہاری راہنمائی سے، تمہاری ناخدائی سے — ہزاروں ڈوبتے بیڑے ہوئے ہیں پار بابو جی
کرم کا ہے تمہارے چار سو چرچا زمانے میں — عنایت کا تمہاری سب کو ہے اقرار بابو جی
تمہیں نے ہر شرف بخشا تمہیں پر ناز ہے اس کو — تمہارا تھا تمہارا ہے، نصیرؔ زار بابو جی

(سہ ماہی طلوعِ مہر گولڑہ شریف۔ جلد سوم شمارہ ۱۰ ص ۵۷)

ـ کسی اور کے کس لئے در پہ جاؤں ، کسی اور کو کیوں میں اپنا بناؤں

بہر ہر کار مردے ، بہ ہر مرد کارے مرے پیشوا پیر مہر علی ہیں

(سہ ماہی طلوع مہر ۔ جلد نمبر ۳ شمارہ نمبر ۹)

ـ دل بے تاب کی تسکین مرے بس میں نہیں لو سنبھالو کہ یہ ہے کام تمہارا داتا

آپ کی چشمِ کرم جس کی طرف اٹھ جائے دین و دنیا میں نہ ہو اس کو خسارا داتا

(سہ ماہی طلوع مہر ۔ جلد سوم شمارہ ۹)

ـ جس نے غم میں تجھے پکارا ہے تُو ہے اس کا معین معین الدین

بے نوا آستانِ عالی کا ہے نصیر حزیں معین الدین

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور ۔ مئی ۱۹۸۲ء)

اعانت واستعانت کی صحیح شرعی حیثیت

الحمدللہ ۔ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے روزِ روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ محبوبانِ خدا انبیآء واولیآء اور صالحین ومتقین سے دین و دنیا کی نعمتوں کا مانگنا از روئے شرع شریف جائز ہے ۔ آیاتِ قرآنی ، احادیثِ نبوی اور تعلیماتِ بزرگانِ دین سے اس کا جواز ثابت ہے ۔ ولہٰذا پیر نصیر الدین شاہ صاحب کی اپنی رباعی میں یہ لکھنا کہ ۔ کیوں مانگ رہا ہے مانگنے والوں سے ۔ نصوص شرعیہ کے سراسر خلاف ہے ۔ اللہ تعالیٰ سے براہِ راست مانگنا جس طرح جائز ہے ۔ اسی طرح انبیآء واولیآء کو مظاہر عونِ الٰہی سمجھ کر ان سے مانگنا بھی قطعاً جائز ہے ۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے ۔ آمین

ـ وہ کیا شئے ہے جو ملتی نہیں خدا سے جسے تم ڈھونڈتے ہو اولیآء سے

توسل مل نہیں سکتا خدا سے جسے ہم ڈھونڈتے ہیں اولیآء سے

وهذا آخر ما اردنا ایراده فی هذه المقالة المفیدة تقبلها الله تعالیٰ بمنه العظیم ورسوله الکریم ﷺ وانا الفقیر ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی القریشی الهاشمی غفر الله تعالیٰ لهٗ المدرس بالجامعة الحیدریة فضل المدارس سهنسه آزاد کشمیر ۔(۱۷ ذوالقعدہ ۱۴۲۳ء بمطابق ۲۱ جنوری ۲۰۰۳ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اٹھائیسواں مقالہ

اثباتِ امدادُ الصالحین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارہ میں کہ ختم غوثیہ شریف میں " یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ المدد " وغیرہ کلماتِ استمداد واستعانت کا پڑھنا از روئے شرع شریف کیسا ہے؟ (یکے از قارئینِ سبیل ہدایت۔)

الجواب وھوالموفق للصدق والصواب

" یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ المدد " وغیرہ کلماتِ استمداد کا ختم غوثیہ شریف میں پڑھنا بلاشبہ جائز ہے۔ کہ یہ ختم شریف عموماً مصیبت کے وقت پڑھا جاتا ہے اور بوقتِ مصیبت اللہ کے بندوں کو مدد کے لئے پکارنا خود حدیث شریف سے ثابت ہے۔ چنانچہ محدث ابویعلیٰ اپنے مسند میں اور امام ابن السنی اور محدث طبرانی معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا " جب تم میں سے کسی ایک کا چوپایہ بنجر جگہ میں چھوٹ جائے تو وہ پکارے **یاعباد اللّٰہ احبسوا علی دابتی**۔ اے اللہ کے بندو تم میرے لیے میرے چوپائے کو روکو۔ بلاشبہ زمین میں اللہ کے بندے حاضر ہوتے ہیں جو اسے (یعنی چھوٹے ہوئے جانور کو) تمہارے لئے روک لیتے ہیں۔ " (جامع صغیر ص ۲۲ جلد ۱)

اس حدیث شریف سے تین مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ زمین کی ہر جگہ میں اللہ کے بندے حاضر رہتے ہیں۔ کوئی جگہ اللہ کے بندوں سے خالی نہیں ہوتی۔ دوسرا یہ کہ اللہ کے بندے صاحب تصرف ہوتے ہیں۔ جو انہیں مدد کے لیے پکارے اس کی امداد کرتے ہیں اور تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ان متصرف فی الامور بندگان کو بوقتِ مصیبت پکارنا جائز ہے۔ شرک نہیں۔ والحمدللہ علیٰ ذلک۔

اس حدیث کے ماتحت شیخ الاسلام سید احمد بن زینی وحلان لکھتے ہیں۔ اور فقہائے کرام نے آدابِ سفر میں اس بات کو بھی ذکر کیا ہے کہ جب کسی مسافر کا چوپایہ ایسی جگہ میں

چھوٹ جائے جہاں اس کا کوئی ساتھی نہ ہوتو اسے یہ کہنا چاہیے۔ "اے اللہ کے بندو روکو" اور جب کوئی شئے گم ہو جائے اور وہ مدد حاصل کرنے کا ارادہ کرے تو کہے "اے اللہ کے بندو میری فریاد کو پہنچو" بلاشبہ اللہ کے کچھ ایسے بندے موجود ہوتے ہیں جن کو مسافر نہیں دیکھتے۔

اور سفر کے اس ادب پر فقہاء نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جسے امام ابن السنی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "جب بنجر زمین میں تم میں سے کسی شخص کا چوپایہ چھوٹ جائے تو اسے پکار کر کہنا چاہیے **یا عباد اللہ احبسوا** ۔ اے اللہ کے بندو! روکو۔ بلاشبہ اللہ کے بندے موجود ہوتے ہیں جو اس کی پکار کو قبول کرتے ہیں۔"

سو اس حدیث میں نداء بھی موجود ہے اور اللہ کے غائب بندوں سے بوجہ ان کے وسیلہ ہونے کے طلب نفع بھی۔ اور امام طبرانی کی ایک اور حدیث میں یہ لفظ آئے ہیں کہ "جب تم میں سے کسی کی کوئی شئے گم ہو جائے یا وہ مدد لینے کا ارادہ کرے اس حال میں کہ وہ ایسی جگہ ہو جہاں اس کا کوئی ساتھی نہیں تو اسے کہنا چاہیے"۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو" اور ایک اور روایت میں ہے "اے اللہ کے بندو میری فریاد کو پہنچو" بلاشبہ اللہ کے بندے موجود ہوتے ہیں جنہیں تم نہیں دیکھتے۔

علامہ ابن حجر کتاب ایضاح المناسک کے حواشی میں فرماتے ہیں۔ **وھو مجرب** ۔ اور یہ عمل مجرب ہے۔ جیسا کہ یہ بات خود اس حدیث کے راوی نے بھی ذکر کی ہے"

(الدرر السنیہ ص ۳۳)

مخالفین اہل سنت اس حدیث کے جواب میں عموماً یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر ان کو شاید یہ معلوم نہیں کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بھی معتبر ہوا کرتی ہے۔ اگر یہ حدیث ضعیف اور نا معتبر ہوتی تو فقہائے کرام اس کا کوئی اعتبار نہ کرتے اور وہ نہ اس حدیث کی بناء پر مذکورہ بالا ادب سفر اپنی کتابوں میں ذکر فرماتے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ حدیث ہمارے فقہائے کرام کے نزدیک معتبر ہے۔

دیو بندیوں کے نزدیک بھی یہ حدیث معتبر ہے

دیو بندی مولوی غلام اللہ خان آف راولپنڈی اپنے ان الفاظ میں اس حدیث کے معتبر ہونے کا اعتراف کرتا ہے " اس حدیث میں عباد اللہ سے اولیاء اللہ مراد نہیں ہیں بلکہ اس نے مراد مؤکل فرشتے ہیں جو اللہ کی طرف سے اسی کام پر مامور ہیں اور ان کی تعداد کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور ان کے دستے بامر الٰہی ہر جگہ چکر لگاتے رہتے ہیں۔ اور مسافر جہاں راستہ بھول جاتا ہے وہاں یا اس کے قرب و جوار میں وہ موجود ہوتے ہیں اس لئے ان کی پکار ان کے عالم الغیب اور مافوق الاسباب حاضر و ناظر ہونے کی بناء پر نہیں۔ بلکہ وہ اپنی ڈیوٹی کے سلسلہ میں وہاں موجود ہوتے ہیں۔ اور ان (۱) کا جو دستہ ایک جگہ موجود ہوتا ہے وہ دوسری جگہ موجود نہیں ہوتا اور نہ ہی دوسری جگہ کے بارے میں انہیں کچھ علم ہوتا ہے۔ چنانچہ طبرانی کی روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں **فان للّٰہ عباد لا تروھم**۔ یعنی وہاں اللہ کے کچھ بندے موجود ہوتے ہیں جو تمہیں نظر نہیں آتے۔ اور امام ابو یعلیٰ کے یہاں یہ الفاظ ہیں۔ **فان للّٰہ فی الارض حاضراً یحبسہ علیکم**۔ کیونکہ زمین میں اللہ کے کچھ فرشتے (۲) موجود ہوتے ہیں جو تم پر مقرر ہوتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے **فان للّٰہ ملکاً حاضراً سیحبسھا کما فی المجربات للدیربی**۔ یعنی اللہ (۳) کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر موجود ہوتے

---

(۱) مگر اس دعویٰ پر تمہارے پاس کون سی دلیل ہے۔ دعویٰ بلا دلیل مردود ہوتا ہے۔

(۲) حاضراً کا ترجمہ فرشتہ کرنا توحیدی صاحب کی منہ زوری ہے۔

(۳) توحیدی صاحب کا یحبسہ علیکم کا ترجمہ " جو تم پر مقرر ہوتے ہیں " بتانا اپنی جہالتِ تامہ کا واضح ثبوت دینا ہے۔ بہر حال اس کا ترجمہ وہ نہیں جو توحیدی صاحب نے یہاں لکھا ہے بلکہ اس کا ترجمہ ہے " وہ تمہارے لئے اس چوپایہ کو روک لیں گے " چونکہ توحیدی صاحب عباداللہ کی روحانی طاقتوں کے منکر ہیں اس لئے انہیں یہاں غلط ترجمہ لکھ کر اپنے عقیدت مندوں کو دھوکہ دینے کی ضرورت پڑی ہے۔ واللہ لا یھدی القوم الظالمین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

ہیں۔اور (۴) ایک جگہ متعین ہوتے ہیں۔مختلف روایتوں کو جمع کرنے سے حدیث کا اصل مفہوم واضح ہوگیا۔اور یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ اس حدیث کو اولیاء اللہ کے غیب دان اور حاضر و ناظر ہونے سے کوئی واسطہ نہیں۔" (توحیدی پاکٹ بک ص ۴۷۹)

بہر حال قطع نظر اس سے کہ اس حدیث میں عباد اللہ سے مراد اولیاء اللہ ہیں یا ملائکۃ اللہ اس حدیث سے ہمارا مدعا ثابت ہوگیا کہ مصیبت کے وقت بندگانِ خدا کو مدد کے لئے پکارنا شرک نہیں عین توحید ہے۔اور اس حدیث کے حکم کی تعمیل ہے۔فرق صرف اتنا ہے کہ ہم بوقتِ مصیبت فرشتوں سے بھی مدد طلب کرتے ہیں اور اولیاء وانبیاء وغیرھم محبوبانِ خدا سے بھی کہ یہ سب اس حدیث کے لفظ یا عباداللّٰہ اعینونی کے اطلاق میں داخل ہیں۔اور دیو بندی توحیدی ٹولہ صرف فرشتوں سے امداد طلب کرتا ہے اولیاء وانبیاء سے اسے کوئی سروکار نہیں۔وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون واللّٰہ لایھدی القوم الظالمین ولاحول ولاقوۃ الاباللّٰہ العلی العظیم.

(۲) اور امام عقیلی کتاب الضعفاء میں اور امام طبرانی اوسط میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔" تم میری امت کے مہربان لوگوں سے حاجتیں طلب کرو کہ تمہیں حاجتیں عطا کی جائیں گی اور تم کامیاب ہوگی۔کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔میری رحمت میرے بندوں میں جو مہربانی والے ہیں ان میں ہے۔اور تم سخت دل لوگوں سے حاجتیں طلب نہ کرو کہ تمہیں حاجتیں عطا نہ کی جائیں گی اور نہ تم کامیاب ہوگے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔میری ناراضگی ان لوگوں میں ہے۔(جامع صغیر ص ۴۴ جلد ۱)

اس حدیث کو امام جلال الدین سیوطی نے ضعیف لکھا ہے۔مگر اس کا ضعف مضر نہیں

---

(۴) توحیدی صاحب کا سیحبسھا کا ترجمہ "اور ایک جگہ متعین ہوتے ہیں" بتانا بھی اپنی جہالت تامہ کا واضح ثبوت دینا ہے۔بلکہ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ " وہ حاضر فرشتہ چوپائے کو عنقریب روک دے گا" اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا سوال ہے۔واللہ اعلم

کیونکہ فضائل الاعمال میں ضعیف حدیث بھی معتبر ہوتی ہے۔ کمالا یخفی واللہ اعلم۔

(۳) اور محدث جلیل حاکم مستدرک میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میری امت کے مہربان لوگوں سے اچھائی مانگو تو تم ان کی پناہ میں چین سے زندگی گزارو گے۔ (الأمن والعلی ص ۲۸)

(۴) اور امام بخاری تاریخ میں اور امام ابن ابی الدنیا کتاب قضاء الحوائج میں اور ابویعلی مسند میں اور طبرانی معجم کبیر میں اور امام بیہقی شعب الایمان میں اور ابن عدی کامل میں اور امام ابن عساکر وغیرہم محدثین حضرت عائشہ صدیقہ وغیرھا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ۔ بھلائی اور اپنی حاجتیں خوش رویوں سے مانگو۔ (جامع صغیر ص ۴۴ جلد ا وحسنہ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

اس حدیث مبارکہ کے ماتحت امام اہل سنت فاضل بریلوی لکھتے ہیں۔ " یہ خوش روحضرات اولیاء کرام ہیں کہ حسن ازلی جن سے محبت فرماتا ہے۔من کثرت صلاتہ باللیل حسن وجھہ بالنہار اور جود کامل وسخائے کامل بھی انہیں کا حصہ ہے کہ وقت عطا شگفتہ روئی جس کا ادنیٰ ثمرہ ہے۔" (الأمن والعلی ص ۲۹)

الحمدللہ ان چار احادیث متبرکہ سے ہر ایمان والے پر یہ روشن ہوگیا کہ بوقت مصیبت وحاجت اللہ کے بندوں سے امداد طلب کرنا اور ان سے اپنی حاجتوں کا سوال کرنا جائز ہے۔کلمہ مذکورہ " یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی المدد " بھی بندگانِ خدا سے استمداد ہی کا کلمہ ہے تو یہ کیونکر جائز نہ ہوگا۔ اور اس کا کہنے والا کیونکر مشرک ہو جائے گا۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

علمائے اہل سنت کی تصریحات

اگر چہ ہماری پیش کردہ ان چار حدیثوں سے کلمہء مبارکہ " یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ " کا کلمہء حق ہونا بخوبی ثابت ہوگیا ہے مگر ہم اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لئے علمائے اہل سنت کی بعض تصریحات بھی پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا سید ابوالبرکات احمد شاہ صاحب لاہوری لکھتے ہیں۔ "اب تحقیق فقہاء اور ملاحظہ فرمالیں کہ وہ امداد کن امداد کن کے لئے کیا فرمار ہے ہیں۔حضرت شیخ امام جلال الملۃ والدین جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کتاب انتباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء میں فرماتے ہیں۔" حضور ﷺ اعمالِ امت پر نظر رکھتے ہیں، ان کے گناہ بخشواتے، ان کی بلائیں دفع کراتے ہیں اور حدود زمین میں حضور کا ورود ہے۔ کہیں برکت عطا فرماتے ہیں، کہیں امت کا کوئی نیک آدمی انتقال کرے تو اس کے جنازہ پر تشریف لاتے ہیں اور یہ سب امور آپ کے اشغال برزخ میں سے ہیں اور اس کی سند میں بہت سی حدیثیں اور آثار وارد ہیں"۔

اور شاہ ولی اللہ اپنی کتاب انتباہ میں قضاء حاجات کے لئے یہ ختم شریف کا قاعدہ نقل کرتے ہیں" اول دو رکعت نفل بعد از آں یک صد و یازدہ بار درود شریف بعد از اں یک صد و یازدہ بار کلمہ تمجید و یک صد و یازدہ بار شیئا للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی" اور شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری اپنے فتاویٰ میں پوری بحث فرما کر لکھتے ہیں۔" بے شک انبیاء مرسلین اولیاء وصلحاء سے مدد مانگنی جائز ہے اور انبیاء ورسل و اولیاء وصالحین وفات کے بعد بھی امداد فرماتے ہیں۔"

اور علامہ خیر الدین رملی ندائے یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ کو جائز فرمار ہے ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ خیریہ میں ہے۔ **قولهم یا شیخ عبدالقادر فهو ندآء اذا اضیف الیه شئی فهو طلب الشئی اکراماً فما الموجب لحرمته** . یعنی لوگوں کا یا شیخ عبدالقادر شیئا للہ کہنا ایک ندآء ہے جب اس کی طرف کوئی شئے نسبت کی جائے تو اس شئے کا اللہ تعالیٰ کی عزت و اکرام کے لئے مانگنا مراد ہوتا ہے۔ پھر اس کی حرمت کی کیا وجہ ہے۔"

اور علامہ شامی حاشیہ درمختار میں گم شدہ چیز کے ملنے کا ایک عمل بتاتے ہوئے فرماتے ہیں۔" بلندی پر جا کر حضرت سید احمد بن علوان یمنی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے فاتحہ پڑھے پھر یوں کہے یا سیدی احمد یا ر بن علوان تو وہ گم شدہ چیز (اے میرے سردار احمد یار بن علوان آپ میری گم شدہ چیز عطا فرمادیں۔) ان شاء اللہ مل جائے گی۔"

ناظرین خود فیصلہ کریں کہ جب نداء یا شیخ شرک ہے تو کیا یہ اولیآء وفقہاء علماء سب کے سب شرک کی تعلیم دینے والے ہوئے ؟

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی جن کی بدولت ہندوستان میں حدیث آئی اپنی کتاب زبدۃ الآثار شریف میں فرماتے ہیں۔ کہ شیخ الکونین غوث الملوین سیدی محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ ومن نادی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ ومن توسل بی الی اللہ فی حاجۃ قضیت لہ۔ یعنی جو شخص تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے اس کی تکلیف دفع ہو جائے۔ اور جو سختی کے وقت میں میرا نام لے کر پکارے اس کی سختی دور ہو۔ اور جو اپنی حاجت میں اللہ تعالیٰ کے حضور میرا وسیلہ پیش کرے اس کی مراد بر آئے۔ (کتاب وہابیوں کے شرک کی کہانی ان کے اکابر کی زبانی ص ۱۲۱)

الحمدللہ ان احادیث متبرکہ اور ارشادات عالیہ سے " یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیا للہ المدد " کہنے کا جواز اپنے ذروۂ کمال کو پہنچا اور یہ ماننے والوں کے لئے کافی وافی ہے ورنہ معاندین کے لئے تو دفتر بے کار ہیں۔ **واللّٰہ لایھدی القوم الظالمین وھذاآخر مااردنا ایراده فی هذه المقالة المباركة تقبلها اللّٰه تعالیٰ بمنه العظيم ورسوله الكريم ﷺ وانا الفقير الحقير ابو الكرم احمد حسين قاسم الحيدری الرضوی الهاشمی القريشی غفراللّٰه لهٗ. خادم دارالافتاء بالجامعة الحيدرية فضل المدارس ببلدة سهنسه من مضافات آزادكشمير. (۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ)**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتیسواں مقالہ

فیضانِ قبور الصالحین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الامین وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین اما بعد۔

آج کل اہلِ سنت مشکلات و حاجات درپیش ہونے پر اولیاء کاملین کے مزاراتِ طیبہ پر حاضری دیتے اور ان کے وسیلہ سے اپنی مرادیں اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں مثلاً خواجہ معین الدین چشتی، داتا گنج بخش علی ہجویری، پیر شاہ غازی، بابا فرید گنج شکر اور پیر غلام حیدر علی شاہ جلالپوری وغیرھم اولیائے کاملین رحمۃ اللہ علیہم کے مزارات طیبہ پر حاضری کا دستور سوادِ اعظم اہلِ سنت میں موجود ہے۔ مگر آج کل کا نام نہاد توحیدی ٹولہ قبور صالحین کی برکتوں کا منکر ہے۔ وہ ان سے فیضانِ الٰہی کے حصول کو خلافِ اسلام قرار دیتا ہے۔ اور اہلِ سنت جو قبورِ صالحین کی برکتوں کے قائل ہیں اور ان سے کسبِ فیضانِ الٰہی کے لئے ان پر حاضری دیتے ہیں وہ انہیں مشرک وقبر پرست قرار دیتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ.

حالانکہ اگر احادیث وتفاسیر اور بزرگانِ دین کے واقعات کا مطالعہ کیا جائے تو اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ صحابہء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دورِ سعید سے لے کر آج تک ہر دور کے مسلمان قبورِ صالحین کی برکتوں کے قائل ہیں اور وہ ان پر اپنی حاجتیں لے کر حاضری دیتے اور مرادیں حاصل کرتے رہے ہیں۔ ولہٰذا قبور صالحین پر حاجتیں لے جانے کو حرام وشرک قرار دینا سخت گمراہی اور بے دینی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین

اس مختصر رسالہ میں ہم جید علمائے اہلِ سنت کی کتبِ معتبرہ سے چند واقعات نقل کرتے ہیں جن سے ہمارے متذکرہ بالا دعویٰ کی صحت ثابت ہوتی ہے۔ وباللہ التوفیق.

۱۔ خاتمۃ المحدثین امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔ "حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا مانگی۔ انت ولي في الدنيا والاخرة ج توفني مسلماً والحقني بالصالحين۔ پھر اس کے بعد وہ ایک ہفتہ یا اس سے چند دن زائد زندہ رہ کر فوت ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ایک سو بیس سال تھی۔ اہلِ مصر ان کی قبر کے متعلق جھگڑے تو انہیں مرمری صندوق میں رکھ کر دریائے نیل کی اعلیٰ جانب میں دفنا دیا گیا۔

تا کہ دریائے نیل کی دونوں جانبوں کو ان کی برکت حاصل ہو۔ (تفسیر جلالین ص ۱۹۹)

اور اس کے حاشیہ میں خطیب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ " اہلِ مصر حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جائے دفن کے بارہ میں جھگڑے کیونکہ ہر محلہ والے ان کی برکت کی امید رکھتے ہوئے انہیں اپنے محلہ میں دفنانا چاہتے تھے۔ پھر اس پر سب کا اتفاق ہو گیا کہ انہیں مرمر کی صندوق میں رکھ کر دریائے نیل کی اس جگہ میں دفنایا جائے جہاں سے اس کا پانی تقسیم ہونا شروع ہوتا ہے۔ تا کہ ان کی قبر پر سے سارا پانی گزرے تو دونوں طرف کے لوگ ان کی برکت سے فیض یاب ہوں۔ اور حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ پہلے انہیں دائیں جانب میں دفنایا گیا تو دائیں جانب ہری ہوتی مگر بائیں جانب خشک رہ جاتی تھی۔ پھر انہیں بائیں جانب میں دفنایا گیا تو بائیں جانب ہری ہوتی مگر دائیں جانب خشک رہ جاتی تھی۔ اس وجہ سے انہوں نے انہیں دریائے نیل کے وسط میں دفنایا تا کہ دونوں جانبیں ہری ہوں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے ان کا وہ تابوت نکلوایا اور انہیں ملک شام میں لے جا کر اپنے آباء واجداد کی قبور کے قریب دفنایا" (حاشیہ جلالین ص ۱۹۹)

۲۔ اور عارف باللہ امام غزالی لکھتے ہیں۔ " روایت میں آیا ہے کہ ایک دن ابلیس لعین نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا۔ کیا آپ ہی وہ شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے رسالت کے لئے چنا اور ان سے کلام فرمائی؟ فرمایا۔ ہاں۔ اور اے فلاں! تیرا مقصود کیا ہے؟ اور تُو کون ہے؟ ابلیس نے کہا۔ اے موسیٰ! آپ اپنے رب سے فرمائیں کہ تیری مخلوقات میں سے ایک مخلوق نے تجھ سے توبہ کا سوال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیج کر فرمایا۔ آپ اس سے فرمائیں کہ بلاشبہ اللہ نے تیرا سوال سن لیا ہے۔ اور آپ اسے حکم دیں کہ وہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر کو سجدہ کرے۔ **فاذاسجد لهٗ قبلت توبته' وغفرتُ له ذنوبهٗ** ۔ پس جب وہ آدم کی قبر کو سجدہ کرے گا میں اس کی توبہ قبول کروں گا اور اس کے گناہ بخش دوں گا۔

موسیٰ علیہ السلام نے ابلیس کو یہ حکم خداوندی سنایا تو وہ کہنے لگا۔ اے موسیٰ! میں

نے جنت میں آدم کو سجدہ نہیں کیا تھا۔ اب ان کے مرنے کے بعد ان کی قبر کو کیسے سجدہ کروں۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۳۶)

اس سے معلوم ہوا کہ صالحین کی قبور پر توبہ کرنے والے کی توبہ ضرور قبول ہوتی ہے اور اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ مگر یہ فیضان اسی کے دامنِ مراد میں پڑتا ہے جو صالحین کا ادب واحترام کرتا اور ان سے محبت وعقیدت رکھتا ہے۔ ورنہ محرومی ہی مقدر بنتی ہے۔

۳۔ اور محدث جلیل امام دارمی اپنی صحیح میں اور محدث خطیب بغدادی مشکوۃ المصابیح میں حضرت ابوالجوزاء سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ صحابہء کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں اہلِ مدینہ سخت قحط سالی میں مبتلاء ہوئے تو انہوں نے اس کی شکایت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کی۔ مائی صاحبہ نے فرمایا۔ انظروا الی قبر رسول اللہ ﷺ فاجعلوا منه كوةً الیٰ السمآء حتی لا یکون بینهٗ وبین السمآء سقف ۔ رسول اللہ ﷺ کی قبر کی طرف نظر کرو۔ پھر آسمان کی طرف اس کا ایک روشن دان بناؤ تاکہ قبرِ رسول اللہ ﷺ اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ ہو۔ سوانہوں نے یہی کام کیا تو اتنی بارشیں ہوئیں کہ اس سال خوب گھاس پیدا ہوئے اور اونٹ اتنے موٹے تازے ہوئے کہ ان کی چربی ان کے جسموں سے پھوٹنے لگی اور اس سال کا نام عام الفتق (چربی پھوٹنے کا سال) رکھا گیا۔ (مشکوۃ شریف ص ۵۴۵ جلد۲)

تیرے روضے کو نہ کیوں قبلہء حاجات کہوں　　لوٹ کر شاد گیا جو کوئی ناشاد آیا
لے گیا دل کی مرادوں سے وہ بھر کر دامن　　جو تیرے روضہ پہ کرتا ہوا فریاد آیا
(قبالہء بخشش ص ۲۰)

واہ کیا جود وکرم ہے شہ بطحا تیرا　　نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
(حدائق بخشش ص ۳)

اور امام احمد بن زینی وحلان اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ "علامہ مراغی نے فرمایا ہے کہ قحط سالی کے وقت اہلِ مدینہ کا دستور ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ

کی قبرِ انور پر روشن دان بناتے ہیں۔ اور اس روشن دان کی صورت یہ ہے کہ حجرۂ مطہرہ کے قبہ کی نچلی سطح میں روشندان بنایا جاتا ہے۔ اگر چہ حجرہ کا چھت قبر شریف اور آسمان کے درمیان حائل رہتا ہو۔

اور علامہ سید سمہودی علامہ مراغی کی یہ کلام نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں اور آج کل اہلِ مدینہ کا یہ دستور ہے کہ وہ قحط سالی کے وقت حضور ﷺ کے مواجہ شریف کا دروازہ کھول دیتے ہیں اور وہ خود وہاں جمع ہوتے ہیں۔ (الدرر السنیہ۔ص ۲۰)

غریبوں کی آماجگاہ بن گیا ہے مقدس فروزاں محمد کا روضہ
جہاں رات دن اترتی ہے مسلسل عنایت کی باراں محمد کا روضہ

۴۔ اور مفسر جلیل امام خازن اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں " صحابی رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسطنطنیہ کی سرزمین میں آخری غزوہ کے دوران شہادت پائی اور وہ اس شہر کی فصیل کے دامن میں مدفون ہوئے۔ فهم يتبركون بقبره ويستسقون به۔ پس اہلِ قسطنطنیہ آپ کی قبر سے برکت حاصل کرتے ہیں اور اس قبر کے وسیلہ سے بارشیں مانگتے ہیں۔ (تفسیر خازن ص ۱۷۱ جلد ۱)

۵۔ اور جلیل القدر حنفی امام علامہ ابن عابدین شامی حاشیہ درّ مختار میں لکھتے ہیں " اور معرف کرخی بن فیروز مشائخ کبار میں سے ہیں۔ وہ مستجاب الدعوات تھے لوگ ان کی قبر کے وسیلہ سے بارشیں مانگتے ہیں۔ وہ سری سقطی کے استاد ہیں اور ان کی وفات ۲۰۰ء میں ہوئی ہے۔ (ردّ المحتار علی الدّر المختار ص ۴۴ جلد ۱)

۶۔ اور امام قسطلانی مواہب للدنیہ میں فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص نبی اکرم ﷺ کی قبرِ انور کے پاس کھڑا ہوا اور اس نے یہ دعا مانگی " اے اللہ تو نے غلام آزاد کرنے کا حکم دے رکھا ہے اور یہ تیرے حبیب ہیں اور میں تیرا بندہ ہوں۔ پس تو مجھے اپنے حبیب کے روضہ کے پاس دوزخ سے آزادی عطا فرمادے۔" جونہی اس نے یہ دعا ختم کی ہاتف نے آواز دے کر کہا۔" اے فلاں! تو صرف اپنی آزادی کا سوال کرتا ہے اور تو نے سب مومنوں کی آزادی کا سوال کیوں نہیں کیا؟ چلا جا۔ میں نے تجھے دوزخ سے آزاد

کر دیا ہے۔" (الدرر السنیہ ص ۲۴)

ے ہے جنت بداماں محمد کا روضہ ہے برتر زبستان محمد کا روضہ
محبت کی دکاں محمد کا روضہ عقیدت کا ساماں محمد کا روضہ

۷۔ اور امام طریقت حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حاتم اصم حضور پر نور ﷺ کے روضہ منورہ پر کھڑے ہوئے اور یہ دعا مانگی۔ "اے میرے رب میں نے تیرے نبی کی قبر کی زیارت کی ہے۔ تو ہمیں یہاں سے محروم نہ لوٹا" ہاتف نے آواز دی۔ اے فلاں! ہم نے تجھے اپنے حبیب کی قبر کی زیارت کا اذن نہیں دیا مگر اس لئے کہ ہم تیری زیارت قبول کریں۔ لوٹ جا اس حال میں کہ ہم نے تجھے اور تیرے ساتھ والے سب زاہرین کو بخش دیا ہے۔ (الدرر السنیہ ص ۲۴)

ے میری آنکھ کا نور خاک مدینہ میں ہوں جس پہ قرباں محمد کا روضہ
عقیدت کا مرکز مدینے کی گلیاں غم دل کا درماں محمد کا روضہ

۸۔ اور امام شافعی کے استاد امام عتبی کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک دیہاتی شخص آیا اور اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ پر سلامتی ہو۔ میں نے اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ "اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں" (پ ۵ رکوع ۶) اور میں آپ کی بارگاہ میں چلا آیا ہوں اور میں اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اور اپنے رب کے پاس آپ کو وسیلہ بناتا ہوں۔ دیہاتی نے یہ عرض کرنے کے بعد استغفار پڑھی اور چلا گیا۔ پھر میری آنکھ پر نیند غالب ہوئی تو میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ اے عتبی! اس دیہاتی شخص سے ملو اور اسے بخشش کی خوشخبری سناؤ۔ جاگنے پر میں نے اس دیہاتی کو بہت تلاش کیا مگر وہ مجھے نہ مل سکا۔ (الدرر السنیہ ص ۲۱) (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۸۶۷ جلد ۲)

غریبو سوائے در مصطفٰے کے کہیں بھی نہ ہوگا گزارا تمہارا

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں　　دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

۹۔　اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ کی وفات کے تین دن بعد ایک دیہاتی شخص آیا اور اس نے اپنے آپ کو قبر مصطفےٰ پر پھینک دیا اور عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ نے فرمایا اور ہم نے آپ کا قول سنا اور آپ نے وہی بات اللہ تعالیٰ سے محفوظ کی جو ہم نے آپ سے محفوظ کی اور جو کچھ آپ کی طرف نازل کیا گیا اس میں یہ آیت کریمہ موجود ہے "اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں" (پ ۵ رکوع ۶) یارسول اللہ! میں اپنے نفس پر ظلم کر چکا ہوں اور میں اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اور آپ کے دربار میں آپہنچا ہوں۔ اسی وقت قبر سے آواز آئی۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے بخش دیا ہے"۔　(حجۃ اللہ ص ۸۵۷ جلد ۲) (الدرر السنیہ ص ۲۲)

کرم کا سمندر مدینے کی وادی　　کفیل غیر یباں محمد کا روضہ

بڑا لطف پرور، بڑا کیف آور　　بڑا انور افشاں محمد کا روضہ

(۱۰)　اور امام محمد بن المنکدر کے بیٹے فرماتے ہیں کہ ایک یمنی شخص نے میرے والد کے پاس اسی دینار امانت رکھے کیونکہ وہ جہاد میں جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ جاتے وقت اس نے کہا اگر آپ کو یہ رقم خرچ کرنے کی ضرورت پڑے تو آپ اسے خرچ کر سکتے ہیں۔ ان دنوں مدینہ میں قحط پڑا تو میرے والد نے وہ رقم فی سبیل اللہ تقسیم کر دی۔ جب وہ یمنی آدمی واپس آیا اور اس نے اپنی امانت کا مطالبہ کیا تو میرے والد نے فرمایا کل آکر اپنی رقم لے جانا۔ جب رات ہوئی تو میرے والد نے وہ رات مسجد نبوی میں اس حال میں گزاری کہ کبھی وہ روضہء انور کے پاس جا کر گریہ وزاری کرتے اور کبھی منبر شریف کے پاس آکر گڑگڑاتے۔ سحری کے وقت ایک شخص آیا اور اس نے کہا۔ اے محمد! یہ لے لو۔ میرے والد نے ہاتھ بڑھا کر ایک تھیلی لے لی۔ دیکھا تو اس میں پورے اسی دینار موجود تھے۔ دوسرے دن جب وہ یمنی شخص آیا تو آپ نے وہ رقم اس کے حوالہ کر دی۔ (حجۃ اللہ علی

العالمین)

ہے رحماتِ حق کا وہ مہبط جہاں پہ ہے دیدہ فروزاں محمد کا روضہ
ہے آنکھوں کی ٹھنڈک مدینے کی بستی سکونِ دل و جاں محمد کا روضہ

(۱۱) اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے خازن مالک الدار روایت بیان کرتے ہیں کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہء خلافت میں ایک مرتبہ لوگوں کو سخت قحط سالی پہنچی ۔ بلال بن حارث نامی ایک صحابی رسول اللہ علیہ کی قبرِ انور پر حاضر ہوئے اور عرض کیا ۔ یا رسول اللہ! آپ اپنی امت کے لیے بارش مانگیں کیونکہ وہ ہلاک کی جا چکی ہے ۔ خواب میں انہیں رسول اللہ کی زیارت ہوئی تو آپ نے فرمایا ۔ عمر کے پاس جا اور اسے میرا اسلام پیش کر اور اسے خبر دے کہ لوگوں کو بارش ملے گی ۔ اور اسے کہہ کہ وہ ہوشیار رہیں ۔ جب حضرت بلال نے یہ پیغام فاروق اعظم کو پہنچایا تو وہ رونے لگے اور فرمانے لگے میں اپنے مقدور میں کوئی کمی نہیں کروں گا ۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۸۰۷ جلد ۲)

اس حدیث کو امام بیہقی اور امام ابن شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے ۔ (جواہر البحار ص ۱۳۱۳ جلد ۴ عن خلاصۃ الوفاء)

جو خالی ہاتھ آتے ہیں مرادیں لے کے جاتے ہیں تمہارے در پہ اک میلہ لگا ہے اہلِ حاجت کا
(قبالہ بخشش)

خوب ہے جود و عطائے مصطفےٰ دونوں عالم ہیں گدائے مصطفےٰ
جس سے ملتی ہیں خدا کی نعمتیں ہے وہ سنگِ بارگاہِ مصطفےٰ

(۱۲) اور حرم مدینہ کے مجاور یوسف بن علی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھ پر قرض ہو گیا ۔ میں نے مدینہ منورہ سے نکل جانے کا ارادہ کیا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور قرض کے متعلق فریاد کی ۔ پھر خواب میں آپ کی زیارت ہوئی تو آپ نے مجھے بیٹھے رہنے کا اشارہ فرمایا ۔ بیدار ہونے پر میں نے جانے کا ارادہ ترک کر دیا ۔ تھوڑے دنوں میں اللہ تعالیٰ نے میرے پاس ایسے لوگ بھیجے جنہوں نے میرا قرض ادا کر دیا ۔
(حجة الله العالمين ص ۷۹۰ جلد ۲)

انہی کے در کا صدقہ بٹ رہا ہے بزم عالم میں　　یہ داتا ہیں انہی کے در پہ منگتا سب خدائی ہے
خدا نے بخش دی ان کو حکومت سارے عالم کی　　جہاں کے ذرہ ذرہ پہ انہی کی شہنشاہی ہے

(۱۳)۔ امام ابو بکر بن مقری فرماتے ہیں کہ میں اور امام طبرانی اور ابو شیخ تینوں حرم مدینہ میں سخت بھوک کی حالت میں تھے۔ شام کے وقت میں قبر نبوی پر حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم بھوکے ہیں۔ پھر میں واپس آ گیا۔ میں تو سو گیا میرے دونوں ساتھی بیٹھے مطالعہ کر رہے تھے۔ اچانک ایک علوی شخص اپنے دو نوکروں کے ہمراہ ایک تھال میں بہت سا کھانا رکھے ہوئے آیا اور وہ تھال ہمارے حوالے کیا۔ ہم نے بیٹھ کر کھانا کھایا اور بچا ہوا کھانا سنبھال لیا۔ پھر وہ شخص کہنے لگا۔ لوگو! تم نے رسول اللہ سے شکایت کی ہے تو انہوں نے مجھے خواب میں تم پر کھانا پیش کرنے کا حکم دیا ہے۔ (جواہر البحار ص ۱۳۱۴ جلد ۴ عن خلاصۃ الوفاء)

دو جہاں کی نعمتوں سے مالا مال　　آستاں پہ ہر گدائے مصطفےٰ

(۱۴)۔ اور ابو العباس ضریر سے مروی ہے کہ ایک دفعہ وہ تین دن تک مدینہ منورہ میں بھوکے رہے پھر قبر مصطفےٰ پر حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں بھوکا ہوں۔ انہوں نے وہ رات کمزوری کی حالت میں گزاری صبح کے وقت ایک خاتون نے انہیں ٹھوکر مار کر جگایا اور وہ انہیں اپنے ساتھ گھر لے گئی اور ان پر گندم کی روٹی، کھجوریں، اور گھی پیش کیے۔ اور کہا۔ اے ابو العباس! کھاؤ۔ کیونکہ میرے نانا جان نے مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے اور تم جب بھی بھوکے ہو ہمارے گھر آ کر کھانا کھا لیا کرو۔ (جواہر البحار ص ۱۳۱۴ جلد ۴ عن خلاصۃ الوفاء)

ہیں جن کی عنایات بے حد و پایاں　　وہ بحر عطا سرور انبیاء ہیں
زمانہ کے حاجت روا، خیر خواہ اور　　مشکل کشا سرور انبیاء ہیں

(۱۵) اور امام عبد الرحمٰن جزولی فرماتے ہیں کہ ہر سال میری آنکھیں دکھا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ میں مدینہ شریف میں تھا تو میری آنکھیں دکھیں۔ میں رسول اللہ کے روضہ پر حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کے پاس پناہ مانگتا ہوں۔ کیونکہ میری آنکھوں

میں درد ہے۔ یہ کہنا تھا کہ فوراً میری آنکھیں درست ہوگئیں پھر آج تک نبی ﷺ کی برکت سے کبھی نہیں دکھیں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۷۹۱ جلد ۲)

(۱۶) اور شیخ ابو عبداللہ رندی فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ کے شہر میں تھا۔ جب میں نے وہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا تو میرے ساتھ چند فقراء تھے۔ میں نے روضہ پر حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! مجھے ۲۰ درہم کی حاجت ہے۔ فوراً ایک شخص نے مجھے ۲۰ درہم عطا کر دیے۔ (حجۃ اللہ ص ۷۹۱ جلد ۲)

ہر طرف ہو جائے باراں کرم　　تم نگاہیں جو اٹھاؤ یارسول
دور ہو جائیں ہماری سختیاں　　ہم کو ہر غم سے بچاؤ یارسول

(۱۷) اور ابو القاسم بغدادی فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ روضہ شریف کے پاس ایک شخص نے آذان دی۔ جب اس نے الصلوٰۃ خیر من النوم کہا تو خادم مسجد آیا اور اس نے اسے ایک تھپڑ رسید کیا۔ وہ شخص رویا اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ! آپ کی موجودگی میں میرے ساتھ یہ سلوک ہوا ہے۔ فوراً خادم کا ہاتھ شل ہوگیا، اسے اٹھا کر گھر لے جایا گیا اور تین دن بعد مرگیا۔ (حجۃ اللہ ص ۷۹۲ جلد ۲)

بٹ رہی ہے آج بھی جس کی عنائتیں　　وہ ہے کریم السائلین کون آپ کے سوا

(۱۸) اور روضہ الرسول کی ایک خادمہ ایک ہاشمیہ خاتون سے مروی ہے کہ مجھے تین خادم اذیت دیا کرتے تھے۔ آخر میں نے نبی اکرم سے فریاد کی تو حجرۂ شریفہ سے آواز آئی۔ کیا تیرے لئے میرے اندر نمونہ موجود نہیں؟ صبر کر جس طرح میں نے صبر کیا یا اسی قسم کی کلام فرمائی۔ یہ سنتے ہی میرے دل کا صدمہ چلا گیا اور وہ تینوں خادم مر گئے۔ (حجۃ اللہ ص ۷۹۳ جلد ۲)

ان کے در کا مانگنے والا بنے گا شوق سے　　جو بھی دیکھے گا بندہ پروری سرکار کی

(۱۹) اور ابن الجلاء فرماتے ہیں کہ میں فاقہ کی حالت میں روضۃ الرسول پر حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یارسول! میں آپ کا مہمان ہو کر فاقہ سے مر رہا ہوں۔ پھر خواب میں آپ نے مجھے روٹی عطا فرمائی۔ اس میں سے نصف کھانے کے بعد میری آنکھ کھل گئی تو باقی

نصف روٹی میرے ہاتھ میں موجود تھی۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۸۰۵ جلد ۲)

آپ کے در کی گدائی یا رسول دراصل ہے شہنشاہی یا رسول

(۲۰) اور امام ابن حجر ھیتمی فرماتے ہیں "جاننا چاہیے کہ ہمیشہ سے اہل علم اور اہل حاجات امام اعظم ابو حنیفہ کی قبر کی زیارت کرتے رہے ہیں۔ اور وہ اپنی حاجتیں پوری ہونے کے لئے ان کا وسیلہ پکڑتے رہے ہیں۔ اور اپنی حاجتوں کے حصول کو دیکھتے رہے ہیں۔ امام شافعی جب بغداد میں تھے تو ان سے یہ مروی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں امام ابو حنیفہ کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ اور ان کی قبر پر حاضری دیتا ہوں۔ پھر جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت نفل پڑھ کر امام ابو حنیفہ کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں اور ان کی بارگاہ میں اپنی حاجت کے پورا ہونے کا سوال کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ میری حاجت جلد پوری فرما دیتا ہے۔" (الخیرات الحسان عربی ص ۶۳)

(۲۱) اور سید احمد بن زینی دحلان فرماتے ہیں "سلطان محمد نے شیخ شمس الدین سے التماس کی کہ وہ انہیں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر کی جگہ دکھائیں۔ شیخ نے فرمایا۔ میں نے ایک جگہ نور دیکھا ہے شاید وہی ان کی قبر ہو۔ پھر وہ اس جگہ آکر مراقبہ کرنے لگے۔ پھر فرمایا۔ میں نے ابو ایوب انصاری کی روح سے ملاقات کی ہے۔ اور انہوں نے قسطنطنیہ کے فتح ہونے کی خوشخبری دی ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری کوششیں قبول فرمائے کیونکہ تم نے مجھے کفر کے اندھیروں سے نجات دلائی ہے" (الدولۃ العثمانیہ ص ۱۲۷)

(۲۲) اور یہی امام لکھتے ہیں "پھر سلیمان شاہ غرق ہو گئے اور وہ غریق شہید ہو کر فوت ہوئے۔ لوگوں نے انہیں سمندر سے نکال کر جعبر کے قلعہ کے پاس دفنایا۔ وہاں ان کی قبر مشہور ہے۔ لوگ ان کی قبر کی زیارت کرتے ہیں اور اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ (الدولۃ العثمانیہ ص ۱۱۰)

(۲۳) اور شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں "شاہ عبد الرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ حدیث قدسی دو قسم کی ہے۔ ایک تو یہ کہ پیغام خداوندی جبریل امین لے کر نبی پاک کے پاس آئیں مگر وہ

قرآن میں داخل نہ ہو بوجہ اپنے معجزنہ ہونے کے اور دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جبریل کے واسطہ کے بغیر نبی پاک پر کوئی وحی بھیجے جیسا کہ یہ ارشاد الٰہی ہے۔ اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا باصحاب القبور۔ جب تم امور میں حیران و پریشان ہو جاؤ تو اصحابِ قبر سے مدد طلب کرو۔ (انفاس العارفین فارسی ص ۱۰۶)

(۴۴) اور مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کی کتاب جمال الاولیاء میں ہے۔ " آپ کی وفات ۵۲۵ھ میں ہوئی ہے اور اسی جزیرہ میں اپنی مسجد کے برابر مدفون ہوئے ہیں۔ اور آپ کی تربت برکت وفضل میں وہاں مشہور تربتوں میں ہے۔ ان بزرگوں کے آثار وبرکات اس مبارک جگہ ظاہر ہوتی رہتی ہیں اور نیک بندوں کا ملجا و ماوٰی ہے۔ اس کو شرجی نے بیان کیا ہے" (جمال الاولیاء ص ۹۵)

یہاں تک جو کچھ پیش کیا گیا ہے اس سے ہر عقلمند صاحبِ انصاف شخص جان سکتا ہے کہ محبوبانِ خدا، انبیاء واولیاء وصالحین کے مزاراتِ مقدسہ طیبہ عوام المسلمین کی قبور کی طرح بے فیض نہیں ہوتے بلکہ سعادت مند زائرین جو عقیدتمندی سے ان پر حاضری دیتے اور فیضان قبور الصالحین کا اعتقاد رکھتے ہیں وہ ان اصحابِ قبور بزرگان دین کے روحانی فیوضات وبرکات سے ضرور مالا مال ہوتے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ خواجہ اجمیری غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی ہجویری کے مزار پرانوار پر چلہ کش رہے۔ اور ان کے باطنی فیوض وبرکات سے مالا مال ہوئے تو آپ نے داتا صاحب کی شان میں یہ شعر کہا جو آج کل مشہور عام ہے۔

گنج بخش فیضِ عالم مظہر نورِ خدا ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

اللہ کریم جل شانہٗ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بزرگان دین کے روحانی باطنی فیوض وبرکات سے مستفیض ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین وھذا آخر ماردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ النافعۃ تقبلھا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ وانا الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی سھنسہ من مضافات آزاد کشمیر۔ (۱۳ ربیع الآخر ۱۴۰۸ھ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

تیسواں مقالہ

محبوبانِ خدا کی

مشکل کشائی کا مسئلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد۔

ماہ اپریل ۱۹۹۷ء میں راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفراللہ تعالیٰ لہٗ کو علاقہ سمور (ٹھارہ) تحصیل ڈڈیال ضلع میرپور آزاد کشمیر میں جانے کا اتفاق ہوا۔ نمازِ فجر کے فوراً بعد ایک ساتھی نے کہا کہ ایک مسئلہ بتائیں۔ اور وہ یہ ہے کہ "یا علی مشکل کشا" کہنا جائز ہے یا نہیں؟ راقم الحروف نے پوچھا یہ مسئلہ آپ اپنی طرف سے پوچھ رہے ہیں یا کسی نے یہ مسئلہ اٹھایا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ایک اہلِ علم نے کہا ہے کہ یا علی مشکل کشا کہنا گناہ ہے۔ اس لئے آپ سے مسئلہ دریافت کر رہا ہوں۔ اس وقت راقم الحروف نے اس مسئلہ کی زبانی طور پر وضاحت کر دی۔ پھر خیال ہوا کہ عامۃ المسلمین کے افادہ کے لئے اس مسئلہ کو قدرے تفصیل سے لکھ دینا چاہیے۔ بدیں وجہ یہ مختصر رسالہ لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

آیت کریمہ

اللہ رب العزۃ جل جلالہٗ ارشاد فرماتا ہے۔ وان یمسسک اللّٰہ بضر فلا کاشف لہٗ الا ھو ج وان یردک بخیر فلارآد لفضلہ یصیب بہ من یشآء من عبادہ ط وھو الغفور الرحیم۔

ترجمہ: اور اگر اللہ تجھے تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں اور اگر وہ تیرا بھلا چاہے تو اس کے فضل کا رد کرنے والا کوئی نہیں۔ اسے پہنچاتا ہے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے۔ اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ (پ ۱۱ رکوع ۱۶)

تفسیر: مفسر جلیل امام احمد صاوی فلا کاشف لہٗ الا ھو (تو اس کے سوا اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں) کا مفہوم بدیں الفاظ لکھتے ہیں۔ ای لا دافع ولا مانع لہٗ الا اللّٰہ حقیقۃً فنسبۃ النفع او الضر لغیر اللّٰہ تعالیٰ باعتبار ان اللّٰہ تعالیٰ اجری علی ایدیھم ذلک ... جار

نھم الخالقون له فان نسبة ذلک لھم من هذه الحیثیة کفر۔

ترجمہ: یعنی اس کو ٹالنے والا اور روکنے والا حقیقت میں اللہ کے سوا کوئی نہیں۔ سوا اللہ کے غیروں کی طرف نفع یا نقصان دینے کی جو نسبت کی جاتی ہے وہ اس اعتبار سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نفع یا نقصان کو ان کے ہاتھوں پر جاری فرما دیتا ہے۔ اور اس اعتبار سے نہیں کہ وہ نفع یا نقصان پیدا کرنے والے ہیں۔ کیونکہ اس حیثیت سے غیرِ خدا کی طرف نفع و نقصان کی نسبت کرنا کفر ہے۔ (تفسیرات صاویہ علی الجلالین حصہ دوم ص ۱۷۵)

مشکل کشائی کی قسمیں

آیت کریمہ کی اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ مشکل کشا کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مشکل کشا حقیقی (۲) مشکل کشا مجازی۔ مشکل کشا حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات ہے اور مشکل کشا مجازی اللہ کے محبوب بندے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنی مشکل کشائی کا سبب بناتا ہے اور وہ ان کے ذریعہ سے عام بندوں کی مشکلیں حل فرماتا ہے۔ اس تقسیم کو نہ ماننا اور محبوبانِ خدا کو مشکل کشا ماننے پر مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ صادر کرنا وہابیہ دیوبندیہ کی ضلالت و جہالت ہے۔ واللّٰہ یھدی من یشآء الیٰ صراط مستقیم۔

فرشتے باذنہٖ تعالیٰ مشکل کشا ہوتے ہیں

اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ سے اپنے بندوں کی مشکلات حل فرماتا ہے اور ان کے سبب سے ان کی مدد فرماتا ہے جیسا کہ بدر و حنین وغیرہما غزوات میں واقع ہوا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ لقد نصرکم اللّٰہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے بہت جگہوں میں تمہاری مدد فرمائی اور حنین کے دن میں۔ (پ ۱۰ رکوع ۱۰) پھر اپنی اس مدد کی کیفیت بدیں الفاظ بیان کرتا ہے۔ وانزل جنودًا لم تروھا۔ اور اس نے فرشتوں کے وہ لشکر اتارے جو تم نے نہ دیکھے۔ (پ ۱۰ رکوع ۱۰)

اور دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے۔ اذتستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالفٍ من

الـملا ئكة مردفين ۔ جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری فریاد سن لی ک
میں تمہیں مدد دینے والا ہوں ہزار فرشتوں کی قطار سے ۔ (پ ۹ رکوع ۱۵)

اور تیسری جگہ ارشاد فرماتا ہے اذیوحی ربک الیٰ الملا ئکة انی معکم فثبّتو
الذین امنوا ۔ اے محبوب جب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم
مسلمانوں کو ثابت رکھو ۔ (پ ۹ رکوع ۱۶)

الحمد للہ ان آیاتِ متبرکہ سے بالتصریح معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں ک
مشکلات دور کرنے کے لیے فرشتوں کو ذریعہ اور سبب بنا دیتا ہے اس لئے فرشتوں کو مجاز
طور پر مشکل کشا سمجھنا عین اسلام ہے ۔ اسے شرک کہنا سراسر گمراہی ہے ۔

بندگانِ خدا باذنہٖ تعالیٰ مشکل کشا ہوتے ہیں

اللہ تعالیٰ جس طرح بندوں کی مشکلات حل کرنے کے لئے فرشتوں کو اپنی مشکل
کشائی کا ذریعہ بناتا ہے اسی طرح وہ اپنے محبوب انسانوں اور جنوں کو بھی عام بندوں ک
مشکلات حل کرنے کا ذریعہ بنا دیتا ہے ۔ چنانچہ امام نووی کتاب الاذکار باب مـا یـقو
اذاانفلتت دآبتہٗ میں لکھتے ہیں. روینا فی کتاب ابن السنی عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰ
عنـه عن رسـول اللّٰـه ﷺ قـال اذا انـفـلـتت دآبة احد کم بارض فلاة فلیناد یاعباد اللّٰ
احبسوا یاعباداللّٰه احبسوا . فان للّٰه عزوجل فی الارض حاضراً سیحبسهٗ ۔ ترجمہ ۔ اما
ابن السنی کی کتاب میں ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روای
کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی ایک کا چوپایہ بنجر زمین می
چھوٹ کر بھاگ جائے تو اسے چاہیے کہ وہ پکار کر کہے ۔ اے اللہ کے بندو! روکو ۔ اے اللّٰ
کے بندو! روکو ۔ کیونکہ اللہ عزوجل کے کچھ (بندے) موجود ہوتے ہیں جو عنقریب اسے
روک دیں گے ۔ (کتاب الاذکار ص ۲۰۱)

یہ عمل مجرب ہے

امام نووی اس عمل کے مجرب ہونے کے بارہ میں لکھتے ہیں ۔قلت حکی لی بعض شیوخنا الکبار فی العلم انه انفلتت لهٗ دآبة اظنها بغلة وکان یعرف هذا الحدیث فقالهٗ فحبسها اللّٰه علیهم فی الحال وکنت انا مرةً مع جماعة فانفلتت منها بهیمة وعجزوا عنها فقلتهٗ فوقفت فی الحال بغیر سبب سوی هذاالکلام

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ علم میں بڑے بڑے مشائخ میں سے ایک بزرگ نے مجھ سے اپنا واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ ان کی خچر چھوٹ گئی اور وہ اس حدیث کو جانتے تھے اس لیے انہوں نے فرمایا یا عباداللہ احبسوا ، اے اللہ کے بندو! روکو تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اسے اسی حالت میں روک دیا اور ایک مرتبہ میں خود ایک جماعت میں تھا تو ہمارا چوپایہ چھوٹ گیا۔ سب لوگوں نے اسے روکنے کی کوشش کی مگر وہ عاجز آ گئے ۔ میں نے کہا۔ یا عباد اللّٰہ احبسوا ۔ اے اللہ کے بندو! روکو سو وہ اسی حالت میں رک گیا حالانکہ اس کلام کے سوا اسے روکنے والا بظاہر اور کوئی سبب نہ تھا۔ (کتاب الاذکار ص ۲۰۱)

یہ حدیث حسن ہے

وہابیہ دیوبندیہ کا طریقہ ہے کہ جو آیت یا حدیث ان کے خانہ زاد عقیدے کے خلاف ہو وہ اس آیت کی من گھڑت تاویل کر دیتے ہیں اور اس حدیث کو ضعیف کہہ کر رد کر دیتے ہیں ۔ اس لئے اس حدیث کے بارہ میں محدثین کی تحقیق پیش کرنا نہایت مناسب ہوگا ۔ چنانچہ امام علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔و فی الحصن وان ارادعونا فلیقل یا عباد اللّٰه اعینونی ثلاثارواه الطبرانی عن زید بن علی عن عتبة بن غزوان رضی اللّٰه عنه عن النبی ﷺ انه قال اذا ضل احدکم شیئاً اوارا دعوناً وهو بارض لیس بها انیس فلیقل یا عباد اللّٰه اعینونی فان للّٰه عباذًا لاتروهم قال بعض العلماء الثقات هذا حدیث حسن یحتاج الیه المسافرون وروی عن المشائخ انه مجرب قرن به التبجج

ترجمہ: اور کتاب (۱) حصن الحصین (مؤلفہ امام محمد جزری شافعی رحمۃ اللہ علیہ) میں لکھا
ہے کہ اگر کوئی شخص مدد حاصل کرنے کا ارادہ کرے تو وہ تین بار کہے یا عباد اللّٰہ اعینونی
(اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو) اس حدیث کو امام طبرانی نے حضرت زید بن علی سے
اور انہوں نے حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے
روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جب تم میں سے کسی ایک شخص کی کوئی شئے گم
ہو جائے یا وہ مدد حاصل کرنے کا ارادہ کرے اس حال میں کہ وہ ایسی جگہ میں ہو جہاں اس
کا کوئی ساتھی نہ ہو تو وہ کہے یا عباداللّٰہ اعینونی ۔اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو سوا
کے بندے موجود ہیں جن کو تم نہیں دیکھتے۔ بعض ثقہ علماء نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے
اور مسافروں کو اس حدیث کی ضرورت پڑتی ہے اور مشائخ سے مروی ہے کہ یہ عمل مجرب
ہے جس کے ساتھ وقار پایا جاتا ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۲۱۲ جلد ۵)

الحمد للہ۔ قرآن و حدیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں اور اپنے مخصوص
بندوں کو عام بندوں کے لیے بوقت مصیبت و مشکل حاجت روا مشکل کشا بنا دیتا ہے۔ اور
ان کے ذریعہ سے مصیبت اور مشکلیں دور فرماتا ہے ولہٰذا حضرت مولیٰ علی شیرِ خدا رضی اللہ
عنہ کو مشکل کشا کہنا جائز ہے۔ ہرگز ہرگز گناہ نہیں۔ جو اس کو گناہ کہتا ہے وہ درحقیقت وہابی
دیوبندی عقیدہ والا ہے۔ کیونکہ دیوبندی وہابی ہی غیر خدا کو مشکل کشا کہنے کو ناجائز بلکہ
شرک کہتے ہیں۔ چنانچہ وہابی مولوی عبدالرب دہلوی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا

---

(۱) کتاب حصن حصین مترجم مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی کے ص ۱۷۴ پر ہے "سفر میں
ضرورت کے وقت مدد طلب کرنے کے لیے دعا اور مجرب عمل۔ (۱) سفر میں سواری کا جانور
چھوٹ کر بھاگ جائے تو بلند آواز سے کہے اعینو ایا عباد اللّٰہ رحمکم اللّٰہ ۔ مدد کرو اے اللہ
کے بندو! اللہ تم پر رحم فرمائے۔ (۲) اور اگر کسی مددگار کو بلانا ہو تو بلند آواز سے کہے یا عباد
اللّٰہ اعینونی ۔ (اے اللہ کے بندو میری مدد کرو) مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یہ عمل آزمودہ
ہے۔

واقعہ لکھنے کے بعد لکھتا ہے۔ " اب یہاں ایک امر ضروری ہے وہ لکھتا ہوں۔ بتوفیق اللہ تعالیٰ۔ وہ یہ ہے کہ مسجد کے ستون کے پیچھے ابن ملجم چھپا کھڑا رہا۔ آپ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو خبر نہ ہوئی پھر نادان ہیں وہ لوگ جو آپ کو مشکل کشا جان کر اپنی مشکلوں میں آپ سے مدد طلب کرتے ہیں اور یا علی کا نعرہ لگاتے ہیں۔ خوف کریں وہ اس بات سے کہ ایسے عقیدہ سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے اور شرک ظلم عظیم ہے "۔ (فردوس آسیہ ص ۱۸۸)

اور مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کا یہ عقیدہ بھی ملاحظہ ہو کہ " اکثر عوام حضرات اولیاء اللہ کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر اس نیت سے فاتحہ و نیاز دلاتے ہیں کہ ان سے ہماری کاربراری ہوگی، مال اولاد ملے گی، ہمارا رزق بڑھے گا، اور اولاد کی عمر بڑھے گی ہر مسلمان جانتا ہے کہ اس طرح کا عقیدہ صاف شرک ہے۔ " (اصلاح الرسوم ص ۱۸۴)

بزرگانِ اہلسنت محبوبانِ خدا کو مشکل کشا جانتے ہیں

وہابیہ دیوبندیہ نے عقیدۂ مشکل کشائی کو شرک قرار دیا ہے جیسا کہ ابھی دو حوالے گزرے ہیں۔ لیکن بزرگانِ اہلسنت علماء و مشائخ محبوبان خدا کو مشکل کشا جانتے اور ان سے اپنی حاجتیں طلب کرتے چلے آئے ہیں۔ چند حوالے ہدیہء ناظرین کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ

(۱) حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی مہتمم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور اپنے فتویٰ مبارکہ میں لکھتے ہیں " حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشکل کشا ماننے والے کو گنہگار کہنے والا شخص اکابرین کے مسلک سے جاہل ہے۔ ایسے شخص کو امام نہ بنایا جائے۔ تفسیر عزیزی میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اویسیاں تحصیل مطالب کمالات باطنی از آنہامی نمایند۔ ترجمہ۔ اویسی لوگ باطنی کمالات کا مقصد ان سے حاصل کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ اربابِ حاجات حلِ مشکلات خود از آنہامی طلبند۔ ترجمہ: اہل حاجت اپنی مشکلوں کا حل ان سے طلب کرتے

ہیں۔اور فرماتے ہیں۔ از اولیاء مدفونین استفادہ جاری است ترجمہ: مدفون اولیاء سے استفادہ جاری ہے۔اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھتے ہیں۔ این فقیر خرقہ از شیخ کردی پوشیدہ و ایشاں بعمل آنچہ در جواہر خمسہ است اجازت دادند۔ترجمہ: اس فقیر نے شیخ ابو طاہر کردی سے خرقہ پہنا اور انہوں نے جواہر خمسہ میں جو کچھ ہے اس کے عمل کی اجازت دی۔ اسی جواہر خمسہ میں دعائے سیفی کی ترکیب میں لکھا ہے۔نادعلی ہفت بار یا سہ بار یا یک بار بخواند وآن این است نادعلیاً مظہر العجائب تجدہ عونا لک فی النوائب کل ھم وغم سینجلی بولایتک یا علی یا علی یا علی۔ترجمہ: نادعلی کو سات بار یا تین بار یا ایک بار پڑھے اور وہ یہ ہے۔ندا کر حضرت علی کو جو عجائبات کے مظہر ہیں تو تُو ان کو ناگہانی آفتوں اور مصیبتوں میں مددگار پائے گا۔ ہر رنج وغم دور ہو جائے گا آپ کی ولایت کی برکت سے اے علی اے علی۔ اکابر تو فرمائیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رنج وغم اور مشکلوں میں پکارو کہ آپ مشکل کشا ہیں جبکہ مذکورہ شخص جاہل گنوار کہے کہ یہ گناہ ہے۔ایسا شخص امامت کے قابل نہیں۔لہٰذا اسے امام نہ بنایا جائے۔"

اھ مافی فتوٰی مولانا عبدالقیوم ہزاروی دامت برکاتھم العالیہ(۱)۔

(۲)۔حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے تصرف کے متعلق مرزا مظہر جان جاناں فرماتے ہیں۔ میں بلا ومصیبت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کی روح مبارک سے مدد لیتا ہوں اور یہی مرزا صاحب اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں نسبت ما بجناب امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ' می رسد وفقیر را نیاز خاص بآن جناب ثابت ست در وقت عروض عارضہ جسمانی توجہ بہ آنحضرت واقعہ می شود وسبب حصول شفا می گردد(الامن والعلیٰ ص۱۰) یعنی میری حضرت امیر المؤمنین شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ' سے نسبت ہے اور میرے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ' سے خاص نیازمندی ثابت ہے۔ مجھے جب کوئی جسمانی عارضہ (بلاء ومصیبت) لاحق ہوتا ہے تو اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کی توجہ حاصل

---

(۱) یہ فتوٰی ہم نے خود اس مسئلہ کے بارہ میں ان سے حاصل کیا ہے۔اور وہ ہمارے پاس موجود ہے۔

ہوتی ہے اور آپ کی توجہ وعنایت سے شفا حاصل ہو جاتی ہے۔

؎ علی امام من است ومنم غلام علی
ہزار جانِ گرامی فدا بنامِ علی

(ماہنامہ رضوان لاہور بابت نومبر ۱۹۹۵ء صفحہ نمبر ۳۱)

۳۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اولیاء راہست قدرت از الہ تیر جستہ باز آرندش ز راہ۔ ترجمہ: اللہ کے ولیوں کو اس کی طرف سے یہ قدرت ملی ہے کہ وہ چھوٹا ہوا تیر واپس لے آئیں۔

۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

؎ اگر خیریت دنیا وعقبیٰ آرزو داری
بدر گاہش بیا وہر چہ می خواہی تمنا کن

ترجمہ: اگر تجھے دنیا وآخرت کی خیریت کی خواہش ہے تو تُو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں چلا آ اور جو کچھ چاہے مانگ لے۔

۵۔ حضرت خواجہ غریب نواز شیخ الاسلام قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "مندرجہ ذیل شعر سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توجہ کے لیے کثرت سے پڑھنا چاہیے۔ تعداد کا اندازہ محبت پر موقوف ہے۔

بگیسوئے شہید کربلا وروئے گل گونش
گرہ از کار ما شیر خدا مشکل کشا بکشا

ترجمہ: شہد کربلا کے گیسو اور پھول جیسے خوبصورت چہرہ کے طفیل ہمارے کام سے گرہ اے شیرِ خدا مشکل کشا کھول دے۔ (انوار قمریہ ص ۱۴۹)

۷۔ حضرت میاں محمد صاحب عارف کھڑی شریف لکھتے ہیں۔

؎ ہر مشکل دی کنجی یارو ہتھ مرداں دے آئی
مرد نگاہ کرن جس ویلے مشکل رہ نہ کائی

اور یہی بزرگ حضرت پیر شاہ غازی بادشاہ قلندر کھڑی شریف رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف میں

لکھتے ہیں۔

؎ پیر میرا ہے دمڑی والا پیر شاہ قلندر
ہر مشکل وچ مدد کریندا دویں جہانیں اندر

۸۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین ملت حضرت مولانا احمد خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یاالٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہِ مشکل کشا کا ساتھ ہو
یاالٰہی رحم فرما مصطفٰے کے واسطے
یارسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے
مشکلیں حل کر شہِ مشکل کشا کے واسطے
کر بلائیں رد شہید کربلا کے واسطے
حاکم حکیم داد و دوا دیں، یہ کچھ نہ دیں
مردک مراد یہ کس آیت خبر کی ہے

(حدائق بخشش)

دیوبندی حوالے

(۱) اکابر اہل دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی لکھتے ہیں۔

؎ اے رسول ہاشمی فریاد ہے یا محمد مصطفٰے فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آجکل اے مرے مشکل کشا فریاد ہے

(کلیاتِ امدادیہ صفحہ نمبر ۳۲۴)

؎ کھول دے دل میں درِ علم حقیقت میرے رب
ہادی عالم علی مشکل کشا کے واسطے (کلیات امدادیہ ص ۹۳)

۳۔ دیوبندی مولوی قاضی زاہد الحسینی لکھتا ہے۔" ناظرین کی روحانی تربیت کے لئے

شجرۂ چشتیہ صابریہ حسینیہ درج کیا جاتا ہے۔ یہ وہ شجرہ ہے جو اس گناہگار کا ورد ہے۔ اور اسی کو بحمدہٖ تعالیٰ حج کے دوران پڑھا گیا ہے۔ الی اٰن قال

جہل وغفلت دور کردے اور اٹھا دے سب حجاب
دل سے بس علم وعمل کا، میرے چمکے آفتاب
ہادیٔ عالم علی مشکل کشا کے واسطے

(نجاتِ دارین ص ۲۶۶)

۳۔ دیوبندی مولوی حسین احمد مدنی۔ "شجرہ مبارکہ منظومہ چشتیہ صابریہ امدادیہ رشیدیہ حسینیہ مدنیہ" کے عنوان کے ماتحت لکھتا ہے۔

کر عطا ظاہر میں آثارِ شریعت میرے رب
کر عطا باطن میں اسرارِ طریقت میرے رب
دور کر دل سے حجابِ جہل وغفلت میرے رب
کھول دے دل میں درِ علم حقیقت میرے رب
ہادیٔ عالم علی مشکل کشا کے واسطے (سلاسل طیبہ ص ۱۰۲)

۴۔ دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی نے درج ذیل شعر لکھا ہے۔

دستگیری کیجئے میرے نبی کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی

۵۔ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی نے حاجی امداد اللہ صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ حاجی صاحب نے فرمایا۔ "ایک بار مجھے ایک مشکل پیش تھی اور حل نہ ہوتی تھی۔ میں نے حطیم میں کھڑے ہو کر کہا کہ تم لوگ تین سو ساٹھ یا کم وبیش اولیاء اللہ یہاں ہو اور تم سے کسی غریب کی مشکل حل نہیں ہوتی تو پھر تم کس مرض کی دوا ہو۔ یہ کہہ کر میں نے نماز نفل شروع کر دی۔ میرے نماز شروع کرتے ہی ایک آدمی کالا سا آیا اور وہ بھی میرے پاس ہی نماز میں مشغول ہو گیا۔ اس کے آنے سے میری مشکل حل ہو گئی۔ جب میں نے نماز ختم کی وہ بھی سلام پھیر کر چلا گیا"۔ (امداد المشتاق ص ۱۲۱)

۶۔ مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی کی وفات پر مولوی محمود الحسن دیوبندی نے ان

کے بارہ میں چند مرثیے لکھے جنہیں کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارن پور نے شائع کیا۔
اس کے چند اشعار ہدیہء ناظرین کیے جاتے ہیں۔

علائق اور امیدوں کے لئے خدام واعدآء کے
وہ حلال معاقد تھے غضبِ تیغ صفاہانی (مرثیہ ص ۱۰)

مشکلات ہوتے تھے سب اس کے اشاروں پر طے
مہر اور قمر میں تھے اس کے نعم اور نقم (مرثیہ ص ۲۲)

سب مریضوں کے لئے ایک وہی تھا انار
سینکڑوں زہر تھے تریاق تھا بس اس کا دم
مردوں کو زندہ کیا، زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابنِ مریم (مرثیہ ص ۲۲)

وہابی حوالے

مولانا ڈاکٹر سعید احمد اسحٰق نقشبندی فریدی اپنے مضمون "وسیلہ" میں لکھتے ہیں "یہ مسئلہ اب اختلافی ہوا ہے ورنہ کچھ عرصہ قبل تمام مکاتبِ فکر کے اکابرین کلماتِ ندا کے ساتھ وسیلہ طلب کرتے رہے ہیں۔

قبلہء دیں مدد دے، کعبہء ایماں مدد دے
ابن قیم مدد دے' قاضی شوکاں مدد دے

علامہ وحید الزمان صاحب اہل حدیث (وہابی) اپنی معروف تصنیف ہدیۃ المھدی کے صفحہ نمبر ۲۳ پر رقمطراز ہیں۔ "غیر اللہ کے لیے نداء مطلقاً جائز ہے۔ چاہے زندہ کو پکارا جائے چاہے مردہ کو۔ اور حدیث اعمی (یہ حدیث زیب عنوان ہے) میں ثابت ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ کا پاؤں سن ہو گیا تو انہوں نے یا محمد کہا اور ایک حدیث میں یا عباد اللہ اعینونی کہنے کا حکم ہے۔ اسی طرح جب شاہ روم نے تین مسلمانوں کو عیسائیت کی طرف بلایا تو انہوں نے وامحمداہ کہا۔ نیز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضرت

اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے یا عمراہ یا عمراہ کہا۔ اور سید نے اپنی کتابوں میں ابن قیم مددودے قاضی شوکاں مددودے تحریر کیا ہے۔ اور مدد چاہی ہے۔ بزرگانِ دین سے استمداد حق ہے۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ اپنے پیارے محبوب کے وسیلہ سے صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین" (ماہ نامہ انوار الفرید ساہیوال بابت ستمبر ۱۹۹۷ء صفحہ نمبر ۶)

الحمد للہ۔ یہاں تک جو حوالے پیش کیے گئے ہیں ان سے ثابت ہوا کہ بریلوی علمائے اہل سنت اور دیوبندی وہابی مولوی محبوبان خدا کو حاجت روا مشکل کشا سمجھتے ہیں اور ان سے اپنی حاجات و مشکلات کے حل ہونے کی التجائیں بھی کرتے ہیں۔ ولہٰذا محبوبانِ خدا کو بالعموم اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بالخصوص مشکل کشا کہنا جائز ہے۔ کسی طرح گناہ نہیں۔ جو اسے گناہ کہتا ہے جاہل اکابر کے مسلک سے بے خبر ہے۔ واللّٰــہ یھدی من یشآء الیٰ صراط مستقیم۔

اہل دیوبند پر اعتراض

اہل دیوبند پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ وہ ایک طرف غیر خدا کو مشکل کشا سمجھنے کو شرک کہتے ہیں جیسا کہ مولوی اشرف علی تھانوی نے اصلاح الرسوم میں لکھا ہے۔ اور دوسری طرف وہ خود محبوبان خدا کو مشکل کشا حاجت روا کہتے ہیں جیسا کہ چند حوالے ابھی گزرے ہیں اس لئے یا تو ان کا یہ فتویٰ غلط ہے یا اگر یہ فتویٰ صحیح ہے تو ان کے جن جن مولویوں نے محبوبان خدا کو مشکل کشا کہا ہے اور ان سے امدادیں مانگی ہیں وہ سب مشرک ہونے چاہئیں۔ اس اعتراض سے بچنے کے لئے قاضی زاہد الحسینی آف اٹک لکھتا ہے۔ "حضرت مدنی نے اپنے ایک گرامی نامہ میں لفظ مشکل کشا کے استعمال کی جو وجہ بتلائی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ مشکل کشا عربی کے حلال المعاقد کا ترجمہ ہے جس کا معنی ہے علمی مشکل امور کو کھولنے والا۔ چونکہ حضرت علی بڑے بڑے مشکل مسائل حل کرنے میں مہارت رکھتے تھے اس لئے اکابر دین نے حضرت علی کے لئے مشکل کشا کا لقب اسی معنی میں استعمال فرمایا۔ اس سے مراد خدائی صفت یعنی تکوینی مصیبتوں اور تکلیفوں کو دور کرنا نہیں۔" (مکتوبات شیخ

الاسلام جلد اول ص ۳۴۸ مکتوب نمبر ۱۴۰) (نجات دارین مؤلفہ قاضی زاہد الحسینی۔ اٹک شہر ص ۲۶۶)

اور قاضی مظہر حسین چکوالی نے مکتوبات شیخ الاسلام کی یہ عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا۔ " چونکہ آج کل اکثر عوام الناس مشکل کشا سے مراد یہ لیتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کی ہر جگہ ہر زمانے میں مصیبتیں دور فرماتے ہیں اور اس معنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے ان الفاظ کا استعمال ناجائز ہے اس لئے احبابِ شجرہ اگر بجائے مشکل کشا کے علی المرتضٰی کے الفاظ پڑھیں تو بہتر ہوگا۔ تاکہ اعتقادی خرابی نہ پیدا ہو۔ واللہ اعلم الاحقر مظہر حسین۔" (حاشیہ سلاسل طیبہ ص ۱۰۲)

مدنی صاحب کی تاویل باطل ہے

اعتراض سے بچنے کے لئے مدنی صاحب نے مشکل کشا کی جو یہ تاویل کی ہے کہ مشکل سے مراد علمی مشکل ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشکل کشا ہونے کا مطلب علمی مشکلیں کھولنے والا ہے باطل محض ہے۔ کہ اولاً یہ تاویل مدنی صاحب کی خودساختہ ہے۔ کسی بزرگ کے حوالہ سے انہوں نے پیش نہیں کی ہے۔ ثانیاً خود دیوبند کے اکابر نے مشکل کشا کا لفظ مطلق مشکل کشا کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ محمود الحسن دیوبندی نے مرثیہ میں مولوی رشید احمد گنگوہی کو ہمہ جہت مشکل کشا مانتے ہوئے کہا ہے۔

مشکلات ہوتے تھے سب اس کے اشاروں پر طے　　مہر اور قمر میں تھے اس کے نعم و تقم

دیکھئے یہاں مشکلات جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے اور پھر تخصیص کا احتمال ختم کرنے کے لئے سب کا لفظ بھی لائے ہیں اور مہر و قمر میں نعم و تقم کی موجودگی کا ماننا بھی اس کے عموم کی دلیل ہے۔

ثالثاً اکابر دیوبند کے مسلم بزرگ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی معمول بہ کتاب جواہر خمسہ میں جو نادِ علی لکھا ہے اس میں کل ھم وغم سینجلی بولایتک یا علی کے الفاظ بھی تخصیص کی نفی کر رہے ہیں۔ اور کل کا لفظ عموم کا فائدہ دے رہا ہے۔

رابعاً اگر علمی مشکل کشا ماننا شرک نہیں تو تکوینی مشکل کشا ماننا بھی شرک نہیں ہوگا کہ یہ دونوں مطلق مشکل کشا کی قسمیں ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک قسم کی مشکل کشائی تو عین اسلام ہو اور دوسری قسم کی صاف شرک۔ **فمن ادعی الفرق فعلیه البیان۔ واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔**

حرف آخر

الحمد للہ یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے روزِ روشن کی طرح روشن ہوا کہ اللہ رب العزۃ جل جلالہٗ اپنے مخصوص محبوب بندوں کو روحانی طاقت عطا فرماتا ہے جس کی وجہ سے وہ عام بندوں کے مصائب و مشکلات میں وہ ان کی امداد فرماتے ہیں۔ محبوبانِ خدا کی صفت مشکل کشائی کا انکار گمراہی ہے اور اس عقیدہ کو صاف شرک قرار دینا محبوبانِ خدا کی برکتوں سے محرومی کا ذریعہ اور شرع شریف پر افترٰی ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین و حررہ الفقیر ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفر اللّٰہ تعالیٰ لہٗ۔ سھنسہ آزاد کشمیر۔ (۲۲ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

اکتیسواں مقالہ

قبور الصالحین

کو بوسہ دینے کا مسئلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد

بزرگان دین انبیآء و اولیآء کے مزاراتِ متبرکہ کو تعظیماً بوسہ دینے کے مسئلہ میں یہ مختصر رسالہ ترتیب دینے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرفِ مقبولیت بخشے آمین۔

فقہ حنفی کی مشہور و معتبر کتاب فتاوٰی عالمگیری میں ہے۔

ولایمسح القبر ولایقبلہٗ فانّ ذلک من عادۃ النصارٰی ولاباس بتقبیل قبر والدیہ کذا فی الغرائب۔ اور زائر قبر کو ہاتھ نہ لگائے اور نہ چومے کیونکہ یہ نصرانیوں کا طریقہ ہے اور اپنے والدین کی قبروں کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ کتاب الغرائب میں مذکور ہے۔
(حوالہ فتاوٰی عالمگیری جلد پنجم ص ۳۵۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قبور دو قسم کی ہیں۔ عامۃ المسلمین کی قبور اور معظمین و محبوبانِ خدا کی قبور۔ تعظیمی بوسہ عامۃ المسلمین کی قبور کو نہ دیا جائے کہ ان کی تعظیم کے اظہار کی ضرورت نہیں اور معظمین کی قبور کو تعظیمی بوسہ دیا جائے کہ ان کی تعظیم کا اظہار مقصود ہے۔ بدیں وجہ امام ابن حجر کتاب فتح الباری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں۔

استنبط بعضھم من مشروعیۃ تقبیل الارکان جواز تقبیل کل من یستحق العظمۃ من ادمی وغیرہ و نقل عن الامام احمد انہ سئل عن تقبیل منبر النبی ﷺ و تقبیل قبرہ فلم یربہ باساً ونقل عن ابن ابی الصیف الیمانی احد علماء ملۃ من الشافعیۃ جواز تقبیل المصحف و اجزاء الحدیث وقبور الصالین ۔ یعنی بعض علماء نے ارکان کعبہ کے چومنے کے جواز سے ہر عظمت کی مستحق شئے آدمی وغیرہ کو بوسہ دینے کا جواز اخذ کیا ہے۔ اور امام احمد بن حنبل سے منقول ہے کہ ان سے رسول اللہ ﷺ کے منبر اور قبر کو بوسہ دینے کے بارہ میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور شافعی المذھب عالم دین ابن ابی الصیف الیمانی سے قرآن و حدیث کی کتابوں اور نیکوں کی قبور کو چومنے کا جواز نقل کیا گیا ہے۔ (فتح الباری بحوالہ کتاب جآء الحق ص ۳۶۹)

اور امام جلال الملّۃ والدین سیوطی توشیح میں فرماتے ہیں۔ **استنبط بعض العارفین من تقبیل**

الحجر الاسود تقبیل قبور الصالحین (جآء الحق ص ۳۶۹)
یعنی حجر اسود کے بوسہ سے بعض نے صالحین کی قبور کے بوسہ کا جواز اخذ کیا ہے۔

اور شیخ محمود حسن ربیع الازھری (مدرس جامعۃ الازھر۔ مصر) کتاب الجواب المشکور عن اسئلۃ القبور میں لکھتے ہیں۔ قد صرّح غیر واحد من الائمۃ ھداۃ الامۃ باباحۃ التمسح بقبور الصالحین و تقبیلھا و تمریغ الخد علیھا حتّٰی و تقبیل اعتابھا بقصد التبرک و منع من ذلک بعضھم لکنّہ قال بالکراھۃ لا بالحرمۃ فضلاً عن التکفیر ۔ بہت سے امت کے ہدایت دہندہ علمائے دین نے صالحین کی قبور کو ہاتھ لگانے اور چومنے اور ان پر اپنے رخسار رگڑنے کی اباحت کی تصریح کی ہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے صالحین کی چوکھٹوں کو تعظیماً چومنا بالتصریح جائز قرار دیا ہے۔ اور بعض علماء نے ان کاموں سے جو منع کیا اس میں ان کی مراد کراہت ہے نہ کہ حرمت یا تکفیر۔

پھر ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں۔ امام زرقانی نے اپنی شرح میں فرمایا ہے کہ امام ابن ابی الصیف الیمانی الشافعی سے قرآن مجید اور قبور صالحین کے بوسہ کا جواز منقول ہے۔ اور امام سید سمہودی کتاب خلاصۃ الوفاء میں لکھتے ہیں کہ امام اسماعیل تیمی نے حضرت ابن المنکدر کے بارہ میں روایت بیان کی ہے کہ انہیں بہرہ پن کی بیماری لاحق ہوتی تو وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر پر اپنا رخسار رکھ دیتے تھے۔ پھر جب انہیں اس فعل پر ملامت کی گئی تو انہوں نے فرمایا۔ انّہ یستشفی بقبر النبی ﷺ۔ یعنی وہ نبی ﷺ کی قبر سے شفا طلب کرتے ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما نبی اکرم ﷺ کی قبر پر اپنا ہاتھ رکھا کرتے تھے اور عمدہ سند کے ساتھ مروی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب شام کے علاقہ سے آکر روضۂ نبوی کی زیارت کی تو رونے لگے ویمرّغ وجھہٗ علی القبر الشریف لمحضر من الصحابۃ و لم ینکر ذلک علیہ احد ۔ اور قبر شریف پر اپنا چہرہ رگڑنے لگے اور انہوں نے یہ کام صحابہ کی موجودگی میں کیا اور کسی ایک صحابی نے بھی ان کے اس عمل پر اعتراض نہ کیا۔ اور اسی طرح حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں بھی مروی ہے کہ انہوں نے روم سے آکر اسی طرح کیا تھا

اور ملامت کرنے والوں سے فرمایا ما اجھلکم بفعل العاشقین ۔تم عاشقوں کے فعل سے کس قدر بے خبر ہو اور پھر شاعر کا یہ شعر پڑھا۔

امر علی الدیا ر دیار سلمیٰ ۔ اُقبِلُ ذالجدار و ذالجدار

وماحبّ الدیار شغفن قلبی ۔ و لکنّ حبّ من سکن الدیار

میں سلمیٰ کے شہر سے گزرتا ہوں تو اس کی دیواروں کو چومتا ہوں ۔اس شہر کی محبت نے میرے دل کو مشغول نہیں کیا بلکہ جو اس میں آباد ہے اس کی محبت نے میرے دل کو مشغول کیا ہے۔

اور شیخ منصور بہوتی حنبلی کی کتاب حاشیۃ الاقناع میں ہے۔ اور تیرے لئے ان کی جلالت قدر کافی ہے کہ امام احمد بن حنبل کے شاگرد ابراھیم بن حربی نے فرمایا۔یستحب تقبیل حجرۃ النبی ﷺ ۔حضورﷺ کے حجرۂ مبارکہ کو چومنا مستحب ہے۔اور کتاب حاشیۃ الایضاح میں فرمایا کہ امام عز بن جماعۃ نے مصنّف ایضاح کے قبر نبوی کو چومنے اور چھونے سے منع کرنے پر امام احمد بن حنبل کے اس قول سے ان کا ردّ فرمایا کہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ۔اور انہوں نے اُن پر امام ابن ابی الصیف اور امام طبری کے اس قول سے بھی ردّ فرمایا کہ قبر شریف کو چومنا اور چھونا جائز ہے۔و علیہ عمل العلماء الصالحین اور اس طریقہ پر نیک علماء کا عمل ہے۔ اور امام سبکی کے اس قول سے بھی ردّ فرمایا کہ قبر نبوی کو چھونے کی ممانعت پر اجماع امت قائم نہیں ہوا ہے۔ پھر امام سبکی نے وہ حدیث ذکر فرمائی جس میں مذکور ہے کہ اچانک مروان کے پاس ایک شخص قبر شریف سے چمٹا ہوا تھا۔ اور اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ وہ شخص حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ و ھذا الحدیث اخرجہ احمد والطبرانی و النسائی اور اس حدیث کو امام احمد بن حنبل طبرانی اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

مشائخ چشتیہ کا موقف

انہی روایات مبارکہ کی بناء پر ہمارے مشائخ چشتیہ اولیاء کرام کی قبور مبارکہ کو

بوسہ دینے کے جواز کے قائل ہیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔ یہاں صرف اختصار کے پیشِ نظر تقبیل قبور صالحین کے متعلق چند دلائل سپرد قلم کیے جاتے ہیں۔

(۱) صاحب عقل وفہم کے سامنے یہ بات مخفی نہیں کہ مقدس ومتبرک چیزوں کو بوسہ دینا سجدہ نہیں۔

اگر بوسہ دینا سجدہ ہوتا تو پیشانی زمین پر رکھے بغیر ہر رکعت کے بعد دوبار زمین چومنے سے سجدہ ادا ہو جاتا اور نماز جائز ہو جاتی حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

(۲) متبرک اشیاء ومقامات مقدسہ کو بوسہ دینے کے لئے یہ ایک واضح برھان اور دلیل ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دیا جاتا ہے۔

(۳) علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں تحریر فرماتے ہیں۔ **اما تقبیل الاماكن الشريفة علىٰ قصد التبرک و كذلک تقبيل ايدى الصالحين و ارجلهم فهو حسن محمود باعتبار القصد والنيّة** ۔ یعنی حسن نیت سے خیر و برکات کے حصول کے لئے مقدس مقامات اور صالحین کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینا بہتر اور امر مستحسن ہے۔

(۴) حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منبر اور قبر نبی ﷺ کو بوسہ دینے کے بارہ میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

رسالہ تنویر الابصار بتقبیل المزار

حضرت خواجہ شیخ الاسلام قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے خاص اس مسئلہ میں عربی زبان میں تنویر الابصار بتقبیل المزار کے نام سے ایک مستقل رسالہ بھی مرتب فرمایا ہے اس رسالہ کا اردو ترجمہ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کے جون ۱۹۸۹ء کے شمارہ میں شائع ہوا ہے۔ اس رسالہ میں اس مسئلہ کے ثبوت میں چھ دلائل پیش کیے گئے ہیں۔

پہلی دلیل میں فرماتے ہیں۔

"حضرت علاّمہ عینی (حنفی) رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کی شرح عمدۃ القاری کی

جلد۴ صفحہ نمبر ۷۰۶ پر ایک نفیس بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مقدس مقامات کو بطور تبرک بوسہ دینے اور بزرگانِ دین کے مبارک ہاتھ پاؤں کو قصداً وارادۃً چوم لینے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ ایک مستحسن فعل ہے۔ بعدازاں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نواسہء رسول حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔ آپ مجھے وہ بابرکت جگہ دکھائیں جس پر ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بوسہ دیا تھا۔ آپ نے ناف مبارک سے کپڑا اٹھایا تو حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خانوادۂ مصطفویہ اور آثارِ نبویہ ﷺ سے برکت حاصل کرنے کے لئے اس جگہ پر بوسہ دیا۔"

اور دوسری دلیل میں فرماتے ہیں۔

" حضرت علامہ عینی فرماتے ہیں کہ مجھے حافظ ابوسعید بن علائی نے بتلایا کہ میں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قدیم نسخہ جس پر اُن کے ناظر اور دیگر حفاظ کرام کا حاشیہ درج ہے۔ اس کے اندر لکھا ہوا دیکھا ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل سے سوال کیا گیا۔ کیا حضور نبی کریم ﷺ کے روضہء انور اور آپ کے منبر مبارک کو بوسہ دینا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا۔ جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ حافظ ابوسعید کہتے ہیں کہ میں نے یہ عبارت شیخ تقی الدین بن تیمیہ کو جا کر دکھائی تو وہ متعجب ہوا اور کہنے لگا۔ میں امام احمد کی جلالتِ علمی کا صمیم قلب سے معترف ہوں لیکن اِن کے اس فتویٰ سے انتہائی حیران ہوں کہ یہ اُن کا کلام اور اُن کے کلام کا مفہوم کیسے ہوسکتا ہے؟ حافظ ابوسعید فرمانے لگے کہ میں تمہیں ان کے متعلق اس سے زیادہ حیرت انگیز بات سناتا ہوں وہ یہ کہ ہمارے سامنے امام احمد بن حنبل کے متعلق یہ روایت بیان کی گئی کہ آپ نے ایک مرتبہ اپنے استادِ مکرم حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی قمیص مبارک کو دھویا پھر وہ پانی جس سے قمیص دھوئی تھی اسے بطور تبرک نوش فرمالیا۔ جب امام احمد کے نزدیک اہلِ علم کی تعظیم کا یہ حال ہے تو ان کے ہاں صحابہ کرام کی قدر ومنزلت اور انبیاء کرام علیہم السلام کے آثار وتکریم کا کیا حال ہوگا۔"

اور تیسری دلیل میں فرماتے ہیں۔

" امام طبری فرماتے ہیں کہ جب حجرِ اسود کو بوسہ دینا جائز ہے تو اس سے ہم بوس

دینے کا جواز مستنبط کر سکتے ہیں۔ کیونکہ جس چیز کے چومنے میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم پوشیدہ ہو اُسے بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ بفرضِ محال اگر بوسہ کے مستحب ہونے کے لئے ہمارے پاس کوئی روایت بطور دلیل موجود نہ ہو تو بوسہ کے مکروہ ہونے کے بارہ میں بھی تو کہیں کوئی روایت نہیں ملتی"

اور چوتھی دلیل میں فرماتے ہیں۔

" علامہ عینی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا جان حضرت محمد بن ابی بکر کی ایک کتاب کے حاشیہ میں یہ روایت دیکھی کہ انہوں نے اسے امام ابوعبداللہ محمد بن ابوالصیف سے روایت کیا کہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم جب قرآن حکیم دیکھتے تو اسے بوسہ دیتے۔ اور جب صالحین کے مزارات دیکھتے تو انہیں بھی تبرکاً چوما کرتے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ بعید نہیں کہ وہ یہ امور سرانجام دیتے ہوں جن جن امور میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم پوشیدہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم"

اور پانچویں دلیل میں فرماتے ہیں۔

" امام المحدثین امام احمد بن محمد بن حنبل اپنی مسند میں حضرت داؤد بن صالح سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک روز خلیفہ مروان مدینہ منورہ آیا تو اُس نے ایک شخص کو دیکھا جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ اقدس پر اپنا چہرہ رکھے ہوئے تھا۔ مروان نے کہا تم یہ کیا کر رہے ہو؟ وہ اُس کی طرف متوجہ ہوا تو مروان کیا دیکھتا ہے کہ وہ میزبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ فرمایا ہاں مجھے بخوبی علم ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں؟ میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ پُرانوار پر حاضر ہوا ہوں کسی بے جان پتھر کے پاس نہیں آیا۔ کان کھول کر سن لے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ " جب دین کے والی اُس کے اہل ہوں اُس وقت دین پر نہ رونا۔ بلکہ جب دین کے والی نااہل آجائیں تب دین کی خستہ حالی پر اشک بہانا۔ " (مسند امام احمد جلد ۵ ص ۴۲۲ مطبوعہ مصر)

اور چھٹی دلیل میں مروان والی مذکورہ بالا حدیث ہی امام حاکم کی کتاب مستدرک جلد

۴ ص ۵۱۵ حدیث صحیح الاسناد کے حوالہ سے ذکر فرمائی ہے۔
پھر آخر پر "مسئلہ تقبیل مزارت کا ماحصل" ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔
"اے اپنی عقل اور اپنے علم پر ناز کرنے والو۔ ہوش مندی سے ذرا غور وفکر کر کے بتلاؤ کہ آیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتداء سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے۔ جبکہ نبی مکرم ﷺ کا واضح ارشادگرامی ہے۔" میرے صحابہ ہدایت کے ستارے ہیں۔ اُن میں سے جس کسی کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔" اب خود ہی بتلاؤ کہ کیا تاجدار کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عزت وتکریم سے آدمی کافر ہو جاتا ہے"۔ (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ جون ۱۹۸۹ء)

حضرت قبلہ امیر حزب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ

شیخ الاسلام خواجہ قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا رسالہ پر ہمارے پیرو مرشد حضرت قبلہ امیر حزب اللہ سیّد ابوالبرکات محمد فضل شاہ صاحب جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تقریظ تحریر فرمائی جس کا ترجمہ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور میں بدیں الفاظ شائع ہوا ہے۔ " حضرت شیخ الاسلام نے اس پمفلٹ میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ سو فی صد درست ہے۔ بلا شک آپ کے اندازِ بیان میں کمال جدّت وندرت اور طرزِ استدلال میں حد درجہ استحکام پایا جاتا ہے۔ اب (اس رسالہ کے بعد) حق ظاہر ہوگیا اور حق ظاہر ہونے کے بعد بجز گمراہی کے اور کچھ نہیں۔

حضرت قبلہ امیر حزب اللہ جلالپوری کے ارشادات

میرے پیرو مرشد حضرت قبلہ امیر حزب اللہ سیّد ابوالبرکات محمد فضل شاہ جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں پروفیسر عبدالغنی صاحب لکھتے ہیں۔
" صاحبزادہ سیّد محمد فضل شاہ صاحب نے دیر تک کٹہرے کو بوسے دیئے۔ آنکھیں لگائیں۔ رخسار رگڑے۔ صاحبزادہ صاحب یعنی حضرت قبلہ امیرِ حزب اللہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر

فرماتے ہیں کہ ایک ہندوستانی مولوی نے دمشق کی تعریف میں کئی صفحات سیاہ کر ڈالے۔ مگر مدینہ منورہ کے متعلق وہ لکھتا ہے کہ کٹہرے کو بوسہ دینا ممنوع ہے۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ مولوی خشک ملانے ہیں۔ جب رسول اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش کو بوسہ دیا اور خلیفہ اوّل صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے رفیقِ غار کے جسم اطہر پر فوتیدگی کے بعد بوسہ دیا تو ہم کہاں کے ایسے متقی پرہیزگار اور بدعات سے مجتنب رہنے والے نکل آئے کہ نبی اکرم ﷺ کے اس مزار کو بھی بوسہ نہ دیں جن کے ہم پر بے شمار احسان و اکرام ہیں۔

؎ شکرِ نعمت ہائے تُو چنداں کہ نعمت ہائے تُو

صاحبزادہ صاحب نے مولوی صاحب کو متنبہ کیا کہ

؎ گر فرق مراتب نکنی زندیقی۔

اور فرمایا کہ ہم سجدۂ قبر کے تہ دل سے مخالف ہیں اور سجدہ لغیر اللہ کو ناجائز سمجھتے ہیں بلکہ اگر عبادت کے طور پر کیا جائے تو مرتکب کو کافر تک کہنے کو تیار ہیں مگر ایسی اکڑفوں کے قائل نہیں کہ بوسہ تک نہ دیں۔ حالانکہ فقہاء نے اپنے والدین کی قبر پر بوسہ دینا مستحسن بلکہ سنت لکھا ہے۔

حدیث و قرآن سے ثابت ہے کہ وہ مسلمان مسلمان ہی نہیں جو اپنے رسول کو اپنے والدین اور خویش و اقارب سے زیادہ دوست نہ رکھے۔

؎ فکرِ ہر کس بقدر ہمت اُوست (کتاب امیر حزب اللہ ص ۱۶۳)

راقم الحروف کے مشاہدات

(۱) خواجہ غریب نواز حضرت قبلہ امیر حزب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ظاہری میں بارہا عرس شریف پر راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفراللہ تعالیٰ لہٗ کو حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ اپنے پیر و مرشد کامل رحمۃ اللہ علیہ کو ہمیشہ اعلیٰ حضور پیر سیّد غلام حیدر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ مبارکہ کی چوکھٹ اور مزار اقدس کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ والحمد

للہ علیٰ ذلک

(۲) ۱۳۷۸ھ میں راقم الحروف فقیر حیدری رضوی کو آستانہ عالیہ سیال شریف پر حاضری کا شرف ملا۔ مزاراتِ مقدسہ پر حاضری کے وقت دیکھا کہ حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ ننگے سر ننگے پاؤں دیوانہ وار مزاراتِ طیبہ کو چومتے اُن پر رخسار رگڑتے اور اپنے بزرگانِ طریقت کی بارگاہ میں عجز و نیاز پیش کر رہے ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ لکھتے ہیں۔ " مولانا برھان الحق کا رسالہ در بارہ تقبیلِ قبر مدت سے آیا ہوا ہے۔ ماشآءاللہ بہت اچھا لکھا ہے۔ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور فقیر کا مختار در بارۂ مزاراتِ طیبہ بلحاظ ادب منع عوام ہے۔"
(اکرام امام احمد رضا ص ۱۲۹ مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور)

اس سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خواص کے لئے مزاراتِ طیبہ کو بوسہ دینا جائز ہے۔ پھر جو کام خواص کے لئے جائز ہو وہ عوام کے لئے زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی (۱) ہی ہوسکتا ہے۔ اور مکروہ تنزیہی خلاف اولیٰ ہوتا ہے نہ کہ ناجائز یا حرام و شرک

خود اعلیٰ حضرت دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

یہ وہ ہے جس کا فتویٰ عوام کو دیا جاتا ہے۔ اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے۔ **لکل مقام مقال ولکل مقال رجال ولکل رجال مجال ولکل مجال منال نسأل اللّٰہ حسن المال و عندہ العلم بحقیقۃ کل حال واللّٰہ تعالیٰ اعلم.** " (احکام شریعت ص ۲۳۴)

---

(۱) شیخ محمود حسن ربیع ازھری کا یہ قول گزر چکا ہے و منع من ذلک بعضھم لکنہ قال بالکراھۃ لا بالحرمۃ فضلاً عن التکفیر اس سے ثابت ہوا کہ مانعین کے نزدیک کراھت تنزیہی ہے۔ جواز کا انکار انہیں بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات

امام الوھابیہ فی الھند مولوی اسماعیل دہلوی نے بزرگانِ دین کی دیوار سے اپنا منہ اور چھاتی ملنے اور اُن کا غلاف پکڑ کر دعا کرنے کو اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں شرک لکھا تو اس کے ردّ میں حضرت صدر الافاضل مولانا سیّد نعیم الدین مراد آبادی خلیفہ اعلیٰ حضرت نے لکھا۔

"دیوار کجا خاص قبر شریف پر رخسار رکھ دینا تو صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل صفحہ ۱۲۴ میں ہے۔ سبکی کی مثل ایک جماعت نے نووی کی مخالفت کی بایں دلیل کہ حضرت ابن المنکدر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما اصحابِ رسول ﷺ سے منقول ہے کہ اُن میں سے ہی ایک صاحب نے اپنا رخسار قبر اطہر پر رکھا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنا داہنا ہاتھ قبر شریف پر رکھا اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا چہرہ مزار شریف پر رکھا۔ پھر سب کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ بے شک محبت میں استغراق اور وارفتگی اس کی اجازت دیتی ہے اور اس سے تعظیم ہی مقصود ہے۔ اور حالتِ حیات کی طرح اب بھی اہلِ ذوق کے مراتب مختلف ہیں۔ بعض بے قرار ہو کر اس کی مبادرت کرتے ہیں اور بعض کو قرار ہوتا ہے تو وہ پیچھے رہتے ہیں۔ ایسا ہی خلاصۃ الوفاء ص ۶۱ میں ہے۔ مگر اس میں اس قدر اور بھی ہے۔ ونقل عن ابی الصیف والمحب الطبری جواز تقبیل قبور الصالحین۔ یعنی ابوالصیف اور محب طبری سے قبور صالحین کو بوسہ دینے کا جواز منقول ہے۔ اگرچہ عوام کی گمراہی کے اندیشہ سے اس میں احتیاط مناسب ہے۔ لیکن جو افعال کہ صحابہء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہیں اُن کو محض اپنی رائے فاسد سے بے دھڑک شرک بتا دینا صحابہ پر الزام شرک لگانا اور کھلی گمراہی ہے" (اطیب البیان ص ۲۰۰)

امام شہاب الدین خفاجی کا ارشاد

امام شہاب الدین خفاجی شرح شفا شریف میں لکھتے ہیں ۔وھذا امر غیر مجمع علیہ ولذاقال احمد والطبری لاباس بتقبیلہ والتزامہ وروی انّ ابا ایوب الانصاری کان یلتزم القبر الشریف و قیل و ھذا لغیر من لم یغلبہ الشوق والمحبۃ و ھو کلام حسن ۔اوراس بات (یعنی صالحین کی قبور کو بوسہ دینے کی ممانعت) پر اجماع قائم نہیں ہوا ہے۔ ولہذا امام احمد بن حنبل اور امام طبری نے فرمایا۔ صالحین کی قبروں کو بوسہ دینے اور ان سے چمٹنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک ﷺ کی قبر شریف کے ساتھ چمٹا کرتے تھے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ (قبر کو بوسہ نہ دینا اور اس سے نہ چمٹ جانا) اُس شخص کے حق میں ہے جس پر شوق ومحبت کا غلبہ نہ ہو۔ اور یہ کلام اچھی ہے۔ (نسیم الریاض جلد سوم ص ۵۲۴ مطبوعہ مصر)

شاہ احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات

شاہ احمد سعید مجددی لکھتے ہیں۔" میں کہتا ہوں کہ مطالب المومنین میں مرقوم ہے کہ والدین کی قبر کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ روی عن ابن عمر انہ کان یضع یدہ الیمنی علیٰ القبر ۔حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ قبر نبوی پر اپنا دایاں ہاتھ رکھا کرتے تھے۔ وورد فی سند جیّد انّ بلا لاًلمّا زارہ ﷺ من الشام للمنام السابق ذکرہ جعل یبکی و یمرّغ وجھہ علی القبر ۔اور عمدہ سند کے ساتھ آیا ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذکورہ خواب کی وجہ سے شام سے آکر نبی ﷺ کی زیارت کی تو وہ رونے لگے اور قبر پر اپنا چہرہ رگڑنے لگے۔ و جآء عن فاطمۃ رضی اللہ عنھا انہ ﷺ لمّا قبر اخذت فاطمۃ ابنتہٗ قبضۃً من تراب قبرہ و جعلتہ علیٰ عینیھا بکت وانشدت

ماذا علیٰ من شمّ تربة احمد ۔ ان لایشم مدی الزمان غوالیا

صبّت علیّ مصائب لو انّھا ۔ صبت علی الایام صرن لیا لیا۔

(ترجمہ) اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارہ میں روایت میں آیا ہے کہ جب حضور ﷺ کو قبر انور میں داخل کیا گیا تو انہوں نے قبر انور کی مٹی سے ایک مُٹھی لی اور اُسے اپنی آنکھوں پر رکھا اور رونا شروع کر دیا اور یہ شعر پڑھے۔ کیا حرج ہے اُس شخص کے لئے جس نے حضور ﷺ کے مزار کی مٹی سونگھی ہو کہ وہ مدت دراز تک قیمتی خوشبوئیں نہ سونگھے۔۔ مجھ پر مصائب ڈال دیئے گئے اور اگر وہ مصائب دنوں پر ڈالے جاتے تو وہ راتیں ہو جائے۔

اور حضرت بلال اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی روایتیں ذکر کرنے کے بعد محدث خطیب نے فرمایا۔ بلا شبہ محبت میں استغراق قبر بوسی کے جواز و اجازت پر ابھارتا ہے۔ اور اس سے مقصود صاحب قبر کا احترام و تعظیم ہے۔ والناس یختلف مراتبھم فی ذلک کما یختلف فی حیا تہ فأ نا س حین یرون لا یملکون انفسھم بل یبادرون ۔ اور اس بارہ میں لوگوں کے مراتب مختلف ہیں جس طرح کہ صاحبِ قبر کی زندگی میں معاملہ ہوتا ہے۔ سو بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں جو مزارت کو دیکھ کر صبر نہیں کر سکتے بلکہ وہ مبادرت کر کے قبر کو بوسہ دیتے ہیں۔" (تحقیق الحق المبین بجواب مسائل اربعین ص ۶۶ مطبوعہ بزم رضا گوجرانوالہ) و ھذا آخر ماردنا ایراده فی ھذه المقالة المفیدة تقبلھا اللّٰہ تعالیٰ بمنّہ العظیم و رسولہ الکریم ﷺ (۱۵ جمادی الآخر ۱۴۱۴ھ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

بتیسواں مقالہ

نجاۃ الطالحین

بشفاعۃ عباداللّٰہ الصالحین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد۔

جناب راجہ معروف حسین خان صاحب (ساکن موضع بھیائی تحصیل سنہسہ آزاد کشمیر) حال مقیم انگلینڈ نے اپنے ایک خط میں راقم الحروف کو خواجہ محمد اسلام کی کتاب "موت کا منظر" مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور کے صفحہ نمبر ۱۸۷ کی فوٹو سٹیٹ کاپی بھیجی اور اس کے بارے میں بایں الفاظ استفسار کیا کہ "میں نے اسلامی بک جس کا نام موت کا منظر ہے اور اس کے رائٹر جناب خواجہ محمد اسلام صاحب ہیں اس میں چند ایسی باتیں پڑھی ہیں جو میں نہیں سمجھ سکا۔ اس لئے میں اس کی دو عدد فوٹو کاپیاں آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں۔ آپ مہربانی کر کے انہیں پڑھیں اور بتائیں کہ کیا یہ باتیں ہمارے عقیدہ کے مطابق ٹھیک ہیں یا نہیں؟ ذرا تفصیل سے بتائیں۔ آپ کی مہربانی ہوگی" بدیں وجہ ہم نے یہ مختصر رسالہ لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعہ ہدایت بنائے آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

کتاب "موت کا منظر" کی بھیجی ہوئی عبارت

خواجہ محمد اسلام نے اپنی کتاب "موت کا منظر" کے صفحہ نمبر ۱۸۷ پر جو عبارت لکھی ہے اور راجہ معروف حسین نے ہمیں بھیجی ہے وہ یہ ہے۔ "ارشاد فرمایا سرور عالم ﷺ نے کہ قیامت کے روز حضرت ابراہیم کی ان کے باپ آذر سے ملاقات ہو جائے گی۔ ان کے باپ کے چہرے پر سیاہی ہوگی اور گرد پڑی ہوگی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے فرمائیں گے۔ کیا میں نے نہ کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو؟ ان کا باپ کہے گا میں آج آپ کی نافرمانی نہ کروں گا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام بارگاہ خداوندی میں عرض کریں گے کہ آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ قیامت کے دن مجھے آپ رسوا نہ کریں گے۔ اس سے زیادہ کیا رسوائی ہوگی کہ میرا باپ ہلاک ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے کافروں پر جنت حرام کر دی ہے۔ (تمہارا باپ عذاب سے بچ کر جنت میں نہ جا سکے گا۔) پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ آپ کے پاؤں میں کیا

ہے؟ وہ نظر کریں گے تو ایک لتھڑا ہوا بجو نظر آئے گا۔ پھر اس بجو کی ٹانگیں پکڑ کر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (بخاری)

اللہ تعالیٰ شانہ اپنی قدرت سے آذر کو بجو کی شکل میں کر دیں گے۔ تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رسوائی نہ ہو۔ اور ان کو اپنے باپ کی صورت دیکھ کر ترس بھی نہ آوے۔ اللہ اللہ یہ کس کے باپ کا انجام ہوا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا جو نبیوں کے باپ ہیں۔ اور خدا کے دوست جن کی ملت کا اتباع کرنے کا حکم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ہوا۔ جنہوں نے خانہ کعبہ تعمیر کیا۔ کافر باپ کے حق میں ان کی سفارش بھی نہ چلی۔ کہاں ہیں وہ پیر فقیر جو نسب اور رشتہ پر فخر کرنے والے ہیں اور جو برے کرتوتوں کے ساتھ رشتوں کی آڑ لے کر بخشے جانے کی امید وار بنے ہوئے ہیں"۔ (موت کا منظر ص ۱۸۸،۱۸۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بتوفیق الملک الوہاب عزوجل

خواجہ محمد اسلام کی مندرجہ بالا عبارت بلاشبہ ہمارے عقیدہ کے سراسر خلاف ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تارخ ہیں آذر آپ کا چچا ہے۔

آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہے

محقق علمائے کرام کے نزدیک آذر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں بلکہ چچا ہے اور آپ کے والد کا نام تارخ ہے۔ قرآن مجید میں آذر کو جو ابراہیم علیہ السلام کا باپ کہا گیا ہے یہ حقیقۃً نہیں بلکہ مجازاً کہا گیا ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ "اہل تواریخ و اہل کتابین کا اجماع ہے کہ آذر باپ نہ تھا۔ سیدنا خلیل علیہ سلام الجلیل کا چچا تھا۔" (شمول الاسلام ص ۱۵)

اور مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں" یہاں (آیت کریمہ واذ قال ابراہیم لابیہ

آ ذ ر) باپ سے مراد چچا ہے ۔ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ تھا ۔ وہ موحد مومن تھے ۔ چچا کا نام آذر تھا ۔ یہ مشرک تھا ۔ (از قاموس ومسالک الحنفاء لعلامہ سیوطی از خزائن العرفان)

عرب میں عام طور پر چچا کو باپ کہا جاتا ہے ۔ قران کریم نے بھی چچا کو باپ بہت جگہ فرمایا ہے ۔ والہ آباءک ابراھیم واسماعیل واسحٰق ۔ حضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنا والد فرمایا ۔ (مفردات امام راغب وتفسیر کبیر وغیرہ از خزائن العرفان)

(نور العرفان حاشیہ کنز الایمان ص ۲۱۷)

الحمد للہ اس سے معلوم ہوا کہ اس مؤلف کا یہ لکھنا کہ اللہ اللہ یہ کس کے باپ کا انجام ہوا ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا جو نبیوں کے باپ ہیں الخ " خلاف تحقیق ہے ۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے ۔ آمین ۔

سرور انبیاء شفیع المذنبین ہیں

ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ " قیامت کے دن مرتبہ شفاعت کبریٰ حضور ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ جب تک حضور ﷺ فتح باب شفاعت نہ فرمائیں گے کسی کو مجال شفاعت نہ ہوگی ۔ بلکہ حقیقۃً جتنے شفاعت کرنے والے ہیں وہ سب اپنی شفاعت حضور ﷺ کے دربار میں لائیں گے ۔ اور اللہ عزوجل کے حضور میں مخلوقات میں صرف حضور ﷺ شفیع ہیں اور شفاعت کبریٰ مومن کافر مطیع عاصی سب کے لئے ہے کہ وہ سب انتظار حساب جوسخت جانگزا ہوگا جس کے لئے لوگ تمنائیں کریں گے کہ کاش جہنم میں پھینک دیئے جاتے اور اس انتظار سے نجات پاتے اس بلا سے چھٹکارا کفار کو بھی حضور ﷺ کی بدولت ملے گا ۔ جس پر اولین وآخرین ، موافقین ومخالفین اور مومنین وکافرین سب حضور ﷺ کی حمد کریں گے ۔ اسی کا نام مقام محمود ہے ۔ اور شفاعت کے اور اقسام بھی ہیں ۔ مثلاً بہتوں کو بلا حساب جنت میں داخل فرمائیں گے ۔ جن میں چار ارب نوے کروڑ کی تعداد معلوم ہے ۔ اس سے بہت زائد اور ہیں جو اللہ ورسول عزوجل ﷺ کے علم میں ہیں ۔ بہترے وہ ہوں گے جن کا

حساب ہو چکا ہے اور مستحق جہنم ہو چکے ان کو جہنم سے بچائیں گے۔ اور بعضوں کی شفاعت فرما کر جہنم سے نکالیں گے۔ اور بعض کے درجات بلند فرمائیں گے اور بعضوں سے تخفیف عذاب فرمائیں گے۔ الغرض ہر قسم کی شفاعت حضور علیہ السلام کے لئے ثابت ہے۔ شفاعت بالوجاھه، شفاعت بالمحبة، شفاعت بالاذن ان میں سے کسی کا انکار وہی کرے گا جو گمراہ ہے۔ نیز منصب شفاعت حضور علیہ السلام کو دیا جا چکا ہے۔ حضور علیہ السلام خود فرماتے ہیں اعطیت الشفاعة (میں شفاعت دیا گیا ہوں) اور ان کا رب فرماتا ہے۔ واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات۔ مغفرت چاہو اپنے خاصوں کے گناہوں اور عام مومنین ومومنات کے گناہوں کی۔ شفاعت اور کس چیز کا نام ہے۔ اللھم ارزقنا شفاعة حبیبک الکریم یوم لاینفع مال ولا بنون الامن اتی اللہ بقلب سلیم " (بہار شریعت ص ۱۹ حصہ اول)

آپ کے ماسوا آج محشر کے دن — کس کو اذن شفاعت میرے مصطفیٰ
یا شفیع المذنبین یا رحمۃ اللعالمین — اپنے قاسم کے گناہوں کو گوارا کرلیں

حضور علیہ السلام اہل کبائر کی شفاعت فرمائیں گے

ائمہ محدثین حضرات احمد بن حنبل، ابو داؤد، نسائی، ابن حبان، حاکم، طبرانی اور خطیب حضرات جابر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر اور کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔ میری شفاعت میری امت کے بڑے بڑے گناہگاروں کے لئے ہے۔ (جامع الصغیر ص ۴۰ جلد ۲)

آج لے ان کی پناہ اور آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

(۲) محدث خطیب حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا شفاعتی لاھل الذنوب من امتی وان زنی وان سرق۔ میری شفاعت میری امت کے گناہگاروں کے لئے ہے۔ اگرچہ کسی نے زنا کاری کی ہوگی اور اگرچہ کسی نے

چوری کی ہوگی۔ (جامع صغیر ص ۴۰ جلد ۲)

سیاہ کاری بڑھی حد سے سوا اے قاسم عاصی
چلو ہم بھی بسیں جا کر شفیع المذنبین کے پاس

(۳) ابو نعیم حلیہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا شفاعتی مباحة الالمن سب اصحابی ۔ میری شفاعت حلال ہے مگر اس شخص کے لئے حلال نہیں ہے جو میرے صحابہ کو گالیاں دے گا۔
(جامع صغیر ص ۴۰ جلد ۲)

ہم کو بھی قاسم قیامت میں بچائیں گے وہی ہوں گے جو روز قیامت غمزدہ سب کے لئے

(۴) ابن منیع حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا شفاعتی یوم القیامة حق فمن لم یؤمن بهالم یکن من اهلها قیامت کے روز میری شفاعت حق ہے سو جو شخص اس پر ایمان نہیں رکھتا وہ میری شفاعت کا حقدار نہیں ہوگا۔ (جامع صغیر ص ۴۰ جلد ۲ وصححہ)

حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرے اور حق کے
قاسم مابین ہے ذات رسول اللہ کی

تنبیہ: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں " منکر مسکین اس حدیث متواتر کو دیکھے اور اپنی جان پر رحم کر کے شفاعت مصطفےٰ ﷺ پر ایمان لائے۔" (اسماع الاربعین فی شفاعة سید المحبوبین ۱۶)

نہ گھبرا قاسم عاصی سیاہکاری کی کثرت سے
وہ دیکھو شافع روز جزا تشریف لے آئے

انبیآء علماء اور شہداء کی شفاعت

امام ابن ماجہ اور امام بیہقی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ یشفع یوم القیامة الانبیآء ثم العلماء ثم الشهداء

قیامت کے روز سب سے پہلے انبیاء شفاعت فرمائیں گے پھر علماء اور پھر شہداء (بدور السافرۃ ۱۵۹)

(۲) محدث بزار انہی سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یشفع یوم القیامۃ الانبیآء ثم العلماء ثم الشھداء ثم المؤذنون ۔ قیامت کے روز سب سے پہلے انبیآء پھر علماء پھر شہداء پھر مؤذنین شفاعت کریں گے۔ (بدور السافرہ ۱۵۰)

(۳) امام طبرانی کبیر میں اور امام بیہقی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" جنت میں مسلمانوں کی ایک قوم ضرور داخل کی جائے گی اللہ کی رحمت اور شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کے سبب سے جس کو دوزخ میں عذاب ہو رہا ہو گا"۔ (بدور السافرہ ۱۵۹)

(۴) امام اصبہانی حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا (قیامت کے روز) عالم اور عابد کو لایا جائے گا پھر عابد کو کہا جائے گا۔ تو جنت میں داخل ہو جا اور عالم کو کہا جائے گا کہ تو ٹھہر اور سفارش کر۔

(بدور السافرہ ۱۵۹)

(۵) امام دیلمی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت بیان کرتے ہیں کہ (قیامت کے روز) عالم دین کو کہا جائے گا کہ تو اپنے شاگردوں کی سفارش کر اگرچہ ان کی تعداد آسمان کے ستاروں کی گنتی کو پہنچ گئی ہو۔ (بدور السافرہ ص ۱۵۹)

اللھم ارزقنا شفاعۃ انبیآء ک واصفیاء ک یوم القیامۃ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

عام مومنین کی شفاعت

(۱) امام بزار اور بیہقی صحیح سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ان الرجل یشفع فی الرجل والرجلین والثلاثۃ یوم القیامۃ (مومن) مرد قیامت کے روز ایک مرد اور دو مردوں اور تین مردوں

کے لئے شفاعت کرے گا۔ (بدور السافرہ ۱۶۰)

(۲) امام طبرانی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا لاتزال الشفاعة بالناس وهم يخرجون من النار حتى ان ابليس الاباليس ليتطاول لها رجاء ان تصيبه ۔مسلمانوں کی شفاعت ہوتی جائے گی اور وہ دوزخ سے نکلتے جائیں گے یہاں تک کہ سب سے بڑا شیطان امید کرے گا کہ شفاعت اس کو بھی پہنچے گی۔ (بدور السافرہ ص ۱۶۰)

(۳) امام بیہقی حضرت عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" بلاشبہ میرے رب نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت سے ستر ہزار افراد بے حساب جنت میں داخل فرمائے گا پھر ان میں سے ہر ہزار افراد ستر ہزار افراد کے لئے شفاعت کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے دست قدرت سے تین چلو بھر کر (جنت میں) لائے گا۔" (بدور السافرہ ۱۶۰)

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" بلاشبہ ایک جنتی شخص دوزخیوں پر جھانک کر دیکھے گا تو اہل دوزخ میں سے ایک شخص اسے پکار کر کہے گا۔ اے فلاں! کیا تو مجھے نہیں پہچانتا؟ تو وہ کہے گا میں تجھے نہیں پہچانتا۔تو کون ہے؟ وہ کہے گا کہ میں وہ شخص ہوں کہ دنیا میں تو میرے پاس سے گزرا تھا تو تو نے مجھ سے پانی مانگا تھا اور میں نے تجھے پانی پلایا تھا۔ وہ کہے گا میں نے تجھے پہچان لیا ہے۔ وہ کہے گا تو اپنے رب کی بارگاہ میں میری سفارش کر سو وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا اور اس کی سفارش کرے گا تو وہ دوزخ سے نکال دیا جائے گا۔" (بدور السافرہ ص ۱۶۱)

(۵) ابن ابی عاصم اور ابو نعیم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان فیو فیهم اجورهم و يزيد هم من فضله (سوان کی مزدوری انہیں بھرپور دے گا اور اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ دے گا۔ پ ۶ رکوع ۴) کے بارے میں فرمایا يوفيهم اجورهم يد خلهم الجنة ويزيدهم من فضله الشفاعة لمن وجبت له النار ممن صنع اليهم المعروف في الدنيا ۔ اللہ ان کے اجر انہیں بھرپور دے گا

یعنی جنت میں داخل فرمائے گا۔ اور اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ دے گا یعنی وہ ان لوگوں کی شفاعت کریں گے جن کے لئے دوزخ لازم ہو چکا ہوگا اور انہوں نے دنیا میں ان پر احسان کیا تھا۔ (بدور السافرہ ۱۶۱)

حاجی کی شفاعت

بزار حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا " حاجی اپنے خاندان کے چار سو اشخاص کی شفاعت کرے گا " (بدور السافرہ ص ۱۶۲)

اہل قرآن کی شفاعت

امام ترمذی و ابن ماجہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ من قرأ القرآن فاستظهره فاحل حلاله وحرم حرامه ادخله الله الجنة وشفعه في عشرة من اهل بيته قد وجبت لهم النار ۔جس شخص نے قرآن پڑھا اور اسے محفوظ کیا پھر اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام جانا اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا اور اسے اس کے گھر والوں میں سے دس اشخاص کی شفاعت کا اذن دے گا جن کے لئے دوزخ لازم ہو چکا ہوگا۔ (بدور السافرہ ص ۱۶۲)

مسلمانوں کے فوت شدہ بچے کی شفاعت

ابو نعیم حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" مسلمانوں کی فوت شدہ اولاد قیامت کے روز عرش کے نیچے اس حال میں ہوگی کہ وہ اپنے ماں باپ کے لئے شفاعت کرے گی تو اس کی شفاعت قبول ہوگی ۔ " (بدور السافرہ ص ۱۶۲)

الحمد للہ ۔ یہاں تک جو احادیث مبارکہ پیش کی گئی ہیں ان سے یہ روز روشن کی

طرح روشن ہوگیا ہے کہ قیامت کے دن انبیاء علماء، شہداء، صلحاء اور عام جنتی مومن گناہگاروں کی شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے ان نیک بندوں کی شفاعت سے گناہگاروں کو بخشے گا اور جنت میں داخل فرمائے گا۔ پس مؤلف کا یہ لکھنا کہ " کہاں ہیں وہ پیر فقیر جو برے کرتوتوں کے ساتھ رشتوں کی آڑ لے کر بخشے جانے کے امیدوار بنے ہوئے ہیں" سراسر جہالت وضلالت ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

وہابیہ کا شفاعت کے بارہ میں عقیدہ

امام الوھابیہ فی الھند مولوی اسماعیل دہلوی کی مشہور معروف کتاب تفویۃ الایمان ص ۵۵ میں شفاعت کے بارہ میں وہابیہ کا عقیدہ ان لفظوں میں لکھا ہوا ہے کہ " اس جگہ ایک بات بڑے کام کی ہے۔ اس کو کان رکھ کر سن لینا چاہیے کہ اکثر لوگ اولیا انبیاء کی شفاعت پر پھول رہے ہیں اور اس کے معنی غلط سمجھ کر اللہ کو بھول گئے ہیں۔ سو شفاعت کی حقیقت سمجھ لینا چاہیے۔ سننا چاہیے کہ شفاعت کہتے ہیں سفارش کو اور دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے جیسے ظاہر کہ بادشاہ کے ہاں کسی شخص کی چوری ثابت ہو جاوے اور کوئی امیر و وزیر اس کو اپنی سفارش سے بچالے تو ایک یہ صورت ہے کہ بادشاہ کا جی اس چور کے پکڑنے ہی کو چاہتا ہے اور اس کے آئین کے موافق اس کو سزا پہنچتی ہے مگر اس امیر سے دب کر اس کی سفارش مان لیتا ہے اور اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے کیونکہ وہ امیر اس کی سلطنت کا بڑا رکن ہے اور اس کی بادشاہت کو بڑی رونق دے رہا ہے۔ بادشاہ یہ سمجھ رہا ہے کہ ایک جگہ اپنے غصہ کو تھام لینا اور ایک چور سے درگزر کر جانا بہتر ہے اس سے کہ اتنے بڑے امیر کو ناخوش کر دیجئے کہ بڑے بڑے کام خراب ہو جاویں اور سلطنت کی رونق گھٹ جاوے اس کو شفاعت وجاہت کہتے ہیں۔ اس امیر کی وجاہت کے سبب سے اس کی سفارش چلی۔ اور شفاعت کی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی بادشاہ زادوں میں سے یا بیگمات میں سے یا کوئی بادشاہ کا معشوق اس چور کا سفارشی ہو کر کھڑا ہو جائے اور چوری کی سزا نہ دینے دے۔ بادشاہ اس کی محبت سے لاچار ہو کر اس چور کی تقصیر معاف

کر دے تو اس کو شفاعت محبت کہتے ہیں یعنی بادشاہ نے محبت کے سبب سے سفارش قبول کر لی۔ اور وہ یہ بات سمجھے کہ ایک بار غصہ پی جانا اور ایک چور کو معاف کر دینا بہتر ہے اس رنج سے کہ جو اس محبوب کے روٹھ جانے سے مجھ کو ہوگا۔ اور شفاعت کی تیسری صورت یہ ہے کہ چور پر چوری ثابت ہوگئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس نے اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہو گیا سو اس پر شرمندہ ہے۔ رات دن ڈرتا ہے۔ بادشاہ کے آئین کو سر آنکھوں پر رکھ کر اپنے تئیں تقصیروار سمجھتا ہے اور لائق سزا کے جانتا ہے بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں جتاتا۔ رات دن اسی کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھیے میرے حق میں کیا حکم فرمائے سو اس کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس کے آئین کی قدر گھٹ نہ جائے۔ سو کوئی امیر وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیروار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے سو اس امیر نے اس چور کی سفارش اس لئے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا یا اس کی حمایت اس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر۔ کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا تھانگی (وہ شخص جو چوروں کو اپنے گھر میں چھپا رکھے اور پناہ دے) جو چور کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا ہے تو آپ ہی چور ہو جاتا ہے۔ اس کو شفاعت بالاذن کہتے ہیں یعنی یہ سفارش خود مالک کی پروانگی سے ہوتی ہے۔ سو اللہ کی جناب میں اس قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی ولی کی شفاعت کا قرآن وحدیث میں مذکور ہے سو اس کے معنی یہی ہیں۔ سو ہر بندے کو چاہیے کہ ہر دم اللہ ہی کو پکارے۔ اسی سے ڈرتا رہے۔ غرضیکہ جیسی ہر حاجت اپنی اسی کو سونپا چاہیے اسی طرح ہر حاجت بھی اسی کے اختیار پر چھوڑ دیجئے۔ جس کو چاہے ہمارا شفیع کر دے نہ یہ کہ کسی کی حمایت پر بھروسہ کیجئے اور اس کو اپنی حمایت کے لئے پکاریئے۔" (تقویۃ الایمان مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ۔ شیش محل روڈ لاہور نمبر ۲ کا صفحہ نمبر ۵۵، ۵۶، ۵۷)

وہابیہ کے اس عقیدہ کی تردید

حضرت مولانا صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے وہابیہ کے اس عقیدہ کی تردید بڑے مفصل طریقہ سے اپنی کتاب "اطیب البیان رد تقویت الایمان" میں لکھی ہے۔ اختصار کے پیش نظر یہاں اس کتاب کی چیدہ چیدہ عبارات درج کی جاتی ہیں۔ و باللہ التوفیق چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ " صاحب تقویۃ الایمان نے شفاعت کی تین قسمیں بتائی ہیں شفاعت بالوجاہت، شفاعت بالمحبہ اور شفاعت بالاذن یہ بات اس کے دل کی گھڑی ہوئی ہے۔ کہیں سے منقول نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ان کے جو معنے اس نے تجویز کیے ہیں ان پر شفاعت صادق ہی نہیں آتی کیونکہ شفاعت کے معنے ہیں کسی شخص کا اپنے بڑے کے حضور میں اپنے چھوٹے کے لئے سفارش کرنا۔ فتح الباری پارہ ۲۷ صفحہ نمبر ۱۹۴ میں ہے ھی انضمام الادنیٰ الی الاعلیٰ لیستعین بہ علی مایرومہ ۔ اگرچہ کتب میں شفاعت کے یہ معنی لکھے ہیں اور ہر شخص جانتا ہے کہ شفاعت و سفارش اس کا نام ہے کہ کسی صاحب مرتبہ علیا کی جناب میں کوئی قرب و اختصاص رکھنے والا بلحاظ اپنی نیازمندی کے اپنے زیردستوں کے حق میں لب کشائی کرے مگر امام الوہابیہ کو اب تک شفاعت کے معنی معلوم نہیں ہیں۔ وہ اسی جہل مرکب میں گرفتار ہے کہ شفاعت دھمکی اور دباؤ سے کسی بات کے منوانے کو کہتے ہیں۔ اور شافع کی بات کسی خوف کے اندیشہ کی وجہ سے مانی جاتی ہے۔ چنانچہ اس نے شفاعت کی تینوں قسموں میں اندیشہ اور خوف کو ملحوظ رکھا ہے۔ امام الوہابیہ کے نزدیک شفاعت ڈر اور دب کر مانی جاتی ہے۔ یہ تو ان کی عقل ہے مگر دنیا کے عام لوگ بھی اتنا جانتے ہیں کہ دب کر بات ماننا قبول سفارش نہیں بلکہ نامردی و بزدلی اور مجبوری و ناچاری ہے اور دباؤ سے کام نکالنے کو دھمکی اور دھونس کہتے ہیں نہ کہ شفاعت و سفارش "

(اطیب البیان ص ۲۹۳)

(۲) " مولوی اسماعیل نے تیسری قسم کی شفاعت بالاذن کی جو صورت لکھی ہے اس سے اس گمراہ کے خیال میں اللہ تعالیٰ کو قانون کی قدر گھٹنے کا اندیشہ لگا ہوا ہے اور وہ اس سے

خائف ہے۔ معاذ اللہ یہ ہے اس گمراہ فرقہ کا ایمان اور پھر شفاعت مانی تو اس طرح کہ خدا بخشنا تو خود چاہتا ہے۔ گناہگار کی حالت دیکھ کر اس کے دل میں ترس آ گیا ہے مگر آئین کی قدر گھٹنے کے اندیشہ سے کھل کر معاف نہیں کر سکتا۔ ظاہر میں دوسرے کی سفارش کا نام کر کے بخش دیتا ہے یعنی مجبور ہے۔ پالیسی اختیار کرتا ہے۔ وہابیوں کی طرح ان کے خدا کا بھی ظاہر و باطن یکساں نہیں۔ شافع پر مفت کرم داشتن بے فائدہ احسان رکھتا ہے۔ ماقدروا اللّٰہ حق قدرہ اب وہابیہ سے پوچھیے کہ یہ شفاعت ہوئی یا تقیہ اور پالیسی۔ غرض ان تینوں قسموں پر شفاعت کے معنی صادق نہیں آتے۔" (اطیب البیان ص ۲۹۶)

(۳) تفویت الایمان والے کا یہ قول بھی باطل اور خلاف شرع ہے کہ شفاعت کسی قرابت یا آشنائی کی وجہ سے نہیں ہوتی۔ قرابت تو قرابت وہاں تو ادنیٰ ادنیٰ تعلق بھی ظاہر کیے جائیں گے اور کام آئیں گے۔ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ دوزخی صف بستہ کھڑے کیے جائیں گے پھر ان پر ایک جنتی کا گزر ہوگا۔ اس سے ایک دوزخی کہے گا کیا آپ نہیں پہچانتے ہیں میں وہ ہوں جس نے آپ کو ایک مرتبہ پانی پلایا تھا۔ اور کوئی کہے گا میں وہ ہوں جس نے آپ کو وضو کے لئے پانی دیا تھا. فیشفع له فیدخله الجنة ۔ پس وہ بہشتی اس کی شفاعت کر کے اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ اب دیکھئے کہ پانی پلانا بھی کام آئے گا اور اتنا تعلق بھی فائدہ پہنچائے گا چہ جائیکہ قرابت و آشنائی۔ تفویت الایمان والے نے صریح حدیث کی مخالفت کی۔ یہ تو اس کا شیوہ ہی ہے۔ ایک ستم یہ کیا کہ اس نے شفاعت کرنے والوں کو چور اور چوروں کا تھانگی کہا۔ اس بدتمیزی کی کچھ انتہاء ہے کہ قرابت یا رشتہ داری کی وجہ سے چور کی شفاعت کرنے والے کو چور اور چور کا تھانگی نہ خدا نے فرمایا نہ رسول نے۔ بدنصیب نے مسئلہ دل سے گھڑ دیا۔ یہ بدعت سیئہ اور احداث فی الدین ہے تفویت الایمان پر ایمان رکھنے والے وہابی یاد رکھیں کہ کوئی رشتہ دار کسی جرم میں ماخوذ ہو تو اس کے مقدمہ کی پیروی اور سفارش نہ کریں ورنہ وہ خود اسی جرم میں پکڑے جائیں گے۔ چور کی سفارش کی تو چور ہو جائیں گے۔ وہابی کچھ بھی ہو جائیں ہماری بلا سے۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ کلمہ کہاں تک پہنچتا ہے۔ ابن ماجہ کی حدیث سے ابھی معلوم ہوا کہ مقبولین بارگاہ

ادنیٰ تعلق سے گناہگاروں کی شفاعت فرمائیں گے۔ طبرانی ودارقطنی کی حدیث میں ہے۔ اول من اشفع له من امتی اهل بیتی ثم الاقرب فالا قرب (صواعق محرقہ ۹۵) حضور ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے میں اپنی امت میں سے اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا۔ پھر درجہ بدرجہ اقارب کی۔ اندھے وہابیوں کو دکھاؤ کہ حضور ﷺ علاقہ قرابت شفاعت فرمارہے ہیں اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ ہر گناہگار کی شفاعت فرمائیں گے۔ گستاخ بے ادب چور اور چوروں کا تھانگی کس کو کہتا ہے خاک بدھن ناپاکش۔ ایسی گستاخی و بے باکی تمام انبیاء ومرسلین اور جملہ مقربین کی جناب میں کفر نہیں تو کیا ہے۔ وہابیہ کا ایمان ہے۔ خذلهم الله۔ (اطیب البیان ۲۹۸)

الحمد للہ۔ اطیب البیان کی پیش کردہ مندرجہ بالا تین عبارات سے وہابیہ کا در بار شفاعت عقیدہ کی مکمل تردید ہو گئی ہے۔ صاحب انصاف مومن کے لئے اتنا کافی ہے ورنہ ہٹ دھرم کے لئے تو دفتر بیکار ہیں۔ والله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم.

آذر کے قصہ سے استدلال باطل ہے

"موت کا منظر" کے مؤلف کا قصہ آذر سے شفاعت کی نفی پر استدلال کرنا درست نہیں کیونکہ شفاعت دو طرح کی ہے۔

(۱) مسلمان کا مسلمان کے لئے شفاعت کرنا۔

(۲) مسلمان کا کافر کے لئے شفاعت کرنا۔ پہلی قسم کی شفاعت کا ثبوت ان حدیثوں سے ہے جو ہم پیچھے نقل کر چکے ہیں اور دوسری قسم کی شفاعت عند اللہ مقبول نہیں ہے۔ اور قصہ آذر میں دوسری قسم کی شفاعت ہی مراد ہے۔ اس سے پہلی قسم کی شفاعت کا انکار کرنا جہالت وضلالت ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یایها الذین امنوا انفقوا مما رزقنا کم من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیه ولا خلة ولا شفاعة والکافرون هم الظالمون۔ اے ایمان والو! اللہ کی راہ میں ہمارے دیئے سے خرچ کرو۔ وہ دن آنے سے پہلے جس میں نہ خرید و فروخت ہے اور نہ کافروں کے لئے دوستی اور نہ شفاعت اور کافر خود ہی ظالم ہیں۔

(کنز الایمان ص ۶۵ پ ۳ رکوع ۲)

اس کی تفسیر میں مولانا احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ " کافروں کے لئے نہ دوستی کام آئے نہ کسی کی شفاعت۔ اسی لئے آگے فرمایا۔ والکافرون ھم الظلمون ۔ (اور کافر خود ہی ظالم ہیں۔) مسلمانوں کے لئے دونوں چیزیں باذن الٰہی مفید ہوں گی۔ رب فرماتا ہے الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقون ۔ گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار۔ (کنز الایمان ص ۷۸۸ پ ۲۵ رکوع ۱۲) اس سے معلوم ہوا کہ مومنوں کی قرابت داریاں اور دوستیاں قیامت میں کام آئیں گی۔ لہٰذا نبی اور ولی کی قرابت ضرور کام آئے گی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب دو مومن دوستوں میں سے ایک مرجاتا ہے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کرتا ہے کہ مولیٰ میرا فلاں دوست مجھے اچھے کام کا مشورہ دیتا تھا۔ اور برے کاموں سے روکتا تھا۔ مولا اسے میرے بعد گمراہ نہ کرنا اس کا ایسا ہی اکرام فرمانا جیسا میرا اکرام فرمایا اور دو کافر دوستوں سے جب ایک مرجاتا ہے تو وہ عرض کرتا ہے کہ یارب فلاں شخص مجھے اچھی باتوں سے روکتا اور بری باتوں کا مشورہ دیتا تھا تو اسے ہلاک فرما۔ غرضیکہ قیامت سے پہلے یہ عداوتیں شروع ہوجاتی ہیں۔ (خزائن العرفان و روح البیان)

(حاشیہ نور العرفان علی کنز الایمان ص ۷۸۸)

الحمد للہ۔ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا اس سے شفاعت کا مسئلہ پوری طرح واضح ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق بخشے آمین۔

و ھذا آخر ما اردنا ایراده فی ھذه المقالة المبارکة تقبلھا اللّٰه تعالیٰ بمنه العظیم و رسوله الکریم ﷺ وانا الفقیر ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفر اللّٰه تعالیٰ له المدرس بالجامعة الحیدریة فضل المدارس بقریة بھیانی من مضافات سھنسه آزاد کشمیر . (۱۱ جمادی الآخری ۱۴۱۹ھ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

تینتیسواں مقالہ

عملیات کا کاروبار

اسلام کی نظر میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد

عزیزم مولوی غلام مرتضٰی صاحب ساکن موضع چنام تحصیل کھوڑ ضلع راولپنڈی اپنے خط میں لکھتے ہیں۔ " چند مسائل کے بارے میں عرصہ سے ذہن میں بڑی الجھن رہتی ہے۔ پوچھنے سے قاصر رہا۔ اب فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون کے ماتحت پوچھنے کی جسارت کر رہا ہوں کیونکہ خود کم علم بلکہ لاعلم ہوں۔

چونکہ موجودہ دور بیماریوں، پریشانیوں، الجھنوں اور بے چینیوں کا دور ہے اس لئے اس دور کے ان حالات سے جہاں حکیم اور ڈاکٹر لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں وہاں ان سے زیادہ فائدہ حساب و کتاب والے لوگ یعنی علم نجوم، علم رمل اور علم جفر والے اٹھا رہے ہیں۔ جب کسی کی کوئی شئے گم ہوئی یا بیماری قدرے لمبی ہوئی تو کم علم اور جاہل لوگ ان (حساب کرنے والے) لوگوں کے پاس دوڑ پڑتے ہیں۔ اسی طرح جنات والوں یا کسی قسم کے عمل والوں کے پاس بھی جاتے ہیں۔

جہاں تک میرے عقیدہ کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ علم غیب درائیت، حساب و کتاب اور انکل پچو سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے انتقال کا علم نہ ہو سکا تو اب میں آپ سے پوچھنا چاہوں گا کہ علم نجوم، علم جفر کی کیا حقیقت ہے؟ کیا ان علوم کے ذریعہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں شخص کو فلاں بیماری ہے یا فلاں شخص کی گمی ہوئی چیز فلاں شخص نے چرائی ہے۔ اور وہ فلاں جگہ میں ہے۔ اسی طرح فلاں شخص نے فلاں پر جادو کر رکھا ہے۔ یا بعض لوگ عمل کے ذریعہ سے لوگوں کے گھروں سے تعویذ نکال کر دکھاتے ہیں۔ یہ کیا شعبدہ بازی ہے؟ بعض لوگ انگوٹھوں پر سیاہی لگا کر نابالغ بچے کے ذریعہ سے تعویذ یا گم شدہ شئے معلوم کرتے کراتے ہیں۔ بعض قرآن مجید سے فال نکالتے ہیں حالانکہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ میں اسے ناجائز بتایا ہے۔ اس کے باوجود بعض قرآنی نسخوں میں قرآنی فالنامہ بھی شائع کیا جاتا ہے۔ نیز حروف ابجد کے ذریعہ سے فال یا بیماری معلوم کرنا کیسا ہے؟ نیز کچھ عرصہ قبل سنا کرتے تھے کہ فلاں مولوی

صاحب کے پاس کوئی کتاب ہے جسے کھول کر وہ بتا دیتے ہیں کہ فلاں بیماری ہے یا تمہاری فلاں چیز فلاں کے پاس ہے۔ براہ مہربانی ان تمام باتوں کی تفصیل کتاب کی صورت میں تحریر فرما کر لوگوں کو غلط عقائد و نظریات سے بچائیں۔"

مولوی صاحب موصوف کی اس فرمائش پر ہم نے یہ رسالہ ترتیب دینے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

ذاتی علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے

"اللہ تعالیٰ غیب و شہادت سب کو جانتا ہے۔ علم ذاتی اس کا خاصہ ہے۔ جو شخص غیب یا شہادت کا ذاتی علم غیر خدا کے لیے ثابت کرے کافر ہے۔ علم ذاتی کے یہ معنی ہیں کہ خدا کے دیئے بغیر خود بخود حاصل ہو۔" (بہار شریعت حصہ اول نمبر ۵)

انبیآء کا علم غیب عطائی ہوتا ہے

"اللہ عزوجل نے انبیاء علیہم السلام کو اپنے غیوب پر اطلاع دی۔ زمین و آسمان کا ہر ذرہ ہر نبی کے پیشِ نظر ہے مگر علم غیب کہ ان کو حاصل ہے اللہ کے دیئے سے ہے۔ لہٰذا ان کا علم عطائی ہوا اور علم عطائی اللہ عزوجل کے لیے محال ہے کہ اس کی کوئی صفت کوئی کمال کسی کا دیا ہوا نہیں ہو سکتا بلکہ ذاتی ہے۔" (بہار شریعت حصہ اول نمبر ۱۴)

اولیائے کاملین کو بھی علم غیب عطا ہوتا ہے

اولیاء کاملین کو بھی عطائی طور پر علم غیب حاصل ہوتا ہے مگر بواسطہ انبیآء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے" (بہار شریعت حصہ اول نمبر ۱۵)

انبیاء کا علم من جانب اللہ ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما کان لبشر ان یکلمهُ الله لا وحیا او من ورآء حجاب

اویرسل رسولاً فیوحی باذنه مایشآء ط انه علی حکیم ۔ترجمہ: اور کسی آدمی کو یہ نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا پردہ کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیجے کہ وہ اس کے حکم پر وحی کرے جو وہ چاہے۔ بے شک وہ بلندی وحکمت والا ہے۔(سورۃ الشوریٰ رکوع ۵۔ پ ۲۵ رکوع ۶)

امام ابوالبرکات حنفی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں "اور کسی آدمی کو یہ نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی یعنی الہام کے ذریعہ سے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی ہے یا خواب میں جیسا کہ رسول اللہ نے فرمایا انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں اپنا بیٹا ذبح کرنے کا حکم دیا گیا یا (اللہ تعالیٰ کلام فرمائے) پردہ کے پیچھے سے اور نبی اس کے کلام کو سنے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بلا واسطہ کلام الٰہی کو سنا بغیر اسے دیکھے ہوئے۔ یا (اللہ تعالیٰ کلام فرمائے) فرشتہ بھیج کر سو فرشتہ اللہ کے نبی تک اللہ کی کلام پہنچائے۔(مدارک التنزیل حصہ چہارم نمبر ۱۱۱)

انبیاء کا علم شائبہ کذب سے پاک ہے

انبیاء کرام معصوم ہوتے ہیں اور ان کا علم اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہوتا ہے۔اس لیے ان کا علم شائبہ کذب سے قطعاً یقیناً پاک ہوتا ہے۔امام احمد صاوی فرماتے ہیں "الہام سے مراد فرشتہ کے واسطہ کے بغیر دل میں علم ڈالنا ہے۔ اور الہام غیر انبیاء کو بھی ہوتا ہے۔جیسا کہ اولیاء اللہ کے الہامات۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ اولیاء کے الہام میں شیطان کی دخل اندازی کا احتمال پایا جاتا ہے کیونکہ وہ معصوم نہیں ہوتے۔ لیکن انبیاء کے الہام میں یہ احتمال موجود نہیں ہوتا کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں۔(تفسیرات صاوی علی الجلالین حصہ چہارم نمبر ۳۸)

انبیاء سے غیب پوچھنا جائز ہے

چونکہ انبیاء کا علم در بارہ امور غیبیہ من جانب اللہ ہوتا ہے۔ اور وہ حق ہوتا ہے اور اس میں شیطان کی دخل اندازی نہیں ہوتی اس لیے ان سے کوئی غیب کی بات پوچھنا شرعاً جائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر آئندہ آنے والے واقعات کے بارے میں دریافت کرتے تھے تو آپ ﷺ انہیں جواب ارشاد فرماتے۔ مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں۔ بعض لوگ سید دو عالم ﷺ سے بہت سے بے فائدہ سوال کیا کرتے تھے۔ یہ خاطر مبارک پر گراں ہوتا تھا۔ ایک روز فرمایا کہ جو جو دریافت کرنا ہو دریافت کرو۔ میں ہر بات کا جواب دوں گا۔ ایک شخص نے دریافت کیا کہ میرا انجام کیا ہے؟ فرمایا۔ جہنم۔ دوسرے نے دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے اس کے اصلی باپ کا نام بتا دیا جس کے نطفہ سے وہ تھا کہ صداقہ ہے۔ باوجودیکہ اس کی ماں کا شوہر اور تھا جس کا یہ شخص بیٹا کہلاتا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی یاایھا الذین امنو الاتسئلوعن اشیآء ان تبدلکم تسئو کم ۔ اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔ یعنی فرمایا گیا کہ ایسی باتیں نہ پوچھو جو ظاہر کی جائیں تو تمہیں ناگوار گزریں۔ (تفسیر خزائن العرفان نمبر ۲۲۴)

استراق السمع کا ثبوت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ولقد جعلنا فی السمآء بروجاًوزینا ھاللناظرین ٌ وحفظنا ھا من کل شیطان رجیم ٌ الا من استرق السمع فاتبعه شھاب مبین ٌ ۔ اور بے شک ہم نے آسمان میں برج بنائے اور اسے دیکھنے والوں کے لئے آراستہ کیا اور ہم نے اسے ہر شیطان مردود سے محفوظ رکھا مگر جو چوری چھپے سننے جائے تو اس کے پیچھے روشن شعلہ پڑتا ہے۔ (پ ۱۴ ار لوع ۲)

اور دوسرے مقام پر فرمایا۔ الامن خطف الخطفة فاتبعهٗ شھاب ثاقب ٌ مگر جو

ایک آدھ بار اچک لے چلا تو روشن انگارہ اس کے پیچھے لگا۔ (پ ۲۳ رکوع ۵)

ان آیات کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے جنات و شیاطین بے تکلف آسمان پر جاتے تھے اور فرشتوں کی باتیں سنتے تھے۔ پھر وہ باتیں کاہنوں اور جنات کے عامل انسانوں تک پہنچاتے تھے۔ لوگ جب کاہنوں سے آئندہ کے بارے میں کوئی بات پوچھتے تو ان سے نذرانہ لے کر شیطانوں کی بتائی ہوئی باتوں میں اپنی طرف سے جھوٹ ملا کر بتاتے تھے۔ کبھی کبھار چوری چھپے سننے والے شیاطین کو شہاب کا نشانہ بھی بنایا جاتا تھا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد جنات و شیاطین کا آسمان پر جانا بند کر دیا گیا اور فرشتوں کا پہرہ سخت کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وانا لمسنا السمآء فوجد نا ها ملئت حرساً شديداً و شهباً ° وانّا كنّا نقعد منهامقاعد للسمع ط فمن يستمع الآن يجد لهٗ شهـابـاً رصداً °** اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھوا تو اسے پایا کہ سخت پہرے اور آگ کی چنگاریوں سے اسے بھر دیا گیا ہے۔ اور یہ کہ ہم پہلے آسمان میں سننے کی جگہوں پر بیٹھا کرتے تھے پھر اب جو کوئی سنے وہ اپنی تاک میں آگ پائے۔ (پ ۲۹ رکوع ۱۱)

اب جو جن آسمان پر جاتا ہے اور فرشتوں کی بات سن لیتا ہے تو آگ کی چنگاری کا اسے نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ کی بعثت کے بعد ستارے ٹوٹنے کا عمل زیادہ مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ ھذا فی تفسیر خازن وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کاہنوں کی باتیں جھوٹ سے ملوث ہوتی ہیں

جنات و شیاطین استراق السمع کے ذریعہ سے جو باتیں فرشتوں سے سنتے ہیں ان میں اپنی طرف سے جھوٹ ملا کر کاہنوں تک پہنچاتے ہیں۔ پھر کاہن اپنی طرف سے ان میں جھوٹ ملا کر لوگوں سے بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ " لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کاہنوں کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ **انهم ليسوا بشئی** ۔ وہ کسی شئے کے ساتھ نہیں ہیں۔ عرض کیا گیا۔ وہ کبھی کسی بات کی خبر دیتے ہیں تو وہ واقع ہوتی ہے۔ فرمایا۔ **تلک الكلمة من الحق يخلطها**

الجنی فیقرھا فی اذن ولیه قرالدجاجة فیختلطون فیھا اکثر من مائة کذبة ۔ یہ کلمہ ءحق ہوتا ہے جس میں جن اپنی طرف سے باتیں ملاتا ہے پھر ان باتوں میں کاہن لوگ سو سے زیادہ جھوٹ ملاتے ہیں ۔متفق علیہ ۔ (مشکوٰۃ جلد دوم نمبر ۱۱۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استراق السمع کے ذریعہ سے سنی جانے والی حق باتوں میں شیطانوں اور کاہنوں کی طرف سے جھوٹی باتیں ملائی جاتی ہیں اس لیے ان کی بتائی ہوئی اکثر باتیں غلط ثابت ہوتی ہیں اور صرف فرشتوں سے سنا گیا کوئی کلمہ ہی درست ثابت ہوتا ہے ۔

استراق السمع کی کیفیت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا ۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ " بلاشبہ ملائکہ آسمان سے اتر کر بادلوں میں داخل ہوتے ہیں اور وہ اس امر کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں جس کا فیصلہ آسمان میں ہو چکا ہوتا ہے ۔ شیطان چوری چھپے اس گفتگو کو سن لیتے ہیں تو وہ اس کو کاہنوں کے کانوں میں ڈال دیتے ہیں ۔ پھر کاہن اس کے ساتھ سو جھوٹی باتیں اپنی طرف سے شامل کر دیتے ہیں ۔ رواہ البخاری ۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۱۱۰)

(۲) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ۔ " جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے انکساری سے اپنے سر جھکاتے ہیں گویا پتھر پر زنجیر لگتی ہے ۔ پھر جب ان کے دلوں سے خوف دور کر دیا جاتا ہے تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا کہا ۔ مقربین فرشتے جواب دیتے ہیں کہ وہ حق ہے ۔ اور وہ بلندی و بڑائی والا ہے ۔ پھر اس حق بات کو جنات چوری چھپے سن لیتے ہیں ۔ حدیث کے راوی نے اپنی ہتھیلی کو پھیلایا پھر انگلیوں کو کشادہ کر کے کہا وہ اس طرح ایک دوسرے کے اوپر نیچے ہوتے ہیں ۔ جب اوپر والے جنات کوئی کلمہ ءِحق سنتے ہیں وہ اسے نیچے والوں تک پہنچا دیتے ہیں ۔ پھر وہ نیچے والوں تک پہنچا دیتے ہیں یہاں تک

کہ سب سے نیچے والے جنات اسے جادوگر یا کاہن کی زبان پر ڈال دیتے ہیں۔ بعض دفعہ شہاب چھوٹتا ہے اور جن کو کاہن تک اس کلمہء حق کے پہنچانے سے قبل لگتا ہے۔ اور بعض دفعہ شہاب کے پہنچنے سے پہلے وہ ساحر کی زبان پر القاء کر دیتا ہے۔ پھر کاہن اس کے ساتھ جھوٹ ملاتا ہے اور لوگوں سے بیان کرتا ہے۔ پھر کہا جاتا ہے کہ کیا کاہن نے ہمیں فلاں دن فلاں بات نہیں بتائی تھی تو اس کلمہء حق کی وجہ سے جو جنوں نے آسمان سے سن لیا ہوتا ہے کاہن کی تصدیق کی جاتی ہے۔ رواہ البخاری۔ (مشکوٰۃ ص ۱۱۱ جلد دوم)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ "مجھے ایک انصاری نے یہ بات بتائی ہے کہ ایک رات ہم رسول اللہ علیہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے۔ ایک تارہ چھوٹا اور روشن ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ جاہلیت کے دور میں جب اس طرح تارہ چھوٹتا تھا تو تم کیا کہا کرتے تھے؟ عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ ہم کہا کرتے تھے کہ اس رات کوئی بڑا شخص پیدا ہوا ہے۔ یا کوئی بڑا شخص مرا ہے۔ فرمایا۔ تارہ کسی کی موت یا حیات کے لیے نہیں چھوٹتا بلکہ رب سبحانہ وتعالیٰ جب کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے تو حاملین عرش فرشتے اس کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ پھر ان کے قریب آسمان والے فرشتے تسبیح بیان کرتے ہیں یہاں تک کہ آسمان دنیا کے فرشتوں تک تسبیح پہنچتی ہے۔ پھر حاملین عرش سے ان کے قریب آسمان والے فرشتے پوچھتے ہیں۔ تمہارے رب نے کیا کہا؟ وہ انہیں خبر دیتے ہیں۔ پھر دوسرے آسمان والے فرشتے ایک دوسرے سے خبر پوچھتے ہیں تو آسمان دنیا والوں تک خبر پہنچتی ہے۔ جن فرشتوں کی اس بات کو سن کر اچک لیتا ہے اور اپنے دوستوں یعنی کاہنوں کے کانوں میں ڈال دیتا ہے۔ اس وقت اس جن کو تارہ مارا جاتا ہے۔ سو جو سچی بات وہ بیان کرتے ہیں وہ حق ہوتی ہے لیکن اس میں جھوٹی باتیں ملا دیتے ہیں اور زیادتی کر دیتے ہیں۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ ص ۱۱۱ جلد دوم)

کاہنوں کی تصدیق شرعاً منع ہے

چونکہ کاہنوں اور نجومیوں کی باتوں میں بہت سے جھوٹ ملا دیئے جاتے ہیں اس

لئے ان کے پاس جانے ، ان سے باتیں پوچھنے اور ان کی بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق کرنے سے شرع شریف نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ۔

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ من اتی عرافاً فسألہ عن شئی لم تقبل له صلوٰۃ اربعین لیلة ۔ جو شخص کسی دست شناس کے پاس آئے پھر اس سے کچھ پوچھے تو اس کی چالیس راتوں کی نمازیں قبول نہ کی جائیں گی ۔ (مسلم شریف جلد دوم ص ۲۴۱)

۲۔ حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ۔ یا رسول اللہ ! ﷺ جاہلیت کے دور میں ہم کچھ کام کیا کرتے تھے ۔ ان میں سے ایک کام یہ تھا کہ ہم کاہنوں کے پاس جاتے تھے ۔ فرمایا ۔ فلا تأتوا الکهان ۔ کاہنوں کے پاس نہ آؤ ۔ (مسلم شریف جلد دوم ص ۲۴۰)

۳۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ۔ نھی رسول اللہ ﷺ عن ثمن الکلب ومھر البغی وحلوان الکاھن ۔ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت ، زنا کی اجرت اور کاہن کو نذرانہ دینے سے منع فرمایا ۔ (ترمذی جلد دوم ص ۳۷)

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ۔ من اتی حائضاً اوامراۃ فی دبرھا او کاھناً فصدقه کفر بما انزل علی محمد ﷺ ۔ جو شخص حیض والی سے صحبت کرے یا کسی عورت کے دبر میں وطی کرے یا کاہن کے پاس آئے پھر اس کو سچا جانے تو اس نے اس چیز کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی ۔ (حدیقہ ندیہ جلد دوم ص ۴۹۰)

۵۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۔ من اقتبس باباً من علم النجوم بغیر ماذکر اللّٰہ فقد اقتبس شعبة من السحر المنجم کاھن والکاھن ساحر والساحر کافر ۔ جس شخص نے علم نجوم کا کوئی ایسا باب سیکھا جس کی اجازت اللہ تعالیٰ نے ذکر نہیں فرمائی تو اس نے جادو کی ایک قسم کو سیکھا ۔ نجومی کاہن ہے اور کاہن جادوگر ہے اور جادوگر کافر ہے ۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۱۱۱)

۶۔ اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا من اتی کاھنا فصدقه بما

یقول اواتی امراء تہ فی دبرھا فقد بریء مما انزل علی محمد۔ جو شخص کا ہن کے پاس
آئے پھر اس کی باتوں کو سچا سمجھے یا اپنی بیوی کے دبر میں صحبت کرے تو وہ اس شئے سے بری
ہے جو محمد پر اتاری گئی۔ (مشکوۃ شریف جلد دوم ص ۱۱۱)

۷۔ امام احمد اور حاکم حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ
رسول اللہ نے فرمایا من اتی عرافاً او کاھنا فصدقه بما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد
جو شخص دست شناس یا کاہن کے پاس آئے پھر اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو اس نے
اس چیز کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر نازل کی گئی۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۱۷ جلد ۹ وحسنہ السیوطی
فی الجامع الصغیر۔ ص ۱۵۹ جلد دوم)

۸۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ من اتی کاھناً فسأله عن شئی حجبت عنه التوبة
اربعین لیلة فان صدقه بما قال کفر۔ جو شخص کاہن کے پاس آئے پھر اس سے کوئی بات
پوچھے تو چالیس رات تک کے لیے اس سے توبہ چھپا دی جاتی ہے۔ پھر اگر وہ اس کی کہی
ہوئی بات کی تصدیق کرے تو وہ کفر میں چلا جاتا ہے۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن واثلة
وضعفہ، السیوطی (جامع صغیر جلد ۲ ص ۱۵۹)

فقہائے کرام کی عبارات

رسول اللہ ﷺ کی مندرجہ بالا احادیث مبارکہ کی بنا پر فقہائے امت نے نجومیوں
، کاہنوں اور دست شناسوں کے پاس جانے اور ان سے کچھ پوچھنے کو حرام قرار دیا ہے
چند عبارات ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں۔

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ "امام طیبی نے کہا ہے کہ کاہن اس شخص کو
کہتے ہیں جو آئندہ پیش آنے والے واقعات و حالات کی خبر دے اور چھپی باتوں اور
بھیدوں کے جاننے کا دعویٰ کرے۔ عرب میں مختلف قسم کے کاہن تھے۔ ایک وہ جن کے تابع
جنات ہوتے تھے۔ جنات استراق السمع کے طریق سے ان تک خبر پہنچاتے تھے۔ اور بعض
کاہن مقدمات، اسباب اور فعلی یا قولی یا حالی قرائن سے چھپے بھید بتاتے تھے ان کو عراف

جا تا تھا۔ اہل رمل اور نجومی بھی کاہن کے اطلاق میں داخل ہیں۔ و این افعال حرام است وگرفتن مال برآن نیز حرام وگیرندہ ودہندہ ہر دو آثم و بر محتسب منع و تادیب ایشاں لازم۔ یعنی مذکورہ بالا سب افعال حرام ہیں ان پر مال لینا بھی حرام ہے۔ مال لینے دینے والے دونوں گناہگار ہیں اور حاکم پر لازم ہے کہ وہ انہیں منع کرے اور سزا دے۔

(اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۶۲۶)

۲۔ قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں۔ **وهذا الاضرب كلها تسمى كهانة وقد اكذبهم كلهم الشرع ونهى تصديقهم واتيانهم** ۔ یہ سب قسمیں کہانت کہلاتی ہیں اور ان سب کی شرع نے تکذیب کی ہے اور کاہنوں وغیرھم کے پاس آنے اور ان کی تصدیق کرنے سے منع کیا ہے۔ (شرح مسلم للنووی جلد دوم ص ۲۴۰)

۳۔ عارف باللہ امام عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں کاہن کے قول کی تصدیق میں شیاطین کے قول کی تصدیق پائی جاتی ہے۔ اگرچہ وہ فی نفسہ سچی بات ہو کیونکہ صدق مقبول صرف وہی ہے جو نبوی وحی یا الہامی طریقہ سے حاصل ہوا ہو۔ اور اس کے علاوہ جو خبریں ہیں وہ شرعاً غیر مقبول ہیں اگرچہ وہ واقعہ کے مطابق ہوں۔ **ومن هذا القبيل العراف واصحاب الرمل و الطوارق بالحصا والشعير وعلم الزاير جآء لانه مبنى على النجوم** ۔ اور اسی قبیل سے دست شناسی، اصحاب رمل کا عمل، کنکری یا جو پھینکنے کا عمل اور علم زایرجاء ہیں۔ کیونکہ ان سب کی بنیاد علم نجوم ہے۔ (حدیقہ ندیہ ص ۴۹۰ جلد ۲)

قرآن سے فال نکالنا ممنوع ہے

امام عبدالغنی نابلسی لکھتے ہیں۔ **فظهر مما ذكر ان المراد بالفال المحمود ليس الفال الذى يفعل فى زماننا فيتطلبون به معرفة الحال من الخير والشر كانه استكشاف عن الغيب مما يسمونه فال القرآن اوفال دانيال او نحوهما من الكتب المصنفة فى استخراج ذلك والزايرجات الموضوعة للاطلاع على الاحوال المستقبلة بل هى من قبيل الا ستقسام بالا زلام فلا يجوز استعمالها اى هذه الاشياء المذكورة التى هى من**

قبیل استقسام بالازلام ولا اعتقادها حقاً کیف وان فیها الخبر عن الغیب ولایعلم الغیب الاالله فمن ادعاه بالا ستقلال لنفسه من دون علامة اوغلبة الظن بفراسة ونحوهافقد کفر ۔یعنی قرآن سے فال نکالنا استقسام بالازلام کے قبیل سے ہے ۔اہل عرب تیروں سے فال لیتے تھے ۔ یہ فال بھی اسی قبیل سے ہے ۔لہٰذا اس کا استعمال جائز نہیں اور نہ اس کے حق ہونے کا اعتقاد درست ہے ۔ (الحدیقۃ الندیہ جلد دوم ص ۲۶)

علم جفر مفید جائز علم ہے

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ لکھتے ہیں ۔" جفر بے شک نہایت نفیس جائز فن ہے ۔حضرات اہل بیت کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا علم ہے ۔ امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے اپنے خواص پر اس کا اظہار فرمایا اور سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اسے معرض کتابت میں لائے ۔کتاب مستطاب جفر جامع تصنیف فرمائی ۔ علامہ سید شریف رحمۃ اللہ علیہ شرح مواقف میں فرماتے ہیں امام جعفر صادق نے جفر جامع میں ماکان ومایکون تحریر فرمادیا ۔سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الدرلمکنون والجوھر المصون میں اس علم شریف کا سلسلہ سیدنا آدم وسیدنا شیث وغیرھما انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے قائم کیا اور اس کے طرق واوضاع اوران میں بہت سے غیوب کی خبریں دیں ۔ عارف باللہ نابلسی قدس سرہ القدسی نے ایک رسالہ اس کے جواز میں لکھا ۔اس کا انکار نہ کرے گا مگر ناواقف یا گمراہ متعصب اور علم تکسیر سے علم جفر سے جدا دوسرا فن ہے اگرچہ جفر میں بھی تکسیر سے کام پڑتا ہے یہ بھی اکابر سے منقول ہے ۔امام حجۃ الاسلام غزالی وامام فخرالدین رازی وشیخ اکبر محی الدین عربی وشیخ ابوالعباس بونی وشاہ محمد غوث گوالیاری وغیرھم رحمھم اللہ تعالیٰ اس فن کے مصنف ومجتہد گزرے ہیں ۔طلسم ونرنجات سراسرنا جائز ہیں ۔ نیرنج تو شعبدہ ہے اور شعبدہ حرام کمافی الدرالمختار وغیرہ من الاسفار اورطلسم تصاویر سے خالی نہیں اور تصاویر حرام ۔ اشدالناس عذاباً یوم القیامۃ من قتل نبیاً او قتلہٗ نبی والمصورون .واللہ تعالیٰ اعلم ."

(فتاویٰ رضویہ حصہ دوم جلد دہم ص ۱۳۶)

الحمدللہ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا اس سے معلوم ہوا کہ غیب کی خبریں نجومیوں، کاہنوں، دست شناسوں، رمل والوں اور عرافوں سے معلوم کرنا اور ان کی بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق کرنا شرعاً حرام ہے۔ جنات کو تابع بنانے والوں سے آئندہ کی خبریں دریافت کرنا جائز نہیں۔ انکل پچو یا غیر معتبر حساب و کتاب کے ذریعہ سے خبریں دینے والوں کی باتوں کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔ یونہی کتاب دیکھ کر حساب کرنے والوں کی باتیں بھی شرعاً غیر معتبر ہیں۔ ہاں اولیائے کاملین اپنی خداداد فراست یا الہامی طریقہ سے حاصل ہونے والے علم کی بناء پر کوئی خبر دیں تو وہ درست مانی جائے گی۔ علم جفر کے ماہرین یا علم تکسیر کے ذریعہ سے حساب کرنے والے

علمائے کاملین کی خبریں درست تسلیم کی جائیں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ المبارکۃ تقبلھا اللّٰہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ وانا الفقیر ابو الکریم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفر اللّٰہ تعالیٰ لہٗ المدرس بالجامعۃ الحیدریۃ فضل المدارس، بھیائی من مضافات سھنسہ آزاد کشمیر.

(ربیع الآخر ۱۴۲۳ھ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

چونتیسواں مقالہ

اثباتِ ایصالِ ثواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارہ میں کہ ہمارے علاقہ میں لوگ اموات المسلمین کے لئے تلاوت قرآن مجید و صدقات و خیرات کا ثواب بخشتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا ان کا ثواب اموات کو پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور اس سے انہیں کوئی نفع حاصل ہوتا ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ انسان مرکرمٹی ہوجاتا ہے اس لئے اسے ثواب بخشنا فضول ہے۔ بینوا توجروا (مستفتی محبوب حسین قریشی ہاشمی ساکن پلندری شہر آزاد کشمیر)

الجواب بتوفیق اللہ الوہاب عزوجل

اہل سنت و جماعت کے نزدیک اموات المسلمین کو عبادات بدنیہ و مالیہ کا ثواب پہنچانا جائز ہے۔ جو اعمال خیران کے لئے کئے جائیں ان کا ثواب انہیں ضرور پہنچتا ہے۔ وہ ان سے نفع پاتے ہیں۔ ان کے سبب سے ان کے درجات بلند ہوتے ہیں اور ان کے گناہوں کی معافی ہوتی ہے۔ اور وہ اس ثواب کے ملنے پر بے حد خوش ہوتے ہیں۔ متعدد احادیثِ مبارکہ وعبارات فقہائے اہل سنت اس کے ثبوت میں موجود ہیں۔ ہم یہاں بعض کے نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ وباللّٰہ التوفیق.

احادیث مبارکہ

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ایک غزوہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تشریف لے گئے اور ان کی والدہ پر مدنیہ منورہ میں وفات کا وقت آ پہنچا۔ لوگوں نے انہیں کہا آپ وصیت کریں۔ انہوں نے کہا۔ مال تو سعد کا ہے میں کس مال میں وصیت کروں؟ حضرت سعد کے آنے سے پہلے وہ فوت ہوگئیں۔ جب حضرت سعد واپس آئے تو ان سے یہ بات ذکر کی گئی تو انہوں نے عرض

کیا یارسول اللہ ھل ینفعھا ان اتصدق عنھا ۔ یا رسول اللہ! ان کی طرف سے میرا صدقہ کرنا کیا انہیں فائدہ دے گا؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ حضرت سعد نے اپنے ایک باغ کا نام لے کرفرمایا۔حائط کذا وکذا صدقۃ عنھا ۔ فلاں فلاں باغ میری والدہ کی طرف سے صدقہ ہے۔ (نسائی شریف ص۱۳۲ جلد۲)

اور امام بخاری انہی سے روایت کرتے ہیں کہ بنی ساعدہ کے ایک شخص سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ان کی عدم موجودگی میں فوت ہوگئیں تو وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللّٰہ ان امی توفیت وانا غائب عنھا فھل ینفعھا شئی ان تصدقت بہ عنھا ۔ یا رسول اللہ! میری والدہ میری عدم موجودگی میں فوت ہوئیں ۔سو اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا وہ انہیں نفع دے گا؟ فرمایا ہاں! انہوں نے عرض کیا .فانی اشھدک ان حائطی المخراف صدقۃ علیھا ۔ پھر میں آپ کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میرا باغ مخراف ان کی طرف سے صدقہ ہے۔ (صحیح البخاری ص ۳۸۷ جلد۱)

نوٹ: یہ حدیث تقریباً انہی الفاظ سے نسائی شریف ص۱۳۳ جلد۲ اور ترمذی شریف ص۱۱۴ جلد۱ میں بھی مروی ہے اور امام ابوعیسیٰ ترمذی نے فرمایاھذا حدیث حسن یہ حدیث حسن ہے۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا۔ان امی افتلتت نفسھا واراھا لو تکلمت تصدقت افا تصدق عنھا ۔میری والدہ اچانک فوت ہوگئی ہیں اور میرا خیال ہے کہ اگر وہ کلام کرتیں تو صدقہ کرتیں۔سو کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپ نے فرمایا نعم تصدق عنھا . ہاں ان کی طرف سے صدقہ کر۔ (بخاری شریف ص ۳۸۶)

اور مسلم شریف کے الفاظ یہ ہیں۔ان امی افتلتت نفسھا ولم توص واظنھا لو تکلمت تصدقت افلھا اجر ان تصدقت عنھا میری والدہ اچانک فوت ہوگئیں اور انہوں نے کوئی وصیت نہیں کی۔میرا خیال ہے۔اگر وہ بات کرتیں تو صدقہ کرتیں سو کیا ان کے لئے ثواب

ہے اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ فرمایا۔ ہاں۔ (مسلم شریف ص ۳۴۴ جلد ۱)

اور امام ابن ماجہ کی روایت میں ہے فلها اجر ان تصدقت عنها ولی اجر۔ تو کیا ان کے لئے ثواب ہے اور میرے لئے ثواب ہے اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ فرمایا۔ ہاں (ابن ماجہ ص ۱۹۵)

(۳) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان امی ماتت افا تصدق عنها۔ یا رسول اللہ میری والدہ فوت ہوگئیں ہیں۔ پس کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ فرمایا۔ ہاں۔ پھر میں نے عرض کیا۔ پھر کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا۔ پانی پلانا۔ راوی کہتے ہیں فتلک سقاية سعد بالمدينه۔ پس یہ حضرت سعد کا کنواں مدینہ منورہ میں ہے۔ (سنن النسائی ص ۱۳۳ جلد ۲)

اور امام ابو داؤد نے یہ حدیث ان الفاظ میں روایت کی ہے۔ کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل. یا رسول اللہ سعد کی ماں فوت ہوگئی ہے پس کونسا صدقہ بہتر ہے؟ فرمایا۔ پانی۔ راوی کہتے ہیں۔ فحفر بئراً وقال هذهٖ لام سعد۔ پھر حضرت سعد نے ایک کنواں کھودا اور کہا یہ سعد کی ماں کا ہے۔ (سنن ابو داؤد ص ۲۳۶ جلد ۱، مشکوٰۃ ص ۱۵۱ جلد ۱ وقال رواہ ابو داؤد والنسائی، وقال الجلال السيوطی اخرجه احمد والا ربعه عن سعد بن عبادة رضی الله عنه فی شرح الصدور. ص ۱۲۸)

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سعد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میری والدہ وصیت کئے بغیر فوت ہوگئی ہیں۔ پس اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا وہ انہیں نفع دے گا؟ فرمایا۔ نعم وعليک بالماء۔ ہاں اور تجھ پر پانی لازم ہے۔ یعنی پانی کا صدقہ لازم ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۲۸)

اور دوسری روایت میں ہے۔ نعم ولو بكراع شاة محرق ہاں اور اگر چہ وہ

بکری کے جلے ہوئے پایہ کا صدقہ ہی ہو۔ (شرح الصدور ص ۱۲۸)

(۵) حضرت عبدالرحمٰن بن ابوعمرہ انصاری کی والدہ نے کچھ صدقہ کرنا چاہا۔ مگر اسے صبح تک مؤخر کر دیا اور فوت ہوگئیں۔ حضرت عبدالرحمٰن نے قاسم بن محمد سے پوچھا۔ اگر میں اپنی والدہ کی طرف سے غلام آزاد کروں تو کیا انہیں یہ نفع دے گا۔ فرمایا۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ میری والدہ فوت ہوگئیں تو اگر میں ان کی طرف سے غلام آزاد کروں تو کیا یہ انہیں نفع دے گا؟ فرمایا۔ ہاں۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶ جلد ۲)

(تنبیہ) حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ تین قسم کی روایات منقول ہیں۔ ایک میں ہے کہ انہوں نے باغ صدقہ کیا، دوسری میں ہے کہ کنواں بنوا کر ام سعد کے نام پر وقف کیا۔ اور تیسری میں ہے کہ غلام آزاد کیا۔ عین ممکن ہے کہ انہوں نے یہ تینوں کام اپنی والدہ کی طرف سے کئے ہوں۔ اور تینوں کے وقت بارگاہ نبوت سے اجازت حاصل کی ہو۔ واللہ اعلم بالصواب.

(۶) حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! کیا میں اپنے باپ کی طرف سے غلام آزاد کروں حالانکہ وہ فوت ہو چکے ہیں؟ فرمایا۔ ہاں۔ (شرح الصدور ص ۱۲۹)

(۷) حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارہ میں مروی ہے کہ دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کی طرف سے غلام آزاد کیا کرتے تھے۔ (شرح الصدور ص ۱۱۹)

(۸) امام قاسم بن محمد اپنی پھوپھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کی طرف سے اپنے موروثی مال سے غلام آزاد کیا اس امید پر کہ وہ انھیں نفع دے گا۔ (شرح الصدور ص ۱۲۹)

(۹) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! عاص نے وصیت

کی تھی کہ ان کی طرف سے سو غلام آزاد کیے جائیں ہشام نے پچاس غلام آزاد کردیے
ہیں۔فرمایا۔**لاانما یتصدق و یحج ویعتق عن المسلم لو کان مسلماً بلغه** ۔نہیں۔صرف
مسلمان کی طرف سے صدقہ، حج اور غلام کی آزادی ہے۔اگر وہ مسلمان ہوتا تو اسے یہ
چیزیں ضرور پہنچتیں۔(شرح الصدور)

(۱۰) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض
کیا۔یارسول اللہ! میں اپنی والدہ کی طرف سے غلام آزاد کروں؟ فرمایا۔ہاں۔ابن سع
کہتے ہیں۔پھر اس وقت سے میت کی طرف سے غلام آزاد کرنے کا رواج قا
ہوا۔(حاوی للفتاوئی)

(۱۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں
سے کوئی شخص نفل صدقہ کرنے لگے تو اسے وہ صدقہ اپنے والدین کی طرف سے کرنا چاہ
کیونکہ اس کا ثواب اس کے والدین کے لئے ہوگا۔اور اس کے اپنے ثواب سے کچھ کم
کیا جائے گا۔(شرح الصدور۔ص ۱۲۹)

(۱۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ایک شخص
نے عرض کیا۔میرے باپ فرض حج کیے بغیر فوت ہوگئے ہیں۔آپ نے فرمایا۔اگر تیر
باپ پر کوئی قرض ہوتا تو کیا اس کی طرف سے تو وہ ادا کردیتا؟ عرض کیا۔ہاں۔فرمایا
پس یہ بھی اس پر قرض ہے اسے ادا کرو۔(شرح الصدور ص ۱۲۹)

(۱۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک خاتون نے نبی علیہ السلام سے
پوچھا۔میرے باپ حج کیے بغیر فوت ہوگئے ہیں۔فرمایا۔**حجی عن ابیک** ۔اپنے باپ کی
طرف سے حج کر۔(نسائی ص ۳ جلد ۲)

(۱۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سنان بن سلمہ جہنی کی بیوی نے
انھیں کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے میرے بارہ میں پوچھیں کہ اس کی ماں حج کیے بغیر فوت
ہوگئی ہے سو اگر وہ اپنی ماں کی طرف سے حج کرے تو وہ اس کی ماں کو کفایت کرے گا
فرمایا۔ہاں۔اگر اس کی ماں پر کوئی قرض ہوتا اور وہ اس کی طرف سے ادا کردیتی تو کیا

یہ اس کی طرف سے کفایت نہ کرتا؟ اسے اپنی ماں کی طرف سے حج کرنا چاہیے۔ (نسائی ص ۳ جلد۲)

(۱۵) اور انہی سے مروی ہے کہ آپ نے اس خاتون سے فرمایا یہ تو بتا کہ اگر تیری ماں پر کوئی قرض ہوتا تو کیا تو اسے ادا کر دیتی؟ اقضوا اللّٰہ فاللّٰہ احق بالوفاء ۔ اللہ کا قرض ادا کرو کیونکہ اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔ (بخاری ص ۲۵۰)

(۱۶) اور انہی سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ مسئلہ پوچھا کہ میری والدہ اس حالت میں فوت ہوئیں کہ ان کے ذمہ پر نذر تھی۔ آپ نے فرمایا۔ اقضہ عنھا ۔ اس کی طرف سے نذر ادا کرو۔ (بخاری ص ۔ ۳۸۷، ترمذی ص ۲۲۲ جلد ا و قال ھذا حدیث حسن ۔ نسائی ص ۔ ۱۴۶)

(۱۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "بلا شبہ اللہ نیک بندے کے لئے جنت میں ایک درجہ بڑھا دیتا ہے، تو وہ نیک بندہ کہتا ہے میرے رب یہ میرے لئے کہاں سے ہے؟ اللہ فرماتا ہے۔ باستغفار ولدک لک تیرے درجہ کی یہ بلندی تیرے لئے تیری اولاد کی استغفار کے سبب سے ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے۔ بدعاء ولدک لک ۔ یہ تیرے لئے تیری اولاد کی دعاء کے سبب سے ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۲۷)

(۱۸) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

یتبع الرجل یوم القیامۃ من الحسنات امثال الجبال فیقول انّی ھذا فیقال باستغفار ولدک لک ۔ قیامت کے دن بندے کے پیچھے پہاڑوں جیسی نیکیاں چلیں گی تو وہ کہے گا، یہ کہاں سے ہیں؟ اسے کہا جائے گا کہ یہ تیرے لئے تیری اولاد کی استغفار کی وجہ سے ہیں۔ (شرح الصدور ص ۱۲۷)

(۱۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ میت قبر میں ڈوبنے والے کی طرح ہوتا ہے۔ اور وہ اس دعاء کا منتظر ہوتا ہے جو

اسے باپ یا ماں یا اولاد یا سچے دوست کی طرف سے ملتی ہے ۔فاذالحقته کانت احب الیه
من الدنیا ومافیها پس جب دعاء میت کو ملتی ہے تو وہ اسے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی
ہے ۔وان اللّٰه تعالیٰ لیدخل علیٰ اهل القبور من دعاء اهل الارض امثال الجبال وان
هدیة الاحیاء الی الاموات الاستغفار لهم اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ قبر والوں پر پہاڑوں کی مثل
ثواب زمین والوں کی دعاء سے داخل کرتا ہے ۔اور بلاشبہ زندوں کا اموات کے لئے تحفہ
استغفار ہے ۔(شرح الصدور ص ۱۲۷)

(۲۰) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
فرمایا ۔من حج عن ابویه ولم یحجا جزی عنهما وبشرت ارواحهما فی السمآء وکتب
عند اللّٰه براً ۔جس نے اپنے والدین کی طرف سے حج کیا جب کہ خود انہوں نے حج نہیں کیا
تھا تو ان دونوں کی طرف سے اسے ثواب دیا جاتا ہے ۔اور آسمان میں ان دونوں کی
روحیں خوش ہوتی ہیں اور وہ اللہ کے نزدیک فرمانبردار لکھا جاتا ہے ۔(شرح الصدور ص
۱۲۹)

(۲۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۔جب کسی
کے والدین اس حال میں فوت ہو جائیں کہ وہ دونوں یا ان میں سے کسی ایک کا نافرمان ہو
پھر وہ ان کے لئے دعاء مانگتا رہے اور ان کے گناہوں کی معافی طلب کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ
اسے فرمانبرداروں میں لکھ دیتا ہے ۔(مشکوٰۃ ص ۱۳۴ جلد ۲)

(۲۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ۔یارسول اللّٰه انا نتصدق عن
موتانا ونحج عنهم وندعو لهم فهل یصل ذالک الیهم ۔یارسول اللہ! ہم اپنے
اموات کے لئے صدقہ دیتے ہیں، حج کرتے ہیں اور دعا مانگتے ہیں تو کیا یہ نیک کام ان کو
پہنچتے ہیں ۔فرمایا ۔نعم انه یصل ویفرحون به کما یفرح احد کم بالطبق اذا اهدی الیه
ہاں یہ چیزیں انہیں پہنچتی ہیں اور وہ ان کی وجہ سے خوش ہوتے ہیں جس طرح تم میں سے
کوئی اس وقت خوش ہوتا ہے جب کوئی شئے تھال میں اسے تحفہ کے طور پر پیش کی جاتی ہے
(رواہ ابوحفص العکبری کذا فی تبیین الحقائق ص ۸۴ جلد ۲ ۔وفتح القدیر، کما نقله الشامی

عنہ فی ردالمحتار ص ۳۵۷ جلد۲۔ وحاشیۃ المراقی للطحاوی ص ۳۴۱)

(۲۳) اور انہی سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا" جب کوئی شخص فوت ہوتا ہے اور اس کے گھر والے اس کی طرف سے اس کی وفات کے بعد صدقہ کرتے ہیں تو جبرائیل ان کے اس صدقہ کو نورانی تھال میں رکھ کر اس کی قبر کے کنارے پر کھڑے ہو کر کہتا ہے۔ یا صاحب القبر العمیق ھذہ ھدیۃ آھد اھا الیک فاقبلھا۔ اے گہری قبر والے! یہ تحفہ تیرے خاندان والوں نے تیری طرف بھیجا ہے تو اسے قبول کر۔ فتد خل علیہ فیفرح بھا ویستبشر ویحزن الجیران الذین لا یھدی الیھم شئی . پھر وہ صدقہ اس کی قبر میں داخل ہوتا ہے تو وہ خوش وخرم ہوتا ہے۔ اور اس کے جن پڑوسیوں کو کوئی شئے تحفۃً نہیں بھیجی وہ غمگین ہوتے ہیں۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط قالہ السیوطی فی شرح الصدورص۱۲۹)

(۲۴ اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" میری امت مرحومہ ہے۔ اپنی قبروں میں اپنے گناہوں کے ساتھ داخل ہوتی ہے اور وہ اپنی قبروں سے اس حال میں نکلے گی کہ اس پر کوئی گناہ باقی نہ ہوگا۔ تمحص عنھا باستغفار المؤمنین لھا۔ اس کے گناہ اس کے لئے مومنوں کی استغفار کی وجہ سے مٹا دیے جاتے ہیں۔ (شرح الصدور ص ۱۲۸)

(۲۵) اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص قبرستان میں داخل ہو پھر سورہ یٰسین پڑھے اور اس کا ثواب اموات کو بخشے تو اس دن اللہ تعالیٰ ان سے عذاب میں تخفیف فرماتا ہے اور اسے اٹھا دیتا ہے۔ جس طرح کے جمعہ کے دن اہل برزخ سے عذاب قبر اٹھا لیا جاتا ہے۔ پھر وہ مسلمانوں پر نہیں لوٹتا۔ تو اس پڑھنے والے کے لئے مردوں کی تعداد جتنی نیکیاں ہیں۔ (مراقی الفلاح ص ۳۴۱)

(۲۶) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ من مر علی المقابر فقرأ قل ھو اللہ احد احدی عشر مرۃ ثم وھب اجر ھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات ۔ جو شخص قبرستان سے گزرے اور گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے

پھر اس کا ثواب اموات کو بخشے تو اسے ان کی تعداد جتنی نیکیاں دی جاتی ہیں۔ رواہ
الدارقطنی (مراقی الفلاح ص۲۴۲)
(۲۷) امام احمد بن حنبل حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ بلا شبہ
اموات اپنی قبور میں سات دن تک آزمائے جاتے ہیں۔ **فکانو ایستحبون ان یطعموا**
عنهم تلک الایام ۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام ان سات دنوں میں اموات کی طرف سے
کھانا کھلانے کو مستحب جانتے تھے۔ (حاوی للفتاویٰ للجلال السیوطی ص ۱۷۸ جلد۲)
(۲۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب قربانی کا
ارادہ کرتے تو آپ دو بڑے موٹے تازے سینگوں والے چتکبرے خصی مینڈھے خریدتے
تھے۔ پھر ایک کو اپنی امت کے ہر اس شخص کی طرف سے ذبح کرتے تھے جو اللہ کی وحدانیت
اور آپ کی تبلیغ رسالت کی گواہی دیتا ہے۔ اور دوسرے کو اپنی اور اپنی آل کی طرف سے
ذبح کرتے تھے۔ (ابن ماجہ ص)
(۲۹) حضرت حنش فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو مینڈھے قربانی
دیتے ہوئے دیکھا تو پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا۔ مجھے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا تھا کہ
ایک قربانی ان کی طرف سے کروں سو میں ایک قربانی ان کی طرف سے کرتا ہوں۔ (مشکوٰۃ
شریف ص)
(۳۰) حضرت سعید بن ابی سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر میت کے لئے بکری کا
ایک پایہ صدقہ کیا جائے تو وہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔ یعنی اسے ملتا ہے۔ (شرح الصدور ص
۱۲۹)

اس قسم کی احادیث درباۂ ایصال ثواب کے بارہ میں محقق علی الاطلاق امام کمال
ابن الھمام صاحب فتح القدیر فرماتے ہیں۔ **فهذا کله ونحوه مما ترکناه خوف الاطالة**
یبلغ القدر المشترک بینه وهو النفع بعمل الغیر مبلغ المتواتر اه وقال فی مقام آخر فقد
روی هذا عن عدة من الصحابة وانتشرت مخرجوه فلا یبعد ان یکون القدر المشترک
وهو انه ضحی عن امته مشهورا أیجوز تقیید الکتاب بما لم یجعله صاحبه اه وقال فی

موضع ثالث فهذه الآثار وما قبلها وما فی السنة ایضاً من نحوها عن کثیر قد ترکناه لحال الطول یبلغ القدر المشترک بین الکل وھوان من جعل شیئاً من الصالحات لغیرہ نفعه به مبلغ التواتر اھ

فتح القدیر کی ان عبارات کا مفہوم منظور احمد نعمانی دیوبندی کے الفاظ میں سنیے۔ "
مبحث دوم سے لے کر یہاں تک عبادات مالیہ، عبادات بدنیہ اور مرکبہ کے متعلق جتنی احادیث پیش کی گئی ہیں وہ سب اگرچہ بجائے خود باصطلاح محدثین اخبار احاد ہیں اور اگرچہ ان کے مضامین اور متضمنات الگ الگ ہیں۔ لیکن بطور قدر مشترک کے اتنی بات ان سب سے معلوم ہوتی ہے کہ زندہ مسلمان اپنے اعمال خیر کے ذریعے مردہ مسلمانوں کو نفع اور ثواب پہنچا سکتے ہیں اور یہ نفع اور ثواب مردوں کو پہنچنا برحق ہے۔ تو اس مسئلہ کی بنیاد صرف خبر واحد کے درجہ کی ظنی حدیثوں پر نہیں رہی۔ بلکہ قدرِ مشترک والے تواتر سے اس کا ثبوت ہوا اور اہل علم جانتے ہیں کہ تواتر قدر مشترک بھی تواتر اسنادی کی طرح موجب علم و یقین ہوتا ہے۔ نیز اس مسئلہ کو تواتر عملی بھی حاصل ہے۔ یعنی ہر زمانہ میں مسلمانوں کا اس پر عمل رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تفصیلات اور جزئیات میں اختلاف کے باوجود نفس اصول مسئلہ میں گویا جمہور اہل اسلام اور تمام آئمہ سلف کا اجماع اور اتفاق ہے۔ جیسا کہ مختلف مکاتیب خیال کے علماء متقدمین ومتاخرین کی کتابیں شاہد ہیں اور سب سے بڑی شہادت دوسری صدی ہجری کے جلیل القدر امام حضرت عبداللہ بن مبارک کی ہے۔ جو صحیح مسلم کے حوالہ سے مقالہ ہذا کے صفحہ نمبر ۱۹ پر درج ہو چکی ہے۔ پس کتاب وسنت کے واضح دلائل، صحابہ کے آثار آئمہ سلف کے اجماع و اتفاق اور پوری اسلامی تاریخ کے عملی تواتر کے ہوتے ہوئے یہ دعویٰ کرنا کہ زندوں کے کسی سعی و عمل سے مردوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا ایک حیرت انگیز جسارت ہے۔" (تحقیق مسئلہ ایصال ثواب ص ۳۶)

فقہائے احناف کے ارشادات

ایصال ثواب کے ثبوت میں تیس احادیث مبارکہ پیش کرنے کے بعد ہم فقہائے

احناف کی کتب معتبرہ سے چند عبارات کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ تاکہ سنی حنفی مسلمانوں کا
ایمان پختہ سے پختہ تر ہوجائے وباللہ التوفیق۔

۱۔ امام برہان الدین مرغینانی فرماتے ہیں۔ "اس باب میں اصل یہ ہے کہ انسان کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنے عمل مثلاً نماز روزہ اور صدقہ وغیرہا کا ثواب دوسرے شخص کو بخش دے اور یہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک ہے کیونکہ نبی علیہ الصلوٰ والسلام سے مروی ہے کہ انہوں نے دو چت کبرے مینڈھے قربانی دیئے۔ ایک اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کے ان افراد کی طرف سے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضو ﷺ کی تبلیغ رسالت کی گواہی دیتے ہیں۔ (ھدایہ ص ۲۹۶ جلد ۱)

۲۔ امام بدرالدین عینی فرماتے ہیں۔ "یعنی ایک مینڈھے کی قربانی کا ثواب اپنی امت کو بخشا اور یہ حضور علیہ السلام کی طرف سے اس بات کی تسلیم ہے کہ انسان کو دوسرے کا عمل فائدہ دیتا ہے۔" (رمزالحقائق)

۳۔ امام فخر زیلعی فرماتے ہیں۔ "اس باب میں اصل یہ ہے کہ وہ اپنے عمل مثلاً نماز روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ، قرآن کی تلاوت اور اذکار الٰہی وغیرہا تمام قسم کی عبادات کا ثواب دوسرے شخص کو بخش دے۔ یہ اہلسنت و جماعت کے نزدیک ہے۔ اور ان کاموں کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ اور اسے نفع دیتا ہے۔ اور معتزلہ کہتے ہیں کہ انسان کو یہ اجازت حاصل نہیں۔ نہ میت کو ثواب پہنچتا ہے۔ نہ وہ اسے نفع دیتا ہے" (تبین الحقائق ص ۸۳ جلد ۲)

۴۔ امام حصکفی فرماتے ہیں۔ "اصل یہ ہے کہ انسان جو بھی عبادت کرے اس کا ثواب وہ دوسرے کو بخش سکتا ہے۔ اگرچہ اس نے اس کی ادائیگی کے وقت اپنے لئے ثواب کی نیت کی ہو کیونکہ اس مسئلہ کے دلائل کا ظاہر یہی ثابت کرتا ہے۔"
(ردالمحتار۔

۵۔ اور امام بابرتی حنفی فرماتے ہیں۔ "جاننا چاہیے کہ جو شخص نماز پڑھے یا روزہ رکھے یا صدقہ کرے۔ پھر ان کا ثواب دوسرے کو بخشے تو یہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک

جائز ہے۔" (عنایہ)

۶۔ امام ابوالاخلاص شرنبلالی فرماتے ہیں "سو انسان کے لئے اختیار ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب اہل سنت و جماعت کے نزدیک دوسرے شخص کو بخش دے۔ خواہ نماز ہو یا روزہ یا حج یا صدقہ یا قرآن کی تلاوت یا اذکار الٰہی یا ان کے علاوہ دوسری قسم کی نیکیاں اور ان کاموں کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور وہ اسے نفع دیتا ہے۔ یہ بات امام زیلعی نے باب الحج عن الغیر میں فرمائی ہے۔" (مراقی الفلاح ص ۳۴۱)

۷۔ اور امام سید طحطاوی فرماتے ہیں۔ "پس انسان کو اختیار ہے کہ وہ اپنے اعمال کا ثواب اہل سنت و جماعت کے نزدیک دوسرے کو بخش دے۔ برابر ہے کہ جسے ثواب بخش رہا ہے وہ زندہ ہے یا مردہ۔ دوسرے کو ثواب بخشنے سے اس کے اپنے ثواب میں کچھ بھی کمی نہیں آتی ہے۔" (حاشیہ مراقی الفلاح)

۸۔ اور اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں۔ "جس فعل نیک کا ثواب چند اموات کو بخشا جائے اللہ عزوجل کے کرم عمیم وفضل عظیم سے امید ہے کہ ان سب کو اس کا پورا پورا ثواب ملے۔ اگرچہ ایک آیت یا درود و تہلیل کا ثواب آدم علیہ السلام سے قیامت تک کے تمام مومنین ومومنات احیاء واموات کے لئے ہدیہ کرے۔ علمائے اہل سنت سے ایک جماعت نے اسی پر فتویٰ دیا۔ ردالمحتار میں تاتارخانیہ ومحیط سے منقول ہے کہ جو شخص فلاں شخص کے لئے صدقہ کرے اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ سب مومنین ومومنات کی نیت کرے، کیونکہ ان سب کو ثواب پہنچے گا۔ اور اس کے اپنے ثواب میں سے کچھ نہ گھٹے گا۔"

(فتاویٰ رضویہ ص ۱۹۸ جلد ۴)

۹۔ امام صدر الشریعہ فرماتے ہیں۔ "رہا ثواب پہنچانا کہ جو کچھ عبادت کی اس کا ثواب فلاں کو پہنچے، اس میں کسی عبادت کی تخصیص نہیں۔ ہر عبادت کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے۔ نماز روزہ، زکوٰۃ، صدقہ، تلاوت قرآن، ذکر الٰہی، زیارت قبور، فرض ونفل عبادت سب کا ثواب زندہ یا مردہ کو پہنچا سکتا ہے۔ اور یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ فرض کا ثواب پہنچا دیا تو اپنے پاس کیا رہ گیا کہ ثواب پہنچانے سے اپنے پاس سے کچھ نہ گیا۔ لہٰذا فرض کا

ثواب پہنچانے سے پھر وہ فرض عود نہ کرے گا کہ یہ تو ادا ہو چکا اس کے ذمہ سے ساقط ہو چکا ورنہ ثواب کس شئے کا پہنچاتا ہے۔ (درمختار، ردالمحتار، عالمگیری) (بہار شریعت ص ۲۴۳ جلد ۱۶)

اور یہی امام فرماتے ہیں "اب رہیں تخصیصات مثلاً تیسرے دن یا چالیسویں دن ایصال ثواب کرنا تو یہ تخصیصات نہ شرعی تخصیصات ہیں اور نہ ان کو شرعی سمجھا جاتا ہے۔ یہ کوئی بھی نہیں جانتا کہ اسی دن میں ثواب پہنچے گا۔ اگر دوسرے دن کیا جائے تو نہیں پہنچے گا۔ یہ محض رواجی وعرفی بات ہے جو اپنی سہولت کے لئے لوگوں نے مقرر کر رکھی ہے بلکہ انتقال کے بعد ہی سے قرآن مجید کی تلاوت اور خیر خیرات کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔ اکثر لوگوں کے یہاں اسی دن سے بہت دنوں تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ مخصوص دنوں کے سوا دوسرے دنوں میں لوگ ناجائز جانتے ہیں یہ محض افتراء ہے جو مسلمانوں کے سر باندھا جاتا ہے۔ اور زندوں مردوں کو ثواب سے محروم کرنے کی بیکار کوشش ہے۔ (بہار شریعت ص ۲۴۳)

الحمد للہ۔ یہاں تک جو کچھ پیش کیا گیا۔ اس سے روز روشن کی طرح روشن وعیاں ہوا کہ اموات المسلمین کے لئے ثواب ایصال کرنا اہل سنت وجماعت حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ کے نزدیک جائز ہے۔ اعمال خیر کا ثواب اموات کو پہنچتا ہے۔ اور وہ انہیں فائدہ دیتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ میت کا جسم گل سڑ کر ختم ہو جاتا ہے اس لئے اسے ثواب پہنچانا فضول ہے جاہلانہ خیال ہے کیونکہ ثواب میت کے جسم کو نہیں روح کو پہنچایا جاتا ہے۔ اور روح کو فنائیت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کفار ومنافقین کی روحیں بھی باقی وزندہ ہیں۔ وھذا ما عندی والعلم التام عنداللہ العلام وانا الفقیر ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری خادم التدریس بالجامعۃ الحیدریۃ فضل المدارس سہنسہ آزاد کشمیر۔ (۱۳ محرم الحرام ۱۴۰۶ھ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

پینتیسواں مقالہ

غیر خدا کی طرف منسوب شئے کی

حلت کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد!

ان دنوں ہفت روزہ کشمیر مظفر آباد کا شمارہ بابت ۱۰ فروری ۱۹۹۴ء دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس شمارہ کے صفحہ نمبر ۴۰ میں حافظ عبدالوحید اعوان نامی شخص کا ایک مضمون بعنوان "کھانے پینے کے آداب" شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں اعوان صاحب نے غیر خدا کی طرف منسوب شئے کو بھی حرام و ناجائز اشیاء کی فہرست میں شامل کیا ہے۔ والعیاذ باللّٰہ تعالیٰ منہ. بدیں وجہ ہم نے اس مختصر رسالہ میں غیر خدا کی طرف منسوب شئے کی حلت کو تفاسیر واحادیث کے معتبر حوالوں کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق پیش کرنے کی توفیق بخشے اور ہماری اس سعی کو ذریعہء ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

اعوان صاحب کے مضمون کے بحث طلب حصے

اعوان صاحب غیر خدا کی طرف منسوب شئے کو حرام و ناجائز قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "بعض اوقات ایک شئے شرعاً حلال ہوتی ہے لیکن کسی عارضہ کی وجہ سے اس کا استعمال ناجائز اور حرام ہو جاتا ہے۔ جس طرح چوری کی اشیاء یا غصب شدہ اشیاء ایسی اشیاؤں کے مالکوں کے لئے حلال ہیں لیکن چور اور غاصب کے لئے حرام۔ اسی طرح ایسا کھانا جسے اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی پیرو مرشد کسی جن، پری، فرشتہ، رسول، نبی، شیخ عبدالقادر جیلانی یا کسی بھی زندہ یا مردہ کے نام پر پکایا یا تقسیم کیا جارہا ہو اس کا کھانا ناجائز اور حرام ہے۔ اگرچہ فی نفسہ آٹا چاول، گھی، کھانڈ وغیرہ حلال اور طیب ہیں لیکن اس بناء پر کہ ان کو خالق حقیقی کی طرف منسوب نہیں کیا جارہا ہے بلکہ ان کی نسبت غیر اللہ کی طرف ہوگئی ہے۔ اسی طرح میلوں کی مٹھائی، گیارھوں، تیجہ، ساتہ، اور چالیسواں کا کھانا بھی ناجائز ہے۔" اھ بلفظہ التمام پھر آگے چل کر اعوان صاحب اس کی دلیل میں لکھتے ہیں۔

"وما اھل بہ لغیر اللّٰہ۔ کے ضمن میں ہر وہ کھانا آجاتا ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہ کی گئی ہو جیسے میلے کا کھانا، عرس کا کھانا، مزاروں کی نذرونیاز، گیارھویں کا

دودھ اور کھیر، ساتواں، قل، چالیسوں غرض ہر وہ کھانا جس کی نسبت اللہ پاک کی طرف نہیں کی جاتی ہو بلکہ اس قسم کا کھانا پکانے والے خود ان کھانوں کی نسبت اللہ پاک کی طرف نہیں کرتے۔ اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ نے اس قدر احتیاط برتی ہے کہ اگر کوئی شخص شادی اور خوشی کے موقع پر اظہار تفاخر کے لیے ایک دوسرے سے بڑھ کر کھانا پکاتے ہیں ایسے کھانے سے آپ نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کھانا پکانے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہیں اور نام ونمود کے لئے ایک دوسرے سے بڑھ کر کھانا پکاتے ہیں۔ ریاء اور فخر کے لئے ان کا کھانا کھانے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔" اھ بلفظہٖ التمام۔

فنقول وبتوفیق اللّٰہ تعالیٰ تجول۔

مضمون نگار نے آیت کریمہ کا مفہوم غلط سمجھا ہے

مضمون نگار اعوان صاحب نے اپنی مندرجہ بالا دو عبارتوں میں جو کچھ لکھا ہے یہ آیت کریمہ وما اھل بہ لغیر اللّٰہ کا مفہوم غلط سمجھنے کی وجہ سے ہے۔ اگر آیت کا مفہوم یہی مانا جائے کہ ہر وہ شئے جو غیر خدا کی طرف منسوب کر دی گئی ہے ناجائز وحرام ہے جیسا کہ مضمون نگار نے سمجھا ہے۔ تو پھر دنیا بھر میں کوئی حلال شئے نہیں ملے گی۔ کیونکہ ہر شئے کسی نہ کسی طرح سے کسی نہ کسی غیر خدا کی طرف منسوب و نامزد ضرور ہوتی ہے۔ مثلاً عرف عام میں کہا جاتا ہے۔ زید کا بکرا، ہندہ کی گائے، اعوان صاحب کا مرغا، حافظ صاحب کا کھیت، بکر کی ماہانہ تنخواہ، مولوی صاحب کی امامت کی کمائی، ولیمہ کا کھانا، سالگرہ کی مٹھائی وغیرہ وغیرہ۔

ذرا غور فرمائیں کہ اگر مضمون نگار کا بیان کردہ یہ قاعدہ کلیہ درست ہے کہ " ہر وہ شئے جس کی نسبت غیر خدا کی طرف کی گئی ہو ناجائز وحرام ہے" تو پھر اس قاعدہ کلیہ کی بناء پر مذکورہ بالا یہ سب چیزیں حرام وناجائز ہی ماننی پڑیں گی۔ حالانکہ مضمون نگار اور اس کے سب ہم عقیدہ لوگ بھی زید کے بکرے، ہندہ کی گائے، اعوان صاحب کے مرغے، حافظ

صاحب کے کھیت کی کمائی، بکر کی تنخواہ، مولوی صاحب کی امامت کی کمائی، ولیمہ کے کھانے اور سالگرہ کی مٹھائی کو حلال وطیب سمجھ کر ہی کھاتے ہیں۔ اور ان اشیاء کے مالکوں کے لئے بھی انہیں حلال وطیب ہی مانتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ میلے کی مٹھائی، عرس کا کھانا، تیجے، ساتویں اور چالیسویں کا طعام اور گیارھویں شریف کی مٹھائی تو غیر خدا کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے ناجائز وحرام قرار دی جائے اور ان مذکورہ بالا باقی سب چیزوں کو باوجودیکہ وہ بھی غیرِ خدا کی طرف منسوب ہیں شیر مادر کی طرح حلال وطیب سمجھ کر کھایا جائے آخر کوئی تو وجہء فارق ہوگی جسے بیان کرنا مضمون نگار کے ذمہ میں لازم تھا۔

آیت کریمہ کا صحیح مفہوم سمجھنا ضروری ہے

چونکہ مضمون نگار نے غیر خدا کی طرف منسوب شئے کی حرمت ثابت کرنے کے لئے آیت کریمہ وما اھل به لغیر الله کو دلیل بنایا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس آیت کریمہ کا صحیح صحیح مفہوم لکھ دیا جائے تاکہ حق سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔ وباللہ التوفیق۔

قرآن مجید میں یہ آیت کریمہ چار مقامات پر آئی ہے

آیت کریمہ وما اھل به لغیر الله۔ قرآن مجید میں چار مقامات پر آئی ہے۔ اور چاروں مقامات پر ایک ہی مفہوم میں آئی ہے۔ ہم قارئین کے لئے چاروں مقامات کی آیت اور اس کا ترجمہ لکھتے ہیں۔ تاکہ اس کا صحیح مفہوم معلوم ہو جائے اور مضمون نگار کی سمجھ کی غلطی ثابت ہو جائے۔ والله الموفق للصدق والصواب وهو يهدى من يشآء الى صراط مستقيم ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم.

مقام اول

اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ میں ارشاد فرماتا ہے۔ وما اھل به لغیر الله۔ (پ۲ رکوع ۵)

اس کا ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فارسی زبان میں بدیں الفاظ لکھتے

ہیں۔ وآن چہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیرِ خدا۔ ترجمہ: اور ہر وہ شئے حرام ہے جس کے ذبح میں غیرِ خدا کی آواز بلند کی جائے۔ (فتح الرحمٰن ص ۳۱)

اور اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ ان لفظوں میں اس کا ترجمہ فرماتے ہیں۔ " اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔ " (کنز الایمان ص ۴۰)

دوسرا مقام

اللہ تعالیٰ سورۃ المآئدہ میں ارشاد فرماتا ہے۔ ومآ اھل لغیر اللّٰہ بہٖ (پ ۶ رکوع ۵)

شاہ ولی اللہ کے ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں۔ " وآن چہ نامِ غیر خدا بوقت ذبح اُو یاد کردہ شود " اور ہر وہ چیز (حرام ہے) جس کے ذبح کے وقت غیرِ خدا کا نام یاد کیا جائے۔ (فتح الرحمٰن ص ۱۲۰)

اور اعلیٰ حضرت کے الفاظ یہ ہیں۔ " اور وہ جس کے ذبح میں غیرِ خدا کا نام پکارا گیا "۔ (کنز الایمان ص ۱۲۹)

تیسرا مقام

اللہ تعالیٰ سورۃ الانعام میں ارشاد فرماتا ہے۔ او فسقاً اھل لغیر اللّٰہ بہ ۔ (پ ۸ رکوع ۵) شاہ ولی اللہ کے ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں۔ " یا آن چہ فسق باشد کہ برائے غیرِ خدا آواز بلند کردہ شد وقتِ ذبح اُو، " ترجمہ یا ہر وہ پلید شئے جس پر بوقتِ ذبح غیرِ خدا کے لئے آواز بلند کی جائے۔ (فتح الرحمٰن ص ۱۴۹)

اور اعلیٰ حضرت کے الفاظ یہ ہیں۔ " یا بے حکمی کا جانور جس کے ذبح میں غیرِ خدا کا نام پکارا گیا۔ " (کنز الایمان ص ۲۴۳)

چوتھا مقام

اللہ تعالیٰ سورۃ النحل میں ارشاد فرماتا ہے۔ وماآھل لغیر اللّٰہ بہ. (پ۱۴ ارکوع ۲۱)

شاہ ولی اللہ صاحب کا ترجمہ اس طرح ہے "وآن چہ ذکر کردہ شد نام غیرِ خدا بر ذبحِ وے" (فتح الرحمٰن ص ۳۱۹) ترجمہ: اور ہر وہ چیز جس کے ذبح پر غیر خدا کا نام ذکر کیا گیا۔ اور اعلیٰ حضرت کے الفاظ یہ ہیں۔ "اور وہ جس کے ذبح کے وقت غیرِ خدا کا نام پکارا گیا"۔ (کنز الایمان ص ۴۴۶)

آیت کریمہ کے صحیح مفہوم کی وضاحت

قارئین کے سامنے ہم نے چاروں مقامات رکھ دیئے ہیں جن میں یہ آیت کریمہ آئی ہے۔ اور ان چاروں مقامات پر اس آیت کا جو ترجمہ ہے وہ بھی ہم نے شاہ ولی اللہ صاحب اور اعلیٰ حضرت بریلوی کے الفاظ میں پیش کر دیا ہے۔ اس سے روزِ روشن کی طرح روشن ہو گیا ہے کہ یہ آیت کریمہ ہر نامزد شئے کے بارہ میں نہیں ہے بلکہ صرف جانوروں کے بارہ میں ہے۔ اور جانوروں کے بارہ میں مطلقاً نہیں آئی ہے بلکہ ان کے ذبح کے وقت غیرِ خدا کا نام پکارنے کے بارہ میں آئی ہے۔ لہٰذا جس جانور کو ذبح کے وقت سے پہلے غیرِ خدا کی طرف منسوب و نامزد کیا جائے وہ حرام و ناجائز نہیں ہوتا۔ اور جو شئے ذبح نہیں کی جاسکتی اسے کسی غیرِ خدا کی طرف منسوب و نامزد کرنے سے اس میں کوئی حرمت پیدا نہیں ہوتی۔ یہ آیت صرف اُن حلال جانوروں کے بارہ میں ہے جنہیں اللہ کا نام چھوڑ کر غیرِ خدا کا نام لے کر ذبح کیا جائے۔

جیسا کہ دورِ جاہلیت میں لوگ اللہ کا نام چھوڑ کر لات وعزیٰ کا نام لے کر جانور ذبح کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس ذبیحہ کی حرمت بیان کرنے کے لئے ما اُھل لغیر اللّٰہ بہ کے الفاظ ارشاد فرمائے ہیں۔ آیت کریمہ کا یہی مفہوم مفسرین کرام نے بھی لکھا ہے

چنانچہ

(۱) علامہ بیضاوی

لکھتے ہیں ۔وماا ھل به لغیرا للّٰہ ای رفع به الصوت عند ذبحه لصنم اور ما اھل به لغیر اللّٰہ سے مراد وہ جانور ہے جسے ذبح کرتے وقت بت کا نام پکارا گیا ہو۔ (تفسیر بیضاوی ص ۱۲۳)

(۲) ملا حسین واعظ کاشفی

لکھتے ہیں وحرام کرد آن چہ آواز بردارند در وقت ذبح برائے غیر خدا بنام بتان یا باسم پیغمبر بکشند۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس جانور کو حرام کیا ہے جس کے ذبح کے وقت بتوں کا نام پکارتے ہیں یا جسے نبی کے نام پر قتل کرتے ہیں۔ (تفسیر حسینی ص ۲۸)

(۳) مفسر احمد صاوی

لکھتے ہیں ۔والمعنی ومارفع الصوت عند ذکاته بغیر اللّٰہ ای باسم غیر اللّٰہ کما اذا قال باسم الات اوالعزیٰ قال تعالیٰ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللّٰہ علیه انه لفسق . وما اھل لغیر اللّٰہ به کا معنی وہ جانور ہے جس کے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام بلند کیا گیا ہو۔ مثلاً ذبح کرنے والا لات یا عزیٰ کا نام پکار کر ذبح کرے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اور اسے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور وہ بے شک حکم عدولی ہے۔ (تفسیر صاوی ص ۲۳۱ جلد ۱)

(۴) علامہ خازن اور (۵) امام بغوی

اپنی اپنی تفسیروں میں لکھتے ہیں۔ وما اھل به لغیر اللّٰہ یعنی وما ذبح للاصنام والطواغیت۔یعنی ماا ھل به لغیر اللّٰہ سے مراد وہ جانور ہیں جن کو بتوں اور شیطانوں کے لیے ذبح کیا گیا ہو۔ (خازن ومعالم ص ۱۴۰ جلد ۱)

(۶) مفسر عماد الدین بن کثیر

لکھتے ہیں وھو ما ذبح علی غیر اسمه تعالیٰ من الانصاب والانداد والا زلام ونحو ذلک مما کانت الجاھلیة ینحرون له. یعنی ما اھل به لغیر اللّٰہ سے مراد وہ جانور ہے جو غیر خدا بتوں، شریکوں اور تیروں وغیرہ کے نام پر ذبح کیا گیا جیسا کہ زمانہء جاہلیت میں لوگ ان کے ناموں پر جانور ذبح کیا کرتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۲۰۵ جلد ۱)

الحمد للہ۔ ان معتبر چھ تفسیرات کی ان عبارات مبارکہ سے روزِ روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ ما اھل بہ لغیر اللہ سے مراد وہ حلال جانور ہیں جنہیں اللہ کا نام چھوڑ کر غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ لات وعزیٰ وغیرہ بتوں کے نام پر جانور ذبح کیا کرتے تھے۔ ولہٰذا اس آیت کریمہ سے میلے کی مٹھائی، عرس کے کھانے، مزارات اولیاء کی نذر و نیاز، گیارھویں کے دودھ اور کھیر، ساتویں، تیجہ، قل اور چالیسویں کے طعام کو ناجائز وحرام ثابت کرنا سراسر غلطی اور شریعت مطہرہ پر سخت قسم کی افترا پردازی ہے۔ ان کاموں کے لئے مسلمان اگر کوئی جانور ذبح کرتے بھی ہیں تو وہ ذبح کے وقت صرف تکبیر پڑھ کر یعنی اللہ کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں۔ اس وقت غیر خدا کا نام نہیں لیتے ہیں۔ ولہٰذا ان ذبیحوں کا آیت کریمہ ما اھل به لغیر اللّٰہ سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ حیرانی کی بات تو یہ ہے کہ مفسرین قرآن اس آیت کا بالاتفاق جو مفہوم مراد لیتے ہیں اس کو ترک کر کے مضمون نگار نے اپنی طرف سے ایک نیا مفہوم مراد لیا ہے۔ اسی کا نام تفسیر بالرائے ہے اور اسی قسم کی تفسیر کی مذمت سرکار مدینہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ مــن قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوا مقعده من النار. جو شخص بغیر علم کے قرآن کا مفہوم بیان کرے اسے دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنانا چاہیے۔ (رواه الترمذی عن ابن عباس وصححه السیوطی فی جامعه الصغیر. ص ۱۷۷ جلد ۲) واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

حلت وحرمت ذبیحہ میں صرف حال وقصدِ ذابح کا اعتبار ہے

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ العزیز لکھتے ہیں "حق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ حلت وحرمتِ ذبیحہ میں حال وقول ونیت ذابح کا اعتبار ہے نہ مالک کا مثلاً مسلمان ذبح کرے تو حلال ہے اگر چہ مالک مشرک تھا۔ یا زید کا جانور عمرو ذبح کرے اور قصداً تکبیر نہ کہے تو حرام ہوگیا اگر چہ مالک برابر کھڑا سو بار بسم اللہ اللہ اکبر کہتا رہے۔ اور ذابح تکبیر سے ذبح کرے تو حلال اگر چہ مالک ایک بار بھی تکبیر نہ کہے۔ ذابح کلمہ گو نے غیرِ خدا کی عبادت وتعظیم مخصوص کی نیت سے ذبح کیا تو حرام ہوگیا اگر چہ مالک کی نیت خاص اللہ عزوجل کے لئے ذبح کی تھی۔ یونہی ذابح نے خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ذبح کیا تو حلال اگر چہ مالک کی نیت کسی کے واسطے تھی۔ تمام صورتوں میں حالِ ذابح کا اعتبار ماننا اور اس شکل خاص میں (یعنی جبکہ غیرِ خدا کے لئے جانور صرف منسوب ونامزد کر دیا گیا ہو پھر مسلمان ذابح نے اسے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا۔) انکار کر جانا (اور اس ذبیحہ کو ناجائز وحرام قرار دینا) محض تحکم باطل جس پر شرع مطہر سے اصلاً دلیل نہیں ولہذا فقہائے کرام خاص اس جزئیہ کی تصریح فرماتے ہیں کہ مثلاً مجوسی نے اپنے آتشکدہ یا مشرک نے اپنے بتوں کے لئے مسلمان سے بکری ذبح کرائی اور اس نے تکبیر کہہ کر ذبح کی حلال ہے۔ کھائی جائے۔ اگر چہ یہ بات مسلم کے حق میں مکروہ ہے۔ فتاویٰ عالمگیری وفتاویٰ تاتارخانیہ وجامع الفتاویٰ میں ہے۔ مسلم ذبح شاۃ المجوسی لبیت نارھم اوالکافر لالھتھم تؤکل لانہ سمی اللہ تعالیٰ ویکرہ لمسلم ۔ (سبل الاصفیاء ص ۲) یعنی مسلمان نے تکبیر پڑھ کر مجوسی کی بکری ان کے آتش کدہ کے لیے یا کافر کی بکری ان کے بتوں کے لیے ذبح کی تو کھائی جائے کیونکہ اس نے اللہ کا نام لیا ہے اور یہ مسلمان کے لئے مکروہ ہے۔

ذابح کی وقتِ ذبح کی نیت ہی معتبر ہے

پھر مسلمان ذابح کی نیت بھی وقتِ ذبح کی معتبر ہے۔ اس سے قبل یا بعد کی نیت کا

اعتبار نہیں ۔ ذبح سے ایک آن پہلے تک خاص اللہ عزوجل کے لئے نیت تھی ذبح کرتے وقت غیر خدا کے لئے اس کی جان دی ذبیحہ حرام ہوگیا وہ پہلی نیت کچھ نفع نہ دے گی ۔ یونہی اگر ذبح سے پہلے غیر خدا کے لئے ارادہ تھا مگر ذبح کے وقت اس سے تائب ہوکر مولا تبارک وتعالیٰ کے لئے اراقتِ دم کی تو ذبیحہ حلال ہوگیا ۔ یہاں وہ پہلی نیت کچھ نقصان نہ دے گی ۔ ردالمحتار میں ہے ۔ اعلم ان المدار علیٰ القصد عند ابتداء الذبح . " (سبل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء ص ۳) جاننا چاہیے کہ ذبح کی ابتداء کے وقت کی نیت پر دارومدار ہے ۔

الحمد للہ ۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت نے مسئلہ بالکل واضح کردیا کہ غیر خدا کی طرف منسوب ونامزد جانور اس وقت حرام ہوگا جب وقتِ ذبح اس پر اللہ کا نام چھوڑ کر غیر اللہ کا نام لے کر اسے ذبح کیا جائے گا ۔ اور اگر اسے اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے گا تو پہلے کی نامزدگی کوئی نقصان نہ دے گی ۔ واللّٰہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم.

مطلقاً نسبتِ غیر کو موجبِ حرمتِ ذبیحہ جاننا جہالت ہے

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں ۔ " علمائے کرام فرماتے ہیں ۔ مطلقاً نیتِ غیر کو موجب حرمت جاننے والا سخت جاہل اور قرآن وحدیث وعقل کا مخالف ہے ۔ آخر قصاب کی نیت تحصیل نفع دنیا اور ذبائح شادی کا مقصود براُت کو کھانا دینا ہے ۔ نیتِ غیر خدا تو یہ بھی ہوئی ۔ کیا یہ سب ذبیحے حرام ہوجائیں گے ۔ یونہی مہمان کے واسطے ذبح کرنا درست وبجا ہے کہ مہمان کا اکرام عین اکرامِ خدا ہے ۔ درمختار میں ہے ۔ لو ذبح للضیف لا یحرم لانہ سنۃ الخلیل واکرام الضیف اکرام اللّٰہ تعالی ' (اگر کوئی شخص مہمان کے لئے جانور ذبح کرے اس نیت کی وجہ سے جانور حرام نہیں ہوگا ۔ کیونکہ مہمان نوازی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت ہے اور مہمان کی عزت افزائی اللہ تعالیٰ کی عزت افزائی ہے ۔) ا ردالمحتار میں ہے ۔ قال البزازی ومن ظن انہ لا یحل لا نہ ذبح لاکرام ابن آدم فیکون ما

اهل بہ لغیر اللّٰہ تعالیٰ فقد خالف القرآن والحدیث والعقل فانہ لا ریب ان القصاب یذبح للربح ولو علم انہ ینجس لا یذبح فیلزم ھذا الجاھل ان لا یاکل ماذبحہ القصاب وما ذبح للربح والاعراس والعقیقۃ ۔ (امام بزازی نے فرمایا اور جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ مہمان کی نیت سے ذبح کردہ جانور حلال نہیں ہے کیونکہ یہ بنی آدم کے اکرام کے لئے ذبح کیا گیا ہے خالص اللہ تعالیٰ کے اکرام کے لئے نہیں ولہذا یہ ذبیحہ ما اھل بہ لغیر اللہ میں داخل ہوگا۔ وہ قرآن و حدیث اور عقل تینوں کی مخالفت کرتا ہے۔ کیونکہ بلاشبہ قصائی دنیا کا نفع حاصل کرنے کے لئے جانور ذبح کرتا ہے کیونکہ اگر وہ جانے کہ اس نیت سے اس کا جانور حرام ہو جائے گا تو وہ اسے ہرگز ذبح نہ کرے۔ پس اس جاہل پر لازم ہے کہ وہ قصائی کے ذبیحہ اور شادیوں بیاہوں اور عقیقہ کے ذبیحہ کو بھی نہ کھائے)

دیکھو علمائے کرام صراحۃً ارشاد فرماتے ہیں کہ مطلقاً نیت و نسبتِ غیرِ خدا کو موجبِ حرمتِ ذبیحہ جاننا اور اسے ما اھل بہ لغیر اللہ میں داخل ماننا نہ صرف جہالت بلکہ جنون و دیوانگی اور شرع و عقل دونوں سے بیگانگی ہے۔ جب نفع دنیا کا مخل نہ ہوا تو فاتحہ و ایصال ثواب میں کیا زہر مل گیا اور جب اکرامِ مہمان عین اکرامِ خدا ٹھہرا تو اکرامِ اولیاء بدرجہ ء اولیٰ اکرامِ خدا ٹھہرے گا۔" (سبل الاصفیاء ص ٦)

غیرِ خدا کی طرف منسوب شئے کی حلت کا ثبوت صحیح حدیث سے ہوتا ہے

الحمد للہ۔ یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے ہر عاقل پر یہ واضح ہو گیا ہے کہ غیرِ خدا کی طرف منسوب شئے حلال وطیب ہوتی ہیں۔ اور یہ نسبت و نامزدگی اس شئے میں کوئی حرمت پیدا نہیں کرتی۔ یہ بات ایک صحیح حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف کتاب الزکوٰۃ فی فضل الصدقہ فصل ثانی میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ان ام سعد رضی اللّٰہ عنھا ماتت فای الصدقۃ افضل ۔ یا رسول اللہ! سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہوگئی ہیں تو (ان کے لئے) کونسا صدقہ بہتر ہے؟ فرمایا الماءُ۔ پانی. فحفر بئراً وقال ھذہ لام سعد

سوانہوں نے ایک کنواں کھودوایا اور فرمایا یہ کنواں سعد کی والدہ کا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۱ جلد ۱)

امام جلال الدین سیوطی اس حدیث کے بارہ میں فرماتے ہیں اخرجہ احمد والا ربعہ عن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ۔ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ (شرح الصدور ص ۱۲۸)

امام نسائی کی روایت اس طرح ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! میری والدہ فوت ہو گئی ہیں۔ تو کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں۔ فرمایا ہاں۔ پھر میں نے عرض کیا پھر کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا۔ پانی پلانا راوی کہتے ہیں۔ فتلک سقایة سعد بالمدینة پس حضرت سعد کا یہ کنواں مدینہ منورہ میں ہے۔ (سنن نسائی ص ۱۳۳ جلد ۲)

مقام غور

ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کنواں کھدوا کر اسے اپنی والدہ کی طرف منسوب و نامزد کر دیا۔ اگر یہ نسبت و نامزدگی کھانے پینے کی اشیاء میں حرمت پیدا کرنے کا سبب تھی تو پھر آپ نے ایسا کیوں کیا تھا؟ او آج تک کسی مسلمان نے بھی حضرت سعد کے اس کنوئیں کے پانی کو حرام و ناجائز نہیں سمجھا پھر کیا وجہ ہے کہ میت کی طرف منسوب تیجے، ساتویں، چالیسویں کے طعام کو مضمون نگا ناجائز وحرام کہہ رہا ہے۔ اسی طرح حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب گیارھوں شریف کے طعام کو اور دیگر اولیاء کرام کی نذر و نیاز کو محض اس وجہ سے وہ حرام ناجائز کہہ رہا ہے کہ ان کھانوں کی نسبت اللہ کی طرف نہیں کی گئی بلکہ اولیاء اللہ کی طرف کی گئی۔ بہر حال مسئلہ واضح ہو گیا اور صحیح معتبر حدیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ اگر کسی شئے کی نسبت غیر خدا کی طرف کر دی جائے تو محض اس نسبت و نامزدگی کی وجہ سے وہ شئے حرام و ناجائز

نہیں ہو جاتی۔ حلال وطیب ہی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

وھذاآخر ما اردنا ایراده فی ھذه المقالة النافعة تقبلھا اللّٰه تعالیٰ بسمه العظیم ورسوله الکریم ﷺ وانا الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفر اللّٰه تعالیٰ لی ولا حبآء ی واقربآء ی واساتذتی المدرس بالجامعة الحیدریة فضل المدارس سھنسه من مضافات آزاد کشمیر . (۲۷ صفر المظفر ۱۴۱۲ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چھتیسواں مقالہ

فرقہ بندی کے خاتمہ کا صحیح طریقہ کار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے سٹوڈنٹس موومنٹ کے زیر اہتمام انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں منعقدہ امن کانفرنس سے بتاریخ 19 نومبر 1997ء خطاب کیا۔ جس میں اس نے کہا کہ " آج لسانی مسلکی اور صوبائی فرقہ واریت نے امن اسلام کو تہ و بالا کر دیا ہے۔ آج کا مسلمان کوئی بریلوی نظر آتا ہے، کوئی دیوبندی، کوئی شیعہ نظر آتا ہے کوئی اہل حدیث۔ مگر نظر نہیں آتا تو مصطفےٰ علیہ السلام کی امت کا جسد واحد نظر نہیں آتا۔ معاشرے کا پڑھا لکھا طبقہ طلباء بھی فرقہ واریت کی جاہلیت میں بٹ گیا۔ یونیورسٹیوں اور کالجوں میں الیکشن کے دوران کوئی چوہدری ور کر ہے، کوئی گجر، کوئی کچھ اور۔

مسلمانو! محدود وفاداریوں کے یہ سارے بت پاش پاش کر دو۔ تم کچھ نہیں اگر مصطفےٰ علیہ السلام کے غلام نہیں ہو۔ اگر مسلمان نہیں ہو۔ یہی تمہاری سب سے بڑی پہچان ہے۔ رب نے تمہارا یہی نام رکھا ہے۔ **ھو سمکم المسلمین**.

مسلمان کا مسلمان کے لئے سراپا امن ہونا اور بات ہے۔ اسلام کا تصور امن تو یہ ہے کہ مسلمان کل عالم انسانیت کے لئے سراپا امن ہے۔ " (ماہنامہ منہاج القرآن لاہور بابت جنوری ۱۹۹۸ء صفحہ نمبر ۴۳)

مقام حیرت ہے کہ " امن کانفرنس " کے اس تاریخ ساز خطاب میں ڈاکٹر پروفیسر طاہر القادری نے جو کچھ کہا ہے وہ اس کے پہلے نظریہ کے سراسر خلاف ہے کیونکہ اس سے پہلے پروفیسر سمیت ساری تحریکی برادری کا ایمان تھا کہ مسلمانوں کے سارے مکاتیب فکر صاحب ایمان مسلمان ہیں اور کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا ہے کہ وہ کسی فرقہ کے ایمان و اسلام میں شک و شبہ کرے جیسا کہ عنقریب حوالہ عرض کیا جائے گا۔ مگر مندرجہ بالا عبارت میں صاف صاف کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کے جملہ مکاتیب فکر معاذ اللہ غلامئ مصطفےٰ علیہ السلام سے خالی اور فرقہ واریت میں بنے ہوئے جاہلیت کے بت ہیں جو پاش پاش کرنے کے قابل ہیں۔

پھر اس جبری حکم میں اس بات کی تفصیل بھی بیان کر دی گئی ہے کہ تمام مکاتیب فکر بشمول

بریلوی جماعت کے معاذ اللہ محدود وفاداریوں کے ایسے بت ہیں جو پاش پاش کر دینے کے مستحق ہیں۔ والعیاذباللہ تعالیٰ منہ.

خدایا آسمان کیوں پھٹ نہیں پڑتا ہے ظالم پر

پھر قابل غور یہ بات ہے کہ طاہر القادری کو آج کل اپنے تحریکی فرقہ سمیت (۱) کسی بھی فرقہ میں مصطفےٰ ﷺ کی امت کا جسد واحد نظر نہیں آرہا ہے۔ اسے کہیں جاہلیت کا بت بریلوی مسلمان کی شکل میں نظر آرہا ہے اور کہیں دیوبندی، شیعہ اہل حدیث وغیرہم کی صورت میں۔ اور مصطفےٰ ﷺ کا کوئی غلام جو ان تمام جاہلیتوں کے بتوں سے پاک ہو وہ اسے اپنے (۲) سمیت کہیں بھی نظر نہیں آرہا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

؎ خدا جب دین لیتا ہے حماقت آہی جاتی ہے۔

بریلوی احباب کے لئے لمحہ فکریہ

پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری کے اس "تاریخ ساز" خطاب پر ہمارے ان سنی بریلوی علماء مشائخ واحباب کو توجہ کرنی چاہیے جو تا حال اسے سنی بلکہ بریلوی سمجھ کر اس کا ساتھ دے رہے ہیں۔ مقام تعجب ہے کہ جو شخص پہلے سنی کہلاتا تھا۔ حنفی المسلک ہونے کا دعویدار تھا۔ اعلیٰ حضرت بریلویؒ اور بریلوی علمائے اہل سنت کی ہم مسلکی اور نیازمندی کا دم بھرتا تھا وہ اغیار کی صحبت بد کی وجہ سے آج بریلوی مسلک کو بدعقیدہ فرقوں کی طرح جاہلیت کا ایک بت کہہ رہا ہے جو پاش پاش کرنے کے قابل ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلویؒ سے نسبت رکھنے والا کوئی شخص اگر اب بھی اس شخص کے غیر بریلوی ہونے میں شک وشبہ رکھتا ہے تو اسے ہٹ دھرمی ہی کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

---

(۱) تحریکی فرقہ بھی ایک مکتب فکر ہے اس لئے اس جبری حکم میں یہ بھی داخل ہے۔ کما لایخفیٰ علی من لہ ادنی فھم

(۲) طاہر القادری بھی اپنے آپ کو سنی بلکہ حنفی کہتا ہے دیکھوا ہم انٹرویو اس لئے یہ خود بھی اس جبری حکم میں شامل ہے

''بریلوی مودودی'' کہنا بھی درست نہیں ہے

ہمارے بعض علماء نے اپنے بیان میں طاہر القادری کو " بریلوی مودودی " کہا ہے۔ یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ جو شخص بریلوی مسلک سے انحراف کر چکا ہے اسے بریلوی مودودی کیسے کہا جا سکتا ہے۔ ہاں " جدید مودودی " یا " ثانی مودودی " کہنا درست ہے کہ یہ شخص ہر بات میں ابوالاعلیٰ مودودی کی نقالی کر رہا ہے۔ کما لا یخفیٰ علی اھل العلم والفھم السلیم واللہ تعالیٰ اعلم۔

تحریکی فرقہ کے نزدیک پہلے تمام مکاتب فکر صاحب ایمان تھے

۱۹ نومبر ۱۹۹۱ء کے مندرجہ بالا تاریخ ساز خطاب سے پہلے تحریکی فرقہ کے نزدیک تمام مکاتب فکر صاحب ایمان مسلمان تھے چنانچہ بتاریخ ۱۹ جون ۱۹۸۸ء ویمبلے کانفرنس سنٹر انگلینڈ میں منعقدہ منہاج القرآن انٹرنیشنل کانفرنس کے اختتام پر جو اعلامیہ ویمبلے ڈیکلریشن کے نام سے جاری کیا گیا تھا اس کی شق نمبر ۵ کے اردو الفاظ یہ ہیں۔

۵۔ " یہ کانفرنس ہر صاحب قبلہ کو صاحب ایمان سمجھنے کی تاکید کرتی ہے اور ہر اس شخص کے مومن اور موحد ہونے کو تسلیم کرتی ہے جو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اور خاتم الانبیآء سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت پر اور اللہ کے تمام رسولوں پر ایمان لایا اور یہ کہ وہ سب دینی بھائی ہیں بنا بریں کانفرنس اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ مذکورہ بالا ایمان اور صاحب ایمان کے بارہ میں کوئی غلط پروپیگنڈا کرے یا اس بات کا دعویٰ کرے کہ وہ اکیلا حق پر ہے۔ نیز کسی مسلمان کو دوسرے مسلمان کے عقیدہ ایمان و توحید میں شک کرنے کا بھی حق نہیں۔ " (ماہنامہ منہاج القرآن لاہور بابت فروری مارچ ۱۹۹۲ء صفحہ نمبر ۳۰۲)

ناظرین کرام اس اعلامیہ کے ان الفاظ پر غور و فکر کریں اور سوچیں کہ جو شخص جون ۱۹۸۸ء میں اہل حق و اہل باطل دونوں کے بارے میں اپنا یکساں عقیدہ و ایمان ان

لفظوں میں ظاہر کرتا ہے کیا وہ سنی بریلوی تھا ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ صرف اپنی جماعت بڑھانے کے لئے وہ سنی بریلوی مسلک کی طرف اپنا جھکاؤ ظاہر کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ایسے ہوشیاروں سے ہمارے سیدھے سادہ مسلمانوں کو بچائے۔ آمین۔

بریلوی مسلک کے انکار پر ایک شہادت

تحریکی لٹریچر میں جا بجا ایسی عبارات ملتی ہیں جن میں اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ طاہر القادری شروع ہی سے اعلیٰ حضرت بریلوی کے مسلک وعقیدہ کا منکر ہے۔ لیکن بطور نمونہ مشتے از خروارے یہاں صرف ایک عبارت ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔ چنانچہ۔

تحریک منہاج القرآن سے وابستہ محمد ارشد نقشبندی نامی ایک شخص لکھتا ہے۔

"اکابر پر بے جا تنقید کے حوالے سے ایک اور چیز بھی پیدا ہوئی کہ ہر ایک طبقہ نے دوسرے طبقہ کے اکابر علماء مشائخ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور ان کو کافر و مشرک قرار دیا گیا۔ یہاں تک کہ ان کے ناموں کو بگاڑ کر تضحیک کا نشانہ بنا گیا۔ اور ہر مسلک نے دوسرے مسلک کے لوگوں کے اکابر کی طرف بڑھ چڑھ کر غلط چیزیں منسوب کرنا شروع کر دیں اور اس کو خدمت دین سمجھتے ہوئے بہت آگے نکل گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ فرقہ پرستی کی آگ مزید بھڑک اٹھی۔ تحریک منہاج القرآن نے کسی کو برا بھلا کہنے اور خصوصاً کسی طبقہ کے اکابر کو برا بھلا کہنے سے روکا ہے۔ (ماہنامہ منہاج القرآن لاہور۔ نومبر ۱۹۹۱ء صفحہ نمبر ۴۱)

اس عبارت کے الفاظ اور ہر مسلک نے دوسرے مسلک کے لوگوں کے اکابر کی طرف بڑھ چڑھ کر غلط باتیں منسوب کرنا شروع کر دیں الی آخرہ پر غور کریں۔ تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلویؒ نے گستاخان خدا اور رسول عزوجل ﷺ کی جو گرفت فرمائی ہے طاہر القادری کے تحریکی طبقہ کے نزدیک یہ بھی قابل مذمت ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ.

کیا مسلمان کہلانا ضروری ہے

مذکورہ بالا تاریخ ساز خطاب میں طاہر القادری نے مسلمان کہلانے اور بریلوی، دیوبندی، شیعہ اہل حدیث نہ کہلانے پر زور دیا ہے۔ اور اس نے آیت کریمہ ھو سمکم المسلمین۔ سے استدلال کیا ہے۔ لیکن مسلمان کہلانے پر زور دینے والے تحریکی خیال کے لوگ خود مسلمان کہلانے کے بجائے القادری، الگیلانی، وغیرھا کہلاتے ہیں۔ مثلاً طاہر القادری اور خورشید احمد گیلانی، اب ان لوگوں سے یہ کون پوچھے کہ جس کام سے تم دوسروں کو روک رہے ہو اسے تم کیوں نہیں چھوڑ سکتے۔ اور اگر سنی، شیعہ کہلانا تفرقہ کا باعث ہے تو القادری، الگیلانی کہلانے سے تفرقہ کیوں نہیں پیدا ہوتا ہے۔ اب ان سوالوں کا جو جواب یہ لوگ دیں گے ہم ان کے اس سوال کہ تم مسلمان کہلانے کی بجائے بریلوی دیوبندی کیوں کہلاتے ہو کے جواب میں وہی جواب عرض کریں گے

مدینہ میں مسلمانوں کا نام مومنین کیوں رکھا گیا تھا

حضور ﷺ جب تک مکہ مکرمہ میں رہے اہل کفر کے مقابلہ میں اہل اسلام مسلمان کہلاتے تھے پھر جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور وہاں منافقین کا ایک نیا فرقہ پیدا ہوا تو سچے عقیدہ والوں کا نام خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مومنین رکھا اور انہیں یاایھا الذین امنوا کے الفاظ سے مخاطب بنایا۔ اور باطل عقیدہ والے نام نہاد مسلمانوں کا نام منافقین رکھا۔ تاکہ صحیح عقیدہ والے مسلمانوں کا باطل عقیدہ والوں سے امتیاز قائم ہو جائے اس سے یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ اگر اہل حق وقتی مناسبت کی وجہ سے اپنا کوئی اور نام رکھ لیں جس سے ان کا بہتر تشخص ظاہر ہوتا ہو تو اللہ اور رسول عزوجل و ﷺ کی طرف سے انہیں ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اہل بدعات کا ظہور ہوا اور انہوں نے اپنے تشخص کو ظاہر کرنے کے لئے مخصوص نام رکھے جماعت المومنین نے اپنا تشخص ظاہر کرنے کے لیے اپنا نام اہل سنت و جماعت رکھا۔ یہ نام اگرچہ نیا تھا لیکن اس

نام والوں کے عقائد ونظریات پرانے تھے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر سب فرقے اپنا مخصوص نام چھوڑ دیں تو پھر حق و باطل کے فرق کو کون سمجھے گا۔ تحریکی خیال والوں کے نزدیک اگر سب فرقوں والے اہل حق و صاحب ایمان ہیں تو پھر یہ مخصوص نام مٹانے کا کیا فائدہ جیسا کہ حنفی شافعی نام قائم رکھے گئے اسی طرح سنی شیعہ ناموں کو بھی قائم رکھا جانا چاہیے اور اگر بعض اہل حق اور بعض اہل باطل ہیں تو پھر نام مٹا دینے کا کوئی دیر پا فائدہ نہیں ہوگا۔ کہ ہر فرقہ اپنے تشخص کو ظاہر کرنے کے لئے پھر کوئی نہ کوئی اپنا نیا نام پیدا کر لے گا۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

تحریکی فرقہ کی ایک اور غلط فہمی

یہ ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ بریلوی دیوبندی شیعہ اہل حدیث بننے سے اسلام کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور اگر سب مسلمان کہلائیں تو اسلام کی وحدت پارہ پارہ ہونے سے بچ جائے گی۔ حالانکہ یہ بداہۃً غلط بات ہے۔ مسلمانوں کا ہر فرقہ اپنے آپ کو پورے اسلام کا حامل قرار دیتا ہے۔ ہاں بعض کے نزدیک ایک حکم شرع ایک نوعیت کا ہے تو دوسرے فرقہ کے نزدیک اس کی دوسری نوعیت ہے۔ مثلاً ایک فرقہ محبوبان خدا کے عطائی علم غیب کا قائل ہے اور دوسرا اس کا منکر ہے۔ جو قائل ہے وہ اپنے طور پر اسلام کے حکم کا حامل ہے اور جو منکر ہے وہ اپنے طور پر اس کا حامل ہے۔ ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی بات لازم نہیں آتی۔ فافہم فانہ من مزلات الاقدام واللّٰہ ولی التوفیق.

اختلاف امت کی نوعیّتوں کی مثال

یہ ہے کہ دو شخصوں کے پاس ایک ہی ساخت کے دو برتن پانی سے لبالب بھرے ہوں پھر ایک کے برتن میں پیشاب کا ایک قطرہ پڑ جائے تو اس کے سبب سے ان دو گلاسوں کے پانیوں کے نام میں تبدیلی آجائے گی۔ جس میں قطرہ پڑا ہے اسے ناپاک پانی کہیں گے اور جس میں نہیں پڑا اسے پاک پانی کہیں گے۔ ظاہر ہے کہ پاک و ناپاک کے اضافہ سے

صرف حکم کا ظہور مقصود ہے نہ کہ پانیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ اسی طرح اہل حق اور اہل باطل فرقوں کے ناموں سے اسلام ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوتا بلکہ حق و باطل میں امتیاز قائم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

ایک شئے کے متعدد نام ہو سکتے ہیں

اہل حق کے چند نام ہیں۔ مسلمان، مومن، سنی اور بریلوی اسی طرح اہل باطل کے متفرق نام ہیں۔ جو ایک شئے کے متعدد ناموں کے جواز کا منکر ہے اور وہ ایک شئے کے متعدد نام رکھ دینے کی مذمت کرتا ہے وہ عقل و دانش کا دشمن ہے۔ ناموں کے تعدد سے شئے کی ذات میں تعدد نہیں آتا بلکہ اس کی وحدت اپنی جگہ قائم رہتی ہے۔ اردو میں جس شئے کا نام روٹی ہے۔ فارسی میں اسی شئے کو نان، عربی میں خبز اور انگریزی میں بریڈ کہا جاتا ہے۔ اب یہ کون عقلمند کہے گا کہ ان چار مختلف ناموں کی وجہ سے روٹی کے چار ٹکڑے ہو گئے ہیں۔ ایک ٹکڑا کا نام روٹی، دوسرے کا نام نان، تیسرے کا خبز اور چوتھے کا بریڈ ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

فرقہ بندی مٹانے کا غلط طریقہ کار

یہ ہے کہ مسلمانوں سے یہ کہا جائے کہ تم اپنے مخصوص نام سنی شیعہ وغیرہما چھوڑ کر صرف مسلمان کہلانا شروع کر دو۔ کیونکہ فرقہ بندی کے خاتمہ کے لئے تمام مسلمانوں کے عقائد و نظریات کی موافقت و یکسانیت شرط ہے۔ جب تک اہل باطل اپنے عقائد باطلہ چھوڑ کر حق اختیار نہیں کریں گے فرقہ بندی مٹ نہیں سکے گی۔ ولہٰذا فرقہ بندی مٹانے کے ٹھیکہ داروں کو اہل باطل سے شب و روز مناظرے کر کے حق کو غالب کرنا چاہیے پھر باطل خود بخود زیر ہو جائے گا۔ اور امت میں اتحاد پیدا ہو جائے گا۔

سواد اعظم کی پیروی اختلاف کے خاتمہ کا ذریعہ ہے

اسلام میں فرقہ بندی قابل مذمت چیز ہے۔ اسی لئے اس سے مسلمانوں کو روکا گیا

ہے اور اختلاف کثیر کے زمانہ میں اتحاد امت کے لئے رسول اللہ ﷺ نے جو طریقہ بتایا ہے وہ سواد اعظم کی پیروی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

(۱) اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار ۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت کی پیروی کرو کیونکہ جو اس سے جدا ہوا وہ دوزخ میں جدا کیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ جلد اول ص ۲۸)

(۲) اور آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ ایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعۃ والعامۃ ۔ گھاٹیوں یعنی چھوٹے چھوٹے فرقوں سے بچو اور جماعت اور عامۃ المسلمین کی راہ اختیار کرو۔ (مشکوٰۃ جلد اول ص ۲۸)

(۳)۔ اور آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ من فارق الجماعۃ شبرا فقد خلع ربقۃ الاسلام عن عنقہ ۔ جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر جدا ہوا اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسی اکھیڑ دی۔ (مشکوٰۃ جلد اول ص ۲۸)

(۴) اور آپ ارشاد فرماتے ہیں. فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین ۔ (جب اختلاف کثیر پاؤ) تو میری سنت اور میرے ہدایت دینے والے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کو لازم پکڑو۔ (مشکوٰۃ جلد اول ص ۲۷)

(۵) اور آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ من اراد بحبوحۃ الجنۃ فلیلزم الجماعۃ ۔ جو شخص جنت کے وسط میں رہنے کا ارادہ رکھے اسے جماعت کو لازم پکڑنا چاہیے۔ (ترمذی ص ۴۸ جلد ۲)

(۶) اور آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ ان اللہ لا یجتمع امتی علی ضلالۃ وید اللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ الی النار ۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ اور جو جدا ہوا وہ آگ کی طرف جدا کیا جائے گا۔ (ترمذی ص ۴۹ ص ۲)

سبحان اللہ ۔ نبی غیب داں ﷺ نے ان پیارے ارشادات میں فرقہ بندی کے خاتمہ کا کتنا آسان طریقہ بتایا ہے کہ ہر مسلمان سواد اعظم اہل سنت کے عقائد ونظریات اور

افعال و اعمال کو اپنائے ولہذا فرقہ بندی کے خاتمہ کے ٹھیکہ داروں کو اس طریقہ پر عمل پیرا ہو کر وحدت امت قائم کرنی چاہیے۔ اس بتائے ہوئے صحیح طریقہ کو چھوڑ کر جو بھی طریقہ عمل اختیار کیا جائے گا اس سے وحدت امت ہرگز ہرگز حاصل نہیں ہوگی۔ آج تک کے مصلحین اور مجددین نے اسی طریقہ کو اپنا کر امت میں پیدا ہونے والے ہر بگاڑ کا ازالہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

سنی سواد اعظم کے حق میں ایک قدیم تحریکی فتویٰ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آج کل کے فرقہ بندی کے خاتمہ کے ٹھیکہ داروں کی چشم کشائی کے لیے ان کے گھر کا ایک قدیم فتویٰ انہیں دکھایا جائے۔ ممکن ہے کہ اس سے وہ اپنے غلط طریقہ کار کی اصلاح کر لیں۔ وباللہ التوفیق۔

استفتاء:

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ۔ (ج) ہمارے علماء کرام عموماً دیگر فرقوں پر تنقید کرتے رہتے ہیں اور اسلام کے نام کے بجائے شیعہ، سنی اور اہل حدیث وغیرہ کا ورد ہی کرتے رہتے ہیں مثلاً ہم سنی یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ اسلام کا نام شاذ و نادر ہی لیا جاتا ہے یوں اسلام کے نام کو ہم خود ہی فراموش کر رہے ہیں۔ اسلام کے داعی یوں آپس میں دست و گریبان ہیں۔ ہمیں وہ باتیں کیوں نہیں بتائی جاتیں جن پر سب فرقوں کا اتفاق ہے نیز ہمیں دیگر مذاہب مثلاً یہودیت، عیسائیت وغیرہ کے متعلق کیوں نہیں بتایا جاتا۔ میرے نزدیک ہمیں اللہ تعالیٰ کی شان سے حضور ﷺ کی شان کو کسی بھی طرح سے بلند ظاہر کرنے کی گستاخی کرنے سے باز رہنا چاہیے۔ نیز ہمیں شیعہ سنی اہل حدیث وغیرہ کی رٹ چھوڑ کر اسلام کا نام لینا چاہیے۔ جو حضور ﷺ نے ہمیں سکھایا ہے ورنہ گستاخ رسول گردانے جائیں گے۔ اگر میرے خیالات غلط ہیں تو برائے کرام مجھے مطمئن کریں۔ (راجہ حبیب خان محلہ ماڑی ضلع چکوال۔)

محترم راجہ حبیب خان صاحب سلام مسنون۔

ایسا کرنا اہل سنت کی پہچان ہے۔ اور اہل سنت کوئی فرقہ نہیں ۔ یہ مسلمانوں کی وہ عظیم الشان جماعت (سواد اعظم) ہے۔جس کی پیروی کا آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا ہے۔ فاذارایتم اختلافا فعلیکم بالسواد الاعظم۔سو جب تم اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کے ساتھ رہنا اپنے اوپر لازم کرلو۔ (سنن ابن ماجہ، ص ۲۸۳)

اور فرمایا۔ان امتی لا تجتمع علی الضلالۃ ۔ میری امت گمراہی پر ہرگز جمع نہیں ہوگی ۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۸۳)

اور یہی قرآن کریم کے فرمان کا مطلب ہے ۔ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ماتولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا ۔ ہدایت خوب واضح ہونے کے بعد جوشخص اس رسول کی مخالفت کرے اور اہل ایمان کا راستہ چھوڑ کر کوئی راہ اختیار کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جدھر وہ پھر چکا اور اسے جہنم رسید کریں گے اور یہ پلٹ کر جانے کی بری جگہ ہے ۔ (النساء ص ۱۱۵)

لہٰذا فرقہ پرست وہ ہے جو مسلمانوں کی عظیم الشان جماعت سے الگ ہو کر الگ ناموں سے اپنے جتھے منظم کرے اور ان میں اختلاف پیدا کرے ۔ دریا سے نکلنے والی نالیاں دریا کو افتراق وانتشار کا طعنہ دیں تو یہ باعث تعجب ہوگا ۔لہٰذا نئے ناموں سے جتنے فرقے پیدا ہوئے اور ہو رہے ہیں وہ فرقہ پرست ہیں انتشار پسند ہیں ان سے گذارش کریں کہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد چھوڑ دو اور مسلمانوں کی عظیم اکثریت سے آملو ۔

آپ نے جس چیز کو ایک فرقے کی علامت قرار دیا وہ فرقے کی علامت ہرگز نہیں ۔مسلم اکثریت کی علامت ہے ۔ دونوں کا فرق اوپر کی تحقیق سے خوب واضح ہوگیا ہے ۔ اس کو نظرانداز نہ کریں ۔ یہاں فرقہ درفرقہ بننے کا عمل سامراجی سازش اور اس مقصد کے لئے بیرونی سرمایہ دو بڑے اسباب ہیں ان کا سد باب کریں ۔

(۵) جب تک اسلام میں گمراہ فرقے پیدا نہیں ہوئے تھے ۔تب تک الحمد للہ ۔ اسلام اور مسلمان کا ہی حوالہ دیا جاتا تھا مگر اسلام کے دشمنوں کی سازشوں اور اپنوں کی نادانیوں سے جب ایک امت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا تو علمائے اسلام پر لازم ہوگیا کہ وہ

نت نئے بننے والوں کے عزائم سے امت کو باخبر کریں۔ تاکہ لوگ اپنا ایمان و عمل محفوظ رکھ سکیں۔ ان فرقہ بندیوں کا سبب علمائے اہل حق نہ تھے۔ اسلام کے دشمن تھے۔ ڈاکو اور محافظ دونوں فائرنگ کا تبادلہ کرتے ہیں مگر ایک کی فائرنگ مجرمانہ ہے۔ گناہ ہے۔ ظلم ہے جبکہ دوسرے کی فائرنگ فرض ہے۔ نیکی ہے۔ ظلم سے بچاؤ ہے۔ دونوں کو ایک نظر سے نہ دیکھیں۔ خوارج، روافض، معتزلہ، نواصب وغیرہ گمراہ فرقے جب اسلام کے چشمہ صافی کو اپنے گندے تصورات سے گدلا کرنے لگے تو علمائے اسلام نے ان کا رد کیا آپ دونوں کی کاوش کو ایک قرار نہ دیں۔ ایک جہاد ہے دوسرا فساد ہے۔ حضور علیہ ﷺ کے پاکیزہ دور میں اہل ایمان اور اہل نفاق ایک ہی مسجد میں ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ مگر ایک ہمیشہ باطل پرست کہلائے اور دوسرے اہل حق۔ آپ دونوں کو مجرم بھی نہ قرار دیں اور دونوں کو صحیح بھی نہ بتلائیں۔ فرق مراتب کریں۔ جب تک منڈی میں ایک ہی خالص گھی ہوگا الگ الگ پہچان یا تشخص کی ضرورت نہ ہوگی۔ لیکن جونہی ملاوٹ ہونے لگے گی صحیح مال والے شور مچاہیں گے جبکہ ملاوٹ کرنے والے ان کو خاموش رہنے کی تلقین کریں گے۔

اس حقیقت کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔

(۲) الحمد للہ۔ علماء کرام آپ کے مشورے پر ہی عمل پیرا ہیں۔ ہم اپنی تحریر و تقریر میں حتی الوسع اسلام کے حوالہ ہی سے بات کرتے ہیں۔ مگر چودہ صدیوں میں مسلم عوام کو گمراہ کرنے کے لئے شیطان نے نئے نئے برانڈز سے ایسے ایسے شوشے چھوڑ رکھے ہیں۔ اور اسلام کے نام پر اتنی گمراہیوں کو رواج دے رکھا ہے۔ کہ مجبوراً علماء کرام کو بولنا پڑتا ہے۔ واللہ اعلم و رسولہ مفتی عبدالقیوم خان (رئیس دارالافتاء جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن لاہور) (ماخوذ از ماہنامہ منہاج القرآن لاہور بابت مئی ۱۹۹۳ء از صفحہ نمبر ۲۸ تا ۳۰)

نی سواد اعظم کو تحریکی فضلاء ایک فرقہ سمجھتے ہیں

مفتی عبدالقیوم خان صاحب کے اس مبنی بر صداقت فتویٰ کو پڑھیے اور پھر اس بات

پر تعجب بھی کیجئے کہ جس دارالعلوم کے مفتی صاحب کا یہ فتویٰ ہے اسی دارالعلوم کے فضلاء نے سنی سواداعظم کو بھی ایک فرقہ سمجھ رکھا ہے۔ چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری کا ایک شاگرد محمد عمر حیات الحسینی بوسن سے اپنے ایک مضمون میں لکھتا ہے۔ " ہم نے اسلام کو سنی، وہابی، دیوبندی، بریلوی، شیعہ، اہل حدیث اور نہ جانے کس کس خانے تک محدود کر رکھا ہے۔ گویا اسلام کی آفاقیت کو بھی اپنی فکر اور سوچ کے دائرے میں مقید کر دیا گیا ہے۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ تم کسی کے جھوٹے خدا کو بھی جھوٹا نہ کہو۔ مبادا کہ وہ تمہارے سچے خدا کو جھوٹا کہہ دے۔ تو انسان کی انسانیت کو خطرہ ہے۔ نہ فکر کی آزادی نہ سوچ کی آزادی۔ ہر شخص اپنے مخصوص اظہار میں ہے۔ ہر شخص دوسرے کو ناحق کہتا ہے۔ ہر فرقہ اپنے آپ کو جنتی اور دوسرے کو دوزخی کہتا ہے۔ علامہ اقبال نے اسی لئے تو کہا تھا۔

؎ فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

(سہ ماہی الحکیم میرپور آزاد کشمیر بابت یکم جون ۱۹۹۶ء صفحہ ۴۳)

مقام غور ہے کہ طاہر القادری صرف بریلوی تک بات کرتا ہے۔ اور خود سنی بلکہ حنفی بنتا ہے۔ مگر اس کی تعلیم آزادانہ کا یہ نتیجہ ہے کہ اس کے شاگرد سنی تک جا پہنچے ہیں۔ اور مفتی ادارہ منہاج القرآن نے جس جماعت کو سواداعظم قرار دیا تھا یہ اسی کو ایک محدود فرقہ قرار دے رہے ہیں۔ والی اللہ المشتکی ولا حول ولا قوۃ اللہ باللہ العلی العظیم وھذاآخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ النافعۃ تقبلھا اللّٰہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم ﷺ وانا الفقیر ابو الکریم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفر اللّٰہ تعالیٰ لہ خادم التدریس بالجامعۃ الحیدریۃ فضل المدارس سھنسہ من مضافات آزادکشمیر ۔ (۲۷ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

سینتیسواں مقالہ

تہتر فرقوں والی حدیث

کا صحیح مفہوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین ۔ اما بعد

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی صاحب کا ایک مضمون نوائے وقت راولپنڈی بابت ۲۹ او
۳۰ مارچ ۱۹۸۸ء میں بعنوان " تہتر فرقوں والی حدیث کا حقیقی مفہوم " دو قسطوں میں شائع
ہوا۔ چ ۔ اس مضمون میں اس حدیث کا حقیقی مفہوم لکھنے کے بجائے " بناوٹی مفہوم " لکھا گ
اس لیے ہم نے اس مختصر رسالہ میں اس کا صحیح مفہوم پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے
اللہ تعالیٰ اسے ذریعہء ہدایت بنائے آمین بجاہ النبی ﷺ ۔

چند ضروری اقتباسات

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صاحبزادہ صاحب کے اس طویل مضمون کے ضرور
اقتباسات ہدیہء ناظرین کردیئے جائیں تاکہ ان کے لئے صاحبزادہ صاحب کا موقف
سمجھنا آسان ہو جائے ۔ وباللہ التوفیق ۔

چنانچہ صاحبزادہ صاحب لکھتے ہیں ۔

(۱) " بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں منقسم ہوئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ
جائے گی ۔ اور ان میں بہتر دوزخ میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنتی ہوگا ۔ صحابہ نے عرض
کیا ۔ یارسول اللہ ! ﷺ وہ ایک جنتی فرقہ کونسا ہوگا ؟ فرمایا ۔ جو میرے اور صحابہ کے طریق
پر رہا ۔ (الحدیث مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنہ)

یہ وہ حدیث ہے جس کی بنیاد پر فرقہ پرست صدیوں سے برابر ایک دوسرے ک
جہنمی قرار دیئے جارہے ہیں ۔ اور ہر فرقہ اسے اپنے لیے ڈھال اور دوسرے کے لئے
تلوار کے طور استعمال کررہا ہے ۔ کیا واقعی یہ حدیث سنی، شیعہ اور مقلد وغیرہ کو جنتی یا دوزخی
ثابت کرنے کے لئے ہے یا اس کا کوئی اور مفہوم ہے ؟ جو عقل ، نقل جذبہء خدا خوفی
حالات و واقعات ، روح اسلام اور بنیادی دینی تعلیمات سے مطابقت رکھتا ہے ۔ اس کی
اسی اہمیت کے پیش نظر ہم اپنا استدلال اور نقطہء نظر پیش کریں گے ۔ اور ساتھ ہی غلط

فہیموں بلکہ دُور دراز کار موشگافیوں کی تشریح بھی کریں گے۔ (نوائے وقت بابت ۲۹ مارچ ۱۹۸۸ء)

(۲) "اس سلسلہ میں ہمارا بنیادی استدلال یہ ہے کہ اس حدیث کے مصداق مختلف اسلامی گروہ نہیں بلکہ یہ ہمارے ذوق فرقہ پرستی اور خود پنداری کا شاخسانہ ہے جس نے کفر اور دوزخی بنانے کے فتنوں کو انتہائی سہل بنا دیا ہے"

(۳) "فقہاء و محدثین کی ہمیشہ محتاط رائے یہی رہی ہے کہ کسی میں ننانوے علاماتِ کفر ہوں اور ایک علامتِ اسلام ہو تو اسے مسلمان سمجھا جائے گا۔ لیکن ہمارے یہاں ذوقِ فرقہ پرستی میں ایک علامتِ کفر ڈھونڈنا تو درکنار اگر یہ شائبہ بھی نظر آئے کہ فلاں شخص یا گروہ کا ہمارے مسلک کی جملہ تشریحات سے کلی اتفاق نہیں تو اسے بے دریغ حلقہء اسلام سے باہر کر دیا جاتا ہے۔ جب سوچ کا مرکز یہ بن جائے تو پھر قرآن مجید کی آیات بھی ڈھونڈ لی جاتی ہیں۔ اور احادیث کا اپنا مفہوم بھی برآمد کر لیا جاتا ہے۔ خواہ وہ آیات کھلم کھلا مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے بارے میں ہوں لیکن انہیں منطبق اپنے مخالف فرقے پر کیا جاتا ہے۔ اور احادیث خواہ تنبیہ و تہدید کی ہوں اور وہ بھی سب کے لئے لیکن انہیں اپنے لیے نوید اور دوسرے کے لئے وعید بنا دیا جاتا ہے۔ اور یہی کچھ بعض مذہبی طالع آزماؤں نے زیر نظر حدیث کے ساتھ کیا اور من پسند مفہوم کے مطابق دوسروں پر اس کا اطلاق و انطباق کر دیا۔ اور نعرہ بلند کر دیا کہ دیکھو فلاں مسلک کے لوگ اس حدیث کی رو سے جہنمی اور ہم جنتی ہیں۔ اور ہماری پوری ملت اسی جنتی اور جہنمی کی خلیج میں لٹک کر رہ گئی ہے۔

(۴) "اس حدیث کے بارے میں ایک تاثر یہ ہے کہ یہ آپ کی پیشن گوئی ہے۔ جو ہر حال پوری ہوگی یا ہونی چاہیے اس لیے ہم کیسے فرقہ بندی کی روک تھام کر سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تاثر قطعی غلط اور گمراہ کن ہے کیونکہ امت میں فرقہ بندی پورے دین کی بنیادی تعلیمات کے منافی ہے۔ دین تو وحدت پر زور دیتا ہے نہ کہ تفرقہ وافتراق پر۔ نیز قرآن و احادیث میں بے شمار ایسے شواہد و دلائل موجود ہیں جن سے فرقہ بندی کی مذمت سامنے آتی اور وحدت و استحکام کی افادیت ثابت ہوتی ہے تو کیونکر رسول اللہ ایسی پیشن گوئی فرمائیں

گے جس سے فرقہ بندی کا وجود ثابت ہوتا اور اسے فروغ ملنے کا امکان نظر آتا ہے"

(۵) "دوسرے زیرِ نظر حدیث کے الفاظ سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ پیشن گوئی یا خوشخبری نہیں بلکہ مقام عبرت و ندامت اور اظہار نفرت ہے۔ کہ بنی اسرائیل ایسی مغضوب قوم بہتر فرقوں میں بٹ گئی اور آپ کی امت ایک دانہ اوپر تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے۔ یہ خوشخبری ہے یا علی الاعلان اظہار نفرت"

(۶) "ہمارے نزدیک اس حدیث کا یہ مفہوم کہ پیشن گوئی ہے اور اسے ہر حال میں پورا ہونا چاہیے اور اسے پورا کرنے میں مدد دینی چاہیے درست نہیں بلکہ یہ ایک ایسا انتباہ ہے جس سے پوری امت کی آنکھیں کھل جائیں اور وہ خود کو ایسی صورت سے بچائے جو بنی اسرائیل کی صف میں لا کھڑا کرتی ہے۔"

(۷) "امت سے کیا مراد ہے؟ ہمارے نزدیک رسول اللہ پر ایمان لانے والے افراد بشر سے لے کر قیامت تک جنم لینے والا ہر انسان امت محمدی میں داخل و شامل ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ قیامت تک کی نوع بشر کے ہادی و رہنما اور نبی و رسول ہیں۔ کوئی بھی شخص آپ کی امت کے حلقہ سے باہر نہیں۔ اب کوئی مسلمان ہے یا عیسائی، کوئی ہندو ہے یا سکھ کوئی یہودی ہے یا پارسی اصولی طور پر وہ امت محمدیہ کا فرد ہے کیونکہ رسالت محمدیہ کل کائنات کو محیط ہے اور قیامت تک جاری و باقی۔ اھ ملتقطاً۔

(۸) "امت دعوت اور امت اجابت، امت کی دو قسمیں ہیں امت کی ایک قسم امت دعوت ہے اور دوسری امت اجابت ہے۔ امت دعوت میں نوع انسانی کا وہ گروہ شامل ہے جن تک حضور کا پیغام تو پہنچا ہے لیکن وہ ایمان نہیں لائے یہ لوگ حضور کی امت دعوت کا حصہ ہیں اور دوسرا گروہ وہ ہے جس نے آپ کے پیغام کو اصولی اور بنیادی طور پر قبول کیا۔ ایسے لوگ امت اجابت میں شامل ہیں جنہیں دنیا امت مسلمہ کے معروف نام سے جانتی ہے۔ امت دعوت میں مسلمانوں کے علاوہ تمام مذاہب و مسالک شامل ہیں۔ اور امت اجابت میں مسلمانوں کے تمام گروہ مشرب مسلک اور مکتب فکر شامل ہیں۔ جو ان چودہ صدیوں میں رونما ہوئے۔ اور قیامت تک ہوں گے اور رسالت محمدیہ کے قائل مومن ہوں

گے۔ سو اس اعتبار سے وہ امت مسلمہ کے افراد کہلائیں گے

(۹) " بناء بریں ہمارے نقطہء نظر کے مطابق حضور نے امتِ مسلمہ کے تہتر فرقوں میں تقسیم ہونے کی بات نہیں کی بلکہ پوری امت کے متعلق فرمایا اور یہ بدیہی امر ہے کہ ان صدیوں میں کتنے فرقے اٹھے، فتنے برپا ہوئے اور نوع انسانی کس قدر پارہ پارہ ہوئی اور حدیث کا اشارہ اسی تقسیم وانقسام کے بارہ میں ہے۔ ہر چند امت مسلمہ کا اندرونی افتراق وخلفشار بھی اس کی زد میں آتا ہے اور وہ قطعاً لائق تحسین نہیں پھر بھی اصولی اعتبار سے حضور کا اشارہ شیعہ، سنی یا دیوبندی، بریلوی وغیرہ کی طرف نہیں بلکہ ان فرقوں مذاہب کی طرف ہے جو دنیا میں کثرت سے موجود ہیں۔"

(۱۰) " ہماری ان گزارشات سے واضح ہوا کہ بعض فرقہ پردازوں نے اس حدیث کی آڑ میں اپنے دوسرے مسلمان مکاتب فکر کو جہنمی قرار دینے کا جو فیصلہ سنا رکھا ہے وہ قطعی لغو اور بہت بڑی جسارت ہے۔ جہنمی اور جنتی ہونے کا انحصار بالاتفاق عقیدہء ایمان پر ہے۔ جو شخص کفر پر جیا اور کفر پر مرا وہ قطعی جہنمی ہے اور جو شخص اسلام پر زندہ رہا اور اسلام پر اس کی موت آئی وہ اصولی طور پر مومن ومسلم ہے اور اہل ایمان واسلام پر جنت واجب ہے۔ خواہ کوتاہ اعمالی کی سزا بھگت کر ہی وہ جنت میں داخل ہو۔ دائمی جہنم اہل کفر کا ٹھکانہ ہے اور بالآخر جنت میں جانا اہل ایمان کا حق ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود ہی محفوظ رکھا ہے"

(۱۱) " نجات یافتہ گروہ کی علامت حضور کے اسی ارشاد کا حصہ ہے کہ وہ گروہ جنتی ہوگا۔ جو ہمارے اور ہمارے صحابہ کے طریقہ پر کاربند ہوگا اس کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ آپ کا اور صحابہ کا طریقہ اسلام ہے اور مسلمان کہلاتا ہی وہ ہے جو اسلام کو ماننے والا ہو اس لئے آنجناب نے ایک مقام پر فرمایا جو شخص کلمہء اسلام پڑھے گا وہ ضرور جنت میں جائے گا سو تمام مسلمان اسلام کے پانچ بنیادی عقائد پر ایمان لانے کے بعد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں اور بنیادی طور پر جنت کے مستحق ٹھہرتے ہیں اور امتِ مسلمہ میں تمام مسلمان مکاتبِ فکر حنفی مالکی شافعی سنی، مقلد غیر مقلد وغیرہ آجاتے ہیں اور جنت میں جانے کا ان سبھی کو استحقاق حاصل ہے نہ کہ انہی میں سے بہتر معاذ اللہ جہنمی ہیں اور انہیں میں سے

جنتی ہے۔ (نوائے وقت ۳۰ مارچ ۱۹۸۸ء)

(۱۱) "امت مسلمہ دراصل امت محمدیہ کا ایک گروہ ہے جو ایمان قبول کرنے والی قرار
اور امت محمدیہ کے باقی گروہ امت دعوت کے زمرے میں آئے اور ایمان سے محروم
ہے۔ چنانچہ جنت میں ایک گروہ وہ جائے گا یعنی امت مسلمہ اور ڈھیر سارے گروہ جہنمی
ں گے یعنی امت دعوت کے باقی حصے اور ظاہر ہے کہ وہ بہت سے ہیں ہندو سکھ یہودی،
سی، عیسائی وغیرہ بہتر کا ہندسہ محض کثرت کے لیے استعمال ہوا ہے نہ کہ واقعی ستر اور دو
ا کہ روزمرہ کا محاورہ ہے"

(۱۲) "ارشادِ رسول کا ایک پہلو یہ ہے کہ آپ کی امت اپنے اپنے دعوؤں کے مطابق
ٹکڑوں میں بٹ جائے گی اور ان کی توجہ اعمال و اخلاق سے ہٹ کر محض مزعومہ عقائد و
ریات پر جم جائے گی۔ صرف ایک گروہ ہوگا جو عقیدہء اسلام کے ساتھ ساتھ اعمال و
لاق کا بھی وہی معیار مضبوطی سے اپنائے رکھے گا جو اسوۂ رسول اور سیرتِ صحابہ سے
وم ہوا اور باقی گروہ نظری بحثوں اور ذہنی کشتیوں میں مصروف رہ کر اعمال و اخلاق
ے بے پرواہ ہو جائیں گے۔ اب معلوم یہ ہوا کہ تمام دھڑوں اور فرقوں میں کچھ خدا ترس
ے نیکوکار اور پرہیزگار ہوں گے۔ اور کچھ بد اعمال اور بدکردار چنانچہ نیکوکار ایک دھڑا
ں گے اور بدکار دوسرا دھڑا۔ نہ یہ کہ ایک پورے کا پورا مسلک برا اور دوسرا پورا فرقہ
ھا قرار پائے گا اس طرح ہر فرقے کے نیکوکار ایک گروہ کی شکل میں جنت کے مستحق ہوں گے
ر ہر فرقے کے بدکردار لوگ دوسرے بے شمار گروہوں کی صورت میں واصل جہنم ہوں
ے برے لوگوں کے بہتر گروہوں کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ کوئی بدکار ہے، کوئی خائن، کوئی
تل، کوئی سودخور، کوئی ظالم، کوئی منافق اور چور غرضیکہ وہ بے شمار جرائم پیشہ گروہ ہیں
ں کو جہنم میں ان کے جرائم کے مطابق سزا ملے گی اس طرح ایک گروہ جنتی اور باقی جہنمی
ار پائیں گے۔" اھ کلامہ ملتقطاً بحسب الضرورۃ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

ہماری گزارشات

تہتر فرقوں والی حدیث کا مفہوم سمجھنے کے لے اب ہماری گزارشات ملاحظہ ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی صاحب نے جس حدیث کا مندرجہ بالا اپنی عبارات میں خود ساختہ حقیقی مفہوم بیان کیا ہے اس کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لیے اس مضمون سے متعلقہ چند دوسری حدیثوں پر بھی غور کرنا ہوگا۔ اس لئے وہ ہم یہاں پہلے درج کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

اختلافِ امت کے بارے میں احادیثِ مبارکہ

(۱) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "یہود اکہتر فرقوں میں بٹے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی (سنن ابی داؤد ص ۲۷۵ ج ۲، ابن ماجہ ص ۲۸۷ جلد)

(۲) حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" یہود اکہتر فرقوں میں بٹے تو ایک فرقہ جنتی ہے اور عیسائی بہتر فرقوں میں بٹے تو ایک فرقہ جنتی ہے اور اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد کی جان ہے ضرور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی تو ایک فرقہ جنتی ہوگا اور بہتر جہنمی۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ! وہ جنتی فرقہ کون ہے؟ فرمایا (مسلمانوں کی بڑی) جماعت"

(سنن ابن ماجہ باب افتراق الامم ص ۲۸۷)

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" بلاشبہ بنی اسرائیل اکہتر فرقوں میں بٹے اور بلاشبہ عنقریب میری امت بہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور وہ سارے جہنمی ہیں مگر ایک اور وہ (مسلمانوں کی بڑی) جماعت ہے" (سنن ابن ماجہ ص ۲۸۷)

۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مقام جابیہ میں حضرت عمر نے
طبہ دیتے وقت یہ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "تم پر جماعت کے ساتھ
ہنا لازم ہے اور فرقہ بندی سے بچو کیونکہ شیطان اکیلے شخص کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ دو
دمیوں سے زیادہ دور ہوتا ہے۔ من اراد بحبوحة الجنة فليلزم الجماعة۔ جو شخص
نت کے وسط میں بسنا چاہے۔ اس پر جماعت کے ساتھ رہنا لازم ہے۔ (جامع ترمذی ص
۴ جلد۲)

۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا
شبہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوگا اور جو اس سے الگ
جائے گا وہ جہنم کی طرف الگ کیا جائے گا۔ (جامع ترمذی ص ۳۹ جلد۲، مشکوۃ شریف ص
۲ جلد۱)

۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد
مایا "اللہ کا ہاتھ جماعت کے ساتھ ہے" (جامع الترمذی ص ۳۹ جلد۲)

۷) حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد
مایا۔ "خبردار تم سے پہلے جو اہل کتاب گزرے وہ بہتر فرقوں میں بٹے تھے اور بلاشبہ یہ
ست عنقریب تہتر فرقوں میں بٹے گی۔ بہتر دوزخی ہیں اور ایک جنتی اور وہ مسلمانوں کی
ی جماعت ہے۔" (سنن ابی داؤد ص ۲۷۵ جلد۲)

۸) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد
مایا فانه من يعش بعدى فسيرى اختلافاً كثيراً فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين
هديين۔ "بلاشبہ تم میں سے جو کوئی میرے بعد زندہ رہے گا وہ عنقریب اختلاف کثیر دیکھے
۔سو تم پر میرا طریقہ اور میرے ہدایت دہندہ ہدایت یافتہ جانشینوں کا طریقہ لازم
ہے۔ (مشکوۃ شریف ص ۲۷ جلد۱)

۹) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد
مایا۔ بلاشبہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی۔ وہ

سارے دوزخی ہوں گے مگر ایک فرقہ۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! وہ کون ہے؟ فرمایا۔ ما انا علیہ واصحابی۔ وہ جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوگا۔ (مشکوٰۃ ص ۲۸ جلد ۱)

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اتبعوا السوادِ اعظم فانہ من شذ شذ فی النار۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت کی پیروی کرو کیونکہ جو اس سے جدا ہوگا وہ دوزخ میں جدا کیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸ جلد ۱)

(۱۲) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعۃ والعامۃ. گھاٹیوں سے بچو اور تم پر جماعت اور عامۃ المسلمین کی راہ لازم ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸ جلد ۱)

(۱۳) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا من فارق الجماعۃ شبراً فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ۔ جس شخص نے جماعت سے ایک بالشت بھر جدائی کی اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسی اتار دی۔ (مشکوٰۃ ص ۲۸ جلد ۱)

احادیث میں مذکور اختلاف سے مراد امت اجابت کا اختلاف ہے

مندرجہ بالا تیرہ احادیث مبارکہ پر غور وفکر کرنے والے ہر عقل مند شخص پر روز روشن کی طرح روشن ہے کہ رسول اللہ نے اپنی امت میں رونما ہونے والے جس اختلاف کو ذکر فرمایا ہے وہ امتِ اجابت کا اختلاف ہے نہ کہ امتِ دعوت کا اختلاف کیونکہ

اولاً امتِ دعوت آپ کے دین پر نہیں ہے اس لئے اس کے اندر رونما ہونے والے اختلاف کی مذمت بیان کرنے کی آپ کو کوئی حاجت ہی نہ تھی اور چونکہ امتِ مسلمہ یا امتِ اجابت کا تعلق آپ کے دین سے ہے۔ اس لیے آپ نے اسی اختلاف کی مذمت بیان فرمائی ہے۔ کوئی عقلمند یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ سرکار مدینہ ﷺ اپنی امت دعوت کو متفق ومتحد رہنے کا حکم دے رہے ہیں۔ حالانکہ خود آپ اپنے وقت کی امتِ دعوت (کفار و یہود و

نصاریٰ) سے جنگیں فرماتے رہے ہیں۔

ثانیاً آپ کی وفات کے بعد آپ کی امت دعوت (کفار و یہود و نصاریٰ) میں کوئی قابل ذکر اختلاف رونما نہیں ہوا اور اس میں وہی اختلاف قائم رہا جو آپ کی حیات ظاہری میں موجود تھا۔ یعنی یہود کے اکہتر فرقے اور عیسائیوں کے بہتر فرقے اس لیے صاحبزادہ صاحب کی پیش کردہ تاویل پر اس حدیث کا معاذ اللہ جھوٹا ہونا لازم آتا ہے۔

ثالثاً آپ نے بیان فرمایا کہ جنتی گروہ سواد اعظم یعنی بڑی جماعت ہے اور اس کی پیروی مسلمانوں پر لازم ہے۔ اب اگر پوری امت محمدیہ (امت دعوت وامت اجابت) کا اختلاف مراد لیا جائے تو لازم آئے گا کہ معاذ اللہ رسول اللہ نے اپنی امت کی سب سے زیادہ تعداد والی جماعت یعنی عیسائیوں کی اتباع و پیروی مسلمانوں پر لازم کی ہے۔ جب یہ ہو نہیں سکتا تو لازماً ماننا پڑے گا کہ احادیث میں اختلاف امت سے مراد امتِ اجابت کا ہی اختلاف ہے اور امتِ دعوت کے اختلاف کا ان حدیثوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اللہ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

رابعاً۔ یہود و نصاریٰ کے فرقوں کے مقابلہ میں اپنی امت کے فرقوں کو بیان فرمانا ہی اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اس اختلاف سے مراد امت اجابت کا اختلاف ہے نہ کہ امت دعوت کا اختلاف۔ اللہ تعالیٰ حق جاننے کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین۔

الحمد للہ۔ ان چار قوی شواہد سے یہ ثابت ہوا کہ تہتر فرقوں والی حدیث کا صحیح مفہوم وہ نہیں جو صاحبزادہ صاحب نے پیش کیا ہے بلکہ اس کا مفہوم وہ ہے جو ساری امت نے سمجھا ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ کی وفات کے بعد نئے نئے فرقے نکلیں گے جو مدعیٔ اسلام ہونے کے باوجود گمراہ ہوں گے اور وہ اپنی گمراہی کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

جنت کا مستحق کون ہے

صاحبزادہ صاحب کا یہ لکھنا کہ حضور کے اسی ارشاد کا حصہ ہے کہ وہ گروہ جنتی ہوگا جو ہمارے صحابہ کے طریقہ پر کاربند ہوگا اس کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ آپ کا اور صحابہ کا طریقہ اسلام ہے اور مسلمان کہلاتا ہی وہ ہے جو اسلام کو مانتا ہے اس لیے آنجناب نے ایک مقام پر فرمایا جو شخص کلمہ اسلام پڑھے گا وہ جنت میں ضرور جائے گا۔ سو تمام مسلمان اسلام کے پانچ بنیادی عقائد پر ایمان لانے کے بعد لاالہ الاّ اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھتے ہیں اور وہ بنیادی طور پر جنت کے مستحق ٹھہرتے ہیں " درست نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ کے زمانے کے منافقین بھی تو اسلام کے پانچ بنیادی عقائد پر ایمان لانے کے دعویدار تھے اور وہ کلمہ طیبہ بھی پڑھتے تھے مگر اس کے باوجود ان کے متعلق ارشاد ہوا ومن الناس من یقول امنا باللّٰہ و بالیوم الآخر وما ھم بمومنین ۔ اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت پر ایمان لائے حالانکہ وہ ایمان والے نہیں ہیں۔ (البقرہ)

اس سے معلوم ہوا کہ ہر کلمہ پڑھنے والا اور اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والا جنتی نہیں ہوتا بلکہ جنتی صرف وہ مسلمان ہوتا ہے جو دین کی سب ضروری باتوں پر ایمان لانے کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھے۔ اور جو کسی ایک بھی دینی ضروری بات کا منکر ہو وہ ہرگز مسلمان نہیں اور نہ ہی وہ جنت کا حقدار ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

امتِ اجابت کا اختلاف مراد لینے والوں کے خلاف دریدہ دہنی :

تہتر فرقوں والی حدیث کا جو مفہوم صاحبزادہ صاحب نے پیش کیا ہے چونکہ یہ مفہوم ان سے پہلے کسی نے پیش نہیں کیا ہے اس لیے ساری امت کے اجماع پر صاحبزادہ صاحب کا بدیں الفاظ حملہ کرنا کہ " اس سلسلے میں ہمارا بنیادی استدلال یہ ہے کہ اس حدیث کے مصداق مختلف اسلامی گروہ نہیں بلکہ یہ ہمارے ذوق فرقہ پرستی اور خود پنداری کا شاخسانہ ہے جس نے کفر اور دوزخی بنانے کے فتنوں کو انتہائی سہل بنا دیا ہے "، سخت قسم کی دریدہ دہنی ہے اور اسی طرح ان کا یہ لکھنا کہ " اور یہی کچھ بعض مذہبی طالع آزماؤں

نے زیرِ نظر حدیث کے ساتھ کیا اور من پسند مفہوم کے مطابق دوسروں پر اس کا اطلاق اور انطباق کر دیا" بھی بزرگانِ دین پر ان کی سخت قسم کی الزام تراشی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے دشمنانِ عقل و دانش نام نہاد مفکرین اسلام کے شر سے بچائے۔ آمین۔

اعمال کی بناء پر فرقہ بندی کا قول من گھڑت ہے

صاحبزادہ صاحب نے اختلاف امت کے بارہ میں حدیث کی جو دوسری تاویل پیش کی ہے کہ ہر فرقہ کے نیکوکار جنتی ہیں اور بدکار دوزخی یہ بھی ان کی خود ساختہ تاویل ہے کیونکہ فرقے عقائد و نظریات کے اختلاف سے بنتے ہیں نہ کہ اعمال کے اختلاف سے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ امت محمدیہ کا وہ حصہ جو امت دعوت کہلاتا ہے اس کے نیکوکار بھی جنتی ہوں اور یہ خود صاحبزادہ صاحب کے مسلمات کے بھی خلاف ہے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم.

ننانوے علامتِ کفر کا قول بھی غلط ہے

صاحبزادہ صاحب کا یہ لکھنا " فقہاء و محدثین کی ہمیشہ محتاط رائے یہی رہی ہے کہ کسی میں ننانوے علامتِ کفر ہوں اور ایک علامتِ اسلام تو اسے مسلمان سمجھا جائے گا" ان کی قلت فہم کا نتیجہ ہے، کیونکہ فقہاء و محدثین نے اس بارہ میں جو کچھ فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ " جس مسلمان سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو جس میں سو پہلو نکل سکیں۔ ان میں ننانوے پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے کہ آخر ایک پہلو اسلام کا بھی تو ہے۔ کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہو۔ اور ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ اگر واقع میں اس کی مراد کوئی کفر ہے تو ہماری تاویل سے اسے فائدہ نہ ہوگا۔ وہ عند اللہ کافر ہی ہوگا۔ (تمہید ایمان از اعلیٰ حضرت بریلویؒ ص ۳۳)

اور ان میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ جس میں ننانوے علامت کفر ہوں اور ایک

علامت اسلام تو اسے مسلمان سمجھا جائے گا" یہ صاحبزادہ صاحب کا فقہاء و محدثین پر سخت بہتان ہے۔

اب صاحبزادہ صاحب خود سوچیں کہ قادیانی فرقہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ اور کلمہ طیبہ بلکہ نماز بھی پڑھتا ہے اور وہ روزے بھی رکھتا ہے۔ لیکن باوجود اتنی علامت اسلام کے اس میں پائے جانے کے پوری امت کے نزدیک وہ مرتد و کافر ہے اب یا تو صاحبزادہ صاحب اپنے قول بدتر از بول سے توبہ کریں یا پھر قادیانیوں کے مسلمان ہونے کا ہی اعلان کر دیں۔ واللّٰہ یھدی من یشآء الیٰ صراط مستقیم.

الحمد للہ۔ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا اس سے تہتر فرقوں والی حدیث کا صحیح مفہوم واضح ہوگیا ہے۔ مسلمان آج کل کے نئے نئے مفکرین اسلام کے پھیلائے ہوئے دامِ ضلالت و جہالت سے بچنے کی کوشش کریں۔ وھذا آخر ما اردنا ایراده فی هذه المقالة المفيدة تقبلها اللّٰه تعالیٰ بمنه العظيم ورسوله الكريم ﷺ وانا الفقير ابو الكرم احمد حسين قاسم الحيدری الرضوی غفر اللّٰه تعالیٰ له خادم التدريس والتاليف بالجامعة الحيدرية فضل المدارس سهنسه من مضافات آزاد کشمير (۲۶ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ)

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم

اڑتیسواں مقالہ

قیام پاکستان میں

جماعت اسلامی کا کردار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد

سوال: آپ کا نیا شمارہ "پاکستان کے حقیقی معمار" پڑھ کر تحریک پاکستان کے بارہ
کافی واقفیت ہوئی۔ اب ضرورت ہے کہ ایسا شمارہ شائع کیا جائے۔ جس میں دلائل
ساتھ یہ بیان کیا جائے کہ جماعت اسلامی (مودودی جماعت) والوں نے تحریک پاکس
میں پاکستان بنانے کی حمایت کی تھی یا نہیں؟ اس کی اشد ضرورت ہے "بینوا توجروا۔

الجواب: مودودی صاحب اور ان کی جماعت کے بارہ میں مشہور یہی ہے کہ انہوں
تحریک پاکستان کی مخالفت کی تھی۔ پاکستان، قائداعظم، مسلم لیگ اور پاکستان بنانے
کوششیں کرنے والے علماء ومشائخ وعوام کی مخالفت میں مودودی صاحب اور ان
آدمیوں نے اس وقت میں بہت کچھ لکھا اور عملاً کیا تھا۔ جسے ان کے سیاسی اور مذہبی حر
آج بھی پیش کر کے مودودی صاحب اور ان کی جماعت کی پاکستان دشمنی ثابت کر ر
ہیں۔ چنانچہ کوثر نیازی جماعت اسلامی کو چھوڑنے کے بعد اس جماعت کی پاکستان د
قائداعظم دشمنی، مسلم لیگ دشمنی کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ "انہوں نے (مولانا مود
نے) ایک طرف تو کانگرس کی شدید مذمت کی۔ ان علماء کو ہدفِ تنقید بنایا جو آزادی
جدوجہد میں شریک تھے۔ ان کے نظریات کی تردید میں مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش
اول حصہ دوم اور مسئلہ قومیت جیسی کتابیں لکھیں اور دوسری طرف جب مسلمانو
جداگانہ قومیت کے شعور واحساس نے مطالبہ پاکستان کی عملی شکل اختیار کی تو وہ اس کے
بے رحم ناقد بن گئے۔ اور مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم کے نام سے ایک
کتاب لکھ کر انہوں نے مسلم لیگ قائداعظم اور پاکستان کے خلاف بھی جی کھول کر ا
پردازی کے جوہر دکھائے۔ کانگرس اور مسلم لیگ دونوں سے عوام کو بیزار کرنے کی کو
کے بعد چاہیے تو یہ تھا کہ مودودی صاحب اپنے طور پر انگریز کے خلاف صحیح خطوط پ
تحریک منظم کرتے لیکن کسی ایسی تحریک کا اجراء تو ایک طرف رہا بدقسمتی سے ان کی تحریرو

نے الٹا انگریز کے ہاتھ مضبوط کیے۔ کیونکہ ان کے نزدیک ہندوستان کو انگریزی امپریلزم سے نجات دلانے کی جدوجہد کسی قدر قیمت کی حامل نہ تھی" (جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۴۰ مطبوعہ قومی کتب خانہ ریلوے روڈ لاہور)

اور کوثر نیازی صاحب آگے لکھتے ہیں

'' مودودی صاحب کی خواہش یہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح آزادی کے لئے مسلم جماعتوں کی تمام کوششیں ناکام ہو جائیں تاکہ وہ انگریزی حکومت کے زیر سایہ بلاخوف و خطر کتب فروشی کا کاروبار جاری رکھ سکیں۔ اور نہایت فصیح و بلیغ اردو میں غیر ملکی حکمرانوں کو اسلام کی تبلیغ کرتے رہیں۔'' (جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۶۴)

اور وہ آگے لکھتے ہیں '' مگر ادھر مشکل یہ ہوئی کہ مسلمان قوم مودودی صاحب کو اچھا مذہبی مضمون نگار سمجھنے کے باوجود محمد علی جناح کے گرد جمع ہوگئی اور تاج قیادت ان کے سر پر رکھ دیا گیا۔ مودودی صاحب نے یہ صورت حال دیکھی تو آپے سے باہر ہو گئے۔ کہاں اب تک مسلم لیگ کی ہم نوائی میں کانگرس اور کانگرسی علماء کو لتاڑ رہے تھے۔ مسلمانوں کی جداگانہ قومیت کے مبلغ تھے اور کہاں اب خود مسلم لیگ اس کی قیادت اور جداگانہ قومیت کی بنیاد پر مانگے جانے والے پاکستان پر برسنے لگے اور ایسے برسے کہ برستے ہی چلے گئے۔ پاکستان کے بننے کے بعد بھی انہوں نے مسلم لیگ کی یہ خطا معاف نہ کی اور ہمیشہ قائداعظم پر ایک حریف کی حیثیت سے وار کرتے رہے۔ جماعت اسلامی کے لوگ چاہے مودودی صاحب کی اس تنقید کو مصلح کی تنقید کہتے رہیں لیکن آگے چل کر جو اقتباسات سامنے آئیں گے انہیں دیکھ کر ہر شخص یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ یہ ایک مصلح کی تنقید ہے یا حریف کی طرف سے زہر میں بجھے ہوئے تیر" (جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۷۱)

اور وہ آگے لکھتے ہیں

'' مسلم لیگ، اقبال کے تصور پاکستان اور قائداعظم کے خلاف مضامین کا سلسلہ

مودودی صاحب نے ۱۹۳۹ء اور ۱۹۴۰ء میں جب کہ قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد مسلمانانِ ہند متحد ہو کر آزادی کے لیے جہاد کرنے میں مصروف تھے سیاسی کشمکش حصہ سوم کے نام سے انہیں کتابی صورت میں چھاپ کر برائے فروخت پیش کیا گیا۔ سیاسی کشمکش کے پہلے دو حصے شائع ہوئے تھے تو مسلم لیگ نے انہیں کانگرس کے خلاف استعمال کیا اور جب تیسرا حصہ شائع ہوا تو کانگرس نے اسے مسلم لیگ کے خلاف استعمال کیا۔ ایک مسئلہ میں مولانا نے مسلم لیگ سے موافقت کی اور دوسرے میں کانگرس سے اور چونکہ قیادتِ عظمیٰ ان دونوں بڑی جماعتوں میں کہیں ہاتھ نہ آسکتی تھی اس لیے ۱۹۴۱ء میں کچھ لوگوں کو نئے سرے سے کلمہ پڑھا کر جماعت اسلامی کے نام سے ایک نئی جماعت قائم کر لی اور عوام کے اصرار پر اس کی مطلق العنان امارت کا بوجھ اپنے مضبوط کندھوں پر اٹھا لیا" (جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۲۷)

اور وہ لکھتے ہیں۔ "ماہنامہ ترجمان القرآن کی فائلوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ مسلمان اور سیاسی کشمکش حصہ سوم کے جن مضامین کی اشاعت اور جماعت اسلامی کے قیام کے بعد مودودی صاحب نے کانگرس اور کانگرسی خیال کے مسلمانوں کی مخالفت تو چھوڑ دی لیکن قائداعظم مسلم لیگ اور پاکستان کو نشانہ تنقید بنانے کا کوئی موقع انہوں نے ہاتھ سے نہ جانے دیا" (جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۸۶)

اور کوثر نیازی صاحب مزید لکھتے ہیں:

"سیاسی کشمکش کا تیسرا حصہ ۱۹۴۱ء میں شائع ہوا اور ۱۹۵۶ء تک برابر شائع ہوتا رہا۔ ایک اندازے کے مطابق قیام پاکستان تک اس کے چودہ ہزار نسخے فروخت ہوئے اور اس طرح قرارداد پاکستان سے لے کر قیام پاکستان تک اور قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۶ء تک مودودی صاحب قائداعظم مسلم لیگ اور پاکستان کے خلاف اپنے خیالات کی اشاعت کرتے رہے۔ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ مودودی صاحب کو اصل غصہ اس بات کا تھا کہ مسلمانوں کی قیادت غلط ہاتھوں میں کیوں چلی گئی ہے۔ اس لیے انہوں نے اپنا زورِ قلم اسی قیادت کے پرخچے اڑانے میں صرف کیا اور بسا اوقات اس کے

لیے ایسا لب ولہجہ اختیار کیا جو اسلامی تو کجا عام شرافت کے معیار سے بھی گرا ہوا نظر آتا ہے۔" (جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۴۷)

اور ماہنامہ طلوع اسلام لاہور میں ہے۔"تحریک پاکستان کے خلاف مودودی صاحب کا کردار۔ اگر ہم اس کی تفصیل میں جانا چاہیں تو اس کے لیے ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ مودودی صاحب اس زمانے میں مسلسل اور متواتر اس تحریک کے خلاف لکھتے رہے۔ اور ان کا اس دور کا لٹریچر ان باتوں سے بھرا پڑا ہے" (ماہنامہ طلوع اسلام لاہور بابت دسمبر ۱۹۶۳ء)

اور ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ میں ہے"انقلابات ہیں زمانے کے منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے۔ تحریک پاکستان سے مودودی صاحب کی بیزاری ولاتعلقی۔ تحریک پاکستان میں قربانی کے وقت جماعت اسلامی (مودودی جماعت) نے مسلم لیگ کی مخالفت کی اور اب کرسی کے لیے اس کی متابعت کی" (ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ شوال ۱۳۹۸ھ)

اور ڈاکٹر اسرار احمد صاحب راقمطراز ہیں

"وہ مسلم لیگ کی تحریک کے عروج کا زمانہ تھا اور مسلمانانِ ہند تقریباً متفق ہو کر اس کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن تھے۔ لیکن عین اسی وقت جماعتِ اسلامی مسلم قومیت اور مسلم قوم پرستی پر بے دھڑک تنقید کر رہی تھی۔ " (تحریک جماعت اسلامی بحوالہ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت اگست ۱۹۹۲ء ص ۸۴)

مودودی لٹریچر کے اقتباسات جن سے ان کی مخالفت ثابت کی جاتی ہے

مودودی صاحب کے مخالفین مودودی صاحب اور ان کی جماعت کی پاکستان دشمنی ثابت

کرنے کے لیے ان کے لٹریچر کے جو اقتباسات پیش کرتے ہیں ان سب کو یہاں پیش کرنا ناممکن ہے اس لیے ہم چند اقتباسات پر اکتفاء کرتے ہیں چنانچہ مودودی صاحب لکھتے ہیں۔

"(۱) افسوس کہ مسلم لیگ کے قائداعظم (۱) سے لیکر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں جو اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرزِ فکر رکھتا ہو۔ اور معاملات کو اسلامی نقطہ نظر سے پرکھتا ہو۔ یہ لوگ مسلمان کے معنی و مفہوم اور اس کی مخصوص حیثیت کو بالکل نہیں جانتے" (مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۳۴ بحوالہ جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۸۷، ماہنامہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ، ترجمان القرآن ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ از ص ۳۳ بحوالہ ماہنامہ طلوع اسلام بابت دسمبر ۱۹۶۳ء)

(۲) "جنت الحمقاء میں رہنے والے لوگ اپنے خوابوں میں کتنے ہی سبز باغ دیکھتے رہے ہوں لیکن آزاد پاکستان (اگر فی الواقع وہ بنا بھی تو) لازماً جمہوری لادینی اسٹیٹ کے نظریہ پر بنے گا۔" (ترجمان القرآن فروری ۱۹۴۶ء بحوالہ جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۸۳ اور ماہنامہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ مذکورہ بالا اور ماہنامہ طلوع اسلام دسمبر ۱۹۶۳ء)

(۳) "ایک حقیقی مسلمان کی حیثیت سے میں دنیا پر نگاہ ڈالتا ہوں تو مجھے اس امر پر اظہار مسرت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ترکی پر ترک، ایران پر ایرانی اور افغانستان پر افغانی حکمران ہیں۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرے لیے اس مسئلہ میں بھی کوئی دلچسپی نہیں کہ ہندوستان میں جہاں جہاں مسلمان کثیر التعداد ہیں وہاں ان کی حکومت قائم ہو جائے۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے میری نگاہ میں اس سوال کی کوئی اہمیت نہیں کہ

---

(۱) واضح رہے کہ یہ اقتباس ترجمان القرآن ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ کے صفحہ نمبر ۶۲ سے ماخوذ ہے۔ سیاسی کشمکش حصہ سوم کے شروع کے ایڈیشنوں میں بھی یہی الفاظ ملتے ہیں لیکن قیام پاکستان کے بعد اس کتاب کے جو ایڈیشن چھپے ہیں ان میں بڑی چابکدستی سے کسی اعتذار کے بغیر قائداعظم کے الفاظ نکال کر لیگ کے بڑے بڑے لیڈروں کے الفاظ شامل کردیئے گئے۔ (حاشیہ جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۷۸)

ہندوستان ایک ملک رہے یا دس ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائے۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرے نزدیک یہ امر بھی کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا کہ ہندوستان کو انگریزی امپیریلزم سے آزاد کرایا جائے۔" (ترجمان القرآن ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ بحوالہ طلوع اسلام مذکورہ بالا، مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۳۵ بحوالہ رضائے مصطفےٰ مذکورہ بالا)

(۴) "اس نام نہاد مسلم حکومت کے انتظار میں اپنا وقت یا اس کے قیام کی کوشش میں اپنی قوت ضائع کرنے کی حماقت کیوں کریں جس کے متعلق ہمیں یہ معلوم ہے کہ وہ ہمارے مقصد کے لیے نہ صرف غیر مفید ہوگی بلکہ کچھ زیادہ ہی سد راہ ثابت ہوگی۔" (ترجمان القرآن محرم ۱۳۶۰ھ ص ۶۱ بحوالہ طلوع اسلام مذکورہ بالا، مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۲۲۲ بحوالہ جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۶۵)

(۵) "جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ مسلم اکثریت کے علاقے ہندو اکثریت کے تسلط سے آزاد ہو جائیں اور یہاں جمہوری نظام قائم ہو جائے تو اس طرح حکومت الٰہی قائم ہو جائے گی۔ ان کا گمان غلط ہے دراصل اس کے نتیجہ میں جو کچھ حاصل ہوگا وہ مسلمانوں کی کافرانہ حکومت ہوگی" (ترجمان القرآن محرم ۱۳۶۰ھ بحوالہ طلوع اسلام بابت دسمبر ۱۹۶۳ء، سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۷۵ بحوالہ جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۸۲)

(۶) "یہ لوگ ہندوستان کے ایک ذرا سے کونے میں پاکستان بنانے کو اپنا انتہائی مقصد بنائے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر یہ فی الواقع خلوص قلب سے اسلام کی نمائندگی کے لیے کھڑے ہو جائیں تو سارا ہندوستان پاکستان بن سکتا ہے اور اس سے ایک لادینی جمہوری حکومت یا عوامی پارلیمینٹری حکومت نہیں بلکہ خالص خدا کی حکومت کتاب و سنت کے اصول پر قائم ہو سکتی ہے" (ترجمان القرآن جلد ۳۰ عدد ۶ بحوالہ طلوع اسلام مذکور بالا)

(۷) "ہم اس بات کا کھلے بندوں اعتراف کرتے ہیں کہ تقسیم ملک کی جنگ سے (۱) ہم

---

(۱) یہ کہنا بھی غلط ہے کہ تقسیم ملک کی جنگ میں جماعت اسلامی غیر متعلق رہی ہے" یہ جماعت غیر متعلق نہیں رہی بلکہ اس نے اس جنگ میں شروع سے آخر تک مسلمانوں کی مخالفت کی حتی کہ جب پاکستان آنکھوں کے سامنے نظر آنے لگ گیا تو اس وقت بھی یہ چیختے پکارتے رہے کہ یہ کیا قیامت برپا ہونے لگی ہے۔ (ماہنامہ طلوع اسلام مذکورہ بالا)

غیر متعلق رہے ہیں۔ اس کارکردگی کا سہرا ہم صرف مسلم لیگ کے سر باندھتے ہیں اور اس میدان میں کسی حصے کے اپنے آپ کو دعویٰ دار نہیں سمجھتے" (ترجمان القرآن نومبر ۱۹۶۳ء بحوالہ طلوع اسلام مذکورہ بالا)

(۸) "ان کے (مسلم لیگ کے) ذمہ دار لیڈروں کی تقریریں، ان کی نمائندہ مجلسوں کی قراردادیں، ان کے کارکنوں کی باتیں۔ ان کے اہل قلم کی تحریریں سب کی سب اس امر کی شہادت دیتی ہیں کہ ان کی دعوت اصل میں ایک قوم پرستانہ دعوت ہے۔ یعنی ان کی پکار اسلام کے نصب العین کی طرف نہیں ہے بلکہ اس طرف ہے کہ ان کی قوم متفق و متحد ہو کر ہندو قوم کے مقابلہ میں اپنے دنیوی مفاد کی حفاظت کرے" (مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۱۰۴ بعنوان پاکستانی خیال کے لوگ بحوالہ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت اگست ۱۹۹۲ء ص ۸۶)

(۹) "یہ سب کچھ غیر اسلامی ہے۔ لہٰذا اگر یہ آپ کی قومیت اور یہ آپ کا کلچر ہے اور یہ آپ کے قومی مقاصد ہیں تو آپ اپنی قوم کا جو نام چاہیں تجویز فرمالیں۔ اسلام کا نام استعمال کرنے کا آپ کو کوئی حق نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام آپ کی قومیت اور اس کلچر سے تبریٰ کرتا ہے۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ اسلام ہی کا نام استعمال کرنے پر آپ کو اصرار کیوں ہے" (سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۳۷ عنوان نسلی مسلمانوں کے لیے دوراہیں بحوالہ ضیائے حرم مذکورہ بالا) (ترجمان القرآن ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ بحوالہ طلوع اسلام دسمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۲۶)

(۱۰) "باقی رہا نظام حکومت وہ پاکستان میں بھی ویسا ہی ہوگا جیسا ہندوستان میں ہوگا۔ مسلمانوں کی کافرانہ حکومت اسلامی نقطۂ نظر سے غیر مسلموں کی کافرانہ حکومت کے مقابلہ میں کچھ بھی قابل ترجیح نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ قابل لعنت ہے" (حاشیہ کتاب سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۱۳۱ بحوالہ رضائے مصطفےٰ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ)

(۱۱) "مولانا صاحب کے رفقائے کار نے اپنے جریدے کوثر لاہور میں ۱۳ جون ۱۹۴۷ء اور ۱۷ جون ۱۹۴۷ء کو لنگڑا پاکستان اور پاکستان نہیں فاز قستان کے عنوانات سے

بھی دو مضمون شائع کیے تھے۔ علاوہ ازیں مولانا نے رقم فرمایا" تقسیم ہند کا معاملہ جس طریقے سے طے کیا گیا ہو غلطیوں بلکہ حماقتوں کا ایک مجموعہ تھا" (ترجمان القرآن جولائی ۱۹۴۸ء صفحہ نمبر ۱۳۶ بحوالہ ضیائے حرم مذکورہ بالا)

(۱۲) " یہ تھیں وہ بنیادیں جن پر ہماری قومی تحریک اول روز سے اٹھی اور آخر تک بڑھتی چلی گئی اس کے اجزائے ترکیبی میں مومن اور منافق اور کھلے کھلے ملحد سب شامل تھے۔ بلکہ دین میں جو جتنا ہلکا تھا وہ اتنا ہی اوپر آیا۔ اس میں اخلاق کی سرے سے کچھ پوچھ نہ تھی۔" (ترجمان القرآن جولائی ۱۹۴۸ء صفحہ نمبر ۱۳۶ بحوالہ ضیائے حرم مذکورہ بالا و ماہنامہ طلوع اسلام لاہور۔ دسمبر ۱۹۶۳ء صفحہ نمبر ۲۹)

(۱۳) " مسلم لیگ کی حمایت میں اگر کبھی کوئی لفظ میں نے لکھا ہو تو اس کا حوالہ دیا جائے" یعنی ایک لفظ بھی حمایت میں نہیں لکھا۔ (ترجمان القرآن جولائی ۱۹۳۸ء بحوالہ رضائے مصطفٰے شوال ۱۳۹۸ھ)

(۱۴) " اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی جو مختلف جماعتیں اسلام کے نام سے کام کر رہی ہیں اگر فی الواقع اسلام کے معیار پر ان کے نظریات مقاصد اور کارناموں کو پرکھا جائے تو سب کی سب جنس کاسد نکلیں گی۔ خواہ مغربی تعلیم و تربیت پائے ہوئے سیاسی لیڈر ہوں یا علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین، دونوں قسم کے راہنما اپنے نظریے اور پالیسی کے لحاظ سے یکساں گم کردہ راہ ہیں۔ دونوں راہ حق سے ہٹ کر تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں۔" (مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش ص ۱۲۸ جلد ۳ بحوالہ جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۶۳، ماہنامہ رضائے مصطفٰے شوال ۱۳۹۸ھ)

(۱۵) " جب میں مسلم لیگ کے ریزولیشن کو دیکھتا ہوں تو میری روح بے اختیار ماتم کرنے لگتی ہے" (موجودہ سیاسی کشمکش مصنفہ مودودی ص ۳۷ بحوالہ رضائے مصطفٰے مذکورہ بالا و ضیائے حرم اگست ۱۹۹۲ء صفحہ نمبر ۸۷)

(۱۶) " مسلم لیگ، احرار، خاکسار، جمعیۃ العلماء اور آزاد کانفرنس سب کی اس وقت کی تمام کاروائیاں حرفِ باطل کی طرح محو کر دینے کے لائق ٹھہرتی ہیں۔ نہ ہم قومی اقلیت ہیں

نہ آبادی کے فیصد تناسب پر ہمارے وزن کا انحصار ہے۔ نہ ہندوؤں سے ہمارا کوئی قومی جھگڑا ہے۔ نہ انگریزوں سے وطنیت کی بنیاد پر ہماری لڑائی ہے۔ نہ ان ریاستوں سے ہمارا کوئی رشتہ ہے جہاں نام نہاد مسلمان خدا بنے بیٹھے ہیں نہ اقلیت کے تحفظ کی ہمیں ضرورت ہے نہ اکثریت کی بنیاد پر ہمیں قومی حکومت مطلوب ہے " (سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۱۱۰ بحوالہ رضائے مصطفےٰ مذکورہ بالا و جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۲۴)

(۱۷) " اگر ہندوستان کے مسلمانوں نے دین سے بے بہرہ لوگوں کی قیادت میں ایک بے دین قوم کی حیثیت سے اپنا علیحدہ وجود برقرار رکھا بھی (جیسا کہ ترکی اور ایران میں برقرار رکھے ہوئے ہیں) تو ان کے اس طرح زندہ رہنے میں اور کسی غیر مسلم قومیت کے اندر فناء ہو جانے میں آخر فرق ہی کیا ہے۔ " (مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۱۴ بحوالہ جماعت اسلامی عوامی عدالت میں ص ۲۴)

اگر مودودی لٹریچر سے پیش کردہ مندرجہ بالا سترہ اقتباسات درست ہیں تو پھر یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ تحریک قیام پاکستان کی مخالفت میں مودودی صاحب اور ان کی منظم تربیت یافتہ پوری جماعت نے اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق بخشے۔ آمین۔

قیام پاکستان کی مخالفت سے مودودی صاحب کا انکار

مودودی صاحب کے سیاسی اور مذہبی حریفوں کے پیش کردہ مندرجہ بالا حوالہ جات کے باوجود مودودی صاحب کو اس بات سے انکار ہے کہ انہوں نے قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی چنانچہ وہ اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ " زیادہ تر اعتراض مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کے تیسرے حصے پر کیا جاتا ہے۔ جو میرے ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۰ء تک کے مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس کے اقتباسات کو سیاق و سباق سے الگ کر کے اور ان حالات کو نظر انداز کر کے جن میں وہ مضامین لکھے گئے تھے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ میں قیام پاکستان کا مخالف تھا۔ حالانکہ اصل معاملہ کچھ اور ہے۔ جسے میں مختصراً بیان کرتا ہوں۔

جس وقت مسلم لیگ نے یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ ملک کو تقسیم کرانے کے لیے جدوجہد کرے گی اس وقت میرے سامنے دو بڑے اہم سوالات تھے جن پر میں اپنی راتوں کی نیندیں حرام کر کے غور کرتا رہا۔

ایک یہ کہ اگر خدانخواستہ تقسیم کے لیے جدوجہد کرنے کے بعد مسلم لیگ ناکام ہو جائے اور ملک تقسیم نہ ہو سکے پھر مسلمانوں کا کیا حشر ہوگا۔ اس وقت تو درکنار ۱۹۴۷ء کے آغاز تک یہ امر یقینی نہ تھا کہ پاکستان واقعی بن جائے گا۔ اور یہ بات ایک معمولی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ جو جماعت کسی مقصد کے لیے لڑ کر آخرکار ہار جائے اس کے لیے پھر ملک میں کام کرنے کے مواقع باقی نہیں رہتے۔ اس صورت میں ایک دوسری دفاعی لائن ضروری تھی تاکہ اگر خدانخواستہ اس مقصد میں ناکامی ہو تو کوئی دوسرا گروہ ایسا موجود ہو جو مسلمانوں کو سنبھال سکے۔ اسی غرض کے لیے اگست ۱۹۴۱ء میں جماعت اسلامی قائم کی گئی تھی۔ میں نے اگر پانچ چھ سو آدمیوں کو الگ کر کے ایک منظم اور تربیت یافتہ گروہ اس غرض کے لیے تیار کرنے کی کوشش کی کہ بعد میں وہ کام کر سکے تو یہ کوئی گناہ تھا جس کی آج مجھے سزا دی جائے۔

دوسرا اہم سوال میرے سامنے یہ تھا کہ اگر ملک تقسیم ہو جائے تو ہندوستان میں رہ جانے والے مسلمانوں کا کیا حشر ہوگا۔ اور پاکستان میں اسلام کا کیا حشر ہوگا۔ الی ان قال اس لیے ناگزیر تھا کہ ایسی منظم جماعت موجود رہے جو تقسیم کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کو سنبھال سکے۔ ایسی ہی ایک منظم جماعت پاکستان کے لیے بھی درکار تھی۔ تاکہ تقسیم کے بعد وہ اس قومی ریاست کو اسلامی ریاست میں تبدیل کرنے کی کوشش کر سکے۔ پاکستان کی تحریک میں جو لوگ پیش پیش تھے ان کے اعمال اسی وقت سامنے موجود تھے جن کو دیکھ کر ہر صاحب عقل آدمی یہ سمجھ سکتا تھا کہ یہ لوگ ایک قومی ریاست تو بنا سکتے ہیں مگر ان میں نہ یہ صلاحیت ہے اور نہ ان کے اندر اس بات کی کوئی آمادگی ہی پائی جاتی ہے کہ یہ فی الواقع اسے اسلامی ریاست بنا دیں۔ لازم تھا کہ ایک ایسا گروہ پہلے سے منظم تیار رہے جو اسلام سے انحراف کرنے والوں کا ہاتھ پکڑ سکے اور اس ریاست کو اسلام کی طرف موڑ سکے۔

جو کچھ اس زمانے میں میرے اندازے تھے ان کو میں نے صاف صاف لکھ دیا تھا۔ آج سولہ سال کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جو کچھ اندیشے اس وقت میں نے ظاہر کیے تھے ان میں سے ایک ایک چیز واقعہ کے طور پر لوگوں کے سامنے آگئی۔ جو کچھ ان لوگوں کے ہاتھوں سے اسلام کا حشر ہوا اور جس جس طرح سے اسلام سے فرار کیا گیا۔ اس سے آج کون واقف نہیں ہے۔ اس لئے ان چیزوں کا پیشگی اندازہ کر کے میں نے وہ جماعت تیار کی جس کو آج جماعت اسلامی کی حیثیت سے سب لوگ جانتے ہیں۔ اور میں بجائے اس کے کہ کسی کے الزامات سے مرعوب ہو کر یہ کہوں کہ میں نے غلطی کی تھی۔ میں اللہ کے فضل سے پورے فخر کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ میں نے جو کچھ اندازہ کیا تھا۔ ٹھیک اسی کے مطابق حالات پیش آئے اور وہی کچھ مجھے کرنا چاہیے تھا۔ جو میں نے کیا اور اگر میں یہ نہ کرتا تو غلطی کرتا" (وقت کے اہم مسائل اور ان میں جماعت اسلامی کا مؤقف مؤلفہ ابوالاعلیٰ مودودی مطبوعہ تحریک اسلامی پبلی کیشنز ۲۔ بی ذیلدار پارک اچھرہ اشاعت اول ستمبر ۱۹۷۰ء)

مودودی صاحب کی مندرجہ بالا عبارت پڑھنے اور خط کشیدہ مقامات پر غور کرنے سے کم از کم اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ تحریک پاکستان کے وقت مودودی صاحب اپنے پانچ چھ سو منظم تربیت یافتہ آدمیوں کو لے کر مسلم لیگ سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ انہیں پاکستان کے معرض وجود میں آنے یا نہ آنے سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔ بلکہ اس وقت ان کا اصل رجحان مسلم لیگ کے قائدین پر نکتہ چینی کی طرف تھا۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب وحررہ الفقیر ابوالکرم احمد قاسمؔ الحیدری الرضوی غفر اللہ تعالیٰ لہٗ المدرس بالجامعۃ الحیدریۃ فضل المدارس سہنسہ من مضافات آزاد کشمیر۔ (۲۴ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ)

BAHOO

مقالاتِ حیدری

حصہ چہارم

(ترغیبات و ترہیبات)

مُصنّف

ابو الاکرم احمد حُسین قاسم الحیدری الرضوی

ناظم مکتبۂ حیدریہ

مکتبۂ حیدریہ

بازار سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقالات حیدری

(ترغیبات وترھیبات)

حصہ چہارم

مصنف

ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی



ناظم مکتبہ حیدریہ۔ بازار سہنسہ ضلع کوٹلی (آزاد کشمیر)

☆ نام کتاب ـــــــــــــــــــ مقالاتِ حیدری (حصہ چہارم)

☆ تصنیف ـــــــــــــــــــ ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی

☆ کمپوزنگ ـــــــــــــــــــ محمد صادق ﴿گلوبل کمپیوٹر بینک سہنسہ آزاد کشمیر﴾

☆ بار ـــــــــــــــــــ اوّل

☆ تاریخ اشاعت ـــــــــــــــــــ اگست ۲۰۰۶ء

☆ ہدیہ ـــــــــــــــــــ ۱۹۰ روپے

صفحات ـــــــــــــــــــ ۵۱۸

☆ ناشر ـــــــــــــــــــ مکتبہ حیدریہ ۔ بازار سہنسہ ۔ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر

ملنے کے پتہ جات:

☆ مکتبہ حیدریہ ۔ بازار سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر۔

☆ نورانی بکڈپو ۔ نارہ شہر تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی

☆ مکتبہ رضائے مصطفےٰ چوک دارالسلام ۔ گوجرانوالہ شہر۔

☆ نیو مکتبہ ضیائیہ ۔ ڈی ۔ 325 نزد لال حویلی ۔ بوہڑ بازار ۔ راولپنڈی۔

☆ احمد بک کارپوریشن ۔ عالم بزنس سنٹر ۔ اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک ۔ راولپنڈی۔

☆ مکتبہ انوار رضا سہالیہ بالمقابل مرکزی جامع مسجد کہوٹہ شہر ضلع راولپنڈی

☆ اسلامک بک کارپوریشن ۔ دکان نمبر ۳ سمت فضل داد پلازہ ۔ اقبال روڈ ۔ کمیٹی چوک راولپنڈی

مقالات حیدری حصہ اوّل کے مقالہ جات

مقالات حیدری حصہ اول کے مقالہ جات کے عنوانات کے نام ہدیہء ناظرین کیے جاتے ہیں۔

﴿اپیل﴾

اعتقادیات وتعلیمات بزرگانِ دین کے بارہ میں مقالات حیدری حصہ اوّل بھی حاصل کریں۔ اور اپنے عقائد کی اصلاح فرمائیں۔ ﴿ہدیہ ۱۳۵ روپے ہے﴾

الداعی الی الخیر: ناظم مکتبہ حیدریہ ۔ بازار سہنسہ ۔ ضلع کوٹلی ۔ آزاد کشمیر۔

مقالات حیدری حصہ دوم کے مقالہ جات

مقالات حیدری حصہ دوم کے مقالہ جات کے عنوانات کے نام ہدیہء ناظرین کیے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل ومناقب (۲) تقلیدِ شخصی کے وجوب کا ثبوت

(۳) بیعتِ مشائخ کی حقیقت واہمیت (۴) جائز کام کے لئے دن مقرر کرنے کا ثبوت

(۵) ذکر میلاد النبی ﷺ (۶) گیارھویں شریف پر ایک تحقیقی نظر (۷) مسئلہ نذر و نیاز

(۸) مسئلہ تعویذ کی شرعی حیثیت (۹) مسجد میں عورتوں کے اجتماعات کی اسلامی حیثیت

(۱۰) اکابر نقشبندیہ اور ذکر بالجھر (۱۱) گرمیوں میں نمازِ ظہر کا مسنون وقت

(۱۲) صلوٰۃ وسلام قبل از آذان (۱۳) صلوٰۃ وسلام بعد از آذان

(۱۴) آذان میں انگوٹھے چومنے کا مسئلہ (۱۵) اقامت میں حی علی الفلاح پر اٹھنے کا بیان

(۱۶) ننگے سر نماز کا مسئلہ (۱۷) امام کعبہ کی اقتداء کا مسئلہ (۱۸) نابالغ امام اور تراویح

(۱۹) صلوٰۃ وسلام بعد از نمازِ جمعہ (۲۰) میت کو دوبارہ غسل دینے کا بیان

(۲۱) جنازہ کو قدمی دینے کا بیان (۲۲) نمازِ جنازہ کا سلام ہاتھ کھول کر پھیرنے کا بیان

(۲۳) دعائے جنازہ پر چند شکوک وشبہات کا ازالہ (۲۴) دفن کے وقت صدقہ کی فضیلت

(۲۵) حیلہء اسقاط کا ثبوت (۲۶) مسئلہ توسل بالقرآن

(۲۷) قبر پر آذان دینے کا ثبوت (۲۸) جمعرات تک قبر پر قرآن خوانی کا بیان

(۲۹) قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا بیان (۳۰) بیٹھکوں پر دعا و فاتحہ کا مسئلہ

(۳۱) عہد نامہ قبر میں رکھنے کا بیان (۳۲) غائبانہ نماز جنازہ کی شرعی حیثیت

(۳۳) نماز جنازہ دوبارہ پڑھنے کا مسئلہ (۳۴) عرس کی شرعی حیثیت

(۳۵) قبرستان کو مسجد بنانے کا مسئلہ (۳۶) گنبد خضراء کی شرعی حیثیت

﴿اپیل﴾

فقہی مسائل واحکامات کے بارہ میں مقالات حیدری حصہ دوم بھی حاصل کریں۔اور مسائل دین کو سمجھ کے بعد اُن پر عمل کریں۔﴿ہدیہ ۱۶۵ روپے ہے﴾

الداعی الی الخیر: ناظم مکتبہ حیدریہ ۔بازار سہنسہ ۔ضلع کوٹلی ۔آزاد کشمیر

مقالات حیدری حصہ سوم کے مقالہ جات

مقالات حیدری حصہ سوم کے مقالہ جات کے عنوانات کے نام ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہیں۔

(۱) طلع البدر علینا (۲) مسئلہ نور پر چند شبہات کا ازالہ (۳) انوار ربیع الاوّل

(۴) مثلیت مصطفیٰ کی تشریح (۵) حیات خیرالانام ﷺ (۶) قرآن مجید سے سماع موتی کا ثبوت

(۷) امام اہل سنت کا ایمان افروز ترجمہ آیت کریمہ (۸) مسئلہ عصمتِ انبیآء علیھم السلام

(۹) کیا رسول اللہ ﷺ پر جادو اثر انداز ہوا تھا؟ ایک اہم سوال اور اس کا تحقیقی جواب

(۱۰) مسئلہ حاضر و ناظر پر ایک تحقیقی نظر (۱۱) اشتہار ''حاضر و ناظر کون؟'' کا تحقیقی علمی جائزہ

(۱۲) منکرین ختم نبوت کے دلائل کا تحقیقی جائزہ (۱۳) نعرۂ رسالت سے گریز کیوں؟

(۱۴) مسئلہ صلوٰۃ وسلام اکابرین دیوبند کی نظر میں (۱۵) تعظیمِ رسول کا شرعی معیار

(۱۶) دورِ حاضر میں معجزاتِ نبویہ کا ظہور (۱۷) احسن السبیل لطالبی حکم مسائل التعظیم والتقبیل

(۱۸) اہل ادب کے انوکھے انداز (۱۹) دربارِ رسالت کی حاضری

(۲۰) حدیثِ توسل کی تشریح (۲۱) قائلین وسیلہ کے پُر مغز دلائل کا بیان

(۲۲) منکرین وسیلہ کے بعض دلائل کا علمی جواب (۲۳) خلفائے ثلاثہ کے طریقِ انتخاب پر ایک نظر

(۲۴) ولایتِ خاصہ کا ثبوت (۲۵) اولیاء اللہ کی پہچان (۲۶) مسئلہ استعانت بالغیر

(۲۷) اعانت واستعانت کی صحیح شرعی حیثیت (۲۸) اثباتِ امداد الصالحین

(۲۹) فیضانِ قبور الصالحین (۳۰) محبوبانِ خدا کی مشکل کشائی کا مسئلہ

(۳۱) قبور الصالحین کو بوسہ دینے کا مسئلہ (۳۲) نجاۃ الطالحین بشفاعۃ عباد اللہ الصالحین

(۳۳) عملیات کا کاروبار اسلام کی نظر میں۔ (۳۴) اثباتِ ایصال ثواب

(۳۵) غیر خدا کی طرف منسوب شئے کی حلت کا بیان (۳۶) فرقہ بندی کے خاتمہ کا صحیح طریقہ کار

(۳۷) تہتر فرقوں والی حدیث کا صحیح مفہوم (۳۸) قیام پاکستان میں جماعت اسلامی کا کردار

اپیل ۞ اعتقادی مسائل واحکامات کے بارہ میں مقالات حیدری حصہ سوم بھی حاصل کریں۔ اور مسائل کو سمجھنے کے بعد اُن پر عمل کریں۔ ہدیہ ۲۰۰ روپے ہے۔

مداعی الی الخیر: ناظم مکتبہ حیدریہ۔ بازار سہنسہ۔ ضلع کوٹلی۔ آزاد کشمیر

فہرست مضامین

دعائیہ کلمات

(ازقلم استاذی المحترم جناب ماسٹر غلام رشید قریشی صاحب دامت برکاتہم العالیہ ساکن موضع رولی ضلع کوٹلی آزاد کشمیر)

اعوذُ باللهِ مِنَ الشیطن الرجیم

بسم الله الرحمٰن الرحیم

تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہٖ لیکون للعالمین نذیرا. صلوةً وسلاماً علی حبیبہٖ سیدنا محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

بے مثل وہ ذات ہے جس نے ہمیں پیدا کیا۔ عقل وشعور دیا۔ قوت گویائی بخشی۔ قلم کے ذریعے لکھنا پڑھنا سکھایا۔ پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ ہمیں اُمت محمدیہ میں شامل فرمایا۔

نظام کائنات خالق کی منشاء اور مرضی سے طے پاتا ہے۔ مناسب کام کے لئے انتخاب بھی وہ مناسب شخص کا کرتا ہے۔

ہمارا دین بہت پیارا دین ہے جس کی انجام دہی کے لئے اہل، لائق اور قابل انسان کا ہونا ضروری ہے موجودہ دور نفسانفسی کا دور ہے۔ ہر انسان خواہ وہ بڑا راہنما ہو یا عالم دین ہوس زر کا شکار ہے۔ احکام شریعت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مصلحت کا شکار ہو جاتا ہے۔ پیسہ ہر کسی کی ضرورت ہے۔ مگر جس پر اللہ راضی ہو اُسے صبر وقناعت کی دولت عطا کرتا ہے تو وہ سکون اور دلجمعی سے اپنا فرض ادا کرتا ہے۔

ہم نے نزدیک سے اپنے محترم عزیز ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری صاحب کو پڑھا۔ جس محبت وخلوص، شوق اور دلجمعی سے وہ دینی فرض کو ادا کرتے ہیں اس کی مثال نہیں۔ تجسس اور تحقیق سے کسی مسئلہ کے کسی پہلو کو آخری حد تک ثابت کرتے ہیں۔ مقالات چہارم کے عنوانات ومواد مندرجہ کو پڑھا مومنین کی ضرورت پورا کرتا ہے بلکہ صحیح راہنمائی کا ذریعہ ہے۔ اللہ پاک اس کی اشاعت کو کامیابی بخشے اور جناب مولوی صاحب پر اپنی رحمتوں اور برکتوں کی بارش برسائے۔ اُن کو روحانی جسمانی قلبی بیماریوں سے محفوظ رکھے اور جمیع حاجات پوری فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

تاثرات

(از قلم مخدومِ اہلِ سنت محبّ العلم والعلماء جناب حکیم خلیفہ سائیں محمد عارف زاہدی قادری مدظلہٗ کوٹلی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمداً للہ و شکراً لہٗ و صلاۃً و سلاماً علی سیدنا محمد و آل سیدنا محمدٍ دائماً ابداً اما بعد :۔ کتاب ''مقالات حیدری'' کا حصہ چہارم ترغیبات و ترہیبات کے حسین مرقع کا مسودہ اس وقت فقیر کے پیش نظر ہے۔ یہ علمی و تحقیقی خدمتِ عظیمہ اور اُس پر تاثرات کُجا۔

مُشک آں است کہ خود ببوید نہ آں کہ عطار بگوید۔

اس پرفتن نفسانفسی خود پسندی خود پرستی اور مادیت پرستی کے پرآشوب دور نے جہاں اخلاقیات اور معاشرت کو متاثر کیا ہے وہاں اس نے دین اور اثاثۂ اسلاف (علمِ دین کے ذخائر) کو بھی اپنے نت نئے ہتھکنڈوں سے متاثر کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس کے نتیجہ میں اسلاف کی راہ پر چلنے والا ایک عام مسلمان کمی تحقیق کی وجہ سے ذہنی الجھاؤ کا شکار ہو کر حلاوتِ ایمان سے محروم ہو رہا ہے۔

الحمدللہ۔ کتاب ''مقالات حیدری'' کے چاروں حصے اس ذہنی مرض کا شافی علاج ہیں عصر حاضر میں پیش آمدہ مسائل اور ذہنی الجھاؤ کو دُور کرنے میں مصنّف ''مقالات حیدری'' حضرت علامہ قاسم الحیدری مدظلہٗ کی یہ دینی خدمت تاریخی حیثیت کی حامل ہے۔ جس کا اعتراف پڑھے لکھے لوگ خصوصاً علماءِ دین پہلے سے کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ان کو صحت و سلامتی نصیب فرمائے۔ خاکپائے خواجہ محمد قاسم موہڑوی ناچیز فقیہ محمد عارف زاہدی قادری کوٹلی۔

حمد باری تعالیٰ

کارکن ہے ہر جگہ قدرت تری
کار فرما ہر گھڑی فطرت تری

زیر و بالا کرتا ہے مخلوق کو
ہے تعجب خیز یہ طاقت تری

تو ہی کہلاتا ہے، اے اللہ، غنی
بٹ رہی ہے ہر جگہ دولت تری

تُو ہے مختارِ جہاں، میرے خدا
کون نہ مانے گا پھر عظمت تری

ذات تیری ہے رحیم و مہرباں
جوش پہ ہے بارشِ رحمت تری

ہر کسی پہ ہے ترا فضل و کرم
ہے حِلم، میرے خدا، عادت تری

تُو ہے خالق، تو ہے مالک، اے خدا
ہو بیاں پھر کس طرح عظمت تری

ہیں ترے اوصاف سوچوں سے ورآء
کون کر سکتا ہے پھر مدحت تری

تیری سیرت ہے مبرّا عیب سے
پاک ہے ہر عیب سے صورت تری

تُو ہی ہے حمدوثناء کے قابل
کرتی ہے تعریف سب خلقت تری

بے کسوں کی دستگیری تیرا کام
قابلِ تعریف ہے نصرت تری

جو بنے گا بندۂ محبوبِ حق
پائے گا محشر میں وہ قربت تری

ذکر تیرا ہر گھڑی لب پہ رہے
ہو نگاہوں میں سدا ہیبت تری

لکھتا ہے قاسمؔ تری حمد و ثناء
آج کل اس پہ ہے یہ منت تری

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

آپ ہی تو ہیں وہ راہنما یا نبی
جس نے بتلائی راہِ خدا یا نبی

تیرے دربار میں جو گیا یا نبی
اُس کو مژدۂ جنت ملا یا نبی

آپ جس کی حمایت کریں گے وہی
بخشا جائے گا روزِ جزا یا نبی

آپ کے آستانِ کرم کے سوا
میرا کوئی نہیں آسرا یا نبی

آپ دامن میں اپنے بسا لیں مجھے
آپ سے ہے یہی التجاء یا نبی

میری قسمت کا تارہ چمک جائے گا
آپ ڈالیں گے جس دم نگاہ یا نبی

تیرے گستاخ سے میں رکھوں دوستی
دے خدا مجھ کو اس سے پناہ یا نبی

کام تیری نظر سے بنا ہے مرا
کام میرا تھا بگڑا ہوا یا نبی

باد خلد بریں سے بھی ہے دلربا
باغ طیبہ کی آب و ہوا یا نبی

وہ کسی بھی جگہ بار سکتا نہیں
جس کے حق میں ہے تیری دعا یا نبی

یہ مانا کہ جنت میں سب کچھ ہے پر
ہے کہاں تری باد صبا یا نبی

یہ عرش بریں جس کی معراج ہے
کون ہے وہ تمہارے سوا یا نبی

آپ اس کو بھی اپنوں میں کر لیں شمار
ہے یہ قاسم کی بھی التجاء یا نبی

منقبت

اہل حق کے پیشوا ہیں چاریار
راہِ حق کے راہنما ہیں چار یار

رحمتِ ربِّ عُلا ہیں چار یار
دوستانِ مصطفےٰ چار یار

جن کے دم سے قائم و دائم ہے دین
دین کے وہ مقتدا ہیں چار یار

خلافتیں جن کی ہیں برحق بے شبہ
وہ خلیفے بے شبہ ہیں چار یار

خادمانِ دین و محبوب خدا
حامیٔ دین ھدیٰ ہیں چار یار

جن کے انوار ہدایت سے جہاں
آج تک ہے پُر ضیاء، ہیں چار یار

میرے دل میں جن کی الفت ہے بسی
وہ ہمارے دلربا ہیں چار یار

عطر بیز و عطر سازو عطر باز
عطر آور جا بجا ہیں چار یار

رونق بزمِ حبیب کبریا
بے گماں تھے، بے شبہ ہیں چار یار

ہے وہ اندھی، بے بصر، بے نور بھی
جس نظر میں پُر خطا ہیں چار یار

میرا گلشن تا ابد تازہ رہے
میرے گلشن کی ہوا ہیں چار یار

شاد و خرم ہے مرا روح، میرا دل
روح ربا و دلفزا ہیں چار یار

ہر جگہ ہوتا ہوں قاسمؔ سرخرو
میرے ہمراہ ہر جگہ ہیں چار یار

مصنف کا عقیدہ

بندہ پروردگارم ، امتِ احمد نبی
دوست دارِ چار یارم ، تابعِ اولادِ علی
مذہبِ حنفیہ دارم ، ملتِ حضرت خلیل
خاک پائے غوثِ اعظم زیرِ سایہ ہر ولی

سخن ہائے گفتنی۔ مصنف کے قلم سے

(۱) الحمدللہ۔ راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفراللہ تعالیٰ لہٗ کی کتاب ''مقالات حیدری'' کا حصہ اول، حصہ دوم اور حصہ سوم تینوں دیدہ زیب صورت میں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر شائقین علم کے ہاتھوں تک پہنچے ہیں۔ ثم الحمد للہ علیٰ ذلک۔

(۲) ''مقالات حیدری'' کے حصہ اوّل میں ''اعتقادیات و تعلیمات بزرگانِ دین'' کے بیان میں چھبیس (۲۶) مقالہ جات، حصہ دوم میں ''فقہی مسائل و احکامات'' کی وضاحت میں چھتیس (۳۶) مقالات اور حصہ سوم میں ''اعتقادی مسائل و احکامات'' کی تشریح میں اڑتیس (۳۸) مقالہ جات شامل کیے گئے ہیں۔

الحمدللہ۔ یہ تینوں حصے اپنے اپنے میدان میں جامع ثابت ہوئے ہیں اور اہل علم نے زبانی و تحریری طور پر ان کی تحسین فرمائی ہے فجزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزآء فی الدارین. آمین۔

(۳) کتاب ''مقالات حیدری'' کی ترتیب کے آغاز میں راقم الحروف نے اس کتاب کو تین حصوں میں مکمل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ الحمدللہ۔ یہ تینوں حصے اپنی ظاہری و معنوی خوبیوں کے ساتھ شائع ہو کر احباب اہل سنت کے ہاتھوں تک پہنچے۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے۔ لیکن اللہ کریم جل مجدہٗ کو اس کتاب کے چوتھے حصے کی اشاعت بھی منظور تھی اس لئے اس نے اس حصہ کی اشاعت کا سبب خود بخود پیدا فرما دیا۔ ہوا یوں کہ عزیزم راجہ معروف خان صاحب جب گھر سے انگلینڈ جانے لگے تو وہ اپنے ساتھیوں کے لئے حصہ سوم کے چند نسخے لے گئے اور وہاں ساتھیوں کے ہاتھوں تک پہنچائے۔ عزیزم راجہ الطاف خان صاحب ساکن موضع بھیائی تحصیل سہنسہ حال مقیم انگلینڈ نے جب یہ حصہ کتاب پڑھا تو اُن کے دل میں بھی اس کار خیر میں اپنا مالی حصہ دینے کا عندیہ پیدا ہوا۔ الحمدللہ علیٰ ذلک۔

پھر جب حاجی صاحب موصوف گھر آئے اور راقم کے مکتبہ میں تشریف لائے تو دوران گفتگو انہوں نے از خود فرمایا۔ ''جب آپ مقالات حیدری کا چوتھا حصہ شائع کرائیں گے تو اس کے لئے میں بھی مالی تعاون پیش کروں گا۔''

حاجی صاحب کی یہ بات سن کر راقم سوچ میں پڑ گیا۔ کیونکہ حصہ چہارم کی اشاعت کا اس وقت کوئی پروگرام

زیرِ غور نہیں تھا۔ لیکن حاجی صاحب موصوف کو اس کارِ خیر میں شرکت کا موقع دینے کے لئے ضروری ہو گیا کہ اس حصہ کتاب کو بھی تیار کیا جائے۔

الحمد للہ۔ حاجی صاحب موصوف کی تحریک پر ہم ''مقالات حیدری'' کا یہ چوتھا حصہ شائع کرانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ **فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزآء فی الدارین**۔ آمین۔

(۴) حاجی صاحب موصوف کی اس ملاقات کے وقت حسن اتفاق سے عزیزم راجہ معروف خان صاحب ساکن موضع بھیائی (جنہوں نے حصہ سوم کی اشاعت کے جملہ اخراجات ادا کئے ہیں) گھر آئے ہوئے تھے۔ جب اُن سے حاجی صاحب کی خواہش و فرمائش ذکر کی گئی تو انہوں نے کہا۔ ''ہماری کتاب کا چوتھا حصہ ضرور ہونا چاہیے کیونکہ ہم چار یار کو ماننے والے لوگ ہیں۔'' نیز انہوں نے اپنے بھرپور مالی تعاون کا وعدہ بھی کیا۔ پھر انگلینڈ جا کر راجہ صاحب اور حاجی صاحب دونوں نے اپنی اپنی رقوم راقم کو بھیج دیں تو حصہ چہارم کی تالیف و اشاعت کے کام کا آغاز کر دیا گیا۔

(۵) چونکہ ''مقالات حیدری'' کے اصل کام کی تکمیل ابتدائی تین حصوں میں ہو چکی تھی اس لئے اس حصہ کے مقالہ جات کا انتخاب ایک مسئلہ بن گیا۔ اس مسئلہ کے حل کے لئے مخدوم اہل سنت محب العلم والعلماء خلیفہ سائیں محمد عارف قادری زاہدی مدظلہ العالی سے عرض کیا گیا تو آپ نے عامۃ المسلمین کے افادہ کے لئے اوامر کی ترغیبات اور مناہی کی ترہیبات کے بارہ میں مقالہ جات جمع کرنے کا حکم دیا۔ سائیں صاحب موصوف کے اس حکم پر ان مقالہ جات کو جنہیں انجمن احباب اہل سنت شائع کروا چکی تھی جمع کیا گیا اور جن باتوں کے بارہ میں کوئی مقالہ نہ ملا ان کے متعلق مقالہ جات تصنیف کیے گئے۔ الحمد للہ۔ حصہ چہارم میں چھیالیس (۴۶) مقالہ جات کو شاملِ اشاعت کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حصہ کتاب کو بھی دوسرے حصص کی طرح شرف پذیرائی بخشے۔ آمین۔

(۶) حصہ چہارم کے لئے جو مقالہ جات تصنیف کیے گئے ہیں ان کے نام یہ ہیں۔

(۱) طبی و شرعی نقطۂ نظر سے مسواک کی فضیلت (۲) قضاء نمازوں کے مسائل

الحمد للہ ان دو مقالہ جات کے اضافہ سے اس حصہ کی افادیت بڑھ گئی ہے۔

(۷) ''مقالات حیدری'' کے حصۂ چہارم کی ترتیب میں حسب عادت ہم نے پہلے تین حصوں کا انداز اختیار کیا ہے۔ ترغیبات سے متعلق مقالہ جات کو پہلے اور ترہیبات کے بارہ میں مقالہ جات کو بعد میں رکھا

ہے۔ پھر درمیانی حصوں کی ترتیب کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے تاکہ قاری کے ذہن میں تسلسل قائم رہے۔

(٨) چونکہ ''مقالات حیدری'' کا حصہ چہارم ترغیبات و ترہیبات کے بارہ میں ہے اس لئے اس کے ہر مقالہ میں آیت قرانیہ، احادیث نبویہ اور اقوال بزرگانِ دین کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو ذریعۂ ہدایت بنائے۔ آمین۔

(٩) ''مقالات حیدری'' کے حصہ چہارم کی پروف ریڈنگ کا کام بھی راقم نے خود کیا ہے۔ اپنی طرف سے اغلاط دور کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی خامی رہ گئی ہو تو مطلع فرمائیں۔

(١٠) ''مقالات حیدری'' کے چاروں حصوں کو تجارتی مقاصد کے پیش نظر شائع نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ اصل مقصد تبلیغ دین ہے۔ اسی وجہ سے اس کتاب کے چاروں حصوں کا ہدیہ مناسب رکھا گیا ہے۔ علمائے اہل سنت اور مشائخ طریقت سے التماس ہے کہ اس کتاب کے چاروں حصوں کی خریداری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ اور اپنے اپنے حلقۂ اثر میں انہیں زیادہ سے زیادہ اہل علم کے ہاتھوں تک پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے آمین۔

(١١) ہم مخدوم اہل سنت محب العلم والعلماء قبلہ حکیم خلیفہ سائیں محمد عارف قادری زاہدی صاحب مدظلہٗ العالی کا تہٖ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے ''مقالات حیدری'' کے چاروں حصوں کی تیاری میں پورا پورا حصہ لیا ہے۔ سخنے درہمے قدمے ہر طرح سے بھرپور تعاون فرمایا ہے۔ اپنی عظیم دعاؤں سے نوازا ہے۔ اور کتاب کے چاروں حصوں کے لئے اپنے تاثرات بھی تحریر فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ قبلہ سائیں صاحب کو اس عظیم دینی خدمت کا اعلیٰ اجر دارین میں عطا فرمائے اور اس دینی مساعی کے وسیلہ سے ان کی زندگی، صحت، اولاد اور کاروبار میں زیادہ سے زیادہ برکتیں فرمائے اور ان کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ اور آئندہ اسی قسم کی دینی خدمتوں کا انہیں مزید موقع عطا فرمائے آمین۔

(١٢) ہمارے محترم عزیز راجہ معروف خان صاحب اور عزیز حاجی راجہ الطاف خان صاحب دونوں مبارک بادی کے مستحق ہیں کہ ان دونوں کی تحریک اور پورے پورے مالی تعاون سے ''مقالات حیدری'' کا یہ چوتھا حصہ بھی زیور طباعت سے آراستہ ہوا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں عزیزوں کو مکمل صحت بخشے، ان کی عمروں، اولادوں اور کاروباروں میں برکتیں عطا فرمائے۔ اور آئندہ اسی قسم کی مزید سعادتیں حاصل کرنے

کی توفیق بخشے۔آمین۔

(۱۳) آخر میں ہم اپنے استادِ محترم جناب ماسٹر غلام رشید قریشی صاحب ساکن موضع رولی نزو کوٹلی شہر کا بھی تۂ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ''مقالات حیدری'' کے حصہ چہارم کو پڑھا اور اس کے مضامین کی تصویب وتوثیق فرمائی اور اپنے ''دُعائیہ کلمات'' سے ہمیں نوازا۔ **فجزاہ اللہ احسن الجزآء۔**

(۱۴) چونکہ ''مقالات حیدری'' کا یہ حصۂ چہارم اصحاب چار یار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مناسبت سے تیار کرایا گیا ہے اس لئے حصۂ نظم میں حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چار یار کی منقبت شاملِ کتاب کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ اصحابِ چار یار کی برکتوں کا صدقہ ہماری اس کتاب کے چاروں حصوں کو شرف مقبولیت بخشے اور انہیں ذریعۂ ہدایت بنائے آمین۔

(۱۵) جو احباب ''مقالات حیدری'' کے حصہ چہارم سے مسائل دینیہ میں راہنمائی حاصل کریں اُن سے گزارش ہے کہ وہ راقم کے لئے اور اس کے والدین، اساتذہ، مشائخ اور احباب کے لئے پُرخلوص دعا فرمائیں۔عین ممکن ہے کہ کسی نیک بندہ کی دعا ہماری دارین کی سرخروئی کا باعث بن جائے۔

ے خاتمہ بالخیر کر دے ربِ دو عالم نصیب
دوستو! کرنا کسی دن یہ دُعا میرے لئے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین و صلے اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد والہ واصحابہ و بارک وسلم۔

(۲۷ جمادی الاخری ۱۴۲۷ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا مقالہ

کلمہ طیبہ کے فضائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ و السلام علیٰ رسولہٖ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد. سُنی مسلمان نماز باجماعت کے فوراً بعد باہم مل کر بلند آوازی سے دو تین مرتبہ کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں۔ اور وہ جنازہ لے چلتے وقت بھی باہم مل کر بلند آوازی سے کلمۂ طیبہ پڑھتے ہیں۔ مگر وہابیۂ زمانہ اس کو ممنوع جانتے اور حتی الوسع مسلمانوں کو اس سے روکتے ہیں۔ چونکہ آجکل وہابیہ زمانہ کی بے ثبوت باتیں سُن کر ہمارے بعض سُنی صحیح العقیدہ لوگ بھی نماز باجماعت کے بعد اور جنازہ کے ہمراہ بلند آوازی سے باہم مل کر کلمہ طیبہ پڑھنے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور وہ خاموش رہتے ہیں اس لیے ہم نے ضروری سمجھا کہ سُنی بریلوی مسلمانوں پر کلمہ طیبہ کی فضیلت اور بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھنے کی مشروعیت پیش کی جائے تاکہ وہ بدمذہبوں کی باتوں سے متاثر ہو کر اس عظیم سعادت سے محروم نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیقِ عمل دے۔ آمین۔

کلمہ طیبہ کی فضیلت

کلمہ طیبہ کی فضیلت قرآن و حدیث سے ثابت ہے ہم یہاں بعض آیات و احادیث تبرکاً نقل کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

آیاتِ مُبارکہ

(۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

یا یّھا الّذین امنُوا اتقُوا اللہ و قولُوا قولاً سدیداً ہ یُصلح لکُمُ اعمالکُم و یغفر لکُم ذُنوبکُم ط. اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔ وہ تمہارے لیے تمہارے اعمال سنوار دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ (۲۲ پ ٦) اس آیت کی تفسیر میں حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ قولِ سدید سے مُراد لا الہ الّا اللہ یعنی کلمہ طیبہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۵۲۱ ج ۳)۔

(۲) اور فرماتا ہے۔ الم تر کیف ضرب اللہُ مثلاً کلمۃً طیبۃً کشجرۃٍ طیبۃٍ اصلُھا ثابت" وّ فرعُھا فی السّماء تؤتی اکلھا کل حینٍ باذن ربّھا ط و یضربُ اللہُ الامثال للناس لعلّھُم یتذکّرون کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ نے پاکیزہ بات کی کیسی مثال بیان فرمائی۔ جیسے پاکیزہ

درخت جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں ہیں۔ ہر وقت اپنا پھل اپنے رب کے حکم سے دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں وہ سمجھیں۔ (پ ۱۳ رکوع ۱۶)

علامہ صاوی فرماتے ہیں اس آیت میں کلمہ طیبہ سے مُراد لا الہ الا اللہ ہے اور اسے خصوصیت سے بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کلمہ طیبہ جنت کی چابی ہے اور اس کے بغیر ایمان مقبول نہیں ہوتا۔ پھر جب انسان اس کلمہ طیبہ کو بکثرت یاد کرتا ہے تو اُس پر اس کے انوار ظاہر ہوتے ہیں اور اُس کے دل پر اس کے اسرار کھلتے ہیں پھر اس کا نفع اُسے دُنیا اور آخرت میں دائمی طور پر ملتا رہتا ہے (تفسیر صاوی ۲۳۹ ج ۲)۔

(۳) اور ارشاد فرماتا ہے۔ **يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ امَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ**۔ اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دُنیا میں اور آخرت میں۔ (پ ۱۳ رکوع ۱۶)

علامہ صاوی لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو قول ثابت یعنی کلمہ توحید پر دُنیا اور آخرت یعنی قبر میں ثابت قدم رکھتا ہے۔ (تفسیر صاوی ص ۲۳۹ ج ۲)

احادیث مُبارکہ

(۱) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے وصیت فرمائیں۔ فرمایا جب تُو بُرا کام کر بیٹھے تو تُو اس کے پیچھے نیک کام لگا دے کہ وہ اُسے مٹا دے گا۔ پھر عرض کیا یا رسُول اللہ کیا لا الہ الا اللہ کہنا نیکیوں میں داخل ہے۔ فرمایا **ھی افضل الحسنات**۔ یہ سب سے بہتر نیکی ہے۔
(تفسیر ابن کثیر ص ۴۶۴ ج ۲)

(۲) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا الہ الا اللہ نصف میزان ہے اور الحمد للہ اُس کو بھر دیتا ہے (کنوز الحقائق ص ۱۵۱ ج ۲)۔

(۳) اور فرمایا "لا الہ الا اللہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ لا الہ الا اللہ سے کوئی عمل سبقت نہیں کرتا اور نہ یہ کلمہ کوئی گناہ چھوڑتا ہے"۔ (کنوز الحقائق ص ۱۵۱ ج ۲)

(۴) اور حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا الہ الا اللہ کی گواہی کثرت سے دو پہلے اس سے کہ تمہارے اور اس کلمہ کے درمیان رکاوٹ پیدا کر دی جائے اور یہ کلمہ مرنے والوں کو تلقین کرو۔ (جامع صغیر ص ۵۴ ج ۱)۔

(۵) اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مرنے والے لوگوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو (جامع صغیر ص ۱۲۵ ج ۲)۔

(٦) اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" کوئی بندہ نہیں جو لا الہ الا اللہ کو ایک سو مرتبہ کہے مگر قیامت کے دن اللہ اُسے اس حال میں اُٹھائے گا کہ اُس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند جیسا ہوگا۔" (البدور السافرۃ ص ۱۴۴)

(۷) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ثمن الجنّة لا اله الّا الله . لا اله الّا الله جنّت کی قیمت ہے۔ (جامع صغیر ص ۱۴۳ ج وصحہ)

(۸) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جدّدوا ایمانكم اكثر و امن قول لا اله الّا الله ۔ اپنے ایمان کو تازہ کرو۔ لا الہ الا اللہ کثرت سے کہو۔ (جامع صغیر ص ۱۴۳ ج ۱ وصحہ)

(۹) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا افضل الذكر لا اله الّا الله و افضل الدعا الحمد لله. بہترین ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور بہترین دُعا الحمد للہ ہے۔ (جامع صغیر ص ۴۹ ج ۱ وصحہ مشکوٰۃ ص ۱۸۲ ج ۲)

(۱۰) اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من قال لا اله الّا الله مخلصاً دخل الجنّة. جو شخص خلوصِ نیت سے لا الہ الا اللہ کہے وہ جنّت میں داخل ہوگا۔ (جامع صغیر ص ۱۷۷ ج ۲ وصحہ)

(۱۱) اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من كان آخر كلامه لا اله الّا الله دخل الجنّة ۔ جس شخص کی آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنّت میں داخل ہوگا۔ (جامع صغیر ص ۱۷۹ ج ۲ وصحہ)

(۱۲) اور حضرت عمرو بن شعیب کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ومن هلّل الله مائة بالغداة و مائة بالعشى كان كمن اعتق مائة رقبة من ولد اسماعيل. اور جو شخص صبح کے وقت ایک سو مرتبہ لا الہ الا اللہ کہے اور شام کے وقت ایک سو مرتبہ لا الہ الا اللہ کہے تو وہ اُس شخص جیسا ہے جو بنی اسماعیل کے ایک سو غلام اللہ کی راہ میں آزاد کرتا ہے (مشکوٰۃ ص ۱۸۲ ج ۱)۔

(۱۳) اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اے میرے رب مجھے وہ شئے سکھا جس کے ذریعے سے میں تجھے یاد کروں یا تجھ سے دُعا کروں فرمایا۔ اے موسیٰ لا الہ الاّ اللہ کہو۔ پھر عرض کیا اے میرے ربّ یہ کلمہ تو تیرے سارے بندے پڑھتے ہیں میں ایسی شئے چاہتا ہوں جو تو میرے لیے خاص کردے فرمایا اے موسیٰ اگر سات آسمان اور میرے بغیر اُن کے سارے رہنے والے اور ساتوں زمینیں ایک پلڑا میں رکھی جائیں اور لا الہ الاّ اللہ دوسرے پلڑا میں تو یہ پلڑا اُس پر بھاری ہوگا (مشکوٰۃ ص ۱۸۲ ج ۱)

(۱۴) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں **قولوا لا الہ الّا اللہ لا نَہا تحطّ الذنوب والخطایا۔ لا الہ الّا اللہ** کہو۔ کیونکہ وہ گناہ اور خطائیں مٹاتا ہے (تفسیر خازن ص ۶۴ ج ۱)

(۱۵) اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کی چابیاں لا الہ الاّ اللہ ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۴ ج ۱)

(۱۶) اور امام جزری کتاب حصن حصین میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ایمان تازہ کرو عرض کیا گیا یا رسول اللہ! ہم اپنے ایمان کیسے تازہ کریں۔ فرمایا **اکثروا من قول لا الہ الّا اللہ۔ لا الہ الّا اللہ** کہنے کی کثرت کرو۔ احمد و طبرانی نے اسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (حاشیہ مکتوبات امام ربانی ص ۱۳۱ ج ۱)

(۱۷) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن میری شفاعت کے سبب سے زیادہ خوش نصیب وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے دل یا اپنی جان سے خلوص کے ساتھ لا الہ الاّ اللہ کہا ہے۔ رواہ البخاری۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۱۶)۔

(۱۸) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **لیس علی اھل لا الہ الّا اللہ وحشۃ فی قبورھم ولا فی النشور۔ لا الہ الّا اللہ** والوں پر قبر میں کوئی وحشت نہیں اور نہ قیامت کے دن میں (ان پر کوئی وحشت ہوگی) گویا میں اُن کو قیامت کے کڑکا کے وقت دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں۔ **الحمد للہ الذی اذھب عنّا الحزن انّ ربّنا لغفور شکور۔** سب تعریف اُس اللہ کے لیے ہے جو ہم سے پریشانی لے گیا۔ بلاشبہ ہمارا رب البتہ غفور شکور ہے۔

(نزھۃ الناظرین ص ۱۱۶)

(۱۹) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا الہ الا اللہ کہنے کی کثرت کرو اس سے پہلے کہ تمہارے درمیان اور اس کلمہ کے درمیان رکاوٹ ڈال دی جائے۔ کیونکہ یہی کلمہ توحید ہے اور یہی کلمہ اخلاص ہے اور یہی کلمہ تقویٰ ہے اور یہی کلمہ طیبہ ہے اور یہی دعوت الی الحق ہے اور یہی عروۂ وثقیٰ ہے اور یہی جنت کی قیمت ہے (نزھۃ الناظرین ۱۱۶)۔

مسلمان ان احادیث مقدسہ مبارکہ کو پڑھیں سمجھیں اور کلمہ طیبہ کو اپنا معمول بنائیں۔ کلمۂ طیبہ آہستہ پڑھیں یا با آواز بلند ہر طرح سے فضیلتیں مل جائیں گی۔ **واللہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم.**

نماز باجماعت کے بعد باآواز بلند کلمۂ طیّبہ پڑھنے کا ثبوت

نماز باجماعت کے بعد باآواز بلند کلمہ طیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے صحابہ پڑھا کرتے تھے۔ لہذا اسے بدعت کہنا بذاتِ خود بدعت ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ **انّ رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علیٰ عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم و انّہ قال قال ابن عباس کنت اعلم اذا انصرفوا بذٰلک اذا سمعتہ'.** بلاشبہ ذکر الٰہی کے ساتھ آواز بلند کرنا جبکہ لوگ فرض نماز سے فارغ ہو جائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھا اور میں جب یہ ذکر سنتا تھا تو لوگوں کے نماز ختم کرنے کو جانتا تھا۔ (مسلم شریف ص ۲۱۷ ج ۱)

(۲) اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ آپ مجھے وہ حدیث لکھیں جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہے۔ سو آپ نے اُن کی طرف یہ لکھا۔ **انّی سمعتہ یقول عند انصرافہ من الصلوٰۃ لا الہ الّا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد و ھو علٰی کل شئی قدیر ثلٰث مرّات.** میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے فارغ ہوتے وقت یہ کلمات تین مرتبہ کہتے ہُوئے سُنا۔ **لا الہ الّا اللہ وحدہ' لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد و ھو علی کل شئی قدیر.** (سنن نسائی ص ۱۹۷ ج ۱)۔

(تنبیہ) اس حدیث کے الفاظ سمعتہ یقول سے پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات بلند آواز سے کہتے تھے اور ثلاث مرات سے معلوم ہُوا کہ نماز کے بعد بلند آوازی سے مسلمان تین مرتبہ جو کلمۂ طیبہ پڑھتے

ہیں۔ یہ مسنون ہے۔ وہابیہ کا اسے بدعت کہنا مردود ہے۔

(۳) اور مشکوٰۃ شریف میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت ان الفاظ میں ہے۔ کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا سلّم من صلاته یقول بصوته الاعلیٰ لا اله الّا الله الخ رسول الله صلی الله علیه وسلم جب اپنی نماز سے سلام پھیرتے تو اپنی زیادہ بلند آواز میں فرماتے لا الہ الا اللہ الخ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۸۱ ج ۱) (صحیح البہاری ص ۴۲۳ ج ۱)

شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

این حدیث صریح است در جہر بذکر کہ آنحضرت با آواز بلند می خواند۔ یہ حدیث اس بارہ میں صریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد کلمات مذکورہ کو بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔

(اشعۃ اللمعات ص ۴۱۹ ج ۱)۔

یاد رہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی تھے۔ باوجود نقشبندی ہونے کے نماز کے بعد ذکر بالجہر کو سنّت قرار دے رہے ہیں۔ نیز حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات ص ۴۹۱ ج ۱ کے حاشیہ نمبر ۳ میں لکھا ہے بدانکہ ذکر جہر در قضائے مخصوصہ در وقائع معینہ واقع شدہ است۔ چنانچہ در آذان و خطبہ و جمعہ و حج و تکبیرات تشریق و اد بار صلوٰۃ الخ۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا حضرات مجددیہ کے نزدیک بھی بدعت نہیں بلکہ یہ ان وقائع میں داخل ہے جن میں ذکر بالجہر واقع ہوا ہے۔ مثلاً آذان خطبہ وغیرہ الحمد لله علیٰ ذٰلک۔

(تنبیہ) نماز باجماعت کے بعد بلند آواز سے کلمہ پڑھنے کے جواز و مشروعیت میں تمام علمائے امت کا اتفاق ہے ہاں اس کے استحباب میں اختلاف ہے۔ ولہذا جو بلند آواز سے پڑھتے ہیں اُنہیں منع کرنا یا اس ذکر کو بدعت کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ والله یهدی من یشآء الی صراط مستقیم۔

ہمراہ جنازہ بلند آواز سے کلمۂ طیّبہ پڑھنا جائز ہے

جنازہ کے ہمراہ کلمۂ طیبہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ بلند آواز سے پڑھا جائے یا آہستہ سے۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اکثروا فی الجنازة قول لا اله الا الله۔ جنازہ

میں لا الٰہ الاّ اللہ کا قول زیادہ کرو۔ رواہ خاتمۃ المحدثین الجلال السیوطی فی جامعہ الصغیر ص۵۴ ج ۱ واطلقہ وعبد الرؤف المناوی فی کنوز الحقائق ص۱۳۹ ج ۱۔

(۲) حدیث شریف میں ہے عن ابن عمر رضی الله عنهما قال لم یکن یسمع من رسول الله صلی الله علیه وسلم و هو یمشی خلف الجنازة الاقول لا اله الا الله۔ یہ حدیث جامع الصغیر (للامام محمد) اور ابن ابی شیبہ میں موجود ہے۔

(حیات کامل مؤلفہ مفتی عبدالحکیم میر پوری ص۲۹۱)

(۳) اور امام صدر الشریعہ کتب فقہ حنفی صغیری و درمختار وغیرہما سے ناقل۔ "جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کو سکوت کی حالت میں ہونا چاہیے۔ موت اور احوال واہوال قبر کو پیشِ نظر رکھیں۔ دُنیا کی باتیں نہ کریں۔ نہ ہنسیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو جنازہ کے ساتھ ہنستے ہُوئے دیکھا تو فرمایا۔ تو جنازہ میں ہنستا ہے تُجھ سے کبھی کلام نہ کروں گا اور ذکر کرنا چاہیں تو دل میں کریں اور بلحاظ زمانہ اب علماء نے ذکرِ جہر کی بھی اجازت دی ہے (بہار شریعت ص۱۴۵ ج ۱)

کلمہ طیّبہ مجدّد صاحب کی نظر میں

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مقتدائے اعظم اور شیخ اکبر حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض ملفوظاتِ مبارکہ دوبارہ فضیلت کلمہ طیبہ تبرکاً نقل کردیے جائیں وباللہ التوفیق۔

حضرت مجدّد صاحب لکھتے ہیں۔

(۱) و این فقیر کلمه طیّبه را کلیدِ خزینهٔ نُود و نه رحمت که برائے آخرت ذخیره فرموده است می پندارد و میداند که شفیع تر از برائے دفعِ ظلماتِ کفر و کدوراتِ شرک ازین کلمه طیّبه دیگرے نیست۔ اور یہ فقیر کلمہ طیبہ کو اُن ننانوے رحمتوں کے خزانوں کی چابی جانتا ہے جو آخرت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ذخیرہ فرمائی ہیں اور کفر کی اندھیریاں اور شرک کی گندگیاں دُور کرنے کے لیے اس کلمۂ طیبہ سے بہتر کوئی اور چیز نہیں جانتا ہے (مکتوبات امام ربانی ص۹۸ ج ۲)

(۲) اور لکھتے ہیں کسیکه تصدیق باین کلمه کرده باشد و ذرّهٔ ایمان حاصل نموده مع ذلک اگر برسوم کفر و رذائل شرک مبتلا، گشته است امّید است که بشفاعت

این کلمہ از عذاب بیرون آیدواز خلودِ دوزخ نجات یا بد. جس شخص نے اس کلمہ طیبہ کی تصدیق کی ہوگی اور ذرہ برابر ایمان حاصل کیا ہوگا اگر اس کے ساتھ وہ کفر کی رسموں اور شرک کی برائیوں میں مبتلاء ہوگیا ہے تو امید ہے کہ اس کلمہ کی شفاعت کے سبب سے وہ عذاب سے باہر نکلے گا اور ہمیشہ کے عذابِ دوزخ سے خلاصی پائے گا۔ (مکتوبات امام ربانی ص ۹۸ ج ۲)

(۳) اور لکھتے ہیں۔ وهیچ چیز در تسکین غضب جلّ سلطانه ' ازیں کلمۂ طیّبه نافع تر نیست. هر گاه این کلمۂ طیّبه تسکینِ غضب دخولِ نارفرما ید غضبهائے دیگر که خُود دون اوست بطریق اولی تسکین آنها نما ید. ربّ جلّ سلطانہ کے غضب کو ٹھنڈا کرنے میں اس کلمہ طیبہ سے زیادہ کوئی چیز نافع نہیں ہے جب یہ کلمہ طیبہ دوزخ میں داخلہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے تو دوسرے غضب جو اس سے کم درجہ کے ہیں بطریق اولیٰ انہیں ٹھنڈا کرتا ہے۔

(مکتوبات امام ربانی ص ۹۷ ج ۲)

(۴) اور لکھتے ہیں۔ هلاک می گشت این امّت اگر مثل کلمۂ طیّبه شفیع ایشان نه بُود و مثل خاتم الرسل علیه و علیهم الصلوٰة والتسلیمات والتحیات شفاعت شان نمی نمود ۔ یہ گناہگار امت ہلاک ہوجاتی اگر کلمۂ طیبہ جیسی چیز اُن کی شفاعت نہ کرتی اور خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم جیسے پیغمبر اس کی شفاعت نہ فرماتے (مکتوبات امام ربانی ص ۹۸ ج ۲)

(۵) اور لکھتے ہیں و نیز از فضائلِ این کلمه بشنو قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من قال لا اله الّا الله دخل الجنّة . کو تاه نظران تعجب دارند که بیک گفتن لا اله الا الله چگو نه دخول جنّت میّسر شود ازین برکاتِ این کلمه طیّبه واقف نیستند. محسوسِ این فقیر شده است اگر تمام عالم رابیک گفتن ایں کلمۂ طیّبه به بخشند و به بهشت فرستند گنجائش دارد و منهور می گردد که برکات این کلمه مقدسه را اگر بتمام عالم قسمت کنند ابد الآباد همه را کفایت کندو همه را سیراب بگردانند. اور اس کلمۂ کے فضائل میں سے یہ بھی سُنیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص لا الہ الاّ اللہ کہے وہ جنّت میں داخل ہوگا۔ کوتاہ بین لوگ تعجب کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ لا الہ الاّ اللہ کہنے کے سبب سے جنّت کا داخلہ کیسے مل جاتا ہے۔ یہ لوگ اس کلمہ طیبہ کی برکتوں سے واقف نہیں ہیں۔ یہ فقیہ

محسوس کرتا ہے کہ اگر اس کلمہ طیبہ کو ایک مرتبہ کہنے کے سبب سے تمام جہان والوں کو بخش دیں اور جنت میں بھیج دیں تو اس کی گنجائش ہے اور یہ بات مشہور ہے کہ اس کلمہ مقدسہ کی برکتیں اگر تمام جہاں میں تقسیم کی جائیں تو وہ ابدالآباد تک کافی ہیں۔اور سب کو سیراب کر دیتی ہیں۔(مکتوبات امام ربانی ص۹۹ ج۲)

(۶)اور لکھتے ہیں آرزوئے در دُنیا معلوم نیست کہ برابر این باشد کہ کسے در گوشہ خزیدہ باشد و بتکرار این کلمۂ طیّبہ متلذّذ و محظوظ بود امّا چہ تو ان کر د کہ جمیع آرزوھا میّسر نیست و از غفلت و اختلاطِ خلق چارہ نہ. دُنیا میں کوئی خواہش اس کے برابر معلوم نہیں ہوتی کہ کوئی شخص تنہائی میں بیٹھا ہو اور کلمۂ طیبہ کے تکرار سے لذت اُٹھاتا ہو لیکن کیا کیا جائے کہ سب خواہشیں پُوری نہیں ہوتیں اور غفلت اور لوگوں سے میل جول سے بھی چارہ نہیں ہے۔(مکتوبات امام ربانی ص۹۹ ج۲)

(۷)اور لکھتے ہیں بحکم حدیث جدّدوا ایمانکم بقول لا الہ الّا اللہ در ہر آنے تجدید ایمان باین قول عظیم الشان می باید کرد. حدیث "تم اپنے ایمان کی تجدید لا الٰہ الا اللہ کہنے کے ذریعہ سے کرو" کے حکم کے مطابق ہر وقت اس عظیم الشان قول کے ذریعہ سے ایمان کی تجدید کرنی چاہیے۔(مکتوبات امام ربانی ص۳۷ ج۱)

(۸)اور لکھتے ہیں۔ کلمہ طیّبہ لا الہ الّا اللہ کہ موضوع است برائے نفی آلہہ آفاقی و انفسی در تزکیۂ نفس و تطہیر آن انفع و انسب است اکابر طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم از برائے تزکیۂ نفس ھمیں کلمۂ طیّبہ را اختیار فرمودہ اند تا بجاروب لا الہ نروبی۔ راہ نرسی در سرائے الّا اللہ۔ کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ کہ آفاقی و انفسی معبودان باطلہ کی نفی کے لیے موضوع ہے نفس کے تزکیہ و تطہیر میں زیادہ فائدہ بخش اور زیادہ مناسب ہے۔ اکابر طریقت (نقشبندیہ) نے تزکیۂ نفس کے لیے اسی کلمۂ طیبہ کو اختیار فرمایا ہے۔

شعر۔تو جب تک لا الٰہ کے ذریعے سے راستہ کو جھاڑو نہ دے گا الا اللہ کے محل میں نہیں پہنچے گا

(مکتوبات امام ربانی ص۱۳۰ ج۱)

(۹)اور لکھتے ہیں ہر گاہ این نفس در مقام سرکشی آید و نقضِ عہد نماید بتکرار این کلمہ تجدید ایمان باید نمود قال علیہ الصلوٰۃ و السلام جددوا ایمانکم بقول لا الہ

الّا اللہ بلکہ ہمہ وقت تکرار این کلمہ چارہ نبود زیرا کہ نفسِ امّارہ ہموارہ در مقام خبث است در حدیث آمدہ است در فضائل این کلمہ کہ اگر آسمانہا و زمین ہارا در پلہ بنہند و این کلمہ را در پلّہ دیگر ہر آئینہ این پلّہ را جیح آید بر پلّۂ دیگر ۔ جب بھی نفس سرکشی کے مقام میں آئے اور عہد توڑے تو اس کلمہ کے تکرار کے ذریعہ سے ایمان کی تجدید کرنی چاہیے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ تم اپنے ایمان کی تجدید لا الہ الّا اللہ کے کہنے سے کرو ۔ بلکہ ہر وقت اس کلمہ کے تکرار سے چارہ نہیں کیونکہ نفس امارہ ہر وقت خباثت کے مقام میں ہوتا ہے ۔ اس کلمہ کی فضیلت میں حدیث میں آیا ہے کہ اگر آسمانوں اور زمینوں کو ایک پلڑا میں اور اس کلمہ کو دوسرے پلڑا میں رکھیں تو یہ پلڑا دوسرے پر بھاری ہوگا ۔ (مکتوبات امام ربانی ص ۱۳۰ ج ۱) ۔

الغرض : بعض نقشبندی حضرات کی محفلوں میں اکثر دیکھا جاتا ہے کہ وہ حلقہ بنا کر آدھی رات تک کلمہ طیبہ کا ذکر بلند آوازی سے کراتے رہتے ہیں ۔ مجدد صاحب کی یہ نو عباراتِ مبارکہ اُن کے اس عمل کی فضیلتوں، برکتوں اور فائدوں کے ثبوت میں کافی وافی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اُسے ماننے کی توفیق بخشے آمین ۔

(۲۲ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ ۔)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دوسرا مقالہ

فضیلت علم دین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین امابعد۔ برادر طریقت حضرت مولانا محفوظ چشتی ناظم دارالمطالعہ جماعت اہل سنت چکسواری آزاد کشمیر کی فرمائش پر یہ مختصر رسالہ ''فضیلت علم دین'' لکھنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔ اللہ کریم جل جلالہ اسے شرف مقبولیت بخشے اور اسے ہم سب کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین۔

ارشادات خداوندی

علم دین اور علمائے دین کی فضیلت، اور بزرگی میں بہت سی آیات قرآنیہ وارد ہوئی ہیں۔ بعض آیات مبارکہ تبرکاً نقل کی جاتی ہیں وباللہ توفیق۔

۱۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُو الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ط لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ** اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہوکر۔ گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں عزت والا حکمت والا ہے (پ ۳۔ ۱۰) اس سے معلوم ہوا کہ علمائے دین بڑی عزت والے ہیں کہ ربّ نے انہیں اپنی توحید کا گواہ اپنے ساتھ بنایا۔ مگر یہاں مراد وہ علمائے دین ہیں جو علمائے ربانی ہیں نہ وہ جو اخوان الشیاطین ہیں۔ علمائے ربانی وہ علمائے دین ہیں جو خود اللہ والے ہیں اور لوگوں کو اللہ والے بناتے ہیں۔ جن کی صحبت سے خدا کی کامل محبت نصیب ہوتی ہے۔ جس عالم کی صحبت سے اللہ کے خوف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کمی آئے وہ عالم نہیں ظالم ہے۔ خیال رہے کہ یہاں اولوالعلم میں انبیاء کرام اولیاء عظام اور علمائے اعلام تمام داخل ہیں۔ (نورالعرفان ص ۸۱)

۲۔ اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔ **وَیَرَی الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ھُوَ الْحَقَّ وَیَھْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ○**

اور جنہیں علم ہے وہ جانتے ہیں کہ جو کچھ تمہاری طرف تمہارے ربّ کے پاس سے اتارا گیا وہی حق ہے اور عزت والے سب خوبیوں والے کی راہ بتاتا ہے۔ (پ ۲۲۔ ۷)

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ علمائے کرام کا درجہ بہت بڑا ہے دوسرے یہ کہ علم وہی مفید ہے جو

رب کی راہ دکھائے۔ (نور العرفان ص ۲۸۳)

۳۔ اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔ تلک الامثال نضربها للناس وما یعقلها الا العالمونo اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں اور انہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے (پ ۲۰۔ ۱۶)

اس سے معلوم ہوا کہ دینی باتوں کی گہرائی تک پہنچنا صرف علم والوں کا کام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بیان کی ہوئی مثالوں میں غور و فکر کرنا اور ان کی حکمتوں کی کوشش کرنا علم والوں ہی کے بس کی بات ہے۔ جاہلوں کا کام اہل علم سے پوچھنا ہے نہ یہ کہ قرآن و حدیث میں خود غور کر کے مسئلے نکالنا۔ جو نام نہاد مفکرین اسلام عوام سے علمائے دین کا دامن چھڑاتے ہیں وہ گمراہ کن ہیں۔ اللہ ان سے بچائے۔

۴۔ اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔ ولیعلم الذین اوتوا العلم انه الحق من ربک فیومنوا به فتخبت له قلوبهم ط اور اس لئے کہ جان لیں وہ جن کو علم ملا کہ وہ تمہارے رب کے پاس حق ہے تو اس پر ایمان لائیں تو اس کے لئے ان کے دل جھک جائیں۔ (پ رکوع ۱)

شیطان وحی رحمان میں اپنی وحی کی ملاوٹ کی کوشش کرتا ہے تا کہ لوگ اس کی وحی کو رحمانی کے ہمراہ سن کر گمراہ ہو جائیں اس مسئلہ کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ کھوٹے اور کھرے کی پہچان صرف اہل علم ہی کا کام ہے۔ جسے علمائے دین حق بتائیں وہی حق ہے اور وہ جسے باطل کہیں وہی باطل ہے۔

۵۔ اور وہ فرماتا ہے والذین اوتوا العلم درجٰت ط اور اللہ اُن کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔ (پ ۲۸۔ رکوع ۲)

علم سے مراد علم دین ہے اس سے معلوم ہوا کہ علمائے دین بڑے درجے والے ہیں۔ دنیا میں آخرت میں ان کی عزت ہے۔ رب تعالیٰ نے ان کے درجات کا وعدہ کیا۔ انہیں دنیا و آخرت میں عزت ملے گی۔

(نور العرفان ص ۸۶۸)

۶۔ اور وہ فرماتا ہے۔ قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون انما یتذکر اولوا الالبـــــاب. تم فرماؤ کیا برابر ہیں علم والے اور انجان اور نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں (پ ۲۳۔ رکوع ۱۵)

اس سے معلوم ہوا کہ عابد سے عالم دین افضل ہے۔ ملائکہ عابدین تھے اور آدم علیہ السلام عالم عابدوں کو عالم

کے سامنے جھکایا گیا۔ یہاں مطلقاً ارشاد ہوا کہ عالم غیر عالم سے افضل ہے۔ غیر عالم خواہ عابد ہو یا غیر عابد بہر حال اس سے عالم افضل ہے۔ خیال رہے کہ عالم سے مراد عالم دین ہیں انہیں کے فضائل قرآن وحدیث میں وارد ہوئے ہیں۔ اسی لئے حضرت عائشہ صدیقہ تمام ازواج مطہرات بلکہ تمام جہان کی بیبیوں سے افضل ہیں کہ وہ بڑی عالمہ ہیں (نور العرفان ص ۷۳۳)

۷۔ اور وہ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں (پ ۲۲۔ رکوع ۱۲)

اس سے معلوم ہوا کہ علمائے دین بہت مرتبہ والے ہیں کہ ربّ نے اپنی خشیت وخوف کو ان میں منحصر فرمایا جسے بھی خوف الٰہی نصیب ہوگا وہ سچے عالموں کے ذریعہ سے ہی نصیب ہوگا مگر عالموں سے مراد وہ ہیں جو دین کا علم رکھتے ہوں اور ان کے عقائد واعمال درست ہوں۔ (نور العرفان ص ۶۹۸)

(۸) اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ سواے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو (پ ۱۷۔ رکوع ۱)

اس سے معلوم ہوا کہ جن باتوں کا علم نہ ہو ان کے بارہ میں علمائے دین سے پوچھنا ضروری ہے شرمندگی کے باعث جاہل رہنا اور علمائے دین سے مسائل نہ دریافت کرنا نادانی ہے۔

۹۔ اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ○ اور عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے۔ (پ ۱۶۔ رکوع ۱۵)

اس سے معلوم ہوا کہ علم دین کی حرص اچھی چیز ہے علم سے کبھی سیر نہ ہونا چاہیے۔ دیکھو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق میں بڑے عالم ہیں مگر انہیں حکم دیا گیا کہ زیادتی علم کی دعا مانگو۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا علم ہمیشہ ترقی پر ہے (نور العرفان ص ۵۱۰)

۱۰۔ اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ وہ ان پر ان کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔ (پ ۲۸۔ رکوع ۱۱)

اس سے معلوم ہوا کہ کتاب وسنت کی تعلیم دینا سنت نبوی ہے۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن کے ساتھ حدیث کی بھی ضرورت ہے کیونکہ حدیث قرآن مجید ہی کی تفسیر ہے۔

فرمودات مصطفوی

علم دین اور علمائے دین کے بارہ میں بہت سی احادیث نبویہ مروی ہیں۔بعض روایات مبارکہ یہاں تبرکاً پیش کی جاتی ہیں وباللہ التوفیق۔

۱۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:۔اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے وہ اسے دین میں سمجھ عطا فرماتا ہے۔اور میں تو تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے(مشکوٰۃ ۹۲ص ج۱) یعنی جس شخص کو علوم دینیہ کی سمجھ عطا کی جاتی ہے اس کے بارے میں یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بھلائی کا ارادہ کیا ہے درست ہے واللہ علم۔

۲۔اور وہ فرماتے ہیں۔''عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جس طرح میری فضیلت میرے ادنیٰ امتی پر ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمینوں والے حتیٰ کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور حتیٰ کہ مچھلی اس شخص پر درود بھیجتے ہیں جو لوگوں کو خیر یعنی دین کے علم کی تعلیم دیتا ہے''(مشکوٰۃ ص ۱۲ ج۱)

۳۔اور وہ فرماتے ہیں۔''عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جس طرح چودھویں رات میں چاند کو سب ستاروں پر ہے''۔(جامع صغیر ص ۵۷ ج۲)

۴۔اور وہ فرماتے ہیں۔''اہل علم مومن کی فضیلت عبادت گزار مومن پر ستر درجہ ہے۔''

(جامع صغیر ص ۵۷ ج۲)

۵۔اور وہ فرماتے ہیں۔''عالم کی فضیلت غیر عالم پر اتنی ہے جتنی نبی کی فضیلت اپنی امت پر ہوتی ہے۔''(جامع صغیر ص ۵۷ ج۲)

۶۔اور وہ فرماتے ہیں۔''مومنوں پر علما دین کے لئے سات سو ایسے درجات ہیں۔جن میں سے ہر دو درجات کے مابین پانچ سو سال کی مسافت ہے۔''(مختصر احیاء علوم الدین ص۲)

۷۔اور وہ فرماتے ہیں۔''علم دین حاصل کرنا اللہ کے پاس نماز،روزہ،حج اور فی سبیل اللہ جہاد سے افضل ہے۔''(جامع صغیر)

۸۔اور وہ فرماتے ہیں۔''ایک گھڑی علم دین حاصل کرنا رات بھر کے قیام سے بہتر ہے اور ایک پورا دن علم دین تلاش کرنے میں گزارنا تین مہینوں کے روزوں سے افضل ہے۔'' (جامع صغیر)

۹۔اور وہ فرماتے ہیں۔''عالم دین کی دو رکعتیں غیر عالم کی ستر رکعتوں سے بہتر ہیں (جامع صغیر)

۱۰۔اور وہ فرماتے ہیں۔''جس شخص کو موت اس حال میں ملے کہ وہ اس لئے علم دین ڈھونڈ رہا تھا کہ وہ اس کے ذریعہ سے اسلام کو زندہ کرے اس کے درمیان اور انبیاء کے درمیان جنت میں صرف ایک درجہ ہے۔'' (مشکوٰۃ ص ۳۴ ج ۱)

۱۱۔اور وہ فرماتے ہیں،''علم کی زیادتی میرے نزدیک عبادت کی زیادتی سے بہتر ہے اور تمہارا بہترین دین پرہیزگاری ہے۔'' (جامع صغیر ص ۵۷ ج ۲) (کنوز الحقائق)

۱۲۔اور فرماتے ہیں۔''عالم کی فضیلت عابد پر ستر درجہ ہے ہر دو درجات کے مابین اتنی مسافت ہے جتنی آسمان اور زمین کے مابین ہے۔'' (جامع صغیر ص ۵۷ ج ۲)

۱۳۔اور فرماتے ہیں۔''عالم دین کی اس حال میں ایک گھڑی کہ وہ اپنے بستر سے تکیہ لگا کر علم دین کے کسی مسئلہ کو دیکھ رہا ہو۔عبادت گزار کی ستر سال کی عبادت سے افضل ہے۔'' (جامع صغیر ص ۳۰ ج ۲)

۱۴۔اور فرماتے ہیں۔''رات کی ایک گھڑی میں علم دین کا دور کرنا رات بھر کے قیام سے بہتر ہے۔'' (مشکوٰۃ ص ۳۴ ج ۱)

۱۵۔اور فرماتے ہیں۔''جو شخص علم دین سیکھنے کے لئے پردیس میں چلا جائے اس کی مغفرت اس کے قدم اٹھانے سے پہلے کر دی جاتی ہے''۔ (جامع صغیر ص ۱۶۷ ج ۲)

۱۶۔اور فرماتے ہیں۔''اور جو شخص راستہ طے کرے اس حال میں کہ وہ علم دین تلاش کرتا ہے تو اللہ اس کے لئے اس عمل کے عوض میں جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے''۔ (مشکوٰۃ ص ۳۰ ج ۱)

۱۷۔اور فرماتے ہیں۔اور جو شخص علم دین حاصل کرتا ہے اس کا یہ عمل اس کی گزری ہوئی ساری زندگی کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۳۱ ج ۱)

۱۸۔اور فرماتے ہیں۔قیامت کے روز علمائے دین کی سیاہی اور شہداء کے خون کا وزن کیا جائے گا تو علمائے دین کی سیاہی کا پلڑا شہداء کے خون کے پلڑے سے بھاری ہوگا۔ (جامع صغیر ص ۲۰۶ ج ۲)

۲۰۔اور فرماتے ہیں۔بلاشبہ فرشتے طالب علم کی رضامندی کے لئے اپنے پروں کو پست کرتے ہیں۔اور

بلا شبہ عالم دین کیلئے آسمانوں کے رہنے والے اور زمین کے رہنے والے اور پانی کے اندر مچھلیاں مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور بلا شبہ عالم دین کی فضیلت عابد پر اس قدر ہے جس قدر چودھویں رات میں چاند کو تمام ستاروں پر ہوتی ہے اور بلا شبہ علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں اور بلا شبہ انبیاء نے ورثہ میں دینار اور درھم نہیں چھوڑے۔ انہوں نے علم دین اپنے ورثہ میں چھوڑا ہوتا ہے۔ سو جو شخص اسے حاصل کرے وہ میراث انبیاء سے وافر حصہ حاصل کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۳۱ ج ۲)

۲۱۔ اور فرماتے ہیں۔ علمائے دین انبیاء کے وارث ہیں آسمانوں والے ان سے محبت کرتے ہیں اور جب وہ مرجاتے ہیں تو قیامت تک ان کے لئے مچھلیاں سمندر میں مغفرت کی دعا مانگتی ہیں۔

(جامع صغیر ص ۶۹ ج ۲)

۲۲۔ اور فرماتے ہیں۔ علم دین اسلام کی حیات اور ایمان کا ستون ہے۔ اور جو شخص علم حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کا اجر پورا کرتا ہے۔ اور جو شخص علم سیکھتا اور پھر اس پر عمل کرتا ہے اللہ اس کو وہ علم عطا فرماتا ہے جسے وہ جانتا نہیں ہے۔ (جامع صغیر ص ۶۹ ج ۲)

۲۳۔ اور فرماتے ہیں۔ علم خزانے ہیں اور ان کی چابیاں سوال ہے۔ سو تم سوال پوچھو تاکہ اللہ تم پر رحم فرمائے۔ کیونکہ اس میں چار شخصوں کو اجر دیا جاتا ہے۔ سوال کرنے والے کو، جواب دینے کو سوال و جواب سننے والے کو اور ان سے محبت رکھنے والے کو۔ (جامع صغیر ص ۶۹ ج ۲)

۲۴۔ اور ارشاد فرماتے ہیں۔ علم مومن کا دوست ہے۔ اور عقل اس کا رہنما ہے اور عمل اس کا منتظم ہے اور نرمی اس کا وزیر ہے اور صبر اس کا سپہ سالار ہے اور شفقت اس کا والد ہے اور نرم دلی اس کا بھائی ہے۔ (جامع صغیر ص ۶۹ ج ۲)

۲۵۔ اور فرماتے ہیں۔ علم دین عمل سے بہتر ہے اور دین کا مرکزی حصہ پرہیزگاری ہے اور علم والا وہی ہے جو عمل کرتا ہے۔ (جامع صغیر ص ۷۰ ج ۲) یعنی کامل عالم دین وہ ہے جو باعمل ہو۔ ورنہ گذشتہ احادیث میں گزر چکا ہے کہ عالم دین کے لئے آسمانوں اور زمین والے سب مغفرت کی دعا مانگتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم دین گناہگار ہو تو وہ زمرۂ علماء سے خارج نہیں ہو جاتا بلکہ اس کی مغفرت کا قوی احتمال ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۲۶۔ اور فرماتے ہیں۔ "ایک فقہ جانے والا عالم دین شیطان پر ایک ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ سخت

ہے۔" (مشکوٰۃ ص ۳۱ ج ۱)

۲۷۔اور فرماتے ہیں۔دو خوبیاں منافق میں جمع نہیں ہوتیں۔ نیک اخلاق اور علم دین کی سمجھ یعنی جس شخص میں حسن اخلاق اور دینی سمجھ موجود ہوں وہ منافقت سے بری ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۲۸۔اور فرماتے ہیں۔"دو خوبیاں منافق میں جمع نہیں ہوتیں۔ نیک اخلاق اور علم دین کی سمجھ" یعنی جس شخص میں حسن اخلاق اور دینی سمجھ موجود ہوں وہ منافقت سے بری ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

۲۹۔اور فرماتے ہیں۔ جو شخص علم کی تلاش میں گھر سے نکلے وہ واپسی تک اللہ کی راہ میں ہوتا ہے۔

(مشکوٰۃ ص ۳۱ ج ۱)

۳۰۔اور فرماتے ہیں۔ایمان والا شخص علم دین کی باتیں سننے سے سیر نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کا ٹھکانہ جنت میں بن جائے۔ (مشکوٰۃ ص ۳۲ ج ۱)

۳۱۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بنی اسرائیل کے ان دو شخصوں کے بارہ میں پوچھا گیا جن میں سے ایک عالم دین تھا اور وہ فرض نماز پڑھتا تھا پھر وہ بیٹھ جاتا تھا اور لوگوں کو علم دین کی تعلیم دیتا تھا۔ اور دوسرا دن کو روزہ رکھتا تھا اور رات کو قیام کرتا تھا۔ کہ ان دونوں میں افضل کون ہے۔ فرمایا اس عالم دین کی فضیلت جو فرض نماز پڑھتا ہے۔ پھر بیٹھ جاتا ہے اور لوگوں کو علم دین پڑھاتا ہے اس عابد پر جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو عبادت میں کھڑا رہتا ہے ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ شخص پر ہے۔

(مشکوٰۃ ص ۳۳ ج ۱)

۳۲۔اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ بہترین شخص وہ عالم دین ہے کہ اگر اس کی ضرورت پڑ جائے تو وہ نفع پہنچاتا ہے اور اگر اس سے بے پرواہی برتی جائے تو وہ اپنے آپ کو بے پرواہ بنا دیتا ہے۔

(مشکوٰۃ ص ۳۳ ج ۱)

۳۳۔اور فرماتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ عزوجل نے میری طرف یہ وحی بھیجی کہ جو شخص علم دین تلاش کرنے میں کوئی راستہ طے کرتا ہے میں اس کے لئے جنت کا راستہ آسان بنا دیتا ہوں۔ اور جس شخص کی دونوں آنکھوں کو میں سلب کر لیتا ہوں اسے میں ان دونوں کے عوض میں جنت دیتا ہوں اور علم میں فضیلت عبادت میں فضیلت سے بہتر ہے اور دین کی اصل پرہیزگاری ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۳۳ ج ۱)

۳۵۔حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر مسجد

میں دو مجلسوں پر ہوا۔فرمایا دونوں مجلسیں بہتری پر ہیں اوران میں سے ایک دوسری سے افضل ہے۔یہ لوگ اللہ کو پکارتے ہیں اوراس کی طرف رغبت کرتے ہیں سو وہ چاہے تو ان کا سوال عطا فرمائے اور چاہے تو روک دے اور یہ جو علم سیکھتے ہیں اور جاہلوں کو علم دین سکھاتے ہیں یہ افضل ہیں اور میں معلّم بن کر مبعوث ہوا ہوں پھر آپ اُس مجلس علم میں تشریف فرما ہوئے (مشکوٰۃ ص ۳۴ ج ۱)

۳۶۔حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔کیا تم جانتے ہو کہ سب سے زیادہ سخی شخص کون ہے؟ عرض کیا گیا اللہ اوراس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔فرمایا اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سخی ہے پھر میں سارے انسانوں میں سب سے زیادہ سخی ہوں اور میرے بعد انسانوں میں سب سے زیادہ سخی وہ شخص ہے جو علم سیکھتا ہے پھراسے پھیلاتا ہے۔وہ قیامت کے روز ایک جماعت کی صورت میں آئے گا۔
(مشکوٰۃ ص ۳۴ ج ۱)

۳۷۔اورفرماتے ہیں۔ایمان ننگا ہے اوراس کا لباس پرہیزگاری ہے۔اوراس کی زینت حیا ہے اوراس کا میوہ علم دین ہے۔(مختصر احیاء علوم الدین ص ۳)

۳۸۔اورفرماتے ہیں۔درجہ نبوت سے قریب ترین علمائے دین اور مجاہدین ہیں۔علمائے دین تو اس لئے کہ وہ لوگوں کو اس دین سے آگاہ کرتے ہیں جسے رسول لے کر آئے اور مجاہدین اس لئے کہ وہ رسولوں کے دین کی راہ میں تلواروں کے ذریعہ سے جہاد کرتے ہیں۔(مختصر احیاء علوم الدین ص ۳)

۳۹۔اورفرماتے ہیں۔زمین میں اللہ کے امانت دار علمائے دین ہیں۔(مختصر احیاء ص ۳)

۴۰۔اورفرماتے ہیں۔قیامت کے روز انبیاء شفاعت کریں گے پھر علمائے دین شفاعت کریں گے پھر شہداء شفاعت کریں گے۔(مختصر احیاء ص ۳)

۴۱۔اورفرماتے ہیں۔البتہ تیرا صبح کے وقت جانا اور علم دین کا ایک باب سیکھنا ایک سو رکعت ادا کرنے سے بہتر ہے۔(مختصر احیاء ص ۴)

۴۲۔اورفرماتے ہیں۔خبردار بلاشبہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے ملعون ہے سوا ان چار چیزوں کے سوا ذکر الٰہی کے اور سوا اس شخص کے جو ذکر الٰہی سے محبت رکھے اور سوا عالم دین کے اور سوا علم دین سیکھنے والے کے (نزہتہ الناظرین ص ۳)

۴۳۔اورفرماتے ہیں۔جو شخص مسجد کی طرف جائے اوراس کی غرض علم دین کا حصول ہی ہو تو اس کے لئے

پورے حج کا ثواب حاصل کرنے والے حاجی کے ثواب جتنا ثواب ہے۔(نزھتہ الناظرین ص ۳)

۴۴۔اور فرماتے ہیں۔فقہ کی مجلس میں بیٹھنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔(نزھتہ الناظرین ص ۳)

۴۵۔اور فرماتے ہیں۔تھوڑی سی دینی سمجھ بہت سی عبادت سے بہتر ہے۔(نزھتہ الناظرین ص ۳)

۴۶۔اور فرماتے ہیں۔بہترین عبادت فقہ کا علم ہے۔(نزھتہ الناظرین ص ۳)

۴۷۔اور فرماتے ہیں۔قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بندوں کو اٹھائے گا پھر علماء کو الگ کرے گا اور کہے گا اے جماعت علماء میں نے اپنا علم تمہارے اندر اس لئے نہیں رکھا تھا کہ میں تمہیں عذاب دوں گا جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔(نزھتہ الناظرین ص ۴)

۴۸۔اور فرماتے ہیں۔تم ایسے زمانے میں ہو کہ اس میں فقہاء کی کثرت ہے اور خطیبوں کی قلت ہے اور **سخیوں** کی کثرت ہے سائلین کی قلت ہے۔اس دور میں عمل علم سے بہتر ہے اور عنقریب لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جس میں فقہاء کی قلت ہوگی۔خطیبوں کی کثرت ہوگی **سخیوں** کی قلت ہوگی اور سائلین کی کثرت ہوگی اس وقت علم کی تلاش عمل سے بہتر ہوگی۔(نزھتہ الناظرین ص ۴)

۴۹۔اور فرماتے ہیں۔ہر مسلمان پر علم دین کا حصول فرض ہے۔(نزھتہ الناظرین ص ۴)

۵۰۔اور فرماتے ہیں۔علم دین حاصل کرو اگر چہ چین میں ہو۔(نزھتہ الناظرین ص ۴)

۵۱۔اور آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا۔البتہ اللہ تعالیٰ کا تیرے سبب سے ایک شخص کو ہدایت دینا تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔(نزھتہ الناظرین ص ۳)

ارشادات بزرگان دین

علم دین اور علمائے دین کی فضیلت میں بزرگان دین کے بے شمار فرمودات موجود ہیں۔ہم یہاں تبرکاً چند ارشادات پیش کرتے ہیں وباللہ التوفیق۔

ا۔امام فتح موصلی ارشاد فرماتے ہیں۔کیا یہ بات نہیں کہ مریض کو جب کھانا پینا اور دوائی دارو سے روکا جائے تو وہ مر جاتا ہے؟لوگوں نے کہا ہاں فرمایا یونہی جب دل کو تین دن تک علم وحکمت کی باتوں سے روکا جاتا ہے۔تو وہ مر جاتا ہے(مختصر احیاء)

۲۔اور امام غزالی فتح موصلی کے اس ارشاد کے بارہ میں لکھتے ہیں۔بلاشبہ فتح موصلی نے حق بات کہی ہے

کیونکہ قلب کی غذا علم وحکمت ہے اوراس کی زندگی کا انحصاران دونوں کے ملنے پر ہے جس طرح جسم کی بقاء کا دارو مدار کھانے پینے پر ہوتا ہے۔اور جو شخص بے علم ہو اس کا دل بیمار ہوتا ہے۔اوراس کے دل کے لئے موت لازم ہے مگر اسے اپنی قلبی موت کا احساس دنیاوی مشاغل کی کثرت کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ پھر جب موت اسے ان دنیاوی مشاغل سے نکال کر باہر لے جاتی ہے تو اسے سخت درد اور آخری درجہ کی حسرت ہوتی ہے۔اور یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی مراد ہے کہ لوگ سوئے ہوئے ہیں پھر جب وہ مرتے ہیں تو جاگ اٹھتے ہیں۔(مختصر احیاء)

۳۔اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے جو شخص کوئی حدیث بیان کرے پھر اس حدیث پر عمل کیا جائے تو اس کے لئے اس کے عامل کے ثواب جتنا ثواب ہے۔(مختصر احیاء)

۴۔اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔علم دین سیکھو کہ اللہ کی رضا مندی کے لئے علم دین سیکھنا نیکی ہے اور اسے طلب کرنا عبادت ہے۔اور اس کا دور کرنا تسبیح پڑھنا ہے۔اور اس میں گفتگو کرنا جہاد ہے۔اور اس کی تعلیم دینا صدقہ ہے۔اور اسے اہل پر خرچ کرنا کار ثواب ہے علم دین تنہائی میں دوست ہے۔اور وہ خلوت میں ساتھی ہے۔اور وہ خوش حالی میں راہنما ہے۔اور دوستوں کے پاس وزیر ہے۔اور ہم نشینوں کے پاس ہم نشین ہے اور وہ جنت کی روشنی ہے۔اور اللہ علم دین کی برکت سے بعض خاندانوں کو اٹھاتا ہے تو انہیں نیک کاموں میں راہنما اور راہبر بنا دیتا ہے سو ان سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے اور ان کے کاموں کو گہری نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور ان کی اداؤں کو اپنانے میں فرشتوں کو رغبت ہوتی ہے۔اور وہ انہیں اپنے پروں سے دلاسہ دیتے ہیں اور ان کے لئے ہر تر و خشک شئے مغفرت کی دعا مانگتی ہے۔ یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں اور سمندر کے جانور اور خشکی کے درندے اور چوپائے اور آسمان اور ان کے ستارے یہ سب چیزیں علمائے دین کے حق میں استغفار کرتی ہیں۔کیونکہ علم دین اندھاپن میں دلوں کو زندہ کرتا ہے اور اندھیروں میں آنکھوں کا نور بنتا ہے اور کمزوری کے وقت بدن کی قوت ہوتا ہے اور علم دین کی وجہ سے بندہ نیکوں کے مقامات اور بلند درجات تک رسائی حاصل کرتا ہے۔علم دین (کے کسی مسئلے پر) غور کرنا روزہ کے برابر ہے اور علم دین کا دور کرنا قیام کی طرح ہے۔اور علم دین ہی کی وجہ سے اللہ کی اطاعت کی جاتی ہے اور اسی کی وجہ سے اسے پوجا جاتا ہے اور اسی کی وجہ سے اس کو ایک مانا جاتا ہے۔اور اسی کی وجہ سے اس سے ڈرا جاتا ہے۔اور اسی کی وجہ سے رشتہ داریاں جوڑی جاتی ہیں اور علم دین پیشوا اور عمل اس کے تابع ہوتا

ہے۔خوش نصیب لوگ ہی علم دین تک پہنچتے ہیں اور بے نصیب اس سے محروم کئے جاتے ہیں۔
(مختصر احیاء)

الغرض علم دین کی فضیلت میں آیات قرآنیہ احادیث نبویہ اور ارشادات بزرگان دین بکثرت موجود ہیں۔ ہر مسلمان کو ہر وقت علم دین حاصل کرنے کا بے پناہ ذوق وشوق ہونا چاہئے۔علم دین جہاں سے بھی اور جس شخص سے بھی مل سکتا ہو وہاں سے اور اس شخص سے حاصل کرنے کی تڑپ ہونی چاہیے۔علم دین کی تلاش کی اسی تڑپ نے صحابہ کرام کو قیامت تک آنے والی نسلوں کیلئے ہدایت کے ستارے بنا دیا۔اور وہ دین کے روشن مینار قرار پائے۔آج کے دور میں غیر دینی علوم کے حصول کی تو انتھک کوششیں کی جاتی ہیں مگر علوم دینیہ کے حصول کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی حالانکہ ہونا تو اس کے برعکس چاہیے تھا۔چونکہ ہمارے معاشرہ کے اکثر افراد چند دینی طلباء پر علم دین کی تحصیل کو کافی سمجھتے ہیں اس لئے وہ خود علوم دین سے بے بہرہ رہ جاتے ہیں یہ روش اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے منشاء کے خلاف ہے۔اللہ تعالیٰ ہماری حالت تبدیل فرمائے۔ ہماری حالت خود بخود تبدیل نہیں ہوگی۔ جب تک ہم خود اپنے مقدر کو بدلنے کے لئے جد و جہد نہیں کریں گے ہماری شومئ قسمت دور نہیں ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تیسرا مقالہ

برکات درود وسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیآ والمرسلین وعلیھم و علی الھم و اصحا بھم اجمعین اما بعد یہ مختصر رسالہ درود وسلام کے برکات وفیوض میں لکھا گیا ہے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم بحرمۃ سید الابرار علیہ التحیۃ والتسلیم۔آمین

آیت کریمہ

ان اللہ و ملائکتہٗ یصلون علی النبی یآ یھا الذین امنو اصلوا علیہ و سلموا تسلیما. بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو۔ان پر درود اور خوب سلام بھیجو (پ۲۲ رکوع ۴)

برکات درود وسلام

درود وسلام کے فیوضات و برکات متعدد احادیث مبارکہ میں بیان کیے گئے ہیں ہم یہاں چالیس احادیث مبارکہ تبرکاً نقل کرتے ہیں وباللہ التوفیق

(۱) امام قاضی عیاض مالکی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من صلی علی صلاۃ صلی اللہ علیہ عشر صلوات فحط عنہ عشر خطیات ورفع لہ عشر درجات جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے اور اس کے دس گناہ مٹاتا ہے اور اس کے دس درجے بلند کرتا ہے۔اور دوسری روایت میں یہ بھی آیا ہے۔ وکتب لہ عشر حسنات اور اس کے لیے دس نیکیاں لکھتا ہے۔(شفا شریف ص ۵۹ ص ج ۲) رواہ البیھقی فی شعب الایمان۔(نسیم الریاض وشرح الشفا للقاری ص ۴۸۸ ج ۳)

(۲) اور یہی بزرگ حضرت زید بن حباب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص اللھم صل علی محمد وانز لہ المنزل المقرب عندک یوم القیامۃ کہے اس کے لیے میری شفاعت لازم ہو جائے گی۔(شفا شریف ص ۴۰ ج ۲)

(۳) اور یہی بزرگ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اولی الناس بی یوم القیامۃ اکثرھم علی صلاۃ قیامت کے روز میرے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو دوسروں کی نسبت سے مجھ پر زیادہ درود بھیجنے والا ہے (شفا ص ۴۰ ج ۲)

وھذا حدیث صحیح رواہ الترمذی وابن حبان کذا فی نسیم الریاض ص ۴۹۰ ج ۳

(۴) اور یہی بزرگ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من صلی علی فی کتاب لم تزل الملائکۃ تستغفر لہ ما بقی اسمی فی ذلک الکتاب. جو شخص مجھ پر لکھنے میں درود بھیجے تو جب تک اس کتاب میں میرا نام باقی رہے گا فرشتے اس کے گناہوں کی معافی مانگتے رہیں گے۔ (شفا شریف ص ۲۰ ج ۲)

قال الطبرانی فی الاوسط رواہ ابو الیشخ فی الثواب والمستغفری و قال العراقی فی تخریج احادیث الاحیاء رووہ بسند فیہ ضعف و مثلہ یعمل بہ فی فضائل الاعمال (نسیم الریاض ص ۴۹۰ ج ۳)

(۵) اور یہی بزرگ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ من صلی علی صلاۃ صلت علیہ الملائکۃ ماصلی علی فلیقلل من ذلک عبد اولیکثر. جو شخص مجھ پر (کچھ وقت کے لیے) درود بھیجتا ہے تو فرشتے اس پر (اس وقت تک) درود بھیجتے رہتے ہیں سو بندہ چاہے اس میں کمی کرے یا زیادتی کرے۔ (شفا شریف ص ۴۰ ج ۲) رواہ احمد وابن ماجۃ والطبرانی فی الاوسط بسند حسن (شرح شفا للقاری ص ۴۹۱ ج ۳)

(۶) اور یہی بزرگ روایت نقل کرتے ہیں کی ایک رات ایک وعظ کے دوران حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ انی اکثر الصلوۃ علیک فکم اجعل لک من صلاتی. میں آپ پر کثرت سے درود بھیجتا ہوں تو میں اپنے وظائف کا کتنا حصہ آپ پر درود بھیجنے میں خرچ کیا کروں؟ فرمایا جتنا تو چاہے پھر عرض کیا چوتھائی حصہ فرمایا جتنا تو چاہے اور اگر تو زیادہ کرے تو بہتر ہے پھر عرض کیا تہائی حصہ فرمایا جتنا تو چاہے اور اگر تو زیادہ کرے تو بہتر ہے عرض کیا دو تہائی حصے فرمایا جتنا تو چاہے اور اگر زیادتی کرے تو بہتر ہے عرض کیا یارسول اللہ فاجعل صلاتی کلھا لک یا رسول اللہ میں سارا وقت آپ پر درود بھیجنے ہی میں خرچ کروں گا۔ فرمایا۔ اذا تکفی و یغفر ذنبک. پھر تو

تیری کفایت کردی جائے گی اور تیرے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ (شفا شریف ص ۲۰ ج ۲) رواہ الترمذی وحسنہ (نسیم الریاض وشرح شفا ص ۴۹۱ ج ۳)۔

(۷) اور یہی بزرگ حضرت امام محمد عبداللہ بن وہب سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **من سلم علی عشرا فکانما اعتق رقبة** جس شخص نے مجھ پر دس مرتبہ سلام بھیجا یعنی السلام علیک یا رسول اللہ دس مرتبہ کہا تو گویا اس نے ایک گردن آزاد کی۔

(شفا شریف ص ۴۰ ج ۲ نسیم الریاض ص ۴۹۳ ج ۳)

(۸) اور یہی بزرگ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **لیردن علی اقوام ما اعرفهم الا بکثرة صلاتهم علی** (قیامت کے دن) مجھ پر بعض لوگ پیش ہوں گے تو میں انہیں نہیں پہچانوں گا مگر اس وجہ سے کہ وہ مجھ پر بکثرت درود بھیجتے تھے (شفا شریف ص ۲۱ ج ۲) رواہ **الاصبهانی فی ترغیبه عن انس** (شرح شفا ۴۹۳ ج ۳)

(۹) اور یہی بزرگ فرماتے ہیں کہ بعض احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **ان انجاکم یوم القیامة من اهوالها و مواطنها اکثر کم علی صلاة**. بلاشبہ قیامت کے روز اس کی سختیوں اور شدتوں سے زیادہ نجات پانے والے تم میں وہ ہوں گے جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتے ہیں۔

(شفا شریف ۲۱ ص ج ۲) (بدور السافرۃ ص ۲۰) (نسیم الریاض ص ۴۹۳ ج ۳)

(۱۰) اور یہی بزرگ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں۔ **الصلاة علی النبی صلی الله علیه و سلم امحق للذنوب من الماء البارد للنار والسلام علیه افضل من عتق الرقاب** نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنا گناہوں کو زیادہ مٹانے والا ہے۔ بنسبت ٹھنڈے پانی کے آگ کے لیے اور آپ پر سلام بھیجنا گردنیں آزاد کرنے سے بہتر ہے۔ **رواه الاصفهانی فی ترغیبه**. (نسیم الریاض ص ۴۹۳ ج ۳)

(۱۱) اور امام اصبہانی اپنی کتاب الترغیب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد بھی روایت کرتے ہیں۔ **الصلاة علیه افضل من عتق الرقاب و حبه علیه الصلاة والسلام افضل من مهج الانفس او من ضرب السیف فی سبیل الله رسول الله صلی الله علیه وسلم** پر درود بھیجنا گردنیں آزاد کرنے سے افضل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ کی راہ میں جان قربان

کرنے یا تلوار چلانے سے افضل ہے۔

(۱۲) اور امام جلال الدین سیوطی جامع صغیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ **الصلاۃ علی نور علی الصراط فمن صلی علی یوم الجمعۃ ثمانین مرۃ غفرت لہ ذنوب ثمانین عاما** ۔ مجھ پر درود بھیجنا پل صراط پر روشنی ہوگا۔ اور جو شخص مجھ پر جمعہ کے دن اسی مرتبہ درود بھیجے اس کے اسی سال کے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں (جامع صغیر ص ۵۱ ج ۲) (شرح شفا للقاری ص ۴۹۳ ج ۳)

(۱۳) اور امام ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن میں مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچایا جاتا ہے۔ اور بلاشبہ زمین انبیاء کے جسموں کو نہیں کھاتی۔ **وما من مسلم یصلی علی الا حملھا ملک یئودیھا الی و یسمیہ حتی انہ لیقول ان فلاناً یقول کذا و کذا.** اور کوئی مسلمان نہیں جو مجھ پر درود بھیجتا ہے مگر فرشتہ اس کو اٹھالیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اسے مجھ تک پہنچاتا ہے اور اس کا نام لیتا ہے حتی کہ وہ کہتا ہے کہ فلاں شخص یہ کہتا ہے۔

(شفا شریف ص ۶۴ ج ۳) رواہ عنہ النمیری (نسیم الریاض ص ۵۰۴ ج ۳)

(۱۴) اور محدثین کی ایک جماعت نے یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **ان للہ ملکا اعطاہ اسماع الخلائق فھو قائم علی قبری اذامت فلیس احد یصلی علی صلاۃ الاقال یا محمد صلے علیک فلان فیصلی الرب تعالیٰ علیٰ ذلک الرجل بکل واحدۃ عشراً.** بلاشبہ اللہ کا ایک فرشتہ ہے جسے اس نے تمام مخلوق کی آوازیں سننے کی طاقت دی ہے سو جب میں فوت ہو جاؤں گا تو وہ فرشتہ میری قبر پر کھڑا ہوگا پھر کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھ پر درود بھیجے گا مگر وہ فرشتہ عرض کرے گا یا رسول اللہ فلاں شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہے۔ پھر رب تعالیٰ اس شخص پر دس مرتبہ درود بھیجے گا (نسیم الریاض ص ۵۰۴ ج ۳) (جامع صغیر ص ۹۴ ج ۱)

(۱۵) اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **اذا جلست فی صلاتک فلا تترکن الصلوۃ علی فانھا زکاۃ الصلاۃ.** جب تو نماز میں بیٹھے تو مجھ پر درود بھیجنا نہ چھوڑ کیونکہ وہ نماز کی زکوۃ ہے (جامع صغیر ص ۲۴ ج ۱)

(۱۶) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
اکثر وا الصلوٰۃ علی فی یوم الجمعۃ و لیلۃ الجمعۃ فمن فعل ذلک کنت لہٗ شھیدا وشافعاً یوم القیامۃ. مجھ پر جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں کثرت سے درود بھیجو کیونکہ جو شخص یہ کرتا ہے میں قیامت کے دن اس کا گواہ یا سفارشی ہوں گا۔

رواہ البیھقی فی شعب الایمان (جامع صغیر ص ۵۴ ج ۱)

(۱۷) اور امام ابن عساکر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اکثر وا الصلوٰۃ علی فان صلاتکم علی مغفرۃ لذنوبکم. مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا مجھ پر درود پڑھنا تمہارے گناہوں کی بخشش ہے۔

(جامع صغیر ص ۵۴ ج ۱)

(۱۸) اور امام طبرانی نے حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ و رأیت رجلا من امتی یزحف علی الصراط مرۃ و یحبو مرۃ فجآءتہ صلاتہ علی فاخذت بیدہ فاقامتہ علی الصراط حتی جاز. میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ وہ پل صراط پر کبھی ڈگمگاتا ہے اور کبھی لڑکھڑاتا ہے پھر اچانک اس کے پاس اس کا مجھ پر بھیجا ہوا درود آتا ہے اور اسے پل پر کھڑا کرتا ہے تو وہ اسے عبور کر جاتا ہے۔

(جامع صغیر ص ۱۰۵ ج ۱)

(۱۹) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ زینوا مجالسکم بالصلاۃ علی فان صلاتکم علی نور لکم یوم القیامۃ. اپنی مجلسوں کو میرے درود سے آراستہ کیا کرو کیونکہ تمہارا مجھ پر درود بھیجنا قیامت کے دن تمہارے لیے روشنی ہوگا۔

(جامع صغیر ص ۲۸ ج ۲)

(۲۰) اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صلوا علی فان صلاتکم علی زکوۃ لکم. مجھ پر درود بھیجو کیونکہ تمہارا مجھ پر درود بھیجنا تمہارے لیے ستھرائی ہے۔ (جامع صغیر ص ۴۵ ج ۲)

(۲۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ثلاثۃ تحت

عرش اللہ یوم لا ظل الا ظلہ من فرج عن مکروب امتی و من احیی سنتی و من اکثر الصلوٰۃ علی ۔ تین اشخاص عرش الٰہی کے سایہ میں ہوں گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ جو شخص میری امت کی سختی دور کرے اور جو شخص میری سنت کو زندہ کرے اور جو شخص مجھ پر کثرت سے درود بھیجے۔ (بدور السافرۃ ص ۵۵)

(۲۲) اور محدث ابن ابی الدنیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے طویل حدیث روایت کرتے ہیں جس کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ فاقول انا نبیک محمد و ھذہ صلاتک التی کنت تصلیھا علی وافیتک احوج ما تکون الیھا. (آپ دوزخ سے چھڑا کر بخشے جانے والے امتی سے فرمائیں گے) میں تیرا نبی محمد ہوں اور یہ تیرا وہ درود ہے جو تو مجھ پر پڑھا کرتا تھا میں نے اب تجھے یہ ادا کیا ہے جب کہ تجھے اس کی سخت ضرورت ہے (بدور السافرہ ص ۱۳۹)

(۲۳) اور امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت ابن امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اکثروا من الصلاۃ علی فی کل یوم جمعۃ فمن کان اکثرھم علی صلاۃ کان اقربھم منی منزلۃ. ہر جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ جو شخص مجھ پر بکثرت درود بھیجے گا وہ رتبہ کے لحاظ سے دوسروں کی نسبت سے میرے زیادہ قریب ہو گا۔ (مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص ۲۳)

(۲۴) اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں۔ کل دعاء محجوب حتی یصلی علی محمد ۔ ہر دعا پردہ میں ہوتی ہے یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا جائے۔ اخرجہ الدیلمی فی مسند الفردوس عن انس والطبرانی فی الاوسط وابو الشیخ فی الثواب والبیھقی فی الشعب عن علی رضی اللہ عنہ موقوفاً ورفعہٗ بعضھم .

(مطالع المسرات ص ۴۰)

(۲۵) اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ للمصلی علی نور و من کان علی الصراط من اھل النور لم یکن من اھل النار. مجھ پر درود بھیجنے والے کے لیے پل صراط پر روشنی ہے اور جو شخص پل صراط پر روشنی والا ہے وہ دوزخی نہیں۔ (دلائل الخیرات)

(۲۶) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من صلے علی عشر ا صلے اللہ علیہ ما ئة و من صلے علی ما ئة صلے علیه الفا و من زا د صبابةً و شو قا کنت له شفیعا و شهید ا یو م ا لقیا مة ۔ جو شخص مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ اس پر سو مرتبہ درود بھیجتا ہے اور جو سو مرتبہ درود بھیجے اس پر ہزار مرتبہ درود بھیجتا ہے اور جو میرے عشق کی وجہ سے اس پر زیادتی کرے میں قیامت کے روز اس کا سفارشی اور گواہ ہوں گا۔ اخر جه ابو موسی' لمدینی وقا ل ا لحا فظ مخلطا ی لا باس به. (مطالع المسرات ص ۵۰)

(۲۸) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اکابر صحابہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مجھ پر دس مرتبہ درود شریف بھیجے اللہ اس پر سو مرتبہ درود بھیجتا ہے اور جو مجھ پر سو مرتبہ درود بھیجے اللہ اس پر ہزار مرتبہ درود بھیجتا ہے۔ و من صلے علی ا لفا زا حمت کتفه کتفی علی بـاب ا لـجـنـة ۔ اور جو ہزار مرتبہ مجھ پر درود بھیجے وہ اس حال میں جنت میں داخل ہوگا کہ اس کا کندھا میرے کندھے سے لگا ہوا ہوگا رواہ ابو الربیع ابن سبع فی شفاء الصدرور (مطالع المسرات ص ۱۵)

(۲۹) اور محدث ابن بشکو ال حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ اور اس کے فرشتے اس پر دس مرتبہ درود بھیجتے ہیں اور جو مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجے اللہ اور اس کے فرشتے اس پر سو مرتبہ درود بھیجتے ہیں۔ و من صلے علی مائة صلے الله و ملا ئکته علیه ا لف صلا ة و لم تمس جسد ه ا لنا ر . اور جو شخص مجھ پر ایک سو مرتبہ درود بھیجے اللہ اور اس کے فرشتے اس پر ایک ہزار مرتبہ درود بھیجتے ہیں اور دوزخ کی آگ اس کے جسم کو نہیں چھوئے گی۔ (مطالع المسرات ص ۵۰)

(۳۰) اور شاذلی صاحب دلائل الخیرات روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ و مـن صـلـے عـلی ا لف مر ة حرم الله جسده علی ا لنا ر ۔ جو شخص مجھ پر ایک ہزار مرتبہ درود بھیجے اللہ اس کے جسم کو دوزخ پر حرام کر دیتا ہے۔ (دلائل الخیرات شریف ص ۴۷)

(۳۱) اور امام نجعی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ مـن صـلـے عـلی الـنـبـی صـلـی الله علیه و سلم یو م ا لجمعة ما ئۃ مر ة جآ ء یو م ا لقیا مة و علی و جهه نـور. جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جمعہ کے دن سو مرتبہ درود بھیجے وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا

کہ اس کے چہرے پر نور ہوگا۔(مطالع المسرات ص ۵۸)

(۳۲)اور امام ابن سبع روایت بیان کرتے ہیں کہ عرش عظیم کے پایہ میں لکھا ہے کہ جو شخص میرا اقرب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے ذریعہ سے چاہے گا میں اس کے گناہ بخش دوں گا اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے مثل ہوں۔(مطالع المسرات ص ۶۰)

(۳۳)اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **من صلے علی فی کل یو م ما ئۃ مر ۃ قضیت لہ ما ئۃ حا جۃ منھا ثلا ثو ن للدنیا و سائر ھا للآ خر ۃ.** جو شخص مجھ پر ہر روز ایک سو مرتبہ درود شریف بھیجے اس کی سو حاجات پوری کی جاتی ہیں تمیں دنیا کی اور باقی آخرت کی۔اخرجہ المستغفر ی (مطالع المسرات ص ۶۵)

(۳۴)اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **البخیل من ذ کرت عند ہ فلم یصل علی.** بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔رواہ الترمذی واحمد (الخصائص الکبری ص ۳۵۹)

(۳۵)اور امام ابن ماجہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **من نسی ا لصلوۃ علی خطئی طر یق الجنۃ.** جو شخص مجھ پر درود بھیجنا بھول جائے۔وہ جنت کا راستہ بھول جائے گا (الخصائص الکبری ص ۲۵۹ ج ۲)

(۳۶)اور امام اصبہانی حضرت انس سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **صلوا علی فان صلاتکم علی کفارۃ لکم** ۔مجھ پر درود بھیجو کیونکہ تمہارا مجھ پر درود بھیجنا تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے۔(الخصائص الکبریٰ ص ۲۶۰ ج ۲)

(۳۷)اور یہی امام حضرت خالد بن طھمان رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ **من صلے علی صلوۃ وا حد ۃ قضیت لہ ما ئۃ حا جۃ.** جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے تو اس کی ایک سو حاجتیں پوری کی جاتی ہیں۔(الخصائص ص ۲۶۰ ج ۲)

(۳۸)اور امام طبرانی عمدہ سند سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **من صلی علی حین یصبح عشرا و حین یمسی عشرا ادر کتہ شفا عتی یو م القیامۃ.** جو شخص مجھ پر صبح کے وقت دس بار اور شام کے وقت دس بار درود بھیجے اسے

قیامت کے دن میری شفاعت ملے گی۔ (الخصائص الکبری ص ۲۶۰ ج ۲)

(۳۹) اور امام دیلمی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من اکثر الصلوة علی کان فی ظل العرش. جو مجھ پر بکثرت درود بھیجے وہ عرش الہی کے سایہ میں ہوگا۔ (الخصائص الکبری ص ۲۶۱ ج ۲)

(۴۰) اور امام اصبہانی نے حضرت کعب الاحبار سے روایت بیان کی ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت موسی علیہ السلام کو وحی کی۔ یموسی ان تحب ان لا ینالک من عطش یوم القیامة. موسی: کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپکو قیامت کی پیاس نہ لگے عرض کیا ہاں فرمایا۔ فاکثر الصلوة علی محمد صلے اللہ علیہ و سلم پھر تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں کثرت کر۔ (الخصائص الکبری ص ۲۶۱ ج ۲)

الحمدللہ درود وسلام کے برکات وضیوضات کے بارہ میں یہ چالیس حدیثیں جمع کرنے کی فضیلت حاصل کرنے کی سعادت ہم نے حاصل کی ہے مسلمان ان کو بغور پڑھیں اور سوچیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے لکھنے کا کتنا عظیم اجر وثواب ہے۔ اور جو لوگ آذان سے پہلے یا بعد درود شریف پڑھنے سے روکتے ہیں جمعہ کی نماز کے بعد درود شریف پڑھنے کی مخالفت کرتے ہیں یا کسی بھی موقع پر پڑھے جانے والے درود وسلام سے منع کرتے ہیں وہ کتنے بڑے فائدہ بخش کام سے مسلمانوں کو روکتے ہیں اور خود بھی محروم رہتے ہیں اللہ تعالی ہم اہل سنت کو کثرت سے درود وسلام پڑھنے کی توفیق بخشے کہ اس کی کثرت ہی اہل سنت کا شعار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۱ رمضان المبارک ۱۴۱۱ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چوتھا مقالہ

مسنون داڑھی کا تحقیقی بیان

نظم

خدا کی خاص رحمت مومنو مسنون داڑھی ہے   سراپا خیر و برکت مومنو مسنون داڑھی ہے

شعارِ اہلِ سنت مومنو مسنون داڑھی ہے   دلیل نیک خصلت مومنو مسنون داڑھی ہے

سنبھالو اس بڑی پاکیزہ دولت کو محبت سے   بڑی پاکیزہ دولت مومنو مسنون داڑھی ہے

ثوابِ صد شہیداں ہے اجر مسنون داڑھی کا   بہت اچھی عبادت مومنو مسنون داڑھی ہے

نہ منڈاؤ، نہ کترواؤ نصاریٰ کی طرح داڑھی   رسول اللہ کی سنت مومنو مسنون داڑھی ہے

کرو حاصل وجاہت کو، کرامت کو، شرافت کو   سراپا شرف وعزت مومنو مسنون داڑھی ہے

رکھو داڑھی نہ بدلو اپنی شکلیں داڑھی منڈواکر   حقیقی زیب وزینت مومنو مسنون داڑھی ہے

ڈھالو اپنی شکلیں مصطفےٰ کی شکل وصورت میں   سعادت کی علامت مومنو مسنون داڑھی ہے

بچاتی ہے گناہوں سے، چھڑاتی ہے بلاؤں سے   دلاتی عز وعظمت مومنو مسنون داڑھی ہے

عورت کی ہے چوٹی جس طرح زینت اسی صورت   ہماری زیب وزینت مومنو مسنون داڑھی ہے

یہ قاسم کا عقیدہ ہے خدا کی مہربانی سے

کہ سامانِ قیامت مومنو مسنون داڑھی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ سیّد الانبیآء و المرسلین و علیٰ الھم و اصحابھم اجمعین امّا بعد :اس مختصر رسالہ میں مسنون داڑھی کا تحقیقی بیان لکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعۂ ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

بڑی داڑھی امورِ فطرت سے ہے

وہ احکام جن پر تمام شریعتوں کا اتفاق ہو امورِ فطرت کہلاتے ہیں۔ انہی امور میں مسنون داڑھی بھی داخل ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ " دس باتیں فطرت سے ہیں" مونچھیں کاٹنا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی چڑھانا، ناخن تراشنا، پورے دھونا، بغل کے بال نوچنا، زیرِ ناف بال مونڈنا اور استنجاً کرنا"۔

(رواہ الجلال السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۶۰ ج ۲)۔

داڑھی بڑھانے کا تاکیدی حکم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث مبارکہ میں داڑھی بڑھانے کا تاکیدی حکم ارشاد فرمایا ہے چنانچہ:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قُصُّوا الشَّوَارِبَ وَ اعفوا اللحی۔ مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ (جامع صغیر ص ۱۴ ج ۱)۔

(۲) امام طحاوی کی روایت میں اس پر یہ زیادتی موجود ہے۔ و لا تشبّھُوا با لیھُو د۔ اور یہود کے ساتھ مشابہت نہ کرو۔ (جامع صغیر ص ۱۲ ج ۱)

(۳) عمرو بن شعیب اپنی سند کے ساتھ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احفوا الشوارب واعفوا اللحی و انتفوا الشعر الذی فی الآناف۔ مونچھیں نہایت پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ اور ناک کے بال دُور کرو۔

(رواہ ابن عدی فی الکامل والبیہقی فی شعب الایمان والسیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۱۳ ج ۱ و اطلقہ)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: و فروا اللحیٰ و خذوا من الشوارب۔ داڑھیوں کو بڑا کرو اور مونچھوں سے بال لو۔ (جامع صغیر ص ۱۹۶ ج ۲)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اپنی امّت کو داڑھی بڑھانے کا حکم ارشاد فرمایا وہاں آپ نے خود بھی اس حکم پر عمل فرما کر نمونہ قائم فرمایا۔ آپ کی داڑھی شریف کی کیفیت کے بارہ میں یہاں چند حدیثیں تبرکاً لکھی جاتی ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ عظیم اللحیۃ: سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی داڑھی والی شخصیت تھے (جامع صغیر ص ۹۹ ج ۲)۔

(۲) اور امام طبرانی کی روایت میں ہے کث اللحیۃ: سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم گھنی داڑھی والی شخصیت تھے (جامع صغیر ص ۹۹ ج ۲)۔

(۳) اور تیسری روایت میں ہے کان کثیر شعر اللحیۃ: سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کے بال کثرت میں تھے (مشکوٰۃ شریف ص ۲۱۰ ج ۲)۔

(۴) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب آپ کو کوئی غم لاحق ہوتا تو آپ اپنی داڑھی اپنے ہاتھ سے پکڑتے اور اس میں دیکھتے تھے
(جامع صغیر ص ۱۰۰ ج ۲)

(۵) اور امام ابن ماجہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو پانی کے ساتھ اپنی داڑھی کا خلال بھی کیا کرتے تھے (جامع صغیر ص ۱۰۴ ج ۲)۔

(۶) اور انہی کی روایت میں ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو اپنے رخساروں کو قدرے ملتے پھر اپنی انگلیاں اپنی داڑھی کے نیچے سے ڈال کر خلال کرتے تھے (جامع صغیر ص ۱۰۴ ج ۲)۔

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مُبارک بڑی گھنی اور کثیر بالوں والی تھی۔ وضو کے وقت آپ اُس میں خلال کرتے تھے۔ تیل لگا کر کنگھی کیا کرتے تھے اور غم لاحق ہونے کے وقت اُسے اپنے دست مُبارک سے پکڑ کر دیکھا کرتے تھے۔ ولہذا مسنون داڑھی وہی ہوگی جس میں یہ

باتیں ممکن ہوں گی۔ پر ظاہر ہے کہ خشخشی داڑھی کو پکڑ کر اُس میں دیکھنا ناممکن ہے۔ اُس میں خلال کرنا بھی ناممکن ہے اور اُس کے بال بکھرتے ہی نہیں کہ اُن میں کنگھی کی حاجت ہو۔ ولہذا خشخشی داڑھی خلافِ سنّت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قبضہ مسنون داڑھی کی حدّ ہے

جب داڑھی بڑھ جائے تو اُسے طول وعرض سے کاٹ کر قبضہ کی مقدار کرنا سنّتِ نبوی ہے۔ سنن الترمذی میں حضرت عمرو بن شعیب کی سند سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی کے طول وعرض سے کاٹ لیا کرتے تھے (مشکوٰۃ ص ۱۰۱ ج ۲)۔

اس کی شرح میں ملا علی قاری فرماتے ہیں "امام طیبی نے کہا ہے کہ یہ حدیث اُس حدیث کے منافی نہیں ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ داڑھیاں بڑھاؤ۔ کیونکہ داڑھی کا کاٹنا اُس وقت ممنوع ہے جب وہ عجمیوں کی طرز پر کاٹی جائے یا اُسے کاٹ کر کبوتر کے دم کی طرح بنایا جائے اور داڑھی بڑھانے سے مُراد داڑھی بڑی کرنا ہے۔ جیسا کہ دوسری روایت میں آیا ہے۔ اور داڑھی کے کناروں سے تھوڑے تھوڑے بال لینے میں ممنوع کاٹنا پایا نہیں جاتا اور اسی قول پر کتاب المصابیح کے دوسرے شارحین زین العرب وغیرہ ہیں۔ و قید الحدیث فی شرح الشرعة بقوله اذا زاد علیٰ قدر القبضة و جعله فی التنویر من نفس الحدیث و زاد فی الشرعة و کان یفعل ذلک فی الخمیس او الجمعة ولا یترکها مدةً طویلةً ۔ اور کتاب شرح الشرعہ میں یہ قید مذکور ہے کہ قبضہ سے زائد مقدار کے بال کاٹتے تھے اور کتاب التنویر میں اس زیادتی کو نفسِ حدیث سے مانا ہے اور کتاب الشرعۃ میں یہ قید بھی مذکور ہے کہ آپ داڑھی کاٹنے کا یہ عمل جمعرات یا جمعہ کے دن کیا کرتے تھے اور اُسے لمبی مدت تک بڑھنے نہ دیتے تھے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۲۹۸ ج ۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سنت نبوی کے سخت پابند تھے۔ آپ کی عادت تھی آپ حج وعمرہ کے موقع پر اپنی داڑھی کی قبضہ سے بڑھنے والی مقدار کو کاٹا کرتے تھے۔ چنانچہ

میں ہے۔ وکان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علیٰ لحیتہ فما فضل اخذہ'۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی کو پکڑتے اور قبضہ کی مقدار سے زائد بالوں کو کاٹ دیا کرتے تھے۔

ایک حدیث کی تشریح

امام طبرانی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من سعادۃ المرء خفۃ لحیتہ. مرد کی سعادت مندی سے اُس کی داڑھی کا ہلکا ہونا ہے۔ (ضعفہ' السیوطی فی الجامع الصغیر ص ۱۵۸ ج ۲) امام خفاجی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں "اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول جو مشہور ہو چکا ہے کہ مرد کی سعادت مندی سے اُس کی داڑھی کا ہلکا ہونا ہے اس قول کا بطور حدیث ثبوت موجود نہیں ہے۔ اور اگر اس کا حدیث ہونا ثابت ہو جائے تو اس سے مُراد داڑھی کا (حد شرع سے) لمبا ہونا ہے۔ (نسیم الریاض ص ۱۷۰ ج ۲)۔

اور ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ پھر یہ بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی گھنی تھی۔ اُن روایات کے منافی نہیں ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعا مروی ہے کہ مرد کی سعادتمندی سے اُس کی داڑھی کا ہلکا ہونا ہے جیسا کہ اس روایت کو چار ائمہ محدثین نے روایت کیا ہے کیونکہ گھنا اور ہلکا ہونا اضافی امور سے ہے۔ سو سب احوال میں پورے اعتدال کو پسند کیا جاتا ہے اور یہ بھی بعید نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی اصل پیدائش میں گھنی ہو۔ اور زیادہ لمبی چوڑی نہ ہونے کی وجہ سے ہلکی ہو" (شرح شفائے قاضی عیاض ص ۱۷۰ ج ۱) اور یہی امام مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں "اور ہمارے نزدیک داڑھی ایک قبضہ کی مقدار لمبی ہونی چاہیے اور اس سے زائد مقدار کا کاٹنا واجب ہے کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی کے طول و عرض سے لیا کرتے تھے اس حدیث کو محدث ابو عیسیٰ ترمذی نے اپنی جامع میں روایت کیا اور فرمایا مرد کی سعادتمندی سے اُس کی داڑھی کا ہلکا ہونا ہے اور ابن ملک نے کہا ہے کہ داڑھی کا برابر کرنا سنت ہے اور یہ اس طرح سے کہ ہر وہ بال جو زیادہ لمبا ہو جائے اُسے کاٹ کر دوسرے بالوں کے برابر کر دیا جائے۔ اور امام غزالی نے کتاب احیاء العلوم میں فرمایا ہے کہ بہت لمبی داڑھی میں علماء کا اختلاف ہے سو اگر کوئی شخص اپنی داڑھی مٹھی میں پکڑے اور زائد بال کاٹ دے تو اس

میں کوئی حرج نہیں۔ یہ کام حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور تابعین کی ایک جماعت نے کیا ہے اور اس کو امام شعبی اور ابن سیرین نے اچھا قرار دیا ہے۔ لیکن حسن بصری اور قتادہ اور اُن کے پیرو کاروں نے اسے ناپسند کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ عافیت اسی میں ہے کہ داڑھی کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا داڑھیاں بڑی کرو اور پہلا قول ہی ظاہر مذہب ہے کیونکہ بے پناہ لمبی داڑھی حلیہ بگاڑ دیتی ہے۔ اور غیبت کرنے والوں کی زبانیں کھول دیتی ہے۔ فلا باس للا حتراز عنه علىٰ هذه النية۔ سو اس نیت سے اس سے بچنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور امام نخعی نے فرمایا مجھے لمبی داڑھی والے عقلمند پر حیرانی ہے کہ وہ کیوں نہیں اپنی داڑھی سے کچھ بال لیتا اور اُسے دو داڑھیوں کے درمیان کر دیتا۔ یعنی لمبی داڑھی اور چھوٹی داڑھی کے درمیان۔ کیونکہ ہر شئے میں میانہ روی اچھی ہوتی ہے۔ و من ثم قيل كلما طالت اللحية نقص العقل۔ اور اسی جگہ کہا گیا ہے کہ جب داڑھی بے حد لمبی ہو جاتی ہے تو عقل گھٹ جاتی ہے۔ (مرقاۃ ص ۲۹۷ ج ۸)۔

مقدارِ لحیہ میں ابوالاعلیٰ مودودی کا موقف اور اس کی تردید

مودودی فرقہ کے پیشوا اور جماعتِ اسلامی کے بانی مبانی ابوالاعلیٰ مودودی نے روایت من سعادة المرء خفة لحيته کو تو دیکھا مگر حدیث واعفوا اللحى کو پسِ پشت ڈال دیا۔ اس وجہ سے وہ خشخشی داڑھی کو مسنون داڑھی کا درجہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔" داڑھی کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی حد مقرر نہیں کی ہے صرف یہ ہدایت فرمائی ہے کہ رکھی جائے۔ آپ اگر داڑھی رکھنے میں فاسقوں کی وضعوں سے پرہیز کریں اور اتنی داڑھی رکھ لیں جس پر عرف عام میں داڑھی رکھنے کا اطلاق ہوتا ہے (جسے دیکھ کر کوئی شخص اس شبہ میں مبتلاء نہ ہو کہ شاید چند روز سے آپ نے داڑھی نہیں مونڈی ہے) تو شارع کا منشاء پورا ہو جاتا ہے۔ خواہ اہلِ فقہ کی استنباطی شرائط پر پوری اُترے یا نہ اُترے "اھ بلفظه

(رسائل ومسائل جلد اوّل ص ۱۴۷)۔

مودودی صاحب نے اس عبارت میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (داڑھی کی) کوئی حد مقرر نہیں کی ہے۔ صرف یہ ہدایت فرمائی ہے کہ رکھی جائے۔" ان کا یہ دعویٰ اُن کی اپنی مندرجہ ذیل عبارت سے باطل ثابت ہوتا ہے۔

"اس معاملہ میں جس روحِ اخلاق و فطرت کو اللہ تعالیٰ ہماری عملی زندگی میں نمایاں دیکھنا چاہتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ مونچھیں کم کی جائیں اور داڑھی بڑھائی جائے۔ اسی کی ہدایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو دی ہے اور یہی سنت ہے (رسائل و مسائل ص ۲۵۲ ج اوّل) یعنی اس عبارت میں مودودی صاحب نے خود اعتراف کیا ہے کہ سنت داڑھی رکھنا نہیں بلکہ داڑھی بڑھانا ہے اور اسی کی ہدایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو دی ہے۔ لہٰذا اُن کا یہ دعویٰ کہ داڑھی رکھ لینے سے شارع کا منشا پورا ہو جاتا ہے ان کا غلط دعویٰ ہے۔

اور مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ "آپ داڑھی رکھنے میں فاسقوں کی وضعوں سے پرہیز کریں اور اتنی داڑھی رکھ لیں جس پر عرف عام میں داڑھی رکھنے کا اطلاق ہوتا ہے تو شارع کا منشاء پورا ہو جاتا ہے اُن کی نری ضلالت ہے کیونکہ آدمی جب تک قبضہ کی مقدار داڑھی بڑھا نہ لے گا وہ فاسقوں کی وضع سے پرہیز کرنے والا قرار نہیں دیا جائے گا۔ ولہٰذا خشخشی داڑھی سے شارع کے منشاء کے پورا ہونے کا دعویٰ سراسر باطل ہے۔

واللہ لا یھدی القوم الفاسقین مقام غور ہے کہ اگر خشخشی داڑھی مسنون داڑھی ہوتی اور اس سے شارع کا منشاء پورا ہو جانا ممکن ہوتا تو خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام حد شرع سے کم داڑھی رکھنے کو ہلاکت خیز باتوں میں شمار نہ فرماتے حالانکہ آپ نے داڑھی کترانے کو ان میں شمار فرمایا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ **عشر خصال عملها قوم لوط بها اهلكوا و تزيدها امّتى بخلّةٍ اتيان النّسآء بعضهم بعضاً الىٰ ان قال و شرب الخمور و قصّ اللحية و طول الشارب.** یعنی دس باتیں ہیں جن کی وجہ سے لوط علیہ السلام کی قوم ہلاک کی گئی۔ اور میری اُمت اُن باتوں پر ایک اور بات کا اضافہ کرے گی اور وہ عورتوں کا ایک دوسرے سے شہوت رانی کرنا ہے۔ پھر یہاں تک فرمایا اور شرابوں کا پینا اور داڑھی کا کاٹنا اور مونچھیں بڑھانا۔ رواہ ابن عساکر عن الحسن مرسلاً (جامع صغیر ص ۶۰ ج ۱)۔

ملا علی قاری قص اللحیۃ کی شرح میں لکھتے ہیں۔ **و قص اللحية من صنع الاعاجم و هو اليوم شعار كثير من المشركين كالافرنج والهنود و من لا خلاق له فى الدين من الطائفة القلندرية** ۔ یعنی داڑھی کاٹنا عجمیوں کے طریقہ سے ہے اور آج کل یہ مشرکین کا شعار ہے مثلاً انگریز، ہندو اور وہ قلندری ٹولہ جس کا دین میں کوئی حصہ نہیں (مرقاۃ ص ۴ ج ۲)۔ اور امام نووی اس کے ماتحت لکھتے ہیں۔ وکان من عادۃ الفرس قص اللحیۃ فنھی الشرع عن ذٰلک۔ یعنی داڑھی کاٹنا پارسی لوگوں کا طریقہ تھا اس وجہ سے شرع نے اس سے منع کیا اور یہی امام دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔ **وقد ذكر العلماء فى**

اللحیۃ اثنی عشرۃ خصلۃ مکروھۃ بعضھا اشدّ قبحاً من بعض ۔اور علمائے امت نے داڑھی میں بارہ مکروہ باتیں ذکر کی ہیں اُن میں سے بعض بعض کی نسبت سے زیادہ بری ہیں۔ پھر یہاں تک لکھا کہ السابعۃ الزیادۃ فیھا و النقص منھا اور ساتویں بُری بات داڑھی کا بہت زیادہ لمبا کرنا اور اُسے حد شرع سے کم کرنا ہے۔(شرح مسلم شریف)۔

الحمدللہ علماء کرام کی ان عبارات سے روزِ روشن کی طرح روشن ہوگیا کہ قبضہ کی مقدار سے داڑھی کم کرنا شرعاً ناجائز اور طریقہ مشرکین ہے ولہذا خشخشی داڑھی سے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منشاء ہرگز پورا نہیں ہوتا۔ مودودی صاحب نے دائیں بائیں دیکھے بغیر جو کچھ ذہن میں آیا لکھ دیا۔ اس لیے ان کے لکھے پر سُنّی مسلمان ہرگز ہرگز کان نہ رکھیں ورنہ گمراہی میں مبتلاء ہوں گے۔ وکارِ ما نصیحت بُود کردیم۔ واللہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم۔

اور مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ "خواہ اہل فقہ کی استنباطی شرائط پر پُوری اُترے یا نہ اُترے" بھی سراسر گمراہی ہے۔ کیونکہ قبضہ بھر داڑھی کا ثبوت قرآن وسنت اور اجماع کرام کے اجماع سے ہے نہ کہ فقہا کرام کے استنباط واستدلال سے اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

مودودی صاحب کی ایک اور عبارت

مودودی صاحب دوسرے مقام پر داڑھی کی مقدار کے بارہ میں لکھتے ہیں "پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارہ میں کوئی حد مقرر نہیں کی اور صرف عام ہدایات دے کر ہم کو چھوڑ دیا تو اس سے یہ بات خود بخود ظاہر ہوتی ہے کہ جو روح اخلاق وفطرت اس معاملہ میں مطلوب ہے اس کا منشاء پُورا کرنے کے لیے صرف اتنی بات کافی اور ضروری ہے کہ آدمی داڑھی رکھے اور مونچھ کم کرے۔ اگر کوئی مقدار بھی اس کے ساتھ ضروری ہوتی اور اُس مقدار کا قائم کرنا بھی حضور کے مشن کا کوئی جزء ہوتا تو آپ ہرگز اُس کے تعین میں کوئی کوتاہی نہ کرتے۔ مجمل حکم دینے پر اکتفاء کرنا اور تعین سے اجتناب کرنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ شریعت اس معاملہ میں لوگوں کو آزادی دینا چاہتی ہے کہ وہ اعفاء لحیہ (داڑھی بڑھانے) اور قص شارب (مونچھیں کاٹنے) کی جو صورت اپنے مذاق اور صورتوں کے تناسب کے لحاظ سے مناسب سمجھیں اختیار کریں" (رسائل ومسائل ص۲۵۲ جلد اوّل)

مودودی صاحب کی اس عبارت کا سیدھا سادہ جواب یہی ہے کہ بالفرض اگر اعفاء لحیۃ کا حکم مجمل مانا جائے تو اس مجمل حکم کی تفصیل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل شریف سے فرما دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبضہ کی مقدار سے داڑھی کو کبھی بھی کم نہ کرنا ثابت کرتا ہے کہ قبضہ بھر داڑھی سنت مؤکدہ ہے کہ اس کا تارک فاسق معلن اور سخت گناہگار ہے اللہ تعالیٰ حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باقی رہا مودودی صاحب کا یہ لکھنا کہ "رہا یہ استدلال کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی رکھنے کا حکم دیا اور اُس حکم پر خود ایک خاص طرز کی داڑھی رکھ کر اس کی عملی صورت بتا دی۔ لہذا احادیث میں حضور کی جتنی داڑھی مذکور ہے اتنی ہی اور ویسی ہی داڑھی رکھنا سنت ہے تو یہ ویسا ہی استدلال ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ حضور نے ستر عورت کا حکم دیا اور ستر چھپانے کے لیے ایک خاص طرز کا لباس استعمال کر کے بتا دیا۔ لہذا اسی طرز کے لباس سے ستر پوشی کرنا سنت ہے۔ اگر یہ استدلال درست ہے تو میرے نزدیک آج متبعین سنت سے کوئی شخص بھی اس سنت کا اتباع نہیں کر رہا ہے" (رسائل و مسائل جلد اوّل ص ۲۵۴)۔

یہ بھی مودودی صاحب کی غلط فہمی کی بناء پر ہے کیونکہ اولاً شارع علیہ السلام نے ستر چھپانے کے لیے کسی ایک ہی وضع قطع کو جملہ مسلمانوں پر لازم نہیں فرمایا اور نہ ہی اپنی خاص وضع قطع کے لباس کے تارک کو کوئی وعید سُنائی بخلاف داڑھی کے کہ آپ نے داڑھی کاٹنے کو دس ہلاکت خیز باتوں میں شمار فرمایا ولہذا مودودی صاحب کا یہ قیاس کرنا قیاس مع الفارق کی قسم سے ہے اور قیاس مع الفارق باطل ہوتا ہے۔ ثانیاً مودودی صاحب کا یہ قیاس کرنا اُس وقت درست مانا جاتا جبکہ شارع علیہ السلام نے خود ہمیشہ ایک طرز کا لباس پہنا ہوتا حالانکہ خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں مختلف اوضاع کے لباس پہنے ہیں بخلاف داڑھی کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبضہ کی مقدار سے کم داڑھی زندگی میں کبھی نہیں رکھی۔ بلکہ آپ ہمیشہ اُسی مقدار کو کاٹتے تھے جو قبضہ سے زائد ہوتی تھی۔ جیسا کہ علمائے شارحین حدیث کی عبارات ابھی گزری ہیں۔ ثالثاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سعید میں اُن کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مختلف اوضاع کے لباس پہنتے تھے مگر سرکار مدینہ سرور سینہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اس سے منع نہ فرماتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ لباس میں کوئی ایک طرز شرعاً مطلوب نہیں تھی کہ اُس پر سارے مسلمانوں کو پابند بنا دیا جاتا بخلاف داڑھی کے کہ جملہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کم از کم قبضہ کی مقدار داڑھیاں رکھی ہیں۔ مودودی صاحب یہ ہرگز ثابت نہیں کر سکتے کہ صحابہ کرام میں سے کسی ایک فرد نے بھی اپنی داڑھی کٹا کر قبضہ کی مقدار سے کم

کرائی تھی۔اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی چھوٹی داڑھی دیکھ کر انکار نہ فرمایا تھا۔ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین فان لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتقوا النار التی و قودھا الناس و الحجارۃ اعاذنا اللہ تعالیٰ منھا بفضلہ ومنّہ و کرمہ۔آمین۔

آخری گزارش

سنی حنفی بھائیوں سے آخر میں ہم یہ گزارش کرتے ہیں کہ مودودی صاحب کی مندرجہ بالاقسم کی عبارتیں نری ضلالت و جہالت ہیں۔مسلمان ان کا اعتبار نہ کریں۔ایک قبضہ کی مقدار داڑھی رکھ کر سنتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کریں اور ثواب عظیم حاصل کریں۔خشخشی داڑھی یا فیشنی داڑھی سے ہرگز شرع شریف کا منشاء پورا نہیں ہوتا۔ خدائے کریم جلّ شانہٗ ہر مسلمان کو مسنون داڑھی کی سعادتِ عظمیٰ سے سرفراز فرمائے۔آمین۔

(۱۵رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پانچواں مقالہ

مسئلہ بالوں کو مہندی لگانے کا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ داڑھی اور سر کے بالوں کو مہندی سے رنگنا شرعاً کیسا ہے؟ بعض لوگ ہاتھ پاؤں کو مہندی لگانے پر قیاس کر کے اسے ممنوع جانتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

(حاجی محمد یوسف دکاندار بازار سہنسہ آزاد کشمیر)

الجواب بتوفیق الملک الوھاب عزّوجل۔ اس مسئلہ کے بارہ میں پہلے چند احادیث مُبارکہ لکھی جاتی ہیں، پھر عباراتِ فقہاءِ کرام نقل کی جائیں گی۔ وباللہ التوفیق۔

پہلی حدیث

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ علیکم بالحناء فانّه ینوّر رؤوسکم و یطهّر قلوبکم و یزید فی الجماع و هو شاهد فی القبر۔ تُم پر (بالوں کو) مہندی لگانا لازم ہے۔ کیونکہ وہ تمہارے سروں میں روشنی، تمہارے دلوں میں صفائی اور قوتِ جماع میں زیادتی پیدا کرتی ہے۔ اور وہ قبر میں گواہ ہے۔ رواہ ابن عساکر وضعّفہٗ جلال الدین السیوطی فی جامعہ الصغیر ص۶۳ ج۲

دوسری حدیث

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اختضبوا بالحناء فانّه طیّب الریح و یسکن الروع۔ مہندی سے بال رنگو کیونکہ وہ عمدہ خوشبو والی ہے اور ڈر کو سکون دینے والی ہے۔ رواہ الاربعۃ والحاکم فی الکنٰی وسکت عنہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص۱۳ ج۱

تیسری حدیث

انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اختضبوا بالحناء فانّه یزید فی شبابکم و جمالکم و نکاحکم۔ مہندی سے بال رنگو کیونکہ وہ تمہارے لیے جوانی ہے اور

تمہاری خوبصورتی ہے اور تمہاری قوتِ جماع کو قائم رکھنے والی ہے رواہ البزار وابونعیم فی الطب والسیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۱۳ ج ۱۔

چوتھی حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کانّی انظر الیٰ لحیۃ ابی قحافۃ کانّھا ضرام عرفج یعنی من شدّۃ الحمرۃ گویا میں ابوقحافہ کی داڑھی کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ سُرخی کی شدت کی وجہ سے سُرخ بھنی ہے۔ (کتاب الآثار ص ۳۱۸)

پانچویں حدیث

انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اوّل من اختضب بالحناء ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ سب سے پہلے جس نے بالوں کو مہندی سے رنگا وہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ (نزہتہ المجالس جلد دوم ص ۴۷)

چھٹی حدیث

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا مومن جب اپنی قبر میں اس حال میں داخل ہوتا ہے کہ اُس کے بال مہندی سے رنگے ہُوں تو اُس کے پاس منکر ونکیر آتے ہیں اور اُس سے کہتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کون ہے؟ تیرے نبی کون ہیں؟ پھر منکر فرشتہ نکیر فرشتہ سے کہتا ہے مومن پر نرمی کر۔ کیا تُو ایمان کا نُور (بالوں کی سُرخی) نہیں دیکھتا؟ (الحاوی للفتاوی ص ۳۸)۔ (نزہتہ المجالس جلد دوم ص ۴۷)۔

ساتویں حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اُس کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے۔ فرمایا کیا تو مُسلمان نہیں؟ اُس نے کہا۔ ہاں۔ فرمایا بالوں کو (مہندی سے) رنگو۔

(نزہتہ المجالس جلد ۲ ص ۷۵) (الحاوی للفتاوی ص ۳۸ ج ۲)

آٹھویں حدیث

روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اختضبوا فانّ الملائکة یستبشرون بخضاب المؤمن ۔ بالوں کو (مہندی سے) رنگو کیونکہ فرشتے مومن کے خضاب (مہندی کے رنگ) کی وجہ سے خوشخبری سناتے ہیں۔ (نزہتہ المجالس جلد دوم ص ۷۵) (الحاوی للفتاویٰ ص ۳۸ ج ۲)۔

نویں حدیث

کتاب ربیع الابرار میں نبی علیہ السلام سے مروی ہے۔ علیکم بالحناء فانّه خضاب الاسلام یصفی البصر و یذھب الصداع و یسکن الدوخة ۔ تم پر مہندی لازم ہے کیونکہ وہ اسلام کا خضاب ہے۔ نظر کو صاف کرتی، سر کے درد کو دور کرتی اور خوف کو سکون میں بدلتی ہے۔ (نزہتہ المجالس جلد دوم ص ۷۵)۔

دسویں حدیث

لقطۃ المنافع میں حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا اللہ کی راہ میں ایک درہم خرچ کرنے کا بدلہ سات سو درہم ہیں اور داڑھی کے خضاب (مہندی) میں ایک درہم خرچ کرنا سات لاکھ درہم کے برابر ہے۔ (نزہتہ المجالس جلد دوم ص ۷۵) (الحاوی للفتاویٰ ص ۳۸ ج ۲)

گیارھویں حدیث

امام صفوری لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا گیا۔ کاش آپ بالوں کی سفیدی کو بدل دیتے تو فرمایا خضاب زینت ہے اور نبی علیہ السلام سے مروی ہے کہ تم پر خضاب لازم ہے کیونکہ وہ تمہارے دشمن کو زیادہ ڈرانے والا اور تمہاری عورتوں کو زیادہ رغبت دلانے والا ہے اور آپ نے فرمایا علیکم بالحناء فانّه خضاب الاسلام و یصفی البصر و یذھب الصداع و ایاکم والسواد ۔ تم پر مہندی سے بال رنگنا لازم ہے۔ کیونکہ وہ اسلام کا خضاب ہے اور نظر کو صاف کرتا ہے اور درد سر کو دور کرتا ہے اور سیاہی سے بال رنگنے سے بچو۔

(نزہتہ المجالس جلد دوم ص ۷۵)

بارھویں حدیث امام محمد بن حسن حضرت عثمان بن عبداللہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کا جوڑا لے آئیں حالانکہ وہ مہندی سے رنگا ہوا تھا۔ (کتاب الآثار ص ۲۱۷)۔

تیرھویں حدیث

امام محمد بن حسن حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن اسود بن عبدیغوث ہمارا ہم نشین تھا اور اُس کی داڑھی اور سر سفید تھے۔ ایک دن وہ اس حال میں آیا کہ اُس کے بال سُرخ تھے۔ لوگوں نے کہا یہ بات زیادہ اچھی ہے اُس نے کہا بلاشبہ میری (روحانی) ماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گذشتہ رات اپنی ایک لونڈی نخیلہ کو میرے پاس بھیج کر مجھ کو یہ پختہ حکم دیا کہ میں بال رنگوں پھر اُس نے مجھے خبر دی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رنگا کرتے تھے۔ (مؤطا امام محمد ص ۳۹۲)

چودھویں حدیث

ابورمثہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حال میں آیا کہ آپ پر دو سبز چادریں تھیں اور اُن کے بالوں پر سفیدی غالب تھی اور وہ مہندی سے رنگے ہُوئے تھے۔ رواہ الحاکم و اصحاب السنن (التعلیق الممجد علیٰ مؤطا امام محمد ص ۳۹۲)

پندرھویں حدیث

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بال (مہندی سے) رنگے ہیں تو فرمایا۔ ہاں (التعلیق الممجد ص ۳۹۲)

سولھویں حدیث

حضرت عثمان بن عبداللہ بن موھب سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہُوا تو انہوں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند بال نکالے اس حال

میں کہ وہ مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے تھے۔ رواہ احمد وابن ماجۃ (حک العیب ص ۱۱)۔

سترھویں حدیث

انہی عثمان بن عبداللہ سے انہی موئے مبارک کی نسبت صحیح بخاری شریف میں مروی ہے۔ انّ امّ سلمة ارته شعر النبی صلی اللہ علیه وسلم احمر ۔ بلاشبہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک سُرخ رنگ والے دکھائے (حک العیب ص ۱۱)۔

اٹھارھویں حدیث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ پیلا رنگ مومن کا خضاب ہے سُرخ رنگ مسلمانوں کا خضاب اور سیاہ رنگ کافر کا خضاب ہے۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر و الحاکم فی صحیحہ و صححہ' السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۵۰ ج ۲ (بہار شریعت ص ۲۰۶ ج ۱۶)

انیسویں حدیث

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک آدمی گزرا جس نے بالوں کو مہندی سے رنگا تھا۔ فرمایا یہ کتنا اچھا ہے؟ پھر دوسرا آدمی گزرا جس نے مہندی اور کتم سے بالوں کو رنگا تھا۔ فرمایا یہ اُس سے زیادہ اچھا ہے۔ پھر تیسرا آدمی گزرا جس نے زردی سے بالوں کو رنگا تھا۔ فرمایا یہ ان سب سے زیادہ اچھا ہے۔

رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ ص ۱۰۱ ج ۲) (بہار شریعت ص ۲۰۵ ج ۱۶)۔

بیسویں حدیث

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ' سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا احسن ما غیر تم بہ الشعر الحناء و الکتم ۔ بہترین چیز جس سے تم اپنے بالوں کا سفید رنگ بدلو مہندی یا کتم ہے۔ یعنی مہندی لگائی جائے یا کتم رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی (بہار شریعت ص ۲۰۵ حصہ شانزدہم)

اکیسویں حدیث

امام سیوطی روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے پہلے جس نے مہندی اور کتم سے بالوں کو رنگا ابراہیم ہیں اور سب سے پہلے جس نے بالوں کو سیاہ کیا فرعون ہے۔

رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس و ابن نجار و ضعفہ السیوطی

(جامع صغیر ص ۱۱۳ ج ۱) (بہار شریعت ص ۲۰۶ ج ۱۶)

نوٹ: پانچویں حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے مہندی سے ابراہیم علیہ السلام نے بالوں کو رنگا اور اس حدیث میں ہے سب سے پہلے مہندی اور کتم سے ابراہیم علیہ السلام نے بالوں کو رنگا۔ مگر ان دونوں حدیثوں میں تضاد نہیں کیونکہ خالص مہندی خالص سُرخ رنگ دیتی ہے اور مہندی اور کتم۔ سُرخ مائل بسیاہی رنگ دیتے ہیں۔ بس دونوں حدیثوں کا منشاء ایک ہی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے بالوں کو سُرخ کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بائیسویں حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب کے بارہ میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے سفید بال گننا چاہتا تو گن لیتا اور آپ نے بالوں کی سفیدی کو بدلا نہیں ہے ہاں حضرت ابو بکر نے مہندی اور کتم سے اور حضرت عمر نے صرف مہندی سے بالوں کو رنگا ہے **رواہ الشیخان فی صحیحہما** (مشکوٰۃ ص ۱۰۳ ج ۲)

تیئیسویں حدیث

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **یـا معشـر الانصار احمروا او اصفروا و خالفوا اهل الکتاب** ۔ اے انصار کی جماعت۔ بالوں کو سُرخ کرو یا زرد کرو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔

رواہ احمد فی مسندہ (التعلیق المجد ص ۳۹۲)

چوبیسویں حدیث

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِنّ احسن ما غیرتم بہ ھذا الشیب الحناء و الکتم۔ بلاشبہ بہترین چیز جس سے تم اپنے بالوں کی اس سفیدی کو بدلو مہندی اور کتم ہے رواہ احمد والاربعۃ وابن حبان وصححہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۸۷ ج ۱۔ مشکوٰۃ ص ۱۰۱ ج ۲)

پچیسویں حدیث

حضرت کریمہ بنت ھمام سے مروی ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مہندی کے خضاب کے بارہ میں مسئلہ دریافت کیا تو فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن میں اسے پسند نہیں کرتی کیونکہ میرے حبیب اس کی بُو کو پسند نہیں فرماتے تھے (مشکوٰۃ ص ۱۰۲ ج ۲)۔

ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں اور ظاہر یہی ہے کہ اس سے مراد سر کو مہندی لگانا ہے ورنہ امہات المومنین اپنے ہاتھوں میں مہندی لگاتی تھیں تو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ناپسند نہیں فرماتے تھے۔ آنے والی حدیث میں جو وجہ بیان ہوئی ہے اُس کی وجہ سے (حاشیہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۲ ج ۲)۔

الحمد للہ ان پچیس احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بالوں کی سفیدی بدلنا پسند ہے اور اُسے اس سفیدی کو سیاہی سے بدلنا ناپسند اور سُرخی یا زردی سے بدلنا پسند ہے۔ اب اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لیے ہم فقہائے امت کے اقوال بھی پیش کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

امام نووی کا ارشاد

شیخ محی الدین نووی شافعی کتاب روضۃ الاحباب میں فرماتے ہیں خضاب الشعر الشائب بحمرۃ او صفرۃ سنۃ و بالسواد حرام و قیل مکروہ و اما خضاب الیدین و الرجلین فمستحب فی حق النساء حرام فی حق الرجال الالعذر سفید بالوں کو سرخ یا زرد رنگ سے رنگنا سنت ہے اور انہیں سیاہ رنگ سے رنگنا حرام ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے اور ہاتھوں اور پاؤں کو رنگنا عورتوں کے حق میں مستحب اور مردوں کے حق میں حرام ہے جبکہ بے عذر کے بغیر ہو۔

(نزھۃ الناظرین ص ۴۵)

امام محمد بن حسن کا ارشاد

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مشہور شاگرد امام محمد بن حسن فرماتے ہیں۔ لا نری بالخضاب بالوسمة والحناء و الصفرة بأساً و ان ترکه ابیض فلا باس بذلک کل ذلک حسن۔ سفید بالوں کو وسمہ یا مہندی یا زردی سے رنگنے میں کوئی حرج نہیں اور بالوں کے سفید رہنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ یہ دونوں صورتیں اچھی ہیں۔ (مؤطا امام محمد ص ۳۹۲)

(تنبیہ) وسمہ نیل کے پتوں کا نام ہے اس کے تنہا خضاب سے سیاہ رنگ پیدا نہیں ہوتا بلکہ سیاہی مائل سبز رنگ پیدا ہوتا ہے ہاں اگر پہلے بالوں کو مہندی سے رنگیں پھر وسمہ سے رنگیں تو اس صورت میں یہ خالص سیاہ رنگ دیتا ہے۔ یہ دوسری صورت ممنوع ہے۔ (التعلیق المجد ص ۳۹۲)

اعلیٰ حضرت کا ایک فتویٰ

مسئلہ: داڑھی کو وسمہ یا مہندی لگانا چاہیے یا نہیں؟

جواب: وسمہ لگانا حرام ہے۔ مہندی جائز بلکہ سنت ہے۔ (عرفان شریعت ص ۹)

(تنبیہ) یہاں وسمہ سے مراد وہ وسمہ ہے جو خالص سیاہ رنگ پیدا کرے اور اگر وہ سیاہی مائل سبز رنگ پیدا کرے تو اس کے جواز میں شک نہیں خود اعلیٰ حضرت حک العیب میں فرماتے ہیں "الحاصل مدار کار رنگ پر ہے۔ اگر بالفرض خالص مہندی سیاہ رنگ لاتی وہ بھی حرام ہوتی اور خالص نیل زرد یا سُرخ رنگ دیتا وہ بھی جائز ہوتا۔ یونہی مہندی اور نیل کا میل یا کوئی اور بلا ہو جو کچھ سیاہ رنگ لائیں سب حرام ہیں" واللہ تعالیٰ اعلم۔ (حک العیب ص ۱۴)۔

مہندی اور کتم کے خضاب کے رنگ کے بارہ میں اعلیٰ حضرت کی تحقیق

مہندی اور کتم بالوں کو لگائے جائیں تو جو رنگ دیتے ہیں اس کے بارہ میں اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرّہ العزیز لکھتے ہیں" بلکہ وہ جو صحیح حدیث میں وارد کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حناء و کتم سے خضاب فرماتے ہیں ہرگز مفید نہیں کہ بتصریح علماء وہ خضاب سیاہ رنگ نہ دیتا تھا بلکہ سرخی لاتا جس میں سیاہی کی جھلک ہوتی۔ سُرخ رنگ کا قاعدہ ہے کہ جب نہایت قوت کو پہنچتا ہے تو ایک شان سیاہی کی دیتا ہے۔ ایسا خضاب بلاشبہ

جائز بلکہ محمود جس کی تعریف خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول رواہ احمد والا ربعۃ وابن حبان عن ابی ذر رضی اللہ عنہ۔ شیخ محقق نور اللہ مرقدہ شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں بصحت رسیدہ است کہ امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خضاب میں کردبحناء وکتم کہ نام گیاہے است لیکن رنگ آن سیاہ نیست بلکہ سُرخ مائل بسیاہی است۔ اس کے قریب فاسی نے جمع الوسائل شرح شمائل شریف ترمذی اور امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری شریف میں تصریح فرمائی اور قول راجح وتفسیر جمہور کہ کتم نیل کا نام ہی نہیں بلکہ وہ ایک اور پتی ہے کہ رنگ میں سُرخی رکھتی ہے اور شکل میں برگ زیتون کے مشابہ جسے لوگ حناء یا نیل سے ملا کر خضاب بناتے ہیں۔ علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں۔ **الکتم بفتح الکاف و المثنات الفوقیۃ نبت یشبہ الزیتون یخلط بالوسمۃ و یختضب بہ** ۔ اور اسی میں ہے۔ **الکتم بفتحتین نبت فیہ حمرۃ یخلط بالحناء و الوسمۃ فیختضب بہ**۔ اور ابھی شرح مشکوٰۃ سے گذرا کہ رنگ آں سیاہ نیست۔

اقول بلکہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ خود حدیثوں سے ثابت کرسکتا ہے کہ حنا وکتم کے خضاب کا رنگ سُرخ ہوتا ہے۔ صحیح بخاری ومسند احمد وسنن ابن ماجہ میں عثمان بن عبداللہ بن وہب سے مروی کہ میں حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مُوئے مبارک (جواُن کے پاس تبرکات شریفہ میں رکھے تھے۔ جس بیمار کواُس کا پانی دھو کر پلاتیں فوراً شفا پاتا تھا) نکالے مہندی اور کتم سے رنگے ہُوئے تھے انہی عثمان بن عبداللہ بن وہب سے انہی مُوئے مُبارک کی نسبت صحیح بخاری شریف میں مروی کہ اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اُنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مُوئے مُبارک سُرخ رنگ کے دکھائے۔ ثابت ہوا کہ حنا وکتم نے سُرخ رنگ دیا بلکہ اسی حدیث میں امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دوسری روایت یُوں ہے شعراً مخضوبا بالحناء والکتم یعنی ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے مُوئے مبارک سُرخ رنگ کے دکھائے جن پر حناء وکتم کا خضاب تھا تو واضح ہُوا کہ کتم اگرچہ کسی چیز کا نام ہو مگر روایات مذکورہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت سیاہ خضاب کا گمان کرنا یا اس سے نیل اور حنا ملے ہُوئے کو مطلقاً جائز سمجھ لینا محض غلط ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعض صاحبوں نے خضاب وسمہ وحنا کی روایات تو دیکھیں اور اُن کا مطلب اصلاً نہ سمجھا۔

(حک العیب فی حرمۃ تسوید الشیب ص ۱۰)

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

امام جلال سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ مبارکہ میں مہندی لگانے کے بارہ میں ایک فتویٰ موجود ہے۔

ہم اسے افادۂ عامۃ المسلمین کے لیے یہاں نقل کرتے ہیں وباللہ التوفیق۔

سوال:۔ایک شخص نے اپنی داڑھی اور اپنے ہاتھ پاؤں کو مہندی سے رنگا۔کیا اُس کے لیے یہ بلاضرورت جائز ہے یا نہیں؟اور کیا مرد اور عورت اس میں برابر ہیں یا نہیں؟اور کیا اس بارہ میں کوئی سنّت شریفہ وارد ہوئی ہے؟

الجواب:**خضاب الشعر من الراس و اللحیة بالحناء جائز للرجل بل سنّة صرّح به النووی فی شرح المهذّب نقلاً عن اتفاق اصحابنا لما ورد فیه من الا حادیث الصحیحة** ۔سر اور داڑھی کے بال مہندی سے رنگنا مرد کے لیے جائز بلکہ سنّت ہے۔اس کے سنّت ہونے کی تصریح امام نووی نے شرح المہذب میں کی ہے۔اس حال میں کہ اُنہوں نے اس پر اپنے اصحابِ شافعیہ کا اتفاق نقل فرمایا ہے کیونکہ اس بارہ میں صحیح حدیثیں وارد ہُوئی ہیں۔

اُن صحیح حدیثوں میں سے ایک وہ حدیث ہے جسے امام بخاری و امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **ان الیهود و النصاریٰ لا یصبغون فخالفوهم** ۔یہود و نصاریٰ بال رنگتے نہیں تو تم اُن کی مخالفت کرو۔اور امام مسلم نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو بارگاۂ نبوت میں لایا گیا حالانکہ اُن کے سر اور داڑھی کے بال کائی کی طرح سفید تھے سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **غیّروا هذا و اجتنبوا السواد** اس کو تبدیل کرو اور سیاہی سے بچو۔

رہا ہاتھوں پاؤں کو مہندی سے رنگنا تو یہ شادی شدہ عورت کے لیے مستحب ہے اور مردوں پر حرام ہے مگر ضرورت کے وقت ایسے ہی شرح المہذب میں فرمایا اور فرمایا مردوں کے لیے اس کے حرام ہونے کی دلیل وہ حدیث ہے جسے ابوداؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مُخنّث آیا جس نے مہندی سے اپنے ہاتھ پاؤں رنگے ہُوئے تھے۔فرمایا اس کا کیا ماجرا ہے؟عرض کیا گیا یا رسول اللہ یہ عورتوں سے مشابہت کرتا ہے۔اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو اُسے بقیع کی طرف نکال دیا گیا۔

اور اس پر دلیل وہ حدیث بھی ہے جسے صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے روایت کیا گیا ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو زعفران لگانے سے منع فرمایا۔امام نووی نے فرمایا اس ممانعت کی علت رنگ ہے خوشبو نہیں۔کیونکہ مردوں کا خوشبو لگانا شرعاً پسندیدہ امر ہے اور مہندی اس علتِ ممانعت میں زعفران کی طرح ہے اور وہ حدیثیں جن سے شادی شدہ عورتوں کے مہندی لگانے کا استحباب ثابت ہوتا ہے بہت ہی مشہورہ معروفہ ہیں"(الحاوی للفتاوی ص ۴۷ ج ۱)

سُرخ مسنون داڑھی میں دوسوشہیدوں کا ثواب

الحمدللہ یہاں تک جو کچھ ہم نے لکھا ہے اس سے داڑھی اور سر کے بالوں میں مہندی لگانے کا صرف جواز ہی ثابت نہیں ہُوا بلکہ اس کا سنت ہونا ثابت ہُوا ہے ثم الحمدللہ علیٰ ذلک۔ یہ صرف صحابہ اور بزرگانِ دین ہی کی سنت نہیں بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی سنت ہے لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس منافع بخش سنت پر عمل کریں۔ آج کل کے دَور میں جس طرح مسنون داڑھی مُردہ سنت ہے اسی طرح بالوں کو مہندی لگانے کی سنت بھی مُردہ ہو چکی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک سنت زندہ کرنے والے کو ایک سو شہید کا ثواب ملتا ہے تو مسنون داڑھی رکھ کر اُسے مہندی لگانے والے مُسلمان کو دو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ امام بیہقی نے کتاب الزھد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **من تمسک بسنّتی عند فساد اُمتی فله اجر مائة شهید** ۔ جو شخص میری اُمت کے فساد کے وقت میری سنت کو پکڑے اُس کے لیے ایک سو شہید کا ثواب ہے۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان باب الاعتصام بالسنۃ فصل ثانی)

شیخ محقق اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ کسیکہ چنگ زند و عمل کند بسنتِ من نزد فسادِ اُمتِ من و بیروں آمدن ایشاں از سنت و تقصیر کردن درآن پس مر اُورا است مزد و ثواب صد شہیداں کنایت ست از یافتن غایت جھد و مشقت درآن وحصول کمال فضیلت و ثواب برآن۔ یعنی یہ حدیث اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ فسادِ امت کے وقت سنت پر عمل کرنے والے کو بہت سخت مشقت اٹھانی پڑے گی اس لیے اُسے اس پر کمال درجہ کا ثواب ملے گا۔ (اشعۃ اللمعات ص ۱۴۴ ج ۱)۔

ہاتھ پاؤں کی مہندی پر بالوں کی مہندی کو قیاس کرنا درست نہیں

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذکورہ بالا فتویٰ مُبارکہ سے معلوم ہُوا کہ شرع شریف میں مردوں کے لیے مہندی سے ہاتھ پاؤں رنگنے ناجائز ہیں لیکن اس سے سر اور داڑھی کے بال رنگنا جائز بلکہ سنت ہے اس لیے ہمارے علاقہ کے لوگوں کا داڑھی کی مہندی کو ہاتھ پاؤں کی مہندی پر قیاس کرنا غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ دینِ حق کے احکام سمجھنے اور اُن پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے آمین۔

(۱۵ رجب ۱۴۱۳ھ)

سم الله الرحمن الرحيم

چھٹا مقالہ

سفید عمامہ کی فضیلت

(دلائل کی روشنی میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ رسولہٖ محمدٍ و الہ و صحبہ و اجمعین

اما بعد اس مختصر رسالہ میں "سفید عمامہ کی فضیلت" "دلائل کی روشنی میں" بیان کی گئی ہے اللہ تعالیٰ اسے ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفید لباس پہننے کا حکم دیا

(۱) حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم ارشاد فرمایا۔ علیکم بالبیاض من الثیاب فلیلبسھا احیآء کم و کفنوا فیھا موتاکم فانھا من خیر ثیابکم. تم پر سفید لباس کا پہننا لازم ہے پس چاہیے کہ تمہارے زندہ لوگ اسے پہنیں اور تم اس میں اپنے مردوں کو کفن دو کیونکہ یہ تمہارے بہترین لباس میں سے ہے۔ (سنن نسائی جلد دوم ص ۲۹۷)۔

امام جلال الدین سیوطی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ رواہ احمد والنسائی والحاکم عن سمرہ وھذا حدیث صحیح۔ اس حدیث کو امام احمد و نسائی و حاکم نے سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور یہ حدیث صحیح ہے۔ (جامع صغیر جلد دوم ص ۶۳)

(نوٹ) امام سیوطی کی روایت میں فلیلبسھا کی بجائے فیلبسھا ہے مگر دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اورانہی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا البسوا من ثیابکم فانھا اطھر و اطیب و کفنوا فیھا موتاکم۔ تم اپنے سفید کپڑے پہنو کیونکہ وہ زیادہ پاکیزہ اور زیادہ پاک ہیں۔ اوران میں اپنے مردوں کو کفناؤ (سنن نسائی جلد دوم ص ۲۹۷)

امام محی الدین نووی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں رواہ النسائی والحاکم وقال حدیث صحیح۔ اس حدیث کو نسائی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (ریاض الصالحین ص ۳۲۵)

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ البسوا من ثیابکم البیض فانھا خیر ثیابکم و کفنوا فیھا موتاکم و ان خیر اکحالکم الاثمد یجلو البصر و ینبت الشعر۔ تم اپنے سفید کپڑے پہنو کیونکہ وہ تمہارے بہترین کپڑے ہیں۔ اوران میں اپنے مردوں کو کفن دو۔ اور تمہارا بہترین سرمہ اثمد ہے کہ وہ نظر کو تیز کرتا ہے اور بال اُگاتا ہے۔ (سنن ابی داؤد جلد دوم ص ۲۰۶)

امام محی الدین نووی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں رواہ ابوداؤد والترمذی وقال حدیث حسن صحیح اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(ریاض الصالحین ص ۳۲۶)

اور امام ابن الھمام لکھتے ہیں واسنادہ صحیح وصححہ الحاکم وفی الباب عن ابن عباس عندالشافعی واحمد واصحاب السنن الاالنسائی بلفظ البسوا من ثیابکم و کفنوا فیھا موتاکم واخرجہ ابن حبان والحاکم والبیھقی بمعناہ وصحح حدیث ابن عباس القطان والترمذی وابن حبان وفی الباب ایضاً عن عمران ابن الحصین عندالطبرانی یدل علیٰ مشروعیۃ لبس البیاض وتکفین الموتی بہ لعلۃ کونہ اطھر من غیرہ واطیب۔

اس حدیث کے اسناد صحیح ہیں اور باب میں امام شافعی احمد اور نسائی کے علاوہ اصحاب نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے نسائی نے اس حدیث کو مطلق ثیاب کے لفظوں سے روایت کیا ہے اور اس حدیث کو اسی کے معنی کے ساتھ ابن حبان حاکم اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے اور ابن القطان ترمذی اور ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور اس باب میں طبرانی نے حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ سے بھی ایک حدیث روایت کی ہے اور یہ حدیث سفید کپڑا پہننے کی مشروعیت (جواز) پر دلالت کرتی ہے اور اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اس میں میت کو کفنانا جائز ہے کیونکہ سفید رنگ کا کپڑا دوسرے رنگوں کے کپڑوں کی نسبت زیادہ پاکیزہ اور ستھرا ہوتا ہے۔

(حاشیہ سنن ابی داؤد جلد دوم ص ۲۰۶)

اور اس حدیث کے بارہ میں مولانا سید ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں رواہ ابوداؤد وروی الترمذی وصححہ وابن ماجۃ الی موتاکم۔

اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا اور اسے ترمذی نے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی اور یہ حدیث ابن ماجہ نے الی موتاکم کے الفاظ تک روایت کی ہے۔

(جامع الرضوی ص ۷۹۹)

(۴) اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان من خیر ثیابکم البیاض فالبسوھا احیاء کم و کفنوا فیھا موتاکم۔

بلاشبہ تمہارے بہترین کپڑوں میں سے سفید کپڑے ہیں سوتم وہ اپنے زندوں کو پہناؤ اور اپنے مردوں کو کفناؤ۔

(رواہ الطبرانی فی الجامع الصغیر جامع الرضوی ص ۷۹۹)

(۵) امام جلال الدین سیوطی حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث کو امام احمد ترمذی نسائی ابن ماجہ اور حاکم سے ان لفظوں کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ البسوا الثیاب البیض فانھا اطھر واطیب وکفنوا فیھا موتاکم سفید کپڑے پہنو کیونکہ وہ زیادہ پاکیزہ اور زیادہ ستھرے ہوتے ہیں۔ اور ان میں اپنے مردوں کو کفن دو امام سیوطی نے اس حدیث کی صحت بیان کی ہے۔ (جامع صغیر جلد اول ص ۶۲)

(نوٹ) یہ حدیث مشکوۃ شریف جلد دوم صفحہ نمبر ۹۵ پر موجود ہے۔

(۶) امام ابن ماجہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مندرجہ بالا روایت کو ان لفظوں میں روایت کرتے ہیں۔ خیر ثیابکم البیاض فالبسوھا و کفنوا فیھا موتاکم ۔ تمہارے بہترین سفید کپڑے ہیں سوتم انکو پہنو اور اپنے مردوں کو کفن دو۔

(سنن ابن ماجہ جلد دوم ص ۲۵۵)

(۷) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ انّ احسن مما زرتم اللہ بہ فی قبور کم ومساجد کم البیاض ۔ بہترین چیز جس کے ساتھ تم اپنی قبروں میں اور اپنی مسجدوں میں اللہ تعالیٰ سے ملو سفید رنگ کا لباس ہے۔

(مشکوۃ شریف جلد دوم ص ۹۸۔ سنن ابن ماجہ ص ۲۵۵ جلد دوم)

اس حدیث کے بارہ میں امام سیوطی لکھتے ہیں رواہ ابن ماجہ عن ابی الدرداء و ھذا حدیث ضعیف ۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور یہ حدیث ضعیف ہے۔ (جامع صغیر ص ۸۷ جلد اوّل)

نوٹ

ضعیف حدیث فضائل اعمال میں معتبر ہوتی ہے لہذا اس کا ضعف ہمیں کچھ ضرر نہیں دے گا۔ واللہ اعلم۔

(۸) امام ابن ماجہ نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا احادیث ان لفظوں میں روایت کی ہے

البسوا ثیاب البیاض فانها اطهر واطیب سفید لباس پہنو کیونکہ وہ زیادہ پاکیزہ اور زیادہ ستھرا ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ جلد دوم ص ۲۵۵)

الحمد للہ ان آٹھ احادیث مبارکہ سے روز روشن کی طرح روشن ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید رنگ کے لباس کو سب سے زیادہ اچھا سب سے زیادہ پاکیزہ اور سب سے زیادہ ستھرا قرار دیا ہے اسی وجہ سے آپ نے عام مسلمانوں کو زندگی میں اور موت کے بعد اسے پہننے کا حکم ارشاد فرمایا اور یہی وجہ ہے کہ پہلے زمانہ میں بزرگ لوگ سفید لباس اور سفید عمامہ پہنتے تھے اور آج بھی اکثر بزرگان دین علمائے کرام اور مشائخ عظام کا یہی معمول ہے کہ وہ سفید رنگ کا لباس اور عمامہ پہنتے ہیں۔ کما ھو المشاھد فی البلاد واللہ تعالیٰ اعلم۔

علماء نے سفید لباس کے استحباب کی تصریح فرمائی ہے

چونکہ احادیث صحیحہ میں سفید رنگ کے لباس کی فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں اور اس کے پہننے کی ترغیب دی گئی ہے اس لئے ہمارے فقہاء کرام نے بھی سفید لباس کو زیادہ محبوب اور مستحب اور باقی رنگوں کے لباس کو جائز قرار دیا ہے چنانچہ

(۱) فقیہ ابو اللیث علیہ الرحمہ کی کتاب بستان کی شرح میں ہے کہ رنگوں میں زیادہ مستحب رنگ سفید ہے (سبز عمامہ پر اعتراضات کا محاسبہ مؤلفہ مولانا ظریف القادری صاحب گوجرانوالہ بحوالہ کشف الالتباس فی مسائل اللباس صفحہ نمبر ۲۔۳)

(۲) شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں بہترین لباس سفید است بہترین لباس سفید ہے۔
(ضیاء القلوب فی لباس المحبوب ص ۷ بحوالہ سبز عمامہ اور مصافحہ ص ۸)

(۳) امام ابن نجیم حنفی فرماتے ہیں۔ صاحب کنز الدقائق نے کفن کا رنگ بیان نہیں کیا کیونکہ تمام رنگ جائز ہیں۔ لیکن سفید رنگ زیادہ محبوب ہے۔ (البحر الرائق ص ۱۷۶ ج ۲)

(۴) امام عبد الرحمٰن صفوری لکھتے ہیں **افضل الثیاب یوم الجمعة البیاض لقوله صلى الله عليه وسلم البسوا من ثیابکم البیاض فانها اطیب واطهر وکفنوا فیها موتاکم رواه الترمذی قال فی الاحیاء لبس السواد لیس من السنة بل کره جماعة النظر الیه۔** جمعہ کے دن سب سے اچھا لباس سفید رنگ کا لباس ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اپنے سفید

رنگ کے لباس پہنو کیونکہ وہ زیادہ پاکیزہ اور زیادہ ستھرا ہیں اور اس میں اپنے مردوں کو کفن دو اس حدیث کو محدث ابو عیسیٰ ترمذی نے روایت کیا۔ امام غزالی نے فرمایا سیاہ لباس پہننا سنت نہیں ہے بلکہ علماء کی ایک جماعت نے اس کی طرف دیکھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (نزھۃ المجالس جلد اول صفحہ نمبر ۱۳۳)

(۵) امام اجل محی الدین نووی نے کتاب مستطاب ریاض الصالحین میں رنگ دار لباسوں کے بیان کے لئے جو باب باندھا ہے اس کے ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں **باب استحباب الثوب البیض و جواز الاخضر و الاصفر و الاسود** یہ باب ہے اس بارہ میں کہ سفید لباس مستحب ہے اور سرخ اور، سبز، زرد اور سیاہ رنگ کا لباس جائز ہے۔ (ریاض الصالحین ص ۳۲۵)

الحمد للہ:۔ امام محی الدین نووی کے الفاظ مبارکہ نے اس مسئلہ کا دوٹوک فیصلہ فرمادیا کہ سُرخ، سبز، زرد اور سیاہ رنگ کا لباس جائز ہے اور سفید رنگ کا لباس مستحب ہے یعنی سفید لباس کے علاوہ جو لباس سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیب تن فرمایا وہ جائز ہے اور وہ بیان جواز کے لئے تھا اصل سنت سفید رنگ کا لباس پہننا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (تنبیہ) علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں۔

ویستحب الابیض و کذا الاسود لانہ شعار بنی العباس و دخل علیہ الصلوٰۃ والسلام مکۃ وعلیٰ راسہ عمامۃ سوداء ولبس الاخضر سنۃ کما فی الشرعۃ اھ من الملتقیٰ و شرحہ. اور سفید لباس مستحب ہے اور اسی طرح سیاہ لباس بھی ہے کیونکہ یہ بنی عباس کا شعار ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے وقت مکہ میں اس حال میں داخل ہوئے تھے کہ آپ کے سر اقدس پر سیاہ عمامہ تھا اور سبز لباس کا پہننا سنت ہے جیسا کہ کتاب شرعۃ الاسلام سے ملتقی اور اس کی شرح میں نقل کیا گیا ہے۔ (ردالمحتار جلد پنجم ص ۲۴۷)

اس عبارت میں سبز لباس کو سنت قرار دینا یہ بعض علماء کا قول ہے لیکن مفتی بہ قول وہی ہے جو ہم نے اوپر ذکر کیا کہ سنت سفید لباس ہے باقی رنگوں کے لباس صرف درجہ جواز میں ہیں بدین وجہ امام صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے شامی کی اس عبارت کا ترجمہ ان لفظوں میں فرمایا۔ سفید کپڑے بہتر ہیں کہ حدیث میں اس کی تعریف آئی ہے اور سیاہ کپڑے بھی بہتر ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن جب مکہ معظمہ میں تشریف لائے تو سر اقدس پر سیاہ عمامہ تھا سبز کپڑوں کو بعض کتابوں میں سنت لکھا ہے۔ (ردالمحتار) (بہار شریعت ص ۴۷ ج ۱۶)

سفید رنگ کے لباس کو ماہنامہ رضائے مصطفٰے نے بھی سُنت مانا ہے

اہل سنت و جماعت کے ترجمان ماہنامہ رضائے مُصطفٰے گوجرانوالہ نے سفید لباس اور سفید عمامہ کو سنت مانا

ہے اور اس کے احیاء پر سو شہیدوں کا ثواب ملنے کا مژدہ سنایا ہے چنانچہ اس میں ایک مضمون بعنوان "ہفت روزہ اہل حدیث لاہور کا ایک قابل توجہ مضمون،، عمامہ شریف،، ٹوپی پوش مولویوں اور ننگے سر نماز پڑھنے والے وہابیوں کی توجہ کے لئے" موجود ہے جس میں مضمون نگار لکھتا ہے۔

سفید لباس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھا ارشاد گرامی ہے سفید کپڑے پہنا کرو اس لئے کہ وہ بہت پاک اور پسندیدہ ہیں اور سفید کپڑوں میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔ (احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

اشد ضروری ہے کہ منبر و محراب سے عمامہ کو رواج دینے اور مقبول عام بنانے کے لئے خواص و عوام الناس کو اس کا احساس دلایا جائے تاکہ ہمارے معاشرے میں اس کی قدر و منزلت ہو کہ اس کی نسبت براہ راست سرور کائنات سے ہے جن کے نورانی طریقوں میں ہماری دنیاوی اور اخروی کامیابی اور جن کی ایک سنت مطہرہ اپنانے سے دوسری سنتوں کے اپنانے کے راستے کھل جاتے ہیں۔

عمامہ و داڑھی

تجربہ شاہد ہے کہ داڑھی رکھنے اور مونچھیں کٹوانے اور عمامہ باندھنے سے مغربی لباس ترک کرنا آسان ہو جاتا ہے اور دل میں اسلام کی عظمت آجاتی ہے بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کی فکر ہوتی ہے اور طبیعت اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی سے بچنے کے لئے چوکس ہو جاتی ہے مرد کے چہرے کی زینت داڑھی سے ہے اور سر کی زینت عمامہ سے ہے دراصل عمامہ سر کا تاج ہے اسے چھوڑنا تاج و تخت سے دستبردار ہونا ہے جو کہ ایک مسلمان کا شیوہ نہیں ہوتا۔ لہذا آیئے آج ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بسری سنت کو زندہ کر کے سو شہیدوں کے ثواب کے مستحق بنیں۔ عمامہ شریف اور پورا لباس سفید یا کم از کم لباس کا کچھ حصہ سفید خود استعمال کریں اور ان دونوں چیزوں کو فروغ دیں۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث لاہور یکم مارچ ۱۹۸۵ء) (ماہنامہ رضائے مصطفٰے بابت رجب المرجب ۱۴۰۵ھ)

سفید عمامہ اصل سنت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں دستار مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات سفید بودو گاہے دستار سیاہ واحیانا سبز۔ (ضیاء القلوب فی لباس المحبوب، مطبع مجتبائی ص ۳)

(ترجمہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دستار مبارک اکثر (اوقات میں) سفید ہوتی تھی اور کبھی سیاہ رنگ

کی ہوتی تھی اور کبھی سبز رنگ کی ہوتی تھی۔ (سبز عمامہ پر اعتراضات کا محاسبہ مؤلفہ مفتی محمد ظریف القادری گوجرانوالہ صفحہ نمبر ۱۱ سبز عمامہ اور مصافحہ مؤلفہ سید ریاض الحسن شاہ صاحب حیدرآباد سندھ صفحہ نمبر ۷)

شیخ محقق علی الاطلاق رحمتہ اللہ علیہ کی اس عبارت نے سفید عمامہ کی اصل سنت ہونے کے حق میں فیصلہ فرما دیا۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ سیاہ اور سبز دستار کا پہننا آپ سے کبھی کبھار ثابت ہوا ہے اور یہ بیان جواز کے لئے تھا نہ کہ اصل سُنت ہونے کے لئے واللہ تعالیٰ اعلم

سفید ٹوپی بھی سُنت مُصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ اکثر اوقات میں سفید ٹوپی اور کبھی کبھار دوسرے رنگ کی ٹوپی پہنتے تھے چنانچہ محدث ابن الجوزی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ کان رسول اللہ صلی علیہ وسلم یلبس قلنسوۃ بیضاء۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفید ٹوپی پہنا کرتے تھے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (سراقدس) پر سفید ٹوپی دیکھی۔ (الوفاء با حوال المصطفٰے ص ۵۶۷)

سفید عمامہ علماء و مشائخ کا معمول رہا ہے

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید لباس پسند تھا آپ نے اسے اکثر اوقات میں زیب تن فرمایا اس کو بہترین لباس قرار دیا اور زندوں اور مردوں کے حق میں اس کے پہننے کا حکم ارشاد فرمایا اس لئے قدیم علماء و مشائخ سفید لباس او سفید عمامہ کو پہنتے چلے آئے ہیں عارف باللہ نابلسی رحمتہ اللہ علیہ قمطراز ہیں۔

(ترجمہ) اور اپنا نسب بدلنے کے قبیل سے یہ بھی ہے کہ سیدزادی کی اولاد جو غیر سید سے ہے۔ خالص سبز عمامہ اس نیت سے باندھے کہ وہ ایسا کرنے سے اپنے غیر سید باپ دادا سے اپنا نسب منقطع کرنے اور اپنے سید نانا سے اپنا نسب جوڑنے کا قصد کرے اور اگر سیدزادی کی یہ اولاد خالص سبز عمامہ نہ باندھے بلکہ سفید عمامہ میں کوئی ایسی علامت اختیار کرے جس سے اس کا سیدزادی کی اولاد ہونا ثابت ہوتا ہوتا کہ لوگ اس کا احترام کریں اور اس کی بے ادبی سے بچیں تو یہ اپنا نسب بدلنے کے قبیل سے نہیں ہوگا جبکہ خالص سبز عمامہ کا نجیب الطرفین سیدوں کے لئے اور سفید عمامہ میں مخصوص علامت کا سیدزادی کی اولاد کے لئے شعار ہونا لوگوں کے عرف و عادت کی بناء پر ہو ورنہ ان دونوں کی شرع میں کوئی اصل نہیں علامہ عبد الرؤف مناوی شرح جامع صغیر میں

فرماتے ہیں کہ امام ذہبی نے کہا ہے کہ سبز علامت کے لیے شرع میں کوئی اصل نہیں بلکہ سلطان شعبان کے حکم سے یہ ۷۷۳ھ میں حادث ہوئی۔

امام عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد نے صاف صاف بتا دیا کہ ۷۷۳ھ تک اکثر مسلمانوں اور ان کے مشائخ وعلماء کا عام لباس سفید رنگ کے کپڑے اور سفید رنگ کا عمامہ تھا۔ سلطان شعبان نے اس سن میں حکم دیا تو سبز عمامہ نجیب الطرفین سادات نے اس لئے باندھنا شروع کیا کہ لوگ اس عمامہ کو دیکھ کر ان کا ادب بجالائیں اور اُن کی بے ادبی سے بچیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک انوکھی تحقیق

حضرت مولانا مفتی ظریف القادری صاحب مدرس و مفتی جامعہ حنیفہ سراج العلوم گوجرانوالہ نے ،،سبز عمامہ کے جواز واستحباب پر اعتراضات کا علمی و تحقیقی محاسبہ" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اس کتاب کے صفحہ نمبر ۲۰ پر آپ لکھتے ہیں۔

سوال:۔ کیا سفید رنگ کا عمامہ پہننا کسی صریح اور صحیح حدیث سے ثابت ہے؟ '

جواب:۔ ماہنامہ البر کے مضمون نگار نے سفید رنگ کے عمامہ کو ہی مسنون ثابت کرنے کے لئے اِدھر اُدھر سے بعض علماء کے اقوال کا سہارا تو لیا مگر ایک بھی حدیث ایسی پیش نہیں کر سکے جس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح طور پر سفید رنگ کا عمامہ پہننا یا پہننے کا حکم ارشاد فرمانا ثابت ہو۔ بلکہ اس کے برعکس مضمون کو بڑھانے کے لیے سیاہ عمامہ کے بارے متعدد روایات نقل فرما دیں حالانکہ سیاہ عمامہ زیر بحث نہ تھا نہ ہے ہم اس سوال کا جواب محترم مضمون نگار کے ذمہ چھوڑتے ہیں کیونکہ وہ سفید عمامہ ہی کو سنت قرار دینے کے لئے کافی تحقیق کر چکے ہیں بہر حال بندہ ناچیز کے فی الحال علم میں ایسی کوئی روایت نہیں جس میں واضح طور پر سفید عمامہ کا ذکر ہو۔ (اھ بلفظہ التمام)

مفتی صاحب موصوف سے ہم جواباً عرض کرتے ہیں کہ اولاً ہم نے ابتداء میں جو آٹھ حدیثیں پیش کی ہیں اگرچہ یہ مطلق سفید لباس کے بارہ میں ہیں لیکن مطلق لباس میں چونکہ عمامہ بھی داخل ہے اور اس کو آپ نے بھی اپنی اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۸ کے ان لفظوں میں مانا ہے "اور لباس میں بھی داخل ہے" تو پھر سفید عمامہ کے بارہ میں حدیث کی موجودگی کے انکار کی وجہ کیا ہے؟

ثانیاً آپ نے اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۱ پر شیخ محقق علی الاطلاق کی کتاب ضیاء القلوب سے یہ خود نقل کیا ہے کہ

دستار مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات سفید بودو گاہے دستار سیاہ واحیاناً سبز پھر اس کا ترجمہ ان لفظوں میں کیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دستار مبارک اکثر سفید ہوتی تھی اور کبھی سیاہ اور کبھی سبز رنگ کی ہوتی تھی شیخ کی اس عبارت کو آپ نے اپنے اس سوال کے جواب میں پیش کیا ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز عمامہ استعمال فرمایا ہے؟ تو شیخ کی یہی عبارت ہمارے اس سوال کا جواب بھی بنتی ہے کہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر اوقات میں سفید عمامہ استعمال فرمایا، الحاصل اس عبارت میں اگر آپ کا مدعا ثابت ہوسکتا ہے تو اسی سے ہمارا مدعا بھی حاصل ہوتا ہے پھر آپ کا سفید عمامہ کے متعلق ایسی حدیث کا مطالبہ کرنا جس سے واضح طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفید رنگ کا عمامہ پہننا یا پہننے کا حکم ارشاد فرمانا ثابت ہو بے جا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

ثالثاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید لباس پہننے کا حکم فرمایا اور اس کو بہترین لباس قرار دیا تو اس سے یہی قرین قیاس ہے کہ آپ نے خود بھی عمامہ سمیت اپنا لباس اکثر اوقات میں سفید ہی پہنا ہوگا اس لئے سفید عمامہ کے لئے کسی خاص نص کا مطالبہ بیکار ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ایک تشویشناک خبر

ماہنامہ ماہ طیبہ سیالکوٹ رقم طراز ہے دعوت اسلامی کی تبلیغ کا اثر دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت پر بھی ہو گیا۔ دیوبندی تبلیغیوں کو آپ دیکھیں گے کہ انہوں نے بھی سروں پر پگڑیاں باندھ لی ہیں جبکہ وہ پہلے عمامہ کی سنت سے غافل تھے۔ یہ سہرا دعوت اسلامی کے سر پر ہے۔ دیوبندیوں کی پگڑیاں سفید اور دعوت اسلامی کی پگڑیاں سبز رنگ کی ہیں۔ (ماھنامہ مذکورہ بالا بابت دسمبر ۱۹۹۴ء صفحہ نمبر ۵)

مقام غور

ہے کہ دعوت اسلامی نے اصل مسنون رنگ کو چھوڑ کر سبز رنگ کو عمامہ میں اختیار کیا تو اصل مسنون رنگ (سفید رنگ) ہمارے مخالفین کے حصہ میں آ گیا۔ اے کاش اگر دعوت اسلامی پہلے دن ہی سے سفید عمامہ کو اپنا شعار بناتی تو اُس کے مبلغین کو سنت عمامہ کا ثواب بھی ملتا۔ اور ہمارے مخالفین کے حصہ میں بھی اصل سنت نہ آتی۔ اور نہ مخالفین کو سبز عمامہ پر طنز وطعنہ کا موقع ملتا۔

(۱۱ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ساتواں مقالہ

رسالہ: استنجاء کے شرعی احکام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین وعلیٰ الھم واصحابھم اجمعین. برادر طریقت حضرت مولانا محمد محفوظ چشتی سلمہ القوی ناظم اعلےٰ دار المطالعہ جماعت اہل سنت چکسواری ضلع میر پور آزاد کشمیر کی فرمائش پر یہ رسالہ استنجاء کے شرعی احکام لکھا گیا۔ اللہ کریم جل شانہٗ اسے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین۔

استنجاء کی فضیلت

استنجاء کی فضیلت قرآن مجید سے ثابت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ فِیْہِ رِجَالٌ یحبون اَنْ یَتَطَھَّرواط واللّٰہ یُحِبُّ الْمُطَّھِّرِیْنَ ۝ اس (مسجد قباء کے آس پاس) میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور ستھرے لوگ اللہ کو پیارے ہیں۔ (پ ۱۱-۲)

شانِ نزول

یہ آیت مسجد قبا والوں کے حق میں نازل ہوئی۔ اس کے نزول پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابیوں سے پوچھا کہ تم کیسی طہارت کرتے ہو کہ ربّ تعالیٰ نے تمہاری تعریف فرمائی ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم اوّلاً ڈھیلوں سے پھر پانی سے استنجاء کرتے ہیں فرمایا ٹھیک ہے۔ (نور العرفان ص ۳۲۴)

اور تفسیر مدراک میں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے انصار کی جماعت اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف کی ہے سو وہ کیا کام ہے جو تم وضو اور پاخانہ کے وقت کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم ٹٹی پیشاب پھرنے کے بعد تین پتھروں سے صفائی کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد پانی سے استنجاء کرتے ہیں۔ یہ سُن کر آپؐ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ (حاشیہ جلالین ص ۱۶۷)

اور تفسیر صاوی میں ہے۔ انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ خدا کی قسم ہم اس کے سوا کچھ نہیں جانتے کہ ہمارے پڑوس میں رہنے والے یہودی لوگ پانی سے استنجاء کیا کرتے تھے تو ہم بھی ایسا کرتے ہیں۔ اور بزار کی روایت میں ہے کہ انہوں نے عرض کیا۔ ہم پتھر استعمال کرنے کے بعد پانی استعمال کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ھُوَ ذلک فعلیکموہ۔ یہی وہ پاکی ہے جس کو اللہ نے سراہا ہے۔ سو تم پر یہ پاکی لازم ہے۔

(صاوی ص۱۴۴ ج۲)

اس آیت کریمہ سے پانی سے استنجاء کرنے کی فضیلت بخوبی معلوم ہوتی ہے۔اللہ کریم ہمیں عمل کی توفیق عنایت فرمائے۔(آمین)

استنجاء کا مفہوم

پیشاب اور ٹی کے راستے پر جو پلیدی ہو اسے زائل کرنے کا نام استنجاء ہے۔

(حاشیہ شلبی علی التبیین ص۷۶ ج۱)

استنجاء کی قسمیں

استنجاء کی پانچ قسمیں ہیں۔دو قسم کا استنجاء واجب ہے۔(۱) جنابت یا حیض یا نفاس کے غسل کے وقت استنجاء کرنا تا کہ پلیدی اس کے جسم پر نہ پھیلے (۲) جب پلیدی اپنے مخرج سے نکل کر اس سے آگے بڑھے خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ استنجاء کرنا واجب ہے۔یہ امام محمد کا قول ہے اور اسی میں زیادہ احتیاط ہے اور شیخین کے نزدیک جب مقدار ایک درہم بڑھے گی تو استنجاء واجب ہوگا (۳) جب پلیدی مخرج سے نہ بڑھے تو استنجاء کرنا سنت ہے۔(۴) جب پیشاب کیا ہو اور ٹی نہ کی ہو تو آلۂ تناسل کا استنجاء مستحب ہے (۵) جب صرف بدبودار ہوا خارج ہوئی ہو تو استنجاء کرنا بدعت ہے اسی طرح کتاب الاختیار شرح المختار میں مذکور ہوا۔

(فتاویٰ عالمگیری ص۵۰ ج۱)

وہ جگہیں جہاں قضائے حاجت ممنوع ہے

ان جگہوں میں ٹی یا پیشاب کرنا مکروہ ہے(۱) پانی میں اگر چہ بہہ رہا ہو(۲) دریا یا کنوئیں یا تالاب یا چشمے کے کنارے پر(۳) پھلدار درخت کے نیچے (۴) فصل والے کھیت میں (۵) سایہ میں جہاں لوگ بیٹھتے ہوں(۶) مسجد کے قرب و جوار میں(۷) چوپایوں کے باندھنے کی جگہ میں (۸) لوگوں کے راستے میں(۹) ہوا کے چلنے کی سمت میں (۱۰) چوہے یا سانپ یا چیونٹی کے سوراخ میں(۱۱) شگاف میں (۱۲) ایسی جگہ جس پر کوئی گزرتا ہو یا بیٹھتا ہو(۱۳) راستے کے قرب و جوار میں(۱۴) کسی قافلے کے قرب و جوار میں(۱۵) کسی خیمہ کے آس پاس میں (۱۶) بلند جگہ میں کہ پیشاب بہہ کر قدموں کو پلید کرے۔اور

اسی طرح (۱۷) عیدگاہ کے پہلو میں (۱۸) قبرستان میں (۱۹) وضوگاہ (۲۰) اور غسل خانے میں قضائے حاجت کرنا بھی مکروہ ہے۔ (بہار شریعت ص۱۱۲ ج ۲)

(۲۱) اور ہڈی یا مینگنی پر قضائے حاجت مکروہ ہے (درمختار ص۲۵۲ ج ۲)

(۲۲) جنازہ گاہ کے آس پاس قضائے حاجت بھی مکروہ ہے۔ (طحطاوی علی المراقی ص ۳۰)

کن چیزوں سے استنجاء کرنا جائز ہے

قضائے حاجت کے بعد ٹٹی پیشاب کی پلیدی دور کرنے کے لئے ہر وہ شئے استعمال کرنا جائز ہے جو بے قیمت بیکار پاک ہو کہ پلیدی کی رطوبت کو جذب کر کے موضع نجاست کو صاف کر دے۔ ڈھیلا ہو یا پتھر، مٹی ہو یا پرانا کپڑا، زمین ہو یا دیوار سب برابر ہیں۔ کذا فی الفتاوی الرضویہ ص۱۴۳ ج ۲

کن چیزوں سے استنجاء کرنا منع ہے

ہڈی، کھانے کی شئے، گوبر، پکی اینٹ، ٹھیکری، شیشہ، کوئلے، جانوروں کے چارہ سے اور ایسی چیز سے جس کی کچھ قیمت ہو اگرچہ آدھ پیسہ سہی ان سب چیزوں سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔ یونہی کاغذ سے استنجاء کرنا منع ہے اگرچہ اس پر کچھ لکھا نہ ہو یا ابوجہل ایسے کافر کا نام لکھا ہو اور جس ڈھیلے سے ایک بار استنجاء کر لیا ہو اسے دوبارہ کام میں لانا مکروہ ہے مگر اس کی دوسری کروٹ پاک ہو تو اس سے استنجا کر سکتا ہے۔

(بہار بشریعت ۱۱۴ ج ۲)

قضائے حاجت کی دعائیں

جب پاخانہ کو جائے تو مستحب ہے کہ جائے حاجت سے باہر یہ پڑھ لے۔ بسم اللہ اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث پھر نکلنے کے بعد یہ دعا پڑھے غفرانک الحمدللہ الذی اذھب عنی مایوذینی وامسک علیّ ماینفعنی (بہار شریعت ص۱۱۲ ج ۲)

ڈھیلوں سے استنجاء کرنے کا طریقہ

پاخانہ کے بعد مرد کے لئے ڈھیلوں کے استعمال کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ گرمی کے موسم میں پہلا ڈھیلا

آ گے سے پیچھے کو لے آئے اور دوسرا ڈھیلا پیچھے سے آگے کو لے آئے اور تیسرا ڈھیلا آگے سے پیچھے کو لے جائے اور سردی کے موسم میں اس کے برعکس کرے یعنی پہلا ڈھیلا پیچھے سے آگے کو لے جائے اور دوسرا ڈھیلا آگے سے پیچھے کو لائے اور تیسرا ڈھیلا پیچھے سے آگے کو لے آئے اور عورت سردی اور گرمی کے موسم میں اُسی طرح کرے جس طرح مرد گرمی میں کرتا ہے یعنی پہلا ڈھیلا آگے سے پیچھے کو لے جائے اور دوسرا ڈھیلا پیچھے سے آگے کو لے آئے اور تیسرا ڈھیلا آگے سے پیچھے کو لے آئے۔

(ھکذا فی التبیین للزیلعی ص ۷۷ ج ۱)

پیشاب گاہ کے استنجاء کا طریقہ

مرد اپنے آلۂ تناسل کو بائیں ہاتھ سے پکڑے اور پتھر وغیرہ پر اسے گزارے یہاں تک کہ پیشاب کی تری خشک ہو جائے نہ ہی آلۂ تناسل کو اور نہ ہی پتھر کو دائیں ہاتھ سے پکڑے۔

(کذا فی حواشی الطحطاوی علی المراقی ص ۲۶)

پانی سے استنجاء کرنے کا طریقہ

پاخانہ کے بعد پانی سے استنجاء کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ کشادہ ہو کر بیٹھے اور آہستہ آہستہ پانی ڈالے اور انگلیوں کے پیٹ سے دھوئے اور انگلیوں کے سرے نہ لگیں اور پہلے بیچ والی انگلی اونچی رکھے پھر جو انگلی اس سے متصل ہے۔اس کے بعد چھنگلی اونچی رکھے اور مبالغہ سے دھوئے تین انگلیوں سے زیادہ کے ساتھ طہارت نہ کرے اور آہستہ آہستہ ملے یہاں تک کہ پلیدی کی چکنائی زائل ہو جائے۔

(بہار شریعت ص ۱۱۵ ج ۲)

استنجاء کے ضروری مسائل

(۱) پیشاب کرنے کے بعد جس کو یہ احتمال ہے کہ کوئی قطرہ باقی رہ گیا ہے یا قطرہ پھر آئے گا اس پر استبراء یعنی پیشاب کرنے کے بعد اگر قطرہ رکا ہوا ہو تو گر جائے واجب ہے۔استبراء ٹہلنے سے ہوتا ہے یا زمین سے پاؤں مارنے سے یا داہنے پاؤں کو بائیں پر اور بائیں کو داہنے پر رکھ کر زور کرنے یا بلندی سے نیچے اترنے یا نیچے سے بلندی پر چڑھنے یا کھنگارنے یا بائیں کروٹ پر لیٹنے سے ہوتا ہے اور استبراء اس وقت تک

کرے کہ دل کو اطمینان ہو جائے اور یہ استبراء کا حکم مردوں کے لئے ہے۔عورتیں فارغ ہونے کے بعد تھوڑی دیر وقفہ کر کے طہارت کریں۔ (بہار شریعت ص ۱۱۵ ج ۲)

(۲) ڈھیلوں کی کوئی مقرر مقدار سنت نہیں بلکہ جتنے ڈھیلوں سے صفائی ہو جائے اتنے استعمال کرے البتہ مستحب یہ کہ وہ طاق ہوں اور کم از کم تین ڈھیلے ہوں (نورالایضاح)

(۳) جب تک بیٹھنے کے قریب نہ ہو کپڑا بدن سے نہ ہٹائے اور نہ حاجت سے زیادہ بدن کھولے۔

(بہار شریعت ص۱۱۲ ج ۲)

(۴) قضائے حاجت کے وقت دونوں پاؤں کشادہ کر کے بائیں پاؤں پر زور دے کر بیٹھے تا کہ جلد فارغ ہو سکے۔ (بہار شریعت)

(۵) کھڑے ہو کر یا لیٹ کر یا ننگے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے نیز ننگے سر پاخانہ پیشاب کو جانا بھی مکروہ ہے۔

(۶) اپنے ساتھ ایسی چیز لے جانا جس پر کوئی دعا یا اللہ و رسول یا کسی بزرگ کا نام لکھا ہو۔ ممنوع ہے۔

(بہار شریعت)

(۷) کوئی متبرک کاغذ بٹوے یا جیب میں رکھ کر یا گلے میں یا بازو پر تعویز باندھ کر ٹٹی خانہ میں جانا جائز ہے۔ (واللہ اعلم)

(۸) پیشاب کرتے وقت کسی قسم کی گفتگو کرنا مکروہ ہے اور دو آدمیوں کا قضائے حاجت کے وقت آپس میں گفتگو کرنا اور زیادہ سخت ہے۔ہاں عذر کے وقت گفتگو کرے تو ممانعت نہیں۔ یوں ہی استنجاء خشک کرتے وقت گفتگو کرنا بھی منع ہے۔

(۹) پاخانہ یا پیشاب پھرتے وقت یا استنجاء کرتے وقت قبلہ کو منہ یا پیٹھ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔اگر چہ عمارت کے اندر ہو پھر اگر بھولے سے قبلہ کو منہ کر کے بیٹھ گیا ہو اور یاد آجائے تو قبلہ سے منہ پھیر لینا مستحب ہے۔ بشرطیکہ ایسا کرنا ممکن ہو۔ ورنہ کوئی حرج نہیں۔

(۱۰) بچے کو پاخانہ پیشاب پھیرانے والے کو مکروہ ہے کہ وہ اس بچے کا منہ قبلہ کو کرے ورنہ یہ شخص گناہگار ہوگا۔ اکثر عورتیں اس بات کا خیال نہیں رکھتیں۔

(۱۱) پاخانہ پیشاب پھرتے وقت سورج اور چاند کی طرف نہ منہ ہو نہ پیٹھ کہ یہ دونوں اللہ کی عظیم نشانیوں میں

سے ہیں۔

(۱۲) پانی سے استنجاء کرنا افضل ہے بشرطیکہ پردہ میں پانی سے استنجاء کرنا ممکن ہو اور اگر اس کے لئے بے پردگی ہوتی ہو تو پھر پتھر سے ہی استنجاء کر لے اور پانی سے استنجاء نہ کرے اور افضل یہ ہے کہ پتھر سے استنجاء کرنے کے بعد پانی سے استنجاء کرے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ سلف صالحین کے زمانے میں پانی سے استنجاء مستحب تھا مگر ہمارے زمانے میں سنت ہے اور بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ پانی سے استنجاء ہر دور میں سنت ہے اور یہی قول صحیح مفتی بہ ہے۔ (فتاوی ہندیہ ص ۴۸ ج ۱)

(۱۳) خود نیچی جگہ بیٹھنا اور پیشاب کی دھار اونچی جگہ گرانا ممنوع ہے۔ (بہار شریعت ص ۱۱۴ ج ۲)

(۱۴) اگر استنجاء کرنے کے بعد اکثر شیطانی وسوسہ آتا ہو تو اس کی طرف توجہ نہ دے جیسا کہ نماز میں حکم ہے اور اپنی میانی پر تھوڑا سا پانی چھڑک دے تاکہ اگر کوئی تری دیکھے تو اس پر محمول کر سکے۔

(فتاوی عالمگیری ص ۴۹ ج ۱)

(۱۵) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پانی سے استنجاء کرتے وقت پہلے ٹٹی کی جگہ کو پھر پیشاب کی جگہ کو دھوئے اور صاحبین کے نزدیک پہلے پیشاب کی جگہ کو دھوئے اور علامہ غزنوی صاحبین کے قول پر چلے ہیں اور یہی زیادہ مناسب ہے۔ (فتاوی عالمگیری ص ۴۹ ج ۱)

(۱۶) پانی سے استنجاء کیا تو استنجاء سے فارغ ہونے پر بایاں ہاتھ بھی پاک ہو گیا ہے اسے دوبارہ دھونا زیادہ پاکی اور زیادہ ستھرائی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارہ میں مروی ہے کہ آپ نے دست مبارک استنجاء کرنے کے بعد دھویا اور اسے دیوار سے رگڑا۔ (فتاوی عالمگیری ص ۴۹)

(۱۷) جس شخص کا بایاں ہاتھ نہ ہو اور نہ کوئی ایسا شخص موجود ہو جو اس کے دائیں ہاتھ پر پانی ڈالے تو استنجاء نہ کرے اور اگر جاری پانی پر ہو تو دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے۔ (فتاوی عالمگیری ص ۴۶)

(۱۹) ایسی سخت زمین پر جس سے پیشاب کی چھینٹیں اڑ کر آئیں۔ پیشاب کرنا ممنوع ہے۔ ایسی جگہ کو کرید کر نرم کر لے یا گڑھا کھود کر پیشاب کرے۔ (بہار شریعت ص ۱۱۲ ج ۲)

(۲۰) استنجاء کرتے وقت چھینک یا سلام یا آذان کا جواب زبان سے نہ دے اور اگر چھینک مارے تو زبان سے الحمد للہ نہ کہے بلکہ دل میں کہہ لے۔ (بہار شریعت ص ۱۱۲)

(۲۱) استنجاء کے وقت پاخانہ کا مقام سانس کے زور سے نیچے کو دبا کر رکھیں اور خوب اچھی طرح دھوئیں کہ

دھونے کے بعد ہاتھ میں بو باقی نہ رہے۔ پھر کسی پاک کپڑے سے پونچھیں اور کپڑا پاس نہ ہوتو بار بار ہاتھ سے پونچھیں کہ تری برائے نام رہ جائے۔ (بہار شریعت ص ۱۱۳ ج ۲)

(۲۲) قبل یا دبر سے نجاست نکلے تو ڈھیلوں سے استنجاء کرنا سنت ہے اور اگر صرف پانی سے ہی استنجاء کر لے تو بھی جائز ہے۔ مگر مستحب یہ ہے کہ ڈھیلے سے استنجاء کرنے کے بعد پانی سے استنجاء کرے۔

(بہار شریعت ص ۱۱۳ ج ۲)

(۲۳) ڈھیلوں سے طہارت اس وقت کفایت کرے گی جبکہ نجاست سے [illegible] ن کے آس پاس کی جگہ ایک درہم سے زیادہ آلودہ نہ ہو اور اگر درہم سے زیادہ جگہ پر پلیدی لگ جائے تو [illegible] پانی سے استنجاء کرنا واجب ہے۔ (بہار شریعت ص ۱۱۲ ج ۲)

(۲۴) پرائی دیوار سے استنجاء کے ڈھیلے لینا جائز نہیں اگرچہ وہ مکان اس کے کرایہ میں ہو۔

(بہار شریعت ص ۱۱۲ ج ۲)

(۲۵) زمزم شریف کے پانی سے استنجاء کرنا مکروہ ہے اور ڈھیلا نہ لیا ہو تو نا جائز ہے۔

(بہار شریعت ص ۱۱۵)

(۲۶) وضو کے بچے ہوئے پانی سے استنجاء کرنا خلاف اولیٰ ہے۔ (بہار شریعت ص ۱۱۵ ج ۲)

(۲۷) پاک ڈھیلے دائیں جانب رکھنا اور کام میں لانے کے بعد بائیں جانب رکھ دینا اس طرح پر کہ جس رخ میں نجاست لگی ہو نیچے ہو مستحب ہے۔

(بہار شریعت ص ۱۱۵ ج ۲)

(۲۸) سردیوں میں گرمیوں کی نسبت دھونے میں زیادہ مبالغہ کرے اور اگر سردیوں میں گرم پانی سے استنجاء کرے تو اسی قدر مبالغہ کرے جتنا گرمیوں میں۔ مگر گرم پانی سے استنجاء کرنے میں اتنا ثواب نہیں جتنا سرد پانی سے اور مرض کا بھی احتمال ہے۔

(۲۹) روزے کی حالت میں نہ زیادہ پھیل کر بیٹھے اور نہ مبالغہ کرے۔

(بہار شریعت ص ۱۱۵)

(۳۰) ریتلے پتھر سے استنجاء خشک کرنا ہو تو استنجاء خشک کرتے وقت یہ خیال رکھے کہ پیشاب والے ریت کے ذرات جوتی میں جمع نہ ہوں اور نہ کپڑوں کو لگیں۔ واللہ اعلم۔

استنجاء کے آداب

جب انسان بیت الخلاء یعنی ٹٹی خانے میں جانے کا ارادہ کرے تو مستحب ہے کہ وہ کپڑے نہ پہن کر جائے جن میں وہ نماز پڑھے گا ورنہ پوری پوری کوشش کرے کہ کپڑوں پر پلیدی اور مستعمل پانی نہ لگے اور سر پر کپڑا باندھ لے اور داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے۔ بسم اللہ اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث واعوذبک من الرجس الخبیث المخبث الشیطان اور مکروہ ہے کہ وہ بیت الخلاء میں ایسی انگوٹھی پہن کر جائے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام یا قرآن مجید کی کوئی آیت وغیرہ لکھی ہوئی ہو۔ بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں اندر داخل کرے اور بیٹھے اور کھڑے ہوکر بے پردگی نہ کرے اور دونوں پاؤں کے درمیان کشادگی رکھے اور بائیں پہلو پر زور ڈال کر بیٹھے اور بیت الخلاء میں گفتگو نہ کرے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے، اور نہ زبان سے ذکر الہٰی کرے اور نہ چھینک آنے پر الحمد اللہ کہے اور اگر کسی کو چھینکتے سنے تو اس کی چھینک کا جواب بھی نہ دے اور نہ آذان کا جواب دے اور نہ بلا وجہ اپنی شرمگاہ کو دیکھے اور نہ پیٹ سے خارج ہونے والی شئے کو دیکھے اور نہ پیشاب پر تھوکے اور نہ ناک سنکے اور نہ کھنگار ڈالے اور نہ ادھر اُدھر دیکھنے میں کثرت کرے اور نہ اپنے بدن سے کھیلے اور نہ چھت کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے اور جلد سے فارغ ہونے کی کوشش کرے۔ پیشاب پر زیادہ دیر نہ بیٹھے کہ اس سے بواسیر اور کلیجے کی مرض عارض ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ لقمان علیہ السلام سے مروی ہے۔ پھر جب فارغ ہوکر کھڑا ہو تو یہ دعا پڑھے۔

الحمد اللہ الذی اذھب عنی الاذی وعافانی اور دایاں پاؤں نکال کر بیت الخلاء سے نکلے۔

(بحر الرائق ص ۲۴۳ ج ۱)

(۵ شعبان المعظم ۱۴۰۷ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آٹھواں مقالہ

وضو کے ضروری مسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ خالق السموات والارضین و الصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ الامی و علیٰ الہ و اصحابہ اجمعین امّا بعد۔ برادرِ طریقت حضرت مولانا محمد محفوظ چشتی حیدری سلمہ ربہٗ القوی ناظم اعلیٰ دار المطالعہ جماعت اہل سُنت چکسواری ضلع میر پور آزاد کشمیر کی فرمائش پر افادۂ عامۃ المسلمین کے لیے یہ مقالہ "وضو کے ضروری مسائل" ترتیب دینے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے اللہ کریم جل شانہٗ اسے ہم سب کے لیے صدقہ جاریہ بنائے آمین۔

جاننا چاہیے کہ پانچ اوقات کی نماز ہر بالغ مسلمان مرد وزن پر فرض عین ہے۔ نماز کی صحت کی شرائط میں سے ایک شرط طہارت بدنی ہے یعنی نمازی کے جسم کا حدث اور جنابت سے پاک ہونا شرط ہے۔ حدث دور کرنے لیے وضو اور جنابت دور کرنے کے لیے غسل کیا جاتا ہے اور پانی کی عدم موجودگی کے وقت تیمم سے حدث و جنابت دور کی جاتی ہے اس مقالے میں ہم صرف وضو کے ضروری مسائل عرض کرتے ہیں و باللہ التوفیق۔

وضو کی تعریف

حدث دور کرنے کی نیت سے ہاتھ، چہرہ اور پاؤں کا دھونا اور سر کا مسح کرنا وضو کہلاتا ہے۔

وضو کے فرائض

وضو میں چار باتیں فرض ہیں (۱) ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا (۲) سارے چہرے کا دھونا (۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا (۴) پاؤں کا ٹخنوں سمیت دھونا (عامہ کتب فقہ)

وضو کے واجبات

وضو میں کوئی بات واجب نہیں ہے (درمختار)

وضو کی سنّتیں

وضو میں یہ باتیں سُنت ہیں (۱) ثواب کی نیت کرنا (۲) بسم اللہ شریف پڑھنا (۳) ابتدائے وضو میں ہاتھوں کو گٹوں تک دھونا (۴) کلی کرنا (۵) ناک میں پانی چڑھانا (۶) مسواک کرنا اگرچہ انگلی کے ساتھ ہو (۷) داڑھی کا خلال کرنا (۸) ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا (۹) ہاتھوں، چہرے اور دونوں پاؤں کو تین تین بار دھونا (۱۰) ایک بار سارے سر کا مسح کرنا (۱۱) دونوں کانوں کا مسح کرنا (۱۲) ترتیب سے وضو کرنا (۱۳) اعضاء کو پے در پے دھونا (۱۴) دائیں

ہاتھ میں برتن پکڑ کر دائیں پاؤں کی انگلیوں پر پانی ڈالنا اور اسے بائیں ہاتھ سے مل کر تین مرتبہ دھونا پھر بائیں پاؤں کی انگلیوں پر پانی ڈال کر اسے دھونا (۱۵) ہاتھوں اور پاؤں کو دھوتے وقت انگلیوں سے ابتداء کرنا (۱۶) سر کے اگلے حصہ سے مسح کی ابتداء کرنا (۱۷) پہلے کلی کرنا پھر ناک میں پانی چڑھانا (۱۸) غیر روزہ دار کا کلی اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۶ ج ۱) (۱۹) داڑھی کے جو بال چہرہ کے دائرہ سے نیچے ہیں ان کا مسح کرنا۔ (بہار شریعت ص ۱۸ ج ۲) (۲۱) دھوتے وقت اعضاء کو ملنا (۲۲) پانی میں فضول خرچی نہ کرنا (۲۳) پانی چہرہ پر نہ مارنا (۲۴) عورت کا اپنی فرج خارج کو دھونا (درمختار ج ۱ ص ۹۱)

وضو کے بعض مستحبات

وضو کی بعض مستحب باتیں یہ ہیں۔ (۱) دائیں جانب سے ابتداء کرنا (۲) بیک وقت دونوں رخسارے دھونا (۳) بیک وقت دونوں کانوں کا مسح کرنا (۴) گردن کا مسح کرنا (۵) قبلہ رو بیٹھ کر وضو کرنا (۶) اونچی جگہ پر بیٹھ کر وضو کرنا (۷) وضو کا پانی پاک جگہ پر گرانا (۸) اپنے ہاتھ سے وضو کا پانی بھرنا (۹) دوسری نماز کے لئے پانی بھر کر رکھ دینا (۱۰) وضو کرتے وقت دوسرے سے مدد نہ لینا (۱۱) ڈھیلی انگوٹھی وغیرہ کو حرکت دینا (۱۲) وقت آنے سے پہلے وضو کر لینا (۱۳) اطمینان سے وضو کرنا (۱۴) کپڑوں کو وضو کے پانی سے بچانا (۱۵) کانوں کا مسح کرنا (۱۶) مٹی کے برتن میں پانی بھر کر وضو کرنا (۱۷) لوٹا بائیں جانب رکھ کر وضو کرنا (۱۸) دائیں ہاتھ سے کلی کرنا (۱۹) دائیں ہاتھ سے ناک میں پانی چڑھانا (۲۰) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا (۲۱) ناک میں بائیں ہاتھ کی چھنگلی ڈالنا (۲۲) پاؤں کو بائیں ہاتھ سے دھونا (۲۳) چہرہ دھوتے وقت ماتھے کے سرے پر پانی پھیلا کر ڈالنا تاکہ اُوپر کا حصہ دُھل جائے (۲۴) چہرہ کو دونوں ہاتھوں سے دھونا (۲۵) ہاتھ پاؤں دھونے میں انگلیوں سے شروع کرنا (۲۶) چہرے ہاتھ اور پاؤں کی مقرر حد سے زیادہ جگہ کو دھونا (۲۷) ہر عضو کو دھو کر اس پر ہاتھ پھیر دینا تاکہ بوندیں کپڑوں پر نہ پڑیں (۲۸) ہلکے برتن سے وضو کرنا (۲۹) وضو کی نیت زبان سے کرنا (۳۰) ہر عضو کے وقت بسم اللہ پڑھنا (۳۱) وضو کے خاتمہ پر کلمہ شہادت پڑھنا (۳۲) ہر عضو کی دُعا پڑھنا (۳۳) وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا (۳۴) وضو کی کچھ تری باقی رہنے دینا (۳۵) وضو کرنے کے بعد ہاتھ نہ جھٹکنا (۳۶) وضو کے بعد میانی پر پانی چھڑک دینا (۳۷) تحیۃ الوضو کی دو رکعت پڑھنا (بہار شریعت ج ۲ ص ۱۹)

وضو کی دُعائیں

وضو کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھے کلی کرتے وقت اَللّٰھُمَّ اَعِنِّی عَلٰی تِلَاوَۃِ الْقُراٰنِ وَذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ پڑھے ناک میں پانی چڑھاتے وقت اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِی رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ وَ لَا تُرِحْنِیْ رَائِحَۃَ النَّارِ پڑھے۔ چہرہ دھوتے وقت اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِی یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْہٌ" پڑھے۔

دایاں بازو دھوتے وقت اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَاباً یسیراً پڑھے. بایاں بازو دھوتے وقت اَللّٰھُمَّ لَا تُعْطِنِی کِتَابِی بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَآءِ ظَھْرِی پڑھے. سَر کا مسح کرتے وقت اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ عَرْشِکَ یَوْمَ لَاظِلَّ الاظل عَرْشِکَ پڑھے. اور کانوں کا مسح کرتے وقت اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ پڑھے. گردن کا مسح کرتے وقت اَللّٰھُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ پڑھے. دایاں پاؤں دھوتے وقت اَللّٰھُمَّ اجعل ذَنْبِی مَغْفُوْرًا وَسَعْیِی مَشْکُوْرًا وَتِجَارَتِیْ لَنْ تَبُوْرَ پڑھے یا سب جگہوں پر درود شریف ہی پڑھتا جائے۔ اور درود شریف پڑھنا ہی بہتر ہے اور جب وضو سے فارغ ہو تو کلمہ شہادت پڑھے اور سورہ قدر پڑھے اور سُبْحَانَکَ اَللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ اور اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ واجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ پڑھے. (بہار شریعت ص۲۱ ج۲)

وضو کے مکروہات

وضو میں یہ باتیں مکروہ ہیں (۱) عورت کے غسل یا وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا (۲) پلید جگہ بیٹھ وضو کرنا (۳) وضو کا پانی پلید جگہ گرانا (۴) مسجد کے اندر وضو کرنا (۵) لوٹے میں مستعمل پانی کے قطرے ٹپکانا (۶) پانی میں تھوکنا (۷) پانی میں سنکنا (۸) قبلہ کی طرف تھوکنا یا کھنگار ڈالنا یا کلی کا پانی پھینکنا (۹) بلا حاجت دنیاوی گفتگو کرنا (۱۰) زیادہ پانی خرچ کرنا (۱۱) اتنا پانی خرچ کرنا کہ کوئی سنت ادا نہ ہو (۱۲) چہرہ پہ پانی مارنا (۱۳) چہرہ پہ پانی ڈالتے وقت پھونکنا (پھونکیں مارنا) (۱۴) ایک ہاتھ سے چہرہ دھونا (۱۵) گلے کا مسح کرنا (۱۶) بائیں ہاتھ سے کلی کرنا (۱۷) بائیں ہاتھ سے ناک میں پانی چڑھنا (۱۸) دائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا (۱۹) اپنے لیے کوئی لوٹا مخصوص کر لینا (۲۰) جس کپڑے سے استنجاء خشک کیا ہو اس سے وضو کے اعضاء پونچھنا (۲۲) دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنا (۲۳) وضو کرتے وقت

ہونٹ یا آنکھیں زور سے بند رکھنا جب کہ ہونٹ اور آنکھوں کے فرض حصّوں تک پانی پہنچ جائے (۲۴) ہر سنّت کا ترک بھی مکروہ ہے (۲۵) تین بار سے زیادہ کسی عضو کو دھونا (۲۶) بلاضرورت وضو کرتے وقت دوسرے سے مدد لینا۔ (درمختار ص ۹۷ ج ۲)

وضو توڑنے والی باتیں:

یہ باتیں وضو توڑتی ہیں۔

(۱) پاخانہ بیٹھنا (۲) پیشاب پھرنا (۳) مرد یا عورت کے اگلے یا پچھلے راستہ سے ودی یا مذی یا منی یا کیڑا یا کنکری وغیرہ کا نکلنا (۴) ٹٹی کی راہ سے بدبودار ہوا کا خارج ہونا (۵) جسم کی کسی بھی جگہ سے خون، پیپ زرد پانی وغیرہ کا نکل کر ایسی جگہ کی طرف بہنا جس کی طہارت وضو یا غسل میں فرض ہوتی ہے (۶) کھانے یا پانی یا صفراء وغیرہ کی منہ بھر کرتے کرنا (۷) لیٹ کر یا کسی ایسی شئے کی ٹیک یا تکیہ یا سہارا لے کر سونا کہ وہ ہٹائی جائے تو وہ گر پڑے (۸) بے ہوش ہو جانا (۹) پاگل ہو جانا (۱۰) نشہ والا ہو جانا (۱۱) غشی کا چھا جانا (۱۲) رکوع و سجود والی نماز میں بالغ کا قہقہہ لگانا (۱۳) آلۂ تناسل کو تندی کی حالت میں عورت کی شرم گاہ سے مس کرنا جبکہ پردہ حائل نہ ہو (۱۴) تھوک پر خون کے رنگ کا غالب آجانا (بہار شریعت ص ۲۴ ج ۲)

وضو نہ توڑنے والی باتیں

ان باتوں سے وضو نہیں ٹوٹتا (۱) بلا حائل مرد یا عورت کا اپنے آلۂ تناسل یا قُبل یا دُبر کو ہاتھ لگانا (۲) آلۂ تناسل میں روئی بھری ہونے کی حالت میں اُس روئی کے اندرونی حصّہ کا پیشاب سے تر ہو جانا (۳) بے بغیر خون کا ظاہر ہو جانا (۴) خون نکلے بغیر چمڑے کا کٹ کر گرنا (۵) کیڑے کا زخم یا کان یا ناک سے نکلنا بشرطیکہ اس کے جسم پر تری نہ ہو (۶) غیر محرم عورت کو بلا حائل چھوٗنا (۷) بلغم کی قے اگرچہ منہ بھر ہو (۸) کھانے یا پانی کی قے جبکہ منہ بھر نہ ہو (۹) سرین جما کر بیٹھنے والے کا نیند کے غلبہ سے اِدھر اُدھر جھومنا (۱۰) سجدہ یا رکوع میں مسنون حالت میں سو جانا (مراقی الفلاح ص ۵۱) (۱۱) آنسو بہا کر رونے اور بچے کو دودھ پلانے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا کیوں کہ آنسو اور دودھ پاک ہوتے ہیں اور پاک شئے کے خروج سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وہ کام جن کیلئے وضو کرنا فرض ہے

نماز پڑھنے کے لئے اگرچہ نفل نماز ہو یا سجدہ تلاوت ہو یا نماز جنازہ ہو (۲) قرآن مجید کو ہاتھ میں پکڑنے

کے لئے باوضو ہونا فرض ہے۔(بہار شریعت ص۲۲ ج ۲)

وہ کام جن کیلئے وضو کرنا واجب ہے

بیت اللہ شریف کا طواف کرنے کے لئے وضو کرنا واجب ہے۔(بہار شریعت)

وہ کام جن کیلئے وضو کرنا سنت ہے

غسل جنابت سے پہلے وضو کرنا (۲) جنبی شخص کیلئے کھانے پینے سے پہلے وضو کرنا (۳) آذان کہنے کے لئے وضو کرنا (۴) اقامت کہنے کے لئے وضو کرنا (۵) خطبہ جمعہ پڑھنے کے لئے وضو کرنا (۶) خطبہء عیدین پڑھنے کے لئے وضو کرنا (۷) روضہ نبوی کی زیارت کے لئے وضو کرنا (۸) عرفہ میں وقوف کے لئے وضو کرنا (۹) صفا مروہ کے مابین سعی کرنے کے لئے وضو کرنا سنت ہے (بہار شریعت ص۲۲ ج ۲)

وہ کام جن کیلئے وضو کرنا مستحب ہے

سونے سے پہلے وضو کرنا (۲) جاگنے کے بعد وضو کرنا (۳) میت کو نہلانے کے بعد وضو کرنا (۴) جنازہ اُٹھانے کے بعد وضو کرنا (۵) اپنی بیوی سے جماع کرنے سے پہلے وضو کرنا (۸) علم دین پڑھنے کے لئے وضو کرنا (۹) علم دین پڑھانے کے لئے وضو کرنا (۱۰) جمعہ و عیدین کے خطبوں کے علاوہ خطبہ کے لئے وضو۔ کرنا (۱۱) دینی کتب چھونے کے لئے وضو کرنا (۱۲) اپنی شرمگاہ کو چھونے کے بعد وضو کرنا (۳) جھوٹ بولنے کے بعد وضو کرنا۔ (۱۴) گالی دینے کے بعد وضو کرنا (۱۵) فحش لفظ زبان سے نکالنے کے بعد وضو کرنا (۱۶) کافر سے بدن چھوٗ جانے کے بعد وضو کرنا (۱۷) صلیب کو چھوٗنے کے بعد وضو کرنا (۱۸) بت کو چھوٗنے کے بعد وضو کرنا (۱۹) کوڑھی یا سفید داغ والے کو چھوٗنے کے بعد وضو کرنا (۲۰) بدبودار بغل کھجلانے کے بعد وضو کرنا (۲۱) نماز سے باہر قہقہہ لگانے کے بعد وضو کرنا (۲۲) فحش لٹریچر پڑھنے کے بعد وضو کرنا (۲۳) اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنا (۲۴) کسی عورت کے بدن سے اپنے بدن کا بلا حائل مس ہو جانے کے بعد وضو کرنا (۲۵) وضو پر وضو کرنا جبکہ دوسری مجلس میں کیا جائے۔

(بہار شریعت و بحر الرائق وغیرہ)

وضو کرنے کا طریقہ

نمازی استنجاء کرنے کے بعد پاک بلند جگہ پر بیٹھے۔اپنی بائیں جانب پانی کا لوٹا رکھ کر وضو کی نیت کرے۔بسم اللہ پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھ تین مرتبہ گٹوں تک دھوئے پھر دائیں ہاتھ میں پانی لے کر منہ میں ڈالے۔اگر مسواک موجود ہو تو مسواک سے ورنہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے مسواک کرے اور غرغرہ کر کے حلق تک منہ کے ہر ہر حصہ پر سے پانی گزارے تین کلیاں کرنے کے بعد اپنے دائیں ہاتھ سے ناک میں پانی چڑھائے اور سانس کھینچ کر پانی ناک کے دونوں نتھوں کے ہر حصہ پر سے گزارے بائیں ہاتھ کی چھنگلی نتھوں میں ڈال کر ناک کی صفائی کرے اور بائیں ہاتھ سے ناک کو جھاڑے۔تین مرتبہ ناک میں پانی چڑھانے کے بعد پیشانی سے ٹھوڑی تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک چہرے کو دھو کر ہر ہر بال پر سے تین مرتبہ پانی گزارے تاکہ کوئی بال برابر جگہ خشک نہ رہ جائے، ناک کے قریب آنکھ کے کوؤں میں بھی پانی پہنچائے۔پھر دایاں بازو کہنیوں سمیت تین تین مرتبہ دھوئے اور کوئی جگہ بال برابر خشک نہ رہے۔پھر اسی طرح بایاں بازو دھوئے پھر سر کا مسح اس طرح کرے کہ انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے سوا ایک ہاتھ کی باقی تین انگلیوں کے سرے دوسرے ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کے سروں سے ملائے اور پیشانی کے بالوں پر انہیں رکھ کر گدی تک اس طرح لے جائے کہ ہتھیلیاں سر سے جدا رہیں اور سر کے درمیانی حصہ کا مسح پوری طرح ہو جائے۔پھر گدی سے ہتھیلیوں کے ساتھ سر کی دونوں طرفوں کا مسح کرتے ہوئے انہیں پیشانی تک لے آئے پھر شہادت کی انگلیوں کے پیٹوں سے دونوں کانوں کے اندرونی حصوں کا مسح کرے، پھر انگوٹھوں کے پیٹوں سے دونوں کانوں کی بیرونی سطح کا مسح کرے۔پھر دایاں پاؤں تین مرتبہ ٹخنوں سمیت دھوئے اور یہ خیال رکھے کہ ایڑیوں کی کوئی جگہ خشک نہ رہے۔پھر بایاں پاؤں اسی طرح دھو کر وضو ختم کرے اور کلمہ شہادت پڑھے اور ہر عضو کی جو دعائیں لکھی گئی ہیں، وہ اپنے اپنے موقع پر پڑھتا جائے۔وضو کرتے وقت ہرگز ہرگز دنیاوی گفتگو نہ کرے واللہ اعلم بالصواب۔

وضو کے ضروری مسائل

(۱) لوٹے کی ٹونٹی نہ زیادہ تنگ ہو اور نہ زیادہ کشادہ تاکہ پانی ضرورت سے زیادہ نہ نکلے (۲) بہت سے لوگ یوں کرتے ہیں کہ ناک یا آنکھ یا بھوؤں پر پانی کا چلو ڈال کر سارے چہرہ کو تیل کی طرح چپڑ لیتے ہیں اور سمجھتے

ہیں کہ اس سے چہرہ دُھل گیا ہے۔ حالانکہ اس سے فرض ادا نہیں ہوتا بلکہ ہر بال پر سے پانی بہانا ضروری ہے (۳) غسلِ جنابت سے پہلے وضو کیا ہو تو غسل کے بعد دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اُسی وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے (۴) بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ رونے یا گرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے حالانکہ ان دونوں سے وضو نہیں ٹوٹتا (۵) بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ وضو جب تک یاد رہے باقی رہتا ہے اور جب اس کا تصور زائل ہو جائے تو ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ خیال درست نہیں ہے بلکہ جب تک وضو ٹوٹنے کا یقین نہ ہو جائے محض شک سے وضو نہیں ٹوٹتا (۶) بعض بے وضو لوگ لوٹے میں پانی ڈالتے وقت یا لوٹا بھر کر اُٹھاتے وقت ہاتھ پانی میں ڈال دیتے ہیں اس سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے۔ ایسے پانی سے وضو درست نہیں ہوتا یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے مگر اس سے اکثر لوگ غافل ہیں (۷) بعض لوگ مسجد کے لوٹوں میں بچا ہوا پانی گرا کر تازہ پانی بھرتے ہیں یہ فضول خرچی ہے اس سے بچنا چاہیے (۸) وضو کے دوران دنیاوی گفتگو ہرگز نہ کی جائے ورنہ ثواب میں کمی آئے گی (۹) کسی عضو کے دھونے کے معنی یہ ہیں کہ اس عضو کے ہر حصے پر سے کم از کم دو بوندیں پانی بہہ جائے۔ بھیگ جانے یا تیل کی طرح پانی سے چپڑ لینے یا ایک آدھ بوند بہہ جانے کو دھونا نہیں کہیں گے نہ اس سے وضو صحیح ہو اور نہ غسل اس امر کا لحاظ بہت ضروری ہے، لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اور اپنی نمازوں کو ضائع کرتے ہیں (۱۰) بہت سے لوگ بازو دھوتے وقت سارے بازو کو تیل کی طرح چپڑ لیتے ہیں پھر چلو میں پانی لے کر بازو پر ڈالتے ہیں اس سے بازو کے بعض حصے پر سے پانی نہیں گزرتا۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے بلکہ لوٹے کی ٹونٹی سے پانی بازو کے ہر ہر حصہ پر سے گزارنا چاہیے۔ (۱۱) عوام میں مشہور ہے کہ وضو جوان کا سا نماز بوڑھوں کی سی ہونی چاہیے۔ یعنی وضو جلدی کریں۔ ایسی جلدی بھی نہ کریں کہ جس سے کوئی سنت یا مستحب چھوٹ جائے۔ (۱۲) بعض لوگ وضو کر کے فوراً مسجد میں داخل ہو جاتے ہیں اور وضو کے قطرے مسجد میں گراتے ہیں۔ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ بلکہ اعضاء خشک کر کے مسجد میں داخل ہونا چاہیے (۱۳) اعضاء وضو کو کپڑے سے مکمل طور پر خشک نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ بعض نمی عضووں پر رہنے دینی چاہیے کہ یہ میزان میں رکھی جائے گی (۱۴) عوام میں مشہور ہے کہ گھٹنا یا ستر کھلنے یا اپنا یا پرایا ستر دیکھنے سے وضو جاتا رہتا ہے۔ یہ محض بے اصل بات ہے۔ (۱۵) چلو میں پانی لینے کے بعد پیٹ سے ہوا خارج ہوئی تو یہ پانی مستعمل ہو جانے کی وجہ سے بے کار ہو گیا ہے اسے پھینک دینا چاہیے۔ (۱۶) میانی میں تری دیکھی مگر یہ معلوم نہیں ہے کہ پانی ہے یا پیشاب تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس کی طرف توجہ نہ کرے کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نواں مقالہ

طبّی وشرعی نقطۂ نظر سے مسواک کی فضیلت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ محمد و اٰلہٖ و اصحابہٖ اجمعین امّا بعد: انسان کا مُنہ قرآن کا راستہ ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی تلاوت زبان سے کی جاتی ہے اور زبان مُنہ میں ہوتی ہے۔ اس وجہ سے شرع شریف نے مُنہ کی صفائی کی خصوصی تاکید کی ہے۔ اس مختصر مقالہ "طبی و شرعی نقطۂ نظر سے مسواک کی فضیلت" میں ہم نے اسی بارہ میں ضروری معروضات عرض کی ہیں اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

مسواک کی فضیلت میں احادیث مبارکہ موجود ہیں

مسواک کے مسائل و احکام بیان کرنے سے پہلے مسواک کی فضیلت میں چند احادیث ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں۔ وباللہ التوفیق

(۱) امام بخاری و مسلم حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لولا ان اشق علی امّتی لامرتھم بتاخیر العشاء و بالسواک عند کل صلوٰۃ۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری امت پر شاق ہوگا تو میں ان کو نماز عشاء کی تاخیر اور ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا امر فرما دیتا۔ (یعنی فرض کر دیتا) (مشکوٰۃ ص ۴۱ ج ۱)

(۲) امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے صحیح اسناد کے ساتھ اور بخاری نے کتاب الصوم میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لولا ان اشق علیٰ امتی لامرتھم بالسواک عند کل وضوء. اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری امت پر شاق ہوگا تو میں ان کو ہر وضوء کے ساتھ مسواک کرنے کا امر فرما دیتا۔ (مرقاۃ المفاتیح ص ۲ ج ۲)

(۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ السواک مطھر للفمّ مرضاۃ للربّ۔ مسواک کرنا مُنہ کی صفائی اور ربّ کی رضا کا سبب ہے۔ رواہ الشافعی واحمد والدرامی والنسائی والبخاری فی صحیحہ بلا اسناد (مشکوٰۃ ص ۴۱ جلد اوّل)

(وصححہ الجلال السیوطی فی الجامع الصغیر ص ۳۸ ج ۲)

(۴) طبرانی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا۔ السواک یطیب الفم و یرضی الرب ۔مسواک کرنا منہ کو صاف کرتا ہے اور رب کو راضی کرتا ہے۔(جامع صغیرہ جلد دوم ص ۳۸)۔

(۵) امام جلال الدین سیوطی حضرت حسان بن عطیہ سے مرسلاً روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا السواک نصف الایمان و الوضؤ نصف الایمان ۔مسواک کرنا ایمان کا نصف حصّہ ہے اور وضو ایمان کا نصف حصّہ ہے۔(حسنہ فی الجامع الصغیر ص ۳۸ ج ۲)

(۶) ابونعیم حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا السواک واجب و غسل الجمعة واجب علی کل مسلم۔ مسواک کرنا لازم ہے اور جمعہ کے دن نہانا ہر مسلمان پر لازم ہے۔(حسنہ فی الجامع الصغیر ص ۳۸ ج ۲)

(۷) ابونعیم حضرت عبداللہ بن جراد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا السواک من الفطرة ۔مسواک کرنا فطرت سے ہے یعنی ان باتوں سے ہے جن کا حکم ہر شریعت میں دیا گیا تھا۔ حسنہ فی الجامع الصغیر ص ۳۸ ج ۲)

(۸) امام دیلمی مسند الفردوس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ السواک شفاء من کل داء الا السام و السام الموت ۔مسواک کرنا ہر بیماری سے شفا ہے سوائے موت کے۔(حسنہ فی الجامع الصغیر ص ۳۸ ج ۲)

(۱۰) مشکوٰۃ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ دس چیزیں فطرت سے ہیں۔ مونچھیں کترانا۔ داڑھی بڑھانا۔ مسواک کرنا۔ ناک میں پانی ڈالنا۔ ناخن تراشنا۔ انگلیوں کی چنٹیں دھونا۔ بغل کے بال دُور کرنا۔ مُوئے زیرِ ناف مونڈنا۔ استنجاء کرنا اور کُلی کرنا۔(بہار شریعت حصّہ دوم ص ۱۲)

(۱۱) طبرانی اوسط میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ السواک مطهرة للفم مرضاة للرب و مجلاة للبصر۔ مسواک کرنا منہ کو پاکیزگی بخشنے والا رب کو راضی کرنے والا اور نظر کو قوت دینے والا عمل ہے۔(صحیح البہاری ص ۳۶)

(۱۲) حضرت ابوھریرہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا السواک یزید الرجل فصاحة۔ مسواک کرنا مرد کو فصاحت میں زیادہ کرتا ہے۔(ضعفہ فی الجامع الصغیر ص ۳۸ ج ۲)

(۱۳) امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذا قام احدکم من اللیل فلیستک فان احدکم اذا قرء فی صلوٰۃ وضع ملک فاہ علی فیہ و لا یخرج من فیہ شئی الاّ دخل فم الملک ۔ جب تم میں سے کوئی رات کے وقت نماز کے لیے اٹھنے کا ارادہ کرے تو اُسے مسواک کر لینی چاہیے کیونکہ تم میں سے کوئی جب نماز میں قرآن پڑھتا ہے تو فرشتہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھ دیتا ہے۔ اور اس کے منہ سے کوئی شئے نہیں نکلتی مگر وہ فرشتے کے منہ میں چلی جاتی ہے۔ (صحیح البہاری ص ۳۷)

(۱۴) دیلمی مسند الفردوس میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا السواک سنۃ فاستاکوا ای وقت شئتم ۔ مسواک کرنا سنت ہے جس وقت چاہو مسواک کرو (حسنۃ فی الجامع الصغیر ص ۳۸ ج ۲)

مسواک سننِ انبیآء سے ہے

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اربع من سنن المرسلین الحیاء و التعطر و السواک و النکاح ۔ چار کام انبیآء کی سنتوں سے ہیں۔ حیاء کرنا، خوشبو لگانا۔ مسواک کرنا اور نکاح کرنا۔ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ ص ۴۱ جلد اوّل)

مسواک کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول شریف

(۱) شریح بن حانی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوتے تھے تو وہ سب سے پہلے کونسا کام شروع کرتے تھے تو آپ نے فرمایا۔ مسواک کرنا۔ (مشکوٰۃ ص ۴۱ ج ۱)

(۲) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ نماز تہجد کے لیے اٹھتے تو آپ اپنے دانتوں کو مسواک سے ملتے تھے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۱ ج ۱)

(۳) حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن اور رات میں سو کر بیدار نہ ہوتے تھے مگر وضو کرنے سے پہلے مسواک کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ ص ۴۱ ج ۱)

(۴) حضرت ابوامامہ باہلی روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا ما جاءنی جبرائیل علیہ السلام قط الاّ امرنی بالسواک ۔ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام ہرگز نہیں آئے مگر اس حال میں

کہ آپ نے مجھے مسواک کا امر دیا۔ لقد خشیت ان احفی مقدم فیّ ۔ مجھے اس بات کا خوف ہُوا کہ میں اپنے منہ کا اگلا حصہ چھیل دوں گا۔(مشکوٰۃ جلد اوّل ص ۴۱)

(۵) حضرت خزیمہ بن ثابت فرماتے ہیں ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یستاک فی اللیل مراداً۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میں کئی مرتبہ مسواک کرتے تھے۔ رواہ ابن ابی شیبۃ صحیح البیھاری ص ۳۸)۔

(۶) حضرت بریدہ بن خصیب اسلمی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے گھر میں بیدار ہوتے تو بریرہ نامی اپنی لونڈی کو آواز دے کر مسواک منگا کرتے تھے۔

(رواہ ابن ابی شیبہ صحیح البیھاری ص ۳۸)

(۷) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی رات میں نہ سوتے اور نہ رات گزارتے یہاں تک کہ مسواک کر لیتے تھے۔ رواہ ابن عساکر (صحیح البیھاری ص ۳۸)

(۸) ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وضو کا پانی اور مسواک رکھ دی جاتی تھی۔ پھر جب آپ بیدار ہوتے تو قضائے حاجت فرماتے پھر مسواک کرتے۔

(صحیح البیھاری ص ۳۹)۔

امّت کو مسواک کا خصوصی حکم

(۱) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ السواک سنۃ فاستاکو اایّ وقت شئتم ۔ مسواک کرنا سنّت ہے سو تم جس وقت چاہو مسواک کرو۔ (حسنہ الجلال السیوطی فی الجامع الصغیر الجلد الثانی ص ۳۸)۔

(۲) سلیمان بن صرد روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ استاکوا و تنظفوا و اوتروا فانّ اللہ عز و جل وتر یحب الوتر ۔ مسواک کرو اور صفائی اختیار کرو اور کام طاق مرتبہ کرو کیونکہ اللہ طاق ہے طاق کو پسند فرماتا ہے۔ رواہ ابن ابی شیبۃ (صحیح البیھاری ص ۳۹)

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اکثرت علیکم فی السواک۔ میں نے تمہیں کثرت سے مسواک کرنے کا حکم دیا ہے۔ رواہ الامام احمد۔ (صحیح البیھاری ص ۴۰)

(۴) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لولا ان اشق علی امتی لامرتھم عند کل صلوٰۃ بوضوء و کل وضوء بسواک۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری امت پر شاق ہوگا تو میں اُنہیں ہر نماز کے ساتھ وضو کرنے اور ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دے دیتا۔ رواہ النسائی (صحیح البیھاری ص ۴۰)۔

انگلی سے مسواک کر لینا

حضرت عمر بن عوف مزنی فرماتے ہیں کہ جب مسواک نہ ہو تو انگلیاں مسواک کے قائم مقام ہوتی ہیں۔ رواہ ابونعیم (صحیح البیھاری ص ۴۲)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یجزی من السواک الاصابع۔ انگلیاں مسواک کے قائم مقام ہوتی ہیں۔ رواہ البیھقی (صحیح البیھاای ص ۴۳)

مسواک کے منافع جلیلہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ مسواک میں دس خوبیاں ہیں۔ منہ کو پاک کرتی ہے۔ مسوڑوں کو مضبوط کرتی ہے۔ نظر کو تیز کرتی ہے۔ بلغم دُور کرتی ہے۔ دانتوں کی زردی دور کرتی ہے۔ سنت کی ادائیگی کا باعث بنتی ہے۔ فرشتوں کو خوش کرتی ہے۔ رب کو راضی کرتی ہے۔ نیکیوں میں زیادتی پیدا کرتی ہے۔ اور معدہ کو درست کرتی ہے۔ رواہ ابوالشیخ فی الثواب وابونعیم فی کتاب السواک وضعفہ السیوطی فی الجامع الصغیر ص ۷۸ الجلد الثانی۔

اور حاکم کی روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسواک میں دس خوبیاں ہیں۔ منہ کو پاک کرنے والی ہے۔ رب کو راضی کرنے والی ہے۔ شیطان کو غصہ دلانے والی ہے۔ فرشتوں کو محبت بخشنے والی ہے۔ مسوڑوں کو مضبوط کرتی ہے۔ نظر کو تیز کرتی ہے۔ اور نیکیاں ستر گنا کرتی ہے اور دانتوں کو سفید کرتی ہے۔ دانتوں کی زردی دور کرتی ہے۔ اور معدہ میں کھانے کی خواہش پیدا کرتی ہے۔ (صحیح البیھاری ص ۳۷)

شیخ تقی الدین حلبی لکھتے ہیں کہ شیخ محاملی رحمۃ اللہ علیہ نے مسواک کے یہ تیرہ فائدے ذکر کیے ہیں۔ مسواک منہ کو پاک بناتی ہے۔ رب کو راضی کرتی ہے۔ دانتوں کو سفید بناتی ہے۔ مُنہ کی بدبُو دُور کرتی ہے۔ مسوڑوں

کو مضبوط کرتی ہے۔ دانتوں کا رنگ نکھارتی ہے۔ زبان کو جاری کرتی ہے ذہنیت کو بڑھاتی ہے۔ رطوبت کاٹتی ہے۔ نظر کو تیز کرتی ہے۔ بالوں کی سفیدی میں دیری لاتی ہے۔ کمر کو سیدھا کرتی ہے۔ اجر وثواب بڑھاتی ہے۔ اور ہمارے شیخ علامہ سراج الدین بلقینی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب التدریب میں یہ دو فائدے بھی بڑھائے ہیں کہ رُوح نکلنے میں آسانی پیدا کرتی ہے اور موت کے وقت کلمۂ شہادت یاد دلاتی ہے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۵۹)۔

مسواک سے نماز کا ثواب بڑھ جاتا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **تفضل الصلوٰۃ التی یستاک لھا علی الصلوٰۃ التی لایستاک لھا سبعین ضعفاً** ۔نماز جس کے لیے مسواک کی جائے اُس نماز پر جس کے لیے مسواک نہ کی جائے ستر گنا فضیلت رکھتی ہے۔ رواہ البیھقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ ص ۱۴۱ ج ۱)

(۲) حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **رکعتان بسواک خیر من سبعین رکعۃ بغیر سواک** ۔مسواک کے ساتھ دو رکعتیں مسواک کے بغیر ستر رکعتوں سے بہتر ہیں۔ رواہ الدار قطنی (صحیح البھاری ص ۳۷)

(۳) اور ابن حبان کی روایت کے لفظ یہ ہیں۔ **الرکعتان بعد السواک احبّ الیّ من سبعین رکعۃ قبل السواک** ۔مسواک کے بعد دو رکعتیں پڑھنا میرے نزدیک مسواک سے پہلے ستر رکعتیں پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے۔ (صحیح البھاری ص ۳۸)

مسواک کے اوصاف

مسواک نہ بہت نرم ہو نہ سخت اور پیلو یا زیتون یا نیم وغیرہ کڑوی لکڑی کی ہو۔ میوے یا خوشبودار پھول کے درخت کی نہ ہو۔ چھنگلیا کے برابر موٹی اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی ہو۔ اتنی چھوٹی بھی نہ ہو کہ مسواک کرنا دشوار ہو۔ جو مسواک ایک بالشت سے زیادہ ہو اس پر شیطان بیٹھتا ہے۔ مسواک جب قابل استعمال نہ رہے تو اُسے دفن کر دیں یا کسی جگہ احتیاط سے رکھ دیں کہ کسی ناپاک جگہ نہ گرے کہ ایک تو آلۂ ادائے سنّت ہے اس کی تعظیم چاہیے دوسرے آب دہن مسلم ناپاک جگہ ڈالنے سے خود محفوظ رکھنا چاہیے

اسی لیے پاخانہ میں تھوکنا علماء نامناسب لکھتے ہیں۔ (بہار شریعت ص ۱۷ ج ۲)

(تنبیہ) اگر مسواک موجود نہ ہو یا کسی کے دانت نہ ہوں تو دائیں ہاتھ کی انگلی کفایت کرتی ہے۔

(اشعۃ اللمعات جلد اوّل ص ۲۱۱)۔

مسواک کرنے کا طریقہ

مسواک کم از کم تین تین مرتبہ دائیں بائیں اوپر نیچے کے دانتوں میں کرنی چاہیے اور ہر مرتبہ مسواک کو دھونا چاہیے۔ مسواک دائیں ہاتھ سے کرے اور اس طرح ہاتھ میں لے کہ چھنگلیا مسواک کے نیچے اور بیچ کی تین انگلیاں اوپر اور انگوٹھا سرے پر نیچے ہو مٹھی نہ باندھے۔ دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کرے لمبائی میں نہیں۔ چت لیٹ کر مسواک نہ کرے۔ پہلے داہنی جانب کے اوپر کے دانت مانجھے پھر بائیں جانب کے اوپر کے دانت پھر داہنی جانب کے نیچے کے پھر بائیں جانب کے نیچے کے۔ جب مسواک کرنا ہو تو اُسے دھو لے۔ یونہی فارغ ہونے کے بعد دھو ڈالے اور زمین پر پڑی نہ چھوڑ دے بلکہ کھڑی رکھے اور ریشہ کی جانب اوپر ہو۔ (بہار شریعت حصہ دوم ص ۱۷)

مسواک کا شرعی حکم

امام علی قاری لکھتے ہیں۔ قال ابن الهمام الحق ان السواک من مستحبات الوضوء ای لامن سننه کما ذکره الجمهور ویستحب فی خمسة مواضع اصفرار السن و تغیر الرائحة و القیام من النوم و القیام الی الصلوٰة و عند الوضوء۔ امام ابن الھمام نے کہا ہے کہ حق بات یہ ہے کہ مسواک وضو کے مستحبات میں سے ہے یعنی اس کی سنتوں سے نہیں جیسا کہ جمہور علماء نے ذکر کیا۔ اور مسواک کرنا پانچ جگہوں میں مستحب ہے۔ جب دانت پیلے ہو جائیں۔ جب مُنہ سے بُو آنے لگے۔ جب نیند سے بیدار ہو۔ جب نماز کا ارادہ کرے اور وضو کے وقت (مرقاۃ جلد دوم ص ۳)

اور علامہ شامی لکھتے ہیں۔ قال فی امداد الفتاح ولیس السواک من خصائص الوضوء فانه یستحب فی حالات منها تغیر الفم و القیام من النوم والی الصلوٰة و دخول البیت والاجتماع بالناس و قراءة القرآن لقول ابی حنیفه ان السواک من سنن الدین فتستوی فیه الاحوال کلها اه صاحب امداد الفتاح نے فرمایا اور مسواک کرنا وضوء کے خصائص سے

نہیں کیونکہ وہ چند اور حالات میں بھی مستحب ہے۔ مثلاً جب مُنہ میں بو پیدا ہو جائے، نیند سے اٹھنے کے وقت۔ نماز کا قصد کرنے کے وقت۔ گھر میں داخل ہونے کے وقت، لوگوں سے ملاقات کرنے کے وقت اور قرآن مجید کی تلاوت کے وقت کیونکہ امام اعظم ابو حنیفہ نے فرمایا ہے کہ مسواک دین کی سنتوں سے ہے پس اس میں تمام احوال برابر ہیں، (ردالمختار جلد اوّل ص ۸۴)۔

بحالتِ روزہ مسواک جائز ہے

امام ابن عابدین شامی فرماتے ہیں روزہ دار کے لیے مسواک کرنا مکروہ نہیں بلکہ مسنون ہے اگر چہ وہ شام کے وقت کرے یا پانی سے بھگوئی ہوئی مسواک سے کرے۔ یہ مسئلہ کتاب نہایہ میں صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کیونکہ حدیث شریف اگر یہ بات میری امت پر شاق نہ ہوتی تو میں ان کو ہر وضو کے وقت اور ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم فرما دیتا کا عموم ظہر، عصر اور مغرب کی نمازوں کے لیے مسواک کرنے کو شامل ہے۔ امام شافعی زوال کے بعد روزہ دار کے لیے مسواک کرنا مکروہ قرار دیتے ہیں۔ (ردالمختار جلد دوم ص ۱۲۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں مسواک کیا کرتے تھے

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا رأيت النبي صلى الله عليه وسلم مالا احصي يتسوك وهو صائم۔ میں نے ان گنت مرتبہ دیکھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں مسواک کرتے ہیں۔ رواہ الترمذی وابوداؤد (مشکوٰۃ جلد اوّل ص ۱۵۹)

اس حدیث کے نیچے امام علی قاری لکھتے ہیں قال المظهر لا يضر السواک للصائم فی جميع النهار بل هو سنة عند اكثر اهل العلم و به قال مالک و ابو حنيفة لانه مطهر وقال ابن عمر يكره بعد الزوال لان خلوف الصائم اثر العبادة والخلوف يظهر عند خلو المعدة من الطعام و خلو المعدة يكون عند الزوال غالباً وازالة اثر العبادة مكروه و به قال الشافعي و احمد ولنا ماروى ابن ماجه والدار قطني من حديث عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من خير خصال الصائم السواک و روى ابن حبان عن ابن عمر قال كان صلى الله عليه وسلم يستاک آخر النهار و هذا

هو الصحیح ۔ شیخ مظہر نے کہا ہے کہ روزہ دار کو پورے دن میں مسواک کرنا نقصان نہیں دیتا بلکہ یہ اکثر علماء کے نزدیک سنت ہے اور یہی امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ کیونکہ مسواک منہ کو پاک کرنے والی ہے۔ اور حضرت ابن عمر نے فرمایا زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے کیونکہ روزہ دار کے منہ کی بُو عبادت کا اثر ہے اور یہ معدہ کے خالی ہونے کے وقت پیدا ہوتی ہے اور معدہ غالباً زوال کے بعد خالی ہوتا ہے۔ اور عبادت کا اثر زائل کرنا مکروہ ہوتا ہے۔ یہ امام شافعی اور امام احمد کا قول ہے۔ ہماری دلیل حضرت عائشہ کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ دار کا بہترین کام مسواک کرنا ہے اور یہ حدیث ہے کہ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن کے آخری حصہ میں مسواک کیا کرتے تھے اور یہی قول صحیح ہے۔ اھ ملتقطاً (مرقاۃ حصہ ۴ ص ۲۶۷)۔

سفر میں مسواک اپنے پاس رکھنا سنّت ہے

سیّدنا غوث اعظم فرماتے ہیں اور مستحب یہ ہے کہ انسان سفر و حضر میں اپنے ساتھ یہ سات چیزیں رکھے۔ اللہ کے تقویٰ اور بھروسہ کے بعد صفائی۔ زینت۔ سرمہ دانی۔ کنگھی۔ مسواک۔ قینچی۔ بال درست کرنے والی لکڑی۔ اور تیل کی شیشی۔ لانہ روی فی حدیث عائشة رضی اللہ عنها ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما کان یفوته ذلک حضراً و سفراً ۔ کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت میں ہے کہ یہ چیزیں سفر و حضر میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جُدا نہ ہوتی تھیں۔ (غنیۃ الطالبین حصہ اوّل ص ۱۷)

الحمد للہ۔ یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے مسواک کی اہمیت و فضیلت بخوبی معلوم ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سنت پر عمل کرنے کی توفیق بخشے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲۱ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دسواں مقالہ

غسل کا مسنون طریقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله ربّ العالمین و الصلوٰة و السلام علیٰ جمیع الانبیاء و المرسلین و علیٰ الهم و اصحابهم اجمعین امابعد: برادر طریقت حضرت مولانا محمد محفوظ چشتی جلالپوری سلمہٗ ربہ القوی ناظمِ اعلیٰ دارالمطالعہ جماعتِ اہل سنّت چکسواری ضلع میرپور آزاد کشمیر کی فرمائش پر یہ مقالہ " غسل کا مسنون طریقہ " لکھنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے اللہ کریم جل شانہٗ اسے صدقۂ جاریہ بنائے آمین۔

غسل کا مفہوم

لغتِ عرب اور اصطلاحِ شرع میں سارے جسم کو دھونے اور ہر بال پر سے پانی گزارنے کا نام غسل ہے۔ (البحر الرائق ص ۴۵ ج ۱)

غسل کی فضیلت

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تم جس شئے کے ذریعہ سے پاکیزگی حاصل کرسکو پاکیزگی حاصل کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزگی پر اسلام کی بنیاد رکھی ہے۔ اور جنّت میں سوائے ہر پاکیزگی والے کے کوئی شخص داخل نہ ہوگا۔ (الصحیح البہاری ص ۹۷ ج ۱)

(۲) اور حضرت امّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "اسلام پاکیزہ چیز ہے سو جنت میں سوائے پاکباز کے کوئی شخص داخل نہ ہوگا۔" (الصحیح البہاری ۹۷ ج ۱)

(۳) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکوکار پاکیزگی والے کو پسند فرماتا ہے۔ " (الصحیح البہاری ص ۹۷ ج ۱)

(۴) اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "بلاشبہ جمعہ کے دن نہانا البتہ گناہوں کو بالوں کی جڑوں سے پوری طرح نکال دیتا ہے۔" (جامع صغیر ص ۸۳ ج ۱)

(۵) اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص جمعہ کے روز غسل کرے وہ آئندہ جمعہ تک پاکی میں رہتا ہے۔" (جامع صغیر ص ۱۲۵ ج ۲)

(۶) اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے روز غسل کرے اُس کے گناہ اور اُس کی خطائیں مٹادی جاتی ہیں۔ پھر جب وہ جمعہ پڑھنے کو چلنے لگتا ہے تو اُس

کے لیے اُس کے ہر قدم کے بدلے بیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔" (الصحیح البیھاری ص ۱۲۵ ج ۱)

غسلِ جنابت کا ترک موجبِ عذاب ہے

امام ابو داؤد حضرت علی کرم اللہ وجہہ' سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص جنابت کے غسل میں ایک بال کی جگہ دھوئے بغیر چھوڑے گا۔ اُس کے ساتھ آگ میں ایسا ایسا کیا جائے گا۔ "یعنی اُسے عذاب دیا جائے گا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اسی وجہ سے میں نے اپنے سر کے بالوں سے دشمنی کی ہے۔ "یعنی سر کے بال منڈوا ڈالے ہیں کہ بالوں کی وجہ سے کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے۔ آپ نے یہ تین مرتبہ فرمایا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۵ ج ۱۔

جنابت میں رہنا بے برکتی کا سبب ہے

امام ابو داؤد حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ' سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں (جاندار کی) تصویر ہو اور نہ اس گھر میں داخل ہوتے ہیں جس میں کتا ہو اور نہ اس گھر میں داخل ہوتے ہیں جس میں کوئی جنبی ہو۔" (الصحیح البیھاری ص ۱۳۳ ج ۱)

تنبیہ

مسلمان اس ارشادِ نبوی میں غور کریں اور یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ آج کل ہمارے گھروں میں خیر و برکت کی کمی کی یہی تو وجہ ہے کہ ہمارے گھروں میں جانداروں کے فوٹو ہوتے ہیں یا ہمارے گھروں میں کتوں کی موجودگی ہوتی ہے یا ہم سستی کی وجہ سے غسل جنابت کو چھوڑے رہتے ہیں۔ اگر آج مسلمان ان تینوں کاموں سے پرہیز کریں تو ہمارا ملک خیر و برکت کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیقِ عمل عنایت فرمائے۔

اقسامِ غسل

امام حسن شرنبلالی فرماتے ہیں غسل کی دو قسمیں ہیں غسل باطن اور غسل ظاہر۔ غسل ظاہر غسل باطن کے بغیر مفید نہیں ہوتا اور غسلِ باطن سے مراد دل کو خلوصِ نیت، کھوٹ، حسد اور بغض سے دوری اور ماسوا اللہ سے پاکی سے آراستہ کرنا ہے۔" (مراقی الفلاح ص ۵۹)۔

غسل کے فرائض

غسل جنابت میں گیارہ اعضاء کا دھونا فرض ہے۔ (۱) مُنہ کا دھونا۔ (۲) ناک کا دھونا۔ (۳) سارے بدن کا دھونا۔ (۴) اُس قلفہ کی اندرونی جگہ کا دھونا جس کا کھولنا آسان ہو۔ (۵) ناف کی اندرونی جگہ کا دھونا (۶) نہ ملے ہوئے سوراخ کا دھونا (۷) مرد کے بالوں کی مینڈھیوں کے اندرونی حصّہ کا دھونا اگرچہ ان کے کھولنے میں حرج ہو۔ (۸) داڑھی کے بالوں کے چڑا کا دھونا اگرچہ وہ گنی ہو۔ (۹) مونچھوں کے بالوں کے چڑے کا دھونا (۱۰) بھوؤں کے بالوں کے چڑے کا دھونا (۱۱) عورت کے لیے فرج خارج کا دھونا۔ (مراقی الفلاح ص ۵۵)

غسل کے واجبات

غسل میں کوئی شئے واجب نہیں جیسا کہ وضو اور تیمم میں کوئی شئے واجب نہیں۔ (ردالمحتار ص ۱۱۵ ج ۱)

غسل کی سنتیں

غسل میں یہ باتیں سنت ہیں (۱) غسل کی نیت کرنا۔ (۲) ابتدائے غسل میں گٹوں تک دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھونا۔ (۳) جائے استنجاء کو دھونا اگرچہ اُس پر نجاست نہ لگی ہوئی ہو۔ (۴) بدن پر نجاست لگی ہو تو نہانے سے پہلے اُسے دھونا (۵) نماز کا سا وضو کرنا (۶) بدن پر پہلی مرتبہ پانی ڈالنے کے بعد اُسے تیل کی طرح چپڑنا تاکہ بال بال پر سے پانی بہہ سکے (۷) تین مرتبہ دائیں کندھے پر پانی ڈالنا (۸) پھر بائیں کندھے پر تین مرتبہ پانی ڈالنا۔ (۹) پھر سر اور سارے بدن پر تین دفعہ پانی ڈالنا۔ (۱۰) پھر جائے غسل سے ہٹ کر پاؤں دھونا۔ (۱۱) نہانے میں قبلہ کو رُخ نہ کرنا جبکہ بے پردہ نہا رہا ہو۔ (۱۲) سارے بدن پر ہاتھ پھیرنا۔ (۱۳) جسم کو ملنا۔ (۱۴) ایسی جگہ نہانا جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو۔ (۱۵) کسی سے کلام نہ کرنا۔ (۱۶) غسل کے دوران کوئی دُعا زبان سے نہ پڑھنا۔ (۱۷) ترتیب سے غسل کرنا یعنی پہلے ہاتھ گٹوں تک دھونا پھر جائے استنجاء کو دھونا پھر بدن کی نجاست دُور کرنا پھر نماز کا سا وضو کرنا پھر بدن پر تیل کی طرح پانی چپڑنا پھر دائیں کندھے پر پانی ڈالنا پھر بائیں کندھے پر پانی ڈالنا پھر سر اور پورے جسم پر پانی ڈالنا پھر جائے غسل سے ہٹ کر پاؤں دھونا۔ (بہار شریعت ص ۳۶ ج ۲)

غسل کے مکروہات:

غسل میں وہی باتیں مکروہ ہیں جو وضو میں مکروہ ہوتی ہیں اور اُن کی تفصیل ہمارے رسالہ وضو کے ضروری مسائل میں ملاحظہ فرمائیں۔علاوہ ازیں جائے غسل میں زبان سے دُعا کا پڑھنا بھی مکروہ ہے۔(مراقی الفلاح ص ۵۷)

فرض غسل

(۱) جنابت دور کرنے کے لئے غسل کرنا فرض ہے۔ (۲) حیض کا خون بند ہونے پر غسل کرنا فرض ہے۔ (۳) اور نفاس کا خون بند ہونے پر غسل کرنا فرض ہے۔(عامہ کتب فقہ حنفی)

غسل فرض کرنے والی باتیں

اِن باتوں سے غسل فرض ہوتا ہے۔(۱) جسم کے ظاہر کی طرف منی کا نکلنا بشرطیکہ وہ اپنی جائے قرار سے شہوت کے ساتھ جُدا ہوئی ہو۔(۲) حشفہ یا حشفہ کی مقدار ذکر کا کسی زندہ انسان کے قبل یا دبر میں داخل ہو کر چُھپنا۔(۳) مردہ عورت یا چوپائے سے وطی کے سبب سے منی کا خارج ہونا (۴) سونے سے بیدار ہونے کے بعد پتلے پانی کا پایا جانا بشرطیکہ اس کا آلۂ تناسل سونے سے پہلے منتشر نہ تھا۔(۵) نشے یا بے ہوشی سے افاقہ کے بعد اس تری کا موجود ہونا جسے وہ منی خیال کرتا ہو (۶) عورت کے ماہواری خون (حیض) کا بند ہونا (۷) بچہ پیدا ہونے کے بعد جو خون آئے اس کا منقطع ہونا۔(مراقی الفلاح س ۵۴)

وہ باتیں جن سے غسل فرض نہیں ہوتا

ان باتوں سے غسل فرض نہیں ہوتا (۱) مرد یا عورت کی اگلی راہ سے مذی یا ودی کا نکلنا۔(۲) بے تری دیکھے خواب میں احتلام ہونا (۳) نفاس کا خون دیکھے بغیر بچہ جننا (۴) آلۂ تناسل پر ایسا کپڑا لپیٹ کر وطی کرنا جو لذت کے پائے جانے میں رکاوٹ پیدا کرے بشرطیکہ انزال نہ ہو (۵) دُبر میں دوائی پچکاری کے ذریعہ داخل کرنا (۸) کنواری سے وطی کرنا جبکہ اس کا پردہ بکارت قائم رہے اور انزال نہ ہو۔

میت کو نہلانا صحیح العقیدہ مسلمان فوت ہو جائے تو اُسے غسل دینا فرض علی الکفایہ ہے اگر کوئی ایک

شخص غسل دے دے گا۔ تو سب سے ادا ہو جائے گا اور اگر کوئی بھی اُسے غسل نہ دے گا تو سب گناہگار ہوں گے۔ تغسیل میت کے شرعی احکام انشاء اللہ مسائل جنازہ میں لکھے جائیں گے۔

مسنون غسل

یہ غسل مسنون ہیں (۱) نماز جمعہ پڑھنے کے لئے غسل کرنا سنت ہے (۲) نماز عید الفطر پڑھنے کے لئے غسل کرنا سنت ہے (۳) نماز عید البقر پڑھنے کے لئے غسل کرنا سنت ہے (۴) حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے غسل کرنا سنت ہے (۵) وقوفِ عرفہ کے لئے غسل کرنا سنت ہے۔ (مراقی الفلاح ص ۵۷)

مستحب غسل یہ غسل مستحب ہیں (۱) پاکیزگی کی حالت میں کافر مسلمان ہوا تو اس کے لئے غسل کرنا مستحب ہے (۲) پندرہ برس کی عمر پوری ہونے کی وجہ سے بالغ ہونے پر غسل کرنا مستحب ہے (۳) جنون یا نشے یا بے ہوشی سے افاقہ پانے والے کا نہانا مستحب ہے (۴) پچھنے لگوانے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔ (۵) میت کو نہلانے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے (۶) لیلۃ البراۃ کی رات میں غسل کرنا مستحب ہے (۷) لیلۃ القدر کی رات میں غسل کرنا مستحب ہے۔ (۸) حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے شہر میں داخل ہونے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ (۹) مزدلفہ میں ٹھہرنے کی غرض سے غسل کرنا مستحب ہے۔ (۱۰) مکہ شریف میں داخل ہونے کے وقت غسل کرنا مستحب ہے۔ (۱۱) نماز کسوف پڑھنے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے (۱۲) نماز خسوف پڑھنے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ (۱۳) نماز استسقاء پڑھنے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ (۱۴) خوف عارض ہونے کے وقت نوافل پڑھنے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے (۱۵) بے پناہ اندھیرا دن کے وقت چھا جائے تو اس وقت نوافل پڑھنے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ (۱۶) سخت آندھی چلنے کے وقت نوافل پڑھنے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے (۱۷) توبہ کرنے کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ (۱۸) سفر سے واپسی پر غسل کرنا مستحب ہے (۱۹) مستحاضہ کا غسل کرنا جبکہ استحاضہ کا خون منقطع ہو جائے مستحب ہے (۲۰) جس شخص کو بے گناہ قتل کیا جا رہا ہو اس کا غسل کرنا مستحب ہے۔ (۲۱) جس شخص کے جسم پر نجاست لگے اور اُسے جائے نجاست کا علم نہ ہو تو اس کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔

(مراقی الفلاح ص ۵۸)

غُسل کا مسنون طریقہ

غسل کرنے والا با پردہ جگہ میں تہبند وغیرہ باندھ کر قبلہ رُو بیٹھے اور اگر ننگا نہانا چاہے تو قبلہ رو نہ بیٹھے، طہارت کی نیت کرے پھر دونوں ہاتھ گٹوں تک تین مرتبہ دھوئے پھر استنجاء کرے پھر جسم پر نجاست حقیقیہ لگی ہوئی ہو تو اُسے دور کرے پھر نماز کے وضو کا سا وضو کرے پھر دائیں کندھے پر تین مرتبہ پانی ڈالے پھر بائیں کندھے پر تین مرتبہ پانی ڈالے پھر سر پر تین مرتبہ پانی ڈالے پھر باقی تمام بدن پر تین بار پانی ڈالے اور ہر بار جسم کو ملے تاکہ بال بال پر سے پانی گزر جائے۔ (درمختار ص۱۱۵ ج۱) اور اگر پانی جمع ہونے کی جگہ میں کھڑا تھا تو وہاں سے ہٹ کر اپنے دونوں پاؤں دھوئے (مراقی الفلاح)

غسل کے ضروری مسائل

(۱) دانتوں کی جڑوں یا کھڑکیوں میں کوئی شئے جو پانی بہنے سے روکے جمی ہو تو اس کا چھڑانا ضروری ہے۔ بشرطیکہ اس کے چھڑانے میں ضرر اور حرج نہ ہو۔ جیسے چھالیہ کے دانے یا گوشت کے ریشے اور اگر اس کے چھڑانے میں ضرر اور حرج ہو جیسے بہت پان کھانے سے دانتوں کی جڑوں میں جو چونا جم جاتا ہے یا عورتوں کے دانتوں میں مسی کی ریخیں کہ ان کے چھیلنے میں دانتوں یا مسوڑوں کی مضرت کا اندیشہ ہے تو معاف ہے (بہار شریعت ص۳۴ ج۲)

(۲) اگر بہتے پانی مثلاً دریا وغیرہ میں نہایا تو تھوڑی دیر میں رُکنے سے تین بار دھونے اور ترتیب اور وضو یہ سب غسل کی سنتیں ادا ہو گئیں اور اس کی بھی ضرورت نہیں کہ تین بار اعضاء کو حرکت دے۔ (بہار شریعت)

غسل میں احتیاط کی جگہیں

حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ اکثر عوام بلکہ پڑھے لکھے لوگ یہ کرتے ہیں کہ سر پر پانی ڈال کر بدن پر ہاتھ پھیر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس سے غسل ہو گیا۔ حالانکہ بعض اعضاء ایسے ہیں کہ جب تک ان کی خاص طور پر احتیاط نہ کی جائے وہ نہیں دُھلیں گے اور غسل نہ ہوگا۔ لہٰذا بالتفصیل بیان کیا جاتا ہے۔ اعضائے وضو میں جو مواضع احتیاط ہیں ہر عضو کے بیان میں اُن کا ذکر کر دیا گیا اُن کا یہاں لحاظ ضروری ہے اور ان کے علاوہ خاص غسل کی ضروریات یہ ہیں۔

(۱) سر کے بال گندھے نہ ہوں تو ہر بال پر جڑ سے نوک تک پانی بہنا ضروری ہے اور گندھے ہوں تو مرد پر فرض ہے کہ ان کو کھول کر جڑ سے نوک تک پانی بہائے اور عورت پر صرف جڑ تر کر لینا ضروری ہے کھولنا ضروری نہیں ہاں اگر چوٹی اتنی سخت گندھی ہوئی ہو کہ کھولے بغیر جڑیں تر نہ ہوں گی تو اس کا کھولنا ضروری ہے۔

(۲) کانوں میں بالی وغیرہ زیوروں کے سوراخ کا بھی وہی حکم ہے جو ناک میں نتھ کے سوراخ کا حکم وضو کے بیان میں ہوا یعنی اگر بالی کا سوراخ بند ہو تو اس میں پانی بہانا فرض ہے اور اگر تنگ ہو تو پانی ڈالنے میں نتھ کو حرکت دے ورنہ ضروری نہیں۔

(۳) بھوؤں اور مونچھوں اور داڑھی کے بال کا جڑ سے نوک تک اور ان کے نیچے کی کھال کا دھلنا ضروری ہے۔

(۴) کان کا ہر پرزہ اور اُس کے سوراخ کا منہ دھلنا ضروری ہے۔

(۵) کانوں کے پیچھے کے بال ہٹا کر پانی بہانا ضروری ہے۔

(۶) ٹھوڑی اور گلے کا جوڑ کہ چہرہ اٹھائے بغیر نہ دھلے گا اُسے اٹھا کر دھونا ضروری ہے۔

(۷) بغلیں ہاتھ اٹھائے بغیر نہ دھلیں گی لہذا انہیں ہاتھ اٹھا کر دھونا ضروری ہے۔

(۸) بازو کا ہر پہلو دھونا ضروری ہے۔

(۹) پیٹھ کا ہر ذرہ دھونا ضروری ہے۔ ۱۰۔ پیٹ کی بلیٹیں اٹھا کر دھونا ضروری ہے (۱۱) ناف کو انگلی ڈال کر دھونا جبکہ پانی بہنے میں شک ہو ضروری ہے (۱۲) جسم کا ہر رونگٹا جڑ سے نوک تک دھونا ضروری ہے۔ (۱۳) ران اور پیڑو کے جوڑ کا خیال رکھنا ضروری ہے جبکہ بیٹھ کر نہائے۔ (۱۵) دونوں سرین کے ملنے کی جگہ خصوصاً جب کہ کھڑے ہو کر نہائے دھونا ضروری ہے (۱۶) رانوں کی گولائی احتیاط سے دھونا ضروری ہے (۱۷) یونہی پنڈلیوں کی کروٹیں اور ذکر انثیین کے ملنے کی سطحیں بے جدا کئے نہ دھلیں گی لہذا ان کو خیال سے دھوئے (۱۸) انثیین کی سطح زیریں جوڑ تک بھی احتیاط سے دھوئے۔ (۱۹) انثیین کے نیچے کی جگہ جڑ تک بھی احتیاط سے دھوئے۔ (۲۰) جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اگر اُس کی کھال چڑھ سکتی ہو تو چڑھا کر دھوئے اور کھال کے اندر پانی چڑھائے عورتوں پر خاص یہ احتیاطیں ضروری ہیں۔ (۱) ڈھلکی ہوئی پستان کو اٹھا کر دھوئے (۲) پستان وشکم کے جوڑ کی تحریر کو دھوئے (۳) فرج خارج کا ہر گوشہ اور ہر ٹکڑا نیچے اوراوپر خیال سے دھوئے ہاں فرج داخل میں انگلی ڈال کر دھونا مستحب ہے واجب نہیں۔ (۴) ماتھے پر افشاں چنی ہو تو اسے چھڑانا ضروری ہے۔ (بہار شریعت تصرف یسیر) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گیارھواں مقالہ

تیمّم کیسے کیا جاتا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین وعلیٰ الھم واصحابھم اجمعین امابعد. برادر طریقت حضرت مولانا محمد محفوظ چشتی ناظم اعلیٰ دارالمطالعہ جماعت اہل سنت چکسواری ضلع میرپور آزاد کشمیر کی فرمائش پر رسالہ، "تیمم کیسے کیا جاتا ہے؟" لکھنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔ اللہ کریم اسے صدقہ جاریہ بنائے آمین

تیمّم کا مفہوم

پانی پر قدرت نہ ہونے کی حالت میں طہارت حاصل کرنے کی نیت سے ہاتھ پاک مٹی پر مار کر چہرے اور بازوؤں پر پھیرنے کا نام تیمم ہے کذا قال فی الفتاوٰی الرضویہ ص ۶۲۸ ج ا

تیمّم اِس امّت کے خصائص سے ہے

تیمم صرف امت محمدیہ کے لئے مشروع ہوا پہلی امتوں کے لئے نہ تھا۔ امام زین الدین حنفی فرماتے ہیں۔ پھر جاننا چاہیے کہ تیمم امت محمدیہ کے سوا کسی امت کے لئے مشروع نہیں ہُوا اور اس میں رخصت دو طرح سے ثابت ہوئی۔ آلہ یعنی پانی کی حیثیت سے کیونکہ پاک مٹی کو طہارت بخش قرار دیا گیا حالانکہ وہ پلیدی پھیلانے والی ہے نہ اکھاڑنے والی اور طہارت کے محل کی حیثیت سے کیونکہ وضو کے بعض اعضاء پر مسح کو کافی قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ کتاب المستصفیٰ میں فرمایا۔ (البحر الرائق ص ۱۳۸ ج ۱)

تیمّم کے فرائض

تیمم میں تین فرض ہیں۔ (۱) پاکی کی نیت کرنا۔ (۲) سارے چہرہ پر ہاتھ پھیرنا (۳) دونوں بازوؤں کا کہنیوں سمیت مسح کرنا۔ (بہار شریعت ص ۶۵ ج ۲)

تیمّم کے ارکان:

تیمم کے دو رکن ہیں۔ (۱) دو ضربیں لگانا۔ ایک چہرہ پر مسح کرنے کے لئے اور دوسری بازوؤں پر مسح کرنے کے لئے۔ (۲) بازوؤں پر مسح کرنے میں بازوؤں میں ساری جگہ کو گھیرنا تاکہ ہاتھ بال بال پر

سے گزر جائے۔(درمختار ص ۱۶۹ ج ۱)

تیمّم کے واجبات

وضو کی طرح تیمّم میں کوئی شئے واجب نہیں واللہ اعلم۔

تیمّم کی سنتیں

تیمم میں یہ باتیں سنت ہیں ۔(۱) بسم اللہ شریف پڑھنا (۲) ہاتھوں کو مٹی پر ملنا (۳) ضرب لگاتے وقت انگلیوں کو کشادہ رکھنا۔(۴) ضرب لگانے کے بعد ہاتھوں کو جھاڑنا (۵) زمین پر ہاتھ رکھ کر لوٹ دینا (۶) پہلے چہرہ اور پھر بازووں کا مسح کرنا (۷) پے در پے چہرہ اور بازووں کا مسح کرنا (۸) داڑھی کا خلال کرنا (۹) ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال کرنا جبکہ غبار پہنچ گیا ہو اور اگر غبار نہ پہنچا ہو مثلاً پتھر وغیرہ کسی چیز پر ہاتھ مارا جس پر غبار نہ ہو تو انگلیوں کا خلال فرض ہے۔(۱۰) ہتھیلیوں کے پیٹ سے ضرب لگانا (۱۱) ہاتھ مٹی میں رکھ کر آگے لے جانا پھر پیچھے لے آنا (۱۲) پہلے دائیں بازو کا مسح کرنا پھر بائیں بازو کا۔(۱۳) حدیثوں میں مسح کرنے کی جو کیفیت منقول ہے اُس کے مطابق مسح کرنا۔(درمختار ص ۱۷۰ ج ۲)

تیمّم صحیح ہونے کی شرطیں

تیمم صحیح ہونے کے لئے ان باتوں کی موجودگی شرط ہے۔(۱) تیمم کرنے والے کا صحیح العقیدہ مسلمان ہونا۔(۲) پانی کی عدم موجودگی یا اُس کی موجودگی میں عدم قدرت کا پایا جانا (۳) مٹی پر ہاتھ سے ضرب لگانا (۴) طہارت کی نیت کرنا (۵) چہرہ اور بازووں کے بال بال پر مسح کرنا کہ کوئی جگہ مسح سے محروم نہ رہے۔(۷) مٹی یا مٹی کی جنس پر ضرب لگانا (۸) مٹی کا پاکی بخش ہونا۔(درمختار ص ۱۷۰ ج ۱)

نیّتِ تیمّم کے صحیح ہونے کی شرطیں

تیمم کی نیت کے صحیح ہونے کے لئے ان باتوں کا پایا جانا شرط ہے۔(۱) تیمم کرنے والے کا مسلمان ہونا (۲) تیمم کرنے والے کا عقل مند ہونا (۳) جس شئے کی نیت کر رہا ہے اُس کا علم ہونا (مراقی الفلاح ص ۶۰)

کیسے تیمم سے نماز درست ہوتی ہے؟

نماز اُس تیمم سے جائز ہوگی جو پاک ہونے کی نیت سے یا کسی ایسی عبادت مقصودہ کے لئے ہو جو طہارت کے بغیر جائز نہ ہو سو اگر مسجد میں جانے یا نکلنے یا قرآن مجید چھونے یا اذان و اقامت کہنے یا سلام کرنے یا

سلام کا جواب دینے یا قبروں کی زیارت کرنے یا میت دفن کرنے یا بے وضو شخص نے قرآن مجید زبانی پڑھنے کے لئے تیمم کیا تو ان سب صورتوں میں اس تیمم سے نماز جائز نہیں ہوگی بلکہ جس عبادت کے لئے تیمم کیا گیا اس کے سوا کوئی عبادت بھی اُس تیمم سے جائز نہیں۔ ہاں اگر جنبی شخص نے زبانی قرآن مجید پڑھنے کے لئے تیمم کیا ہو تو اس سے نماز پڑھ سکتا ہے مگر سجدۂ شکر کی نیت سے جو تیمم کیا ہو اس سے نماز نہ ہوگی۔ اسی طرح دوسرے کو تیمم کا طریقہ بتانے کے لئے جو تیمم کیا ہو اس سے بھی نماز جائز نہیں۔ (بہار شریعت ص ۶۵ ج ۲)

پانی پر قدرت نہ ہونے کی صورتیں

پانی پر قدرت نہ ہونے کی چند صورتیں ہیں (۱) ایسی بیماری کہ وضو یا غسل سے اس بیماری سے دیر میں تندرست ہونے کا صحیح اندیشہ ہو خواہ یوں کہ اس نے خود آزمایا ہے کہ جب وضو یا غسل کرتا ہے تو وہ بیماری بڑھ جاتی ہے یا کسی مسلمان اچھے لائق حکیم نے جو ظاہراً فاسق نہ ہو کہہ دیا ہو کہ اس بیماری میں نقصان کرے گا۔ محض اپنے ہی خیال ہی خیال میں بیماری بڑھنے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرنا جائز نہیں یونہی کافر یا فاسق طبیب کے کہنے کا بھی کچھ اعتبار نہیں۔ (۲) ایسی جگہ میں ہونا کہ وہاں چاروں طرف ایک ایک میل کے اندر پانی کی موجودگی کا پتہ نہ ہو۔ اگر ایک میل کے اندر پانی کی موجودگی کا غالب گمان ہو تو پانی کی تلاش واجب ہے۔ تلاش کے بعد نہ ملے تو تیمم کرلے۔ (۳) اتنی سردی ہو کہ نہانے سے مرجانے یا بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہو اور لحاف وغیرہ کوئی ایسی چیز اُس کے پاس نہ ہو کہ جسے نہانے کے بعد اوڑھے اور سردی کے ضرر سے بچے اور نہ آگ اُس کے پاس ہو جس کو تاپ سکے تو اس حالت میں تیمم جائز ہے (۴) ایسی جگہ میں ہو کہ وہاں دشمن کا خوف ہے کہ اگر اُس نے دیکھ لیا تو اُسے مار ڈالے گا یا اُس کا مال چھین لے گا یا اُس غریب نادار کا قرضخواہ ہے کہ وہ اُسے قید کرادے گا یا پانی کے پاس سانپ ہے کہ وہ اُسے کاٹ کھائے گا یا شیر ہے اُسے پھاڑ کھائے گا یا بدکار شخص ہے اور یہ عورت یا مرد اپنی بے آبروئی کا صحیح گمان رکھتا ہے تو ان سب صورتوں میں بھی تیمم جائز ہے۔ (۵) جنگل میں ہے اور کنویں پر ڈول رسی نہیں کہ پانی نکال سکے تو اس صورت میں بھی تیمم جائز ہے۔ (۶) پیاس کا خوف ہے یعنی اُس کے پاس پانی تو موجود ہے مگر وضو یا غسل کے اندر اُسے خرچ کرے تو خود یا کوئی دوسرا مسلمان یا اپنا یا کسی دوسرے مسلمان کا جانور اگر چہ وہ کتا ہی کیوں نہ ہو جس کا پالنا جائز ہے پیاسا رہ جائے گا یا اپنی یا اِن چیزوں میں سے کسی کی پیاس خواہ فی الحال موجود ہو یا آئندہ اس کے لاحق ہونے کا اندیشہ ہو کہ وہ راہ ایسی دور ہو کہ دور تک پانی کا پتہ نہیں

تو اس صورت میں بھی تیمم جائز ہے۔(۷) پانی مہنگا ملتا ہو۔یعنی وہاں کے حساب سے جو قیمت پانی کی ہونی چاہیئے اُس سے دوگنا قیمت مانگتا ہے اِس صورت میں بھی تیمم جائز ہے۔اور قیمت میں اتنا فرق نہیں تو تیمم جائزنہیں ہے(۸) یہ گمان ہو کہ اگر میں پانی تلاش کرتا رہا تو قافلہ نظروں سے غائب ہو جائے گا یا ریل گاڑی چھوٹ جائے گی تو اِس میں بھی تیمم جائز ہے۔(۹) یہ گمان ہو کہ اگر وہ وضو یا غسل کرتا رہا تو عیدین کی نماز فوت ہو جائے گی۔خواہ یوں کہ امام نماز عید پڑھ کر فارغ ہو جائے گا یا زوال کا وقت داخل ہو جائے گا تو اِن دونوں صورتوں میں بھی تیمم جائز ہے۔(۱۰) غیر ولی کو وضو یا غسل کرتے رہنے سے نماز جنازہ کے فوت ہو جانے کا خوف ہو تو اُسے بھی تیمم جائز ہے۔(بہار شریعت ص۶۰ ج۲)

کن چیزوں سے تیمّم جائز ہے

تیمم اُسی چیز سے جائز ہے جو مٹی کی جنس سے ہو اور وہ یقینی پاک ہو یعنی جو شئے زمین سے حاصل ہوتی ہو اور وہ نہ آگ میں جل کر راکھ بنتی ہو اور نہ پگھلتی یا نرم ہوتی ہو وہ مٹی کی جنس سے ہے۔اُس سے تیمّم جائز ہے مثلاً ریتا ۔چونا۔سرمہ۔ہڑتال۔گندھک۔مُردہ سنگ۔گیرو۔پتھر۔زبرجد۔فیروزہ۔عقیق۔زمرد وغیرہ جواہر سے تیمم جائز ہے اگرچہ اس پر مٹی کا غبار نہ ہو۔پکی اینٹ۔چینی کے برتن جس پر کسی چیز کی رنگت ہو جو جنس زمین سے ہے جیسے گیرو کھریا مٹی یا وہ چیز جس کی رنگت جنس زمین سے تو نہیں مگر برتن پر اُس کا جرم نہ ہو صرف رنگت ہو تو ان دونوں صورتوں میں اس سے تیمم جائز ہے۔اور اگر وہ جنس زمین سے نہ ہو اور اس کا جرم برتن پر ہو تو اس سے تیمم جائز نہیں۔اور شورہ جو ہنوز پانی میں ڈال کر صاف نہ کیا گیا ہو اُس سے بھی تیمم جائز ہے۔ورنہ نہیں۔اور جو نمک پانی سے بنتا ہے اس سے تیمم جائز نہیں اور جو کان سے نکلتا ہے جیسے سیندھا نمک اس سے تیمم جائز ہے۔مٹی یا پتھر جل کر سیاہ ہو جائے تو اس سے تیمم جائز ہے یونہی اگر پتھر جل کر راکھ ہو جائے تو اس سے بھی تیمم جائز ہے۔بھیگی مٹی سے بھی تیمم جائز ہے جبکہ مٹی غالب ہو۔چونے کی دیوار پر تیمم جائز ہے۔(بہار شریعت ص۶۸ ج۲)

اور سنگ مرمر سے بھی تیمم جائز ہے واللہ اعلم اور کپڑے وغیرہ پر مٹی کا جو غبار پڑا ہو اس سے بھی تیمم جائز ہے۔واللہ اعلم

کن چیزوں سے تیمّم جائز نہیں

جو چیز آگ سے جل کر راکھ ہو جاتی ہو جیسے لکڑی گھاس وغیرہ یا پگھل جاتی ہو یا نرم ہو جاتی ہو جیسے چاندی،سونا،تانبا،پیتل،لوہا وغیرہ دھاتیں کیونکہ یہ زمین کی جنس سے نہیں لہذا اِن سے تیمم جائز نہیں۔

ہاں اگر یہ دھاتیں کان سے نکال کر پگھلائی اور صاف نہ کی گئیں کہ ان میں مٹی کی آمیزش باقی ہے تو ان سے تیمم جائز ہے اور جو شئے مٹی کی جنس سے نہ ہو اگر اُس پر پاک گرد و غبار پڑا ہو کہ ضرب لگانے سے اُس کا اثر ہاتھوں میں ظاہر ہوتا ہے تو اس غبار سے تیمم جائز ہے۔ اور مشک، عنبر، کافور اور لوبان سے تیمم جائز نہیں یونہی موتی سیپ اور گھونگھے سے بھی تیمم جائز نہیں اگرچہ پسے ہوں اور ان چیزوں کے چونے سے تیمم جائز نہیں۔ راکھ اور سونے چاندی فولاد وغیرہ کے کشتوں سے بھی تیمم جائز نہیں اگر خاک میں راکھ مل جائے اور خاک زیادہ ہو تو اُس سے تیمم جائز ہے ورنہ نہیں۔ اور مصنوعی مُردہ سنگ سے تیمم جائز نہیں اور مونگے یا اُس کی راکھ سے بھی تیمم جائز نہیں (بہار شریعت ص ۴۹ ج ۲)

تیمّم کیسے کیا جاتا ہے

تیمم کرنے والا گھڑی یا چھلہ انگشتری اُتار کر اور آستین چڑھا کر قبلہ رخ بیٹھے اور بسم اللہ شریف پڑھ کر طہارت کی نیت کرے۔ پھر پاک مٹی یا مٹی کی جنس پر اپنے ہاتھ مارے درآن حالیکہ ان کی انگلیاں کشادہ ہوں اگر ہاتھوں کو زیادہ گرد و غبار لگ جائے تو انہیں جھاڑے اور اس ضرب سے سارے چہرہ کا مسح کرے کہ بال بال پر سے ہاتھ پھر جائے۔ اور عموماً منہ بند کرنے کی حالت میں ہونٹوں کا جو حصہ ظاہر رہتا ہے اس پر بھی ہاتھ پھرے غرضیکہ وضو میں چہرہ کی جو جگہیں دھونی فرض ہوتی ہیں تیمم میں اُن سب جگہوں پر ہاتھ پھرنا ضروری ہے۔ پھر اسی طرح دوسری ضرب لگا کر پہلے بائیں ہاتھ سے دائیں بازو کا کہنیوں سمیت مسح کرے پھر دائیں ہاتھ سے بائیں بازو کا کہنیوں سمیت مسح کرے پھر انگلیوں میں انگلیاں ڈالے تاکہ اُن کے اندر کی جگہ کا مسح بھی ہو جائے واللہ اعلم اور ہاتھوں کے مسح میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے علاوہ چاروں انگلیوں کا پیٹ دائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے اور انگلیوں سے دہنے ہاتھ کے پیٹ کو مس کرتا ہوا گٹے تک لائے اور بائیں انگوٹھے کے پیٹ سے داہنے انگوٹھے کی پشت کو مسح کرے یونہی دائیں ہاتھ سے بائیں بازو کا مسح کرے اور اگر ایک دم سے پوری ہتھیلی اور انگلیوں سے مسح کر لیا تو تیمم ہو گیا خواہ کہنی سے انگلیوں کی طرف لائے یا انگلیوں سے کہنی کی طرف لے جائے مگر پہلی صورت میں خلاف سنت ہوگا۔ (بہار شریعت ص ۶۷ ج ۲)

تنبیہ

تیمم میں سر اور پاؤں کا مسح نہیں ہے۔ (بہار شریعت ص ۶۷ ج ۲)

لطیفہ میرے استاد محترم حضرت مولانا محمد شفیع حیدری سجادہ نشین نارہ شریف تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی نے ایک دفعہ بیان فرمایا کہ جن دنوں لیاقت علی خان قتل کیے گئے تھے ہم ان دنوں لاہور شہر میں رہتے تھے ۔وہاں اُن کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ایک آفیسر صاحب اپنے چہرے بازووں سر اور پیروں پر خوب گردو غبار ڈالے ہوئے شریک نماز ہوئے۔نماز کے بعد لوگوں نے ان کا یہ حال دیکھ کر کہا۔صاحب! شاید آپ کو لیاقت علی خان کے قتل سے بہت ہی زیادہ صدمہ پہنچا ہے اسی لئے تو آپ کا یہ حال ہے۔ وہ بولے مجھے صدمہ تو عام لوگوں جتنا ہی ہوا ہے مگر میں نے یہ مسئلہ سن رکھا تھا کہ نماز جنازہ تیار ہو تو تیمم کر لینا چاہئے۔ آج میں نے اسی مسئلہ پر عمل کیا ہے۔الغرض اِن صاحبوں کو مسئلہ تو آتا تھا مگر مسئلے پر عمل کرنے کا طریقہ نہیں آتا تھا اس لئے ہر مسلمان پر شرعاً لازم ہے کہ وہ تیمم کا طریقہ سیکھے اور بوقت ضرورت اس سے کام لے۔ واللہ ولی التوفیق۔

غسل کے لئے تیمّم کرنا

جس شخص پر غسل فرض ہو اور نہانے پر قدرت نہ رکھتا ہو تو اسے تیمم کرنے کی اجازت ہے۔ وضو اور غسل دونوں کا تیمم ایک ہی طرح کیا جاتا ہے یعنی صرف چہرے اور بازووں کا مسح کافی ہے۔سارے جسم پر مسح کرنے کی ضرورت نہیں واللہ اعلم۔

پانی کی موجودگی میں تیمّم کرنا

جن عبادتوں کے لئے وضو شرط نہیں بلکہ مستحب ہے اُن کی ادائیگی کے لئے پانی کی موجودگی اور اُس پر قدرت ہونے کی صورت میں بھی تیمم کرنا جائز ہے۔لیکن اس تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے مثلاً سلام کا جواب دینے یا درود شریف وغیرہ وظائف پڑھنے یا طہارت پر سونے یا بے وضو شخص کو مسجد میں جانے یا زبانی قرآن پڑھنے کے لئے تیمم جائز ہے اگرچہ پانی پر قدرت ہو۔وقت اتنا تنگ ہو گیا کہ وضو یا غسل کرے گا تو نماز قضاء ہو جائے گی تو چاہیے کہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر وضو یا غسل کر کے اعادہ کرنا لازم ہے۔(بہار شریعت ص ۶۴ ج ۲)

جس پر نہانا فرض ہے اسے بغیر ضرورت مسجد میں جانے کے لئے تیمم کرنا جائز نہیں ہاں اگر مجبوری ہو جیسے ڈول رسی مسجد میں ہو اور کوئی ایسا نہیں جو لا دے تو تیمم کر کے جائے اور جلد سے جلد لے کر نکل آئے۔

(بہارشریعت ص ۶۴)

امام حصکفی فرماتے ہیں کہ فقہائے حنفیہ نے فرمایا ہے کہ اگر بے وضو شخص نے مسجد میں داخل ہونے یا قرآن مجید سے دیکھ کر تلاوت کرنے یا قرآن مجید کو چھوئے یا اُسے لکھنے یا اُس کی تعلیم دینے یا قبور کی زیارت کرنے یا مریض کی تیمارداری کرنے یا میت دفن کرنے یا آذان یا اقامت کہنے یا اسلام قبول کرنے یا سلام دینے یا سلام کا جواب دینے کے لئے تیمم کیا تو عام علماء کے نزدیک اس تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ بخلاف اس تیمم کے جو نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کے لئے کیا گیا ہو اسی طرح ہمارے شیخ خیرالدین رملی نے اپنے فتاوٰی میں لکھا ہے۔ (درمختار ص ۱۷۹ ج ۱)

یا ایسی عبادت ہے جس کا بدل موجود نہیں اور وضو یا غسل کرنے میں اُس کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ مثلاً نماز جنازہ یا نماز عیدین یا نماز خوف یا نماز کسوف یا نماز استسقاء ان سب کے لئے پانی پر قدرت ہوتے ہوئے تیمم کرنا جائز ہے۔ اور امام صدرالشریعہ فرماتے ہیں "میت نہلاتا ہو اور کوئی ایسا شخص موجود نہیں جس کے لئے اس کا چھونا جائز ہے تو اس صورت میں پانی کی موجودگی میں اُسے تیمم کرایا جائے گا۔ (بہارشریعت ص ۶۴ ج ۲)

وضو میں مشغول ہوگا تو ظہر یا مغرب یا عشاء یا جمعہ کی پچھلی سنتوں کا یا نماز چاشت کا وقت جاتا رہے گا۔ تو تیمم کر کے پڑھ لے۔ (بہارشریعت ص ۶۲ ج ۲)

تیمّم توڑنے والی باتیں

جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے یا غسل فرض ہوتا ہے ان سے تیمم بھی جاتا رہے گا۔ اور علاوہ ان کے پانی پر قادر ہونے سے بھی تیمم ٹوٹ جائے گا۔ (بہارشریعت ص ۷۰ ج ۲)

تیمّم کے ضروری مسائل

(۱) یہ جو مشہور ہے کہ مسجد کی دیوار یا زمین سے تیمم ناجائز یا مکروہ ہے غلط ہے۔ (بہارشریعت ص ۷۰ ج ۲)

(۲) بے وضو شخص کے اکثر اعضائے وضو میں یا جنبی شخص کے اکثر بدن میں زخم ہو یا چیچک نکلی ہو وہ تیمم کرے ورنہ عضو یا بدن کا جو حصہ اچھا ہو اسے دھوئے اور زخم کی جگہ پر مسح کرے اور بوقت ضرر زخم کے آس پاس کی جگہ کا بھی مسح کرے اور اگر مسح بھی ضرر کرتا ہو تو اس عضو پر کپڑا ڈال کر اس کپڑے پر مسح

کرے۔(بہار شریعت ص۶۰ ج ۲)

(۴) اگر پانی ٹھنڈا یا نقصان پہنچاتا ہو تو گرم پانی سے وضو کرے تیمم جائز نہیں ہاں اگر گرم پانی نہ ملتا ہو تو تیمم کرلے۔

(۵) اگر پانی کے ایک میل کی مسافت کے اندر موجود ہونے کا گمان غالب ہو تو اسے تلاش کرنا واجب ہے ورنہ واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔

(۶) اگر اپنے ساتھی کے پاس پانی موجود ہے اور یہ گمان ہے کہ وہ مانگے پر دے دے گا تو بغیر مانگے تیمم جائز نہیں۔ پھر اگر پانی نہ مانگا اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی اور نماز کے بعد مانگا تو اس نے دے دیا یا بے مانگے اس نے خود دے دیا تو وضو کر کے نماز کا اعادہ کرے اور اگر مانگا اور اس نے نہ دیا تو نماز ہوگئی اور اگر نماز کے بعد نہ ہی مانگا جس سے اس کے دینے یا نہ دینے کا حال کھلتا اور نہ اس نے خود دیا تو نماز ہوگئی اور اگر دینے کا گمان غالب نہیں اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی تو بھی یہی صورتیں ہیں کہ بعد کو پانی دے دیا تو وضو کر کے نماز کا اعادہ کرے ورنہ نماز ہوگئی۔(بہار شریعت ص۶۱ ج ۲)

(۷) قیدی کو قید خانے والے وضو نہ کرنے دیں تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور اس کا اعادہ کرے اور اگر دشمن یا قید خانہ والے نماز نہ پڑھنے دیں تو اشارہ سے پڑھے پھر اُس کا اعادہ کرے۔

(بہار شریعت ص۶۲ ج ۲)

(۸) پانی موجود ہے مگر آٹا گوندھنے کی ضرورت ہے جب بھی تیمم جائز ہے اور شوربے کی ضرورت کے لئے تیمم جائز نہیں۔(بہار شریعت ص۶۲ ج ۲)

(۹) بدن یا کپڑا اس قدر نجس ہے کہ مانع جواز نماز ہے اور پانی صرف اتنا ہے کہ چاہے تو وضو کرلے یا اس کو پاک کرلے دونوں کام نہیں ہو سکتے تو پانی سے نجس بدن یا کپڑے کو پاک کرلے پھر وضو کے لئے تیمم کرے۔(بہار شریعت ص۶۳ ج ۲)

(۱۰) مسافر کو راہ میں رکھا ہوا پانی ملے تو اگر کوئی وہاں ہے تو اُس سے دریافت کرے اگر وہ کہے کہ یہ پانی صرف پینے کیلئے ہے تو تیمم کرے اس سے وضو جائز نہیں چاہے کتنا ہی ہو اور اگر اس نے کہا کہ یہ پانی پینے اور وضو کرنے کے لئے ہے تو اب تیمم جائز نہیں اور اگر کوئی ایسا نہیں جو بتا سکے اور پانی تھوڑا ہو تو تیمم کرے اور زیادہ ہو تو وضو کرے۔(بہار شریعت ص۶۳ ج ۲)

(۱۱) مسجد میں سویا تھا اور احتلام ہو گیا تو آنکھ کھلتے ہی جہاں سویا تھا وہیں فوراً تیمم کر کے باہر نکل آئے تاخیر حرام ہے۔ (بہار شریعت ص ۶۴ ج ۲)

(۱۲) اگر کوئی ایسی جگہ ہے کہ نہ وہاں پانی ملتا ہے اور نہ پاک مٹی کہ تیمم کرے تو اسے چاہیے کہ نماز کے وقت میں نمازی کی صورت بنائے یعنی تمام حرکاتِ نماز بلا نیت نماز بجالائے۔ (بہار شریعت ص ۶۵ ج ۲)

(۱۳) اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ وضو کرتا ہے تو پیشاب کے قطرے ٹپکتے ہیں اور تیمم کرے تو نہیں ٹپکتے تو اسے لازم ہے کہ تیمم کرے۔ (بہار شریعت ص ۶۵ ج ۲)

(۱۴) بیمار بے دست و پا شخص اپنے آپ تیمم نہیں کر سکتا تو اسے کوئی دوسرا شخص تیمم کرا دے اور اس وقت تیمم کرانے والے کی نیت کا اعتبار نہیں بلکہ اس شخص کی نیت کا اعتبار ہے جسے تیمم کرایا جا رہا ہے۔

(بہار شریعت ص ۶۶ ج ۲)

(۱۵) چہرہ کا مسح کرتے وقت داڑھی اور مونچھوں اور بھوؤں کے بالوں پر ہاتھ پھیرا جانا ضروری ہے۔ بھوؤں کے نیچے اور آنکھوں کے اوپر جو جگہ ہے اور ناک کے حصہ زیریں کا خیال نہ رکھیں گے تو ان پر ہاتھ نہ پھرے گا اور تیمم نہ ہوگا۔ (بہار شریعت ص ۶۶ ج ۲)

(۱۶) مونچھ کے بال اتنے بڑھ گئے کہ ہونٹ چھپ گئے تو ان بالوں کو اٹھا کر ہونٹ پر ہاتھ پھیرے بالوں پر ہاتھ پھیرنا کافی نہیں۔ (بہار شریعت ص ۶۶ ج ۲)

(۱۷) اگر چہرہ یا بازوؤں کے مسح میں ہاتھ کی ایک یا دو انگلیوں سے مسح کیا تو تیمم نہ ہوا اگرچہ تمام عضو پر پھیر لیا ہو۔ (بہار شریعت ص ۶۸ ج ۲)

(۱۸) تیمم ہوتے ہوئے دوبارہ تیمم نہ کرے۔ (بہار شریعت ص ۶۸ ج ۲)

(۱۹) مسافر کا ایسی جگہ سے گزر ہوا کہ ہر طرف کیچڑ ہی ہے اور پانی بھی نہیں پاتا کہ وضو یا غسل کرے اور کپڑے میں بھی غبار نہیں تو اسے چاہیے کہ کپڑا پاک کیچڑ سے سان کر سکھائے اور اس سے تیمم کرے اور اگر وقت جاتا ہو تو مجبوری کی وجہ سے کیچڑ ہی سے تیمم کر لے جب کہ پانی پر مٹی غالب ہو۔ (بہار شریعت ص ۶۹ ج ۲)

(۲۰) گدے اور دری وغیرہ پر غبار ہے تو اس سے تیمم کر سکتا ہے اگرچہ وہاں مٹی موجود ہو جب کہ غبار اتنا ہو کہ ہاتھ پھیرنے سے انگلیوں کا نشان بن جاتا ہو۔ (بہار شریعت ص ۷۰ ج ۲)

(۱۴ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بارھواں مقالہ

نماز کے برکات وثمرات اور بے نماز کی سزائیں

رحمت ربِّ دو عالم میں بسائے گی نماز

اے مسلماں پڑھ نمازیں بخشوائے گی نماز
رحمت ربّ دو عالم میں بسائے گی نماز
قبر کی اندھیریوں میں کام آئے گی نماز
گرمیِ روزِ قیامت سے بچائے گی نماز
ربّ اکبر کے عذابوں سے چھڑائے گی نماز
وارثِ خُلدِ بریں تجھ کو بنائے گی نماز
اپنے بیگانے بنے ہوں گے ترے جس دن عدو
خیر خواہ بن کر تجھے اُس دن بہلائے گی نماز
بے نمازی رو رہے ہوں گے خدا کے سامنے
جب قیامت میں نمازی کو ہنسائے گی نماز
بے نمازی ساتھ ہوں گے کافروں کے حشر میں
غافلوں کو خوب اُس دن یاد آئے گی نماز
مارا مارا پھرتا ہے تو جستجوئے رزق میں
پڑھ نمازیں تیری روزی کھینچ لائے گی نماز
اے مسلماں ہوش کر تُو سوچ اپنی بہتری
منزلِ مقصود پہ تجھ کو پہنچائے گی نماز
زندگی بھر خوب پڑھ قاسم نمازیں شوق سے
تیرا بیڑا پار محشر میں لگائے گی نماز

﴿☆﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولہٖ محمّد والہٖ واصحابہ اجمعین

امابعد آج کل اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت نماز پنجگانہ کی ادائیگی سے لاپرواہی کا شکار ہے۔ بوڑھے، جوان، مرد، عورتیں اسی مرض میں مبتلا دیکھے جاتے ہیں۔ کوئی خوش نصیب ہی گھر ایسا ہوگا جس کے سب بالغ افراد پانچ وقت کی نماز فرض کے پابند ہوں گے اکثر گھروں کا تو یہ حال ہے کہ اُن میں کوئی ایک بھی پکا نمازی نہیں اور اکّے دکّے گھر ایسے ہیں جن کے بعض افراد بعض اوقات کی نماز پڑھ لیتے ہیں۔

پھر مزید افسوس کی بات یہ ہے کہ جو مسلمان نمازی سمجھے جاتے ہیں وہ بھی نماز کو صحیح طریقہ سے باآداب ادا نہیں کرتے۔ عجلت پسندی نماز میں اختیار کرتے ہیں تو ارکان نماز کو صحیح طور پر ادا نہ کرنے کی وجہ سے نمازوں کا بیڑا غرق کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے نمازی وہ فوائد و ثمرات حاصل نہیں کر سکتے جو اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں نمازیوں کے لئے نماز میں رکھے ہوئے ہیں۔

نماز میں لاپرواہی اور بے احتیاطی کی وجہ نماز کے برکات و ثمرات سے مسلمانوں کی لاعلمی ہے۔ ورنہ دیکھا جاتا ہے کہ انسان جس کام کے فوائد و ثمرات جانتا ہے اور اُس کے ترک کے نقصانات سے بھی باخبر ہوتا ہے اُس کو اچھی طرح بجالاتا ہے۔ بدیں وجہ ہم نے مسلمانوں کو نماز پنجگانہ کی ترغیب دینے کے لئے یہ مختصر رسالہ ''نماز کے برکات و ثمرات'' لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے شرف مقبولیت بخشے اور اس کے ذریعہ سے بے نماز مسلمانوں کو نماز پنجگانہ کی ادائیگی کا جذبہ اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نماز کی فرضیت و اہمیت

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ حشر کے دن بندوں سے ایمان کے بعد تمام عملوں میں سب سے پہلے نماز کا حساب لے گا۔ اگر نماز کا حساب درست نکلا تو بندہ کامیاب ہوگا۔ ورنہ شرمسار اور خسارہ پانے والا ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ بیشک سب سے پہلے جس عمل کا حساب بندے سے لیا جائیگا وہ اُس کی نماز ہے پھر اگر نماز درست ہوئی تو وہ کامیاب ہو جائے گا۔ اور اگر وہ خراب نکلی تو وہ نامراد ہوگا۔ رواہ ابوداؤد عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ (مشکوٰۃ جلد اوّل صفحہ نمبر ۱۰۸)۔

اسی مفہوم کو ایک فارسی شاعر نے اپنے اس شعر میں بیان کیا ہے۔

؎ روز محشر کہ جاں گداز بود　　اولیں پرسشِ نماز بود

یعنی محشر کا وہ دن جو جان پگھلانے والا ہوگا اُس میں سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ اسی مفہوم میں بعض اُردو شعراء کے اشعار بھی ہدیۂ ناظرین کیے جاتے ہیں۔

؎ نماز پوچھے گا روزِ محشر ہر اک سے پہلے خدائے اکبر

؎ خدارا اُس دن کا خوف کھاؤ نماز پڑھ لو نماز پڑھ لو

قیامت میں ہو گی نمازوں کی پرسش　　نہ کام آئے گی حشر میں حیلہ سازی

سرِ حشر بگڑی بنائے گا مولا　　نمازیں کریں گی وہاں کارسازی

نمازیں ہیں معراج اے اہلِ ایماں　　گناہگار ہے وہ جو ہے بے نمازی

خدا کی قسم اہل بیت وصحابہ　　بزرگ ومقدس تھے سارے نمازی

بے نماز کا حشر

امام احمد و دارمی و بیہقی شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ نمازیں ہیں جو شخص ان کی محافظت (پابندی) کریگا وہ اُس کے لئے قیامت کے دن نور، راہنما اور نجات ہوں گی۔ اور جو ان کی محافظت نہ کرے گا اُس کے لئے وہ نہ نور ہوں گی، نہ راہنما اور نہ نجات ہوں گی۔ **وکان یوم القیامۃ مع فرعون وقارون وھامان وابیّ بن خلف**۔ اور وہ قیامت کے روز فرعون، قارون۔ ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔
(مشکوٰۃ جلد اوّل ص ۵۴)

تنبیہ

ان چاروں کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ انسان نماز سے یا تو سلطنت کے غرور میں غافل ہو جاتا ہے یا دولت کے سبب سے یا ملازمت و مرتبہ و وجاہت کے سبب سے یا تجارت و دکانداری کے سبب سے، اس لئے ان چاروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ چاروں ایسی ہی صورتوں سے تباہ و برباد ہوئے۔ اب جو شخص ان صورتوں میں سے کسی ایک صورت کے سبب سے نماز نہیں پڑھے گا اُس کا حشر ان کے ساتھ ہو گا۔ خدا تعالیٰ ہم سب ساتھیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین (نفت روزہ رضوان لاہور ۷ جون ۱۹۵۲ء)

بے نمازی ساتھ ہوں گے کافروں کے حشر میں غافلوں کو خوب اس دن یاد آئے گی نماز
بے نمازی رو رہے ہوں گے خدا کے سامنے جب قیامت میں نمازی کو ہنسائے گی نماز

نماز جنت کی کنجی ہے

امام مسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت،، (بہار شریعت جلد سوم ص ٦)

یہی ہے خلدِ بریں کی چابی اسی میں ہے سب کی کامیابی
نہ مومنو اِس سے دل چراؤ، نماز پڑھ لو، نماز پڑھ لو

خالص خدا کے واسطے پڑھتا ہے جو نماز جنت کی اُسکو چابی دلاتی نماز ہے
ہر بندگی سے رب کو پیاری ہے یہ نماز یہ بات ہر بشر کو سکھاتی نماز ہے
کرتا ہے صدق دل سے جو بندہ رکوع سجود نار سقر سے اُس کو بچاتی نماز ہے

نماز حشر کے دن پُورا نُور ہو گی

امام ابوداؤد حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بشر المشائین فی الظلم الی المساجد بالنور التام یوم القیامة یعنی جو لوگ اندھیروں میں مسجد کی طرف چلنے والے ہیں اُن کو یہ بشارت دو کہ اُن کے لئے قیامت کے دن پُورا نور ہے۔ (سنن ابی داؤد ص ۸۳ ج ۱)

اے عزیزو فرض ہے ہر طرح سے تُم پر نماز
ہے یہ واجب سرخرو مسجد میں ہو پڑھ کر نماز
ہے بہت تاکید قرآں میں، نہیں ہوتی معاف
شادی ہو یا غم کسی حالت میں مومن پر نماز

نمازی جنّت میں داخل ہو گا

امام نسائی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پانچ نمازیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے اُنکو بندوں پر فرض فرمایا پس جو شخص اُن کو اس حال میں ادا کرے گا کہ ان کی کسی

جزءکوان کے حق کوحقیر جانتے ہوئے ضائع نہ کرے گا تو اُس کے لئے اللہ کے پاس عہد ہے کہ وہ اُسے جنت میں داخل کرے اور جو اُن کو ادا نہ کرے گا اُس کے لئے اللہ کے پاس کوئی عہد نہیں اگر وہ چاہے تو اُسے عذاب دے اور اگر چاہے تو اُسے جنت میں داخل کرے (جامع صغیر ص ۶ ج ۲ وصحۂ)

جنت میں مکاں اپنا بناتے ہیں نمازی
مسجد میں بڑے شوق سے آتے ہیں نمازی
معبود بھی خوش ہوتا ہے محبوب بھی راضی
سجدے کے لئے سر کو جھکاتے ہیں نمازی
حوریں ہیں لیئے ہاتھ میں ہر رنگ کے میوے
پھل اپنی نمازوں کا یہ پاتے ہیں نمازی
حوران جناں کہتی ہیں اکبر سے کہ سرکار
لو تم بھی چلو خلد میں جاتے ہیں نمازی

نماز بخشش کا ذریعہ ہے

امام احمد و ابوداؤد حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،، پانچ نمازیں اللہ نے فرض کیں جس نے اچھی طرح وضو کیا اور وقت میں پڑھیں اور رکوع وخشوع پورا کیا تو اُس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمۂ کرم میں عہد کر لیا ہے کہ اُسے بخش دے گا اور جس نے یہ نہ کیا اُس کے لئے عہد نہیں چاہے اُسے بخش دے اور چاہے اسے عذاب کرے۔ (مشکوۃ شریف ص ۵۳ ج ۱)

اے مسلماں پڑھ نمازیں بخشوائے گی نماز
رحمت رب دو عالم میں بسائے گی نماز
قبر کی اندھیریوں میں کام آئے گی نماز
گرمی روز قیامت سے بچائے گی نماز
اپنے بیگانے بنے ہونگے ترے جس دن عدو
خیر خواہ بن کر تجھے اُس دن بہلائے گی نماز
آکے گھیریں گی تجھے جب آخرت کی سختیاں
اپنے دامن میں تجھے اُس دن سلائے گی نماز
مارا مارا پھرتا ہے تو جستجوئے رزق میں
پڑھ نمازیں تیری روزی کھینچ لائے گی نماز

نماز میں سات آسمانوں کے فرشتوں کی عبادت موجود ہے.

نماز میں سات آسمانوں کے فرشتوں کی عبادت موجود ہے۔ آسمان اوّل کے فرشتے قیام میں۔ آسمان دوم کے رکوع میں۔ آسمان سوم کے سجدہ میں۔ آسمان چہارم کے قعدہ میں، آسمان پنجم کے تسبیح میں، چھٹے آسمان کے تہلیل میں اور ساتویں آسمان کے تمجید میں ہیں جب مومن بندہ دو رکعت نماز ان مذکورہ افعال واذکار سے ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے تو اُس بندے کے نامۂ اعمال میں سات آسمان کے فرشتوں کی گنتی کے

مطابق نیکیاں لکھی جاتی ہیں امام نجم الدین عمر نسفی رحمۃ اللہ علیہ خصائل میں فرماتے ہیں کہ زمینوں کو بھی اس پر قیاس کرنا چاہیے، کیونکہ درخت اور مینار اور پہاڑ قیام میں چار پائے رکوع میں، حشرات الارض سجدہ اور دیواریں اور ٹیلے اور کاہ اور ریگ وغیرہ قعدہ میں ہیں (صلوٰۃ مسعودی)

بحوالہ (ہفت روزہ رضوان لاہور، ۷ جون ۱۹۵۲ء)

نماز کی پچیس ۲۵ برکتیں

مولانا عبدالعزیز صاحب خطیب مزنگ لاہور لکھتے ہیں۔ نماز میں یہ برکتیں ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (۱) نماز پڑھنے سے خدا تعالیٰ خوش ہوتا ہے (۲) فرشتے پیار کرتے ہیں (۳) نماز انبیاء کی سنت ہے (۴) نماز معرفت ہے (۵) نماز ایمان کی جڑ ہے (۶) نماز اجابتِ دُعا ہے (۷) نماز باعثِ قبولیتِ ایمان ہے (۸) نماز سے رزق میں برکت ہوتی ہے (۹) نماز سے بدن میں راحت ہے (۱۰) نماز دشمن کے لئے اوزار ہے (۱۱) نماز شیطان کو ناخوش کرتی ہے (۱۲) نماز منکر و منکیر کے لئے جواب ہے (۱۳) نماز ملک الموت کے سامنے سفارشی ہوگی (۱۴) نماز قبر میں روشنی ہے (۱۵) نماز نیچے بچھونا ہے (۱۶) نماز قیامت تک قبر میں مونس وغم خوار ہوگی (۲۰) نماز وہ نور ہے جو آگے آگے چلتا ہو گا۔ (۲۱) نمازی اور دوزخ کے درمیان نماز پردہ ہوگی (۲۲) نماز خدا کے سامنے حجت ہوگی (۲۳) نماز ترازو میں ثقل ہوگی (۲۴) نماز پل صراط سے گزار دے گی (۲۵) نماز جنت کی کنجی ہے کیونکہ اس میں تسبیح، تحمید، تقدیس، تعظیم، قرأۃ اور دُعا ہے لہذا افضل الاعمال ہے۔ (بستان العارفین مصنفہ فقیہ ابولیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ مصری ص ۱۰۱ بحوالہ ہفت روزہ رضوان لاہور ۷ جون ۱۹۵۲ء صفحہ نمبر ۱۷)

چشم رسول پاک کا تارہ نماز ہے   مومن کی زندگی کا سہارا نماز ہے
بحر حوادثات زمانہ میں مومنو   اللہ کے کرم کا اک کنارا نماز ہے
ہوں کیوں غذائے روح کے بھوکے نہ اس سے شاد   دنیائے معرفت کا سہارا نماز ہے

نماز میں نو کرامتیں ہیں

امام ابن حجر روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مـــن حفظ الصلوٰت الخمس لوقتها و داوم علیها اکرم اللّٰہ بسبع کرامات اوّلها ان یحبهٔ

اللہ ویکون بدنہ صحیحاً وتحرسہ الملائکۃ وتنزل البرکۃ فی دارہ ویظھر علی وجھہ سیماء الصالحین ویلین اللّٰہ قلبہ ویمرّ علی الصراط کالبرق اللامع وینجیہ اللّٰہ من النار وینزلہ اللّٰہ فی جوار الذین لاخوف علیھم ولاھم یحزنون. جو شخص پانچ نمازوں کی محافظت اُن کے وقت میں کرتا ہے اور اُن پر ہمیشگی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے نو کرامتوں سے نوازتا ہے۔

پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ اُس سے محبت رکھتا ہے۔ دوسری یہ کہ اُس کا بدن تندرست ہوتا ہے، تیسری یہ کہ اُس کی پہرہ داری فرشتے کرتے ہیں چوتھی یہ کہ اُس کے گھر میں برکت نازل ہوتی ہے۔ پانچویں یہ کہ اُس کے چہرہ پر نیکوں کی علامت ظاہر ہوتی ہے۔ چھٹی یہ کہ اللہ اس کا دل نرم کر دیتا ہے ساتویں یہ کہ وہ پُل صراط سے چمکدار بجلی کی طرح گزرے گا آٹھویں یہ کہ اسے اللہ دوزخ سے نجات بخشے گا۔ نویں یہ کہ اللہ اُسے اُن لوگوں کے پڑوس میں بسائے گا جن پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے، یعنی اولیاء اللہ۔ (منبہات ابن حجر عسقلانی ص ۶۸ مطبوعہ مکتبہ مجتبائی دہلی ہند)

جبین عبادت جھکاتے چلو تم — حقائق کے پردے اُٹھاتے چلو تم
ہر اک شئے کو نیچا دکھاتے چلو تم — عبادت کے پرچم اُڑاتے چلو تم
راہِ حق میں سر کو کٹاتے چلو تم — قرینے وفا کے سکھاتے چلو تم
ہر اک گام پہ سجدۂ بندگی — نقوش محبت بناتے چلو تم
وہی ذات واحد ہو پیش نظر — توہم کے پردے اُٹھاتے چلو تم
جھکاؤ جھکاؤ جبین نیاز — ہر اک بزم کو جگمگاتے چلو تم
سناؤ فدا نغمۂ لا الہ — نئی طرز سے آج گاتے چلو تم

(نتیجہ فکر جناب غلام وارث فدا تلمیذ صبا حسنی ہفت روزہ رضوان ۷ جون ۱۹۵۲ء)

نماز میں دس خوبیاں ہیں

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الصلوٰۃ عماد الدین وفیھا عشر خصال زین الوجہ ونور القلب وراحۃ البدن واُنس فی القبر ومنزل الرحمۃ ومفتاح السمآء وثقل المیزان ومرضاۃ الربّ وثمن الجنّۃ

وحجاب من النار ومن اقامها فقد اقام الدین ومن ترکھا فقد ھدم الدین

نماز دین کا ستون ہے اور اس میں دس خوبیاں ہیں۔(۱) چہرے کی زینت (۲) دل کی روشنی (۳) بدن کا آرام (۴) قبر کا سکون (۵) رحمت کا نزول (۶) آسمان کی چابی (۷) ترازوے اعمال کا بوجھ (۸) اللہ تعالیٰ کی رضامندی (۱۰) دوزخ کا پردہ اور جس شخص نے اسے قائم کیا اُس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اسے چھوڑ دیا اُس نے دین کو چھوڑ دیا۔ (منبہات ابن حجر ص ۸۳ مطبوعہ مکتبہ مجتبائی دہلی)

ٹھکانہ گور ہے تیرا عبادت کچھ تو کر راقب
کہاوت ہے کہ خالی ہاتھ گھر جانا نہیں اچھا

مسلمان نماز پنجگانہ کی ادائیگی کے ان عظیم برکات وثمرات پر غور کریں اور انہیں حاصل کرنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہیں۔ نماز میں غفلت برتنا دنیا وآخرت کا بہت بڑا خسارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں نمازی بنائے۔ آمین

ترک نماز کی دنیاوی سزائیں

جو شخص نماز میں سُستی کرتا ہے وہ دُنیا میں ان پانچ سزاؤں کا مستحق ہے۔(۱) اُس کی عمر میں برکت نہ رہے گی (۲) اُس کے چہرہ سے نیک لوگوں کے آثار مٹا دیئے جائیں گے یعنی اس کے چہرہ پر نحوست برسے گی (۳) اُس کو نفلی عمل کا ثواب نہ ملے گا۔ (۴) اس کی دعا آسمان تک نہ اُٹھے گی یعنی مقبول نہ ہوگی۔ (۵) نیک لوگوں کی دعا میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ (ہفت روزہ رضوان لاہور بابت ۷ جون ۱۹۵۲ء صفحہ نمبر ۱۴)

بے نمازی کے لیے مرنے کے وقت کی سزائیں

(۱) بے نماز ذلیل ہو کر مرے گا (۲) بھوکا مرے گا۔ (۳) پیاسا مرے گا ایسا پیاسا کہ دنیا کے سمندروں کا پانی اُس کو پلایا جائے تو پھر بھی اس کی پیاس نہ بجھے گی۔

(ہفت روزہ رضوان ص ۱۴ بابت ۷ جون ۱۹۵۲ء)

بے نماز کے لئے قبر کی سزائیں

(۱) بے نماز پر قبر تنگ ہوگی یہاں تک کہ اِدھر کی پسلیاں اُدھر اور اُدھر کی پسلیاں ادھر ہو جائیں گی۔

(۲) اُس کی قبر میں آگ بھر جائے گی۔ رات دن آگ کے انگاروں پر لوٹ پوٹ ہوتا رہے گا۔

(۳) اس کی قبر میں اس پر ایک اژدہا مسلط کیا جائے گا۔ اس کا نام گنجا شجاع ہے۔ اس کی آنکھیں آگ کی طرح کی ہیں۔ اور اس کے ناخن لوہے کے ہیں۔ ہر ایک ناخن کا طول ایک روز کی مسافت ہے۔ میت سے باتیں کرے گا اور کہے گا کہ میں گنجا شجاع ہوں اور اس کی آواز بجلی کی مسافت کی مانند ہو گی وہ کہے گا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تجھے نماز صبح کو سورج نکلنے کے بعد تک ضائع کرنے پر ماروں اور میں تجھے نماز ظہر کو عصر کے وقت تک ضائع کرنے کے سبب ماروں اور نماز عصر کو مغرب کے وقت تک ضائع کرنے کی وجہ سے ماروں اور نماز مغرب کو نماز عشاء تک ضائع کرنے کی وجہ سے ماروں اور نماز عشاء کو فجر کی نماز تک ضائع کرنے کی وجہ سے ماروں۔ جب وہ اُس کو ایک ضرب لگائے گا تو وہ زمین میں ستر گز دھنس جائے گا۔ وہ قبر میں ہمیشہ قیامت ہونے تک عذاب دیا جائے گا۔ (درۃ الناصحین بحوالہ رضوان مذکورہ بالا ص ۱۵)

بے نمازی کے لیے حشر کی سزائیں

نماز میں سستی کرنے والے کے لیے حشر کی تین سزائیں یہ ہیں۔

(۱) حساب کی سختی (۲) خدا تعالیٰ کا غضب (۳) دوزخ میں داخل ہو گا۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ میدان محشر میں اُٹھے گا کہ اُس کے چہرہ پر تین سطریں لکھی ہوئی ہوں گی۔ (۱) اے اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار۔ (۲) اے اللہ تعالیٰ کے حق کو ضائع کرنے والے (۳) جس طرح تو نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کا حق ضائع کیا اسی طرح تو آج اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو گا۔ راوی حدیث پندرھویں سزا بیان کرنا بھول گیا خدا جانے وہ کتنی بڑی سزا ہو گی۔

(زواجر ابن حجر ص ۱۱۱ ج ۱ بحوالہ رضوان مذکورہ بالا)

(۴) بے نماز توریت انجیل زبور اور قرآن شریف میں ملعون ہے۔ اور جماعت میں نماز نہ پڑھنے والا ایسی حالت میں زمین پر چلتا ہے کہ زمین اُس پر لعنت کرتی ہے۔

(درۃ الناصحین ص ۵۵ بحوالہ ہفت روزہ رضوان لاہور بابت ۷ جون ۱۹۵۲ء)

اعاذنا اللّٰہ تعالیٰ من عذابہ فی الدنیا والآخرۃ آمین.

سخت تنبیہات آئیں بے نمازی کے لئے　　　بے نمازی کے لئے ہے سخت ذلت اے عزیز

بے نمازی کے لئے جہنّم میں سزائیں

امام احمد اور بیہقی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے سُستی کے سبب سے ایک نماز ترک کردی گویا اسکی دنیا اور جو کچھ اُس میں ہے اُس سے چھین لیا گیا۔ اور جس نے سُستی سے چار نمازیں قضاء کیں تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو طینۃ الخبال پلائے گا۔ عرض کیا گیا۔ طینۃ الخبال کیا ہے؟ فرمایا دوزخ والوں کا نچوڑ یعنی خون اور پیپ (ہفت روزہ رضوان مذکورہ بالا صفحہ نمبر ۵۰)

(۲) کتاب مجالس الابرار اور احسن المواعظ ص ۱۳۷ میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من ترک الصلوة متعمد أحتی مضیٰ وقتها عذب فی النار حقباً والحقب ثمانون سنة والسنة ثلاثة مائة وستون یوماً کل یوم مقداره الف سنة. جس نے جان بوجھ کر ایک نماز نہ پڑھی یہاں تک کہ اُس کا وقت گزر گیا۔ وہ دوزخ میں کئی حقبے عذاب دیا جائے گا۔ اور ایک حقبہ اسی سال کا اور ایک سال ۳۶۰ دن کا اور ہر ایک دن ایک ہزار سال کا ہوگا۔

(ہفت روزہ رضوان بابت ۷ جون ۱۹۵۲ء صفحہ نمبر ۵۰)

تنبیہ

اس حساب سے ایک حقبہ دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس کا ہوا۔ اور ایسے بہت سے حقبے جن کی تعداد اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اس شخص کو عذاب دیا جائے گا جس کی ایک نماز قضا ہوگئی اور وقت گذر گیا۔ تو جو لوگ ساری ساری عمر نماز نہیں پڑھتے اُن کا کیا حال ہوگا۔

بھائیو: غور کرو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے ہمیں دوزخ سے بچائے اور ہر قسم کی نیکی کی توفیق دے۔ آمین۔ نیز سرکش لوگوں کو بہت سے حقبے عذاب دینے کا ذکر قرآن شریف میں بھی آیا ہے۔ نماز نہ پڑھنے سے بڑھ کر اور کونسی سرکشی ہے۔ (ہفت روزہ رضوان مذکورہ بالا)

بے نمازی کا نام دوزخ کے دروازہ پر لکھا جاتا ہے:

محدث ابو نعیم حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور نے فرمایا۔ جس نے قصداً نماز چھوڑی جہنم کے دروازہ پر اُس کا نام لکھ دیا جاتا ہے۔ (بہار شریعت حصہ سوم ص ۹)

بے نمازی کفر کے قریب پہنچ جاتا ہے

بہت سی ایسی حدیثیں آئی ہیں جن کا ظاہر یہ ہے کہ قصداً نماز کا ترک کفر ہے اور بعض صحابہ کرام مثلاً امیر المومنین حضرت فاروق اعظم وعبد الرحمٰن بن مسعود وعبد اللہ بن عباس و جابر بن عبد اللہ ومعاذ بن جبل وابو ہریرہ وابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنھم کا یہی مذہب تھا اور بعض ائمہ مثلاً امام احمد واسحاق بن راہویہ وعبد اللہ بن مبارک وامام نخعی کا بھی یہی مذہب تھا۔ اگر چہ ہمارے امام اعظم ودیگر ائمہ نیز بہت سے صحابۂ کرام اس کی تکفیر نہیں کرتے پھر بھی یہ کیا تھوڑی بات ہے کہ ان جلیل القدر حضرات کے نزدیک ایسا شخص کافر ہے۔ (بہار شریعت حصہ سوم ص ۱۰)

بے نماز مسلمانوں سے آخری گذارش

قرآن شریف کی آیات اور احادیث کی روایات سے واضح طور پر ثابت ہے کہ نماز پنجگانہ فرض عین ہے۔ اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر اور اسے سستی اور غفلت سے چھوڑنے والا فاسق یعنی بے دین بہت بڑا گناہگار ہے اتنا بڑا گناہ جو کسی کا خون کرنے۔ شراب پینے اور سور کھانے سے بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی سزا اور غضب کا باعث ہے اور دنیا وآخرت میں ذلت کا سبب ہے۔ (ہفت روزہ رضوان مذکورہ بالا ص ۴۶)

ایسے عظیم فریضہ خداوندی کی ادائیگی میں ہرگز ہرگز غفلت اور سستی سے کام نہ لیں۔ پانچ وقت میں نماز با جماعت کی ادائیگی سے اللہ اور اُس کے رسول راضی ہوں گے۔ اور دنیا وآخرت کی برکتیں اور کامیابیاں بھی نصیب ہوں گی۔ اور دو جہاں میں عزت بھی ملے گی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح مقبول نمازیں پڑھنے کی توفیق بخشے آمین ثم آمین۔ کار ما نصیحت بود کردیم۔

(۲۸ رمضان ۱۴۱۵ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تیرھواں مقالہ

قضاء نمازوں کے مسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله خالق السموات والارضين و الصلوٰة والسلام علىٰ نبيه الامين و علىٰ اله و اصحابه اجمعين امّا بعد: اس مختصر مقالہ میں "قضاء نمازوں کے ضروری مسائل" لکھے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعۂ ہدایت بنائے۔ آمین۔

مومنوں پر نماز فرض ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **ان الصلوة كانت على المؤمنين كتاباً موقوتاً۔** بے شک نماز مسلمانوں پر وقت بندھا ہُوا فرض ہے (پ ۵ رکوع ۱۲)۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہُوئے ایک یہ کہ مسلمانوں پر نماز فرض ہے۔ اور دوسرا یہ کہ ہر نماز کو اپنے وقت میں ادا کرنا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بلا عذر نماز چھوڑنا گناہِ کبیرہ ہے

امام علاؤ الدین حصکفی فرماتے ہیں۔ **هى فرض عين على كل مكلف بالاجماع فرضت فى الاسرآء قبل الهجرة بسنة و نصف و كانت قبله صلاتين قبل طلوع الشمس و قبل غروبها و يكفر جا حدها بشبو تها بدليل قطعى و تاركها عمداً مجانة اى تكاسلاً فاسق يحبس حتى يصلى۔** یعنی نماز پنجگانہ ہر مکلف پر بالاجماع فرض عین ہے۔ اور وہ ہجرت سے ڈیڑھ سال قبل معراج شریف کے موقع پر فرض کی گئی اور اس سے پہلے مسلمانوں پر نماز فجر اور نماز عصر فرض تھیں۔ اور نماز کی فرضیت کا منکر کافر ہے کیونکہ اس کی فرضیت دلیل قطعی سے ثابت ہے اور سستی کی بناء پر نماز چھوڑنے والا فاسق ہے اُسے نماز کا پابند بننے تک قید رکھا جائے گا۔ (درمختار ص ۲۵۸ ج ۱)

اور یہی امام اپنی اسی کتاب میں لکھتے ہیں۔ **التاخير بلا عذر كبيرة لا تزول بالقضاء بل بالتوبة او الحج۔** نماز پنجگانہ کی ادائیگی میں تاخیر کرنا یعنی اُسے اپنے وقت میں ادا نہ کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ اور نماز فوت شدہ کی قضاء پڑھنے سے تاخیر کا گناہ معاف نہیں ہوتا بلکہ توبہ یا حج سے معاف ہوتا ہے۔

(درمختار ص ۵۳۴ ج ۱)

صاحب بہار شریعت لکھتے ہیں۔ "بلا عذر شرعی نماز قضاء کر دینا بہت سخت گناہ ہے۔ اس پر فرض ہے کہ اس کی قضاء پڑھے اور سچے دل سے توبہ کرے۔ توبہ یا حج مقبول سے گناہ تاخیر معاف ہو جائے گا (درمختار)

(بہار شریعت حصہ چہارم ص ۴۱)

بلا عذر نماز چھوڑنے پر وعیدیں

بلا عذر شرعی نماز پنجگانہ کے ترک پر قرآن وحدیث میں سخت سخت وعیدیں آئی ہیں۔ یہاں بعض ذکر کی جاتی ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

آیات کریمہ

(۱) **واقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین** ۔اور نماز قائم کرو اور مشرکوں سے نہ ہو۔(پ ۲۱ رکوع ۷)

"اس سے معلوم ہوا کہ نماز نہ پڑھنا عملی شرک ہے اور جن بزرگوں نے ترک نماز کو کفر قرار دیا ہے ان کی دلیل یہی آیت کریمہ ہے (نور العرفان ص ۶۵۰)

(۲) **و اذا قیل لھم ارکعوا لا یرکعون ویل یومئذ للمکذبین** ۔اور جب ان سے کہا جائے کہ نماز پڑھو تو نماز نہیں پڑھتے۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔(پ ۲۹۔ رکوع ۲۲)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز بڑی اہم عبادت ہے کہ اس کے ترک پر کفار کو بھی عذاب ہوگا

(نور العرفان ص ۹۲۸)

(۳) **فخلف من بعد ھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ و اتبعوا الشھوات فسوف یلقون غیاً**
اور ان (پیغمبروں) کے پیچھے ان کی جگہ وہ نامراد آئے جنہوں نے نمازیں گنوائیں اور اپنی خواہشات کے پیچھے ہوئے تو عنقریب وہ دوزخ میں غی کا جنگل پائیں گے۔(پ ۱۶ رکوع ۷)

غی جہنم میں ایک وادی ہے جس کی گرمی اور گہرائی سب سے زیادہ ہے۔ اس میں ایک کنواں ہے جس کا نام ھبھب ہے۔ جب جہنم کی آگ بجھنے پر آتی ہے تو اللہ عزوجل اس کنوئیں کا منہ کھول دیتا ہے اس سے وہ بدستور بھڑکنے لگتی ہے۔ یہ کنواں بے نمازوں، زانیوں، شرابیوں، سود خوروں اور ماں باپ کو ایذا دینے والوں کے لیے ہے۔(بہار شریعت حصہ سوم ص ۳)

(۴) **کل نفس بما کسبت رھینۃ الا اصحاب الیمین ۔ فی جنات یتسآءلون عن المجرمین ما سلککم فی سقر. قالوا لم نک من المصلین** ۔ ہر جان اپنے عمل میں گرفتار ہو

گی مگر دائیں طرف والے باغوں میں مجرموں سے پوچھیں گے۔ تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی؟ وہ کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے (پ۲۹ رکوع ۱۶)

(۵) فویل للمصلین الذین هم عن صلاتهم ساهون. الذین هم یرآئون ۔ تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں وہ جو دکھاوا کرتے ہیں (پ۳۰ رکوع ۳۲)

یہ آیات مدینہ میں ابن ابی وغیرہ منافقین کے حق میں نازل ہوئیں جو عقیدت سے نہیں بلکہ مسلمانوں کے دکھاوے کو کبھی کبھی نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ (نور العرفان ص ۹۸۹)

(۶) ان المنافقین یخادعون الله و هو خادعهم و اذا قاموا الی الصلوٰة قاموا کسالیٰ یرآءون الناس ولا یذکرون الله الا قلیلاً ۔ بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا اور وہ جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو جی ہارے سے لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو نہیں یاد کرتے مگر تھوڑا (پ۵ رکوع ۱۸)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں سستی کرنا منافقت کی علامت ہے اور اس سستی کی مختلف صورتیں ہیں۔ بلا وجہ مسجد میں حاضر نہ ہونا، بلا وجہ جماعت سے الگ نماز پڑھنا، مسجد میں جماعت کے بعد پہنچنا، ٹوپی یا کرتہ کے بغیر نماز پڑھنا اور ارکان نماز کو درستی سے ادا نہ کرنا (نور العرفان ص ۱۵۹)

(۷) ولا یاتون الصلوٰة الا وهم کسالیٰ ۔ اور منافقین نماز کو نہیں آتے مگر ہارے جی سے (پ۱۰ رکوع ۱۳)

(۸) یوم یکشف عن ساق و یدعون الی السجود فلا یستطیعون خاشعة ابصارهم ترهقهم ذلة و قد کانوا یدعون الیٰ السجود و هم سالمون ۔ جس دن ایک ساق (پنڈلی) کھولی جائے گی اور سجدہ کو بلائے جائیں گے تو سجدہ نہ کر سکیں گے۔ نگاہیں نیچی کیے ہوئے ان پر خواری و ذلت چڑھ رہی ہوگی۔ بے شک وہ دنیا میں سجدہ کے لیے بلائے جاتے تھے جب تندرست تھے۔

(پ۲۹ رکوع ۴)

بخاری شریف میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یکشف ربنا عن ساقه فیسجد له کل مؤمن و مؤمنة و یبقیٰ من کان یسجد فی الدنیا ریآء و سمعة فیذهب یسجد فیعود ظهره طبقا

واحد اً۔ ہمارا رب (قیامت کے دن) اپنی ساق کھولے گا تو ہر مرد و زن مومن اسے سجدہ کرے گا۔ اور جو لوگ دُنیا میں ریاکاری اور شہرت کے لیے سجدہ کیا کرتے تھے وہ باقی رہ جائیں گے پھر وہ سجدہ کا ارادہ کریں گے تو ان کی پیٹھیں تختہ بن جائیں گی (اور وہ سجدہ نہ کرسکیں گے)۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۴۰۷ جلد چہارم)

احادیث مبارکہ

(۱) محدث حاکم حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے میری امت پر سب سے پہلے پانچ نمازیں فرض کیں اور ان کے نیک اعمال میں سے جو چیز سب سے پہلے اٹھائی جائے گی وہ پانچ نمازیں ہیں اور ان کے اعمال میں سے جس چیز کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ پانچ نمازیں ہیں سو جو کوئی ان میں سے کچھ ضائع کرے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا دیکھو۔ کیا تمہیں میرے اس بندے کی کوئی نفل نماز ملتی ہے جس سے تم اس کے فرضوں کی کمی پوری کرو گے؟ اور یہ حکم اللہ کی رحمت و عدل کی بنآء پر ہو گا۔ پھر اگر کوئی نفل نماز مل گئی تو وہ میزان میں رکھی جائے گی اور اُسے کہا جائے گا۔ جنت میں خوش و خرم داخل ہو جا۔ **و ان لم یوجد له شئ من ذلک امرت الزبانیة فاخذ وا بیده و رجلیه ثم قذف به فی النّار**۔ اور اگر اس کے لیے اس میں سے کوئی شئے نہ پائی گئی تو دوزخ کے داروغوں کو کہا جائے گا کہ اسے اس کے ہاتھ اور پاؤں سے پکڑ کر دوزخ میں ڈال دو (جامع صغیر ص ۱۱۳ جلد اوّل)

(۲) محدث ضیاء حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بندے سے قیامت کے دن اس کے جس عمل کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے سو اگر نماز درست ہُوئی تو اس کے سب اعمال درست ہوں گے اور اگر اس کی نماز میں بگاڑ ہوا تو اس کے سب اعمال میں بگاڑ ہو گا۔ رواہ الجلال السیوطی وحسنہٗ (جامع صغیر جلد اوّل ص ۱۱۲)۔

(۳) ابوداؤد اور بیہقی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں۔ جو شخص اچھی طرح سے وضو کرے گا اور اُنہیں ان کے وقت میں پڑھے گا اور ان کے رکوع اور سجدہ کو پورا کرے گا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے ذِمۂ کرم پر اس بات کا عہد ہے کہ وہ اسے بخش دے۔ **ومن لم یفعل فلیس علی الله عهد ان شآء غفر لهٗ وان شآء**

عــذبــــہ ۔اور جوکوئی ایسانہ کرے گا اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر کوئی عہد نہیں ۔اگر وہ چاہے گا تو اُسے بخشے گا اور اگر چاہے گا تو عذاب دے گا (جامع صغیر جلد دوم ص ۶ ۔وصحّحہ السیوطی وصاحب المشکوٰۃ ص ۵۳ ج او قال رواہ احمد وابوداؤد وروی مالک والنسائی نحوہ)

(۴) حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز کا ذکر فرمایا۔تو فرمایا جو شخص نمازوں کی پابندی کرے گا۔نمازیں اس کے لئے قیامت کے دن روشنی اور دلیل اور نجات بنیں گی **و من لم یحافظ علیها لم تکن له نوراً ولا برهاناً و لا نجاة و كان يوم القيامة مع قارون و فرعون و هامان و ابی ابن خلف** ۔اور جو شخص نمازوں کی پابندی نہیں کرے گا۔نمازیں اس کے لیے روشنی ودلیل اور نجات نہ بنیں گی اور وہ قیامت کے روز قارون، فرعون، ھامان اور ابی ابن خلف کے ساتھ ہوگا۔رواہ احمد والدارمی والبیہقی فی شعب الایمان۔

(مشکوٰۃ جلد اوّل ص ۵۴)۔

(۵) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے جانی دوست یعنی رسول اللہ ﷺ نے وصیت فرمائی کہ اللہ کا شریک کسی چیز کو نہ ٹھہرا اگرچہ تُو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے اور جلا دیا جائے اور تو ہرگز فرض نماز قصداً (بے عذر شرعی) نہ چھوڑ کہ جو کوئی اسے چھوڑ دیتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذمۂ اٹھ جاتا ہے۔اور تو ہرگز شراب نہ پی کہ وہ ہر بُرائی کی چابی ہے۔رواہ ابن ماجہ (مشکوٰۃ ۔جلد اوّل ۔ص ۵۴)۔

(۶) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ **الصلوٰۃ عماد الدین فمن اقامها فقد اقام الدين و من تركها فقد هدم الدين** ۔نماز دین کا مرکزی ستون ہے سو جو اسے قائم کرے وہ اپنے دین کو قائم کرتا ہے اور جو اسے گرادے وہ اپنے دین کو گراتا ہے۔(منیۃ المصلی)۔

(۷) طبرانی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ **من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر جهاراً** ۔ صححه الجلال السیوطی ۔جو شخص جان بوجھ کر نماز ترک کردے وہ کھلم کھلا کفر یعنی ناشکری کرتا ہے۔(جامع صغیر جلد دوم ۔ص ۱۶۸)۔

(۸) طبرانی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ رسول ﷺ نے فرمایا۔ **من ترک صلوٰۃ لقی الله و هو علیه غضبان** ۔جو شخص نماز ترک کردے وہ اس حال میں اللہ سے ملے گا کہ وہ اس پر ناراض ہوگا۔حسّنه السیوطی (جامع صغیر۔جلد دوم ص ۱۶۸)

(۹) مسلم "ابوداؤد" ترمذی اور ابن ماجہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ **بین الرجل و بین الشرک و الکفر ترک الصلوٰۃ** ۔مرد اور شرک وکفر کے درمیان نماز کا چھوڑ دینا ہے۔صنفہٗ السیوطی (جامع صغیر جلد اوّل۔ص ۱۲۶)۔

(۱۰) مسلم انہی سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ **بین العبد و بین الکفر ترک الصلوٰۃ** بندے اور کفر کے درمیان نماز کا چھوڑ دینا ہے۔(مشکوٰۃ جلد اوّل۔ص ۵۳)

(۱۱) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ **العھد الذی بیننا و بینھم الصلوٰۃ فمن ترکھا فقد کفر** ۔ہمارے اور ان کے مابین عہد نماز ہے سو جو شخص اسے چھوڑ دے وہ کفر کرتا ہے۔رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجہ۔(مشکوٰۃ ص ۵۳ ج ۱)۔

(۱۲) ابونعیم ابوسعید رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔جس نے قصداً نماز چھوڑی جہنم کے دروازے پر اس کا نام لکھ دیا جاتا ہے۔(بہار شریعت حصہ سوم۔ص ۹)

(۱۳) شیخین نے عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔جس دین میں نماز نہیں اس میں کوئی خیر نہیں (بہار شریعت حصہ سوم۔ص ۹)

(۱۴) بیہقی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔جس نے نماز چھوڑی اس کا کوئی دین نہیں۔نماز دین کا ستون ہے۔(بہار شریعت حصہ سوم ص ۹)۔

(۱۵) بخاری ومسلم وامام مالک نافع رحمۃ اللہ علیہ سے راوی کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے صوبوں کے حاکموں کے پاس یہ فرمان بھیجا۔ **ان اھم امورکم عندی الصلوٰۃ من حفظھا و حافظ علیھا حفظ دینہ و من ضیّعھا فھُو لمَا سواہ اضیع** ۔تمہارے سب کاموں سے اہم کام میرے نزدیک نماز ہے جس نے اس کی محافظت کی اور محافظت کرائی اس نے اپنا دین محفوظ رکھا اور جس نے اسے ضائع کیا وہ دوسرے کاموں کو بدرجۂ اولیٰ ضائع کرے گا۔

(بہار شریعت ص ۹ ج ۳)(مشکوٰۃ فی باب المواقیت)

(۱۶) ابن ماجہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **لیس بین العبد والشرک الاترک الصلوٰۃ فاذاترکھا فقد اشرک** بندے اور شرک کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہوگی مگر یہی بات کہ نماز چھوڑ دے پھر جب وہ نماز چھوڑ دیتا ہے تو شرک کرتا ہے **صححہ' السیوطی**

(جامع صغیر ص ۱۳۵ ج ۲)

مسلمان ان آٹھ آیتوں اور سولہ حدیثوں کو بغور پڑھیں اور اندازہ کریں کہ بلا عذر شرعی جان بوجھ کر نماز ترک کر دینا کتنا سخت گناہ ہے اور آخرت میں اس کا کتنا بڑا وبال نماز چھوڑنے والے کے سر پر پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پانچ وقت کا نمازی بنائے۔ آمین۔

چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضاء فرض ہے

پنجگانہ نمازوں میں سے جو نماز بلا عذر شرعی یا عذر شرعی سے چھوٹ جائے اُس کی قضاء پڑھنا شرعاً فرض ہے۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ **من نسی صلوٰۃ او نام عنھا فکفارتھا ان یصلیھا اذا ذکرھا و فی روایۃ لا کفارۃ لھا الا ذلک** ۔ جو شخص نماز کو بھول جائے یا نماز سے سو جائے تو اس نماز کا کفارہ یہی ہے کہ وہ اسے ادا کرے جس وقت اسے وہ یاد آئے اور دوسری روایت میں ہے کہ اس کا کفارہ نہیں مگر یہی (کہ اس کی قضاء پڑھ لی جائے) متفق علیہ وقال الجلال السیوطی رواہ احمد والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وھذا حدیث صحیح۔

(جامع صغیر ج ص ۸۲۔ مشکوٰۃ فی کتاب الصلوٰۃ فی تعجیلھا۔ جلد اوّل ص ۵۶)

اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ فاذا نسی احدکم صلوٰۃ او نام عنھا فلیصلھا اذا ذکرھا فان اللہ تعالیٰ قال و اقم الصلوٰۃ لذکری** ۔ سوتے میں اگر نماز جاتی رہی تو قصور نہیں۔ قصور تو بیداری میں ہے۔ سو جب تم میں سے کوئی نماز بھول جائے یا اس سے سو جائے تو وہ اسے اُس وقت ادا کرے جس وقت اُسے یاد آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے نماز میری یاد کے لیے قائم کرو۔

رواہ مسلم (مشکوٰۃ جلد اوّل ص ۵۶)۔

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ ان تؤخر صلاۃ حتی یدخل وقت صلاۃ اخری** نیند میں قصور نہیں۔ سوائے اس کے نہیں کہ قصور بیداری میں ہے اور وہ یہ کہ ایک نماز کی ادائیگی میں اتنی تاخیر کرے کہ دوسری نماز کا وقت داخل ہو جائے۔ رواہ احمد وابن حبان فی صحیحہ وصححہ الجلال السیوطی (جامع صغیر ص ۱۳۷ ج ۲)

کیا تارک نماز کافر ہے؟

"بلا عذر نماز چھوڑنے پر وعیدیں" کے ضمن میں ہم نے جو حدیثیں نقل کی ہیں ان میں سے بعض سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جو مسلمان فرض نماز بلا عذر قصداً چھوڑے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اس بارہ میں علمائے امت کا اختلاف ہے۔ ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔ "اور کتاب شرح السنہ میں ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر کوئی فرض نماز چھوڑے اس کی تکفیر میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بے نماز کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا نماز کا ترک کفر ہے۔ حضرت عبداللہ بن شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ صحابہ سوائے نماز کے اور کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں مانتے تھے۔ حضرات حماد بن زید، مکحول۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک بے نماز مرتد کے حکم میں ہے۔ مگر وہ دائرۂ اسلام سے نہیں نکلتا اور اصحاب رائے کا کہنا ہے کہ بے نماز قتل نہ کیا جائے بلکہ اُسے نماز کا پابند بننے تک قید رکھا جائے۔ اور یہی امام زہری کا بھی قول ہے۔ امام علی قاری فرماتے ہیں **و نعم الرای رای ابی حنیفة اذ الا قوال باقیها ضعیفة ثم من التاویلات ان یکون مستحلاً لتر کها اوتر کها یؤدی الی الکفر فان المعصیة برید الکفر او یخشی علی تار کها ان یموت کافراً او فعله شابه فعل الکافر** ۔ اور بہترین رائے امام ابوحنیفہ کی رائے ہے کیونکہ باقی تمام اقوال ضعیف ہیں۔ اور جن حدیثوں کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکِ نماز کفر ہے ان کی تاویلیں اس طرح کی جاسکتی ہیں کہ ترکِ نماز اس وقت کفر ہے جب اسے حلال جانا جائے یا نماز کا ترک کفر کی طرف لے جاتا ہے کیونکہ نافرمانی کفر کا قاصد ہوتا ہے یا نماز کے تارک کے کفر پر خاتمہ کا خوف ہے یا تارک نماز کا یہ فعل کافر کے فعل کے مشابہ ہے۔ (مرقاۃ جلد دوم۔ ص ۱۱۳)۔

صاحب بہار شریعت لکھتے ہیں۔ "بہت سی ایسی حدیثیں آئیں جن کا ظاہر یہ ہے کہ قصداً نماز کا ترک کفر ہے اور بعض صحابہ مثلاً امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم، عبدالرحمٰن بن عوف، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، جابر بن عبداللہ، معاذ بن جبل، ابو ہریرہ اور ابوالدرداء رضی اللہ عنھم کا یہی مذہب تھا اور بعض اُئمہ امام احمد بن حنبل و اسحاق بن راہویہ، عبداللہ بن مبارک اور امام نخعی کا بھی یہی مذہب تھا۔ اگرچہ ہمارے امام اعظم و دیگر ائمہ نیز بہت سے صحابۂ کرام اس کی تکفیر نہیں کرتے پھر بھی یہ کیا تھوڑی بات ہے کہ ان جلیل

القدر حضرات کے نزدیک ایسا شخص کافر ہے۔" (بہار شریعت۔ حصہ سوم۔ ص ۱۰)

بے نماز کے عدم کفر کی دلیل

امام اعظم وغیرہ بزرگان دین کی اس مسئلہ میں دلیل وہ حدیث ہے جس میں سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا و من لم یفعل فلیس علی الله عهد ان شآء غفر له و ان شآء عذبه اور جو کوئی یہ نہ کرے گا یعنی اس طرح نماز نہ ادا کرے گا اُس کے لیے اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر کوئی عہد نہیں اگر وہ چاہے گا تو اُسے بخش دے گا اور اگر چاہے گا تو اسے عذاب دے گا۔ رواہ احمد و ابوداؤد و صاحب المشکوٰۃ ص ۵۳ ج و روی مالک و النسائی نحوہ وصححہ الجلال السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۶ ج ۲

اس مسئلہ پر اس حدیث سے استدلال کے بارہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔ و دریں حدیث دلیل ست برآنکہ تارک صلوٰۃ کافر نیست و مرتکب کبیرہ واجب نیست تعذیب وے و مخلد نیست در نار چنانکہ مذہب اہل سنت و جماعت است۔ اور اس حدیث میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ نماز کا تارک کافر نہیں ہے اور کبیرہ گناہ کے ارتکاب کرنے والے کے لیے عذاب واجب نہیں ہے اور نہ وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

(اشعۃ اللمعات جلد اوّل ص ۲۸۱)

استدلال کی وجہ

اس حدیث سے اس مسئلہ پر استدلال کی وجہ کی وضاحت یہ ہے کہ کافر کی بخشش نہ ہوگی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الله لا یغفر ان یشرک به و یغفر مادون ذلک لمن یشآء۔ بلاشبہ اللہ شرک (کفر) کی بخشش نہ کرے گا اور اس سے کم درجہ کا گناہ جس کے لیے چاہے گا بخشے گا۔ جب اس حدیث میں تارک نماز کی بخشش اللہ کی مشیت پر موقوف بتائی گئی ہے تو ثابت ہوا کہ ترک نماز کفر نہیں بلکہ کفر سے کم درجہ کا کبیرہ گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

تنبیہ

سعودی حکومت کے مفتی عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کے فتاویٰ میں لکھا ہے۔ "سوال۔ میں نے بہت سے

لوگ دیکھے جو حج کا فرض ادا کرتے ہیں لیکن نماز کا فرض ادا نہیں کرتے تو کیا کہا جائے گا کہ ان لوگوں نے حج ادا کیا یا نہیں؟ کیونکہ وہ نماز کو ادا نہیں کرتے حالانکہ نماز اسلام کا مرکزی ستون ہے۔

الجواب:۔ جو شخص نماز ترک کردے حالانکہ نماز اس پر فرض ہے تو اگر اس کا یہ ترک نماز کی فرضیت کے انکار کی بناء پر ہے تو بالاجماع اس کی تکفیر کی جائے گی اور اگر یہ ترک بر بنائے سستی اور لاپرواہی ہے تو علماء کے دو قول ہیں۔ ان دو قولوں میں صحیح قول یہ ہے کہ اس کی تکفیر کی جائے گی اور اس کے حج کے صحیح ہونے یا نہ ہونے کے بارہ میں بھی انہی دو قولوں پر دارومدار ہوگا۔"

(فتاویٰ تتعلق باحکام الحج والعمرۃ والزیارۃ ص ۱۰)

سعودی مفتی کا یہ فتویٰ حنفی مذہب کے خلاف ہونے کی وجہ سے ہمارے نزدیک غیر معتبر ہے۔ بلاشبہ بے نماز کا حج صحیح ہے ہاں نماز کے ترک کا گناہ اپنی جگہ لازم ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

نماز قضاء کرنے کے عذر

وقتی نماز قضاء کرنے کے یہ عذر ہیں مثلاً

(۱) مسافر کو چور اور ڈاکوؤں کا صحیح اندیشہ ہے تو اس وجہ سے وقتی نماز قضاء کر سکتا ہے بشرطیکہ کسی طرح نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو اور اگر سوار ہے اور سواری پر نماز پڑھ سکتا ہے اگرچہ چلنے ہی کی حالت میں یا بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے تو عذر نہ ہُوا۔ یُونہی اگر قبلہ کو منہ کرتا ہے تو دُشمن کا سامنا ہوتا ہے۔ تو جس رُخ بن پڑے پڑھ لے نماز ہو جائے گی ورنہ نماز قضاء کرنے کا گناہ ہوگا (ردالمحتار)

(۲) جنائی (بچہ جننے والی عورت) نماز پڑھے گی تو بچہ کے مرجانے کا اندیشہ ہے۔ نماز قضاء کرنے کے لیے یہ عذر ہے۔ بچہ کا سر باہر آگیا اور نفاس سے پیشتر وقت ختم ہو جائے گا تو اس حالت میں بھی اس کی ماں پر نماز پڑھنا فرض ہے۔ نہ پڑھے گی تو گنہگار ہوگی۔ کسی برتن میں بچہ کا سر رکھ کر جس سے اس کو صدمہ نہ پہنچے نماز پڑھے۔ مگر اس ترکیب سے پڑھنے میں بچہ کے مرجانے کا اندیشہ ہو تو تاخیر معاف ہے بعد نفاس اس نماز کی قضاء پڑھے گی (ردالمحتار)

(۳) سوتے میں یا بھولے سے نماز قضاء ہوگئی تو اس کی قضاء پڑھنا فرض ہے البتہ قضاء کا گناہ نہیں مگر بیدار ہونے اور یاد آنے پر اگر وقت مکروہ نہ ہو تو اسی وقت قضا پڑھ لے تاخیر مکروہ ہے۔ ہاں اگر نماز کا وقت داخل

ہونے کے بعد سو گیا پھر وقت نکل گیا تو قطعاً گنا ہگار ہوا جبکہ جاگنے پر صحیح اعتماد یا جگانے والا موجود نہ ہو بلکہ فجر میں دخول وقت سے پہلے بھی سونے کی اجازت نہیں ہو سکتی جبکہ اکثر حصہ رات کا جاگنے میں گذرا اور ظن ہے کہ اب سو گیا تو آنکھ نہ کھلے گی۔

(۴) حالت جنون میں مجنون کی جو نمازیں فوت ہوئیں اچھے ہونے کے بعد ان کی قضاء واجب نہیں جبکہ جنون نماز کے چھ وقت تک برابر رہا ہو (عالمگیری)

(۵) ایسا مریض کہ اشارہ سے بھی نماز نہیں پڑھ سکتا اگر یہ حالت پورے چھ وقتوں تک رہی تو اس حالت میں جو نمازیں فوت ہوئیں ان کی قضاء واجب نہیں (عالمگیری) (بہار شریعت حصہ چہارم۔ قضاء نماز کا بیان)۔

کونسی نماز کی قضاء فرض ہے

فرض نماز کی قضاء پڑھنا فرض ہے اور واجب نماز کی قضاء پڑھنا واجب اور سنت نماز کی قضاء پڑھنا سنت ہے یعنی وہ سنتیں جن کی قضاء ہے۔ مثلاً فجر کی سنتیں جبکہ فرض بھی فوت ہو گیا ہو اور ظہر کی پہلی سنتیں جبکہ ظہر کا وقت باقی ہو (درمختار۔ ردالمحتار)۔

جو نماز جیسی فوت ہوئی اس کی قضاء ویسی ہی پڑھی جائے گی مثلاً سفر میں نماز قضاء ہوئی تو چار رکعت والی نماز دو ہی پڑھی جائے گی اگرچہ اقامت کی حالت میں پڑھے اور حالت اقامت میں فوت ہوئی تو چار رکعت والی کی قضاء چار رکعت ہے اگرچہ سفر میں پڑھے (عالمگیری)۔

پانچوں فرضوں میں باہم اور فرض و وتر میں ترتیب ضروری ہے کہ پہلے فجر کی قضاء پڑھے پھر ظہر کی پھر عصر کی پھر مغرب کی پھر عشاء کی پھر وتر کی قضا پڑھے۔ خواہ یہ سب قضاء ہوں یا بعض ادا اور بعض قضاء ہوں مثلاً ظہر کی نماز قضاء ہوگئی تو فرض ہے کہ اس کی قضاء پہلے پڑھے پھر عصر کی نماز ادا کرے یا وتر قضاء ہو گئے تو واجب ہے کہ پہلے وتروں کی قضاء پڑھے پھر فجر کی نماز ادا کرے۔ اگر قضاء نماز یاد ہوتے ہوئے وقتی پڑھے گا تو یہ ناجائز ہے۔ (عالمگیری)

چھ نمازیں جس کی قضا ہو گئیں کہ چھٹی نماز کا وقت ختم ہو گیا تو اس پر ترتیب فرض نہیں رہی اب اگرچہ باوجود وقت کی گنجائش اور یاد کے وقتی پڑھے گا ہو جائے گی خواہ وہ سب ایک ساتھ قضاء ہوئیں یا متفرق طور پر قضاء ہوئیں۔ (درمختار)۔ جب چھ نمازیں قضاء ہونے کے سبب سے ترتیب ساقط ہو گئی تو ان میں سے اگر بعض

پڑھ لیں کہ اب چھ سے کم رہ گئیں تو ترتیب عود نہ کرے گی یعنی ان میں سے اگر دو باقی ہوں تو باوجود یاد کے وقتی نماز ہو جائے گی۔ البتہ اگر سب قضائیں پڑھ لیں تو اب پھر صاحب ترتیب ہو گیا کہ اب اگر کوئی نماز قضاء ہو گی تو بشرائط سابق اسے پڑھ کر وقتی پڑھے گا ورنہ نہ ہو گی (درمختار)

باوجود یاد اور گنجائش وقت کے جو وقتی نماز پڑھے گا اس کا فساد موقوف ہے۔ اگر وقتی نمازیں پڑھتا رہا اور قضاء رہنے دی تو جب وقتی اور قضاء دونوں مل کر چھ ہو جائیں گی یعنی چھٹی نماز کا وقت ختم ہو جائے گا تو وہ سب نمازیں صحیح ہو جائیں گی اور اگر اس درمیان میں قضاء نماز پڑھ لی تو سب وقتی نمازیں نفل ہو گئیں اب ان سب کی قضاء پڑھے۔ (درمختار)

جس کے ذمہ میں قضاء نمازیں ہوں۔ اگرچہ ان کا پڑھنا جلد سے جلد واجب ہے مگر بال بچوں کی خوردونوش اور اپنی ضروریات کی فراہمی کے سبب تاخیر جائز ہے۔ تو کاروبار بھی کرے اور جو وقت فرصت کا ملے اس میں قضاء پڑھتا رہے یہاں تک کہ قضاء نمازیں سب ادا ہو جائیں (درمختار)

قضاء نمازیں نوافل سے اہم ہیں یعنی جس وقت نفل پڑھتا ہے انہیں چھوڑ کر ان کے بدلے قضائیں پڑھے کہ بریٔ الذمہ ہو جائے۔ البتہ تراویح اور بارہ رکعتیں سنت مؤکدہ کی نہ چھوڑے۔

(ردالمحتار) (کلھا من بہار شریعت ملتقطاً)

قضاء نمازوں اور وقتی نماز میں ترتیب لازم ہے۔ اس ترتیب کے ساقط ہونے کے تین سبب ہیں۔ (۱) وقتی نماز کے وقت کا تنگ ہونا۔ (۲) قضاء نمازیں بھول کر وقتی نماز پڑھ لینا۔ (۳) قضاء نمازوں کا چھ ہو جانا (مراقی الفلاح ص ۲۸۶)

اگر وقت میں اتنی گنجائش نہیں کہ وقتی اور سب قضائیں پڑھ لے تو وقتی اور قضاء نمازوں میں جس کی گنجائش ہو پڑھے۔ باقی میں ترتیب ساقط ہے (شرح وقایہ) (بہار شریعت)

ترتیب کے لئے مطلق وقت کا اعتبار ہے۔ مستحب وقت ہونے کی ضرورت نہیں تو جس کی عصر کی نماز قضاء ہو گئی اور آفتاب زرد ہونے سے پہلے ظہر سے فارغ نہیں ہو سکتا مگر آفتاب ڈوبنے سے پہلے دونوں پڑھ سکتا ہے تو ظہر پڑھ لے پھر عصر پڑھے (ردالمحتار) (بہار شریعت)

قضاء نماز یاد نہ رہی اور وقتیہ پڑھ لی پڑھنے کے بعد یاد آئی تو وقتیہ ہو گئی اب قضاء پڑھ لے اور اگر وقتیہ پڑھنے کے دوران قضاء نماز یاد آئی تو وقتیہ نفل بن گئی۔ قضاء پڑھنے کے بعد دوبارہ پڑھے۔ (بہار شریعت)

اگر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز قضاء ہوگئی تو اب ظہر کی نماز کی قضاء پڑھے۔

قضاء نماز کے مکروہ اوقات

طلوع آفتاب، غروب آفتاب اور نصف النہار ان تین وقتوں میں کوئی نماز جائز نہیں نہ فرض نماز نہ واجب اور نہ نفل ۔ نہ ادا اور نہ قضاء یونہی سجدہ تلاوت وسجدہ سہو بھی ناجائز ہے البتہ اس روز اگر عصر کی نماز نہیں پڑھی تو اگرچہ آفتاب ڈوبتا ہو پڑھ لے مگر اتنی تاخیر کرنا حرام ہے۔ حدیث میں اس کو منافق کی نماز فرمایا گیا ہے۔ طلوع سے مراد آفتاب کا کنارہ ظاہر ہونے سے اس وقت تک ہے کہ اس پر نگاہ خیرہ ہونے لگے جس کی مقدار آفتاب کا کنارہ چمکنے سے ۲۰ منٹ تک ہے۔ نصف النہار سے مراد نصف النہار شرعی سے نصف النہار حقیقی تک ہے۔ یعنی طلوع فجر سے غروب آفتاب تک آج جو وقت ہے اس کے برابر برابر دو حصے کریں پہلے حصہ کے ختم پر ابتدائے نصف النہار شرعی ہے اور اس وقت سے آفتاب ڈھلنے تک وقت استواء وممانعت ہر نماز ہے۔ (فتاوٰی رضویہ و بہار شریعت ۔ نماز کے وقتوں کا بیان حصہ سوم ص ۲۱)

(تنبیہ) بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جو نماز قضاء ہو جائے اسے دوسرے دن اس کے وقت میں قضا پڑھیں مثلاً آج فجر کی نماز قضاء ہوگئی تو اسے کل فجر کے وقت میں قضاء پڑھیں گے۔ یہ خیال غلط ہے۔ صرف اوقات مکروہہ میں قضاء نماز نہ پڑھی جائے۔ اور کوشش ہونی چاہیئے کہ جلد از جلد قضاء نماز پڑھ لی جائے کیونکہ زندگی کا پتہ نہیں ہوتا۔ بہار شریعت میں ہے۔ قضاء کے لئے کوئی وقت معین نہیں عمر میں جب پڑھے گا بریٔ الذمہ ہو جائے گا مگر طلوع وغروب اور زوال کے وقت میں نہ پڑھے کہ ان وقتوں میں نماز جائز نہیں۔ (عالمگیری)

قضاء نمازوں کی نیت

اگر ایک جنس کی متعدد نمازیں قضاء ہوں تو نیت میں تعین کرنا ضروری ہے مثلاً فجر کی چند نمازیں ذمہ میں ہوں تو نیت میں کہے کہ میرے ذمہ میں فجر کی جتنی نمازیں قضاء ہیں ان میں سے سب سے پہلی کی نیت کرتا ہوں یا کہے ان میں سے سب سے آخری کی نیت کرتا ہوں۔ مراقی الفلاح میں ہے۔ واذا کثرت الفوائت یحتاج لتعیین کل صلاۃ فاذا اراد تسھیل الامر علیہ نوی اول ظھر علیہ ادرک وقتہ ولم یصلہ اوان شاء نوی آخرہ فیقول اصلی آخر ظھر ادرکتہ ولم اصلہ بعد اور جب

قضاء نمازیں زیادہ ہو جائیں تو ہر نماز کی تعیین کی ضرورت ہوگی۔ پھر جب وہ اس امر کی آسانی چاہے تو نیت میں کہے کہ سب سے پہلی وہ ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور اُسے ادا نہیں کیا اس کی ادائیگی کی نیت کرتا ہوں یا اگر چاہے تو یوں کہے کہ آخری ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور اُسے ادا نہیں کیا اس کی ادائیگی کی نیت کرتا ہوں۔ (مراقی الفلاح مدنی ص ۲۸۹)

عمر بھر کی قضاء نمازیں

اگر کسی شخص نے عمر بھر نمازیں چھوڑے رکھیں اور اب ان کی قضاء پڑھنا چاہے تو اگر مرد ہے تو نابالغی کے بارہ سال اور عورت ہے تو نابالغی کے ۹ سال (طحطاویہ علی المراقی مدنی ص ۲۸۵) نکال کر باقی عمر کی سب فرض و وتر نمازوں کی قضاء پڑھے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ اسے اپنی عمر کا صحیح علم ہو اور اگر صحیح علم نہ ہو تو اتنے سالوں کی نمازیں پڑھے کہ سب کی ادائیگی ہو جانے کا یقین ہو جائے۔ امام احمد طحطاوی لکھتے ہیں۔ **من لایدری کمیة الفوائت یعمل باکبر رأیه فان لم یکن له رأی یقضی حتی یتیقن انه لم یبق علیه شئی** ۔ جو شخص قضاء نمازوں کی تعداد کا علم نہیں رکھتا وہ اپنی غالب رائے کے مطابق نمازیں قضاء پڑھے اور اگر غالب رائے موجود نہ ہو تو اتنی نمازیں پڑھے کہ اُسے کوئی نماز باقی نہ رہ جانے کا یقین ہو جائے۔ (حاشیہ طحطاویہ علی المراقی ص ۲۹۰)

میّت کی نمازوں کا فدیہ

جس کی نمازیں قضاء ہو گئیں اور اس کا انتقال ہو گیا تو اگر وہ وصیت کر گیا اور مال بھی چھوڑا تو اس کے مال کی ایک تہائی سے ہر فرض و وتر کے بدلے نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو تصدق کریں اور مال نہ چھوڑا اور ورثاء فدیہ دینا چاہیں تو کچھ مال اپنے پاس سے یا قرض لے کر مسکین پر تصدق کر کے اس کے قبضہ میں دے دیں پھر مسکین اپنی طرف سے اُسے ان پر ہبہ کر دے اور یہ قبضہ بھی کریں پھر مسکین کو دے دیں اور یونہی لوٹ پھیر کرتے رہیں یہاں تک کہ سب کا فدیہ ادا ہو جائے۔ اور اگر مال چھوڑا مگر وہ ناکافی ہے جب بھی یہی عمل کریں اور اگر وصیت نہ کی اور ولی اپنی طرف سے بطور احسان فدیہ دینا چاہے تو دے دے (درمختار۔ ردّ المحتار) (بہار شریعت حصہ چہارم ص ۴۷)

جمعۃ الوداع میں قضائے عمری کا اصل مقصد

جمعۃ الوداع کے دن کئی لوگ نوافل قضائے عمری پڑھتے ہیں۔ بعض لوگ اس کو حرام اور بدعت کہتے ہیں اور بعض سمجھتے ہیں کہ عمر بھر جو نمازیں ادا نہیں کی گئیں وہ اسی میں ادا ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ نہ یہ نماز حرام و بدعت ہے اور نہ اس ایک نماز کے پڑھنے سے باقی تمام نمازیں معاف ہو جاتی ہیں۔

بات دراصل یہ ہے کہ جس شخص کی فرض نمازیں قضاء ہو گئی ہوں اور وہ ان قضاء نمازوں کو پڑھ لے پھر جمعۃ الوداع کے دن نوافل قضائے عمری اس طرح پڑھے کہ بارہ رکعتیں پڑھے ہر دو رکعتوں میں سلام پھیرے۔ اور ہر رکعت میں بعد فاتحہ شریف کے آیت الکرسی ایک بار۔ سورۃ اخلاص ایک بار سورۃ فلق ایک بار اور سورۃ الناس ایک بار پڑھے تو اس نماز سے وہ گناہ معاف ہو جائے گا جو نمازیں اوقات کے اندر نہ پڑھنے سے ذمہ میں باقی رہ گیا تھا۔ اس کو مختصر الاحیاء میں ذکر کیا گیا ہے۔ تفسیر روح البیان جلد ثالث ص ۴۔ بحوالہ ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بابت رمضان ۱۴۰۴ھ) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳۱ دسمبر ۲۰۰۵ء بمطابق ۲۸ ذوالقعدہ ۱۴۲۶ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چودھواں مقالہ

جماعتِ نمازِ پنجگانہ کی شرعی اہمیت

پڑھ نمازیں با جماعت کھول جنت اے عزیز

پڑھ نماز پنجگانہ با جماعت اے عزیز
دے گا بدلے میں خدائے پاک جنت اے عزیز

خلد جنت کی ہے چابی باجماعت ہر نماز
پڑھ نمازیں با جماعت کھول جنت اے عزیز

اک نماز با جماعت بڑھ کہ ہے پچیس سے
پڑھ نمازیں مسجدوں میں باجماعت اے عزیز

تجھ کو دوزخ سے بچائے گی نماز باجماعت
چھوڑ غفلت پڑھ نمازیں با جماعت اے عزیز

کام دے گی ایک دن تجھ کو قبر میں یہ نماز
پڑھ نمازیں با جماعت با محبت اے عزیز

سب سے پہلے ہوگا محشر میں نمازوں کا سوال
پڑھ نمازیں دے گا رب پاک عزت اے عزیز

بار بار اللہ تعالیٰ دے رہا ہے یہ حکم
پڑھ نماز پنجگانہ با جماعت اے عزیز

سخت تنبیہات آئیں بے نمازی کے لیے
بے نمازی کے لیے ہے سخت ذلت اے عزیز

قاسم نا چیز کی بھی ہے نصیحت یہ تجھے
زندگی بھر پڑھ نمازیں با جماعت اے عزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

الحمد للہ الّذی خلقنا بشرا وّجعلنا مؤمناً وّ مُسلماً اُمّۃ رسُولہٖ الّذی بعثہٗ الیٰ الخلق کآفّۃ بشیراً وّ نذیراً وّ الصّلوٰۃُ والسّلام علیہ و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ ابداً ابدًا امّا بعدُ اللہ ربُّ العِزّت جلّ جلالہ قرآن میں ارشادفرماتا ہے۔

آیات مبارکہ

(۱)وَ اقیمُوا الصّلوٰۃ وَ اٰتُو الزّکاۃ وار کعُوا مع الرّاکعین (پ ارکوع ۵)۔اورنماز قائم رکھو اورزکوٰۃ دواوررکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔(کنزالایمان)۔

(۲)اورفرماتا ہے یا مریم اقنُتی لربّک و اسجدی و ار کعی مع الرّاکعین (پ۳رکوع ۱۳) اے مریم اپنے ربّ کے حضورادب سے کھڑی ہواوراس کے لیے سجدہ کراوررکوع والوں کے ساتھ رکوع کر (کنزالایمان)۔

(۳)اورفرماتا ہے و اذا کنت فیھم فا قمت لھم الصّلوٰۃ فلتقُم طائفۃ'' منھم معک ولیاخُذوا اسلحتھم. فاذا سجدُوا فلیکُو نوا من ور آئِکُم و لتاتِ طائفۃ'' اُخریٰ لم یُصلّوا فلیصلّوا معَکَ وَ لیا خُذُوا حِذرھم و اسلحتھُم ج وَدّا الّذین کفروا لو تغفلون عن اسلحتکم و اُ متعتکُم فیمیلُون علیکم میلۃ و احدۃ (پ۵رکوع ۱۲)۔
اوراے محبوب جب تُم اُن میں تشریف فرماہوپھرنماز میں اُن کی امامت کروتو چاہیے کہ اُن میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہواوراپنے ہتھیار لیے رہیں پھر جب وہ سجدہ کرلیں تو ہٹ کرتمہارے پیچھے ہو جائیں۔اور اب دوسری جماعت آئے جواس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی اب وہ تمہارے مقتدی ہوں اور چاہیے کہ اپنی پناہ اوراپنے ہتھیار لیے رہیں۔اورکافروں کی تمنا ہے کہ کہیں تم اپنے ہتھیاروں اوراپنے اسباب سے غافل ہوجاؤ تو ایک دفعہ تم پر جھک پڑیں (کنزایمان)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز باجماعت ایسی ضروری ہے کہ ایسی سخت جنگ کی حالت میں بھی کسی سے جماعت معاف نہ کی گئی۔افسوس اُن پر جو بلاوجہ جماعت چھوڑ دیتے ہیں (نورالعرفان)۔

احادیث مقدسہ: متعدد احادیث میں جماعت کے ترک پرسخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ہم اُن میں سے

بعض کو یہاں ذکر کرتے ہیں تاکہ ترکِ جماعت کی قباحت و شناعت پر مزید روشنی پڑ جائے و باللہ تعالیٰ التوفیق و بیدہ اَزمۃ التحقیق ولا حول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

(۱) احمد و ابوداؤد و نسائی و ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما من ثلاثۃٍ فی قریۃ ولا بدو لا تُقام فیھم الصّلاۃ الّا و قد استحوذ علیھم الشیطانُ فعلیک بالجماعۃ فا نما یأکُل الذئبُ القاصیۃ۔ کسی گاؤں یا بادیہ (جنگل) میں تین شخص بستے ہوں اور نماز قائم نہ کی جائے یعنی جماعت سے نماز نہ پڑھی جائے تو اُن پر شیطان مسلط ہو گیا سو جماعت کو لازم جانو کہ بھیڑیا اُسی بکری کو کھایا کرتا ہے جو ریوڑ سے دُور ہو۔

(بہارشریعت)

(۲) اور ابوداؤد و ابن ماجہ و ابن حبان حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ من سمع المُنادی فلم یمنعہ من اتباعہٖ عُذر'' قالُوا ما العُذر قال '' خوف اومرض '' لم تقبل منہ' الصّلوٰۃُ التی صلّے۔ جس نے آذان سنی اور آنے سے کوئی عذر مانع نہیں اُس کی وہ نماز مقبول نہیں جو اُس نے پڑھی، لوگوں نے عرض کیا عذر کیا ہے؟ فرمایا خوف یا بیماری

(بہارشریعت)

(۳) اور ابن حبان اور حاکم نے انہی سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے آذان سُنی اور آنے سے کوئی عُذر مانع نہیں اُس کی نماز ہی نہیں (بہارشریعت)۔

(۴) اور مشکوٰۃ میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا من سمع النداء فلم یجبہ فلا صلوٰۃ لہ' الّا من عُذر۔ جس نے آذان سنی اور جماعت کو حاضر نہ ہوا اُس کی کوئی نماز نہیں مگر عذر کی وجہ سے (بہارشریعت)۔

(۵) اور ابن ماجہ و مشکوٰۃ میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا من ادرکہ الاذان فی المسجد ثُم خرج لا لحاجۃ و ھو لا یُرید الرجوع فھو منافق۔ جس نے مسجد میں آذان سُنی اور باہر نکل گیا۔ حالانکہ کسی ضرورت سے نہیں نکلا اور لوٹنے کا ارادہ نہیں رکھتا تو وہ منافق ہے۔

(۶) اور ابوداؤد و نسائی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ انّ المدینۃ کثیرۃ الھوام و السّباع و انا ضریر فھل تجدلی من رُخصۃ۔ یارسول اللہ مدینہ میں

موذی جانور بکثرت ہیں اور میں نابینا ہوں تو کیا مجھے رخصت ہے کہ گھر میں ہی نماز پڑھ لیا کروں؟ فرمایا **ھل تسمع حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح**. آیا تم حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح سُنا کرتے ہو۔ عرض کی ہاں یارسول اللہ فرمایا فحی ھلاً۔ تو حاضر ہوا کرو۔ راوی فرماتے ہیں ولم یُرخّص اور حضور علیہ السلام نے اُنہیں گھر نماز پڑھ لینے کی رُخصت نہ دی۔

(۷) امام احمد و ابوداؤد و نسائی و حاکم و ابن خزیمہ و ابن حبان اپنی صحیح میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ ایک دن صبح کی نماز پڑھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اشاھد فلان آیا فلاں حاضر ہے؟ لوگوں نے عرض کی نہیں۔ پھر فرمایا کیا فلاں حاضر ہے؟ لوگوں نے عرض کی نہیں فرمایا **انّ ھاتین الصلاتین اثقل الصّلوات علی المنافقین ولو تعلمون ما فیھما لا تیتموھما ولو حبواً علی الرکب**۔ یہ دونوں نمازیں (صبح وعشا) منافقین پر بہت گراں ہیں اور اگر وہ جانتے کہ ان میں کیا ثواب ہے تو وہ گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے آتے (بہار شریعت)

(۸) اور امام مالک نے ابوبکر بن سلیمان سے روایت کی کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ الصبح کی نماز میں سلیمان بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھا۔ آپ بازار تشریف لے گئے راستہ میں سلیمان کا گھر تھا۔ اُن کی ماں شفا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا **لم ارسلیمان فی الصبح**۔ صبح کی نماز میں میں نے سلیمان کو نہیں پایا۔ اُنہوں نے کہا وہ رات بھر نماز پڑھتے رہے پھر اُنہیں نیند آ گئی۔ آپ نے فرمایا **لان اشھد صلوٰۃ الصبح فی جماعۃ احبّ الیّ من أن اقُوم لیلۃً**۔ صبح کی نماز جماعت سے پڑھوں یہ میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں رات بھر قیام کروں (بہار شریعت)۔

(۹) اور مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ نے روایت کی کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **لقد رایتنا و ما یتخلّف عن الصّلوٰۃ الّا مُنافق قد علم نفاقہ او مریض یمشی بین رجلین حتی یاتی الصّلوۃ و قال انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمنا سُنن الھُدی وان من سنن الھدیٰ الصّلوۃُ فی المسجد الّذی یوذّن فیہ**۔ ہم نے اپنے آپ کو اس جماعت میں دیکھا کہ نماز سے پیچھے نہیں رہتا مگر کھلا منافق یا بیمار اور بیمار کی یہ حالت ہوتی تھی کہ دوشخصوں کے درمیان میں چلا کر نماز کو لاتے اور فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سنن الھدیٰ کی تعلیم فرمائی اور جس مسجد میں آذان ہوتی ہے اُس میں باجماعت نماز پڑھنا سنن الھدیٰ سے ہے (بہار شریعت)۔

(۱۰) اور مشکوٰۃ شریف میں انہی سے ہے کہ وہ فرماتے ہیں من سرّہ' ان یلقی اللہ غداً مسلماً فلیحافظ علیٰ ھذہٖ الصّلوات الخمس حیثُ یُنادیٰ بھنّ فانّ اللہ شرع لنبیکم سُنن الھدیٰ و لو انکم صلّیتم فی بیوتکم کما یُصلّی ھذا المُتخلف فی بیتہٖ لترکتم سُنّۃ نبیکم ولو ترکتم سُنۃ نبیکم لضللتم ۔ جسے یہ اچھا معلوم ہو کہ وہ کل خدا تعالیٰ سے مسلمان ہونے کی حالت میں ملے تو وہ پانچوں نمازوں پر محافظت کرے جب اُن کی اذان کہی جائے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے لیے سنن الھدیٰ مشروع فرمائی ہیں اور یہ سنن الھدیٰ میں سے ہے اور اگر تم نے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لی جیسے یہ پیچھے رہ جانے والا اپنے گھر میں نماز پڑھ لیا کرتا ہے تو تم نے اپنے نبی کی سنت چھوڑ دی اور اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے (بہارشریعت)

(۱۱) اور امام احمد حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا لولا ما فی البیوت من النساء و الذریۃ اقمتُ صلوٰۃ العشاء و امرت فتیانی یحرقون ما فی البیوت بالنار ۔ اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں نماز عشاء قائم کرتا اور اپنے نوجوانوں کو یہ حکم کرتا کہ وہ (جماعت ترک کرنے والوں کے) گھروں میں تمام چیزیں جلا دیں (مشکوٰۃ)۔

(۱۲) اور بخاری اور مسلم شریف میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا و الذّی نفسی بیدہٖ لقد ھممتُ ان آمُر بحطب فیحطب ثم امر بالصلوٰۃ فیؤذن لھا ثم امر رجلاً فیوم الناس ثم اخالف الیٰ رجال فاحرق علیھم بیوتھم والّذی نفسی بیدہ لو یعلم احد ھم انہ یجد عرقاً سمینا او مرماتین حسنتین لشھد العشاءَ۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ ایندھن جمع کرنے کا حکم دوں تو وہ جمع کیا جائے پھر نماز کے قائم کرنے کا حکم دوں تو آذان دی جائے پھر ایک آدمی کو حکم دوں تو وہ لوگوں کی امامت کرائے پھر میں اُن لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں تو اُن پر اُن کے گھروں کو جلا دوں۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر اُن میں سے کوئی ایک یہ جانے کہ اُسے عشاء کی نماز میں ایک موٹی رگ یا دو اچھے اچھے پائے بکری کے (کھانے کو) ملیں گے تو وہ ضرور عشاء کی نماز میں حاضر ہو۔

(۱۳) اور مشکوٰۃ اور مسلم میں ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے پاس ایک اندھا آیا اور اُس نے عرض کی یا

رسول اللہ میرا کوئی قائد نہیں جو مجھے مسجد تک لے جایا کرے پھر اُس نے آپ سے اپنے گھر میں نماز پڑھ لینے کی رخصت مانگی تو آپ نے اُسے رخصت دے دی پھر جب وہ مُڑ کر چلا تو آپ نے اُس کو بلایا اور فرمایا **ھل تسمع النداء بالصلوٰۃ** ۔آیا آذان سُنا کرتے ہو؟ اُس نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا فاً جب تو حاضر ہوا کرو۔

(۱۴) اور مشکوٰۃ و مسلم میں ہے کہ ایک دفعہ مسجد میں آذان ہوئی تو ایک آدمی باہر نکل گیا حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر فرمایا اس شخص نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔

(۱۵) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا **لا صلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد** ۔ مسجد کے ہمسایہ کی کوئی نماز نہیں مگر مسجد میں۔

(۱۶) مکاشفتہ القلوب میں ہے **من سمع النّداء و لم یحببه لم یُرد خیراً و لم یرد بهٖ خیر**'' ۔ جس نے موذن کو سُنا اور نماز کو حاضر نہ ہوا تو اُس نے نہ بہتری کا ارادہ کیا اور نہ اُس کے ساتھ بہتری کا ارادہ کیا گیا۔

(۱۷) نیز اسی میں ہے حضرت ابوھریرہ کا اپنا ارشاد ہے **لأن تملأ اُذُن ابنِ آدم رصاصاً مذاباً خیر له من ان یسمع النداء ثم لا یجیب** ۔ کسی انسان کے کان پگھلائے ہوئے سیسے سے بھرے جائیں تو یہ اس بات سے بہتر ہے کہ وہ اذان سن کر نماز میں حاضر نہ ہو۔

(۱۸) اسی میں ہے کہ حضرت میمون بن مہران سے روایت ہے کہ آپ ایک مسجد میں تشریف لائے تو آپ کو معلوم ہوا کہ لوگ نماز با جماعت سے فارغ ہو چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا **انا لله و انا علیه راجعون** البتہ اس ایک نماز (با جماعت) کی فضیلت کا مل جانا عراق کی بادشاہی مل جانے سے میرے نزدیک محبوب تر ہے۔

(۱۹) اور اسی میں ہے **روی ان السلف کانو یعزون انفسهم ثلاثة ایام اذافا تتهم التکبیرة الاولیٰ و یعزون سبعاً اذافاتتهم الجماعة** ۔ اور روایت ہے کہ بے شک سلف صالحین کا معمول تھا کہ اگر اُن کی تکبیر اُولی فوت ہو جاتی تھی تو وہ تین دن تک اور اگر ایک جماعت فوت ہو جاتی تھی تو سات دن تک غم منایا کرتے تھے۔

تنبیہ

سبحان اللہ ہمارے اسلاف کا تو نماز کی جماعت بلکہ تکبیر اولیٰ کے فوت ہو جانے پر یہ حال تھا۔اور آج ہم ہیں کہ تکبیر اولی تو درکنار جماعت بلکہ سرے سے نماز کے فوت ہونے پر غم منانا تو درکنار غم کا تصور تک بھی نہیں کرتے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

الحمد للہ۔ یہاں تک جو ارشادات و فرمودات ذکر کیے گئے ان سے یہ بخوبی واضح ہو گیا ہے کہ جماعت کا ترک حضور علیہ السلام اور اُن کے صحابہ کو بہت ہی ناپسند اور معیوب تھا اور اس میں اُنہیں اتنا بڑا دینی واخروی خسارہ نظر آتا تھا کہ جس کے برابر دُنیا کا کوئی بڑے سے بڑا نقصان نہیں ہو سکتا۔

جماعت پنجگانہ کا شرعی حکم

ہر مُسلمان عاقل بالغ آزاد قادر علیٰ الجماعۃ پر پنجگانہ نماز کی جماعت واجب ہے بلا عذر ایک بار بھی چھوڑنے والا گنا ہگار اور مستحق سزا ہے اور کئی بار ترک کرنے والا تو فاسق اور مردود الشہادۃ ہے اور اُسے سخت سزا دی جائے گی اور اگر اُس کے پڑوسیوں نے باوجود علم کے سکوت کیا تو وہ بھی گنہگار ہونگے۔دُرّ مختار میں ہے۔

والجماعۃ سُنّۃ مُؤکّدۃ للرّجال قال الزّاھدی أرادُوا بالتّاکید الوجُوب و أقلُّھا اثنان واحد" مع الامام و لو مُمیز اًا و ملکاً او جنیّا فی مسجدٍ اوغیرہ و قیل واجبۃ" علیہ العامۃ.

(ترجمہ) اور مردوں کے لیے جماعتِ نماز پنجگانہ سنّت مؤکدہ ہے امام زاہدی نے کہا ہے کہ اس قول میں سنّت مؤکدہ سے مراد واجب ہے۔اور جماعت کا یہ حکم اُس وقت ہے جب دو نمازی موجود ہُوں ایک امام اور ایک مقتدی اگرچہ مقتدی نابالغ ہو یا بشکل انسانی فرشتہ ہو یا جن ہو اور کہا گیا ہے کہ نماز پنجگانہ کی جماعت واجب ہے اور اکثر ائمہ کا یہی قول ہے۔الحاصل مسلمان اللہ عزوجل اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات پڑھیں سمجھیں اور حتی الوسع نماز با جماعت ادا کریں۔اس سے شرعی واجب بھی ادا ہوگا اور نماز کا ثواب بھی زیادہ ملے گا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو با جماعت نماز پڑھنے کی توفیق بخشے آمین۔

(۲۰ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرھواں مقالہ

امام کیسا ہونا چاہیے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

الحمد للہ ربّ العالمین و الصّلوٰۃُ و السّلام علیٰ خیر الاوّلین و الاٰخِرین و علیٰ جمیع عباد اللہ الصّالحین امّا بعدُ۔ ہمارے علاقے میں جب کوئی سنی مسلمان فوت ہوتا ہے تو مساجد کے لاؤڈ سپیکروں میں اس کی وفات اور نماز جنازہ کے وقت کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ عوام علاقہ نماز جنازہ کی ادائیگی کے لیے مقررہ وقت پر جمع ہو جاتے ہیں اور ورثائے میت کی اجازت سے کسی عالم دین کی اقتداء میں نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ بعض دفعہ یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ اس موقع پر بعض بدمذہب مولویوں کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے کہہ دیا جاتا ہے اور سنی لوگ بھی اُس کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ اس صورت میں نماز جنازہ سرے سے ادا ہی نہیں ہوتی۔ اور نہ مسلمانوں کے ذمہ سے فرضیت ساقط ہوتی ہے۔ اس لیے ضرورت تھی کہ اس مسئلہ کی نزاکت سے سنی مسلمانوں کو آگاہ کر دیا جائے۔ پس اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ہم نے یہ رسالہ لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت بخشے اور اسے مسلمانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

سُنیوں کا امام کیسا ہونا چاہیے؟

سُنی صحیح العقیدہ مسلمان نماز پنجگانہ، نماز جمعہ، نماز عیدین، نماز تراویح، نماز جنازہ وغیرھا میں صرف صحیح العقیدہ سُنی شخص کو اپنا امام بنائیں۔ یعنی جو توحید و رسالت پر ایمان رکھنے کے ساتھ ساتھ عظمتِ انبیاً و رسل و ملائکہ و اولیاء و علماء و صلحاء کا قائل ہو، کسی صحیح العقیدہ شیخ طریقت کے ہاتھ پر بیعت ہو۔ صفاتِ محبوبانِ خدا مثلاً علمِ غیب وغیرہا کا معتقد ہو۔ نعرۂ رسالت اور صلاۃ وسلام کو جائز کہتا ہو۔ بزرگانِ دین امام اعظم ابو حنیفہ، سیّدنا غوث اعظم محبوب سبحانی، مجدّد الف ثانی، خواجہ معین الدین چشتی، داتا گنج بخش اور اعلیٰ حضرت بریلوی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مسلکِ حق کا پابند ہو، گیارہویں تیجہ، چہلم، عرس، انگوٹھے چومنا، حیلہ اسقاط، کفنی، آذان علی القبر وغیرہا معمولاتِ اہل سنت کو مستحسن قرار دیتا ہو۔ مختصر یہ کہ وہ اہل بدعت وہوا سے مجتنب اور علاماتِ اہل سنت سے متصف ہو۔ عملاً فاسق فاجر معلن نہ ہو۔ صاحب علم و تقویٰ ہو تاکہ لوگ اُس کی اقتداء میں رغبت رکھتے ہوں۔

سُنّی امام کی فضیلت

مذکورہ بالا اوصاف حمیدہ کے حامل امام کی اقتداء میں نماز بڑی فضیلت رکھتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "اگر تمہیں یہ بات اچھی لگے کہ تمہاری نماز مقبول ہو تو وہ شخص تمہاری امامت کرائیں جو تم میں سب سے اچھے ہیں" (جامع صغیر جلد اوّل ص ۱۰۶)

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا "اگر تمہیں یہ بات اچھی لگے کہ تمہاری نماز مقبول ہو تو تمہارے علماء تمہاری امامت کرائیں۔ کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے ربّ کے مابین سفیر ہوتے ہیں۔ (جامع صغیر ص ۱۰۶ جلد اوّل)

اور تیسرے مقام پر فرمایا "تم اپنے بہترین لوگوں کو اپنا امام بناؤ کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے ربّ کے مابین سفیر ہوتے ہیں" (صحیح البہاری ص ۴۵۹)

اور چوتھی روایت میں ارشاد فرمایا "اگر تمہیں یہ بات بھلی لگے کہ تمہاری نماز پاکیزہ ہو تو تم اپنے بہترین لوگوں کو آگے بڑھاؤ یعنی امام بناؤ" (صحیح البہاری ص ۴۵۹)

ان ارشادات عالیہ متبرکہ مقدسہ سے معلوم ہوا کہ نماز کی عنداللہ مقبولیت وصحت و درستگی کے لیے امام کا صحیح العقیدہ صاحب علم وتقویٰ ہونا ضروری ہے۔ اسی وجہ سے شب معراج آقائے دو جہاں فخرِ کون و مکاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو امامتِ انبیآء کا منصب جلیل عطا ہوا۔ اور آپ زندگی بھر امامت کراتے رہے۔ مرض الوفاۃ میں خیر الصحابہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم اجمعین کے متعلق ارشاد فرمایا "مُرُوا ابا بکرٍ ان یُصلی بالناس" ابوبکر کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں (مشکوٰۃ شریف جلد اوّل ص ۹۳)۔

اور اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مسلمان میت پر بذاتِ خود نماز پڑھایا کرتے تھے اور اگر آپ سے نماز جنازہ پڑھائے بغیر صحابہ کسی مسلمان کو دفنا دیتے تو آپ انھیں ایسا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے اور ارشاد فرماتے یہ قبریں اندھیروں سے بھری ہوتی ہیں۔ میری نماز ان کے رہنے والوں کے لیے نور بنتی ہے۔ او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ یہاں تک کہ منافقین کا جنازہ بھی آپ ہی سے پڑھوایا جاتا تھا چنانچہ جب سردار منافقین ابن ابی فوت ہوا تو اس کا راسخ الاعتقاد بیٹا سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کی۔ چونکہ ابھی تک آپ کو منافقین کا جنازہ پڑھنے سے مِن جانب اللہ منع نہیں کیا گیا تھا اس لیے آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے تبرکات بھی عطا

فرمائے چنانچہ حاشیہ نُورالعرفان علیٰ کنزالایمان آیت کریمہ **ولا تصلّ علیٰ احدٍ منھم مّات ابداً ط** کے تحت فرمایا" جب عبداللہ بن ابی منافق مر گیا تو اس کے بیٹے عبداللہ نے عرض کیا کہ حضور اس پر جنازہ کی نماز پڑھیں، اور اپنی قمیض اس کو عطا فرمادیں۔ کیونکہ وہ یہ وصیت کر گیا تھا اور اس وقت تک منافقوں کی نماز جنازہ سے منع بھی نہیں کیا گیا تھا۔ نیز حضور کو یہ خبر تھی کہ اس سے ایک ہزار کافر ایمان لائیں گے۔ حضرت عمر نے اس کے خلاف رائے دی۔ مگر حضور نے اس میت کو اپنی قمیض بھی دیدی۔ اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی۔ تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس کے بعد ایک ہزار آدمی یہ دیکھ کر کہ ایسا مردود بھی حضور کے لباس سے برکت چاہتا ہے ایمان لے آئے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات قمیض، لعاب شریف وغیرہ قبر میں بھی مومن کے کام آتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ کافر منافق کو کوئی تبرک آخرت میں فائدہ نہیں دے گا تیسرے یہ کہ مردے کے کفن یا قبر میں متبرک چیزیں رکھنا تاکہ قبر کا عذاب دفع ہو۔ جائز بلکہ سنت ہے۔ چوتھے یہ کہ اس خوف سے کہ یہ متبرک چیزیں مردے کی آلائش سے خراب ہوں گی یہ متبرک چیزیں رکھنا نہ چھوڑے آب زمزم پیتے ہیں اور معلوم ہے کہ پیٹ میں جاکر پیشاب بن جاتا ہے غرضیکہ آیت وحدیث سے مردے کو کفنی دینا اور غلاف کعبہ میں دفن کرنا ثابت ہے۔

بدمذہب امام

جب یہ واضح ہوگیا کہ سنّی میت کی نماز جنازہ کے لیے سنّی امام کا ہونا ضروری ہے تو اب بدمذہب امام کے بارہ میں حضرت مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث سیّد ابوالبرکات احمد شاہ صاحب قادری قدس سرّہ العزیز بانی حزب الاحناف لاہور کا یہ فتویٰ مبارکہ ملاحظہ فرمائیں اور بدعقیدہ لوگوں کی اقتداء میں اپنی نمازیں برباد نہ کریں۔

فتویٰ مبارکہ

سوال

امامت کس کس شخص کی جائز ہے اور کس کس کی ناجائز اور مکروہ اور سب سے بہتر امامت کس کی ہے؟

جواب : جو قرأت غلط پڑھتا ہو، جس سے معنی فاسد ہوں یا وضو صحیح نہ کرتا ہو یا جزو دین سے کسی ضروری چیز کا منکر ہو، جیسے وہابی دیوبندی، رافضی (شیعہ) غیر مقلد، نیچری، قادیانی، چکڑالوی، خاکساری پرویزی، مودودی وغیرھم ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے اور جس کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو جیسے تفضیلیہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کو سب سے افضل بتاتے ہیں۔ یا تفسیقیہ کہ بعض صحابہ کرام مثل امیر معاویہ، عمرو بن عاص، ابوموسیٰ اشعری مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کو برا کہتے ہیں ان کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمہ مکروہ ہے کہ انھیں امام بنانا گناہ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ اور جتنی نمازیں ان کے پیچھے پڑھی ہوں ان سب کا پھر پڑھنا واجب ہے اور انہی کے قریب ہے فاسق معلن مثلاً داڑھی منڈایا خشخشی رکھنے والا یا داڑھی کترواکر حد شرع سے کم کرنے والا یا کندھوں سے نیچے عورتوں جیسے بال رکھنے والا، خصوصاً وہ جو چوٹی گندھوائے اور اس میں موباف ڈالے یا ریشمی کپڑا پہنے یا مغرق ٹوپی کلاہ یا ساڑھے چار ماشہ سے زائد کی انگوٹھی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا ایک نگ کی دو انگوٹھیاں اگرچہ وہ دونوں مل کر ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی ہوں پہنے یا سود خور یا ناچ دیکھنے والا ان سب کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اور جو فاسق معلن نہیں یا قرآن عظیم میں ایسی غلطی کرتا ہے جو مفسد نماز نہیں یا نابینا یا جاہل یا ولد الزنا یا امرد یا جذامی یا برص والا یا غسل میت کا پیشہ کرے جس سے لوگ کراہت ونفرت کرتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے کہ پڑھنی خلاف اولیٰ ہے۔ بخلاف ان کے پہلی دو قسم والوں کے کہ اگرچہ (وہابی، مرزائی، شیعہ، مودودی وغیرھم) عالم تبحر ہی ہوں حکم کراہت رکھتا ہے۔ مگر جہاں جمعہ وعیدین اک ہی جگہ ہوتے ہوں اور ان کا امام بدعتی (جس کی بدعت حد کفر کو نہ پہنچی ہو) فاسق معلن ہے اور دوسرا امام نہ مل سکتا ہو، وہاں ان کے پیچھے جمعہ وعیدین پڑھ لیں بخلاف قسم اوّل مثل دیوبندی، وہابی وغیرھم کے کہ نہ ان کی نماز نماز ہے اور نہ ان کے پیچھے نماز نماز ہے۔ بالفرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امام نہ مل سکتا ہو تو جمعہ وعیدین کا ترک فرض ہے۔ جمعہ کے بدلے ظہر پڑھے اور عیدین کا کچھ عوض نہیں۔ امام اسے کیا جائے جو حنفی المذھب، صحیح العقیدہ، متبع سلف صالحین، صحیح الطھارۃ صحیح القرأۃ ہو۔ مسائل نماز وطہارت کا عالم غیر فاسق ہو۔ نہ اس میں کوئی ایسا جسمانی یا روحانی عیب ہو جس سے لوگوں کو نفرت ہو، یہی اس مسئلہ کا اجمالی جواب ہے۔

اور تفصیل کے لیے بہار شریعت حصہ سوم و چہارم اور نفی العار اور احکام شریعت ملاحظہ کیجیے۔ فقط"
(ہفت روزہ رضوان لاہور بابت ۷ جون ۱۹۵۲ء صفحہ نمبر ۲۱)

الحمد للہ اس فتویٰ متبرکہ سے اظہر من الشمس ہوا کہ بد مذہب فرق باطلہ وہابیہ، دیوبندیہ، روافض، خوارج مرزائیہ، خاکساریہ، پرویزیہ اور مودودیہ وغیرہم کے پیچھے ہم اہل سنت احناف کی نماز سرے سے ہوتی ہی نہیں۔ ایسوں کو امام بنانا اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا گناہ کبیرہ ہے۔ ان کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نمازوں کی قضاء فرض ہے۔ نہ ان کی نماز شرعاً نماز ہے نہ ان کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نماز نماز ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت کو اس نازک ترین مسئلہ میں احتیاط برتنے کی توفیق عنائت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

بد مذہب کی پڑھائی ہوئی نماز جنازہ سے فرض کفایہ ادا نہیں ہوتا

جب یہ معلوم ہو گیا کہ بد مذہب بدعقیدہ لوگوں کی نہ نماز نماز ہے اور نہ ان کی اقتداء میں نماز نماز ہے تو ظاہر ہے کہ بد مذہب امام کی پڑھائی ہوئی نماز جنازہ سے فرضیت علی الکفایہ مسلمانوں کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگی۔ اور جس جس مسلمان نے اس کی موت کی خبر سنی خواہ وہ اس نماز میں شریک ہوا یا نہیں اس فرض علی الکفایہ کا تارک ہوگا اور میت مسلمان سنی صحیح العقیدہ کا بے نماز جنازہ پڑھے دفن لازم آئے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔ چنانچہ اس بارہ میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت الشاہ الحافظ القاری الامام العلامہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس اللہ سرہ کے یہ فتاویٰ ملاحظہ فرمائیں اور اپنے اموات کے جنازہ کی نماز کو برباد ہونے سے بچائیں۔

فتاویٰ متبرکہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ وہابی امام کے پیچھے اہل سنت و جماعت کی اقتداء خواہ پنجگانہ یا تراویح یا جمعہ یا عیدین یا نوافل یا نماز جنازہ درست ہے یا کیا حکم ہے؟

الجواب: وہابی کے پیچھے کوئی نماز فرض خواہ نفل کسی کی نہیں ہو سکتی، نہ اس کے پڑھنے سے نماز جنازہ ادا ہو۔ اگرچہ نماز جنازہ میں جماعت و امامت شرط نہیں، لہٰذا اگر عورت امام اور مرد مقتدی ہے تو نماز جنازہ کا فرض ادا ہو جائے گا۔ کیونکہ اس صورت میں اگرچہ مقتدیوں کی اس عورت کے پیچھے نماز نہ ہوئی مگر خود اس عورت کی تو ہو گئی اور اسی قدر فرض کفایہ کی ادا کے لیے کافی ہے۔ مگر وہابی کی نماز خود باطل ہے۔ لانہٗ لا دین لہٗ ولا صلوٰۃ لمن لا دین لہٗ (کیونکہ وہابی کا کوئی دین نہیں اور جس شخص کا کوئی دین نہ ہو اس کی کوئی نماز نہیں) تو نہ

اس کی اپنی ہوسکتی ہے، اور نہ اس کے پیچھے کسی کی ہوسکتی ہے۔ اگر چہ اس کا مقتدی اس کا ہم مذہب ہی ہو۔ یا کسی قسم کا بد مذہب ہو۔ سنی تو سنی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۲۸۱ ج ۳)

اور اعلیٰ حضرت دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں "بارہا یہ بتایا گیا ہے کہ وہابی لوگوں کے پیچھے نماز باطل ہے۔ اور خود ان کی اپنی نماز بھی باطل ہے۔ وہ (وہابی لوگوں کی نماز) نماز ہی نہیں لغو حرکات ہیں۔ مسلمان اسی وقت اپنی جماعت قائم کریں اور جماعت نہ ملے تو تنہا پڑھیں۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۲۸۲ ج ۳)

الغرض سنی مسلمان علمائے اہل سنت کے یہ ارشادات عالیہ سنیں سمجھیں اور ان پر عمل کریں۔ ہرگز ہرگز کسی وہابی وغیرہ بد مذہب کو اپنا امام نہ بنائیں۔ اگر وہابی مولوی کے سوا کوئی صالح امامت شخص نہ ملے تو تنہا اپنی اپنی نماز پڑھیں۔ اور اس بد عقیدہ مولوی کی اقتداء میں اپنی نماز ضائع نہ کریں۔

بد مذہب مولوی کو سنّیوں کی امامت سے گریز کرنا چاہیے

اگر وہابی وغیرہم بد مذہب مولوی سنی مسلمانوں کے خیر خواہ ہوتے تو وہ نماز جنازہ میں خود کسی سنی عالم دین کو امامت کے لیے کہتے اور خود اس کی اقتداء کرتے۔ کیونکہ سنی کی امامت سے سنیوں کی نماز صحیح ہوتی ہے اور خود اس کے اپنے عقیدہ میں اس کی اپنی نماز بھی صحیح ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر بد اعتقاد لوگوں کو سنی امام کے پیچھے نماز پڑھتے دیکھا جاتا ہے۔ پس اس صورت میں سب مسلمان فرض کفایہ سے بری الذمہ بھی ہو جاتے اور فتنہ وفساد کا اندیشہ بھی نہ ہوتا لیکن اس کے برعکس یہ فتنہ انداز لوگ اہلسنت میں گھلے ملے رہتے ہیں۔ اور ان کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح وہ ایسی میت کی نماز جنازہ پڑھا کر خود مشرک و بدعتی بنیں جس پر وہ ساری عمر مشرک و بدعتی ہونے کا فتویٰ لگاتے رہے ہیں۔ اے اللہ ہمارے بھولے بھالے سنی بھائیوں کو سمجھ عطا فرما تا کہ وہ اس نازک مسئلہ میں احتیاط کا پہلو اختیار کیا کریں اور جس کے صحیح العقیدہ ہونے کا پختہ یقین ہو اسے فریضہ امامت سونپ کر اپنی نمازوں کو ضائع ہونے سے بچا سکیں۔ آمین ثم آمین۔

ناپسندیدہ امام

ہر صحیح العقیدہ سنی مسلمان وہابیہ زمانہ سے دلی نفرت رکھتا ہے اور یہ نفرت اس کی بد اعتقادی کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا یہ نفرت بوجہ شرعی ہے۔ لہٰذا وہابی مولویوں کو سنیوں کا امام بننے سے اس وجہ سے بھی گریز کرنا چاہیے کہ سنی ان سے وجہ شرعی سے نفرت رکھتے ہیں اور ایسے شخص کا امام بننا شرعاً ممنوع بلکہ مکروہ ہے حضور صلی اللہ

علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ان تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے بلند نہیں ہوتی بھاگا ہوا غلام یہاں تک کہ واپس آجائے۔ عورت جس کے خاوند نے اس سے ناراضگی کی حالت میں رات بسر کی۔ اور اس قوم کا امام جو اس امام سے نفرت رکھتی ہے۔ (مشکوۃ شریف ص ۹۲ ج ۱)

اور امام ابوالاخلاص حسن وفائی شرنبلالی کتاب مستطاب مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے لوگوں کو نماز پڑھائی حالانکہ وہ اس سے نفرت رکھتے تھے، تو اس کی تین صورتیں ہیں۔ اگر یہ نفرت اس امام کے فساد عقیدہ یا فساد عمل کی وجہ سے ہے یا اس وجہ سے ہے کہ اس سے افضل شخص موجود تھا اور اس نے نماز پڑھائی تو ان دونوں صورتوں میں کراہت ہے اور اگر یہی افضل ہے اور اس میں فساد عقیدہ یا فساد عمل نہیں تو اس صورت میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ کیونکہ جاہل اور فاسق عالم اور پرہیزگار سے عداوت رکھا کرتا ہے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تمہیں یہ بات بھلی لگے کہ تمہاری نماز عنداللہ مقبول ہو تو تمہارے علماء تمہارے امام ہونے چاہئیں۔ کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان سفیر ہوتے ہیں اور دوسری روایت میں ہے کہ تمہارے بہترین لوگ ہی تمہارے امام ہونے چاہئیں۔ اور امام غزالی فرماتے ہیں "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام ضامن ہوتے ہیں۔ لہذا مناسب نہیں کہ انسان ایسے لوگوں کا امام بنے جو اس سے نفرت کرتے ہوں"۔ (مختصر احیاالعلوم ص ۲۴) اور امام صدر الشریعہ فرماتے ہیں" کسی شخص کی امامت سے لوگ کسی وجہ شرعی سے ناراض ہوں تو اس کا امام بننا مکروہ تحریمی ہے اور اگر ناراضگی کسی وجہ شرعی سے نہ ہو تو کراہت نہیں، بلکہ اگر وہی احق ہو تو اسی کو امام ہونا چاہیے۔ (بہار شریعت)۔

آخری گزارش

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا خلاصہ مطلب یہی ہے کہ ہم اہلسنت کی نماز ہر باطل مذہب والے کے پیچھے باطل اور برباد ہے خواہ وہ وہابی ہو یا شیعہ، مرزائی ہو یا مودودی یا دیوبندی۔ لہذا سنی مسلمان ہر قسم کی نماز میں صرف اپنے ہم عقیدہ علماء کو امام بنایا کریں۔ اور ہر ایرے غیرے کے پیچھے نماز پڑھ کر اپنی نمازیں برباد نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت کو اس نازک ترین مسئلہ کے سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۸ جمادی الاول ۱۴۰۵ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سولہواں مقالہ

نماز میں لاؤڈ سپیکر چلانے کی ممانعت کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ ربّ العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمدؐ والہ واصحابہ اجمعین امّابعدُ.

استفتاء:۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ان مسائل کے بارہ میں کہ

(۱) امام فرض نماز پڑھاتے وقت لاؤڈ سپیکر استعمال کرتے ہیں کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

(۲) لاؤڈ سپیکر پر پڑھی گئی نمازیں مکروہ یا فاسد تو نہیں ہوں گی؟

(۳) لاؤڈ سپیکر پر پڑھی ہوئی نمازوں کا لوٹانا ضروری ہے یا نہیں؟

(۴) مقتدی پیش امام کے تابع ہے لہذا سپیکر امام استعمال کر رہا ہے تو مقتدی کیوں ذمہ دار ہے؟

(۵) اگر نماز میں مقتدی زیادہ ہیں تو رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق مکبّر کھڑے کرنا سنت ہے۔ کیا سپیکر اس سنت کو پامال نہیں کر رہا ہے لہذا کیا یہ بدعت نہیں؟

(۶) کیا قرآن پاک میں کوئی ایسا حکم موجود ہے کہ ہر نمازی تک امام کی تلاوت کی آواز پہنچنا ضروری ہے؟

(۷) اگر نماز لاؤڈ سپیکر پر نہیں ہوتی تو جن منتظمین یا امام نے اس آلہ کا اہتمام کیا ہے ان کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

(مرسلہ محمد اسحٰق) معرفت نیشنل بنک لائبریری مکان نمبر ۶/۳۰۱ لیاقت آباد۔ کراچی نمبر ۱۹ کوڈ نمبر ۷۵۹۰۰

الجواب بتوفیق الملک الوھاب عزّوجلّ.

(جواب سوال اوّل)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ولا تجھر بصلاتک ولا تخافت بھا وابتغ بین ذٰلک سبیلاً۔ (پ ۱۵ رکوع ۱۲)۔ اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو اور نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔ (کنز الایمان ص ۴۶۷)

اس آیت کے شان نزول کے بارہ میں حدیث شریف میں آیا ہے۔ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ ولا تجھر بصلاتک ولا تخافت بھا قال نزلت و رسول اللہ

ﷺ مختفی بمكة كان اذا صلّے باصحابه رفع صوتهٗ بالقرآن فاذا سمع المشركون سبّوا القرآن و من انزله و من جآء به فقال الله تعالیٰ لنبیّه و لا تجهر بصلاتک ای بقرأتک فیسمع المشركون فیسبّوا القرآن و لا تخافت بها عن اصحابک فلا تسمعهم وا بتغ بین ذلک سبیلاً ۔ (بخاری شریف ص ۶۸۶ ۔ مسلم شریف ص ۲۰۳ جلد اوّل)۔

یعنی یہ آیت اُس وقت اُتری جب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں پوشیدہ تھے۔ آپ جب اپنے اصحاب کو نماز پڑھایا کرتے تو اپنی آواز مبارک کو قرآن کریم پڑھتے وقت خوب بلند فرمایا کرتے تھے۔ جب کافر آپ کی آواز سنتے تو قرآن کریم کی اور اُس کے اتارنے والے کی اور لانے والے کی شان میں گستاخانہ کلمات بکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک ﷺ کو فرمایا نماز کی قرأت کو اونچا نہ کرو کہ کافر سن لیں گے تو بیہودہ کلمات بکیں گے اور نہ اپنے اصحاب سے اتنا آہستہ پڑھو کہ وہ سن نہ سکیں اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔ صحیحین میں اس شانِ نزول کے ساتھ دوسرا شان نزول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ مروی ہے کہ یہ آیت دعاء کے بارہ میں ہے۔ اس دوسرے شان نزول کے بارہ میں امام نووی فرماتے ہیں۔ و ذكر تفسير عائشة ان الآية نزلت فی الدعآء و اختاره الطبری وغیره لكن المختار الاظهر ما قاله ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما. امام مسلم نے حضرت عائشہ کی تفسیر بھی ذکر کی ہے کہ صلوٰۃ سے مراد دعاء ہے اور اس تفسیر کو امام طبری وغیرہ نے اختیار کیا ہے۔ لیکن مختار اور زیادہ قوی قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کا قول ہے۔ (شرح مسلم شریف ص ۲۰۳ ج اوّل)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس تفسیر کو اکثر مفسرین کرام نے اختیار فرمایا چنانچہ جلالین میں ہے۔ قال تعالیٰ ولا تجهر بصلاتک بقراء تک فيها فيسمعک المشركون فیسبوک و یسبوا القران و من انزله ولا تخافت تسر بها لينتفع اصحابک و ابتغ اقصد بين ذلک الجهر و المخافتة سبيلاً طريقاً و سطاً۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور آپ نماز میں قرأت کو زیادہ بلند نہ کریں کہ مشرک لوگ سُن کر آپ کو اور قرآن کو اور اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینے لگیں اور نہ بہت آہستہ کریں تاکہ آپ کے ساتھی نفع حاصل کر سکیں اور جہر و مخافت کے درمیان وسط راستہ اختیار کریں۔ (جلالین ص ۲۴۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس تفسیر کو تفسیر خازن میں نقل کرنے کے بعد باقی اقوال کو لفظ قیل سے ذکر کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک مختار قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کا ہے۔ اور اسی

قول کی بناء پرفرماتے ہیں۔ وابتغ ای اطلب بین ذلک سبیلاً ای طریقاً وسطاً بین الجهر و الاخفاء۔ اور جہر واخفاء کے مابین وسط راستہ تلاش کرو۔ (تفسیر خازن ص ۱۸۹ الجزء الرابع)۔

(۳) امام بغوی نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس تفسیر کو اختیار فرمایا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تفسیر کو قیل سے ذکر فرمایا۔ (معالم التنزیل ۱۸۹ الجزء الرابع)

مفتی نوراللہ نعیمی صاحب لکھتے ہیں۔ "بہت سے مفسرین کرام نے اس صورت کا ذکر اسی شان نزول کے ساتھ فرمایا بلکہ اس شان نزول کی بعض روایات میں بھی تصریح آئی ہے۔ (فتاوی نوریہ ص ۱۱۳ ج ۱)

نماز میں لاؤڈ سپیکر چلانا ممنوع ہے

اس آیت کریمہ کی بناء پر ہمارے جید مستند معتبر علماء اہل سنت نے نماز میں لاؤڈ سپیکر چلانے کو ممنوع قرار دیا ہے۔ بعض حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱) حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں۔ "اس آیت سے معلوم ہوا کہ اب لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھانی منع ہے کیونکہ اس میں ضرورت سے زیادہ اونچی آواز نکلتی ہے جو کہ نماز میں ممنوع ہے۔ اس طرح جب مقتدی تھوڑے ہوں تو زیادہ چیخ کر قراءۃ نہ کرے۔ حضورﷺ جب نماز میں بلند آواز سے قراءۃ فرماتے تھے تو کفار رب کو گالیاں دیتے تھے تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس لئے اب بھی ظہر و عصر میں آہستہ قراءۃ کی جاتی ہے تاکہ مسلمان اس زمانے کی اپنی مجبوری یاد رکھیں۔" (نورالعرفان علی کنزالایمان ص ۴۶۷)

(۲) اور حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب لکھتے ہیں۔ "آیت کریمہ کی تفسیر میں ہم نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا بلکہ اکابر علماء وحضرات مفسرین نے ترجمہ وتفسیر کے طور پر جو کچھ ارشاد فرمایا ہے صرف وہ نقل کر دیا ہے۔ نیز آیت مذکورہ سے نماز میں لاؤڈ سپیکر کی ممانعت پر ہم نے ہی استدلال نہیں کیا بلکہ حضرت صدرالافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی۔ خطیب اعظم مولانا سید محمد صاحب محدث کچھوچھوی محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب علیہم الرحمۃ ومولانا مفتی احمد یار خان صاحب ومولانا مفتی محمد صاحب داد صاحب ومولانا مفتی محمد اعجاز ولی خان صاحب رضوی ومولانا عبدالحامد صاحب بدایونی وغیرھم کثیر علماء کرام نے آیت کریمہ مذکورہ سے نماز میں لاؤڈ سپیکر کی ممانعت پر استدلال کیا اور اس کی تائید

فرمائی۔ ملاحظہ ہو علماء کرام کا اہم فتویٰ مطبوعہ کراچی لہذا اسے تفسیر بالرائے سے تعبیر کرنا ہرگز صحیح نہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔" (رضائے مصطفےٰ گوجرنوالہ بابت ۹ ذوالحجہ ۱۳۸۳ھ)

الحمد للہ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ نماز میں لاؤڈ سپیکر چلانا شرعاً منع ہے۔ لہذا نماز میں اسے استعمال کرنے والے شرعی ممنوع کام کے مرتکب ہیں۔ اللہ تعالیٰ بچنے کی توفیق بخشے آمین۔

جواب سوال دوم

چونکہ نماز میں لاؤڈ سپیکر چلانا شرعاً منع ہے اس لئے جس نماز میں لاؤڈ سپیکر چلایا جائے گا وہ ضرور کراہت والی ہوگی۔ ہاں جن مقتدیوں تک امام کے منہ کی اصل آواز پہنچ جاتی ہے ان کی نماز تو کراہت کے ساتھ ادا ہو جاتی ہے لیکن جن تک امام کی آواز لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ ہی سے پہنچتی ہے ان کی نماز فاسد ہے۔ اس بارہ میں چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱) حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں۔ آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ سپیکر) سے خطاب سننے میں حرج نہیں مگر اس کی آواز پر رکوع وسجود کرنا مفسد نماز ہے۔

(فتاویٰ امجدیہ جلد دوم ص ۸۳۶ بحوالہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بابت ۹ ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ)

اور آپ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔ "خطبہ کی حالت میں آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ سپیکر) لگانے میں کوئی حرج نہیں مگر نماز کی حالت میں امام کا اس آلہ کو استعمال کرنا درست نہیں۔ اس آلہ کے ذریعہ سے جن لوگوں نے تکبیرات کی آواز سن کر رکوع وسجود کیا ان کی نمازیں نہیں ہوئیں۔" واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ امجدیہ جلد دوم ص ۹۹۶ بحوالہ رضائے مصطفےٰ مذکور بالا)

(۲) اور حضرت مولانا ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں۔ "نماز میں مقتدیوں کو امام کی تکبیرات اور مکبروں کی تکبیرات پر رکوع وسجود ونقل وحرکت کرنا چاہیے نہ کہ لاؤڈ سپیکر کی آواز پر۔ جس نے صرف لاؤڈ سپیکر کی آواز پر رکوع وسجود کیا نہ امام کی آواز پر اور نہ مکبروں کی آواز پر اس کی نماز درست نہیں ہوگی کہ لاؤڈ سپیکر نمازی نہیں تو تلقین خارج صلوٰۃ سے ہوئی۔" (رضائے مصطفےٰ مذکور بالا)

(۳) اور حضرت مولانا مفتی اعظم ہند مصطفےٰ رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ وقت نماز لاؤڈ سپیکر کا استعمال ہرگز ہرگز نہ ہو۔ اگرچہ وہ ایسا ہو کے خود آواز لے لیتا ہو اس میں آواز ڈالی نہ جاتی ہو۔ اگرچہ تحقیق

سے یہی ثابت ہو کہ اس سے جو آواز مسموع ہوتی ہے وہ متکلم ہی کی آواز ہے۔ ایک مذہب اس بارہ میں یہ بھی ہے کہ وہ آواز غیر ہے اس کو مرجوح رکھا جائے۔ اعتبار متکلم کی اس آواز کا ہے جو اس کے دہن سے نکلی ہو اور فضاء کی ہوا کو متحرک کرتی ہوئی بے کسی اور قوت دافعہ کے کان تک پہنچی۔ وہ آواز جو کسی کاسر سے ٹکرا کر سکون پا گئی اور اس کاسر کی ٹکر کی قوت سے متحرک ہو کر پلٹی اس کا اعتبار نہیں۔ جیسے گنبد سے ٹکرا کر جو آواز پلٹی ہے یا کنوئیں کی پلٹی ہوئی آواز جسے مسموع ہو اس پر سجدہ اس لئے واجب نہیں ہوتا کہ اب یہ جو پلٹی ہوئی آواز ہے یہ اگر چہ وہی دہن قاری سے نکلی ہوئی ہے مگر کاسر سے ٹکرانے کی وجہ سے یہ اس حیثیت کی نہیں رہی۔ اب اس کاسر کی ٹکر کی قوت سے کان تک پہنچتی ہے۔ لاؤڈ سپیکر میں یہ نہیں کہ بجلی کی قوت سے فضا کی ہوائے کاسر جہاں تک دفع ہو گئی ہے بے کسی اور کاسر سے ٹکرائے ہوئے بے اس کاسر کی قوت دفع کے شامل ہوئے محض بجلی کے اس فعل سے کان تک پہنچی ہے۔ هذا ما عندی والعلم بالحق عندالباری وهو تعالیٰ اعلم۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی کوئی عبارت ایسی نہیں ہے جس سے یہ سمجھا جائے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے نزدیک محض لاؤڈ سپیکر کی آواز پر انتقالات کرنے والے کی نماز درست ہے۔" واللہ تعالیٰ اعلم"۔ اس فتویٰ پر اکیس علماء اہل سنت کی تصدیقات و دستخط ہیں۔ (رضائے مصطفیٰ مذکور بالا)۔

(۴) اور مولانا مفتی برھان الحق جبل پوری لکھتے ہیں۔ "لاؤڈ سپیکر موجودہ زمانے کی ایجادات سے ہے۔ اس میں جو آواز نکلتی ہے وہ بعینہ امام کی آواز نہیں ہوتی بلکہ اس آواز کی نقل ہوتی ہے۔ جس طرح کسی پہاڑ یا اونچی دیوار سے ٹکرا کر صدا کی صورت میں سنائی دیتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ صدا جو پہاڑ یا دیوار سے ٹکراتی ہے وہ ذرا وقفہ کے ساتھ سنی جاتی ہے اور لاؤڈ سپیکر میں بجلی کی قوت اور آلات کے ذریعہ سے اُسی وقت فوراً بغیر کسی وقفہ کے سنی جاتی ہے۔ اور پہاڑ یا دیوار سے ٹکرا کر صدا براہِ راست سنی جاتی ہے۔ لاؤڈ سپیکر میں آواز کو کئی منزلیں طے کرنا پڑتی ہیں۔ منہ سے نکل کر مائک کے پردوں سے ٹکرا کر ایمپلی فائر میں پہنچ کر تار کے ذریعہ لاؤڈ سپیکر میں پہنچ کر اس کے پردوں سے ٹکرا کر منتشر ہوتی ہے۔ ان سب مرحلوں میں امام یا بولنے والے کی اصلی آواز تو تار تار ہو جاتی ہے۔ اس کی نقل در نقل بجلی کے ذریعہ سے سننے والوں تک پہنچتی ہے۔ اس آواز پر جو رکوع وسجود ہوں گے وہ امام کی صحیح آواز پر نہ ہوں گے بلکہ نقلی آواز پر ہوں گے۔ سجدۂ تلاوت جس طرح تلاوت کرنے والے پر واجب ہے اسی طرح سننے والے پر بھی واجب ہے لیکن کوئی شخص ایسی جگہ تلاوت کر رہا ہے کہ اس کی تلاوت کی آواز تو دوسروں کے کانوں تک نہیں پہنچ رہی ہے بلکہ

صرف اس کی صدا کسی دیوار یا بلند چیز سے ٹکرا کر پہنچ رہی ہے تو اس صدا کے سننے والے پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں کیونکہ یہ اصلی آواز نہیں بلکہ آواز کی نقل ہے۔ درمختار میں ہے۔ لاتجب بسماعه من الصدیٰ یعنی آیت سجدہ صدا سے سننے والے پر سجدہ واجب نہیں مراقی الفلاح میں ہے۔ **لاتجب بسماعها من الصدیٰ وهوما یجیبک مثل صوتک فی الجبال والصحاریٰ و نحوها** یعنی آیت سجدہ کو صدا سے سننے پر سجدہ تلاوت واجب نہیں اور صدا وہ جوابی آواز ہے جو تیری آواز کی طرح پہاڑوں اور صحراؤں وغیرھا سے آتی ہے۔ طحطاوی میں ہے۔ فانہ لا اجابۃ فی الصدیٰ وانما هو فی حکایۃ۔ یعنی صدا سے کوئی حکم نہیں بلکہ وہ آواز کی نقل و حکایت ہے۔ جب صدا کے ذریعہ سجدہ کی آیت سننے پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں تو نماز میں تکبیر کی صدا پر اقتداء کیسے صحیح اور درست ہو سکتی ہے۔

علاوہ ازیں لاؤڈ سپیکر کا کوئی جزء نماز میں داخل نہیں وہ کلیۃً خارج نماز ہے۔ اور اس کا ریگولیٹر غیر مصلی کے ہاتھ میں ہے۔ مائک ایمپلی فائر اور لاؤڈ سپیکر سب خارجی آلات ہیں۔ نماز سے ان کا ذرا بھی لگاؤ نہیں۔ امام کی تکبیر ایک غیر مصلی چیز کے ذریعہ سے مصلیوں تک پہنچانا مفسد صلوٰۃ ہے۔ علامہ شامی نے تنبیہ ذوی الافہام میں فرمایا **ادخال مالیس من الصلوٰۃ فی الصلوٰۃ موجب فساد الصلوٰۃ** ۔ یعنی نماز میں ایسی چیز کا داخل کرنا جس کا نماز سے کوئی تعلق نہیں نماز کو فاسد کر دینے کا موجب وسبب ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نماز میں شامل نہیں مگر امام کی تکبیر پر اس کی نیابت میں تکبیر پکار رہا ہے اس کی تکبیر پر جو لوگ تحریمہ کہہ کر نیت باندھ لیں گے رکوع وسجود کریں گے ان کی نماز قطعی طور پر نہ ہوگی کیونکہ وہ ایک ایسے شخص کی اقتداء کر رہے ہیں جو خود نماز میں شامل نہیں۔

پھر اگر امام نے تکبیر تحریمہ کہتے وقت یہ کوشش کی کہ مائک اس کی آواز پکڑے اور اس کے ذریعہ سے وہ آواز لاؤڈ سپیکر میں پہنچ کر نمازیوں تک پہنچے تو اس کا یہ فعل خود منافی نماز ہوگا۔ اور امام ہی کی نماز سرے سے فاسد ہو جائے گی تو مقتدیوں کا کیا حال ہوگا۔ پھر اگر درمیان میں بجلی فیل ہو گئی یا تار کا سلسلہ ٹوٹ گیا تو امام رکوع میں ہوگا۔ اور مقتدی قیام میں امام سجدہ میں ہوگا اور مقتدی رکوع میں یہ نماز نہیں ہوئی ایک کھیل ہو گیا۔

نماز بالکل اس طریقہ پر ادا کرنی چاہئے جو طریقہ حضور اکرم ﷺ اور شریعت مطہرہ نے تعلیم فرمایا کہ اگر جماعت کثیر ہو اور امام کی آواز کافی نہ ہو تو چند مکبر اتنے اتنے فاصلہ پر جماعت میں مقرر ہوں کہ ان کی نیت بھی امام ہی کے ساتھ نماز کی ہو اور امام کی تکبیر تسمیع اور سلام کی آواز پر تکبیر تحمید سلام اتنی آواز سے کہیں کہ

دوسری صفوں تک ان کی آواز پہنچے۔ یہ لوگ امام کے نائب اور مبلغ ہوں گے۔ یہاں بھی فقہائے کرام کے ارشادات ہیں کہ جو لوگ امام کی تکبیر پر اس کی نیابت میں تکبیر تحریمہ کہیں ان کی نیت صرف یہ ہو کہ وہ فقط امام کی آواز پر آواز لگا کر دوسروں تک آواز ہی پہنچانا چاہتے ہیں بلکہ آواز لگانے اور تکبیر پکارنے سے پہلے ان کی نیت بھی تحریمہ کی ہو اور تحریمہ کی تکبیر اتنی بلند آواز سے کہیں کہ تحریمہ کی آواز نمازیوں تک پہنچے اگر یہ نیت نہ ہوئی اور صرف لوگوں کو آواز پہنچانا متصور رہا ہے تو اس مکبر کی نہ نماز ہوگی نہ ان لوگوں کی نماز ہوگی جو اس کی تکبیر پر تحریمہ باندھیں گے۔" واللہ تعالیٰ اعلم (رضائے مصطفیٰ مذکور بالا)

(۵) اور مفتی محمد صاحب داد خان صاحب لکھتے ہیں۔

"نماز میں قرأت کے لئے لاؤڈ سپیکر کا استعمال مکروہ و منع ہے۔ کیونکہ قرأت میں ایسا تصنع و تکلف اور زیادہ بلند آواز جو حضور قلب خشیت اور تذلل نماز کے منافی ہے منع ہے۔ اس لئے قرآن مجید نے صاف اعلان فرمایا کہ: ولا تجھر بصلاتک یعنی جہری نماز میں نہ تو زیادہ آواز کو بلند کرو اور نہ زیادہ آہستہ بلکہ درمیانی راہ اختیار کرو۔ ایسے صریح احکام کے خلاف اپنی خواہشات نفسانیہ کے مطابق دین متین میں مداخلت کرنا بدیہی البطلان ہے۔ مجمع کثیر میں تبلیغی اغراض حسنہ کے لئے یا مسجد سے باہر آذان مسنون کے لئے لاؤڈ سپیکر کے استعمال کا جواز ہو سکتا ہے۔ **ھذا ما ظھر لی فی ھذا الباب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔** "

(رضائے مصطفیٰ بابت ۹ محرم ۱۳۸۴ھ)

(۶) اور مفتی غلام معین الدین نعیمی لکھتے ہیں۔

"بہر طریق نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال ناروا اور بدعت سیئہ ہے اور مثلیت و غیریت کے اعتبار سے لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ سے رکوع و سجود اور تکبیرات انتقال کرنا مفسد نماز ہے۔" (رضائے مصطفیٰ مذکور بالا)

(۷) اور مفتی عزیز احمد گڑھی شاہو لاہور لکھتے ہیں۔

"جہیر الصوت (لاؤڈ سپیکر) کے متعلق محققین سائنس دانوں کی تحقیق یہ ہے کہ بولنے والے کی آواز میکروفون سے ٹکراتی ہے۔ اور اس ٹکر سے ایک دوسری آواز اسی کی مثل پیدا ہوتی ہے۔ جو مخلوق کے کانوں تک پہنچتی ہے۔ جیسے پہاڑ کی صدا۔ گنبد اور کنوئیں کی آواز بولنے والے کی آواز کے ٹکرانے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ مشاہدہ سے بھی ظاہر ہے کہ لاؤڈ سپیکر کی آواز بولنے والے کی آواز کی غیر ہے۔ کیونکہ یہ آواز بولنے والے کی آواز سے کبھی چوگنی کبھی چھ گنی کبھی اس سے کم و بیش ہوتی ہے۔ تو یہ آواز بعینہ بولنے والے کی آواز ہو ہی

نہیں سکتی بلکہ دونوں میں فرق ظاہر ہے۔ اور جبکہ یہ آواز بولنے والے کی آواز کی غیر ہوئی تو اس کی اقتداء سے نماز فاسد ہوگی۔ کیونکہ آلہ مذکورہ نہ امام ہوسکتا ہے نہ امام کا مقتدی بلکہ ایک اجنبی چیز ہے جس کا نماز سے کوئی تعلق نہیں۔ شریعت مطہرہ نے اپنے امام کی یا امام کے مقتدی کی جو اس نماز میں شریک ہو اقتداء کرنے کی اجازت دی ہے اس کے علاوہ کسی خارج کی اقتداء کرنے سے نماز فاسد ہونے کا حکم دیا ہے۔ لہذا آلہ جہیر الصوت کی آواز کی اقتداء بہرصورت ناجائز اور مفسد نماز ہوگی۔ نماز کا معاملہ نہایت اہم ہے۔ اس میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ لاؤڈ سپیکر نماز میں لگانے سے احتراز لازم ہے۔ ہاں خطبہ وتلاوت قرآن کریم ونعت خوانی میں لگانے میں حرج نہیں ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب" (رضائے مصطفیٰ۔ مذکور بالا)

(۸) اور مولانا مفتی محمد اعجاز ولی خان صاحب لکھتے ہیں۔

"لاؤڈ سپیکر پر اقتداء صلوٰۃ کے عدم جواز میں کسی منصف کو انکار نہیں۔" (رضائے مصطفیٰ۔ مذکور بالا)

(۹) اور مولانا مفتی محمد خلیل کاظمی محدث امروہی لکھتے ہیں۔

"نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال خلاف سنت وبدعت ہے"۔ (رضائے مصطفیٰ۔ مذکور بالا)

(۱۰) اور مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی لکھتے ہیں۔

"یہاں (نماز میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال پر) کوئی وجہ ہی نہیں نکلتی جو اس کو بدعات سے خارج کردے کہ صراحۃً طریقۂ سنت کی مغیر ہے۔ بس جمہور اہل سنت کے نزدیک اس کے بدعت ہونے میں شک نہیں۔ اس آلہ کے ذریعہ سے جو شخص ارکان نماز ادا کرے گا اس کی نماز نہ ہوگی۔" (رضائے مصطفیٰ مذکو بالا)

(۱۱) اور مولانا عبدالحنان جامع مسجد داتا گنج بخش لاہور لکھتے ہیں۔

"لاؤڈ سپیکر سے پیدا شدہ آواز پر امام کی اقتداء کرنے والے کی نماز ادا نہ ہوگی۔ اور جب اس کی آواز سے فائدہ اٹھانے والے مقتدیوں کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔ فاسد یا باطل ہو جاتی ہے تو واجب ہے کہ اس آلہ کو جمعہ وعیدین وغیرہ میں استعمال کر کے نمازوں کو فاسد وبرباد نہ کیا جائے۔ ورنہ امام ومتولی ومجوز ومعاون سب گناہگار ہوں گے۔ اور ان کی دیکھا دیکھی واسطہ در واسطہ قیامت تک جتنے لوگ اس فعل نامشروع برباد کنندۂ نماز کا ارتکاب کریں گے ان سب کا گناہ بھی ان پر ہوگا۔ اور مرتکبین کے گناہ میں سے کچھ بھی کمی نہ ہو گا جیسا کہ حدیث میں ہے۔ من دعا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل آثام من تبعہ لاینقص

ذلک من آثا مهم شیئاً. "(رضائے مصطفیٰ۔ مذکور بالا)

(۱۲)اور مولانا محمد رفیع اللہ اجمیری لکھتے ہیں۔

" آلہ نشر الصوت (لاؤڈ سپیکر) کا استعمال نماز میں جائز نہیں اور نہ یہ تکبیر مکبرین کی سنت کے قائم مقام ہو سکتا ہے۔"(رضائے مصطفیٰ۔ مذکور بالا)

(۱۳)اور مولانا آل حسن اشرفی کچھوچھوی لکھتے ہیں۔

"بے شک نماز میں اس آلہ کا استعمال مکبرین والی سنت متواترہ کو مٹا دینے کی وجہ سے بدعت سیئہ ہے اور اجماع امت کے خلاف ہے۔"(رضائے مصطفیٰ۔ مذکور بالا)

(۱۴)اور مولانا سید محمد حسین علی پوری لکھتے ہیں۔

"اگر مقتدی آلہ مکبر الصوت کی آواز پر تکبیر تحریمہ کی بناء اور نماز ادا کریں گے تو نماز فاسد اور واجب الاعادہ ہوگی و التلقن من الغیر مفسد لامحالة (عناية)

تکبیرات امام کی تبلیغ کے لئے مکبرین مقرر کیے جائیں جیسا کہ حضور ﷺ اور صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین سے ثابت ہے۔"(رضائے مصطفیٰ۔ مذکور بالا)

(۱۵)اور مولانا محبوب علی صاحب مفتی اعظم بمبئی لکھتے ہیں۔

"نماز میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال سے احتراز و اجتناب لازم و ضروری ہے۔اس کی اقتداء میں نماز نہ ہوگی۔ مسلمانوں کو نماز میں اس آلہ کے استعمال سے بچنا چاہیے خدا تعالیٰ نیک توفیق عطا فرمائے آمین"۔

(رضائے مصطفیٰ۔ مذکور بالا)

(۱۶) مولانا مفتی محمد امین صاحب فیصل آبادی لکھتے ہیں "فقیر کا مسلک وہی ہے جو کہ آقائے نعمت محدث اعظم پاکستان قدس سرہٗ کا ہے۔ کہ نماز میں لاؤڈ سپیکر ہرگز استعمال نہ کیا جائے۔ مسجد کی انجمن نے جب اصرار کیا تو فقیر نے کہا۔ میں حضرت محدث اعظم پاکستان کا خادم ہوں اس لئے میں نہیں لگاتا"۔

(رضائے مصطفیٰ ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ)

الحمدللہ۔ جید و معتبر و مستند مفتیان اہل سنت کے ان سولہ فتاوی مبارکہ سے ثابت ہوا کہ نماز میں لاؤڈ سپیکر چلانا مطلقاً ممنوع و ناجائز ہے۔ امام اور امام کے قریب جو مقتدی کھڑے ہوں گے اور ان تک امام کی اصل آواز پہنچے گی اُن کی نماز کراہت کے ساتھ ادا ہو جائے گی اور جن تک صرف امام کی آواز لاؤڈ سپیکر ہی کے

ذریعہ سے پہنچے گی ان کی نماز فاسد ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔

(جواب سوال سوم)

جن مقتدیوں کی نماز لاؤڈ سپیکر کی وجہ سے اصلاً فاسد ہے ان پر اپنی نماز کا لوٹانا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(جواب سوال چہارم)

چونکہ مقتدی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی نیت کرتا ہے اور اقتداء کی نیت سے اپنی نماز کو امام کی نماز کے تابع بناتا ہے اس لئے امام کی نماز کی خرابی اس کی نماز میں بھی واقع ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ امام کے سہو سے مقتدی پر بھی سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(جواب سوال پنجم)

بلاشبہ نماز میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال سے مکبر کھڑے کرنے کی سنت پائمال ہوتی ہے۔ اور دور دور کے مقتدیوں کی نماز میں فساد آتا ہے اس لئے اس کا استعمال بدعت سیئہ ہے۔ جیسا کہ گذشتہ فتاوی مبارکہ میں سے بعض میں اس کی تصریح بھی گزری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(جواب سوال ششم)

(۱) امام احمد طحطاوی لکھتے ہیں **قالوا والاولیٰ ان لایجهد نفسه بالجهر بل بقدر الطاقة لان اسماع بعض القوم یکفی بحر و نهر و المستحب ان یجهر بحسب الجماعة فان زاد فوق حاجة الجماعة فقد اساء کمالو جهر المصلی بالاذ کار قهستانی عن کشف الاصول** ۔یعنی فقہائے حنفیہ نے فرمایا ہے کہ امام کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ بلند آوازی سے اپنے آپ کو نہ تھکائے بلکہ بقدر طاقت آواز نکالے کیونکہ بعض مقتدیوں کو سنانا کفایت کرتا ہے جیسا کہ بحر الرائق اور نہر الفائق میں مذکور ہوا۔ اور امام قہستانی نے کتاب کشف الاصول سے یہ نقل فرمایا ہے کہ مستحب ہے کہ امام کو مقتدیوں کے اندازہ پر آواز بلند کرنی چاہیے۔ پھر اگر وہ حاجت جماعت سے زائد آواز نکالے گا تو اساءت کا مرتکب ہوگا جیسا کہ نمازی اگر تسبیحات وغیرہ بلند آوازی سے پڑھے تو اس میں اساءت ہے۔

(طحطاوی ص ۱۶۹)

(۲) بحرالرائق ج اص ۳۳۵ میں ہے۔ قالوا ولایجھد الامام نفسہ بالجھر و فی السراج الوھاج الامام اذاجھر فوق حاجة الناس فقد اسأ۔ اوردرمختار ص ۳۹۳ ج ا میں ہے۔ ویجھر الامام وجوباًبحسب الجماعة فان زاد علیه اسأ. (قوله فان زاد علیه اسأ) وفی الزاھدی عن ابی جعفر لوزاد علی الحاجة فھوافضل الااذااجھد نفسه اواذی غیره قھستانی (شامی ص ۳۹۳ ج ا) دیکھو مدنی طحطاوی ص ۱۶۹ شیخ مصطفیٰ علی الکنز ص ۳۵ اور تبیین ص ۱۲۷ ج ا میں ہے ولایجھد نفسه فی الجھر۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام کے لئے ضروری نہیں کہ وہ سب مقتدیوں تک اپنی آواز پہنچائے۔ ہاں اپنی طاقت کے اندازہ اور جماعت کی قلت وکثرت کے اندازہ پر آواز بلند کرے۔ طاقت سے زیادہ آواز بلند کرنے کی ضرورت نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(جواب سوال ہفتم)

اگر لاؤڈ سپیکر نماز میں چلایا گیا تو امام اور منتظمین اور مجوزین سب پر اس کا وبال ہوگا۔ مفتی عبدالحنان کے فتویٰ مبارکہ میں ابھی یہ گزرا کہ "ورنہ امام ومتولی و مجوز ومعاون سب گناہگار رہوں گے۔" واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۳ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سترھواں مقالہ

نماز عصر اور آج کل کے مسلمان

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم ٥

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد. آج کل اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی نمازعصر باجماعت ادا کرنے سے سخت غفلت کا شکار ہیں۔تقریباً سب مساجد میں نمازعصر کی جماعت میں شامل ہونے والوں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔چونکہ دن کے اختتام کا وقت کاروبار کی سخت مصروفیت کا وقت ہوتا ہے اور اکثر لوگ اپنے باقی ماندہ کام کوختم کر کے گھروں کو جانے کی فکر میں ہوتے ہیں۔اس لئے وہ عصر کی نماز اکثر اپنی دکانوں میں ہی پڑھ لیتے ہیں۔حالانکہ شرع شریف نے نمازعصر کی عظیم فضیلت بیان کی ہے اور اس کی پابندی اور محافظت کی دوگنا تاکید کی ہے۔مسلمانوں کواس نماز کی فضیلت واہمیت سے آگاہ کرنے کیلئے ہم نے یہ مختصر رسالہ لکھا ہے۔اللہ تعالیٰ اسے ذریعۂ ہدایت بنائے آمین۔

آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے۔حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ. نگہبانی کروسب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی اور اللہ کے حضور ادب سے کھڑے ہو۔

(پ۲رکوع ۱۵)

تفسیر

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے سب نمازوں کی پابندی ومحافظت کا حکم دیا پھر خصوصیت سے نماز وسطیٰ کی محافظت کا حکم دیا۔تاکہ لوگ نماز وسطیٰ کی محافظت کے دوسرے حکم کے پیش نظراس کی محافظت کا خاص خیال رکھیں،نماز وسطیٰ کونسی نماز ہے؟اس بارہ میں بزرگان دین کے تیس اقوال موجود ہیں۔

(درمختار ص ۲۶۵ ج ۱)

مگر احادیث راجحہ اور عبارات فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز وسطیٰ سے مراد نمازعصر ہے۔چنانچہ بعض احادیث مبارکہ یہاں تبرکاً پیش کی جاتی ہیں وباللہ التوفیق۔

احادیث مبارکہ

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نماز وسطیٰ نماز عصر ہے۔ **رواہ احمد والترمذی وابن ابی شیبہ وابن حبان والبیھقی والبزار والطیالسی وقال الجلال السیوطی ھذا حدیث صحیح.**

(جامع صغیر ص ۴۸ ج ۲ مشکوٰۃ ص ۵۸ ج ۱)

(۲) اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا آیت حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطیٰ ابتداء میں اِن لفظوں میں نازل ہوئی حافظوا علی الصلوات والصلوۃ العصر (نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور نماز عصر کی) اور ہم نے اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھا جب تک کہ اللہ کو منظور تھا پھر اللہ نے منسوخ فرما کر ان لفظوں میں اتارا۔ **حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ** ۔ پھر ایک شخص زاہر نامی نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ سو کیا نماز وسطیٰ نماز عصر ہے۔ فرمایا۔ میں نے تجھے یہ بتایا ہے کہ یہ آیت کس طرح نازل ہوئی اور اللہ نے اِسے کس طرح منسوخ کیا۔

(تفسیر ابن کثیر ص ۲۹۳ ج ۱) (مسلم شریف ص ۲۲۷ ج ۱)

(۳) اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ احزاب کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **شغلونا عن الصلوٰۃ الوسطیٰ صلوۃ العصر ملأ اللّٰہ بیوتھم وقبورھم نارًا.**
مشرکین نے ہمیں نماز وسطیٰ نماز عصر سے روک دیا اللہ اُن کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔

(مسلم شریف ص ۲۲۷ ج ۱) (سنن ابی داؤد ص ۵۹ ج ۱، مشکوٰۃ ص ۵۷ ج ۱۔ جامع الرضوی ص ۲۶۵)

(۴) اور مفسر عماد الدین ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے نماز وسطیٰ کے بارہ میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا۔

کنا نراھا الفجر حتی سمعت رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول یوم الاحزاب شغلونا عن الصلوٰۃ الوسطیٰ صلوۃ العصر الحدیث. ہم نماز فجر کو نماز وسطیٰ خیال کرتے تھے یہاں تک کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احزاب کے دن یہ فرماتے ہوئے سنا، انہوں نے ہمیں نماز وسطیٰ نماز عصر سے روکا۔ خدا ان کی قبروں اور پیٹوں یا گھروں کو آگ سے بھر دے۔

(تفسیر ابن کثیر ص ۲۹۱ ج ۱)

(۵) اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے غلام ابو یونس کو قرآن مجید کا ایک نسخہ لکھنے کا حکم دیا پھر فرمایا جب تم آیت حافظوا علی الصلوات پر پہنچو تو مجھے اطلاع دینا سو جب میں اس آیت پر پہنچا تو میں نے انہیں اطلاع دی انہوں نے یہ آیت اِن لفظوں میں لکھوائی۔ حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطیٰ وصلوۃ العصر و قوموا للہ قٰنِتِیْنَ ۝ (نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور نماز وسطیٰ اور نماز عصر کی اور اللہ کے لئے ادب سے کھڑے ہو جاؤ) پھر فرمایا میں نے یہ آیت اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔

(مسلم شریف ص ۲۲۷ ج ۱)

ان پانچ احادیث متبرکہ سے معلوم ہُوا کہ نماز وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے۔ یہی اکثر علمائے صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین اور فقہائے اسلام کا قول ہے۔ چنانچہ مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں۔ وقیل انها صلوٰۃ العصر قال الترمذی والبغوی وهو قول اکثر علماء الصحابه وغیرهم وقال القاضی الماوردی هو قول جمهور التابعین وقال الحافظ ابو عمر ابن عبدالبرّ وهو قول اکثر اهل الاثر وقال ابو محمد عطیه فی تفسیر هو قول جمهور الناس . اور کہا گیا ہے کہ نماز وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے امام ترمذی اور امام بغوی رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ اکثر علمائے صحابہ وغیرہم کا قول ہے اور قاضی ماوردی نے فرمایا یہ جمہور تابعین کا قول ہے اور حافظ ابوعمر بن عبدالبرؒ نے فرمایا۔ یہ اکثر محدثین کا قول ہے اور محمد بن عطیہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا یہ جمہور لوگوں کا قول ہے (تفسیر ابن کثیر ص ۲۹۱ ج ۱)۔

فقہائے حنفیہ کا مذہب

بھی یہی ہے کہ نماز وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے۔ چنانچہ امام علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں۔ وهی الوسطیٰ علی المذهب ۔ اور نماز عصر ہی مختار مذہب حنفی میں نماز وسطیٰ ہے۔ اور امام ابن عابدین شامی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

قوله وهی الوسطیٰ علی المذهب ای المنقول عن ائمتنا الثلاثة ۔ ہمارے تینوں اماموں سے منقول یہی ہے کہ نماز عصر نماز وسطیٰ ہے۔ (درمختار ص ۲۶۵ ج ۱)

اور امام ابو جعفر حنفی لکھتے ہیں وھذا قول ابی حنیفة وابی یوسف و محمد رحمھم اللّٰہ تعالیٰ اور یہی قول ائمہ ثلاثہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے۔
(شرح معانی الآثار ص ۱۲۰ ج ۱)

وجہ تسمیہ

نماز عصر کو نماز وسطیٰ کہنے کی دو وجہیں ہیں۔ایک تو یہ کہ یہ نماز رات کی دو نمازوں (مغرب و عشاء) اور دن کی دو نمازوں (فجر وظہر) کے درمیان واقع ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تو انہوں نے صبح کے وقت بطور شکرانہ دو رکعتیں پڑھیں سو یہ فجر کے دو فرض بن گئیں اور ظہر کے وقت قربانی کے فدیہ میں حضرت اسماعیل کا دُنبہ ذبح کیا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور شکرانہ چار رکعتیں پڑھیں سو یہ ظہر کے چار فرض بن گئیں اور حضرت عزیر علیہ السلام کو عصر کے وقت زندہ کیا گیا اور ان سے پوچھا گیا کہ آپ کتنی مدت ٹھہرے رہے تو آپ نے فرمایا ایک دن پھر سورج کو دیکھ کر فرمایا ایک دن کا بعض حصہ اور آپ نے شکرانہ کی چار رکعتیں پڑھیں تو وہ عصر کے چار فرض بن گئیں اور حضرت داؤد علیہ السلام کی لغزش مغرب کے وقت معاف کی گئی تو آپ نے چار رکعتیں بطور شکرانہ پڑھنی شروع کیں پھر تھکاوٹ کی وجہ سے تین رکعتیں پڑھ کر بیٹھ گئے۔اور سلام پھیر دیا سو یہ مغرب کے تین فرض بن گئیں۔اور عشاء کی نماز سب سے پہلے ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ السلام نے پڑھی اس لئے وہ امت پر فرض ہوگئی اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ نماز وسطیٰ نماز عصر ہے اور یہ معنی ہمارے نزدیک بھی صحیح ہے کیونکہ اگر ان پانچ نمازوں میں سب سے پہلی پڑھی جانے والی نماز فجر کی نماز ہے تو آخری عشاء ہوگی۔ پس پہلی اور آخری کے وسط میں نماز عصر ہی آتی ہے (شرح معانی الآثار ص ۱۲۰ ج ۱)

احادیث فجر وظہر مرجوح ہیں

جن حدیثوں میں آتا ہے کہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نماز وسطیٰ سے مراد نماز فجر یا نماز ظہر لی ہے۔وہ مندرجہ بالا صریح و واضح حدیثوں کے مقابلہ میں متروک و مرجوح ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث نمبر ۴ کی وجہ سے اس معنی پر معمول ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے نماز وسطیٰ کی تفسیر نماز عصر سے کیے جانے سے پہلے صحابہ اپنے اجتہاد کی بناء پر نماز

وسطیٰ سے مراد نماز فجر یا ظہر لیتے تھے، پھر جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز وسطیٰ کی تفسیر نماز عصر سے فرمادی تو ان کا اِس معنی پر اتفاق ہو گیا۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ ازین حدیث معلوم شد کہ صلوٰۃ وسطیٰ از نام عصر است وقول اکثر علماء از صحابہ وتابعین وابوحنیفہ واحمد وجز ایشان ہمیں است پس درقرآن مجید نیز محمول بریں خواہد بُود۔ دیگر مجال اختلاف نماند وغالباً اختلافے کہ دراصحاب وتابعین در تعیینِ آن واقع است پیش از شنیدنِ حدیث ورسیدن آن بود باجتہادخود کہ درتاویل قرآن کردہ بودند۔ بعد ازصحت حدیث متعین شد کہ مراداونماز عصر است واللہ اعلم۔ اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ صلوٰۃ وسطیٰ نماز عصر کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اکثر صحابہ وتابعین علماء اور امام ابوحنیفہ وامام احمد بن حنبل وغیرہم کا یہی قول ہے۔ سو قرآن مجید میں بھی اِسی معنی پر آیت کو محمول کیا جائے گا۔ تو اختلاف کی گنجائش باقی نہیں رہ جائے گی اور غالباً صحابہ وتابعین میں جو اختلاف ہے وہ اس حدیث کے سننے اور اس کے اُن تک پہنچنے سے پہلے تک تھا اور وہ بھی خود آیت قرآن میں ان کی اپنی کی ہوئی تاویل کی وجہ سے تھا۔ حدیث کی صحت کے بعد متعین ہو گیا کہ نماز وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے (اشعۃ اللمعات ص ۳۰۴ ج ۱)۔

خلاصہ بحث

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ نماز وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے آیت کریمہ حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطیٰ میں جس نماز کی محافظت کی دوبارتا کید کی گئی ہے وہ نماز عصر ہے ولہذا مسلمان اِس نماز کو مستحب وقت میں باجماعت پڑھنے کا خاص اہتمام فرمائیں اللہ تعالیٰ توفیق بخشے آمین۔

مقام غور

پھر مقام غور ہے کہ غزوۂ خندق میں جب مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز عصر کی ادائیگی سے روکا تو رحمت للعالمین ہونے کے باوجود آپ نے ان کے خلاف یہ سخت دعا فرمائی۔ ملأ اللہ بیوتہم وقبورہم ناراً۔ اللہ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ اس سے مسلمانوں کو اس نماز کی اہمیت کا اندازہ کر لینا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ جملہ اہل اسلام کو نمازی بنائے اور بالخصوص عصر کی نماز اہتمام سے ادا کرنے کی توفیق بخشے آمین۔

نمازعصر کی فضیلت

صرف یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آیت محافظت میں نمازعصر کی دومرتبہ تاکید فرمائی ہے اور مشرکین کے روکنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کے دن اس نماز کو ادا نہ کر سکے تو ان کے خلاف سخت دعا فرمائی ہے بلکہ بعض احادیث متبرکہ میں نمازعصر کی عظیم فضیلت بھی بیان کی گئی ہے، چنانچہ حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **لن یلج النار احد صلی قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا**۔ وہ شخص دوزخ میں ہرگز داخل نہیں ہوگا جس نے سورج طلوع ہونے سے پہلے (نماز فجر) اور سورج غروب ہونے سے پہلے (نماز عصر) پڑھی۔

رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص ۵۷ ج ۱)۔

(۲) اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **من صلی البردین دخل الجنۃ**۔ جو شخص دو ٹھنڈی نمازیں (نماز فجر اور نماز عصر) پڑھے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مشکوٰۃ ص ۵۷ ج ۱)

(۳) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اندر رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے ایک دوسرے کے بعد آتے جاتے ہیں وہ نماز فجر اور نماز عصر میں اکٹھے ہوتے ہیں پھر جن فرشتوں نے تُمہارے اندر رات گزاری ہوتی ہے جب وہ آسمانوں کی جانب چلے جاتے ہیں تو ان کا رب ان سے پوچھتا ہے۔ حالانکہ وہ اُنہیں بہتر جانتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا وہ کہتے ہیں **ترکناھم وھم یصلّون واتیناھم وھم یصلون**۔ ہم نے انہیں اس حال میں چھوڑا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ہم اُن کے پاس آئے اس حال میں کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

(مشکوٰۃ ص ۵۷ ج ۱)

نمازعصر کا مکروہ وقت

شاید یہ مسئلہ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ سُورج میں زردی ظاہر ہونے سے اس کے غروب تک کا وقت نماز کے حق میں مکروہ ہے اِس وقت میں سوائے اُس دن کی عصر کے ہر نماز حرام ہے اور اس دن کی نماز عصر ادا تو ہو جاتی ہے مگر اس میں کراہت ہے ولہذا مسلمانوں کو مکروہ وقت شروع ہونے سے پہلے پہلے نماز عصر کی

ادائیگی سے فارغ ہوجانا چاہیئے کنزالدائق میں ہے **ومنع عن الصلوٰة و سجدة التلاوة وصلوٰة الجنازه عند الطلوع والاستوآء والغروب الّاعصر یومه**۔ اور سورج کے طلوع اور استواء اور غروب کے وقت نماز اور سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ سے روکا گیا ہے۔ مگر اس دن کی عصر کی نماز سے۔ (کنزالدقائق)

مکروہ وقت میں نماز پڑھنے کی مذمت

چونکہ غروب آفتاب کا وقت نماز کے حق میں مکروہ ہے اس لئے اس وقت میں عصر کی نماز پڑھنے کی مذمت شرع شریف نے کی ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **تلک صلوٰة المنافق یجلس یرقب الشمس حتی اذا اصفرت و کانت بین قرنی الشیطان نقرا اربعاً لایذکر الله فیها الّاقلیلاً**۔ یہ منافق کی نماز ہے کہ وہ سورج کا انتظار کرتے ہوئے بیٹھا رہتا ہے یہاں تک کہ جب سورج زرد ہو جاتا ہے اور شیطان کے دوسینگوں کے درمیان چلا جاتا ہے تو وہ چار چونچیں مارتا ہے اللہ کو ان میں نہیں یاد کرتا مگر تھوڑا۔ (مشکوٰۃ ص ۵۵ ج ۱)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **لاتصلّوا عند طلوع الشمس فانها تطلع بین قرنی الشیطان ویسجد لها کل کافر ولا عند غروب الشمس فانها تغرب بین قرنی الشیطان ویسجد لها کل کافر ولاوسط النهار فان جهنم تسجر عند ذلک**۔ سورج طلوع ہوتے وقت نماز نہ پڑھو کیونکہ وہ شیطان کے دوسینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے اور اُسے ہر کافر سجدہ کرتا ہے اور نہ غروب کے وقت نماز پڑھو کیونکہ وہ شیطان کے دوسینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور ہر کافر اُسے سجدہ کرتا ہے اور نہ دن کے وسط میں نماز پڑھو کیونکہ اُس وقت میں دوزخ بھڑکایا جاتا ہے رواہ احمد وغیرہ۔

(جامع الرضوی لمولانا السید ظفر الدین ص ۲۶۸)

نماز عصر کے ترک کی مذمت

یوں تو شرع شریف نے ہر فرض نماز کے ترک پر سخت وعیدین ذکر کی ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں **من ترک الصلوٰة متعمدًا فقد کفر جهارًا**۔ جو شخص جان بوجھ کر

نماز ترک کر دے وہ کھلم کھلا ناشکری کرتا ہے رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ وصححہ السیوطی فی جامعہ الصغیر اور آپ کا ارشاد گرامی ہے **من ترک صلوۃ لقی اللہ وھو علیہ غضبان**۔ جو شخص نماز ترک کر دے وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اُس سے ناراض ہوگا۔ رواہ الطبرانی وضعفہ السیوطی فی جامعہ الصغیر اور آپ کا ارشاد گرامی ہے۔ **ان بین الرجل وبین الشرک والکفر ترک الصلوۃ**۔ بلاشبہ مرد اور کفر و شرک کے درمیان نماز چھوڑنا ہے۔ رواہ مسلم عن جابر رضی اللہ عنہ۔
(مشکوۃ ص۵۲ ج ۱)

اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا مجھے میرے دوست یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ تُو نماز فرض کو جان بوجھ کر نہ چھوڑ کیونکہ جو اُسے چھوڑ دے اس سے اللہ کا ذمہ بری ہو جاتا ہے۔ (مشکوۃ ص۵۴ ج ۱)

لیکن نماز عصر کے ترک کی اور بھی زیادہ سخت مذمت کی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ **الذی یفوتہ صلوٰۃ العصر فکانّما وتر اھلہ ومالہ** وہ شخص جس کی نماز عصر فوت ہو جائے تو گویا اس کے عیال و مال برباد کر دیئے گئے۔ (مشکوۃ ص۵۵ ج ۱)

اس حدیث کا ایک مفہوم یہ بیان کیا گیا کہ جس شخص کی نماز عصر فوت ہو جائے وہ اتنا خسارا ملنا سمجھے جتنا وہ اپنے عیال و مال کے ضائع ہونے میں خسارا سمجھتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

آخری گزارش

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے۔ ہمارے مسلمان بھائی پڑھیں سمجھیں اور غور فرمائیں کہ شرع شریف کی نظر میں نماز عصر کی پابندی کتنی اہم بات ہے ہم اس عظیم الشان نماز میں غفلت کا شکار ہو کر کتنے بڑے نقصان میں پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اِس نماز کی اہمیت سمجھنے اور اس کی خوب پابندی سے ادائیگی کرنے کی توفیق بخشے آمین۔

(۲۴ شوال المکرم ۱۴۱۰ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اٹھارہواں مقالہ

چلتی گاڑی میں نماز پڑھنے کا طریقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

الحمد للہ رب العالمین و العاقبۃ للمتقین و الصلوٰۃ و السلام علی جمیع الانبیآء و المرسلین و علی الھم و اصحابھم اجمعین اما بعد: راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفر اللہ تعالیٰ لہٗ بتاریخ ۴ اپریل ۱۹۸۹ء بروز جمعرات اڈہ لاریاں پیرودھائی راولپنڈی پہنچا تو ایک اچھے خاصے دیندار شخص کو رُکی ہوئی بس کی سیٹ پر بیٹھے ہوئے اشارہ سے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر سخت تعجب ہُوا کہ آج کل کے اچھے خاصے دیندار اشخاص بھی مسائل شرعیہ سے کس قدر بے خبر اور ناواقف ہیں۔ بدیں وجہ عامۃ المسلمین کے افادہ کے لیے یہ مختصر رسالہ "چلتی گاڑی میں نماز پڑھنے کا طریقہ" ترتیب دینے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعۂ ہدایت بنائے آمین۔

علماء نے گاڑی کو دآبہّ کے حکم میں رکھا ہے

سب سے پہلی بات جو ذہن نشین ہونی چاہیے وہ یہ ہے کہ ہمارے علماء کی تصریحات کے مطابق آج کل کی گاڑیاں اور بسیں دآبہ (سواری کے جانور) کے حکم میں ہیں۔ کشتی کے حکم میں نہیں ہیں چنانچہ امام صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ "گاڑی اور سواری پر نماز پڑھنے کے لیے یہ عذر ہیں"۔ پھر آگے لکھتے ہیں "چلتی ریل گاڑی پر بھی فرض و واجب و سنت فجر نہیں ہو سکتے اور اس کو جہاز اور کشتی کے حکم میں تصور کرنا غلطی ہے کہ کشتی اگر ٹھہرائی بھی جائے جب بھی زمین پر نہ ٹھہرے گی اور ریل گاڑی ایسی نہیں"۔ پھر آگے لکھتے ہیں "جانور اور چلتی گاڑی پر اور اس گاڑی پر جس کا جوا جانور پر ہو بلا عذر شرعی فرض و سُنت فجر و تمام واجبات ادا نہیں کر سکتا"۔ (کلھا من بہار شریعت ص ۱۹ ج ۴)

الحمد للہ۔ حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی ان تین عبارات سے معلوم ہوا کہ آج کل کی گاڑیاں اور بسیں سواری کے جانور کے حکم میں ہیں۔ پانی میں چلنے والے بحری جہاز اور کشتی کے حکم میں نہیں ہیں۔

اب فقہ حنفی کی معتبر کتب مبارکہ سے دآبہ پر نماز کے جواز و عدم جواز کے مسائل لکھے جاتے ہیں کہ وہ مسائل عین چلتی گاڑی پر نماز کے جواز و عدم جواز کے مسائل ہوں گے۔ و باللہ التوفیق۔

بے عذر شرعی جانور پر فرض و واجبات و سنت فجر جائز نہیں

امام ابوالاخلاص حسن شرنبلالی لکھتے ہیں۔ "دآبہ پر فرض نماز اور واجب نمازیں مثلاً نماز وتر، نماز

عیدین، نذر مانی ہوئی نماز اور اس نفل کی قضاء نماز جس کو شروع کرنے کے بعد توڑ دیا ہو جائز نہیں ہیں اور اسی طرح نماز جنازہ اور اُس آیت کا سجدہ جسے زمین پر تلاوت کیا ہو (دآبہ پر) جائز نہیں ہیں۔ مگر ضرورت کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرض کے بارہ میں فرمایا۔ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجالاً اور کبانا۔ (پھر اگر تمہیں خوف ہو تو پیادہ یا سواری پر نماز فرض پڑھو) اور واجب نمازوں کو فرض کے اس حکم میں ملحق کیا گیا ہے۔ (مراقی الفلاح فصل فی الصلوٰۃ علی الدآبہ ص ۲۲۲)

اور اگر یہ نمازیں عذر شرعی کے ساتھ دآبہ پر پڑھی جائیں تو ادا ہو جائیں گی۔ اور ان کا اعادہ بھی واجب نہیں ہوگا۔ امام طحطاوی لکھتے ہیں۔" کتاب خلاصہ الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ عذر شرعی کی وجہ سے چوپایہ پر فرض نماز پڑھنا جائز ہے پھر اگر چوپایہ کو روکنا ممکن ہے تو اُسے قبلہ رُخ کر کے اشارہ سے نماز پڑھے اور اگر روکنا ممکن نہیں تو جانور کا جدھر رُخ ہے اسی طرف رُخ کر کے نماز پڑھے۔ اگرچہ پیٹھ قبلہ شریف کی طرف ہوتی ہو۔ اسی طرح کتاب غایۃ البیان میں لکھا ہے۔ (حاشیہ مراقی الفلاح ص ۲۲۲)

اور امام حسن شرنبلالی فرماتے ہیں۔ ولا تلزمه الاعادة بزوال العذر اور عذر زائل ہونے کی وجہ سے اُس پر نماز کا اعادہ لازم نہیں ہوگا۔ (مراقی الفلاح ص ۲۲۲)۔

اور درمختار میں ہے ولا اعادة عليه اذا قدر بمنزلة المريض خانيه۔ یعنی فتاویٰ خانیہ میں فرماتے ہیں۔ اور مسافر نے جو نماز عذر شرعی کی وجہ سے دآبہ پر پڑھی اُس کا دہرانا اُس پر واجب نہیں جیسا کہ مریض دورانِ مرض میں اشارہ سے پڑھی ہوئی نمازیں نہیں دہرائے گا۔ (درمختار ص ۵۱۷۔ ج ۱)۔

اس سے معلوم ہُوا کہ مسافر اگر شرعی عذر کی وجہ سے چلتی گاڑی پر نماز پڑھے تو جائز ہے اشارہ سے پڑھے گا اور گاڑی جس طرف رُخ کرے گا اُدھر رُخ کرے گا اگرچہ قبلہ کی طرف پیٹھ ہوتی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عذر کی قسمیں

عذر دو قسم کا ہے ایک من جہۃ العباد ہے کہ وہ بندوں کی طرف سے حادث ہوتا ہے اور دوسرا من جہۃ اللہ تعالیٰ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واقع ہوتا ہے۔ دوسری قسم کے عذر کو شرعی عذر کہا جاتا ہے۔ مثلاً ۱۔ مینہ برس رہا ہو۔ ۲۔ اس قدر کیچڑ ہے کہ اتر کر نماز پڑھے تو مُنہ پانی میں دھنس جائے گا یا

کیچڑ میں سن جائے گا یا جو کپڑا بچھایا جائے وہ بالکل لتھڑ جائے گا۔ ۳۔اس کے ساتھی چلے جائیں گے۔ ۱
۴۔سواری کا جانور شریر ہے کہ سوار ہونے میں دشواری ہوگی اور مددگار کی ضرورت ہوگی اور مددگار موجود نہیں اور یہی۔ ۵۔وہ بوڑھا ہے کہ بغیر مددگار اتر چڑھ نہ سکے اور مددگار موجود نہیں ور یہی حکم عورت کا ہے۔ ۶۔مرض میں زیادتی ہوگی۔ ۷۔جان مال یا عورت کو آبرو کا اندیشہ ہو۔ درمختار میں ہے

ومن العذر المطروا لطين يغيب فيه الوجه و ذهاب الرفقاء و دآبة لا تركب الّا بعناء او بمعين و لو محرماً لان قدرة الغير لا تعتبر (درمختار ص ۵۱۸ ج ۱)۔

اگر ان مذکورہ بالا عذروں میں سے کسی ایک عذر کی وجہ سے چلتی گاڑی میں نماز فرض و واجب و سنت فجر پڑھے تو یہ نمازیں ہو جائیں گی۔ اور اعادہ کی بھی حاجت نہیں ہوگی اور اگر صرف اس وجہ سے نماز چلتی گاڑی میں پڑھے کہ ڈرائیور گاڑی روکنے پر تیار نہیں ہے تو یہ عذر من جهة العباد ہوگا۔ اس لیے اس صورت میں نماز کے آخر وقت کا انتظار کرے۔ پھر آخر وقت چلتی گاڑی میں پڑھ لے پھر منزل مقصود پر پہنچ کر اس کا اعادہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اعلیٰ حضرت کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں "فرض اور واجب جیسے وتر و نذر اور ملحق بہ یعنی سنتِ فجر چلتی ریل میں نہیں ہو سکتے۔ اگر ریل نہ ٹھہرے اور وقت نکلتا دیکھے پڑھ لے پھر بعد استقرار اعادہ کرے۔

تحقیق یہ ہے کہ استقرار بالکلیہ ولو بالوسائط زمین یا تابع پر کہ زمین سے متصل باتصالِ قرار ہو ان نمازوں میں شرطِ صحت ہے مگر بعذر ولہذا ادآبہ پر بلا عذر جائز نہیں اگر چہ کھڑا ہو کہ دابہ تابع زمین نہیں ولہذا گاڑی پر جس کا جوآ بیلوں پر رکھا ہے اور گاڑی ٹھہری ہوئی ہے جائز نہیں کہ بالکلیہ زمین پر استقرار نہ ہوا۔ ایک حصہ غیر تابع زمین پر ہے ولہذا چلتی کشتی سے زمین پر اگر اتر نا میسر ہو تو کشتی میں نماز پڑھنا جائز نہیں بلکہ عند التحقیق اگر چہ کشتی کنارے پر ٹھہری ہو مگر پانی پر ہو زمین تک نہ پہنچی ہو اور یہ کنارے پر اتر سکتا ہے۔ کشتی پر

---

۱ یہ سواری کے ساتھ خاص ہے کہ اونٹوں والے اپنے اپنے اونٹ پر سفر کرتے ہیں گاڑی کا نہیں کہ وہ سب ایک ہی گاڑی میں سفر کرتے ہیں لہذا گاڑی کا حکم علماء نے الگ ذکر فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نماز نہ ہوگی کہ اس کا استقرار پانی پر ہے اور پانی زمین سے متصل باتصال قرار نہیں ۔ جب استقرار کی حالتوں میں نمازیں جائز نہیں جب تک استقرار زمین پر اور وہ بھی بالکلیہ نہ ہو تو چلنے کی حالت میں کیسے جائز ہوسکتی ہیں کہ نفسِ استقرار ہی نہیں ۔ بخلاف کشتی رواں کے کہ جس سے نزول میسر نہ ہو کہ اُسے روکیں گے بھی تو استقرار پانی پر ہوگا نہ کہ زمین پر ولہذا سیر و وقوف برابر لیکن اگر ریل روک لی جائے تو زمین پر ٹھہرے گی اور مثل تخت ہو جائے گی ۔ انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لیے روکی جاتی ہے اور نمازوں کے لیے نہیں تو منع من جهة العباد ہوا اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع اعادہ کرے ۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۶۷ ج ۳) ۔

حکیم الامت کا فتویٰ

حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خان صاحب کے فتاویٰ میں ہے ۔ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ (۱) چلتی ہوئی ریل پر فرض نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) اگر وقت جارہا ہے اور ریل کے رکنے کی توقع بھی نہیں یا ریل رکتی تو ہے لیکن اتنی کم مدت کہ اُس میں فرض نماز ادا ہونا ممکن نہیں ۔ نیز اگر کسی نے پڑھ لی تو کیا کیا جائے؟ (۳) مسافر کا کام اتنا ضروری ہے کہ اگر دوسری گاڑی سے جاتا ہے تو مقصودِ سفر ہی فوت ہو جاتا ہے یا دوسری گاڑی ہی نہیں جاتی تو کیا وہ اپنے سفر کو ملتوی کردے ۔ (۴) اگر دوسری گاڑی جاتی ہے یا کام غیر ضروری ہے مثلاً سیر کے لیے جارہا ہے تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟ (۵) اس مسئلہ کو کشتی پر قیاس کرنے میں کیا قباحت ہے؟ (۶) اس مسئلہ کو قافلہ کے مسئلہ پر قیاس کریں جیسے وہاں چلتے اونٹ پر جائز ہے یہاں جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: (۱) نماز فرض واجب اور سنت فجر چلتی ہوئی گاڑی میں ناجائز ہے اور نفل اور دیگر سنن جائز ہیں ۔ اس لیے کہ فرائض وغیرہ کے لیے جگہ کا ایک رہنا اور قبلہ کو نمازی کا منہ ہونا شرط ہے اور چلتی ہوئی ریل اور دیگر سواریوں میں یہ دونوں باتیں مفقود ہیں لہذا کسی چلتی ہوئی سواری پر یہ نمازیں جائز نہیں بجز جہاز اور کشتی کے ۔ درمختار میں ہے ۔

ولو صلّی علی دآبة فی شق محمل و هو یقدر علی النزول لاتجوز الصلوٰة علیها و هذه کلّه فی الفرض والواجب بانواعه و سنة الفجر و امّا فی النفل فتجوز علی

المحمل و العجلة مطلقاً اورردّ المحتار میں ہے **والحاصل انّ کلّا من اتحاد المکان و استقبال القبلة شرط فی الصلوٰة غیر النافلة** (ردالمحتار۔ص ۵۱۹ ج ۱)

اس صورت میں آخر وقت تک ریل رکنے کا انتظار کرے جب وقت جاتا دیکھے پڑھ لے اور بعد میں بوقت موقع قضاء کرے کہ ریل کا کم ٹھہرنا اُن اعذار میں سے نہیں جن سے نماز سواری پر جائز ہوتی ہے۔

(۳) اس کا جواب اُوپر گزر گیا۔

(۴) اس مجبوری سے سفر غیر ضروری منع نہ ہُوں گے۔ کیونکہ نماز کی صورتیں اس میں ممکن ہیں۔ کمالا یمنع من الجماع فاقد الماء۔

(۵) کشتی پر ریل کا قیاس صحیح نہیں کہ وہ پانی پر چلتی ہے اور ریل زمین پر اور کشتی بھی اگر کنارا پر کھڑی ہو اور اتر نا ممکن ہو تو کشتی میں بھی یہ نمازیں جائز نہیں ہیں۔ عالمگیری میں ہے۔ **و ان لم تکن مستقرة و تمکنه الخروج عنها لم تجز الصلوة فیها**۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۴۴ ج ۱)

(۶) اونٹ کا حکم بھی یہی ہے کہ نفل نماز اس پر جائز ہے اور فرض وغیرہ ممنوع بلکہ اونٹ تو اگر کھڑا ہو جب بھی اُس پر فرض وغیرہ نمازیں جائز نہیں بخلاف ریل اور دیگر چار پہیوں والی گاڑیوں کے کہ اگر وہ کھڑی ہُوں تو ان پر یہ نمازیں جائز ہیں کہ اب وہ مثل تخت کے ہیں۔ لہذا ان کا اونٹ پر قیاس کیسا؟ اور قیاس سے کیا فائدہ؟ (فتاویٰ نعیمیہ ص ۴۴)

سوال

جب چلتی گاڑی میں فرض وغیرہ نمازیں پڑھنا ناجائز ہے تو پھر علماء اس میں یہ نمازیں آخر وقت میں پڑھنے اور بعد میں اعادہ کرنے کا حکم کیوں دیتے ہیں؟

الجواب: فرض نماز کو اس کے وقت میں جس طرح پڑھنا ممکن ہو پڑھ لینا چاہیے تاکہ ترک نماز کا گناہ لازم نہ آئے۔ اب جب اُس نے چلتی گاڑی میں نماز فرض پڑھ لی تو ترک نماز کے گناہ سے بچ گیا پھر چونکہ یہ نماز صحیح ادا نہیں ہوئی اس لیے اعادہ کرے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

نوافل چلتی گاڑی میں بھی پڑھ سکتا ہے

فقہائے حنفیہ کی مندرجہ بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ چلتی گاڑی میں نوافل پڑھنا جائز ہے اور بعد میں ان کا

اعادہ بھی لازم نہیں ہوتا۔ کیونکہ نماز نفل میں شرع شریف نے بعض رعایتیں دی ہیں جو فرض نماز میں نہیں دی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مقیم شخص باوجود قدرت ہونے کے نفل بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے مگر فرض بے عذر شرعی بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ڈرائیور اور کلینرز کا حکم

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے۔ یہ حکم مسافروں کے لیے ہے ڈرائیوروں اور کلینروں کے لیے نہیں بلکہ وہ بہر حال فرض و واجب و سنت فجر کی نمازوں کی ادائیگی کے لیے گاڑی روکیں گے۔ اور یہ نمازیں زمین پر ادا کریں گے۔ کیونکہ گاڑی کا روکنا ان کے اپنے اختیار میں ہے۔ ولہذا یہ مسافروں کے حکم میں نہیں ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اڈہ میں رُکی ہوئی بس میں نماز کا حکم

اڈہ میں ٹھہری ہوئی بس میں سیٹ پر بیٹھ کر رکوع وسجود کے اشارہ سے نماز فرض و واجب وسُنتِ فجر بلکہ عند القدرۃ علی الرکوع والسجود اشارہ سے نماز نفل پڑھنا جیسا کہ ہم نے ایک اچھے خاصے دیندار شخص کو اڈا میں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے ناجائز ہے۔ ضروری ہے کہ مسافر زمین پر قبلہ رُخ ہو کر رکوع وسجود کے ساتھ ہر قسم کی نماز ادا کرے ہاں کھڑی بس کی چھت پر قیام ورکوع وسجود کے ساتھ پڑھے تو حرج نہیں کہ اس صورت میں بس کا چھت تخت کے مثل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

چلتی گاڑی میں نماز پڑھنے کا طریقہ

چونکہ شرعی عذر کے وقت مسافر چلتی گاڑی میں ہر قسم کی نماز اور بے عذر شرعی نفل نماز پڑھ سکتا ہے اس لیے عامۃ المسلمین کی تعلیم کی غرض سے چلتی گاڑی میں نماز پڑھنے کا طریقہ لکھا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔
بس کی سیٹ پر جس طرح بیٹھنا ممکن ہو بیٹھیں اور جوتے اتار کر کنارے رکھ دیں۔ گاڑی جس رُخ کو جارہی ہے اسی رُخ کو منہ کریں اور نیت کر کے ہاتھ کانوں کے برابر تک اٹھائیں۔ پھر ناف کے نیچے باندھ کر ثناء تعوذ تسمیہ الحمد شریف اور سورۂ اخلاص پڑھیں۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر سر کو جھکا کر سر سے رکوع کا اشارہ کریں پھر سیدھے ہو کر تسمیع وتحمید کہیں پھر رکوع کے اشارہ سے پست تر اشارہ سجدے کے لیے کریں اور رکوع اور سجدہ

کے اشارہ کے وقت ہاتھ کھول کر رانوں پر رکھ دیں۔ پھر باندھ کر اسی طرح دوسری رکعت پوری کریں پھر رانوں پر ہاتھ کر التحیات درود شریف اور دُعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر دیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۷ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انیسواں مقالہ

جمعۃ المبارک کے معمولات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله ربّ العلمين والعاقبة للمُتقين والصلوٰة والسلام علىٰ نبى الانبيآءِ والمرسلين و علىٰ جميع اخوانه من النبيين واٰله واصحابه وازواجه واحبابه اجمعين.

اس مقالہ مبارکہ "جمعۃ المبارک کے معمولات" میں جمعۃ المبارک کے فضائل و مسائل معتبر و مستند کتب علمائے اہل سنّت و جماعت سے نقل کیے گئے ہیں۔ ربّنا تقبّل مِنّا انّکَ انت السميع العليم.

جمعہ کی فضیلت

۱۔ جلیل القدر صحابی حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ افضلُ الايّام عند الله يوم الجمعة اللہ کریم عزّ وجلّ کے نزدیک بہترین دن جمعہ کا دن ہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

۲۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تُضاعفُ الحسناتُ يوم الجمعة جمعہ کے روز نیکیاں بڑھائی جاتی ہیں۔ (طبرانی فی الاوسط)

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جمعہ کا روز میری امّت کی بہترین عید کا دن ہے اور جمعہ کے دن کی دو رکعت نماز غیر جمعہ کے دن کی ایک ہزار رکعت نماز سے افضل ہے۔ اور جمعہ کے روز کی ایک تسبیح غیر جمعہ کے دن کی ایک ہزار تسبیح سے بہتر ہے۔ (دیلمی)

۴۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ سيّدُ الايّام عند الله يوم الجمعة من يّوم الفطر و النحر اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور وہ عید الفطر اور عید البقر کے دنوں سے زیادہ عظمت والا ہے (احمد)

۵۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ "بہترین دن جمعہ کا دن ہے اس دن میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور اس دن میں انھیں جنّت میں داخل کیا گیا۔ اور اُس دن میں انھیں جنّت سے نکالا گیا اور قیامت جمعہ کے دن قائم ہوگی" (مسلم شریف)

۶۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من مات يوم الجمعة كتب الله له اجر شهيد و وقى فتنة القبر۔ جو شخص جمعہ کے روز وفات پائے۔ اللہ تعالیٰ اُس کے لیے شہید کا ثواب لکھتا

ہے اور وہ عذاب قبر سے بچایا جاتا ہے۔ (نزھۃ الناظرین)

۷۔ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص جمعہ کے دن یا اس کی رات میں وفات پائے اُسے عذاب قبر سے بچایا جاتا ہے اور اُس کے لیے اس کا عمل جاری رکھا جاتا ہے" (صحیح بیہاری)

۸۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ ہر جمعہ کے دن چھ سو ہزار گناہ گاروں کو دوزخ سے آزاد فرماتا ہے۔ جن کے لیے دوزخ کا عذاب مقرر ہو چکا ہوتا ہے" (صحیح بیہاری)

نماز جمعہ کی فضیلت

ا۔ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **الجمعة الیٰ الجمعة و الصلوٰة الخمس کفارة لما بینھنّ اذا اجتنب الکبائر** ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور پانچ نمازیں اپنے اپنے درمیانی اوقات کے گناہوں کا کفارہ ہیں جبکہ بڑے بڑے گناہوں سے بچا جائے۔ (صحیح بیہاری)۔

(۲) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ **المشی الیٰ الجمعة کل قدم منھا کعمل عشرین سنة فاذا فرغ من صلوٰة الجمعة اجیز بعمل مائتین سنة** جمعہ کی طرف چلنے میں ہر قدم پر بیس سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔ پھر جب وہ نمازِ جمعہ سے فارغ ہوتا ہے تو اُسے دوسو سال کی عبادت کا ثواب عطا ہوتا ہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)۔

ترکِ جمعہ کا عذاب

ا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص سستی کی بنا پر تین جمعے چھوڑے اللہ تعالیٰ اُس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ (مُسلم شریف)

۲۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص بلاوجہ تین جمعے ترک کرے۔ وہ منافق ہے۔ (بہار شریعت)۔

۳۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یا تو لوگ جمعہ کی نماز چھوڑنے سے باز آجائیں گے یا اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا تو وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔" (ابن ماجہ)

صدقہ

امام غزالی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ویستحب الصدقۃ فی ھذا الیوم خاصۃ اس دن (یعنی جمعہ کے دن) میں صدقہ بالخصوص مستحب ہے۔ (مختصر احیاء الدین ص ۴۷)

ایصالِ ثواب

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ "بعض روایات میں آیا ہے کہ جمعہ کی رات میں روح اپنے گھر میں آتی ہے اور وہ دیکھتی ہے کہ آیا اُس کے خویش واقارب اُس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں یا نہیں" (اشعۃ اللمعات)

صلوٰۃ وسلام

ا۔ حضور پُر نُور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "**اکثروا الصلوٰۃ علیّ لیلۃ الجمعۃ و یوم الجمعۃ فمن صلّی علیّ صلّی اللہ علیہ عشراً**۔ جمعہ کی رات اور اُس کے دن میں مجھ پر بکثرت درود شریف بھیجو کہ جو کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے"

۲۔ نبیٔ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **اکثروا الصلوٰۃ علیّ یوم الجمعۃ فانہ مشہود یشھدہٗ الملائکۃ** یعنی جمعہ کے دن میں مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔ کیونکہ اس دن فرشتے حاضری دیتے ہیں۔ (ابن ماجہ)۔

تنبیہ

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اہل سنت کے ہاں نماز جمعہ کے بعد صلوٰۃ وسلام مل کر باآواز بلند پڑھنے کا جو دستور ہے وہ شرعاً جائز ومحبوب اور اس امر مطلق میں داخل ہے **ولکن الوھابیۃ قوم لا یعقلون**.

سفر

حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں "اگر جمعہ کے دن سفر کیا اور زوال سے پہلے شہر کی آبادی سے نکل جائے تو حرج نہیں ورنہ ممنوع ہے" (بہار شریعت ص ۱۰۴ ج ۴)

پہلی صف میں بیٹھنا

حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں نماز جمعہ کے لیے پیشتر سے جانا، مسواک کرنا، اچھے اور سفید کپڑے پہننا، تیل اور خوشبو لگانا اور پہلی صف میں بیٹھنا مستحب ہے اور غسل کرنا سنت ہے" (بہار شریعت ص ۱۰۲ ج ۴)

ظہر احتیاطی

حضرت مولانا امجد علی اعظمی فرماتے ہیں " ظہر احتیاطی خاص لوگوں کے لیے ہے جن لوگوں کو فرض جمعہ ادا ہونے میں شک نہ ہو اور عوام اگر ظہر احتیاطی پڑھیں تو انھیں جمعہ ادا ہونے میں شک ہوگا وہ نہ پڑھیں اور اس کی چاروں رکعتیں بھری پڑھی جائیں اور بہتر یہ ہے کہ جمعہ کی پچھلی چار سنتیں پڑھ کر ظہر احتیاطی پڑھیں پھر دو سنتیں اور ان چھ سنتوں میں سنت وقت کی نیت کریں" (بہار شریعت ص ۹۵ ج ۴)

غسل نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں انّ الغسل یوم الجمعة یسل الخطا یا من اصول الشعرا ستلالاً بلا شک جمعہ کے روز غسل کرنا گناہوں کو بالوں کی جڑوں سے پوری طرح اکھاڑ کر نکال دیتا ہے (جامع صغیر)۔

روزہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ انّ یوم الجمعة یوم عید و ذکر فلا تجعلوا یوم عید کم یوم صیام و لکن اجعلوا یوم فطر الّا ان تخلطوہ با یام بے شک جمعہ کا دن عید اور ذکر الٰہی کا دن ہے۔ تم اس عید کے دن کو روزہ کا دن نہ بناؤ۔ بلکہ اس کو افطار کا دن بناؤ مگر یہ کہ تم اس کے روزہ کو باقی دنوں کے روزوں سے ملاؤ۔ (جامع صغیر)

نماز فجر با جماعت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لیس من الصلوات صلوٰۃ افضل من صلوٰۃ الفجر یوم الجمعةفی الجماعة وما احسب من شهد ها الا مغفوراً لهٗ ۔ نمازوں میں سے کوئی نماز جمعہ کے دن کی

فجر کی باجماعت نماز سے افضل نہیں۔اور میرا خیال ہے کہ جوکوئی اس نماز میں حاضر ہوتا ہے۔وہ بخش دیا جاتا ہے۔(جامع صغیر)

تلاوت قرآن مجید

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔من قرآ سورۃ یسین فی لیلۃ الجمعۃ غفرلہ۔جوشخص جمعہ کی شب سورۃ یٰسین کی تلاوت کرے۔اس کی بخشش کر دی جاتی ہے۔(نزہتہ الناظرین ص۸۲ ج ۱)

۲۔حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔جوشخص جمعہ کے روز سورۃ کہف تلاوت کرے۔اس کے لئے اگلے جمعہ تک کے اوقات منور کر دیئے جاتے ہیں۔(نزہتہ الناظرین صفحہ۸۲)

۳۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن سورۃ ہود تلاوت کیا کرو۔

۴۔رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جوشخص جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن میں سورۃ دخان کی تلاوت کرے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے،(نزہتہ الناظرین ص۸۲)

۵۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔جوشخص جمعہ کے دن سورۃ آل عمران کی تلاوت کرے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سورج غروب ہونے تک اس پر رحمتیں بھیجتے رہتے ہیں۔(نزہتہ الناظرین ص۸۲)

قبر والدین کی زیارت

نبی اکرم،نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَن زارقبر والدیہ او احدھما یوم الجمعۃ وقرأ عندہ یٰسین غفرلہ'۔جوشخص جمعہ کے روز اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے۔اور اس کے پاس سورۃ یاسین کی تلاوت کرے تو اُس کی بخشش کر دی جاتی ہے۔(جامع صغیر)

مزاراتِ اولیاء کی زیارت

حضرت مولانا امجد علی اعظمی لکھتے ہیں۔"زیارت قبور مستحب ہے۔ہر ہفتہ میں ایک دن زیارت کرے۔جمعہ یا جمعرات یا ہفتہ یا سوموار کا دن مناسب ہے اور سب سے افضل روز جمعہ وقت صبح ہے۔اولیائے کرام کے مزارات طیبہ پر سفر کر کے جانا جائز ہے وہ اپنے زائر کو نفع پہنچاتے ہیں"(بہار شریعت) نیز جمعہ کے دن روحیں جمع ہوتی ہیں۔لہذا اس میں زیارت قبور کرنی چاہیے(بہار شریعت ص۱۰۴ جلد چہارم)

صبح کی دُعا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص جمعہ کے دن نماز فجر سے پہلے تین بار کہے **استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الّا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ** اُس کے جملہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اگر چہ وہ سمندر کی جھاگ جتنے ہوں (نزہتہ الناظرین ص ۸۲)۔

ناخن تراشنا

"ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن ناخن ترشوائے اللہ تعالیٰ اُسے دوسرے جمعہ تک بلاؤں سے محفوظ رکھتا ہے اور تین دن زائد یعنی دس دنوں کے لیے اسے محفوظ فرماتا ہے (بہار شریعت ص ۱۹۵ ج ۱۶)۔

موئے زیرِ ناف مونڈھنا

"موئے زیرِ ناف دُور کرنا سنت ہے۔ ہر ہفتہ میں نہانا اور بدن کو صاف ستھرا رکھنا اور موئے زیرِ ناف دُور کرنا مستحب ہے اور بہتر جمعہ کا دن ہے" (بہار شریعت ص ۱۹۷ ج ۱۶)۔

مسواک

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ مسواک کرے اور جمعہ کے دن نہائے اور اگر گھر والوں کا عطر ہو تو اُس سے کچھ بدن پر ملے (جامع صغیر)۔

حجامت حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے **انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقلم اظفارہٖ و یقص شاربہ یوم الجمعۃ قبل ان یخرج الی الصّلوٰۃ** یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لیے نکلنے سے پہلے ناخن تراشا کرتے تھے اور مونچھیں پست کیا کرتے تھے (صحیح البہاری ص ۵۲۱)

خوشبو

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا **الغسل و الطیّب و اللباس یوم الجمعۃ** ۔ جمعہ کے دن غسل کرنا خوشبو لگانی اور لباس پہننا چاہیے (جامع صغیر)۔

عُمدہ لباس

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص جمعہ کے روز غسل کرے اور بہترین کپڑے پہنے اور اُس کے پاس خوشبو ہو تو اُس سے ملے پھر جمعہ کی نماز پڑھنے آئے۔ اس حال میں کہ وہ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے۔ پھر اللہ کی فرض کی ہوئی نماز ادا کرے۔ پھر جب اُس کا امام نکلے تو خاموش رہے۔ یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہو جائے۔ کانت کفارۃً لما بینھا و بین الجمعۃ التی قبلھا۔ تو اُس کے یہ اعمال اُس جمعہ اور گذشتہ جمعہ کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔ (ابوداوُد)

تیل کنگھی

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "لوگو! جب یہ دن (جمعہ کا دن) آئے تو تم غسل کرو اور جو بہترین تیل اور خوشبو میسر ہو اُسے استعمال کرو (ابوداوُد)۔

تجمیر

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "بلا شبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن مسجد میں جانے کے لیے اپنے کپڑوں کو دھونی دیا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری)۔

عمامہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ انّ الملائکۃ تصلّی علیٰ العمائم یوم الجمعۃ بلاشبہ فرشتے اُن لوگوں کے حق میں دُعائے رحمت مانگتے ہیں جو جمعہ کے روز پگڑیاں باندھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ و قال الشیخ عبدُ القادر الجیلانی رحمۃُ اللہ و یتنظّفُ باخذ شعرہ و ظُفرِہٖ و قطع رائحتہٖ الکریھۃ ویلبس احسن لباسہٖ و افضلُھا البیاض و یتعمّمُ و یرتدی۔ یعنی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ مسلمان جمعہ کے دن ستھرائی حاصل کرے ناخن تراشنے، بال کاٹنے اور بدبُو دور کرنے کے سبب سے اور وہ عمدہ ترین لباس پہنے اور افضل لباس سفید لباس ہے اور عمامہ باندھے اور چادر اوڑھے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۶۱ ج ۲)

تعطیل جُمعہ

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں "اور اگر کوئی اس بات پر قادر ہو کہ وہ جمعہ کا دن آخرت کے لیے وقف کرے تو اُسے اس روز کوئی دنیوی کام نہیں کرنا چاہیے۔ **فمن فعل فانّها کفارۃ" لِما بین الجمعتین.** پس جو کوئی ایسا کرے اس کا یہ عمل اُس کے دو جمعوں کے مابین کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ (مختصر احیائے دین صفحہ ۴۷)

تبجیر

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں "جلدی جامع مسجد چلا جانا مستحب ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جو شخص پہلی گھڑی میں جامع مسجد کو روانہ ہوا۔ گویا اُس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک اونٹ صدقہ کیا اور جو دوسری گھڑی میں روانہ ہوا گویا اُس نے گائے صدقہ کی اور جو تیسری گھڑی میں روانہ ہوا گویا اُس نے سینگوں والا مینڈھا صدقہ کیا۔ اور جو چوتھی گھڑی میں روانہ ہوا گویا اس نے مرغی صدقہ کی اور جو پانچویں گھڑی میں روانہ ہوا گویا اُس نے انڈا صدقہ کیا۔ **فاذا خرج الامام طویت الصحف و رفعت الاقلام و اجتمعت الملائکة عندالمنبر یستمعون الذکر فمن جاء بعد ذلک فانما جاء لحق الصلوۃ لیس له' من فضل شئی**۔ پھر جب امام خطبہ کے لیے نکلتا ہے تو رجسٹر بند کر دیے جاتے ہیں اور قلمیں اٹھالی جاتی ہیں اور فرشتے خطبہ سننے کے لیے منبر کے پاس جمع ہو جاتے ہیں۔ پس جو شخص اس وقت آیا وہ نماز کا حق ادا کرنے کے لیے آیا اُس کے لیے فضیلت میں سے کوئی شئی نہیں (مختصر احیاالدین ص ۴۷)

ثم قال الغزالی و کان فی القرن الاوّل تری الطرقات سحراً و بعد الفجر مملوئة من الناس یمشون فی السرج و یزدحمون فیها الیٰ الجامع کا یّام العید حتیٰ اندرس ذلک و اوّل بدعة احدثت فی الا سلام ترک البکور الیٰ الجامع یوم الجمعة فقد قیل انّ النّاس یوم القیامة یکونون فی قربهم عند النظر الیٰ وجه الله تعالیٰ علیٰ قدر بکورهم الیٰ الجمعة و دخل ابن مسعود رضی اله تعالیٰ عنه بکرة الی الجامع فرای ثلاثة نفرقد سبقوه بالبکور فاغتم لذلک و جعل یعتب نفسه و یقول لها رابع اربعة

كذافی مختصرا حیاً علوم الدین۔

آذان جمعہ کے بعد خرید و فروخت

پہلی آذان کے ہوتے ہی سعی واجب ہے اور بیع وغیرہ ان چیزوں کا جو سعی الی الجمعہ کے منافی ہوں چھوڑ دینا واجب ہے یہاں تک کہ راستے میں چلتے ہوئے خرید و فروخت کی تو بھی ناجائز ہے۔ (بہار شریعت ص۱۰۲ ج۴)۔

نماز جمعہ کے بعد تجارت

تفسیر ابن کثیر میں آیت کریمہ فاذا قضیت الصّلوٰۃ کے تحت لکھا کہ بعض سلف صالحین سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا من باع و اشتریٰ فی یوم الجمعة بعد الصّلوٰہ بارک الله له' سبعین مرّۃ۔ جو شخص جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد خرید و فروخت کرے اللہ تعالیٰ اُس کے لیے ستر مرتبہ برکت نازل فرماتا ہے۔

تنبیہ

بعض دکاندار صلوٰۃ وسلام بلکہ دوسری دُعا سے پہلے مسجد سے چلے جاتے ہیں ایسا کرنا اچھا نہیں بلکہ سب کے ساتھ دُعا اور صلوٰۃ وسلام میں شامل ہونا چاہیے۔

خطبہ میں درود پڑھنا

خطیب جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے تو حاضرین دل میں دُرود شریف پڑھیں خطبہ کے دوران زبان سے پڑھنے کی اجازت نہیں (درمختار، بہار شریعت ص۱۰۲ ج۴)۔

خطبہ کے دوران انگوٹھے چومنا

خطیب جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام اقدس خطبہ میں ذکر کرے تو اس وقت انگوٹھے چومنے کی اجازت نہیں کیونکہ اس وقت خاموش بیٹھنا واجب ہے (واللہ اعلم بالصواب)۔

وظائف بعداز نماز جمعہ

امام غزالی فرماتے ہیں "جب نماز جمعہ سے فارغ ہو جائے تو سات بار الحمد شریف، سات بار سورۂ اخلاص، سات سات بار معوذتین پڑھے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ یہ وظیفہ ایک تعویذ ہے جو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک شیطان سے پناہ کا کام دیتا ہے اور یہ دُعا پڑھے اللھم یا غنی یا حمید یا مبدی یا رحیم یا ودود اکفنی بحلالک عن حرامک و اغنی بفضلک عمن سواک اور کہا گیا ہے کہ جو شخص اس دُعا کو پڑھتا رہے گا وہ ضرور ایسی جگہ پہنچ جائے گا جس کا اُسے پہلے سے کوئی علم نہ تھا اور لوگوں سے یکسر بے نیاز ہو جائے گا اور پھر چھ رکعات نماز سنت ادا کرے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہی مقدار منقول ہے (کیمیائے سعادت، باب آداب الجمعہ)

صلوٰۃ التسبیح

امام غزالی فرماتے ہیں "حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعہ کے دن صلوٰۃ التسبیح کو ہرگز ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے" (کیمیائے سعادت)۔

اعتکاف

امام غزالی فرماتے ہیں "نماز جمعہ کے بعد اتنی دیر تک جامع مسجد میں معتکف رہے کہ وہ نماز عصر وہیں ادا کر سکے اور وہ شام تک وہیں رہے تو اس میں اور بھی فضیلت ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا ثواب ایک حج اور ایک عمرہ کے برابر ہے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو گھر چلا جائے مگر ذکر الٰہی سے غافل نہ رہے تاکہ جمعہ کی مخصوص قیمتی ساعت اُسے غفلت کی حالت میں نہ پائے اور اس طرح اس کی فضیلت سے محروم نہ رہ جائے۔

(کیمیائے سعادت)۔

ساعتِ اجابت

صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے کہ اگر کوئی مسلمان بندہ اُسے پالے اور وہ اس میں اللہ تعالیٰ سے کسی بھلائی کا سوال کرے تو وہ اُسے ضرور دے دیتا ہے" رہا یہ کہ وہ کونسی ساعت ہے تو اس میں بہت سی روایتیں ہیں اُن میں دو قوی ہیں ایک یہ کہ امام کے خطبہ کے لیے بیٹھنے سے ختم نماز تک ہے اور دوسری یہ کہ وہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے (بہار شریعت ص ۸٦ ج ۴)۔

عیادت مریض

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص جمعہ کے روز روزہ رکھے' کسی بیمار کی عیادت کرے' کسی مسکین کو کھانا کھلائے' کسی جنازہ کے ہمراہ جائے تو چالیس برس تک اُس کے پیچھے کوئی گناہ نہ لگے گا۔ (جامع صغیر)۔

قیلولہ

حضرت سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نماز جمعہ کے بعد دوپہر کا کھانا کھایا کرتے تھے اور قیلولہ کیا کرتے تھے (صحیح البخاری)۔

جماع

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص جمعہ کے روز اپنی بیوی سے ہمبستری کرے، پھر غسل کرے اور جامع مسجد میں سویرے سویرے چلا جائے۔ اور کوئی بے فائدہ بات نہ کرے تو اُس کے ہر قدم پر اُس کے لیے ایک سال کے روزوں اور نمازوں کا ثواب ہے۔ ثم قال شیخ المشائخ سیدنا الشیخ عبدالقدر الجیلانی نور اللہ مرقدہ و ھذا یستحب عند اھل العلم اتیان الزوجۃ فی یوم الجمعۃ و کان بعض السلف یفعلہ' اتباعاً ھذا الحدیث.
(غنیۃ الطالبین ص ٦١ ج ۲)

(۸ صفر المظفر ۱۴۰۰ھ۔)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیسواں مقالہ

نماز اشراق کے فضائل و مسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمّد والہ واصحابہ اجمعین امّابعد.

حدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص فجر کی نماز کے بعد اُسی جگہ مصلّے پر بیٹھا رہے اور ذکر میں مشغول رہے اور پھر اشراق کی نماز پڑھے تو اُس کو ایک مقبول حج وعمرہ کا ثواب ملے گا۔ اس حدیث مبارکہ میں چند اُمور کی وضاحت کی درخواست ہے۔

(۱) اس حدیث میں فجر کی نماز سے مراد باجماعت نماز ہے یا نہیں؟

(۲) نماز فجر جماعت سے ادا کی گئی ہے تو آیا وہ شخص جو اشراق پڑھنے کا خواہش مند ہے اپنی جگہ سے اُٹھ کر دیگر حضرات سے مصافحہ کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۳) اشراق کے انتظار میں مسجد کے اندر یا صحن میں چہل قدمی کرسکتا ہے؟

(۴) جہاں فجر کی نماز پڑھی ہے اُس جگہ کو چھوڑ کر کسی اور جگہ تلاوت قرآن کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۵) نماز فجر پڑھ کر گھر جا کر اشراق پڑھے تو کیا وہ شخص حج وعمرہ کا ثواب پائے گا یا نہیں؟

(۶) صحن مسجد میں جا کر تازہ ہوا کے لئے اشراق کا انتظار کرتا ہے تو کیا یہ مناسب ہے؟

(۷) پیرون میں درد کی وجہ سے پیروں کو پھیلانے سے آرام ملتا ہے، تو ایسا شخص مصلّے کو چھوڑ کر دوسری جگہ انتظار کرے تو اُس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا یا نہیں؟

(۸) کسی کا وضو بھی ٹوٹا تو کیا ایسا شخص تازہ وضو کے لئے جا سکتا ہے؟

(۹) اشراق کے نفلوں کی کتنی رکعات ہیں؟

(۱۰) کیا کوئی خاص سورت پڑھی جائے یا کوئی بھی؟

(۱۱) سورج کتنے منٹ میں ممنوع اوقات سے باہر آجاتا ہے دس پندرہ یا بیس؟

(۱۲) چاشت کا وقت کب شروع ہوتا ہے۔ براہ مہربانی وضاحت سے جواب عنایت فرمائیں تاکہ عوام الناس غلط فہمی سے نجات حاصل کریں اور ثواب کے پورے پورے حقدار ہوں۔

(نیاز مند محمد اسحاق ۶/۲۵۳)(لیاقت آباد کراچی ۷۵۹۰۰)

الجواب بتوفیق الملک الوھّاب عزّ وجلّ:

نماز اشراق کے متعلق چند احادیث مبارکہ پہلے نقل کی جاتی ہیں پھر مندرجہ بالا سوالات کے جوابات عرض کیے جائیں گے۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **من صلّے فی جماعة ثم قعد یذکر اللّٰہ حتّٰی تطلع الشمس ثمّ صلّٰی رکعتین کانت له کاجر حجة وعمرة قال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیه وسلّم تامة تامة تامة.**

جو شخص باجماعت نماز پڑھے پھر ذکر الٰہی کرتے ہوئے بیٹھا رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے پھر دو رکعتیں پڑھے تو اُس کے لئے حج وعمرہ کے ثواب جتنا ثواب ہے۔ روای نے فرمایا اِس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پُورا، پُورا، پورا۔ راوہ ابوعیسٰی الترمذی وقال ھذا حدیث حسن غریب۔

(سنن ترمذی ص ۱۰۳ ج ۱، مشکوٰۃ ص ۸۱ ج ۱، الحاوی للفتاوی ص ۴۲ ج ۱)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اِس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں اور حاصل کلام یہ ہوا کہ نماز اشراق کی دو رکعتوں کا ثواب باجماعت نماز فجر پڑھنے اور عمرہ کا ثواب نماز اشراق پڑھنے کی وجہ سے ہے کیونکہ حج فرض اور عمرہ نفل ہوتا ہے۔ اور اگر چہ یہ حقیقت میں حج وعمرہ کی مثل نہیں کیونکہ ثواب مشقت کے اندازہ پر ہوتا ہے لیکن اُن کے مشابہ ہے اور اس کا اِس قدر ثواب ہے کہ گویا وہ اُن کا عین ہے اور علماء نے اِسے ناقص کو کامل کے ساتھ ملحق کرنے کے باب سے قرار دیا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ص ۴۲۳ ج ۱)

(۲) امام احمد طحطاوی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ نقل کی ہے۔ **من صلّی الفجر فی جماعة ثم قعد یذکر اللّٰہ تعالیٰ حتی تطلع الشمس ثم صلے رکعتین کانت له کاجر حجّة تامة و عمرہ تامة ھذا** حدیث حسن جو شخص نماز فجر باجماعت پڑھے پھر ذکر الٰہی کرتے ہوئے بیٹھا رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے۔ پھر دو رکعتیں پڑھے، تو اُسے پورے حج اور پورے عمرہ کے ثواب جیسا ثواب ملتا ہے یہ حدیث حسن ہے (حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۲۱)

(۳) حضرت سہل بن معاذ الجھنی اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من قعدفی مصلاہ حین ینصرف من صلوٰۃ الصبح حتیٰ یسبح رکعتی الضحٰی لایقول الا خیراً غفرلہ خطایاہ وان کانت اکثر من زبد البحر۔ جو شخص نماز فجر سے فارغ ہونے کے بعد اپنی جائے نماز میں بیٹھا رہے یہاں تک کہ وہ ضحیٰ کی دو رکعتیں پڑھے۔ اس حال میں کہ وہ نہ کہے مگر اچھی بات تو اُس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ سے زیادہ ہوں۔

(سنن ابی داؤد ص۱۸۲ ج۱، مشکوٰۃ ص۱۰۶ ج۱)

شیخ عبدالحق فرماتے ہیں، اس حدیث میں ضحیٰ کی دو رکعتوں سے مراد نماز اشراق کی دو رکعتیں ہیں اور دوسری حدیثوں میں نماز اشراق اور نماز چاشت دونوں کا احتمال موجود ہے۔ (اشعۃ اللمعات ص۵۵۲ ج۱)

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مامن عبد صلّی صلاۃ الصبح ثم جلس فی مجلس حتیٰ تطلع الشمس ثم یقوم فیصلی رکعتین او اربع الا کان لہ خیراً ممّا طلعت علیہ الشمس. کوئی بندہ نہیں جو صبح کی نماز پڑھے پھر اپنی جگہ میں بیٹھا رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے پھر وہ دو یا چار رکعتیں پڑھے مگر اُس کے لئے یہ بات ہر اُس چیز سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع ہوا۔ (الحاوی للفتاوی ص۴۲ ج۱)

(۵) امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص صبح کی نماز پڑھے پھر اپنی جائے نماز پر ذکر الٰہی کرتے ہوئے بیٹھا رہے۔ یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے پھر دو رکعتیں اشراق کی پڑھے تو اللہ تعالیٰ آگ پر یہ بات حرام فرما دیتا ہے کہ وہ اسے جھلسے یا کھائے۔ (الحاویٰ للفتاویٰ ص۴۳ ج۱)

(۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ذکر الٰہی کرنے والوں کے ساتھ میرا صبح کی نماز سے طلوع آفتاب تک بیٹھا رہنا میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اولاد اسماعیل کے چار غلام آزاد کروں۔ اور ذکر الٰہی کرنے والوں کے ساتھ میرا نماز عصر سے غروب آفتاب تک بیٹھا رہنا میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ چار غلام آزاد کروں۔ رواہ ابو داؤد وحسنہ، السیوطی فی جامع الصغیر ص۲۲ ج۲ مشکوٰۃ ص۸۱ ج۱

شیخ عبدالحق اس حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں،، جاننا چاہیے کہ اس حدیث میں ذاکرین کے ساتھ بیٹھے رہنے کا بظاہر مفہوم ذکر الٰہی میں ان کے ساتھ شریک ہونا ہے اور اگر محض بیٹھنا اور ان کی صحبت میں رہنا ہی

مراد ہو تو یہ بھی درست ہے کیونکہ اسی معنی میں یہ آیا ہے۔ هُمُ الجُلَسَاء لایشقٰی جَلِیسِهُم ۔ وہ بیٹھنے والے ہیں کہ اُن کا ساتھی بد بخت نہیں ہوتا۔ (اشعۃ اللمعات ص ۴۲۲ ج ۱)

(۷) طبرانی اوسط میں حسن سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا۔ جو شخص نماز فجر پڑھے پھر اپنی جگہ پر بیٹھا رہے اور کوئی بے فائدہ دنیاوی کام نہ کرے اور اللہ کو یاد کرتا رہے یہاں تک کی اشراق کی چار رکعتیں پڑھے تو وہ گناہوں سے اِس طرح نکل جاتا ہے جس طرح وہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اُسے جنا تھا۔ اس پر کوئی گناہ نہیں تھا۔ (الحاوی للفتاوی ص ۴۲ ج ۱)

(۸) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کا ایک دستہ (جہاد کے لئے) روانہ فرمایا۔ اس دستے نے مال غنیمت حاصل کیا اور بہت جلدی واپس چلا آیا تو لوگوں نے اس کی کثرت غنیمت اور جلدی کے ساتھ واپسی کے بارہ میں گفتگو شروع کر دی۔ آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس سے زیادہ ثواب والا جہاد، کثرت غنیمت اور جلدی واپس چلا آنے والا دستہ نہ بتاؤں۔ مــن تـوضـا ثـم غـدا الـی الـمـسـجـد لسبحة الضحٰی فهوا قرب منه مغذیً و اکثر غنیمةً و اوشک رجعةً ۔

جو شخص وضو کرے پھر مسجد کی طرف نماز اشراق پڑھنے کیلئے جائے تو اس کا یہ عمل زیادہ ثواب والا جہاد، زیادہ کثرت والا مال غنیمت اور زیادہ جلدی واپس آنے والا دستہ ہے۔

(الحاوی للفتاوی ص ۴۳ ج ۱) (مشکوٰۃ ص ۸۲ ج ۱)۔

(۹) حضرت سماک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے۔ فرمایا۔ ہاں بہت مرتبہ۔ فکان رسول الله علیه وسلم لایقوم من مصلّاه الذی صلیّ فیه الغداة حتی تطلع الشمس فاذا طلعت قام صلے الله علیه وسلم۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے نہیں اٹھا کرتے تھے جس میں نماز فجر پڑھتے تھے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا تھا پھر سورج طلوع ہو جاتا تو آپ نماز اشراق پڑھنے کیلئے کھڑے ہوتے تھے۔

(سنن ابی داؤد ص ۱۸۳ ج ۱)

(۱۰) سید غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو سورج کے نکلنے تک وہیں بیٹھے رہتے تھے۔ آپ کو کہا گیا کہ آپ یہ کیوں کرتے ہیں؟ تو فرمایا اُرِیْدُ بِہِ السُّنَۃَ میں اِس عمل کے ذریعہ سے سنت کی ادائیگی کا ارادہ کرتا ہوں۔
(غنیۃ الطالبین ص۹۴ ج ۱)

(۱۱) اور یہی بزرگ اپنی سند کے ساتھ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بلاشبہ میرا کسی قوم کے ساتھ اللہ کو یاد کرتے ہوئے یعنی تکبیر تہلیل پڑھتے ہوئے نماز فجر سے طلوع آفتاب تک بیٹھا رہنا مجھے اِس سے زیادہ محبوب اور خوش کن ہے کہ میں دو غلام آزاد کروں۔ (غنیۃ الطالبین ص۹۴ ج ۲)

(۱۲) اور یہی بزگ اپنی سند کے ساتھ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مسجد میں صبح کی نماز پڑھے پھر ذکر الٰہی کرتے ہوئے طلوع آفتاب تک بیٹھا رہے پھر جب آفتاب طلوع ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے اور دو رکعتیں کھڑے ہو کر پڑھے تو اللہ اُس کو اُس کی ہر رکعت کے عوض میں جنت میں ایک لاکھ حوریں عنایت فرماتا ہے۔ جبکہ اِن میں سے ہر حُور کے ہمراہ ایک لاکھ کنیزیں ہوں گا اور یہ شخص اللہ کے نزدیک اوابین (عبادت گزاروں) میں شمار ہوتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین ۹۴ ج ۱)

سوالات کے جوابات

نماز اشراق کی فضیلت کے بارہ میں بارہ احادیث متبرکہ پیش کرنے کے بعد مندرجہ بالا سوالات کے جوابات عرض کیے جاتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

جواب سوال نمبر ا

چونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں فی جماعۃ فرمایا گیا ہے اس لئے ظاہر یہی ہے کہ نماز فجر سے مراد با جماعت نماز فجر ہے ہاں یہ ضروری نہیں کہ جماعت مسجد ہی میں ہوئی ہو بلکہ گھر کی جماعت بھی کافی ہے۔ امام احمد طحطاوی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں (قولہ فی جماعت) ولو مع اھل بیتہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد جماعت میں) سے مراد یہ ہے کہ اگر چہ اپنے گھر والوں کے ساتھ نماز فجر

باجماعت پڑھے۔(حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۲۱) ہاں بہتر یہ ہے کہ مسجد میں نماز فجر اور نماز اشراق تک اپنی جائے نماز ہی پر بیٹھے ہوئے ذکر الٰہی کرتا رہے کہ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔من صلّے الغداة فی مسجده ثم جلس یذکر اللّٰه الی ان تطلع الشمس.

(غنیۃ الطالبین ص ۹۴ ج ۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر۲

نماز اشراق پڑھنے والا شخص اپنی جائے نماز سے اٹھ کر دوسروں سے مصافحہ کرسکتا ہے بلکہ اچھی گفتگو بھی کرسکتا ہے۔کہ جائے نماز پر بیٹھا رہنا شرط نہیں کہ عنقریب بیان ہوگا۔ان شآءاللہ العزیز اور ایک روایت میں آیا ہے لایقول الا خیراً۔نہ کہے مگر اچھی بات۔(مشکوٰۃ ص ۱۰۴ ج ۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر۳

نماز اشراق کے انتظار کے دوران نمازی مسجد کے اندر یا اس کے صحن میں چہل قدمی کرسکتا ہے۔حدیث شریف میں بیٹھے رہنے کا جو ذکر ہے وہ قید اتفاقی ہے احترازی نہیں۔قال الامام احمد الطحطاوی (قوله ثم قعد)افادا العلامة القاری فی شرح الحصن الحصین ان القعود لیس بشرط وانما المدار علی الاشتغال بذکر هذا الوقت (قوله ثم صلّے رکعتیں)ویقال لهما رکعتا الاشراق وهما غیر سنّة الضحی (قوله تامة) ای کل منهما ای غیر ناقص لو ابهما بارتکاب نحومحظورا حرام اوفساد والمراد الحج النفل والتاکید یفید ان له ذلک الاجرحقیقة ولیس من قبیل الترغیب (حاشیۃ المراقی ص ۱۲۱) وقال علی القاری (قوله ثم قعد یذکر اللّٰه)ای استمر فی مکانه و مسجده الذی صلّے فیه فلاینافیه القیام لطواف اولطلب علم او مجلس وعظ فی المسجد بل و کذا لورجع الی بیته واستمر علی الذکر (قوله ثم صلّے رکعتین)

قال الطیبی ای ثم صلّے بعد ان ترتفع الشمس قدر رمح حتّی یخرج وقت الکراهة وهذا الصلوٰة تسمیّ صلوٰة الاشراق وهی اول صلوٰة الضحی (قوله تامة)صفة لحجة وعمرة کررّها ثلاثاً للتاکید. (مرقاۃ شرح المشکوٰۃ ص ۳۲۵ ج ۲)

وقال الشیخ المحقق الدهلوی ظاهر حدیث درآن است که این ثواب مترتب برنشستن درجائے نماز است واگر برخیزد ودرخلوت رود و مشغول گردد این ثواب برآن مترتب نگردد درحدیث دیگر نیز آمده است که هر که بعد از نماز درجائے خود نشسته بماند وذکر کند دعا می کُند اورا فرشتگان برحمت ومغفرت ودر وصایائے مشائخ مذکور است که اگر ترس تفرقه وپریشانی باشدیا ریاء راه یابد در خلوت خود برود و مشغول گرددوبعض می گویدکه ثواب ذکر ومشغولی بحال خود است و گفته اند که استقبال قبله دریں وقت از دست ندهد واگز خواب آیدهم پس پابرود ودفع کند.

(اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ ص۵۵۳ ج۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر۴

نماز اشراق کا ارادہ رکھنے والا شخص جہاں نماز فجر باجماعت پڑھی ہے اُسے چھوڑ کر دوسری جگہ میں بیٹھ کر تلاوت قرآن مجید کرسکتا ہے۔قال الشیخ السیدعبد القادر الجیلانی رحمۃ اللّٰہ علیہ واما الورد الاوّل من النھار فیستحب الجلوس من بعد صلوٰۃ الفجر الی طلوع الشمس یذکر اللّٰہ فیہ اما بتلاوۃ القرآن اوتسبیح او تفکر اوتذکر اوتعلیم اوجلوس الی عالم وکذلک بعد صلوٰۃ العصر الیٰ غروب الشمس لانھماوقتان نھی عن التنفل بالصلوٰۃفیھما. (غنیۃ الطالبین ص۹۳ ج۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر۵

نماز فجر پڑھ کر گھر جا کر نماز اشراق پڑھے تو بھی حج وعمرہ کا ثواب پائے گا۔کیونکہ ابھی علمائے حق کی عبارات گزریں کہ مسجد میں جائے نماز پر بیٹھا رہنا شرط نہیں۔بلکہ نماز فجر سے نماز اشراق تک جملہ وقت میں ذکر الٰہی کا جاری رہنا شرط ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر ۶

نماز اشراق کے انتظار کے دوران صحن مسجد میں بیٹھ کر ہوا خوری کرنا جائز ہے ہاں ذکر الٰہی جاری رکھے یا کم از کم اعتکاف کی نیت کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر ۷

پیروں میں درد کی وجہ سے پیروں کو پھیلانے سے آرام ملتا ہے ایسا شخص مصلّے کو چھوڑ کر دوسری جگہ انتظار کرے تو اسے بھی اتنا ہی ثواب ملے گا۔ جبکہ نماز اشراق تک مسلسل ذکر الٰہی کرتا رہے۔ کمامرّ آنفاو اللہ اعلم بالصواب۔

جواب سوال نمبر ۸

نماز فجر کے بعد ذکر الٰہی میں مشغول تھا کہ وضو ٹوٹ گیا تو وضو کرنے کیلئے مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔ تازہ وضو کر کے واپس آجائے اور نماز اشراق پڑھے۔ اس صورت میں بھی اُسے حج وعمرہ کا ثواب ملے گا بشرطیکہ وضو کے دوران ذکر الٰہی کرتا رہے اور کوئی دنیوی بات نہ کرے۔ اور وضو نہ ٹوٹنے کی صورت میں تازہ وضو نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر ۹

نماز اشراق کی تعداد کم از کم دو رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔ شیخ عبدالحق لکھتے ہیں۔ پستر بگزارد دو رکعت اقل این است و تا دوازہ رکعت نیز آمدہ است۔ پھر دو رکعتیں پڑھے اور یہ کم تعداد ہے اور بارہ رکعت تک کا حدیثوں میں ذکر آیا ہے۔

(اشعۃ اللمعات ص ۴۲۳ ج ۱) واللہ تعالیٰ اعلم

جواب سوال نمبر ۱۰

مولوی رکن الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نماز اشراق کا طریقہ بدیں الفاظ لکھتے ہیں۔ "اشراق کی

دو رکعتیں بھی ہیں اور چار بھی۔ پہلی رکعت میں فاتحہ شریف کے بعد آیۃ الکرسی تین بار سورۂ اخلاص سات بار اور دوسری رکعت میں فاتحہ شریف کے بعد سورہ والشمس اور تیسری رکعت میں فاتحہ شریف کے بعد سورۂ والسماء والطارق اور چوتھی رکعت میں فاتحہ شریف کے بعد آیت الکرسی ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھنا افضل ہے اور اس کے ثواب کی انتہاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف فرماتا ہے کہ اے بندے اب تو از سرِ نو عمل کر۔

(کتاب رکن دین ص ۱۰۰ بحوالہ غنیۃ الطالبین) واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر ۱۱

عند الطلوع مکروہ وقت کے بارہ میں امام صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ "طلوع سے مُراد آفتاب کا کنارہ ظاہر ہونے سے اُس وقت تک ہے کہ اُس پر نگاہِ خیرہ ہونے لگے جس کی مقدار چمکنے سے ۲۰ منٹ تک ہے۔

(بہار شریعت ص ۲۱ ج ۳ بحوالہ عالمگیری و درمختار و فتاویٰ رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر ۱۲

چاشت کی نماز کے وقت کے بارہ میں شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اور نماز اشراق کے وقت کی ابتداء اس حدیث کے ظاہر کے حکم پر طلوع آفتاب ہے اور بعض علماء اسی قول پر ہیں۔ اور جمہور کے نزدیک آفتاب کے ایک نیزہ بلند ہونے تک اس کا آخری وقت ہے اور بعض حدیثوں میں نیزہ کی مقدار کا ذکر موجود ہے اور لوگوں میں مشہور یہ ہے کہ یہ نماز اشراق کہلاتی ہے اور بعض حدیثوں میں اس نام کے ساتھ اس نماز کو موسوم کیا گیا ہے۔ اور اکثر حدیثوں میں اس نماز پر چاشت کا نام آیا ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ دونوں (اشراق و چاشت) نمازیں ایک ہی نماز ہے۔ طلوع آفتاب کے قریب اس کا وقت شروع ہوتا ہے۔ اور زوال سے پہلے تک باقی رہتا ہے (اشعۃ اللمعات ص ۲۲۳ ج ۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۳ شعبان المعظم ۱۴۱۶ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اکیسواں مقالہ

نماز تہجد کی شرعی حیثیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین امابعد ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال بابت اپریل ۱۹۹۲ء کے صفحہ نمبر ۱۰ پر تہجد کے عنوان سے حضرت مولانا ابو النصر منظور احمد شاہ صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے سنت مؤکدہ کی سُرخی قائم فرما کر لکھا۔ "خلاصہ یہ ہے کہ نماز تہجد حضور ﷺ پر فرض تھی جیسے نافلۃً لک اور فتھجد کے ارشادات سے واضح ہُوا۔ اور حضور ﷺ کی امت کے لئے سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ اگر بستی میں کسی ایک نے بھی یہ نماز پڑھ لی تو سب کی طرف سے ادا ہو جائے گی۔ اور اگر کسی نے نہ پڑھی تو ساری بستی کے باشندے سنت کے تارک ہوں گے"۔ اھ بلفظہ۔

یہ عبارت پڑھ کر راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفر اللہ تعالیٰ لہ کو سخت قلبی خلجان لاحق ہوا۔ کیونکہ اگر نماز تہجد سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے تو ظاہر ہے کہ بستی میں کوئی ایک بھی نہ پڑھے تو سب کا گناہگار ہونا لازم آتا ہے۔ اور آجکل اکثر جگہوں کے سب مسلمان نماز تہجد کے تارک ہوتے ہیں۔ اور اکثر بستیوں میں کوئی ایک بھی تہجد خوان نہیں ہوتا۔ اس لئے مناسب سمجھا کہ اس مسئلہ کی تحقیق کتب فقہ حنفی سے کی جائے اور حقیقت مسئلہ تک پہنچا جائے۔ بحمد اللہ تعالیٰ کتب معتبرہ کی عبارات کی روشنی میں ہم نے نماز تہجد کی شرعی حیثیت اس مختصر رسالہ میں لکھ دی ہے اللہ تعالیٰ اس دینی خدمت کو ذریعہ بخشش بنائے آمین۔

شاہ صاحب موصوف کا اصل ماخذ

حضرت مولانا مفتی احمد یار خان صاحب کی مندرجہ ذیل عبارت ہے۔ "تہجد کم از کم دو رکعت اور زائد سے زائد بارہ رکعتیں ہیں۔ حضور اکثر آٹھ پڑھتے تھے۔ صحیح یہ ہے کہ حضور ﷺ پر نماز تہجد فرض تھی۔ حضور کی امت پر سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے کہ اگر بستی میں ایک بھی پڑھ لے سب کی طرف سے ادا ہو جائے گی۔ اور اگر کسی نے نہ پڑھی تو سب سنت کے تارک ہُوئے۔ اھ بلفظہ (نور العرفان فی حاشیۃ القرآن ص ۴۶۲)

چونکہ مفتی صاحب نے اپنے اس قول کا کوئی ماخذ لکھا نہیں تھا۔ اس لئے راقم نے کتب تفاسیر و فقہ و حدیث میں اس قول کے ماخذ کو تلاش کرنا شروع کیا۔ سو اس فقیر کی نظر سے جتنی کتب گزریں ان میں سے کسی ایک میں بھی یہ لکھا ہُوا نہ پایا کہ نماز تہجد اُمت کے حق میں سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے بلکہ فقہاء حنفیہ کی کُتب مبارکہ میں اس نماز کا مندوب یعنی مستحب ہونا بالتصریح لکھا ہُوا دیکھا۔ اس کے سنت ہونے کی تصریح بھی بعض کتب میں

دیکھی۔ظاہر ہے کہ اس سنت سے مراد سنت مستحبہ ہی ہے۔ورنہ سنت اور مندوب کی روایتوں میں تطبیق کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ افادہ ناظرین کے لئے چند عبارات ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔وباللہ التوفیق۔

(۱) صدرالشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب اعظمی خلیفہ اعلیٰ حضرت بریلوی کتاب مستطاب بہار شریعت کے حصہ چہارم مصدقہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہما میں لکھتے ہیں۔

صلوٰۃ اللیل۔رات میں بعد نماز عشاء جو نوافل پڑھے جائیں اُن کو صلوٰۃ اللیل کہتے ہیں۔اسی صلوٰۃ اللیل کی ایک قسم تہجد ہے کہ عشاء کے بعد رات میں سو کر اُٹھیں اور نوافل پڑھیں سونے سے پہلے جو کچھ پڑھیں وہ تہجد نہیں (ردالمحتار) تہجد نفل کا نام ہے۔اگر کوئی عشاء کے بعد سو رہا پھر اُٹھ کر قضا پڑھی تو اس کو تہجد نہ کہیں گے۔جو شخص تہجد کا عادی ہو بلا عذر اُسے چھوڑنا مکروہ ہے (بہار شریعت ص۲۲ ج۲ ملتقطاً)

الحمدللہ اس ایک کتاب نے صاف صاف فیصلہ سُنا دیا کہ نماز تہجد نفل کا نام ہے۔لہذا اس کو سنت مؤکدہ علی الکفایہ کہنا درست نہیں ہے۔

(۲) اور علامہ ابن نجیم بحرالرائق میں لکھتے ہیں۔**قد تردد فی فتح القدیر فی صلوٰۃ التھجد اھی سنۃ فی حقنا ام تطوّع واطال الکلام علی وجہ التحقیق کما ھو دابہ واوسع منہ ما ذکرہ فی اواخر شرح المنیۃ.** (بحرالرائق ص۵۲ ج۲)

اور علامہ شامی اس کتاب کے حواشی میں فرماتے ہیں۔**قد اختلف العلماء فی ذلک ثم ذکر الادلۃ للفریقین والذی حط علیہ کلامہ انّ الفرضیۃ منسوخۃ کما قالت عائشۃ رضی اللہ عنھا فی حدیث رواہ مسلم وابو داود والنسائی** (منحۃ الخالق ص۵۲ ج۲)

اور یہی بزرگ اس کے متعلق ردالمحتار میں لکھتے ہیں۔**ومفادہ اعتماد السنیۃ فی حقنالانّہ صلی اللہ علیہ وسلم واظب علیہ بعد نسخ الفرضیۃ ولذ اقال فی الحلیۃ والاشبہ انہ سنّۃ** (ردالمحتار ص۵۰۶ ج۱)

ان عبارات کا ماحصل یہ ہے کہ صاحب فتح القدیر نے اپنی تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ نماز تہجد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فرض تھی۔پھر منسوخ ہوگئی۔اور ہمارے حق میں سنت ہے۔اقول اس جگہ سنت سے مراد سنت مؤکدہ علی الکفایہ نہیں بلکہ سنت مستحبہ ہے۔جیسا کہ صاحب بہار شریعت نے ردّالمحتار کے حوالے سے اس نماز کا نفل ہونا لکھا۔**کما مرّ کلامہ الشریف آنفاً واللہ تعالیٰ اعلم.**

(۳) اور صاحب بحرالرائق لکھتے ہیں۔**ومن المندوبات صلوٰۃ اللیل حثت السّنۃ الشریفۃ علیھا**

كثيراً افادت انّ لفا علها اجراً كبيراً فمنها مافى صحيح مسلم مرفوعاً افضل الصيام بعد رمضان شهر اللّٰه المحرم وافضل الصلوٰة بعد الفريضة صلوٰة الليل وروى ابن خزيمة مرفوعاً عليكم بقيام الليل فانه داب الصالحين قبلكم وقربة الى ربكم و مكفرة للسيات ومنهاة عن الاثم وروى الطبرانى مرفوعاً لابدّ من صلوٰة بليل ولو حلب شاة وما كان بعد صلوٰة العشاء فهومن الليل اه وهو يفيد انّ هذه السنة تحصل بالتنفّل بعد صلوٰة الليل قبل النوم. اور مستحب نمازوں میں سے ایک صلوٰۃ اللیل ہے۔ حدیث شریف نے اس پر بہت اکسایا ہے اور اس کے کرنے والے کے لئے بڑا اجر ثابت کیا ہے۔ سو اُن میں سے ایک وہ حدیث ہے جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں مرفوعاً روایت کیا ہے کہ رمضان کے بعد بہترین روزہ اللہ کے مہینے محرم کا ہے۔ اور فرض نماز کے بعد بہترین نماز رات کی نماز ہے۔

اور امام ابن خزیمہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ تم پر رات کا قیام لازم ہے۔ کیونکہ وہ نیکوں کا طریقہ ہے جو تم سے پہلے ہوئے اور تمہارے ربّ کی طرف قربت ہے اور گناہوں کو مٹانے والا اور گناہ سے روکنے والا ہے۔ امام طبرانی نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ رات کی نماز سے تمہیں چارہ نہیں اگرچہ بکری دوہنے کی مقدار وقت میں پڑھی جائے اور نماز عشاء کے بعد جو نماز ہو وہ صلوٰۃ اللیل سے ہے۔ اس آخری حدیث سے مُعلوم ہُوا کہ سونے سے پہلے نماز عشاء کے بعد جو نفل پڑھے جائیں اُس سے یہ سنّت حاصل ہو جاتی ہے۔ (بحر الرائق ص ۵۲ ج ۲)

صاحب بحر الرائق کا صلوٰۃ اللیل کو مندوبات سے شمار کرنا پھر نماز عشاء کے بعد سونے سے پہلے نفل سے صلوٰۃ اللیل کی سنّت کے حاصل ہو جانے کی تصریح کرنا صاف دلالت کرتا ہے کہ صلوٰۃ اللیل اور صلوٰۃ التہجد سنّت مستحبہ کے قبیل سے ہیں نہ کہ سنّت مؤکدہ علی الکفایہ کی قسم ہے۔

(۴) امام ابو الاخلاص شرنبلالی فرماتے ہیں۔ وندب صلوٰة الليل خصوصاً آخره كما ذكرناه واقل ماينبغى ان يتنفل بالليل ثمان ركعت كذافى الجوهرة وفضلها لايحصر قال تعالىٰ فلاتعلم نفس ما اخفى لهم من قرة اعين وفى صحيح مسلم قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم عليكم بصلوٰة الليل فانه داب الصالحين قبلكم وقربة الىٰ ربكم ومكفرة للسيّات ومنهاة عن الاثم. اور صلوٰۃ اللیل مستحب ہے خصوصاً رات کے آخری حصّہ میں (نماز تہجد) جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اور صلوٰۃ اللیل کی فضیلت کا کوئی شمار نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کوئی جان نہیں جانتی اُس آنکھوں کی ٹھنڈک کو جو اُس کے لئے پوشیدہ کی گئی ہے۔ اور صحیح مسلم شریف میں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث موجود ہے

کہ تم پر صلوٰۃ اللیل لازم ہے، کیونکہ یہ صالحین کا طریقہ ہے، تمہارے رب کی طرف قربت کا ذریعہ ہے، گناہوں سے کفارہ ہے اور خطاؤں سے روکنے والی ہے۔ (مراقی الفلاح ص ۲۶۱ مطبوعہ مصر)

اس عبارت نے تو صاف فیصلہ کر دیا کہ صلوٰۃ اللیل صلوٰۃ التہجد سمیت مستحب نماز ہے۔ سنت المؤکدہ علی الکفایہ نہیں والحمدللہ علیٰ ذلک۔

(۵) اور درمختار میں ہے۔ ومن المندوبات رکعتا السفرو القدوم منه وصلوٰة الليل واقلها على ما فى الجوهرة ثمان. اور مستحب نمازوں میں سے سفر کی نماز اور سفر سے واپسی کی نماز اور صلوٰۃ اللیل ہیں۔ اور وہ جوہرہ نیرّہ میں بیان شدہ قول پر آٹھ رکعتیں ہیں۔ (درمختار ص ۵۰۵ ج ۱)

وقال العلامّة الشامى ثم اعلم ان ذكره صلوٰة الليل من المندوبات مشى عليه فى الحاوى القدسى وقدتر دد المحقق فى فتح القدير كونه سنّة او مندوباً لان الادلة القولية تفيد الندب والمواظبة الفعلية تفيد السنيّة لانّه صلے الله عليه وسلم اذا واظب على تطوع يصير سنة لكن هذا بنآء على ا نه كان تطوعاًفى حقه وهو قول طائفة وقالت طائفة كان فرضاً عليه فلاتفيد مواظبة عليه السنّية فى حقنا صريح مافى مسلم وغيره عن عائشة كان فريضة ثم نسخ هذا خلاصة ماذكره ا ه. (ردالمختار جلد اول ص ۵۰۶) واللہ اعلم۔

(۶) فتاویٰ عالمگیری میں ہے. ومنها اى من المندوبات صلوٰة الليل كذا فى البحر الرائق ومنتهى تهجده عليه السلام ثمان ركعات واقله ركعتان كذافى فتح القدير ناقلاًعن المبسوط. اور مستحب نمازوں میں سے صلوٰۃ اللیل ہے جیسا کہ بحرالرائق میں ہے۔ اور نبی علیہ السلام کے تہجد کی زیادہ سے زیادہ رکعتیں آٹھ ہیں۔ اور کم سے کم دو جیسا کہ فتح القدیر میں مبسوط سے نقل فرمایا۔ (فتاویٰ ہندیہ ص ۱۱۳ ج ۱)

(۷) اور تفسیر خازن میں ہے۔ والمرادمن الآية قيام الليل للصلوٰة كانت صلوٰة الليل فريضة على النبى صلے الله عليه وسلم وعلى الامّة فى الابتداء لقوله تعالىٰ يايها المزمل قم الليل الّا قليلاً نصفه ثم نزل التخفيف فصار الوجوب منسوخاً فى حق الامة بالصلوٰت الخمس وبقى قيام الليل على الاستحباب بدليل قوله تعالىٰ فاقرء وا ما تيسر منه وبقى الوجوب ثابتاً فى حق النبى صلے الله عليه وسلم بدليل قوله تعالىٰ نافلة لك اى زيادة لك يريد فريضة زائدة على سائر الفرائض التى فرضها الله تعالىٰ عليك روى عن عائشة رضى الله عنها

النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلاث ھنّ علیّ فریضۃ وھن سنّۃ لکم الوتر والسواک وقیام اللیل وقیل ان الوجوب صار منسوخاً فی حقہ کما فی حق الامّۃ فصار قیام اللیل نافلۃ الخ. (خازن ص ۱۷۴ ج ۴)

اس عبارت سے معلوم ہُوا کہ راجح قول یہی ہے کہ قیام اللیل نبی علیہ السلام پر بدستور فرض رہا اور امّت کے حق میں مستحب اور رسول اللہ ﷺ کے حق میں اس کے منسوخ ہونے کا قول ضعیف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۸) اور امام بغوی تفسیر معالم التنزیل ص ۱۷۴ جلد چہارم میں اسی طرح لکھتے ہیں۔ **ثم نزل فصار الوجوب منسوخاً فی حق الامۃ بالصلوات الخمس وبقی الاستحباب.** واللہ اعلم۔

(۹) امام ابوالبرکات نسفی تفسیر مدراک التنزیل میں لکھتے ہیں۔

والمعنی ان التھجد زید لک علی الصلوٰت المفروضۃ غنیمۃ لک او فریضۃ علیک خاصّۃ دون غیرک لانّہ تطوع لھم. اور آیت کا معنی یہ ہے کہ بلاشبہ آپ کے لئے پانچ نمازوں پر تہجد کو آپ کے لئے بطور غنیمت کے زیادہ کیا گیا ہے یا دوسروں کی بجائے صرف آپ پر فرض کیا گیا کیونکہ دوسروں کے لئے تہجد تطوع یعنی نفل ہے۔ (تفسیر مدراک التنزیل ص ۳۲۴ ج ۲)

(۱۰) اور امام ابوبکر الجصاص حنفی لکھتے ہیں۔ **لاخلاف بین المسلمین فی نسخ فرض قیام اللیل وانّہ مندوب الیہ مرغب فیہ.** اور مسلمانوں کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ (امّت کے حق میں) صلوٰۃ اللیل یعنی تہجد کی فرضیت منسوخ ہوگئی اور وہ مستحب نماز ہے جس کی طرف ترغیب دلائی گئی ہے۔ (تفسیر احکام القرآن ص ۴۶۸ ج ۳)

(تنبیہ) امام جصاص کی عبارت میں (امّت کے حق میں) بین السطور اس لئے لکھا ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ کے حق میں اس کے نسخ کے بارہ میں امّت کا اختلاف موجود ہے۔ جیسا کہ خازن وغیرہ کی عبارت سے ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ **تلک عشرۃ کاملۃ.**

الحمد للہ فقہ حنفی اور تفسیر کی معتبر کتب مبارکہ کی ان عبارات متبرکہ سے روز روشن سے زیادہ روشن ہُوا کہ نماز تہجد امّت پر سنّت مستحبہ ہے۔ سنّت مؤکدہ علی الکفایہ نہیں کہ اس کے ترک سے جملہ مسلمانوں کا تارک سنّت مؤکدہ ہونا لازم آئے اور وہ گناہگار ٹھہریں۔

(۲۵ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بائیسواں مقالہ

مسائل جنازہ کا مختصر بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

الحمدلله ربّ العلمین و الصلوٰة و السلام علی سید الانبیاء والمرسلین و علیٰ الهم و اصحابه اجمعین امّا بعد. برادر طریقت مولانا محمد محفوظ چشتی جلالپوری سلمہٗ ربہٗ القوی نے فقیر حیدری رضوی غفراللہ تعالیٰ لہٗ کو ارشاد فرمایا کہ مسائل جنازہ کو مختصراً یکجا کیا جائے اس حکم کی تعمیل میں یہ رسالہ "مسائل جنازہ کا مختصر بیان" لکھنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔اللہ کریم جل شانہٗ اس دینی خدمت کو شرف مقبولیت بخشے۔آمین۔

تلقین محتضر

جب کسی مسلمان پر نزع کا وقت آجائے تو حاضرین اس بات کی پوری پوری کوشش کریں کہ وہ دنیا سے باایمان جائے۔اور ہر وہ کام کریں جس سے اس کی نزع میں آسانی پیدا ہوتی ہو مثلاً سب اس کے پاس بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھیں تا کہ اس کا خاتمہ پاکیزہ کلمہ پر ہو۔سورۂ یٰسین اور سورۂ رعد کی تلاوت اس کے سرہانے کی جائے کہ اس کی برکت سے نزع آسان ہو جاتی ہے۔اس گھر سے جنابت،حیض ونفاس والے اشخاص نکل جائیں۔یونہی اس گھر سے جاندار کی تصویروں اور فوٹوؤں اور کتوں کو نکال دیں کہ ان اشیاء کی موجوگی رحمت کے فرشتوں کے دخول میں مانع ہے۔اس کی سلامتئ ایمان ومغفرت کی دعائیں مانگی جائیں اور اس سے بے جا باتیں نہ پوچھی جائیں۔اور نہ اس کے سامنے بے صبری کا مظاہرہ کیا جائے۔نزع کے وقت مرنے والے کی چارپائی شمالاً جنوباً کریں اور اس کا رخ قبلہ کو پھیریں اور اس کے دونوں ہاتھ پہلو میں رکھیں اور اگر اسے شرقاً غرباً لٹا کر اس کے سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر اس کا منہ قبلہ کو کریں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں بہتر یہ ہے کہ اس کے پاس خوشبو بتی جلا کر فضاء کو معطر کریں۔

اگر مرنے والے شخص نے نزع کے وقت کوئی کفریہ کلمہ بولا ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہ کریں اور اگر صحیح العقیدہ سنی مسلمان کی نزع میں سختی دیکھیں تو اس کا عوام میں چرچا نہ کریں اور اگر بدمذہب کی ایسی حالت ہو تو اسے ظاہر کریں تا کہ لوگ اس کی بدمذہبی سے بیزار ہوں۔

لوگ مرنے والے شخص کو کلمہ پڑھنے کا حکم نہ دیں۔ہوسکتا ہے کہ نزع کے خوف میں کلمہ طیبہ سے انکار کر بیٹھے۔اگر اس نے ہوش میں کلمہ پڑھ لیا ہو تو اب اسے تلقین کی حاجت نہیں ہاں نزول رحمت کے لئے اس کے پاس ذکر الٰہی کیا جائے۔مرنے والے شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ان جملہ فرائض وواجبات کے فدیہ کرنے کی وصیت کرے جو ادا ہونے سے رہ گئے ہوں۔اگر کسی کا قرض دینا ہو تو وارثوں کو آگاہ کر

دے۔ بعض جگہوں میں یہ دستور ہے کہ جب کوئی عورت مرنے لگتی ہے تو اس کے شوہر کو کہا جاتا ہے کہ تو اسے اپنے جملہ حقوق بخش دے۔ چنانچہ وہ بخش دیتا ہے یہ بہت اچھا طریقہ ہے۔ اگر یہی طریقہ دوسرے رشتہ داروں کے حقوق بخشوانے کے لئے بھی استعمال کیا جائے تو بہت اچھا ہے۔ مرنے والا جس شخص سے معافی کا سوال کرے اسے معافی دینی چاہئے اور اسے میت سے بھی معافی مانگنی چاہئے واللہ اعلم۔

موت کے بعد کیا کرنا چاہئے؟

جب روح نکل جائے تو فوراً ایک چوڑی پٹی یا عمامہ وغیرہ میت کے جبڑوں کے نیچے سے نکال کر اس کے سر پر لے جاکر باندھ دیں تا کہ میت کا منہ کھلا نہ رہ جائے۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ اس عمل میں سستی کرتے ہیں تو میت بہت بدنما نظر آتی ہے۔ اس کے ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیں اور بہتر ہے کہ اس کے دونوں پاؤں کے انگوٹھوں کو باندھ دیں۔ اس کی آنکھیں بند کریں اور اس وقت یہ دعا پڑھیں۔

بسم اللہ و علیٰ ملۃ رسول اللہ اللھم یسر علیہ امرہ و سھل علیہ ما بعدہٗ و اسعدہ بلقآءِک واجعل ما خرج الیہ خیر'' مما خرج عنہ اور اگر یہ دعا یاد نہ ہو تو درود شریف یا کوئی اور کلمہ ذکر الٰہی پڑھ دیں۔ پھر اس کے پیٹ پر لوہا وغیرہ معمولی وزن کی کوئی شئے رکھ دیں تا کہ اس کا پیٹ پھولنے سے محفوظ رہے۔ پھر اس کے کپڑے اتار کر اسے کپڑے سے ڈھانپ کر چارپائی پر رکھیں۔ اور اس کے پڑوسیوں کو اس کی موت کی خبر دیں تا کہ وہ اس کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کریں۔ دور دراز کے رشتہ داروں کو بلانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ بلکہ بہتر ہے کہ وہ بھی اس کی تجہیز و تکفین میں شمولیت کا ثواب حاصل کر لیں۔ یونہی مسجد کے لاؤڈ سپیکروں میں اس کی موت کا اعلان کرنے میں بھی کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے۔ بعض مساجد میں موت کے اعلان کے وقت پہلے بگل بجایا جاتا ہے۔ یہ بدعت ہے کہ بگل کا مسجد سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے اعلان موت سے پہلے چند مرتبہ درود شریف پڑھنا بہتر ہے۔ مرنے کے فوراً بعد میت کو پہلا غسل دے دیں تا کہ اس کی جنابت دور ہو جائے اور اس کے پاس ذکر الٰہی و تلاوت قرآن مجید جائز ہو جائے اور رحمت الٰہی کے فرشتے میت کے پاس آنے سے باز نہ رہیں۔ پھر تکفین و تدفین میں حتی المقدور عجلت کریں کہ اس کی حدیثوں میں بہت تاکید آئی ہے پھر جب دور دور کے رشتہ دار پہنچ آئیں اور کفن اور قبر تیار ہو جائیں تو میت کو دوسری بار پورا غسل دیں یہ دوسرا غسل طہارت کے لئے نہیں بلکہ نظافت کے لئے دیا جاتا ہے کیونکہ اس بات کا امکان موجود ہے کہ پہلے غسل کے بعد میت کے

مواضع نجاست سے پلیدی نکل کر اس کے جسم پر بقدر مانع پھیل گئی ہو۔ سو دوسرے غسل سے میت یقیناً پاک ہو جائے گی اور اس پر نماز جنازہ کی صحت یقینی ہو جائے گی۔ بعض لوگ دوہرے غسل سے روکتے ہیں خدا تعالیٰ انہیں شریعت کے احکام سمجھنے کی توفیق بخشے۔ میت جب تک گھر میں رہے اس کے پاس تلاوت قرآن کی جائے یا ذکر الٰہی یا کلمہ طیبہ کا ذکر کیا جائے اور موت کے بارے میں اشعار پڑھے جائیں رونا پیٹنا اور بے صبری کا مظاہرہ کرنا شرعاً سخت ممنوع ہے۔ ہاں اگر بے اختیار آنسو نکلیں تو کوئی حرج نہیں۔ بعض جگہوں میں رواج ہے کہ مستورات میت کے پاس پنجابی کے اشعار باہم مل کر پڑھتی ہیں اس میں یہ خیال رہے کہ آواز زیادہ اونچی نہ ہو کہ غیر محرم سنیں۔ مردوں اور عورتوں کے اختلاط کو روکنے کے لئے الگ الگ بیٹھنے کی جگہیں مقرر کی جائیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ موت کے وقت محلے کی عورتیں بن ٹھن کر آتی ہیں یہ بات موت کے موقع پر مناسب معلوم نہیں ہوتی۔ عام لباس میں آنا چاہئے اور حسن نمائی سے گریز کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا سوال ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ اہل میت حاضرین کو نسوار سگریٹ پیش کرتے ہیں اور لوگ ان چیزوں کو بے دھڑک استعمال کرتے ہیں۔ میت جب تک گھر میں ہو اس کے گھر کی ضیافت مکروہ ہے ہاں دفن کے بعد میت کے رشتہ دار اس کے گھر میں رات گذاریں تو ان کے لئے کھانا تیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ بعض لوگ چالیس روز تک میت کے گھر کے کھانے دانے میں نفرت محسوس کرتے ہیں۔ یہ ان کی نازک طبعی کا نتیجہ ہے ورنہ اس روٹی میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔ بعض جگہوں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ میت کے گھر کے رشتہ دار بوڑھی عورتیں دس دس دن تک ڈیرہ ڈالے رہتی ہیں اگر یہ بات اہل میت کے لئے بوجھ بنتی ہو تو ایسا کرنا منع ہے۔ کتب فقہ میں جو اہل میت کی ضیافت کی ممانعت لکھی ہے وہ اسی صورت پر محمول ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ بعض جگہوں میں دستور ہے کہ میت کے پڑوسی حیلۂ اسقاط کے لئے توشہ جمع کرتے ہیں اور حیلہ اسقاط کے وقت پڑوسی اور رشتہ دار نقدی بھی دیتے ہیں تاکہ میت کے لئے زیادہ سے زیادہ توشہ تیار ہو۔ یہ رسم نیک ہے اور اس صدقہ کا ثواب میت کو ملتا ہے اور اس کے ذمہ سے فرائض و واجبات کے سقوط کا ذریعہ بنتا ہے۔ بعض کم علم لوگ اس نیک رسم کو بند کرانا اپنا فرض جانتے ہیں۔ خدا انہیں ہدایت دے۔ بعض جگہوں میں رواج ہے کہ میت کے گاؤں والے اور رشتہ دار ماتم دیتے ہیں۔ یعنی اہل میت کی مالی معاونت کرتے ہیں۔ یہ امداد باہمی کی ایک صورت ہے۔ وہابی الخیال شخص کے علاوہ کون اس نیک طریقہ کی مخالفت کرے گا۔ جو لوگ میت کے گھر جمع ہوں ان کو تلاوت قرآن مجید کرنی چاہیے یا کلمہ طیبہ کا ختم پڑھ کر اس کا ثواب میت کی

روح کو بخشنا چاہیے فضول باتوں میں وقت گذارنا اچھی بات نہیں۔

بعض جگہوں میں رسم ہے کہ اہل میت دفن سے پہلے گھر میں قرآن مجید کا ختم پڑھاتے ہیں یہ نیک رسم باعث برکت اور موجب مغفرت میت ہے۔ ماتم کی چٹائی بچھا کر اس پر فاتحہ خوانی کرنا نیک جائز رسم ہے۔ سوائے بدمذہب شخص کے کوئی اس سے منع نہیں کرے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

غسل دینے کا طریقہ

جب میت کو نہلانا چاہیں تو جس تختہ پر اسے غسل دینے کا ارادہ رکھتے ہوں پہلے اسے طاق مرتبہ دھونی دیں۔ پھر اس پر میت کو لٹا کر اس کے کپڑے اتاریں اور اس پر ناف سے گھٹنوں تک پردہ ڈالیں۔ نہلانے والا اپنے بائیں ہاتھ پر تھیلی پہن لے پھر میت کو تین ڈھیلوں سے استنجاء کرائے یعنی اس کی پیشاب گاہ کو تین ڈھیلوں سے اور پاخانہ کی جگہ کو تین ڈھیلوں سے صاف کرے پھر پانی سے اچھی طرح استنجاء کرائے۔ پھر نماز کا سا وضو کرائے ہاں ابتداء میں گٹوں تک ہاتھ دھلانا اور کلی کرانا اور ناک میں پانی چڑھانا ضروری نہیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ کپڑا یا روئی تر کر کے اس کے منہ اور ناک کی صفائی کرے۔ اور اگر چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کے سروں پر روئی لپیٹ کر کام میں لائے تو بہتر ہے پھر سر اور داڑھی کے بال ہوں تو انہیں اچھی طرح دھوئے پھر میت کو بائیں کروٹ لٹا کر اس کے دائیں حصہ بدن کو سر سے پاؤں تک نہلائے اور یہ کوشش کرے کہ اس کے بدن کی کوئی جگہ خشک نہ رہے اور پانی تختے تک پہنچ جائے۔ تین بار یونہی پانی بہائے پھر اسے دائیں کروٹ پر لٹائے اور اس کے بائیں حصہ بدن کو اسی طرح نہلائے پھر میت کو سہارا دے کر بٹھائیں اور نرمی سے اس کا پیٹ اوپر سے نیچے کو دبائے اور اگر کوئی پلیدی اس کے پیٹ سے خارج ہو تو اسے دھو دیں آخر میں اس کے سارے بدن پر کافور کا پانی بہائے اور اس کے جسم کو کسی پاک وصاف کپڑے سے پونچھے تاکہ کفن گیلا نہ ہو پھر اسے اٹھا کر چارپائی پر بچھے ہوئے کفن پر لٹا دیں۔ اور اس کی سجدہ کی جگہوں کو خوشبو لگائے اور کفن کو کافور لگائے۔

ضروری مسائل

میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے۔ ایک دفعہ اس کے بدن پر پانی بہانا فرض ہے اور تین بار سنت ہے۔ میت کے جسم کو اچھی طرح مل کر دھوئیں تاکہ اس کے بدن کی صفائی ہو جائے۔ نہلانے والے شخص کا باوضو ہونا

ضروری ہے۔ بہتر یہ ہے کہ میت کا قریبی رشتہ دار غسل دے اور کوئی عالم دین غسل دینے کا کام کرتے ہوں تو ان کی امامت میں کوئی کراہت نہیں۔ غسل دینے والے پر لازم ہے کہ دوران غسل کوئی ناگوار بات نظر آئے تو اسے پردہ میں رکھے۔ غسل کے وقت صرف وہی لوگ پاس کھڑے ہوں جو غسل دینے کا کام کرتے ہوں۔ بلاضرورت تماشائیوں کی طرح لوگوں کا جمع ہونا اچھا نہیں۔ مرد مرد کو اور عورت عورت کو غسل دے۔ ہاں بیوی اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے اور معصوم بچے کو عورتیں بھی نہلا سکتی ہیں اگر متعدد آدمی غسل دینے کو تیار ہوں پھر ایک شخص غسل دے تو وہ مزدوری لے سکتا ہے۔ بدمذہب یا کافر شخص فوت ہو جائے تو اسے اس کے ہم عقیدہ اشخاص کے حوالے کر دینا چاہیئے۔ میت کے بالوں میں کنگھی کرنا منع ہے اور اس کے ناخن تراشنا یا زیر ناف بال یا بغلوں کے بال مونڈھنا ناجائز ہے۔ جو ناخن یا بال اس کے فوت ہونے کے بعد کاٹے گئے ہوں انہیں کفن میں رکھ دینے کا حکم ہے۔ بعض لوگ میت کی حجامت بناتے ہیں یا اس کے بال زیر ناف مونڈھتے ہیں یہ ناجائز ہے۔ گھر کے استعمالی برتنوں میں بھی غسل دے سکتے ہیں۔ اور غسل کے بعد برتنوں کو توڑ دینا حرام ہے۔ مستحب ہے کہ غسل دینے والا شخص دوبارہ وضو یا غسل کرے۔

تکفین میت

میت کو کفن دینا فرض کفایہ ہے۔ مرد کے لئے سنت تین کپڑے ہیں۔ لفافہ۔ ازار اور قمیض۔ اور عورت کے لئے پانچ کپڑے سنت ہیں۔ لفافہ۔ ازار، قمیض، اوڑھنی اور سینہ بند، خنثیٰ مشکل عورت کے حکم میں ہے اور جو بچی بچہ نابالغ حد شہوت کو پہنچ جائے وہ بالغ کے حکم میں ہیں اور بہت چھوٹے بچی بچہ کو دو کپڑے دینا اچھا اور پورا کفن دینا بہتر ہے۔ اگر چہ ایک دن کا بچہ فوت ہو جائے کفن میت کے ترکہ سے دیا جائے گا۔ لفافہ کی مقدار یہ ہے کہ میت کے قد سے اس قدر زیادہ ہو کہ دونوں طرف سے باندھ سکیں اور ازار چوٹی سے قدم تک ہونی چاہیئے اور قمیض یعنی کفنی گردن سے گھٹنوں کے نیچے تک ہونی چاہیئے اور یہ آگے اور پیچھے دونوں طرف برابر ہونی چاہیئے۔ اور جاہلوں میں جو یہ رواج ہے کہ کفنی پیچھے سے کم رکھتے ہیں یہ غلطی ہے۔ چاک اور آستین قمیض میں نہیں ہونی چاہیئے۔ مرد کی کفنی مونڈھے پر سے چیریں اور عورت کی کفنی سینہ کی طرف سے چیریں اوڑھنی ڈیڑھ گز ہونی چاہیئے اور سینہ بند پستان سے ناف تک ہونا چاہیئے۔ اور بہتر یہ ہے کہ ران تک ہو کفن اس کپڑے کا ہونا چاہیئے جسے میت زندگی میں پہن کر عید و جمعہ کے لئے جانا پسند کرتا تھا اور عورت جسے پہن کر میکے جایا کرتی تھی عورت کو ریشمی کپڑے کا کفن بھی دے سکتے ہیں مگر مرد کو ریشمی کپڑے کا

کفن دینا حرام ہے۔ پرانا دھلا ہوا کپڑا ہو تو اس میں بھی کفن دے سکتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ مرد کا کفن سفید رنگ کا ہو۔ اور عورت کا اس کے حال کے مطابق ہو۔ مشائخ وعلماء کے لئے عمامہ مستحب ہے اس سے معلوم ہوا کہ کفن مسنون پر زیادتی جائز ہے اس سے عورت کو سلی ہوئی شلوار پہنانے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ کفن کے ساتھ جانماز بھی بنائی جاتی ہے اور چونکہ عرف وعادت میں اس کے بنائے جانے میں سب ورثاء کی رضا مندی ہوتی ہے اس لئے اس کا بنانا جائز ہے اور یہی حکم ان چادروں کا ہے جو میت کی چارپائی پر ڈالتے ہیں یہ بہتر طریقہ ہے کہ اس میں میت کی تکریم ہے اور فقراء ومساکین کی معاونت بھی ہو جاتی ہے اور صدقہ کا ثواب میت کو مل جاتا ہے اور اکثر جگہوں میں یہ رواج ہے کہ میت پر ایسی چادر ڈالتے ہیں جس پر آیت الکرسی وغیرہ لکھی ہوتی ہے۔ یہ بہتر ہے کہ اس میں نزول رحمت الٰہی کی امید ہے۔ اور بعض لوگ نوجوان شخص فوت ہو جائے تو اسے دولہا بناتے ہیں۔ یعنی اس کے ہاتھ پاؤں کو مہندی لگاتے ہیں یہ جاہلانہ رسم ممنوع ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔ میت کو نہلانے میں جو پردہ استعمال کیا جائے اس کا موٹا ہونا ضروری ہے تاکہ بے پردگی نہ ہو کہ پردہ زندہ ومیت دونوں کے حق میں فرض ہے۔

کفنی لکھنے کا طریقہ

میت کی کفنی پر مٹی یا روشنائی سے کلمات لکھنا جائز ہے اس سے میت کی بخشش کی قوی امید ہے۔ کفن پر عہد نامہ یا آیت الکرسی لکھیں اور عموماً یہ نقش لکھا جاتا ہے۔

اللہ ربی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ محمد شفیعی لآالہ الآاللہ محمد رسول اللہ

اشھد ان لاالہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ

بعض کم علم لوگ کفنی لکھنے پر اعتراض کرتے ہیں یہ ان کی کم فہمی کی دلیل ہے۔ کیونکہ میت کی بخشش کے لئے ہر حیلہ کرنا ضروری ہے بعض لوگ روشنائی سے کفنی لکھنا منع بتاتے ہیں اور کچی مٹی سے لکھنے پر اصرار کرتے ہیں یہ ان کی ہٹ دھرمی بے جا ہے۔

کفن پہنانے کا طریقہ

غسل دینے کے بعد چارپائی پر کفن بچھائیں اس طرح سے کہ پہلے لفافہ بچھائیں کہ اس کا سرا زمین تک لٹکتا رہے۔ پھر لفافہ پر ازار بچھائیں کہ اس کا سرا دوسری طرف زمین سے لٹکتا ہو۔ پھر کفنی بچھائیں اس طرح سے کہ اس

کا نچلا حصہ بچھا ہوا اور اوپر والے حصہ کو طے کر کے رکھ دیں تاکہ میت کے سر سے کفنی ڈالنا آسان ہو۔ پھر میت کو رکھ کر اس کا سر چاک سے نکال کر اس کے سینے پر کفنی کا اوپر والا حصہ پھیلا دیں پھر ازار اور لفافہ دونوں کا بایاں حصہ اس کے جسم پر ڈالیں پھر ان کا دایاں حصہ بائیں حصہ پر پھیلائیں۔ پھر میت کی داڑھی اور بدن کو بالعموم اور اس کے سجدہ کی جگھوں کو بالخصوص خوشبودار تیل لگائیں۔ اور اس کے کفن میں مشک کافور کی گولیاں توڑ کر ڈالیں۔ پھر اس کے پاؤں اور کمر کو باندھ دیں۔ عورت کے کفن کو بچھانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے سینہ بند اس طرح بچھائیں کہ وہ بالائے پستان سے ران تک پہنچتا ہو پھر لفافہ پھر ازار پھر اوڑھنی اس طرح بچھائیں کہ اس کا نصف حصہ نیچے اور نصف حصہ اس کے سینہ تک پہنچے اور سب سے اوپر کفنی بچھائیں۔ عورت کو پہلے کفنی پہنائیں پھر اس کے بالوں کے دو حصے کر کے انہیں اس کے سینہ پر ڈالیں پھر اوڑھنی نقاب کی طرح ڈالیں پھر ازار اور لفافے کا بایاں حصہ اس کے جسم پر بچھائیں پھر ان کا دایاں حصہ بائیں حصہ پر بچھائیں اور آخر میں سینہ بند سے سارے کفن کو باندھ دیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جنازہ لے کر چلنے کا طریقہ

جب لوگ گھر سے جنازہ لے چلنے کا ارادہ کریں تو میت کی بخشش کی دعا مانگ کر چارپائی کو اٹھائیں میت کے سب رشتہ داروں اور پڑوسیوں اور دوستوں سے حقوق کی معافی دینے کی درخواست کریں۔ پھر چار شخص چاروں پایوں سے جنازہ اٹھائیں۔ تنگ راستہ ہو تو دو شخص بھی اٹھا سکتے ہیں ورنہ بہتر یہی ہے کہ چار شخص اٹھائیں میت کا سرہانہ آگے کی جانب رکھیں اور قبلہ شریف کو پاؤں ہوتے ہوں تو اس بات کی پرواہ نہ کریں اور سنت یہ ہے کہ جنازہ اٹھانے والا شخص یکے بعد دیگرے چاروں پایوں کو کندھا دے۔ اور ہر بار دس دس قدم چلے اور پوری سنت یہ ہے کہ پہلے دائیں سرہانے کو کندھا دے پھر دائیں پائنتی کو پھر بائیں سرہانے کو پھر بائیں پائنتی کو اور ہر بار دس دس قدم چلے کہ چالیس قدم ہو جائیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص چالیس قدم جنازہ لے چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔ اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص جنازہ کے چاروں پایوں کو کندھا دے اللہ تعالیٰ اس کی حتمی بخشش فرما دیتا ہے۔ ان دو حدیثوں پر عمل کرانے کے لئے ہمارے علاقہ میں میت کو قدمی دینے کا دستور ہے اور اس کو عرف عام میں منزلیں دینا کہا جاتا ہے۔ بعض کم علم لوگ اس طریقہ کو بدعت کہتے ہیں اور اس پر من گھڑت اعتراضات کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت نصیب کرے۔ جنازہ معتدل تیزی سے لے کر چلیں کہ میت کو جھٹکا نہ لگے۔ اور افضل یہ ہے کہ لوگ

جنازہ کے پیچھے چلیں اور دائیں بائیں نہ چلیں اور اگر سب لوگ جنازہ کے آگے ہوں تو مکروہ ہے۔ اور اگر بعض لوگ جنازہ کے آگے ہیں اور باقی پیچھے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ حیلۂ اسقاط کی اشیاء کو جنازہ گاہ تک لے جانے میں کوئی شرعی ممانعت نہیں۔ بلکہ اس میں یہ فائدہ ہے کہ مساکین وغرباء آسانی سے میسر آجائیں گے اور سب میں صدقہ تقسیم ہو جائے گا۔ اس سے منع وہی کرے گا جس کو احکام شرعی کی خبر نہیں۔ جنازہ کے ہمراہ عورتوں کا چلنا منع ہے۔ جنازہ کے ہمراہ چلنے والوں پر لازم ہے کہ دنیاوی باتیں نہ کریں اور بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا ذکر کرتے ہوئے جائیں کہ بلحاظ زمانہ اب علماء اہل سنت نے ذکر جہر کی اجازت دے دی ہے۔ جنازہ جب تک رکھا نہ جائے بیٹھنا مکروہ ہے۔ جنازہ کے ساتھ نکلنے والے کو چاہیے کہ دفن کے بعد گھر واپس آئے۔ میت کے گھر واپس آکر باہم فاتحہ خوانی کا رواج بہت اچھا ہے کیونکہ میت دعا کا انتظار کرتا ہے۔ اسے دعاؤں کا تحفہ ملتا ہے تو اس کی روح بہت خوش ہوتی ہے۔ اور اس کے درجات بھی بلند ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نماز جنازہ کی نیت

بعض جگہوں میں نماز جنازہ کی نیت بلند آواز سے سنانے کا دستور ہے یہ بہتر ہے کہ عوام المسلمین کو نیت یاد ہو جاتی ہے۔ نماز جنازہ کی نیت ان پنجابی الفاظ میں کی جاتی ہے۔ ''نیت کیتی میں اس نماز نی میں پڑھنا آں خاص واسطے اللہ تعالیٰ نے چار تکبیراں نماز جنازہ فرض کفایہ ثناء واسطے اللہ تعالیٰ نے درود واسطے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں واسطے اس حاضر میت نے پیچھے امام صاحب نے منہ طرف خانہ کعبہ شریف نے'' بعض لوگ جنازہ کی نیت میں کفایہ کا لفظ بولنے سے منع کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جو لوگ صف میں کھڑے ہو جائیں ان پر جنازہ کی نماز فرض عین ہو جاتی ہے۔ یہ ان کی غلطی ہے بہر حال نماز جنازہ فرض کفایہ ہی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

جنازہ کی ثناء سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک وجل ثناء ک ولا الٰہ غیرک.

جنازہ کا درود شریف

اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد کما صلیت و سلمت و بارکت و رحمت وترحمت علیٰ ابراھیم و علیٰ آل ابراھیم انک حمید'' مجید''٥

بچہ میت کی دعا

اللھم اجعلہ لنا فرطًاو اجعلہ لنا اجرًا و ذخراً واجعلہ لنا شافعًاو مشفعًا.

بچی میت کی دعا

اللھم اجعلھا لنا فرطاًو اجعلھا لنا اجرًا و ذخرًاو اجعلھا لنا شافعۃً و مشفعۃً.

بالغ میت کی دعا

اللھم اغفر لحینا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا و صغیرنا و کبیرنا و ذکرنا و انثانا اللھم من احییتہٗ منا فاحیہ علی الاسلام و من توفیتہٗ منا فتوفہٗ علی الایمان ○

جن کو یہ دعائیں یاد نہ ہوں وہ نماز کی ثناء اور درود شریف اور دعا پڑھ سکتے ہیں۔ بعض مولوی صاحبان عام لوگوں پر ان دعاؤں کے بارہ میں سختی کرتے ہیں اور جن کو یہ دعائیں یاد نہ ہوں ان کو جنازہ پڑھنے سے روکتے ہیں ان کی یہ سختی درست نہیں۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو جنازہ میں شمولیت کا موقع دینا چاہئے کہ اس میں میت کی مغفرت کی امید ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جو لوگ نماز جنازہ میں شریک ہوں وہ صرف نام ونمود یا دکھاوا کے لئے شریک نہ ہوں بلکہ ثواب واجر حاصل کرنے کی نیت سے نماز جنازہ پڑھیں۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ عوام المسلمین میت کے عقیدہ کا خیال نہیں کرتے حالانکہ بدمذہب میت دیوبندی، شیعہ، وہابی، مرزائی، اور مودودی وغیرھم پر اہل سنت کے لئے جنازہ پڑھنا سخت حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور اگر انہیں مسلمان جانتے ہوئے ثواب سمجھ کر نماز جنازہ پڑھیں تو اپنے ایمان کے چلے جانے کا خطرہ ہے۔ ایسے لوگوں کے جنازہ میں ہرگز شمولیت نہ کی جائے۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ میت کا جنازہ وہابی، دیوبندی مولوی پڑھا دیتے ہیں۔ سنی میت پر ان لوگوں کا پڑھایا ہوا جنازہ قطعاً باطل ہے اور جملہ مسلمان ترک فرض کفایہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ سنی صحیح العقیدہ عالم دین سے جنازہ پڑھوایا جائے۔ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا شرعاً ممنوع ہے۔ ہاں اگر بارش ہو اور دوسری کوئی جگہ مناسب نہ ملتی ہو تو ممنوع نہیں ہے۔

جوتے پہن کر نماز جنازہ پڑھے تو ضروری ہے کہ جوتے اور نیچے کی زمین دونوں پاک ہوں۔ اور اگر جوتوں

پر کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو صرف جوتوں کا پاک ہونا ضروری ہے۔

غائبانہ نماز جنازہ احناف کے نزدیک ناجائز ہے۔ اس سے بچنا ضروری ہے۔ بعض جگہوں میں دیکھا گیا ہے کہ کوئی شخص دوسرے ملک میں فوت ہوتا ہے اور وہاں اسے غسل دیکر نماز جنازہ پڑھ کر وطن بھیجتے ہیں تو یہاں دوبارہ نماز جنازہ پڑھائی جاتی ہے۔ اگر پہلا جنازہ ورثاء کی اجازت سے پڑھا گیا ہو تو دوسری بار جنازہ پڑھنا ناجائز ہے اس صورت میں لوگ جمع ہو کر صرف میت کے حق میں دعائے مغفرت مانگیں دوبارہ نماز جنازہ نہ پڑھیں واللہ اعلم۔

نماز جنازہ کی ادائیگی کا طریقہ

میت کے سینے کے بالمقابل جائے نماز بچھا کر امام کھڑا ہو۔ طاق صفیں بنائی جائیں نمازی باہم مل کر کھڑے ہوں۔ سب نمازیوں کو خوشبودار تیل لگا کر فضا کو معطر بنائیں۔ پھر ایک شخص بلند آواز سے جنازہ کی نیت سنائے۔ مجمع زیادہ ہو تو مکبرین کھڑے کیے جائیں۔ پھر امام صاحب تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھیں اور امام و مقتدی سب ثناء پڑھیں پھر دوسری تکبیر کہے اور ہاتھوں کو باندھے رکھیں۔ پھر درود شریف پڑھیں پھر تیسری تکبیر کہے اور جنازہ کی دعا پڑھیں۔ تیسری تکبیر کے بعد ضروری نہیں کہ صرف ایک ہی دعا پڑھیں بلکہ متعدد دعائیں بھی پڑھ سکتے ہیں۔ پھر امام چوتھی تکبیر کہہ کر دایاں ہاتھ چھوڑ کر دائیں جانب سلام پھیرے۔ پھر بایاں ہاتھ چھوڑ کر بائیں جانب سلام پھیرے۔ بعض لوگ ہاتھ باندھے ہوئے سلام پھیرتے ہیں یہ خلاف سنت ہے۔ پھر لوگ صفیں توڑ کر امام صاحب کے قریب حلقہ بنا کر کھڑے ہوں۔ اور فاتحہ شریف ایک بار۔ قل شریف تین بار سورۃ فلق ایک بار۔ اور سورۃ الناس ایک بار پڑھیں اور جس جس نے قرآن پڑھا ہو وہ امام صاحب کی ملک میں دے دے۔ پھر امام صاحب باآواز بلند ان اذکار کا ثواب جملہ مومنین و مومنات کو بالعموم اور حاضر میت کو بالخصوص پہنچائے اور میت کی بخشش اور قبر میں اس کی کامیابی اور آخرت کی منزلوں میں کامرانی کی دعا مانگے۔

حیلۂ اسقاط کا طریقہ

نماز جنازہ کے بعد اشیاء حیلہ پر یہ الفاظ حیلہ پڑھے جائیں۔

کل حق من حقوق اللہ تعالیٰ من الفرائض والواجبات والکفارات والمنذورات وغیرھا مما وجبت فی ذمۃ ھذا المیت المتوفی عنہ فالان عاجز'' عن اداءھ

فاعطیتک ھذا المصحف الشریف مع ھذہ النقودات المالیۃ فی حیلۃ الاسقاط رجآءً من اللہ تعالیٰ أن یغفر لہٗ o پھر میت کی بخشش کی دعا کی جائے۔

میت نہلانے کی فضیلت

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میت کو نہلائے اور اسے خوشبو لگائے اور اسے کندھا دے اور اس پر جنازہ کی نماز پڑھے اور میت کا کوئی عیب دیکھے اور اسے ظاہر نہ کرے وہ اپنے گناہوں سے اس طرح نکل جاتا ہے جیسے وہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا (صحیح بہاری ص ۹۱۷ ج ۴)

میت کفنانے کا ثواب

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص میت کو نہلائے پھر اس کی باتوں کو پوشیدہ رکھے تو اس کے چالیس کبیرہ گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اور جو شخص میت کو کفن دے اللہ اسے سندس اور استبرق کا لباس پہنائے گا۔ (صحیح بہاری ص ۹۱۷ ج ۴)

جنازہ کے پیچھے چلنے کا ثواب

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پانچ عمل ہیں جو شخص ان کو ایک ہی دن میں کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اہل جنت میں لکھ دیتا ہے مریض کی عیادت کرنا جنازہ میں حاضری دینا۔ روزہ رکھنا۔ جمعہ پڑھنے کو جانا۔ اور گردن آزاد کرانا۔ (صحیح بہاری ص ۸۰۹ ج ۴)

نماز جنازہ پڑھنے کا ثواب

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص جنازہ پر حاضر رہا یہاں تک کہ اس نے اس پر نماز جنازہ پڑھی تو اس کے لئے ایک قیراط (کا ثواب) ہے۔ اور جو اس پر حاضر رہا یہاں تک کہ وہ دفنایا گیا تو اس کے لئے دو قیراط (کا ثواب) ہے۔ پوچھا گیا کہ دو قیراط کیا ہیں؟ فرمایا دو بڑے پہاڑ۔ (صحیح بہاری ص ۸۲۰ ج ۴) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۴ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ)

بسم الله الرحمن الرحیم

تیسواں مقالہ

مسائل دفن کا مختصر بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ سیّد المرسلین و علیٰ الہٖ و اصحابہ اجمعین

اما بعد برادرِ طریقت مولانا محمد محفوظ چشتی سلمہٗ ربہٗ الغنی نے دفن کے مسائل مختصراً لکھنے کا حکم دیا تو یہ رسالہ "مسائل دفن کا مختصر بیان" لکھنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔ اللہ کریم اس دینی خدمت کو قبول فرمائے آمین۔

دفن کی ابتداء

حضرت ہابیل علیہ السلام پہلے انسان ہیں جن کو زمین میں دفن کیا گیا کیونکہ وہی سب سے پہلے وفات پانے والے تھے (اشعۃ اللمعات ص ۶۹۱ ج ۱)

طریقۂ دفن کی تعلیم

جب قابیل نے حضرت ہابیل کو شہید کر دیا تو وہ دفنانا نہیں جانتا تھا۔ تین دن تک ان کی لاش اپنی پیٹھ پر اٹھائے پھرتا رہا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس دو کوے بھیجے جو آپس میں لڑنے لگے۔ آخرکار ایک کوا مرگیا تو دوسرے نے اپنے پنجوں اور چونچ سے زمین پر گڑھا کھودا اور مردہ کوے کی لاش کو اس میں رکھ کر مٹی ڈالی۔ قابیل یہ دیکھ کر حیران ہوا اور اس نے کوے کی اس فراست سے دفن کا طریقہ سیکھا جیسا کہ یہ واقعہ قرآن مجید سورۂ بقرہ میں مذکور ہے۔

قبر کس جگہ بنانی چاہیے

میت دفنانا فرض کفایہ ہے۔ اگر سب چھوڑ دیں تو سب کے سب لوگ گناہگار ہوں گے اور اگر بعض دفن کر دیں تو سب گناہ سے بچ جائیں گے۔

اگر کوئی شخص بحری جہاز میں فوت ہو جائے اور خشکی تک پہنچنے میں اس کی لاش کے بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو اسے غسل دیں، کفن پہنائیں، نماز جنازہ پڑھیں اور اس کے جسم کے ساتھ کوئی بھاری شئے مثلاً پتھر وغیرہ باندھ کر اسے سمندر برد کر دیں۔ (مراقی الفلاح ص ۳۳۶)۔

قبر زمین کے اندر کھودنا ضروری ہے۔ سطح زمین پر میت کو رکھ کر اس پر بند عمارت بنا دینے سے تدفین کا فرض ادا نہیں ہوتا۔ (رد المحتار ص ۶۵۹ ج ۱

میت گھر میں دفنانا مکروہ ہے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا بلکہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا جائے۔ (مراقی الفلاح ص ۳۳۶)

مسلمان میت کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفنانا چاہیے۔ بعض لوگ اپنی ذاتی زمین میں اپنے کسی رشتہ دار کی اکّی دکّی قبر بنا دیتے ہیں اور بعض اپنی مسجد یا مدرسہ کے قرب میں قبر بنا دیتے ہیں یہ خلاف اولیٰ ہے۔ (شامی ص ۶۶۰ ج ۱)۔

مسجد کے صحن میں مسجد کی تعمیر کے بعد بانیٔ مسجد کے وارثوں یا دوسرے لوگوں نے قبر بنالی تو وہ قبر محض ظلم ہے اور اس کا باقی رکھنا ظلم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۱۱۴ ج ۴)۔

ہاں اگر مسجد کی تعمیر سے پہلے بعض جگہ قبروں کے لیے مخصوص کر دی جائے تو اس میں حرج نہیں۔ واللہ اعلم۔

میت کو صالحین کے قریب دفن کرنا چاہیے کہ اُن کے قرب کی برکت اسے شامل ہوتی ہے۔ معاذ اللہ مستحق عذاب ہوتا ہے تو وہ شفاعت کرتے ہیں اور وہ رحمت کہ ان پر نازل ہوتی ہے اسے بھی گھیر لیتی ہے۔ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اپنے اموات کو اچھے لوگوں کے درمیان دفن کرو (فتاویٰ رضویہ ص ۱۰۳ ج ۴)۔

اور اگر صالحین کا قرب میسر نہ ہو تو اس کے عزیزوں، قریبیوں کے قریب دفن کریں کہ جس طرح دنیا کی زندگی میں آدمی اپنے اعزاء کے قرب میں خوش اور ان کی جدائی سے ملول ہوتا ہے اسی طرح وہ بعد موت بھی (فتاویٰ رضویہ ص ۱۰۳ ج ۴)۔

دوسرے کی زمین میں بلا اجازت میت دفن کرنا حرام ہے ہاں اگر کسی شخص نے اپنی کچھ زمین قبرستان کے لیے وقف کر دی ہو تو اب اس سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ اگر میت نے وصیت کی ہو کہ میری قبر فلاں جگہ بنائی جائے تو اس کی وصیت کو پورا کرنا بہتر ہے۔

قبر نہ راستہ میں بنائی جائے اور نہ پانی گزرنے کی جگہ میں کہ پہلی صورت میں لوگ اس کی بے حرمتی کریں گے اور دوسری صورت میں قبر بیٹھنے کا اندیشہ ہے۔

مستحب یہی ہے کہ جس جگہ فوت ہوا ہو اسی جگہ کے قبرستان میں دفن کر دیا جائے اگرچہ وہ وہاں سفر یا مہمانی کی حالت میں تھا اور اگر اسے دوسرے شہر کی طرف نکال کر لے جائیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۶۷ ج ۱)۔

قبر کیسی ہونی چاہیے؟

قبر دو قسم کی ہے۔ لحد اور شق۔ لحد یہ ہے کہ قبر کھود کر اس کی قبلہ والی دیوار میں میت رکھنے کی جگہ بنائی جائے اور شق یہ ہے کہ قبر سیدھی کھودی جائے جیسا کہ عموماً ہمارے علاقوں میں رائج ہے۔

لحد بنانا سنت ہے بشرطیکہ زمین سخت ہو ورنہ شق بنانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ قبر کی لمبائی میت کے قد کے برابر ہو اور اس کی چوڑائی میت کے آدھ قد جتنی اور اس کی گہرائی نصف قد جتنی ہو اور بہتر یہ ہے کہ گہرائی بھی میت کے قد کے برابر ہو اور متوسط درجہ یہ ہے کہ وہ سینے کے برابر تک ہو۔ (شامی ص ۶۵۹ ج ۱)۔

اس سے مراد یہ ہے کہ لحد یا شق کی مقدار اتنی ہو یہ نہیں کہ جہاں سے کھودنا شروع کی وہاں سے آخر تک یہ مقدار ہو۔ (بہار شریعت ص ۱۶۰ ج ۴)۔

بہتر یہ ہے کہ قبر کو کشادہ کھودیں کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ قبریں کھودو اور انہیں کشادہ رکھو اور گہرا بناؤ اور انہیں اچھا کرو" (مشکوٰۃ باب الدفن)۔

قبر کو کنکروں اور خس و خاشاک سے پاک کرنا چاہیے۔ اور وہ ہموار ہونی چاہیے۔ قبر کے اس حصہ میں کہ میت کے جسم کے قریب ہے پکی اینٹیں لگانا مکروہ ہے اور اس کے باقی حصہ میں مکروہ نہیں اور اگر زمین نرم ہے اور پکی اینٹ ہی میسر ہے تو اب ساری قبر میں پختہ اینٹیں لگانے میں کوئی حرج نہیں (مراقی الفلاح ص ۳۳۵)

بہتر یہ ہے کہ قبر کی دیواروں میں پختہ اینٹوں کے آگے کچی اینٹیں لگادی جائیں جیسا کہ امام اسماعیل زاہد نے اسے بیان فرمایا اور اسی کی وصیت بھی فرمائی تھی (طحطاوی ص ۳۳۵)۔ قبر کی دیواروں میں بلاک یا پتھر لگانے میں کوئی حرج نہیں واللہ اعلم۔

اگر زمین نرم یا تر ہو تو تابوت میں میت دفنانے میں کوئی حرج نہیں اور بلاضرورت مکروہ ہے (شامی ص ۶۵۹ ج ۱)۔

بہتر یہ ہے کہ تابوت کے فرش پر مٹی بچھادیں اس کی چھت کو مٹی سے لیپ دیں اور پتلی پتلی کچی اینٹیں میت کے دائیں بائیں لگادیں تاکہ وہ تابوت مٹی کی قبر کے مشابہ ہو جائے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۶۶ ج ۱)۔

قبر کے اندر چٹائی وغیرہ بچھانا ناجائز ہے کہ اس میں مال کا ضیاع ہے۔ (درمختار ص ۶۵۹ ج ۱)۔ اور میت کے سر کے نیچے تکیہ یا اینٹیں رکھ دینا بھی جائز نہیں۔ واللہ اعلم۔

متفرق مسائل

دو یا تین میت ایک ہی قبر میں دفن نہ کیے جائیں۔ ہاں اگر اس کی حاجت

ہوتو حرج نہیں۔ اس صورت میں مردوں کو قبلہ کی جانب رکھیں۔ پھر ان کے بعد بچوں کو پھر خنثوں کو پھر عورتوں کو رکھیں اور ہر دو میت کے درمیان مٹی کی آڑ بنا دیں جیسا کہ محیط السرخسی میں آیا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص۱۶۶ ج ۱)۔

اگر میت مکمل سڑ کر مٹی بن چکا ہو تو اس کی قبر میں دوسرے میت کو دفنانا جائز ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص۱۶۷ ج ۱)۔

اگر میت دفنانے کے لیے جگہ نہ ملتی ہو تو پرانی قبر کی ہڈیاں ایک کونے میں اکٹھی کر کے مٹی کی آڑ بنائیں اور اس میں دوسرا میت دفن کریں۔ (شامی ص۶۵۹ ج ۱)۔

اور فتاویٰ تتارخانیہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص زندگی میں اپنے لیے قبر کھودے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اسے اس پر اجر دیا جائے گا۔ (فتاویٰ عالمگیری ص۱۶۶ ج ۱)۔

کسی ولی اللہ کا فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے اور خواب کی بات خلاف شرع امور میں مسموع نہیں ہو سکتی۔ (فتاویٰ رضویہ ص۱۱۵ ج ۴)۔

کافر فوت ہو جائے تو وہ اس کے مذہب و ملت والوں کو دے دیا جائے کہ وہ جیسا چاہیں کریں اور اگر کفار نہ ملیں تو اسے جیفۂ سگ کی طرح دفع عفونت کے لیے کسی گڑھے میں دبا دیں اور یہی حکم مرتد کا بھی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ص۱۱۳ ج ۴)۔

بد مذہب مدعی اسلام شخص فوت ہو جائے تو سنی صحیح العقیدہ لوگ اس کے کفن و دفن میں ہرگز ہرگز شامل نہ ہوں بلکہ اس کے ہم عقیدہ لوگ ہی اس کا گور و کفن کریں۔

مشرکین کا قبرستان اکھاڑ دیا گیا ہو اور اس کے آثار مٹا دیئے گئے ہوں تو وہاں مسلمان میت دفن کرنے میں حرج نہیں۔ (شامی ص۶۵۹ ج ۱)۔

عورت کے لیے تابوت بنانا ہر حال میں مستحسن ہے کہ اس میں ستر زیادہ ہے اور غیر محرموں کے چھونے سے زیادہ حفاظت ہے۔ (شامی ص۶۶۰ ج ۱)۔

میّت قبر میں اتارنے کے مسائل

قبر کی تیاری اور نماز جنازہ کی ادائیگی کے فوراً بعد میت دفنا دینا چاہیے کہ اس کی حدیثوں میں تاکید آئی ہے دور کے رشتہ داروں کو منہ دکھلانے کے لیے زیادہ تاخیر خلاف مستحب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قبر میں اتارنے کے لیے طاق مردوں کا ہونا سنت ہے اور عند الضرورۃ جتنے اشخاص کی ضرورت ہو اتنے کام کریں اور طاقتور، تجربہ کار اور نیکوکار، دیانتدار اشخاص میت کو قبر میں اتارنے کا کام کریں۔ اگر دو محرم مرد نہ ہوں تو عورت کو قبر میں اتارنے کے لیے غیر محرم بھی کام کر سکتے ہیں۔ (مراقی الفلاح ص ۳۴۴)۔

میت اگرچہ عورت ہو اسے قبر میں اتارنے کے لیے عورتیں نہ کام کریں۔ اور نہ ہی اس کا جنازہ اٹھانے کا کام عورتیں کریں۔ (مراقی الفلاح ص ۳۴۴)۔

میت کو قبر میں اتارنے کے لیے ایک شخص اس کا سر اٹھائے دوسرا کمر اور تیسرا اس کے پاؤں۔ کمر میں عمامہ ڈالنا چاہیے تا کہ اتارنے میں آسان ہو۔ واللہ اعلم۔

میت کو قبلہ کی جانب سے اتاریں۔ یہ اس وقت سے ہے کہ قبلہ کی جانب دیوار یا درخت یا جھاڑی وغیرہ نہ ہو ورنہ دوسری جانب سے اتارنے میں بھی حرج نہیں (طحطاوی ص ۳۴۴)۔

بہتر یہ ہے کہ قبر میں اتارنے والے اشخاص باوضو ہوں واللہ تعالیٰ اعلم۔

میت کو قبر میں اتارنے والے یہ دُعا پڑھیں۔ بسم اللہ و باللہ و علیٰ ملۃ رسول اللہ۔ (شامی ص ۶۶۰ ج ۱) اگر یہ دُعا سب حاضرین بھی پڑھیں تو زیادہ مناسب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

قبر میں میت کو دائیں کروٹ پر لٹا کر اس کا چہرہ قبلہ کو کریں۔ اگر اس کی پیٹھ کے پیچھے مٹی کی معمولی سی ڈھیری بنا کر اسے قبلہ رخ کریں کہ اس کا سارا بدن قبلہ کو رہا ہو تو بہتر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۱۱۸ ج ۴)۔

میت کو اس طرح نہ لٹائیں کہ اس کا رُخ قبلہ سے پھرا ہوا ہو۔ بلکہ اگر غلطی سے اسے ایسے دفن کر دیں اور ہنوز اس پر مٹی نہیں ڈالی گئی ہے تو تختے ہٹا کر اس کا رُخ قبلہ کو کریں اور اگر مٹی ڈال دینے کے بعد یاد آئے تو اب قبر نہ کھودیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

میت کو اوندھا نہ لٹائیں اور نہ اسے قبر کی مشرقی دیوار کا سہارا دے کر لٹائیں اور نہ اسے بٹھا کر دفنائیں کہ یہ سب باتیں خلاف سنت ہیں واللہ اعلم۔

میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس کی گرہیں کھول دیں، اور اگر نہ کھولیں تو بھی حرج نہیں۔ (جوہرہ نیرہ)

میت کے کفن کی گرہیں کھولنے والا شخص یہ دُعا پڑھے اللّٰھم لا تحرمنا اجرہ و لا تفتنا بعدہ (طحطاوی ص ۳۴۴)

بہتر یہ ہے کہ کمر کی گرہ نہ کھولیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا "میت کے سر کی گرہ کھول اور اس کے دونوں پاؤں کی گرہ کھول" (مراقی الفلاح ص ۳۴۴)۔

سو اگر کمر کی گرہ کھولنا بھی مقصود ہوتا تو آپ اسے بھی ذکر فرماتے واللہ اعلم بالصواب۔

میت کے کفن پر کلمہ شہادت وغیرہ لکھنا جائز اور اس کی نجات کا ذریعہ ہے۔ یونہی اس کے کفن میں عہد نامہ رکھنا یا بزرگوں کے تبرکات رکھنا جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ عہد نامہ قبر کی مغربی جانب کی دیوار میں طاقچہ کھود کر اس میں رکھیں۔

میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس پر عطر چھڑکنا بزرگانِ دین سے منقول نہیں۔ اس سے بچنا چاہیے (طحطاوی ص ۳۳۳)

عورت کا جنازہ ہو تو قبر میں اتارنے سے تختہ لگانے تک قبر کو کپڑے وغیرہ سے چھپائے رکھیں۔ مرد کی قبر کو دفن کرتے وقت نہ چھپائیں البتہ بارش وغیرہ کوئی عذر ہو تو چھپانا جائز ہے۔ عورت کے جنازہ پر بھی پردہ کریں۔

قبر میں رکھنے کے بعد لحد کو کچی اینٹوں سے بند کریں اور زمین نرم ہو تو تختے لگانا بھی جائز ہے۔ تختوں کے درمیان جھری رہ گئی تو اسے ڈھیلے وغیرہ سے بند کریں صندوق کا بھی یہی حکم ہے (بہار شریعت ص ۱۶۱ ج ۴)۔

قبر پر مٹی ڈالنے کے مسائل

قبر کو مٹی سے بھر دینا سنت متوارثہ کے خلاف ہے بلکہ تختے لگا کر مٹی ڈالیں اور کوہان کی صورت میں قبر بنائیں تختے لگانے کے بعد مٹی ڈالی جائے اور مستحب یہ ہے کہ پہلے سرہانے کی طرف دونوں ہاتھوں سے تین بار مٹی ڈالیں۔ اور پہلی بار کہیں منها خلقناكم اور دوسری بار کہیں و فيها نعيدكم اور تیسری بار کہیں و منها نخرجكم تارة أخرى (جوہرہ نیرہ ص ۱۳۲ ج ۱)۔

مٹی ہاتھ یا کھرپی یا پھوڑے، بیلچے وغیرہ جس چیز سے بھی ممکن ہو قبر پر ڈالیں (مراقی الفلاح ص ۳۳۵)

جتنی مٹی قبر سے نکلی ہو اتنی ہی ڈالیں زیادہ ڈالنا مکروہ ہے۔ (بحر الرائق ص ۱۹۴ ج ۱)

قبر چوکھونٹی نہ بنائیں بلکہ اس میں ڈھال رکھیں جیسے اونٹ کا کوہان ہوتا ہے۔ (مراقی ص ۳۳۵)

قبر ایک بالشت اونچی ہونی چاہیے یا کچھ خفیف زیادہ (مراقی الفلاح)

علماء و سادات کی قبور پر قبہ وغیرہ بنانے میں حرج نہیں اور قبر کو پختہ نہ کیا جائے یعنی اندر سے پختہ نہ کی جائے اور اگر اندر کچی ہو اوپر سے پختہ تو حرج نہیں۔ (درمختار ص ۶۶۲)۔

اگر ضرورت ہو تو نشان کے لیے قبر پر کچھ لکھ سکتے ہیں مگر ایسی جگہ نہ لکھیں کہ بے ادبی ہوتی ہو۔
(بحر الرائق ص ۱۹۴ ج ۱)۔

عوام کی قبر پر بلا فائدہ عمارت تعمیر کرنا منع ہے ہاں عمارت شدہ مکان میں دفنانے میں کراہت نہیں۔

(طحطاوی ص ۳۳۵)۔

بعض جگہوں میں رواج ہے کہ قبر پر پتھر رکھ دیتے ہیں تا کہ قبر بے نشان نہ ہو یا اُسے کوئی نہ کھودے اس میں کوئی حرج نہیں۔

قبر لیپنے یا اُسے چونہ لگانے میں فقہائے حنفیہ کا اختلاف ہے اور مختار قول یہ ہے کہ اس میں حرج نہیں ہے۔ (طحطاوی)

ہمارے علاقہ میں لوگوں کا دستور ہے کہ وہ دس محرم کے دن اپنے رشتہ داروں کی قبور پر تازہ مٹی ڈالتے ہیں یہ بہتر ہے واللہ اعلم۔

میّت کو دفنانے کے بعد جب لوگ قبرستان سے رخصت ہونے لگیں تو قبر کے سرہانے بلند آواز سے آذان دینا بہتر ہے (وصایا امام اعلیٰ حضرت بریلوی)

مستحب یہ ہے کہ دفن کے بعد قبر پر سورۂ بقرہ کا اوّل آخر پڑھیں۔ سرہانے آلم سے **ھُم المفلحون** تک اور پائنتی امن الرّسول سے ختم سورت تک پڑھیں۔ (جوہرہ ص ۱۳۳ ج ۱)۔

دفن کے بعد قبر کے پاس اتنی دیر تک رکنا مستحب ہے کہ جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے گوشت تقسیم کر دیا جائے کہ ان کے رہنے سے میّت کو اُنس ہوگا اور وہ نکرین کا جواب دینے میں وحشت نہ پائے گا اور وہ اتنی دیر تک تلاوت قرآن کریں یا میّت کی مغفرت کی دُعا مانگیں یا استغفار کریں۔ اور یہ دُعا کریں کہ میّت سوال نکرین کے جواب میں ثابت قدم رہے (جوھرہ وغیرہ ص ۱۳۳ ج ۱)۔

دفن کے بعد مردہ کو تلقین کرنا اہل سنّت کے نزدیک مشروع ہے اور یہ جو اکثر کتابوں میں ہے کہ تلقین نہ کی جائے یہ معتزلہ کا مذہب ہے کہ انہوں نے ہماری کتابوں میں یہ اضافہ کر دیا۔ (شامی ص ۶۲۸ ج ۱)۔

قبر پر پھول ڈالنا بہتر ہے کہ جب تک وہ تر رہیں گے تسبیح کریں گے اور میّت کا دل بہلے گا۔ یونہی جنازہ پر پھولوں کی چادر ڈالنے میں حرج نہیں (بہار شریعت ص ۱۶۷ ج ۴)۔

قبر پر سے تر گھاس نوچنا نہیں چاہیے کہ اس کی تسبیح سے رحمت اترتی ہے اور میّت کو انس ہوتا ہے اور نوچنے میں میّت کا حق ضائع ہوتا ہے۔ (بہار شریعت ص ۱۶۷ ج ۴) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۴ ربیع الاوّل ۱۴۰۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چوبیسواں مقالہ

عاشوراء کے فضائل ومعمولات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین .اما بعد ۔اس مختصر رسالہ میں ہم نے عاشوراء کی عبادات کے فضائل کو جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت عطا فرمائے اور ذریعۂ ہدایت بنائے۔آمین۔

عاشوراء کی وجہ تسمیہ

محرم الحرم اسلامی سال (سن ہجری) کا پہلا مہینہ ہوتا ہے۔یہ مہینہ حرمت والے مہینوں میں شامل ہے۔حرمت والے چار مہینے ہیں۔رجبؔ، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم۔محرم الحرام کی دسویں تاریخ کا نام یوم عاشوراء ہے۔اس کی وجہ تسمیہ کے بارہ میں سید الاولیآء والاغواث سیدنا غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب مستطاب غنیۃ الطالبین جلد دوم ص ۵۵ میں فرماتے ہیں۔"عاشوراء کی وجہ تسمیہ میں علماء کا اختلاف ہے۔اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ اس دن کو عاشوراء کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ محرم کا دسواں دن ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس دن میں دس بھلائیاں ہیں اس وجہ سے اس کا نام عاشوراء رکھا گیا ہے (۱) اس دن میں حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔(۲) اس دن میں حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔(۳) اس دن میں حضرت نوح علیہ السلام کا سفینہ جودی پہاڑ کی چوٹی پر ٹھہرا۔(۴) اس دن میں حضرت ابراھیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور اسی دن خلیل بنائے گئے اور اسی دن میں نار نمرود سے آپ کو نجات ملی۔(۵) اس دن حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی اور اس دن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک عطا کیا گیا۔(۶) اس دن میں حضرت ایوب علیہ السلام کو شفا ملی۔(۷) اس دن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سمندر سے پار کیا گیا اور فرعون کو غرق کیا گیا (۸) اس دن میں حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے نکالے گئے۔(۹) اس دن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر تشریف لے گئے۔(۱۰) اس دن میں عالم ارواح میں سرکار مدینہ تاجدار عرب وعجم کا ظہور ہوا۔(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت مئی ۱۹۹۸ء زیر عنوان "فضائل عاشورآء" تحریر علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری۔ص ۳۹)

واقعات عاشورآء

امام ابو حامد محمد غزالی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں یوم عاشورآء کی فضیلت میں بہت سے واقعات پائے

گئے ہیں۔ان میں سے بعض یہ ہیں۔(۱) اس دن میں حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی (۲) اس دن میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن میں جنت میں داخل ہوئے (۳) اس دن میں عرش۔کرسی۔آسمان۔زمین۔سورج۔چاند۔ستارے اور جنت پیدا کیے گئے۔(۴) اس دن میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور انہیں اسی دن نارنمرود سے نجات ملی (۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو اسی دن نجات ملی اور فرعون اور اس کے ساتھی غرق ہوئے (۶) اس دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن آسمانوں کی طرف اٹھائے گئے (۷) اسی دن حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا (۸) اس دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑی پر ٹھہری (۹) اس دن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہی بخشی گئی (۱۰) اس دن حضرت یونس مچھلی کے پیٹ سے نکالے گئے (۱۱) اسی دن حضرت یعقوب کی بصارت لوٹائی گئی (۱۲) اس دن حضرت یوسف گڑھے سے نکالے گئے (۱۳) اس دن حضرت ایوب کی بیماری دور کی گئی اور آسمانوں سے زمین پر پہلی بارش اسی دن برسی۔(مکاشفۃ القلوب ص ۳۰۸)

یوم عاشورآء ہمیشہ سے معظم چلا آرہا ہے

شیخ تقی الدین حلبی لکھتے ہیں۔ **ولم یزل یوم عاشورآء معظما عند اهل الاسلام حتی اتفق فیه قتل الحسین رضی الله عنه و کثیر من اهل البیت فسمعوا ان بنی امیة اتخذوه عیدا یتزینون فیه واقاموا الضیافات فاتخذته الشیعة یوم عزاء ینوحون فیه و یجتنبون الزینة.**

مسلمانوں کے نزدیک عاشورآء کا دن ہمیشہ سے قابل تعظیم چلا آرہا ہے۔یہاں تک کہ اس دن میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور بہت سے اہل بیت کی شہادت کا واقعہ اتفاقاً پیش آیا بنی امیہ اس دن کو عید کا دن منانے اور ضیافتوں کا اہتمام کرنے لگے تو شیعہ لوگوں نے اس دن کو ماتم کا دن قرار دیا اور وہ اس میں نوحہ اور آہ و بکاہ کرنے لگے اور زینت سے اجتناب کرنے لگے۔(نزھۃ الناظرین ص ۱۰۳)

شب عاشورآء کی فضیلت

حضرت خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص سال کی ان پانچ راتوں میں عبادت

میں محافظت کرے ان کے ثواب کی امید پر اور ان کے وعدہ کی تصدیق پر تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ رجب کی پہلی رات میں بیداری کرے اور اس دن کا روزہ رکھے۔ عید الفطر اور عید البقر کی راتوں کا قیام کرے اور ان کے دنوں کا روزہ نہ رکھے شعبان کی پندرھویں رات میں قیام کرے اور اس کے دن کا روزہ رکھے اور دس محرم کی رات کا قیام کرے اور اس کے دن کا روزہ رکھے۔

(غنیۃ الطالبین جلد اول ص ۱۷۹)

(۲) اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من احیا لیلۃ عاشورآء احیاہ اللہ تعالیٰ ماشآء ۔ جو شخص شب عاشورآء کو زندہ کرے یعنی اس میں عبادت کے ساتھ قیام کرے تو اللہ اسے جب تک چاہے گا زندہ رکھے گا۔ (غنیۃ الطالبین جلد دوم ص ۵۴)

(۳) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ و مامن احد احیا لیلۃ عاشورآء و اصبح صائما مات و لم یدر بالموت اور جو شخص عاشورآء کی رات میں شب بیداری کرے اور روزہ کے حال میں صبح کرے تو وہ اس حال میں مرے گا کہ اسے موت کا احساس نہ ہوگا۔ (غنیۃ الطالبین جلد دوم ص ۵۴)

شب عاشورآء کے نوافل

علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مضمون "فضائل عاشورآء" میں لکھتے ہیں شب عاشورآء میں بارہ رکعت دو دو رکعت کی نیت سے پڑھے۔ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد ۱۸ مرتبہ مع تسمیہ قل ھو اللہ پڑھے۔ بعد دو رکعت کے سلام پھیر کر سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم مع بسم اللہ شریف ستر بار پڑھے پھر سجدہ میں دونوں ہاتھ الٹے رکھ کر یعنی آسمان کے رخ پر کئے ہوئے استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اصلح التوبۃ مع بسم اللہ ستر بار پڑھے۔ پھر اللھم صل علی سیدنا محمد و علی الہ و سلم۔ ستر مرتبہ پڑھے اسی طرح بارہ رکعت ختم کرے۔ نوافل شب عاشورآء کی دوسری ترکیب یہ ہے کہ چھ رکعت کی نیت سے پڑھے اس طرح سے کہ پہلی رکعت میں الحمد شریف کے بعد سورۃ والشمس، دوسری رکعت میں سورۃ القدر اور تیسری رکعت میں سورۃ الزلزال اور چوتھی رکعت میں سورۃ الاخلاص، پانچویں رکعت میں سورۃ الفلق اور چھٹی رکعت میں سورۃ

الناس مع بسم اللہ شریف پڑھے پھر سر سجدہ میں رکھ کر قل یاایھا الکافرون چار بار پڑھ کر بتوسل شہید کربلا اپنی مراد طلب کرے۔ (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ مئی ۱۹۹۸ء ص ۴۱)

اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس شب کے نوافل کی یہ ترکیب مروی ہے کہ چار رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں فاتحہ شریف ایک بار، سورہ زلزال ایک بار، سورۃ الکافرون ایک بار اور سورۃ اخلاص ایک بار پڑھے۔ پھر سلام پھیرنے کے بعد ستر مرتبہ درود شریف پڑھے۔

(غنیۃ الطالبین جلد دوم ص ۵۴)

صوم عاشورآء کی فضیلت

(۱) مسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **افضل الصیام بعد رمضان شھر اللہ المحرم**۔ رمضان کے بعد افضل روزہ اللہ کے مہینے محرم کا ہے (مشکوۃ باب صیام التطوع۔ جلد اول ص ۱۶۰)

(۲) شیخین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ **ما رأیت النبی صلی اللہ علیہ و سلم یتحری صیام یوم فضلہ علی غیرہ الا ھذا الیوم عاشورآء** میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی دن کے روزہ کو دوسرے کسی دن کے روزہ پر فضیلت دے کر جستجو فرماتے ہوئے نہیں دیکھا مگر اس دن کو یعنی عاشورآء کے دن کو۔ (مشکوۃ۔ جلد اول ص ۱۶۰)

(۳) صحیحین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو یہود کو عاشورآء کے دن روزہ دار پایا۔ پوچھا یہ کونسا دن ہے کہ تم اس کا روزہ رکھتے ہو؟ وہ بولے۔ **ھذا یوم عظیم انجی اللہ فیہ موسی علیہ السلام و قومہ و غرق فرعون وقومہ فصامہ موسی شکرا فنحن نصومہ**۔ یہ عظمت والا دن ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے موسی علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو ڈبو دیا سو موسی علیہ السلام نے بطور شکر اس دن کا روزہ رکھا تو ہم بھی یہ روزہ رکھتے ہیں۔ فرمایا **فنحن احق و اولی بموسی منکم**۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کی موافقت کرنے میں بہ نسبت تمہارے ہم زیادہ حق دار اور زیادہ قریب ہیں۔ راوی کہتے ہیں۔ **فصامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم وامر بصیامہ**۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس دن کے روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (مشکوۃ۔ حصہ اول ص ۱۶۲)

(۴) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **وصیام یوم عاشورآء احتسب علی اللہ ان یکفر السنۃ التی قبلہ** مجھے اللہ پر یقین ہے کہ عاشورآء کا روزہ ایک سال کے گذشتہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے (مشکوۃ۔ جلد اول ص ۱۶۱)

(۵) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں عاشورآء کے روزہ رکھنے کا حکم دیا کرتے تھے اور ترغیب بھی فرماتے پھر جب رمضان کے روزے فرض کیے گئے تو آپ نے ہمیں اس دن کا روزہ رکھنے کا نہ حکم دیا اور نہ اس سے منع فرمایا اور نہ اس کا تاکیدی حکم دیا۔

(مشکوۃ جلد اول ص ۱۶۲)

(۶) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چار کام کبھی ترک نہ کرتے تھے۔ عاشورآء کے دن کا روزہ۔ ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں کے روزے۔ ہر مہینے کے تین روزے اور فجر کے فرضوں سے پہلے دو رکعتیں۔ رواہ النسائی (مشکوۃ جلد اول ص ۱۶۲)

(۸) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بنی اسرائیل پر سال کے ایک دن یعنی عاشورآء کا روزہ فرض کیا گیا اور تم اس دن کا روزہ رکھو اور اس دن میں اپنے اہل وعیال کے خرچہ میں کشادگی کرو اور جو شخص اس دن اپنے اہل وعیال کے خرچ میں کشادگی کرے اللہ سارے سال اس پر کشادگی کرتا ہے **و من صام ھذا الیوم کان لہ کفارۃ اربعین سنۃ**۔ اور جو شخص اس دن کا روزہ رکھے یہ روزہ اس کے چالیس سالوں کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

(غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۵۴)

(۹) بعض سلف صالحین سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ جو شخص یوم زینت یعنی عاشورآء کے دن کا روزہ رکھے وہ سال کے روزوں میں سے جو روزے فوت ہوں گے ان کو پالے گا۔ جو اس دن میں صدقہ دے وہ سال کے صدقہ میں سے جو کچھ فوت ہوگا اسے پالے گا۔ (غنیۃ الطالبین ج ۲۔ ص ۵۴)

نویں محرم کا روزہ

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورآء

کا روزہ رکھا اور اس دن کے روزہ کا حکم دیا تو لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ انہ یوم یعظمہ الیھود والنصاری۔ یارسول اللہ۔ عاشورآء کا دن وہ ہے جس کی تعظیم یہود ونصاریٰ کرتے ہیں۔ فرمایا۔ لئن بقیت الی قابل لاصو من التاسع اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا تو میں نویں محرم کا روزہ ضرور رکھوں گا۔ رواہ مسلم (مشکوٰۃ۔ جلد اول۔ ص ۱۶۰)

(۲) اور انہی کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ صوموا یوم عاشورآء و خالفوا فیہ الیھود صوموا قبلہ یوما وبعدہ یوما۔ عاشورآء کے دن کا روزہ رکھو اور اس کے اندر یہود کی مخالفت کرو اور وہ (اس طرح سے کہ) اس سے پہلے ایک دن کا روزہ رکھو یا اس کے بعد ایک دن کا روزہ رکھو۔ رواہ احمد والبیھقی فی الشعب وصححہ السیوطی۔ (جامع صغیر۔ جلد دوم۔ ص ۴۷)

گیارھویں محرم کا روزہ

مندرجہ بالا دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ یہود ونصاری کی مخالفت کرنے کے لیے جس طرح نویں محرم کا روزہ رکھا جا سکتا ہے اسی طرح اس غرض کے حصول کے لیے گیارھویں محرم کا روزہ بھی رکھا جا سکتا ہے۔ امام غزالی لکھتے ہیں۔ وصامہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل الھجرۃ ولما دخل المدینہ اکد طلبہ قال صلی اللہ علیہ وسلم فی آخر عمرہ الشریف ان عشت الی قابل لاصومن التاسع والعاشر فانتقل الی الرفیق الاعلی من عامہ ولم یصم غیر العاشر لکنہ رغب فیہ وفی صوم التاسع والحادی عشر بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم صوموا قبلہ یوما وبعدہ یوما وخالفوا سنۃ الیھود ای حیث افردوہ بالصوم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے عاشورآء کے دن کا روزہ رکھا اور جب آپ مدینہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اس کی تاکید فرمائی یہاں تک کے آپ نے اپنی عمر کے آخری ایام میں فرمایا اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا تو میں ضرور نویں محرم اور دسویں محرم کا روزہ رکھوں گا۔ آپ نے نویں محرم اور دسویں محرم کے روزوں کی ترغیب دی اور فرمایا دسویں محرم سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو یعنی وہ دسویں محرم کا ہی روزہ رکھتے ہیں تو تم دسویں محرم کے ساتھ نویں محرم یا گیارھویں محرم کے روزے بھی رکھو (مکاشفۃ القلوب ص ۳۰۹)

عاشورآء کا روزہ سنت ہے

مندرجہ بالا احادیث متبرکہ کی بناء پر ہمارے حنفی فقہاء نے عاشورآء کے روزہ کو سنت قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام شرنبلالی لکھتے ہیں۔ **واما القسم الثالث وهو المسنون فهو صوم يوم عاشورآء فانه يكفر السنة الماضية مع صوم التاسع لصومه العاشر وقال لئن بقيت الى قابل لا صومن التاسع** ۔ اور روزہ کی تیسری قسم مسنون روزہ ہے۔ اور وہ محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ ہے جبکہ اس کے ساتھ نویں محرم کا روزہ بھی رکھا جائے۔ یہ دو روزے گذشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں کیونکہ دسویں محرم کا روزہ تو خود رسول اللہ ﷺ نے رکھا اور نویں محرم کے روزہ کے بارہ میں فرمایا۔ اگر آئندہ سال تک زندگی نے وفا کی تو میں نویں محرم کا روزہ رکھوں گا۔ (مراقی الفلاح ص ۴۲۵)

تنہا عاشورآء کا روزہ مکروہ تنزیہی ہے

امام شرنبلالی لکھتے ہیں۔ **واما القسم السادس وهو المكروه فهو قسمان مكروه تنزيها ومكروه تحريما الاول الذى كره تنزيها كصوم يوم عاشورآء منفردا عن التاسع او عن الحادى عشر** ۔ اور چھٹی قسم کا روزہ مکروہ ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ مکروہ تنزیہی اور مکروہ تحریمی۔ مکروہ تنزیہی روزوں میں سے ایک دسویں محرم کا وہ روزہ ہے جس کے ساتھ نہ نویں محرم کا روزہ رکھا جائے اور نہ گیارھویں محرم کا۔ (مراقی الفلاح ص ۴۲۶)

یوم عاشورآء کے نوافل

سیدنا غوث اعظم محبوب سبحانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جو شخص عاشورآء کے دن میں چار رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پچاس بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچاس گذشتہ سالوں اور پچاس آئندہ سالوں کے گناہ بخش دیتا ہے۔ اور اللہ اس کے لیے ملاءاعلیٰ میں ایک ہزار نورانی محلات بناتا ہے (غنیۃ الطالبین ج ۲۔ ص ۵۴)

اہل وعیال پر وسعت رزق

عاشورآء کے دن اپنے اہل وعیال پر رزق کی وسعت کرنا سارے سال میں رزق کی وسعت و فراوانی کا سبب ہوتا ہے چنانچہ شیخ تقی الدین حلبی لکھتے ہیں۔ وروی شعبة عن ابی الزبیر عن جابر مرفوعا من وسع علی نفسه واهله یوم عاشورآء وسع الله علیه سائر سنته قال جابر وابو الزبیر و شعبة جربناه ووجدناه کذلک۔ شعبہ نے ابوالزبیر سے اور انہوں نے حضرت جابر سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جو شخص عاشورآء کے دن اپنے اوپر اور اپنی اہل وعیال کے اوپر رزق میں وسعت کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر تمام سال میں وسعت فرمائے گا۔ اس روایت کے راوی شعبہ، ابوزبیر اور جابر تینوں فرماتے ہیں کہ ہم نے اس بات کا تجربہ کیا تو اسے ایسے ہی پایا۔

(نزھۃ الناظرین ص۱۰۲)

قلت و قال المحقق علی الاطلاق الدهلوی رحمة الله علیه و ظاهر کلام البیهقی ان حدیث التوسعة حسن علی رای غیر ابن حبان ایضا فانه رواه من طرق عن جماعة من الصحابة مرفوعا ثم قال و هذه الاسانید وان کانت ضعیفة لکنها اذا ضم الی بعض احدثت قوة (ماثبت بالسنۃ ۲۰)

سرمہ ڈالنا

عاشورآء کے دن آنکھوں میں سرمہ ڈالنا سارے سال میں آنکھیں نہ دکھنے کا سبب بنتا ہے چنانچہ شیخ محمد سخاوی کتاب مقاصد الحسنہ میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من اکتحل بالاثمد یوم عاشورآء لم ترمد عینه ابدا۔ جو شخص عاشورآء کے دن اپنی آنکھوں میں کالا سرمہ ڈالے گا اسکی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔ رواه الحاکم والبیهقی فی الشعب والدیلمی من حدیث جبیر عن ضحاک عن ابن عباس مرفوعا۔ (ماثبت بالسنۃ ص۲۲) شیخ عبدالرحمٰن اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔ قال النسفی ای لم ترمد عینا قلبه۔ امام نسفی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کے اس کے دل کی دونوں آنکھیں نہ دکھیں گی۔ (نزھۃ المجالس جلد اول ص۱۷۴)

کھچڑا پکانا

شیخ عبدالرحمٰن صفوری لکھتے ہیں کہ میں نے کتاب المورد العذاب میں لکھا ہوا یہ دیکھا ہے کہ جب عاشورآء کے دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑی پر ٹھہری تو آپ نے حکم دیا کہ تمہارے پاس جو کھانے موجود ہیں انہیں جمع کرو۔ پس کوئی مٹھی بھر جو لے آیا۔ کوئی چاول۔ کوئی گندم۔ کوئی باقلا اور کوئی مسور کی دال۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ ان سب کو اکٹھا پکاؤ تو تمہیں سلامتی عطا ہوگی۔ **فمن ذلک الیوم اتخذ المسلمون طعام الحبوب** سو اس دن سے مسلمانوں نے عاشورآء کے دن کھچڑا پکانے کی رسم اختیار کی۔ (نزہتہ المجالس۔ حصہ اول۔ ص ۱۷۵)

شہید کربلا کی محفلیں منعقد کرنا

مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی لکھتے ہیں۔ مسلمان عاشورآء کے دن شہید کربلا کا ان کے ایثار و اخلاص کا، ان کی اولوالعزمی ثابت قدمی کا، ان کی حق کوشی ناحق کشی کا ذکر کرتے ہیں۔ شہادت کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔ اہل بیت کی حمایت اور دین و ملت کا عجیب و غریب منظر دکھایا جاتا ہے۔ یہ مجالس دراصل ذکر الٰہی کی مجالس ہیں۔ جو اعلیٰ موعظت و تذکیر پر مشتمل ہوتی ہیں ان مجالس میں شامل ہونے سے قلب میں رقت اور اعمال صالحہ کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ ایسی مجالس کا منعقد کرنا باعث اجر و ثواب ہے۔

(فتاویٰ صدرالافاضل ص ۳۲۵)

واقعہ کربلا کا بیان

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ شیخ شہاب الدین ابن حجر الھیتمی المصری نے کتاب الصواعق المحرقۃ میں فرمایا۔ **اعلم ان ما اصیب به الحسین رضی الله تعالیٰ عنه فی عاشورآء انما هو الشهادۃ الدالة علی مزید خطوته ورفعة درجته عند ربه والحاقه بدرجات اهل البیت الطاهرین فمن ذکر ذلک الیوم مصابه لا ینبغی ان یشتغل الا بالاسترجاع امتثالا للامر واحرازا لما رتبه الله تعالیٰ علیه بقوله اولئک علیهم صلوات من ربهم ورحمة واولئک هم المهتدون** ۔ خبردار حضرت امام

حسین رضی اللہ عنہ پر یوم عاشورآء جو مصائب پیش آئے وہ درحقیقت آپ کی شہادت ہے۔ جو عنداللہ آپ کے علو مرتبہ ورفعت درجہ کی دلیل ہے۔ لہذا جو شخص اس دن کے مصائب وآلام کا تذکرہ کرے اس پر یہی مناسب ہے کہ وہ حکم خداوندی بجالاتے ہوئے صرف انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھے تاکہ اللہ تعالی نے اس پر جو ثواب مرتب فرمایا ہے وہ اسے حاصل ہو۔ اللہ تعالی فرماتا ہے۔ یہی تو وہ حضرات ہیں جن پر ان کے رب کی جانب سے رحمت ہے اور یہی تو وہ حضرات ہیں جو ہدایت پاتے ہیں (ماثبت بالسنہ ص ۱۶)

رافضیوں کی محفل سے اجتناب لازم ہے

مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں۔ ہاں کیا چیز ممنوع ہے۔ مجالس روافض کی شرکت، ان کے مرثیوں کو پڑھنا۔ ان کے بیانوں کا سننا، غلط اور توہین آمیز حکائتیں جو روافض وغیرہ کی بنائی ہوئی ہیں ان کو سننا سنانا اور وہابیوں کے ان وعظوں میں شریک ہونا جن میں مجالس متبرکہ پر روافض کی طرح تبرا کیا جاتا ہے اور امور خیر کو بدعت بنا کر خلق کو نیکیوں سے روکنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ غرض اہل سنت پر دونوں (روافض ووھابیہ) سے بچنا لازم ہے کہ رافضی سے بھی اور وہابی خارجی سے بھی بچیں۔ یہ دونوں گمراہ اور افراط وتفریط میں مبتلاء ہیں اعاذنا اللہ تعالی من شرورھم "(فتاوی صدر الافاضل ص ۳۲۷)

اور اعلی حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ سے پوچھا گیا کہ مجلس مرثیہ خوانی اہل تشیع میں اہل سنت وجماعت کو شریک وشامل ہونا جائز ہے یا نہیں؟ تو آپ نے جواب فرمایا۔ حرام ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من کثر سواد قوم فھو منھم (جو شخص کسی قوم کی تعداد بڑھائے وہ اسی سے ہے)۔ وہ بدزبان ناپاک لوگ اکثر تبرا بک جاتے ہیں اس طرح سے کہ جاہل سننے والوں کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ اور متواتر سنا گیا ہے کہ وہ سنیوں کو جو شربت دیتے ہیں اس میں نجاست ملاتے ہیں۔ اور کچھ نہ ہو تو وہ روایات موضوعہ، کلمات شنیعہ وماتم حرام سے خالی نہیں ہوتی۔ اور یہ دیکھیں سنیں گے اور منع نہ کرسکیں گے تو ایسی جگہ جانا حرام ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا۔ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین واللہ تعالی اعلم۔

(رسالہ اعالی الافادہ فی تعزیۃ الھند وبیان الشہادہ مؤلفہ اعلی حضرت بریلوی مطبوعہ مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ چوک بازار داتا صاحب۔ لاہور)

اہل سنت کی محافل میں شرکت لازم ہے

عاشورآء کے دن سنی لوگ شیعہ کی محفلوں میں جا پہنچتے ہیں اور ان لوگوں کا تماشا دیکھتے ہیں یہ شرعاً ناجائز ہے۔اس کے بارہ میں ابھی ابھی آپ نے اعلیٰ حضرت بریلوی کا فتوی پڑھا ولہذا اس دن اہل سنت اپنے علماء کی منعقد محفلوں میں شریک ہوکر ثواب عظیم حاصل کیا کریں۔اور علمائے اہل سنت کی تقاریر سن کر اپنے ایمان کو تازہ کیا کریں۔اہل سنت کی محافل کے بارہ میں اعلیٰ حضرت کا یہ فتوی بھی ملاحظہ ہو۔آپ فرماتے ہیں۔"جو مجلس ذکر شریف حضرت سیدنا امام حسین واہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہو جس میں روایات صحیحہ معتبرہ سے ان کے فضائل ومناقب ومدارج بیان کیے جائیں اور ماتم وتجدید غم وغیرہا امور مخالف شرع سے یکسر پاک ہوفی نفسہ حسن ومحمود ہے۔خواہ اس میں شعر پڑھیں یا نظم۔اگرچہ وہ نظم بوجہ ایک مسدس ہونے کے جس میں ذکر حضرت سید الشہداء عرف عام میں بنام مرثیہ موسوم ہو کہ اب یہ مرثیہ نہیں ہے۔نھی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن المراثی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرثیے پڑھنے سے منع فرمایا۔(اعالی الافادہ)

ایصال ثواب کا اہتمام

عاشورآء کے دن سید الشہداء حضرت امام عالی مقام حضرت امام حسین اوران کے ساتھ جہاد فرمانے والے بزرگوں کو تلاوت قرآن مجید اور صدقات وخیرات کا ثواب پہنچانا چاہیئے کہ اس میں دنیا وآخرت کی بہتری ہے۔اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے۔آمین۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۳ ذوالحجہ ۱۴۲۵ھ)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پچیسواں مقالہ

ماہِ رجب کی عبادات کی فضیلت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد اللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :۔اس مختصر رسالہ میں ماہِ رجب المرجب کی عبادات کی فضیلت لکھی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ اسے شرف مقبولیت بخشے اور ذریعۂ ہدایت بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

رجب المرجب

اسلامی سال کا ساتواں مہینہ ہے۔یہ مہینہ حرمت والے مہینوں میں داخل ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا فی کتاب اللہ یوم خلق السموات والارض منھا اربعۃ حرم ط ۔بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہے۔اللہ کی کتاب میں جب سے اس نے آسمان اور زمین بنائے۔ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔(پ۱۰رکوع۱۱)

قولہ (ان میں سے چار حرمت والے ہیں) یعنی تین متصل ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور ایک جدا یعنی رجب۔عرب لوگ زمانہ جاہلیت میں بھی ان مہینوں کی تعظیم کرتے تھے۔اور ان میں قتال حرام جانتے تھے۔اسلام میں ان مہینوں کی حرمت وعظمت اور زیادہ کی گئی۔(خزائن العرفان ص۳۴۶)

رجب اسم مشتق ہے۔اس کا مادۂ اشتقاق ترجیب ہے اور اہل عرب کے نزدیک ترجیب کا معنی تعظیم ہے۔ رجب کے تین حرف ہیں۔راء،جیم اور بآء۔رآء سے اللہ عزوجل کی رحمت،جیم سے اس کا جودوکرم اور بآء سے اس کی بر یعنی مہربانی مراد ہے کیونکہ اس مہینے میں اول سے آخر تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین تحفے بندوں کو ملتے ہیں۔اللہ کی رحمت عذاب کے بغیر،اس کی سخاوت بخل کے بغیر اور اس کی مہربانی قہروانی کے بغیر۔(غنیۃ الطالبین حصہ اول ۱۷۳)

ماہِ رجب کے چند اور نام بھی ہیں۔ **رجب مضر ، منصل الاسنۃ، شھر اللہ الاصم، شھر اللہ الاصب،شھر السابق اور شھر الفرد**۔(غنیۃ الطالبین حصہ اول۱۷۳)

رجب اللہ کا مہینہ ہے

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے **رجب شھر اللہ و شعبان شھری و رمضان شھرا معی** ۔رجب اللہ کا مہینہ،شعبان میرا مہینہ

اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔ رواہ ابوالفتح فی امالیہ وضعفہ الجلال السیوطی (جامع صغیر ج ۲ ص ۲۲)

رجب میں نیکیوں کا ثواب بڑھ جاتا ہے

چونکہ رجب اللہ تعالی کا مہینہ ہے۔ اس لیے اس ماہِ مبارک میں نیکیوں کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ رجب شھر عظیم یضاعف اللہ فیہ الحسنات۔ رجب عظمت کا مہینہ ہے۔ اللہ اس میں نیکیوں کا ثواب چند گنا فرما دیتا ہے۔ (ماثبت من السنۃ ص ۲۲۸)

رجب کی پہلی تاریخ کی دعا

شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کی رجب کا چاند نظر آنے پر یہ دعا پڑھنی چاہیے. الھی تعرض الیک فی ھذا اللیلۃ المتعرضون و قصدک القاصدون و امل معروفک و فضلک الطالبون ولک فی ھذہ اللیلۃ نفحات و مواھب و عطایا تمن بھا علی من تشآء من عبادک وتمنھا بھا علی من تشآ من عبادک و تمنع عمن لم تسبق لہ منک عنایۃ و ھا انا عبدک الفقیر الیک المنومل فضلک و معروفک فجد علی بفضلک و معروفک یا رب العالمین. (غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۵۱)

رجب کے مہینے میں دعائے نبوی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رجب کا مہینہ داخل ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے۔ اللھم بارک لنا فی رجب و شعبان و بلغنا رمضان۔ اے اللہ ہمارے لیے رجب اور شعبان میں برکت فرما اور ہمیں رمضان تک پہنچا۔ رواہ ابن عساکر فی تاریخہ وابن النجار۔ (ماثبت من السنۃ ص ۲۳۰)

رجب کی پہلی رات کی فضیلت

محدث دیلمی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالی چار راتوں میں خیر کثیر برساتا ہے۔ عید البقر کی رات عید الفطر کی رات شعبان کی

پندرھویں رات اور رجب کی پہلی رات۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۳۰۰)

اور روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے والیٔ بصرہ کو لکھا۔ تم پر چار راتیں سال میں لازم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان میں اپنی رحمت پوری طرح انڈیلتا ہے۔ رجب کی پہلی رات، شعبان کی پندرھویں رات رمضان کی ستائیسویں رات اور عیدالفطر کی رات۔ (غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۷۹)

اور خالد بن معدان رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جو شخص سال میں پانچ راتوں کی عبادت پر محافظت کرتا ہے ان کے ثواب کی امید پر اور ان کے وعدہ کی تصدیق سے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ رجب کی پہلی رات میں بیداری کرے اور اس کے دن کا روزہ رکھے، عیدالفطر اور عیدالبقر کی راتوں کا قیام کرے اور ان کے دنوں کا روزہ نہ رکھے، شعبان کی پندرھویں رات کا قیام کرے اور اس کے دن کا روزہ رکھے اور دس محرم کی رات کا قیام کرے اور اس کے دن کا روزہ رکھے۔ (غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۷۹)

اور محدث دیلمی حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ پانچ راتوں میں دعا رد نہیں کی جاتی رجب کی پہلی رات میں شعبان کی پندرھویں رات میں، جمعہ کی رات میں اور عیدالبقر کی رات میں۔

(مراقی الفلاح ص ۲۱۹۔ غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۱۷۹۔ مکاشفۃ القلوب ص ۳۰۰)

رجب کے روزوں کی فضیلت

رجب کی دنوں کے روزوں کی بڑی فضیلت ہے۔ چنانچہ

(۱) امام رافعی حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رجب عظمت والا مہینہ ہے۔ اس میں نیکیوں کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو شخص اس کے کسی دن کا روزہ رکھے تو اس کا وہ روزہ ایک سال کے روزہ کی مثل ہے۔ (ماثبت من السنۃ ص ۲۲۸)

(۲) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "رجب عظمت والا مہینہ ہے۔ اللہ اس مہینہ میں نیکیاں بڑھا دیتا ہے۔ سو جو شخص رجب کے کسی دن کا روزہ رکھے گویا اس نے پورے سال کے روزے رکھے۔ اور جو اس کے سات دنوں کے روزے رکھے اس کے لیے اللہ تعالیٰ جہنم کے ساتوں دروازے بند فرما دیتا ہے۔ اور جو اس کے آٹھ دنوں کے روزے رکھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیتا ہے۔

اور جو اس کے پندرہ دنوں کے روزے رکھے اسے آسمان سے منادی کرنے والا پکار کر کہتا ہے۔

• قد غفر لک ماماضیٰ فاستاء نف العمل ومن زاد زاده تیرے پچھلے گناہ معاف کردیئے گئے ہیں اب تو نئے سرے سے عمل کر اور جو شخص زیادہ عمل کرے گا اس کا اجر اس سے زیادہ ہوگا۔ (ما ثبت من السنۃ عن الجامع الکبیر)

(۳) ابو قلابہ روایت بیان کرتے ہیں کہ "جنت میں ایک محل ہے جو رجب کے دروازہ دار کے لیے ہے "رواہ ابن عساکر (ما ثبت من االسنۃ ص ۲۳۰)

(۴) عامر بن شبل فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو یہ روایت بیان کرتے سنا جسے انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا تھا کہ جنت میں ایک محل ہے جس میں صرف وہ لوگ داخل ہوں گے جو رجب میں بکثرت روزے رکھتے ہیں"۔ رواہ ابن شاہین فی الترغیب (ما ثبت ص ۲۳۰)

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلاشبہ جنت میں ایک دریا ہے جس کا نام رجب ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ جو شخص رجب کے ایک دن کا روزہ رکھے گا اللہ اسے اس دریا سے پانی پلائے گا" رواہ الشیر ازی فی الالقاب والبیھقی فی شعب الایمان عن انس رضی اللہ عنہ (ما ثبت ص ۲۳۰) (جامع صغیر جلد اول ص ۹۲)

(۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا "رجب کی پہلی تاریخ کا روزہ دو سالوں کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور دوسری تاریخ کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور تیسری تاریخ کا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ پھر ہر تاریخ کا روزہ ایک مہینے کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ رواہ دوسری تاریخ کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ رواہ ابو محمد الخلال فی فضائل رجب (ما ثبت ص ۲۳۰)

(۷) امام دارمی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں۔ کہ جو شخص رجب کے کسی ایک دن کا روزہ رکھے اور اس کی راتوں میں سے کسی ایک رات کا قیام کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے امن کی حالت میں اٹھائے گا اور وہ پل صراط کو کلمہ طیبہ اور تکبیر پڑھتے ہوئے عبور کرے گا۔ (ما ثبت ص ۲۳۴)

(۸) امام دارمی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ "جو شخص رجب کی کسی رات میں قیام کرے اور اس کے کسی ایک دن کا روزہ رکھے اللہ اسے جنت کے پھلوں سے کھلائے گا اور جنت کی پوشاکوں سے پہنائے گا۔ اور جنت کی شرابوں سے پلائے گا"۔ (ما ثبت ص ۲۳۴)

(۹) امام غزالی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار بلاشبہ رجب الاصم اللہ کا مہینہ ہے۔

جو شخص رجب کے کسی دن کا روزہ ایمان داری اور ثواب کی خاطر رکھے وہ اپنے لیے عظمت والے اللہ کی خشنودی لازم کر لیتا ہے۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۲۹۹)

(۱۰) اور یہی امام حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص حرمت والے مہینے (رجب) کے تین دن کے روزے رکھے اس کے لیے نو سال کی عبادت لکھ دی جاتی ہے۔ پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میرے یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں اگر میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنی ہو۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۲۹۹)

لیلۃ الرغائب یعنی رجب کی پہلی شب جمعہ

امام ابن عساکر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رجب کے پہلے جمعہ کی رات آتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے یہ روشن رات ہے۔ اور جب اس کے پہلے جمعہ کا دن ہوتا تو فرماتے یہ سرسبز دن ہے۔ (ماثبت ص ۲۳۲)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رجب کے پہلے جمعہ کی رات سے غفلت نہ برتو کیونکہ فرشتے اس رات کو لیلۃ الرغائب کہتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رجب کی اس رات کا ثلث اول گزر جاتا ہے تو آسمانوں اور زمینوں میں کوئی فرشتہ نہیں ہوتا مگر وہ سب کعبہ میں جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان پر ظہور فرماتا ہے اور پوچھتا ہے۔ اے میرے فرشتو مجھ سے جو چاہو مانگو تو فرشتے عرض کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب ہماری حاجت یہی ہے کہ تو رجب کے روزہ داروں کی بخشش فرما دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے یہ کام کر دیا ہے۔ (نزھۃ المجالس حصہ اول ص ۱۵۵)

صلوۃ الرغائب کی فضیلت

شیخ الجن والانس سید الاولیآء والاغواث والاقطاب سیدنا سید شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ کوئی ایسا بندہ اور کنیز نہیں جو اس نماز کو پڑھے پھر اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ نہ بخش دے۔ اگر چہ وہ سمندر کی جھاگ۔ ریت کے ذروں کے برابر۔ پہاڑوں جتنے وزنی۔ بارش کے قطروں۔ درختوں کے پتوں کے برابر ہوں پھر جب قبر کی پہلی رات آئے گی تو اس نماز کا ثواب ہنس مکھ اور بولتی زبان کے ساتھ آئے گا اور اس سے کہے گا اے میرے دوست۔ تو خوشخبری

سن کہ تو نے ہر سختی سے نجات حاصل کر لی ہے۔ بندہ کہے گا۔ تو کون ہے؟ اللہ کی قسم میں نے تجھ سے خوبصوت شخص کوئی نہیں دیکھا۔ تیری گفتگو سے میٹھی گفتگو کسی کی نہیں سنی۔ اور نہ تیری خوشبو سے زیادہ عمدہ خوشبو کسی سے سونگھی۔ وہ کہے گا میں اس نماز کا ثواب ہوں جو تو نے فلاں رات فلاں مہینے اور فلاں سال میں پڑھی۔ آج رات میں تیری حاجت روائی کے لیے اور تنہائی دور کرنے کے لیے آئی ہوں پھر جب صور پھونکی جائے گی میں تیرے سر پر سایہ بنوں گی۔ اور خوشخبری سنو کہ تم اپنے مولا کی بہتری سے کبھی بھی محروم نہ ہو گے۔ (غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۸۲)

صلوۃ الرغائب کی ترکیب

سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں "رجب کے پہلے جمعہ کی رات میں مغرب اور عشاء کے درمیان بارہ رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں فاتحہ شریف کے بعد سورۃ القدر تین بار، سورۃ الاخلاص بارہ بار پڑھے۔ اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔ پھر جب فارغ ہو جائے تو ان الفاظ میں درود شریف پڑھے **اللھم صل علی محمد النبی الامی و علی الہ و سلم**۔ پھر سجدہ میں جا کر ستر مرتبہ سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح پڑھے ستر مرتبہ سر اٹھا کر کہے **رب اغفر و ارحم و تجاوز عما تعلم فانک انت العزیز الاعظم**۔ پھر دوسرا سجدہ کرے اور پہلے سجدہ میں جو کچھ پڑھا تھا پڑھے پھر سجدہ ہی میں اپنی حاجت کا سوال کرے تو وہ پوری کر دی جائے گی۔ (غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۸۲)

صلوۃ الرغائب کی جماعت مکروہ تنزیہی ہے

صلوۃ الرغائب کی جماعت میں اگر تین سے زائد مقتدی نہ ہوں تو اصلا کوئی حرج نہیں (بہار شریعت حصہ چہارم ص ۳۱) اور اگر تین سے زائد مقتدی ہوں تو مکروہ تنزیہی ہے اس جماعت سے بچنا بہتر ہے تفصیل کے لیے ہمارا رسالہ "جماعت نوافل کی کراہیت کا مفصل بیان" مطالعہ فرمائیں۔

رجب کی پندرھویں تاریخ کی فضیلت

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا۔ میرے رب تیرے نزدیک کونسا وقت اور کونسا دن زیادہ محبوب ہے۔ فرمایا میرے نزدیک سب سے محبوب دن رجب کی پندرھوں تاریخ کا دن ہے۔ جو شخص اس دن میں روزہ،

نمازاور صدقہ کے ذریعہ سے میرا قرب چاہتا ہے میں اس کے ہر سوال کو قبول کرتا ہوں اور جس گناہ سے بھی معافی مانگے میں اس کا وہ گناہ بخش دیتا ہوں۔ اے آدم جو شخص رجب کی پندرھوں تاریخ اس حال میں صبح کرے کہ وہ روزہ دار ہو۔ اس کی جزا نہیں ہے مگر جنت۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رجب کی پندرھویں تاریخ کا روزہ رکھے تو اس کا روزہ تیس سالوں کے روزہ کے برابر ہوتا ہے۔ اور کتاب عیون المجالس میں لکھا ہے کہ رجب کی پندرھویں تاریخ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو فرمائی اور اس رات میں حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ اس رات میں کراماً کاتبین فرشتوں سے فرماتا ہے۔ بندوں کے اعمال ناموں کو دیکھو پس ان کی ہر برائی مٹادو اور اس کی جگہ نیکی لکھ دو۔

(نزہۃ المجالس حصہ اول ص ۱۵۴)

رجب کی ستائیسویں رات کی فضیلت

رجب کی ستائیسوں رات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوا اس لیے اس رات کی بڑی فضیلت ہے۔ شیخ عبدالحق لکھتے ہیں واضح ہو کہ ملک عرب کے لوگوں میں مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رجب کی ستائیسویں شب میں شرف معراج حاصل ہوا۔ اور اسی تاریخ میں رجبی موسم ان لوگوں میں موسم حج جتنا متعارف ہے۔ اور وہ دور دور کے شہروں اور صحراؤں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔ (ماثبت من السنۃ ص ۳۴۱)

اور حضرت ابوھریرہ اور حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "بلاشبہ رجب میں ایک دن اور ایک رات ہیں۔ جو شخص اس دن کا روزہ رکھے اور اس رات کا قیام کرے تو اس شخص کے لیے ایک سو سال کے روزوں اور ان کی راتوں کے قیام جتنا ثواب ہے۔ اور وہ ستائیسویں رجب کا دن اور اس کی رات ہیں اور یہ وہی دن ہے جس میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پہلی وحی نازل ہوئی" (غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۸۲)

شب معراج کے نوافل

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رجب میں ایک ایسی رات ہے جس میں نیکی کرنے والے کے لیے

ایک نیکی کے بدلے میں ایک سو نیکی لکھی جاتی ہے۔ اور وہ ستائیسویں رات ہے۔ سو جو شخص اس رات میں بارہ رکعتیں اس طرح سے پڑھے کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھے پھر سو مرتبہ استغفار پڑھے پھر سو مرتبہ درود شریف پڑھے پھر اپنے لیے دنیا اور آخرت کی حاجتوں میں سے جس حاجت کے بارہ میں چاہے سوال کرے پھر دن کو روزہ رکھے تو بلا شبہ اللہ تعالیٰ اس کی سب دعائیں قبول فرمائے گا۔ سوائے اس کے کہ وہ کسی گناہ کے کام کی دعا مانگے۔

رواہ البیھقی فی شعب الایمان عن ابان عن انس وقال ھو اضعف من الذی قبلہ (ما ثبت من السنۃ ص ۲۳۰)

ہزاری روزہ

رجب کی ستائیسویں تاریخ کا روزہ بڑے ثواب کا حامل ہے اور ہزار ہا روزوں کے ثواب جتنا ثواب رکھتا ہے اس لیے عوام اس روزہ کو ہزاری روزہ کہتے ہے اس روزہ کی فضیلت میں امام بیہقی شعب الایمان میں روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رجب کے مہینے میں ایک دن اور ایک رات ایسے ہیں کہ جو شخص اس دن میں روزہ رکھے اور اس رات میں قیام کرے تو وہ اس شخص کی مانند ہے جو سو برس تک روزے رکھے اور ان کی راتوں کا قیام کرے اور وہ رجب کی ستائیسویں تاریخ ہے۔

(ما ثبت من السنۃ ۲۲۸، غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۱۸۳)

اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من صام یوم السابع والعشرین من رجب کتب لہ ثواب صیام ستین شھرا۔ جو شخص ستائیسویں رجب کا روزہ رکھے اس کے لیے ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

(غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۸۲)

حضرت ابن عباس کا معمول

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ جب رجب کی ستائیسویں تاریخ آتی تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اعتکاف کی حالت میں صبح کرتے اور ظہر کے وقت تک نوافل پڑھتے رہتے پھر جب ظہر کی نماز پڑھ لیتے تو تھوڑا سا آرام کرتے پھر چار رکعتیں اس طرح پڑھتے کہ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار۔ قرآن کی آخری دو سورتیں ایک ایک بار۔ سورۃ القدر تین بار اور سورۃ الاخلاص پچاس بار پڑھتے۔ پھر عصر کے وقت تک دعا

مانگتے رہتے۔ اور فرماتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن میں اسی قسم کے کام کرتے تھے۔

(غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۸۲)

ماہ رجب کے ختمات

(۱) ماہ رجب میں بعض جگہ سورۃ ملک چالیس مرتبہ پڑھ کر روٹیوں یا چھوہاروں پر دم کرتے ہیں اور ان کو تقسیم کرتے ہیں اور ثواب مردوں کو پہنچاتے ہیں۔ یہ جائز ہے۔

(۲) اسی ماہ میں حضرت جلال بخاری علیہ الرحمۃ کے کونڈے ہوتے ہیں کہ چاول یا کھیر پکوا کر کونڈوں میں بھرتے ہیں اور فاتحہ دلا کر لوگوں کو کھلاتے ہیں۔ یہ بھی جائز ہے۔ ہاں ایک بات مذموم ہے کہ جہاں کونڈے بھرے جاتے ہیں وہیں کھلاتے ہیں۔ وہاں سے ہٹنے نہیں دیتے۔ یہ ایک لغو حرکت ہے۔ مگر یہ جاہلوں کا طریقہ ہے پڑھے لکھے لوگوں میں یہ پابندی نہیں۔

(۳) اسی طرح ماہ رجب میں بعض جگہ حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ایصال ثواب کے لیے کونڈے بھرے جاتے ہیں یہ بھی جائز ہے مگر اس میں بھی اس جگہ کھانے کی بعضوں نے پابندی رکھی ہے۔ یہ بے جا پابندی ہے۔ اس کونڈے کے متعلق ایک کتاب بھی ہے۔ جس کا نام داستان عجیب ہے اس موقع پر بعض لوگ اس کو پڑھواتے ہیں اس میں جو کچھ لکھا ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں وہ نہ پڑھی جائے۔ فاتحہ دلا کر ایصال ثواب کریں۔

ماہ رجب ماہ زکوۃ ہے

رجب کو زکوۃ کا مہینہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کی اصل یہ حدیث ہے۔ روی عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ انہ لما استھل رجب رقی المنبر یوم الجمعۃ و خطب ثم قال الا ان ھذا شھر اللہ الاصم و ھو شھر زکاتکم فمن کان علیہ دین فلیؤد دینہ ثم لیزک مابقی۔ روایت میں آیا ہے کہ جب رجب کا مہینہ آ پہنچا تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوتے، خطبہ ارشاد فرماتے اور پھر فرماتے خبردار بلاشبہ یہ اللہ کا اصم مہینہ ہے اور یہ تمہاری زکوۃ کی ادائیگی کا مہینہ ہے۔ سو جس پر قرضہ ہو وہ قرضہ ادا کرے پھر باقی مال کی زکوۃ ادا کرے۔

(غنیۃ الطالبین، حصہ اول ص ۱۷۵)

رجب میں صدقہ کی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں و من تصدق فیه بصدقة فکانما تصدق بالف دینار۔ اور جو شخص ماہِ رجب میں کسی شئے کا صدقہ کرے تو گویا اس نے ایک ہزار دینار کا صدقہ کیا ہے۔ رواہ السید الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ۔

(غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۷۹)

رجب کی عبادت کی فضیلت

امام غزالی حکایت بیان کرتے ہیں کہ بیت المقدس میں ایک عورت رجب کے ہر روز میں بارہ ہزار مرتبہ سورہ اخلاص پڑھا کرتی تھی۔ اور اس مہینے اونی لباس پہنتی تھی۔ جب وہ بیمار ہوئی تو اس نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ اسے اونی لباس میں دفن کرے۔ جب وہ مرگئی تو اس کے بیٹے نے اسے عمدہ کپڑے میں دفنایا۔ خواب میں اس نے والدہ کو دیکھا کہ وہ کہتی ہے کہ میں تجھ سے ناراض ہوں کیوں کہ تو نے میری وصیت پوری نہیں کی۔ وہ ڈر کر بیدار ہوا اونی لباس لیا تا کہ وہ اسے اس میں کفنائے۔ جب اس نے قبر کو اکھاڑا تو والدہ کو نا موجود پایا۔ یہ دیکھ کر وہ حیران ہوگیا۔ ہاتف نے آواز دے کر کہا۔ اما علمت ان من اطاعنا فی رجب لانترکه فردا وحیدا۔ کیا تجھے علم نہیں کہ جو شخص رجب میں ہماری بندگی کرتا ہے ہم اسے اکیلا نہیں چھوڑتے۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۶۹۹)

رجب کے پورے مہینے کے روزوں کی فضیلت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے آخر میں ہے۔ و من صامه استوجب علی الله ثلاثة اشیاء۔ اور جو شخص رجب کے پورے مہینے کے روزے رکھ لے اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر تین چیزیں لازم ہو جائیں گی۔ اس کے گزرے ہوئے سارے گناہوں کی بخشش، آئندہ عمر میں اسے گناہوں سے بچائے رکھنا اور قیامت کے دن پیاس سے بچائے رکھنا۔ یہ سن کر ایک کمزور شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں رجب کے پورے مہینے کے روزے رکھنے سے عاجز ہوں۔ فرمایا صم اول یوم منه و اوسط یوم فیه و آخر یوم منه فانک تعطی ثواب من صامه کله فان الحسنة بعشر

امثالها ولکن لا تغفلوا عن اول لیلة جمعة فی رجب ۔رجب کے پہلے دن اور درمیانی دن اور آخری دن کے روزے رکھو تمہیں پورا مہینہ روزے رکھنے والے شخص کے ثواب جتنا ثواب دیا جائے گا۔ کیونکہ ایک نیکی کا اجر دس نیکیوں کے برابر ہوتا ہے البتہ پہلے جمعہ کی رات سے غفلت نہ برتو۔

(غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۸۱)

رجب میں استغفار کی فضیلت

حضرت وہب بن منبہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ عزوجل کی بعض کتابوں میں یہ بات پڑھی ہے کہ جو شخص رجب کے مہینے میں صبح وشام اللہ سے ستر مرتبہ اپنے گناہوں کی معافی مانگے اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو دوزخ پر حرام کر دیتا ہے۔اور حضرت علی کرم اللہ وجھہ الکریم نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اکثر الا ستغفار فی شهر رجب فان للہ فی کل ساعة منه عتقا من النار و ان للہ مدائن لا یدخلها الا من صام رجب. رجب کے مہینے میں کثرت سے استغفار پڑھو کیونکہ اس مہینے کی ہر ساعت میں اللہ تعالیٰ دوزخ سے بندوں کو آزادی بخشتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کچھ میدان ہیں جن میں صرف وہ شخص داخل ہوگا جس نے رجب کا روزہ رکھا۔اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رجب اور شعبان کے مہینوں میں ظہر اور عصر کے درمیان وقت میں استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الا هو الحی القیوم واتوب الیه توبة عبد ظالم لا یملک لنفسه ضرا ولا نفعا ولا حیاة ولا نشورا کہے اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کے نامہ اعمال سے گناہوں کے اوراق جلا دو۔اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ رجب کی رات میں فرماتا ہے۔رجب میرا مہینہ ہے اور بندہ میرا بندہ ہے۔اور رحمت میری رحمت ہے۔اور فضل میرے ساتھ ہے۔اور میں اس مہینے میں معافی چاہنے والے کو بخشنے والا ہوں اور مانگنے والے کو عطا کرنے والا ہوں اور میں نے کتاب عیون المجالس میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ رجب کلمہ طیبہ کا مہینہ ہے اور شعبان تسبیح کا مہینہ ہے اور رمضان حمد الٰہی بجالانے کا مہینہ ہے۔

(نزھۃ المجالس ج ا ص ۱۵۴) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۷ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چھبیسواں مقالہ

فضائل ومسائل زکوٰۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ و اصحابہ اجمعین اما بعد عزیزم قاری محمد افراھیم حسن حتہ پانوی سلمہ' ربُہ' کی فرمائش پر یہ رسالہ "فضائل ومسائل زکوٰۃ" ترتیب دینے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دینی سعی کو شرف مقبولیت بخشے اور باعثِ ثواب بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

زکوٰۃ کا شرعی مفہوم

زکوٰۃ کا لغوی معنی طہارت اور نماء ہے۔ اور اس کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ مال کے جس حصہ کو شرع نے معیّن کیا ہو اُس کا مالک کسی فقیر غیر ہاشمی مسلمان کو بنا دینا جب کہ مالک مال کے اُس حصہ سے اپنی ہر قسم کی منفعت منقطع کر دے (درّ مختار جلد دوم صفحہ۴)۔

زکوٰۃ کا شرعی حکم۔

زکوٰۃ فرض ہے۔ اس کا منکر کافر ہے۔ اس کا ادا نہ کرنے والا فاسق اور مستحق قتل ہے۔ اور اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنے والا گناہگار مردود الشہادہ ہے۔ (عالمگیری) (بہار شریعت حصہ پنجم ص ۱۰)۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کی فضیلت

(۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے قد افلح المؤمنون ہ الذین ھم فی صلاتھم خاشعون ہ والذین ھم عن اللغو معرضون ہ والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون ہ والذین ھم لفروجھم حافظون ہ الا علیٰ ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین ہ فمن ابتغٰی ورآء ذلک فاولٰئک ھم العادون ہ والذین ھم لامانا تھم و عھدھم راعون ہ والذین ھم علیٰ صلواتھم یحافظون ہ اولٰئک ھم الوارثون ہ الذین یرثون الفردوس ھم فیھا خالدون ہ (ترجمہ) بے شک مراد کو پہنچے وہ ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں اور وہ جو کسی بے ہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے اور وہ جو زکوٰۃ دینے کا کام کرتے ہیں اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیبیوں یا شرعی لونڈیوں پر جو ان کے ہاتھ کی ملک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں تو جو ان

دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں اور وہ جو اپنی امانتوں اور عہد کی رعایت کرتے ہیں اور وہ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں۔ یہ لوگ وارث ہیں کہ فردوس کی میراث پائیں گے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (سورۃ المؤمنون رکوع ۱) (پ ۱۸۔ رکوع ۱)۔

اللہ جل شانہٗ نے ان آیات کریمہ میں زکوٰۃ کی ادائیگی کرنے والوں کو فلاح پانے والے مومنین میں شامل فرمایا ہے جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے اور وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ **و ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء و اللہ ذو الفضل العظیم۔**

اشکال

سورۃ المؤمنون کی یہ آیات مکی ہیں اور زکوٰۃ ہجرت کے دوسرے سال رمضان المبارک کے روزے فرض ہونے سے پہلے فرض ہوئی (درمختار ص ۲ ج ۲) تو ان آیات میں زکوٰۃ کو شرعی معنی میں لینا کیسے صحیح ہوگا؟ اس اشکال کا جواب مفسر ابن کثیر نے بدیں الفاظ دیا ہے **والظاھر انّ التی فرضت بالمدینۃ انّماھی ذات النصب و المقادیر الخاصۃ والا فالظاھر ان اصل زکوٰۃ کان واجباً قال تعالیٰ فی سورۃ الانعام و ھی مکیۃ و آتو احقہ یوم حصادہ** اور ظاہر یہ ہے کہ اصل زکوٰۃ مکہ میں واجب تھی اور جو چیز مدینہ میں فرض ہوئی وہ زکوٰۃ کے نصاب اور خاص مقداریں ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ انعام میں عشر کا حکم **و آتوا حقہ یوم حصادہ** سے دیا حالانکہ یہ سورۃ بھی مکیہ ہے۔
(تفسیر ابن کثیر جلد سوم ص ۲۳۹)۔

(۲) اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **قل ان ربی یبسط الرزق لمن یشآء من عبادہ و یقدر لہ' و ما انفقتم من شئی فھو یخلفہ و ھو خیر الرازقین ہ** (ترجمہ) آپ فرمادیں۔ بے شک میرا رب رزق وسیع فرماتا ہے اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے اور تنگی فرماتا ہے جس کے لیے چاہے۔ اور جو چیز تم (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو وہ اس کے بدلے اور دے گا۔ اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ (پ ۲۲ رکوع ۱۱)۔

مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں۔ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرچ کرو تم پر خرچ کیا جائے گا کہ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا معاف کرنے سے عزت بڑھتی ہے تواضع سے درجات بلند

ہوتے ہیں (نورالعرفان ص ۱۹۰)۔

(۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔من اذی زکوٰۃ مالہ فقد اذھب اللہ شرہ۔ جس شخص نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کے مال کا شر اس سے دور کر دیا۔ اخرجہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ و الطبرانی فی الاوسط و الحاکم فی المستدرک عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما (فتاویٰ رضویہ جلد چھارم ص ۴۳۴)۔

(۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔حصنوا اموالکم بالزکوۃ وداووا مرضاکم بالصدقۃ واعدوا للبلآء الدعآء اپنے مالوں کو مضبوط قلعوں میں کرلو زکوٰۃ دے کر اور اپنے بیماروں کا علاج کرو خیرات سے اور آفت سے بچنے کے لئے دعا تیار کرو۔ رواہ الطبرانی فی لکبیر و ابونعیم فی الحلیۃ و الخطیب فی التاریخ وضعفہ السیوطی (جامع صغیر ص ۱۳۸ ج ۱)

(۵) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔من ادی زکاۃ مالہ فقدادی الحق الذی علیہ ومن زاد فھو افضل۔ جس شخص نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کی اس نے اپنے اوپر لازم ہونے والا حق ادا کر دیا اور جس نے زکوٰۃ پر (نفل صدقہ) بھی دیا تو یہ بہتر ہے۔ رواہ البیھقی فی شعب الایمان عن الحسن مرسلا وضعفہ السیوطی (جامع صغیر ص ۱۶۱ ج دوم)

زکوٰۃ نہ دینے کا وبال

(۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ولا یحسبن الذین یبخلون بمآ اتھم اللہ من فضلہ ھو خیراً لھم ط بل ھو شر لھم ط سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ ط

(ترجمہ) اور جو لوگ اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی بخل کرتے ہیں ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا۔ (پ ۴۔ رکوع ۹)۔

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے گا وہ مال روز قیامت گنجے اژدہے کی شکل بنے گا اور اس کے گلے میں طوق ہو کر پڑے گا۔ پھر آپ نے کتاب اللہ سے اس کی تصدیق پڑھی کہ رب عزوجل فرماتا ہے۔ جس چیز میں بخل کر رہے ہیں قریب ہے کہ طوق بنا کر قیامت کے دن ان کے

گلے میں ڈالی جائے۔ رواہ ابن ماجۃ والنسائی وابن خزیمۃ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔
(فتاوٰی رضویہ ص ۴۳۵ ج ۴)

(۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ اژدہا منہ کھول کر اس کے پیچھے دوڑے گا۔ یہ اس سے بھاگے گا اس سے فرمایا جائے گا کہ لے اپنا وہ خزانہ کہ چھپا کر رکھا تھا کہ میں اس سے غنی ہوں۔ جب دیکھے گا کہ اژدہا سے کہیں مفر نہیں ناچار اپنا ہاتھ اس کے منہ میں دے دے گا تو وہ اسے ایسا چبائے گا جیسے نر اونٹ چباتا ہے۔ رواہ مسلم عن جابر رضی اللہ عنہ (فتاوٰی رضویہ ص ۴۳۵ ج ۴)۔

(۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جب اژدہا اس پر دوڑے گا یہ اس سے پوچھے گا تو کون ہے؟ وہ کہے گا میں تیراوہ بے زکاتی مال ہوں جو تو چھوڑ کر مرا تھا جب وہ دیکھے گا کہ یہ پیچھا کئے جارہا ہے۔ ہاتھ اس کے منہ میں دے دے گا وہ چبائے گا پھر اس کا سارا بدن چباڈالے گا۔ اخرجہ البزار والطبرانی وابن خزیمہ ء وابن حبان عن ثوبان رضی اللہ عنہ (فتاوٰی رضویہ ص ۴۳۵ ج ۴)

(۵) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **والذین یکنزون الذھب و الفضۃ و لا ینفقو نھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم ہ یوم یحمیٰ علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جبا ھھم و جنوبھم و ظھورھم ط ھذا ما کنز تم لا نفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون ہ**

ترجمہ۔ اور وہ لوگ جو جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو جس دن وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں۔ پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں داغیں گے۔ یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لیے جوڑ کر رکھا تھا اب تم اپنے جوڑنے کا مزہ چکھو (پ ۱۰ ارکوع ۱۱)۔

(۶) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ وہ جہنم کا گرم پتھر ان کے سرپستان پر رکھیں گے تو وہ سینہ توڑ کر شانہ سے نکل جائے گا اور شانہ کی ہڈی پر رکھیں گے تو ہڈیاں توڑتا ہوا سینے سے نکلے گا۔ اخرجہ الشیخان عن الاحنف بن قیس (فتاوٰی رضویہ ص ۴۳۴ ج ۴)۔

(۷) اور سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ پتھر پیٹھ توڑ کر کروٹ سے نکلے گا اور گدی توڑ کر پیشانی سے نکلے گا۔ رواہ مسلم۔
(فتاوٰی رضویہ ص ۴۳۵ ج ۴)۔

(۸) اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی روپیہ دوسرے روپے پر نہ رکھا جائے گا نہ کوئی اشرفی دوسری اشرفی پر رکھی جائے گی بلکہ زکوٰۃ نہ دینے والے کا جسم اتنا بڑھا دیا جائے گا کہ لاکھوں کروڑوں جوڑے ہوں تو ہر روپیہ جدا داغ دے گا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر (فتاویٰ رضویہ ص ۴۳۵ ج ۴)۔

زکوٰۃ واجب ہونے کی شرطیں

زکوٰۃ واجب ہونے کے لیے چند شرطیں ہیں:۔

(۱) مسلمان ہونا۔ کافر پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ (۲) بالغ ہونا۔ نابالغ پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ (۳) عقل مند ہونا۔ جنون اگر پورے سال کو گھیر لے تو زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر اوّل اور آخر میں افاقہ ہوتا ہے اگرچہ باقی زمانہ جنون میں گزرتا ہو تو زکوٰۃ واجب ہے۔ بوہرے پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں جب اسی حالت میں سال گزرے اور اگر کبھی کبھی اسے افاقہ بھی ہوتا ہو تو زکوٰۃ واجب ہے۔ غشی والے پر زکوٰۃ واجب ہے اگرچہ غشی کامل سال کو گھیرے ہو۔ (۴) آزاد ہونا غلام پر زکوٰۃ واجب نہیں اگرچہ ماذون یا مکاتب یا ام ولد یا مستسعی ہو۔ (۵) مال بقدر نصاب اس کی ملک میں ہونا۔ اگر نصاب سے کم ہے تو زکوٰۃ واجب نہیں۔ (۶) پورے طور پر نصاب کا مالک ہونا یعنی اس پر قابض ہو۔ (۷) نصاب کا قرضہ سے فارغ ہونا (۸) نصاب کا حاجت اصلیہ سے فارغ ہونا۔ (۹) مال کا نامی ہونا یعنی بڑھنے والا خواہ حقیقۃً بڑھے یا حکماً۔ (۱۰) نصاب پر سال کا گزر جانا۔ (بہار شریعت حصہ پنجم ملتقطاً)

نصاب کی وضاحت

(۱) سونے کا نصاب بیس مثقال ہیں یعنی ساڑھے سات تولے اور چاندی کا نصاب دوسو درہم ہیں یعنی ساڑھے باون تولے۔ سونا چاندی جب بقدر نصاب ہوں تو ان کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے۔ خواہ وہ ویسے ہی ہوں یا ان کے سکے جیسے روپے اشرفیاں یا ان کی چیز بنی ہوئی ہو خواہ اس کا استعمال جائز ہو جیسے عورت کے لیے زیور یا استعمال ناجائز ہو۔ غرض جو کچھ ہو اس سب کی زکوٰۃ واجب ہے۔ مثلاً ساڑھے سات تولے سونا ہے تو ۲ ماشے زکوٰۃ واجب ہے یا ساڑھے باون تولے چاندی ہے تو ایک تولہ ۳ ماشے ۴ رتی واجب ہے۔

(۲) سونے چاندی کے علاوہ تجارت کی کوئی چیز ہو جس کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچے تو

بھی زکوٰۃ واجب ہے یعنی قیمت کا چالیسواں حصہ۔

(۳) نصاب سے زیادہ مال ہے تو اگر یہ زیادتی نصاب کا پانچواں حصہ ہے تو اس کی زکوٰۃ بھی واجب ہے اور پانچواں حصہ نہ ہو تو معاف ہے مال تجارت کا بھی یہی حکم ہے۔

(۴) پیسے جب رائج ہوں اور دو سو درم چاندی یا بیس مثقال سونے کی قیمت کے ہوں تو ان پر بھی زکوٰۃ واجب ہے اگرچہ تجارت کے لیے نہ ہوں۔ یونہی نوٹوں پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ جب تک ان کا رواج اور چلن ہو کہ یہ بھی ثمن اصطلاحی ہیں اور پیسوں کے حکم میں ہیں۔

(۵) چالیس سے کم بکریاں ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں اور چالیس ہوں تو ایک بکری واجب ہے یہی حکم ایک سو بیس بکریوں تک ہے۔ اور ایک سو اکیس بکریوں میں دو بکریاں واجب ہیں اور دو سو ایک میں تین اور چار سو میں چار پھر ہر سو میں ایک بکری واجب ہے اور جو دو نصابوں کے درمیان میں ہے معاف ہے۔

(۶) تیس سے کم گائیں ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں اور جب تیس ہوں تو ان کی زکوٰۃ ایک تبیع یعنی سال بھر کا بچھڑا یا تبعیہ سال بھر کی بچھڑی واجب ہے اور چالیس گایوں میں ایک دو سالہ بچھڑا یا بچھڑی واجب ہے۔ بھینس گائے کے حکم میں ہے۔

دین میں زکوٰۃ کا مسئلہ

جو مال کسی پر دین (قرضہ) ہو اس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) قوی دین۔ جیسے قرض اور مال کا ثمن یا مال تجارت کا کرایہ۔ اس قسم کے دین کی زکوٰۃ بحالت دین ہی سال بہ سال واجب ہوتی رہے گی۔ مگر واجب الاداء اس وقت ہے۔ جب نصاب کا پانچواں حصہ وصول ہو جائے مگر جتنا وصول ہوا اتنے ہی کی زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہو گی۔ یعنی چالیس درہم وصول ہوئے تو ایک درہم کی ادائیگی واجب ہو گی۔

(۲) متوسط دین۔ کہ کسی مال غیر تجارتی کا بدل ہو مثلاً گھر کا غلہ یا سواری کا گھوڑا یا اور کوئی شئے حاجت اصلیہ کی بیچ ڈالی اور درہم خریدار پر قرضہ ہیں اس صورت میں زکوٰۃ دینا اس وقت واجب ہو گا جب کہ نصاب یعنی دو سو درہم پر قبضہ ہو جائے۔

یونہی اگر مورث کا دین اسے ترکہ میں ملا اگرچہ مال تجارت کا عوض ہو۔ وارث پر اس کی زکوٰۃ اس وقت دینا

واجب ہوگی جب نصاب وصول ہو جائے گا اور مورث کی موت پر سال گزر جائے گا۔

(۳) ضعیف دین۔ جو مال کے غیر کا بدل ہو جیسے مہر یا بدل خلع یا مکان یا دکان کہ بہ نیت تجارت خریدی نہ تھی اس کا کرایہ کرایہ دار پر واجب ہو اس میں زکوٰۃ دینا اس وقت واجب ہوگا جب نصاب پر قبضہ کے بعد سال گذر جائے گا اور اگر اس کے پاس کوئی نصاب اس جنس کا ہو اور اس پر سال تمام گزر گیا ہو تو اس کی بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (بہار شریعت حصہ پنجم ملتقطاً)۔

مصارف زکوٰۃ کا بیان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **انما الصدقات للفقرآء والمساکین والعاملین علیھا والمئولفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل ط فریضۃ من اللہ ط واللہ علیم حکیم**O(پارہ ۱۰ رکوع ۱۴)

صدقات فقرآء و مساکین کیلئے ہیں اور ان لوگوں کیلئے ہیں جو اس کام پر مقرر ہیں اور وہ جن کے قلوب کی تالیف مقصود ہے اور گردن چھڑانے میں اور تاوان والے کے لئے اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کے لئے۔ یہ اللہ کی طرف سے مقرر کرنا ہے۔ اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

زکوٰۃ کے مصارف سات ہیں۔ (۱) فقیر (۲) مسکین (۳) عامل (۴) رقاب (۵) غارم (۶) فی سبیل اللہ (۷) مسافر۔ فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ مال ہو مگر نہ اتنا کہ نصاب کو پہنچے یا نصاب کی قدر ہو تو اس کی حاجت اصلیہ میں مستغرق ہو۔ مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کے کھانے اور بدن چھپانے کے لئے لوگوں سے سوال کرنے کا محتاج ہو۔ عامل وہ شخص ہے جسے بادشاہ اسلام نے زکوٰۃ وعشر وصول کرنے کے لئے مقرر کیا ہو۔ رقاب سے مراد مکاتب غلام ہے کہ زکوٰۃ کے مال سے بدل کتابت ادا کرے اور غلامی سے اپنی گردن چھڑائے۔ غارم سے مراد مقروض ہے یعنی جس پر اتنا قرضہ ہو کہ اسے نکالنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے اگرچہ اس کا اوروں پر باقی ہو مگر لینے پر قادر نہ ہو۔ فی سبیل اللہ کی چند صورتیں ہیں۔ مجاہد جو سواری اور زاد راہ کا محتاج ہو۔ حج کا ارادہ رکھنے والا فقیر، دین کا علم سیکھنے والا کہ فقیر ہو۔ یونہی ہر نیک کام جس میں تملیک ممکن ہو۔ مسافر سے مراد وہ شخص ہے جس کے پاس دوران سفر مال نہ رہا ہو مگر اسی قدر لے جس سے اس کی حاجت پوری ہو جائے، زیادہ کی اجازت نہیں۔ (بہار شریعت حصہ پنجم ملتقطاً)

کن لوگوں کو زکوٰۃ دینا درست نہیں

(۱)۔اپنی اصل یعنی ماں باپ دادا دادی نانا نانی جن کی اولاد میں سے یہ ہے اور اپنی اولاد یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔(۲)عورت اپنے شوہر کو اور مرد اپنی بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے اگرچہ طلاق بائن بلکہ تین طلاقیں دے چکا ہو جبکہ وہ عدت میں ہو۔(۳)۔جو شخص صاحب نصاب ہے ایسے کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔(۴)غنی کے نابالغ بچے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔(۵)ذمی کافر کو نہ زکوٰۃ دے سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی اور صدقہ واجبہ جیسے نذر و کفارہ و صدقۂ فطر۔(۶)جن لوگوں کی نسبت بیان کیا گیا کہ انہیں زکوٰۃ دے سکتے ہیں ان سب کا فقیر ہونا شرط ہے سوا عامل کے کہ اس کے لئے فقیر ہونا شرط نہیں اور مسافر اگرچہ غنی ہو اس وقت حکم فقر میں ہوتا ہے۔باقی کسی کو جو فقیر نہ ہو اسے زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔(۷)زکوٰۃ ادا کرنے میں یہ ضرور ہے۔کہ جسے دیں مالک بنا دیں اباحت کافی نہیں لہذا مال زکوٰۃ مسجد میں صرف کرنا یا اس سے میت کو کفن دینا یا میت کا قرضہ ادا کرنا۔پل۔سرائے سقایہ سڑک بنوا دینا۔نہر یا کنواں کھدوا دینا یا کتاب وغیرہ کوئی چیز خرید کر وقف کر دینا کافی نہیں ہے۔(۸)بد مذہب کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں یونہی وہابیۂ زمانہ کہ توہین خدا و تنقیص شان رسالت کرتے اور شائع کرتے ہیں۔جن کو اکابر علمائے حرمین طیبین نے بالاتفاق کافر و مرتد فرمایا اگرچہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہیں انہیں زکوٰۃ دینا حرام و سخت حرام ہے اور دی تو ہرگز ادا نہ ہوگی۔(بہار شریعت حصہ پنجم ملتقطاً)

مدارس دینیہ میں زکوٰۃ دینا

بہت سے لوگ اپنی زکوٰۃ اسلامی مدارس میں بھیج دیتے ہیں۔ان کو چاہیے کہ متولی مدرسہ کو اطلاع دیں کہ مال زکوٰۃ ہے۔تاکہ متولی اس مال کو جدا رکھے اور مال میں نہ ملائے اور غریب طلباء پر صرف کرے۔کسی کام کی اجرت میں نہ دے ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔(بہار شریعت حصہ پنجم ص ۵۸)

اگر عالم فقیر ہو تو اسے زکوٰۃ دینا جاہل کو دینے سے افضل ہے۔مگر عالم کو دے تو اس کا لحاظ رکھے کہ اس کا اعزاز مدنظر ہو ادب کے ساتھ دے جیسے چھوٹے بڑوں کو نذر دیتے ہیں اور معاذ اللہ عالم دین کی حقارت اگر قلب میں آئی تو یہ ہلاکت اور بہت سخت ہلاکت ہے(بہار شریعت حصہ پنجم ص ۵۸)

اہل سنت و جماعت(بریلوی مسلک)کے دینی مدارس زکوٰۃ و صدقات کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔جن

کو حکومت وقت کی طرف سے کوئی مالی امداد نہیں ملتی ۔ (ہفت روزہ محبوب حق فیصل آباد)

بنی ھاشم کو زکوٰۃ دینا

بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا چاہے تو حیلہ کر کے دے یعنی کسی غیر ہاشمی فقیر کو دے وہ انہیں اپنی طرف سے دے دے ۔ اسی طرح جن کاموں میں زکوٰۃ صرف نہیں ہو سکتی مثلاً میت کا کفن دفن یا مسجد وغیرہ کی تعمیر ان میں بھی حیلہ کر کے دے سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۔

زکوٰۃ کے بعض ضروری مسائل

(۱) زکوٰۃ وغیرہ صدقات میں افضل یہ ہے کہ اولاً اپنے بھائیوں بہنوں کو دے پھر ان کی اولاد کو پھر چچا اور پھوپھیوں کو پھر ان کی اولاد کو پھر ماموں اور خالہ کو پھر ان کی اولاد کو پھر ذوی الارحام یعنی رشتہ داروں کو پھر پڑوسیوں کو پھر اپنے پیشہ والوں کو پھر اپنے شہر یا گاؤں کے رہنے والوں کو دوسرے شہر کو زکوٰۃ بھیجنا مکروہ ہے مگر جبکہ وہاں اس کے رشتہ والے ہوں یا وہاں کے لوگوں کو زیادہ حاجت ہے یا زیادہ پرہیز گار ہیں یا مسلمانوں کے حق میں وہاں بھیجنا زیادہ نافع ہے یا طالب علم کے لئے بھیجے یا دارالحرب میں ہے اور زکوٰۃ دارالاسلام میں بھیجے یا سال تمام سے پہلے بھیج دے ان سب صورتوں میں دوسرے شہر کو بھیجنا بلا کراھت جائز ہے ۔ جس شخص کی ملک میں کھیت ہیں جن کی کاشت کرتا ہے مگر پیداوار اتنی نہیں جو سال بھر کی خوراک کے لئے کافی ہو تو اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں اگر چہ کھیت کی قیمت دو سو درہم یا زائد ہو ۔ طالب علم کہ جس نے اپنے آپ کو طلب علم کے لئے فارغ کر رکھا ہو اسے زکوٰۃ دے سکتے ہیں بلکہ وہ سوال کر کے بھی زکوٰۃ لے سکتا ہے ۔ زکوٰۃ دیتے وقت یا مال زکوٰۃ جدا کرتے وقت نیت زکوٰۃ شرط ہے ۔ سال بھر خیرات کرتا رہا اب نیت زکوٰۃ کرے تو زکوٰۃ ادا نہ ہو گی ہاں اگر اس کا دیا ہوا مال بعینہٖ فقیر کے پاس موجود ہو تو اب نیت زکوٰۃ کرنے سے ادا ہو جائے گی ۔

زکوٰۃ دیتے وقت فقیر کو یہ بتانا شرط نہیں کہ یہ مال زکوٰۃ ہے بلکہ اگر زکوٰۃ کی نیت سے فقیر کو مال دے اور اسے کہہ دے کہ یہ ہدیہ کا مال ہے یا عیدی ہے تو بھی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی ۔

مال تجارت میں سال گذرنے پر جو قیمت ہو گی اس کا اعتبار ہو گا قیمت خرید کا اعتبار نہیں ۔ امام مسجد کو تنخواہ میں بھر اکر کے اپنے مال کی زکوٰۃ دی تو ادا نہ ہوئی ہاں تنخواہ کے علاوہ اسے محض فقیر سمجھ کر دے دی تو ادا ہو گئی ۔

جو مال گم ہو گیا یا دریا میں گر گیا یا کسی نے غصب کر لیا اور اس کے پاس غصب کے گواہ نہ ہوں یا جنگل میں دفن کر دیا اور یہ یاد نہ رہا کہ کہاں دفن کر دیا تھا یا انجان کے پاس امانت رکھی پھر یہ اموال مل گئے تو جب تک نہ ملے تھے اس زمانے کی زکوٰۃ واجب نہیں۔

حاجت اصلیہ یعنی جس مال کی طرف زندگی بسر کرنے میں آدمی کو ضرورت ہے اس میں زکوٰۃ واجب نہیں جیسے رہنے کا مکان، جاڑے گرمیوں میں پہننے کے کپڑے خانہ داری کے سامان۔ سواری کے جانور۔ خدمت کی لئے لونڈی نوکر۔ آلات حرب (مجاہد کے ہتھیار) پیشہ وروں کے اوزار (مثلاً سلائی مشین وغیرہ) اہل علم کے لئے حاجت کی کتابیں۔ کھانے کے لئے غلہ۔ کفار و بد مذہب کے رد اور اہل سنت کی تائید میں جو کتابیں عالم دین کے پاس ہوں وہ حاجت اصلیہ سے ہیں۔ غیر عالم دین کو تو (بد مذھبوں کی کتابیں) دیکھنا ہی جائز نہیں۔

زکوٰۃ کے باب میں سال سے مراد قمری سال ہے یعنی چاند کے مہینوں سے بارہ مہینے۔ شروع سال اور آخر سال میں نصاب کامل ہے تو درمیان سال میں نصاب میں کمی ہوگئی تو یہ کمی کچھ اثر نہ کرے گی یعنی زکوٰۃ واجب ہے۔ جو شخص مالک نصاب ہے اگر درمیان سال میں اسی جنس کا کچھ اور مال اسے حاصل ہو تو اس نئے مال کا جدا سال نہیں بلکہ پہلے مال کا سال تمام اس کے لئے بھی سال تمام ہے اگر چہ سال تمام سے ایک ہی منٹ پہلے یہ حاصل ہوا ہو۔ خواہ وہ مال اس کے پہلے مال سے حاصل ہوا یا میراث و ہبہ یا اور کسی جائز ذریعہ سے۔ (بہار شریعت حصہ پنجم ملتقطاً)۔

مزید مسائل کے لئے راقم فقیر حیدری رضوی **غفر اللہ لہٗ** کا رسالہ **الکلم العالیۃ فی المسائل المالیۃ مطبوعہ جامعہ عثمانیہ سیکٹر ایف ون میرپور آزاد کشمیر** کا مطالعہ فرمائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۸ ربیع الآخر ۱۴۲۳ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ستائیسواں مقالہ

انوار شب برأت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العلمین و الصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد و علیٰ الہ و اصحابہ اجمعین امّا بعد۔عزیز القدر عزیزم قاری مولانا محمد افرا ہیم حسن حنۃ پانوی ناظم انجمن عاشقان مصطفٰے میلا دنگر (دہربازار) تحصیل ہجیرہ ضلع پونچھ آزاد کشمیر کی فرمائش پر یہ مختصر رسالہ "انوار شب برأت" لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ اس دینی سعی کو شرف مقبولیت بخشے اور ذریعۂ نجات بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

آیات کریمہ

حمٓo والکتاب المبین o انّا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ انّا کنّا منذرین o فیھا یفرق کل امر حکیم امراً من عندنا انا کنّا مرسلین o رحمۃً من ربک ط انّہ ھو السمیع العلیم o ربّ السمٰوٰت والارض وما بینھما م ان کنتم موقنین o

(۲۵ رکوع ۱۴۔سورۃ الدخان رکوع ۱)

(ترجمہ) حمٓ قسم اس روشن کتاب کی۔ بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا۔ بیشک ہم ڈرسنانے والے ہیں۔اس رات میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام ہمارے پاس کے حکم سے۔بے شک ہم بھیجنے والے ہیں۔تمہارے ربّ کی طرف سے رحمت بیشک وہی سنتا جانتا ہے۔وہ جو ربّ ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کا۔اگر تمہیں یقین ہو۔(کنزالایمان)

یہاں لیلۃ مبارکہ سے مراد شب برأت ہے یا شب قدر

اس آیت کریمہ میں لیلۃ مبارکہ کے بارہ میں مفسّرین کا اختلاف ہے۔بعض مفسرین شب قدر مراد لیتے ہیں اور بعض شب برأت۔امام ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی لکھتے ہیں (قولہ فی لیلۃ مبارکۃ) قال قتادۃ وابن زید ھی لیلۃ القدر انزل اللہ القرآن فی لیلۃ القدر من ام الکتاب الی السماء الدنیا ثم نزل بہ جبرئیل علی النبی صلی اللہ علیہ و سلم نجوماً فی عشرین سنۃ وقال آخرون ھی لیلۃ النصف من شعبان اخبرنا عبدالواحد الملیحی الی آخر السند عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ینزل اللہ جل ثناءہ لیلۃ النصف

من شعبان الی السمآء الدنیا فیغفر لکل نفس الاّ انساناً فی قلبه شحنآء او مشرکاًباللہ.

قتادہ اور ابن زید نے کہا ہے کہ اس آیت کریمہ میں لیلہ مبارکہ سے مراد لیلۃ القدر ہے۔ اس رات میں اللہ تعالیٰ نے پورا قرآن لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتارا پھر جبریل اسے بیس برس تک تھوڑا تھوڑا نبی علیہ السلام پر اتارتے رہے اور دوسرے مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہاں لیلہ مبارکہ سے مراد شعبان کی پندرھویں رات ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ جل ثناءہ شعبان کی پندرھویں شب آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے پھر سوائے اس انسان کے جس کے دل میں (کسی مسلمان کی ناحق) دشمنی ہے یا وہ اللہ کا کسی چیز کو شریک ٹھہراتا ہے سب انسانوں کی بخشش فرما دیتا ہے۔ (معالم التنزیل ص ۱۴۳ ج ٦)

اکثر مفسرین کے نزدیک لیلہء مبارکہ شب براٗت ہے

سید الاولیاء والاغواث شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ **(قوله تعالیٰ فی لیلة مبارکة) هی لیلة النصف من شعبان وهی لیله البرأة وقال ذلک اکثر المفسرین سوی عکرمة فانهٗ قال هی لیلة القدر. آیت کریمه انا انزلناه فی لیلة مبارکه** میں لیلۃ مبارکہ شعبان کی پندرھویں رات ہے اور یہی لیلۃ البراٗۃ بھی ہے۔ اور یہ عکرمہ کے سوا اکثر مفسرین کا قول ہے اور عکرمہ کے نزدیک اس سے مراد لیلۃ القدر ہے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۱۸۹ جلد اوّل)

لیلۃ مبارکہ کی وجہء تسمیہ

سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ **ومنها سمّی لیلة البراءة مبارکة لما فیها من نزول الرحمة والبرکة والخیر و العفو والغفران لاهل الارض روی عن علی بن ابی طالب کرم الله وجهه عن النبی صلی الله علیه و سلم انه قال ینزل الله فی لیلة النصف من شعبان الی السمآء الدنیا فیغفر لکل مسلم اّلا لمشرک او مشاحن او قاطع رحم او امرأة تبغی فی فرجها.**

لیلۃ البراٗۃ کو لیلۃ مبارکہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس رات میں زمین والوں پر اللہ کی رحمتیں، برکتیں، خیراتیں، بخششیں اور مغفرتیں نازل ہوتی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں شب آسمان دنیا پر اترتا ہے پھر ہر مسلمان کی بخشش فرما دیتا ہے سوائے شرک کرنے والے کے یا دشمنی رکھنے والے کے یا قطع رحمی کرنے والے کے اور اس عورت کے جو اپنی فرج کے بارہ میں بغاوت کرنے والی ہو۔ (غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۸۹)

لیلۃ البراءۃ کی وجہ تسمیہ

سیّدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **وقیل سمیت لیلۃ البراءۃ لان فیھا براء تان براءۃ الاشقیاء من الرحمٰن وبراءۃ الاولیآء من الخذلان**۔ اور کہا گیا ہے کہ شعبان کی پندرھویں شب کو لیلۃ البراءۃ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں دو برائتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ اشقیاء رحمٰن سے بری ہوتے ہیں اور دوسری یہ کہ اولیآء اللہ ذلت و رسوائی سے بری ہوتے ہیں۔

(غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۹۲)

شب برأت کی برکتیں

امام احمد صاوی فرماتے ہیں شب برأت کے چار نام ہیں۔ **لیلہ مبارکہ، لیلہ برات، لیلہ رحمہ اور لیلہ صک**. اس رات کی عبادت کی فضیلت میں یہ روایت ہے کہ جو شخص اس رات میں ایک سو رکعت نماز پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک سو فرشتے بھیج دیتا ہے (ان میں سے) تیس فرشتے اسے جنت کی خوشخبری دیتے ہیں اور تیس فرشتے اسے عذاب دوزخ سے محفوظ ہونے کی خبر سناتے ہیں۔ تیس فرشتے اس سے دنیا کی آفتیں دور کرتے ہیں اور دس فرشتے اسے شیطان کے مکروفریب سے بچاتے ہیں۔

اس رات میں رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں امت پر بنی کلب قبیلہ کی بکریوں کے بالوں کی تعداد برابر لوگوں پر رحمت نازل فرماتا ہے اور اس رات میں بخشش حاصل ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رات میں سوائے نجومی، جادوگر، شراب کے عادی، والدین کے نافرمان اور زنا کے عادی کے سب مسلمانوں کی بخشش فرما دیتا ہے اور اس رات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان کی تمام امت کے بارہ میں شفاعت عطا فرمائی ہے اور وہ اس طرح سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرھویں شعبان کی رات میں اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کی شفاعت مانگی تو انہیں امت کے تیسرے حصے کی شفاعت عطا کی گئی۔ پھر چودھویں شعبان کی رات میں شفاعت مانگی تو آپ کو امت کے دو تہائی

حصوں کی شفاعت عطا کی گئی پھر پندرھویں شعبان کی رات میں شفاعت مانگی تو آپ کو ساری امت کی شفاعت عطا کی گئی الامن شرد عن الله شرود البعیر ہاں اس شخص کے بارہ میں آپ کو حق شفاعت نہ دیا گیا جو اونٹ کے بدکنے کی طرح اللہ کے دروازہ سے بدک گیا ہوگا (تفسیرات صاویہ جلد چہارم ص ۵۱)

شب برأت کی فضیلتیں

شب برأت کی فضیلت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں قرآن مجید کا نزول ہوا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **حٰمٓ والکتاب المبین انا انزلناه فی لیلة مبارکة**. حٰمٓ۔ قسم اس روشن کتاب کی۔ بے شک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا۔ (سورہ الدخان)

۲) شب برأت انتظام عالم کی رات ہے۔ چنانچہ حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان **فیها یفرق کل امر حکیم** (اس رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ پندرھویں شعبان کی رات کو پورے سال کے کام تمام ہو جاتے ہیں۔ اور زندے لکھے جاتے ہیں۔ اور حاجی قلمبند کیے جاتے ہیں پھر اس سے نہ کوئی بڑھتا ہے اور نہ کم ہوتا ہے۔ **رواه ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم**۔ اور اکثر علماء کا یہ مذہب ہے کہ یہ کتابت امور لیلۃ القدر میں مکمل ہوتی ہے اور اس کتابت کی ابتداء شب برأت میں ہوتی ہے۔ (ماثبت من السنہ ص ۲۶۴)

۳)۔ شب برأت میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے **ان الله تعالیٰ لیطلع فی لیلة النصف من شعبان فیغفر لجمیع خلقه الا لمشرک او مشاحن او قاطع رحم**۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات میں ظہور فرماتا ہے تو مشرک اور کینہ پرور اور قطع رحمی کرنے والے کے سوا اپنی سب مخلوق کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ رواہ ابن ماجہ عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ (ماثبت من السنہ ص ۲۶۴)

۴)۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شعبان کی پندرھویں رات ہو تو اس میں قیام کرو اور اس کے دن میں روزہ رکھو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس رات میں سورج غروب ہونے کے وقت آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے پھر کہتا ہے **الا من مستغفر فاغفر له الا من مسترزق فارزقه الا من مبتلی فاعافیه الا کذا الا کذا حتی یطلع الفجر**۔ خبردار ہے کوئی شخص

جو مجھ سے مغفرت مانگے تو میں اسے بخش دوں۔ خبردار ہے کوئی شخص جو مجھ سے روزی مانگے تو میں اسے رزق عنایت کروں۔ خبردار ہے کوئی مصیبت زدہ جو مجھ سے عافیت مانگے تو میں اسے عافیت دوں۔ خبردار ہے کوئی ایسا۔ خبردار ہے کوئی ایسا۔ حتیٰ کہ صبح صادق ہو جاتی ہے رواہ ابن ماجہ (ماثبت من السنہ ص ۲۶۲)

۵)۔ راشد ابن سعد سے مرسلاً مروی ہے کہ اللہ چار راتوں میں خیر و برکت کھول دیتا ہے۔ عیدالبقر کی رات میں عیدالفطر کی رات میں پندرھویں شعبان کی رات میں کہ اس میں مدت حیات اور رزق لکھا جاتا ہے۔ اور اس میں حاجی لکھے جاتے ہیں اور لیلۃ عرفہ میں آذان فجر تک **اتانی جبرائیل فقال ھذہ لیلۃ النصف من شعبان و للہ فیھا عتقآء من النار بعدد شعر غنم کلب** ۔ میرے پاس جبرائیل حاضر ہوئے اور کہا کہ یہ شعبان کی پندرھویں شب ہے اللہ تعالیٰ اس شب میں بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر اپنے بندوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے رواہ البیھقی (ماثبت من السنہ ص ۲۶۴)

۶) محدث دیلمی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ چار راتوں میں خیر کثیر برساتا ہے۔ عیدالبقر کی رات، عیدالفطر کی رات، پندرھویں شعبان کی رات اور رجب کی پہلی رات (مکاشفۃ القلوب ص ۳۰۰)

۷)۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے والئی بصرہ کو لکھا۔ تم پر چار راتیں سال میں لازم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان میں اپنی رحمت پوری طرح انڈیلتا ہے۔ رجب کی پہلی رات، شعبان کی پندرھویں رات، رمضان کی ستائیسویں رات اور عیدالفطر کی رات (غنیۃ الطالبین ص ۱۷۹ ج ۱)

۸)۔ خالد بن معدان فرماتے ہیں جو شخص سال میں پانچ راتوں کی عبادت پر محافظت کرے ان کے ثواب کی امید پر اور ان کے وعدہ کی تصدیق سے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا رجب کی پہلی رات میں بیداری کرے اور اس کے دن کا روزہ رکھے۔ عیدالفطر اور عیدالبقر کی راتوں میں قیام کرے اور ان کے دنوں کا روزہ نہ رکھے۔ شعبان کی پندرھویں رات میں قیام کرے اور اس کے دن کا روزہ رکھے اور دس محرم کی رات کا قیام کرے اور اس کے دن میں روزہ رکھے (غنیۃ الطالبین ص ۱۷۹)

۹)۔ محدث دیلمی حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ راتوں میں دعاء رد نہیں کی جاتی۔ رجب کی پہلی رات میں، شعبان کی پندرھویں رات میں، جمعہ کی رات میں، عیدالفطر کی رات میں اور عیدالبقر کی رات میں (مراقی الفلاح ص ۲۱۹)

شب برأت میں اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ ابوالنصر اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ نصف شعبان کی رات میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری چادر کے اندر سے خاموشی سے نکل گئے۔ اس طرح حضور کے نکل جانے سے مجھے یہ گمان ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور بی بی کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ میں نے اٹھ کر آپ کو حجرے میں تلاش کیا تو میرے ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں سے چھوئے۔ آپ اس وقت سجدہ میں دعا پڑھ رہے تھے۔ میں نے آپ کی دعا کے یہ الفاظ حفظ کر لیے۔ **سجد لک سوادی و خیالی و آمن بک فؤادی ابوء لک بالنعم واعترف لک بالذنب ظلمت نفسی فاغفرلی انہ لا یغفر الذنوب الا انت اعوذ بعفوک من عقوبتک واعوذ برحمتک من نقمتک واعوذ برضاک من سخطک واعوذبک منک لااحصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک.**

(ترجمہ) یا اللہ میرا جسم اور میرا دل تجھے سجدہ کرتا ہے۔ میرا دل تجھ پر ایمان لایا ہے اور میں تیری نعمتوں کا شکرادا کرتا ہوں، میں اپنی لغزشوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میں نے اپنے آپ پر زیادتی کی ہے۔ تو مجھے بخش دے۔ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں ہے۔ میں تیرے عذاب سے بچنے کے لئے تیری پناہ میں آتا ہوں اور تیرے غضب سے بچنے کے لئے تیری رضا کا طالب ہوں تیرے عذاب سے امن میں رہنے کے لئے تجھ سے درخواست کرتا ہوں۔ تیری حمد وثنا کوئی بیان نہیں کرسکتا جس طرح تو نے اپنی ثنا خود بیان کی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ صبح تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں مصروف رہے۔ آپ کبھی کھڑے ہو جاتے اور کبھی بیٹھ کر عبادت کرتے یہاں تک کہ پاؤں سوج گئے۔ میں آپ کے پاؤں دبانے لگی اور عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے صدقے آپ کے اگلوں پچھلوں کے گناہ بخش نہیں دیئے ہیں؟۔ کیا اس نے آپ پر کرم نہیں کیا ہے؟ کیا اس نے آپ پر مہربانی نہیں فرمائی ہے؟ فرمایا **یا عائشۃ افلا اکون عبداً شکورا. هل تدرین مافی هذه اللیلة** اے عائشہ کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں۔ جانتی ہو کہ اس رات میں کیا بات ہے؟۔ میں نے عرض کیا۔ آپ ہی فرمائیں کہ اس رات میں کیا بات ہے؟۔ فرمایا **فیها یکتب کل مولود فی هذه السنة وفیها یکتب کل**

میت وفیھا تنزل ارزاقھم وفیھا ترفع اعمالھم و افعالھم ۔اس رات میں سال بھر میں پیدا ہونے والے ہر بچے کا نام لکھا جاتا ہے۔ اور اس میں ہر مرنے والا لکھا جاتا ہے اور اس میں مخلوق کی روزیاں تقسیم کی جاتی ہیں اور اس میں ان کے اعمال وافعال اٹھائے جاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جو اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل ہوگا۔ فرمایا، کوئی شخص بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ میں نے عرض کیا۔ کیا آپ بھی؟ ۔ فرمایا ہاں میں بھی۔ مگر اس وقت جب اللہ مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لے گا۔ اس کے بعد حضور نے اپنا دست مبارک اپنے چہرہ اور سر پر پھیرا (غنیۃ الطالبین ص ۱۹۰ ج ۱)

اور یہی بزرگ اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا اے عائشہ یہ کونسی رات ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا یہ شعبان کی پندرھویں رات ہے **فیھا ترفع اعمال الدنیا و اعمال العباد ولله فیھا عتقآء من النار بعدد شعر غنم کلب** ۔اس رات میں دنیا والوں کے اعمال اور بندوں کے افعال اٹھائے جاتے ہیں اور اس رات میں اللہ تعالیٰ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر دوزخیوں کو آزادی بخشتا ہے۔ پھر فرمایا کیا تو مجھے آج کی رات کی عبادت کی مہلت دے گی میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ (یہ سن کر) آپ نماز میں مشغول ہو گئے۔ پہلی رکعت میں آپ نے سورۃ فاتحہ اور ایک چھوٹی سورت پڑھی پھر آدھی رات تک سجدہ میں رہے پھر کھڑے ہو کر دوسری رکعت میں بھی فاتحہ اور ایک چھوٹی سورت پڑھی پھر سجدہ میں چلے گئے اور طلوع فجر تک سجدہ میں رہے۔ میں آپ کو دیکھتی رہی یہاں تک کہ مجھے شک گذرا کہ آپ کی روح قبض کر لی گئی ہے۔ پھر جب یہ حالت کافی دیر رہی تو میں نے آپ کے تلووں کو چھوڑا تو آپ نے حرکت کی۔ میں نے آپ کو سجدہ میں یہ الفاظ پڑھتے ہوئے سنا۔ **اعوذ بعفوک من عقابک واعوذ برضاک من سخطک واعوذبک منک جل ثناء ک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک** ۔صبح کے وقت میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ نے سجدہ میں وہ کلمات کہے تھے جو میں نے آپ کو کہتے کبھی نہیں سنا۔ فرمایا کیا تو نے انہیں یاد کر لیا ہے۔ عرض کا جی ہاں۔ فرمایا خود بھی یاد کر لو اور دوسروں کو بھی سکھاؤ۔ کیونکہ مجھے جبرائیل نے یہ کلمات سجدہ میں پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ (غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۹۰)

اور یہی بزرگ اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گم پایا تو میں ان کی تلاش میں نکلی۔ اچانک آپ کو جنت البقیع میں اس حال میں موجود پایا کہ آپ سر اٹھائے آسمان کو دیکھ رہے تھے اور مجھے فرمایا کیا تجھے اس بات کا اندیشہ تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تیری حق تلفی کریں گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا گمان یہ تھا کہ آپ کسی بی بی کے ہاں تشریف لے گئے ہیں۔ فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندھویں رات میں آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے پھر بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ گناہ گاروں کو بخشتا ہے۔

(غنیۃ الطالبین ص ۱۹۱ ج ۱)

اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شعبان کی پندرھویں شب میرے پاس جبرائیل آئے اور عرض کیا۔ آسمان کی طرف دیکھیے۔ میں نے اس سے پوچھا یہ کونسی رات ہے؟ انہوں نے عرض کیا یہ وہ رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے تین سو دروازے کھول دیتا ہے اور ہر شخص کو بخشتا ہے جس نے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو بشرطیکہ وہ جادوگر نہ ہو اور نہ ہی کاہن ہو اور نہ ہی سودخور ہو اور نہ ہی زانی ہو اور نہ ہی شراب کا عادی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی بخشش نہیں فرماتا جب تک یہ لوگ توبہ نہ کریں۔ پھر جب رات کا چوتھائی حصہ گذر گیا تو جبرائل پھر آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آسمان کو دیکھیے۔ میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ جنت کے دروازے کھلے ہیں۔ پہلے دروازہ پر ایک فرشتہ آواز سے کہہ رہا ہے خوشی ہو اس کے لئے جو اس رات میں رکوع کرے۔ دوسرے دروازہ پر ایک فرشتہ آواز سے کہہ رہا ہے خوشی ہو اس کے لئے جو اس رات میں سجدہ کرے۔ تیسرے دروازہ پر ایک فرشتہ آواز سے کہہ رہا ہے خوشی ہو اس کے لئے جو اس رات میں دعائیں مانگے۔ چوتھے دروازہ پر ایک فرشتہ آواز سے کہہ رہا ہے خوشی ہو اس کے لئے جو اس رات میں ذکر الٰہی کرے۔ پانچویں دروازہ پر ایک فرشتہ آواز سے کہہ رہا ہے خوشی ہو اس کے لئے جو اس رات میں خوف الٰہی میں روئے۔ چھٹے دروازہ پر ایک فرشتہ آواز سے کہہ رہا ہے خوشی ہو اس کے لئے جو اس رات میں مسلمان ہے اور ساتویں دروازہ پر ایک فرشتہ آواز سے کہہ رہا ہے کوئی مانگنے والا ہے کہ اس کا سوال پورا کیا جائے اور آٹھویں دروازہ پر ایک فرشتہ آواز سے کہہ رہا ہے کہ کوئی اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنے والا ہو کہ اس کے گناہ بخش دیے جائیں۔ حضور نے پوچھا اے جبرائیل یہ دروازے کس وقت تک کھلے رہیں گے؟ انہوں نے عرض کیا اول شب سے

طلوع فجر تک ۔ پھر عرض کیا ۔ یا محمد ان للہ تعالیٰ فیھا عتقآء من النار بعدد شعر غنم کلب ۔ یارسول اللہ اس رات میں اللہ تعالیٰ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد جتنے گناہگاروں کو دوزخ سے آزاد فرماتا ہے (غنیۃ الطالبین حصہ اوّل ص ۱۹۱)

شب برأت کے نوافل

علماء امت نے شب برأت کے نوافل کی درج ذیل ترکیبیں لکھی ہیں ۔

۱۔ سیدنا غوث اعظم محبوب سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں شعبان کی رات میں جو نفل بزرگوں سے منقول ہیں ان کی تعداد ایک سو رکعت ہے اور ان میں ایک ہزار مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھی جاتی ہے ۔ یعنی ہر رکعت میں دس مرتبہ یہ سورت پڑھی جاتی ہے ۔ اس نماز کا نام صلوٰۃ الخیر ہے ۔ و تتفرق برکتھا و کان السلف الصالح یصلونھا جماعۃ مجتمعین لھا و فیھا فضل کثیر و ثواب جزیل ۔ اس نماز کی برکت پھیلتی ہے اور سلف صالحین یہ نماز باجماعت پڑھتے تھے اور اس میں بڑا فضل اور بڑا ثواب ہے اور حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ مجھ سے تیس صحابیوں نے روایت بیان کی ہے کہ جو شخص اس رات میں یہ نماز پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی طرف ستر مرتبہ نظر رحمت فرماتا ہے اور ہر نظر کے ہمراہ اس کی ستر حاجتیں پوری کردیتا ہے ان حاجتوں میں سب سے ادنیٰ درجہ کی حاجت اس کی مغفرت ہوتی ہے ۔

(غنیۃ الطالبین ص ۱۹۲ ج ۱)

۲۔ امام عبدالرحمٰن صفوری لکھتے ہیں ۔ و فی کتاب البرکۃ عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم من صلّی لیلۃ النصف من شعبان اثنتی عشرۃ رکعۃ یقرأ فی کل رکعۃ فاتحۃ الکتاب و قل ھو اللہ احد احد عشر مرّات محیت عنہ سیئاتہ و بورک لہ فی عمرہ ۔ کتاب البرکہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص شب برأت میں بارہ نفل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں فاتحہ شریف کے بعد گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد یعنی سورۃ اخلاص پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کی عمر میں برکت فرماتا ہے (نزھۃ المجالس حصہ اوّل ص ۱۵۷) ۔

اور امام غزالی احیاء العلوم میں اس نماز کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس صحابہ سے سنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ من

صلی هذه الصلوة فی هذه اللیلة نظر الله الیه سبعین نظرة و قضی الله له بکل نظرة سبعین حاجة ادنا ها المغفرة۔ جوشخص اس شب میں یہ نماز پڑھے۔اللہ تعالیٰ اس پر ستر بارنظرِ رحمت فرماتا ہےاور ہر نظر کے بدلے میں اس کی ستر حاجتیں پوری فرماتا ہے۔ ان میں ادنیٰ حاجت اُس کی مغفرت ہے۔(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔دسمبر ۱۹۹۷ء)۔

(۳)اس رات میں دورکعت نفل اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی اور پندرہ بار سورۂ اخلاص تلاوت کریں۔سلام کے بعد سومرتبہ درود شریف پڑھیں۔اس سے رزق میں فراخی ہوگی۔(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت نومبر ۲۰۰۲ء)۔

دُعائے شب برأت

شب برأت کی خصوصی دُعا لکھی جاتی ہے اسے نوافل کے بعد ہاتھ اٹھا کر پڑھیں۔ **اللهم یا ذاالمن و لا یمن علیه یا ذالجلال و الاکرام یا ذاالطول و الا نعام لا اله الا انت ظهر اللا جین و جار المستجیرین و امان الخائفین اللهم ان کنت کتبتنی عندک فی ام الکتاب شقیاً او محروماً او مطر و داً او مقتراً علی فی الرزق فامح اللهم بفضلک شقاوتی و حرمانی و طردی و اقتار رزقی و اثبتنیٰ عندک فی ام الکتاب سعیداً مرزوقاً موفقاً للخیرات فانک قلت و قولک الحق فی کتاب المنزل علی لسان نبیک المرسل یمحو الله ما یشآء و یثبت و عنده ام الکتاب الهی بالتجلی الا عظم فی لیلة النصف من شهر شعبان المکرم التی یفرق فیها کل امر حکیم و یبرم ان تکشف عنا من البلاء و البلوآء مانعلم و انت به اعلم انک انت الاعز الاکرم و صلے الله تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد و علی اله و اصحابه و سلم و الحمد لله رب العالمین۔**

(ماہنامہ ماہِ طیبہ سیالکوٹ۔جنوری ۱۹۹۵ء)۔

شبِ برأت کے باقی معمولات

(۱) روایت ہے کہ چودہ شعبان کی شام غروب آفتاب کے قریب جو شخص چالیس بار لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھے۔اس سے چالیس سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔اور یہ شخص چالیس آدمیوں کی

شفاعت کرے گا۔ (ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال۔ فروری ۱۹۹۱ء)۔

(۲) شب برأت میں سات بار سورۃ الدخان پڑھنے سے ستر حاجتیں دینی و دنیوی پوری ہوتی ہیں۔ (حوالہ مذکورہ بالا)۔

(۳) غروب آفتاب سے قبل اور نماز عصر کے بعد ستر بار پڑھیں **استغفر الله ربی من کل ذنب و اتوب الیه** اس کے بعد ستر بار درود شریف اور ایک سو بار یاحی یاقیوم پڑھیں۔ (حوالہ مذکورہ بالا)۔

(۴) شب برأت میں ایک ہزار بار درود شریف بایں الفاظ پڑھیں۔ **اللھم صل علی محمد النبی الامی** ۔ پھر چھ رکعات نفل پڑھیں۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد آیت الکرسی ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار (حوالہ مذکورہ بالا)۔

(۵) اس رات قبرستان میں جانا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ قبرستان میں دفن تمام اموات کے لیے دعائے مغفرت و بلندی درجات مانگنی چاہیے۔ (حوالہ مذکورہ بالا)۔

پندرھویں شعبان کا روزہ

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں شعبان کی پندرھویں شب شب برأت میں قیام کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ وہاں اس کے ساتھ اس شب کے دن (پندرھویں شعبان) کا روزہ رکھنے کا بھی حکم دیا ہے۔ اس لیے اس دن کا روزہ ضرور رکھا جائے۔

الحمدللہ۔ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے شب برأت کی رات اور اس کے دن کے شرعی پروگرام کی تفصیلی معلومات حاصل ہو جاتی ہیں۔ باقی رہا اس بابرکت رات میں آتش بازی وغیرہ لہو ولعب کا ارتکاب تو اس کا شرعاً ناجائز ہونا کسی سے بھی پوشیدہ نہیں۔ اللہ رب العزت کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس موقعہ پر آتش بازی کا حکم نہیں دیا۔ نہ علمائے امت نے اس فعل کو مستحسن جانا بلکہ اس کی پُر زور مذمت فرمائی اس لیے اس کا قبیح و شنیع ہونا بخوبی سمجھا جاسکتا ہے علمائے امت نے اس رات کی آتش بازی کے بارہ میں جو کچھ لکھا ہے اس میں سے بقدر ضرورت عرض کیا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ارشادات

و من البدع الشنیعة ما تعارف الناس فی اکثر بلاد الھند من ایقاد السراج و وضعھا

علی البیوت والجدران و تفاخرهم بذلک و اجتماعهم اللهو واللعب بالنار و احراق الکبریت فانه مالا اصل له فی الکتب الصحیحة المعتبرة بل و لا فی غیر المعتبرة ولم یرد فیها حدیث لا ضعیف ولا موضوع ولا یعتاد ذلک فی غیر بلادالهند من الدیار العربیة من الحرمین الشریفین ولا فی غیر هما و لا فی البلاد العجمیة ماعدا بلا د الهند بل عسیٰ ان یکون ذلک و هو الظن الغالب اتخاذاً من رسوم الهنو د فی السرج الدوالی فان عامة الرسوم البدعیة الشنیعة بقیت من ایام الکفر فی الهند و شاعت فی المسلمین بسبب المجاورة والا ختلاط و اتخاذهم السراری والزوجات من النسآء الکافرات۔

(ترجمہ) اور بدعات شنیعہ سے یہ ہے جو ہندوستان کے اکثر شہروں میں لوگوں نے رواج دے رکھا ہے کہ وہ اپنے گھروں اور دیواروں پر چراغ جلاتے ہیں۔ اور فخر کے ساتھ آتش بازی کرتے ہیں۔ اس کی کتب صحیحہ معتبرہ میں کوئی اصل موجود نہیں بلکہ غیر معتبر کتابوں میں بھی اس کا ذکر تک نہیں۔ اور نہ ہی اس کے بارہ میں کوئی ضعیف یا موضوع حدیث مروی ہے۔ اور نہ ہندوستان کے شہروں کے علاوہ دیارِ عرب یا حرمین شریفین وغیرھما میں اس کا رواج ہے اور عرب کے علاوہ دیگر عجمی شہروں میں بھی اس کا رواج نہیں سوائے ہندوستان کے شہروں کے۔ بلکہ ممکن ہے اور یہ ظن غالب ہے کہ یہ عمل ہنود کی رسومات میں سے ہو جیسا کہ وہ اس قسم کی آتش بازی دیوالی وغیرہ میں کرتے ہیں۔ اس بدعت شنیعہ کا عام رواج دراصل ہندوستان میں زمانہ کفر کی باقیات سے ہے جو ہنود کے باہمی میل جول سے اور کافر لونڈیوں اور عورتوں کے ساتھ مسلمانوں کی مناکحت کی وجہ سے جڑ پکڑ گئی ہیں۔ (ماثبت بالسنۃ ص ۲۸۲)۔

شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ شب برأت کی آتش بازی ہندوؤں کی تہذیب سے مسلمانوں کے معاشرہ میں آئی ہے۔ پھر یہ بدعت شنیعہ صرف ہندوستان کے مسلمانوں ہی میں پائی جاتی ہے۔ اس لیے اس کے بے اصل، ناجائز اور بدعت شنیعہ ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں پایا جاتا اور حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ "اس رات کو گناہ میں گزارنا بڑی محرومی کی بات ہے۔ آتش بازی کے متعلق مشہور یہ ہے کہ یہ نمرود بادشاہ نے ایجاد کی جبکہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا اور آگ گلزار ہو گئی تھی تو اس کے آدمیوں نے آگ کے انگارے انار میں بھر کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

طرف پھینکے تھے۔ کاٹھیاواڑ میں ہندولوگ ہولی اور دیوالی کے موقعہ پر آتش بازی چلاتے ہیں۔ ہندوستان میں یہ رسم مسلمانوں نے ہندوؤں سے سیکھی۔ مگر افسوس کہ ہندو تو اس کو چھوڑ چکے ہیں مگر مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ سالانہ اس رسم میں برباد ہو جاتا ہے۔ اور ہر سال خبریں آتی ہیں کہ فلاں جگہ سے اتنے گھر آتش بازی سے جل گئے۔ اور اتنے آدمی جل کر مر گئے۔ اس میں جان کا خطرہ اور مال کی بربادی اور مکانوں میں آگ لگنے کا اندیشہ ہے۔ اپنے مال میں اپنے ہاتھ سے آگ لگانا پھر خدا تعالیٰ کی نافرمانی کا وبال سر پر ڈالنا ہے۔ خدا کے لیے اس بے ہودہ اور حرام کام سے بچو۔ اپنے بچوں اور قرابت داروں کو روکو۔ جہاں آوارہ بچے یہ کھیل کھیل رہے ہوں وہاں تماشہ دیکھنے کے لیے بھی نہ جاؤ۔ آتشبازی بنانا۔ اس کا بیچنا۔ اس کا خریدوانا۔ اس کا چلانا یا چلوانا سب حرام ہے۔" (اسلامی زندگی ص ۶۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۸ رجب ۱۴۲۳ھ)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اٹھائیسواں مقالہ

فضائل و مسائل رمضان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العلمین و الصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم و علیٰ الہ و اصحابہ اجمعین امّا بعد ۔ بردار طریقت حضرت مولانا محمد محفوظ چشتی مدظلہٗ العالی کی فرمائش پر یہ مختصر رسالہ فضائل ومسائل رمضان لکھا گیا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہم سب کے لیے ذریعہ ہدایت بنائے۔

رمضان المبارک کی پہلی رات کی فضیلت

ا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جب ماہِ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کر لیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں تو اُن میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں تو ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور منادی پکارتا ہے اے خیر طلب کرنے والے آگے بڑھ اور اے شر چاہنے والے کمی کر اور اللہ کے لیے کچھ لوگ دوزخ سے آزاد ہوتے ہیں اور یہ ہر رات میں ہوتا ہے۔" (ترمذی شریف ص ۱۱۵ ج ۱)

۲۔ اور شیخ تقی الدین حلبی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اللہ رمضان کے مہینہ کی پہلی رات میں ہر ایک قبلہ والے کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ (نزہتہ الناظرین ص ۹۴)۔

۳۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جب رمضان کے مہینہ کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ عزوجل اپنی مخلوق کی طرف نظر فرماتا ہے اور جب اللہ کسی بندے کی طرف نظر فرماتا ہے تو اسے کبھی عذاب نہیں دیتا اور ہر روز دس لاکھ شخصوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور جب انتیسویں رات ہوتی ہے تو مہینے بھر میں جتنے آزاد کیے ہیں اُن کے مجموعہ جتنے اور اُس رات میں آزاد کرتا ہے۔ (بہار شریعت ۹۶ ج ۵)

رمضان المبارک کے پہلے دن کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جنت ابتدائے سال سے آئندہ سال تک رمضان کے لئے آراستہ کی جاتی ہے۔ جب رمضان کا پہلا دن آتا ہے تو جنت کے پتوں سے عرش کے نیچے حورالعین پر ایک ہوا چلتی ہے وہ کہتی ہیں یا ربّ اجعل لنا من عبادک ازواجاً تقربھم اعیننا و تقر اعینھم بنا ۔ اے میرے رب تو اپنے بندوں میں سے ہمارے لئے

اُن کو شوہر بنا تا کہ اُن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ہم سے اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔"
(مشکوٰۃ ص ۱۵٦ ج ۱)

رمضان المبارک کے تین عشروں کی فضیلت

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ شعبان کے آخری دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا اور اُس کے اندر یہ ارشاد فرمایا" **وھو شھر اوّله رحمة واوسطه مغفرة و آخره‘ عتق من النار**۔ یہ وہ مہینہ ہے کہ اُس کا اوّل رحمت ہے اور اُس کا اوسط مغفرت ہے اور اُس کا آخر دوزخ سے آزادی ہے (مشکوٰۃ ص ۱۵٦ ج ۱)۔

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی خصوصی فضیلت

۱۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں جتنی ریاضت وعبادت میں کوشش فرماتے تھے اُتنی دوسرے دنوں میں نہیں فرماتے تھے۔
(مشکوٰۃ ص ۱۶۴ ج ۱)۔

۲۔اور انہی سے مروی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا **کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا دخل العشر شد میزره و احیٰ لیله و ایقظ اھله** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ جب رمضان کا آخری عشرہ داخل ہوتا تو آپ اپنی ازار باندھ لیتے اور اُس کی راتوں میں بیداری کرتے اور اپنے گھر والوں کو جگاتے تھے (مشکوٰۃ ص ۱۶۴ ج ۱)۔

آخری عشرہ کی طاق راتوں کی فضیلت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ رمضان کے آخری دس دنوں کی طاق راتوں (اکیسویں، تیئیسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں راتوں) میں لیلۃ القدر تلاش کرو۔ (مشکوٰۃ ص ۱۶۳ ج ۱)

لیلۃ القدر کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" جب لیلۃ القدر ہوتی ہے جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت میں اُترتے ہیں **یصلون علی کل عبد قائم او قاعد یذکر اللہ عزو جل** ہر اُس بندے کے لیے دُعائے رحمت مانگتے ہوئے جو کھڑا یا بیٹھا اللہ کو یاد کرتا ہے (مشکوٰۃ ص ۱۶۴ ج ۱)

(۲) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **فیہ لیلۃ خیر من الف شھر من حرم خیرھا فقد حرم** رمضان میں ہزار مہینوں سے بہتر ایک رات (لیلۃ القدر) ہے جو کوئی اس رات کی اچھائی سے محروم رہے وہ محروم رہتا ہے۔ (مشکوٰۃ ۱۵۶ ج ۱)

(۳) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان داخل ہونے پر فرمایا اور اس میں ہزار مہینوں سے بہتر ایک رات (لیلۃ القدر) ہے جو اس رات کی اچھائی سے محروم رہے وہ ہر اچھائی سے محروم رہتا ہے اور اس رات کی اچھائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہی جو پورا پورا محروم ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۶ ج ۱)۔

رمضان کی آخری رات کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُن کی امت کی مغفرت رمضان کی آخری رات کے اندر کر دی جاتی ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا یہ لیلۃ القدر ہے؟ فرمایا **لا ولکن العامل انما یوفی اجرہ اذا قضی عملہ** ۔نہیں ولیکن مزدور جب اپنا کام پورا کرتا ہے اُسے اُس کی مزدوری پوری پوری دی جاتی ہے (مشکوٰۃ ص ۱۵۶ ج ۱)۔

رمضان کے آخری دن کی فضیلت

امام تقی الدین حلبی روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور اللہ کے واسطے رمضان کے مہینہ کی ہر رات میں افطاری کے وقت ایسے ایک لاکھ شخص دوزخ سے آزاد کیے جاتے ہیں جو دوزخ کے حقدار ہو چکے ہوتے ہیں **فاذا کان آخر یوم من شھر رمضان اعتق اللہ**

فی ذلک الیوم بقدر ما اعتق من اوّل الشھر الی آخرہ ۔پھر جب رمضان کے مہینے کا آخری دن ہوتا ہے تو اُس دن میں اللہ تعالیٰ اتنے لوگ آزاد فرماتا ہے جتنے اُس مہینے کی ابتداء سے اُس کے آخر تک آزاد کیے ہوتے ہیں۔(نزہتہ الناظرین ص ۹۴)۔

ماہ رمضان کی فضیلت

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن ہمیں وعظ میں فرمایا اے لوگو! تمہارے پاس عظمت والا، برکت والا مہینہ آیا ہے وہ مہینہ جس میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے اللہ نے اُس کے روزے فرض کئے اور اُس کی راتوں میں قیام (نماز پڑھنا) تطوع (یعنی سنّت) کیا۔ **من تقرب فیہ بخصلۃ من الخیر کان کمن ادّی فریضۃ فی ما سواہ و من ادی فریضۃ فیہ کان کمن ادی سبعین فریضۃ فی ماسواہ** ۔ جو اس میں نیکی کا کوئی کام کرے تو ایسا ہے جیسے اور کسی مہینے میں فرض ادا کیا اور جو اس میں فرض ادا کرے تو ایسا ہے جیسے اور دنوں میں ستر فرض ادا کیے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔ اور یہ مہینہ مواسات کا ہے اور اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے کہ اُس کا اوّل رحمت ہے اور اُس کا اوسط مغفرت ہے اور اُس کا آخر جہنم سے آزادی ہے جو غلام پر اس مہینہ میں تخفیف کرے یعنی کام میں کمی کرے اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اور جہنم سے آزاد فرمائے گا۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۶ ج ۱)۔

روزہ کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **قال اللہ عزو جلّ کل عمل ابن آدم لہ الّا الصیام فانہ لی وانا اجزی بہ و الصیام جنۃ** اللہ عزوجل نے فرمایا بنی آدم کا ہر عمل اُس کے لیے ہے مگر روزہ سو وہ میرے لیے ہے اور خود میں اُس کی جزا دوں گا اور روزہ ڈھال ہے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے روزہ دار کے مُنہ کی بُو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں جن سے وہ خوش ہوگا (ایک اُس وقت) جب وہ روزہ کھولتا ہے اور دوسری اُس وقت جب وہ اپنے رب سے ملے گا۔ سو وہ اپنے روزہ کی وجہ سے خوش ہوگا۔ (ریاض الصالحین ص ۴۴۴)۔

روزہ رمضان کی فضیلت

ا۔حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا۔ **صيام شهر رمضان بعشرة اشهر و صيام ستة ايام بعده' بشهر ين فذلك صيام السنة** رمضان کے مہینے کے روزے دس مہینوں کے روزے ہیں اوراس کے بعد چھ دنوں کے روزے دو مہینوں کے روزے ہیں سو یہ سال بھر کے روزے ہیں (جامع صغیر ص ۴۹ ج ۲)۔

۲۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا" جو شخص ایمان کی وجہ سے اور ثواب کے لیے رمضان کے روزے رکھے اُس کے پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۵ ج ۱)۔

روزہ کا مفہوم

اصطلاح شرع میں مسلمان شخص کا عبادت کی نیت سے طلوع فجر صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے قصداً رُکنا روزہ ہے عورت کے لیے حیض ونفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔ (جوہرہ نیرّہ ص ۱۶۶ ج ۱)۔

روزہ کے درجات

روزہ کے تین درجے ہیں عوام کا روزہ یہ ہے کہ وہ اپنے پیٹ اور شرم گاہ کو کھانے پینے اور جماع سے محفوظ رکھیں اور خواص کا روزہ یہ ہے کہ عوام کے روزہ کے ساتھ ساتھ وہ اپنے اعضاء کو ہر قسم کے گناہ سے روکے رکھیں اور خواص الخواص کا روزہ یہ ہے کہ وہ عوام وخواص کے روزہ کے ساتھ ساتھ اپنے باطن کو ما سوا اللہ سے بالکلیہ جدا رکھیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ رہیں۔ (جوہرہ نیرّہ ص ۱۶۶ ج ۱)۔

سحری کھانے کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ عنہ' سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۵۶)

روزہ رکھنے کی نیت

بہتر ہے کہ سحری کھانے کے بعد یہ الفاظِ نیت پڑھ لے و بصوم غدٍ نویت "من شہر رمضان۔ اور میں نے آنے والے دن میں رمضان کے مہینے کے روزہ کی نیت کی۔

مفسداتِ روزہ

جن باتوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے وہ یہ ہیں، اگر قصداً کھایا پیایا جماع کیا یا بھول کر کھاپی رہا تھا، پھر روزہ یاد آنے پر یا سحری کھا رہا تھا صبح صادق ہونے پر منہ کا لقمہ یا گھونٹ نگل گیا تو روزہ جاتا رہا۔ ان صورتوں میں قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہیں یوں ہی جس کو حقہ کی عادت ہو اُس نے بحالتِ روزہ حقہ یا سگریٹ پیا تو قضاء و کفارہ دونوں لازم ہیں۔ کُلی کرتے وقت پانی حلق سے نیچے اُتر گیا یا ناک میں پانی ڈالتے وقت دماغ تک پہنچ گیا یا قصداً منہ بھر قے کی یا بے اختیار منہ بھر کر قے ہوئی اور چنا کے برابر یا زیادہ نگل لی یا دانتوں میں اٹکا ہوا چنے کے برابر کھانا نگل لیا یا ناک میں دوا سڑک لی یا کان میں دوا یا تیل ڈالا یا بوسہ لینے یا چھونے سے انزال ہو گیا تو ان تمام صورتوں میں روزہ یاد ہے تو روزہ جاتا رہا اور قضا لازم ہے۔ دانتوں سے خون نکلا اور حلق سے اُتر گیا اگر تھوک کا غلبہ تھا تو روزہ نہیں گیا ورنہ فاسد ہو گیا۔ قصداً دھواں ناک میں کھینچا تو روزہ جاتا رہا اور قضاء لازم ہے کان میں تیل ٹپکایا یا دماغ کی جھلی تک زخم تھا دوائی لگائی اور دماغ تک پہنچ گئی یا ناک کی راہ سے دوا چڑھائی یا پتھر، کنکر روئی، کاغذ، گھاس وغیرہ ایسی چیز کھائی جس سے لوگ گھن کرتے ہیں یا رمضان المبارک میں بلا نیت روزہ رہا یا اُس کے منہ میں بارش کی بوند یا اولہ چلا گیا یا بہت سے آنسو یا پسینہ نگل گیا تو ان سب صورتوں میں روزہ جاتا رہا اس کی قضاء لازم ہے، کفارہ لازم نہیں ہے۔

(ماہنامہ ضیائے حرم بابت مئی ۱۹۷۶ء ملخصاً)

روزہ اور انجکشن

انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن روزہ کی حالت میں بچنا چاہیے ہاں اگر جوفِ دماغ یا جوفِ معدہ میں انجکشن سے دوا یا غذا پہنچے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ (ماہنامہ ضیائے حرم مذکورہ بالا)

مکروہاتِ روزہ

روزہ میں یہ باتیں مکروہ ہیں

جھوٹ، چغلی، غیبت، گالی، بیہودہ بات کہنا یا کسی کو تکلیف دینا کہ یہ باتیں ویسے بھی ناجائز و حرام ہیں اور روزہ میں اور زیادہ حرام۔ ان کی وجہ سے روزہ میں کراہت آتی ہے۔ بلا عذر کسی چیز کو چکھنا یا چبانا، اپنی بیوی کا بوسہ لینا یا اُسے گلے لگانا یا اُس کا بدن چھوُنا جبکہ انزال کا اندیشہ ہو۔ روزہ کی حالت میں کُلی یا ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا، یونہی استنجاء میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔ منہ میں تھوک اکٹھا کر کے نگلنا۔ ایسا سخت کام کرنا جس سے روزہ چھوڑنے پر مجبور ہونے کا ظن غالب ہو۔ صبح صادق کے طلوع ہونے میں شک ہو جانے تک سحری میں تاخیر کرنا۔ (بہار شریعت ص ۱۲۱ ج ۵ ملخصاً)

شیخ فانی کا فدیہ

بوڑھا جس کی عمر ایسی ہوگئی کہ اب روز بروز کمزور ہی ہوتا جارہا ہو جب وہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو یعنی نہ اب رکھ سکتا ہو اور نہ آئندہ اُس میں اتنی طاقت آنے کی اُمید ہو کہ روزہ رکھ سکے گا اُسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور ہر روزہ کے بدلے میں فدیہ دے یعنی دونوں وقت ایک مسکین کو پیٹ بھر کھانا کھلائے یا ہر روزہ کے بدلے میں صدقۂ فطر کی مقدار صدقہ مسکین کو دے دے۔

(بہار شریعت ص ۱۳۰ ج ۵)

تعجیل افطار کی فضیلت

امام ترمذی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" میرے بندوں میں مجھے زیادہ پیارا وہ ہے جو افطاری میں جلدی کرتا ہے۔

(بہار شریعت ص ۱۲۶ ج ۵)۔

افطاری کی دُعا

امام ابوداؤد روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افطاری کے وقت یہ دُعا پڑھتے تھے۔ اللّٰھمّ لک صُمتُ و علیٰ رِزقِک افطرتُ۔ (بہار شریعت ص ۱۲۶ ج ۵)۔

روزہ افطار کرانے کا ثواب

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو شخص اس مہینہ میں روزہ دار کو روزہ افطار کرائے اُس کے گناہوں کی مغفرت ہے اور اُس کی گردن دوزخ سے آزاد ہے اور اُسے ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا روزہ رکھنے والے کو ملتا ہے۔ بغیر اس کے کہ اُس کے اجر سے کچھ کم ہو۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں ہر شخص وہ چیز نہیں پاتا جس سے افطار کرائے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو دے گا جو ایک گھونٹ دودھ یا ایک خرما یا ایک گھونٹ پانی سے روزہ افطار کرائے اور جس نے روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا اُس کو اللہ میرے حوض سے پلائے گا کہ کبھی پیاسا نہ ہوگا یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۶ ج ۱)۔

قیام رمضان کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **من قام رمضان ایماناً و احتساباً غفرله ما تقدم من ذنبه** ۔ جو شخص ایمان کی وجہ سے اور ثواب کے لیے رمضان کی راتوں کا قیام کرے اُس کے اگلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (بلوغ المرام ص ۶۲)

بیس تراویح کا ثبوت

امام مالک حضرت یزید بن رُومان سے روایات بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا **کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث و عشرین رکعةً** ۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں لوگ (صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) رمضان میں تیئس رکعتیں (بیس تراویح اور تین وتر) پڑھا کرتے تھے۔ (موطا امام مالک ص ۴۰) **قلت و فی هامشه انه قد روی البیهقی باسناد صحیح انهم یقومون فی عهد عمر بعشرین رکعة و فی عهد عثمان و علی مثله** اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسائل تراویح

نماز تراویح کا وقت فرض عشاء کے بعد سے طلوع فجر تک ہے وتر سے

پہلے بھی ہوسکتی ہیں اور بعد بھی۔ تراویح کی بیس رکعتیں دس سلاموں سے پڑھے تراویح کی قرأت اور ارکان کی ادائیگی میں جلدی کرنا مکروہ ہے یونہی تراویح میں تعوذ وتسمیہ وطمانیت وتسبیح کا چھوڑنا بھی مکروہ ہے ہر چار رکعت پڑھ کر بیٹھنا مستحب ہے اور اُس بیٹھنے میں اُسے اختیار ہے کہ چپکا بیٹھا رہے یا کلمہ طیبہ پڑھے یا تلاوت کرے یا تسبیح تراویح پڑھے۔ تراویح مسجد میں باجماعت پڑھنا افضل ہے۔ اگر عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی اور تراویح تنہا تو وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے اور اگر عشاء تنہا پڑھ لی اگرچہ تراویح جماعت سے پڑھی تو وتر تنہا پڑھے۔ بلا عذر تراویح بیٹھ کر پڑھنا مکروہ ہے (بہار شریعت ص ۳۲ ج ۴ ملتقطاً)

نابالغ امام اور تراویح

نابالغ کے پیچھے بالغین کی تراویح نہ ہوگی یہی صحیح ہے۔ (بہار شریعت ص ۳۵ ج ۴)۔

نوٹ اس مسئلہ کا مفصل بیان ہمارے رسالہ " نابالغ امام اور تراویح" میں ملاحظہ فرمائیں۔

تراویح میں ختم قرآن

تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ لیکن اگر کسی وجہ سے ختم قرآن نہ ہوسکے، تو سورتوں سے تراویح پڑھیں اور اس کے لیے بعضوں نے یہ طریقہ رکھا ہے کہ سورۃ الفیل سے آخر قرآن تک دوبار پڑھنے میں بیس رکعتیں ہوجائیں گی۔ (بہار شریعت صفحہ ۳۷ جلد ۴)۔

امام کیسا ہونا چاہیے؟

خوش خواں کو امام نہیں بنانا چاہیے، بلکہ درست خواں کو امام بنائیں افسوس صد افسوس کہ اس زمانہ میں حفاظ کی حالت نہایت ناگفتہ بہ ہے۔ اکثر تو ایسا پڑھتے ہیں کہ یعلمون تعلمون کے سوا کچھ پتہ نہیں چلتا الفاظ و حروف کھا جایا کرتے ہیں۔ جو اچھا پڑھنے والے کہلاتے ہیں انہیں دیکھیے تو حروف صحیح ادا نہیں کرتے ہمزہ، الف، عین اور ذ، ز، ظ اور ث، س، ص اور ت، ط وغیرہ حروف میں تفرقہ نہیں کرتے، جس سے قطعاً نماز ہی نہیں ہوتی۔ فقیر کو انہی مصیبتوں کی وجہ سے تین سال ختم قرآن مجید سننا نہ ملا مولیٰ عزوجل مسلمان بھائیوں کو توفیق دے کہ وہ ما انزل اللہ پڑھنے کی کوشش کریں۔ (بہار شریعت صفحہ ۳۵ جلد ۴)۔

شبینہ

شبینہ کہ ایک رات کی تراویح میں پورا قرآن مجید پڑھا جاتا ہے جس طرح آج کل رواج ہے کہ کوئی بیٹھا باتیں کر رہا ہے کچھ لوگ لیٹے ہیں، کچھ لوگ چائے پینے میں مشغول ہیں کچھ لوگ مسجد کے باہر حقہ نوشی کر رہے ہیں اور جب جی میں آیا ایک آدھ رکعت میں شامل بھی ہو گئے یہ ناجائز ہے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان شریف میں اکسٹھ ختم کیا کرتے تھے تیس دن میں تیس رات میں اور ایک تراویح میں اور پینتالیس برس عشاء کے وضو سے نماز فجر پڑھی ہے۔ (بہار شریعت صفحہ ۳۷ جلد ۴)

اعتکاف کی فضیلت

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" اعتکاف کرنے والا گناہوں سے باز رہتا ہے اور اُسے نیکیوں میں سے اس قدر ثواب ملتا ہے گویا اُس نے سب نیکیاں کیں" (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۶۵ جلد ۱)

(۲) اور آپ نے ارشاد فرمایا اعتکاف عشر فی رمضان کحجتین و عمرتین ۔ رمضان کے دس دنوں کا اعتکاف دو حجوں اور دو عمروں کی طرح ہے۔ (جامع صغیر صفحہ ۴۵ جلد ۱)۔

اعتکاف کے مسائل

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ مرد مسجد میں اور عورت اپنے گھر کی اس جگہ میں جو اس نے نماز کے لیے مخصوص کر رکھی ہو اعتکاف کریں۔ اس اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے اس اعتکاف میں ضروری ہے کہ اکیسویں رمضان کی رات شروع ہونے سے پہلے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں موجود ہو اور رمضان ختم ہونے تک مسلسل اعتکاف کرے۔ اعتکاف شروع کرتے وقت ان باتوں کا لحاظ ضروری ہے۔ نیت درست ہو غسل کرے یا وضو کرے۔ خوشبو لگائے، اچھے کپڑے پہن کر مسجد میں داخل ہونے کے آداب بجالاتے ہوئے مسجد میں داخل ہو۔ معتکف کے لیے یہ باتیں جائز ہیں مسجد کے کونے میں کسی اوٹ میں چار پائی بچھانا، کھانا پینا اور سونا مباح باتیں کرنا۔ بامر مجبوری زبانی خرید و فروخت کرنا عقد نکاح کرنا یا طلاق دینا مسجد میں لباس بدلنا اور اعتکاف جن باتوں سے ٹوٹ جاتا ہے وہ یہ ہیں۔ بے عذر شرعی مسجد سے باہر نکلنا اگر چہ ایسا بھول کر کرے۔ جماع کرنا اگر چہ مسجد سے باہر ہو یونہی شہوت سے

چھونے یا بوسہ دینے سے انزال ہو جائے تو اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ معتکف جن شرعی عذروں کی وجہ سے باہر جا سکتا ہے وہ یہ ہیں قضائے حاجت اور نماز جمعہ کی ادائیگی جبکہ جامع مسجد میں معتکف نہ ہو۔ یونہی اگر مسجد کی حدود میں وضو و غسل کی جگہیں نہ ہوں تو وضو و غسل کے لیے باہر جا سکتا ہے معتکف نماز جنازہ پڑھنے پڑھانے یا بیمار پرسی کرنے کے لیے نکل نہیں سکتا ورنہ اعتکاف ٹوٹے گا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

فطرانہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" بندہ کا روزہ آسمان و زمین کے درمیان معلق رہتا ہے تا آں وقتیکہ روزہ دار صدقۂ فطر ادا کرے۔

(بہار شریعت صفحہ ٦٦ ج ۵)

فطرانہ کے مسائل

عیدالفطر کے دن جو صدقہ فقیروں کو دینا واجب ہے اُسے صدقہ فطر کہتے ہیں۔ زکوٰۃ و عشر کی طرح صدقۂ فطر بھی صرف فقیر و مسکین کو دینا لازم ہے ورنہ ادا نہ ہوگا۔ مالک نصاب پر اپنی طرف سے اور اپنی چھوٹی فقیر اولاد کی طرف سے صدقہ فطر واجب ہے۔ صدقہ فطر عیدالفطر کے دن ادا کرنا مستحب ہے لیکن اگر رمضان میں ہی ادا کر دیا جائے تو بھی جائز ہے۔ اگر عیدالفطر کے دن صدقہ ادا نہ کرے تو عمر میں کسی وقت ادا کر سکتا ہے لیکن ادائیگی میں جلدی کرنی چاہیئے۔ صدقۂ فطر اُس شخص پر بھی واجب ہے جو کسی وجہ سے رمضان کے روزے نہ رکھ سکا۔ صدقہ فطر کی مقدار یہ ہے کہ گیہوں یا اُس کا آٹا دانے تو ہر کس کی طرف سے سوا دو سیر دے اور اگر جو یا کھجور یا منقیٰ دے تو اس کا دوگنا ساڑھے چار سیر فی کس دے۔ اگر نقدی یا کسی دوسری جنس سے دے تو گیہوں کی مقدار کی قیمت کے لحاظ سے دے اس میں خود اس کی اپنی مقدار کا اعتبار نہیں۔ فطرانہ تراویح پڑھانے والے امام کو بطور تعاون دے سکتے ہیں جبکہ وہ فقیر ہو۔ بہتر ہے کہ فطرانہ اہل سنت کے دینی مدارس میں دیا جائے کہ اس میں صدقہ اور طلبہ کی خدمت کا دو چند ثواب ہوتا ہے عورت اور بالغ اولاد کا فطرانہ خود اُن پر واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۷ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتیسواں مقالہ

معارفِ لیلۃ القدر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العظیم و الصلوٰۃ والسلام علیٰ الحبیب الرحیم و علیٰ جمیع آلہٖ و اصحابہٖ اھل التعظیم و التکریم. یہ رسالہ مختصرہ لیلۃ القدر کے فیوض و برکات کے بیان میں لکھا گیا ہے۔ ربّنا تقبّل منّا انّک انت السمیعُ العلیم ہ

سورۃ القدر کی تفسیر

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اِنّـا انـزلـنٰـہ فِـی لیلۃ القدر ۔ بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا۔ یعنی اس رات میں پُورا قرآن لوحِ محفوظ سے آسمان دُنیا میں بیت العزہ کے اندر اتارا گیا۔ پھر تیس برس تک جبریل اسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرماتے رہے اور اس دوسرے نزول کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے۔ فلا اقسم بمواقع النجوم۔ تو مجھے قسم ہے اُن جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں۔" قـالـہ ابـن عبـاس رضـی اللہ عنهما كذافی تفسیر العلامۃ الخازن رحمۃ اللـہ علیہ و ما ادراک ما لیلۃُ القدر ہ اور آپ کیا جانتے کہ لیلۃ القدر کیا ہے اگر آپ کو اللہ تعالیٰ اس کی عظمت سے آگاہ نہ فرماتا۔ قالـہ الشیـخ عبدالقادر الجیلی رحمۃ اللہ علیہ فی الغنیتہ. لیلۃُ القدر خیر" مّن الف شھر لیلۃ القدر ایک ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ یعنی لیلۃ القدر کی رات اُن ہزار مہینوں سے بہتر ہے جن میں لیلۃ القدر کی کوئی رات نہ ہو۔ یعنی اس رات میں نیک عمل کرنا اُن ہزار مہینوں میں کہ جن میں لیلۃ القدر کی کوئی رات نہیں نیک عمل کرنے سے بہتر ہے کذا فی الجلالین۔ تـنـزّلُ الـملٰئکۃُ والرُّوحُ فیھا باذن ربھم ۔ اس رات میں فرشتے اور جبریل اپنے ربّ کے حکم سے اترتے ہیں یعنی شب قدر میں شام سے صبح تک سارے مقرب فرشتے روئے زمین پر بالخصوص مسجدوں اور عبادت گزار مومنوں کے گھروں میں اُترتے رہتے ہیں (نور العرفان) من کُلّ امرٍ سلام" . ہر کام کے لیے یہ رات سلامتی ہے یعنی شب قدر کی ساری رات شیاطین و آفات و عذابِ الٰہی سے سلامت اور محفوظ ہوتی ہے بخلاف دوسری راتوں کے کہ ان کے اوّل میں جنات و شیاطین کا پھیلاؤ اور درمیان میں غفلت اور آخر میں رحمت ہوتی ہے (نور العرفان) ھی حتیٰ مطلع الفجر۔ صبح چمکنے تک یعنی یہ فیوض و برکات فرشتوں کا نزول اور سلامتی صبح صادق کے طلوع ہونے تک قائم رہتے ہیں (سورۃ القدر)۔

شب قدر کون سی رات ہے

عرف عام میں رمضان المبارک کی ستائیسویں رات کو شب قدر کہا جاتا ہے اور متعدد احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا۔ لیلة القدر لیلة سبعٍ وّ عشرین۔ رمضان کی ستائیسویں رات شب قدر ہے۔
(صححہ الجلال السیوطی فی جامعہ الصغیر)

اور زر بن جیش فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ارشادفرماتے ہیں کہ جو شخص سال بھر کی راتوں میں شب بیداری کرے وہ لیلۃ القدر کو پالیتا ہے۔ آپ نے فرمایا رحمۃ اللہ اُرادان لا یتّکل النّاس امّا انّہ علم انّھا فی رمضان و انّھا فی العشر الاواخر و انّھا لیلة سبعٍ وّ عشرین ۔ اللہ ان پر رحمت فرمائے ان کا ارادہ یہ ہے کہ لوگ سستی میں نہ پڑجائیں ورنہ وہ جانتے ہیں کہ شب قدر رمضان میں ہے اور اس کے آخری دس دنوں میں ہے اور ستائیسویں رات ہے پھر آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ شب قدر ستائیسویں رات ہی ہے میں نے پوچھا اے ابوالمنذر آپ یہ کس بنا پر فرماتے ہیں؟ فرمایا اُس علامت کی بنا پر میں کہہ رہا ہوں جس کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے کہ شب قدر کا سورج اس حال میں طلوع ہوتا ہے کہ اُس میں کوئی کرن نہیں ہوتی۔
(مسلم شریف جلد اوّل ص ۳۹۰)

اور دوسری روایت میں حضرت ابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں واللہ انّی لا علمھا و اکثرُ علمی ھی اللیلة الّتی امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیامھا ھی لیلة سبعٍ وّ عشرین۔ اللہ کی قسم میں لیلۃ القدر کو جانتا ہوں اور میرا اکثر علم یہ ہے کہ یہ وہ رات ہے جس کی بیداری کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دیا تھا۔ وہ رمضان کی ستائیسویں رات ہے ۔
(مسلم شریف جلد اوّل ص ۲۷۹)۔

اور سنن ترمذی ص ۱۲۸ جلد اوّل میں ہے۔ قال ابو عیسیٰ و قدروی عن ابی بن کعب انّہ کان یحلفُ انّھا لیلة سبعٍ وّ عشرین و یقول اخبرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعلامتھا فعدونا و حفظنا و عن زرّ قال قُلت لاُبیّ ابن کعب انّی علمت

ابا لمنذر انّها ليلة سبع وّ عشرين قال بلیٰ اخبرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم انّها ليلة صبيحتُها تطلُعُ الشمس ليس لها شُعاع" فعددنا و حفظنا و الله لقد علم ابنُ مسعودٍ انها فِی رمضان و انّها ليلة سبع وّ عشرين ولٰكن كره ان يُخبرکُم فتتكلّوا.

محدث ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب کے بارہ میں مروی ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ شب قدر رمضان کی ستائیسویں رات ہوتی ہے اور انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں لیلۃ القدر کی علامت بتائی تو ہم نے اُسے گنا اور محفوظ رکھا اور زرّ بن حبیش کی روایت میں ہے کہ میں نے حضرت ابی بن کعب سے عرض کیا اے ابوالمنذر آپ کیسے جانتے ہیں کہ شب قدر ستائیسویں رات ہے؟ تو آپ نے فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں خبر دی ہے کہ لیلۃ القدر وہ رات ہے جس کی صبح کو سورج طلوع ہوتا ہے اس حال میں کہ اس میں کوئی کرن نہیں ہوتی پس ہم نے گنا اور محفوظ رکھا۔ اللہ کی قسم ابن مسعود جانتے ہیں کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہے اور وہ ستائیسویں رات ہے۔ لیکن انہوں نے اس کے متعلق تمہیں خبر دینا اس لیے ناپسند کیا کہ تم سستی میں پڑ جاؤ گے۔

اور مفسر ابن کثیر فرماتے ہیں۔ و فى الباب عن معاوية و ابن عمر و ابن عباس و غيرهما عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انّها ليلةُ سبع وّ عشرين و هُو قولُ طائفةٍ مِّن السلف و هُو الجادةُ مذهب الاِمام احمد بن حنبلٍ و هُو روية عن ابى حنيفه ايضاً اور اس باب میں حضرت معاویہ، ابن عمر اور ابن عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم کی روایات ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی ستائیسویں رات کو شب قدر قرار دیا ہے اور سلف صالحین کے ایک گروہ کا یہ قول ہے اور یہی امام احمد بن حنبل کا مختار مذہب ہے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ کی بھی ایک روایت ہے۔

(تفسیر ابن کثیر ص ۵۳۳ جلد چہارم)

اور مفسر احمد صاوی فرماتے ہیں۔ و اشتهر عن ابى بن كعب، ابن عباس و كثير انّها ليلة السابع و العشرين. ابی بن کعب، ابن عباس اور کثیر التعداد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے یہی مشہور ہے کہ رمضان کی ۲۷ ویں رات شب قدر ہے (تفسیر صاوی ص ۲۸۷ جلد چہارم)

اور شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں وقال ابن عباس و ابى بن كعب رضى الله عنهم انها ليلة سبع و عشرين والدليل على انّ آكدها ليلة سبع و عشرين و الله اعلم ماروى

ابن حنبل رحمہ اللہ باسنادہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال کانوا لا یزالون یقصون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرؤیا من العشر الاواخر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اری رؤیاکم قد تواترت انہا لیلۃ سابعۃ من العشر الاواخر من کان متحریاً فلیتحرّھا اللیلۃ السابعۃ من العشر الاواخر۔ حضرت ابن عباس اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم نے فرمایا شب قدر رمضان کی ۲۷ ویں رات ہے اور اس رات کے زیادہ موکد ہونے کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام احمد بن حنبل نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ صحابہ کرام عشرہ اخیرہ کی خوابیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے رہے تو بالآخر آپ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری خوابیں حدِ تواتر کو پہنچ گئی ہیں جو اسے تلاش کرنا چاہے وہ ستائیسویں شب میں تلاش کرے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۱۱ جلد دوم)

اور امام ابوالبرکات نسفی حنفی فرماتے ہیں وصح انّہا فی اوتار العشر الاخیرا رجاء ھا عند الشافعیۃ لیلۃ احدیٰ وعشرین اوثلاث وعشرین وعندالجمہور سبع وعشرین وانہا تختلف فی السنین قالہ الحافظ بعد ما ذکر نحواً من اربعین قولاً۔ اور صحیح قول یہ ہے کہ شب قدر رمضان کے عشرہ آخیرہ کی طاق راتوں میں ہے اور شافعیوں کے نزدیک ۲۱ ویں اور ۲۳ ویں شب اور جمہور کے نزدیک ۲۷ ویں شب کے شب قدر ہونے کی زیادہ امید ہے اور مختلف سالوں میں شب قدر بدلتی رہتی ہے یہ بات حافظ عمادالدین بن کثیر نے تقریباً چالیس قول نقل کرنے کے بعد فرمائی ہے۔
(حاشیہ جلالین ص ۵۰۳)

اور شیخ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں فانہا لیلۃ سبع وعشرین من رمضان علی الاصح۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ شب قدر رمضان المبارک کی ۲۷ ویں شب ہے (نسیم الریاض جلد دوم ۲۱۴۵) اور امام عینی فرماتے ہیں، والذا ھبون الیٰ سبع وعشرین ھم الاکثرون۔ زیادہ علماء اس طرف گئے ہیں کہ شب قدر رمضان کی ۲۷ ویں رات ہے (حاشیہ صحیح بخاری جلد اوّل ص ۲۷۰)

الحمد للہ ان ارشادات مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک کی ۲۷ ویں شب لیلۃ القدر ہے۔ لہذا مسلمان اس رات کو ہرگز ہرگز غفلت میں نہ گزاریں بلکہ اس میں قیام اور شب بیداری کر کے ثواب عظیم حاصل کریں۔ واللہ الموفق للعمل الصالح فیہا۔

یہ شب ملنے کا سبب

ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا شمعون اسرائیلی ایک ہزار ماہ یعنی ۸۳ سال چار ماہ صائم الدہر قائم اللیل رہا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں اس جیسا کون ہوسکتا ہے؟ قیامت میں وہ ہم سے افضل ہوگا۔ تب سورۃ القدر اُتری جس میں فرمایا گیا کہ جو مسلمان اس رات میں عبادت کرے اسے ہزار ماہ کی عبادت سے زیادہ ثواب ملے گا۔ (نورالعرفان)

وجہ تسمیہ

اس شب کو شب قدر اس لیے کہتے ہیں کہ یہ عزت والی رات ہے یا اس رات میں سال بھر کے ہونے والے واقعات کی فہرستیں اور اندازے فرشتوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں اور ہر قسم کے فرشتوں کو ان کے کاموں کے اندازے بتا دیئے جاتے ہیں یا اس رات میں اتنے فرشتے روئے زمین پر نازل ہوتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے۔ (نورالعرفان)۔

لیلۃ القدر کی تلاش

جاننا چاہیے کہ لیلۃ القدر بڑی فضیلت والی رات ہے اور اس کا تلاش کرنا مستحب ہے اور سال کی افضل ترین رات ہے اس رات میں ایک نیکی دوسری راتوں میں ایک ہزار نیکی کے برابر ہے اور ابن المسیب نے فرمایا جو شخص لیلۃ القدر نماز عشاء میں حاضر ہُوا اُس نے شب قدر سے اپنا حصہ پالیا اور امام شافعی نے فرمایا جو شب قدر نماز عشاء اور نماز صبح میں حاضر ہوا اس نے شب قدر سے اپنا حصہ پالیا۔ یہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب معراج الدرایہ میں ہے (ردالمحتار جلد دوم ۱۴۹)۔

لیلۃ القدر کی علامات

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

ومن امارا تها انها ليلة بلجة صافية ساكنة ساجية لا حارة و لا باردة كان فيها قمراً ساطعاً ولا يحل النجم ان يرمىٰ بها تلك الليلة حتىٰ الصباح و من امارا تها ان

الشمس تطلع صبیحتها لاشعاع لها مستویة کانها القمر لیلة البدر و حرم اللہ علی الشیطان ان یخرج معها یومئذٍ۔ اور اس رات کی بعض علامات یہ ہیں کہ وہ رات چمکدار، صاف شفاف، پرسکون، خاموش نہ گرم اور نہ ٹھنڈی ہوتی ہے گویا اس میں چاند روشنی پھیلانے والا ہوا اور اس رات میں صبح تک آسمان کے ستارے شیاطین کو نہیں مارے جاتے اور اس کی بعض علامات یہ ہیں کہ اس کی صبح کو آفتاب بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے ایسا بالکل ہموار ٹکیہ کی طرح ہوتا ہے جیسا کہ چودھویں رات کا چاند ہے اور اللہ نے شیطان پر یہ بات حرام کردی ہوتی ہے کہ وہ اس دن سورج کے ساتھ نکلے۔
(فضائل رمضان ص ۸۱)

قیام و شب بیداری

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من قام لیلۃ القدر ایماناً و احتساباً غفرلہٗ ما تقدم من ذنبہ۔ جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کے لیے کھڑا ہوا اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ متفق علیہ۔
(مشکوٰۃ ص ۱۵۵ جلد اول جامع صغیر للسیوطی ص ۱۷۷ جلد دوم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **اذا کان لیلة القدر نزل جبریل علیه السلام فی کبکبة من الملآئکة یصلون علیٰ کل عبد قائم او قائد یذکر اللہ عزّو جل**۔ جب شب قدر آتی ہے تو جبریل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اترتے ہیں اور ہر اس شخص کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کو یاد کرتا ہے۔
(مشکوٰۃ ص ۱۶۴ جلد اوّل)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **ان هذا الشهر قد حضرکم و فیه لیلة خیر من الف شهر من حرمها فقد حرم الخیر کله' ولا یحرم خیرها الا کل محروم**۔ بلاشبہ یہ مہینہ تمہارے پاس آچکا ہے اور اس میں ایک رات ہزار مہینے سے بہتر ہے جو اس رات سے محروم رہے وہ سب اچھائیوں سے محروم رہتا ہے اور اس رات وہی شخص محروم ہوتا ہے جو سب اچھائیوں سے بے نصیب ہے (مشکوٰۃ ص ۱۵۹ جلد اوّل)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک طویل حدیث کے ضمن میں ہے۔ و اذا كانت ليلة القدر يأمر الله عزوجل جبرئيل فيهبط في كبكبة من الملائكة ومعهم لوآء اخضر فيركز اللوآء على ظهر الكعبة و له مائة جناح منها جناحان لا ينشرهما الّا في تلك الليلة فينشرهما في تلك الليلة فيجاوز المشرق الى المغرب فيحث جبرئيل عليه السلام الملآئكة في هٰذِهِ الليلة فيسلمون علىٰ كل قائم و قاعد و مصلي و ذاكر و يصافحونهم ويؤمنون علىٰ دعاء هم حتى يطلع الفجر فاذا اطلع الفجر ينادي جبرائيل معاشرا لملائكة الرحيل الرحيل فيقولون يا جبرائيل فما صنع الله في حوائج المؤمنين من امة احمد صلى الله عليه وسلم فيقول نظر الله عليهم في هذه الليلة فعفا عنهم الا اربعة فقلنا يا رسول الله من هم قال رجل مدمن خمر و عاق لوالديه وقاطع رحم و مشاحن. قلنا يا رسول الله ما المشاحن قال هو المصارم كذافي الترغيب ۔ اور جب لیلۃ القدر آتی ہے تو اللہ عزوجل جبرئیل کو حکم کرتا ہے تو وہ فرشتوں کی ایک جماعت کے ہمراہ زمین پر اترتے ہیں درآں حالیکہ ان کے پاس ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے سو وہ اس جھنڈے کو کعبہ کی چھت پر گاڑ دیتے ہیں اور جبرئیل امین کے ایک سو پر ہیں۔ان میں سے دو پر وہ صرف لیلۃ القدر کی رات ہی میں کھولتے ہیں۔ پس وہ اپنے ان پروں کو لیلۃ القدر میں کھولتے ہیں تو وہ مشرق سے مغرب تک کو اپنے نیچے کر لیتے ہیں پھر اس رات میں جبرئیل امین فرشتوں کو اس بات پر ابھارتے ہیں کہ وہ ہر اس شخص پر سلام ڈالیں جو کھڑے یا بیٹھے نماز پڑھتا ہے یا اللہ کو یاد کرتا ہے اور ان ذاکریں سے مصافحہ کریں اور ان کی دُعا پر آمین کہیں۔فرشتے یہ کام طلوع فجر تک کرتے رہتے ہیں۔ پھر جب فجر طلوع ہوتی ہے تو جبرئیل امین پکارتے ہیں اے فرشتوں کی جماعتو۔کوچ کوچ۔فرشتے کہتے ہیں۔اے جبرئیل جناب احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مؤمنین کی حاجتوں کے بارہ میں اللہ نے کیا کیا؟ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس شب ان کی طرف دیکھا ہے اور انہیں بخش دیا ہے مگر چار شخص اس بخشش سے محروم ہیں۔شراب کا عادی، والدین کا نافرمان، رشتہ داری توڑنے والا اور مشاحن۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مشاحن کون ہے؟ آپ نے فرمایا جھگڑنے والا۔ (فضائل رمضان ص ۹۴)۔

اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من احیا

لیلۃ سبعٍ وّ عشرین من شھر رمضان الی الصبح فھو احبّ الیّ من قیام لیالی شھر رمضان کلّھا ۔ جو شخص رمضان کی ۲۷ ویں شب میں صبح تک شب بیداری کرے تو یہ بات میرے نزدیک رمضان کے مہینہ کی تمام راتوں کی شب بیداری سے زیادہ محبوب ہے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ابا جان جو کمزور مرد اور عورتیں اس شب قیام کی قدرت نہ رکھیں وہ کیا کریں؟ فرمایا یضعون الوسائد فیتکؤن علیھا و یقعدون ساعۃ من ساعات تلک اللیلۃ ویدعون اللہ عزو جلّ الاّ کان ذالک احبّ الی من قیام امتی جمیعاً شھر رمضان ۔ یہ لوگ تکیے رکھ کر اس شب کی گھڑیوں میں سے کوئی ایک گھڑی میں اللہ سے دُعا نہیں کریں گے۔ مگر ان کا یہ فعل میرے نزدیک تمام امت کے تمام رمضان کے مہینے کے قیام سے زیادہ محبوب ہوگا۔

(مکاشفۃ القلوب للغزالی ص ۳۰۵)

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من احیا لیلۃ القدر و صلّے فیھا رکعتین و استغفر فیھا غفر اللہ لہ' و خاض فی رحمۃ اللہ و مسحہ' جبریل بجناحہ و من مسحہ جبریل بجناحہ دخل الجنۃ جو شخص لیلۃ القدر میں شب بیداری کرے گا اور اس میں دو رکعت نفل ادا کرے گا وہ اللہ کی رحمت میں ڈوب جائے گا اور جبریل امین اسے اپنے پر سے دلاسہ دیں گے اور جس کو جبریل اپنے پر سے دلاسہ دے دیں وہ جنت میں داخل ہو گا۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۳۰۵)

امام احمد صادی ارشاد فرماتے ہیں و یکفی فی قیامھا صلوٰۃ العشاء و الصبح فی جماعۃ و ورد من صلے المغرب و العشاء فی جماعۃ فقد اخذ بحظّ و افر من لیلۃ القدر ۔ اور لیلۃ القدر کے قیام میں نماز عشا اور نماز صبح کا با جماعت ادا کرنا کفایت کرتا ہے اور روایات میں آیا ہے کہ جس نے مغرب اور عشا کی نمازیں با جماعت ادا کیں اس نے لیلۃ القدر کا وافر حصہ پایا۔

(تفسیر صادی ص ۲۸۹ ج ۴)

نوافل

لیلۃ القدر کے جو نوافل بزرگان دین سے منقول ہیں وہ یہ ہیں۔ (۱) شب قدر میں چار رکعت

پڑھے ہر رکعت میں سورۂ قدر ایک بار اور سورہ اخلاص ستائیس بار پڑھے تو گناہوں سے پاک ہو جائے گا۔ پھر دو رکعت پڑھے ہر رکعت میں سورۃ قدر ایک بار اور سورہ اخلاص تین بار پڑھے تو ثواب شب قدر پائے گا۔ پھر چار رکعت پڑھے۔ ہر رکعت میں سورہ قدر ایک بار۔ سورہ اخلاص پچاس بار بعد سلام سجدہ میں جا کر۔ سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر۔ ایک بار بعدہ دُعا کرے قبول ہو گی۔ (ماہنامہ فیض رضا لائل پور بابت اکتوبر ۱۹۷۱ء)

(۲) بیس رکعت پڑھے ہر رکعت میں سورہ اخلاص اکیس بار پڑھے اور قرآن پڑھے اور ایک سو مرتبہ درود شریف پڑھے تو شفاعت کا مستحق ہوگا۔ (ماہنامہ فیض رضا مذکور بالا)

(۳) چار رکعت اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں فاتحہ شریف ایک بار سورہ تکاثر ایک بار اور سورہ اخلاص تین بار پڑھے۔

(۴) آٹھ رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ قدر ایک بار اور سورہ اخلاص تین بار پڑھے انشاء اللہ اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے اور موت کی سختیاں دور کر دی جائیں گی اور عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ (رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بابت رمضان ۱۳۹۳ھ)۔

(۵) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ جو شخص بعد نماز عشاء سات مرتبہ سورہ قدر پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے بلاؤں سے محفوظ رکھے گا اور ستر ہزار فرشتے اس کے لیے جنت کی دُعا کریں گے۔

(۶) حضرت امام ابواللیث رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس رات میں جس قدر نوافل ہو سکیں پڑھے جائیں اور ہر رکعت میں سورہ الحمد شریف کے بعد سورہ قدر ایک مرتبہ اور سورہ اخلاص تین مرتبہ پڑھے اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرنے کے بعد درود شریف پڑھے (ماہنامہ مالک راولپنڈی جون ۱۹۵۳ء)۔

(۷) اگر کوئی شخص ان مذکورہ بالا ترتیبوں کے ساتھ نوافل نہ پڑھ سکے تو ہر رکعت میں تین بار سورہ اخلاص پڑھتا جائے انشاء اللہ قیام کا ثواب پائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تلاوت قرآن مجید

جو شخص زیادہ دیر تک کھڑا نہ ہو سکے اسے چاہیے کہ وہ نوافل میں ان سورتوں کی تلاوت کو اختیار کرے جن کی تلاوت میں کثرت ثواب ہے۔ مثلاً آیۃ الکرسی کہ اس کے بارہ میں مروی ہے کہ وہ قرآن

میں افضل آیت ہے اور سورہ بقرہ کی آخری آیتیں کہ ان کے متعلق مروی ہے کہ جو شخص نفل میں انہیں تلاوت کرے گا یہ اس لیے کافی ہو جائیں گی اور سورہ زلزلہ کہ اس کے متعلق مروی ہے کہ وہ نصف قرآن کے برابر ہوتی ہے اور سورۃ الکافرون کے اس سے متعلق آیا ہے کہ وہ ایک چوتھائی قرآن کے برابر ہوتی ہے اور سورہ اخلاص کہ اس سے متعلق وارد ہوا ہے کہ وہ ایک ثلث قرآن کے برابر ہوتی ہے اور سورہ یٰسین کہ اس کے متعلق آیا ہے کہ وہ قرآن کا دل ہے اور یہ بھی آیا ہے کہ سورہ یٰسین جس مقصد کے لیے پڑھی جائے وہ اس مقصد کے لیے ہے اور اس شب استغفار، تسبیح، تحمید، تہلیل اور قسم قسم کے اذکار اور درود شریف کی کثرت کرے اور اپنے لیے اور اپنے زندہ اور وفات یافتہ احباب کے لیے دُعا کرے اور جو کچھ صدقہ کر سکے کرے اور اپنے اعضاء کو گناہوں سے محفوظ رکھے۔ (تفسیر صاوی ص ۲۸۹ جلد چہارم)

درختوں کا سجدہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں وطبری از قومے نقل کردہ است کہ درختاں درآں شب سجدہ کنند و برزمین افتند باز بمناسبتِ خود باز گردند و سجدہ کند روے ہر چیز یعنی امام طبری نے علماء کی ایک جماعت سے یہ بات نقل کی ہے کہ اس رات میں درخت سجدہ کرتے ہیں۔ اور وہ زمین پر اُوندھے ہو جاتے ہیں۔ پھر اپنی جڑوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اس رات میں ہر چیز اللہ کے آگے سجدہ کرتی ہے۔

(اشعۃ اللمعات ص ۱۱۲ جلد دوم)

دُعائے شب قدر

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ارایت ان علمت ایّ لیلۃ لیلۃ القدر ما اقول فیھا۔ یا رسول اللہ ذرا یہ تو بتائیں کہ اگر میں کسی رات کے متعلق جانوں کہ وہ لیلۃ القدر ہے تو اس رات میں کیا دُعا مانگوں آپ نے فرمایا۔ یہ دُعا مانگو۔ اَللّٰھُمَّ انّک عفوّ تُحبُّ العفو فاعفُ عنّی۔ اے اللہ بے شبہ تو بخشنے والا ہے۔ بخشش کو پسند فرماتا ہے سو تُو میری بخشش فرما دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۸ رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تیسواں مقالہ

جمعۃ الوداع کی شرعی اہمیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ رسولہ محمد و آلہٖ و اصحابہ اجمعین. اما بعد. اس مختصر رسالہ میں جمعۃ الوداع کی شرعی اہمیت بیان کی گئی ہے. ربنا تقبل منا انک السمیع العلیم۔

جمعۃ الوداع کی شرعی اہمیت

مولانا محمد صدیق ہزاروی اپنے مضمون "جمعۃ الوداع (رحمتوں کی رات اور برکتوں کا دن)" میں لکھتے ہیں۔

"ماہِ رمضان المبارک کا آخری جمعہ جمعۃ الوداع کہلاتا ہے۔ مسلمان کے نزدیک جمعۃ الوداع ایک اہم تہوار کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے بعد جتنا بڑا اجتماع جمعۃ الوداع کی نماز کے لیے ہوتا ہے اتنا کسی دوسرے موقع پر نہیں ہوتا۔ جمعۃ الوداع ملے جلے جذبات کا اظہار کرتا ہے یعنی ایک طرف یہ دن ماہِ رمضان المبارک کی برکات کے خاتمے کا اعلان کر کے قوم مسلم کو اس بابرکت مہینے کی جدائی کے صدمے سے دوچار کرتا ہے تو دوسری طرف اس بات کا اطمینان دلاتا ہے کہ گو وہ مہینہ رخصت ہو رہا ہے جس کی آمد پر جنت کے دروازے کھولے گئے۔ جہنم کے دروازے بند ہوئے۔ شیطانوں کو بیڑیاں ڈالی گئیں اور شب و روز ذکر خداوندی کے نغمے الاپے جانے لگے لیکن وہ ماہِ مبارک ہمیں قرآن ایسی کتاب ہدایت کی صورت میں ایک عظیم تحفہ دے کر جا رہا ہے جو ہمارے قدم قدم پر راہنمائی کرتا اور مشکلات کے بھنور سے باہر نکال کر ہمیں ساحلِ نجات سے ہم کنار کرتا ہے۔ جمعۃ الوداع کی عظمت کو جاننے کے لیے ہمیں تین بنیادی باتوں سے آگاہی حاصل کرنا ہوگی۔

(۱) عام دنوں میں جمعہ کی حیثیت (۲) رمضان المبارک میں واقع ہونے والے جمعہ کی عظمت۔ (۳) جمعہ ہائے رمضان میں جمعۃ الوداع کی شان و شوکت۔

عام دنوں میں جمعہ کی حیثیت

جس طرح یہود و نصاریٰ کے لیے ہفتہ اور اتوار کے دن عبادت کے لیے مخصوص تھے اسی طرح جمعۃ المبارک کا دن مسلمانوں کا دن مسلمانوں کو خاص طور پر عبادت کے لیے عطا ہوا ہے۔ یہ دن باقی تمام ایام ہفتہ سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جمعہ کا دن سید الایام (دنوں کا سردار) کہلاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جن دنوں پر سورج طلوع وغروب ہوتا ہے ان میں جمعہ کا دن سب سے افضل ہے۔ اس دن جنوں اور انسانوں کے علاوہ ہر چیز (قیامت قائم ہونے کے خوف سے) خوف زدہ ہوتی ہے۔ جمعہ کے دن مساجد کے دروازوں پر فرشتے متعین ہوتے ہیں جو نماز جمعہ کے لیے آنے والے لوگوں کے نام بالترتیب لکھتے ہیں۔ پہلے آنے والے مسلمانوں کے لیے ایک اونٹ کی قربانی کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ اس کے بعد آنے والے کے لیے گائے کی قربانی کا ثواب پھر بکری کی قربانی کا ثواب، پھر راہِ خدا میں ایک مرغی دینے کا ثواب پھر راہِ خدا میں ایک انڈا کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ پھر جب امام منبر پر بیٹھنے کی تیاری کرتا ہے تو فرشتے اپنے رجسٹر بند کر دیتے ہیں۔

جمعۃ المبارک کو چند نسبتیں حاصل ہیں جن کی وجہ سے یہ تمام دنوں کا سردار کہلاتا ہے۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بہترین دن جس پر سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے۔ اس دن میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، اسی دن آپ کو جنت میں داخل کیا گیا۔ اسی دن آپ جنت میں زمین پر بھیجے گئے۔ اسی دن قیامت قائم ہوگی۔ اور اس دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ جس میں مسلمان جو بھی دُعا مانگے اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ بابرکت ساعت کونسی ہے وہ ساعت جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے۔ اسی وقت میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہے کہ اس نے جمعہ کا باعظمت دن اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کو عطا فرمایا۔ غنیۃ الطالبین میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا۔ یا اللہ میری امت کا کیا حصہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے محمد! جمعہ میرے لیے ہے اور جنت بھی میری ہے پس میں نے جمعہ اور جنت آپ کی امت کو عطا کر دیے ہیں اور جنت کے ساتھ ساتھ میں بھی آپ کی امت کے لیے ہوں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص جمعہ کے دن فجر کی نماز باجماعت نماز ادا کرے اس کے لیے مقبول حج کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ اور اگر عصر کی نماز بھی ادا کرے تو اسے عمرہ کا ثواب دیا جاتا ہے۔ اور اگر عصر کی نماز کے بعد اسی جگہ بیٹھا رہے تو اللہ تعالیٰ سے جو مانگے اُسے عطا کیا جاتا ہے۔

رمضان المبارک کے جمعہ کی عظمت

یہاں تک عام جمعۃ المبارک کے فضائل کا اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ عام مہینوں میں آنے والے جمعۃ المبارک اور رمضان المبارک کے جمعۃ المبارک میں کیا فرق ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ جو آدمی رمضان المبارک میں ایک نفل نیکی کرے اسے دوسرے مہینوں میں ادا کیے گئے فرض کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اور رمضان المبارک میں ادا ہونے والے ایک فرض کا ثواب دوسرے مہینوں کے ستر فرائض پر ملنے والے ثواب کے برابر ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ رمضان المبارک کا ایک جمعہ دوسرے مہینوں کے ستر جمعوں کے برابر فضیلت رکھتا ہے۔ سو جو عمل عام جمعہ میں ایک عمل ہوگا رمضان المبارک کے جمعہ میں وہ ستر اعمال کے برابر شمار ہوگا۔ اس کے علاوہ ایک حدیث میں جمعہ ہائے رمضان المبارک کی فضیلت واضح الفاظ میں بھی بیان کی گئی ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے نبیء کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا۔ رمضان میں پائے جانے والے جمعہ کو باقی تمام مہینوں کے جمعہ پر اُسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح ماہِ رمضان کو دوسرے مہینوں پر فوقیت حاصل ہے۔

جمعۃ الوداع کی شان وشوکت

چونکہ رمضان المبارک کے پہلے تین چار جمعوں پر یہ آس لگی رہتی ہے کہ اس بابرکت مہینے کے اختتام سے پہلے ابھی ایک اور بابرکت جمعہ آئے گا۔ جس میں ہم اپنے خالق ومالک کے حضور جی بھر کر گڑگڑائیں گے، اپنی حاجات پیش کریں گے اور دُعاؤں اور التجاؤں کے ذریعہ سے اپنے دامنِ مراد کو بھرنے کی کوشش کریں گے لیکن جمعۃ الوداع آخری موقع ہوتا ہے۔ اس کے بعد یہ بابرکت دن (رمضان المبارک کا جمعہ) کہیں سال بعد نصیب ہوگا۔ اس اعتبار سے یہ دن نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ لہذا وہ اہم امور جو سال کے باقی مہینوں کے جمعہ کے دن پر بجالانے کا حکم ہے۔ جمعۃ الوداع پر ان کی طرف خصوصی توجہ دی جانی چاہیے اور اس دن اپنے آپ کو اعمال صالحہ اور عبادت کے لیے بالکلیہ وقف کر دینا چاہیے" (روزنامہ جنگ راولپنڈی۔ اقراء ایڈیشن بتاریخ ۷ جنوری ۲۰۰۰ء)۔

جمعۃ الوداع کے دن رمضان کوالوداع کہنے کی وجہ

خواجہ عابد نظامی اپنے مضمون "جمعۃ الوداع۔اک بابرکت دن" میں لکھتے ہیں۔"رمضان کا آخری جمعہ اس لحاظ سے خصوصی اہمیت کا حامل ہے کہ یہ دن یاد دلاتا ہے کہ اب اُن ایام کے وداع (رخصت) ہونے کا وقت آگیا ہے جن میں مسلمانوں کے لیے عبادات کا ثواب کئی گنا بڑھایا گیا تھا اور اب اس جمعۃ الوداع کے بعد اس قسم کے ایام ایک سال کے بعد آئیں گے۔یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت جمعۃ الوداع کو بڑے اہتمام سے یہ جمعہ ادا کرتی ہے۔اور خصوصی دعائیں مانگی جاتی ہیں"۔

(روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ملی ایڈیشن بتاریخ ۲۲ دسمبر ۲۰۰۰ء)

جمعۃ الوداع میں رمضان کوالوداع کہنے کا طریقہ

علمائے کرام نے رمضان المبارک کوالوداع کہنے کے لیے اس کا آخری جمعہ مقرر فرمایا ہے۔اور اس جمعہ کا نام جمعۃ الوداع رکھا ہے۔کیونکہ رمضان المبارک کوالوداع کہنے کے لئے یہی دن مناسب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ سارے مسلمان جامع مسجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے جمع ہوتے ہیں۔خطیب صاحب پہلے خطبہ میں مخصوص خطبہ پڑھتے ہیں جس میں رمضان المبارک کوالوداع کہا جاتا ہے۔مثلاً اس قسم کے کلمات پڑھے جاتے ہیں۔ **اعلموا ان شهر هذا رمضان يشفع لكم بالعفو و الغفران الوداع الوداع يا شهر رمضان** ۔جان لوکہ یہ مہینہ رمضان کا ہے۔تمہاری بخشش کی شفاعت کرے گا۔اے ماہ رمضان الوداع الوداع۔ **فتحسر و اعلى اتمامه و تاسفوا على اختتامه الوداع الوداع يا شهر رمضان** ۔سوتم لوگ اس مہینے کے خاتمہ پر صدمہ اٹھاؤ اور افسوس کھاؤ۔اے ماہ رمضان الوداع الوداع۔ **السلام عليك يا شهر البركة والاحسان. السلام عليك يا شهر التسبيح و ذكر الرحمن. السلام عليك يا شهر الضيافة و زيارة الاخوان. السلام عليك يا شهر التراويح و تلاوة القرآن** ۔اے برکت ونیکی والے مہینے تجھ پر سلامتی ہو۔اے تسبیح اور ذکر الٰہی کے مہینے تجھ پر سلامتی ہو۔اے مہمانی اور بھائیوں کی زیارت کے مہینے تجھ پر سلامتی ہو۔اے تراویح اور تلاوت قرآن کے مہینے تجھ پر سلامتی ہو۔(خطب علمی ص ۴۶)

خطب علمی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دادا جان حضرت مولانا رضا علی خان

رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مولانا محمد حسن علمی نے لکھا ہے۔

خطبۂ جمعۃ الوداع پر دیوبندی فتویٰ

جمعۃ الوداع کے مندرجہ بالا خطبہ میں کوئی ایسی بات نہیں جس پر اعتراض کیا جاسکے۔ لیکن دیوبندیوں نے اس پر بدعت ضلالت (گمراہ کن بدعت) کا فتویٰ لگایا ہے۔ چنانچہ مولوی رشید احمد گنگوہی کے مجموعہ فتاویٰ میں ہے۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین، مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پڑھنا آخر جمعہ لوماہ رمضان المبارک میں الوداع یا شہر رمضان اور الوداع الوداع یا سۃ التراویح اور اشعار فارسی یا اُردو یا عربی کا ہر جمعہ میں یا آخر جمعہ ماہ رمضان المبارک میں درصورتیکہ عوام الناس خطبۃ الوداع آخر جمعہ رمضان المبارک کو سنت بلکہ قریب واجب جانتے ہیں۔ آیا حسب زعم ان کے سنت یا مستحب یا بخلاف اس کے بدعت ہے۔ بدلائل عقلیہ ونقلیہ از کتب معتبرہ جواب ارقام فرمایا جاوے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: یہ خطبہ بدعت ہے کہ مرثیہ اور اشعار قرون مشہود لھا بالخیر میں خطبہ میں منقول نہیں۔ علی الخصوص جب اس فعل کو ضروری جانا جاوے کہ مؤکد جانا کسی امر مستحب کو بھی داخل تعدی حدود اللہ اور بدعت ضلالت ہے۔ چہ جائیکہ امر محدث اور پھر غیر زبان عربی میں خطبہ پڑھنا مکروہ ہے۔ بہر حال یہ فعل عوام جہلاء خطباء کا اور سنت جاننا اس کا بدعت ضلالت واجب الترک ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ" (فتاویٰ رشیدیہ ۱۱۵)۔

خطبۃ الوداع کے حق میں اعلیٰ حضرت کا فتویٰ

گنگوہی صاحب کے اس فتویٰ کے مقابلہ میں ہمارے امام اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فتویٰ جاری فرمایا۔" کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:۔

(۱) جمعۃ الوداع رمضان المبارک کو نبی کریم احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۃ الوداع پڑھا ہے یا نہیں؟

(۲) اگر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھا ہے تو سب سے پہلے خطبۃ الوداع کس نے پڑھا ہے؟ اور اس کا موجد ومخترع کون ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا ائمہ

مجتہدین فقہاء و محدثین رحمہم اللہ۔

(۳) شریعت مقدسہ مطہرہ منورہ محمد یہ حنفیہ اہل سنت و جماعت میں خطبہ الوداع کا کیا درجہ ہے؟ فرض۔ واجب۔ سنت۔ مستحب۔ مباح۔ صاف صاف مدلل تحریر فرمائیں۔

(۴) جس جمعۃ الوداع کو خطبۃ الوداع نہ پڑھا جائے وہ جمعہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور تارک خطبۃ الوداع کس درجہ کا خاطی و گناہگار ہے۔ قابل ملامت وزجر ہے یا نہیں؟ ملامت وزجر کرنے والے تو گناہگار نہ ہوں گے امامت اس کی جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: (۱) الوداع جس طرح رائج ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔

(۲) نہ صحابۂ کرام و مجتہدین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے (ثابت)۔ نہ اس کا موجد معلوم۔

(۳) وہ اپنی ذات میں مباح ہے۔ ہر مباح نیتِ حسن سے مستحب ہو جاتا ہے اور عروض عوارض خلاف سے مکروہ سے حرام تک۔

(۴) جمعہ کے لیے خطبہ شرط ہے۔ خاص خطبۃ الوداع کوئی چیز نہیں۔ اس کے ترک سے نماز پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا اس کے تارک میں کچھ خلل نہیں۔ نہ تارک پر زجر و ملامت روا جب کہ ترک بر بنائے وہابیت نہ ہو۔ ہاں اگر وہابیت ہے تو وہابی کے پیچھے نماز بے شک ناجائز محض باطل اور وہ زجر و ملامت سے بھی سخت تر کا مستحق ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ۔ حصہ سوم۔ ص ۱۷۷)۔

خطبہ الوداع کے حق میں حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی کا فتویٰ

سوال: ماہ مبارک رمضان میں اخیر جمعہ کو مسلمانوں کے سامنے خطبۃ الوداع پڑھا جاتا ہے۔ جس میں رمضان مبارک کے فضائل و برکات کا بیان ہوتا ہے۔ اور اس ماہ مبارک کے رخصت ہونے اور ایسے بابرکت مہینہ میں حسنات وخیرات کے ذخیرہ نہ جمع کرنے پر حسرت وافسوس اور آئندہ کے لیے لوگوں کو عمل خیر کی ترغیب اور باقی ایام رمضان میں کثرت عبادت کا شوق دلایا جاتا ہے مسلمان اس خطبہ کو سن کر خوب روتے اور گناہوں سے توبہ واستغفار کرتے اور آئندہ کے لیے نیکی کا عزم کرتے ہیں۔ بعضوں نے خطبۃ الوداع کی سخت مخالفت کی۔ اس کو بدعت و ناجائز کہا۔ جس سے بعض ناواقف اور ضعیف الخیال لوگوں کو کچھ

تر دد ہو گیا وہ دریافت کرتے ہیں کہ یہ جائز ہے یا نہیں؟ اس لیے براہ کرم اس کے متعلق شرعی حکم صادر فرما کر مسلمانوں کو مطمئن فرمائیں۔

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ سائل نے خطبہ الوداع کو دریافت کیا ہے۔ اب اس کے متعلق ہم حکم شرعی بیان کرتے ہیں۔ خطبہ الوداع میں ان وہابیہ نے نہایت شور وغل مچایا۔ اور اس خطبہ کو ناجائز و ممنوع بتایا باوجودیکہ ان کے پاس ممانعت کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے۔ اور نہ وہ کوئی ایک حدیث یا فقہی عبارت اس کے عدم جواز میں پیش کر سکتے ہیں۔ مگر ان کا دستور ہی یہ ہے کہ وہ اپنی رائے کو دین میں دخل دیتے ہیں اور اپنے خیال باطل سے جس چیز کو چاہتے ہیں ناجائز کر ڈالتے ہیں۔

خطبۂ الوداع کس طرح ناجائز ہو گیا۔ خطبہ میں جو چیزیں شرعاً مطلوب ہیں۔ اُن میں سے کونسی چیز اس میں نہیں پائی جاتی۔ یا کونسا امر ممنوع اس میں داخل ہے؟

تذکیر خطبہ کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔ رمضان المبارک کے گزرے ہوئے ایام میں عمل خیر کی قلت پر حسرت و افسوس اور بابرکت ایام میں غفلت پر قلق و ندامت اور مہینے کی رخصتی کے وقت اپنی گذشتہ کوتاہیوں کو نظر میں لاکر آئندہ کے لیے تیقظ و بیداری اور مسلمانوں کی عمل خیر کی تحریض و تشویق۔ یہ بہترین طریقۂ تذکیر ہے۔ اور اس میں نہایت نافع و سودمند پند و نصیحت ہے۔ اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بندھ جاتی ہیں اور انہیں سچی توبہ نصیب ہوتی ہے بارگاہ الٰہی میں استغفار کرتے ہیں اور آئندہ کے لیے عمل خیر کا مصمم ارادہ کر لیتے ہیں۔ اس تذکیر کو فقہاء نے سنت فرمایا۔ عالمگیری میں ہے۔ عاشرھا العظۃ والتذکیر یعنی خطبہ کی دسویں سنت پند و نصیحت ہے وہابیہ نے اس سنت کو بدعت و ناجائز کہہ دیا۔ اس جرأت کی کیا انتہاء اور اس بے باکی کی کیا حد کہ شریعت طاہرہ میں جو چیز سنت ہو یہ ظالم اس کو بدعت و ناروا بتائیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ بعینہٖ یہ الفاظ (الوداع الوداع یا شھر رمضان وغیرہ) حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ خطبہ میں سنت فقط پند و نصیحت ہے وہ خواہ کسی بھی عبارت سے حاصل ہو نہ یہ کہ اس کے لیے خاص منقول الفاظ ہوں۔ اور یہ وہابیہ خود جو خطبے پڑھتے ہیں ان کے الفاظ اور عبارتیں کب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ اور کیوں یہ خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے خطبے نہیں پڑھتے۔ نئے نئے خطبے اپنی طرف سے گھڑتے ہیں۔ ان کے گرو گھنٹال اسماعیل دہلوی مصنف تقویۃ

الایمان کا خطبہ چھپا ہوا موجود ہے۔ یہ خطبہ لکھ کر وہ بدعتی ہو گیا اور جو وہابی اس خطبہ کو پڑھتا ہے وہ اپنے ہی حکم سے بدعتی ہے۔ ورنہ کیا معنے کہ تمہارا بنایا ہوا خطبہ بدعت نہ ہو اور اکابر علمائے دین کے خطبے بدعت ہو جائیں بات یہ ہے کہ وہابی کا عمل اس کے قول پر لعنت کیا کرتا ہے ان کے لکھنے کی باتیں اور ہوتی ہیں اور کرنے کی اور۔ اس وضوح تام کے بعد بھی اگر وہابیہ کو انکار ہے تو یہ ایک بے مثال ضد اور بے نظیر ہٹ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آنکھوں سے پردے اٹھائے اور دلوں کو قبول حق کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اور مسلمانوں میں آئے دن کی تفرقہ بازی سے بچائے آمین و **الحمد لله رب العالمین و صلی الله تعالیٰ علی حبیبه و خاتم رسله و علیٰ جمیع انبیآء ہ و من تبعهم اجمعین آمین کتبه' العبد المعتصم بحبله المتین محمد نعیم الدین عفاعنه المعین۔**

(انوار شریعت حصہ اوّل ص ۱۴۴)

الحمد للہ۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی اور مولانا صدر الافاضل محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہما کے ان ہر دو فتاویٰ مبارکہ سے خطبۃ الوداع کی صحیح شرعی حیثیت واضح ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت کو یہ خطبۂ مبارکہ جمعۃ الوداع کے موقع پر پڑھنے کی توفیق بخشے آمین بجاہ النبی الامین۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

نوافل جمعۃ الوداع

رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو بعد نماز جمعہ دو رکعت نماز پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورہ زلزال ایک بار اور سورۂ اخلاص دس بار اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورہ کافرون تین مرتبہ پڑھے۔ اور بعد سلام دس مرتبہ درود شریف پڑھے۔

پھر دو رکعت نماز پڑھے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۃ تکاثر ایک بار اور سورہ اخلاص دس دفعہ پھر دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون تین مرتبہ پڑھے۔

اس نماز کے بے شمار فضائل ہیں اور اس نماز کے پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ قیامت تک بے انتہاء عبادت کا ثواب عطا فرمائے گا" ماہنامہ ندائے دین کراچی بابت مارچ ۱۹۹۲ء صفحہ ۳۶، اور روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی۔ (ملی ایڈیشن بتاریخ ۷ دسمبر ۲۰۰۱ء)

نوافل قضائے عمری

جمعۃ الوداع کے دن کئی لوگ نوافل قضائے عمری پڑھتے ہیں۔ بعض لوگ اس کو حرام اور بدعت کہتے ہیں اور بعض سمجھتے ہیں کہ عمر بھر جو فرض نمازیں ادا نہیں کی گئیں وہ اسی میں ادا ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ نہ یہ نماز حرام و بدعت ہے اور نہ اس ایک نماز کے پڑھنے سے باقی تمام نمازیں معاف ہو جاتی ہیں۔

بات دراصل یہ ہے کہ جس شخص کی فرض نمازیں قضاء ہو گئی ہوں۔ اگر وہ اپنے اس فعل پر نادم وشرمندہ ہو کر توبہ کرے اور قضاء شدہ نمازوں کو پڑھ لے اور پھر جمعۃ الوداع کے دن قضائے عمری کے نوافل پڑھے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے قضاء عمری کی وجہ سے اس کی نمازیں قضاء ہونے اور اُن میں تاخیر واقع ہونے کا جو گناہ ہوا تھا وہ گناہ معاف بلکہ نیکی میں تبدیل ہو جائے گا۔

نوافل قضائے عمری کی ترکیب

یہ ہے کہ رمضان المبارک میں آخری جمعۃ (جمعۃ الوداع) کے دن نمازِ جمعہ وعصر کے درمیان بارہ رکعتیں پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ الناس ایک ایک بار پڑھے۔ اس کو مختصر الاحیاء میں ذکر کیا گیا ہے۔

(تفسیر روح البیان، جلد ثالث ص ۴) (ماہنامہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ بابت رمضان ۱۴۰۴ھ)

نماز قضائے عمری کے بارہ میں ایک دیوبندی فتویٰ

سوال

بعض لوگ جمعۃ الوداع کو جماعت کے ساتھ قضاء نماز پڑھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ پوری زندگی کی فوت شدہ نمازوں کے لیے کافی ہے۔ اسے قضائے عمری کہتے ہیں۔ جبکہ بعض لوگ رمضان میں اس نیت سے فوت شدہ نمازوں کو قضاء پڑھتے ہیں کہ ایک نماز پڑھنے سے ستر قضا نمازوں کی ادائیگی ہو جائے گی۔ کیونکہ مشہور ہے کہ رمضان میں ایک فرض کا ثواب ستر فرائض کے برابر ملتا ہے شرعاً یہ عقیدہ وعمل کیسا ہے؟

جواب

یہ دونوں عقیدے غلط ہیں۔قضاء عمری کو فقہاء نے بدعت قرار دیا ہے۔اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔ اسی طرح ایک نماز کی قضاء پڑھنے سے ستر قضاء نمازوں کی ادائیگی کا بھی شرعا کوئی ثبوت نہیں۔جتنی نمازیں فوت ہوئی ہیں ان سب کی قضاء فرض ہے۔خواہ رمضان میں کرے یا غیر رمضان میں۔ایک فرض کا ثواب ستر فرائض کے برابر ملنے کا ایک حدیث میں ذکر ہے مگر وہ حدیث ضعیف ہے اور فضائل میں بھی ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی شرط یہ ہے کہ اسے سنت نہ سمجھا جائے۔اگر حدیث کو قابل استدلال تسلیم کر بھی لیا جائے تو وہ رمضان میں اداء کیے جانے والے اعمال صالحہ کے بارے میں ہے۔اور قضاء نمازیں پڑھنا تو قرض کی ادائیگی کی طرح ہے۔کیا رمضان میں کسی کا ایک ہزار قرض ادا کرنے سے وہ ستر ہزار ادا کرنے کے قائم مقام ہوسکتا ہے؟ غرض اس حدیث سے ایک قضاء نماز پڑھ کر ستر نمازیں ادا ہو جانے کا ثبوت قطعاً نہیں ملتا۔واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔(ہفت روزہ "ضرب مومن" کراچی بابت ۶ رمضان ۱۴۲۲ھ)

تنبیہ

اس دیوبندی فتویٰ کے سوال میں جو کہا گیا ہے کہ قضائے عمری اس عقیدہ سے پڑھی جاتی ہے کہ ایک نماز کی قضاء سے پوری عمر کی نمازوں کی ادائیگی ہو جاتی ہے۔یا ایک فرض کی ادائیگی سے ستر فرائض کی ادائیگی ہو جاتی ہے ایسا کوئی مسلمان نہیں سمجھتا۔بلکہ قضائے عمری کے جو نوافل ہم نے رضائے مصطفےٰ سے نقل کیے ہیں وہ اسی غرض کے لیے پڑھے جاتے ہیں کہ فرائض کو اپنے وقت میں ادا نہ کرنے اور وقت کے بعد ادا کرنے کی وجہ سے ذمہ میں جو گناہ باقی رہتا ہے نوافل قضائے عمری سے معاف ہو جاتا ہے۔باقی رہا اس صورت کا حال کہ پانچ نمازوں کی قضاء پڑھی جاتی ہیں تو اس کے بارہ میں استاذ العلماء حضرت مولانا علامہ محمد عبدالحق بندیالوی لکھتے ہیں۔"سلف صالحین کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اپنے معتقدین کو یہ امر کرتے ہیں کہ جمعۃ الوداع کو نوافل توبہ استغفار پڑھے جائیں۔اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی جائے۔اور فوت شدہ نمازوں کی معافی مانگنے کے لیے کم از کم پانچ نمازوں کی قضاء پڑھی جائے اور پھر یہ مصمم ارادہ کرے کہ بقیہ قضاء بھی ضرور پڑھوں گا۔دراصل پانچ نمازوں کی قضاء پڑھنے کا مقصد یہ ہے کہ عوام الناس پر نماز کی اہمیت واضح ہو اور ساتھ ہی رمضان المبارک اور پھر جمعۃ الوداع کے بابرکت موقع پر پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے۔کیونکہ مستند

احادیث میں آتا ہے کہ رمضان المبارک میں جو نفل پڑھے گا تو فرض کا ثواب ملے گا اور جو ایک فرض پڑھے اس کو ستر فرائض یا ستر ہزار فرائض کا ثواب ملے گا۔ تو پانچ نمازوں کی قضاء پڑھنے کا فائدہ یہ ہوا کہ رمضان المبارک کی برکت سے کم از کم تین سو پچاس یا پھر ساڑھے تین لاکھ نمازوں کا ثواب مل جائے گا۔ فائدہ تو اتنا ہوا۔ اب کوئی شخص ہمیں اس دن نمازیں پڑھنے کا نقصان ہی بتادے۔

بعض کم فہم آدمی یہ الزام لگاتے ہیں کہ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ پانچ نمازیں پڑھنے سے ساری عمر کی نمازیں ادا ہو جاتی ہیں۔ اور پھر سارا سال نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ دراصل یہ ان لوگوں کا سفید جھوٹ اور زبردست بہتان ہے۔ علماء تو اپنی جگہ رہے۔ کسی جاہل سے جاہل شخص کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ پانچ نمازیں پڑھنے سے ساری عمر کی قضاء نمازیں ادا ہو گئیں" (کتاب رفع الاشتباہ عن مسئلۃ القضاء ص ۵)

الحمد للہ استاذ العلماء کے اس بیان سے اہل سنت پر لگائے گئے الزام کا بے بنیاد ہونا ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ الزام تراشوں کے شر سے بچائے اعلیٰ حضرت نے انہی لوگوں کے بارہ میں فرمایا ہے۔

ع ذکر روکے، فضل کاٹے، نقص کا جویار ہے

پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۶ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اکتیسواں مقالہ

عیدالفطر کا شرعی پروگرام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ و اصحابہ اجمعین اما بعد: اس مختصر مقالہ "عید الفطر کا شرعی پروگرام" میں ہم نے عید الفطر کے دن رات گزارنے کے شرعی طریقہ کی وضاحت لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت بخشے اور ذریعۂ ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

لفظِ عید کی وضاحت

شیخ محقق دہلوی لکھتے ہیں" کہا گیا ہے کہ عید کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ ہر سال عود کرتی ہے۔ اور اپنے اوقات میں بار بار آتی رہتی ہے چونکہ یہ معنی باقی مواسم میں بھی پایا جاتا ہے اس لیے لامحالہ خوشی و مسرت کی قید کی زیادتی یہاں کی جائے گی اور عید الفطر میں خوشی کے پائے جانے کی وجہ یہ ہے کہ اس روز رمضان المبارک کے روزے مکمل ہو جاتے ہیں اور روزہ دار قدرتی طور پر خوشی محسوس کرتے ہیں"
(اشعۃ اللمعات۔ جلد اوّل ص ۵۹۷)۔

یکم شوال کی تاریخی حیثیت

"شوال کی پہلی تاریخ کو عید الفطر ہوتی ہے۔ جو رمضان ختم ہونے کے بعد روزہ داروں کے لیے انعام کی حیثیت رکھتی ہے۔ یکم شوال اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو شہد بنانے کا الہام کیا تھا۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا فرمائی۔ اسی دن اللہ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو وحی کے لیے منتخب فرمایا۔ اور اسی دن فرعون کے جادوگروں نے توبہ کی تھی" (غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۱۸)۔

دو اسلامی عیدیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو اس زمانہ میں اہل مدینہ سال میں دو دن خوشی کرتے تھے۔ (مہرگان و نوروز)۔ فرمایا۔ یہ کیا دن ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا۔ جاہلیت میں ہم ان دونوں میں خوشی کرتے تھے۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں ان سے بہتر دو دن دیے ہیں۔ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن۔ رواہ ابوداؤد۔

(بہار شریعت۔عیدین کا بیان)۔

شبِ عید الفطر کی فضیلت

عید الفطر کی رات کے بارہ میں چند روایات پیش کی جاتی ہیں:۔

(۱) محدث دیلمی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ چار راتوں میں خیر کثیر برساتا ہے عید البقر کی رات، عید الفطر کی رات، شعبان کی پندرھویں رات اور رجب کی پہلی رات (مکاشفۃ القلوب ص ۳۰۰)۔

(۲) روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ نے والیء بصرہ کو لکھا۔ تم پر چار راتیں سال میں لازم ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان راتوں میں اپنی رحمت پوری طرح انڈیلتا ہے۔ رجب کی پہلی رات، شعبان کی پندرھویں رات، رمضان کی ستائیسویں رات اور عید الفطر کی رات۔

(غنیۃ الطالبین۔ حصہ اوّل۔ ص ۱۷۹)

(۳) حضرت خالد بن معدان رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جو شخص سال میں پانچ راتوں کی عبادت پر محافظت کرتا ہے ان کے ثواب کی امید پر اور ان کے وعدہ کی تصدیق پر اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ رجب کی پہلی رات میں بیداری کرے اور اس کے دن کا روزہ رکھے، عید الفطر اور عید البقر کی راتوں کا قیام کرے اور ان کے دنوں کا روزہ نہ رکھے، شعبان کی پندرھویں رات کا قیام کرے اور اس کے دن کا روزہ رکھے اور دس محرم کی رات کا قیام کرے اور اس کے دن کا روزہ رکھے۔

(غنیۃ الطالبین حصہ اوّل ص ۱۷۹)۔

(۴) محدث دیلمی ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ پانچ راتوں میں دُعا رد نہیں کی جاتی۔ رجب کی پہلی رات میں، شعبان کی پندرھویں رات میں، جمعہ کی رات میں، عید الفطر کی رات میں اور عید البقر کی رات میں (مراقی الفلاح ص ۲۱۹)۔

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ عید الفطر کی رات میں ان لوگوں کو پورا پورا اجر عطا کرتا ہے جنہوں نے رمضان کے روزے رکھے ہوتے ہیں۔

(غنیۃ الطالبین۔ جلد دوم۔ ص ۱۸)۔

(۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے۔ پھر جب عیدالفطر کی رات آتی ہے تو اس رات کا نام لیلۃ الجائزہ رکھا جاتا ہے۔(غنیۃ الطالبین جلد دوم۔ص ۲)۔

یعنی انعام کی رات۔ گویا جنہوں نے رمضان میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی انہیں عیدی دیئے جانے کی رات ہے(ماہنامہ کنزالایمان لاہور بابت فروری ۱۹۹۷ء)۔

(۷) محدث بزار روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص پانچ راتوں میں بیداری کرے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ ذوالحجہ کی آٹھویں رات، اس کی نویں رات، اس کی دسویں رات، عیدالفطر کی رات اور شعبان کی پندرھویں رات۔

(نزھۃ المجالس۔ جلد اوّل۔ص ۱۷۲)

(۸) ابن ماجہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص ثواب کی نیت سے عیدین کی دو راتوں میں قیام کرے گا اس کا دل اس دن نہ مرے گا۔ جس دن دل مردہ ہوں گے۔(نزھۃ الناظرین ص ۹۶)۔

(۹) ابن عساکر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص چار راتوں میں قیام کرے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ ذوالحجہ کی آٹھویں رات۔ اس کی نویں رات، اس کی دسویں رات اور عیدالفطر کی رات۔ رواہ الجلال السیوطی وصححہٗ۔

(جامع صغیر۔ جلد دوم۔ص ۱۶۱)۔

(۱۰) طبرانی حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص عیدالفطر کی رات اور عیدالاضحیٰ کی رات قیام کرے اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن دل مردہ ہوں گے۔(جامع صغیر۔ جلد دوم۔ص ۱۶۱)۔

وتلک عشرۃ کاملۃ۔

عیدالفطر کی شب بیداری

مندرجہ بالا دس روایات متبرکہ سے عیدالفطر کی رات کی شب بیداری کی فضیلت بخوبی معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے عید کا چاند دیکھنے کے بعد اس رات سے غافل نہیں ہو جانا چاہیے۔ بلکہ اس رات میں بھی

جتنی عبادت ہو سکے کرنی چاہیے۔ اعتکاف مسنون کرنے والوں کو یہ رات بھی اعتکاف میں گزارنی چاہیے۔اور عیدالفطر کی نماز فجر پڑھنے کے بعد مسجد سے نکلنا چاہیے و ھذا من معمولاتی بحمد اللہ تعالیٰ من مدۃ مدیدۃ ثم الحمد للہ علیٰ ذلک۔

نیز اس رات کی نماز عشاء اور نماز فجر کو باجماعت ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ ان نمازوں کی جماعتوں کی برکت سے پوری رات کے قیام کا ثواب مل جائے۔

عید کا چاند دیکھنے کی دُعا

جب عید کا چاند نظر آ جائے تو یہ دُعا پڑھی جائے۔ اللّٰھم اھلہ علینا بالا من والایمان والسلامۃ والاسلام ربی و ربک اللہ ۔(ترجمہ) اے اللہ! اس چاند کو ہم پر اس طرح طالع رکھ کہ ہم آفات نفس اور حوادث دہر سے امن وامان میں رہیں اور ہمیں سلامتی ایمان اور پابندی احکام اسلام کے ساتھ زندہ رکھ۔اے چاند تیرا رب اور میرا رب اللہ ہے۔

(ماہنامہ فیض رضا۔فیصل آباد بابت نومبر ۱۹۷۰ء)۔

شب عیدالفطر کے نوافل

عیدالفطر کی رات میں جو نوافل بزرگان دین سے منقول ہیں وہ یہ ہیں:۔

(۱) روایت میں ہے کہ جو مسلمان شوال کی پہلی رات نماز عشاء کے بعد یا شوال کے پہلے دن میں نماز عید کے بعد اپنے گھر میں چار رکعت نفل پڑھے گا۔اس طرح سے کہ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد سورۃ اخلاص اکیس مرتبہ پڑھے تو اللہ اس کے لیے بہشت کے آٹھوں دروازے کھول دے گا۔اور دوزخ کے ساتوں دروازے اس پر بند کر دے گا۔اور اس وقت تک نہیں مرے گا۔ جب تک کہ جنت میں اپنا ٹھکانا نہیں دیکھ لے گا۔(ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال بابت جولائی ۱۹۸۵ء)۔

(۲) شوال کی پہلی رات میں نماز عشاء کے بعد چار رکعتیں دو سلاموں کے ساتھ اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۃ اخلاص، سورۃ فلق اور سورۃ ناس تین تین مرتبہ پڑھے پھر سلام کے بعد کلمہ تمجید (تیسرا کلمہ) ستر مرتبہ پڑھ کر استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس نماز کی برکت سے اس کے گناہ معاف فرمادے گا۔

(ماہنامہ ندائے دین کراچی بابت اپریل ۱۹۹۲ء)۔

عید الفطر کے دن کی فضیلت

سیّدنا غوث اعظم محبوب سبحانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جب عید الفطر کا دن آتا ہے اور لوگ (عید پڑھنے کے لیے) صحرا کی طرف نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ عبادی لی صمتم ولی صلیتم انصر فوا مغفوراً لکم۔ میرے بندو تم نے میرے ہی لیے روزے رکھے اور میرے ہی لیے نمازیں پڑھیں۔ جاؤ۔ تم بخشے گئے ہو۔

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ عید الفطر کی رات میں رمضان کے روزہ داروں کو پورا پورا اجر عطا کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ عید الفطر کی صبح کے وقت فرشتوں کو حکم دیتا ہے تو وہ زمین پر اترتے ہیں۔ راستوں اور گلیوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز میں پکارتے ہیں جسے جن وانس کے سوا ہر شئے سنتی ہے۔ یا امۃ محمد اخرجوا الی ربکم عزوجل یقبل القلیل و یعطی الجزیل و یغفر الذنب العظیم۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت۔ اپنے رب کی طرف نکلو۔ جو تھوڑا عمل قبول فرماتا ہے، بڑی جزا عطا فرماتا ہے اور بڑے بڑے گناہ بخشتا ہے۔ پھر جب وہ عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں، نماز عید ادا کرتے ہیں اور دُعا مانگتے ہیں تو رب تبارک وتعالیٰ ان کی کوئی حاجت پوری کیے بغیر نہیں چھوڑتا اور نہ ہی ان کا کوئی سوال قبول کیے بغیر چھوڑتا ہے اور نہ ہی ان کا کوئی گناہ بخشے بغیر چھوڑتا ہے"

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے "پھر جب وہ عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے۔ اے ملائکہ۔ وہ لبیک وسعدیک کہتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے اس مزدور کی جزا کیا ہے جس نے اپنا کام کر دیا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں۔ اے ہمارے معبود اور ہمارے سردار اور ہمارے آقا۔ وہ پورے پورے اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ پھر فرماتا ہے۔ اے میرے فرشتو۔ میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی خوشنودی اور مغفرت کو ان کے ماہ رمضان کے روزوں اور نمازوں کا بدلہ بنا دیا ہے۔ پھر بندوں سے فرماتا ہے۔ اے میرے بندو۔ اس اجتماع میں مجھ سے مانگو۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ تم جو کچھ اپنی آخرت کے لیے مانگو گے تمہیں ملے گا اور جو کچھ دُنیا کے لیے طلب کرو گے وہ پاؤ گے۔ تم جب تک میرا خوف اپنے دلوں میں رکھو گے میں تمہاری لغزشوں پر پردہ ڈالوں گا اور تمہیں ذلیل

نہیں کروں گا۔ انصرفوا مغفور ألکم قدار ضیتمونی و رضیت عنکم ۔جاؤ۔تمہاری مغفرت ہوگئی ہے۔تم نے مجھے راضی کیا ہے تو میں تم سے راضی ہوگیا ہوں۔ پھر فرشتے عیدالفطر کے دن امتِ محمدیہ پر خوش ہوتے ہیں اور انہیں خوشخبریاں سناتے ہیں" (غنیۃ الطالبین حصہ دوم ص ۱۸)۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے" پھر جب عیدالفطر کا دن آتا ہے تو اللہ تعالیٰ روزہ داروں کی وجہ سے فرشتوں پر مباہات فرماتا ہے۔سو وہ پوچھتا ہے کہ اے میرے فرشتو۔اس مزدور کی جزا کیا ہے جس نے اپنا عمل کر دیا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے ربّ اس کی جزا یہ ہے کہ اسے اجر پورا پورا دیا جائے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے فرشتو میرے غلاموں اور لونڈیوں نے میرا فرض ادا کیا ہے پھر دُعا کے لیے گڑگڑاتے ہوئے نکلے ہیں۔ وعزتی وجلالی وکرمی وعلوی وارتفاع مکانی لاجیبنھم ۔میری عزت کی قسم۔میرے جلال کی قسم، میری مہربانی کی قسم، میری بلندی کی قسم اور میرے مقام کی اونچائی کی قسم میں ضرور ضرور ان کی دُعا قبول کروں گا۔سو وہ فرماتا ہے ارجعوا قد غفرت لکم و بدلت سیئاتکم حسنات ۔لوٹ جاؤ میں نے تمہارے گناہ بخش دیئے ہیں اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیا ہے۔فیر جعون مغفور اُلھم ۔سو وہ اس حال میں لوٹتے ہیں کہ ان کے گناہ بخش دیئے گئے ہوتے ہیں" رواہ البیھقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ المصابیح جلد اوّل ص ۱۶۴)۔

عیدالفطر کے مستحبات

عید کے دن یہ امور مستحب ہیں۔" حجامت بنوانا، ناخن ترشوانا، غسل کرنا، مسواک کرنا، اچھے کپڑے پہننا نیا ہو تو نیا ورنہ دھلا ہوا، انگوٹھی پہننا، خوشبو لگانا، صبح کی نماز مسجد محلہ میں پڑھنا، عیدگاہ جلد چلا جانا، نماز سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا، عیدگاہ کو پیدل جانا، دوسرے راستہ سے واپس آنا، نماز کو جانے سے پیشتر چند کھجوریں کھا لینا، تین یا پانچ یا سات یا کم و بیش مگر طاق ہوں۔کھجوریں نہ ہوں تو کوئی میٹھی چیز کھائے، خوشی ظاہر کرنا، کثرت سے صدقہ دینا، عیدگاہ کو اطمینان و وقار اور نیچی نگاہ کیے جانا، آپس میں مبارک باد دینا۔اور راستہ میں بلند آواز سے تکبیر نہ کہنا۔" (بہارِ شریعت۔عیدین کا بیان)۔

صدقۂ فطر

صدقہ فطر ہر مسلمان آزاد مالکِ نصاب پر جس کا نصاب حاجت اصلیہ سے فارغ ہو واجب

ہے۔اس میں عاقل، بالغ اور مالِ نامی ہونے کی شرط نہیں۔مرد مالکِ نصاب پر صدقہ فطر اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے واجب ہے جبکہ بچہ خود مالکِ نصاب نہ ہو ورنہ اس کا صدقہ اسی کے مال سے ادا کیا جائے۔اپنی عورت اور اولادِ عاقل و بالغ کا فطرہ اس کے ذمہ نہیں ہے" (بہار شریعت)۔

"صدقہ فطر کی مقدار یہ ہے کہ گیہوں یا اس کا آٹا یا ستو نصف صاع اور کھجور یا منقی یا جو یا اسکا آٹا یا ستو ایک صاع اور اعلیٰ درجہ کی تحقیق اور احتیاط یہ ہے کہ صاع کا وزن تین سو اکاون روپے بھر ہے اور نصف صاع ایک سو پچھتر روپے اٹھنی بھر اوپر" (فتاویٰ رضویہ بحوالہ بہار شریعت۔صدقہ فطر کا بیان)۔

یعنی صاع ساڑھے چار سیر کا ہوتا ہے اور نصف صاع سوا دو سیر کا واللہ اعلم۔

"صدقہ فطر عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی واجب ہوتا ہے اور صدقۂ فطر کا مقدم کرنا بھی مطلقاً جائز ہے جب کہ وہ شخص موجود ہو جس کی طرف سے ادا کرتا ہے۔اگرچہ رمضان سے پیشتر ادا کرے اور بہتر یہ ہے کہ عید کی صبح صادق ہونے کے بعد اور عیدگاہ جانے سے پہلے ادا کر دے۔صدقۂ فطر کے مصارف وہی ہیں جو زکوۃ کے ہیں" (بہار شریعت۔صدقۂ فطر کا بیان)۔

نماز عید سے پہلے نفل مکروہ ہیں

"نماز عید سے قبل نفل نماز مطلقاً مکروہ ہے عیدگاہ میں ہو یا گھر میں اس پر عید کی نماز واجب ہو یا نہ۔یہاں تک کہ عورت اگر چاشت کی نماز گھر میں پڑھنا چاہے تو نماز عید ہو جانے کے بعد پڑھے۔اور نماز عید کے بعد عیدگاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے گھر میں پڑھ سکتا ہے۔بلکہ مستحب ہے کہ چار رکعتیں پڑھے"۔ (بہار شریعت۔نماز عیدین کا بیان)۔

نماز عید الفطر کا طریقہ

"دو رکعت واجب عید الفطر کی نیت کر کے کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔پھر ثنا پڑھے۔پھر کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ چھوڑ دے۔پھر ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے پھر ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔پھر امام تعوذ اور تسمیہ پڑھ کر جہر کے ساتھ الحمد اور کوئی سورت پڑھے۔پھر رکوع کرے اور دوسری رکعت میں پہلے الحمد اور سورت پڑھے پھر کانوں تک ہاتھ لے جا کر اللہ اکبر کہے اور ہاتھ نہ باندھے۔اور چوتھی بار بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر

کہتا ہوا رکوع میں چلا جائے"۔ (بہار شریعت)۔

عید الفطر کے دن ایصال ثواب

سید المرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ جو شخص عید کے دن تین سو مرتبہ سبحان اللہ و بحمدہ پڑھے اور فوت شدہ مسلمانوں کی ارواح کو اس کا ثواب ہدیہ کرے تو ہر مسلمان کی قبر میں ایک ہزار انوار داخل ہوں گے۔ اور جب پڑھنے والا خود مرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں ایک ہزار نور داخل فرمائے گا۔" (مکاشفۃ القلوب)۔

عید الفطر کے دن کا روزہ منع ہے

" روزہ کی پانچ قسمیں ہیں۔ فرض، واجب، نفل، مکروہ تنزیہی اور مکروہ تحریمی جیسے عید اور ایام تشریق کے روزے" (بہار شریعت ملخصاً۔ روزہ کا بیان)۔

عید الفطر کے دن خوشی منانے کا شرعی طریقہ

" ہر قوم کا عید کی خوشی منانے کا اپنا طریقہ ہے۔ مگر یہ فخر اسلام کو حاصل ہے کہ اس نے دیگر مذاہب کی طرح عید منانے کی بجائے اسے غیر مفید لہو ولعب سے پاک کر کے ایک خالص مذہبی رسم بنا دیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ مدینہ کے لوگوں نے سال میں دو دن مقرر کر رکھے ہیں کہ وہ ان میں کھیل کود کرتے ہیں۔ اہل مدینہ ان دنوں کو نیروز اور مہر جان کہتے تھے۔ آپ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ یہ دو روز کیسے ہیں؟ وہ کہنے لگے ان دو دنوں میں ایام جاہلیت میں ہم کھیل کود کرتے تھے اور چیزوں کی خرید و فروخت کے بازار لگاتے تھے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم کو ان کے بدلے میں ان سے بہتر دو روز عطا فرمائے ہیں۔ وہ یوم عید الفطر اور یوم عید الاضحیٰ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو خوشی منانے سے روکا نہیں بلکہ اسلامی طریقے سے ان کی خوشی کو بدل دیا آپ نے مسلمانوں کو باہر کھلے میدان میں جا کر اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر جمع ہونے کو فرمایا تاکہ وہ انعامات اپنے رب سے لے سکیں جو انہیں پورا مہینہ روزے رکھنے پر ملنے والے ہیں۔ کھلے میدان میں نماز عید پڑھنے کا منظر دیدنی ہوتا ہے" (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت جنوری ۲۰۰۱ء)۔

عید الفطر کے دن شیطان کی محفل

امام غزالی لکھتے ہیں کہ حضرت وھب بن منبہ نے فرمایا" شیطان ہر عید الفطر کے دن نوحہ وزاری کرتا ہے اور تمام شیطان اس کے ارد گرد جمع ہوکر پوچھتے ہیں۔ اے آقا۔ آپ کیوں غضبناک اور اداس ہیں؟ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے آج کے دن امت محمدیہ کو بخش دیا ہے لہذا تم انہیں لذتوں اور خواہشاتِ نفسانی میں مشغول کرو"۔ (مکاشفتہ القلوب باب فضائل عید الفطر)۔

الحمد للہ۔ یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے عید الفطر کے شب و روز کے بارہ میں شرعی پروگرام کی وضاحت ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اس شرعی ضابطہ کے تحت یہ مقدس دن رات گزارنے کے توفیق بخشے۔ آمین۔

(۱۲ رمضان ۱۴۲۳ھ)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بتیسواں مقالہ

غریبوں کا حج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد ۔حج کا اجروثواب مکہ معظمہ میں ایام حج میں مناسک حج ادا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے حج کی سعادت عظمیٰ صرف انہی لوگوں کو مل سکتی ہے جو مکہ معظمہ میں ایام حج میں مناسک حج ادا کریں۔ مکہ معظمہ جانا اور وہاں ایام حج میں مناسک حج ادا کرنا صرف صاحب استطاعت دولتمند مسلمانوں کو ہی نصیب ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے بعض دوسرے اعمال میں بھی حج کے ثواب جتنا اجروثواب رکھ دیا ہے۔ تاکہ غریب مسلمان بھی حج کے اجروثواب سے محروم نہ رہیں۔

وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم۔

اس مختصر رسالہ "غریبوں کا حج" میں ہم نے بعض وہ اعمال ذکر کیے ہیں۔ جن میں حج کے ثواب جتنا اجر وثواب رکھا گیا ہے۔ تاکہ مسلمان ان کی بجا آوری سے حج کا اجرعظیم حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱) والدین کی زیارت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **مامن ولد بار ینظر والدیہ نظرۃ رحمۃ الا کتب اللہ لہٗ بکل نظرۃ حجۃ مبرورۃ** ۔کوئی نیکوکار بچہ یا بچی نہیں کہ وہ اپنے والدین کو شفقت کی نگاہ سے دیکھے مگر اللہ اس کے لئے ہر نظر کے بدلہ میں پاکیزہ حج لکھ دیتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا اور اگرچہ وہ ہر روز ایک سو مرتبہ دیکھے۔ فرمایا **نعم اللہ اکبر واطیب** ۔ہاں اللہ سب سے بڑا اور سب سے پاک ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۱ ج ۲)

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **مامن رجل ینظر الی وجہ والدیہ نظر رحمۃ الاکتب اللہ لہ بہا حجۃ مقبولۃ مبرورۃ** ۔کوئی شخص اپنے والدین کے چہرہ کی طرف شفقت کی نظر سے نہیں دیکھتا مگر اللہ اس کے لئے اس کی ہر نظر کے بدلہ میں مقبول پاکیزہ حج لکھ دیتا ہے۔ رواہ الرافعی وصححہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۵۰ ج ۲)

(۲) علم دین کی تلاش

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشادفرمایا۔ طلب العلم افضل عنداللہ من الصلوٰۃ والصیام والحج والجھاد فی سبیل اللہ عزوجل ۔علم دین کا تلاش کرنا اللہ کے نزدیک نماز، روزہ، حج اور جہاد فی سبیل اللہ سے افضل ہے۔
رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس وضعفہ السیوطی (جامع صغیر ص ۵۴ ج ۲)

(۳)علم دین سیکھنے کے لئے مسجد کو جانا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من غدااوراح وھو فی تعلیم دینہ فھو فی الجنۃ ۔جو شخص تعلیم دین کی حالت میں صبح یا شام کو چلا وہ جنت میں ہے۔رواہ ابونعیم فی الحلیۃ (جامع صغیر ص ۱۷۶ ج ۲)
اور شیخ عبدالعزیز اس حدیث کو ان لفظوں میں نقل فرماتے ہیں۔ من غداالی المسجد لایرید الا ان یتعلم خیراً ویعلمہ کان لہ کاجر حاج تاماً حجتہ۔جو شخص مسجد کی طرف صبح کے وقت چلے اور اس کا ارادہ صرف یہ ہو کہ وہ علم دین سیکھے اور سکھائے گا تو اس کے لئے پورے حج کا ثواب ہے۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد لاباٗس بہ (نزھۃ الناظرین ص ۳ ج ۱)

(۴)مسجد کو باجماعت نماز کے لئے جانا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من مشیٰ الیٰ صلوٰۃ مکتوبۃ فی الجماعۃ فھی کحجۃ ومن مشی الی صلوٰۃ تطوع فھی کعمرۃ نافلۃ ۔جو شخص فرض نماز باجماعت پڑھنے کے لئے چلے تو یہ حج کی طرح ہے اور جو نفل نماز پڑھنے کے لئے چلے تو یہ نفل عمرہ کی طرح ہے۔رواہ الطبرانی وضعفہ السیوطی (جامع صغیر ص ۱۸۲ ج ۲)
اور مشکوٰۃ میں یہ روایت انہی سے ان الفاظ میں مروی ہے۔ من خرج من بیتہ متطھراً الیٰ صلوٰۃ مکتوبۃ فاجرہ کاجر الحاج المحرم ۔جو شخص باوضو فرض نماز کے لئے گھر سے نکلے اس کے لئے احرام باندھنے والے حاجی کے اجر جیسا اجر وثواب ہے۔ (رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ ص ۶۴ ج ۱)

(۵)جامع مسجد میں نماز پڑھنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا۔ الصلوٰۃ فی المسجد الجامع تعدل الفریضة حجة مبرورة والنافلة کحجة متقبلة وفضلت الصلوٰۃ فی المسجد الجامع علی ماسواہ من المساجد بخمس مائة صلوٰۃ ۔ جامع مسجد میں نماز پڑھنا فرض نماز پاکیزہ حج کے برابر ہے۔ اور نفل نماز مقبول حج کے برابر ہے۔ اور جامع مسجد میں ایک نماز دوسری مسجدوں کی نماز پر پانچ سو درجہ فضیلت رکھتی ہے۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط (جامع الرضوی ص ۳۲۳) وصححہ السیوطی (جامع الصغیر ص ۱۵ ج ۲)

(۶) جمعہ کی نماز کے لئے جلد نکلنا

امام بیہقی فضائل الاوقات میں روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ان لکم فی کل جمعة حجةً وعمرة فالحجة الهجیر للجمعة والعمرة انتظار العصر بعد الجمعة ۔ بلاشبہ تمہارے لئے ہر جمعہ کے دن میں ایک حج اور ایک عمرہ موجود ہے سو جمعہ کی نماز کے لئے جلدی نکلنا حج ہے اور جمعہ کی نماز کے بعد عصر کی نماز کے لئے انتظار کرنا عمرہ ہے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۸۱)

(۷) نماز جمعۃ المبارک

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ الجمعة حج المساکین وفی روایة حج الفقرآء۔ جمعہ کی نماز مساکین کا حج ہے۔ رواہ ابن عساکر وضعفہ السیوطی (جامع صغیر ص ۱۴۵ ج ۱)

(۸) طلوع شمس تک ذکر الٰہی کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من صلی الفجر فی جماعة ثم قعد یذکر اللہ حتٰی تطلع الشمس ثم صلی رکعتین کانت له حجة وعمرة تامة تامة ۔ جو شخص فجر کی نماز با جماعت پڑھے پھر سورج نکلنے تک اللہ تعالیٰ کو بیٹھ کر یاد کرتا رہے پھر دو رکعت (نماز اشراق) پڑھے تو یہ اس کے لئے پورا پورا حج وعمرہ ہے (مشکوٰۃ ص ۸۱ ج ۱)

(۹) صبح وشام تسبیح پڑھنا

حضرت عمرو بن شعیب اپنے دادا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا۔ من سبح للہ مائةبالغداۃ ومائة بالعشی کان کمن حج مائة حجة ۔جو شخص صبح کے وقت ایک سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھے اور شام کے وقت ایک سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھے۔ وہ اس شخص جیسا ہے جس نے ایک سو حج کیے۔رواہ الترمذی وابوداؤد وقال الترمذی ھذا حدیث غریب۔(مشکوٰۃ ص ۱۸۲ ج ۱)

(۱۰)ایک مخصوص درود شریف پڑھنا

دلائل الخیرات مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور کے صفحہ نمبر ۲۳۶ سے صفحہ نمبر ۲۶۷ تک میں جو مخصوص درود شریف لکھا ہوا ہے اس کے بارہ میں صاحب دلائل الخیرات لکھتے ہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قراھذہ الصلوٰۃمرۃ واحدۃ کتب اللہ لہ ثواب حجة مقبولۃ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ درود شریف ایک مرتبہ پڑھے اللہ اس کے لئے ایک مقبول حج کا ثواب لکھتا ہے۔پھر آگے صاحب دلائل الخیرات لکھتے ہیں۔ ھذالمن قالھا فی کل یوم الجمعة. لہ ھذا الفضل واللہ ذوالفضل العظیم ۔یہ ثواب اس شخص کے لئے ہے جو اس درود شریف کو ہر جمعہ کے دن میں پڑھے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ امام محمد مہدی فاسی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔یعنی صاحب دلائل الخیرات کا اس درود شریف کو ہر جمعہ کے دن میں پڑھنے سے مقید کرنا ان کے اپنے فہم کی بناء پر ہے۔ ورنہ کسی بھی وقت میں اس درود شریف کو ایک مرتبہ پڑھنے سے حج مقبول کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔(مطالع المسرات ص ۳۴۰) واللہ اعلم۔

(۱۱)کسی بھی وقت میں درود شریف پڑھنا

شیخ عبدالرحمٰن صفوری لکھتے ہیں میں نے کتاب القول البدیع میں یہ حدیث دیکھی ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص فرض حج کرے اور اس کے بعد جہاد کرے تو اس کا یہ جہاد چار سو حجوں کے ساتھ لکھا جاتا ہے یہ سن کر ان لوگوں کے دل ٹوٹ گئے جو جہاد نہیں کر سکتے تھے۔سو اللہ تعالیٰ نے یہ وحی فرمائی کہ جو شخص آپ پر درود شریف بھیجے میں اس کے درود شریف کو ان چار سو جہادوں کے ہمراہ لکھوں گا۔جن میں سے ہر ایک کے ہمراہ چار سو حج ہوں گے۔(نزھۃ المجالس ص ۱۰۵ جلد دوم)

(۱۲) غروب آفتاب کے وقت آیۃ الکرسی پڑھنا

شیخ عبدالرحمٰن صفوری لکھتے ہیں۔ وفی حدیث آخر من قراھا عند غروب الشمس اربعین مرۃ کتب اللہ لہ اربعین حجۃ۔ اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص آیت الکرسی کو غروب آفتاب کے وقت چالیس مرتبہ پڑھے اللہ اس کے لئے چالیس حج لکھ دیتا ہے۔ (نزھۃ المجالس ص ۲۷ جلد اول)

(۱۳) ایک مخصوص تسبیح پڑھنا

حدیث شریف میں ہے کہ ایک رات صبح تک حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ کی عبادت کی پھر آپ کو اپنی یہ عبادت اچھی لگی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ بات بتانا چاہی۔ پس آپ سمندر کے کنارے سے گزرے تو اچانک ایک مینڈک نے کہا اے موسیٰ گزشتہ رات آپ کو اپنی عبادت اچھی لگی تھی حالانکہ میں چار سو سال سے اللہ کی تسبیح پڑھ رہا ہوں۔ اور اُس کی پاکی بیان کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے تجھے بولنے کی توفیق بخشی یہ بتا کہ تیری تسبیح کیا ہے۔ اس نے کہا میں یہ تسبیح پڑھتا ہوں۔ سبحان من یسبح لہٗ من فی البحار ط سبحان من یسبح لہٗ من فی الارض القفار ط سبحان من یسبح لہٗ من فی رؤس الجبال ط سبحان من یسبح لہٗ بکل شفۃ ولسانٍ ط پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص ہر روز یا ہر مہینے میں یا سال میں ایک مرتبہ یہ تسبیح پڑھے اللہ اس کے لئے اولاد اسماعیل سے ایک ہزار غلام آزاد کرنے یا ایک ہزار پاکیزہ حج کرنے کے ثواب جیسا ثواب لکھ دیتا ہے (نزھۃ المجالس ص ۱۱۴ ج ۲)

(۱۴) نماز عصر باجماعت پڑھنا

امام غزالی نے ذکر فرمایا ہے کہ جو شخص نماز عصر جماعت کے ساتھ پڑھے اس کے لئے ایک حج کا ثواب ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن صفوری اس کی وجہ بدیں الفاظ لکھتے ہیں باجماعت نماز عصر کا ثواب ایک حج ہے کیونکہ عصر کے وقت دنیا کا کاروبار ختم نہیں ہو جاتا اس لئے دنیا کے کاموں کو چھوڑنا اور نماز پڑھنا نمازی کا اختیاری فعل ہوتا ہے۔ بخلاف باجماعت نماز مغرب کے کہ غروب آفتاب کے وقت دنیا کے کاروبار بیع شراء وغیرہ غالباً ختم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اس وقت دنیا کے کاموں کو چھوڑنا اور نماز پڑھنا نمازی کا اختیاری فعل نہیں ہوتا بلکہ اضطراری ہوتا ہے۔ اس لئے باجماعت مغرب کا ثواب ایک عمرہ ہے۔ (نزھۃ المجالس ص ۱۱۶ ج ۱)

(۱۵) سورۃ یٰسین پڑھنا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ تورات میں سورہ یٰسین کا نام معمہ ہے عرض کیا گیا۔ معمہ کا کیا معنیٰ ہے؟ فرمایا۔ تعم صاحبها بخیر الدنیا والآخرة وتکابدعنه بلوی الدنیا وهول الآخرة۔ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کے لئے دنیا اور آخرت کی بھلائی عام کرتی ہے اور اس کی دنیا کی مصیبت اور آخرت کا ڈر زائل کر دیتی ہے۔ من قرأها عدلت له عشرین حجة۔ جو شخص اسے تلاوت کرے اس کے لئے یہ بیس حجوں کے برابر ہوتی ہے۔ (نزھۃ المجالس ص ۱۵۹ ج ۲)

(۱۶) رمضان میں اعتکاف کرنا

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اعتکاف عشر فی رمضان کحجتین وعمرتین. رمضان میں دس دنوں کا اعتکاف دو حجوں اور دو عمروں جیسا ہے۔ رواہ الطبرانی وضعفہ السیوطی فی الجامع الصغیر ص ۴۵ ج ۱۔ ورواہ البیهقی بلفظ من اعتکف عشراً فی رمضان کان کحجتین وعمرتین کذافی الجامع الصغیر ص ۱۶۵ ج ۲ وضعفہ ایضاً والله اعلم.

(۱۷) رمضان میں عمرہ کرنا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عمرة فی رمضان تعدل حجة۔ رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے۔ رواہ البخاری ومسلم وصححہ السیوطی (جامع صغیر ص ۶۶ ج ۲) (مشکوٰۃ ص ۲۰۰ ج ۱)

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ مروی ہے۔ عمرة فی رمضان کحجة معی۔ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کی طرح ہے۔ رواہ سمویہ وصححہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۶۶ ج ۲)

(۱۸) زیارت مدینہ منورہ

شیخ عبدالحق دہلوی جذب القلوب میں یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایامن حج الی مکة ثم قصدنی فی مسجدی کتبت لہ حجتان مبرورتان۔ جوشخص مکہ میں حج کرے پھر میری مسجد میں میرا قصد کرے تو اس کے لئے دو پاکیزہ حج ہیں۔

(ماہنامہ رضائے مصطفی گوجرانوالہ بابت ذوالحجہ ۱۳۹۲ھ)

(تنبیہ) یہ حکم آپ کی وفات شریف کے بعد بھی ہے کیونکہ آپ آج بھی اپنی مسجد شریف میں اپنے روضہ انور میں موجود ہیں ولہذا آپ کے روضہ کی زیارت کی نیت کرنا عین آپ کی زیارت کی نیت کرنا ہے۔ مسلمان ان لوگوں کی باتوں پر کان نہ دھریں جو مزارات بزرگان دین پر جانا ممنوع بلکہ شرک وحرام قرار دیتے ہیں۔ واللہ لا یھدی القوم الفاسقین۔

(۱۹) والدین کی طرف سے حج کرنا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایامن حج عن ابیہ وامہ فقد قضی عنہ حجتہ وکان لہ فضل عشر حج۔ جوشخص اپنے والدین کی طرف سے حج کرے وہ ان پر فرض ہونے والے حج کی ادائیگی کرتا ہے۔ اور خود اس کے لئے بھی دس حجوں کا ثواب ہے۔ (رواہ الدار قطنی فی السنن وضعفہ السیوطی فی الجامع الصغیر ص ۱۶۹ ج ۲)

(۲۰) بزرگان دین کی قبور کی زیارت

حضرت احمد بن شمعون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فقال یا ابن شمعون من زار قبر احمد بن حنبل وبشر الحافی یطالبنی یوم القیامة بحجة وعمرة۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو آپ نے فرمایا۔ اے ابن شمعون جوشخص احمد بن حنبل اور بشر حافی کی قبروں کی زیارت کرے وہ قیامت کے دن مجھ سے ایک حج اور ایک عمرہ کا مطالبہ کرے گا۔ (نزھۃ المجالس جلد دوم ص ۲۶۳)

(۲۱) عاشورآء کا روزہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ من صام یوم عاشورآء کتب اللہ لہٗ الف حجۃ و الف عمرۃ جو شخص محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ رکھے اللہ اس کے لئے ایک ہزار حج اور ایک ہزار عمرہ لکھ دیتا ہے۔ (نزہۃ المجالس ص ۱۷۳ جلد اول)

(۲۲) اللہ کی راہ میں چلنا

حضرت ابو مضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لسفرۃ فی سبیل اللہ خیر من خمسین حجۃ. البتہ اللہ کی راہ میں ایک بار سفر کرنا پچاس حجوں سے بہتر ہے۔ رواہ ابو الحسن الصیقلی فی الاربعین وضعفہ السیوطی فی الجامع الصغیر ص ۱۲۳ جلد ۲۔

(۲۳) اللہ کی راہ میں جہاد کرنا

حضرت مکحول سے مرسلاً مروی ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لغزوۃ فی سبیل اللہ احب الی من اربعین حجۃ۔ اللہ کی راہ میں ایک مرتبہ لڑائی لڑنا میرے نزدیک چالیس حجوں سے زیادہ محبوب ہے۔ رواہ عبدالجبار الخولانی فی تاریخ داریا وضعفہ السیوطی فی الجامع الصغیر ص ۱۲۴ جلد دوم.

(۲۴) علماء کی مالی معاونت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص کسی عالم یا طالب علم کی امداد کرے اگرچہ کھانے کے ایک لقمہ سے یا کپڑے سے یا پانی کے ایک گھونٹ سے یا ٹوٹی پھوٹی قلم سے یا کاغذ سے تو گویا اس نے ستر مرتبہ بیت اللہ شریف کی تعمیر کی اور اللہ اسے احد پہاڑ جتنا ثواب عطا فرماتا ہے اور ستر مقبول حجوں کا ثواب عطا فرماتا ہے اور گویا اس نے ستر نبیوں کو کھانا کھلایا اور اس کی زندگی کے باقی دنوں میں اس کے گناہ نہیں لکھے جاتے اور اسے ایک ہزار نفل پڑھنے کے ثواب سے زیادہ ثواب دیا جاتا ہے۔ (تذکرۃ الواعظین عربی ص ۵۶)

(۲۵) مہمان کو کھلانا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ **اذا دخل الضیف بیت المؤمن دخل معه الف برکة والف رحمة و کتب لصاحب المنزل بکل لقمة یاکلها الضیف حجة وعمرة۔** جب مہمان مومن کے گھر داخل ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ایک ہزار برکتیں اور ایک ہزار رحمتیں ہوتی ہیں۔ اور گھر والے کے لئے اس لقمہ کے عوض میں جسے مہمان کھاتا ہے ایک حج اور ایک عمرہ لکھا جاتا ہے (نزھۃ المجالس جلد اول ص ۲۱۶)

(۲۶) مسلمان کی حاجت روائی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **من قضیٰ لاخیه المسلم حاجة کان لهٗ من الاجر کمن حج واعتمر۔** جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرے اس کے لئے اس شخص کے اجر جیسا ثواب ہے جو حج و عمرہ کرے۔

(رواہ الخطیب فی التاریخ وضعفہ السیوطی فی الجامع الصغیر ص ۱۷۹ ج ۲)

(۲۷) کسی کا دل راضی کرنا

حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

ع دل بدست آور کہ حج اکبراست۔ از ھزاراں کعبہ یک دل بہتر است کعبہ بنگاہ خلیل آذر است۔ دل گزرگاہ جلیل اکبراست۔ (ترجمہ) تو ایک دل کو حاصل کر (راضی کر) یہ حج اکبر ہے اور ایک دل ہزار کعبوں سے بہتر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کعبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی بنائی ہوئی چیز ہے۔ اور دل اللہ تعالیٰ کی گزرگاہ ہے۔

الحمدللہ یہاں تک ہم نے وہ چند اعمال صالحہ جمع کر دیئے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے حج کا ثواب رکھا ہے۔ اور یہ اعمال امیر، غریب سب ہی بجالا سکتے ہیں اور حج کا عظیم ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔ حج کا اصل ثواب ساری زندگی کے صغائر و کبائر کی مغفرت ہے اور ان اعمال سے بھی یہ ثواب مل سکتا ہے۔ ولہذا ہر مسلمان ان اعمال صالحہ کو بجالانے کی کوشش کرے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق عمل بخشے۔ آمین۔

(۱۵ رجب ۱۴۱۶ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تینتیسواں مقالہ

عیدالبقر کا شرعی پروگرام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

الحمدللہ ربّ العلمین و الصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم و علیٰ الہٖ و اصحابہٖ اجمعین امّا بعد: اس مختصر رسالہ "عیدالبقر کا شرعی پروگرام" میں ہم نے عیدالبقر کے دن رات گزارنے کے شرعی طریقہ کی وضاحت لکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو شرف مقبولیت بخشے اور ذریعۂ ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

عیدالبقر کا دن

دس ذوالحجہ کو عیدالاضحیٰ، عید قربان، یا بڑی عید کہا جاتا ہے۔ اضحیٰ اضحاۃ کی جمع ہے اور بمعنی اضحیۃ ہے یعنی قربانی کی بھیڑ، بکری، اس دن کو عیدالضحیٰ کہنا غلط ہے۔ (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ)

عیدالفطر کے دن کی طرح عیدالبقر بھی مسلمانوں کی عید کا دن ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو اس زمانہ میں اہل مدینہ سال میں دو دن خوشی کرتے تھے۔ (مہرگان اور نوروز دو دنوں میں) فرمایا۔ یہ کیا دن ہیں؟۔ لوگوں نے عرض کیا۔ جاہلیت میں ہم ان دو دنوں میں خوشی کرتے تھے۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں ان سے بہتر دو دن دیئے ہیں۔ عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کے دن۔ رواہ ابوداؤد۔ (بہار شریعت۔ عیدین کا بیان)

شب عیدالبقر کی فضیلت

شب عید کے متعلق چند احادیث ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہیں۔

۱۔ محدث دیلمی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ چار راتوں میں خیر کثیر برساتا ہے۔ عیدالبقر کی رات، عیدالفطر کی رات، شعبان کی پندرھویں رات اور رجب کی پہلی رات۔ (مکاشفۃ القلوب)

۲۔ حضرت خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جو شخص سال میں پانچ راتوں میں عبادت پر محافظت رکرتا ہے ان کے ثواب کی امید پر اور ان کے وعدہ کی تصدیق پر اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ رجب کی پہلی رات میں بیداری کرے اور اس کے دن کا روزہ رکھے۔ عیدالفطر اور عیدالبقر کی راتوں کا قیام کرے اور ان کے دنوں کا روزہ نہ رکھے، شعبان کی پندرھویں رات کا قیام کرے اور اس کے دن کا روزہ

رکھے اور دس محرم کی رات کا قیام کرے اور اس کے دن کا روزہ رکھے۔ (غنیۃ الطالبین حصہ اول ص ۱۷۹)

۳۔ محدث دیلمی ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ پانچ راتوں میں دعا رد نہیں کی جاتی۔ رجب کی پہلی رات میں، شعبان کی پندرھویں رات میں، جمعہ کی رات میں، عید الفطر کی رات میں اور عید البقر کی رات میں۔ (مراقی الفلاح ص ۲۱۹)

۴۔ محدث بزار روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص پانچ راتوں میں بیداری کرے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ ذوالحجہ کی آٹھویں رات میں، اس کی نویں رات میں، اس کی دسویں رات میں (عید البقر کی رات میں) عید الفطر کی رات میں اور شعبان کی پندرھویں رات میں (نزھۃ المجالس جلد اول ص ۱۷۲)

۵۔ ابن ماجہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص ثواب کی نیت سے عیدین (عید الفطر اور عید البقر) کی دو راتوں میں قیام کرے۔ اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن دل مریں گے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۹۶) (جامع صغیر ج ۱ ص ۱۶۱)

۶۔ ابن عساکر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص چار راتوں میں قیام کرے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ ذوالحجہ کی آٹھویں رات میں۔ اس کی نویں رات میں، اس کی دسویں رات (عید البقر کی رات) میں اور عید الفطر کی رات میں۔ (جامع صغیر جلد دوم ص ۱۶۱۔ وصحیحٗ)

شب عید البقر کے نوافل

"حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب ذوالحجہ کا پہلا عشرہ شروع ہو جائے تو عبادت میں کوشش کرو۔ کیونکہ ان دنوں کو اللہ نے فضیلت عطا فرمائی ہے اور اس کی راتوں کی عزت اس کے دنوں کی حرمت جیسی رکھی ہے۔ فرمایا جو شخص اس عشرہ کی کسی رات کے آخری تہائی حصہ میں چار رکعت نوافل پڑھے اور دعا مانگے تو وہ حج بیت اللہ۔ زیارت روضہ رسول اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کا ثواب پائے گا۔ اور جو مانگے گا اللہ تعالیٰ اسے عطا فرمائے گا۔ نوافل پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ چار رکعت نوافل رات کے آخری تہائی حصہ میں اس طرح پڑھیں، کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھ لینے کے بعد تین۔ ۔ ۔

الکرسی اور تین بار سورہ اخلاص پڑھیں۔ پھر ایک دفعہ سورۂ فلق اور ایک دفعہ سورۂ ناس کی تلاوت کریں۔ جب نماز پڑھ چکیں تو ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے یہ کلمات پڑھیں۔ **سبحان ذی العزۃ والجبروت سبحان ذی القدرو الملکوت سبحان الحی الذی لا یموت سبحان الله رب العباد والبلاد والحمدللہ کثیراً طیباً مبارکاً علی کل حال الله اکبر کبیراً جل جلالہٗ وقدرتہٗ بکل مکان** ۔ یہ پڑھنے کے بعد جو دعا مانگیں گے ان شآء اللہ قبول ہوگی۔ اور اگر یہ نماز عشرہ کی ہر رات میں پڑھیں تو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے گا۔ اور اس کے گناہ بخش دے گا۔ (غنیۃ الطالبین حصہ دوم ص ۲۵)"

عشرۂ ذوالحجہ کی فضیلت

ا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "دنیا کے بہترین دن ذوالحجہ کے دس دن ہیں"۔ عرض کیا گیا۔ اور کیا ان کی مثل اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے دن نہیں؟ فرمایا اور نہ ان کی مثل فی سبیل اللہ جہاد کرنے کے دن ہیں مگر جبکہ مرد اپنا چہرہ خاک میں لت پت کرے۔ (یعنی شہادت حاصل کرے)

۲۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ذوالحجہ کے دس دنوں کے نیک اعمال سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی دن کے نیک اعمال نہیں ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ اور کیا فی سبیل اللہ جہاد کے دنوں کے نیک اعمال بھی ان دس دنوں کے نیک اعمال سے زیادہ محبوب نہیں؟ ۔ فرمایا اور نہ فی سبیل اللہ جہاد کے دنوں کے نیک اعمال زیادہ محبوب ہیں مگر یہ کہ کوئی شخص اپنی جان اور اپنا مال جہاد کے لیے لے کر نکلے پھر ان میں سے کوئی شئے لے کر واپس نہ آئے۔ یعنی شہید ہو جائے۔

۳۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذوالحجہ کے دس دنوں سے زیادہ محبوب کوئی دن نہیں کہ جن میں اس کی عبادت کی جائے۔ **وان صیام یوم فیھا یعدل صیام سنۃ وقیام لیلۃ فیھن کقیام سنۃ** ۔ اور بلا شبہ ان دنوں میں سے کسی دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور ان راتوں میں سے کسی رات کا قیام ایک سال کی راتوں کے قیام کے برابر ہے۔ (غنیۃ الطالبین جلد دوم ص ۲۴)

عید البقر کے دن کی فضیلت

عید البقر کا دن ذوالحجہ کا دسواں دن ہوتا ہے۔ اس لیے عشرۂ ذوالحجہ کی جو فضیلتیں ابھی ذکر ہوئیں وہ اس دن کے لیے بھی ثابت ہیں۔ ہاں پہلے نو دنوں میں روزہ رکھنا مستحب ہے اور اس دن عید کا دن ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یوم عید تک حجامت کا ترک مستحب ہے

قربانی کرنی ہو تو مستحب یہ ہے کہ ذوالحجہ کی پہلی تاریخ سے دسویں تاریخ تک نہ حجامت بنوائے۔ نہ ناخن ترشوائے۔ (ردالمحتار)۔ (بہار شریعت حصہ چہارم ص ۱۰۹)

تکبیرات تشریق

نویں ذوالحجہ کی فجر سے تیرھویں کی عصر تک ہر نماز فرض پنجگانہ کے بعد جو جماعت مستحبہ کے ساتھ ادا کی جائے ایک بار تکبیر تشریق بلند آواز سے کہنا واجب ہے اور تین بار افضل۔ تکبیر تشریق یہ ہے **اللہ اکبر اللہ اکبر لآ الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد** (تنویر الابصار وغیرہ) (بہار شریعت حصہ چہارم ص ۱۱۰)

عید کے دن کے مستحبات

عید البقر کے دن یہ باتیں مستحب ہیں۔ صبح سویرے اٹھنا۔ مسواک کرنا۔ غسل کرنا، اچھے کپڑے پہننا، عید الاضحیٰ کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا۔ خوشبو لگانا۔ نماز عید کے لیے ایک راستہ سے آنا اور دوسرے سے جانا۔ عید گاہ جاتے وقت بلند آواز سے تکبیر تشریق پڑھنا۔ سرمہ لگانا۔ نماز عید کے بعد معانقہ و مصافحہ کرنا۔ خوشی کا اظہار کرنا۔ (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ ذوالحجہ ۱۴۱۵ھ)

نماز عید سے قبل نفل مکروہ ہیں

"نماز عید سے قبل نفل نماز مطلقاً مکروہ ہے۔ عید گاہ میں ہو یا گھر میں۔ اس پر عید کی نماز واجب ہو یا نہ۔ یہاں تک کہ عورت اگر چاشت کی نماز گھر میں پڑھنا چاہے تو نماز عید ہو جانے کے بعد پڑھے۔ اور نماز عید کے بعد عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ گھر میں پڑھ سکتا ہے۔ بلکہ مستحب ہے کہ چار رکعتیں

پڑھے"۔ (بہارشریعت۔ حصہ چہارم ص ۱۰۶)

قربانی کے فضائل

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دسویں ذوالحجہ کے دن انسان کا کوئی عمل قربانی سے زیادہ (عنداللہ) پیارا نہیں۔ اور اس کا جانور قیامت کے روز اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا۔ اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے پہلے خدا کے نزدیک درجۂ مقبولیت کو پہنچ جاتا ہے۔ سوتم قربانی خوش دلی سے کرو"۔
(مشکوٰۃ۔ جلد اول۔ ص ۱۱۷)

۲۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ فرمایا۔ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہیں۔ پھر عرض کیا۔ یارسول اللہ ان میں ہمارے لیے ثواب کیا ہے؟ فرمایا۔ ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے۔ پھر عرض کیا۔ اون کا کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ اون کے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ہے۔ (مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۱۸)

۳۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے خوشی دلی سے طالب ثواب ہوکر قربانی کی وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب ہو جائے گی۔
(بہارشریعت حصہ پانزدہم ص ۱۲۹)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو روپیہ پیسہ عید کے دن قربانی میں خرچ کیا جائے اس سے زیادہ پیارا کوئی اور پیسہ نہیں ہے"۔
(بہارشریعت حصہ پانزدہم ص ۱۲۹)

۵۔ روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ اپنی قربانی کی طرف جاؤ اور اس پر حاضری دو کیونکہ اس کے اس پہلے قطرہ کے بدلے میں جو ٹپکتا ہے تیرے سب کردہ گناہ بخش دیئے جائیں گے اور یہ کہو۔ ان صلاتی و نسکی و محیای ومماتی للہ رب العالمین"۔ (غنیۃ الطالبین حصہ دوم۔ ص)

۶۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم اپنی قربانیوں کو اچھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے روز

تمہاری سواریاں ہوں گی"۔(غنیۃ الطالبین حصہ دوم ص ۴۷)

قربانی کے مسائل

قربانی ہر اس مسلمان پر واجب ہے جو مقیم صاحب نصاب آزاد ہو۔ اونٹ، اونٹنی، گائے، بیل بھینس، بھینسا، بکری، بکرا، بھیڑ، مینڈھا، دنبہ، چھترا کی ہو سکتی ہے۔ اونٹ کم از کم پانچ سال کا، گائے بھینس دو برس کی اور بھیڑ بکری کم از کم ایک سال کی ہونی چاہیے۔ البتہ بھیڑ کا چھ ماہی بچہ جب اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا نظر آئے تو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ قربانی کے جانور کو عیب سے خالی ہونا چاہیے۔ اور تھوڑا سا عیب ہو تو قربانی ہو جائے گی۔ مگر مکروہ ہو گی اور زیادہ عیب ہو تو ہو گی ہی نہیں۔ گائے بھینس اونٹ کی قربانی میں سات صحیح العقیدہ مسلمان شامل ہو سکتے ہیں۔ جبکہ سب کی نیت تقرب الی اللہ ہو اور کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔ قربانی کا پہلا وقت شہری کے حق میں نماز عید کے بعد اور دیہاتی کے حق میں دسویں ذوالحجہ کی فجر صادق کے بعد سے بارھویں تاریخ کے غروب آفتاب تک ہے۔ جس شخص پر قربانی واجب ہے اس پر قربانی کے جانور کا ذبح کرنا واجب ہے۔ اس کی قیمت صدقہ کرنے سے واجب ادا نہ ہو گا۔ قربانی کا گوشت بہتر ہے کہ تین حصوں میں تقسیم کرے ایک حصہ گھر والوں کے لیے دوسرا خویش اقارب کے لیے اور تیسرا عام مسلمانوں کے لیے کرے۔ قربانی کا چمڑا صدقہ کرنا مستحب ہے۔ اور اگر اپنے لیے مصلا وغیرہ بنالے تو بھی جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قربانی کرنے کا مسنون طریقہ

قربانی کرنے سے پہلے جانور کو چارہ اور پانی دیا جائے۔ چھری پہلے سے تیز کر لی جائے۔ جانور کو پہلو کے بل اس طرح لٹایا جائے کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو۔ پھر داہنا پاؤں اس کے پہلے پہلو پر رکھ کر تیز چھری سے جلد ذبح کر دیا جائے۔ اور ذبح سے پہلے یہ دعا پڑھی جائے۔ **انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفاً وماانا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ و بذلک امرت وانا من المسلمین اللھم لک ومنک بسم اللہ اللہ اکبر** ۔قربانی کو ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے۔ **اللھم تقبل منی کما تقبلت من خلیلک ابراھیم علیہ السلام و حبیبک محمد صلی اللہ علیہ وسلم**۔(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ جولائی ۱۹۸۹ء)

نماز عید البقر کا طریقہ

دو رکعت واجب عید الاضحیٰ کی نیت کر کے کانوں تک ہاتھ اٹھائے۔ اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔ پھر ثنا پڑھے۔ پھر کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ چھوڑ دے۔ پھر ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے۔ پھر ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے پھر امام تعوذ وتسمیہ پڑھ کر جہر کے ساتھ سورۂ فاتحہ اور کوئی سورۂ پڑھے پھر رکوع کرے اور دوسری رکعت میں پہلے الحمد اور سورت پڑھے پھر کانوں تک ہاتھ لے جا کر اللہ اکبر کہے اور ہاتھ نہ باندھے۔ اور چوتھی تکبیر میں بغیر ہاتھ اٹھائے رکوع میں چلا جائے۔ (بہار شریعت)

عید البقر کے دن خوشی منانے کا شرعی طریقہ

ہر قوم کا عید کی خوشی منانے کا اپنا اپنا طریقہ ہے۔ مگر یہ فخر اسلام کو حاصل ہے کہ اس نے دیگر مذاہب کی طرح عید منانے کی بجائے اسے غیر مفید لہو ولعب سے پاک کر کے ایک خالص مذہبی رسم بنا دیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ مدینہ کے لوگوں نے سال میں دو دن مقرر کر رکھے ہیں کہ وہ ان میں کھیل کود کرتے ہیں۔ اہل مدینہ ان دنوں کو نیروز اور مہرجان کہتے تھے۔ آپ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ یہ دو روز کیسے ہیں؟۔ وہ کہنے لگے ان دو دنوں میں ایام جاہلیت میں ہم کھیل کود کرتے تھے۔ اور چیزوں کی خرید وفروخت کے بازار لگاتے تھے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم کو ان کے بدلے میں ان سے بہتر دو روز عطا فرمائے ہیں۔ وہ یوم عید الفطر اور یوم عید الاضحیٰ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو خوشی منانے سے روکا نہیں بلکہ اسلامی طریقے سے ان کی خوشی کو بدل دیا۔ آپ نے مسلمانوں کو باہر کھلے میدان میں جا کر اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر جمع ہونے کو فرمایا۔ کھلے میدان میں نماز عید پڑھنے کا منظر دیدنی ہوتا ہے" (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت جنوری ۲۰۰۱ء)

الحمد للہ۔ یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے عید البقر کے شب و روز کے بارہ میں شرعی پروگرام کی وضاحت ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اس شرعی ضابطہ کے ساتھ یہ مقدس دن رات گزارنے کی توفیق بخشے آمین۔

(۱۶ شوال ۱۴۲۳ھ)

بسم الله الرحمن الرحیم

چونتیسواں مقالہ

قربانی کے چند ضروری مسائل کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین اما بعد راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفر اللہ تعالیٰ نے عامۃ المسلمین کے افادہ کی خاطر اس مختصر مقالہ میں قربانی کے چند ضروری مسائل جمع کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس دینی خدمت کو شرف پذیرائی بخشے اور صدقۂ جاریہ بنائے آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

قرآنِ مجید سے قربانی کا ثبوت

اللہ تعالیٰ وجل شانہٗ فرماتا ہے انا اعطینک الکوثر ٥ فصل لربک وانحر اے محبوب بے شک ہم نے تمھیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ (سورہ کوثر)

اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ پابندی نماز رب تعالیٰ کی نعمتوں کا بہترین شکریہ ہے۔ دوسرے یہ کہ قربانی اسلامی شعار ہے۔ اس کے بدلہ میں قیمت وغیرہ نہیں دی جاسکتی۔ تیسرے یہ کہ قربانی صرف مکہ معظمہ والوں یا حاجیوں کے لیے خاص نہیں جیسا کہ بعض بے وقوفوں نے سمجھا ہے کیونکہ مدینہ پاک میں سرکار کو قربانی کا حکم ہو رہا ہے۔ (نور العرفان ص ۹۹۰)۔

حدیث شریف سے ثبوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو وسعت پائے اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے پاس نہ آئے" (سنن ابن ماجہ)

اور ارشاد فرماتے ہیں ہر گھر والے پر ہر رجب میں ایک بکری اور ہر عید بقر کے دن ایک بکری ذبح کرنا لازم ہے۔ (جامع صغیر ص ۶۱ ج ۲)

اور ارشاد فرماتے ہیں، قربانی کرو کہ یہ تمہارے (روحانی) باپ ابراہیم کی سنت ہے"
(بدائع الصنائع ص ۶۲ ج ۵)

قربانی غنی پر شرعاً واجب ہے

مندرجہ بالا آیتِ کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ہمارے فقہائے کرام نے قربانی کو غنی پر شرعاً واجب قرار دیا

ہے چنانچہ کنزالدقائق میں ہے تجب علی کل حرّ مسلم مقیم موسر عن نفسه لا عن طفله شاة او سبع بدنة فجر یوم النحر الی آخر ایامه. قربانی آزاد مقیم غنی مسلمان پر قربانی کے دن کی فجر صادق سے نحر کے آخری دن تک اپنی طرف سے نہ کہ اپنی اولاد کی طرف سے ایک بکری یا گائے وغیرہ کے ایک ساتویں حصہ کی صورت میں واجب ہے (کنزالدقائق ص ۳۶۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی تعلیم

چونکہ سورۃ الکوثر میں خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قربانی کرنے کا حکم دیا گیا تھا اس لیے آپ ہر سال قربانی ذبح کرتے تھے چنانچہ آپ کے صحابی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں دس سال تک اس حال میں رہے کہ آپ قربانی کرتے تھے (مشکوٰۃ ص ۱۱۸ ج ۱) بلکہ بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ دو قربانیاں ذبح کرتے تھے ایک اپنی طرف سے اور دوسری اپنی امت کے غریبوں کی طرف سے واللہ اعلم۔

قربانی کرنے کے فضائل

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" دسویں ذوالحجہ کے دن انسان کا کوئی عمل قربانی سے زیادہ پیارا نہیں ہے اور اس کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے خدا کے نزدیک درجہ مقبولیت کو پہنچ جاتا ہے سو تم قربانی خوش دلی سے کرو (مشکوٰۃ ص ۱۱۷ ج ۱)

اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ قربانیاں کیا ہیں؟ فرمایا تمہارے (روحانی) باپ ابراہیم کی سنت ہیں پھر عرض کیا یا رسول اللہ ان میں ہمارے لیے ثواب کتنا ہے؟ فرمایا ہر بال کے عوض نیکی ہے پھر عرض کیا اون کا کیا حکم ہے؟ فرمایا اون کے ہر بال کے بدلہ میں نیکی ہے (مشکوٰۃ ص ۱۱۸ ج ۱)۔

اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے خوش دلی سے طالب ثواب ہو کر قربانی کی وہ اُس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب ہو جائے گی۔

(بہارشریعت حصہ پانزدہم ص ۱۲۹)

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو روپیہ پیسہ عید کے دن قربانی میں خرچ کیا جائے اُس سے زیادہ پیارا اور کوئی روپیہ پیسہ نہیں ہے۔

(بہارشریعت حصہ پانزدہم ص ۱۲۹)

اور روایت میں آیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا "اپنی قربانی کی طرف جاؤ اور اُس پر حاضری دو کیونکہ اُس کے اس پہلے قطرہ کے بدلہ میں جو ٹپکتا ہے تیرے سب کردہ گناہ بخش دیے جائیں گے اور یہ کہو **انّ صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ ربّ العالمین**۔ (غنیۃ الطالبین حصہ دوم ص ۴۷)

اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" تم اپنی قربانیوں کو اچھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن تمہاری سواریاں ہوں گی" (غنیۃ الطالبین حصہ دوم ص ۴۷)

قربانی کس پر واجب ہوتی ہے

(۱) قربانی ہر اُس مسلمان پر واجب ہے جو مقیم صاحب نصاب آزاد ہو لہذا کافر، مسافر، غریب اور غلام پر واجب نہیں، قربانی کے وجوب کے لیے اتنا مال شرط ہے جس کی قیمت ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونا کی قیمت کو پہنچتی ہو اور یہ مالیت حوائج اصلیہ اور قرضہ کے علاوہ ہو، خواہ نامی ہو یا غیر نامی اور اُس پر سال گزر گیا ہو یا نہ گزرا ہو (بہارشریعت)۔

(۲) اگر کاشتکار کی ملک میں زمین ہو اور اُس کا اور اُس کے اہل وعیال کا خرچہ حاصل ہو جاتا ہو تو اُس پر قربانی واجب ہے ورنہ واجب نہیں۔ (بحرالرائق جلد ششم ص ۱۷۴)۔

(۳) قربانی مالدار عورت پر بھی واجب ہے (کیونکہ قربانی کے وجوب کے لیے مرد ہونا شرط نہیں) (بہارشریعت)۔

(تنبیہ) آج کل یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ اکثر عورتوں کی مِلک میں ساڑھے سات تولے سونے یا ساڑھے باون تولے چاندی کی مقدار تک کے زیورات ہوتے ہیں۔ اس لیے اُن پر بھی اپنی الگ قربانی واجب ہے۔

۴۔قربانی ہر مالکِ نصاب مسلم بالغ پر ضروری ہے، مرد ہو خواہ عورت تو وہ جو ایک طریقہ کہیں کہیں مسلمان خاندانوں میں رائج ہے کہ گھر کے افراد میں سے امسال مثلاً زید کی جانب سے قربانی کر دی گئی جبکہ سال گزشتہ ہندہ کے نام سے کر چکے ہیں اور سال آئندہ مثلاً زبیدہ کے نام پر کر دی جائے گی یعنی مالکانِ نصاب میں سے کسی ایک کے نام پر قربانی کر کے اُسے تمام افرادِ خانہ کی طرف سے تصور کر لیا جاتا ہے یہ محض ناواقفی و جہالت ہے اس سے گناہ اور حکم شرع کی خلاف ورزی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ جس مالکِ نصاب کی جانب سے قربانی نہیں ہوتی وہ گناہوں کے دلدل میں دھنسا چلا جاتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ گھر میں موجود ہر بالغ کی جانب سے کہ صاحبِ نصاب ہو قربانی کی جائے جیسا کہ حکم شرعی ہے۔

(سنتِ ابراہیمی مؤلفہ مفتی محمد خلیل صاحب برکاتی ص ۱۲)۔

(۵) ظاہر روایت یہ ہے کہ قربانی نہ خود نابالغ پر واجب ہوتی ہے اور نہ اُس کی طرف سے اُس کے باپ پر واجب ہوتی ہے اور اسی روایت پر فتویٰ بھی ہے۔ (بہار شریعت حصہ شانز دہم ص ۱۳۳)

(۶) پاگل پر قربانی واجب نہیں اور جو شخص کبھی پاگل اور کبھی صحیح العقل ہو جاتا ہے اس کے حال کا اعتبار جنون اور افاقہ میں کیا جائے گا یعنی اگر وہ قربانی کے دنوں میں پاگل ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں اور اگر صحیح العقل ہے تو بالاتفاق واجب ہے (بدائع ص ۶۴ ج ۵)

(۷) بچہ جو ایام قربانی میں بالغ ہوا ہے اور صاحب نصاب ہے اس پر بالاتفاق قربانی واجب ہے (بدائع)۔

(۸) قربانی شہریوں دیہاتوں اور جنگل والوں پر واجب ہے جبکہ شرائط وجوب پائے جائیں۔

(جوہرہ نیرہ حصہ دوم ص ۲۸۱)۔

(۹) اگر غریب ایامِ قربانی میں امیر ہو گیا تو اس پر قربانی واجب ہے اور اگر ان دنوں میں غنی غریب یا مسافر ہو گیا تو اس سے قربانی ساقط ہو گئی (عالمگیری حصہ پنجم ص ۲۹۲)

(۱۰) قربانی دل سے نیت کرنے سے واجب نہیں ہوتی (شلبیہ ص ۵ ج ۶)۔

(۱۱) جس شخص پر اتنا قرضہ ہے کہ اس سے بچتا مال نصاب کو نہیں پہنچتا تو اس پر قربانی واجب نہیں اور اسی طرح اگر اس کا مال غائب ہے اور وہ اس تک قربانی کے دنوں میں نہیں پہنچتا تو اس پر قربانی واجب نہیں۔ (عالمگیری ص ۲۹۲ ج ۵)۔

(۱۲) قربانی مالدار پر اپنی طرف سے واجب ہے اپنی اولاد اور بیوی کی طرف سے واجب نہیں۔ (عامہ کتب)

(۱۳) غریب نے پہلے دن قربانی کی پھر امیر ہو گیا تو اُس پر دوسری قربانی لازم ہے کیونکہ پہلی نفل واقع ہوئی ہے۔ (ردالمحتار جلد پنجم ص ۲۲۲)۔

(۱۴) غریب قربانی کی نیت سے جانور خریدے تو اس پر اُسی کی قربانی واجب ہو جاتی ہے اور اگر غنی خریدے تو اسے دوسرے جانور سے بدل سکتا ہے (عالمگیری جلد پنجم ص ۲۹۱)

۱۵۔ ایک سے زیادہ قربانیاں کیں تو سب جائز ہیں۔ ایک واجب ہے اور باقی نفل (بہار شریعت)۔

۱۶۔ اگر چہ غریب اور مسافر پر قربانی واجب نہیں لیکن اگر یہ بھی قربانی کریں تو ثواب پائیں گے البتہ قرض لے کر قربانی کرنا مناسب نہیں (نوائے وقت ۱۳ جولائی ۱۹۸۹)۔

۱۷۔ خدا نے جس شخص کو مال و دولت سے نوازا ہے وہ صرف واجب قربانی پر ہی کیوں اکتفاء کرے بلکہ قربانی کا بے حد و حساب اجر و انعام ہے اگر ایک آدمی اپنے بزرگوں، مردہ ماں باپ، دادا، دادی اور دوسرے رشتہ داروں کی طرف سے بھی قربانی کرے تو بہتر ہے اور رسول اللہ اور دیگر ازواج مطہرات کی طرف سے قربانی کرنا بھی انتہائی خوش نصیبی ہے (نوائے وقت ۱۳ جولائی ۱۹۸۹ء)۔

۱۸۔ اگر قربانی کے دنوں میں قربانی کا جانور خرید کر زندہ صدقہ کر دے تو اس سے قربانی ادا نہیں ہوئی واقعات میں فرمایا دس درہم سے قربانی کا جانور خریدنا ہزار درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے کیونکہ جو عبادت قربانی ذبح کرنے سے حاصل ہوتی ہے وہ صدقہ کرنے سے حاصل نہیں ہوتی (جوھرہ نیرہ ص ۲۸۱ ج ۲)۔

۱۹۔ آج کل ایک گمراہ فرقہ پیدا ہو گیا ہے جو کہتا ہے کہ اس قدر قربانیاں فضول ہیں اس کی قیمت فلاں فنڈ میں دے دو فلاں چندہ میں دے دو۔ مسلمان ان مکاروں کے دام فریب سے بچیں، قربانی کا ہر صاحب نصاب پر واجب ہونا احادیث کثیرہ سے ثابت ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس سے آج تک تمام مسلمانوں کا اس پر عمل ہے چودھویں صدی میں یہ نیا مسئلہ نکال کر مسلمانوں میں افتراق و اختلاف پیدا کیا جاتا ہے۔ قربانی کا حکم قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اس کی تفصیل و تشریح احادیث کریمہ میں موجود ہے۔ ایسے ظاہر و باہر مسئلہ کا انکار کر کے مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنا اور اپنی قیاسات پیش کر کے مسلمانوں کی جماعت کو منتشر کرنا سخت ترین جرم ہے (ماہنامہ سلطان المشائخ لاہور، ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ)

۲۰۔ اگر قربانی ذبح نہ کی یہاں تک کہ قربانی کے دن گزر گئے تو اگر غنی ہے تو اُس پر اس کی قیمت کا صدقہ واجب ہے خواہ اس نے قربانی کا جانور خرید لیا تھا یا نہ خریدا تھا اور اگر غریب ہے اور اس نے قربانی خرید لی تھی تو اُس خریدے ہوئے جانور کا صدقہ واجب ہے (تبیین الحقائق ص ۵ ج ۶)۔

۲۱۔ جس شخص کو قربانی کی توفیق نہیں وہ قربانی کے دن بال اور ناخن ترشوائے اور مونچھیں کٹائے اور موئے زیرِ ناف مونڈھے تو اسے ان چیزوں کے کرنے سے قربانی کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔

(بہار شریعت ص ۱۲۱ ج ۱۵)

۲۲۔ جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ ذوالحجہ کی چاند رات سے قربانی ذبح کرنے تک نہ اپنے ناخن تراشے اور نہ بال کاٹے (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور)۔

قربانی کا وقت

(۱) قربانی کا پہلا وقت شہری کے حق میں نمازِ عید کے بعد اور دیہاتی کے حق میں دسویں ذوالحجہ کی فجر صادق کے بعد سے بارھویں تاریخ کے غروب آفتاب تک ہے (شرح وقایہ ص ۳۹ ج ۴)۔

(تنبیہ) بعض لوگ کہتے ہیں کہ بارھویں تاریخ زوال سے پہلے پہلے قربانی ہو سکتی ہے اور بعد میں نہیں یہ قول غلط ہے بلکہ بارھویں تاریخ کا پورا دن قربانی کر سکتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۲) قربانی دسویں ذوالحجہ کی رات میں یا بارھویں تاریخ گزرنے کے بعد آنے والی رات میں جائز نہیں (جوہرہ نیرہ ص ۲۸۳ ج ۴)۔

(۳) قربانی کے دنوں کی راتوں میں قربانی ذبح کرنا مکروہ تنزیہی ہے (درمختار)۔

(۴) قربانی کے لیے دیہاتی کے حق میں مستحب وقت سورج کے طلوع کا مابعد ہے اور شہری کے حق میں نمازِ عید کا مابعد (عالمگیری ص ۲۹۵ ج ۵)۔

(۵) اگر شہری نے امام کے نماز پڑھ جانے کے بعد خطبہ سے پہلے قربانی ذبح کی تو جائز ہے۔

(عالمگیری ص ۲۹۵ ج ۵)۔

(۶) اگر پہلے دن شہریوں نے عذر سے یا بغیر عذر کے نمازِ عید نہیں پڑھی تو اس دن بعد زوال اور اگلے دنوں میں نمازِ عید سے پہلے قربانی جائز ہے (عالمگیری حوالہ مذکورہ بالا)۔

(۷) اگر شہری نماز عید سے پہلے قربانی ذبح کرنا چاہے تو اُسے قربانی ایسی جگہ بھیج دینی چاہیے جہاں نماز عید نہیں پڑھی جاتی پھر ذبح کر کے اس کا گوشت شہر میں لے آئے۔(تبیین الحقائق ص۶ ج ۴)۔

(۸) جن بڑے دیہاتوں میں نماز عید پڑھی جاتی ہے وہاں نماز عید کے بعد قربانی کی جائے واللہ اعلم۔

(۹) اگر محلہ کی مسجد والوں نے نماز عید پڑھ لی مگر عید گاہ والوں نے نہیں پڑھی تو قربانی ذبح کر سکتے ہیں اور یونہی اس کے عکس میں بھی جائز ہے (تبیین الحقائق ص۴ ج ۶)۔

قربانی کی عمر

(۱) اونٹ اونٹنی، گائے، بیل، بھینس بھینسا، بکری، بکرا، بھیڑ، مینڈھا، دنبہ اور چھترا کی قربانی ہو سکتی ہے۔ اونٹ کم از کم پانچ برس کا گائے بھینس دو برس کی اور بھیڑ بکری کم از کم ایک سال کی ہونی چاہیے۔ البتہ بھیڑ کا چھ ماہی بچہ جب اتنا موٹا تازہ ہو کہ وہ سال بھر کا نظر آتا ہو تو اس کی قربانی بھی جائز ہے البتہ اگر یہ بھی پورے سال کا ہو تو بہتر ہے۔ واللہ اعلم۔

(۲) مذہب احناف میں قربانی کا بکرا سال کا ہونا ضروری ہے اس کا دوونداا (دو دانتوں والا) ہونا شرط نہیں۔ بکری کا بھی یہی حکم ہے۔(اشتہار فضائل و مسائل عید قربان از لدھے والا وڑائچ گوجرانوالہ)۔

(۳) جانور بیچنے والا کہہ رہا ہے کہ مینڈھا سال بھر کا ہے اور ظاہری حالات بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں تو اس کی بات کا اعتبار کرنا جائز ہے کیونکہ مسلمان کے ظاہر حال سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ سچا ہے۔
(ماہنامہ انوار الفرید جولائی ۱۹۸۹ء)۔

(۴) خصی بکرے جو بڑی تیزی سے بڑھتے ہیں اور بڑی جلدی سے فربہ و تر و تازہ ہو جاتے ہیں ان کی قربانی کے لیے وہی شرط ہے کہ وہ سال بھر کے ہو جائیں بیچنے والے ایسے جانوروں کی عمر پُوری بھی بتا دیا کرتے ہیں لہذا جب تک عمر کا اطمینان نہ ہو جائے اس کی قربانی نہ کریں (سنت ابراہیمی ص ۱۵)۔

(۵) سال بھر کا مینڈھا جب عیوب سے خالی ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اگرچہ وہ پست قد کم گوشت والا ہو جیسے کہ سندھی قسم کا بکرا (شلبیہ علی التبیین ص ۷)۔

(۶) ایام قربانی میں قربانی کی نیت سے مرغ ذبح کرنا مکروہ ہے (حاشیہ کنز للشیخ مصطفٰے ص ۲۰۵ ج ۲)۔

عیب دار جانور کی قربانی

قربانی کے جانور کو عیب سے خالی ہونا چاہیے اور تھوڑا سا عیب ہو تو قربانی ہو جائے گی۔ مگر مکروہ ہو گی اور زیادہ عیب ہو تو ہو گی ہی نہیں۔

۱۔ جس جانور کے سینگ تھے مگر ٹوٹ گئے اور مینگ تک ٹوٹے ہوں تو اس کی قربانی ناجائز ہے اور اس سے کم ٹوٹے ہوں تو جائز ہے یہی حکم ایک سینگ کے ٹوٹنے کے بارہ میں بھی ہے۔ البتہ جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں اس کی قربانی جائز ہے (بہار شریعت)۔

۲۔ جس جانور میں جنون (پاگل پن) ہے اور اس حد کا ہے کہ وہ جانور چرتا بھی نہیں ہے تو اس کی قربانی ناجائز ہے (بہار شریعت)۔

۳۔ اندھے جانور کی قربانی ناجائز ہے اور کانے جانور کی قربانی بھی ناجائز ہے جبکہ اُس کا کانا پن ظاہر ہو، ہاں بھینگے جانور کی قربانی جائز ہے اور جس جانور کی نظر تہائی سے زیادہ جاتی رہی ہو اس کی قربانی ناجائز ہے (بہار شریعت)۔

۴۔ جس جانور کے کان تہائی سے زیادہ کٹے ہوں یا جس کا ایک کان تہائی سے زیادہ کٹا ہو۔ یا جس کے پیدائشی کان نہ ہوں یا ایک کان نہ ہو اس کی قربانی ناجائز ہے۔ ہاں جس کے کان چھوٹے ہوں اس کی قربانی جائز ہے (بہار شریعت)۔

۵۔ جس جانور کے کان لمبائی میں شق کر دیئے گئے ہوں یا جس کے کانوں میں سوراخ ہو یا جس کے کان کا بالائی حصہ تھوڑا سا کاٹ دیا گیا ہو اُس کی قربانی جائز ہے۔
(سنت ابراہیمی مولانا مفتی محمد خلیل برکاتی ص ۱۷)۔

۶۔ جس جانور کی ناک کٹی ہو اس کی قربانی ناجائز ہے (بہار شریعت)۔

۷۔ جس کے دانت نہ ہوں کہ جگالی کر سکے اس کی قربانی ناجائز ہے (سنت ابراہیمی ص ۱۶) اور جس کے اکثر دانت گر گئے ہوں اس کی قربانی بھی ناجائز ہے (ضیائے حرم اگست ۸۵)۔

۸۔ ایسی گائے بھینس یا اُس کا ہم جنس جانور جس کی زبان نہ ہو اس کی قربانی ناجائز ہے۔ البتہ ایسی بکری وغیرہ کی قربانی جائز ہے اس لیے کہ بکری دانتوں سے چارہ لیتی ہے اور گائے وغیرہ زبان سے۔

(سنت ابراہیمی ص ۱۶)۔

۹۔ جلالہ جانور جو صرف غلاظت کھاتا ہے اور اُسے پہلے سے مقید (بند) نہ کیا گیا ہو اس کی قربانی ناجائز ہے (سنتِ ابراہیمی ص ۱۶)۔

۱۰۔ جس جانور کا دُم یا چکی کٹے ہوں یعنی تہائی سے زیادہ کٹے ہوں اُن کی قربانی ناجائز ہے اور اگر تہائی یا اس سے کم کٹی ہو تو جائز ہے (بہار شریعت)۔

۱۱۔ لنگڑا جانور جو قربان گاہ تک اپنے پاؤں سے نہ جاسکے اس کی قربانی ناجائز ہے یونہی جس جانور کا ایک پاؤں کاٹ لیا گیا ہو اُس کی قربانی ناجائز ہے۔ (بہار شریعت)۔

۱۲۔ قربانی کا جانور جو تین پاؤں سے چلتا ہو اور چوتھا پاؤں زمین پر رکھ نہ سکتا ہو۔ یا وہ چوتھا پاؤں رکھ تو سکتا ہو مگر اُس کے ساتھ چل نہ سکتا ہو اُس کی قربانی ناجائز ہے اور اگر وہ گھسیٹ کر چل سکتا ہو یا اُس سے سہارا لے کر چلتا ہو تو جائز ہے (ضیائے حرم اگست ۸۵ء)۔

۱۳۔ خصی یعنی جس کے خصیے نکال دیئے گئے ہوں یا مجبوب یعنی جس کے خصیے اور عضو تناسل سب کاٹ لیے گئے ہوں ان کی قربانی جائز ہے۔ اتنا بوڑھا جانور کہ بچہ کے قابل نہ رہا ہو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ (بہار شریعت)

۱۴۔ خنثیٰ جانور یعنی جس میں نر اور مادہ دونوں کی علامتیں پائی جاتی ہوں اس کی قربانی ناجائز ہے۔ (بہار شریعت)۔

۱۵۔ جس بکری کا ایک تھن یا جس گائے بھینس کے دو تھن نہ ہوں یا علاج سے خشک یعنی ناکارہ کر دیئے گئے ہوں کہ اُن میں دودھ نہ اُتر سکے اُس کی قربانی ناجائز ہے (ضیائے حرم ذوالحجہ ۱۴۰۵ھ)۔

۱۶۔ اگر کسی نے حاملہ جانور کی قربانی کر دی تو ادا ہو گئی البتہ علم ہوتے ہوئے ایسا کرنا درست نہیں۔ (اشتہار فضائل و مسائل عید قربان)۔

۱۷۔ داغا ہوا جانور یا جس کے دودھ نہ اُترتا ہو ان کی قربانی جائز ہے اور خارشی جانور کی قربانی بھی جائز ہے جبکہ فربہ ہو اور اتنا لاغر ہو کہ ہڈی میں مغز نہ رہا ہو تو اس کی قربانی ناجائز ہے (بہار شریعت)۔

۱۸۔ بیمار جانور جس کی بیماری ظاہر ہو اس کی قربانی ناجائز ہے (سنت ابراہیمی)۔

۱۹۔ وحشی جانور سے مل کر بچہ پیدا ہوا مثلاً ہرن اور بکری سے تو اس میں ماں کا اعتبار ہے یعنی اس بچہ کی ماں

بکری ہے تو جائز ہے اور بکرے اور ہرنی سے پیدا ہوا ہو تو ناجائز ہے۔ (بہار شریعت)۔

۲۰۔ بھیڑ یا دُنبہ کی اون کاٹ لی گئی ہو تو اس کی قربانی جائز ہے (بہار شریعت)۔

قربانی میں شرکت

گائے بھینس اونٹ کی قربانی میں سات صحیح العقیدہ مسلمان شامل ہو سکتے ہیں جبکہ سب کی نیت تقرب الی اللہ ہو اور کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اگر ان ساتوں میں سے کوئی گوشت کھانے کی نیت سے شامل ہوا یا ان میں سے کوئی بد مذہب شریک ہو یا اس کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہے تو پھر کسی کی قربانی ادا نہ ہو گی (فضائل و مسائل عید قربان)۔

۲۔ قربانی اور عقیقہ کی شرکت ہو سکتی ہے کہ عقیقہ بھی تقرب کی ایک صورت ہے۔

(بہار شریعت ص ۱۴۲ حصہ پانزدہم)۔

۳۔ اگر قربانی میں سات آدمی شریک ہوں تو تول کر گوشت کے سات حصے کیے جائیں محض اندازہ سے تقسیم نہ کیا جائے پھر ہر آدمی اپنے حصے کے گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ گھر میں رکھ لے ایک حصہ رشتہ داروں اور عزیزوں کو دے اور ایک حصہ غرباء و محتاج لوگوں میں تقسیم کر دے سارا گوشت گھر میں بھی رکھا جا سکتا ہے اور غریب لوگوں کو بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے لیکن یہی بہتر ہے کہ اس کے تین حصے کیے جائیں۔

(ماہنامہ ضیائے حرم ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ)۔

قربانی کی کھال

(۱) قربانی کا چمڑا یا گوشت یا اس میں سے کوئی اور چیز قصاب یا ذبح کرنے والے کو اجرت میں نہیں دے سکتا کہ اس کو اجرت میں دینا بھی بیچنے ہی کے معنی میں ہے (بہار شریعت ۱۴۵ ج ۱۵)۔

(۲) اگر کھال قصاب وغیرہ کو اجرت میں نہیں دیتا بلکہ جیسے دوسرے مسلمانوں کو دیتا ہے اس طرح دے دیتا ہے اور اجرت اپنے پاس سے دوسری چیز دیتا ہے تو جائز ہے۔ (سنت ابراہیمی ص ۱۹)۔

(۳) قربانی کی کھال کی جائے نماز یا چمڑے کا ڈول بنوانا جائز ہے اسے ذاتی استعمال میں لا سکتا ہے لیکن اگر اس کو فروخت کیا تو اس کی قیمت اپنے خرچ میں لانا جائز نہیں بلکہ اس کا صدقہ واجب ہے، یتیم فقیر، مسکین بیوہ اور دینی مدارس کے نادار اور غریب طلباء ان کھالوں کا بہترین مصرف ہیں۔

(ماہنامہ ضیائے حرم ذی قعدہ ۱۴۱۳ھ)

(۴) قربانی کی کھال کو فروخت کر کے اس کی قیمت اپنے ذاتی مصرف میں نہیں لاسکتا البتہ رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کرسکتا ہے۔(ماہنامہ ضیائے حرم اگست ۱۹۸۵ء)۔

(۵) قربانی کا چمڑا اپنے کام میں لاسکتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی نیک کام کے لیے دے دے مثلاً مسجد یا دینی مدرسہ کو دے دے یا کسی فقیر کو دے دے بعض جگہ یہ چمڑا امام مسجد کو دیا جاتا ہے اگر امام کی تنخواہ میں نہ دیا جاتا ہو بلکہ اعانت کے طور پر ہو تو حرج نہیں (بہار شریعت ص ۱۵۱ ج ۱۵)۔

(۶) قربانی کی کھال امام مسجد کو بطور اعانت دینا جائز ہے اگر چہ وہ غنی یا سیّد یا ہاشمی قریشی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) قربانی کا جو چمڑا مسجد میں دیا جائے اُسے اُس کے تعمیری کاموں میں صرف کر سکتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مسجد کی چٹائیاں لوٹے وغیرہ خریدے جائیں۔ واللہ اعلم۔

(۸) اگر کسی نے اپنی قربانی کی کھال اپنے صرف میں لانے کے لیے بیچا ہے تو اس کی رقم اس کے حق میں خبیث ہوگئی پھر وہ قیمت نہ مسجد میں دے نہ مدرسہ میں بلکہ فقراء پر تصدق کر دے۔

(فتاویٰ رضویہ بحوالہ سنتِ ابراہیمی ص ۱۸)۔

(۹) قربانی کا چمڑا اور اس کی جھول اور رسّی اور اُس کے گلے میں جو ہار ڈالا ہے ان سب چیزوں کو صدقہ کر دے (بہار شریعت ص ۱۴۴ ص ۱۵)۔

(۱۰) جانور دودھ والا ہے تو اس کے تھن پر ٹھنڈا پانی چھڑکے کہ دودھ خشک ہو جائے اور اگر اس سے کام نہ چلے تو جانور کو دوھ کر دودھ صدقہ کر دے (بہار شریعت ص ۱۴۵ ج ۱۵) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۲ ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پینتیسواں مقالہ

مسائل عقیقہ کا مختصر بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد و آلہٖ و اصحابہ اجمعین امّا بعد ۔صوفی جان محمد ساکن موضع سائیلہ تحصیل سہنسہ آزاد کشمیر کی فرمائش پر یہ مختصر رسالہ "مسائل عقیقہ کا مختصر بیان" لکھنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔رب کریم جل شانہٗ اس دینی خدمت کو شرف مقبولیت بخشے۔آمین۔

عقیقہ کا مفہوم

لغتِ عرب میں عقیقہ ان بالوں کو کہتے ہیں جو بوقت پیدائش بچہ کے سر پر ہوتے ہیں اور عقیقہ عق سے ماخوذ ہے اور عق کا معنی ہے کاٹنا۔ چونکہ یہ بال کاٹ دیئے جاتے ہیں۔اس لیے انہیں عقیقہ کہا جاتا ہے اور اصطلاح شرع شریف میں عقیقہ وہ جانور ہے جسے بچے کی پیدائش کے شکرانہ میں ذبح کیا جاتا ہے۔واللہ اعلم۔

عقیقہ کی ترغیب میں حدیثیں

کتب احادیث میں متعدد ایسی روایات موجود ہیں جو عقیقہ کی ترغیب دلاتی ہیں سو اُن میں سے بعض کو یہاں تبرکاً نقل کیا جاتا ہے۔وباللہ التوفیق۔

۱۔بنی ضمرہ کے ایک شخص اپنے باپ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا" میں عقوق کو پسند نہیں کرتا" روای کہتے ہیں گویا آپ نے یہ نام ناپسند فرمایا اور فرمایا۔جس شخص کے ہاں بچہ پیدا ہو پھر وہ اپنے بچے کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو وہ یہ کام کرے یعنی قربانی کرے۔(موطاً امام محمد ص ۲۸۰)

۲۔اور حضرت ام کرز رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" بچے کی طرف سے دو مشابہ بکریاں ہیں اور بچی کی طرف سے ایک" (جامع صغیر للسیوطی ص ۶۷ ج ۲)۔

۳۔اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" بچے کی طرف سے دو عقیقے ہیں اور بچی کی طرف سے ایک عقیقہ" (جامع صغیر ص ۶۷ ج ۲)

۴۔اور حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" بچے کی طرف سے دو بکریاں ہیں اور بچی کی طرف سے ایک۔تمہیں یہ بات کوئی نقصان نہ دے

گی کہ عقیقہ کا جانور نر ہو یا مادہ" (جامع صغیر ص ۶۷ ج ۲)۔

۵۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم بچے کی طرف سے دو بکریوں کا اور بچی کی طرف سے ایک بکری کا عقیقہ کریں" (سنن ابنِ ماجہ ص ۲۲۸ ج ۲)۔

۶۔ اور حضرت شعیب ابن عمرو اپنے دادا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے بارہ میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا "اللہ عزوجل عقوق کو پسند نہیں کرتا" راوی کہتا ہے گویا آپ نے عقیقہ کا نام پسند نہ فرمایا پھر اس سائل نے یہ عرض کیا یا رسول اللہ اس بارہ میں کیا حکم ہے کہ ہم میں سے کسی شخص کے گھر میں بچہ پیدا ہو تو وہ جانور ذبح کرے؟ فرمایا "جو اپنی اولاد کی طرف سے قربانی دینا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے بچے کی طرف سے دو مشابہ بکریاں اور بچی کی طرف سے ایک بکری کی قربانی دے" (نسائی شریف ص ۱۸۷ ج ۲)

۷۔ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن و حسین کا عقیقہ دو دو دُنبوں سے کیا۔ (نسائی ص ۱۸۸ ج ۲)

۸۔ اور حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بلاشبہ لڑکے کے ہمراہ عقیقہ ہے۔ اس کی طرف سے خون بہا یعنی قربانی دو اور اس سے اذیت دور کرو یعنی اس کا سر منڈواؤ" (سنن ابنِ ماجہ ص ۲۲۸ ج ۲)۔

۹۔ اور حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ہر بچہ اپنے عقیقہ میں گروی ہوتا ہے تو اس کی طرف سے عقیقہ ساتویں دن ذبح کیا جائے اور اس کا سر مونڈا جائے اور اس کا نام رکھا جائے۔ (سنن ابنِ ماجہ ص ۲۲۷ ج ۲)۔

(تنبیہ) عقیقہ میں گروی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے پورا نفع حاصل نہیں ہوگا جب تک عقیقہ نہ کیا جائے اور بعض نے کہا کہ بچہ کی سلامتی اور اس کی نشو و نما اور اس میں اچھے اوصاف پیدا ہونا عقیقہ کے ساتھ وابستہ ہیں" (بہار شریعت ص ۱۵۲ ج ۱۵)۔

۱۰۔ اور حضرت یزید بن عبدالمزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بچے کی طرف سے عقیقہ کیا جائے اور اس کے سر پر عقیقہ کا خون نہ ملا جائے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۲۸ ج ۲) ۱۱۔ اور حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب ہم میں کسی شخص کے

بچہ پیدا ہوتا تو وہ بکری ذبح کرتا تھا اور اس کا خون بچے کے سر پر پوت دیتا تھا۔ اب جبکہ اسلام آیا تو ہم ساتویں دن بکری ذبح کرتے ہیں اور بچہ کا سر منڈاتے ہیں اور اس کے سر پر زعفران لگا دیتے ہیں"۔

(سنن ابن داؤد ص ۳۶ ج ۲)۔

۱۲۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کی۔ اور فرمایا "اے فاطمہ اس کا سر منڈوا دو اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرو" ہم نے بالوں کا وزن کیا تو وہ ایک درہم یا کچھ کم وزن کے تھے" (سنن ترمذی ص ۲۱۸ ج ۱)۔

۱۳۔ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین کے عقیقہ میں ایک ایک بکری اور دوسری روایت میں ہے دو دو بکریاں ذبح کیں۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۸۵ ج ۲)۔

۱۴۔ اور حضرت نافع رحمۃ اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اُن کے گھر والوں میں سے جو کوئی عقیقہ مانگتا۔ آپ اسے عقیقہ کا ایک جانور عنایت فرماتے اور وہ خود اپنی اولاد میں سے ہر ایک کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح فرماتے تھے خواہ بچہ ہو یا بچی۔ (موطائے امام مالک ص ۱۸۴)۔

۱۵۔ اور حضرت ابراہیم بن حارث تیمی کے بیٹے محمد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ عقیقہ مستحب ہے اگرچہ ایک چڑیا کے ذریعہ سے ہو۔ (موطائے امام مالک ص ۱۸۶)

تنبیہ۔ عقیقہ ایک بکری سے کم جانور کا درست نہیں۔ چڑیا کا لفظ بطور مبالغہ استعمال کیا گیا ہے۔

(ترجمہ موطا امام مالک از مولوی وحید الزمان ص ۶۵۸)

۱۶۔ اور حضرت ہشام بن عروہ اپنے والد حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں میں سے ہر ایک کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح کیا کرتے تھے۔

(موطائے امام مالک ص ۱۸۶)۔

عقیقہ کی شرعی حیثیت

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ کی بناء پر عقیقہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سنت ہے اور امام احمد بن حنبل کی ایک

روایت میں واجب ہے۔ اکثر حدیثیں اس کے سنت ہونے پر دلالت کرتی ہیں مگر ہم احناف کے نزدیک سنت (موکدہ) نہیں۔ امام محمد اپنی موطا میں فرماتے ہیں کہ ہم تک اس طرح خبر پہنچی ہے کہ عقیقہ جاہلیت کی رسوم میں سے ایک رسم تھا پھر ابتدائے اسلام میں بھی اس پر عمل ہوتا رہا۔ پھر قربانی کے وجوب سے یہ منسوخ ہوگیا" (اشعۃ اللمعات ص ۴۸۰ ج ۳)

اور فقہ حنفی کی مشہور و معتبر کتاب فتاویٰ عالمگیری میں ہے "عقیقہ بچے اور بچی دونوں کی طرف سے ہے اور وہ ایک بکری ہے جو ولادت کے ساتویں دن ذبح کی جاتی ہے لوگوں کی مہمان نوازی اور بچے کے سر کے بال مونڈنا مباح ہے نہ کہ سنت یا واجب اسی طرح امام کردری کی کتاب وجیز میں مذکور ہوا۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے عقیقہ کے بارہ میں یہ ذکر فرمایا ہے کہ جو شخص چاہے وہ کرے اور جو نہ چاہے وہ نہ کرے اور یہ قول عقیقہ کے مباح ہونے پر دلالت کرتا ہے اور سنت ہونے سے روکتا ہے اور کتاب جامع صغیر میں امام محمد نے ذکر کیا ہے کہ بچے کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے اور نہ ہی بچی کی طرف سے اور یہ قول عقیقہ کی کراہت کی طرف اشارہ کرتا ہے جیسا کہ امام کاشانی نے کتاب بدائع الصنائع کی کتاب الاضحیۃ میں ذکر کیا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۳۶۲ ج ۵)

اور امام صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "حنفیہ کے نزدیک عقیقہ مباح و مستحب ہے اور یہ جو بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ عقیقہ سنت نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ عقیقہ سنت موکدہ نہیں ورنہ جب آنحضرت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے اس کا ثبوت موجود ہے تو مطلقاً اس کے سنت ہونے سے انکار صحیح نہیں اور بعض کتابوں میں جو یہ آیا ہے کہ عقیقہ قربانی سے منسوخ ہوگیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عقیقہ کا وجوب منسوخ ہوگیا جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ زکوۃ نے حقوق مالیہ کو منسوخ کر دیا یعنی ان کی فرضیت منسوخ ہوگئی۔ (بہار شریعت ص ۱۵۳ ج ۱۵)۔

عقیقہ کے ضروری مسائل

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں جو شرطیں اور احکام قربانی میں معتبر ہیں وہی عقیقہ میں بھی معتبر ہیں (اشعۃ اللمعات ص ۴۸۰ ب ج ۳)۔

۲۔ عقیقہ کے لیے ساتواں دن بہتر ہے اور اگر ساتویں دن نہ دے سکیں تو جب چاہیں کر سکتے ہیں۔ سنت ادا

ہو جائے گی اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ ساتویں یا چودہویں یا اکیسویں دن (یعنی ساتویں دن کا لحاظ رکھ کر) دیں تو بہتر ہے اور اگر پیدائش کی تاریخ یاد نہ رہے تو یہ کریں کہ جس دن بچہ پیدا ہوا ہو اس دن کو یاد رکھیں۔ اس سے ایک دن پہلے والا دن جب بھی آئے گا وہ ساتواں دن ہی ہوگا مثلاً بچہ جمعہ کو پیدا ہوا ہو تو ساتواں دن جمعرات ہوگا۔ پہلی صورت میں جمعرات کو اور دوسری صورت میں جس جمعرات کے دن عقیقہ کرے گا اس میں ساتویں کا حساب ضرور آئے گا۔ (بہار شریعت ص ۱۵۴ ج ۱۵)۔

(تنبیہ) ساتویں دن کا لحاظ اس لیے ضروری ہے کہ بعض روایات میں ساتویں دن کا ذکر موجود ہے چنانچہ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں" جاننا چاہیے کہ احادیث کے حکم کے سبب سے عقیقہ غالباً ساتویں دن میں ہے اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اگر ساتویں دن عقیقہ نہ ہو سکے تو چودھویں دن میں کرے اور اگر چودھویں دن میں بھی میسر نہ ہو سکے تو اکیسویں دن میں کرے وعلیٰ ھذا القیاس ساتویں دن کا لحاظ رکھا جائے اور امام احمد کی ایک روایت میں ہے کہ عقیقہ کا ایک بکرا پیدائش کے روز اور دوسرا ساتویں دن ذبح کیا جائے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور نبوت سے پہلے اپنا عقیقہ خود کیا کیونکہ یہ بات معلوم نہ ہوئی کہ ولادت کے روز آپ کا عقیقہ کیا گیا تھا یا نہیں۔ مگر اس حدیث کی سندوں میں ضعف موجود ہے اور یہ بعد سے بھی خالی نہیں۔ واللہ اعلم۔ (اشعۃ اللمعات ص ۴۸۴ ج ۳)۔

تنبیہ

میت کی وفات کے ساتویں دن جو صدقہ ایصال ثواب کے طور پر کرتے ہیں۔ اس کی اصل عقیقہ میں ساتویں دن کا لحاظ ہی ہے کہ بچے کا اس دن میں پیدا ہونا دارالآخرہ کی طرف میت کے منتقل ہونے کے مشابہ ہے و الحقیقہ لا یعلم الا اللہ و ھوا علم بالصواب۔

۳۔ بچے کے عقیقہ میں دو بکرے اور بچی کے عقیقہ میں ایک بکری دیں تو زیادہ مناسب ہے تاکہ بکرے کے جسم کے سارے اعضاء بچے کے جسم کے سارے اعضاء کا بدلہ بن جائیں اور بکری کے جسم کے سارے اعضاء بچی کے جسم کے سارے اعضاء کا عوض ہو جائیں اور اگر بچے کے عقیقہ میں ایک بکرا اور ایک بکری یا دو بکریاں اور بچی کے عقیقہ میں ایک بکرا دیں تو بھی حرج نہیں کیونکہ حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تمہیں یہ بات نقصان نہ دے گی کہ

عقیقہ کے جانور نر ہیں یا مادہ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۴۔ گائے کی قربانی میں بچے بچی کے عقیقہ کا حصہ رکھنا منظور ہو تو بچے کے لیے دو حصے اور بچی کے لیے ایک حصہ رکھیں۔ (بہار شریعت ص ۱۵۵ ج ۱۵)۔

۵۔ اگر تین بچوں اور ایک بچی یا دو بچوں اور تین بچیوں یا ایک بچہ اور پانچ بچیوں یا سات بچیوں کے عقیقہ کے لیے ایک گائے خریدیں پھر دو دو حصے بچوں کے اور ایک ایک حصہ بچیوں کا رکھیں تو سب کا عقیقہ ادا ہو جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۶۔ عقیقہ کے جانور میں وہی شرطیں ہونی ضروری ہیں جو قربانی کے جانور میں معتبر ہیں۔ یعنی بکری بکرا پورے ایک سال کے ہوں۔ گائے بھینس پورے دو سال کی ہوں اور اونٹ پورے پانچ سال کا ہو۔ درمختار میں ہے۔ "عقیقہ جامع الحجوبی کی روایت میں مباح اور شرح الطحاوی کی روایت میں مستحب ہے اور عقیقہ وہ بکری ہے جو قربانی کی صلاحیت رکھتی ہے اُسے بچے اور بچی کے لیے ذبح کیا جائے گا۔ چاہے اس کا گوشت کچا تقسیم کر دیا جائے یا پکا کر کھلا دیا جائے۔ خواہ نمکین پکائیں یا غیر نمکین اور چاہے اس کی ہڈی توڑی جائے یا نہ توڑی جائے اور خواہ دعوت کا انتظام کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ اسی طرح غرر الافکار میں مذکور ہے" (درمختار ص ۲۳۶ ج ۵)

۷۔ عقیقہ کا جانور اُن عیبوں سے خالی ہونا چاہیے جن سے قربانی کے جانور کا خالی ہونا شرط ہے۔ مثلاً اگر اس کا سینگ تھا اور مغز تک ٹوٹ گیا تو عقیقہ درست نہیں اور اس سے کم ٹوٹا ہے تو ہو جائے گا مگر اس میں کراہت ہے۔ مجنون جانور کہ جس نے چرنا چھوڑ دیا۔ بہت بوڑھا جانور بہت لاغر جانور جس کا دم یا کان یا چکتی تہائی سے زیادہ کٹی ہو۔ وہ جانور جو اپنے پاؤں سے چل کر ذبح گاہ تک نہ جاسکے اور ظاہر بیماری والا جانور یا جس کے تھن سوکھ گئے ہوں یا دانت گر گئے ہوں۔ ان سب کا عقیقہ درست نہیں واللہ اعلم۔

بعض لوگ دانتوں کے حساب سے عمر کا اندازہ کرتے ہیں اس بارہ میں یہ خیال رہے کہ اگر جانور اپنے گھر میں پیدا ہوا ہو اور اس کی عمر کا صحیح علم ہو تو پھر دانتوں کے نکلنے یا نہ نکلنے کا کوئی اعتبار نہ کریں بلکہ عمر پوری ہو جانا کافی ہے اور اگر جانور کسی دوسرے کے گھر کا ہے اور بیچنے والا کہتا ہے کہ اس کی عمر پوری ہے تو دانتوں کا اعتبار کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۹۔ عوام المسلمین کا طریقہ ہے کہ وہ عقیقہ کا جانور اپنے گھر کے اندر ذبح کر کے اس کا خون اور ہڈیاں جائے

ذبح میں دفن کر دیتے ہیں۔ ایسا کرنا لازمی نہیں بلکہ کھلے صحن یا کھلے میدان میں بھی ذبح کر سکتے ہیں۔ ہاں عوام کو ایسا کرنے سے منع نہیں کرنا چاہیے کہ آخر اس کام سے جب شرع نے منع نہیں کیا ہے تو ہم منع کرنے والے کون ہیں؟ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۰۔ اگر بچہ کا والد اچھی طرح ذبح کرنا جانتا ہو تو وہی ذبح کرے ورنہ اس کی اجازت سے دوسرا شخص بھی ذبح کرسکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۱۔ عموماً دستور ہے کہ عقیقہ کے جانور کے جسم پر بچی بچے کا ہاتھ پھیرتے ہیں پھر ذبح کرتے ہیں۔ یہ بہتر ہے مگر ایسا کرنا ضروری بھی نہیں اور اس سے منع کی بھی حاجت نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۲۔ عقیقہ کا جانور ذبح کرنے سے پہلے دُعا مانگی جائے اور درج ذیل دُعا پڑھی جائے۔

بچے کے عقیقہ کی دُعا

اللھم ھذہ عقیقة فلان بن فلان دمھا بدمہ و لحمھا بلحمہ و عظمھا بعظمہ و جلدھا بجلدہٖ و شعر ھا بشعرہٖ اللھم لک و منک۔

بچی کے عقیقہ کی دُعا

اللھم ھذہٖ عقیقة فلا نۃِ بنت فلان دمھا بدمھا و لحمھا بلحمھا و عظمھا بعظمھا و جلدھا بجلدھا و بشعرھا بشعرھا اللھم لک و منک.

پھر اس دُعا کے بعد یہ کلمات بھی پڑھیں۔ **انی وجھت وجھی للذی فطر السموات و الارض حنیفاً و ما انا من المشرکین انّ صلوتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ و بذلک اُمرت و انا من المسلمین۔**

۱۳۔ ذبح کے بعد عقیقہ کی مقبولیت اور بچے بچی کی درازی عمر اور اس کی سلامتی کی دُعا مانگیں۔

۱۴۔ اگر عقیقہ کے وقت مندرجہ بالا دُعا نہ پڑھی جائے تو اس صورت میں بھی عقیقہ ہو جائے گا۔ مگر اس دُعا کا پڑھنا بہتر ہے۔ اس لیے مسائل عقیقہ کے متعلق صحیح علم رکھنے والے شخص کی موجودگی میں عقیقہ کا جانور ذبح کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم۔

۱۵۔ دستور ہے کہ امام مسجد صاحب چھری پر آیت قربانی پڑھ کر دم کرتے ہیں پھر اس سے جانور ذبح کیا جاتا

ہے۔ مگر اس صورت میں یہ ضروری ہے کہ خود ذبح کرنے والا بھی ذبح کی تکبیر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھے اور چھری پر دم شدہ تکبیر کو کافی نہ سمجھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۶۔ بہتر یہ ہے کہ جانور ذبح کرنے سے پہلے اور ذبح کے بعد اور گوشت تیار ہونے کے بعد دُعا مانگی جائے کہ تکثیر دُعا شارع شریف کو محبوب ہے۔

۱۷۔ بہتر یہ ہے کہ عقیقہ کے جانور کی ہڈیاں نہ توڑی جائیں۔ بلکہ اُن سے گوشت اُتار لیا جائے۔ یہ بچہ کی نیک فال ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۸۔ اگر کسی شخص کا عقیقہ اُس کے والدین نے نہ کیا ہو اور وہ خود اپنا عقیقہ کرنا چاہے تو اس کی اُسے اجازت ہے کیونکہ بعض روایات میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور نبوت کے بعد اپنا عقیقہ خود کیا۔ (اشعۃ اللمعات ص ۴۸۴ ج ۳)

۱۹۔ بہتر یہ ہے کہ بچے کے عقیقہ کے دونوں بکرے ساتویں دن ذبح کیے جائیں کیونکہ بعض روایات میں جو مکافتان کا لفظ آیا ہے اس کی تفسیر میں بعض علما نے فرمایا۔ دونوں کو ایک دن میں ذبح کیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۲۰۔ اگر ایک بکرا ساتویں دن ذبح کریں اور دوسرا چودھویں دن تو اس میں بھی مضائقہ نہیں کہ اس سے دو دن گوشت کھانے کا موقع میسّر ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۲۱۔ اگر بچے کے عقیقہ میں دو بکرے میسر نہ ہوں تو ایک ہی بکرا ذبح کر دیں کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور پُرنُور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے عقیقہ میں ایک ایک دُنبہ ذبح فرمایا شیخ عبدالحق لکھتے ہیں۔ "امام ابوداوٗد نے بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے عقیقہ میں ایک ایک دُنبہ ذبح فرمایا جیسا کہ آئندہ حدیث میں آرہا ہے۔ اور امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دو دو دُنبے ذبح کرنے کو روایت کیا۔ کتاب سفر السعادات میں فرمایا کہ ایک بکری کی حدیث صحیح ہے لیکن بچے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کرنے کی حدیث زیادہ قوی اور زیادہ صحیح ہے کیونکہ اسے صحابہ کی جماعت نے روایت کیا ہے۔" (اشعۃ اللمعات ص ۴۸۳ ج ۳)

۲۲۔ اگر بچے کے عقیقہ کا ایک بکرا ولادت کے دن اور دوسرا ساتویں دن ذبح کریں تو اس میں بھی کوئی

مضائقہ نہیں اور یہ امام احمد بن حنبل کی ایک روایت بھی ہے۔ (اشعۃ اللمعات ص ۴۸۴)

۲۳۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ بچے کے عقیقہ کے دونوں بکرے اُس کے والدین کی طرف سے ہُوں بلکہ اگر دونوں بکرے بچے کے دوسرے رشتہ داروں کے ہُوں یا ایک بکرا والدین کا اور دوسرا کسی دوسرے رشتہ دار کا ہو تو اس میں حرج نہیں بعض روایات میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے عقیقہ میں ایک دُنبہ ذبح فرمایا اس کی شرح میں شارحین فرماتے ہیں کہ یہ احتمال موجود ہے کہ ان کے عقیقہ میں دو دو دُنبے ذبح کیے گئے ہوں۔ ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور دوسرا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی جانب سے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۲۴۔ بعض لوگ فوت شدہ بچی بچے کا عقیقہ کرتے ہیں اور اس کا نام شقیقہ رکھتے ہیں۔ یہ بھی شرعاً جائز ہے۔ مگر شقیقہ نام کی کوئی اصل نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۲۵۔ عقیقہ کا گوشت فقراء اور عزیز و اقارب دوست و احباب میں کچا تقسیم کر دیا جائے جس طرح قربانی کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے یا پکا کر اُن کو بطور ضیافت کھلایا جائے ہر طرح جائز ہے۔ واللہ اعلم۔

۲۶۔ عقیقہ کا گوشت نمکین پکائیں یا میٹھا ہر طرح جائز ہے مگر میٹھا پکانے میں بچہ کی نیک فالی ہے۔

۲۷۔ بعض علماء کا قول یہ ہے کہ سری پائے حجام کو اور ایک ران دائی کو دیں باقی گوشت کے تین حصے کریں۔ ایک حصہ فقراء کو ایک احباب کو اور ایک گھر والوں کو دیں۔

(بہار شریعت ص ۱۵۵ ج ۱۵)

۲۸۔ عوام میں یہ جو مشہور ہے کہ عقیقہ کا گوشت بچہ کے ماں باپ دادا دادی اور نانا نانی نہ کھائیں۔ یہ غلط ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ (بہار شریعت ص ۱۵۵ ج ۱۵)۔ اور امام مالک فرماتے ہیں و یا کل اھلھا من لحمھا و یتصدقون منھا عقیقہ والے لوگ اُس کا بعض گوشت کھائیں اور بعض کا صدقہ کریں۔

۲۹۔ عقیقہ کی کھال چمڑے کا وہی حکم ہے جو قربانی کے کھال چمڑے کا ہے یعنی اپنے صرف میں لا سکتے ہیں اور مساکین پر صدقہ بھی کر سکتے ہیں اور کسی نیک کام مسجد یا مدرسہ میں بھی صرف کر سکتے ہیں۔

(بہار شریعت ص ۱۵۵ ج ۱۵)۔

واللہ تعالیٰ اعلم الصواب۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چھتیسواں مقالہ

شوال کے چھ روزوں کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

الحمدلله ربّ العلمين و الصلوٰة والسلام على رسوله الكريم و علىٰ اله و اصحابه اجمعين امّا بعد: رمضان المبارک اور عید الفطر گزرنے کے بعد مسلمان ماہ شوال المکرم کے چھ دنوں کے روزے رکھ کر چھوٹی عید کرتے ہیں۔ اس مختصر رسالہ میں انہی دنوں کے روزوں کی فضیلت و حکم بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف مقبولیت بخشے اور ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

عید کی وجہِ تسمیہ

عید کو عید کہنے کی چند وجہیں ہیں۔ ان میں ایک وجہ یہ ہے کہ یکم شوال (عید الفطر کے دن) ایمان والے لوگ اللہ کا فرض یعنی رمضان المبارک کے فرض روزے رکھنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت یعنی شوال کے چھ روزے رکھنے کی تیاری کی طرف عود کرتے ہیں۔ اور دس ذوالحجہ (عید البقر کے دن) اللہ کا فرض یعنی حج ادا کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت یعنی مدینہ منورہ میں جا کر آپ کے روضۂ اقدس کی زیارت کرنے کی تیاری کی طرف عود کرتے ہیں۔ اس لیے یہ دو دن عید کہلاتے ہیں۔
(مکاشفۃ القلوب مؤلفہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۳۰۶)

شوال کے چھ روزوں کی حکمت

رمضان المبارک کے مہینے کے روزے فرض ہوتے ہیں۔ اس فرض کی ادائیگی میں کمی بیشی کا وقوع ممکن ہے۔ اس کے روزوں کا نقصان دور کرنے کے لیے شوال کے چھ روزے مستحب کیے گئے ہیں۔ حاکم کتاب الکنی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اول ما افترض الله تعالىٰ علىٰ امتى الصلوات الخمس واول مايرفع من اعمالهم الصلوٰت الخمس واول ما يسئلون عن الصلوٰت الخمس فمن كان ضيع شيئاً منها يقول الله تبارك وتعالىٰ فانظر واهل تجدون لعبدى نافلة من صلاة تتمون بها ما نقص من الفريضة وانظروا فى صيام عبدى شهر رمضان فان كان ضيع شيئاً منها يقول الله تبارك و تعالىٰ فانظر واهل تجدون لعبدى نافلة من الصيام وانظروا

فی زکاۃ عبدی فان کان ضیع منھا شیئاً فانظر واھل تجدون لعبدی نافلۃ من صدقۃ تتمون بھا ما نقص من الزکاۃ فیؤ خذ ذلک علی فرائض اللہ و ذلک برحمۃ اللہ و عدلہ فان وجدفضلاً وضع فی میزانہ وقیل لہ ادخل الجنۃ مسروراً وان لم یوجدلہٗ شئی من ذلک امرت بہ الزبانیۃ فاخذوا بیدہ و رجلیہ ثم قذف بہ فی النار۔ اللہ تعالیٰ نے میری امت پر سب سے پہلے پانچ نمازیں فرض کیں اوران کے نیک اعمال میں سے جو چیز سب سے پہلے اٹھائی جائے گی وہ پانچ نمازیں ہیں اوران کے اعمال میں سے جس چیز کے بارہ میں سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ پانچ نمازیں ہیں۔سو جو شخص ان (پانچ نمازوں) میں سے کچھ ضائع کرے گا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا دیکھو کیا تمہیں میرے اس بندے کی کوئی نفلی نماز ملتی ہے۔جس سے تم اس کے فرضوں کی کمی کو پورا کرو اور میرے اس بندے کے رمضان کے مہینے کے روزوں کو دیکھو پھر اگر اس نے ان میں سے کچھ ضائع کیا ہو گا تو (اللہ تعالیٰ فرمائے گا) دیکھو کیا تم میرے اس بندے کے پاس نفل روزے پاتے ہو جن سے اس کے فرضوں کی کمی کو تم پورا کرو۔اور میرے اس بندے کی زکاۃ کو دیکھو پھر اگر اس نے زکوۃ کی ادائیگی میں کچھ کمی کی ہو گی تو (اللہ تعالیٰ فرمائے گا) دیکھو کیا تم میرے اس بندے کے پاس نفل صدقہ پاتے ہو جس سے تم اس کی زکاۃ کی کمی کو پورا کرو سو نفلی عبادتیں فرض عبادتوں کے عوض لی جائیں گے۔اور یہ حکم اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے عدل کی بناء پر ہو گا۔پھر اگر نفل عبادتیں پائی جائیں گی تو انہیں میزان میں رکھا جائے گا۔اور اس بندے کو کہا جائے گا کہ جنت میں ہشاش بشاش ہو کر داخل ہو جا اور اگر نفل عبادتیں نہ پائی جائیں گے تو دوزخ کے داروغوں کو حکم دیا جائے گا تو وہ اس بندے کو اس کے ہاتھ اور دونوں پاؤں سے پکڑیں گے پھر اسے دوزخ میں پھینک دیں گے۔(جامع صغیر جلد اول ص ۱۱۳ وحسنہٗ)

اعاذنا اللہ تعالیٰ من عذابہ یوم القیامۃ آمین بفضلہ العظیم ومنہ العمیم ورسولہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور امام احمد وابوداؤد وابن ماجہ وحاکم تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **اول ما یحاسب بہ العبد یوم القیامۃ صلاتہ فان کان اتمھا کتبت لہ تامۃً وان لم یکن اتمھا قال اللہ لملائکتہ انظر واھل تجدون لعبدی من تطوع فتکملون بھا فریضۃ ثم الزکاۃ کذلک ثم تؤخذ الاعمال علی حسب ذلک۔**

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بندے سے سب سے پہلے اس کی نماز کا حساب لے گا۔ سو اگر وہ نماز پوری طرح ادا کرے تو وہ پوری لکھی جائے گی اور اگر وہ اسے پورا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرمائے گا کہ دیکھو کیا میرے اس بندے کے پاس تمہیں کوئی نفل نماز ملتی ہے۔ تو تم اس کے سبب سے اس کے فرضوں کی کمی کو پورا کرو۔ پھر زکوٰۃ کا حساب اسی طرح لیا جائے گا پھر باقی (سب) اعمال کا حساب اسی طرح لیا جائے گا۔ (جامع صغیر جلد اول ص ۱۱۳ وصحہٗ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان اول ما یحاسب به العبد یوم القیامة من عمله صلاتهٗ فان صلحت فقد افلح وانجح وان فسدت فقد خاب و خسر فان انتقص من فریضته شئی قال الرب تبارک و تعالیٰ انظروا هل لعبدی من تطوع فیکمل بها ما انتقص من الفریضة ثم یکون سائر عمله علیٰ ذلک وفی روایة ثم الزکوٰة مثل ذلک ثم تؤخذ الاعمال علی حسب ذلک رواه ابو داود و رواه احمد عن رجل۔ قیامت کے روز سب سے پہلے بندے سے اس کے عملوں میں سے نماز کا حساب لیا جائے گا اگر وہ درست ہوئیں تو وہ کامیاب وکامران ہوگا اور اگر وہ فاسد ہوئیں تو وہ خائب وخاسر ہوگا۔ پھر اگر وہ اس کے فرضوں میں کچھ کمی پائی گئی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھو کیا میرے اس بندے کے پاس تمہیں نفل نماز ملتی ہے جس سے تم اس کے فرضوں کی کمی کو پورا کرو۔ پھر باقی اعمال کا حساب اسی طرح لیا جائے گا۔ اور دوسری روایت میں ہے پھر زکوٰۃ اسی کی مثل ہوگی۔ پھر اس طور پر باقی سارے اعمال لیے جائیں گے۔ (مشکوٰۃ فی صلوٰۃ التسبیح جلد اول ص ۱۰۸)

ملا علی قاری اپنی شرح میں لکھتے ہیں (قوله ثم یکون سائر عمله) من الصوم والزکاة وغیرها (علی ذلک) ای ان ماترک شیئاً من المفروض یکمل له بالتطوع اما خبر لا تقبل نافلة المصلی حتی یؤدی الفریضة فضعیف۔ پھر سارے اعمال یعنی روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ اسی طریقہ پر ہوں گے یعنی ان کے فرضوں کی کمی کو ان کے نفلوں سے پورا کیا جائے گا۔ اور یہ حدیث کہ نمازی کی نفل نماز قبول نہیں کی جائے گی جب تک کہ وہ فرض نماز کو ادا نہ کرے ضعیف ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۲۱۸)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں۔ پس اگر کمی یافت از نماز فرض

لو چیزے ازسنن و آداب پس تکمیل و تمیم کردہ می شود بآن چیزے که کم شدہ است از فرض پسترمی باشد باقی عملهائے آن بندہ از زکوٰۃ و صیام براین وجه که اگر چیزے از مکملات فرائض کم شدہ تمام کردہ می شود بنوافل ودر روایتے هم چنیں آمدہ که پستر زکوٰۃ مانند نماز است در تکمیل بنوافل پسترمی شوند عملها براندازۂ آن و دریں روایت ذکر زکوٰۃ بعد از صلوٰۃ تصریح آمدہ بعد از وے ذکر باقی اعمال علی العموم کردہ (اشعۃ اللمعات جلد اول ص۵۵۹)

(ترجمہ) پھر اگر اس کی نماز فرض سے کچھ کمی پائی گئی تو سنتوں اور مستحبات کو فرض کی کمی سے پورا کیا جائے گا۔ پھر اس بندے کے باقی اعمال زکوٰۃ اور روزہ سے اسی طریقہ سے کمی پوری کی جائے گی ایک روایت میں زکوٰۃ کا ذکر نماز کے بعد ہے اور باقی اعمال سے پہلے۔

شوال کے چھ روزوں کی فضیلت

شوال کے چھ روزوں کی فضیلت میں احادیث موجود ہیں۔ تبرکاً چند ذکر کی جاتی ہیں وباللہ التوفیق۔

پہلی حدیث: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من صام رمضان ثم اتبعه ستاً من شوال کان کصیام الدهر (۱) [1]

(مسلم شریف جلد اول ص ۳۸۹) (مشکوٰۃ باب صیام التطوع فصل اول ج ا ص ۱۶۱)

یعنی۔ جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر ان کے بعد چھ دن شوال کے روزے رکھے تو ایسا ہے جیسے اس نے دہر کا روزہ رکھا۔ (بہار شریعت حصہ پنجم ص ۱۳۴)

رواہ احمد و مسلم والترمذی والنسائی وابوداؤد وابن ماجة و صححهٔ الجلال السیوطی فی جامعه الصغیر عن ابی ایوب رضی الله تعالیٰ عنه (جامع صغیر ج ۲ ص ۱۷۴)

(۲) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

---

[1]۔ (قوله کصیام الدهر) المراد انه یحصل لهٔ ثواب عظیم وان اختلفت الکیفیة فانهٔ لاشک ان ثواب الصائم بالفعل اکثر لان صوم کل یوم بعشرة فهی تزید علی ماذکر باضعاف کثیرة طحطاویه علی المراقی ص ۴۲۵

فرمایا۔ من صام رمضان ثم اتبعه بستٍ من شوال فکانما صام الدهر ۔جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے پھراس کے پیچھے شوال کے چھ روزے رکھے تو گویااس نے دہر کا روزہ رکھا۔

(ابوداود جلد اول ص ۳۳۰)

(۳) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من صام رمضان ثم اتبعه بست من شوال فذلک صیام الدهر ۔جوشخص رمضان کے روزے رکھے پھراس کے پیچھے شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ دہر کا روزہ ہے۔(ترمذی جلد اول ص ۱۲۴)

(سنن الدارمی جلد دوم ص ۲۱)وفی الباب عن جابر وابی هریرة وثوبان قال ابو عیسی حدیث ابی ایوب حدیث صحیح وقد استحب قوم صیام ستة من شوال لهذا الحدیث وقال ابن المبارک هو حسن مثل صیام ثلاثة ایام من کل شهر قال ابن المبارک و یروی فی بعض الحدیث و یلحق هذا الصیام بر مضان واختار ابن المبارک انهٗ قال ان صیام ستة ایام من شوال متفرقاً فهو جائز قال ابو عیسیٰ وقد روی عبدالعزیز بن محمد عن صفوان بن سلیم و سعد بن سعید هذا الحدیث عن عمر بن ثابت عن ابی بوب عن النبی صلی الله علیه وسلم (ترمذی جلد اول ص ۱۲۴)

(۴) حضرت ثوبان مولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من صام ستة ایام بعد الفطر کان تمام السنة من جآء بالحسنة فله عشر امثالها ۔جس شخص نے عیدالفطر کے بعد چھ دن کے روزے رکھے گویااس نے تمام سال کے روزے رکھے۔جوشخص ایک نیکی کرے اس کے لیے اس کا دس گنا اجر ہے۔(ابن ماجہ جلد اول ص ۱۲۳)(بہار شریعت ص ۱۳۴ حصہ پنجم)

کصوم الدھر کی تفسیر

مذکورہ بالا احادیث میں صوم الدھر سے کیا مراد ہے؟اس بارہ میں بعض شارحین فرماتے ہیں کہ دہر سے مراد ہمیشہ کا زمانہ ہے۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مسلم شریف کی روایت کا ترجمہ بدیں الفاظ کیا ہے۔گفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسے کہ روزہ دارد رمضان راپس تابع گرداند آں راشش روزہ رااز شوال باشد روزہ روزگار ہمیشہ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جوشخص رمضان کے روزے رکھے پھر شوال

کے چھ روزے اس کے تابع بنائے تو اس کا یہ عمل ہمیشہ کے روزہ جیسا ہے۔

(اشعۃ اللمعات ص ۱۰۲ جلد ثانی)

اور شیخ محقق دہلوی کی دوسری عربی شرح مشکوٰۃ سے حاشیہ مشکوٰۃ میں ان کی یہ عبارت درج کی گئی ہے۔ (قول کان کصیام الدھر) یعنی اذا صام مدۃ عمرہ والافقی کل سنۃ صام کان کصیام تلک السنۃ۔ یعنی صیام الدھر سے مراد یہ ہے کہ جب اس نے اپنی ساری عمر کی مدت میں روزہ رکھا۔ ورنہ ہر سال میں جب بھی چھتیس روزے رکھے گا۔ (تیس رمضان کے اور چھ باقی کسی مہینے کے تو اس کے یہ روزے پورے سال کے روزوں کی طرح ہوں گے۔ (اس لیے شوال کی تخصیص کا کوئی فائدہ نہ نکلے گا)۔

(حاشیہ المشکوٰۃ جلد اول ص ۱۶۱ حاشیہ نمبر ۷)

اور بعض فرماتے ہیں کہ ایک سال مراد ہے چنانچہ امام نووی شرح مسلم شریف میں لکھتے ہیں۔ قال العلماء وانما کان ذلک کصیام الدھر لان الحسنۃ بعشر امثالھا فرمضان بعشرۃ اشھر والستۃ بشھرین وقد جآء ھذا فی حدیث مرفوع فی کتاب النسائی۔ علماء نے فرمایا ہے۔ یہ دہر کا روزہ اس طرح ہو جاتا ہے کہ ایک نیکی دس گنا اجر والی ہوتی ہے تو رمضان کا مہینہ دس مہینوں کے برابر ہوگا اور چھ دن شوال کے دو مہینوں کے برابر اور یہ تفسیر خود نسائی کی کتاب میں ایک مرفوع حدیث میں بھی ذکر فرمائی گئی ہے۔ (منہاج جلد اول ص ۳۸۹)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے نسائی شریف کی جس مرفوع حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ اس طرح ہے۔ عن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صام ثلاثۃ ایام من الشھر فقد صام الدھر کلہ ثم قال صدق اللہ فی کتابہ من جآء بالحسنۃ فلہٗ عشرا مثالھا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر مہینے کے تین دن کے روزے رکھے تو اس نے پورے دہر میں روزہ رکھا۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ سچ فرمایا ہے کہ جو شخص ایک نیکی کرے اسے اس کا دس گنا اجر دیا جاتا ہے۔

(سنن النسائی جلد اول ص ۳۲۷)

راجح تفسیر

صیام الدھر کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ہمیشہ کا روزہ اور ایک سال کا روزہ دونوں معنے مرادی ہونے کا احتمال رکھتے ہیں۔لیکن راجح یہی ہے کہ ایک سال کا روزہ مراد ہے کیونکہ یہ تفسیر خود مرفوع حدیث میں بیان فرمائی گئی ہے۔ بدیں وجہ امام صدر الشریعہ نے اسی کو اختیار فرمایا چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔"نسائی وابن ماجہ وابن خزیمہ وابن حبان ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور امام احمد وطبرانی وبزار جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھ لیے تو اس نے پورے سال کا روزہ رکھا کہ جو ایک نیکی لائے گا اسے دس ملیں گی تو ماہِ رمضان کا روزہ دس مہینے کے برابر ہے اور ان چھ دنوں کے بدلے میں دو مہینے ہیں تو پورے سال کے روزے ہوگئے"۔

(بہار شریعت حصہ پنجم ص ۱۳۴)

رہا یہ سوال کہ ایک سال مراد لیا جائے تو شوال کی تخصیص کا فائدہ کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ گیارہ مہینوں میں متفرق طور پر چھ نفل روزے رکھنے سے بھی یہ فضیلت حاصل ہو جاتی ہے لیکن شارع علیہ السلام نے چاہا کہ رمضان کے گزرنے کے فوراً بعد یہ چھ روزے رکھ لیے جائیں۔ دیر کرنے سے عین ممکن کہ یہ روزے پورے گیارہ مہینوں میں نہ رکھے جاسکیں۔ ممکن ہے زندگی وفا نہ کرے یا آج کل کرتے کرتے دوسرا رمضان آپہنچے اور یہ روزے رہ جائیں۔ اس لیے شوال کی تخصیص فرمادی کہ اس مہینے کے اندر کوشش سے یہ روزے رکھ لیے جائیں۔ **ھذا ما عندی والعلم التام عنداللہ العلام عزوجل۔**

دونوں تفسیروں میں تطبیق کی صورت

یہ ہوسکتی ہے کہ جو شخص پابندی سے ہر سال رمضان المبارک کے روزوں کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو اس نے گویا پوری عمر روزہ رکھا ہے۔ اور جو کسی سال رکھے اور کسی سال نہ رکھے اس نے گویا ایک سال کا روزہ رکھا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ **وھذا اذا صام عمرہ اما اذا صام فی شھر کان کصیام سنۃ وقد ورد فی ھذا المعنی ایضاً حدیث ثوبان رواہ ابن ماجہ۔**

(ماثبت من السنۃ ص ۳۱۰)

دوسری حدیث: محدث دیلمی مسند الفردوس میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من صام ستاً بعد الفطر فکا نما صام الدھر ۔جس شخص نے عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھ لیے تو گویا اس نے دہر کا روزہ رکھا۔ (کنوز الحقائق للامام عبدالرؤف المناوی۔جلد ثانی ص ۱۰۹)
مسلم شریف کی روایت میں چونکہ شوال کی تخصیص موجود ہے اس لیے اس حدیث میں چھ دنوں سے مراد شوال کے چھ دن ہوں گے۔(واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

تیسری حدیث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا من صام رمضان وستاً من شوال والا ربعاء والخمیس دخل الجنة۔جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اور شوال کے چھ روزے رکھے اور بدھ اور جمعرات کے دنوں کے روزے رکھے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (رواہ الامام احمد عن رجل وضعفہ، الجلال السیوطی فی جامعہ الصغیر ۲ ص ۱۷۴)

(تنبیہ) یہاں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ بدھ اور جمعرات شوال کے مہینے کے ہیں اور دوسرا یہ کہ شوال کے علاوہ دس مہینوں میں سے کسی مہینے کے ہیں۔اور یہ احتمال بھی ہے کہ بدھ و جمعرات شوال کے چھ دنوں میں داخل ہیں اور یہ احتمال بھی ہے کہ چھ دنوں کے علاوہ ہیں۔لہذا زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ شوال کے چھ دنوں کے علاوہ اس ماہ کے کسی بدھ اور جمعرات کے دنوں کے الگ الگ روزے رکھ لیے جائیں۔یہ فضیلت حاصل کرنے کے لیے اور اگر آٹھ روزے نہ رکھے جاسکیں تو چھ دنوں کے اندر بدھ اور جمعرات کا روزہ ضرور ہونا چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔

چوتھی حدیث: طبرانی اوسط میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ دن شوال میں روزے رکھے تو گناہوں سے ایسے نکل گیا جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔(بہار شریعت حصہ پنجم ص ۱۳۴)

پانچویں حدیث: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ صیام شھر بعشرة اشھر وستة ایام بعد ھن بشھرین فذلک تمام سنة یعنی شھر رمضان و ستة ایام بعدہ۔ایک مہینے کے روزے دس مہینے کے روزے ہیں اور چھ دنوں کے روزے ان روزوں کے بعد دو مہینوں کے روزے ہیں تو یہ روزے پورے سال کے ہیں۔یعنی رمضان کے مہینے کے روزے اور اس کے بعد چھ دنوں کے روزے (پورے سال کے روزے بنتے ہیں)

(سنن الدارمی جلد دوم باب صیام الستۃ من شوال ص ۲۱)

(تنبیہ) اس حدیث میں اگرچہ شوال کا ذکر نہیں لیکن امام دارمی کا اس حدیث کو اس باب میں لانا ظاہر کرتا ہے کہ چھ دنوں سے مراد شوال کے چھ دن ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال والصواب۔

شوال کے روزے مستحب ہیں

مندرجہ بالا احادیث مبارکہ کی بناء پر ہمارے حنفی فقہائے کرام نے شوال کے چھ روزوں کو مستحب قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام ابوالاخلاص شرنبلالی لکھتے ہیں۔ ومنہ ای من القسم الرابع وھو المندوب صوم ست من شھر شوال لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم من صام رمضان فاتبعہ ستاً من شوال کان کصیام الدھر اور روزہ کی چوتھی قسم مندوب ہے اور اس قسم سے شوال کے چھ دنوں کے روزے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے پیچھے شوال کے چھ روزے رکھے تو اس کا یہ عمل ہمیشہ کے روزہ جیسا ہے۔ (مراقی الفلاح ص ۴۲۵)

اور فتاوی عالمگیری میں ہے۔ ویکرہ صوم ستۃ من شوال عندابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ متفرقاً کان او متتابعاً وعن ابی یوسف کراھتہ متتابعاً لا متفرقاً لکن عامۃ المتاخرین لم یروابہ باساً ھذا فی البحر الرائق والاصح انہ لا باس بہ کذافی محیط السرخسی ۔شوال کے چھ روزے متفرق رکھے جائیں یا پے در پے دونوں صورتوں میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک کراہت پے در پے رکھنے میں ہے۔ متفرق رکھنے میں نہیں۔ لیکن عام متاخرین علمائے حنفیہ کے نزدیک ان روزوں میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ بحرالرائق میں مذکور ہوا اور زیادہ صحیح یہی ہے کہ اسمیں کوئی حرج نہیں جیسا کہ امام سرخسی کی محیط میں مذکور ہوا۔

(فتاوی عالمگیری جلد اول ص ۲۰۱)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی وضاحت

عالمگیری کی مندرجہ بالا عبارت میں امام اعظم کا جو یہ قول مذکور ہوا کہ شوال کے چھ روزے مکروہ ہیں اس کی وضاحت میں امام کاشانی لکھتے ہیں۔ والاتباع المکروہ ھوان یصوم یوم الفطر و یصوم بعدہ خمسۃ ایام فاما اذا افطر یوم العید ثم صام بعدہ ستۃ ایام فلیس بمکروہ بل ھو

مستحب و سنة ۔رمضان کے بعد شوال کے روزوں کو پے در پے رکھنا اس صورت میں مکروہ ہے کہ عید الفطر کے دن روزہ رکھا جائے اور اس کے بعد پانچ دنوں کے روزے رکھے جائیں اور اگر عید الفطر کے دن روزہ نہ رکھا جائے پھر چھ دن پے در پے روزے رکھے تو یہ مکروہ نہیں بلکہ مستحب اور سنت ہے۔

(البدائع جلد دوم ص ۷۸)

اور امام شامی لکھتے ہیں (**قوله لكن عامة المتأخرين لم يروا به بأساً) قد سرد عبارتهم العلامة قاسم في فتاواه ورد قول من صحح الكراهية فراجعه** (منحۃ الخالق ج ۲ ص ۲۵۸) علامہ قاسم نے اپنے فتاوٰی میں اس بارہ کی جملہ عبارتوں کو جمع کیا اور پھر کراہت کی تصحیح کے قول کو رد کیا پس تو اس کی طرف رجوع کر۔

شوال کے روزوں کی ترتیب

عید الفطر کے بعد شوال کے روزے پے در پے رکھے جائیں یا متفرق طور پر اس میں روزہ رکھنے والے کو اختیار ہے جس صورت میں وہ روزے آسانی سے رکھ سکے رکھ لے۔ پھر افضلیت میں اختلاف ہے۔ چنانچہ امام ابن عابدین الشامی لکھتے ہیں۔ **وفي الفتح بعد ما مرو اختلفوا فقيل الافضل وصلها بيوم الفطر وقيل بل تفريقها في الشهر** ۔اور فتح القدیر میں گذشتہ بیان کے بعد لکھا ہے کہ علماء نے اختلاف کیا ہے پس ایک قول میں افضل یہ ہے کہ چھ روزے عید الفطر کے فوراً بعد پے در پے رکھے جائیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ پورے مہینے میں بکھیرے جائیں۔(منحۃ الخالق ص ۲۵۸)

اور مراقی الفلاح میں ہے **ثم قيل الافضل وصلها لظاهر قوله فاتبعه وقيل تفريقها اظهاراً لمخالفة اهل الكتاب في التشبيه في الزيادة على المفروض** ۔پھر کہا گیا ہے کہ افضل پے در پے روزے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول فاتبعہ کے ظاہر کی وجہ سے اور کہا گیا ہے کہ روزوں کو بکھیرنا افضل ہے۔ کیونکہ اس سے اہل کتاب کے اس فعل کی مخالفت ظاہر ہوتی ہے۔ جس میں وہ فرض عمل پر نفل عمل کی زیادتی کیا کرتے تھے۔(مراقی الفلاح ص ۳۲۵)

تفریق راجح ہے

شوال کے چھ روزوں میں وصل افضل ہے یا تفریق اس میں مذکور بالا اختلاف پایا جاتا ہے۔لیکن راجح قول

یہ ہے کہ تفریق راجح ہے۔ چنانچہ فتاوٰی عالمگیری میں ہے۔ **وتستحب الستة متفرقة کل اسبوع یومان کذا فی الظهیریة فی فصل الاوقات التی یکره فیها الصوم و یستحب** ۔اور چھ روزوں میں مستحب یہ ہے کہ ہر ہفتہ میں دو دن رکھے جائیں جیسا کہ فتاوٰی ظہیریہ میں **فصل الاوقات التی یکره فیها الصوم و یستحب** میں مذکور ہوا۔ (فتاوٰی عالمگیری ج ۱ ص ۲۰۱)

اور امام احمد طحطاوی لکھتے ہیں (**قوله وقیل تفریقها) قال فی التنویر و شرحه وندب تفریق صوم الست من شوال و لا یکره التتابع علی المختار خلافاً للثانی حاوی** ۔اور تنویر اور اس کی شرح میں ہے کہ شوال کے چھ روزوں میں مستحب تفریق ہے اور وصل مکروہ نہیں مختار قول میں برخلاف امام ابو یوسف کے کہ ان کے نزدیک وصل مکروہ ہے۔ جیسا کہ حاوی میں مذکور ہوا۔

(طحطاویہ علی المراقی ص ۴۲۵)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ **وفی روایة فاتبعه بالفاء ولیس المراد التعقیب الحقیقی لا ستلزامه صوم یوم العید فیصح من اول الشهر وبعده والمختار عندالشافعی من اول الشهر متتابعة وعندنا اعم و کذاعند احمد بل کانو ایقولون ما عندنا ابعد من الکراهة و التشبه بالنصاریٰ** ۔اور ایک روایت میں فاتبعه فآء کے ساتھ ہے اور یہاں حقیقی تعقیب مراد نہیں ورنہ عید کے دن روزہ رکھنا لازم آئے گا پس شوال کے چھ روزے ابتداء اور انتہا میں رکھے جاسکتے ہیں اور امام شافعی کے نزدیک مختار یہ ہے کہ شوال کی ابتداء میں پے در پے رکھے جائیں۔ اور ہمارے نزدیک یہ بات عام ہے اور اسی طرح امام احمد کا بھی قول ہے اور ہمارے علمائے حنفیہ فرماتے ہیں کہ جو ہمارا قول ہے یہ کراہت اور نصاریٰ سے مشابہت سے بہت دور ہے۔ (ماثبت من السنۃ ص ۳۱۰)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۸ شوال ۱۴۲۱ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سینتیسواں مقالہ

فوٹو بازی سے بچیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

الحمد لله الذی صورنا فی الارحام کیف شآء و الصلوٰة والسلام علیٰ سیّد الانبیآء و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین اما بعد۔ دورِ حاضر میں مسلمانوں کے اندر جہاں اور بہت سی ناجائز باتیں رواج پکڑ چکی ہیں اور وہ عوام کی نظر میں معیوب نہیں سمجھی جاتیں وہاں جاندار اشیآء کی تصویر سازی اور فوٹو بازی کی لعنت بھی وبآء کی صورت میں پھیلی ہوئی ہے۔ سائنس نے عکسی فوٹوگرافی کا فن ایجاد کیا تو عوام میں شوقیہ تصویر سازی کا رجحانِ عام پیدا ہو گیا اور وہ اس ہوس میں مبتلا ہو گئے کہ ان کی ہر یادگار حالت کی تصویر بنا کر اسے آئندہ زندگی کے لیے محفوظ کیا جائے۔

شادی بیاہوں کے مناظر، دوستوں کی ملاقاتوں، ڈنر پارٹیوں، دعوتوں اور ضیافتوں کے احوال کی تصاویریں بنائی جانے لگیں۔ اہل اسلام کا تعلیمات اسلامی سے بے بہرہ طبقہ اپنی عمر کے ہر دور بچپن، جوانی اور بڑھاپے کی تصویروں کو البم کی صورت میں اپنے پاس محفوظ رکھنے کا عادی ہونے لگا۔ اہل صنعت وحرفت نے بھی تصویر سازی کی بے حد حوصلہ افزائی کی اور اپنی مصنوعات کی تشہیر کے لیے جاندار اشیاء کی تصویروں سے کام لینا شروع کر دیا۔ دیا سلائی سے لے کر کرسی میز تک گھر کے سب سامان خانہ داری پر جاندار کی تصویریں بنائی جانے لگیں تو گھر میں جس طرف نگاہ اٹھتی ہے کوئی نہ کوئی تصویر ضرور نظر آتی ہے۔ اخبارات، رسائل نے اس میدان میں سب سے سبقت حاصل کی تو اُن میں ہر کس و ناکس کی تصویریں شائع ہونے لگیں۔ سینما کی حیاسوز تصویروں کی بھرمار قارئین کی نگاہوں کو دعوت گناہ دینے لگی۔ دُنیا بھر کی بے پردہ حیاباختہ خوبصورت ترین خواتین کی غیرت کش تصویروں کو بڑے اہتمام سے چھاپا جانے لگا۔

پھر تصویر مہذب ہے یا غیر مہذب، وہ کسی فائدہ کی حامل ہے یا غیر حامل اور وہ کسی ضرورت کی بنا پر بنائی گئی ہے یا بلاضرورت اس تمیز کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے جاندار اشیاء کی رنگین و جاذب نظر تصویریں بن کر برسرِ بازار فروخت ہونے لگیں مشہور و معروف شخصیات کے فوٹو کے طغرے اور کتبے تیار ہونے لگے جن سے گھر گھر کو بت خانے کی شکل میں ڈھالا جانے لگا۔

اسلام کی دعویدار حکومتوں نے بھی تصویر سازی کے فن کی پوری پوری حوصلہ افزائی کی۔ انہوں نے آرٹ کے نام پر بے حیا غیرت کش نسوانی تصاویر کی پبلسٹی پر پابندی عائد کرنے کا کوئی اقدام نہ کیا۔ بلکہ اس کے برعکس شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کے لیے تصاویر کی موجودگی کو لازم قرار دے کر ہر مسلمان کو فوٹو بنوانے کی

لعنت میں ملوث ہونے پر مجبور کردیا۔ فالیٰ اللہ المشتکیٰ و لا حول ولا قوۃ الّا باللہ۔

اور تو اور علمائے سوء کا وہ طبقہ جو تعلیمات اسلامی سے آشنا ہونے کا دعویدار اور جاندار اشیاء کی تصویر سازی کی حرمت سے باخبر تھا۔ اس نے نہ صرف یہ کہ نھی عن المنکر سے رُوگردانی کی بلکہ اخبارات ورسائل میں اپنی تصویریں بڑے اہتمام سے شائع کروا کر مسئلہ حرمت تصویر سازی کو عوام الناس کی نظروں میں معمولی اور ہلکا بنادیا۔

اس پر ستم ظریفی یہ کہ اس بے قید طبقہ نے اپنے نام نہاد مذہبی ماہناموں او ہفت روزوں میں تصویر سازی کو اپنا محبوب مشغلہ بنا کر عوام المسلمین کو اس جرم کے ارتکاب پر اور زیادہ دلیر بنادیا۔ پھر اس اسلام دشمن طبقہ نے اپنی اس ناجائز حرکت پر جواز کا لیبل لگانے کے لئے تصاویر سازی کی صریح احادیث کے مقابلہ میں فوٹو سازی کی بناوٹی دلیلیں پیش کرنی شروع کردیں جس سے اس مسئلہ کو مزید ٹھیس پہنچی۔ فالی اللہ المشتکی ولاحول ولاقوۃ اللہ باللہ العلی العظیم۔

بدیں حالات ہمیں اس بات کی اشد ضرورت محسوس ہوئی کہ ہم کم از کم دین پسند مسلمانوں کو اتنا تو بتادیں کہ فوٹو بازی شریعت میں کس درجہ مذموم ومعیوب ہے اور تم جو بلا جبر واکراہ محض تصویر سازی کا شوق پورا کرنے کیلئے شادی بیاہوں کے مناظر، اموات کی نعشوں، دعوتوں، اور ضیافتوں کے مواقع کے جو فوٹو تیار کرتے ہو وہ اللہ جل شانہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کس درجہ ناپسند ہیں اور تُم جن گھروں کو جانداروں کی تصویروں سے آراستہ وپیراستہ کرتے ہو وہ رحمتوں اور برکتوں سے کس قدر محروم ہوتے ہیں۔

اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ہم نے یہ مختصر رسالہ ''فوٹو بازی سے بچیں'' مرتب کیا ہے۔ اللہ کریم جل جلالہ ہماری اس سعی کو شرف مقبولیت بخشے اور مسلمانوں کو فوٹو بازی کی قباحت وشناعت سمجھنے اور اس لعنت سے بچنے کی توفیق بخشے۔ آمین

جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے

امام شرف الدین نووی ارشاد فرماتے ہیں۔ ہمارے اصحاب شافعیہ اور دوسرے مذاہب کے علماء نے فرمایا ہے کہ جاندار شئے کی تصویر بنانا حرام اشد حرام ہے اور یہ فعل کبیرہ گناہوں میں سے ہے کیونکہ حدیثوں میں اس فعل پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ اور اس باب میں اس میں کوئی فرق نہیں کہ جاندار کی تصویر اہانت کی جگہ میں بنائی جائے یا عزت کی جگہ میں سو جانداروں کی تصویر سازی کی صنعت وپیشہ ہر حال میں حرام ہے

کیونکہ اس فن میں اللہ سے مشابہت کرنا پایا جاتا ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ جاندار شئے کی تصویر کپڑے پر بنائی جائے یا چٹائی یا درھم یا پیسے یا برتن یا دیوار وغیرہ پر (تصویر بنانا بہرحال حرام ہے)
(شرح مسلم شریف ص ۲۰۷ ج ۲)

اور امام ابن عابدین شامی حنفی فرماتے ہیں۔ **ان التصویر یحرم ولو کانت صغیرة کالتی علی الدرهم ولو کانت فی الید او مستترة او مهانة** بلاشبہ تصویر بنانا حرام ہے اگر چہ وہ درہم پر بنائی جائے یا ہاتھ میں ہو یا پردہ میں ہو یا موضع اہانت میں ہو۔ (ہر حال میں تصویر بنانا حرام ہے)
(ردالمختار ص ۴۷۹ ج ۱)

اور یہی امام فرماتے ہیں۔ **هذا کلّه فی اقتناء الصورة وامّا فعل التصویر فهو غیر جائز مطلقاً لانّه مضاهاة بخلق الله تعالیٰ کمامر** ۔ یہ سب احکام تصویر پاس رکھنے کے متعلق ہیں اور تصویر بنانا سو وہ مطلقاً ناجائز ہے کیونکہ اس میں اللہ کی مخلوق سے مشابہت پیدا کرنا پایا جاتا ہے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزرا ہے۔ (ردالمختار ص ۴۸۰ ج ۱)

اور امام صدر الشریعہ بدرالطریقہ فرماتے ہیں۔ تصویر بنانا یا بنوانا بہرحال حرام ہے خواہ دستی ہو یا عکسی دونوں کا ایک حکم ہے۔ (بہار شریعت ص ۱۶۶ ج ۳) واللہ اعلم بالصواب۔

مصوروں کا انجام

اب ہم مصوروں کے انجام کے بارہ میں چند صحیح احادیث مبارکہ پیش کرتے ہیں و باللہ التوفیق۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک تکیہ خریدا جس میں تصویریں تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ دروازہ پر کھڑے ہو گئے اور داخل نہ ہوئے۔ میں نے عرض کیا۔ میں نے جس گناہ کا ارتکاب کیا میں اس سے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں۔ فرمایا یہ تکیہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس سے ٹیک لگائیں۔ فرمایا **ان اصحاب هذه الصور یعذبون یوم القیامة یقال لهم احیوا ماخلقتم وان الملائکة لا تدخل بیتاً فیه الصور** ۔ بلاشبہ تصویروں والے لوگوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا انہیں کہا جائے گا کہ جو تم نے پیدا کیا اسے زندہ کرو اور بلاشبہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویریں ہوں۔

(بخاری شریف ص ۹۸۱ ج ۲)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" بلاشبہ جو لوگ یہ تصویریں بناتے ہیں انہیں قیامت کے روز عذاب دیا جائے گا۔ اور انہیں کہا جائے گا کہ جو کچھ تم نے پیدا کیا اسے زندہ کرو" (مسلم شریف ص ۲۰۹ ج ۲)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "تصویر بنانے والوں کو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عذاب دیا جائے گا۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۰۱ ج ۲)۔

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" بلاشبہ قیامت کے روز تصویر بنانے والے ان لوگوں میں سے ہونگے جنھیں سخت ترین عذاب دیا جائے گا"۔ (نسائی شریف ص ۳۰۰ ج ۲)۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس تشریف لائے تو اس وقت میں نے تصویروں والا ایک کپڑا چبوترے پر پھیلا رکھا تھا سو جب آپ نے اسے دیکھا تو آپ نے اسے پھاڑ ڈالا اور فرمایا قیامت کے روز عذاب کی رو سے سخت ترین لوگ وہ ہیں جو اللہ کی مخلوق سے مشابہت پیدا کرتے ہیں (یعنی جاندار اشیاء کی تصویریں بناتے ہیں) (بخاری شریف ص ۸۸۰)۔

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے تو میں نے تصویروں والا کپڑا پہن رکھا تھا آپ نے جب اسے دیکھا تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا پھر آپ نے اسے اپنے ہاتھ سے پھاڑا اور فرمایا بے شک قیامت کے روز عذاب کی رو سے سخت ترین لوگ وہ ہیں جو اللہ کی مخلوق سے مشابہت پیدا کرتے ہیں یعنی جاندار کی تصویریں بناتے ہیں (نسائی شریف ص ۳۰۰ ج ۲)

اور انہی سے مروی ہے کہ میں نے ایک سرہانہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تیار کیا جس میں تصویریں تھیں گویا وہ تکیہ تھا سو آپ تشریف لائے تو دروازہ پر کھڑے ہوگئے اور آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہونے لگا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارا کیا قصور ہے؟ فرمایا اس سرہانے کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا میں نے یہ سرہانہ تیار کیا ہے تاکہ آپ اس پر لیٹا کریں۔ آپ نے فرمایا کیا تو نہیں جانتی کہ بے شک فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو اور بلاشبہ جس شخص نے یہ تصویریں بنائی ہیں اسے قیامت کے روز عذاب دیا جائے گا اسے کہا جائے گا کہ جو کچھ تم نے پیدا کیا اسے زندہ کرو۔ (بخاری شریف ص ۴۵۸)۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص تصویر بناتا ہے اللہ اُسے اُس تصویر میں روح پھونکنے تک عذاب دے گا۔ حالانکہ وہ اس میں روح نہ پھونکے گا۔ (ترمذی شریف ص ۲۴۵ ج ۱)

اور حضرت ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مروان بن حکم کے گھر میں داخل ہوا اور اس گھر میں تصویریں تھیں آپ فرمانے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو میری مخلوق جیسی شئے بنانے لگے سو اُسے ذرہ پیدا کرنا چاہیے اور اُسے دانہ پیدا کرنا چاہیے اور اُسے جو کا دانہ پیدا کرنا چاہیے۔ (شرح معانی الآثار ص ۴۰۱ رج ۲)

اور حضرت سعید بن ابی الحسن فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر تھا اچانک ایک شخص آیا اور کہنے لگا اے ابن عباس میں ایک مرد ہوں کہ میرا روزگار میرے ہاتھ کی کمائی ہے اور میں یہ تصویریں بناتا ہوں آپ نے فرمایا میں تجھے صرف وہی بات بتاؤں گا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص تصویر بنائے گا اللہ اسے عذاب دے گا یہاں تک کہ وہ اس تصویر میں روح پھونکے۔ اور وہ اس میں کبھی روح نہ پھونکے گا یہ سن کر اس شخص کا دم سخت گھٹنے لگا اور اس کا چہرہ زرد ہونے لگا آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا۔ **ان ابیت الا ان تصنع فعلیک بھذا الشجر و کل شئی لیس فیہ رُوح** ۔اگر تو نے انکار ہی کر دیا ہے مگر اس بات سے کہ تو تصویر بنائے گا تو تجھ پر اس درخت کی اور ہر اس شئے کی تصویر بنانا لازم ہے جس میں روح نہیں ہوتی (مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۴ ج ۲)۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ قیامت کے روز عذاب کی رو سے سخت ترین لوگ پانچ قسم کے لوگ ہونگے (۱) جس شخص نے کسی نبی کو قتل کیا۔ (۲) یا جس شخص کو کسی نبی نے قتل کیا (۳) یا جس شخص نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کو قتل کیا۔ (۴) اور تصویریں بنانے والے لوگ (۵) اور وہ شخص جس نے اپنے علم سے نفع نہ اٹھایا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۵ ج ۲)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے روز دوزخ سے ایک گردن نمودار ہوگی جس کی دو دیکھنے والی آنکھیں، دو سننے والے کان اور ایک بولنے والی زبان ہوگی وہ کہے گی کہ مجھے تین شخصوں پر مسلط کیا گیا ہے (۱) ہر ہٹ دھرمی کرنے والے جبر کرنے

والے پر۔(۲) ہر مشرک پر (۳) اور تصویریں بنانے والوں پر۔(مشکوٰۃ شریف ص۱۰۵ ج۲)

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر مصور دوزخ میں ہے ہر اس تصویر کے عوض میں جو اس نے بنائی ایک نفس پیدا کیا جائے گا جو اسے دوزخ میں عذاب دے گا۔(مسلم شریف ص۲۱۰ ج۲)

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت پر بین کرنے، شعر گانے، تصویریں بنانے، درندوں کے غیر مدبوغ چمڑے استعمال کرنے، عورتوں کے بے پردہ ہو کر نکلنے، گانے بجانے اور خز و ریشم پہننے سے منع فرمایا۔(جامع صغیر ص۱۹۱ ج۲)۔

اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **قاتل اللہ قوماً یصورون مالا یخلقون.** اللہ اس قوم کو ہلاک کرے جو ان چیزوں کی تصویر بناتی ہے جنہیں وہ پیدا نہیں کرتی یعنی اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں کی تصویریں بناتی ہے (جامع صغیر ص۸۰ ج۲)

اور حضرت ابوجحیفہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تصویریں بنانے والے شخص پر لعنت بھیجی ہے۔ (بخاری شریف ص۲۹۸)(شرح معانی الآثار ص۳۰۲ ج۲)

تنبیہ

مسلمان جو فوٹو بازی کا شوق رکھتے ہیں اپنے گلے میں کیمرہ لٹکائے رہتے ہیں اور جاندار اشیاء کی تصویریں کھینچنے کا مشغلہ اختیار کرتے ہیں اپنی زندگی کے مختلف ادوار کی تصویریں اپنی البم میں سجا کر اپنے پاس محفوظ رکھتے ہیں وہ ان صحیح صریح سچے ارشادات پر غور کریں اپنی عاقبت کو برباد ہونے سے بچائیں اور اپنی گذشتہ کوتاہیوں اور شرع شریف کی خلاف ورزیوں سے سچی توبہ کریں اللہ تعالیٰ سے ایسے مسلمانوں کی ہدایت کا سوال ہے **و ھو یھدی من یشآء الیٰ صراط مستقیم و ھو ولی التوفیق و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

تصویر والے گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے

پھر اس سے بڑھ کر نحوستِ رحمتِ الٰہی سے دوری اور بدبختی کیا ہوگی کہ جس گھر میں جاندار کی تصویر عزت کے ساتھ موجود ہو وہاں رحمت خداوندی کے فرشتے داخل نہیں ہوتے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی

اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے صحابی رسول شریک غزوۂ بدر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لا تدخل الملائکة بیتاً فیه کلب و لا صورة۔ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو اور نہ وہ اس گھر میں داخل ہوتے ہیں جس میں تصویر ہو۔ پھر انہوں نے لفظ صورۃ کی تفسیر میں فرمایا۔ صورة التماثیل التی فیها الا رواح یعنی ان چیزوں کی تصویر جن میں روحیں ہوتی ہیں۔ یعنی جاندار اشیاء کی تصویریں (بخاری ص ۸۷۰ ج ۲)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جبریل میری خدمت میں آئے تو انہوں نے عرض کیا میں گذشتہ رات آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے آیا تھا مگر مجھے اس بات نے گھر میں داخل ہونے سے روکا کہ گھر میں مرد کی تصویر تھی اور اس بات نے روکا کہ گھر میں تصویروں والا پردہ تھا اور اس بات نے روکا کہ گھر میں کتا تھا سو آپ حکم دیں تو تصویر کا سر کاٹ دیا جائے تاکہ وہ درخت کی شکل پر ہو جائے اور تصویروں والے پردہ کے متعلق حکم دیں کہ سے پھاڑ کر دو سرہانے بنائے جائیں تاکہ انہیں روندھا جائے اور کتے کے متعلق حکم دیں کہ اسے نکال دیا ے سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی کیا (صحیح بیہاری ص ۱۵۰۰)

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل سے ایک مقرر وقت میں آنے کا وعدہ لیا مگر وہ نہ آئے تو آپ باہر نکلے اچانک دیکھا کہ جبریل دروازہ پر کھڑے ہیں آپ نے فرمایا تمہیں اندر آنے سے کس بات نے روکا عرض کیا گھر میں ایک کتا ہے اور ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کتا یا تصویر ہو۔ (ابن ماجہ شریف ص ۲۶۰ ج ۲)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اذن طلب کیا تو آپ نے حکم فرمایا داخل ہو جاؤ جبریل عرض کرنے لگے میں کیسے داخل ہوں حالانکہ ر میں ایک تصویر والا پردہ ہے یا تو آپ اس کی تصویروں کے سر کاٹ دیں یا اس پردہ کو چٹائی کی جگہ استعمال کریں تاکہ وہ روندھا جائے کیونکہ ہم فرشتوں کی جماعت اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویریں ہوں (صحیح بیہاری ص ۵۰۰ ج ۱)۔

تنبیہ

مسلمان ان احادیث مبارکہ پر غور کریں اور اپنے گھروں کو جانداروں کی تصویروں سے سجانا

چھوڑ دیں کہ اس سے گھر رحمت الٰہی سے محروم ہو جاتے ہیں اور وہاں ناچاکی بدسلوکی بے مہری رزق و اولاد میں بے برکتی پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ کریم ہدایت نصیب کریں۔ آمین۔

تصویر والے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل نہیں ہوتے

جانداروں کی تصویروں کی قباحت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تصویروں سے بے حد نفرت تھی۔ جس گھر میں تصویر دیکھتے آپ اس میں داخل ہونے سے رک جاتے حتیٰ کہ کعبہ شریف میں زمانہ جاہلیت کی بنی ہوئی پیغمبروں کی تصویریں دیکھ کر اظہار نفرت فرمایا ان کے مٹانے کا حکم ارشاد فرمایا اور ان کے مٹائے جانے تک آپ کعبہ شریف میں داخل نہ ہوئے۔ چنانچہ امام بخاری حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں **انّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لمّا رای الصور فی البیت لم یدخل حتی امر بھا فمحیت و رأی ابراھیم و اسماعیل بایدیھما الازلام فقال قاتلھم اللہ و اللہ ان استقسما بالازلام قط** بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف میں تصویریں دیکھیں تو آپ داخل نہ ہوئے یہاں تک کہ آپ نے حکم دیا تو وہ مٹا دی گئیں اور آپ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی تصویروں کو دیکھا کہ ان کے ہاتھوں میں تیر ہیں تو آپ نے فرمایا اللہ ان (تصویروں کے بنانے والوں) کو ہلاک کرے اللہ کی قسم ان دونوں نے کبھی تیروں سے تقسیم کا عمل نہیں کیا (بخاری ص ۴۷۳)۔

تنبیہ

مسلمان اس حدیث صحیح پر بھی غور کریں کہ اگر ہمارے گھروں میں جانداروں کے فوٹو اور تصویریں آویزاں ہوں گی تو نہ وہاں رحمت کے فرشتے داخل ہوں گے اور نہ رحمۃ اللعالمین کی تشریف آوری ہوگی تو پھر رحمت الٰہی سے محرومی نہ ہوگی تو اور کیا ہوگا اللہ کریم جل شانہ حق سمجھنے کی اور اس پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

بعض صحابہ کرام بھی تصویر والے گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے

جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصویر والے گھر میں داخل ہونے سے رک جاتے تھے اسی طرح آپ کے بعض صحابہ کرام بھی تصویر والے گھر میں داخل ہونے سے گریز کرتے تھے چنانچہ صحیح بخاری شریف کے

باب ھل یرجع اذا رأی منکراً فی الدعوۃ میں ہے ورأی ابن مسعود صورۃ فی البیت فرجع اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے گھر میں تصویر دیکھی تو آپ واپس آگئے (اور دعوت قبول نہ کی) (بخاری شریف ص ۷۷۸)۔

رسول اللہ اپنے گھر سے تصویر والی چیزیں نکلوا دیتے تھے

پھر تصویر کی قباحت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ تصویریں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں اس درجہ مبغوض تھیں کہ آپ اپنے گھر کی جس شئے کو دیکھتے کہ اس پر جاندار کی تصویر ہے اسے توڑ دیتے یا گھر سے باہر نکلوا دیتے تھے چنانچہ اس بارہ میں بعض حدیثیں پیچھے گزر چکی ہیں چند اور روایات تبرکاً پیش کی جاتی ہیں تا کہ مسلمان نصیحت حاصل کریں۔ وباللہ التوفیق۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے چبوترے پر ایک پردہ ڈالا تھا جس میں جاندار کی تصویریں تھیں۔ سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھاڑ دیا۔ (بخاری ص ۳۳۷)

اور انہی سے مروی ہے کہ ہمارے ایک پردہ میں پرندہ کی تصویر تھی۔ جب کوئی شخص گھر میں آتا تو وہ اس کے سامنے ہوتی تھی آپ نے مجھے فرمایا اسے تبدیل کر دو۔ کیونکہ میں جب بھی داخل ہوتا ہوں اور اسے دیکھتا ہوں تو مجھے دنیا یاد آجاتی ہے۔ (مسلم شریف ص ۲۰۸ ج ۲)

اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سفر سے واپس تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ میں نے اپنے دروازہ پر ایک پردہ ڈالا ہوا ہے جس میں پروں والے گھوڑوں کی تصویریں ہیں سو آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے اسے ہٹا دیا۔ (مسلم شریف ص ۲۰۸ ج ۲)۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک پردہ تھا جس سے انہوں نے اپنے گھر کی ایک جانب کو ڈھانک رکھا تھا سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو یہ اپنا پردہ ہٹا دے کیونکہ اس کی تصویریں میری نماز میں پیش ہوتی ہیں۔ (بخاری شریف ص ۵۴)۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں لم یکن یترک فی بیتہ شیئا فیہ تصالیب الا نقضہ۔ حضور اپنے گھر میں جس شئے میں تصلوایں دیکھتے اسے توڑے بغیر نہ چھوڑتے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۴ ج ۲)

تنبیہ

مسلمان ان حدیثوں پر بھی غور کریں کہ جن تصویروں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی سخت نفرت تھی کیا وہ اس قابل ہیں کہ انہیں ہم اپنے گھروں میں اعزاز وعزت کے ساتھ رکھیں **اللھمّ اھد قومی فانھم لا یعقلون۔**

تصویروں سے گھر سجانا منع ہے

چونکہ جاندار کی تصویر شرعاً ممنوع مکروہ و مذموم ہے وہ فرشتوں اور نیکوں کے ارواح کے داخلہ کو منع کرنے والی ہے اس لئے گھروں میں تصویریں سجاوٹ کے طور پر لٹکانے سے منع کیا گیا ہے چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ **نھی رسول الله ﷺ عن الصورة فی البیت و نھی ان یصنع ذالک.** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں تصویر رکھنے سے منع فرمایا اور تصویر بنانے سے منع فرمایا۔ (ترمذی ص ۲۴۵ ج ۱)

اور حضرت ابوالزبیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے گھر میں تصویر رکھنے اور تصویر بنانے والے شخص کے بارہ میں پوچھا تو آپ نے فرمایا۔ رسول اللہ نے ان باتوں سے جھڑکا ہے۔
(شرح معانی الآثار ص ۴۰۰ ج ۲)

اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ نے ایک تصویر دیکھی۔ سو آپ نے حکم دیا تو پانی کا ایک ڈول لایا گیا۔ پھر آپ پانی اس تصویر پر مارنے لگے اس حال میں کہ آپ یہ فرما رہے تھے اللہ اس قوم کو ہلاک کرے جو ایسی چیز کی تصویر بناتی ہے جسے وہ پیدا نہیں کرتی۔ (شرح معانی الآثار ص ۴۰۰ ج ۲)

مسلمان ان حدیثوں پر بھی غور کریں اور سوچیں کہ آیا گھر میں تصویریں سجا کر رکھنے کی شرع شریف کی طرف سے کوئی اجازت مل سکتی ہے اور اگر کوئی اجازت نہیں مل سکتی تو پھر ہمیں اس سے توبہ کرنی چاہیے۔ اللہ توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

گھر میں بزرگوں کے فوٹو رکھنا بھی منع ہے

بعض بے علم لوگ سلف صالحین کی بناوٹی تصویریں اپنے گھر میں سجانے اور دیواروں پر آویزاں کرنے کو باعثِ برکت خیال کرتے ہیں اور بعض جہلاء اپنے سلسلہ کے پیروں فقیروں کے عکسی اصلی فوٹو اپنے گھروں میں سجا کر رکھتے اور اسے عقیدت مندی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ شرع شریف نے جس طرح عام جاندار چیزوں کے فوٹو گھر میں سجانے سے منع کیا ہے اسی طرح اس نے بزرگان دین کی تصویروں سے گھر سجانے سے بھی ممانعت کی ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض الوفاۃ میں مبتلاء ہوئے تو آپ کی ایک بیوی نے جن کو ماریہ کہا جاتا تھا ایک کنیسہ کا ذکر کیا اور حضرت ام سلمہ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں حبشہ کی سرزمین میں سے ہو آئی تھیں سوان دونوں نے اس کنیسہ کی خوبصورتی اور اس میں بنی ہوئی تصویروں کا تذکرہ کیا تو آپ نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا۔ اولـــــئک اذامات فیھم الرجل الصالح بنوا علیٰ قبرہ مسجداً ثم صوروابہ تلک الصور اوئک شرار خلق اللہ۔ یہ لوگ جب ان میں کوئی نیک شخص فوت ہوتا تھا تو وہ اس کی قبر پر مسجد تعمیر کرتے تھے اور اس مسجد میں یہ تصویریں بناتے تھے یہ اللہ کی مخلوق میں بدترین لوگ ہیں۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۵ ج ۲)۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے وقت جب رسول اللہ نے بیت اللہ شریف میں تصویریں دیکھیں تو آپ داخل نہ ہوئے پھر وہ مٹادی گئیں۔ اور آپ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصویروں کو اس حال میں دیکھا کہ ان کے ہاتھوں میں پانسے تھے آپ نے فرمایا اللہ (ان تصویر بنانے والوں) کو ہلاک کرے۔ خدا کی قسم ان دونوں نے کبھی بھی پانسوں سے تقسیم طلب نہیں کی (بخاری شریف ص ۴۷۳)

مسلمان اس مقام پر غور کریں کہ جب کعبہ شریف سے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصویریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مٹادی گئیں تو پھر کون سے گھر میں کون سے بزرگ کے فوٹو آویزاں کرنے کی اجازت شرع شریف کی طرف سے ملے گی اللہ کریم مسلمانوں کو ہدایت نصیب

کرے۔ آمین۔

مورتیوں سے گھر سجانا

بعض لوگ کاغذوں پر بنی ہوئی تصویروں سے گھر سجانے کی بجائے دھات کی بنی ہوئی مورتیوں سے بھی گھروں کی زیب و آسائش کرتے ہیں یہ مورتیاں کاغذی تصویروں سے بھی سخت حکم رکھتی ہیں کیونکہ تصویروں میں تو صرف بتوں سے مشابہت تھی اس لیے ان کا اعزاز کے ساتھ گھر میں رکھنا حرام ہوا یہ مورتیاں تو فی الواقع خود بت ہیں اس لیے ان کا گھر میں عزّت کے ساتھ رکھنا بدرجۂ اولیٰ حرام ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے کم فہم مسلمانوں کو سمجھ نصیب کرے تاکہ وہ یہ جان سکیں کہ مسلمان بت گر نہیں ہوتا اور نہ بت پرست ہوتا ہے بلکہ وہ بت شکن ہوتا ہے اگر بت شرع شریف میں مذموم نہ ہوتے تو انہیں توڑنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ میں تھے تو آپ نے فرمایا ایکم ینطلق الیٰ المدینة فلا یدع بھا وثناً الا کسرہ ولا قبراً الا سواہ ولا صورة الا لطخھا۔ کون ہے جو مدینہ کی طرف جائے پھر کوئی بت توڑے بغیر اور کوئی قبر درست کیے بغیر اور کوئی تصویر مٹائے بغیر نہ چھوڑے۔ (البحر الرائق ص ۲۸ ج ۲)۔

کپڑے کی دُکانوں میں مورتیوں کی نمائش

آج کل یہ قابلِ افسوس صورت حال بھی مشاہدہ میں آرہی ہے کہ کپڑا فروش لوگ اپنی دُکانوں میں بے حیاء مورتیوں کو خوبصورت لباس سے ملبوس کر کے سرِ راہ نصب کر دیتے ہیں۔ اس فعل کی قباحت بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔

بچیوں کے لیے گڑیاں خریدنا منع نہیں

حرمت تصاویر کی حدیثوں سے بچیوں کی گڑیوں کی اباحت منسوخ ہوئی یا نہیں بعض علمائے امت کے نزدیک منسوخ ہوگئی۔

چنانچہ امام شرف الدین نودی فرماتے ہیں۔ و ادعی بعضھم ان اباحة اللعب لھن بالبنات منسوخ بھذہ الاحادیث۔ اور بعض علماء نے بچیوں کے لئے گڑیوں سے کھیلنے کی اباحت کا ان احادیث

سے منسوخ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ (منہاج ص ۲۰۷ ج ۲)

مگر ہمارے علمائے حنفیہ کے نزدیک یہ اباحت منسوخ نہیں ہوئی چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں۔ و فی آخر حظر المجتبیٰ عن ابی یوسف یجوز بیع اللعبة و ان یلعب بها الصبیان اور کتاب المجتبیٰ کے باب الحظر کے آخر میں ہے کہ امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ گڑیاں خریدنا اور بچوں کا ان سے کھیلنا دونوں باتیں جائز ہیں۔ (ردالمختار ص ۴۸۱ ج ۱)

اور امام صدر الشریعہ لکھتے ہیں "ابوداؤد" نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی وہ کہتی ہیں کہ میں گڑیاں کھیلا کرتی تھی اور کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت تشریف لاتے کہ لڑکیاں میرے پاس ہوتیں جب حضور تشریف لاتے لڑکیاں چلی جاتیں اور جب حضور چلے جاتے لڑکیاں آجاتیں۔

اور صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میرے ساتھ چند دوسری لڑکیاں بھی کھیلتیں جب حضور تشریف لاتے تو وہ چھپ جاتیں حضور ان کو میرے پاس بھیج دیتے تو وہ میرے پاس آکر کھیلنے لگتیں۔

(بہار شریعت ص ۱۲۹ ج ۱۴)

الغرض ان روایات کی بنا پر ہمارے فقہائے حنفیہ نے بچوں کے کھیلنے کے لیے گڑیاں خریدنے اور بچیوں کا ان کے ساتھ کھیلنے کو جائز قرار دیا ہے اور گڑیوں کے گھروں میں ہونے کے جواز پر یہی دلیل کافی ہے کہ گڑیاں مقام اہانت میں رکھی جاتی ہیں بلکہ خود ان سے کھیلنے کا عمل ہی ان کی اہانت ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

تنبیہ

یہ حکم گڑیاں خریدنے اور بچوں کے ان کے ساتھ کھیلنے کے بارہ میں ہے۔ گڑیوں کا بنانا بہرحال ممنوع ہے کہ جس طرح موضع اہانت میں تصویر رکھنے کے لیے تصویر بنانا ناجائز ہے اسی طرح گڑیاں بنانا ناجائز مگر ان کا خریدنا جائز ہے۔ فافهم و الله تعالیٰ اعلم۔

(۲۷ جولائی ۱۹۸۷ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اڑتیسواں مقالہ

رشوت خوروں کے برے انجام کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد ۔ جناب چوہدری محمد عارف وچوہدری محمد الیاس ساکنان موضع گلجور تحصیل سہنسہ نے تحریری طور پر یہ سوال پیش کیا۔

" گزارش ہے کہ آپ آئندہ سبیل ہدایت میں پوری تفصیل سے رشوت لینے اور دینے والوں کے بارہ میں لکھیں اور یہ بھی تحریر کریں کہ رشوت کی رقم سے معاشرہ پر کیا برا اثر پڑا ہے اور اس وقت ہماری نظر میں رشوت کا کاروبار زوروں پر ہے۔ تو کیا رشوت لینے والے کی نماز قبول ہوسکتی ہے اور کیا رشوت کے مال سے صدقۂ جاریہ یا حج قبول ہوسکتا ہے؟ امید ہے کہ آپ اس بارہ میں سبیل ہدایت ضرور اشاعت فرمائیں گے۔" تو اس کے جواب میں ہم نے یہ مختصر رسالہ لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت بخشے اور ذریعۂ ہدایت بنائے آمین۔

آیت کریمہ

ولا تاکلوآ اموالکم بینکم بالباطل و تدلوا بھآ الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون ○ اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لیے پہنچاؤ کہ تم لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر کھالو جان بوجھ کر (پ۲ رکوع ۷)

تفسیر

یعنی کسی کے مال کی خبر ظالم حاکموں کو نہ دو یا اپنا مال بطریق رشوت حاکم تک نہ پہنچاؤ کہ حاکم کو موافق بنا کر کسی کا مال کھالو یا جھوٹی گواہی دے کر یا جھوٹی قسم کھا کر یا جھوٹا دعوی کر کے کسی کا مال نہ کھاؤ اور تم کو اپنے ناحق پر ہونے کا علم بھی ہو۔ (حاشیہ مولوی شبیر احمد عثمانی ص ۵۰)

رشوت کا مفہوم

عارف باللہ تعالیٰ امام عبدالغنی نابلسی رشوت کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ **الرشوۃ بالکسر مایعطیہ الشخص للحاکم وغیرہ لیحکم لہ اویحملہ علی مایرید** ۔ رشوت وہ

مال ہے جو کسی حاکم وغیرہ کو اس لیے دے کہ وہ اس کے حق میں فیصلہ کرے یا وہ اسے اپنی مراد پر مائل کرے۔(الحدیقۃ الندیہ ص ۴۵۵ ج ۲۔ ردالمحتار ص ۳۴۷ ج ۴)

اور محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ ورشوت مالے است کہ می دہد آن رابشرط آن کہ اعانت کند در مہم وے کذافی فتاوی قاضی خان۔ اور رشوت وہ مال ہے جو کوئی شخص اس شرط پر دے کہ لینے والا اس کے ضروری کام میں اس کی مدد کرے گا۔ جیسا کہ فتاوی قاضی خان میں مذکور ہوا ہے۔

(اشعۃ اللمعات ص ۲۷۴ ج ۳)

رشوت کی صورتیں

امام خبازی مختصر محیط السرخسی میں لکھتے ہیں کہ رشوت کی چار صورتیں ہیں۔(۱) اپنی جان و مال سے خوف دور کرنے یا دوسرے کی بدگوئی سے بچنے کے لیے رشوت دے اس صورت میں رشوت دینا جائز ہے اور لینا جائز نہیں جیسا کہ اس کا مفصل بیان عنقریب آئے گا۔

(۲) کسی کو اس لیے رشوت دے کہ وہ بادشاہ کے پاس اس کا معاملہ درست کردے اس صورت میں رشوت لینا جائز نہیں اور صحیح روایت میں دینا جائز ہے۔

(۳) کوئی شخص بادشاہ کو اس لیے رشوت دے کہ وہ اسے قاضی بنادے اس صورت میں رشوت کا لینا دینا دونوں ناجائز ہیں۔

(۴) کوئی شخص قاضی کو رشوت دے تاکہ وہ ہر حال میں اس کے حق میں فیصلہ صادر کرے اس صورت میں بھی رشوت لینا دینا دونوں ناجائز ہیں۔ (الحدیقۃ الندیۃ ص ۴۵۵ ج ۲)۔

رشوت کا مال حرام ہے

رشوت عدل وانصاف قائم کرنے میں سخت رکاوٹ بنتی ہے اس لئے شرع شریف نے اس کے لین دین کو حرام قرار دیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"چھ باتیں حرام کاموں سے ہیں۔(۱) رشوۃ الامام وھی اخبث ذلک کلہ. امام کا رشوت لینا اور یہ ان میں سب سے زیادہ خبیث ہے۔(۲) کتے کی قیمت۔ (۳) نرکودوانے کی اجرت۔(۴) زناکاری کی اجرت۔(۵) پچھنے لگانے کی کمائی۔ (۶) اور نجومی کی شیرینی۔ رواہ ابن مردویہ وضعفہ

الجلال السیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔(جامع صغیر ص ۳۱ ج ۲)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ کل لحم انبتہ السحت فالنار اولیٰ بہ قیل وما السحت قال الرشوۃ. ہر وہ گوشت جسے حرام مال نے اگایا آگ اس سے بہتر ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ حرام مال کیا ہے؟ فرمایا۔ رشوت۔

(کنز العمال بحوالہ رشوت خوروں کا انجام مطبوعہ عالمی ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ چہلیک ملتان شہر ص ۹)

۳۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بابان من السحت یأ کلھما الناس الرشوۃ ومھر الزانیۃ.

لوگ دو قسم کے حرام مال کھاتے ہیں۔ رشوت اور زنا کاری کی اجرت۔

(کنز العمال ص ۱۷۷ ج ۳ بحوالہ مذکورہ بالا)

رشوت دینے والے لعنتی ہیں

رشوت کی قباحت و شناعت جاننے کے لئے یہی کافی ہے کہ رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں پر اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے چنانچہ محدث مناوی روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لعن اللہ الاکل والمطعم الرشوۃ.

اللہ نے رشوت کھانے والے اور کھلانے والے دونوں پر لعنت کی ہے۔(کنوز الحقائق ص ۶۷ ج ۲)

۲۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ الراشی والمرتشی فی الحکم۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کے بارہ میں رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے دونوں پر لعنت کی ہے۔ رواہ احمد والترمذی والحاکم وصححہ الجلال السیوطی (جامع صغیر ص ۱۲۳ ج ۲)

(۳) حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم الراشی والمرتشی. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں پر لعنت کی ہے۔ رواہ ابو داؤد و ابن ماجۃ ورواہ الترمذی عنہ وعن ابی ھریرۃ وقال ھذا حدیث حسن صحیح.

(مشکوٰۃ ص ۳۵ ج ۲۔ سنن ابی داؤد ص ۱۴۸ ج ۲) (جامع الترمذی ص ۱۹۴ ج ۱)

(۴) اور امام احمد و بیہقی کتاب شعب الایمان میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا لعن رسول الله صلى الله عليه و سلم الراشی والمرتشی والرائش يعنی الذی يمشی بينهما. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے اور رشوت دلانے والے تینوں پر لعنت کی ہے۔

(مشکوٰۃ ص ۳۵ ج ۲۔ جامع صغیر ص ۱۲۴ ج ۲)

۵ اور محدث ابن ماجہ اپنی سنن کے باب التغليظ فی الحيف والرشوة میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعنة الله علی الراشی والمرتشی۔ رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر اللہ کی لعنت ہو۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۶۷ ج ۱)

وقال المحدث ابو عيسیٰ الترمذی و فی الباب عن عبدالله بن عمرو و عائشة وابن ابی حديدة وام سلمة وحديث ابی هريرة حديث حسن و قدروی هذا الحديث عن ابی سلمة بن عبدالرحمٰن عن عبدالله بن عمرو وروی عن ابی سلمة عن ابيه عن النبی صلى الله عليه و سلم ولا يصح و سمعت عبدالله بن عبدالرحمٰن يقول حديث ابی سلمة عن عبدالله بن عمرو عن النبی صلى الله عليه وسلم احسن شئی فی هذا الباب واصح۔

(جامع ترمذی شریف ص ۱۹۴ ج ۱)

تنبیہ

ان احادیث مبارکہ میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں پر لعنت کی ہے لیکن جیسا کہ رشوت کی صورتوں کے بیان میں گزرا شارحین فرماتے ہیں کہ ان احادیث میں رشوت دینے والے سے مراد صرف وہی رشوت دینے والا ہے جو دوسرے کا حق مارنے کے لئے رشوت دے۔ چنانچہ امام محمد برکلی حنفی کتاب مستطاب الطريقة المحمدية میں لکھتے ہیں۔

ومنها اخذ الرشوة واعطاء ها الالدفع الظلم۔ اور ہاتھ کی آفتوں میں سے ایک آفت رشوت کا لینا

اور رشوت کا دینا ہے مگر ظلم کے دفع کے لیے (رشوت دینا آفت نہیں)۔ (الحدیقۃ الندیۃ ص ۴۵۵ ج ۲)

(۲) اور اس کی شرح میں امام عبدالغنی نابلسی لکھتے ہیں "اور میرے والد صاحب کی کتاب شرح الدرر میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی جان سے خوف دور کرنے کے لئے رشوت دے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔" (الحدیقۃ الندیۃ ص ۴۵۵ ج ۲)

(۴) اور امام زاہدی کتاب المجتبیٰ میں لکھتے ہیں۔ اپنی جان و مال سے ظلم ہٹانے اور اپنا حق نکالنے کے لیے ظالم بادشاہ کو مال دے تو یہ رشوت نہیں یعنی دینے والے کے حق میں رشوت نہیں۔ (ردالمحتار ص ۳۰۰ ج ۵)

(۵) اور محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ ورشوت بضم و کسر آنچه داده شود برائے ابطال حق و اثبات باطل اما اگر برائے اثبات حق و دفع ظلم از نفس بدهند لاباس به است وهم چنیں گیرنده اگر سعی کند در رسیدن حق بصاحب حق یا دفع ظلم ازوے ام گفته اند که ایں درغیر قضاة وولاة است زیرا که سعی در اصابت حق و اثبات آن و دفع ظلم از مظلوم واجب است برایشاں پس روا نباشد اجر گرفتن بر آن :۔ اور رشوت وہ شئے ہے جو حق کو باطل کرنے اور باطل کو حق ثابت کرنے کے لئے دی جائے اور اگر حق کو ثابت کرنے اور جان سے ظلم دور کرنے کے لئے دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اس شخص کا بھی یہی حکم ہے جو حق دار تک حق پہنچانے اور اسے ثابت کرنے اور اس سے ظلم دور کرنے کی کوشش کرے اور اپنی اجرت لے۔ ہاں علماء فرماتے ہیں کہ مزدوری قاضیوں اور حاکموں کے غیر کے لئے حلال ہے۔ ان کے لئے حلال نہیں کیونکہ ان پر حقدار تک حق پہنچانا اور مظلوم سے ظلم دور کرنا واجب ہے۔ سو انہیں اس کی اجرت لینا جائز نہ ہوگا۔ (اشعۃ اللمعات ص ۳۲۶ ج ۳)

رشوت دینے لینے والے دوزخی ہیں

اثبات باطل اور ابطال حق کے لئے رشوت دینے لینے والوں کو بعض احادیث مبارکہ میں دوزخ کی وعید کی گئی ہے چنانچہ محدث ابویعلی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "حکام عادل وظالم سب کو قیامت کے دن پل صراط پر روکا جائے گا۔ پھر اللہ عزوجل فرمائے گا۔ تم سے میرا مطالبہ ہے کہ جس حاکم نے فیصلہ میں ظلم کیا ہوگا اور رشوت لی ہوگی اور صرف ایک

فریق کی بات توجہ سے سنی ہو گی اسے جہنم کی اتنی گہرائی میں ڈالا جائے گا جس کی مسافت ستر سال ہے۔" (بہار شریعت ص ۵۴ ج ۱۲)

(۲) اور محدث طبرانی معجم صغیر میں حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **الراشی والمرتشی فی النار**۔
رشوت دینے والا اور لینے والا دونوں دوزخ میں ہیں۔ (جامع صغیر ص ۲۵ ج ۲ کنوز الحقائق ص ۱۳۹ ج ۱)

رشوت خوری سے بزدلی پیدا ہوتی ہے

جو قوم رشوت خوری کی عادی ہو اللہ تعالیٰ اسے بزدل بنا دیتا ہے اور اس کے دل سے جرأت مندی ختم ہو جاتی ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **مامن قوم یظهر فیهم الزنا الا اخذوا بالسنة وما من قوم یظهر فیهم الرشا الا اخذوا بالرعب** ۔کوئی ایسی قوم نہیں جس میں زنا ظاہر ہو مگر وہ قحط سالی میں گرفتار کی جاتی ہے اور کوئی ایسی قوم نہیں جس میں رشوتیں ظاہر ہوں مگر دشمن کے رعب میں مبتلاء کی جاتی ہے۔ رواہ احمد۔
(مشکوٰۃ ص ۱۴۱ ج ۲)

رشوت سے بچنے کا ثواب

امام بیہقی اور امام ابن عساکر صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا "حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے میرے رب تو کن لوگوں کو حظیرۃ القدس (جنت) میں بسائے گا اور کن لوگوں کو تو اس دن اپنے عرش کے سایہ میں بسائے گا جس دن تیرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ فرمایا **اولٰئک الذین لا تنظر اعینهم فی الزناء ولا یبتغون فی اموالهم الربا ولا یاخذون علی احکامهم الرشاء اولٰئک طوبیٰ لهم وحسن مآب**۔
یہ وہ لوگ ہیں جن کی آنکھیں زنا میں نہیں دیکھتیں اور وہ اپنے مالوں میں سود نہیں ڈھونڈتے اور اپنے فیصلوں پر رشوتیں نہیں لیتے یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے بہتری اور اچھا ٹھکانہ ہے (البدور السافرہ ص ۵۵)

قاضی کی رشوت میں وعید شدید ہے

یوں تو سب حاکموں کے لئے رشوت لینا شرعاً حرام اور موجب لعنت وعذاب جہنم ہے لیکن قاضی کے لئے اس کی ممانعت اور زیادہ سخت جرم ہے کیونکہ تمام تر معاملات کا انحصار اسی کے فیصلوں پر ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **اخذ الامیر الھدیۃ سحت وقبول القاضی الرشوۃ کفر** :۔ حاکم وقت کا ہدیہ لینا حرام ہے اور قاضی کا رشوت قبول کرنا کفر ہے۔ رواہ الامام احمد فی کتاب الزھد وحسنہ الجلال السیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ (جامع صغیر ص ۱۳ ج ۱)

مسائل ضروریہ

(۱) قاضی کو ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے بلکہ رشوت ہے جیسا کہ آج کل لوگ حکام کو ڈالی کے نام سے دیتے ہیں اور اس سے مقصود صرف یہی ہوتا ہے کہ اگر کوئی معاملہ ہوگا تو ہمارے ساتھ رعایت ہوگی۔

(درمختار ص ۳۴۵ ج ۴)

(۲) قاضی کو جس طرح ہدیہ لینا جائز نہیں اسی طرح اسے دوسرے تبرعات بھی ناجائز ہیں مثلاً قرض لینا یا رعایت لینا کسی سے کوئی کام مفت کرانا بلکہ واجبی اجرت سے کم دے کر کام لینا بھی جائز نہیں۔

(ردالمحتار ص ۳۴۵ ج ۴)

(۳) واعظ و مفتی و مدرس و امام مسجد ہدیہ قبول کر سکتے ہیں کہ ان کو جو کچھ دیا جاتا ہے وہ ان کے علم کا اعزاز ہے۔ کسی چیز کی رشوت نہیں ہاں اگر مفتی کو اس لئے ہدیہ دے کہ وہ فتویٰ میں رعایت کرے گا تو یہ دینا لینا حرام ہے۔ (ردالمحتار ص ۳۴۵ ج ۴)

(۴) قاضی کو بادشاہ یا حاکم بالا نے ہدیہ دیا تو لینا جائز ہے۔ یوں ہی قاضی کے کسی رشتہ دار محرم نے ہدیہ دیا جو اس کے قاضی بننے سے پہلے بھی دیا کرتا تھا۔ اور اتنا ہی دیا جتنا پہلے دیا کرتا تھا تو قبول کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کا مقدمہ اس کے پاس دائر نہ ہو۔ (درمختار ص ۳۴۶ ج ۴)

(۵) قاضی کے لئے دعوت خاصہ (جو خاص اسی کے لئے دی جائے) قبول کرنا جائز نہیں ہاں دعوت عامہ قبول کر سکتا ہے (درمختار ص ۳۴۶ ج ۴)

سرکاری ملازمین کو رشوت لینا حرام ہے

جس طرح قاضی کو رشوت دینا کہ وہ فیصلہ میں رعایت کرے گا حرام ہے اسی طرح دوسرے سرکاری حکام کو رشوت دینا کہ وہ مقدمہ میں رعایت سے کام لیں گے شرعاً ناجائز ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسد کے ایک شخص کو عامل بنا کر بھیجا۔ جب وہ واپس آیا تو اس نے کہا "یہ مال تمہارا ہے اور یہ میرے لیے ہدیہ ہوا ہے" یہ سن کر آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حمد وثناء کے بعد فرمایا" کیا حال ہے اس عامل کا جس کو ہم بھیجتے ہیں اور وہ آکر یہ کہتا ہے کہ یہ آپ کے لئے ہے اور یہ میرے لئے ہے؟ وہ اپنے باپ یا ماں کے گھر میں کیوں نہیں بیٹھا رہا اور دیکھتا کہ اسے ہدیہ کیا جاتا ہے یا نہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ایسا شخص قیامت کے دن اس چیز کو اپنی گردن پر لاد کر آئے گا۔ اگر اونٹ ہے تو وہ بڑبڑائے گا اور اگر گائے ہے تو وہ باں باں کرے گی اور بکری ہے تو میں میں کہے گی۔ پھر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو اتنا بلند کیا کہ بغل مبارک کی سفیدی ظاہر ہونے لگی۔ اور تین بار آپ نے یہ کلمہ کہا۔ خبردار میں نے پہنچا دیا"

(جامع صغیر ص ۶۴ ج ۱)

باطل کی سفارش بھی منع ہے

اثبات باطل وابطال حق کی غرض سے سفارش کرنا بھی سخت ناجائز ہے۔ جیسا کہ آج کل کے وکیل جھوٹی وکالتیں کرتے ہیں چنانچہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو کسی کی سفارش کرے اور وہ اس کے لئے کچھ ہدیہ دے اور یہ قبول کرے تو وہ سود کے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازہ پر آ گیا" (ابوداؤد بحوالہ بہار شریف ص ۵۴ ج ۱۲)

رشوت خور کی دعوت قبول کرنا

امام فقیہ ابوجعفر سے اس شخص کے بارہ میں پوچھا گیا جس نے بادشاہ کے حکم سے مال حاصل کیا یا حرام ذرائع سے حاصل کیا تو کیا اس کے ہاں کھانا کھانا حلال ہے؟ فرمایا میں اس کی دینداری کے پیش نظر پسند نہیں کرتا کہ وہ اس کے پاس کھانا کھائے اور وہ کھانا جو پیش کیا گیا ہے۔ غصب یا رشوت کے مال سے

تیار نہیں کیا گیا تو قضاء اس کو کھانا حلال ہے۔ (فتاوی عالمگیری ص ۳۵۰ ج ۵)

رشوت کا مال نیک کام میں خرچ کرنا وبال ہے

چونکہ مال رشوت حرام ہے اس لیے اسے دوسرے حرام مالوں کی طرح نیک کام میں خرچ کیا جائے تو اس میں اجر وثواب نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص گناہ کے ذریعہ سے مال حاصل کرے پھر وہ اس مال سے صلہ رحمی کرے یا صدقہ کرے یا اسے راہ خدا میں خرچ کرے تو اس کا وہ سارا مال اللہ تعالیٰ جمع کرے گا پھر وہ اسے آگ میں ڈال دے گا۔

(مختصر احیاء علوم الدین ص ۱۰۷۔ نزھۃ الناظرین ص ۱۵۸)

رشوت کا مال واپس کرنا شرعاً واجب ہوتا ہے۔

جس طرح دوسرے حرام ذرائع سے ملنے والا مال مالک کو واپس دے دینا شرعاً واجب ہے اسی طرح رشوت کا مال رشوت دینے والے کو واپس کرنا شرعاً واجب ہوتا ہے اور لینے والے کے قبضہ سے وہ اس کی ملک میں نہیں جاتا چنانچہ امام ابن عابدین شامی حاشیہ درمختار میں لکھتے ہیں۔ (قولہ الرشوۃ لاتملک بالقبض) فلہ الرجوع بھا. رشوت قبضہ کے سبب سے ملک میں نہیں آتی سو رشوت دینے والے کو اسے واپس لینے کا حق ہے۔ (ردالمحتار ص ۳۰۰ ج ۵)۔

آخری گزارش

یہاں تک جو کچھ پیش کیا گیا ہے۔ مسلمان اسے غور سے پڑھیں، سمجھیں اور عمل کرنے کی کوشش کریں باطل کو ثابت کرنے اور حق کو باطل کرنے کے لئے رشوت دے کر نہ خود لعنتی اور دوزخی بنیں اور نہ حکام وقضاۃ کو لعنت و دوزخ کے عذاب کا مستحق بنائیں۔ یونہی حکام وقضاۃ کو بھی خوف خدا سے کام لینا چاہیے اور ایسے حالات پیدا نہیں کرنے چاہیں جن سے مجبور ہو کر لوگ انہیں رشوتیں دیں۔ کیونکہ اس صورت میں سارا وبال خود ان حالات کے پیدا کرنے والوں کی گردنوں پر پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہ راست کی توفیق بخشے آمین۔

(۱۵ دسمبر ۱۹۸۹ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتالیسواں مقالہ

سودخوروں کا برا انجام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علیٰ شفیع الاشقیآء والمذنبین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین امابعد. اس رسالہ میں سودخوروں کا براانجام کتاب وسنت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ اسے موجب ہدایت بنائے۔آمین۔

سود حرام قطعی ہے۔اس کی حرمت کا منکر خارج از اسلام ہے۔حرام سمجھ کر سود کا کاروبار کرنے والا سخت گناہگار فاسق مردود الشہادۃ ہے۔امام فخرالدین زیلعی حنفی فرماتے ہیں۔سود کتاب' سنت اوراجماع امت کی رو سے حرام ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔"اوراللہ نے بیع حلال کی اور سود حرام کیا۔"اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے،سود کھلانے والے،سودی کاروبار کا گواہ بننے والے،سود کا معاملہ لکھنے والے پرلعنت فرمائی۔اور پوری امت کا سود کی حرمت پر اتفاق ہو چکا ہے۔حتی کہ اس کی حرمت کے منکر کو کافر قرار دیا جائے گا۔" (تبیین الحقائق ص ۸۵ ج ۲)

آیات مبارکہ

سود کے متعلق چند آیات واحادیث یہاں نقل کی جاتی ہیں وباللہ التوفیق۔

۱۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔"جولوگ سود کھاتے ہیں۔وہ اس شخص کی طرح اٹھیں گے، جسے شیطان نے چھو کر پاگل بنا دیا ہے۔یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کہا بیع سود کی طرح ہے۔حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا،اور سود کو حرام قرار دیا۔سو جس کے پاس اللہ کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ (سود سے) باز آ گیا تو اسے جو کچھ اس سے پہلے کر چکا ہے معاف ہے۔اور جو پھر ایسا ہی کریں تو وہ دوزخی ہیں۔وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے"(پ ۳۔رکوع ۶)

۲۔اور اللہ عزوجل فرماتا ہے۔"اللہ سود کو مٹاتا ہے،اور صدقات کو پالتا ہے۔اور اللہ ہر ناشکر، بدکار کو پسند نہیں کرتا۔"(پ ۳۔رکوع ۶)

۳۔اور رب کریم جل جلالہ فرماتا ہے۔"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر تم مومن ہو تو جو کچھ تمہارا سود رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو پھر اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لڑائی کا اعلان ہے۔اور اگر تم توبہ کرو تو تمہیں تمہارا اصل مال ملے گا۔نہ تم ظلم کرو۔نہ تم پر ظلم کیا جائے۔"(پ ۳ رکوع ۶)

۴۔اور اللہ کریم عز شانہ فرماتا ہے۔"اے ایمان والو! دونادون سود نہ کھاؤ۔اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار رکھی گئی ہے۔اور اللہ اور رسول کی بات مانو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔" (پ۴۔رکوع ۵)

۵۔اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔"جو کچھ تم نے سود پر دیا تاکہ وہ لوگوں کے مال میں بڑھتا رہے وہ اللہ کے پاس نہیں بڑھے گا اور جو کچھ تم نے زکوٰۃ میں دیا اللہ کی خوشنودی چاہتے ہوئے تو یہ لوگ اپنا مال دگنا کرنے والے ہیں۔" (پ۲۱ رکوع ۷)

احادیث مبارکہ

۱۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔"سود کا ایک درہم جسے آدمی جان بوجھ کر کھائے چھتیس زناؤں سے زیادہ سخت ہے۔" رواہ احمد والدارقطنی عن عبداللہ بن الحنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما (مشکوٰۃ ص۲۲۲ ج۱)

۲۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔"سود اگرچہ زیادہ ہو کمی کی طرف لوٹتا ہے۔" رواہ ابن ماجہ والبیہقی واحمد عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔(مشکوٰۃ ص۲۲۲ جلد۱)

۳۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔"سود کی ستر جزئیں ہیں ان میں سب سے ہلکی جز یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے بدکاری کرے۔" (مشکوٰۃ ص۲۲۲ ج۱)

۴۔اور آپ فرماتے ہیں۔"جس شخص نے سود کے ذریعہ سے اپنا مال بڑھایا بالآخر اس کا مال کمی کی طرف لوٹے گا۔" (بن ماجہ ص۱۶۴)

۵۔اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔"معراج کی رات میرا گزر ایک قوم پر ہوا جن کے پیٹ گھروں کی طرح بڑے بڑے تھے اور ان پیٹوں میں سانپ تھے، جو باہر سے دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون ہیں؟ انہوں نے عرض کیا، یہ سود کھانے والے لوگ ہیں۔" (مشکوٰۃ ص۲۲۲ ج۱)

۶۔اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا،"سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ کا شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، ناحق کسی جان کو قتل

کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا اور جنگ کے دن میدان جنگ سے پیٹھ پھیرنا۔" رواہ البخاری ومسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۵۷)

۷۔ اور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ "اللہ کو لازم ہے کہ وہ چار شخصوں کو جنت میں داخل نہ کرے، اور انھیں جنت کی نعمتیں نہ چکھائے اور وہ یہ ہیں، شراب پینے کا عادی، سود کھانے والا، اور سود کا معاملہ لکھنے والا اور سود کھلانے والا اور سود کے لین دین پر گواہ بننے والے دونوں شخص اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اور وہ چاروں گناہ میں برابر ہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۲۲۱ ج ۱)

۹۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار شخصوں پر لعنت بھیجتے ہوئے سنا اور وہ یہ ہیں۔ سود کھانے والا، سود کھلانے والا، سود کا معاملہ لکھنے والا اور زکوٰۃ روکنے والا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میت پر بین کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ ۲۲۲ ج ۱)

مقام غور ہے

کہ سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود کا معاملہ لکھنے والے اور سودی کاروبار کا گواہ بننے والے کے متعلق یہ کیسے سخت ارشادات وارد ہوئے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت نصیب کرے اور حق پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔

سود کا مفہوم

اصطلاح شرع میں سود کیا ہے؟ امام صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "عقد معاوضہ میں جب دونوں طرف مال ہو اور ایک طرف زیادتی ہو کہ اس زیادتی کے مقابلہ میں دوسری طرف کچھ نہ ہو، تو یہ زیادتی سود ہے، جس چیز پر سود کا دارومدار ہے وہ قدر مع الجنس ہے۔ قدر سے مراد وزن یا ماپ ہے۔ یعنی جو چیز ماپ یا تول سے بکتی ہے جب اس کو اپنی جنس سے بدلا جائے مثلاً گیہوں کے بدلہ میں گیہوں لئے جائیں یا جو کے عوض جو لئے جائیں اور ایک طرف زیادتی ہو تو یہ زیادتی حرام اور سود ہے۔ اگر وہ ماپ اور تول کی نہیں یا ایک جنس کو دوسری سے بدلا جائے تو ان دو صورتوں میں زیادتی سود نہیں۔

(بہار شریعت ص ۱۴۶ ج ۱۱)

ہم جنس ہونے کا معیار

"جنس کے اختلاف واتحاد میں اصل کا اتحاد واختلاف معتبر نہیں۔ بلکہ مقصود کا اختلاف جنس کو مختلف کردیتا ہے۔ اگرچہ ان کی اصل متحد ہو۔ مثلاً سوتی کپڑے سوت یا روئی کے بدلہ میں بیچنا مطلقاً جائز ہے کہ ان کی جنس مختلف ہے۔ یوں ہی روئی کے عوض سوت بیچنا بھی جائز ہے۔ اسی طرح اون کے بدلے اونی کپڑے خریدنا یا ریشم کے عوض ریشمی کپڑے خریدنا بھی جائز۔ کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ روئی اور سوت اور کپڑے کے مقاصد مختلف ہیں۔"

(بہار شریعت ص ۱۵۰ جلد ۱۱)

سود کی قسمیں

سود کی دو قسمیں ہیں۔ رباء الفضل اور رباء النسیه، چنانچہ امام صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ "قدر اور جنس دونوں موجود ہوں تو کمی بیشی بھی حرام ہے۔ اس کو رباء الفضل کہتے ہیں۔ اور ایک طرف نقد ہو، دوسری طرف ادھار یہ بھی حرام ہے اس کو رباء النسیہ کہتے ہیں۔ مثلاً گیہوں کو گیہوں کے بدلہ میں بیچے تو کمی بیشی حرام ہے۔ اور اگر قدر وجنس میں سے ایک موجود ہو تو کمی بیشی جائز ہے۔ جبکہ یہ بیع دست بدست ہو۔ اور اگر قدر وجنس دونوں نہ ہوں تو کمی بیشی اور ادھار دونوں جائز ہیں۔ مثلاً گیہوں روپے سے لئے تو کمی بیشی بھی جائز ہے، اور ادھار بھی جائز ہے۔" (بہار شریعت)

قرض میں سود

قرض دیا اور ٹھہرالیا کہ جتنا دیا ہے اس سے زیادہ لے گا۔ جیسا کہ آج کل سود خوروں کا طریقہ ہے روپے دو روپے سینکڑہ ماہوار سود ٹھہرا لیتے ہیں یہ حرام ہے۔ یونہی اگر قرض دیتے وقت کسی قسم کے نفع کی شرط کرے تو یہ ناجائز ہے۔ مثلاً یہ شرط ٹھہرائی کہ قرض لینے والا قرض دینے والے سے کوئی شئے مہنگے داموں خریدے گا یا فلاں شہر میں قرض کی ادائیگی کرے گا۔ (بہار شریعت ص ۱۳۷ ج ۱۱)

رہن میں سود

آج کل سود خوروں کا عام طریقہ یہ ہے کہ وہ قرض دے کر مکان یا کھیت رہن رکھ لیتے ہیں۔ مکان میں مرتہن سکونت اختیار کرتا ہے۔ اور کھیت کی پیداوار خود کھاتا ہے۔ اور پھر پورا قرض وصول کر کے یہ چیزیں مالک کو واپس کرتا ہے یہ خالص سود ہے۔ اس سے بچنا واجب ہے۔ (بہار شریعت ص ۱۳۸ ج ۱۱)

نوٹ کی حقیقت

چونکہ آج کل لین دین نوٹوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ اس لئے نوٹ کی حقیقت کا جاننا ضروری ہے۔ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ رحمۃ فرماتے ہیں۔ "نوٹ اصل میں ایک متاع ہے۔ اس لئے کہ وہ ایک پرچہ کاغذ ہے۔ اور اصطلاح میں قیمت ثمن ہے کیونکہ اس کے ساتھ ثمن کا سا معاملہ کیا جاتا ہے۔ اور یہ رقمیں جو اس پر مرقوم ہیں یہ اس کی ثمنیت کا ثمن اصلی سے اندازہ ہے۔ (کفل الفقیہ ص ۲۴)

اور دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔ "نوٹ کی اصل تو معلوم ہے کہ وہ کاغذ کا ایک ٹکڑا ہے، اور کاغذ مال متقوم ہے۔ اور اس سکہ نے اسے کچھ زیادہ نہ کیا مگر یہی کہ لوگوں کی رغبتیں اس کی طرف بڑھ گئیں اور وقت حاجت کے لئے اٹھا رکھنے کے زیادہ لائق ہو گیا۔" (کفل الفقیہ)

اور تیسری جگہ فرماتے ہیں۔ "نوٹ وہ چیز ہے جس کا لین دین گن کر ہوتا ہے۔ اور دونوٹوں میں اصلاً تفاوت نہیں سمجھا جاتا۔ جبکہ وہ ایک ٹکسال کے ہوں۔" (کفل الفقیہ ص ۲۷)

نوٹ کا قرضہ

جب یہ ثابت ہو گیا کہ نوٹ مال متقوم مثلی عددی غیر متفاوت اور ثمن اصطلاحی ہے تو لامحالہ اسے قرض میں دینا جائز ہوگا۔ امام صدر الشریعۃ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ "جو چیز قرض لی جائے اس کا مثلی ہونا شرط ہے۔ یعنی ماپ کی چیز ہو یا تول کی ہو یا گنتی کی ہو۔ مگر گنتی کی چیزوں میں یہ شرط ہے کہ اس کے افراد میں زیادہ تفاوت نہ ہو۔ جیسے انڈے وغیرہ۔" (بہار شریعت ص ۱۳۴ ج ۱۱)

بنک کی رقم کی شرعی حیثیت

بنک میں جو رقم جمع کرائی جائے وہ قرض کے حکم میں ہوتی ہے۔ خواہ اس پر سود مشروط ہو یا نہ ہو۔ امام صدر الشریعہ فرماتے ہیں۔ "جس چیز کا قرض جائز ہے اسے عاریت کے طور پر لیا تو وہ قرض ہے۔" ثانیاً یہ رقم بنک والوں کے پاس بطور ودیعت نہیں ہوتی۔ کیونکہ ودیعت میں مودع کا تصرف ممنوع ہوتا ہے۔ حالانکہ بنک والے منافع اسی لئے دیتے ہیں کہ وہ اس رقم میں تصرف کر کے خود منافع حاصل کرتے ہیں ثالثاً ودیعت مودع کے پاس بطور امانت ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ اس کے صنع کے بغیر ہلاک ہو جائے تو اس پر اس کی کوئی ضمان نہیں۔ حالانکہ بنک والے بنک میں جمع شدہ رقم کے ضامن ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ بطور قرض ہوتی ہے۔ اس پر سود مشروط ہو یا نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

منافع بنک کی شرعی حیثیت

چونکہ بنک میں جمع شدہ رقم بطور قرض ہوتی ہے اور قرض میں سود کا تحقق ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس پر زیادتی لینے دینے کی صورت میں زیادتی سود اور حرام ہو گی چنانچہ مولانا غلام رسول سعیدی رقم طراز ہیں۔

بنک سے سود لینے کا حکم

بنک قرض پر سود ادا کرتا ہے۔ اور رباء النسیہ کی تعریف میں آتا ہے۔ جس طرح خنزیر اور مردار کا کھانا حرام ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سود کی رقم لے کر کسی غریب کو دی جائے۔ یہ تجویز دو وجہ سے باطل ہے۔ اول تو جب اس نے سود لے لیا تو اس نے حرام قطعی کا

ارتکاب کیا اور اگر اس کو حلال سمجھ کر لیا تو فقہاء کی تصریح کے مطابق وہ کافر ہو گیا کیونکہ حرام قطعی کو حلال جاننا کفر ہے۔ اور اگر حرام سمجھ کر لیا تو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا۔ اور جب بالقصد یہ سود کی رقم کسی غریب شخص کو دی تو از روئے حدیث **لعن اللہ علیٰ اکل الرباء و مؤکلہ** (اللہ نے سود کھانے والے اور سود کھلانے والے پر لعنت کی) یہ سود کی رقم کھلانے والا لعنت کا مستحق قرار پایا علامہ علاء الدین حصکفی فرماتے ہیں۔ شرح وہبانیہ میں بزازیہ سے منقول ہوا کہ جب کوئی شخص حرام قطعی سے مال صدقہ کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اور علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں، کسی شخص نے اس مال سے صدقہ کیا جو حرام قطعی ہے اور ثواب کی امید رکھی تو کافر ہو گیا۔ اور اگر فقیر کو مال کی حرمت کا علم ہے اور اس نے دینے والے کو دعاء دی اور اس نے آمین کہی تو وہ دونوں کافر ہو گئے۔

اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ بالقصد مال حرام کو حلال سمجھ کر لینا کفر ہے۔ اور حرام سمجھ کر لینا گناہ کبیرہ ہے۔ اور بالقصد لے کر اس کو کسی شخص کو کھلانا گناہ کبیرہ ہے اور لعنت کا مصداق بھی۔

اب ایک سوال یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے شامت اعمال سے سود لے لیا ہے۔ اور اب وہ اپنے اس فعل پر نادم و تائب ہے اور اس کا مداوا کرنا چاہتا ہے، تو وہ کیا کرے۔ اس کا حل فقہاء نے یہ بتایا ہے کہ وہ سود کی رقم مقروض کو واپس کر دے اور اگر ایسا نہ ہو سکتا ہو تو مقروض کی طرف سے صدقہ کی نیت کر کے وہ رقم کسی غریب شخص کو دے دے۔ تاکہ وہ اپنے ذمہ سے سبکدوش ہو جائے۔ چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس کے پاس مال حرام ہو، اگر وہ اس کے مالک کو جانتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس کے مالک کو دے دے اور اگر مالک کا علم نہیں تو یہ مال اس کے لئے حلال نہیں ہے، مالک کی طرف سے نیت کر کے وہ مال کسی غریب آدمی کو بطور صدقہ دے دے۔"

(مقالات سعیدی ص ۴۲۴)

پیشن گوئی

آج کل کے منافع بنک کے سود ہونے پر نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد صاف صاف دلالت کرتا ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جب سود کھانے سے کوئی نہ بچے گا۔ اور اگر کوئی سود نہ کھائے گا تو اسے سود کا غبار یا دھواں ضرور پہنچے گا (مشکوٰۃ ص ۲۲۱ ج ۱)

سود کے غبار یا دھواں پہنچنے کی شرح میں محشی فرماتے ہیں، سود کے غبار یا دھوئیں سے مراد اس کا اثر ہے۔ اور وہ اس طرح پہنچیں گے کہ یا تو وہ سود کا روپیہ کھلانے والا ہوگا۔ یا سودی کاروبار کا گواہ بنے گا۔ یا سود کا معاملہ لکھنے والا ہوگا۔ یا سودی کاروبار بڑھانے میں کوشاں ہوگا۔" اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ۔

سبحان اللہ! آج کل کی سودی بنک کاری کے متعلق سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی صراحت سے حکم شرع سنا دیا۔ اللہ کریم ہمیں عمل کی توفیق بخشے آمین۔

ایک قول کی تصحیح

ایک صاحب لکھتے ہیں۔" بنک کا سود۔ پہلے معلوم ہو چکا ہے، کہ کفار سے نفع لینا سود نہیں، بلکہ حلال ہے۔ لہٰذا آج کل سیونگ بنک، بنک آف انڈیا وغیرہ کفار کے سارے بنکوں سے نفع لینا حلال ہے اگرچہ لوگ اسے سود کہتے ہیں، مگر یہ شرعاً سود نہیں۔ البتہ مسلمانوں کے بنک سے منافع لینا حرام ہوگا۔ مگر نوٹ کے لین دین میں سب سے نفع لیا جا سکتا ہے۔" اھ بلفظہٖ۔

یہ قول صحیح معلوم نہیں ہوتا کیونکہ آج کل مسلمان ملکوں میں بھی نوٹ ہی کے ذریعہ سے لین دین ہوتا ہے۔ بنک والے نوٹ بطور قرضہ لیتے ہیں اور مقررہ شرح و معینہ مدت پر نفع دیتے ہیں۔

اگرچہ نوٹ کو نوٹ کے عوض کمی بیشی کے ساتھ بیچنا جائز ہے۔ کیونکہ نوٹ نہ وزنی ہے نہ کیلی، بلکہ مثلی عددی متقارب ہے۔ مگر یہ بیع اس شرط پر جائز ہے کہ دست بدست ہو ورنہ رباء النسیہ پایا جائے گا۔ بنک والے یہ تو کرتے نہیں کہ ادھر سو کا نوٹ لیا ادھر اسی وقت ایک سو دس روپے کے نوٹ تھما دیئے۔ لہٰذا دست بدست نہ ہوئی۔ بلکہ یہ سودی قرضہ ہوا۔ اس لئے یہ کہنا کہ نوٹ کے لین دین میں سب (مسلمانوں اور کافروں) سے نفع لیا جا سکتا ہے۔ صحیح نہیں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں" ہاں اگر دس کا نوٹ قرض دیا اور شرط کر لی کہ قرض لینے والا بارہ روپیہ یا گیارہ روپیہ مثلاً ایک دوانی اوپر دس روپے اب یا کچھ مدت بعد

قسط بندی سے یا بلا قسط واپس دے گا۔ تو یہ ضرور حرام اور سود ہے۔ اس واسطے کہ وہ ایک قرض ہے جس سے نفع حاصل کیا گیا۔ اور بے شک ہمارے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قرض کوئی نفع کھینچ کر لائے وہ نفع سود ہے۔ یہ حدیث حارث بن اسامہ نے امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کی (کفل الفقیہ ص ۱۱۲)

نوٹ:۔ بیع اور قرض میں فرق ہے۔ پس نوٹ کو نوٹ سے کمی بیشی سے بیع کرنا جائز ہے۔ مگر قرض کا لین دین کمی بیشی سے جائز نہیں۔ **فافهم و لا تغتر فانهٗ من مزلات الاقدام و الله اعلم بالصواب۔**

بلا سود بنکاری

بنک کے قدیم سودی کاروبار کو ہماری اسلامی حکومتیں بھی حرام سمجھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غیر اسلامی ممالک میں رائج سودی نظام بنک کاری کو تبدیل کر کے شرعی اصول وقوانین کے مطابق "بلا سود بنکاری نظام" کا مسئلہ ہمیشہ درپیش رہا ہے۔ اب حکومت پاکستان و آزاد کشمیر بلا سود بنکاری نظام کے رائج کرنے میں کوشاں ہیں۔ ہماری دعاء ہے کہ اللہ کرے ہماری حکومت صرف نام کی تبدیلی کی بجائے غیر اسلامی بنکاری نظام میں فی الواقع تبدیلی لا کر اسے شرع کے عین مطابق بلا سود بنکاری نظام بنا کر ملک میں نافذ کرے تاکہ شراب کی بوتل سے شراب کا لیبل اتار کر شربت کا لیبل لگا دینے والا معاملہ نہ ہو۔ اور پہلے جو لوگ بنک کے منافع کو سود و حرام سمجھ کر اس سے مجتنب تھے اب کہیں دھوکہ میں آکر اسے جائز سمجھ کر لینا نہ شروع کر دیں۔

اگر مضاربت کے طریقہ پر ہمارے بنک کام کرنا شروع کریں تو یہ بہت بہتر ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم الصواب۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چالیسواں مقالہ

انشورنس یا بیمہ زندگی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ گزشتہ دنوں ہمارے بازار میں لائف انشورنس کمپنی کا ایک ملازم شخص آیا اور اپنے کاروبار کے متعلق ایک فتویٰ دکھا کر کہا کہ ہم نے یہ فتویٰ علمائے دین سے حاصل کیا ہے۔ اس فتویٰ میں علماء نے ہمارے انشورنس (بیمہ) کے کاروبار کو جائز قرار دیا ہے۔ لہذا آپ بھی اس کام میں حصہ دار بن کر منافع حاصل کریں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا بیمہ یا انشورنس کا مروجہ کاروبار شرعاً جائز ہے کہ نہیں؟ جواب فقہ حنفی کے مطابق دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔ تاکہ کوئی خفاء باقی نہ رہے اور ہم اس پر عمل کر سکیں۔

(السائل حاجی محمد حسین رتالی تحصیل سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر)

الجواب بتوفیق الملک الوھاب

راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفر اللہ تعالیٰ لہٗ کے پاس بھی لائف انشورنس کمپنی کے بعض ملازمین آئے اور انہوں نے کہا کہ ہمارے کاروبار کو علمائے دین نے جائز قرار دیا ہے اور ہمارے پاس شائع شدہ فتوے موجود ہیں۔ فقیر نے کہا کہ اگر اس قسم کا کوئی فتویٰ آپ کے پاس موجود ہے تو دکھائیں مگر آج تک وہ پیش کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ پھر عامۃ المسلمین کی خیر خواہی کی غرض سے ہم نے اُس صورت کے مطابق ایک استفتاء تیار کیا۔ جو انہوں نے اپنے کاروبار کے متعلق بیان کی تھی۔ اور علمائے اہل سنت کی خدمت میں بھیج دیا۔ بعض بزرگوں نے جو جوابات لکھے وہ ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔ وباللہ التوفیق:

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ آج کل حکومت نے بیمہ یا انشورنس کا جو پروگرام بنا رکھا ہے کہ ایک مدت تک کچھ رقم بالاقساط ادا کرنی ہوتی ہے۔ پھر مدت پوری ہونے پر یا موت پر دوگنا رقم مل جاتی ہے اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب مدلل مفصل دے کر عنداللہ تعالیٰ ماجور ہوں۔

(السائل الفقیر ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری سہنسہ بازار ضلع کوٹلی آزاد کشمیر)

دارالعلوم شیخ الاسلام رضویہ جھنگ صدر کا جواب

الجواب: بیمہ میں جو رقم بالاقساط جمع کرائی گئی۔ اس کے لینے کا تو بیمہ کرنے والے کے پاس جواز ہے۔ اس کے علاوہ اس سے دوگنی یا چار گنا رقم بلاعوض حاصل کرنا ربو (سُود) ہوگا جو حرام قطعی ہے جائز رکھنے والے جواز کے دلائل پیش کریں فقط اللہ ورسولہ اعلم۔ ابوالطاہر محمد عجیب القادری غفرلہٗ، از دارالعلوم شیخ الاسلام رضویہ سٹیلائٹ ٹاؤن جھنگ صدر۔ (مہر دارالعلوم)

جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد کا جواب

الجواب وھوالموافق للصواب: اقساط جمع کرنے پر رقم دوگنا حاصل ہوتی ہے۔ اس کے متعلق تحقیق فرمالیں یہ صورت ناجائز معلوم ہوتی ہے یہاں جو صورت ساعت میں آئی وہ یہ ہے کہ اگر قسط جمع کرانے والا ایک قسط یا دو قسطیں یعنی تمام قسطیں جمع کرانے سے پہلے وفات پاجائے تو جو رقم پانچ ہزار یا دس ہزار کا بیمہ کیا گیا ہے وہ تمام رقم اس کے ورثاء کو مل جائے گی۔ واللہ تعالیٰ ورسولہٗ الاعلیٰ اعلم محمد اسلم رضوی جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد مورخہ ۲ فروری ۱۹۸۸ء (مہر جامعہ)

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کا جواب

الجواب وھوالموفق للصواب: سلف صالحین علمائے کرام نے بیمہ کو قمار (جوأ) قرار دیتے ہوئے ناجائز کہا ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم ص ۱۲۰ پر ہے "یہ نرا قمار ہے"

اور آپ نے جو صورت لکھی ہے کہ ایک مدت تک کچھ رقم بالاقساط جمع کرتے رہیں پھر دوگنا مل جاتی ہے یہ تو سُود کی صورت بنتی ہے جو بنصِ قرآن وحرم الربٰو حرام ہے فقط واللہ اعلم بالصواب' الجیب عبداللطیف عفی عنہ مفتی جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور مورخہ ۳۰ جنوری ۱۹۸۸ء (مہر جامعہ)

جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور کا جواب

الجواب: بیمۂ زندگی یہ عقد ربٰو ہے یا عقد قمار۔ اس لیے کہ جو رقم بیمہ والے سے کمپنی لیتی ہے وہ یا تو بطور قرض لیتی ہے یا بطور بیع اور دونوں صورتوں میں بیمہ کرانے والا رقم بھی لیتا ہے اور وہ منافع بھی حاصل کرتا

ہے لہذا یہ ربوا (سود) ہوا۔

شرعاً عقدِ عقدِ شرکت نہیں کہ شرکت میں مال شرکت تو متعین و معلوم ہونا چاہیے اور مال ادا غیر متعین و غیر معلوم۔شرکت میں خبر نہیں ہوتی کہ نفع ہوگا یا نقصان۔ اگر نفع ہو تو کتنا اور اگر نقصان ہو تو کتنا مگر یہاں معاملہ برعکس ہے کیونکہ جو رقم بیمہ والے کو ملے گی وہ تو معلوم ہے مگر جو رقم کمپنی کو حاصل ہوگی وہ مجہول ہے کہ بروقتِ شرکت کسی کو خبر نہیں کہ اس شخص سے کتنا روپیہ کمپنی کو وصول ہوگا اگر اس کی موت جلد واقع ہوگی تو کمپنی کو روپیہ کم وصول ہوگا (اور اگر مدت مقررہ تک زندہ رہا تو کمپنی کو پوری رقم حاصل ہوگی) اور اگر یہ رقم بغرضِ شرکت دی ہو تب بھی فاسد ہے کیونکہ مقرر ہے کہ اتنا روپیہ واپس لوں گا اور شرکتِ فاسدہ میں رقم قرض بن جاتی ہے ھذا فی الدر المختار۔ اور نہ یہ امانت ہے۔ واللہ اعلم محمد صالح اویسی مفتی جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور (مہر جامعہ)۔

الحمد للہ! علمائے اہل سنت کے ان روشن فتاویٰ سے ثابت ہو گیا کہ بیمہ کے کاروبار کا منافع حلال نہیں لہذا مسلمان اس ناجائز کاروبار میں ہرگز ہرگز حصہ دار نہ بنیں ورنہ عاقبت برباد ہوگی۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لیے دو مطبوعہ فتاویٰ مبارکہ بھی ہدیۂ ناظرین کیے جائیں۔ تاکہ اس مسئلہ کی شرعی حیثیت اور زیادہ روشن ہو جائے وباللہ التوفیق۔

حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی کا فتویٰ

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زندگی کا بیمہ کرانا کیسا ہے؟ اس میں یہ ہوتا ہے کہ کچھ لوگ مل کر ایک انجمن قائم کرتے ہیں اور ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق کچھ رقم جمع کراتا رہتا ہے اور یہ طے ہو جاتا ہے کہ اتنے زمانہ تک یہ رقم جمع کراتا رہے گا اور اس کے بعد روپیہ انجمن سے حاصل کرے گا۔ اب اگر ایک ہی قسط ادا کرنے کے بعد اس کا انتقال ہو گیا تو انجمن کو وہ تمام رقم ادا کرنی پڑے گی جو طے ہو چکی ہے مثلاً اگر دس ہزار روپیہ کا بیمہ کیا اور بیس روپے ماہوار ادا کرنے کا تاحین حیات اقرار کیا۔ اب اس کا ایک ہی قسط ادا کرنے کے بعد انتقال ہو گیا تو بھی انجمن کو دس ہزار روپیہ دینا ہوگا اور اگر سو برس تک بھی زندہ رہ کر مرا تو بھی اتنا ہی روپیہ۔ اس میں بہت سے فائدے ہیں۔

ا۔ تھوڑی تھوڑی رقم جاتی ہے اور اکٹھی رقم آتی ہے۔

۲۔روپیہ محفوظ رہتا ہے اور اپنی اولاد کی طرف سے بے فکری رہتی ہے۔ایسا بیمہ کرانا جائز ہے یا جائز نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو وہ شرکت ہے یا امانت؟ اور اگر نا جائز ہے تو کیوں؟

پچوا تو جروا۔ (از اجمیر شریف)

الجواب: اگر یہ بیمہ کمپنی خالص کفار کی ہے اور بعد بیمہ اہل کمپنی اُس شخص کو سفر حج یا دیگر احکام شرعیہ سے نہیں روکتے اور مسلمان کے نقصان کا قوی اندیشہ نہ ہو تو بیمہ کرانا جائز ہے اور جو فائدہ اس بیمہ کے ذریعے بیمہ کرنے والا حاصل کرے وہ حلال ہے کہ یہ عقد یا تو عقد ربٰو ہے یا عقدِ قمار۔

ربٰو تو اس لیے کہ جو رقم بیمہ والے سے کمپنی لیتی ہے وہ یا تو بطورِ قرض لیتی ہے یا بطورِ بیع۔اور دونوں صورتوں میں بیمہ کرنے والا رقم بھی لیتا ہے اور وہ منافع بھی حاصل کرتا ہے جو سائل نے بیان کیے۔لہذا یہ ربوا (سود) ہوا۔بصورتِ قرض تو اس لیے کہ کل قرض جرّ نفعاً فھو ربواً۔

بحرالرائق میں ہے فضل مال بلاعوض فی معاوضۃ مال بمال (یعنی سُود مال کی اُس زیادتی کا نام ہے جس کا عوض نہ ہو جب کہ یہ مال کے بدلہ میں مال لینے میں پائی جائے) اور دُرِ مختار میں ہے ھو فضل خالٍ عن العوض مشروط لاحد ھما فی المعاوضۃ (سُود اُس زیادتی مال کا نام ہے جو بائع یا مشتری میں سے کسی ایک کے لیے شرط کی گئی ہو اور وہ عوض سے خالی اور یہ مال کے بدلہ میں مال لینے کے عقد میں پائی جائے) نیز اسی دُرِ مختار میں ہے فدخل ربوا النسیئۃ والبیوع فکلھا من الربا۔

قمار (جوا) اس لیے کہ قمار میں ایجاب مال علیٰ شرط الغلبہ ہوتا ہے (قاموس) اس میں یہ ہے کہ اگر صاحب بیمہ کی زندگی دراز ہوئی تو کمپنی کا غلبہ ہوا کہ اس کے پاس رقم زیادہ پہنچی اور اگر اُس کی عمر کم ہوئی تو اس کو نفع ہوا کہ رقم کم گئی اور زیادہ رقم ہاتھ آئی اور تمامی عقود فاسدہ خواہ بیع بالشرط ہو یا ربوٰ یا قماران کے ذریعہ سے کفار حربیہ سے اگر مسلمان کو نفع ہو تو جائز ہے اور اگر کفار کو ہو تو ناجائز۔البحر الرائق میں ہے ای لا ربو بینھما فی دارالحرب عند ھما خلافاً لابی یوسف و فی البنایۃ و کذا اذا باع خمراً او خنزیراً او میتۃً اوقامرھم و اخذ المال کل ذلک یحل لہٗ اور اسی میں ھے لا یخفی انہٗ انما المقتضیٰ حل مباشرۃ العقد اذا کان الزیادۃ ینالھا المسلم ۔اوردُرّ مختار میں ہے۔ولا بین حربی و مسلم لانّ مالہ ثمہ مباح فیحل برضاہ مطلقاً بلا عذر اور ردالمختار میں ھے. حتی باعھم درھماً بدر ھمین او باعھم میتۃً بدر اھم او اخذ مالاً

منهم بطریق القمار فذلک کلّه طیب له' اوراسی میں ہے انّ مراد هم من حل الربو والقمار ما اذا حصلت الزیادة لمسلم۔

اور شرعاً یہ عقد عقدِ شرکت نہیں کہ شرکت میں مال شرکت تو متعین ومعلوم ہونا چاہیے اور مال ادا غیر متعین وغیر معلوم ہونا چاہیے۔ شرکت میں خبر نہیں کہ نفع ہوگا یا نقصان اور اگر نفع ہوگا تو کتنا اور اگر نقصان ہوگا تو کتنا۔ مگر یہاں معاملہ برعکس ہے کہ جو رقم بیمہ والے کو ملے گی وہ تو معلوم ہے مگر جو رقم کمپنی کو حاصل ہوگی وہ مجہول ہے کہ بوقت شرکت کسی کو خبر نہیں کہ اس شخص سے کتنا روپیہ وصول ہوگا اگر موت جلد واقع ہوگئی تو روپیہ کم وصول ہوا اور بصورتِ دیگر زیادہ۔

اور اگر اس شخص نے روپیہ بغرض شرکت بھی دیا ہو تب بھی شرکت فاسدہ ہے کیونکہ مقرر کردیا گیا ہے کہ اتنا روپیہ واپس لوں گا اور شرکت فاسدہ قرض بن جاتی ہے۔ دُرِمختار میں ہے و تفسد باشراط دراهم مسمات من الربح لاحدهما لقطع الشرکة اور ردّالمختار میں ہے۔ و ذلک یقطع الشرکة فتخرج الی القرض او البضاعة اور نہ یہ امانت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ نعیمیہ ص ۳۸)۔

دارالعلوم نقشبندیہ علی پور شریف کا فتویٰ

سوال: کیا انشورنس کرالینی جائز ہے؟

الجواب: بعونہ تعالیٰ: انشورنس کرالینی اُس وقت جائز ہے جب کمپنی والے سُود کا تعین نہ کریں بلکہ رقم لگانے والوں کو کاروبار سے حصہ (بطور تجارت مضاربت) دیں۔ اگر بنکوں کی طرح سود دیتے ہیں تو پھر جائز نہیں۔ کیونکہ سود قطعی حرام ہے (فتاویٰ جماعتیہ ص ۴۰۰)

ایک مغالطہ کا ازالہ

اکثر دیکھا گیا ہے کہ بیمہ کا کاروبار جائز سمجھنے والے اشخاص اس کے جواز کی یہ دلیل دیتے ہیں کہ بیمہ کمپنی اپنی حاصل کردہ رقم بڑے بڑے کارخانوں پر خرچ کرتی ہے اور اُن سے جو منافع حاصل ہوتا ہے اُسے وہ اپنے حصہ داروں میں تقسیم کرتی ہے۔ سو یہ ایک قسم کی تجارت ہے اس لیے اس کا منافع جائز ہوگا۔ لیکن ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ بیمہ کمپنی جو منافع اپنے حصہ داروں میں تقسیم کرتی ہے اُس کی مدت وشرح مقرر ہوتی ہیں یا نہیں

ظاہر ہے کہ یہ دونوں چیزیں مقرر ہوتی ہیں اس لیے یہ منافع بھی خالص سُود ہے۔ آخر بنک جو رقوم حاصل کرتا ہے وہ بھی تو اُنہیں بڑے بڑے کاروباری لوگوں کو قرضہ دیتا ہے اور ان سے حاصل کردہ منافع اپنے حصّہ داروں میں مقررمدت وشرح کے ساتھ تقسیم کرتا ہے تو پھر بنک کے سُود اور بیمہ کمپنی کے سُود میں کون سا فرق باقی رہ جاتا ہے۔ اے کاش اگر مسلمان تجارتی منافع اور سُودی منافع میں فرق سمجھ جائیں اور بنک و بیمہ کمپنی دونوں کا کاروبار تجارتی منافع کے حصول کے لیے ہوں تو مسلمان سُود لینے اور سُود دینے کی لعنت سے بچ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دینِ حق کی سمجھ عطا فرمائے۔ اور اُس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کا ایک فتویٰ

ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت صفر المظفر ۱۴۰۳ھ کے صفحہ ۹۵ پر لکھا ہے۔ "بیمہ یا انشورنس" بیمہ یا انشورنس سے متعلق مسلمان غلط فہمی کا شکار ہیں امام احمد رضا نے اپنے ایک خط کے ذریعے اس گتھی کو سلجھا دیا ہے اور انتہائی سادہ و آسان لفظوں میں فرماتے ہیں۔

"جبکہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے۔ حرج نہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس کے سبب اُس کے ذمے کسی خلاف شرع احتیاط کی پابندی نہ عائد ہوتی ہو جیسے روزوں یا حج کی ممانعت" (احکامِ شریعت ص ۱۸۱) ظاہر ہے کہ ہر وہ فعل جو خلاف شرع احتیاط کا پابند بناتا ہو۔ مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے اور بیمہ ایسی کوئی پابندی عائد نہیں کرتا ہے۔ اھ بلفظہٖ۔

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت صفر ۱۴۰۳ھ)

اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کی وضاحت

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے مندرجہ بالا فتویٰ سے خود ضیائے حرم کے مفتی صاحب غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت کا یہ فتویٰ اُن کے اپنے دور کی خالص انگریز حکومت کے بارہ میں تھا جو کہ خالص کفار کی حکومت تھی۔ مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی کا جو فتویٰ ہم پیچھے نقل کر چکے ہیں۔ اُس کے یہ الفاظ اعلیٰ حضرت کے اسی فتویٰ کی وضاحت کرتے ہیں۔

"اگر یہ بیمہ کمپنی خالص کفار کی ہے اور بعد بیمہ اہل کمپنی اُس شخص کو سفرِ حج یا دیگر احکامِ شرعیہ سے نہیں روکتے اور مسلمان کے نقصان کا قوی اندیشہ نہ ہو تو بیمہ کرانا جائز ہے۔ جو فائدہ اس بیمہ کے ذریعے بیمہ کرانے والا

حاصل کرے وہ حلال ہے"
ولہذا حکومتِ پاکستان جو بفضلِ اللہ تعالیٰ اسلامی حکومت ہے کے بیمہ کو اعلیٰ حضرت کے اس فتویٰ سے جائز قرار دینا ضیائے حرم کے مفتی صاحب کی صرف غلط فہمی ہی نہیں۔ بلکہ عامۃ المسلمین کو گمراہی میں ڈالنا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اُس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔

آخری گزارش

آخرت سنوارنے والے مسلمان بھائیوں سے ہماری آخری گزارش یہی ہے کہ وہ کسی عالم دین کے کسی غلط فتویٰ کو دیکھ کر بیمہ یا انشورنس کے ناجائز کاروبار میں شریک نہ بنیں۔ اور نہ یہ دیکھیں کہ ہمارے علاقہ کے فلاں بڑے مولوی صاحب اس کاروبار میں شریک ہو گئے ہیں۔ کیونکہ دین قرآن وسنت کا نام ہے کسی مولوی صاحب کے عمل اور قول کا نام نہیں جبکہ اُن کا وہ قول و عمل قرآن وسنت کے خلاف ہو۔
(۱۱ صفر المظفر ۱۴۱۰ھ)۔

تقریظ

حضرت علامہ سیّد محمد ذاکر حسین شاہ صاحب صدر مدرس جامعہ محمدیہ غوثیہ انوار القرآن صدر۔ راولپنڈی۔

نحمدہ' و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم۔
برادر محتشم حضرت علامہ احمد حسین قاسم الحیدری مدظلہ' العالی نے بیمہ (انشورنس) پر جو تحقیق انیق فرمائی وہ حق ہے۔ مسلمانوں کی خدمت میں عرض ہے کہ یہ سارا سُودی کاروبار ہے۔ اس سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔ حضرت مولانا موصوف کے ارشاداتِ عالیہ قرآن وسنت اور فقہ حنفی کے بالکل مطابق ہیں اور یہی جمہور اہل سنت کا نظریہ ہے۔ والسلام۔

فقیر سید محمد ذاکر حسین شاہ انوار القرآن صدر۔ راولپنڈی

۱۱ صفر ۱۴۱۲ھ بمطابق ۲۲ اگست ۱۹۹۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اکتالیسواں مقالہ

قرض کی عدم ادائیگی کا اخروی عذاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد: آج کل اکثر دیکھا جاتا ہے کہ مسلمان قرض کا لین دین کرتے ہیں اور قرض کے شرعی احکام سے بے خبر ہونے کی وجہ سے اس کی ادائیگی میں لاپرواہی سے کام لیتے ہیں۔ اس لئے ہم نے اس مقالہ میں قرض کی شرعی اہمیت بیان کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہم سب کی ہدایت کا ذریعہ بنائے آمین۔ ثم آمین۔

حتی الوسع قرض سے بچنا چاہیئے۔

شرع شریف نے قرض لینے کی اجازت صرف ضرورت شدیدہ کے وقت دی ہے۔ اور وہ بھی اتنا قرض اٹھانے کی جس سے پیش آمدہ ضرورت پوری ہو جائے اس لئے حتی الوسع قرض سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ قرض اٹھانے کی مذمت میں یہاں بعض احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "قرض رات کے وقت پریشانی اور دن کے وقت ذلت ہوتا ہے۔" (جامع صغیر۔ جلد دوم ص ۱۸)

(۲) اور محدث دیلمی روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "قرض اللہ کا بھاری جھنڈا ہے۔ کون اسے اٹھانے کی طاقت رکھتا ہے؟" (کنوز الحقائق ص ۱۳۲ ج ۱۰)

(۳) اور یہی محدث روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قرض بھاری طوق ہے۔" (کنوز الحقائق ص ۱۳۲ ج ۱)

(۴) اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "بلاشبہ اللہ کے نزدیک ان کبیرہ گناہوں کے بعد جن سے اس نے منع کیا ہے۔ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ بندہ اس حال میں مرے کہ اس پر قرض ہو جس کی ادائیگی کے لئے وہ مال نہ چھوڑے۔"
(مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۸ ج ۱)

(۵) اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "قرض دینداری کا دھبہ ہے۔" (جامع صغیر ص ۱۸ ج ۲)

(۶) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قرض دین اور حسب دونوں کو گھٹاتا ہے۔" (کنوز الحقائق جلد اول ص ۱۳۲)

(۷) اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اس حال میں مرے کہ وہ تکبر۔ خیانت اور قرض سے آزاد ہے، تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔"
(مشکوۃ شریف ص ۲۲۸ ج ا)

(۸) اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعاء مانگا کرتے تھے۔ **اللھم انی اعوذبک من غلبة الدین** ۔اے اللہ میں قرض کے غلبہ سے تیرے پاس پناہ مانگتا ہوں۔ (جامع صغیر ص ۶۱ ج ا)

(۹) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **ایاکم والدین فانه هم" بالليل و مذلة" بالنهار** ۔تم قرض سے بچو۔ کیونکہ وہ رات کے وقت پریشانی اور دن کے وقت ذلت بنتا ہے۔ (جامع صغیر ص ۱۲۷ ج ا)

(۱۰) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "قرض زمین میں اللہ کا جھنڈا ہے۔ جب اللہ کسی بندے کو ذلیل کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اس کی گردن میں ڈال دیتا ہے۔ (جامع صغیر جلد دوم ص ۱۸)

مسلمان ان دس احادیث نبویہ پر غور فرمائیں۔ قرض کی قباحت کو سمجھیں اور اس سے حتی المقدور بچنے کی کوشش کریں۔ **اللھم انا نعوذ بک من غلبة الدین و غلبة العدو و شماتة الاعدآء آمین بجاه النبی الامین** صلی اللہ علیہ وسلم۔

قرض اٹھاتے وقت ادا کی نیت شرط ہے

بسا اوقات انسان کے پاس مال نہیں ہوتا۔ اس لئے وقتی ضروریات پوری کرنے کے لئے قرض اٹھانا پڑتا ہے۔ اس حالت میں شرع شریف نے اسے قرض اٹھانے کی اجازت دی ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ قرض اٹھاتے وقت اس کے ادا کی نیت کرے اس بارہ میں مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ غور طلب ہیں۔

(۱) حضرت صہیب الخیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"جو شخص اس حال میں قرض اٹھاتا ہے کہ وہ دل میں یہ پختہ ارادہ رکھتا ہے کہ وہ اسے ادا نہیں کرے گا وہ اللہ سے چور ہونے کے حال میں ملے گا۔" (سنن ابن ماجہ ص ۱۷۴)

(۳) اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"جو شخص لوگوں کا مال ضائع کرنے کے ارادہ سے قرض لے اللہ اسے ضائع کرے گا۔

(سنن ابن ماجہ ص ۱۷۴)

(۴) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرض دو قسم کا ہے۔ (ایک یہ کہ) کوئی شخص مرے اور وہ اس کی ادائیگی کا ارادہ رکھتا ہو، سو میں اس کا وارث ہوں اور دوسرا وہ شخص جو مرے اور اس کی ادائیگی کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ سو (یہ دوسری قسم کا قرض) وہ ہے جس کے عوض میں نیکیاں لی جائیں گی۔ جس دن نہ دینار ہوں گے نہ درہم۔ (جامع صغیر ص ۱۸ ج ۲)

قرض کی ادائیگی میں تاخیر نہیں کرنی چاہیئے

قرض کی ادائیگی میں حتی الوسع جلدی کرنی چاہیئے۔ اور مال ہوتے ہوئے قرض ادا نہ کرنا ظلم ہے۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مطل الغنی ظلم۔ غنی شخص کی ڈھیل ظلم ہے۔ رواہ الامام مسلم فی صحیحہ (مشکوٰۃ ص ۲۲۷ ج ۱)

اللہ تعالیٰ سمجھ نصیب فرمائے۔ آمین۔

قرض کی ادائیگی اچھے مال سے کرنی چاہیئے

قرض خواہ مقروض کو قرض دے کر اس پر احسان کرتا ہے۔ اس لئے اس کے قرض میں اچھا مال دینا چاہیئے یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہے چنانچہ

(۱) حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے ایک جوان اونٹ قرض لیا۔ پھر صدقہ کے اونٹ آئے تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ اس شخص کو جوان اونٹ ادا کرو میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اس اونٹ سے زیادہ عمر والا اونٹ موجود ہے۔ فرمایا کہ وہ اس کو دے دو کیونکہ بہترین لوگ وہ ہیں جو قرض کی ادائیگی میں زیادہ اچھے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۷ ج ۱)

(۲) اور حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے

چالیس ہزار کا قرض لیا پھر آپ کے پاس مال آیا تو آپ نے مجھے یہ قرض ادا کیا اور یہ دعاء فرمائی بـارک الله فی اھلک ومالک انما جزآء السلف الحمد والاداء ۔ اللہ تیرے اہل و مال میں برکت کرے۔ قرض کی جزآء شکریہ اور ادائیگی ہی ہے۔ (مشکوۃ ص ۲۲۸ ج ۱)

ادائیگی قرض کارثواب ہے

قرض کی ادائیگی کارثواب ہے اس لئے مقروض کو ثواب حاصل کرنے کی نیت سے قرض ادا کرنا چاہیئے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں۔ "جو شخص اپنے قرض خواہ کی طرف اس کا حق لے کر چلے۔ اس کے لئے زمین کے چوپائے اور پانی کی مچھلیاں دعائے رحمت مانگتی ہیں۔ اور اللہ اس کے لئے ہر قدم کے عوض میں ایک درخت لکھتا ہے جو جنت میں بویا جاتا ہے۔ اور اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اور جو ایسا نہ کرے اور تاخیر سے کام لے وہ ظالم ہے" (نزھتہ الناظرین ص ۱۵۸)

محتاج کو قرض دینے کی فضیلت

تنگدست شخص کو قرض اٹھانے کی ضرورت درپیش ہو تو اسے قرض دینا کارثواب ہے۔ اس بارہ میں مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) محدث ابن ماجہ اپنی سنن میں روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان بن ادنان حضرت علقمہ کو ان کا وظیفہ ملنے کے وقت تک ایک ہزار درہم قرض دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ قرض کی میعاد پوری ہونے پر حضرت سلیمان نے ان سے قرض کی ادائیگی کا شدت سے مطالبہ کیا تو انہوں نے ان کا قرض ادا کر دیا۔ اور وہ اس بات سے کئی ماہ تک غصے میں رہے۔ پھر وہ حضرت سلیمان کے پاس آ کر کہنے لگے آپ مجھے وظیفہ کے ملنے کے وقت تک قرض دیں۔ انہوں نے فرمایا ہاں۔ اے ام عتبہ وہ بند بستہ لے آؤ جو تیرے پاس ہے۔ وہ لے آئے تو آپ نے فرمایا، خدا کی قسم یہ تیرے وہی درہم ہیں، جن سے تو نے اپنا قرض ادا کیا تھا۔ میں نے ان میں سے ایک درہم بھی نہیں ہلایا ہے۔ حضرت علقمہ نے کہا خدا آپ کے باپ کا بھلا کرے ذرا یہ تو بتاؤ کہ آپ کو کس چیز نے وہ کام کرنے پر مجبور کیا جو آپ نے میرے ساتھ کیا۔ (یعنی بشدت ادائیگی قرض کا مطالبہ کس وجہ سے کیا تھا۔) فرمایا اس بات نے جو میں نے آپ ہی سے سنی ہے۔ کہ آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا۔ جو مسلمان کسی مسلمان کو دو مرتبہ قرض دے تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے اس قرض کا ایک مرتبہ صدقہ کیا۔ (یعنی ایک شئے دو مرتبہ قرض دینے کا ثواب اتنا ہے جتنا اس کو ایک مرتبہ صدقہ کرنے کا ہے۔) حضرت علقمہ نے فرمایا میں نے حضرت ابن مسعود کو اسی طرح یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۷۵)

(۳) اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، معراج کی رات میں نے جنت کے دروازے پر یہ لکھا ہوا دیکھا۔ صدقہ کا ثوب دس گنا ہے۔ اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا ہے۔ میں نے کہا اے جبرائیل کیا وجہ ہے کہ قرض کا ثواب صدقہ کے ثواب سے زیادہ ہے انہوں نے عرض کیا اس وجہ سے کہ سوالی اس حال میں سوال کرتا ہے کہ اس کے پاس مال ہوتا ہے لیکن قرض مانگنے والا قرض مانگتا ہے۔ جب اس کو قرض مانگنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۷۵)

محتاج کو مہلت دینے کی فضیلت

بعض قرض خواہ قرضہ کی میعاد پوری ہونے پر بہت سختی سے کام لیتے ہیں۔ اور تنگدست قرض داروں کو جھڑکتے اور گالی گلوچ کرتے ہیں شرع شریف اس طریقہ کو پسند نہیں کرتی۔ بلکہ تنگ دست مقروض کو خوشحال ہونے تک مہلت دینے کی عظیم فضیلتیں بیان کرتی ہے۔

(۱) حضرت ابوالیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص کسی تنگ دست کو مہلت دے یا اس کا قرضہ معاف کر دے اللہ اسے اس دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔ جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا (جامع صغیر ص ۱۶۷ ج ۲)

(۲) اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو شخص تنگ دست کو مہلت دے یا اس کا قرض اٹھا دے (معاف کر دے) تو اللہ اسے قیامت کے دن کی سختیوں سے نجات دے گا۔

(مشکوٰۃ ص ۲۲۷ ج ۱)

(۳) اور حضرت ابوالیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مــن احب ان یظله الله فی ظله فلینظر معسرا او لیضع له ۔ جو شخص چاہے کہ اللہ اسے (قیامت کے روز) اپنے سایہ میں جگہ دے اسے چاہیے کہ تنگدست کو مہلت دے یا اس سے اپنا قرضہ اٹھائے یعنی معاف کر دے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۷۴)

(۴)اور حضرت عثمان بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جس کا دوسرے پر حق ہے اور وہ ادا کرنے میں تاخیر کرے وہ ہر روز اتنا مال صدقہ کر دینے کا ثواب پائے گا۔" (بہار شریعت ص ۱۳۳ ج ۱۱)

(۵)اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو شخص تنگدست پر آسانی پیدا کرے اللہ اس پر دنیا و آخرت میں آسانی پیدا کرے گا۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۷۴)

(۶)اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "ایک شخص (زمانہ گذشتہ میں) لوگوں کو ادھار دیا کرتا تھا۔ اور وہ اپنے غلام سے کہا کرتا تھا کہ جب کسی تنگدست مدیون کے پاس جاؤ تو اس کا قرض معاف کر دینا۔ اس امید پر کہ خدا ہم کو معاف کر دے گا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔" (مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۶ ج ۱)

(۷)اور حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو لوگ تم سے پہلے گزرے ان میں سے ایک شخص کی روح سے فرشتے ملے اور انہوں نے پوچھا کیا تو نے کوئی نیک عمل کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں انہوں نے کہا یاد کر۔ اس نے کہا میں لوگوں سے لین دین کیا کرتا تھا۔ اور اپنے نوکروں سے کہا کرتا تھا کہ تم تنگ دست کو مہلت دے دو اور خوشحال سے نرم سلوک کرو۔ سو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا تم اس کو معاف کر دو۔" (مسلم ص ۲۵ ج ۲)

محتاج کا قرض معاف کر دینے کی فضیلت

جس طرح شرع شریف نے تنگ دست مقروض کو مہلت دینے کی فضیلت بیان کی ہے۔ اسی طرح اس نے محتاج کا قرض معاف کر دینے کی بھی عظیم فضیلتیں بیان کی ہیں۔ چنانچہ

(۱)حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص کو یہ بات اچھی لگے کہ اللہ اسے قیامت کے دن کی سختیوں سے نجات دے اسے تنگدست کو مہلت دینی چاہئے۔ یا اس کا قرضہ معاف کر دینا چاہئے۔ (مشکوٰۃ ص ۲۲۷ ج ۱)

(۲)اور حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص تنگ دست کو قرضہ کی ادائیگی کی میعاد پوری ہونے سے پہلے مہلت دے اسے ہر روز اس کے قرض کے مثل صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔

(جامع صغیر ص ۱۶۷ ج ۲)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص تنگ دست کو اس کے خوشحال ہونے تک مہلت دے اللہ اس کے گناہ میں اسے اس کی توبہ تک مہلت دیتا ہے (جامع صغیر ص ۱۶۷ ج ۲)

دوسرے کا قرض ادا کر دینے کی فضیلت

ابتدائے اسلام میں جب کوئی مسلمان فوت ہو جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارہ میں دریافت فرمایا کرتے تھے۔ کہ اس پر قرض تو نہیں ہے۔ اگر قرضہ ہوتا تو آپ نماز جنازہ ادا نہ فرماتے بلکہ صحابہ کو نماز جنازہ پڑھنے کا حکم ارشاد فرماتے۔ بسا اوقات میت کے خویش و اقارب یا دوست احباب اس کا قرضہ اپنے ذمہ لے لیتے تاکہ وہ میت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے محروم نہ رہے۔ بلکہ آپ کا یہ طرز عمل قرضہ کی اہمیت روشن کرنے اور میت کے ذمہ کو قرضہ سے فارغ بنانے کی ایک ترکیب ہی تو تھی۔ پھر جب اسلام غالب ہوا اور بیت المال میں آمدنی بڑھ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اموات کا قرضہ ادا فرما دیتے تھے۔ چنانچہ:۔

(۱) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، جب ان کے پاس ایک جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے عرض کیا اس پر نماز پڑھیں۔ آپ نے پوچھا کیا اس پر قرضہ ہے؟ لوگوں نے کہا، نہیں۔ سو آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ پھر آپ کی خدمت میں دوسرا جنازہ لایا گیا۔ تو آپ نے دریافت فرمایا، کیا اس پر قرضہ ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ آپ نے پوچھا کیا اس نے کچھ مال چھوڑا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا، تین دینار۔ آپ نے اس پر بھی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر تیسرا جنازہ لایا گیا تو آپ نے پوچھا کیا اس پر قرضہ ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ آپ نے پوچھا کیا اس نے کچھ مال چھوڑا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ نہیں۔ ارشاد فرمایا تم اپنے دوست پر نماز جنازہ پڑھو۔ حضرت ابو قتادہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اس پر نماز جنازہ پڑھیں اس کا قرضہ میرے ذمہ میں ہے۔ سو آپ نے نماز جنازہ پڑھی (مشکوۃ ص ۲۲۷ ج ۱)

(۲) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میت

لائی جاتی تو جو مقروض ہوتا تو آپ دریافت فرماتے کیا اس نے اپنے قرضہ کی ادائیگی کے لئے مال چھوڑا ہے؟ سو اگر آپ کو بتایا جاتا کہ اس نے قرضہ کی ادائیگی کے لئے مال چھوڑا ہے تو آپ نماز جنازہ پڑھتے ورنہ نہ پڑھتے۔ بلکہ مسلمانوں کو حکم دیتے کہ تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھو پھر جب آپ کو اللہ نے فتوحات بخشیں تو آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے اعلان فرمایا۔ ''میں مومنوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہوں سو جو مومن فوت ہو اور وہ قرضہ چھوڑے تو اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے اور وہ جو مال چھوڑے وہ اس کے وارثوں کا ہے''۔ (مشکوٰۃ ص ۲۲۷ ج ۱)

(۳) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''اور جو شخص میت کا قرضہ ادا کرے اللہ تعالیٰ اس کا قرضہ قیامت کے دن ادا فرمائے گا۔''

(البدور السافرہ ص ۱۷۴)

قرض ہضم کرنے والوں کا انجام

آج کل اکثر دیکھا جاتا ہے کہ مسلمان قرضہ لے کر ادا نہیں کرتے۔ بلکہ ہضم کر جاتے ہیں۔ یہ گناہ عظیم اور ناراضگی رب تعالیٰ کا سبب ہے۔ متعدد احادیث مبارکہ میں قرض ہضم کرنے والوں کا برا انجام بیان کیا گیا ہے۔ ہم یہاں بعض روایات تبرکاً نقل کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم مسجد کے صحن میں اس جگہ بیٹھے ہوئے تھے جہاں جنازے رکھے جاتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھے تھے۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی پھر اپنی نظر جھکا لی اور اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھا اور فرمایا سبحان اللہ سبحان اللہ کتنی سختی اتری ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم ایک دن رات خاموش رہے اور ہم نے صبح ہونے تک خیریت ہی دیکھی۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ وہ کیا سختی تھی جو نازل ہوئی؟۔ فرمایا (وہ سختی) قرضہ کے بارہ میں ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اگر کوئی مقروض شخص اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے پھر زندہ ہو پھر اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے تو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ جب تک وہ اپنا قرضہ ادا نہ کرے۔ (مشکوٰۃ ص ۲۲۸ ج ۱)

(۲) اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کا کیا خیال

ہے اگر میں اللہ کی راہ میں اس حال میں قتل کیا جاؤں کہ میں صبر کرنے والا ثواب کا متلاشی دشمن کی طرف منہ کرنے والا نہ کہ پیٹھ کرنے والا ہوں۔ تو اللہ مجھ سے میری خطائیں معاف فرمادے گا؟" آپ نے فرمایا۔ ہاں پھر جب وہ شخص پیٹھ پھیر کر چلا تو آپ نے اسے پکار کر فرمایا ہاں مگر قرضہ، جبرائیل علیہ السلام نے اسی طرح کہا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۲۲۷ ج ۱)

(۳) حضرت سعد بن اطول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا بھائی فوت ہوا اور اس نے تین سو دینار اور تین چھوٹی اولادیں چھوڑیں۔ تو میں نے وہ رقم ان پر خرچ کرنے کا ارادہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **ان اخاک محبوس بدینہ فاقض عنہ** ۔ بلاشبہ تیرا بھائی اپنے قرضہ میں قیدی ہے، سو تو اس کا قرضہ ادا کر، راوی کہتے ہیں کہ میں گیا اور اس کا قرضہ ادا کیا۔ پھر میں واپس آیا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اپنے بھائی کا قرضہ ادا کر دیا ہے اور کوئی شخص باقی نہیں رہا مگر ایک عورت کہ وہ دو دیناروں کے قرضے کا دعویٰ کرتی ہے اور اس کے پاس کوئی گواہی نہیں۔ آپ نے فرمایا اسے ادا کردے کیونکہ وہ سچی ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۲۲۸ ج ۱)

(۴) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مومن کی روح اس کے قرضہ کے ساتھ لٹکی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس کی طرف سے ادا کردیا جائے۔ (مشکوٰۃ ص ۲۲۷ ج ۱)

(۵) اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "قرض کے سوا شہید کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔" (مشکوٰۃ ص ۲۲۷ ج ۱)

(۶) اور حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **صاحب الدین ماسور بدینہ یشکو الی ربہ الوحدۃ یوم القیامۃ** ۔ قرضہ والا شخص اپنے قرضے میں قید ہوگا۔ دراں حالیکہ وہ قیامت کے دن اپنے رب سے تنہائی کی شکایت کرتا ہوگا۔

(مشکوٰۃ ص ۲۲۸ ج ۱)

(۷) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص اس حال میں مرے کہ اس پر ایک دینار یا ایک درہم لازم ہے تو وہ اس کی نیکیوں سے ادا کیا جائے گا۔ وہاں نہ دینار ہوگا نہ درہم۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۷۴)

(۸) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "قیامت کے دن قرضہ اس کے صاحب (قرضدار) سے وصول کیا جائے گا۔ جب وہ مرے گا۔ مگر تین قسم کے شخصوں سے قرض (وصول نہیں کیا جائے گا) ایک وہ شخص جس کی طاقت اللہ کی راہ میں کمزور ہو جائے۔ پھر وہ اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کے مقابلہ میں طاقت پیدا کرنے کے لئے قرض لے اور دوسرا وہ شخص جس کے پاس کوئی مسلمان فوت ہو جائے اور وہ کفن نہ پائے مگر قرض کے ذریعہ ہی سے اور تیسرا وہ شخص جو اپنے نفس کے زنا میں پڑنے کے بارہ میں اللہ سے ڈرے تو وہ اپنے دین پر ڈرتے ہوئے نکاح کرے۔ سو بلاشبہ اللہ قیامت کے دن ان (تین قسم کے لوگوں) کا قرضہ ادا فرمادے گا۔"

(سنن ابن ماجہ ص ۱۷۵)

(۹) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ عزوجل قرضدار کو قیامت کے دن بلائے گا۔ اور کہے گا۔ اے ابن آدم تو نے لوگوں کے حقوق کس شئے میں ضائع کئے۔ تو نے لوگوں کے مال کس چیز میں خرچ کئے۔ سو وہ کہے گا۔ اے میرے رب میں نے انہیں ضائع نہیں کیا بلکہ میں نے غرق ہونے یا آگ لگنے کی وجہ سے قرض اٹھایا تھا۔ اللہ عزوجل فرمائے گا۔ **انا احق من قضیٰ عنک الیوم**. آج کے دن تیرا قرض ادا کرنے کا میں زیادہ حقدار ہوں۔ سو اس کی نیکیاں اس کی برائیوں پر وزنی ہو جائیں گی۔ تو اسے جنت کی طرف لے جانے کا حکم کیا جائے گا۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۷۵)

(۱۰) اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "والدین کا قرضہ ان کے ولد پر ہوگا۔ وہ دونوں اس سے چمٹ جائیں گے۔ وہ کہے گا میں تمہارا ولد ہوں۔ سو وہ دونوں خواہش رکھیں گے اور چاہیں گے کہ اے کاش! اس سے زیادہ اس پر قرضہ ہوتا۔" (نزہتہ الناظرین ص ۱۵۸، البدور السافرہ ص ۱۷۰)

(۱۱) اور حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ کی راہ میں قتل ہو جانا اللہ کی راہ میں قرضہ کے سوا ہر گناہ کا کفارہ ہے۔" (جامع صغیر ص ۸۸ ج ۲)

(۱۲) اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "کوئی ایسا شخص نہیں جو مرے اور اس پر قرضہ ہو۔ مگر وہ اپنے قرضہ میں گرفتار کیا جاتا ہے۔ اور جو شخص میت کو (اس کے قرضہ سے) چھڑائے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے چھڑائے گا۔ (البدور السافرہ ص ۱۷۴)

(۱۳) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "تو اس حال میں نہ مرکہ تجھ پر قرضہ ہو کیونکہ (قیامت کے دن) صرف نیکیاں اور برائیاں ہی ہوں گی۔ وہاں دینار و درہم نہ ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہ کرے گا۔"

(البدور السافرہ ص ۱۶۹)

(۱۴) اور محدث ابن ماجہ نے ان لفظوں سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جو شخص مرے حالانکہ اس پر دینار و درہم ہیں۔ تو اس کا قرضہ اس کی نیکیوں سے وصول کیا جائے گا۔" (البدور السافرہ ص ۱۴۹)

(۱۵) اور حضرت ربیع بن خیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "بلاشبہ آخرت میں قرضخواہ اپنے قرضداروں سے دنیا میں تم سے قرض کا مطالبہ کرنے والوں کی نسبت سے زیادہ مطالبہ کرنے والے ہوں گے۔ سو وہ اپنے قرضدار کو پکڑیں گے۔ اور کہیں گے اے میرے رب کیا تو مجھے غمزدہ نہیں دیکھتا۔ وہ فرمائے گا۔ تم اپنے حق کی مقدار اس کی نیکیوں سے لے لو پھر اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو فرمائے گا ان کے گناہوں سے اس کے گناہ بڑھاؤ۔

(۱۶) اور امام طبرانی نے حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ بلاشبہ دوزخ میں بڑا پل ہے جس میں سات چھوٹے پل ہیں سو بندے کو لایا جائے گا۔ یہاں تک کہ اسے درمیانی پل تک پہنچایا جائے گا۔ پھر اس سے کہا جائے گا۔ تجھ پر کتنا قرضہ ہے۔ وہ کہے گا اے میرے رب اتنا اور اتنا ہے، پھر اسے کہا جائے گا۔ یہ قرضہ ادا کرو، وہ کہے گا میرے پاس تو کوئی شے نہیں۔ پھر کہا جائے گا اس کی نیکیوں سے وصول کرو۔ پس اس کی نیکیاں لی جاتی رہیں گی۔ یہاں تک کہ اس کے لئے ایک نیکی بھی باقی نہیں رہے گی۔ کہا جائے گا اس کی نیکیاں ختم ہو گئی ہیں تو ...ئے گا کہ اس کے قرض خواہوں کے گناہوں سے کچھ گناہ لو اور انہیں اس پر لاد دو۔ (البدور السافرہ ص

آخری گزارش

یہاں تک جو کچھ پیش کیا گیا ہے مسلمان اسے پڑھیں اور قرض اٹھانے اور اسے ادا نہ کرنے کا خوفناک انجام جانیں اور اپنی آخرت تباہ کرنے سے باز آئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرض کے وبال سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

(۲۳ نومبر ۱۹۸۹ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیالیسواں مقالہ

جانور لڑانے کا وبال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین درج ذیل مسائل میں:۔
(۱) کتا پالنا شرعاً کیسا ہے؟ (۲) بلبل یا کبوتر پالنا کیسا ہے جب کہ لڑانا مقصود نہ ہو؟ (۳) کتا بازی، مرغ بازی، بٹیر بازی وغیرہا کا شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بتوفیق الملک الوہاب:۔ کتا پالنا حرام ہے۔ جس گھر میں کتا ہو اُس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے اور کتا پالنے والے شخص کی نیکیاں ہر روز گھٹتی ہیں۔ نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ **لاتدخل الملائکة بیتاً فیه کلب ولا صورة.** فرشتے اُس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو (جامع صغیر)۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ **من اقتنٰی کلباً الّا کلب ما شیة او ضاریاً نقص من عمله کل یوم قیراطان .** جو شخص کتا پالے روز اُس کی نیکیوں سے دو قیراط کم ہوتے ہیں۔ مگر یہ کہ چوپایوں کی حفاظت کرنے والا یا شکاری کتا ہو (مشکوٰۃ شریف)۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ **من اتخذ کلباً الّا کلب ماشیة او صید اوزرع انتقص من اجره کل یوم قیراط.** جو شخص کتا رکھے روز اُس کی نیکیوں سے ایک قیراط کم ہوتا ہے۔ مگر یہ کہ چوپایوں کی حفاظت کرنے والا یا شکار کرنے والا یا کھیتی کی نگہبانی کرنے والا کتا ہو۔ (مشکوٰۃ شریف)۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ **ومامن اهل بیت یرتبطون کلباً الّا نقص من عملهم کل یوم قیراط الّا کلب صید او کلب حرث او کلب غنم.** اور کسی گھر والے کتا نہیں باندھتے مگر روز اُن کی نیکیوں سے ایک قیراط کم ہوتا ہے۔ مگر یہ کہ وہ کتا شکار کا یا کھیتی کا یا بکریوں کی حفاظت کا ہو (مشکوٰۃ شریف)۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کتا پالنے والے کی نیکیاں ہر روز گھٹتی ہیں۔ بعض روایتوں میں ایک قیراط کی کمی کا ذکر ہے اور بعض میں دو قیراط کا۔ شارحین ان دونوں قسم کی روایتوں میں تطبیق دیتے ہوئے

فرماتے ہیں۔ والتوفیق بینہ و بین الحدیث السابق انّہ یجوز ان یکون لا ختلاف باعتبار النوعین من الکلاب احدھما اشدّ اذیً من الآخر و باختلاف المواضع فالقیراطان فی مکۃ و المدینۃ لفضلھما و القیراط فی غیرھما کذافی الطیبی و المرقاۃ یعنی ان دوقسم کی روایات میں تطبیق اس طرح دی جاسکتی ہے کہ اگر کتا زیادہ اذیت دینے والا ہوتو دو قیراط کی کمی کی جاتی ہے اور اگر کم اذیت دینے والا ہوتو ایک قیراط کی کمی کی جاتی ہےَ یا مکہ و مدینہ میں کتا پالنے والے کی نیکیوں سے دو قیراط کی کمی کی جاتی ہے اور دوسرے مقام پر کُتا پالنے والے کی نیکیوں میں ایک قیراط کی کمی کی جاتی ہے۔ جیسا کہ امام طیبی اور امام علی قاری نے فرمایا (حاشیہ مشکوٰۃ شریف)۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرّہٗ العزیز فرماتے ہیں۔ "تو صرف دو قسم کے کتے اجازت میں رہے ایک شکاری جسے کھانے یا دوا وغیرہ منافع صحیحہ کے لیے شکار کی حاجت ہو۔ نہ شکار تفریح کہ وہ خود حرام ہے۔ دوسرا وہ کُتا جو گلے یا کھیتی یا گھر کی حفاظت کے لیے پالا جائے۔ جہاں حفاظت کی سچی حاجت ہو۔ ورنہ اگر مکان میں کچھ نہیں کہ چور لیں یا مکان محفوظ جگہ ہے کہ چور کا اندیشہ نہیں غرض جہاں یہ اپنے دل سے خوب جانتا ہو کہ حفاظت کا بہانہ ہے اصل میں کتے کا شوق ہے وہاں کتا جائز نہیں۔ آخر آس پاس گھر والے بھی اپنی حفاظت ضروری سمجھتے ہیں۔ اگر بے کتے کے حفاظت نہ ہوتی تو وہ بھی پالتے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں حیلے نہ نکالے کہ وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے"۔ (احکام شریعت ص ۴۸ جلد اوّل)۔

نوٹ

جن تین صورتوں میں کتا پالنے کی شرع شریف نے اجازت دی ان میں یہ ضروری ہے کہ کتا گھر سے باہر رکھا جائے۔ اُسے الگ مکان میں باندھا جائے اور بسنے والے گھر میں اُسے داخل نہ ہونے دیا جائے کہ برتنوں کے پلید ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ نیز کتے کے اختلاط سے بیماری پیدا ہونے کا خطرہ ہے افسوس آج کل کے نادان مسلمان کتے سے محبت کرتے ہیں۔ اُسے بے جھجک پکڑتے ہیں اور اُسے بسنے والے گھر میں کھلے بندوں پھرنے دیتے ہیں یہ عادت ان نادانوں نے انگریز سے سیکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

جواب سوال دوم

بلبل یا کبوتر پالنا جبکہ لڑانا مقصود نہ ہو اور انہیں آب ودانہ اچھی طرح دیا جائے شرعاً جائز ہے۔
اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں" شکرا و باز پالنا درست ہے اور ان سے شکار کرانا اور اس کا کھانا بھی درست ہے۔ بقولہ تعالیٰ و ما علّمتم من الجوارح آلایۃ ۔ یہ ضرور ہے کہ شکار غذا یا دوا کسی نفع کی غرض سے ہو محض تفریح اور لہو ولعب نہ ہو ورنہ حرام ہے۔ یہ گنا گار ہوگا۔ اگر چہ ان کا مارا ہوا جانور جبکہ وہ تعلیم پا گئے ہوں اور بسم اللہ کہہ کر چھوڑا ہو حلال ہو جائے گا فان حرمة الارسال بنية اللهو لاينافي كونه ذكاة شرعية كمن سمّى الله تعالىٰ و ضرب الغنم من قفاه حرم الفعل و حلّ الاكل" یعنی کھیل کی نیت سے شکاری پرندہ چھوڑنے کی حرمت اس کے شرعی ذبح کے منافی نہیں جیسے کہ کوئی شخص اللہ کا نام لے اور گدی کی طرف سے بکری کو ذبح کرے تو اُس کا یہ طریق ذبح تو حرام ہے مگر بکری حلال ہو گی۔ (احکام شریعت ص ۴٦ ج ۱)۔
اور علامہ صدر الشریعہ فرماتے ہیں" کبوتر پالنا اگر اڑانے کے لئے نہ ہو تو جائز ہے اور اگر کبوتروں کو اڑاتا ہے تو ناجائز ہے کہ یہ بھی ایک قسم کا لہو ہے اور اگر کبوتر اڑانے کے لیے چھت پر چڑھتا ہے جس سے لوگوں کی بے پردگی ہوتی ہے یا اڑانے میں کنکریاں پھینکتا ہے جن سے لوگوں کے برتن ٹوٹنے کا اندیشہ ہے تو اس کو سختی سے منع کیا جائے گا اور سزا دی جائے گی اور اس پر بھی نہ مانے تو حکومت کی جانب سے اس کے کبوتر ذبح کر کے اُس کو دیئے جائیں تا کہ اڑانے کا سلسلہ ہی منقطع ہو جائے۔
(درمختار) (بہار شریعت ص ۱۳۱ ج ۱٦)۔
اور علامہ عبدالغنی نابلسی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ و دليل جواز حبسهما خبر البخاري و غيره ان امراة دخلت النار في هرة حبستها فلا هي اطعمتها و لا هي تركتها تاكل من خشاش الارض فافهم انها لو حبستها و اطعمتها جاز ولم تدخل النار بسببها و خبره ايضاً انّ رسول صلى الله عليه وسلم كان اذا دخل دار خادمه انس بن مالك رضى الله عنه لزيارة امه رضى الله عنها يقول لولدها الصغير يا ابا عمير ما فعل النغير يمازحه عن طير كان يلعب به بحضرة عنده. جانور کو قید رکھنے کے جواز پر امام بخاری

وغیرہ کی وہ روایت دلالت کرتی ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"۔

"بلاشبہ ایک عورت ایک بلی کے سبب سے دوزخ میں داخل ہوئی جسے اُس نے قید کیے رکھا نہ اُس نے کھانے کو کچھ دیا اور نہ اُسے رہا کیا تاکہ وہ کیڑے مکوڑے کھاتی۔ سو اس حدیث کے مفہوم سے سمجھا جاتا ہے کہ اگر وہ عورت اُسے روکے رکھنے کے وقت کھانا پانی دیتی تو وہ اُس کے سبب سے دوزخ میں نہ جاتی اور جانور قید رکھنے کے جواز پر امام بخاری کی وہ روایت بھی دلالت کرتی ہے جس میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں اُن کی والدہ کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے تو اُن کے چھوٹے بیٹے سے ازراہِ خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔ اے ابوعمیر تیری پدی کو کیا ہوا"

(الحدیقۃ الندیۃ ص ۶۴۰ جلد دوم) والله اعلم بالصواب

جواب سوال سوم

کتا بازی، مرغ بازی، بٹیر بازی اور دو جانوروں کو تماشہ کے لیے لڑانا شرعاً ممنوع ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں بٹیر بازی، مرغ بازی، اور اسی طرح ہر جانور کا لڑانا جیسے لوگ مینڈھے لڑاتے ہیں۔ یہاں تک کہ حرام جانوروں مثلاً ہاتھیوں ریچھوں کا لڑانا بھی سب مطلقاً حرام ہے کہ بلا وجہ بے زبانوں کی ایذا ہے۔

حدیث میں ہے نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن التحریش بین البھائم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوپایوں کو لڑانے سے منع فرمایا" (احکام شریعت ص ۴۸ ج ۱)

اور امام عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں۔ **و من آفات الید التحریش بین البھائم روی ابو داؤد و الترمذی باسنادھما عن ابن عباس رضی اللہ عنھما انہ قال نھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم عن التحریش بین البھائم لمافی ذلک من الایذاء للضعیفۃ منھما بلا ضرورۃ ولا فائدۃ اہ ملتقطاً۔** اور ہاتھ کے گناہوں میں سے ایک گناہ چوپایوں کا لڑانا ہے ابوداؤد اور ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چوپایوں کو لڑانے سے منع فرمایا کیونکہ اس میں بے ضرورت اور بلا فائدہ کمزور جانور کو اذیت پہنچانا ہے"۔ (الحدیقۃ الندیۃ ص ۴۴۲ جلد دوم)

اور امام صدر الشریعہ فرماتے ہیں " جانوروں کو لڑانا مثلاً مرغ، بٹیر، تیتر مینڈھے، بھینسے وغیرہ کہ ان جانوروں کو بعض لوگ لڑاتے ہیں یہ حرام ہے اور اس میں شرکت کرنا اس کا تماشا دیکھنا بھی ناجائز ہے"۔
(بہار شریعت ص ۱۳۱ جلد شانزدہم)

الحاصل تماشہ بینی کے لیے جانور لڑانا یا تفریح طبع کے لیے شکار کھیلنا یا لھو ولعب کے لیے کبوتر وغیرہ پالنا یا بے ضرورت کتا پالنا شرعاً سخت ممنوع اور ناجائز ہے۔ مسلمانوں کو اپنے نفس امارہ کی اپنی من مانی کرنے کی بجائے اللہ عزوجل اور اُس کے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم ومنشا کے مطابق چل کر دنیا وآخرت سنوارنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت پر رکھے اور شیطانی کاموں اور نادانوں کی راہ ورسم سے بچائے آمین۔
(۱۵ شوال المکرم ۱۴۰۴ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تینتالیسواں مقالہ

قتلِ ناحق

اسلام کی نظر میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ رسولہ محمد و الہ و اصحابہ اجمعین. اما بعد : دورِحاضر میں اسلامی معاشرہ کے اندر جہاں دوسری قسم کی اخلاقی بیماریاں پائی جاتی ہیں۔ وہاں قتل ناحق بھی وقوع پذیر ہوتا رہتا ہے۔ اہل اسلام اگر قتل ناحق کی شناعت و قباحت سے کما حقہٗ واقف ہوں تو اس کبیرہ گناہ کے ارتکاب پر کبھی آمادہ نہ ہوں۔ اس مختصر رسالہ میں ہم نے "قتل ناحق" کی وہ قباحت و شناعت لکھنے پر اکتفاء کیا ہے جو اسلام کی نظر میں ہے۔ اللہ تعالیٰ حق بیانی کی توفیق بخشے اور ہماری اس سعی کو اصلاحِ معاشرہ کا باعث بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

آیت کریمہ نمبر (۱)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ولا تقتلوا النفس الّتی حرم اللہ الا بالحق و من قتل مظلوماً فقد جعلنا لو لیہ سلطانا فلا یسرف فی القتل انہ کان منصوراً۔ اورکوئی جان جس کی حرمت اللہ نے رکھی ہے اُسے ناحق نہ مارو۔ اور جو ناحق مارا جائے تو بے شک ہم نے اُس کے وارث کو قابو دیا ہے کہ وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے۔ ضرور اُس کی مدد ہونی ہے (پ۱۵ رکوع ۴)

تفسیر

خیال رہے کہ حربی کافر کی جان لینا حلال ہے۔ مومن یا ذمی یا معاہد کی جان لینا حرام۔ تین صورتوں میں مومن کا قتل جائز۔ قتل کے بدلے میں، زنا کے عوض جبکہ محصن ہو سنگسار کیا جائے گا اور ڈکیتی کے عوض۔ حرم اللہ سے پہلا فائدہ حاصل ہوا اور الا بالحق سے یہ فوائد۔ لہذا یہ آیت بہت سے شرعی احکام کا ماخذ ہے۔ (نور العرفان)۔

آیت کریمہ نمبر (۲)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ان الذین یکفرون بایات اللہ و یقتلون النبیین بغیر حق و یقتلون الذین یامرون بالقسط من الناس فبشرھم بعذاب الیم ہ اولٓئک الذین حبطت اعمالھم فی الدنیا والآخرۃ و ما لھم من ناصرین۔ جولوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے

ہیں اور ناحق پیغمبروں کو شہید کرتے ہیں اور انصاف کا حکم کرنے والوں کو قتل کرتے ہیں۔ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دو۔ یہ وہ ہیں جن کے اعمال دُنیا و آخرت میں ضائع ہو گئے اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔ (پ۳۔ رکوع ۱۱)۔

آیت کریمہ نمبر (۳)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **والذین لایدعون مع الله الها اخرو لا یقتلون النفس التی حرم الله الا بالحق و لا یزنون و من یفعل ذلک یلق اثاماً ہ یضاعف له العذاب یوم القیامة و یخلد فیه مهانا** ۔ اور اللہ کے بندے وہ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے۔ اور اُس جان کو جس کی حرمت اللہ نے رکھی ناحق نہیں مارتے اور بدکاری نہیں کرتے۔ اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا۔ بڑھایا جائے گا اس پر عذاب قیامت کے دن اور وہ ہمیشہ اس میں ذلت سے رہے گا۔
(پ۱۹۔ رکوع ۴)

آیت کریمہ نمبر (۴)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **من اجل ذلک ج کتبنا علیٰ بنی اسرآئیل انهٗ من قتل نفساً بغیر نفس اوفساد فی لارض فکا نما قتل الناس جمیعا ط و من احیاها فکانما احیا الناس جمیعاً** ۔ اسی سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کیے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو زندہ رکھا تو گویا اس نے سب انسانوں کو زندہ رکھا۔ (پ۶۔ رکوع ۸)۔

آیت نمبر (۵)

ماکان لمؤمن ان یقتل مومناً الا خطا ج و من قتل مؤمناً خطاً فتحریر رقبة مؤمنة و دیة" مسلمة الی اهله الا ان یصدقوا ط فان کان من قوم عدو لکم و هو مؤمن فتحریر رقبة مؤمنة ط وان کان من قوم بینکم و بینهم میثاق فدیة مسلمة الی اهله و تحریر رقبة مؤمنة ج فمن لم یجد فصیام شهرین متتابعین ز توبة من الله ط و کان الله علیماً

حکیماً ہ اور مسلمان کو نہیں پہنچتا کہ وہ مسلمان کا خون کرے مگر غلطی کے طور پر اور جو مسلمان کو نادانستہ قتل کرے تو اس پر ایک غلام مسلم کا آزاد کرنا ہے اور خون بہا کہ مقتول کے لوگوں کو دیا جائے۔ مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں پھر وہ اگر اس قوم سے ہے جو تمہاری دشمن ہے اور وہ خود مسلمان ہے تو صرف ایک مملوک مسلمان آزاد کرنا ہے۔ اور اگر وہ اس قوم سے ہو کہ تم میں اور ان میں معاہدہ ہے تو اس کے لوگوں کو خون بہا سپرد کیا جائے اور ایک مسلمان مملوک کو آزاد کیا جائے پھر جو نہ پائے وہ لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے۔ یہ اللہ سے اس کی توبہ ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ (پ ۵ رکوع ۱۰)۔

آیت کریمہ نمبر (۶)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ و من یقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤہ جھنم خالداً فیھا و غضب اللہ علیہ و لعنہ و اعدلہ عذاباً عظیما ۔ اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار رکھا ہے۔ (پ ۵۔ رکوع ۱۰)

آیت کریمہ (۷)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یایھا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی ط الحر بالحر و العبد بالعبد و الانثی بالانثی فمن عفی لہ من اخیہ شئی فاتباع بالمعروف و اداء الیہ باحسان ط ذلک تخفیف من ربکم و رحمۃ ط فمن اعتدیٰ بعد ذلک فلہ عذاب الیم ۔ اے ایمان والو! قصاص یعنی جو ناحق قتل کیے گئے ان کا بدلہ لینا تم پر فرض کیا گیا۔ آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت تو جس کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہو تو بھلائی سے تقاضا کرے اور اچھی طرح سے اس کو ادا کر دے۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لیے آسانی ہے اور تم پر مہربانی ہے اب اس کے بعد جو زیادتی کرے اس کے لیے دردناک عذاب ہے (پ ۲۔ رکوع ۶)۔

آیت نمبر (۸):

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولکم فی القصاص حیوۃ یاولی الالباب لعلکم تتقون ۔اور تمہارے لیے خون کا بدلہ لینے میں زندگی ہے۔اے عقل والو! تا کہ تم بچو۔(پ۲۔رکوع۶)۔

آیت نمبر (۹)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق ط نحن نرزقھم و ایاکم ط اِن قتلھم کان خطأ کبیراً ۔اوراپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ہم انہیں بھی روزی دیں گے اور تمہیں بھی۔بے شک ان کا قتل بڑی خطا ہے۔(پ۱۵۔رکوع۴)۔

آیت نمبر (۱۰)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ قل تعالوا اتل ماحرم ربکم علیکم الا تشرکو ابہ شیئاً وبالو الدین احسانا ج ولا تقتلوا اولاد کم من املاق ط نحن نرزقکم و ایاھم. ولا تقربوا الفواحش ما ظھر منھا و بطن ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ذلکم و صاکم بہ لعلکم تعقلون ۔تم فرماؤ۔آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں جو تم پر تمہارے رب نے حرام کیا کہ اس کا کوئی شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور اپنی اولاد کو مفلسی کے باعث قتل نہ کرو ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی اسے ناحق نہ مارو یہ تمہیں حکم فرمایا ہے کہ تمہیں عقل ہو (پ۸ رکوع۶)۔

احادیث مبارکہ

قتل ناحق کی قباحت و شناعت کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کے یہ دس ارشادات پڑھ لینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بھی پڑھیے چنانچہ

حدیث نمبر۱

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔ الــکـبـائـر

الاشراک باللہ و عقوق الوالدین و قتل النفس والیمین الغموس ۔ بڑے گناہ یہ ہیں۔ اللہ کا شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور کسی جان کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم اٹھانا۔ رواہ البخاری۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵ جلد اوّل)

حدیث نمبر ۲

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یا رسول اللہ و ماھن قال الشرک باللہ و السحر و قتل النفس التی حرم اللہ الّا بالحق و اکل الربو و اکل مال الیتیم و التولی من الزحف و قذف المحصنات المؤمنات الغافلات ۔ سات ہلاکت میں ڈالنے والے گناہوں سے بچو صحابہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ فرمایا اللہ کا شریک ٹھہرانا اور جادو کرنا اور اس جان کو قتل کرنا جس کی حرمت اللہ نے رکھی ہے مگر حق کے ساتھ اور سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا اور میدان جنگ سے بھاگنا اور پاکباز غافلہ مومنہ عورتوں کو تہمت لگانا متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۔ ج ۱)

حدیث نمبر ۳

ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اذا التقی المسلمان بسیفیھما فالقاتل و المقتول فی النار قیل یا رسول اللہ ھذا القاتل فما بال المقتول قال انه کان حریصاً علی قتل صاحبه ۔ جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر ایک دوسرے کے مقابلہ میں آتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہو جاتے ہیں۔ عرض کیا گیا۔ یارسول اللہ یہ تو قاتل ہے پھر مقتول کا کیا حال ہے؟ فرمایا۔ کیونکہ وہ اپنے ساتھی کے قتل کرنے پر حریص تھا۔ رواہ احمد و البخاری و مسلم و ابوداؤد والنسائی وصححہ السیوطی (جامع صغیر ص ۲۱۔ ج ۱)

یعنی قاتل تو قتل کی وجہ سے دوزخی ہوا اور مقتول قاتل کے قتل پر حریص اور کوشاں تھا اس لیے وہ بھی دوزخی ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (نزھۃ الناظرین ص ۱۲۵)۔

حدیث نمبر۴

اور رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لاترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض۔ میرے بعد کافر نہ ہو جانا ایک دوسرے کی گردن کو مارتے ہوئے۔ رواہ احمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجہ عن جریر وصححہ السیوطی (جامع صغیر ص ۲۰۰ جلد ۲) (نزہۃ الناظرین ص ۱۶۵)۔

حدیث نمبر۵

حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قتل المؤمن اعظم عند الله من زوال الدنيا۔ اللہ کے نزدیک ایک مومن کا قتل ساری دُنیا کے زائل ہو جانے سے بڑا ہے۔ رواہ النسائی والضیاء وصححہ السیوطی (جامع صغیر ص ۸۵ ج ۲) (نزہۃ الناظرین ص ۱۶۵)

حدیث نمبر۶

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا یزال المرء فی فسحة من دینه مالم یصب دماً حراماً۔ جب تک حرام خون کرنے کا ارتکاب نہ کرے انسان اپنے دین کی کشادگی میں رہتا ہے۔ (نزہۃ الناظرین ص ۱۶۵)

حدیث نمبر۷

امام بخاری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اکبر الکبائر الاشراک بالله و قتل النفس و عقوق الوالدین و شهادة الزور۔ بڑے گناہوں میں بڑے گناہ یہ ہیں۔ اللہ کا شریک ٹھہرانا اور کسی جان کو قتل کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔ (جامع صغیر ص ۵۳۔ ج ۱۔ وصححہ)

حدیث نمبر۸

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من قتل معاهداً لم یرح رائحة الجنة وان ریحها لیوجد من مسیرة اربعین عاماً۔

جو شخص کسی ذمی یا مستامن کو قتل کرے وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے پائی جاتی ہے۔ رواہ احمد البخاری والنسائی وابن ماجہ وصححہ السیوطی (جامع صغیر ص ۱۷۷۔ ج ۲)

حدیث نمبر ۹

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من قتل معاهداً فی غیر کنهه حرم الله علیه الجنة. جو شخص ذمی یا مستاَمن کو اس کی کنہ کے غیر میں قتل کرے اللہ اس پر جنت حرام فرما دیتا ہے۔ رواہ احمد وابوداؤد والنسائی والحاکم وصححہ السیوطی۔
(جامع صغیر ص ۱۷۷۔ ج ۲)۔

حدیث نمبر ۱۰

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من قتل مؤمناً فاغتبط بقتله لم یقبل الله منه صرفاً و لا عدلاً۔ جو شخص مومن کو قتل کرے پھر اس کے قتل میں ناز کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی نہ نفل عبادت قبول فرمائے گا اور نہ فرض عبادت رواہ ابوداؤد والضیاء وضعفہ السیوطی (جامع صغیر ص ۱۷۷، ج ۲)۔

حدیث نمبر ۱۱

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من قتل عصفوراً بغیر حقه ساله الله عنه یوم القیامة۔ جو شخص کسی چڑیا کو اس کے حق کے بغیر قتل کرے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس سے اس کے بارہ میں پوچھے گا۔
(رواہ احمد وحسنہ السیوطی ص ۱۷۷۔ ج ۲)

حدیث نمبر ۱۲

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ من اعان علی قتل مومن بشطر کلمة لقی الله مکتوب بین عینیه آیس من رحمة الله جو شخص کسی مؤمن

کے قتل پر ایک بات کے کسی حصہ کے ساتھ اعانت کرے وہ قیامت کے روز اس حال میں اللہ سے ملے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا "اللہ کی رحمت سے مایوس شخص" رواہ ابن ماجہ وضعفہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۶۵۔ ج ۲)۔

حدیث نمبر ۱۳

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **قتال المسلم کفر و سبابہ فسوق** ۔مسلمان سے جنگ کرنا کفر ہے اور اُسے گالی گلوچ کرنا نافرمانی ہے۔رواہ الترمذی والنسائی وصححہ السیوطی (جامع صغیر ص ۸۵۔ ج ۲)

حدیث نمبر ۱۴

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **قتال المسلم کفر و سبابہ فسوق ولا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاثۃ ایام** ۔مسلمان سے جنگ کرنا کفر ہے اور اُسے گالی گلوچ کرنا نافرمانی ہے اور مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی کو چھوڑے رکھے۔رواہ احمد وابو یعلی والطبرانی والضیاء وصححہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۸۵۔ ج ۲)

حدیث نمبر ۱۵

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **لاتقوم الساعۃ حتی تقتل فئتان عظیمتان تکون بینھما مقتلۃ عظیمۃ دعواھما واحدۃ و حتی یبعث دجالون کذابون قریب من ثلاثین کلھم یزعم انہ رسول اللہ وحتی یقبض العلم ویکثر الزلازل و یتقارب الزمان و یظھر الفتن و یکثر الھرج وھو القتل الی آخر الحدیث** ۔قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دو بڑی جماعتیں لڑیں گی تو ان میں بڑی لڑائی واقع ہوگی حالانکہ ان دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا۔اور حتیٰ کہ تیس کے قریب دجال کذاب ہوں گے۔ان سب کا دعویٰ ہوگا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور حتیٰ کہ علم قبض کر لیا جائے گا اور زلزلے بکثرت واقع ہوں گے اور

زمانہ قریب ہو جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے اور قتل کثرت سے ہوں گے (مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۸ ج ۲)

حدیث نمبر ۱۶

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ولا یقتل حین یقتل و ھو مؤمن ۔ اور وہ قتل نہیں کرتا جب کہ وہ قتل کرتا ہے مگر یہ کہ وہ مومن نہیں ہوتا۔ حضرت عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے پوچھا قتل کے وقت قاتل کے دل سے ایمان کیسے نکال دیا جاتا ہے۔ فرمایا اس طرح آپ نے اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال کر نکالا۔ پھر اگر وہ توبہ کرے تو ایمان اس کے دل میں لوٹ آتا ہے اور آپ نے انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۔ ج ۱)

حدیث نمبر ۱۷

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل ذنب عسی اللہ ان یغفرہ الا من مات مشرکاً او من یقتل مؤمناً متعمداً۔ ہر ایک گناہ کو ہو سکتا ہے کہ اللہ بخش دے مگر یہ کہ کوئی شخص مشرک ہو کر مرے یا کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے رواہ ابو داؤد والنسائی (مشکوٰۃ ص ۳۱۔ ج ۲)، صحہ السیوطی (جامع صغیر ص ۹۳۔ ج ۲)

حدیث نمبر ۱۸: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لزوال الدنیا اھون علی اللہ من قتل رجل مسلم ۔ دُنیا بھر کا زوال اللہ کے نزدیک اس بات سے زیادہ ہلکا ہے کہ کسی مسلمان شخص کو قتل کیا جائے۔ رواہ الترمذی والنسائی وصحہ السیوطی۔
(جامع صغیر ص ۱۲۳۔ ج ۲ مشکوٰۃ ص ۳۰۔ ج ۲)

حدیث نمبر ۱۹

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یجئی المقتول بالقاتل یوم القیامۃ ناصیتہ و راسہ بیدہ و اوداجہ تشخب دماً یقول یا رب قتلنی حتی یدنیہ من العرش. قیامت کے دن مقتول قاتل کو اس حال میں لائے گا کہ قاتل کی پیشانی اور سر کے بال اس کے ہاتھ میں ہوں گے اور اس کی رگوں سے خون بہتا ہوگا۔ کہے گا۔ اے رب اس نے

مجھے قتل کیا یہاں تک کہ مقتول قاتل کو عرش کے قریب تک لے جائے گا۔(مشکوٰۃ ص ۳۰۔ ج ۲)

حدیث نمبر ۲۰

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **اول مایقضی بین الناس یوم القیامة فی الدمآء** ۔لوگوں میں قیامت کے دن سب سے پہلے جس بات میں فیصلہ کیا جائے گا۔ وہ خون ہے۔ رواہ البخاری ومسلم (مشکوٰۃ ص ۲۹ ج ۲)۔

حدیث نمبر ۲۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **من تردی من جبل فقتل نفسه فهو فی نار جهنم یتردی فیها خالداً مخلداً فیها ابداً و من تحسی سماً فقتل نفسه فسمه فی یده یتحساه فی نار جهنم خالداً مخلداً فیها ابداً و من قتل نفسه لحدیدة فحدیدته یتوجأبها فی بطنه فی نار خالداً مخلداً فیها ابداً** ۔جس نے پہاڑ سے چھلانگ لگائی اور اپنے آپ کو قتل کیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھلانگیں لگاتا رہے گا اور جس نے زہر پیا اور اپنے آپ کو قتل کر دیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ کی آگ میں زہر پیتا رہے گا۔ اور جس نے کسی آلہ سے اپنے آپ کو قتل کر دیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ کی آگ میں اس آلہ سے اپنے پیٹ کو مارتا رہے گا متفق علیہ (مشکوٰۃ ص ۲۹۔ ج ۲)

حدیث نمبر ۲۲

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **الذی یخنق نفسه یخنقها فی النار و الذی یطعنها یطعنها فی النار** ۔جس شخص نے گلا گھونٹ کر اپنے آپ کو مارا وہ آگ میں اپنا گلا گھونٹتا رہے گا۔ اور جس نے اپنے آپ کو کوئی آلہ مار کر قتل کیا وہ آگ میں اپنے آپ کو آلہ مارتا رہے گا رواہ البخاری (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۹)

حدیث نمبر ۲۳

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **کان فی من کان قبلکم رجل به جرح فجزع فاخذ سکینا فجز بها یده فما رقأ الدم حتیٰ مات قال الله تعالیٰ بادرنی عبدی بنفسه فحرمت علیه الجنة**۔ تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص کو زخم لگا تو اس نے بے صبری کی اور چھری لے کر اس سے اپنا ہاتھ کاٹا تو خون جاری ہو گیا اور وہ شخص مر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے اپنے نفس کے ساتھ جلدی کی ہے اس لیے میں نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۲۰۔ ج ۲)

الحمد للہ۔ دس آیتوں اور تیئس حدیثوں سے ہم نے قتل کی قباحت و شناعت بیان کی ہے مسلمان اللہ عزوجل اور اس کے پیارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کو پڑھیں سمجھیں اور قتل جیسے کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے باز رہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کبیرہ گناہ سے بچائے رکھے آمین۔

(۲۶ رمضان المبارک ۱۴۲۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چوالیسواں مقالہ

گانے بجانے کی نحوستیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب الارض والسمآءِ والصلوۃ والسلام علیٰ من کان نبیاًو آدم بین الجسد والمآء وعلیٰ الہ واصحابہ البررۃ النجبآءِ. اما بعد

آج کل مسلمان بے ہودہ گانا بجانا سننے کے بہت دلدادہ ہو چکے ہیں۔ اوقات فراغت میں حیا سوز عشقیہ گانے بڑے ذوق وشوق سے سنتے ہیں۔ ریڈیو۔ ٹیلیویژن اور ٹیپ ریکارڈ کے استعمال کا عام رواج ہے۔ خصوصاً شادی کے موقع پر ڈھول باجے وغیرہ آلات لہوولعب بڑے زور شور سے بجوائے جاتے ہیں اور محلہ کی عورتیں بن ٹھن کر جمع ہوتی ہیں اور باہم مل کر بلند آواز سے عشقیہ گیت گاتی ہیں۔ جس شادی میں ایسا نہ کیا جائے اسے غمی اور جنازہ سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔

بدیں وجہ ضرورت اس امر کی تھی کہ اس مسئلہ کی تحقیق پوری وضاحت سے لکھی جائے اس لئے ہم یہ رسالہ غیظ القھار لاھل الغناء والمزمار المعروف گانے بجانے کی نحوستیں مسلمانوں کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت بخشے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

پہلی آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علمٍ ویتخذھا ھزوا ط اولٓئک لھم عذاب مھین (۲۱پ۱۰) اور کچھ لوگ کھیل کی بات خریدتے ہیں۔ تاکہ وہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں بے سوچے سمجھے ہوئے اور اسے ہنسی بنالیں۔ ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

شان نزول

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت نضر بن حرث کے بارہ میں نازل ہوئی ہے جس نے ایک گانے والی لونڈی خریدی تھی۔ اور اس کا معمول تھا کہ جب بھی وہ کسی کے متعلق سنتا کہ وہ اسلام لانے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ اسے اپنے گھر لے آتا تھا اور اپنی اس لونڈی سے کہتا تھا اسے کھلا پلا اور گانا بجانا سنا۔ جب وہ ایسا کرتی تو وہ اس سے کہتا کہ یہ چیزیں اس نماز روزہ اور جہاد سے بہتر ہیں جن کی

طرف محمد بلاتے ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔ (اسباب نزول) اور بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت نضر بن حرث بن کلدہ کے متعلق نازل ہوئی۔ جو تجارتی سفر میں باہر جاتا تو وہاں سے عجمیوں کے ناول اور قصے کہانیوں کی کتابیں خریدتا اور مکہ میں آکر لوگوں سے کہتا تھا محمد تمہیں عاد وثمود کی کہانیاں سناتے ہیں میں تمہیں رستم، اسفند یار اور شاہانِ عجم کی کہانیاں سناتا ہوں۔ (نور العرفان)

کھیل کی بات کی تفسیر

اس آیت کریمہ میں لھوالحدیث فرمایا گیا۔ اس کی تفسیر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس طرح فرماتے ہیں۔ "اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں لھوالحدیث سے مراد گانا بجانا ہے۔" اور یہی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر، حضرت عکرمہ، حضرت سعید بن جبیر، حضرت مجاہد، حضرت مکحول، حضرت عمرو بن شعیب اور حضرت علی بن بذیمہ وغیرہم۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین سے بھی منقول ہے (ابن کثیر)

مسئلہ

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ باجے، تاش شراب بلکہ تمام کھیل کود کے آلات بیچنا بھی منع ہیں اور خریدنا بھی ناجائز کیونکہ یہ آیت ان کے خریداروں کی برائی میں نازل ہوئی ہے۔ اور اس طرح ناول۔ گندے رسالے، سینما کے ٹکٹ تماشے وغیرہ کے اسباب کی خرید وفروخت شرعاً منع ہے کہ یہ تمام کھیل کی بات ہیں۔ (نور العرفان ص ۶۵۶)

دوسری آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ نے شیطان کو سجدہ آدم سے انکار کرنے پر فرمایا۔ چلا جا سو ان میں سے جو تیری پیروی کرے گا۔ تو بے شک تم سب کا بدلہ بھرپور سزا کے طور پر جہنم ہے اور ڈگا دے ان میں سے جس پر قدرت پائے اپنی آواز سے اور ان پر اپنے سواروں اور اپنے پیادوں کا لام باندھ لا۔ اور مالوں اور بچوں میں اس کا ساجھی ہو جا۔ اور انہیں وعدہ دے اور شیطان انہیں وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے۔" (بنی اسرائیل)

شیطانی آواز کی تفسیر

اس آیت کریمہ میں جس شیطانی آواز کا ذکر ہے اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ جو آواز اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نکلے وہ شیطانی آواز ہے اور مفسر ابن کثیر فرماتے ہیں کہ شیطانی آواز گانا بجانا ہے۔

احادیث مبارکہ

گانے بجانے کی ممانعت و مذمت میں متعدد احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں۔ ہم یہاں بعض کے نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں وباللہ التوفیق۔

پہلی حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ گانا دلوں میں اس طرح منافقت پیدا کرتا ہے۔ جس طرح پانی سبزی اگاتا ہے۔ (جامع صغیر)

دوسری حدیث

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں" گانے کی محبت دلوں میں اس طرح منافقت پیدا کرتی ہے۔ جس طرح پانی ترگھاس اگاتا ہے۔" (کنوز الحقائق)

تیسری حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ بے ہودہ گوئی اور گانے بجانے کی آواز دلوں میں اس طرح نفاق اگاتی ہیں جس طرح پانی سبزیاں اگاتا ہے" (ردالمختار)

چوتھی حدیث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے شراب، جوئے، ڈھول، باجے اور باجرہ کی شراب سے منع فرمایا۔" (مشکوٰۃ شریف)

پانچویں حدیث

میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دف، جھانجھ اور بانسری کے بجانے سے منع فرمایا (جامع صغیر)

چھٹی حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ نے شراب جوئے اور ڈھول کو حرام کیا ہے (مشکوٰۃ شریف)

ساتویں حدیث

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں مجھے ڈھول اور باجے مٹانے کا حکم دیا گیا (کنوز الحقائق)

آٹھویں حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اللہ نے مجھے جہانوں کی رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا اور میرے رب نے مجھے ڈھول باجے۔ بت۔ صلیب اور دور جہالت کی تمام ناجائز امور مٹانے کا حکم دیا اور میرے رب نے قسم کھا رکھی ہے کہ جو بندہ شراب کا ایک گھونٹ پی لے گا اس کی مثل دوزخ سے پیپ پلاؤں گا اور جو کوئی اس کو میرے خوف کی وجہ سے چھوڑے گا میں اسے پاکیزہ تالابوں سے پلاؤں گا"۔
(مشکوٰۃ شریف)

دسویں حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دو آوازیں دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں۔ خوشی کے وقت ڈھول باجے کی آواز اور مصیبت کے وقت رونے پیٹنے کی آواز۔ (جامع صغیر)

گیارہویں حدیث

آپ نے ارشاد فرمایا۔ یہ باتیں اللہ کے نزدیک بہت ناپسندیدہ ہیں۔ بلاضرورت کھانا پینا۔ نیند کے غلبہ کے بغیر سونا۔ بلاوجہ دانت نکال کر ہنسنا۔ مصیبت کے وقت بین کرنا اور خوشی کے وقت ڈھول باجے بجانا۔ (جامع صغیر)

بارہویں حدیث

امام برہان الدین فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نادان آوازوں سے منع فرمایا۔ رونے پیٹنے کی آواز اور گانا گانے والی کی آواز۔ (ہدایہ)

تیرھویں حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ گانے بجانے کا سننا گناہ ہے۔ گانے بجانے کی محفل میں بیٹھنا فسق ہے اور گانے بجانے سے لطف اندوز ہونا کفر ہے۔ (فتاوی بزازیہ)

چودھویں حدیث

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ مسلمان کا ہر کھیل حرام ہے سوا ان تین کے۔ اپنی بیوی سے خوش طبعی کرنا۔ اپنے گھوڑے کو ادب سکھانا اور تیراندازی کرنا (ردالمحتار)

پندرھویں حدیث

ایک دفعہ حضرت نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ جا رہے تھے۔ اچانک بانسری کی آواز سنائی دی تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دبالیں اور راستہ بدل لیا۔ کافی دور چلے جانے کے بعد پوچھا" کیا تجھے اس آواز کا کوئی حصہ سنائی دیتا ہے"۔ عرض کیا نہیں۔ تب آپ نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں سے باہر نکال کر فرمایا۔ ایک بار میں رسول اللہ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے بانسری

کی آواز سن کر ایسا ہی کیا تھا جیسا میں نے کیا ہے حضرت نافع فرماتے ہیں۔ میں اس وقت بچہ تھا۔ یعنی اس لئے مجھے کانوں میں انگلیاں دبانے کا حکم نہ دیا گیا۔" (مشکوۃ شریف)

سولھویں حدیث

نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت میں بہت سی وہ قومیں ہوں گی جو خنزیر، ریشم، شراب اور ڈھول باجوں کو حلال ٹھہرائیں گی۔" (جامع صغیر)

سترھویں حدیث

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس برائیاں قوم لوط نے اختیار کیں تو وہ ہلاک ہوئی اور میری امت ان پر ایک اور برائی کا اضافہ کردے گی۔ مردوں کا مردوں سے شہوت رانی کرنا۔ مشت زنی کرنا۔ کنکریاں مارنا۔ حمام میں کھیلنا۔ ڈھول باجے بجانا۔ داڑھی کٹانا۔ مونچھیں بڑھانا۔ سیٹیاں بجانا۔ تالیاں بجانا۔ ریشم پہننا اور جس برائی کو میری امت بڑھائے گی وہ عورتوں کا ایک دوسرے سے شہوت رانی کرنا ہے۔ (جامع صغیر)

اٹھارھویں حدیث

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جب مال غنیمت کو دولت اور امانت کو غنیمت اور زکوۃ کو چٹی سمجھا جائے گا۔ لادینی علم سیکھے جائیں گے۔ ہر شخص اپنی بیوی کی فرمانبرداری اور اپنی والدہ کی نافرمانی کرے گا۔ اور اپنے دوست کو قریبی اور اپنے باپ کو بعیدی بنائے گا، مسجدوں میں دنیوی باتیں ظاہر ہوں گی۔ قبیلہ کا سردار سب سے برا شخص ہوگا۔ قوم کا سردار ذلیل ترین شخص ہوگا۔ انسان کی عزت اس کے شر کے خوف کی وجہ سے کی جائے گی۔ گانے بجانے والی عورتیں اور گانے بجانے کے آلات ظاہر ہوں گے۔ شرابیں پی جائیں گی اور امت کا آخری حصہ اس کے ابتدائی حصہ کو برا بھلا کہے گا تو اس وقت سرخ ہواؤں، زلزلوں، زمین میں دھنسنے، پتھراؤ کیے جانے اور آثار قیامت کے لگاتار واقع ہونے کا انتظار کرو۔ اس وقت آثار قیامت اس طرح پے در پے واقع ہوں گے۔ جس طرح موتیوں کی رسی ٹوٹ جانے پر موتی پے در پے گرنے لگتے ہیں۔" (جامع صغیر)

انیسویں حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت میں وہ لوگ ہوں گے جو شراب پیئں گے اور اس کا نام دوسرا رکھیں گے۔ ان کے سروں پر باجے گاجے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں دھنسائے گا۔ اور ان میں سے بعضوں کو بندر اور سوٴر بنائے گا (جامع صغیر)

بیسویں حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت میں زمین میں دھنسنا اور شکلیں بدلنا واقع ہوگا۔ جب گانا گانے والی عورتیں اور باجے ظاہر ہوں گے ترمذی شریف (از مسئلہ المز امیر ص ۳۴)

اکیسویں حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں" آخر زمانے میں اس امت کے کچھ لوگ مسخ کر کے سوٴر اور بندر بنادیئے جائیں گے۔ لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ کیا یہ لوگ **لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ** کی گواہی نہ دیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں اور وہ روزہ رکھیں گے۔ حج کریں گے اور نمازیں پڑھیں گے۔ لوگوں نے پوچھا پھر وہ کیوں مسخ کئے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ وہ باجے اور گانے والی عورتوں کو رکھیں گے۔ (مسئلہ المز امیر)

بائیسویں حدیث

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن عرش کے نیچے سے پکارا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو دنیا میں اپنی سماعت کو لہو اور مزامیر اور باطل سے بچائے رکھتے تھے تاکہ میں ان کو اپنی حمد و ثنا سناؤں۔ اور انہیں خبر دوں کہ نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم۔ (قرۃ العیون لابی الیث سمرقندی)

تیئسویں حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے مزامیر (باجے) باطل کرنے کے ساتھ مبعوث کیا گیا

ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر میں مزامیر والوں کی طرف نظر نہیں فرماتا (قرۃ العیون)

چوبیسویں حدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "باجا بجانے والے اور اس کے سننے والے دونوں لعنتی ہیں۔ تو جس نے دنیا میں گانے بجانے کو سنا وہ جنت کے گانے کبھی نہ سنے گا مگر یہ کہ وہ توبہ کر لے" (قرۃ العیون)

مسلمانو! یہ ہیں ڈھول باجوں اور گانے بجانے کے متعلق اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات۔ اگر آپ کو اپنی دنیا و عاقبت کی بہتری مقصود ہے تو ان شیطانی کاموں سے اجتناب کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو لغویات سے بچے رہنے کی توفیق بخشے آمین۔

اب ہم فقہائے کرام کے ارشادات پیش کرتے ہیں تاکہ اس مسئلہ پر مزید روشنی پڑ جائے و باللہ التوفیق۔

امام یوسف توقادی کا ارشاد

لہو ولعب مثلاً ڈھول باجے کی آواز کا سننا حرام ہے اور اگر اچانک ان کی آواز کان میں پڑے تو اس میں گناہ نہیں۔ (ھدیۃ المھدیین ص ۴۵)

ملا علی قاری کا ارشاد

کتاب شرح السنہ میں ہے کہ ڈھول باجے۔ سارنگی اور دیگر تمام آلات لہو ولعب کی حرمت پر علمائے امت کا اتفاق ہے اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ گانے بجانے کی آواز جیسے باجے وغیرہ کی آواز کا سننا حرام اور گناہ ہے اور اگر کوئی شخص اسے اچانک سن لے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ مگر اس پر واجب ہے کہ وہ اسے نہ سننے کی پوری کوشش کرے کیونکہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بانسری کی آواز سنی تو آپ نے اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں دبالیں۔ اور ان عربی اشعار کا سننا جن میں جرائم۔ شراب اور حسین بچوں کے تذکرے ہوں مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ بے حیائیوں کا ذکر ہے۔ (مرقاۃ)

علامہ شامی کا ارشاد

ہر ایک لہو ولعب مکروہ تحریمی ہے۔ اور اس کا اطلاق نفس فعل اور اس کے سننے ہر دو کو شامل ہے۔ مثلاً ناچنا، مسخری کرنا، تالی بجانا، ایک تارہ، دوتارہ، سارنگی، چنگ، جھانجھ، بانسری اور بگل وغیرہ کا بجانا مکروہ تحریمی ہے۔ کیونکہ یہ کفار کے فعل ہیں۔ اور ڈھول باجے وغیرہ کا سننا حرام ہے اور اگر اچانک سن لے تو معذور ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ حتیٰ الوسع اسے نہ سنے (ردالمختار علی الدر المختار)

اعلیٰ حضرت کے فتوے

اعلیٰ حضرت سے عرض کیا گیا۔ "حضور نوشہ کا وقت نکاح سہرا باندھنا نیز باجے گاجے سے جلوس کے ساتھ نکاح کو جانا، شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا" خالی پھولوں کا سہرا جائز ہے اور یہ باجے جو شادی میں رائج ومعمول ہیں سب ناجائز وحرام ہیں (ملفوظات جلد اول ص ۴۹)

۲۔ آپ سے عرض کیا گیا" شادی میں دف یا نوبت بجانا درست ہے یا نہیں؟۔ تو آپ نے جواب ارشاد فرمایا۔" دف کی اجازت ہے جبکہ اس میں جھانجھ نہ ہوں اور مرد یا عزت دار عورتیں نہ بجائیں اور نہ لہو ولعب کے طور پر بجایا جائے بلکہ اعلان نکاح کی نیت ہو۔ (عرفان شریعت ص ۱۳)

۳۔ اور مزامیر کے ساتھ قوالی کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "باجوں کی حرمت میں احادیث کثیرہ وارد ہیں۔ ازاں جملہ اجل واعلیٰ حدیث صحیح بخاری شریف کی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ضرور میری امت میں وہ لوگ ہونے والے ہیں جو عورتوں کی شرم گاہ یعنی زنا اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو حلال ٹھہرائیں گے۔" بعض جہال بدمست یا نیم ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی بادہ بدست کہ احادیث صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقع یا متشابہ پیش کرتے ہیں۔ انہیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف۔ متعین کے آگے محتمل۔ محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے۔ پھر کہاں قول کہاں حکایت فعل پھر کجا محرم کجا مبیح ہر طرح یہی واجب العمل ہے۔ اسی کو ترجیح مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے کاش گناہ کرتے اور گناہ جانتے اقرار لاتے۔ یہ ڈھٹائی اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالیں اور الزام بھی ٹالیں اپنے لئے حرام کو حلال بنالیں۔"

(احکام شریعت ص ۶۲)

صدر الشریعہ کے ارشادات

اکثر جاہلوں میں رواج ہے کہ محلہ یا رشتہ کی عورتیں جمع ہوتی ہیں اور گاتی بجاتی ہیں۔ یہ حرام ہے کہ اولاً ڈھول بجانا ہی حرام ہے پھر عورتوں کا گانا مزید برآن۔ عورت کی آواز نامحرموں تک پہنچنا اور وہ بھی گانے کی اور وہ بھی عشق و ہجر و وصال کے اشعار یا گیت۔ جو عورتیں اپنے گھروں میں چلا کر بات کرنا پسند نہیں کرتیں۔ گھر سے باہر آواز جانے کو معیوب جانتی ہیں ایسے موقعوں پر وہ بھی شریک ہو جاتی ہیں گویا ان کے نزدیک گانا بجانا کوئی عیب نہیں۔ کتنی دور تک آواز جائے کوئی حرج نہیں سمجھتیں۔ نیز ایسے گانے میں جوان کنواری لڑکیاں بھی ہوتی ہیں ان کا ایسے پڑھنا یا سننا کس حد تک ان کے دبے ہوئے جوش کو ابھارے گا اور کیسے کیسے ولولے پیدا کرے گا اور ان کے اخلاق و عادات پر کہاں تک اس کا اثر پڑے گا یہ باتیں ایسی نہیں جن کے سمجھانے کی ضرورت ہو۔ اور ثبوت پیش کرنے کی حاجت ہو۔ ناچ ڈھول باجے آتش بازی حرام ہیں۔ کون ان کی حرمت سے واقف نہیں۔ مگر بعض لوگ ایسے منہمک ہوتے ہیں کہ یہ نہ ہوں تو ان کے نزدیک گویا شادی ہی نہ ہوئی ہو بلکہ بعض تو اتنے بے باک ہوتے ہیں کہ اگر شادی میں یہ محرمات نہ ہوں تو وہ اسے غمی اور جنازہ سے تعبیر کرتے ہیں یہ خیال نہیں کرتے کہ ایک تو گناہ اور شریعت کی مخالفت ہے اور دوسرا مال ضائع کرنا ہے اور تیسرا تمام تماشائیوں کے گناہ کا یہی سبب بنتا ہے اور سب کے مجموعے کے برابر اس پر گناہ کا بوجھ ہے۔ آتش بازی میں کبھی کپڑے جل جاتے ہیں اور کبھی کسی کے مکان یا چھپر میں آگ لگ جاتی ہے۔ کوئی جل جاتا ہے۔ ناچ میں جن فواحش اور بدکاریوں اور مخرب اخلاق باتوں کا اجتماع ہے ان کے بیان کی حاجت نہیں ایسی ہی مجلسوں میں اکثر نوجوان آوارہ ہو جاتے ہیں۔ شادی میں ناچ گانے کا ہونا بعض کے نزدیک اتنا ضروری امر ہے کہ نسبت کے وقت یہ طے کر لیتے ہیں کہ ناچ لانا ہوگا۔ ورنہ ہم شادی نہ کریں گے۔ لڑکی والا یہ خیال نہیں کرتا کہ روپیہ پیسہ بے جا خرچ نہ ہوا تو اسی کی اولاد کے کام آئے گا۔ ایک وقتی خوشی میں یہ سب کچھ کر لیا۔ مگر یہ نہ سمجھا کہ لڑکی جہاں بیاہ کر گئی وہاں تو اب اس کے بیٹھنے کا بھی کوئی ٹھکانہ نہ رہا ایک مکان تھا وہ بھی سود میں گیا اس کا سلسلہ دراز ہوا تو اچھی خاصی جنگ قائم ہوگئی یہ شادی ہوئی یا اعلان جنگ ہوا۔ ہم نے مانا کہ یہ خوشی کا موقع ہے اور مدت کی آرزو کے بعد یہ دن دیکھنے نصیب ہوئے بے شک خوشی ہے مگر حد سے گزر جانا اور حدود شرع سے باہر ہو جانا کسی عاقل کا کام نہیں۔ ولیمہ سنت ہے۔ ب

نیت اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولیمہ کرو۔ خویش واقارب اور دوسرے مسلمانوں کو کھانا کھلاؤ۔ بالجملہ مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنے ہر کام کو شریعت کے موافق کرے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت سے بچے۔ اس میں دین ودنیا کی بھلائی ہے" (بہار شریعت جلد ۷ ص ۹۵)

مسئلہ ناچنا تالی بجانا۔ ستار ایک تارہ۔ دوتارہ۔ ہارمونیم۔ چنگ۔ طنبورہ بجانا۔ اس طرح دوسری قسم کے باجے ناجائز ہیں۔ (بہار شریعت ج۔۱۴ ص ۱۳۱)

مسئلہ عید کے دن اور شادیوں میں دف بجانا جائز ہے جبکہ سادے دف ہوں۔ اس میں جھانجے نہ ہوں اور نہ قواعد موسیقی پر بجائے جائیں یعنی محض ڈپ ڈھپ کی بے سری آواز سے نکاح کا اعلان مقصود ہو۔ (بہار شریعت ج ۱۳۱ ص ۱۳۰)

مسئلہ دعوت میں جانا اس وقت سنت ہے جب معلوم ہو کہ وہاں گانا بجانا لہو ولعب نہیں ہے اور اگر معلوم ہے کہ یہ خرافات وہاں ہیں تو نہ جائے اور اگر جانے کے بعد معلوم ہوا کہ یہاں لغویات ہیں تو پھر اگر وہیں یہ چیزیں ہوں تو واپس چلا آئے۔ اور اگر مکان کے دوسرے حصے میں ہیں اور جس جگہ کھانا کھایا جاتا ہے وہاں نہیں ہیں تو وہاں بیٹھ سکتا ہے اور کھا سکتا ہے پھر اگر یہ شخص ان لوگوں کو روک سکتا ہے تو روک دے اور اگر اس کی قدرت اسے نہ ہو تو صبر کرے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ یہ شخص مذہبی پیشوا نہ ہو۔ اور اگر وہ مقتدا و پیشوا ہو مثلاً علماء ومشائخ یہ اگر نہ روک سکتے ہوں تو وہاں سے چلے آئیں نہ وہاں بیٹھیں نہ کھانا کھائیں اور پہلے ہی سے یہ معلوم ہو کہ وہاں یہ چیزیں ہیں تو مقتدا ہو یا نہ ہو کسی کو جانا جائز نہیں۔ اگرچہ خاص اس حصہ مکان میں یہ چیزیں نہ ہوں بلکہ دوسرے حصہ میں ہیں" (بہار شریعت ص ۳۰ جلد شانزدہم)

حکیم الامت کے اشارات

حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی فرماتے ہیں "اعلان نکاح کے لئے وقت نکاح دف ونقارہ وغیرہ کوٹنا پیٹنا جائز ہے بشرطیکہ لہو ولعب سے خالی ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔" حلال وحرام کے مابین فرق کرنے والی چیز آواز اور دف ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔"اس نکاح کا اعلان کرو۔ اور نکاح مسجد میں کرو اور نکاح پر دف بجاؤ۔" ردالمحتار میں امام حسن سے مروی ہے کہ شادی میں مشہوری پیدا کرنے کے لئے دف بجانے میں کوئی حرج نہیں۔ نیز اس

کتاب میں ہے۔شادی کے موقع پر دف بجانے میں علماء کا اختلاف ہے اور اس طرح انہوں نے شادی اور ولیمہ میں گانا گانے میں بھی اختلاف کیا سو بعض علماء نے دف بجانے میں عدم کراہیت کا قول کیا ہے۔ غرضیکہ بکثرت احادیث وتصریحات فقہاء سے اعلان نکاح کے لئے دف پیٹنا جائز ثابت ہوتا ہے۔مگر اس شرط سے کہ اس سے لہو ولعب مقصود نہ ہو صرف اعلان نکاح کا مقصد ہو۔لہذا شرط یہ ہے کہ دف جھانج سے خالی ہو اور اس کو باقاعدہ گت کے ساتھ نہ بجایا جائے صرف لکڑی وغیرہ سے بلا لحاظ گت پیٹ دیا جائے۔ فتاویٰ عالمگیری باب الکراہتہ میں ہے۔امام ابو یوسف سے پوچھا گیا۔آیا آپ شادی کے علاوہ دف بجانا مثلاً عورت اپنے بچے کو بہلانے کے لئے دف بجائے تو آپ اسے مکروہ جانتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا میں اسے مکروہ نہیں جانتا۔ ہاں جو دف لہو ولعب کے لئے بجایا جائے میں اسے مکروہ سمجھتا ہوں۔"شامی میں ہے۔اعلان نکاح کے لئے دف بجانے میں حرج نہیں اور فتاویٰ سراجیہ میں ہے یہ اس وقت ہے جبکہ دف میں جھانج نہ ہوں اور اسے سر سے نہ بجایا جائے اور فتاویٰ ذخیرہ میں ہے" شادی میں دف بجانا مختلف فیہ ہے اور اختلاف کا محل یہ ہے کہ اس میں جھانج نہ ہوں ورنہ مکروہ ہے۔شرح مشکوٰۃ میں حدیث یضرین بالدف کے تحت فرمایا۔ان بچیوں کے دف میں جھانج نہ تھا۔اس حدیث میں اس باب پر دلیل موجود ہے کہ نکاح اور رخصتی کے وقت دف بجانا جائز ہے جبکہ مقصود اعلان نکاح ہو۔اور اگر دف کے ساتھ جھانج ہوں تو یہ بالاتفاق مکروہ ہونا چاہیئے۔"اسی لئے باجوں کی حرمت بیان کرتے وقت فقہاء مزامیر یا ملاہی کا لفظ استعمال کرتے ہیں درمختار میں ہے۔"ملاہی کی آواز سننا حرام ہے". اور اسی میں ہے ملاہی کا سننا گناہ ہے اور ملاہی کے پاس بیٹھنا فسق ہے۔،اور اس موقع پر صرف دف کا اطلاق نہیں فرماتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گت کے ساتھ دف بجانا لہو کی نیت سے ملاہی میں داخل ہو کر حرام ہے۔اور بغیر گت اعلان کے لئے دف وغیرہ پیٹنا جائز ہے۔اسی طریقہ سے احادیث مخالفت مزامیر اور اعلان بالدف وغیرہ کے جائز ہونے میں تطبیق کی جائے گی۔شامی میں ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ لہو ولعب کے آلات بنفسہا حرام نہیں ہیں بلکہ ان کے سبب سے جو لہو ولعب مقصود ہوتا ہے وہ حرام ہے۔ بھلا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ بعینھا ان ہی آلات کا بجانا بعض دفعہ حلال ہوتا ہے اور بعض دفعہ حرام بہ سبب نیت اور مقاصد کے اختلاف کے"۔

یہ ہیں فقہائے امت کے ارشادات۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اللہ اور اُس کے رسول اور فقہائے امت کی ہدایات پر عمل کریں اور شیطانی راستہ سے اجتناب کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۲ ربیع الاوّل ۱۴۰۴ھ)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پینتالیسواں مقالہ

مسلمان عورت کا رہن سہن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین امابعد۔ جناب شیخ عبدالجبار عاصی نائب ناظم انجمن احباب اہل سنت ضلع مظفرآباد نے راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفراللہ تعالیٰ لہ پر مسلمان عورتوں کے رہن سہن کے بارہ میں دس سوالات پیش کیے اور ان کا جواب رسالہ کی صورت میں مفصل لکھنے کی فرمائش کی۔ ان کی اس فرمائش پر یہ رسالہ مسلمان عورت کا رہن سہن لکھا گیا ہے۔ اللہ کریم جل شانہ یہ دینی خدمت قبول فرمائے۔ آمین۔

سوال نمبر ۱ مسلمان عورتوں اور نوجوان بچیوں کے سر کے بال کٹوانا کیسا ہے۔ حجام محرم ہو یا غیر محرم؟

الجواب بتوفیق اللہ الوہاب:۔ عورتوں کو سر کے بال کٹوانا (جیسا کہ اس زمانہ میں نصرانی عورتوں نے کٹوانے شروع کر دیے ہیں) ناجائز اور گناہ ہے۔ اور حدیث میں اس عمل پر لعنت فرمائی گئی ہے۔ اگر شوہر نے بیوی کو ایسا کرنے کو کہا ہے، جب بھی یہی حکم ہے کہ بیوی ایسا کرنے میں گناہگار ہوگی۔ کیونکہ شریعت کی نافرمانی کرنے میں کسی کا کہنا نہیں مانا جائے گا۔ (درمختار ص ۱۸۸ ج ۵)

اور امام طوری تکمہ بحرالرائق ص ۲۰۵ میں فرماتے ہیں۔ واذا حلقت المراۃ شعر راسہا فان کان لوجع اصابہا فلا باس بہ وان حلقت تشبہ الرجال فھو مکروہ جب کوئی عورت اپنے سر کے بال اس غرض سے مونڈھے کہ اس کے سر میں درد پیدا ہو گیا ہے تو اس میں حرج نہیں اور اگر مردوں سے مشابہت کے لیے مونڈھے تو مکروہ ہے۔

سنا ہے کہ بعض مسلمان گھروں میں بھی عورتوں کے بال کٹوانے کی بلا آ گئی ہے ایسی پر قینچ دیکھنے میں لونڈا معلوم ہوتی ہیں اور حدیث میں فرمایا کہ عورت مردانہ ہیئت میں ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہے جب عورت کے لیے بال کٹوانا حرام تو اس کے لیے بال مونڈوانا بدرجہ اولیٰ حرام ہے کہ یہ بھی ہندوستان کے مشرکین کا طریقہ ہے کہ جب ان کے ہاں کوئی مرتا ہے یا تیرتھ کو جاتی ہیں تو بال مونڈوا دیتی ہیں۔

(بہار شریعت ص ۱۹۹ ج ۱۶)

عورت کے بال مونڈنے والا حجام اس عورت کا محرم ہو تب بھی اس کا بال کٹوانا یا مونڈوانا حرام ہے۔ اور اگر حجام غیر محرم ہے تو پھر اس میں حرمت اور زیادہ ہے کہ غیر محرم کے سامنے بے پردہ ہونا اور غیر محرم کا اسے چھونا سب حرام ہے۔ اللہ کریم آج کل کی فیشن ایبل عورتوں کو ہدایت نصیب کرے تاکہ وہ احکام اسلام کی

پابند نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال نمبر ۲

کتنی عمر کی بچیوں کے سر کے بال کٹوانا جائز ہے اور ان کے بال کٹوانے کی جگہ مونڈوانا کیسا ہے؟

(الجواب) نادان معصوم بچیوں کے بال کٹوانے یا مونڈنے میں حرج نہیں لیکن باہوش بچیوں کے سر کے بال مونڈنے یا کٹانے میں ان کے والدین یا ورثاء پر گناہ ہے اور بالغ بچیاں خود اپنی مرضی سے بال کٹائیں تو گناہ خود ان پر ہے جبکہ ان کے والدین ان کی اس حرکت پر رضامند نہ ہوں۔ ورنہ وہ بھی گناہ گار ہوں گے۔ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی لکھتے ہیں۔ و کذا ای مر فی آفات الید ایضاً بیان حلق شعر رأس المرأة بلاعذر یقتضی ذلک فانه لا یجوز روی النسائی باسناده عن علی رضی الله عنه انه قال نهی رسول الله صلی الله علیه و سلم عن أن تحلق ای عن حلق المرأة راسها الابعذر من مرض او وجع او کثرة القمل ونحو ذلک لانه مثلة فی حقها و تشویة لخلقها او تشبه بالرجال و هی ممنوعة من ذلک کله و کذا ای مرفی آفات الید ایضا بیان القزع روی البخاری ومسلم باسنادهما عن ابن عمر رضی الله عنهما ان رسول الله صلی الله علیه و سلم نهی عن القزع وزادای الراوی فی روایة اخری قلت لنافع و ما القزع قال هو ان یحلق بعض شعر رأس الصبی و کذلک فی غیر الصبی من البالغین والبالغات والبنات الصغار و لکن لما کانت عادة العرب فعل ذلک بالصبی خصه به فالکراهة علی البالغ الذی یأمر بذلک من ولی الصبی اوامه و فی البالغ الکراهة علیه اذ تعمده. و یترک بعض من شعر راسه ولابد ان یکون ذلک فی مواضع متعددة ثلاثة من الرأس لیکون قزعاً فلوکان فی مواضع واحدة فلیس بقزع فلایکره کماسبقت الاشارة الیه.

(الحدیقۃ الندیہ ص ۵۸۵ ج ۲) واللہ اعلم بالصواب۔

سوال نمبر ۳

عورت کے سر کے بال کھلے ہوں یا گندھے ہوں؟ بعض علاقوں میں عورتیں سر کے بال گوندھواتی

ہیں ۔ یہ کیسا ہے؟
(الجواب) عورت کے سر کے بال کھلے ہونا یا گوندھا ہونا ضروری نہیں ۔ ہاں قدیم سے رواج چلا آرہا ہے کہ سر کے بال گوندھواتی ہیں اس لئے بہتر گوندھوانا ہی ہے فتاوی عالمگیری میں ہے۔ **ولا باس للمراۃ ان تجعل فی قرونها و ذوائبها شیئا من الوبر کذا فی فتاوی قاضی خان**۔ یعنی عورت کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں کہ اپنی چوٹیوں اور مینڈھیوں میں ریشم کا دھاگہ (پراندہ) استعمال کرے جیسا کہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال نمبر ۴

عورت کا تنگ لباس بنانا اور پہننا جس سے اس کی کمر اور پستان وغیرہ اعضائے جسمانی واضح طور پر نظر آئیں کیسا ہے؟
(الجواب) عورت کے لیے ایسا لباس پہننا اور بنوانا جس سے اس کی کمر اور دوسرے اعضائے جسمانی کی ہیئت نظر آئے۔ اگرچہ کپڑا موٹا ہو کہ جسم نظر نہ آئے شرعاً ممنوع ہے اور ایسا پتلا اور تنگ سلا ہوا کپڑا پہننا جس سے اعضائے جسمانی نظر آرہے ہوں سخت حرام ہے آج کل کی جاہل بے پردہ عورتیں اس شرعی حکم کی مطلق پرواہ نہیں کرتیں بلکہ وہ تنگ اور باریک لباس پہن کر مردوں کے لیے زیادہ سے زیادہ جاذب نظر بننے کی کوشش کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ایسی بے باک عورتوں کو اپنا خوف اور آخرت کا ڈر نصیب کرے۔ آمین۔

ہفت روزہ سواد اعظم لاہور کا ایک مضمون

ہفت روزہ سواد اعظم لاہور بابت ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ کے اداریہ نویس قمطراز ہیں پردہ عورتوں کے لیے شرعاً نہایت ضروری ہے اور جن مردوں بھائی چچا ماموں وغیرہ سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے۔ ان کے سوا باقی ان تمام مردوں سے جن کے ساتھ کسی وقت نکاح ہو سکتا ہے پردہ کرنا لازمی ہے اگرچہ وہ کتنے ہی عزیز اور قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ از روئے شریعت بے پردگی سخت ممنوع و ناجائز گناہ اور عذاب و غضب خداوندی کا موجب بدکاری کا دروازہ اور بے حیائی و فحاشی کا باعث ہے۔ اور عورتوں کی آزادی و بے پردگی۔ مخلوط کالجوں۔ اداروں، مجلسوں، دفتروں اور کلبوں کی رونق بننا کھیلوں اور ٹیموں میں شامل ہونا۔ اخبارات و رسائل اور اشتہارات میں عورتوں کی تصاویر شائع کرنا۔ مردانہ شعبوں میں ملازمت

کرنا۔ مغنیہ (گویا) رقاصہ (ایکٹرس) کا پارٹ ادا کرنا شریعت کے مزاج اور اسلام کی ہدایت کے بالکل منافی ہے۔ مستورات اور عورت کے الفاظ ہی بتا رہے ہیں کہ عورت ایسی چیز ہے جس کو پوشیدہ رکھنا اور اس کا باپردہ رہنا نہایت ضروری اور لازمی ہے اور اس کو گھر سے نکلنے کی اجازت دینا اور چراغ خانہ کی بجائے شمع محفل بنانا سراسر ظلم اور ناانصافی ہے لیکن افسوس کہ صحیح شرعی اور مکمل پردہ تو پہلے ہی بہت کم تھا مگر جو رہا سہا تھا اب وہ بھی دن بدن اٹھتا چلا جارہا ہے۔ اور دیہاتوں میں جہالت اور شہروں میں فرنگی تعلیم وتہذیب کی آفت اور بعض مجالس میں اندھی عقیدت کے باعث اس پردہ کی دھجیاں اڑائی جارہی ہیں اور اس آزادی بے پردگی واختلاط کے باعث روزمرہ بکثرت چھیڑ چھاڑ بے حیائی زناکاری اغوا قتل خونریزی کی لرزہ خیز و شرمناک وارداتیں منظر عام پر آرہی ہیں اس صورت حال کا مقابلہ، جرائم کا سد باب، عزت وناموس کا تحفظ اور امن وسکون کی فضا کا قیام صرف اور صرف ایسی صورت میں ممکن ہے کہ اللہ تعالی کے آخری نبی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وتعلیمات کو اپنایا جائے اور زیادہ سے زیادہ پھیلایا جائے۔ ذیل کا مضمون اسی مقصد کے پیش نظر تحریر میں آیا ہے۔ مسلمان مردو اور عورتو۔ خدارا اسے بغور پڑھو۔ اپنے گھر اپنے ماحول اور اپنے ملک ومعاشرہ کی حتی الامکان اصلاح کرو۔ بے حیائی بدکاری اور بے دینی کے سیلاب کو روکو اور دنیوی واخروی رسوائی اور تباہی سے بچ جاؤ۔ پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی تھی۔

نابینا سے پردہ

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں اور میمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھیں۔ کہ اچانک حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ (نابینا صحابی) حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے آنے پر حضور نے ہم دونوں کو فرمایا۔ ان سے پردہ کرو۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ کیا یہ نابینا نہیں ہیں؟ جو ہمیں دیکھ نہیں سکتے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم دونوں بھی نابینا ہو۔ جو تم انہیں نہیں دیکھتیں۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا نابینا غیرمحرم سے پردہ کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ آنکھ والے سے جب مومنوں کی ماؤں کو نابینا صحابی سے اس اہتمام کے ساتھ پردہ کرایا جارہا ہے تو جو عورتیں بینا مردوں کو دیکھتی، بن سنور کر بازاروں گلیوں۔ شاہراہوں پر گھومتی پھرتی، فاسقوں کے سامنے چلتی اور آنکھ والے

مردوں کی مجالس میں شریک ہوتی اور ناچتی گاتی ہیں۔ ان کا اور ان کے سرپرستوں کا کیا حال ہوگا۔ استغفر اللہ العظیم۔

اہل قبر سے پردہ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کی جب میرے حجرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے والد (ابوبکر رضی اللہ عنہ) مدفون تھے تو یہ سمجھتے ہوئے کہ یہاں صرف میرے شوہر محترم اور والد ماجد ہی ہیں۔ پردہ کا اہتمام کئے بغیر ہی حاضر ہو جاتی تھی۔ لیکن جب حضرت عمر بھی وہاں دفن ہو گئے تو اس کے بعد میں حضرت عمر سے شرم کے باعث اپنے آپ کو کپڑے میں خوب لپیٹ کر (باپردہ) وہاں حاضر ہوتی تھی۔ اس حدیث پر غور فرمائیں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہء راشد کی قبر سے پردہ کا اتنا اہتمام فرماتی ہیں۔ تو جو بے حیا عورتیں بے پردہ زندوں کے سامنے چلتی پھرتی اور اسی طرح بزرگان دین کے مزارات پر حاضر ہوتی ہیں ان کا کیا حشر ہوگا۔

جنت سے محروم عورتیں

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (میرے بعد) ایسی عورتیں ہوں گی جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔ خود مردوں کی طرف مائل ہوں گی اور مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی۔ ان کے سر ناز سے اونٹوں کے خم دار کوہان کی طرح ہوں گے ایسی عورتیں نہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ وہ جنت کی خوشبو سونگھیں گی۔ حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی مسافت (پانچ سو سال کی راہ سے) سونگھی جائے گی۔ (مسلم شریف)

اور دوسری روایت میں ہے کہ ایسی عورتوں پر لعنت بھیجو کیونکہ یہ ملعون ہیں۔

جو عورتیں باریک تنگ اور چست کپڑے پہنتی ہیں کپڑے پہن کر اپنے بازو سینہ رخسار وغیرہ ننگے رکھتی ہیں اور کپڑے پہننے کے باوجود ننگی رہتی اور بے حیائی پھیلاتی ہیں۔ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کی روشنی میں اپنی حالت پر غور کرنا چاہیے اور دنیا کی چند روزہ عیاشی اور فیشن پرستی کے باعث جنت سے محروم اور ملعون نہیں بننا چاہیے۔

بے پردہ عورتوں کو عذاب دوزخ

شب معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ سر کے بالوں اور پستانوں سے لٹکی ہوئی ہیں اور ان کے نیچے آگ سلگ رہی ہے جبرائیل نے عرض کیا۔ حضور یہ وہ عورتیں ہیں جو غیرمحرم مردوں سے پردہ نہیں کرتی تھیں۔ اور خاوند کے سوا دوسروں کے لیے بناؤ سنگار کرتی تھیں اور دوسری روایت میں ہے جو عورت اپنے خاوند کے سوا کسی کو دکھانے کے لیے سرمہ لگاتی ہے خدا اس کا منہ کالا کرے گا۔ اور اس کی قبر کو دوزخ کا گڑھا بنائے گا۔ (تفسیر روح البیان ونزہتہ المجالس)۔

اللہ اکبر غیرمحرم کو بناؤ سنگار دکھانا کتنے شدید عذاب کا باعث ہے۔

دیور سے پردہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غیرمحرم عورتوں کے پاس جانے سے پرہیز کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ دیور کے متعلق کیا حکم ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیور موت ہے۔ (بخاری ومسلم)

دیور وغیرہ رشتہ داروں سے عموماً پردہ نہیں کیا جاتا۔ اور لوگ اس معاملہ میں بڑے غافل اور بے پرواہ واقع ہوئے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیور کو موت سے تعبیر فرمارہے ہیں۔ یعنی دیور کا بلاتکلف بھاوجہ کے پاس آنا جانا اور بھاوجہ کا اس سے پردہ نہ کرنا اور دونوں کا تنہائی میں بیٹھنا موت کی طرح مہلک خطرناک اور شدید فتنہ کا باعث ہے۔

کاش مسلمان ان ارشادات پر غور فرمائیں اور اس فتنہ وہلاکت سے محفوظ رہیں جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نشاندہی فرمائی ہے۔ اور بے تکلفی و بے پردگی کے باعث جس کا مظاہرہ ہوتا رہتا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔

شیطان کا ساتھی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہیں ہوتا مگر یہ کہ تیسرا ان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔ (ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ غیرمحرم مرد وعورت کی تنہائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے خلاف ہے۔ سخت

خطرہ کا باعث اور شیطان کی شیطانیت کے لیے بڑا آسان موقعہ ہے۔ یاد رہے کہ غیر محرم مرد کے لیے یہی حکم ہے۔ چاہے وہ کوئی عام شخص ہو یا غیر محرم رشتہ دار ہو یا کوئی صوفی مولوی پیر فقیر ہو۔

والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔

عورت کا مصافحہ

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس عورت کو بیعت فرماتے اسے زبان مبارک سے بیعت فرماتے۔ میں نے تجھے بیعت کیا۔ خدا کی قسم سلسلہ بیعت میں آپ کا ہاتھ کبھی کسی عورت کے ہاتھ سے نہ چھوا (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کا آقا و مولا اور باپ ہونے کے باوجود جب اتنی احتیاط فرمائی اور آپ کا ہاتھ کبھی کسی عورت کے ہاتھ کے ساتھ نہیں چھوا بلکہ آپ نے خود فرمایا کہ میں عورتوں کے ساتھ مصافحہ نہیں کرتا تو اور کسی کے لیے یہ کام کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ اس کا ہاتھ کسی غیر محرم عورت کے ہاتھ سے چھوئے اور آپس میں مصافحہ بازی کی جائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغرب زدہ تعلیم یافتہ عورتوں کا اپنے ہم جنس مردوں (مسٹروں) سے مصافحہ کرنا اور مرید عورتوں کا پیروں، پیرزادوں اور صاحب زادوں کے ساتھ ہاتھ ملانا۔ ان کی دست بوسی کرنا۔ اور ان کے پاؤں کو دبانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے خلاف اور شرعاً ناجائز ہے۔

عورتوں کا جہاد

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا مردوں کی طرح عورتوں پر جہاد ہے؟ حضور نے فرمایا ہاں ان پر ایسا جہاد ہے جس میں جنگ نہیں یعنی حج اور عمرہ۔ (ابن ماجہ)

اور دوسری روایت میں ہے تمہارا جہاد حج ہے (مشکوۃ) یعنی مردوں کی طرح عورتوں پر جہاد نہیں ہے۔ اگر ان کی استطاعت ہو تو ان کا حج و عمرہ ہی ان کا جہاد ہے۔ لہٰذا جہاد کے نام پر مردوں کا عورتوں کو جنگی مشقیں کرانا اور سلامی لینا اور اس طرح عورتوں مردوں کا آپس میں ملنا ملانا شرعاً جائز نہیں۔ عورت کا کام سپاہی بننا نہیں بلکہ گھر رہ کر سپاہی کی تربیت کرنا ہے۔ یاد رہے کہ اس کے باوجود کہ عورتوں کا حج عمرہ ان کا جہاد بھی ہے۔ استطاعت کے باوجود عورت کا محرم کے بغیر سفر کرنا اور حج کو جانا ناجائز ہے۔

عورت کا سفر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہرگز کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے اور ہرگز کوئی عورت اپنے محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں جہاد کے سلسلہ میں میرا نام لکھا گیا ہے۔ اور میری عورت حج کے لیے جا رہی ہے فرمایا تو جا اور عورت کے ساتھ جا کر حج کر۔ (مسلم۔ بخاری)

دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو محرم کے بغیر تنہا سفر کرنے سے کس طرح منع کیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں اتنا اہتمام فرمایا ہے کہ جہاد پر جانے والے کو جہاد کی بجائے اپنی بیوی کے ساتھ حج کرنے کا حکم فرمایا۔ تاکہ اس کی بیوی تنہا حج کو نہ جائے۔ تو جب عورت کے لیے محرم اور شوہر کے بغیر حج جیسے مقدس و مبارک سفر پر جانا جائز نہیں تو عورتوں کا تنہا دیگر مقامات و اعراس پر جانا اور مختلف مشاغل کے لیے کراچی سے پشاور تک پہنچنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اہم حکم کے خلاف تنہا سفر کرنے والی عورتوں کا جو آئے دن عبرتناک حشر ہوتا ہے وہ باخبر سے مخفی نہیں ہے۔ کاش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل ہو اور دنیا و آخرت کی سرخروئی حاصل ہو۔

عورت کی تعلیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عورتوں کو بالا خانوں پر نہ رکھو۔ اُنہیں لکھنا نہ سکھاؤ۔ انہیں چرخہ کاتنا بتاؤ۔ اور سورہ نور پڑھاؤ۔ (بیہقی۔ ابن حبان)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے خلاف عورتوں کو لکھنا سکھانا اور چرخہ کی بجائے ناچنا گانا وغیرہ اور ناجائز کام سکھانا اور سورہ نور کی بجائے ان کو گمراہ کن فرنگی تعلیم دلانا اور فحش ناول اور مخرب اخلاق رسائل مہیا کرنا اور سینما ٹی وی دکھانا اور ناچ گانا دیکھنے سننے کے مواقع دلانا کس قدر غلطی جہالت اور تباہی کا باعث ہے۔ آج کل عام طور پر لڑکوں کے ساتھ سکولوں کالجوں کی پڑھی لکھی لڑکیاں جس طرح عاشقانہ خط و کتابت اور قلمی دوستی کے پردہ میں جو کچھ کرتی ہیں وہ کس سے مخفی ہے؟ کیا اس فتنہ کو برملا دیکھنے کے بعد بھی کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک کی حکمت اور اہمیت میں کوئی شبہ ہو سکتا ہے کہ لڑکیوں کو لکھنا نہ سکھاؤ۔ ان کے ہاتھ میں قلم دینا گویا ہلاکت کے لیے ان کو تلوار پکڑوانا ہے۔

مسلمان عورتیں اس مضمون کی ہر بات پڑھیں۔ سمجھیں اور اس پر عمل کریں تا کہ وہ عذاب اخروی اور غضب خداوندی سے بچ جائیں۔ اللہ کریم ہماری مسلمان بہنوں کو احکام اسلام کا پابند بننے کی توفیق بخشے۔ آمین واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۵

عورتوں کا شادی بیاہ اور اموات پر جانا کیسا ہے؟ اور کیسے جائیں برقعہ پہن کر یا برقعہ پہنے بغیر؟

(الجواب) شادی بیاہ اور موت کی وہ جگہیں جہاں خلاف شرع امور کا ارتکاب عموماً پایا جائے۔ وہاں عورتوں کا جانا شرعاً ممنوع ہے۔ اور یونہی جہاں جانے میں عورتوں کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہو وہاں بھی ان کا جانا جائز نہیں فتح القدیر وغیرہ کتب فقہ حنفی میں ہے۔ **وفی ما عدا ذلک من زیارة الاجانب و عیا دتهم و الو لیمة لم یا ذن لها و لو ا ذن و خر جت کا نا عاصیین۔**

اور اگر ایسی جگہ ہے جہاں خلاف شرع امور کا ارتکاب نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی وہاں کسی فتنہ کا قوی اندیشہ ہے تو ایسی جگہ عورتوں کے جانے میں حرج نہیں۔ امام عارف باللہ عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں۔ **و لعل هذا فی ما ا ذا کا ن بیت ا لو لیمة و ا لضیا فة غیر ما ء مو ن فیه علی ا لمرا ة من فساد الزمان واختلاف احوال الاخوان و ا لا فحیث جر ت ا لعا دة بذ هاب ا لنسا ء الی بیو ت الصا لحین وا لصا لحا ت من ا لاقا رب وا لجیران فی اوقا ت ا لا فراح والولا ئم و مسا عد تهن بعضهن بعضا عن طیب نفس منهن و اذ عا ن فلاباس به فا ن ذلک لیس بفسا د و ا لصلا ح با ق فی ا لا مة عندا هله وا لناس بالناس فی جمیع الازمان. والله اعلم۔** بہر حال اگر شادی موت کے لیے جانا ضروری ہو تو باپردہ جائے خواہ برقعہ پہن کر یا چادر اوڑھ کر۔ اور وہاں حتی الوسع باپردہ رہنے کی کوشش کرے۔

سوال نمبر ۶:

عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے والدین اور عزیز واقارب کے ہاں جا سکتی ہے یا نہیں؟۔ اور اگر وہ بغیر اجازت چلی جائے تو کیا حد ہے؟

الجواب: عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر کسی کی زیارت کے لیے نہیں نکل سکتی اور اگر والدین کی زیارت یا عیادت کے لیے اجازت مانگے تو خاوند کو اجازت دے دینی چاہیے۔ اور اگر وہ اس کی اجازت کے بغیر میکے چلی جائے تو اس پر گناہ ضرور ہے مگر کوئی شرعی حد لازم نہیں ہوتی۔ عارف باللہ نابلسی فرماتے ہیں۔ **وفی الخلاصة ومجموع النوازل یجوز للزوج ان یاذن لها بالخروج الی سبعة مواضع زیارة الابوین وعیادتهما وتعزیتهما اواحدهما وزیارة المحارم او کانت قابلة او غاسلة او کان لها علی اخر حق او لآخر علیها حق وتخرج بالاذن وبغیر الاذن والحج علی هذا وفی ما عدا ذلک من زیارة الاجانب وعیادتهم والخروج الی الولیمة ای الضیافة عند الاجانب لا یاذن لها ولو اذن وخرجت کانا عاصیین. (الحدیقة الندیه ص ۳۶۰ ج ۲)** واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۷ عورتوں کو خریداری کے لیے بازار میں بھیجنا کیسا ہے؟

(الجواب) عورتوں کو خریداری کے لیے بازار میں بھیجنا جائز نہیں۔ مردوں پر لازم ہے کہ وہ عورتوں کو ضرورت کی اشیاء خود بازار سے خرید کر لا کر دیں۔ آج کل جس طرح عورتیں فیشنی حالت میں بازاروں میں جاتی اور دکانداروں سے بے تکلف سودا بازی کرتی ہیں یہ شرعاً سخت حرام ہے۔ ایسی عورتیں جب تک اس حالت پر رہتی ہیں اللہ کی لعنت میں رہتی ہیں۔ امام احمد طحطاوی فرماتے ہیں۔ **سئل القاضی عن جواز خروج النساء الی المقابر فقال لا تسال عن الجواز والفساد فی مثل هذا وانما تسال عن مقدار ما یلحقها من اللعن فیه واعلم بانها کلما قصدت الخروج کانت فی لعنة الله وملائکته واذا خرجت تحفها الشیاطین من کل جانب واذا اتت القبور تلعنها روح المیت واذا رجعت کانت فی لعنةالله کذا فی الشرح عن العتارخانیه قال البدر العینی فی شرح البخاری وحاصل الکلام انها تکره للنساء بل تحرم فی هذا الزمان لاسیما نساء مصر لان خروجهن علی وجه فیه الفساد والفتنة** مقام غور کہ عورت بے پردہ ہو کر قبر کی زیارت کے لیے جائے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور گناہ میں رہتی ہے۔ تو اگر وہ بن ٹھن کر حسن نمائی کرتی ہوئی بازاروں میں سودا خریدنے کے لیے جائے تو اس پر

اللہ تعالی اور اس کے فرشتوں کی لعنت کیوں نہ برسے گی۔ اور وہ لوٹنے تک کیوں نہ گناہ میں مبتلاء رہے گی۔ اللہ کریم جل شانہ ہماری مسلمان عورتوں کو شرم وحیا کی دولت عنایت فرمائے۔ آمین۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال نمبر ۸:

بغرض علاج عورت کا ڈاکٹر یا معالج کے پاس جانا کیسا ہے؟

(الجواب) اگر علاج کرنے والی کوئی عورت نہ ملے اور مجبوراً ڈاکٹر یا معالج کے پاس جانا پڑے تو اس میں شرعاً حرج نہیں۔ الضرورات تبیح المحظورات قاعدہ کلیہ شرعیہ ہے۔ امام صدر الشریعہ بہار شریعت میں فرماتے ہیں۔ عورت کو فصد کرانے کی ضرورت ہے اور کوئی عورت ایسی نہیں جو اچھی طرح فصد کھولے تو مرد سے فصد کرانا جائز ہے۔ (عالمگیری) واللہ اعلم بالصواب

سوال نمبر ۹:

عورتوں کا پوسٹ مارٹم مرد ڈاکٹر کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب میت کو چیرنا پھاڑنا شرعاً ممنوع ہے۔ لہذا مردہ عورتوں کو نہ عورتیں پوسٹ مارٹم کریں اور نہ مرد۔ اور اگر کسی شرعی ضرورت کے پیش نظر ایسا کرنا پڑے تو اگر پوسٹ مارٹم کرنے والی عورت نہ ملے تو بامر مجبوری مرد ڈاکٹر پوسٹ مارٹم کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

سوال نمبر ۱۰:

زید نے بر سر اجلاس یہ الفاظ کہے کہ اگر میں آئندہ اپنی بیوی کو اپنے گھر لاؤں تو اس کو اس طرح دیکھوں جس طرح میں اپنی ماں بہن کو دیکھتا ہوں پھر کچھ عرصہ بعد وہ اسے اپنے گھر لے آیا۔ اس صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟

الجواب اگر یہ الفاظ طلاق کی نیت سے کہے تھے تو ان الفاظ سے ایک طلاق بائن واقع ہوگئی۔ اب اگر اسے آباد کرنا چاہتا ہے تو وہ دوبارہ نکاح کر کے آباد کر سکتا ہے۔ دوبارہ نکاح حلالہ کے بغیر ہو سکتا ہے۔ تعزیر یا کفارہ کوئی نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ المجیب عبد اللطیف عفی عنہ مفتی جامعہ نظامیہ۔ اندرون لوہاری گیٹ۔ لاہور ۱۹۸۸-۷-۱۴ (۳ ستمبر ۱۹۸۸ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چھیالیسواں مقالہ

فضیلت جہاد بالسیف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین و الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد و الہٖ واصحابہ اجمعین امّا بعد۔آج کل مقبوضہ کشمیر کے مسلمان بھارت کی کافرانہ حکومت کے مظالم سے تنگ آکر جہاد آزادی میں مصروف ہیں۔کشمیری حریت پسندوں نے اپنے وطن کی آزادی کے لیے تن من دھن کی بازی لگادی ہے" آزادی یا شہادت" کے نعرہ سے مقبوضہ کشمیر کی فضا گونج رہی ہے۔پاکستان کے روزناموں میں ہر روز حریت پسندوں کے عظیم کارنامے اور حیرت انگیز واقعات شائع ہو رہے ہیں۔بدیں حالات برادرِ طریقت حضرت مولانا محمد محفوظ چشتی نے راقم الحروف فقیر حیدری رضوی کو" جہاد بالسیف کی فضیلت" میں مختصر مضمون لکھنے کا حکم دیا تو یہ رسالہ تحریر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔اللہ اسے شرف مقبولیت بخشے اور اس کے ذریعہ سے قارئین کے دلوں میں سچا جذبۂ جہاد پیدا فرمائے۔آمین۔

جہاد بالسیف کی فضیلت

اللہ عزوجل نے متعدد آیات کریمہ میں جہاد بالسیف کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ہم یہاں بعض آیاتِ کریمہ باترجمہ پیش کرتے ہیں وباللہ التوفیق۔

۱۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یآ یُّھا الّذین اٰمنُوا ھَل ادلکم عَلیٰ تجارۃٍ تُنجیکُم من عذابٍ الیم ہ تُؤ منُون باللہ و رسُولہٖ و تُجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم و انفسکُم ط ذٰلکُم خیر" لّکُم ان کُنتُم تعلمُون ہ یغفر لکُم ذُنُوبکُم و یدُخِلکُم جنّات عدن ط ذٰلک الفوزُ العظیم" ہ و اُخریٰ تُحبُّو نھا نصر" مّن اللہ و فتح" قریب" و بشرِ المُومنین ہ

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں وہ تجارت بتادوں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ذریعہ سے جہاد کرو۔یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔اگر تم جانو۔وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں اُن باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور (وہ تمہیں) پاکیزہ محلوں میں (لے جائے گا) جو ہمیشہ کے باغوں میں ہیں۔یہی بڑی کامیابی ہے اور وہ ایک نعمت تمہیں اور دے گا۔جو تمہیں پیاری ہے (یعنی) اللہ کی مدد اور جلد آنے والی فتح۔اور (اے محبوب) مسلمانوں کو خوشخبری سُنادو۔(پ ۲۸۔رکوع ۱۰)

۲۔اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔انّ اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم و اموالھم بانّ لھم الجنۃ ط یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون و یُقتلون قف وعداً علیہ حقاً فی التورٰۃ والانجیل و القراٰن ط و من اوفیٰ بعھدہٖ من اللہ فاستبشرُوا ببیعکم الّذی بایعتم بہٖ ط و ذلک ھُو الفوز العظیم ہ

بے شک اللہ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور اموال خرید لیے ہیں۔اس بدلہ پر کہ اُن کے لیے جنت ہے۔اللہ کی راہ میں لڑیں تو ماریں اور مریں۔اُس کے ذمہ کرم پر سچا وعدہ ہے۔توریت اور انجیل اور قرآن میں۔اور اللہ سے زیادہ قول کا پورا کرنے والا کون ہے سو تم خوشیاں مناؤ اپنے اُس سودا کی جو تم نے اُس سے کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے "(پ ۱۱ رکوع ۳)۔

۳۔اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔فلیُقاتل فی سبیل اللہ الّذین یشرُون الحیوٰۃ الدُّنیا بالاخرۃ ط و من یُقاتل فی سبیل اللہ فیقتل او یغلب فسوف نُوتیہ اجراً عظیماً ہ

سو انہیں اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیے جو دُنیا کی زندگی چھوڑ کر آخرت لیتے ہیں اور جو شخص اللہ کی راہ میں لڑے پھر مارا جائے یا غالب آئے تو عنقریب ہم اسے بڑا ثواب دیں گے (پ ۵ رکوع ۷)

۴۔اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔انّ اللہ یُحبُّ الّذین یُقاتلون فی سبیلہٖ صفًا کانّھم بُنیان مّرصُوص'' بلاشبہ اللہ اُن لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اُس کی راہ میں قطار باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں (پ ۲۸ رکوع ۹)

۵۔اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔انفرُوا خفافاً وّ ثقالاً وّ جاھدُوا باموالکم و انفسکم فی سبیل اللہ ذلکم خیر ''لکم ان کُنتم تعلمُون ہ۔ ہلکی جان سے چاہے بھارے دل سے کوچ کرو اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں لڑو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو (پ ۱۰ رکوع ۱۲)

۶۔اور وہ ارشاد فرماتا ہے یا یُّھا الّذین امنُو اتّقُو اللہ و ابتغُوا الیہ الوسیلۃ و جاھدُوا فی سبیلہٖ لعلّکم تُفلحون ہ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں لڑو تا کہ تم فلاح پاؤ (پ ۶ رکوع ۱۰)۔

(۷)اور وہ ارشاد فرماتا ہے ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم و یعلم الصابرین ہ کیا تم اس گمان میں ہو کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے

تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ صبر والوں کی آزمائش کی (پ ۴۔ رکوع ۵)

۸۔ اور وہ ارشاد فرماتا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ط وان اللہ لمع المحسنین ٥ اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے۔ اور بلاشبہ اللہ نیکوں کے ساتھ ہے (پ ۲۱ رکوع ۳)

۹۔ اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔ الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃً عنداللہ ط واولٓئک ھم الفآئزون ٥ یبشرھم ربھم برحمۃٍ منہ ورضوانٍ وجنت لھم فیھا نعیم" مقیم" ٥ خلدین فیھا ابدًا ط ان اللہ عندہٗ اجر" عظیم" وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں لڑے۔ اللہ کے یہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی کامیاب ہیں۔ ان کا رب انہیں خوشخبری سناتا ہے اپنی رحمت اور رضا اور ان باغوں کی جن میں دائمی نعمتیں ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔ (پ ۱۰ رکوع ۹)

۱۰۔ اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔ لکن الرسول والذین امنو امعہٗ جاھدوا باموالھم وانفسھم ط واولٓئک لھم الخیرات ز واولٓئک ھم المفلحون ٥ اعداللہ لھم جنتٍ تجری من تحتھاالانھار خالدین فیھا ط ذلک الفوز العظیم ٥ لیکن رسول اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا۔ اور ان کے لئے بھلائیاں ہیں اور وہی کامیاب ہیں۔ اللہ نے ان کے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے (پ ۱۰۔ رکوع ۱۷)

۱۱۔ اور وہ ارشاد فرماتا ہے والذین امنو وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین اووا ونصروا اولٓئک ھم المومنون حقاً ط لھم مغفرۃ" ورزق" کریم" ٥ اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں ان کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے (پ ۱۰۔ رکوع ٦)

۱۲۔ اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔ ماکان لاھل المدینۃ ومن حولھم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول اللہ ولا یرغبوا بانفسھم عن نفسہٖ ط ذلک بانھم لا یصیبھم ظما" ولا نصب" ولا مخمصۃ" فی سبیل اللہ ولا یطئون موطئاً یغیظ الکفار ولا ینالون من عدوٍ نیلاً الا

کتب لهم بہٖ عمل" صالح" ط ان اللہ لایضیع اجرا لمحسنین ٥ ولا ینفقون نفقۃً صغیرۃً ولا کبیرۃً ولا یقطعون وادیاً الا کتب لهم لیجزیهم اللہ احسن ما کانوا یعملون ٥ مدینہ والوں اوران کے گرد دیہات والوں کولائق نہ تھا کہ وہ رسول اللہ سے پیچھے بیٹھ رہیں اور نہ یہ کہ ان کی جان سے اپنی جانوں کو پیارا سمجھیں۔ یہ اس لئے ہے کہ انہیں جو پیاس اور تکلیف اور بھوک اللہ کی راہ میں پہنچتی ہے اور جہاں ایسی جگہ قدم رکھتے ہیں جس سے کافروں کوغیظ آئے اور جو کچھ وہ کسی دشمن کا بگاڑتے ہیں اس سب کے بدلہ میں ان کے لئے نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ بے شک اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا اور وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں چھوٹا یا بڑا اور وہ جو نالہ طے کرتے ہیں۔ سب ان کے لئے لکھا جاتا ہے تا کہ اللہ ان کے سب سے بہتر کاموں کا انہیں صلہ دے۔ (پ ۱۱۔ رکوع ۴)

سبحان اللہ! ان بارہ آیات مبارکہ میں جہاد بالسیف کی یہ عظیم فضیلتیں بیان ہوئیں کہ جہاد کرنے والوں کے لئے گناہوں کی بخشش جنتوں میں داخلہ، جنات عدن میں دائمی سکونت، فوز وفلاح اور اجر عظیم، خلعت و رزق کریم۔ خیریت ابدی، عنداللہ درجات عالیہ، دائمی نعمات الٰہی رحمت و رضائے خداوندی جنت میں خلود، سبل خداوندی کی طرف ہدایت اور ہر قدم و درہم پر اجر وثواب ہے۔ ان کرامات جلیلہ کے سامنے جان و مال و مشقت کی کیا حیثیت ہے۔ اللہ کریم ہر مسلمان کوتوفیق جہاد بخشے۔ آمین۔

ارشادات نبوی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی احادیث مبارکہ میں جہاد بالسیف کی عظیم فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔ یہاں بعض روایات مبارکہ تبرکاً نقل کی جاتی ہیں وباللہ بالتوفیق۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اور اللہ اپنی راہ میں جہاد کرنے والے کو جانتا ہے روزہ دار عبادت گذار کی مثال کی طرح ہے اور اللہ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والے سے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ اگر وہ اسے وفات دے تو اسے جنت میں داخل کرے۔ اور اگر اسے سلامت لوٹائے تو اجر اور مال غنیمت کے ساتھ لوٹائے (بخاری شریف ص ۳۹۱ ج ۱)

۲۔ اور حضرت ابوعبس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" جس

شخص کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو جائیں اللہ اس پر دوزخ حرام کر دیتا ہے"

(جامع صغیر ص ۱۶۵ ج ۲)

۳۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص ایک شام اللہ کی راہ میں چلے۔ اس کے قدموں کو جتنا غبار لگے گا۔ قیامت کے دن اس کے لئے اتنی کستوری ہوگی۔ (جامع صغیر ص ۱۷۱ ج ۲)

۴۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ "جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے۔ اللہ کے ذمہ کرم پر واجب ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے خواہ جہاد فی سبیل اللہ کرے یا اپنے آبائی وطن میں بیٹھا رہے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا ہم لوگوں کو یہ اچھی خبر نہ سنا دیں۔ فرمایا بلاشبہ جنت میں ایک سو درجے ہیں جو اللہ نے مجاہدین کے لئے تیار کیے ہیں۔ ہر دو درجہ کے مابین اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے مابین ہے۔" (بخاری شریف ص ۳۹۱ ج ۱)

۵۔ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ کی راہ میں ایک دن رات گھوڑا باندھنا ایک مہینہ کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے اور اگر یہ شخص مرجائے تو اس کے وہ عمل جاری رکھے جاتے ہیں جو وہ کرتا ہے اور اس کا رزق جاری کیا جاتا ہے اور وہ فتنوں سے محفوظ ہوتا ہے" (مشکوٰۃ ص ۵۶ ج ۲)

۶۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تم پر جہاد کرنا لازم ہے کیونکہ وہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اللہ اس کے ذریعہ سے پریشانی اور غم دور فرماتا ہے (جامع صغیر ص ۶۳ ج ۱)

۷۔ اور حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص مہار والی اونٹنی لے کر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا یہ اونٹنی اللہ کی راہ میں ہے (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "قیامت کے دن اس ایک اونٹنی کے بدلہ میں تجھے سات سو مہار والی اونٹنیاں ملیں گی۔

(مشکوٰۃ ص ۵۶ ج ۲)

۸۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا ''کوئی شخص اللہ کی راہ میں زخمی نہیں ہوتا اور اللہ اپنی راہ میں زخمی ہونے والے کو جانتا ہے مگر یہ کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہتا ہوگا۔ اس کا رنگ خون کا رنگ اور اس کی بو کستوری کی خوشبو ہوگی۔'' (مشکوٰۃ ص ۵۶ ج ۲)

۹۔ اور حضرت ابن عائذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کا جنازہ پڑھانے کے لئے نکلے۔ پھر جب اسے رکھا گیا تو عمر بن خطاب بولے یا رسول اللہ اس شخص کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں کیونکہ یہ گناہ گار ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم میں سے کسی نے اس شخص کو کوئی اسلامی کام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ۔ اس نے ایک رات جہاد میں پہرہ دیتے ہوئے گزاری ہے۔ پھر آپ نے اس کی جنازہ کی نماز پڑھی اور اس کی قبر پر مٹی ڈالی اور فرمایا "تیرے ساتھی خیال کرتے ہیں کہ تو دوزخی ہے حالانکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جنتی ہے۔" (مشکوٰۃ ص ۶۱ ج ۲۹۰)

۱۰۔ اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص دشمن سے ملے پھر وہ یہاں تک صبر کرے کہ شہید ہو جائے یا غلبہ حاصل ہو جائے تو وہ اپنی قبر میں آزمایا نہیں جاتا۔ (جامع صغیر ص ۱۸۱ ج ۲)

۱۱۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ کی راہ میں ایک رات پہرہ دینا ان ہزار راتوں سے بہتر ہے جن میں قیام کیا جائے اور ان کے دنوں کے روزے رکھے جائیں (جامع صغیر ص ۱۴۷ ج ۲)

۱۲۔ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کا سامان جہاد تیار کرے وہ خود جہاد کرتا ہے اور جو غازی کے گھر کی دیکھ بھال کرے وہ خود جہاد کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۵۶ ج ۲)

۱۳۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "سب سے بہتر اس شخص کی زندگی ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے ہے۔ جب کوئی خوفناک آواز سنتا ہے یا خوف میں اسے بلاتا ہے تو اڑ کر پہنچ جاتا ہے۔ قتل اور موت کو ان کی جگہوں میں تلاش کرتا ہے (یعنی مرنے کی جگہ سے ڈرتا نہیں ہے) (مشکوٰۃ ص ۵۶ ج ۲)

۱۴۔ اور حضرت ابو مضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "البتہ اللہ کی راہ میں ایک سفر پچاس حجوں سے بہتر ہے (جامع صغیر ص ۱۲۳ ج ۲)

۱۵۔ اور حضرت مکحول سے مرسلاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "البتہ اللہ کی راہ میں ایک لڑائی میرے نزدیک چالیس حجوں سے زیادہ محبوب ہے" (جامع صغیر ص ۱۲۴ ج ۲)

۱۶۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "البتہ اللہ کی راہ میں ایک صبح کو نکلنا یا ایک شام کو نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے (جامع صغیر ص ۱۲۴ ج ۲)

۱۷۔ اور حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اللہ کی راہ میں مال خرچ کرے اسے سات سو گنا اجر ملتا ہے۔" (مشکوٰۃ ص ۵۸ ج ۲)

۱۸۔ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص اللہ کی راہ میں اتنا وقت لڑے جتنے میں دو دفعہ دوہا جاتا ہے تو اس کے لئے جنت لازم ہو جاتی ہے (مشکوٰۃ ۵۸ ج ۲)

۱۹۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دو آنکھیں ہیں جنہیں آگ نہیں چھوئے گی۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے ڈر سے روئے اور دوسری وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے جاگتی رہے۔" (مشکوٰۃ شریف ص ۵۸ ج ۲)

۲۰۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ کی راہ میں ایک دن سرحد پر ڈیرا ڈالنا دوسری جگہوں میں ایک ہزار دن ڈیرا ڈالنے سے بہتر ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۵۹ ج ۲)

مسلمان ان بیس احادیث نبویہ کو بغور پڑھیں اور سوچیں کے اللہ کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد بالسیف کی کتنی عظیم فضیلتیں اور کتنا بڑا اجر و ثواب بیان فرمایا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں یہ سعادت حاصل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نصیب کریں۔ آمین۔

شہادت کی فضیلت

کفار سے جہاد بالسیف کرتے ہوئے میدان جنگ میں جو مسلمان مارا جائے وہ شہید ہے اللہ عزوجل اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی بڑی فضیلت اور اجر وثواب بیان کیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ا۔ ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات'' ط بل احیآء'' و لکن لا تشعرون۔ اور تم ان لوگوں کے بارے میں جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے یہ نہ کہو وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔

(پ۲ رکوع۳)

اور حضرت مقدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ کے نزدیک شہید کی سات کرامتیں ہیں۔ پہلی دفعہ میں اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں (۲) اور وہ جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھتا ہے اور (۳) قبر کے عذاب سے بچالیا جاتا ہے (۴) اور قیامت کی بڑی پریشانی سے محفوظ ہوتا ہے (۵) اور اس کے سر پر عزت کا تاج رکھا جائے گا جس کا ہر ایک موتی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور (۶) اس کا نکاح بہتر حوروں سے ہوگا (۷) اور وہ اپنے ستر قریبی رشتہ داروں کی شفاعت کرے گا۔
(مشکوٰۃ ص۵۹ ج۲)

آخری گذارش

جہاد بالسیف کی فضیلت میں وارد شدہ آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ پیش کرنے کے بعد ہم اہلیان آزاد کشمیر و پاکستان سے یہ گذارش کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ وہ کشمیر کی آزادی کے لئے جامع منصوبہ بنا کر عملی طور پر آزادی کے حصول کی کوشش کریں۔ صرف جلسے جلوس نکالنے اور اخبارات میں مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں سے اظہار یکجہتی کے لئے بیانات شائع کرا دینے سے منزل مقصود نہیں ملے گی۔ مقبوضہ کشمیر کی آزادی کے لئے ایک ہی راستہ متعین ہے اور وہ جہاد بالسیف ہے لہٰذا جہاد کرکے کشمیر کے مسلمانوں کو امن و امان اور آزادی دلانا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمان مجاہدین کو یہ سعادت نصیب کرے آمین۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۱ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تأثرات وتبصرہ جات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ۔ کتاب ''مقالات حیدری'' کے تین حصے شائع ہو کر شائقین علم کے ہاتھوں میں پہنچے ہیں۔آج کل کے دور میں پیش آنے والے اعتقادی وعملی مسائل کے حل میں یہ کتاب ایک ''نصابی کتاب'' کی حیثیت رکھتی ہے۔احباب کے اصرار پر اس کا چوتھا حصہ ترغیبات وترہیبات کے بارہ میں بھی ترتیب دیا گیا ہے۔عام اسلامی عبادات اور عام کبیرہ گناہوں کے متعلق ان شآء اللہ العزیز کتاب کا یہ حصہ بھی مفید وکارآمد ثابت ہوگا۔

مقالات حیدری کے ابتدائی تین حصوں کے بارہ میں رسائل میں جو تبصرہ جات شائع ہوئے ہیں اور احباب نے جو تأثرات اپنے خطوط میں ہمیں لکھے ہیں ان کو ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ نئے قارئین کی ترغیب کا باعث ہو۔وباللہ التوفیق۔

(۱) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کا تبصرہ

ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کے تبصرہ نگار ''مقالات حیدری'' حصہ اول کا تبصرہ بدیں الفاظ لکھتے ہیں۔''مقالات حیدری'' (حصہ اول) مؤلفہ ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری ضخامت ۳۶۷ صفحات قیمت ۱۳۵ روپے۔ ملنے کا پتہ مکتبہ حیدریہ بازار سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر۔مختلف اوقات میں شائع ہونے والے مقبول دینی مقالات کو کتابی شکل میں جمع کر دیا گیا ہے۔ان مقالات کی تعداد چھبیس ہے۔قارئین ضرور مطالعہ کریں۔(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔اگست ۲۰۰۴ء ص ۹۴)

(۲) ماہنامہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ کا تبصرہ

اہل سنت کے محبوب ماہنامہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ کے تبصرہ نگار اس کتاب کے حصہ اول کے بارہ میں لکھتے ہیں۔

یہ خوبصورت مجلد کتاب مولانا احمد حسین قاسم الحیدری رضوی کی تصنیف ہے۔جس میں مصنف کے ہر ماہ مختلف موضوعات پر شائع ہونے والے مقالات میں سے چھبیس مقالات یکجا کر کے شائع کیے گئے ہیں۔جو سنی اعتقادت واسلامی تعلیمات سے متعلق موضوعات پر مشتمل بیش بہا معلومات وحوالہ جات کا ذخیرہ ہے۔اور عوام وعلمائے اہل سنت کے لئے یکساں مفید ہیں۔صفحات ۳۶۷۔ہدیہ۔۱۳۵ روپے

(ماہنامہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ۔ فروری ۲۰۰۳ء)

اور مقالات حیدری کے اول دوم دونوں حصّوں کے بارہ میں لکھتے ہیں۔

''مقالات حیدری'' یہ خوبصورت کتاب مولانا علامہ احمد حسین قاسم الحیدری کے علمی و تحقیقی مقالات و مضامین کا مجموعہ ہے۔ حصہ اول اعتقادیات و تعلیمات کے بارہ میں ہے جس کا ہدیہ ۱۳۵ روپے ہے۔ اور دوسرا حصہ فقہی مسائل ؤ احکامات کے بارہ میں ہے۔ جس کا ہدیہ ۱۶۵ روپے ہے دونوں حصوں کا مجموعی ہدیہ ۳۰۰ روپے ہے۔ زیادہ تعداد میں خریداری پر خصوصی رعایت دی جائے گی۔ (ماہنامہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ۔ اگست ۲۰۰۴ء)

اور اسی ماہنامہ میں تبصرہ نگار مقالات حیدری کے حصہ سوم کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ ''مقالات حیدری'' کا تیسرا حصہ بھی عمدہ کاغذ کے ۵۷۶ صفحات پر مشتمل مضبوط جلد بندی اور چار رنگ ٹائیٹل کے ساتھ شائع ہوگیا ہے۔ کتاب کا یہ حصہ اعتقادی مسائل و احکامات کے اڑتیس مقالہ جات پر مشتمل ہے۔ تبلیغ دین کی غرض سے اس حصہ کا مناسب ہدیہ دو سو روپے رکھا گیا ہے۔ کتاب کے تینوں حصوں کا مجموعی ہدیہ پانچ سو روپے ہے۔ زیادہ تعداد میں خریداری پر خصوصی رعایت دی جائے گی۔ احباب اہل سنت یہ گراں قدر تحفہ اولیں فرصت میں حاصل کریں۔ (ماہنامہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ۔ رجب ۱۴۲۶ھ)

(۳) مجلّہ ''ضیائے مصطفٰے'' راولپنڈی کا تبصرہ

ماہوار مجلّہ ضیائے مصطفٰے راولپنڈی کے تبصرہ نگار لکھتے ہیں۔

''مقالات حیدری'' حصہ اول۔ مصنف حضرت علامہ مولانا ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری۔ عمدہ کاغذ کے ۳۶۸ صفحات میں چار رنگے ٹائیٹل اور مضبوط جلد کے ساتھ شائع ہوگئی ہے۔ اس ضخیم کتاب میں سنی (بریلوی) مسلک کی تائید و وضاحت میں چھبیس تحقیقی مقالے شامل کیے گئے ہیں۔ پہلا مقالہ اور آخری مقالہ نئے ہیں۔ باقی اکثر رسائل مقالات کی شکل میں ہیں۔ جو ''انجمن احباب اہل سنت'' کے سلسلۂ تبلیغ ''سبیل ہدایت'' میں شائع ہو کر نایاب ہوگئے تھے۔

تبلیغ دین کی غرض سے اس کتاب کا مناسب ہدیہ ۱۳۵ روپے رکھا گیا ہے۔ زیادہ تعداد میں خریداری پر خصوصی رعایت دی جائے گی۔

یہ مفید کتاب شائقین علم کے لئے ایک نادر تحفہ ہے۔ رقم بذریعہ منی آرڈر بھیج کر کتاب حاصل کریں نیز اس کتاب کا دوسرا حصہ فقہی احکام ومسائل کے بارہ میں ان شآء اللہ العزیز عنقریب شائع ہوگا۔''
(ماہوار مجلہ ضیائے مصطفٰے راولپنڈی بابت مارچ ۲۰۰۳ء)

(۴) معروف شاعر اور ادیب جناب خالد کاشمیری صاحب کا تبصرہ

جناب خالد کاشمیری کا تبصرہ ہفت روزہ کوٹلی ٹائمز کوٹلی آزاد کشمیر میں بدیں الفاظ شائع ہوا ہے۔
''سہنسہ آزاد کشمیر کے معروف عالم دین اور نعت گو شاعر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری صاحب کی اعتقادیات وتعلیمات پر مبنی تالیف ''مقالات حیدری'' کے عنوان سے خوبصورت گرد پوش کے ساتھ حکیم محمد عارف زاہدی صاحب نے انتہائی اہتمام کے ساتھ شائع کرائی ہے۔ اس کتاب میں اہل سنت وجماعت کے بنیادی عقائد قرآن وحدیث کے ساتھ، حضور غوث اعظم، حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی جیسے بزرگوں کی تعلیمات کی روشنی میں بیان کیے ہیں جو کہ مصنف کی عرق ریزی، محنت اور دینی جذبہ پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ اہل سنت وجماعت (بریلوی مسلک والوں) کے لئے ایک سرمایہ ثابت ہوگا۔ (ہفت روزہ کوٹلی ٹائمز کوٹلی۔ ۱۲ جنوری ۲۰۰۳ء)

(۵) محترم راجہ محمد ازرم حمید سیالوی کے تأثرات

محترم راجہ محمد ازرم حمید سیالوی صاحب مہتمم جامعہ غوثیہ معصومیہ کلر سیداں اپنے ''دعائیہ کلمات'' میں لکھتے ہیں۔ ''اور اب جو تحفہ اہل سنت کو عطا کیا ہے اور ایک مجموعہ مقالات حیدری کی تین جلدوں کی شکل میں دیا ہے۔ اس میں کیا تحریر ہے۔ میں کہوں گا اس میں عشق مصطفٰے بھی ہے۔ نظام مصطفٰے بھی ہے اور تحفظ مقام مصطفٰے بھی ہے۔ شان صحابہ واہل بیت بھی ہے اور تعلیمات اولیائے کرام بھی ہیں اور علمائے حق کی ادا بھی ہے۔ میں حضرت مولانا صاحب کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالٰی ان کا سایہ ہم پر قائم رکھے اور یہ سلسلہ تبلیغ چلتا رہے۔ آمین ثم آمین۔

(۶) استاذی المحترم جناب ماسٹر غلام رشید قریشی صاحب کے تأثرات

استاذی ماسٹر غلام رشید قریشی اپنے دعائیہ کلمات میں لکھتے ہیں۔

ہم نے نزدیک سے اپنے محترم عزیز ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری صاحب کو پڑھا۔ جس محبت وخلوص، شوق اور دلجمعی سے وہ دینی فرض کو ادا کرتے ہیں اس کی مثال نہیں۔ تجسس اور تحقیق سے کسی مسئلہ کے کسی پہلو کو آخری حد تک ثابت کرتے ہیں۔ مقالات چہارم کے عنوانات ومواد مندرجہ کو پڑھا مومنین کی ضرورت پوری کرتا ہے بلکہ صحیح راہنمائی کا ذریعہ ہے۔ اللہ پاک اس کی اشاعت کو کامیابی بخشے۔ (مکتوب گرامی)

(۷) حضرت قبلہ سائیں محمد عارف زاہدی قادری مدظلہٗ کے تأثرات

حضرت قبلہ حکم سائیں خلیفہ محمد عارف صاحب زاہدی قادری نے ''مقالات حیدری'' حصہ دوم کے بارہ میں جو اپنے تأثرات قلمبند فرمائے ہیں۔ ان میں لکھتے ہیں۔

''الحمد للہ۔ ثم الحمد للہ راقم الحروف نے ''مقالات حیدری'' حصہ دوم کے سب مقالات بالاستیعاب پڑھے ہیں۔ اور یہ محسوس کیا ہے کہ مقالات کے اس دوسرے حصے میں شامل سب موضوعات کوزے میں سمندر بند کرنے کے مترادف ہیں۔ ضروری فقہی مسائل کو مدلل طور پر انتہائی محنت جانفشانی اور اسلاف کے طریقہ تحقیق کے عین عوام اہل سنت کی انتہائی ضرورت کے پیش نظر حل کر دیا گیا ہے۔ جس سے عصری اور علاقائی ضرورت پوری ہوگئی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ مقالات حیدری حصہ دوم کے سب مقالات مجدد دین وملت امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات حقہ کے ترجمان ہیں۔ ناچیز کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا صاحب کی اس سعی جمیلہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے آمین''

اور قبلہ سائیں صاحب موصوف مقالات حیدری حصہ سوم کے بارہ میں اپنے تأثرات کے اندر لکھتے ہیں۔

''راقم نے مقالات حیدری کے حصہ سوم کے تمام مقالہ جات کو بالاستیعاب پڑھا ہے۔ حسب دستور سابق اس حصہ کے مقالات بھی اختصار و جامعیت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے وسیع تر تحقیق کا نچوڑ ہیں۔ حضرت کی تحریر کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کا استدلال قرآن پھر حدیث واقوال پھر آثار بزرگان دین پھر اکابرین امت کی تحقیق سے ہوتا ہے۔ زیر نظر مقالات میں سے ہر ایک مقالہ مکمل کتاب کی سی [illegible] حامل ہے

ملت اسلامیہ کے لئے ایک سرمایہ ہے۔ آزاد کشمیر میں اتنے بڑے تحقیقی کام کا سہرا مصنف کتاب ہذا ہی کے سر پر نظر آتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کے درجات کو مزید بلند فرمائے۔ آپ اہل سنت کا عظیم سرمایہ ہیں۔''

اور قبلہ سائیں صاحب موصوف اس کتاب کے چوتھے حصے کے تأثرات کے اندر لکھتے ہیں۔ کتاب ''مقالات حیدری'' کا حصہ چہارم ترغیبات وترہیبات کے حسین مرقع کا مسودہ اس وقت فقیر کے پیش نظر ہے۔ یہ علمی وتحقیقی خدمتِ عظیمہ اور اس پر تأثرات کجا۔

مُشک آن است کہ خود بوید
نہ آن است کہ عطار بگوید

عصر حاضر میں پیش آمدہ مسائل اور ذہنی الجھاؤ کو دُور کرنے میں مصنّف ''مقالات حیدری'' حضرت علامہ قاسم الحیدری مدظلہٗ کی یہ دینی خدمت تاریخی حیثیت کی حامل ہے۔ جس کا اعتراف پڑھے لکھے لوگ خصوصاً علماءِ دین پہلے سے کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ان کو صحت وسلامتی نصیب فرمائے۔

(۸) مولانا قاری محمد افراہیم حسن تتہ پانوی کے تأثرات

قاری صاحب اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''بندہ نے مقالات حیدری کو بنظر غائر دیکھا۔ دیکھنے پر روحانی تسکین نصیب ہوئی۔ گرانی کے اس دور میں آپ کا یہ اقدام جرأت مندانہ ہے اور قابل تحسین اور لائق آفرین بھی''۔

(۹) طارق محمود۔ ڈگلس پورہ۔ گلی نمبر 3 فیصل آباد

سے اپنے خط میں لکھتے ہیں۔'' آپ کی شائع کردہ کتاب ''مقالات حیدری'' حصہ دوم کے مطالعہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ ماشآء اللہ عمدہ کاوش ہے۔ حصہ اوّل کی اشد ضرورت ہے۔ تاجرانہ رعایت کے ساتھ اولیں فرصت میں ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔''

(۱۰) حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب گوجرانوالہ کے تأثرات

حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب دامت برکاتہم العالیہ اپنے مکتوب گرامی میں لکھتے ہیں۔ آپ کا اعلان ومکتوب اور مقالات حیدری حصہ سوم موصول ہوئے۔ بہت خوشی ہوئی۔ ماشاء اللہ۔ مقالات کا مجموعہ بڑا علمی وتحقیقی مجموعہ ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

حررّہ الفقیر ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی غفر اللہ تعالیٰ لہ المدرس بالجامعۃ الحیدریہ فضل المدارس بھیائی من مضافات سھنسہ آزاد کشمیر۔

(۱۵ رجب المرجب ۱۴۲۷ھ) (۱۰ اگست ۲۰۰۴ء)

علامہ سید محمد سعید الحسن شاہ صاحب

کی مستند و جامع تصانیف

سیرت امام الانبیاء ﷺ

(قرآن و بائبل کی روشنی میں)

• قرآن کریم • احادیث مبارکہ • توراۃ • زبور • انجیل • صحائف انبیاء اور اخبارات و جرائد کے سینکڑوں حوالہ جات سے مزین کتاب۔ ایک مستند تاریخی دستاویز

رہبر زندگی مع طب نبوی ﷺ

• رہبر کائنات ﷺ کے اعضائے مبارک کے حسن و جمال کا تذکرہ • روز مرہ کے معمولات پر بحث • پسندیدہ مشروبات و ماکولات کی تفصیل • مختلف جسمانی و روحانی امراض کا طبی علاج بھی کتاب ہذا میں ملاحظہ فرمایئے۔

خاندان مصطفیٰ ﷺ

کتاب ہذا میں رسول عربی ﷺ کے رشتہ داروں اور اعزہ و اقارب کے علاوہ آپ کے دیگر متعلقین مثلاً • رضاعی رشتہ دار • ہم شکل • مدنی نقیب • خلفاء راشدین • کاتبان وحی • بارگاہ اقدس کے مفتیان عظام • خطباء کرام • موذنین ذی وقار حضور ﷺ کے مقرر فرمودہ عہدیداران مملکت اور دربار رسالت مآب ﷺ کی طرف سے شاہان زمانہ کے نام لکھے گئے خطوط کی تفصیلات مکمل مستند حوالہ کے ساتھ قلم بند کی گئی ہیں

صلوٰۃ الرسول ﷺ یعنی امام الانبیاء کی نماز

• کیا حنفی نماز سنت مصطفےٰ ﷺ کے عین مطابق ہے؟
• بار بار رفع یدین نہ کرنے، بلند آواز سے آمین نہ کہنے اور بیس رکعت نماز تراویح کا کیا ثبوت ہے؟
• بخاری و مسلم و دیگر کتب احادیث کے ہوتے ہوئے فقہ کی کیا ضرورت ہے؟
• ان سوالوں کا تفصیلی جواب جاننے کے لئے کتاب ہذا کا مطالعہ فرمایئے!

مکتبہ نوریہ رضویہ۔ گلبرگ اے فیصل آباد

مقالاتِ حیدری

حصّہ پنجم

معاشرتی مسائل و احکامات

مصنّف

ابوالاکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی

ناظم مکتبۂ حیدریہ

مکتبۂ حیدریہ

بازار سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقالاتِ حیدری

(معاشرتی مسائل واحکامات)

حصّہ پنجم

مصنف

ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی

ناظم مکتبہ حیدریہ۔ بازار سہنسہ۔ ضلع کوٹلی (آزاد کشمیر)

☆ نام کتاب ـــــــــ مقالاتِ حیدری (حصہ پنجم)

☆ تصنیف ـــــــــ ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی

☆ کمپوزنگ ـــــــــ محمد صادق ﴿ گلوبل کمپیوٹر بینک سہنسہ آزاد کشمیر ﴾

☆ نظر ثانی ـــــــــ ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری الرضوی

☆ سائز ـــــــــ $\frac{۳۰\times۲۰}{۴}$

☆ بار ـــــــــ اوّل

☆ تاریخ اشاعت ـــــــــ فروری ۲۰۰۸ء

☆ صفحات کی تعداد ـــــــــ ۶۰۰

☆ ہدیہ ـــــــــ ۲۱۰ روپے

☆ ناشر ـــــــــ مکتبہ حیدریہ۔ بازار سہنسہ۔ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر

ملنے کے پتہ جات:

☆ مکتبہ حیدریہ۔ بازار سہنسہ ضلع کوٹلی، آزاد کشمیر۔

☆ احمد بک کارپوریشن۔ عالم بزنس سنٹر۔ اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک۔ راولپنڈی۔

☆ نیو مکتبہ ضیائیہ۔ ڈی۔325 نزد لال حویلی۔ بوہڑ بازار۔ راولپنڈی۔

☆ اسلامک بک کارپوریشن۔ دکان نمبر۳ بیسمنٹ فضل داد پلازہ۔ اقبال روڈ۔ کمیٹی چوک راولپنڈی

☆ مکتبہ رضائے مصطفےٰ چوک دارالسلام۔ گوجرانوالہ شہر۔

☆ نورانی بکڈپو۔ نارہ شہر تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی

☆ الحافظ اسلامک سنٹر کلر سیداں شہر ضلع راولپنڈی

☆ مکتبہ قادریہ عطاریہ میلاد چوک کلر سیداں شہر ضلع راولپنڈی

مقالات حیدری حصّہ اوّل کے مقالہ جات

مقالات حیدری حصہ اول کے مقالہ جات کے عنوانات کے نام ہدیہ، ناظرین کیے جاتے ہیں۔

مقالات حیدری حصہ دوم کے مقالہ جات

مقالات حیدری حصہ دوم کے مقالہ جات کے عنوانات کے نام ہدیہء ناظرین کیے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل ومناقب (۲) تقلیدِ شخصی کے وجوب کا ثبوت

(۳) بیعتِ مشائخ کی حقیقت واہمیت (۴) جائز کام کے لئے دن مقرر کرنے کا ثبوت

(۵) ذکرِ میلاد النبی ﷺ (۶) گیارھویں شریف پر ایک تحقیقی نظر (۷) مسئلہ نذر و نیاز

(۸) مسئلہ تعویذ کی شرعی حیثیت (۹) مسجد میں عورتوں کے اجتماعات کی اسلامی حیثیت

(۱۰) اکابر نقشبندیہ اور ذکر بالجہر (۱۱) گرمیوں میں نمازِ ظہر کا مسنون وقت

(۱۲) صلوٰۃ وسلام قبل از آذان (۱۳) صلوٰۃ وسلام بعد از آذان

(۱۴) آذان میں انگوٹھے چومنے کا مسئلہ (۱۵) اقامت میں حی علی الفلاح پر اٹھنے کا بیان

(۱۶) ننگے سر نماز کا مسئلہ (۱۷) امام کعبہ کی اقتداء کا مسئلہ (۱۸) نابالغ امام اور تراویح

(۱۹) صلوٰۃ وسلام بعد از نمازِ جمعہ (۲۰) میت کو دوبارہ غسل دینے کا بیان

(۲۱) جنازہ کو قدمی دینے کا بیان (۲۲) نمازِ جنازہ کا سلام ہاتھ کھول کر پھیرنے کا بیان

(۲۳) دعائے جنازہ پر چند شکوک وشبہات کا ازالہ (۲۴) دفن کے وقت صدقہ کی فضیلت

(۲۵) حیلہ اسقاط کا ثبوت (۲۶) مسئلہ توسل بالقرآن

(۲۷) ... پر اذان دینے کا ثبوت (۲۸) جمعرات تک قبر پر قرآن خوانی کا بیان

(۲۹) قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا بیان (۳۰) بیٹھکوں پر دعا وفاتحہ کا مسئلہ

(۳۱) عہد نامہ قبر میں رکھنے کا بیان (۳۲) غائبانہ نماز جنازہ کی شرعی حیثیت

(۳۳) نماز جنازہ دوبارہ پڑھنے کا مسئلہ (۳۴) عرس کی شرعی حیثیت

(۳۵) قبرستان کو مسجد بنانے کا مسئلہ (۳۶) گنبد خضراء کی شرعی حیثیت

﴿اپیل﴾

فقہی مسائل واحکامات کے بارہ میں ''مقالات حیدری'' حصہ دوم بھی حاصل کریں۔ اور مسائل دین کو سمجھنے کے بعد اُن پر عمل کریں۔ ﴿ہدیہ ۱۶۵ روپے ہے﴾

الداعی الی الخیر: ناظم مکتبہ حیدریہ ۔ بازار سہنسہ ۔ ضلع کوٹلی ۔ آزاد کشمیر

مقالات حیدری حصہ سوم کے مقالہ جات

مقالات حیدری حصہ سوم کے مقالہ جات کے عنوانات کے نام ہدیہء ناظرین کیے جاتے ہیں۔

(۱) طلع البدر علینا (۲) مسئلہ نور پر چند شبہات کا ازالہ (۳) انوار ربیع الاوّل

(۴) مثلیت مصطفےٰ کی تشریح (۵) حیات خیر الانام ﷺ (۶) قرآن مجید سے سماع موتی کا ثبوت

(۷) امام اہل سنت کا ایمان افروز ترجمہء آیت کریمہ (۸) مسئلہ عصمت انبیاء علیہم السلام

(۹) کیا رسول اللہ ﷺ پر جادو اثر انداز ہوا تھا؟ ایک اہم سوال اور اس کا تحقیقی جواب

(۱۰) مسئلہ حاضر و ناظر پر ایک تحقیقی نظر (۱۱) اشتہار ''حاضر و ناظر کون؟'' کا تحقیقی علمی جائزہ

(۱۲) منکرین ختم نبوت کے دلائل کا تحقیقی جائزہ (۱۳) نعرۂ رسالت سے گریز کیوں؟

(۱۴) مسئلہ صلوٰۃ و سلام اکابرین دیوبند کی نظر میں (۱۵) تعظیم رسول کا شرعی معیار

(۱۶) دورِ حاضر میں معجزاتِ نبویہ کا ظہور (۱۷) احسن السبیل لطالبی حکم مسائل التعظیم والتقبیل

(۱۸) اہل ادب کے انوکھے انداز (۱۹) دربارِ رسالت کی حاضری

(۲۰) حدیث توسل کی تشریح (۲۱) قائلین وسیلہ کے پُر مغز دلائل کا بیان

(۲۲) منکرین وسیلہ کے بعض دلائل کا علمی جواب (۲۳) خلفائے ثلاثہ کے طریقِ انتخاب پر ایک نظر

(۲۴) ولایت خاصہ کا ثبوت (۲۵) اولیاء اللہ کی پہچان (۲۶) مسئلہ استعانت بالغیر

(۲۷) اعانت و استعانت کی صحیح شرعی حیثیت (۲۸) اثباتِ امداد الصالحین

(۲۹) فیضانِ قبور الصالحین (۳۰) محبوبانِ خدا کی مشکل کشائی کا مسئلہ

(۳۱) قبور الصالحین کو بوسہ دینے کا مسئلہ (۳۲) نجاۃ الطالحین بشفاعۃ عباد اللہ الصالحین

(۳۳) عملیات کا کاروبار اسلام کی نظر میں (۳۴) اثباتِ ایصال ثواب

(۳۵) غیر خدا کی طرف منسوب شئے کی حلت کا بیان (۳۶) فرقہ بندی کے خاتمہ کا صحیح طریقِ کار

(۳۷) تہتر فرقوں والی حدیث کا صحیح مفہوم (۳۸) قیام پاکستان میں جماعت اسلامی کا کردار

﴿اپیل﴾ اعتقادی مسائل و احکامات کے بارہ میں ''مقالات حیدری'' حصہ سوم بھی حاصل کریں۔ اور مسائل دین کو سمجھنے کے بعد اُن پر عمل کریں۔ ہدیہ ۲۰۰ روپے ہے۔

الداعی الی الخیر: ناظم مکتبہ حیدریہ ۔ بازار سہنسہ ۔ ضلع کوٹلی ۔ آزاد کشمیر

مقالات حیدری حصہ چہارم کے مقالہ جات

مقالات حیدری حصہ چہارم کے مقالہ جات کے عنوانات کے نام ہدیہء ناظرین کیے جاتے ہیں۔

(۱) کلمہ طیبہ کے فضائل (۲) فضیلت علم دین (۳) برکات درود و سلام (۴) مسنون داڑھی کا تحقیقی بیان

(۵) مسئلہ بالوں کو مہندی لگانے کا (۶) سفید عمامہ کی فضیلت (دلائل کی روشنی میں)

(۷) استنجاء کے شرعی احکام (۸) وضو کے ضروری مسائل (۹) طبی و شرعی نقطۂ نظر سے مسواک کی فضیلت

(۱۰) غسل کا مسنون طریقہ (۱۱) تیمم کیسے کیا جاتا ہے؟ (۱۲) نماز کے برکات و ثمرات اور بے نماز کی سزائیں

(۱۳) قضاء نمازوں کے مسائل (۱۴) جماعت نماز پنجگانہ کی شرعی اہمیت (۱۵) امام کیسا ہونا چاہیے؟

(۱۶) نماز میں لاؤڈ سپیکر چلانے کی ممانعت کا بیان (۱۷) نماز عصر اور آج کل کے مسلمان

(۱۸) چلتی گاڑی میں نماز پڑھنے کا طریقہ (۱۹) جمعۃ المبارک کے معمولات

(۲۰) نماز اشراق کے فضائل و مسائل (۲۱) نماز تہجد کی شرعی حیثیت

(۲۲) مسائل جنازہ کا مختصر بیان (۲۳) مسائل دفن کا مختصر بیان (۲۴) عاشوراء کے فضائل و معمولات

(۲۵) ماہ رجب کی عبادات کی فضیلت (۲۶) فضائل و مسائل زکوٰۃ (۲۷) انوار شب برأت

(۲۸) فضائل و مسائل رمضان (۲۹) معارف لیلۃ القدر (۳۰) جمعۃ الوداع کی شرعی اہمیت

(۳۱) عید الفطر کا شرعی پروگرام (۳۲) غریبوں کا حج (۳۳) عید البقر کا شرعی پروگرام

(۳۴) قربانی کے چند ضروری مسائل کا بیان (۳۵) مسائل عقیقہ کا مختصر بیان

(۳۶) شوال کے چھ روزوں کا بیان (۳۷) فوٹو بازی سے بچیں

(۳۸) رشوت خوروں کے برے انجام کا بیان (۳۹) سود خوروں کا برا انجام (۴۰) انشورنس یا بیمۂ زندگی

(۴۱) قرض کی عدم ادائیگی کا اخروی عذاب (۴۲) جانور لڑانے کا وبال

(۴۳) **قتل ناحق** (اسلام کی نظر میں) (۴۴) گانے بجانے کی نحوستیں

(۴۵) مسلمان عورت کا رہن سہن (۴۶) فضیلت جہاد بالسیف

﴿اپیل﴾ ترغیبات و ترھیبات کے بارہ میں ''مقالات حیدری'' حصہ چہارم بھی حاصل کریں۔ اور مسائل دین کو سمجھنے کے بعد اُن پر عمل کریں۔ ہدیہ ۱۹۰ روپے ہے۔

الداعی الی الخیر: ناظم مکتبہ حیدریہ ۔ بازار سہنسہ ۔ ضلع کوٹلی ۔ آزاد کشمیر

فہرست مضامین

دعائیہ کلمات

(از برادر مکرم الحاج محمد منظور قریشی صاحب مدظلہ العالی)

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیآء والمرسلین وعلی الھم واصحابھم اجمعین امابعد:۔

کتاب ''مقالات حیدری'' مؤلفہ برادر عزیز ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری سلمہٗ ربہٗ کے ابتدائی چار حصے ملے ہیں۔عزیز کی اس دینی خدمت پر دلی مسرت ہوئی ہے اللہ تعالیٰ مؤلف کو اس دینی خدمت کا اجر وثواب دارین میں عطا فرمائے اور اس کتاب کے جملہ حصص کو مسلمانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے آمین۔

اب یہ سن کر مزید خوشی ہوئی کہ اس کتاب کا حصہ پنجم بھی طباعت کے مراحل کو پہنچ چکا ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس سعی میں بھی کامیابی عنایت فرمائے۔آمین۔

دعاگو الحاج محمد منظور قریشی۔چیف ایڈیٹر ہفت روزہ کوٹلی ٹائمز کوٹلی آزاد کشمیر

تاریخ 19-12-2007

تأثرات

(ازقلم مخدومِ اہلِ سنّت محبّ العلم والعلماء جناب حکیم خلیفہ سائیں محمد عارف زاہدی قادری مدظلہٗ کوٹلی)

بسم الله الرحمٰن الرحیم

الحمدلله ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیآء المرسلین و علیٰ الہٖ واصحابہ اجمعین اما بعد:۔ انّما یخشی الله من عباده العلمآء

اسلام کی ابتداء ''اقرا'' سے ہوئی یہی اولیں اعلان انسانی تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ ہے۔ یہی اعلان تمام مذاہب سے اسلام کو بالاتر اور ممتاز کرنے کے لئے کافی ہے۔ یہی اعلان حصول علم کو فرضیت کے درجہ تک لے جاتا ہے۔ ''علم الانسان مالم یعلم''۔ علم ہی عبد اور معبود کے درمیان ربط ہے۔ اور علم ہی سے فرشتوں پر انسان کو شرفِ بزرگی حاصل ہے۔ علم ہی انسان نما حیوان اور حقیقی انسان کے درمیان فرق و تمیز پیدا کرتا ہے۔ کائنات کے مکمل ترین انسان انبیآء علیھم السلام ''قل رب زدنی علما'' کے اولیں علمبردار ہیں۔

حضرت سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ آیت ''ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''فی الدنیا حسنة'' سے مراد علم وعبادت ہے اور ''فی الاخرة حسنة'' سے مراد جنت ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم کا ایک باب سیکھنا اور اس پر عمل کرنا دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے۔

سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''عالم دین زمین پر خدا کا امین ہے''۔ علماءِ حق نبوت کے بعد علوم انبیآء کے فیضان کو ملت میں جاری رکھنے والے ہیں۔ علماءِ حق نباضِ ملت ہوتے ہیں اور اپنی علمی استعداد سے ملت کے سقم کو دور کر کے خدا شناسی کی حقیقی رہبری کرتے ہیں۔

یادگارِ سلف استاذ العلماء، مولانا احمد حسین قاسم الحیدری کی علمی خدمات اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ ''مقالات حیدری'' کی صورت میں عصری مسائل اور معاملات کے الجھاؤ میں صراط مستقیم کی طرف رہنمائی یہ اسی فیضانِ علم نبوت کی نسبت سے ہے۔

پیش نظر مقالات کا یہ حصہ پنجم سابقہ ''مقالات حیدری'' کے چار حصوں کی طرح اپنی مثال آپ ہے اور دریکتا ہے جو مصنف کے لئے ذریعۂ نجات اور قارئین کے لئے ذریعہ ہدایت ہے۔ اس میں شامل تمام مقالات معاشرہ کی اصلاح کے لئے علمی و تحقیقی جگر پارے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔ آمین۔

والسلام

احقر العباد فقیر محمد عارف زاہدی قادری کوٹلی

(مورخہ ۲۰ دسمبر ۲۰۰۷ء بمطابق ۹ ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ بروز جمعرات)

حمد باری تعالیٰ

ملے ایسی حب و ولاء تیری مولا
ہمہ دم کروں میں ثنا تیری مولا

مرے قلب میں بس تصور ہو تیرا
رہے یاد دل میں سدا تیری مولا

تری قدرتیں ہیں انوکھی انوکھی
نرالی ہے ہر ہر ادا تیری مولا

غنی تُو ہے، معطی ہے، مغنی بھی ہے تُو
ہے محتاج خلقت ہمہ تیری مولا

ہے لائق ترے اولیت حقیقی
دوامی ہے بے انتہاء تیری مولا

سبھی چاہ رہے ہیں رضا تیری ہر دم
ہے منظور سب کو رضا تیری مولا

جدھر دیکھیے نظرِ غور و فکر سے
ہے ہستی تجلی نما تیری مولا

یہ شجر و حجر بھی ، یہ جن و بشر بھی
نشانی ہیں قدرت نما تیری مولا

ہے ہر جا ترا لطفِ بے حد و پایاں
ہے ہر شئے پہ ہر دم عطا تیری مولا

تری روشنائی سے روشن ہے سینہ
مری آنکھ میں ہے ضیاء تیری مولا

رہوں میں ہمیشہ حفاظت میں تیری
رہے مجھ پہ ہر دم نگاہ تیری مولا

ہیں ہم امّتی تیرے محبوب کے تو
ہمیں بخش دے گی حیاء تیری مولا

لکھے حمد تیری سدا تیرا قاسم
شغل اس کا بس ہو ثناء تیری مولا

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں موضحِ اسرارِ خدا میرے نبی
ہیں مطلعِ انوارِ خدا میرے نبی

ہیں ساقیٔ خمخانۂ فیضانِ محبت
بنا دیتے ہیں حبدارِ خدا میرے نبی

پڑھاتے ہیں جسے کلمۂ توحید تو اُس سے
چھڑا دیتے ہیں انکارِ خدا میرے نبی

ملتا نہیں موسیٰ کو بھی وہ طُور پہ ہرگز
کرتے ہیں جو دیدارِ خدا میرے نبی

سرِ عرش بٹھائے گا جنہیں ربّ زمانہ
وہ محبوبِ خدا، دلدارِ خدا میرے نبی

ہیں جلوہ نمو جن کے اوصاف کے اندر
عاداتِ خدا، اطوارِ خدا میرے نبی

برھانِ خدا بن کہ جب آتے ہیں نظر میں
تو کر دیتے ہیں اظہارِ خدا میرے نبی

جن جیسا بنایا ہی نہیں اُس نے کسی کو
واللہ ہیں وہ شاہکارِ خدا میرے نبی

فرشتوں کو بھی جن تک رسائی نہیں ہوتی
بتاتے ہیں وہ اسرارِ خدا میرے نبی

خریدے گا عقیدت کی متاعیں جو تمہاری
وہی ہو گا خریدارِ خدا، میرے نبی!

حُوران و خدم بھی ہیں گو خُلد میں لیکن
ہیں رونقِ گلزارِ خدا میرے نبی

جب پہنچیں گے ہم آپ کے دربارِ علا میں
تو مل جائے گا دربارِ خدا میرے نبی

بخشیں اِسے ربّ دو عالم کا تقرّب
قاسم بھی ہے طلبگارِ خدا میرے نبی

منقبت

روحِ جسمِ ایمانی محبت پانچ تن کی ہے / دلیلِ لطفِ ربانی عقیدت پانچ تن کی ہے

وہ مردود ولعیں ہے اور ناری بھی بلاشک ہے / قلب میں جس کے ذرہ بھر عداوت پانچ تن کی ہے

جبریلِ امیں بھی ان کے گھر آتے ہیں رخصت پر / خوشا یہ احترام و ادب و حرمت پانچ تن کی ہے

انہی کی سلطنت قائم ہے انسانوں پہ، جنوں پہ / فرشتوں پہ بھی ثابت خود ولایت پانچ تن کی ہے

خدا کا دین پھیلا ہے انہی کے دم قدم ہی سے / شریعت بھی، طریقت بھی عنایت پانچ تن کی ہے

مطیع ان کا مطیعِ ربِّ اکبر ہے تعالیٰ اللہ / عبادت ربِّ اکبر کی اطاعت پانچ تن کی ہے

سکون وصبر سے فاقہ کشی برداشت کرتے تھے / زہے ہمت کہ اس درجہ ریاضت پانچ تن کی ہے

امام الانبیاءؐ شامل ہیں جب ان پاک نفسوں میں / تو پھر میدانِ محشر میں قیادت پانچ تن کی ہے

انہی کے واسطے سے ہم کو محشر میں ملی بخشش / ذریعہ فوزِ ابدی کا بھی نسبت پانچ تن کی ہے

یہ جنت ہے غلامانِ محمد ہی کی دولت پھر / ازل کے روز سے جب ساری جنت پانچ تن کی ہے

مرا یہ دل، مری یہ جاں، بدن میرا، میری ہستی / مرا ایمان ہے یہ سب عنایت پانچ تن کی ہے

مرا سامانِ بخشش ہے، مرا زادِ قیامت بھی / مرے قلب وجگر میں جو محبت پانچ تن کی ہے

قاسم نے لکھی ہے آج یہ جو منقبت ان کی
مجھے اس میں بھی نظرِ عنایت پانچ تن کی ہے

نذرانۂ عقیدت ؎۱

(بحضور مرشدی پیر سید ابوالبرکات محمد فضل شاہ صاحب امیرِ حزب اللہ جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ)

خدا نے آج دکھلائی ہے صورت اپنے مرشد کی
بسی ہے آج پھر نظروں میں زینت اپنے مرشد کی

دلِ بے تاب کہتا تھا یہ دورِ ہجر و فرقت میں
خدایا اب دکھا دے مجھ کو صورت اپنے مرشد کی

زبانِ بے زباں نے عرض کی تھی حق سے خلوت میں
نظر آئے خدایا مجھ کو صورت اپنے مرشد کی

نظر ہر طرف جولاں ڈھونڈتی تھی اپنے مرشد کو
نظر آتی نہ تھی پر اس کو صورت اپنے مرشد کی

آخر وہ وقت آیا ، ہوئی مقبول دعا میری
کسی محسن ؎۲ نے دی مجھ کو بشارت اپنے مرشد کی

خدا کا شکر اُس دم میں بجا لایا دل و جاں سے
ہوئی حاصل مجھے جس دم زیارت اپنے مرشد کی

الٰہی یہ گھڑی تو نے رکھی تھی میری قسمت میں
مجھے حاصل ہوئی ہے جس میں قربت اپنے مرشد کی

دل چاہتا ہے نظروں کو بچھا دوں ان کے قدموں میں
رہے یا رب سدا دل میں عقیدت اپنے مرشد کی

سمجھو وہ ارادت کیش خالی ہے محبت سے
نہ سمجھی ہے کبھی جس نے ضرورت اپنے مرشد کی

سنا اہلِ فراست سے یہ مژدہ جانفزا میں نے
کہ لے جائے گی جنت میں محبت اپنے مرشد کی

نہ دنیا کے رہا قابل ، نہ عقبیٰ کے رہا قابل
ہے چھوڑی جس بے قسمت نے اطاعت اپنے مرشد کی

میں جاؤں غیر کے در پر تو جاؤں کیا ضرورت ہے
ہے کافی مجھ کو دنیا میں عنایت اپنے مرشد کی

گناہوں کی فکر کیا ہو گی مجھ سے بے تجسّس کو
جہنم سے بچائے گی شفاعت اپنے مرشد کی

خدائی فوج کے سردار ہیں پیرِ فضل چشتی
کروں نہ رات دن کیسے اطاعت اپنے مرشد کی

نہ جنت کی ہوس مجھ کو ، نہ دوزخ کا خطر مجھ کو
فقط درکار ہے مجھ کو رفاقت اپنے مرشد کی

الٰہی جب قیامت میں پریشاں ہوں جہاں والے
عطا کرنا مجھے اُس دن شناخت اپنے مرشد کی

زمانہ لاکھ روکے اور کرے حجت مگر قاسم
رہے گی تا ابد دل میں عقیدت اپنے مرشد کی

۱ راقم نے ۱۹۶۲ء میں پرانے میرپور شہر میں حضرت قبلہ امیر حزب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کی خبر سن کر یہ نظم لکھی، راقم نے صوفی اللہ دتہ چشتی حیدری صاحب کے گھر میں قبل نماز مغرب آپ پر پیش کی، آپ کے حکم پر راقم ہی نے خود چند احباب کی موجودگی میں آپ کو پڑھ کر سنائی اور بعد ازاں یہ نظم آپ نے صوفی اللہ دتہ صاحب کو ہر روز بطور وظیفہ پڑھنے کے لئے عنایت فرمائی۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔

۲ مفتی عبدالحکیم صاحب خطیب مرکزی جامع مسجد میرپور آزاد کشمیر مراد ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔

والدۂ مرحومہ کی یاد میں

آ رہی ہے یاد صورت آپ کی
کاش ہو جائے زیارت آپ کی

مہرباں تھے آپ مجھ پہ بے طرح
کس طرح بھولوں گا شفقت آپ کی

علمِ دنیا علمِ دیں مجھ کو ملا
میں سمجھتا ہوں یہ برکت آپ کی

پیرِ حیدر کے گھرانے میں تھی بیعت
اللہ اللہ یہ سعادت آپ کی

آپ کا چہرہ تھا روشن وقتِ موت
تھی نمایاں یہ کرامت آپ کی

ہر کوئی پایا ثناگو آپ کا
خوب تھی ہر ایک عادت آپ کی

ہر گھڑی تھا خوفِ عقبےٰ آپ کو
یادِ عقبیٰ تھی عبادت آپ کی

تھے معزز، تھے مکرم اس قدر
ہر کوئی کرتا تھا عزت آپ کی

آپ تھے پابندِ ہر صوم و صلوٰۃ
عام تھی جود و سخاوت آپ کی

اس ضعیفی میں رکھے روزے تمام
اللہ اللہ! استقامت آپ کی

اللہ اللہ آپ کا حسنِ سلوک
نہ کسی نے کی شکایت آپ کی

کیوں نہ ہوتا خاتمہ بالخیر جب
پیرِ حیدر سے تھی نسبت آپ کی

نیک ساعت میں ہوئے مدفون آپ
اللہ اللہ خوب قسمت آپ کی

ہر آسائش ہو میسر آپ کو
ہو بہم خیر و برکت آپ کی

ہے دعا نورِ نبیؐ پاک سے
ہو منور خوب تربت آپ کی

ہے دعا میری کہ ہو بقعۂ نور
لحدِ اقدس تا قیامت آپ کی

حیف مجھ بیکار ناہنجار پہ
کر سکا نہ کوئی خدمت آپ کی

اپنے قاسم کو بھی رکھنا ساتھ جب
خلد میں ہو گی سکونت آپ کی

مصنف کا عقیدہ

بندۂ پروردگارم ، امتِ احمد نبی
دوست دارِ چار یارم ، تابعِ اولادِ علی
مذہبِ حنفیہ دارم ، ملتِ حضرت خلیل
خاک پائے غوثِ اعظم زیرِ سایہ ہرولی

سخن ہائے گفتنی۔ مصنّف کے قلم سے

(۱) الحمدللہ۔ راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفر اللہ تعالیٰ لہٗ کی کتاب ''مقالات حیدری'' کے ابتدائی چار حصے دیدہ زیب صورت میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر شائقین علم کے ہاتھوں تک پہنچے ہیں۔ ثم الحمد للہ علیٰ ذلک۔

(۲) ''مقالات حیدری'' کے حصہ اول میں ''اعتقادیات وتعلیمات بزرگانِ دین'' کے بیان میں چھبیس (۲۶) مقالہ جات، حصہ دوم میں ''فقہی مسائل واحکامات'' کی وضاحت میں چھتیس (۳۶) مقالات، حصہ سوم میں ''اعتقادی مسائل واحکامات'' کی تشریح میں اڑتیس (۳۸) مقالہ جات اور حصہ چہارم میں ''ترغیبات وترھیبات'' کے بارہ میں چھیالیس (۴۶) مقالات کوشاملِ کتاب کیا گیا ہے۔
الحمدللہ۔ یہ چاروں حصے اپنے اپنے موضوعات میں مفید اور جامع ثابت ہوئے ہیں اور اہل علم نے زبانی و تحریری طور پر ان چاروں حصوں کی تحسین فرمائی ہے فجزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزآء فی الدارین. آمین۔

(۳) کتاب ''مقالات حیدری'' کی ترتیب کے آغاز میں راقم الحروف نے اس کتاب کو تین حصوں میں مکمل کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ لیکن اللہ کریم جل جلالہ کو اس کتاب کے حصہ چہارم اور حصہ پنجم کی اشاعت بھی منظور تھی اس لئے اس نے ان دو حصوں کے لئے ازخود اسباب پیدا فرمادیئے۔ جیسا کہ ہم نے حصہ چہارم کے ''سخن ہائے گفتنی'' میں تفصیلاً لکھا ہے کہ ''مقالات حیدری'' کے چوتھے حصہ کی اشاعت کا کام عزیزم راجہ معروف خان صاحب اور عزیزم حاجی راجہ الطاف خان صاحب ساکنان موضع بھیائی حال مقیم انگلینڈ کے مکمل مالی تعاون سے ہوا۔ جب حصہ چہارم زیور طباعت سے آراستہ ہوا اور راقم اس حصہ کی کتابیں لے کر کوٹلی شہر سے سہنسہ کی طرف روانہ ہوا تو راستہ میں قدرتی طور پر ذہن میں یہ خیال آیا کہ اگر اس کتاب کا پانچواں حصہ بھی شائع ہو جائے تو اس کتاب کو حضرات پنج تن پاک (یعنی رسول اللہ صلے اللہ

علیہ وسلم، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت فاطمۃ الزہرآء، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی مناسبت حاصل ہو جائے گی۔ الحمدللہ راقم کی یہ خواہش اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ اور اس حصہ کی اشاعت کا یہ سبب بنایا کہ جب راقم مکتبہ حیدریہ سہنسہ بازار میں حصہ چہارم کی کتابیں چھوڑ کر قبل نماز مغرب اپنے غریب خانہ پر پہنچا تو دیکھا کہ چیف آفیسر بلدیہ سہنسہ جناب راجہ عرفان خان صاحب راقم کا انتظار کر رہے ہیں۔ چیف صاحب نے بتایا کہ راجہ معروف خان صاحب نے انگلینڈ سے فون کر کے مجھے کہا ہے کہ آپ استاذ صاحب کو ہمارا پیغام دے دیں کہ اب وہ اس کتاب کا پانچوں حصہ بھی فوراً تیار کر کے چھپوائیں۔ چیف صاحب نے اسی وقت فون پر معروف خان صاحب سے رابطہ بھی کرایا۔ تو اس بارہ میں ان سے بالمشافہ گفتگو بھی ہوئی۔ میرے لئے زیادہ تعجب خیز بات یہ تھی کہ چیف صاحب نے اسی وقت معروف خان صاحب کی بھیجی ہوئی رقم بھی میرے حوالے کی۔ تو ہم نے اس حصہ کی تیاری کا عزم بالجزم کر لیا۔

(۴) حصہ پنجم کے مقالہ جات کے انتخاب کا مسئلہ درپیش ہوا تو صورت حال وہی تھی جو حصہ چہارم کے مقالات کے انتخاب کے وقت پیش آئی تھی چند ماہ اس غور و فکر ہی میں گزر گئے کہ کس موضوع کے مقالہ جات کو حصہ پنجم میں جمع کیا جائے۔ آخر "حقوق و فرائض" کے بارہ میں مضامین جمع کرنے کا ارادہ ہوا کیونکہ آج کل کے دور میں ان کے بارہ میں مسلمانوں میں بہت لاپرواہی اور بے حسی پائی جاتی ہے۔ اس بارہ میں محب العلم والعلماء حضرت قبلہ سائیں محمد عارف صاحب سے تبادلۂ خیال کیا تو آپ نے بھی راقم کی رائے کو پسند فرمایا۔ حقوق و فرائض چونکہ معاشرتی مسائل کا حصہ ہیں اس لئے اس میدان کو مزید وسعت دینے کے لئے ہم نے دیگر معاشرتی مسائل کے بارہ میں بھی مقالہ جات کو شامل کتاب کرنے کا فیصلہ کیا۔

الحمدللہ۔ اب یہ حصہ پچاس معاشرتی مسائل پر مشتمل ہے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

(۵) چونکہ انجمن احباب اہل سنت کے سلسلۂ تبلیغ سبیلِ ہدایت میں شائع ہونے والے معاشرتی مسائل سے متعلقہ مقالہ جات تھوڑے موجود تھے اور ان میں سے بھی بعض پہلے حصوں میں شامل ہو کر شائع ہو چکے تھے

اس لئے ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ جن معاشرتی مسائل پر مقالہ جات موجود نہیں ہیں ان کے متعلق نئے مقالہ جات تصنیف کیے جائیں۔ چنانچہ اس حصہ کے درج ذیل مقالہ جات تازہ لکھے گئے ہیں۔ (۱) بسم اللہ شریف کی برکتیں۔ (۲) اسم محمد کی برکتیں۔ (۳) صلہ رحمی کی برکتیں۔ (۴) اسلام میں خاوند کے فرائض۔ (۵) اسلام میں عورت کے فرائض۔ (۶) یک وقت تین طلاقیں دینے کا مسئلہ۔ (۷) حقوق اولاد (احادیث کی روشنی میں)۔ (۸) مسلمانوں کے حقوق وفرائض۔ (۹) دوستوں کے حقوق وفرائض (۱۰) حرمت شراب (اسلامی تعلیمات کی روشنی میں) (۱۱) تاش چوسر اور شطرنج کا شرعی حکم۔ (۱۲) بدنظری اور زناکاری کی قباحت وشناعت کا بیان۔ (۱۳) ابراد بالظہر کا صحیح شرعی مفہوم

الحمدللہ۔ ان تیرہ (۱۳) تازہ لکھے گئے مقالہ جات کی وجہ سے اس حصہ کی افادیت میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ ثم الحمدللہ علیٰ ذلک۔

(۶) ''مقالات حیدری'' کے سابقہ حصص کی طرح اس حصہ میں بھی ہم نے مضامین کی ترتیب میں حفظ مراتب کا پورا پورا اہتمام کیا ہے۔ تاکہ قاری کے ذہن میں مضامین کا تسلسل قائم رہے۔

(۷) ''مقالات حیدری'' کے حصہ پنجم کی پروف ریڈنگ کا کام بھی خود راقم ہی نے کیا ہے۔ اپنی طرف سے اغلاط دور کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی خامی رہ گئی ہے تو مطلع فرمائیں۔

(۸) ''مقالات حیدری'' کے پانچوں حصوں کو تجارتی مقاصد کے پیش نظر شائع نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ اصل مقصد تبلیغ دین ہے۔ اسی وجہ سے اس کتاب کے پانچوں حصوں کے ہدیہ جات مناسب رکھے گئے ہیں۔ تاکہ ہر مسلمان انہیں خرید سکے۔ علمائے اہل سنت اور مشائخ طریقت سے التماس ہے کہ اس کتاب کے پانچوں حصوں کی خریداری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ اور اپنے اپنے حلقۂ اثر میں انہیں زیادہ سے زیادہ اہل علم کے ہاتھوں تک پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عمل بخشے آمین۔

(۹) ہم مخدوم اہل سنت محب العلم والعلماء قبلہ حکیم خلیفہ سائیں محمد عارف قادری زاہدی صاحب مدظلہٗ العالی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے ''مقالات حیدری'' کے پانچوں حصوں کی تیاری میں

پورا پورا حصہ لیا ہے۔ سخنے درمے قدمے ہر طرح سے بھرپور تعاون فرمایا ہے۔ اپنی عظیم دعاؤں سے نوازا ہے۔ اور کتاب کے پانچوں حصوں کے بارہ میں اپنے جاندار تاثرات بھی لکھ کر دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ قبلہ سائیں صاحب کو اس عظیم دینی خدمت کا اعلیٰ اجر دارین میں عطا فرمائے اور اس دینی مساعی کے وسیلہ سے ان کی زندگی، صحت، اولاد اور کاروبار میں زیادہ سے زیادہ برکتیں فرمائے اور ان کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ اور آئندہ اسی قسم کی دینی خدمتوں کا انہیں مزید موقع عطا فرمائے آمین۔ بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

(۱۰) ہمارے محترم عزیز راجہ معروف خان صاحب مبارک بادی کے مستحق ہیں کہ ان کی تحریک اور پورے پورے مالی تعاون سے ''مقالات حیدری'' کا یہ پانچواں حصہ بھی زیور طباعت سے آراستہ ہوا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو مکمل صحت بخشے، ان کی عمر، اولاد اور کاروبار میں زیادہ سے زیادہ برکتیں عطا فرمائے۔ اور اس عظیم دینی خدمت کا عظیم صلہ انہیں دنیا اور آخرت میں دے۔ اور آئندہ زندگی میں بھی انہیں اس قسم کی مزید دینی خدمات کی سعادت بخشے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

(۱۱) آخر میں ہم اپنے برادر مکرم الحاج محمد منظور قریشی صاحب چیف ایڈیٹر ہفت روزہ کوٹلی ٹائمز کوٹلی کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ باوجود کثرتِ مصروفیات کے انہوں نے ہمیں اپنے عظیم ''دعائیہ کلمات'' سے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اعلیٰ اجر عطا فرمائے۔ آمین۔

(۱۲) چونکہ ''مقالات حیدری'' کا یہ حصہ پنجم حضرات پنج تن پاک کی مناسبت سے تیار کرایا گیا ہے اس لئے حصہ نظم میں ہم نے حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات پنج تن پاک کی منقبت کو بھی شامل کتاب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرات پنج تن پاک کی برکتوں کا صدقہ ہماری اس کتاب کے پانچوں حصوں کو شرف مقبولیت بخشے اور عوام وخواص کو ان سے مستفیض ومستفید ہونے کی توفیق بخشے اور انہیں ذریعہ ہدایت بنائے اور ہمارے لئے باعث بخشش ونجات بنائے۔ آمین۔

(۱۳) پیرومرشد قبلہ امیر حزب اللہ سید ابوالبرکات محمد فضل شاہ صاحب جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ کی نظر عنایت

سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سب سعادتیں عنایت فرمائی ہیں اور انہی کے دربار گوہر بار کا یہ سب فیضان ہے اس لئے حصول برکت کے لئے ہم نے اس حصہ پنجم کے حصہ نظم میں اپنی وہ نظم بطور ''نذرانہ عقیدت'' شامل کی ہے جو ہم نے ۱۹۶۲ء میں پرانے میر پور شہر آزاد کشمیر میں آپ کی تشریف آوری پر لکھی، آپ پر پیش کی اور آپ کے حکم سے چند احباب کی موجودگی میں آپ کو پڑھ کر سنائی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حق میں فیضانِ جلال پور شریف جاری ساری رکھے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

(۱۴) راقم الحروف کی والدۂ محترمہ گلزار بیگم صاحبہ نیک اور پارسا خاتون تھیں آپ نے بچپن میں راقم کی تربیت اسلامی خطوط پر کی تھی اور اسی تربیت کا فیضان مجھے ساری زندگی میں ملتا رہا ہے اس لئے ہم نے اپنی وہ نظم جو آپ کی وفات پر ''والدہ مرحومہ کی یاد میں'' کے عنوان سے لکھی تھی اسے بھی حصہ نظم میں حصول ثواب و برکت کی خاطر شامل کر دیا ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ وہ مرحومہ کی خاطر خصوصی دعا فرمائیں۔

(۱۵) جو احباب ''مقالات حیدری'' کے پانچوں حصوں سے مسائل دینیہ میں راہنمائی حاصل کریں اُن سے گزارش ہے کہ وہ راقم کے لئے اور اس کے والدین، اس کے جملہ اساتذہ کے لئے، اس کے مشائخ و احباب کے لئے بالعموم اور اس کتاب کی تیاری میں جن جن احباب نے سخنے قدمے درمے حصہ لیا ہے ان سب کے لئے بالخصوص دارین کی بہتری کی پرخلوص دعا فرمائیں۔ عین ممکن ہے کہ کسی نیک بندہ کی دعا ہماری دارین کی سرخروئی کا باعث بن جائے۔

خاتمہ بالخیر کر دے ربّ دو عالم نصیب
دوستو! کرنا کسی دن یہ دُعا میرے لئے

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین و صلے اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد والہ واصحابہ و بارک وسلم۔

(۱۵ ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ)

بسم الله الرحمن الرحیم

پہلا مقالہ

بسم اللہ شریف کی برکتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد : آج کل اسلامی معاشرہ میں جہاں اور بہت سی اسلامی نیک رسمیں چھوڑی جاچکی ہیں وہاں ہر کام کی ابتداء میں بسم اللہ شریف کا پڑھنا بھی متروک ہوگیا ہے۔ اسلامی تعلیمات سے ناآشنا مسلمان بسم اللہ شریف پڑھنے کی برکتوں اور فائدوں سے بے خبر ہونے کی وجہ سے تسمیہ کے ترک کے باعث بہت سی فضیلتوں کے حصول سے محروم رہ جاتے ہیں۔ بدیں وجہ ہم نے اس مقالہ میں ''بسم اللہ شریف کی برکتیں'' بیان کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ تاکہ مسلمان ہر جائز کام سے پہلے بسم اللہ پڑھ کر ثواب و برکت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو شرف قبولیت بخشے اور ذریعہ عمل بنائے آمین۔

قرآن مجید کی ابتداء

قرآن مجید کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوتی ہے۔ سورتوں کے اول میں جو بسم اللہ شریف ہے یہ پوری آیت ہے اور جو بسم اللہ شریف سورۂ نمل کی آیت انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم (پ۱۹ رکوع ۱۷) میں ہے یہ اس آیت کا جزو ہے پوری آیت نہیں۔ ہر سورت کی ابتداء میں بسم اللہ شریف نازل نہیں ہوئی بلکہ ایک جگہ نازل ہوئی پھر وہ مکرر کردی گئی تاکہ سورتوں میں فاصلہ ہوجائے۔ اسی وجہ سے ہر سورت کی ابتداء میں بسم اللہ شریف امتیازی طریقہ سے لکھی جاتی ہے اور باقی آیات کے ساتھ ملاکر نہیں لکھتے۔ امام جہری نماز میں بسم اللہ آواز سے نہیں پڑھتا۔ ہاں تراویح میں حافظ امام کو چاہیے کہ کسی ایک سورت کے اول میں بسم اللہ بلند آوازی سے پڑھے۔ (نورالعرفان ص۲)

بسم اللہ فاتحہ کا جزو نہیں ہے

حنفیہ اور شافعیہ کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ آیا بسم اللہ شریف سورۂ فاتحہ کی ایک آیت ہے یا نہیں؟ شافعیہ کے نزدیک یہ سورۂ فاتحہ کی ایک آیت ہے لیکن احناف کے نزدیک فاتحہ کی سات آیتیں ہیں اور ان سات آیات میں بسم اللہ شریف شامل نہیں ہے۔ امام ابوالبرکات نسفی لکھتے ہیں۔ قراء المدینۃ والبصرۃ والشام و فقہاء ھا علی ان التسمیۃ لیست بآیۃ من الفاتحۃ ولا من غیرھا من السور وانما کتبت للفصل والتبرک للابتداء بہا وھو مذھب ابی حنیفۃ ومن تابعہ

رحمهم الله تعالیٰ و لذا لا یجهر بها عندهم فی الصلوٰۃ ۔مدینہ منورہ بصرہ اور شام کے قرآء و فقہاء کا اس بارہ میں قول یہ ہے کہ بسم اللہ شریف فاتحہ شریف کی آیت نہیں ہے اور نہ وہ کسی دوسری سورت کی آیت ہے۔اور سوائے اس کے نہیں کہ ہر سورت کی ابتداء میں بسم اللہ شریف اس لئے لکھی جاتی ہے کہ اس کے ذریعہ سے دو سورتوں کے درمیان فصل پیدا ہو جائے اور بسم اللہ شریف سے ابتداء کرنے سے برکت حاصل ہو۔یہی امام ابو حنیفہ اور اُن کے متبعین کا مذہب ہے لہذا جہری نماز وں میں ان کے نزدیک بسم اللہ شریف کو جہر سے نہیں پڑھا جاتا۔ (تفسیر نسفی جلد اوّل ص ۴)

سورۂ توبہ کی ابتداء میں بسم اللہ شریف نہ لکھنے کی وجہ

مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔''سورۂ توبہ کی ابتداء میں بسم اللہ شریف نہ لکھی گئی۔کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس سورہ کے ساتھ بسم اللہ شریف نہ پڑھی اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہاں بسم اللہ لکھنے کا حکم نہ دیا۔سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بسم اللہ امان ہے اور یہ سورہ امان اٹھانے کے لئے نازل ہوئی اس لئے یہاں بسم اللہ شریف نہ لکھی گئی۔حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سورتوں میں آخری سورت یہی ہے۔ (خزائن العرفان وروح البیان) (نور العرفان ص ۲۹۷)

بسم اللہ شریف کا ترجمہ

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ نے اپنے ترجمۂ قرآن میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ترجمہ ان لفظوں میں کیا ہے۔''اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا''اس ترجمہ کی خوبی یہ ہے کہ اس کی ابتداء میں لفظ اللہ کو ذکر کیا گیا ہے جبکہ دوسرے مترجمین نے اس بات کا لحاظ نہ کیا۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

بسم اللہ شریف میں تین اسمائے الٰہی ہیں

بسم اللہ شریف میں اللہ تعالیٰ کے تین نام ہیں۔اللہ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص ذاتی نام ہے اور کسی شئے سے مشتق نہیں یہی صحیح مختار قول ہے۔ **وذهب بعضهم الی ان هذا الاسم هو الاسم الا عظم لانه یدل علی الذات وباقی الاسمآء تدل علی الصفات** ۔اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اسم اعظم یہی اسم اللہ ہے کیونکہ یہ نام ذاتِ الٰہی پر دلیل ہے اور باقی اسماء اس کی صفات پر دلالت کرتے

ہیں۔ (تفسیر خازن جلد اول ص ۱۸)

الرحمٰن الرحیم :۔ یہ دونوں رحمتِ الٰہی سے مشتق ہیں ہاں ان کے معانی میں تفاوت موجود ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ھما اسمان احدھما ارق من الآخر۔ یہ دونوں نام ہیں ان میں سے ایک نام دوسرے نام سے زیادہ رقت کا معنی رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی دنیاوی رحمت کے باعث رحمٰن اور اخروی رحمت کے سبب سے رحیم ہے۔ (تفسیر خازن جلد اول ص ۱۸)

ہر جائز کام سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنا باعثِ برکت ہے

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کل امر ذی بال لایبدأ فیه ببسم الله الرحمن الرحیم اقطع۔ ہر شاندار کام جسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع نہ کیا جائے وہ کٹا ہوا ہے۔ رواہ عبدالقادر الرہاوی فی الاربعین وضعفہ السیوطی۔ (جامع صغیر جلد دوم صفحہ ۹۲)

اور یہ حدیث مفسر ابن کثیر نے ان لفظوں میں نقل کی ہے۔ قال الشیخ بسم الله الرحمن الرحیم اقتداءً بالقرآن العظیم وتخلقاً باخلاق العزیز العلیم واقتفاء للنبی الکریم حیث قال کل امر ذی بال لایبدأ فیه ببسم الله الرحمن الرحیم فهو ابترای قلیل البرکة او محرومها وقیل انه من البتر وهو القطع قبل التمام و الکمال والمراد بذی البال ذوالشان فی الحال اوفی المآل رواه الخطیب بهذا اللفظ فی کتاب الجامع مصنف مشکوٰۃ المصابیح نے اپنی کتاب کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کیا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے طریقہ پر چلتے ہوئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کیونکہ آپ نے فرمایا۔ ہر شاندار کام جسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع نہ کیا ہو وہ تھوڑی برکت والا یا برکت سے محروم ہوتا ہے یا وہ پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتا۔ یہ حدیث ان لفظوں کے ساتھ محدث خطیب نے کتاب الجامع میں روایت کی ہے۔ (مرقاۃ جلد اول ص ۳)

بسم اللہ شریف پڑھنے کا شیطان پر اثر

امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں حضرت ابوتمیمہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر تھے۔ سواری ڈگمگائی تو میں نے کہا ''شیطان کی خرابی''۔ آپ نے فرمایا ''شیطان کی خرابی'' نہ کہو کیونکہ جب تو شیطان کی خراب کہے گا تو شیطان موٹا تازہ اور دوسری روایت

میں ہے کہ گھر جتنا موٹا تازہ ہو جائے گا اور وہ اپنے دل میں کہے گا کہ میں نے سواری کو ڈگمگایا ہے اور جب تو اس موقع پر کہے گا بسم اللہ تو شیطان چھوٹا یہاں تک کہ وہ مکھی جتنا چھوٹا ہو جائے گا۔

امام ابن کثیر یہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ **فھذا من تاثیر برکة بسم الله ولھذا تستحب فی اول کل عمل** ۔ سو یہ بسم اللہ شریف کی تاثیر ہے ولہذا ہر عمل کی ابتداء میں بسم اللہ شریف کا پڑھنا مستحب ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۱۸ ج ۱)

چند مخصوص کاموں سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنے کا خصوصی حکم

اگرچہ شرع شریف نے ہر جائز کام سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنے کا عمومی دیا ہے لیکن بعض کاموں سے پہلے اس کے پڑھنے کی خصوصی تاکید بھی کی ہے۔ افادۂ عامۃ المسلمین کے لئے یہاں قدرے تفصیل عرض کی جاتی ہے وباللہ التوفیق۔

(۱) وضو کے وقت بسم اللہ شریف پڑھنا

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **لا وضوء لمن لم یذکر اسم الله علیه** ۔ جو شخص وضو کرتے وقت بسم اللہ شریف نہ پڑھے اُس کا کوئی وضو نہیں۔ رواہ الترمذی وابن ماجہ۔ (مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۴۲)

ملّا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ **قوله لا وضوء ای کاملاً لمن لم یذکر اسم الله علیه ای علی وضوء ه قال ابن حجر و یفسره الحدیث الصحیح توضؤا باسم الله ای قائلین ذلک** ۔ جو شخص وضو کرتے وقت بسم اللہ شریف نہ پڑھے اس کا وضو کامل نہیں ہوتا امام ابن حجر نے فرمایا کہ اس حدیث کی تفسیر وہ صحیح حدیث کرتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے نام کے ساتھ وضو کرو یعنی وضو کرتے وقت بسم اللہ شریف پڑھو۔ (مرقاۃ جلد دوم ص ۱۸)

(۲) بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنا

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **ستر مابین الجن و عورات بنی آدم اذا دخل الکنیف ان یقول بسم الله** ۔ جنات

اور آدمیوں کے ستر کے مابین پردہ بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے بسم اللہ کا کہنا ہے۔ رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ۔ (صحیح البیہاری ص ۲۰۵)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اذا دخلتم الغائط فقولوا بسم اللہ اعوذ باللہ من الخبث والخبائث ۔ جب تم بیت الخلاء میں داخل ہو تو یہ کہو اللہ کے نام سے میں خبث و خبائث سے اللہ کے ہاں پناہ چاہتا ہوں۔ رواہ العموی فی عمل الیوم واللیلۃ وصححہ۔ (صحیح البیہاری ص ۲۰۵)

(۳) تلاوت قرآن مجید کے وقت بسم اللہ شریف پڑھنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا ان اول ما نزل بہ جبریل علی محمد صلے اللہ علیہ وسلم قال یا محمد قل استعیذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم ثم قال قل بسم اللہ الرحمن الرحیم جبرائیل پہلی وحی لے کر حاضر خدمت ہوئے تو عرض کیا یا محمد آپ فرمائیں استعیذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پھر کہیں بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۱۸)

اسی حدیث کی بناء پر تلاوت قرآن مجید کے آداب میں یہ بات گنی گئی ہے کہ تعوذ و تسمیہ پڑھ کر تلاوت کی جائے۔

(۴) کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنا

کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنے کا حکم ہے۔ حضرت عمرو بن ابی سلمۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بچپن میں ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی گود میں تھا اور میرا ہاتھ کھانے کے برتن میں گھومتا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا سم اللہ و کل بیمینک و کل مما یلیک ۔ بسم اللہ پڑھو اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۸۵)

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان الشیطان یستحل الطعام ان لا یذکر اسم اللہ علیہ۔ بلاشبہ شیطان اُس کھانے کو اپنے لئے حلال جانتا ہے جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ جلد اول ص ۸۵)

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اذا اکل احدکم فنسی ان یذکر اللہ علیٰ طعامہ فلیقل بسم اللہ اولہ و آخرہ ۔ جب تم میں سے کوئی ایک شخص کھانا کھائے اور اللہ کا نام لینا بھول جائے تو وہ کہے بسم اللہ اولہ وآخرہ رواہ الترمذی وابوداؤد۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۸۷)

اور حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کھانا کھاتا تھا اس نے بسم اللہ شریف نہ پڑھی تھی یہاں تک کہ صرف ایک لقمہ باقی تھا۔ جب اس نے وہ لقمہ اپنے منہ کی طرف اٹھایا تو اس نے کہا بسم اللہ اولہ و آخرہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھل کر ہنسے اور فرمایا ما زال الشیطان یاکل معہ فلماذکر اسم اللہ استقاء ما فی بطنہ ۔ شیطان اُس شخص کے ساتھ کھاتا رہا پھر جب اس نے بسم اللہ شریف پڑھی تو اس کے پیٹ کا سارا کھانا قے کے ذریعہ سے نکل گیا۔ رواہ ابوداؤد۔

(مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۸۷)

(۵) گھر میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ شریف پڑھنا

گھر میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ پڑھنے کا حکم ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا دخل الرجل بیتہ فذکر اللہ عند دخولہ وعند طعامہ قال الشیطان لامبیت لکم ولا عشآء واذا دخل فلم یذکر اللہ عند دخولہ قال الشیطان ادرکتم المبیت واذا لم یذکر اللہ عند طعامہ قال ادرکتم المبیت والعشاء ۔ جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے پھر داخل ہوتے وقت اور کھانا کھانے کے وقت اللہ کا ذکر کرتا ہے یعنی بسم اللہ شریف پڑھتا ہے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے۔ یہاں تمہارے لئے نہ کوئی رات گزارنے کی جگہ ہے اور نہ کھانے کی کوئی شئے ہے اور جب کوئی شخص داخل ہوتا ہے اور داخل ہوتے وقت اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو شیطان کہتا ہے تمہیں رات گزارنے کے لئے جگہ مل گئی ہے پھر جب وہ کھانا کھاتے وقت اللہ کا ذکر نہیں کرتا تو کہتا ہے تمہیں رات گزارنے کی جگہ اور رات کا کھانا دونوں مل گئے ہیں۔ رواہ مسلم۔ (اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۴۸۵ ۔ مشکوٰۃ جلد دوم ص ۸۵)

(۶) کشتی پر سوار ہوتے وقت بسم اللہ شریف پڑھنا

حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان آنے کے وقت اپنے گھر والوں اور ماننے والوں سے فرمایا ارکبوا فیھا بسم اللہ مجرھا و مرسھا ان ربی لغفور رحیم ۔سوار ہو جاؤ اس میں اللہ کے نام پر اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے۔ بے شک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔ (پ۱۲ رکوع ۴)

مولانا احمد یار خان نعیمی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ چنانچہ جب آپ کشتی چلانا چاہتے بسم اللہ پڑھتے تو وہ چل پڑتی اور جب اُسے ٹھہرانا چاہتے تو بسم اللہ پڑھتے تو وہ ٹھہر جاتی تھی۔ اب بھی جو شخص دریائی سواری میں سوار ہوتے وقت یہ دعا پڑھ لے تو ان شآء اللہ ڈوبنے سے محفوظ رہے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر کام پر بسم اللہ پڑھنا بڑی پرانی سنت ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بسم اللہ کے ساتھ موقع کے مطابق الفاظ ملا دینا چاہیے چنانچہ دوا پیتے وقت بسم اللہ شافی بسم اللہ کافی پڑھے اور ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہے اور دم کرتے وقت بسم اللہ ارقیک کہے۔ (نور العرفان ص ۳۵۹)

(۷) چوپایہ پر سوار ہوتے وقت بسم اللہ شریف پڑھنا

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اے ابوھریرہ جب وضو کرو تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو۔ تیرے فارغ ہونے تک فرشتے تیرے لئے نیکیاں لکھتے رہیں گے اور جب اپنی بیوی سے صحبت کرو تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو۔ تیرے غسل کرنے تک فرشتے تیرے لئے نیکیاں لکھتے رہیں گے پھر اگر اُس صحبت سے اولاد حاصل ہوئی تو اُس اولاد اور اس اولاد کی اولاد کے سانسوں کی تعداد جتنی نیکیاں فرشتے تیرے لئے لکھیں گے۔ اے ابوھریرہ جب چوپایہ پر سوار ہونے لگو تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والحمد للہ کہو چوپایہ کے ہر قدم کے عوض میں تیرے لئے نیکیاں لکھی جائیں گی۔ (نزھۃ المجالس جلد اول ص ۲۳)

(۸) جماع سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو ان احدکم اذا اراد ان یاتی اھلہٗ قال باسم اللہ اللھم جنبنا الشیطان و جنب الشیطان ما

رزقتنا فانہ ان قضی بینھما ولد من ذلک لم یضرہ الشیطان ابداً۔ اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کا ارادہ کرے اور باسم اللہ جنبنا الشیطان وجنب الشیطان مارزقتنا پڑھ لے تو اگر اس صحبت سے اولاد پیدا ہوئی تو اسے شیطان کبھی ضرر نہیں پہنچائے گا۔ رواہ احمد والبخاری ومسلم والاربعۃ وصحہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۲۸ ج ۲)

اور امام جعفر بن محمد سے مروی ہے کہ انہوں نے آیت کریمہ وشارکھم فی الاموال والاولاد کی تفسیر میں فرمایا۔ ان الشیطان یقعد علی ذکر الرجل فاذا لم یقل باسم اللہ اصاب معہ امرأتہ وانزل فی فرجھا کما ینزل الرجل۔ بلاشبہ شیطان مرد کے ذکر پر بیٹھ جاتا ہے پھر اگر وہ باسم اللہ نہ کہے تو وہ صحبت میں شریک ہو جاتا ہے اور عورت کی فرج میں انزال کرتا ہے جیسے مرد انزال کرتا ہے۔

(نزھۃ الناظرین ص ۱۴۸)

(۹) خط کی ابتداء میں بسم اللہ شریف لکھنا

خط یا مضمون کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے کا حکم ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو جو خط لکھا اور ہدہد کے ذریعہ سے اس تک پہنچایا اس کی ابتداء میں آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا تھا۔ اس کے بارہ میں مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ ''معلوم ہوا کہ ہر اچھا کام بسم اللہ سے شروع کرنا چاہیے۔ بسم اللہ کی حدیث اس آیت سے قوت پاتی ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی صلح حدیبیہ میں صلح نامہ کے اول میں بسم اللہ تحریر فرمائی۔ بسم اللہ سے کام شروع کرنے کا نتیجہ کامیابی ہے کہ حضرت سلیمان کو اس کی برکت سے بلقیس جیسی بیوی عطا ہوئی''۔ (نور العرفان ص ۶۰۴)

(۱۰) تصنیف کی ابتداء میں بسم اللہ شریف لکھنا

علمائے حق کا طریقہ ہے کہ وہ جب کوئی کتاب تصنیف کرنے لگتے ہیں تو سب سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پھر الحمد للہ رب العالمین لکھتے ہیں یہ قرآن مجید کی اتباع ہے اور حصول برکت کا ذریعہ بھی واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۱) میت کو قبر میں داخل کرتے وقت بسم اللہ شریف پڑھنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ ان النبی صلے اللہ

علیہ وسلم اذا ادخل المیت القبر قال بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ وفی روایۃ وعلی سنۃ رسول اللہ. بلاشبہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم میت کو قبر میں داخل کرتے وقت فرماتے بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اوردوسری روایت میں ہے فرماتے وعلی سنۃ رسول اللہ ۔رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وروی ابوداؤد والثانیۃ ۔ (مشکوٰۃ شریف جلداول ص ۱۴۴)

(۱۲) رات کے کاموں سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنا

حضرت پیر کرم شاہ صاحب لکھتے ہیں۔''اسلامی آداب معاشرت میں بسم اللہ کو اہم مقام حاصل ہے ہمیں ہمارے ہادی ومرشد صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سبق دیا ہے کہ ہر کام بسم اللہ سے شروع کرو بلکہ یہاں تک کہ فرمایا اغلق بابک واذکر اسم اللہ واطفأ مصباحک واذکر اسم اللہ وخمر اناءک واذکر اسم اللہ واوک سقاک واذکر اسم اللہ ۔دروازہ بند کرو تو اللہ کا نام لیا کرو۔دیا بجھاؤ تو اللہ کا نام لیا کرو،اپنے برتن ڈھانپو تو اللہ کا نام لیا کرو اور اپنی مشک کا منہ باندھو تو اللہ کا نام لیا کرو۔(تفسیر قرطبی) مقصد یہ ہے کہ ہر کام چھوٹا ہو یا بڑا کرتے وقت انسان اپنے کارساز حقیقی کا نام لینے کا خوگر ہو جائے تاکہ اس کی برکت سے مشکلیں آسان ہوں اس کی تائید ونصرت پر اس کا توکل پختہ ہو جائے نیز جب اسے ہر کام شروع کرتے وقت اللہ کا نام لینے کی عادت ہو جائے گی تو وہ ہر ایسا کام کرنے سے رک جائے گا جس میں اس کے رب تعالیٰ کی ناراضگی ہو۔ (تفسیر ضیاء القرآن جلداول ص ۲۱)

(۱۳) بیمار کو دم کرتے وقت بسم اللہ شریف پڑھنا

امام قرطبی نے صحیح سند سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے شکایت کی کہ یارسول اللہ جب سے میں مشرف باسلام ہوا ہوں میرے جسم میں درد رہتا ہے تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں درد ہو وہاں ہاتھ رکھ کر تین بار بسم اللہ پڑھو اور سات بار یہ جملہ کہو اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد واحاذر۔ (ضیاء القرآن جلداول ص ۲۱)

(۱۴) میت کی کفنی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا

میت کی کفنی پر بخشش کی امید سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا بہتر ہے۔اللہ کریم اپنے نام کی

برکت سے کرم فرماتا ہے اور میت کو عذاب قبر سے نجات عطا کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۵) ذبح کے وقت بسم اللہ شریف پڑھنا

ذبح کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنا جانور کے حلال ہونے کے لئے شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ولا تاکلوا ممالم یذکر اسم اللہ علیہ و انہ لفسق ۔ اور اسے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا اور وہ بے شک حکم عدولی ہے۔ (پ ۸ ۔ رکوع ۱)

بسم اللہ شریف پڑھنے کا ثواب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من قرأ بسم اللہ الرحمن الرحیم کتب اللہ لہ بکل حرف اربعۃ آلاف حسنۃ ومحا عنہ اربعۃ آلاف سیئۃ ورفع لہ اربعۃ الآف درجۃ ۔ جو شخص بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہتا ہے اسے ہر حرف کے عوض چار ہزار نیکیاں ملتی ہیں اور اس کے چار ہزار گناہ مٹائے جاتے ہیں اور چار ہزار درجے بلند کیے جاتے ہیں۔ (نزھۃ المجالس ص ۲۳ ج ۱)

(تنبیہ) بسم اللہ شریف کے انیس حروف ہیں ہر حرف کا یہ اجر ہے تو پھر پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا کتنا اجر ہوگا وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ من اراد ان ینجیہ اللہ من الزبانیۃ التسعۃ عشر فلیقل بسم اللہ الرحمن الرحیم لان حروفھا تسعۃ عشر ۔ جو شخص چاہے کہ اللہ اسے جہنم کے انیس داروغوں سے نجات بخشے اسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا چاہیے کیونکہ بسم اللہ شریف کے انیس حروف ہیں ۔ (نزھۃ المجالس ص ۳۵ ج ۱)

قبر میں بسم اللہ شریف کی برکت

شیخ عبدالرحمٰن صفوری فرماتے ہیں کہ میں نے ابن جوزی کی کتاب بستان الواعظین میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ حضرت حسن بصری نے فرمایا مامن عبدید فن الادخل علیہ ملک فی قبرہ معہ دواۃ وقرطاس وقلم فیقول اکتب عملک فیکتب عملہ وان کان غیر کاتب فان کان

من اهل السعادة فاول مایجری به القلم بسم الله الرحمن الرحیم باذن الله تعالی فیأمن من عذاب القبر ۔ جو شخص دفن کیا جاتا ہے اس کے پاس فرشتہ دوات کاغذ اور قلم لے کر آتا ہے اور اسے کہتا ہے اپنے اعمال لکھو تو وہ اپنے اعمال لکھتا ہے اگرچہ وہ لکھنے والا نہ تھا پھر اگر وہ اہل سعادت ہے تو اللہ کے اذن سے قلم جاری ہوتی ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھتی ہے تو وہ قبر کے عذاب سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ (نزہۃ المجالس جلد اول ص ۲۷)

قیامت میں بسم اللہ شریف کی برکت

امام نسفی فرماتے ہیں جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر قیامت کے دن تک کے لئے نازل کی گئی تو پھر جب قیامت کے دن مومن اپنا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں لے گا اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے گا تو اس کا سارا اعمال نامہ سفید ہوگا اور اس میں کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ فیقال له انه کان مملوءاً من السیئات ولکنه محته بسم الله الرحمن الرحیم ۔ سو اسے کہا جائے گا کہ تیرا نامۂ اعمال گناہوں سے بھرا ہوا تھا لیکن بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نے تیرے گناہ مٹا دیئے ہیں۔ (نزہۃ المجالس ص ۲۵ ج ۱)

برے کام پر بسم اللہ شریف نہ پڑھی جائے

بسم اللہ شریف کے ادب کا یہ تقاضا ہے کہ اسے صرف جائز اور نیک کام کی ابتداء میں پڑھا جائے اور خلافِ شرع کاموں کی ابتداء میں نہ پڑھا جائے۔ امام علی قاری لکھتے ہیں۔ واختلف السلف الابرار فی کتابة البسملة فی اول کتب الاشعار فمنعه الشعبی والزهری واجازه سعید بن المصیب واختاره الخطیب البغدادی والا حسن التفصیل بل هو الصحیح فان الشعر حسنه حسن وقبیحه قبیح فیصان ایراد البسملة فی الهجویات والهذیان ومدائح الظلمة ونحوها کما تصان فی حال اکل الحرام و شرب الخمر و مواضع القاذورات وحالة المجامعة وامثالها۔ اس بارہ میں سلف صالحین کا اختلاف ہے کہ آیا اشعار کی کتب کی ابتداء میں بسم اللہ شریف لکھی جائے یا نہیں؟ امام شعبی اور امام زہری نے اس سے منع فرمایا ہے جبکہ سعید بن المسیب نے اس کی اجازت دی ہے اور اس قول کو خطیب بغدادی نے اختیار کیا ہے اور زیادہ عمدہ قول تفصیل ہے بلکہ یہی صحیح ہے کیونکہ اچھا شعر اچھا ہوتا ہے اور برا شعر برا سو برے اشعار سے پہلے

بسم اللہ شریف ذکر نہ کی جائے گی مثلاً ہجویات و ہذیانات، ظالم حکمرانوں کی جھوٹی تعریفوں والے اشعار جیسا کہ حرام کھانا کھانے اور شراب پینے اور گندی جگھوں میں اور عورت سے مجامعت کے وقت بسم اللہ پڑھنے سے اجتناب کیا جائے گا۔ (مرقاۃ جلد اول ص ۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

روم کے بادشاہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میرے سر میں ہر وقت درد رہتا ہے کوئی علاج بتائیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ٹوپی بھیجی کہ وہ اسے سر پر پہن لے۔ بادشاہ جب ٹوپی سر پر رکھتا درد بند ہو جاتا اور جب اتارتا تو درد شروع ہو جاتا۔ اس نے از راہ تعجب دیکھا تو ٹوپی کے اندر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یعنی بسم اللہ شریف لکھی ہوئی تھی سو اس کو یقین ہو گیا کہ یہ شفاء بسم اللہ شریف کی برکت سے ہوئی ہے۔

(روزنامہ دن راولپنڈی بابت ۲ جولائی ۱۹۹۹ء۔ مجموعہ اخبارات متفرق ص ۲۶ ج ۱۳)

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ادب

شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "آپ کی توبہ کا ذکر یوں ہے کہ آپ ایک روز حالت نشہ و مستی میں کسی طرف جا رہے تھے۔ اسی حالت میں آپ کو کاغذ کا ایک پرزا نظر پڑا۔ جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا آپ نے اس کاغذ کو اٹھا کر صاف کیا اور عطر خرید کر معطر کیا اور ایسی جگہ میں رکھ دیا جہاں بے ادبی ہونے کا خوف نہ تھا۔ اسی رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ آدمی کو اللہ تعالیٰ یہ حکم دے رہا ہے کہ تم جا کر بشر حافی کو کہہ دو کہ تم نے ہمارے نام کی عزت کی اور اس کو معطر کر کے بلند جگہ پر رکھ دیا۔ ہم بھی اسی طرح تم کو پاک کر کے تمہارا مرتبہ بلند کریں گے۔ یہ سن کر وہ بزرگ بہت حیران ہوئے اور دل میں کہا کہ بشر تو ایک فاسق آدمی ہے یقیناً میرا خواب غلط ہے۔ چنانچہ وہ وضو کر کے پھر سو گئے۔ اب کی مرتبہ بھی خواب میں وہی حکم ہوا۔ پھر تیسری مرتبہ بھی یہی ہوا تو وہ مجبوراً اٹھ کر بشر حافی کے گھر پہنچے اور ان کے بارہ میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ شراب خانے میں نشے میں مدہوش ہیں۔ ان بزرگوں نے لوگوں سے کہا تم اس کو کہہ دو کہ میں اس کو ایک پیغام دینا چاہتا ہوں چنانچہ انہوں نے بصد مشکل انہیں سمجھایا تو جواب دیا کہ پوچھو کس شخص کا پیغام لایا ہے کہا اللہ تعالیٰ کا پیغام۔ یہ سن کر وہ رو پڑے اور دل میں خیال کیا کہ خدا جانے کیسا پیغام ہوگا جب پیغام خداوندی سنا تو سب سے کہا کہ تم گواہ ہو جاؤ کہ میں نے توبہ کر لی ہے اور

آئندہ تم مجھے شراب خانے میں نہیں دیکھو گے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۸۹)

(تنبیہ) بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ادب کی وجہ سے حیوانات کو حکم دے دیا کہ جس راستے سے بشر حافی کا گزر ہو۔ اس میں وہ پیشاب اور لید نہ کریں کیونکہ حضرت بشر حافی تواضع کے طور پر ننگے پاؤں چلا کرتے تھے۔ آپ کی وفات کے روز ان کے راستہ میں بعض لوگوں نے حیوانوں کا گوبر دیکھا تو کہا کہ آج حافی فوت ہو چکے ہیں اس لئے ان کے راستے میں آج یہ گوبر دیکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نام کا ادب کرنے کی توفیق بخشے آمین۔

وظائف واوراد

اگر مرگی والے پر بسم اللہ اکتالیس بار پڑھ کر دم کریں تو وہ جلد ہوش میں آجائے۔ اور رات کو اکتالیس بار پڑھ کر سوئیں تو چوری ڈاکہ اور اچانک موت اور آگ لگنے جنوں اور انسانوں کے شر اور سب آفتوں سے تمام رات امن رہے۔ اور اگر ہر صبح اس کو اکیس مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے گیارہ روز تک مسحور کو پلائیں تو جادو کا اثر جاتا رہتا ہے۔ کوئی مشکل درپیش ہو تو ہر روز سات سو بار اکیس دن تک بڑے خلوص سے پڑھیں مشکل آسان ہو اور کشائشِ رزق کے لئے ایک ہزار بار بعد نماز فجر پڑھیں روزی فراخ ہو اور کسی بگڑے ہوئے کام کی اصلاح کے لئے بعد نماز عصر تین سو بار گیارہ روز تک پڑھیں سب کام درست ہو جائیں گے اور کاروبار کی فراخی اور ترقی کے لئے بعد نماز عشاء گیارہ سو بار چالیس روز تک پڑھیں کام میں بڑی ترقی ہوگی انشاء اللہ۔ یقین جانیں۔ بسم اللہ ایک عجیب ورد ہے۔ جس کام کے لئے خلوص اور توجہ سے پڑھیں گے وہ کام اللہ کے فضل سے پورا ہوگا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ تعالیٰ کے ناموں سے ایک نام ہے اور یہ نام اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم سے اتنا قریب ہے جتنا آنکھ کی سفیدی وسیاہی قریب ہیں۔ (روزنامہ دن راولپنڈی بابت ۲ جولائی ۱۹۹۹ء)

الحمدللہ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے یہ بسم اللہ شریف کی برکتیں جاننے سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر اچھے کام سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کی توفیق بخشے آمین۔ وھذا آخر ماار دنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ المبارکۃ تقبلھا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم ورسولہ الکریم صلے اللہ علیہ وسلم. آمین.

(۲۱ رمضان ۱۴۲۸ھ بحالۃ الاعتکاف المسنون)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دوسرا مقالہ

اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکتیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد: اس مختصر مقالہ میں ہم نے اسمِ محمد علیٰ صاحبہ افضل الصلوٰت واکمل التحیات وازکی التسلیمات کے خصائص و برکات جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اللہ تعالیٰ اسے ہمارے لئے زادِ آخرت بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

سیدنا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے اسمآء بکثرت ہیں

ناموں کی کثرت مسمی کی صفات کی کثرت کے باعث ہوتی ہے۔ چونکہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صفاتِ حسنہ حددرجہ کثیر ہیں اس لئے آپ کے نام بکثرت ہیں۔ شیخ احمد قسطلانی رقمطراز ہیں۔ کثرۃ الاسمآء تدل علی شرف المسمی وقد سمی اللہ تعالی نبینا صلے اللہ علیہ وسلم باسمآء کثیرۃ فی القرآن العظیم وغیرہ من الکتب السماویۃ وعلی السنۃ الانبیآء علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ ناموں کی کثرت مسمی کے شرف پر دلالت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بہت سے نام قرآنِ عظیم اور اس کے علاوہ سماوی کتب میں اور انبیآء علیہم السلام کی زبانوں پر رکھے ہیں۔ (المواہب اللدنیہ جلد اول ص ۳۶۴)

سیدنا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے اسمآء کی تعداد

عام مشہور و معروف بات تو یہ ہے کہ سیدنا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے ننانوے نام ہیں لیکن علماء محققین نے اس سے زائد ناموں کا قول کیا ہے۔ صاحب دلائل الخیرات لکھتے ہیں۔ ذلک اسمآء سیدنا ونبینا ومولانا محمد صلے اللہ علیہ وسلم مائتان و واحد وھی ھذہٖ الخ۔ ہمارے سردار اور نبی اور مولا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ دوسوایک نام ہیں اور وہ یہ ہیں الی آخرہ۔ (دلائل الخیرات ص ۶۴)

اور شیخ احمد قسطلانی رقمطراز ہیں۔ والذی رایتہٗ فی کلام شیخنا فی القول البدیع والقاضی عیاض فی الشفاء وابن العربی فی القبس والاحکام لہ وابن سیدالناس وغیرھم یزید علی الاربع مائۃ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ جو میں نے اپنے شیخ کی کتاب القول البدیع، قاضی عیاض کی کتاب الشفاء، ابن العربی کی کتاب القبس اور کتاب الاحکام اور بن

سید الناس وغیرہ علماء کی کتابوں سے حاصل کیے ہیں ان کی تعداد چار سو سے بھی متجاوز ہے۔
(المواھب اللدنیہ جلد اول ص ۳۶۶)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ وقاضی ابوبکر ابن العربی کہ از عظمائے علمائے مالکیہ است گفتہ کہ بعضے صوفیہ گفتہ اند مرحق تعالیٰ راہزار نام ست وحبیب اورا صلے اللہ علیہ وسلم نیز ہزار نام است و مراد اوصاف است وازہر صفت اسمے مشتق است۔ قاضی ابوبکر ابن العربی جو مالکی علماء میں بلند پایہ رکھتے ہیں فرماتے ہیں کہ بعض صوفیہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہزار نام ہیں اور حبیب اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بھی ایک ہزار نام ہیں اور ناموں سے ان کی مراد اوصاف ہیں اور ہر وصف سے ایک ایک نام مشتق ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۴۸۱)

سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا مشہور ومعروف نام

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کثیر ناموں میں سے سب سے زیادہ مشہور ومعروف نام محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ شیخ احمد قسطلانی لکھتے ہیں۔ ثم ان اشھر اسمآءہ صلے اللہ علیہ وسلم محمد۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں سب سے زیادہ مشہور ومعروف نام محمد ہے۔
(المواھب اللدنیہ جلد اول ص ۳۶۴)

اور یہ نام آپ کا ذاتی نام ہے۔ شیخ قسطلانی لکھتے ہیں۔ واما محمد فمنقول من صفة ایضاً وھو فی معنی محمود ولکن فیه معنی المبالغة والتکرار فالمحمد ھو الذی حمد مرة بعد مرة فھو محمود فی الدنیا بما ھدی الیه ونفع به من العلم والحکمة وھو محمود فی الآخرة بالشفاعة فقد تکرر معنی الحمد کما یقتضیه اللفظ. اور محمد بھی معنی صفت سے معنی علمیت کی طرف منقول ہے۔ اور یہ محمود کے معنی میں ہے ہاں اس میں مادہ کے مبالغہ وتکرار کا تقاضا پایا جاتا ہے پس محمد اس شخص کو کہا جائے گا جس کی بار بار تعریف کی جاتی ہو۔ آپ دنیا میں ہدایت اور علم وحکمت عطا کرنے کی وجہ سے مخلوق کی زبان پر محمود ہیں تو آخرت میں شفاعت کے باعث محمود ہوں گے سو اس نام میں جس تکرار و مبالغۂ حمد کا تقاضا تھا وہ پورا پورا موجود ہے۔ (المواھب اللدنیہ جلد اول ص ۳۷۰)

سیدنا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کا دوسرا ذاتی نام احمد ہے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذاتی نام جس طرح محمد ہے اسی طرح آپ کا دوسرا ذاتی نام احمد ہے۔ شیخ قسطلانی فرماتے ہیں۔ **واما احمد وھو اسمہ علیہ الصلوۃ والسلام الذی سمی بہ علی لسان عیسیٰ و موسیٰ فانہ منقول ایضاً من الصفۃ التی معناھا التفضیل فمعنی احمد احمد الحامدین لربہ وکذلک ھو فی المعنی لانہ یفتح علیہ المقام المحمود بمحامد لم تفتح علی احد قبلہ فیحمد ربہ بھا ولذلک یعقد لہ لوآء الحمد**۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام احمد حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی زبانوں پر رکھا گیا اور یہ بھی صفت سے علیت کی طرف منقول ہے اور اس کا معنی ہے سب تعریف کرنے والوں سے زیادہ اپنے ربّ کی تعریف کرنے والی ہستی اور یہ نام بھی اپنے اندر اپنے معنی پر پوری طرح حاوی ہے کیونکہ قیامت کے روز جب آپ مقام محمود پر جلوہ افروز ہوں گے تو آپ پر ربّ کی وہ تعریفیں منکشف ہوں گی جو کسی دوسرے پر منکشف نہ ہوں گی اور آپ وہ تعریفیں بیان کریں گے اور اسی وجہ سے آپ کے جھنڈے کا نام لوآءالحمد ہوگا۔

(المواھب اللدنیہ جلد اول ص ۳۷۰)

اسم محمد کے خصائص

شیخ احمد قسطلانی فرماتے ہیں کہ اسم محمد کی تین خصوصیتیں ہیں۔

(۱) لفظِ محمد کے چار حروف ہیں جس طرح لفظ اللہ کے چار حروف ہیں۔

(۲) لفظِ محمد لکھنے میں آدمی کی شکل پر نظر آتا ہے۔ یعنی پہلا میم آدمی کے سر کے مثل ہے، حاء اس کے بازوؤں کے مثل ہے۔ اور دوسرا میم اس کی کمر کے مثل ہے اور دال اُس کے دونوں پاؤں کے مثل ہے۔ **قیل ولا یدخل النار من یستحق دخولھا اعاذنا اللہ منھا الا ممسوخ الصورۃ اکراماً لصورۃ اللفظ**۔ کہا گیا ہے کہ دوزخ میں جانے کا جو انسان مستحق ہوگا اللہ ہمیں دوزخ سے بچائے لفظ محمد کے اکرام کی وجہ سے اس کی شکل بدل کر اسے دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ **(المواھب اللدنیہ جلد اول ص ۳۷۱)**

خود اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام محمد واحمد رکھے ہیں

اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں ولادت سے پہلے آپ کے نام محمد اور احمد خود رکھے ہیں۔ اس نے آپ کا نام پہلے احمد اور پھر محمد رکھا ہے۔ شیخ قسطلانی لکھتے ہیں۔ وقال القاضی عیاض کان علیه الصلوٰۃ والسلام احمد قبل ان یکون محمداً کما وقع فی الوجود لان تسمیة احمد وقعت فی الکتب السالفة و تسمیته محمداً وقعت فی القرآن وذلک انه حمد ربهٗ قبل ان یحمده الناس۔ اور قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ آپ کا نام احمد آپ کے نام محمد سے پہلے رکھا گیا۔ کیونکہ آپ کتب سابقہ میں احمد کے نام سے ذکر کیے گئے ہیں اور قرآن میں محمد کے نام سے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ آپ نے اپنے رب کی حمد احمد ہونے کی بناء پر پہلے کی پھر مخلوق نے آپ کی محمد ہونے کی بناء پر تعریف کی۔ (المواھب اللدنیہ جلد اول ص ۳۷۰)

اور یہی شیخ لکھتے ہیں وقد سماه الله تعالیٰ بهذا الاسم قبل الخلق بالفی الف عام کماورد من حدیث انس بن مالک من طریق ابی نعیم فی مناجاة موسیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی پیدائش سے بیس لاکھ سال پہلے آپ کا یہ نام رکھا جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے۔

(المواھب اللدنیہ جلد اول ص ۳۷۲)

آپ کی پیدائش پر حضرت عبد المطلب نے بھی آپ کا نام محمد رکھا

شیخ قسطلانی لکھتے ہیں۔ عن ابن عباس رضی الله عنهما لما ولد النبی صلے الله علیه وسلم عق عنه عبدالمطلب وسماه محمداً فقیل له یا ابا الحارث ما حملک علیٰ ان سمیتهٗ محمداً ولم تسمه باسم آبآئه قال اردت ان یحمده الله فی السمآء و یحمده الناس فی الارض۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی اور آپ کے دادا عبد المطلب نے آپ کا عقیقہ کیا اور آپ کا نام محمد رکھا تو آپ سے کہا گیا۔ اے ابوالحارث آپ نے کس وجہ سے ان کا نام محمد رکھا اور ان کا نام اپنے آباء کے ناموں پر نہیں رکھا؟ فرمایا میں نے چاہا کہ اللہ آسمان میں اس کی تعریف کرے اور لوگ زمین میں اس کی خوبیاں بیان کریں۔

(المواھب اللدنیہ جلد اول ص ۳٦۴)

حضرت آمنہ کو حکمِ غیبی

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔ جب حضرت آمنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاملہ ہوئیں تو انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ان کا نام احمد رکھیں۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول ص ۴۲)

اور شیخ قسطلانی لکھتے ہیں۔ عبدالمطلب نے خواب میں دیکھا کہ چاندی کی ایک تار ان کے پشت سے نکلی ہے۔ اس کا ایک سرا آسمان کی طرف، دوسرا سرا زمین کی طرف، تیسرا سرا مشرق کی طرف اور چوتھا سرا مغرب کی طرف ہے پھر وہ تار ایک درخت کی شکل میں ہوگئی تو اس کے ہر پتے میں نور ہے اور اہلِ مشرق اور اہل مغرب اس درخت کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں۔ آپ نے خواب بیان کی تو اس کی یہ تعبیر بتائی گئی کہ ان کی پشت سے ایک بچہ پیدا ہوگا جس کی اتباع اہل مشرق اور اہل مغرب کریں گی اور آسمان و زمین والے اس کی تعریفیں بیان کریں گے۔ اسی وجہ سے آپ نے آپ کا نام محمد رکھا۔ علاوہ ازیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ آمنہ کو بھی خواب میں کہا گیا کہ آپ اس امت کے سردار کے ساتھ حاملہ ہیں۔ فاذا وضعتہ فسمیہ محمداً سو جب آپ انہیں جنیں تو ان کا نام محمد رکھنا۔

(المواھب اللدنیہ جلد اول ص ۳۶۴)

جنت کی ہر شئے پر محمد لکھا گیا ہے

محدث ابن عساکر نے حضرت کعب الاحبار سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر انبیآء و مرسلین کی تعداد کے برابر سوٹیاں نازل فرمائیں۔ پھر آدم علیہ السلام اپنے بیٹے شیث علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔ اے میرے پیارے بیٹے۔ تو میرے بعد میرا خلیفہ ہوگا پس تو میری خلافت تقویٰ اور مضبوط دستہ کے ساتھ پکڑ اور تو جب بھی اللہ کو یاد کرے تو اس کے ہمراہ محمد کا نام بھی ذکر کر کیونکہ میں نے محمد کا نام عرش کے پایہ میں لکھا ہوا دیکھا جس وقت میں پیدا ہوا تھا۔ پھر میں آسمانوں میں گھوما تو میں نے جنت میں کوئی محل نہ دیکھا اور نہ کوئی کمرہ مگر اس پر محمد کا نام لکھا ہوا تھا اور میں نے محمد کا نام خوبصورت آنکھوں والی حوروں کی گردنوں پر دیکھا اور جنت کے درختوں کے پتوں پر دیکھا اور شجرۂ طوبیٰ کے پتوں پر دیکھا اور سدرۃ المنتھیٰ کے پتوں پر دیکھا اور پردوں کے کناروں میں دیکھا اور فرشتوں کی آنکھوں کے مابین دیکھا فاکثر ذکرہ فان الملائکۃ تذکرہ فی کل ساعاتھا۔ سو تو محمد کا ذکر کثرت سے کر کیونکہ فرشتے ہر

گھڑی میں ان کا ذکر کرتے ہیں۔

شعر بدأ مجده من قبل نشاة آدم فاسماء ه فى العرش من قبل تكتب ۔آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بزرگی کا اظہار ہوا اور آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ان کے نام عرش پر لکھے گئے۔ اور امام حسن بن عرفہ نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لما عرج بى الى السمآء مامررت بسمآء الاوجدت اى علمت اسمى فيها مكتوباً محمد رسول الله وابوبكر خلفى ۔ جب مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو جس بھی آسمان سے میں گزرا وہاں میں نے اپنا نام ان لفظوں میں لکھا ہوا پایا محمد اللہ کے رسول ہیں اور ابوبکر میرے خلیفہ ہیں''۔ (المواھب اللدنیہ جلد اول ص ۳۷۲)

قلم قدرت کی لکھائی

علمائے ربانی اپنی تصانیف میں متعدد ایسے واقعات نقل کرتے چلے آئے ہیں جن میں قلم قدرت نے زمینی اشیاء پر اسم محمد یا اسم احمد لکھا ہے۔ اختصار کے پیش نظر صرف ایک واقعہ عرض کیا جاتا ہے۔

مولانا ابوالفیض محمد عبدالکریم چشتی مدرسہ چشتیہ رضویہ خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ لکھتے ہیں۔'' ۵ جمادی الاخری ۱۳۸۵ھ بروز جمعرات روزنامہ کوھستان ونوائے وقت میں آنکھوں کو روشن، دل کو مسرور اور ایمان کو تازہ کرنے والی یہ خبر میں نے پڑھی کہ منٹگمری (ساہیوال) سے چھ میل دور چک نمبر ۸۹/۹۔ ایل (رکانوالہ) میں کسی زمیندار کے خوش قسمت مزارع غلام محمد تارڑ کی بکری نے ایک میمنی سیاہ فام جنی ہے جس کے دائیں پہلو پر ایمان افروز نجدیت سوز سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا پیارا پیارا نام پاک حرفِ ندا کے ساتھ یا محمد سفید بالوں کے ذریعے قدرتی طور پر مرقوم ہے۔ فقیر نے اس کو سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ آپ کی شان پاک کا قدرتی کرشمہ اور مذہب اہل سنت و جماعت کی صداقت و تائید ربانی کی بین دلیل قرار دیا اور اس کی تصدیق وقدرت کے شاندار کرشمہ اور سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزہ شریفہ کے دیدار سے برکتیں حاصل کرنے کے لئے اپنے رفقاء صوفی محمد یعقوب اور محمد یوسف صاحب کے ہمراہ اس چک میں پہنچا جہاں ایک خوش نصیب گھر میں رسول اکرم محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ مبارکہ ظہور پذیر ہوا۔ منٹگمری سے لے کر چک نمبر ۹۸/۹ ایل تک عشاق رسالت کا ایک تانتا بندھا ہوا تھا

جس میں ہر طبقہ کے لوگ کاروں تانگوں اور سائیکلوں پر سوار اور پیدل بے حساب تھے۔ جو صرف اپنے ایمان تازہ کرنے اور اپنے پیارے رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزۂ مبارکہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے شوق میں کھچے چلے جا رہے تھے۔ فقیر نے اس سیاہ مینی پر سفید بالوں سے قدرتی طور پر منقوش اسم مبارک یا محمد کو بار بار دیکھا۔ خالی الذہن ہو کر تنقیدی نگاہوں سے دیکھا اور ہر لحاظ سے اس پر نظر کی۔ جس طرح آفتاب نصف النہار سے ہٹ دھرم کے سوا کسی شخص کو انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی اسی طرح اس مینی کے پہلو پر یا محمد کے قدرتی نقش ہونے سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں دیکھی۔ نہایت خوبصورت طریقہ سے مرقوم ہے چنانچہ اسے بوسہ دیا اور دوسرے لوگوں کی طرح فقیر بھی قدرت کے اس کرشمے کو اپنی آنکھوں سے بمع رفقاء مشاہدہ کرنے کے بعد واپس لوٹا اور اللہ تعالیٰ کا لاریب ارشاد ورفعنالک ذکرک زبان پر آیا۔ فقیر نے گاؤں کے بعض باشندوں سے اس خوش قسمت غلام محمد کے متعلق سوال کیا جس کے گھر میں یہ معجزۂ مبارکہ ظہور پذیر ہوا تو اس کے متعلق انہوں نے بتایا کہ اس مینی کی پیدائش سے چھ ماہ قبل اس غلام محمد کی زندگی کا نقشہ معجزانہ طور پر بدل گیا۔ چوری ڈنگا فساد میں اس کے دن رات گزرتے تھے لیکن چھ ماہ سے یہ پابندِ صلوٰۃ ہو گیا اور ہر قسم کے عیوب و جرائم سے جو اس کی عادت میں داخل تھے کلی طور پر مجتنب رہنے لگا۔ اس غلام محمد کی بکری کے بچے کے پہلو پر ادھر قدرت یا محمد نقش کرتی ہے اور ادھر اس کا مالک اتباعِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی لائن پر آجاتا ہے۔ یہ بھی معجزہ سے کم نہیں ہے۔ فالحمدللہ علیٰ ذلک

یہ پیارا نام یا محمد کسی انسان کا لکھا ہوا نہیں کہ کوئی بے ادب اسے شرک قرار دے کر مٹا دے بلکہ یہ قلم قدرت سے لکھا گیا ہے اور قلم قدرت نے اہل سنت و جماعت کے حق میں فیصلہ فرما دیا ہے اور رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کو لفظ یا کے ساتھ پکارنے کو شرک قرار دینے والوں کا منہ بند کر دیا ہے۔ جس شخص کا دل مردہ نہیں ہوا۔ اور جس شخص کا بخت ہمیشہ کی نیند سو نہیں گیا اور جس شخص کے دل پر مہرِ جباریت ابھی نہیں لگی اور جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہمیشہ کے لئے محرومی نہیں لکھی گئی اس کے لئے یا محمد یا رسول اللہ کے اس خدائی چرچے اور مہرِ خداوندی میں ہدایت کا کافی سامان موجود ہے۔ اب بھی وہ حق کو سینے سے لگا کر اور دل میں جگہ دے کر خدائی گروہ میں شامل ہو جائے الاان حزب اللہ ھم المفلحون وان جندنا لھم الغالبون''۔ (رسالہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بابت ۵ رجب ۱۳۸۵ھ)

اسمِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی برکتیں

اسم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی برکتوں کے بارہ میں تبرکاً چند احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں وباللہ التوفیق۔

(۱) صحیحین ومسند احمد وجامع ترمذی وسنن ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی ۔میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔ صحہٗ الجلال السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۳۴ ج ۲)

(۲) صحیحین اور سنن ابن ماجہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ سموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی فانی انما بعثت قاسماً اقسم بینکم۔ میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو کیونکہ میں تمہارے درمیان تقسیم کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ صحہٗ الجلال السیوطی۔ (جامع صغیر جلد دوم ص ۳۴)

(۳) ابن عساکر و حافظ حسین بن احمد بن عبداللہ بن بکر حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من ولدله مولود فسماه محمداً حباً لی وتبرکاً باسمی کان هو و مولوده فی الجنة۔ جس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا اور وہ میری محبت اور میرے نام سے تبرک کے لئے اس کا نام محمد رکھے وہ اور اس کا لڑکا دونوں بہشت میں جائیں گے۔

(فتاوی رضویہ جلد دہم حصہ اول ص ۲۰۲)

(۴) حافظ ابو طاہر سلفی و حافظ ابن بکر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں روزِ قیامت دو شخص حضرت عزت مجدہ کے حضور کھڑے کیے جائیں گے۔ حکم ہوگا انہیں جنت میں لے جاؤ وہ عرض کریں گے الٰہی ہم کس عمل پر جنت کے قابل ہوئے؟ ہم نے کوئی کام جنت کا نہ کیا۔ ربّ عزوجل فرمائے گا ادخلا الجنة فانی الیت علی نفسی ان لا یدخل النار من اسمه احمد ولا محمد ۔تم دونوں جنت میں داخل ہو جاؤ کہ میں نے حلف فرمایا ہے اپنے اوپر یہ کہ جس کا نام احمد یا محمد ہوگا وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔ (فتاوی رضویہ حوالہ مذکورہ بالا)

(۵) ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں تبیط بن شریط رضی اللہ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ قال الله تعالیٰ و عزتی وجلالی لا عذبت احداً تسمی باسمک فی النار ۔ربّ

عز وجل نے مجھ سے فرمایا مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم جس کا نام تمہارے نام پر ہوگا اسے دوزخ کا عذاب نہ دوں گا۔ (فتاوٰی رضویہ حوالہ مذکورہ بالا)

(۶) طبرانی اور ابن عدی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **من ولد له ثلاثة اولاد فلم یسم احدهم محمداً فقد جهل**۔ جس شخص کے ہاں تین بچے پیدا ہوں اور وہ ان میں سے کسی ایک کا بھی نام محمد نہ رکھے تو اس نے جاہلانہ کام کیا **ضعفهٗ السیوطی**۔

(جامع صغیر ص ۱۸۳ ج ۲)

(۷) حافظ ابن بکر امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **ماطعم طعام علی مائدة ولا جلس علیها وفیها اسمی الا وقدسوا کل یوم مرتین**۔ جس دسترخوان پر لوگ کھانا بیٹھ کر کھائیں اور ان میں کوئی محمد یا احمد نام والا ہو تو وہ لوگ ہر روز دوبار مقدس کیے جاتے ہیں۔ حاصل یہ کہ جس گھر میں ان پاک ناموں کا کوئی شخص ہو دن میں دوبار اس مکان میں رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ حوالہ مذکورہ بالا)

(۸) ابن سعد طبقات میں عثمان عمری سے مرسلاً راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ **ماضر احدکم لو کان فی بیته محمد و محمدان وثلاثة**۔ تم میں سے کسی کا کیا نقصان ہے کہ اگر اس کے گھر میں ایک محمد یا دو محمد یا تین محمد ہوں۔ (جامع صغیر ص ۱۴۶ ج ۲)

(۹) طرانفی وابن الجوزی امیر المؤمنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہٗ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **مااجتمع قوم قط فی مشورة وفیهم رجل اسمه محمد لم ید خلوه فی مشورتهم الا لم یبارک لهم فیه**۔ جب کوئی قوم کسی مشورہ کے لئے جمع ہو اور ان میں کوئی شخص محمد نام والا ہو اور وہ اسے مشورہ میں شریک نہ کریں تو ان کے لئے ان کی مشورت میں برکت نہ رکھی جائے گی۔

(فتاوٰی رضویہ حوالہ مذکورہ بالا)

(۱۰) حاکم وخطیب تاریخ میں اور دیلمی مسند میں امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **اذا سمیتم الولد محمداً فاکرموه واوسعوا له فی المجلس ولا تقبحوا له وجهاً**۔ جب تم لڑکے کا نام محمد رکھو تو اس کی عزت کرو اور مجلس میں اس کے لئے جگہ کشادہ کرو اور اسے برائی کی طرف نسبت نہ کرو یا اس پر برائی کی دعا نہ کرو۔ (جامع صغیر ص ۲۹ ج ۱)

(۱۱) بزاز مسند میں حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا سمیتم محمداً فلا تضربوہ ولا تحرموہ۔ جب تم لڑکے کا نام محمد رکھو تو اسے نہ مارو اور نہ اسے محروم رکھو۔ (جامع صغیر ص ۲۹ ج ۱)

(۱۲) فتاوٰی امام شمس الدین سخاوی میں ہے کہ ابوشعث حرانی نے امام عطاء سے روایت کی۔ من اراد ان یکون حمل زوجتہ ذکراً فلیضع یدہ علی بطنھا ولیقل ان کان ذکراً فقد سمیتہ محمداً فانہ یکون ذکراً۔ جو شخص چاہے کہ اس کی عورت کے حمل میں لڑکا ہو اسے چاہیے کہ اپنا ہاتھ عورت کے پیٹ پر رکھ کر کہے کہ اگر یہ لڑکا ہے تو میں نے اس کا نام محمد رکھ دیا ہے۔ ان شاء اللہ العزیز وہ لڑکا ہی ہوگا۔ (فتاوٰی رضویہ حوالہ مذکورہ بالا)

(۱۳) امام مالک فرماتے ہیں ماکان فی اھل بیت اسم محمد الا کثرت برکتہ۔ جس گھر والوں میں کوئی محمد نام کا ہوتا ہے اس گھر کی برکت زیادہ ہوتی ہے۔ ذکرہ المناوی فی شرح التیسیر تحت الحدیث العاشر والزرقانی فی شرح المواھب۔ (فتاوٰی رضویہ حوالہ مذکورہ بالا)

(۱۴) شریح بن یونس فرماتے ہیں ان للہ ملائکۃ سیاحین عبادتھم زیارۃ کل دار فیھا احمد او محمد اکراماً منھم لمحمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ بلاشبہ اللہ کے بعض فرشتے ہیں جو سیر و سیاحت کرتے رہتے ہیں۔ ان کی عبادت ہی یہی ہوتی ہے کہ وہ ہر اس گھر کی زیارت کریں جس میں احمد یا محمد نام کا کوئی شخص موجود ہو۔ یہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اکرام کی خاطر کیا جاتا ہے۔

(نزہۃ الناظرین ص ۱۶)

(۱۵) جعفر بن محمد اپنے باپ کے بارہ میں روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اذا کان یوم القیامۃ ینادی مناد ألا لیقم من اسمہ محمد فلیدخل الجنۃ لکرامۃ اسمہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ جب قیامت کا دن ہوگا ایک منادی آواز دے کر کہے گا خبردار جس کا نام محمد ہے وہ جنت میں چلا جائے اور یہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کے اکرام کی خاطر ہوگا۔ (نزہۃ الناظرین ص ۱۶)

(۱۶) امام مالک فرماتے ہیں کہ میں نے اہل مکہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے مامن بیت فیہ اسم محمد الانما ورزقوا خیر کوئی گھر نہیں جس میں محمد نام والا ہوگا مگر یہ کہ اس میں اضافہ ہوگا اور اس گھر والوں کو اچھی روزی دی جائے گی۔ (نزہۃ المجالس ص ۱۶)

(۱۷) وھب بن منبہ فرماتے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ایک سو سال تک اپنے رب کی نافرمانی کی۔ سو جب وہ مر گیا تو بنی اسرائیل نے اسے گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ آپ اسے غسل دیں کفن پہنائیں اور بنی اسرائیل کے ساتھ اس پر نماز جنازہ پڑھیں لانہ نظر فی التوراۃ فوجد اسم محمد صلے اللہ علیہ وسلم فقبلہ ووضعہ علی عینیہ وصلے علیہ فغفرت لہ ذنوبہ وزوجتہ حوراء۔ کیونکہ اس شخص نے تورات کو دیکھا تو اس میں اس نے محمد نام پایا پھر اس نے اس نام کو بوسہ دیا اور اسے اپنی دونوں آنکھوں پر رکھا اور آپ پر درود بھیجا تو میں نے اس عمل پر اس کی مغفرت کر دی اور اس کا نکاح حوروں سے کر دیا۔

(نزھۃ المجالس جلد دوم ص ۸۹ و نزھۃ الناظرین ص ۱۷)

(تنبیہ) محمد اور احمد نام رکھنے کی یہ جو فضیلتیں نقل کی گئی ہیں ان کے حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان ناموں والے اشخاص صحیح العقیدہ مومن ہوں۔ اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں۔ ''یعنی جبکہ مومن ہو اور مومن عرف قرآن و حدیث و صحابہ میں اسی کو کہتے ہیں جو سنی صحیح العقیدہ ہو کما نص علیہ الائمۃ فی التوضیح وغیرہ ورنہ بدمذہبوں کے لئے حدیثیں یہ ارشاد فرماتی ہیں کہ وہ جہنم کے کتے ہیں، ان کا کوئی عمل قبول نہیں۔ بدمذھب اگر حجر اسود اور مقام ابراھیم کے درمیان مظلوم قتل کیا جائے اور اپنے اس مارے جانے پر صابر اور طالب ثواب بھی رہے جب بھی اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے گا اور اُسے جہنم میں ڈالے گا۔ یہ حدیثیں دارقطنی وابن ماجہ وبیہقی وابن الجوزی وغیرھم نے حضرات ابوامامہ وحذیفہ وانس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیں اور فقیر نے اپنے فتاویٰ میں متعدد جگہ لکھیں''۔

(فتاویٰ رضویہ جلد دہم حصہ اول ص ۲۰۳)

(مسئلہ) آج کل مسلمان اپنے مکانوں، اپنی دکانوں اور موٹر کاروں پر دائیں جانب یا اللہ اور بائیں جانب یا محمد لکھتے ہیں یہ حصول برکت کا بہترین ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے آمین۔

(مسئلہ) آج کل مسلمان اپنے بچوں کے نام محمد یا احمد رکھنے کے بجائے نئی نئی طرز کے نام رکھتے ہیں۔ ایسا کرنے میں برکت سے محرومی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے آمین۔ وھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ المبارکۃ تقبلھا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم و رسولہ الکریم ﷺ۔ آمین۔

(۲۲ رمضان ۱۴۲۸ھ بمطابق ۵ اکتوبر ۲۰۰۷ء بروز جمعۃ المبارک)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تیسرا مقالہ

تحفظِ ناموسِ رسالت

(دورِ حاضر کا اہم ترین تقاضا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :۔ مغربی ممالک ڈنمارک ،ناروے اور فرانس کے اخبارات نے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین پر مبنی شرانگیز مواد گذشتہ چند ماہ میں کارٹونز (جعلی مذاحیہ تصویروں) کی شکل میں شائع کیا ہے۔ مبین رشید نے ''نوائے وقت'' سنڈے میگزین بابت ۱۲ فروری ۲۰۰۶ء میں لکھا ہے کہ ''توہین رسالت پر مبنی شرانگیز مواد کی اشاعت کا آغاز ۳۰ ستمبر کو ڈنمارک کے اخبار یولاندیوسٹن سے ہوا۔ اخبار نے یہ کارٹونز شائع کرنے کا منصوبہ کرے بلوٹکن کی وجہ سے بنایا جو آنخضور صلے اللہ علیہ وسلم سے متعلق بچوں کے لئے کتاب لکھنا چاہتا تھا مگر اس میں ان کی منفی تصویر کشی کرنا چاہتا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ اگر اس کتاب کی اشاعت ہوتی ہے تو مسلمان اسے قتل کر دیں گے۔ اخبار کے مالک اور ایڈیٹر کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ ان کا یہ احتجاج بین الاقوامی تنازعہ بن جائے گا اور لوگ ڈنمارک کی مصنوعات کا بائیکات کرنا شروع کر دیں گے۔

۱۰ جنوری ناروے کے ایک رسالے میگزنیٹ نے انہیں (کارٹونز کو) دوبارہ پرنٹ کر دیا پھر ڈنمارک سے اٹھنے والی یہ آندھی یورپ کے دوسرے حصوں میں پھیلتی چلی گئی۔ ایک کے بعد ایک اخبار نے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں توہین آمیز مواد کی اشاعت کو آزادی اظہار کا منبع قرار دیا۔ یورپی دنیا کے مسلمان سراپا احتجاج ہیں اور دنیا بری طرح منقسم ہوتی نظر آرہی ہے۔ مسلم ممالک میں مغربی اخبارات ومصنوعات کے خلاف شدید غم وغصہ پایا جاتا ہے مگر مغرب کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگ رہی''۔

دورِ رسالت میں توہین رسالت کا ارتکاب

مغربی علاقوں کے غیر مسلم لوگوں کا توہین رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ گھنؤنا عمل کوئی نئی بات نہیں ہے۔ دور رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم سے آج تک ہر دور میں باطنی خبث کے حاملین پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے غضب وعذاب کو لازم کیا ہے۔ محبوب پاک صلے اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تھے تو کفار ومشرکین نے آپ کی ذات ستودہ صفات کے متعلق کیا کچھ نہیں کیا۔ آپ کے

قتل تک کے منصوبے بنائے گئے اور آپ کو اور آپ کے غلاموں کو ہر قسم کی اذیتیں پہنچائی گئیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم ویأبی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ (کفار) چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ اپنی روشنی کو پورا کیے بغیر نہیں رہے گا۔ اور اگرچہ کافر ناپسند ہی کریں۔ (پ ۱۰۔ رکوع ۱۱)

یعنی ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک اسلام کے اس روشن چراغ کو بجھانے کی کتنی کوششیں کی گئیں۔ یہودیت۔ عیسائیت اور شرک وکفر نے سر جوڑ جوڑ کر اعلانیہ مقابلے بھی کیے اور سازشوں کے خطرناک جال بھی بچھائے لیکن اسلام کا نور درخشاں ہی رہا اور رہے گا۔ اس کے ماننے والوں کی تعداد بڑھتی ہی رہی اور بڑھتی ہی رہے گی۔ خداوند عالم کا یہ وعدہ ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت نبوت مصطفوی کے آفتاب جہانتاب کو گرہن نہیں لگا سکتی۔ (ضیاء القرآن جلد دوم ص ۱۹۸)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

؎ مٹ گئے، مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء ترے
نہ مٹا ہے، نہ مٹے گا کبھی چرچا ترا

سبحان اللہ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تینوں صاحبزادے قاسم اور عبداللہ اور طاہر داغ مفارقت دے گئے تو کفار مکہ نے کہنا شروع کر دیا کہ اب ان کی نسل منقطع ہوگئی ہے اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان شانئک ھو الابتر یقیناً آپ کا دشمن ابتر یعنی منقطع النسل ہے۔ یعنی جو شخص میرے محبوب کا دشمن ہوگا اور آپ کے دین کا بدخواہ ہوگا وہ مٹ جائے گا۔ اس کی قوم اسے بھول جائے گی۔ تاریخ اسے فراموش کر دے گی اس کا کوئی نام لینے والا نہیں ہوگا حتی کہ اس کی اپنی اولاد بھی اسے بھول جائے گی۔ دوسرے لوگوں کی نسل ان کے بیٹوں سے چلتی ہے لیکن میں اپنے حبیب کی نسل ان کی نور نظر لخت جگر فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کے بطن سے چلاؤں گا اور اس نسل میں اتنی برکت ہوگی کہ دنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں یہ نسل پھیل جائے گی۔ اعلیٰ حضرت خوب فرماتے ہیں۔

؎ تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

اور مکہ مکرمہ میں ایک بد بخت کافر ولید بن مغیرہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہا کرتا تھا۔ قرآن کریم نے اس کے دس عیب بیان فرمائے اور آخر میں فرمایا کہ وہ حرامی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **ولا تطع کل حلاف مهین هماز مشآء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذلک زنیم**۔ اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے والا، ذلیل، بہت طعنے دینے والا، بہت ادھر کی اُدھر کی لگاتا پھرنے والا، بھلائی سے بڑا روکنے والا، گناہگار، درشت خو ہے۔ اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا ہے۔ (پ ۲۹۔ رکوع ۴)

اس آیت کے نزول پر ولید اپنی ماں کے پاس پہنچا اور بولا کہ محمد نے میرے دس عیوب بیان کیے ہیں۔ نو عیبوں کو تو میں اپنے اندر پاتا ہوں۔ دسویں عیب کی تجھے خبر ہے۔ سچ بتا کہ میں حرامی ہوں یا حلالی۔ سچ کہنا ورنہ تیری گردن اڑا دوں گا۔ تب اس کی ماں بولی کہ تیرا باپ نامرد تھا مجھے اندیشہ ہوا کہ اس کے بعد اس کا مال غیر لے جائیں گے تب میں نے فلاں چرواہا کو بلایا تو تُو اس سے پیدا ہوا۔ (نور العرفان)۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

؎ عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے ۔۔۔ یہ گھٹائیں اور اسے منظور بڑھانا تیرا

رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو یہاں بھی منافقین کی شکل میں آپ کے گستاخوں کا ایک ٹولہ معرض وجود میں آ گیا۔ یہ بد بخت لوگ پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے اور مسلمان کہلانے کے باوجود آپ کی دلآزاری کے درپے رہتے تھے۔ اس گروہ کے سردار ابن ابی کے بارہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **یقولون لئن رجعنا الی المدینه لیخرجن الاعز منها الاذل ولله العزة ولرسوله وللمؤمنین و لکن المنافقین لایعلمون**۔ (منافق لوگ) کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے تو اس سے عزت والا شخص ذلیل کو ضرور نکال دے گا۔ اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین ہی کے لئے ہے لیکن منافقین نہیں جانتے۔ (پ ۲۸۔ رکوع ۱۳)

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ منافقین مدینہ کے سردار ابن ابی نے غزوۂ مریسیع میں اپنی جماعت سے کہا کہ جب ہم عزت والے لوگ یثرب پہنچیں گے تو ذلت والوں کو یہاں سے نکال دیں گے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ۔ اس کے رد میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عزت اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے اور مومنین کے لیے ہے۔ لیکن اس بات کو منافقین نہیں سمجھتے۔ اس واقعہ کے چند روز بعد منافقوں کا یہ سردار خود ذلت کی

موت مرا۔ (نور العرفان)

اعلیٰ حضرت خوب فرماتے ہیں

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر

جو یہاں سے ہو وہ وہاں پہ ہو جو یہاں نہیں وہ وہاں نہیں

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے گستاخ کے قتل کا حکم دیا

مدینہ منورہ میں جب منافقین کی گستاخیاں بڑھنے لگیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تحفظ ناموس رسالت کے لئے قانون بنایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ **من سب نبیاً فاقتلوہ ومن سب اصحابی فاضربوہ۔** جو شخص اللہ کے کسی نبی کو گالی دے اسے قتل کرو اور جو میرے صحابہ کو برا کہے اسے مارو۔ (شفاء شریف۔ جلد دوم ص ۱۹۴)

اس قانون سازی کے بعد جس شخص نے رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کا ارتکاب کیا اسے قتل کیا گیا۔ چنانچہ قاضی عیاض لکھتے ہیں۔

وفی الحدیث الصحیح امر النبی صلے اللہ علیہ وسلم بقتل کعب بن الاشرف فانہٗ یؤذی اللہ ورسولہ ووجہ الیہ من قتلہ غیلۃً دون دعوۃ بخلاف غیرہ من المشرکین وعلّل باذاہ لہٗ فدل ان قتلہ ایاہ لغیر الاشراک بل للاذی۔

اور صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا حکم فرمایا اور اس کی نسبت آپ نے فرمایا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتا ہے۔ اور اس کی طرف آپ نے اس شخص کو بھیجا جس نے دھوکہ دے کر بغیر دعوت اسلام دیئے اسے قتل کر دیا بخلاف اس کے سوا دوسرے مشرکین کے کہ انہیں بغیر دعوت اسلام قتل کا حکم نہ فرمایا۔ پھر اس کی علت یہ بتائی کہ وہ آپ کو ایذا دیتا تھا تو یہ بات خصوصیت کے ساتھ اس پر دلالت کر رہی ہے کہ اس کا قتل شرک کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اذیت رسانی کی بنا پر تھا۔

وکذالک قتل ابی رافع قال البرآء وکان یؤذی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ویعین علیہ وکذلک امرہ یوم الفتح بقتل ابن خطل وجاریتیہ اللتین کانتا تغنیان بسبہ صلے اللہ علیہ وسلم. اور یہی حال ابو رافع کے قتل کا ہے۔ برآء فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتا تھا اور دشمنوں کو آپ کے خلاف ابھارتا تھا۔ اسی طرح آپ نے فتح مکہ کے روز

ابن خطل اور اس کی ان دونوں لونڈیوں کو قتل کرنے کا حکم دیا جو آپ کو گانے میں گالیاں دیا کرتی تھیں۔

وفی حدیث آخر ان رجلاً کان یسبہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال من یکفینی عدوی فقال خالد انا فبعثہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقتلہٗ وکذلک امر بقتل جماعۃ ممن کان یؤذیہ من الکفار ویسبہ کالنضر بن الحارث وعقبۃ بن ابی معیط وعھد بقتل جماعۃ منھم قبل الفتح وبعدہ فقتلوا الامن بادر باسلامہ قبل القدرۃ علیہ۔

دوسری حدیث میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دیا کرتا تھا اس پر آپ نے فرمایا۔کون ہے جو میرے دشمن کو مجھ سے کفایت کرے۔تب خالد نے عرض کیا۔میں حاضر ہوں۔آپ نے انہیں بھیجا اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔اسی طرح آپ نے اس گروہ کفار کو قتل کرنے کا حکم دیا جو آپ کو ایذا اور گالی دیتا تھا جیسے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط وغیرہ اور فتح مکہ سے پہلے اور بعد آپ نے کفار کے ایک گروہ کے قتل کرنے کا وعدہ صحابہ سے لیا۔چنانچہ وہ سب قتل کر دیئے گئے۔بجز اس کے جو اس پر گرفت پڑنے سے پہلے اسلام میں سبقت کر گیا۔

وذکر عبدالرزاق ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم سبہ رجل فقال من یکفینی عدوی فقال الزبیر انا فبارزہ فقتلہ الزبیر ۔عبدالرزاق بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تو آپ نے فرمایا۔کون ہے جو میرے دشمن کو مجھ سے کفایت کرے گا۔حضرت زبیر نے عرض کیا میں حاضر ہوں۔چنانچہ وہ اس سے لڑے اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔

اور یہ بھی ایک روایت ہے کہ ایک عورت آپ کو گالی دیا کرتی تھی تو آپ نے فرمایا۔کون ہے جو میرے دشمن کو مجھ سے کفایت کرے تو اس کی طرف حضرت خالد نکلے اور اسے قتل کر دیا اور ابن قانع سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ کے دربار میں حاضر ہوا۔اور کہا۔یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں نے اپنے باپ کو آپ کے بارہ میں نازیبا کلمات کہتے ہوئے سنا تو میں نے اسے قتل کر دیا تو یہ بات آپ پر گراں نہ گزری''۔

(شفائے قاضی عیاض جلد دوم ص ۱۹۴)

گستاخ رسول کے قتل پر اجماع قائم ہے

علامہ سید احمد سعید کاظمی لکھتے ہیں'' محمد بن سحنون نے فرمایا۔علمائے امت کا اجماع ہے کہ نبی کریم

صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا کافر ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید جاری ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے۔ جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے کافر ہے۔

(گستاخ رسول کی سزا قتل ص ۱۷)

(نوٹ) یہ عبارت شفائے قاضی عیاض۔ نسیم الریاض، ردالمختار، الصارم المسلول کے حوالوں سے نقل کی گئی ہے۔

گستاخ رسول کی توبہ قبول نہ کی جائے گی

علامہ کاظمی صاحب لکھتے ہیں ''امام ابوبکر بن المنذر نے فرمایا۔ عامہ علمائے اسلام کا اجماع ہے کہ جو شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دے قتل کیا جائے گا۔ اور اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے گی۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں اور امام ثوری اور کوفہ کے دوسرے علماء اور امام اوزاعی کا قول بھی اسی طرح ہے۔ ان کے نزدیک یہ ردّت ہے۔ (گستاخ رسول کی سزا قتل ص ۱۸)

ذمی گستاخی کرے تو اسے سزا دی جائے گی۔ قتل نہ کیا جائے گا

قاضی عیاض فرماتے ہیں۔ گذشتہ فصلوں میں حکم تو مسلمانوں کے لیے تھا اب رہے ذمی (غیر مسلم جو حکومت اسلامی میں بستے ہیں) تو جب وہ صراحت کے ساتھ بھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دیں یا تعریض کریں یا مرتبہ عالی کا استخفاف کریں یا اس خاص وجہ کے علاوہ جس کی بنا پر وہ کافر ہیں کسی اور صفت کے ساتھ توصیف کریں تو اس صورت میں بھی اس کے قتل میں ہمارے نزدیک اختلاف نہیں ہے۔ بشرطیکہ وہ اسلام نہ لایا ہو اس لیے کہ ہم نے اس خصوص میں اس کا عہد وذمہ قبول نہیں کیا ہے۔ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ثوری اور ان کے شاگردوں کے سوا عام علماء کا یہی قول ہے۔ علمائے احناف فرماتے ہیں کہ ایسے ذمیوں کو قتل نہ کیا جائے اس لیے کہ وہ جس کفر و شرک پر قائم ہیں وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ لیکن تادیب وتعزیر ضرور کی جائے۔ (ترجمہ شفاء شریف از مولانا غلام معین الدین نعیمی ص ۲۷۷ ج ۲)

دور رسالت کے بعد توہین رسالت کا ارتکاب

صرف یہی نہیں کہ دور رسالت میں توہین رسالت کا ارتکاب کیا گیا بلکہ رسالت مآب صلے اللہ

علیہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی خبیث طبع لوگ آپ کی توہین کا ارتکاب کر کے اپنی ازلی بدبختی کا ثبوت دیتے رہے ہیں چنانچہ

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک شخص توہین رسالت کی نیت سے ہر نماز میں سورہ عبس تلاوت کرتا تھا تو جب فاروق اعظم کو اس بات کا پتہ چلا تو آپ نے اس کو قتل کروا دیا۔ چنانچہ مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ ''تفسیر روح البیان نے اسی عبس وتولی کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آپ نے ایک امام کو بلا کر قتل کرا دیا۔ کیونکہ ہر نماز میں یہ سورہ پڑھنے سے معلوم فرمایا کہ یہ منافق ہے اور اس کے دل میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بغض ہے اس لیے اس سورہ ہی کو وہ ہر نماز میں پڑھتا ہے جو بظاہر عتاب معلوم ہوتی ہے''۔ (شان حبیب الرحمٰن ص ۲۱۱)

ناموس رسالت کے محافظین

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کا ارتکاب جس وقت بھی کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت میں ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے کسی نہ کسی خوش بخت مسلمان کو منتخب فرمایا۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور کے شمع رسالت کے پروانے اپنے آقا صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت وحرمت کے دفاع میں ہر قسم کی قربانی دیتے رہے ہیں۔ اس رسالہ کی تنگ دامنی کی وجہ سے ہم سب کا ذکر نہیں کر سکتے صرف غازی علم دین شہیدؒ کی قربانی کا واقعہ اختصار سے بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ مولانا ارشاد احمد فریدی مدیر منتظم ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال اپنے مضمون ''شمع رسالت کا پروانہ۔ غازی علم الدین شہیدؒ'' میں رقمطراز ہیں''۔

ہندو مہاشے راجپال نے ''رنگیلا رسول'' نامی ایک کتاب میں حضور سید دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس پر کیچڑ اچھالنے کی ناپاک کوشش کی۔ تو غیرت مسلمانی متلاشی تھی اس شخص کی جو اس بدبخت کو صفحہ ہستی سے اس طرح مٹا دے کہ رہتی دنیا تک کوئی ایسی جسارت کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ قدرت کائنات نے اس عظیم مقصد کے لیے ایک خوبرو نوجوان علم الدین کو منتخب کر رکھا تھا۔

غازی علم الدین شہید کی جانثاری کا واقعہ

غازی علم الدین ۸ ذی قعدہ ۱۳۲۶ھ بمطابق ۴ دسمبر ۱۹۰۸ء بروز جمعرات سریانوالہ بازار پنیتے آلہ کٹڑہ میں زینت آرائے دنیا ہوئے۔ آپ کی پیدائش پر بے حد خوشیاں منائی گئیں۔ چھ سال کی عمر

میں آپ کو مسجد تکیہ سادھواں بھیجا جانے لگا۔ بعد میں بازار نو پریاں اکبری دروازہ بابا کالو کے مکتب میں داخل کر دیا گیا۔ آپ نے مستری نظام الدین سے بڑھئی کا کام سیکھا۔ آپ کی طبیعت فطرۃً شوخ و چنچل تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ مذہبی رجحان بھی عروج پر تھا۔ صاف گوئی و بیباکی آپ کی نمایاں خوبی تھی۔ کذب و فریب سے آپ قطعاً نا آشنا تھے۔ آپ کے والد کا نام میاں طالع مند تھا جو ذات کے لحاظ سے شیخ اور پیشہ کے لحاظ سے بڑھئی تھے جن دنوں لاہور میں آریہ سماجیوں کی شرارتیں عروج کو پہنچ چکی تھیں۔ میاں طالع مند نے کوہاٹ میں ریلوے اسٹیشن کا ٹھیکہ لیا اور اپنے نور نظر کو بھی ہمراہ لے گئے۔ اس دوران غازی علم دین کی نشونما زور افزوں تھی۔ اور عمر سے کہیں زیادہ تنومند جوان معلوم ہوتے تھے۔ خدوخال کے لحاظ سے آپ ایک نہایت ہی خوبرو اور شکیل نوجوان تھے۔ سرخ و سفید رنگت اور سڈول جسم چوڑی پیشانی پر سیاہ اور گھنگریالے بال۔ جھیل گہری آنکھیں اور ان میں سیاہ ڈورے فروزاں رہتے تھے۔ گویا ایک پروقار شخصیت کے علاوہ آپ اور بہت سے اوصاف و کمال کا مرقع تھے۔

مارچ ۱۹۲۹ء میں علم الدین کے بڑے بھائی محمد دین کے ہاں بچی پیدا ہوئی تو آپ اسے دیکھنے کے لیے لاہور آئے۔ یہاں آپ کے بھائی محمد دین کمیٹی کے ایک فعال کارکن تھے۔ غازی علم الدین نے ایک مولانا کی زور افزوں تقریر سنی تو آپ کے قلب و ذہن پر جادو کا اثر محسوس ہونے لگا۔ اسی رات علم دین نے دوران گفتگو اپنے بھائی سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص راجپال کو فی النار کر دے تو اسے کیا انعام ملے گا۔ بھائی نے کہا اسے سولی پر چڑھا دیا جائے گا۔ علم الدین نے مسکرا کر کہا یہ تو بہت اچھا انعام ہے۔ اس رات آپ پسینہ سے شرابور کروٹیں بدلتے رہے۔ لیکن کسی صورت بھی چین نہیں آ رہا تھا۔

۶ اپریل ۱۹۲۹ء کے دن علم الدین کی لافانی زندگی کا آغاز ہوا۔ آپ نے خلاف معمول اپنی والدہ سے دوگنا جیب خرچ حاصل کیا اور بازار چلے گئے۔ ایک خنجر نما چھرا خریدا جس کی نوک سے عزت و حمیت کا ایک انوکھا باب لکھا جانا مقصود تھا۔

اس دن کا آغاز آپ نے حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی آرام گاہ پر عقیدت کے پھول نچھاور کرنے سے کیا۔ قبل از دوپہر اپنی بھاوجہ اقبال بی بی سے چاول کھانے کی فرمائش کی اور کہنے لگے کہ آج میں بہت خوش ہوں۔ بہت زیادہ خوش۔ آج میری قسمت بدلنے والی ہے۔ سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی حرمت و ناموس کی حفاظت کے لیے مجھے چن لیا ہے۔ مجھے ایک عظیم سعادت ملنے والی ہے اور

میں آج اُس بدبخت راجپال کا کام تمام کردوں گا۔

سورج نصف النہار سے مغرب کی طرف سرک رہا تھا۔ اس وقت غازی علم دین نے اپنا کوٹ ایک دوست کے ہاتھ گھر پہنچایا۔ اور خود راجپال کی دکان پر جا پہنچے۔ بجلی کی تیزی کی طرح جلد بازی سے چھرا راجپال کے پیٹ میں اس زور سے مارا کہ اس کی انتڑیاں باہر نکل آئیں۔

گرفتاری کے وقت غازی علم الدین نے صاف ستھرا لباس پہن رکھا تھا اور اس لباس پر راجپال کے ناپاک خون کے قطروں کے نشانات موجود تھے۔ آپ کا چہرہ پرسکون اور گھبراہٹ کا شائبہ تک نہ تھا۔ راجپال کے قتل کی خبر آناً فاناً پورے شہر میں پھیل گئی اور دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دیا گیا۔ پولیس نے دو دن تک مرد غازی کو پولیس لائن حوالات میں بند رکھا اور مجسٹریٹ سے پوچھ گچھ کے لیے ۸ دن کا جسمانی ریمانڈ حاصل کر لیا۔ چونکہ غازی علم الدین اپنے اس فعل کا اقرار مسلسل کر رہے تھے اس لیے مقدمہ کی تفتیش اور چالان مکمل کرنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئی۔

مہاشہ راجپال کے قتل کا مقدمہ ۱۰ اپریل کو سنٹرل جیل میں ایڈیشنل مجسٹریٹ مسٹر ای ایس لوئیس کے سامنے پیش ہوا۔ مرد غازی کو ہتھکڑیوں کے ساتھ پیش کیا گیا۔ آپ کے چہرہ پر اداسی یا پریشانی کے آثار نہ تھے۔

۲۲ مئی کو سیشن کورٹ کا آخری دن تھا۔ ججوں نے اپنا فیصلہ عدالت کے گوش گزار کیا۔ ہندو اور سکھ ججوں کی رائے کے مطابق علم الدین مجرم تھے۔ مگر مسلمان ججوں کی رائے اس کے برعکس تھی۔ آخر غازی علم الدین کو سزائے موت کا فیصلہ سنا دیا گیا اور مجموعی فوجداری دفعہ ۳۶۴ کی رو سے فیصلہ برائے توثیق ہائی کورٹ بھیج دیا گیا۔ مرد غازی نے یہ فیصلہ نہایت جرأت سے سنا۔ چہرہ پر ذرہ برابر ملال نہ تھا اور زیرلب ایک نعت شریف گنگنا رہے تھے۔ عدالت سے باہر مسلمانوں کا جوش و خروش تھا اور فیصلہ سننے کے بعد تک نعرۂ تکبیر اور غازی علم دین زندہ باد کے نعرے سنائی دیتے رہے۔

غازی علم الدین نے ایک دن لاہور جیل میں اپنے لواحقین کو بتایا کہ انہیں ایک سفید پوش بزرگ کی زیارت ہوئی ہے۔ انہوں نے میرے سر پر دست شفقت رکھ کر فرمایا ہے۔ بیٹا۔ مطمئن رہو۔ تجھے جلد بلا لیا جائے گا۔ اس دن سے مجھے کمال سکون قلب میسر ہے۔ سید احمد شاہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ اور خورشید احمد جوان دنوں میانوالی جیل میں اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کا کام کر رہے تھے کا بیان ہے کہ وہ ایک دن سپرنٹنڈنٹ جیل کے ساتھ ساتھ گشت کر رہے تھے تو انہیں علم الدین کی کوٹھڑی سے ایک خاص قسم کی روشنی نظر آئی جس سے ہم

بہت متاثر ہوئے اور خدا کے حضور سر بسجود ہو گئے۔

۳۰ اکتوبر کو جب مرد غازی سے ملنے کے لیے ان کے عزیز و اقارب گئے تو انہیں جیل والوں نے بتایا کہ آج غازی صاحب بہت خوش ہیں۔ جب اس کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زیارت ہوئی ہے اور انہوں نے خوشخبری سنائی ہے کہ اے علم الدین تجھے مبارک ہو کہ اللہ کریم نے تیری قربانی قبول کر لی ہے۔ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں تیرا اکثر ذکر ہوتا ہے۔ میں اس بات پر خوش ہوں کہ میں بہت جلد دربار رسالت میں پہنچنے والا ہوں۔ ۳۰۔۳۱ اکتوبر کی درمیانی رات غازی علم الدین کی ظاہری زندگی کی آخری رات تھی۔ جیل کے اندر اور باہر سخت پہرہ تھا۔ غازی علم الدین اس رات بھی اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود رہے اور کئی بار درود و سلام کے گجرے بارگاہ رسالت میں پیش کیے۔ جیل کا وارڈن نواب دین چکر لگاتا ہوا چار بجے کے قریب آیا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ غازی صاحب اپنی کوٹھڑی میں نہیں ہیں۔ یہ خیال کر کے وہ گھبرایا کہ صبح پھانسی ہونی تھی کوئی انہیں نکال کر لے گیا ہے۔ ساتھیوں کو بلایا۔ انہوں نے کہا غازی صاحب ابھی تو سجدوں میں مصروف تھے نہ جانے کہاں چلے گئے۔ ابھی وہ کوئی فیصلہ نہ کرنے پائے تھے کہ آپ کی کوٹھڑی میں روشنی ہوئی جیسے بیس ہزار واٹ کا بلب لگا دیا گیا ہو۔ سب کی نظریں کوٹھڑی کی طرف اٹھیں کیا دیکھتے ہیں کہ غازی صاحب اپنے مصلے پر بیٹھے ہیں اور کوئی نورانی چہرے والا بزرگ ان کے سر پر دست شفقت پھیر رہا ہے۔ جب وہ اندر جھانکے تو وہ بزرگ غائب ہو گئے۔ جب غازی صاحب کو قسم دے کر پوچھا گیا کہ وہ بزرگ کون تھے تو انہوں نے کہا کہ سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے اور انھوں نے پیار سے فرمایا کہ خوش خوش آنا۔ بیٹا۔ ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

آپ ادائیگی نماز کے بعد قبلہ رو ہو کر درود و وظائف میں مصروف تھے کہ چھ بجے ڈاکٹر اور داروغہ نے آ کر کہا اے غازی آپ جس لمحہ کا انتظار کر رہے تھے وہ آن پہنچا ہے۔ آپ نے کہا بسم اللہ۔ میں حاضر ہوں۔

جب مجسٹریٹ نے آخری خواہش پوچھی تو غازی علم الدین مسکرائے اور فرمایا۔ دو نفل شکرانہ۔ اس کی اجازت دی گئی اور آپ نے نفل ادا کیے پھر قدم منزل شوق کی جانب بڑھنے لگے۔ ایمان پرور نظارہ تھا کہ اسلام کا فرزند موت کا جشن مناتے ہوئے بڑھ رہا تھا۔ یہ ایسی موت تھی جس پر زندگیاں قربان ہیں۔

باہر اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے فضا گونج رہی تھی۔ فرش فلک کا ذرہ ذرہ مرحبا یا غازی مرحبا یا شہید پکار رہا تھا۔ تختہ دار پر کھڑے ہو کر آپ نے رسہ کا بوسہ لے کر حاضرین سے فرمایا۔ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے اب تم سب میرے کلمہ کے گواہ ہو جاؤ۔ یہ کہہ کر آپ نے بلند آواز سے کلمہ پڑھا۔ اور جام شہادت نوش فرمایا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

جب آپ کی میت کو گڑھے سے نکالا گیا تو یہ منظر بھی دیدنی تھا۔ آپ کا جسد مبارک صحیح، چہرہ پر رونق اور مسکراہٹ نمایاں تھی۔ اور آپ علامہ اقبال کے اس شعر کی ترجمانی کر رہے تھے۔

نشانِ مردِ مومن با تو گویم ؎ چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

آپ کے جنازہ میں تین سو تیرہ صفیں بنائی گئیں اور ہر صف میں تقریباً بیس ہزار افراد تھے اور نہ جانے کتنے غوث قطب ابدال اور کون کون سی شخصیات نے نماز جنازہ میں شمولیت کی ہوگی۔ پہلی مرتبہ مولانا شمس الدین خطیب مسجد وزیر خان نے نماز جنازہ پڑھائی۔ دوسری مرتبہ سید دیدار علی شاہ صاحب نے اور تیسری مرتبہ سید احمد شاہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر آپ کی میت میانی صاحب کے قبرستان میں تدفین کے لیے لائی گئی۔ اسی دوران میں مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب بار بار غش کھاتے اور سنبھلتے ہوئے دیکھے گئے۔ اور گلوگیر آواز میں بچشم نم عرض کرتے تھے سرکار میں قربان دیدار علی چالیس برس سے حدیث پڑھا رہا ہے اس کے گھر تو تشریف نہ لائے اور آج علم دین کے جنازہ میں تشریف لے آئے ہیں۔ علم دین تجھے مبارک ہو۔ غازی علم دین کا مزار آج بھی میانی صاحب کے قبرستان میں مرجع خلائق ہے''۔ (اھ ملخصاً۔ ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال بابت فروری ۱۹۸۷ء)۔ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے۔ اس سے بخوبی واضح ہو گیا ہے کہ ''تحفظ ناموس رسالت'' تمام مسلمانوں پر شرعاً فرض ہے۔ جو بدبخت کافر غیر مسلم ممالک میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جعلی مزاحیہ تصاویر شائع کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے تحت غضب کو دعوت دے رہے ہیں۔ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ حتی المقدور کسی نہ کسی طریقہ سے اس برائی کی روک تھام کرے۔ ہماری اسلامی حکومتیں اس بارہ میں ایسا قدم اٹھائیں کہ گستاخان رسول کو آئندہ اس قسم کی خبث باطنی کے اظہار کی جرأت نہ ہو اللہ تعالیٰ ہمیں ناموس رسالت کی حفاظت کی توفیق بخشے۔ آمین۔

(۲۴ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چوتھا مقالہ

عباداتِ الٰہی پر

ذکرِ الٰہی کی فضیلت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله ربّ العالمين والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله محمد واله واصحابه اجمعين امابعد؛ خاتمۃ المحدثین حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعۂ فتاوی مبارکہ ''الحاوی للفتاوی'' میں ''اعمال الفکر فی فضل الذکر'' نامی رسالہ مبارکہ فوائد عظیمہ پر مشتمل دیکھا تو افادۂ عامۃ المسلمین کے لئے ہم نے اس کا ترجمہ ''تجرید النظر باعمال الفکر فی فضل الذکر'' یعنی ''عبادات الٰہی پر ذکر الٰہی کی فضیلت'' کے نام سے لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دینی خدمت کو شرف مقبولیت بخشے۔ آمین۔

سوال: کیا ذکر الٰہی، تسبیح اور دعا صدقہ کے برابر ہیں اور آفات کے دور کرنے میں اس کے قائم مقام ہوتے ہیں؟

جواب: الاحاديث والآثار صريحة في ذلك و في تفضيله على الصدقة واما كونه سبباً لدفع البلاء فهو امر لامرية فيه فقد وردت احاديث لاتحصىٰ في اذكار مخصوصة من قالها عصم من البلاء ومن الشيطان ومن الضرّ ومن السم ومن لدغة العقرب ومن ان يصيبهٗ شئ يكرهه و كتاب الاذكار للشيخ محي الدين النووى مشحون بذلك وكذا كتاب الدعاء للطبراني وللبيهقي فلامعنى للاطالة بذلك۔

(ترجمہ) حدیثیں اور آثار بزرگان دین اس بارے میں بالتصریح موجود ہیں اور اس بارے میں بھی کہ یہ نیک کام صدقہ پر فضیلت رکھتے ہیں۔ ان نیک کاموں کے دفع بلاء کا سبب ہونے کا جہاں تک تعلق ہے تو اس بارے میں مخصوص اذکار کے متعلق بے شمار احادیث مروی ہیں کہ جس شخص نے ان مخصوص اذکار کو پڑھا ہے وہ آفت، شیطانی شر، نقصان، زہر کے اثر، بچھو کے کاٹنے اور ناپسندیدہ بات کے پیش آنے سے محفوظ رہا ہے۔ امام محی الدین نووی کی کتاب الاذکار اس قسم کی حدیثوں سے بھری ہوئی ہے۔ اور اسی طرح امام طبرانی کی کتاب الدعاء اور امام بیہقی کی کتاب الدعاء بھی اس قسم کی حدیثوں سے معمور ہیں۔ پس اس مسئلہ کو طول دینے کا کوئی فائدہ نہیں۔

۱۔ لاحول ولاقوة الابالله کے بارے میں صحیح حدیث میں آیا ہے کہ یہ نقصان کے ستر دروازے بند کرتا

ہے۔ان میں ادنیٰ دروازہ فقر ہے۔اور دوسری روایت میں ہے کہ ان میں ادنیٰ دروازہ پریشانی ہے۔

۲۔امام حاکم نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے اور اس کی تصحیح بھی ذکر کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **لایرد القدر الا الدعاء**۔قضاء کو دعا کے سوا کوئی شے نہیں پھیرتی۔

۳۔اور امام حاکم نے یہ حدیث بھی بیان کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **الدعاء ینفع مما نزل ومما لم ینزل وان البلاء ینزل فیتلقاه الدعاء فیعتلجان الی یوم القیامة**۔دعا اتری ہوئی بلاء اور نہ اتری ہوئی بلاء دونوں میں نفع دیتی ہے۔اور بلاشبہ بلاء اترتی ہے تو دعا اس سے جا ملتی ہے پھر وہ دونوں قیامت کے دن تک ایک دوسرے سے لڑتی رہتی ہیں۔اور انہوں نے اس کی مثل حدیث حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی بیان کی ہے۔

۴۔اور ابوداؤد وغیرہ محدثین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **من لزم الاستغفار جعل الله له من کل هم فرجاً ومن کل ضیق مخرجا ورزقه من حیث لا یحتسب**۔جو شخص استغفار کو لازم پکڑے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر پریشانی سے کشادگی اور ہر تنگی سے راہ نجات پیدا فرما دیتا ہے اور اسے اس جگہ سے روزی عطا فرماتا ہے جہاں سے اسے روزی ملنے کا کوئی گمان نہیں ہوتا۔

۵۔امام ابن ابی شیبہ نے حضرت سوید بن جمیل رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ **من قال بعد العصر لااله الاالله له الحمد وهو علی کل شئي قدیر قاتلن عن قائلهن الی مثلها من الغد**۔جو شخص عصر کے وقت **لااله الاالله له الحمد وهو علی کل شئي قدیر** کہے تو اس کی طرف سے یہ کلمات دوسرے دن کے وقت عصر تک (بلاؤں سے) لڑتے ہیں۔

۶۔اور اسحاق بن راھویہ نے اپنے مسند میں حضرت زہری کی سند سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضي اللہ عنہ بہت سے بالوں والا کوا پکڑ کر لائے اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ **ما صید صید ولا عضدت عضاه ولاقطعت وشیحة الا بقلة التسبیح**۔نہ کوئی جانور شکار کیا جاتا ہے اور نہ کوئی شاخ کاٹی جاتی ہے اور نہ کوئی چھلکا توڑا جاتا ہے۔مگر

تسبیح کے کم ہو جانے کی وجہ سے۔

اور ابوالشیخ نے کتاب العظمۃ میں ابن عون بن مہران کی سند سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت موقوفاً بیان کی ہے۔ اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اسی کی مثل حدیث حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

۷۔ اور ابوالشیخ نے کتاب العظمۃ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل حدیث ان لفظوں کے ساتھ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **ما اخذ طائر ولا حوت الا بتضییع التسبیح** ۔ کوئی پرندہ پکڑا نہیں جاتا اور نہ کوئی مچھلی پکڑی جاتی ہے مگر تسبیح ضائع کر دینے کی وجہ سے۔

۸۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **آجال البھائم کلھا وخشاش الارض فی التسبیح فاذا انقضی تسبیحھا قبض اللہ ارواحھا** ۔ سب چوپایوں اور زمین کے کیڑے مکوڑوں کی زندگیاں تسبیح میں ہیں پھر جب ان کی تسبیح ختم ہوتی ہے تو اللہ ان کی روحیں قبض کرتا ہے۔

۹۔ حضرت زید بن مرثد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **لایصاد شیئ من الطیر و الحیتان الابما یضیع من تسبیح اللہ** نہ کوئی پرندہ قید کیا جاتا ہے اور نہ کوئی مچھلی مگر تسبیح کے ضائع کرنے کے سبب سے۔

رہا صدقہ پر ذکر الٰہی کی فضیلت کا مسئلہ تو اس باب میں بہت سی مرفوع وموقوف حدیثیں موجود ہیں۔ مرفوع حدیثوں میں سے ایک وہ ہے جو امام حاکم اور ترمذی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **الا انبئکم بخیر اعمالکم وازکاھا عند ملیککم وارفعھا فی درجاتکم وخیر لکم من اعطاء الذھب والورق وان تلقوا عدوکم فتضربوا اعناقھم و یضربوا اعناقکم قالوا وماذا یا رسول اللہ قال ذکر اللہ** ۔ کیا میں تمہیں تمہارے سب سے بہتر عمل کے بارے میں خبر نہ دوں جو تمہارے مالک کے نزدیک سب

سے زیادہ ستھرائی والا ہے اور وہ تمہارے درجات کو دوسرے اعمال کی نسبت سے زیادہ بلند کرنے والا ہے اور وہ تمہارے لئے سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بہتر ہے اور اس عمل سے بھی کہ تم دشمنوں سے ملو تو تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ وہ عمل کیا ہے؟ فرمایا۔ ذکر الٰہی''

۲۔ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن کن بندوں کا درجہ بہتر ہوگا؟ فرمایا۔ الذاکرون الله کثیراً ۔اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والوں کا۔میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے سے بھی۔فرمایا۔لو ضرب بسیفه فی الکفار والمشرکین حتی ینکسرو یختضب دما لکان الذاکرون الله افضل منه درجةً ۔اگر وہ اپنی تلوار کفار ومشرکین پر چلائے یہاں تک کہ وہ ٹوٹ جائے اور وہ خون میں لت پت ہو جائے تو البتہ اس کے درجہ سے بہتر درجہ ذکر الٰہی کرنے والوں کا ہے۔

۳۔حاکم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من قال لاالٰه الاالله وحده لاشریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شئ قدیر عشر مرات فهو کعتق نسمة۔جو شخص لاالٰه الاالله وحده لاشریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شئ قدیر. دس مرتبہ کہے تو اس کا یہ عمل ایک غلام آزاد کرنے جیسا ہے۔

۴۔امام بیہقی نے کتاب شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند کے ساتھ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لان اقعد مع قوم یذکرون الله منذ صلوة الغداة حتی تطلع الشمس احب الی من ان اعتق اربعة من ولد اسماعیل ۔البتہ میرا نماز صبح سے لے کر طلوع آفتاب تک ذکر الٰہی کرنے والی قوم کے ساتھ بیٹھنا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اولاد اسماعیل سے چار غلام آزاد کروں۔پس اس روایت میں آپ نے ذکر الٰہی کا غلام آزاد کرنے سے موازنہ فرمایا اور اسے اس پر فضیلت بخشی۔

موقوف روایات میں سے ایک روایت وہ ہے جسے محدث ابن ابی شیبہ نے مصنف میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ **لان اسبح تسبیحات احب الی من ان انفق بعددھن دنانیر فی سبیل اللہ۔** البتہ میرا چند مرتبہ تسبیح پڑھنا مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں ان کی تعداد جتنے دینار اللہ کی راہ میں خرچ کروں۔

۲۔اورانہوں نے انہی سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ **لان اقول سبحان اللہ والحمد للہ و لاالہ الااللہ واللہ اکبر احب الی من ان اتصدق بعددھا دنانیر** ۔البتہ میرا **سبحان اللہ والحمد للہ و لاالہ الااللہ واللہ اکبر** کہنا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ان کی تعداد جتنے دینار صدقہ کروں۔

۳۔اورانہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا **لان اقول سبحان اللہ والحمد للہ و لاالہ الااللہ واللہ اکبر احب الی من ان احمل علی عدتھا من خیل بارسانھا** ۔البتہ میرا **سبحان اللہ والحمد للہ و لاالہ الااللہ واللہ اکبر** کہنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں ان کی تعداد جتنے گھوڑوں پران کی رسیوں سمیت بٹھاؤں یعنی مجاہدین کو جہاد کے لئے دوں۔

۴۔اورانہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ **ذکر اللہ بالغداۃ والعشی اعظم من حطم السیوف فی سبیل اللہ واعطاء المال سحاً** ۔اللہ کا ذکر صبح اور شام کرنا اس بات سے زیادہ عظمت والا ہے کہ اللہ کی راہ میں تلواریں توڑی جائیں اور بکثرت مال صدقہ کیا جائے۔

۵۔اورانہوں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ **لان اسبح مائۃ تسبیحۃ احب الی من ان اتصدق بمائۃ دینار علی المساکین** ۔البتہ میرا سو مرتبہ تسبیح پڑھنا مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں مسکینوں پر سو دینار صدقہ کروں۔

۶۔اورانہوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ **لو ان**

رجلین احدھما یحمل علی الجھاد فی سبیل اللہ والآخر یذکر اللہ لکان الذاکر اعظم وافضل اجرا ۔ اگر دو آدمیوں میں سے ایک اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور دوسرا اللہ کا ذکر کرے تو ذکر الٰہی کرنے والے کا اجر وثواب بڑا اور بہتر ہے۔

۷۔ اور انہوں نے انہی سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ لان اذکر اللہ من غداۃ حتٰی تطلع الشمس احب الی من ان احمل علی الجیاد فی سبیل اللہ ۔ البتہ میرا صبح سے طلوع آفتاب تک اللہ کا ذکر کرنا مجھے اللہ کی راہ میں عمدہ گھوڑے پر بٹھانے سے (یعنی جہاد کرانے سے) زیادہ پسند ہے۔

۸۔ اور انہوں نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل حدیث روایت کی ہے۔

۹۔ اور انہوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ لو بات رجل یعطی القیان البیض وبات آخر یقرا القرآن اویذکر اللہ لرایت ان ذاکر اللہ افضل ۔ اگر ایک شخص نے سفید لونڈیاں راہ خدا میں دیتے ہوئے رات گزاری اور دوسرے نے قرآن مجید پڑھتے ہوئے اور ذکر الٰہی کرتے ہوئے تو البتہ میں سمجھتا ہوں کہ ذکر الٰہی کرنے والا بہتر ہے۔

۱۰۔ اور انہوں نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ لو ان رجلین اقبل احدھما من المشرق والآخر من المغرب مع احدھما ذھب لا یضع منہ شیئاً الا فی حق والآخر یذکر اللہ حتی یلتقیا فی طریق کان الذی یذکر اللہ افضلھما ۔ اگر دو آدمیوں میں سے ایک مشرق سے چلے اور دوسرا مغرب سے ان میں سے ایک کے پاس سونا ہو جسے وہ حقداروں کو ادا کرتا جائے اور دوسرا ذکر الٰہی کرتا جائے ۔ یہاں تک کہ وہ دونوں راستہ میں ایک دوسرے سے ملیں تو اللہ کو یاد کرنے والا ان دونوں میں سے بہتر ہے۔

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں ۔ فھؤ لاء سبع صحابۃ صرحوا بتفضیل الذکر علی الصدقہ ۔ پس یہ سات صحابہ ہیں جنہوں نے صدقہ پر ذکر الٰہی کی فضیلت بالتصریح بیان فرمائی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ بزرگان دین کے اقوال کا جہاں تک تعلق ہے تو ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوالاحوص سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ تسبیحۃ فی طلب حاجۃ خیر من لقوح

صفی فی عام ازبة اولزبة ۔حاجت طلب کرنے میں ایک تسبیح پڑھنا قحط والے سال میں ایک عمدہ اونٹنی صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔

۲۔اورابن ابی شیبہ نے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ لو ان رجلین احدهما فی حجره دنانير يعطيها والآخر يذكر الله كان ذاكر الله افضل ۔دو آدمی ہوں جن میں سے ایک کی گود میں دینار ہوں جنہیں وہ صدقہ کرتا ہے اور دوسرا ذکر الٰہی کرتا ہو تو ذکر الٰہی کرنے والا افضل ہے۔امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں والآثار فی هذا المعنى كثيرة وفي ما اوردناه كفاية۔روایتیں اس معنی میں بہت ہیں اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس میں کفایت ہے۔

ومما يستدل به على تفضيل الذكر على سائر العبادات انه لم يرخص فی ترکه فی حال من الاحوال اوراس بات سے بھی تمام عبادتوں پر ذکر الٰہی کی فضیلت کی دلیل پکڑی جاتی ہے کہ ذکر الٰہی کو کسی بھی حال میں چھوڑنے کی رخصت نہیں دی گئی ہے۔امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ افترض الله ذكره عند اشغل ماتكونوا عند الضراب بالسيوف فقال يا ايهاالذين آمنو اذا لقيتم فئة فاثبتوا واذكروا الله كثيراً لعلكم تفلحون ۔اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر اس حالت میں بھی فرض فرمایا ہے کہ تم اس حالت میں بہت ہی زیادہ مشغول ہوتے ہو یعنی تلواروں کے چلنے کے وقت میں۔پس وہ فرماتا ہے اے ایمان والو! جب تم دشمن کی جماعت سے ملو تو ثابت قدمی اختیار کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ واللہ اعلم۔

(الحاوی للفتاوی جلد اول ص ۳۸۷)

وتمت الترجمة بالخير والحمدللہ علی ذلک وانا الفقير ابو الكرم احمد حسين قاسم الحيدري غفر الله له الناظم بالمكتبة الحيدرية وخادم التدريس والافتاء بالجامعة الحيدرية فضل المدارس ببلدة سہنسہ من مضافات آزاد کشمیر۔

(۲۸ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ یوم جمعۃ الوداع بعد صلوٰۃ العصر بحالۃ الاعتکاف المسنون)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پانچواں مقالہ

مسجد میں ذکر اذکار کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :۔اس مختصر رسالہ میں ہم نے مسجد میں بآواز بلند ذکر الٰہی کرنے کا ثبوت پیش کیا ہے۔ کیوں کہ دور حاضر میں بعض لوگ مسجد میں ذکر اذکار پر اعتراض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعۂ ہدایت بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

مسجد میں ذکر بالجہر مستحب ہے

مسجد میں ذکر بالجہر کا حلقہ قائم کرنا، باجماعت نماز پنجگانہ کے بعد بآواز بلند کلمۂ طیبہ، درود وسلام اور ذکر اذکار کرنا مستحب ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں ہے۔

آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکرو اللہ قیاماً وقعوداً علیٰ جنوبکم**۔ پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کو یاد کرو کھڑے بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے۔

(سورۃ النساء رکوع ۱۵۔ پارہ نمبر ۵ رکوع ۱۲)

''اس آیت سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ فرض نماز (باجماعت) کے بعد جو بلند آواز سے کلمۂ طیبہ پڑھتے ہیں یا درود شریف پڑھتے ہیں وہ جائز بلکہ بہتر ہے۔ یہ آیت اس کا ماخذ ہے۔ بعد نماز بلند آواز سے ذکر کی بہت سی احادیث ہیں''۔ **(نور العرفان نمبر ۱۵۰)**

اور اعلیٰ حضرت کے خلیفہ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں۔ ''یعنی ذکر الٰہی کی ہر حال میں مداومت کرو۔ اور کسی حال میں اللہ کے ذکر سے غافل نہ ہو۔ اور اس سے نمازوں کے بعد بغیر فصل کے کلمۂ توحید پڑھنے پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ مشائخ کی عادت ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ ذکر میں تسبیح تحمید تہلیل وتکبیر ثناء دعا سب داخل ہیں''۔ **(خزائن العرفان)**

اور مفسر علاء الدین خازن لکھتے ہیں۔ یعنی **فاذا فرغتم من صلوٰۃ الخوف فاذکروا اللہ یعنی بالتسبیح والتحمید والتهلیل والتکبیر والثنو اعلی اللہ فی جمیع احوالکم قیاماً وقعوداً وعلی جنوبکم فان ماانتم علیہ من الخوف جدیر بالمواظبۃ علی ذکر اللہ**

عزوجل والتضرع اليه (تفسیر خازن ص۵۹۲ ج۱) یعنی پھر جب تم نماز خوف سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کو یاد کرو یعنی تسبیح اور تحمید اور تہلیل اور تکبیر اور ثناء کے ساتھ اپنے جمیع احوال میں کھڑے بیٹھے اور لیٹے ذکر الٰہی کرو۔ کیونکہ تم جس خوف پر ہو یہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ تم ذکر الٰہی پر مواظبت کرو۔ اور اس کی طرف زاری کرو۔

اور جلالین مع صاوی میں ہے۔ فاذا فرغتم منها فاذكروا الله بالتهليل والتسبيح والأمر للندب لانه في الفضائل۔ پھر جب تم نماز خوف سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کو تہلیل و تسبیح کے ذریعہ سے یاد کرو۔ یہ امر استحباب کے لئے ہے کیونکہ یہ امر فضائل میں وارد ہوا ہے۔

(جلالین مع صاوی ص نمبر۲۱۱ ج۱)

ایک اشکال اور اس کا جواب

آیت مذکورہ بالا نماز خوف کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ اور اس میں نماز خوف کے بعد ذکر الٰہی کھڑے بیٹھے لیٹے کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن اس سے یہ سمجھنا کہ یہ حکم نماز خوف کے ساتھ خاص ہے درست نہیں ہے بلکہ نماز امن کے بعد ہر حال میں ذکر الٰہی کرنا بدرجہ اولیٰ مستحب ہوگا۔ کیونکہ جب لڑائی کے وقت نماز خوف کے بعد ذکر الٰہی کرنے کا حکم ہے تو نماز امن کے بعد مسجد میں ذکر الٰہی کرنا کیوں کر نہ مستحب ہوگا۔ سو مسجد میں بعد نماز ذکر الٰہی کرنے کا استحباب آیت کی دلالت سے ثابت ہوا واللہ تعالیٰ اعلم۔

باجماعت نماز کے بعد ذکر بالجہر کے متعلق ایک حدیث پاک

باجماعت نماز کے بعد بآواز بلند ذکر الٰہی کرنے کے بارہ میں ایک حدیث پاک سنیے۔ عن ابی الزبير كان ابن الزبير يقول فى دبر كل صلوٰة حين يسلم لااله الاالله وحده لاشريك له له الملك وله الحمدوهو علىٰ كل شئى قدير لاحول ولاقوة الا بالله لااله الله ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لااله الا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون وقال كان رسول الله صلے الله عليه وسلم يهلل بهن فى دبر كل صلوٰة۔ ابو الزبیر سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز کے بعد جب سلام پھیرتے تھے تو یہ کلمات (بآواز بلند) پڑھتے تھے لااله الا الله وحدهٗ لاشريك له

آخرتک اور فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کلمات کو ہرنماز کے بعد (باآواز) پڑھا کرتے تھے۔

(مسلم شریف جلداول ص ۲۳۸)

امام ولی الدین تبریزی نے مشکوٰۃ المصابیح میں اس حدیث کوان لفظوں میں نقل کیا ہے۔ عن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنهما قال کان رسول اللہ صلے اللہ علیه وسلم اذا سلم من صلاته یقول بصوته الا علیٰ لااله الااللہ الی آخره رواه مسلم ۔حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے سلام پھیرتے تھے تو اپنی انتہائی بلند آواز سے یہ کلمات پڑھتے تھے۔ لااله الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ آخرتک اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ (مشکوٰۃ جلداول ص ۸۱)

(تنبیہ) صاحب مشکوٰۃ نے بصوتہ الاعلیٰ کی زیادتی نقل کی ہے۔ اس میں دواحتمال ہیں ایک یہ ہے کہ یہ الفاظ مسلم شریف کے نسخہ سے بعد والوں نے حذف کردیئے ہیں اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ خود صاحب مشکوٰۃ نے حدیث مسلم سے اس ذکر کا بصوتہ الاعلیٰ ہونا سمجھ کر اپنی طرف سے بڑھائے ہیں۔ بہرحال اگر دوسری صورت بھی ہوتو یہ زیادت شارحین حدیث نے قبول کی ہے۔ اس لئے یہ معتبر ہے چنانچہ امام علی قاری لکھتے ہیں۔ (قوله بصوته الاعلیٰ) تعلیماً لمن حضر معه من الملأ ۔یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ کلمات انتہائی بلند آواز سے کہتے تھے حاضرین کی تعلیم کے لئے (مرقاۃ ص ۳۵۸ ج ۲) اور شیخ محدث دہلوی اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ بود آنحضرت چوں سلام می داداز نماز خود می گفت بآواز بلند ۔آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے سلام پھیرتے تھے تو بلند آواز سے یہ کلمات کہتے تھے۔ لااله الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ۔ آخرتک (اشعۃ اللمعات ص ۴۱۹ ج ۱)۔

پھر امام ولی الدین کی اس زیادت کی بناء پر نماز کے بعد باآواز بلند ذکر الٰہی کرنے پر استدلال میں فرمایا۔ ایں حدیث صریح است درجهر بذکر که آنحضرت بآواز بلند می خواند اما بعض علماء گفته اند که بلند خواندن آنحضرت برائے تعلیم اصحاب بود ۔یہ حدیث ذکر بالجہر میں صریح ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باآوز بلندان کلمات کو پڑھتے تھے بعض علماء نے کہا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ان الفاظ کو بلند آواز سے پڑھنا صحابہ کی تعلیم کے لئے تھا۔ (اشعۃ اللمعات جلداول ص ۴۱۹)

اور امام احمد طحطاوی حنفی نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں اختلف هل الاسرار فی الذکر افضل فقیل نعم لاحادیث کثیرۃ تدل علیه منها خیر الذکر الخفی وقیل الجهر افضل لاحادیث کثیرۃ منها مارواہ ابن الزبیر کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا سلم من صلاته قال بصوته الاعلیٰ لا اله الا الله وحده لا شریک له ۔ اس بارہ میں اختلاف ہے کہ آیا ذکر میں سر افضل ہے تو کہا گیا ہے کہ ہاں۔ کیونکہ اس پر بہت سی حدیثیں دلالت کرتی ہیں اور ان میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ بہترین ذکر خفی ہے اور کہا گیا ہے کہ ذکر میں جہر افضل ہے۔ کیونکہ اس پر بھی بہت سی حدیثیں دلالت کرتی ہیں ان میں سے ایک وہ حدیث ہے جس کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب بھی نماز سے سلام پھیرتے تھے تو اپنی انتہائی بلند آواز سے یہ کلمات پڑھتے تھے۔ لا اله الا الله وحده لا شریک له آخر تک۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۱۴)

امام ولی الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کی اس زیادت (بصوته الاعلیٰ) کا صحیح اور معتبر ہونا دوسری صحیح حدیثوں سے بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کنت اعرف انقضاء صلوٰۃ رسول الله صلے الله علیه وسلم بالتکبیر ۔ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مکمل ہونے کو اس وقت جانا کرتا تھا جب آپ سلام پھیرنے کے بعد باآواز بلند ذکر کرتے تھے۔

(مشکوٰۃ جلد اول ص ۸۱۔ بخاری جلد اول ص ۱۱۶۔ مسلم ص ۲۳۷۔ ج ۱، ترمذی ص ۱۴۳۔ ج ۱)

امام محی الدین نووی لکھتے ہیں۔ (قوله کنت اعلم اذا انصرفوا) ظاهره انه لم یکن یحضر فی الجماعة فی بعض الاوقات لصغره ۔ اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بوجہ بچپنے کے بعض اوقات جماعت نماز میں حاضر نہیں ہوتے تھے۔ (شرح مسلم شریف ص ۲۳۷۔ ج ۱) اس لئے گھر میں وہ مسجد میں بعد از نماز باآواز بلند ذکر سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کے اختتام کو معلوم کرتے تھے۔ اس حدیث میں تکبیر سے مراد خاص اللہ اکبر کا لفظ نہیں بلکہ لغوی معنی مطلق ذکر الٰہی مراد ہے۔ اس لئے اس حدیث میں اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں تعارض نہیں ہے۔ شیخ عبدالحق لکھتے ہیں۔ واختلاف کردہ اند شراح دربیان مراد بتکبیر

بعض گفته اند که مراد بتکبیر این جا ذکر است چنانکه در صحیحین از ابن عباس آمده است که رفع صوت بذکر وقت انصراف مردم از نماز فرض درزمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم معهود بودو گفت ابن عباس می شناختم من انقضائے صلوٰۃ بدآں پستر آورده است بخاری این حدیث راپس معلوم شدکہ مراد بتکبیر مطلق ذکر ست وبعض گفته اندکه در زمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بعد از نماز تکبیر می گفتند یکبار یاسه بار ۔اس حدیث میں تکبیر کے لفظ کی مراد کے بارہ میں اختلاف شارحین حدیث موجود ہے۔بعض شارحین نے کہا ہے کہ یہاں تکبیر سے مراد مطلق ذکر ہے جیسا کہ صحیحین کی دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے آیا ہے کہ نماز فرض سے فارغ ہونے کے بعد لوگوں کا بلند آواز سے ذکر کرنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں رائج تھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آواز والے ذکر سے نماز کے اختتام کو جانتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو بعد میں ذکر کیا ہے پس معلوم ہوا کہ یہاں تکبیر سے مراد مطلق ذکر ہے۔

(اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۴۱۸)

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث ان لفظوں میں بھی مروی ہے۔ عن ابی معبد مولا ابن عباس قال ان ابن عباس اخبره ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبة کان علیٰ عهد النبی صلے اللہ علیہ وسلم وانه قال ابن عباس کنت اعلم اذا انصرفوا بذالک اذا سمعته ۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام ابو معبد فرماتے ہیں کہ بلاشبہ انھیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دور میں نماز باجماعت سے فارغ ہونے کے بعد بآواز بلند ذکر الٰہی کرنے کا رواج موجود تھا۔اور انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ لوگ جب نماز سے فارغ ہونے کے بعد بآواز بلند ذکر الٰہی کرتے تھے تو میں ان کی فراغت کو معلوم کرتا تھا۔

(مسلم شریف ص ۲۳۷۔ج ۱، بخاری ص ۱۱۶۔ج ۱، الحاوی للفتاوی ص ۳۹۲۔ج ۱)

اور ترمذی شریف کے الفاظ یہ ہیں۔ ان رفع الصوت للذکر حین ینصرف الناس من المکتوبة. کان ذالک علی عهد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وان ابن عباس قال

كنت اعلم اذا انصرفوا بذالك واسمعه۔ (ترمذی ص ۱۴۴۔ ج ا)

امام نووی اس حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں۔ هذا دليل لما قاله بعض السلف انهٗ يستحب رفع الصوت بالتكبير والذكر عقب المكتوبة وممن استحبه من المتاخرين ابن حزم الظاهری ۔ یہ حدیث ان بعض سلف صالحین کے اس قول کی دلیل ہے کہ نماز فرض کے بعد تکبیر اور ذکر بلند آواز سے کرنا مستحب ہے اور متاخرین میں سے جن لوگوں نے اس ذکر کو مستحب کہا ہے ان میں سے ایک امام ابن حزم ظاہری بھی ہیں۔ (شرح مسلم شریف جلد اول ص ۲۳۷)

اور امام جلال الدین سیوطی نے حاوی للفتاوٰی میں اس حدیث کے علاوہ دیگر چوبیس احادیث کو بھی ذکر کیا ہے جن سے ذکر بالجہر کے مستحب ہونے کا ثبوت صراحت یا التزام سے ملتا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ اذا تاملت ما اوردنا من الاحاديث عرفت من مجموعها انهٗ لا كراهة البتة فى الجهر بالذكر بل فيه مايدل على استحبابه اما صريحاً او التزاماً كما اشرنا اليه. وقد جمع النووى بينهما بان الاخفاء افضل حيث خاف الريآء اوتآذى به مصلون اونيام والجهر افضل فى غير ذلك لانّ العمل فيه اكثر ولان فائدته تتعدى الىٰ السامعين ولانهٗ يوقظ قلب القارى ويجمع همه الى الفكر و يصرف سمعه اليه ويطرد النوم ويزيد فى النشاط ۔ جب آپ ان (پچیس) حدیثوں میں غور کریں گے جن کو ہم نے ذکر کیا ہے تو ان کے مجموعہ سے آپ کو یہ علم ہو جائے گا کہ ذکر بالجہر میں کوئی کراہت نہیں ہے بلکہ ان میں سے بعض حدیثیں صراحۃً یا التزاماً ذکر بالجہر کے استحباب پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ ہم نے اس طرف اشارہ کر دیا ہے۔ اور احادیث ذکر خفی اور ذکر جہری میں امام نووی نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ ذکر خفی افضل ہے جبکہ ریآء کا اندیشہ ہو یا نمازیوں یا سوئے ہوئے لوگوں کو اذیت پہنچے ورنہ جہری ذکر افضل ہے کیونکہ اس میں عمل کی زیادہ کثرت ہے اور اس کا فائدہ سامعین تک پہنچتا ہے اور یہ جہری ذکر ذاکر کے دل کو بیدار کرتا ہے اور اس کی سوچ کو جمع کرتا ہے اور اس کی شنوائی کو ذکر کی طرف موڑتا ہے اور نیند دور کرتا ہے اور ذوق وشوق بڑھاتا ہے۔

(الحاوی للفتاوٰی جلد اول ص ۳۹۴)

ذکر بالجہر کے بارہ میں دوسری احادیث مبارکہ

مسجد میں ذکر بالجہر کے بارہ میں چند اور احادیث پیش کی جاتی ہیں و باللہ التوفیق۔

(۱) محدث بزار حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من صلے منکم باللیل فلیجھر بقرأته فان الملائکة تصلی بصلاته وتسمع لقرأته وان مومنی الجن الذین یکونون فی الھوآء وجیرانه معه فی مسکنه یصلون بصلاته و یستمعون قرائته و انه ینطرد بجھره بقرائته عن داره وعن الدور التی حوله فساق الجن ومردة الشیاطین۔ تم میں سے جو شخص رات کے وقت نماز پڑھے اسے قرآن خوانی میں آواز بلند کرنی چاہیے کیونکہ فرشتے اس کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اس کی قرآن خوانی کو سنتے ہیں اور جو مومن جنات ہوا میں یا اس کے گھر میں اس کے پڑوس میں رہتے ہیں وہ اس کی نماز کے ہمراہ نماز پڑھتے ہیں اور اس کی قرآن خوانی سنتے ہیں اور وہ قرآن خوانی میں بلند آوازی کے ذریعہ سے اپنے گھر سے اور اپنے اردگرد کے گھروں سے فاسق جنوں اور سرکش شیطانوں کو بھگاتا ہے۔ (الحاوی للفتاوی ص ۳۹۴ ج ۱)

(۲) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا دخلت مع رسول اللہ صلے اللہ علیه وسلم المسجد عشاء فاذا رجل یقرآ و یرفع صوته فقلت یارسول اللہ اتقول ھذا مرآء قال بل مومن منیب۔ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مسجد میں عشاء کے وقت داخل ہوا تو وہاں ایک شخص قرآن پڑھتا تھا اور اپنی آواز بلند کرتا تھا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ فرمائیں کہ کیا یہ شخص ریاکار ہے؟ فرمایا نہیں بلکہ مومن انابت والا ہے۔ (مشکوۃ ص ۱۸۱۔ ج ۱)

(۳) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وابو موسیٰ الاشعری یقرآ و یرفع صوته فجعل رسول اللہ یستمع لقرائته۔ اور حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ قرآن پڑھتے تھے اور اپنی آواز کو اٹھاتے تھے سو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی قرآن خوانی کو سننا شروع فرما دیا تھا۔ (مشکوۃ ص ۱۸۱ ج ۱)

(۴) ابن الادرع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رات چلا فمر برجل فی المسجد یرفع صوته۔ پس آپ مسجد میں ایک ایسے شخص کے پاس سے گذرے جو اپنی آواز ذکر الہی میں بلند کر رہا تھا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہوسکتا ہے کہ یہ شخص ریاکار

ہو؟ فرمایا لا و لکنه اواہ۔ نہیں ولیکن یہ شخص اخلاص والا ہے۔

(رواہ البیہقی عن زید بن اسلم کذا فی الحاوی للفتاوی ص ۳۹۱ ج ۱)

(۵) امام بیہقی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ذوالبجادین نامی شخص کے بارے میں فرمایا کہ وہ خلوص والا ہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بلند آواز سے ذکر الٰہی کرتا تھا۔ (الحاوی للفتاوٰی ص ۳۹۱ ج ۱)

(۶) امام بیہقی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان رجلاً کان یرفع صوته بالذکر۔ ایک شخص بلند آواز سے ذکر الٰہی کرر ہا تھا۔ دوسرے شخص نے کہا اے کاش یہ شخص اپنی آواز پست کرے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دعه فانه اواہ۔ اسے چھوڑ دے کہ یہ خلوص دل سے ذکر کرنے والا ہے۔ (الحاوی للفتاوٰی ص ۳۹۱ ج ۱)

(۷) امام بیہقی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یقول الرب تعالیٰ یوم القیامة سیعلم اهل الجمع الیوم من اهل الکرم۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز فرمائے گا کہ عنقریب قیامت والے آج یہ جان لیں گے کہ مہربانی والے لوگ کون ہیں۔ پھر آپ سے عرض کیا گیا یارسول اللہ مہربانی والے لوگ کون ہوں گے؟ فرمایا مجالس الذکر فی المساجد۔ مسجدوں میں ذکر الٰہی کی مجلس قائم کرنے والے لوگ۔ (الحاوی للفتاوٰی ص ۳۹۱ ج ۱)

(۸) امام احمد اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت سائب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبرائیل آئے اور انھوں نے عرض کیا۔ مر اصحابک یرفعوا اصواتهم بالتکبیر۔ اپنے صحابہ کو یہ حکم دیں کہ وہ تکبیر میں اپنی آوازیں بلند کیا کریں۔ (الحاوی للفتاوٰی ص ۳۹۲ ج ۱)

(۹) امام نسائی حضرت سعید بن المسیب سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر کا گذر مسجد میں ہوا جبکہ حضرت حسان بن ثابت شعر پڑھ رہے تھے۔ سو حضرت عمر نے انہیں کنارۂ چشم سے دیکھا تو آپ نے فرمایا قد انشدت وفیه من هو خیر منک۔ میں نے شعر پڑھے ہیں اس حال میں کہ مسجد میں تجھ سے بہتر شخص موجود تھے۔ پھر حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا اسمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول اجب عنی اللهم ایده بروح القدس کیا آپ نے رسول اللہ صلے اللہ

علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ (اے حسان) آپ میری طرف سے کفار کو جواب دیں۔ اے اللہ اس کی امداد روح القدس کے ذریعہ سے فرما۔ حضرت ابوھریرہ نے فرمایا اللھم نعم۔ اے اللہ ہاں۔

(سنن النسائی جلد اول ص ۱۱۷)

(۱۰) امام ترمذی حدیث نھی عن تناشد الاشعار فی المسجد پر بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں وقد روی عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی غیر حدیث رخصۃ فی انشاد الشعر فی المسجد اور بہت سی حدیثوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مسجد میں شعر خوانی کی رخصت بھی مروی ہے۔ (ترمذی ص ۶۷ جلد اول)

(۱۱) صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یضع لحسان منبراً فی المسجد یقوم علیہ قائماً یفاخر عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم او ینافخ ویقول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ یؤید حسان بروح القدس ما نافخ اوفاخر عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں حضرت حسان کے لئے ممبر رکھواتے تھے پھر حضرت حسان ممبر پر کھڑے ہو کر نعتیہ اشعار اور کفار کی مذمت میں نظمیں سنایا کرتے تھے اور حضور علیہ السلام فرماتے اللہ حسان کی مدد روح القدس کے ذریعہ سے فرماتا ہے جب تک وہ رسول اللہ کی حمایت میں کفار کی مذمت بیان کرتا رہتا ہے۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۴۱۲ باب البیان والشعر)

(۱۲) صحیح بخاری میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملأ ذکرتہ فی ملأ خیر منہ۔ میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوتا ہوں اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پھر اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے تو میں اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجلس میں مجھے یاد کرے تو میں اس کی مجلس سے بہتر مجلس میں اسے یاد کرتا ہوں۔ امام سیوطی اس حدیث سے ذکر بالجہر کے جواز پر بدیں الفاظ استدلال کرتے ہیں۔ والذکر فی الملأ لایکون الاعن جھر مجلس میں ذکر نہیں ہوتا مگر جہر کے ساتھ۔

(الحاوی للفتاوی جلد اول ص ۳۸۹)

(۱۳) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ایک حلقہ کے پاس سے گزرے تو آپ نے پوچھا تمہیں کس چیز نے بٹھایا؟ انہوں نے عرض کیا۔ جلسنا نذکر اللہ ونحمدہ۔ ہم اللہ کا ذکر اور اس کی حمد کرنے کے لئے یہاں بیٹھے ہیں فرمایا۔ اتانی جبریل فاخبرنی ان اللہ یباھی بکم الملائکۃ۔ میرے پاس جبرائیل آئے اور انہوں نے عرض کیا بلاشبہ اللہ تمہاری وجہ سے فرشتوں پر مباہات فرماتا ہے۔

(الحاوی للفتاوی جلد اول ص ۳۹۰)

الحمدللہ۔ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے روز روشن کی طرح روشن ہوا کہ مساجد میں ذکر الٰہی کے حلقے قائم کرنا۔ نماز باجماعت کے فوراً بعد بآواز بلند کلمہ طیبہ یا درود شریف پڑھنا۔ جمعہ کے روز نماز جمعہ سے پہلے ممبر پر بیٹھ کر وعظ و تقریر کرنا نماز جمعہ کے بعد بآواز بلند کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا۔ میلاد شریف گیارھویں شریف۔ معراج شریف یا تبلیغ کی غرض سے جلسے کا مسجد میں اہتمام کرنا اور ان میں بآواز بلند نعت خوانی کرنا اور وعظ و تقریر کرنا سب کار ثواب ہیں۔ اور ان کاموں سے روکنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔

امام نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد

آخر میں ہم حضرت سیدی عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ کن ارشاد نقل کرتے ہیں تا کہ حنفی احباب کے لئے قوی دلیل ہو و باللہ التوفیق امام نابلسی لکھتے ہیں۔ **وفی کتب ائمتنا الحنفیۃ وان صرحوا بحرمۃ رفع الصوت بالذکر فان مرادھم اذا کان ذلک عن ریآء وسمعۃ لاعن صدق واخلاص والاعمال بالنیات وذکر والدی عن شرح المشارق انہٗ قال الذکر برفع الصوت جائز بل مستحب اذا لم یکن عن ریاء وبعض المشائخ اختار اخفاء لانہٗ ابعد عن الریاء وھذا یتعلق بالنیۃ فمن کانت نیتہٗ صادقۃ فرفع صوتہ بقرائۃ القرآن والذکر اولیٰ لمافیہ من اظھار الدین ووصول برکتہ الی السامعین فی الدور والبیوت والخانات ومن خاف علی نفسہ الریاء فالاولیٰ لہ خفاء الذکر لئلا یقع فیہ اہ بلفظہٖ۔** (ترجمہ) ہمارے حنفی ائمہ کی کتب مبارکہ میں ذکر بالجہر کی جو حرمت لکھی ہوئی ہے اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ ریاکاری اور شہرت طلبی کی غرض سے جو ذکر بالجہر کیا جائے وہ حرام ہے اور جو ذکر

صدق وخلوص سے کیا جائے وہ حرام نہیں ہے اور اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے۔ اور میرے والد محترم نے کتاب المشارق کی شرح سے یہ مسئلہ نقل کیا ہے کہ ذکر بالجہر جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ ریا کاری سے نہ ہو۔ اور بعض مشائخ نے خفی ذکر کو اختیار کیا ہے کیونکہ یہ ریا کاری سے بہت دور ہوتا ہے اور یہ بات نیت سے تعلق رکھتی ہے سو جس کی نیت سچی ہو اس کے لئے قرآت اور ذکر الٰہی میں آواز بلند کرنا بہتر ہے کیونکہ ذکر بالجہر میں دین کا اظہار ہوتا ہے اور گھروں اور دکانوں میں بیٹھے ہوئے سامعین تک ذکر الٰہی کی برکت پہنچتی ہے اور جو شخص ریا کاری کا اندیشہ رکھے اس کے لئے خفی ذکر بہتر ہے تا کہ وہ اس میں نہ پڑے۔

(الحدیقہ ندیہ جلد دوم ص ۹۰)

الحمدللہ اس ایک عبارت نے مسئلہ حل کر دیا ہے کہ ریا کاری کا اندیشہ نہ ہو تو ذکر بالجہر مسجدوں میں بھی مستحب ہے۔ اور اگر کوئی شخص بلند آوازی سے ذکر الٰہی کرتا ہو تو خواہ مخواہ اس کے بارہ میں یہ سمجھنا کہ وہ ریا کار ہے سخت حرام ہے۔ مانعین ذکر بالجہر کی ممانعت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے ذکر بالجہر کرنے والوں کو بدعتی کہہ کر مسجد سے نکال دیا تھا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے امام سیوطی لکھتے ہیں۔ **فان قلت فقد نقل عن ابن مسعود انه رای قوماً یهللون برفع الصوت فی المسجد فقال ماأراكم الامبتد عین حتی اخرجهم من المسجد قلت هذا الاثر عن ابن مسعود یحتاج الیٰ بیان سنده و من اخرجه من الائمة الحفاظ فی کتبهم و علیٰ تقدیر ثبوته فهو معارض بالاحادیث الکثیرة الثابته المتقدمة و هی مقدمة علیه عند التعارض ثم رأیت مایقتضی انکار ذلک عن ابن مسعود قال الامام احمد بن حنبل فی کتاب الزهد عن ابی وائل قال هؤلاء الذین یزعمون ان عبدالله کان ینهی عن الذکر ماجالست عبدالله مجلساً قط الاذکر الله فیه.**

(الحاوی للفتاوٰی جلد اول ۳۹۴)

یعنی یہ روایت مسجد میں بلند آواز سے ذکر الٰہی کو ثابت کرنے والی حدیثوں کے معارض ہے اس لئے ساقط الاعتبار ہے۔ ورنہ حضرت عبداللہ بن مسعود جہاں بھی بیٹھتے تھے بلند آواز سے ذکر الٰہی کرتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۲ ذوالقعدہ ۱۴۲۱ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چھٹا مقالہ

ایمان واعمال صالحہ
کی فضیلت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله ربّ العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ رسوله محمد واله واصحابه اجمعين اما بعد :۔ آج کل اکثر مسلمان نیک اعمال سے غافل ہیں۔ مستحبات ونوافل کی پابندی تو کجا سنن مؤکدہ، واجبات اور فرائض کی ادائیگی تک سے آزاد ہیں۔ مشتبہات سے اجتناب تو درکنار مکروہ تحریمی اور حرام تک کے مرتکب ہیں۔ مسلمانوں کی اس بدعملی اور اسلامی احکامات سے روگردانی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی نظر میں آخرت کی کامیابی اور جنت کے حصول کے لئے جدوجہد کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہ ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے۔ دانشمند شخص کا کام ہے کہ وہ اللہ عزوجل اور اس کے پیارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے ارشادات وفرمودات پر کامل یقین رکھے اور اسلامی ہدایات کے مطابق آخرت کی کامیابی اور جنت کے حصول کے لئے ایمان کی موجودگی میں ہر قسم کے نیک عمل کمائے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے۔ آمین۔

ہم نے اس مختصر رسالہ میں چند آیات کریمہ اور ایک حدیث پاک کو ذکر کیا ہے تاکہ مسلمانوں کو نیک اعمال کی اہمیت معلوم ہو جائے اور وہ اپنی زندگی میں اپنے لئے نیک اعمال کمالیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تاحیات ہر ساعت ہر لمحہ نیک کام کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

اللہ تعالیٰ کے ارشادات

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور نیک عمل کے ثمرات وفوائد کو جابجا ذکر فرمایا ہے۔ ہم تبرکاً چند آیات کریمہ پیش کرتے ہیں۔ وبالله التوفيق.

۱۔ ومن يعمل من الصالحات من ذكر او انثى وهو مؤمن فاؤلئك يدخلون الجنة ولا يظلمون نقيراً. (پ ۵ رکوع ۱۵)

(ترجمہ) اور جو شخص کچھ بھلے کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے اور انہیں تل بھر نقصان نہ دیا جائے گا۔

۲۔والذین امنوا وعملوا الصالحات لانکلف نفساً الاّ وسعھا اولئک اصحاب الجنة هم فیها خالدون۔ (پ۸رکوع۱۲)

(ترجمہ) اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور طاقت بھر اچھے کام کئے ہم کسی پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں رکھتے جنت والے ہیں۔ انہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے۔

۳۔والذین امنوا وعملوا الصالحات سندخلهم جنات تجری من تحتها الانهار خالدین فیها ازواج مطهرة وندخلهم ظلاً ظلیلاً۔ (پ۵رکوع۵)

(ترجمہ) اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب ہم انہیں ان باغوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اس حال میں کہ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے لئے وہاں ستھری بیبیاں ہیں اور ہم انہیں وہاں داخل کریں گے جہاں سایہ ہی سایہ ہوگا۔

۴۔والذین امنوا وعملوا الصالحات وامنوا بما نزل علی محمد وهو الحق من ربهم کفر عنهم سیاتهم واصلح بالهم۔ (پ۲۶رکوع۵)

(ترجمہ) اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور اس پر ایمان لائے جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا ہے اور وہی ان کے ربّ کے پاس سے حق ہے اللہ نے ان کی برائیاں اتار دیں اور ان کی حالتیں سنوار دیں۔

۵۔فاماالذین امنوا وعملوا الصالحات فیوفیهم اجورهم ویزیدهم من فضله۔
(پ۶رکوع۴)

(ترجمہ) تو وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کی مزدوری انہیں بھرپور دے گا اور اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ دے گا۔

۶۔ان الذین امنوا وعملوا الصالحات اولئک هم خیرالبریة ٥ جزآء هم عندربهم جنات عدن تجری من تحتها الانهار خالدین فیها ابداً ط رضی الله عنهم ورضوا عنه ط ذلک لمن خشی ربه۔ (پ۳۰رکوع۲۳)

(ترجمہ) بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔ ان کا صلہ ان کے

ربّ کے پاس بسنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے۔ یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے ربّ سے ڈرے۔

۷۔ والذین امنوا وعملوا الصالحات لنکفرن عنهم سیاتهم ولنجزینهم احسن الذین کانوا یعملون۔ (پ۲۰ رکوع ۱۳)

(ترجمہ) اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے ہم ضرور ان کی برائیاں اتار دیں گے اور ضرور انہیں اس کام پر بدلہ دیں گے جو ان کے سب کاموں میں اچھا تھا۔

۸۔ والذین امنوا وعملوا الصالحات لندخلنهم فی الصالحین۔ (پ۲۰ رکوع ۱۳)

(ترجمہ) اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ضرور ہم انہیں نیکوں میں شامل کریں گے۔

۹۔ فمن یعمل من الصالحات وهو مؤمن فلا کفر ان لسعیه وانا له کاتبون.

(پ۱۷ رکوع ۷)

(ترجمہ) سو جو شخص کچھ بھلے کام کرے اور ہو ایمان والا تو اس کی کوشش کی بے قدری نہیں ہے اور ہم اسے لکھ رہے ہیں۔

۱۰۔ ان الذین امنوا وعملوا الصالحات سیجعل لهم الرحمن ودا۔ (پ۱۶ رکوع ۹)

(ترجمہ) بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے عنقریب ان کے لیے رحمٰن محبت کر دے گا۔

۱۱۔ ومن یاته مؤمناً قد عمل الصالحات فاولئک لهم الدرجات العلیٰ ٥ جنات عدن تجری من تحتها الانهار خالدین فیها ط وذلک جزاء من تزکی ٥ (پ۱۶ رکوع ۱۲)

(ترجمہ) اور جو شخص اس کے حضور ایمان کے ساتھ آئے کہ اچھے کام کیے ہوں تو انہیں کے درجے اونچے ہیں۔ بسنے کے باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اور یہ صلہ ہے اس کا جو پاک ہوا۔

۱۲۔ والذین امنوا وعملوا الصالحات فی روضات الجنات لهم مایشآء ون عند ربهم ذلک هو الفضل الکبیر۔ (پ۲۵ رکوع ۴)

(ترجمہ) اور جو شخص ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ جنت کی پھلواریوں میں ہیں ان کے لیے ان کے رب

کے پاس ہے جو وہ چاہیں گے۔یہی بڑا فضل ہے۔

۱۳۔ان الذین امنوا والذین ھادوا والصابئون والنصاری من امن باللہ والیوم الآخر وعمل صالحاً فلاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔ (پ۶ رکوع ۱۴)

(ترجمہ) بے شک وہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور اسی طرح یہودی اور ستارہ پرست اور نصرانی ان میں جو کوئی سچے دل سے اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور اچھے کام کرے تو ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم ہے۔

۱۴۔والعصرo ان الانسان لفی خسرo الاالذین امنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوابالصبر۔ (پ۳۰ رکوع ۲۸)

(ترجمہ) اس زمانہ محبوب کی قسم بے شک آدمی نقصان میں ہے مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور ایک دوسرے کوحق کی تاکید کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔

۱۵۔لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم oثم رددناہ اسفل سافلین oالا الذین امنوا وعملوا الصالحات فلھم اجر غیر ممنون۔ (پ۳۰ رکوع ۲۰)

(ترجمہ) بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا پھر اسے ہر نیچی سے نیچی حالت کی طرف پھیر دیا مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ انہیں بے حد ثواب ہے۔

۱۶۔ان المسلمین والمسلمات والمؤمنین والمؤمنات والقانتین والقانتات والصادقین والصادقات والصابرین والصابرات والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصآئمین والصآئمات والحافظین فروجھم والحافظات والذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات اعداللہ لھم مغفرۃ واجراً عظیماً۔

(پ۲۲ رکوع ۲)

(ترجمہ) بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور اپنی

پارسائی کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی پارسائی کی حفاظت رکھنے والی عورتیں اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور بکثرت یاد کرنے والی عورتیں ان سب کے لیے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

۱۷۔ومن عمل صالحاً من ذکر او انثی وهو مؤمن فاولئک یدخلون الجنة یرزقون فیها بغیر حساب۔ (پ۲۴رکوع۱۰)

(ترجمہ) اور جو اچھا کام کرے مرد خواہ عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل ہوں گے وہاں بے گنتی رزق پائیں گے۔

۱۸۔ومن یؤمن بالله ویعمل صالحاً یدخله جنات تجری من تحتها الانهار خالدین فیها ابداً قد احسن الله له رزقاً۔ (پ۲۸رکوع۱۸)

(ترجمہ) اور جو اللہ پر ایمان لائے اور اچھے کام کرے وہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں ہمیشہ رہیں گے۔ بے شک اللہ نے اس کے لیے اچھی روزی رکھی ہے۔

۱۹۔ان الذین امنوا وعملوا الصالحات کانت لهم جنات الفردوس نزلا خالدین فیها لا یبغون عنها حولاً۔ (پ۱۶رکوع۳)

(ترجمہ) بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے فردوس کے باغ ان کی مہمانی ہے۔ وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ ان سے جگہ بدلنا نہ چاہیں گے۔

۲۰۔ وادخل الذین امنوا وعملوا الصالحات جنات تجری من تحتها الانهار خالدین فیها باذن ربهم تحیتهم فیها سلام۔ (پ۱۳رکوع۱۶)

(ترجمہ) اور وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ باغوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے اپنے ربّ کے حکم سے۔ اس میں ان کے ملتے وقت کا اکرام سلام ہے۔

۲۱۔ ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم ویبشر المؤمنین الذین یعملون الصالحات ان لهم اجراً کبیراً۔ (پ۱۵۔رکوع۱)

(ترجمہ) بے شک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو جو اچھے عمل کریں کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے۔

سبحان اللہ۔ مسلمان ان اکیس آیات مبارکہ کو پڑھیں، سمجھیں اور غور کریں کہ ایمان کی حالت میں کمائے ہوئے نیک اعمال کا آخرت میں کتنا بڑا انعام اور صلہ رکھا گیا ہے۔ کیا ان عظیم الشان رفیع المقام انعامات خداوندی کے حصول کے لیے غفلت درکار ہے یا مسلسل جدوجہد؟ اللہ تعالیٰ آخرت کی کامیابی حاصل کرنے کے لیے ایمان اور توفیق عمل عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

ایک حدیث شریف

آخرت میں نیک اعمال کے فوائد جاننے کے لیے مندرجہ بالا اکیس آیات مبارکہ کے علاوہ درج ذیل حدیث بھی قابل غور ہے امام خاتمۃ المحدثین جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کتاب مستطاب الجامع الصغیر ص ۱۰۵ ج ا میں حدیث نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

انی رآیت البارحة عجباً رأیت رجلاً من امتی قد احتوشته ملآئکة العذاب فجآء وضوء ہ فاہ ننقذہ من ذلک.

(ترجمہ) گزشتہ رات میں نے عجب باتیں دیکھیں۔ ایک بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اسے گھیرے میں لے رکھا ہے پھر اس کا وضو آیا تو اس نے اسے اس حالت سے چھڑا دیا۔

ورأیت رجلاً من امتی قدبسط علیه عذاب القبر فجآء ته صلاته فاستنقذته من ذلک.

(ترجمہ) اور دوسری بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس پر قبر کا عذاب پھیل چکا ہے۔ پھر اس کی نماز آئی اور اس نے اسے اس حالت سے چھڑا دیا۔

ورأیت رجلاً من امتی قد احتوشته الشیاطین فجآء ہ ذکر الله فخلصه منهم

(ترجمہ) اور تیسری بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ شیاطین اس کو گھیرے میں لیے ہوئے ہیں۔ پھر اس کے پاس اللہ کا ذکر آیا تو اس نے اسے ان سے چھڑا دیا۔

ورأیت رجلاً من امتی یلهث عطشاً فجآء ہ صیام رمضان فسقاہ

(ترجمہ) اور چوتھی بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ وہ پیاس کی وجہ سے ہانپ رہا ہے پھر رمضان کا روزہ آیا تو اس نے اسے پانی پلایا۔

ورأيت رجلاً من امتي من بين يديه ظلمة ومن خلفه ظلمة وعن يمينه ظلمة وعن شماله ظلمة ومن فوقه ظلمة ومن تحته ظلمة فجآء ته حجته وعمرته فاستخرجاه من الظلمة

(ترجمہ) اور پانچویں بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس کے سامنے اندھیرا ہے اور اس کے پیچھے اندھیرا ہے اور اس کی دائیں طرف اندھیرا ہے اور اس کی بائیں طرف اندھیرا ہے اور اس کے اوپر اندھیرا ہے اور اس کے نیچے اندھیرا ہے پھر اس کا حج اور اس کا عمرہ آئے تو انہوں نے اسے اندھیرے سے نکال دیا۔

ورأيت رجلاً من امتي جآءه ملك الموت ليقبض روحه فجآءه بره بوالديه فرده عنه
(ترجمہ) اور چھٹی بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس کے پاس ملک الموت چلا آیا ہے کہ وہ اس کی جان قبض کرے پھر اپنے والدین کے ساتھ اس کا حسن سلوک آیا تو اس نے اسے اس سے پھیر دیا۔
ورأيت رجلاً من امتي يكلم المؤمنين ولا يكلمونه فجآء ته صلة الرحم فقالت ان هذا كان واصلاً لرحمه فكلمهم وكلموه وصار معهم.
(ترجمہ) اور ساتویں بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ وہ مومنوں سے گفتگو کرتا ہے اور وہ اس سے گفتگو نہیں کرتے پھر صلہ رحمی آئی تو اس نے کہا یہ شخص اپنے رشتہ داروں سے ملاپ رکھتا ہے سو اس نے ان سے گفتگو کی اور انہوں نے اس سے گفتگو کی اور وہ ان کے ہمراہ ہو گیا۔
ورأيت رجلاً من امتي يأتي النبيين وهم حلق حلق كلما مر على حلقة طرد فجآء اغتساله من الجنابة فاخذ بيده فاجلسه الى جنبي.
(ترجمہ) اور آٹھویں بات یہ ہے کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ وہ انبیاء کے پاس آتا ہے دریں حالیکہ وہ حلقوں حلقوں میں ہیں۔ جب بھی وہ کسی حلقہ کے پاس سے گزرتا ہے تو اسے دھتکار دیا جاتا ہے۔ پھر اس کے پاس اس کا جنابت کا غسل آیا تو اس نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے میرے پاس بٹھا دیا۔
ورأيت رجلاً من امتي يتقي وهج النار بيديه عن وجهه فجآء ته صدقة فصارت ظلاً على راسه وستراً عن وجهه
(ترجمہ) اور نویں بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا دریں حالیکہ وہ آگ کے شعلے سے اپنے دونوں

ہاتھوں کے ساتھ اپنا بچاؤ کر رہا ہے۔ پھر اس کا صدقہ آیا تو وہ اس کے سر پر سایہ اور اس کے چہرہ سے پردہ بن گیا۔

ورأیت رجلاً من امتی جآء تہ زبانیۃ العذاب فجآء ہ امرہ بالمعروف ونھیہ عن المنکر فاستنقذہ من ذلک

(ترجمہ) اور دسویں بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس کے پاس عذاب کے فرشتے آ پہنچے ہیں تو اس کا نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا آیا تو اس نے اسے اس حالت سے چھڑا دیا۔

ورأیت رجلاً من امتی ھوی فی النار فجآء تہ دموعہ اللاتی بکی بھا فی الدنیا من خشیۃ اللہ فاخرجتہ من النار۔

(ترجمہ) اور گیارہویں بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ وہ آگ میں جا گرا ہے پھر اس کے پاس اس کے وہ آنسو آئے جو دنیا میں اس نے خوف خدا سے بہائے تھے تو انہوں نے اسے آگ سے نکال دیا۔

ورأیت رجلاً من امتی قدھوت صحیفتہ الی شمالہ فجآء ہ خوفہ من اللہ تعالیٰ فاخذ صحیفتہ فجعلھا فی یمینہ۔

(ترجمہ) اور بارہویں بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں جا پڑا ہے پھر اس کا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اس کے پاس آیا تو اس نے اس کا اعمال نامہ لے کر اس کے دائیں ہاتھ میں دے دیا۔

ورأیت رجلاً من امتی قد خف میزانہ فجآء ہ افراطہ فثقلوا میزانہ

(ترجمہ) اور تیرہویں بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ اس کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہو گیا ہے پھر اس کی وفات یافتہ اولاد اس کے پاس آئی تو اس نے اس کے پلڑے کو بھاری کر دیا۔

ورأیت رجلاً من امتی علی شفیر جھنم فجآء ہ وجلہ من اللہ تعالی فاستنقذہ من ذلک۔

(ترجمہ) اور چودہویں بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ وہ جہنم کے کنارے پر پہنچ گیا ہے پھر اس کا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اس کے پاس آیا تو اس نے اسے اس حالت سے چھڑا دیا۔

ورأيت رجلاً من امتي يرعد كما ترعد السعفة فجآءه حسن ظنه بالله تعالىٰ وفسكّن رعدته

(ترجمہ) پندرہویں بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ وہ شاخ کی طرح تھرتھرا رہا ہے پھر اس کا اللہ تعالیٰ سے حسن ظن اس کے پاس آیا تو اس کی تھرتھراہٹ کو ختم کر دیا۔

ورأيت رجلاً من امتي يزحف على الصراط مرة ويحبو مرة فجآءته صلاته علي فاخذت بيده فاقامه على الصراط

(ترجمہ) اور سولہویں بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ وہ کبھی پل صراط پر ڈگمگاتا ہے اور کبھی سرین کے بل چلتا ہے پھر اس کے پاس اس کا مجھ پر پڑھا ہوا درود آیا تو اس نے اس کے ہاتھ کو پکڑا اور اسے پل صراط پر سیدھا کھڑا کر دیا۔

ورأيت رجلاً من امتي انتهى الي ابو اب الجنة فغلقت الابواب دونه فجآءته شهادة ان لااله الا الله فاخذت بيده فادخلته الجنة

(ترجمہ) اور سترہویں بات یہ کہ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ وہ جنت کے دروازوں پر پہنچ گیا ہے اور اس پر دروازے بند کر دیئے گئے ہیں پھر اس کا کلمہ طیبہ اس کے پاس آیا تو اس کے ہاتھ کو پکڑا اور اسے جنت میں داخل کر دیا۔

اس حدیث کو محدث حکیم اور طبرانی نے حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور امام جلال الدین سیوطی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (جامع صغیر ص ۱۰۵ ج ۱)

لمحہ فکریہ

مسلمان اس حدیث پاک پر بھی غور فرمائیں اور سمجھیں کہ آخرت کے ہر مقام میں نیک اعمال کس قدر نافع ہوتے ہیں۔ وقت موت سے دخول جنت تک ہر جگہ میں نیکیاں ہی کام آتی ہیں اور مسلمان کی کامیابی کا ذریعہ بنتی ہیں ولہذا اپنی زندگی کے اوقات کو نیکیاں کمانے میں خرچ کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے آمین۔

(۲۲ ذیقعدہ ۱۴۱۹ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ساتواں مقالہ

محبتِ صحابہ واہلِ بیت

رضی اللہ تعالیٰ عنہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد:- نبیٔ پاک صاحب لولاک صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار سے محبت وعقیدت رکھنا اور ان کا ادب و احترام کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ ربّ کائنات ارشاد فرماتا ہے۔ (اے محبوب) آپ فرمادیں کہ میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت کا مطالبہ کرتا ہوں۔'' (پ ۲۵ رکوع ۴)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی عقیدت ومحبت اور حضور کے سب قرابت داروں، ازواج واولاد کی محبت فرائض دینیہ میں اہم ترین فریضہ ہے۔ (نورالعرفان)

اہل بیت کون ہیں؟

عرف شرع میں اہل بیت کا اطلاق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات واولاد اطہار پر ہوتا ہے۔ غالی لوگ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو اہل بیت سے خارج قرار دیتے ہیں حالانکہ کتاب اللہ سے ان کا اہل بیت ہونا ثابت ہے۔ ربّ کائنات ارشاد فرماتا ہے۔'' اے نبی کی بیبیو! تم اور کی طرح نہیں ہو۔ اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی شخص کچھ لالچ کرے۔ ہاں اچھی بات کہو اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور اگلی جاہلیت کی بے پردگی میں بے پردہ نہ رہو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے اے (نبی کے) گھر والو کہ وہ تم سے ہر ناپاکی دور کر دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔ اور یاد کرو وہ آیتیں اور حکمت کی باتیں جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں''۔ (پارہ ۲۲ رکوع ۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیویاں یقیناً حضور کے اہل بیت ہیں۔ کیونکہ ان تمام آیات میں ازواج مطہرات ہی سے خطاب ہے۔ جو ان کے اہل بیت ہونے کا انکار کرے وہ ان آیات کا منکر ہے۔ حدیث کساء میں یہ کہیں نہیں فرمایا گیا کہ خدایا یہ لوگ تو میرے اہل بیت ہیں اور ان کے سوا اور کوئی اہل بیت نہیں۔ (نورالعرفان علیٰ کنزالایمان)

حافظ عماد الدین ابن کثیر اس آیت تطہیر کے ماتحت فرماتے ہیں کہ'' یہ آیت تطہیر اس بات پر نص ہے کہ اس جگہ اہل بیت کے لفظ میں حضور کی بیویاں داخل ہیں۔ کیونکہ اس آیت کا شان نزول خود حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام کی بیویاں ہیں۔ اور بالاتفاق نزول کا سبب نزول کے حکم میں داخل ہوا کرتا ہے۔''

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں۔ ''پھر قرآن میں غور کرنے والا اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں رکھتا کہ آیت تطہیر میں حضور کی بیویاں داخل ہیں۔ کیونکہ اس آیت کا سیاق وسباق اسی پر دلالت کرتا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر عربی ص ۴۸۶ جلد ۲)

اور میر واعظ کاشفی فرماتے ہیں۔ ''صاحب کشاف نے فرمایا کہ ''یہ آیت تطہیر اس بات پر دلیل ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیویاں اہل بیت ہیں اور وسیط نامی کتاب میں حضرت عکرمہ سے منقول ہے کہ اس آیت میں اہل بیت سے مراد حضور کی بیویاں ہیں۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس آیت کے سیاق وسباق میں انہی سے خطاب ہے اور احقاف نامی کتاب میں امام ابومنصور ماتریدی سے بھی منقول ہے اور صاحب عین معانی نے فرمایا تفسیر کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور کی بیویاں اہل بیت ہیں۔ (تفسیر حسینی فارسی ص ۲۰۰)

اور ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں۔ ''اس آیت تطہیر میں اہل بیت سے مراد حضور کی بیویاں ہیں۔ کیونکہ وہی اس آیت کے نزول کے وقت نبی علیہ السلام کے گھر میں موجود تھیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہی منقول ہے کہ اہل بیت سے مراد حضرت فاطمہ وعلی وحسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں اور میں کہتا ہوں کہ ازواج مطہرات اور ان چاروں کا اس آیت میں مراد ماننے سے کوئی شئے مانع نہیں ہے۔ اور شیعوں کا صرف ان چاروں کو اہل بیت قرار دینا مردود ہے۔ کیونکہ اس آیت تطہیر کا سیاق وسباق ان کی اس تخصیص کی تکذیب کرتا ہے۔ اور حدیث کساء (جس سے وہ اپنا مدعائے باطلہ ثابت کرتے ہیں) سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ یہ چاروں اہل بیت میں داخل ہیں۔ اور اس سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ ان چاروں کا کوئی غیر اہل بیت ہی نہیں''۔ (شرح شفاء شریف ص ۴۰۹ ج ۳)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ ''آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو اہل بیت سے خارج کرنا ہٹ دھرمی اور آیت تطہیر کے سیاق وسباق کی خلاف ورزی ہے۔ کیونکہ ان کو اہل بیت سے خارج قرار دینے میں کلام الٰہی کو اتساق وانتظام سے باہر نکالنا ہے۔ کیونکہ اس آیت کے اوّل وآخر میں خطاب ازواج مطہرات ہی سے ہے۔'' (اشعۃ اللمعات ص ۶۸۰ ج ۴)

اور امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ آیت تطہیر ازواج مطہرات کو شامل ہے کیونکہ اس معنی پر اس کا سیاق صراحۃً دلالت کرتا ہے۔ سو انہیں اس آیت سے نکالنا اور ان کے غیر کو یہاں مراد لینا صحیح نہیں ہو

گا''۔ (اشعۃ اللمعات ص ۶۸۰ ج ۴۰)

اور مولانا سید صدر الافاضل مراد آبادی اس پوری بحث کا خلاصہ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

''خلاصہ یہ کہ دولت سرائے قدس کے سکونت رکھنے والے اس آیت میں داخل ہیں کیونکہ وہی اس خطاب کے مخاطب ہیں۔ چونکہ اہل بیت نسب کا مراد ہونا مخفی تھا اس لئے آں سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فعل مبارک (جو حدیث کساء میں مذکور ہے) سے بیان فرما دیا۔ کہ یہاں آیت تطہیر میں مراد اہل بیت عام ہیں خواہ بیت مسکن کے اہل ہوں جیسے کہ ازواج مطہرات یا بیت نسب کے اہل جیسے بنو ہاشم و بنو مطلب۔

(سوانح کربلا ص ۴۹)

الحمدللہ علمائے محققین کی ان واضح تصریحات سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ اہل بیت کے اطلاق میں ازواج مطہرات بھی داخل ہیں۔ لہذا ازواج مطہرات کے لئے وہ تمام فضائل ثابت ہوں گے۔ جو آیات واحادیث میں اہل بیت کے بارہ میں مذکور ہوئے ہیں۔ والحمدللہ علیٰ ذلک۔

محبت اہل بیت اطہار کی حدیثیں

محبت اہل بیت کے بارہ میں متعدد احادیث مبارکہ منقول ہیں۔ ہم یہاں چند روایات متبرکہ تبرکاً نقل کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

۱۔ نبی اکرم نور مجسم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''**احبوا اللّٰہ لمایغذوکم بہ من نعمہ واحبونی لحب اللہ واحبوا اھل بیتی لحبی**۔ اللہ سے محبت رکھو بدیں وجہ کہ وہ تمہیں اپنی نعمتیں کھلاتا ہے اور اللہ کی محبت کی وجہ سے تم مجھ سے محبت رکھو۔ اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو''۔ (صواعق محرقہ ص ۱۸۷)

۲۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ ''**لایؤمن عبد حتی اکون احب الیہ من نفسہ وتکون عترتی احب الیہ من نفسہ وتکون اھلی احب الیہ من اھلہ وتکون ذاتی احب الیہ من ذاتہ**۔ کوئی بندہ مومن نہیں ہوسکتا تا آنکہ میں اسے اس کی جان سے زیادہ پیارا ہوجاؤں۔ اور میری اولاد اسے اپنی جان سے زیادہ پیاری ہو جائے اور میرے گھر والے اسے اپنے گھر والوں سے زیادہ پیارے ہو جائیں اور میری ذات اسے اپنی ذات سے زیادہ پیاری ہو جائے''۔ (صواعق محرقہ ص ۱۷۲)

۳۔اور آپ نے ارشاد فرمایا۔ پل صراط پر تم میں سب سے زیادہ ثابت قدم وہ شخص ہوگا جو میرے اہل بیت کی محبت میں سب سے زیادہ سخت ہوگا''۔

۴۔اور آپ کا ارشاد گرامی ہے شفاعتی لامتی من احب اهل بیتی ۔میری شفاعت میری امت کے اس شخص کے لئے ہے جو میرے اہل بیت سے محبت رکھے گا۔ (جامع صغیر ص ۴۰ جلد دوم)

۵۔اور ایک دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ جب اہل قریش ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو وہ خوشروئی سے ملتے ہیں اور جب وہ ہم بنی ہاشم سے ملتے ہیں تو بیگانوں کی طرح ملتے ہیں۔آپ یہ سن کر سخت غضبناک ہوئے اور فرمایا۔''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوگا جب تک کہ وہ تم سے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر محبت نہ رکھے گا'' (صواعق محرقہ ص ۱۷۲)

۶۔اور نبی پاک صاحب لولاک صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں'' آل محمد کی پہچان دوزخ سے آزادی ہے اور آل محمد پل صراط پر سے گزر ہے۔ (یعنی ذریعۂ گزر ہے) اور آل محمد کی سرداری عذاب الٰہی سے امان ہے''۔ (شفا شریف ص ۳۷ جلد دوم)

اس حدیث کے ماتحت قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔'' آل محمد کی پہچان سے مراد ان کے اس مرتبہ کی پہچان ہے جو انہیں نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے ملا اور جب کوئی شخص ان کے اس مرتبہ کو پہچان جائے گا تو وہ اس بات کو تسلیم کرلے گا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سبب سے آل محمد کا حق اور ان کا ادب واحترام مجھ پر فرض ہے۔

۷۔اور ایک دن نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حسنین کریمین کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔''جو شخص میری محبت رکھے اور ان دونوں (حسن وحسین) کی محبت رکھے اور ان کے باپ (علی) کی محبت رکھے اور ان کی ماں (فاطمہ) کی محبت رکھے وہ قیامت کے روز میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا''۔(صواعق محرقہ ص ۱۸۷)

سبحان اللہ۔پنج تن پاک کی شان کا اس حدیث پاک سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔اعلیٰ حضرت امام اہل سنت بریلوی قدس سرہ العزیز کیا خوب فرماتے ہیں۔

کیا بات رضاؔ اس چمنستانِ کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

۸۔اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ ''جس کو پانچ نعمتیں عطا کی گئیں اسے آخرت کا عمل چھوڑنے پر معذور قرار نہیں دیا جائے گا۔ نیکوکار بیوی۔ نیکوکار بیٹے۔لوگوں سے اچھا میل اور اپنے شہر میں ذریعۂ معاش اور آلِ محمد سے محبت''۔ (جامع صغیر ص ۷ ج ۲)

۹۔اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی مثال ہے۔ جو شخص اس (سفینۂ اہل بیت) میں سوار ہوا (یعنی ان کی محبت رکھی اور ان کا ادب واحترام کیا) وہ نجات پائے گا اور جو اس سے پیچھے رہا (یعنی ان سے عداوت ومخالفت رکھی) وہ غرق ہوگا''۔

(صواعق محرقہ ص ۱۸۶)

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحابِ رسول
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

الحاصل ان سب ارشادات عالیہ کا یہی مفاد کہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار سے محبت رکھنا شرعاً واجب ہے اور ان کا ادب واحترام کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے اور ان کی مخالفت، عداوت اور بے ادبی میں دین وایمان کا ضیاع ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اہل بیت اطہار کا ادب واحترام اور ان کی محبت وعقدت نصیب رکھے۔

مولانا حسن رضا خان فرماتے ہیں۔ شعر

اہل بیتِ پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ دشمنانِ اہل بیت
بے ادب گستاخ فرقے کو سنا دے اے حسنؔ
یوں کہا کرتے ہیں سنی داستانِ اہل بیت

محبینِ اہل بیت اطہار کے فضائل

رب کائنات ارشاد فرماتا ہے۔ ''اور بے شک میں بخشنے والا ہوں۔ اسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا''۔ (پ ۱۶۔ رکوع ۱۲)

حضرت ثابت بنانی ثم اهتدی (پھر ہدایت پر رہا) کی تفسیر میں فرماتے ہیں ثم اهتدیٰ الی

ولایۃ اھل بیتہ ۔ پھر وہ نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی محبت پر قائم رہا۔اور یہی تفسیر امام جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی منقول ہے۔ (الصواعق المحرقۃ ص ۱۵۳)

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم سے مروی ہے کہ نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔''بلا شبہ جنت میں سب سے پہلے میں اور فاطمہ اور حسن وحسین داخل ہوں گے''۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہماری محبت رکھنے والے لوگوں کے بارہ میں کیا حکم ہے؟ فرمایا وہ تمہارے پیچھے ہوں گے''۔(صواعق محرقہ ص ۱۵۳)

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔''وہ چار شخص جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے وہ میں اور تو اور حسن وحسین ہیں اور ہماری اولاد ہمارے پیچھے ہوگی اور ہماری بیویاں ہماری اولاد کے پیچھے ہوں گی اور ہمارے محبین ہمارے دائیں بائیں ہوں گے''۔(صواعق محرقہ ص ۱۶۱)

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔''تو اور تیری جماعت قیامت کے دن اس حال میں آئے گی کہ تم اللہ سے راضی ہو گے اور اللہ تم سے راضی ہوگا۔اور تمہارے دشمن اس حال میں آئیں گے کہ رب تعالیٰ ان سے ناراض ہوگا''۔ (صواعق محرقہ ص ۱۶۱)

اور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔''اے علی۔تو اور تیرے ساتھی جنت میں ہیں۔تو اور تیری جماعت جنت میں ہے''۔ (صواعق محرقہ ص ۱۶۱)

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔''میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ رکھا ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کے محبین کو دوزخ سے چھڑا دیا ہے''۔ (صواعق محرقہ ص ۱۵۳)

اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔''جس نے اللہ سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے مجھ سے محبت رکھی اس نے میرے صحابہ اور رشتہ داروں سے محبت رکھی۔(صواعق محرقہ)

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔''ہمارے اہل بیت کی محبت لازم پکڑو کیونکہ جو اللہ عزوجل سے اس حال میں ملے گا کہ وہ ہم سے محبت رکھتا ہے وہ ہماری شفاعت کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگا۔قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ کسی بندے کو اس کا کوئی عمل فائدہ نہ دے گا تا آں وقتیکہ وہ ہمارا حق پہچانے''۔ (صواعق محرقہ ص ۱۷۲)

اور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''ہمارے اہل بیت سے محبت نہیں رکھے گا مگر وہی جو پرہیزگار ایمان والا ہے اور ہم سے دشمنی نہیں رکھے گا مگر وہی جو بے نصیب منافق ہے''۔(صواعق محرقہ ص ۱۷۲)

اور امام ابوبکر خوارزمی نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ ایک دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس حال میں صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے کہ آپ کا چہرۂ انور چاند کے دائرہ کی طرح دمک رہا تھا۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس خوشی کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا۔ ''میرے ربّ کی طرف سے میرے بھائی (حضرت علی) اور میری بیٹی (فاطمہ) کے متعلق ایک بشارت آئی ہے اور وہ یہ کہ اللہ نے حضرت علی کا نکاح حضرت فاطمہ سے کر دیا ہے اور داروغۂ جنت خازن کو حکم دیا تو اس نے طوبیٰ کے درخت کو حرکت دی اس درخت میں میرے اہل بیت کے محبین کی تعداد جتنی سندیں پیدا ہو گئی ہیں اور اس درخت کے نیچے اللہ نے نوری فرشتے پیدا فرما دیئے ہیں اور ہر فرشتے کو ایک ایک سند دے دی ہے۔ پس جب قیامت قائم ہوگی تو فرشتے مخلوق خدا میں آواز دیں گے اور اہل بیت کا کوئی محب ایسا نہ ہوگا جسے پروانہ بخشش عطا نہ کیا جائے گا۔ سو میرا چچازاد بھائی اور میری بیٹی میری امت کے مردوں اور عورتوں کے لئے دوزخ سے آزادی کا ذریعہ بنیں گے۔ (صواعق محرقہ ص ۱۷۳)

اور حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''اپنی اولاد کو تین چیزوں یعنی اپنے نبی کی محبت، اپنے نبی کی اہل بیت کی محبت اور قرآن و حدیث کی تلاوت کی تعلیم دو۔ (صواعق محرقہ ص ۱۷۲)

الغرض نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات عالیہ و فرمودات مبارکہ سے ثابت ہوا کہ آپ کی جملہ اہل بیت (ازواج مطہرات، بنات رسول اور جملہ اولاد پاک) کی محبت و عقیدت اہم دینی فریضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نصیب رکھے آمین۔

محبت اصحاب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم

پھر جس طرح اہل بیت اطہار کی عداوت و دشمنی شرعاً ناجائز ہے اور سخت حرام اسی طرح محبت اہل بیت میں غلو اور بے جا زیادتی بھی شرعاً ناجائز اور سخت حرام ہے۔ محبت اہل بیت میں غلو اور بے جا زیادتی سے ہماری مراد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دشمنی اختیار کرنا ہے جن کا بعض امور میں اہل بیت اطہار کے بعض افراد سے اختلاف رونما ہوا تھا مثلاً اصحاب ثلاثہ، عائشہ صدیقہ، طلحہ، زبیر، معاویہ، مغیرہ بن شعبہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ کیونکہ جس طرح اہل بیت کی محبت ہم پر اس وجہ سے فرض ہوئی کہ ان کا تعلق ذات مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور ان کی محبت و عقیدت اور ادب و احترام کا حکم اللہ اور اس

کے رسول نے دیا ہے۔ اسی طرح جملہ صحابۂ کرام کی محبت وعقیدت اور ادب واحترام بھی ہم پر اس لئے فرض ہے کہ ان کا تعلق بھی ذات مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور ان کی محبت وعقیدت اور ادب کا حکم بھی اللہ اور اس کے رسول نے دیا ہے۔ چنانچہ اس بارہ میں چند احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں وباللہ التوفیق۔

محبت صحابۂ کرام کی حدیثیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''پل صراط پر تم میں سے سب سے زیادہ ثابت قدمی والے وہ ہوں گے جو میرے اہل بیت اور میرے صحابہ کی محبت میں زیادہ سخت ہوں گے۔ (جامع صغیر ص ۱۸۷)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''میرے صحابہ کے بارہ میں اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ میرے صحابہ کو طعن وتشنیع کا نشانہ نہ بناؤ۔ سو جو کوئی میرے صحابہ سے محبت رکھے گا وہ ان سے میری محبت کی وجہ سے محبت رکھے گا۔ اور جو کوئی ان سے دشمنی رکھے گا وہ میری دشمنی کی وجہ سے ان سے دشمنی رکھے گا۔ اور جو کوئی میرے صحابہ کو اذیت پہنچائے گا وہ مجھے اذیت پہنچائے گا۔ اور جو کوئی مجھے اذیت پہنچائے گا وہ اللہ کو اذیت پہنچائے گا۔ اور جو کوئی اللہ کو اذیت پہنچائے گا۔ اللہ عنقریب اسے اپنی گرفت میں لے گا''۔ (ترمذی ص ۲۲۹ جلد ۲)

اور حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''ان چار شخصوں کی محبت صرف ایمان والے شخص کے دل میں جمع ہوگی۔ ابوبکر، عمر، عثمان اور علی''۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (نزھۃ الناظرین ص ۳۷)

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء ومرسلین کے ماسوا سب جہان والوں پر میرے صحابہ کو فضیلت بخشی ہے۔ اور اس نے میرے صحابہ میں سے چار کو چن کر انہیں سب صحابہ پر فضیلت دی ہے حالانکہ میرے ہر صحابی میں خیر موجود ہے۔ اور وہ چار یہ ہیں۔ ابوبکر، عمر، عثمان اور علی''۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (نزھۃ الناظرین ص ۳۷)

اور حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ابوبکر، عمر، عثمان وعلی کی محبت فرض کی ہے۔ جس طرح اس نے تم پر نماز، روزہ اور حج فرض کیا ہے۔ پس جو کوئی ان چاروں میں سے کسی ایک سے دشمنی رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں داخل کرے گا''۔ (نزھۃ الناظرین ص ۲۷)

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''ابوبکر کی محبت اور ان کا شکر میری ساری امت پر واجب ہے''۔ (کنوز الحقائق ص ۱۱۷ ج ۱)

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ ''ابوبکر و عمر کی محبت ایمان سے ہے اور ان دونوں کی عداوت کفر ہے اور انصار کی محبت ایمان سے ہے اور ان کی عداوت کفر ہے۔ اور عربوں کی محبت ایمان سے ہے اور ان کی عداوت کفر ہے۔ اور جو میرے صحابہ کو گالی گلوچ کرے گا۔ اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ اور جو ان کی محافظت کرے گا۔ میں قیامت کے دن اس کی محافظت کروں گا۔ (جامع صغیر ص ۱۴۶ ج ۱)

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ ''ابوبکر و عمر کی محبت ایمان ہے اور ان دونوں کی دشمنی منافقت ہے۔'' (جامع صغیر ص ۱۴۶ ج ۱)

الحمدللہ ان احادیث متبرکہ سے روزِ روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ امت مسلمہ پر جہاں محبت اہل بیت فرض ہے وہاں ان پر صحابۂ کرام کی محبت وعقیدت بھی فرض ہے ولہذا جو شخص اہل بیت کی محبت کا دعویدار تو ہے مگر وہ صحابہ کرام اور ازواج مطہرات اور حضور کی بیٹیوں کا گستاخ اور دشمن ہے وہ ہرگز ہرگز محبِ اہل بیت نہیں بلکہ وہ بے دین گمراہ ہے۔ امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں۔ روافض اللہ انہیں ذلیل کرے ان (محبت اہل بیت) کی حدیثوں سے یہ گمان نہ کریں کہ وہ اہل بیت کے محبین ہیں۔ کیونکہ انہوں نے محبت اہل بیت میں غلو اور افراط سے کام لیا ہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے صحابہ کی تکفیر اور امت محمدیہ کی تذلیل کی ہے۔ (صواعق محرقہ ص ۱۵۳)

خدایا بحق بنی فاطمہ — کہ بر قولِ ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول — من و دست و دامانِ آلِ رسول (شیخ سعدیؒ)

اور امام حسن رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حسن سنی ہے پھر افراط و تفریط اس سے کیونکر ہو
ادب کے ساتھ رہتی ہے روش اربابِ سنت کی

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اہل بیت اور صحابہ کی سچی حقیقی محبت عنایت فرمائے۔ اور دونوں جہاں میں آل بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی برکتیں نصیب رکھے۔ آمین۔

(محرم ۱۴۰۲ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آٹھواں مقالہ

علمائے حق کا شرعی مقام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله ربّ العالمين والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله محمد واله واصحابه اجمعين اما بعد:-

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ زید عام اجلاس میں ایک بزرگ عالم دین امام مسجد صاحب کی توہین کرتا، انہیں بے جا گالیاں دیتا اوران کی داڑھی سے مذاق اڑاتا ہے جبکہ یہ عالم دین اس زید کا جدی پشتی استاد بھی ہے اور وہ مسجد میں قرآن مجید کا درس بھی دیتا ہے اور فریضہ امامت بھی ادا کرتا ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید پر شرع کی طرف سے کیا حکم عائد ہوتا ہے؟ تحریر مفصل مدلل لکھ کر عنداللہ تعالیٰ ماجور ہوں۔ (السائل شیخ عبدالجبار عاصی ساکن نگدر ضلع مظفرآباد آزاد کشمیر)

الجواب وھوالموفق للصدق والصواب

شرع شریف نے علمائے دین کا ادب واحترام عوام المسلمین پر فرض فرمایا ہے۔ان کی توہین کسی بھی انداز میں کی جائے اسے سخت حرام قراردیا ہے۔اور علمائے کرام کے حق کو ہلکا جاننے والے کو کھلم کھلا منافق قراردیا ہے۔ولہذا زید بے قید کا اپنے جدی پشتی استاذ، مدرس وامام بزرگ وعالم دین کی توہین کرنا انہیں بے جا گالیاں دینا اوران کی داڑھی کا مذاق اڑانا شرعاً حرام ہے۔اِس پر لازم ہے کہ وہ جلد اس سے توبہ کرے۔مذکور بزرگوں سے اپنی گستاخیوں کی سچی معافی حاصل کرے اورآئندہ اس حرکت سے باز آئے۔

چونکہ سائل نے اس مسئلہ کی مفصل مدلل وضاحت کا مطالبہ کیا ہے اوراس تفصیل میں عوام المسلمین کو ہدایت ملنے کی توقع بھی ہے اس لئے ہم تفصیلاً گفتگو کرتے ہیں۔وباللہ التوفیق۔

علمائے دین کی فضیلت

اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے۔ يرفع الله الذين امنوا منكم والذين اوتوا العلم درجات ط والله بما تعملون خبير ۔اللہ تمہارے ایمان والوں کے اوران کے جن کو علم دیا گیا

درجے بلند فرمائے گا۔ اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ (پ ۲۸ رکوع ۲)

اس آیت کریمہ میں علم سے مراد علم دین ہے۔ معلوم ہوا کہ علماء دین بڑے درجہ والے ہیں۔ دنیا وآخرت میں ان کی عزت ہے۔ ربّ تعالیٰ نے ان کی بلندیٔ درجات کا وعدہ کیا تو انہیں دنیا وآخرت میں عزت ملے گی۔ (نور العرفان)

علماء کے درجات کے بارہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم۔ ایک عالم دین کی ایک عابد پر اتنی فضیلت ہے جتنی میری فضیلت تمہارے ادنیٰ شخص پر ہے۔ رواہ الترمذی عن ابی امامہ رضی اللہ عنہ وصححہ الجلال السیوطی۔

(جامع صغیر جلد دوم ص ۷۵۔ مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۳۱)

اور دوسری روایت میں فرمایا۔ فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب۔ ایک عالم دین کی ایک عابد پر فضیلت اتنی ہے جتنی فضیلت چودھویں رات کے چاند کو سارے ستاروں پر ہے۔ رواہ ابونعیم فی الحلیہ عن معاذ رضی اللہ عنہ۔ (جامع صغیر جلد دوم ص ۷۵)

اور تیسری روایت میں فرمایا فضل العالم علی العابد سبعین درجۃ مابین کل درجتین کما بین السماء والارض ایک عالم دین ایک عابد پر ستر درجے فضیلت رکھتا ہے۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنی مسافت ہے جتنی آسمان اور زمین کے درمیان ہے رواہ ابو یعلی فی مسندہ عن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ۔ (جامع صغیر جلد دوم ص ۷۵)

اور چوتھی روایت میں فرمایا۔ فضل العالم علی غیرہ کفضل النبی علی امتہ۔ ایک عالم کو غیر عالم پر اتنی فضیلت ہے جتنی فضیلت ایک نبی کو اس کی امت پر ہوتی ہے رواہ الخطیب فی التاریخ عن انس رضی اللہ عنہ۔ (جامع صغیر جلد دوم ص ۷۵)

اور پانچویں روایت میں فرمایا۔ فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد۔ ایک علم فقہ رکھنے والا شخص ایک ہزار عابد کی نسبت سے شیطان پر زیادہ سخت ہے۔ رواہ الترمذی وابن ماجہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ (جامع صغیر ص ۷۷ ج ۲)

اور چھٹی روایت میں فرمایا۔ رکعتان من عالم افضل من سبعین رکعۃ من غیر عالم۔ عالم دین کی دو رکعتیں غیر عالم دین کی ستر رکعتوں سے بہتر ہیں۔ رواہ ابن النجار۔ (جامع صغیر ص ۲۵ ج ۲)

اور ساتویں روایت میں فرمایا۔ رکعة من عالم باللہ خیر من الف رکعة من متجاھل باللہ معرفتِ خداوندی رکھنے والے کی ایک رکعت جاہل کی ایک ہزار رکعتوں سے بہتر ہے۔ رواہ الشیرازی عن علی رضی اللہ عنہ۔ (جامع صغیر ص۲۴ ج۲)

مسلمان اللہ جل شانہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات عالیہ کو پڑھیں اور غور کریں کہ دین کا علم رکھنے والوں کو کتنی بڑی فضیلت دی گئی ہے۔ بدیں وجہ عامۃ المسلمین پر علماء دین کا ادب واحترام شرعاً فرض ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اہل علم کی محبت

علمائے دین سے محبت رکھنا آسمانی فرشتوں کی سنت ہے۔ چنانچہ امام محدث ابن النجار حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''العلماء ورثة الانبیآء تحبھم اھل السمآء وتستغفر لھم الحیتان فی البحر اذا ماتوا الی یوم القیامة. علماء انبیاء کے وارث ہیں ان سے آسمان والے (فرشتے) محبت کرتے ہیں اور جب وہ مرجائیں تو قیامت تک سمندر میں مچھلیاں ان کے گناہوں کی معافی مانگتی رہتی ہیں''۔ (جامع صغیر للسیوطی ص۶۹ ج۲)

اور امام غزالی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''کن عالماً او متعلماً او مستمعاً او محبا ولاتکن الخامسة ای مبغضاً فتھلک ۔تو عالم دین بن یا متعلم دین بن یا دین کی باتیں سننے والا بن یا علم وعلماء سے محبت رکھنے والا بن اور پانچواں شخص (یعنی علم وعلماء سے دشمنی رکھنے والا) نہ بن ورنہ تو ہلاک ہوجائے گا''۔ (مکاشفۃ القلوب ص۲۷۵)

اور محدث ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''العلم خزائن ومفتاحھا السؤال فاسئلوا یرحمکم اللہ فانہ یؤجر فیہ اربعة السائل والمعلم والمستمع والمحب لھم ۔علم خزانے ہیں اور ان کی چابیاں (علمائے دین سے مسائل) پوچھنا ہے سو تم (علمائے دین سے مسائل) پوچھا کرو۔ اللہ تم پر رحم فرمائے گا۔ کیونکہ (علمائے دین سے مسائل پوچھنے) میں مسئلہ پوچھنے والے، مسئلہ کا جواب سکھانے والے، سوال وجواب کے سننے والے اور علمائے دین سے محبت رکھنے والے چاروں شخصوں کو اجر دیا جاتا ہے''۔ (جامع صغیر ص۶۹ ج۲)

مسلمان ان ارشادات نبویہ پر غور فرمائیں کہ اہل علم کی محبت شرع شریف میں کس قدر مرغوب اوران کی دشمنی کس درجہ مبغوض ہے۔

عالم دین کی زیارت

علمائے دین سے محبت رکھنے کے علاوہ ان کی زیارت کرنے کو بھی شرع شریف نے موجب بخشش قرار دیا ہے چنانچہ

(۱) ''صحیح حدیث میں وارد ہوا۔ النظر الی وجه العالم عبادة النظر الی الکعبة عبادة النظر الی المصحف عبادة ۔عالم دین کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے۔کعبہ معظمہ کو دیکھنا عبادت ہے قرآن عظیم کو دیکھنا عبادت ہے''۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی ص۶۶ ج ۳)

(۲) اورامام نجم الدین عمرالنسفی کے شاگرد محمد بن شیخ محمد ریحامی حنفی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''عالم دین کے چہرہ کی ایک بار زیارت کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساٹھ سال کے دنوں کے روزوں اور راتوں کے قیاموں کے ساتھ عبادت سے زیادہ محبوب ہے''۔ (ریاض الناصحین فارسی ص۳۵۶)

(۳) اور یہی امام لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ''ایک بستی میں ایک شخص نے ایک عالم دین سے دوستی پیدا کی۔ اور وہ چند بار اس کی زیارت کے لئے گیا۔ ایک مرتبہ وہ اس عالم کی زیارت کے لئے جارہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتہ انسانی صورت میں اس کے راستے میں بھیج دیا تاکہ وہ اس سے پوچھے کہ وہ کہاں جارہا ہے۔ فرشتے نے اس سے پوچھا۔ آپ کہاں جارہے ہیں''۔ اس نے کہا۔ میں فلاں بستی کے عالم دین کی زیارت کے لئے جارہا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا آیا اس عالم دین سے تمہاری کوئی رشتہ داری ہے۔ اس نے کہانہیں پھر فرشتے نے پوچھا۔ پھر تم کس کام کے لئے اس کے پاس جارہے ہو۔ اس نے کہا میں اس عالم دین سے محبت رکھتا ہوں اور اس کی زیارت کے لئے جارہا ہوں فرشتے نے کہا۔''بدانکه من فرشته ام بشارت مرترابادبدرستیکه خداوند تعالیٰ بواسطۂ دوستی آن عالم ترابیا مرزید. تُو جان لے کہ میں فرشتہ ہوں۔ تجھے بشارت ہو کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تجھے اس عالم دین کی دوستی کے سبب سے بخش دیا ہے''۔ (ریاض الناصحین ص ۳۵۷)

(۴) حضرت حسان بن عطیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''من لم یحزن بموت عالم فهو منافق فانه لامصیبة اعظم من موت العالم واذا مات العالم بکت السموات وسکانها سبعین یوماً۔ جو شخص عالم دین کی وفات پر غمگین نہ ہو۔ وہ منافق ہے کیونکہ عالم دین کی وفات سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں اور جب کوئی عالم دین وفات پاتا ہے تو سات دن تک آسمان اور آسمان کے رہنے والے روتے ہیں''۔ (ریاض الناصحین ص ۳۷۸)

عالم دین کی تعظیم

(۱) محدث جلیل ابن عساکر فرماتے ہیں۔ ''اے میرے بھائی تو جان لے: اللہ مجھے اور تجھے اپنی رضا حاصل کرنے کی توفیق بخشے اور ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمائے جو اس سے پوری طرح ڈرتے ہیں کہ علمائے دین کا گوشت زہریلا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جانی پہچانی ہے کہ جو شخص علمائے دین کی بے حرمتی کرے اللہ تعالیٰ اس کا پردہ چاک کر دیتا ہے۔ اور جو شخص علمائے دین کے عیب بیان کرنے میں اپنی زبان کھولے اللہ تعالیٰ مرنے سے پہلے اس کا دل مار دیتا ہے۔ رسول اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا انہیں دردناک عذاب ملے''۔ (نزہۃ الناظرین ص ۵)

(۲) اور محدث ابن النجار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ وقروا من تعلمون منه العلم ووقروا من تعلمونه العلم۔ تم جن لوگوں سے علم سیکھتے ہو ان کی تعظیم کرو اور تم جن لوگوں کو علم سکھاتے ہو ان کا ادب واحترام کرو۔ (جامع صغیر ص ۱۹۶ ج ۲)

(۳) اور محدث دیلمی مسند الفردوس میں اس حدیث کو ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں۔ وقروا من تتعلمون منه العلم ومن تعلمونه۔ تم جن لوگوں سے علم سیکھتے ہو ان کی تعظیم کرو اور تم جن لوگوں کو علم سکھاتے ہو ان کا ادب واحترام کرو۔ (کنوز الحقائق ص ۱۴۷ ج ۲)

(۴) اور مفسر احمد صاوی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ انما یَخشی اللّٰهُ من عَبادِهِ العُلَمَاءَ شاذہ قرأت میں لفظ جلالت کے رفع اور العلماء کے نصب کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ اس قرأۃ پر اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے صرف علماء کی تعظیم کرتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ علمائے دین سب لوگوں سے زیادہ اپنے رب کی پہچان رکھتے ہیں اور اس سے سب سے زیادہ ڈرنے والے ہوتے ہیں۔ فالواجب علی الناس تعظیمهم واحترامهم اقتداءً بالله فان الله اخبر انه یعظمهم

ویجلهم ۔سولوگوں پر اللہ تعالیٰ کی اقتداء میں علمائے دین کی تعظیم اوران کا احترام واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ وہ ان کی تعظیم کرتا ہے اوران کا احترام فرماتا ہے۔ (تفسیر صاوی ص ۲۵۹ ج ۳)

(۵)اور محدث ابوداؤد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ان من اجلال الله اکرام ذی الشیبة المسلم وحامل القرآن غیر الغالی فیه والجافی عنه واکرام ذی السلطان المقسط ۔''بے شک اللہ تعالیٰ کی تعظیم سے یہ تین باتیں ہیں۔(۱) سفید بالوں والے مسلمان کا احترام کرنا۔(۲) اس حامل قرآن (یعنی عالم دین) کی عزت کرنا جو قرآن میں غلو کرنے والا نہ ہو اور نہ قرآن سے دوری اختیار کرنے والا ہو۔(۳) انصاف کرنے والا بادشاہ''۔حسنہ الجلال السیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ (جامع صغیر ص ۹۸ ج ۱)

(۶)اور شیخ محمد بن ریحانی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من اکرم عالماً فقد اکرمنی جس شخص نے عالم دین کی تعظیم کی اس نے میری تعظیم کی۔(ریاض الناصحین ص ۳۵۷)

(۷)اور یہی بزرگ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔''جو شخص عالم دین کی آواز سے اپنی آواز بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا وآخرت میں سزا دے گا مگر یہ کہ وہ توبہ کرے اور اپنی اس حرکت سے باز آجائے''۔ (ریاض الناصحین ص ۳۵۷)

(۸)اور فقہ حنفی کی معتبر کتاب فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔''عالم دین اگرچہ جوان ہو بوڑھے جاہل پر فضیلت رکھتا ہے ولہذا چلنے اور بیٹھنے میں گفتگو کرنے میں بوڑھے جاہل کو عالم دین پر پیش قدمی نہیں کرنی چاہیے۔نہ عالم سے آگے آگے چلے۔نہ ممتاز جگہ پر بیٹھے اور غیر قریشی عالم قریشی غیر عالم پر فضیلت رکھتا ہے عالم کا حق غیر عالم پر ویسا ہی ہے جیسا کہ استاذ کا حق شاگرد پر ہے۔عالم اگر کہیں چلا بھی جائے تو اس کی جگہ پر بیٹھنا نہیں چاہیے''۔ (بہار شریعت ص ۲۳۰ ج ۱۶)

(۹) کنز الدقائق کے حاشیہ کے مقدمہ میں ہے۔''جاننا چاہیے کہ طالب علم علم دین حاصل نہیں کرے گا اور نہ اس سے نفع اٹھائے گا مگر علم وعلمائے دین کی تعظیم اور اپنے اساتذہ کا ادب واحترام بجالانے سے اور کہا گیا ہے کہ جو کسی شخص علم دین میں کمال کو پہنچا وہ علم وعلماء کی تعظیم کے سبب سے پہنچا اور جو علمی کمال حاصل نہ کرسکا وہ اہل علم کی تعظیم بجانہ لانے کی وجہ سے حاصل نہ کرسکا۔اور حضرت علی کرم اللہ وجھہ الکریم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے مجھے ایک حرف تعلیم کیا وہ چاہے تو مجھے بیچ دے اور چاہے تو مجھے آزاد کردے''۔(مقدمہ حاشیہ کنز الدقائق ص ۱۲)

عالم دین کی قدم بوسی

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ ''عالم دین اور سلطان اسلام اور علم دین میں اپنا استاذ ان تینوں کی تعظیم مسجد میں بھی کی جائے گی اور مجالس خیر میں بھی اور تلاوت قرآن عظیم میں بھی۔ عالم دین کے قدموں کو بوسہ دینا سنت ہے اور اس کے قدموں پر سر رکھنا جہالت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔'' (احکام شریعت ص ۱۸۳)

عالم دین کے لئے قیام تعظیمی

امام علاء الدین حصکفی فرماتے ہیں۔ ''وھبانیہ میں ہے۔ آنے والے کے لئے تعظیماً کھڑا ہونا جائز بلکہ مستحب ہے جیسا کہ عالم دین تشریف لائیں تو ان کے لئے تعظیماً کھڑا ہونا مستحب ہے اگرچہ وہ مسجد میں قرآن کی تلاوت کر رہا ہو''۔ (درمختار ص ۲۷۲ ج ۵)

عالم دین کی دست بوسی

اور یہی امام فرماتے ہیں۔ کتاب درر البحار میں ہے کہ عالم دین اور پرہیزگار شخص کے ہاتھوں کو تبرکاً بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ (درمختار ص ۲۷۱ ج ۵)

''ایک مرتبہ صحابی رسول حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر سوار تھے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی رکاب تھام لی۔ حضرت زید نے فرمایا اے رسول اللہ کے چچازاد بھائی یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ ہم علماء کے ساتھ ادب کریں۔ اس پر حضرت زید رضی اللہ عنہ گھوڑے سے اترے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں پر بوسہ دیا اور فرمایا ہمیں یہی حکم ہے کہ ہم اہل بیت کے ساتھ ایسا ہی کریں''۔ (شفائے قاضی عیاض ص ۳۹ ج ۲)

عالم دین کے لئے زمین بوسی

اور یہی امام فرماتے ہیں اور اسی طرح علمائے دین کے سامنے زمین کا بوسہ دینا حرام ہے اور بوسہ دینے والا اور اس کی اس حرکت پر راضی ہونے والا دونوں گناہگار ہیں کیونکہ یہ بوسہ بت کی عبادت

سے مشابہت رکھتا ہے''۔ (درمختار ص ۲۷۱ ج ۵)

عالم دین کو امر بالمعروف کرنا

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کسی عامی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی قاضی یا مفتی یا مشہور عالم دین کو نیکی کا امر کرے کیونکہ اس میں بے ادبی پائی جاتی ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۳۵۴ ج ۵)

عالم دین کی بدنی خدمت کرنا

(۱) اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں۔ ''ہارون الرشید جیسے جبار بادشاہ نے مامون الرشید کی تعلیم کے لئے حضرت امام کسائی سے عرض کیا۔ فرمایا میں یہاں پڑھانے نہ آؤں گا۔ شہزادہ میرے ہی مکان پر آجایا کرے۔ ہارون الرشید نے عرض کیا وہ وہیں آجایا کرے گا مگر اس کا سبق پہلے ہو۔ فرمایا یہ بھی نہ ہوگا بلکہ جو پہلے آئے گا اس کا سبق پہلے ہوگا غرض مامون الرشید نے پڑھنا شروع کیا۔ اتفاقاً ایک روز ہارون الرشید کا گزر ہوا دیکھا کہ امام کسائی اپنے پاؤں دھو رہے ہیں اور مامون الرشید پانی ڈالتا ہے۔ بادشاہ غضبناک ہو کر اترا اور مامون الرشید کو کوڑا مارا اور کہا او بے ادب خدا نے تجھے دو ہاتھ کس لئے دیئے ہیں۔ ایک ہاتھ سے پانی ڈال اور دوسرے ہاتھ سے ان کا پاؤں دھو''۔ (حیات اعلیٰ حضرت)

(۲) اور یہی امام فرماتے ہیں۔ ''ایک مرتبہ ہارون الرشید نے ابو معاویہ عزیز کی دعوت کی وہ آنکھوں سے معذور تھے جب آفتابہ اور چلمچی ہاتھ دھونے کے لئے لائی گئی تو چلمچی خدمت گار کو دی اور آفتابہ خود لے کر ان کے ہاتھ دھلائے اور کہا آپ نے جانا کہ کون آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا ہے۔ کہا نہیں۔ کہا ہارون۔ فرمایا جیسی آپ نے علم کی عزت کی ایسی ہی اللہ آپ کی عزت کرے۔ ہارون الرشید نے کہا۔ اسی دعا کے حاصل کرنے کے لئے یہ کیا تھا''۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت ص ۹۶ ج ۱)

عالم دین کی مالی خدمت کرنا

عوام المسلمین پر شرعاً لازم ہے کہ وہ علمائے دین کی وقتاً فوقتاً مالی خدمت کرنے کا ثواب حاصل کرتے رہیں جو علمائے کرام سفید پوش ہوں ان کو صدقہ دینے میں زیادہ ثواب ہے۔ چنانچہ امام شلبی حنفی لکھتے ہیں۔ والتصدق علیٰ الفقیر العالم افضل من التصدق علیٰ الجاھل۔ عالم دین فقیر ہو تو

اس پر صدقہ کرنا جاہل پر صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ (حاشیہ تبیین الحقائق للشلبی)

اور شیخ عبید الضریر لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک اپنے صدقات ہمیشہ علمائے دین پر خرچ کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا آپ اپنے صدقات عام فقراء پر تقسیم کریں تو کیا قباحت ہے؟ فرمایا میں مقام نبوت کے بعد کوئی مقام منصب علماء سے بہتر نہیں جانتا سو جب کوئی ان میں سے مالی پریشانی میں مبتلاء ہو جاتا ہے تو وہ اپنے آپ کو دینی خدمات کے لئے فارغ نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی تعلیم دین کا کام کرنے پر آمادہ ہوتا ہے۔ لہذا یہ بہتر ہوگا کہ انہیں مالی پریشانی سے بچایا جائے۔ (نزہتہ الناظرین)

اور امام نسفی کے فتاوی میں ہے۔ ''جب لوگوں کے پاس کوئی عالم دین آئے اور وہ اس کی تعظیم کے لئے پوری طرح کھڑے نہ ہوں تو وہ قیامت کے روز اس عالم دین کی شفاعت سے محروم رہیں گے۔ اور جو شخص کسی عالم دین کی مدد کرے خواہ ایک درہم سے یا پیٹ بھر روٹی سے یا پانی کی صورت میں تو اللہ تعالیٰ اس کو نیک اولاد عطا فرمائے گا اور اسے بے حساب جنت میں داخل کرے گا۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ تیرا علمائے دین کے حلقہ میں اس حال میں بیٹھنا کہ نہ تو قلم کو ہاتھ لگائے اور نہ کوئی حرف لکھے ایک ہزار غلام راہ خدا میں صدقہ کرنے سے بہتر ہے اور عالم دین کا چہرہ محبت سے ایک بار دیکھنا ایک ہزار گھوڑے راہ خدا میں دے دینے سے افضل ہے۔ اور عالم دین کو سلام دینا ایک ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہے کیونکہ ایک عالم دین ایک ہزار شہیدوں اور ایک ہزار حافظوں سے افضل ہے۔ پھر جو کوئی چیتھڑا کپڑے یا ایک گھونٹ پانی یا ایک ٹوٹی پھوٹی قلم یا ایک معمولی کاغذ کی صورت میں عالم دین کی مالی امداد کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ستر مرتبہ تعمیر بیت اللہ کے ثواب جتنا ثواب عنایت کرتا ہے۔ اور احد پہاڑ جتنا ثواب دیتا ہے اور ستر مقبول حجوں کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھتا ہے اور ستر نبیوں کی ضیافت کا ثواب عطا کرتا ہے اور اس کی باقی زندگی سے قلم اٹھا لیتا ہے اور اس کے نامۂ اعمال میں ایک ہزار رکعت کا ثواب درج کر دیتا ہے''۔ (تذکرۃ الواعظین عربی)

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم اللھم اجعلنا ممن ینصر اھل العلم باموالھم الطیبۃ الطاھرۃ آمین۔

عالم دین کے حق کو ہلکا جاننا

(۱) محدث طبرانی حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **ثلاثۃ لا یستخف بحقھم الا منافق ذو الشیبۃ فی السلام و ذو العلم و امام**

مقسط۔صرف منافق ہی ان تین شخصوں کے حق کو ہلکا جانے گا۔ ۱۔اسلام میں بوڑھا ہو جانے والا۔ ۲۔علم دین والا۔ ۳۔انصاف کرنے والا بادشاہ۔ (جامع صغیر ص ۱۴۱ ج ۲)

(۲) اور محدث ابوالشیخ کتاب التوبیخ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ثلاثة لا يستخف بحقهم الا منافق بين النفاق ذو الشيبة في الاسلام والامام المقسط ومعلم الخير ۔کھلے نفاق والا منافق ہی ان تین شخصوں کے حق کو ہلکا جانے گا۔ ۱۔اسلام میں بوڑھا ہو جانے والا۔ ۲۔علم دین والا۔ ۳۔انصاف کرنے والا بادشاہ۔ (جامع صغیر ص ۱۴۱ ج ۲)

(۳) اور صحیحین میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلاشبہ اللہ عزوجل نے فرمایا جوکوئی میرے ولی کو اذیت دیتا ہے میں اسے اعلان جنگ کرتا ہوں امام ابوحنیفہ اور امام شافعی دونوں اماموں نے فرمایا اگر علمائے دین اولیاء اللہ میں داخل نہیں تو پھر کوئی شخص اللہ کا ولی نہیں''۔ (نزھۃ الناظرین ص ۵)

مسلمان ان ارشادات بزرگان دین پر غور کریں اور اندازہ لگائیں کہ شرع شریف میں علم دین اور علمائے دین کا مقام کتنا محترم و مقدس ہے تو جو شخص اس مقدس طبقہ کی اذیت کے درپے ہو اور ان کی بے ادبی و گستاخی کرے تو بے شک وہ راندۂ درگاۂ خداوندی ہے، شیطان لعین کی راہ پر ہے، مستحق محرومی رحمت خداوندی اور مستوجب عذاب دارین اور قابل تعزیر ہے۔اللہ تعالیٰ آج کل کے بے باکوں کو ہدایت عطا فرمائے آمین۔

توہین علمائے دین کے متعلق فقہ حنفی کا فیصلہ

اب ہم علمائے دین کی توہین کے متعلق فقہ حنفی کا فیصلہ درج کرتے ہیں تا کہ اس مسئلہ کے ہمہ پہلو پر روشنی پڑ جائے وباللہ التوفیق۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔''علم دین اور علماء کی توہین بے سبب یعنی محض اس وجہ سے کہ علم دین رکھتے ہیں کفر ہے۔یونہی عالم دین کی نقل کرنا مثلاً کسی میز وغیرہ اونچی جگہ پر ایک شخص کو بٹھائیں اور اس سے مسائل بطور استہزاء دریافت کریں۔پھر اسے تکیہ وغیرہ سے ماریں اور مذاق بنائیں یہ کفر ہے یونہی شرع کی

توہین کرنا مثلاً کہے میں شرع درع نہیں جانتا یا عالم دین محتاط کا فتویٰ پیش کیا گیا اس نے کہا میں فتویٰ نہیں مانتا اس نے وہ فتویٰ زمین پر پٹک دیا۔ (بہار شریعت ص ۱۷۲ ج ۹)

اور اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں۔ ''بربنائے مذکور عالم دین کی شان میں ناشائستہ الفاظ استعمال کرنے والوں کو یہی بس ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسوں کو کھلا منافق بتایا۔ ارشاد فرماتے ہیں۔ **ثلاثة لایستخف بحقهم الامنافق بین النفاق ذوالشیبة فی الاسلام وذوالعلم وامام مقسط**۔ تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر منافق جس کا نفاق کھلم کھلا ہو۔ ایک وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا۔ اور عالم دین اور بادشاہ عادل **رواه الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامة الباهلی رضی الله تعالیٰ عنه بسند حسنه الترمذی لمتن غیره ورواه ابوالشیخ فی کتاب التوبیخ عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه وعنده زیادة لفظ بین النفاق**۔

مجمع الانہر میں ہے۔ **من قال لعالم عویلم علیٰ وجه الاستخفاف کفر**۔ جو کسی عالم دین کو تحقیر کے طور پر مولویا کہے کافر ہو جائے۔ **والعیاذ بالله تعالیٰ**''۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۱۲ جلد ششم)

اور یہی بزرگ فرماتے ہیں۔ ''عالم کی توہین اگر بوجہ عالم دین ہے تو بلاشبہ کفر ہے۔ **کمافی مجمع الانهر** ورنہ اگر بے سبب ظاہر کے ہے تو اس پر خوف کفر ہے **کمافی الخلاصة ومنح الریاض** ورنہ اشد کبیرہ ہونے میں شک نہیں۔ حدیث میں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **ثلاثة لایستخف بحقهم الامنافق بین النفاق ذوالشیبة فی الاسلام وذوالعلم وامام مقسط**۔

جس سے صدور کفر ہو وہ توبہ کرے از سرنو اسلام لائے اور اس کے بعد اگر عورت راضی ہو اس سے نکاح جدید بمہر جدید کرے۔

اور بلاشبہ داڑھی ایک قبضہ تک رکھنا ہے اور منڈانا حرام اور لبیں اتنی ترشوانا کہ لب بالا سے آگے نہ بڑھیں یہ بھی خصال فطرت وسنن مؤکدہ سے ہے اور داڑھی پر ہنسنا ضرور کفر ہے کہ تو ہیں سنت متوارثہ جمیع انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے۔ بلاشبہ استہزاء کرنے والے پر تجدید اسلام لازم ہے اور اس کے بعد اگر عورت کو رکھنا چاہے تو تجدید نکاح ضرور۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۱۸۲ جلد ششم)

(۲۸ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نواں مقالہ

دورِ حاضر میں قلمی جہاد کی ضرورت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله ربّ العالمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ رسوله محمد و اله و اصحابه اجمعین اما بعد:- یہ مختصر مقالہ ''دورحاضر میں قلمی جہاد کی ضرورت'' دینی کتب تصنیف کرنے کی فضیلت و اہمیت میں لکھا گیا ہے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

دورحاضر فتنوں کا دور ہے

ہر مسلمان جانتا ہے کہ موجودہ دور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اختلاف و افتراق کا دور ہے۔ نبی آخرالزمان صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئی کے مطابق آج ہم امت میں اختلاف کثیر دیکھ رہے ہیں۔ بدمذہب فرقے اپنے باطل عقائد و نظریات سنی عوام المسلمین میں پھیلانے کی کوششیں پورے زور سے کر رہے ہیں۔ سنی مسلمان ان حق کے لٹیروں کے جال میں پھنستے چلے جا رہے ہیں۔ اور دن بدن اہل باطل میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

ہدایات نبوی

افتراق امت کے اس خطرناک دور کے بارہ میں بارگاہ رسالتماب صلے اللہ علیہ وسلم سے جو ہدایات جاری ہوئی تھیں مثلاً آپ نے اہل حق مسلمانوں کو فرمایا **یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث مالم تسمعوا انتم و لا اباء کم فایاکم و ایاهم لایضلونکم و لا یفتنونکم**۔ آخر زمانے میں بہت فریب کرنے والے بہت جھوٹ بولنے والے لوگ ہوں گے۔ وہ تمہارے پاس آ کر ایسی باتیں بیان کریں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے باپ دادوں نے۔ سو تم ان بدمذھبوں سے دور رہو اور انہیں دور رکھو۔ وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ ص ۲۶ ج ۱)

اور فرمایا **فمن جاهد هم بیده فهو مؤمن و من جاهد هم بلسانه فهو مؤمن و من جاهدهم بقلبه فهو مؤمن و لیس وراء ذلک من الایمان حبّة خردل**۔ سو جو شخص ان (بدمذہب لوگوں) سے اپنے ہاتھ کے ساتھ جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور جو اپنی زبان کے ذریعہ سے جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور جو اپنے دل کے ذریعہ سے جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور اس کے پیچھے رائی کے

دانہ برابر ایمان نہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۲۶ ج ۱)

اورفرمایافعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا عضوا علیھا بالنواجذ. پس تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔تم سنت کوتھامواوراس کواپنے دانتوں سے مضبوط پکڑو۔ (مشکوٰۃ ص ۲۷ ج ۱)

اورفرمایا۔من فارق الجماعة شبراً فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه۔جوشخص جماعت سے ایک بالشت جدا ہوگا وہ اپنی گردن سے اسلام کی ڈوری اتاردے گا۔رواہ احمد۔ (مشکوٰۃ ص ۲۸ ج ۱)

اورفرمایاترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب الله وسنة رسوله۔میں نےتمہارے اندردو چیزیں چھوڑی ہیں۔تم جب تک ان کو پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے اللہ کی کتاب اوراس کے رسول کی سنت۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸ ج ۱)

اورفرمایا ایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة۔ نئے برے کاموں سے بچو کیونکہ ہرنئی بری بات بری بدعت ہےاور ہر بری بدعت گمراہی ہے۔رواہ احمد وابوداؤد۔ (مشکوٰۃ ص ۲۷ ج ۱)

اورفرمایااتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذفی النار۔تم مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت کی پیروی کروکیونکہ جواس سےالگ ہوگاوہ دوزخ میں الگ ہوگا۔ (مشکوٰۃ ص ۲۸ ج ۱)

اورفرمایا۔من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شھید۔جوشخص امت کےفساد کےوقت میری سنت پرعمل کرے گااس کے لئے ایک سوشہید کا ثواب ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۱ ج ۱)

اورفرمایاعلیکم بالجماعة والعامة تم پر جماعت اورعوام کا مذہب لازم ہے۔
(مشکوٰۃ شریف ص ۲۸ ج ۱)

اورفرمایا فعلیکم بدین اھل البادیة والنسآء۔تم پرصحرائی مسلمانوں اورعورتوں کا دین لازم ہے۔ (جامع صغیر ص ۳۳ ج ۱)

اورفرمایا فعلیکم بدین العجائز. سوتم پر بوڑھی عورتوں کا دین لازم ہے۔(ملفوظات اعلیٰ حضرت)

اورفرمایاان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم۔اگر بدمذہب بیمار ہو جائیں توان کی عیادت نہ کرواوراگرمرجائیں توان کے جنازہ پرحاضری نہ دو۔ (مشکوٰۃ ص ۲۰ ج ۱)

اورفرمایا لاتجالسوا اھل القدر ولا تفاتحوھم ۔تقدیر کے منکروں کی مجلس نہ کرو اور نہ سلام وکلام میں پہل کرو۔ (مشکوٰۃ ص۲۰ ج۱)

اور فرمایا ید اللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی النار۔ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو جماعت سے الگ ہوگا وہ دوزخ میں الگ ہوگا۔ (مشکوٰۃ ص۲۸ ج۱)

اُن ہدایات میں علمائے حق کے لئے یہ ہدایت بھی جاری ہوئی تھی اذا ظھرت البدع ولعن آخر ھذہ الامۃ اولھا فمن کان عندہ علم فلینشرہ فان کاتم العلم یومئذٍ ککاتم ما انزل اللہ علی محمد۔ جب بدمذہبیاں ظاہر ہوں اور امت کے آخری لوگ اس کے پہلے لوگوں پر لعنت بھیجیں تو اس وقت میں جس شخص کے پاس علم ہو اُسے علم پھیلانا چاہیے کیونکہ ان دنوں میں علم چھپانے والا ایسا ہوگا جیسا محمد پر اللہ نے جو کچھ اتارا اُسے چھپانے والا شخص ہے۔ (جامع صغیر ص۳۱ ج۱)

اور دوسری روایت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اذا ظھرت الفتن او قال البدع وسبّ اصحابی فلیظھر العالم علمہ فمن لم یفعل ذٰلک فعلیہ لعنۃ اللہ والملآئکۃ والناس اجمعین لایقبل اللہ منہ صرفاً ولا عدلاً۔ جب فتنے یا بدعتیں ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کو گالیاں دی جائیں تو عالم دین کو اپنا علم ظاہر کرنا چاہیے سو جو (عالم دین) یہ کام نہیں کرے گا اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ اس کے کسی فرض کام کو قبول نہیں کرے گا اور نہ نفلی کام کو۔ اخرجہ الخطیب فی الجامع بین آداب الراوی والسامع وغیرہ واخرج نحوہ ابن عساکر عن معاذ رضی اللہ عنہ کمافی زیادات الجامع الصغیر۔ (صواعق محرقہ ص۳)

دورحاضر میں علمائے حق کا فرض

ان دو حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آج کل کے دور میں علمائے حق پر حق بیان کرنا، اپنا علم پھیلانا، ملاحدہ اور بے دینوں کے دلائل کی تردید اور حق کی حمایت وحفاظت فرض ہے۔ ہر عالم دین کو حتی المقدور دینی خدمت کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ آمین۔

تحریری کام کی اہمیت

بدمذہب لوگوں کے عقائد باطلہ ونظریات فاسدہ کی تردید جس طرح مجالس ومحافل کی تقریروں اور وعظوں

سے کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح ان کی تردید میں کتابیں لکھ کر بھی کی جاسکتی ہے بلکہ آج کل کے دور میں تقریر کی بہ نسبت تحریر سے تبلیغی مشن زیادہ مؤثر ہوتا ہے کیونکہ محفل وعظ میں آنے والوں یا لاؤڈ سپیکر کی آواز پر توجہ دینے والوں کے سوا کوئی شخص تقریر سے مستفیض نہیں ہوتا اور وقتی آواز فضا کی وسعتوں میں گم ہو کر ضائع ہو جاتی ہے۔ لیکن تحریر جب تک باقی رہتی ہے آئندہ نسلیں اسے پڑھ کر ہدایت حاصل کرتی ہیں بلکہ تحریر در تحریر کی صورت میں یہ فیض صدقۂ جاریہ بن جاتا ہے قارئین اپنے گھر بیٹھ کر ٹھنڈے دماغ سے کتاب پڑھتے ہیں تو وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ یہی وجہ ہے کہ شرع شریف نے ابتداء ہی سے قلم کے ذریعے تعلیم و تعلم پر توجہ مبذول کروائی ہے۔ چنانچہ پہلی وحی ہی میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ **وربک الاکرام الذی علم بالقلم.** اور تمہارا ربّ ہی سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ (پ ۳۰۔ رکوع ۱۶)

حاشیہ نورالعرفان میں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ علم و تعلم اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے کتابت اس کا خاص کرم ہے۔ قلم اشرف شئے ہے خصوصاً علماء کا قلم جس سے دینی خدمات کی جائیں ایسے قلم نجس جگہ میں پھینکنا منع ہے۔ (نورالعرفان ص ۹۸۰)

اور تفسیر صاوی میں فرمایا۔ اور اس آیت میں کتابت کی فضیلت پر تنبیہ موجود ہے کیونکہ اس میں عظیم منافع موجود ہیں کہ اس کے ذریعے سے علوم مدون ہوئے اور حکمت کی باتیں محفوظ کی گئیں اور گذرے ہوئے لوگوں کی خبریں، حالات، عادات اور گفتگوئیں جانی گئیں **ولو الکتابة ما استقام الدین ولا الدنیا ولو لم یکن علی دقیق حکمة الله تعالیٰ ولطیف تدبیره دلیل الا القلم والخط لکفی فیه** ۔ اور اگر کتابت کا وجود نہ ہوتا تو نہ ہی دین کی استقامت معرض وجود میں آتی اور نہ ہی دنیا کی درستی ہوتی اور اگر اللہ تعالیٰ کی دقتِ حکمت اور لطافت تدبیر پر قلم اور خط کے سوا اور کوئی دلیل موجود نہ ہوتی تو یہ ہی دو دلیلیں کفایت کرتیں۔ (تفسیر صاوی ص ۲۸۴ ج ۴)

اور تحریر کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قلم اور تحریر دونوں کی قسم کھائی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے۔ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ قلم اور ان کے لکھے کی قسم۔ (پ ۲۹ رکوع ۲)

تفسیر نورالعرفان میں فرمایا "قلم سے مراد یا علماء دین کے قلم ہیں جن سے وہ حضور کی نعت، ربّ کی حمد اور دینی مسائل و فتاویٰ لکھتے ہیں یا علماء دین کی تحریر کی قسم جس سے وہ دین کی خدمت کرتے ہیں۔

(نورالعرفان ص ۹۰۰)

اور تفسیر صاوی میں ہے۔ یہ قسم ہر اس قلم پر واقع ہے جس سے آسمان میں یا زمین میں کچھ لکھا جاتا ہے۔

(تفسیر صاوی ص ۱۹۴ ج ۴)

اور تحریر کی عنداللہ اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تخلیق کے بعد سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور ابد تک کی تمام چیزیں لوح محفوظ پر اس سے لکھوائیں چنانچہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ان اول ما خلق اللہ القلم فقال له اکتب قال ما اکتب قال اکتب القدر فکتب ما کان وما هو کائن الی الابد۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے سب سے اول قلم کو پیدا کیا پھر اسے فرمایا لکھ۔ اس نے کہا میں کیا لکھوں؟ فرمایا تقدیر لکھ۔ تو اس نے جو کچھ ہو چکا تھا اور جو کچھ ہمیشہ تک ہونے والا تھا اسے لکھا۔ رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ ص ۱۹ ج ۱)

اور شرع شریف کے نزدیک تحریر کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ قیامت کے دن علماء کی سیاہی شہداء کے خون سے تولی جائے گی تو اللہ تعالیٰ کی نظر میں ان کی سیاہی کی عزت زیادہ ہوگی چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وزن حبر العلماء بدم الشهداء فرجح علیهم۔ علماء کی سیاہی شہداء کے خون سے تولی گئی تو وہ ان پر فوقیت لے گئی۔ رواہ الخطیب فی التاریخ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما وضعفہ السیوطی۔

(کنوز الحقائق ص ۱۴۸ ج ۲، جامع صغیر ص ۱۹۶ ج ۲)

اور تحریر کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ جب قرآن اترنا شروع ہوا تو اس کی تحریر کا اہتمام خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کاتبین وحی مقرر فرمائے اور باقاعدگی سے ہر آیت کو ان کے پاس تحریر کروایا۔

تحریر کے ذریعہ سے علم محفوظ کرنے کا حکم

چونکہ تحریر علوم وفنون کو محفوظ کرنے کا بہترین ذریعہ ہے اس لئے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ارشاد فرمایا قیدوا العلم بالکتاب۔ تحریر کے ذریعہ سے علم کو محفوظ کرو۔ رواہ الحکیم وسمویه عن انس رضی اللہ عنه والطبرانی والحاکم عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنهما وهذا حدیث صحیح.

(جامع صغیر ص ۸۸ ج ۲، کنوز الحقائق ص ۳۵ ج ۲)

اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ واجودھم بعدی رجل علم علماً فنشرہ اور میرے بعد سب سے بڑا سخی وہ شخص ہے جس نے علم سکھایا پھر اسے پھیلایا۔ (شرح اربعین نووی ص ۹۹)

صدر اول میں کتابت حدیث کا آغاز

کتابت کی اہمیت کے بارے میں قرآن و حدیث کے انہی فرمودات کی وجہ سے عہد صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں حدیث نبوی کی کتابت کا کام شروع ہو گیا تھا۔ ہاں عام مسلمانوں کو اس وقت کتابت حدیث سے روک دیا گیا تھا کیونکہ اس دور میں قرآن مجید نازل ہوتا تھا اور اندیشہ تھا کہ قرآن کے ساتھ حدیث کا التباس پیدا نہ ہو جائے۔ پھر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ اندیشہ جاتا رہا تو محدثین صحابہ نے زبانی یاد کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے پاس حدیثیں لکھ لینے کا کام بھی کیا۔ چنانچہ امام شہاب الدین خفاجی لکھتے ہیں انما منع بعضهم منه فی العصر الاول لخوف التباسه بالقرآن اذلم یکن حینئذ یدون غیره مع عدم الاحتیاج له۔ پہلے دور میں بعض صحابہ کو حدیثیں لکھنے سے اس وجہ سے منع کیا گیا تھا کہ حدیثوں کا قرآن سے التباس پیدا نہ ہو کیونکہ اس دور میں صرف قرآن کو جمع کرنے ہی کی ضرورت تھی۔ (نسیم الریاض ص ۴۴ ج ۱)

عہد صحابہ کے بعد تصنیف کی کثرت

چونکہ عہد صحابہ میں اہل صلاح زیادہ اور حق کا غلبہ تھا۔ اس لئے فرق باطلہ کے نظریات کی تردید کی نوبت کم پیش آئی۔ اس لئے اس دور میں ملاحدہ کی تردید میں مستقل کتب تصنیف نہ ہوئیں۔ پھر جب ان کے عہد کے بعد ملاحدہ و زنادقہ کا زور ہوا اور انہوں نے شکوک و شبہات پیدا کرنے شروع کیے تو اس وقت کے علماء نے ضرورت سمجھی کہ ان کی تردید کے لئے مستقل کتابیں لکھی جائیں الحمد للہ یہ سلسلہ کار اس وقت سے آج تک بدستور جاری ہے اور آئندہ ہر دور میں علماء حق اس سلسلہ کو جاری رکھیں گے۔

تصنیف کتب کے استحباب پر علمائے حق کی تصریح

چونکہ علم کی اشاعت و ترقی اور ملاحدہ و مبتدعین کے شکوک و شبہات کے ازالہ کے لئے تصنیف کی

ضرورت پیش آئی اور علمائے حق نے اس کی اہمیت کا اندازہ فرمایا اس لئے انہوں نے اپنی کتابوں میں بالتصریح لکھا کہ محض ترقی علم کے لئے جو تصنیف ہو وہ مستحب ہے اور بدمذہبوں کی تردید کے لئے جو تصنیف ہو وہ واجب ہے ان دونوں قسم کی تصنیفوں میں ثواب ہے۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ مستحب تصنیف کا ثواب واجب تصنیف کے ثواب کو نہیں پہنچتا۔ کمالا یخفیٰ۔

چنانچہ امام عبدالغنی نابلسی لکھتے ہیں۔ قال فی شرح الشرعة وذکر فی شرح المشارق ان العلماء قالوا البدعة خمسة واجبة کنظم الدلائل لردشبه الملاحدة وغیرهم ومندوبة کتصنیف الکتب الخ۔ کتاب شرعۃ الاسلام کی شرح میں ہے کہ شرح المشارق میں ذکر کیا گیا ہے کہ بلاشبہ علماء نے فرمایا۔ بدعت پانچ قسم کی ہے۔ بدعت واجبہ مثلاً ملاحدہ وغیرہ کے شبہات کی تردید کے لئے دلائل جمع کرنا اور بدعت مستحبہ مثلاً کتابیں تصنیف کرنا۔ (الحدیقۃ الندیہ ص ۱۴۵ ج ۱)

اور آگے لکھتے ہیں وکذا تصنیف الکتب الشرعیة فی علم التوحید والعقائد والاحکام الفقهیة والتفسیر والحدیث وآلة ذلک کالنحو والصرف واللغة ونحوهذا عون للتعلیم والتبلیغ ورد المبتدعة بنظم الدلائل نهی عن المنکر وذب عن الدین المهدی۔ یعنی شرعی کتب کی تصنیف اس لئے مستحب ہے کہ اس سے تعلیم وتبلیغ میں مدد ملتی ہے اور بدعتیوں اور بدمذہبوں کی تردید کے لئے دلائل جمع کر کے کتابیں لکھنا اس لئے واجب ہے کہ اس سے بدمذہبی کا قلع قمع ہوتا ہے اور دین محمدی سے باطل کو ہٹانا پایا جاتا ہے۔ (الحدیقۃ الندیہ ص ۱۴۵ ج ۱)

اور آگے لکھتے ہیں ولم یبق للمتاخرین حظ من ذلک فجعل الله تعالیٰ لهم مسلکاً بافتراق الامة وتشتت الکلمة وظهور الزائغین وکثرة المخالفین فی العقائد والمعاندین فانفتحت لهم ابواب جهاد آخر فی النفوس الجاهلیة فلم یفتهم حظهم من سعادة الجهاد فی اهل الضلال فحاربوهم بعزائم البواطن وقارعوهم بسیوف الحجج والبراهین فی جمیع المواطن وبنوا حصون الکتب المصنفات الکثیرة المنوعة اتقنوها جهدهم ونصبوا فیها مجانیق الادلة لهدم حصون الضلال وهلاک وساوس اهل العناد والجدال۔ یعنی صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے کفار ومشرکین کے ساتھ جسمانی جہاد کی

سعادت بخشی تھی۔ بعد کے مسلمانوں کو اس ظاہری جہاد کی حاجت نہ رہی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دوسری قسم کے جہاد (منافقین کے ساتھ جہاد) کی راہ پیدا فرمادی اور وہ اس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ نے دین میں کجی پیدا کرنے والوں کی کثرت کو ظاہر کیا تو اہل حق علماء نے ان ملاحدہ کی تردید کے لئے دلائل جمع کرنے شروع کردیئے اور مختلف انواع کی کتابیں تصنیف کرنی شروع کردیں۔ (الحدیقۃ الندیہ ص ۱۴۵ ج ۱)

اور آگے لکھتے ہیں۔ فکل ماذون فیہ بل مامور بہ من قبل الشارع ولو علی طریق العموم کما قال تعالیٰ ولا تقولوا علی اللہ الا الحق فتصنیف الکتب ونظم الدلائل من جملۃ قول الحق علی اللہ وعدم قول الباطل۔ پس کتابیں تصنیف کرنا اور ملاحدہ کے شبہات کی تردید کے لئے دلائل جمع کرنے کی اجازت شرع شریف نے دی ہے بلکہ شرع شریف نے ان کاموں کا حکم دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ پر نہ کہو مگر حق۔ سو ملاحدہ کی تردید میں کتابیں تصنیف کرنا اللہ پر حق کہنے اور اس پر باطل نہ کہنے کی قسم سے ہے۔ (الحدیقۃ الندیہ ص ۱۴۶ ج ۱)

الحمدللہ عارف باللہ امام عبدالغنی نابلسی کی ان عبارات سے روز روشن کی طرح روشن ہوا کہ بے دینوں اور بدمذہبوں کے نظریات باطلہ کی تردید میں دلائل جمع کرنا علمائے حق پر واجب ہے۔ اور یہ جہاد کی ایک بہت ہی مبارک صورت ہے۔ ان کے رد میں کتابیں تصنیف کرنے کا اتنا ہی ثواب ہے جتنا ثواب غازی مجاہد کفار و مشرکین پر تیر و تفنگ چلانے سے حاصل کرتے ہیں۔ والحمدللہ علیٰ ذلک۔

تصنیف کتب کا ثواب

چونکہ ملحدوں اور بدمذہبوں کے نظریات و عقائد کی تردید شرعاً واجب ہے۔ اس لئے اس تردید میں ثواب عظیم کا پایا جانا ضروری ہے۔ چنانچہ امام علی قاری تصنیف کتب کی فضیلت و ثواب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ وکذا نقول ان طلب العلم وتحصیلہ وتدریسہ وتصنیفہ اذا کان خالصاً فی طریقہ افضل من کثرۃ الطواف والزیارۃ بل اکمل من حج النافلۃ وقصد العمرۃ۔

اور یونہی ہم کہتے ہیں کہ علم دین ڈھونڈنا اور اسے حاصل کرنا اور اسے پڑھانا اور اسے کتابوں کی صورت میں تصنیف کرنا جبکہ اس طریق میں کوئی شخص خلوص نیت رکھتا ہو۔ بیت اللہ کے طواف اور زیارت کی

کثرت سے افضل ہے بلکہ نفلی حج اور عمرہ سے زیادہ کمال والاعمل ہے۔ (شرح شفاء ص ۵۲۳ ج ۳)

سبحان اللہ امام علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے تردید ملاحدہ میں کتب تصنیف کرنے کی یہ کتنی بڑی فضیلت بیان فرمائی کہ خلوص نیت سے یہ کام کیا جائے تو اس کا ثواب نفل حج وعمرہ کے ثواب سے بھی زیادہ ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ ملاحدہ کی تردید واجب ہے اور نفل حج وعمرہ نفل ہیں اور ظاہر ہے کہ واجب کا ثواب نفل کے ثواب سے زیادہ ہوتا ہے۔

اللھم ارزقنا توفیقاً کاملاً لتصنیف الکتب المفیدة لردّشبھات الملاحدة آمین ثم آمین. بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

کثرت تصانیف کرامت ہے

تصنیف کی عظمت کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ کثیر التصانیف علمائے حق کو ولی اللہ اور ان کی کثرت تصانیف کو ان کی کرامت مانا گیا ہے چنانچہ شیخ نبہانی انواع کرامات کے ضمن میں لکھتے ہیں۔ الرابع والعشرون ماسھل لکثیر من العلماء من التصانیف فی الزمن الیسیر بحیث لووزع زمان تصنیفھم علیٰ زمان اشتغالھم بالعلم الی ان ماتوا فوجد لایفی بہ نسخا فضلاً عن التصنیف وھذا قسم من نشر الزمان الذی قد مناہ۔ یعنی چوبیسویں قسم کی کرامت یہ ہے کہ بہت سے علمائے حق کو تھوڑے سے وقت میں بہت سی کتابیں تصنیف کرنے کی توفیق بخشی گئی کہ دوسرے لوگ اتنے وقت میں ان کی لکھی ہوئی کتابیں نقل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ سبحان اللہ العظیم۔

الحمدللہ۔ یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے بخوبی معلوم ہوا کہ بدمذہبوں کے عقائد باطلہ اور نظریات فاسدہ کی تردید میں کتابیں تصنیف کرنا شرع شریف کی نظر میں اعلیٰ درجہ کا محبوب ومقبول عمل ہے اور یہ جہاد بالمنافقین کے حکم کی اعلیٰ درجہ کی تعمیل ہے۔ اس عمل سے جملہ علمائے حق پر واجب علی الکفایہ تردید ملاحدہ کی ادائیگی ہوتی ہے۔ اللہ کریم تازندگی ہمیں یہ سعادت نصیب رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۷ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دسواں مقالہ

صداقتِ مسلکِ اعلیٰ حضرت

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین اما بعد۔ ہم نے اس مختصر مقالہ ''صداقت مسلک اعلیٰ حضرت'' میں دیوبندی مولویوں کی خودنوشت کتابوں سے امام اہل سنّت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت الشاہ الحافظ القاری المفتی العلامہ الامام احمد رضا خان صاحب قادری بریلوی نور اللہ مرقدہٗ وارفع مقامہٗ کے مسلک حق کی تائید وتوثیق میں شواہد وبراہین جمع کیے ہیں تاکہ ہر منصف مزاج غیر متعصب ذی علم وشعور شخص پر حق واضح ہو جائے۔ وباللہ التوفیق۔

نورِ محمدی اول الخلق باولیت حقیقیہ ہے

''عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی؟ آپ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (نہ بایں معنی کہ نور الٰہی اس کا مادہ تھا، بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم اور نہ بہشت تھی نہ دوزخ تھا اور نہ فرشتہ تھا اور نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا اور نہ جن تھا اور نہ انسان تھا۔ پھر جب اللہ تعالےٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے اور ایک حصے سے قلم کو پیدا کیا اور دوسرے سے لوح کو اور تیسرے سے عرش کو آگے طویل حدیث ہے۔''

(فائدہ) اس حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا باولیت حقیقیہ ثابت ہوا۔ کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے ان اشیا، کا نور محمدی سے متاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۴ مصنفہ دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی)

پروردگار کے حضور میں نور

''احکام ابن القطان میں من جملہ ان روایات کے جو ابن مرزوق نے ذکر کی ہیں حضرت علی ابن الحسین یعنی امام زین العابدین سے روایت ہے۔ وہ اپنے باپ حضرت امام حسین سے اور وہ ان کے جد امجد یعنی حضرت علی سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے

سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔

(فائدہ) اس عدد میں کم کی نفی ہے زیادتی کی نہیں۔ پس اگر زیادتی کی روایت نظر پڑے شبہ نہ کیا جاوے۔ رہ گئی تخصیص اس کے ذکر میں سو ممکن ہے کہ کوئی خصوصیت مقامیہ اس کی مقتضی ہو"۔ (نشر الطیب ص ۸)

رؤیت نور بوقت ولادت نبوی

"جب آپ غزوۂ تبوک سے مدینہ طیبہ میں واپس تشریف لائے تو حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو اجازت دیجئے کہ کچھ آپ کی مدح کروں۔ چونکہ حضور کی مدح خود طاعت ہے اس لئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ کہو اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سالم رکھے۔ انہوں نے جو اشعار آپ کے سامنے پڑھے ان میں سے ایک یہ ہے۔ ترجمہ۔ "اور آپ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی۔ اور آپ کے نور سے آفاق منور ہو گئے۔ سو ہم اس ضیاء اور اس نور میں ہدایت کے راستوں کو قطع کر رہے ہیں"۔ (نشر الطیب ص ۹)

باعث خلق آدم علیہ السلام

"حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔

(نشر الطیب ص ۱۴)

وسیلۂ آدم علیہ السلام

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام سے خطا کا ارتکاب ہو گیا تو انہوں نے عرض کیا کہ اے پروردگار میں آپ سے بواسطہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت ہی کر دیجئے۔ سو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا۔ حالانکہ ہنوز میں نے ان کو پیدا بھی نہیں کیا۔ عرض کیا اے رب میں نے اس طرح سے پہچانا کہ جب آپ نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح میرے اندر پھونکی تو میں نے سر جو اٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ سو میں نے معلوم کر لیا کہ آپ نے اپنے پاک نام کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہو گا۔ جو آپ کے نزدیک

تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہوگا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تم سچے ہو۔ واقع میں وہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں۔ اور جب تم نے ان کے واسطہ سے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کی۔ اور اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔ (نشر الطیب ص ۱۳)

حیات مصطفےٰ

''ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ (دیوبندیہ) کے نزدیک حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے۔ بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت اور تمام انبیاً علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ۔ برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو''۔ (المہند ص ۲۹)

روضۂ نبوی کی عظمت

جب قبۂ خضراء پر نظر پڑے تو عظمت و ہیبت اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی علوشان کا استحضار کرے اور یہ سوچے کہ اس پاک قبہ میں وہ ذاتِ اقدس ہے جو ساری مخلوقات سے افضل ہے۔ انبیاء کی سردار ہے۔ فرشتوں سے افضل ہے۔ قبر شریف کی جگہ ساری جگہوں سے افضل ہے اور جو حصہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے ملا ہوا ہے وہ کعبہ سے افضل ہے۔ عرش سے افضل ہے حتی کہ آسمان و زمین کی ہر جگہ سے افضل ہے۔ (لباب) (فضائل حج ص ۱۱۳)

اور دوسرے مقام پر لکھا کہ ''مدینہ طیبہ کی وہ زمین جو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے متصل ہے اس میں کوئی اختلاف علماء میں نہیں ہے۔ وہ بالاتفاق سب علماء کے نزدیک سب جگہوں سے افضل ہے۔ ابن عساکر اور قاضی عیاض وغیرھما نے اس پر ساری امت کا اتفاق اور اجماع نقل کیا ہے کہ یہ حصۂ زمین بیت اللہ شریف سے بھی افضل ہے بلکہ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ یہ عرش معلّٰی سے بھی افضل ہے۔ (فضائل حج ص ۱۵۶)

زیارت روضۂ نبوی

''ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ (دیوبندیہ) کے نزدیک زیارت قبر سید المرسلین (ہماری جان آپ پر قربان) اعلیٰ درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سبب حصول درجات ہے۔ بلکہ واجب کے قریب ہے۔ گو

شد رحال اور بذل جان و مال سے نصیب ہو اور سفر کے وقت آپ کی زیارت کی بھی نیت کرے اور ساتھ میں مسجد نبوی اور دیگر مقامات و زیارت گاہ ہائے متبرکہ کی بھی نیت کرے''۔ (المہند ص ۲۷)

اور مولوی زکریا دیوبندی نے لکھا ہے کہ'' شافعیہ کے مقتداء امام نووی اپنی مناسک میں لکھتے ہیں کہ جب حج سے فارغ ہو جائے تو چاہیے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ کا ارادہ کرے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت اہم ترین قربات سے ہے اور کامیاب مساعی ہے۔ (فضائل حج ص ۹۸)

فضیلت روضۂ نبوی

'' وہ حصۂ زمین جو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مبارکہ کو مس کیے ہوئے ہے۔ علی الاطلاق افضل ہے۔ یہاں تک کہ کعبہ اور عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔ چنانچہ فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔'' (المہند ص ۲۷)

درود شریف کی کثرت

'' ہمارے نزدیک حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کی کثرت مستحب ہے اور نہایت موجب اجر و ثواب طاعت ہے خواہ دلائل الخیرات پڑھ کر ہو یا درود شریف کے دیگر رسائل مؤلفہ کی تلاوت سے ہو۔ لیکن افضل ہمارے نزدیک وہ درود ہے جس کے لفظ بھی حضرت سے منقول ہیں۔ گو غیر منقول کا پڑھنا بھی فضیلت سے خالی نہیں۔ اور اس بشارت کا مستحق ہو ہی جائے گا کہ جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا حق تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجے گا''۔ (المہند ص ۳۳)

دلائل الخیرات کا ورد

''خود ہمارے شیخ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ اور دیگر مشائخ دلائل الخیرات پڑھا کرتے تھے۔ اور مولانا حاجی امداد اللہ شاہ مہاجر مکی قدس سرہ نے اپنے ارشادات میں تحریر فرما کر مریدین کو امر بھی کیا ہے کہ دلائل کا ورد بھی رکھیں اور ہمارے مشائخ ہمیشہ دلائل کو روایت کرتے رہے ہیں۔ اور مولانا گنگوہی بھی اپنے مریدین کو اجازت دیتے رہے''۔ (المہند ص ۳۳)

ذکر میلاد مصطفےٰ

''حاشا کہ ہم تو کیا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ آنحضرت کی ولادت شریفہ کے ذکر کو بلکہ آپ کی جوتیوں کے غبار کو اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کے تذکرہ کو بھی قبیح و بدعت سیئہ یا حرام کہے۔ وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ذرا بھی علاقہ ہے ان کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے۔ خواہ ذکر ولادت شریفہ ہو یا آپ کے بول براز، نشست و برخاست اور بیداری وخواب کا تذکرہ ہو۔'' (المہند ص ۵۶)۔

اہل قبور سے اکتساب فیض

''اب رہا مشاءمشائخ کی روحانیت سے استفادہ اور ان کے سینوں اور قبروں سے باطنی فیض پہنچنے کا سو بے شک صحیح ہے۔'' (المہند ص ۴۷)

دیوار چومنا

''عشاق کے نزدیک محبوب کے گھر کے درو دیوار کو چومنا اس کی عتبہ بوسی، دست بوسی وغیرہ عشق کے ایسے لوازمات میں سے ہیں کہ شاید ہی کوئی دل کھویا ہوا شاعر ایسا ہوگا جس نے کسی نہ کسی عنوان سے اس کو اہم مقصد نہ بنایا ہو۔'' (فضائل حج ص ۴۵)

سیادت مصطفوی

''نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا سید ہونا ایک امر واقعی ہے لہٰذا اس کے (نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کے شروع میں سیدنا کا لفظ) بڑھانے میں کوئی اشکال کی بات نہیں، بلکہ ادب یہی ہے۔''
(تبلیغی نصاب ص ۷۶۱)

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھنا

''اس ناکارہ کے ناقص خیال میں جو شخص سلام کے الفاظ کا ترجمہ اور مطلب سمجھتا ہو اور ان الفاظ

کے بڑھانے سے ذوق میں اضافہ ہوتا ہو اس کو تو تطویل مناسب ہے اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو طوطے کی طرح سے مزورین کے الفاظ دہرانے کی ضرورت نہیں، انتہائی ذوق وشوق اور غایت سکون اور وقار سے آہستہ آہستہ ٹھہرا ٹھہرا کر الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھتا رہے۔ اور جب تک شوق میں اضافہ پاوے انہی الفاظ کو یا اور کسی سلام کو بار بار پڑھتا رہے۔'' (فضائل حج ص ۱۱۸)

قبر سے مشاہدۂ حالات

''اور یہ سمجھے گویا میں زندگی میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوں۔ اس لئے کہ امت کے حالات کے مشاہدہ میں اور ان کے ارادہ اور قصد کے ظہور میں اس وقت آپ کی حیات اور ممات میں کوئی فرق نہیں۔'' (فضائل حج ص ۱۱۷)

رسول اللہ سے فریاد

''اے رسول خدا نگاہ کرم فرمایئے۔ اے ختم المرسلین رحم فرمایئے'' (تبلیغی نصاب ص ۸۰۶)

نگاہ کرم شافع روز محشر خرابم خرابم پریشاں پریشاں (دیوبندی رسالہ خدام الدین لاہور ۲۹ دسمبر ۱۹۶۲ء)

دست بوسی

''سید احمد رفاعی مشہور اکابر بزرگ صوفیاء میں سے ہیں۔ ان کا قصہ مشہور ہے کہ جب ۵۵۵ھ میں وہ زیارت کے لئے حاضر ہوئے اور قبر اطہر کے قریب کھڑے ہو کر دو شعر پڑھے تو دست مبارک نکلا اور انہوں نے اس کو چوما''۔ (تبلیغی نصاب ص ۸۰۶)

بے سایہ ہستی

''کیونکہ مشہور ہے کہ قامتِ اطہر وجسم انور کا سایہ نہ تھا''۔ (تبلیغی نصاب ص ۸۰۶)

بیعت مشائخ

''ہمارے نزدیک مستحب ہے کہ انسان جب عقائد کی درستی اور شرع کے مسائل ضروریہ کی تحصیل

سے فارغ ہو جاوے تو ایسے شیخ سے بیعت ہو جو شریعت میں راسخ القدم ہو۔ دنیا سے بے رغبت ہو۔ آخرت کا طالب ہو۔ نفس کی گھاٹیوں کو طے کر چکا ہو۔ نجات دہندہ اعمال کا خوگر ہو۔ تباہ کن افعال سے علیحدہ ہو۔ خود بھی کامل ہو دوسروں کو بھی کامل بنا سکتا ہو۔ ایسے مرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنی نظر اس کی نظر میں مقصور رکھے اور صوفیاء کے اشغال یعنی ذکر و فکر اور اس میں فنائے تام کے ساتھ مشغول ہو۔'' (المہند ص ۳۶)

عرض اعمال

''ابن المبارک نے حضرت سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر آپ کی امت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کیے جاتے ہوں۔'' (نشر الطیب ص ۲۴۷)

بزرگوں کا سلسلہ

اور جس کو یہ نعمت (نسبت کا اکتساب میسر نہ ہو اور یہاں تک نہ پہنچ سکے اس کو بزرگوں کے سلسلہ میں شامل ہو جانا ہی کافی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی اس کے ساتھ ہے جس کے ساتھ اسے محبت ہو۔ وہ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں رہ سکتا۔'' (المہند ص ۳۶)

پاکیزہ فضلات

''اور مروی ہے کہ آپ جب بیت الخلاء میں جاتے تھے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے بول و براز کو نگل جاتی۔ اور اس جگہ سے نہایت پاکیزہ خوشبو آتی۔ حضرت عائشہ نے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اور اسی لئے علماء آپ کے بول و براز کے طاہر ہونے کے قائل ہوئے ہیں''۔ (نشر الطیب ص ۱۶۲)

تیزیٔ نگاہ مصطفےٰ

''اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم ظلمت میں بھی اس طرح دیکھتے تھے جس طرح آپ روشنی میں دیکھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ نے روایت کیا ہے۔ اور آپ دور سے ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا نزدیک سے دیکھتے تھے اور اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتے تھے جس طرح سامنے سے دیکھتے تھے اور آپ نے نجاشی کا جنازہ حبشہ میں دیکھ لیا تھا۔ اور اس پر نماز پڑھی اور آپ نے بیت المقدس کو مکہ معظمہ سے دیکھ لیا تھا جب کہ

قریش کے سامنے اس کا نقشہ بیان فرمایا۔ یہ شبِ معراج کی صبح کو قصہ ہوا تھا۔ اور جب آپ نے مدینہ منورہ میں اپنی مسجد کی تعمیر شروع کی اس وقت خانۂ کعبہ کو دیکھ لیا تھا۔ اور آپ کو ثریا میں گیارہ ستارے نظر آیا کرتے تھے۔" (نشر الطیب ص ۱۶۳)

نورِ مصطفےٰ حقیقی حسی تھا

"اور عبد المطلب کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نور ان کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ (نشر الطیب ص ۲۰)

توسل

"اور جب قریش میں قحط ہوتا تھا تو عبد المطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل ثبیر کی طرف جاتے تھے۔ اور ان کے ذریعہ سے حق تعالیٰ کے ساتھ تقرب ڈھونڈتے اور بارش کی دعاء کرتے تو اللہ تعالیٰ ببرکت نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کے بارانِ عظیم مرحمت فرماتے۔" (نشر الطیب ص ۲۰)

توسّل بذاتِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

نسائی اور ترمذی نے نقل کیا ہے کہ ایک نابینا شخص حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بینائی ملنے کے لئے دعا چاہی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم کہو تو میں دعا کروں لیکن اگر تم صبر کرو تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ انہوں نے دعا کی درخواست کی تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا۔ پہلے بہت اچھی طرح سے وضو کرو اور اس کے بعد یہ دعا پڑھو۔ **اللهم انی اسئلک واتوجه الیک بنبیک محمدٍ صلے الله علیه وسلم نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه الی ربی فی حاجتی لتقضی لی اللهم شفعه فی** ۔ (ترجمہ) اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کے نبی جو رحمت کے نبی ہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اے محمد میں آپ کے طفیل اپنے ربّ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میری حاجت پوری ہو جائے۔ اے اللہ حضور کی سفارش میرے حق میں قبول فرما۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے۔ اور بیہقی نے بھی اس کو صحیح بتایا ہے اور بیہقی کی روایت میں اس کے آگے یہ بھی ہے کہ اس دعا کے پڑھنے کے بعد وہ صاحب بینا ہو گئے۔ (فضائل حج ص ۱۲۱ مؤلفہ مولوی محمد

زکریا دیوبندی)

بے مثل ہستی

''اور حضرت علی نے فرمایا ہے کہ جو شخص آپ کو اول دہلہ میں دیکھتا تھا مرعوب ہو جاتا تھا۔ اور جو شخص شناسائی کے ساتھ ملتا جلتا تھا آپ سے محبت کرتا تھا۔ ہم نے آپ جیسا (صاحب جمال وصاحب کمال) نہ آپ سے پہلے کسی کو دیکھا اور نہ آپ کے بعد کسی کو دیکھا۔'' (نشر الطیب ص ۱۶۰)

روئے مصطفٰے

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے کسی کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ گویا آپ کے چہرہ میں آفتاب چل رہا ہے۔ اور جب آپ ہنستے تھے تو دیواروں پر چمک پڑتی تھی''۔ (نشر الطیب ص ۱۵۶)

منہ سے ظہور نور

''جب آپ کلام فرماتے تو سامنے کے دانتوں کے بیچ میں سے ایک نور سا نکلتا معلوم ہوتا تھا۔''

(نشر الطیب ص ۱۵۶)

کلید بردار شخصیت

''آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام خزائن روئے زمین کے اور تمام شہروں کی کنجیاں (عالم کشف) میں عطا کی گئی تھیں۔'' (نشر الطیب ص ۱۶۶)

عالم ماکان ومایکون

''صحیحین میں حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک وعظ میں جتنے امور قیام قیامت تک ہونے والے تھے سب بیان فرمائے جس نے یاد رکھا اسے یاد رہے اور جو بھول گئے بھول گئے۔ اور میرے ان اصحاب کو اس بیان کی خبر ہے''۔ (نشر الطیب ص ۲۰۲)

دست مصطفےٰ کی شان

''آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایسا ہاتھ ہے کہ اس میں نفع بھی ہے اور ضرر بھی معترف کے لئے نفع ہے اور منکر کے لئے ضرر ہے سو وہ بیماری کا بھی سبب ہے اور حاجت روائی کا بھی سبب ہے۔ اس ہاتھ نے بہت سے المون کو اچھا کیا۔ اور بہت سے آسیب کو دور کیا۔ بہت سے موئے سر کو ظاہر کیا کہ اس کے سبب سر بے مو میں بال جم آئے اور بہت سے بیماروں کو شفا دی۔ اور بہت سی مدد کو ظاہر کیا۔ بہت سے رنجوں کو دور کیا ایسے لوگوں سے جن میں کوئی خلل تھا۔'' (نشر الطیب ص ۲۱۲)

پیدائشی بے عیب ہستی

''حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں جو اشعار کہے تھے ان میں کتنی صداقت اور کس قدر حقیقی تصویر موجود ہے۔ اور وہ یہ ہیں۔'''' آپ سے زیادہ خوبصورت شخص میری آنکھوں نے کبھی اور کہیں نہیں دیکھا۔ اور آپ سے زیادہ حسین و جمیل اولاد عورتوں نے کبھی پیدا نہیں کی۔ آپ ہر عیب سے پاک وصاف پیدا ہوئے گویا آپ کی خلقت آپ کی خواہش کے مطابق ہوئی ہے۔''

(خدام الدین لاہور بابت ۲۶ مئی ۱۹۶۸ء)

بیداری میں زیارت مصطفےٰ

''حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بھی اس قسم کے واقعات ہیں کہ بغیر نوم کے بھی اللہ والوں کو آپ کی ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا۔'' (خدام الدین لاہور بابت ۱۷ مئی ۱۹۶۸ء)

نیکوں کا وسیلہ

''ایک روایت میں ہے کہ سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کو غریب مہاجرین کا وسیلہ پیش کر کے دعاء فرمایا کرتے تھے فرماتے کہ یا اللہ جو مہاجر غریب ہیں ان کی وجہ سے تو ہمیں کامیابی عطا فرما''۔

(خدام الدین لاہور بابت ۱۷ مئی ۶۸ء)

فیوضِ درِ مصطفےٰ

''اسدؔ فیوضِ درِ مصطفےٰ کا کیا کہنا بشر کو جو بھی سعادت ملی یہیں سے ملی۔''

(خدام الدین لاہور بابت ۱۵ اپریل ۱۹۶۸ء)

مزار پر فاتحہ خوانی

''ہم تمام بزرگوں کا ادب کرتے ہیں۔ زندہ ہوں تو زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ وفات یافتہ ہوں تو ان کے مزار پر جا کر فاتحہ پڑھتے ہیں''۔ (خدام الدین لاہور یکم مارچ ۱۹۶۸ء)

خاک شفاء

''حضرت اقدس نے روضۂ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی خاک مقدس جوش عقیدت میں اپنے سرمہ میں شامل فرما کر زیب چشم فرمانا شروع کی خدا کا کرنا چند دنوں بعد دور و نزدیک کی نگاہ میں جو کمزوری تھی وہ قطعی طور پر دور ہوگئی۔ اور پھر وفات تک حضرت نے نزدیک، اور دور کے چشمے کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔''

(خدام الدین لاہور بابت ۲۸ جون ۱۹۶۸ء)

جواب سلام

''اور تو اور دنیا کے کتنے خطے ہیں جہاں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک محفوظ ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر جسد مبارک منزہ اور مطہر اسی طرح موجود ہے جس کو گنبد خضراء کہتے ہیں۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو روضۂ اطہر پر آ کر مجھے درود و سلام پیش کرتا ہے میں اسے خود بنفس نفیس سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں''۔ (خدام الدین لاہور بابت ۵ جولائی ۱۹۶۸ء)

شب معراج کی اعلیٰ گھڑی

''شب معراج میں وہ سب سے اعلیٰ گھڑی تھی۔ جب اللہ کی طرف سے کچھ مل رہا تھا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ لے رہے تھے۔'' (خدام الدین لاہور بابت ۱۹ اپریل ۱۹۲۸ء)

تلوابوسی

''لیکن جبرائیل امین سید الملائکۃ نے نازل ہو کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدم کے تلوؤں کو بوسہ دیا اور آپ بیدار ہوئے۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

موت کے وقت کا علم

''حضرت خواجہ (نظام الدین اولیاؒ) صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دن نیا چاند دیکھا کر (والدہ محترمہ کی خدمت) میں حاضر ہوا اور قدم بوسی کی اور نئے چاند کی مبارک باد معمول کے مطابق پیش کی۔ فرمایا کہ آئندہ مہینے کے چاند کے موقع پر کس کی قدمبوسی کرو گے؟ میں سمجھ گیا کہ انتقال کا وقت قریب ہے۔ میرا دل بھر آیا اور میں رونے لگا۔ (خدام الدین لاہور بابت ۲۰ اگست ۱۹۶۸ء)

محبت رسول اعلیٰ ترین فریضہ ہے

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت فرائض میں سے ہم پر ایک فرض ہے۔ اور اسلام کے فرائض میں سے اعلیٰ ترین فریضہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ہے۔ (خدام الدین بابت ۱۹ اپریل ۱۹۲۸ء)

زندہ ایمان کونسا ہے؟

''اگر ایمان کا جسم بن سکے تو اس جسم کے اندر اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت، عظمت، محبت ہے، تب تو وہ ایمان زندہ ہے درخشندہ ہے، تابندہ ہے۔ اور خدا کے ہاں مقبول ہے اور اگر ایمان کے اندر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت، عظمت نہیں ہے تو وہ ایمان مردار جسم کی طرح، بدبودار جسم کی طرح قابل نفرت ہے۔ کہ اس میں اصل روح ہی نہیں ہے۔ (خدام الدین لاہور بابت ۱۹ اپریل ۱۹۶۸ء)

ایصال ثواب

''سلطان المشائخ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات میں میں نے دیکھا ہے کہ اگر کسی کو ستر ہزار دفعہ کلمۂ طیبہ پڑھ کر ثواب پہنچایا جائے بشرطیکہ وہ مُردہ عقائد کے لحاظ سے مسلمان ہو تو اس کی نجات ہو جاتی ہے۔'' (خدام الدین لاہور ۱۹ اپریل ۱۹۶۸ء)

بزرگوں کے ذکر کی برکت

''شیخ المحدثین حضرت صفوان بن سلیم جلیل القدر فقیہ تھے۔تیس برس مسلسل عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا فرمائی ان کی یہ کرامت مشہور ہے کہ قحط کے دنوں میں جب ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو باران رحمت نازل ہوتی ہے۔'' (خدام الدین ۲۹ دسمبر ۱۹۶۷ء)

بارگاہ شفیع محشر

''انھیں سے آفت ٹلے گی اپنی انھیں سے بگڑی بنے گی اپنی یہ بارگاہ شفیعِ محشر صبا ہمارا اسلام پہونچا''

(خدام الدین لاہور ۷ مئی ۱۹۶۸ء)

جشن نزول قرآن

''جشن نزولِ قرآن کی تقریب میں شامل ہونے کے لئے ۲۲ فروری کو شیخ الاسلام حضرت مولانا شمس الحق افغانی مدظلہ بھی اسی طیارے میں تشریف لے گئے ہیں۔جس میں حضرت جانشین شیخ التفسیر عازم ڈھاکہ ہوئے۔'' (خدام الدین لاہور یکم مارچ ۱۹۶۸ء)

روحانی طریقہ سے القاء

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک خاص روحانی طریقہ سے مجھ پر القاء فرمایا کہ شیعہ کا مذہب باطل ہے۔'' (خدام الدین لاہور ۵ جولائی ۱۹۶۸ء)

قیام تعظیمی

اسی طرح ہے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا حضرت سعد کے بارے میں ان کی قوم کو یہ کہنا قوموا الی سیدکم۔کہ کھڑے ہو جاؤ اپنے سردار کے لئے۔'' (فضائل درود شریف ص ۸۰)

دن مقرر کرنا

''آئندہ بعنوان ''یادِ سلف'' اپنے دوسرے اکابر کے حالات کے لئے بھی دن مقرر کریں۔مثلاً

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت حاجی صاحب قدس سرہم وغیرہم کے حالات بیان کرنے کے لئے دن مقرر کریں۔" (خدام الدین لاہور ۱۹ اپریل ۱۹۶۸ء)

شفاعت پر اعتماد

"مجھے یقین ہے کہ گناہگار مسلمان بھی جنت کا وارث ہے کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں۔ من قال لاالہ الااللہ فدخل الجنۃ۔ جس نے صدق دل سے کلمہ پڑھ لیا اور اسی پر موت بھی نصیب ہوگئی تو بالآخر وہ جنت میں ضرور بالضرور چلا جائے گا۔ چاہے گناہوں کی پاداش میں جہنم میں چلا بھی جائے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم شفاعت فرما کر ضرور جہنم سے نکال لیں گے۔ اس لئے ہم گناہگار مسلمانوں کو بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جس قدر محبت ہے آپ کی شفاعت پر اعتماد ہے میں کہتا ہوں وہ ہمارے لئے سب سے بڑا نجات کا سامان اور سب سے بڑا توشۂ آخرت ہے۔" (خدام الدین لاہور ۲۲ نومبر ۱۹۶۸ء)

عبادت کا صحیح مفہوم

"عبادت کا مفہوم ہے انتہائی تذلل اور فروتنی اختیار کرنا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی بھی درجہ کے تذلل اور فروتنی کو اختیار کرنے کو عبادت نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ اس کا انتہائی درجہ ہونا چاہیے۔ مثلاً کسی کے لئے تعظیماً کھڑے ہو جانا بھی فروتنی کی ایک صورت ہے۔ مگر سجدے کے مقابلے میں کمتر صورت ہے۔ لہٰذا عبادت کا اطلاق دوسری صورت میں ہونا چاہیے نہ کہ پہلی پر لیکن اسی کے ساتھ آدمی کی نیت اور جذبے سے بھی فروتنی کا درجہ گھٹتا اور بڑھتا ہے۔ مثلاً ایک سجدہ خدا کی تعظیم کے لئے ہو تو اس میں فروتنی کا جذبہ کچھ اور ہی ہوگا۔ دوسرا بادشاہ کی تعظیم کے لئے ہو تو اس کی نوعیت دوسری ہوگی۔ تیسرا استاد کے لئے کیا جائے تو اس میں فروتنی کی اندرونی کیفیت اور بھی کم ہوگی۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تذلل و فروتنی کی کسی صورت کے عبادت ہونے نہ ہونے کا مدار نیت پر ہے۔" (خدام الدین لاہور ۲ اگست ۱۹۶۸ء)

ذکر بالجہر

"ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ عموماً دن کو ذکر خفی کا حکم دیا کرتے تھے۔ اور رات کو ذکر جلی کا۔"

(خدام الدین لاہور ۲۲ دسمبر ۱۹۶۸ء)

شرک کا صحیح مفہوم

''پس شرک کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اوصاف کمال کا وہ درجہ خدا کے علاوہ کسی اور کے لئے مان بیٹھے جو ہستی ماوراء کے لئے خاص ہے اور اسی تصور کے ماتحت اس کے سامنے تذلل وفروتنی اختیار کرے۔

(حوالہ مذکورہ بالا)

درستگئی اعتقاد

''یاد رہے کہ جب تک عقائد صحیح نہ ہوں تب تک احکام شریعت کا علم فائدہ نہیں دیتا اور جب تک یہ دونوں (عقائد اور شرعی علم) صحیح اور درست نہ ہوں عمل فائدہ نہیں دیتا۔ جب تک یہ تینوں (صحیح عقائد شریعت کا صحیح علم اور شرعی احکام پر عمل) میسر نہ ہوں تب تک تزکیہ اور تصفیہ کا حصول محال ہے۔''

(خدام الدین لاہور ۵ جولائی ۱۹۶۸ء)

ادب رسول

''علامہ قسطلانی مواہب میں لکھتے ہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادب کا وہی معاملہ ہونا چاہیے جو زندگی میں تھا اس لئے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں۔'' (فضائل حج ص ۱۱۹)

تبرکات کو جسم پر ملنا

''حضرت عروہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ میں بڑے بڑے بادشاہوں کے یہاں قاصد بن کر گیا ہوں۔ فارس، روم اور حبشہ کے بادشاہوں سے ملا ہوں۔ میں نے کسی بادشاہ کے ہاں یہ بات نہیں دیکھی کہ اس کے درباری اس کی اس قدر تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی جماعت ان کی تعظیم کرتی ہے۔ کبھی ان کا بلغم زمین پر گرنے نہیں دیتی۔ وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر پڑتا ہے۔ اور وہ اس کو منہ اور بدن پر مل لیتا ہے جب وہ کوئی حکم کرتے ہیں تو ہر شخص دوڑتا ہے کہ تعمیل کرے۔ جب وہ وضو کرتے ہیں تو وہ وضو کا پانی بدن پر ملنے اور لینے کے واسطے ایسے دوڑتے ہیں گویا آپس میں جنگ وجدل ہو جاوے گا۔ اور جب وہ بات کرتے ہیں تو سب چپ ہو جاتے ہیں۔ کوئی شخص ان کی طرف عظمت کی وجہ سے نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔'' (تبلیغی نصاب ص ۱۱۶)

بخاری شریف کا ختم بدعت نہیں

''سوال: کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرانا قرون ثلاثہ سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور بدعت ہے یا نہیں''؟

جواب: قرون ثلاثہ میں بخاری شریف تالیف نہیں ہوئی تھی۔ مگر اس کا ختم درست ہے کہ ذکر خیر کے بعد دعاء قبول ہوتی ہے۔ اس کی اصل شرع سے ثابت ہے بدعت نہیں۔ فقط رشید احمد عفی عنہ۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۳)

گیارہویں اور توشہ

''ایصال ثواب کی نیت سے گیارہویں اور توشہ کرنا درست ہے مگر تعین یوم و تعین طعام کی بدعت اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ اگرچہ فاعل اس تعین کو ضروری نہیں جانتا مگر دیگر عوام کو موجب ضلالت ہوتا ہے لہٰذا تبدیل یوم و طعام کیا کرے تو پھر کوئی خدشہ نہیں۔ فقط۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۶)

ایصال ثواب

''ایصال ثواب ہر روز درست اور موجب ثواب ہے۔ کوئی تاریخ و وقت شرع سے موقت نہیں۔ روز ولادت اور روز وفات بھی درست ہے۔ پس اگر کسی دن کو ضروری نہ جانے بلکہ مثل دیگر ایام کے جانے ایصال ثواب میں ضرر نہ ہو تو کچھ حرج نہیں۔ سب کے نزدیک درست ہے''۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۸)

ندائے غیر اللہ

''یہ خود آپ کو معلوم ہے کہ ندائے غیر اللہ تعالیٰ کو دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں۔ مثلاً یہ جانے کے حق تعالیٰ ان کو مطلع فرما دیوے گا یا باذنہ تعالیٰ انکشاف ان کو ہو جاوے گا۔ یا باذنہ تعالیٰ ملائکہ پہنچا دیویں گے۔ جیسا درود کی نسبت وارد ہے یا محض شوقیہ کہتا ہو محبت میں یا عرض حال محل تحسر و حرمان میں۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۸)

نتیجہ

''شریعت میں ثواب پہنچانا ہے۔ دوسرے دن ہو خواہ تیسرے دن باقی یہ تعین عرفی ہیں جب چاہیں کریں۔ انہیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت و بدعت ہے''۔ (فتاویٰ رشدیہ ص۲۲۲)

تسبیح بدعت نہیں

''اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اوراد و اشغال اور وظائف پورا کرنے کے لئے گنتی میں آسانی اور سہولت کے لئے تسبیح استعمال کرتے ہیں لیکن بعض بے علم اور جاہل تسبیح کے استعمال کو بدعت کہتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موٹا دھاگہ لے کر اس پر دو ہزار گرہیں دے رکھی تھیں۔ سونے سے پہلے دو ہزار دفعہ تسبیح پڑھ کر آرام فرمایا کرتے تھے۔'' (خدام الدین لاہور ۲۹ دسمبر ۱۹۶۷ء)

فرض عبادت کے ساتھ نفل ملانا

''فرض عبادات کے ساتھ ساتھ جس قدر ذوق و شوق سے انسان نفلی عبادات میں حصہ لے گا اسی قدر حق جل شانہٗ کے انعامات کا مستحق ہوگا۔'' (خدام الدین لاہور ۱۲ جولائی ۱۹۶۸ء)

الغرض

یہ چند عبارات دیو بندیہ بطور نمونہ مشتے از خروارے پیش کی گئی ہیں جس سے ہر منصف مزاج، حق شناس، غیر متعصب شخص پر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان صاحب بریلوی علیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مسلک کی حقانیت و صداقت روز روشن کی طرح روشن ہو جاتی ہے۔ تعجب ہے کہ دیو بندی مولوی جن مسائل و عقائد کی بناء پر اعلیٰ حضرت بریلوی پر بدعتی اور گمراہ ہونے کا فتویٰ لگاتے ہیں ان کی حقانیت و صداقت خود ان کی اپنے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتابوں سے ثابت ہے۔ سچ ہے۔ **الحق ماشهدت به الاعداء**۔ حق وہی ہوتا ہے جس کے حق میں خود دشمن گواہی دیں۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے مخالفین نادانستہ طور پر آپ کے مسلکِ حقہ کی صداقت و حقانیت کی گواہی دیتے ہیں۔ **والحمدلله على ذالك**. واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۷ شعبان المعظم ۱۴۰۵ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گیارھواں مقالہ

استاد کا ادب واحترام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :- دورحاضر میں اکثر بنی نوع انسان علوم وفنون کی قدرومنزلت جانتے ہیں۔ ہر جگہ کے معاشرہ کی اکثریت علم وادب کی ترقی میں کوشاں ہے۔ علوم دینی ہوں یا دنیوی بہرحال ان کے حصول کے لئے تگ ودو جاری ہے۔ آج کل کی حکومتیں بھی قریہ قریہ تعلیمی ادارے قائم کررہی ہیں، ہر فرد رعیت کو زیور علم سے آراستہ کرنے کی تدابیر کو بروئے کار لایا جارہا ہے تعلیمی ترقی کے وسائل پر غوروفکر کی جارہی ہے اور سرکاری بیت المال کا وافر حصہ تعلیمی سرگرمیوں پر صرف ہورہا ہے۔ بعض ممالک میں تو ہر بچے کو قانوناً تعلیم دلوائی جاتی ہے اور ہر بچے کی مفت تعلیم کے انتظامات کیے گئے ہیں جس سے ہر امیر وغریب بڑی سہولت سے اپنے بچوں کو تعلیم دلواسکتا ہے۔

تعلیم بالغاں کی ترغیب بھی پورے زوروں پر ہے۔ اوران کے لئے بھی تعلیمی ادارے قائم کیے جارہے ہیں صنف نازک یعنی عورتوں کی تعلیم پر بھی توجہ دی جارہی ہے۔ اوران کی تعلیم کے لئے بھی جگہ جگہ ادارے کھولے جارہے ہیں۔ الغرض آج کل کا انسانی معاشرہ علمی دوڑ دھوپ میں بہت آگے نکل رہا ہے۔ علم کی روشنی دنیا کے کونے کونے میں پہنچ رہی ہے اور باقی ماندہ ناخواندگی کے اندھیرا کو بھی کافور کرنے کے امکانات پیدا ہورہے ہیں۔

آمدم برسر مطلب اگرچہ آج کل پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد میں خاصا اضافہ ہوچکا ہے۔ مگر آئے دن اخبارات میں یہ خبریں بھی پڑھنے میں آتی ہیں کہ ہمارا نصاب تعلیم ناقص ہے اس لئے ناقص العلم لوگ علم وفضل کی کرسیاں سنبھالتے جارہے ہیں اور آج کل کے اہل علم میں اس علمی گہرائی کا فقدان پایا جاتا ہے جو آج سے چند سال پہلے پائی جاتی تھی۔ اس علمی کمزوری کی کئی وجوہات کالم نویس حضرات اپنی اپنی رائے کے مطابق لکھتے رہتے ہیں۔ اور محکمہ تعلیم کو اپنی آراء سے بھی آگاہ کرتے رہتے ہیں مگر شاذونادر ہی کسی اہل رائے نے استاد کے ادب واحترام کی جانب توجہ دلائی ہو اور علمی کمزوری کی اس بنیادی وجہ کی مذمت اس طرح لکھی ہو کہ آج کل اساتذہ کو سرکاری ملازمین کی صف میں لاکھڑا کیا گیا ہے اس لئے ان کو ہمارا معاشرہ محسن کی حیثیت سے نہیں ملازم کی حیثیت سے جانتا پہچانتا ہے لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اساتذہ کی عزت وحرمت ہر طالب علم کو ذہن نشین کرائی جائے۔ ان کے ادب واحترام کی خاطر قوانین کے استعمال

میں سختی سے کام لیا جائے۔ اور اساتذہ کی پگڑی اچھالنے والوں کو عبرت ناک سزائیں دی جائیں الغرض طلباء میں اپنے اساتذہ کے ادب واحترام کی کمی کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ وہ استاد کے ادب واحترام کے متعلق اسلامی تعلیمات اور دینی ہدایات سے بالکل کورے ہوتے ہیں۔ ہاں اکثر دینی طلباء میں اپنے اساتذہ کے ادب واحترام کا پورا پورا احساس دیکھنے میں آتا ہے کیونکہ وہ اساتذہ کے ادب واحترام کی اہمیت سے واقف ہوتے ہیں۔

چنانچہ علمی ترقی کی راہ میں حائل اس سب سے بڑی رکاوٹ کا احساس دلانے کے لئے ہم نے یہ مقالہ ''استاد کا ادب واحترام'' مرتب کیا ہے اللہ کریم اسے شرف مقبولیت بخشے آمین۔

سب سے پہلا رشتہ

کائنات میں قائم ہونے والے بہت سے رشتوں میں سب سے پہلا رشتہ استادی اور شاگردی کا رشتہ ہے۔ زوجیت کا رشتہ تو حضرت حواء کی پیدائش کے بعد قائم ہوا۔ اور ان کے ہاں اولاد ہونے پر قرابت کا رشتہ معرض وجود میں آیا۔ مگر عالم ارواح اور عالم اجسام دونوں میں سب سے پہلے وجود میں آنے والا رشتہ استادی اور شاگردی کا رشتہ ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے

ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کانت روحہ نوراً بین یدی اللہ تعالیٰ قبل ان یخلق آدم بالفی عام یسبح ذلک النور و تسبح الملآئکۃ بتسبیحہ ۔ بلا شبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا روح حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے اللہ کے روبرو نور تھا وہ نور تسبیح بولتا تھا تو فرشتے تسبیح بولتے تھے۔ (شفاء شریف ص ۴۸ ج ۱)

اس کی شرح میں امام خفاجی لکھتے ہیں۔ ''وہ نور محمد تسبیح بولتا تھا تو اس کی اقتداء میں فرشتے بھی تسبیح یعنی تقدیس اور پاکی بولتے تھے''۔ (نسیم الریاض ص ۴۳۵ ج ۱)

پھر عالم اجسام میں استادی اور شاگردی کا رشتہ اس وقت قائم ہوا جب ابوالبشر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا گیا اور انہیں سارے نام سکھائے گئے پھر فرشتوں سے کہا گیا کہ ان اشیاء کے ناموں کی خبر دو تو وہ نام نہ بتا سکے۔ پھر آدم علیہ السلام کو ان کے ناموں کی خبر دینے کا حکم ہوا تو انہوں نے ان کے نام بتا دیئے اس پر فرشتوں کو حکم ہوا کہ وہ آدم علیہ السلام کے روبرو سجدہ کریں۔ سارے فرشتوں نے سجدہ کیا مگر

ابلیس نے انکار کیا تو وہ راندھا گیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس واقعہ کا ذکر آتا ہے۔

اس واقعہ سے تین باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ آدم علیہ السلام کو فرشتوں نے یہ سجدہ ان کی استادی ثابت ہونے کے بعد کیا۔ ورنہ فرشتوں پر چیزیں پیش کرنے، ان سے ان کے نام پوچھنے اور آدم علیہ السلام سے ان کے نام بتانے کا حکم دینے کی کیا ضرورت تھی اگر صرف عالم ہونے کی بناء پر یہ سجدہ مقصود ہوتا تو اللہ کریم فرشتوں کو فرما دیتے فرشتو یہ آدم اسماء کا علم رکھتے ہیں تم انہیں سجدہ کرو۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ استاد کا ادب خود خدا کروا رہا ہے حق استادی کی وجہ سے اس نے نوری فرشتوں سے خاکی انسان کو سجدہ کروایا۔ لہذا جو استاد کا حق نہ مانے یا اس کا ادب بجا نہ لائے وہ اللہ کریم کا نافرمان ہے اور تیسری بات یہ کہ جو اپنے استاد کی تعظیم بجالاتا ہے وہ اللہ کا مقرب بن جاتا ہے۔ اور جو اپنے استاد کو حقیر خیال کرتا ہے اس کی شان میں گستاخی کے کلمات بکتا ہے اور اس کی تعظیم کے افعال بجالانے سے اکڑتا ہے وہ اللہ کی بارگاہ سے دھتکار دیا جاتا ہے۔ اللہ کریم ہدایت نصیب فرمائے آمین۔

استاد کے ادب واحترام پر سجدۂ آدم علیہ السلام کا واقعہ جہاں دلالت کرتا ہے وہاں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا واقعہ بھی استاد کے ادب واحترام کا پورا پورا درس دیتا ہے چنانچہ امام بخاری اپنی صحیح کے باب التفاسیر میں روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو آپ سے پوچھا گیا۔ کونسا انسان زیادہ علم والا ہے؟ آپ نے فرمایا میں سو اللہ نے ان پر عتاب فرمایا کیونکہ انہوں نے علم اللہ کی طرف نہ لوٹایا پس اللہ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ بلاشک میرا ایک بندہ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ میں رہتا ہے وہ آپ سے زیادہ علم رکھتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ میرے ربّ میں اس تیرے بندے تک کیسے پہنچ سکتا ہوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ اپنے ساتھ مچھلی لیں پھر اسے ٹوکری میں رکھیں پھر آپ جس جگہ مچھلی گم پائیں۔ اس جگہ وہ ہوگا۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے مچھلی لی اور اسے ٹوکری میں رکھا پھر وہ چلے اور ان کے شاگرد یوشع بن نون بھی ان کے ہمراہ چلے۔ یہاں تک کہ وہ ایک چٹان پر آئے اور لیٹ کر سو گئے۔ مچھلی ٹوکری میں تڑپی پھر اس سے نکلی پھر دریا میں گر گئی سو سمندر میں اس مچھلی نے سرنگ کی صورت میں راستہ بنایا اور اللہ نے مچھلی سے پانی کا چلنا روک دیا تو وہ اس پر طاق کی مثل ہو گیا پھر جب وہ جاگے تو ان کا ساتھی ان کو مچھلی کی خبر دینا بھول گیا پھر وہ باقی دن اور رات کا حصہ چلتے رہے یہاں تک کہ جب دوسرا دن ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگرد سے فرمایا ہمارا صبح کا

کھانا لا ہمیں سفر سے بہت تھکاوٹ پہنچی ہے۔ شاگرد نے کہا ذرا دیکھئے تو جب ہم نے چٹان کی پناہ لی تھی تو میں مچھلی بھول گیا تھا اور مجھے شیطان ہی نے آپ کو یہ بات بتلانا بھلوائی تھی اور اس نے سمندر میں عجیب راستہ بنایا تھا۔ فرمایا وہی جگہ تو تھی جس کی ہمیں تلاش تھی پھر وہ اپنے نقش قدم ڈھونڈتے ہوئے واپس لوٹے یہاں تک کہ وہ چٹان پر پہنچے تو وہاں ایک شخص کپڑا لپیٹے بیٹھا تھا موسیٰ نے ان پر سلام ڈالا تو خضر نے فرمایا تیری سرزمین میں اسلام کیسا ہے۔ فرمایا میں موسیٰ ہوں انہوں نے کہا بنی اسرائیل کا موسیٰ فرمایا ہاں میں تیرے پاس آیا ہوں تاکہ تو مجھے کچھ ایسی ہدایت کی باتیں سکھائے جن کا تجھے علم ہے حضرت خضر نے کہا آپ میرے ساتھ صبر نہیں کرسکیں گے۔ اے موسیٰ میرے پاس اللہ کا سکھایا ہوا وہ علم الٰہی ہے جسے آپ نہیں جانتے اور آپ کے پاس اللہ کا سکھایا ہوا وہ علم الٰہی ہے جسے میں نہیں جانتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کے کسی امر کی نافرمانی نہیں کروں گا حضرت خضر نے فرمایا اگر آپ پیچھے پیچھے چلنا چاہیں تو آپ مجھ سے نہ پوچھیں یہاں تک کہ میں خود آپ کے لئے کچھ بیان کردوں پھر وہ دونوں چلے آخر قصہ تک۔ (بخاری شریف باب التفاسیر ص ۶۸۷)

حضرت مولانا مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی اس واقعہ کے ماتحت لکھتے ہیں۔ اس واقعہ سے بہت سے مسائل معلوم ہوئے طالب علم کے لئے سفر کرنا سنت پیغمبری ہے استاد کے پاس جانا اسے گھر نہ بلانا سنت ہے علم کی زیادتی چاہنا بہتر ہے سفر میں توشہ ساتھ رکھنا اچھا ہے سفر میں اچھا ساتھی بہتر ہے استاد کا ادب کرنا ضروری ہے استاد کی بات پر اعتراض نہ کرنا چاہیے طریقت والے کبھی کام خلاف شرع کریں تو اس کی کوئی خفیہ وجہ ضرور ہوتی ہے۔ دراصل وہ کام خلاف شریعت نہیں ہوتا۔ اس لئے جلد ان سے بدظن نہ ہونا چاہیے مگر یہ پیر کامل کے احکام ہیں۔ علم صرف کتاب سے نہیں آتا استاد کی صحبت سے بھی آتا ہے بزرگوں کی صحبت کیمیا کا اثر رکھتی ہے۔ ایک معمولی لوہا کاریگر کا ہاتھ لگنے سے قیمتی اوزار بن جاتا ہے تو معمولی انسان کامل کی صحبت سے شان والا بن جاتا ہے۔ استاد شاگرد سے پیر مرید سے اور نبی اپنی امتی سے خدمت لے سکتا ہے علم ظاہر کا نام شریعت ہے اور علم باطن کا نام طریقت ہے۔ اور طریقت اسرار ہے استاد حاکم ہوتا ہے اور شاگرد محکوم پیر کو چاہیے کہ لوگوں کو دھڑا دھڑ مرید بنانے پر حریص نہ ہو بلکہ مرید صادق کا امتحان کرے شیخ مرید کے اور استاد شاگردوں کے ایک دو قصوروں کی معافی دیا کرے۔ پہلے ہی قصور پر صحبت سے علیحدہ نہ کردیا کرے۔ (نور العرفان ص ۴۷۹)

احادیث مبارکہ

قرآن مجید سے استاد کے ادب واحترام کا ثبوت دینے کے بعد اب ہم وہ احادیث مبارکہ پیش کرتے ہیں جن سے استاد کے ادب واحترام کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) محدث ابن النجار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ **وقروامن تعلمون منه العلم ووقروا من تعلمونهٗ العلم** ۔جن لوگوں سے تم علم سیکھتے ہوان کا احترام کرو۔اور جن لوگوں کو تم علم پڑھاتے ہوان کا ادب کرو۔ (جامع صغیر ص ۱۹۶ ج ۲)

(۲) اور محدث دیلمی مسند الفردوس میں اس روایت کو ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔ **وقروا من تتعلمون منهُ العلم و من تعلمونهٗ** ۔تم جن لوگوں سے علم سیکھتے ہوان کا احترام کرواور تم جن لوگوں کو علم سکھاتے ہوان کا ادب کرو۔

(۳) اور تیسری روایت میں یہ حدیث ان لفظوں سے مروی ہے۔ **لینوا لمن تعلمون ولمن تتعلمون** ۔ان لوگوں سے نرمی برتو جن کو تم علم سکھاتے ہواور جن سے تم علم سیکھتے ہو۔

(نزھۃ الناظرین ص ۸)

(۴) اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم ارشادفرماتے ہیں۔ **تواضعو لمن تتعلمون منهٗ وتواضعوا لمن تعلمونهٗ ولاتكونوا جبابرة العلمآء.** تم جس سے علم سیکھتے ہواس کے لئے تواضع کرواور تم جسے علم سکھاتے ہواس کے لئے تواضع کرواور گردن کش علماء نہ بنو رواہ الخطیب عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ۔

(عجب العوار لاعلیٰ حضرۃ بریلوی قدس سرہ ص ۱۳)

(۵) اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **تعلموا العلم وتعلموا للعلم السكينة والوقاروتوا ضعوا لمن تعلمون منه** ۔علم سیکھواور علم کے لئے سکون ووقار سیکھواور جن سے تم علم حاصل کرتے ہوان کے لئے تواضع کرو۔رواہ الطبرانی فی الاوسط وابن عدی فی الکامل وضعفہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۱۳۱ ج ا۔

(۶) امیرالمومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ الکریم فرماتے ہیں **من علمني حرفاً فقد صيّرني عبدًا ان شآء باع وان شآء اعتق.** جس شخص نے مجھے ایک حرف سکھایا اس نے مجھے اپنا بندہ

بنالیا اگر وہ چاہے تو مجھے بیچ دے اور اگر چاہے تو آزاد کر دے۔

(فتاویٰ رضویہ ص ۲۰ ج ۱۰ بحوالہ امام احمد رضا کا نظریۂ تعلیم ص ۸۰)

مولانا جلال الدین قادری اس کے ماتحت لکھتے ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ کا موقف یہ ہے کہ استاد جس نے شاگرد کو ایک حرف بھی سکھایا آقا ہے اور شاگرد بمنزلۂ غلام۔ اس میں یہ ضروری نہیں کہ اعلیٰ تعلیم دینے والا اعلیٰ اور ابتدائی تعلیم دینے والا کمتر ہو استاد بہر حال استاد ہے خواہ کسی درجے کا بھی ہو۔ اس کے احسانات کو فراموش کر دینا انسانیت کے منافی ہے اس سے صرف شاگرد کی اپنی قدر و قیمت گھٹ جائے گی بلکہ وہ فیضانِ علم سے محروم رہے گا۔ آج کے شاگرد کو یہ احساس ہی نہیں کہ وہ استاد کے احسانات (خواہ وہ کتنے ہی) معمولی کیوں نہ ہوں پس پشت ڈال کر کس خسارا میں داخل ہو جاتا ہے اس خسارے کی طرف امام احمد رضا قدس سرہ نے یوں ارشاد فرمایا۔ استاد کی ناشکری ہولناک بلاء قاتل بیماری اور علم کی برکتیں زائل اور باطل کر دینے والی ہے۔ **العیاذ باللہ منہ**۔ (امام احمد رضا کا نظریۂ تعلیم ص ۸۰)

(۷) اور ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے تو ان کے شاگرد حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے رکاب تھامی۔ حضرت زید نے کہا۔ یہ کیا ہے اے ابن عم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم؟ عرض کیا ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ علماء کے ساتھ ادب کریں۔ اس پر حضرت زید گھوڑے سے اترے اور حضرت ابن عباس کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور فرمایا ہمیں یہی حکم ہے کہ ہم اہل بیت اطہار کے ساتھ ایسا ہی کریں''۔ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۱۵)

(۸) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے علم سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ اور جس سے تم علم سیکھو اس کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ۔ تم علماء کے سرکش نہ بنو تاکہ تمہاری جہالت تمہارے علم کے مقابل نہ آجائے۔

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور مئی ۱۹۸۴ء)

(۹) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ''جس سے علم سیکھو اس کی ذلت کے طالب نہ بنو۔ اس کے بھید کو ظاہر نہ کرو۔ اس کے پاس کسی کی غیبت نہ کرو۔ سامنے اور پس پشت اس کی حفاظت کرو۔ ساری قوم کو اسلام کرو لیکن اپنے استاد کو خاص طور پر سلام کرو۔ اس کے سامنے ادب سے بیٹھو۔ اگر اسے کوئی حاجت پیش آئے تو سب سے پہلے اس کی حاجت روائی کرو۔ اس کی خدمت کے لئے تیار رہو۔ وہ کھجور کا پھل دار درخت ہے۔ اگر منتظر رہو گے تو تمہیں نفع حاصل ہوگا۔ (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت مئی ۱۹۸۴ء)

(۱۰) اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کا ارشاد ہے۔ وانا عبدٌ من علمنی حرفاً۔ اور میں بندہ ہوں اس شخص کا جس نے مجھے ایک حرف سکھایا۔ (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت فروری ۱۹۸۸ء)

(۱۱) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں جب بغرض تحصیل علم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے در دولت پر جاتا اور وہ باہر تشریف نہ رکھتے ہوتے تو میں ان کو براہ ادب آواز نہ دیتا اور ان کی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹا رہتا۔ ہوا خاک اور ریت اوڑا کر مجھ پر ڈالتی پھر جب حضرت زید کا شانہ اقدس سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے اے ابن عم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ نے مجھے اطلاع کیوں نہ کرا دی۔ میں عرض کرتا مجھے لائق نہ تھا کہ میں آپ کو اطلاع کراتا۔ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۱۵)

(۱۲) اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ قم بین یدی مولاک عنی استاذہٗ۔ اپنے آقا یعنی استاد کے روبرو کھڑے ہو جاؤ۔

(فتاویٰ عالمگیری ص ۳۷۸ ج ۵)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کن عالماً او متعلماً او مستمعاً او محباً و لاتکن الخامسة ای مبغضاً فتھلک۔ عالم دین بن یا متعلم دین بن یا علمی باتیں سننے والا بن یا علماء سے محبت رکھنے والا بن اور پانچواں شخص یعنی علماء سے دشمنی رکھنے والا نہ بن ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا۔

(مکاشفۃ القلوب ص ۲۷۵)

مسلمان ان ارشادات مبارکہ پر غور کریں اور اندازہ کریں کہ ایک حرف سکھانے والے استاد کے ادب و احترام کے بارہ میں ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے جلیل القدر صحابی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کیا فرما رہے ہیں۔ اگر ہم اپنے اساتذہ کا ادب بجا نہ لائیں گے تو اس سے اللہ جل شانہٗ اور اس کے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ضرور ناراض ہوں گے ویدل علیہ قولہٗ صلے اللہ علیہ وسلم رضا الرب فی رضا الوالد و اللہ تعالیٰ اعلم۔

بزرگان دین کے ارشادات و معمولات

قرآن و حدیث سے استاد کے ادب و احترام کی فضیلت ثابت کرنے کے بعد ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اس بارہ میں بزرگان دین کے چند ارشادات و معمولات بھی نقل کر دیں تاکہ اس مسئلہ کی ضرورت

واہمیت پر مزید روشنی پڑ جائے۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ شاگرد پر لازم ہے کہ وہ علم پر تکبر نہ کرے۔ اور نہ اپنے استاد پر حکم چلائے بلکہ وہ اپنے اختیار کی لگام اپنے استاد کے ہاتھ میں اس طرح دے دے جس طرح بیمار شخص اپنے اختیار کی لگام طبیب کے ہاتھ میں دے دیتا ہے اور وہ طبیب پر حکم نہیں چلاتا کہ مجھے فلاں قسم کی دوائی دو اور فلاں قسم کی نہ دو اور شاگرد پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ اپنے استاد کی خدمت پر پابندی کرے جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ جنازہ کی نماز پڑھائی پھر ان کی خدمت میں خچر پیش کی گئی تاکہ آپ سوار ہوں۔ فوراً ان کے شاگرد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے لگام تھام لی۔ فرمایا اے رسول اللہ کے چچازاد بھائی لگام چھوڑ دیں۔ انہوں نے عرض کیا ہمیں علماء اور بزرگان دین کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ فوراً حضرت زید نے ان کا ہاتھ چوما اور فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں اہل بیت سے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مومن کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ وہ علم کی تلاش میں چاپلوسی سے کام لیتا ہے اور آپ کا ارشاد ہے جس طرح سیلاب بلند جگہ پر نہیں چڑھتا اسی طرح علم متکبر شخص کو حاصل نہیں ہوتا۔ (مختصر احیاء العلوم ص ۱۲)

(۲) مشہور ہے کہ ایک خاکروب جب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس سے گذرتا تو آپ اسی وقت کھڑے ہو جاتے حاضرین نے سبب دریافت کیا تو فرمایا۔ یہ میرا استاد ہے اس امر کا کہ کتا جب لات اٹھا کر پیشاب کرتا ہے تو وہ اس وقت بالغ ہوتا ہے۔ (فتاوی قادریہ ص ۶۹)

(۳) شاہ عبدالقادر دہلوی نے تفسیر موضح القرآن کے فوائد میں بیان کیا ہے کہ اللہ جل شانہ نے استاد کا حق بیان نہ فرمایا۔ ماں باپ کا حق بیان کیا اس واسطے کہ استاد کا حق رسول کے حق میں آ گیا۔ کیونکہ وہ نائب رسول ہے۔ احادیث میں وارد ہے العلماء ورثۃ الانبیاء علماء انبیاء کے وارث ہیں لہذا ضرور حقوق استادی انبیاء کے حقوق میں شمار ہیں۔ ایذا دینے والا نبیوں کا ملعون ابدی ہوتا ہے چنانچہ آیات میں جا بجا مذکور ہے بغیر موجب شرعی کے استادوں کو ایذا دینے والے کا حکم اس پر متفرع ہے وہ امامت و استفتاء و دیگر احسانات دینی و دنیاوی کے لائق شرعاً کب ہوگا۔ اگر حکومت اسلام ہو تو سخت سزا یاب ہو۔ اب مسلمانوں کو

لازم ہے کہ وہ ایسے شخص سے کنارہ کشی کریں۔ (فتاوٰی قادریہ ص ۷۰)

(۴) اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ عالم دین اور سلطانِ اسلام اور علم دین میں اپنا استاد ان کی تعظیم مسجد میں بھی کی جائے گی۔ اور مجالس خیر میں بھی اور تلاوت قرآن عظیم میں بھی۔ عالم دین کے قدموں پر بوسہ دینا سنت ہے اور قدموں پر سر رکھنا جہالت۔ (احکام شریعت ص ۱۸۴)

(۵) اور فتاوٰی خیریہ میں ہے کہ اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ استاد کے نافرمان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ (فتاوٰی نظامیہ بحوالہ انوار شریعت ص ۳۱۰ ج ۱)

(۶) اور جامع التفاسیر میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اس کا غلام ہوں جس نے مجھے ایک حرف تعلیم کیا۔ اور استاد کے نافرمان کو جنت کی بو نہیں پہنچے گی۔ (فتاوٰی قادریہ ص ۶۹)

(۷) اور کتاب عین العلم میں لکھا ہے کہ استاد کا حق والدین کے حق سے زیادہ ہے اور اس کی شرح میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بہتر باپوں کا وہ شخص ہے جو علم سکھاوے۔

(فتاوٰی قادریہ ص ۶۹)

(۸) اور مقدمہ حواشی کنز الدقائق میں ہے "جاننا چاہیے کہ طالب علم علم نہیں حاصل کرے گا اور نہ وہ اس سے نفع حاصل کرے گا مگر علم اور اہل علم کی تعظیم بجالانے کے سبب سے اور ادب واحترام کی وجہ سے اور کہاوت ہے کہ جو شخص مقصود تک پہنچا وہ اپنے اساتذہ کا ادب بجالانے کی وجہ سے پہنچا اور جو رہ گیا وہ اساتذہ کا ادب ترک کرنے کی وجہ سے رہ گیا" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں اس شخص کا بندہ ہوں جس نے مجھے ایک حرف تعلیم کیا وہ چاہے تو بیچے اور چاہے تو آزاد کرے۔ اور خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے بیٹے کو امام اصمعی کی خدمت میں علم وادب حاصل کرنے کے لئے بھیجا پھر اس نے ایک دن دیکھا کہ امام صاحب وضو کر رہے ہیں اور اپنا پاؤں دھو رہے ہیں اور خلیفہ کا بیٹا ان کے لئے پانی ڈال رہا ہے۔ یہ دیکھ کر خلیفہ نے امام اصمعی پر عتاب کے طور پر کہا میں نے آپ کی خدمت میں اسے اس لئے بھیجا ہے کہ آپ اسے علم وادب سکھائیں آپ نے اسے یہ حکم کیوں نہیں دیا کہ وہ ایک ہاتھ سے پانی ڈالے اور دوسرے ہاتھ سے آپ کے پاؤں دھوئے۔ (مقدمہ حواشی کنز الدقائق ص ۱۲)

فقہائے حنفیہ کے ارشادات

استاد کے ادب واحترام کے بارہ میں مذکورہ بالا قرآن مجید کی آیات، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور بزرگان دین کے ارشادات کے پیش نظر ہمارے فقہائے حنفیہ نے اپنی کتب جلیلہ میں استاد کے ادب واحترام کے بارہ میں احکام شرعیہ ذکر فرمائے ہیں یہاں چند کتب کی عبارات مبارکہ تبرکاً نقل کی جاتی ہیں۔

(۱) فتاوٰی عالمگیری میں ہے انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے استاد کے حقوق اور اس کے ادب کا لحاظ رکھے۔ اپنے مال میں سے کسی شئے میں (اپنے استاد کے حق میں) کنجوسی نہ کرے اور اپنے استاد کی غلطیوں کا پیچھا نہ کرے یعنی اس پر نکتہ چینی نہ کرے یہ غرائب نامی کتاب میں ہے۔ اور وہ اپنے استاد کے حق کو اپنے ماں باپ اور سب مسلمانوں کے حق پر مقدم رکھے۔ اور اگر کوئی شاگرد اپنے استاد کو مولانا کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا اپنے مولا یعنی استاد کے سامنے کھڑے ہو جاؤ اور اسی طرح کسی دوسرے شخص کو مولانا کہنے میں بھی حرج نہیں جبکہ وہ اس سے افضل ہو اور شاگرد اپنے استاد کے سامنے انکساری کرے اگرچہ اس سے اس نے ایک ہی حرف سیکھا ہو۔ اور یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے استاد کو ذلیل کرے اور نہ اس پر کسی دوسرے شخص کو اختیار کرے سو اگر وہ یہ بات کرے تو اس نے اسلام کے دستوں میں سے ایک دستہ کو توڑ ڈالا ہے اور استاد کے احترام میں یہ بات بھی داخل ہے کہ شاگرد اس کا دروازہ نہ کھٹکھٹائے بلکہ اس کے نکلنے کا انتظار کرے اور علم نہ سکھائے مگر اسی کو جو علم کا اہل ہو اور جو علم کا اہل ہے اس سے علم نہ چھپائے کیونکہ نا اہل کو علم پڑھانا اسے ضائع کرنا ہے اور اہل سے علم چھپانا ظلم وزیادتی ہے۔ (فتاوٰی عالمگیری ص ۳۷۸ ج ۵)

(۲) اور اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھا ہے کہ نوجوان عالم بوڑھے جاہل پر اور غیر قریشی عالم قریشی غیر عالم پر فوقیت رکھتا ہے امام زندوستی نے فرمایا۔ عالم کا حق جاہل پر اور استاد کا حق شاگرد پر برابر ہیں اور وہ یہ کہ عالم اور استاد کے سامنے گفتگو میں پہل نہ کرے اور نہ وہ ان کی جگہ پر بیٹھے اگرچہ وہ موجود نہ ہوں اور نہ ان کی بات کو لوٹائے اور نہ چلنے میں ان سے آگے ہو۔ (فتاوٰی عالمگیری ص ۳۷۳ ج ۵)

(۳) امام عارف باللہ عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں۔ شرع کی رو سے جو باتیں ممنوع ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ کوئی جاہل شخص عالم کی موجودگی میں اور کوئی شاگرد اپنے استاد کی موجودگی میں لوگوں سے بحث مباحثہ شروع کردے۔ خواہ وہ کسی شرعی مسئلہ میں ہو یا اور کسی بات میں خواہ وہ عالم دین اس کا اپنا استاد ہے یا کسی دوسرے کا یا وہ علم میں اس پر زیادتی رکھتا ہے یا دیانت وصلاح وغیرہما میں اس سے بہتر ہے کیونکہ یہ بات اپنے نفسانی تکبر کی وجہ سے بزرگوں کا ادب ترک کردینے کے قبیل سے ہے۔ (حدیقہ ندیہ ص ۲۰۲ ج ۲)

(۴) اور یہی بزرگ لکھتے ہیں اسکندر نے کہا ہے کہ استاد باپ کی نسبت زیادہ احسان والا ہے کیونکہ اس نے میری تعلیم میں طرح طرح کی مشقتیں برداشت کی ہیں اور مجھے علم کے نور سے آگاہی بخشی۔ اور میرے باپ نے لذت طلب کی تو اس نے مجھے عالم وجود کی آفات کے سپرد کیا۔ اور مشہور محاورات میں سے ایک محاورہ یہ بھی ہے کہ تیرا بہترین باپ وہ ہے جس نے تجھے علم سکھایا۔ (حدیقہ ندیہ ص ۲۰۳ ج ۲)

الغرض ان اسلامی ہدایات کو جاننے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے ہر عقل مند شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ اگر شاگرد اپنے استاد کا دلی احترام کرے گا، اس کی خدمت بجالانے میں کوئی کوتاہی نہیں کرے گا، اسے ہر طرح راضی رکھنے کی کوشش کرے گا تو ضرور استاد اپنی دعاؤں سے اسے نوزے گا۔ اور استاد کی دعا جس شاگرد کو مل جاتی ہے اس کے علم کو اللہ تعالیٰ ضرور چار چاند لگا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایسے شاگرد پیدا فرماتا ہے جو اس کے علم کو ساری دنیا میں پھیلا دیتے ہیں اور قیامت تک کے لئے اسے صدقہ جاریہ بنا دیتے ہیں اور یہ بھی ہر عقل مند شخص سمجھ سکتا ہے کہ استاد محنت اور دلی لگن سے اسی شاگرد کو تعلیم دیتا ہے جس سے وہ راضی ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے زمانہ طالب علمی میں اپنے اساتذہ کی خدمت میں کوتاہی نہیں کی اور حصول علم میں پوری جانفشانی سے کام لیا وہ علم کے آفتاب ومہتاب بن کر چمکے اور ساری زندگی علم کی روشنی دنیا کے کونے کونے میں پہنچاتے رہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اساتذہ کا مقام ومرتبہ پہچاننے کی توفیق بخشے اور ان کا ادب واحترام کرنے کی سعادت نصیب رکھے آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۷ شعبان ۱۴۰۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بارھواں مقالہ

حقوق العباد کی شرعی اہمیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :۔ محبّ محترم حاجی لہراسب خان ساکن گل پور ضلع کوٹلی آزاد کشمیر نے بار بار راقم الحروف فقیر حیدری رضوی غفراللہ تعالیٰ لہ کو اس جانب توجہ دلائی کہ آج کل اکثر مسلمان حقوق العباد کی اہمیت نہیں جانتے۔ اوران کی ادائیگی میں غفلت کا شکار ہیں۔ بلکہ بعض ناعاقبت اندیشوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالے ہوئے ہیں۔ اوراپنی اس بدکرداری کے برے انجام کاانہیں کوئی احساس تک نہیں اس لیے ضروری ہے کہ اس مہلک بیماری کا احساس دلانے کے لیے کوئی مختصر مقالہ لکھا جائے۔

ولہذا حاجی صاحب موصوف کی اِس فرمائش پر یہ مختصر مقالہ ’’حقوق العباد کی شرعی اہمیت‘‘ لکھنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔ اللہ کریم جل شانہٗ اس دینی خدمت کوشرف مقبولیت بخشے اور ہم سب کی ہدایت کا ذریعہ بنائے آمین۔

جان ومال کی حرمت

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی جان ومال وعزت کی تکریم وتعظیم مسلمانوں پر فرض فرمائی ہے اور کسی کی جان ومال وعزت سے بلاوجہ تعرض کرنا حرام قرار دیا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبۃ الوداع میں ارشاد فرمایا ’’ان دمآء کم واموالکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا فی بلدکم ھذا ۔ بلاشبہ تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر حرام ہیں جس طرح تمہارا یہ دن تمہارے اس مہینے میں تمہارے اس شہر میں حرمت والا ہے‘‘۔ (مشکوۃ شریف ص ۲۰۳ ج ۱)

اور دوسری روایت میں فرمایا ’’مجھے لوگوں سے لڑنے کا حکم کیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں فاذا فعلوا ذلک عصموا منی دمآء ھم واموالھم الا بحق الاسلام وحسابھم علی اللہ ۔ پھر جب وہ یہ (تینوں کام) کرلیں تو میری طرف سے وہ اپنے خون اور اپنے مال محفوظ کرلیں گے مگر حق اسلام کے سبب سے اوران کا حساب اللہ پر ہے‘‘۔ (مشکوۃ شریف ص ۱۱ ج ۱)

ان دونوں حدیثوں سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کی جان اوراس کا مال دوسروں پر حرام

ہے۔ بے اذن شرع ان سے تعرض کا حق کسی کو نہیں لہذا اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں وہی سچا پکا مسلمان ہے جو دوسروں کے حقوق سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے ہاتھ اور اس کی زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں''۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۰ ج ۱)

اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا بہترین مسلمان کون ہے؟ فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامتی میں رہیں''۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۰ ج ۱)

اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے آمین۔

حقوق العباد کی شرعی اہمیت

حقوق العباد کی اہمیت اور ان کے غصب کی مذمت میں قرآن وسنت کی بہت سی نصوص موجود ہیں۔ ہم یہاں چند ضروری احادیث مبارکہ کے ذکر کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں وباللہ التوفیق۔

حدیث نمبر ۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لتؤدن الحقوق الی اھلھا یوم القیامة حتی یقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء ۔ قیامت کے دن حقوق ضرور ان کے اہل کو ادا کیے جائیں گے یہاں تک کہ جس بکری کے سینگ نہیں اس کے لیے سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ ص ۴۳۵ ج، جامع صغیر ص ۱۲۲ ج ۲، ریاض الصالحین ص ۱۱۲)

تنبیہ مسلمان غور فرمائیں کہ جب قیامت میں ظالم حیوان سے مظلوم حیوان کو بدلہ دلایا جائے گا تو پھر ظالم انسان سے مظلوم انسان وحیوان کو بدلہ کیوں نہیں دلایا جائے گا؟ اللہ تعالیٰ اپنا خوف عطا کرے آمین۔

حدیث نمبر ۲

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ صحائف الاعمال تین ہیں ایک صحیفہ کو اللہ نہیں بخشے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا ہے اللہ فرماتا ہے ان

اللہ لا یغفران یشرک بہ ۔ بلاشبہ اللہ اس بات کونہیں بخشے گا کہ کسی شئے کو اس کا شریک ٹھہرایا جائے ودیوان لایترکہ اللہ ظلم العباد فی مابینھم حتی یقتص بعضھم من بعض اور (دوسرے) صحیفہ کو اللہ نہیں چھوڑے گا وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا ہے یہاں تک کہ بعض کو بعض سے بدلہ دلائے گا اور (تیسرے) صحیفہ کی پرواہ اللہ تعالیٰ کو نہیں ہے اور وہ بندوں کا اپنے اور اللہ کے مابین ظلم کرنا ہے پس یہ اللہ کے حوالے ہے اگر چاہے گا تو عذاب دے گا اور اگر چاہے گا تو معاف فرمادے گا۔

(جامع صغیر ص ۱۸ اج ۲، مشکوٰۃ ص ۱۴۵ ج ۲)

تشریح

اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ گناہ تین قسم کے ہیں۔ (۱) شرک اللہ تعالیٰ اسے ہرگز نہیں بخشے گا۔ (۲) حقوق العباد کا غصب اللہ تعالیٰ یہ حقوق حقداروں کو ضرور دلائے گا۔ (۳) حقوق اللہ کا غصب اللہ تعالیٰ اپنے حقوق جسے چاہے گا معاف فرمائے گا اور جسے چاہے گا اسے ان کی وجہ سے عذاب دے گا۔ واللہ اعلم۔

حدیث نمبر ۳

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اول من یختصم یوم القیامۃ الرجل وامراتہ واللہ مایتکلم لسانھا ولکن یداھا ورجلاھا لیشھدان علیھا بما کانت تعیب لزوجھا قیامت کے روز جو سب سے پہلے جھگڑا کریں گے وہ مرد اور اس کی بیوی ہوں گے خدا کی قسم بیوی کی زبان گفتگو نہیں کرے گی بلکہ اس کے دونوں ہاتھ اور اس کے دونوں پاؤں ان باتوں کی گواہی دیں گے جن کے ساتھ وہ اپنے خاوند کے عیب بیان کرتی تھی ویشھد یداہ ورجلاہ بما کان تولیھا۔ اور خاوند کے دونوں ہاتھ اور اس کے دونوں پیران باتوں کی گواہی دیں گے جو وہ اختیار کرتا تھا۔ ثم یدعی الرجل وخدمہ بمثل ذلک ثم یدعی اھل الاسواق ومایؤخذ ثم دوانیق ولاقراریط ولکن حسنات ھذا تدفع الی ھذا الذی ظلم و سیئات ھذا الذی ظلم توضع علیہ ثم یؤتیٰ بالجبارین فی مقامع من حدید فیقال اوردھم الی النار ۔ پھر مرد اور اس کے غلاموں کو بلایا جائے گا اور اسی طرح ان کے حقوق کے لین دین کا فیصلہ کیا جائے گا۔ پھر بازاروں والے لوگ بلائے جائیں گے اور وہاں جو چیز لی جائے گی وہ نہ پیسے

ہوں گے اور نہ روپے بلکہ اس کی نیکیاں مظلوم کو دی جائیں گی اور مظلوم کے گناہ اس پر ڈالے جائیں گے پھر جبار قسم کے لوگوں کو لوہے کی ہتھکڑیوں میں باندھ کر لایا جائے گا پھر کہا جائے گا کہ انہیں دوزخ کی طرف لے جاؤ۔ (البدور السافرہ ص ۱٦٦)

تشریح

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے روز سب سے پہلے میاں بیوی ایک دوسرے سے اپنے اپنے حقوق کا مطالبہ کریں گے اور حقوق کی ادائیگی میں جو کوتاہی واقع ہوتی رہی ہوگی اس کی گواہی ہاتھ پاؤں دیں گے اللہ کریم اپنا فضل شامل حال فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

حدیث نمبر ۴

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن والدین کا قرض ان کے ولد (بچے بچی) پر ہوگا تو وہ دونوں اس سے چمٹ جائیں گے اور وہ چاہیں گے یا خواہش کریں گے کہ کاش اس پر ان کا قرض اور زیادہ ہوتا۔

(البدور السافرہ)

مقام غور

ہے کہ جب قیامت کے روز والدین اپنی اولاد سے اپنا قرض وصول کرنے سے باز نہیں آئیں گے تو پھر دوسروں کا کیا کہنا۔ اے اللہ ہمیں سمجھ عطا فرما۔

حدیث نمبر ۵

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''آیا جانتے ہو کہ مفلس کون ہے'' صحابہ نے عرض کیا۔ ہمارے اندر مفلس وہ شخص ہے جو نہ درہموں کا مالک ہو اور نہ سامان کا۔ فرمایا۔ بلاشبہ میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے روز نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا اور وہ اس حال میں آئے گا کہ اس نے کسی کو گالیاں دی ہیں اور کسی پر تہمت لگائی ہے اور کسی کا مال

کھایا ہے اور کسی کا خون بہایا ہے اور کسی کو مارا ہے فیعطی هذا من حسناته فان فنيت حسناته قبل ان يقضي ماعليه اخذت من خطاياهم فطرحت عليه ثم طرح في النار ۔ سو کسی کو اس کی بعض نیکیاں دی جائیں گی اور کسی کو اس کی بعض نیکیاں دی جائیں گی پھر اگر اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اس سے پہلے کہ اس پر لازم شدہ جملہ حقوق ادا ہوں تو ان کی بعض برائیاں لے کر اس پر ڈالی جائیں گی پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مشکوۃ ص ۴۳۵ ج ۲)

مقام عبرت ہے کہ نیکیاں کمانے کے ساتھ اگر برائیوں سے اجتناب نہیں کیا جائے گا تو وہ نیکیوں کو لے ڈوبیں گی اللہ کریم جل شانہٗ ہمیں عبرت نصیب فرمائے۔ آمین۔

حدیث نمبر ۶

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من ظلم قيد شبر من الارض طوقه من سبع ارضين ۔ جو شخص ایک بالشت کی مقدار زمین ظلماً لے وہ سات زمینوں تک اس کے گلے کا ہار بنائی جائے گی۔ (جامع صغیر ص ۱۷۶ ج ۲ وصحہ)

حدیث نمبر ۷

حضرت ابویعلیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ايما رجل ظلم شبراً من الارض كلفه الله ان يحفره حتى يبلغ اخر سبع ارضين ثم يطوقه يوم القيامة حتى يقضى بين الناس ۔ جو شخص ایک بالشت زمین ظلماً لے لے گا اللہ تعالیٰ اسے اس بالشت زمین کو ساتویں زمین کے سرے تک کھودنے کا مکلف بنائے گا پھر وہ اس بالشت زمین کو قیامت کے دن بندوں کے درمیان فیصلہ کیے جانے تک گلے میں اٹھائے رکھے گا۔ (البدور السافرہ ص ۳۶)

حدیث نمبر ۸

اور امام احمد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ناحق کسی کی زمین لے لے اسے اس زمین کی مٹی اٹھا کر محشر تک آنے کی تکلیف دی جائے گی۔ (البدور السافرہ ص ۳۶)

حدیث نمبر۹

اور محدث طبرانی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جو شخص ایک بالشت زمین ظلماً لے لے گا اسے پانی تک اس کے کھودنے کا پھر اسے محشر تک اٹھا کر لے جانے کا مکلّف بنایا جائے گا''۔ (البدور السافرہ ص ۳۶)

حدیث نمبر۱۰

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص ایک بالشت زمین ظلماً لے لے وہ قیامت کے دن اس کے گلے کا ہار ہوگی''۔ (البدور السافرہ ص ۳۶)

حدیث نمبر۱۱

اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **اعظم الغلول عندالله ذراع من الارض تجدون الرجلين جارين فی الارض او فی الدار فيقطع احدهما من حق صاحبه ذراعاً اذا اقتطعه طوقهٗ من سبع ارضين يوم القيامة** اللہ کے نزدیک سب سے بڑی بددیانتی وہ ایک گز جگہ ہے جو تم زمین یا گھر کے دو شریکوں میں پاؤ پھر ان میں سے ایک شریک اپنے ساتھی کے حق سے وہ ایک گز جگہ کاٹ لے (یعنی اسے اپنے قبضہ میں کر لے) جب وہ اسے کاٹے گا تو قیامت میں وہ اسے سات زمینوں تک اپنے گلے کا ہار بنائے گا۔ (البدور السافرہ ص ۳۶)

حدیث نمبر۱۲

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **من اخذ من الارض شيئاً بغير حقه خسف به يوم القيامة الى سبع ارضين** جو شخص ناحق زمین سے کچھ لے لے وہ قیامت کے دن ساتویں زمین تک دھنسایا جائے گا۔ رواہ البخاری وصحہ الجلال السیوطی۔

(جامع صغیر ص ۱۶۱ ج ۲)

حدیث نمبر ۱۳

حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **من اقتطع ارضاً ظالماً لقی اللہ وھو علیہ غضبان** جو شخص زمین سے کچھ ظلماً کاٹ لے گا وہ اس حال میں اللہ سے ملے گا کہ وہ اس پر ناراض ہوگا۔ (جامع صغیر ص ۱۶۶ ج ۲)

حدیث نمبر ۱۴

اور محدث طبرانی حضرت حکم بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **من اخذ من طریق المسلمین شبراً جآء بہ یحملہ من سبع ارضین** جو شخص مسلمانوں کے راستہ سے ایک بالشت جگہ لے لے اسے (قیامت کے دن) ساتویں زمین تک اٹھائے ہوئے آئے گا۔ (البدور السافرہ ص ۳۶) (جامع صغیر جلد دوم ص ۱۶۱)

تنبیہ: آج کل راستہ کاٹ لینے کی بیماری عموماً پائی جاتی ہے مسلمان کو تو یہ چاہیے کہ وہ راستہ کشادہ کرنے کے لیے اپنی ذاتی جگہ چھوڑے نہ یہ کہ مسلمانوں کے راستہ سے کچھ جگہ اپنی املاک میں ملا کر راستہ تنگ کردے اور ہر گذرنے والے شخص کو تنگی میں ڈالے بہر حال یہ حدیث راستہ چوروں کے لیے قابل غور ہے اللہ تعالیٰ سوچنے کی مہلت دے۔ آمین۔

حدیث نمبر ۱۵

اور حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "خدا کی قسم تم میں سے کوئی شخص ناحق کوئی شئے نہیں لے لے گا مگر وہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اس شئے کو اٹھائے ہوئے ہوگا۔ **فلا اعرفن احدامنکم لقی اللہ یحمل بعیراً لہ رغاء وبقرۃ لہٗ خوار وشاۃ تیعر** سو میں تم میں سے کسی ایک کو اس حال میں نہ جانوں کہ وہ اللہ سے اس حال میں ملے کہ وہ کوئی بولتا اونٹ یا بولتی گائے یا بولتی بکری اٹھائے ہوئے ہو"۔

(البدور السافرہ ص ۳۷)

حدیث نمبر ۱۶

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے اندر کھڑے ہوئے اور آپ نے مال غنیمت میں خیانت کی سختی بیان فرمائی پھر فرمایا میں ہرگز قیامت کے دن تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر بولتا ہوا اونٹ ہو اور وہ کہے۔ اے یا رسول اللہ میری فریاد کو پہنچیں تو میں کہوں گا کہ میں تیرے لیے کچھ اختیار نہیں رکھتا میں نے تجھے (خدا کا حکم) پہنچا دیا تھا اور نہ تم میں سے کسی کو میں قیامت کے دن اس حال میں پاؤں کہ وہ اپنی گردن پر بولتا ہوا گھوڑا اٹھائے ہوئے آئے تو کہے یا رسول اللہ مدد فرمائیں اور میں کہہ دوں کہ میں تیرے لیے کوئی اختیار نہیں رکھتا میں نے تجھے پہنچا دیا تھا الی آخر الحدیث. (مشکوٰۃ ص ۳۴۷ ج ۲)

تنبیہ: مال غنیمت میں کفار سے مسلمان جو چیزیں حاصل کرتے ہیں وہ مجاہدین میں تقسیم سے پہلے مشترکہ ہوتی ہیں۔ سو اگر کوئی شخص کوئی شئے تقسیم سے پہلے چوری لے لے تو اس کا یہ عذاب ان حدیثوں میں بیان ہوا ہے اور یہ صرف مال غنیمت ہی سے خاص نہیں بلکہ اگر کوئی شخص دوسرے کا کوئی جانور چوری کرے گا تو وہ بھی اسی حال میں آئے گا واللہ اعلم بالصواب واعاذنا اللہ تعالیٰ منہ

حدیث نمبر ۱۷

اور مسلم شریف میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی قسم کے ذریعہ سے کسی مسلمان کا حق کاٹ لے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دوزخ واجب کرے گا اور اس پر جنت حرام فرما دے گا اس وقت ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ اور اگر چہ وہ شئے معمولی ہو فرمایا "اگر چہ وہ پیلو کی ایک ڈنڈی ہو"۔ (ریاض الصالحین ص ۱۱۴)

اے اس سے معلوم ہوا کہ مصیبت میں مسلمان یا رسول اللہ کہیں تو اس میں کوئی ممانعت نہیں اور نہ ایسا کہنا شرک ہے ورنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قیامت میں ایسا کہنے والے کو ضرور مشرک قرار دیتے۔ واللہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم۔

حدیث نمبر ۱۸

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''سوائے اس کے نہیں کہ میں بشر ہوں اور تم میرے پاس مقدمہ لے کر آتے ہو اور شاید تم میں سے کوئی دوسرے سے زیادہ اپنی دلیل پیش کرنے میں فصیح البیان ہو تو میں اس کی دلیل سننے کے بعد اس کے حق میں فیصلہ کردوں سو جس کے حق میں اس کے بھائی کے کسی حق کے ساتھ میں فیصلہ کروں تو سوائے اس کے نہیں کہ میں اس کے لئے دوزخ کا ایک ٹکڑا کاٹتا ہوں''۔ (ریاض الصالحین ص ۱۱۷)

تنبیہ: اس حدیث سے وکلاء حضرات کو عبرت پکڑنی چاہیے جو اپنی چرب زبانی سے اپنے موکل کے حق میں غلط فیصلے کرالیتے ہیں۔اے اللہ ہدایت نصیب فرما۔

حدیث نمبر ۱۹

اور حضرت خولہ بنت عامر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ان رجالاً یتخوصون فی مال اللہ بغیر حقٍ فلھم النار یوم القیامۃ۔ بلاشبہ لوگ اللہ کے مال میں ناحق تصرف کرتے ہیں سو ان کے لئے قیامت کے دن آگ ہے۔(ریاض الصالحین ص ۱۱۸)

تنبیہ: اس حدیث میں وہ حضرات غور فرمائیں جن کے قبضہ میں سرکاری خزانہ ہوتا ہے اور وہ بے دھڑک اسے ناحق خرچ کرتے رہتے ہیں۔ واعاذنا اللہ تعالیٰ منہ۔

حدیث نمبر ۲۰

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔''سات ہلاکت میں ڈالنے والے کاموں سے بچو'' عرض کیا گیا۔''یارسول اللہ وہ کیا ہیں؟'' فرمایا'' اللہ کا شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، اس جان کو ناحق قتل کرنا جس کو اللہ نے حرمت دے رکھی ہے۔ سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، لڑائی کے دن دشمن سے پیٹھ پھیرنا اور بے خبر بے عیب مومن عورتوں کو تہمت لگانا''۔ (ریاض الصالحین ص ۵۷۴)

تنبیہ: بعض لوگ جادو کے ذریعہ سے دوسروں کی جان و مال کونقصان پہنچاتے ہیں اور بعض یتیموں کے مال کو ہڑپ کر جاتے ہیں۔ انہیں اس حدیث میں غور کرنا چاہیے اور غضب الٰہی سے بچنے کی فکر کرنی چاہیے۔ اللہ کریم توفیق فکر عنایت فرمائے۔ آمین۔

حدیث نمبر ۲۱

اور حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''والذی نفسی بیدہ لو قتل رجل فی سبیل اللہ ثم عاش ثم قتل ثم عاش ثم قتل و علیہ دین مایدخل الجنۃ حتّٰی یقضی دینہٗ اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر کوئی شخص راہ خدا میں قتل کیا جائے پھر زندہ کیا جائے پھر قتل کیا جائے۔ پھر زندہ کیا جائے پھر قتل کیا جائے اس حال میں کہ اس پر قرض ہے تو وہ اپنے قرضہ کی ادائیگی تک جنت میں داخل نہ ہوگا۔ (البدور السافرہ ص ۱۶۹)

تنبیہ: بعض لوگ قرض لے کر ادائیگی کا خیال نہیں کرتے انہیں اس ارشاد نبوی پر غور کرنا چاہیے اور حتی الوسع قرض سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے اور واجب الذمہ قرض کو جلد ادا کرنا چاہیے **اللھم وفقنا توفیقا کاملاً لذلک** آمین۔

حدیث نمبر ۲۲

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' جس شخص کے ذمہ میں اپنے کسی بھائی کا کوئی حق ہو اسے آج اس سے معاف کرالینا چاہیے اس سے پہلے کہ نہ دینار ہوں گے اور نہ درہم۔ اگر اس کے پاس نیک اعمال ہوئے تو حق کی قدر ان سے نیکیاں لے کر حقدار کو دی جائیں گی اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو حق کے قدر حقدار کے گناہوں سے لے کر اس پر لاد دیئے جائیں گے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۴۵ ج ۲)

حدیث نمبر ۲۳

اور حضرت ابو یعلے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''پھر ایک منادی یہ نداء دے گا جس کو جن اور انسان سنیں گے کہ فلاں بن فلاں کہاں ہے فرشتے اسے لائیں گے اور مواقف سے اسے نکالیں گے سو اللہ لوگوں کو اس کی پہچان کروائے گا پھر کہا جائے گا اس کی نیکیوں کو نکالو پھر اللہ اس کی نیکیوں کی پہچان کروائے گا پھر جب وہ رب العالمین کے روبرو کھڑا ہوگا۔ تو کہا جائے گا کہ حقوق والے کہاں ہیں۔ سو (حقدار) باری باری آئیں گے۔ پھر کہا جائے گا کیا تو نے اس پر ظلم کیا تھا وہ کہے گا ہاں۔ اے میرے رب اور یہ وہ دن ہے جس دن میں ان کی زبانیں ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے عملوں کی گواہی دیں گے پھر اس کی نیکیاں لائی جائیں گی پھر ان میں سے اس کے مظلوموں کو دی جائیں گی۔ اس دن نہ دینار ہوں گے اور نہ درہم مگر نیکیوں میں سے لینا اور برائیوں میں سے لوٹانا ہوگا۔ پھر حقدار اس کی نیکیوں سے اپنے حقوق حاصل کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اس کے لیے کوئی نیکی نہ رہے گی پھر اس کے وہ حقدار جن کو نیکیوں سے کچھ نہ ملا ہوگا اٹھ کر کہیں گے۔ کیا وجہ ہے کہ ہم باقی رہ گئے ہیں سو انہیں کہا جائے گا۔ تم جلد بازی نہ کرو۔ پھر ان کے گناہوں سے کچھ گناہ لیے جائیں گے اور اس پر ڈالے جائیں گے۔ حتیٰ کہ کوئی حقدار ایسا نہ ہوگا جسے اپنا حق نہ ملا ہوگا۔ **فاذا فرغ من حسابہٖ قیل ارجع الیٰ امک الھاویة فانہٗ لاظلم الیوم** ۔ پھر جب اس کے حساب سے فراغت ہوگی تو اسے کہا جائے گا تو اپنے ٹھکانہ ھاویہ کی طرف لوٹ جا۔ کیونکہ آج کے دن کوئی ظلم نہیں ہے **فلا یبقیٰ یومئذٍ ملک و لا نبی مرسل و لا صدیق و لا شھید و لا بشر الا ظن من شدة الحساب انہٗ لا ینجو الا من عصمہٗ اللہ تعالیٰ** ۔ سو اس دن نہ کوئی فرشتہ اور نہ کوئی مرسل نبی اور نہ کوئی صدیق اور نہ کوئی شہید اور نہ کوئی بشر ہوگا۔ مگر حساب کی جو شدت دیکھے گا اس کی وجہ سے یہ خیال کرے گا کہ صرف وہی شخص اللہ کے عذاب سے بچے گا جسے خود اللہ بچائے گا''۔ (البدور السافرہ ص ۵۰)

شعر:

فضل کریں تاں بخشے جاون میرے جے منہ کالے
عدل کریں تاں تھر تھر کمبن اُچیاں شاناں والے

مسلمان ان تیئس (۲۳) احادیث کو بغور ملاحظہ کریں، حقوق العباد کی شرعی اہمیت جانیں اور ان کی ادائیگی میں ہرگز ہرگز کوتاہی نہ کریں اللہ تعالیٰ توفیق عمل نصیب فرمائے آمین۔

بہادر شاہ ظفر نے کیا خوب کہا ہے۔

نہ جا اس کے تحمل پر کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی
ڈر اس کی دیر گیری سے کہ سخت ہے انتقام اس کا

پھر حقوق العباد کی شرعی اہمیت کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے حقوق تو بخشے گا مگر وہ حقوق العباد خود نہیں بخشے گا بلکہ ان کا بدلہ حقداروں کو ضرور دلائے گا اور حقوق العباد میں اللہ کے پیغمبر بھی شفاعت نہیں کریں گے۔ حالانکہ وہ باقی ہر قسم کے گناہوں میں شفاعت کریں گے۔

چنانچہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا۔ **وقوله ثم طرح فی النار، فیه اشعار بانه لا عفو لاشفاعة فی حقوق العباد الا ان یشاء الله فیر ضی خصمه بمااراد** ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پھر اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اس میں اس بات پر اشارہ موجود ہے کہ حقوق العباد میں نہ معافی ہے اور نہ شفاعت ہاں اگر اللہ چاہے گا تو حقداروں کو اپنے حقوق چھوڑنے پر راضی بنا دے گا۔

(حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۴۵ ج ۲)

نجات کی راہیں

آخر میں ہم حقوق العباد سے نجات کی راہیں ذکر کرتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے بخشش اور نجات کا کوئی راستہ پیدا فرمائے۔ وباللہ التوفیق۔

پہلی راہ

قیامت کے دن حقوق العباد کی گرفت سے بچنے کی چار راہیں ہیں۔ پہلی راہ یہ ہے کہ انسان دنیا میں ہر حقدار کا حق ادا کرتا رہے اور حتی الوسع کسی بھی حقدار کی حق تلفی نہ ہونے دے۔ یہی سلامتی کا راستہ ہے اور اسی میں دو جہانوں کی عافیت اور عزت ہے اللہ تعالیٰ راہ صواب پر چلنے کی ہم سب کو توفیق بخشے آمین۔

دوسری راہ

اور حقوق العباد سے چھٹکارا حاصل کرنے کی دوسری راہ یہ ہے کہ انسان ہر وقت نیکی کمانے میں لگا رہے۔ تاکہ قیامت کے دن اگر حقداروں کے بعض حقوق ذمہ میں رہ گئے تو کچھ نیکیوں سے ان کی ادائیگی ہو جائے گی اور باقی نیکیاں جنت میں جانے اور بلندی درجات ملنے کا ذریعہ بنیں گی۔ اللہ تعالیٰ توفیق نیکی نصیب فرمائے۔ آمین۔

تیسری راہ

اور حقوق العباد سے نجات پانے کی تیسری راہ یہ ہے کہ دنیا میں ہر حقدار سے اس کے حقوق بخشوانے کی کوشش جاری رکھی جائے ہر خویش وقریب سے بخشش کی دعائیں کرائی جائیں اور موت کے وقت حقوق کے بخشنے کی درخواست سب سے کی جائے۔ اگر جملہ حقدار اپنے جملہ حقوق مجملاً بخش دیں گے تو زہے نصیب۔ آخرت کی باز پرس سے حفاظت ہو جائے گی یہ سب سے آسان طریقہ ہے اللہ کریم اسی طریقہ سے ہمیں نجات نصیب کرے آمین ثم آمین۔

چوتھی راہ

قیامت کے دن حقوق العباد سے خلاصی حاصل کرنے کا چوتھا طریقہ یہ ہے کہ بندہ زندگی میں ہمیشہ ربّ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا رہے کہ اے اللہ مجھے قیامت کے دن کی رسوائی سے بچا اور میرے حقداروں کو مجھ پر راضی بنا اور انہیں اپنی طرف سے انعام عطا فرما تاکہ وہ اپنے حقوق چھوڑ دینے پر رضامند ہو جائیں انشاء اللہ العزیز اللہ کریم جل شانہٗ ضرور انہیں جنت کے مراتب عالیہ دے کر حقوق چھوڑنے پر رضامند بنا دے گا آخر میں اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ اپنے فضل سے ہماری نجات کی کوئی آسان راہ پیدا فرمائے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۸ فروری ۱۹۸۹ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تیرھواں مقالہ

صلہ رحمی کی برکتیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله ربّ العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله محمد واله واصحابه اجمعین

اما بعد:- اس مختصر رسالہ میں ''صلہ رحمی کی برکتیں'' لکھی گئی ہیں اللہ تعالیٰ اسے ذریعۂ ہدایت بنائے آمین۔

صلہ رحمی کا مفہوم

شیخ عبدالحق لکھتے ہیں۔ وصلہ در لغت بمعنی پیوستن و پیوند کردن و مراد این جا انعام و احسان باقارب که قرابت بجہت رحم داشته باشند۔ لغت میں صلہ کا معنی ہے ملانا اور جوڑنا اور مراد اس جگہ میں ان قریبی رشتہ داروں سے انعام و احسان کرنا ہے جو ماں باپ کی طرف سے قریبی رشتہ دار ہوں۔ (اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۹۸)

اور صاحب بہار شریعت لکھتے ہیں۔ ''صلہ رحم کے معنی رشتہ کا جوڑنا ہے یعنی رشتہ والوں کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرنا۔ ساری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ صلہ رحمی واجب ہے اور قطع رحمی حرام جن رشتہ والوں کے ساتھ صلہ واجب ہے وہ کون ہیں بعض علماء نے فرمایا وذورحم محرم ہیں۔ اور بعض نے فرمایا اس سے مراد ذورحم ہیں محرم ہوں یا نہ ہوں اور ظاہر یہی قول دوم ہے۔ احادیث میں مطلقاً رشتہ داروں کے ساتھ صلہ کرنے کا حکم آتا ہے۔ قرآن مجید میں مطلقاً ذوالقربیٰ فرمایا گیا۔ مگر یہ بات ضرور ہے کہ رشتہ میں چونکہ مختلف درجات ہیں اس لئے صلہ رحمی کے درجات میں بھی تفاوت ہوتا ہے۔ والدین کا مرتبہ سب سے بڑھ کر ہے۔ ان کے بعد ذورحم محرم کا۔ ان کے بعد بقیہ رشتہ داروں کا علی قدر مراتبھم۔ (درمختار) (بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۱۷۳)

صلہ رحمی کی صورتیں

صلہ رحمی کی مختلف صورتیں ہیں۔ ان کو ہدیہ و تحفہ دینا اور اگر ان کو کسی بات میں تمہاری اعانت درکار ہو تو اس کام میں ان کی مدد کرنا۔ انہیں سلام کرنا۔ ان کی ملاقات کو جانا۔ ان کے پاس بیٹھنا اٹھنا۔ ان سے بات چیت کرنا ان کے ساتھ لطف و مہربانی سے پیش آنا (درمختار) (بہار شریعت جلد شانزدہم ص ۱۷۴)

شجرہ نویسی صلۂ رحمی کی ایک بہترین صورت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تعلموا من

انسابکم ماتصلون به ارحامکم فان صلة الرحم محبة فی الاهل مثراة فی المال منسأة فی الاثر ۔تم اپنے وہ انساب سیکھو جن کے سبب سے تم صلہ رحمی کرو گے۔ کیونکہ صلہ رحمی گھر والوں میں محبت کا سبب ہے مال میں کثرت کا ذریعہ ہے عمر میں زیادتی کا باعث ہے۔ رواہ الترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ وقال ھذا حدیث غریب۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۳ ج ۲)

اس حدیث کے ماتحت شیخ عبدالحق لکھتے ہیں۔ بیاموزید از نسبہائے خود آن قدر کہ پیوند کنید بداں رحمہائے خودرا یعنی آباء و اجداد و امہات واولاد ایشان را ازذکو روانات بشناسیدو نامہائے ایشاں را یاد داریدتا ذوی الارحام راکہ بایشان صلہ بایدنمود بدانیدکہ دانستن آن ضروری و نافع است ۔اپنے انساب میں سے اس قدر سیکھو کہ ان کی وجہ سے تم اپنے رشتوں کو ملاؤ گے۔ یعنی اپنے آباء واجداد اور امہات اور ان کی اولادیں خواہ مرد ہوں یا عورتیں ان کو پہچانو اور ان کے نام یاد رکھو تاکہ تم ان کے ذریعہ سے اپنے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرسکو کیونکہ ان ناموں کا جاننا ضروری اور نفع بخش ہے۔ (اشعۃ اللمعات ص ۱۰۷ ج ۴)

صلہ رحمی کی شرعی اہمیت

قریبی رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور اچھا برتاؤ شرعاً بہت پسندیدہ عمل ہے۔ اس کی تاکید شدید میں متعدد آیات واحادیث موجود ہیں ہم یہاں چند آیات واحادیث تبرکاً نقل کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

آیات کریمہ

پہلی آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتآء ذی القربیٰ وینھی عن الفحشآء والمنکر والبغی ج یعظکم لعلکم تذکرون ۔ بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے۔ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔ (پ ۱۴۔ رکوع ۱۹) مفتی احمد یار خان نعیمی اس آیت کے ماتحت لکھتے ہیں۔ ’’یہاں

رشتہ داروں میں سارے دور نزدیک کے رشتہ دار داخل ہیں اور دینے میں ہر قسم کا حق ادا کرنا شامل ہے۔ خواہ مالی ہو یا بدنی یا ایمانی۔ رشتہ داروں کی مال سے بدن سے خدمت کرو۔ انہیں ایمان اور نیک اعمال سے رغبت دو۔ اس سے معلوم ہوا کہ رشتہ داروں کا حق غیروں سے زیادہ ہے''۔ (نور العرفان ص ۴۴۱)

اور علامہ علاء الدین خازن اس آیت کے ماتحت فرماتے ہیں۔ ''یعنی وہ حکم کرتا ہے صلہ رحمی کا اور رحم سے مراد قریب اور دور کے سب رشتہ دار ہیں۔ پس مستحب ہے کہ وہ اپنے فالتو خداداد مال سے ان پر احسان کرے اور اگر ان کی مالی مدد نہ کر سکتا ہو تو ان کے لئے اچھی دعا کرے اور ان سے محبت رکھے۔ (خازن ص ۱۱۰ ج ۴)

اور مفسر صاوی فرماتے ہیں۔ اور بے شک اللہ حکم کرتا ہے قریبی رشتہ دار پر صدقہ کرنے کا کیونکہ دوسرے کی بہ نسبت قریبی رشتہ دار پر صدقہ کی زیادہ تاکید ہے کیونکہ اُس پر صدقہ صدقہ اور صلۂ رحمی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان اعجل الطاعۃ ثواباً صلۃ الرحم۔ بلاشبہ ثواب کی رو سے سب سے زیادہ جلدی قبول ہونے والی عبادت صلہ رحمی ہے۔ (تفسیر صاوی جلد دوم ص ۲۷۲)

دوسری آیت کریمہ

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وآتِ ذا القربیٰ حقہٗ۔ اور رشتہ داروں کو ان کا حق دے۔ (پ ۱۵۔ رکوع ۳) یعنی ماں باپ کے ساتھ ان کی اولاد یعنی بھائی بہن اور ان کے قرابت داروں یعنی اپنے عزیزوں کی بھی خدمت کرو۔ (نور العرفان ص ۴۵۳)

اور یہاں مفسر خازن فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے والدین سے صلہ رحمی کا حکم دینے کے بعد رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا حکم دیا۔ یعنی رشتہ داروں کا حق ادا کرنے کا حکم دیا۔ اور ان کے حق سے چند باتیں یہ ہیں ان سے نیکی کرنا محبت رکھنا۔ ان کی زیارت کرنا، اچھا برتاؤ کرنا، خوشی اور غمی کے موقع پر ان سے باہمی الفت کا مظاہرہ کرنا ایک دوسرے کی مدد کرنا وغیرہ اور کہا گیا ہے کہ اگر وہ محتاج ہوں اور یہ خوشحال ہے تو ان کا خرچہ اس پر لازم ہے یہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس پر ان کا خرچہ لازم نہیں ہوتا صرف والد کا خرچہ اولاد پر اور اولاد کا خرچہ والد پر لازم ہوتا ہے۔ (خازن ص ۱۵۷ ج ۴)

اور مفسر صاوی لکھتے ہیں۔ ورنہ ان سے صلہ رحمی بایں معنی کہ ان سے قطع تعلقی نہ کی جائے اور نہ ان سے دشمنی رکھی جائے تو یہ واجب ہے جس طرح اصول وفروع کا خرچہ واجب ہے۔ (تفسیر صاوی ص ۲۹۴ ج ۲)

تیسری آیت کریمہ

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ فات ذا القربیٰ حقہٗ والمسکین وابن السبیل ط ذلک خیر للذین یریدون وجہ اللہ ز واولٓئک ھم المفلحون ۔تو رشتہ دار کو اس کا حق دو۔اور مسکین اور مسافر کو۔ یہ بہتر ہے ان کے لئے جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور انہی کا کام بنا۔ (پ۲۱۔رکوع ۷)

یہ آیت کریمہ تمام قرابت داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دے رہی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ ہر رشتہ دار کا حق ہے۔اس میں سسرال اور نسبی تمام قرابت دار شامل ہیں۔ (نور العرفان ص ۶۵۱)

مفسر صاوی فرماتے ہیں۔ ھذا الآیۃ فی صدقۃ التطوع لافی الزکاۃ الواجبۃ لان السورۃ مکیۃ و الزکاۃ فرضت فی السنۃ الثانیۃ من الھجرۃ بالمدینۃ ۔یہ آیت نفلی صدقہ کے بارہ میں ہے نہ کہ واجب زکوٰۃ کے بارہ میں کیونکہ یہ سورت مکی ہے اور زکاۃ کا حکم مدینہ منورہ میں سن دو ہجری میں نازل ہوا تھا۔ (صاوی ص ۲۰۶ ج ۳)

چوتھی آیت کریمہ

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔واذ اخذنا میثاق بنیٓ اسرآیل لاتعبدون الا اللہ قف وبالوالدین احساناً وَّ ذی القربیٰ۔اور یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ اور رشتہ داروں کے ساتھ بھلائی کرو۔ (پ ا رکوع ۱۰)

ماں باپ کے ساتھ ان کی زندگی میں احسان یہ ہے کہ ان کا ادب کرے۔ان کی جانی مالی خدمت کرے ان کے جائز حکموں کو مانے۔ان کی خدمت کے لئے نوافل ترک کر سکتا ہے فرائض و واجبات نہیں چھوڑ سکتا۔ اگر ماں باپ کسی گناہ یا کفر میں مبتلاء ہوں تو ان کو اچھی تدبیر سے روکے۔ والدین کے مرنے کے بعد ان سے بھلائی یہ ہے کہ ان کی وصیتیں پوری کرے۔ان کے دوستوں کا احترام کرے۔ فاتحہ تلاوت قرآن و دیگر صدقات کا ثواب بخشتا رہے اور ان کے اچھے مراسم کو جاری رکھے۔کم از کم ہفتہ میں ایک مرتبہ ان کی قبر کی زیارت کرے۔اس سے معلوم ہوا کہ ماں باپ اور رشتہ داروں کی خدمت بڑی ضروری ہے کہ رب نے اپنی عبادت کے ساتھ ان کی اطاعت کا ذکر فرمایا ہے۔ (نور العرفان ص ۱۹)

پانچویں آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ واتی المال. علیٰ حبہ ذوی القربیٰ۔ اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال رشتہ داروں کو دے۔ (پ۲ رکوع ۶) یعنی اپنے قرابت داروں کو اور انہیں باقی مصارف صدقہ پر مقدم فرمایا گیا کیونکہ وہ صدقہ کے زیادہ حق دار ہوتے ہیں۔ سلمان بن عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الصدقة علی المسکین صدقة وعلی ذوی الرحم ثنتان صدقة و صلة مسکین پر صدقہ ایک صدقہ ہے اور رشتہ دار پر صدقہ دو صدقے ہیں یعنی صدقہ اور صلہ رحمی اس حدیث کو امام نسائی نے روایت کیا اور شیخین نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ایک لونڈی آزاد کی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی اجازت نہیں لی۔ پھر جب ان کی باری کا دن ہوا تو عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نے سنا ہے کہ میں نے اپنی لونڈی آزاد کر دی ہے۔ فرمایا کیا تو نے یہ کام کر لیا ہے۔ عرض کیا ہاں فرمایا اما انک لو اعطیتها اخوالک کان اعظم لاجرک۔ اگر تو اپنے ننھیال والوں کو یہ لونڈی دے دیتی تو تیرے لئے زیادہ اجر تھا۔ (خازن ص ۱۴۴ ج ۱)

چھٹی آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ واتقوا اللہ الذی تسآء لون بہ والارحام ط ان اللہ کان علیکم رقیباً (پ۴ رکوع ۱۲) اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر تم مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو۔ بے شک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔ یعنی رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ کرو۔ رشتے قطع نہ کرو۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو رزق کی کشائش اور عمر میں برکت چاہے وہ رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرے۔ (نور العرفان ص ۱۲۲)
تفسیر خازن میں ہے۔ ''اس آیت میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ رشتہ داری کا حق بہت بڑا ہوتا ہے اور رشتہ داری قطع کرنا ممنوع ہے۔ اور اس معنیٰ پر وہ حدیثیں بھی دلالت کرتی ہیں جو اس بارہ میں آئی ہیں مثلاً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رشتہ داری عرش سے لٹکی ہوئی ہے وہ کہتی ہے کہ جو مجھے ملائے گا میں اسے ملاؤں گی اور جو مجھے کاٹے گا میں اسے کاٹوں گی۔ متفق علیہ۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کو یہ بات اچھی لگے کہ اس کی روزی کشادہ کی جائے اور اس کی عمر لمبی کی جائے تو اسے رشتہ داروں سے نیک سلوک

کرنا چاہیے۔ متفق علیہ۔ اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت میں رشتہ داری کاٹنے والا داخل نہیں ہوگا۔ متفق علیہ۔ اور حضرت حسن بصری فرماتے ہیں۔ جو اللہ کی ذات کے وسیلہ سے مانگے اسے وہ عطا کرتا ہے اور جو رشتہ داروں سے حسن سلوک کے ذریعہ سے مانگے وہ اسے عطا کرتا ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رشتہ داری عرش سے لٹکی ہوئی ہے پھر جب اس کے پاس رشتہ داری پالنے والا آئے گا تو وہ اس کی وجہ سے خوش وخرم ہوگی اور اس سے کلام کرے گی اور رشتہ داری کاٹنے والا اس کے پاس آئے گا تو وہ اس سے پردہ کر لے گی۔ (تفسیر خازن ص ۳۷۴ ج ۱)

ساتویں آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ واعبدو اللہ ولا تشر کوا بہ شیئاً وبالوالدین احساناً وبذی القربیٰ۔ اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ اور رشتہ داروں سے بھلائی کرو۔

(پ ۵ رکوع ۳)

تفسیر خازن میں ہے اور جاننا چاہیے کہ والدین سے اچھا سلوک کرنا اس طرح ہے کہ ان کی خدمت کی جائے۔ ان کے سامنے آواز بلند نہ کی جائے۔ ان کی مراد کے حصول میں کوشش کی جائے اور قدرت کے اندازہ پر ان پر مال خرچ کیا جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ۔ میری نیکی واحسان کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا تیری ماں۔ پھر عرض کیا۔ پھر کون؟ فرمایا پھر تیری ماں۔ پھر عرض کیا۔ پھر کون؟ فرمایا پھر تیری ماں۔ پھر عرض کیا۔ پھر کون؟ فرمایا پھر تیرا باپ۔ اور دوسری روایت میں ہے فرمایا۔ تیری ماں پھر تیری ماں پھر تیرا باپ پھر تیرا زیادہ قریبی رشتہ دار پھر تیرا قریبی رشتہ دار متفق علیہ اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اس کی ناک خاک آلود ہو اس کی ناک خاک آلود ہو اس کی ناک خاک آلود ہو۔ عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ۔ کون؟ فرمایا من ادرک والدیہ عندالکبر اواحدھما ثم لم یدخل الجنۃ۔ جو اپنے والدین کو بڑھاپے میں پائے یا ان میں سے ایک کو پھر جنت میں داخل نہ ہو جائے۔ (مسلم شریف) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ من سرہ ان یبسط لہ فی رزقہ و ینسأ لہ فی اثرہ فلیصل رحمہ۔

جو شخص چاہے کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور اس کی عمر میں زیادتی کی جائے اسے اپنے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا چاہیے۔ (تفسیر خازن ص۵۲۲ ج۱)

آٹھویں آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعة ان یؤتوآ اولی القربیٰ والمساکین والمهاجرین فی سبیل الله صلے ولیعفوا ولیصفحوا ط الا تحبون ان یغفر الله لکم ط والله غفور رحیم ۔اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں قرابت داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہ دینے کی اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں۔ کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(پ۱۸ رکوع ۹)

یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ جبکہ آپ نے قسم کھالی تھا کہ مسطح کے ساتھ سلوک نہ کریں گے۔ کیونکہ یہ حضرت ام المومنین عائشہ کے بہتان میں شریک ہوگئے تھے۔ حضرت مسطح فقیر مہاجر اور حضرت صدیق اکبر کے عزیز تھے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے وظیفہ پر گزارہ کرتے تھے۔ مگر ام المومنین کو تہمت لگانے میں شریک ہوگئے اور انہیں سزا یعنی اسی کوڑے لگائے گئے۔ حضرت صدیق سے فرمایا گیا کہ اے ابوبکر تم تم ہی ہو اور وہ وہ ہی ہیں۔ تم مسطح کا وظیفہ بند نہ کرو تم تو انہیں اللہ کے لئے دیتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ بڑا گناہ بھی مسلمان کو اسلام سے خارج نہیں کرتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے خطا کار بھائی سے بھی بھلائی کرنی چاہیے۔ جب یہ آیت حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق کو سنائی تو آپ نے عرض کیا کہ ہاں ضرور ضرور میں بخشش چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر حضرت مسطح کا وظیفہ جاری کردیا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا۔ (نور العرفان ص ۵۶۱)

نویں آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ فهل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم أولٓئک الذین لعنهم الله فاصمهم واعمیٰ ابصارهم ۔تو کیا تمہارے یہ لچھن نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن پر

(پ ۲۶۔رکوع ۷)
اللہ نے لعنت کی اور انہیں حق سے بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔
تفسیر خازن میں ہے۔قتادہ نے فرمایا اس قوم کے بارہ میں تمہارا کیا خیال ہے۔جو کتاب اللہ کی وارث بنی تو کیا وہ (نفاق کی وجہ سے) حرام خون نہ بہائے گی اور رشتہ داری قطع نہ کرے گی اور اللہ کی نافرمانی نہیں کرے گی۔حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ان الرحم شجنة من الرحمن فقال الله تعالیٰ من وصلک وصلتهٗ ومن قطعک قطعتهٗ۔بلاشبہ رحم یعنی بندوں کی رشتہ داری اللہ کے نام رحمٰن سے مشتق ہے۔سو اللہ تعالیٰ نے اسے فرما رکھا ہے کہ جو تجھے ملائے گا میں اسے ملاؤں گا اور جو تجھے کاٹے گا میں اسے کاٹوں گا۔متفق علیہ۔اور دوسری روایت میں فرمایا۔ان الله خلق الخلق حتى اذا فرغ منهم قامت الرحم فاخذت بحقو الرحمن فقال مه فقالت هذا مقام العائذبک من القطيعة قال نعم أما ترضين ان اصل من وصلک واقطع من قطعک قالت بلیٰ قال فذلک لک۔بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا یہاں تک کہ جب وہ ان سے فارغ ہوا تو رشتہ داری اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے اللہ تعالیٰ کا دامن پکڑ لیا۔اللہ نے دریافت کیا۔کیوں؟ اس نے عرض کیا یہ مقام اس کا ہے جو رشتہ داری کاٹنے سے پناہ پکڑنے والا ہے۔فرمایا ہاں۔کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ جو تجھے ملائے گا اسے میں ملاؤں گا۔اور جو تجھے کاٹے گا اسے میں کاٹوں گا۔کہا ہاں فرمایا۔پس تیرے لئے یہ بات ہے۔پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اگر چاہو تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھو فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا فى الارض وتقطعوا ارحامكم۔ (تفسیر خازن جلد ششم ص ۱۸۱)

احادیث مبارکہ

صلہ رحمی کی فضیلت اور قطع رحمی کی مذمت میں بعض احادیث مبارکہ مندرجہ بالا آیات کریمہ کے ضمن میں گزر چکی ہیں۔چند اور روایتیں تبرکاً نقل کی جاتی ہیں وباللہ التوفیق۔

پہلی حدیث پاک

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ۔میرے رشتہ دار ہیں میں ان سے اچھا سلوک کرتا ہوں تو وہ مجھ سے قطع تعلق کرتے

ہیں۔ میں ان سے نیکی برتتا ہوں تو وہ برائی سے پیش آتے ہیں۔ میں ان سے نرمی اختیار کرتا ہوں تو وہ نادانی کی حرکتیں میرے ساتھ کرتے ہیں۔ فرمایا لئن کنت کماقلت فکانما تسفهم الملـ اگر بات وہی ہے جو تو نے کہی ہے تو پھر تو ان کے منہ میں راکھ ڈالتا ہے۔ پھر فرمایا۔ ولا یزال معک من الله ظهیر علیهم مادمت علیٰ ذلک ۔ جب تک تو اسی روش پر رہے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے خلاف تیری مدد کرنے والا موجود رہے گا۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ فی البر والصلۃ جلد دوم ص ۱۳۳)

دوسری حدیث پاک

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یرد القدر الا الدعاء ولا یزید فی العمر الا البر ۔ تقدیر کو نہیں ٹالتی مگر دعا اور عمر کو نہیں بڑھاتا مگر والدین اور رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا۔ رواہ ابن ماجہ۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۳۳)

تیسری حدیث پاک

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے لا تنزل الرحمة علی قوم فیهم قاطع رحم۔ جس قوم میں رشتہ داری کاٹنے والا شخص ہو اس پر رحمت الٰہی نازل نہیں ہوتی۔ رواہ البیہقی فی الشعب۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۳۳)

چوتھی حدیث پاک

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مامن ذنب احری ان یعجل الله بصاحبه مع مایدخرله فی الآخرة من البغی وقطعیة الرحم ۔ کوئی گناہ نہیں جو اس بات کا زیادہ حق دار ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے صاحب کو دنیا میں سزا دے اور آخرت کی سزا اس کے لئے باقی رکھے بغاوت اور رشتہ داری کاٹنے کی نسبت سے۔ رواہ الترمذی وابوداؤد۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۱۳۴)

پانچویں حدیث پاک

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

تعلموا من انسابکم ما تصلون به ارحامکم فان صلة الرحم محبة فی الاھل مثراۃ فی المال منسأۃ فی الاثر۔ تم اپنے وہ نسب سیکھو جن کی وجہ سے تم رشتہ داری پالو گے کیونکہ رشتہ داری پالنا خاندان میں محبت مال میں کثرت اور عمر میں زیادتی ہے۔ رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۳۳)

چھٹی حدیث پاک

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول للہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ کیا میرے لئے توبہ ہے؟ فرمایا۔ کیا تیری ماں ہے؟ عرض کیا نہیں فرمایا۔ کیا تیری کوئی خالہ ہے؟ عرض کیا ہاں۔ فرمایا اس سے نیکی کر۔ رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۳۳)

ساتویں حدیث پاک

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان العبد لیموت والداہ او احدھما وانہ لھما عاق فلا یزال یدعو لھما ویستغفر لھما حتی یکتبہ اللہ باراً۔ بلاشبہ بندہ کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک مرتا ہے اس حال میں کہ وہ ان کا نافرمان ہوتا ہے۔ پھر وہ ان کے لئے دعائے مغفرت کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے فرمانبرداروں میں لکھ دیتا ہے۔
(مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۳۴)

آٹھویں حدیث پاک

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ حق کبیر الاخوۃ علیٰ صغیرھم حق الوالد علی ولدہ۔ چھوٹے بھائیوں پر بڑے بھائیوں کا حق وہ ہے جو والد کا حق اپنی اولاد پر ہوتا ہے۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۱۳۴)

نویں حدیث پاک

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لیس الواصل بالمکافی ولکن الواصل اذا قطعت رحمہٗ وصلھا۔ صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو

بدلے کی برابری کا لحاظ رکھے بلکہ وہ ہے جس سے قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔ رواہ البخاری۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۹ ج ۲)

دسویں حدیث پاک

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔ لاتنزل الرحمة علی قوم فیهم قاطع رحم۔ جس قوم میں قطع تعلق کرنے والا شخص ہو اس پر رحمت نازل نہیں ہوتی رواہ البیہقی فی الشعب۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۰ ج ۲)

مسلمان مندرجہ بالا نو آیات کریمہ اور دس احادیث مبارکہ کو پڑھیں سمجھیں اور رشتہ داری پالنے کے اجر وثواب اور رشتہ داری کاٹنے کے وبال کو جانیں اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

منہ زور رشتہ داروں کے مقابلہ کی اجازت ہے

اگر کوئی رشتہ دار منہ زور ہو جائے۔ اور دوسروں کے حقوق پر ناجائز ڈاکے ڈالنا شروع کر دے۔ اور بار بار نرمی برتے جانے کی وجہ سے وہ منہ زوری پر اور دلیر ہوتا چلا جائے تو ایسے رشتہ دار سے بائیکاٹ کرنا بلکہ اسے ظلم سے باز رکھنے کے لئے عملی جدو جہد کرنا عین حکم شرع شریف ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ والذین اذآ اصابهم البغی هم ینتصرون۔ اور وہ لوگ کہ جب انہیں بغاوت پہنچے تو بدلہ لیتے ہیں۔ (پ ۲۵۔ رکوع ۵) حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں "پچھلی آیتوں میں معافی کا ذکر تھا۔ اس میں بدلہ لینے کا۔ معلوم ہوا کہ معافی اعلیٰ ہے۔ اور بدلہ لینا بھی اچھا کیونکہ کافر حربی اور ظالم سے بدلہ لینا امن کے قیام کا ذریعہ ہے"۔ (نور العرفان)

اور تفسیر عثمانی میں ہے۔ "یعنی جہاں معاف کرنا مناسب ہو معاف کرے مثلاً ایک شخص کی حرکت پر غصہ آیا اور اس نے ندامت کے ساتھ عجز وقصور کا اعتراف کر لیا اور اس نے معاف کر دیا تو یہ محمود ہے۔ اور جہاں بدلہ لینے میں مصلحت ہو مثلاً کوئی شخص خواہ مخواہ چڑھتا ہی چلا جائے اور ظلم وزور سے دوسرے کو دبانے کی کوشش کرے یا جواب نہ دینے سے اس کا حوصلہ بڑھتا ہے تو ایسی حالت میں بدلہ لیتے ہیں"۔ (تفسیر عثمانی ص ۸۳۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۶ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چودھواں مقالہ

عظمتِ والدین

کا اجمالی بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد:- اللہ کریم جل شانہ نے قیامت تک بقائے نسل انسانی کے لئے توالد وتناسل کا سلسلہ قائم کیا۔ انسان انتہائی کمزوری کی حالت میں اپنے والدین کے ہاں پیدا ہوتا ہے تو وہ بڑی شفقت ومحبت سے اس کی تربیت کرتے ہیں۔ اس پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ بلوغت تک اس کے اخراجات اور تعلیم دلانے کی ذمہ داری پوری کرتے ہیں۔ اور بالغ ہونے کے بعد اس کی شادی کر کے اسے اپنے پاؤں پر خود کھڑا ہونے کے قابل بنا دیتے ہیں۔ انہی احسانات عظیمہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اولاد پر والدین کا ادب واحترام اور جانی مالی خدمات کو فرض فرمایا ہے۔ والدین کی خدمت میں اجر عظیم اور ان کی نافرمانی اور اذیت رسانی میں رسوا کن عذاب رکھا ہے۔ چونکہ آج کل والدین کے حقوق کی ادائیگی میں عامۃ المسلمین سخت غفلت کا شکار ہیں اس لئے ہم نے یہ مختصر مقالہ ''عظمت والدین کا اجمالی بیان'' لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعۂ ہدایت بنائے۔ آمین۔

خدمت والدین کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کے ارشادات

(۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وقضیٰ ربک الاتعبدوآ الاایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلھما فلا تقل لھما اف ولا تنھر ھما وقل لھما قولاً کریما ٥واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل ربّ ارحمھما کما ربیانی صغیرا ٥ربکم اعلم بما فی نفوسکم ان تکونوا صالحین فانہ کان للاوابین غفوراً٥

(ترجمہ) اور تمہارے ربّ نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ''ہوں'' نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا اور ان کے لئے عاجزی کا بازو نرمی سے بچھانا اور عرض کرنا میرے ربّ تو ان دونوں پر رحم فرما جیسے کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔ تمہارا ربّ خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اگر تم لائق ہوئے تو بے شک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔ (پ ۱۵ رکوع ۳)

ان آیات سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ربّ کی عبادت مخلوق کی اطاعت پر مقدم ہے۔ خیال رہے کہ حضور کی اطاعت ربّ کی عبادت میں داخل ہے۔ دوسرا یہ کہ تمام رشتہ داروں میں ماں باپ کی فرمانبرداری مقدم ہے کہ ربّ نے اسے اپنی عبادت کے ساتھ بیان فرمایا۔ تیسرا یہ کہ ماں باپ کافر بھی ہوں جب بھی ان کے حقوق ادا کرے کیونکہ ربّ نے والدین کو بغیر قید کے ذکر فرمایا۔ چوتھا یہ کہ ماں باپ کی جسمانی خدمت بھی کرے اور مالی بھی کیونکہ احسان بغیر کسی قید کے ذکر ہوا۔ پانچواں یہ کہ عبادت ربّ کے سوا کسی کی جائز نہیں اطاعت اللہ کی بھی ہوگی رسول کی بھی چھٹا یہ کہ اولاد منہ سے ایسی بات نہ نکالے جس سے معلوم ہو کہ ان کی طرف سے طبیعت پر گرانی ہے۔ ساتواں یہ کہ ماں باپ کو ان کا نام لے کر نہ پکارے۔ ماں باپ سے نوکروں کا سا برتاؤ نہ کرے بلکہ اولاد کو چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے ان کی خدمت کرے۔ صرف نوکروں سے نہ کرائے۔ آٹھواں یہ کہ ان کے حق میں دعائے خیر کرے۔ ان کے مرنے کے بعد ان کا تیجا چالیسواں فاتحہ وغیرہ کرے کہ ان میں بھی ان کے لئے دعائے خیر ہے۔ نواں یہ کہ کافر و بدمذہب والدین کی ہدایت کی دعا کرے۔ دسواں یہ کہ اگر دل میں ماں باپ کی خدمت کا شوق ہے لیکن اس کا موقعہ نہیں ملا تو اس پر ربّ تعالیٰ پکڑ نہ فرمائے گا کیونکہ وہ ارادوں اور نیتوں کو جانتا ہے۔ (نور العرفان تبصرف)

اور دیوبندی مولوی شبیر احمد عثمانی نے اس مقام پر لکھا۔ ''والدین کے ساتھ بھلائی کرنا یہ ہے کہ زندگی میں ان کی جان و مال سے خدمت اور دل سے تعظیم و محبت کرے۔ مرنے کے بعد ان کا جنازہ پڑھے اور ان کے لئے دعا و استغفار کرے۔ ان کے عہد تا مقدور پورے کرے۔ ان کے دوستوں کے ساتھ تعظیم و حسن سلوک سے اور ان کے اقارب کے ساتھ صلہ رحمی سے پیش آئے۔ وغیر ذلک اور قرآن نے تنبیہ کی کہ جھڑکنا اور ڈانٹنا تو کجا ان کے مقابلہ میں زبان سے ''ہوں'' بھی مت کہو بلکہ بات کرتے وقت پورے ادب و تعظیم کو ملحوظ رکھو۔ ابن المسیب نے فرمایا اس طرح بات کرو جیسے ایک خطاوار غلام سخت مزاج آقا سے کرتا ہے۔ (حاشیۃ القرآن)

(۲) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علیٰ وھن وفصالہ فی عامین ان اشکرلی ولوالدیک الی المصیر ○ اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی۔ اس کی ماں نے اسے کمزوری پر کمزوری جھیلتے ہوئے اسے پیٹ میں رکھا اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے یہ کہ میرا حق مان اور اپنے والدین کا۔ آخر مجھی تک آنا ہے۔ (پ ۲۱۔ رکوع ۱۱)

اس سے معلوم ہوا کہ ماں کا حق باپ کے حق سے زیادہ ہوتا ہے کہ باپ نے مال سے بچے کو پالا۔ ماں نے

اپنے خون سے۔ علماء فرماتے ہیں کہ حق خدمت ماں کا زیادہ ہے اور حق اطاعت وفرمانبرداری یا حق مالی باپ کا زیادہ ہے۔ اسی لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے اور فرمایا کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ (نور العرفان ۶۵۷)

(۳) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وان جاھداک علیٰ ان تشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعھما وصاحبھمافی الدنیا معروفا۔ اور اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ایسی چیز کو ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں اچھی طرح ان کا ساتھ دے۔ (پ ۱۲۔ رکوع ۱۱)

اس سے معلوم ہوا کہ رب کی نافرمانی میں ماں باپ کی فرمانبرداری نہیں یعنی ان کے کہنے سے کفر نہ کرے اور فرائض عبادات نہ چھوڑے۔ (نور العرفان ۶۵۸)

۴۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ واعبدو اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا۔ اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی چیز کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو۔ (پ ۵ رکوع ۳)

اس سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کا حق تمام رشتہ داروں سے زیادہ ہے۔ اسی لئے رب نے اپنی عبادت کے ساتھ ان کی اطاعت کا حکم دیا اور تمام قرابت داروں سے پہلے ان کی اطاعت کا ذکر فرمایا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ماں باپ کی خدمت ہر طرح سے کی جائے مالی بھی اور بدنی بھی۔ (نور العرفان ۱۳۲)

۵۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب ۞ اے ہمارے رب مجھے بخشش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔ (پ ۱۳۔ رکوع ۱۸)

اس سے معلوم ہوا کہ دعا اپنی ذات سے شروع کرے۔ ماں باپ کو دعا میں شامل رکھا کرے۔ ہر مسلمان کے حق میں دعائے خیر کرے۔ آخرت کی دعا ضرور مانگے صرف دنیا کی حاجات پر اکتفاء نہ کرے۔

(نور العرفان ۴۱۴)

۶۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا وللمومنین والمومنات ۞ اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو۔ (پ ۲۹۔ رکوع ۱۰)

اس سے معلوم ہوا کہ جہاں اپنے لئے اور اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت مانگے وہاں اپنے گھر کے دوسرے مومن افراد بیوی بچوں بچیوں بلکہ جملہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے بھی دعائے مغفرت

مانگے۔ اللہ کریم ہمیں صالحین کی دعا میں شامل ہونے کا اہل بنائے۔ آمین۔

خدمت والدین کے بارہ میں احادیث مبارکہ

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ نہیں ہے کوئی نیک بچہ بچی جو اپنے ماں باپ کی طرف شفقت کی نظر سے دیکھتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کی ہر نظر کے عوض میں اس کے لئے مقبول حج لکھ دیتا ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ۔ اگر چہ وہ دن میں سو مرتبہ دیکھے۔ فرمایا۔ ہاں۔ اللہ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۱ ج ۶)

یعنی اسے سب کچھ قدرت ہے اس سے پاک ہے کہ اس کو اس کے دینے سے عاجز کیا جائے۔

(بہار شریعت ص ۱۴۹ ج ۱۴)

۲۔ اور تفسیر روح البیان جلد پنجم میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ نہیں کوئی بچی بچہ جو اپنے والد کی طرف یا اپنی والدہ کی طرف شفقت کی نظر سے دیکھتا ہے مگر اس کے عوض میں اس کے لئے ایک حج اور ایک عمرہ ہے۔ عرض کیا گیا۔ اگر چہ وہ دن میں ایک ہزار مرتبہ دیکھے۔ فرمایا وان نظر فی الیوم مائة الف۔ اگر چہ وہ دن میں ایک لاکھ مرتبہ دیکھے۔ (سواد اعظم لاہور بابت ۲۲ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ)

۳۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔ صحہ فی الجامع الصغیر ۲۴ جلد ۲۔

(مشکوٰۃ ۴۲۳ جلد ۲)

تنبیہ

ایسے ہی ماں کا بھی حکم ہے بلکہ اس سے بھی اولیٰ ہے کیونکہ وہ باپ سے زیادہ تکلیفیں برداشت کرتی ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ من رضی والداه فانه عنه راض۔ جس سے اس کے ماں باپ راضی ہوئے اس سے میں راضی ہوں۔ (سواد اعظم لاہور مذکور بالا)

۴۔ تفسیر روح البیان میں ایک حدیث ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ والدین سے حسن سلوک نماز، حج، عمرہ، اور فی سبیل اللہ جہاد سے افضل ہے۔ (سواد اعظم لاہور

مذکور بالا)

۵۔حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کے والد حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں اور آپ سے مشورہ لینے آیا ہوں۔آپ نے فرمایا کیا تیری والدہ موجود ہے۔عرض کیا ہاں،فرمایا: فالزمها فان الجنۃ عند رجلها۔پھر تو اس کو لازم پکڑ کیوں کہ جنت اس کے پاؤں کے نزدیک ہے۔رواہ احمد والنسائی والبیھقی فی الشعب (مشکوٰۃ صفحہ ۱۳۴ جلد دوم)

۶۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟ فرمایا اپنے وقت میں نماز، پھر عرض کیا پھر کونسا؟ فرمایا۔والدین سے اچھا سلوک کرنا۔پھر عرض کیا۔پھر کونسا؟ فرمایا۔اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔

(بخاری شریف)

۷۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ فرمایا تیری ماں۔پھر عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تیری ماں۔پھر عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تیری ماں۔پھر عرض کیا پھر کون؟ فرمایا تیرا باپ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۲ ج ۲)

۸۔اور یہی بزرگ روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی ناک خاک آلود ہو اس کی ناک خاک آلود ہو۔عرض کیا گیا یا رسول اللہ کون؟ فرمایا جو اپنے والدین میں سے ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے میں پائے پھر جنت میں داخل نہ ہو جائے۔رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۲ ج ۲)

یعنی ان کی خدمت نہ کی کہ جنت میں جاتا۔ (بہار شریعت ص ۱۶۷ ج ۱۶)

۹۔حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ ہے کہ مرد اپنے والدین کو گالی دے۔عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا کوئی اپنے والدین کو گالی دیتا ہے؟ فرمایا۔ہاں وہ کسی شخص کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے۔اور وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔رواہ البخاری ومسلم۔(مشکوٰۃ ص ۱۳۲ ج ۲) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنہوں نے عرب کا زمانہ جاہلیت دیکھا تھا ان کی سمجھ میں یہ نہ آیا کہ اپنے ماں باپ کو کوئی کیوں کر گالی دے گا۔یعنی یہ بات انسانی سمجھ سے باہر تھی حضور نے بتایا کہ مراد

دوسرے سے گالی دلواتا ہے اور اب وہ زمانہ آیا کہ بعض لوگ خود اپنے ماں باپ کو گالیاں دیتے ہیں اور کچھ لحاظ نہیں کرتے۔ (بہار شریعت ص ۱۶۸ ج ۱۶)

۱۰۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے قرآن کی تلاوت سنی اور کہا یہ کون ہے؟ فرشتوں نے کہا۔ یہ حارثہ بن نعمان ہیں۔ حضور نے فرمایا یہی حال ہے احسان کا یہی حال ہے احسان کا۔ حارثہ اپنی ماں کے ساتھ بھلائی کرتے تھے۔

(مشکوٰۃ ص ۱۳۳ ج ۲)

۱۱۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ والد جنت کا درمیانی دروازہ ہے اب تو چاہے تو اس دروازہ کی نگہداشت کرے یا اسے ضائع کر دے۔

(مشکوٰۃ ص ۱۳۳ ج ۲) (بہار شریعت ۱۶۹ ج ۱۶)

۱۲۔ حضرت ابو سعید الساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اچانک بنی سلمہ کا ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے والدین کا کوئی حق باقی ہے کہ میں ان دونوں کی وفات کے بعد اسے ادا کروں؟ فرمایا۔ ہاں۔ ان دونوں پر نماز جنازہ پڑھنا اور ان کے گناہوں کی معافی مانگنا اور ان کی وفات کے بعد ان کے عہد کو پورا کرنا اور اس رشتہ داری کو جوڑنا جو ان کے بغیر جوڑی نہیں جاتی تھی اور ان کے دوست کی عزت کرنا۔ رواہ ابوداؤد وابن ماجہ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۳ ج ۲)

۱۳ حضرت ابوامامہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ والدین کا ان کی اولاد پر کیا حق ہے؟ فرمایا وہ دونوں تیری جنت اور تیری دوزخ ہیں۔ رواہ (ابن ماجہ) (مشکوٰۃ ص ۱۳۳ ج ۲) یعنی ان کو راضی رکھنے سے جنت ملے گی اور ناراض رکھنے سے دوزخ کے مستحق ہوگے۔ (بہار شریعت ص ۱۶۹ ج ۱۶)

۱۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلاشبہ بندہ کے والدین یا ان میں ایک اس حال میں مرجاتے ہیں کہ وہ ان کی نافرمانی کرنے والا ہوتا ہے پھر وہ ان کے لئے دعا کرتا رہتا ہے اور ان کے گناہوں کی معافی مانگتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے والدین کے فرمانبرداروں میں لکھ دیتا ہے۔ رواہ البیہقی فی الشعب۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۳۴ جلد ۲)

۱۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ وہ والدین کا فرمانبردار ہے تو اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھل

جاتے ہیں اور اگر ان میں سے ایک ہے تو ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ وہ اپنے والدین کا نافرمان ہے تو اس کے لئے دوزخ کے دو دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور اگر ان میں سے ایک ہے تو ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا اگرچہ وہ دونوں ظلم کریں فرمایا اگرچہ وہ دونوں ظلم کریں اگرچہ وہ دونوں ظلم کریں۔ اگرچہ وہ دونوں ظلم کریں۔

(مشکوٰۃ ص۴۲۱ ج۲) (بہار شریعت ص۱۶۹ ج۱۶)

۱۶۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص میں تین باتیں ہوں اللہ تعالیٰ اس کی موت آسان کر دیتا ہے اور اسے جنت میں داخل کرتا ہے۔ کمزور پر نرمی کرنا، والدین پر شفقت کرنا، اور غلام سے اچھا سلوک کرنا۔ (مشکوٰۃ ص۲۲ ج۲)

۱۷۔ حضرت حسن بصری سے مرسلاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بر الوالدین یجزی عن الجھاد۔ والدین سے اچھا سلوک کرنا جہاد سے بے پرواہ بنا دیتا ہے۔

(جامع صغیر ص۱۲۵ ج۱)

۱۸۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بر الوالدین یزید فی العمر۔ والدین سے اچھا سلوک کرنا عمر میں زیادتی پیدا کرتا ہے۔

(جامع صغیر ص۱۲۵ ج۱)

۱۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بروا آباء کم تبر کم ابناآء کم وعفوا تعف نسآء کم۔ تم اپنے باپ دادا سے اچھا سلوک کرو تمہارے بیٹے پوتے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے اور تم عفت اختیار کرو تمہاری عورتیں عفت اختیار کریں گی۔ (جامع صغیر ص۱۲۵ ج۱)

۲۰۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من احزن والدیہ فقد عقھما۔ جس نے اپنے ماں باپ کو غمگین کیا اس نے ان کی نافرمانی کی۔

(جامع صغیر ص۱۶۰ ج۲)

ہم نے یہ بیس (۲۰) احادیث کریمہ یہاں تبرکاً نقل کی ہیں ورنہ اس بارہ میں اور بہت سی روایات موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ ان ارشاد عالیہ کو پڑھیں سمجھیں اور ان پر عمل کریں۔ آمین۔

اصحاب غار کا واقعہ

والدین کی خدمت اللہ تعالیٰ کی نظر میں کتنی پسندیدہ اور مقبول ہے۔ اس کا اندازہ اصحاب غار کے اس واقعہ سے ہوتا ہے جسے خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان فیض ترجمان سے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''تین شخص پیدل سفر کرنے لگے۔ اچانک بارش آگئی تو وہ ایک پہاڑ کی غار میں داخل ہوئے۔ ایک پتھر ان پر گرا (اور غار کا منہ بند ہو گیا تو) ان میں سے ایک نے کہا۔ ادعوا اللہ بافضل عمل عملتموہ. جو بہترین کام تم نے کیا اس کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو۔ ایک نے کہا اے میرے اللہ بلاشبہ میرے والدین بوڑھے عمر رسیدہ تھے۔ میں بکریاں چرانے کے لئے نکلا کرتا تھا۔ واپس آ کر بکریوں کو دوہتا تھا اور تازہ دودھ اپنے والدین کی خدمت میں پیش کرتا تھا۔ جب وہ اسے پی لیتے تھے تو بقایا دودھ میں اپنی بیوی اور بچوں کو پلایا کرتا تھا۔ ایک رات مجھے رکاوٹ پیش آئی تو میں جب دیر سے ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ سو گئے تھے۔

فکرھت ان اوقظھما والصبیۃ یتضاعون عند رجلی فلم یزل ذلک دابی ودابھما حتی طلع الفجر ۔ پھر میں نے ان کو جگانا پسند نہ کیا۔ درآں حالیکہ میرے بچے میرے قدموں سے رو رو کر لپٹتے تھے۔ میری یہ حالت اور ان کی یہ حالت باقی رہی یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

اللھم ان کنت تعلم انی فعلت ذلک ابتغآء وجھک فافرج عنا فرجۃ حتی نری منھا السمآء.

اے میرے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا جوئی کے لئے کیا ہے تو تو ہم سے اس پتھر کو اتنا ہٹا دے کہ ایک کشادگی پیدا ہو جائے جس سے ہم آسمان کو دیکھیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ففرج عنھم ۔ اس دعا پر اللہ تعالیٰ نے ایک کشادگی پیدا کر دی۔ (پھر باقی دو شخصوں نے اپنے اپنے اعمال کے وسیلہ سے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے نکلنے کا راستہ پیدا کر دیا۔ اور وہ نکل کر ہلاکت سے بچ گئے)۔ (صحیح البخاری جلد اول صفحہ ۲۹۴)

قابل غور ہے کہ والدین کی خدمت رضائے الٰہی کے لئے کی جائے تو اس کا عند اللہ تعالیٰ بہت بڑا مقام و

مرتبہ ہے۔ مصائب کے وقت اس قسم کے عمل کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے تو وہ ان کی دوری کا سبب بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنے والدین کی پرخلوص خدمت کی توفیق بخشے آمین۔

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

امام ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں علقمہ نامی ایک نوجوان تھا۔ وہ بیمار ہوا اور اس کی بیماری بڑھ گئی تو لوگوں نے اسے کہا۔ لاالہ الا اللہ کہو۔ مگر اس کی زبان کلمہ طیبہ پر نہ چل سکی۔ (اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ) اس بات کی خبر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تو آپ نے فرمایا کیا اس کے ماں باپ ہیں؟ عرض کیا گیا اس کا باپ فوت ہو گیا ہے اور اس کی بوڑھی ماں زندہ ہے۔ آپ نے اس کی طرف پیغام بھیجا تو وہ حاضر خدمت ہوئی۔ آپ نے اس سے علقمہ کا حال پوچھا تو اس نے عرض کیا یارسول اللہ یہ فلاں فلاں نماز پڑھتا تھا اور فلاں فلاں روزے رکھتا تھا اور اتنے اتنے درہموں کا صدقہ کرتا تھا۔ جن کے وزن اور گنتی کا ہمیں علم نہیں فرمایا تیرا اور اس کا معاملہ کیسا تھا؟ عرض کیا۔ یارسول اللہ میں اس سے رنجیدہ ہوں۔ فرمایا۔ کیوں؟ عرض کیا۔ یہ مجھ پر اپنی بیوی کو ترجیح دیتا تھا اور کاموں میں اس کی اطاعت کرتا تھا۔ فرمایا سخط امہ حجب لسانہ عن شھادۃ ان لاالہ الا اللہ. اس کی ماں کی ناراضگی نے اس کی زبان کو لاالہ الا اللہ کی شہادت سے روک دیا ہے۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جاؤ اور بہت سا ایندھن جمع کرو تاکہ اسے آگ میں جلاؤں۔ یہ سن کو وہ بولی یارسول اللہ میرا بیٹا اور میرے دل کا میوہ میرے روبرو آگ میں جلایا جائے گا۔ تو میرا دل اس بات کو کیسے برداشت کرے گا۔ فرمایا یسرک ان یغفر اللہ لہ فارضی عنہ فوالذی نفسی بیدہ لاینتفع بصلاتہ ولا بصومہ ولا بصدقتہ مادمت علیہ ساخطۃ۔ اگر تجھے یہ بات اچھی لگتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بخش دے تو تو اس سے راضی ہو جا کیونکہ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس کو اس کی نماز نفع نہ دے گی اور نہ روزہ اور نہ صدقہ جب تک تو اس سے ناراض ہے۔ یہ سن کر ماں نے ہاتھ اٹھائے اور کہا میں اللہ تعالیٰ کو آسمان میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کو اور جو لوگ حاضر ہیں ان سب کو اس بات پر گواہ بناتی ہوں کہ میں اس سے راضی ہو گئی ہوں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ اے بلال جاؤ دیکھو۔ کیا علقمہ لاالا الا اللہ کہتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی والدہ نے

رسول اللہ سے حیا کرتے ہوئے وہ بات کہی ہو جو اس کے دل میں نہ ہو۔ حضرت بلال گئے تو دیکھا کہ علقمہ لا الہ الا اللہ کہہ رہا ہے۔ اور وہ اسی دن فوت ہو گیا۔ اس کو غسل دیا گیا۔ کفنایا گیا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی قبر کے کنارے کھڑے ہو کر فرمایا۔ یا معشر المهاجرین من فضل زوجته علی امه فعلیه لعنة الله و لا یقبل منه صرف و لا عدل۔ اے مہاجرین کی جماعت جو شخص اپنی بیوی کو اپنی ماں پر ترجیح دے اس پر اللہ کی لعنت ہے اور اس کا کوئی فرض و نفل قبول نہیں کیا جائے گا۔ (نزہۃ الناظرین ص ۱۷۴)

والدہ کے ایک گستاخ کا واقعہ

حضرت عوام بن حوشب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک مرتبہ ایک قبیلہ کے پاس رات کو ٹھہرا اور اس قبیلہ کی بستی میں ایک قبرستان تھا۔ جب عصر کا وقت ہوا تو اس قبرستان میں ایک قبر پھٹی اور اس سے ایک شخص نکلا جس کا سر گدھے کے سر جیسا تھا اور اس کا جسم انسان کے جسم جیسا تھا۔ پھر وہ تین بار ہینگا اور اپنی قبر میں چلا گیا اور قبر بند ہو گئی اور وہاں ایک بوڑھیا سوت کات رہی تھی۔ میں نے ایک عورت سے پوچھا۔ بتایئے اس بوڑھیا کیا کیا حال ہے؟ اس نے کہا یہ اس شخص کی والدہ ہے۔ میں نے کہا قصہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ شخص شراب پیا کرتا تھا تو اس کی والدہ اسے کہتی تھی میرے بیٹے اللہ سے ڈرو۔ اور کب تک تم شراب پیو گے اس کے جواب میں یہ شخص کہتا تھا تو گدھے کی طرح ہینگتی ہے۔ اس شخص کی وفات عصر کے وقت ہوئی تو اس دن سے آج تک یہ شخص عصر کے وقت قبر سے نکلتا ہے تین مرتبہ ہینگتا ہے۔ پھر قبر میں چلا جاتا ہے۔ رواہ الاصبہانی۔ (نزہۃ الناظرین ص ۲۷) (نزہۃ المجالس ص ۱۹۹ جلد اول)

حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت

حضرت ابو یزید بسطامی فرماتے ہیں۔ میری والدہ نے مجھ سے پانی مانگا تو میں پانی لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ وہ سو گئی ہیں۔ پھر میں ان کی بیداری کے انتظار میں کھڑا رہا۔ پھر جب وہ جاگیں تو فرمایا پانی کہاں ہے؟ میں نے ان کو پانی کا کوزہ دیا۔ درآں حالیکہ شدت ٹھنڈک کی وجہ سے جو پانی میری انگلیوں پر پڑا تھا جم گیا تھا۔ پھر جب انہوں نے میرے ہاتھ سے کوزہ لیا تو میری انگلیوں کا چمڑہ اکھڑ گیا اور ان سے خون بہنے لگا۔ انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے ان کو قصہ بتایا تو انہوں نے میرے حق میں یہ دعا

فرمائی اللھم انی راضیۃ عنہ فارض عنہ۔اے اللہ میں اپنے اس بچے سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ والدہ کے تقویٰ کا یہ حال تھا کہ جب ابو یزیدان کے پیٹ میں تھے تو وہ کوئی مشکوک شئے نہیں کھاتی تھیں۔ (نزھۃ المجالس ص ۱۹۶ ج ا)

ایک اور ایمان افروز حکایت

امام عبدالرحمٰن صفوری لکھتے ہیں کہ ایک نیک شخص کی نیک والدہ تھی جب والدہ کی وفات کا وقت آپہنچا تو اس نے کہا اے میرے لخت جگر مجھے موت کے وقت غمگین نہ کرنا اور قبر میں مغموم نہ رکھنا۔ پھر جب وہ فوت ہو گئیں تو اس کے لڑکے نے اس کی قبر کی زیارت ہر جمعہ کو کرنی شروع کر دی وہ ہر جمعہ وہاں جاتا اور والدہ کے لئے اور اس کے آس پاس مدفون لوگوں کے لئے دعا کرتا۔ ایک رات اس نے اپنی والدہ کو خواب میں دیکھا اور اس سے اس کا حال پوچھا تو اس نے کہا موت کی سختی بہت سخت ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اچھی جگہ میں ہوں۔ میری قبر میں ریشمی بستر اا اور ریحان کے تکیے قیامت کے دن تک کے لئے ہیں۔ یا بنی لاتترک زیارتنا فی کل جمعۃ فانی افرح انا وجیرانی بزیارتک ودعآء ک۔ اے بچے تو ہر جمعہ کے دن میں ہماری زیارت کرنا نہ چھوڑ کیونکہ میں اور میرے پڑوسی تیری زیارت اور دعا سے خوش ہوتے ہیں۔ (نزھۃ المجالس جلد اول صفحہ ۲۰۵)

نماز برائے ادائیگی حقوق والدین

امام عبدالرحمٰن صفوری فرماتے ہیں۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص شب جمعہ مغرب اور عشاء کے درمیان دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں فاتحہ شریف کے بعد آیت الکرسی ایک بار سورہ اخلاص سورہ فلق اور سورہ والناس پانچ پانچ بار پڑھے۔ پھر جب فارغ ہو جائے تو پندرہ مرتبہ استغفار کا کلمہ پڑھے اور پندرہ مرتبہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے اور اس کا ثواب اپنے والدین کی روحوں کو بخشے تو اس کی طرف سے ان کے حقوق کی ادائیگی ہو جاتی ہے اور ان دو رکعت کا ثواب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (نزھۃ المجالس ص ۲۰۶ ج ا)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۴ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پندرھواں مقالہ

اسلام میں خاوند کے فرائض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد: اس مختصر مقالہ میں ہم نے ''اسلام میں خاوند کے فرائض'' پر بقدر کفایت روشنی ڈالی ہے تاکہ اسلامی معاشرہ میں پائی جانے والی خانگی منافرت کو دور کرنے کی ترغیب حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سعیٔ کو شرفِ مقبولیت بخشے اور ذریعۂ عمل بنائے آمین۔

اسلام میں نکاح کی اہمیت

نسل انسانی کے بقاء کے لئے ہر مذھب وملت کے انسانوں میں مناکحت کے طریقے رائج ہیں۔ اسلام نے اپنا مخصوص طریقہ وضع کر کے مسلمانوں کو مناکحت کی نہ صرف ترغیب دی بلکہ اس کا اجر وثواب اور فضیلت بھی بیان کی۔

(۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمٰی فانکحوا ماطاب لکم من النسآء مثنیٰ و ثلاث ورباع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ اوماملکت ایمانکم ذلک ادنیٰ الا تعلوا۔ اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں سے انصاف نہ کرو گے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر تم ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو۔ یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔ (پ۴۔ رکوع ۱۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مرد کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ایک عورت یا دو عورتوں یا تین عورتوں یا چار عورتوں سے بیک وقت نکاح کرے ہاں اگر متعدد بیویوں میں نفقہ اور باری میں انصاف نہ کر سکتا ہو تو پھر ایک ہی عورت سے نکاح کرے تاکہ آخرت کے وبال سے بچ جائے اور چار سے زائد عورتوں سے بیک وقت نکاح نہیں کر سکتا۔ امام علاء الدین خازن اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ واجمعت الامۃ علیٰ انہ لایجوز لاحد ان یزید علی اربع نسوۃ وان الزیادۃ علی اربع من خصائص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم التی لایشارکہ فیھا احد من الامۃ۔ امتِ مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ ایک وقت میں چار عورتوں سے زیادہ سے نکاح کرے۔ یہ بات (یعنی ایک وقت میں چار عورتوں سے زائد سے نکاح کرنا) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے اور

اس خصوصیت میں ان کی امت کا کوئی شخص آپ کا شریک نہیں۔ (تفسیر خازن جلد اول ص ۴۷۵)
پھر آگے فرماتے ہیں اس بات پر دلیل کہ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ ایک وقت میں چار سے زائد بیویاں رکھے قیس بن حارث رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب وہ مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں آٹھ بیویاں تھیں۔انہوں نے یہ بات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کی تو آپ نے فرمایا۔ اختر منھن اربعاً۔تو ان میں سے چار کو اختیار کرلے اخرجہ ابوداؤد اور اسی طرح غیلان بن سلمہ ثقفی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں انہیں بھی حکم ہوا کہ وہ ان میں سے چار بیویوں کو اختیار کرلیں اخرجہ الترمذی۔ (تفسیر خازن جلد اول ص ۴۷۵)

(۲) اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامآئکم ان یکونوا فقرآء یغنھم اللہ من فضلہ واللہ واسع علیم** ۔اور نکاح کردو اپنوں میں سے ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا۔اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ انہیں غنی کردے گا اپنے فضل کے سبب سے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ (پ ۱۸ ارکوع ۱۰)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر و احصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء** ۔اے جوانو! تم میں جو کوئی نکاح کی استطاعت رکھتا ہے وہ نکاح کرے کہ یہ اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے سے نگاہ کو زیادہ روکنے والا ہے اور شرمگاہ کی زیادہ حفاظت کرنے والا ہے اور جس میں نکاح کی استطاعت نہیں وہ روزے رکھے کہ روزہ قاطعِ شہوت ہے۔ رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی۔(مشکوٰۃ شریف کتاب النکاح، بہار شریعت حصہ ہفتم ص ۲)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **من احب فطرتی فلیستن بسنتی وان من سنتی النکاح** ۔جو شخص میری فطرت سے محبت رکھتا ہے اسے میری سنت اختیار کرنی چاہیے اور نکاح میری سنت سے ہے رواہ البیھقی۔(جامع صغیر ص ۱۶ ج ۲)

نیک عورت کے اوصاف

نکاح میاں بیوی میں پوری زندگی کا باہمی ربط اور تعلق پیدا کرتا ہے۔زندگی بھر کے باہمی ربط و تعلق کی بقاء

کے لئے عورت میں مخصوص اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ **تنکح المرأة لمالها ولحسبها ولجمالها ولدینها فاظفر بذات الدین تربت یداک**۔ عورت سے نکاح کیا جاتا ہے اس کے مال کی خاطر اور اس کی خاندانی وجاہت کی خاطر اور اس کی خوبصورتی کی خاطر اور اس کی دینداری کی خاطر تو تُو دیندار عورت پر کامیابی حاصل کر تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔ رواہ البخاری ومسلم عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ وصححہ السیوطی۔

(جامع صغیر ص ۱۳۲ ج ۱)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ **تزوجوا الولود الودود فانی مکاثر بکم**۔ تم بچے جننے والی محبت کرنے والی عورت سے نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔ رواہ ابوداؤد والنسائی عن معقل بن یسار رضی اللہ عنہ۔ (جامع صغیر ص ۱۳۰ ج ۱)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **علیکم بالابکار فانھن اعذب افواھاً وانتق ارحاماً واغر غرۃ وارضی بالیسیر**۔ تم پر کنواری عورتوں سے نکاح کرنا لازم ہے کیونکہ وہ زیادہ میٹھی زبان والی زیادہ بچے جننے والی زیادہ اچھے اخلاق والی اور تھوڑے نان نفقہ پر زیادہ راضی رہنے والی ہیں۔

(نزھۃ الناظرین ص ۱۴۴)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ **لاتنکحوا القرابۃ القریبۃ فان الولد یخلق ضاویاً**۔ تم اپنی بہت نزدیکی قرابت والی عورت سے نکاح نہ کرو کیونکہ اولاد کمزور پیدا ہوگی۔

(نزھۃ الناظرین ص ۱۴۴)

خاوند کے فرائض

جب شرعی طریقہ سے نکاح صحیح ہو جائے تو مرد پر عورت کے حقوق لازم ہو جاتے ہیں اور انہیں ادا کرنا مرد کے فرائض میں شامل ہے۔ مرد پر سب سے پہلا فرض یہ عائد ہوتا ہے کہ وہ نکاح کے اندر مقرر کردہ مہر عورت کو ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **واتوا النساء صدقاتھن نحلۃ فان طبن لکم عن شئی منہ نفساً فکلوہ ھنیئا مریئاً**۔ اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ اپنے دل کی خوشی

سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے دیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا۔ (پ ۴ رکوع ۱۲)

نان نفقہ

مرد پر دوسرا فرض یہ عائد ہوتا ہے کہ وہ بیوی کو نان نفقہ ادا کرے اور نفقہ سے مراد کھانا کپڑا رہنے کا مکان ہے۔ (بہار شریعت ص ۱۴۸ ج ۸)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **لینفق ذو سعة من سعته ومن قدر علیه رزقه فلینفق مما اتاه الله لا یکلف الله نفساً الا ما اتاها سیجعل الله بعد عسر یسراً** ۔ مالدار شخص اپنی وسعت کے لائق خرچ کرے اور جس کی روزی تنگ ہے وہ اس میں سے خرچ کرے جو اسے خدا نے دیا۔ اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اتنی ہی جتنی اسے طاقت دی ہے۔ قریب ہے کہ اللہ تختی کے بعد آسانی پیدا کردے۔

(پ ۲۸ رکوع ۱۷)

حضرت حکیم بن معاویہ قشیری اپنے باپ (معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا یا **رسول الله ماحق زوجة احدنا علیه** ۔ یارسول اللہ ہم میں سے کسی ایک شخص پر اس کی بیوی کا کیا حق لازم ہے؟ فرمایا **ان تطعمها اذا طعمت وتکسوها اذا اکتسیت ولا تضرب الوجه ولا تقبح ولا تهجر الا فی البیت** . یہ کہ جب تو خود کھائے تو اسے کھلائے اور جب تو خود پہنے تو اسے پہنائے اور اس کے چہرہ پر نہ مارے اور اسے برا بھلا نہ کہے اور اسے الگ نہ چھوڑے مگر گھر میں۔

رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ۔ (مشکوۃ شریف جلد دوم ص ۱۴) (اشعۃ ص ۱۵۵ ج ۳)

کھانے کے اخراجات

مسئلہ۔ جس عورت سے نکاح صحیح ہوا اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے۔ عورت مسلمان ہو یا کافرہ آزاد ہو یا مکاتبہ محتاج ہو یا مالدار دخول ہوا ہو یا نہیں بالغہ ہو یا نابالغہ مگر نابالغہ میں شرط یہ ہے کہ جماع کی طاقت رکھتی ہو یا مشتہاۃ ہو اور شوہر کی جانب کوئی شرط نہیں بلکہ صغیر السن ہو تو بھی اس پر نفقہ واجب ہے۔ اس کے مال سے دیا جائے گا۔ شوہر عنین ہے یا اس کا عضو تناسل کٹا ہوا ہے یا مریض ہے کہ جماع کی طاقت نہیں رکھتا یا حج کو گیا ہے جب بھی نفقہ واجب ہے۔ (بہار شریعت جلد ہشتم ص ۱۴۸)

جائے سکونت

مرد پر تیسرا فرض یہ ہے کہ وہ بیوی کو جائے سکونت دے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم۔ عورتوں کو وہاں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو اپنی طاقت بھر۔ (پ ۲۸ رکوع ۱۷)

(مسئلہ) نفقہ کا تیسرا جز سکنی ہے یعنی رہنے کا مکان۔ شوہر جو مکان عورت کو رہنے کے لئے دے وہ خالی ہو یعنی شوہر کے متعلقین وہاں نہ رہیں ہاں اگر شوہر کا اتنا چھوٹا بچہ ہو کہ جماع سے آگاہ نہیں تو وہ مانع نہیں۔ اور اگر اس مکان میں شوہر کے متعلقین رہتے ہوں اور عورت نے اسی کو اختیار کیا کہ سب کے ساتھ رہے تو شوہر کے متعلقین سے خالی ہونے کی شرط نہیں ہے۔ (بہار شریعت حصہ ہشتم ص ۱۵۹)

پہننے کے کپڑے

مرد پر چوتھا فرض یہ عائد ہوتا ہے کہ وہ بیوی کو پہننے کے کپڑے دے۔ جیسا کہ حضرت حکیم بن معاویہ قشیری کی حدیث میں گزرا ہے۔ اور رسول اللہ فرماتے ہیں۔ وحقھن علیکم ان تحسنوا الیھن فی کسوتھن و طعامھن۔ تم پر عورتوں کا یہ حق ہے کہ تم انہیں اچھا پہناؤ اور اچھا کھلاؤ۔

(نزھۃ الناظرین ص ۱۴۷)

مسئلہ:۔ مرد پر واجب ہے کہ وہ عورت کو سال میں دو جوڑے کپڑے دے۔ ہر ششماہی پر ایک جوڑا۔ جب ایک جوڑا کپڑا دے دیا تو جب تک مدت پوری نہ ہو دوسرا جوڑا دینا اس پر واجب نہیں اور اگر مدت کے اندر پھاڑ ڈالا اور عادۃً جس طرح پہنا جاتا ہے اس طرح پہنتی تو نہ پھٹتا تو دوسرے کپڑے اس ششماہی میں واجب نہیں ورنہ واجب ہیں اور اگر مدت پوری ہو گئی اور جوڑا باقی ہے تو اگر پہنا ہی نہیں یا کبھی اس کو پہنتی ہے اور کبھی دوسرے کپڑے کو اس وجہ سے باقی ہے تو اب دوسرا جوڑا دینا واجب ہے اور اگر یہ وجہ نہیں بلکہ کپڑا مضبوط تھا اس وجہ سے نہیں پھٹا تو دوسرا جوڑا واجب نہیں۔ (جوہرہ)

(بہار شریعت حصہ ہشتم ص ۱۵۴)

گھر پر حاکمیت

خاوند پر پانچواں فرض یہ ہے کہ وہ گھر میں بحیثیت حکمران کے رہے اور اہل و عیال پر اس کا حکم چلے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ الرجال قوامون علی النسآء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا من اموالھم ۔ مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لئے کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے۔ (پ ۵ رکوع ۳)

اِس سے معلوم ہوا کہ بیوی اور شوہر کے حقوق برابر نہیں ہیں مرد کے حقوق زیادہ ہیں۔ اور یہ عین انصاف بھی ہے کیونکہ مرد پر عورت کا خرچہ اور مہر واجب ہیں۔ جبکہ عورت پر مرد کے لئے کوئی مال واجب نہیں ہے ولہذا مرد کا رتبہ زیادہ ہونا چاہیے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام میں مرد عورت سے افضل ہے اسی لئے نبوت امامت قضاء آذان اور خطبہ وغیرہ مردوں کے لئے مخصوص ہیں عورتوں کے لئے نہیں کیونکہ عورت پر پردہ فرض ہے اور وہ یہ کام پردہ میں رہ کر نہیں کر سکتی۔ نیز نسائی عوارض مثلاً حیض نفاس وغیرہ بھی ان کاموں میں حارج ہیں۔ (نور العرفان ص ۱۳۱)

اور تفسیر ابن کثیر میں قواموں کی تفسیر میں فرمایا ای الرجل قیم علی المرأۃ ای ھو رئیسھا وکبیرھا والحاکم علیھا و مؤدبھا اذا اعوجت ۔ یعنی عورتوں پر مردوں کے افسر ہونے کا یہ معنی ہے کہ وہ عورتوں پر افسر اور بڑے اور حاکم ہوتے ہیں اور اگر عورتیں ٹیڑھی چلیں تو انہیں سیدھا کرتے ہیں۔

(ابن کثیر ص ۴۹۱ ج ۱)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ فالامام راع وھو مسئول عن رعیتہ والرجل راع فی اھلہ وھو مسئول عن رعیتہ والمرأۃ راعیۃ فی بیت زوجھا وھی مسئولۃ عن رعیتھا. تم میں سے ہر ایک شخص چرواہا ہے اور تم میں سے ہر ایک شخص سے اس کی رعیت کے بارہ میں پوچھا جائے گا سو امام چرواہا ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارہ میں پوچھا جائے گا اور مرد اپنے اہل پر چرواہا ہے اس سے اس کی رعیت کے بارہ میں پوچھا جائے گا اور عورت اپنے خاوند کے گھر میں چرواہا ہے اور وہ اپنی رعیت کے بارہ میں پوچھی جائے گی۔

رواہ احمد وصححہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۹۵ ج ۲)

گھر والوں کی اصلاح

خاوند پر چھٹا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کی اصلاح میں کوشاں رہے۔انہیں اسلامی آداب سکھائے اوران کا پابند بنائے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔یایھا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم ناراً وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملآئکۃ غلاظ شداد لایعصون اللہ مآ امرھم و یفعلون ما یؤمرون۔اے ایمان والو اپنی جانوں اوراپنے گھر والوں کواس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔اس پر سخت کرے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

(پ ۲۸ رکوع ۱۷)

اس کی تفسیر میں مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں یعنی اپنی جانوں اوراپنے گھر والوں کواس آگ سے بچاؤ اس طرح سے کہ خود بھی نیک رہواوراپنے بیوی بچوں کو بھی نیک بننے کی ہدایت کرو۔(نورالعرفان ص ۸۹۵)

اوراللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔والاتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلاً۔اورجن عورتوں کی نافرمانی کاتمہیں اندیشہ ہوتو انہیں سمجھاؤ اوران سے الگ سوؤ اورانہیں مارو پھراگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں توان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو۔ (پ ۵ رکوع ۳)

اوررسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔مانحل الوالد ولدہ من نحلۃ افضل من ادب حسن۔والد نے اپنی اولاد کواچھے ادب کاتحفہ دینے سے زیادہ کوئی بہتر تحفہ نہیں دیا۔

(نزھۃ الناظرین ص ۱۷۶)

اورآپ فرماتے ہیں مروا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین واضربوھم علی ترکھا وھم ابناء عشر سنین۔اپنی اولاد کونماز کاحکم کروجب وہ سات برس کی ہوجائے اورانہیں نماز کے ترک پر مارو جب وہ دس برس کی ہوجائے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۷۶)

حسن معاشرت

خاوند کا ستواں فرض یہ ہے کہ وہ اپنے گھر والوں سے اچھا رہن سہن رکھے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسٰی ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیرا۔ اور عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو۔ اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔ (پ۴۔ رکوع ۱۴)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اکمل المؤمنین ایمانا احسنھم خلقاً وخیارکم خیارکم لنسآءھم۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۴۷)

کامل ترین ایمان والے وہ ہیں جو تم میں زیادہ اچھے اخلاق والے ہیں اور تم میں بہترین وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے حق میں بہترین ہیں۔

مباشرت

خاوند پر آٹھواں فرض یہ ہے کہ وہ بیوی سے ہم بستری کرے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے نسآء کم حرث لکم فاتوا حرثکم انّٰی شئتم وقدموا لانفسکم واتقوا اللہ واعلموا انکم ملاقوہ وبشر المؤمنین۔ تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں تو آؤ اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو اور اپنے بھلے کا کام پہلے کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے۔ اور اے محبوب بشارت دے ایمان والوں کو۔ (پ۲۔ رکوع ۱۲)

باری مقرر کرنا

خاوند پر نواں فرض یہ ہے کہ اگر اس کی متعدد بیویاں ہوں تو وہ ان میں باری مقرر کر دے۔ صرف ایک ہی بیوی کے پاس رہنا اور دوسری کو بھول جانا شرعاً سخت مذموم ہے۔ وفی الحدیث من لم یعدل بین نسآءہ جآء یوم القیامۃ وشقہ ساقط۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اپنی بیویوں میں انصاف نہ کرے وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے جسم کا ایک حصہ گرا ہوا ہوگا۔

(صاوی ص ۱۷۸ ج ۱)

خانگی ناچاقی کے اسباب

حضرت مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ آج کل کی خانگی ناچاقی کے اسباب کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ "آج کل عام شکایت ہے کہ زن وشوہر میں نا اتفاقی ہے۔ مرد کو عورت کی شکایت ہے تو عورت کو مرد کی۔ ہر ایک دوسرے کے لئے بلائے جان بنا ہوا ہے۔ اور جب اتفاق نہ ہو تو زندگی تلخ اور نتائج نہایت خراب ہوں گے۔ آپس کی ناچاقی علاوہ دنیا کی خرابی کے دین کو بھی برباد کرنے والی ہوتی ہے۔ اور اس نا اتفاقی کا اثرِ بد انہیں تک محدود نہیں رہتا بلکہ ان کی اولاد پر بھی اثر پڑتا ہے اور اولاد کے دل میں نہ باپ کا ادب رہتا ہے اور نہ ماں کی عزت ہوتی ہے۔

اس نا اتفاقی کا بڑا سبب یہ ہے کہ طرفین میں ہر ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ نہیں رکھتا اور باہم رواداری سے کام نہیں لیتا۔ مرد چاہتا ہے کہ عورت کو باندی سے بدتر کر کے رکھے اور عورت چاہتی ہے کہ مرد میرا غلام ہو کر رہے۔ جو میں چاہوں وہ ہو چاہے کچھ بھی ہو جائے مگر بات میں فرق نہ آئے۔ جب خیالات فاسدہ طرفین میں پیدا ہوں گے تو کیونکر نبھ سکے گی۔ دن رات کی لڑائی اور ہر ایک کے اخلاق و عادات میں برائی اور گھر کی بربادی اسی کا نتیجہ ہوگا۔ قرآن مجید میں جس طرح یہ حکم آیا کہ الرجال قوامون علی النسآء جس سے مردوں کی بڑائی ظاہر ہوتی ہے اسی طرح یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ وعاشروھن بالمعروف جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ عورتوں کے ساتھ اچھا رہن سہن کرو۔

(بہار شریعت ص ۸۹ ج ۷)

الحمدللہ یہاں تک ہم نے جو کچھ عرض کیا ہے اس سے خاوند کے فرائض پر بقدر کفایت روشنی پڑ گئی ہے اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں کو اپنے ان فرائض کی ادائیگی کی توفیق بخشے تاکہ اسلامی معاشرہ میں سکون اور چین کی فضاء قائم ہو اور گھر اجڑنے اور برباد ہونے سے محفوظ رہیں۔ اپنے گھر کو مرد ہی آباد رکھنے کا خیال رکھے گا تو وہ آباد رہے گا اور اس میں اس کا دارین کا فائدہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے توفیقِ عمل کی دعا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۳ رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سولہواں مقالہ

اسلام میں بیوی کے فرائض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد: اس مختصر مقالہ میں ہم نے ''اسلام میں بیوی کے فرائض'' پر بقدر کفایت روشنی ڈالی ہے اللہ تعالیٰ اسے ذریعۂ ہدایت بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

اسلام سے پہلے صنفِ نازک کی بدحالی

اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں ملکِ عرب میں عموماً بچیوں کو قابلِ نفرت شئے سمجھا جاتا تھا اسی وجہ سے جب کسی شخص کے گھر میں بچی پیدا ہوتی تو وہ مارے شرم کے منہ چھپاتا پھرتا اور اس بلائے جان سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے وہ اسے زندہ درگور کر دیتا تھا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ام اتخذ مما یخلق بنات واصفاکم بالبنین واذا بشر احدھم بما ضرب للرحمن مثلاً ظل وجھہٗ مسوداً وھو کظیم۔ کیا اس نے اپنے لئے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں لیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ خاص کیا اور جب ان میں سے کسی کو خبر دی جائے اس چیز کی جس کا وصف رحمٰن کے لئے بتا چکا ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہے اور غم کھایا کرے۔ (پ۲۵۔ ج۸)

اور دوسرے مقام پر فرمایا۔ ویجعلون للہ البنات سبحانہٗ ولھم مایشتھون واذابشّر احدھم بالانثیٰ ظل وجھہٗ مسوداً وھو کظیم یتواریٰ من القوم من سوٓءِ مابشربہ ایمسکہٗ علی ھون ام یدسہٗ فی التراب الاساء مایحکمون ۔ اور وہ اللہ کے لئے بیٹیاں ٹھہراتے ہیں پاکی ہے اس کو اور اپنے لئے جو اپنا جی چاہتا ہے اور جب ان میں کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی جاتی ہے تو دن بھر اس کا منہ کالا رہتا ہے اور وہ غصہ کھاتا ہے۔ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس خبر کی برائی کے سبب سے۔ کیا اسے ذلت کے ساتھ رکھے گا یا اسے مٹی میں دبا دے گا۔ ارے بہت ہی برا حکم لگاتے ہیں۔ (پ۱۴ رکوع ۱۳)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب والے اس کا مذاق اڑاتے تھے جس کے گھر لڑکی پیدا ہوتی تھی کیونکہ وہ لڑکی کو جانور سے بھی بدتر جانتے تھے۔ اونٹنی کے ہاں مادہ پیدا ہوتی تو کچھ طعن نہ کرتے لیکن عورت کے لڑکی پیدا ہوتی تو رنج وغم طعن وتشنیع کرتے تھے۔ مضر، خزاعہ اور تمیم کے قبائل لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ (نور العرفان)

اسلام نے لڑکی کو نعمت قرار دیا

ایسے حالات میں بانی اسلام صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو آپ کے دینِ اسلام نے لڑکی کو نعمت قرار دیا۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا حرام ٹھہرایا اور اس قبیح فعل کو قیامت کے دن باز پرس کے قابل بتایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ واذا الموؤدة سئلت بای ذنب قتلت۔ اور جب زندہ دبائی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس خطا پر ماری گئی؟۔ (پ۳۰۔ رکوع ۶)

یعنی کفار عرب کی وہ ننھی بچیاں جنہیں لوگ فقر و فاقہ یا عار کے لئے زندہ دفن کر دیتے تھے ان سے سوال ہوگا کہ تمہیں کس قصور میں تمہارے ماں باپ نے قتل کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب حمل میں جان آجائے تو اسے گرانا حرام ہے کہ یہ جان کا قتل ہے۔ (نور العرفان)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لاتکرھوا البنات فانھن المؤنسات الغالیات۔ بچیوں سے نفرت نہ کرو کیونکہ وہ انس بخشنے والی متاع عزیز ہیں۔ رواہ احمد والطبرانی عن عقبۃ بن عامر وضعفہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص۲۰۲ ج ۲)

اور ارشاد فرمایا۔ ان اللہ تعالیٰ حرم علیکم عقوق الامھات ووأد البنات ومنع وھات وکرہ لکم قیل وقال وکثرۃ السوال واضاعۃ المال۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ کام حرام کیے ہیں ماؤں کو رنج پہنچانا، بچیوں کو زندہ دفنانا، بخل کرنا، دست سوال دراز کرنا اور یہ کام مکروہ قرار دیئے ہیں بے فائدہ گفتگو کرنا، سوال میں کثرت کرنا اور مال کو ضائع کرنا۔ رواہ البخاری ومسلم عن المغیرۃ بن شعبۃ وصححہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص۶۹ ج اول) (مشکوٰۃ جلد دوم ص۱۳۲)

صرف یہی نہیں کہ اسلام نے بچیوں کو نفرت سے دیکھنے اور انہیں زندہ درگور کرنے سے روکا بلکہ ان کی پرورش کو ثواب و اجر کا کام بتا کر دختر پروری کا جذبہ دلوں میں پیدا کیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الا ادلکم علی افضل الصدقۃ ابنتک مردودۃ الیک لیس لھا کاسب غیرک۔ کیا میں تمہیں بہترین صدقہ نہ بتاؤں؟ تیری وہ بیٹی ہے جو تجھ پر لوٹائی گئی اور تیرے سوا اس کا کمانے والا کوئی اور شخص نہیں۔ (مشکوٰۃ ص۱۳۷ ج ۲)

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت اپنی دو بچیاں لے کر میرے پاس

آئی اور مجھ سے کچھ مانگا۔ اس وقت میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا تو میں نے وہی کھجور اسے دے دی۔ اس نے اس کھجور کے دو حصے کیے اور وہ دونوں بچیوں میں تقسیم کر دیئے۔ اور چلی گئی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے ان سے یہ واقعہ بیان کیا فرمایا۔ من ابتلی من هذه البنات بشئی فاحسن الیهن کن له ستراً من النار. جس کو لڑکیوں میں سے کسی شئے کے ساتھ آزمائش میں ڈالا گیا اور اس نے ان سے احسان کیا تو وہ اس کے لئے دوزخ سے پردہ ہوں گی۔ رواہ احمد والبخاری ومسلم والنسائی وصححہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۵۹ ج ۲) (مشکوٰۃ ص ۴۲۱ ج ۲)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری روایت میں ہے کہ ایک مسکین عورت اپنی دو بچیوں کو لے کر میرے پاس آئی۔ میں نے اسے تین کھجوریں دیں۔ اس نے ایک ایک کھجور بچیوں کو دے دی اور تیسری کھجور اپنے منہ تک کھانے کے لئے لے گئی تو بچیوں نے اس سے وہ کھجور بھی مانگی۔ اس نے اس کھجور کے دو حصے کیے اور ان دونوں کو دے دیئے اور خود کچھ نہ کھایا۔ میں نے جب یہ واقعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جنت واجب کر دی ہے اور اسے دوزخ سے آزاد کر دیا ہے۔ رواہ احمد

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔ ''علماء امت کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ بچیوں میں مبتلاء کیے جانے کا یہ جو ثواب بیان ہوا آیا یہ صرف بچیوں کے ہونے سے مل جاتا ہے یا ان کی پرورش میں جو محنت، ایذاء اور صبر پایا جاتا ہے اس پر ملتا ہے۔ ظاہر پہلا قول ہے۔ اور اس بارہ میں بھی اختلاف ہے کہ آیا یہ ثواب بچیوں کے نفقہ واجبہ پر ملتا ہے یا اس نفقہ پر زیادتی کرنے پر ظاہر دوسرا قول ہے۔ اور بچیوں سے احسان میں شرط یہ ہے کہ موافق شرع ہو اور ان کے فوت ہو جانے یا شادی کے بعد جدا ہو جانے تک دائمی ہو۔ (اشعۃ اللمعات)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ''من عال جاریتین حتّٰی تبلغا جاء یوم القیامة انا وهو هکذا وضم اصابعهٗ جس کی پرورش میں دو بچیاں بلوغت تک رہیں وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ میں اور وہ پاس پاس ہوں گے اور آپ نے اپنی دو انگلیاں ملا کر فرمایا اس طرح۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ فی الشفقة علی الخلق ص ۴۲۱ ج ۲)

اور آپ فرماتے ہیں۔ ''من کانت لهٗ انثیٰ فلم یئدها ولم یهنها ولم یؤثر ولده علیها ادخله الله الجنة جس کی لڑکی ہو اور وہ اسے زندہ در گور نہ کرے اور نہ اس کی توہین کرے اور نہ اس پر بیٹوں کو ترجیح

دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ رواہ ابوداؤد۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۴۳۶)

اور آپ فرماتے ہیں۔ ''جس نے تین بچیوں کی پرورش کی پھر انہیں ادب سکھایا اور ان کو بیاہ دیا پھر ان سے اچھا سلوک کیا تو اس کے لئے جنت ہے۔ (مشکوٰۃ)

اور آپ فرماتے ہیں۔ ''کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ بہترین صدقہ کیا ہے۔ پھر فرمایا وہ اپنی اس بیٹی پر صدقہ کرنا ہے جو تمہاری طرف واپس ہوئی یعنی اس کا شوہر مر گیا یا اس نے طلاق دے دی اور وہ باپ کے ہاں چلی آئی تمہارے سوا اس کا کمانے والا کوئی نہیں۔ رواہ ابن ماجہ۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۴۳۷)

اور آپ فرماتے ہیں۔ ''اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتا ہے کہ تم اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو یہاں تک کہ بوسہ لینے میں''۔ (بہار شریعت)

اور آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ ''ومن عال ثلاث بنات اومثلھن من الاخوات فادبھن ورحمھن حتی یغنیھن اللہ اوجب اللہ لہٗ الجنۃ۔ جو شخص تین بچیاں یا بہنیں پالے اور انہیں ادب سکھائے اور ان پر مہربان رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں بے پرواہ کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت واجب فرما دیتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ۔ دو بچیاں یا دو بہنیں پالنے کے بارہ میں کیا حکم ہے؟ فرمایا دو بچیاں پالنے کا بھی یہی اجر ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص آپ سے ایک بچی کے بارہ میں دریافت کرتا تو آپ یہی جواب ارشاد فرما دیتے۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۴۳۶)

آج کل کی مغربی تہذیب کی دلدادہ پڑھی لکھی خواتین کے لئے غور و فکر کا مقام ہے کہ اسلام نے بچیوں کی تربیت پر کتنا زور دیا ہے اور اس کی ترغیب کس درجہ کی ہے۔ اسلام کا یہ احسان عظیم ماننے اور یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے آمین۔

اسوہ حسنہ

صرف یہی نہیں کہ اسلام نے دختر پروری کو عبادت کا درجہ دیا اور اس پر عظیم اجر و ثواب ملنے کی بشارتیں سنائیں بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے چار بچیاں عنایت کیں تو آپ نے جس محبت و الفت کے ساتھ ان کی تربیت فرمائی اور جس حسن سلوک کے ساتھ ان کے ساتھ زندگی گزاری وہ امت مسلمہ ہی کے لئے نہیں بلکہ تمام نوع بنی آدم کے لئے اسوۂ حسنہ اور مینارۂ ہدایت کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ اپنی بیٹی

فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اپنی سب اولاد سے زیادہ محبت رکھتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا۔ یا رسول اللہ آپ کو اپنے گھر والوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا فاطمہ بنت محمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا و صلے اللہ علیہ وسلم)

(مشکوۃ ص ۲۵۷ ج ۲)

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہی بات پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ پھر پوچھا گیا مردوں میں سے کون؟ فرمایا ان کے خاوند یعنی علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ۔ رواہ الترمذی۔ (مشکوۃ شریف مناقب اہل بیت جلد دوم ص ۲۵۵)

اور خود نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ فاطمة بضعة منی فمن اغضبها اغضبنی۔ فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جو اسے ناراض کرے گا وہ مجھے ناراض کرے گا اور دوسری روایت میں ہے یریبنی ماارابها ویؤذینی ماآذاها۔ جو چیز اسے ناراض کرتی ہے وہ مجھے ناراض کرتی ہے اور جو چیز اسے اذیت دیتی ہے وہ مجھے اذیت دیتی ہے۔ متفق علیہ۔ (مشکوۃ شریف جلد دوم ص ۲۵۴)

صرف یہی نہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیوں کی تربیت پیار اور محبت سے کی بلکہ آپ کو اپنی نواسیوں سے بھی اعلیٰ درجہ کی محبت تھی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب کی ایک بیٹی امامہ نام کی تھیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے کندھے پر بٹھا کر نماز ادا فرمائی۔ جب آپ سجدہ میں جاتے تو انہیں اتار دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو انہیں کندھے پر اٹھا لیتے۔

(بخاری شریف)

حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کی اسی زبانی و عملی تعلیم کے نتیجہ میں امت مسلمہ میں حضرت عائشہ، حضرت فاطمہ، حضرت حفصہ اور حضرت رابعہ بصری جیسی عظیم الشان خواتین پیدا ہوئیں اور ان شاء اللہ العزیز تا قیامت اعلیٰ اوصاف والی خواتین جنم لیتی رہیں گی۔

عورت کے چار مقام

عورت جب پیدا ہوتی ہے تو وہ والدین کی بیٹی اور بہن بھائیوں کی بہن ہوتی ہے۔ جب شادی شدہ ہو جاتی ہے تو وہ خاوند کی بیوی ہوتی ہے اور جب اولاد جنتی ہے تو وہ اولاد کی ماں کا مقام حاصل کرتی ہے۔ اسلام

نے ان چاروں مقامات میں عورت کو اکرام و اعزاز سے نوازا ہے۔ اور اس کے لئے بڑے لوگوں پر شفقت اور چھوٹوں پر ادب و احترام لازم کیا ہے۔ اہل فہم و دانش خواتین کو اسلام کا یہ احسانِ عظیم بھی ماننا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

اسلام نے عورت پر مرد کو درجہ دیا ہے

اگرچہ اسلام نے عورت پر بے حد احسانات کیے ہیں اور اسے اسلامی معاشرہ میں معزز مقامات عطا کیے ہیں۔ لیکن اس نے مرد کو عورت پر درجہ دیا ہے مردوں کو عورتوں پر افسر مقرر کیا ہے۔ اور مردوں پر ان کا نان و نفقہ و سکنٰی لازم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجة واللہ عزیز حکیم** ۔ اور عورتوں کا حق بھی ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے موافق اور مردوں کو ان پر فضیلت ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (پ۲ رکوع ۱۲)

اور فرماتا ہے۔ **الرجال قوامون علی النسآء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا من اموالھم** ۔ مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لئے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے۔ (پ۵ رکوع ۳)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ عورت پر مرد کا حق خدمت ہے اور مرد پر عورت کا حق پرورش جو شخص یہ کہتا ہے کہ شوہر اور بیوی کے حقوق برابر ہیں جھوٹا ہے۔ مرد عورت سے افضل ہے اور اس کے حقوق زیادہ ہیں کیونکہ عورت کا خرچہ اور مہر مرد پر واجب ہیں اور عورت پر مرد کا کوئی مال لازم نہیں۔ (نور العرفان ص ۵۶)

مرد کے حقوق کی عظمت

عورت پر مرد کے کتنے حقوق فرض ہیں۔ یہ بات سمجھنے کے لئے درج ذیل احادیث مبارکہ پڑھیں۔

(۱) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ **لو کنت امراً احداً ان یسجد لاحد لامرت المراة ان تسجد لزوجھا** ۔ اگر میں کسی شخص کو حکم دیتا کہ وہ کسی شخص کو سجدہ کرے تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ رواہ الترمذی عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ۔

(مشکوٰۃ باب النکاح فی عشرۃ النسآء جلد دوم ص ۱۳)

اور دوسری روایت میں فرمایا۔ **لو کنت امراً احداً ان یسجد لاحد لامرت النسآء ان**

یسجدن لازواجھن لما جعل اللہ لھم علیھن من حق ۔اگر میں کسی شخص کو حکم دیتا کہ وہ کسی شخص کو سجدہ کرے تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں۔اس حق کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر ان کے خاوندوں کا واجب کیا ہے۔رواہ ابوداؤ عن قیس بن سعد۔ (مشکوٰۃ ص ۱۴ ج ۲)

خاوند کی اطاعت

بیوی کا سب سے اہم اور بنیادی فرض خاوند کے گھر میں رہنا اور اس کے ہر جائز حکم کی تعمیل کرنا ہے۔امام غزالی فرماتے ہیں۔ وعلی المرأۃ طاعتہ فی جمیع الاحوال والشفقۃ علی احوالہ وامرالہ والرفق باقاربہ۔عورت پر جملہ حالات میں خاوند کی اطاعت کرنا۔خاوند کے حالات اور اموال سے ہمدردی برتنا اور خاوند کے رشتہ داروں سے نرمی اختیار کرنا ہے۔ (مختصر احیاء العلوم ص ۱۰۲)

عورت خاوند کے گھر کی ملکہ ہوتی ہے

اسلام کی عورت پر نوازشات کی کیا حد کہ اس نے اسے اپنے خاوند کے گھر میں ملکہ کی حیثیت دے دی ہے۔ خاوند کے گھر کی ہر چیز اس کی حفاظت میں ہوتی ہے۔وہ ہر جائز تصرف کا حق رکھتی ہے۔رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ والمرأۃ راعیۃ علی بیت زوجھا وولدہ وھی مسئولۃ عنھم۔ اور عورت اپنے خاوند کے گھر پر اور اس کی اولاد پر ملکہ ہے اور وہ اس بارہ میں پوچھی جائے گی۔رواہ البخاری ومسلم عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۴۸)

خاوند کے مال میں خیانت

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اول من یختصم یوم القیامۃ الرجل وامرأتہ واللہ مایتکلم لسانھا ولکن یداھا ورجلاھا لیشھدان علیھا بما کانت تعیب لزوجھا ۔قیامت کے روز سب سے پہلے جو جھگڑا کریں گے وہ مرد اور اس کی بیوی ہوں گے۔خدا کی قسم۔بیوی کی زبان نہیں بولے گی بلکہ اس کے ہاتھ اور پاؤں ان باتوں کی گواہی دیں گے جن کے ساتھ وہ اپنے خاوند کے عیب بیان کرتی تھی۔ ویشھد یداہ ورجلاہ بما کان تسولھا ۔اور خاوند کے دونوں ہاتھ اور پیر ان باتوں کی گواہی دیں گے جو وہ اپنی بیوی کے متعلق اختیار

کرتا تھا۔ (البدور السافرہ ص ۱۶۶)

عورت کے اوصاف

نکاح میاں بیوی میں پوری زندگی کا باہمی ربط اور تعلق پیدا کرتا ہے۔ زندگی بھر کے باہمی ربط و تعلق کی بقاء کے لئے عورت میں مخصوص اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ تنکح المرأة لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك ۔عورت سے نکاح کیا جاتا ہے اس کے مال کی خاطر اور اس کی خاندانی وجاہت کی خاطر اور اس کی خوبصورتی کی خاطر اور اس کی دینداری کی خاطر تو تو دیندار عورت پر کامیابی حاصل کر تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔ رواہ البخاری و مسلم عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ وصحہ السیوطی۔

(جامع صغیر ص ۱۳۳ ج ۱)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ تزوجوا الولود الودود فانی مكاثر بكم ۔تم بچے جننے والی محبت کرنے والی عورت سے نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔ رواہ ابو داؤد والنسائی عن معقل بن یسار رضی اللہ عنہ۔ (جامع صغیر ص ۱۳۰ ج ۱)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عليكم بالابكار فانهن اعذب افواهاً وانتق ارحاماً واغر غرة وارضى باليسير ۔تم پر کنواری عورتوں سے نکاح کرنا لازم ہے کیونکہ وہ زیادہ میٹھی زبان والی زیادہ بچے جننے والی زیادہ اچھے اخلاق والی اور تھوڑے نان نفقہ پر زیادہ راضی رہنے والی ہیں۔

(نزھۃ الناظرین ص ۱۴۴)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ لاتنكحوا القرابة القريبة فان الولد يخلق ضاوياً ۔تم اپنی بہت نزدیکی قرابت والی عورت سے نکاح نہ کرو کیونکہ اولاد کمزور پیدا ہوگی۔

(نزھۃ الناظرین ص ۱۴۴)

خاوند کے گھر میں باپردہ رکا رہنا

اسلام نے عورت پر واجب کیا ہے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر میں رہے اور اگر کسی ضرورت پر باہر جانا پڑے تو خاوند کی اجازت سے جائے ورنہ گناہگار ہوگی۔ اللہ تعالیٰ امہات المؤمنین کو حکم دیتا ہے۔ وقرن في

بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الاولیٰ ۔اوراپنے گھروں میں ٹھہری رہواور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔ (پارہ۲۲۔رکوع۱)

اس سے معلوم ہوا کہ عورت پر پردہ فرض ہے اور بلا عذر گھر سے نکلنا حرام ہے کہ جب مسلمانوں کی ماؤں کو پردہ اور گھر میں رہنے کا حکم دیا تو دوسری عورتیں کس شمار میں ہیں۔ (نورالعرفان)

اور وہ ارشاد فرماتا ہے۔فالصالحات قانتات حافظات للغیب بما حفظ الله ۔تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا۔

(پ۵۔رکوع۴)

اس آیت سے چند مسائل معلوم ہوئے۔ایک یہ کہ عورت کا خرچ مرد پر واجب ہے۔دوسرا یہ کہ مرد کے گھر بار کی حفاظت عورت کے ذمہ میں ہے۔تیسرا یہ کہ عورت پر خاوند کا ادب واحترام لازم ہے۔چوتھا یہ کہ مال کمانا مرد کا کام اور مال خرچ کرنا عورت کا کام ہے۔مرد چرخہ نہ کاتیں اور عورتیں بی۔اے۔بی ٹی ہو کر نوکری کرنے نہ نکلیں۔اگر عورت پر بھی کمائی کرنا لازم ہوتا تو مرد پر عورت کا خرچہ لازم نہ ہوتا۔

(نورالعرفان)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ما استفاد المؤمن بعد تقوی الله خیراً له من زوجة صالحة ان امرها اطاعته وان نظر الیها سرته وان اقسم علیها ابرته وان غاب عنها نصحته فی نفسها وماله ۔تقویٰ کے بعد مومن کے لئے نیک بی بی سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ اگر وہ اسے حکم کرتا ہے تو اطاعت کرتی ہے۔اور اسے دیکھے تو خوش کردے اور اس پر قسم کھا بیٹھے تو وہ اس کی قسم سچی کردے اور وہ کہیں چلا جائے تو وہ اپنے نفس اور شوہر کے مال میں بھلائی کرے۔(خیانت اور ضائع نہ کرے)رواہ ابن ماجۃ۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص۲)

خاوند کو ایذاء نہ دینا

من الآفات ایذآء الزوجة زوجها قال لا تؤذی امراة زوجها فی الدنیا الا قالت زوجة من الحور العین لاتؤذیه قاتلک الله فانما هو عندک دخیل یوشک ان یفارقک الینا۔آفات میں سے ایک آفت عورت کا اپنے خاوند کو ایذاء دینا ہے۔رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے

ہیں کہ کوئی عورت اپنے خاوند کو ایذا نہیں دیتی مگر اس کی جنتی بیوی کہتی ہے خدا تجھے قتل کرے یہ تیرے پاس مہمان ہے ہوسکتا ہے کہ عنقریب ہمارے پاس آجائے۔ رواہ الترمذی۔ (الحدیقۃ الندیہ جلد دوم ص ۵۵۰)

خاوند کو ہر حال راضی رکھنا

اسلام نے عورت پر یہ بات فرض کی ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے خاوند کو راضی رکھے۔ جس بھی جائز کام کا مطالبہ خاوند کی طرف سے ہو اسے پورا کرے اس بارہ میں چند روایات ملاحظہ ہوں۔

(۱) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اذا دعا الرجل امرأته الى فراشه فابت فبات غضبان لعنتها الملائكة حتى تصبح۔ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور وہ انکار کردے اور مرد ناراض ہوکر رات گزارے تو صبح ہونے تک فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ فی عشرۃ النسآء جلد دوم ص ۱۲)

(۲) اور دوسری روایت میں ہے۔ والذی نفسی بیده مامن رجل يدعو امرأته الى فراشه فتأبى عليه الا كان الذى فى السمآء ساخطاً عليها حتى يرضى عنها۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف نہیں بلاتا پھر وہ اس کام سے انکار کرتی ہے مگر وہ جو آسمان میں ہے اس عورت پر ناراض رہتا ہے یہاں تک کہ وہ شخص اس عورت سے راضی ہوجائے۔ متفق علیہ۔ (حوالہ مذکورہ بالا) (مشکوٰۃ ص ۱۲ ج ۲)

(۳) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ المرأة اذا صلت خمسها وصامت شهرها وحصنت فرجها واطاعت بعلها فلتدخل من اى ابواب الجنة شاءت۔ عورت جب پانچ نمازیں پڑھے، رمضان کے مہینے کے روزے رکھے، اپنی عصمت بچائے رکھے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو پھر وہ جنت کے دروازوں میں سے جس دروازہ سے چاہے داخل ہوجائے۔ رواہ ابونعیم فی الحلیۃ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳ ج ۲)

(۴) اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ايما امرأة ماتت وزوجها عنها راض دخلت الجنة۔ جو عورت اس حال میں مرے کہ اس کا خاوند اس

سے راضی ہوتو وہ جنت میں داخل ہوگی۔ رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ ص ۲۸۱ ج ۲)

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم مہاجرین وانصار کی ایک جماعت میں جلوہ افروز تھے۔ ایک اونٹ آیا اور اس نے آپ کے لئے سجدہ کیا۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ کو چوپائے اور درخت سجدہ کرتے ہیں تو ہم اس کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۔ فرمایا **اعبدوا ربکم واکرموا اخاکم ولو کنت امرأ احداً ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا** ۔ تم اپنے رب کو سجدہ کرو اور اپنے بھائی کی تعظیم کرو اور اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم دینے والا ہوتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ پھر فرمایا **ولو امرھا ان تنقل من جبل اصفر الی جبل اسود ومن جبل اسود الی جبل ابیض کان ینبغی لھا ان تفعلہ** ۔ اور اگر خاوند بیوی کو حکم دے کہ وہ زرد پہاڑ کے پتھر سیاہ پہاڑ پر لائے اور سیاہ پہاڑ کے پتھر سفید پہاڑ پر لائے تو اسے چاہیے کہ اس کے اس حکم کی تعمیل کرے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۸۳ ج ۲)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ ودرذکر الوان مرجبال را مبالغہ است دربعد این جبال ازیک دیگر زیرا کہ یافتہ نمی شوند این جبال باین صفت نزدیک یک دیگر ۔ یعنی پہاڑوں کا یہ رنگ دوری میں مبالغہ کے لئے ذکر کیا گیا ہے کیونکہ ان رنگوں کے پہاڑ ایک دوسرے کے قریب پائے نہیں جاتے۔ (اشعۃ اللمعات ص ۱۵۹ ج ۳)

(۶) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تین شخصوں کی نماز قبول نہیں ہوتی اور نہ ان کی نیکیاں آسمان کی طرف چڑھتی ہیں۔ وہ غلام جو آقا سے بھاگا ہو یہاں تک کہ وہ واپس آکر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھوں میں دے دے۔ اور وہ عورت جس کا خاوند اس سے ناراض ہے اور نشہ والا یہاں تک کہ اس کا نشہ دور ہو جائے رواہ البیہقی فی الشعب۔ (مشکوٰۃ ص ۲۸۳ ج ۲)

(۷) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ یارسول اللہ کونسی عورت بہتر ہے؟ فرمایا۔ **التی تسرہ اذا نظر وتطعیہ اذا امرو لاتخالفہ فی نفسھا ولا مالھا بما یکرہ** ۔ جس عورت کو اس کا خاوند دیکھے تو وہ اسے اچھی لگے اور وہ اس کے حکم کی تعمیل کرے اور اپنے نفس ومال کے بارہ میں اس کی ناراضگی میں اس کی مخالفت نہ کرے۔ رواہ النسائی والبیہقی فی الشعب۔

(مشکوٰۃ ص ۲۸۳ ج ۲)

(۸) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اربع من اعطیھن فقد اعطی خیر الدنیا والآخرۃ قلب شاکر ولسان ذکر وبدن علی البلآء صابر و زوجۃ لا تبغیہ خوناً فی نفسھا و مالہ ۔ جس شخص کو یہ چار چیزیں عطا کی گئیں اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی عطا کی گئی ۔ شکر گزار دل، ذکر الٰہی کرنے والی زبان، مصیبت پر صبر کرنے والا بدن اور بیوی جو اپنے نفس اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرتی ہو ۔ رواہ البیھقی فی الشعب ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۴ ج ۲)

(۹) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ۔ اذا دعا الرجل زوجتہ لحاجتہ فلتأتہ وان کانت علی التنور ۔ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنی کسی ضرورت کے لئے بلائے تو اسے اس کے پاس آ جانا چاہیے اگرچہ وہ تنور پر ہو ۔ رواہ النسائی والترمذی وقال حدیث حسن عن طلق بن علی و حسنہ السیوطی ۔ (جامع صغیر ص ۲۵ ج ۱)

(۱۰) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ۔ اطلعت فی النار فاذا اکثر اھلھا النسآء ۔ میں نے دوزخ میں جھانک کر دیکھا تو دیکھا کہ دوزخ والوں کی اکثریت عورتیں ہیں ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں؟ فرمایا یکثرن اللعن ویکفرن العشیر یعنی الزوج المعاشر ۔ عورتیں لعنت بکثرت بھیجتی ہیں اور اپنے ساتھ رہنے والے خاوند کی ناشکری کرتی ہیں ۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۴۸)

(۱۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اطلعت فی الجنۃ فرأیت اکثر اھلھا الفقرآء واطلعت فی النار فرأیت اکثر اھلھا النسآء ۔ میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو دیکھا کہ اس کے رہنے والوں کی اکثریت فقرآء ہیں اور دوزخ میں جھانک کر دیکھا تو دیکھا کہ اس کے رہنے والوں کی اکثریت عورتیں ہیں رواہ احمد ومسلم وترمذی وصححہ السیوطی ۔ (جامع صغیر ص ۴۵ ج ۱)

(۱۲) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لاینظر اللہ الی امرأۃ لاتشکر لزوجھا وھی لاتستغنی عنہ ۔ اللہ تعالیٰ اس عورت کی طرف نہیں دیکھے گا جو اپنے خاوند کا شکریہ ادا نہیں کرتی اور نہ ہی وہ اُس سے غناء چاہتی ہے ۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۴۸)

(۱۳)اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من حقه ان لو سال منخراه دماً وقیحاً فلحسته بلسانها ماادت حقه۔ (حدیقہ ص ۵۵ ج ۲)

خاوند کا عورت پر اتنا حق ہے کہ اگر خاوند کے نتھنے سے خون اور پیپ ٹپکے اور بیوی اپنی زبان سے اسے چاٹے تو بھی اس نے خاوند کا حق ادا نہ کیا۔ (الحدیقہ ص ۵۵ ج ۲)

(۱۴)حق الزوج علیٰ زوجته ان لا تمنعه نفسها وان کانت علی ظهر قتب وان لا تصوم یوماً واحداً الا باذنه۔ عورت پر مرد کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے نفس سے اسے نہ روکے اگرچہ وہ عورت کجاوے پر ہو اور وہ کسی دن کا روزہ نہ رکھے مگر خاوند کی اجازت سے۔ (جامع صغیر ص ۱۴۹ ج ۱)

مسلمان عورتیں ان ارشاداتِ عالیہ کو پڑھیں سمجھیں اور غور کریں کہ خاوند کی اطاعت اور خوشنودی حاصل کرنے میں کس قدر فوائد ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے آمین۔

دورِ رسالت کا ایک عجیب واقعہ

امام غزالی لکھتے ہیں کہ روایت میں آیا ہے کہ ایک مرد سفر میں نکلا تو اس نے اپنی بیوی سے یہ عہد لیا کہ وہ اپنے مکان کے اوپر والے حصے سے اتر کر نیچے والے حصے میں نہیں آئے گی۔ چند دنوں بعد اس عورت کا باپ بیمار ہو گیا تو اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنے باپ کی بیمار پرسی کے لئے جائے۔ آپ نے فرمایا۔ اطیعی زوجک۔ تو اپنے خاوند کے حکم کو مان۔ پھر اس کا باپ مر گیا تو اس نے پھر اجازت طلب کی۔ آپ نے پھر فرمایا اپنے خاوند کا حکم مان۔ پھر اس کے باپ کو دفن کر دیا گیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کی طرف یہ خوشخبری بھیجی ان اللّٰه قد غفر لابیها بطاعتها لزوجها۔ کہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے اس کے باپ کو اس وجہ سے بخش دیا ہے کہ اس نے اپنے خاوند کے حکم کو مانا ہے۔ (نزهة الناظرین ص ۱۴۸)

الحمد للہ ہم نے یہاں تک جو کچھ عرض کیا ہے اس سے عورت کے فرائض پر بقدر کفایت روشنی پڑ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو ذریعۂ ہدایت اور باعثِ عمل بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

(۲۴ رمضان ۱۴۲۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سترھواں مقالہ

نکاح فی ما بین العیدین

کے استحباب کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله ربّ العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله محمد واله واصحابه اجمعین اما بعد ۔ عامۃ المسلمین یوم عید الفطر سے یوم عید الاضحیٰ تک یعنی یکم محرم سے دس ذوالحجہ تک کے دنوں میں نکاح خوانی کو ناپسند کرتے ہیں ۔ اور اکثر پوچھا جاتا ہے کہ اس مدت میں نکاح کا شرعی حکم کیا ہے؟ اس لئے مسئلہ کی وضاحت میں یہ مختصر رسالہ ترتیب دینے کی سعادت حاصل کی گئی ہے اللہ تعالیٰ اسے شرف مقبولیت بخشے اور ذریعۂ ہدایت بنائے آمین ۔

حضرت عائشہ صدیقہ کا نکاح شوال میں ہوا تھا

امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ۔ تزوّجنی رسول الله صلے الله علیه وسلم فی شوال وبنی بی فی شوال فای نسآء رسول الله صلے الله علیه وسلم کان احظی عنده منی ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ماہ شوال میں مجھ سے نکاح کیا اور ماہ شوال میں میری رخصتی ہوئی پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کونسی بیوی مجھ سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پیاری تھی؟ (صحیح مسلم ص ۴۵۶ ج ۱)

اور امام ولی الدین خطیب اکمال فی اسماء الرجال میں لکھتے ہیں ۔ خطبها النبی صلے الله علیه وسلم و تزوجها بمکة فی شوال سنة عشرة من النبوة قبل الهجرة بثلاث سنین وقیل غیر ذلک واعرس بها بالمدینة فی شوال سنة اثنتین من الهجرة علی رأس ثمانی عشر شهراً ولها تسع سنین ۔

یعنی نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے نکاح کا پیغام دیا اور مکہ شریف میں نبوت کے دسویں سال ہجرت سے تین سال قبل ماہ شوال میں ان سے نکاح کیا اور اس بارہ میں اور اقوال بھی ہیں ۔ پھر ۲ھ میں اٹھارہ مہینے پورے ہونے پر مدینہ منورہ میں ماہ شوال ہی میں ان کی رخصتی بھی ہوئی اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نو برس تھی ۔ (اکمال ص ۲۸)

اور امام یوسف نبہانی لکھتے ہیں ۔ وتزوجها بمکة فی شوال سنة عشرة من النبوة و قبل الهجرة بثلاث سنین ولها ست سنین و اعرس بها بالمدینة فی شوال سنة اثنین من

الھجرۃ ولھا تسع سنین ۔یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مکہ مکرمہ میں ماہ شوال میں نبوت کے دسویں سال ہجرت سے تین سال پہلے نکاح کیا تھا اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال تھی۔ پھر ۲ھ میں مدینہ منورہ میں ماہ شوال ہی میں بعمر نو برس ان کی رخصتی ہوئی۔

(الانوار المحمدیہ جلد اول ص ۱۵۱)

الحمدللہ۔اس حدیث سے ہی مسئلہ حل ہو گیا کہ ماہ شوال میں نکاح کرنا شرعاً منع نہیں ہے اور نہ اس میں ناپسندیدگی کی کوئی وجہ موجود ہے بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کہ ماہ شوال میں نکاح کیا جائے نکاح تو ماہ رمضان میں کر دیا جائے اور رخصتی ماہ شوال میں کی جائے. ثم الحمد للہ علیٰ ذلک۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے فوائد

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے چند مسائل حل ہوئے۔اولاً یہ کہ منہ بولے بھائی کی بیٹی سے نکاح جائز ہے۔جبکہ اس سے پہلے اس نکاح کو ناجائز سمجھا جاتا تھا۔یہی وجہ ہے کہ جب حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے حیرت سے کہا کہ کیا یہ جائز ہے عائشہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بھتیجی ہے۔لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔تم میرے صرف اسلامی بھائی ہو۔

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت جنوری ۲۰۰۳ء ص ۴۴)

ثانیاً صغیرہ کا نکاح اس کا باپ کر دے تو یہ نکاح شرعاً صحیح ہے۔ثالثاً اگر باپ بچی کا نکاح کسی دینی مصلحت کے پیش نظر عمر رسیدہ شخص سے کر دے تو یہ شرعاً جائز ہے۔رابعاً۔یہ جائز ہے کہ بچی کا نکاح بلوغت سے پہلے کیا جائے اور بلوغت کے بعد اس کی رخصتی ہو۔خامساً شوال کے مہینے میں نکاح اور رخصتی پائی جائے تو اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں حالانکہ ان کاموں کو دور جاہلیت میں منحوس سمجھا جاتا تھا۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پسندیدہ عمل

چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اور رخصتی دونوں عمل ماہ شوال میں ہوئے اور یہ نکاح بہت ہی بابرکت ثابت ہوا اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے قبیلے کی عورتوں کے نکاح اور رخصتی کو ماہ شوال ہی میں پسند فرماتی تھیں۔مسلم شریف میں مذکور بالا حدیث کے بعد ان الفاظ کی زیادتی کی گئی

ہے۔ وکانت عائشة تستحب ان تدخل نسآء ھا فی شوال اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس بات کو پسند کرتی تھیں کہ ماہِ شوال میں ان کے خاندان کی عورتوں کی رخصتی ہو۔

(مسلم شریف ص ۴۷۶ ج ۱)

اور امام یوسف نبہانی لکھتے ہیں۔ قال ابو عمرو کان نکاحه علیه السلام معھا فی شوال وابتنی بھا فی شوال وکانت تحب ان تدخل النسآء من اھلھا فی شوال ۔یعنی ابو عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ماہِ شوال میں نکاح کیا تھا اور اسی ماہ میں رخصتی بھی ہوئی تھی اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ بات پسند کرتی تھیں کہ ان کے گھر کی بچیوں اور تعلق دار عورتوں کی رخصتی شوال میں ہو۔ (الانوار المحمدیہ ص ۱۵۱ ج ۱)

فقہاء نے شوال میں نکاح کو مستحب قرار دیا ہے

چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ماہِ شوال میں نکاح کیا تھا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس نکاح کو بہت پسند فرمایا تھا۔ اس لئے فقہآء نے ماہِ شوال میں نکاح کو مستحب قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام شرف الدین نووی شرح مسلم شریف میں لکھتے ہیں۔ فیه استحباب التزوج والتزویج والدخول فی شوال وقدنص اصحابنا علی استحبابه واستدلو ابھذا الحدیث ۔اس حدیث سے ماہِ شوال میں نکاح کرنے کرانے اور رخصتی کرنے کا استحباب ثابت ہوا اور اس کے استحباب کو ہمارے اصحاب نے بیان بھی کیا ہے اور اس حدیث عائشہ سے اپنے مدعا پر استدلال کیا ہے۔ (شرح مسلم شریف جلد اول ص ۴۷۶)

اور ملا علی قاری مشکوٰۃ شریف باب اعلان النکاح میں اس حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں قال النووی فیه استحباب التزویج والتزوج والدخول فی شوال و قد نص اصحابنا علیه واستدلوا بھذا الحدیث . امام نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے ماہِ شوال میں نکاح کرنے کرانے اور رخصتی کرنے کا استحباب ثابت ہوا اور اس کے استحباب کو ہمارے اصحاب نے بیان بھی کیا ہے اور اس حدیث سے اپنے مدعا پر استدلال بھی کیا ہے۔ (مرقاۃ جلد ششم ص ۲۱۱)

اور امام مسلم نے اس حدیث کے لئے جو باب وضع کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں باب استحباب التزوج

والتزويج فی شوال و استحباب الدخول فیه ۔یعنی یہ باب اس بارہ میں ہے کہ ماہ شوال میں نکاح کرنا کرانا مستحب ہے اور اس میں رخصتی بھی مستحب ہے۔ (مسلم جلد اول ص ۴۷۶)

اور شیخ محقق دہلوی لکھتے ہیں۔ و دریں حدیث استحباب تزوج و بنا است در شهر شوال ۔اور اس حدیث میں ماہ شوال میں نکاح کرنے اور رخصتی کرنے کا استحباب موجود ہے۔

(اشعۃ اللمعات جلد۳ ص ۱۱۷)

اور امام ابن عابدین شامی لکھتے ہیں۔ قال فی البزازیة والنآء والنكاح بين العيدين جائز و کره الزفاف والمختار انه لايكره لانه صلے الله علیه وسلم تزوج بالصديقة فی شوال و بنی بهافیه ۔امام بزازی کے فتاویٰ میں ہے کہ نکاح اور رخصتی دونوں دوعیدوں کے مابین جائز ہیں اور ایک قول میں رخصتی کو مکروہ کہا گیا ہے لیکن مختار قول میں رخصتی بھی مکروہ نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ماہ شوال میں نکاح بھی کیا اور اس میں رخصتی بھی ہوئی تھی۔ (ردالمحتار جلد دوم ص ۲۸۴)

اور فتاویٰ بزازیہ کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔ مباشرة النكاح فی المسجد مستحب والنكاح بين العيدين جائز و کره بعضهم الزفاف والمختار انه لايكره لانه علیه الصلوٰة والسلام تزوج بالصديقة رضی الله عنها فی شوال وبنی بها فيه ۔مسجد میں عقد نکاح کرنا مستحب ہے اور دوعیدوں کے درمیان نکاح کرنا جائز ہے اور بعض نے رخصتی کو مکروہ کہا ہے اور مختار قول یہ ہے کہ یہ بھی مکروہ نہیں کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ماہ شوال میں نکاح کیا تھا اور اسی ماہ میں رخصتی بھی ہوئی تھی۔ (فتاویٰ بزازیہ جلد اص ۱۵۵)

الحمدللہ ان عبارات متبرکہ سے اظہر من الشمس ہوا کہ ماہ شوال میں نکاح کرنا اور رخصتی کرنا دونوں عمل بلا کراہت جائز بلکہ مستحب ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حق ماننے کی توفیق بخشے آمین۔

زمانۂ جاہلیت میں شوال کا نکاح ناپسند تھا

زمانۂ جاہلیت میں شوال کے نکاح کو اس لئے ناپسند کیا جاتا تھا کہ شوال کا مادہ اشالہ ہے اور اشالہ کا معنی رفع (اٹھ جانا) ہے۔ تو بطور بدفالی اس نکاح کو ناپسند کیا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کے

اس خیال کے رد کے لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ماہ شوال میں نکاح بھی کیا اور اس ماہ میں رخصتی بھی فرمائی۔ شیخ عبدالحق لکھتے ہیں۔

بر خلاف اهل جاهلیت که آنرا شوم داشته بجهت آنچه در معنی شوال است از رفع۔ اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ وہ شوال کے نکاح کو اس لئے منحوس سمجھتے تھے کہ لفظ شوال میں رفع یعنی (اٹھ جانا) کا معنی پایا جاتا ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۱۱۷)

اور امام شرف الدین نووی لکھتے ہیں۔ وقصدت عائشة بهذا الكلام رد ما كانت الجاهلية وما يتخيله بعض العوام اليوم من كراهة التزوج و التزويج والدخول في شوال وهذا باطل لااصل له وهو من آثار الجاهلية كانو ايتطيرون بذلك لما في الشوال من الاشالة والرفع ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو یہ فرمایا کہ رسول اللہ کے نزدیک ان کی بیویوں میں سے کون سی بیوی مجھ سے زیادہ پیاری تھی اس میں انہوں نے اہل جاہلیت کے خیال باطل کا رد فرمایا ہے۔ اور عام لوگ جو شوال میں نکاح کرنے کرانے اور رخصتی کرنے کو مکروہ جانتے ہیں یہ بھی باطل ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں اور یہ جاہلیت کے ان آثار سے ہے جن سے وہ لوگ بدشگونی لیتے تھے کیونکہ شوال میں اشالہ اور رفع کا معنی پایا جاتا ہے۔ (شرح مسلم شریف جلد اول ص ۴۵۶)

اور ملا علی قاری لکھتے ہیں۔ وفي شرح النقاية لابي المكارم كره بعض الروافض النكاح بين العيدين وقال السيوطي في حاشيته على مسلم روى ابن سعد في طبقاته عن ابي حاتم قال انما كره الناس از يتزوجوا في شوال لطاعون وقع في الزمن الاول ا ه. ابوالمکارم کی شرح النقایہ میں لکھا ہے کہ بعض رافضیوں نے عیدین کے درمیان نکاح کو ناپسند کیا ہے۔ اور امام سیوطی نے حاشیہ مسلم شریف میں لکھا ہے کہ ابن سعد نے اپنی طبقات میں ابوحاتم سے یہ بات نقل کی ہے کہ لوگوں نے شوال میں نکاح کو اس لئے ناپسند کیا کہ پہلے زمانے میں ایک دفعہ ماہ شوال میں طاعون کی بیماری پڑی تھی۔ (مرقاۃ جلد ششم ص ۲۲۱)

بہر حال ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ شوال میں نکاح کو دو وجہ سے ناپسند کرتے تھے ایک اس لئے کہ اس کا مادہ اشالہ بمعنی رفع ہے۔ یہ بدشگونی تھی اور بدشگونی شرع شریف میں منع ہے۔ اور دوسری وجہ یہ کہ قدیم زمانہ میں شوال میں طاعون کی بیماری پڑی تھی یہ بھی کراہت کی وجہ کمزور ہے۔ اور

زمانۂ اسلام کے بعد بعض رافضیوں نے اس نکاح کو اس لئے ناپسند کیا کہ اس ماہ میں حضرت عائشہ کا نکاح ہوا تھا اور یہ لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دشمنی رکھتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حدیث لا نکاح بین العیدین کا مفہوم

نکاح فی مابین العیدین کے بارہ میں ایک حدیث ان لفظوں میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا نکاح بین العیدین دو عیدوں کے درمیان کوئی نکاح نہیں ہے۔ اس کا جواب امام بزازی نے بدیں الفاظ دیا ہے۔ **وتأویل قوله علیه الصلوٰة والسلام لا نکاح بین العیدین ان صح انه علیه الصلوٰة والسلام کان رجع من العید فی اقصر ایام الشتآء الی الجمعة فعرض علیه الانکاح فقاله حتی لایفوته الرواح فی الوقت الافضل الی الجمعة** ۔ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد دو عیدوں کے درمیان کوئی نکاح نہیں ہے کی تاویل اس حدیث کی صحت کی صورت میں یہ ہوگی کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سردیوں کے انتہائی چھوٹے دنوں میں جمعہ کے دن واقع ہونے والی نماز عید پڑھا کر واپس تشریف لا رہے تھے تو آپ سے نکاح پڑھانے کی درخواست کی گئی سو آپ نے فرمایا دو عیدوں یعنی نماز عید اور نماز جمعہ کے درمیان کوئی نکاح نہیں ہے۔ تاکہ افضل وقت میں نماز جمعہ کو جانا فوت نہ ہو جائے۔ (فتاویٰ بزازیہ ص ۱۵۵ ج ۱۔ ردالمحتار ص ۲۸۴ ج ۲)

اعلیٰ حضرت کا ارشاد

عرض: شعبان میں نکاح کرنا کیسا ہے؟

ارشاد: کوئی حرج نہیں ہاں یہ آیا ہے **لا نکاح بین العیدین** دو عیدوں کے درمیان نکاح نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ جمعہ کے دن اگر عید پڑے تو ظاہر ہے کہ جمعہ و عید کے درمیان فرصت کہاں ہو سکتی ہے؟''

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت جزءِ سوم ص ۵۲)

جمعہ والی عید کے دن نکاح منع نہیں ہے

امام بزازی اور اعلیٰ حضرت بریلوی کے ارشادات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لا

نکاح بین العیدین اس لئے فرمایا تھا کہ نکاح کی وجہ سے نماز جمعہ کے لئے افضل وقت میں روانگی فوت ہونے کا اندیشہ تھا ورنہ اگر دن گرمیوں کے خوب لمبے ہوں کہ نماز عید کے بعد نکاح خوانی سے نماز جمعہ کی طرف افضل وقت میں روانگی فوت نہ ہوتی ہو تو اس دن نکاح خوانی میں بھی شرعاً کوئی قباحت نہیں ہوگی۔ نیز عوام جو عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے درمیان نکاح میں قباحت سمجھتے ہیں اس کا بھی اس حدیث سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ حضرت عائشہ کے نکاح والی حدیث اس کے معارض ہے اور مسلم شریف کی روایت کی صحت یقینی ہے جبکہ حدیث لا نکاح بین العیدین کی صحت میں امام بزازی نے ان صح لکھ کر کلام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

ایک فتویٰ

سائل زبانی مظہر کہ ماہ ذی الحجہ میں عید کے دونوں سے آگے پیچھے شادی خانہ آبادی کے متعلق ہمارے بعض بزرگ کہتے ہیں جائز نہیں کیا یہ صحیح ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم الجواب اللھم اجعل لی النور والصواب بلاشک و شبہ جائز ہے قرآن کریم میں ہے وانکحوا الایامی منکم۔ (اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں۔ پ ۱۸ ارکوع ۱۰) یہ مطلق ہے۔ اور اطلاق مطلق دلیل شرعی نہایت قوی ہے تو جواز ثابت ہو گیا واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ واصحابہ وسلم حررہ الفقیر ابو الخیر نور اللہ النعیمی غفرلہ۔

(فتاوٰی نوریہ جلد دوم ص ۲۰۸)

الحمدللہ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا اس سے ثابت ہوا کہ ماہ شوال ذوالقعدہ اور ماہ ذوالحجہ میں نکاح کرنا یا رخصتی کرنا شرعاً جائز بلا کراہت ہے بلکہ بعض علماء کی تصریحات سے ماہ شوال میں نکاح و رخصتی کا استحباب بھی ثابت ہے۔ لہذا ان مہینوں میں نکاح و رخصتی کو ہرگز ہرگز مکروہ یا منحوس نہ سمجھا جائے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(یکم ذوالقعدہ ۱۴۲۲ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اٹھارہواں مقالہ

ٹیلیفون پر نکاح کا مسئلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ ٹیلیفون پر نکاح کرنا اس طرح سے کہ لڑکی انگلینڈ میں ہو اور لڑکا پاکستان میں۔ دونوں طرف گواہ اور مولوی صاحبان موجود ہوں۔ اور ٹیلیفون پر نکاح کے ایجاب وقبول کریں تو یہ شرعاً کیسا ہے؟ آیا اس سے نکاح درست ہوتا ہے یا نہیں؟ سنا ہے کہ ہمارے علاقہ میں سینکڑوں نکاح اس طرح کیے جا چکے ہیں۔ لہٰذا جواب مدلل دے کر اللہ تعالیٰ سے اجر عظیم حاصل کریں۔ (پیش کردہ صوبیدار گلزار خان آف موضع کلوڑ تحصیل سہنسہ آزاد کشمیر)

الجواب: استفتاء میں مذکورہ صورت میں نکاح منعقد۔۔۔۔۔نہیں ہوتا کہ نکاح کے انعقاد کے لئے ایجاب وقبول کا ایک مجلس میں پایا جانا شرط ہے۔ یہاں تک کہ اگر لڑکی لڑکا گواہ اور نکاح خواں مولوی صاحب سب ایک مجلس میں تھے اور ایجاب ہوا۔ پھر مجلس بدلنے کے بعد قبولیت ہوئی تو نکاح منعقد نہیں ہو گا۔ کہ مجلس ایجاب بدلنے سے پہلے قبولیت کا پایا جانا صحت نکاح کی شرط تھا۔ یہاں فقہ حنفی کی بعض معتبر کتب مبارکہ کی عبارات ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہیں وباللہ التوفیق۔

(۱) امام ملک العلماء کاشانی لکھتے ہیں۔ **واما الذی یرجع الیٰ مکان العقد فهو اتحاد المجلس اذا کان العاقدان حاضرین وهوان یکون الایجاب والقبول فی مجلس واحد حتی لو اختلف المجلس لاینعقد النکاح بان کان حاضرین فاوجب احدهما فقام الآخر من المجلس قبل القبول او اشتغل بعمل یوجب اختلاف المجلس لاینعقد**۔ اور وہ شرط جو عقد نکاح کی جگہ کی طرف لوٹتی ہے۔ وہ عاقدین کی موجودگی کے وقت مجلس کا متحد ہونا ہے۔ اور وہ اس طرح سے کہ ایک ہی مجلس میں ایجاب وقبول پائے جائیں یہاں تک کہ اگر مجلس بدل جائے تو نکاح منعقد نہیں ہو گا۔ مثلاً عاقدین دونوں مجلس میں موجود تھے پھر ایک نے نکاح کا ایجاب پیش کیا تو دوسرا عاقد مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا یا کسی ایسے کام میں مشغول ہو گیا جو مجلس کے اختلاف کو واجب کرتا ہے تو نکاح منعقد نہ ہوا۔

پھر ایجاب وقبول کی مجلس کے ایک ہونے کی وجہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔ **لان الانعقاد عبارت عن ارتباط احد الشطرین بالآخر فکان القیاس وجود هما فی مکان واحد الاان اعتبار ذلک**

يؤدى الى سدباب العقود فجعل المجلس جامعاً للشطرين حكماً مع تفرقهما حقيقةً للضرورة تندفع عند اتحاد المجلس فاذا اختلف تفرق الشطران حقيقةً وحكماً فلا ينتظم الركن۔ کیونکہ نکاح کے انعقاد کا معنی ہے عقد کے ایک نصف (ایجاب) کا اس کے دوسرے نصف (قبول) سے ملنا سو قیاس تو یہ تھا کہ دونوں شطر ایک ہی جگہ میں پائے جائیں۔ مگر اس کے اعتبار کرنے کی صورت میں عقد کا دروازہ بالکل مسدود ہو جاتا ہے لہذا مجلس کو ایجاب وقبول کے ارتباط کا سبب قرار دیا گیا سو جب مجلس بدل جائے تو ایجاب وقبول میں تفرق حقیقی وحکمی پایا جائے گا پس رکن نکاح ہی درست نہ ہوگا۔

پھر ایک عاقد موجود اور دوسرا غائب ہو تو اس صورت میں نکاح نہ درست ہونے کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ فاما اذا كان احدهما غائباً لم ينعقد حتي لو قالت امرأة بحضرة شاهدين زوجت نفسي من فلان وهو غائب فبلغه الخبر فقال قبلت اوقال رجل بحضرة شاهدين تزوجت فلانة وهي غائبة فبلغها الخبر فقالت زوجت نفسي منه لم يجزوان كان القبول بحضرة ذينك الشاهدين وهذا قول ابي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ ۔ پھر اگر ایک عاقد غائب تھا تو نکاح منعقد نہ ہوا۔ حتی کہ اگر ایک عورت نے دو گواہوں کی موجودگی میں کہا کہ میں نے فلاں شخص سے اپنا نکاح کر دیا حالانکہ وہ شخص غائب ہے پھر اس کو یہ خبر پہنچی تو اس نے یہ ایجاب قبول کیا۔ یا کسی مرد نے دو گواہوں کی موجودگی میں کہا کہ میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا حالانکہ وہ موجود نہیں پھر اسے خبر پہنچی تو اس نے کہا میں نے قبول کیا۔ اگر چہ قبول انہی گواہوں کی موجودگی میں کرے نکاح طرفین کے نزدیک منعقد نہ ہوا۔ (بدائع الصنائع ص ۲۳۲ ج ۲)

(۲) اور درمختار میں فرمایا۔ ومن شرائط الايجاب والقبول اتحاد المجلس لوحاضرين وان طال كمخيرة. اور ایجاب وقبول کی شرائط میں سے مجلس کا ایک ہونا بھی ہے۔ جبکہ عاقدین حاضر ہوں اگر چہ مجلس لمبی ہو جائے جیسا کہ مخیّرہ کے مسئلہ سے معلوم ہوتا ہے۔ (درمختار ص ۲۸۹ ج ۲)

(۳) اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ ومنها ان يكون الايجاب والقبول في مجلس واحد حتى لواختلف المجلس بان كانا حاضرين فاوجب احدهما فقام الآخر عن المجلس قبل القبول او اشتغل بعمل يوجب اختلاف المجلس لاينعقد هذا في البدائع اور صحت نکاح کی شرطوں میں سے ایک شرط ایجاب وقبول کا ایک مجلس میں پایا جانا ہے یہاں تک کہ اگر مجلس بدل جائے جبکہ عاقدین حاضر ہوں اور ان میں سے ایک ایجاب پیش کرے اور دوسرا مجلس میں قبول سے پہلے کھڑا ہو

جائے یا کسی ایسے کام میں مشغول ہو جائے جو مجلس کے اختلاف کو واجب کرتا ہے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ اسی طرح کتاب بدائع میں لکھا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۲۶۹ ج ۱)

(۴) اور بحر الرائق میں ہے۔ ولم یذکر المصنف شرائط الایجاب والقبول فمنها اتحاد المجلس اذا کان الشخصان حاضرین فلو اختلف المجلس لم ینعقد فلو اوجب احدهما فقام الآخر او اشتغل بعمل آخر بطل الایجاب لان شرط الارتباط اتحاد الزمان فجعل المجلس جامعاً تیسیراً واما الفور فلیس من شرطه۔ اور مصنف یعنی صاحب کنز الدقائق نے ایجاب وقبول کی شرطوں کو ذکر نہیں کیا۔ سوان کی شرطوں میں سے ایک شرط مجلس کا ایک ہونا ہے جبکہ دونوں شخص (عاقدین) حاضر ہوں۔ سو اگر مجلس بدل گئی تو نکاح منعقد نہ ہوا۔ مثلاً ان میں سے ایک نے ایجاب پیش کیا۔ تو دوسرا اٹھ کھڑا ہوا یا کسی اور کام میں مشغول ہو گیا تو ایجاب باطل ہو گیا کیونکہ زمانے کا ایک ہونا ایجاب کے ساتھ قبول کے مرتبط ہونے کی شرط ہے اور آسانی پیدا کرنے کے لئے مجلس کو جامع قرار دیا گیا ہے اور یہ شرط نہیں کہ ایجاب کے فوراً بعد قبول پایا جائے۔ (بحر الرائق ص ۸۳ ج ۳)

(۵) اور امام صدر الشریعہ لکھتے ہیں۔ ''نکاح کی چند شرطیں ہیں۔ (۱) عاقل ہونا۔ (۲) بلوغ۔ (۳) گواہ ہونا۔ (۴) ایجاب وقبول دونوں کا ایک مجلس میں ہونا تو اگر دونوں ایک مجلس میں موجود تھے۔ ایک نے ایجاب کیا دوسرا قبول سے پہلے اٹھ کھڑا ہوا یا کوئی ایسا کام شروع کر دیا جس سے مجلس بدل جاتی ہے تو ایجاب باطل ہو گیا اب قبول کرنا بے کار ہے پھر سے ہونا چاہیے۔ (عالمگیری) (بہار شریعت ص ۱۶ ج ۷)

الغرض مندرجہ بالا پانچ عبارات سے روز روشن کی طرح روشن ہو گیا کہ انعقادِ نکاح کے لئے ایجاب وقبول کی مجلس کا ایک ہونا شرط ہے۔ دو مجلسوں میں پائے جانے والے ایجاب وقبول سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ پھر ظاہر کہ جب لڑکی انگلینڈ میں ہے اور لڑکا پاکستان میں تو وہ دونوں الگ الگ مجلسوں میں ہیں لہذا ان کے ایجاب وقبول سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بالفرض اگر ایسا کوئی نکاح کیا جائے کہ لڑکی انگلینڈ میں ہو اور لڑکا پاکستان میں اور ٹیلیفون پر براہ راست ایجاب وقبول کئے جائیں تو شرعاً فرض ہے کہ جب لڑکا انگلینڈ جائے یا لڑکی پاکستان آئے تو پھر نئے سرے سے ان کا نکاح کیا جائے ورنہ ان کا رہن سہن اور میاں بیوی جیسے تعلقات سب سخت سخت حرام ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو شرع شریف کے مطابق عمل کی توفیق بخشے۔ (آمین)

اور اگر مستفتی کے بقول فی الواقع کسی ملک میں سینکڑوں نکاح ٹیلیفون پر کیے جا چکے ہوں تو ان سب پر شرعاً فرض ہے کہ وہ تجدید نکاح کریں ورنہ ان کا عمر بھر کا رہن سہن سخت حرام اور موجبِ غضب ربِ ذوالجلال عزوجل ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نکاح فضولی

اگر لڑکی انگلینڈ میں ہے اور لڑکا پاکستان میں اور فوری نکاح کی ضرورت درپیش ہو تو ٹیلیفون پر ایجاب وقبول کے ذریعہ سے نکاح کرنے کی بجائے یہ کریں کہ پاکستان میں ایک شخص مجلس نکاح میں غائب لڑکی کی طرف سے ایجاب پیش کرے اور لڑکا اسی مجلس میں اس کو قبول کر لے یا انگلینڈ میں ایک شخص مجلس نکاح میں غائب لڑکے کی طرف سے ایجاب پیش کرے اور لڑکی اسے قبول کر لے۔ یہ نکاح فضولی کہلاتا ہے۔ پھر اس نکاح کی خبر غائب عاقد کو دی جائے اور خبر ملنے پر وہ اس نکاح کو نافذ کر دے۔ اس طریقہ سے ضرورت بھی دور ہو جائے گی اور شرعاً نکاح بھی درست ہوگا۔ **واللہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم**

نکاح بذریعہ کتابت

اگر لڑکا ایک ملک میں ہو اور لڑکی دوسرے ملک میں اور ان کے فوری نکاح کی ضرورت درپیش ہو تو نکاح فضولی کے علاوہ نکاح بالکتابت بھی ممکن ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ مجلس نکاح میں دو گواہوں کی موجودگی میں ایک عاقد ایجاب لکھے پھر یہ خط دوسرے عاقد کو بھیج دے۔ یہ خط جب دوسرے عاقد کو ملے تو وہ دو گواہوں کی موجودگی میں اس میں لکھا ہوا ایجاب پڑھ کر سنائے اور کہے میں نے یہ نکاح قبول کیا تو اس سے بھی نکاح منعقد ہو جائے گا۔ چنانچہ امام ملک العلماء کاشانی لکھتے ہیں۔ **ولو ارسل الیھا رسولاً او کتب الیھا بذلک کتاباً فقبلت بحضرة شاھدین سمعا کلام الرسول وقرائة الکتاب جاز ذلک لاتحاد المجلس من حیث المعنی لان کلام الرسول کلام المرسل لانهٗ ینقل عبارة المرسل و کذا الکتاب بمنزلة الخطاب من الکاتب فکان سماع قول الرسول وقراء ة الکتاب سماع قول المرسل و کلام الکاتب معنًی** ۔اور اگر مرد نے عورت کی طرف قاصد بھیجا یا اس کی طرف خط لکھا پھر عورت نے اسے دو گواہوں کی موجودگی میں قبول کیا جنہوں نے قاصد کی کلام کو یا خط کی عبارت کو سنا تو جائز ہے کیونکہ اس صورت میں معنًی مجلس متحد ہے کیونکہ قاصد کی گفتگو مرسل کی گفتگو جیسی ہے

کیونکہ وہ مرسل کے الفاظ نقل کرتا ہے اور اسی طرح خط بمنزلہ خطاب کے ہے پس قاصد کا قول سننا اور خط کی عبارت پڑھنا معنی مرسل اور کاتب کا قول سننا ہے۔ (بدائع ص ۲۳۳ ج ۲)

اور درمختار میں ہے۔ **فلا ینعقد بقبول بالفعل کقبض مہر ولا بتعاط ولا بکتابۃ حاضر بل غائب بشرط اعلام الشھود بما فی الکتاب. مالم یکن بلفظ الامر فیتولی الطرفین فتح**۔ پس نکاح قبول بالفعل مثلاً مہر کے قبضہ یا ادائیگی سے منعقد نہیں ہوتا اور نہ ہی حاضر عاقدین کے لکھنے سے منعقد ہوتا ہے۔ بلکہ ایک عاقد غائب ہو دوسرا اسے ایجاب لکھے تو نکاح منعقد ہوگا اس شرط کے ساتھ کہ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ گواہوں کو بتلا دیا جائے جبکہ امر کے لفظ سے ایجاب نہ کرے کہ اس صورت میں مکتوب الیہ ایجاب وقبول کی دونوں طرفوں کا مالک بن جاتا ہے۔ (درمختار ص ۲۸۸ ج ۲)

اور امام صدر الشریعہ لکھتے ہیں۔ ''دونوں موجود ہیں۔ ایک نے ایک پرچہ پر لکھا میں نے تجھ سے نکاح کیا دوسرے نے بھی لکھ کر دیا یا زبان سے کہا میں نے قبول کیا تو نکاح نہ ہوا اور اگر ایک موجود ہے دوسرا غائب۔ اس غائب نے لکھ بھیجا۔ اور اس موجود نے گواہوں کے سامنے پڑھا یا کہا فلاں نے ایسا لکھا ہے۔ میں نے اپنا نکاح اس سے کیا تو نکاح ہو گیا اور اگر اس کا لکھا ہوا نہ سنایا نہ بتایا یا فقط اتنا کہہ دیا کہ میں نے اس سے نکاح کر دیا تو نکاح نہ ہوا ہاں موجود نے اس کے جواب میں زبان سے کچھ نہ کہا بلکہ وہ الفاظ لکھ دیئے۔ جب بھی نکاح نہ ہوا۔ (ردالمحتار۔ بہار شریعت ص ۸ ج ۷)

الغرض یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا ماحصل یہ کہ ٹیلیفون پر براہ راست ایجاب وقبول ہوں تو نکاح نہ ہوگا۔ اور اگر ایک ملک میں مجلس نکاح میں نکاح پڑھا گیا پھر اس کی خبر دوسرے ملک کے عاقد کو دی گئی اور اس نے خبر ملتے ہی اس نکاح کو نافذ کر دیا تو نکاح ہو گیا۔ اور اگر اسے رد کر دیا تو باطل ہو گیا اور اگر ایک عاقد نے غائب عاقد کو ایجاب لکھ کر بھیجا دوسرے کو خط ملا اور اس نے دو گواہوں کی موجودگی میں یہ خط پڑھا اور اسے قبول کیا تو نکاح ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ شرعی احکام و مسائل سمجھنے اور ان پر کماحقہ عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

واللہ اعلم بالصواب حررہٗ الفقیر ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری غفر اللہ لہٗ خادم التدریس بالجامعۃ الحیدریۃ فضل المدارس بلدۃ سہنہ من مضافات آزاد کشمیر۔

مفتیان کرام کے فتاویٰ مبارکہ

استفتاء مذکور بالا علمائے اہل سنت کی خدمت میں بھیجا گیا تو بعض بزرگوں نے اس کا مختصر جواب لکھا ہم افادۂ عامۃ المسلمین کے لئے وہ فتاویٰ مبارکہ یہاں تبرکاً نقل کرتے ہیں۔

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کا جواب

الجواب ھوالموفق للصواب: ایجاب وقبول کا ایک مجلس میں ہونا صحت نکاح کے لئے شرط ہے مذکورہ صورت میں ایجاب پاکستان میں اور قبول انگلینڈ میں ہو رہا ہے یہ ناجائز ہے اس سے نکاح نہیں ہوتا۔ اس کے لئے صحیح صورت یہ ہے کہ لڑکا یا لڑکی کسی کو اپنا وکیل بنا دے۔ وہ وکیل مجلس نکاح میں دو گواہوں کے سامنے ایجاب کرے اور دوسرا فریق اسی مجلس میں انہی دو گواہوں کے سامنے قبول کرے اس طرح نکاح جائز اور صحیح ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب المجیب عبداللطیف عفی عنہ مفتی جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور۔ ۹۔ ۷۔ ۲۱ (مہر جامعہ)

جامعہ شیخ الاسلام رضویہ جھنگ کا جواب

ٹیلیفون پر نکاح کے جواز کی صورت شریعت میں نہیں۔ نکاح میں دو گواہ مسلمان عاقل بالغ جن میں اہلیت شہادت ہو شرط ہے اس طرح ایجاب وقبول کا ایک مجلس میں ہونا لازمی ہے وہ گواہ وکیل یا خود ناکح اور منکوحہ کا کلام سنیں۔ ٹیلیفون پر نکاح کرنے کی صورت میں نہ اتحاد مجلس ہے اور نہ شواہد ان کا کلام سنتے ہیں پھر آواز میں ناکح اور منکوحہ کی پہچان مشکل ہے کیونکہ الصوت یشبہ الصوت۔ ایک آواز دوسری آواز کے مشابہ ہوسکتی ہے جب تک ناکح ومنکوحہ کی پہچان نہ ہوگی منعقد نہ ہوگا۔ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم میں بحوالہ نہر درمختار مرقوم ہے من شرائط الایجاب والقبول اتحاد المجلس وفی التنویر وشرحیہ لایتوقف الایجاب علیٰ قبول الغائب ولا تلحقہٗ الاجازۃ اتفاقاً یعنی ایجاب وقبول میں باقی شرائط کے علاوہ اتحاد مجلس بھی شرط ہے۔ تنویر اور اس کی دو شرحوں میں ہے کہ ایجاب غائب عن المجلس کے قبول پر موقوف نہیں ہوتا۔ یہ حکم ہر عقد کا ہے عقد نکاح یا بیع وغیرھما بلکہ سرے سے ایجاب ہی باطل ہو جائے گا۔ غائب نے آکر اجازت دی تو بالاتفاق وہ اجازت سابق ایجاب کو لاحق نہ ہوگی۔

ہندیہ میں ہے ومنھا ان یکون الایجاب والقبول فی مجلس واحد حتی لو اختلف المجلس

بان کان حاضرین فاوجب احدهما فقام الآخر عن المجلس قبل القبول اواشتغل بعمل یوجب اختلاف المجلس لاینعقد الخ ۔شرائط نکاح میں سے ایک ایجاب وقبول کا ایک مجلس میں ہونا ہے حتی کہ اگر مجلس مختلف ہوگئی۔ مثلاً ناکح منکوحہ دونوں حاضر تھے پھر ایک نے ایجاب کیا۔ دوسرا قبول کرنے سے پہلے مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا یا ایسے کام میں مشغول ہوا جو اختلاف مجلس کا موجب ہوتا ہے تو نکاح منعقد نہ ہوگا۔ یونہی اگر دو میں سے ایک غائب تھا۔ پھر بھی نکاح منعقد نہ ہوگا حتی کہ عورت نے دو گواہوں کی موجودگی میں کہا میں نے اپنا نکاح فلاں سے کیا جو غائب ہے پھر فلاں کو خبر پہنچی تو اس نے قبول کیا یا مرد نے شاہدین کی موجودگی میں کہا میں نے فلاں عورت کے ساتھ نکاح کیا۔ اس عورت کو جب خبر ہوئی اس نے ان الفاظ میں قبول کیا۔ زوجت نفسی منه نکاح نہ ہوا چاہے مرد کے وہی گواہ قبول کے وقت موجود تھے۔

ان فقہی عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ ٹیلیفون پر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب ابوالطاہر محمد عجیب قادری غفرلہ از دارالعلوم شیخ الاسلام رضویہ سٹلائٹ ٹاؤن جھنگ صدر المرقوم ۲۳ جولائی سنہ ۱۹۹۰ء۔ (مہر دارالافتاء)

دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد سندھ کا جواب

ٹیلیفون پر نکاح منعقد نہ ہوگا۔ اگرچہ دونوں طرف گواہان ہوں کہ یہاں ایجاب وقبول موہوم ہیں یقینی نہیں۔ ایسے تمام منعقدہ نکاح دوبارہ صحیح کرائے جائیں خواہ یوں کہ مرد وعورت باہم گواہوں کے سامنے ایجاب قبول کرلیں یا مروجہ طریقہ سے واللہ تعالیٰ اعلم ابوحماد مفتی احمد میاں برکاتی مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد۔ (مہر دارالافتاء)

جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد کا جواب

نکاح کے لئے چند شرطیں ہیں۔ گواہ ہونا یعنی ایجاب وقبول دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے ہو۔ گواہ آزاد عاقل بالغ ہوں اور سب نے ایک ساتھ نکاح کے الفاظ سنے ہوں اس سے معلوم ہوا کہ ٹیلیفون پر شرعاً نکاح نہیں ہوسکتا۔ واللہ تعالیٰ ورسلہٗ الاعلیٰ اعلم محمد مختار احمد غفرلہ خادم دارالعلوم قادریہ رضویہ فیصل آباد. واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (مہر)

(۵ جمادی)''

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انیسواں مقالہ

جہیز اسلام کی نظر میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد:- موجودہ دور میں اکثر اہل اسلام رشتہ تلاش کرتے وقت یہ کوشش کرتے ہیں کہ انہیں اس گھر سے رشتہ ملے جس گھر والے زیادہ سے زیادہ جہیز دے سکیں۔ بے محنت حاصل ہونے والی دولت کے یہ متلاشی عورتوں کی دینداری، حسن و جمال اور نسبی شرافت اور قرابت کو کچھ بھی اہمیت نہیں دیتے اس لئے ایسے رشتہ میں خیر و برکت کا فقدان ہوتا ہے کیونکہ میاں بیوی کو ساری زندگی ایک رشتہ میں منسلک رکھنے والے اوصاف دونوں میں موجود ہوں گے تو وہ خوشگوار زندگی بسر کر سکیں گے ورنہ ان کی زندگی وبال جان بن کر رہ جائے گی خواہ کتنا زیادہ جہیز ملا ہو۔ یہ مختصر رسالہ ''جہیز اسلام کی نظر میں'' اسی قسم کے ناعاقبت اندیش مسلمانوں کی ہدایت کے لئے لکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف مقبولیت بخشے اور ذریعۂ ہدایت بنائے آمین۔

زیادہ برکت والا نکاح

جس نکاح میں اخراجات کی کمی ہوگی وہ زیادہ بابرکت ہوگا لڑکی والوں کو جہیز تیار کرنے کی مصیبت جھیلنی نہیں پڑے گی۔ لڑکے والوں کو زیادہ زیورات اور مہر کی رقوم مہیا کرنے کی زحمت اٹھانی نہیں پڑے گی اور زوجین بے جا شادی کے اخراجات کی وجہ سے قرضوں کے جال میں پھنسنے سے محفوظ رہیں گے۔ میکے سے جہیز نہ لانے والی عورت یہ سمجھے گی کہ مجھے جو کچھ ملا ہے خاوند کی طرف سے ملا ہے۔ اس لئے مجھے خاوند کی خدمت گار بن کر رہنا چاہیے۔ لڑکا سمجھے گا میرے گھر میں جو کچھ ہے میری اپنی کمائی کا ہے اس لئے وہ احساس کمتری میں مبتلاء ہونے سے بچا رہے گا۔ انہی وجوہات کی بناء پر دانائے غیوب نبی امی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ان اعظم النکاح برکۃ ایسرہٗ مؤنۃ۔ بلاشبہ سب سے بڑی برکت والا وہ نکاح ہے جس میں اخراجات کی سب سے زیادہ کمی پائی جاتی ہے۔

شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔ بدرستی کہ بزرگ ترین نکاح از روئے برکت آسان ترین آنست از روئے بار وگرانی و تعب و مشقت در تہیۂ اسباب آن۔ یعنی سب سے بڑی برکت والا نکاح وہ ہے۔ جس کا سامان تیار

کرنے میں سب سے زیادہ آسان بوجھ اور مشقت اٹھائی جائے۔ (اشعۃ اللمعات ص۱۰۴ ج ۳)
کاش مسلمان اس حدیث نبوی کو پڑھیں اور اس پر عمل کریں تو کتنے پھندوں سے نجات مل سکتی ہے۔ واللہ یھدی من یشآء الیٰ صراط مستقیم۔

جہیز کی خاطر رشتہ کرنا شرعاً مذموم ہے

بھاری جہیز غریب لوگوں کی بچیوں کی شادی میں سخت رکاوٹ بن جاتا ہے سالہا سال وہ اپنے میکے میں جوانی کا عرصہ گزارنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ اس لئے شرع شریف نے جہیز کی خاطر رشتہ کرنے کو مذموم قرار دیا ہے۔ رسول صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ **تنکح المرأۃ لمالھا و لحسبھا و لجمالھا ولدینھا فاظفر بذات الدین تربت یداک** عورت سے (چار وجہوں سے) نکاح کیا جاتا ہے اس کی مالداری کے سبب سے اور اس کی خاندانی شرافت کے سبب سے اور اس کے حسن و جمال کے سبب سے اور اس کی دینداری کے سبب سے۔ سو تو دین والی عورت پر کامیابی حاصل کر تیرے دونوں ہاتھ غبار آلود ہوں۔
رواہ الشیخان فی صحیحیھما عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ (مشکوٰۃ ص۲ ج ۲)

اور امام احمد غزالی لکھتے ہیں۔ **فی الحدیث من ینکح المرأۃ لمالھا و جمالھا حرم مالھا وجمالھا ومن نکحھا لدینھا رزقہ اللہ مالھا و جمالھا** ۔ حدیث شریف میں مروی ہے کہ جو شخص عورت کے مال و جمال کے سبب سے اس سے شادی کرے وہ اس کے مال و جمال سے محروم رہتا ہے اور جو شخص عورت کی دینداری کے سبب سے اس سے شادی کرے اللہ اسے اس عورت کا مال و جمال عطا کر دیتا ہے۔ (نزھۃ الناظرین ص۱۴۵)

اور بعض بزرگ فرماتے ہیں ''جو شخص غنی عورت سے شادی کرے وہ اس کی طرف سے پانچ آفتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مہر کی زیادتی رخصتی میں دیری خدمت سے محرومی۔ اخراجات کی زیادتی اور جب وہ اس کو طلاق دینے کا ارادہ کرے تو اس کا جہیز چلے جانے کے ڈر سے قدرت نہیں رکھتا اور غریب عورت سے شادی کرنے میں ان پانچوں آفتوں سے حفاظت رہتی ہے۔ (نزھۃ الناظرین ص۱۴۵)

مسلمان بزرگان دین کے ان ارشادات عالیہ میں غور فرمائیں اور یقین جانیں کہ اس دور میں ازدواجی زندگی کا بگاڑ زیادہ تر اسی وجہ سے پایا جاتا ہے کہ جہیز حاصل کرنے کی غرض سے امیروں کی لڑکیاں بیاہی

جاتی ہیں اور غریبوں کی بچیوں سے روگردانی کی جاتی ہے اگر مسلمان آج بھی سنبھل جائیں اور مالداری کی بجائے دینداری کو بنیاد بنالیں تو کسی قسم کی ناچاقی کے واقع ہونے کا اندیشہ نہیں ہوگا۔ واللہ یھدی من یشآء الیٰ صراط مستقیم۔

نیک بیوی سعادت مندی کی علامت ہے

نیک بیوی نیک بختی کا ذریعہ ہے چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''دنیا متاع ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے'' اور فرمایا ''تقویٰ کے بعد مومن کے لئے نیک بی بی سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ اگر وہ اسے حکم کرے تو وہ اس کی اطاعت کرتی ہے اور اگر وہ اسے دیکھے تو اسے خوش کرتی ہے اور اگر وہ اس پر قسم کھا بیٹھے تو وہ اس کی قسم کو سچا کر دیتی ہے اور اگر وہ کہیں چلا جائے تو وہ اپنے نفس اور شوہر کے مال میں خیر خواہی کرتی ہے۔ (مشکوٰۃ ص۲ ج۲)۔ اور فرمایا ''جس شخص کو چار چیزیں ملیں اسے دنیا وآخرت کی بھلائی مل جاتی ہے۔ شکر گزار دل، یاد الٰہی کرنے والی زبان بلاء پر صبر کرنے والا بدن اور ایسی بی بی جو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں گناہ کی متلاشی نہ ہو۔ (مشکوٰۃ ص۱۴ ج۲)

اور فرمایا ''تین چیزیں آدمی کی نیک بختی سے ہیں اور تین چیزیں بدبختی سے نیک بختی کی چیزوں میں سے نیک عورت اور اچھا مکان اور اچھی سواری ہے اور بدبختی کی چیزوں میں سے بری عورت اور برا مکان اور بری سواری ہے۔

اور فرمایا۔ ''جسے اللہ نے نیک بی بی نصیب کی اس کے نصف دین پر اعانت فرمائی تو باقی نصف میں اسے ڈرنا چاہیے''۔

اور فرمایا ''جس شخص کو پانچ چیزیں دی گئیں اسے آخرت کے عمل کے ترک پر معذور قرار نہیں دیا جائے گا۔ نیک بی بی۔ نیک اولاد۔ لوگوں سے اچھا میل جول۔ اپنے شہر میں روزگار اور آل محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت۔ (جامع صغیر ص۷ ج۲)

اور فرمایا ''کیا میں تجھے خبر نہ دوں اس بہترین چیز کے بارہ میں جو مرد جمع کرتا ہے وہ نیک عورت ہے کہ جب وہ اس کی طرف دیکھے وہ اسے خوش کرے اور جب اسے حکم کرے تو وہ اطاعت کرے اور جب وہ موجود نہ ہو تو حفاظت کرے۔ (جامع صغیر ص۲۷ ج۱)

جہیز شرعاً واجب نہیں ہے

چونکہ بچی کے والدین اس کی پیدائش سے لے کر جوان ہونے تک اس کی تربیت و تعلیم پر مسلسل مال خرچ کرتے رہتے ہیں اس لئے شرع شریف نے شادی کے موقع پر بچی کو جہیز دینا ان پر واجب نہیں کیا ہے اور نہ اس حق پرورش کے بدلہ میں کچھ لڑکے والوں سے لینا جائز قرار دیا ہے۔ فی الواقع اگر شادی کے موقع پر شرع شریف لڑکی کے والدین پر جہیز دینا واجب کرتی تو لڑکی ان کے لئے وبال جان بن جاتی اور وہ اسے زندہ درگور کر دینے کے درپے ہو جاتے۔ الحمدلله الذی یسر لنا امورنا بفضله العظیم۔

جہیز اپنی حیثیت کے مطابق دینا جائز ہے

اگرچہ شرع شریف نے لڑکی والوں پر جہیز دینا واجب نہیں کیا لیکن اگر وہ اپنی حیثیت کے مطابق کچھ جہیز دیں تو اس نے انہیں اس سے منع بھی نہیں کیا ہے۔

مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی مجددی کتاب جنتی زیور ص ۱۲۶ پر لکھتے ہیں "ماں باپ کچھ کپڑے کچھ زیورات کچھ سامان برتن پلنگ بستر میز کرسی تخت جائے نماز قرآن مجید دینی کتابیں وغیرہ لڑکی کو دے کر اس کو سسرال بھیجتے ہیں۔ یہ لڑکی کا جہیز کہلاتا ہے۔ بلاشبہ یہ جائز ہے۔ بلکہ سنت ہے کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں چند سامان دے کر رخصت فرمایا تھا لیکن یاد رکھو کہ جہیز میں سامونوں کا دینا ماں باپ کی محبت و شفقت کی نشانی ہے۔ ہاں لڑکی والوں کو اپنی حیثیت سے بڑھ کر جہیز تیار نہیں کرنا چاہیے۔

جہیز نقدی کی صورت میں دینا چاہیے

ہمارے علاقوں میں رواج ہے کہ جہیز میں سامان خانہ داری خریدا جاتا ہے حالانکہ یہ چیزیں پہلے سے دولہا کے گھر میں موجود ہوتی ہیں اس لئے سالہا سال تک یہ جہیز کا سامان یونہی رکھا رہتا ہے اور استعمال میں نہیں آتا۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ جہیز میں صرف وہ چیزیں دی جائیں جن کی ضرورت پڑے گی۔ یا نقدی کی صورت میں دیں۔ تاکہ وہ اپنی منشاء کے مطابق اس سے جو چیز چاہیں خرید لیں اور اس میں ریاکاری بھی پائی نہیں جائے گی۔

خاتون جنت کا جہیز

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت جو چیزیں دی تھیں انہیں حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نظم میں بیان کیا ہے۔

فاطمہ زہرا کا جس دن عقد تھا ‌ ‌ ‌ سُن لو اُن کے ساتھ کیا کیا نقد تھا
ایک چادر سترہ پیوند کی ‌ ‌ ‌ مصطفٰے نے اپنی دختر کو جو دی
ایک توشک جس کا چمڑے کا غلاف ‌ ‌ ‌ ایک تکیہ ایک ایسا ہی لحاف
جس کے اندر اُون نہ ریشم روئی ‌ ‌ ‌ بلکہ اس میں چھال خرمے کی بھری
ایک چکی پیسنے کے واسطے ‌ ‌ ‌ ایک مشکیزہ تھا پانی کے لئے
ایک لکڑی کا پیالہ ساتھ میں ‌ ‌ ‌ نقری کنگن کی جوڑی ہاتھ میں
اور گلے میں ہار ہاتھی دانت کا ‌ ‌ ‌ ایک جوڑا بھی کھڑاؤں کا دیا
شاہزادی سید الکونین کی ‌ ‌ ‌ بے سواری ہی علی کے گھر گئی
واسطے جن کے بنے دونوں جہاں ‌ ‌ ‌ اُن کے تھیں سیدھی سادی شادیاں
اس جہیز پاک پر لاکھوں سلام ‌ ‌ ‌ صاحب لولاک پر لاکھوں سلام

(بیاہ شادی کی رسمیں ص ۲۶ مطبوعہ بزم کنزالایمان کراچی)

جہیز کی رقم دولہا سے لینا جائز نہیں

بعض لوگ جہیز کی رقم لڑکے والوں سے لیتے ہیں بلکہ براٰت کا کل خرچ بھی ان سے مانگتے ہیں۔ حالانکہ دونوں باتیں شرعاً جائز نہیں۔ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ کے فتاوٰی میں ہے۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی کے نکاح میں لڑکے والے سے کہا کہ مہر علاوہ بغیر قرض اگر آپ اس شرط پر روپیہ دیں گے تو میں براٰت کا کھانا کھلا سکتا ہوں ورنہ نہیں۔ یہ روپیہ جائز ہے یا حرام؟

الجواب بعون الملک العلام الوہاب:۔ یہ سوال ناجائز ہے اس لئے کہ اگر روپیہ کی شرط پر نکاح کرتا ہے کہ بغیر اس کے ادا کیے نکاح نہ کرے تو یہ رشوت ہے اور رشوت لینا حرام ہے اور اگر یہ روپیہ شرط نکاح نہیں ہے بلکہ ویسے دعوت کے لئے مانگتا ہے تو سوال ہے اور مہمانوں کی دعوت اتنی ضروری نہیں کہ اس کے لئے سوال جائز ہو۔

(فتاویٰ نعیمیہ ص ۵ بتصرف)

جہیز کے لئے قرض اٹھانا مذموم ہے

بعض لوگ جہیز کی رسم پوری کرنے کے لئے بے جا قرضہ اٹھاتے ہیں یہ بھی شرعاً مذموم ہے کہ جس کام کو شرع نے لازم نہیں کیا اس کے لئے قرضہ میں زیر بار ہونا دانشمندی نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ لڑکی کے والدین چند سال تک تھوڑا تھوڑا جہیز تیار کرتے رہیں تاکہ بروقت پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے

بعض دفعہ دیکھا جاتا ہے کہ میاں بیوی کی ناچاقی کی صورت پیدا ہوتی ہے اور ان میں طلاق واقع ہو جاتی ہے تو خاوند مہر میں دیا ہوا زیور بھی لے لیتا ہے اور عورت کا جہیز بھی ہڑپ کر لیتا ہے یہ شرعاً سخت حرام اور ظلم عظیم ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کی کتاب مستطاب احکام شریعت صفحہ ۱۷۸ میں یہ فتویٰ درج ہے۔ ''کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ جہیز کس کا حق ہوتا ہے؟ لڑکی والوں کا یا لڑکے والوں کا۔ بعد وفات زوجہ کے اس کے جہیز میں تقسیم فرائض ہوگی یا نہیں۔ زید سلیمہ کا شوہر تھا۔ سلیمہ کے مرنے کے بعد کہتا ہے کہ میں نے اس کو کھلایا پلایا ہے۔ لہذا جہیز میرا حق ہے۔ یہ قول زید کا صحیح ہے یا باطل۔ اگر جہیز میں تقسیم فرائض نہ ہو تو آیا صرف والدین کو ملے گا یا اور کس کس کو۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جہیز عورت کی ملک ہے اس کے مرنے پر حسب شرائط فرائض ورثہ پر تقسیم ہوگا۔ زید کا دعویٰ باطل محض ہے۔ نفقہ کے عوض میں کچھ نہیں لے سکتا کہ نفقہ اس پر شرعاً واجب تھا۔

جہیز کے متعلق ایک تحقیقی مقالہ

جہیز کے بارہ میں ضروری گزارشات عرض کرنے کی بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ رسالہ رضائے مصطفےٰ

گوجرانوالہ میں شائع شدہ ایک تحقیقی مقالہ کے ضروری حصے بھی یہاں پیش کر دیئے جائیں تا کہ اس مسئلہ پر مزید روشنی پڑ جائے وباللہ التوفیق۔

''ہندو دھرم (مذہب) میں دختر کے لئے وراثت میں حصہ نہیں اس لئے وہ اس کی تلافی یوں کر لیتے ہیں کہ جب بیٹی کی شادی کرتے ہیں تو جتنا کچھ اسے دے سکتے ہیں جہیز کے نام سے دے دیتے ہیں۔ مسلمان بھی یہی کچھ ان کی دیکھا دیکھی کرنے لگے ہیں۔ بہت سے خاندانوں میں بیٹی کو ترکہ نہیں ملتا لیکن دوسرے حصہ پر تقریباً سب عمل کرتے ہیں یعنی بیاہتے ہوئے اسے جہیز دینا اتنا ضروری سمجھتے ہیں کہ گویا اس کے بغیر شادی ہی مکمل نہیں ہوتی۔

اس پر غضب تو یہ ہوا کہ انہوں نے مروجہ جہیز کو سنت رسول صلے اللہ علیہ وسلم بھی قرار دے دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ سنت رسول کے بغیر دین مکمل نہ ہو تو ازدواج بھی بغیر سنت جہیز مکمل نہیں ہو سکتا۔ پھر سب سے زیادہ دلچسپ استدلال جہیز کے سنت ہونے پر یہ ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جہیز دیا تھا۔ جس میں بان کی چارپائی، چکی، مٹی کے گھڑے، ہاتھی دانت کے کنگن، چاندی کا ہار، مشکیزے اور اذخر سے بھری ہوئی توشک تھی۔ گویا مقدمات کی ترتیب یوں ہوئی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو فلاں فلاں چیزیں جہیز میں دیں لہذا جہیز دینا سنت ٹھہرا اور سنت کے بغیر دین مکمل نہیں ہو سکتا لہذا جہیز کے بغیر ازدواج مکمل نہیں ہوگا۔

اب ذرا ہماری معروضات کو بھی بغور سن لیجئے۔ آپ کے سامنے خدا کی کتاب کھلی ہے احادیث کے دفتر موجود ہیں۔ ہر مشرب کی کتب فقہ رکھی ہوئی ہیں۔ آپ کو ہر جگہ زر مہر کی تصریح ملے گی۔ قرآن نے اسے فریضہ، صدقات اور اجر کہا ہے۔ احادیث میں اسے صداق اور مہر بھی کہا گیا ہے۔ کتب فقہ میں اس کے مستقل ابواب ہیں اور ہر جگہ اسے ایک واجب الادا فرض بتایا گیا ہے۔ حتی کہ مسند احمد کی روایت ہے کہ جو شخص ایک عورت سے کسی مہر پر نکاح کرے اور نیت یہ ہو کہ وہ اسے ادا نہیں کرے گا تو اس کا شمار زانیوں میں ہے اور قرآن میں بار بار اس کی تاکید آئی ہے کہ عورتوں کو ان کا مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کرو۔ سب کا ذکر یہاں مقصود نہیں۔ عرض یہ کرنا ہے کہ مہر کے سارے احکام قرآن میں حدیثوں میں اور فقہ میں وضاحت کے ساتھ موجود ہیں۔ لیکن جو چیز آپ کو کہیں نہ ملے گی وہ ہے جہیز کا ذکر قرآن اس ذکر سے قطعاً خالی ہے احادیث میں اس کا کہیں ذکر نہیں۔ حتی کہ فقہ میں کہیں کوئی باب الجہیز موجود نہیں۔ اب خود ہی سوچئے کہ یہ

جہیز سنت کیسے بن گیا۔
پھر اس پر بھی غور فرمایئے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اور بھی تین صاحبزادیاں تھیں۔ زینب، رقیہ، ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ کیا آپ نے کبھی یہ بھی سنا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے زینب، رقیہ وام کلثوم کو جہیز دیا۔ جس میں فلاں فلاں چیزیں تھیں؟ اسے بھی جانے دیجئے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے شرف زوجیت میں کتنی امہات المؤمنین آئیں۔ لیکن آپ نے کہیں یہ بھی پڑھا ہے کہ عائشہ کے جہیز میں یہ چیزیں تھیں یا حفصہ یا سودہ یا دوسری ازواج النبی صلے اللہ علیہ وسلم فلاں فلاں چیزیں جہیز میں لائی تھیں۔ چلیے جانے دیجئے۔ دوسرے بے شمار صحابہ نے بھی شادیاں فرمائیں۔ لیکن کتنوں کے متعلق آپ نے کبھی یہ ذکر پڑھا ہے کہ ان کی ازواج سنت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے مطابق اپنے ساتھ جہیز لائی تھیں۔ پھر ذرا عقل پر زور دے کر سوچیے کہ آخر یہ سنت رسول کی کونسی قسم ہے جو ازدواج کے سوا اور کہیں بھی نظر نہیں آتی؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ حقیقت کچھ اور ہو اور ہم نے فرض کر لیا ہو کچھ اور؟ ہاں یقیناً یہی بات ہے۔ آیئے ذرہ اس پر غور کریں۔

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ چیزیں جن کا اوپر ذکر ہوا۔ جناب فاطمہ کو دیں۔ لیکن کیا وہی چیز تھی جسے ہم عرف عام میں جہیز کہتے ہیں۔ یقیناً نہیں مروجہ جہیز کی اصطلاح سے اسے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ پھر یہ کیا تھا؟ اسی لئے اس پر اس وقت غور کرنا ہے ذرا توجہ سے کام لے کر حقیقت حال پر غور فرمایئے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم جناب فاطمہ اور حضرت علی دونوں کے کفیل و سرپرست تھے۔ اس لئے دونوں کے ازدواج کا اہتمام بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو کرنا تھا۔ جناب علی کا کوئی الگ گھر نہ تھا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی ایک الگ گھر بسانا تھا اس لئے اس کا انتظام بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی فرما رہے تھے۔ خانہ داری کے انتظام کے لیے جو کچھ مختصر سا اہتمام حضور نے مناسب سمجھا کر دیا۔ سونے کو چارپائی اور اذخر گھاس سے بھری ہوئی توشک اور تکیہ مشکیزے گھڑے چکی۔ رہا چاندی کا ہار تو وہ یوں بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی کا تھا جو آپ کو سیدہ خدیجہ کے ترکے میں ملا تھا یہ سارا انتظام حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس لئے کرنا پڑا کہ آپ کو ایک الگ گھر بسانا تھا۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پہلے سے کوئی الگ گھر ہوتا تو حضور صلے اللہ

علیہ وسلم شاید اتنا کچھ بھی نہ کرتے۔ حضرت ابوالعاص کا گھر پہلے سے موجود تھا۔ اس لئے سیدہ زینب کو بیاہنے کے لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی انتظام نہ کیا۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا الگ گھر بھی پہلے سے موجود تھا۔ اس لئے سیدہ رقیہ اور ام کلثوم کو بیاہنے میں حضور کو ایسے کسی انتظام کی ضرورت نہ پڑی۔ اسی طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں جو ام المومنین آئیں ان کے والدین کو بھی ایسے کسی انتظام کی حاجت نہ تھی۔ لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حیثیت ان سے مختلف تھی اب تک وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہتے تھے اور جب ازدواج فاطمہ ہوا تو سارا اہتمام از سر نو کرنا پڑا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی الگ گھر نہ تھا ایک انصاری حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک گھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسی مقصد کے لئے بخوشی پیش کر دیا جس میں یہ پاکیزہ نیا جوڑا منتقل ہو گیا اور خانہ داری کے مختصر اسباب وہاں بھیج دیئے گئے۔ یہ جہیز نہ تھا۔ صرف ایک انتظام خانہ داری تھا۔ اس کے جہیز نہ ہونے کی ایک اور دلیل بھی سن لیجئے۔ جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متروکات کے سوا دوسری چیزیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کہاں سے مہیا فرمائی تھیں۔ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل چیز ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حق مہر پہلے ہی لے لیا تھا ایک خطیم زرہ تھی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سوا سو روپے کی رقم (تقریباً پانچ سو درہم) میں فروخت کی تھی۔ یہی مہر کی رقم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے کر آئے اور اسی رقم سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خانہ داری کا سب سامان اور کچھ خوشبو وغیرہ منگوائی تھی۔ ذرا سوچیے! کیا جہیز کی یہی صورت ہوتی ہے۔ اگر لوگ فی الواقع جہیز کو سنت سمجھتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ اسے زر مہر ی سے مہیا بھی کریں۔

الغرض ضرورت ہے کہ اس غیر ضروری وتباہ کن رسم جہیز کو کسی نہ کسی طرح بے جان بنا دیا جائے۔ اور حکومت مروجہ جہیز کی تباہ کاری اور اپنے فرائض کا احساس کرتے ہوئے علمائے کرام کے مشورہ سے فوری طور پر جہیز کی اصلاح کے لئے قانون نافذ کر کے اپنے فرائض سے سبکدوش ہو اور اہل وطن کی دعائیں لے۔ (ماخوذ)

(رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بابت ۱۵ جمادی الاخری ۱۳۸۴ھ)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۱ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیسواں مقالہ

پردہ کے شرعی مسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله الذی زین النبیین بحبیبه ألمصطفیٰ ومن علی المؤمنین بنبیه المجتبیٰ والصلوٰة والسلام علیٰ خیر الانبیآء والمرسلین وعلیٰ جمیع عباد الله الصالحین اما بعد:۔اس مختصر مقالہ میں قرآن وحدیث اور فقہائے حنفیہ کے اقوال کی روشنی میں مسلمان عورتوں کے لئے پردہ کے شرعی مسائل واحکام لکھے گئے ہیں اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت بخشے۔آمین۔

آیات کریمہ

پہلی آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشادفرماتا ہے۔یا بنی ادم قدانزلنا علیکم لباساً یواری سواتکم وریشاً ط ولباس التقویٰ ذٰلک خیر ط ذٰلک من ایات الله لعلهم یذکرون.

(پ ۸ رکوع ۱۰)

اے آدم کی اولاد بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اتارا کہ تمہاری شرم کی چیزیں چھپائے اور ایک وہ کہ تمہاری آرائش ہواور پرہیز گاری کالباس وہ سب سے بھلا ہے۔یہ اللہ کی نشانیوں میں ہے تاکہ وہ نصیحت مانیں۔ (کنزالایمان)

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس لباس وزینت کا احسان جتلاتا ہے۔جواس نے ان کے لیے پیدا کیے۔اورلباس وہ ہے جوشرمگائیں چھپائے۔اورشرمگائیں وہ اعضا ہیں جن کا سترفرض ہے۔اورزینت وہ لباس ہے۔جوجسم کے ظاہرکوآراستگی بخشے۔سواول ضروریات سے اور ثانی تکمیلات سے ہے۔

دوسری آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے۔وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارهن ویحفظن فروجهن ولایبدین زینتهن الاماظهر منها ولیضربن بخمرهن علیٰ جیوبهن ولایبدین زینتهن الا لبعولتهن اواٰبآئهن اوآباء بعولتهن اوابنآء هن اوابنآء بعولتهن اواخوانهن اوبنی

اخوانهن اوبنی اخواتهن اونسآء هن اوماملکت ایما نهن اوالتابعین غیر اولی الاربة من الرجال اوالطفل الذین لم یظهروا علیٰ عورت النسآء ولا یضربن بار جلهن لیعلم مایخفین من زینتهن ط وتوبوا الی الله جمیعاً ایها المؤمنون لعلکم تفلحون۔

(سورۂ نور)

اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگار نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہو۔ اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر یا شوہروں کے باپ پر یا اپنے بیٹے پر یا شوہروں کے بیٹے پر یا اپنے بھائی پر یا اپنے بھتیجے پر یا اپنے بھانجے پر یا اپنے دین کی عورتوں پر یا اپنی کنیزوں پر جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں۔ یا نوکر پر بشرطیکہ وہ شہوت والے نہ ہوں یا ان بچوں پر جنہیں شرم کی چیزوں کی خبر نہیں۔ اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگار۔ اور اللہ کی طرف توبہ کرو۔ مسلمانو! سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

تفسیر جلالین میں ہے۔ خود بخود ظاہر ہونے والے اعضاء چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں۔ سو ایک روایت میں اجنبی مرد انہیں بے شہوت دیکھ سکتے ہیں۔ اور دوسری روایت میں یہ حرام ہے کیونکہ اس میں شہوت کا اندیشہ ہے۔ اور اسی کو فتنوں کے سدباب کے لیے ترجیح دی گئی ہے۔

مسئلہ: عورت کا چہرہ اگرچہ عورت نہیں مگر بوجہ فتنہ غیر محرم کے سامنے کھولنا منع ہے۔ یونہی غیر محرم کے لیے اس کی طرف نظر کرنا جائز نہیں اور چھونا تو اور سخت منع ہے۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ثانیہ: آزاد عورت یا خنثیٰ مشکل کے لیے سارا بدن عورت ہے۔ سوا چہرہ کی ٹکلی، ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلوؤں کے۔ اس کے سر کے تمام بال، گردن اور کلائیاں بھی عورت میں داخل ہیں لہٰذا ان کا چھپانا بھی فرض ہے۔ (بہار شریعت)

مسئلہ ثالثہ: اگر عورت اپنے گھر میں تنہا ہو اور نماز سے باہر تو اس وقت اس پر صرف ناف سے گھٹنوں تک کو چھپائے رکھنا واجب ہے۔ اور اگر کوئی محرم موجود ہو تو اس کے سامنے پیٹھ اور پیٹ کو بھی چھپائے اور اگر گھر میں کوئی غیر محرم بھی ہے تو سارے بدن کا ستر واجب ہے۔ (بہار شریعت)

مسئلہ رابعہ: مرد کے لیے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک عورت ہے۔ ناف اس میں داخل نہیں اور گھٹنے داخل ہیں۔ اس زمانے میں بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ وہ تہبند یا پاجامہ اس طرح پہنتے ہیں کہ ان کے پیڑو کا کچھ حصہ کھلا رہتا ہے۔ اگر کرتہ وغیرہ سے اس طرح چھپا ہو کہ چمڑے کی رنگت نظر نہ آئے تو خیر ورنہ حرام ہے اور بعض بیباک لوگوں کے سامنے گھٹنے بلکہ ران تک کھولے رہتے ہیں یہ بھی حرام ہے۔ اور اس کی عادت ہو تو فاسق ہیں۔ (بہار شریعت)

مسئلہ خامسہ: ستر عورت ہر حال میں واجب ہے۔ خواہ نماز میں ہو یا اس سے باہر۔ گھر میں تنہا ہو یا کسی کے روبرو بے ضرورت صحیح تنہائی میں ستر کھولنا ناجائز ہے اور لوگوں کے سامنے یا نماز میں تو ستر عورت بالاجماع فرض ہے۔ (بہار شریعت)

تیسری آیت کریمہ

یاایها النبی قل لازواجک وبناتک ونسآء المؤمنین یدنین علیهن من جلابیبهن ط ذالک ادنیٰ ان یعرفن فلایؤذین وکان الله غفوراً رحیماً ط (احزاب)

اے نبی اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ وہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں۔ یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنزالایمان)

یہ آیت کریمہ ان منافقین کے حق میں نازل ہوئی جن کی عادت تھی کہ وہ باندیوں کو چھیڑا کرتے تھے۔ اس لیے آزاد عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ چادر سے جسم ڈھک کر اپنے سر اور منہ چھپا کر لونڈیوں سے اپنی وضع ممتاز رکھیں۔ (نورالعرفان)

چوتھی آیت کریمہ

یاایها الذین امنوا لاتدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم الیٰ طعام غیر ناظرین اناه ولکن اذا دعیتم فادخلوا فاذاطعمتم فانتشروا ولامستانسین لحدیث ط ان ذٰلکم کان یؤذی النبی فیستحی منکم والله لایستحی من الحق واذا سألتموهن متاعاً فاسئلوهن

من ورآء حجاب ط ذٰلکم اطہر لقلوبکم وقلوبهن وما کان لکم ان تؤذوا رسول الله ولا ان تنکحوا ازواجه من بعدهٖ ابداً ط ان ذٰلکم کان عندالله عظیماً (احزاب) اے ایمان والو نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ مثلاً کھانے کے لیے بلائے جاؤ نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو۔ ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو جاؤ اور کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ۔ نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ بے شک اس میں نبی کو ایذا ہوتی ہے تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے ہیں۔ اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا۔ اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر مانگو۔ اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔ بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔ (کنزالایمان)

اس آیت کا شان نزول تفسیر صاوی میں یہ لکھا ہے کہ ایک دن حضور اپنے گھر میں بعض صحابہ کے ہمراہ کھانا کھا رہے تھے۔ اچانک ایک کا ہاتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سے ٹکرایا۔ آپ کو یہ بات ناگوار گزری تو آیت پردہ نازل ہوئی۔ ونحوه فی الجمل عن ابی السعود: حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ جب تم ان سے سوال کرو یعنی کوئی ایسی کلام کرو جس سے تمہیں چارہ نہ ہو تو پردہ کے پیچھے سے گفتگو کرو۔ یہ بات تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کو فتنہ انگیزی سے ستھرا رکھنے والی ہے۔

پانچویں آیت کریمہ

یاایها الذین اٰمنوا لاتدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتی تستأنسوا وتسلموا علیٰ اهلها ط ذٰلکم خیر لکم لعلکم تذکرون o فان لم تجدوا فیهااحداً فلا تدخلوها حتی یؤذن لکم وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا هو ازکیٰ لکم ط والله بما تعملون علیم o لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتاً غیر مسکونة فیها متاع لکم ط والله یعلم ماتبدون وماتکتمون: (سورۂ نور) اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں (رہنے والوں) پر سلام نہ کر لو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم دھیان کرو پھر اگر ان میں کسی کو نہ پاؤ جب بھی بے مالکوں کی اجازت کے ان میں نہ جاؤ۔ اور اگر تم سے کہا جائے واپس چلے جاؤ تو واپس ہو جاؤ۔ یہ تمہارے لیے بہت ستھرا ہے اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔ اس میں تم پر کچھ گناہ

نہیں کہ تم ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی سکونت کے نہیں اور ان کے برتنے کا تمہیں اختیار ہے۔ اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔ (کنزالایمان)

تفسیر روح البیان میں ہے کہ ان آیات کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ ایک صحابیہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگیں کہ میں کبھی اپنے گھر میں ایسی حالت میں ہوتی ہوں کہ کسی کا دیکھنا پسند نہیں کرتی۔ بعض لوگ اس حال میں اندر آجاتے ہیں۔ تب یہ آیت کریمہ اُتری۔ (نورالعرفان)

مسئلہ: مسلمان کے گھر میں بغیر اجازت گھس جانا کسی کو جائز نہیں۔ نہ عام لوگوں کو، نہ پولیس والوں کو، نہ بادشاہ کو، نہ پیر وفقیر کو، یہ حکم عام ہے اور حضور کے دولت خانہ میں بغیر اجازت حاضر ہونا فرشتوں کو بھی جائز نہیں ہے۔ (نورالعرفان) اور اجازت لینے کا طریقہ یہ ہے کہ بلند آواز سے سبحان اللہ یا الحمدللہ یا اللہ اکبر کہے یا کھنگارے جس سے گھر والوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی اندر آنا چاہتا ہے یا یہ کہے کہ مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟ اگر غیر کے گھر جانے والے کی صاحب مکان سے پہلے ہی ملاقات ہو جائے تو اول سلام کرے پھر اجازت طلب کرے اور اگر وہ اندر ہو تو سلام کے ساتھ اجازت چاہے۔ اس طرح کہ کہے السلام علیکم کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟ اگر دروازے کے سامنے کھڑے ہونے میں بے پردگی کا اندیشہ ہو تو دائیں بائیں کھڑے ہو کر اجازت طلب کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر گھر میں ماں ہو تو بھی اجازت طلب کرے۔ (خزائن) کسی کے دروازے پر جا کر آواز دی اس نے کہا کون تو اس جواب میں یہ نہ کہے "میں" بلکہ وہ اپنا نام بتائے۔ اگر کسی نے اجازت مانگی اور صاحب خانہ نے اجازت نہ دی تو اس سے ناراض نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ خوشی خوشی واپس آجائے ممکن ہے کہ عدم الفرصتی کے باعث اس نے اجازت نہ دی ہو۔ (بہارشریعت)

چھٹی آیت کریمہ

یٰنسآء النبی لستن کاحد من النسآء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہٖ مرض وقلنا قولاً معروفاo وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ واقمن الصلوٰۃ واٰتین الزکوٰۃ واطعن اللہ ورسولہ ط انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراًo واذکرن مایتلیٰ فی بیوتکن من اٰیات اللہ

والحکمۃ ط ان اللہ کان لطیفاً خبیراًo (احزاب) اے نبی کی بیبیو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے۔ ہاں اچھی بات کہو اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی، اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کرکے خوب ستھرا کردے۔ اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت۔ بے شک اللہ ہر باریکی جانتا خبردار ہے۔ (کنزالایمان)

تنبیہ: ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ مسلمان عورتوں پر پردہ ہر حال میں فرض ہے۔ وہ اپنی زینت سوائے اپنے خاوند اور محرم مردوں کے کسی کو دکھانے کی مجاز نہیں ہیں۔ اگر انہیں بامر مجبوری گھر سے باہر نکلنا ہو تو اپنے چہروں پر بھی پردہ ڈال لیں۔ اور نہایت سکون، وقار و شرم و حیا کے ساتھ راستے کے کنارے میں مردوں کے پیچھے پیچھے چلیں۔ موجودہ دور میں فیشنی عورتوں نے جو یہ روش اختیار کرلی ہے کہ جب انہیں باہر جانے کا اتفاق ہو تو خوبصورت اور دیدہ زیب کپڑے پہن کر نکلتی، سر سے اوڑھنی گرا کر اس طرح چلتی ہیں کہ ان کے سینے کا ابھار پوری طرح نمایاں ہوتا ہے یہ شرع محمدیہ کے سراسر خلاف ہے۔ نیز شرع شریف کا حکم یہ ہے کہ مسلمان عورتیں غیر محرموں سے بلاوجہ گفتگو نہ کریں۔ اور اگر انہیں کبھی مجبوراً بات کرنی پڑ جائے۔ تو بقدرِ ضرورت کریں اور ایسے لب و لہجہ سے کریں کہ جس میں نہ نرمی ہو اور نہ لچک اور نہ شہوانی جذبات کی بو۔ یعنی سخت اور کرخت انداز سے بولیں اور اچھی بات کہیں تمسخر یا ٹھٹھا، مذاق نہ کریں اور حتی الوسع اپنے گھروں میں ٹھہری رہیں اگر بامر مجبوری باہر جانا پڑے تو عامیانہ کپڑوں میں نکلیں۔ اور چہرے پر ایسا پردہ ڈالیں جس سے وہ نظر نہ آئے۔ باریک لباس یا باریک کپڑے کا نقاب پہن کر نکلنا یا بے پردہ ننگے سر ننگے منہ نکلنا حرام اور شیطانی فعل ہے۔ اور عورتیں گھروں میں بیکار نہ بیٹھی رہیں بلکہ نماز پڑھیں زکوٰۃ دیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کریں، چرخہ کاتیں یا کوئی اور صنعتی کام کریں، بشرطیکہ ایسا کرنے میں اجنبیوں سے اختلاط نہ ہونے پائے۔ اور گھر کی چاردیواری میں رہ کر علم سیکھیں، یعنی سکولوں، کالجوں میں جا کر انگریزی تعلیم نہیں بلکہ اپنے گھروں میں بیٹھ کر اپنے ماں باپ یا خاوندوں سے دین کا علم پڑھیں۔

وماعلینا الا البلاغ. اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون:

ساتویں آیت کریمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

یاایھا الذین اٰمنوا لیستأذنکم الذین ملکت ایمانکم والذین لم یبلغوا الحلم منکم ثلاث مرات من قبل صلوٰۃ الفجر وحین تضعون ثیابکم من الظھیرۃ ومن بعد صلوٰۃ العشآء ثلاث عورات لکم ط لیس علیکم ولاعلیھم جناح بعدھن ط طوافون علیکم بعضکم علیٰ بعض ط کذٰلک یبین اللہ لکم الاٰیات ط واللہ علیم حکیم o واذا بلغ الاطفال منکم الحلم فلیستأذنوا کما استأذن الذین من قبلھم ط کذٰلک یبین اللہ لکم اٰیاتہ ط واللہ علیم حکیم o (سورۂ نور) اے ایمان والو چاہیے کہ تم سے اذن لیں تمہارے ہاتھ کے مال غلام اور وہ جو تم میں ابھی جوانی کو نہ پہنچے تین وقت نماز صبح سے پہلے اور جب تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو دوپہر کو اور نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہاری شرم کے ہیں۔ ان تین کے بعد کچھ گناہ نہیں تم پر نہ ان پر آمدورفت رکھتے ہیں تمہارے یہاں ایک دوسرے کے پاس۔ اللہ یونہی بیان کرتا ہے تمہارے لیے آیتیں اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔ اور جب تم میں لڑکے جوانی کو پہنچ جائیں تو وہ بھی اذن مانگیں جیسے ان کے اگلوں نے اذن مانگا۔ اللہ یوں ہی بیان فرماتا ہے تم سے اپنی آیتیں اور اللہ علم وحکمت والا ہے۔

(کنزالایمان)

تفسیر خازن میں ہے اللہ تعالیٰ نے نماز صبح سے پہلے۔ دوپہر کے وقت اور نماز عشاء کے بعد بچوں اور غلاموں کو یہ حکم دیا کہ وہ ان تین وقتوں میں گھر والوں سے اذن لے کر اندر آیا کریں۔ کیونکہ ان وقتوں میں کپڑے اتارے جاتے ہیں۔ اور ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص اچانک ان وقتوں میں گھر آجائے تو کسی کا ستر دیکھے اور بڑوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ہر وقت گھر والوں سے اجازت لے کر داخل ہوا کریں۔ اور حضرت حذیفہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا کوئی شخص اپنی ماں سے اذن لے کر اس کے پاس آیا کرے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ کیونکہ اگر وہ بے اذن اندر چلا آئے گا تو ممکن ہے کہ وہ اپنی ماں کی بے پردگی دیکھے۔

آٹھویں آیت کریمہ

والقواعد من النسآء اللاتی لایرجون نکاحاً فلیس علیھن جناح ان یضعن ثیابھن غیر متبرجات بزینۃ ط وان یستعففن خیر لھن ط واللہ سمیع علیم (نور) بوڑھی خانہ نشین عورتیں

جنہیں نکاح کی آرزو نہیں ان پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے بالائی کپڑے اتار رکھیں جبکہ سنگار ظاہر نہ کریں۔ اور اس سے بچنا ان کے لئے بہتر ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

چادریں اتار رکھیں۔ یعنی اگر بوڑھی عورتیں اجنبیوں کے سامنے اوڑھنی نہ اوڑھیں جبکہ ایسا کرنے میں شہوت کا اندیشہ نہ ہو تو ان پر کوئی گناہ نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ وہ ہر حال میں پردہ کا لحاظ رکھیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مسئلہ:۔ جوان عورتوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے تمام جسم کی زینت اجنبیوں سے پوشیدہ رکھیں۔ سر پر اوڑھنی اور دوپٹے استعمال کریں۔ چہرہ کھول کر نہ نکلیں۔ ایسے کپڑے پہنیں جن سے جسم ظاہر نہ ہو۔ یہی حکم ان بچیوں کو بھی ہے جو قریب البلوغ ہوں۔ یا جن کی طرف شہوانی نظریں اٹھ سکتی ہوں۔

یں آیت کریمہ

فوسوس لهما الشيطن ليبدى لهما ماووری عنهما من سواتهما وقال ما نهاكما ربكما عن هذه الشجرة الا ان تكونا ملكين او تكونا من الخالدين ط وقاسمهما انى لكما لمن الناصحين، فدلهما بغرور فلماذا قا الشجرة بدت لهما سوءآتهما وطفقا يخصفان عليهما من ورق الجنة: الآیۃ (اعراف) پھر شیطان نے ان کے جی میں خطرہ ڈالا کہ ان پر کھول دے شرم کی چیزیں جو ان سے چھپی تھیں۔ اور بولا تمہیں تمہارے رب نے اس پیڑ سے اسی لیے منع فرمایا ہے کہ کہیں دو فرشتے ہو جاؤ۔ یا ہمیشہ جینے والے اور ان سے قسم کھائی کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں۔ تو اتار لایا انہیں فریب سے پھر جب انہوں نے وہ پیڑ چکھا ان پر ان کی شرم کی چیزیں کھل گئیں۔ اور وہ اپنے جسم پر جنت کے پتے چپنے لگے۔

(کنزالایمان)

اس سے معلوم ہوا کہ ستر کھولنا آدم علیہ السلام کے وقت سے ہی معیوب ہے۔ عقل انسانی اسے برا سمجھتی ہے۔ ندان پر ستر کے شرعی احکام اس وقت تک نہ آئے تھے۔ اب جو ننگا ہونا پسند کرے وہ فطرت انسانی کا مقابلہ کرتا ہے۔ (نورالعرفان)

دسویں آیت کریمہ

واذا فعلوا فاحشة قالوا وجدنا علیها آباء نا والله امرنا بها ط قل ان الله لا یأمر بالفحشاء ط اتقو لون علیٰ الله مالا تعلمون (اعراف) اور جب کوئی بے حیائی کریں تو کہتے ہیں ہم نے اس پر اپنے باپ دادا کو پایا اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا۔ تم فرماؤ بے شک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔ کیا اللہ پر وہ بات لگاتے ہو جس کی تمہیں خبر نہیں (کنز الایمان) حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ مشرکین مکہ بیت اللہ شریف کا طواف ننگے کیا کرتے تھے۔ اور ساتھ یہ کہا کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ شریف کا طواف اس حال میں کریں گے۔ جس حال میں ہماری ماؤں نے ہمیں جنا ہے۔ (یعنی ننگے بدن)

ان جملہ آیات سے معلوم ہو گیا ہے کہ عریانی فعل شیطانی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ناپسند کرتا ہے۔ لہذا مومن بندوں کو چاہیے کہ وہ ہر حال میں پردہ کا بہت لحاظ رکھیں۔ وما علینا الا البلاغ.

اب ہم چند احادیث پیش کرتے ہیں جن سے پردہ کی ضرورت واہمیت بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔

احادیث مبارکہ

حدیث اول: ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا الحیاء من الایمان والایمان فی الجنة: ۔ حیا ایمان کا حصہ ہے اور ایماندار جنت میں ہے۔
(احمد۔ ترمذی۔ مشکوٰۃ)

حدیث دوم: ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک انصاری کے پاس سے گزرے جو اپنے بھائی کو حیا کی تلقین کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا اسے چھوڑ دے۔ فان الحیاء من الایمان۔ کیونکہ شرم ایمان سے ہے۔ (بخاری۔ مسلم۔ مشکوٰۃ)

حدیث سوم: ۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

اِیاکم والدخول علی النساء. عورتوں کی مجلس سے بچو۔ایک انصاری نے عرض کی یارسول اللہ دیور کے بارہ میں کیا حکم ہے؟ فرمایا دیور موت ہے یعنی دیور کے سامنے ہونا گویا موت کا سامنا ہے کہ یہاں فتنہ کا زیادہ احتمال ہے۔ (بہارِ شریعت)

حدیث چہارم:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم میں سے کوئی کسی اجنبی عورت کے پاس تنہائی میں نہ بیٹھے اور جب اس کے پاس اس کا کوئی محرم رشتہ دار ہو تو بیٹھ سکتا ہے۔ (ریاض الصالحین)

حدیث پنجم:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا دو قسم کے دوزخیوں کو میں نے نہیں دیکھا۔ایک وہ قوم ہے جن کے پاس بیلوں کے دموں جیسے کوڑے ہوں گے اور وہ ان کے ساتھ لوگوں کو ظلماً ماریں گے۔ دوسری وہ عورتیں ہیں جو لباس پہننے والی ننگی، دوسرے مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی اور خود دوسروں کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی۔ ان کے سروں کے بال بختی اونٹوں کے ان کوہانوں جیسے ہوں گے جو موٹی ہونے کی وجہ سے جھکی ہوتی ہیں۔ وہ نہ ہی جنت میں داخل ہوں گی اور نہ جنت کی خوشبو سونگھیں گی۔ حالانکہ اس کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے سونگھی جائے گی۔ (مشکوٰۃ شریف)

مسئلہ:۔ اتنا باریک کپڑا جس سے بدن چمکتا ہو ستر کے لیے کافی نہیں اگر اس نے اس کپڑے میں نماز پڑھی تو نہ ہوئی۔ یونہی اگر چادر میں سے عورت کے بالوں کی سیاہی چمکے نماز نہ ہو گی۔ بعض لوگ باریک ساڑھیاں اور تہبند باندھ کر نماز پڑھتے ہیں کہ ران چمکتی ہے ان کی نمازیں نہیں ہوتیں۔ اور ایسا کپڑا پہننا جس سے ستر عورت نہ ہو سکے نماز کے علاوہ بھی حرام ہے۔ بعض عورتیں بہت باریک کپڑے پہنتی ہیں مثلاً آب رواں یا جالی یا باریک ململ کا دوپٹہ جس سے سر کے بال یا بالوں کی سیاہی یا گردن یا کان نظر آتے ہیں اور بعض باریک تنزیب یا جالی کے کرتے پہنتی ہیں کہ پیٹ اور پیٹھ بالکل نظر آتی ہے۔ اس حالت میں

اس کی طرف نظر کرنا مردوں پر حرام ہے اور ایسے موقع پر ان کو اس قسم کے کپڑے پہننا بھی ناجائز ہے۔
(عالمگیری) (بہار شریعت)

حدیث ششم :۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس اس حال میں آئیں کہ آپ کے جسم پر باریک لباس تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منہ موڑ کر فرمایا۔ اے اسماء جب کوئی عورت بالغہ ہو جائے تو اس کے جسم سے سوائے اس کے اور اس کے کچھ دکھائی نہ دینا چاہیے اور آپ نے اپنے چہرہ اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ (مشکوٰۃ) یعنی چہرہ اور ہتھیلیاں تو ستر نہیں باقی جسم پر موٹا کپڑا ہونا چاہیے جس سے بدن کی رنگت نظر نہ آئے۔ واللہ اعلم بالصواب:

حدیث ہفتم :۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے حضرت حفصہ بنت عبدالرحمٰن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس حال میں آئیں کہ ان کے سر پر باریک اوڑھنی تھی **فشقته و کستها خمارًا کثیفاً** ۔آپ نے وہ اوڑھنی پھاڑ ڈالی اور اس کے بدلے انہیں موٹے کپڑے کی اوڑھنی پہنائی۔ (موطا)

تنبیہہ :۔ آج کل کی فیشن زدہ مسلمان عورتوں اور انگریزی خوں نوجوان بچیوں کو ان ہر دو احادیث سے سبق لینا چاہیے۔ انہیں اپنے باریک تنگ بے پردہ لباس کی قباحت اور شناعت کا بخوبی اندازہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ کل قیامت کے دن انہوں نے اللہ عزوجل و رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاں جوابدہ ہونا ہے۔ اسی طرح ان فیشن ایبل عورتوں کے خاوندوں اور وارثوں کو بھی اپنی عاقبت کا کچھ خیال کرنا چاہیے۔ اور بے پردگی مٹانے کے لیے حتی الوسع کوشاں رہنا چاہیے۔ **وما توفیقی الا باللہ**۔

حدیث ہشتم :۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں اپنے اس گھر میں جس میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مدفون ہیں بے پردہ داخل ہوا کرتی تھی اور یہ خیال ہوتا تھا کہ یہاں ایک تو میرے خاوند (نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہیں اور دوسرے میرے والد ماجد (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) پھر جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو وہاں دفن کیا گیا۔ **فواللہ ما دخلته الا وانا مشدودة علی**

ثیابی حیاءً من عمر ۔ تو خدا کی قسم میں ہمیشہ اس حال میں داخل ہوئی کہ مجھ پر میرے کپڑے پوری طرح لپٹے ہوتے تھے ۔ یہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے حیا کی وجہ سے تھا۔ (مشکوٰۃ)

مسلمان بہنو! مقام غور ہے کہ تمہاری روحانی مائیں پردہ کا اتنا خیال فرمائیں کہ زندوں کے سامنے ۔ بے پردہ ہونا تو درکنار اہل قبور سے بھی پردہ کا پورا پورا اہتمام فرمائیں مگر تم اہل قبور سے پردہ کرنا تو درکنار زندہ نامحروں سے نہ صرف پردہ نہیں کرتی ہو بلکہ ان کے روبرو اٹھتی ، بیٹھتی ، ہنستی ، بولتی اور کیا کیا شگوفے کھلاتی ہو ، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حدیث نہم :۔ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ۔ کہ میں اور ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سرکار میں بیٹھی تھیں اچانک حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ (نابینا صحابی) تشریف لائے تو حضور نے فرمایا احتجبا منہ تم دونوں ان سے پردہ اختیار کرو۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ الیس ھو اعمیٰ لا یبصر حضور! کیا یہ نابینا نہیں ہیں کہ نہیں دیکھیں گے ۔ فرمایا افعمیا وان انتما الستما تبصرانہ کیا تم دونوں اندھی ہو کہ انہیں نہیں دیکھو گی ۔ (مشکوٰۃ) مسلمان بہنو! مقام غور ہے کہ تمہاری ماؤں کو نابیناؤں سے پردہ کا حکم دیا جارہا ہے مگر تم انکھیاروں سے بھی پردہ نہیں کرتی ہو چہ جائے کہ تم اندھوں سے پردہ کرو۔

حدیث دہم :۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو یہ حکمنامہ لکھ کر بھیجا۔ علموانساء کم سورۃ النور ۔ اپنی عورتوں کو سورۂ نور پڑھاؤ ۔ (کیونکہ اس میں پردہ کے احکامات ذکر کیے گئے ہیں) (صاوی) یہاں سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو انگریزی تعلیم پڑھانا جس سے ان میں بے پردگی اور بے باکی آجائے شرعاً ممنوع ہے ۔ مسلمان عورت کا تعلیمی نصاب شرعی کتابیں ہیں جن کے پڑھنے سے دینداری پیدا ہوتی ہے۔

حدیث یازدھم :۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ۔ لاتنزلوا النسآء الغرف ولاتعلموھن الکتابۃ وعلموھن سورۃ النور والغزل : (صاوی) عورتوں کو بالاخانوں میں نہ

ٹھہراؤ انہیں لکھنا نہ سکھاؤ انہیں سورۂ نور پڑھاؤ اور چرخہ کاتنا سکھاؤ۔ بالا خانوں میں ٹھہرانا اس لیے منع ہوا کہ عورتیں اوپر سے غیر محرموں کو جھانک کر نہ دیکھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ میلوں ٹھیلوں میں یا جلسے جلوس میں عورتوں کا اونچی جگہوں سے غیر محرموں کو جھانک کر دیکھنا شرعاً ممنوع ہے۔ اور لکھنا سکھانے سے ممانعت کی گئی تاکہ قلمی دوستی پیدا نہ ہو آج کل کی انگریزی خواں عورتوں میں بے پردگی، بے حیائی اور فحاشی اسی قلمی فن کے برے ثمرات سے ہے اور عورتوں کو چرخہ کاتنا سکھانا پہلے وقتوں میں تھا۔ آج کے دور میں جو ہنر بھی اس سے موافقت رکھتا ہو وہ انہیں سکھایا جائے۔ مثلاً کپڑوں کی سلائی اور کشیدہ کاری وغیرہ، مگر یہ ضروری ہے کہ غیر محرموں سے اختلاط نہ ہونے پائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حدیث دوازدہم: ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ ایما امرأة نزعت ثیابها فی غیر بیتها خرق الله عزوجل عنها ستره (سیوطی) جو عورت دوسرے کے گھر میں اپنا پردہ ہٹائے گی یعنی بے پردہ ہوگی اللہ تعالیٰ اس سے اپنا پردۂ رحمت چاک کرے گا۔

حدیث سیزدہم: ۔ ایما امرأة استعطرت ثم خرجت فمرت علیٰ قوم لیجدوا ریحها فهی زانیة و کل عین زانیة (سیوطی) جو عورت عطر لگا کر نکلے اور کسی قوم پر اس لیے گزرے کہ وہ اس کی خوشبو پائیں تو وہ (نکلنے والی) زنا کار ہے اور ہر نظر زنا کار ہے۔

حدیث چہاردہم: ۔ المرأة عورة فاذا خرجت أستشرفها الشیطان (مکاشفہ) عورت سراپا عورت یعنی چھپانے کی چیز ہے۔ سو جب وہ باہر بے پردہ ہو کر نکلے تو شیطان اسے جھانکتا ہے۔ یعنی ہر وہ شخص جس میں وسوسۂ شیطانی ہوتا ہے اس کے حسن و جمال کو تاڑتا ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حدیث پانزدہم: ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جو عورت خوبصورت لباس پہن کر غیر محرموں کے روبرو ہاتھ ہلاتے ہوئے چلے وہ قیامت کے دن اس اندھیری کی طرح ہوگی جس میں چمک

کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ (ابن کثیر)

تنبیہ اولیٰ:۔ بعض عورتیں قبور کی زیارت کے لیے بن ٹھن کر بے پردہ نکلتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کا اس طرح پری نما بن کر نکلنا شرعاً حرام ناجائز ہے۔ ایسی ہی بے پردہ عورتوں کے بارہ میں فقہاء کرام کا یہ فتویٰ پڑھ لینا ضروری ہے۔ طحطاوی حواشی مراقی میں ہے اور قاضی سے عورتوں کے قبروں کی طرف نکلنے کے جواز کے متعلق پوچھا گیا۔ تو فرمایا اس جیسے امر کے جواز اور فساد کے متعلق نہ پوچھ بلکہ یہ پوچھنا چاہیے کہ اس میں عورت کو کتنی لعنت ملتی ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ جس وقت کوئی عورت بے پردہ ہو کر قبرستان کی طرف جانے کا ارادہ کرتی ہے تو وہ اللہ اور اس کے فرشتوں کی لعنت میں ہوتی ہے۔ اور جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیاطین اس کا احاطہ کر لیتے ہیں اور جب قبر پر اس بے پردگی اور شوخی سے جا پہنچتی ہے تو قبر والے کی روح اس پر لعنت کرتی ہے۔ اور جب واپس ہوتی ہے تو اللہ کی لعنت میں ہوتی ہے۔ ایسا ہی تاتارخانیہ میں ہے اور علامہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ حاصل کلام یہ ہے کہ قبور کی زیارت عورتوں کے لیے مکروہ بلکہ اس زمانے میں حرام ہے۔ خصوصاً مصر کی عورتوں کے لیے کیونکہ وہ فساد و فتنہ کی وجہ پر نکلتی ہیں یعنی بے پردہ ہو کر نکلتی اور بے جا حرکتیں کرتی ہی اھ ولہذا اگر کوئی عورت کسی ولی اللہ کی قبر پر جانے کی منت مان لے تو اس پر وہاں جانا لازم ہے۔ مگر ایسے لباس اور انداز میں جائے کے بے پردگی اور بے حیائی پیدا نہ ہو۔

حدیث شانزدہم:۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جو عورت خاوند کے سوا کسی اور کے لیے سرمہ لگائے خدا اس کا منہ کالا کرے گا۔ اور اس کی قبر کو دوزخ کا گڑھا بنائے گا۔ (تفسیر روح البیان)

حدیث ہفدہم:۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات دوزخ کی سیر فرماتے ہوئے چند عورتوں کو اس حال میں دیکھا کہ وہ اپنے سر کے بالوں سے لٹکی ہوئی ہیں۔ آپ کو بتایا گیا کہ یہ عورتیں غیر محرموں سے پردہ نہ کرتی تھیں۔ اور اپنا بناؤ سنگار غیروں کو دکھاتی تھیں۔

(بعض رسائل رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ)

حدیث ہژدہم: ۔ جب کوئی عورت سامنے سے آئے تو شیطان اس کے سر پر بیٹھ کر اسے دیکھنے والوں کے لیے آراستہ کرتا ہے۔ اور جب وہ پیٹھ پھیر کر چلے تو اس کی سرین پر بیٹھ جاتا ہے۔ اور اسے دیکھنے والوں کے لئے خوبصورت بناتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔

حدیث نوزدہم: سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا اتیٰ باب قوم لم یستقبل الباب من تلقاء وجھہ ولکن من رکنہ الایمن او الا یسر ۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم کے دروازہ پر تشریف لے جاتے تو آپ دروازہ کے سامنے کھڑے نہ ہوتے بلکہ داہنے یا بائیں بازو پر قیام فرما ہو کر السلام علیکم فرماتے۔

مقام غور ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو خود یہ احتیاط ہے کہ کسی دروازہ پر تشریف لے جائیں تو اس کے دروازہ سے ہٹ کر کھڑے ہوں کہ کہیں سامنے کھڑے ہونے سے نظر مبارک گھر والوں پر نہ پڑے۔ اس میں امت کو حیا اور پردہ کی کیسی ابلغ تعلیم ہے۔

(کتاب اسلام میں عورت کا مقام مؤلفہ مفتی محمد عبداللہ قصوری ص۴۴)

حدیث بستم: بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے ۔ ... قدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ ۔ اللہ تعالیٰ غیر محرم عورت کو دیکھنے والے پر اور جس کو دیکھا گیا ہے اس پر لعنت کرے۔ (اسلام میں عورت کا مقام ص۴۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر محرم عورت کو دیکھنا مرد کے لئے ناجائز اور سبب لعنت ہے اور جو عورتیں بے پردہ رہیں اور ایسا موقع فراہم کریں کہ غیر محرم مردوں کی نگاہیں ان پر پڑیں ان پر بھی اللہ کی لعنت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے فقہاء نے عورت کو اپنا چہرہ غیر محرموں سے چھپانے کا حکم دیا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وھو الھادی الی الصراط المستقیم۔

(۲۰ جون ۱۹۸۹ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اکیسواں مقالہ

بیک وقت تین طلاقیں دینے کا مسئلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :۔ آج کل علم دین سے بے بہرہ مسلمان معمولی سی بات پر غصے میں آ کر اپنی بیوی کو بیک لفظ تین طلاقیں دے دیتے ہیں یا کچہری کے عرائض نویس سے طلاق نامہ لکھواتے ہیں تو وہ خود خاوند کی طرف سے تین طلاقیں لکھ کر اس کے دستخط لے لیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور بدوں حلالہ کے اس خاوند سے نکاح ثانی ناجائز ہوتا ہے۔

پھر یہ خاوند غصہ اترنے پر اپنی اس حرکت پر نادم ہوتا ہے تو بیوی کو اپنے گھر بسانے کی تدابیر سوچنے لگتا ہے۔ بیوی بے چاری بھی ان کے گھر بسنے پر مجبور ہوتی ہے تو مسئلہ علماء حنفیہ سے پوچھا جاتا ہے۔ وہ حلالہ کی فرضیت کا حکم شرع سناتے ہیں تو حلالہ کی تدبیر بنائی جاتی ہے۔ یہ شرعاً مذموم نہیں بلکہ عین حکم شرع کی تعمیل ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ رحمۃ الرحمٰن کا درج ذیل فتویٰ ملاحظہ ہو۔

سوال :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حلالہ مع شرط یعنی اس قصد سے کہ بعد چند روز کے طلاق دے دے تاکہ زوج سابق کے واسطے بعد عدت گزرنے کے حلال ہو جائے ناجائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ شرائط اور چیز ہے اور قصد اور چیز شرط تو یہ ہے کہ عقد نکاح میں یہ شرط لگا لے یہ ناجائز و گناہ ہے۔ اور حدیث میں ایسے حلالہ کرنے والے پر لعنت آئی ہے۔ اور قصد یہ ہے کہ دل میں اس کا ارادہ ہو مگر شرط نہ کی جائے جائز ہے بلکہ اس پر اجر کی امید ہے۔ درمختار میں ہے کرہ التزوج الثانی تحریماً لحدیث لعن اللہ المحلل لہ بشرط التحلیل کتز وجتک علی ان اطلقک اما اذا اضمر ذلک لا یکرہ وکان الرجل ماجوراً لقصد الا صلاح ''(ترجمہ) حلالہ کی شرط پر نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ رسول اللہ نے حلالہ کی شرط پر نکاح کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ نکاح کرنے والا عورت سے کہے میں نے تجھ سے نکاح کیا اس شرط پر کہ میں تجھے طلاق دے دوں گا۔ اور اگر طلاق دینے کا ارادہ دل میں رکھ کر نکاح کرے تو مکروہ نہیں بلکہ اصلاح کا قصد کرنے کی وجہ سے وہ اجر کا حقدار ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۴۴۷)

لیکن اس کے بارہ میں ایک صورت یہ بھی دیکھنے میں آتی ہے کہ بیک لفظ تین طلاقیں دینے والا خاوند غیر مقلدین وہابیہ سے فتویٰ حاصل کرتا ہے اور بدوں نکاح جدید عورت سے رجعت کر لیتا ہے۔ چنانچہ اس بارہ میں غیر مقلدین وہابیہ کا ایک فتوی ملاحظہ ہو۔

''سوال:۔ قریباً چار ماہ پہلے میرے خاوند نے لڑائی جھگڑا کرتے ہوئے ایک شخص کی موجودگی میں ایک ہی سانس میں طلاق طلاق طلاق کہہ کر بڑھک لگائی کہ کام ختم ہوا۔ پھر تھوڑی دیر بعد پریشان ہوا اور معافی مانگنے لگا اور منکر ہو گیا کہ میں نے پتہ نہیں کیا کہہ دیا ہے۔ جبکہ وہ عادۃً جھوٹ بولتا ہے پھر پنچ لوگوں کے کہنے پر اس نے ساٹھ آدمیوں کو کھانا بھی کھلا دیا۔ (ایک سائلہ از سیالکوٹ)

اس سوال کے جواب میں مفتی ثناء اللہ مدنی لکھتا ہے ''جواب:۔ تین طلاقیں اکٹھی حنفیہ کے نزدیک مغلظہ ہیں اور رجوع کی گنجائش نہیں رہتی۔ لیکن نصوص صحیحہ کی رو سے راجح مسلک یہ ہے کہ شوہر کو رجوع کا اختیار ہے۔'' (ہفت روزہ الاعتصام لاہور بابت ۴ جولائی ۱۹۹۷ء)

چونکہ حنفی شخص کا غیر مقلدین کے اس فتوئی کے مطابق حکم حاصل کرنا سراسر باطل ہے۔ اس لئے ہم نے اس مسئلہ کی وضاحت میں یہ مختصر مقالہ لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعۂ ہدایت بنائے آمین۔

آیتِ حلالہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره فان طلقها فلا جناح علیهما ان یترا جعا ان ظنا ان یقیما حدود الله وتلک حدود الله یبیّنها لقوم یعلمون** ۔(پ۲رکوع ۱۲) (ترجمہ) پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے پھر وہ دوسرا خاوند اگر طلاق دے دے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں۔ اگر سمجھتے ہیں کہ اللہ کی حدیں نباہیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں وہ بیان کرتا ہے دانشمندوں کے لئے۔ (کنز الایمان ص ۵۶)

مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ ''اس آیت سے معلوم ہوا کہ حلالہ میں صرف دوسرا نکاح کافی نہیں بلکہ دوسرے خاوند کی صحبت ضروری ہے۔ کیونکہ تنکح کے معنے ہیں صحبت اور لفظ زوجاً سے نکاح ثابت ہوا۔ نیز

معلوم ہوا کہ تین طلاقوں میں حلالہ کے بعد پہلے خاوند سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر دوبارہ نکاح ہو تو مرد و عورت دونوں کی رضامندی ضروری ہے۔ اور حلالہ کے بعد جو نکاح ہوگا اس میں خاوند پھر تین طلاقوں کا مالک ہو جائے گا۔ (نور العرفان)

بیک وقت تین طلاقوں کے وقوع پر صحابہ کا اجماع

امام ابوبکر کاشانی لکھتے ہیں۔ رویـنـا عـن عـمـر رضی الله عنه انه کان لا یؤتی برجل قد طلق امـرأتـه ثـلاثاً الا اوجعه ضرباً واجاز ذلک علیه وکانت قضایاه بمحضر من الصحابة رضـی الـلـه عنهم اجمعین فیکون اجماعاً منهم علیٰ ذلک۔ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارہ میں یہ روایت بیان کر دی ہے کہ آپ کی خدمت میں جو شخص اس حال میں لایا جاتا کہ اس نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دی ہوتی تھیں تو آپ اسے سزا دیتے تھے اور تینوں طلاقوں کے وقوع کا حکم فرماتے تھے۔ چونکہ آپ کے فیصلے صحابہ کی موجودگی میں صادر ہوتے تھے تو ان پر صحابہ کا اجماع قائم ہو جاتا تھا۔ (بدائع الصنائع جلد سوم ص ۹۶)

اور مفتی عزیز احمد صاحب گڑھی شاہو لاہور اپنے مضمون ''مسئلہ طلاق'' میں لکھتے ہیں۔ ''حنفی مذہب میں تین طلاقیں بیک وقت دی جائیں تو بہر حال تینوں واقع ہو جاتی ہیں اور اس پر چاروں اماموں کا اتفاق ہے بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ اور اجماع دلیل قطعی ہے۔ اجماع کے خلاف کوئی قول یا کوئی روایت مروی ہو تو اگر اس کا کوئی صحیح محمل ممکن ہو تو اس پر محمل کیا جائے گا ورنہ اجماع کے مقابلہ میں کسی کا قول قابل اعتبار نہ سمجھا جائے گا''۔

(ماہنامہ ''سالک'' راولپنڈی بابت جون ۱۹۵۴ء)

بیک وقت تین طلاقوں کے وقوع پر ائمہ کا اجماع

امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان قادری قدس سرہٗ لکھتے ہیں۔ ''ایک بار تین طلاقیں دینے سے نہ صرف نزد حنفیہ بلکہ باجماع مذاہب اربعہ تین طلاقیں مغلظہ ہو جاتی ہیں امام شافعی امام مالک امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم ائمہ متبوعین سے کوئی امام اس باب میں اصلاً مخالف نہیں۔ صورت مستفسرہ میں ہندہ پر تین طلاقیں ہو گئیں۔ ایک ساتھ تین طلاقیں دینا گناہ ہے زید گناہگار ہوا اور عورت اس کے نکاح سے خارج ہوئی کہ اب

بے حلالہ ہرگز اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ اگر یونہی رجوع کرلیا یا بلا حلالہ نکاح جدید باہم کرلیا تو دونوں مبتلائے حرام کاری ہوں گے اور عمر بھر حرامکاری کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ من یتق اللہ یجعل له مخرجاً (جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے راستہ پیدا کردیتا ہے) اس نے (یعنی تین طلاقیں بیک وقت دینے والے نے) تقویٰ نہ کیا بلکہ خلاف حکم خدا اور رسول تین طلاقیں لگا تار دینے کا مرتکب ہوا تو اللہ عزوجل نے اس کے لئے مخرج نہ رکھا۔ اب حلالہ کے سخت تازیانے سے اسے ہرگز مفر نہیں۔ یہاں تک کہ ائمہ دین نے فرمایا کہ اگر قاضی شرع حاکم اسلام ایسے مسئلہ میں ایک طلاق پڑنے کا حکم دے تو وہ حکم باطل مردود ہے۔ وہابیہ غیر مقلدین کے اب اس مسئلہ میں خلاف اٹھا رہے ہیں گمراہ بددین ہیں۔ ان کی تقلید حلال نہیں۔ فتح القدیر میں ہے۔ ذهب جمهور الصحابة و التابعين ومن بعدهم من أئمة المسلمين الیٰ انه يقع ثلاث وفی سنن ابی داؤد عن مجاهد قال كنت عند ابن عباس رضی اللہ عنهما فجآء رجل فقال انه طلق امرأته ثلاثاً قال فسكت حتی ظننت انه رادها اليه ثم قال يطلق احدكم فيركب الحموقة ثم يقول يا ابن عباس يا ابن عباس فان اللہ عزوجل قال ومن يتق اللہ يجعل له مخرجاً عصيت ربك وبانت منك امرأتك۔" (جمہور صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے ائمۃ المسلمین کا اس بات پر اجماع ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے تینوں واقع ہوتی ہیں۔ اور اس کی دلیل سنن ابی داؤد کی یہ حدیث ہے کہ مجاہد فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا۔ اس وقت ایک شخص آیا اور اس نے کہا۔ میں نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دی ہیں۔ آپ خاموش رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ آپ اس کی عورت کو اس پر لوٹا دینے والے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایک شخص طلاق دینے لگتا ہے تو اس پر بے وقوفی سوار ہوجاتی ہے۔ پھر وہ کہتا ہے اے ابن عباس اے ابن عباس بلاشبہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے اور جو شخص تقویٰ اختیار کرے اس کے لئے وہ مخرج پیدا کردیتا ہے۔ تو نے (تقویٰ اختیار کرنے کی بجائے) اللہ کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تیرے نکاح سے نکل گئی ہے"۔ (فتاوی رضویہ جلد پنجم ص ۴۴۷)

بیک وقت تین طلاقوں کے وقوع کی روایات

مفتی عزیز احمد صاحب نے اپنی مضمون "مسئلہ طلاق" میں اس بارہ میں جو دس روایتیں نقل کی ہیں وہ یہاں

پیش کی جاتی ہیں وباللہ التوفیق۔

(۱) مجاہد سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا۔ ایک شخص نے آ کر کہا۔ میں نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ ابن عباس خاموش رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ آپ اس کی عورت کو اس کی طرف واپس کر دیں گے یعنی رجوع کرنے کا حکم دیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ ایطلق احدکم فیرکب الحموقة ثم یقول یا ابن عباس یا ابن عباس فان اللہ عزوجل قال ومن یتق اللہ یجعل له مخرجاً عصیت ربک وبانت منک امرأتک۔ تم میں سے کوئی ایک شخص طلاق دے کر خود حماقت کرتا ہے یعنی ایک کی بجائے بیک وقت تین طلاقیں دے دیتا ہے پھر کہتا ہے۔ اے ابن عباس اے ابن عباس بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو وہ اس کے لئے کوئی راستہ نکال دیتا ہے۔ تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری عورت تجھ سے بائنہ ہوگئی یعنی تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں اور تو گناہگار رہا۔ (سنن ابی داؤد جلد اول ص ۲۹۹)

(۲) امام مالک تک یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا۔ انی طلقت امرأتی مائة تطلیقة فما تری علی۔ میں نے اپنی عورت کو ایک سو طلاقیں اکٹھی دے دیں آپ اس کے متعلق کیا فتویٰ دیتے ہیں؟ فرمایا۔ طلقت منک ثلاثاً وسبع وتسعون اتخذت بھا آیات اللہ ھزواً۔ تیری طرف سے تین طلاقیں واقع ہوگئیں اور ستانوے طلاقیں دینے سے تو نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اڑایا ہے۔ (مؤطا امام مالک ص ۱۹۹)

(۳) ایک شخص ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا انی طلقت امرأتی ثمانی تطلیقات۔ میں نے اپنی عورت کو آٹھ طلاقیں دے دی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ دیگر صحابہ کرام نے تیرے اس قول کے بارہ میں کیا فتویٰ دیا ہے۔ اس نے کہا انہوں نے فتویٰ دیا ہے کہ تیری عورت تجھ سے بائنہ ہوگئی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ صدقوا ھو مثل مایقولون۔ انہوں نے ٹھیک فتویٰ دیا ہے یعنی تین طلاقیں ہو گئیں جیسا کہ انہوں نے فتویٰ دیا ہے ویسا ہی ہے۔ (مؤطا امام مالک)

(۴) محمد بن ایاس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو ہم بستری سے پہلے تین طلاقیں دے دیں۔ پھر اس نے چاہا کہ اس سے دوبارہ نکاح کرے لوگوں سے فتویٰ دریافت کرنے لگا۔ میں اس کے

ساتھ گیا۔ فسئل عبداللہ بن عباس وابا هريرة ذلک فقالا لانری ان تنکحها حتی تنکح زوجاً غیرک ۔اس نے ابن عباس اور ابوھریرہ سے مسئلہ پوچھا تو ان دونوں نے فرمایا۔ جب تک وہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے تو اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔ (یعنی حلالہ کے بعد نکاح کرے گا) یہ سن کر اس نے کہا میری طرف سے اس کو ایک ہی طلاق کافی تھی۔ کیونکہ وہ مدخول بہا نہ تھی۔ ابن عباس نے فرمایا۔ انک ارسلت من یدک ما کان لک من فضل ۔جو فضل تیرے ہاتھ میں تھا وہ تو نے اپنے ہاتھ سے کھو دیا۔ (سنن ابی داؤد و موطا امام مالک)

(۵) مسند عبدالرزاق میں روایت ہے کہ ایک شخص عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے اپنی عورت کو ننانوے طلاقیں دے دیں۔ آپ نے فرمایا ثلاث تبینها وسائرهن عدوان ۔ تین طلاقوں نے اسے بائنہ بنا دیا ہے اور باقی طلاقیں تیری طرف سے اللہ کی نافرمانی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مغلظہ پر بھی بائنہ کا لفظ بولا جاتا ہے۔

(۶) وکیع نے اعمش سے اور انہوں نے حبیب بن ثابت سے روایت کی کہ ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہُ الکریم کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا انی طلقت امراتی الفاً ۔ میں نے اپنی عورت کو ایک ہزار طلاقیں دے دی ہیں۔ فرمایا۔ بانت منک بثلاث واقسم سائرهن علی نسآئک ۔ تین طلاقوں سے تو وہ تجھ سے جدا ہو گئی اور اب باقی طلاقیں تو اپنی اور عورتوں پر تقسیم کر دے۔ (مسند عبدالرزاق)

(۷) وکیع نے معاویہ بن ابی یحییٰ سے روایت کی کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا طلقت امراتی الفاً ۔ میں نے اپنی عورت کو ایک ہزار طلاقیں دے دی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ بانت منک بثلاث ۔ وہ تجھ سے تین طلاقوں کے ساتھ بائنہ ہو گئی یعنی طلاق مغلظہ اس پر واقع ہو گئی ہے۔ (مسند عبدالرزاق)

(۸) اور مسند عبدالرزاق میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ان کے باپ نے ان کی ماں کو ایک ہزار طلاقیں دے دیں۔ حضرت عبادہ نے اس بارہ میں بارگاہ نبوت سے دریافت کیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بانت بثلاث فی معصية الله تعالیٰ وبقی تسع مائة وتسعون عدواناً وظلماً ان شآء عذبه الله وان شآء غفر له ۔ وہ تین طلاقوں سے بائنہ ہو گئی ہے۔ اور تیرے باپ

نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔اور باقی نوسوستانوے طلاقیں زیادتی اور ظلم ہے۔اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو عذاب کرے اور چاہے تو اسے معاف فرمادے۔ (بدائع ص۹۶ ج۳)

(۹) دارقطنی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں ایک طلاق دے دی پھر اس کے بعد ہر طہر میں باقی دو طلاقیں دینے کا ارادہ کیا۔یہ خبر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا۔اے ابن عمر اللہ تعالیٰ نے تجھے اس طرح حکم نہیں دیا یعنی حیض میں طلاق نہیں دینی چاہیے۔تو نے سنت کے خلاف کیا ہے۔سنت یہ ہے کہ تو طہر کا انتظار کر پھر ہر طہر میں ایک طلاق دے۔ پھر مجھے حکم فرمایا تو میں نے وہ طلاق واپس لے لی اور فرمایا جب وہ پاک ہو جائے تو اس وقت تو طلاق دے یا نہ دے پھر میں نے عرض کیا یارسول اللہ ارأیت لو طلقتها ثلاثاً اکان یحل لی ان اراجعها ۔ مجھے خبر دیجیے کہ اگر میں اس کو تین طلاقیں دے دیتا یعنی ایک ساتھ تو کیا اس کو واپس کرنا مجھے جائز ہوتا۔آپ نے فرمایا۔لا کانت تبین منک و کانت معصیة ۔نہیں وہ بائنہ ہو جاتی یعنی تینوں طلاقیں واقع ہو جاتیں اور تو گناہگار ہوتا۔

(۱۰) مؤطا امام مالک میں حضرت عبداللہ بن زبیر اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو شخص اپنی زوجہ کو تین طلاقیں ایک ساتھ دے دے تو تینوں واقع ہو جاتی ہیں۔اور امام بیہقی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہم سے ایسے ہی روایت کی ہے۔

الحمدللہ۔ان احادیث و آثار سے ثابت ہوا کہ ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے بھی تینوں واقع ہو جاتی ہیں۔

اشکال

مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول مروی ہے کان الطلاق علیٰ عهد رسول الله صلے الله علیه وسلم وابی بکر و سنتین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لهم فیه اناة فلو امضیناه علیهم فامضاه علیهم ۔رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور حضرت ابوبکر کے عہد

میں اور حضرت عمر کی خلافت کے دو سال میں ایک وقت میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک ہی طلاق تھیں ۔ پھر عمر بن خطاب نے فرمایا۔ جس امر میں لوگوں کو ڈھیل کی گنجائش تھی اس میں انہوں نے جلدی جاہی ہے تو اگر ہم تین طلاقوں کو نافذ کر دیں تو بہتر ہوگا۔ پھر آپ نے انہیں نافذ فرما دیا۔ (مسلم شریف جلد اول ص ۴۹۷)
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیک وقت تین طلاقوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاقیں قرار دیا حالانکہ اس سے پہلے وہ ایک طلاق تھیں ۔ اس لئے یہ فیصلہ قابل قبول نہیں ہوگا۔ اس کے جواب میں امام نووی لکھتے ہیں ۔ فاختلف العلماء فی جوابه وتاویله فالاصح ان معناه انه كان فی اول الامر اذا قال لها انت طالق انت طالق ولم ینو تاكیداً ولا استنافاً یحكم بوقوع طلقة لقلة ارادتهم الاستیناف بذلك فحمل علی الغالب الذی هو ارادة التاكید فلما كان فی زمن عمر رضی الله عنه وكثر استعمال الناس بهذه الصیغة وغلب منهم ارادة الاستیناف بها حملت عند الاطلاق علی الثلاث عملاً بالغالب السابق الی الفهم منها فی ذلك العصر ۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک جب طلاق یوں دی جاتی تھی انت طالق انت طالق انت طالق (تجھے طلاق ہے۔ تجھے طلاق ہے۔ تجھے طلاق ہے) تو پہلے جملہ سے طلاق کا ارادہ کرتے تھے اور دوسرے دو جملے اسی ایک طلاق کی تاکید کے طور پر بولتے تھے لہذا تین جملوں سے ایک رجعی طلاق کی نیت ہوتی تھی اس لئے ایک ہی طلاق کے واقع ہونے کا حکم دیا جاتا تھا۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگوں کی یہ عادت بدلی اور وہ تینوں جملوں سے ایقاع طلاق کی نیت کرنے لگ گئے تو آپ نے تین طلاقوں کے وقوع کا حکم صادر فرما دیا۔ (شرح مسلم شریف جلد اول ص ۴۹۸)
الحمدللہ۔ اس شرح سے مسئلہ واضح ہوگیا۔ غیر مقلدین وہابیہ جو اس حدیث سے استدلال کرتے اور بیک وقت تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق قرار دیتے ہیں باطل ہے۔ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر فقیہ صحابی نے لوگوں کے عرف کی تبدیلی کی وجہ سے بیک صیغہ تین طلاقوں کو تین طلاقیں قرار دیا اور صحابہ کا اس حکم پر اجماع بھی قائم ہوگیا تو پھر کسی کو اس کی خلاف ورزی کا کیا حق حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے اور اس پر عمل کی توفیق بخشے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو روبرو گواہان تین طلاقیں بیک وقت دے دیں تو کیا یہ تینوں طلاقیں واقع ہو گئیں یا نہیں؟ کیا تین طلاقیں دینے کے بعد شرعاً رجوع ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔ (السائل حاجی برکت علی لاہور)

الجواب وھوالموفق للصواب:

صورتِ مسئولہ میں شرعاً اہل السنۃ والجماعہ کے نزدیک تین طلاقیں تین ہی واقع ہوئی ہیں۔ ائمہ اربعہ مجتہدین کرام امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی۔ امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمھم اللہ تعالیٰ کا مسلک اور مذہب مہذب یہی ہے کہ تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ نصِ قرآنیہ، احادیثِ مصطفویہ، اقوال ائمہ اربعہ، اجماع امت اور سوادِ اعظم سے یہی ثابت اور واضح ہے۔

علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری حنفی المذہب عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں

مذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم منهم الاوزاعی والنخعی والثوری وابو حنيفه. واصحابه ومالک واصحابه والشافعی واحمد واصحابه واسحاق وابو ثور وابو عبيد وآخرون كثيرون على ان من طلق امراتهٔ ثلاثاً وقعن لكنه يأثم وقالوا من خالف فيه فهو شاذ مخالف لاهل السنة وانما تعلق به اهل البدع۔ یعنی تمام اہل سنت کا اتفاق ہے کہ تین طلاقیں بیک وقت تین ہی واقع ہوتی ہیں اگرچہ گناہگار ہوگا۔ اور تمام ائمہ و فقہاء وعلماء ملت نے فرمایا جو اس سے خلاف کرے وہ شاذ ہے اور اہل سنت کا مخالف ہے اور بدعتی ہے۔ لہٰذا تین طلاقیں دینے کے بعد خاوند واپسی اور رجوع کا شرعاً مطلق کوئی حق نہیں رکھتا اور تین طلاقیں دینے کے بعد رجوع کرنا شرعاً باطل ہے۔ هذا ما عندی والله اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب ومنه البداية واليه النهاية فقیر ابوالعلاء محمد عبداللہ قادری اشرفی رضوی خادم الحدیث والافتاء وناظم دارالعلوم حنفیہ قصور۔ پاکستان۔ (طلاق ثلاثہ ص ۵)

(۱۰ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بائیسواں مقالہ

حقوقِ اولاد

(احادیث کی روشنی میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :- والدین پر اولاد کے کتنے اور کون کونسے حقوق عندالشرع فرض ہیں اس بارہ میں تفصیل لکھنے کے لئے ایک ضخیم کتاب ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔ چونکہ ہمارا یہ مقالہ ''حقوقِ اولاد (احادیث کی روشنی میں)'' اختصار کا متقاضی ہے اس لئے ہم نے اس میں اختصار سے کام لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو شرفِ قبولیت بخشے اور ذریعۂ ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یٰآیھا الذین امنوا قوآ انفسکم واھلیکم ناراً وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملآئکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ مآ امرھم ویفعلون ما یؤمرون ۔ اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اس پر سخت کرّے (طاقتور) فرشتے مقرر ہیں۔ جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔ (پ ۲۸ رکوع ۱۹)

مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو (آخرت کی) آگ سے بچاؤ اس طرح سے کہ خود بھی نیک رہو اور اپنے بیوی بچوں کو بھی نیک بننے کی ہدایت کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیوی بھی اہل میں داخل ہے۔ (نور العرفان)

اہل وعیال کی اصلاح کی فضیلت

مندرجہ بالا آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ مسلمان پر اس کے اہل وعیال کا سب سے بڑا حق یہی ہے کہ وہ ان کو نیکی کا امر کرے، برائی سے منع کرے، نیک کاموں کا عادی بنائے اور برے کاموں سے متنفر کرے یعنی نیک بنا کر مستحق جنت بنائے اور دوزخ کی آگ سے بچائے۔ اس مضمون سے متعلقہ چند احادیث کریمہ تمام نقل کی جاتی ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

احادیث مبارکہ

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ خبردار تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارہ میں سوال کیا جائے گا۔ سولوگوں پر بادشاہی کرنے والا چرواہا ہے اور وہ اپنی رعیت کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔ والرجل راع علی اھل بیته وھو مسئول عن رعیته۔ اور مرد اپنے گھر والوں کا چرواہا ہے اور وہ اپنی رعیت کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔ والمرأة راعیة علی بیت زوجها وولدہ وھی مسئولة عنھم۔ اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد پر چراواہا ہے اور وہ ان کے بارہ میں پوچھی جائے گی۔ الا فکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته۔ خبردار۔ سو تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے اور تم میں سے ہر ایک اپنی رعیت کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔

(مشکوٰۃ شریف کتاب الامارۃ فی اطاعة الامیر ص ۳۲۸ ج ۲)

(۲) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لان یؤدب الرجل ولدہ خیراً له من ان یتصدق بصاع۔ آدمی کا اپنی اولاد کو کوئی ایک ادب سکھانا کوئی شئے ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔ رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۳ ج ۲)

(۳) حضرت ایوب بن موسیٰ اپنے دادا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مانحل والد ولدہ من نحل افضل من ادب حسن۔ کسی باپ نے اپنی اولاد کو اچھے اخلاق کا تحفہ دینے سے زیادہ کوئی اچھا تحفہ نہیں دیا۔ رواہ الترمذی والبیہقی فی شعب الایمان۔

(مشکوٰۃ ص ۴۲۳ ج ۲)

(۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من عال ثلاث بنات اومثلھن من الاخوات فادبھن ورحمھن حتی یغنیھن اللہ اوجب اللہ له الجنة۔ جو شخص تین بیٹیاں یا ان کی تعداد جتنی بہنیں اپنی کفالت میں لے پھر ان کو ادب سکھائے اور ان پر رحم کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس سے غنی کردے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت لازم کر

دیتا ہے۔ پھر ایک شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ دو بیٹوں کے بارہ میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا۔ یا دو بیٹیاں۔ یہاں تک کہ اگر لوگ ایک بیٹی کے بارہ میں بھی پوچھتے تو آپ فرماتے یا ایک بیٹی۔

(مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۳۶)

(۵) اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص کی ایک بچی ہو پھر وہ اسے زندہ درگور نہ کرے اور نہ اس کی توہین کرے اور نہ اس پر اپنے بیٹوں کو ترجیح دے تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ رواہ ابوداؤد۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۶ ج ۲)

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من ابتلی من ھذہ البنات بشئی فاحسن الیھن کن لہ ستراً من النار۔ جو شخص بیٹیوں میں سے کسی شئے کے ساتھ آزمائش میں ڈالا گیا پھر اس نے ان سے اچھا سلوک کیا تو وہ اس کے لئے دوزخ سے پردہ ہوں گی۔ رواہ احمد والنسائی والبخاری ومسلم وصحہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۵۹ ج ۲)

۷۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایک عورت اپنی دو بچیوں کے ہمراہ میرے پاس آئی اور اس نے مجھ سے سوال کیا میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا تو میں نے وہی کھجور اسے دے دی۔ اس نے وہ کھجور لے کر اس کے دو حصے کیے اور وہ اپنی بچیوں میں بانٹ دیئے اور خود کچھ بھی نہ کھایا پھر اٹھی اور نکل گئی اتنے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے یہ بات آپ سے عرض کی۔ فرمایا۔ من ابتلی من ھذہ البنات بشئی فاحسن الیھن کن لہ ستراً من النار۔ جو شخص ان بچیوں میں سے کسی شئے کے ساتھ آزمایا گیا پھر اس نے ان سے اچھا سلوک کیا تو وہ اس کے لئے دوزخ سے پردہ ہوں گی۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۴ ج ۲)

(۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص دو بچیوں کی کفالت کرے یہاں تک کہ وہ بلوغت کو پہنچ جائیں تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ میں اور وہ اس طرح ہوں گے اور آپ نے اپنی دو انگلیوں کو ملایا۔

(۸) اور حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الا ادلکم علی افضل الصدقۃ ابنتک مردودۃ الیک لیس لھا کاسب غیرک۔ کیا میں

تمہیں بہترین صدقہ نہ بتاؤں؟ (بہترین صدقہ) تیری وہ بیٹی ہے جو تجھ پر لوٹائی گئی ہے اس حال میں کہ اس کے لئے تیرے سوا کوئی کمانے والا نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۶۷ ج ۲)

(۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب انسان مر جائے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے سوائے صدقہ جاریہ کے یا نفع بخش علم کے یا نیک اولاد کے جو اس کے لئے دعا کرے۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ ص ۳۰ ج ۱)

(۱۰) اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلاشبہ مومن کو اس کی موت کے بعد اس کے عمل اور نیکیوں میں سے جو کچھ ملتا ہے وہ اس کا وہ علم ہے جو اس نے سکھایا اور پھیلایا اور وہ اس کی نیک اولاد ہے جو اس نے اپنے پیچھے چھوڑی یا قرآن کا وہ نسخہ ہے جسے اس نے اپنا ورثہ بنایا یا وہ مسجد ہے جو اس نے بنوائی یا وہ مسافر خانہ ہے جو اس نے بنوایا یا وہ نہر ہے جو اس نے کھودائی یا وہ صدقہ ہے جو اس نے اپنے مال سے اپنی صحت اور زندگی میں نکالا۔ یہ (سب چیزیں) اس کی موت کے بعد اس سے ملاقات کرتی ہیں۔ رواہ ابن ماجہ والبیھقی فی شعب الایمان۔ (مشکوٰۃ ص ۳۳ ج ۱)

(۱۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **خیر الصدقة ما کان عن ظهر غنی و ابدأ بمن تعول** ۔ بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی ضروریات سے بچی ہوئی چیز کا ہو اور ان لوگوں پر صدقہ کرنے میں ابتدا کر جو تیری عیال میں ہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۳ ج ۱)

(۱۲) ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایک دینار وہ ہے جو تو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ اور ایک دینار وہ ہے جسے تو غلام آزاد کرانے میں خرچ کرتا ہے۔ اور ایک دینار وہ ہے جو تو مسکین پر خرچ کرتا ہے۔ اور ایک دینار وہ ہے جسے تو اپنے اہل پر خرچ کرتا ہے۔ **اعظمها اجراً الذی انفقتهٔ علی اهلک** ۔ تو ان میں سب سے زیادہ ثواب والا وہ دینار ہے جسے تو اپنی اہل پر خرچ کرے۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۳ ج ۱)

(۱۳) حضرت ام سلمہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ۔ کیا میرے لئے ثواب ہے اگر میں ابوسلمہ کے بیٹوں پر خرچ کروں حالانکہ وہ میرے بھی بیٹے ہیں۔ فرمایا۔ **انفقی علیهم فلک اجر ما انفقت علیهم** ۔ ان پر خرچ کر۔ تُو جو کچھ ان پر خرچ کرے گی اس کا ثواب تیرے لئے

ہے۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۳ ج ۱)

(۱۵) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مروا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابنآء سبع سنین. واضربوھم علی ترکھا وھم ابنآء عشر سنین وفرقوا بینھم فی المضاجع ۔ اپنی اولاد کو نماز پڑھنے کا حکم کرو جب وہ سات سال کی ہو جائے اور اسے نماز کے ترک کرنے پر مارو جب وہ دس سال کی ہو جائے اور ان کے درمیان بستروں کی جدائی رکھو۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۷۶)

(۱۶) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بچہ کا عقیقہ ساتویں دن کیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے اور اس کے سر کے بال مونڈھے جائیں۔ پھر جب وہ چھ سال کا ہو جائے تو اسے اسلامی آداب سکھائے جائیں پھر جب وہ نو برس کی عمر کو پہنچ جائے تو اس کا بستر الگ کر دیا جائے پھر جب وہ تیرہ برس کا ہو جائے تو اسے نماز ترک کرنے پر مارا جائے پھر جب وہ سولہ برس کا ہو جائے تو اس کا باپ اس کا نکاح کرادے۔ ثم اخذ بیدہ وقال قداد بتک وانکحتک اعوذ باللہ من فتنتک فی الدنیا و عذابک فی الآخرۃ ۔ پھر وہ اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر کہے میں نے تجھے اسلامی آداب سکھائے ہین اور تیرا نکاح کرا دیا ہے تو اب میں دنیا مین تیرے فتنے سے اور آخرت میں تیرے عذاب سے اللہ کے پاس پناہ پکڑتا ہوں۔

(نزھۃ الناظرین ص ۱۷۶) (مکاشفۃ القلوب ص ۲۷۸)

(۱۷) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ باپ پر اولاد کا حق یہ ہے کہ وہ ان کو ادب سکھائے اور ان کا نام اچھا رکھے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۷۶)

(۸) امام ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ باپ پر اولاد کے تین حق ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اُس کا نام اچھا رکھے۔ دوسرا یہ کہ جب وہ سن شعور کو پہنچے تو اسے کتاب اللہ کی تعلیم دے اور تیسرا یہ کہ جب وہ سن بلوغ کو پہنچے تو اُس کا نکاح کرادے۔

(نزھۃ الناظرین ص ۷۶)

(۱۹) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ رحم اللہ والداً اعان ولدہ علیٰ برہ ۔ اللہ اس باپ پر رحم فرمائے جس نے اپنے بیٹے کے فرمانبردار بننے پر اُس کی مدد کی ای لم یحملہ علی العقوق بسوء عملہ ۔ یعنی اس نے اپنے برے عمل سے اسے نافرمانی پر آمادہ نہیں کیا۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۲۷۷)

(۲۰) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر بچہ یا بچی عقیقہ میں محبوس ہوتا ہے۔ اس کی طرف سے ساتویں دن جانور ذبح کر دیا جائے۔ اور اس کا سر مونڈھ دیا جائے۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۲۷۸)

(۲۱) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اتقوا واعدلوا بین اولادکم۔ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل اختیار کرو۔ (نزہۃ الناظرین ص ۱۷۶)

(۲۲) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تدعون یوم القیامۃ باسماء کم واسمآء آباء کم فاحسنوا اسمآء کم۔ تم قیامت کے روز اپنے ناموں اور اپنے باپوں کے ناموں سے پکارے جاؤ گے سو تم (اپنی اولاد کے) نام اچھے رکھو۔ (نزہۃ الناظرین ص ۱۷۶)

(۲۳) حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب حضرت فاطمہ کے شکم سے حسن بن علی پیدا ہوئے تو آپ نے ان کے کان میں آذان دی۔ رواہ الترمذی وابوداؤد۔ (مشکوٰۃ باب العقیقۃ ص ۸۵ ج ۲)

(۲۴) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من ولد له ولد فاذن فی اذنه الیمنیٰ واقام فی اذنه الیسریٰ لم تضره ام الصبیان۔ جس کسی کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ اس کے دائیں کان میں آذان اور اس کے بائیں کان میں اقامت کہے تو ام الصبیان کی بیماری اسے (اس بچے کو) نقصان نہ دے گی۔ رواہ ابو یعلیٰ وضعفہ السیوطی۔

(جامع صغیر جلد دوم ص ۱۸۳)

(۲۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من ولدله ثلاثة اولاد فلم یسم احدهم محمداً فقد جهل۔ جس کے ہاں تین بچے پیدا ہوئے اور وہ ان میں سے کسی ایک کا بھی نام محمد نہ رکھے تو اس نے جہالت سے کام لیا ہے رواہ الطبرانی وابن عدی وضعفہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۸۳ ج ۲)

(۲۶) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا تو میں اسے لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا۔ آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور اس کے لئے دعائے برکت فرمائی اور چھوہارا چبا کر اس کے تالو میں لگایا پھر بچہ میرے سپرد کر دیا۔ (بخاری ص ۸۲۱ ج ۲)

(۲۷) ابو وھب الجشمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم انبیآء کے ناموں پر نام رکھو اور خدا تعالیٰ کو سب سے محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ اور زیادہ سچے نام حارث اور ھمام ہیں اور زیادہ برے نام حرب اور مرہ ہیں رواہ ابوداؤد۔ (مشکوٰۃ ص۱۲۴ ج ۲)

(۲۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اذا سمیتم الولد محمداً فاکرموہ واوسعوا لہ فی المجلس ولا تقبحوا لہ وجھاً۔ جب تم بچے کا نام محمد رکھو تو اس کا ادب کرو اور مجلس میں اس کے لئے جگہ کشادہ کرو اور اس کے منہ پر نہ مارو۔ رواہ الخطیب فی التاریخ وضعفہ السیوطی۔ (جامع صغیر جلد اول ص ۲۹)

(۲۹) حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا عن الغلام شاتان وعن الجاریۃ شاۃ ولا یضرکم ذکراناً کن او اناثا۔ (عقیقہ میں) لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ہیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔ اور ان کا نر یا مادہ ہونا تمہیں کوئی نقصان نہ دے گا۔ رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وھذا حدیث صحیح۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۸۶)

(۳۰) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اذا افصح الولد فلیعلمہ لا الہ الا اللہ۔ جب بچہ بولنا شروع کرے تو اسے لا الہ الا اللہ سکھاؤ۔ (حصن حصین ص ۱۲۱)

(۳۱) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ما من مولود الا یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ وینصرانہ اویمجسانہ کما تنتج البھیمۃ بھیمۃ جمعآء فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لاتبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم۔ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسا کہ چوپایہ کامل الخلقت چوپایہ کو جنتا ہے۔ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا۔ اللہ کی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں۔ یہی مضبوط دین ہے۔ رواہ البخاری ومسلم۔ (مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۹)

(۳۲) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی اللھم من آمن بی وصدقنی وعلم ان ماجئت بہ ھو الحق من عندک فاقلل مالہ وولدہ وحبب الیہ لقآئک وعجل لہ القضاء ومن لم یؤمن لی ولم یصدقنی ولم یعلم ان ماجئت بہ

ھو الحق من عندک فاکثر مالہ وولدہ واطل عمرہ۔ اے اللہ جوشخص مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کرے اور میں جو کچھ لے کر مبعوث ہوا ہوں اسے حق جانے اس کے مال کو اور اس کی اولاد کو کم کر اور اس کے لئے اپنی ملاقات محبوب بنا اور اس کو جلدی موت دے اور جو شخص مجھ پر ایمان نہ لائے اور میری تصدیق نہ کرے اور میں جو کچھ لے کر مبعوث ہوا ہوں اسے حق نہ جانے اس کے مال کو اور اس کی اولاد کو زیادہ کر اور اس کی عمر لمبی کر دے۔ رواہ الطبرانی۔ (جامع صغیر ص ۵۹ ج ۱)

(۳۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہٗ صلے اللہ علیہ وسلم ختنھما بسبعة ایام۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حسنین کا ختنہ ساتویں دن کرایا۔

(جمع الفوائد جلد اول ص ۲۱) (اسلام کا نظام تربیت ص ۶۸)

(۳۴) اور حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اپنی اولاد کو ان تین چیزوں کی تعلیم دو اپنے نبی کی محبت، اپنے نبی کی آل کی محبت اور قرآن وحدیث کی تلاوت۔ (صواعق محرقہ ص ۱۷۳)

(۳۵) اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لاتنزلوا النسآء الغرف ولا تعلموھن الکتابة وعلموھن الغزل و سورة النور۔ عورتوں کو بالا خانوں میں نہ ٹھہراؤ اور انہیں لکھنا نہ سکھاؤ اور انہیں چرخہ کاتنا اور سورۂ نور پڑھنا سکھاؤ۔ اخرجہ ابوعبداللہ بن السبع فی صحیحہ۔ (تفسیر خازن جلد پنجم ص ۹۲)

(۳۶) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ علموا ابنآء کم السباحة والرمی والمرأة المغزل۔ اپنے بیٹوں کو تیرنا اور تیر چلانا اور بیٹیوں کو چرخہ کاتنا سکھاؤ رواہ البیھقی فی الشعب۔

(جامع صغیر ج ۲ ص ۶۱)

الحمدللہ ہم نے حقوق اولاد کے بارہ میں ۳۶ احادیث مبارکہ تبرکاً نقل کر دی ہیں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قسم کی حدیثوں کے مضامین سے اولاد کے جو جملہ حقوق اپنی کتاب مشعلۃ الارشاد الی حقوق الاولاد میں بیان کر دیئے ہیں۔ ان میں سے چیدہ چیدہ پیش کیے جاتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

"اولاد کے پیدا ہونے سے پہلے اولاد کا حق یہ ہے کہ اپنا نکاح رذیل و مذہب نا آشنا لوگوں میں نہ کرے۔

جماع کی ابتداء بسم اللہ سے کرے۔ بچہ پیدا ہو تو اس کے سیدھے کان میں آذان اور بائیں کان میں تکبیر کہے۔ چھوہارہ وغیرہ میٹھی چیز چبا کر اس کے منہ میں ڈالے۔ ساتویں روز یا پھر جب ممکن ہو عقیقہ کرے۔ سر کے بال اتروائے۔ بالوں کے برابر چاندی تول کر خیرات کرے۔ سر پر زعفران لگائے۔ اسلامی نام رکھے۔ ماں خود دو سال تک دودھ پلائے یا کوئی صالحہ خاتون دودھ پلائے۔ بچہ کو پاک کمائی سے پاک روزی کھلائے۔ خدا کی ان نعمتوں کے ساتھ مہر و لطف کا برتاؤ کرے۔ اور انہیں محبت و پیار کرے۔ شرعی حدوں کے اندر ان کی دلجوئی کرتا رہے۔ بہلانے کے لئے جھوٹا وعدہ نہ کرے۔ چند بچے ہوں تو جو چیز دے سب کو برابر دے۔ زبان کھلتے ہی سب سے پہلے اللہ اللہ اور پھر لاالہ الا اللہ پھر پورا کلمہ طیبہ سکھائے۔ جب بچہ کو تمیز آنے لگے تو ادب سکھائے۔ کھانے پینے ہنسنے بولنے اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے۔ حیاء۔ لحاظ۔ بزرگوں کی تعظیم ماں باپ اور استاد کا ادب بتائے اور دختر کو شوہر کی اطاعت کے طریقے اور آداب بتائے۔ قرآن مجید پڑھائے۔ استاد نیک صالح متقی سن رسیدہ کے سپرد کرے اور دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھائے۔ بعد ختم قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔ عقائد اسلام وسنت سکھائے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم ان کے دل میں ڈالے۔ سات برس کی عمر میں نماز کی زبانی تاکید شروع کر دے۔ علم دین خصوصاً وضو، غسل، نماز روزہ کے مسائل توکل قناعت وغیرہ خوبیوں کے فضائل اور حرص و طمع وغیرہ رذائل سمجھائے۔ پڑھانے سکھانے میں رفق و نرمی ملحوظ رکھے۔ موقع پر چشم نمائی تنبیہ تہدید کرے مگر کوسے نہیں۔ زنہار زنہار بری صحبت میں نہ بیٹھنے دے۔ فحش باتوں، بری کتابوں اور برے ماحول سے بچائے۔ جب دس برس کا ہو نماز مار مار کر پڑھائے۔ اس عمر سے اپنے یا کسی کے ساتھ نہ سلائے۔ جدا پلنگ پر سلائے۔ جب جوان ہو شادی کر دے۔ اب جو کام ایسا کہنا ہو جس میں نافرمانی کا احتمال ہو اسے حکم کے طور پر نہ کہے بلکہ رفق و نرمی سے بطور مشورہ کہے۔ اسے میراث سے محروم نہ کرے جیسے کچھ لوگ اپنی کل جائیداد کسی غیر کو دے دیتے ہیں''۔ اھ ملتقطاً۔

الحمدللہ۔ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے۔ اس سے حقوق اولاد پر بقدر کفایت روشنی پڑ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ان حقوق کی ادیگی کی توفیق بخشے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

(۲۴ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۵ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تیسواں مقالہ

بعض اولاد کو لا وارث کرنے کی شرعی حیثیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله ربّ العالمين والصلوٰة والسلام على رسوله محمد واٰله واصحابه اجمعين اما بعد۔ آج کل اکثر یوں ہوتا ہے کہ باپ اپنی زندگی میں اپنی بیٹیوں کو اپنی جائیداد سے لاتعلق بنانے کی سعی کرتے ہیں تاکہ ان کے مرنے کے بعد ان کی جائیداد کا کچھ حصہ ان بیٹیوں کی وساطت سے دوسرے خاندان کے لوگوں کے ہاتھوں تک نہ پہنچ پائے اور بعض نادان تو یہ سمجھتے ہیں کہ شادی کے وقت جو جہیز دیا جاتا ہے اس سے بیٹیوں کے جائیداد میں حصہ کی ادائیگی ہو جاتی ہے حالانکہ یہ خیال قطعاً غلط ہے کیونکہ اس جاہلانہ طریقہ سے بیٹیوں کی حق تلفی ہوتی ہے جو شرعاً ناجائز ہے اس بری رسم کو روکنے کے لئے ہم نے ایک استفتاء علمائے دین کی خدمت میں بھیج کر فتاویٰ حاصل کیے ہیں۔ جنہیں اس مقالہ میں شائع کرانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے ذریعۂ ہدایت بنائے آمین۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک شخص نے اپنی زندگی اور صحت و تندرستی میں اپنی تین بیٹیوں کو اپنی جملہ منقولہ وغیر منقولہ جائیداد سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لاتعلق کر کے ان تینوں کا حصہ اور اپنی زندہ بیوی کا حصہ اور خود اپنا حصہ اپنے دو بیٹوں کے نام ہبہ کر دیا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا شخص مذکور کا یہ فعل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے لاتعلق کر دینے سے اس کی بیٹیوں کا حصہ ختم ہو گیا ہے یا نہیں؟ جواب باصواب سے جلد نوازا جائے۔ (السائل ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری۔ سہنسہ۔ آزاد کشمیر)

جامعہ شیخ الاسلام رضویہ جھنگ کا جواب

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً اما بعد اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ترکے کے سہام (حصے) مقرر فرمائے ہیں۔ اور فرمایا **لاتدرون ایهم اقرب لكم نفعاً ط فريضة من الله ان الله كان عليماً حكيماً.** (پ۴ رکوع ۱۳)

تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا۔ یہ حصہ باندھا ہوا ہے اللہ کی طرف سے بے شک اللہ حکمت والا ہے۔ (کنز الایمان) اسی رکوع کے آخر میں فرمایا ومن يطع الله ورسوله يدخله جنات

تجری من تحتها الانهار خلدین فیھا ط وذالک الفوز العظیم ہ ومن یعص اللہ ورسولہٗ ویتعد حدودہٗ یدخلہ ناراً خالداً فیھاً ط ولہٗ عذاب'' مھین'' (پ۴ رکوع ۱۳) اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی ہے بڑی کامیابی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اس کی کل حدود سے بڑھ جائے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے خواری کا عذاب ہے۔ (کنزالایمان)

اور فرمایا ان اللہ یامر بالعدل والاحسان۔ بلاشبہ اللہ عدل واحسان کا حکم دیتا ہے اور حدیث شریف میں ہے واعدلوا فی اولادکم۔ اپنی اولاد میں برابری رکھو کسی کی طرف بالاختیار جھکاؤ نہ ہو جو احکام شرعیہ کے مخالف ہو۔ برصغیر پاک وہند میں کافر انگریز کے آنے سے ایک لعنت ہمارے ملک میں یہ بھی رائج ہوئی اور رؤساء اور لینڈ لارڈ سرمایہ داروں نے قرآن مجید پر رواج کو ترجیح دی اور قرآن پاک کو پس پشت ڈال کر برطانوی اور ہندی مشرکین کے رواج کو فروغ دیتے رہے اب جبکہ قانون وراثت شریعت مطہرہ کے مطابق پاس ہوا تو اس میں حیلوں بہانوں سے اسی رواج کو ترجیح دی جاتی ہے۔ کہیں بیٹیوں اور بہنوں سے بیان دلوا کر ان کی حق تلفی کی جاتی ہے اور کہیں ہبہ کا ڈھونگ رچا کر ان کو نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ یہ سب مغربی بے راہ روی کی ایک کڑی ہے اس کے جواب میں بعض آئمہ کا فتویٰ تو یہ ہے کہ بعض اولاد کو محروم رکھ کر جائیداد منقولہ وغیر منقولہ سے ان کو ضرر پہنچانا حرام ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔

حدیث شریف جو بخاری ومسلم دونوں میں ہے صرف مسلم شریف کی عبارت نقل کیے دیتے ہیں۔ عن حمید بن عبدالرحمن وعن محمد بن نعمان بن بشیر یحدثان عن نعمان بن بشیر انہ قال ان اباہ اتیٰ رسول اللہ صلی علیہ وسلم فقال انی نحلت ابنی ھذا غلاماً کان لی فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اکل ولدک نحلتہ مثل ھذا فقال لافقال فارجعہ اور دوسری روایت میں ہے فارددہ اور تیسری روایت میں ہے جس کو امام نووی نے ذکر کیا وقال لہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم افعلت ھذا لولدک کلھم قال لاقال اتقوااللہ واعدلوابین اولادکم قال فرجع ابی وردت الصدقہ وفی روایۃ فلا تشھدنی اذاً فانی لااشھد علی جوروفی روایۃ لاتشھدنی علیٰ جوروفی روایۃ فاشھد علیٰ ھذا غیری وفی روایۃ فلیس یصلح ھذا فانی لااشھد الاعلیٰ حق۔ (مسلم شریف ص ۴۵ جلد دوم)

حمید بن عبدالرحمٰن اور محمد بن نعمان بن بشیر حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ بشیر مجھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے آئے اور کہا کہ میں نے اس بیٹے کو اپنا ایک غلام ہبہ کیا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو نے اپنی دوسری اولاد کو ایسا ہی ہبہ دیا ہے تو جواباً انہوں نے کہا کہ نہیں۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ہبہ سے رجوع کر لے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ اس کو واپس کر لے۔ اور امام نووی نے ذکر کیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کرو۔ تو میرے باپ نے رجوع کر لیا۔ اور وہ ہبہ واپس لے لیا۔ ایک اور روایت میں ہے جس میں حضرت بشیر نے حضور کو شاہد بنانا چاہا تھا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس حالت میں مجھے مت گواہ بناؤ کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا ایک اور روایت میں ہے کہ مجھے ظلم پر شاہد (گواہ) مت بناؤ۔ ایک اور روایت میں ہے کہ میرے سوا کسی اور کو گواہ بنالو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ میں شاہد نہیں بنتا اور آخری روایت میں ہے کہ یہ کام میرے لائق نہیں۔ میں جب بھی شاہد بنتا ہوں حق پر بنتا ہوں۔"

ان مختلف روایات کی وجہ سے بعض آئمہ نے فرمایا امام شافعی، امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس فعل کو مکروہ فرمایا اور حرام کا فتویٰ نہ دیا۔ اور طاؤس، عروہ، مجاہد، سفیان ثوری، امام احمد، اسحاق اور داؤد وغیرہم اس ہبہ کو حرام قرار دیتے ہیں۔ **فارجعهٔ لااشهد** اور **فاشهد علیٰ هذا غیری** یہ روایات کراہت کی متقاضی ہیں اور فاردده والی روایت حرمت کو چاہتی ہے۔ چونکہ واہب کی ملک تام ہے اور صحت کی حالت میں اس کو حق تصرف ہر لحاظ سے حاصل ہے اس واسطے امام ابوحنیفہ، امام شافعیؒ، اور امام مالکؒ نے حرمت کا فتویٰ نہ دیا۔ اور فارجعہ والی روایت کو پیش نظر رکھا اس لیے کہ رجوع اس چیز میں ہوتا ہے جو پہلے ثابت ہو۔ لیکن وہ فعل کما حقہ، درست نہ ہو جیسے کہ فقہ میں ہے کہ اگر کسی شخص کے غلام نے اپنے مالک کے اذن کے بغیر کسی عورت سے نکاح کر لیا۔ مالک سے اجازت چاہی تو اس کے مالک نے کہا طلق رجعیۃ تو مالک کا یہ جواب اذن سمجھا جائے گا۔ اور اگر مالک نے کہا **طلقها یا فرقها** تو نکاح رد ہو جائے گا۔ کما قال صدر الشریعۃ فی شرح الوقایہ فی باب نکاح الرقیق۔

البدائع والصنائع جلد سادس ص ۱۲۷ پر ہے **وهذا اشارة الى العدل بين الاولاد فى النحلة وهو التسوية بينهم ولان فى التسوية تاليف القلوب والتفضيل يورث الوحشة بينهم فكانت التسوية اولى ولو نحل بعضا و حرم بعضاً جاز من طريق الحكم لانه تصرف فى**

خالص ملکہ لاحق لاحد فیہ الا انہ لایکون عدلاً سوآء کان المحروم فقیھاً تقیاً اوجاھلاً فاسقاً علی قول المتقدمین من مشائخنا واما علیٰ قول المتأخرین منھم لا بأس ان یعطی المتأدبین والمتفقھین دون الفسقة الفجرة۔''

یعنی یہ مذکورہ حدیث اس چیز کی طرف اشارہ کرنے والی ہے کہ ہبہ میں اپنی اولاد کے درمیان عدل کرے اور وہ عدل ان میں برابری ہے کیونکہ ہبہ میں اولاد کے درمیان تسویہ کرنے سے سب کی تالیف قلوب ہے اور بعض کو بعض پر فضیلت دینے میں ان کے مابین نفرت ووحشت پیدا کرنا ہے لہٰذا تسویہ بہتر ہے اور اگر بعض پر ہبہ کیا اور بعض کو محروم رکھا تو قضاءً یہ فعل درست ہے کہ اس نے اپنے خالص حق میں تصرف کیا ہے جس میں کسی غیر کا کوئی تعلق نہیں لیکن ایسا کرنا عدل نہ ہوگا۔ برابر ہے کہ محروم فقیہ متقی ہو یا جاہل فاسق یہ ہمارے متقدمین مشائخ کے قول پر ہے اور متاخرین کے قول پر اگر ادب والوں اور فقیہوں پر ہبہ کرے اور فاسق وفاجر اولاد پر نہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ جلد ثالث ص ۲۷۹ پر ہے مطبوعہ قندھار روی عن ابی حنیفة رحمة اللہ علیہ انہ قال لابأس بہ اذا کانت التفضیل بزیادة فضل لہ فی الدین فان کانا سوآء یکرہ وروی المعلی عن ابی یوسف رحمة اللہ علیہ انہ لابأس بہ اذا لم یقصد بہ الاضرار وان قصد الا ضرار سوی بینھم یعطی الابنة مثل مایعطی الابن قال محمد رحمہُ اللہ تعالیٰ یعطی الذکر ضعف مایعطی الانثیٰ والفتویٰ علی قول ابی یوسف رحمہُ اللہ تعالیٰ رجل وھب بصحتہٖ کل المال للولد جاز فی قضاء ویکون آثماً فی ماصنع۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اگر اولاد میں سے کسی فرد کو فضیلت فی الدین کے باعث زیادہ دے دیا تو کوئی حرج نہیں اور اگر تدین میں وہ مساوی ہوں تو مکروہ ہے۔ فقیہ معلیٰ تلمیذ امام ابو یوسف نے اپنے استاد سے روایت کیا ہے کہ لابأس بہ اس وقت ہے جبکہ دوسرے کو ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو اور اگر اضرار مقصود ہو تو سب اولاد میں تسویہ کرے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہ دے۔ تسویہ یوں کرے کہ بیٹی کو بیٹے کے برابر ہبہ دے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا بیٹے کو بیٹی سے دوگنا دے اور فتویٰ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر ہے اور اگر کسی شخص نے صحت کی حالت میں اپنا کل مال اپنی اولاد میں سے کسی فرد پر ہبہ کر دیا تو یہ قطعاً جائز ہوگا۔ لیکن ایسا کرنے میں وہ گناہگار ہوگا''۔

درمختار جلد پنجم ص ۶۹۶ مطبوعہ مصر پر یہ عبارت بعینھا موجود ہے اور بحرالرائق اور فتاویٰ عالمگیری میں بھی

یہی مفہوم ہے جسے صدر الشریعۃ بدر الطریقہ مولانا امجد علی صاحب اعظمی اپنی مشہور تصنیف بہار شریعت حصہ چہارم ص ۶ ۷ پر بدیں الفاظ بیان کرتے ہیں۔

''اولاد کو ہبہ کرنے میں لڑکی اور لڑکا دونوں کو برابر دے یہ نہیں کہ لڑکے کو لڑکی سے دو چند دے جس طرح میراث میں ہوتا ہے کہ لڑکے کو لڑکی سے دونا ملتا ہے۔ ہبہ میں ایسا نہیں''۔ (عالمگیری)

سوال میں موجود ہے۔'' آیا شخص مذکور کا یہ فعل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے لاتعلق کرنے سے اس کی بیٹیوں کا حصہ ختم ہوگیا ہے یا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن فقہاء کے نزدیک اس کا یہ فعل حرام ہے یہ فعل شرعاً جائز نہ ہوا۔ اور نہ وہ بیٹیاں اس کے لاتعلق کرنے سے اپنے حصہ سے محروم ہوئیں اور جن فقہا کے نزدیک اس کا یہ فعل مکروہ ہے اور ان کے نزدیک یہ فعل قضاء اگرچہ صحیح ہوگا لیکن دیانۃً اور عدل کے تقاضے سے آثم متلف لحق الغیر اور نقصان دہ ضرور ہوگا۔ اور آیت ان اللہ یامر بالعدل والاحسان کے بھی مخالف ہوگا۔ پھر بھی کماحقہٗ شرع کے مطابق نہ ہوا اور ازروئے تقویٰ و دیانت وہ لڑکیاں اس کے لاتعلق کرنے سے محروم نہ ہوئیں۔ اور نووی کی روایات سے جن میں فاردد اور اتقوا اللہ اور واعدلوافی اولادکم اور بشیر کا آپ کے فرمان سے ہبہ واپس لے لینا اس چیز کا متقاضی ہے کہ بشیر نے اپنی عاقبت خیر کو پیش نظر رکھ کر عدل و تسویہ کیا۔ اور اپنے چہیتے بیٹے کو نظر انداز کر دیا۔ لہذا شخص مذکور کو لازم ہے کہ وہ بھی اپنی اولاد زرینہ و مادینہ میں عدل و انصاف کرے اور اپنی بیوی جس سے وہ اب تک منتفع ہو رہا ہے اس کو محروم کر کے خدا کا غضب نہ لے فقط اللہ ورسولہ اعلم بالصواب محمد عبدالرشید رضوی غفرلہ شیخ الحدیث ومہتمم دارالعلوم شیخ الاسلام رضویہ سٹلائٹ ٹاؤن جھنگ صدر۔

(۲) ابوالطاہر محمد نجیب قادری غفرلہ خادم دارالافتاء دارالعلوم ہذا المرقوم ۲۲ صفر ۱۴۱۴ھ۔ ۱۲ اگست ۱۹۹۳ء۔

دارالعلوم احسن البرکات حیدر آباد کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم الجواب وھو الموفق للصواب:

عطیہ میں اگر یہ ارادہ ہو کہ بعض کو ضرر پہنچا دے تو سب میں برابری کرے۔ کم وبیش نہ کرے کہ یہ مکروہ ہے۔ یہ حکم دیانت کا ہے اور قضاء کا حکم یہ ہے کہ وہ شخص اپنے مال کا مالک ہے۔ حالت صحت میں اپنا سارا مال ایک ہی لڑکے کو دے دے اور دوسروں کو کچھ نہ دے یہ کر سکتا ہے دوسرے لڑکے کسی قسم کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔ مگر

ایسا کرنے میں گناہگار رہے۔ (بحرالرائق)

صورت مسئول عنہا میں اپنے دو لڑکوں کو اپنے مال کا مالک بنا دینا اگرچہ شرعاً اسے اس بات کا حق حاصل ہے۔ مگر اس صورت میں دوسرے لڑکے اور لڑکیوں کو محروم کر دینے سے وہ شخص گناہگار ہوگا لہذا گناہ سے بچنے کے لیے اپنا کچھ مال ہو تو وہ ان باقی بیٹیوں اور بیٹوں کو دے ورنہ ان دونوں بیٹوں سے دلائے۔ واللہ اعلم بالصواب نقمہٗ عبدالحفیظ قادری برکاتی۔ (مہر دارالعلوم)

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کا جواب

الجواب ھو الموفق للصواب: زمانہ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم میں ایک صحابی نے اپنی دوسری بیوی کے اصرار پر اپنا ایک غلام اس بیوی اور اپنے دونوں کے ایک لڑکے کو ہبہ کر دیا۔ بیوی نے کہا کہ اس ہبہ پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا۔ وہ بیٹا اور باپ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے واقعہ عرض کیا اور گواہ بننے کی درخواست کی تو آپ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے اور وارث بھی ہیں عرض کیا۔ ہیں۔ فرمایا کیا ان سب کو بھی تم نے اتنا اتنا دیا ہے عرض کیا۔ نہیں۔ فرمایا یہ ظلم ہے اور میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا پس شخص مذکور کا باقی سب وارثوں کو نظر انداز کر کے جملہ جائیداد کو صرف دو بیٹوں پر ہبہ کرنا ناجائز ظلم اور ناانصافی ہے۔ اگر وہ خوف خدا رکھتا ہے اور آخرت کے مؤاخذہ سے بچنا چاہتا ہے تو وہ جائیداد ان سے واپس لے لے تاکہ اس کے مرنے کے بعد جو اس کے شرعی وارث ہیں ان کو شرعی حصوں کے مطابق تقسیم ہو۔ یہ اس کا شرعی اور اخلاقی فرض ہے اگر اس نے یہ ہبہ مرض الموت میں کیا ہے تو اس کے مرنے کے بعد یہ ہبہ نافذ نہیں ہوگا شرعی وارثوں میں شرعی حصص کے مطابق ترکہ تقسیم ہوگا۔ اور اگر اس نے یہ ہبہ حالت صحت میں بقائمی ہوش و حواس کیا ہے اور قبضہ بھی دے دیا ہے تو اگرچہ گناہگار ہوگا لیکن قانوناً و شرعاً یہ ہبہ نافذ العمل ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ المجیب عبداللطیف عفی عنہ مفتی جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور مورخہ ۹۳۔۷۔۲۴۔ (مہر دارالافتاء)

جامعہ رضویہ مظہر الاسلام فیصل آباد کا جواب

الجواب وھو الموفق للصواب: حدیث میں ہے۔

(۱) من فرق میراث وارثه قطع الله میراله فی الجنة یعنی جو شخص اپنے وارث کو ترکہ سے محروم

کرے اللہ تعالیٰ اس کو جنت سے محروم کرے گا۔ (کنوز الحقائق جلد دوم ص ۱۱۴)

(۲) من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ رواہ ابن ماجہ عن انس والبیہقی عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما (مشکوٰۃ جلد اول ص ۲۴۰) یعنی جو شخص اپنے وارث کی میراث کاٹے قیامت کے روز اللہ جنت سے اس کی میراث کاٹے گا۔ (معاذ اللہ) لہذا ہبہ دینے میں مساوات و برابری چاہیے یعنی تمام اولاد کو برابر پورا حصہ دینا چاہیے اگر کسی نے کہہ دیا یا لکھ دیا کہ میں نے اپنی اولاد کو یا فلاں لڑکے کو جائیداد سے محروم کر دیا تو اس سے وہ شرعاً محروم نہ ہوگا۔ بلکہ باپ کے مرنے کے بعد وہ شریعت کے مطابق پورا حصہ پائے گا۔ اور اس نے اپنی اولاد میں سے کسی کو محروم کرنے کی نیت سے اپنی جائیداد اپنی زندگی میں بیٹوں کو دے دی اور ان کو قبضہ بھی دلا دیا تو اس صورت میں وہ جائیدار بیٹوں کی ہو جائے گی لہذا بیٹیوں کو اس میں سے کچھ نہیں ملے گا۔ اور باپ مستحق وعید و عذاب ہے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم محمد اسلم رضوی مفتی جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد۔ (مہر دار الافتاء)

جامعہ غوثیہ معینیہ رضویہ اٹک کا جواب

الجواب بعون الوہاب وھو الموفق للصواب: حدیث شریف میں مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی ساری زندگی عبادت و ریاضت میں گزار دے مگر اپنے وارثوں پر ظلم کر کے مرے اور بعض کو ظلماً نقصان پہنچا دے تو اس کی عبادتیں اور ریاضتیں بیکار ہیں۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے میرے والد سے عرض کیا کہ اپنا فلاں باغ میرے بچے نعمان کو ہبہ کر دیجئے اور اس پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو گواہ کر لیجئے۔ چنانچہ میرے والد گرامی مجھے بارگاہ نبی کریم میں لائے اور عرض کیا کہ میں اپنا فلاں باغ اپنے اس بیٹے کو دیتا ہوں آپ گواہ رہیں۔ فرمایا کیا تمہارے اور بھی بچے ہیں۔ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا کیا ان سب کو اتنا اتنا ہی مال دیا ہے عرض کیا نہیں۔ فرمایا میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا جب تم چاہتے ہو کہ تمہاری ساری اولاد تمہاری خدمت کرے تو تم ہی ساری اولاد میں انصاف سے کام لو۔ بحر الرائق میں ہے کہ عطیہ میں اگر یہ ارادہ ہو کہ بعض کو ضرر پہنچا دے (جیسے صورت مسئولہ میں مذکور ہے) تو سب میں برابری کرے۔ کم وبیش نہ کرے کہ یہ مکروہ ہے اور قضاء کا حکم یہ ہے کہ وہ (باپ) اپنے مال کا مالک ہے خالت صحت میں اپنا سارا سامان ایک ہی لڑکے کو دے دے اور دوسروں کو کچھ نہ دے یہ کر سکتا ہے دوسرے لڑکے کسی قسم کا مطالبہ نہیں

کر سکتے مگر ایسا کرنے میں گناہگار ہے۔

ذیل کی عبارت میں اسی چیز کا بیان ہے اگر تمام مال را بہ پسر بخشد روا بود اما آثم شود کمافی خزانۃ الفتاویٰ (فتاویٰ برہنہ دفتر دوم ص ۱۲۴) فتاویٰ عالمگیری مترجم ص ۵۷ جلد ہفتم میں اس سلسلہ میں الفاظ یہ ہیں۔ اگر اپنے بیٹے سے کہا کہ ایں مال ترا کردم۔ یہ مال میں نے تیرا کر دیا۔ یا کہا کہ بنام تو کردم۔ تیرے نام کر دیا یا آن تو کردم یعنی تیری ملک کر دیا یا ایسا ہی کوئی کلام جو اس کے قائم مقام ہو بیان کیا تو یہ مالک بیٹے کو کر دینا قرار دیا جائے گا یعنی ہبہ ہوگا۔''

ایک روایت میں حضور کریم سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا بچے کو بایں الفاظ مخاطب فرمانا مذکور ہے۔ انت ومالک لابیک۔ تو اور تیرا مال (دونوں) تیرے باپ کی چیزیں ہیں۔ یعنی تیرا باپ تجھے مال دے یا نہ دے اسے اختیار ہے۔

حاصل جواب یہ ہوا کہ جس شخص نے اپنا اور اپنی بیٹیوں اور اپنی بیوی کا حصہ دو بیٹوں کو دے دیا اور ان سب کو محروم کر دیا۔ ای وقصد حرمان بقیۃ الورثۃ (تکملہ حاشیہ۔ ابن عابدین الشامی جلد دوم) یعنی اس کے مرنے کے بعد بیوی اور بچیوں کو اس کی وراثت سے جو کچھ ملنے والا تھا اپنی صحت و تندرستی کی حالت میں اس نے انہیں اس مال سے محروم رکھنے کا قصد پختہ کر کے اس پر عمل کیا تو گویا یہ کارروائی سراسر ناانصافی پر مبنی ہے اور ایسا کرنے والا شریعت کی رو سے گناہگار ہے لیکن از روئے قضا شریعت نے اس کے غیر منصفانہ فیصلے کو اس لیے جائز قرار دیا ہے کہ اس نے اپنے ملک میں تصرف کیا ہے اس کے مرنے سے پہلے اس سارے مال کا وہ واحد مالک تھا۔ اس کے مرنے سے پہلے کسی بھی وارث کا اس کے مال میں کوئی دخل نہ تھا۔ لہذا عاقل بالغ اپنے مال میں متصرف ہونے کی وجہ سے اس کا یہ عمل بظاہر صحیح ہے۔ کسی کے مطالبے سے ٹوٹ نہیں سکتا۔ صح لاینقض (بحوالہ مذکور) کا یہی حاصل ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ گناہگار ہے۔ لہذا ہمارا ناصحانہ مشورہ ایسا کرنے والے کو ہر دم یہ ہے کہ اپنی آخرت برباد نہ کر۔ عدل و انصاف کا دامن کسی وقت نہ چھوڑ۔ فرمان اللہ تعالیٰ اعدلوا ھو اقرب للتقوی کو ہر لحظہ پیش نظر رکھ اگر ایسا کرنا کوئی اچھا فعل ہوتا تو حضور کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت نعمان کے والد حضرت بشیر کو یہ نہ فرماتے کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔ تیری بہتری اسی میں ہے کہ اپنے تمام مذکورہ بالا رشتہ داروں کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آ۔ ھذا عندی واللہ تعالیٰ و باعطاء رسولہ الاعلی اعلم حقیقۃ الاحوال راقم آثم فقیر محمد ریاض الدین غفرلہ خادم مرکزی

دارالعلوم جامعہ غوثیہ معینیہ رضویہ ریاض الاسلام اٹک پاکستان۔ (مہر جامعہ)

جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور کا جواب

اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں کسی وارث کو اپنی جائیداد سے محروم کرنا چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس کے نام وہ زمین یا جائیداد کرنا چاہتا ہے اپنی زندگی میں اس کے نام انتقال کرادے اور اس کو قبضہ بھی دے دے۔ اور جس وارث کو اپنی جائیداد سے محروم کرنا چاہتا ہے اس کے لیے عذر شرعی ضروری ہے بغیر شرعی عذر کے کسی وارث کو جائیداد سے محروم کرنا بہت بڑا گناہ ہے مشکوٰۃ شریف کتاب الوصایا جلد اول ص ۲۴۰ میں حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی موجود ہے کہ جو شخص اپنے کسی وارث کو اس کے حصہ جائیداد سے محروم کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت سے محروم فرمائے گا۔ عندی ہذا الجواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب حررہ مفتی محمد صالح اویسی مورخہ ۹۳-۸-۱۸۔

جامعہ اشرفیہ لاہور کا جواب

الجواب مبسملاً ومحمداً ومصلیاً ومسلماً اگر اس شخص نے اپنی جائیداد پر بیٹوں کا قبضہ بھی کرادیا ہے تو ہبہ مکمل ہوگیا۔ اور اس شخص کو اپنی زندگی میں اپنی مملوکہ جائیداد پر تصرف کا پورا پورا حق ہے۔ کسی کو اعتراض کا کوئی حق نہیں ہے اگر اس نے کسی کو نقصان پہنچانے کی غرض سے ایسا کیا ہے تو اسے فساد نیت کا گناہ ہوگا۔ مگر ہبہ پھر بھی شرعاً درست اور نافذ ہوگا۔''

اس کے محروم ولا تعلق کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس کی وفات کے وقت جو کچھ حصہ اس کی ملک میں ہوگا وہ سب وارثوں میں تقسیم ہوگا اور ان بیٹیوں کو بھی حصہ ملے گا مگر جو ہبہ کر چکا ہے اس کو ترکہ میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب کتبہ شیر محمد مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور۔ ۳ صفر ۱۴۱۴ھ

آخری گزارش

مسلمان ان فتاویٰ مبارکہ کو پڑھیں۔ سمجھیں اور ان پر عمل کریں۔ اپنی بعض اولاد کو کسی صورت میں بھی لاوارث نہ بنائیں کہ اس میں اپنی آخرت کا خسارہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۴ھ)

بسم الله الرحمن الرحيم

چوبیسواں مقالہ

دورِ حاضر میں عورتوں

کی کتابت کا مسئلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین اما بعد۔ موجودہ دور میں جہاں مسلمانوں میں اور بہت سی خرابیاں پیدا ہوئی ہیں وہاں عورتوں کی لکھائی کی خرابی بھی اپنے عروج پر پہنچ گئی ہے۔ فرنگی تہذیب کی دلدادہ اسلامی تعلیم سے بے بہرہ مسلمانوں پر اتنا افسوس نہیں جتنا ان نام نہاد مفتیانِ اسلام پر ہے جو اپنی روشن خیالی کا ثبوت دینے کے لئے عورتوں کے لئے لکھائی سیکھنے کو جائز بلکہ خوبی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اسلام کی اصل تعلیم کو نظر انداز کر کے کتابت زناں کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ اس قسم کے فتوؤں کی وجہ سے ہمیں یہ رسالہ مرتب کرنے اور مسلمانوں کو اصل شرعی حکم سے آگاہ کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو شرف مقبولیت بخشے اور ذریعۂ ہدایت بنائے آمین۔

ارشادات الٰہی

اللہ تعالیٰ جل شانہ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۝ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا۝ وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ وَالْحِکْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا۝

اے نبی کی بیبیو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو۔ کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے۔ ہاں اچھی بات کہو۔ اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔ اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی، اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اُس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔ اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت۔ بے شک اللہ ہر باریکی جانتا خبردار ہے۔

(پ ۲۲ رکوع ۱)

مسلمان عورتوں کی درسگاہ اور نصاب تعلیم

یہ آیات کریمہ اگرچہ امہات المؤمنین کے حق میں نازل ہوئی ہیں مگر ان کا حکم عام ہے۔ یعنی مسلمان عورت پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی آیات اور حکمت کی باتوں کو سیکھیں اور یاد کریں۔ دوسرے الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے گھروں کو درسگاہ اور اپنی آیات وحکمت کی باتوں کو ان کے لئے نصابِ تعلیم مقرر فرمادیا ہے۔ اب جو مسلمان عورت اپنی درسگاہ سے نکل کر اپنا نصاب تعلیم چھوڑ کر کسی دنیاوی درسگاہ میں جاکر غیر نصابی تعلیم حاصل کرے گی وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمان ٹھہرے گی اللہ تعالیٰ آج کل کی عورتوں کو ہدایت نصیب فرمائے آمین۔

مسلمان عورتوں کے لئے بھی تعلیم لازم ہے

آیت کریمہ واذکرن مایتلی فی بیوتکن من ایات اللہ والحکمۃ. (اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں اللہ کی آیتیں اور حکمت کی باتیں پڑھی جاتی ہیں) سے معلوم ہوا کہ مسلمان عورت کے لئے بھی تعلیم حاصل کرنا لازم ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ، علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

(بستان العارفین بحوالہ ماہنامہ فیض رضا فیصل آباد)

عورتوں کو کتابت سیکھانے سے منع کردیا گیا ہے

شرع شریف نے عورتوں کو علم دین سیکھنے کی ترغیب تو دی ہے لیکن حدیث صحیح میں انہیں کتابت سکھانے سے منع کردیا گیا ہے۔ چنانچہ چند حوالہ جات یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) مفسر جلیل امام علاء الدین خازن لکھتے ہیں۔ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تنزلوا النساء الغرف ولا تعلموھن الکتابۃ وعلموھن الغزل وسورۃ النور. عورتوں کو بالاخانوں میں نہ ٹھہراؤ اور انہیں لکھنا نہ سکھاؤ اور انہیں چرخہ کاتنا اور سورۂ نور پڑھنا سکھاؤ۔ اخرجہ ابو عبداللہ بن السبیع فی صحیحہ۔ (تفسیر خازن ص ۹۲ جلد ۵)

(۲) امام ابو محمد ابن الحسین بن مسعود الفراء البغوی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ بدیں الفاظ

روایت کرتے ہیں۔اخبرنا ابو سعید الشریحی انا ابو اسحاق الثعلبی اخبرنی الحسین بن فنجویه ثنا عبدالله بن محمد بن شیبه حدثنا محمد بن ابراهیم الکرابیسی حدثنا سلمان بن توبة ابو داؤد الا نصاری انا محمد بن ابراهیم الشامی ثنا شعیب بن اسحاق عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت قال رسول الله صلے الله علیه وسلم لا تنزلوا النساء الغرف ولا تعلموهن الکتابة وعلموهن الغزل وسورة النور۔عورتوں کو بالا خانوں میں نہ ٹھہراؤ اور انہیں لکھنا نہ سکھاؤ اور انہیں چرخہ کا تنا اور سورۂ نور پڑھنا سکھاؤ۔ (تفسیر خازن ص ۹۲ جلد ۵)

(۳) مفسر احمد صاوی اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر موقوفاً نقل فرماتے ہیں وقال عائشة رضی الله تعالیٰ عنها لاتنزلوا النساء فی الغرف ولا تعلموهن الکتابة وعلموهن الغزل وسورة النور۔عورتوں کو بالا خانوں میں نہ ٹھہراؤ اور انہیں لکھنا نہ سکھاؤ اور انہیں چرخہ کا تنا اور سورۂ نور پڑھنا سکھاؤ۔

(۴) امام جلال الدین سیوطی کے فتاویٰ میں ہے۔ هل یجوز اقراء النساء سورة النور، والجواب نعم روی الحاکم فی المستدرک وصححه والبیهقی فی شعب الایمان عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت قال رسول الله صلے الله علیه وسلم لا تنزلوا النساء الغرف ولا تعلموهن الکتابة وعلموهن الغزل وسورة النور۔سوال:۔کیا عورتوں کو سورۃ نور پڑھانا جائز ہے؟ جواب ہاں امام حاکم نے مستدرک میں یہ حدیث روایت کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے اور امام بیہقی نے اسے شعب الایمان میں روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں (عورتوں کو) بالا خانوں میں نہ ٹھہراؤ اور انہیں لکھنا نہ سکھاؤ اور انہیں چرخہ کا تنا اور سورۂ نور پڑھنا سکھاؤ۔ (الحاوی للفتاویٰ جلد اول ص ۲۹۳)

(۵) مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب مدظلہ العالی سے یہ پوچھا گیا کہ "لڑکیوں کو لکھنا نہ سکھاؤ۔انہیں سورۂ نور پڑھاؤ اور چرخہ کا تنا سکھاؤ" اس حدیث کی تحقیق وتفصیل اور اس کا حوالہ مطلوب ہے تحریر فرمائیں۔تو انہوں نے جواب میں لکھا۔"ابن حبان اور امام بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لاتسکنوهن الغرف ولا تعلموهن

الکتابة و علموھن المغزل و سورة النور ۔ امام ترمذی محمد بن علی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لاتسکنوا النسآء الغرف ولا تعلموھن الکتابة ۔ ابن حبان وابن عدی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لا تعلموا نسآء کم الکتابة ولا تسکنوھن العوالی ۔ حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الاجرالجزل فی الغزل میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کرنے کے بعد فرمایا۔ قال الحاکم صحیح الاسناد واخرجه البیھقی فی شعب الایمان ۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کے متعلق فرمایا۔ ھو صحیح فقد روی الحاکم و صححهٗ البیھقی ۔ نیز حکیم ترمذی سے نقل کیا کہ انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت لقمان کا گزر ایک لڑکی پر ہوا تو کتابت کر رہی تھی تو آپ نے فرمایا۔ لمن یصقل ھذا السیف ۔ یہ تلوار کس کے لئے صیقل ہو رہی ہے۔ تاکہ اس کے ساتھ ذبح کیا جائے یعنی لکھنا سیکھنے کے بعد صیقل شدہ تلوار کی طرح لڑکی کی حالت نازک اور خطرناک ہوتی ہے اور اس سے فتنہ کا وقوع سریع طور پر متوقع ہوتا ہے۔ (فتاویٰ حدیثیہ ص ۴۳ مطبع تقدم علمیہ مصر)

(رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بابت ۱۷ شوال ۱۳۸۸ھ صفحہ نمبر ۸)

(۶) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ لکھتے ہیں۔ "متعدد حدیثیں اس کی (عورتوں کو لکھنا سکھانے کی) ممانعت میں وارد ہیں جن کی سند عند التحقیق خود قوی اور اصل متن حدیث کے معروف ومحفوظ ہونے کا امام بیہقی نے افادہ فرمایا ہے اور پھر تعدد طرق دوسری قوت اور عمل امت وقبول علماء تیسری قوت ومحل احتیاط وسد فتنہ چوتھی قوت تو حدیث لااقل حسن ہے اور ممانعت میں اس کا نص صریح ہونا خود روشن ہے۔ پر ظاہر کہ کتابت ایک عظیم نافع چیز ہے۔ اگر عورتوں کی کتابت میں حرج نہ ہوتا تو جمہور سلف سے آج تک اس کے ترک پر کیوں اتفاق کرتے بالجملہ سبیل سلامت اسی میں ہے لہٰذا جلہ علمائے کرام جیسے امام حافظ الحدیث ابوموسیٰ اور امام تورپشتی اور امام اثیر جزری اور علامہ طیبی اور علامہ جلال الدین سیوطی اور علامہ طاہر فتنی اور شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم نے اسی طرف میل فرمایا وہ ہر طرح سے ہم سے اعلم تھے اب جو اجازت کی طرف جائے یا وہ حال زمانہ سے غافل یا امت مرحومہ کی خیر خواہی سے عاطل ومن لم یعرف اھل زمانه فھو جاھل. نسئل اللہ العفو والعافیه ۔ (فتاویٰ رضویہ

جلد دہم ص ۱۵۴ اور ص ۱۵۸ حصہ اول) الحمد للہ مذکورہ بالا چھ حوالہ جات سے روز روشن کی طرح روشن ہوا کہ عورتوں کی کتابت سکھانے کی ممانعت کی حدیث صحیح معتبر و مستند ہے یہ حدیث تلقی امت بالقبول کا منصب عالی پائی ہوئی ہے ولہذا مفتی محمد خان صاحب کا اس حدیث کے بارہ میں لکھنا کہ ''جو لوگ عدم جواز کے قائل ہیں ان کی دلیل فقط درج ذیل روایت ہے جو حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے حوالے سے بیان کی جاتی ہے۔ لیکن اس روایت کو ائمہ اسلام اور محدثین نے موضوع اور ناقابل عمل قرار دیتے ہوئے تصریح کی ہے کہ اس حدیث کی ہر سند مجروح ہے''۔ (عورت کی کتابت کا مسئلہ ص ۱۵)
سراسر غلطی ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ بالا تحقیق کے بعد آج کل کے کسی مفتی یا نام نہاد محقق کو دم مارنے کا کیا حق پہنچتا ہے۔ مگر کیا کیا جائے کہ آج کل ہر شخص بے لگام ہے۔ اپنے ناقص عقل میں جو کچھ پاتا ہے وہ اس پر تحقیق کا لیبل لگا کر عوام الناس کو دام ضلالت میں پھنسانے کے لئے پیش کر دیتا ہے۔ والی اللہ المشتکی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مفتیان عظام کے فتوے

چونکہ صحیح حدیث میں صراحۃً عورتوں کو لکھنا سکھانے سے منع فرمایا گیا ہے اس لئے جب فرنگی تہذیب کے اثر سے عورتوں کی لکھائی کا آغاز مسلمان عورتوں میں بھی ہوا تو مفتیان وقت نے اس کی ممانعت کے فتوے جاری فرمائے۔ یہاں بعض ضروری فتوؤں کے اقتباسات درج کئے جاتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) اعلیٰ حضرت کا فتویٰ

عورتوں کو لکھنا سکھانا شرعاً ممنوع و سنت نصاریٰ و فتح باب ہزاراں فتنہ اور مستان سرشار کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے۔ جس کے مفاسد شدیدہ پر تجارب عدیدہ شاہد عدل ہیں۔ متعدد حدیثیں اس کی ممانعت میں وارد ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم حصہ اول ص ۱۵۴)

(۲) مفتی احناف مکہ مکرمہ کا فتویٰ

کتاب صواعق الملک الدیان علی من اباح الکتابۃ لنساء الزمان میں ہے کہ علامہ ابن اسماعیل علیہ الرحمۃ نے شرح تعلیم المتعلم میں لکھا ہے کہ عورتوں کو خط و کتابت نہ سکھاؤ۔ یہ حدیث لڑکیوں کو

لکھنا سکھانے کی کراہت وممانعت میں نص صریح ہے۔ اور یہ ممانعت نفس کتابت کے متعلق ہے۔ جہاں تک لڑکیوں کے لکھنا سیکھنے کے لئے گھروں سے نکلنے کا تعلق ہے یہ بجائے خود ملت حنفیہ اور شریعت محمدیہ کے خلاف ہے''۔

(رضائے مصطفےٰ بابت ۲۸ شعبان ۱۳۸۵ھ)

(۳) مصر کے حنفی علماء کا فتویٰ

مولانا عبدالمعطی اور مولانا ابراہیم المصیلحی الحنفی جامعۃ الازھر کے دارالافتاء سے لکھتے ہیں کہ ''لڑکیوں کو لکھنا سکھانا مکروہ ہے اور اس مقصد فاسد کے لئے مدرسہ بنانا بھی منع ہے۔ اور بصورت فتنہ نوجوان لڑکیوں کو گھر سے نکلنے کی اجازت دینا حرام ہے''۔ (رضائے مصطفےٰ ۔ ۱۴ شعبان ۱۳۸۵ھ)

(۴) مفتی بغداد کا فتویٰ

حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرات علماء ومحدثین ومفسرین مثل حاکم، ابن مردویہ، بیہقی، قرطبی، جمل، سیوطی، صاوی، ابن حجر ہیتمی، واحدی، شربینی، بغوی، ملاعلی قاری وغیرھم نے بغیر تضعیف ذکر کی ہے اور اس کے کسی راوی پر رد وطعن نہیں کیا ہے۔ نیز عورتوں کو لکھنا سکھانے میں فساد آوارگی کا اندیشہ ہے۔ اور اندیشہ کا سد باب ضروری ہے لہذا فساد زمانہ کے باعث عورتوں کو لکھنا سکھانا منع ہے۔

(رضائے مصطفےٰ ۔ ۱۴ رمضان ۱۳۸۵ھ)

(۵) علمائے مصر کا فتویٰ

اگر فتنہ متحقق نہ ہو تب بھی لڑکیوں کو لکھنا سکھانا مطلقاً مکروہ ہے اور اگر فتنہ متحقق ہو تو پھر ان کے لئے تعلیم کتابت مکروہ (تحریمی) ہے۔ غیر مکلف لڑکیوں کا گناہ ان کے وارثوں پر ہے جو انہیں سکولوں میں بھیجتے ہیں اور سکول چونکہ اس غیر شرعی تعلیم کا وسیلہ ہیں اس لئے اگر فتنہ متحقق نہ ہو تو ان کا بنانا مکروہ اور اگر فتنہ متحقق ہو تو حرام ہے۔ الفقیر علی احمد ابریزی شافعی ۔ الفقیر محمد سباعی مالکی بالازھر۔

(الصواعق الملک الدیان بحوالہ رضائے مصطفےٰ ۔ ۱۴ رمضان ۱۳۸۵ھ)

(۶) مولانا فیض عالم مؤلف نبراس الصالحین کا فتویٰ

زنانہ سکول و کالج نصاریٰ کی رسموں میں سے ایک رسم ہے اور ان ہی کی صوابدید کے مطابق ہے۔ عہد رسالت و قرون ثلاثہ میں لڑکیوں کے سکول و کالج نہیں تھے۔ اور نہ ہی مجتہدین امت سے اس ہیئت کے ساتھ لڑکیوں کی تعلیم کا ثبوت ملتا ہے پس یہ طریقہ ناجائز و بدعت سیئہ ہوگا۔ لڑکیوں کو لکھانا سکھانا بقول راجح ممنوع ہے اور چھوٹی بچیوں کو سکولوں میں بھیجنے کا گناہ ان کے وارثوں پر ہے''۔

(رضائے مصطفےٰ۔ ۱۴ رمضان ۱۳۸۵ھ)

(۷) مولانا محمد شاہ صاحب دہلوی کا فتویٰ

عورتوں کو تعلیم کتابت نزدیک علماء کے ممنوع و مکروہ تحریمی ہے واسطے فساد زمانہ کے بحکم احادیث مذکورہ کے کما لا یخفی''۔ (حوالا مذکورہ بالا)

(۸) مولانا محمد رضا علی بنارسی کا فتویٰ

جاننا چاہیے کہ تعلیم کتابت عورتوں کو ممنوع ہے۔ فتاویٰ برہنہ فصل مکروہات میں لکھا ہے کہ نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تعلموھن الکتابۃ یعنی عورتوں کو لکھنا نہ سکھاؤ۔ نیز عورتوں کے گھروں سے نکلنے اور سکولوں میں جمع ہونے میں کئی مفاسد ہیں۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

(۹) مولانا عبدالقادر بدایونی کا فتویٰ

حدیث سے ثابت ہے کہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو لکھنا سکھانے سے منع فرمایا ہے اور شراح محققین نے اس حدیث نہی کو معمول بہ قرار دیا ہے اور نہی فی الغالب حرمت پر معمول ہوتی ہے یا کراہت تحریمی پر جیسا کہ فقہ و اصول میں مصرح ہے''۔ (رضائے مصطفےٰ۔ ۲۹ رمضان ۱۳۸۵ھ)

(۱۰) مولانا غلام دستگیر قصوری کا فتویٰ

عورتوں کو لکھنا سکھانا ناجائز ہے۔ اس کو جائز قرار دینے والے غور نہیں کرتے کہ لڑکیاں کتابت

سیکھنے کے بعد بازار میں بیٹھ کر عرضی نویسی کریں گی یا کچہری میں نوکر ہوں گی یا بطور خود جس کے ساتھ چاہیں گی آزادانہ خط و کتابت کریں گی اور چند ایام میں اس کی قباحتیں اسلام میں ظاہر ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ علماء دین کو دور اندیشی نصیب فرمائے تا کہ دین اسلام میں فتنے فسادات رونما نہ ہوں۔

(رضائے مصطفےٰ ۔ ۲۹ رمضان ۱۳۸۵ھ)

(۱۱) مولانا غلام حسین قصوری کا فتویٰ

چوں خوف فتنه در زمانه گذشته که بصدها سال ازیں زماں پیشتر بود پس دریں زماں که یقین افتنان است چگونه. تعلیم کتابت مرزناں راروا خواهد بود درفتاوی برهنه درذکر محرمات درذیل مسئله حرمت تشبیه زنان بمرداں ومرداں بزناں آورده وفی الحدیث ولا تعلموهن الکتابة۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

جب صدہا سال پہلے عورتوں کی کتابت میں فتنہ موجود تھا اور یہ ناجائز تھی تو آج کل کے دور میں یہ فتنہ یقینی ہے۔ اس لئے اس کے جواز کا قول کیسے کیا جا سکتا ہے کیونکہ کتابت نسواں کتابت مرداں سے مشابہت رکھتی ہے اور اس قسم کی مشابہت سے ممانعت کی گئی ہے اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ عورتوں کو کتابت نہ سکھاؤ۔

(۱۲) مولانا عبدالقادر مدرس ہوگلی کا فتویٰ

برادران اسلام پر مخفی نہ رہے کہ سکولوں کالجوں میں لڑکیوں کو تعلیم دلانا گویا فسق و فجور کا دروازہ کھولنا اور امور شریعت و احکام ملت میں فتنہ عظیم ڈالنا ہے۔ کیونکہ مروجہ تعلیم لڑکیوں کو لکھنا سکھانے غیر محرموں سے اختلاط۔ نصاریٰ کے ساتھ تشبیہ عورتوں کو گھروں سے باہر نکلنے اور ان کے نامناسب طور پر جمع ہونے جیسے متعدد ناجائز امور پر مشتمل ہے۔ (رضائے مصطفےٰ ۔ ۱۴ رمضان ۱۳۸۵ھ)

مسلمان علمائے حقانی کے ان بارہ فتاویٰ مبارکہ کو پڑھ کر سمجھیں اور غور کریں کہ کس صراحت و وضاحت کے ساتھ عورتوں کو کتابت سکھانے کے مکروہ ناجائز اور غیر مشروع ہونے کو بیان فرمایا گیا ہے۔ اب جو مفتی جواز کا قائل ہو اس کے فتویٰ کی ان علماء جلیل القدر کے فتاویٰ مبارکہ کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہو

گی۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل نصیب فرمائے آمین۔

(۱۳) مفتی بمبئی کا فتویٰ

سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لاتنزلوھن الغرف و لا تعلموھن الکتابة فرما کر عورتوں اور لڑکیوں کو لکھنا سکھانے سے منع فرما دیا ہے۔ تاکہ وہ فتنوں اور برائیوں میں مبتلاء نہ ہوں۔ نیز ان کے حق میں فرمایا کہ گھر ان کے لئے بہتر ہیں اگر وہ سمجھیں حضرات صحابہؑ کرام واہل بیت پاک علیھم الرضوان نے عورتوں کو مسجدوں میں جانے اور جماعت میں شامل ہونے سے منع کیا اور انہیں لکھنا نہ سکھایا۔ پس مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ سے ڈریں علماء کے فتویٰ پر عمل کریں اور عورتوں اور لڑکیوں کو گھروں سے نکلنے اور سکولوں اور کالجوں میں جانے سے باز رکھیں۔ (مولانا مرزا محمد عفی عنہ)

(رضائے مصطفےٰ۔ ۱۴ رمضان ۱۳۸۵ھ)

(۱۴) مولانا سید عبدالاحد قادری کا فتویٰ

بے شک اس زمانے میں لڑکیوں کو لکھنا سکھانا سمِ قاتل و زہرِ ہلاہل ہے۔ ہرگز کسی طرح بھی اس امر پر رغبت نہ کریں کہ بلا شک وشبہ لکھنے والی عورت ننگی تلوار کی مانند ہے جیسا کہ حضرت لقمان علیہ السلام کا قول ہے۔ (رضائے مصطفےٰ ۲۹ رمضان ۱۳۸۵ھ)

(۱۵) سید دیدار علی شاہ صاحب کا فتویٰ

بیت اللہ شریف کے علماء کا جو جواب ہے اس زمانے میں یہی مصلحت ہے کہ لڑکیوں کو لکھنا نہ سکھایا جائے اور انہیں سکولوں کالجوں میں جانے سے روکا جائے۔ (رضائے مصطفےٰ مذکورہ بالا)

اصل مسئلہ بیان کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو کتابت سکھانے کے مجوزین کی دلیلوں کا جواب بھی دے دیا جائے تاکہ اس مسئلے پر اور زیادہ روشنی پڑھ جائے وباللہ التوفیق۔

مجوزین کی پہلی دلیل

یہ ہے کہ "مسند احمد اور سنن ابی داؤد میں حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

میں ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھی وہاں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے مجھے دیکھ کر فرمایا، الاتعلمین هذه رقية النملة كما علمتيها الكتابة ۔اے شفاء جس طرح تو نے حفصہ کو لکھنا سکھایا ہے اسی طرح انہیں رقیۃ النملہ کی تعلیم کیوں نہیں دیتی یہ فرمان نبوی واضح طور پر دال ہے کہ امہات المؤمنین باقاعدہ کتابت جانتی تھیں ۔الی ان قال ان تمام محدثین اور ائمہ نے مذکورہ حدیث سے جو استنباط کیا ہے اس میں انہوں نے تصریح کردی ہے کہ کتابت عورتوں کے لئے حرام تو کیا مکروہ بھی نہیں بلکہ جس طرح مردوں کے لئے جائز ہے ۔اسی طرح عورتوں کے لئے بھی جائز ہے ۔

(عورت کی کتابت کا مسئلہ مؤلفہ مفتی محمد خان قادری ص ۹)

مانعین علماء نے اس حدیث کے تین جواب دیئے ہیں چنانچہ اس حدیث کا

پہلا جواب

یہ ہے کہ یہ امہات المؤمنین کے خصائص سے ہے کہ وہ لکھنا سیکھنے کی مجاز تھیں ولہذا امت کی دوسری عورتوں کو ان پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ۔ملا علی قاری اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں ۔ قال الخطابی فيه دليل على ان تعليم النساء الكتابة غير مكروه قلت يحتمل ان يكون جائزاً للسلف دون الخلف لفساد النسوان فی هذا الزمان ثمه رأيت قال بعضهم خصت به حفصة لان نسآء ہ صلے الله عليه وسلم خصصن باشيآء قال تعالىٰ يا نسآء النبی لستن كاحدمن النسآء وخبر لا تعلموهن الكتابة يحمل على عامة النسآء خوف الافتتان عليهن۔

(ترجمہ) خطابی نے فرمایا اس حدیث میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ عورتوں کے لئے لکھنا مکروہ نہیں ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے ثابت ہونے والے اس حکم کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ اس دور میں کتابت عورتوں کے لئے جائز تھی مگر اس زمانہ کی عورتوں میں فساد آگیا ہے لہذا ان کے لئے جائز نہیں ہے ۔ اور میں نے بعض علماء کا یہ جواب بھی دیکھا ہے کہ یہ حکم حضرت حفصہ کی خصوصیت ہے ۔ کیونکہ ازواج مطہرات کے لئے بعض احکام خاص ہیں ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے نبی کی بیبیو تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو اور حدیث لاتعلموهن الكتابة عام عورتوں کے حق میں ہے کیونکہ ان کی کتابت میں فتنہ کا خوف ہے ۔

(مرقاۃ جلد ۸ صفحہ ۳۶۴)

اوراس کا دوسرا جواب

یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور سلف صالین کا دور خیر کثیر کا دور تھا اس میں فتنوں کا اندیشہ بہت کم تھا اس لئے اس دور میں عورتوں کو کتابت سکھانا جائز تھا لیکن آج کے دور میں جائز نہیں کہ یہ کثرت فساد کا دور ہے۔ جیسا کہ ملا علی قاری کی عبارت اوپر گزر چکی ہے۔

اوراس کا تیسرا جواب

یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں عورتوں کے لئے کتابت سیکھنے کی اجازت تھی پھر فساد وفتنہ کے اندیشہ کے پیش نظر ولاتعلموھن الکتابۃ فرما کر ممانعت فرمادی گئی چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہی۔ اما تعلیم کتابت مرزنان رادرحدیثے دیگر نہی ازآن آمدہ چانچہ فرمودولا تعلموھن الکتابۃ وازیں حدیث جواز مفہوم گرددواین مگر پیش از نہی باشدو بعضے گفتہ کتابت محمول برنساء عامہ است کہ خوف فتنہ دراں جا متصور است واین جا چنیں نیست۔ (اشعۃ اللمعات ص ۶۱۳ جلد سوم)

مجوزین کی دوسری دلیل

یہ ہے کہ جو روایت حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حوالے سے بیان کی جاتی ہے اس کو ائمہ اسلام اور محدثین نے موضوع اور نا قابل عمل قرار دیتے ہوئے تصریح کی ہے کہ اس روایت کی ہر سند مجروح ہے۔ (عورت کی کتابت کا مسئلہ ص ۱۵)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو موضوع اور نا قابل عمل قرار دینا اور اس دعویٰ کو ائمہ اسلام اور محدثین کی طرف منسوب کرنا غلط ہے۔ گذشتہ صفحات میں ہم بیان کر آئے ہیں کہ اس حدیث کو جلیل القدر مفسرین محدثین اور شارحین نے صحیح ومعتبر قرار دیا ہے۔ چنانچہ حاکم، ابن مردویہ بیہقی، قرطبی، جمل، جلال الدین سیوطی، احمد صاوی، ابن حجر ہیتمی، واحدی، شربینی، بغوی، ملا علی قاری نے اس حدیث کو تضعیف ذکر کیے بغیر روایت کیا ہے اور اس کے کسی راوی پر ردوطعن نہیں کیا ہے۔ بلکہ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور اسے دو طریقوں سے بیان کیا ہے۔ جیسا کہ مفتی بغداد صاحب کے فتویٰ میں گزرا۔ ولہذا جلیل القدر

بزرگان دین کے مقابلہ میں آج کل کے کسی نام نہاد محقق مفتی کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے۔ واللہ یھدی من یشآء الیٰ صراط مستقیم۔

مجوزین کی تیسری دلیل

یہ ہے کہ امام حاکم کا روایت ولا تعلموھن الکتابة کو صحیح الاسناد کہنا ان کا تساہل ہے جس میں انہیں شہرت حاصل ہے۔ (عورت کی کتابت کا مسئلہ ص ۲۲)

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر امام حاکم سے اس روایت کو صحیح الاسناد کہنے میں تساہل واقع ہوتا تو ان کی اس تصحیح کو امام جلال الدین سیوطی وغیرہ اجلہ علمائے محدثین محققین صحیح تسلیم نہ کرتے جب انہوں نے اسے صحیح تسلیم کرلیا ہے تو پھر آج کل کے کسی نام نہاد مفتی کا اسے تسلیم نہ کرنا کیا اعتبار رکھتا ہے۔

مجوزین کی چوتھی دلیل

یہ ہے کہ اگر تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا جائے تو صحابہ تابعین تبع تابعین کے دور سے لے کر آج تک ہزاروں خواتین کا فن کتابت کا ماہر ہونا ثابت ہے اور اس فن کے حوالے سے ان کی خدمات کا تذکرہ موجود ہے۔ اگر اسلام نے خواتین کو منع کیا ہوتا تو یہ خواتین ضرور اسی پر عمل پیرا ہوتیں اور یہ بات توجہ میں رہنی چاہیے کہ تعامل امت خود دلائل شرعیہ میں سے ہے۔ (عورت کی کتابت کا مسئلہ ص ۱۴)

اس کا جواب مجوزین کی پہلی دلیل کے دوسرے جواب میں گذر چکا ہے کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں قلت یحتمل ان یکون جائزاً للسلف دون الخلف لفساد النسوان فی ھذا الزمان۔ یعنی یہ احتمال پایا جاتا ہے کہ سلف صالحین کے عہد میں عورتوں کا لکھنا جائز تھا کیونکہ وہ صلاح وخیر کا عہد تھا بخلاف ہمارے زمانے کے کہ اس میں عورتوں میں بہت فساد آگیا ہے اور قاعدہ کلیہ ہے کہ تبدل زمانہ سے حکم شرع بدل جایا کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مجوزین کی پانچویں دلیل

یہ ہے کہ تمام فقہاء نے تصریح کی ہے کہ حائضہ خاتون قرآن کی کتابت نہ کرے۔ کیونکہ اس صورت میں بھی مسِ قرآن لازم آتا ہے جو حائضہ کے لئے جائز نہیں ہے۔ یہ مذکورہ جزئیہ اس پر دال ہے

کہ اگر خاتون حائضہ نہ ہو تو وہ قرآن کی کتابت کر سکتی ہے۔ اگر کتابت عورتوں کے لئے ناجائز ہوتی تو حائضہ کے لئے منع ہونے کی یہ دلیل بیان کی جاتی کہ اسلام میں عورت کے لئے لکھنے کی اجازت ہی نہیں حالانکہ بجائے یہ بیان کرنے کے مسِ قرآن کو دلیل بنایا گیا۔'' (عورت کی کتابت کا مسئلہ ص ۱۲)

اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ عورت کے لئے کتابت سیکھنے کے جواز کو اس جزئیہ سے ثابت کرنا بطریق مفہوم مخالف کے ہے۔ اور مفہوم مخالف ہر جگہ معتبر نہیں ہوتا۔ یہاں اس کے عدم اعتبار کی وجہ صحیح حدیث ولا تعلموھن الکتابۃ ہے۔ ثانیاً یہ ہے کہ فقہی مسائل فرضی صورتوں پر بھی قائم کیے جاتے ہیں اور یہی صورت یہاں بھی ہے یعنی اگر بالفرض کسی عورت نے کتابت سیکھ لی ہو تو حائضہ کے حق میں دو وجہوں سے ناجائز ہے اور غیر حائضہ کے لئے ایک وجہ سے ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اسے ماننے کی توفیق بخشے۔

مجوزین کی چھٹی دلیل

یہ ہے کہ ''سونے چاندی کے استعمال کے بارہ میں تصریح کی گئی ہے کہ اگرچہ سونے کا استعمال عورت کے لئے جائز ہے مگر سونے اور چاندی کے قلم دوات کا استعمال مکروہ ہے''۔ (عورت کی کتابت کا مسئلہ ص ۱۳)

اس کے بھی وہی دو جواب ہیں جو اوپر والے مسئلہ کے گزرے اللہ تعالیٰ ہدایت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

الحمد للہ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے ''عورت کو کتابت سکھانے کا مسئلہ'' بالکل واضح ہو گیا ہے۔ اے کاش اس دور کے مفتی حضرات شرع شریف کی خیر خواہی کو پیش نظر رکھ کر یہ فتویٰ صادر کرتے کہ پہلے وقتوں میں اگر عورتوں میں فن کتابت موجود تھا تو اس دور میں عورتوں میں چونکہ فتنہ آ گیا ہے اس لئے اس دور میں عورتوں کو کتابت سکھانا ناجائز قرار دیا جائے گا۔ لیکن کیا کیا جائے کہ انگریزی تہذیب کو بنظر استحسان دیکھنے والے مفتیوں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس دور کی ہر بدعت پر جواز کا ہی لیبل لگایا جائے تاکہ مسلمان بے دھڑک اس کا ارتکاب کریں اور اسلامی تہذیب کو چھوڑ دیں اللہ تعالیٰ ہی ایسے مفتیوں سے مسلمانوں کو بچائے آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۰ صفر المظفر ۱۴۰۷ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پچیسواں مقالہ

مسلمانوں کے حقوق و فرائض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله ربّ العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله محمد واله واصحابه اجمعین اما بعد :۔اس مختصر مقالہ میں ہم نے ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے لازم ہونے والے حقوق کو واضح کیا ہے۔اللہ تعالیٰ اس سعی کو شرف مقبولیت بخشے اور ہدایت کا ذریعہ بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

احادیث مبارکہ

سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے لازم ہونے والے حقوق کو درج ذیل احادیث مبارکہ میں بیان فرمایا ہے۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ حق المسلم علی المسلم خمس رد السلام و عیادة المریض واتباع الجنائز واجابة الدعوة و تشمیت العاطس ۔ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں۔سلام کا جواب دینا، بیمار پرسی کرنا، جنازوں کے پیچھے چلنا، دعوت قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا۔ رواہ البخاری ومسلم وصححہ الجلال السیوطی۔(مشکوٰۃ شریف فی عیادۃ المریض جلد اول ص ۱۲۱۔ جامع صغیر ص ۱۴۸ ج ۱)

(۲) انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق لازم ہیں۔عرض کیا گیا۔وہ کیا ہیں؟ فرمایا۔ اذا لقیتهٗ فسلم علیه و اذا دعاک فاجبه واذا استنصحک فانصح لهٗ واذا عطس فحمدالله فشمته واذا مرض فعده واذامات فاتبعه ۔جب تو اس سے ملے تو اس پر سلام ڈالے اور جب وہ تجھے دعوت دے تو تُو قبول کرے اور جب وہ تجھ سے خیر خواہی چاہے تو تُو اس کی خیر خواہی کرے اور جب وہ چھینک مار کر اللہ کی تعریف بیان کرے تو تُو اس کا جواب دے اور جب وہ بیمار ہو تو تُو اس کی عیادت کرے اور جب وہ مرجائے تو تُو اس کے جنازہ کے پیچھے چلے۔رواہ البخاری فی الادب ومسلم۔

(مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۲۲۔ جامع صغیر جلد اول ص ۱۴۸)

(۳) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سات کاموں کا

حکم ارشاد فرمایا۔ امرنا بعیادۃ المریض واتباع الجنائز و تشمیت العاطس ورد السلام واجابۃ الداعی وابرار المقسم ونصر المظلوم ۔آپ نے ہمیں حکم دیا بیمار کی عیادت کرنے کا، جنازوں کے پیچھے چلنے کا، چھینک مارنے والے کی چھینک کا جواب دینے کا، سلام کا جواب دینے کا، دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے کا، قسم کھانے والے کی قسم کو سچا کرنے کا اور مظلوم کی مدد کرنے کا۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۲۲)

(۴) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اربع من حق المسلمین علیک ان تحسن صحبتھم وان تستغفر لمذنبھم وان تدعو لمدبرھم وان تحب تائبھم ۔تجھ پر مسلمانوں کے چار حقوق لازم ہیں۔ان کے ساتھ رہن سہن اچھا کرنا، ان کے گناہگار شخص کے گناہوں کی معافی مانگنا، ان کے غیر موجود شخص کے حق میں دعا کرنا اور ان میں سے جس نے گناہوں سے توبہ کی ہو اس سے محبت رکھنا۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۶۷)

(۵) اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن پر مومن کے چھ حق ہیں۔ جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے اور جب وہ مرجائے تو اس کے جنازہ میں حاضر ہو اور جب وہ اسے دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرے اور جب وہ اس سے ملے تو اسے سلام کرے اور جب وہ چھینک مارے تو اس کو جواب دے و ینصح لہٗ اذا غاب او شھد اور جب وہ غیر حاضر ہو یا موجود ہو اس کی خیر خواہی کرے۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۱۴)

(۶) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں۔اسے سلام کرے جب اس سے ملے۔اس کی دعوت قبول کرے جب وہ دعوت دے اور اس کی چھینک کا جواب دے جب وہ چھینکے اور اس کی بیمار پرسی کرے جب وہ بیمار ہو اور اس کے جنازہ کے پیچھے چلے جب وہ مرجائے ویحب لہ مایحب لنفسہ اور اس کے لئے وہی بات پسند کرے جو بات وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ رواہ الترمذی والدارمی۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۱۵)

ادائیگی حقوق کا اجر وثواب

مذکور بالا حقوق کی ادائیگی میں شرع شریف نے جو فضیلت رکھی ہے اس کے بارہ میں احادیث مبارکہ ملاحظہ

ہوں وباللہ التوفیق۔

عیادتِ مریض کی فضیلت

(۱) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اذا عاد اخاہ المسلم لم یزل فی خرفۃ الجنۃ حتٰی یرجع ۔مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کرتا ہے تو وہ واپس لوٹنے تک جنت کے میوے چنتا رہتا ہے۔ رواہ مسلم۔

(مشکوٰۃ شریف جلد اول ص۱۲۲)

(۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ مامن مسلم یعود مسلماً غدوۃً الا صلے علیہ سبعون الف ملک حتٰی یمسی وان عادہ عشیۃً الا صلے علیہ سبعون الف ملک حتٰی یصبح وکان لہ خریف فی الجنۃ۔ کوئی مسلمان کسی مسلمان کی بیمار پرسی صبح کے وقت نہیں کرتا مگر اس پر شام ہونے تک ستر ہزار فرشتے رحمت کی دعائیں بھیجتے رہتے ہیں اور بیمار پرسی شام کے وقت نہیں کرتا مگر اس پر صبح ہونے تک ستر ہزار فرشتے رحمت کی دعائیں بھیجتے رہتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں ایک باغ ہے۔ رواہ الترمذی وابوداؤد۔

(مشکوٰۃ جلد اول ص۱۲۳)

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من توضا فاحسن الوضوء وعاد اخاہ المسلم محتسباً بوعد من جھنم مسیرۃ ستین خریفاً۔ جو شخص اچھے طریقہ سے وضو کرے اور اپنے مسلمان بھائی کی بیمار پرسی ثواب کی نیت سے کرے تو وہ دوزخ سے ساٹھ برس کی مسافت دور کر دیا جاتا ہے۔ رواہ ابوداؤد۔ (مشکوٰۃ جلد اول ص۱۲۳)

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من عاد مریضاً نادیٰ منادٍ من السمآء طبت و طاب ممشاک وتبوات من الجنۃ منزلاً۔ جو شخص بیمار کی عیادت کرے آسمان سے ایک فرشتہ آواز دے کر کہتا ہے تو نے اچھا کام کیا اور تیرا چلنا اچھا ہے اور تو نے اپنا ٹھکانہ جنت میں بنالیا ہے۔ رواہ ابن ماجۃ۔ (مشکوٰۃ شریف جلد اول ص۱۲۵)

(۵) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من عاد مریضاً

لم یزل یخوض الرحمة حتی یجلس فاذا جلس اغتمس فیھا ۔ جو شخص بیمار کی عیادت کرے وہ رحمت میں ڈوبا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ بیٹھے پھر جب وہ بیٹھتا ہے تو وہ رحمت میں غوطہ زن ہو جاتا ہے۔ رواہ مالک واحمد۔ (مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۲۵)

(۲) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اذا دخلت علی المریض فمرہ یدعو لک فان دعآءہ کدعآء الملائکة۔ جب تو بیمار کے پاس جائے تو اسے اپنے لئے دعا کرنے کا حکم کر کیونکہ اس کی دعا فرشتوں کی دعا کی طرح ہے۔ رواہ ابن ماجہ۔

(مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۲۶)

اتباعِ جنازہ کی فضیلت

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص ایمان اور نیت ثواب کے ساتھ مسلمان کے جنازہ کے پیچھے چلے اور وہ نماز جنازہ پڑھے جانے اور اسے دفنائے جانے تک اس کے ساتھ رہے وہ دو قیراط ثواب کے ساتھ لوٹتا ہے۔ ہر قیراط احد پہاڑ جتنا ہوتا ہے۔ اور جو دفن سے پہلے لوٹ آئے وہ ایک قیراط ثواب کے ساتھ لوٹتا ہے۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۱ ج ۱)

(۲) انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص جنازہ کے پیچھے چلے اور اسے تین بار اٹھائے تو اس نے اپنے اوپر میت کے حقوق ادا کر دیئے۔ رواہ الترمذی۔

(مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۳۲)

اجابت دعوت کی فضیلت

(۱) حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اذا دعی احدکم الی طعام فلیجب فان کان مفطراً فلیاکل وان کان صائماً فلیصل۔ تم میں سے کسی ایک کو جب کھانے کی دعوت دی جائے تو اسے دعوت قبول کرنی چاہیے پھر اگر وہ روزہ دار نہیں تو کھانا کھائے اور اگر روزہ دار ہے تو دعا کرے۔ رواہ احمد و مسلم والترمذی وابن ماجہ۔

(جامع صغیر ص ۲۵ ج ۱)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من

دعی فلم یجب فقد عصی اللہ ورسولہ ومن دخل علی غیر دعوۃ دخل سارقا وخرج مغیرا ۔ جس شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے اور وہ قبول نہ کرے تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور جو بلائے بغیر کھانے کو چلا جائے وہ چور کی حیثیت سے داخل ہوگا اور گناہگار ہو کر نکلے گا۔ رواہ ابوداؤد۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۱ ج ۲)

(۳) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ نھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن اجابۃ طعام الفاسقین ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فاسقوں کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ رواہ البیھقی ۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۱)

سلام وجواب سلام کی فضیلت

(۱) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ایک شخص نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا السلام علیکم آپ نے سلام کا جواب دیا تو وہ بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا۔ دس نیکیاں۔ پھر ایک اور شخص حاضر خدمت ہوا اور اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا تو وہ بیٹھ گیا۔ فرمایا بیس نیکیاں۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا تو وہ بیٹھ گیا۔ فرمایا تیس نیکیاں۔ رواہ الترمذی وابوداؤد۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۵ ج ۲)

اور حضرت انس کی روایت میں ہے کہ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ۔ حضور نے فرمایا اس کے لئے چالیس نیکیاں۔ اور فضائل اسی طرح ہوتے ہیں یعنی جتنا کام زیادہ ہو گا ثواب بھی بڑھتا جائے گا۔ (بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۸۸)

(۲) حضرت انس فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے پیارے بچے۔ جب تو اپنے گھر والوں پر داخل ہو تو سلام کہہ تو تجھ پر اور تیرے گھر والوں پر برکت ہوگی۔ رواہ الترمذی۔

(مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۱۶)

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ البادی بالسلام بری ءمن الکبر ۔ سلام دینے میں پہل کرنے والا شخص تکبر سے بری ہوتا ہے۔ رواہ البیھقی فی

الشعب۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۱۷)

(۴) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تم جنت میں نہیں جاؤ گے جب تک ایمان نہ لاؤ گے اور تم مومن نہیں ہو گے جب تک آپس میں محبت نہ کرو گے۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم اسے کرو گے تو تم آپس میں محبت کرنے لگو گے۔ اور وہ یہ ہے کہ آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔ رواہ مسلم۔ (بہار شریعت ص ۸۵ حصہ ۱۶)

(۵) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص پہلے سلام کرے وہ رحمت الٰہی کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔ رواہ احمد والترمذی وابوداؤد۔

(بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۸۵)

چھینک کے جواب دینے کی فضیلت

(۱) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلا شبہ اللہ چھینکنے والے سے محبت رکھتا اور جماہی کو ناپسند فرماتا ہے۔ پھر جب تم میں سے کوئی ایک شخص چھینک مارے اور الحمدللہ کہے تو سننے والے ہر مسلمان پر یہ حق لازم ہو جاتا ہے کہ وہ کہے۔ یرحمک اللہ۔ جماہی تو شیطان کی جانب سے ہے پھر جب تم میں سے کوئی ایک شخص جماہی لے تو اسے جہاں تک ہو سکے روکنے کی کوشش کرے کیونکہ تم میں سے جب کوئی ایک شخص جماہی لیتا ہے تو اس سے شیطان کھل کر ہنستا ہے۔ رواہ البخاری۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۲۱)

(۲) اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی ایک شخص چھینک مارے تو کہے الحمدللہ اور اس کا ساتھی کہے یرحمک اللہ۔ پھر جب وہ اس کے لئے یرحمک اللہ۔ کہے تو وہ کہے یھدیکم اللہ ویصلح بالکم۔ رواہ البخاری۔ (مشکوٰۃ ص ۱۲۱ ج ۲)

(۳) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب چھینک مارتے تو آپ اپنے منہ کو اپنے ہاتھ یا اپنے کپڑے سے چھپا لیتے اور اپنی آواز پست رکھتے۔ رواہ الترمذی وابوداؤد۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۱ ج ۲)

(۴) حضرت عبیداللہ بن رفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب

چھینکنے والا چھینک مارے تو تو اس کو تین بار تک جواب دے اور اگر وہ زیادتی کرے تو اب تجھے اختیار ہے چاہے اس کی چھینک کا جواب دے یا نہ دے۔ رواہ ابوداؤد والترمذی۔ (مشکوۃ ص ۱۲۲ ج ۲)

مسلمان کی خیر خواہی کی فضیلت

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا۔ **الدین النصیحة** ۔ دین خیر خواہی ہے۔ عرض کیا گیا۔ کس کے لئے؟ فرمایا۔ **لله ولکتابه ولرسوله و لأئمة المسلمین و عامتهم** ۔ اللہ کے لئے اور اس کی کتاب کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور مسلمانوں کے اماموں کے لئے اور عامۃ المسلمین کے لئے۔ رواہ مسلم۔ (مشکوۃ ص ۱۳۵ ج ۲)

علماء فرماتے ہیں کہ اللہ کے لئے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے اور ایمان باللہ کی طرف لوگوں کو بلایا جائے اور یہ خواہش رکھی جائے کہ سب لوگ مومن بن جائیں اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی جملہ تعلیم پر ایمان رکھا جائے اور آپ کی سنت پر عمل کیا جائے اور لوگوں کو ان کی جانب بلایا جائے اور کتاب اللہ کے لئے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ اسے پڑھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے اور یہ خواہش رکھی جائے کہ سب لوگ اس کی تلاوت کریں اور اس پر عمل کریں۔ اور مسلمانوں کے اماموں کے لئے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ ان پر بغاوت نہ کی جائے اور ان کے لئے عدل وانصاف کی دعا کی جائے اور لوگوں کو اسی بات کی دعوت دی جائے۔ **واما النصیحة للمسلمین فهوان تحب لهم ماتحب لنفسک وتکره لهم ماتکره لنفسک وتتمنی ان یکونوا فی ما بینهم علی الألفة والمودة** ۔ اور مسلمانوں کے لئے خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ تو ان کے لئے وہی پسند کرے جو تو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور ان کے لئے وہی ناپسند کرے جو تو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے۔ اور تو یہ چاہے کہ سب مسلمان باہم محبت اور الفت سے رہیں۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۶۷)

(۲) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: **بایعت رسول الله صلے الله علیه وسلم علی اقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة والنصح لکل مسلم** ۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ان باتوں کے بارہ میں بیعت کی۔ نماز قائم کرنے پر، زکوۃ دینے پر اور ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی کرنے پر۔ متفق علیہ۔ (مشکوۃ شریف جلد دوم ص ۱۳۵)

(۳) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو چھ حقوق لازم بتائے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے واذا استنصحک فانصح لہ ۔ اور جب وہ تجھ سے خیر خواہی چاہے تو تو اس کے لئے خیر خواہی کرے۔ (نزہۃ الناظرین ص ۱۶۷)

(۴) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سب مومن ایک مرد کی طرح ہیں کہ جب اس کی آنکھ بیمار ہوتی ہے تو اس کا سارا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے اور جب اس کے سر میں درد ہوتا ہے تو اس کا سارا جسم درد محسوس کرتا ہے۔ رواہ مسلم۔ (مشکوۃ شریف جلد دوم ص ۱۳۵)

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں اس کے مظلوم ہونے کی حالت میں تو اس کی مدد کروں گا مگر اس کے ظالم ہونے کی حالت میں کیسے میں اس کی مدد کروں گا؟ فرمایا تمنعہ من الظلم فذاک نصرک اياه ۔ تو اسے ظلم سے روک یہ تیرا اس کی مدد کرنا ہے متفق علیہ۔

(مشکوۃ شریف ص ۱۳۵ ج ۲)

(۶) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کی مدد چھوڑتا ہے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں ہو اللہ اس کی حاجت روائی میں ہوتا ہے اور جو کسی مسلمان سے کوئی مصیبت دور کرے اللہ اس سے قیامت کی مصیبتوں میں سے کوئی ایک مصیبت دور کرے گا اور جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ قیامت کے روز اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ متفق علیہ۔ (مشکوۃ ص ۱۲۶ ج ۲)

(۷) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ والذی نفسی بیدہ لایؤمن عبد حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ ۔ اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ مومن نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ متفق علیہ۔

(مشکوۃ شریف ص ۱۳۵ ج ۲)

(۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص

کے پاس اس کے غیر حاضر بھائی کی برائی بیان کی گئی اور وہ اس کی مدد پر قدرت رکھتا تھا تو اس نے اس کی مدد کی تو اللہ اس کی دنیا اور آخرت میں مدد کرے گا اور وہ اس کی مدد پر قدرت رکھتا تھا لیکن اس نے اس کی مدد نہ کی تو اللہ اسے دنیا اور آخرت میں پالے گا۔ رواہ فی شرح السنۃ۔ (مشکوۃ شریف ص ۱۳۶ ج ۲)

(۹) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت میں دن یا رات کی کسی گھڑی میں چلے خواہ اس نے اس کی حاجت کو پورا کیا یا نہیں اس کا یہ عمل اس کے لئے دو مہینوں کے اعتکاف سے بہتر ہے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۶۸)

(۱۰) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ومن مشی مع اخیه فی حاجة حتی یقضیها له ثبت الله قدمیه یوم تزل الا قدام اور جو اپنے بھائی کے ساتھ اس کی کسی حاجت میں چلے یہاں تک کہ وہ اس کی حاجت پوری کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے قدم اس دن ثابت رکھے گا جس دن قدم پھسلیں گے رواہ الاصبھانی۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۶۸)

(۱۱) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن مومن کے لئے عمارت کی طرح ہوتا ہے کہ اس کے بعض حصے بعض حصوں کو مضبوط کرتے ہیں۔ پھر آپ نے (مثال دینے کے لئے) اپنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں۔ متفق علیہ۔ (مشکوۃ جلد دوم ص ۱۳۵)

(۱۲) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ وہ اسے ذلیل کرتا ہے اور نہ وہ اسے حقیر سمجھتا ہے۔ پرہیز گاری اس جگہ ہے اور آپ نے تین مرتبہ اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا پھر فرمایا۔ بحسب امرئ من الشر ان یحقر اخاه المسلم۔ مرد کے لئے اتنا ہی شر کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ پھر فرمایا کل المسلم علی المسلم حرام دمه وماله وعرضه۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون اور مال اور عزت حرام ہیں رواہ مسلم۔ (مشکوۃ ص ۱۳۵ ج ۲)

الحمدللہ۔ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے "مسلمانوں کے حقوق و فرائض" پر بقدر حاجت روشنی پڑ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

(۲۶ رمضان ۱۴۲۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چھبیسواں مقالہ

دوستوں کے حقوق وفرائض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله ربّ العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله محمد واله واصحابه اجمعین اما بعد:۔ اس مختصر مقالہ میں ہم نے مسلمانوں کی باہمی دوستی، بھائی چارگی اور محبت ومؤدت کے بارہ میں فوائد عظیمہ جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت بخشے اور ذریعۂ ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

باہمی دوستی کے اسباب

ایک مسلمان کے دل میں دوسرے مسلمان کی محبت اور دوستی پیدا ہونے کے چند اسباب ہیں۔ پہلا سبب حسن و جمال ہے کہ حسین انسان سے محبت اور دوستی کا خواہاں ہر حسن پسند شخص ہوتا ہے۔ اور اس کا دوسرا سبب مالداری ہے کہ مالدار شخص سے ہر دولت پسند شخص کو فطری طور پر محبت ہو جاتی ہے اور اس کا تیسرا سبب ہم وطنی ہے کہ ہم وطن دو اشخاص پردیس میں فطری طور پر ایک دوسرے سے مانوس ہو جاتے ہیں اور ان میں محبت واخوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس کا چوتھا سبب ہم قوم ہونا ہے کہ ایک قوم کے اشخاص خونی تعلق کی بناء پر فطرتی طور پر ایک دوسرے کے ہمدرد بن جاتے ہیں اور اس کا پانچواں سبب پارسائی اور پاکبازی ہے کہ پارسا اور پاکباز انسان سے مسلمانوں کو قلبی کشش ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا سب قسم کی دوستیاں اور بھائی چارگیاں شرعاً محمود ہیں جبکہ وہ شرعی حدود وضوابط کے اندر ہوں لیکن آخری قسم کی دوستی شرع شریف کی نظر میں بہت عزیز اور پسندیدہ ہے۔ نیک انسان سے دوستی دنیا اور آخرت کے فوائد کے حصول میں مدومعاون ثابت ہوتی ہے۔ اور جب اس دوستی کی بنیاد محض رضائے الٰہی پر ہو تو پھر اس کے فوائد وثمرات کا سلسلہ لامتناہی طوالت اختیار کر لیتا ہے۔ ہم نے اس مختصر مقالہ میں اسی جانب مسلمانوں کی توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی ہے وباللہ التوفیق۔

دوستی شرع شریف کی نظر میں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج ولا علیٰ انفسکم ان تاکلوا من بیوتکم اوبیوت آبائکم اوبیوت امھاتکم اوبیوت اخوانکم اوبیوت اخواتکم اوبیوت اعمامکم اوبیوت عمّاتکم**

او بیوت اخوالکم او بیوت خالاتکم او ما ملکتم مفاتحه او صدیقکم ط۔نہ اندھے پرتنگی ہے اور نہ لنگڑے پر مضائقہ اور نہ بیمار پر روک اور نہ تم میں سے کسی پر کوئی رکاوٹ کہ کھاؤ اپنی اولاد کے گھر یا اپنے باپ کے گھر یا اپنی ماں کے گھر یا اپنے بھائیوں کے یہاں یا اپنی بہنوں کے گھر یا اپنے چچاؤں کے یہاں یا اپنی پھوپھیوں کے گھر یا اپنے ماموؤں کے یہاں یا اپنی خالاؤں کے گھر یا جہاں کی کنجیاں تمہارے قبضہ میں ہیں یا اپنے دوست کے یہاں۔ (پ۱۸۔رکوع ۱۴)

شانِ نزول

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ صحابۂ کرام حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کو جاتے تو وہ معذور صحابہ کو جو بوجہ عذر جہاد میں شرکت نہیں کر سکتے تھے اپنے گھروں کی چابیاں دے جاتے تھے کہ وہ ان کے گھروں کی دیکھ بھال رکھیں اور انہیں اجازت دے جاتے تھے کہ کھانے پینے کی چیزیں نکال کر کھائیں پئیں۔ لیکن یہ حضرات اس خرچ کرنے میں بہت حرج محسوس کرتے تھے تو ان کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(نور العرفان ص ۵۷۱)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جہاں رشتہ داروں کو تفصیل سے ذکر فرمایا وہاں دوستوں کو بھی ذکر فرمایا اور دوستوں کو رشتہ داروں کے حکم میں رکھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرع شریف دوستی کے رشتہ کا بھی لحاظ کرتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

نیکوں کی دوستی کا آخرت میں فائدہ

اللہ تعالیٰ دوزخیوں کے احوال کے بارہ میں فرماتا ہے۔ قالوا وھم فیھا یختصمون تاللہ ان کنا لفی ضلال مبین اذ نسویکم برب العالمین وما اضلنا الا المجرمون فما لنا من شافعین ولا صدیق حمیم فلو ان لنا کرۃ فنکون من المؤمنین ۔ وہ (کفار) کہیں گے اور وہ اس میں (یعنی دوزخ میں) باہم جھگڑتے ہوں گے۔ خدا کی قسم بے شک ہم کھلی گمراہی میں تھے جبکہ ہم تمہیں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔ اور ہمیں نہ بہکایا مگر مجرموں نے تو اب ہمارا کوئی سفارشی نہیں اور نہ کوئی غمخوار دوست۔ (پ۱۹ رکوع ۹)

مفسر علاؤالدین فرماتے ہیں۔ یقول ذلک الکفار حین یشفع الملائکۃ والنبیون

والمؤمنون یہ بات کافر اس وقت کہیں گے جب فرشتے انبیاء اور مومنین گناہگار دوزخی مسلمانوں کی شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت کی وجہ سے انہیں جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرمائے گا۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ان الرجل یقول فی الجنة ما فعل بصدیقی فلان و صدیقه فی الجحیم فیقول الله عزوجل اخرجوا له صدیقه الی الجنة فیقول من بقی فمالنا من شافعین ولا صدیق حمیم۔ بلاشبہ کوئی شخص جنت میں ہوگا تو وہ کہے گا میرے فلاں دوست کا کیا حال ہے؟ حالانکہ اس کا وہ دوست جہنم میں ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کے لئے اس کے دوست کو جنت کی طرف نکال لاؤ۔ سو جو باقی جہنمی ہوں گے وہ یہ کہیں گے کہ اب ہمارا کوئی سفارشی نہیں اور نہ کوئی غمخوار دوست ہے۔ رواہ البغوی باسناد الثعلبی۔ (تفسیر خازن جلد پنجم ص ۱۲۱ تفسیر معالم التنزیل جلد پنجم ص ۱۲۱)

اور مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں قال قتادة یعلمون والله ان الصدیق اذا کان صالحاً نفع وان الحمیم اذا کان صالحاً شفع ۔قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم جہنمی کفار یہ جانتے ہوں گے کہ دوست جب نیکوکار ہو تو وہ نفع دیتا ہے اور غمخوار دوست جب نیکوکار ہو تو وہ سفارش کرتا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد سوم ص ۳۴۰)

احادیث مبارکہ

نیکوکار سچے دوستوں کے حالات کے متعلق چند احادیث مبارکہ ذکر کی جاتی ہیں و باللہ التوفیق۔

(۱) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ان الله یقول یوم القیامة این المتحابون بجلالی الیوم اظلهم فی ظلی یوم لاظل الاظلی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا میری بزرگی کے سبب سے جو لوگ ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں وہ کہاں ہیں؟ آج میں انہیں اپنے سایہ میں بساؤں گا۔ آج میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ شریف باب فی الحب فی اللہ جلد دوم ص ۱۳۸)

(۲) انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایک شخص اپنے دوست بھائی کی زیارت کے لئے دوسری بستی کی طرف نکلا تو اللہ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ بٹھا دیا۔ فرشتے نے پوچھا

کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا۔ میں اس بستی میں رہنے والے ایک دوست بھائی کی ملاقات کا ارادہ رکھتا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا۔ کیا اس شخص نے تجھ پر کوئی احسان کیا ہے جس کو تم پالنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا۔ نہیں بلکہ میں اس سے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے محبت رکھتا ہوں۔ فرشتے نے کہا۔ فانی رسول اللہ الیک بان اللہ قد احبک کما احببتہ فیہ ۔ تو میں اللہ کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں اور سن لے کہ جس طرح تو نے اس شخص سے اللہ کے لئے محبت کی ہے اسی طرح اللہ کا تو محبوب بن گیا ہے۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۱۳۸)

(۳) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ قال اللہ تعالیٰ وجبت محبتی للمتحابین فی والمتجالسین فی والمتزاورین فی والمتباذلین فی ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہوگئی ہے جو ایک دوسرے سے میری رضا کے لئے محبت رکھتے ہیں اور میری رضا کے لئے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں اور میری رضا کے لئے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری رضا کے لئے ایک دوسرے پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ رواہ مالک۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۸ ج ۲)

(۴) اور ترمذی شریف کی روایت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا المتحابون فی جلالی لھم منابر من نور یغبطھم النبیون والشھدآء ۔ میری عظمت کے سبب ایک دوسرے سے محبت رکھنے والے لوگ نورانی منبروں پر ہوں گے دریں حالیکہ ان پر نبی اور شہید رشک کریں گے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۸ ج ۲)

(۵) حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ان من عباداللہ لاناساً ماھم بانبیآء ولا شھدآء یغبطھم الانبیآء والشھدآء یوم القیامۃ بمکانھم من اللہ ۔ بلاشبہ اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید ان پر انبیآء و شہداء قیامت کے روز ان کے اس مرتبہ کی وجہ سے رشک کریں گے جو انہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک حاصل ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ آپ ہمیں بتائیں کہ یہ لوگ کون ہوں گے؟ فرمایا۔ ھم قوم تحابوا بروح اللہ علی غیر ارحام بینھم والا موال یتعاطونھا ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی محبت کے باعث ایک دوسرے سے محبت رکھتے تھے۔ بغیر اس کے کہ ان کی آپس میں کوئی رشتہ داری تھی یا وہ ایک دوسرے کو مال دیتے تھے۔ فواللہ ان وجوھھم لنور وانھم لعلی نور لایخفون اذا خاف الناس ولا

یحزنون اذا حزن الناس ۔اللہ کی قسم ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نورانی منبروں پر ہوں گے
ان کو کوئی خوف نہیں ہوگا جب لوگ خوفزدہ ہوں گے اور وہ غمگین نہیں ہوں گے جب لوگ غمگین ہوں گے۔
پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی الآان اولیآء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون ۔خبردار
بے شک اللہ کے اولیآء پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔رواہ ابوداؤد۔
(مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۳۸)

(۶) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے
ہوئے سنا۔ لاتصاحب الا مومناً ولایأکل طعامک الاتقی ۔تو دوستی اور سنگت نہ کر مگر مومن سے
اور تیرا کھانا نہ کھائے مگر پرہیزگار شخص رواہ الترمذی وابوداؤد والدارمی۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۱۳۸)

(۷) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا عاد المسلم
اخاہ اوزارہ قال اللہ تعالیٰ طبت وطاب ممشاک وتبوأتَ من الجنۃ منزلاً ۔جب کوئی
مسلمان اپنے بیمار مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے یا تندرست مسلمان بھائی کی ملاقات کے لئے جاتا ہے تو
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔تیری زندگی دنیا وآخرت میں اچھی ہوگئی اور تیرا کھانا اچھا ہوا اور تو نے جنت میں اپنا
ٹھکانہ بنالیا۔رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۸ ج ۲)

(۸) انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المرء علی دین خلیلہ فلینظر
احدکم من یخالل ۔مرد اپنے جگری دوست کے دین پر ہوتا ہے پس اسے دیکھنا چاہیے کہ وہ اپنا جگری
دوست کسے بنا رہا ہے۔رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والبیھقی فی الشعب۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۸ ج ۲)

(۹) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اگر دو شخص ایک
دوسرے سے اللہ کی رضا کے لئے محبت رکھتے تھے ان میں سے ایک مشرق میں تھا اور دوسرا مغرب میں
قیامت کے روز اللہ ان دونوں کو جمع فرمائے گا اور کہے گا یہ وہ شخص ہے جس سے تو میری رضا کے لئے محبت
رکھتا تھا۔رواہ البیھقی فی الشعب۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۹ ج ۲)

(۱۰) حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔یا ابا
رزین ھل شعرت ان الرجل اذا خرج من بیتہ زائراً اخاہ شیعہ سبعون الف ملک
کلھم یصلون علیہ و یقولون ربنا اللہ وصل فیک فصلہ فان استطعت ان تعمل

جسدک فی ذلک فافعل ۔اے ابورزین کیا تجھے علم نہیں کہ مرد جب اپنے گھر سے اپنے دوست بھائی کی ملاقات کے لئے نکلتا ہے تو اس کے ہمراہ ستر ہزار فرشتے ہو جاتے ہیں اور وہ یہ دعا مانگتے ہیں۔ اے ہمارے رب اس نے تیری رضا کے لئے ملاقات کا ارادہ کیا تو اسے بخش دے۔ سو اگر تو اپنے بدن کو اس کام میں استعمال کر سکے تو استعمال کر۔ رواہ البیھقی فی الشعب۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۹ ج ۲)

(۱۱) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بالاشبہ جنت میں یاقوت کے بنے ہوئے ستون ہیں ان پر سبز موتی سے بنے ہوئے کمرے ہیں جن کے دروازے کھلے ہیں وہ اس طرح چمکتے ہیں جس طرح چمکدار ستارہ۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ان کمروں میں کون سے لوگ رہیں گے؟ فرمایا المتحابون فی اللہ والمتجالسون فی اللہ والمتلاقون فی اللہ جو لوگ اللہ کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں۔ اور اللہ کی رضا کے لئے ایک دوسرے کے پاس اٹھتے بیٹھتے ہیں اور اللہ کی رضا کے لئے ایک دوسرے سے میل ملاپ رکھتے ہیں۔ رواہ البیھقی فی الشعب۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۹ ج ۲)

مسلمان ان احادیث مبارکہ کو پڑھیں اور نیکوکار مسلمانوں سے اللہ کی رضا کے لئے دوستی اور تعلقات قائم کرنے والوں کے فضائل جانیں اور عمل کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے آمین۔

بکثرت مسلمانوں سے دوستی پیدا کرنا شرعاً مقصود ہے

شرع شریف کو یہی مقصود ہے کہ نیکوکار مسلمانوں کی باہمی دوستیاں اور تعلقات اللہ کی رضا کے لئے بکثرت قائم ہوں تاکہ اسلامی معاشرہ پرسکون ہو۔ چنانچہ

(۱) کتاب ربیع الابرار میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ استکثروا من الاخوان فان اللہ تعالیٰ حی کریم یستحی من عبدہ ان یعذبہ بین اخوانہ یوم القیامۃ۔ دوست بھائی زیادہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ حیا فرمانے والا کرم کرنے والا ہے وہ اپنے بندے سے حیا فرماتا ہے کہ وہ اسے اس کے بھائیوں کے درمیان قیامت کے روز عذاب دے۔ (تنبیہ المجالس جلد ۲ ص ۲۶۶)

(۲) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول ہے؟ اعجز الناس من عجز عن اکتساب الاخوان۔ لوگوں میں سب سے زیادہ عاجز وہ شخص ہے جو دوست بھائی بنانے سے عاجز ہے۔ (تنبیہ المجالس جلد ۲ ص ۲۰)

دوستوں کی خدمت اور خیر خواہی کا اجر

دوستوں کی خدمت کے بارہ میں چند روایات ملاحظہ ہوں۔

(۱) شیخ عبدالرحمٰن صفوری فرماتے ہیں۔ میں نے کتاب الوجوہ المسفرۃ میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابی بن کعب نے حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہما سے پوچھا آپ کیا کھانا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا ستو اور کھجور۔ انہوں نے انہیں یہ چیزیں کھلا کر سیر کر دیا۔ اس کی خبر نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا ان المرء اذا فعل ذلک باخیه لوجه الله لایرید بذلک جزاء ولا شکوراً بعث الله الی منزله عشرة من الملائکة یسجون الله ویهللون ویکبّرون ویستغفرون له حولا کاملاً فاذا کان الحول کتب له مثل عبادة اولٰئک الملائکة وحق علی الله ان یطعمه من طیبات الجنة فی جنة الخلد وملک لایبید ۔ جب کوئی شخص اپنے دوست بھائی سے یہ کام کرتا ہے حالانکہ وہ نہ جزاء کا ارادہ رکھتا ہے اور نہ شکریہ کا تو اللہ تعالیٰ اس کے گھر کی طرف فرشتے بھیجتا ہے جو ایک سال تک اللہ کی تسبیح تہلیل تکبیر اور استغفار پڑھتے رہتے ہیں۔ جب سال پورا ہوتا ہے تو ان فرشتوں کی عبادت کی مثل عبادت اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جاتی ہے اور اللہ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس بندے کو جنت الخلد میں جنت کے پاکیزہ کھانوں سے کھلائے۔ (نزھۃ المجالس جلد دوم ص ۲۶۷)

(۲) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مامن عبدین متحابین فی الله یستقبل احدهما الآخر فیصافحه ویصلیان علی النبی صلے الله علیه وسلم الالم یتفرقا حتی تغفر ذنوبهما ماتقدم منها وماتاخر ۔ جو دو بندے اللہ کی رضا کے لئے باہمی محبت رکھتے ہیں جب ان میں سے ایک دوسرے کے سامنے آتا ہے اور وہ اس سے مصافحہ کرتا ہے۔ اور وہ دونوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتے ہیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے پہلے ان دونوں کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ رواہ ابن السنی۔ (نزھۃ المجالس جلد دوم ص ۲۶۶)

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من مشی مع رفیقه فی حاجة فناصحه فیها جعل الله بینه وبین النار سبع خنادق مابین الخندق والخندق کمابین السماء والارض ۔ جو شخص کسی حاجت میں اپنے دوست بھائی کے ساتھ چلتا ہے

پھر اس کی حاجت روائی میں خیر خواہی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے درمیان اور دوزخ کے درمیان سات خندقیں پیدا کر دیتا ہے ہر ایک خندق دوسری سے اتنی مسافت پر ہے جتنی مسافت پر آسمان اور زمین ہیں۔

(نزهۃ المجالس جلد دوم ص ۲۶۶)

(۴) نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من رد عن عرض اخیه بالغیب کان حقاً علی الله ان یعتقه من النار ۔ جو شخص اپنے دوست بھائی کی عزت اس کی عدم موجودگی میں بچاتا ہے اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ اسے دوزخ سے آزاد کر دے۔ (نزهۃ المجالس جلد دوم ص ۲۶۶)

(۵) ربیع الابرار میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من نظر الی اخیه نظر مودة لم یطرف حتی یغفر الله ماتقدم من ذنبه ۔ جو شخص اپنے دوست بھائی کی طرف محبت کی نظر سے دیکھے وہ اپنی نظر موڑتا نہیں کہ اللہ اس کے گزرے ہوئے سارے گناہ بخش دیتا ہے۔

(نزهۃ المجالس جلد دوم ص ۲۶۷)

(۶) حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ عا ۔ وسلم نے فرمایا اذا احب الرجل اخاه فلیخبره انه یحبهٗ ۔ جب کوئی شخص اپنے دوست بھائی سے دوستی پیدا کر لے تو وہ اسے یہ بات بتا دے کہ وہ اس سے دوستی رکھتا ہے۔ رواہ ابوداؤد والترمذی۔

(مشکوٰۃ ص ۱۳۸ ج ۲)

بُروں کی دوستی نقصان دہ ہے

شرع شریف نے جہاں نیکوں کی دوستی کے فوائد بیان کیے وہاں یہ بھی بتایا کہ بروں کی دوستی نقصان دہ ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مثل الجلیس الصالح والسوء کحامل المسک ونافخ الکیر اما ان یحذیک واما ان تبتاع منه واما ان تجد منه ریحاً طیبةً ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابک واما ان تجدمنه ریحاً خبیثة ۔ اچھے دوست اور برے دوست کی مثالیں کستوری اٹھانے والے اور بھٹی پھونکنے والے کی مثالوں جیسی ہیں۔ کستوری اٹھانے والا تجھے مفت کستوری دے دے گا یا تو اس سے کستوری خرید لے گا یا تو اس سے خوشبو پائے گا اور بھٹی جلانے والا یا تو تیرے کپڑے جلائے گا یا تو اس سے بدبو پائے

گا۔ متفق علیہ۔ (مشکوۃ ص ۴۱۸ ج ۲)

پرہیزگاروں کی دوستی قیامت میں قائم رہے گی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقین ۔گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار۔ (پ ۲۵ رکوع ۱۲) یعنی دنیا کی دوستیاں قرابتیں قیامت میں دشمنی میں تبدیل ہو جائیں گی مومن باپ کافر بیٹے کا دشمن ہو جائے گا بلکہ کافر کے اعضاء بھی اس کے دشمن ہو جائیں گے اور اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ دنیا فانی ہے تو دنیا کی دوستی بھی فانی ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مومنوں کی قرابت داریاں اور دوستیاں قیامت میں کام آئیں گی۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب دو مومن دوستوں میں سے ایک مرجاتا ہے تو وہ بارگاہ الٰہی میں عرض کرتا ہے۔ مولا میرا فلاں دوست مجھے اچھے کام کا مشورہ دیتا تھا اور برے کام سے روکتا تھا۔ مولا میرے بعد اسے گمراہ نہ کرنا۔ اس کا ایسا ہی اکرام فرمانا جیسا تو نے میرا اکرام فرمایا اور دو کافر دوستوں سے جب ایک مرجاتا ہے تو وہ عرض کرتا ہے یارب فلاں شخص مجھے اچھے کاموں سے روکتا اور بری باتوں کا مشورہ دیتا تھا تو اسے ہلاک فرما۔ غرضیکہ قیامت سے پہلے ہی یہ محبتیں یہ عداوتیں شروع ہو جاتی ہیں۔

(خزائن العرفان وروح البیان) (نور العرفان ص ۷۸۸)

پہلے وقتوں کی دوستی کا ایک عجیب واقعہ

تفسیر حسینی میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ فتح موصلی اپنے دوست کی عدم موجودگی میں اپنے ایک دوست کے گھر آئے۔ اس کی رقم کی تھیلی اس کی لونڈی سے منگوائی اور اس میں سے دو درہم لے لیے اور باقی رقم لونڈی کو واپس دے دی۔ جب وہ دوست گھر آیا اور لونڈی نے اسے یہ واقعہ سنایا تو شکرانے میں اس نے اس لونڈی کو آزاد کر دیا۔ (تفسیر حسینی ص ۱۰۶ ج ۲)

الحمد للہ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے دوستوں کے حقوق و فرائض پر بقدر کفایت روشنی پڑ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشے وھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ المقالۃ المتقبلۃ تقبلھا اللہ تعالیٰ بمنہ العظیم آمین۔

(۲۶ رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ستائیسواں مقالہ

ہمسایہ کے حقوق و فرائض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :- انسان معاشرت پسند ہے۔ ہر انسان یہی چاہتا ہے کہ وہ دوسرے انسانوں سے مل کر زندگی گزارے۔ انسانی ضروریات بھی معاشرتی زندگی اپنانے پر مجبور کرتی ہیں کیونکہ ممکن نہیں کہ ہر انسان اپنی ہر ضرورت کو خود ہی مہیا کرے۔

چند افراد ایک جگہ رہیں تو گھر بنتا ہے اور چند گھر مل جائیں تو معاشرہ کی تشکیل ہوتی ہے۔ وہی معاشرہ سکون بخش ہوگا جس کے افراد میں باہمی ہمدردی اور مؤدت ومؤاخات کا جذبہ کارفرما ہوگا اور جس معاشرہ کے افراد میں نفس پروری اور دوسروں کے حقوق کی لوٹ گھسوٹ ہوگی وہ کبھی بھی آرام دہ ثابت نہیں ہوسکتا۔

اسلام امن وسلامتی کا دین ہے وہ معاشرہ کے ہر فرد کے سکون وآرام کا خواہاں ہے ظلم وزیادتی اور دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ زنی کو وہ سخت جرم قرار دیتا ہے۔ اس وجہ سے اسلام ہمسایوں کے حقوق کی ادائیگی فرض قرار دیتا ہے۔ اور اپنے قرب وجوار میں رہنے والوں سے حسن سلوک کا حکم دیتا ہے اگرچہ وہ غیر مذہب ہی کیوں نہ ہوں۔

آج کل ہمارے معاشرہ میں یہ بیماری وبا کی صورت اختیار کرچکی ہے کہ عموماً مسلمان اپنے ہمسایہ سے حسد کرتے ہیں اسے حتی الوسع ستانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وہ ہمسایوں کی وحشت وبربریت دیکھ کر ملک بدر ہوجائے اور اس کا جملہ اثاثہ انہیں نصیب ہو۔ حالانکہ یہ شرعاً سخت حرام اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا ذریعہ ہے ولہذا ضرورت تھی کہ مسلمانوں کو اس مہلک بیماری سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ سے باخبر کیا جائے تاکہ وہ اپنی عاقبت برباد کرنے سے محفوظ رہیں۔ اس مختصر مقالہ میں ہم نے اسی ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ کریم جل شانہٗ ہماری اس دینی خدمت کو شرف مقبولیت بخشے اور اسے ذریعۂ ہدایت ونجات بنائے۔ آمین ثم آمین۔

آیت کریمہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاعْبُدُو اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ

اَیمَانُکُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالاً فَخُوْرًا٥

اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور بھلائی کرو ماں باپ سے اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور محتاجوں سے اور پاس کے ہمسایہ سے اور دور کے ہمسایہ سے اور کروٹ کے ساتھی سے اور راہ گیر سے اور اپنے باندی غلاموں سے بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا۔ (پ ۵ رکوع ۳)

احادیث مبارکہ

(۱) امام احمد ترمذی اور بیہقی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو اللہ کے حرام کئے ہوئے کاموں سے بچ تو سب سے بڑا عبادت گزار بن جائے گا اور اللہ نے تیرے لئے جو کچھ مقسوم بنادیا ہے تو اس پر راضی ہو جا تو سب سے بڑا غنی ہو جائے گا۔ واحسن الیٰ جارک تکن مؤمناً اور تو اپنے ہمسایہ سے اچھا سلوک کر تو ایمان دار ہو جائے اور جو بات تو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی لوگوں کے لئے پسند کر تو مسلمان بن جائے گا۔ اور تو ہنسنے کی کثرت نہ کر کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ بنا دیتا ہے۔ (جامع صغیر ص ۸ ج ۱)

(۲) اور طبرانی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک نیکو کار مسلمان کی وجہ سے اس کے ہمسایوں کے ایک سو گھروں سے مصیبت دور کرتا ہے۔ (جامع صغیر ص ۷۲ ج ۱)

(۳) اور طبرانی حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "گھر بنانے سے پہلے ہمسایہ ڈھونڈ اور راستہ تلاش کرنے سے پہلے ساتھی ڈھونڈ"۔

(جامع صغیر ص ۶۲ ج ۱)

(۴) اور احمد طبرانی اور حاکم حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صلہ رحمی اچھا اخلاق اور اچھا پڑوس گھروں کو آباد کرتا ہے اور عمروں میں اضافہ پیدا کرتا ہے۔" (جامع صغیر ص ۴۴ ج ۲)

(۵) اور طبرانی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی قراد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تم چاہو کہ اللہ اور اس کا رسول تم سے محبت کریں تو تم جب امین بنائے جاؤ امانت ادا

کرو جب گفتگو کرو سچ بولو واحسنوا جوار من جاورکم اور جولوگ تمہارے پڑوس میں بستے ہیں ان کے پڑوس کو اچھا بناؤ۔ (جامع صغیر ص ۱۰۶ ج ۱)

(۶) اور طبرانی انہی سے روایت کرتے ہیں کہ بلاشبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو لوگ ان کے وضو کا پانی اپنے جسموں پر ملنے لگے آپ نے فرمایا تمہیں کیا بات ایسا کرنے پر مجبور کرتی ہے؟ عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کی محبت فرمایا ''جس شخص کو یہ بات اچھی لگے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرے تو اسے گفتگو میں سچائی اختیار کرنی چاہیے جب بھی وہ گفتگو کرے اور امانت ادا کرنی چاہیے جب بھی وہ امین بنایا جائے اور اسے پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرنا چاہیے۔'' (تفسیر ابن کثیر ص ۴۹۵ ج ۱)

(۷) طبرانی حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حق الجار ان مرض عدته وان مات شيعته وان استقرضك اقرضتهٗ وان اعوذ سترته وان اصابه خيرهنأته وان اصابته مصيبة عزيته ولا ترفع بنآء فوق بنائه تنسد عليه الريح ولا تؤذيه بريح قدرك الاان تغرف له منها۔ پڑوسی کے حقوق یہ ہیں کہ اگر وہ بیمار ہو تو تُو اس کی بیمار پرسی کرے اور اگر وہ مرجائے تو تُو اس کے جنازہ کے پیچھے چلے اور اگر وہ قرض مانگے تو تُو اسے قرض دے اور اگر وہ پناہ چاہے تو تُو اس کی پردہ پوشی کرے۔ اور اگر اسے اچھائی پہنچے تو تُو اسے مبارک بادی دے اور اگر اسے مصیبت پہنچے تو تُو اس کی تعزیت کرے اور تُو اپنی عمارت اس کی عمارت سے بلند نہ کرے کہ تُو اس پر ہوا بند کردے اور یہ کہ تُو اپنی ہانڈی کی خوشبو سے اسے اذیت نہ دے مگر یہ کہ تُو اس میں سے چلو بھر سالن اسے عطا کرے''۔ (جامع صغیر ص ۱۴۹ ج ۱)

(۸) احمد ترمذی اور حاکم حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ کے نزدیک بہترین ساتھی وہ ہے جو اپنے ساتھیوں کے حق میں بہترین ہے اور اللہ کے نزدیک بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسیوں کے حق میں بہترین ہے۔

(حسنہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۸ ج ۲)

(۹) اور ابن عساکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ غرق ہونے والا شہید ہے۔ اور آگ میں جلنے والا شہید ہے اور پردیس میں مرنے والا شہید ہے اور سانپ جسے ڈسے وہ شہید ہے اور ہیضہ کی بیماری والا شہید ہے اور جس پر چھت گرے وہ شہید ہے اور جو گھر

کے اوپر سے گرے وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے مال کی خاطر قتل کیا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنے نفس کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنے بھائی کی طرف داری میں مارا جائے وہ شہید ہے ومن قتل دون جارہ فھو شھید اور جو اپنے ہمسایہ کی حمایت میں مارا جائے وہ شہید ہے اور نیکی کا حکم کرنے والا اور برائی سے روکنے والا شہید ہے۔ (صححہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۲۷ ج ۲)

(۱۰) اور امام بخاری ادب المفرد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کم من جار متعلق بجارہ یوم القیامۃ یقول یارب ھذا اغلق بابہ دونی فمنع معروفہ۔ قیامت کے روز کتنے ہمسایے اپنے ہمسایوں سے چمٹ کر یہ کہتے ہوں گے۔ اے میرے ربّ اس شخص نے مجھ پر اپنا دروازہ بند کیا تو اس نے مجھے اپنی اچھائی سے محروم رکھا۔" (صححہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۹۶ ج ۲)

(۱۱) اور احمد۔ بخاری۔ مسلم۔ نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیحسن الی جارہ جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے ہمسایہ سے اچھا سلوک کرنا چاہیے اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اسے اچھی گفتگو کرنی چاہیے یا خاموش رہنا چاہیے"۔

(صححہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۱۷۹ ج ۲، بخاری شریف ص ۸۸۹ مشکوٰۃ باب الضیافۃ)

(۱۲) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "مازال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ جبریل ہمیشہ مجھے ہمسایہ کے بارے میں وصیت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ اسے عنقریب وارث قرار دے دیں گے۔

(بخاری ص ۸۸۹) (جامع صغیر ص ۱۴۶ ج ۲)

(۱۳) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "وہ شخص مومن نہیں جو پیٹ بھر کر کھائے حالانکہ اس کے پہلو میں اس کا ہمسایہ بھوکا ہے"۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۷ ج ۲)

(۱۴) اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا "میرے خلیل صلے اللہ علیہ وسلم

نے مجھے یہ حکم دیا کہ جب تو شوربا پکائے تو اس کا پانی بڑھا دے اور اپنے ہمسایہ کے گھر والوں کا خیال کر اور انہیں اس میں سے کچھ احسانا عطا کر۔ (ریاض الصالحین ص ۱۴۹)

(۱۵) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا ''یا رسول اللہ میرے دو ہمسایہ ہیں میں ہدیہ کس کو بھیجوں فرمایا جس کا دروازہ زیادہ قریب ہے اس کی طرف'' (بخاری شریف ص ۸۹۰)

شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ ماتحت این حدیث گفتہ وباید مومن را کہ خیر واحسان کند بہ ہمسایہ واقلش آن ایذا نرساندا و برا و درحقیقت منع خیر واحسان از کسے کہ توقع آن دارد ایذا کردن است مراورا۔ یعنی مومن کو اپنے ہمسایہ سے اچھا سلوک کرنا چاہیے۔ اور حسن سلوک کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ وہ اُسے ایذا نہ پہنچائے اور ہمسایہ جس شخص سے خیر اور احسان کی امید رکھتا ہو اسے اس سے روکنا ہمسایہ کو ایذا دینا ہے۔

(اشعۃ اللمعات ص ۵۱۱ ج ۳)

(۱۶) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے بندہ اس وقت تک ایمان دار نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے یا اپنے ہمسایہ کے لئے وہی بات پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(مسلم شریف ص ۷۰ ج ۱)

(۱۷) اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کے گھر میں ایک بکری ذبح ہوئی جب آپ تشریف لائے تو آپ نے دو مرتبہ پوچھا۔ کیا تم نے ہمارے یہودی پڑوسی کو ہدیہ بھیجا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''جبرائیل مجھے ہمسایہ کے بارے میں ہمیشہ وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ وہ عنقریب اسے وارث قرار دے دیں گے''۔ (ترمذی شریف ص ۲۴ ج ۲)

(۱۸) اور طبرانی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **ما آمن بی من بات شعبان و جارہ جائع الی جنبہ وھو یعلم بہ** وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جس نے خوب کھا کر رات گزاری حالانکہ اسے معلوم تھا کہ اس کے پہلو میں اس کا ہمسایہ بھوکا ہے۔

(حسنہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۱۴۱ ج ۲)

(۱۹) ابونعیم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

پڑوسی تین شخص ہیں۔ایک وہ جس کا ایک حق ہوتا ہے۔اور وہ سب سے کم حق والا پڑوسی ہے اور دوسرا وہ پڑوسی ہے جس کے دو حق ہوتے ہیں اور تیسرا وہ پڑوسی ہے جس کے تین حق ہوتے ہیں سو مشرک پڑوسی جو رشتہ دار نہ ہو اس کا صرف ایک حق یعنی حق جوار ہے۔اور مسلمان پڑوسی (جو رشتہ دار نہ ہو) اس کے دو حق یعنی حق جوار اور حق اسلام ہیں۔ واما الذی له ثلاثة حقوق فجار مسلم ذو رحم له حق الاسلام وحق الجوار وحق الرحم ۔اور مسلمان رشتہ دار پڑوسی اس کے تین حق ہیں یعنی حق جوار، حق اسلام اور حق رشتہ داری۔ (جامع صغیر ص ۱۴۶ ج ۱)

(۲۰) اور امام بیہقی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''پڑوس کی حد چالیس گھروں تک ہے''۔ (جامع صغیر ص ۱۴۷ ج ۱)

(۲۱) اور ابوالشیخ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔حرمة الجار علی الجار کحرمة دمه پڑوسی پر پڑوسی کی حرمت ایسی ہے جیسی اس کے اپنے خون کی حرمت ہے''۔ (جامع صغیر ص ۱۴۷ ج ۱)

(۲۲) بخاری و مسلم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''روزہ نماز صدقہ امر بالمعروف اور نھی عن المنکر مرد کے اہل و مال و نفس و ہمسایہ کی مصیبت کو مٹا دیتے ہیں''۔ (جامع صغیر ص ۴۷ ج ۲ وصححہ)

(۲۳) اور امام احمد حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''پڑوسی اپنے پڑوسی کے شفعہ کا زیادہ حقدار ہے۔شفعہ کا انتظار کرے اگرچہ وہ غائب ہو جبکہ دونوں کا راستہ ایک ہے''۔ (جامع صغیر ص ۱۴۴ ج ۱)

(۲۴) اور امام ابوداؤد حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔گھر کا پڑوسی پڑوسی کے گھر کا زیادہ حقدار ہے۔ (صححہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۱۴۳ ج ۱)

(۲۵) اور خرائطی حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تجھے ہمسایہ کے بارہ میں وصیت کرتا ہوں''۔ (حسنہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۱۱۱ ج ۱)

(۲۶) اور طبرانی حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اول خصمین یوم القیامة جاران ۔ قیامت کے دن سب سے پہلے مقدمہ پیش کر

والے دو ہمسایہ شخص ہوں گے۔ (جامع صغیر ص ۱۱۲ ج ۱)

(۲۷) دیلمی وخرائطی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ الزانی بحلیلة جاره لاینظر الله الیه یوم القیامة ولا یزکیه ویقول له ادخل النار مع الداخلین ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی طرف نہیں دیکھے گا جو اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرتا ہے۔ اور نہ وہ اسے پاک بنائے گا اور اسے فرمائے گا تو دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جا''۔ (جامع صغیر ص ۲۸ ج ۲)

(۲۸) اور امام احمد حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا۔ تم زنا کے بارہ میں کیا کہتے ہو انہوں نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کے رسول نے اسے قیامت تک کے لئے حرام کیا ہے۔ فرمایا لان یزنی الرجل بعشر نسوة ایسر علیه من ان یزنی بحلیلة جاره۔ انسان دس عورتوں سے زنا کرے یہ اس سے کم درجہ کا گناہ ہے کہ وہ اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے۔ پھر پوچھا۔ تم چوری کے بارہ میں کیا کہتے ہو انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول نے اسے قیامت تک کے لئے حرام کر دیا ہے۔ فرمایا انسان دس گھروں سے چوری کرے تو یہ اس سے کم درجہ کا گناہ ہے کہ وہ اپنے ہمسایہ کے گھر سے چوری کرے''۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۴۹۴ ج ۱)

(۲۹) اور صحیحین میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے۔ فرمایا یہ کہ تو خدا کا کوئی شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا پھر میں نے عرض کیا۔ پھر کیا؟ فرمایا یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کرے کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی پھر میں نے عرض کیا پھر کیا۔ فرمایا یہ کہ تو اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے''۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۴۹۴ ج ۱)

(۳۰) اور دیلمی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دو شخصوں کی طرف نظر نہیں فرمائے گا۔ رشتہ داری کاٹنے والے اور برے ہمسایہ کی طرف''۔ (جامع صغیر ص ۹ ج ۱)

(۳۱) اور ابن عساکر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جب تیرا ہمسایہ کہے کہ تو نے نیکی کی تو تو نے نیکی کی ہے۔ اور جب تیرا ہمسایہ کہے کہ تو نے برائی کی ہے تو تو نے برائی کی ہے۔ (جامع صغیر ص ۱۶ ج ۱)

(۳۲)اور احمد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جب تو اپنے ہمسایہ لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنے کہ تو نے اچھا کیا ہے تو تو نے اچھا کیا۔ اور جب تو انہیں یہ کہتے ہوئے سنے کہ تو نے برا کیا ہے تو تو نے برا کیا''۔

(صححہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۲۸ ج ا)

(۳۳)اور حاکم حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اپنے گھر کے پڑوسی کے شر سے اللہ کے پاس پناہ چاہو۔ کیونکر سفر کے ساتھی کو جب چاہو گے جدا کر دو گے''۔ (جامع صغیر ص ۴۰ ج ا)

(۳۴)اور احمد حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''قیامت کے روز اللہ کے نزدیک سب سے بڑی خیانت یہ ہوگی کہ زمین یا گھر کے دو پڑوسیوں کے مابین ایک گز جگہ تھی جسے ایک پڑوسی نے (زبردستی) اپنے قبضہ میں کرلیا۔ فاذا اقتطعه طوقه من سبع ارضين يوم القيامة ۔ سو جب ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کی ایک گز جگہ پر ناجائز قبضہ کرلے تو قیامت کے دن وہ جگہ سات زمینوں تک اس کے گلہ میں طوق بنائی جائے گی۔'' (حسنہ السیوطی ص ۴۷ ج ا)

(۳۵)اور طبرانی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''سب سے بڑا ظلم زمین کی وہ ایک گز جگہ ہے جسے ایک شخص اپنے بھائی کے حصے سے الگ کر کے اس پر خود قابض ہو جائے۔ قیامت کے روز اس جگہ کا کوئی کنکر ایسا نہ ہوگا جو اس کے گلے میں طوق نہ بنایا جائے گا''۔ (حسنہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۴۷ ج ا)

(نوٹ) ایک گز جگہ کو بطور مثال ذکر کیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ جتنی جگہ کوئی شخص اپنے بھائی یا پڑوسی کے حصہ سے ناجائز طور پر اپنے قبضہ میں لے لے گا وہ اس کے لئے باعث عذاب مذکور بنے گی۔ اللہ تعالیٰ اس عذاب سے بچنے کی توفیق بخشے آمین۔

(۳۶)اور حاکم حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ میں تیرے پاس برے ہمسایہ سے پناہ مانگتا ہوں کیونکہ سفر کا ساتھی جدا ہو جاتا ہے۔

(صححہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۵۶ ج ا)

(۳۷)اور طبرانی حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اے اللہ میں تیرے پاس برے دن سے اور بری رات سے اور بری ساعت سے اور برے ساتھی سے اور رہائش کے گھر میں برے ہمسایہ سے پناہ مانگتا ہوں۔'' (حسنہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۴۰ ج ۱)

(۳۸) اور خطیب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''ان اللہ تعالیٰ یحب الرجل لہ الجار السوء یؤذیہ فیصبر علی اذاہ ویحتسبہ حتی یکفیہ اللہ بحیاۃ او موت. بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت فرماتا ہے جس کا پڑوسی برا ہو اور وہ اسے اذیت پہنچاتا ہو مگر وہ اس کی اذیت پر صبر کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ زندگی یا موت کی وجہ سے اسے کفایت عطا فرمائے''۔ (صححہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۷۵ ج ۱)

(۳۹) بیہقی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تین بے خیر چیزوں سے اللہ کے پاس پناہ چاہو۔ جار سوء ان رأی خیراً کتمہ وان رأی شراً اذاعہ. برا ہمسایہ جو اچھائی دیکھے تو اس پر پردہ ڈالے اور بُرائی دیکھے تو اسے پھیلائے اور بُری بیوی جس پر تو داخل ہو تو وہ تجھے برا بھلا کہے اور تو موجود نہ ہو تو خیانت کرے اور برا حاکم جس سے تو اچھائی کرے تو وہ اسے قبول نہ کرے اور تو اس سے برائی کرے تو وہ تجھے معاف نہ دے''۔ (جامع صغیر ص ۱۳۲ ج ۱، ص ۱۳۶ ج ۱ و حسنہ)

(۴۰) امام احمد و طبرانی و حاکم حضرت نافع بن عبدالحرث رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'' دنیا میں مسلمان مرد کی سعادت مندی میں سے تین چیزیں ہیں۔ نیکوکار ہمسایہ، کشادہ گھر اور خوشگوار سواری''۔ (صححہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ص ۱۳۷ ج ۱)

(۴۱) امام احمد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا۔''اللہ تعالیٰ تین شخصوں سے محبت رکھتا ہے اور تین شخصوں سے دشمنی رکھتا ہے جن سے وہ محبت رکھتا ہے وہ یہ ہیں۔ وہ شخص جو (میدان جنگ میں) جماعت کے اندر دشمن سے ملتا ہے تو وہ اپنی گردن اس کے آگے گاڑھ دیتا ہے حتی کہ شہید ہو جائے یا اس کے ساتھیوں کو فتح حاصل ہو دوسرا وہ شخص جو مسافروں کے ہمراہ سفر کرے اور جب وہ تھک کر رات کو پڑاؤ ڈالیں تو وہ الگ ہو کر نماز پڑھے یہاں تک کہ ان کے کوچ کا وقت ہو تو وہ انہیں جگائے اور تیسرا وہ شخص جسے اس کا پڑوسی اذیت دے تو وہ صبر کرے یہاں تک کہ موت یا کوچ کر جانا ان میں جدائی ڈالے اور اللہ تعالیٰ جن تین شخصوں سے دشمنی رکھتا ہے وہ یہ ہیں۔ بہت قسمیں کھانے والا تاجر۔ اکڑنے والا غریب شخص اور احسان جتلانے والا بخیل آدمی''۔ (جامع صغیر ص ۱۴۲ ج ۱)

(۴۲) ابن سعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں دو بدترین ہمسایوں ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط کے درمیان رہتا تھا۔ وہ گوبر لاکر میرے دروازہ پر پھینک دیتے تھے حتی کہ وہ لوگوں کی پھینکی ہوئی گندگی بھی لاکر میرے دروازہ پر پھینکتے تھے''۔

(جامع صغیر ص ۹۷ ج ۲)

(۴۳) مسلم حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔''لایدخل الجنة من لایامن جارہ بوائقه جس شخص کا پڑوسی اس کی اذیتوں سے محفوظ نہیں وہ جنت میں داخل نہ ہوگا''۔ (جامع صغیر ص ۲۰۴ ج ۲)

(۴۴) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ فلاں عورت کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ نمازیں زیادہ پڑھتی ہے، روزے کثرت سے رکھتی ہے، صدقہ بہت دیتی ہے مگر وہ اپنے ہمسایوں کو اذیت پہنچاتی ہے فرمایا وہ دوزخ میں جائے گی۔ پھر دوسری عورت کے بارے میں عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ فلاں عورت کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ نمازیں کم پڑھتی ہے، روزے کم رکھتی ہے، صدقہ تھوڑا دیتی ہے مگر وہ زبان سے اپنے پڑوسیوں کو اذیت نہیں پہنچاتی فرمایا وہ جنت میں داخل ہوگی۔''

(مشکوٰۃ ص ۱۳۷ ج ۲)

(۴۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بلاشبہ اللہ نے تمہارے اندر تمہاری عادتیں اس طرح تقسیم کی ہیں جس طرح اس نے تمہارے درمیان تمہاری روزیاں تقسیم فرمائی ہیں۔ بلاشبہ اللہ دنیا اس شخص کو دیتا ہے جس سے اسے محبت ہے اور اسے دیتا ہے جس سے اسے محبت نہیں۔ مگر وہ دینداری صرف اسی شخص کو دیتا ہے جس سے اسے محبت ہوتی ہے۔ سو جو دینداری دیا کیا جائے اللہ اس سے محبت رکھتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے بندہ مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل اور اس کی زبان مسلمان نہ ہوں اور نہ وہ ایمان دار ہوتا ہے جب تک اس کی برائیوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو''۔ (مشکوٰۃ ص ۱۳۷ ج ۲)

(۴۶) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے پڑوسی کی شکایت لے کر حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا۔ تو اپنا سامان راستے میں پھینک دے۔ چنانچہ اس نے اپنا سامان راستے میں پھینک دیا۔ لوگوں نے اس سے پوچھنا شروع کر دیا تو اس نے اپنے پڑوسی کے

متعلق باتیں بتانی شروع کر دیں۔ سو لوگ اس کے پڑوسی کو لعن طعن کرنے لگے یہاں تک کہ اس کا پڑوسی اس کے پاس آیا اور اسے کہنے لگا تو واپس چل۔ آئندہ میری طرف سے کوئی ناپسندیدہ حرکت نہیں دیکھے گا''۔ (سنن ابی داؤد ص ۳۴۵)

(۴۷) دیلمی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماکان ولایکون الی یوم القیامۃ مؤمن الاولہ جار یؤذیہ نہ کوئی مومن ہوا اور نہ قیامت کے دن تک کوئی مومن ہوگا مگر یہ کہ اس کا کوئی نہ کوئی اذیت دینے والا پڑوسی تھا یا ہوگا''۔ (جامع صغیر ص ۱۴۷ ج ۲)

(۴۸) امام بیہقی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''دس اچھی عادتیں ہیں کہ وہ مرد میں ہوں تو اس کے بیٹے میں نہیں ہوتیں اور بیٹے میں ہوں تو اس کے باپ میں نہیں ہوتیں اور غلام میں ہوں تو اس کے آقا میں نہیں ہوتیں اللہ ان کو اس شخص کا مقسوم بناتا ہے جس کے لئے وہ سعادت مندی کا ارادہ رکھتا ہے (اور وہ عادتیں یہ ہیں) بات میں سچائی۔ دلیری میں سچائی۔ مانگنے والے کو عطا کرنا۔ احسانات کا بدلہ دینا۔ امانت کی حفاظت کرنا۔ رشتہ داری پالنا۔ برے ہمسایہ سے کنارہ کشی کرنا۔ برے ساتھی سے الگ رہنا۔ مہمان کی دعوت کرنا اور ان سب کی سردار حیاء ہے''۔

(جامع صغیر ص ۱۵۶ ج ۲)

(۴۹) اور امام احمد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''مرد اپنے ہمسایہ کے بغیر سیر ہو کر نہیں کھاتا''۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۴۹۴ ج ۱)

(۵۰) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ خدا کی قسم وہ شخص ایمان دار نہیں۔ خدا کی قسم وہ شخص ایمان دار نہیں۔ خدا کی قسم وہ شخص ایمان دار نہیں عرض کیا گیا یارسول اللہ کون؟ فرمایا جس کا پڑوسی اس کی برائیوں سے محفوظ نہیں''۔

(بخاری شریف ص ۸۸۹۔ مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۵ ج ۲)

الغرض مسلمان اللہ جل شانہٗ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات عالیہ کو پڑھیں سمجھیں اور ان پر غور کریں کہ شرع شریف کو پڑوسیوں سے حسن سلوک کس درجہ مرغوب اور انہیں اذیت رسانی کس قدر مبغوض ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان ارشادات عالیہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عنایت فرمائے آمین۔

(۲۰ جنوری ۱۹۸۸ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اٹھائیسواں مقالہ

مہمان نوازی کا اجروثواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله ربّ العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله محمد واله واصحابه اجمعین اما بعد: ''مہمان نوازی کے اجر وثواب'' میں ہم نے یہ مختصر مقالہ ترتیب دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو شرفِ مقبولیت بخشے اور اسے ذریعۂ ہدایت بنائے آمین۔

مہمان نوازی ابتدائے اسلام میں واجب تھی

شرعاً مہمان نوازی مستحب اور باعث ثواب کام ہے۔ بشرطیکہ اس سے مقصود رضائے الٰہی ہو۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ و جمہور گویند کہ درابتدائے اسلام واجب بود بعد ازآں منسوخ گشت یا محمول ست برحالتِ اضطرار مخمصہ اور جمہور کہتے ہیں کہ (مہمان نوازی کا وجوب) اسلام کے ابتدائی دور میں تھا، اس کے بعد منسوخ ہوگیا، یا اضطراری بھوک کی حالت پر محمول ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۵۱۱)

مہمان کی قسمیں

مہمان دو قسم کا ہے، ایک وہ جسے میزبان نے خود دعوت دی ہو۔ اور دوسرا وہ جو میزبان کی دعوت کے بغیر آیا ہو۔ میزبان کی دعوت کو قبول کرنا شرعاً واجب ہوتا ہے جب کہ کوئی شرعی عذر موجود نہ ہو۔ سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے حقوق المسلمین میں شمار فرمایا ہے۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا، بیمار کا حال پوچھنا، جنازوں کے پیچھے چلنا، دعوت قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا۔

رواہ الجلال السیوطی وصحہ۔ (جامع الصغیر ص ۱۴۸ ج ۱)

میزبانی کا اجر وثواب

مہمان نوازی کے اجر وثواب میں متعدد احادیث مبارکہ موجود ہیں یہاں بعض روایات تبرکاً پیش کی جاتی ہیں۔ وباللہ التوفیق

(۱) حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لکل شیء

زکوٰۃ و زکوٰۃ الدار بیت الضیافۃ۔ ہر شئے کے لئے زکوٰۃ ہے اور گھر کی زکوٰۃ مہمان خانہ ہے۔
رواہ الرافعی وضعفہ الجلال السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۲۵ ج ۲)

(فائدہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھر میں مہمان خانہ بنانا بہتر ہے تاکہ مہمانوں کو رہنے سہنے میں سہولت ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) حضرات ابوشریح وابوہریرۃ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
''جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرنا چاہیے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے''۔ رواہ احمد والشیخان والنسائی وابن ماجہ وصحہ السیوطی ورواہ الخطیب فی المشکوٰۃ ص ۹۰ ج ۲۔ (جامع صغیر ص ۱۷۹ ج ۲)

''مہمان کی عزت کرنا'' کی تشریح میں شیخ عبدالحق لکھتے ہیں۔ پس باید کہ اکرام کند مہمان خود را و رعایت حقوقِ او کند در مرحبا گفتن و بشاشت نمودن و نرمی کردن و حق خدمت بجا آوردن و تہیۂ طعام بحسب طاقت و قدرت کردن و با ارتکاب قدرے از تکلف بے تضییع حقوق آنچہ میسر شود بتعجیل پیش او آوردن ۔ پس چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور اس کے حقوق کی رعایت رکھے مثلاً مرحبا کہنا، خوشی ظاہر کرنا، نرمی کرنا، خدمت کا حق ادا کرنا، طاقت وقدرت کے اندازہ پر اس کے لئے کھانا تیار کرنا، اس کے حقوق ضائع کیے بغیر قدرے تکلف کے ساتھ جو کچھ میسر ہو اسے جلد پیش کر دینا۔
(اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۵۱۱)

(۳) امام ابن عساکر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لاتکلفوا الضیف۔ مہمان کے لئے تکلف نہ کرو۔ ضعفہ السیوطی۔
(جامع الصغیر ص ۲۰۲ ج ۲)

(۴) حدیث نبوی میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لاتتکلفوا للضیف فتبغضوہ فانہ من ابغض الضیف فقد ابغض اللہ ومن ابغض اللہ ابغضہ اللہ ۔ مہمان کے لئے تکلف نہ کرو تاکہ تم اس سے دشمنی نہ کرو۔ کیونکہ جو شخص مہمان سے دشمنی کرتا ہے وہ اللہ سے دشمنی کرتا ہے اور جو اللہ

سے دشمنی کرتا ہے اللہ اس سے دشمنی کرتا ہے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۴۴)

(تنبیہ) تکلف سے مراد طاقت سے باہر تکلف ہے ورنہ اشعۃ اللمعات سے ابھی گزرا وبا ارتکاب قدرے از تکلف بے تضییع حقوق آنچہ میسر شود بتعجیل پیش آوردن۔ یعنی مہمان کے حقوق میں سے یہ بات بھی ہے کہ اس کے حقوق ضائع کیے بغیر جو کچھ میسر ہو وہ قدرے تکلف کے ساتھ جلدی پیش کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) حاکم اپنی تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من ذبح لضیفه کانت فدآءه من النار ۔ جو شخص مہمان کے لئے جانور ذبح کرے وہ (جانور) اس کے لئے دوزخ سے فدیہ ہو جاتا ہے۔ (کنوز الحقائق ص ۱۰۶ ج ۲) (جامع صغیر ص ۱۷۱ ج ۲)

(تنبیہ) ہمارے علاقہ میں قدیم سے دستور ہے کہ مہمان کے لئے مرغ ذبح کرتے ہیں یہ اسی حدیث پر عمل کی ایک صورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو توفیق عمل دے آمین۔

(۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من لقم اخاہ لقمة حلوآء صرف الله عنه مرارة الموقف یوم القیامة ۔ جو شخص اپنے بھائی کو (مہمان ہو یا غیر مہمان) میٹھے حلوہ کا ایک لقمہ کھلائے اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کی تلخی دور فرما دے گا۔

(بدور السافرہ فی امور الآخرہ ص ۶۰)

(تنبیہ) ہمارے علاقہ میں یہ بھی دستور ہے کہ مہمان کے لئے حلوا تیار کرتے ہیں۔ اس کی فضیلت اس حدیث سے معلوم ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الخیر اسرع الی البیت الذی یؤکل فیه من الشفرة الی سنام البعیر ۔ خیر اس گھر کی طرف جس میں مہمانوں کو کھلایا جاتا ہے اونٹ کی کوہان کی طرف چھری کے چلنے سے زیادہ تیزی سے چلتی ہے۔

(مشکوٰۃ ص ۹۱ ج ۲، جامع صغیر ص ۱۳ ج ۲)

(۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں مہمان بنے انہوں نے خشک انگور پیش کیے تو آپ نے انہیں تناول فرمایا پھر فارغ ہونے کے بعد یہ دعا فرمائی۔ اکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملائکة وافطر عندکم

الـصـائـمـون ۔تمہارا کھانا نیک لوگ کھائیں اور تم پر فرشتے رحمت بھیجیں اور تمہارے پاس روزہ دار لوگ روزہ کھولیں۔ (مشکوٰۃ ص۹۰ ج۲)

(فائدہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مہمان کو چاہیے کہ کھانا کھانے کے بعد میزبان کے حق میں اچھی دعا مانگے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۹) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مـن السنة ان یخرج مع ضیفه الی باب الدار ۔مسنون طریقہ یہ ہے کہ میزبان اپنے مہمان کے ساتھ اپنے گھر کے دروازے تک جائے۔ (مشکوٰۃ ص۹۱ ج۲)

(فائدہ) اس حدیث کے پیش نظر بزرگان دین نے مہمانوں کو رخصت کرنے کے لئے اپنے گھر کی چاروں طرفوں میں مقامات مقرر کیے ہوتے ہیں۔ یہ رواج باعث ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل دے آمین۔

(۱۰) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لاخیر فی من لایضیف ۔جو شخص مہمان نوازی نہیں کرتا اس میں کوئی بہتری نہیں۔ (نزہتہ الناظرین ص۱۳۴)

(۱۱) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے جو بہت سے اونٹوں اور گائیوں کا مالک تھا۔ اس نے آپ کی مہمان داری نہ کی۔ پھر آپ ایک بوڑھیا کے پاس سے گزرے جس کے پاس صرف ایک بکری تھی اس نے آپ کے لئے وہ بکری ذبح کر دی۔ فرمایا انـظـروا الیـهـمـا انما هذه الاخلاق بید الله فمن شآء ان یمنحه خلقا حسنا فعل ۔ان دونوں کے حال کو دیکھو۔ بلاشبہ یہ نیک عادتیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں سو وہ اچھی عادت جس کو چاہے دے دیتا ہے۔ (نزہتہ الناظرین ص۱۳۴)

(۱۲) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا۔ آپ نے فلاں یہودی سے فرمایا۔ میرے پاس مہمان آیا ہے۔ تو مجھے رجب کے مہینے تک ادھار دے۔ اس نے کہا۔ خدا کی قسم میں رہن کے بغیر نہ دوں گا۔ فرمایا۔ والـلـه انـی لامین فی الـسـمآء امین فی الارض ولو اسلفنی لادینه ۔اللہ کی قسم میں آسمان میں امین ہوں زمین میں امین ہوں اور اگر وہ مجھے ادھار دے دیتا تو میں اسے ضرور ادا کر دیتا۔ فاذهب بدرعی وارهنه عنده۔ اب میری ذرہ لے جاؤ اور اس کے پاس رہن رکھ دو۔ (نزہتہ الناظرین ص۱۳۴)

(۱۳) امام احمد غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام جب کھانا کھانے کا

ارادہ فرماتے ایک یا دو میل تک مہمان کی تلاش کے لئے نکلتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ کو ابو الضیفان (مہمانوں والا) کہا جاتا تھا۔ (نزہۃ الناظرین ص ۱۳۴)

مہمان اپنی روزی لاتا اور گھر والوں کے گناہ لے جاتا ہے

الحمدللہ راقم الحروف کے والدین محترمین باوجود سفید پوشی کے بے حد مہمان نواز تھے۔ اور والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مہمان کے آنے پر تنگی محسوس نہیں کرنی چاہیے کیونکہ وہ اپنا رزق لے کر آتا ہے اور گھر والوں کے گناہ اپنے ساتھ لے کر جاتا ہے یعنی مہمان کی وجہ سے گھر والوں کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

ایک انصاری کی مہمان نوازی کا واقعہ

امام بخاری و مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نادار شخص آیا۔ آپ نے بعض ازواج مطہرات کو پیغام بھیجا تو انہوں نے جواب میں فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں۔ پھر دوسری بیوی صاحبہ کو پیغام بھیجا تو انہوں نے بھی اسی قسم کا جواب دیا۔ پھر فرمایا کون ہے جو اس کی مہمانی کرے گا؟ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں یا رسول اللہ۔ پھر وہ انصاری اسے اپنے گھر لے گئے۔ اور اپنی بیوی سے کہا کیا تیرے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا۔ صرف بچوں کے لئے کچھ کھانا ہے۔ فرمایا تو ان کو بہلا کر سلا دے۔ پھر جب ہمارا مہمان ہم پر داخل ہو تو تم یہ ظاہر کرنا کہ ہم کھانا کھا رہے ہیں۔ پھر جب وہ اپنا ہاتھ کھانے کی طرف بڑھائے تو تم اٹھنا اور چراغ کو درست کرنے کے بہانہ اسے بجھا دینا۔ سو اس نے ایسا ہی کیا۔ وہ بیٹھے رہے اور مہمان نے کھانا کھا لیا۔ اور ان دونوں نے بھوکے رات گزار دی۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **لقد عجب اللہ او ضحک اللہ من فلان و فلانۃ۔** اللہ تعالیٰ نے فلاں اور فلانہ کے حال پر تعجب کیا ہے یا فرمایا اللہ فلاں اور فلانہ کے حال پر کھل کر ہنسا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ **ویؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ۔** اور وہ اپنے نفسوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود بھی حاجت ہوتی ہے۔ (تفسیر خازن جزو ۶ ص ۶۲)

میزبان پر مہمان کا حق لازم ہوتا ہے

جب کوئی مسلمان اپنے بھائی سے ملاقات کے لئے جائے تو میزبان پر یہ لازم ہے کہ وہ اس سے ملاقات کرے۔ اور کچھ وقت اس کے ساتھ محفل میں رہے۔ مہمانوں سے ملاقات نہ کرنا اور ان سے چھپ جانا مہمانوں کی حق تلفی ہے چنانچہ صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فان لزوجک علیک حقاً ولزائرک علیک حقاً ولجسدک علیک حقاً۔ بلاشبہ تیری بیوی کا حق تجھ پر لازم ہے اور تیرے مہمان کا حق تجھ پر لازم ہے اور تیرے جسم کا حق تجھ پر لازم ہے۔ (مسلم شریف ص ۳۸۶ ج ۱)

میزبانی کے آداب

میزبانی کے چند آداب یہ ہیں۔

(۱) نیکوں اور فقیروں کو مہمانی کھلانے کا قصد ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **لاتاکل الاطعام تقی ولا یاکل طعامک الاتقی** ۔ تو نیکوں کے کھانے کے سوا نہ کھا اور تیرا کھانا نیکوں کے سوا کوئی نہ کھائے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۳۴)

اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بدترین کھانا ولیمہ کا کھانا ہے کہ اس کی طرف غنیوں کو بلایا جاتا ہے نہ کہ غریبوں کو۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۳۵)

اور یہ حدیث طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ان لفظوں میں روایت کی **شر الطعام طعام الولیمة یدعی الیه الشبعان ویحبس عنه الجائع** ۔ بدترین کھانا ولیمہ کا ہے کہ اس کی طرف سیر شکم شخص کو بلایا جاتا ہے اور بھوکے کو اس سے روکا جاتا ہے۔ صححہ الجلال السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۴۰ ج ۲)

(۲) مہمان کے لئے بے جا تکلف نہ کرے بلکہ جو کچھ میسر ہو وہ اس پر پیش کر دے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **لا تتکلفوا للضیف** ۔ مہمان کے لئے تکلف نہ کرو ورنہ تم اس سے دشمنی کرو گے پھر جو شخص مہمان سے دشمنی کرے وہ اللہ سے دشمنی کرتا ہے اور جو اللہ سے دشمنی کرے اللہ اسے دشمن جانتا ہے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۳۵)

(۳) مہمان کو خوش آمدید کہے اور مہمان ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۳۵)

(۴) مہمان کو کھانا جلد کھلائے۔ حضرت حاتم اصم فرماتے ہیں جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے مگر پانچ کاموں میں جلد بازی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ مہمان کو کھانا کھلانے میں، میت کے دفن کی تجہیز و تکفین میں، لڑکی بیاہ دینے میں، قرض کی ادائیگی میں اور گناہوں سے توبہ کرنے میں۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۳۵)

(۵) مہمان کی ضرورت کے مطابق اس پر کھانا پیش کرے۔ کیونکہ اس پر تھوڑا کھانا پیش کرنا خوش اخلاقی کے خلاف ہے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۳۵)

(۶) گھر والوں کا حصہ مہمان کے حصہ سے جدا کر دے۔ (۷) جب دیکھے کہ مہمان کھانے سے شرما رہا ہے تو اسے کھانے کی ترغیب دے مگر تین بار سے زیادہ ترغیب نہ دے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۳۵)

(۸) مہمان کے سیر ہونے تک خود کھانے سے ہاتھ نہ کھینچے۔ (۹) مہمان کو رخصت کرنے کے لئے گھر کے دروازے تک اس کے ساتھ جائے۔ (۱۰) مہمان جب گھر میں داخل ہو تو اسے قبلہ کی سمت پانی کا برتن اور وضو کی جگہ دکھلا دے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۳۵)

مہمانی کے آداب

مہمان بننے والے کے لئے چند آداب ہیں۔ جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

(۱) صرف امیروں کا مہمان نہ بنے۔ بلکہ غریبوں کی مہمانی بھی قبول کرے۔ (۲) مہمان خانے میں رہائش رکھے۔ (۳) عورتوں کے کمرہ کے بالمقابل نہ بیٹھے۔ (۴) جس جگہ سے کھانا آنے والا ہو اس کی طرف نہ دیکھے کہ یہ حرص کی دلیل ہے۔ (۵) میزبان کے حق میں اچھی دعا مانگے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی قبیلہ کے ہاں روزہ افطار فرماتے تو ان کے لئے یہ دعا مانگتے۔ افطر عندکم الصائمون واکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملائکۃ۔ تمہارے پاس روزہ دار روزہ افطار کریں اور نیک لوگ تمہارا کھانا کھائیں اور تم پر فرشتے رحمت بھیجیں۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۳۵) (۶) خوش خوش رخصت ہو اگرچہ گھر والوں نے خدمت میں کمی کی ہو۔

(۷) گھر والوں کی رضامندی اور اذن کے بغیر رخصت نہ ہو۔ (نزھۃ الناظرین ص ۱۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴ رمضان ۱۴۱۴ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتیسواں مقالہ

ابراد بالظہر کا صحیح شرعی مفہوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد ۔ ہم نے گرمیوں کی نماز ظہر ٹھنڈا کر کے پڑھنے کے بارہ میں ایک مقالہ بعنوان الارشاد الی فضیلۃ الابراد لکھ کر شائع کروایا۔ اس مقالہ کی تالیف سے ہمارا مقصد نفسِ مسئلہ کی وضاحت اور سنّتِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی پاسداری تھا۔ لیکن ہمارے ایک ہم درس نام نہاد مفتی صاحب آف گوجر خان کو ہمارے اس رسالہ کا رد لکھنے کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے الارشاد الی حقیقۃ الابراد کے نام سے ایک چھ ورقی رسالہ اپنی قلم سے لکھا اور اس کی فوٹو سٹیٹ کاپی بنوا کر ہمیں بھیجی اور اس کے ہمراہ جو خط انہوں نے ہمیں لکھا اس کا مضمون یہ تھا ''برادر محترم حیدری صاحب ۔ السلام علیکم آپ نے رسالہ الارشاد الی فضیلۃ الابراد تحریر فرمایا۔ اس کا جواب الارشاد الی حقیقۃ الابراد میں ملاحظہ فرمائیں اور اپنے تبصرہ سے آگاہ فرمائیں۔ نیز اگر بندہ کا کوئی جملہ گراں گزرے تو معذرت خواہ ہوں۔ مگر آپ کے متعدد جملے سخت پریشان کن ہیں ۔ والسلام'' ۔

چونکہ یہ رسالہ ہمارے خلاف صرف انتقامی کاروائی تھا اس لئے اس میں خوب خوب حق پوشی کی گئی اور خدا خوفی چھوڑ کر ہماری عبارات میں تضادات کی موجودگی کے بے بنیاد دعوے کیے گئے ۔

والی اللہ المشتکیٰ ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم ۔

مفتی صاحب موصوف کے اس رسالہ کے جواب میں ہم نے انہیں ایک خط بعنوان ''مکتوبِ ناچیز برائے برادر عزیز'' لکھ کر بھیجا۔ اس رسالہ میں ہم نے ان کی صرف ایک سنگین غلطی پر ان کی توجہ مبذول کرانے کے لئے درج ذیل عبارت لکھی ۔

''آپ نے اپنی اس چھ ورقی تحریر پر تبصرہ کا حکم دیا ہے۔ فی الحال ہم آپ کی توجہ آپ کی درج ذیل عبارت کی طرف مبذول کرانا ضروری سمجھتے ہیں۔ آپ نے اپنی اس چھ ورقی تحریر کے صفحہ نمبر ۱۰ کی آخری سطر میں لکھا ''لہذا جو لوگ موسم گرما میں نماز ظہر کا وقت شروع ہونے کے آدھ گھنٹہ یا پون گھنٹہ بعد نماز ظہر پڑھتے ہیں انہیں ابراد بالظہر کا استحباب اور اجر وثواب عطا ہو جانے کی قوی امید ہے'' ۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو ماشاء اللہ تعالیٰ ابھی تک ابراد کا لغوی وشرعی مفہوم

ہی معلوم نہیں۔ پھر کس وجہ سے آپ نے اپنے رسالہ کا نام الارشاد الی حقیقۃ الابراد رکھا ہے۔ محترم صاحبین ہی کے قول پر بات کریں تو ان کے نزدیک تقریباً اڑھائی پونے تین بجے تک ظہر کا وقت باقی رہتا ہے۔ زوال گرمیوں میں عموماً بارہ بجے ہوتا ہے تو ان کے نزدیک ظہر کا کل وقت اڑھائی پونے تین گھنٹے بنتا ہے۔ اور جس نماز میں تاخیر مستحب ہو وہاں مراد یہ ہوتی ہے کہ اس نماز کے کل وقت کے نصف آخر میں پڑھی جائے جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ الارشاد میں فتاوٰی رضویہ شریف سے نقل کیا۔ تو صاحبین کے قول پر گرمیوں میں مستحب وقت سوا ایک بجے کے بعد شروع ہوتا ہے لہذا اس سے پہلے جو نماز ظہر پڑھی جائے گی اس میں ابراد کے اجر کے ملنے کی قوی امید تو کجا سرے سے اس کے حصول کا امکان ہی نہیں۔ صاحبین کے قول پر ظہر کا مستحب وقت سوا ایک بجے سے شروع ہوتا ہے تو مزید آدھ گھنٹہ اور گزرنا ضروری تا کہ شدت حر ختم ہو کر موسم میں خنکی پیدا ہو جائے ولہذا جو نماز پونے دو بجے پڑھی جائے گی اس سے مطلق ابراد کا ثواب پایا جائے گا پھر ظاہر کہ مبالغۂ ابراد بھی شرع شریف کو مطلوب اور زیادتیٔ اجر و ثواب کا ذریعہ تو مزید پندرہ بیس منٹ اس زیادتیٔ اجر ابراد کے لئے درکار۔

فتاوٰی علمائے کرام

پھر ہم نے چاہا کہ مفتی صاحب موصوف کی یہ عبارت علمائے اہل سنت پر بھی پیش کی جائے اور ان کی طرف سے جو جواب ملے اس کو بھی ناظرین پر پیش کر دیا جائے اس لئے ہم نے مختلف علماء کی خدمت میں اپنا ایک استفتاء بھیج کر ان کے جوابات حاصل کیے۔ یہاں افادۂ عامۃ المسلمین کے لئے ہم اپنے استفتاء اور علماء کے جوابات کو بھی نقل کرتے ہیں و باللہ التوفیق۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ علاقہ گوجر خان ضلع راولپنڈی کے ایک مفتی صاحب نے آج کل ایک رسالہ الارشاد الی حقیقۃ الابراد کے نام سے تصنیف کر کے ہمیں بھیجا ہے۔ جس میں وہ مسئلہ ابراد بالظہر کے متعلق لکھتے ہیں۔

''نماز ظہر کی تاخیر بلاشبہ مستحب ہے مگر ہمارے ممالک میں تاخیر کہاں تک اور کتنی کی جائے یہ

مسئلہ مجمل ہے۔ بلکہ عرب ممالک میں بھی تاخیر کہاں تک کی جائے حنفی فقہاء کا اس بارہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ صاحبین امام قاضی ابو یوسف اور امام محمد شیبانی کے نزدیک مثل اول کے اندر نماز پڑھنا ضروری ہے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ تاخیر مثل اول کے بعد متصور ہے۔ لہذا علمائے کرام نے فرمایا احتیاط صاحبین کے قول پر عمل کرنے میں ہے۔ لہذا جو لوگ موسم گرما میں نماز ظہر کا وقت شروع ہونے کے آدھ گھنٹہ یا پون گھنٹہ بعد نماز ظہر (ہر روز جماعت سے) پڑھتے ہیں انہیں ابراد بالظہر کا استحباب اور اجر وثواب عطا ہو جانے کی قوی امید ہے۔ لہذا نماز ظہر گرمیوں میں ایک بجے ادا کرنا ہر لحاظ سے درست ہے اور ابراد بالظہر کا ثواب بھی عطا ہوتا ہے۔ کیونکہ گرمیوں کا وقت ۱۲ بجے تقریباً داخل ہو جاتا ہے"۔ ۵۱

بلفظہ الاما کتبنا مابین القوسین لزیادۃ الوضاحۃ واللہ تعالیٰ اعلم

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا ساڑھے بارہ بجے یا پونے ایک بجے گرمیوں کے طویل ترین دنوں جون جولائی اگست میں ہر روز باجماعت مسجدوں میں نماز ظہر پڑھنے والوں کو ابراد بالظہر کا اجر وثواب ملنے کی قوی امید ہے یا اصلاً امید ہی نہیں ہے جواب فقہ حنفی کی رو سے مدلل مفصل دے کر عنداللہ تعالیٰ ماجور ہوں۔ کیونکہ یہ مسئلہ نزاع کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ (السائل ابو الکرم احمد حسین قاسم الحیدری سہنسہ بازار ضلع کوٹلی آزاد کشمیر)

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کا جواب

الجواب ھو الموفق للصواب:۔

احناف کے نزدیک ظہر کی جماعت سردیوں میں جلدی اور گرمیوں میں تاخیر سے مستحب ہے۔ ہدایہ جلد اول ص ۷۹ میں ہے **ویستحب الاسفار بالفجر والابراد بالظہر فی الصیف وتقدیمہ فی الشتاء لما روینا۔ (ابردوا بالظہر فان شدۃ الحرمن فیح جھنم ص ۷۷) ولروایۃ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان فی الشتاء بکر بالظہر واذا کان فی الصیف ابردھا.** یعنی گرمیوں میں ظہر ٹھنڈے وقت میں اور سردیوں میں جلدی پڑھنی چاہیے کیونکہ حدیث میں ہے کہ (ظہر کو ٹھنڈا کرو اس لئے کہ گرمی کی شدت جہنم کی

لپٹ سے ہے)۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سردیوں میں ظہر جلدی پڑھتے اور گرمیوں میں ٹھنڈا کر کے پڑھتے تھے۔

اور عرب علاقہ میں مثلِ اول میں سخت گرمی ہوتی ہے۔ ہدایہ جلد اول ص ۷۷ میں ہے **واشد الحرفی دیارھم فی ھذا الوقت (ای اذا صار ظل کل شئی مثلہ)** پس ثابت ہوا کہ ٹھنڈک کا وقت مثل ثانی میں ہوگا لہذا گرمیوں میں مثل ثانی میں ظہر پڑھنا مستحب ہے۔

جون جولائی اگست میں اگر سورج کا زوال بارہ بجے ہوتا ہو اور عصر کا وقت پانچ بجے شروع ہوتا ہو تو اڑھائی بجے تک مثل اول اور اس کے بعد پانچ بجے تک مثل ثانی ہوگا۔ پس ان مہینوں میں زوال کے بعد آدھ یا پون گھنٹہ گزار کر ظہر پڑھ لینے والا ابراد کو پانے والا نہیں ہوگا۔ کتبِ فقہ میں تاخیر سے مراد یہی لیا گیا ہے کہ وقت کے دو حصے کر کے نصف اول کو چھوڑ کر نصف ثانی میں پڑھیں **کما افادہ فی البحر الرائق عن الاسرار وغیرہ۔**

اور یہ غلط ہے کہ علماء کرام نے صاحبین کے قول پر عمل کرنے کو کہا ہے بلکہ جمہور مشائخ اور متون نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔ طحاوی میں فرمایا **صححہٗ جمھور اھل المذھب** اور بحرالرائق پھر ردالمحتار میں ہے۔ قولِ امام سے عدول کی اجازت نہیں اور اس پر صحیح بخاری کی یہ روایت دلیل ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو مؤذن نے ظہر کی آذان دینی چاہی تو فرمایا ابرد۔ وقت ٹھنڈا کر۔ کچھ دیر کے بعد اس نے پھر آذان دینی چاہی تو فرمایا ابرد۔ وقت ٹھنڈا کر۔ دیر کے بعد مؤذن نے سہ بارہ ارادہ کیا تو فرمایا ابرد وقت ٹھنڈا کر **حتی ساوی الظل التلول** حتی کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہوگیا تو آذان کی اجازت دی جبکہ اس علاقہ میں ٹیلوں کا سایہ ٹیلوں کے برابر مثل اول میں نہیں بلکہ مثل ثانی میں ہوتا ہے۔ کیونکہ ٹیلے زمین پر سیدھی لکڑی کی طرح نصب نہیں ہوتے بلکہ پھیلے ہوتے ہیں۔ لہذا سخت گرمیوں میں مثل اول کے بعد ظہر کی نماز پڑھنا مستحب ہے۔

واللہ اعلم بالصواب المجیب عبداللطیف عفی عنہ مفتی جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور۔

(مہر دارالافتاء) (۸ نومبر ۱۹۸۹ء)

جامعہ رضویہ انوار العلوم واہ کینٹ کا جواب

الجواب ھوالملھم للصدق والصواب:

ظہر کا وقت سورج ڈھلنے سے دو مثل تک ہے ظاہر الروایہ میں جیسا کہ تمام متونِ فقہ جن کا مذ
ظاہر الروایہ ہے میں یہی ہے کہ وقتِ ظہر اصلی سایہ کو چھوڑ کر زوال سے دو مثل تک ہے۔ آخر وقت امام ابو
حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو مثل تک ہے اور صاحبین کے نزدیک ظہر کا آخر وقت ایک مثل تک ہے۔
صاحبین کی دلیل امامت جبریل پہلے دن عصر کی نماز بعد ایک مثل سایہ کے ہونے کے ہے۔ اور دلیل امام ابو
حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث بخاری ابردوا بالظھر فان شدة الحر من فیح جھنم ۔ظہر کو ٹھنڈا کر کے
پڑھو اس لئے کہ ظہر کی گرمی کی شدت جہنم کی گرمی سے ہے۔ اور عرب میں سخت گرمی سایہ ایک مثل ہونے پر
ہوتی ہے اور گرمیوں میں ایک مثل سایہ تقریباً تین بجے ہوتا ہے۔ اور ہمارے ہاں سخت گرمی ایک بجے ہوتی
ہے تو ایک بجے نماز پڑھنے والوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی پر ثواب کیسے ملے گا؟

اور دوسری حدیث میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کنا مع
النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی سفر فاخر الظھر الی ان رأینا فئ التلول ثم صلے ۔ہم نبی
کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور موخر کیا آپ نے ظہر کی نماز کو یہاں تک کہ دیکھا ہم
نے سایہ ڈھیریوں کا پھر نماز پڑھی۔ اور ڈھیریوں کا سایہ ایک مثل کے بعد ہوتا ہے۔ کیونکہ قاعدہ ڈھیریوں
کا چوڑا ہوتا ہے۔ اور ان کا سایہ جب ہوتا ہے کہ دھوپ اوپر سے نیچے چلی جائے۔

تیسری حدیث قال مثالکم کمثال من اخذ اجیراً من الصبح الی نصف النھار
علی قیراط ثم اخذ اجیراً من نصف النھار الی العصر علی قیراط ثم اخذ اجیراً ثالثاً
من العصر الی المغرب بقیراطین فغضب الاجیران الاوّلان علی انه مابالنا عملنا
کثیراً واعطینا قلیلاً وعمل الثالث قلیلاً واعطی کثیراً۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا تمہاری مثال بمقابلہ یہود و نصاریٰ کے یوں ہے جیسے کہ کسی شخص نے مزدور پکڑا صبح سے دوپہر تک کام
کرنے پر ایک قیراط میں پھر دوسرا مزدور پکڑا دوپہر سے عصر تک ایک قیرط میں پھر تیسرا مزدور پکڑا عصر سے

مغرب تک دو قیراط میں تو اس پر غصہ ہوئے پہلے دو مزدور کہ ہماری کیا حالت (قصور) ہے کہ کام کیا ہم نے بہت اور اجرت دیئے گئے تھوڑی اور تیسرے مزدور نے کام کیا تھوڑا اور مزدوری دیا گیا بہت۔ تیسرے مزدور کا کام تھوڑا جب ہوسکتا ہے کہ وقت عصر دو مثل سایہ کے بعد ہو ورنہ تیسرے مزدور کا کام تھوڑا نہیں ہو سکتا کیونکہ دوسرے مزدور کا وقت ۱۲ بجے سے تین بجے تک ہوا اور تیسرے مزدور کا وقت تین بجے سے سوا سات بجے تک تو تیسرے مزدور کا کام دوسرے مزدور کے کام سے زائد ہو جاتا ہے اس لئے کہ دوسرے مزدور کا کام صرف تین گھنٹے ہے بارہ بجے سے تین بجے تک اور تیسرے کا کام سوا چار گھنٹے ہے۔ پہلے دو مزدوروں کے ناراض ہونے کی وجہ اسی صورت میں ہوگی کہ تیسرے مزدور کا وقت تھوڑا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ظہر کا وقت دو مثل تک ہے اور ظہر کا وقت دو مثل ہو تو اس صورت میں دوسرے مزدور کا وقت زیادہ بنتا ہے اس لئے کہ دو مثل ساڑھے چار بجے گرمیوں میں ہوتا ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تیسرے مزدور کا وقت ساڑھے چار بجے سے سوا سات تک پونے تین گھنٹے بنتا ہے۔ اور یہ وقت کم ہے دوسرے مزدور کے وقت سے کیونکہ اس کا وقت ساڑھے چار گھنٹے ہے اور تیسرے کا وقت پونے تین گھنٹے ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ تین حدیثیں پہلی حدیث امامت جبریل کی ناسخ ہیں۔ اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ریاضی اور علم نجوم کے بھی ماہر تھے انہوں نے ہر دن کی عصر کا وقت لکھا ہے ملاحظہ فرمائیں بہار شریعت جلد سوم ص ۱۵ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔ محمد نعمان عفا اللہ عنہ۔ (مہر جامعہ)

جامعہ غوثیہ معینیہ رضویہ ریاض الاسلام اٹک کا جواب

الجواب بعون الوھاب

حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مؤذن (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) نے آذان کا ارادہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا ٹھنڈا کر پھر قصد فرمایا تو فرمایا ٹھنڈا کر۔ پھر ارادہ کیا تو فرمایا ٹھنڈا کر یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال اذن مؤذن النبی صلے اللہ علیہ وسلم الظھر فقال ابرد او قال انتظر انتظر الحدیث۔ بخاری باب الابراد بالظھر فی شدۃ الحر۔ اسی روایت کو باب الآذان للمسافر میں بیان فرماتے

ہوئے فرمایا فاراد المؤذن ان یؤذن فقال له ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال له ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال له ابرد حتی ساوی الظل التلول (الحدیث) الظل التلول کی وضاحت کرتے ہوئے بخاری کے محشی نے لکھا ہے کہ ٹیلوں کا سایہ ظہر کا اکثر وقت نکل جانے کے بعد ظاہر ہوتا ہے۔ ولا یظهر له ظل لانبساطه الااذاذهب اکثر وقت الظهر کذا فی القسطلانی۔ (حاشیہ نمبر ۱ص ۷۷)

اور جب نوبت بایں جارسید تو پھر یہ بات صحیح نہ ہوئی کہ موسم گرما میں نماز کا وقت شروع ہونے کے آدھ یا پون گھنٹہ بعد با جماعت نماز ظہر پڑھنے سے ابراد بالظہر کا ثواب مل جاتا ہے۔ ایک بجے ان دیار میں نماز ادا کر لینا درست تو ہوسکتا ہے لیکن مستحب نہیں کہلا سکتا کیونکہ اس طرح حضور سید دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے بار بار ابرد ابرد ابرد فرمانے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ نیز ایک بجے ٹیلوں کا سایہ ان کے برابر کیسے ہوسکتا ہے جس کی تمام روایات میں تصریح فرمادی گئی ہے۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکہ سے ہر موسم کے ظہر کے وقت کا سوال ہوا اور یہ بھی کہ ان میں ظہر کے مستحب اوقات کیا ہیں۔ تو آپ نے فرمایا ظہر کا اول وقت آفتاب نصف النہار سے ڈھلتے ہی شروع ہوتا ہے۔ اور گھنٹوں کے اعتبار سے باختلاف بلاد مختلف ہوگا یہاں تک کہ بعض بلاد ہندوستان میں بعض ایام میں ریلوے گھڑی سے ساڑھے بارہ بجے بھی وقت ظہر شروع نہ ہوگا اور بعض میں بعض ایام میں ساڑھے گیارہ بجے سے پہلے ظہر کا وقت ہو جائے گا۔ یہ تعدیل ایام اختلاف طول معلوم ہونے پر موقوف ہے۔

جماعت گرمی میں وقت ظہر کے نصف آخر میں ہو اور جاڑوں میں نصف اول میں۔ میرٹھ میں کبھی ۵ بجے سے بعد تک وقت ظہر باقی رہتا ہے اور کبھی پونے چار بجے سے پہلے ختم ہو جاتا ہے۔ اس میں بیانات کا اختلاف ہے۔ اصل تقسیم اہل ہیئت نے یوں لکھی ہے کہ راس الحمل سے ختم جوزاء تک بہار اور راس السرطان سے ختم سنبلہ تک گرما اور راس المیزان سے ختم قوس تک خریف اور راس الجدی سے ختم حوت تک سرما۔ مگر یہاں فصلوں سے مطابقت نہیں آئی۔ علامہ صاحب بحر نے ربیع کو گرما سے ملحق کیا ہے اور یہ قرین قیاس ہے آخر ستمبر سے مارچ تک سرما سمجھنا چاہیے باقی گرما۔ (عرفان شریعت)

اس لمبے چوڑے بیان سے یہ بات تو ہر آدمی کے ذہن میں بخوبی قرار پا سکتی ہے کہ سخت گرمی کے ایام میں ظہر کا وقت کم از کم بھی تین گھنٹے تو ضرور ہی ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب خواجۂ کائنات صلے اللہ

علیہ وسلم نے بار بار ٹھنڈا کرنے کا حکم فرمایا ہے تو پھر ڈیڑھ بجے سے تو نماز بہر صورت ہی ان ایام میں بعد ہو تو مستحب کا ثواب پانے کی قوی امید کی جا سکتی ہے۔ جسے دوزخ کی گرمی سے مستفید ہونا مطلوب ہو وہ اپنی مرضی کا مالک ہے۔ ہم غلاموں کو تو آقائے کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پیشِ نظر رہنا چاہیے کہ ان شدۃ الحر من فیح جھنم ۔(بخاری) اور آپ کی عطا فرمودہ رعایت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سخت گرمیوں میں دو بجے سے بہر صورت بعد ہی نماز ظہر ادا کر کے راحتِ جان کے ساتھ ساتھ مستحب کا ثواب بھی حاصل کرنا چاہیے۔ ھذا عندی واللہ تعالیٰ وباعطائہ رسولہ الاعلیٰ اعلم بحقیقۃ الاحوال راقم الحروف فقیر ابوالنصر محمد ریاض الدین غفرلہ وعفی عنہ خادم مرکزی دارالعلوم جامعہ غوثیہ معینیہ رضویہ ریاض الاسلام اٹک پاکستان ۔ ۲۸ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ بمطابق ۲۵ فروری ۱۹۹۰ء۔

جامعہ شیخ الاسلام رضویہ جھنگ کا جواب

الجواب وھو الموفق للصواب

خلاقِ مطلق نے مخلوق کے لئے اوقاتِ نماز اولاً وآخراً بیان کر دیئے۔ اور جبریل امین کی امامت کے ذریعہ سے تعیین اوقات کی وضاحت ہو گئی۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مکلفین کو اختیار دے دیا کہ مابین الوقتین کی جس جزو میں نماز ادا کریں گے ادا ہو گی۔ شارع علیہ السلام نے اوقاتِ مستحبہ ومکروہہ بھی واضح کر دیئے اور حتی المقدور امتثالِ حکمِ خداوندی کی حکمتوں سے امت کو متعارف کر دیا۔ نیز تقلیل جماعت اور تکثیر جماعت کی قباحت وخوبی کے فرق سے آشنا کر دیا۔ ائمہ کو بشروا ولا تنفروا کا امر فرمایا اور یسروا ولا تعسروا کا حکم دیا۔ پھر خواہی نخواہی اپنی طرف سے تضییق وتعسیر کا کیا فائدہ؟

اشد ادِحر میں ابراد کے مراتب صیف وشتاء اور اماکن کے تفاوت اور عوارضِ سماویہ اور سفر وحضر اور عوارض بدنیہ واشغال مکلفین سے متفاوت ہوتے رہتے ہیں۔ فقہائے کرام ادام اللہ فیوضھم وبرکاتھم نے ہمارے جیسے ناواقفوں پر مہربانی فرما کر ہر قسم کے معضلات کے عقودِ لاینحل کو حل کر دیا۔

احناف نے تمام اوقاتِ نماز میں عموماً تاخیر کو پسند فرمایا ہے۔ اس کی وجہ ایک تو تکثیر جماعت ہے۔ اس کے علاوہ ہر نماز کے لئے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصوصی ارشادات موجود ہیں مثلاً صبح کی

نماز کے لئے فرمایا اسفر وابالفجر فانه اعظم للاجر اور ظہر صیفی کے بارہ میں صحاحِ ستہ میں متعدد احادیثِ صحیحہ موجود حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی حدیث جو بخاری مسلم ابن ماجہ ابوداؤد نسائی اور ترمذی میں ہے کہ مؤذن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین بار اذنِ آذان چاہا ہر بار نبی الرحمہ نے ابرد کا امر فرمایا حتی ساوی الظل التلول وفی روایة حتی رأینا فئ التلول فقال النبی صلے الله علیه وسلم ان شدة الحرمن فیح جهنم وفی روایة اذا اشتد الحر فابردوا۔ ان روایات سے یہ وہم رفع ہوگیا جو کہتے ہیں کہ زوال کے بعد ابراد شروع ہو جاتا ہے جس کو گوجر خان کے مولوی نے اپنے کتابچہ میں بیان کیا۔ اس لئے کہ مؤذن کے تین بار طلب اذن میں حضور نبی رؤف ورحیم صلے اللہ علیہ وسلم کا ابرد فرمانا برہانِ بین ہے کہ مطلق زوال شمس کے بعد کا ابراد مقصود نہیں بلکہ کمال ابراد مطلوب ہے اور جن لوگوں نے اس ابراد کی علت سفر کو بتایا وہ بھی رد ہوگئی کہ حضور نے ابراد کی تعلیل اشتدادِ حر کے ساتھ ذکر فرمائی سفر کو وجہ ابراد نہ فرمایا۔ اور جو لوگ تعمیلِ حکم میں تعجیل کو ترجیح دیتے ہوئے اولیت کی رٹ لگاتے ہیں ہم ان سے دریافت کرتے ہیں کہ اولیتِ حقیقی لیتے ہیں تو وہ متعذر و محال عادی ہے کہ دخولِ وقت کے ایک سیکنڈ گزرنے سے اولیت حقیقی جاتی رہی۔ اب آخری جزو کے قبل تک اولیت اضافی ہوئی اس میں تمام ائمہ اور ہم متفق ہوئے۔

الحاصل تمام اوقات میں اوسط وقت مستحب و مناسب ہوگا۔

ابراد ظہر کا مجمل حکم آپ کے فعل مبارک سے عیاں ہوگیا کہ موسم گرما میں تاخیر کثیر کے ساتھ ظہر ادا فرمائی۔ اس حدیث میں ٹیلوں کے سایہ کا ذکر ہے۔ قاعدہ ہے کہ مدور چیز کا سایہ ایک مثل ہو تو مستطیل چیز کا سایہ اس وقت دو مثل ہوگا۔ امام صاحب نے ظہر کا وقت دو مثل بیان فرمایا۔ صاحبین نے اس قاعدہ کی طرف التفات نہ فرمائی اور حدیث پاک کے متن (ساوی الظل التلول) سے ایک مثل کا قول فرمایا۔ ابراد ظہر مثل اول کے آخر میں یا مثل ثانی کے اوّل میں ہوگا۔

(۱) علامہ قسطلانی اس حدیث کے تحت رقم طراز ہیں ولا یظهر له ظل الا اذا ذهب اکثر وقت الظهر۔ یعنی ٹیلوں کا سایہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب اکثر وقتِ ظہر چلا جائے۔

(۲) علامہ نووی فرماتے ہیں ومعنی قوله رأینا فئ التلول انه اخر تاخیرا کثیرا حتی صار

للتلول فنی والتلول منبسطة غیر منتصبة ولا یصیر لها فئی فی العادة الا بعد زوال الشمس بکثیر۔ یعنی رأینا فئ التلول کا معنی یہ ہے کہ آپ نے ظہر کی نماز کو بہت مؤخر فرمایا حتی کہ ٹیلوں کا سایہ ان کے برابر ہو گیا اور ٹیلے زمین کے ساتھ پیوست اور پھیلے ہوئے ہیں کھڑے نہیں ہوتے اور عادۃً ان کا سایہ سورج کے بہت زیادہ ڈھل جانے کے بعد ہوتا ہے۔

(۳) عنایہ میں ہے ابردوا بالظهر ای صلوها اذا سکنت الحر ۔ یعنی ظہر اس وقت پڑھو جب گرمی ساکن ہو جائے۔

(۴) بدائع والصنائع میں ہے۔ والابراد یحصل بصیرورة ظل کل شئی مثلیه فان الحر لا یفتر قبله خصوصاً فی بلادهم یعنی ابراد اس وقت حاصل ہوتا ہے جب ہر شئے کا سایہ اس کے دو مثل ہو جائے اس سے قبل ابراد حاصل نہیں ہوتا خصوصاً عرب ممالک میں (یا گرم علاقوں میں)

(۵) صاحب ہدایہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ولابی حنیفة رحمة الله علیه قوله علیه الصلوٰة والسلام ابردوا بالظهر واشد الحرفی دیارهم فی هذا الوقت (ای المثل الاول) یعنی امام صاحب کی دلیل یہ حدیث ابراد ہے اور شدت کی گرمی ان بلاد میں مثل اول کے وقت ہوتی ہے تو ایسے وقت میں نماز پڑھنے سے آپ نے توقف فرمایا۔ ساتھ ہی گرمی کی شدت جہنم کی نشانی بتائی تو ابراد بالظہر مثل ثانی میں ہی ثابت ہوا۔

متنِ حدیث میں اگرچہ ابراد مجمل تھا مگر محدثین وفقہاء نے اس کی تفصیل بیان فرما کر واضح کر دیا کہ ابراد بالظہر مثل ثانی میں اور تاخیر کثیر میں ہوگا نہ زوال کے آدھ گھنٹہ یا پون گھنٹہ بعد۔

موسم گرما جون جولائی اگست کے مہینوں میں ہمارے بلاد میں ابتداء وقت ظہر بارہ بج کر سات منٹ سے شروع ہو کر سوا بارہ بجے تک ہے۔ اور انتہاء امام صاحب کے مسلک کے مطابق پانچ بج کر تین منٹ سے پونے پانچ بجے ہے۔ تو ظہر کا وقت چار گھنٹے باون منٹ سے چار گھنٹے چالیس منٹ ہوا اوسطاً کل وقت (ان شدید گرمی کے مہینوں میں) پونے پانچ گھنٹے ہوا۔

ابراد ظہر یا تاخیر ظہر نصف وقت کے بعد ہی متصور ہوگا جس کی وضاحت بحر الرائق کے حوالہ سے

بہارشریعت میں موجود ہے۔ ''تاخیر سے مراد یہ ہے کہ وقت مستحب کے دو حصے کیے جائیں پچھلے حصہ میں ادا کریں اور وہ دو بج کر اتنیس منٹ کے بعد شروع ہوا کیونکہ تمام متون وشروح نے ظہر کے وقت میں دو مثل کا قول پیش کیا ہے۔ اگر صاحبین کے قول کے مطابق ایک مثل بھی ہو تو ایک مثل تقریباً اڑھائی بجے تک ہوگی۔ اور احادیث مبارکہ سے مصرح ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مثل کے آخر میں نماز ادا کرائی تب بھی دو بجے اور اڑھائی بجے کے درمیان ثابت ہوئی۔

ساڑھے بارہ بجے یا پونے ایک بجے تو شدت حر کا وقت ہوتا ہے۔ اس وقت میں نماز پڑھنے کی عادت بنانا اس پر اصرار کرنا تو حدیث پاک کی مخالفت ہوگی نہ کہ اتباع سنت اور اجر وثواب کی عطاء اتباع سنت میں ہوگی نہ کہ مخالفت میں۔ فقط اللہ ورسولہ اعلم بالصواب ابوالطاہر محمد نجیب قادری غفر اللہ لہ از دارالعلوم شیخ الاسلام رضویہ سٹلائٹ ٹاؤن جھنگ صدر۔ المرقوم ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ۔

(۱۰ دسمبر ۱۹۸۹ء) (مہر دارالافتاء)

آخری گزارش

الحمدللہ۔ علمائے اہل سنت کے ان فتاوٰی مبارکہ سے روزِ روشن کی طرح روشن ہوگیا کہ گرمیوں کی ظہر میں اتنی تاخیر کم از کم ضروری ہے کہ نماز کی ادیگی دو اڑھائی بجے کے اندر ہو۔ ولہذا ایک بجے یا اس سے پہلے پڑھی ہوئی ظہر میں ابراد کا ثواب ملنے کی امید قطعاً یقیناً مفقود ہے۔ مفتی صاحب آف گوجر خان کا لکھنا کہ ایک بجے جو نماز پڑھی جائے گی وہ ہر طرح درست ہوگی۔ اور اس میں ابراد کے اجر کے ملنے کی قوی امید ہے سراسر غلط اور باطل دعویٰ ہے جس پر ان کے پاس کوئی عقلی نقلی دلیل موجود نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے مغالطہ دینے والے مفتیوں کے شرّ سے امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۴ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تیسواں مقالہ

تعطیلِ جمعہ

کی اسلامی حیثیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله ربّ العالمين والصلوٰة والسلام على رسوله محمد واله واصحابه اجمعين

اما بعد ۔ ۲۳ فروری ۱۹۹۷ء کو جمعۃ المبارک کی سرکاری چھٹی منسوخ کی گئی (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت مارچ ۱۹۹۷ء ص ۲۰) تو ملک کے دیندار طبقہ نے اسے اچھا اقدام نہ سمجھا اخبارات میں اس چھٹی کی منسوخی و بحالی کے بارہ میں مضامین شائع ہونے لگے اور عوام وخواص کی محفلوں میں بھی اس کے بارہ میں بحث ومباحثہ ہونے لگا۔ بعض لوگوں نے اس چھٹی کی منسوخی کو سراہا اور بعض نے اس کی مذمت کی اور اس کی بحالی پر زور دیا۔ لوگوں میں یہ صورتحال تا حال جاری ہے۔ بدیں حالات ہم نے جمعہ کی چھٹی کی اسلامی حیثیت کے بارہ میں یہ مختصر مقالہ لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف مقبولیت بخشے اور ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

عید کے دن چھٹی کی جاتی ہے

عید الفطر اور عید البقر کے دن عوام پورا دن چھٹی کرتے ہیں۔ سرکاری سطح پر بھی ان دو دنوں میں چھٹی کی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ دو دن مسلمانوں کے لئے خوشی منانے کے دن ہیں۔ ابوداؤد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس زمانہ میں اہل مدینہ سال میں دو دن خوشی کرتے تھے (مہرجان و نیروز کے دنوں میں) فرمایا یہ کیا دن ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا۔ جاہلیت کے دور میں ہم ان دو دنوں میں خوشی کرتے تھے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں ان سے بہتر دو دن تمہیں دیئے ہیں۔ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن۔'' (بہار شریعت ص ۱۰۵ حصہ چہارم)

ظاہر بات ہے کہ عید کے دنوں میں خوشی منانے کے لئے ہر ایک کام کی چھٹی کرنی ہوتی ہے۔ اس لئے ان دو دنوں کی چھٹی کا لازم ہونا ہر شخص کی سمجھ میں آتا ہے۔

عید میلاد النبی کی چھٹی

یونہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے یوم پیدائش کے دن خوشی منانے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فبذلک فلیفرحوا۔ پس چاہیے کہ لوگ اس کی وجہ سے خوشی محسوس کریں۔ اس لئے اس دن کی چھٹی بھی عقلاً لازم ہے۔ ہر عاشق رسول صلے اللہ علیہ وسلم اس مبارک دن میں ہر کام کی چھٹی کرکے

اس دن کی خوشیوں میں شریک ہوتا ہے۔

نثار تیری چہل پہل پہ ہزار عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

شیخ کمال ادفوی نے کتاب الطالع السعید میں فرمایا کہ ہمارے ایک ساتھی جن کا نام ناصر الدین محمود بن عماد تھا نے بیان کیا ہے کہ امام ابوطیب محمد بن ابراہیم سبتی مالکی رحمۃ اللہ علیہ جو قوص میں رہتے تھے۔ اور علمائے عاملین میں سے تھے نبیٔ پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دن (۱۲ ربیع الاول شریف کے دن) جب مکتب کے پاس سے گزرتے تو فرماتے یا فقیہ ھذا یوم سرورِ اصرف الصبیان فیصر فنا۔ اے عالم دین یہ خوشی کا دن ہے بچوں کو واپس بھیج دیں تو وہ ہمیں واپس بھیج دیتے تھے۔

(الحاوی للفتاویٰ للجلال السیوطی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۹۷ ج ۱)

الحمدللہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ خوشی کے دن چھٹی کرنا قدیم سے معمول بہ ہے اس لئے ان دنوں کی چھٹیاں بند کرنا عقل کے سراسر خلاف ہے۔

جمعہ کے دن چھٹی کرنے

کے بارہ میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن میں ہمیں جو حکم دیا گیا ہے وہ آذان جمعہ سے نماز جمعہ تک چھٹی کرنا ہے اس سے پہلے اور بعد چھٹی کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ چنانچہ ماہنامہ ''فیض الاسلام'' راولپنڈی بابت ستمبر ۱۹۷۷ء بمطابق رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ کے اداریہ میں (یہ اداریہ جمعہ کی چھٹی منظور ہونے کے دنوں میں لکھا گیا تھا) لکھا ہے کہ ''جمعۃ المبارک کی چھٹی منظور ہو گئی۔ حالانکہ قرآن حکیم اور سیرت مبارکہ میں کسی دن کی چھٹی کا ذکر نہیں۔ سورۂ جمعہ میں واضح ارشاد ہے کہ جمعہ کے دن خرید وفروخت سے وقت نکال کر صلوٰۃ کے لئے حاضر ہو جاؤ اور صلوٰۃ کے بعد مصروف کار ہو جاؤ۔ سابق وزیر مولانا کوثر نیازی صاحب نے تعطیل جمعہ کی تحسین وتائید میں ایک معلوماتی مقالہ لکھا ہے۔ اس میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں۔

''عہد رسالت اور خلافت راشدہ میں تعطیل کا کوئی باقاعدہ تصور نہیں ملتا''۔ (ایضاً ۲۹ جون ۱۹۷۷ء)

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہر دن دن بھر مصروف کار رہتے۔ آپ نے گھر اور باہر کے ملکی وغیر ملکی امور اپنی تنہا ذات کے ذمے لے رکھے تھے جن کو کئی آدمی مل کر بھی اس خوش اسلوبی سے انجام نہیں دے سکتے تھے۔

خلفائے راشدین کا اسوہ بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ چلو خیر چھٹی میں کوئی حرج نہیں۔ جمعہ کی چھٹی کیجئے لیکن ہر روز تو چھٹی کے مترادف نہ ہو جائے۔ شکر ہے کہ موجودہ حکومت نے اس کمی کو محسوس کیا ہے''۔ اھ ملتقطاً بلفظہ۔

ظاہر ہے کہ ماہنامہ فیض الاسلام کے اس اداریہ نویس نے ''جمعہ کی چھٹی'' کو غیر اسلامی کام قرار دیا ہے۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ جمعہ کی بجائے ''اتوار کی چھٹی'' بھی غیر اسلامی ہے یا نہیں؟ ہاں اس کے فحوائے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک یہ دونوں چھٹیاں ایک جیسی ہیں۔ کیونکہ اس کے لفظ کہ ''رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہر دن دن بھر مصروف کار رہتے'' سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اتوار کی چھٹی بھی غیر اسلامی کام ہے اور اگر ہر دن کے عموم حقیقی کو مراد لیا گیا ہے تو اس کے نزدیک عیدین اور عید میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ایامِ متبرکہ کی چھٹی بھی معاذ اللہ غیر اسلامی ہی ہوگی۔

موجودہ دور میں ہفتہ وار چھٹی ضروری ہے

کیا دور رسالت وعہد صحابہ میں ہفتہ وار چھٹی ہوتی تھی یا نہیں؟ قطع نظر اس سوال سے اس دور میں ہفتہ وار چھٹی ضروری جاتی ہے اسے انگریزوں کی تقلید کہیے یا نہ کہیے بہر حال ہمارا اسلامی معاشرہ بھی ہفتہ وار چھٹی کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور ہفتہ وار چھٹی اس لئے بھی ضروری ہے کہ ہر انسان چھٹی کے دن اپنے پیشہ سے غیر متعلقہ امور کو سرانجام دیتا ہے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مسلمانوں نے ہفتہ میں ایک دن خواہ مخواہ چھٹی کرنی ہی ہے تو پھر چھٹی کے لئے اتوار کا دن مناسب ہے یا جمعہ کا دن؟ معمولی سمجھ رکھنے والا ہر دیندار شخص یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ اتوار کی بجائے جمعہ کی چھٹی زیادہ مناسب ہے۔ اور اس کی درج ذیل وجوہات ہیں۔

اولاً اتوار کی چھٹی عیسائی کرتے ہیں اور جمعہ کی چھٹی عرب ممالک کے مسلمان اس لئے مناسب ہے کہ جمعہ کی چھٹی ہو تاکہ تشبہ بالکفار سے بچا جائے۔ لقولہ صلے اللہ علیہ وسلم من تشبہ بقوم فھو منھم۔ جو کسی قوم سے تشبہ کرتا ہے وہ اسی سے ہے۔ ثانیاً عیسائی اتوار والے دن کو عبادت کا دن سمجھ کر چھٹی کرتے ہیں۔ جبکہ یہ دن مسلمانوں کی عبادت کا نہیں ہے بلکہ جمعہ کا دن ہماری عبادت کا دن ہے۔ اس لئے مناسب

جمعہ کے دن کی چھٹی ہوگی نہ کہ اتوار کے دن کی۔

ثالثاً جمعہ کو عید کا دن قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ

(۱) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ ''جمعہ کا دن میری امت کی بہترین عید کا دن ہے اور جمعہ کے دن کی دو رکعت غیر جمعہ کے دن کی ایک ہزار رکعت سے بہتر ہیں اور جمعہ کے روز ایک تسبیح غیر جمعہ کی ایک ہزار تسبیح سے افضل ہے۔ رواہ الدیلمی عن انس رضی اللہ عنہ۔ (صحیح البہاری ص ۵۱۱)

(۲) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کیا آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی ایسے دن موجود تھے جس میں دو عیدیں (عید اور جمعہ) جمع ہوئیں؟ فرمایا۔ ہاں عرض کیا اس دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیسے کرتے تھے؟ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عید پڑھی اور نماز جمعہ کی رخصت دیدی۔ پھر فرمایا جو پڑھنا چاہے پڑھے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۹۳)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے اس دن میں دو عیدیں (عید اور جمعہ) جمع ہوئی ہیں پس جو چاہے اسے جمعہ سے نماز عید کفایت کرے گی اور بلاشبہ ہم ان شآء اللہ نماز جمعہ ادا کریں گے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۹۳)

اس حدیث کے بارہ میں امام سیوطی فرماتے ہیں۔ **رواہ ابو داؤد و ابن ماجة والحاکم عن ابی هريرة رضی الله عنه وابن ماجة عن ابن عباس وعن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهم و هذا حديث صحيح۔** (جامع صغیر ص ۸۵ ج ۱)

(۴) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **ان يوم الجمعة يوم عيد و ذكر فلا تجعلوا يوم عيدكم يوم صيام ولكن اجعلوه يوم فطر و ذكر الا ان تخلطوه بأيام** ۔ بلاشبہ جمعہ کا دن عید اور ذکر الٰہی کا دن ہے پس تم اپنی عید کے اس دن کو روزہ کا دن نہ بناؤ ولیکن تم اسے کھانے پینے اور ذکر الٰہی کرنے کا دن بناؤ۔ مگر یہ کہ اس کے روزہ کو تم دوسرے دنوں کے روزوں سے ملاؤ۔ رواہ البیھقی فی الشعب وحسنہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۰۱ ج ۱)

ان چار حدیثوں سے ثابت ہوا کہ شریعت میں عید کے صرف دو دن نہیں ہیں بلکہ عید الفطر اور عید البقر اور عید میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم اور جمعہ کا دن عید کے دن ہیں لہذا جمعہ کے دن چھٹی کرنا مناسب ہے۔ رابعاً۔ یہود کی عبادت کا دن ہفتہ اور نصاریٰ کا اتوار ہے یہ ان دنوں میں عبادت الٰہی کے لیے مکمل طور پر پورا دن

چھٹی کرتے ہیں اس لیے مناسب ہے کہ مسلمان بھی اپنی عبادت کے دن یعنی جمعہ کے دن مکمل چھٹی کریں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں افضل الایام عنداللہ یوم الجمعۃ ۔ جمعہ کا دن اللہ کے نزدیک بہترین دن ہے۔ رواہ البیہقی فی الشعب عن ابی ہریرہ وحسنہ السیوطی فی الجامع الصغیر ص ۴۹ ج ۱ اور ظاہر ہے افضل الایام میں نیک اعمال اور عبادات بجالانا زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے اسی وجہ سے رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تضاعف الحسنات یوم الجمعۃ. جمعہ کے دن نیکیاں بڑھا دی جاتی ہیں۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط۔ ظاہر ہے کہ چھٹی کی صورت میں انسان زیادہ نیک کام کرسکتا ہے اس لیے جمعہ کے دن چھٹی مناسب ہے۔ خاصا جمعہ کے دن چھٹی کرنے سے مسلمان وہ تمام کام بآسانی کر سکتے ہیں جو نماز جمعہ سے پہلے کرنا سنت ہیں مثلاً غسل کرنا اور جمعہ کی ادائیگی کے لیے پہلی ساعت میں صبح صبح جامع مسجد کو چلا جانا اس لیے جمعہ کے دن مکمل طور پر چھٹی کرنا ہی مناسب ہے۔

شرعاً آذانِ جمعہ سے نماز جمعہ تک چھٹی کرنا واجب ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے یایھا الذین اٰمنو اذا نودِیَ للصّلوٰۃِ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ و ذروا البیع ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون ο فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون۔

اے ایمان والو جب نماز کی آذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔ پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ (۲۸ پ ۱۲) اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ آذانِ جمعہ سے کاروبار چھوڑنا اور نماز جمعہ کے لیے جانا واجب ہو جاتا ہے۔ مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ ''خیال رہے کہ حضور کے زمانہ شریف میں نماز جمعہ کی صرف ایک آذان ہوتی تھی بوقت خطبہ۔ عہد صدیقی وفاروقی میں یہی رہی۔ زمانہ عثانی میں ایک آذان اور بڑھائی گئی''۔ (نور العرفان ص ۸۸۵)

صبح صادق سے زوال تک جامع مسجد جانا مستحب ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ مـــن اغتسل یوم الجمعۃ غسل الجنابۃ ثم راح فکانما قرب بدنۃ و من راح فی الساعۃ

الثانية فكانما قرب بقرة و من راح في الساعة الثالثة فكانما قرب كبشا و من راح في الساعة الرابعة فكانما قرب دجاجة و من راح في الساعة الخامسة فكانما قرب بيضة فاذا خرج الامام حضرت الملآئكة يستمعون الذكر ۔ (نسائی شریف ص۲۰۶ ج۱)

وفی الباب عن عبداللہ بن عمرو وسمرۃ قال ابوعیسیٰ حدیث حسن صحیح (ترمذی ص۹۲ ج۱) ورواہ الامام مالک والشافعی والترمذی والنسائی۔ (صحیح البہاری ص۵۹۷)

''جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے جیسے جنابت کا غسل کیا جاتا ہے پھر پہلی ساعت میں (جامع مسجد کو) جائے تو گویا اس نے ایک اونٹ کی قربانی کی اور جو دوسری ساعت میں جائے تو گویا اس نے ایک گائے کی قربانی کی اور جو تیسری ساعت میں جائے تو گویا اس نے سینگوں والے مینڈے کی قربانی کی اور جو چوتھی ساعت میں جائے تو گویا اس نے ایک مرغی کسی نیک کام میں خرچ کی اور جو پانچویں ساعت میں جائے تو گویا اس نے انڈا خرچ کیا۔ پھر جب امام خطبہ کو نکلتا ہے تو فرشتے ذکر سننے کے لیے حاضر ہو جاتے ہیں۔

(بہار شریعت ص۹۲ ح۴)

ساعت جمعہ کے مفہوم میں اختلاف علماء ہے

ساعت جمعہ میں اختلاف کے بارہ میں امام محی الدین نووی لکھتے ہیں۔ وفی المسئلة خلاف مشهور مذهب مالک و كثير من الصحابة والقاضی حسين وامام الحرمين من اصحابنا ان المراد بالساعات هنا لحظات لطيفة بعد زوال الشمس والرواح عندهم بعد الزوال وادعوا ان هذا معناه في اللغة وتذهب الشافعی وجماهير اصحابه وابن حبيب المالکی وجماهير العلماء استحباب التكبير اليها اول النهار والساعات عندهم من اول النهار والرواح يكون اول النهار و آخره قال الازهری لغة العرب الرواح الذهاب سوآء كان اول النهار أو آخره اوفی الليل وهذا الصواب الذی يقتضيه الحديث والمعنی ۔اور اس مسئلے میں اختلاف مشہور ہے امام مالک اور ان کے اکثر اصحاب اور قاضی حسین اور امام الحرمین کا مذہب یہ ہے کہ ان ساعات سے مراد زوال کے بعد جانا ہے اور انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ اس لفظ کا لغت میں یہی معنی ہے اور امام شافعی اور ان کے سارے اصحاب اور ابن حبیب

مالکی اور تمام علماء کے نزدیک دن کے آغاز سے جامع مسجد کو چلا جانا مستحب ہے اور ان کے نزدیک ساعات جمعہ کا آغاز یوم جمعہ کے آغاز سے ہوتا ہے اور ان کے نزدیک رواح کا لفظ مطلق جانے کے معنی میں ہوتا ہے خواہ کوئی صبح جائے یا شام کو اور ازہری نے کہا ہے کہ عرب کی لغت میں رواح کے لفظ کا معنی جانا ہے خواہ کوئی صبح جائے یا شام کو یا رات کو اور اس دوسرے قول کی درستی حدیث اور قیاس دونوں کا تقاضا ہے۔

(منہاج شرح مسلم شریف ص ۳۰۰ ج ۱)

امام غزالی کی وضاحت

جمعہ کی ساعات کی وضاحت میں امام غزالی فرماتے ہیں۔ الساعة الاولی الی طلوع الشمس و الثانية الی ارتفاعها والثالثة الیٰ انبساطها والرابعة والخامسة بعد الضحیٰ الاعلیٰ الی الزوال ۔پہلی ساعت سورج طلوع ہونے تک ہے اور دوسری ساعت اس کے بلند ہونے تک اور تیسری ساعت اس کے پھیل جانے تک اور چوتھی ساعت اور پانچویں ساعت بڑی چاشت ہونے سے زوال ہونے تک ہے۔ (مختصر احیاء العلوم ص ۴۶)

الحمدللہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ والے دن دنیاوی کاروبار کی چھٹی کر کے صبح صادق کے وقت جامع مسجد کی طرف چلا جانا مستحب ہے۔ اور اس پر اونٹ کی قربانی کے ثواب جتنا ثواب ملنے کی بشارت سنائی گئی ہے۔ ولہذا جو لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن حکیم اور سیرت مبارکہ میں کسی دن چھٹی کا ذکر نہیں سورۂ جمعہ میں واضح ارشاد ہے کہ جمعہ کے دن خرید و فروخت سے وقت نکال کر صلوٰۃ کے لیے حاضر ہو جاؤ اور صلوٰۃ کے بعد مصروف کار ہو جاؤ ان کی نظر میں قرآن مجید ہی ہے۔ کاش یہ لوگ اگر قرآن مجید کے حکم کے ساتھ ساتھ حدیث پاک کا یہ حکم بھی دیکھتے تو وہ یہ غلط دعویٰ نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ۔ اللہ کا حکم مانو اور رسول اللہ کا حکم مانو۔ اس لیے دونوں حکم ماننے کی ضرورت ہے ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ تعطیل جمعہ کے سلسلہ میں قرآن کا حکم وجوب کے لیے ہے اور حدیث پاک کا حکم استحباب کے لئے اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

نماز جمعہ کے بعد فضل ڈھونڈنے کے معنی میں بھی اختلاف علماء ہے

بعض علماء فضل سے مراد رزق لیتے ہیں اور بعض علم دین شیخ تقی الدین حلبی فرماتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ فاذا

قضیت الصلوٰة ای فرغ منها فانتشروا فی الارض للتجارة والتصّرف فی الحوائج وابتغوا من فضل الله یعنی الرزق وقال انس اما انه لیس لطلب دنیاً و لکن لعِیادة مریض و شهود جنازة و تعلیم علم و زیارة اخ فی الله قال و علمک مالم تکن تعلم و کان فضل الله علیک عظیماً وقال لقد آتینا داود منا فضلاً یعنی العلم فتعلم العلم وتعلیمه فی هذا الیوم من افضل القربات۔ (نزہۃ الناظرین ص ۸۰)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کا ارشاد جب نماز پوری کر دی جائے یعنی اس سے فراغت ہو جائے تو زمین میں تجارت اور اپنے دوسرے کاموں کے لیے پھیل جاؤ۔ اور اللہ کا فضل یعنی رزق تلاش کرو اور یہ امر اباحت کے معنی میں ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اگر تو چاہے تو بیٹھا رہ اور اگر چاہے تو عصر تک نوافل پڑھ اور حضرت انس فرماتے ہیں کہ یہ حکم دنیا کی تلاش کے لیے نہیں بلکہ مریض کی عیادت، جنازہ کی نماز میں شرکت، علم دین حاصل کرنے اور دینی بھائی کی زیارت کے لیے ہے امام غزالی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے علم کا نام فضل رکھا ہے اور (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر) فرمایا "تجھے وہ کچھ سکھا دیا جو تو نہیں جانتا تھا اور تجھ پر اللہ کا بڑا فضل ہے" اور فرمایا اور البتہ ہم نے اپنی طرف سے داؤد کو فضل یعنی علم دیا پس جمعہ کے دن علم دین پڑھنا اور پڑھانا اعلیٰ درجہ کی عبادات میں سے ہے۔

الحمدللہ اس سے معلوم ہوا کہ نماز جمعہ کے بعد رزق تلاش کرنا شرعاً ضروری نہیں ہے ہاں اس کی رخصت اور اباحت ہے لیکن جمعہ کے دن شام تک عبادت الٰہی کی غرض سے چھٹی کرنا مستحب ہے۔ ولہذا آجکل کے ایک مفکر اسلام مفتی محمد خان قادری صاحب کا یہ لکھنا کہ "قرآن کریم نے ایک اور مقام پر زیر موضوع مسئلہ پر بڑی ہی تفصیلی گفتگو کی ہے ایام ہفتہ میں سب سے مقدس دن اسلام میں جمعہ ہے اس دن نماز جمعہ اور خطبہ کے لیے امتِ مسلمہ کو خصوصی اہتمام کا حکم دیا گیا ہے لیکن توجہ طلب بات یہ ہے کہ جمعہ کی حاضری سے قبل بھی کاروبار کا تذکرہ ہے اور بعد از جمعہ بھی کام کی تلقین ہے۔ ان آیات ربانیہ کو پڑھیئے اور ان سے روشنی حاصل کر کے ملک وقوم کے لیے شب و روز جدوجہد کے لیے کمربستہ ہو جایئے۔ ارشاد رب العزت ہے" اے ایمان والو[1] جب جمعہ کے دن نماز کے لیے بلایا جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف چل پڑو اور خرید و فروخت

---

[1] جمعہ کے دن آذانِ جمعہ سے پہلے تجارت وغیرہ کی رخصت ہے انہی رخصت کے عاملین کو خطاب ہو رہا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے کاش تم اسے جان لو۔ پھر جب تم نماز ادا کرلو تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ'' ان آیات میں یہ نہیں فرمایا کہ جمعہ کے روز کام نہ کرو چھٹی کرو بلکہ یہ فرمایا کہ جب جمعہ کا وقت ہو جائے تو کام چھوڑ کر اپنے ربّ کریم کی بارگاہ میں حاضری کے لیے فی الفور آ جاؤ۔ کوئی کام اس حاضری میں رکاوٹ نہ بنے اور جب تم فارغ ہو جاؤ تو پھر زمین میں اللہ کے رزق کی تلاش میں پھیل جاؤ۔ گویا اسلام کے نزدیک وہی معاشرہ ترقی کے مراحل طے کرسکتا ہے جس کے افراد مسلسل سعی و جہد کو اپنا فریضہ تصور کرتے ہوں (ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال اپریل ۱۹۹۷ء ص نمبر ۲۲) مفتی صاحب[1] کی قلت فہم و تدبر کا نتیجہ ہے۔ مفتی صاحب نے اس حدیث نبوی کی طرف نہیں دیکھا ہے جو ہم پیچھے پیش کر آئے ہیں اس لیے یہ لکھ دیا کہ ''اسلام کے نزدیک وہی معاشرہ ترقی کے مراحل طے کرسکتا ہے جس کے افراد مسلسل سعی و جہد کو اپنا فریضہ تصور کرتے ہوں'' اور یہ بھی نہ سوچا کہ اسلام کے نزدیک اگر یہی بات ہے تو پھر ہمیں اتوار کی چھٹی بلکہ عیدین بلکہ عید میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دنوں کی چھٹیاں بھی نہیں کرنی چاہیں کیونکہ یہ چھٹیاں بھی تو مسلسل سعی و جہد میں جمعہ کی چھٹی کی طرح ضرور مخل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

جمعہ کے دن چھٹی کرنا عبادت کی نیت سے مستحب ہے

الحمد للہ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ عقل و نقل دونوں کے اعتبار سے عبادت الٰہی کی غرض سے جمعہ کے دن صبح صادق سے غروب آفتاب تک چھٹی کرنا شرعاً مستحب ہے۔ اور حکومتی سطح پر بھی اس دن کی چھٹی زیادہ مناسب ہے اس لیے اس دن کی چھٹی کو اسلامی تعلیمات کے خلاف بتانا اپنی بے سمجھی کا ثبوت دینا ہے قرآن و سنت کے مجموعی حکم کو پیش نظر نہ رکھنا گمراہی کا سبب بنتا ہے اللہ تعالیٰ ہدایت دے آمین اب ہم جمعہ کے دن مکمل چھٹی کرنے کے بارہ میں بزرگان دین کا طریقہ اور معمول بھی پیش کرتے ہیں تا کہ اس مسئلے پر مزید روشنی پڑ جائے و باللہ التوفیق۔

---

[1] مفتی محمد خان قادری پروفیسر طاہر القادری کے ابتدائی ساتھی ہیں آج کل اگر چہ اس سے جدا ہو گئے ہیں لیکن دونوں کے نظریات و خیالات ایک جیسے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

امام غزالی کا ارشاد

آپ فرماتے ہیں وان قدر علی ان یجعل یوم الجمعة للآخرة فلایشغل فیه بشئی من اشغال الدنیا فمن فعل فانها کفارة لمابین الجمعتین اور اگر کوئی شخص اس بات پر قدرت رکھے کہ وہ جمعہ کے دن کو آخرت کے لیے وقف کرے اور وہ دنیا کے کسی بھی کام میں مشغول نہ ہو تو اس کا یہ عمل اس کے دو جمعوں کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔

(مختصر احیاء العلوم ص ۴۷)

مقام غور ہے کہ سچے مفکر اسلام امام غزالی تو جمعہ کے دن چھٹی کرنے اور اس دن کو عبادت الٰہی میں گزار دینے کا اتنا ثواب بیان فرمارہے ہیں مگر دوسری طرف آج کل کے نام نہاد مفکرِ اسلام حافظ شکیل احمد لکھتے ہیں۔ ''پاکستان میں ویکلی آف کا نظام اتوار کی بجائے جمعہ کو ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے اپنی حکومت کے اختتامی دور میں رائج کیا جس پر مذہبی قائدین نے خوشیاں منائیں اور اسلام کی ایک خدمت اور اپنی جیت قرار دیا یوں پاکستان میں پہلی بار جمعہ کی تعطیل کو مذہب کے ساتھ منسلک کیا گیا اور یہ انسلاک بڑھتے بڑھتے یہاں تک متعدی ہوا کہ اب جمعہ کی تعطیل کو مذہب کا اٹوٹ انگ بنا دیا گیا ہے۔ اس کے سوا اب کسی بھی دن کا آفیشل آف غیر مذہبی سمجھا جانے لگا ہے''۔ (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور فروری ۱۹۹۷ء ص ۴۳)

والی الله المشتکیٰ ولاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم.

صحابۂ کرام کا معمول

امام تقی الدین حلبی لکھتے ہیں۔ **قال الغزالی وکان فی القرن الاول تری الطرقات سحراً وبعد الفجر مملوءة من الناس یمشون فی السرج ویزدحمون فیها الی الجامع کایام العید حتی اندرس ذلک واوّل بدعة احدثت فی الاسلام ترک البکور الی الجامع یوم الجمعة.** امام غزالی نے فرمایا قرن اول یعنی عہد صحابہ کرام میں جمعہ کے دن سحری کے وقت اور نماز فجر کے بعد جامع مسجد کی طرف جانے والے لوگوں سے راستے بھرے ہوئے دیکھتے جاتے تھے درآن حالیکہ

وہ چراغوں کی روشنی میں اس طرح بھیڑ کے ساتھ چلتے تھے جس طرح لوگ عید کے دنوں میں عیدگاہ کی طرف بھیڑ کے ساتھ چلتے ہیں یہ عمل مٹ جانے تک جاری رہا اور اسلام میں سب سے پہلی بدعت جو واقع ہوئی وہ جمعہ کے روز جامع مسجد کی طرف لوگوں کا سویرے چلے جانے کا ترک ہی ہے۔

(نزہۃ الناظرین ص ۸۱)

امام غزالی اس کے بعد لکھتے ہیں۔ و کیف لا یستحی المسلمون من الیھود و النصاریٰ وھم یبکرون الی البیع والکنائس یوم السبت ویوم الاحد و طلاب الدنیا یبکرون الی رحاب الجامع للبیع والشرآء والربح فلم لایسابقھم طلاب ربح الآخرۃ فقد قیل ان الناس یوم القیامۃ یکونون فی قربھم عند النظر الیٰ وجہ اللہ تعالیٰ علی قدر بکورھم الی الجمعۃ ۔اور مسلمان یہود نصاریٰ سے کیوں نہیں شرماتے کہ وہ ہفتہ اور اتوار کے دنوں میں اپنی عبادت گاہوں کی طرف سویرے سویرے چلے جاتے ہیں۔اور دنیا کا منافع حاصل کرنے والے لوگ صبح صبح خرید وفروخت اور منافع ملنے کی جگہوں میں چلے جاتے ہیں۔سو کہا گیا ہے کہ قیامت کے روز لوگ دیدار الٰہی کے وقت اللہ کے قرب میں اس انداز پر ہوں گے جس انداز پر وہ نماز جمعہ کی طرف سویرے جایا کرتے تھے۔

پھر آگے لکھتے ہیں۔ دخل ابن مسعود بکرۃ الی الجامع فرای ثلاثۃ نفر قد سبقوہ بالبکور فاغتم لذلک وجعل یعتب نفسہ و یقول لھا رابع اربعۃ ۔صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک روز جمعہ کے دن جامع مسجد میں صبح کے وقت داخل ہوئے اور آپ نے تین آدمیوں کو سبقت لیے ہوئے پایا تو اپنے آپ کو کوسنے لگے اور فرمانے لگے تو چوتھے نمبر والا ہے۔

سبحان اللہ کہاں عہد صحابہ کا یہ حال اور کہاں آج کل کے نام نہاد مفکرین اسلام کا خیال کہ وہ تو مسلمانوں کو جمعہ کے دن دنیا کے کاموں سے چھڑانے کی کوشش فرماتے تھے اور یہ نااہل انہیں اس دن دنیا کے کاموں میں مزید پھنسانا چاہتے ہیں والی اللہ المشتکی ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔ الحمدللہ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے بخوبی ظاہر ہو گیا ہے کہ جمعہ کے روز چھٹی کرنا صحابہ کرام

کے دور سعید سے مسلمانوں کا معمول چلا آ رہا ہے۔ یہاں تک کہ آج کل کے اس گئے گزرے دور میں بھی عرب ممالک میں جمعہ کے دن ہی چھٹی کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو بھی اتوار کی چھٹی منسوخ کرنے اور جمعہ کی چھٹی بحال کرنے کی توفیق بخشے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لئے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قادری بریلوی کے دو فتوے بھی یہاں پیش کر دیے جائیں وباللہ التوفیق۔

یوم عیدین کی چھٹی کے بارہ میں فتویٰ مبارکہ

مسئلہ: زید عید کی نماز پڑھنے سے پہلے درزی کا کام کرتا ہے بکر نے کہا زید نے نماز سے پہلے جتنی مزدوری کی وہ حرام ہے۔ اس لیے کہ اس نے جتنا کام قبل نماز کیا وہ ناجائز تھا۔ آیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: بکر محض غلط کہتا ہے جب کہ زید نے ادائے نماز میں قصور نہ کیا تو قبل نماز کام کرنا حرام تھا نہ بعد نماز نہ اس اجرت میں کوئی حرج ہے ہاں اگر کام کے سبب نماز نہ پڑھتا تو وہ کام حرام ہوتا۔ اجرت پھر بھی حرام نہ تھی یہ تو حلت وحرمت کا حکم ہے۔ البتہ مستحب ہے کہ ضرورت نہ ہو تو عید کے دن نماز سے پہلے متعلقات عید کے سوا کوئی دنیوی کام نہ کرے کہ خوشی کا دن ہے نہ محنت کا اس دن کا اور دوسرے دنوں سے امتیاز چاہیے اسی واسطے ہر گروہ میں اپنی اپنی عیدوں کے دن تعطیل کا معمول ہے پھر بھی یہ کوئی واجب نہیں اور ضرورت ہو جب تو گنجائش کلام ہی نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ ص ۸۲۷ ج ۳)

جمعہ کی تعطیل کے بارہ میں فتویٰ مبارکہ

مسئلہ: بروز جمعۃ المبارک مکتب کے لڑکوں کو چھٹی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو حدیث وآیت سے آگاہ فرما دیں۔

الجواب: جمعہ کی چھٹی ہمیشہ معمول علمائے اسلام ہے اور اسی قدر اس کی سند کے لیے کافی۔ ایسی جگہ

بالخصوص آیت یا حدیث ہونا ضروری نہیں۔ اور آیت اور حدیث سے یوں نکال بھی سکتے ہیں کہ حدیث صحیح میں جمعہ کی پہلی ساعت سے جمعہ کی طرف جانے کی ترغیب فرمائی تو صبح سے فراغِ جمعہ تک تو وقت اہتمام و انتظارِ جمعہ میں گزرا علم پڑھنے کا کیا وقت ہے؟ اگر کہے مسجد میں جا کر علم پڑھے تو قبل نماز جمعہ حلقہ علمی سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔ اور بعد نماز فرمایا گیا۔ **فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ** ۔ جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ یہاں بھی تجارت وکسب حلال کا ذکر فرمایا نہ کہ تعلیمِ علم کا تو معلوم ہوا کہ وہ دن علم پڑھنے پڑھانے کی چھٹی کا دن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۱۰۹ جلد دہم حصہ دوم)

جمعہ کے تقدس کی پامالی کا بہانہ

بعض لوگ جمعہ کے دن چھٹی نہ ہونے کے حق میں یہ دلیل دیتے ہیں کہ چھٹی کی صورت میں لوگ اس دن بیاہ شادی کریں گے اور اس میں گانا بجانا اور ناچ وغیرہ ہوگا اور ظاہر ہے کہ ان کاموں سے جمعہ کی حرمت پامال ہوگی۔ لیکن اگر جمعہ کو چھٹی نہ ہوگی تو لوگ دفتروں میں بارہ بجے دن چھٹی ہونے پر سیدھے جامع مسجد آئیں گے اور نماز جمعہ بھی پڑھیں گے اور ناچ گانا وغیرہ ناجائز کاموں سے بھی بچے رہیں گے۔ ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ یہ دلیل درست نہیں ہے۔ کیونکہ جمعہ کے دن چھٹی نہ ہونے کی صورت میں اس کے تقدس کی پامالی یقینی ہے اور وہ اس وجہ سے کہ اس دن کو دوسرے عام دنوں کی طرح کام اور محنت کا دن بنا دیا جائے گا اور اس کا دوسرے دنوں سے امتیاز ختم ہو جائے گا ظاہر ہے کہ اس میں اس کے تقدس کی پامالی یقینی ہے اور اگر چھٹی ہوگی تو اس کا تقدس چھٹی کی وجہ سے بہر حال قائم رہے گا اور بالفرض اگر کسی جگہ میں کوئی ایسی شادی ہوگی جس میں ناچ گانا بھی ہوگا تو خاص اسی جگہ میں اسی جمعہ کے دن کے تقدس کی پامالی ہوگی لیکن دوسری جگہوں میں اس کا تقدس بدستور قائم رہے گا۔ مزید برآں حکومت قانون نافذ کر سکتی ہے کہ جمعہ کے دن شادی میں کوئی شخص ناچ گانا وغیرہ ناجائز کام نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق بخشے'' آمین '' بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

(۲۵ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اکتیسواں مقالہ

زخمی میت کے غسل

کا اسلامی طریقہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :۔ محب مخلص محترم محمد بشیرالدین طاہر علوی صاحب نے ٹیکسلا کینٹ سے زخمی میت کے غسل کے بارہ میں درج ذیل استفتاء بھیجا۔

استفتاء

ایک شخص سوئی گیس کے بھڑکنے سے جل گیا۔ ایک ہفتہ ہسپتال میں زیر علاج رہنے کے بعد مر گیا۔ اس کے جسم پر ہسپتال کی پٹیاں بندھی ہوئی ہیں جو کہ اتر نہیں سکتیں یعنی جلے ہوئے جسم کے ساتھ پیوست ہو چکی ہیں اور ڈاکٹر بھی ان پٹیوں کے کھولنے کی اجازت نہیں دیتے اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس میت کو بھی غسل دیا جائے یا نہیں اور کس طرح ؟ کیونکہ پٹیوں پر غسل دیں۔

(۱) تو کفن گیلا رہے گا اور (۲) جنازہ اٹھانے والوں پر بھی پانی گرتا جائے گا۔ جبکہ پٹیاں نہ تو کھل سکتی ہیں اور نہ ہی ڈاکٹر پٹیاں کھولنے کی اجازت دیتے ہیں۔ (السائل محمد بشیرالدین طاہر علوی ٹیکسلا کینٹ)

تو فقیر راقم الحروف نے اس کا درج ذیل جواب لکھ کر بھیجا۔

الجواب بتوفیق الملک الوھاب :۔ صورت مسؤل عنہا میں پٹیوں کو اتارنے کی ضرورت نہیں بلکہ انہی پر پانی بہا دینا کافی ہے۔ باقی رہا کفن کا گیلا ہونا تو اس کا علاج یہ ہے کہ غسل کے بعد میت کو کفن میں رکھنے سے پہلے اسے پاک کپڑے سے خوب پونچھیں کہ اس کا سارا پانی ختم ہو جائے۔ پھر جسم خشک ہونے کے بعد اس کو کفن میں رکھیں ہدایہ باب غسل المیت میں ہے ثم ینشفه بثوب کیلا تبتل اکفانهٗ پھر غسل کے بعد میت کو کپڑے سے خشک کریں تا کہ اس کا کفن گیلا نہ ہو اور شامی میں ہے قوله وینشف فی ثوب ای کی لاتبتل اکفانه وهو طاهر کالمندیل الذی یمسح به الحی بحر اور طحطاوی علی المراقی میں ہے ای یاخذ ماء بثوب حتّٰی یجف من نشف المآء اخذه بخرقة من باب ضرب ومنه کان للنبی صلی الله علیه وسلم خرقة ینشف بها اذا توضاء ۔یعنی پاک رومال سے اسی طرح میت کو خشک کریں جس طرح وضو کے بعد وضوء کے اعضاء کو رومال وغیرہ سے خشک کیا جاتا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (۱۵ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ)

علوی صاحب کا جواب الجواب

پھر علوی صاحب نے ہمارے اس جواب کے جواب میں لکھا۔ ''استفتاء کا جواب ملا پڑھ کر تسلی ہوئی بے شک مسئلہ واضح ہے لیکن آپ سے استدعا ہے کہ ایک بار پھر نظر ثانی فرمائیں۔

مسئلہ پیش آنے کی داستان بیان کرتا ہوں۔ تاکہ الجھن کے حل میں آسانی ہو جائے۔ میرے سسر صاحب فی سبیل اللہ میت کو غسل دینے کا کام کرتے ہیں اور کسی سے کچھ بھی نہیں لیتے اور وہ غسل مکمل حفاظت کے ساتھ دیتے ہیں۔ وہ واہ کینٹ میں رہتے ہیں گذشتہ دنوں میں کسی کام سے ان کے پاس گیا تو ایک میت کے ورثاء ان کو غسل کے لئے بلانے آ گئے۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ فلاں آدمی جل کر ایک ہفتہ ہسپتال میں رہنے کے بعد مر گیا۔ میں نے خود ہی ان سے سوال کیا کہ ایسی صورت میں آپ اس میت کو کس طرح غسل دیں گے؟ جبکہ اس کے جسم پر پٹیاں بندھی ہوئی ہیں۔ اور ان کو کھولنے کی بھی اجازت نہیں ہے میرے اس سوال کے جواب میں انہوں نے کہا۔ ہم ایسے میت کو پورا غسل نہیں دیں گے کیونکہ اس طرح کفن گیلا ہوگا۔ ہم صرف اسے استنجاء اور وضوء وغیرہ کرا کے کفنا دیں گے۔ جس پر میں نے اعتراض کیا کہ غسل میت زندوں پر کرانا فرض ہے اور تیمم کی اس میں کوئی صورت پیش نہیں آتی۔ وضو اور استنجاء غسل کے فرض کو پورا نہیں کرتے۔ آپ نے اتنی بڑی ذمہ داری قبول کی ہے۔ تو آپ کو مسئلہ جاننا چاہیے۔ اگر معلوم نہیں تو جاننے والوں سے پوچھنا چاہیے اور میں ناواقف ہوں اس لئے میں اس کا حل نہیں بتا سکتا۔ یہ کہہ کر میں واپس گھر آ گیا اور آپ کو استفتاء بھیجا تاکہ میں اس کا مدلل جواب پا کر ان کو اس مسئلہ کے بارہ میں سمجھا سکوں میں چاہتا ہوں کہ استفتاء کا جواب اتنا اچھا ہو کہ ان کو سوال اٹھانے کا موقعہ ہی نہ ملے اور اگر وہ کوئی سوال اٹھا دیں تو میں ان کو مطمئن کر سکوں لہٰذا خط کشیدہ جز (الف) پر نظر ثانی فرما کر نظرِ بتدریس فرمایئے۔ کیونکہ جز (ب) کہ ''جنازہ اٹھانے والوں پر پانی گرتا رہے گا'' یہ مسئلہ تو حل ہو گیا کہ خشک کپڑے کی مدد سے پانی کو پٹیوں سے خشک کر لیا جائے۔ جبکہ میرے سوال کی (جز الف) کہ ''پٹیوں پر غسل دینے سے کفن گیلا! رہے گا''۔ یہ سوال تو اپنی جگہ قائم رہا۔ چونکہ اس کا تعلق پریکٹیکل سے ہے اور یہی وہ مشکل ہے جس کی بناء پر علماء سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔ پاک کپڑے یا رومال سے پونچھنا یا خشک کر لینا ہر اس میت کے لئے ہے۔ جس کو غسل دیا جائے اور اس کا بدن صحیح سالم ہو تاکہ کفن گیلا نہ ہو۔ صورت مسئولہ میں تو میت کے جسم پر پٹیاں

بندھی ہوئی ہیں اور پٹیوں کے نیچے کافی موٹی روئی کی تہ ہوتی ہے اور جلے ہوئے کی پٹی تو انتہائی نگہداشت کے شعبہ سے کرائی جاتی ہے روئی بھی پانی کو جذب کرتی ہے اور کپڑا بھی پانی کو جذب کرتا ہے۔ عملی مشاہدہ تو یہی ہے کہ ایسے میت کو پٹیوں پر سے خوب دبا کر غسل کا پانی سک ڈرائی تو کیا جا سکتا ہے مگر پٹیاں اور روئی بدستور گیلی رہیں گی۔ جو کہ کفن کو گیلا کر دیں گی۔ خشک کپڑے کی مدد سے گیلے کپڑے سے گیلا پن نچوڑا جا سکتا ہے لیکن کپڑا ابدستور گیلا ہی رہے گا اس کو خشک کرنے کے لئے ہوا، حرارت اور وقت درکار ہوں گے۔ لہٰذا صورت مسئلہ کی جز (ب) پر نظر ثانی فرمایئے اور نظر بتدریس فرماتے ہوئے مجھے اس مسئلہ کی تعلیم فرمایئے۔ نیز جو کچھ میں نے غرض وغایت میں بیان کیا ہے اس غرض وغایت کو صورت مسئولہ میں جواب دیتے وقت شامل فرمائیں کیونکہ میرا مشن یہ کہ اپنے علم میں ترقی کے ساتھ ساتھ اپنے بزرگوار سسر صاحب کو طریقہ بھی تعلیم ہو جائے اور میری طرف سے بے ادبی اور گستاخی بھی نہ ہو۔

راقم الحروف کا جواب الجواب

محترم آپ نے اس مسئلہ کو بہت پیچیدہ سمجھ لیا۔ اس لئے آپ نے ہمارا جواب واپس کر دیا ہے اور نئی وضاحت کا مطالبہ کیا ہے۔ اس بارہ میں عرض ہے کہ ہم آپ کا یہ استفتاء دوسری جگہوں کے مفتیان کرام کو بھیجیں گے ان کی سرکار سے جو جواب ملے گا آپ کو اس سے انشاء اللہ العزیز آگاہ کر دیں گے۔ تاکہ آپ کی تسلی ہو جائے۔ صرف استنجاء اور وضو کرانے سے تو یہ فرض غسل نہیں اترے گا کیونکہ اگر فرض غسل ناممکن ہو تو پھر اس غسل کے لئے صحیح جگہوں کا دھونا اور باقی جگہوں کا مسح کرنا شرعی حکم ہے لیکن یہ شرعی حکم زندوں کے بارہ میں ہی ہے کہ ان کی پٹیاں کھولنے اور دھونے سے زخموں کے درست ہونے میں دیر لگے گی اور ظاہر ہے کہ یہ وجہ میت کے حق میں پائی نہیں جاتی ولہذا یہاں پٹیوں کے مسح سے کام نہیں چل سکے گا تو لازماً پٹیوں پر پانی ہی تو بہانا پڑے گا۔ خیر جو جواب علمائے کرام سے ملے گا آپ کو اس سے آگاہ کیا جائے گا آپ انتظار رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی ہو۔ آمین۔

علوی صاحب کا دوسرا جواب الجواب

علوی صاحب نے ''راقم الحروف کے جواب الجواب'' کے جواب میں اپنا دوسرا جواب الجواب ان لفظوں میں لکھ کر بھیجا۔

''چونکہ میں ایک ادنیٰ طالب علم ہوں۔ نقص عقل اور کم علمی کی وجہ سے واقعی یہ مسئلہ میرے لئے پیچیدہ ہو گیا ہے۔ بخدا میں نے آپ کا جواب واپس نہیں کیا بلکہ اس جواب کی نقل کر کے اپنے پاس محفوظ کرنے کے بعد جو مشکلات مجھے درپیش تھیں ان کو بروئے کار لاتے ہوئے تسکین قلب کے لئے تدریس کی گذارش کی ہے جبکہ مجھے درپیش مشکلات کا حل آپ کے اسی جواب میں واضح ہو گیا ہے۔ گذشتہ دنوں ایک ملاقات کے دوران میں نے اپنے سسر صاحب سے پھر یہ پوچھا کہ آپ نے اس میت کو کس طرح غسل دیا تھا تو انہوں نے فرمایا۔ ''جو اعضاء ننگے تھے ان کو دھو دیا اور باقی پٹیوں پر مسح کر دیا تھا اور پھر مسح کے علاوہ ہم کر بھی کیا سکتے ہیں''۔ میں نے پھر پوچھا۔ ''کیا کسی عالم سے آپ نے اس مسئلہ کے متعلق دریافت کیا ہے یا کسی کتاب میں ایسا پڑھا ہے تو بتایئے کیونکہ میرے ناقص علم میں تو یہی ہے کہ مسح کرنا زندوں کے حق میں ہے نہ کہ مردوں کے حق میں۔ قبلہ حافظ صاحب (سسر صاحب) کا جواب نفی میں پا کر میں نے ان کو بتا دیا کہ عنقریب میں آپ کو اس بارہ میں مکمل وضاحت دوں گا۔ انشآءاللہ''۔

متعدد جگہوں پر اس استفتاء کی ترسیل

اس استفتاء کا جواب حاصل کرنے کے لئے ہم نے تقریباً بیس جگہ کے مفتیان حضرات کی خدمت میں یہ استفتاء بھیجا۔ جن بزرگوں نے اس کے جواب میں لکھا کہ اسے پورا غسل دیں گے۔ ان کے جوابات یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

مفتی عبدالرشید صاحب رضوی کا جواب

الجواب: موت کے بعد غسل ضروری ہے۔ **تنجسہ بالموت قیل نجاسۃ خبث وقیل حدث** (درمختار) اس لئے کہ بوجہ موت اس میں نجاست آجاتی ہے بعض فقہاء کرام کے نزدیک نجاست خبث (جس سے غسل واجب ہوتا ہے) اور بعض کے نزدیک نجاست حدث (جیسے انتقاض وضوء سے اعضاء دھوئے جاتے ہیں)۔ ردالمحتار ص ۶۳۰ ج ا میں ہے **قلت ویؤیدہ اطلاق محمد رحمہ اللہ الخ**۔ یعنی علامہ سید امین الدین رحمۃ اللہ فرماتے ہیں (پہلے قول کی) تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے میت کے غسالہ کی نجاست کو مطلق رکھا۔ یونہی فقہاء کے قول سے بھی تائید ہوتی ہے کہ انہوں نے

فرمایا اگر میت غسل سے پہلے کنوئیں میں گر گیا تو اس کے پانی کو ناپاک کر دے گا اور اسی طرح اگر غسل سے قبل اسے اٹھایا گیا اور اٹھانے والے نے نماز جنازہ پڑھی تو نماز نہ ہوگی۔ اور سوائے اس کے نہیں کہ مسلمان میت غسل سے پاک ہو جاتا ہے اپنی کرامت کی وجہ سے اسی لئے اگر کافر غسل کے بعد کنوئیں میں گرا تو کنواں ناپاک ہو جائے گا۔ دوسرے قول کی تائید بحرالرائق کتاب الطہارۃ میں مذکور ہے کہ اصح یہ ہے کہ میت کا غسالہ بھی مستعمل ہوتا ہے۔ اب امام محمد رحمہ اللہ کے قول اطلاق نجاست کی وجہ یہ ہے کہ میت غالباً ظاہری نجاست سے خالی نہیں ہوتا۔

ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ میت کو غسل دینا لابدی اور ضروری ہے۔ مگر میت کی حالت کے مطابق اس کو غسل دیا جائے گا۔ اگر بدن صحیح اور درست ہو تو مسنون طریقہ سے اسے غسل دیا جائے گا اور اگر پھٹا یا جلا گلا ہو تو اس کے مطابق غسل دیا جائے گا۔

فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ نمبر ۱۵۸ میں ہے۔ **ولو کان المیت متفسخاً یتعذ رمسحه کفیٰ صب المآء علیه کذا فی التتار خانیه ناقلاً عن العتابیة** ۔ یعنی اگر میت گلا سڑا ہو کہ اس کو چھونا متعذر ہو تو اس پر پانی انڈیل دیا جائے گا۔ اسی طرح فتاویٰ تاتارخانیہ نے فتاویٰ عتابیہ سے نقل فرمایا ہے۔

صورت مسئولہ میں جب پٹیاں میت کے جسم کے ساتھ پیوست اور چپکی ہوئی ہیں اور ڈاکٹر ان کو کھولنے سے روکتے ہیں تو میت کی حالت کے مطابق غسل دیا جائے گا۔ پھر اسے روئی یا تولیہ کے ساتھ خشک کر لیا جائے تاکہ کفن بھیگنے سے ملوث نہ ہو۔ **وینشف فی ثوب** یعنی کپڑے سے خشک کیا جائے (تنویر) **کیلا تبتل اکفانه وهو طاهر** (ردالمختار) تاکہ گیلا نہ ہو اور جس کپڑے سے بدن میت کو خشک کریں پاک ہو۔ فقط اللہ ورسولہ اعلم (مولانا) محمد عبدالرشید رضوی صدر مدرس جامعہ شیخ الاسلام رضویہ جھنگ صدر۔ ۹۵ء۔۱۔۱

مولانا سید مراتب علی شاہ صاحب کا جواب

الجواب: بسم الله الرحمن الرحیم. نحمدهٗ ونصلی علی رسوله الکریم اللهم هدایة الحق والصواب ۔ صورت مستفسرہ میں ہمارے علمائے احناف قدست اسرارھم کے نزدیک شہید کامل کو غسل نہیں دیا جاتا۔ علاوہ اس کے کہ جنبی ہو یا نجاست بدن پر لگی ہو یا شہید ارتثاث ہو۔ شہید ارتثاث وہ ہے جس نے زخمی ہونے کے بعد کھایا پیا یا وصیت کی یا ایک نماز کا وقت گذرا ہو پھر وہ ان زخموں کی تاب نہ لا

کر جل بسا۔ یا میت حریق یا غریق یا غریب یا مہدوم علیہ یا مبطون یا مطعون ہو غسل دیا جائے گا۔ لہذا میت حریق کی پٹیاں کھول دی جائیں اور جو کھل نہ سکیں انہیں کے ساتھ غسل دیا جائے۔ اگر قطرے بعد میں نکلیں تو نجس نہیں، والله تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ اعلم بالصواب هكذا ذكر في ردالمحتار على الدرالمختار لعلامه ابن عابدين رحمة الله عليه ص۲۷۲ ج ا حررہ ابوالحسن سید مراتب علی شاہ غفرلہ المولیٰ القوی مفتی جامعہ رضویہ قمرالمدارس محلہ شمس العارفین بالمقابل کنگنی والہ۔ جی۔ٹی روڈ گوجرانوالہ۔ ۲۴ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ (مہر دارالافتاء)

مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی صاحب کا جواب

الجواب: اگر ڈاکٹر منع کرتے ہیں یا پٹی اتارنے سے چہرہ اترتا ہے تو پٹیوں سمیت ہی غسل دیا جائے گا غسل کے بعد کسی کپڑے یا تولیے سے خشک کرلیں تاکہ جنازہ والے قطرات سے محفوظ رہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

محمد عبدالعلیم سیالوی جامعہ نعیمیہ لاہور۔ (مہر دارالافتاء)

الحمدللہ علمائے اہل سنت مفتیان کرام کے ان تین فتاویٰ مبارکہ سے روز روشن کی طرح روشن ہوگیا کہ صورت مسئولہ میں میت حریق کو پورا غسل دینا فرض ہے۔ لہذا اس کو تیمم کرادینے یا اس کے صحیح سالم جسم کے دھونے اور پٹیوں پر مسح کرنے سے فرض غسل نہیں اترے گا اور اس فرض علی الکفایہ کے ترک پر وہ تمام مسلمان گناہگار ہوں گے۔ جنہیں اس کی موت کی خبر ملی تھی۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

مولانا عبداللطیف صاحب لاہور والوں کا جواب

جون ۱۹۸۹ء میں فقیر راقم الحروف سے اسی قسم کا ایک مسئلہ پوچھا گیا تو اس مسئلہ کے جواب کے لئے ایک استفتاء جامعہ نظامیہ لاہور کے مفتی صاحب کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب مفتی جامعہ رضویہ لاہور نے اس کا جواب عنایت فرمایا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس استفتاء کو اور حضرت مولانا عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جواب کو ناظرین کے اضافہ علمی کے لئے یہاں نقل کیا جائے۔ وباللہ التوفیق۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ میت کوغسل دیتے وقت اس کے پیٹ کے آپریشن کی پٹی اتارنی ضروری ہے یا اسی پر پانی بہادینا کافی ہے۔ جواب مدلل مفصل دے کر ماجور ہوں۔

(السائل حاجی محمد یوسف معرفت مکتبہ حیدریہ بازار سہنسہ، آزاد کشمیر)

الجواب: هو الموفق للصواب: میت کے بدن سے ہروہ کپڑا، پٹی، پلستر، ٹوپی، جوتاوغیرہ علیحدہ کرنا چاہیے جوکفن کی جنس سے نہ ہو۔ پٹی کا مقصد زخم کوخراب ہونے سے بچانا ہے۔ مرنے کے بعد اس کی کوئی ضرورت نہیں لہذا پٹی کوعلیحدہ کر کے غسل دینا ضروری ہے۔ البتہ اگر پٹی ہٹانے میں کوئی خاص دشواری ہے اور پانی بہانے سے پٹی کے نیچے تک پہنچ جائے گا تو پٹی ہٹائے بغیر بھی غسل ہو جائے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ المجیب عبداللطیف عفی عنہ مفتی جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور۔ ۸۹-۱۴۲۶ (مہر جامعہ)

علوی صاحب کے اشکال کا حل

اب رہا علوی صاحب کا یہ اشکال کہ ''پٹیوں پر غسل دینے سے کفن گیلا رہے گا''۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب میت کو مکمل طور پر غسل دے کر پاک وصاف کر دیں گے اور خشک تولیہ رومال وغیرہ سے اس کے بدن پر سے پانی کے قطرات پونچھ دیں گے تو اب اسے کفن میں رکھ سکتے ہیں مزید ہوا، حرارت اور وقت بھی خرچ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب اس کے جسم پر معمولی سی تری کا رہ جانا اور اس تری سے اس کے کفن کا معمولی سا گیلا ہو جانا کچھ ضرر نہیں دے گا۔ کیونکہ میت کے جسم یا اس کے کفن کا مکمل طور پر خشک ہونا کہ نمی بالکل ختم ہو جائے شرط نہیں اس کی مثال یوں سمجھیں کہ اگر نمازی کے کپڑے کونجاست لگ جائے اور وہ اس نجاست کو دھو کر کپڑا پاک کر دے تو اب اس گیلے کپڑے کو پہن کر وہ نماز پڑھ سکتا ہے یہ ضروری نہیں کہ اس کا یہ کپڑا پورے طور پر خشک ہو جائے اور پھر اسے پہن کر نماز پڑھے۔ امید ہے کہ ہماری اس گذارش سے علوی صاحب کا اشکال (سوال) حل ہو گیا ہوگا اور اب وہ مزید کسی قسم کی تشویش میں نہیں پڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ دین حق کے سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔ بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

(۲۴ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ بمطابق ۲۵ فروری ۱۹۹۵ء)

بسم الله الرحمن الرحیم

بتیسواں مقالہ

امانتی دفن کا مسئلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد:- نومبر ۱۹۸۵ء کے اواخر میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب عارف القادری امام مسجد سمور ٹھارہ تحصیل ڈڈیال ضلع میر پور آزاد کشمیر فقیر حیدری غفراللہ تعالیٰ لہٗ کے غریب خانہ پر تشریف لائے تو انہوں نے اپنے علاقہ ٹھارہ میں پیش آمدہ ''امانتی دفن کا مسئلہ'' راقم الحروف پر پیش فرمایا اور اس مسئلہ کی وضاحت میں ''انجمن احباب اہل سنت'' کی طرف سے کتاب شائع کر کے تقسیم کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ چونکہ ''امانتی دفن'' کا مسئلہ خود ہمارے علاقے میں بھی پیش آچکا ہے اس لئے اس مسئلہ کی وضاحت اور اس کا شرعی حکم عامۃ المسلمین پر پیش کرنا ضروری سمجھا گیا۔ اور ایک استفتاء متعدد دینی مدارس کے مفتیان کو بھیجا گیا۔ جس کا جواب بعض بزرگوں نے عنایت فرمایا۔ ہم پہلے وہ استفتاء اور اس کے حاصل کردہ جوابات درج کرتے ہیں۔ پھر اپنا مدلل ومفصل جواب عرض کریں گے۔ تاکہ اس مسئلہ پر پوری پوری روشنی پڑ جائے۔

وباللہ التوفیق ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ میت چند دن تک کے لئے اس کے غائب قریبی رشتہ دار کو اس کا چہرہ دکھلانے کے لئے امانتی دفن کرنا یعنی اس کے سرہانے کا تختہ مٹی سے خالی رکھنا پھر اس کے اس قریبی رشتہ دار کے پہنچنے پر سرہانے کا وہ تختہ ہٹا کر اسے چہرہ دکھلانا اور قبر پر مٹی ڈال کر اسے مکمل کر دینا از روئے شرع شریف بمطابق فقہ حنفی کیسا ہے؟ ایک مولوی صاحب نے کہا ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس قریبی رشتہ دار کے پہنچنے تک قبر پر لگاتار قرآن خوانی کی جائے جواب مدلل ومفصل دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔ (السائل ابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری سہنسہ آزاد کشمیر)

دارالعلوم امجدیہ کراچی کا جواب

الجواب: صورت مسئولہ میں امانۃً دفن کرنے کا طریقہ شریعت میں نہیں ہے۔ اور دفن کرنے کے بعد منہ دکھانے کے لئے قبر کا کھولنا جائز نہیں۔ شامی میں ہے۔ **فانہ لاینبش علیہ بعد اہالۃ التراب** یعنی مٹی قبر پر ڈالنے کے بعد اس کو نہیں کھولا جائے گا۔ لہذا سوال مذکور میں مولوی صاحب کا کہنا درست نہیں''۔

وقار الدین غفر اللہ لہٗ۔

جامعہ نعیمیہ لاہور کا جواب

"صورت مسئولہ میں میت کو ایک دفعہ دفن کرنے کے بعد قبر کو دوبارہ اکھیڑنا فقہ حنفی میں درست نہیں ہے۔ فتح القدیر جلد ثانی صفحہ ۱۰۱ پر ہے۔ واتفقت کلمة المشائخ فی امرأة دفن ابنها وهی غائبة فی غیر بلدها فلم تصبر وارادت نقله انه لایسعها ذالک فتجویز شواذ بعض المتأخرین لایلتفت۔

(ترجمہ) مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کسی عورت کا بیٹا دفن کر دیا گیا اور وہ موجود نہ تھی دوسرے شہر میں تھی۔ اب وہ صبر بھی نہیں کر سکتی۔ اور چاہتی ہے کہ بیٹے کو دوسری جگہ منتقل کرے۔ تو اس کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں۔ بعض متاخرین نے اس کے جواز کا جو شاذ سا قول کیا۔ ہے اس کی طرف توجہ نہ کی جائے گی۔ ردالمحتار علی الدر دالمختار جلد اول ص ۶۶۳ پر ہے۔ اما نقله بعد دفنه فلا مطلقاً۔ دفن کے بعد میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا مطلقاً جائز نہیں۔ زمین احکام شرع کی مکلف نہیں میت کا حال پوشیدہ ہے نہ معلوم کیا صورت حال ہو اس لئے خواہ اس پر مسلسل قرآن پڑھا جا رہا ہو یا نہ دوبارہ قبر کو ہرگز ہرگز نہ کھولا جائے۔

اللہ اعلم بالصواب۔ (محمد عبدالعلیم۔ جامعہ نعیمیہ لاہور نمبر ۵)

جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد کا جواب

شرعاً میت کو امانت کے طور پر دفن کرنے کی کوئی اصل نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے دفن کے بعد مردے کو قبر سے نکالنا نہ چاہیے۔ نیز عامہ کتب میں ہے دفن کے بعد تو مطلقاً نقل کرنا ممنوع ہے سو بعض صورتوں کے اور جو بعض لوگوں کا طریقہ ہے کہ زمین کو سپرد کرتے ہیں پھر وہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرتے ہیں یہ ناجائز ہے اور رافضیوں کا طریقہ ہے صورت مسئول عنہا میں قبر کا کچھ حصہ خالی رکھنا کہ اس پر مٹی نہ ڈالنا یہ ممنوع ہے۔ بلکہ لحد پر مٹی ڈال کر بند کر دینی چاہیے۔ البتہ لحد بند کرنے کے بعد کھولنے کی اس وقت اجازت ہے کہ اگر میت کو قبلہ کی طرف نہیں لٹایا یا بائیں طرف لٹایا۔ یا جس طرف اس کے پاؤں ہوتے ہیں ادھر سر کر دیا اور اگر مٹی ڈال چکے تو اب اس کی قبر کو نہ کھودیں اور اگر ابھی صرف کچی اینٹیں بچھائی ہیں اور مٹی نہیں ڈالی

ہے ان اینٹوں کو نکال کر سنت کے بموجب میت کو لٹادیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔
محمد اسلم رضوی۔ جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد۔ ۸۵-۱۲-۱۶

جامعہ نظامیہ لاہور کا جواب

''عالمگیری جلد اول ص ۱۶۷ پر ہے ولو وضع المیت لغیر القبلۃ او علیٰ شقہ الایسرا وجع
رأسہ مع رجلیہ واھیل علیہ التراب لم ینبش ولو سوی اللبن ولم یھل علیہ التراب
ینزع اللبن ورعی السنۃ کذافی التبیین۔ یعنی میت کا منہ قبلہ کی طرف نہیں کیا یا بائیں کروٹ پر
دیا یا پاؤں کی جگہ سر کر دیا تو اگر مٹی ڈال دی گئی ہے تو نہ کھولا جائے اور اگر صرف اینٹ وغیرہ سے بند کیا
مٹی نہیں ڈالی گئی ہے تو کھول کر سنت کے مطابق کر دیا جائے۔ قرآن کریم کی شرط کسی نے نہیں لگائی۔
صورت ناجائز ہے تلاوت کرتے رہنے سے جائز نہیں ہوگی اور جو صورت جائز ہے تلاوت نہ کرنے
ناجائز نہیں ہوگی۔ تلاوت کرنا ایصال ثواب کے لئے ہے اس کا قبر کھولنے یا نہ کھولنے سے کوئی تعلق نہیں فقط
واللہ اعلم بالصواب''۔

(المجیب عبداللطیف عفی عنہ مدرس ومفتی جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور۔ ۸۵-۱۲-۲۱)

راقم الحروف کا جواب

الجواب بتوفیق الملک الوہاب عزوجل میت کا چہرہ دیکھنا نہ شرعاً ضروری نہ اس میں کوئی اجر وثواب منقول
یہ زیادہ سے زیادہ مباح اور بنظر عبرت محبوب ومستحسن ہے۔ شرع شریف نے میت خراب ہونے کے اندیشہ
کے پیش نظر تجہیز وتکفین میں تعجیل کو مستحب قرار دیا۔ متعدد احادیث مبارکہ تجہیز وتدفین میں تعجیل کے محبوب
مستحسن ہونے پر صراحتاً ناطق اور انہی کی بناء پر ہمارے فقہاء احناف کی کتب میں اس کے استحباب کی
تصریحات موجود۔ ہم یہاں بعض نصوص کو تبرکاً نقل کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

۱۔ صحابی رسول حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کو تشریف
لائے۔ واپسی پر فرمایا۔ انی لاأری طلحۃ الاقد حدث فیہ الموت فاذنونی بہ وعجلوا فانہ
لاینبغی لجیفۃ مسلم ان تحبس بین ظہرانی اہلہ۔ میں نہیں دیکھتا مگر یہی کہ طلحہ میں موت
حادث ہو چکی ہے۔ سو مجھے (ان کی موت کی) اطلاع دینا اور (تجہیز وتکفین) میں جلدی کرنا کیونکہ مسلمان

لی نعش کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اس کے گھر والوں کے درمیان روکی جائے۔

(سنن ابی داؤد ص ۹۴ ج ۲، مشکوٰۃ ص ۱۴۸ ج ۱)

ں کے حاشیہ میں ہے۔ معنی الحدیث لاتترکوا المیت زماناً طویلاً لئلاینتن ویزید حزن هله علیه۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ میت کو طویل زمانے تک (گھر میں) نہ چھوڑ دتا کہ وہ بدبودار نہ ہو جائے۔ اور اس وجہ سے اس کے گھر والے اس پر زیادہ غم نہ کریں۔

ور شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ ''وشتابی کنیددر تجهیز و تکفین و دفن وے پس درستی که شان ایں است که نمی باید و سزا وار نیست مرمرده مسلمان راکه باز داشته شود میان اهل خانه وے از جهت ترس آنکه مبادا گندیده شود مکروه و پلید شمارند اور امردم و مومن عزیز و مکرم است نزدخدا!''۔ اور اس کی تجہیز وتکفین وتدفین یں جلدی کرو کیونکہ مسلمان کی نعش کے مناسب نہیں کہ وہ اپنے اہل خانہ کے اندر روکی جائے۔ کیونکہ ایسا کرنے میں نعش کے بدبودار ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور میت کے بدبودار ہونے کی صورت میں لوگ اس کو ناپسند کریں گے اور اسے پلید سمجھیں گے۔ حالانکہ مومن اللہ کے نزدیک عزیز ومکرم ہوتا ہے۔

(اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۶۶۲)

۲۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے ینا۔ اذا مات احدکم فلا تحبسوه واسرعوا به الیٰ قبره ولیقرأ عندرأسه فاتحة البقرة عند رجليه بفاتحة البقرة. (مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۵ جلد ۱)

خ عبدالحق اس حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ''می گفت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ں بمیرد یکے از شما پس در بند نکنید ونگاہ ندارید اورا در خانہ وشتاب ببرید اورا سوئے قبر وے وباید کہ خواندہ ود نزد سرے وے۔ یعنی بعد از دفن اول سورۂ بقرہ کہ از الٓمٓ تا هُمُ الْمُفْلِحُون است ونزد پاہائے وے تمۂ بقرہ کہ از آمن الرسولُ تا آخر سورہ است۔ (اشعۃ اللمعات ص ۶۹۷ ج ۱)

ی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے تو تم اسے گھر میں بند نہ رو اور اسے روکے نہ رکھو اور اسے اس کی قبر کی طرف جلدی لے چلو اور چاہیے کہ اس کے سر کے پاس یعنی ن کے بعد سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات آلم سے هم المفلحون تک اور اس کے پاؤں کے پاس سورہ

بقرہ کی آخری آیات امن الرسول سے سورت کے آخر تک پڑھی جائیں۔

۳۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسرعوا بالجنازة فان تک صالحة فخیر تقد مونها وان تک سوی ذالک فشر تضعونه عن رقابکم۔

(بخاری شریف ص۱۷۶ج۱)

جنازہ میں جلدی کرو سو اگر وہ نیک ہے تو بہتر ہے کہ تم اسے لے جاؤ۔ اور اگر وہ نیک نہیں تو تم برائی کو اپنے کندھوں سے اتار دو۔

حواشی سندھی علی السنن میں اس حدیث کے ماتحت لکھا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ''جنازہ میں جلدی کرو'' کا بظاہر معنی تو یہ ہے کہ آپ نے جنازہ اٹھانے والوں کو جلدی چلنے کا امر فرمایا ہے۔ اور اس میں احتمال اس معنی کا بھی ہے کہ آپ نے تجہیز میں جلدی کرنے کا حکم دیا ہو۔ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس حدیث میں فشر تضعونهٗ عن رقابکم کے قرینہ سے پہلا معنی متعین ہے اور اس میں بھی پوشیدگی نہیں کہ یہاں دوسرے معنی کی تصحیح کا امکان بھی موجود ہے۔ اور وہ اس طرح کہ فشر تضعونه عن رقابکم کو شر سے دوری چاہنے اور اس سے تلبس نہ اختیار کرنے سے کنایہ مان لیا جائے۔

(حواشی سندھی ص۲۷۰ج۱)

۴۔اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور پھر مرد اسے اپنے کندھوں پر اٹھاتے ہیں تو اگر میت نیکوکار ہے تو وہ کہتی ہے مجھے آگے لے چلو اور اگر نیک نہیں ہے تو وہ اپنے گھر والوں کو کہتی ہے۔ ہائے خرابی، تم کہاں لے جا رہے ہو۔ میت کی یہ آواز سوائے انسان کے ہر چیز سنتی ہے اور اگر انسان سنے تو وہ بے ہوش ہو جائے۔'' (مشکوٰۃ شریف ص۱۴۱ج۱)

۵۔اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ''اے علی تین کاموں میں دیر نہ کرو۔ نماز جب اس کا (مستحب) وقت آجائے، جنازہ جب حاضر ہو جائے اور کنواری لڑکی جب اس کا کفو پالے''۔ (ترمذی شریف ص۱۶۰ج۱)

۶۔اور ان ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لاتؤخروا الجنازة اذا حضرت۔ اور جب جنازہ حاضر ہو جائے تو تم دیر نہ کرو۔ (ابن ماجہ ص۱۰۷ج۱)

ان احادیث متبرکہ سے ثابت ہوا کہ مسلمان میت کی تجہیز و تکفین نماز جنازہ اور تدفین میں حتی الامکان جلدی

کرنی چاہیے۔ اور انہی ارشادات عالیہ کی بناء پر ہمارے فقہائے حنفیہ کثرھم اللہ تعالیٰ میت کی تجہیز و تکفین و تدفین میں تعجیل کو مستحب اور بے عذر شرعی تاخیر کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ امام ملک العلماء کاشانی حنفی فرماتے ہیں۔ یستحب ان یسرع فی جھازہ لماروی عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انہٗ قال عجلوا موتا کم فان تک خیراً قدمتموہ الیہ وان یک شراً فبعداً لاھل النار ندب النبی صلے اللہ علیہ وسلم الیٰ التعجیل ونبہ علی المعنی ۔میت کی تجہیز میں جلدی کرنا مستحب ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اپنے اموات کے بارہ میں جلدی کرو۔ سو وہ اگر اچھا ہے تو تم اسے اچھائی کی طرف پیش کرو گے۔ اور اگر برا ہے تو دوزخیوں کے لئے دوری ہو۔ اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تعجیل کو مندوب قرار دیا اور اس کی حکمت پر تنبیہ فرمادی ہے۔

(بدائع الصنائع ص ۲۹۹ ج ۱)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ یبادر الیٰ تجھیزہ ولایؤخر فان مات فجاءۃً ترک حتی یتیقن بموتہ کذا فی الجوھرۃ النیرۃ اور میت کی تجہیز میں جلدی کرنا مستحب ہے اور دیر نہ کی جائے پھر اگر وہ اچانک فوت ہوا ہے تو اس کی موت کا یقین پیدا ہونے تک اسے چھوڑے رکھیں۔ جیسا کہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۵۷ ج ۱)

اور حواشی شلبیہ علی التبیین میں ہے۔ واسرعوا فی جھازہ واعلام جیرانہ واصدقآءہ حتی یؤدوا حقہ بالصلوٰۃ علیہ ۔ میت کی تجہیز میں اور اس کے ہمسائیوں اور رشتہ داروں کو اطلاع دینے میں جلدی کی جائے تاکہ وہ نماز جنازہ کے ذریعہ سے اس کا حق ادا کریں۔ (شلبیہ ص ۲۳۵ ج ۱)

اور ردالمختار میں ہے میت کی تجہیز میں جلدی کی جائے کیونکہ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت طلحہ بن برآء رضی اللہ عنہ کی عیادت کو تشریف لائے تو واپسی پر فرمایا۔ میں طلحہ کے اندر موت کا وقوع ہی دیکھتا ہوں۔ سو جب وہ فوت ہو جائے تو مجھے اطلاع دینا تاکہ میں اس پر نماز پڑھوں۔ اور اس کی تجہیز میں جلدی کرنا۔ کیونکہ مسلمان کی نعش کو مناسب نہیں کہ وہ اپنے گھر والوں میں روکی جائے۔ اس حدیث میں عجلوا بہ صیغۂ امر ہے اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے مگر یہاں وجوب تعجیل سے قرینۂ

صارفہ شریف روح کے بارہ میں احتیاط برتنا ہے کیونکہ غشی کا احتمال موجود ہے۔ اور طبیبوں کا کہنا ہے کہ سکتہ کے مریضوں کی اکثریت موت سے پہلے دفن کی جاتی ہے کیونکہ سکتہ اور موت میں فرق کرنا بہت دشوار ہے۔ صرف ماہرین طب ہی اس مرض کو جان سکتے ہیں۔ لہذا موت کا یقین پیدا ہو جانے تک تجہیز میں تاخیر متعین ہوگی اور اس قسم کے مریض کے متعلق موت کا یقین اس کے جسم میں تبدیلی رونما ہونے سے پیدا ہوگا۔ جیسا کہ امداد الفتاح میں ہے۔ (ردالمحتار ص ۶۳۰ ج ۱)

اور مراقی الفلاح میں ہے۔ اور جب موت کا یقین ہو جائے تو اس کی عزت افزائی کے لئے اس کی تجہیز میں جلدی کی جائے۔ کیونکہ حدیث شریف میں مروی ہوا ہے کہ میت کے بارہ میں جلدی کرو۔ اور وجوب تعجیل سے قرینۂ صارفہ احتیاط برتنا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پیر کی چاشت کو فوت ہوئے اور بدھ کی رات میں دفن کئے گئے۔ (مراقی الفلاح ص ۳۰۹)

اور امام طحطاوی فرماتے ہیں۔ پانچ چیزوں میں تعجیل مستحب ہے کفو سے نکاح۔ میت کی تجہیز و تکفین، قرض کی ادائیگی، گناہوں سے توبہ، اور مہمان کو کھانا کھلانا۔ (حواشی طحطاوی علی المراقی ص ۳۰۹)

اور امام حصکفی فرماتے ہیں۔ امام زاہدی کتاب القنیہ میں فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ کی ادائیگی اور میت کے دفن میں اس لئے تاخیر کرنا کہ نماز جمعہ کے بعد بڑی جماعت نماز جنازہ پڑھے گی مکروہ ہے۔ مگر اس صورت میں دفن میں تاخیر مکروہ نہیں کہ اس کی وجہ سے نماز جمعہ فوت ہو جائے۔ (درمختار)

اور امام طحطاوی فرماتے ہیں۔ وصلوٰۃ الصحابۃ علیہ صلے اللہ علیہ وسلم افواجاً خصوصیۃ کما ان تاخیر دفنہ من یوم الاثنین الیٰ لیلۃ الاربعاء کان کذالک لانہ مکروہ فی حق غیرہ بالاجماع کمافی السراج والحلبی والشرح اہ ملتقطاً صحابہ رضی اللہ عنہم کا حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر گروہ در گروہ نماز پڑھنا آپ کی خصوصیت ہے۔ جیسا کہ پیر کے روز سے بدھ کی رات تک آپ کی تدفین میں تاخیر آپ کی خصوصیت ہے۔ کیونکہ دوسروں کے حق میں اس قسم کی تاخیر بالاجماع مکروہ ہے۔ جیسا کہ سراج اور الحلبی اور اس کی شرح میں مذکور ہوا۔

(حاشیہ مراقی الفلاح ص ۳۲۴)

اور امام محمد ریحامی تلمیذ امام نجم الدین عمر نسفی حنفی فرماتے ہیں "صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے

مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب لوگ میت کو رکھتے ہیں اور مرد اسے اپنی گردن پر اٹھاتے ہیں تو اگر وہ نیک میت ہو تو کہتی ہے جلدی کرو۔ اور مجھے میرے پروردگار کی رحمت و کرامت تک جلدی پہنچاؤ۔ اور اگر نیک نہیں ہوتی تو کہتی ہے مجھ پر افسوس تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔ اس کی آواز سوائے انسان کے ہر چیز سنتی ہے۔ اور اگر انسان سن لیں تو بے ہوش ہو جائیں۔ کتاب عشرات رحمانی میں لکھا ہے کہ بزرگان دین میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ عبادان کے شہر میں ایک نیکوکار جوان شخص فوت ہو گیا۔ گرمی کا موسم تھا اور ہوا نہایت درجہ گرم تھی ہم۔ نے کہا ہم نماز ظہر تک توقف کریں گے۔ پھر ہوا کے ٹھنڈا ہو جانے پر جوان کو دفن کریں گے۔ دریں اثناء مجھ پر نیند نے غلبہ پا لیا اور میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگوں نے قبرستان میں موتی کا ایک قبہ بنا رکھا ہے اور اس قبہ کی روشنی آسمان تک جاتی ہے۔ اچانک اس قبہ سے ایک حور مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔ اے شیخ کیا آپ یہ جائز رکھتے ہیں کہ آپ اس نوجوان میت کو نماز ظہر تک ہم سے جدا رکھیں۔ آپ کوشش کریں اور بہت جلدی ہم تک پہنچائیں کہ ہم اس کی ملاقات کا انتظار کر رہے ہیں۔ خوش نصیب وہ بندہ ہے جو مرے تو اس کا ایسا حال ہو'۔

(ریاض الناصحین جلد اول ص ۱۶۴)

ان سب عبارات فقہیہ وجیہہ کا ماحصل یہی ہے کہ موت کا یقین پیدا ہو جانے کے بعد مسلمان میت کی تجہیز، تکفین، نماز جنازہ اور تدفین میں تعجیل مستحب و مستحسن اور بے عذر شرعی تاخیر نامنظور کہ نماز جمعہ کے بعد تک ان کو مؤخر کر دیا جائے۔ اور وہ بھی اس غرض سے کہ زیادہ سے زیادہ مسلمان شریک جنازہ ہوں تو اسے یہ کب گوارا کہ محض غائب رشتہ داروں کو میت کا منہ دکھلانے کے لئے دو تین دن تک کے لئے اس کی تدفین مکمل نہ کی جائے اور چونکہ استفتاء میں مذکور امانتی دفن کی صورت میں بھی بے عذر شرعی تکمیل تدفین میں تاخیر واقع ہوتی ہے اس لئے امانتی دفن کی یہ صورت بھی ضرور شرعاً ممنوع و مکروہ ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

امانتی دفن کی دوسری صورت

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے یہ استفتاء میں مذکور صورت مخصوصہ کے متعلق تھا۔ اور امانتی دفن کی ایک اور صورت معمول بہا یہ بھی ہے کہ لوگ میت کو قبر کے سپرد کر کے امانتی دفن کرتے ہیں۔ پھر قبر اکھاڑ کر میت

نکالتے اور اسے دوسری جگہ منتقل کر کے دفناتے ہیں یہ صورت بھی شرعاً ممنوع بلکہ حرام ہے۔ کہ بے ضرورت شرعیہ قبر اکھاڑنا اور میت کے پوشیدہ احوال کو ملاحظہ کرنا حرام ہے اور ہمارے فقہاء حنفیہ کی کتب معتبرہ میں اس کی حرمت کی تصریحات موجود چنانچہ امام کاشانی فرماتے ہیں۔ اگر میت کو غیر قبلہ کی طرف رکھا گیا تو اگر اس پر مٹی ڈالنے سے پہلے اور اینٹیں درست کرنے کے بعد اس کا خیال آئے تو اینٹیں ہٹا کر اس کا منہ قبلہ کو کر دیں اور اگر اس پر مٹی ڈال دی گئی ہے تو اب اسے چھوڑ دیں۔ لأن النبش حرام ۔ کیونکہ قبر اکھاڑنا حرام ہے۔ اگر نماز جنازہ پڑھنے کے بعد لوگوں کو یاد آئے کہ انہوں نے میت کو غسل نہیں دیا ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ یہاں تک فرمایا اور اگر دفن کے بعد یاد آئے تو قبر نہ کھودیں۔ کیونکہ قبر کا کھودنا اللہ تعالیٰ کے حق کے لئے حرام ہے سو غسل ساقط ہو جائے گا۔ اور نماز جنازہ دہرائی نہ جائے گی۔ (بدائع ص ۳۱۵ ج۱)

اور امام شرنبلالی فرماتے ہیں اور اگر میت بے نماز جنازہ دفن کر دیا جائے اور اس پر مٹی ڈال دی جائے تو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھیں اگرچہ وہ بے غسل دفن کر دیا گیا ہو کیونکہ اس کی طہارت کی شرط بوجہ اس کی قبر اکھاڑنے کے حرام ہونے کے ساقط ہو گئی ہے۔ (مراقی الفلاح ص ۳۲۴)

اور امام بزازی حنفی فرماتے ہیں میت کو بغیر کفن کے یا غسل سے پہلے دفن کر دیا گیا۔ خواہ اس پر مٹی ڈالی گئی ہے یا نہیں اس کو نہیں کھودیں گے کیونکہ کفن اور غسل مامور بہ ہے اور قبر کھودنا ممنوع ہے اور نہی امر پر راجح ہوا کرتی ہے۔ (فتاویٰ بزازیہ ص ۸۰ ج۱)

مقام غور ہے کہ جب میت بغیر کفن کے یا غسل کے یا نماز جنازہ کے دفن کر دیا جائے تو قبر کو کھولنا شرعاً ممنوع وحرام ہے تو رشتہ داروں کو منہ دکھلانے کے لئے اس کی قبر کا کھولنا کیسے جائز ہوگا۔ بدیں وجہ ہمارے فقہاء کرام نے اس عورت کے حق میں فرمایا جس کا بیٹا اس کی عدم موجودگی میں دفن کر دیا گیا اور وہ منہ دیکھنے کے لئے بے تاب ہے کہ اس بے صبر ماں کو منہ دکھلانے کے لئے قبر کھلونا شرعاً ناجائز ہے۔

الغرض امانتی دفن کی مذکورہ بالا دونوں صورتیں از روئے شرع شریف بمطابق فقہ حنفی ناجائز وممنوع ہیں۔ جو مولوی صاحب جواز کا قول کریں۔ جیسا کہ استفتاء میں مذکور ہوا ہے۔ احکام شرع سے بے خبر ہیں۔ ان کی بات پر مسلمان ہرگز ہرگز کان نہ دھریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تینتیسواں مقالہ

تعزیت میں فاتحہ خوانی

کا ثبوت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد:۔

سوال: فوت شدہ شخص کے گھر تعزیت وفاتحہ خوانی کے لیے جانے کا ثبوت قرآن وحدیث سے پیش کریں؟

(پیش کردہ چوہدری محمد حنیف صاحب فینسی فیشن محل۔ مین بازار چکسواری۔ ضلع میر پور۔ آزاد کشمیر)

الجواب بتوفیق الملک الوھاب عزوجل

جب کوئی سنی صحیح العقیدہ مسلمان فوت ہو جائے تو اس کے رشتہ داروں کے پاس اظہار افسوس وتعزیت کے لیے جانا سنت ہے۔ بہار شریعت حصہ چہارم ص ۱۶۸ میں ہے۔ تعزیت مسنون ہے۔ تعزیت کے ثبوت میں چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

احادیث مبارکہ

(۱) حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مامن مؤمن یعزی اخاہ بمصیبۃ الا کساہ اللہ من حلل الکرامۃ یوم القیامۃ ۔(ترجمہ) جو مومن شخص اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت پر تعزیت کرے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے کرامت کا جوڑا پہنائے گا۔ (سنن ابن ماجہ باب ماجآء فی ثواب من عزی مصابا۔ ص ۱۱۵)

امام خاتمۃ المحدثین جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ رواہ ابن ماجۃ عن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ وھذا حدیث حسن ۔ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور یہ حدیث حسن ہے۔ (جامع صغیر ص ۱۵۲ جلد دوم)

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ من عزی مصاباً فلہ مثل اجرہ ۔(ترجمہ) جو شخص کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے اسے اسی کی مثل ثواب ملے گا۔

(مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۳۶ سنن الترمذی جلد اول ص ۱۶۰، جامع صغیر جلد دوم ص ۱۷۶ وغیرہ)

(۳) حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من عزی

ثكلي كسي بردأ في الجنة۔ جو شخص اس عورت سے تعزیت کرے جس کا بچہ فوت ہو گیا ہو اسے جنت میں جوڑا پہنایا جائے گا۔

(مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۳۷، ترمذی جلد اول ص ۱۶۰، جامع صغیر جلد دوم ص ۱۷۶ وضعفہٗ)

(۴) محدث خالد بن میسرہ فرماتے ہیں کہ میں نے معاویہ بن قرہ کو اپنے باپ سے یہ روایت بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھتے تو آپ کے چند صحابہ بھی آپ کے پاس بیٹھ جاتے تھے۔ ان میں ایک شخص تھا جس کا بچہ پیچھے سے آتا تو وہ اسے اپنے سامنے بیٹھا لیتا تھا۔ پھر یہ بچہ فوت ہو گیا تو اس شخص نے آپ کے حلقہ میں حاضری ترک کر دی۔ مبادا کہ حاضری کی صورت میں اس کا بچہ اسے یاد آئے اور وہ غمگین ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے گم پایا تو فرمایا۔ کیا وجہ ہے کہ میں فلاں کو نہیں دیکھتا؟ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ اس کا وہ بچہ جو آپ نے دیکھا تھا فوت ہو گیا ہے۔ فلقيه النبي صلے الله عليه وسلم فساله عن بنيه۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس شخص سے جا ملے اور اس کے پیارے بچے کے بارے میں دریافت فرمایا۔ اس نے کہا۔ وہ فوت ہو گیا ہے۔ آپ نے اس کی وفات پر تعزیت فرمائی پھر فرمایا۔ يافلان ايما كان احب اليك ان تمتع به عمرك او لا تاتي غداً الى باب من ابواب الجنة الا وجدته قد سبقك اليه ففتحه لك۔ اے فلاں ان دو باتوں میں سے کونسی بات تجھے زیادہ پسند ہے کہ وہ بچہ زندہ رہتا اور تو عمر بھر اس سے فائدہ اٹھاتا رہتا یا یہ کہ کل تو جب جنت کے دروازوں میں سے کسی دروازہ پر پہنچے تو تو اپنے اس بچے کو وہاں پہلے سے موجود پائے اور وہ تیرے لیے دروازہ کھولے۔ اس نے عرض کیا۔ یا نبی اللہ۔ مجھے تو یہ بات پسند ہے کہ وہ مجھ سے پہلے جنت کے دروازہ پر پہنچے اور وہ میرے لیے دروازہ کھولے۔ آپ نے فرمایا۔ پھر تیرے لیے یہی بات ہے۔ (سنن نسائی جلد اول ص ۲۹۶)

فقہائے حنفیہ کے ارشادات

الحمدللہ ان چار حدیثوں سے ثابت ہوا کہ فوت شدہ شخص کی تعزیت کے لیے اس کے گھر جانا آقائے دو جہاں صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور آپ تعزیت کے وقت بڑے بڑے اجر وثواب کی بشارتیں بھی سنایا کرتے تھے۔ انہی احادیث مبارکہ کی بناء پر ہمارے فقہاء حنفیہ تعزیت کو سنت قرار دیتے ہیں۔ فقہ حنفی کی

چند عبارات ملاحظہ ہوں۔

(۱) صاحب درمختار لکھتے ہیں ولا بأس بالجلوس لها في غير مسجد ثلاثة ايام۔ اگر مسجد کی غیر جگہ میں تین دن تک تعزیت کے لیے بیٹھیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (درمختار ج ۱ ص ۶۶۴)

بلکہ فتاوٰی ظھریہ میں مسجد میں بھی تعزیت کی اجازت دی گئی ہے۔ لابأس به لاهل الميت في البيت او المسجد والناس يأتونهم ويعزونهم۔ اس میں کوئی حرج نہیں کہ میت کے گھر والے گھر میں یا مسجد میں ہوں اور لوگ ان کے پاس آتے جائیں اور تعزیت کرتے جائیں۔ (ردالمحتار جلد اول ص ۶۶۴)

(۲) اور فتاوٰی عالمگیری میں ہے۔ التعزية لصاحب المصيبة حسن كذا في الظهيرية وروى الحسن بن زياد اذا عزى اهل الميت مرة فلا ينبغي ان يعزيه مرة اخرى كذا في المضمرات ووقتها من حين يموت الى ثلاثة ايام ويكره بعدها الا ان يكون المعزى او المعزى اليه غائباً فلابأس بها وهي بعد الدفن اولىٰ منها قبله ويستحب ان يعم بالتعزية جميع اقارب الميت الكبار والصغار والرجال والنسآء الا ان يكون امراة شابة فلا يعزيها الا محارمها۔ مصیبت زدہ کو تعزیت کرنا اچھا کام ہے اور جب اہل میت سے ایک مرتبہ تعزیت کر دی جائے تو دوبارہ نہ کی جائے اور تعزیت کا وقت وفات سے تین دن تک ہے۔ اس کے بعد مکروہ ہے۔ ہاں اگر یہ خود حاضر نہ تھا یا جس سے تعزیت کرنا چاہتا ہے وہ حاضر نہ تھا تو اب اس میں کوئی حرج نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ تعزیت دفن کے بعد کی جائے اور مستحب یہ ہے کہ تعزیت میت کے سب اقارب بڑوں چھوٹوں مردوں اور عورتوں سے کی جائے۔ ہاں جوان عورت سے صرف اس کے محارم تعزیت کریں۔

(فتاوٰی عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۷)

(۳) اور بہار شریعت میں ہے۔ تعزیت مسنون ہے۔ تعزیت کا وقت موت سے تین دن تک ہے۔ دفن سے پیشتر بھی تعزیت جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ دفن کے بعد ہو۔ (بہار شریعت حصہ چہارم ص ۱۶۸)

تعزیت میں میت کے لیے دعا کی جائے

تعزیت کرنے والا میت کے رشتہ داروں سے صرف اظہار افسوس ہی نہ کرے بلکہ میت کے حق میں دعا بھی مانگے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے۔ ويستحب ان يقال لصاحب التعزية غفر الله تعالىٰ

لمیتک وتجاوز عنه و تغمده برحمته ورزقک الصبر علی مصیبته و آجرک علی موته کذا فی الظهیریه ناقلاً عن الحجة ۔(ترجمہ)اور مستحب یہ ہے کہ تعزیت کرنے والا صاحب تعزیت سے یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے میت کی مغفرت فرمائے اور اس کے گناہ بخشے اور اسے اپنی رحمت میں ڈبوئے اور آپ کو اس مصیبت پر صبر عطا کرے اور اس کی موت پر اجر و ثواب عنایت فرمائے ۔ایسے ہی فتاوئی ظہریہ میں کتاب الحجہ سے منقول ہوا ہے ۔ (فتاوئی عالمگیری ۔جلد اول ص ۱۶۷)

اور کتاب مستطاب بہار شریعت میں ہے ۔تعزیت میں یہ کہے ۔اللہ تعالیٰ میت کی مغفرت فرمائے اور اس کو اپنی رحمت میں ڈھانکے اور تم کو صبر روزی کرے ۔اور مصیبت پر ثواب عطا فرمائے ۔اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لفظوں میں تعزیت فرمائی ۔ لله مااخذ واعطی و کل شئی عنده باجل مسمی ۔خدا ہی کا ہے جو اس نے لیا اور دیا اور اس کے نزدیک ہر چیز ایک مقرر میعاد کے ساتھ ہے ۔(عالمگیری وغیرہ)

(بہار شریعت حصہ چہارم ص ۱۶۸)

مروجہ فاتحہ خوانی کی رسم

چونکہ تعزیت میں میت کے لیے دعائے مغفرت و رحمت کرنا مستحب ہے جیسا کہ فتاوئی عالمگیری وغیرہ کے حوالوں سے گزرا ۔اس لیے تعزیت میں فاتحہ خوانی کی رسم قائم کی گئی ہے ۔مروجہ فاتحہ خوانی میں سب حاضرین کو سورۃ فاتحہ و سورۃ الاخلاص پڑھنے اور اس کا ثواب میت کی روح کو پہنچانے کا موقعہ ملتا ہے اس لیے اس کے استحباب کا انکار نہ کرے گا مگر وہی جو جاہل اجہل ہے یا میت کا جانی دشمن ۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منه ۔

مروجہ فاتحہ خوانی کا طریقہ یہ ہے کہ ایک مخصوص کمرہ میں چٹائیاں بچھا دی جاتی ہیں اور آنے والے چند مسلمان جمع ہوتے ہیں تو سب کی طرف سے اجتماعی دعا مانگی جاتی ہے ۔اور فاتحہ خوانی کا ثواب میت کی روح کو پہنچایا جاتا ہے ۔چونکہ دعا میں ہاتھ اٹھانا آداب دعا سے ہے اس لیے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جاتی ہے ۔یہ سب کام شرعی قواعد و ضوابط کی رو سے جائز ہی ہیں اور ان میں تعزیت کی سنت کی ادائیگی اور میت کی روح کو فاتحہ کا ثواب ایصال کرنا پایا جاتا ہے ۔اس لیے اس کا انکار کوئی سنی صحیح العقیدہ شخص نہیں کرے گا ۔ والله الهادی الی الصراط المستقیم وهو الموفق للصدق والصواب ومنه

توفیق قبول الحق والسداد

وہابیہ فاتحہ خوانی کا انکار کرتے ہیں

غیر مقلدین وہابیہ آج کل کی مروجہ فاتحہ خوانی کا انکار کرتے ہیں چنانچہ پروفیسر محمد بن اسماعیل سلفی اپنے مضمون ''مالا بدمنہ'' میں لکھتا ہے۔ ''اس صورت حال کے پیش نظر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے میت کے لواحقین اور دفن کرنے والوں کو کچھ ہدایات سے نوازا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم میت دفن کرنے سے فارغ ہوتے تو کھڑے ہو جاتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو۔ پھر اس کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرو۔ کیونکہ اب اسی سے سوال کیا جا رہا ہے۔

دعا کا صحیح مقام یہی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق قبر پر کھڑے ہو کر میت کی ثابت قدمی کے لیے دعا کی جائے۔ اس کے لیے استغفار کیا جائے۔ اس میں دعا میں زیادہ سے زیادہ وقت صرف کیا جائے۔

تعزیت کے ایام میں جو رسمی دعا کی جاتی ہے۔ وہ اپنے آپ سے، میت کے ورثاء سے اور میت سے دھوکہ کیا جاتا ہے۔ اس رسمی دعا میں دعا کے آداب پورے نہیں کیے جاتے۔ دعا کے آداب میں ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی جائے پھر درود شریف پڑھا جائے پھر دعا کی جائے اور دعا کے اختتام پر پھر درود شریف پڑھا جائے۔

جتنے عرصے میں یہ آداب پورے ہوتے ہیں اتنے عرصہ میں پندرہ رسمی دعائیں ہو چکی ہوتی ہیں۔ رسمی دعا میں دعا کرنا بالکل مقصد نہیں ہوتا بلکہ حاضری لگوانا مقصد ہوتا ہے۔ آپ مشاہدہ کرتے ہیں کہ اگر تعزیت کے لیے دس آدمی آئے ہیں تو ہر ایک الگ الگ دعا کی درخواست کرے گا اور اسی وقت ہاتھ اٹھا کر منہ پر پھیر دیئے جائیں گے۔

اس مضحکہ خیز دعا میں دعا مانگنے والے کی نظر کبھی اخبار پر ہوگی جو وہ پڑھنا چاہتا ہے۔ کبھی حقہ پر ہوتی ہے۔ جس کا وہ کش لگانا چاہتا ہے۔ کبھی وہ کسی آدمی پر نظر رکھے گا جس سے وہ ملنا چاہتا ہے۔ **وقس علیٰ ھذا۔**

اھ بلفظہ التمام۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔ بابت ۶ دسمبر ۱۹۹۴ء ص ۷)

اور غیر مقلد مولوی محمد صادق سیالکوٹی لکھتا ہے۔ ''تین دن جو سوگ کے ہیں ان میں میت کے گھر والوں کے پاس جا کر تعزیت کرنا چاہیے۔ تعزیت کرنے کے الفاظ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بتائے ہیں۔ ان للہ ما اخذ وللہ ما اعطی و کل شئی عندہ باجل مسمی فلیصبر ولیحتسب۔ (حصن حصین)

(ترجمہ) بے شک اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ کہ اس نے لے لیا اور اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ کہ اس نے دیا اور ہر چیز نزدیک اس کے ساتھ وقت مقرر کے ہے۔ پس چاہیے کہ صبر کرے اور صبر کر کے ثواب طلب کرے۔

ملاحظہ: میت کے گھر والوں کے پاس جا کر ان کو صبر کی تلقین کرنا چاہیے اور تسلی دینی چاہیے۔ قرآن وحدیث سے راضی بر رضا رہنے کے احکام اور مسائل سنانے چاہئیں۔ صحابہ کی اموات اور ان کے پس ماندگان کے صبر کی کیفیت اور حالت بیان کرنی چاہیے۔ مصائب پر صبر کا اجر بتانا چاہیے۔

لیکن آج کل لوگ صف ماتم پر بیٹھ کر حقہ پیتے اور ادھر ادھر کی باتوں میں لگ جاتے ہیں۔ یہ طریق شریعت میں جائز نہیں۔ جب کوئی آتا ہے تو کہتا ہے۔ دعا مانگو۔ ہاتھ اٹھائے منہ پر پھیرے اور تمباکو نوشی میں لگ گئے۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک اور صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے تین زمانوں میں نہ صف ماتم اس طرح بچھی، نہ حقہ گرم ہوتا نہ ہر آنے والا اس طرح دعا کرتا بلکہ حضور کے وقت سے چلے کر آج تک تمام ملک عرب میں اس طرح دعا مانگنے کے لیے کہیں صف ماتم نہیں بچھائی جاتی۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں آج بھی میت کی صف ماتم کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ گلی یا بازار میں صف ماتم بچھانا۔ تمباکو کے مرغولے چھوڑنا۔ بے محل باتوں میں مشغول ہونا کبھی کبھی دعا کرنا۔ اس کا ثبوت سنت اور قرون مشہود لھا بالخیر میں کہیں نہیں ملتا۔ البتہ اس کو ملکی رسم کہہ سکتے ہیں۔ اھ بلفظہ التمام۔

(کتاب ''نماز جنازہ'' صفحہ ۵۲ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور)

وہابیہ نے ''مروجہ فاتحہ خوانی'' کا غلط نقشہ پیش کیا ہے

مذکورہ بالا دو عبارتوں میں غیر مقلد مولویوں نے تعزیت کی ''مروجہ فاتحہ خوانی'' کا جو نقشہ پیش کیا ہے۔ وہ سراسر غلط ہے اور یہ ان کے خبث باطنی اور اس دعاء سے ان کے انکار و دشمنی کی واضح دلیل ہے۔ چونکہ یہ لوگ ارواح اموات المسلمین کو ثواب پہنچانے کے قائل نہیں اس لیے وہ اس بابرکت فائدہ بخش نیک رسم

سے مسلمانوں کو متنفر بنانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں حالانکہ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اس فاتحہ خوانی کی صحیح صورت حال یہ ہے کہ میت کے گھر کی کسی مناسب جگہ میں چٹائیاں وغیرہ بچھادی جاتی ہیں۔میت کے سب یا اکثر ورثاء امام محلہ کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں۔ مسلمان گروہ در گروہ آتے جاتے ہیں اور ورثاء سے اظہار افسوس کرتے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اجتماعی دعا آداب دعا کے ساتھ مانگی جاتی ہے۔اس دعا میں کم از کم سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص پڑھی جاتی ہے اور ان کا ثواب میت کی روح کو بھیجا جاتا ہے۔اور اس کی مغفرت کی دعا مانگی جاتی ہے۔ بدبخت مولویوں کا یہ لکھنا کہ ''جب کوئی آتا ہے تو کہتا ہے دعا مانگو۔ ہاتھ اٹھائے منہ پر پھیرے اور پھر تمباکو نوشی میں لگ گئے''۔ سراسر کذب بیانی ہے۔ دعا کے لیے مخصوص جگہ میں حقہ نوشی سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ ہاں فاتحہ خوانی کے بعد جو لوگ صحن میں چارپایوں پر بیٹھ جاتے ہیں وہ حقہ سگریٹ پیتے ہیں اور دنیاوی گفتگو بھی کرتے ہیں تو بھلا ان افعال کا فاتحہ خوانی سے کیا تعلق؟۔

خلاصہ کلام یہ کہ ماتم کی چٹائی پر ایک وقت میں جتنے مسلمان جمع ہو جاتے ہیں وہ سب مل کر دعا مانگتے ہیں۔ پھر ان میں سے کوئی دوبارہ دعا کے لیے نہیں کہتا۔ ہاں اجتماعی دعا ہو جانے کے بعد جو شخص آتا ہے دعا کے لیے کہتا ہے تو پھر دعا مانگی جاتی ہے۔لہذا غیر مقلد کا یہ لکھنا کہ ''تعزیت کے ایام میں جو رسمی دعا کی جاتی ہے وہ اپنے آپ سے میت کے ورثاء سے اور میت سے دھوکہ کیا جاتا ہے۔اس رسمی دعا میں دعا بالکل مقصد نہیں ہوتا بلکہ حاضری لگوانا مقصد ہوتا ہے۔آپ مشاہدہ کرتے ہیں کہ اگر تعزیت کے لیے دس آدمی آئے ہیں تو ہر ایک الگ الگ دعاء کی درخواست کرے گا اور اسی وقت ہاتھ اٹھا کر منہ پھر دیئے جائیں گے۔'' اس کی بدباطنی اور مسلمانوں کے بارہ میں بدظنی کی روشن دلیل ہے۔مسلمان تو دعاء مانگ کر میت کو فائدہ پہنچا رہے ہوتے ہیں لیکن یہ بدبخت قسم کے لوگ ان کے بارہ میں بدظنی کرتے ہوئے اپنا نامہ اعمال سیاہ کر رہے ہوتے ہیں۔**والی اللہ المشتکی ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

تعزیت کی فاتحہ خوانی میت کو نفع دیتی ہے

اب رہا سوال کہ تعزیت کی فاتحہ خوانی کیا رسمی دعا ہے یا اس دعا سے میت کو کوئی فائدہ بھی پہنچتا ہے؟ تو اس بارہ میں چند احادیث مبارکہ تبرکا پیش کی جاتی ہیں۔

پہلی حدیث

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان اللہ لیرفع الدرجة للعبد الصالح في الجنة فيقول يارب انى لى هذه فيقول باستغفار ولدک لک ولفظ البیهقی بدعاء ولدک لک ۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیک بندے کا جنت میں ایک درجہ بلند فرماتا ہے تو وہ بندہ عرض کرتا ہے۔ اے میرے رب یہ درجہ میرے لیے کیسے ہے؟ وہ فرماتا ہے۔ تیرے بیٹے نے تیرے لیے جو مغفرت مانگی ہے یہ اس کے سبب سے ہے اور بیہقی کی روایت کے لفظ یہ ہیں۔ تیرے بیٹے نے تیرے لیے جو دعا مانگی ہے یہ اس کے سبب سے ہے۔ اخرجہ الطبرانی فی الاوسط والبیہقی فی السنن واخرجہ البخاری فی الادب عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ موقوفاً۔ (شرح الصدور ص ۱۲۷)

دوسری حدیث

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ يتبع الرجل يوم القيامة من الحسنات امثال الجبال فيقول انى هذا فيقال باستغفار ولدک لک ۔ قیامت کے روز بندے کے پیچھے پہاڑوں کی مانند نیکیاں چلیں گی تو وہ عرض کرے گا یہ کیسی ہیں؟ اسے کہا جائے گا یہ تیرے لیے تیرے بیٹے کی بخشش چاہنے کے سبب سے ہیں۔

(شرح الصدور ص ۱۲۷)

تیسری حدیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ما الميت في قبره الا شبه الغريق المتغوث ينتظر دعوة تلحقه من اب اوام اوولد او صديق ثقة فاذا لحقته كانت احب اليه من الدنيا وما فيها وان الله تعالىٰ ليدخل على اهل القبور من دعآء اهل الارض امثال الجبال وان هدية الاحيآء الى الاموات الاستغفار لهم ۔ میت اپنی قبر میں نہیں ہوتا مگر مدد مانگنے والے غریق کی مانند درآں حالیکہ وہ اس دعا کا منتظر ہوتا ہے جو اسے باپ یا ماں یا اولاد یا پکے دوست کی طرف سے ملنے والی ہوتی ہے۔ پھر جب اسے وہ دعا ملتی ہے تو وہ اسے

دنیا و مافیھا سے زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ قبور والوں پر پہاڑوں کی مانند نیکیاں داخل فرماتا ہے زمین والوں کی دعا کی وجہ سے اور بلاشبہ زندوں کا تحفہ اموات کے لیے ان کے حق میں بخشش چاہنا ہے۔ اخرجه البیهقی فی شعب الایمان و الدیلمی۔ (شرح الصدور ص ۱۲۷)

چوتھی حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبع یجری للعبد اجرھا بعد موته وھو فی قبره من علم علما او اجری نهرا او حفر بئرا او غرس نخلاً او بنی مسجداً او ورث مصحفاً او ترک ولداً یستغفر لهٗ بعد موته۔ سات کام ہیں جن کا اجر بندے کے لیے جاری رہتا ہے اس کی موت کے بعد حالانکہ وہ اپنی قبر میں ہوتا ہے۔ جس شخص نے کوئی علم سکھایا۔ یا نہر جاری کی یا کنواں کھودا یا درخت لگایا یا مسجد بنادی یا قرآن مجید ورثہ میں چھوڑا یا ایسی اولاد چھوڑی جو اس کے مرنے کے بعد اس کے گناہوں کی بخشش مانگتی ہو۔ اخرجہ ابو نعیم والبزار۔

(شرح الصدور ص ۱۲۷)

پانچویں حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ان مما یلحق المؤمن من حسناته بعد موته علماً نشره او ولداً صالحا ترکه او مصحفاً ورثه او مسجداً بناه او بیتاً لابن السبیل بناه او نهراً اجراه او صدقة اخرجها من ماله فی صحته تلحقه بعد موته۔ بلاشبہ موت کے بعد مومن کو اس کی نیکیوں میں سے جو کچھ ملتا ہے اس میں سے چند یہ ہیں علم جو اس نے پھیلایا، یا نیک اولاد جو اس نے چھوڑی، یا قرآن مجید جو اس نے ورثہ بنایا، یا مسجد جو اس نے تعمیر کی، یا مسافروں کا گھر جو اس نے بنایا، یا نہر جو اس نے بہائی یا وہ صدقہ جو اس نے صحت کی حالت میں اپنے مال سے نکالا۔ یہ نیکیاں اسے اس کی موت کے بعد ملتی ہیں۔ اخرجہ ابن ماجہ وابن خزیمہ۔

(شرح الصدور ص ۱۲۷)

چھٹی حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب کسی شخص کے والدین اس حال میں فوت ہو جائیں کہ وہ ان دونوں کا یا ان میں سے کسی ایک کا نافرمان تھا پھر وہ ان کے لیے دعآء مانگتا رہے اور ان کے گناہوں کی بخشش طلب کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اسے فرمانبرداروں میں لکھ دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ۔جلد دوم ص۱۳۴)

ساتویں حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا۔ **یا رسول اللہ انا نتصدق عن موتانا ونحج عنهم وندعو لهم فهل يصل ذلك اليهم** ۔یارسول اللہ ہم اپنے اموات کے لیے صدقہ کرتے ہیں، حج کرتے ہیں اور ان کے حق میں دعائیں مانگتے ہیں تو کیا یہ نیک کام ان تک پہنچتے ہیں؟ فرمایا۔ **نعم انه يصل ويفرحون به كما يفرح احدكم بالطبق اذا اهدى اليه** ۔ہاں۔یہ چیزیں انہیں پہنچتی ہیں اور وہ ان کی وجہ سے اسی طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح تم میں سے کوئی اس وقت خوش ہوتا ہے جب کوئی شئے تھال میں اسے بطور تحفہ پیش کی جاتی ہے۔ **رواه ابو الحفص العكبرى** (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق للعلامة الزيلعى الحنفى رحمة الله تعالىٰ عليه۔

آٹھویں حدیث

اور حدیث شریف میں ہے **من قرأ الاخلاص احد عشر مرة ثم وهب اجرها للاموات اعطى من الاجر بعدد الاموات** ۔جو شخص گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے پھر اس کا ثواب اموات کو بخشے تو اسے اموات کی تعداد جتنا ثواب دیا جاتا ہے۔ (درمختار۔جلد اول ص ٦٦٦)

نویں حدیث

حدیث شریف میں ہے۔**من دخل المقابر فقرأ سورة يٰسين خفف الله عنهم يومئذ وكان**

لہ بعد دمن فیھا حسنات ۔جو شخص قبرستان میں داخل ہو پھر سورۃ یٰسین پڑھے تو اس دن اللہ تعالیٰ اموات سے تخفیف فرماتا ہے اور اس کے لیے ان کی تعداد جتنی نیکیاں ہیں۔(ردالمختار۔جلد اول ص ۶۶۶)

دسویں حدیث

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں۔صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب انسان مرتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔مگر تین چیزیں۔ایک صدقہ جاریہ یعنی وقف دوسرا علم کہ لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں یعنی لوگ اس کے مرنے کے بعد اس کے علوم سے نفع پائیں یعنی تلاوت گذاشتہ یا کتب تصنیف کردہ گذاشتہ یعنی قرآن مجید یا تصنیف کی ہوئی کتابیں چھوڑ کر مرا۔تیسرا اولاد صالح کہ وہ اس کے لیے دعا کرے۔

(تذکرہ الموتیٰ والقبور ص ۳۴)

(نوٹ) مزید احادیث ہمارے رسالہ ''اثبات ایصال ثواب'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

حکایات صالحین

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں صالحین کی چند حکایات بھی درج کر دی جائیں وباللہ التوفیق۔

(۱) بعض صالحین نے فرمایا۔ میں نے ایک قبر پر قرآن مجید کا کچھ حصہ تلاوت کیا پھر میں نے کہا اے فلاں یہ ثواب تو میں نے تجھے بخشا ہے۔اب بتاؤ اس کے عوض میں میرے لیے کیا ہے؟ فھبت علی ریح مسک فغشیتنی واقامت معی ثم انصرفت وھی معی فما فارقتنی الاوقد مشیت نصف الطریق ۔فوراً خوشبودار ہوا چلی اور اس نے مجھے گھیر لیا اور میرے ساتھ ٹھہری رہی پھر میں لوٹا تو نصف راستہ طے کرنے تک وہ میرے ساتھ رہی۔ (نزھۃ الناظرین ص ۲۹۸)

(۲) اور بعض صالحین فرماتے ہیں کہ میری ایک عورت فوت ہوگئی تو ایک رات میں نے قرآن مجید کی چند آیات پڑھیں اور ان کا ثواب اسے بخش دیا۔اور اللہ سے دعا مانگی اور اس کے گناہوں کی بخشش چاہی۔ دوسرے دن مجھے ایک عورت نے بتایا جو مجھے بھی جانتی تھی اور میری بیوی کو بھی کہ میں نے گذشتہ رات تیری بیوی کو دیکھا کہ وہ ایک اچھی محفل میں اچھے گھر میں ہے۔اس نے گھر کے اندر کی چارپائی کے نیچے سے ایک

تھال نکالا تو وہ تھال نور سے بھرا ہوا تھا۔ کہنے لگی یہ تحفہ مجھے میرے خاوند نے بھیجا ہے۔

(نزھۃ الناظرین ص ۲۹۸)

(نوٹ) ان دونوں حکایتوں کو امام قرطبی نے بھی اپنی کتاب تذکرہ میں ذکر فرمایا ہے۔

(۳) اور بعض صالحین فرماتے ہیں کہ میرا ایک بھائی فوت ہو گیا۔ میں نے خواب میں اسے دیکھا تو پوچھا تیرا کیا حال ہوا جب تو اپنی قبر میں رکھا گیا؟ کہنے لگا اتانی آت بشھاب من نار فلو لا ان داعیاً دعالی لرأیت انه سیضر بنی به۔ آنے والا ایک شخص آگ کے شعلے کے ساتھ میرے پاس آیا اگر اس وقت ایک دعا کرنے والا میرے حق میں دعا نہ کرتا تو میرا خیال ہے کہ وہ مجھے شعلہ مار دیتا۔

(نزھۃ الناظرین ص ۲۹۸)

(۴) حضرت بشار بن غالب فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضرت رابعہ عدویہ کو دیکھا اور میں ان کے حق میں بہت دعائیں کیا کرتا تھا۔ مجھے فرمانے لگیں اے بشار تیرے تحفے مجھے ملتے رہتے ہیں ریشمی غلافوں میں نورانی تھالوں میں رکھے ہوئے۔ میں نے کہا۔ وہ کیسے۔ فرمایا۔ اسی طرح زندہ مومنوں کی دعا جب وہ اموات کے لیے کرتے ہیں پھر وہ دعا قبول ہو جاتی ہے تو اسے نورانی تھالوں میں رکھا جاتا ہے اور ریشمی پردوں سے ڈھانکا جاتا ہے پھر اسے میت کے پاس لایا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں کا تحفہ تیرے لیے ہے۔ (نزھۃ الناظرین ص ۲۹۸) (شرح الصدور ص ۱۲۸)

(۵) محدث ابن ابی الدنیا ابو قلابہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میں شام سے بصرہ کی طرف آ رہا تھا میں ایک خندق میں اترا اور وضو کیا اور رات میں دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر میں نے اپنا سر ایک قبر پر رکھا اور سو گیا۔ پھر جاگا تو صاحب قبر شکایت کر رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا تو نے پوری رات مجھے اذیت دی ہے۔ پھر کہنے لگا۔ تم لوگ نہیں جانتے ہو اور ہم جانتے ہیں۔ اور ہم عمل پر قدرت نہیں رکھتے۔ تو تو نے جو دو رکعتیں پڑھی تھیں وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں پھر کہنے لگا۔ جزی الله اهل الدنیا خیراً اقراهم منی السلام فانه یدخل علینا من دعاء هم نور مثل الجبال۔ اللہ تعالیٰ اہل دنیا کو اچھی جزا دے۔ سو تو میرا سلام انہیں پہنچا دینا کیونکہ ان کی دعا کی وجہ سے ہماری قبروں میں پہاڑ جتنا نور داخل ہوتا ہے۔

(شرح الصدور ص ۱۲۸)

(۶) حضرت عباس بن یعقوب بن صالح انباری بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی کو یہ بات بیان کرتے ہوئے سنا کہ ایک نیک شخص نے خواب میں اپنے والد کو دیکھا۔ تو والد نے انہیں کہا تم نے ہمیں تحفے بھیجنے بند کیوں کر دیئے ہیں؟ عرض کیا اے ابا جان کیا اموات زندوں کے تحفوں کو جانتے ہیں؟ فرمایا یا بنی لو لا الاحیاء لهلکت الاموات ۔ اے پیارے بچے اگر زندہ لوگ نہ ہوتے تو مردے ہلاک ہو چکے ہوتے۔ (شرح الصدور ص ۱۲۸)

(۷) امام عبدالرحمٰن صفوری لکھتے ہیں کہ ایک نیک شخص کی نیک والدہ تھی۔ جب والدہ کی وفات کا وقت آ پہنچا تو اس نے کہا اے میرے لخت جگر مجھے موت کے وقت غمگین نہ کرنا اور قبر میں مغموم نہ کرنا۔ پھر جب وہ وفات پا گئی تو اس کے بیٹے نے اس کی قبر کی زیارت ہر جمعہ کے دن کرنی شروع کر دی۔ وہ ہر جمعہ وہاں جاتا اور والدہ کے لئے اور اس کے آس پاس مدفون لوگوں کے لئے دعا کرتا۔ ایک رات اس نے والدہ کو خواب میں دیکھا اور اس سے اس کا حال پوچھا تو والدہ نے کہا۔ موت کی سختی بہت سخت ہے۔ اور میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اچھی جگہ میں ہوں۔ میری قبر میں ریشمی بستر ا اور ریحان کے تکیے قیامت کے دن تک کے لئے ہیں۔ یا بنی لا تترک زیارتنا فی کل جمعة فانی افرح انا و جیرانی بزیارتک و دعآء ک ۔ اے میرے پیارے بچے! تو ہر جمعہ کے دن میں ہماری زیارت کرنا نہ چھوڑ کیونکہ میں اور میرے پڑوسی تیری زیارت اور دعا سے بہت خوش ہوتے ہیں۔

(نزھۃ المجالس جلد اول ص ۲۰۵)

الحمد للہ۔ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے۔ اس سے تعزیت میں فاتحہ خوانی کا ثبوت اپنے ذروۂ کمال کو پہنچا۔ ثم الحمدلله علیٰ ذلک۔

فاتحہ خوانی کا تو یہ فائدہ ہے جو ہم نے عرض کیا۔ اب مانعین ہی بتائیں کہ تعزیت میں فاتحہ خوانی کے ترک میں کتنا اجر و ثواب ہے؟ جس کے حصول کے لیے وہ ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا سوال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۲ رمضان ۱۴۲۳ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چونتیسواں مقالہ

بحالت روزہ

ٹیکہ لگوانے کا مسئلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد مہر الدین صاحب دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث دار العلوم حزب الاحناف لاہور شہر۔

ھو الموفق للصواب۔ روزہ کی صورت میں انجکشن اور ٹیکہ شرعی نقطۂ نظر سے جواز میں ہے کیونکہ تحقیق سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ ٹیکہ سے دوا دماغ اور جوف معدہ میں نہیں جاتی اور فساد صوم میں علت یہی ہے کہ معدہ یا دماغ میں دوا کا وصول ہو۔ لہذا جو (کچھ) کہ میرے فاضل دوست مفتی احمد حسین صاحب دامت برکاتہم نے تحریر فرمایا ہے وہ درست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(مولانا) محمد مہر الدین عفی عنہ چاہ میراں۔ لاہور

حرف آغاز

فقیر حیدری رضوی غفر اللہ تعالٰی لہ نے ۱۳۹۸ھ میں ''روزہ اور انجکشن'' کے عنوان سے ایک فتویٰ لکھ کر حضرت علامہ مولانا شیخ الحدیث محمد مہر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں جب کہ آپ جامعہ عثمانیہ سیکٹر ایف ون میرپور آزاد کشمیر میں دورۂ قرآن مجید پڑھانے کے لئے تشریف فرما تھے پیش کیا۔ حضرت مولانا موصوف نے اس مضمون کو ملاحظہ فرمانے کے بعد اس کی زبانی تصویب فرمائی۔ پھر اس فقیر کی التماس پر اپنے قلم مبارک سے اس پر تقریظ بھی تحریر کی۔ جس میں آپ نے اس مضمون کے مندرجات کی تصدیق فرمائی فجزاہ اللہ تعالٰی خیر الجزاء فی الآخرۃ آمین۔

چونکہ یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے۔ اس لئے اس کو نئے انداز میں ترتیب دے کر اب دوبارہ شائع کرانے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے اللہ تعالٰی اسے ذریعۂ ہدایت بنائے آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله الذی هدانا للاسلام والصلوٰة والسلام علیٰ خیرا لانام وعلیٰ الهٖ واصحابه ذوی المجد والاکرام. اما بعد:

روزہ کا شرعی مفہوم

امام ابوالاخلاص شرنبلالی حنفی کتاب مستطاب مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں لکھتے ہیں۔

هوالامساک نهاراً عن ادخال شئی سوآء کان یؤکل عادةً اوغیرها عمداً اوخطاءً سوآء ادخله بطناً من الفم اوالانف اومن جراحةٍ فی الباطن تسمی الجائفة اوادخله فی ماله حکم الباطن وهوالدماغ کدواء الآمة۔ یعنی روزہ اس چیز کا نام ہے کہ دن میں کسی شئے کو خواہ وہ عادتاً کھائی جاتی ہے یا اس کے کھائے جانے کی عادت نہیں۔ منہ، ناک، یا پیٹ کے زخم سے عمداً یا خطاء جوف معدہ یا سر کے گہرے زخم سے جوف دماغ میں داخل کرنے سے روکا جائے۔

امام احمد طحطاوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔ (قولهٗ من الفم) متعلق بادخله ومثل ماذکرما ادخله فی دبره اواقطره فی احلیله او اذنه۔ یعنی دبر۔ ذکر اور کان کے راستہ سے کوئی شئے جوفِ معدہ یا جوفِ دماغ میں پہنچانے کا حکم بھی وہی ہے جو منہ، ناک وغیرہما کی راہ سے پہنچانے کا ہے یعنی اس سے بھی روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

اور درمختار میں فرمایا۔ اواحتقن اواستعط فی انفه شیئاً اواقطر فی اذنه دهناً اوداویٰ جائفةً اوآمةً فوصل الدوآء حقیقةً الیٰ جوفهٖ اودماغهٖ اوابتلع حصاةً ونحوها مما لایأکله الانسان او یعافه اویستقذرهٗ یعنی اگر روزہ دار کوئی چیز دبر میں ڈالے یا ناک میں ٹپکائے یا کان میں تیل ڈالے یا پیٹ کے زخم میں یا دماغ کے زخم میں دوائی لگائے اور وہ حقیقی طور پر جوف معدہ یا جوف دماغ میں پہنچ جائے یا وہ کنکری وغیرہ ایسی شئے نگل لے جو کھائی نہیں جاتی یا اس کے کھانے سے طبیعت اکتائے یا اظہار نفرت کرے تو ان سب صورتوں میں روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

امام ابن عابدین شامی اپنے حواشی میں لکھتے ہیں۔ المعتبر حقیقة الوصول یعنی دوا یا غذا کا جوف میں حقیقی طور پر پہنچنے کا اعتبار ہے۔

اورامام حدادی شرح قدوری میں لکھتے ہیں۔ **وفی المصفے الاعتبار بالوصول رطباً کان اویابساً فان لم یتحقق وصول الرطب لایفطر ولوعلم وصول الیابس افطر وھذا ھو الصحیح** ۔مصفٰے نامی کتاب میں ہے کہ اعتبار جوف میں دوا کے پہنچنے کا ہے۔خواہ وہ تر ہو یا خشک یہاں تک کہ اگر یہ معلوم ہوجائے کہ تر دوا جوف میں نہیں پہنچی ہے تو اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر یہ معلوم ہوجائے کہ خشک دوا جوف میں پہنچ گئی ہے تو فاسد ہوجائے گا۔اور یہی صحیح ہے۔

اوردرمختار میں ہے **ومفادہ ان استقرار الداخل فی الجوف شرط للفساد بدائع**۔یعنی بدائع الصنائع میں ہے کہ روزہ ٹوٹنے کے لئے شرط یہ ہے کہ جوف میں داخل ہونے والی چیز وہاں حقیقی قرار پکڑے۔

ان سب عبارات کا ماحاصل یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں اگر کوئی شئے جوف معدہ یا جوف دماغ میں منافذ اصلیہ یا منافذ غیر اصلیہ منہ، ناک، کان، دبر، فرج، ذکر اور پیٹ کے زخم یا دماغ کے زخم کی راہ سے پہنچ کر حقیقی قرار پکڑے تو اس سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب**۔

جو شئے مسام کے راستے سے داخل بدن ہو وہ مفسد صوم نہیں

علمائے احناف نے اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ جو شئے مسام کے راستہ سے بدن میں داخل ہو وہ مفسد صوم نہیں۔امام ابن عابدین شامی لکھتے ہیں **قال فی النھر لان الموجود فی حلقه اثر داخل من المسام الذی ھو خلل البدن والمفطر انما ھو الداخل من المنافذ** ۔یعنی اگر روزہ دار سرمہ آنکھ میں ڈالے اور اس کا اثر حلق میں محسوس کرے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔کیونکہ یہ اثر مسام کی راہ سے پہنچا ہے۔ اور روزہ منافذ کی راہوں سے کسی شئے کے پہنچنے سے ٹوٹتا ہے۔

اورامام فخرالدین زیلعی لکھتے ہیں **والداخل من المسام لاینافیه** ۔جو شئے مسام کی راہ سے بدن میں داخل ہو وہ روزہ کے منافی نہیں ہے۔

اورامام حسن شرنبلالی لکھتے ہیں **اذلاعبرۃ بمایکون من المسام** یعنی جو شئے مسام کی راہ سے داخل بدن ہو وہ روزہ کے منافی نہیں ہے۔

ٹیکہ لگوانے کی صورتیں

اس مختصر تمہید کے بعد اب ٹیکہ لگوانے کی صورتیں ذکر کی جاتی ہیں وباللہ التوفیق ٹیکہ لگوانے کی یہ تین صورتیں ہیں۔

(۱) ٹیکہ گوشت میں لگایا جائے۔ (۲) ٹیکہ خون میں لگایا جائے۔ (۳) ٹیکہ جوف معدہ یا جوف دماغ میں لگایا جائے۔ تیسری صورت کا حکم ہماری بیان کردہ تمہید ہی سے ظاہر ہے کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ للوصول الی الجوف حقیقۃً ولانہ فی معنی الجائفۃ او الآمۃ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

باقی دوصورتوں میں ٹیکہ لگانے کا شرعی حکم

پہلی دوصورتوں میں روزہ فاسد ہونے کی کوئی وجہ موجود نہیں کیونکہ جو ٹیکہ گوشت یا خون میں لگایا جائے وہ خون میں متلاشی ہوجاتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ خون کا دورہ جوف معدہ یا جوف دماغ میں نہیں ہوتا اس لئے دوا کا جوف معدہ یا جوف دماغ میں پہنچنا نہ پایا جائے گا اس لئے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

علمائے اہل سنت کے فتاویٰ مبارکہ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لئے یہاں علمائے اہل سنت بریلی کے چند فتاویٰ مبارکہ پیش کیے جائیں۔ وباللہ التوفیق۔

مفتی اعظم پاکستان کا فتویٰ

حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب قادری مہتمم حزب الاحناف لاہور لکھتے ہیں۔

سوال: فوج میں یہ قانون ہے کہ فوجی ملازموں کو انجکشن لگائے جاتے ہیں تو کیا ایک شخص روزے کی حالت میں ہے اگر وہ انجکشن لگوائے گا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (سید محمد شاہ راولپنڈی)

جواب: جو چیز منافذ کے ذریعے جوف دماغ یا جوف معدہ میں داخل کی جائے گی روزہ کو فاسد کردے گی اور انجکشن سے بعینہ دوا یا غذا جوف معدہ یا جوف دماغ میں نہیں داخل کی جاتی بلکہ خون میں مل کر اس کا اثر مرتب ہوتا ہے لہذا روزہ فاسد نہ ہوگا۔ البتہ بحالت صوم انجکشن سے منع کیا جائے گا کہ تعریض علی الفساد ہے کہ بعض انجکشنوں سے بخار وغیرہ عوارض لاحق ہوجاتے ہیں اور ان کی وجہ سے روزہ دار روزہ توڑنے پر مجبور ہوجاتا ہے لہذا احتراز کیا جائے واللہ اعلم اور جن انجکشنوں میں بعینہ دوا یا غذا جوف معدہ یا جوف دماغ میں داخل کی جاتی ہے وہ یقیناً مفسد صوم ہیں۔ (پندرہ روزہ رضوان۔ لاہور۔ بابت ۲ فروری ۱۹۶۱ء)

مفتی عبدالقیوم ہزاروی کا فتویٰ

اور علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں۔ اس تمہید کے بعد ٹیکہ کی صورت کو ملحوظ رکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ ٹیکہ کی صورت یہ ہے کہ سوئی کے ذریعے گوشت یا عروق میں دوا داخل کی جاتی ہے جو کہ گوشت کی رطوبت میں مل کر بدن میں سرایت کرتی ہے اور عروق کی صورت میں بھی خون میں مل کر تمام بدن کی شرائین (عروق) میں دوران کرتی ہے اور بدن کو اثر پہنچاتی ہے۔ ان دونوں صورتوں میں سے کسی صورت میں بھی فساد صوم کی وجہ نہیں پائی جاتی کیونکہ بدن میں داخل ہونے والی چیز سے فسادِ صوم کے لئے معیار فطر صوری یا معنوی ہے ٹیکہ کی کسی صورت میں بھی یہ معیار نہیں کیونکہ گوشت اور عروق نہ تو جوف معدہ ہیں تاکہ حقیقۃً وصول الی الجوف پایا جائے اور نہ ہی یہ جوف معدہ یا جوف دماغ کے لئے منافذ اصلیہ ہیں تاکہ استقرار اور وصول الی الجوف کی دلیل پائی جائے اور نہ ہی منافذ غیر اصلیہ ہیں۔ (آمہ یا جائفہ یا کوئی بھی منافذ اصلیہ کے جوف تک گہرا زخم) تاکہ حقیقتاً وصول الی الجوف کا ظن غالب پایا جائے اور فقہاء نے مطلق اور عام جوف کو فساد صوم کے لئے معیار نہیں ٹھہرایا۔ تاکہ گوشت اور عروق کو جوف قرار دے کر روزہ کے فساد کا حکم کیا جائے۔ زیادہ سے زیادہ ٹیکہ یا انجکشن سے جوف میں اثر پہنچتا ہے اور وہ بھی مسام کے ذریعہ سے اور یہ معیار فساد صوم کے لئے نہیں ہے۔ فتح القدیر، شامی، مراقی الفلاح، طحطاوی اور بحرالرائق وغیرہ کتب میں ہے **لو اکتحل لم یفطر سوآء وجد طعمه فی حلقه او لونه فی بزاقه او نخامته لان الموجود فی حلقه اثر داخل من المسام والمفطر الداخل من المنافذ کالمدخل والمخرج لامن المسام الذی هو خلل البدن لاتفاق من اغتسل فی مآء بارد فوجد برده فی بطنه لایفطر**۔ اگر روزہ دار سرمہ ڈالے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا اگرچہ وہ اپنے حلق میں سرمہ کا ذائقہ پائے یا تھوک یا ناک کے پانی میں سرمہ کا رنگ دیکھے کیونکہ حلق میں جو سرمہ داخل ہوا ہے یہ مسام کی راہ سے داخل ہوا ہے۔ اور روزہ توڑنے والی وہ شے ہوتی ہے جو منافذ مثلاً داخل اور خارج ہونے والی جگہوں سے داخل ہو نہ کہ مسام کی راہ سے کیونکہ فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر روزہ دار ٹھنڈے پانی سے غسل کرے اور پیٹ میں ٹھنڈک محسوس کرے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ مسام کے ذریعہ پیٹ میں داخل ہونے والے اثر سے روزہ فاسد نہیں ہوتا بلکہ معینہ منافذ کے ذریعے داخل ہونے والی چیز سے ہی روزہ

فاسد ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ٹیکہ یا انجکشن میں فساد صوم کی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی۔ اور جو صورت اس میں پائی جاتی ہے وہ مفسد صوم نہیں ہے۔ باقی رہا یہ شبہ کہ ٹیکہ اور انجکشن سے قوت اور غذائیت حاصل ہوتی ہے لہذا روزہ کی غرض و غایت کے منافی ہے تو یہ درست ہے مگر اس کا فساد صوم سے کیا تعلق؟ حالانکہ کسی شئے کی غرض و غایت کے عدم سے نفس شئے کا عدم لازم نہیں آتا کیونکہ علت غائیہ کے بغیر بھی شئے کا وجود پایا جاسکتا ہے۔

(رسالہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ۔ بابت ذیقعد ۱۳۸۶ھ)

الحمدللہ ان ہر دو فتاوی مبارکہ سے یہ روز روشن کی طرح روشن وعیاں ہوا کہ جلدی اور وریدی انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا واللہ اعلم بالصواب۔

بحالت روزہ انجکشن لگوانا بعض صورتوں میں ممنوع ہے

اب رہا یہ سوال کہ آیا بحالت روزہ ٹیکہ لگوانا منع ہے یا نہیں تو اس بارہ میں ہمارے علمائے اہلسنت بعض صورتوں میں ممانعت کا قول کرتے ہیں۔ چنانچہ مفتی اعظم پاکستان مولانا سید ابوالبرکات شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ البتہ بحالت صوم انجکشن سے منع کیا جائے گا کہ تعریض علی الفساد ہے کہ بعض انجکشنوں سے بخار وغیرہ عوارض لاحق ہوجاتے ہیں اور ان کی وجہ سے روزہ دار توڑنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ لہذا احتراز کیا جائے۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ ٹیکہ لگوانے سے اگر اتمام صوم پر قوت ملتی ہو اور ٹیکے بوقت ضرورت لگوائے جائیں تو اس میں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔**

اور علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی اپنے فتوٰی میں لکھتے ہیں۔ "ہاں عدم غایت عدم کمال کو ضرور مستلزم ہے۔ اسی لئے علماء کرام بغیر ضرورت ٹیکہ لگوانے سے منع کرتے ہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہوا کہ ضرورت کے مطابق ٹیکے لگوانا ممنوع نہیں **لان مفھوم العبارات معتبر فی الفتاویٰ والمصنفات کمالا یخفی واللہ تعالیٰ اعلم۔**

اور مفتی سید مسعود علی شاہ صاحب قادری لکھتے ہیں۔ "روزہ کی حالت میں فصد کھلوانا ٹیکے لگوانا مکروہ نہیں، جبکہ ضعف کا اندیشہ نہ ہو۔ اور اگر کمزوری کا اندیشہ ہو تو مکروہ ہے۔ مغرب کے بعد لگوائے"۔

(ماہنامہ ترجمان اہل سنت بابت رمضان ۱۳۹۸ھ)

راقم الحروف کا مؤقف

فقیر راقم الحروف حیدری رضوی غفر اللہ لہٗ کی رائے میں اس بارہ میں تفصیل کا لحاظ ضروری ہے یعنی ٹیکہ کو دیکھا جائے کہ وہ بخار آور ہے یا کہ قوت بخش۔ اگر بخار آور اور بدنی کمزوری پیدا کرنے والا ہے تو ضرور اس سے اجتناب کیا جائے گا۔ امام حسن شرنبلالی فرماتے ہیں وکرہ لہٗ فعل ماظن انہٗ یضعفہٗ عن الصوم کالفصد والحجامۃ والعمل الشاق لمافیہ من تعریض الافساد۔ یعنی روزہ دار کے لئے ہر وہ کام مکروہ ہے جس کی وجہ سے کمزوری پیدا ہو اور روزہ کا پورا کرنا دشوار ہو جیسا کہ فصد کھلوانا، پچھنے لگوانا یا کوئی محنت طلب کام کرنا، کیونکہ اس میں فساد صوم پر تعریض پائی جاتی ہے۔ (مراقی الفلاح)

اور اگر ٹیکہ قوت بخش ہے تو پھر جس شخص کو ٹیکہ لگایا جا رہا ہے اس کی بدنی حالت دیکھی جائے یعنی اگر وہ روزہ پورا کرنے کی قدرت رکھتا ہے تو اسے ٹیکہ نہ لگایا جائے کہ ابھی گزرا کہ علمائے کرام بے ضرورت ٹیکہ لگانے سے منع کرتے ہیں اور اگر وہ بیمار ہے یا کمزور یا بوڑھا ہے کہ بغیر ٹیکہ لگائے روزہ پورا نہیں کر سکتا اور دن میں ٹیکہ لگانے سے اسے اتنی قوت مل سکتی ہے کہ وہ اس کی وجہ سے روزہ مکمل کر سکے تو اس صورت میں اسے ٹیکہ لگانا جائز بلکہ مستحب ہے اس پر درج ذیل چار فقہی جزئیات شاہد عدل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

وھی ھذہٖ

۱۔ سحری کھانے کو شرع نے مستحب قرار دیا ہے کیونکہ وہ اتمام صوم میں ممد و معاون ہے۔ علامہ شرنبلالی فرماتے ہیں۔ ویستحب لہٗ ثلاثۃ اشیاء السحور۔ روزہ دار کے لئے تین کام مستحب ہیں پہلا یہ کہ وہ سحری کھائے امام طحطاوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں والبرکۃ حصول التقوىٰ بالسحور یعنی سحری کھانے سے روزہ کے اتمام پر جو قوت ملتی ہے اسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے برکت کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے بہرحال سحری کا جو کھانا اتمام صوم میں ممد و معاون ہوا سے شرع نے محبوب رکھا ہے واللہ اعلم۔

۲۔ تاخیر سحری کو شرع نے مستحب ٹھہرایا کیونکہ اس سے اتمام صوم میں مدد ملتی ہے۔ درمختار میں ہے۔ ویستحب السحور وتاخیرہ سحری کھانا اور سحری کھانے میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔ علامہ شامی اس کی وجہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔ لان معنی الاستعانۃ فیہ ابلغ بدائع یعنی بدائع الصنائع میں ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں روزہ کے اتمام میں مدد ملنے کا معنیٰ زیادہ پایا جاتا ہے۔

۳۔ٹھنڈک حاصل کرنے اور گرمی دور کرنے کے لئے غسل اور کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا اور تر کپڑا جسم پر لپیٹنا بلا کراہت جائز ہے کیونکہ ان امور سے اتمام صوم پر معاونت ملتی ہے مراقی الفلاح میں ہے ولا یکرہ له المضمضة والاستنشاق وقد فعلهما بغير وضوء ولا الاغتسال ولا التلفف بثوب مبتل قصد ذلک للتبرد ورفع الحر علی المفتیٰ به وهو قول ابی یوسف لان النبی صلے الله عليه وسلم صب علیٰ رأسه الماء وهو صائم من العطش او من الحر رواه ابو داؤد وكان ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما يبل الثوب ويلفه عليه وهو صائم ولان بهذا عوناً علی العبادة دفعاً للضجر الطبعی وكرهها ابو حنيفة لمافيه من اظهار الضجر فی اقامة العبادة ۔یعنی اگر روزہ دار ٹھنڈک حاصل کرنے اور گرمی دور کرنے کے لئے کلیاں کرے یا ناک میں پانی ڈالے یا غسل کرے یا تر کپڑا جسم پر لپیٹے تو مفتیٰ بہ قول پر اس میں کراہت نہیں ہے اور یہ امام ابو یوسف کا قول ہے کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے گرمی یا پیاس کی وجہ سے روزہ کی حالت میں اپنے سر پر پانی ڈالا تھا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روزہ کی حالت میں اپنے جسم پر تر کپڑا لپیٹا کرتے تھے اور اس کی عقلی وجہ یہ ہے کہ ایسا کرنے سے اتمام روزہ پر مدد ملتی ہے اور طبعی تنگ دلی بھی دور ہو جاتی ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا کرنا اس وجہ سے مکروہ قرار دیا ہے کہ اس سے ادائیگی عبادت میں تنگ دلی کا اظہار ہوتا ہے۔ پھر امام طحطاوی نے امام صاحب کی اس دلیل کا جواب دیتے ہوئے فرمایا واجيب بان فيه اظهار ضعف بنية وعجز بشرية فان الانسان خلق ضعيفاً وليس المقصد اظهار التضجر فی امر العبادة ۔یعنی تر کپڑا لپیٹنے سے اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ انسان کی خلقت کمزور ہے اور اس کی بشریت میں عجز موجود ہے کیونکہ انسان کو ضعف کی حالت میں پیدا کیا گیا ہے اور اس سے یہ مقصود نہیں ہوتا کہ عبادت کی ادائیگی میں تنگ دلی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴۔اگر کوئی شخص روزہ دار کو بھولے سے کھانا کھاتے ہوئے دیکھے تو اگر وہ کمزور ہے تو اسے روزہ یاد نہ دلایا جائے اور اگر قوی ہے تو یاد دلایا جائے۔ درمختار میں فرمایا ویذکرہ لو قویا والالا ۔یعنی اگر وہ روزہ پر قدرت رکھتا ہے تو اسے روزہ یاد دلائے ورنہ یاد نہ دلائے اور مراقی الفلاح میں ہے وان كان للناسی قدرة علی اتمام الصوم الی الليل بلامشقة ظاهرة كشاب قوی يذكر به من راه ياكل وان تركه كره عدم تذكيره فی المختار كذا فی الفتح یعنی اگر روزہ کی حالت میں بھولے سے کھانے والے کو رات آنے

تک روزہ رکھنے کی بظاہر قدرت ہے مثلاً وہ قوت والا جوان ہے تو اسے دیکھنے والا روزہ یاد دلائے اور اگر وہ یاد نہ دلائے تو اس میں کراہت ہے اور فتح القدیر میں اس قول کو مختار بتایا ہے۔

امام طحطاوی اپنی شرح میں لکھتے ہیں قولہ کرہ ای تحریماً یعنی مراقی الفلاح کی اس عبارت میں کراہت سے مراد تحریمی ہے واللہ اعلم بالصواب۔

الحاصل ان چار فقہی جزئیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے فقہاء نے ہر اس عمل کو پسند رکھا ہے جو روزہ پورا کرنے میں مدد و معاون ہو بشرطیکہ اس سے روزہ کی حکمت فوت نہ ہوتی ہو۔ مراقی الفلاح میں ہے لاینبغی الافراط فی السحور لمنعه الحکمة المقصودة۔ سحری کھانے میں افراط سے کام نہیں لینا چاہیے کیونکہ اس سے روزہ کی حکمت مقصودہ فوت ہو جاتی ہے۔

امام طحطاوی حکمت مقصودہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یعنی روزہ کا مقصود تھوڑی سی بھوک کا مزہ چکھنا ہے تا کہ وہ مسکینوں پر رحم کرے اور اسے اس کی مشقت کے اندازہ پر ثواب ملے۔

اور ہمارے فقہاء نے ہر اس کام کو ناپسند رکھا ہے جو روزہ پورا کرنے میں خلل انداز ہو اور اس سے بدنی کمزوری پیدا ہو جانے کا امکان ہو۔ ولہذا آج کل کے دور میں ٹیکوں اور بیماریوں کے حالات پر پوری پوری نظر ڈال کر حکم لگانا چاہیے اور ہر قسم کے انسانوں اور ہر قسم کے ٹیکوں کے لئے ایک ہی حکم دینا مناسب نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

روزہ کی حالت میں نیکو کار مسلمان ڈاکٹر سے ٹیکہ لگوایا جائے

چونکہ روزہ کی حالت میں ٹیکہ لگانے کی اجازت صرف ضرورت کی موجودگی میں ہے اس لئے ضروری ہے کہ روزہ کی حالت میں صرف نیکو کار مسلمان حکیموں ڈاکٹروں سے جو علم الابدان کے حامل مرہم پٹی کی واقفیت رکھنے والے ہوں ان سے مشورہ لے کر ٹیکہ لگوایا جائے اور ہر ایرے غیرے کے کہنے پر ٹیکہ نہ لگوایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۳ رجب ۱۴۱۲ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پینتیسواں مقالہ

داڑھی کی شرعی حدود

کا تحقیقی بیان

نظم

خدا کی خاص رحمت مومنو مسنون داڑھی ہے
سراپا خیر و برکت مومنو مسنون داڑھی ہے

شعارِ اہلِ سنت مومنو مسنون داڑھی ہے
دلیلِ نیک خصلت مومنو مسنون داڑھی ہے

ثوابِ صد شہیداں ہے اجر مسنون داڑھی کا
بہت اچھی عبادت مومنو مسنون داڑھی ہے

نہ منڈواؤ، نہ کترواؤ نصاریٰ کی طرح داڑھی
حبیبِ حق کی سنت مومنو مسنون داڑھی ہے

رکھو داڑھی نہ بدلو اپنی شکلیں داڑھی منڈوا کر
حقیقی زیب و زینت مومنو مسنون داڑھی ہے

ڈھالو اپنی شکلیں مصطفےٰ کی شکل وصورت میں
سعادت کی علامت مومنو مسنون داڑھی ہے

بچاتی ہے گناہوں سے، چھڑاتی ہے بلاؤں سے
دلاتی عز و عظمت مومنو مسنون داڑھی ہے

عورت کی ہے چوٹی جس طرح زینت اسی صورت
ہماری زیب و زینت مومنو مسنون داڑھی ہے

یہ قاسم کا عقیدہ ہے خُدا کی مہربانی سے
کہ سامانِ قیامت مومنو مسنون داڑھی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله ربّ العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله محمد واله واصحابه اجمعین اما بعد:۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ ''نیچے کے ہونٹ کے نیچے وسط میں ذراسے بال چھوڑ کر جو ادھر اُدھر سے منڈ واتے ہیں۔ فنیکین۔کیا یہ داخل ریش ہیں یا نہیں؟ ہمارے علاقہ میں ایک مولوی صاحب بایں روایت منع فرمارہے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس کی گواہی ردفرماتے جو کوئی انہیں منڈ واتا اور امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز نے بھی ایسے شخص کی گواہی ردفرمائی۔بقول مولوی صاحب علماء نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے۔

اگر بقول مولوی صاحب اس فعل کو ممنوع قرار دیا جائے اور مذکورہ روایت کو صحیح مان لیا جائے تو پھر دور حاضر کے بہترین علمائے کرام،صوفیائے عظام اور مشائخ کرام جو ایسا کرتے نظر آتے ہیں تو کیا یہ سب کے سب ممنوع فعل کے مرتکب گردانے جائیں گے؟ جبکہ ان کی شان یہ ہے من احب العلم والعلماء لم یکتب خطیئتهٗ ۔(جو علم اور علماء سے محبت کرے اس کے گناہ لکھے نہیں جاتے)۔(فوائد الفوائد ص۲۳۶) بینوا توجروا۔

(السائل محمد بشیر الدین علوی۔ٹیکسلا کینٹ۔ضلع راولپنڈی)

الجواب: بتوفیق اللہ الوھاب عزوجل۔

داڑھی مرد کی زینت ہے

اللہ تعالیٰ نے مردوں کو داڑھی سے زینت بخشی ہے۔اور یہ عطیۂ خداوندی مرد اور عورت میں مابہ الامتیاز کی حیثیت رکھتا ہے۔اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی فرماتے ہیں۔''امام زیلعی تبیین الحقائق میں،علامہ اتقانی غایۃ البیان میں اور علامہ طوری تکملۂ بحر میں یہ سب علماء کتاب الجنایات میں اور امام حجۃ الاسلام محمد غزالی کیمیائے سعادت میں ذکر کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان

للہ ملائکة تسبیحھم سبحان من زین الرجال باللحی والنسآء بالقرون والذوائب لیس عندالاتقانی فی نسختی لفظ القرون ۔(ترجمہ) بے شک اللہ عزوجل کے کچھ فرشتے ہیں جن کی تسبیح یہ ہے۔ پاکی ہے اسے جس نے مردوں کو داڑھیوں سے اور عورتوں کو گیسوؤں سے زینت دی۔ بلکہ داڑھی چوٹی سے بھی زیادہ وجہ امتیاز ہے کہ مرد چوٹی بنا سکتا ہے۔(یعنی کانوں کی لوتک سر کے بال رکھ سکتا ہے) اور عورت داڑھی نکال نہیں سکتی''۔ (فتاویٰ رضویہ۔جلد دہم۔حصہ اول ص ۱۳۳)

چونکہ داڑھی مرد کے حق میں زینت ہے اس لئے شرع شریف نے اسے مزید زینت بخشنے کے لئے درج ذیل کاموں کی ترغیب دی ہے۔

(۱) داڑھی کی لمبائی ایک قبضہ کی مقدار تک ہو۔اس سے قدرے لمبی ہو جائے تو اس کی بھی اجازت ہے۔ بشرطیکہ یہ زیادتی بدنمائی کا سبب نہ بنے۔ عارف باللہ نابلسی کتاب مستطاب الحدیقة الندیة فی الطریقة المحمدیة میں لکھتے ہیں۔ وفی الاختیار شرح المختار والتقصیر فی اللحیة سنة وھو ان یقبض الرجل لحیتہٗ فمازاد علیٰ قبضتہ قطعہ لان اللحیة زینة وطولھا الفاحش خلاف الزینة ۔(ترجمہ) کتاب الاختیار شرح المختار میں ہے کہ داڑھی کو کم کرنا سنت ہے اور وہ اس طرح سے ہے کہ مرد اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں لے پھر جو بال اس سے زائد ہوں انہیں کاٹ دے۔ کیونکہ داڑھی زینت ہے اور بے حد لمبی داڑھی زینت کے خلاف ہے۔(الحدیقة الندیة۔جلد دوم ص ۵۸۵)

(۲) داڑھی کے بال سفید ہو جائیں تو انہیں مہندی وغیرہ سے سرخ یا زرد کیا جائے۔ حضرت سعید بن ابی سعید سے روایت ہے کہ ابن جریج نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اپنی داڑھی پیلا کرتے ہوئے دیکھا تو اس بارہ میں ان سے دریافت کیا۔آپ نے فرمایا اما تصفیری لحیتی فانی رأیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یصفر لحیتہٗ ۔میرا اپنی داڑھی کو زرد کرنا تو اس کا سبب یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ اپنی داڑھی زرد کرتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ)

۳۔ داڑھی میں وضو کرتے وقت خلال کیا جائے۔ تاکہ خلال کرنے سے داڑھی کے بکھرے ہوئے بال سیدھے ہو جائیں۔رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں روایت ہے۔ کان یاخذ المسک ویکثر دھن راسہ ویسرح لحیتہ۔آپ خوشبو لیتے تھے۔اپنے سر میں تیل بکثرت استعمال کرتے تھے اور اپنی داڑھی میں کنگھی کرتے تھے۔ (جامع صغیر)

اور ایک روایت میں ہر وضو کے بعد کنگھی کرنے کا بھی ذکر ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ تسریح اللحیة عقب کل وضوء ینفی الفقر۔ ہر وضو کے بعد کنگھی کرنا فقر و فاقہ کو دور کرتا ہے۔

(کنوز الحقائق)

۵۔ داڑھی کو بہت بڑھا کر اس کے بالوں میں گرہ نہ لگائی جائے۔ رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یارویفع لعل الحیاة ستطول بک بعدی فاخبر الناس انہ من عقد لحیتہ اوتقلد وتراً اواستنجیٰ برجیع دآبة اوعظم فان محمداً بری ٔ منہ۔ اے رویفع! میں امید کرتا ہوں کہ میرے بعد تو عمر دراز پائے گا تو لوگوں کو یہ خبر دینا کہ جو اپنی داڑھی باندھے یا کمان کا چلہ گلے میں لٹکائے یا کسی جانور کی لید گوبر یا ہڈی سے استنجاء کرے تو بے شک محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس سے بیزار ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ۔ جلد دہم حصہ اول۔ ص ۱۲۸)

۶۔ داڑھی سنوارنے میں لاپرواہی نہ برتی جائے۔ امام مالک حضرت عطاء بن یسار سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی شریف میں تشریف فرما تھے۔ فدخل رجل ثائرالرأس واللحیة فاشا رالیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیدہ کانہٗ یأمرہ باصلاح شعرہ ولحیتہ ففعل ثم رجع فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الیس ھذا خیراً من ان یأتی احدکم وھو ثائر الرأس کانہٗ شیطان۔ ایک شخص اس حال میں داخل ہوئے کہ ان کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ان کے لئے اشارہ فرمایا گویا آپ انہیں سر اور داڑھی کے بال سنوارنے کا حکم دیتے ہیں۔ وہ شخص چلے گئے پھر بال سنوار کر آئے تو آپ نے فرمایا کیا یہ بات اس بات سے اچھی نہیں کہ کوئی شخص اپنے سر کے بال بکھیرے ہوئے ہو گویا وہ شیطان ہے۔ (مشکوٰۃ فی باب الترجل)

۷۔ داڑھی کا خط بنانے میں سستی نہ کی جائے۔ درج بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ داڑھی کا خط بنانے میں سستی برتنا بھی شرع شریف کو ناپسند ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

داڑھی اپنی حدودِ شرعیہ میں باعث زینت ہوگی

یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ داڑھی مرد کی زینت ہے پھر اس زینت کو

مزید مزین کرنے کے لئے شرع شریف نے چند افعال کی ترغیب دی ہے۔ظاہر ہے کہ شرع شریف نے داڑھی کو بطور زینت لازم کرنے کے لئے اس کے طول وعرض میں حدود قائم کی ہوں گی اس لئے ان حدود کو ہم بیان کرتے ہیں۔وباللہ التوفیق۔

داڑھی کا طول ایک قبضہ ہے

حدیقہ ندیہ کے حوالے سے کتاب الاختیار شرح المختار کی یہ عبارت پیچھے گزری ہے۔**والتقصير في اللحية سنة وهو ان يقبض الرجل لحيته فما زاد على قبضته قطعه لان اللحية زينة وطولها الفاحش خلاف الزينة**۔(ترجمہ) داڑھی کو کم کرنا سنت ہے۔اور وہ اس طرح سے ہے کہ مرد اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں لے پھر جو بال اس سے زائد ہوں انہیں کاٹ دے کیونکہ داڑھی زینت ہے اور بے حد لمبی داڑھی زینت کے خلاف ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ شرع شریف نے لمبائی میں داڑھی کی حد ایک مشت رکھی ہے لہذا اس حد سے داڑھی کو کم کرنا شرعی حد کی خلاف ورزی ہے۔واللہ اعلم

داڑھی کے عرض کی حدود

داڑھی کے عرض کی حدود کے بارہ میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل دو فتوے ملاحظہ ہوں۔

اعلیٰ حضرت کا پہلا فتویٰ

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان قادری قدس سرہٗ کے فتاوی مبارکہ کی جلد دہم حصہ اول ص ۸۶ پر یہ فتویٰ موجود ہے۔''مخدوم ومطاع نیاز مندانا''۔آداب نیاز کے بعد عرض پرداز مسائل ذیل کے جواب عنایت فرمائے جاویں۔

(۱) داڑھی کا ارسال تا بہ یک مشت تو معلوم ہے مگر اس کے حدود کہاں تک ہیں یعنی چہرہ پر کل بال خواہ آنکھوں تک کیوں نہ ہوں داخل ریش ہیں یا کہاں تک اور خط بنوانے میں کہاں تک احتیاط مناسب ہے؟

(۲) نیچے کے ہونٹ کے نیچے جو وسط میں ذرا سے بال چھوڑ کر ادھر اُدھر منڈواتے ہیں ان کا منڈوانا

درست ہے یا کچھ نہ منڈوائے خواہ لب زیریں کے نیچے سب بال ہی بال ہوں اور سوامنہ کے کوئی جگہ بچی نہ ہو؟

(۳) بال سر کے چھوڑنا تا بگوش خواہ دوش تک یا سارے سر کی حجامت کرانا تو معلوم ہے لیکن چھوٹے چھوٹے بال بقدر تین چار حجامتوں کے رکھنا جیسا کہ آج کل شائع ہے اور پھر گردن پر سے ان کی درستی اور گردن کی صفائی یہ کہاں تک جائز ہے؟ زیادہ نیاز۔

(مولوی نورالدین احمد صاحب محلہ ڈاگ۔گوالیار)

الجواب

جواب سوال اول

داڑھی قلموں کے نیچے سے کنپٹیوں جبڑوں ٹھوڑی پر جمتی ہے۔ اور عرضاً اس کا بالائی حصہ کانوں اور گالوں کے بیچ میں ہوتا ہے۔ جس طرح بعض لوگوں کے کانوں پر رونگٹے ہوتے ہیں وہ داڑھی سے خارج ہیں۔ یونہی گالوں پر جو خفیف بال کسی کے کم کسی کے آنکھوں تک نکلتے ہیں وہ بھی داڑھی میں داخل نہیں۔ یہ بال قدرتی طور پر موئے ریش سے جدا و ممتاز ہوتے ہیں۔ اس کا مسلسل راستہ جو قلموں کے نیچے سے ایک مخروطی شکل پر جانب ذقن جاتا ہے۔ یہ بال اس راہ سے جدا ہوتے ہیں نہ ان میں موئے محاسن کے مثل قوت نامیہ۔ ان کے صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بسا اوقات ان کی پرورش باعث تشویہ خلق و تقبیح صورت ہوتی ہے۔ جو شرعاً ہرگز پسندیدہ نہیں۔ غرائب میں ہے۔ **کان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما یقول للحلاق بلغ العظمین فانھما منتھی اللحیة یعنی حدھا ولذلک سمیت لحیة لان حدھا اللحی عمدة القاری شرح صحیح البخاری باب تقلیم الاظفار میں تعریف علامہ ابن حجر ھی اسم لمانبت علی الخدین والذقن** کو موہم پا کر اس پر اعتراض فرمایا **قلت علی الخدین لیس بشئی ولو قال علی العارضین لکان صواباً اھ فتاوٰی عالمگیری میں ھے۔ ولا بأس باخذ الحاجبین وشعر وجھه مالم یتشبه بالمخنث کذا فی الینابیع واللہ تعالیٰ اعلم۔**

جواب سوال دوم

یہ بال بدایۂ سلسلۂ ریش میں واقع ہیں کہ اس سے کسی طرح امتیاز نہیں رکھتے تو انہیں داڑھی سے جدا ٹھہرانے کی کوئی وجہ وجیہ نہیں وسط میں جو بال ذرہ سے چھوڑے جاتے ہیں۔ جنہیں عربی میں عنفقہ اور ہندی میں بچی کہتے ہیں داخل ریش ہیں۔ کما نص علیه الامام العینی وعنه نقل فی السیرة الشامیة۔ لہذا امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہوا کہ جو کوئی انہیں منڈواتا اس کی گواہی رد فرماتے کما ذکره الشیخ المحدث فی مدارج النبوة. توضیح میں یہ دونوں طرف کے بال جنہیں عربی میں فنیکین ہندی میں کوٹھے کہتے ہیں کیونکر داڑھی سے خارج ہو سکتے ہیں۔ علماء نے تصریح فرمائی کہ کوٹھوں کا نتف یعنی اوکھیڑنا بدعت ہے۔ امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے شخص کی گواہی رد فرمائی۔ غرائب میں ہے نتف الفنیکین بدعة وهما جانبا العنفقة وهی شعر الشفة السفلی وشهد رجل عند عمر بن عبدالعزیز وکان ینتف فنیکیه فرد شهادته اه وعنها نقل فی الهندیة الی قوله السفلی وظاهر انهٗ لااثر فی ذلک لخصوص النتف ففی معناه الحلق وانما وقع التعبیر به نظراً الی ماکانوا تعودوه کمافی قوله صلی الله علیه وسلم لاتنتفوا الشیب وقول الفقهآء یکره نتف الشیب مع کراهة قصه ایضاً لشمول العلة. وبه تبین ان ماوقع فی المدارج الشریفة من ان فی حلق العنفقة وترکها خلافاً والافضل ترکها اما حلق طرفیها فلاباس به اه معرباً محل تامل حیث افاده بظاهره کراهة التنزیهة وبمقابلتهٖ فافضیلة الترک الاباحة الخالصة مع ان العنفقة وطرفیها جمیعاً من اجزاء اللحیة وهی واجبة الاعفاء فلا ینبغی الاقدام علیٰ ذلک مالم یثبت من حدیث صحیح او نصٍ من امام المذهب صریحاً فلیتامل۔

ہاں اگر بال یہاں اس قدر طویل وانبوہ ہوں کہ کھانا کھانے پانی پینے کلی کرنے میں مزاحمت کریں تو ان کو قینچی سے بقدر حاجت کم کر دینا روا ہے۔ خزانۃ الروایات میں تاتارخانیہ سے ہے۔ یجوز قص الاشعار التی کانت من الفنیکین اذا ازدحمت فی المضمضة والاکل والشرب۔ یہ روایت بھی

دلیل واضح ہے کہ بغیر اس مزاحمت کے ان بالوں کا کترنا بھی ممنوع ہے نہ کہ مونڈنا۔ فان المفاهیم معتبرة فی الکتب و کلام العلماء بالاجماع ھذا ماعندی و اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

جواب سوال سوم

یہ نئی نئی تراشیں سب خلاف سنت ہیں۔ فی الھندیة عن التتار خانیه عن الروضة ان السنة فی شعر الرأس اما الفرق واما الحلق ۔گردن کی صفائی سے اگر قفا یعنی گدی کے بال منڈانا مراد ہے جس طرح آج کل بعض جہال کا معمول تو یہ صرف پچھنوں کی ضرورت سے جائز ہے بلاضرورت مکروہ فی الھندیہ عن الینابیع عن الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنه یکرہ ان یحلق قفاہ الاعند الحجامة۔اور اگر ان رونگٹوں کا صاف مقصود جو گدی کے نیچے صفحہ گردن پر تھوڑے تھوڑے متفرق نکلتے ہیں تو ظاہراً موئے سینہ وپشت کے حکم میں ہونا چاہیے کہ جائز ہے اور ترک بہتر فی الھندیة عن القنیة فی حلق شعر الصدر و الظهر ترک الادب اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اعلیٰ حضرت کا دوسرا فتویٰ

''داڑھی مونڈوانے والے۔ کترنے والے۔لبوں کے بال بڑھانے والے لوگ کس خطاء کے مرتکب ہیں۔ان کی نسبت کیا حکم ہے۔نیز مثل داڑھی کی مقدار کے لبوں کے بال کی بابت کہ کس قدر ہوں کیا حکم ہے؟ اگر کوئی شخص لبوں کے بال مونڈوائے یا بہت باریک کرے تو کیا قباحت ہے۔(اکبر یار خان از کہنہ محصل چندہ)

الجواب: حد شرع سے کم داڑھی رکھنا یا حد شرع سے زیادہ مونچھیں رکھنا سب خلاف شرع اور مجوسیوں کی سنت اور نصرانیوں کی عادت ہے۔آدمی اس سے گناہگار ہوتا ہے۔اور اس کی عادت رکھنے سے فاسق ہو جاتا ہے۔لبوں کی نسبت یہ حکم ہے کہ لبیں پست کرو کہ نہ ہونے کے قریب ہوں البتہ منڈانا نہ چاہیے اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

امام نووی کا ارشاد

امام نووی شافعی شرح مسلم شریف ۱۲۹ جلد اول میں لکھتے ہیں۔ وقد ذکر العلماء فی اللحیة اثنتی

عشرة خصلة مكروهة بعضها اشد قبحاً من بعض احداها خضابها بالسواد لالغرض الجهاد والثاينة خضابها بالصفرة تشبهاً بالصالحين لا لاتباع السنة والثالثة تبيضها بالكبريت اوغيره استعجالاً للشيخوخة لاجل الرياسة والتعظيم وايهام انه من المشائخ والرابعة نتفها وحلقها اول طلوعها ايثاراً للمردة وحسن الصورة والخامسة نتف الشيب والسادسة تصفيفها طاقة فوق طاقة تصنعاً ليستحسنه النسآء وغيرهن. السابعة الزيادة فيها والنقص منها بالزيادة في شعر العذار من الصدغين اواخذ بعض العذار في حلق الرأس السابعة نتف جانبي العنفقة وغير ذلک والثامنة تسريحها تصنعاً لاجل الناس والتاسعة تركها شعثة متنفشة اظهاراً للزهادة وقلة المبالاة بنفسه والعاشرة النظر الى سوادها وبيضها اعجاباً وخيلاء وغرة بالشباب وفخراً بالمشيب وتطاولاً على الشباب الحادية عشر عقدها وضفرها الثاينة عشر حلقها الااذانبتت للمرأة لحية فيستحب لها حلقها والله اعلم ۔(ترجمہ)اور علمائے کرام نے داڑھی کے بارہ میں بارہ مکروہ باتیں ذکر کی ہیں ۔ان میں سے بعض بعض سے زیادہ بری ہیں ۔

(۱) داڑھی سیاہ کرنا جبکہ جہاد کی غرض سے نہ ہو ۔(۲) اتباع سنت کی نیت کے بغیر صالحین سے مشابہت کے لئے داڑھی زرد کرنا ۔ (۳) چونے وغیرہ سے داڑھی سفید کرنا تا کہ بالوں میں سفیدی جلد آ جائے تو دوسروں پر حکومت ملے ۔دوسرے لوگ اس کی تعظیم کریں اور مشائخ میں سے ہونے کا وہم پیدا ہو جائے ۔

(۴) داڑھی اگنے پر خوبصورت امرد بننے کی غرض سے اسے اکھیڑنا یا مونڈنا ۔(۵) داڑھی کے سفید بال اکھیڑنا ۔(۶) داڑھی کو تہ بہ تہ بنانا تا کہ عورتیں وغیرہ اسے خوبصورت جانیں ۔(۷) داڑھی میں بالوں کی زیادتی یا کمی کرنا اس طرح سے کہ کنپٹیوں کے بعض بال عذار کے بالوں میں بڑھائے یا سر مونڈنے میں عذار کے بعض بال بھی مونڈے ۔(۸) بچی کے اغل بغل وغیرہ کے بال اکھیڑنا ۔(۹) لوگوں کی خاطر بناوٹی طور پر داڑھی لٹکانا ۔ (۱۰) داڑھی کے بال بکھرے ہوئے بے ڈھنگے رکھنا تا کہ اپنا تارک الدنیا اور اپنے آپ سے بے پرواہ ہونا ظاہر کرے ۔(۱) داڑھی کی سیاہی یا سفیدی کو خود پسندی یا تکبر یا جوانی پر غرور یا سفیدی پر فخر کی وجہ سے دیکھنا ۔ (۱۲) داڑھی کو مونڈنا ہاں عورت کے چہرہ پر داڑھی اگ آئے تو اسے مونڈنا مستحب ہے ۔واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(تنبیہ) شامی ص ۲۸۸ جلد ۵ اور فتاوٰی عالمگیری ص ۳۵۸ جلد ۵ میں جو فنکیین کے اکھیڑنے کو بدعت لکھا ہے اس سے مراد بدعت مکروہ ہے جیسا کہ امام نوویؒ کی مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چہرہ کا خط بنوانا جائز ہے

مولانا صدر الشریعہ امجد علی صاحب لکھتے ہیں۔ ''بھوؤں کے بال اگر بڑے ہو گئے تو ان کو ترشوا سکتے ہیں۔ چہرہ کے بال لینا بھی جائز ہے۔ جس کو خط بنانا کہتے ہیں۔ سینہ اور پیٹھ کے بال مونڈوانا یا کترانا اچھا نہیں۔ ہاتھ پاؤں پیٹ پر سے بال دور کر سکتے ہیں (ردالمحتار) اور بچی کے اغل بغل کے بال مونڈانا یا اکھیڑنا بدعت ہے۔ (عالمگیری)

(بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۱۹۷)

مونچھوں کے بالوں کا مسئلہ

مونچھوں کو کم کرنا سنت ہے۔ اتنی کم کرے کہ ابرو کی مثل ہو جائیں یعنی اتنی کم ہوں کہ اوپر والے ہونٹ کے بالائی حصہ سے نہ لٹکیں اور ایک روایت میں مونڈانا آیا ہے۔ (درمختار وردالمحتار) مونچھوں کے دونوں کناروں کے بال بڑے بڑے ہوں تو حرج نہیں۔ بعض سلف کی مونچھیں اس قسم کی تھیں۔ (عالمگیری) داڑھی بڑھانا سنن انبیاء سے ہے۔ مونڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے۔ ہاں ایک مشت سے زائد ہو جائے تو جتنی زیادہ ہے اس کو کٹوا سکتے ہیں۔ (درمختار)'' (بہار شریعت۔ حصہ شانزدہم ص ۱۹۷)

گلے کے بالوں کا مسئلہ

بعض لوگ داڑھی کے نیچے گلے کے بال بہت بڑھائے رکھتے ہیں۔ جو بہت بدنما نظر آتے ہیں اس بارہ میں امام صدر الشریعۃ لکھتے ہیں۔ ''بہتر یہ ہے کہ گلے کے بال نہ مونڈوائے انہیں چھوڑ رکھے۔ ردالمحتار''

(بہار شریعت حصہ شانزدہم)

مگر ان کا بے حد چھوڑنا کہ بدنمائی پیدا کرے بھی مناسب نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بھووں کے بالوں کا مسئلہ

آنکھوں کے اوپر بھووں کے بال بھی اللہ تعالیٰ نے چہرہ کی خوبصورتی کے لئے پیدا فرمائے ہیں۔ ان کے بارہ میں حکم شرع یہ ہے کہ ''بھووں کے بال اگر بڑے ہو گئے ہوں تو ان کو ترشوا سکتے ہیں (ردالمحتار)''

(بہار شریعت حصہ شانزدہم)

ناک کے بالوں کا مسئلہ

چہرہ کے بالوں کے ضمن میں ناک کے بال بھی آتے ہیں اس لئے ان کے بارہ میں شرعی مسئلہ یہ ہے کہ ''ناک کے بال نہ اکھاڑے جائیں کہ اس سے مرض آکلہ پیدا ہونے کا ڈر ہے۔ (بہار شریعت حصہ شانزدہم) لیکن اگر یہ بال بہت بڑھ جائیں اور بدنمائی پیدا کریں تو انہیں قینچی سے کتر دینا چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الحمدللہ۔ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے داڑھی کی شرعی حدود واضح ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق عمل بخشے۔ آمین۔

سائل کے سوال کا جواب

سائل کے علاقہ کے مولوی صاحب جو بایں روایت ٹھنیکین مونڈنے سے منع فرما رہے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس کی گواہی رد فرماتے تھے جو کوئی انہیں منڈواتا اور امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز نے بھی ایسے شخص کی گواہی رد فرمائی یہ درست ہے اور ان دونوں بزرگوں کا اس فعل کے مرتکب کی گواہی کو رد فرمانا اعلیٰ حضرت کے پہلے فتویٰ میں بحوالہ مذکور ہے۔ سو اگر بالفرض اس دور کے بہترین علماء کرام صوفیائے عظام اور مشائخ کرام اس فعل کا ارتکاب کرتے ہیں تو یہ شرعی حکم ان پر بھی لاگو ہوگا' وہ شرعی ممنوع فعل کے مرتکب قرار دیئے جائیں گے اور ان کا یہ فعل جواز کی دلیل نہیں بنے گا۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اس پر چلنے کی توفیق بخشے آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۶ رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چھتیسواں مقالہ

سر کے مسنون بالوں

کا تحقیقی بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :- دورِ حاضر میں اکثر مسلمان اپنے سر پر انگریزی بال رکھتے ہیں۔ بچوں سے لے کر جوانوں تک کے سروں پر انگریزی بال نظر آتے ہیں۔ بعض عمر رسیدہ مسلمان بھی داڑھی منڈواتے اور سر پر انگریزی بال رکھنے کے عادی ہیں۔ بسا اوقات ایسے شخص بھی دیکھنے میں آتے ہیں جنہوں نے داڑھی بھی رکھی ہوتی ہے اور سر پر انگریزی بال بھی بدیں وجہ ضرورت ہے کہ ہم ان انگریزی بالوں کے بارہ میں شرعی حکم جانیں اور ''سر کے مسنون بالوں'' کے احکام کو سمجھیں اور اپنے سر پر اسلامی وضع قطع کے بال رکھ کر اللہ عزوجل اور اس کے رسول اکمل صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کریں۔ اس مختصر رسالہ میں ہم نے اسی ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو باعث ہدایت بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

انگریزی بالوں کی شرعی حیثیت

مولانا صدر الشریعہ امجد علی اعظمی لکھتے ہیں۔ ''آج کل سر پر گھپار کھنے کا رواج بہت زیادہ ہو گیا ہے کہ سب اطراف سے بال نہایت چھوٹے چھوٹے اور بیچ میں بڑے بال ہوتے ہیں۔ یہ نصاریٰ (عیسائیوں) کی تقلید میں ہے۔ اور ناجائز ہے۔ پھر ان بالوں میں بعض دائیں طرف یا بائیں جانب مانگ نکالتے ہیں یہ بھی سنت کے خلاف ہے۔ سنت یہ ہے کہ بال ہوں تو بیچ میں مانگ نکالی جائے اور بعض مانگ نہیں نکالتے سیدھے رکھتے ہیں یہ بھی سنت منسوخہ اور یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے''۔ (بہار شریعت حصہ شانزدہم۔ حجامت بنوانے کا بیان)

مولانا صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ آج کل کے انگریزی بال سر پر رکھنا ناجائز ہے لیکن اس کے برعکس جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے انہیں جائز قرار دیا ہے۔ اس بارہ میں مودودی صاحب کی چند عبارات ملاحظہ ہوں۔

مودودی صاحب کی عبارات

جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی کتاب ''رسائل ومسائل'' میں لکھا ہے کہ

(۱) ''سوال۔ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ صحیح معنوں میں مسلمان بننے کے لئے آدمی کو لباس اور چہرے کی اسلامی وضع قطع اختیار کرنی چاہیے۔ براہ کرم بتایئے کہ اس سلسلے میں اسلام نے کیا احکام دیئے ہیں؟

جواب۔ لباس کے متعلق اسلام نے جس پالیسی کا تعین کر دیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ ایسی وضع میں رہیں کہ جس میں آپ کو دیکھ کر ہر شخص معلوم کر سکے کہ آپ مسلمان ہیں۔ بحیثیت مجموعی آپ کی وضع قطع کفار سے مشابہ نہ ہونی چاہیے۔ داڑھی کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی مقدار مقرر نہیں کی ہے۔ صرف یہ ہدایت فرمائی ہے کہ رکھی جائے۔ سر کے بالوں کے متعلق صرف یہ ہدایت ہے کہ کچھ منڈوانا اور کچھ رکھنا منع ہے۔ موجودہ زمانہ میں جس قسم کے بالوں کو پنجاب میں بودے کہتے ہیں اور جنہیں یوپی میں انگریزی بال کہا جاتا ہے ان کے ناجائز ہونے کی مجھے کوئی دلیل نہیں ملی۔ لیکن ایک غیر مسلم قوم کی ایجاد کردہ وضع کو سر چڑھانے میں کراہت کا پہلو ضرور ہے اور اسی لئے میں نے اس وضع کو بدل دیا ہے۔''

(رسائل ومسائل ص ۱۴۵ جلد اول)

(۲) ''کسی چیز کو شرعی حیثیت سے ناجائز کہنے کے لئے دو امور میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے۔ یا تو بعینہ اس چیز کے متعلق کوئی حکم کلام شارع میں موجود ہو۔ یا شارع کی دی ہوئی کسی اصولی ہدایت کے تحت وہ ناجائز قرار پاتی ہو۔ اگر ان دونوں امور میں سے کوئی بھی نہ ہو تو ایسی چیز کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا خواہ وہ کسی شخص یا گروہ کے مذاق پر کتنی ہی گراں ہو۔ اس قاعدۂ کلیہ کے تحت جب ہم تحقیق کرتے ہیں کہ انگریزی طرز کے بالوں کی شرعی حیثیت کیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا وجوہ حرام میں سے کوئی بھی یہاں نہیں پائی جاتی''۔

(رسائل ومسائل ص ۲۶۳ جلد سوم)

(۳) ''جب ہم حدیث پر نگاہ ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جزئی طور پر غیر مسلم قوموں کی کوئی چیز لے کر اپنی وضع و معاشرت میں شامل کر لینے کو ناجائز نہیں سمجھتے تھے۔ مثال کے طور پر شلوار ایران کی چیز تھی جو عرب میں پہنچ کر سراویل نام سے موسوم ہوئی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے استعمال کو نہ صرف جائز رکھا بلکہ خود بھی استعمال فرمایا۔''

(رسائل ومسائل ص ۲۶۳ جلد سوم)

(۴) ''اس سے یہ بات متعین ہوگئی کہ شریعت میں جو چیز بعینہ ممنوع ہے وہ کچھ سر کے بالوں کا مونڈنا اور کچھ بالوں کا رکھنا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کا اطلاق ان بالوں پر نہیں ہوتا جو آج کل انگریزی بالوں کے نام سے مشہور ہیں۔''

(رسائل ومسائل ص ۲۶۵ جلد سوم)

(۵) سر کے بالوں کے متعلق نص صریح میں جس چیز کی ممانعت وارد ہوئی ہے وہ قزع ہے اور قزع کی جو تعریف ائمہ حدیث وفقہ نے بیان کی ہے وہ یہ ہے ان یحلق بعض رأس الصبی ویترک بعض۔ یہ کہ بچے کے سر کا کچھ حصہ مونڈا جائے اور کچھ چھوڑ دیا جائے۔ ابوداؤد کی روایت میں یہ تشریح خود نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے مستنبط ہوتی ہے۔ اس میں ابن عمر فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو دیکھا جس کے سر کا کچھ حصہ منڈا ہوا تھا اور کچھ حصے پر بال چھوڑ دیئے گئے تھے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس فعل سے منع کیا اور فرمایا۔ احلقوا کلہ او اترکوا کلہ یا تو پورا سر مونڈ دو یا پورے سر کے بال چھوڑ دو۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۲۹۴ ج ۸) اس سے یہ بات متعین ہوگئی کہ شریعت میں جو چیز بعینہ ممنوع ہے وہ کچھ مونڈنا اور کچھ رکھنا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کا اطلاق ان بالوں پر نہیں ہوتا جو آج کل انگریزی بالوں کے نام سے مشہور ہیں۔'' (رسائل ومسائل ص ۲۶۳ جلد سوم)

(۶) ''بلکہ تشبہ کا اطلاق صرف اس چیز پر ہو سکتا ہے کہ کوئی مسلمان اپنے آپ کو بحیثیت مجموعی کسی غیر مسلم قوم کی وضع و ہیئت میں ڈھال لے حتی کہ اسے دیکھ کر ایک ناواقف آدمی یہ نہ سمجھ سکے کہ یہ مسلمان ہے۔ اب یہ صاف ظاہر ہے کہ جو شخص اپنی مجموعی وضع مسلمانوں کی سی معروف وضع رکھتا ہے اور اس میں صرف انگریزی بال اس کے سر پر ہوں تو اسے تشبہ کا الزام نہیں دیا جا سکتا۔'' (رسائل ومسائل ص ۲۶۷ جلد سوم)

(۷) ''بلاشبہ میرے اپنے مذاق پر بھی اب یہ بال گراں ہیں۔ اور اسی لئے میں نے ان کو چھوڑ دیا ہے۔ لیکن یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ حدود حرام وحلال اور چیز ہیں اور وہ مذاق اور چیز ہے جو اسلامی تہذیب کے نشوونما سے ابھرتا ہے۔ ان دونوں چیزوں کو خلط ملط نہیں کیا جا سکتا۔ ہم ایک اسلامی نظام میں جس چیز کو ضابطے کے طور پر حکماً نافذ کر سکتے ہیں وہ صرف حدود حلال وحرام ہیں''۔

(رسائل ومسائل ص ۲۶۷ جلد سوم)

(۸) ''شریعت تو صرف ان احکام کا نام ہے جو کتاب وسنت میں منصوص ہوں۔ منصوصات سے ماورآء جو اجتہادی یا ذوقی امور ہوں ان کو رائج کرنے کے لئے استدلال، تعلیم تربیت وغیرہ کے ذرائع استعمال کیے جا سکتے ہیں مگر ان کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔'' (رسائل ومسائل ص ۲۶۸ جلد سوم)

یہ ہیں ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے معتقدات دربارہ انگریزی بالوں کے جو خود ان کے اپنے الفاظ میں لکھے گئے ہیں اور یہ اتنے واضح ہیں کہ ان پر مزید حاشیہ آرائی کی ہمیں چنداں ضرورت نہیں ہے۔

ایک عام لکھا پڑھا آدمی بھی انہیں بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ اور مودودی صاحب کے نظریہ کی تہ تک پہنچ سکتا ہے۔
اب ہم اصل مسئلہ کی وضاحت کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

پہلی آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وما اتاکم الرسول فخذوه ومانھاکم عنه فانتھوا ۔اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو اور وہ جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔ (پ ۲۸۔ رکوع ۴)
مفسر احمد صاوی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ "یہ آیت اپنے عموم پر ہے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام اوامر ونواہی کو شامل ہے۔ کیونکہ آپ اچھی بات ہی کا حکم دیتے ہیں اور بری بات ہی سے روکتے ہیں۔ سو اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ آپ کا ہر حکم اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے اور آپ کی ہر ممانعت اللہ تعالیٰ ہی کی ممانعت ہے"۔
(تفسیر صاوی جلد چہارم ص ۱۶۰)

دوسری آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ فلا وربک لایؤمنون حتی یحکموک فی ما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما ۝ تو (اے محبوب) تمہارے ربّ کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک کہ وہ اپنے آپس کے جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ آپ حکم فرمائیں اپنے دلوں میں اُس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔ (پ ۵۔ رکوع ۶)
مفسر ابن کثیر اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی قسم کھا کر یہ بات بتاتا ہے کہ کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہے جب تک وہ رسول اللہ کو جمیع امور میں حاکم تسلیم نہ کرلے۔ سو آپ جو حکم بھی دیتے ہیں حق ہے اور اس کو ظاہراً و باطناً ماننا واجب ہے۔ (تفسیر ابن الکثیر ص ۵۲۰ جلد اول)

تیسری آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ومن یطع الرسول فقد اطاع الله۔ جو شخص رسول کا حکم مانے وہ اللہ کا حکم مانتا ہے۔ (پ ۵۔ رکوع ۸)
اس کی تفسیر میں امام ابن کثیر لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے رسول حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے

بارہ میں بتاتا ہے کہ جوان کی فرمانبرداری کرے وہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہے اور جوان کی نافرمانی کرے وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔ اور اس کی وجہ یہی تو ہے کہ آپ اپنی زبان پاک سے جو کچھ بولتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوتا ہے۔ ہوائے نفسانی سے نہیں بولتے ہیں۔ (تفسیر ابن الکثیر ص ۵۲۸ جلد اول)

الحمد للہ ان تین آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم حکم الٰہی اور ہر ممانعت ممانعتِ الٰہی ہے۔ بدیں وجہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو شارع کہا جاتا ہے۔ سو جس طرح ہر حکم الٰہی پر چلنا اور ہر نہی الٰہی سے رکنا ماموربہ ہے اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم پر چلنا اور ہر نہی سے رکنا بھی ماموربہ ہے۔

اب ہم غور کریں گے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سر کے بالوں کے بارہ میں کیا حکم دیا ہے اور کس بات سے منع فرمایا ہے تو خود مودودی صاحب نے ابوداؤد شریف کی روایت بدیں الفاظ نقل کی ہے۔ ''ابن عمر فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو دیکھا جس کے سر کا کچھ حصہ منڈا ہوا تھا اور کچھ حصے پر بال چھوڑ دیئے گئے تھے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس فعل سے منع کیا اور فرمایا۔ احلقوا کلہ او اترکوا کلہ یا تو پورا سر مونڈ دو یا پورے سر کے بال چھوڑ دو۔''

اس حدیث سے مودودی صاحب نے یہ تو سمجھ لیا کہ'' کچھ بال مونڈنا اور کچھ رکھنا شریعت میں منع ہے۔'' لیکن یہ نہ سمجھا کہ اسی حدیث سے یہ بھی دلالۃً ثابت ہوا کہ شریعت نے سر کے پورے بال مونڈنے یا پورے بال رکھنے کا حکم دیا ہے۔ یعنی اس حدیث سے امرِ ممنوع کو تو سمجھ لیا لیکن امرِ ماموربہ کو اپنے قصورِ فہم کی وجہ سے نہ سمجھا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ مودودی صاحب کو یہ کون بتائے کہ اگر انگریزی بال آپ کے بزعم قزع میں نہیں آتے تو حدیث احلقوا کلہ او اترکوا کلہ کے حکم کی زد میں تو ضرور آتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کل بال مونڈنے یا کل بال رکھنے کا حکم دیا ہے اور انگریزی بال سر کے سارے بال مونڈنے یا سارے بال رکھنے میں نہیں آتے لہذا یہ شرعاً ممنوع ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

چوتھی آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ'' حسنۃ'' لمن کان

یرجو اللہ والیوم الأخر وذکر اللہ کثیراً ○ بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس شخص کے لئے جو اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔ (پ ۲۱ رکوع ۱۹)

مفسر ابن کثیر اس آیت کریمہ کے ماتحت لکھتے ہیں۔ ''یہ آیت کریمہ اس بارہ میں اصل کبیر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جملہ اقوال، افعال واحوال میں آپ کی پیروی کی جانی چاہیے۔''

(تفسیر ابن کثیر۔ جلد سوم ص ۴۷۴)

اور مفسر احمد صاوی لکھتے ہیں۔ ''بلکہ آپ کے جملہ افعال، اقوال اور احوال کی پیروی واجب ہے۔ کیونکہ آپ نہ اپنی خواہش نفس سے بولتے ہیں اور نہ کوئی اور کام کرتے ہیں بلکہ آپ کے جملہ افعال، اقوال واحوال آپ کے ربّ کی طرف سے ہوتے ہیں ولہذا ایک عارف ربانی نے آپ کے بارہ میں یہ شعر لکھا ہے۔ خصک بالھدیٰ فی کل امر . فلست تشآء الا مایشآء ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت کے ساتھ ہر امر میں مختص کر دیا ہے۔ ولہذا آپ نہیں چاہتے مگر وہی جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

(تفسیر صاوی جلد سوم ص ۲۲۶)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ہر امر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ وسنت کی پیروی امت پر لازم ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ سر کے بالوں کے بارہ میں خود آپ کی سنت کیا ہے۔ اور آپ کے صحابہ کی سنت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین تم پر میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سر کے بالوں کی کیفیت

اس بارہ میں امام علی قاری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں۔ وکان لہ وفرۃ الی شحمۃ اذنیہ۔ بلاشبہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سر کے بال آپ کے کانوں کی لو تک تھے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۳۰۰ ج ۸)

اور مشکوٰۃ شریف میں انہی کا یہ ارشاد بھی مروی ہے۔ وکان لہ شعر فوق الجمۃ دون الوفرۃ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سر کے بال جمہ سے بلند اور وفرہ سے پست ہوا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ باب الترجل)

امام علی قاری اس حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں۔ (قولہ فوق الجمۃ) بضم الجیم و تشدید

المیم ماسقط من المنکبین (ودون الوفرۃ) بفتح الواو وسکون الفاء وبعدھا رآء ماوصل الی شحمۃ الاذان کذا فی جامع الاصول والنھایۃ وشرح السنۃ ۔یعنی جامع الاصول، نہایہ اور شرح السنۃ میں مذکور ہے کہ جمہ وہ بال ہیں جو کندھے کو چھوئیں اور وفرہ وہ بال ہیں جو کانوں کی لوتک پہنچیں۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ ص۳۰۸ ج ۸)

اور یہی امام لکھتے ہیں وھذا بظاھرہ یدل علیٰ ان شعرہ صلے اللہ علیہ وسلم کان امراً متوسطاً بین الجمۃ والوفرۃ ولیس بجمۃ ولاوفرۃ اذ معنی فوق الجمۃ ان شعرہ لم یصل الی محل الجمۃ وھو المنکب و معنی دون الوفرۃ ان شعرہ کان انزل من شحمۃ الاذن لکن جآء فی بعض الروایات انہ صلے اللہ علیہ وسلم کان عظیم الجمۃ الی شحمۃ اذنیہ وھذا ظاھر ان شعرہ کان جمۃ وعلی ان جمتہ مع عظمھا الی اذنیہ ولعل ذلک باعتبار اختلاف احوالہ صلے اللہ علیہ وسلم. اور یہ حدیث اپنے ظاہر کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سرمبارک کے بال درمیانی قسم کے ہوتے تھے۔یعنی جمہ اور وفرہ کے درمیان ہوتے تھے۔اور وہ نہ جمہ ہوتے تھے اور نہ وفرہ کیونکہ فوق الجمہ کا معنی ہے کندھے سے اوپر اور دون الوفرہ کا معنی ہے کانوں کی لو سے نیچے اترنے والے بال لیکن بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بال بڑے جمہ کانوں کی لوتک ہوتے تھے اور اس روایت سے بظاہر ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے بال جمہ تھے اور اپنی بڑائی کے باوجود یہ جمہ کانوں کی لو تک ہوتا تھا۔اور شاید یہ روایات کا اختلاف آپ کے احوال کے اختلاف کی وجہ سے ہو۔

(مرقاۃ ص۳۰۸ ج ۸)

اور بخاری ومسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں یبلغ شعرہ شحمۃ اذنیہ۔سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سر کے بال آپ کے کانوں کی لوتک پہنچتے تھے۔یعنی کانوں کی لو سے آگے نہ بڑھتے تھے۔اور خصائص کبریٰ میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ آپ نے سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف بیان کرتے ہوئے فرمایا یفرق شعرہ الیٰ اذنیہ۔آپ کے بالوں میں مانگ نکالی جاتی تھی اور وہ کانوں تک ہوتے تھے۔اور اسی میں حضرت ھند کی روایت میں ہے فلا یجاوز شعرہ شحمۃ اذنیہ اذا ھو وفرۃ۔حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا وفرہ آپ کے کانوں کی لو سے تجاوز نہ کرتا تھا اور

شفا شریف میں حضرت برآء رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ مارأیت من ذی لمة فی حلة حمرآء احسن من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم. میں نے لمہ والا سرخ جوڑے میں کوئی شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے بال یا وفرہ تھے یا لمہ یا جمہ۔ وفرہ وہ بال ہیں جو کانوں کی لو تک ہوں اور لمہ وہ ہیں جو وفرہ سے بڑھ جائیں لیکن کندھے کو نہ چھوئیں اور جمہ وہ ہیں جو لمہ سے بڑھ کر کندھے کو چھوئیں۔ ان روایات میں علامہ شہاب الدین خفاجی بدیں الفاظ تطبیق دیتے ہیں۔ واحواله مختلفة فی الطول ولذا قیل له لمة وجمة۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بالوں کا حال مختلف اوقات میں مختلف ہوتا تھا اسی وجہ سے بعض نے لمہ کہا اور بعض نے جمہ۔ اور ملا علی القاری بھی تطبیق کی یہی صورت لکھتے ہیں۔ ولعل ذلک باعتبار اختلاف احواله صلے اللہ علیه وسلم. اور شاید آپ کے بالوں کی مختلف صورتیں آپ کے احوال کے اختلاف کے اعتبار سے تھیں۔

نیز مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حلق کو پسند فرماتے تھے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور باقی سب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سروں پر بال ہوتے تھے۔ ہاں حج و عمرہ سے فراغت کے بعد آپ صلے اللہ علیہ وسلم حلق پسند فرماتے تھے۔ الحاصل سارے سر کے بالوں کا مونڈنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت اور سر پر پورے بال رکھنا حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور باقی صحابہ رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ سر کے سارے بال مونڈنا یا سارے بال رکھنا شرع شریف کا حکم ہے لہذا تیسرا طریقہ کہ انگریزوں نے ایجاد کیا اور وہ یہ کہ سر کے اگلے حصہ کے بال بڑھائے جائیں اور اردگرد سے کاٹے جائیں غیر شرعی طریقہ ہے۔ اس غیر شرعی طریقہ کو جائز قرار دینا شرع شریف پر سخت افتراء ہے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ آمین۔

مودودی عبارات کی تردید

اب ہم مودودی صاحب کے مذکورہ بالا اقتباسات کے رد میں ضروری باتیں عرض کرتے ہیں تاکہ قارئین کی ذہنی خلش دور ہو جائے وباللہ التوفیق۔

مودودی صاحب کی پہلی عبارت کا مہمل ہونا خود بخود ظاہر کہ اس میں خود مذکور کہ ''ان کے ناجائز ہونے کی دلیل مجھے نہیں ملی'' حالانکہ ہم اوپر ان کے ناجائز ہونے کی دلیل میں چار آیتیں اور ایک حدیث پیش کر چکے ہیں۔ نیز مودودی صاحب کا خود یہ لکھنا کہ ''ایک غیر مسلم قوم کی ایجاد کردہ وضع کو سر چڑھانے میں کراہت کا پہلو ضرور ہے اور اسی لئے میں نے اس وضع کو بدل دیا ہے''۔ بھی ان کے ناجائز ہونے کی دلیل ہے کہ شرعی طریقہ کی مخالفت میں غیر مسلم جو طریقہ ایجاد کریں وہ ضرور ناجائز ہوگا اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

مودودی صاحب کی دوسری عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ انگریزی بالوں کی ممانعت میں نہ نص صریح وارد ہوئی ہے اور نہ وہ کسی اصولی ہدایت کے تحت ناجائز قرار پاتے ہیں اس لئے جائز ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انگریزی بالوں کی ممانعت میں نص صریح موجود ہے اور وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے۔ احلقوہ کلہ او اترکوہ کلہ۔ یا تو سر کے سارے بالوں کو مونڈو یا سارے سر کے بال رکھو۔ رواہ ابو داؤد والنسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کذا فی المرقاۃ شرح المشکوٰۃ عن الجامع الصغیر للسیوطی۔ نیز یہ بال آیت کریمہ وما اتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنہ فانتھوا کی اصولی اور عمومی ہدایت کے تحت آنے کی وجہ سے بھی ناجائز قرار پاتے ہیں۔ مودودی صاحب کا اس بارہ میں نص صریح اور عمومی واصولی ہدایت کی موجودگی کا انکار کرنا قطعاً مردود ہے۔

اور مودودی صاحب کے تیسرے اقتباس کا ماحصل یہ ہے کہ غیر مسلموں سے کلی تشبہ تو شرعاً ناجائز ہے لیکن جزوی تشبہ جائز ہے۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ غیر مسلموں سے جس طرح کلی تشبہ ناجائز ہے اسی طرح جزوی تشبہ بھی ناجائز ہے۔ مثلاً حدیث شریف میں فرمایا۔ ''مشرکین کی مخالفت کرو اس طرح سے کہ داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں مٹاؤ'' اور دوسری حدیث میں فرمایا ''بلاشبہ یہود ونصاریٰ خضاب نہیں لگاتے تم خضاب لگا کر ان کی مخالفت کرو'' اور تیسری حدیث میں ہے کہ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہفتہ اور اتوار کے دن جان بوجھ کر روزہ رکھتے اور فرماتے یہ دو دن کفار کی عید کے دن ہیں تو میں ان کی مخالفت کو پسند کرتا ہوں۔'' اور چوتھی حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر اس بات میں جس کا آپ کو حکم خداوندی ملا نہ ہوتا تھا اہل کتاب کی موافقت کرتے تھے۔ اہل کتاب اپنے بالوں کو سیدھا رکھا کرتے تھے اور مشرکین مانگ نکالا کرتے تھے تو

آپ نے بھی بالوں کو سیدھا رکھا پھر جب آپ کو حکم خداوندی ہوا تو آپ نے مانگ نکالنی شروع فرمائی۔''

اس حدیث سے صراحۃً ثابت ہوا کہ جس بات کا حکم اللہ اور اس کا رسول دے دیں وہ ممنوع نہیں ہوتی اگرچہ اس کی جزوی یا کلی مشابہت اہل کفر کے فعل سے ہو۔ اور جو بات کفار سے جزوی یا کلی مشابہت رکھتی ہو اور اس بات کا حکم اللہ اور اس کے رسول نے نہ دیا ہو وہ ممنوع ہوگی ولہذا مودودی صاحب کا یہ قاعدہ کلیہ کہ کلی مشابہت تو ناجائز ہے مگر جزوی مشابہت جائز ہے درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اور مودودی صاحب کے چوتھے اقتباس کا ماحصل یہ ہے کہ انگریزی بالوں کی ممانعت میں نہ نص صریح وارد ہوئی ہے اور نہ وہ کسی اصولی ہدایت کے تحت ناجائز قرار پاتے ہیں اس لئے جائز ہیں۔ اس کا جواب بعینہٖ مودودی صاحب کی دوسری عبارت کا جواب ہے کہ یہ بال نص صریح احلقوا کلہ او اترکوہ کلہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناجائز ہیں مودودی صاحب کا انکار نص صریح غلط ہے۔

اور مودودی صاحب کی پانچویں عبارت اور چھٹی عبارت کا جواب مذکورہ بالا چار عبارات کے جواب کے ضمن میں آگیا ہے اس لئے تکرار کی حاجت نہیں۔

اور مودودی صاحب کی ساتویں عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ اسلامی مذاق سے ابھرنے والی ذہنیت اور چیز ہے اور ضابطہ کے طور پر حدود حلال وحرام اور چیز۔ لہذا دونوں کو خلط ملط کرنا ناجائز ہے۔ اور ضابطہ کے طور پر صرف مذکورہ حدود ہی کو نافذ کیا جاسکتا ہے اور اسلامی مذاق سے ابھرنے والی ذہنیت کے تقاضا پر کسی شئے کو بطور ضابطہ نافذ نہیں کیا جائے گا۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ہم نے یہاں تک جو کچھ لکھا ہے اس سے ثابت ہوگیا ہے کہ انگریزی بال صرف اسلامی مذاق سے ابھرنے والی ذہنیت ہی کی وجہ سے ناپسندیدہ نہیں ہیں بلکہ نص صریح کے ورود کی وجہ سے بھی یہ شرعاً ناجائز ہیں۔ نیز سنت رسول اور سنت صحابہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے بھی ناجائز قرار پاتے ہیں۔ ولہذا ان کی ممانعت حدود حلال وحرام کے اندر ہے۔ اس لئے بطور ضابطہ کے ان کا حکم بھی مسلمانوں پر لازم ہوگا۔

اور مودودی صاحب کی آٹھویں عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ اجتہادی اور استنباطی یا مذاقی امور کو حکم شرع قرار نہیں دیا جاسکتا۔ صرف کتاب وسنت میں منصوص احکام ہی کو شرعی احکام مانا جائے گا۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ گمراہی ہے۔ احکام شرع دو قسم کے ہوتے ہیں احکام قطعیہ کہ وہ کتاب و سنت سے دلیل قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ سے ثابت ہوتے ہیں اور ان کا انکار کفر تک پہنچا دیتا ہے اور دوسری

قسم کے احکام ظنیہ کہلاتے ہیں کہ ان کے منکر کو اگرچہ کافر قرار نہیں دے سکتے مگر وہ گمراہ ضرور قرار پاتا ہے۔ اس لئے استنباطی اور اجتہادی احکام کو ہلکا جاننا مودودی صاحب کی کم فہمی کی روشن دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

سر کے بالوں کی اسلامی وضع قطع

امام صدر الشریعہ بہار شریعت میں لکھتے ہیں۔ ''مرد کو اختیار ہے کہ سر کے بال مونڈائے یا بڑھائے اور مانگ نکالے (ردالمحتار) حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے دونوں باتیں ثابت ہیں۔ اگرچہ سر کے بال مونڈانا صرف احرام سے باہر ہونے کے وقت ثابت ہے۔ دیگر اوقات میں مونڈانا ثابت نہیں۔ ہاں بعض صحابہ سے مونڈانا ثابت ہے مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ بطور عادت کے مونڈایا کرتے تھے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کبھی نصف کان تک، کبھی کان کی لو تک ہوتے اور جب بڑھ جاتے تو شانہ مبارک سے چھو جاتے تھے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سر کے بالوں کے بیچ میں مانگ نکالتے تھے۔ مرد کو یہ جائز نہیں کہ عورتوں کی طرح بال بڑھائے۔ بعض صوفی بننے والے لمبی لمبی لٹیں بڑھا لیتے ہیں جو ان کے سینہ پر سانپ کی طرح لہراتی ہیں اور بعض چوٹیاں گوندتے ہیں یا جوڑا بنا لیتے ہیں یہ سب ناجائز کام ہیں۔ اور خلاف شرع ہیں۔ تصوف بالوں کو بڑھانے اور رنگے ہوئے کپڑے پہننے کا نام نہیں بلکہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی پوری پوری پیروی کرنے اور خواہشات نفس کو مٹانے کا نام ہے۔ ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ نہ پورے بال رکھتے ہیں اور نہ مونڈاتے ہیں بلکہ قینچی یا مشین سے بال کترواتے ہیں یہ ناجائز نہیں مگر افضل و بہتر وہی ہے کہ سارا سر مونڈائے یا بال رکھے''۔

(بہار شریعت۔ حصہ شانزدہم۔ باب حجامت کا بیان)

الحمد للہ یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے ایک طرف انگریزی بالوں کا شرعاً ناجائز ہونا ثابت ہوا ہے اور دوسری طرف مودودی صاحب کی غلط فہمیوں کا ازالہ بھی کر دیا گیا ہے۔ اب بھی انگریزی خوان طبقہ مودودی صاحب کی ہی مانے جائے تو اس کا کیا علاج۔ وما علینا الا البلاغ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سینتیسواں مقالہ

سبز عمامہ کی شرعی حیثیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله رب العالمین و الصلوٰة و السلام علیٰ رسوله محمد و اله و اصحابه اجمعین اما بعد ۔ڈاکٹر سید محمد عامر گیلانی صاحب کا لکھا ہوا ایک کتابچہ ''سنت عمامہ'' مطبوعہ شبیر برادرز ۴۰۔بی اردو بازار لاہور ہماری نظر سے گذرا ہے۔مؤلف موصوف نے اس کتابچہ میں جہاں عمامہ کی شرعی حیثیت اور اکیلی ٹوپی کی سنیت کے بارہ میں اپنا غلط مؤقف پیش کیا ہے وہاں عمامہ کے رنگوں کے بیان میں بھی سخت غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ مقام تعجب ہے کہ جو لوگ سنتیں قائم کرنے اور ان پر عامل ہونے کے دعوی دار ہیں وہی عمامہ کے اصل مسنون رنگ یعنی سفید رنگ کے تارک اور غیر مسنون رنگوں پر اپنا ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں۔ ہم نے اس مختصر مقالہ میں سبز رنگ کے عمامہ کی شرعی حیثیت کو واضح کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اور سفید عمامہ کے مقابلہ میں سبز عمامہ پر زور دینے والوں کے دلائل کا جواب بھی لکھا ہے۔اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت بخشے اور ذریعۂ ہدایت بنائے آمین۔

عمامہ میں بھی اصل سنت سفید رنگ ہے

عمامہ میں اصل مسنون رنگ سفید رنگ ہے بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے اس کی پوری وضاحت اپنے مقالہ'' سفید عمامہ کی فضیلت دلائل کی روشنی میں'' کے اندر کر دی ہے۔اب سبز عمامہ کے حامیوں کے دلائل کے جوابات ملاحظہ ہوں و باللہ التوفیق۔

''سنت عمامہ'' کے مؤلف کی پہلی دلیل

یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عمامہ شریف کے بارہ میں فرماتے ہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا عمامہ مبارک اکثر سفید کبھی سیاہ اور کبھی سبز رنگ کا ہوتا۔ (ضیاء القلوب فی لباس المحبوب،سنت عمامہ ص ۱۴)

الجواب

مؤلف کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عمامہ اکثر اوقات میں

سفید ہوتا تھا ولہذا یہی رنگ اصل سنت ہے۔ سیاہ رنگ کا عمامہ اور سبز رنگ کا عمامہ جائز ہے مسنون نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ حق قبول کرنے کی توفیق بخشے آمین۔

''سنت عمامہ'' کے مؤلف کی دوسری دلیل

یہ ہے کہ حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کتاب اللباس میں فرماتے ہیں کہ سبز رنگ پہننا سنت ہے جیسا کہ شرعہ میں ہے۔ (سنت عمامہ ص ۱۵)

الجواب

سبز لباس کو سنت قرار دینا بعض علماء کا قول ہے لیکن مفتی بہ قول یہ ہے کہ سنت سفید لباس ہے اور باقی رنگوں کے لباس صرف درجۂ جواز میں ہیں۔ شامی کی عبارت کا جو ترجمہ حضرت مولانا امجد علی صدر الشریعہ نے کیا ہے اس سے اس کا ثبوت ملتا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں سفید کپڑے بہتر ہیں کہ حدیث میں اس کی تعریف آئی ہے اور سیاہ کپڑے بھی بہتر ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن جب مکہ معظمہ میں تشریف لائے تو سر اقدس پر سیاہ عمامہ تھا سبز کپڑوں کو بعض کتابوں میں سنت لکھا ہے۔ (ردالمحتار)

(بہار شریعت ص ۴۷ ج ۱۶)

اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ جن علماء نے سبز لباس کو سنت کہا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ اس لباس کا جواز سنت سے ثابت ہے یعنی اس لباس کا پہننا رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ یہ کہ اصل سنت سبز لباس ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سنت عمامہ کے مؤلف کی تیسری دلیل

یہ ہے کہ یہ وارد ہوا ہے کہ رنگوں میں سبز رنگ تاجدار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کا محبوب ترین رنگ تھا۔ (سنت عمامہ ص ۱۵)

الجواب

امام طبرانی اوسط میں ابن السنی اور ابو نعیم طب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان

کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کان احب الالوان الیہ الخضرۃ ۔رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ محبوب رنگ سبز تھا۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۲۳۵ ج ۸)

یہ حدیث ضعیف ہے امام خاتمۃ المحدثین جلال الدین سیوطی اس حدیث کے بارہ میں فرماتے ہیں ''ضعیف'' یہ حدیث ضعیف ہے۔ (الجامع الصغیر جلد دوم ص ۱۰۰)

ولہذا یہ ضعیف حدیث سفید رنگ کی احبیت ثابت کرنے والی صحیح حدیثوں کے مقابل میں متروک ہوگی۔

اوراس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں احبیت اضافی مراد ہے نہ کہ حقیقی یعنی سفید رنگ تو آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔اس کے علاوہ رنگوں میں سے سب سے زیادہ محبوب سبز رنگ تھا۔اسی وجہ سے آپ نے حکم ارشاد فرمایا علیکم بالبیاض من الثیاب ۔تم پر سفید لباس کا پہننا لازم ہے۔اس حدیث کو امام جلال الدین سیوطی نے الجامع الصغیر کے ص ۶۳ ج ۲ میں صحیح قرار دیا ہے۔اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

''سنت عمامہ'' کے مؤلف کی چوتھی دلیل

یہ ہے کہ حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حبرہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو یوں محبوب تھا کہ سبز رنگ اہل جنت کے لباسوں میں سے ہے۔

(سنت عمامہ ص ۱۵)

الجواب

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ لباسوں میں ایک لباس حبرہ تھا۔حبرہ کی تعریف اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر میں اس کی پسندیدگی کی کئی وجہیں علماء نے لکھی ہیں ان وجھوں میں سے ایک وجہ وہ ہے جو کہ مؤلف نے نقل کی ہے۔اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ سبز رنگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ رنگوں میں سے ایک رنگ ہے اور یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سبز رنگ سفید رنگ سے زیادہ آپ کو پسندیدہ تھا۔ لہذا مؤلف کا مدعا اس دلیل سے ثابت نہیں ہوتا۔تفصیل کے لئے مرقاۃ ص ۲۳۴ ج ۸ ملاحظہ فرمائیں۔

کہ ملا علی قاری کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حمرہ میں اصل سرخ رنگ ہوتا ہے اور کبھی کبھی سبز یا زرد رنگ بھی ہوتا ہے۔ اس لئے اس سے مؤلف کا دلیل پکڑنا درست نہیں۔

''سنت عمامہ'' کے مؤلف کی پانچویں دلیل

یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ غزوۂ حنین کے دن ملائکہ کی نشانی سبز عمامے تھے''۔ (سنت عمامہ ص ۱۵)

الجواب

شیخ عبدالرحمٰن صفوری لکھتے ہیں قال فی شرح المهذب يجوز لبس الثوب الابيض والاحمر و الاصفر والا خضر و غير ذلک من الالوان ولا كراهة فی شئی منه و رايت فی سيرة ابن هشام قال علی رضی الله تعالیٰ عنه العمائم تيجان العرب و كانت عمائم المائكة يوم بدر بيضاء و يوم حنين حمراء۔ (نزھۃ المجالس جلد اول ص ۱۳۳)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب شرح المہذب میں لکھا ہے کہ سفید، سرخ، زرد اور سبز وغیرہا رنگوں کے کپڑے پہننا جائز ہے اور ان میں سے کسی بھی رنگ کے کپڑوں میں کوئی کراہت نہیں ہے اور میں نے کتاب سیرۃ ہشام میں یہ لکھا دیکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا پگڑیاں اہل عرب کا تاج ہیں اور جنگ بدر کے دن فرشتوں کے عمامے سفید اور جنگ حنین کے دن سرخ تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جنگ حنین کے دن فرشتوں کے عماموں کے رنگ میں اختلاف روایت ہے لہذا اس اختلاف کی بناء پر سبز رنگ والی روایت سے استدلال درست نہیں ہے۔ كما لا يخفی علی من له ادنی فهم فی اصول الشرع المتين والله تعالیٰ اعلم.

''سنت عمامہ'' کے مؤلف کی چھٹی دلیل

یہ ہے کہ ''حضرت امام غزالی'' فرماتے ہیں کہ سرکار صلے اللہ علیہ وسلم کو سبز رنگ کے کپڑے خوش لگتے تھے (احیاء العلوم) آپ احیاء العلوم ہی میں آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں کہ سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سندس

(ایک قسم کا کپڑا) کی پوشاک تھی جس کو آپ صلے اللہ علیہ وسلم پہنتے تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم کے سفید رنگ پر اس کا سبز رنگ حسین لگتا تھا۔ (سنت عمامہ ص ۱۵)

الجواب

اس سے سبز رنگ کے لباس کا جائز ہونا ثابت ہوتا ہے۔ سفید لباس پر اس کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ لہذا اسے دلیل بنانا صحیح نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم

''سنت عمامہ'' کے مؤلف کی ساتویں دلیل

یہ ہے کہ ''حضرت ابی رمثہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پر دو سبز چادریں ہیں۔ (شمائل ترمذی) (سنت عمامہ ص ۱۵)

الجواب

اس کا جواب بھی یہی ہے کہ اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو سبز چادریں زیب تن فرمائی ہیں۔ پھر اس سے یہ کیسے ثابت ہوگا کہ اصل سنت سبز لباس ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

''سنت عمامہ'' کے مؤلف کی آٹھویں دلیل

یہ ہے کہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ ابن بطال نے کہا ہے کہ سبز کپڑے اہل جنت کا لباس ہے اور اس کے لئے یہی شرف کافی ہے آگے فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ اسی وجہ سے سبز رنگ کے کپڑے بزرگوں کا لباس ٹھہرا۔ (جمع الوسائل) (سنت عمامہ ص ۱۵)

الجواب

اہل جنت کا لباس سبز ہوگا یہ اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا کہ دنیا میں سب سے زیادہ اچھا رنگ سبز ہے کیونکہ دنیا کے احکام آخرت کے احکام سے الگ ہیں۔ جنت میں مرد سونا، چاندی اور ریشم پہنیں گے حالانکہ یہ چیزیں ان پر دنیا میں حرام کی گئی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

"سنت عمامہ" کے مؤلف کی نویں دلیل

یہ ہے کہ حضرت یعلی بن امیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف کا سبز چادر کے ساتھ اصطباغ فرماتے ہوئے طواف کیا۔ترمذی ابوداؤد۔ابن ماجہ۔

(سنت عمامہ ص ۱۶)

الجواب

اس سے بھی سبز چادر کا پہننا جائز ثابت ہوا اور یہ ثابت نہیں ہوا کہ سبز لباس اصل سنت ہے بلکہ اصل سنت سفید لباس ہی ہے جس کے پہننے کا حکم صحیح حدیثوں میں خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

"سنت عمامہ" کے مؤلف کی دسویں دلیل

یہ ہے کہ بعض علمائے کرام کا فرمان ہے کہ لباس میں سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم سبز رنگ محبوب ترین تھا اسی لئے سرانور پر سبز عمامہ شریف سجایا اور اپنی پیاری مسجد نبوی شریف کے گنبد مبارک کا رنگ بھی سبز پسند فرمایا۔ (سنت عمامہ ص ۷ لیا)

الجواب

خدا جانے وہ کون سے بعض علماء ہیں جنہوں نے یہ فرمایا ہے ہم اس کے جواب میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سفید رنگ محبوب ترین تھا اسی لئے سرانور پر اکثر اوقات میں سفید عمامہ شریف سجایا۔ رہا مولف کا یہ لکھنا کہ اپنی پیاری مسجد نبوی شریف کے گنبد مبارک کا رنگ بھی سبز پسند فرمایا۔ دو وجہوں سے غلط ہے۔ ایک یہ کہ مسجد نبوی شریف کا کوئی گنبد ہی نہیں بلکہ روضۂ انور کا گنبد ہے۔ اور دوسری یہ کہ آپ نے اپنے گنبد کا رنگ پسند نہیں فرمایا بلکہ آپ کی وفات کے بعد جب گنبد خضریٰ تعمیر کیا گیا تو بنانے والوں نے سفید رنگ پسند کیا پھر بعد کے لوگوں نے سبز رنگ پسند کیا۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین واللہ تعالیٰ اعلم۔

مؤلف کا بیان کردہ نتیجۂ بحث

یہ ہے کہ ''ان تمام روایات سے یہ بالکل واضح ہوتا ہے کہ سبز رنگ کا لباس سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لباس میں داخل ہے اور ملائکہ اور اہل جنت کا لباس ہے۔ یعنی سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کے علاوہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور ملائکہ کرام کی سنت مبارکہ ہے۔ (سنت عمامہ ص ۱۶)

الجواب

ہم کہتے ہیں کہ سبز عمامہ ان تمام معزز ہستیوں سے ثابت ہے مگر یہ ان کی اصل دائمی سنت نہیں ہے بلکہ کبھی کبھار کا عمل ہے جیسا کہ مولف نے خود شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت نقل کی ہے کہ ''رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا عمامہ مبارک اکثر سفید کبھی سیاہ اور کبھی سبز رنگ کا ہوتا'' اس لئے سفید عمامہ کو بالکلیہ ترک کر دینا اور ہر وقت سبز عمامہ سر پر سجائے رکھنا ہرگز سنت اصلیہ پر عمل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

عاشقِ رسول ہونے کی نشانی

مؤلف لکھتا ہے آج کل سبز رنگ مسلمانوں کا شناختی رنگ بن گیا ہے کیونکہ ساری دنیا کے جھنڈوں میں سبز رنگ کی موجودگی اس ملک میں مسلمانوں کے تناسب کی نشان دہی کرتی ہے۔ اس لئے سر پر مسنون سبز عمامہ سجائے ہوئے جب کبھی کوئی مسلمان دنیا کے کسی بھی ملک میں جائے گا تو دور سے پہچانا جائے گا کہ باعمل مسلمان اور سچا عاشق مدینہ چلا آ رہا ہے''۔ (سنت عمامہ ص ۱۷)

الجواب

آج کل سبز رنگ کا عمامہ نہیں بلکہ مطلق عمامہ باعمل مسلمان ہونے کی نشانی ہے اسی لئے اگر کوئی مسلمان سر پر مسنون سفید عمامہ سجائے ہوئے کسی ملک میں جائے گا تو دور سے پہچانا جائے گا کہ باعمل مسلمان اور سچا عاشق مدینہ چلا آ رہا ہے۔ یعنی کسی خاص رنگ سے یہ پہچان تعلق نہیں رکھتی بلکہ عمامہ سے رکھتی ہے کہ غیر مسلم

تقریباً ہر جگہ تارک عمامہ ہوتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

دعوت اسلامی کو رضائے مصطفےٰ کا مفید مشورہ

ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ کی اشاعت میں ''دعوت اسلامی کے نام مخلصانہ پیغام'' کے عنوان سے دعوت اسلامی کو یہ مفید مشورہ دیا گیا ہے کہ ''سبز عمامہ کے مسئلے پر بھی دعوت اسلامی کو نظر ثانی کرنی چاہیے کیونکہ یہ چیز تحقیق شدہ ہے کہ سفید عمامہ کی سنیت کی تصریح کی گئی ہے اور سفید لباس کو افضلیت حاصل ہے اور مستقل طور پر سبز عمامہ ہی کو معمول بنانے اور دعوت اسلامی کے ارکان و متعلقین کے لئے سبز عمامہ پر اصرار کرنے سے دعوت اسلامی کے زیر اثر حضرات پر اندیشہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے سبز عمامہ ہی ان کے ذہن نشین رہے گا اور سفید عمامہ کی سنیت کا علم و عمل متروک ہو جائے گا۔ جو کہ دعوت اسلامی کے شایان شان نہیں کیونکہ ماشاء اللہ اس کا پروگرام سنت اور اشاعت سنت ہے (نہ کہ اماتت سنت اصلیہ) دعوت اسلامی کے تشخص کے لئے بازو یا سینہ پر کوئی نشانی لگائی جا سکتی ہے۔ بہر حال سفید عمامہ کو سبز عمامہ کے غلبہ میں مغلوب و متروک نہیں ہونا چاہیے۔ دعوت اسلامی کے مرکزی اجتماع کے موقع پر یا دیگر اوقات میں سفید عمامہ کی سنت کا مظاہرہ ہونا چاہیے''۔

سبحان اللہ رضائے مصطفےٰ نے دعوت اسلامی کو یہ کتنا درست اور مفید مشورہ دیا ہے مگر افسوس اس جماعت نے ابھی تک اس مشورہ کو قبول نہیں کیا ہے ہماری دعا ہے کہ سفید عمامہ کو غلبہ نصیب ہو۔ آمین۔

دعوت اسلامی کو ہمارا مشورہ

یہ ہے کہ آپ کی جماعت جب تبلیغ کے لئے نکلے تو امیر کے سر پر سبز عمامہ اور باقی عام شرکاء کے سروں پر سفید عمامہ ہونا چاہیے۔ اس سے سفید عمامہ کی سنیت بھی زندہ ہوگی اور سبز عمامہ سے اس جماعت کا تشخص بھی قائم رہے گا۔ جنگ بدر میں دو قسم کے عماموں والے فرشتے تھے حضرت جبرائیل علیہ السلام کا عمامہ زرد رنگ کا تھا اور باقی فرشتوں کے عمامے سفید تھے۔ دیکھو تفسیرات صاویہ جلد اول ص ۱۱۵۷ے کاش اگر دعوت اسلامی بدری فرشتوں کے اس طرز عمل کو اختیار کرے تو سفید عمامہ کی سنیت بھی فوت نہیں ہوگی اور اس کا اپنا تشخص بھی قائم رہے گا اور کسی کو دعوت اسلامی کے اس طرز عمل پر اعتراض کی گنجائش بھی نہیں رہے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

درس فیضان سنت

ماہنامہ رضائے مصطفٰے گوجرانوالہ بابت جمادی الاولی ۱۴۱۶ھ میں درس فیضان سنت کے نام سے ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ سبز عمامہ پر زور دینے والوں کی چشم کشائی کے لئے اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

''درس فیضان سنت'' سفید عمامہ سنت کی روشنی میں مولانا محمد الیاس قادری امیر دعوت اسلامی نے بعنوان ''لباس کی سنتیں اور آداب'' لکھا ہے کہ سفید لباس سرکار صلے اللہ علیہ وسلم کو پسند ہے حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سفید کپڑے پہنا کرو۔ کیونکہ یہ پاکیزہ اور صاف وشفاف ہوتے ہیں اور اپنے مُردوں کو سفید کپڑوں میں کفن دیا کرو۔ (نسائی) اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ تاجدار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے مسجدوں اور قبروں میں تمہارے لئے سب سے بہترین لباس سفید لباس ہے۔ (ابن ماجہ)

اس کے بعد لباس کی اٹھارہ سنتیں اور آداب کے عنوان کے ماتحت پہلی سنت یہ بیان فرمائی کہ سفید لباس ہر لباس سے بہتر ہے اور سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ سنت ہے۔ اور پھر لباس کے مضمون کے بعد عمامہ کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ اور فیضان سنت کے ان عنوانات والفاظ سے کہ سفید لباس سرکار صلے اللہ علیہ وسلم کو پسند ہے۔ سفید لباس ہر لباس سے بہتر ہے اور سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ سنت ہے۔ سفید لباس کا ہر لباس سے بہتر اور پسندیدہ سنت ہونا ظاہر و باہر ہے۔ اور بالخصوص دوسری حدیث کے یہ الفاظ بہت واضح ہیں کہ مسجدوں اور قبروں میں سب سے بہترین لباس سفید لباس ہے۔ اور یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ عمامہ و پگڑی شریف بھی لباس میں داخل اور لباس کا اعلیٰ وافضل حصہ ہے لہذا عمامہ شریف کا سفید ہونا بھی یقیناً بہترین و پسندیدہ سنت قرار پائے گا۔

سفید عمامہ کے متعلق بطور خاص ایک اور روایت امام خالد بن معدان تابعی سے مروی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس امت کو پگڑیوں اور جھنڈوں سے عزت بخشی اور سفید

پگڑیوں (اور سفید کپڑوں) سے بڑھ کر کوئی محبوب چیز نہیں جس سے تم اپنی مسجدوں اور اپنی قبروں کو آباد کرتے ہو۔ (کتاب الدعاء امام محمد بن جعفر کتانی علیہ الرحمۃ)

اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کان اکثر لباسہ البیاض۔ آپ کا لباس اکثر (اوقات) سفید ہوتا تھا صلے اللہ علیہ وسلم۔ (احیاء العلوم ص ۳۷۲ ج ۲)

اور امام عراقی نے فرمایا یہ حدیث کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا لباس اکثر اوقات سفید ہوتا تھا اور فرماتے تھے کہ سفید لباس اپنے زندوں کو پہناؤ اور اپنے مُردوں کو اس سے کفن دو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی صحیح الاسناد ہے۔

(کتاب المغنی عن حمل الاسفار)

تفصیل مذکور اور فیضان سنت و دیگر مدلل حوالہ جات کی روشنی میں سفید لباس اور بالخصوص سفید عمامہ کی سنیت افضلیت اور محبوبیت و پسندیدگی بڑی وضاحت سے ثابت ہوگئی ہے لہذا جو لوگ بالخصوص علماء و مشائخ و طلباء رنگ برنگے جوڑے اور سوٹ پہنتے ہیں انہیں بھی اس رسم و رواج کی بجائے سفید لباس یا کم ازکم سفید کا کچھ حصہ سفید شلوار استعمال کرنی چاہیے۔ اسی طرح جن لوگوں بالخصوص جن حضرات نے باجماعت طور پر سبز رنگ کے عمامے یا کسی اور رنگ کو مستقل و مختص کر لیا ہے اور ان کا مشن بھی پیغام سنت ہے انہیں بھی چاہیے کہ وہ اپنی اس روش میں تبدیلی و اعتدال کی راہ اختیار کریں اور سبز رنگ کے عمامہ کی طرح اگر مستقل طور پر سفید عمامہ اختیار نہ کر سکیں تو کم ازکم موقع بموقع سفید عمامہ شریف کی سنیت و افضلیت و محبوبیت کا مظاہرہ کریں تا کہ سبز رنگ کے غلبہ میں سفید عمامہ کی سنیت مغلوب اور ترک و نسیان کا شکار نہ ہو جائے اور اس کی جگہ سبز عمامہ کو افضلیت و فوقیت حاصل نہ ہو"۔ (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ بابت جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

دعوت اسلامی کے احباب اپنی تحریر و تقریر میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیتے رہتے ہیں بلکہ انہیں اپنے سلسلۂ طریقت کے مشائخ میں شمار کرتے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا ایک فتویٰ مبارکہ بھی پیش کر دیا جائے وباللہ التوفیق۔

مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کا عمامہ شریف کے گز کا لانبا تھا اور وہ گز کتنا لانبا تھا بینوا توجروا۔

الجواب:

رنگ سبز و سرخ بھی ثابت ہے اور محبوب تر سفید۔ حدیث میں ہے **البسوا الثیاب البیاض فانها اطهر و اطیب و کفنوا منها موتاکم** ۔ سفید کپڑے پہنو کہ وہ زیادہ پاکیزہ اور خوب ہیں اور اپنے اموات کو سفید کفن دو۔ رواہ احمد والاربعۃ عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

عمامہ اقدس کے طول میں کچھ ثابت نہیں امام ابن الحاج مکی سات ہاتھ یا اس کے قریب کہتے ہیں اور حفظ فقیر میں کلمات علماء سے ہے کہ کم از کم پانچ ہاتھ اور زیادہ سے زیادہ بارہ ہاتھ اور شیخ عبدالحق کے رسالہ لباس میں اکتیس ہاتھ تک لکھا ہے اور ہے یہ کہ یہ امر عادت پر ہے جہاں علماء و عوام کی جیسی عادت ہو اور اس میں کوئی معذور شرعی نہ ہو اس قدر اختیار کریں۔ **فقد نص العلماء ان الخروج عن العادة شهرة و مکروه** (کیونکہ علماء نے فرمایا ہے کہ لوگوں کی عادت سے نکلنا شہرت اور مکروہ ہے)"۔ **واللہ تعالیٰ اعلم.**

(فتاویٰ رضویہ جلد دہم حصہ اول ص ۱۰۴)

حرف آخر

الحمدللہ یہاں تک جو کچھ پیش کیا گیا ہے اس سے روز روشن کی طرح یہ روشن ہوا کہ سفید رنگ کا عمامہ سنت افضل اور زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے۔ ولہذا سنت پر عمل کے دعوی دار مسلمانوں کو سفید عمامے باندھنے چاہیں اور مختلف رنگوں کے لباسوں اور عماموں پر اصرار نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۳ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اڑتیسواں مقالہ

گھڑی کے چین کا مسئلہ

علماء کی عدالت میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ

(۱) گھڑی کلائی پر باندھنی جائز ہے یانہیں؟

(۲) جس گھڑی کا چین اسٹیل وغیرہ دھات کا ہو اُسے کلائی پر پہننا جائز ہے یانہیں؟

(۳) اگر کلائی پر گھڑی باندھنی جائز ہے تو چین پہننا کیوں ناجائز ہے جبکہ یہ دونوں لوہا کے بنے ہوئے ہوتے ہیں؟ جواب بادلائل دے کراجر حاصل کریں۔

(پیش کردہ ہیڈ ماسٹر محمد حنیف ہاشمی بیور تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی)

الجواب: بتوفیق الملک الوھاب عزوجل

علمائے حق ڈورا والی گھڑی کلائی پر باندھنے کو جائز اورلوہے وغیرہ کے چین والی گھڑی کلائی پر پہننے کو ناجائز بتاتے ہیں۔ ڈوراوالی گھڑی کلائی پر باندھنے کے جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آج کل دنیا بھر میں تمام کاروبار گھڑی کے مقررہ اوقات پر ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ نماز وروزہ کے اوقات کوبھی گھڑیوں کے اوقات کے لحاظ سے متعین کیا جاتا ہے۔ اس لئے گھڑی پاس رکھنے کی ضرورت شدیدہ ہے پھر چونکہ بار بار وقت دیکھنا پڑتا ہے اور بار بار جیب سے گھڑی نکال کروقت دیکھنے میں حرج عظیم ہے اس لئے اس حرج عظیم کے دفع کے لئے علمائے ربانی کلائی پر گھڑی باندھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ چنانچہ

(۱) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ لکھتے ہیں۔ ''گھڑی کی چین بھی عام ازیں کہ چاندی کی ہو یا پیتل کی (ناجائز ہے) ہاں ڈورا باندھ سکتا ہے۔''

(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ بابت صفر ۱۳۸۹ھ)

(۲) اور مفتی محمد اعظم رضوی مفتی دارالافتاء بریلی شریف لکھتے ہیں۔ ''اب رہا یہ امر کہ کیا واقعی چین دار دستی گھڑی کا استعمال خلاف شرع ہے تو اس سلسلہ میں ہم مرجع انام مفتی اسلام سرکار شاہزادۂ اعلیٰ حضرت شاہ مصطفےٰ رضا خان مفتی اعظم ہند سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف کا مصدقہ فتویٰ ماہنامہ

استقامت کانپور بابت جنوری وفروری ۱۹۷۸ء اولیاء نمبر جلد دوم ص ۲۵۷ سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں کہ (۱) گھڑی پہننا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) گھڑی پہن کر نماز پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟''

الجواب: (۱) جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲) بے کراہت درست ہے۔ مگر وہ گھڑی جس کی چین سونے، چاندی یا سٹیل وغیرہ کسی دھات کی ہو اس کا استعمال ناجائز ہے اور اس کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یعنی پڑھنا گناہ اور جو پڑھی گئی اس کا اعادہ واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد اعظم رضوی دارالافتاء بریلی شریف۔ الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم فقیر مصطفےٰ رضا خان غفرلہٗ''

(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بابت ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ)

(۳) اور مولانا محمود احمد رضوی شارح صحیح البخاری مہتمم حزب الاحناف لاہور لکھتے ہیں۔ ''چاندی سونے کے علاوہ کسی اور دھات کی گھڑی رکھنا تو جائز ہے مگر اس کی زنجیر کسی دھات کی بھی جائز نہیں۔ گھڑی اور بوتاموں میں کسی دھات کی زنجیر لگانا ممنوع اور ناجائز ہے اور نماز اور امامت اس کے ساتھ مکروہ ہوتی ہے۔ صدہا امام ایسے بھی ہیں کہ ان باتوں کے ترک کرنے اور بجانہ لانے سے خود اپنی اور اپنے مقتدیوں کی نمازیں ضائع اور خراب کرتے ہیں۔'' (ماہنامہ رضوان لاہور بابت ۱۷ اگست ۱۹۷۲ء)

اور چین والی گھڑی پہننے کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ شرع شریف نے لوہا وغیرہ دھات کی بنی ہوئی اشیاء کا بے ضرورت پہننا ممنوع قرار دیا ہے۔ چونکہ چین پہننے میں وہ ضرورت موجود نہیں جو گھڑی پہننے میں ہے کہ چین کی بجائے ڈورا بھی پہنا جا سکتا ہے اس لئے چین کا استعمال ناجائز ہے۔ **لان الضرورات تقدر بقدرها والله تعالىٰ اعلم وعلمه اتم واكمل عزوجل۔**

یہ اِن سوالات کا اجمالی جواب ہے۔ اور چونکہ چین کے مسئلہ سے عوام بہت لاپرواہی برتتے ہیں بلکہ اچھے خاصے مولویان حضرات کو بھی دیکھا گیا ہے کہ وہ چین پہنے ہوتے ہیں اس لئے اس مسئلہ کا تفصیلی جواب بھی لکھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہدایت ملنے کی دعاء ہے۔ آمین۔

احادیث مبارکہ

(۱) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا جس نے پیتل

کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ مالی اجدمنک ریح الاصنام ۔میرے لئے کیا ہے کہ میں تجھ سے بتوں کی بدبو پاتا ہوں؟ پس اس شخص نے وہ انگوٹھی پھینک دی۔ پھر وہ لوہے کی انگوٹھی پہن کر آیا تو آپ نے فرمایا مالی اری علیک حلیۃ اھل النار میرے لئے کیا ہے کہ میں تجھ پر دوزخیوں کا زیور دیکھتا ہوں؟ پھر اس نے عرض کیا یارسول اللہ میں کس شے کی انگوٹھی بنواؤں؟ فرمایا من ورق ولاتتمہ مثقالاً۔ چاندی سے اور وہ مثقال کے وزن کو نہ پہنچے۔ (مشکوٰۃ ص ۹۸ ج ۲، نسائی ص ۲۸۸ ج ۲، ابوداؤد ص ۲۲۴ ج ۲)

(۲) امام ترمذی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں یہ اضافہ روایت کیا ہے۔ ثم اتاہ وعلیہ خاتم من ذھب فقال مالی اری علیک حلیۃ اھل الجنۃ ۔پھر وہ شخص سونے کی انگوٹھی پہن کر آیا۔تو آپ نے فرمایا میرے لئے کیا ہے کہ میں تجھ پر جنتیوں کا زیور دیکھتا ہوں۔

(ترمذی ص ۲۴۸ ج ۲)

۳۔اور حضرت عمرو بن شعیب اپنے دادا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سونے کی انگوٹھی پہن کر بیٹھا تو آپ نے اس سے اپنا رخ انور موڑ لیا۔ پھر اس نے (سونے کی انگوٹھی اتار کر) لوہے کی انگوٹھی پہنی تو یہ دیکھ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ھذا لبسۃ اھل النار یہ تو دوزخیوں کا پہناوا ہے۔ پھر اس نے (لوہے کی انگوٹھی اتار کر) چاندی کی انگوٹھی پہنی تو آپ خاموش رہے۔

(شرح معانی الآثار ص ۳۸۶ ج ۲)

(۴) اور عامل بصرہ زیاد کا بیان ہے کہ ہم اشعری کے ہمراہ وفد کی صورت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ پر سونے کی انگوٹھی دیکھ کر تین بار فرمایا لقد تشبھتم بالعجم تختموا بھذا الورق ۔ بلاشبہ تم نے اہل عجم سے مشابہت کی ہے۔تم اس چاندی کی انگوٹھیاں بنواؤ۔ پھر اشعری نے کہا میری انگوٹھی تو لوہے کی ہے۔فرمایا۔ ذالک اخبث وانتن یہ تو زیادہ پلید اور زیادہ بدبودار ہے۔ (شرح معانی الآثار ص ۳۸۷ ج ۲)

(۵) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا۔ حالانکہ اس پر سونے کی انگوٹھی تھی آپ نے اس سے رخ انور موڑ لیا۔ پھر وہ اس حال میں لوٹا کہ اس پر لوہے کی انگوٹھی تھی۔ سو آپ نے فرمایا ھذا شر منہ ھذہ حلیۃ اھل النار . یہ (لوہے کی انگوٹھی) اس (سونے کی انگوٹھی) سے بھی زیادہ بری ہے۔ یہ دوزخیوں کا پہناوا ہے۔ (تبیین الحقائق ص ۱۵ ج ۶)

ان پانچ احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ لوہے کی انگوٹھی پہننی شرعاً ممنوع ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لوہا دوزخیوں کا پہناوا ہے۔ سو یہ علت صرف لوہے کی انگوٹھی میں منحصر نہیں مانی جائے گی۔ بلکہ ہر وہ زیور جو لوہے کا بنا ہوگا اس کی ممانعت بھی اس علت سے ثابت ہو جائے گی۔ پس لوہے کا چین اس لئے ممنوع قرار پائے گا کہ یہ بھی دوزخیوں کے پہناوا کی قسم ہے۔ واللہ یھدی من یشآء الیٰ صراط مستقیم۔

فقہائے حنفیہ کے ارشادات

مندرجہ بالا پانچ احادیث متبرکہ کی بناء پر ہمارے فقہائے حنفیہ کثرھم اللہ تعالیٰ الیٰ یوم القیامۃ نے لوہے وغیرہ دھاتوں کی انگوٹھی پہننے کو ناجائز بلکہ مکروہ بلکہ حرام لکھا ہے۔ قارئین کے اطمینان قلب کے لئے بعض عبارات نقل کی جاتی ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) محرر مذہب حنفی حضرت امام محمد بن حسن شیبانی لکھتے ہیں۔ لاینبغی للرجل ان یتختم بذھب ولاحدید ولا صفر ولا یتختم الا بالفضۃ۔ مرد کو نہ چاہیے کہ وہ سونے کی انگوٹھی پہنے اور نہ لوہے کی اور نہ پیتل کی اور وہ چاندی کی انگوٹھی کے علاوہ اور کوئی انگوٹھی نہ پہنے۔ (موطائے امام محمد ص ۳۷۲)

(۲) اور امام ابوالبرکات نسفی لکھتے ہیں وحرم التختم بالحجر والحدید والصفر والذھب۔ اور حرام ہے (مرد کے لئے) کہ پتھر اور لوہے اور پیتل اور سونے کی انگوٹھی پہنے۔ (کنز الدقائق ص ۳۵۰)

(۳) اور شرح وقایہ میں ہے۔ ولا یتختم بالحجر والحدید والصفر اور مرد پتھر اور لوہے اور پیتل کی انگوٹھی نہ پہنے۔ (شرح وقایہ ص ۴۹ ج ۴)

(۴) اور ہدایہ میں ہے۔ وفی الجامع الصغیر ولایتختم الا بالفضۃ وھذا نص علیٰ ان التختم بالحجر والحدید والصفر حرام اور امام محمد نے کتاب جامع صغیر میں فرمایا اور مرد انگوٹھی نہ پہنے مگر چاندی کی اور یہ نص ہے اس بات پر کہ پتھر اور لوہے اور پیتل کی انگوٹھی پہننی حرام ہے۔ (ہدایہ شریف ص ۴۵۷ ج ۴)

(۵) اور درمختار میں ہے۔ ولایتختم بغیرھا کحجر وذھب وحدید وصفر ورصاص وزجاج وغیرھا۔ اور مرد چاندی کے علاوہ مثلاً پتھر اور سونا اور لوہا اور پیتل اور سکہ اور شیشہ وغیرہ کی انگوٹھی نہ پہنے۔ (درمختار ص ۲۵۳ ج ۵)

(۶) اور علامہ شامی ملا خسرو کا یہ قول نقل کرتے ہیں فالحاصل ان التختم بالفضۃ حلال للرجال

وبالذهب والحديد والصفر حرام وبالحجر حلال على اختيار شمس الائمه وقاضی خان و حرام على اختيار صاحب الهداية والكافی ۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ مردوں کے لئے چاندی کی انگوٹھی پہننی حلال اور سونے اور لوہے اور پیتل کی حرام اور پتھر کی شمس الائمہ سرخسی اور امام قاضی خان کے مختار قول پر حلال اور صاحب ہدایہ اور صاحب کافی کے مختار قول پر حرام ہے۔ (ردالمختار ص۲۵۳ ج۲)

(۷) اور امام حداد یمنی لکھتے ہیں اوز جندی کی کتاب میں ہے کہ مردوں کے لئے لوہے اور پیتل اور کانسے اور سکے کی انگوٹھی پہننی مکروہ ہے کیونکہ یہ دوزخیوں کا پہناوا ہے۔ (جوھرہ نیرہ ص۳۸۳ ج۲)

(۸) اور امام زیلعی فرماتے ہیں۔ ولا يتختم بغير الفضة كالحجر والحديد والصفر اور مرد چاندی کے علاوہ کسی شئے پتھر اور لوہے اور پیتل کی انگوٹھی نہ پہنے۔ (تبیین الحقائق ص۱۵ ج۶)

(۹) اور امام عینی لکھتے ہیں۔ حرم التختم بالحجر والحديد والصفر والرصاص والقزدير ونحو ذلك ۔ پتھر، لوہے، پیتل، اور سکے وغیرہ کی انگوٹھی پہننی حرام ہے۔ (رمزالحقائق ص۳۰۹ ج۲)

(۱۰) اور فتاویٰ خانیہ میں ہے وكذا التختم بالحديد لانه خاتم اهل النار ۔ اور یونہی لوہے کی انگوٹھی پہننا (ناجائز ہے) کیونکہ لوہے کی انگوٹھی دوزخیوں کی انگوٹھی ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان ص۴۱۳ ج۳)

الحمدللہ فقہ حنفی کی دس کتب عالیہ کی ان عبارات متبرکہ سے ثابت ہوا کہ لوہا وغیرہ دھات کی بنی ہوئی انگوٹھی پہننا مردوں اور عورتوں سب کے لئے حرام ہے۔ اور اس کی علت یہ بتائی گئی ہے کہ یہ دوزخیوں کا پہناوا ہے۔ اللہ کریم آج کل کے مسلمانوں کو اس آفت سے بچائے آمین۔

لوہے کے چین کو لوہے کی انگوٹھی پر قیاس کیا جائے گا

چونکہ لوہے کا چین لوہے کی انگوٹھی کی طرح ہے کہ دونوں کو ہاتھ میں پہنتے ہیں اس لئے اس کا حکم لوہے کی انگوٹھی کے حکم پر قیاس کیا جائے گا۔ اسی قیاس پر علمائے حق لوہے کے چین کے استعمال کو ناجائز بلکہ مکروہ تحریمی تک قرار دیتے ہیں۔ یہاں قارئین کے اطمینان قلب کے لئے علمائے حق کے چند فتاویٰ مبارکہ لکھے جاتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کی کتاب احکام شریعت کے ص۱۷۰ میں ہے۔

''مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سونے چاندی، پیتل، کانسہ وغیرہ کی انگوٹھی یا بٹن یا

گھڑی کی زنجیر مرد کو پہننا جائز ہے یا نہیں؟ اور ان کو پہن کر نماز پڑھنا یا پڑھانا درست ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا۔

الجواب: چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی مرد کو پہننا جائز ہے اور دو انگوٹھیاں یا کئی نگ کی ایک انگوٹھی یا ساڑھے چار ماشہ خواہ زائد چاندی کی اور سونے، کانسے، پیتل، لوہے یا تانبے کی مطلقاً ناجائز ہیں۔ گھڑی کی زنجیر (چین) سونے چاندی کی مرد کو حرام اور دھاتوں کی ممنوع ہے اور جو چیز ممنوع کی گئی ہیں ان کو پہن کر نماز اور امامت مکروہ تحریمی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اور مولانا امجد علی اعظمی قدس سرہٗ لکھتے ہیں۔ ''سونے چاندی کی زنجیر (چین) گھڑی میں لگا کر اس کو گلے میں پہننا یا کاج میں لٹکانا یا کلائی پر باندھنا منع ہے (ردالمختار) بلکہ دوسری دھات مثلاً پیتل لوہے وغیرہ کی چینوں کا بھی یہی حکم ہے۔ کیونکہ ان دھاتوں کا بھی پہننا ناجائز ہے اور اگر ان چیزوں کو لٹکایا نہیں اور نہ کلائی پر باندھا بلکہ جیب میں پڑی رہتی ہیں تو ناجائز نہیں کہ ان کے پہننے سے ممانعت ہے۔ جیب میں رکھنا منع نہیں''۔ (بہار شریعت ص ۵۱ ج ۱۶)

(۳) مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی قدس سرہٗ لکھتے ہیں۔ ''مگر وہ گھڑی جس کی چین سونے چاندی یا اسٹیل وغیرہ کسی دھات کی ہو اس کا استعمال ناجائز ہے اور اس کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یعنی پڑھنا گناہ اور جو پڑھی گئی اس کا اعادہ واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(ماہنامہ رضائے مصطفیٰ بابت ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ)

(۴) اور مفتی اعظم پاکستان سید ابوالبرکات احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''تمام دھاتیں (لوہا، پیتل، تانبہ، اسٹیل وغیرہ) عورت و مرد کو ممنوع ہیں۔ گھڑی کا چین ہو یا انگوٹھی چھلہ یا حلقہ وکڑا ہو۔ سب ممنوع ہیں''۔

(ماہنامہ رضائے مصطفیٰ بابت رمضان ۱۳۹۲ھ)

(۵) اور مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری لکھتے ہیں۔ ''گھڑی کی چین سونے یا چاندی کی حرام ہے اور لوہے پیتل کی مکروہ (تحریمی) ہے''۔ (ماہنامہ رضائے مصطفیٰ مذکور بالا)

(۶) اور مفتی محمد اعظم رضوی مفتی بریلی شریف لکھتے ہیں۔ ''چاندی اور سونے کا زیور عورت استعمال کرسکتی ہے اور چاندی سونے کے علاوہ دھاتوں کا استعمال اس طرح مرد و عورت کوئی نہیں کرسکتا۔ یہ نص حدیث سے ثابت ہے''۔ (ماہنامہ رضائے مصطفیٰ بابت ربیع الاول ۱۳۹۳ھ)

(ے)اور مفتی محمد خلیل برکاتی لکھتے ہیں۔''سونے چاندی کے علاوہ دھاتوں کا زیور یا زینت کے طور پر استعمال کرنا بہرحال اسلام میں پسندیدہ نہیں رہا۔لوہا، تانبا، پیتل نص صریح سے ممنوع ہیں۔مرد کے لئے بھی اور عورت کے لئے بھی لہٰذا ان کو جائز اور مباح نہیں کہا جائے گا''

(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ بابت شوال ۱۳۹۲ھ)

(۸)اور مفتی جلال الدین احمد امجدی لکھتے ہیں۔''حالانکہ شرعی اعتبار سے ایسے چین (لوہا وغیرہ دہات کے بنے ہوئے چین) کا استعمال ناجائز و ممنوع ہے اور اسے باندھے ہوئے نماز مکروہ تحریمی ہے''۔

(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ بابت ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ)

(۹)اور مولانا محمد عبداللہ قصوری لکھتے ہیں۔''سونے چاندی کی زنجیر گھڑی میں لگا کر اس کو گلے میں پہننا یا کاج میں لٹکانا یا کلائی پر باندھنا منع ہے۔ان اشیاء ممنوعہ کے استعمال کے لئے عموم بلوی کو حیلہ بنانا شرعاً غلط ہے''۔ (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ بابت رمضان ۱۳۹۲ھ)

(۱۰)اور مولانا ابوداؤد محمد صادق لکھتے ہیں۔''لوہے، پیتل، اسٹیل وغیرہ دھات کا چین باندھنا اور کاج میں زنجیر لٹکانا ناجائز و ممنوع ہے۔اور اس کے ساتھ نماز مکروہ ہے۔الیٰ ان قال ہم نے اس مسئلہ کو اس لئے وضاحت سے نقل کیا ہے کہ آج کل بہت سے جدید علماء و مقررین بھی اس گناہ میں مبتلاء ہیں اور سنی بریلوی حضرات بھی فیشن کی اس رو میں بہے جا رہے ہیں۔اور انہیں اس بات کا بھی احساس نہیں کہ اس طرح چین و زنجیر پہننے کے گناہ کے علاوہ ان کی اپنی نمازیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے والے مقتدیوں کی نمازیں مکروہ تحریمی و واجب الاعادہ ہوتی ہیں اور کئی جاہل عوام مولوی کے ہاتھ میں اس قسم کا چین دیکھ کر اسے جائز تصور کر لیتے ہیں گویا جن علماء کا کام لوگوں کو ہدایت دینا تھا وہ اب ان کے لئے ذریعۂ معصیت بن رہے ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ مولیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔آمین۔ (رضائے مصطفےٰ ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۸۵ھ)

الحاصل لوہے کی بنی ہوئی گھڑی کا پہننا مردوں اور عورتوں سب کے لئے جائز ہے بشرطیکہ اس میں لوہے پیتل وغیرہ کا چین نہ لگا ہو۔ورنہ مردوں اور عورتوں سب کے لئے اس کا کلائی پر باندھنا ناجائز اور گناہ ہے۔ہاں جیب میں رکھیں تو کوئی حرج نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۳ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتالیسواں مقالہ

کیمرہ کی عکسی تصویر

کی صحیح شرعی حیثیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله ربّ العالمين و الصلوٰة والسلام علىٰ رسوله محمد واله واصحابه اجمعين امابعد:

ڈاکٹر پروفیسر محمد طاہر القادری بانی تحریک منہاج القرآن لاہور نے کیمرہ وغیرہ سے جاندار کی تصویریں کھینچنے کو جائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے ایک مضمون ''تصویر اور ویڈیو کی شرعی حیثیت'' میں لکھا ہے کہ

''تصویر کے بارے میں علماء کے دو موقف ہیں۔ بعض علماء اسے مطلقاً ناجائز سمجھتے ہیں جبکہ بعض کے نزدیک دھات سے بنی ہوئی یا تراشدہ مورتی تو ناجائز ہے البتہ کیمرے سے بنی ہوئی وہ تصاویر جو عبادت یا تعظیم کی نیت سے نہ ہوں مباح ہیں۔ جو علماء اسے مطلقاً حرام سمجھتے ہیں وہ تصویر کی حرمت کے احکام فوٹوگرافی پر لاگو کرتے ہیں اس طرح حاصل شدہ تصویر کو عکسی (تصویر) قرار دیتے ہیں حالانکہ اس دور میں اس تصویر کا وجود نہیں تھا۔ جس کی حرمت حدیث مبارکہ میں آئی ہے یہ وہ تصویر ہے جو کسی دھات یا پتھر وغیرہ سے تراشی جائے جسے مورتی کہتے ہیں''۔ (روزنامہ جنگ راولپنڈی بابت ۱۱ جولائی ۱۹۹۷ء اقراء ایڈیشن)

پھر اس مضمون کے اندر دوسری جگہ لکھا ہے کہ

''فوٹوگرافی بھی ماضی کی یادگار کے طور پر کی جاتی ہے۔ اس لیے اس میں بھی حرمت کی علت (عبادت و تعظیم کا تعلق) نہ ہونے کی وجہ سے یہ حرام نہ ہوئی بلکہ مباح ہوئی''۔

اور پھر آخر پر لکھا ہے کہ

''مسئلہ کی وضاحت کے باوجود جو لوگ تصویر کی حرمت کے قائل ہیں میں ان کے موقف کو باطل یا غلط نہیں تصور کرتا اور جو عکسی تصویر کے جواز کے قائل ہیں ان کے پاس یہ حدیث دلیل شرعی ہے۔ دونوں کے پاس اپنے دلائل ہیں میں خود دوسرے موقف (جواز) کو ترجیح دیتا ہوں''۔

طاہر القادری کے اس موقف کی حمایت میں ادارہ منہاج القرآن لاہور کے دارالافتاء کے رئیس مفتی عبدالقیوم صاحب نے اپنے مضمون ''تصویر کی شرعی حیثیت'' میں لکھا ہے کہ

''الحمدللہ مسئلہ شرعیہ خوب واضح ہو گیا کہ ہر ذی روح کی تصویر نہ بنانا حرام ہے نہ گھر میں یا دفتر دکان یا جیب میں رکھنا حرام ہے۔ حرمت تصویر کا حکم مطلق اور عام ہرگز نہیں جس طرح نادانی سے سمجھ لیا گیا ہے۔ اس عام تخصیص اور اطلاق میں تقیید ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ غلط تصویر ہو یا غلط مقصد کے لیے ہو تو بنانی بھی حرام اور رکھنی بھی حرام صحیح ہو اور صحیح مقاصد کے لیے ہو تو بنانی بھی جائز اور رکھنی بھی جائز۔ نیز ہر تصویر کی

توہین جائز نہیں۔ جن بزرگوں کی تعظیم وتکریم ہوتی ہے ان کی تصویر کی بھی ہوگی اور ہر تکریم حرام ہرگز نہیں۔ وہی تکریم حرام ہوگی جو شرعاً منع ہے مثلاً سجدہ کرنا اس کا طواف کرنا اس کے آگے رکوع کرنا وغیرہ ہم اپنے حقیقی دینی وملی قائدین کی تصویروں کی ہرگز توہین وتنقیص نہیں کر سکتے بلکہ ان کی تعظیم وتکریم ہی کریں گے مگر حدود شرعی میں رہ کر"۔ (ماہنامہ منہاج القرآن لاہور بابت اکتوبر ۱۹۹۷ء صفحہ نمبر ۵۱)

طاہر القادری اور مفتی عبدالقیوم صاحب کی ان ہر دو عبارات کے رد میں ہم اپنے پانچ رسالے "مجوزین فوٹو بازی کے دلائل کا علمی محاسبہ"۔ "حرمت تصویر کا مدلل بیان"۔ "مجوزین فوٹو بازی کے نئے دلائل کا تنقیدی جائزہ"۔ "تعظیم تصویر کی شرعی حیثیت" اور "فوٹو بازی کا وبال" شائع کروا کر مفت تقسیم کر چکے ہیں۔ آج کل منہاج القرآن علماء کونسل گوجرانوالہ نے طاہر القادری اور مفتی عبدالقیوم صاحب کے مذکورہ بالا نظریہ کی تائید میں پروفیسر محمد غلام فرید سیفی ہزاروی صاحب سے ایک فتویٰ لکھوا کر کتاب "مسئلہ ویڈیو والتصویر" کے اندر شائع کروایا ہے۔

حیرت ہے کہ پروفیسر سیفی صاحب نے پہلے دو حضرات کی قصرا پنے اس فتویٰ میں نکال دی ہے۔ اور نہایت ہی بے خوفی اور بے باکی سے کیمرہ کی عکسی تصویروں کے بنانے بنوانے اور انہیں اعزازاً پاس رکھنے کے مطلق جواز واباحت کو اپنے بے بنیاد دلائل اور بزرگان دین کی عبارات میں ہیر پھیر اور کتر بیونت کے ذریعہ سے ثابت کیا ہے۔ پروفیسر صاحب کے اس فتویٰ کا مکمل رد تو ہم نے اپنے رسالہ "مجوزین فوٹو بازی کے نئے فتویٰ کا تحقیقی جواب" میں بحمداللہ تعالیٰ لکھ دیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے قارئین پر خوب واضح ہو جائے گا کہ پروفیسر سیفی صاحب نے پروفیسر طاہر القادری اور مفتی عبدالقیوم صاحب کے غلط موقف کو صحیح ثابت کرنے کے لیے کس طرح احادیث مبارکہ اور عبارات علماء کرام میں مغالطہ دہی اور ہیر پھیر سے کام لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ایسے نام نہاد محققین کے شر سے مسلمانوں کے ایمان کو محفوظ رکھے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

اس مختصر مقالہ میں ہم نے علمائے اہل سنت کے وہ فتاویٰ مبارکہ جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے جن سے "کیمرہ کی عکسی تصویر کی صحیح شرعی حیثیت" واضح ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو شرف مقبولیت بخشے اور ذریعۂ ہدایت بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

(۱) ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کا فتویٰ

"نہایت کثیر التعداد وقوی الاسناد احادیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ذی

روح اشیاء کی تصویر بنانے اور رکھنے کو قطعی حرام قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ چیز انتہائی مبغوض ہے کہ کوئی اس کی صفت خلق میں مشابہت کرے۔ پھر انسانی تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ ان فنون نے ہمیشہ انسان کو طرح طرح کی ذہنی اور عملی گمراہیوں اور پستیوں میں مبتلاء کیا ہے۔ شرک اور بت پرستی کا موجب بننے کے علاوہ یہ فنون شہوانیت کو پھیلانے اور اخلاق وحیاء جیسی شریف قدروں کو انسانی ذہنوں سے محو کرنے کا ایک بڑا سبب رہے ہیں۔ ہمارے لیے کسی طرح جائز نہیں کہ ہم اپنی طرف سے اس حکمت کی علت خود تجویز کر کے اس کے لحاظ سے بعض تصویروں (یعنی دستی تصویروں) کو حرام اور بعض (یعنی عکسی تصویروں) کو حلال قرار دینے لگیں۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ قرآن اور اسلام کی رو سے جاندار اشیاء کی مجسمہ گیری اور تصویر سازی کا کوئی جواز نہیں ڈھونڈا جا سکتا البتہ بے جان اشیاء کی تصویر کشی یا نقل اور مجسمہ بنانے پر کوئی پابندی نہیں ہے جیسا کہ فقہاء نے اس کی تصریح کر دی ہے''۔ (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت جولائی ۱۹۷۳ء بحوالہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ بابت جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ صفحہ نمبر ۱۲)

(۲) شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی صاحب کا فتویٰ

''اسلام میں تصویر (لینے) کا جواز ہرگز نہیں ہے۔ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے مصورین پر لعنت اور سخت زجر وتہدید فرمائی ہے۔ لہٰذا تصویر لینا ملعون اور حرام فعل ہے۔ حرام شئے تبلیغ اور اصلاح کا ذریعہ نہیں ہو سکتی۔ جامعہ رضویہ کے فارغ جس شخص نے وی۔ سی۔ آر اور ویڈیو وغیرہ (کیمرہ) کا جواز بیان کیا ہے وہ جامعہ رضویہ کی تعلیم نہیں اس کا اپنا فاسد اجتہاد ہے۔ اور اپنی جہالت وغوایت سے ذاتی ہوس کا شکار ہے۔ جامعہ رضویہ ایسے استدلالات کرنے والوں سے بری الذمہ ہے''۔

(ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ۔ بابت ربیع الاول ۱۴۱۳ھ)

(۳) حضرت مولانا محمد عبد اللہ قصوری کا فتویٰ

سرکار دوعالم سید الانبیآء شارع علیہ التحیۃ والسلام نے تصویر لینے کو مطلقاً حرام فرمایا ہے۔ اس حکم کو مقید نہیں رکھا ہے کہ بحیثیت مبلغ دین اور باندازِ اصلاح معاشرہ جائز ہے بصورت دیگر ناجائز ہے۔ اور مطلق کا حکم یہ ہے **المطلق یجری علی اطلاقہ** مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے۔ لہٰذا ہر لحاظ سے تصویر (کھینچنا) منع ہے۔ تصویر کا بنانا اور بنوانا، تصویر کا اتارنا یا اتروانا اور پھر تصویر دستی ہو یا عکسی تصویر مکمل تصویر ہو یا

نصف حصہ اوپر کا۔ تبلیغی سلسلہ سے ہو یا اصلاح معاشرہ کے لیے، بصورت وی سی آر، ٹی وی ہو یا ویڈیو فلم ہر طرح سے حرام ہے اور شدید حرام ہے۔ اس حکم مطلق کو مقید کرنا اور کسی حیثیت سے بھی اس کو جائز قرار دینا یہ مداخلت فی الشریعۃ المطہرۃ الغرآء ہے اور خود کو شارع قرار دینا ہے۔ جو سراسر باطل ہے۔

وی سی آر اور ویڈیو فلم بنانا بنوانا یہ تو انتہائی مخرب اخلاق اور تضییع اوقات ہیں اور اسلامی معاشرہ کا قالع اور قامع اور قاطع ہیں۔ بھلا ان سے اصلاح معاشرہ اور تبلیغ اسلام کیا ہو گی جبکہ ان آلات کی ایجاد ہی اسلامی معاشرہ کو مغربی تہذیب سے بدلنے کے لیے ہے اور مسلمانوں کو اسلامی تہذیب سے دور لے جانے کے لیے ہے۔ احادیث نبویہ جو تصویر کی حرمت میں حکم مطلق رکھتی ہیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ''لوگوں میں زیادہ سخت از روئے عذاب کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مصورین ہیں'' الامان۔ تصویریں بنانے والے غور فرمائیں۔ مصورین مطلقاً ہے کوئی قید جواز کی نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی استثناء ہے اور نہ ہی کوئی خص عنہ البعض ہے۔

(۲) ''جس نے تصویر بنائی تو وہ عذاب دیا جائے گا۔ اور تکلیف دیا جائے گا اس میں جان ڈال اور وہ جان ڈالنے والا نہیں ہوگا'' اس حدیث میں بھی تصویر کی حرمت کا حکم مطلق ہے اس میں کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔

(۳) ''قیامت کے دن آگ سے ایک گردن نکلے گی۔ اس کے لیے دو آنکھیں دیکھتی ہوں گی۔ دو کان ہوں گے سننے والے اور زبان ہو گی بولتی ہوئی کہے گی میں تین شخصوں کے لیے مسلط کی گئی ہوں۔ ہر ظالم متکبر کے لیے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرے اور مصورین کے لیے''۔ تصویریں بنانے والے (ان کے لیے میں بصورت عذاب ہوں) اس میں بھی مصورین کو مطلقاً ذکر فرمایا:

(۴) ''لوگوں میں زیادہ سخت از روئے عذاب کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے نبی کو قتل کیا یا جن کو نبی نے قتل کیا اور تصویریں بنانے والے اور علماء جو اپنے علم سے کسی کو منتفع نہ کریں''۔ اس میں بھی المصورون مطلق ہے۔ **المطلق یجری علی اطلاقہ** ۔ مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے۔

ان احادیث نبویہ سے ثابت ہوا کہ المصورون زیادہ سخت عذاب میں ہیں۔ تصویروں کے بنانے والوں کو حکم ہوگا کہ ان میں جان ڈالو تو جان نہ ڈال سکیں گے تو سخت عذاب ہوگا۔ بڑی سخت وعید ہے تصویر کے بنانے کا عذاب ایسے ہوگا جیسا عذاب اسے ہوگا جس نے نبی کو قتل کیا کتنی سخت وعید لہذا فوٹو بازی وی۔ سی۔ آر کا استعمال اور وڈیو فلم بنانا حرام ہے۔ اشد العذاب میں مبتلاء ہوتا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم''۔ الجواب صحیح۔ ...

القرآن مولانا فیض احمد اویسی بہاولپور''۔ (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بابت ربیع الاول ۱۴۱۳ھ)

(۴) حافظ غلام نبی صاحب کا فتویٰ

تصویر کا معنی صورت بنانا ہے۔ صورت ایسے امر کو کہتے ہیں جو ذی صورت کی حکایت کرے۔ کسی بھی جاندار چیز کی صورت بنانا مطلق بلا تقیید بلا تخصیص حرام اور باعث لعنت ہے۔ عام ازیں کہ وہ صورت ہاتھ سے بنائی جائے یا کیمرہ سے وڈیو صورت بنانے والا کیمرہ ہو یا عام کیمرہ وہ صورت بغیر آلہ کے دکھائی دے یا ٹیلی ویژن یا وڈیو مشین جیسے آلہ سے دکھائی دے۔ بوقت رؤیت وہ صورت متحرک ہو یا ساکن۔ چونکہ وہ ذی روح کی صورت ہے اس لیے حرام ہے بلکہ کیمرہ سے بنی ہوئی صورت ذی صورت کو بدرجۂ اتم واضح کرتی ہے لہذا وہ بدرجۂ اولیٰ حرام ہوگی۔ واللہ اعلم''۔ (ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بابت ربیع الاول ۱۴۱۳ھ)

(۵) مفتی ریحان رضا صاحب بریلوی کا فتویٰ

احادیث کریمہ اور کتب فقہ سے علماء متقدمین نے جانداروں کی ہر طرح کی تصویر کی حرمت پر استدلال کیا ہے اور اس زمانے میں تصویر سازی کے جتنے بھی طریقے رائج تھے ان سب کا احاطہ کیا ہے۔ تحریم صرف ان ہی صورتوں (دستی تصویروں) میں منحصر نہیں بلکہ سائنس کی ترقی کے ساتھ تصویر سازی یا صورت گری کے جتنے طریقے صادر ہوں گے حکم (تصویر یعنی حرمت) ان سب کو عام ہوتا جائے گا۔ کیمرے سے جاندار کے عکس کو محفوظ کر لینا اور پھر بجلی کی شعاعوں سے اسے پردۂ فلم پر منعکس کرنا صورت گری کی ایک شکل ہے۔ اسی طرح ٹیلی ویژن کے آلہ تصویر کشی کے ذریعہ کسی کی صورت کو شعاعوں میں اور پھر ان شعاعوں کو صورت میں بدل دینا بھی سب تصویر سازی کی جدید صورتیں ہیں اور حکم تحریم جب جامد و ساکن تصویر کو شامل ہے تو جو زندوں کی طرح چلنے پھرنے والی تصاویر ہیں ان کو بدرجۂ اولیٰ شامل ہونا چاہیے۔ مختصر یہ کہ ٹی۔ وی وڈیو وغیرہ (کیمرہ) کی اصل وضع ہی لہو ولعب کے لیے ہوئی ہے اور اس کا کوئی پروگرام جانداروں کی تصاویر سے خالی نہیں ہوتا اور یہ سب اسراف وتبذیر کی اشیاء ہیں اس لیے ان کا خریدنا رکھنا دیکھنا حرام حرام اشد حرام ہے۔ نئے نئے احتمالات نکال کر ان کے جواز کی صورتیں پیدا کرنا فتنوں کا دروازہ کھولنا اور ابنائے زمانہ کی روش سے غافل ہونے کے مترادف ہے۔ ہذا ما عندی والصواب عند اللہ تعالیٰ الفقیر محمد ریحان رضا خان رحمانی۔ الجواب صحیح محمد اعظم غفراللہ الجواب صحیح محمد فاروق قادری خادم

الافتاء منظر اسلام بریلی شریف۔ الجواب صحیح محمد عبید الرحمٰن عفی عنہ۔

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف بحوالہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ)

(۶) اعلیٰ حضرت کا احتیاطی عمل

محمد عبدالمبین نعمانی اپنے مضمون ''مولانا احمد رضا اور حزم و اتقاء'' میں لکھتے ہیں۔ ''اعلیٰ حضرت کے برادر زادہ اور تلمیذ و خلیفہ حضرت مولانا حسنین رضا صاحب وقت وصال موجود تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک بج کر چھپن منٹ پر اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ گھڑی سامنے رکھ دو گویا پہلے ہی سے وقت معلوم ہے اور اب شدت سے وقت معین کا انتظار ہے اور کیوں نہ واقف ہوں کہ بارگاہ نبوت کے محبوب خاص تھے ورنہ جانکنی کا وقت اور سامنے گھڑی ہونے کی خواہش چہ معنی دارد؟

پھر فرمایا۔ ''تصاویر ہٹا دو۔ لوگوں نے سوچا یہاں تصاویر کیا کیا کام؟ لوگ سوچ ہی رہے تھے کہ خود ہی فوراً ارشاد فرمایا۔ ''یہی لفافے۔ کارڈ اور روپے پیسے وغیرہ'' (جن میں تصویریں ہوتی ہیں)

یہاں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی احتیاط و تقویٰ قابل دید ہے کہ حدیث میں ہے جس گھر میں تصویر اور کتا ہوتا ہے اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ مگر سکوں کو بدرجۂ مجبوری اس حکم سے الگ رکھا گیا ہے جیسا کہ علماء عظام کا قول ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے اس مبارک و مسعود وقت میں اسے بھی گوارا نہ کیا اور احتیاط و تقویٰ کی روح پیش فرمادی اور کلیۃً تصویر کے شائبے سے بھی اجتناب فرمایا''۔

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت صفر ۱۴۰۳ھ صفحہ نمبر ۲۲)

مقام غور ہے کہ اعلیٰ حضرت نے سکوں روپے پیسوں اور لفافوں اور کارڈوں پر بنی ہوئی تصویروں سے بھی اجتناب فرمایا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ان چیزوں پر تصویریں عکسی بنی ہوتی ہیں۔ نہ کہ دستی۔ خود اس مسئلہ میں ہم ان شاء اللہ العزیز اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا صریح فتویٰ بھی عنقریب پیش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب رکھے آمین۔

(۷) مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب کا فتویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ تصویر ذی روح کی دستی ہو یا

عکسی (فوٹو) کا بنانا، بنوانا اور رکھنا جائز ہے یا حرام؟ کیا دستی تصویر اور عکسی تصویر (فوٹو) میں شرعاً تفریق یا ان کے حکم میں کوئی فرق ہے؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تصویر بت پرستی کی وجہ سے حرام کی گئی ہے۔ اور ہم چونکہ نہ تصویر کی پوجا کرتے ہیں اور نہ پرستش کے لیے بناتے ہیں اس لیے ہمارا تصویر بنانا اور رکھنا ممانعت کی زد میں نہیں آتا کیا ان کا یہ کہنا صحیح ہو سکتا ہے؟

(المستفی ابو سعید محمد جلال الدین عفی عنہ رضوی۔ مقام چوہدو ڈاک خانہ کھاریاں ضلع گجرات)

الجواب: ذی روح کی تصویر کا بنانا بنوانا اور محبت و اعزاز کے ساتھ رکھنا شرعاً سخت ممنوع اور شدید حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ (**وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا**)

رسول پاک جو (حکم) تمہیں دیں وہ لے لو اور جس (بات) سے منع فرمائیں اس سے رک جاؤ۔

اور (ذی روح کی تصویر کے بارہ میں) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **ان اصحاب ھذہ الصور یعذبون یوم القیامۃ فیقال لھم احیوا ما خلقتم وقال ان البیت الذی فیہ الصور لایدخلہ الملائکۃ.**

یعنی تصویر بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب ہوگا اور ان سے کہا جائے گا کہ تم نے جو کچھ پیدا کیا ہے اس میں جان ڈالو (لیکن نہ وہ جان ڈال سکیں گے اور نہ عذاب سے رہائی پائیں گے) اور فرمایا بے شک جس گھر میں تصویریں ہوں اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ (بخاری مسلم وغیرہما)

علاوہ ازیں تصویر کی مذمت و وعید میں بکثرت احادیث صحیحہ مروی ہیں جو عام شامل محیط کامل ہیں اور ان میں اصلاً کسی تصویر اور کسی طریقے کی تخصیص نہیں ہے۔ شرعاً دستی تصویر اور مروجہ عکسی تصویر (فوٹو) میں نہ کوئی تفریق ہے نہ ان کے حکم میں فرق عکس کو جب تصویر (فوٹو) بنالیا جائے اس پر بھی تصویر ہی کا حکم عائد ہوتا ہے اور مصور (فوٹوگرافر) کے عمل دخل اور تکلف اور بناوٹ کے بعد وہ بھی دستی تصویر ہی ہو جاتی ہے۔ اس کے باوجود اس کو عکسی تصویر کہہ کر محض عکس سمجھنا اور عکس پر قیاس کرنا غلط اور قیاس مع الفارق ہے۔ اور اس قسم کے حیلوں بہانوں مغرب زدگی اور نفسانی ڈھکوسلوں سے مضبوط و مستحکم احکام اسلام و اصول شریعت میں توڑ پھوڑ نہیں کی جا سکتی۔ معظمین دین اور اولیائے کاملین کی تصویروں کو خدا اور رسول کے احکام سے خارج گمان کرنا باطل اور وہم عاطل ہے۔ بلکہ شرع مطہر میں زیادہ شدت عذاب انہیں تصاویر کی تعظیم پر ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔ اس سلسلہ میں شرعاً کسی تصویر اور کسی طریقے کی تخصیص نہیں لہذا احادیث نبوی

کے تحت فقہاء کرام کا بیان بھی ہر ذی روح کی تصویر کو شامل ہوگا۔ چاہے وہ دستی ہو یا عکسی اس لیے جس طرح مکان میں دستی تصویر لٹکانے سے نماز میں کراہت آتی ہے اسی طرح عکسی تصویر لٹکانے سے بھی نماز مکروہ ہو گی۔ مسلمان کا کام بت شکنی ہے نہ کہ بت سازی و بت فروشی حدیث پاک میں ہے۔ ان النبی صلے اللہ علیه وسلم لم یکن یترک فی بیته شیئا فیه تصالیب الا نقضه۔ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھر کی جس چیز میں تصویر ملاحظہ فرماتے اس کی تصویر کو مٹائے بغیر نہ چھوڑتے۔ (بخاری۔ ابوداؤد)

واللہ تعالیٰ ورسوله الاعلیٰ اعلم جل جلاله وصلے اللہ علیه وسلم۔ اھ ملتقطاً۔

(رسالہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بابت رجب المرجب ۱۳۸۶ھ)

عکسی تصویر کے بارہ میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کا اصل فتویٰ

چه می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئله که از جناب سید عالم رسول اللہ صلے اللہ علیه وسلم امتناع تصاویر مطلقاً به ثبوت رسیده است یا مقید یعنی کامل یا ناقص که عکسی و دستی مشهور است جابجا دریں امر معارضه ومباحثه بوقوع رسیده بعض می گویند که مطلق تصویر ممنوع است وبعض می گویند که تصویرے که مثل سایه بر کاغذ یا بر دیوار کشیده شده باشد و دستی نباشد وسطح نیز هموار باشد آن تصویر کشیدن وباخود داشتن جائز است و آنچه جسم می دارد که از هیزم وآہن ساخته باشد که سطح آن هموار نه باشد جائز نباشد ونگاه داشتن آن نیز ممنوع و غیر مشروع است بینوا توجروا۔

الجواب: صورتگری جاندار مطلقاً حرام است سایه دار باشد یا بے سایه۔ دستی باشد یا عکسی درزمان برکت نشان سیدالانس والجان صلے اللہ علیه وسلم مردماں ہر دوگانه تصویر می ساختند ہم بجسم وہم مسطح ودر احادیث از مطلق صورتگری نهی اکید و بر صنعت او وعید شدید بے تخصیص و تقیید ورود یافت پس جمیع اقسام او زیر منع درآمد۔

تصویر بے سایہ را رواداشتن مذہب بعض روافض است وبس۔ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا وسادہ باتصویر خرید سیدالمرسلین صلے اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرمود درون خانہ قدم مبارك نہ نہاد۔ ام المؤمنین چوں اثر خشم وملال درچہرۂ محبوب ذی الجلال صلے اللہ علیہ وسلم می بنید برخود ہمچوبید می لرزد و عرضہ می دارد یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من توبہ می کنم بسوئے خدا و رسول کہ چہ گناہ کر دم؟ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرمود این صورت گراں روز قیامت عذاب کردہ شوند وایشاں راگفتہ شود کہ زندہ کنید آنچہ آفریدہ اید و فرمود کہ خانہ کہ درو تصویر است فرشتگاں درو نیایند۔ پیدا است آنچہ بروساند باشد ہمیں تصویر منقوش وبے سایہ است نہ منحوت و مجسم۔ لاجرم علماء بتحریم مطلق تصریح فرمودہ اند مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری در مرقاۃ فرمود قال اصحابنا وغیرہم من العلماء تصویر صورۃ الحیوان حرام شدید التحریم وہو من الکبائر لانہ متوعد علیہ بہذ الوعید الشدید المذکور فی الاحادیث سوآء صنعہ فی ثوب اوبساط اودرہم او دینار او غیر ذلک۔ علامہ شامی در ردالمحتار فرمود فعل التصویر غیر جائز مطلقاً لانہ مضاہاۃ بخلق اللہ تعالیٰ۔ ہمدران از بحرالرائق است صنعتہ حرام بکل حال لانہ فیہ مضاہاۃ بخلق اللہ تعالیٰ وسوآء کان فی ثوب اوبساط او درہم وانآء وحائط و غیرہا وچوں علت مشابہت بخلق الہی است تفاوت نمی کندکہ بخامہ کشند یا عکس رامنطبع ساز ند زیراکہ علت ہمہ جا حاصل است۔ سید عالم فرمود اشد الناس عذاباً یوم القیامۃ الذین یضاہؤن بخلق اللہ۔ روز قیامت سخت عذاب آناں باشدکہ مشابہت می کنند بآفرینش خداوند عزوجل۔ عبارات ردالمحتار حال گذشت وہم درآں است علۃ حرمۃ التصویر المضاہاۃ بخلق اللہ تعالیٰ

وہی موجودۃ فی کل ماذکر این حکم تصویر گری و صورت کشی است. اما تصویر پیش خود یا درخانہ نگاہداشتن این جاتفصیل ست تحریم ومنع او رابچند شرط مشروط کردہ اند کہ اگرہمہ بہم آیدنگاہداشتن ناروباشدورنہ جائز یکے آنکہ صورت جاندار بحالت جانداری باشد نہ چنانچہ بدیدن نفس صورت بے جان بودنش پیدا بود چنانچہ تصویر چہرنہ بخلاف آنکہ دست یا پائے یا چشم یا بینی یا گوش ندار دکہ عد آین ہا موجب خروج از اعضائے ظاہر یہ از سرنساختہ اندیا ساختہ راقطع یا محو نمودہ اند. نگاہ داشتن رواباشد. دوم آنکہ تصویر در نہایت صغر و باریکی نباشد بحدیکہ اگر برزمین نہادہ ایستادہ بیند تفصیل اعضاء ش پدیدار نشود ہمچو صورت ساختن حرام وداشتن جائز. سوم آنکے صورت را خوار نداشتہ باشد چنانکہ در فرش پانداز یا دربساط پامال یا برونے خاک وامثال ذلک کہ ایں چنیں داشتن محظور نیست فی ردالمحتار لایکرہ لوکانت تحت قدمیہ او محل جنوسہ لانہا مہانۃ اھ فی رد المحتاروکذا لوکانت علی بساط یوطأ وہی علی الارض کبیرۃ ذکرہ الحلبی اومقطوعۃ الرأس او الوجہ او ممحوۃ عضو لا تعیش بدونہ اھ و تمام تفاصیلہ فی حواشیہ واللہ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم حصہ اول ص ۸۱)

اعلیٰ حضرت کے اس فتویٰ کا اُردو ترجمہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ جناب سید عالم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تصاویر کی ممانعت مطلقاً ثابت ہے یا مقید طور پر یعنی اکمل یا ناقص کہ عکسی اوردستی مشہور ہے۔ اس بارہ میں جگہ جگہ مناظرے اور مباحثے ہورہے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مطلق تصویر منع ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ جو تصویر کاغذ یا دیوار پر سایہ کی طرح کھینچی گئی ہو اور دستی نہ ہو اور اس کی سطح بھی ہموار ہو ایسی تصویر کھینچا اور اپنے ساتھ رکھنا جائز ہے۔ اور جو جسم رکھتی ہے کہ وہ لکڑی یا لوہے وغیرہ سے بنائی

گئی ہو اور اس کی سطح ہموار نہ ہو جائز نہیں اور اس کا پاس رکھنا بھی ممنوع اور ناجائز ہے بینوا توجروا۔

الجواب جاندار شئے کی تصویر کھینچنا مطلقاً حرام ہے۔ سایہ دار ہو یا بے سایہ دستی ہو یا عکسی۔ سید الانس والجان صلے اللہ علیہ وسلم کے برکت نشان دور میں لوگ دونوں قسم کی تصویریں بناتے تھے۔ مجسم بھی اور مسطح بھی اور احادیث میں مطلق تصویر کشی سے سخت ممانعت اور اس کو پیشہ بنانے پر سخت وعید بغیر کسی تخصیص وتقیید کے وارد ہوئی ہے۔ بس تصویر کشی کی سب صورتیں ممانعت کے تحت آتی ہیں۔ بے سایہ تصویر کو جائز رکھنا بعض روافض کا مذہب ہے۔ اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک تکیہ تصویروں والا خریدا سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا تو گھر میں قدم مبارک نہ رکھا۔ ام المؤمنین نے جب غصے اور ملال کے آثار چہرہ ٔ باجمال میں دیکھے تو بید کی طرح کانپنے لگیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں اللہ اور اس کی رسول کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں۔ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ''تصویر کھینچنے والے لوگ قیامت کے روز عذاب دیئے جائیں گے انہیں کہا جائے گا کہ جو کچھ تم نے پیدا کیا اسے زندہ کرو'' اور فرمایا ''وہ گھر جس میں تصویر ہو اس میں فرشتے نہیں آتے'' ظاہر ہے کہ جو کچھ تکیہ پر تھا وہ منقوش اور بے سایہ تصاویر یں ہی تو تھیں مجسم مورتیاں تو نہ تھیں۔ لامحالہ علمائے امت نے مطلق تصویر کی حرمت کی تصریح فرمائی ہے۔ چنانچہ مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا ہمارے حنفی اصحاب اور ان کے غیر علماء نے فرمایا ''حیوان کی تصویر کھینچنا سخت حرمت کے ساتھ حرام ہے اور وہ کبائر سے ہے۔ کیونکہ اس پر ان احادیث میں مذکور وعید شدید کے ساتھ وعید فرمائی گئی ہے برابر ہے کہ جاندار کی تصویر کپڑے میں ہو یا چٹائی میں یا درہم یا دینار وغیرہ میں بنائے''۔ علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرمایا ''تصویر بنانا مطلق ناجائز ہے کیونکہ یہ اللہ کی خلقت سے مشابہت ہے'' اسی میں بحرالرائق سے یہ منقول ہے کہ ''جاندار کی تصویر کھینچنا ہر حال میں حرام ہے کیونکہ اس میں اللہ کی خلقت سے مشابہت پائی جاتی ہے اور اس حکم میں برابر ہے کہ تصویر کپڑے میں بنائے یا چٹائی میں یا درہم ودینار اور دیوار وغیرہ میں'' اور جب علت حرمت مشابہت بخلق الٰہی ہے تو اس میں کوئی فرق نہیں ہوگا کہ وہ قلم سے بنائیں یا عکس کو منقش کر لیں۔ کیونکہ علت دونوں جگہوں میں حاصل ہے۔ سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز وہ لوگ سخت ترین عذاب میں ہوں گے جو اللہ کی خلقت سے مشابہت کرتے ہیں۔ ردالمحتار کی عبارتیں ابھی گذریں اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ ''تصویر کھچوانے کی علت

مشابہت بخلق الٰہی ہے۔اور یہ مذکورہ سب چیزوں میں موجود ہے"۔ یہ حکم تصویر بنانے اور تصویر کھینچنے کا ہے بنی بنائی تصویر اپنے سامنے رکھنے یا گھر میں محفوظ رکھنے کے بارہ میں تفصیل ہے۔اس کے ممنوع ہونے کے لیے چند شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔اگر یہ سب شرطیں پائی جائیں گی تو تصویر کو پاس رکھنا ناجائز ہوگا ورنہ جائز۔ایک شرط تو یہ ہے کہ جاندار کی تصویر اس کی زندہ حالت کی ہو جیسے چہرہ کی بخلاف اس کے ہاتھ یا پاؤں یا آنکھ یا کان یا ناک کی تصویر ہو مگر اس کے ساتھ سر نہ بنایا گیا ہو یا سر بنایا گیا ہو پھر اسے مٹا دیا گیا ہو تو ایسی تصویر کا رکھنا جائز ہے۔دوسری شرط یہ ہے کہ تصویر اس قدر چھوٹی نہ ہو کہ اگر اسے زمین پر رکھیں اور کھڑے ہو کر دیکھیں تو اس کے اعضاء کی تفصیل ظاہر نہ ہو ایسی تصویر کا بنانا تو حرام ہے لیکن پاس رکھنا حرام نہیں۔اور تیسری شرط یہ ہے کہ اہانت کی جگہ میں نہ رکھی ہو جیسا کہ فرش میں یا پامال چٹائی میں یا مٹی وغیرہ پر کیونکہ اس حالت میں تصویر رکھنا ممنوع نہیں ہے۔ درمختار میں ہے۔اگر تصویر قدموں کے نیچے یا بیٹھنے کی جگہ میں ہو تو مکروہ نہیں کیونکہ یہ اہانت والی ہے۔اور ردالمحتار میں ہے۔اور اسی طرح اگر تصویر پامال چٹائی پر یا ٹیک لگائے جانے والے تکیہ پر ہو تو مکروہ نہیں جیسا کہ بحرالرائق میں ہے۔اور درمختار میں ہے یا تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ کھڑے ہو کر اسے دیکھنے والے پر اس کے اعضاء کی تفاصیل ظاہر نہ ہوتی ہوں اسے امام حلبی نے ذکر کیا یا تصویر ایسی ہو کہ اس کا چہرہ یا سر کٹا ہو یا اس کا کوئی ایسا عضو مٹا ہوا ہو کہ وہ اس کے بغیر زندہ نہیں ہوتی اور اس کی تمام تفاصیل اس کے حواشی یعنی ردالمحتار میں ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس فتویٰ کے فوائد عظیمہ

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے اس تفصیلی مدلل فتویٰ سے درج ذیل فوائد حاصل ہوئے۔

(۱) تصویر کھینچنے اور بنی بنائے تصویر اپنے پاس رکھنے کے احکام مختلف ہیں۔تصویر کا کھینچنا تو ہر حال میں ممنوع ہے لیکن بنی بنائی تصویر کا پاس رکھنا اس وقت ممنوع ہوگا جبکہ وہ جاندار کی تصویر ہو۔بڑی ہو اور عزت کی جگہ میں رکھی گئی ہو۔ان دونوں مسئلوں کو آپس میں خلط ملط کرنا سراسر غلطی ہے۔

(۲) جاندار کی تصویر کشی کی حرمت کی علت مضاھاۃ بخلق اللہ تعالیٰ ہے اور بنی بنائی تصویر پاس رکھنے کی حرمت کی علت جاندار کی بڑی تصویر کی تعظیم ہے۔جن صورتوں میں بنی بنائی تصویر پاس رکھنا جائز ہے ان صورتوں میں بھی تصویر کھینچنا حرام ہے کیونکہ تصویر کشی کی علت مضاھاۃ بخلق اللہ تعالیٰ اس میں بھی پائی جاتی ہے۔

(۳) کیمرہ کی عکسی تصویر اگرچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں موجود نہ تھی لیکن یہ دستی تصویر کی طرح حرام ہے کیونکہ اس میں بھی تصویر کشی کی حرمت کی علت مضاہاۃ بخلق اللہ تعالیٰ پائی جاتی ہے بلکہ دستی تصویر سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت مولانا صدر الشریعہ امجد علی صاحب کے ارشادات

''رہا تصویروں کا رکھنا اس کی نسبت صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے جب کہ توہین کے ساتھ نہ ہوں اور نہ اتنی چھوٹی تصویریں ہوں۔ مسئلہ روپے اشرفی اور دیگر سکے کی تصویریں بھی فرشتوں کے داخل ہونے سے مانع ہیں یا نہیں امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ نہیں اور ہمارے علمائے کرام کے کلمات سے بھی یہی ظاہر ہے (درمختار وردالمختار) مسئلہ یہ احکام تو تصویر کے رکھنے میں ہیں کہ صورت اہانت وضرورت وغیرہا مستثنیٰ ہیں رہا تصویر بنانا یا بنوانا بہرحال حرام ہے۔ (ردالمختار) خواہ دستی ہو یا عکسی دونوں کا حکم ایک ہے۔

(بہار شریعت حصہ سوم ص ۱۶۶)

اور یہی بزرگ لکھتے ہیں۔ ''مکان میں ذی روح کی تصویر لگانا جائز نہیں اور غیر ذی روح کی تصویر سے مکان آراستہ کرنا جائز ہے جیسا کہ طغرے اور کتبوں سے مکان سجانے کا رواج ہے۔ (عالمگیری)''

(بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۲۰۸)

الحمدللہ علمائے اہل سنت کے ان فتاویٰ مبارکہ اور ارشادات عالیہ سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ ذی روح کی عکسی تصویر یعنی فوٹو اسی طرح حرام اور واجب الاحتراز ہے جس طرح اس کی دستی تصویر۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں اور نہ ان کے حکموں میں کوئی تفریق کی جا سکتی ہے ولہذا قائد تحریک اور تحریکی طائفہ کے مفتیوں اور مولویوں کے فتوے اور تحقیقیں سراسر گمراہی اور تباہی کا ساز وسامان ہیں۔ مسلمان جلیل القدر علمائے اہل سنت کے برحق فتووں اور ارشادات پر عمل کریں۔ نئے نئے گمراہ کن مفتیوں کی ملمع ساز تحقیق پر کان نہ دھریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق پر چلنے اور علمائے حق کی پیروی کرنے کی توفیق بخشے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۸ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چالیسواں مقالہ

ویڈیو فلم

بنانے کی حرمت کا مسئلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین

امـا بـعـد ۔ ہماری کتاب ''مسئلہ تصویر وو ڈیو فلم'' مطبوعہ مکتبہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ کے جواب میں ان دنوں منہاج القرآن علماء کونسل، اسلامک سنٹر پیپلز کالونی گوجرانوالہ نے پروفیسر غلام فرید سیفی ہزاروی کی کتاب مسئلۃ الو دیو والتصویر 'تصویر کیمرہ کی شرعی حیثیت'' شائع کی ہے۔اس کتاب میں پروفیسر صاحب نے وڈیو فلم کی عکسی تصویروں کے جواز میں حضرت مدنی میاں کچھوچھوی صاحب کا ایک فتویٰ نقل کیا ہے۔ہم نے اس مختصر رسالہ ''وڈیو فلم بنانے کی حرمت کا مسئلہ'' میں مدنی صاحب کے اس فتویٰ کا جواب لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔اللہ تعالیٰ اسے ذریعۂ ہدایت بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

مدنی صاحب کا فتویٰ

استفتاء۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ وڈیو کیمرہ کے ذریعہ سے جو تصویریں بنائی جاتی ہیں ان پر حرمت اور شرعی ممانعت کا حکم لگے گا یا نہیں؟

علمائے کرام کی تقاریر اور بیاہ شادی کے موقع پر تصاویر نکالنا اور وڈیو کیسٹ پر پروگرام کو ریکارڈ کرنا یادگار کے طور پر علمائے کرام کی تقاریر تبلیغ وہدایت کی نسبت سے وڈیو بنانا ناجائز ہے یا نہیں؟

(المستفتی محمد نبی بخش اشرفی صدر جمیعت الاسلام ڈین ھاگ ۔ ہالینڈ)

الجواب: مذکورہ بالا سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ سائل وڈیو کیمرے کی حقیقت ونوعیت سے واقف کار نہیں ہے۔ جب ہی اس نے اس کو تصویر کشی کا آلہ سمجھ لیا ہے۔اور اس کے خیال میں وڈیو کیسٹ کے فیتے میں تصویریں ہوتی ہیں۔جنہیں ٹی۔وی کے ذریعہ دکھایا جاتا ہے۔حالانکہ تحقیق اس کے خلاف ہے۔میں نے اس سلسلہ میں بذات خود وڈیو اور ٹی وی کے مسلم اور غیر مسلم ماہرین سے رابطہ قائم کیا۔اور معلومات حاصل کیں۔تحقیق کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ وڈیو کیسٹ میں کسی طرح کوئی تصویر نہیں چھپتی بلکہ اس کے ذریعہ اس کے سامنے والی چیزوں کی ریز (Rays) شعاعوں کو ٹیپ کرلیا جاتا ہے۔جس طرح آواز کو ٹیپ کرلیا جاتا ہے۔ٹیپ ہونے کے باوجود جس طرح آواز کی کوئی صورت نہیں ہوتی۔اسی طرح ان ریز کی بھی کوئی صورت نہیں ہوتی جنہیں دیکھا جاسکے۔المختصر وڈیو کیمرہ کا کام غیر مرئی ریز اور آوازوں کی ٹیپ کرنا

ہے۔ لہٰذا ان فلمی فیتوں پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے جن میں باقاعدہ تصویریں چھپتی ہیں اور دیکھی بھی جاتی ہیں اور جنہیں پردۂ سکرین پر بڑا کر کے دکھایا جاتا ہے۔ وڈیو کیسٹ میگنٹک (مقناطیسی) ہوتے ہیں جو مذکورہ ریز کو جذب کر لیتے ہیں پھر انہی جذب شدہ کرنوں کو ٹی وی سے متعلق کیا جاتا ہے تو ٹی وی ان ریز کو صورت میں بدل کر اپنے آئینے سے ظاہر کر دیتا ہے۔ چونکہ یہ صورت متحرک و غیر قار ہوتی ہے یعنی نہ ٹھہرنے والی تصویر اس لئے اس کو عام آئینوں کی صورت پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ جب تک آئینے کے روبرو ہو اس میں صورت رہے گی اور ہٹ جانے کی شکل میں ختم ہو جائے گی۔ یونہی جب تک وڈیو کا رابطہ صورت سے رہے گا تصویر نظر آئے گی اور رابطہ منقطع ہوتے ہی تصویر فنا ہو جائے گی۔ رہ گئی یہ بات کہ مذکورہ رابطہ پیدا کرنے کے لئے بھی بٹن وغیرہ حرکت میں لایا جاتا ہے۔ تب جا کے صورت نظر آتی ہے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ پردہ آئینے میں پردہ ہٹانے کے بعد صورت کے لئے پردہ ہٹانے کا عمل ناگزیر ہے۔

ان متحرک و غیر قار تصویروں کو پردہ فلم کی متحرک و غیر قار تصویروں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ پردہ فلم کی تصویریں درحقیقت جامد ساکن ہوتی ہیں جن کی حرکت محض نگاہوں کا دھوکہ ہے۔ جیسے ٹرین پر چلنے والا باہر کے درختوں اور زمینوں کو پیچھے بھاگتا ہوا دیکھتا ہے ویسے ہی پردہ فلم پر جن جامد و غیر متحرک تصویروں کو بڑا کر کے دکھایا جاتا ہے۔ ان کے غیر متحرک و جامد ہونے میں کسی کو شک نہیں ہوتا، وڈیو کیسٹ کا معاملہ اس کے بالکل برخلاف ہے۔ اس میں کسی طرح کی کوئی تصویر منعکس ہوتی ہی نہیں اور جب اس کے ریز ٹی وی میں پہنچ کر تصویر کی شکل اختیار کرتے ہیں تو وہ متحرک و غیر قار ہوتے ہیں اس لئے ٹی وی کی تصویروں کے حقیقی طور پر جامد ہونے کا شبہ تک نہیں کیا جا سکتا۔ اس مقام پر یہ بات بھی خالی از فائدہ نہیں کہ جن پروگراموں کو وڈیو کیسٹ کے بغیر براہ راست ٹی وی سے نشر کیا جاتا ہے۔ ان میں بھی یہی ہوتا ہے کہ کیمروں اور مشینوں کے ذریعے ان ہی ریز کو ٹی وی تک پہنچایا جاتا ہے۔ ٹی وی ناور انہیں اکٹھا کر کے ٹی وی بکس کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔ پھر وہی صورت ہو جاتی ہے جو وڈیو کیسٹ کے رابطے کی صورت میں ٹی وی سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور سارے مناظر آنے لگتے ہیں۔ چونکہ یہ آلات جدیدہ ہیں اس لئے مذکور بالا تحقیق نہایت ضروری تھی اور مزید یہ کہ آئینے اور ٹی وی کے ناپائیدار ہونے سے پہلے عکس صرف عکس ہی رہتا ہے۔ تصویر نہیں بنتا اور جب اسے کسی طرح پائیدار کر لیا جائے تو وہی تصویر بن جاتا ہے۔ اب رہ گیا ناظرین کے اعتبار سے ناپائیدار عکس کو اگر تصویر تمثال مجسمہ وغیرہ کا نام دیا جائے تو یہ مجاز ہوگا اور ظاہر ہے کہ جب

تک حقیقت کا مراد لینا متعذر ومہجور نہ ہو یا مجاز مراد لینے پر کوئی واضح قرینہ نہ ہو حقیقی معنی ہی مراد لینا صحیح ہے۔

جن نصوص میں جاندار کی تصاویر وتماثیل کی حرمت مذکور ہے ان میں ان کے سر بریدہ کردینے، ٹکڑے کردینے اور پامال کردینے کی ہدایت بھی ہے اگر وہ جائے اہانت میں ہو تو اس کو رکھ چھوڑنے کی رخصت بھی ہے۔ اس سے اندازہ لگتا ہے کہ تصاویر ممنوعہ وہی ہیں جو حقیقی معنوں میں تصاویر یعنی پائیدار ہوں جنہیں سر بریدہ بھی کیا جاسکے۔ جن کو موضع اہانت میں رکھا جاسکے۔ ظاہر ہے کہ ناپائیدار عکوس کے ساتھ ان میں سے کوئی بھی سلوک نہیں کیا جاسکتا، المختصر حرمت تصاویر کے نصوص کے عموم میں سرے سے ناپائیدار عکوس داخل ہی نہیں کہ ان کے نکالنے کے لئے کسی مخصص کی ضرورت ہو۔

موجودہ معروف ومتعارف آئینہ بالکلیہ انسانی صنعت گری ہے۔ لہذا اس میں بھی عکوس کے ظہور میں قطعی طور پر جعل انسانی کا دخل ہے اس لئے ٹی۔ وی کے آئینے پر عکوس کا حکم آئینے پر عکوس کی طرح ہونا چاہیے۔ کیونکہ غیر قار و ناپائیدار ہونے میں دونوں بالکل ایک طرح ہیں۔

اس تحقیق کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ویڈیو اور ٹی۔ وی کے استعمال کرنے کا معاملہ بالکل گراموفون ٹیپ ریکارڈ اور آئینوں کے استعمال کرنے کی طرح ہے۔ جس طرح بالاتفاق گراموفون اور ٹیپ ریکارڈ سے ہر بات سنی جاسکتی ہے جس کا سننا ان کے بغیر بھی جائز ہے۔ اور جس طرح آئینہ کے اندر ہر اس چیز کو دیکھا جاسکتا ہے جس کا دیکھنا آئینے کے بغیر بھی جائز ہے بالکل اسی طرح ویڈیو اور ٹی وی کے ذریعہ ہر ایسی چیز کو دیکھا اور سنا جاسکتا ہے جس کا دیکھنا سننا جائز ہے۔ رہ گئے وہ امور جن کا دیکھنا سننا ناجائز وحرام ہے تو ویڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ بھی ان کا سننا دیکھنا ناجائز وحرام ہے۔

چونکہ فلموں میں جامد وغیر متحرک تصویر ہی بنیاد ہیں اس لئے اس کو دیکھنے اور سننے کے تعلق سے جائز وناجائز کا مذکورہ بالا فرق نہیں کیا جاسکتا ہاں اگر بالفرض کوئی ایسی فلم تیار کی جائے جس میں ایک بھی جاندار کی تصویر نہ ہو اور وہ حرام اور ناجائز نغمات وحرکات سے ملوث نہ ہو تو اس کو بھی دیکھنے میں بالاتفاق کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

ان تفصیلات کے بعد سائل کے سوال کو سامنے رکھتے ہوئے جواب کی صورت یہ ہوئی کہ ویڈیو کیمرہ کے ذریعہ کسی کی کوئی تصویر نہیں بنائی جاتی لہذا جاندار کی تصویر کشی کی حرمت وممانعت کے جو نصوص ہیں اس کا اطلاق اس پر ہوتا ہی نہیں۔ بیاہ شادی کے موقعہ کے وہ جائز مناظر جن کو دیکھنے اور سننے میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ویڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعے بھی دیکھے اور سنے جاسکتے ہیں۔ اس صورت میں احتیاط

ضروری ہے کہ آج کل شادی بیاہ میں بے پردگی و بے حجابی کے سبب عورتیں ہر پروگرام میں پیش پیش نظر آتی ہیں اور گاتی بجاتی بھی ہیں۔ ویڈیو کو ان مناظر سے بچایا جائے اس لئے کہ جس طرح نامحرموں کے سامنے آنا اور نامحرموں کو ان کا دیکھنا ان کا گانا سننا حرام و ناجائز ہے اسی طرح ٹی۔ وی پر ان کو دیکھنے اور ان کے گانے بجانے کے سننے کا یہی حکم رہے گا۔ علمائے کرام کی تقاریر نیز دینی و مذہبی پروگرام کی نشر و اشاعت کے لئے ویڈیو کا استعمال بالکل جائز ہے بلکہ جن علاقوں میں کوئی گھر ٹی وی سے خالی نہ ہو نیز ان کے بچے بھی دیکھا دیکھی اس روش پر چل رہے ہوں نہایت مناسب عمل ہوگا اگر ویڈیو کے ذریعے تبلیغ و ہدایت اور تعلیم و اصلاح کا کام انجام دیا جائے اس طرح ایک طرف لوگوں کو ٹی۔ وی کے صحیح استعمال سے روشناس کرایا جا سکتا ہے تو دوسری طرف حدود شرع میں رہ کر عظیم کام بھی سرانجام دیئے جاسکتے ہیں۔'' بشکریہ نور الحبیب مئی ۱۹۹۷ء بمطابق محرم الحرام ۱۴۱۸ھ جلد ۹ شمارہ نمبر ۵'' (سیفی صاحب کا رسالہ صفحہ نمبر ۶۷)

علمائے بریلی شریف کا جوابی فتویٰ

مدنی صاحب کا مذکورہ بالا فتویٰ علمائے بریلی کی خدمت میں پیش ہوا تو انہوں نے اس کے جواب میں یہ فتویٰ صادر فرمایا

''ٹیلی ویژن اور ویڈیو کو وہ لوگ بھی جائز نہیں سمجھتے جو ان کا شوق رکھتے ہیں بلکہ انہی لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ ٹیلی ویژن ایک طرح کا سینما ہی ہے لہذا جو لوگ اس کا استعمال کرتے ہیں وہ اس کو ناجائز ہی سمجھتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اکثر خدا کے بندے استطاعت کے باوجود انہیں خریدنے سے اجتناب کئے ہوئے ہیں۔ اب اس کے جواز کا قول کرنا ایک بدعت کا دروازہ کھول کر اس حدیث پاک کے مصداق بننا ہے کہ جس نے اسلام میں برا طریقہ نکالا تو اس پر اس کا اور اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ ہے۔ بغیر اس کے کہ اس پر عمل کرنے والوں کے گناہوں میں کچھ کمی آئے۔ (مشکوٰۃ)

ہر شئے کی حلت و حرمت کا تعلق اس کی اصل وضع سے ہے اگر اس کی وضع کسی جائز کام کے لئے ہوئی تو جائز اور ناجائز کے لئے ہوئی تو ناجائز۔ دنیا جانتی ہے کہ ٹیلیویژن اور ویڈیو وضع کے اعتبار سے سینما وغیرہ کا ہی حکم رکھتے ہیں۔ اور اس حقیقت کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بغیر کسی آلے کی مدد سے اسے نمایاں طور پر نہیں دیکھا جا سکتا۔ سینما بھی تعیش وقت گزاری، تماشہ بینی لہو و لعب وغیرہ کا سامان ہے اور ٹیلی ویژن اور وڈیو سے بھی

یہ نقائص حاصل ہوتے ہیں۔ سینما بین لوگ بھی پروگرام میں منہمک ہوکر دین ودنیا سے غافل ہوجاتے ہیں اور ٹیلی ویژن وڈیو کا شوق رکھنے والے بھی پروگرام کے وقت تک دین ودنیا سے بے خبر ہوجاتے ہیں بہرحال سینما اور ٹیلی ویژن کی وضع کا مقصد ایک ہے۔ فرق صرف ٹیکنیک اور طریقۂ کار کا ہے۔

وڈیو کیسٹ کے فیتے میں تصویر کا نظر نہ آنا اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا کہ وہاں کوئی صورت ہے ہی نہیں کیونکہ جب اس کیسٹ کا رابطہ ٹیلی ویژن سے کیا جائے تو یہ تصویر کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور اس کا تصویر بن جانا اس بات کی دلیل ہے کہ وڈیو کیسٹ میں بھی تصویر ہے جسے چھوٹا کر دیا گیا ہے تو اس پر اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ جب تک شعاع وڈیو کے فیتے کے اندر رہے گی اس پر کوئی حکم نہیں لگایا جائے گا لیکن جب وہی شعاع ٹیلی ویژن کے آئینے پر بشکل تصویر نمایاں ہوگی تو اسے کوئی محقق شعاع نہیں کہے گا بلکہ عرف عام میں تصویر ہی کہی جائے گی اور اس پر تصویر کا حکم جاری ہوگا۔ جب کہ احادیث کریمہ اور کتب فقہ سے علمائے متقدمین نے جانداروں کی ہر طرح کی تصویر کی حرمت پر استدلال کیا اور اس زمانے میں تصویر سازی کے جتنے طریقے رائج تھے ان سب کا احاطہ کیا ہے۔ تحریم صرف ان ہی صورتوں میں منحصر نہیں بلکہ سائنس کی ترقی کے ساتھ تصویر سازی یا صورت گری کے جتنے طریقے صادر ہوں گے حکم ان سب کو عام ہوتا جائے گا۔ کیمرے سے جاندار کے عکس کو محفوظ کر لینا اور پھر بجلی کی شعاعوں سے اسے پردہ فلم پر منعکس کرنا صورت گری کی ایک شکل ہے۔ اسی طرح ٹیلی ویژن کے آلۂ تصویر کشی کے ذریعہ کسی کی صورت کو شعاعوں میں اور پھر ان شعاعوں کو صورت میں بدل دینا یہ سب تصویر سازی کی جدید صورتیں ہیں اور حکم تحریم جب جامد و ساکن تصویروں کو شامل ہے تو جو زندوں کی طرح چلنے پھرنے والی تصویریں ہیں ان کو بدرجۂ اولیٰ شامل ہونا چاہیے۔

مختصر یہ کہ ٹی وی وڈیو وغیرہ کی اصل وضع ہی لہو ولعب کے لئے ہوئی ہے۔ اور اس کا کوئی پروگرام جانداروں کی تصاویر سے خالی نہیں ہوتا اور یہ سب اسراف وتبذیر کی اشیاء ہیں۔ ان کا خریدنا رکھنا دیکھنا حرام حرام اشد حرام ہے۔ نئے نئے احتمالات نکال کر ان کے جواز کی صورتیں اختیار کرنا فتنوں کا دروازہ کھولنا ہے اور ابنائے زمانہ کی روش سے غافل ہونے کے مترادف ہے **ومن لم یعرف اہل زمانہ فھو جاھل ھذا ماعندی والصواب عنداللہ تعالیٰ الفقیر محمد ریحان رضا خان رحمانی الجواب صحیح محمد اعظم غفرلہٗ الجواب صحیح محمد عبدالرحمٰن عفی عنہ۔**

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف دسمبر ۱۹۸۵ء)

وڈیو کا استعمال تبلیغی غرض کے لئے بھی جائز نہیں جب کہ علماء و مشائخ کی تصویریں دکھائی جائیں۔ وڈیو اور ٹی وی سے نظر آنے والی تصاویر جاندار کی اسی طرح حرام ہیں جیسے سینما کے پردہ پر انسان و حیوان کی تصویریں ناجائز و حرام ہیں اور ان دونوں میں اس لحاظ سے کوئی فرق نہیں کہ دونوں ساختہ انسان ہیں تو بلاشبہ دونوں حرام ہیں اور ان کا وہی حکم ہے جو سینما کا ہے اور جواز کے فتوے سے سینما کی اجازت لازم آتی ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے واللہ تعالیٰ ھو الھادی وھو تعالیٰ اعلم فقیر محمد اختر رضا خان القادری الازہری غفرلہٗ. الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم ۔قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ مرکزی دارالافتاء نمبر ۸۲ سوداگراں بریلی شریف۔ الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی مرکزی دارالافتاء نمبر ۸۲ سوداگراں بریلی شریف۔ (ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف) (بحوالہ ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ)

علماء بریلی شریف کے اِس جواب کا سیفی صاحب کی طرف سے جواب

علمائے بریلی شریف کے اس فتویٰ کے جواب میں پروفیسر غلام فرید سیفی اپنے رسالہ مذکورہ میں لکھتے ہیں کہ" اور یہ کہنا کہ ہر شئے کی حلت و حرمت کا تعلق اس کی اصل وضع سے ہے اگر اس کی وضع کسی جائز کام کے لئے ہوئی تو جائز اور ناجائز کام کے لئے ہوئی تو ناجائز یہ بالکل درست ہے۔ مگر ہم یہ نہیں مانتے کہ ٹی وی۔ وی سی آر وغیرہ کی اصل وضع فحاشی و عریانی کے لئے ہے۔ اصل وضع تو ابلاغ صوت یعنی آواز کو دور تک لے جانے کے لئے ہے اور یہ کام جائز ہے درست ہے لہذا اس قاعدہ کی روشنی میں بھی جواز ہی ثابت ہوتا ہے"۔ (تصویر کیمرہ کی شرعی حیثیت ص ۶۲)

ہماری طرف سے سیفی صاحب کے اس جواب کا جواب

یہ ہے کہ ٹی وی اور وڈیو کی اصل وضع فحاشی و عریانی کے لئے نہیں بتائی گئی ہے بلکہ علمائے بریلی نے فرمایا ان کی اصل وضع لہو ولعب کے لئے ہے۔ لہو ولعب عام ہے۔ فحاشی اور عریانی کے علاوہ بہت سے دوسرے کاموں کو بھی شامل ہے مثلاً تعیش، وقت گزاری، تماشہ بینی، اور وقت کا ضیاع وغیرہ کونسا عقل مند انسان اس حقیقت سے انکار کرے گا کہ یہ آلات اصل وضع میں لہو ولعب کے لئے ہی ہیں۔ صرف سیفی صاحب جیسے فہیم لوگ اس کا انکار کریں گے۔ نیز سیفی صاحب نے ان آلات کی اصل وضع ابلاغ صوت بتائی ہے۔ یہ ریڈیو کے متعلق تو کہا جا سکتا ہے جس میں تصویریں نظر نہیں آتی ہیں۔ لیکن وڈیو اور ٹیلی ویژن کے

بارہ میں سیفی صاحب کو یوں کہنا چاہیے تھا کہ ان کی اصل وضع ابلاغ صوت اور نمائش وصنعت تصاویر کے لئے ہے۔ تو کیا تصاویر وڈیو کے ذریعہ سے بنانا اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ سے دکھانا جائز ہوگا۔ ہرگز نہیں کیونکہ یہاں بھی تصویر سازی کی حرمت کی علت مضاھات بخلق اللہ تعالیٰ بدرجۂ اولیٰ موجود ہے۔

مدنی صاحب کی دس معروضات

علمائے بریلی شریف کے مذکورہ بالا جواب میں مدنی میاں صاحب نے ایک اور مضمون لکھا جس میں انہوں نے اپنی دس معروضات اور پانچ سوالات پیش کیے ہیں۔ ہم یہ مضمون بھی ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ پھر اس کا جواب عرض کریں گے وباللہ التوفیق۔ چنانچہ مدنی میاں صاحب لکھتے ہیں۔

(۱) اس ناچیز کے خیال میں آئینے اور ٹی۔وی کے ناپائیدار عکوس کو حقیقی معنوں میں تصویر ''تمثال'' مجسمہ اسٹیچو وغیرہ کہنا صحیح نہیں اس لئے کہ پائیدار ہونے سے پہلے عکس صرف عکس ہی رہتا ہے۔ تصویر نہیں بنتا اور جب اسے کسی طرح پائیدار کرلیا جائے تو وہی تصویر بن جاتا ہے۔

اب رہ گیا فہم ناظرین کے اعتبار سے ناپائیدار عکوس کو اگر تصویر ''تمثال'' مجسمہ وغیرہ کا نام دیا جائے تو یہ مجاز ہوگا اور ظاہر ہے کہ جب تک حقیقت مراد لینا متعذر مہجور ہو یا مجاز مراد لینے میں کوئی واضح قرینہ نہ ہو حقیقی معنیٰ میں مراد لینا صحیح ہے۔ ہر صاحب علم بخوبی واقف ہے کہ جن نصوص میں جاندار کی تصاویر و تماثیل کی حرمت مذکور ہے اس میں اس کے سر بریدہ کردینے ٹکڑے ٹکڑے کردینے اور پائمال کردینے کی ہدایات بھی ہیں اور اگر وہ جائے اہانت میں ہوں تو ان کو رکھ چھوڑنے کی رخصت بھی ہے۔ اس سے اندازہ لگتا ہے کہ تصاویر ممنوعہ وہی ہیں جو حقیقی معنوں میں تصاویر ہوں یعنی پائیدار ہوں جنہیں سر بریدہ بھی کیا جا سکے۔ جن کے عضو کاٹے بھی جاسکیں جن کے ٹکڑے ہوسکیں اور جنہیں موضع اہانت میں رکھا جاسکے۔ ظاہر ہے کہ ناپائیدار عکوس کے ساتھ ان میں سے کوئی بھی سلوک نہیں کیا جاسکتا۔ المختصر حرمت تصاویر کے نصوص کے عموم میں سرے سے ناپائیدار عکوس داخل ہی نہیں کہ ان کو نکالنے کے لئے کسی مخصص کی ضرورت ہو۔

(۲) موجودہ معروف ومتعارف آئینہ بالکلیہ انسانی صنعت گری ہے۔ لہذا اس میں بھی عکوس کے ظہور میں قطعی طور پر فعل انسانی کا دخل ہے۔ اس لئے اگرچہ ٹی۔وی کے آئینے میں عکوس کے ظہور میں فعل انسانی دخیل ہے جب بھی اس کا حکم آئینے کے عکوس کے حکم کی طرح ہونا چاہیے۔ کیونکہ غیر قار و ناپائیدار ہونے میں دونوں بالکل ایک طرح ہیں۔

(۳) رئیس الفقہاء والمفسرین حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان صاحب قدس سرہ العزیز نے تصویر کشی کے ایک سوال کے جواب میں واضح لفظوں میں ارشاد فرمایا ہے کہ

''باقی رہنے والی صورت کشی حرام ہے'' فتاوٰی نعیمہ ص ۴۸)۔ پتہ چلا کہ آپ کے نزدیک بھی تصاویر کی حرمت کے نصوص کے عموم سے ناپائیدار عکوس خارج ہیں۔

(۴) جس طرح آئینے کے عکوس کی اصل قریب ریز (کرنیں) ہیں بالکل اسی طرح ٹی وی کے عکوس کی اصل قریب ریز ہیں۔ جس طرح آئینے کے عکوس متحرک وغیر قار ہیں اسی طرح ٹی وی کے عکوس بھی متحرک وغیر قار ہیں جس طرح آئینے میں عکوس کے ظہور کے لئے ریز کا وجود ضروری ہے۔ اسی طرح ٹی وی میں بھی ظہور عکوس کے لئے ریز کا وجود ضروری ہے۔ جس طرح آئینے کے عکوس کے ظہور میں بھی فعل انسانی دخیل ہے اسی طرح ٹی وی میں بھی فعل انسانی دخیل ہے۔ جس طرح ریز کے غیر متعلق ہو جانے کی صورت میں آئینوں سے عکوس غائب ہو جاتے ہیں اور پھر کہیں بھی نہیں رہتے۔ اسی طرح ریز کے غیر متعلق ہو جانے کی صورت میں ٹی۔ وی سے عکوس غائب ہو جاتے ہیں اور پھر کہیں بھی نہیں رہتے۔ جس طرح آئینے میں نظر آنے والے جاندار کے عکوس حکم وثن اور معنی بت میں نہیں ہیں بالکل اسی طرح ٹی۔ وی میں نظر آنے والے عکوس کو بھی حکم وثن اور معنی بت میں نہیں رکھا جا سکتا۔ اس لئے کہ پائیداری ہی حقیقی معنوں میں تصویر ہونے کی بنیاد ہے اور وہ دونوں جگہ میں مفقود ہے لہٰذا حرمت وحلت کے تعلق سے بھی دونوں کا حکم ایک ہی ہوگا۔ نیز جس طرح آئینوں کے عکوس کی حرمت کی کوئی نص نہیں ہے بالکل اسی طرح ٹی وی کے عکوس کی حرمت کے لئے بھی کوئی نص نہیں ہے۔

(۵) یہاں عقلاً کئی احتمالات نکالے جا سکتے ہیں۔ پہلا تو یہ کہ عکس عام ہو اور تصویر خاص ہو۔ اس صورت میں ہر تصویر عکس لیکن ہر عکس تصویر نہیں مثلاً آئینوں کے عکوس اور ظاہر ہے کہ خاص کی حرمت عام کی حرمت کو مستلزم نہیں۔ لہٰذا پائیدار عکوس یعنی تصاویر کی حرمت ثابت نہ ہوگی۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ تصویر کا اطلاق پائیدار اور ناپائیدار دونوں طرح کے عکوس پر بطور اشتراک لفظی ہو۔ اس صورت میں عندالاطلاق تصویر کے متعدد معانی میں سے کوئی ایک ہی معنی مراد ہوگا تو اب اگر حرمت کے نصوص میں تصاویر وتماثیل سے مراد پائیدار عکوس ہیں تو پھر ناپائیدار عکوس خود بخود ضابطۂ حرمت سے نکل گئے۔ اور اگر ان نصوص میں تصویر سے مراد ناپائیدار عکوس ہیں تو پھر پائیدار عکوس دائرہ حرمت سے باہر ہو گئے۔ ویسے بھی ان قرائن کی طرف واضح اشارہ کر چکا ہوں کہ تصویر کو لفظ مشترک قرار دینے کی صورت میں بھی نصوص حرمت میں اس سے پائیدار عکوس ہی مراد لینا صحیح ہے تیسرا

احتمال یہ ہے کہ عکس وتصویر دونوں متبائن ہوں یعنی جو عکس ہے وہ تصویر نہیں ہے اور جو تصویر ہے وہ عکس نہیں تو اس صورت میں تصویر بول کر عکس مراد لینا اور بھی ظاہر البطلان ہوگا۔ چوتھا احتمال یہ ہے کہ دونوں میں تساوی کی نسبت ہو یعنی ہر عکس تصویر ہے اور ہر تصویر عکس ہے اس صورت میں حرمت تصاویر کے نصوص جملہ پائیدار ناپائیدار عکوس کو شامل ہوں گے لہذا آئینوں کے عکوس بھی قطعی حرام قرار پائیں گے۔ اب اگر آئینوں کے عکوس کو ضابطۂ حرمت سے نکالنے کے لئے کوئی ایسی مضبوط دلیل پیش کی گئی جو نصوص حرمت کے عموم کی مخصص بن سکی تو پھر جملہ ناپائیدار عکوس علت تخصیص میں اشتراک کے سبب دائرہ حرمت سے نکل جائیں گے اور اگر کہا جائے کہ عکس وتصویر میں عام خاص من وجہ کی نسبت ہے یعنی کہیں ایسا ہوگا کہ عکس ہوگا تصویر نہ ہوگی اور کہیں ایسا ہوگا کہ تصویر ہوگی اور عکس نہ ہوگا اور کہیں ایسا بھی ہوگا کہ ایک ہی چیز تصویر بھی ہوگی اور عکس بھی مادہ اجتماع میں تو بات ظاہر ہے کہ ان عکوس کو جو پائیدار کر لئے جائیں تصویر بھی کہا جا سکتا ہے اور عکس بھی۔ رہ گئے مادہ ہائے افتراق تو اس میں ہوسکتا ہے کہ یہ کہہ دیا جائے کہ پانی کے اندر کے عکوس عکس تو ہیں مگر تصویر نہیں۔ اور آئینوں کے اندر صورت تصویر ہے عکس نہیں۔ یہ بات صحیح ہے کہ ہوش وحواس کی سلامتی کے ساتھ کوئی اس آخری بات کا اعادہ نہیں کرسکتا لیکن اگر کوئی کرہی لے جب بھی آئینوں کی صورتیں دائرہ حرمت میں آجاتی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ آئینوں کے عکوس کو عکوس نہ قرار دینے کی حماقت الگ سے گلے لگ جاتی ہے۔ حقیقت ومجاز والے احتمال پر تفصیلی گفتگو عرض کی جا چکی ہے لہذا اس پر مزید گفتگو کی ضرورت نہیں۔ المختصر جملہ احتمالات میں سے کوئی ایک ہی احتمال صحیح ہوگا اب جو جس احتمال کو صحیح باور کرے اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ زبان وبیان کے معروف ضابطوں کی روشنی میں اس کی صحت کو ثابت کرے۔ ثبوت کے مرحلوں سے گزر جانے کے بعد اس پر کسی تحقیقی کلام کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔ نیز ناچیز کے نزدیک جو صحیح ہے وہ ظاہر کر چکا ہے۔

(۶) ویڈیو کیسٹ میں نہ تصویر ہوتی ہے اور نہ عکس اس میں صرف ریز ہوتے ہیں۔ شعاعوں اور کرنوں کو نہ تصویر کہا جا سکتا ہے نہ عکس۔

(۷) یہ حقیقت ہے کہ عکوس وظلال اپنے ارباب کے تابع ہیں مگر ایک درمیانی کڑی کو بھی نظر انداز کر دینا مناسب نہیں وہ یہ کہ عکوس تابع ہیں ریز کے اور ریز تابع ہیں ذی صورت کے۔ پہلے پہلے ریز کے مرأۃ کے سامنے ہونے کے لئے ضروری تھا کہ ذی صورت مرأۃ کے روبرو ہو اور دونوں کے درمیان کوئی حجاب نہ ہو لیکن جب سے سائنسی ترقی نے ان ریز کو محفوظ کر لینے کی صورت نکالی ہے اسی فلسفے کے تحت عکوس کی اصل

قریب ریز ہیں نہ کہ ذی صورت تو جب ہم ان ریز کو ٹیپ کر لیں گے تو پھر عکوس کے ظہور کے لئے ذی صورت کا مرآۃ کے روبرو ہنا ضروری نہ رہ جائے گا۔اب حقیقت حال کو صحیح تعبیر یہ ہوئی کہ یہ قدیم صورت تھی کہ رائی جب تک مرآۃ کے سامنے ہے مرئی ہے اس کے ہٹتے ہی مرئی ہونا مفقود مگر جدید ترقی نے ثابت کر دیا کہ مرئی ہونے کے لئے اب ذی صورت کا مرآۃ کے سامنے ہونا ضروری نہیں۔اور جب یہ چیز مشاہدے میں آچکی ہے تو پھر اس سے انکار بھی ممکن نہیں۔اس کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ گراموفون وغیرہ کی ایجاد سے پہلے ہم کسی کی آواز اسی وقت تک سن سکتے تھے جب تک وہ بولتا رہے اور ہمارے سامعہ تک اس کی آواز پہنچتی رہے لہذا ادھر بولنے والا خاموش ہوا اور ادھر آواز کا سننا ختم ہو گیا۔اب کے حالات میں کسی کی آواز سننے کے لئے اس کا بذات خود بولنا تو درکنار اس کے وجود کی بھی ضرورت نہ رہی۔

(۸) یہ صحیح ہے کہ کیسٹوں میں ٹیپ شدہ ریز نہ عکوس ہیں نہ تصاویر لیکن ان ریزوں میں یہ صلاحیت ہے کہ ٹی وی بکس میں لگا ہوا آلہ ان کو ذی صورت کے عکوس میں منتقل کر کے اپنے آئینے سے ظاہر کر دیتا ہے جیسے ہر ناتراشیدہ پتھر میں بالقوہ جاندار کا مجسمہ ہونے کی صلاحیت ہے مگر صرف اسی صلاحیت کی بناء پر نہ اسے بالفعل مجسمہ کہا جا سکتا ہے اور نہ اس پر مجسمہ کے احکام نافذ کر سکتے ہیں۔

(۹) یہ صحیح ہے کہ عکوس واظلال اپنے ارباب کے تابع ہیں جس طرح کہ رائی جب تک مرآۃ کے سامنے ہے مرئی ہے اس کے ہٹتے ہی اس کا مرئی ہونا مفقود بس مرآۃ ہی مرئی ہے۔ویڈیو سے قطع نظر ٹی وی کے عکوس کا بھی بالکل یہی حال ہے جب تک ذی صورت ٹی وی کیمرے کے سامنے سے ہٹتے ہی اس کا مرئی ہونا مفقود ہو جاتا ہے۔بس ٹی وی مرئی رہ جاتا ہے۔ڈائرکٹ والی صورت میں ہوتا یہ ہے کہ مثلاً آپ کیمرے کے سامنے کھڑے ہیں اس کے ذریعہ آپ کے ریز ٹی وی تک پہنچ گئے۔ٹی وی ٹاور نے انہیں ٹی وی بکس تک پہنچا دیا اور پھر ٹی وی بکس کے آلات نے انہیں متحرک عکوس کی شکل میں ظاہر کر دیا۔اب آپ جب کیمرے کے سامنے سے ہٹ گئے تو ٹی وی تک ریز پہنچنے کا سلسلہ ٹوٹ گیا لہذا ٹی وی سے آپ کا عکس غائب ہو گیا۔ اس طرح ٹی وی کے عکوس بھی بنیادی طور پر اپنے ارباب ہی کے تابع ہوئے۔ویڈیو کی ایجاد سے صرف اتنا ہوا کہ ٹی وی بکس تک بے روک ٹوک پہنچنے والے ریز کو ٹیپ کر لینے کی صورت نکال لی گئی اور چونکہ درحقیقت یہی ریز آئینہ اور ٹی وی کے عکوس کی اصل قریب ہیں تو جب ان کے محفوظ کر لینے کی صورت پر قابو پالیا گیا تو اس ٹی وی پر ظہور عکوس میں ان عکوس کی اصل بعید یعنی ذی صورت کے وجود کی بھی ضرورت نہ رہ گئی۔

(۱۰) میرے نزدیک یہ بڑی ہی ناقابل فہم اور ناقابل تسلیم بات ہے کہ اگر ریز بے روک ٹوک ٹی وی تک پہنچیں تو ٹی وی کے متحرک عکوس عکوس رہیں اور اگر یہی ریز روک کر پہنچائے جائیں تو یہ عکوس عکوس نہ رہ جائیں۔ وہ عکس جو تصویر ہے وہ عکس جو تصویر نہیں ہے ان کے درمیان مابہ الامتیاز خود ان عکوس کی صرف پائیداری و ناپائیداری ہے۔ ریز کو ٹیپ کر لینے سے عکس تصویر نہیں بن جائے گی۔

یہ دس معروضات ہیں۔ میرے اصل جواب کے ساتھ ان کو بغور ملاحظہ فرما لیجئے۔ پھر علامہ ازھری صاحب کی تحریر از اول تا آخر پڑھ ڈالیے اگر علامہ موصوف کی اس تحریر سے میرے مندرجہ ذیل سوالات کے جواب مل جاتے ہیں تو وہ یقیناً میرے جواب کا مکمل رد ہے اور اگر جواب نہیں ملتے تو پھر اس کو میرے جواب کا رد ہی کیوں سمجھا جائے اسے کوئی بھی ایسا نام دے دیجئے جس سے علامہ کی حیثیت عرفی کا ازالہ نہ ہو۔

(۱) ویڈیو کیسٹ میں ٹیپ شدہ پائیدار ریز کا تصویر ہونا ثابت کیجئے اور ثابت نہ کر سکنے کی صورت میں ان غیر جاندار ریز کو ٹیپ کر لینے کی حرمت کی دلیل پیش کیجئے۔

(۲) ناپائیدار عکوس کے ظہور میں اگر فعل انسانی دخیل ہو تو وہ حرام ہیں۔ اس کو نصوص سے مدلل و مبرہن فرمایئے۔

(۳) ثابت کیجئے کہ جہاں جہاں نصوص میں تصاویر و تماثیل کا لفظ آیا ہے اس سے اس کا حقیقی معنی مراد نہیں۔

(۴) اگر نصوص میں تصاویر و تماثیل سے مراد ہر طرح کے پائیدار و ناپائیدار عکس ہیں تو ایک طرف یہ ثابت کیجئے کہ ایک ہی لفظ سے ایک ہی وقت میں حقیقت و مجاز دونوں مراد لیے جا سکتے ہیں۔ یا بصورت دیگر ایک ہی لفظ سے ایک ہی وقت میں اس کے متعدد معانی مراد لیے جا سکتے ہیں تو دوسری طرف اس صورت میں آئینوں کے عکوس کو ضابطۂ حرمت سے نکالنے کی علت پیش کی جائے۔

(۵) آئینہ اور ٹی وی کے عکوس میں بے پناہ مماثلت و مشابہت کے باوجود (جن میں بعض کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے) ٹی وی کے عکوس کو آئینوں کے عکوس پر قیاس کرنا صحیح کیوں نہیں؟

اھ بلفظہ. ماہنامہ تبیان کراچی بابت فروری ۱۹۸۷ء۔ صفحہ نمبر ۱۲)

شائع کردہ مولانا شاہ حسین گردیزی۔ دارالعلوم مہریہ۔ صحافی سوسائٹی گلشن اقبال۔ کراچی۔

مدنی صاحب کی دس معروضات کی حقیقت

مدنی صاحب کی مذکورہ دس معروضات کی حقیقت بیان کی جاتی ہے تا کہ حق روشن ہو اور شکوک وشبہات دور ہوں وباللہ التوفیق۔

ٹی وی کے عکوس پائیدار ہوتے ہیں

مدنی صاحب نے ٹی وی کے عکوس کو آئینے کے عکوس کی طرح ناپائیدار سمجھا ہے۔ یہ درست نہیں اور اس کے نادرست ہونے پر خود مدنی صاحب کی درج ذیل عبارات بالتصریح دلالت کرتی ہیں۔

(۱) یہ حقیقت ہے کہ عکوس وظلال اپنے ارباب کے تابع ہیں مگر ایک درمیانی کڑی کو بھی نظر انداز کر دینا مناسب نہیں وہ یہ کہ عکوس تابع ہیں ریز کے اور ریز تابع ہیں ذی صورت کے۔ پہلے پہلے ریز کے مرأۃ کے سامنے ہونے کے لئے ضروری تھا کہ ذی صورت مراۃ کے روبرو ہو اور دونوں کے درمیان کوئی حجاب نہ ہو لیکن جب سے سائنسی ترقی نے ان ریز کو محفوظ کر لینے کی صورت نکالی ہے اسی فلسفے کے تحت عکوس کی اصل قریب ریز ہیں نہ کہ ذی صورت تو جب ہم ان ریز کو ٹیپ کر لیں گے تو پھر عکوس کے ظہور کے لئے ذی صورت کا مرأۃ کے روبرو ہونا ضروری نہ رہ جائے گا۔ اب حقیقت حال کی صحیح تعبیر یہ ہوئی کہ یہ قدیم صورت تھی کہ رائی جب کہ مرأۃ کے سامنے ہے مرئی ہے اس کے ہٹتے ہی مرئی ہونا مفقود مگر جدید ترقی نے ثابت کر دیا کہ مرئی ہونے کے لئے اب ذی صورت کا مرأۃ کے سامنے ہونا ضروری نہیں۔ اور جب یہ چیز مشاہدے میں آ چکی ہے تو پھر اس سے انکار بھی ممکن نہیں۔ اس کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ گراموفون وغیرہ کی ایجاد سے پہلے ہم کسی کی آواز اسی وقت تک سن سکتے تھے جب تک وہ بولتا رہے اور ہمارے سامعہ تک اس کی آواز پہنچتی رہے لہذا ادھر بولنے والا خاموش ہوا اور ادھر آواز کا سننا ختم ہو گیا۔ اب کے حالات میں کسی کی آواز سننے کے لئے اس کا بذات خود بولنا تو درکنار اس کے وجود کے بھی ضرورت نہ رہی۔

(۲) وڈیو کی ایجاد سے صرف اتنا ہوا کہ ٹی وی بکس تک بے روک ٹوک پہنچنے والے ریز کو ٹیپ کر لینے کی صورت نکال لی گئی اور چونکہ درحقیقت یہی ریز آئینہ و ٹی وی کے عکوس کی اصل قریب ہیں تو جب ان کے محفوظ کر لینے کی صورت پر قابو پالیا گیا تو اس ٹی وی پر ظہور عکوس میں ان عکوس کی اصل بعید یعنی ذی صورت کے وجود کی بھی ضرورت نہ رہ گئی۔

(۳) تحقیق کے بعد یہ بات واضح ہو گئی کہ وڈیو کیسٹ میں کسی طرح کی کوئی تصویر نہیں چھپتی بلکہ اس کے ذریعہ سے اس کے سامنے والی چیزوں کی ریز (شعاعوں) کو ٹیپ کر لیا جاتا ہے"۔ (ماہنامہ تبیان کراچی بابت فروری ۱۹۸۷ء)

(۴)اس مقام پر یہ بات بھی خالی از فائدہ نہیں کہ جن پروگراموں کو وڈیو کیسٹ کے بغیر براہ راست ٹی وی سے نشر کیا جاتا ہے۔ ان میں بھی یہی ہوتا ہے کہ کیمروں اور مشینوں کے ذریعے ان ہی ریز کو ٹی وی تک پہنچایا جاتا ہے۔ ٹی وی ٹاور انہیں اکٹھا کر کے ٹی وی بکس کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔ پھر وہی صورت ہو جاتی ہے جو ویڈ و کیسٹ کے رابطے کی صورت میں ٹی وی سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور سارے مناظر آنے لگتے ہیں۔

(سیفی صاحب کا رسالہ مسئلہ وڈیو ص ۶۸)

ان مذکورہ بالا چار عبارات میں خود مدنی صاحب نے یہ بتا دیا کہ عام آئینوں کے عکوس کے ریز ٹیپ نہیں کیے جاتے اس لئے وہ اسی وقت تک صورت کو ظاہر کرتے ہیں کہ جب کہ ذی صورت آئینے کے سامنے رہتا ہے۔ جونہی ذی صورت آئینے کے آگے سے ہٹ جاتا ہے آئینے سے اس کی صورت غائب ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے برعکس ویڈیو کیمرہ۔ ٹی وی کے عکوس کے ریز کو ٹیپ کر لیتا ہے۔ اسی وجہ سے ذی صورت کے سامنے سے ہٹ جانے کے باوجود اس کی صورت ٹی وی کے آئینے پر باقی رہتی ہے۔ مدنی صاحب کی اس تفصیل سے ہر ذی عقل انسان سمجھ سکتا ہے کہ آئینے کے عکوس ناپائیدار ہوتے ہیں۔ اور ٹی وی کے عکوس پائیدار لہذا ٹی وی کے آئینے کو عام آئینے پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے۔

مقام تعجب ہے کہ مدنی صاحب کی اپنی توضیح ہی سے آئینوں کے عکوس اور ٹی وی کے عکوس میں زمین و آسمان جتنا فرق ثابت ہوا لیکن اس کے باوجود وہ ٹی وی کے عکوس کو آئینے کے عکوس کی طرح ناپائیدار ہی کہہ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

پائیداری کے مفہوم میں مدنی صاحب کا مغالطہ

مدنی صاحب کا یہ لکھنا کہ ”ہر صاحب علم بخوبی واقف ہے کہ جن نصوص میں جاندار کی تصاویر و تماثیل کی حرمت مذکور ہے ان میں سب کے سر بریدہ کر دینے، ٹکڑے ٹکڑے اور پامال کر دینے کی ہدایات بھی ہیں۔ اور اگر وہ جائے اہانت میں ہوں تو ان کو رکھ چھوڑنے کی رخصت بھی ہے۔ اس سے اندازہ لگتا ہے کہ تصاویر ممنوعہ وہی ہیں جو حقیقی معنوں میں تصاویر ہوں یعنی پائیدار ہوں جنہیں سر بریدہ کیا جا سکے الخ“ پائیداری کے مفہوم میں ان کی غلط فہمی کی روشن دلیل ہے۔

پائیداری کے یہ معنی نہیں کہ تصویر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو سکیں یا سر بریدہ کی جا سکے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تصویر ذی صورت کے سامنے سے ہٹ جانے کے بعد بھی باقی رہے۔ مفتی احمد یار خان صاحب کی

جو یہ عبارت مدنی میاں صاحب نے پیش کی ہے کہ ''باقی رہنے والے تصویر کشی حرام ہے'' اس کا معنی یہ ہے کہ تصویر ایسی بنی ہو کہ ذی صورت سامنے سے ہٹ جائے تو پھر بھی وہ تصویر باقی رہے۔ لہذا ویڈیو ٹی وی کی تصویروں کو ناپائیدار عکوس سمجھنا پائیداری کے مفہوم سے اپنے بے خبر ہونے کی دلیل پیش کرنا ہے۔

آئینے اور ویڈیو میں انسانی صنعت گری کا فرق

یہ درست ہے کہ ''موجود معروف و متعارف آئینہ بالکلیہ انسانی صنعت گری ہے'' اور ویڈیو ٹی وی بھی بالکلیہ انسانی صنعت گری ہے لیکن آئینے میں انسانی صنعت گری سے جو تصویر بنتی ہے وہ ناپائیدار ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئینے کے سامنے سے شئے ہٹ جائے تو آئینے سے اس کی صورت غائب ہو جاتی ہے۔ لیکن ویڈیو اور ٹی وی میں انسانی صنعت گری سے جو تصویر بنتی ہے وہ پائیدار ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ذی صورت کے ہٹ جانے کے باوجود ان میں صورت باقی رہتی ہے۔ جب ان دونوں میں انسانی صنعت گری کا یہ فرق ہے تو ان میں سے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

ٹی وی کی متحرک تصویر سے غلط فہمی

مدنی صاحب نے ٹی وی کے آئینے سے ظاہر ہونے والی متحرک تصویروں کو اس لئے ناپائیدار عکوس سمجھا ہے کہ وہ آئینے کی تصویروں کی طرح حرکت کرتی ہیں۔ حالانکہ ٹی وی کی تصاویر کی حرکت ویڈیو کیسٹ کے فیتے میں ٹیپ شدہ ریزوں کی حرکت کی بناء پر ہوتی ہے۔ چونکہ فیتے کی حرکت کی وجہ سے یہ شعاعیں حرکت کرتی ہیں اس وجہ سے جس شئے کی ریزیں آئینے کے سامنے آتی ہیں اس کی تصویر آئینے میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور جس شئے کی ریزیں آئینے کے سامنے سے ہٹ جاتی ہیں اس کی تصویر آئینے سے غائب ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی شئے کی ریزوں کو حرکت نہ دی جائے تو ٹی وی کے آئینے پر اس کی تصویر حرکت نہ دیئے جانے کی مدت تک نمایاں اور ثابت رہتی ہیں۔ پس مدنی میاں صاحب کا یہ کہنا کہ ''غیر قارو ناپائیدار ہونے میں دونوں بالکل ایک طرح ہیں'' قطعاً غلط ہے اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

ٹیپ شدہ ریزوں میں تصویر موجود ہوتی ہے

مدنی صاحب کا یہ کہنا کہ ''ویڈیو کیسٹ میں نہ تصویر ہوتی ہے نہ عکس اس میں صرف ریز

(شعاعیں) ہوتی ہیں۔ شعاعوں اور کرنوں کو نہ تصویر کہا جا سکتا ہے نہ عکس''۔ بلا دلیل ہے۔ جب ویڈیو کیسٹ کا تعلق ٹی وی بکس سے جوڑا جاتا ہے تو اس کے پردہ پر تصویروں کا ظاہر ہونا ثابت کرتا ہے کہ ریزوں کے اندر تصویریں ضرور موجود ہوتی ہیں۔ اگر تصویریں موجود نہ ہوتیں تو ٹی وی کے پردہ پر تصویریں ظاہر کیونکر ہوتیں۔ اور یہ بات ہے کہ شعاعوں کے اندر موجود تصویریں اتنی چھوٹی ہوتیں ہیں کہ وہ دیکھنے میں نہیں آتیں۔ علمائے بریلی شریف نے اپنے جواب میں کتنی وضاحت کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ

''ویڈیو کیسٹ کے فیتے میں تصویر کا نظر نہ آنا اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا کہ وہاں کوئی صورت ہے ہی نہیں۔ کیونکہ جب اس کیسٹ کا رابطہ ٹی وی سے کیا جائے تو یہ تصویر کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اور اس کا تصویر بن جانا اس بات کی دلیل ہے کہ ویڈیو کیسٹ میں بھی تصویر ہے جسے چھوٹا کر دیا گیا ہے۔ تو اس پر اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ جب تک شعاع ویڈیو کے فیتے کے اندر موجود ہے اس پر کوئی حکم نہیں لگایا جائے گا۔ لیکن جب وہی شعاع ٹیلی ویژن کے آئینے پر بشکل تصویر نمایاں ہوگی تو اب اسے کوئی محقق شعاع نہیں کہے گا بلکہ عرف عام میں تصویر ہی کہی جائے گی اور اس پر تصویر ہی کا حکم جاری ہوگا۔''

صورت ٹیپ کرنے کو آواز ٹیپ کرنے پر قیاس مع الفارق ہے

مدنی صاحب کا صورت ٹیپ کرنے کو آواز ٹیپ کرنے پر قیاس کرنا اور یہ لکھنا کہ ''اس کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ گراموفون وغیرہ کی ایجاد سے پہلے ہم کسی کی آواز اسی وقت تک سن سکتے تھے جب تک وہ بولتا رہے اور ہمارے سامعہ تک اس کی آواز پہنچتی رہے لہذا ادھر بولنے والا خاموش ہوا ادھر آواز کا سننا ختم ہو گیا۔ اب کے حالات میں کسی کی آواز سننے کے لئے اس کا بذات خود بولنا تو درکنار اس کے وجود کی بھی ضرورت نہ رہی'' قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ آواز کی کوئی صورت ہوتی ہی نہیں جسے ٹیپ کیا جا سکے جب کہ ذی صورت کی صورت ہوتی ہے جسے ٹیپ کر لیں تو تصویر ظاہر ہوتی ہے۔ شرع شریف نے پائیدار تصویر بنانے کو حرام قرار دیا ہے نہ کہ کسی کی آواز کو پائیدار اور باقی رہنے والا بنانے کو ولہذا آواز پر تصویر کو قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

پائیدار تصویر بنانے کا حکم مطلق ہے

جن احادیث نبویہ سے جاندار کی تصویر کشی کی حرمت کا حکم حاصل ہوا ہے وہ مطلق واقع ہوئی ہیں۔ اس لئے ٹی وی، ویڈیو فلم کی پائیدار تصویروں کی حرمت بھی انہی احادیث نبویہ کے اطلاق سے ثابت

ہوتی ہے لہٰذا مدنی میاں صاحب کا یہ لکھنا کہ

''جس طرح آئینوں کے عکوس کی حرمت کی کوئی نص موجود نہیں ہے اسی طرح ٹی وی کے عکوس کی حرمت کے لئے بھی کوئی نص نہیں ہے''علم اصول فقہ کے اس قاعدہ المطلق یجری علی اطلاقہ سے اپنی بے خبری کا ثبوت دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

ٹیپ شدہ ریزوں میں تصویروں کو بالقوہ ماننا بلا دلیل ہے

مدنی میاں صاحب کا یہ لکھنا کہ''ان (ٹیپ شدہ) ریزوں میں یہ صلاحت ہے کہ ٹی وی بکس میں لگا ہوا آلہ ان کو ذی صورت کے عکوس میں منتقل کر کے اپنے آئینے سے ظاہر کرتا ہے۔ جیسے ہر ناتراشیدہ پتھر میں بالقوہ جاندار کا مجسمہ ہونے کی صلاحیت ہے'' بلا دلیل ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ خود ریزوں میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ جب ان کا ٹی وی بکس سے رابطہ قائم کیا جائے تو وہ اپنے اندر موجود چھوٹی صورتوں کو بڑا کر کے ٹی وی کے آئینے پر ظاہر کر دیتی ہیں۔ کیونکہ خود مدنی میاں صاحب نے بتایا ہے کہ عکوس اگرچہ اپنے ارباب کے تابع ہیں لیکن ان کی اصل قریب یہی ریزیں ہوتی ہیں تو مدنی صاحب کے اس بتائے ہوئے قاعدہ ہی سے پتہ چلا کہ ٹی وی کے آئینے میں جو تصویر دکھائی دیتی ہے اس کی اصل قریب ویڈیو کیسٹ کی ریزیں ہیں جن میں جاندار کی تصویریں موجود ہوتی ہیں ویڈیو کیسٹ سے ٹیپ کی جاتی ہیں اس لئے ویڈیو فلم چلانے والا شخص مصورین کے حکم میں آتا ہے اور اس پر تصویر کشی کی حرمت کا حکم لاگو ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

ٹی وی کی تصویر حقیقی معنی میں تصویر ہے

مدنی صاحب کا متعدد احتمالات بیان کرنا اور ٹی وی کی تصویروں کو نصوص حرمت سے نکالنے کا سارا پاپڑ بیلنا بے سود ہے۔ علمائے بریلی شریف نے کیسے پیارے انداز میں یہ لکھا ہے کہ

''جب وہی شعاع ٹیلی ویژن کے آئینے پر بشکل تصویر نمایاں ہوگی تو اب اسے کوئی محقق شعاع نہیں کہے گا بلکہ عرف عام میں تصویر ہی کہی جائے گی اور اس پر تصویر ہی کا حکم (حرمت) جاری ہوگا۔''

آئینے کے عکس اور ٹی وی کی تصویر میں فرق

مدنی صاحب کا یہ کہنا کہ''میرے نزدیک یہ بڑی ہی ناقابل فہم اور ناقابل تسلیم بات ہے کہ اگر ریز بے روک ٹوک ٹی وی تک پہنچیں تو ٹی وی کے متحرک عکوس عکوس رہیں اور اگر یہی ریز روک کر پہنچائے جائیں تو یہ

عکوس عکوس نہ رہ جائیں۔ وہ عکس جو تصویر ہے اور وہ عکس جو تصویر نہیں ہے ان کے درمیان مابہ الامتیاز خود ان عکوس کی صرف پائیداری و ناپائیداری ہے۔ ریز کو ٹیپ کر لینے سے عکس تصویر نہیں بن جائے گا''۔

تعجب خیز ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ ٹی وی تصویر کشی کا آلہ ہے اس کے آئینے میں جو تصویر بنتی ہے اس کا بنانا مقصود ہوتا ہے۔ ٹیپ ہو جانے سے ریزوں میں پائیداری آجاتی ہے۔ اس لئے اس کی تصویر تصویر ہی سمجھی جائے گی۔ تصویر ہی کہلائے گی اور اس پر تصویر کا حکم حرمت ہی لگے گا۔ برخلاف آئینے کے کہ وہ تصویر کشی کا آلہ نہیں اس میں بننے والا عکس ناپائیدار ہوتا ہے۔ نہ اس کے عکس کو تصویر سمجھا جاتا ہے اور نہ تصویر کہا جاتا ہے اس لئے اس پر تصویر کا حکم حرمت نہیں لگے گا۔

رئیس الفقہاء والمفسرین حکیم امت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان صاحب قدس سرہٗ نے تصویر کشی کے متعلق جہاں یہ لکھا ہے کہ ''باقی رہنے والی صورت کشی حرام ہے'' وہاں اس سے پہلے یہ بھی لکھا ہے کہ ''آئینہ میں صورت لینے سے تصویر لینا مقصود نہیں ہوتا بلکہ اپنے چہرہ کے نقائص وعیوب یا خوبیاں معلوم کر کے نقائص کو دور کرنا ہوتا ہے، لہٰذا اس کو تصویر سازی کہنا ہی بے جا ہے۔ بخلاف فوٹو کے کہ اس میں صورت ہی مقصود ہے'' (فتاویٰ نعیمہ ص ۴۸) اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

مدنی صاحب کے سوالات کا جواب

مدنی صاحب کے دس معروضات کے جوابات عرض کرنے کے بعد ہم ان کے پیش کردہ پانچ سوالات کے جوابات بھی افادۂ عامۃ المسلمین کے لئے دے رہے ہیں وباللہ التوفیق۔

(۱) سوال: ویڈیو کیسٹ میں ٹیپ شدہ پائیدار ریز کا تصویر ہونا ثابت کیجئے اور ثابت نہ کر سکنے کی صورت میں ان غیر جاندار ریز کو ٹیپ کر لینے کی حرمت کی دلیل پیش کیجئے۔

الجواب: ٹی وی اور ویڈیو کیسٹ میں ٹیپ شدہ پائیدار ریزیں اپنے اندر ذی صورت کی صورت محفوظ رکھتی ہیں جو ٹی وی بکس میں لگے ہوئے آلہ کے ذریعہ سے ٹی وی کے پردہ پر ظاہر ہوتی ہے اس لئے یہ عمل بلاشبہ جاندار کی تصویر کشی کا عمل ہے۔ اور جاندار کی تصویر کشی کسی بھی طریقہ سے ہو شرعاً حرام ہے۔ تصویر کشی کی حرمت کی علت مضاہاۃ بخلق اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب ''مسئلہ تصویر و ویڈیو فلم'' میں تفصیل سے لکھا ہے۔ اور اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا ہے کہ۔

''لاجرم علماء بتحریم مطلق تصریح فرمودہ اند مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرمود وقال اصحابنا وغیرھم من العلماء تصویر صورۃ الحیوان حرام شدید التحریم وھو من الکبائر لانہ متوعد علیہ بھذا الوعید المذکور فی الاحادیث سوآء صنعۂ فی ثوب اوبساط اودرھم اودینار اوغیر ذلک۔ علامہ شامی در رد المحتار فرماید فعل التصویر غیر جائز مطلقاً لانہ مضاھاۃ لخلق اللہ تعالیٰ وسوآء کان فی ثوب اوبساط اودرھم او دینارٍ او حائط وغیرہ، وچوں علت تحریم مشابہت بخلق الٰہی است تفاوت نمی کند کہ بخامہ کشند یا عکس را منطبع سازند زیرا کہ علت ھمہ جا حاصل است۔ این حکم تصویر گری وصورت کشی است''۔

(فتاویٰ رضویہ جلد دھم حصہ اول ص ۸۲)

الحمد للہ اس عبارت میں جو لفظ اوغیر ذلک واقع ہوا ہے۔ یہ اپنے اندر بڑی وسعت رکھتا ہے۔ جس بھی شئے پر حیوان کی تصویر بنائی جائے گی اس کو شامل ہے تو وہ کرنیں جن کو ٹیپ کیا گیا ہے اور حیوان کی تصویر ان میں محفوظ کردی گئی ہے وہ بھی اس میں ضرور داخل ہیں لہذا ویڈیو فلم میں تصویر بنانا ناجائز وحرام ہی ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۲: ناپائیدار عکوس کے ظہور میں اگر فعل انسانی دخیل ہو تو وہ حرام ہیں۔ اس کو نصوص سے مدلل ومبرہن فرمایئے۔

الجواب: جاندار کی تصویر کی حرمت کے نصوص وہ احادیث نبویہ ہیں جن میں اس عمل سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔ اور تصویر بنانے والوں کے متعلق فرمایا گیا ہے۔ اشد الناس عذاباً عنداللہ المصورون۔ اللہ کے پاس سب سے زیادہ سخت عذاب میں تصویریں بنانے والے ہوں گے۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ ص ۳۸۵ ج ۲)

اس نص میں المصورون فرمایا گیا ہے تو ظاہر ہے کہ جاندار کی تصویر سازی میں تصویر ساز کے فعل کو دخیل مانا گیا ہے ورنہ وہ مستحق عذاب کیوں ٹھہرے گا۔ ہاں ویڈیو کیسٹ کے جن عکوس کو مدنی صاحب نے ناپائیدار کہا ہے وہ ناپائیدار نہیں بلکہ پائیدار ہیں۔ اس لئے ویڈیو پر تصویر سازی کا عمل ضرور حرام ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال نمبر ۳: ثابت کیجئے کہ جہاں جہاں نصوص میں تصاویر وتماثیل کا لفظ آیا ہے اس سے اس کا حقیقی معنی مراد نہیں۔

الجواب: وِڈیو کیسٹ کے ذریعہ سے بنائی جانے والی تصویر پر تصویر کا لفظ حقیقی معنوں میں بولا جاتا ہے۔ اس کو اس وجہ سے مجاز کہنا کہ یہ تصویر ناپائیدار عکوس سے بنتی ہے مدنی صاحب کی غلطی ہے بلکہ یہ تصویر ٹیپ شدہ ریزوں سے بنتی ہے جن میں تصویر موجود ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۴: اگر نصوص میں تصاویر و تماثیل سے مراد ہر طرح کے پائیدار و ناپائیدار عکوس ہیں تو ایک طرف یہ ثابت کیجئے کہ ایک ہی لفظ سے ایک ہی وقت میں اس کے متعدد معانی مراد لیے جاسکتے ہیں تو دوسری طرف اس صورت میں آئینوں کے عکوس کو ضابطہ حرمت سے نکلنے کی علت پیش کیجئے۔

الجواب: تصویر و تماثیل سے مراد ایسی تصویر ہے جو تصویر کشی کے آلہ کے ذریعہ سے پائیدار عکوس سے بنی ہو۔ وِڈیو فلم کے ذریعہ سے ٹیپ ہونے والی ریزوں کے سبب سے ٹی وی کے آئینے پر جو تصویر بنتی ہے وہ پائیدار عکوس سے بنتی ہے۔ ولہذا اس پر تصویر کا لفظ حقیقی معنوں میں بولا جاتا ہے نہ کہ مجاز یا عموم المجاز کے طور پر اس کے برعکس آئینے میں بننے والی تصویر ناپائیدار عکوس سے بنتی ہے لہذا اسے تصویر مجازاً کہا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۵: آئینہ اور ٹی وی کے عکوس میں بے پناہ مماثلت و مشابہت کے باوجود ٹی وی کے عکوس کو آئینوں کے عکوس پر قیاس کرنا صحیح کیوں نہیں؟

الجواب: آئینہ آلہ تصویر کشی نہیں نہ اس کے عکوس پائیدار ہوتے ہیں اس لئے اس کے اندر ظاہر ہونے والا عکس تصویر نہیں ہے نہ تصویر کا حکم حرمت اس پر لاگو ہوتا ہے۔ اس کے برعکس ٹی وی کے آئینے پر ٹیپ شدہ ریزوں سے بننے والی تصویر حقیقی معنوں میں تصویر ہوتی ہے اس لئے اس پر تصویر کا حکم حرمت لاگو ہوتا ہے۔ آئینوں کے ناپائیدار عکوس اور ٹی وی کے پائیدار عکوس میں مدنی صاحب کا بے پناہ مماثلت و مشابہت کا دعویٰ غلط ہے۔
الحمدللہ یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر ضرورت سے بھی زیادہ روشنی پڑ گئی ہے۔ یہ اہل انصاف اہل دانش اشخاص کی ہدایت کے لئے کافی وافی ہے۔ پھر ٹی وی کے عکوس کو پائیدار مانو تو اس کی تصاویر حرام ہیں اور ناپائیدار مانو تو حلال، تو جب مسئلہ حرمت و حلت میں دائر ہے تو ترجیح حرمت ہی کو دی جائے گی۔ ولہذا وِڈیو فلم بنانے سے بچنے ہی میں دین و ایمان کی سلامتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۱ رمضان ۱۴۲۰ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اکتالیسواں مقالہ

ٹیلی ویژن

علمائے اسلام کی نظر میں

نظم

شرافت سوز تصویروں کی عریانی نہیں جاتی
ادب کی آڑ میں ترغیبِ رُومانی نہیں جاتی

خدا معلوم نسلِ نو کا کیا انجام ہونا ہے
وطن سے فحش نغموں کی فراوانی نہیں جاتی

مزے لے لے کہ دُہراتے ہیں افسانے جوانی کے
بڑھاپے میں بھی داناؤں کی نادانی نہیں جاتی

عذاب آئے تو اس میں سینکڑوں کی جان جاتی ہے
نہیں جاتی تو شیطانوں کی شیطانی نہیں جاتی

بڑا اندھیر ہے اکثر مسلماں یہ سمجھتے ہیں
کہ بداعمال ہو کر بھی مسلمانی نہیں جاتی

جہاں کے ذرّے ذرّے سے نمایاں ہیں صفات اُس کی
مگر ہم سے خدا کی ذات پہچانی نہیں جاتی

حقیقت میں جدھر دیکھو تنزل ہی تنزل ہے
ترقی کی طرف تہذیبِ انسانی نہیں جاتی

جو کل تک راہزن تھے آج منزل کے نگہباں ہیں
مسافر لُٹ گئے اُن کی نگہبانی نہیں جاتی

یہی سب سے بڑا باعث ہے ملت کی تباہی کا
بہت کچھ ہو چکا لیکن تن آسانی نہیں جاتی

زمانہ اس طرح قائل ہوا ہے فیض جھوٹوں کا
جو سچ کہتے ہیں ان کی ایک بھی مانی نہیں جاتی

(بشکریہ پرچہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بابت ۲۰ محرم ۱۳۸۵ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله ربّ العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله محمد واله واصحابه اجمعین اما بعد استاذ ناالمحترم المکرم حضرت مولانا محمد شفیع حیدری مدظلہ العالی فاضل جامعہ رضویہ مظہر اسلام بریلی شریف وسجادہ نشین دربار عالیہ نارہ شریف تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی نے فقیر راقم الحروف کو ٹیلی ویژن سے متعلق سات سوالات پر مشتمل ایک استفتاء بھیجا اور ان کے جواب لکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ چونکہ ایک مستند جید عالم دین کی طرف سے یہ سوالات پیش کیے گئے تھے اس لئے ہم نے چاہا کہ ان کا جواب مفتیان اہل سنت اور علمائے ربانی سے حاصل کیا جائے۔ چنانچہ ہم نے اس استفتاء کو متعدد جگہوں میں بھیجا اور جواب حاصل کیا۔ اپنے طور پر کتب مبارکہ اور رسائل متبرکہ سے بھی مواد حاصل کرنے کی کوشش کی گئی تو مفید مواد جمع ہو گیا۔ اس مختصر رسالہ میں ہم نے علمائے ربانی ومفتیان حقانی کے ارشادات وملفوظات کے اقتباسات پیش کیے ہیں تاکہ عام فہم قاری کو فائدہ تامہ حاصل ہو اور یہ دینی سعی ہمارے لئے سعادت بن جائے۔ **وبالله التوفیق ولاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم۔**

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ

(۱) ٹی وی یعنی ٹیلی ویژن میں قاری صاحب قرأت کرتے ہیں اور نیز بچوں کو قرأت سکھاتے ہیں ان کا دیکھنا اور سننا شرعاً کیسا ہے؟ ثواب یا عذاب؟

(۲) نیز علمائے کرام وعظ فرماتے ہیں ان کا دیکھنا اور ان کا وعظ سننا مردوں اور عورتوں کو جائز اور کار ثواب ہے یا نہیں؟

(۳) نیز مسجدوں، خانہ خدا اور کئی دریا اور کئی پہاڑیاں سبز وغیرہ کا دیکھنا کیسا ہے؟

(۴) نیز عورتیں خبریں دیتی ہیں اور گانے گاتی اور ناچتی ہیں اور جلوے دکھلاتی ہیں ان کا دیکھنا سننا کیسا ہے؟ مردوں عورتوں کو جائز ہے یا ناجائز منع ہے یا حرام مطلق؟

(۵) مرد گاتے بجاتے ہیں ناچتے جلوے دکھاتے ہیں خوبصورت بن کر کھیل دکھاتے ہیں۔ مردوں عورتوں کو دیکھنا سننا کیا معنی رکھتا ہے۔ جائز یا ناجائز یا حرام مطلق؟

(۶) بعضے نیم ملاں خود بھی دیکھتے ہیں اور اوروں کو بھی دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا ہے یہ ویسے تصویریں وغیرہ ہیں۔ نقشے ہیں کوئی حقیقۃ مرد عورتیں نہیں تا کہ ان سے پردہ کیا جائے۔ ان کو نہ دیکھا جائے نہ سنا جائے۔

(۷) اس آلہ میں یعنی ٹی وی میں غیر محرم مرد خوبصورت غیر محرم عورتوں کو دیکھتے سنتے ہیں اور غیر محرم عورتیں خوبصورت مردوں کو دیکھتی سنتی ہیں۔ یہ شرعا کیسا ہے؟

ان سب شقوں کا الگ الگ خوب ٹھوس جواب دیا جائے تا کہ کسی کو شک وشبہ باقی نہ رہے بینوا توجروا۔

(پیش کردہ استاذ نا لمکرم از نارہ شریف تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی)

الجواب بتوفیق الملک الوھاب عزوجل۔

جواب سوال نمبر ۱۔ حضرت مولانا علامہ محمد ریحان رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں۔

''ٹیلی ویژن اور وڈیو کو وہ لوگ بھی جائز نہیں سمجھتے جو ان کا شوق رکھتے ہیں بلکہ انہی لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ ٹیلی ویژن ایک طرح کا سینما ہی ہے۔ لہٰذا جو لوگ اس کا استعمال کرتے ہیں وہ ان کو ناجائز ہی سمجھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اکثر خدا کے بندے استطاعت کے باوجود انہیں خریدنے سے اجتناب کئے ہوئے ہیں۔ اب اس کے جواز کا قول کرنا ایک بدعت کا دروازہ کھول کر اس حدیث کا مصداق بنتا ہے کہ جس نے اسلام میں برا طریقہ نکالا تو اس پر اس کا اور اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ ہے۔ بغیر اس کے کہ اس پر عمل کرنے والوں کے گناہوں میں کچھ کمی کی جائے۔ (مشکوٰۃ شریف)

ہر شئے کی حلت وحرمت کا تعلق اس کی اصل وضع سے ہے۔ اگر اس کی وضع کسی جائز کام کے لئے ہوئی تو جائز اور ناجائز کام کے لئے ہوئی تو ناجائز۔ دنیا جانتی ہے کہ ٹیلی ویژن اور وڈیو وضع کے اعتبار سے سینما وغیرہ ہی کا حکم رکھتے ہیں اور اس حقیقت کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بغیر کسی آلے کی مدد کے اسے نمایاں طور پر نہیں دیکھا جا سکتا۔ سینما بھی تعیش، وقت گزاری، تماشہ بینی، لہو ولعب وغیرہ کا سامان ہے اور ٹیلیویژن اور وڈیو سے بھی یہ نقائص حاصل ہوتے ہیں۔ سینما بین لوگ بھی پروگرام میں منہمک ہو کر دین و دنیا سے غافل ہو جاتے ہیں اور ٹیلی ویژن اور وڈیو کا شوق رکھنے والے بھی پروگرام کے وقت تک دین و دنیا سے بے خبر ہو جاتے ہیں بہر حال سینما اور ٹیلی وژن کی وضع کا مقصد ایک ہے فرق صرف ٹیکنیک اور طریقہ

کارکا ہے"

پھر آخر پر لکھتے ہیں۔ "مختصر یہ کہ ٹی وی، وڈیو وغیرہ کی اصل وضع ہی لہو ولعب کے لئے ہوئی ہے اور اس کا کوئی پروگرام جانداروں کی تصاویر سے خالی نہیں ہوتا اور یہ سب اسراف وتبذیر کی اشیاء ہیں اور ان کا خریدنا رکھنا دیکھنا حرام، حرام، اشد حرام ہے۔ نئے نئے احتمالات نکال کر ان کے جواز کی صورتیں پیدا کرنا، فتنوں کا دروازہ کھولنا اور ابنائے زمانہ کی روش سے غافل ہونے کے مترادف ہے۔

(ماہنامہ "اعلیٰ حضرت" بریلی شریف بحوالہ، ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ)

جب یہ ثابت ہو گیا کہ ٹیلی ویژن۔ وڈیو۔ وی سی آر۔ وغیرہ آلات لہو ولعب ہیں تو اب آلات لہو ولعب سے قرآن مجید سننے کے بارہ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے ملفوظات سنیئے۔ فرماتے ہیں۔

"عرض:۔ گراموفون کا کیا حکم ہے؟

ارشاد: بعض باتوں میں اصل کا حکم ہے۔ بعض میں نہیں۔ گراموفون میں اگر قرآن عظیم ہو، اس کا سننا فرض نہیں بلکہ ناجائز۔ اور آیت سجدہ اس سے اگر سنی سجدہ واجب نہیں۔ حالانکہ یوں استماع قرآن مبین اور آیت سجدہ پر سجدہ واجب۔ اور قرآن عظیم کا سننا تو حد ہے کہ عبادت ہے اور گراموفون سے سننا لہو ہے۔ وہ موضوع ہی اس لئے ہے اگرچہ کوئی نیت لہو نہ کرے مگر اصل وضع کی تبدیلی کوئی نہیں کر سکتا۔ پھر جو مصالحہ اس میں بھرا ہوتا ہے اُس میں اکثر اسپرٹ کا میل ہوتا ہے اور اسپرٹ شراب ہے اور شراب نجس ہے تو قرآن عظیم کا بھرنا حرام ہوا" (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوم ص ۶۷)

اور مفتی غلام محمد صاحب مدرس گولڑہ شریف اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں۔

"(گراموفون کا بجانا اور اس میں نعتیہ غزلیں بجا کر سننا) یہ سب بدعت سیئہ ہے اور قرآن مجید اس میں بجا کر سننا بھی بدعت سیئہ ہے۔ بجا کر سننے والا اور سنانے والا ہر دو ملعون"۔ (ماہنامہ رضائے مصطفیٰ)

اور حضرت مولانا حشمت علی لکھنوی تلمیذ اعلیٰ حضرت بریلوی اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں۔

"گراموفون بھی آلۂ لہو ولعب ہے اور اس میں قرآن عظیم کے رکوع یا حمد ونعت بھر کر بجانا سخت بے ادبی و بے حرمتی ہے بلکہ اگر قصداً بنیت لہو ولعب ایسا کیا جائے تو کفر ہے۔ شرح فقہ اکبر میں خلاصہ سے منقول ہے۔

من قراء القرآن علىٰ ضرب الدف والقضيب يكفر قلت ويقرب منه ضرب الدف

والقضيب مع ذكر الله تعالیٰ و نعت المصطفیٰ صلی الله علیه وسلم و كذا التصفيق علی الذكر۔ اگر چہ اس جزیہ کا حکم گراموفون پر کلیۃً صادق نہیں ہے تاہم مشابہت ضرور ہے''۔

اور مفتی اعظم پاکستان مولانا سید ابوالبرکات احمد شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ''گراموفون سنانا بجانا عام طور پر لہو ولعب ہے اور تفریح کے طور پر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں بجانا سنانا اور اس پر روپیہ پیسہ صرف کرنا ناجائز ہے۔ حدیث شریف میں ہے ان الله كره لكم ثلاثاً قيل وقال و كثرة السوال واضاعة المال۔ قرآن حکیم کے رکوع ریکارڈوں میں بھرنا اور پھر ان کا سننا سنانا دوسری وجہ سے بھی ناجائز ہے کہ اس صورت میں قرآن عزیز کی ہتک حرمت ہے۔ لہو ولعب کی صورت پیدا ہو جاتی ہے اس میں بلاشبہ قرآن کریم کی توہین ہے۔''

اور مفتی عبدالعزیز صاحب خطیب مزنگ لاہور لکھتے ہیں۔ ''گراموفون میں نعتیہ غزلیں اور قرآن کریم کے بھروانے کے عدم جواز میں مولوی سلامت اللہ صاحب نے چونسٹھ صفحات کا فتویٰ لکھا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ سلطان عبدالحمید خان مرحوم نے شیخ الاسلام کے حکم سے ایسے فعل کے مرتکب کو چھ ماہ جیل بھیجنے کا حکم صادر فرمایا۔'' واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر۲: مولانا محمد ریحان رضا خان صاحب لکھتے ہیں۔

''تبلیغی بہانہ۔ اب رہ گئی یہ بات کہ جب علاقوں میں کوئی گھر ٹی وی سے خالی نہ ہو اور لوگ غیر شرعی پروگرام دیکھ دیکھ کر اپنے اخلاق و کردار خراب کر رہے ہوں۔ ایسی جگہوں پر وڈیو اور ٹیلی ویژن کے استعمال کی مشروط اجازت دینی ایسی ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ جس معاشرہ میں سینما بینی عام ہو اور چھوٹے بھی اپنے بڑوں کی روش پر چل کر مخرب اخلاق فلمیں دیکھ کر اپنے کردار کو خراب کر رہے ہوں۔ نہایت مناسب عمل ہوگا کہ سینما کے ذریعہ سے خالص دینی مذہبی وعلمی واخلاقی پروگرام ان تک پہنچا کر ان کے افکار ونظریات کی اصلاح کی جائے اس طرح جائز چیزوں کو دیکھنے کی اجازت دینا ایسا ہی ہے جیسے کسی سینما بین کو سینما میں دیار حبیب اور حج وغیرہ کی فلمیں دیکھنے کی اجازت دی جائے۔ حالانکہ اس قسم کی اجازت دینا اسراف وتبذیر کی اشیاء کی خرید واستعمال کی اجازت دینا ہے اور عیاشی کی راہوں کو ہموار کرنا ہے۔ جو ایک محتاط مفتی کی شان سے بعید ہے''۔ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی بحوالہ ماہنامہ رضائے مصطفےٰ)

اور حضرت مولانا مفتی محمد ریاض الدین قادری شیخ الحدیث اٹک اپنے جواب میں لکھتے ہیں۔

''حدود شریعت کو پھاند کرٹی۔ وی تک پہنچنے کے بعد تعلیم دینا یا وعظ کرنا ایک ایسا لاعلاج اور عام مرض ہے جس میں بہت سے ایسے لوگ مبتلاء ہوگئے ہیں جو دیگر اوصاف حمیدہ کی وجہ سے بلاشبہ قابل قدر تھے فقیر کے ناقص خیال کے مطابق بہت سے قابل قدر لوگوں کو شہرت کی ہوس اور جلب زر کی بے جا حرص نے اس مقام پر لاکھڑا کیا ہے جہاں سے نہ وہ واپس آسکتے ہیں اور نہ ہی وی سی آر اور ٹی وی جیسی مہلک اور اخلاق سوز چیزوں کے خلاف کلمۂ حق کہہ سکتے ہیں''۔ اھ بلفظہٖ۔

اور مولانا مفتی محمد اختر رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں۔ ''اور وڈیو کا استعمال تبلیغی غرض کے لئے بھی جائز نہیں جبکہ علماء و مشائخ کی تصویریں دکھائی جائیں۔ وڈیو اور ٹی وی سے نظر آنے والے تصاویر جاندار اسی طرح حرام ہیں[1] جیسے سینما کے پردہ پر انسان وحیوان کی تصویریں ناجائز وحرام ہیں اور ان دونوں میں اس لحاظ سے کوئی فرق نہیں کہ دونوں ساختہ انسان ہیں تو دونوں بلاشبہ حرام ہیں اور ان کا وہی حکم ہے جو سینما کا ہے اور جواز کے فتویٰ سے سینما کی اجازت لازم آتی ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے''۔(ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف) واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر ۳: چونکہ ٹی وی اور وی سی آر سینما کی طرح آلات لہو ولعب ہیں اس لئے ان میں مسجدیں، خانہ کعبہ اور دریا پہاڑ وغیرہ کا دیکھنا بھی لہو ولعب میں داخل ہوکر ناجائز ہوجاتا ہے۔ فلم خانۂ خدا کے دیکھنے کے متعلق حضرت مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی لکھتے ہیں۔ ''گو ناچ گانا نہیں۔ مگر حاجیوں کی تصویریں ضرور ہیں۔ لہذا یہ کہنا کہ لغویات کچھ نہیں صحیح نہیں اور یونہی فلم خانہ خدا کا دیکھنا جائز بلکہ کار ثواب کا دعویٰ بھی کھل جاتا ہے اور پھر اس کے دیکھنے سے یہ غلط فہمی بھی پیدا ہورہی ہے کہ گھر بیٹھے حج کرلو۔ حج ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اس سے پرہیز ضروری ہے''۔ (فتاوی نوریہ ص ۴۱۶ ج ۳)

اور حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب لکھتے ہیں۔ ''فلم خانہ خدا اور سینما کا کاروبار اور اس کا دیکھنا دکھانا شرعاً ناجائز اور فلم خانۂ خدا اور زیادہ مذموم ہے کیونکہ اس میں تصویر جیسی لعنت کے علاوہ فریضۂ حج ادا

---

[1] یہ حرمت اس وجہ سے ہے کہ یہ جاندار کی تصویریں لہو ولعب کے آلہ میں دکھائی جاتی ہیں۔ کما لا یخفیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کرنے والی مستورات کی بے پردگی، سینما کے ناپاک ماحول میں شعائر اسلام کی بے حرمتی عبادات کولہو و لعب کے انداز میں پیش کرنے کی جسارت اور سینما سے پرہیز کرنے والے سادہ لوح مردوزن کو سینما کا عادی بنانے کی سازش کارفرما ہے اوران میں کوئی پہلو بھی ایسا نہیں جس کے ناجائز ہونے میں کسی دین دار کو تامل ہو''۔(ماہنامہ رضائے مصطفےٰ بابت ۲۸ جمادی الاخری ۱۳۸۸ھ)واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر۴: حضرت مولانا مفتی محمد اختر رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں۔

''جس ٹی وی سے مخلوط پروگرام نشر ہوتے ہوں اور ان کو نشر کرنے والے مرد اور نیم عریان نامحرم عورتیں ہوں ان کی نمائش بھی جائز نہیں۔ اگرچہ اس سے بعض پروگرام خلاف شرع نشر نہ ہوتے ہوں۔ اگر ان پروگراموں کا سننا ناشروں کی صورت کے بغیر دیکھے ناممکن ہے تو سبیل ممانعت ہے''۔

(ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف)

اور مفتی غلام محمد صاحب گولڑوی لکھتے ہیں۔''بائیسکوپ (سینما) میں جو تصویریں دکھائی جاتی ہیں جن کا اکثر حصہ برہنہ یا نیم برہنہ ہوتا ہے نیز عورتوں اور مردوں کے فحش مذاق اور اختلاط دکھائے جاتے ہیں۔ اس قسم کے تماشوں کا دیکھنا لغویات میں سے ہے اور مومن کی شان سے بعید ہے کہ ایسے تماشے دیکھے اور عذاب سے نجات نہ پائے لقولہٖ تعالیٰ والذین ھم عن اللغو معرضون۔ جو لوگ ایسی تماشہ بینی میں مبتلا ہیں وہ جب تک توبہ نہ کریں عذاب سے مطلع نہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایسے تماشے دیکھنا بدعت اور گناہ کبیرہ ہے''۔

اور حضرت مولانا حشمت علی لکھنوی لکھتے ہیں۔''بائیسکوپ (سینما) محض لہو ولعب اور تماشا ہے۔ مسلمانوں کو اس میں جانا اور اسے دیکھنا شرعاً ممنوع و ناجائز ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ کل لھو المسلم حرام الحدیث۔ علاوہ ازیں اس سے عوام کے خیالات خراب ہوتے ہیں اور ان کے اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے اور جو چیز مسلمانوں کے خیالات خراب کرے اور ان کے اخلاق و عادات کو بگاڑے وہ شرعاً جائز نہیں۔ اگرچہ وہ اس میں اچھے خیال سے جائیں مگر بری چیز اپنا اثر کیے بغیر نہیں رہ سکتی''۔

اور حضرت مفتی اعظم پاکستان اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں۔''سینما یا بائیسکوپ یا ٹاکیز وغیرہ دیکھنا

دکھانا اس میں نوکری کرنا ناجائز وحرام ہے کہ محض لہو ولعب ہے اور کل لھو حرام حدیث میں وارد ہے۔اور نیم برہنہ یا برہنہ تصاویر کا دیکھنا دکھانا بھی کمال بے حیائی اور بداخلاقی ہے۔اس قسم کے منظر انسان کو تباہ کرنے اور جذبات شہوانیہ کو برانگیختہ کر کے قسم قسم کے جرائم کے ارتکاب کا سبب بن جاتے ہیں۔ان کی عادت و کثرت مالی تباہی و بربادی پیدا کر دیتی ہے۔اس لئے ان تمام وجوہ سے سینما میں جانا حرام ہے''۔

اور مولانا عزیز الحق صاحب سابق امام شاہی مسجد لاہور لکھتے ہیں ''سینما تھیٹر۔ٹاکیز وغیرہ جس میں نامحرم عورتوں کی ننگی تصویریں ناچ گانا۔باجہ گاجہ بھی بجایا جاتا ہے۔سب قطعاً حرام ہے۔حدیث شریف میں صاف لکھا ہے کہ جس طرح بدکاری زنا ہے۔اسی طرح آنکھوں سے دیکھنا۔کانوں سے سننا۔پاؤں سے چلنا وغیرہ ان سب سے زنا کا گناہ ہوتا ہے۔نامحرم عورتوں کو دیکھنا یہ آنکھ کا زنا ہے۔اس کے گانے کی آواز سنتے ہیں یہ کان کا زنا ہے۔اس کی طرف چل کر جاتے ہیں یہ پاؤں کا زنا ہے۔''

اور مفتی عبدالعزیز صاحب خطیب مزنگ لاہور اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں ''ننگی تصویروں کو دیکھنا اور دکھانا باعث لعنت اور بے حیائی ہے۔ الحیاء شعبة من الایمان ۔حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے۔ لہٰذا اہل اسلام کو اس سے اجتناب چاہیے''۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر ۵: حضرت مولانا محمد ریاض الدین قادری اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں۔

''عورتوں کا خبریں دینا ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ ان کا گانا بجانا ہے اور مردوں عورتوں کا مل جل کر کھیلنا جلوے دکھانا گانا بجانا حرام در حرام ہے''۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال نمبر ۶ حضرت مولانا مفتی محمد ریاض الدین قادری لکھتے ہیں۔

''جو لوگ ٹی۔وی پر خلط ملط ناچنے کودنے والے مردوں عورتوں نیز اپنے حسن و جمال کا خوب مظاہرہ کرنے والی نیم عریاں گانے بجانے والی عورتوں کو محض تصویریں اور نقشے کہہ کر دیکھنا دکھانا جائز بتاتے ہیں وہ در حقیقت اپنے عقلوں کا ماتم کر رہے ہیں۔تصویریں اور نقشے گاتے بجاتے ناچتے کودتے تعلیم دیتے وعظ کرتے اور غیر محرموں کے ساتھ ملتے جلتے ہیں اور انہیں دیکھتے دکھاتے ہیں اور اگر ان کو بالغرض تصویریں ہی تسلیم کر لیا جائے تو کیا تصویریں بنانا بنوانا وغیرہ از روئے شریعت جائز ہے کیا ایسا کرنے والوں

کو حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملعون قرار نہیں دیا۔''

اور میرے استاذ محترم حضرت مولانا محمد مختار احمد مرحوم اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں۔ ''جس طرح تمام حالات میں مرد کو غیر محرم عورت اور عورت کو غیر محرم مرد کا دیکھنا شرعاً ممنوع ہے اسی طرح غیر محرم کی تصویر دیکھنا بھی ممنوع ہے۔ ٹی وی پر عام طور پر درس دینے والے حضرات وخواتین چونکہ خود شریعت پر عامل نہیں ہوتے جیسا کہ درس دینے والے داڑھی منڈے ہوتے ہیں اور خواتین بے حجاب ہوتی ہیں اس لئے ان کا درس سننا کسی طرح مفید نہیں ہوسکتا''۔

اور مفتی محمد اسلم صاحب فیصل آبادی اپنے فتوے میں لکھتے ہیں'' یہ جاہل ملاں غلط کہتا ہے۔ حضور نبی پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ایک گھر میں تشریف لے گئے دروازہ پر پردہ لٹکا ہوا تھا جس پر دھاگے سے تصویر بنی ہوئی تھی آپ صلے اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے (نسائی) غور کا مقام ہے کہ پردے پر دھاگے سے بنی ہوئی تصویر تھی وہ کوئی حقیقۃً مرد یا عورت تو نہیں تھی جس سے آپ سرکار نے بیزاری ظاہر فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور مفتی عبدالعزیز حنفی دارالعلوم امجدیہ کے دارالافتاء سے اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں۔'' اجنبی عورتوں کا دیکھنا جس طرح جائز نہیں۔ اسی طرح ان کی تصاویر کا دیکھنا بھی جائز نہیں۔ ہمارے فقہائے کرام نے اس بارہ میں کتب فقہ میں یہ جزیہ بیان فرمایا ہے کہ اجنبی عورت کا عکس پانی پر پڑ رہا ہو تو اس کا دیکھنا بھی جائز نہیں لہٰذا ان لوگوں کا یہ کہنا کہ عورت کی تصویر کا دیکھنا حقیقۃً عورت کا دیکھنا نہیں۔ غلط ہے۔''

جواب سوال نمبر ۷: حضرت مولانا مفتی محمد ریاض الدین قادری لکھتے ہیں۔

''غیر محرموں کا خوبصورت ہونا یا بدصورت غیر محرم عورتوں کو دیکھنا اسلام کی رو سے جائز نہیں۔ یہ فرنگی تعلیم کا بدترین کرشمہ ہے۔ خلاصہ درخلاصہ یہ ہوا کہ ٹی وی کی کارروائی بدترین بدعت ہے۔ مسلمانوں کو اسے دیکھنے سے پرہیز کرنے ہی میں نفع ہے اور اس کے ساتھ سنت نبوی پر عمل کرنا نور'' علیٰ نور ہے۔'' واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۱۷ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیالیسواں مقالہ

دینی مجالس میں فلم سازی

کی قباحت کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہٖ اجمعین اما بعد۔

الاستفتاء

السلام علیکم! ازراہ کرم شریعت مطہرہ کے مطابق فتویٰ دے کر مسلمانوں کو ایک عظیم فتنے سے بچایئے۔

جب میں نے ماہنامہ فیض عالم بہاولپور کے صفحہ نمبر ۱۳ پر (شمارہ ذوالحجہ ۱۴۱۶ ہجری المقدس بمطابق اپریل ۱۹۹۶ء) یہ اشتہار پڑھا کہ ''حضرت خواجہ سلطان پیر محمد اصغر علی جگر گوشہ حضور حضرت سخی سلطان محمد باہو رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی امسال بھی اصلاحی جماعت کے زیر اہتمام ۱۲، ۱۳، ۱۴ اپریل ۱۹۹۶ء بروز جمعہ، ہفتہ عظیم الشان سالانہ اصلاحی اجتماع بمقام دربار عالیہ حضور حضرت سلطان العارفین سخی سلطان محمد باہو رحمۃ اللہ علیہ منعقد ہو رہا ہے۔ ۱۳ اپریل کو شیخ القرآن علامہ الحاج محمد فیض احمد اویسی رضوی صاحب کا خصوصی خطاب ہوگا۔ تو اس اجتماع میں ناچیز کو بھی شمولیت کا شرف حاصل ہوا جب پروگرام کے مطابق بحرالعلوم شیخ القرآن محدث دوراں استاذ العلماء حضرت علامہ الحاج ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا ایمان افروز باطل سوز بیان شروع ہوا تو دو آدمیوں نے یہود ونصاریٰ کا لباس پہنے ہوئے اور اپنے کندھوں پر بڑے بڑے کیمرے اٹھائے ہوئے حاضرین جلسہ کی تصاویر لینی شروع کر دیں تو حضرت علامہ فیض احمد اویسی صاحب نے اپنی تقریر کو جاری وساری رکھتے ہوئے فرمایا کہ فوٹو لینا شریعت مطہرہ میں منع ہے۔ اسلام اس چیز کو ختم کرنے کے لئے آیا ہے ہم یہاں اس لئے اکٹھے ہوئے ہیں کہ اپنی اصلاح کریں اور اس جماعت کا نام بھی اصلاحی جماعت ہے۔ ہماری اس اصلاحی جماعت کو دوسروں کی اصلاح کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی بھی اصلاح کرنی چاہیے۔ اور اس بات کو محسوس بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ مسلمان شریعت کے آگے سر تسلیم خم کرنے والا ہوتا ہے حضرت اویسی صاحب کی تقریر سن کر حاضرین کا ایمان تازہ ہوا لیکن ایک شخص جس کی ریش مبارک سفید تھی اور اپنے آپ کو سنی عالم کہلاتا تھا جس کا نام مولانا ۔۔۔۔۔ تھا نے حضرت اویسی صاحب کے فوراً بعد دھواں دھار تقریر صرف اس عنوان پر شروع کر دی کہ فوٹو لینا جائز ہے اور کہا کہ میں یہ ثابت کروں گا کہ تصویر لینا اور بنانا جائز

ہے اور یہ کہ تصویروں کی تین قسمیں ہیں جلسہ گاہ میں حاضرین کی جو تصاویر لی جارہی ہیں یہ جائز ہیں اور کہا کہ اویسی صاحب کو اس قسم کے جلسوں میں ایسی بات نہیں کرنی چاہیے تھی (یعنی فوٹو شریعت کے خلاف ہے) کیونکہ یہاں ہر قسم کے لوگ موجود ہوتے ہیں اور جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے مولوی صاحب نے کہا کہ میں قرآن وحدیث سے یہ ثابت کروں گا کہ فوٹو شریعت کے خلاف نہیں ہے بلکہ شریعت میں جائز ہے۔ قرآن کریم سے یہ حوالہ دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے لکڑی کا تابوت (صندوق) بنایا گیا تھا لہذا تصویریں بنانا جائز ہے اور پھر ایک آدھ احادیث بیان کیں کہ حدیث میں تصویر بنانا پہلے منع تھا پھر فلاں حدیث کے تحت فوٹو بنانا جائز ہو گیا۔ لہذا تصویریں لینا بنانا شریعت کے عین مطابق ہے۔ مولوی صاحب کی اس تقریر کو سن کر لوگ تنگ آ گئے کہ کب اس سے ہماری جان چھوٹتی ہے اور لوگ بہت پریشان ہو گئے کہ پندرہویں صدی میں ایک حرام کام کیسے حلال اور جائز ہو گیا ہے۔ اور یہ ہزار بلکہ لاکھوں کی تعداد میں لوگ آپس میں بحث کرنے لگے یہ کیسا مولوی ہے کہ تمام لوگوں کو شک وشبہ میں ڈال دیا ہے اور لوگوں کے ایمان کو خراب کر رہا ہے اور یہ بھی بحث ہو رہی تھی کہ اصلاحی جماعت کے سربراہ جناب حضرت پیر محمد اصغر علی مد ظلہ کو چاہیے کہ وہ آئندہ احتیاط کریں کہ اس قسم کے مولوی کو ایسے روحانی ونورانی اور اصلاحی اجتماع میں ہرگز شمولیت کی دعوت نہ دیں کیونکہ ایسے مولوی بجائے اصلاح کے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔

ناچیز علمائے حق کے پاس یہ داستان غم ارسال کر رہا ہے تاکہ علمائے حق اس اہم مسئلہ پر صدائے احتجاج بلند فرمائیں اور علمائے اہلسنت کی خدمت میں درخواست ہے کہ شریعت مطہرہ کا حکم واضح کریں کہ تصویر کا بنانا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

اور یہ شخص مولانا .... جو تصویر بنانے کو جائز قرار دے رہے ہیں تو اس کے بارے میں فرمائیں کہ یہ شخص اہلسنت سے ہے یا نہیں؟ اس کی صحبت اختیار کرنا اس کی تقریر میں شمولیت کرنا اور اس کو اپنا امام بنانا یعنی اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ براہ کرم آیت قرآن اور احادیث ذیشان کی ضوء میں مفصل اور مدلل جواب عنایت فرما کر مسلمانوں کی اس پریشان کو دور فرمائیں اور عندالناس مشکور اور عنداللہ ماجور ہوں۔ **بینوا بیاناً شافیاً وتوجروا اجراً وافیاً والسلام مع الاکرام سگ** بارگاہ غوث ورضا محمد اسماعیل القادری الرضوی عفی عنہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان۔

الجواب بتوفیق الملک الوھاب

احادیث مبارکہ

(۱) حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **لا تدخل الملائکۃ بیتاً فیہ کلب و لا صورۃ** ۔فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو اور نہ اس گھر میں جس میں تصویر ہو۔ (صحیح مسلم شریف جلد دوم صفحہ نمبر ۲۰۸۔ مشکوۃ شریف جلد دوم صفحہ نمبر ۱۰۳)
امام جلال الدین سیوطی اس حدیث کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ رواہ احمد والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ عن ابی طلحہ وھذا حدیث صحیح۔ (جامع صغیر جلد دوم صفحہ ۲۰۰)

(۲) اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک چھوٹا تکیہ جس میں تصاویر تھیں خریدا پھر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اندر داخل نہ ہوئے فوراً میں نے آپ کے چہرہ پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے تو عرض کیا یا رسول اللہ میں اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ فرمایا اس تکیہ کا کیا معاملہ ہے؟ میں نے عرض کیا میں نے یہ آپ کے لئے خریدا ہے کہ آپ اس پر بیٹھیں گے اور ٹیک لگائیں گے۔ فرمایا **ان اصحاب ھذہ الصور یعذبون یوم القیامۃ یقال لھم احیو اما خلقتم** ۔ بلاشبہ ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا کہ جو کچھ تم نے پیدا کیا اسے زندہ کرو۔ پھر فرمایا۔ بلاشبہ جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ متفق علیہ۔ (مشکوۃ ص ۱۰۴ جلد دوم)

(۳) اور انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **اشد الناس عذاباً یوم القیامۃ الذین یضاھؤن بخلق اللہ** ۔ قیامت کے دن سب سے سخت عذاب میں وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی صفت خلق کی مشابہت کرتے ہیں۔ یعنی تصویر کشی کرتے ہیں۔ متفق علیہ۔ (مشکوۃ جلد دوم ص ۱۰۴)

(۴) اور حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ومن اظلم ممن ذھب یخلق کخلقی فلیخلقوا ذرۃ ولیخلقوا حبۃ او شعیرۃ** ۔ اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو میری مخلوق کی طرح مخلوق بنانے لگے سوا سے ایک چھوٹی سی چیونٹی بنانی چاہیے اور اسے کوئی ایک دانہ یا جو کا ایک دانہ پیدا کرنا چاہیے۔ متفق علیہ۔ (مشکوۃ ص ۱۰۴ جلد دوم)

(۵) اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ اشد الناس عذاباً عنداللہ المصورون ۔اللہ کے پاس (قیامت کے دن) سب سے زیادہ سخت عذاب میں تصویریں بنانے والے لوگ ہوں گے۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۰۴ ج ۲)

(۶) اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کل مصور فی النار یجعل له بکل صورة صورها نفساً فیعذ به فی جهنم۔ ہر تصویر بنانے والا شخص آگ میں ہے۔ اس نے جو بھی تصویر بنائی ہوگی اس کے بدلے میں ایک جان پیدا کی جائے گی جو جہنم میں اسے عذاب دے گی۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ فان کنت لابد فاعلاً فاصنع الشجر ومالا روح فیه۔ پھر اگر تجھے تصویر کشی سے چارہ نہیں ہے تو پھر تو درخت اور ہر وہ چیز جس میں روح نہیں اس کی تصویر بنا۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۱۰۴)

(۷) اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یخرج عنق من النار یوم القیامة لها عینان تبصران واذنان تسمعان ولسان ینطق یقول انی وکلت بثلاثة بکل جبار عنید وبکل من دعا مع الله الهاً آخر وبالمصورین ۔قیامت کے روز آگ سے ایک گردن نکلے گی اس کی دو آنکھیں ہوں گی جس سے وہ دیکھے گی اور دو کان ہوں گے جس سے وہ سنے گی اور ایک زبان ہوگی جس سے وہ بولے گی۔ وہ کہے گی مجھے تین شخصوں پر مسلط کیا گیا ہے۔ ہر ظالم متکبر پر اور ہر اس شخص پر جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود پوجا اور تصویریں بنانے والوں پر۔ رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۱۰۵)

(۸) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا اے ابن عباس میں ایسا شخص ہوں جس کی روزی اس کے اپنے ہاتھ کی کمائی ہے اور میں یہ تصویریں بناتا ہوں فرمایا کیا میں تجھے صرف وہی حدیث نہ سناؤں جو میں نے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من صور صورةً فان الله معذبه حتی ینفخ فیه الروح ولیس بنافخ فیها ابداً ۔جو شخص تصویر بنائے اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک عذاب دے گا جب تک وہ اس میں روح پھونکے گا اور وہ اس میں کبھی بھی روح پھونکنے والا نہ ہوگا۔ یہ سن کر وہ شخص اونچا اونچا سانس لینے لگا اور اس کا چہرہ زرد ہونے لگا تو آپ نے فرمایا۔ تیری خرابی اگر تو تصویر

بنانا ہی چاہتا ہے تو اس درخت اور ہر اس چیز کی تصویر بنا جس میں روح نہیں۔ رواہ البخاری۔

(مشکوٰۃ ص ۳۸۵ ج ۲)

(۹) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم لم یکن یترک فی بیتہ شیئاً الا نقضہٗ ۔ بلاشبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کی ہر اس شئے کو توڑ دیتے تھے جس میں تصویریں ہوتی تھیں۔ رواہ البخاری۔

(مشکوٰۃ ص ۳۸۵ ج ۲)

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بلاشبہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اس شخص کو دیا جائے گا جس نے کسی نبی کو قتل کیا یا کسی نبی نے اسے قتل کیا یا جس نے اپنے والدین کو قتل کیا اور تصویر بنانے والوں کو اور اس عالم کو جس کو اس کے علم نے فائدہ نہ دیا۔ رواہ البیہقی فی الشعب۔

(مشکوٰۃ ص ۳۸۵ ج ۲)

(۱۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مرض وفات کے دوران ایک گرجے کا ذکر ہوا جس میں جاندار کی تصویریں بنی تھیں تو آپ نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا۔ ان لوگوں میں جب کوئی نیک شخص فوت ہو جاتا تھا تو وہ اس کی قبر پر سجدہ گاہ بناتے تھے پھر وہ اس کی یہ تصویر بناتے تھے اولٰئک شرار خلق اللہ یہ لوگ اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ برے ہیں۔ متفق علیہ۔

(مشکوٰۃ ص ۳۸۵ ج ۲)

(۱۲) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے عرض کیا میں گذشتہ رات آپ کے گھر آیا تھا پھر مجھے اس میں داخل ہونے سے نہ روکا مگر اس بات نے کہ دروازہ پر تصویریں تھیں اور گھر میں ایک پردہ تھا جس میں تصویریں تھیں اور اندر ایک کتا تھا سو آپ حکم فرمائیں کہ گھر کے دروازہ پر کی تصویر کا سر کاٹ دیا جائے تا کہ وہ درخت کی شکل پر ہو جائے اور پردہ کو کاٹ کر دو تکیے بنا دیئے جائیں تا کہ انہیں پائمال کیا جائے اور کتے کو نکال دیا جائے سو آپ نے یہ سب کام کیے۔ رواہ الترمذی وابوداؤد۔ (مشکوٰۃ ص ۳۸۵ ج ۲)

فقہائے امت کا فتویٰ

بخاری، مسلم اور ترمذی کی ان بارہ احادیث معتبرہ کی بناء پر فقہائے امت نے جاندار اشیاء کی تصویر بنانا حرام قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام محی الدین النووی پہلی حدیث شریف کے ماتحت لکھتے ہیں۔ قال اصحابنا وغیرهم من العلماء تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم وهو من الکبائر لانه متوعد علیه بهذا الوعید الشدید المذکور فی الاحادیث سوآء صنعهٗ بما یمتهن اوبغیره فصنعتهٗ حرام بکل حال لان فیه مضاهاة لخلق الله تعالیٰ وسوآء ماکان فی ثوب اوبساط اوٗ درهم او دینار اوفلس اواناء او حائط اوغیرها۔ ہمارے اصحاب شافعی اور ان کے علاوہ علماء کرام نے فرمایا ہے کہ جاندار شئے کی تصویر بنانا سخت حرمت کے ساتھ حرام ہے کیونکہ احادیث میں مذکور بالا سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں برابر ہے کہ وہ ایسی تصویر بنائے جس کی اہانت کی جاتی ہے یا ایسی بنائے جس کی اہانت نہیں کی جاتی۔ سو تصویر کشی کا کام ہر حال حرام ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ کی صفتِ خلق سے مشابہت پائی جاتی ہے اور اس میں حکم برابر ہے کہ وہ تصویر کپڑے میں بنائی جائے یا چٹائی میں یا درہم و دینار میں یا فلوس میں یا برتن میں یا دیوار میں یا کسی اور چیز میں۔

(شرح مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۲۰۷)

پھر آگے فرماتے ہیں۔ اما تصویر صورة الشجر ورحال الابل وغیر ذلک مما لیس فیه صورة حیوان فلیس بحرام هذا حکم نفس التصویر۔ اور درخت یا اونٹوں کے کجاووں وغیرہ کی تصویر بنانا جن میں جاندار کی کوئی تصویر نہ ہو حرام نہیں ہے اور یہ تصویر بنانے کا شرعی حکم بیان ہوا ہے۔

پھر آگے لکھتے ہیں۔ اتخاذ المصور فیه صورة حیوان فان کان معلقاً علی حائط اوثوباً ملبوساً اوعمامة ونحوذلک ممالایعد ممتهنا فهو حرام وان کان فی بساط یداس ومخدة ووسادة ونحوها مما یمتهن فلیس بحرام ولا فرق فی هذا کله بین ماله ظل اولا۔ اور جاندار کی تصویر والی شئے پاس رکھنے کے بارہ میں شرعی حکم یہ ہے کہ وہ اگر دیوار پر لٹکی ہوئی ہو یا پہنے ہوئے کپڑے میں ہو یا عمامہ وغیرہ میں ہے کہ اس شئے میں اس تصویر کی اہانت نہ ہوتی ہو تو حرام ہے

اوراگر چٹائی یا تکیہ وغیرہ میں ہے کہ اس پر پاؤں رکھے جاتے ہوں اوراس کی اہانت کی جاتی ہوتو حرام نہیں ہے اوراس میں کوئی فرق نہیں کہ تصویر سایہ والی ہو یا سایہ والی نہ ہو۔

پھرآگے لکھتے ہیں۔ ھذا تلخیص مذھبنا فی المسئلۃ وبمعناہ قال جماھیر العلماء من الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم وھومذھب الثوری ومالک وابی حنیفۃ وغیرھم ۔اس مسئلہ میں ہمارے مذہب کے حکم کا یہ خلاصہ ہےاوراس کے معنی میں جمہور صحابہ تابعین اور ان کے بعداورعلماء کا قول ہےاوریہی امام ثوری امام مالک اورامام ابوحنیفہ وغیرہم کا مذھب ہے۔

ہمارے حنفی علماء نے امام نووی کے اس فتویٰ کو برقراررکھا ہے

امام محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ شافعی المذہب بزرگ ہیں۔انہوں نے تصویر بنانے اور بنی ہوئی تصویرکواپنے پاس رکھنے کے بارہ میں جومندرجہ بالافتویٰ لکھاہےاس کو ہمارےفقہائے احناف نے بھی برقراررکھا ہے۔

(۱) چنانچہ حضرت ملاعلی القاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتویٰ کومرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد۸ص ۳۲۶ پر ملخصاً ذکر فرمایااوراسے برقراررکھا ہے۔

(۲)اوریہی امام اپنی اسی کتاب میں حدیث نمبر۲ کے تحت لکھتے ہیں فدل علی ان التصویر حرام وھومشعربان استعمال المصور ممنوع لانہ سبب ذلک ۔پس اس حدیث نے اس بات پر دلالت کی کہ تصویر بنانا حرام ہےاوریہ حدیث اس طرف بھی اشارہ کرتی ہے کہ بنی ہوئی تصویرکواستعمال کرنا بھی ممنوع ہے۔کیونکہ یہ تصویر بنانے کا سبب ہے۔

(مرقاۃ جلد۸ص ۳۲۸)

(۳)اوریہی امام حدیث نمبر۵ کے ماتحت لکھتے ہیں۔ قال النووی ھذا محمول علی من صور الاصنام لتعبد فلہ اشدعذاباًلانہ کافر وقیل ھذا فی من قصد المضاھۃ بخلق اللہ تعالیٰ واعتقد ذلک وھو ایضاً کافر وعذابہ اشد وامامن لم یقصد ھما فھو فاسق لایکفر کسائر المعاصی ۔امام نووی نے فرمایایہ حدیث اس شخص کے بارہ میں ہے جوتصویراس لئے بنائے کہ اسے پوجا جائے۔کیونکہ یہ مصورکافر ہےاوربعض کا کہنا ہے کہ یہ اس مصور کے بارہ میں ہے جو اللہ

تعالیٰ کی مخلوق کی مشابہت کا قصد اور عقیدہ کرے کیونکہ یہ بھی کافر ہے اور اس کا عذاب سب سے زیادہ ہے۔اور اگر کوئی تصویر بنانے والا ان دونوں باتوں کا قصد نہ کرے تو وہ فاسق ہے اس کی تکفیر نہ کی جائے گی جیسا کہ تمام گناہوں کا معاملہ ہے۔ (مرقاۃ جلد ۸ صفحہ نمبر ۴۳۰)

(۴) اور امام عبدالغنی نابلسی لکھتے ہیں وفی شرح مسلم للنووی رحمه الله تعالیٰ قال اصحابنا وغیرهم من العلماء تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم وهو من الکبائر الخ ۔امام نووی نے شرح مسلم میں فرمایا کہ ہمارے شافعی اصحاب اور دوسرے علماء نے فرمایا کہ جاندار کی تصویر بنانا سخت قسم کا حرام فعل ہے اور کبیرہ گناہوں میں داخل ہے۔

(الحدیقۃ الندیہ جلد دوم ص ۴۱۴)

(۵) اور امام ابن عابدین الشامی رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔ وظاهر کلام النووی فی شرح مسلم الاجماع علی تحریم تصویر الحیوان وقال وسوآء صنعه لمایمتهن اولغیره فصنعتهٗ حرام بکل حال لان فیه مضاهاة لخلق الله تعالیٰ الخ فینبغی أن یکون حراماً لامکروهاً ان ثبت الاجماع او قطعیة الدلیل بتواتره اه کلام البحر ملخصاً. امام نوویؒ نے شرح مسلم میں جو کچھ کہا اس کے ظاہر سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جاندار کی تصویر بنانے کی حرمت پر امت کا اجماع ہے۔ برابر ہے کہ تصویر موضع اہانت میں بنائی جائے۔ یا موضع عزت میں اور ہر حال میں تصویر بنانے کا پیشہ حرام ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی خلق سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ پس اگر اجماع یا دلیل قطعی سے یہ ثابت ہو جائے تو پھر تصویر بنانا مکروہ نہ ہوگا۔ بلکہ حرام ہوگا۔

(ردالمحتار جلد اول ص ۴۷۹)

اور یہی امام لکھتے ہیں۔وکلام النووی فی فعل التصویر ولا یلزم من حرمته حرمة الصلوٰة بدلیل ان التصویر یحرم ولوکانت الصورة صغیرة کالتی علی الدرهم اوکانت فی الیداومستترة اومهانة مع ان الصلوٰة بذلک لاتحرم ولا تکره لان علة حرمة التصویر المضاهاة بخلق الله تعالیٰ وهی موجودة فی کل ماذکر وعلة کراهة الصلوٰة بها التشبه وهی مفقودة فی ماذکر کما یأتی فاغتنم اه ملخصاً ۔امام نووی کی کلام تصویر بنانے کے بارے میں ہے اور اس کے حرام ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس میں نماز پڑھنا حرام

ہو۔اس دلیل کے ساتھ کہ تصویر بنانا حرام ہے۔اگر چہ تصویر چھوٹی ہو جیسے ہاتھ میں بنائی جائے۔یا درہم پر یا تصویر پوشیدہ رکھی جائے۔یا اہانت کی جگہ میں۔اس کے باوجود اس قسم کی تصویروں کے ساتھ نماز حرام بلکہ مکروہ بھی نہیں ہوتی۔کیونکہ ان سب صورتوں میں تصویر بنانے کی علت حرمت موجود ہے اور وہ اللہ کی خلق کے ساتھ مشابہت کرنا ہے۔اور نماز کے مکروہ ہونے کی علت بت پرستوں سے مشابہت ہے۔اور یہ علت ان تصاویر میں موجود نہیں ہے''۔ (ردالمحتار جلد اول ص ۴۷۹)

اور یہی امام لکھتے ہیں ھذا کلہ فی اقتناء الصورة واما فعل التصوير فهو غير جائز مطلقاً لانه مضاهاة لخلق الله تعالىٰ كمامر ۔یہ سب تصویر سنبھالنے کے بارہ میں بیان ہوا ہے۔رہا تصویر بنانا تو وہ مطلقاً ناجائز ہے۔کیونکہ یہ فعل اللہ کی خلق کے ساتھ مشابہت کرنا ہے جیسا کہ پیچھے گزرا ہے''۔ (ردالمحتار جلد اول ص ۴۸۰)

(۶)اور امام عبدالغنی نابلسی لکھتے ہیں۔واما رواية اشد عذاباً فقيل هي محمولة على من فعل الصورة لتعبد وهو صانع الاصنام ونحوها فهو كافر وهو اشد عذاباً وقيل هي في الذى قصد المعنى الذى جآء في الحديث من مضاهاة خلق الله تعالىٰ واعتقد ذلك فهذا كافر له من اشد العذاب ماللكفار ويزيد عذابا بزيادة قبيح كفره فاما من لم يقصدبها العبادة ولاالمضاهاة فهو فاسق صاحب ذنب كبيرة ولايكفر كسائر المعاصي۔

(الحدیقہ ص ۴۱۵ ج ۲)

اشد عذاباً کی روایت اس صورت پر محمول ہے کہ مصور تصویر اس نیت سے بنائے کہ اس کی عبادت کی جائے تو یہ کفر ہے۔اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کی صفت میں شریک بننے کی نیت سے تصویر بنائے تو یہ بھی کفر ہے۔اور اگر عبادت اور مضاہات کی نیت نہ ہو تو مصور فاسق گناہگار ہے۔دوسرے گناہوں والوں کی طرح اس کی تکفیر نہ کی جائے گی۔

امام صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات

امام صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔''یہ احکام تو نماز کے ہیں۔رہا تصویروں کا رکھنا۔اس کی نسبت صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔جب کہ توہین کے ساتھ نہ ہوں''۔اور نہ اتنی چھوٹی ہوں۔یہ احکام تصویر کے رکھنے میں

ہیں کہ صورت اہانت وضرورت میں تو مستثنیٰ ہیں۔ رہا تصویر بنانا یا بنوانا بہر حال حرام ہے۔ (ردالمختار) خواہ دستی ہو یا عکسی [1] دونوں کا حکم ایک ہے''۔

(بہار شریعت حصہ سوم ص ۱۶۵)

(۲) مسئلہ: مکان میں ذی روح کی تصویر لگانا جائز نہیں۔ اور غیر ذی روح کی تصویر سے مکان آراستہ کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ طغرے اور کتبے سے مکان سجانے کا رواج ہے۔ (عالمگیری) (بہار شریعت ص ۲۰۸ ج ۱۶)

دھواں دھار تقریر کرنے والے مولوی صاحب سے سوال

استفتاء میں مذکور دھواں دھار تقریر کرنے والے مولوی صاحب سے اب یہ کون پوچھے کہ بخاری مسلم اور ترمذی کی صحیح صریح حدیثوں میں تصویر سازی کی سخت ترین سزائیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ اور فقہائے امت انہی حدیثوں کی بنیاد پر دستی وعکسی ہر طرح کی تصویریں بنانے کی حرمت شدیدہ کا حکم شرع سنا رہے ہیں تو پھر آپ تصویر سازی کو کیسے جائز ثابت کریں گے؟ اولاً تابوت سکینہ میں جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصاویر تھیں وہ قدرتی طور پر بنی ہوئی تھیں۔ کسی انسان نے تو بنائی نہیں تھیں۔ اس لیے اس سے تصویر سازی کا جواز کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے؟ ثانیاً پہلی شریعتوں میں جاندار کی تصویر بنانا مباح تھا ہماری شریعت میں ناجائز ہوا۔ تو پھر ہم پہلی شریعتوں کے حکم پر اپنی شریعت کا حکم کس طرح قیاس کریں گے''۔

(۱) تفسیر صاوی میں ہے۔ واعلم ان اتخاذ ھا الصور اولاً کان لمقصد حسن فلما ساء المقصد بسبب اتخاذھا الھۃ تعبد من دون اللہ حرم اللہ اتخاذھا علی العباد۔ اور جاننا چاہیے کہ تصویر سازی ابتداء میں اچھے مقصد کے ساتھ تھی۔ پھر جب قصد برا ہو گیا۔ اس سبب سے کہ ان کی پوجا ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ نے اسے بندوں پر حرام کر دیا۔ (صاوی جلد سوم ص ۲۴۴)

(۲) اور تفسیر جلالین میں ہے۔ ولم یکن اتخاذ الصور حراماً فی شریعتہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں تصویر سازی حرام نہیں تھی۔ (جلالین پارہ نمبر ۲۲ رکوع نمبر ۸)

---

[1] قولہ عکسی دونوں صورتوں میں حرمت کی علت مضاہاۃ بخلق اللہ تعالیٰ پائی جاتی ہے۔ لیکن عکسی صورت میں دستی صورت سے زیادہ پائی جاتی ہے کہ اصل چیز سے دستی تصویر جتنی مشابہت رکھتی ہے عکسی تصویر اس سے زیادہ رکھتی ہے۔ کما لایخفیٰ واللہ تعالیٰ اعلم''۔

(۳) اور مفتی احمد یار خان لکھتے ہیں کہ تانبہ، بلور، پتھروں سے پرندوں کی تصاویر، ایسے ہی فرشتوں اور انبیاء کرام کی تصاویر کیونکہ اس شریعت میں تصویر سازی اور تصویر رکھنی حرام نہ تھی"۔ (نور العرفان ص ۶۸۵)

اور امام ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں۔ **قوله تعالیٰ يعملون مايشآء من محاريب۔**

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تصویریں بنانا مباح تھا۔ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں ممنوع ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو۔ اور فرمایا جو شخص تصویر بنائے گا اسے اس بات پر مجبور کیا جائے گا کہ وہ اسے زندہ کرے۔ ورنہ دوزخ میں ہوگا۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تصویر بنانے والوں پر لعنت کی ہے۔ اور اس کی وجہ میں کہا گیا ہے کہ اس میں اللہ کی خلق سے مشابہت ہے۔ (تفسیر احکام القرآن ص ۳۷۲ ج ۳)

ثالثاً: ان مولوی صاحب کا یہ دعویٰ کہ ابتدائے اسلام میں تصویر سازی منع تھی۔ پھر اس کی اجازت ہوگئی۔ شرع شریف پر سخت افترئی ہے۔ اگر یہی بات ہوتی تو پھر فقہائے امت آج تک تصاویر کی حرمت کا حکم کیوں سناتے چلے آرہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کے مولویوں سے شریعت پاک کو بچائے۔ دھواں دھار تقریر کرنے والے ان مولوی صاحب نے چونکہ شریعت کے ایک ناجائز کام کو مطلقاً جائز کہا ہے اس لیے ان پر توبہ فی الفور فرض ہے۔ اگر توبہ نہ کریں تو مسلمان ان کو منصب امامت سے الگ کر کے ان سے مکمل بائیکاٹ رکھیں۔ تاوقتیکہ وہ سچی توبہ کریں۔ اور آئندہ علمائے حق کے مقابلہ میں بے دلیل دھواں دھار تقریر کرنے سے باز آجائیں۔

دینی مجالس میں فلم سازی قبیح فعل ہے

آج کل مسلمانوں کی حالت افسوس ناک ہے کہ وہ دینی مجالس میں فلم سازی جیسے شرعاً قبیح فعل کا ارتکاب کرتے ہیں پھر جو دینی مجالس مسجدوں میں منعقد ہوتی ہیں ان میں فلم سازی کا گناہ بڑھ جاتا ہے اور مسجد کی توہین کا گناہ بھی وبال جان بنتا ہے اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے آمین۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۷ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تینتالیسواں مقالہ

سگریٹ نوشی

شرع شریف کی نظر میں

حقہ نوشی چھوڑ دے

ہے یہ تلقینِ شریعت، حقہ نوشی چھوڑ دے
رکھ نہ حقے سے محبت ، حقہ نوشی چھوڑ دے

بُودار چیزوں کو شریعت نے کیا ہے ناپسند
چھوڑ یہ بُودار بدعت، حُقہ نوشی چھوڑ دے

حُقہ نوشی کی وجہ سے خوبیاں بے کار ہیں
تا کہ ہو تو نیک خصلت، حُقہ نوشی چھوڑ دے

حُقہ نوشی کی وجہ سے ربّ تعالیٰ کے ملائک
کر رہے ہیں تجھ سے نفرت، حُقہ نوشی چھوڑ دے

ہر قسم کا مرض کر دیتی ہے پیدا جسم میں
حُقہ نوشی کی یہ لعنت، حُقہ نوشی چھوڑ دے

حُقہ نوشی ہے سبب فقر و فاقہ اے عزیز
کر نہ ضائع مال و دولت، حُقہ نوشی چھوڑ دے۔

حُقہ نوشی لغویاتِ زندگی میں ہے شمار
اے مسلمان! سُن نصیحت، حقہ نوشی چھوڑ دے

نسوار ، بیڑی اور تمباکو دشمنِ انسان ہیں،
رکھ سدا اِن سے عداوت، حقہ نوشی چھوڑ دے

گر سُنے گا تو یہ قاسم کی نصیحت تُو رہے گا
دین و دنیا میں سلامت حقہ نوشی چھوڑ دے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :- آج کل کے دور میں جہاں مسلمانوں میں بے شمار دینی خرابیاں اور اخلاقی بیماریاں پیدا ہوگئی ہیں وہاں حقہ، بیڑی، نسوار اور سگریٹ وغیرہ کا استعمال اتنا عام ہو چکا ہے کہ شاید ہی کوئی گھر ہو جس کے جملہ افراد ان مضر بدعات کی زد سے پوری طرح محفوظ ہوں۔ چھوٹے چھوٹے نادان بچے ان دشمنِ انسان لعنتوں کے شوقین بلکہ عادی نظر آتے ہیں۔ جن نادار لوگوں کو دو وقت کی روٹی بمشکل میسر ہوتی ہے وہ ان بدعات کے دلدادہ ہو چکے ہیں۔ جب دیکھو ان کی جیب میں سگریٹ کی ڈبیہ یا نسوار کی پڑیا ضرور ہوگی۔ جب کسی دوست۔ یا رشتہ دار سے ملاقات ہوتی ہے سگریٹ یا نسوار سے ان کی ضیافت کی جاتی ہے۔ شادی و ماتم کے مواقع میں حقہ نسوار پیش نہ کیا جانا توہین سمجھا جاتا ہے۔ نجی محفلوں میں حقہ و نسوار کا خصوصیت سے دور چلتا ہے۔ کاروبار سے ذرا فرصت ملی تو فوراً حقہ نوشی سے دل بہلانا شروع کر دیا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔ پھر اگر ایک طرف تمباکو، سگریٹ اور نسوار کی بھاری قیمتوں کو اور دوسری طرف ان اشیاء کے کثرت استعمال کو دیکھا جائے تو نادان مسلمانوں کے حال زار پر رونا آ جاتا ہے۔ اگر دوسری اشیاء صرف پر ماہوار دو صد روپیہ خرچ آتا ہے تو ان بدعات سگریٹ، حقہ، نسوار وغیرہ کا خرچہ کئی گنا بڑھا ہوتا ہے۔ اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون۔ اسی قسم کے لوگوں کے متعلق ربّ کائنات جل مجدہٗ یہ ارشاد فرماتا ہے۔ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین ط وَکَانَ الشیطانُ لِرَبِّہٖ کفورًا ہ بلاشبہ فضول خرچی کرنے والے لوگ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا نافرمان ہے۔ (پ ۱۰-۳)

پھر کون نہیں جانتا کہ ان بدعات (سگریٹ نسوار وغیرہ) میں سخت ناپسندیدہ بو پائی جاتی ہے۔ اور ان اشیاء کے بکثرت استعمال سے دانت بھی میلے کچیلے اور بدنما ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس سے انسان اور فرشتے نفرت کرتے ہیں کتاب درالثمین مؤلفہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے صفحہ ۹ میں لکھا ہوا ہے کہ ایک شخص نے صرف مہمانوں کے لئے حقہ اپنے گھر میں بنا رکھا تھا۔ اس نے دیکھا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور آپ نے اس شخص سے اپنا چہرہ انور پھیر لیا اور اس مکان سے باہر تشریف لے گئے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے دوڑا اور عرض کیا یارسول اللہ مجھ سے کیا خطا سرزد ہوئی ہے۔ فرمایا فی بیتک القدرۃُ ونحن نکرھھا۔ تیرے گھر میں حقہ ہے جو

ہمیں برا معلوم ہوتا ہے۔

(انوار شریعت۔ جلد پنجم۔ ص ۲۷۳)

طبی تحقیق

آج کل کے ماہرین طب و ڈاکٹری نے تمباکو کو جسم انسانی کے لئے بے حد نقصان دہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ محمد حسن صاحب قرشی لکھتے ہیں ''تمباکو انسانی جسم کے لئے بے حد مضر ہے۔ تمباکو میں بے حد زہریلے اجزاء انکوٹین، فیرفورال، پاسٹریڈن وغیرہ ہوتے ہیں۔ یہ زہریلے اجزاء انسانی جسم پر بری طرح اثر انداز ہوکر فاسد مادے پیدا کرتے ہیں۔ تمباکو کے استعمال سے خون کا قوام اور رنگ متاثر ہوتے ہیں۔ خون پتلا اور زردی مائل ہو جاتا ہے۔ اس سے عضلات ڈھیلے اور کمزور ہو جاتے ہیں۔ تمباکو کے استعمال سے سوداوی مادہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ تمباکو کے زیادہ استعمال سے دل کے افعال میں بے ترتیبی ہو جاتی ہے۔ معمول محنت سے تمباکو نوش کا سانس پھولنے لگتا ہے۔ تمباکو کے استعمال سے دل کا کام دس فیصدی بڑھ جاتا ہے۔ اور اس طرح عمر دس فیصد کم ہو جاتی ہے۔ اس کے استعمال سے دل کی طاقت کم ہو جاتی ہے۔ تمباکو نوشی سے سونگھنے کی طاقت کم ہو جاتی ہے۔ اور پھیپھڑوں کے مختلف امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایک معروف ڈاکٹر کی تحقیق کے مطابق بچپن میں دق کا باعث تمباکو نوشی ہے۔ تمباکو معدہ اور آنتوں کی اندرونی سطح پر ایک قسم کا چپکدار مادہ جمع کر کے انکی ساخت کو متغیر کر دیتا ہے۔ اس طرح معدہ خراب اور بھوک کم ہو جاتی ہے۔ ہضم کی خرابی کا شکار بیشتر تمباکو نوش ہیں۔ ایسے لوگ جب تک تمباکو کا استعمال ترک نہ کریں ان پر کوئی دوا اثر نہیں کرے گی۔ اطباء نے مشاہدہ کیا ہے کہ بعض تمباکو استعمال کرنے والوں کی زبان اور ہونٹوں پر سرطان پیدا ہو جاتا ہے اگر تمباکو ترک نہ کیا جائے تو یہی سرطان موت کا باعث ہوتا ہے تمباکو کا استعمال آنکھوں کے لئے مُضر ہے۔ تمباکو کے کارخانے میں کام کرنے والے مزدوروں کی بصارت بالعموم کمزور ہو جاتی ہے تمباکو اعصاب پر پوری طرح اثر انداز ہوتا ہے۔ گھبراہٹ، ضد، خوف، ڈر، دہشت، بدمزاجی، چڑچڑاپن، بے خوابی، سستی اور رعشہ پیدا کرتا ہے۔ تمباکو کا استعمال نزلہ، زکام کا ایک بڑا سبب ہے اور تمباکو نوش کا نزلہ و زکام مزمن صورت اختیار کر لیتا ہے۔ مندرجہ بالا بیان سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ تمباکو انسانی جسم کے لئے بے حد مضر ہے۔ یہ امر بے حد تعجب انگیز ہے کہ اس قدر ضرر کے باوجود لوگ تمباکو نوشی

کے عادی ہیں''۔

(رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ، بابت ۲۳ ذوالعقد ۱۳۸۳ھ)

حقہ نوشی کی شرعی حیثیت

اگر حقہ، چلم، بیڑی، نسوار اور سگریٹ کے استعمال سے منہ میں ناپسندیدہ بو پیدا ہو جائے جیسا کہ آج کل عموماً دیکھنے میں آتا ہے تو اس بارہ میں فقہائے امت کی آراء مختلف ہیں۔

پہلا قول

یہ ہے کہ حقہ نوشی خالص مباح ہے۔ یعنی اس میں نہ ثواب ہے اور نہ عذاب۔ اس کی بو طبعاً مکروہ ہے شرعاً مکروہ نہیں۔ لیکن چونکہ قرونِ خیر میں اس کا وجود نہ تھا اس لئے یہ بدعات عادیہ میں سے ہے اور اس کا ترک بہتر اور اس کا ارتکاب خلاف اولیٰ ہے۔ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی حنفی اس بارہ میں فرماتے ہیں۔ واما البدعة فی العادة فلیس فعلها ضلالة'' ولا وعید البدعة شامل لهابل فعلها ترک اولیٰ عند اهل الورع والاحتیاط فترکها اولیٰ من فعلها الی ان قال ومن ذلک استعمال التتن والقهوة الشائع ذکر هما فی هذا الزمان بین الاسافل والاعیان والصواب انهٗ لا وجه لحر متهما ولا لکرا هتهما فی الاستعمال بل هما من البدع فی العادة. یعنی بدعت عادیہ کا کرنا گمراہی نہیں اور نہ بدعت کی وعیدیں اسے شامل ہیں بلکہ اس کا کرنا متقی اور محتاط فی الدین اشخاص کے لئے خلاف اولیٰ ہے اور اس کا ترک اولیٰ ہے اور اسی قبیل سے تمباکو اور چائے کا استعمال بھی ہے۔ جن کا چرچا عوام وخواص میں پایا جاتا ہے۔ اور ان دونوں کے متعلق صحیح حکم شرعی یہ ہے کہ ان کے استعمال میں نہ حرمت کی کوئی وجہ موجود ہے اور نہ کراہت کی۔ بلکہ ان دونوں کو بدعات عادیہ میں شمار کیا جائے گا۔ (الحدیقۃ الندیہ ص ۱۴۲ المجلد الاول)

اور یہی جلیل القدر امام فرماتے ہیں۔ وفی هذا دلالة'' واضحة'' علیٰ اباحة نحوالقهوة والتتن مما تستلذه بعض الطباع وتجدلهٗ نفعاً ولیس هو من المسکرات لها ولیس فی حرمتهٖ نص آیةٍ ولاحدیثٍ ولا قیاسٍ علیٰ ثابتٍ باحدهما. یعنی آیت کریمہ قل من حرم زینة اللّٰه الآیة میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ چائے اور تمباکو وغیرہ وہ تمام اشیاء مباح ہیں جن سے بعض

لوگ لذت اٹھاتے اور نفع پاتے ہیں۔ اور نہ وہ نشہ آور ہیں اور نہ ان کی حرمت میں کوئی آیت یا حدیث یا قیاس علی المنصوص موجود ہے۔ (الحدیقۃ الندیۃ ص ۱۹۲۔ الجلد الاول)

اور علامہ ابن عابدین شامی حنفی فرماتے ہیں۔ وللعلامة الشيخ علی الاجهوری المالكی رسالة'' فی حله فقال فيها انهٔ افتی بحلِّه من يعتمد من ائمَّةِ المذاهب الاربعة. یعنی شیخ علی اجھوری مالکی نے حقہ نوشی کی حلت میں ایک مستقل رسالہ لکھا اور اس میں یہ بات نقل کی کہ اس کی حلت کا قول چاروں مذاہب کے معتبر علماء نے اختیار کیا ہے۔ (ردالمحتار فی کتاب الاشربۃ)

اور یہی امام علامہ عبدالغنی نابلسی کا یہ قول نقل فرماتے ہیں۔ فالذی ينبغی للانسان اذا سئل عنه سوآء'' كان ممن يتعاطاه اولا كهذا الضعيف و جميع من فی بيته ان يقول هو مباح لكن رائحتهٔ تستكرهها الطباع فهو مكروه'' طبعاً لا شرعاً الی آخر ما اطال به رحمة الله تعالیٰ ۔یعنی جس شخص سے حقہ نوشی کا حکم پوچھا جائے خواہ وہ خود حقہ پیتا ہو یا میری اور میرے تمام گھر والوں کی طرح حقہ نہ پیتا ہو اس پر یہ کہنا واجب ہے کہ حقہ نوشی مباح ہے اور اس کی بو طبعاً مکروہ ہے شرعاً مکروہ نہیں۔

اور یہی امام فرماتے ہیں۔ وهذا الذی يعطيه كلام الشارح هنا حيث اعقب كلام شيخهِ النجم بكلام الاشباه و بكلام شيخهِ العمادی یعنی صاحب درمختار کی طرز تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے نزدیک علامہ نابلسی کا یہ قول معتبر ہے کیونکہ انہوں نے شیخ نجم کے قول کے بعد اشباہ والنظائر اور شیخ عمادی کے کلام کو ذکر فرمایا۔

دوسرا قول

اور حقہ نوشی کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ وہ حرام یعنی مکروہ تحریمی ہے اور اسے استعمال کرنے والا گناہگار اور فاسق و فاجر ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں۔ قال شيخنا العمادی فی فصل الجماعة و يكره الاقتداءُ بالمعروف باكل الربا اوشیٔ من البدع المكروهات كالدخان المبتدع فی هذا الزمان ولا سيما بعد صدور منع السلطان اه اقول ظاهر كلام العمادی انهٔ مكروه'' تحريماً ويفسق متعاطيه اھ۔ یعنی شیخ عمادی نے فصل فی الجماعۃ میں یہ فرمایا ہے کہ جو شخص سودخوری یا

کسی دوسرے حرام کام میں مشہور ہو یا وہ مکروہ بدعات میں سے کسی ایک کا عادی ہو تو اس کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے مثلاً وہ حقہ نوشی کا عادی ہے جو آج کل ایجاد ہوئی۔ خصوصاً جبکہ بادشاہ اسلام کی طرف سے اس کی ممانعت صادر ہو چکی ہو۔ (ردالمحتار فی کتاب الاشربۃ)

اور علامہ علاء الدین حصکفی حنفی فرماتے ہیں۔ ثم قال شیخنا النجم و التتن الذی حدث وكان حدوثهٗ بدمشق فی منة خمسة عشر بعد الالف يدعی شاربهٗ انهٗ لا يسكر وان سلم لهٗ فانهٗ مفتر'' وهو حرام'' لحديث احمد عن ام سلمة رضی الله عنها قالت نهیٰ رسول الله صلے الله عليه وسلم عن كل مسكرٍ و مفترٍ قال وليس من الكبائر تناولهٗ المرة او المرتين ومع نهی ولی الامر عنه حرم قطعاً علیٰ ان استعمالهٗ ربما اضر بالبدن نعم الاصرار عليه كبيرة'' كسائر الصغائر. یعنی ہمارے شیخ نجم نے فرمایا ہے کہ تمباکو ۱۰۱۵ھ میں دمشق کے شہر میں ایجاد ہوا۔ حقہ پینے والے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حقہ نشہ آور نہیں ہوتا۔ سوا گران کا یہ دعویٰ صحیح مان لیا جائے تو یہ بات ضرور ہے کہ وہ حواس انسانی میں اختلال پیدا کر دیتا ہے۔ اس وجہ سے وہ حرام ہوگا کیونکہ امام احمد نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اختلال پیدا کر دینے والی چیز سے منع فرمایا۔ پھر شیخ مذکور نے فرمایا کہ تمباکو کا ایک یا دو بار استعمال کبیرہ گناہ نہیں ہے۔ اور اگر حاکم وقت نے اس سے ممانعت کر رکھی ہے تو پھر وہ قطعاً حرام ہوگا۔ علاوہ ازیں تمباکو بعض دفعہ جسم کو ضرر پہنچاتا ہے۔ ہاں تمباکو پینے کی عادت اختیار کرنا اور اس پر اصرار کرنا اسے ضرور کبیرہ گناہ بنا دیتا ہے۔ جیسا کہ جملہ صغائر کا حکم ہے۔ (درمختار شرح تنویر الابصار فی کتاب الاشربۃ)

اور رسالہ اعلام الرحمٰن میں ہے۔ ينبغی ان يكون شرب الدخان و ادخالهٗ فی الجوف حراماً او مكروهاً تحريماً لانهٗ اجتمع فيه وجوه'' اذا وجد العلماء واحدًا منها حكموا بحرمته الیٰ آخر ما اطال۔ یعنی حقہ پینا یا اس کا دھواں پیٹ میں داخل کرنا حرام یا مکروہ تحریمی ہونا چاہیے کیونکہ اس میں چند ایسی وجوہات پائی جاتی ہیں کہ اگر علمائے امت کسی امر میں ان وجوہ میں سے کوئی ایک وجہ پائیں تو وہ اسے حرام قرار دے دیتے ہیں۔

(فتاویٰ جامع الفوائد مصنفہ مولوی گل محمد صاحب ص ۲۱۸)

تیسرا قول

حقہ نوشی کے متعلق تیسرا قول یہ ہے کہ اس کا استعمال مکروہ ہے چنانچہ علامہ حصکفی درمختار کتاب الاشربۃ میں فرماتے ہیں۔ وقد کرھهٗ شیخنا العمادی فی ھدیتهٗ الحاقاً لهٗ بالثوم والبصل بالاولیٰ. یعنی شیخ عمادی نے حقہ نوشی کو تھوم اور پیاز کی کراہت پر قیاس کر کے مکروہ قرار دیا ہے۔ اس پر علامہ شامی فرماتے ہیں۔ فقول الشارح الحاقاً بالثوم والبصل فیہ نظر'' اذلایناسب کلام العمادی نعم الحاقهٗ بما ذکر ھوالا نصاف قال ابو السعود فتکون الکراھة تنزیھیة'' والمکروہ تنزیھاً یجامع الاباحة۔ یعنی چونکہ عمادی کے کلام میں بظاہر کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہے اس لئے شارح کا یہ کہنا ہے کہ عمادی نے حقہ نوشی کو تھوم اور پیاز پر قیاس کر کے مکروہ کہا ہے مناسبت نہیں رکھتا۔ ہاں انصاف یہی ہے کہ حقہ تھوم اور پیاز کے حکم میں ہے علامہ ابوالسعود نے فرمایا ہے کہ جب یہ معلوم ہوگیا کہ حقہ پیاز وتھوم کے حکم میں ہے تو پھر اس کی کراہت تنزیھی ہوگی اور کراہت تنزیھیہ مباح کے ساتھ جمع ہوتی ہے۔

اورعلامہ ابوالاخلاص شرنبلالی شرح وھبانیہ میں فرماتے ہیں۔ ویمنع من بیع الدخان وشربہ۔ یعنی تمبا کو بیچنے اور تمبا کو پینے سے ممانعت کی جائے گی۔ کذا فی ردالمحتار علی الدرالمختار و فیہ ایضاً عن عبدالغنی النابلسی وقد افتی بالمنع من شربہ شیخ مشائخنا المیسری وغیرہ واللہ عزوجل وتعالیٰ اعلم وعلمهٗ تعالیٰ اکمل واتم۔

مفتیٰ بہ قول

حقہ، چلم، بیڑی، نسوار اور سگریٹ کے متعلق مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ حقہ نوشی وغیرہ کی مختلف صورتیں ہیں اور ہر صورت کا حکم الگ ہے۔ سو اگر کوئی ان اشیاء کا استعمال کسی الگ تھلگ جگہ میں کرے کہ کسی کو اذیت نہ ہو۔ یا تمبا کو میں مشک وغیرہ آمیزش کر کے اس کی بدبو کو خوشبو میں بدل دے۔ غرضیکہ منہ میں ناپسندیدہ بو پیدا نہ ہو تو اس صورت میں حقہ نوشی خالص مباح ہے۔ اور تنہائی میں اس طرح پینے کو منہ میں ناگوار بو پیدا ہو جائے تو اس صورت میں حقہ نوشی مکروہ تنزیھی ہے۔ اور بدبودار منہ لے کر کسی مجمع یا مسجد میں جانا مکروہ تحریمی ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ من اکل ثوماً اوبصلاً فلیعتزلنا

او قال فلیعتزل مسجد نا او لیقعد فی بیتہ. یعنی جو شخص تھوم یا پیاز کھائے اسے ہم سے جدا رہنا چاہیے یا فرمایا اسے ہماری مسجد سے دور رہنا چاہیے۔ یا فرمایا اسے اپنے گھر میں بیٹھے رہنا چاہیے۔

(مشکوٰۃ المصابیح الجلد الثانی ص ۸۷)

اور سنن ابن ماجہ جلد اول ص ۲۴۱ میں ہے کہ ایک دفعہ چند آدمی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئے۔ آپ نے ان سے گندنے کی بو محسوس فرما کر فرمایا کیا میں نے تمہیں اس درخت کے کھانے سے منع نہیں کیا تھا؟ بلاشبہ فرشتے ہر اس شئے سے اذیت پاتے ہیں جس سے انسان اذیت پاتے ہیں۔

اور امام طحاوی حنفی اس قسم کی متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد فقہ حنفی کا یہ حکم بیان فرماتے ہیں۔

فقد دل ماذکرنا علیٰ اباحۃ اکلھا مطبوحاً او غیر مطبوحٍ لمن قعد فی بیتہ وکراھۃ حضور المسجد وریحۃ موجود'' لئلا یوذی بذالک من یحضرہٗ الملائکۃ وبنی آدم فبھٰذا ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمدٍ رحمھم اللہ تعالیٰ۔ یعنی جو حدیثیں ہم نے یہاں ذکر کی ہیں ان سب کی دلالت اس بات پر ہے کہ بودار سبزیوں کا کھانا کچی ہوں یا پختہ اس شخص کے لئے مباح ہے جو اپنے گھر میں بیٹھا ہوا ہو اور اس حال میں مسجد میں آنا کہ منہ میں ان کی بو ہو مکروہ ہے۔ کیونکہ ایسا نہ ہو کہ اس سے حاضرین فرشتوں یا انسانوں کو اذیت پہنچے۔ سو ہم اس قول کو اختیار کرتے ہیں اور یہی ہمارے تینوں اماموں کا قول ہے۔

(شرح معانی الآثار ص ۳۳ جلد ۲)

جب پیاز، تھوم، مولی وغیرہ کھانے والے کے متعلق شرع شریف کا یہ حکم ہے تو پھر حقہ نسوار اور سگریٹ استعمال کرنے والے کے متعلق یہی شرعی حکم بدرجۂ اولیٰ ثابت ہوگا۔

اور سگریٹ، نسوار کا استعمال مجلس میں یا مسجد میں حرام ہے کہ پہلی صورت میں اذیت اور دوسری صورت میں بے ادبی لازم آتی ہے اور یہ دونوں باتیں شرعاً حرام ہیں۔ جو لوگ سفر کے دوران مجلس وغیرہ میں سگریٹ جلا کر اپنا شوق پورا کرنے لگتے ہیں اور سگریٹ کے دھوئیں سے اپنے ہم سفروں کو اذیت پہنچانا شروع کر دیتے ہیں انہیں اپنے اس فعل کی قباحت اور برائی کا اندازہ کر لینا چاہئے۔ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔

اور اگر ان اشیاء کا استعمال اس طور پر کیا جائے کہ بے حواسی طاری ہو جائے تو اس صورت میں

وہ حرام ہوں گی بقول ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر و مفتر کما تقدم واللہ اعلم بالصواب۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس اللہ سرہ ونور ضریحہ ومرقدہ کی کتاب مستطاب احکام شریعت کے ص ۸ میں یہ فتویٰ مذکور ہے۔

سوال: کیا حکم ہے اہل شریعت کا کہ تمباکو کھانا حرام ہے یا مکروہ؟ جو لوگ تمباکو پان کھانے کے عادی ہوتے ہیں وہ اگر تمباکو پان کھا کر تلاوت قرآن عظیم و دیگر وظائف درود شریف وغیرہ پڑھیں تو کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بقدر ضرر و اختلال حواس کھانا حرام ہے۔ اور اس طرح کہ منہ میں بو آنے لگے مکروہ۔ اور اگر تھوڑی خصوصاً مشک وغیرہ سے خوشبو کر کے پان میں کھائیں اور ہر بار کھا کے کلیوں سے خوب منہ صاف کر دیں کہ بو نہ آنے پائے تو خالص مباح ہے۔

بو کی حالت میں کوئی وظیفہ نہ کرنا چاہیے۔ منہ اچھی طرح صاف کرنے کے بعد ہو۔ اور قرآن عظیم تو حالت بدبو میں پڑھنا اور بھی سخت ہے۔ ہاں جب بدبو نہ ہو تو درود شریف و دیگر وظائف اس حالت میں بھی پڑھ سکتے ہیں کہ منہ میں پان تمباکو ہو۔ اگرچہ بہتر صاف کر لینا ہے۔ لیکن قرآن عظیم کی تلاوت کے وقت ضرور منہ صاف کر لیں۔ فرشتوں کو قرآن عظیم کا بہت شوق ہے اور عام ملائکہ کو تلاوت کی قدرت نہیں دی گئی۔ جب مسلمان قرآن شریف پڑھتا ہے فرشتہ اس کے منہ پر منہ رکھ کر تلاوت کی لذت لیتا ہے۔ اس وقت اگر منہ میں کھانے کی کسی چیز کا لگاؤ ہوتا ہے تو فرشتہ کو ایذا ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ طیبوا افواھکم بالسواک فان افواھکم طرق القرآن۔ رواہ السنجری من الابانۃ عن بعض الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم بسند حسن یعنی تم اپنے منہ ستھرے کرو۔ کیونکہ تمہارے منہ قرآن عزیز کا راستہ ہیں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اذا قام احدکم یصلی من اللیل فلیستسک ان احدکم اذا قرأ فی صلاتہ وضع ملک" فاہ علیٰ فیہ ولا یخرج من فیہ شئی " الادخل فی فم الملک۔ رواہ البیھقی فی الشعب۔

یعنی جب تم میں سے کوئی تہجد کو اٹھے تو وہ مسواک کرلے کیونکہ جو کوئی نماز میں تلاوت کرتا ہے فرشتہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھتا ہے۔ جو اس کے منہ سے نکلتا ہے وہ فرشتہ کے منہ میں داخل ہوتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے۔ لیس شئی '' اشد علیٰ الملک من ریح الثمر ماقام عبد'' الیٰ صلوٰۃ قط الا التقم فاہ ملک ولا یخرج من فیہ آیۃ'' الا یدخل فی فی الملک. یعنی فرشتہ پر کوئی چیز کھانے کی بو سے زیادہ سخت نہیں۔ جب کبھی مسلمان نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو فرشتہ اس کا منہ اپنے منہ میں لے لیتا ہے۔ جو آیت اس کے منہ سے نکلتی ہے وہ فرشتہ کے منہ میں داخل ہو جاتی ہے''۔

یہ تو تھا اعلیٰ حضرت کا تمبا کو کھانے کے متعلق فتویٰ مبارکہ۔ اب حقہ پینے کے بارہ میں آپ کا فتویٰ متبرکہ ملاحظہ فرمائیں۔ چنانچہ آپ کے رسالہ عرفان شریعت کے صفحہ گیارہ پر مذکور ہے۔

سوال: ''حقہ پینا افیون کھانا کوئی دوسری شے نشے والی کھانا جائز ہے یا نہیں۔؟''

الجواب: افیون وغیرہ کوئی نشے کی چیز کھانا پینا مطلقاً حرام ہے۔ حقہ کا دم لگانا جس سے حواس پر خلل آ جائے جیسا بعض جاہل رمضان شریف میں کرتے ہیں۔ حرام ہے۔ بغیر اس کے حقہ مباح ہے۔ ہاں بودار کثیف ہو تو خلاف اولیٰ ہے۔''

مفتی نظام الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

سوال: حقہ نوشی مباح ہے یا حرام اور کیا نزدیک حکماء کے اس میں نقصان ہے یا نہیں؟

الجواب: اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے۔ بعض نے قطعی حرام لکھا ہے اور بعض نے مکروہ تحریمی اور خادم شریعت کی تحقیق اس میں یہ ہے کہ اس کو چھوڑ دینا بہتر ہے کیونکہ اس میں نہایت درجہ کا اختلاف ہے۔ چنانچہ اس کی حرمت پر صاحب الفتن نے بہت دلائل لکھے ہیں وھو ھذا الدخان حرام مطلقاً وعلیہ الفتویٰ ولا یجوز استعمالہ مطلقاً الی آخرہ نقل از واقعات الحسامی۔ (ترجمہ) دھواں (حقہ نوشی) حرام مطلق ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اس کا استعمال بھی مطلقاً ناجائز ہے۔

اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے بایں طور لکھا ہے کہ حقہ کشی کو تین امر لازم ہیں۔ ایک بدبو کا آنا حقہ کش کے منہ سے۔ دوسرا ملابست آتش کی۔ تیسر دھواں نکلنا منہ سے کہ یہ مشابہ ہے اہل دوزخ کے۔ ہر

چند یہ کراہت تنزیہی کا موجب ہے لیکن باجماع امور ثلاثہ کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہے۔

اور حکماء نے بھی اس کو مضر لکھا ہے۔ چنانچہ فتاوی جامع الفوائد میں بایں طور مسطور ہے۔ قال افلاطون لولا الغبار والطین والدخان لعاش الناس دهراً طویلاً وقال جالینوس اجتنبوا عن ثلاث الدخان والطین والغبار وقال حکیم ابو علی سینا لولا الدخان والطین والغبار لعاش ابن آدم الف عام فثبت باجماع الحکماء انهٗ مضر والمضر حرام۔ بہر صورت فقیر کے نزدیک بھی اس سے پرہیز کرنا بہتر ہے لقوله علیه الصلوٰة والسلام الحلال بین والحرام بین وبین ذلک مشتبهات لایعلمهن کثیر من الناس فمن اتقی الشبهات الی آخره ۔یعنی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حلال ظاہر ہیں اور حرام ظاہر ہیں اور ان کے درمیان شبہ والی چیزیں ہیں۔ اکثر لوگ ان کو نہیں جانتے۔ پس جو بچ گیا مشتبہات سے پاک ہوا دین اس کا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (انوار شریعت جلد اول ص ۳۱۹)

امام صاوی کا ارشاد

امام احمد صاوی مالکی فرماتے ہیں۔ ''جن چیزوں کی حرمت وحلت منصوص نہیں وہ حلال کے قبیل سے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزیں ذکر فرما کر ان سے حرام چیزوں کا استثناء فرمایا۔ سو حرام چیزیں محدود و معروف ہیں۔ اس وجہ سے قہوہ اور تمباکو جیسی اشیاء حرام نہیں مگر اس وقت کہ انہیں حرام کر دینے والی کوئی اور شئے ان سے لاحق ہو جائے مثلاً فضول خرچی یا نشہ سو حاصل کلام یہ ہوا کہ اگر تمباکو نوش تمباکو پینے کا عادی ہو گیا ہے اور تمباکو اس کے حق میں بمنزلہٗ دوا ہو گیا ہے۔ تو اسے بقدر ضرورت تمباکو پینا جائز ہے۔ اور اگر وہ اس کے جسم کے لئے ضرر رساں ہے یا وہ تمباکو نوشی میں فضول خرچی کرے تو حرام ہے اور اگر حقہ نوشی کی وجہ سے کوئی مستحب عبادت چھوٹ جائے تو مکروہ ہے۔ اور حقہ نوشی کی کثرت حرام ہو گی یا مکروہ۔''

(تفسیر صاوی ص ۳۷ جلد ۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چوالیسواں مقالہ

تاش، چوسر اور شطرنج کا شرعی حکم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد:۔اس مختصر مقالہ ''تاش، چوسر اور شطرنج کا شرعی حکم'' میں ہم نے آج کل کے معاشرہ میں کھیلی جانے والی ان تین قسم کی ناجائز کھیلوں کے بارہ میں علمائے دین کے فتاوی مبارکہ جمع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ تاکہ ان کھیلوں کے دلدادہ لوگ شرعی حکم سن کر ان ناجائز کھیلوں سے باز آئیں اور اپنی عاقبت سنواریں۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو باعث ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

اعلیٰ حضرت کا پہلا فتویٰ

سوال۔ جو شخص شطرنج اور تاش بازی میں مصروف رہتا ہو وہ قابل تولیت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ شطرنج اگر ترک جماعت وغیرہ منکرات کی طرف مؤدی یا ان پر مشتمل ہو بالاتفاق حرام ہے۔ اور اس کی عادت مطلقاً ممنوع اور بحکم تجربہ ضرور دواعی معاصی۔ تاش اور اس طرح گنجفہ بوجہ اشتمال واعزاز تصاویر مطلقاً بلاشرط ممنوع وناجائز ہے اور مصروف رہنا فسق۔ درمختار میں ہے **کرہ کل لھو لقولہ صلے اللہ علیہ وسلم کل لھو المسلم حرام الا ثلاثۃ. ملاعبتہ اھلہ وتأدیبہ لفرسہ ومنا ضلتہ بقوسہ**۔ ہر لہو مکروہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسلمان کا ہر لہو حرام ہے مگر تین کام اپنی بیوی سے ملاعبت، اپنے گھوڑے کو ادب سکھانا اور اپنے تیروں کو پھینکنا۔ (فتاوی رضویہ حصہ ہشتم ص ۵۰۴)

اعلیٰ حضرت کا دوسرا فتویٰ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں

(۱) شادی وغیرہ میں آتش بازی چھوڑنا ناجائز ہے یا نہیں؟ (۲) اعلان کے لئے شادی میں بندوق چھوڑنا ناجائز ہے یا نہیں؟ (۳) تاش وشطرنج کھیلنا ناجائز ہے یا نہیں؟ **بینوا للہ توجروا عنداللہ**۔

الجواب:۔ (۱) ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ولا تبذر تبذیراً ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربہ کفوراً**۔ اور فضول نہ اڑا۔ بے شک فضول اڑانے والے شیطانوں

کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔ (پ ۱۵ ارکوع ۳)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ تعالیٰ حرم علیکم عقوق الامھات ووأد البنات ومنعاً وھات وکرہ لکم قیل وقال و کثرۃ السوال واضاعۃ المال۔ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کیا ہے۔ ان باتوں کو۔ ماؤں کی نافرمانی کو، بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کو، بخیل بننے کو، بلاوجہ مانگنے کو اور تمہارے لئے ناپسند کیا ہے قیل وقال کو، سوال کی کثرت کو اور مال ضائع کرنے کو) رواہ الشیخان عن المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ عنہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال دوم:۔ جائز ہے۔ اخرج الترمذی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اعلنوا ھذا النکاح واجعلوہ فی المساجد واضربوا علیہ بالدفوف۔ (اس نکاح کا اعلان کرو اور اسے مسجد میں پڑھوایا کرو اور اس پر دف بجایا کرو) واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال سوم۔ دونوں ناجائز ہیں۔ اور تاش زیادہ گناہ وحرام کہ اس میں تصاویر بھی ہیں۔ ومسئلۃ الشطرنج مبسوطۃ فی الدروغیرھا من الحظر والشھادات والصواب اطلاق المنع کما اوضحہٗ فی ردالمحتار واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

(فتاوٰی رضویہ جلد ششم حصہ اول ص ۱۹۱)

اعلیٰ حضرت کا تیسرا فتویٰ

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گنجفہ۔ تاش بھگور کھیلنے والے کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ گنجفہ تاش حرام مطلق ہیں کہ ان میں علاوہ لہو واجب کے تصویروں کی تعظیم ہے۔ اور بکھور یا جیون کمینوں کا کھیل ہے۔ اور منع۔ اور صحیح یہ ہے کہ شطرنج بھی جائز نہیں مگر چھ شرطوں سے اولاً شرط باندھ کر نہ ہو۔ ثانیاً اس پر قسم نہ کھائی جائے۔ ثالثاً فحش نہ بکا جائے رابعاً اس کے سبب نماز باجماعت میں تاخیر نہ ہو خامساً سرِ راہ نہ ہو۔ گوشے میں ہو۔ سادساً نادراً کبھی کبھی ہو۔ پہلی تین شرطیں تو آسان ہیں۔ مگر پچھلی تین پر عمل نادر ہے بلکہ ششم پر عمل سخت دشوار ہے۔ شوق کے بعد نادراً ہونا کوئی معنی نہیں۔ لہذا راہ راست یہ ہے کہ مطلقاً منع ہے۔ (فتاوٰی رضویہ جلد ششم حصہ دوم ص ۲۷۶)

اعلیٰ حضرت کا چوتھا فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گنجفہ چوسر شطرنج کھیلنا کیسا ہے؟ اور ان میں کچھ فرق ہے یا سب ایک سے ہیں اور گناہ صغیرہ ہیں یا کبیرہ یا عبث اور فعل عبث کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ یہ سب کھیل ممنوع و ناجائز ہیں۔ اور ان میں چوسر اور گنجفہ بدتر ہیں۔ گنجفہ میں تصاویر ہیں اور انہیں عظمت کے ساتھ رکھتے اور وقعت و عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ امر اس کے سخت گناہ کا موجب ہے۔ اور چوسر کی نسبت حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من لعب بالنرد فقد عصی اللہ رسولہ. جس نے چوسر کھیلی اس نے خدا اور رسول کی نافرمانی کی۔ اخرجہ احمد وابوداؤد وابن ماجۃ والحاکم عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ۔ چوسر بالاجماع حرام وموجب فسق ورد شہادت ہے۔ فی ردالمحتار عن القھستانی النرد حرام مسقط للعدالۃ بالاجماع یہی حال گنجفہ کا سمجھنا چاہیے کماذکرنا۔ شطرنج کو اگرچہ بعض علماء نے بعض روایات میں چند شرطوں کے ساتھ جائز بتایا ہے۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ مطلقاً منع ہے۔ اسی طرح ہر کھیل اور عبث فعل جس میں نہ کوئی غرض دین نہ کوئی منفعت جائزہ دنیوی ہو سب مکروہ و بے جا ہیں۔ کوئی کم کوئی زیادہ۔ درمختار میں ہے کرہ کل لھو الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ششم حصہ اول ص۴۴)

اعلیٰ حضرت کا پانچواں فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تاش و شطرنج کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ دونوں ناجائز ہیں اور تاش زیادہ گناہ وحرام کہ اس میں تصاویر بھی ہیں ومسئلۃ الشطرنج مبسوطۃ فی الدر وغیرھا من الحظر والشھادات والصواب اطلاق المنع کما اوضحہ فی ردالمحتار واللہ تعالیٰ اعلم اتم واحکم۔ (احکام شریعت ص۲۳۳)

مفتی اعظم ہند کا پہلا فتویٰ

سوال۔ تاش جو عام طور سے کھیلا جاتا ہے بغیر ہار جیت کے یہ درست ہے یا کس قدر گناہ ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ تاش کھیلنا حرام ہے۔ سخت گناہ ہے۔ اور اس میں بازی لگانا اور جوا کھیلنا حرام در حرام ہے۔ سخت شنیع خبیث کام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم''۔ (فتاوٰی مصطفویہ ص ۴۵۳)

مفتی اعظم ہند کا دوسرا فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید داڑھی منڈاتا ہے برج بھی کھیلتا ہے یعنی تاش پر روپیہ کی بازی لگا کر کھیلتا ہے۔ جس میں کافی روپیہ کی ہار جیت ہوتی ہے۔ آیا یہ برج شرعاً قمار یا جوا ہے یا نہیں؟ ماہ رمضان المبارک میں بازار اور شارع عام پر سگرٹ پیتا ہوا نکلتا ہے۔ اور پردہ کو غیر ضروری خیال کرتا ہے۔ نیز نماز کا بھی پابند نہیں ہے۔ اس کو ووٹ دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ **بینوا بالتفصیل توجروا بالاجر الجزیل۔**

الجواب:۔ داڑھی شعار اسلام ہے۔ تمام انبیآء کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام کی سنت کریمہ ہے۔ اس پر عظیم جبل وبال کے ہوتے ہوئے پھر اس کا دامن اور پتھروں کے نیچے دبا ہونے کا کیا ذکر کہ وہ جوا (تاش) کھیلتا ہے۔ ضرور وہ حرام جوا ہی ہے۔ رمضان المبارک میں شارع عام پر سگرٹ پیتا ہے پردہ کو غیر ضروری خیال کرتا ہے۔ اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ نماز کا پابند نہیں۔ **ماعلی مثلہ یعد الخطأ**۔ ایسے شخص کو دخیل کار سربراہ کار بنانا حرام ہے۔ ایسے شخص کو والیٔ امور بنانا اس کو سپرد اپنے دینی دنیوی کام کرنا حرام ہے۔ شرعاً اسے ووٹ دینا اس کی مدد کرنا اور یہ اس لئے ہے کہ اسے اپنا ناصر ومعین مددگار دیا ور ٹھہرانا ہے اور یہ سب حرام۔ علماء اعلام ائمہ کرام کی عبارات سے واضح واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوٰی مصطفویہ خورد ص ۱۲۳)

شیخ عبدالرحمٰن صفوری کے ارشادات

تفسیر قرطبی میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **من لعب بالشطرنج فقد عصی اللہ ورسولہ** جس نے شطرنج کھیلا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی او، اس حدیث کو ابو منصور نے مسند الفردوس میں ذکر کیا اور اسے شیخ الاسلام ابن حجر نے ضعیف قرار دیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شطرنج کھیلنے والوں کو دیکھ کر فرمایا۔ **ماھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون**۔ یہ کیا تصویریں ہیں جن پر تم جھکے جا رہے ہو؟ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا شطرنج کے بارہ میں یہی سب

سے زیادہ صحیح قول ہے۔ (نزھۃ المجالس حصہ اول ص ۱۷۲)

امام حصکفی کا قول

وکرہ تحریماً اللعب بالنرد وکذا الشطرنج الا نادراً۔ اور چوسر کھیلنا مکروہ تحریمی ہے اور اسی طرح شطرنج کھیلنا بھی مگر جبکہ کبھی کبھار ہو۔ (درمختار جلد پنجم ص ۲۷۹)

علامہ شامی کا قول

اللعب بالاربعة عشر حرام وھو قطعة من خشب یحفر فیھا ثلاثة اسطر ویجعل فی تلک الحفر حصی صغار یلعب بھا قلت الظاھر انھا المسماة الآن بالمنقلة لکنھا تحفر سطرین کل سطر سبع حفر۔ سات کھڑ کھیلنا حرام ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ دو قطاروں میں سات سات گڑھے کھودے جائیں اور ان میں چھوٹے چھوٹے پتھر رکھ کر کھیلا جائے۔
(ردالمختار۔ جلد پنجم ص ۲۷۹)

صدر الشریعہ کا ارشاد

گنجفہ چوسر کھیلنا ناجائز ہے۔ شطرنج کا بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح لہو ولعب کی جتنی قسمیں ہیں سب باطل ہیں۔ صرف تین قسم کے لہو کی حدیث میں اجازت ہے۔ بی بی سے ملاعبت، گھوڑے کی سواری اور تیر اندازی کرنا۔ (درمختار وغیرہ) (بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۱۳۱)

تاش، چوسر اور شطرنج کے بارہ میں یہاں تک علمائے دین کے ارشادات اور مفتیانِ شرع متین کے فتویٰ جات نقل کیے گئے ہیں۔ ذیل میں تاش کے کھیل کے برے اثرات کے بارہ میں بھی ایک مضمون پڑھیے۔

تاش کا کھیل

تاش کا کھیل ایسا جادو ہے کہ جو کھیلے اس پر چڑھ جاتا ہے۔ اور جو دیکھے اس پر بھی اس کا چڑھا طلسم کبھی نہیں ٹوٹتا۔ اس میں اس قدر چاشنی ہے کہ اس سے جتنا جدا ہونے کی کوشش کی جائے اتنا ہی شوق ابھرتا ہے۔ تاش جونک کی طرح انسان سے چمٹ جاتا ہے اور الگ ہونے کا نام نہیں لیتا۔ لوگ اس کھیل میں اتنے

مگن اور جذباتی ہو جاتے ہیں کہ دھن دولت جائیداد اور کبھی کبھی اپنی بیوی تک کو داؤ پر لگا دیتے ہیں۔

اصل میں تاش ایک دس کی گانٹھ ہے جو اپنا زہر انسانوں میں پھیلاتی ہے۔ ہر ایک سے لڑواتی ہے۔ ہر نیک کام سے دور کرتی ہے اور بری اور بداخلاقی کی حرکتیں کرنے پر اکساتی ہے۔ اکثر لڑائی جھگڑے قتل وخون روزانہ کسی نہ کسی صورت میں تاش کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ تاش کھیلنے والے کو ماں باپ بیوی بہن بھائی سب سے نا اتفاقی پیدا ہو جاتی ہے۔ تاش بے ایمانی دھوکہ بازی مکروفریب سکھاتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کی ایجاد شیطان نے کی ہے۔ کیونکہ تاش کا موجد کا پتہ ہی نہیں کہ کون تھا۔

تاش ہماری زندگی میں ناسور بن کر پھیل گیا ہے۔ نماز روزہ تو ایک طرف کھانے پینے بال بچے دوست احباب رشتہ دار سب چھوٹ جاتے ہیں۔ تاش کی دھن میں انسان اتنا لاپرواہ اور بدتمیز ہو جاتا ہے کہ نہ چھوٹے بڑے کا خیال کرتا ہے اور نہ وقت کا۔

ہمارے معاشرہ میں گھر گھر میں تاش کا چرچا ہے۔ ہر گلی کوچے میں خوب تاش چلتا ہے۔ تاش کھیلنے والوں کو دیکھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب بے فکرے ہیں۔ ان کو دنیا کے کاموں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اونچی سوسائٹی کے لوگ کلبوں میں شراب اور تاش کے بڑے دلدادہ ہوتے ہیں۔ ان کلبوں کا کیا کہنا یہاں رات کبھی ہوتی ہی نہیں۔ جوں جوں رات بڑھتی ہے تاش کا کھیل اور شراب اپنے شباب پر آتے ہیں۔ اگر کوئی غریب آدمی جوا کھیلتا پکڑا جائے تو فوراً دھر لیا جاتا ہے۔ پولیس کے چھاپے پکڑتے ہیں اور اسے مجرم قرار دیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس کلبوں میں تاش دھڑلے سے کھیلا جاتا ہے۔

الغرض تاش کا کھیل جوئے کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ اور جوا ایک متعدی مرض کی شکل اختیار کر رہا ہے۔ اس کی لپیٹ سے قریب قریب کوئی بھی ملک محفوظ نہیں۔ ہمیں دوسروں سے غرض نہیں لیکن ہمیں اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنا چاہیے کہ کیا بحیثیت ایک مسلمان اور غریب ملک کے ہمیں جوا اور تاش کھیلنا زیب دیتا ہے؟ (سیارہ ڈائجسٹ بابت ستمبر ۱۹۷۲ء بحوالہ ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ بابت رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ)

تنبیہ

مسلمان تاش کے بارہ میں مندرجہ بالا مضمون کو غوروفکر سے پڑھیں۔ فی الواقع یہ خطرناک کھیل

وقت کا ضیاع ہے۔اور اگر اس کے ساتھ ہار جیت کی بازی بھی لگ جائے تو پھر جوا اور قمار کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔اور کونسا مسلمان ہے جو جوا کی حرمت سے لاعلم ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس و اثمھما اکبر من نفعھما ۔لوگ آپ سے شراب اور جوے کا حکم پوچھتے ہیں۔آپ فرمائیں کہ یہ دونوں بڑے بڑے گناہوں کا باعث ہیں۔اور لوگوں کے لئے کچھ دنیوی نفع بھی ہیں اور ان کے باعث ہونے والا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔

(پ۲ رکوع ۱۱)

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں۔"جوے کو میسر اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں ہارنے والے کا مال جیتنے والے کو آسانی سے حاصل ہو جاتا ہے۔جس کھیل میں مال کا جانا آنا شرط غیر معلوم پر موقوف ہو وہ جوا ہے لہذا اس زمانے میں معمہ بازی خالص جوا ہے۔اسی طرح سٹہ اور وہ تجارتیں جن سے مالی ہار جیت ہے سب حرام ہیں ایسے ہی تاش شطرنج وغیرہ"۔ (نور العرفان ص ۵۳)

اور اللہ تعالیٰ دوسرے مقام پر فرماتا ہے۔یایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضآء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون ۔اے ایمان والو شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں۔شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوادے شراب اور جوے میں اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے۔تو کیا تم باز آؤ گے۔ (پ ۷ رکوع ۲)

دیوبندی مولوی شبیر احمد عثمانی نے اس آیت کے ماتحت لکھا کہ "شراب پی کر جب عقل جاتی رہتی ہے تو بعض اوقات شرابی پاگل ہو کر آپس میں لڑ پڑتے ہیں۔حتی کہ نشہ اترنے کے بعد بھی بعض دفعہ لڑائی کا اثر باقی رہتا ہے۔اور باہمی عداوتیں قائم ہو جاتی ہیں۔یہ ہی حال بلکہ کچھ بڑھ کر جوے کا ہے۔اس میں ہار جیت پر سخت جھگڑے اور فساد برپا ہوتے ہیں۔جس سے شیطان کو اودھم مچانے کا خوب موقع ملتا ہے۔یہ تو ظاہری خرابی ہوئی اور باطنی نقصان یہ ہے کہ ان چیزوں میں مشغول ہو کر انسان خدا کی یاد اور عبادت الٰہی سے بالکل غافل ہو جاتا ہے۔اس کی دلیل مشاہدہ اور تجربہ ہے۔شطرنج کھیلنے والوں ہی کو دیکھ لو۔نماز تو کیا کھانے پینے اور گھر بار سے بھی خبر نہیں رہتی۔جب یہ چیز اس قدر ظاہری و باطنی نقصانات پر مشتمل ہے تو کیا

ایک مسلمان اتنا سن کربھی باز نہ آئے گا۔ (حاشیۃ القرآن ص ۲۱۵)

چوسر کے بارہ میں ایک حدیث

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من لعب بنرد شیر فکانما صبغ یدہ فی لحم خنزیر ودمہ ۔جس شخص نے چوسر کھیلا گویا اس نے اپنے ہاتھ کو خنزیر کے گوشت اور خون سے رنگا۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۰۴)

شیخ محقق دہلوی اس حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔ دریں کلام تمثیل و تصویر قبح ایں فعل ست و تنیفر قلوب است از آن ۔اس فعل کی برائی بیان کرنے اور دلوں کو اس سے نفرت دلانے کے لئے یہ ایک مثال دی گئی ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۵۹۴)

شطرنج کے بارہ میں احادیث

(۱) حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کے بارہ میں روایت ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے الشطرنج ھو میسر الاعاجم۔ شطرنج عجمی لوگوں کا جوا ہے۔ رواہ البیہقی فی الشعب۔ (مشکوٰۃ ص ۱۰۵ ج ۲)

(۲) ابن شہاب فرماتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا لایلعب بالشطرنج الاخاطئ۔ شطرنج نہ کھیلے گا مگر گناہگار بدکار رواہ البیہقی فی الشعب۔ (مشکوٰۃ ص ۱۰۵ ج ۲)

(۳) اور انہی سے یہ پوچھا گیا کہ شطرنج کھیلنا کیسا ہے تو آپ نے فرمایا۔ ھی من الباطل ولا یحب اللہ الباطل۔ یہ باطل ہے اور اللہ باطل کو پسند نہیں کرتا۔ رواہ البیہقی فی الشعب۔

(مشکوٰۃ ص ۱۰۵ ج ۲)

الحمدللہ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے۔ اس سے تاش، چوسر اور شطرنج کھیلنے کی مذمت وقباحت بخوبی واضح ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کی ناجائز کھیلوں سے مسلمانوں کو بچائے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

زندگی کو غنیمت سمجھنا چاہیے

زندگی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی قیمتی نعمت ہے۔ اسے کھیل کود اور لغویات میں گزارنا بہت بڑا

نقصان ہے اور اسے نیکی کے کاموں میں خرچ کرنے سے انسان کو دنیا و آخرت کے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ کھیل کود اور لغویات میں اپنی زندگی ضائع کرنے والے مسلمانوں کی چشم کشائی کے لئے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے ارشادات پیش کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشے آمین۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن انسان کے قدم نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ اس سے پانچ باتیں پوچھی جائیں گی۔ عن عمرہ فی ما افناہ۔ اس سے اس کی عمر کے بارہ میں پوچھا جائے گا کہ اس نے کن کاموں میں اسے گزارا اور اس سے اس کی جوانی کے بارہ میں پوچھا جائے گا کہ اس نے اسے کن کاموں میں خرچ کیا۔ اور اس سے اس کے مال کے بارہ میں پوچھا جائے گا کہ اس نے مال کہاں سے کمایا اور کن کاموں میں خرچ کیا اور اس سے اس بارہ میں پوچھا جائے گا کہ اس نے اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا۔ رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۱ ج ۲)

(۲) حضرت عمرو بن میمون اودی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو پند و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھ۔ اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، اپنی صحت کو بیماری سے پہلے، اپنی مالداری کو غربت سے پہلے، اپنی فرصت کو مشغولیت سے پہلے وحیاتک قبل موتک اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے۔ رواہ الترمذی۔

(مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۴۹)

(۳) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ کونسا شخص بہتر ہے؟ فرمایا من طال عمرہ وحسن عملہ۔ جس کی عمر لمبی ہو اور عمل اچھے ہوں۔ اس نے پھر پوچھا۔ بدترین شخص کون ہے؟ فرمایا من طال عمرہ وساء عملہ۔ جس کی عمر لمبی ہو اور عمل برے ہوں۔ رواہ احمد والترمذی والدارمی۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۷ ج ۲)

اپنی زندگی کھیل کود، تماشا اور لغویات میں گزارنے والے مسلمان ان ارشادات مبارکہ کو پڑھیں سمجھیں اور سوچیں کہ اپنی زندگی بدعملی یا بے ہودہ کاموں میں گزارنے کا کتنا برا انجام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کرے۔ آمین۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲۹ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ بمطابق ۵ دسمبر ۲۰۰۲ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پینتالیسواں مقالہ

حرمتِ شراب

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین و الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد: ۔اس مختصر مقالہ میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں شراب نوشی کی حرمت اور قباحت کو اختصاراً بیان کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ اِس سعی کو شرف مقبولیت بخشے اور ذریعۂ ہدایت بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اہل عرب شراب کے سخت عادی تھے

جب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اس وقت عربی لوگ شراب نوشی کے سخت عادی تھے۔اور صرف شراب نوشی کے عادی ہی نہیں تھے بلکہ شراب ان کا محبوب ترین مشروب تھا۔اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے شراب کو بتدریج حرام فرمایا تاکہ شراب کا چھوڑنا اہل ایمان کے لئے آسان ہو جائے۔خلاصۂ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے شراب کی حرمت کے بارہ میں چار آیتیں یکے بعد دیگرے نازل فرمائیں۔چنانچہ مکہ مکرمہ میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ **ومن ثمرات النخیل والاعناب تتخذون منہ سکراً ورزقاً حسناً ان فی ذلک لایۃ لقوم یعقلون** ۔اور کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے کہ ان سے تم شراب بناتے ہو اور اچھا رزق بے شک اس میں نشانی ہے عقل والوں کے لئے۔ (پ۱۴ رکوع ۱۵)

اس کی تفسیر میں صاحب جلالین نے فرمایا۔ (**قولہ تعالیٰ تتخذون منہ سکراً) خمر یسکر سمیت بالمصدر وھذا قبل تحریمھا** ۔تم ان سے شراب بناتے ہو جو نشہ دینے والی ہے۔ یہاں سکر مصدر ہے جو فاعل کا معنی دیتا ہے اور یہ حکم شراب کی حرمت سے پہلے کا ہے۔کیونکہ سورۃ النحل مکی ہے اور شراب کی حرمت کا حکم سورہ مائدہ کی آیت میں کیا گیا اور یہ سورت مدنی ہے۔

(صاوی مع الجلالین جلد دوم ص ۲۶۷)

اور مفسر علاء الدین خازن لکھتے ہیں **فکان المسلمون یشربونھا فی اول الاسلام وھی لھم حلال** ۔اس آیت کے اترنے سے پہلے مسلمان ابتدائے اسلام میں شراب پیتے تھے کیونکہ یہ ان کے لئے اس وقت میں حلال تھی۔ (خازن ص ۲۰۸ ج ۱)

چونکہ اس آیت میں شراب کا مقابلہ رزق حسن سے کیا گیا اس لئے اس میں اس منشائے خداوندی کی طرف اشارہ موجود تھا کہ آئندہ کسی بھی وقت میں شراب کو حرام قرار دے دیا جا سکتا ہے۔ولہذا بعض

مسلمانوں نے اس سے اجتناب شروع کر دیا۔

پھر جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے آئے تو ایک دن حضرت عمر اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جوئے اور شراب کے بارہ میں عرض کیا ان الخمر والمیسر یضیعان العقل والمال فافتنا فیھما۔ بلاشبہ شراب اور جوا عقل اور مال کو ضائع کرتے ہیں سوان کے بارہ میں آپ حکم ارشاد فرمائیں تو اس بارہ میں یہ آیت کریمہ یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما نازل ہوئی۔ (ترجمہ) تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں تم فرماؤ کہ ان دونوں کے سبب سے بڑے بڑے گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ اور ان میں لوگوں کے لئے کچھ دنیوی نفع بھی ہے اور ان کے سبب سے سرزد ہونے والا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔ (پ۲ رکوع ۱۱)

اس کی تفسیر میں جلالین میں فرمایا قل فیھما اثم کبیر عظیم لما یحصل یسببھما من المخاصمة والمشاتمة وقول الفحش ومنافع للناس باللذة والفرح فی الخمر واصابة المال بلاکد فی المیسر واثمھما ای ماینشأ عنھما من المفاسد اکبر اعظم من نفعھما ولما نزل شربھا قوم وامتنع آخرون الی ان حرمتھا آیة المائدة آپ فرمادیں کہ ان دونوں کے سبب سے بڑا گناہ سرزد ہوتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں کے سبب سے لوگوں میں باہمی دشمنی، ایک دوسرے کو گالیاں بکنا اور فحش کلام کرنا پایا جاتا ہے اور لوگوں کے لئے شراب کی لذت اور سرور سے اور جوا میں بلامشقت مال مل جانے سے نفع بھی ہے۔ لیکن ان دونوں کے سبب سے جو مفاسد پیدا ہوتے ہیں وہ ان کے نفع سے بڑے ہیں۔ جب یہ آیت اتری تو بعض لوگوں نے ان سے اجتناب کیا اور بعض نے نہ کیا یہاں تک کہ سورہ مائدہ کی آیت نے شراب کو حرام قرار دے دیا۔ (صاوی جلد اول ص ۹۰)

اس آیت کے اترنے کے بعد ایک دن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بعض صحابہ کی ضیافت کی۔ مہمانوں نے کھانا کھایا اور شراب پی لی۔ پھر جب نماز مغرب کا وقت ہوا تو ان میں سے ایک صاحب نے امامت کرائی اور سورۃ الکافرون کی آیت لا اعبد ما تعبدون میں غلطی سے اعبد ما تعبدون پڑھا۔ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ یاایھا الذین امنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ حتی تعلموا ما تقولون۔ اے ایمان والو نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک اتنا

ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو۔ (پ ۵ رکوع ۴)

اس آیت کے اترنے پر شراب اوقات نماز میں حرام کر دی گئی اور باقی اوقات میں حلال رہی پھر ایک دن حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے بعض صحابہ کی ضیافت کی۔ ان میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ مہمانوں نے کھانا کھایا اور شراب پی لی تو نشہ میں آ کر انہوں نے فخریہ شعر پڑھنے شروع کر دیے۔ حضرت سعد نے ایک قصیدہ پڑھا جس میں انہوں نے اپنی قوم کی تعریف کی اور انصار کی ہجو کہی۔ اس پر ایک انصاری نے ان کے سر کو زخمی کر دیا۔ تو یہ مسئلہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی اللھم بین لنافی الخمر بیانا شافیاً اے اللہ ہمیں شراب کا حکم پورے طریقہ سے بیان فرما دے تو اس پر یہ آیت اتری۔

یاایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون. انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ و البغضآء فی الخمرو المیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون ۔

اے ایمان والو شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ وہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوا دے شراب اور جوا سے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے تو کیا تم باز آئے۔ (پ ۷۔ رکوع ۲)

جب یہ آیت حضرت عمر پر پڑھی گئی تو آپ نے فرمایا۔ **انتھینا یا ربّ** اے میرے ربّ ہم باز آئے **فکان یوم نزولھا عیداً عظیماً** ۔ اور اس آیت کے نزول کا دن بڑی عید کا دن تھا۔

(صاوی جلد اول ص ۹۰)

اس آیت کریمہ کے نزول سے وہ سب آیات منسوخ ہو گئیں جن میں شراب کے حلال ہونے کا ذکر ہے اور شراب قطعی طور پر ہر حال میں حرام قرار دے دی گئی۔ شراب حرام ہے۔ **اجمعت الامۃ علی تحریم الخمر وانہ یحدشاربھا ویفسق بذلک مع اعتقاد تحریمھا فان استحلھا کفر ویجب قتلہ** ۔ امت محمدیہ کا اس بات پر اجماع ہو گیا کہ شراب نوشی حرام ہے اور جو شراب پیئے گا اسے حدّ ماری جائے گی اور حرام سمجھ کر پینے کی وجہ سے فاسق ہو گا اور اگر حلال جانے گا تو کافر ہو جائے گا اور اس کو قتل کرنا واجب ہو گا۔ (خازن جلد اول ص ۲۰۹)

احادیث مبارکہ

شراب نوشی حرام ہونے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ارشادات عالیہ میں شراب نوشی کی قباحت وشناعت بیان فرماتے رہے تاکہ مسلمانوں کو اس کے ترک پر ترغیب ملے اور وہ کلی طور پر اس سے اجتناب کریں۔ یہاں تبرکاً چند احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں وباللہ التوفیق۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

کل مسکر خمرو کل مسکر حرام ومن شرب الخمر فی الدنیا فمات وھو یدمنھا لم یتب لم یشربھا فی الآخرۃ۔ ہر نشہ آور چیز خمر ہے (یعنی خمر کے حکم میں ہے) اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ اور جو شخص دنیا میں شراب پیئے گا پھر اس حالت میں مرے گا کہ وہ شراب نوشی کا عادی ہے اور اس نے توبہ نہیں کی ہے تو وہ آخرت کی شراب نہیں پیئے گا۔ رواہ مسلم۔

(مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۴۵، بہار شریعت حصہ نہم ص ۹۶)

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **کل مسکر حرام ان علی اللہ عھداً لمن یشرب المسکر ان یسقیہ من طینۃ الخبال**۔ ہر نشہ آور چیز حرام ہے بلاشبہ اللہ کے ذمہ پر یہ عہد ہے اس شخص کے لئے جو نشہ آور چیز پیئے گا کہ وہ اسے طینۃ الخبال سے پلائے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ۔ طینۃ الخبال کیا چیز ہے؟ فرمایا۔ **عرق اھل النار وعصارۃ اھل النار**. طینۃ الخبال دوزخیوں کا پسینہ یا دوزخیوں کے زخموں کا نچوڑ ہے۔ رواہ مسلم۔

(مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۴۵، بہار شریعت حصہ نہم ص ۹۶)

(۳) حضرت طارق بن سوید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے شراب کے بارہ میں دریافت کیا کہ میں شراب دواء کے لئے بناتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ **انہ لیس بدواء ولکنہ داء**۔ بلاشبہ شراب دوا نہیں ہے بلکہ بیماری ہے۔ رواہ مسلم۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۵ ج ۲، بہار شریعت ص ۹۶ ج ۹)

(۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

من شرب الخمر لم یقبل اللہ لہٗ صلوٰۃ اربعین صباحاً فان تاب تاب اللہ علیہ فان عادلم یقبل اللہ لہٗ صلوٰۃ اربعین صباحاً فان تاب تاب اللہ علیہ فان عاد فی الرابعۃ لم

یقبل اللہ لہٗ صلوٰۃ اربعین صباحاً فان تاب لم یتب علیہ وسقاھا من نھر الخبال ۔ جو شخص شراب پیئے اللہ چالیس دنوں کی اس کی نمازیں قبول نہیں کرے گا۔ پھر اگر وہ توبہ کرے گا تو اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا۔ اور اگر پھر شراب پیئے گا تو اللہ اس کی چالیس دنوں کی نمازیں قبول نہیں کرے گا اور اگر وہ توبہ کرے گا تو وہ اس کی توبہ قبول کرے گا اور اگر پھر شراب پیئے گا تو اللہ اس کی چالیس دنوں کی نمازیں قبول نہیں کرے گا اور اگر وہ توبہ کرے گا تو وہ اس کی توبہ قبول کرے گا۔ پھر اگر چوتھی مرتبہ شراب پیئے گا تو اللہ اس کی چالیس دنوں کی نمازیں قبول نہیں کرے گا اور اگر وہ توبہ کرے گا تو وہ اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا اور طینۃ الخبال کے دریا سے پلائے گا۔ رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۴۵)

(۵) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لایدخل الجنۃ عاق ولا قمار ولا منان ولا مدمن خمر ۔ جنت میں یہ چار شخص داخل نہیں ہوں گے۔ والدین کا نافرمان۔ جوا باز۔ احسان جتلانے والا اور شراب کی عادت رکھنے والا۔ رواہ الدارمی۔

(مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۴۶)

(۶) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وحلف ربی عزوجل بعزتی لایشرب عبد من عبیدی جرعۃ من خمر الا سقیتہٗ من الصدید مثلھا ولا یترکھا من مخافتی الا سقیتہٗ من حیاض القدس ۔ اور میرے ربّ نے حلف اٹھایا ہے کہ میری عزت کی قسم میرے بندوں میں سے کوئی بندہ شراب کا ایک گھونٹ نہیں پیئے گا مگر میں اسے اس کی مثل دوزخیوں کی پیپ سے پلاؤں گا اور کوئی اسے میرے خوف کی وجہ سے نہیں چھوڑے گا مگر میں اسے اپنے پاکیزہ دربار میں پلاؤں گا۔ رواہ احمد۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۴۶، فتاوٰی رضویہ ص ۶۵ ج ۱۱)

(۷) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ثلاثۃ قد حرم اللہ علیھم الجنۃ مدمن الخمر والعاق والدیوث الذی یقر فی اھلہ الخبث ۔ اللہ نے تین شخصوں پر جنت حرام کردی ہے۔ شراب کے عادی پر، والدین کے نافرمان پر اور اس دیوث پر جو اپنے گھر والوں میں بدکاری کو برقرار رکھتا ہے یعنی جو اپنے اہل وعیال میں بے حیائی کی بات دیکھے اور منع نہ کرے۔ رواہ احمد والنسائی۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۴۶، جامع صغیر جلد اول ص ۱۳۹، بہار شریعت ص ۹۸ ج ۹)

(۸) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **ثلاثة لایدخل الجنة مد من الخمر وقاطع الرحم و مصدق بالسحر** ۔تین شخص جنت میں داخل نہیں ہونگے ۔شراب کا عادی، رشتہ داری توڑنے والا اور جادو کی تصدیق کرنے والا ۔رواہ احمد۔
(مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۴۶، بہار شریعت حصہ نہم ص ۹۸)

(۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **مدمن الخمر ان مات لقی الله تعالیٰ کعابدالوثن** ۔شراب کا عادی شخص اگر مرے تو وہ اللہ سے بت کے پجاری کی طرح ملتا ہے۔رواہ احمد۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۶ ج ۲)

(۱۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چار شخصوں کے بارہ میں اللہ پر یہ حق لازم ہے کہ وہ ان کو جنت میں داخل نہ کرے اور نہ ان کو جنت کی نعمتیں چکھائے۔ شراب کے عادی کو، سود خور کو ناحق یتیم کا مال کھانے والے کو اور اپنے والدین کے نافرمان کو۔ رواہ الحاکم والبیہقی۔ (جامع صغیر جلد اول ص ۳۸)

(۱۱) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ قیامت کے روز چار شخصوں کی طرف نہ دیکھے گا۔ والدین کے نافرمان کی طرف، احسان جتلانے والے کی طرف، شراب کے عادی کی طرف اور تقدیر کو جھٹلانے والے کی طرف۔ رواہ الطبرانی وابن عدی وضعفہٗ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۳۸ جلد اول)

(۱۲) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **ثلاثة لایحجبون عن النار المنان وعاق والده ومد من خمر** ۔تین شخص دوزخ سے حجاب میں نہ ہوں گے۔ احسان جتلانے والا۔ اپنے والد کا نافرمان اور شراب کا عادی۔ (جامع صغیر جلد اول ص ۱۴۱)

(۱۳) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **ومن مات وهو مدمن للخمر سقاه الله من نهر الغوطة نهر یجری من فروج المومسات یؤذی اهل النار ریح فروجهن** ۔اور جو شخص شراب کا عادی ہونے کی حالت میں مرے اللہ اسے نہر غوطہ سے پلائے گا اور یہ وہ نہر ہے جس میں زناکار عورتوں کی شرمگاہوں سے نکلنے والا وہ پانی بہے گا جس کی بدبو سے دوزخی اذیت پائیں گے۔ رواہ احمد والطبرانی والحاکم وحسنہٗ السیوطی۔

(جامع صغیر ص ۱۴۱ ج ۱)

(۱۴) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تین شخص کبھی بھی جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ دیوث، مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتیں اور شراب کا عادی۔ رواہ الطبرانی وحسنہٗ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۴۱ ج ۱)

(۱۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ قیامت کے روز تین شخصوں کی طرف نہیں دیکھے گا۔ اپنی بخشش کا احسان جتلانے والا، تکبر سے اپنا تہبند لٹکانے والا اور شراب کا عادی۔ رواہ الطبرانی وحسنہٗ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۴۲ ج ۱)

(۱۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے شراب پر دس وجہوں سے لعنت کی ہے۔ خود شراب پر لعنت کی ہے۔ اور اس کے پینے والے پر اور اس کے پلانے والے پر اور اس کے بیچنے والے پر اور اس کے خریدنے والے پر اور اس کے نچوڑنے والے پر اور اس کے نچڑوانے والے پر اور اس کے اٹھانے والے پر اور اس پر جس کی طرف شراب اٹھا کر لائی جائے اور اس کی قیمت کھانے والے پر۔ رواہ احمد۔ (تفسیر ابن کثیر جلد دوم ص ۹۴)

(۱۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص نشہ میں ایک نماز ترک کرے اس سے گویا دنیا اور مافیہا کی چیزیں چھین لی گئی ہیں۔ اور جو چار نمازیں ترک کرے اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ اسے طینۃ الخبال سے پلائے۔ عرض کیا گیا۔ اور طینۃ الخبال کیا ہے۔ فرمایا۔ عصارۃ اھل جھنم۔ دوزخیوں کی پیپ۔ (تفسیر ابن کثیر جلد دوم ص ۹۶)

(۱۸) حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض گھر والوں کو یہ وصیت فرمائی۔ اللہ کا شریک کسی کو نہ ٹھہرا اگرچہ تمہیں عذاب دیا جائے یا خوف میں ڈالا جائے اپنے والدین کا حکم مان اگرچہ وہ تمہیں یہ حکم کریں کہ تم اپنی ہر شئے سے نکل جاؤ۔ نماز نہ چھوڑو کیونکہ جو شخص نماز چھوڑ دیتا ہے اس سے اللہ کا ذمہ بری ہو جاتا ہے۔ اور شراب سے بچو کیونکہ یہ ہر شر کی کنجی ہے۔ اور نافرمانی نہ کرو کیونکہ یہ اللہ کو ناراض کرتی ہے اور میدان جنگ سے نہ بھاگو اگرچہ لوگوں کو شکست کا سامنا ہو جائے اور تم ان میں ہو۔ اپنی طاقت کے مطابق اپنے گھر والوں پر خرچ کرو اور ان سے اپنی لاٹھی دور نہ کرو اور انہیں اللہ سے ڈراؤ۔ (نزھۃ الناظرین ص ۲۰۲)

(۱۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ شراب نہ پیئے اور جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب پی جاتی ہو۔ رواہ الطبرانی۔

(بہار شریعت حصہ نہم۔ ص ۹۸)

(۲۰) اور انہی سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ شراب سے بچو کہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے۔ رواہ الحاکم۔ (بہار شریعت حصہ نہم ص ۹۸)

(۲۱) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل صلے اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ خدا کے ساتھ شرک نہ کرنا اگرچہ تو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے اگرچہ تو جلا دیا جائے اور فرض نماز کو قصداً نہ چھوڑنا کہ جو شخص اسے قصداً چھوڑے اس سے اللہ کا ذمہ بری ہے اور شراب نہ پینا کہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے۔ رواہ ابن ماجہ والبیہقی۔ (بہار شریعت ص ۹۸ ج ۹)

(۲۲) ابن حبان اور بیہقی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے راوی کہ وہ فرماتے ہیں ام الخبائث یعنی شراب سے بچو کہ گذشتہ زمانہ میں ایک شخص عابد تھا اور وہ لوگوں سے الگ تھلگ رہتا تھا۔ ایک عورت اس پر فریفتہ ہوگئی تو اس نے اس کے پاس اپنی خادمہ بھیجی کہ گواہی کے لئے اسے بلا کر لاؤ۔ وہ بلا کر لائی۔ جب مکان کے دروازوں میں داخل ہوتا گیا خادمہ دروازے بند کرتی گئی۔ جب وہ اندر کے مکان میں پہنچا تو دیکھا کہ ایک خوبصورت عورت بیٹھی ہے اور اس کے پاس ایک لڑکا ہے اور ایک برتن میں شراب ہے۔ اس عورت نے کہا میں نے تجھے گواہی کے لئے نہیں بلایا ہے بلکہ اس لئے بلایا ہے کہ یا تو تُو اس لڑکے کو قتل کر یا مجھ سے زنا کر یا یہ شراب کا ایک پیالہ پی لے۔ اگر تو ان باتوں سے انکار کرتا ہے تو میں شور کروں گی اور تجھے رسوا کروں گی۔ جب اس نے دیکھا کہ مجھے ناچار کچھ کرنا ہی پڑے گا تو کہا ایک پیالہ شراب کا مجھے پلا دے۔ جب ایک پیالہ پی چکا تو کہنے لگا اور دے جب خوب پی چکا تو اس نے زنا بھی کیا اور لڑکے کو قتل بھی کیا۔ لہذا شراب سے بچو۔ خدا کی قسم ایمان اور شراب کی مداومت مرد کے سینہ میں جمع نہیں ہوتے قریب ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے کو نکال دے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۹۷، بہار شریعت حصہ نہم ص ۹۸)

(۲۳) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لا یشرب الخمر حین یشربها وهو مؤمن۔

شراب پیتے وقت شرابی کا ایمان ٹھیک نہیں رہتا۔ رواہ الشیخان وغیرھما عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ۔

(فتاوٰی رضویہ جلد یازدہم ص ۶۴)

(۲۵) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من زنی اوشرب الخمر نزع اللہ منہ الایمان کما یخلع الانسان القمیص من رأسہ۔ جو زنا کرے یا شراب پیئے اللہ تعالیٰ اس سے ایمان کھینچ لیتا ہے جیسے آدمی اپنے سر سے کرتہ کھینچ لے۔ رواہ الحاکم عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ۔

(فتاوٰی رضویہ حوالہ مذکورہ بالا)

(۲۶) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو شخص شراب کی ایک بوند پیئے چالیس روز تک اس کی کوئی نماز قبول نہ ہوگی اور جو مر جائے اور اس کے پیٹ میں شراب کا ایک ذرہ بھی ہو تو جنت اس پر حرام کر دی جائے گی۔ فانْ مات فی اربعین لیلۃ مات میتۃ جاھلیۃ اور جو شراب پینے سے چالیس دن کے اندر مرے گا وہ زمانۂ کفر کی موت مرے گا۔ (فتاوٰی رضویہ حوالہ مذکورہ بالا)

(۲۷) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت میں کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام بدل کر کچھ اور رکھیں گے اور ان کے سروں پر باجے بجائیں گے اور گانے والیاں گائیں گی یہ لوگ زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے اور ان میں سے کچھ لوگ بندر اور سوئر بنا دیئے جائیں گے۔ (بہار شریعت ص ۹۹ ج ۹)

مسلمان ان احادیث مبارکہ کو پڑھیں سمجھیں اور غور کریں کہ شراب نوشی اسلام میں کس درجہ قبیح و شنیع فعل ہے۔ اللہ تعالیٰ بچنے کی توفیق بخشے آمین۔

ہاروت و ماروت کا واقعہ

امام غزالی لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا تو فرشتوں نے کہا اے ہمارے رب کیا تو زمین میں ایسی مخلوق پیدا کرے گا جو فساد کرے گی اور خون بہائے گی حالانکہ ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں تیری تعریف بیان کرنے کے ساتھ تو اللہ نے فرمایا۔ بلاشبہ جو بات میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ فرشتوں نے کہا۔ اے ہمارے رب ہم بنی آدم سے زیادہ تیری اطاعت کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں

سے فرمایا۔ پھرتم دو فرشتے چنو جن کے بارہ میں ہم دیکھیں گے کہ وہ کیسا عمل کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ اے ہمارے رب ہم نے ہاروت و ماروت کو چنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو (انسانی صورت میں) زمین پر اتارا پھر زہرہ کو خوبصورت ترین عورت کی شکل میں بنا کر ان کے پاس بھیجا۔ تو ان دونوں نے اس سے بدفعلی کی خواہش ظاہر کی۔ اس نے کہا۔ اللہ کی قسم یہ کام نہ ہوگا مگر اس وقت جب تم یہ کلمے بول کر شرک کرو گے۔ انہوں نے کہا۔ ہم اللہ کا شریک کبھی بھی کسی شئے کو نہ ٹھہرائیں گے۔ سو وہ ان کے پاس سے چلی گئی۔ پھر وہ دوسری باران کے پاس اس حال میں آئی کہ اس نے ایک بچہ اٹھایا ہوا تھا۔ انہوں نے اس سے بدفعلی کی خواہش ظاہر کی تو اس نے کہا اللہ کی قسم یہ کام نہ ہوگا مگر س وقت جب تم اس بچے کو قتل کرو گے۔ انہوں نے کہا۔ اللہ کی قسم ہم کبھی بھی اسے قتل نہ کریں گے۔ یہ سن کر وہ چلی گئی۔ پھر وہ تیسری باران کے پاس اس حال میں آئی کہ اس نے شراب کا ایک پیالہ اٹھایا ہوا تھا۔ انہوں نے اس سے بدفعلی کی خواہش ظاہر کی تو اس نے کہا اللہ کی قسم یہ کام نہ ہوگا مگر اس وقت جب تم شراب کا یہ پیالہ پی لو گے۔ انہوں نے وہ پیالہ پیا تو نشہ سے مست ہو گئے اور اس سے بدکاری کی اور بچے کو قتل بھی کیا اور شرکیہ کلمات بھی بکے۔ جب وہ ہوش میں آئے تو زہرہ نے کہا **واللہ ماترکتما من شئی ابیتما علی الا فعلتما حین سکرتما** ۔اللہ کی قسم تم نے ہر وہ کام نشہ میں کر ڈالا جس کے کرنے سے تم نے انکار کر دیا تھا۔ **فخیرا عند ذلک بین عذاب الدنیا و عذاب الآخرۃ فاختارا عذاب الدنیا** ۔اس بات پر ان کو عذاب دنیا اور عذاب آخرت میں اختیار دیا گیا تو انہوں نے دنیا کا عذاب اختیار کیا۔ رواہ احمد وابن حبان فی صحیحہ۔

(مکاشفۃ القلوب عربی ص ۲۸۲)

شراب نوشی کی حد

امام مالک نے ثور بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حد خمر کے متعلق صحابہ سے مشورہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ اسے اسی کوڑے مارے جائیں کیونکہ جب وہ شراب پیئے گا وہ نشہ میں ہوگا اور جب نشہ میں ہوگا تو بے ہودہ بکے گا اور جب بے ہودہ بکے گا تو افتراء کرے گا لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شرابی کو اسی کوڑے مارنے کا حکم دیا۔

(بہار شریعت جلد نہم ص ۱۰۰)

افیون کھانے کا شرعی حکم

اعلیٰ حضرت بریلوی لکھتے ہیں۔ ''صحیح یہ ہے کہ مائعات مسکرہ یعنی جتنی چیزیں رقیق وسیال ہیں وہ سب شراب ہیں۔ ان کا ہر قطرہ حرام بھی اور پیشاب کی طرح نجس وناپاک بھی اور ان سے نشے میں شراب کی طرح حد بھی ہے اور صحیح یہ ہے کہ دوا میں بھی ان کا استعمال حرام ہی ہے۔ بخلاف ان چیزوں کے جو بغیر سیال ہونے کے نشہ رکھتی ہیں۔ جیسے افیون مشک وزعفران وغیرہ کہ یہ ناپاک نہیں اور بقدر سکر مطلقاً حرام ہیں۔ یونہی بقصد لہو وفساد بھی مطلقاً حرام اگرچہ بقدر سکر نہ ہو۔ ورنہ قلیل مقدار بغرض دوا وغیرہ بے تشبہ فاسقین حلال ہے''۔ (فتاوٰی رضویہ ص۱۰۲ ج۱۱)

شراب سے علاج منع ہے

مفتی اعظم ہند مولانا مفتی مصطفٰے رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔ ''مادہ خر کا دودھ جائز نہیں۔ حرام میں شفا نہیں۔ ہاں اگر طبیب حاذق مسلم غیر فاسق کہے کہ اس مرض کی اب یہی دوا ہے۔ یہی پچھلا علاج ہے تو اس وقت اس کے حق میں وہ حرام نہ ہوگا۔ یعنی بقدر ضرورت اور اس سے شفا کی امید بھی ہوگی۔ بحال اضطرار مضطر کے حق میں قدر ضرورت سے حکم حرمت مرتفع ہو جاتا ہے۔ خود حدیث میں خبیث سے نہی وارد۔ تداوی بالحرام سے ممانعت فرمائی۔ ان کے ساتھ حدیث عرنیین جس میں بول شتر کے دواء استعمال کا حکم موجود بھی نظر ثانی ہے۔ تو بات وہی ہے کہ احکام حالت اضطرار احکام حالت اختیار سے جدا ہیں۔ علامہ بدرالدین عینی شرح بخاری شریف میں فرماتے ہیں۔ اجابوا عن حدیث العرنیین بانه قد کان للضرورۃ فلیس فیه دلیل علی انه مباح فی غیر حال الضرورۃ الخ مضطر کا استثناء خود قرآن عظیم کے ارشاد کریم سے معلوم کہ فرمایا۔ الاما اضطررتم الیه اور فرمایا فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوٰی مصطفویہ ص۵۱۱)

الحمدللہ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حرمتِ شراب کی وضاحت بخوبی ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے بچنے کی توفیق بخشے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(یکم ذوالقعدہ ۱۴۲۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چھیالیسواں مقالہ

بدنظری وزناکاری

کی قباحت وشناعت کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد: ۔اس مختصر رسالہ میں ''بدنظری وزناکاری کی قباحت وشناعت'' پر بقدر کفایت روشنی ڈالی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ اس سعی کو شرف مقبولیت بخشے اور صدقۂ جاریہ اور ذریعۂ ہدایت بنائے آمین۔

اسلام طہارت پسند دین ہے

اسلام طہارت پسند دین ہے۔صرف بدنی اور ظاہری طہارت ہی اسلام کا مطمع نظر نہیں ہے بلکہ اسلام اخلاقی وروحانی طہارت کا بھی خواہاں ہے۔اسلامی معاشرہ میں بدنظری اور زناکاری گندگی کی فضاء پیدا کرتی ہیں اس لئے اسلام نے جہاں زنا کو حرام قرار دیا وہاں اس کے پیدا ہونے کے جملہ ذرائع اور وسائل کا بھی سدِ باب کیا ہے۔چند آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ اسی نقطۂ نظر کے پیش نظر پیش کی جارہی ہیں۔وباللہ التوفیق۔

آیات کریمہ

(۱)اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **والذین لایدعون مع اللہ الھاً اخرو لا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذلک یلق اثاماً یضاعف لہ العذاب یوم القیامۃ ویخلدفیہ مھاناً الامن تاب وامن وعمل عملاً صالحاً فاولٓئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات وکان اللہ غفوراً رحیماً**۔اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے اور اس جان کو جس کو اللہ نے حرمت دے رکھی ہے ناحق نہیں مارتے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا بڑھایا جائے گا اس پر عذاب قیامت کے دن اور وہ ہمیشہ اس میں ذلت سے رہے گا مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (پ۱۹رکوع۴)

(۲)اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔**ولا تقربوا الفواحش ماظھر منھا ومابطن**۔اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جوان میں کھلی ہیں اور جو چھپی۔ (پ۸۔رکوع۶)

اس سے معلوم ہوا کہ جو کام زنا کا سبب بنتے ہیں ان سے بھی بچنا فرض ہے مثلاً اجنبیہ سے خلوت، بے پردگی،

باریک لباس، بے حجابانہ بلا جھجک غیر محرموں سے گفتگو، غیر محرموں کے ساتھ سفر اور بدنظری وغیرہا۔ اللہ تعالیٰ توفیقِ عمل بخشے آمین۔

(۴) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ والذین هم لفروجهم حافظون الا علی ازواجهم اوما ملکت ایمانهم فانهم غیر ملومین فمن ابتغیٰ ورآء ذلک فاولٰئک هم العادون ۔ اور وہ (ایمان والے مراد کو پہنچے) جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھوں کی ملک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔ (پ ۱۸۔ رکوع ۱) (پ ۲۹۔ رکوع ۷)

اس سے معلوم ہوا کہ شہوت پوری کرنے کے لئے صرف بیوی اور لونڈی ہیں۔ باقی تمام ذرائع مثلاً متعہ، اغلام اور جلق وغیرہا حرام ہیں مجبوری کی حالت میں روزے رکھے کہ اس سے شہوت کا زور ٹوٹ جائے گا۔ (نور العرفان)

(۵) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ الزانیة والزانی فاجلدو اکل واحدمنهما مائة جلدة ولا تاخذ کم بهما رافة فی دین الله ان کنتم تؤمنون بالله والیوم الآخر ولیشهد عذابهما طائفة من المؤمنین ۔ (ترجمہ) جو عورت بدکار ہو اور جو مرد بدکار ہو تو ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ اور پچھلے دن پر اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔ (پ ۱۸۔ رکوع ۷)

یہاں زانی اور زانیہ سے مراد وہ ہیں جو محصن نہ ہوں کیونکہ محصن زانی کی سزا سنگسار کرنا ہے یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کرنا، اور محصن سے مراد وہ شخص ہے۔ جو مسلمان آزاد بالغ ہو اور صحیح نکاح سے اپنی بیوی سے صحبت کر چکا ہو۔ (نور العرفان)

احادیث مبارکہ

(۱) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لایزنی الزانی حین یزنی وهو مؤمن فایاکم وایاکم ۔ زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ اس حالت میں ایمان والا نہیں ہوتا سو تم اس سے بچو۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۵ ج ۱)

شیخ عبید الضریر لکھتے ہیں۔ **قال النووی رحمہ اللہ القول الصحیح فی معناہ لایفعل ھذہ المعاصی وھو کامل الایمان** ۔اس حدیث کے معنی میں صحیح قول یہ ہے کہ زنا وغیرہ معاصی کے ارتکاب کے وقت مرتکب کامل الایمان نہیں ہوتا۔ (نزھۃ الناظرین ص ۲۰۴)

(۲) انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **اذا زنیٰ العبد خرج منہ الایمان فکان فوق رأسہ کالظلۃ فاذا خرج من ذلک العمل رجع الیہ الایمان** ۔جب کوئی بندہ زنا کرتا ہے تو اس کا ایمان اس کے دل سے نکل کر اس کے سر کے اوپر سایہ کی طرح ہو جاتا ہے۔ پھر جب وہ اس کام سے نکلتا ہے تو ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔ رواہ الترمذی وابوداؤد۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۶ ج ۱) ورواہ السیوطی عن ابی داؤد والحاکم وصححہٗ۔

(جامع صغیر جلد اول ص ۳۷)

(۳) حضرت شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **من زنیٰ خرج منہ الایمان فان تاب تاب اللہ علیہ** ۔جو شخص زنا کرے اس کے دل سے ایمان نکل جاتا ہے۔ پھر اگر وہ توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ رواہ الطبرانی وحسنہٗ السیوطی۔

(جامع صغیر ص ۱۷۲ ج ۲)

(۴) اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **من زنیٰ او شرب الخمر نزع اللہ منہ الایمان کما یخلع الانسان القمیص عن رأسہ** ۔جب کوئی شخص زنا کرتا ہے یا شراب پیتا ہے تو اللہ اس کے دل سے ایمان اس طرح اتار لیتا ہے جس طرح کوئی انسان اپنے سر سے قمیص اتار لیتا ہے۔ رواہ الحاکم وصححہٗ السیوطی۔ (جامع صغیر جلد دوم ص ۱۷۲)

(۵) انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **اذا اراد اللہ بقریۃ ھلاکاً اظھر فیھم الزنا** ۔جب اللہ کسی بستی کے ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس کے بسنے والوں میں زنا ظاہر کرتا ہے۔ رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس وضعفہٗ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۸ ج ۱)

(۶) حضرت ھیثم بن مالک الطائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **مامن ذنب بعد الشرک اعظم عند اللہ من نطفۃ وضعھا رجل فی رحم لایحل لہ** ۔شرک کے بعد کوئی گناہ اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ بڑا نہیں کہ کوئی مرد اپنا نطفہ اس بچہ دانی میں رکھے

جواس کے لیئے حلال نہیں ہے۔رواہ ابن ابی الدنیا والسیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۵۰ ج ۲)

(۷) حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ان الزناة یأتون تشتعل وجوههم نارا۔ بلاشبہ زنا کار لوگ اس حال میں آئیں گے کہ ان کے چہروں پر آگ کے شعلے بس رہے ہوں گے۔رواہ الطبرانی وضعفہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۸۰ ج ۱)

(۸) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایاکم والزنا فان فیه اربع خصال یذهب البهاء عن الوجه ویقطع الرزق ویسخط الرحمن والخلود فی النار۔ زنا سے بچو کیونکہ اس میں چار باتیں ہیں۔زنا چہرہ کی رونق ختم کردیتا ہے اور رزق میں کمی پیدا کرتا ہے اور رحمٰن کو ناراض کرتا ہے اور دوزخ میں ہمیشہ رہنے کا باعث بنتا ہے۔رواہ الطبرانی وابن عدی وضعفہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۱۷ ج ۱)

(۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ المقیم علی الزنا کعا بدوثن۔ زنا پر جمار ہنے والا بت کی پوجا کرنے والے کی طرح ہے رواہ الخرائطی فی مساوئ الاخلاق وابن عساکر وضعفہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۱۸۶ ج ۲)

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اذا ظهرت الفاحشة كانت الرجفة واذا جار الحكام قل المطرو اذا غدر باهل الذمة ظهر العدو۔ جب زنا کاری ظاہر ہوتی ہے زلزلہ آتا ہے اور جب حاکم ظلم کرتے ہیں بارشیں کم ہو جاتی ہیں اور جب ذمیوں سے خیانت برتی جاتی ہے دشمن غالب ہو جاتا ہے۔رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس وضعفہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۳۱ ج ۱)

(۱۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اذا ظهر الزنا والربا فی قریة فقد احلوا بانفسهم عذاب الله۔ جب کسی بستی میں زنا اور سود ظاہر ہوتے ہیں تو اس کے رہنے والے اپنے لیئے اللہ کے عذاب کو حلال کر دیتے ہیں۔رواہ الطبرانی والحاکم وصححہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص ۳۱ ج ۱)

(۱۲) حضرت عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔آدھی رات کے وقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں تو ایک منادی کرنے والا یہ منادی کرتا

ہے۔ آیا کوئی دعا مانگنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول کی جائے؟ آیا کوئی سوالی ہے کہ اس کا سوال پورا کیا جائے؟ آیا کوئی مصیبت زدہ ہے کہ اس کی مصیبت دور کی جائے؟ **فلایبقیٰ مسلم یدعو بدعوۃ الااستجاب اللہ الا زانیۃ تسعی بفرجھا او عشاراً**۔ پھر کوئی مسلمان باقی نہیں ہوتا کہ وہ کوئی دعا مانگے مگر اللہ اس کی دعا قبول کرتا ہے سوائے زنا کار عورت کے جو اپنی شرمگاہ سے بدکاری کی کوشش کرتی ہے یا سوائے عشار کے۔ رواہ الطبرانی وحسنہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص۱۳۲ ج۱)

(۱۲) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **مامن قوم یظھر فیھم الزنا الا اخذ وابا لسنۃ ومامن قوم یظھر فیھم الرشا الا اخذوا بالرعب**۔ کسی قوم میں زنا ظاہر نہیں ہوتا مگر وہ قحط سالی میں مبتلاء کردی جاتی ہے اور کسی قوم میں رشوت ظاہر نہیں ہوتی مگر وہ دشمن کے رعب کے غلبہ میں مبتلاء کردی جاتی ہے۔ رواہ احمد۔ (مشکوۃ ص۳۱۴ ج۲)

(نوٹ) یہ حدیث امام سیوطی نے جامع صغیر جلد دوم ص۱۵۲ میں نقل کی ہے لیکن ان کی روایت میں الزنا کی جگہ الربا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۴) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **النظرۃ سھم مسموم من سھام ابلیس فمن غض بصرہ عن محاسن امرأۃ اورث اللہ فی قلبہ حلاوۃ الی یوم القیامۃ**۔ بری نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے۔ پھر جو شخص کسی عورت کی خوبیاں دیکھنے سے اپنی نظر پست کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دل میں قیامت کے روز تک حلاوت پیدا فرمائے گا۔ (مکاشفۃ القلوب ص۲۹۰)

(۱۵) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **مــن زنــی زنی بہ ولو بحیطان دارہ**۔ جو شخص زنا کرے اس کے ساتھ زنا کیا جائے گا اگرچہ وہ اس کے گھر کی دیوروں کے ساتھ ہو۔ رواہ ابن النجار وصححہ السیوطی۔ (جامع صغیر ص۱۷۲ ج۲)

بوڑھا زانی

یوں تو زنا ہر شخص سے گناہ کبیرہ ہے لیکن بوڑھے شخص کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی زیادہ ناراضگی کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **اربعۃ یبغضھم اللہ البیاع الحلاف والفقیر المختال والشیخ الزانی والامام**

الجائر ۔ اللہ تعالیٰ ان شخصوں سے دشمنی رکھتا ہے زیادہ قسمیں کھا کر شئے بیچنے والا شخص اکڑ خانی کرنے والا مسکین ۔ بوڑھا زنا کار اور ظلم کرنے والا حاکم ۔ رواہ النسائی والبیہقی وصححہ السیوطی ۔ (جامع صغیر ص ۳۸ ج ۱)

اور بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ ان السموات السبع والارضین السبع والجبال لتعلن الشیخ الزانی وان فروج الزناۃ لیؤذی اھل النار نتن ریحھا ۔ بلاشبہ سات آسمان اور سات زمینیں اور پہاڑ بوڑھے زانی پر لعنت بھیجتے ہیں اور بلاشبہ زنا کار لوگوں کی شرمگاہوں کی بدبو دوزخیوں کو اذیت دے گی ۔ رواہ البزار وضعفہ السیوطی ۔

(جامع صغیر ص ۸۱ ج ۱)

ہمسایہ عورت سے زنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ۔ اللہ کے نزدیک کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا ۔ یہ کہ تو اللہ کا کوئی شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ۔ پھر عرض کیا ۔ پھر کونسا؟ فرمایا ۔ یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس ڈر کی بناء پر قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی ۔ پھر عرض کیا ۔ پھر کونسا؟ فرمایا ۔ ان تزنی حلیلۃ جارک ۔ یہ کہ تو اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی والذین لایدعون مع اللہ الھاً اٰخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ۔ متفق علیہ ۔ (مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۵)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ الزانی بحلیلۃ جارہ لاینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ ولا یزکیہ ویقول لہ ادخل النار مع الداخلین ۔ جو شخص اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے قیامت کے روز اللہ اس کی طرف نہیں دیکھے گا اور نہ اس کو ستھرا بنائے گا اور اسے کہے گا دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تو داخل ہو جا ۔ رواہ الخرائطی فی مساوی الاخلاق والدیلمی فی مسند الفردوس وضعفہ السیوطی ۔ (جامع صغیر ص ۲۸ ج ۲)

مرد سے بدفعلی

حضرت لوط علیہ السلام کے زمانہ میں مرد سے بدفعلی کا عمل جاری ہوا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر ارشاد فرمایا ۔ اتاتون الفاحشۃ ماسبقکم بھا من احد من العالمین انکم لتاتون الرجال

شھو ۃً من دون النسآء بل انتم قوم مسرفون ۔ کیا وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے جہاں میں کسی نے نہ کی؟ تم عورتیں چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت سے جاتے ہو۔ بلکہ تم لوگ حد سے گزرنے والے ہو۔ قوم نے اس کے جواب میں ایک دوسرے کو کہا۔ اخرجوھم من قریتکم انھم اناس یتطھرون ۔ ان کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ تو پاکیزگی چاہتے ہیں۔ (پ ۸۔ رکوع ۱۷)

جب لوط علیہ السلام کی تبلیغ پر قوم نے عمل کرنا چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ فلما جآء امرنا جعلنا عالیھا سافلھا وامطرنا علیھا حجارۃ من سجیل منضود مسومۃ عند ربک ۔ پھر جب ہمارا حکم آیا ہم نے اس بستی کے اوپر کو اس کا نیچا کر دیا اور اس پر کنکر کے پتھر لگاتار برسائے جو نشان کیے ہوئے تیرے ربّ کے پاس ہیں۔ (پ ۱۲ ارکوع ۷)

یعنی ان پانچ بستیوں کا تختہ الٹ دیا۔ ان میں بڑا شہر سدوم تھا۔ ان کی کل آبادی چار لاکھ تھی۔ جبریل علیہ السلام نے ان شہروں کے نیچے ہاتھ ڈال کر اتنا اونچا اٹھایا کہ وہاں کے مرغوں کی آوازیں آسمان پر پہنچنے لگیں اور ایسا اچانک اٹھایا کہ برتنوں کا پانی تک نہ چھلکا سونے والے جاگ نہ سکے۔ پھر وہاں سے اوندھا کر کے انہیں زمین پر گرایا۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ۔ (نور العرفان وخزائن العرفان)

مرد سے بدفعلی کے عمل کو شریعت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام میں بھی سخت حرام قرار دیا گیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ان اخوف ما اخاف علی امتی عمل قوم لوط ۔ میں اپنی امت کے بارہ میں جس بات سے سب سے زیادہ ڈرتا ہوں وہ لوط کی قوم کا عمل (یعنی مرد سے بدفعلی) ہے رواہ الترمذی وابن ماجۃ عن جابر رضی اللہ عنہ۔ (مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۳۱۱)

اور حضرت ابن عباس وابوھریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ملعون من عمل عمل قوم لوط ۔ جو شخص لوط کی قوم کا عمل یعنی مرد سے بدفعلی کرے وہ لعنتی ہے رواہ رزین اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بدفعلی کے مرتکب دونوں شخصوں کو جلانے کا حکم دیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان پر دیوار گرانے کا حکم دیا۔

(مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۳۱۱)

عارف باللہ نابلسی رحمۃ اللہ علیہ لواطت کا حکم بدیں الفاظ لکھتے ہیں۔ فالھا ای اللواطۃ حرام کالزنا مطلقاً ویکفر باللہ تعالیٰ مستحل اللواطۃ وقال ابن عباس رضی اللہ

عنهما ینظر اعلا شاهق بالقریة فیلقی منه منکوساً ثم یتبع بالحجارة وبه قال الامام ابو حنیفة رحمه الله تعالیٰ۔ بلاشبہ لواطت زنا کی طرح مطلقاً حرام ہے اور اس کو حلال جانے والا کافر ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو شخص لواطت کا مرتکب ہو اسے بستی کی سب سے اونچی چوٹی سے اوندھا گرایا جائے اور اس پر پتھر برسائے جائیں اور یہی حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی قول ہے۔

(الحدیقۃ الندیہ جلد دوم ص ۴۸۵)

جانور سے بدفعلی

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اربعة یصبحون فی غضب الله ویمسون فی سخط الله قلت من هم یارسول الله قال المتشبهین من الرجال بالنسآء والمتشبهات من النسآء بالرجال والذی یأتی البهیمة والذی یاتی الرجال ۔ چار شخص اللہ کے غضب میں صبح کرتے ہیں اور اللہ کی ناراضگی میں شام کرتے ہیں ۔ وہ مرد جو عورتوں سے مشابہت کرتے ہیں، وہ عورتیں جو مردوں سے مشابہت کرتی ہیں، وہ شخص جو چوپایہ سے بدفعلی کرتا ہے اور وہ شخص جو مرد سے بدفعلی کرتا ہے۔ رواہ الطبرانی والبیھقی ۔

(الحدیقۃ الندیہ جلد دوم ص ۴۸۸)

مشت زنی

عارف باللہ عبدالغنی نابلسی لکھتے ہیں ۔ واما الاستمناء فحرام لورود النهی عنه لقوله صلے الله علیه وسلم ناکح الیدملعون ۔ اور مشت زنی حرام ہے کیونکہ شرع میں اس سے ممانعت وارد ہوئی ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہاتھ سے شہوت رانی کرنے والا لعنتی ہے ۔

(الحدیقۃ الندیہ جلد دوم ص ۴۹۱)

عورت کی عورت سے بدفعلی

حضرت ابوضحرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

کان اللواط فی قوم لوط فی النسآء قبل ان یکون فی الرجال باربعین سنة۔حضرت لوط علیہ السلام کی قوم میں مردوں میں لواطت پیدا ہونے سے چالیس سال پہلے ان کی عورتوں میں پیدا ہوئی تھی رواہ ابن ابی الدنیا اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سحاق النسآء زنا بینھن ۔عورت سے عورتوں کی بدفعلی ان کے درمیان زنا ہے رواہ البیہقی فی السنن۔

عارف باللہ نابلسی اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔سوائے اس کے نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کو حرام ہونے کی وجہ سے زنا کا نام دیا ورنہ اس فعل میں زنا کی حد جاری نہیں ہوگی۔

(الحدیقۃ الندیہ ص ۴۸۷ ج ۲)

بدنظری

(۱) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کے لئے زنا سے اس کا جو حصہ (تقدیر میں) لکھا ہے وہ اسے ہر حال میں پاتا ہے فزنا العین النظر وزنا اللسان النطق والنفس تمنی وتشتھی و الفرج یصدق ذلک ویکذبہٗ۔سو آنکھ کا زنا (شہوت سے) دیکھنا ہے اور زبان کا زنا (شہوت سے) بولنا ہے اور نفس آرزو اور خواہش کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۸)

(۲) اور انہی سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔آدمی کے لئے زنا سے اس کا جو حصہ (تقدیر میں) لکھا ہے وہ اسے ہر حال میں پانے والا ہوتا ہے تو دو آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے اور دو کانوں کا زنا سننا ہے اور زبان کا زنا گفتگو کرنا ہے اور ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا چلنا ہے اور دل خواہش وتمنا کرتا ہے اور اس بات کی تصدیق اور تکذیب شرمگاہ کرتی ہے۔رواہ مسلم۔

(مشکوٰۃ شریف جلد اول ص ۱۸)

(۳) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے بارہ میں پوچھا تو آپ نے مجھے یہ حکم دیا کہ میں اپنی نظر پھیر لیا کروں رواہ مسلم۔

(مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۳)

(۴) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ یا علی لاتتبع النظرة النظرة فان لک الاولی ولیست لک الاخرة۔ اے علی ایک نظر کے پیچھے دوسری نظر نہ لگاؤ کیونکہ تیرے لئے پہلی نظر ہے اور تیرے لئے دوسری نظر نہیں ہے۔ رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والدارمی۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۳ ج ۲)

(۵) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ما من مسلم ینظر الی محاسن امرأة اول مرة ثم یغض بصره الا احدث الله له عبادة یجد حلاوتها۔ کوئی مسلمان کسی عورت کی خوبیاں دیکھتا ہے پھر اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے مگر اللہ اس لئے ایسی عبادت پیدا کرتا ہے جس کی لذت وہ محسوس کرتا ہے۔ رواہ احمد۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴ ج ۲)

(۶) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایما امرأة استعطرت ثم خرجت فمرت علی قوم لیجدوا ریحها فهی زانیة و کل عین زانیة۔ جو بھی عورت عطر لگائے پھر نکلے اور کسی قوم کے پاس سے گزرے تاکہ وہ اس کی خوشبو پائیں تو وہ زانیہ ہے اور ہر آنکھ زانیہ ہے۔ رواہ احمد والنسائی وصحہٗ السیوطی۔

(جامع صغیر جلد اول ص ۱۱۹)

(۷) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اضمنوا لی ستاً من انفسکم اضمن لکم الجنة اصدقوا اذا حدثتم واوفوا اذا وعدتم وادّوا اذا ائتمنتم واحفظوا فروجکم وغضوا ابصارکم وکفوا ایدیکم تم اپنی طرف سے مجھے چھ کاموں کی ضمانت دو میں تمہیں اپنی طرف سے جنت کی ضمانت دوں گا۔ جب بات کرو تو سچ بولو اور جب وعدہ کرو تو اسے پورا کرو اور جب تمہیں امانت سونپی جائے تو تم اسے ادا کرو اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو اور اپنی نظروں کو نیچا رکھو اور اپنے ہاتھوں کو روکو۔ رواہ احمد وابن حبان والحاکم وصحہٗ السیوطی۔ (جامع صغیر جلد اول ص ۴۴)

عورت کا اپنے گھر کے اندر رہنا

بدکاری اور بدنظری کی روک تھام کے لئے شرع شریف نے عورتوں کو اپنے گھروں میں رہنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیة الاولیٰ واقمن الصلوٰة واٰتین الزکوٰة واطعن الله ورسولهٗ۔ اور (اے نبی کی بیبیو) تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اللہ کے رسول کا حکم مانو۔ (پ۲۲ رکوع ۱)

اس سے معلوم ہوا کہ عورت پر پردہ فرض ہے اور بلا عذر گھر سے نکلنا حرام ہے کہ جب مسلمانوں کی ماؤں کو پردہ اور گھر میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے تو دوسری عورتیں کس شمار میں ہیں۔ (نور العرفان)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اقرب ماتکون المرأة من وجه ربها اذا کانت فی قعر بیتها وان صلاتها فی صحن دارها افضل من صلاتها فی المسجد وصلاتها فی بیتها افضل من صلاتها فی صحن دارها وصلاتها فی مخدعها افضل من صلاتها فی بیتها۔ عورت جب اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے تو وہ اپنے ربّ کے زیادہ قرب میں ہوتی ہے اور بلاشبہ اس کے گھر کے صحن میں اس کی نماز مسجد میں اس کی نماز سے افضل ہے اور بلاشبہ اس کے گھر کے اندر اس کی نماز اس کے گھر کے صحن میں اس کی نماز سے بہتر ہے اور بلاشبہ اس کے گھر کے اندرونی کمرے میں اس کی نماز اس کے گھر کے اندرونی حصہ میں اس کی نماز سے بہتر ہے۔

(مکاشفۃ القلوب ص ۲۹۰)

الغرض عورتوں کے لئے اپنے گھروں میں رکا رہنا فرض ہے اور بے عذر شرعی نکلنا یا سفر کرنا منع ہے یہی وجہ ہے کہ عورتوں پر مسجد میں جا کر نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ باجماعت پڑھنے کی ممانعت ہے اللہ تعالیٰ آج کل کی مسلمان عورتوں کو شرعی احکام پر چلنے کی توفیق بخشے آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۰ ذوالقعدہ ۱۴۲۸ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سینتالیسواں مقالہ

اپریل فول ڈے

منانے کی حرمت کا بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال: عرض ہے کہ یکم اپریل کے دن عموماً لوگ ایک دوسرے کو پریشان کرنے کے لئے جھوٹی افواہیں اڑا دیتے ہیں یا کسی شخص کو حیران کرنے کے لئے ایسی بات پھیلا دیتے ہیں جو بالکل جھوٹ پر مبنی ہوتی ہے۔ اس طرح دوسرے کو پریشانی و حیرانی میں مبتلاء کر کے خود خوش ہوتے ہیں۔ اس دن عام لوگوں کے اس معمول کی وجہ سے یکم اپریل کو ''فول ڈے'' (بے وقوف بنانے کا دن) کہا جاتا ہے۔ تو کیا ایسا کرنا کسی بھی صورت میں جائز ہے؟ نیز یہ بات فرنگی معاشرے کا ایک اہم جزو بھی ہے یا ان کی ایک رسم ہے جس کا تاریخی پس منظر ہے کہ انگریز اس دن طرح طرح کے چکر چلا کر مسلمانوں کو ذلیل و رسوا کرتے ہیں۔ جس کی کسی بھی مذہب میں مثال نہیں ملتی۔ (پیش کردہ راجہ محمد اکمل خان ولد حاجی اکرم خان۔ اکمل بوٹ ہاؤس گل پور شہر ضلع کوٹلی آزاد کشمیر بتاریخ ۲۱ فروری ۲۰۰۲ء)

الجواب بتوفیق الملک الوھاب عزوجل

جھوٹ بولنا۔ جھوٹی افواہ پھیلانا، کسی کو حیران و پریشان کرنے کے لئے جھوٹی خبر اڑانا، لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹی باتیں سنانا یا جھوٹ بولنا، ہنسی مذاق میں جھوٹ بولنا یا جھوٹا وعدہ کرنا یہ سب باتیں شرعاً حرام اور گناہ کبیرہ ہیں۔ چونکہ سوال میں پیش کی ہوئی باتیں بھی جھوٹ کی انہی اقسام سے ہیں اس لئے یکم اپریل کے دن ''فول ڈے'' منانا قطعاً حرام ہوگا۔ اللہ تعالیٰ غیر مسلم کی اس طرح کی ناجائز رسموں پر چلنے سے ہمارے مسلمانوں کو بچائے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

افادۂ عامۃ المسلمین کے لئے قدرے تفصیل عرض کی جاتی ہے وباللہ التوفیق۔

دورِ حاضر میں جھوٹ کی کثرت ہے

حضرت مولانا محمد افضل کوٹلوی (جامعہ قادریہ رضویہ۔ محلہ مصطفےٰ آباد۔ فیصل آباد) اپنے مضمون ''جھوٹ'' میں رقمطراز ہیں۔ ''انسان کے اخلاق ذمیمہ میں سے سب سے بری اور مذموم عادت جھوٹ بولنا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ جھوٹ جتنا مذموم عمل ہے اتنا ہی آج کل عام بھی ہے۔ ہماری معاشرتی برائیوں

میں جھوٹ ایک ایسی برائی ہے جو ہر جگہ نظر آتی ہے۔ گھر ہو یا بازار۔ دفتر ہو یا دکان۔ سیاست ہو یا صحافت کوئی گوشۂ زندگی ایسا نظر نہیں آتا جہاں جھوٹ ڈیرے ڈالے نظر نہ آتا ہو۔ گوئبلز نے کہا تھا کہ اتنا جھوٹ بولو کہ رفتہ رفتہ وہ سچ معلوم ہونے لگے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ پوری دنیا گوئبلز کے اسی مقولہ پر عمل پیرا ہے۔ آج زندگی کی کامیابی کا راز بھی جھوٹ میں پوشیدہ سمجھا جاتا ہے اور یہ بات بھی عام سننے میں آتی ہے کہ اس دور میں دیانتدار اور سچے انسان کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ یہ سب باتیں محض اس لئے سننے میں آتی ہیں کہ ہم نے اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اگر ہم نے اسلام کی تعلیمات کو اپنایا ہوتا تو آج ہمارے معاشرہ میں جھوٹوں کے لئے کوئی جگہ نہ ہوتی۔

اسلام کی لغت میں لعنت سخت ترین لفظ ہے۔ اس کے معنے ہیں رحمت سے دوری اور محرومی۔ قرآن پاک نے اس لفظ (لعنت) کا مستحق شیطان کو ٹھہرایا ہے۔ اس کے بعد یہودیوں، کافروں اور منافقوں کو لعنت کی وعید سنائی ہے لیکن کسی مسلمان کے لئے لعنت کا لفظ سوائے جھوٹے کے استعمال نہیں کیا گیا۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ جھوٹ بولنا کتنا بڑا گناہ ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کو منافقوں کی نشانی فرمایا ہے۔ بلکہ قرآن پاک نے یہاں تک فرمایا ہے۔ **انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون**۔ جھوٹی باتیں وہی بناتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **یطبع المؤمن علی الخلال کلھا الا الخیانۃ والکذب**۔ ہر خصلت مسلمان میں ہو سکتی ہے سوائے خیانت اور جھوٹ کے۔ رواہ احمد بن حنبل عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ (الحدیقۃ الندیہ جلد دوم ص۲۰۲)

تو گویا جھوٹ اور خیانت ایمان کی ضد ہیں۔ جہاں ایمان ہوگا وہاں جھوٹ اور خیانت کا ہونا ناممکن ہے۔ لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آج کل مسلمان کہلانے والے ہی جھوٹ اور خیانت کے عادی ہو گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹ بولنے والوں اور خیانت کرنے والوں کا دعویٰ اسلام محض زبانی ہے۔

صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "**وایاکم والکذب فان الکذب یھدی الی الفجور وان الفجور یھدی الی النار ومایزال الرجل یکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عنداللہ کذاباً**۔ اور جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور

گناہ دوزخ میں ۔اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے تو وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔اور ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ جنت میں لے جانے والا کام کیا ہے۔فرمایا سچ بولنا۔جب بندہ سچ بولتا ہے تو نیکی کا کام کرتا ہے اور جو نیکی کا کام کرتا ہے وہ ایمان سے بھرپور ہوتا ہے اور جو ایمان سے بھرپور ہوتا ہے وہ جنت میں داخل ہوتا ہے۔اس شخص نے پھر عرض کیا۔یا رسول اللہ دوزخ میں لے جانے والا عمل کیا ہے؟ فرمایا جھوٹ بولنا۔ جب بندہ جھوٹ بولے گا تو گناہ کے کام کرے گا۔اور جب گناہ کے کام کرے گا تو کفر کرے گا اور جو کفر کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا''۔اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جھوٹ حد سے بڑھ جائے تو وہ کفر بن سکتا ہے۔اور صحیح بخاری شریف میں ہے کہ شب معراج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں لوہے کا آنکڑا ہے۔ایک اور شخص بیٹھا ہوا ہے۔کھڑا شخص لوہے کا آنکڑا بیٹھے ہوئے شخص کے منہ میں ڈال کر اس کا ایک طرف کا کلہ چیرتا ہے یہاں تک کہ وہ پشت تک چرجاتا ہے پھر دوسرے کلے کو بھی اسی طرح چیرتا ہے۔آپ نے جبرائیل سے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے؟ جبرائیل نے عرض کیا۔ یہ کذاب (بڑا جھوٹا) ہے۔یہ اتنا جھوٹ بولتا ہے کہ ساری دنیا میں مشہور ہو جاتا ہے اس کو قیامت تک ایسا ہی عذاب ملتا رہے گا۔

آج ہم ذرا ذرا سی بات پر جھوٹ بولنے کے عادی ہو گئے ہیں۔جھوٹ ہمارے معمولات زندگی میں اس طرح شامل ہو چکا ہے کہ جھوٹ بولتے ہوئے ہمیں احساس تک نہیں ہوتا کہ ہم جھوٹ بول رہے ہیں۔مثلاً ایک ملازم اپنے محکمہ سے چھٹی لینا چاہتا ہے تو وہ چھٹی لینے کے لئے علالت کا عذر پیش کرتا ہے حالانکہ وہ بیمار نہیں ہوتا تو اس کا جھوٹا عذر پیش کرنا ہی جھوٹ ہے۔عام طور پر والدین بچوں سے جھوٹے وعدے کرتے ہیں تو یہ بھی جھوٹ کے زمرے میں آتا ہے۔بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی صاحب کو باہر دروازہ پر کوئی صاحب آواز دیتے ہیں تو صاحب خانہ اپنے بچے کو بھیج کر کہلوا دیتا ہے کہ ابا جان گھر میں نہیں۔ایسا کرنے سے ایک طرف تو اس شخص نے خود جھوٹ بولا اور دوسری طرف اپنے بچے کو جھوٹ بولنے کی ترغیب دی۔بچوں کو یہ کہہ کر ڈرانا کہ بلی آ گئی۔ہوّا آ گیا۔یہ بھی جھوٹ میں شامل ہے۔ایسا نہیں کرنا چاہیے۔بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب وہ کسی سے ملنے جائیں اور صاحب خانہ ان سے کچھ کھانے پینے کے لئے کہے تو وہ تصنع اور بناوٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ مجھے خواہش نہیں یا میں کھا کے آیا ہوں حالانکہ

حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے۔تو ان کا ایسا کرنا بھی جھوٹ میں شامل ہے۔ایک دفعہ ایک عورت نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔یا رسول اللہ میری ایک پڑوسن ہے اگر میں اس کے سامنے یہ ظاہر کروں کہ مجھے شوہر نے یہ کچھ دیا ہے اور حقیقت میں ایسا نہ ہو۔تو کیا یہ بھی گناہ ہے۔فرمایا جتنا کسی کو نہیں دیا گیا اس سے بڑھا کر بتانے والا جھوٹ کے دو جامے پہننے والے کی طرح ہے۔جھوٹ کے دو جاموں سے مراد یہ ہے کہ ایک جھوٹ یہ ہوا کہ جو چیز اس کو ملی نہیں اس کا ملنا بتا رہا ہے۔اور دوسرا جھوٹ یہ کہ دینے والے نے اس کو جو کچھ دیا نہیں وہ اس کا دینا بتا رہا ہے۔

عالم نہ ہو اور خود کو عالم باور کرائے۔دولت مند نہ ہو اور خود کو دولت مند ظاہر کرے۔کوئی چیز اس کے پاس نہیں وہ چیز اپنے پاس ظاہر کرے یہ سب جھوٹ ہے اور دوسروں کو دھوکا دینا ہے۔بعض لوگ لطف صحبت اٹھانے کے لئے محفل میں خوش گپیوں کے دوران جھوٹے لطیفے گھڑ گھڑ کر سنانے کے عادی ہوتے ہیں حالانکہ اس سے کسی کا نقصان نہیں ہوتا لیکن اسلام نے اس کی ممانعت بھی کر دی ہے۔رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے۔اس پر افسوس۔اس پر افسوس۔

اسی طرح محض سنی سنائی باتیں بلا تحقیق دوسروں کو بتاتے پھرنے کی بھی ممانعت کی گئی ہے۔اس سے انسان کا سوسائٹی میں اعتبار نہیں رہتا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کو یہ جھوٹ بس ہے کہ جو سنے وہ کہتا پھرے۔ہمیں اللہ جل جلالہٗ اور اس کے پیارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہیے اگر ہم ان تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائیں گے تو جھوٹ بولنا چھوڑ دیں گے اس سے ہمارے معاشرہ کی بہت سی برائیاں خود بخود ختم ہو جائیں گی''۔(کتاب ''جنت کی ضمانت'' ص ۱۵)

اپریل فول ڈے منانے کی قباحت وشناعت

حضرت مولانا محمد افضل کوٹلوی کے مندرجہ بالا مضمون سے اپریل ''فول ڈے'' منانے کی قباحت وشناعت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔تاہم اس بارہ میں مزید وضاحت کے لئے چند ارشادات نبویہ بھی پیش کئے جاتے ہیں وباللہ التوفیق۔

(۱) محدث ابویعلی اپنی اسناد کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لایبلغ العبد صریح الایمان حتی یدع المزاح

والکذب والمرآء وان کان محقاً ۔بندہ ایمان خالص تک نہیں پہنچتا جب تک کہ وہ مزاح، جھوٹ اور جھگڑے کو نہ چھوڑ دے اگر چہ جھگڑا کرنے میں وہ برحق ہو۔ (الحدیقۃ الندیہ جلد دوم ص ۲۰۲)۔

(۲) اور امام احمد نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بندہ پورا مومن نہیں ہوتا جب تک کہ مذاق میں بھی جھوٹ نہ چھوڑ دے اور جھگڑا کرنا نہ چھوڑ دے اگر چہ سچا ہو''۔ (بہار شریعت جلد شانزدہم ص ۱۳۵)

(۳) اور طبرانی معجم اوسط میں اور ضیاء حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لایبلغ العبد حقیقة الایمان حتی یخزن من لسانه بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچتا جب تک کہ وہ اپنی زبان کو قابو میں نہ کرے۔

(جامع صغیر جلد دوم ص ۲۰۴ وصحہ)

(۴) اور محدث ابن حبان اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔ ان الکذب یسود الوجه والنمیمة عذاب القبر ۔جھوٹ (جھوٹے شخص کے) چہرہ کو (دنیا وآخرت میں) سیاہ کرتا ہے اور چغل خوری قبر کا عذاب ہے یعنی عذاب قبر کا باعث ہے۔ (الحدیقۃ الندیہ جلد دوم ص ۲۰۳)۔

(۵) امام ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا کذب العبد تباعد عنه الملک میلاً من نتن ما جآء به ۔جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بدبو سے فرشتہ (یعنی کراماً کاتبین) ایک میل دور ہو جاتا ہے۔ (ترمذی جلد دوم ص ۲۷)۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۱۲۸۔ حدیقہ ندیہ جلد دوم ص ۲۰۳۔ بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۱۳۴۔ جامع صغیر جلد اول ص ۳۴ وحسنہ وابونعیم فی حلیۃ الاولیآء)

امام عبدالغنی نابلسی اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔ اذا کذب العبد ای اتی بکذبة واحدة فی کلامه یتباعد عنه الملک ای یفرویهرب میلاً والمیل ثلث الفرسخ والملک بلام العهد الذهنی هو المؤکل بکتابة عمله لایفارقه اصلاً واذا تبعد هذا المقدار عنه رجع الیه فی الحال من غیر مهلة یعنی جب بندہ اپنی کلام میں ایک چھوٹا سا جھوٹ بولتا ہے تو ایک میل تک یعنی فرسخ کی تہائی

مسافت تک اس کا کاتب اعمال فرشتہ بھاگ جاتا ہے۔ پھر فوراً واپس لوٹ آتا ہے۔ (الحدیقہ الندیہ ج ۲ ص ۴۰۳)

(۶) ابوداؤد حضرت سفیان بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ کبرت خیانۃً ان تحدث اخاک حدیثاً ھو لک بہ مصدق وانت لہٗ بہ کاذب"۔ بڑی خیانت کی یہ بات ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کہے اور وہ تجھے اس بات میں سچا جان رہا ہو اور تو اس سے جھوٹ بول رہا ہو۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۱۲۹ جامع صغیر ج ۲ ص ۹۰)۔

یکم اپریل کے دن فول ڈے منانے والے مسلمان اس حدیث شریف میں غور کریں اور سوچیں کہ ان کا یہ عمل تعلیمات نبویہ کے کس قدر خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے آمین۔

(۷) امام احمد و ترمذی و ابوداؤد و دارمی نے بروایت بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ روایت بیان کی ہے کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ویل لمن یحدث فیکذب لیضحک بہ القوم ویل لہ ویل لہ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو بات کرتا ہے اور لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے اس کے لئے ہلاکت ہے اس کے لئے ہلاکت ہے (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۴۱۲۷، بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۱۳۵، جامع صغیر جلد دوم ص ۱۹۷ وصحہ، نزھۃ الناظرین ص ۲۱۲)

(۸) امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان العبد لیقول الکلمۃ لا یقولھا الا لیضحک بہ الناس یھوی بھا ابعد بین السمآء والارض وانہ لیزل عن لسانہ اشد مما یزل عن قدمہ یعنی بندہ بات کرتا ہے اور وہ محض اس لئے بات کرتا ہے کہ لوگوں کو ہنسائے اس کی وجہ سے وہ (جہنم کی اتنی گہرائی میں) گرتا ہے جو آسمان وزمین کے درمیان کے فاصلہ سے زیادہ ہے اور زبان کی وجہ سے جتنی لغزش ہوتی ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جتنی قدم سے لغزش ہوتی ہے (مشکوٰۃ ص ۴۱۲۷ ج ۲، بہار شریعت حصہ شانزدہم ص ۱۳۵)

(۹) امام احمد اور بخاری حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان العبد لیتکلم بالکلمۃ من رضوان اللہ لا یلقی لھا بالاً یرفعہ اللہ بھا درجات وان العبد لیتکلم بالکلمۃ من سخط اللہ لا یلقی لھا بالاً یھوی بھا فی جھنم یعنی بندہ اللہ کی رضامندی کا کوئی کلمہ بولتا ہے حالانکہ وہ اس میں کوئی وقعت نہیں دیکھتا تو اس کی وجہ

سے اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند کر دیتا ہے اور بندہ اللہ کی ناراضگی کا کوئی کلمہ بولتا ہے حالانکہ وہ اس میں حرج نہیں سمجھتا تو اللہ اس کی وجہ سے اسے جہنم میں ڈال دیتا ہے۔ (جامع صغیر حصہ اول ص ۸۲)

(۱۰) شیخین حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **علیکم بالصدق فان الصدق یهدی الی البر وان البر یهدی الی الجنة ومایزال الرجل یصدق و یتحری الصدق حتی یکتب عندالله صدیقاً ایاکم والکذب فان الکذب یهدی الی الفجور وان الفجور یهدی الی النار وما یزال الرجل یکذب و یتحری الکذب حتی یکتب عندالله کذاباً** یعنی صدق کو لازم کرلو کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فجور جہنم کا راستہ دکھاتا ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۱۱) امام احمد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ ایمان کا مخالف ہے۔ (بہار شریعت حصہ شانز دہم ص ۱۳۵)

(۱۲) امام احمد حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **ان الرجل لیتکلم بالکلمة لایریدبها باساً لیضحک بها القوم وانهٔ لیقع بها ابعد من السمآء** یعنی بندہ کوئی بات کہتا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ وہ لوگوں کو ہنسائے تو وہ اس کی وجہ سے جہنم میں آسمان سے زیادہ فاصلہ تک کی مسافت سے گرتا ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد نہم ص ۱۴۹)

(۱۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **من ترک الکذب وهو باطل بنی له فی ربض الجنة ومن ترک المرآء وهو محق بنی له فی وسط الجنة ومن حسن خلقه بنی له فی اعلاها** ۔ جو شخص جھوٹ بولنا چھوڑ دے حالانکہ جھوٹ بولنا ناجائز کام ہے اس کے لئے جنت کے حوالی میں مکان بنایا جائے گا۔ اور جو شخص جھگڑا چھوڑ دے حالانکہ وہ حق پر ہو تو اس کے لئے جنت کے وسط میں مکان بنایا جائے گا اور جو شخص اپنے اخلاق کو اچھا کرے اس کے

لئے جنت کے سب سے اعلیٰ مقام میں مکان بنایا جائے گا۔ رواہ الترمذی۔ (مشکوۃ شریف ص ۱۲۷ ج ۲)

دعوت غور وفکر

ہم نے یہ بارہ احادیث مبارکہ باحوالہ نقل کی ہیں تاکہ یکم اپریل کے دن فول ڈے (Fool Day) منانے والے مسلمانوں کی ہدایت کا ذریعہ ہو۔ اب اس قسم کے مسلمانوں کو ان احادیث مبارکہ میں غور وفکر کرنی چاہیے اور یکم اپریل کے دن لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لئے غلط افواہیں پھیلانے سے بچنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اس بدعت سیئہ سے بچنے کی توفیق بخشے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

نصاریٰ کی رسم پر چلنا گمراہی ہے

اپریل فول ڈے منانا انگریزوں کی ایک رسم ہے جیسا کہ سوال میں لکھا گیا ہے تو پھر اس میں دوہرا گناہ ہے۔ ایک تو جھوٹ بولنا، غلط افواہیں اڑانا جو کہ کبیرہ گناہ ہے۔ اور دوسرا نصاریٰ کی بری رسم پر چلنا اور اسے مسلمانوں کے ملک میں رواج دینا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ لیأتین علی امتی کما اتی علیٰ بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتی ان کان منھم من اتیٰ امه علانية لكان في امتي من يصنع ذلك۔ میری امت پر ہر وہ بات آئے گی جو بنی اسرائیل پر آئی ہو گی جوتی کے تلوا کی دوسرے تلوا کے ساتھ برابری کی طرح یہاں تک کہ اگر ان میں سے ایک نے اپنی ماں سے اعلانیہ بدکاری کی ہو گی تو میری امت میں بھی کوئی نہ کوئی شخص یہ کام کرے گا۔

(مشکوۃ شریف جلد اول ص ۲۷)

آج مسلمانوں کی حالت قابل صد افسوس ہے۔ کیونکہ وہ جو کام بھی انگریزوں کو کرتے ہوئے دیکھتے ہیں اسے فوراً اپنا لیتے ہیں۔ صورت سیرت لباس اخلاق کردار میں آج کل کا فیشن ایبل مسلمان فرنگی تہذیب سے رنگا ہوا نظر آتا ہے۔ علامہ اقبال نے اپنے وقت میں اسی قسم کے مسلمانوں سے کہا تھا

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں کہ جن کو دیکھ کہ شرمائیں یہود

آج اقبال کو دنیا سے پردہ کیے ہوئے ساٹھ سال گزر گئے ہیں اس لئے اس دور میں مسلمانوں کی

حالت اقبال کے دور کے مسلمانوں کی حالت سے بہت ہی گئی گذری ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت دے اور وہ تعلیمات اسلامی پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل کریں۔ آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

بے وقوف بنانے کے لئے جھوٹ بولنا منافقین کا طریقہ تھا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دور میں منافقین مدینہ کا وطیرہ تھا کہ وہ اہل ایمان کو جھوٹ اور جھوٹی قسموں سے بے وقوف بنانے کی کوششیں کیا کرتے تھے۔ پھر اپنی مجالس میں استہزاء کیا کرتے تھے۔ بطور تمثیل ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے کہ غزوہ مریسیع میں ججاہ غفاری اور سنان جہنی آپس میں لڑ پڑے سنان عبداللہ بن ابی سلول منافق کا حلیف تھا۔ ججاہ نے مہاجرین کو اپنی مدد کے لئے پکارا اور سنان نے انصار کو۔ ابن ابی سلول نے اس موقع پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین مومنین کی شان میں بہت گستاخانہ بکواسات بکے اور اپنی قوم سے بولا کہ اگر تم لوگ ان مہاجرین کو اپنا جوٹھا کھانا نہ دو تو یہ لوگ تمہاری گردنوں پر سوار نہ ہوں۔ اب تم انھیں کچھ نہ دو اور بولا کہ مدینہ پہنچنے پر ہم عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں گے۔ حضرت زید بن ارقم اس کی اس بکواسات سے بے تاب ہو گئے اور فرمایا کہ تو ہی ذلیل ہے۔ حضور کے سر پر معراج کا تاج ہے۔ ابن ابی بولا کہ میں تو ہنسی دل لگی کر رہا تھا۔ حضرت زید نے یہ خبر حضور کی خدمت میں پہنچائی۔ حضور نے ابن ابی کو بلا کر دریافت کیا تو وہ جھوٹی قسم کھا گیا اس کے ساتھی بولے کہ ابن ابی سچا ہے۔ زید کو دھوکا ہو گیا ہوگا تو اس موقع پر یہ آیات اتریں۔ **هم الذين يقولون لاتنفقوا على من عند رسول الله حتى ينفضوا ط ولله خزائن السموات والارض ط ولكن المنافقين. لايفقهون ٥ يقولون لئن رجعنا الى المدينة ليخرجن الاعز منها الاذل ط ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنافقين لايعلمون** (المنافقون)۔ یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول کے پاس ہیں یہاں تک کہ پریشان ہو جائیں اور اللہ کے لئے ہیں آسمانوں اور زمین کے خزانے مگر منافقوں کو سمجھ نہیں کہتے ہیں کہ ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

کالج فول ڈے

انگریزی تہذیب کے دلدادہ مسلمان یکم اپریل کے دن فول ڈے مناتے ہیں اس کا علم ہمیں راجہ محمد اکمل خان صاحب کی زبانی ہی ہوا لیکن آج سے چالیس سال قبل ۱۹۶۱ء میں جب ہم نے گورنمنٹ ڈگری کالج میرپور میں ایف۔اے کی پہلی کلاس میں داخلہ لیا تو کالج کھلنے کے دن کو فول ڈے منائے جانے کا ہمیں بھی مشاہدہ ہوا تھا اس دن ہر نو وارد طالب علم کو پرانے طالب علم جھوٹ بول بول کر بے وقوف بنائے ہوئے دیکھے گئے تھے۔ ہماری ایک کلاس فیلو گرل مس طاہرہ شاہین اسی دن میں اپنی آپ بیتی اپنے مضمون ''کبھی خود پر کبھی حالات پر رونا آیا'' میں لکھتی ہیں۔

''اب ہمیں رول نمبر کا انتظار تھا۔تقریباً ایک ہفتہ کے بعد ہمیں رول نمبر کی چٹ دی گئی۔ بے تابی سے رول نمبر پڑھا تو وہ کم بخت بھی دو ہی نکلا اب جس گھنٹی میں ذرا سی دیر سے گئے غیر حاضری لگ جائے گی۔ بہرکیف ہم نے فیصلہ کیا کہ کل سے باقاعدہ کلاسوں میں جائیں گے۔دوسرے دن جلدی جلدی کالج پہنچے منتخب مضامین کے مطابق کلاسوں میں جانا تھا اس لئے محتاط ہو گئے۔مشکل تو یہ تھی کہ اپنی کلاس کی پہچان نہ تھی۔ کچھ پتہ نہیں تھا کہ کس کمرے میں جانا ہے۔ جب گھنٹی بجی تو اپنے تو کان کھڑے ہو گئے۔ دروازے کی چک کے ساتھ جونک کی طرح چمٹ گئے۔ نگاہیں چپڑاسی کو ادھر ادھر ڈھونڈنے لگیں۔ دل میں دعا مانگ رہے تھے یا خدا چپڑاسی آجائے ورنہ کبھی پتہ نہ چلے گا کہ کونسی کلاس کہاں ہوگی۔ہم اسی پریشانی کے عالم میں تھے کہ سیکنڈ ائیر کی ایک طالبہ آگئیں اور ہمدردانہ لہجے میں بولیں۔ یہ فرسٹ ایئر کی انگریزی کی گھنٹی ہے اور تم یہاں کھڑی کیا کر رہی ہو؟ ہم ابھی کچھ جواب نہ دینے پائے تھے کہ انہوں نے اپنی کتاب اور کاپی میز پر رکھ کر فرمایا۔انگریزی کی کلاس کمرہ نمبر دو میں ہوتی ہے چلو میں تمہیں وہاں تک پہنچا آؤں۔ پروفیسر صاحب تو اب کمرے میں آ گئے ہوں گے۔ہم ان کی شفقت سے بہت متاثر ہوئے اور ساتھ ہو لئے۔کمرے کے دروازے کے قریب پہنچ کر وہ تو کھڑی ہو گئیں اور ہمیں اندر جانے کا اشارہ کیا۔ہم جلدی میں تھے نہ پروفیسر صاحب کو دیکھا اور نہ طلبہ کو۔ نگاہیں زمین پر گاڑے ہوئے ڈائس کے سامنے رکھی ہوئی کرسی پر جا کر بیٹھ گئے۔ پروفیسر صاحب لیکچر دیتے دیتے ٹھہر گئے اور فرمایا آپ کونسی کلاس میں ہیں کچھ گھبرائے یہ بی۔اے سیکنڈ ائیر کی کلاس ہے۔اب ہمیں معاملے کی سنگینی کا علم ہوا اور فوراً اٹھ کر دروازے کی

طرف لپکے۔ چوکھٹ پار کرتے ہوئے طلبہ کی ہنسی کی آواز ہمارے کانوں میں زہر گھول رہی تھی۔

ہماری محسنہ گرلز روم میں خیر مقدم کے لئے موجود تھیں۔اپنے دوپٹے کے آنچل سے ہمارے ماتھے کا پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔ جب ہم فرسٹ ایئر میں آئے تو ہمارے ساتھ بھی یہی حرکت کی گئی تھی۔ہم نے صرف اس واقعہ کی یاد تازہ کی ہے''۔ (مجلّہ ''سروش'' بابت ستمبر ۱۹۶۲ء۔ صفحہ نمبر ۵۳)

شیخ سعدی کے اشعار

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ کے آخر میں شیخ سعدی رحمۃ اللہ کے چند اشعار کذب کی مذمت کے بارہ میں نقل کر دیئے جائیں وباللہ التوفیق:۔

کسے را کہ ناراستی گشت کار — کجا روزِ محشر شود رستگار
کسے را کہ گردد زبانِ دروغ — چراغِ دلش را نباشد فروغ
دروغ آدمی راکند شرمسار — دروغ آدمی را کند بے وقار
زکذاب گیرد خردمند عار — کہ او را نیارد کسے در شمار
دروغ اے برادرمگو زینہار — کہ کاذب بود خوار و بے اعتبار
ز ناراستی نیست کارِ بتر — کزو گم شود نامِ نیک اے پسر

(ترجمہ)

(۱) جس شخص کا پیشہ دروغ گوئی ہو وہ قیامت کے دن کہاں نجات پانے والا ہوگا۔
(۲) جس شخص کی زبان جھوٹی ہو اس کے دل کا چراغ روشن نہیں ہوتا۔
(۳) جھوٹ آدمی کو شرمندہ کرتا ہے۔اور جھوٹ آدمی کو بے وقار بناتا ہے۔
(۴) عقل مند جھوٹے شخص سے عار محسوس کرتا ہے۔کیونکہ اسے کوئی شخص شمار میں نہیں لاتا۔
(۵) اے بھائی ہرگز جھوٹ نہ بول کیونکہ جھوٹا شخص ذلیل اور بے اعتبار ہوتا ہے۔
(۶) جھوٹ سے زیادہ برا کوئی کام نہیں ہے۔اے بیٹے اس سے نیک نامی ضائع ہو جاتی ہے۔

(کریمائے سعدی)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۱۲ ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ بمطابق ۲۵ فروری ۲۰۰۲ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اڑتالیسواں مقالہ

جادو سے بچنے

کی اسلامی تدابیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :- دور حاضر میں جادو ٹونہ کے عمل کا بہت زور ہے۔ معمولی سی رنجش پیدا ہو جانے پر اس خفیہ عمل کے ذریعہ سے اپنے مخالف شخص کی زندگی ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اکثر اوقات رشتہ ناطہ کی وجہ سے بھی ناچاکی پیدا ہو جاتی ہے تو اس برے عمل کے ذریعہ سے بیوی شوہر کی زندگیاں تباہ کرنے یا ان میں ناچاکی پیدا کرنے کی سعی کی جاتی ہے۔ اس لئے ہم نے مسلمانوں کی خیرخواہی کے لئے یہ مختصر رسالہ ''جادو سے بچنے کی اسلامی تدابیر'' ترتیب دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے باعث نفع عوام الناس بنائے آمین۔ بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

قرآن مجید سے جادو کا ثبوت

جادو برے کلام کے ذریعہ سے شیطانی گروہ کی مدد سے دشمن کو تباہ کرنے یا اسے نقصان پہنچانے کا ایک خفیہ عمل ہے اس کا وجود ثابت ہے اور اس کے ذریعہ سے نقصان پہنچنے کا مشاہدہ ہوتا رہا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آیاتِ قرآنیہ اور بزرگانِ دین کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ میں برکت اور فائدہ رکھا ہوا ہے۔ اسی طرح اس نے بُرے کلام میں بھی نحوست ونقصان رکھا ہوا ہے۔ نفع ونقصان دونوں اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ لیکن اس نے نفع ونقصان پہنچنے کے ذرائع اور اسباب بنائے ہیں۔ جادو بھی نقصان پہنچنے کا ایک ذریعہ وسبب ہے جادو کا ثبوت قرآن مجید میں موجود ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں سے مقابلہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ''وہ (فرعون) بولا کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہمیں اپنے جادو کے سبب سے ہماری زمین سے نکال دو۔ سو ہم بھی ضرور تمہارے آگے ویسا ہی جادو لائیں گے۔ تو ہم میں اور اپنے میں ایک وعدہ ٹھہرا۔ جس سے نہ ہم بدلیں اور نہ تم۔ ہموار جگہ ہو۔ (موسیٰ نے) فرمایا تمہارا وعدہ میلے کا دن ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کئے جائیں''۔ (پ۱۶ رکوع ۱۲)

پھر فرعون نے اپنے حواریوں کو جمع کیا اور اس بارہ میں مشورہ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''فرعون اپنے گروہ کے سرداروں سے بولا کہ بے شک یہ دانا جادوگر ہیں۔ چاہتے ہیں کہ تمہیں اپنے جادو کے زور

سے تمہارے ملک سے نکال دیں''۔ (پ ۱۹ ارکوع ۷)

(حواریوں نے) کہا''انہیں اور ان کے بھائی (ہارون) کو ٹھہرائے رہو اور شہروں میں جمع کرنے والے بھیجو کہ وہ تیرے پاس ہر بڑے دانا جادوگر کو لے آئیں سو جادوگر ایک مقرر دن کے وعدہ پر جمع کئے گئے اور لوگوں سے کہا گیا۔ تم جمع ہو گے شائد ہم ان جادوگروں ہی کی پیروی کریں۔ اگر یہ غالب آئیں۔ پھر جب جادوگر آئے تو وہ فرعون سے بولے کیا ہمیں کچھ مزدوری ملے گی اگر ہم غالب آئے؟ فرعون بولا ہاں اور اس وقت تم میرے مقرب ہو جاؤ گے''۔ (پ ۱۹ ارکوع ۷)

پھر جب جادوگر میدان میں جمع ہوئے تو انہوں نے کہا''اے موسیٰ یا تو تم ڈالو یا ہم پہلے ڈالیں۔ فرمایا بلکہ تمہی ڈالو۔ سو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور بولے فرعون کی عزت کی قسم بے شک ہماری ہی جیت ہے''۔ (پ ۱۹ ارکوع ۷)

اور اس مضمون کے متعلق قرآن مجید کے دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہے۔''جبھی ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کے زور سے ان کے خیال میں دوڑتی معلوم ہوئیں۔ سو اپنے جی میں موسیٰ نے خوف پایا۔ ہم نے فرمایا۔ ڈر نہیں۔ بے شک تو ہی غالب ہے اور تو ڈال دے جو تیرے دائیں ہاتھ میں ہے وہ ان کی بناوٹوں کو نگل جائے گا اور وہ جو بنا کر لائے ہیں وہ تو جادو کا فریب ہے اور جادوگر کا بھلا نہیں ہوتا کہیں آئے''۔ (پ ۱۶۔ رکوع ۱۲)

اور اسی مضمون کے متعلق قرآن مجید میں تیسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہے''اور ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ اپنا عصا ڈال تو ناگاہ ان کی بناوٹوں کو نگلنے لگا اس طرح حق ثابت ہوا اور ان کا کام باطل ہوا اور یہاں وہ مغلوب پڑے اور ذلیل ہو کر پلٹے۔ اور جادوگر سجدے میں گرا دیئے گئے اور وہ بولے ہم ایمان لائے۔ جہاں کے رب پر جو رب ہے موسیٰ اور ہارون کا''۔ (پ ۹ رکوع ۴)

حضرت سلیمان کے زمانے میں شیاطین نے جادو پھیلایا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔''اور وہ اس چیز کے پیرو ہوئے جو شیطان سلطنت سلیمان کے زمانہ میں پڑھا کرتے تھے۔ اور سلیمان نے کفر نہیں کیا۔ ہاں شیطان کافر ہوئے۔ لوگوں کو جادو سکھاتے ہوئے''۔ (پ ارکوع ۱۲)

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ جادو حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ سے پھیلا۔ دوسرا یہ کہ اس

کے پھیلانے والے شیاطین تھے۔اس کی ابتداء فرشتوں سے نہیں ہوئی۔ (نور العرفان ص ۲۳)

لوگوں کو ہاروت و ماروت نے جادو سکھایا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔''اور وہ (اس چیز کے پیرو ہوئے) جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اتاری گئی۔ اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھاتے تھے۔ جب تک کہ یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو نری آزمائش ہیں۔ تو اپنا ایمان ضائع نہ کر۔ پھر وہ ان سے وہ چیز سیکھتے۔ جس سے مرد اور عورت میں جدائی ڈالیں۔ اور اس (جادو) سے ضرر نہیں پہنچا سکتے کسی کو مگر خدا کے حکم سے اور وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان دے گا نفع نہ دے گا اور بے شک ضرور انہیں معلوم ہے کہ جس نے یہ سودا کیا آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں اور بے شک کیا بری چیز ہے وہ جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانیں بیچیں۔ کاش وہ جانتے ہوتے اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیز گاری کرتے تو اللہ کے یہاں کا ثواب بہت اچھا ہے۔ کاش انہیں علم ہوتا'' (پ ارکوع ۱۲)

رسول اللہ پر جادو کیا گیا

''سن سات ہجری میں صلح حدیبیہ کے بعد رؤساء یہود نے لبید بن اعصم یہودی سے کہا کہ تو اور تیری لڑکیاں جادوگری میں یکتا ہیں۔ حضور پر جادو کرو لبید نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک یہودی غلام سے حضور کی شکستہ کنگھی کے دندانے اور کچھ بال شریف حاصل کر لیے اور موم کا ایک پتلہ بنایا۔ اس میں گیارہ سوئیاں چبھوئیں۔ ایک تانت میں گیارہ گرہیں لگائیں اور یہ سب کچھ اس پتلے میں رکھا اور اسے بیئر اروان میں پانی کے نیچے پتھر میں دبا دیا۔ اس سے حضور کے خیال شریف پر یہ اثر ہوا کہ دنیاوی کاموں میں بھول زیادہ ہوگئی۔ چھ ماہ تک یہ اثر رہا۔ پھر جبریل امین سورۃ فلق اور سورۃ الناس لے کر آئے جن کی گیارہ آیتیں ہیں اور حضور کو جادو کی خبر دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کنوئیں پر بھیجا گیا۔ آپ جادو کا یہ سامان پانی کی تہ سے نکال لائے۔ حضور نے یہ سورتیں پڑھیں تو ہر آیت پر ایک گرہ کھلتی تھی۔ تمام گرہیں کھل گئیں اور حضور کو شفا ہوگئی''۔ (نور العرفان ص ۹۹۱)

شرعاً جادو کا وجود ثابت ہے

قرآن و حدیث کے مذکورہ بالا ارشادات کی بناء پر علمائے حق نے جادو کا وجود ثابت مانا ہے۔

چنانچہ امام ابوالبرکات نسفی لکھتے ہیں ولِلسحر حقیقة عنداھل السنة کثر ھم اللہ وعند المعتزلة ھو تخییل وتمویه ۔ اور اہل سنت کے نزدیک جادو کی حقیقت ثابت ہے ۔ اللہ ان کو کثیر کرے اور معتزلہ کے نزدیک جادو خیال باندھ دینے اور ملمع سازی کرنے کا نام ہے۔ (تفسیر نسفی جلد اول ص ۶۶)

(۲) اور مفسر قرآن امام علاء الدین خازن لکھتے ہیں۔ ''امام مازری نے فرمایا کہ اہل سنت اور جمہور علمائے امت کے نزدیک جادو ثابت ہے اور دوسری اشیاء کی ثابت شدہ حقیقت کی طرح جادو کی بھی حقیقت ہے۔ بخلاف ان لوگوں کے جو کہتے ہیں کہ جادو کوئی چیز نہیں اور نہ اس کی کوئی حقیقت ہے اور جو کچھ جادو کی صورت میں واقع ہوتا ہے وہ بے حقیقت باطل خیالات ہیں''۔ (تفسیر خازن جلد ہفتم ص ۳۲۳)

پھر یہی مفسر جمہور کے مذھب کی دلیل میں لکھتے ہیں ''جمہور کے مذہب کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ شریف میں جادو بیان کیا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ جادو ان چیزوں میں سے ایک ہے جو سیکھی جاتی ہیں۔ اور وہ باتیں ذکر فرمائی ہیں جن سے اشارہ ملتا ہے کہ جادو کفر میں ڈالنے والی باتوں میں سے ایک ہے اور بلاشبہ جادو مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈالتا ہے اور ناممکن ہے کہ یہ سب باتیں اس چیز سے تعلق رکھیں جس کی کوئی حقیقت ہی نہ ہو''۔

پھر اس کی مزید تائید میں لکھتے ہیں۔ وھذا الحدیث الصحیح مصرح باثباته اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ صحیح [1] حدیث جادو کے اثبات میں صریح نص کا حکم رکھتی ہے۔ پھر عقلی دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں ''عقل بھی اس بات کا انکار نہیں کرتی کہ اللہ تعالیٰ بعض خاص قسم کی کلام اور عمل کو جسے جادوگر کے سوا کوئی نہیں جانتا خلاف عادت مؤثر بنادے۔ وہ فاعل حقیقی ہے اپنے بندوں میں سے جس کے ہاتھ پر چاہے کوئی خلاف عادت بات جاری فرمادے''۔ (تفسیر خازن حوالہ مذکورہ بالا)

(۳) اور امام بغوی لکھتے ہیں ''اور زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ جادو خیال باندھ دینے کا ایک عمل ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یُخَیَّلُ اِلَیۡهِ مِنۡ سِحۡرِهِمۡ اَنَّهَا تَسۡعٰی: جادوگر کے عمل سے موسیٰ علیہ السلام کو رسیاں اور لاٹھیاں دوڑتی ہوئی معلوم ہوئیں۔ ولیکن جادو بدن میں بیماریاں، موت اور پاگل پن پیدا کر دیتا ہے بعض کلام طبیعتوں اور دلوں میں تاثیر پیدا کر دیتی ہیں۔ تو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان ناپسندیدہ بات سنتا ہے تو اسے بخار چڑھ جاتا ہے یا غصہ آ جاتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض لوگ کلام سن کر مر جاتے ہیں۔ سو جادو

---

[1] جس میں ذکر ہے کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا تھا۔

بھی ان عوارض وعلل میں داخل ہے جو بدن میں اثر پیدا کرتے ہیں۔(تفسیر معالم التنزیل جلد اول ص ۸۸)
(۴) اور امام احمد صاوی لکھتے ہیں۔ والحق انه من الاسباب العادية التى توجد الاشياء عندها لابها فيؤثر فى القلوب كالحب والبغض والقاء الخير والشر وفى الابدان بالالم والسقم۔ اور جادو کے بارہ میں حق بات یہ ہے کہ جادو ان عادی اسباب میں سے ایک ہے۔ جن کی موجودگی کے وقت اشیاء وجود میں آجاتی ہیں۔ یہ نہیں کہ ان کا وجود دوسری اشیاء کے وجود کو اپنی حقیقی تاثیر سے پیدا کرتا ہے۔ سو جادو دلوں میں دوستی اور دشمنی اور اچھائی یا برائی کے القاء کی طرح کی چیزیں ڈالتا ہے اور جسموں میں درد یا بیماری لگا دیتا ہے۔ (تفسیرات صاویہ علی الجلالین جلد چہارم ص ۳۱۶)
(۵) اور امام عبدالعزیز دیرینی لکھتے ہیں۔ وهو كلام اجرى الله تعالىٰ العادة بانه اذا استعمل ظهر له اثر الفساد۔ جادو اس کلام کا نام ہے جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جاری ہے کہ جب وہ استعمال کی جائے تو فساد کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے۔ (طہارت القلوب ص ۱۸۷ ج ۱)

الحاصل ان تفسیری عبارات سے معلوم ہوا کہ جادو کا وجود ثابت ہے اور دیگر اسباب عادیہ اور علل وعوارض کی طرح یہ بھی جسموں اور دلوں میں غلط اثرات پیدا کر دیتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جادو کے بارہ میں حدیثیں موجود ہیں

جادو کے وجود پر ایک اور دلیل یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے جادو کی مذمت اپنے ارشادات عالیہ میں فرمائی ہے چنانچہ
(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچو۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ کیا ہیں؟ فرمایا۔ ''اللہ کا شریک ٹھہرانا۔ جادو کرنا حق کسی جان کو قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، لڑائی کے دن بھاگ جانا اور بے خبر عفیفہ عورتوں پر تہمت لگانا۔ (رواہ الشیخان وابوداؤد والنسائی وصححہ السیوطی فی جامعہ الصغیر ج ۱ ص ۱۰ امشکوٰۃ جلد اول ص ۱۵)
(۲) حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا آؤ اس نبی سے پوچھیں۔ دوسرے نے کہا نبی نہ کہو اگر وہ سن گئے تو ان کی آنکھیں چار ہو جائیں گی۔ پھر وہ بارگاہ رسالت میں آئے اور آیات بینات کے بارہ میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا ''تم کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور چوری نہ کرو۔ اور زنا نہ کرو۔ اور ناحق کسی جان کو قتل نہ کرو اور کسی بے گناہ شخص کو بادشاہ کے

پاس اس لیے نہ لے جاؤ کہ وہ اسے قتل کرے۔ اور جادو نہ کرو، اور سود نہ کھاؤ، اور عفت والی عورتوں پر تہمت نہ لگاؤ۔ اور لڑائی کے دن بھاگنے کے لئے پیٹھ نہ پھیرو اور اے یہود تمہارے لئے یہ خاص بات بھی ہے کہ تم ہفتہ کے حکم میں حد سے نہ بڑھو یہ سن کر وہ دونوں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور پاؤں کو چومنے لگے اور بولے ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے نبی ہیں''۔ (مشکوٰۃ ص ۱۶ جلد اول)

(۳) محدث ابن حجر روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''اس امت کے دس اشخاص دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اگرچہ وہ اپنے آپ کو مومن خیال کریں۔ ناحق قتل کرنے والا۔ جادوگر۔ دیوث جو اپنے گھر والوں پر غیرت نہ کرے۔ زکوٰۃ روکنے والا، شراب پینے والا، جس پر حج فرض ہو اور وہ اسے ادا نہ کرے، فتنے پھیلانے والا، دشمنوں کے ہاتھ ہتھیار بیچنے والا اور عورت کے دبر میں وطی کرنے والا اور اپنی محرم عورت سے بدکاری کرنے والا۔ (منبہات ابن حجر ص ۷۲)

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''جو شخص علم نجوم کا ایک باب سیکھے اس چیز کے غیر کے لئے جسے اللہ نے ذکر کیا ہے۔ تو اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھا۔ نجوی کاہن ہے اور کاہن جادوگر ہے۔ اور جادوگر کافر ہے''۔ (مشکوٰۃ جلد دوم ص ۱۱۱)

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ''شعبان کی پندرھویں رات میرے پاس جبرائیل آئے اور کہا اے محمد آسمان کی طرف نظر اٹھاؤ۔ میں نے کہا یہ کونسی رات ہے؟ عرض کیا۔ یہ وہ رات ہے جس میں اللہ اپنی رحمت کے دروازوں میں سے تین سو دروازے کھول دیتا ہے اور ہر اس شخص کی مغفرت فرماتا ہے جو کسی شئے کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے مگر جادوگر، کاہن، بدکاری پر ہٹ دھری کرنے والے اور شراب کے عادی شخص کی بخشش نہیں فرماتا''۔

(نزھتہ المجالس جلد اول ص ۱۵۶)

مسلمان ان احادیث مبارکہ پر غور کریں اور سوچیں کہ جادو کرنے کرانے سے کتنا خسارہ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب رکھے آمین بجاہ النبی الامین صلے اللہ علیہ وسلم۔

جادو کی شرعی حیثیت

جادو کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم یہ ہے کہ جادو میں کلمات کفر ہوں۔ یا جادوگر جادو کو مؤثر بالذات اعتقاد کرے۔

ایسا جادوگر کافر ہے اور مرتد کے حکم میں ہے لہٰذا اگر وہ توبہ نہ کرے تو قتل کیا جائے گا۔ قال المفسر علاء الدين الخازن في تفسيره والسحر على قسمين احدهما يكفر به صاحبه وهو ان يعتقد ان القدرة لنفسه في ذلک وهو المؤثر او ان يعتقد ان الكواكب هي المؤثرة الفعالة فاذا انتهٰى به السحر الى هذه الغاية صار كافراً بالله تعالىٰ ويجب قتله لماروى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال حدّالساحر ضربه بالسيف اخرجه الترمذى وقال المفسر احمد الصاوى في حواشيه على الجلالين اما فى شرعنا ففيه تفصيل فان اعتقد صحته وانه يؤثر بنفسه فهو كافر والله تعالىٰ اعلم۔ (تفسیر خازن ص ۸۷ ج ۱۔ تفسیر صاوی ص ۴۵ ج ۱)

اور دوسری قسم یہ ہے کہ جادو میں کلمات کفر نہ ہوں اور نہ ہی جادوگر غیر خدا کو اپنے فعل میں مؤثر بالذات اعتقاد کرے یہ کفر تو نہیں لیکن اکبر الکبائر گناہوں میں داخل ہے۔ قال الخازن والقسم الثاني من السحر وهو التخييل الذى يشاكل النير نجيات والشعبذة و يعتقد ان القدرة لله تعالىٰ وانه هو المؤثر فهذا القدر لايكفربه صاحبه ولكنه معصية وهومن الكبائر ويحرم فعله وقال المفسر الصاوى واما ان يعمله ليسحر به الناس فهو حرام وان كان لا لشئى فمكروه وان كان ليبطل به السحر فجائز قال وهو حرام ان لم يكن بما يعظم به غير الله اويعتقده تاثيره بنفسه والا فهو كفر (تفسیر صاوی ص ۴۵ ج ۱، ص ۳۱۶ ج ۴)

اور مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں "اکثر جادو کفر ہوتے ہیں یا تو اس طرح کہ ان میں شرکیہ کلمے ہوتے ہیں یا ان کی شرائط میں شرک ہوتا ہے۔ جو کفر ہے اس کا کرنے والا مرتد ہے اور جو جادو کفر نہیں مگر جادوگر لوگوں کو اس سے ہلاک کرتا ہے وہ ڈاکو کے حکم میں ہے۔ جادو توڑنے کے لئے جادو سیکھنا کفر نہیں جبکہ اس میں کفریہ کلمات نہ ہوں اور کسی کو نقصان پہنچانے کے لئے جادو سیکھنا حرام ہے۔۔ (نورالعرفان ص ۲۴ ملتقطاً)

جادو سے بچنے کی اسلامی تدابیر

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے روز روشن سے زیادہ روشن ہوا کہ جادو کا وجود ثابت ہے۔ اور باذن اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے نقصان پہنچتا ہے۔ اب ہم چند اسلامی تدابیر ذکر کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے جادو سے حفاظت ملتی ہے۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) جادو کے تعویذات تلف کرائے جائیں

اگر خدانخواستہ کسی مسلمان پر جادو کے تعویذات لکھے گئے ہوں تو از حد ضروری ہے کہ جادو کا عمل ختم کرنے والے عاملین سے ان کو نکلوا کر تلف کیا جائے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیج کر بیئر اروان سے جادو کی چیزیں نکلوائیں اور انہیں تلف کرایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) معوذتین پڑھ کر بدن پر دم کرنا

جادو والے شخص پر معوذتین (قرآن کی آخری دو سورتیں) پڑھ کر صبح و شام دم کیا جائے تو اس سے جادو کا اثر ان شاء اللہ العزیز ختم ہو جائے گا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا الا اخبرک بافضل ماتعوّذ به المتعوذون۔ کیا میں تمہیں وہ دم نہ بتاؤں جو تمام دم کرنے والوں کے دم سے بہتر ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ بربّ الناس ہے۔ (معالم التنزیل ص ۳۲۶ جلد ۷)

(۲) اور مفسر عماد بن کثیر لکھتے ہیں "میں کہتا ہوں کہ جادو کا اثر ختم کرنے کے لئے جو عملیات استعمال میں لائے جاتے ہیں ان میں سب سے زیادہ نفع بخش عمل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے جادو کا اثر دور کرنے کے لئے اتارا اور وہ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس دو سورتیں ہیں۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ ان دو سورتوں کے برابر کوئی شئے نہیں جس کے ساتھ کوئی دم کرنے والا شخص دم کرے۔ وکــــذلک اٰیة الکرسی فانها مطردة للشیطان۔ اور اسی طرح آیت الکرسی ہے کیونکہ وہ شیطان کو ہانکنے والی ہے"۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۱۴۸)

(۳) امام مقاتل اور امام کلبی نبی علیہ السلام کے جادو کی تفصیل اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جادو کا تعویذ ایک تانت میں تھا۔ اس پر گیارہ گرہیں لگائی گئی تھیں اور بعض روایات میں ہے کہ ہر گانٹھ میں سوئی چبھوئی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دو سورتیں نازل فرمائیں ان دونوں کی کل گیارہ آیات ہیں۔ پانچ سورۂ الفلق کی اور چھ سورۃ الناس کی۔ پھر جب آپ ایک آیت تلاوت فرماتے تو جادو کی ایک گرہ کھل جاتی تھی یہاں تک کہ سب گرہیں کھل گئیں اور آپ بالکل تندرست ہو گئے۔"

(معالم التنزیل جلد ہفتم ص ۳۲۶)

(۳) جبریل کا دم

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس زمانہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا تھا۔ اس میں جبریل امین حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا۔ اے محمد۔ آپ بیمار ہیں فرمایا ہاں۔ پھر جبریل نے ان الفاظ میں آپ کو دم کیا۔ بسم اللہ ارقیک من شرِّ کُلِّ نفسٍ وَّ عَیۡنِ حاسدٍ اَللہُ یشفیکَ بسمِ اللہ ارقیکَ۔ (معالم التنزیل جلد ہفتم ص ۳۲۴)

(۴) ایک مخصوص آیت کا عمل

شیخ صفوری لکھتے ہیں کہ علائی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا'' جو شخص سونے سے پہلے قال موسیٰ ماجئتم بہ السحر ط اِنَّ اللّٰہَ سَیُبۡطِلُہٗ ط اِنَّ اللّٰہَ لَایُصۡلِحُ عَمَلَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ پڑھے گا اس کو کسی بھی جادوگر کا عمل نقصان نہیں پہنچائے گا اور جس بھی مسحور (جس پر جادو کیا گیا) کے لئے یہ آیت لکھی جائے گی اللہ تعالیٰ اس کا جادو دور فرمادے گا۔

(نزہۃ المجالس جلد دوم ص ۴۷)

(۵) جادو اتارنے کے لئے ایک اور عمل

امام قرطبی نے حضرت وہب سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا'' بیری کے سات پتے لے کر پتھر سے کوٹے جائیں پھر پانی میں ملائے جائیں پھر ان پر آیت الکرسی پڑھی جائے پھر اس پانی سے تین گھونٹ وہ شخص پیئے جس پر جادو کیا گیا ہے اور باقی پانی سے وہ غسل کرے تو اس کا جادو ختم ہوجائے گا۔ یہ عمل اس شخص کے لیے بھی مفید ہے۔ جو جادو کے ذریعہ سے اپنی عورت کے پاس جانے (صحبت کرنے) سے روک دیا گیا ہو۔ (تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۱۴۸)

الحمدللہ ہم نے اس مختصر رسالہ میں جادو کی شرعی حیثیت اور اس سے بچاؤ کی چند اسلامی تدابیر عوام المسلمین کے افادہ کے لیے لکھ دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے نفع بخش بنائے آمین۔

(۲۳ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انچاسواں مقالہ

مقدس اوراق کی بے ادبی

کا توجہ طلب مسئلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :- دورِ حاضر میں راستوں اور گلی کوچوں میں مقدس اوراق کی پائمالی اہل اسلام کے لئے نہایت ہی اہم توجہ طلب مسئلہ ہے۔ مقدس اوراق کو لاشعوری طور پر ان مقامات تک پہنچانے کا کام مرد عورتیں بوڑھے بچے سبھی یکساں طور پر کر رہے ہیں اور مشاہدہ گواہ ہے کہ بہت کم لوگ انہیں اہانت کی جگہوں سے اٹھا کر عزت کی جگہ میں رکھنے یا باعزت طریقہ سے تلف کر دینے کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ ان پڑھ طبقہ تو کسی حد تک معذور سمجھا جا سکتا ہے مگر تعلیم یافتہ طبقہ کی اس بارہ میں لاپرواہی اور بے توجہی قابل صدہا افسوس ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر مسلمان اس مسئلہ کو سمجھے اور اوراق مقدسہ کو راستوں اور گلی کوچوں میں پھینکنے سے گریز کرے اور ان جگہوں میں پھینکے گئے اوراق مقدسہ کو اٹھانے اور انہیں باعزت طریقہ سے تلف کرنے کا اہتمام کرے۔ شہروں میں بعض جگہوں میں ڈبے لگا دیئے جاتے ہیں اور ان پر لکھ دیا جاتا ہے کہ مقدس اوراق یہاں ڈالیں۔ مگر ہمارے بے حس مسلمان اوراق مقدسہ کو راستوں سے اٹھا کر ان ڈبوں میں ڈالنے کی تکلیف بھی گوارا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ سے توفیق ادب ملنے کی دعا ہے۔ آمین۔

اس توجہ طلب اہم مسئلہ کی طرف مسلمانوں کی توجہ مبذول کرانے کے لئے ہم نے یہ مختصر مقالہ لکھا ہے اللہ تعالیٰ اسے ذریعۂ ہدایت بنائے اور اسے شرف قبولیت بخشے آمین۔

آیت کریمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے فلا اُقسم بِمواقع النُّجوم واِنّہٗ لقسم لوتعلمون عظیم" ○ انہٗ لقران" کریم" ○ فی کتٰب مّکنُونٍ ○ لایمسہٗ الاالمطھرون ○ تنزیل" من رّبّ العٰلمین ○ تو مجھے قسم ہے ان جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں اور تم سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے بے شک یہ عزت والا قرآن ہے محفوظ نوشتہ میں اسے نہ چھوئیں مگر باوضو۔ اتارا ہوا ہے سارے جہان کے رب کا۔

(کنزالایمان پارہ ۲۷۔ رکوع ۱۶)

قرآن مجید کو بے وضو چھونا حرام ہے

مندرجہ بالا آیت کریمہ کی بناء پر علماء نے فرمایا، جنبی حائضہ اور بے وضو کے لئے قرآن کا اٹھانا

اور چھونا ناجائز ہے اور امام احمد اور امام حماد اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا بے وضو اور جنبی اگر قرآن کو غلاف کے ساتھ اٹھائیں تو جائز ہے۔ (تفسیر معالم التنزیل جلد ہفتم صفحہ نمبر ۲۵)

قرآن مجید کے بعض آداب

مسئلہ قرآن مجید کے آداب میں یہ بھی ہے کہ اس کی طرف پیٹھ نہ کی جائے اور نہ پاؤں پھیلائے جائیں اور نہ پاؤں سے اس کو نیچا کریں اور نہ یہ کہ خود اونچی جگہ پر ہو اور قرآن مجید نیچے ہو۔

مسئلہ: قرآن مجید کو جزدان اور غلاف میں رکھنا ادب ہے۔ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانہ سے اس پر مسلمان کا عمل ہے۔

مسئلہ: قرآن مجید پر اگر بقصد توہین پاؤں رکھے تو کافر ہو جائے گا۔ (عالمگیری)

مسئلہ: لغت و نحو کی کتابوں پر علم کلام کی کتابیں رکھی جائیں ان کے اوپر فقہ اور احادیث و مواعظ و دعوات ماثورہ، فقہ سے اوپر اور تفسیر کو ان کے اوپر اور قرآن مجید کو سب کے اوپر رکھیں۔ قرآن مجید جس صندوق میں ہو اس پر کپڑا وغیرہ نہ رکھا جائے۔ (عالمگیری)

مسئلہ: قرآن مجید بوسیدہ پرانا ہو گیا۔ اس قابل نہ رہا کہ اس میں تلاوت کی جائے اور یہ اندیشہ ہے کہ اس کے اوراق منتشر ہو کر ضائع ہوں گے تو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر احتیاط کی جگہ میں دفن کر دیا جائے اور دفن کرنے میں اس کے لئے لحد بنائی جائے تا کہ اس پر مٹی نہ پڑے یا اس پر تختہ لگا کر چھت بنا کر مٹی ڈالیں کہ اس پر مٹی نہ پڑے۔ مصحف شریف بوسیدہ ہو جائے تو اس کو جلایا نہ جائے۔ (عالمگیری)۔

(بہار شریعت حصہ شانز دہم ص ۱۱۸، ص ۱۱۹)

اور امام احمد طحطاوی لکھتے ہیں۔ واذا صار المصحف عتیقاً لایقرأ فیه وخیف علیه السقوط یجعل فی خرقة طاهرة نظیفة ویدفن فی محل لایؤطأ۔ جب قرآن مجید پرانا ہو جائے اور پڑھنے کے قابل نہ رہے اور اس کے اوراق منتشر ہونے کا خدشہ ہو تو پاک ستھرے کپڑے میں اسے لپیٹیں اور ایسی جگہ میں دفن کریں جہاں اس پر پاؤں نہ پڑیں۔ (طحطاویہ ص ۹۵)

مسئلہ: بوسیدہ پرانے قرآن مجید کو کپڑے میں لپیٹ کر دریا برد بھی کر سکتے ہیں بشرطیکہ اس میں پانی کافی ہو

اور اوراق مقدسہ کے جگہ جگہ منتشر ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ بعض جاہل لوگ برساتی نالوں میں بوسیدہ اوراق مقدسہ بہا دیتے ہیں تو وہ جگہ جگہ منتشر پائے جاتے ہیں یہ سخت بے ادبی کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے آمین۔

مقدس اوراق میں کوئی شئے لپیٹنا ناجائز ہے

امام ابوالاخلاص شرنبلالی لکھتے ہیں۔ ولا یجوز لف شئی فی کاغذ کتب فیہ فقہ او اسم اللہ تعالیٰ او النبی صلے اللہ علیہ وسلم ونھی عن محو اسم اللہ تعالیٰ بالبزاق ومثلہ النبی تعظیماً ویستر المصحف لوطئی زوجتہ استحیاء وتعظیماً ولا یرمی برایۃ قلم ولا حشیش المسجد فی محل ممتھن ۔(ترجمہ) جس کاغذ میں کوئی فقہی مسئلہ لکھا ہو یا اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہو یا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہو اس میں کوئی شئے لپیٹنا ناجائز ہے۔ اور جو شخص تھوک سے اللہ تعالیٰ کا نام مٹائے اسے اس حرکت سے روکا جائے گا اور یونہی کسی نبی کے نام کو تھوک سے مٹانے والے کو بھی اس حرکت سے روکا جائے گا۔ اور اپنی بیوی سے وطی کرنے کے وقت حیاء و تعظیم کی غرض سے قرآن مجید پر کپڑا ڈال دے اور استعمال شدہ قلم کی نوک کاٹ کر عام جگہ میں نہ پھینکے اور نہ ہی مسجد کا پیال توہین والی جگہ میں ڈالے۔ (مراقی الفلاح ص ۹۵)

حدیث شریف

امام ابوبکر الجصاص لکھتے ہیں کہ حدیث میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے اپنی بہن سے فرمایا وہ کتاب مجھے دے دو جو تم پڑھتی تھیں۔ بہن نے کہا۔ آپ بے وضو ہیں اور اسے بے وضو شخص چھو نہیں سکتا۔ سو آپ اٹھیں اور غسل کریں وضوء کریں۔ سو انہوں نے وضو کیا پھر قرآن کو ہاتھوں میں لیا اور اسے پڑھا۔ (احکام القرآن جلد سوم ص ۴۱۶)

مقدس اوراق کی بے ادبی کی مختلف صورتیں

عطاء الرسول قاضی۔ ٹیچر ہائیر سیکنڈری سکول للہ شریف ضلع جہلم اپنے مضمون "اوراق

مقدسہ ہماری ایمانی اور ملی ذمہ داری'' میں بدیں الفاظ لکھتے ہیں۔

ہم اپنے دعویٰ ایمان وعقیدہ کے مطابق تو تمام حمد وثنا اور صفات کے لائق اللہ تعالیٰ کی ذات کو مانتے ہیں کہ اس کے پاک کلام کو بھی بغیر وضو کے چھو بھی نہیں سکتے اور اس کے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونچی آواز سے بولنے سے پوری زندگی کے اعمال برباد ہو جاتے ہیں لیکن عملاً احترام تو بہت دور کی بات ہے ہم از حد درجہ کی گستاخی اور بے ادبی کا شکار ہیں۔ صورت احوال یہ ہے کہ تقسیم شدہ اخبارات پانچ جانے والے اخبارات، رسائل، طلباء کی استعمال شدہ نصابی کتب اور کاپیاں اور ٹیلی فون ڈائریکٹریاں، بورڈز، سکولوں اور یونیورسٹیوں کے امتحانات کی جوابی کاپیاں اور بچ جانیوالی انتخابی فہرستیں ردی میں بیچ دی جاتی ہیں۔ اکثر دکاندار اس چیز کا بالکل خیال نہیں کرتے کہ جو کاغذ یا لفافہ ہم بطور ردی استعمال کر رہے ہیں اس پر کیا لکھا ہے بعض پر آیات کا ترجمہ ہوتا ہے۔ بعض پر احادیث کا ترجمہ ہوتا ہے۔ کہیں نور بصیرت، روشنی اور تعمیر ملت کا کالم ہوتا ہے کسی کاغذ پر قرآن پاک کی پوری یا کئی کئی سورتیں اور کئی کئی احادیث لکھی ہوتی ہیں۔ کہیں خبروں کے متن کی شکل میں مختلف نام اللہ بخش، محمد دین، نور محمد، محمد عثمان، عبدالقادر، عبداللہ یا کسی سیاسی لیڈر کے بیان کی صورت میں نام لکھے ہوتے ہیں مثلاً نصراللہ نے کہا میاں طفیل محمد نے کہا الطاف حسین نے کہا وغیرہ لکھا ہوتا ہے۔ آخر اللہ محمد عمر علی حسن اور اسی طرح دیگر اسمائے مبارکہ لکھنے پر کتنا سا کاغذ لگتا ہے۔ اول تو ایسے کاغذات جن پر آیات احادیث قرآن مجید کی سورتیں اور اسماء مبارکہ لکھے ہوئے ہیں ان پر کوئی چیز ڈالنا بہت بڑی گستاخی اور بے ادبی ہے۔ کہیں ہم پکوڑے ڈالتے ہیں کہیں سبزی کہیں روٹیاں کہیں کریانے کی چیزیں کہیں پنساری کی چیزیں کہیں کپڑے ان میں لپیٹتے ہیں۔ کہیں انہیں اپنی کاپیوں کتابوں اور رجسٹروں پر بطور کور استعمال کرتے ہیں کہیں مٹھائیاں ڈالتے ہیں کہیں جوتے خریدکر ان میں لپیٹ لیتے ہیں شادیوں کے ہاروں کی پیکنگ اخبارات کے کاغذات میں کرتے ہیں۔ کوئی چیز خواہ پاکیزہ ہی کیوں نہ ہو وہ اسماء مبارکہ آیات واحادیث کے مقابلہ میں انتہائی کم درجہ رکھتی ہیں۔

کسی مسلمان کے ایمان اور اعمال کی بربادی کے لئے اتنی بے ادبی ہی کافی ہے کہ مقدس کاغذات کو بطور ردی استعمال کیا جائے۔ مزید خوفناک اور دردناک پہلو اس کے بعد سامنے آتا ہے کہ جب یہ بطور ردی استعمال شدہ کاغذات پھینکے جاتے ہیں کچھ کاغذات تو وہیں پھینک دیئے جاتے ہیں مثلاً کسی نے پکوڑے وغیرہ کھانے کے بعد کاغذ وہیں پھینک دیا۔ ایسے کاغذات بازاروں اڈوں اور ریلوے اسٹیشنوں

پر پامال ہور ہے ہوتے ہیں۔اسی طرح گھروں میں لوگ کاغذات اور لفافوں میں چیزیں لے جاتے ہیں۔ چیزیں نکال کر کاغذات اور لفافے پھینک دیئے جاتے ہیں۔گھروں میں پھینکے گئے کاغذات اور لفافے گھر کے کوڑے کے ساتھ کوڑے کے ڈھیروں پر پھینک دیئے جاتے ہیں بعض عورتیں انہی سے بچوں کے پاخانے صاف کرتی ہیں اور انہی میں ڈال کر کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیتی ہیں۔ہمارے پڑھے لکھے لوگ بھی اس کی مطلق پرواہ نہیں کرتے۔اخبارات کو الماریوں وغیرہ میں رکھ کر مختلف اشیاء حتی کہ جوتے بھی ان کے اوپر رکھ دیتے ہیں۔اب جو صورت احوال اس وقت سامنے ہے وہ یہ ہے کہ بازاروں میں سڑکوں میں گندی نالیوں میں جوہڑوں میں کوڑے کے ڈھیروں پر صحنوں میں کھلی جگہوں میں اور ایسی گندی جگہوں پر جہاں لوگ پیشاب اور پاخانہ کرتے ہیں۔ہر جگہ میں مقدس کاغذات از حد بے حرمتی کی حالت میں پڑے ہیں۔لوگ اوپر سے گزر جاتے ہیں اوپر پیشاب کرتے ہیں پاخانہ کرتے ہیں یہ حالت محدود نہیں یہ ہر گلی سڑک بازار پر اڈے اسٹیشن کی ہر نالی کوڑے کے ڈھیر پر گاؤں شہر محلے حتی کہ کھیتوں میں واقع کسانوں کے ڈیروں پر بھی بے ادبی ہی بے ادبی نظر آتی ہے یہ بے حرمتی گستاخی اور بے ادبی ایسے ملک میں ہو رہی ہے جہاں کوئی غیر مسلم ڈھونڈنے سے بھی بمشکل ملتا ہے۔اگر کوئی غیر مسلم آیات قرآنی کلمہ طیبہ اور ایسے مقدس کاغذات جن پر پاک ہستیوں کے اسماء مبارکہ لکھے ہوں ایسا سلوک کرے تو احتجاجی سلسلے شروع ہو جاتے ہیں۔ہم مرنے مارنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ (ضیائے حرم لاہور بابت اگست ۱۹۹۴ء)

رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ادب اسم الٰہی

امام شہاب الدین خفاجی لکھتے ہیں۔روی انہ صلے اللہ علیہ وسلم قال لا ارید الخط لئلا یقع ظل القلم علی اسم اللہ تعالیٰ رواہ الترمذی ولم یسندہ فجازاہ اللہ تعالیٰ علی ذلک ان یرفع ظلہٗ عن الارض فلا یوطاو ان لاترفع الاصوات علی صوتہ: روایت میں آیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں لکھنا نہیں چاہتا تاکہ قلم کا سایہ اللہ تعالیٰ کے نام پر نہ پڑے اس روایت کو ترمذی نے بلا سند روایت کیا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس ادب کا یہ معاوضہ دیا کہ آپ کا سایہ زمین سے اٹھا دیا تاکہ اس پر کوئی قدم نہ رکھے اور یہ کہ آپ کی آواز سے آواز بلند نہ کی جائے۔ (نسیم الریاض جلد دوم ص ۳۹۸)

مسلمان اس حدیث میں غور کریں کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم جس اسم الٰہی پر اپنے قلم کا سایہ پڑنا خلاف ادب سمجھتے تھے۔ آج وہی نام گلیوں بازاروں میں ہر چلنے والے کے قدموں سے روندھا جاتا ہے اور ہمیں اس کی کوئی پرواہ ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا سوال ہے۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعۂ ادب

شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''آپ کی توبہ کا ذکر یوں ہے کہ آپ ایک روز حالت نشہ و مستی میں کسی طرف جارہے تھے۔ اسی حالت میں آپ کو کاغذ کا ایک پرزا نظر پڑا۔ جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا آپ نے اس کاغذ کو اٹھا کر صاف کیا اور عطر خرید کر معطر کیا اور ایسی جگہ میں رکھ دیا جہاں بے ادبی ہونے کا خوف نہ تھا۔ اسی رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ آدمی کو اللہ تعالیٰ یہ حکم دے رہا ہے کہ تم جا کر بشر حافی کو کہہ دو کہ تم نے ہمارے نام کی عزت کی اور اس کو معطر کر کے بلند جگہ پر رکھ دیا۔ ہم بھی اسی طرح تم کو پاک کر کے تمہارا مرتبہ بلند کریں گے۔ یہ سن کر وہ بزرگ بہت حیران ہوئے اور دل میں کہا کہ بشر تو ایک فاسق آدمی ہے یقیناً میرا خواب غلط ہے۔ چنانچہ وہ وضو کر کے پھر سو گئے۔ اب کی مرتبہ بھی خواب میں وہی حکم ہوا۔ پھر تیسری مرتبہ بھی یہی ہوا تو وہ مجبوراً اٹھ کر بشر حافی کے گھر پہنچے اور ان کے بارہ میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ شراب خانے میں نشے میں مدہوش ہیں۔ ان بزرگوں نے لوگوں سے کہا تم اس کو کہہ دو کہ میں اس کو ایک پیغام دینا چاہتا ہوں چنانچہ انہوں نے بصد مشکل انہیں سمجھایا تو جواب دیا کہ پوچھو کس شخص کا پیغام لایا ہے کہا اللہ تعالیٰ کا پیغام۔ یہ سن کر وہ رو پڑے اور دل میں خیال کیا کہ خدا جانے کیسا پیغام ہوگا جب پیغام خداوندی سنا تو سب سے کہا کہ تم گواہ ہو جاؤ کہ میں نے توبہ کر لی ہے اور آئندہ تم مجھے شراب خانے میں نہیں دیکھو گے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۸۹)

(تنبیہ) بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ادب کی وجہ سے حیوانات کو حکم دے دیا کہ جس راستے سے بشر حافی کا گزر ہو۔ اس میں وہ پیشاب اور لید نہ کریں کیونکہ حضرت بشر حافی تواضع کے طور پر ننگے پاؤں چلا کرتے تھے۔ آپ کی وفات کے روز ان کے راستہ میں بعض لوگوں نے حیوانوں کا گوبر پیشاب دیکھا تو کہا کہ آج حافی فوت ہو چکے ہیں اس لئے ان کے راستے میں آج یہ گوبر پیشاب

دیکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نام کا ادب کرنے کی توفیق بخشے آمین۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ادب

غلام مصطفےٰ مجددی اپنے مضمون ''سیدنا حضرت مجدد الف ثانی اوصاف وخصائل'' میں لکھتے ہیں آپ متبرک کاغذات کا بہت احترام کرتے تھے ایک دن ناگاہ گھبرا کر اٹھے اور ایک کاغذ کو جس پر کچھ تحریر تھا اٹھایا اور فرمایا بے ادبی ہے کہ کوئی تحریر ہم سے نیچے رہ جائے۔ (زبدۃ المقامات)

(۲) ایک دن آپ اسرار و معارف تحریر فرمارہے تھے۔ ناگاہ ضرورت بشری کی وجہ سے بیت الخلاء تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ آپ باہر تشریف لائے اور آپ نے پانی طلب فرما کر بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن کو دھویا اور فرمایا ناخن پر سیاہی کا دھبہ تھا اور سیاہی حروف قرآنی کے اسباب کتابت میں ہے۔ بنابریں لائق ادب نہ سمجھا کہ اس دھبہ کے ہوتے ہوئے طہارت کروں اور پھر آپ طہارت کے لئے تشریف لے گئے۔ (زبدۃ المقامات فصل ششم)

(۳) اسی طرح ایک دفعہ ایک حافظ جس نے سرہانے کے پاس فرش بچھایا ہوا تھا قرأت میں مشغول ہوا۔ آپ نے دیکھا کہ آپ جس جگہ بیٹھے ہیں۔ وہ اس فرش سے کسی قدر بلند ہے جس پر حافظ قرآن تلاوت کر رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس زائد فرش کو اپنے پاؤں کے نیچے سے لپیٹ کر کنارے پر کر دیا (ایضاً)

(۴) ایک دفعہ طہارت خانہ میں ایک کوزے پر نظر پڑی جس پر اللہ تعالیٰ کا اسم جلالت کندہ تھا۔ آپ نے اس کوزے کو اچھی طرح صاف کیا اور نہایت ادب سے اونچی جگہ پر رکھ دیا پھر جب بھی پانی کی طلب ہوتی اس کوزے میں نوش فرماتے اسی پر الہام ہوا کہ تم نے ہمارے نام کو بلند کیا ہے ہم تمہارے نام کو بلند کریں گے اور آپ فرماتے ہیں کہ اگر میں سو سال بھی ریاضت کرتا تو اتنے فیوض و برکات حاصل نہ ہوتے جتنے اس عمل سے حاصل ہوئے۔ (حضرات القدس جلد دوم ص ۱۱۳)

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ بابت جولائی ۱۹۹۵ء)

پس چہ باید کرد

دور حاضر میں مقدس اوراق کی بے ادبی کے بارہ میں جو صورت احوال ہم نے اوپر پیش کی ہے

اس کو ختم کرنے کے لئے معاشرہ کے ہر فرد کو حتی المقدور سعی کرنی چاہیے۔ اس بارہ میں درج ذیل تجاویز پیش خدمت ہیں اگر ان پر عمل شروع ہو جائے تو اگر بے ادبی کا خاتمہ ممکن نہیں تو کم از کم اس میں اضافہ کی روک تھام ہو سکتی ہے بلکہ اس کی موجود مقدار میں بھی کمی پیدا ہو سکتی ہے۔

(۱) اگر ہمارے اسلامی معاشرہ کے ہر طبقہ کے افراد لکھے ہوئے کاغذات ہاتھ آ جانے پر انہیں راستوں میں پھینکنے سے گریز کریں تو مقدس اوراق کی بے ادبی کا مکمل طور پر خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اور اگر اس مسئلہ کی نزاکت کو سمجھنے والے پڑھے لکھے افراد ہی اتنا کام کریں تو اس میں کمی آ سکتی ہے۔

(۲) گھر کی عورتوں کو سختی سے ہدایت کی جائے کہ وہ اشیاء خوردنی کے لئے استعمال ہونے والے کاغذات کو اشیاء نکالنے کے بعد گھر کے صحن یا گلی کوچہ میں نہ پھینکیں بلکہ انہیں چولہے میں ڈال کر جلا دیا کریں۔ ہاں جن اوراق پر خالص قرآن مجید لکھا ہو اس کو پاک جگہ مثلاً مسجد کی الماریوں میں رکھ دیا کریں۔

(۳) بچوں کو ہدایت دی جائے کہ وہ بازار سے اشیاء خوردنی کھانے کے بعد کاغذات کو راستوں اور بازاروں میں نہ پھینکا کریں بلکہ ایسی جگہوں میں طے کر کے ڈال دیا کریں جن پر سے لوگوں کا گزر نہ ہوتا ہو۔

(۴) راستہ میں چلنے والے اشخاص کو اوراق مقدسہ کے ادب کا خیال ہونا چاہیے۔ جب بھی راستہ میں کوئی لکھا ہوا کاغذ پائمال ہوتے ہوئے دیکھیں اسے فوراً اٹھا کر عزت کی جگہ میں رکھ دیں۔ مثلاً جھاڑیاں وغیرہ۔

(۵) دکاندار حضرات ہر شئے لکھے ہوئے کاغذات میں لپیٹ کر دے دینے سے گریز کریں۔ بلکہ کم از کم جس لفافہ کو وہ استعمال کرنے لگیں اس کے جملہ اطراف کو اچھی طرح دیکھ لیا کریں کہ کسی جانب کوئی مقدس کلمہ تو لکھا ہوا نہیں ہے۔ زیادہ مناسب تو یہ ہے کہ پلاسٹک یا سیمنٹی کاغذات کے بنے ہوئے لفافوں کو ہی استعمال کریں۔

(۶) ردی اخبارات کے لفافے بنانے والے اشخاص لفافہ بنانے سے پہلے کاغذ کی سب اطراف دیکھ لیں اور مقدس تحریروں والے اوراق کے لفافے بنانے سے مکمل اجتناب کریں۔

(۷) شہروں کی گلیوں کے متعدد مقامات میں مقدس ردی ڈالنے کے لئے ڈبے لگائے جائیں اور ان پر لکھا

جائے کہ ''مقدس ردی یہاں ڈالیں'' پھر جو مسلمان بھی مقدس ردی پائمال ہوتے ہوئے دیکھے وہ اسے اٹھا کران ڈبوں میں ڈال دے۔

آخری گزارش

اہل اسلام سے آخر پر ہماری یہ دردمندانہ گذارش ہے کہ مقدس ردی کو ہر طرح کی بے ادبی سے محفوظ کرنے کا خصوصی خیال کریں۔ بالخصوص پڑھے لکھے احباب پر اس کی ذمہ داری زیادہ عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ اہل علم ہوتے ہیں۔ راستہ سے مقدس ردی اٹھانے میں عار محسوس نہ کریں بلکہ اس میں دارین کا اپنا فائدہ جانیں۔ گذشتہ سال ہمارے علاقہ ڈڈیال کے ایک شخص کے بارہ میں سنا گیا ہے کہ اس نے مسجد میں بوسیدہ قرآن مجید کے کاغذات کو برساتی نالہ کے سیلاب میں بہادیا۔ جب سیلاب ختم ہوا تو یہ اوراق جگہ جگہ پڑے ہوئے ملے پھرانہی دنوں اس شخص کا گزر دریا سے ہوا تو کشتی الٹ جانے کی وجہ سے یہ شخص دریا کے سیلاب کے حوالے ہوگیا اس کی لاش عدم شناخت کی وجہ سے کسی قبرستان میں دفن کردی گئی پھر اس کے وارثوں نے تلاش شروع کی تو پتہ چلنے پر لاش وہاں سے نکال کر اپنے علاقہ میں لائے اور اسے وہاں دفن کیا۔ بعض بزرگوں کو یہ کہتے ہوئے راقم الحروف نے سنا کہ اس شخص نے چونکہ قرآن مجید کے اوراق کے ساتھ یہ بے ادبی کی تھی اس لئے اس کی موت اس طرح واقع ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بے ادبی سے بچائے۔ آمین۔

وزارت مذہبی امور کی ذمہ داری

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا ہے یہ عوام کے بارہ میں ہے حکومت کا بھی فرض ہے کہ وہ مقدس اوراق کی بڑھتی ہوئی اس بے ادبی کی روک تھام کے لئے قانون بنائے اور خلاف ورزی کرنے والوں کو سخت سزائیں دے۔ وزارت مذہبی امور پر خصوصاً یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ بے ادبی کی اس وبا کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ سے توفیق ادب کا سوال ہے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۵ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پچاسواں مقالہ

شبِ براٗت میں آتش بازی

(اہلِ علم کی نظر میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد :

استفتآء:

شعبان کے مہینے کی پندرھویں رات (شب برأت) میں عام لوگ جوآتش بازی کرتے ہیں اس کے بارہ میں اسلامی نقطہءِ نظر کی وضاحت کریں۔ (عرض گزار۔محمد عتیق الرحمٰن۔کہنی تحصیل سہنسہ آزاد کشمیر)

الجواب :۔ بتوفیق اللہ الوھاب عزوجل۔

شعبان المعظم کی پندرھویں رات یعنی شب برأت بابرکت راتوں میں سے ایک متبرک رات ہے۔اس کی فضیلتوں میں حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔اور خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس رات میں عبادت خداوندی ادا کرنے اور اس کے دن کا روزہ رکھنے کا حکم ارشادفرمایا۔

چنانچہ محدث امام ابن ماجہ اپنی سنن میں حضرت علی کرم اللہ وجھہٗ الکریم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا۔ اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلھا وصوموا یومھا فان اللہ تعالیٰ ینزل فیھا لغروب الشمس الی السمآء الدنیا فیقول ألامن مستغفر فا غفرلہٗ الا مسترزق فارزقہ ألامبتلیٰ فاعافیہ ألاکذا ألا کذا حتی یطلع الفجر ۔(ترجمہ) جب شعبان کی پندرھویں رات آئے تو اس میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں قیام کرو یعنی نوافل پڑھو اور اس کے دن (پندرھویں تاریخ) کا روزہ رکھو۔کیونکہ اس رات میں آفتاب غروب ہوتے ہی اللہ تعالیٰ پہلے آسمان پر نزول فرماتا ہے۔اور ارشادفرماتا ہے۔آیا کوئی بندہ ہے جو مغفرت طلب کرے تو میں اسے مغفرت عطا کروں؟ آیا کوئی بندہ ہے جو رزق مانگے تو میں اسے رزق عطا کروں؟ آیا کوئی بندہ ہے جو مبتلائے مصیبت ہے تو میں اسے صحت وعافیت عطا کروں؟ اسی طرح مختلف قسم کے حاجت مندوں کو اللہ تعالیٰ پکارتا ہے کہ وہ اس وقت مجھ سے اپنی حاجتیں مانگیں تو میں عطا کروں۔ غروب آفتاب سے صبح صادق تک ساری رات اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو پکارتا رہتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح۔کتاب الصلوٰۃ فی قیام شھر رمضان۔جلد اول۔ص ۱۰۶)

(۲) اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی پندرھویں رات کے بارہ میں مجھ سے پوچھا۔ کیا تو جانتی ہے کہ یہ کونسی رات ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس رات میں کیا بات ہے؟ فرمایا۔ اس رات میں اس سال میں ہر پیدا ہونے والا انسان لکھا جاتا ہے اور اس سال میں ہر مرنے والا انسان لکھا جاتا ہے۔ اور اس میں بندوں کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں اور اس میں ان کی روزیاں اتاری جاتی ہیں۔ پھر مائی صاحبہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ کیا ہر کوئی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب سے جنت میں داخل ہوگا؟ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ جو کوئی جنت میں داخل ہوگا وہ اللہ کی رحمت کے سبب سے داخل ہوگا پھر مائی صاحبہ نے عرض کیا۔ اور کیا آپ بھی۔ یا رسول اللہ! آپ نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ فرمایا۔ اور میں بھی جنت میں داخل نہیں ہوں گا مگر اس صورت میں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت میں ڈبوئے گا رواہ البیھقی فی الدعوات الکبیر۔

(مشکوٰۃ ج ا ص ۱۰۶)

(۳) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان اللہ تعالیٰ لیطلع فی لیلۃ النصف من شعبان فیغفر لجمیع خلقہ الا لمشرک او مشاحن۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات میں جھانکتا ہے پھر اپنی ساری مخلوق کی بخشش فرما دیتا ہے سوائے کافر اور کینہ رکھنے والے شخص کے۔ رواہ ابن ماجہ۔ (مشکوٰۃ ج ا ص ۱۰۶)

سبحان اللہ۔ مسلمان شب برأت کی عظمت سمجھنے کے لیے یہ تین حدیثیں پڑھیں اور غور فرمائیں کہ کیا اتنی عظمت والی رات کسی لغو کام میں ضائع کرنے والی رات ہے یا اللہ کی عبادت میں گزارنے والی رات ہے؟

رسول اللہ کا اسوۂ حسنہ

اللہ کے محبوب علیہ السلام کا اسوۂ حسنہ ملاحظہ ہو کہ شیخ ابوالنصر اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ ایک مرتبہ شعبان کی پندرھویں رات نبی صلے اللہ علیہ وسلم میری چادر کے اندر سے خاموشی سے نکل گئے۔ اس طرح آپ کے نکل جانے سے مجھے گمان ہوا کہ آپ کسی دوسری بی بی کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ میں نے اٹھ کر آپ کو اپنے حجرے میں تلاش کیا تو

میرے ہاتھ آپ کے پاؤں سے چھوئے۔ آپ اس وقت سجدہ میں دعا پڑھ رہے تھے۔ پھر آپ صبح ہونے تک عبادت میں مصروف رہے۔ کبھی کھڑے ہو جاتے اور کبھی بیٹھ کر عبادت کرتے۔ یہاں تک کہ آپ کے پاؤں سوجھ گئے۔ میں آپ کے پاؤں دبانے لگی۔ اور عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے صدقے آپ کے اگلوں پچھلوں کے گناہ معاف نہیں فرما دیئے؟ کیا اس نے آپ پر کرم نہیں کیا ہے؟ کیا اس نے آپ پر مہربانی نہیں کی ہے؟ فرمایا۔ **یا عائشہ افلا اکون عبداً شکوراً۔** اے عائشہ۔ کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ پھر ارشاد فرمایا۔ کیا جانتی ہو کہ اس رات میں کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا۔ آپ ہی فرمائیں کہ اس رات میں کیا بات ہے۔ فرمایا۔ اس رات میں سال بھر میں پیدا ہونے والے ہر بچے کا نام لکھا جاتا ہے اور اس میں ہر مرنے والے کو لکھا جاتا ہے۔ اور اس میں روزیاں اتاری جاتی ہیں اور بندوں کے اعمال و افعال اٹھائے جاتے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین۔ جلد اول۔ ص ۱۹۰)

شب برأت کے نوافل

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شب برات میں قیام کرنے کا جو حکم ارشاد فرمایا۔ اس کی تعمیل کے لیے علمائے امت نے نوافل کی مختلف ترکیبیں لکھی ہیں۔ افادۂ عامہ کے لیے چند پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) **صلوٰۃ الخیر**۔ شبِ برأت میں سو رکعات نوافل پڑھے جاتے ہیں۔ جن میں ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد دس بار سورۂ اخلاص پڑھی جاتی ہے۔ اس نماز کا نام صلوٰۃ الخیر ہے۔ امام غزالی احیاء العلوم میں اس نماز کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے تیس صحابہ سے سنا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **من صلی هذه الصلوٰة فی هذه الليلة نظر الله اليه سبعين نظرة وقضى الله له بكل نظرة سبعين حاجة ادنا ها المغفرة**۔ جو شخص اس شب میں یہ نماز پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس پر ستر بار نظر رحمت فرماتا ہے اور ہر نظر کے بدلے میں اس کی ستر حاجتیں پوری فرماتا ہے۔ ان میں ادنیٰ حاجت اس کی مغفرت ہے۔

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ دسمبر ۱۹۹۱ء)

(۲) امام احمد صاوی فرماتے ہیں کہ شب برأت کی فضیلت میں یہ روایت موجود ہے کہ جو شخص اس رات

میں ایک سو رکعت نماز پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک سو فرشتے بھیج دیتا ہے۔ (ان میں سے) تیس فرشتے اسے جنت کی خوشخبری دیتے ہیں اور تیس فرشتے اسے عذابِ دوزخ سے بچاتے ہیں اور تیس فرشتے اُس سے دنیا کی آفتیں دور کرتے ہیں اور دس فرشتے اُسے شیطان کے فکر و فریب سے بچاتے ہیں۔

(تفسیرات صاویہ ص ۱۰۵ ج ۴)

(۳) حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص بارہ رکعت نوافل اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے تو اس کے گذشتہ گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور اس کی عمر میں برکت ہوتی ہے۔

(نزہۃ الناظرین ص ۱۵۷ جلد اول)

(۴) اس رات میں دو رکعت نفل اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد ایک بار آیۃ الکرسی اور پندرہ بار سورۂ اخلاص تلاوت کریں۔ سلام کے بعد سو مرتبہ درود شریف پڑھیں۔ اس سے رزق میں فراخی ہوگی۔

(ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت نومبر ۲۰۰۲ء)

دعائے شب برأت

شب برأت کی خصوصی دعا لکھی جاتی ہے اسے نوافل کے بعد ہاتھ اٹھا کر پڑھیں۔ **اللھم یا ذاالمن ولا یمن علیه یاذا الجلال و الاکرام ط یا ذاالطول و الانعام لااله الا انت ظهر اللاحین وجار المستجیرین و امان الخائفین اللهم ان کنت کتبتنی عندک فی ام الکتاب شقیاً او محروماً او مطروداً او مقتراً علی فی الرزق فامح اللهم بفضلک شقاوتی وحرمانی وطردی و اقتتار رزقی و اثبتنی عندک فی ام الکتاب سعیداً مرزوقاً موفقاً للخیرات فانک قلت و قولک الحق فی کتاب المنزل علی لسان نبیک المرسل یمحو الله مایشآء ویثبت و عنده ام الکتاب الهی بالتجلی الاعظم فی لیلة النصف من شهر شعبان المکرم التی یفرق فیها کل امرحکیم و یبرم ان تکشف عنا من البلآء والبلوآء مانعلم وانت به اعلم انک انت الاعز الاکرم و صلے**

اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد و علی اٰلہ واصحابہ وسلم والحمدللہ ربّ العالمین۔

(ماہنامہ ماہِ طیبہ سیالکوٹ۔ جنوری ۱۹۹۵ء)

شب برأت کے باقی معمولات

(۱) روایت ہے کہ چودہ شعبان کی شام غروب آفتاب کے قریب جو شخص چالیس بار لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم پڑھے۔ اس سے چالیس سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور یہ شخص چالیس آدمیوں کی شفاعت کرے گا۔ (ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال۔ فروری ۱۹۹۱ء)

(۲) شب برأت میں سات بار سورۃ الدخان پڑھنے سے ستر حاجتیں دینی و دنیوی پوری ہوتی ہیں۔

(حوالہ مذکورہ بالا)

(۳) غروب آفتاب سے قبل اور نماز عصر کے بعد ستر بار پڑھیں۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ اس کے بعد ستر بار درود شریف اور ایک سو بار یا حی یا قیوم پڑھیں۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

(۴) شب برأت میں ایک ہزار بار درود شریف بایں الفاظ پڑھیں۔ اللھم صلی علی محمد النبی الامی۔ پھر چھ رکعات نفل پڑھیں۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد آیت الکرسی ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

(۵) اس رات قبرستان میں جانا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ قبرستان میں دفن تمام اموات کے لیے دعائے مغفرت و بلندی درجات مانگنی چاہیے۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

پندرھویں شعبان کا روزہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جہاں شعبان کی پندرھویں شب شبِ برأت میں قیام کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ وہاں اس کے ساتھ اس شب کے دن (پندرھویں شعبان) کا روزہ رکھنے کا بھی حکم دیا ہے۔ اس لیے اس دن کا روزہ ضرور رکھا جائے۔

الحمدللہ۔ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے۔ اس سے شب برأت کی رات اور اس کے دن کے شرعی پروگرام کی تفصیلی معلومات حاصل ہو جاتی ہیں۔ باقی رہا اس بابرکت رات میں آتش بازی وغیرہ

لہوولعب کا ارتکاب تو اس کا شرعاً ناجائز ہونا کسی سے بھی پوشیدہ نہیں۔ اللہ ربّ العزت کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس موقعہ پر آتش بازی کا حکم نہیں دیا۔ نہ علمائے امت نے اس فعل کو مستحسن جانا بلکہ اس کی پرزور مذمت فرمائی اس لیے اس کا قبیح و شنیع ہونا بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ علمائے امت نے اس رات کی آتش بازی کے بارہ میں جو کچھ لکھا ہے۔ اس میں سے بقدر ضرورت عرض کیا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ارشادات

ومن البدع الشنيعة ماتعارف الناس في اكثر بلادا الهند من ايقاد السراج ووضعها على البيوت والجدران وتفاخرهم بذلك واجتماعهم اللهو واللعب بالنار واحراق الكبريت فانه ممالااصل له في الكتب الصحيحة المعتبرة بل ولا في غير المعتبرة ولم يرد فيها حديث لا ضعيف ولا موضوع ولا يعتاد ذلك في غير بلاد الهند من الديار العربية من الحرمين الشريفين ولا في غيرهما ولا في البلاد العجمية ماعدا بلاد الهند بل عسىٰ ان يكون ذلك وهو الظن الغالب اتخاذاً من رسوم الهنود في السرج الدوالي فان عامة الرسوم البدعية الشنيعة بقيت من ايام الكفر في الهند وشاعت في المسلمين بسبب المجاورة والاختلاط واتخاذهم السراري والزوجات من النسآء الكافرات۔

(ترجمہ) اور بدعات شنیعہ سے یہ ہے جو ہندوستان کے اکثر شہروں میں لوگوں نے رواج دے رکھا ہے کہ وہ اپنے گھروں اور دیواروں پر چراغ جلاتے ہیں۔ اور فخر کے ساتھ آتش بازی کرتے ہیں۔ اس کی کتب صحیحہ معتبرہ میں کوئی اصل موجود نہیں بلکہ غیر معتبر کتابوں میں بھی اس کا ذکر تک نہیں۔ اور نہ ہی اس کے بارہ میں کوئی ضعیف یا موضوع حدیث مروی ہے۔ اور نہ ہندوستان کے شہروں کے علاوہ دیار عرب یا حرمین شریفین وغیرھما میں اس کا رواج ہے اور عرب کے علاوہ دیگر عجمی شہروں میں بھی اس کا رواج نہیں سوائے ہندوستان کے شہروں کے۔ بلکہ ممکن ہے اور یہ ظن غالب ہے کہ یہ عمل ہنود کی رسومات میں سے ہو جیسا کہ وہ اس قسم کی آتش بازی دیوالی وغیرہ میں کرتے ہیں۔ اس بدعت شنیعہ کا عام رواج دراصل ہندوستان میں زمانۂ کفر کی باقیات سے ہے جو ہنود کے باہمی میل جول سے اور کافر لونڈیوں اور عورتوں کے ساتھ

مسلمانوں کی مناکحت کی وجہ سے جڑ پکڑ گئی ہیں۔

(ماثبت بالسنۃ ص ۲۸۲)

شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ شب برأت کی آتش بازی ہندوؤں کی تہذیب سے مسلمانوں کے معاشرہ میں آئی ہے۔ پھر یہ بدعت شنیعہ صرف ہندوستان کے مسلمانوں ہی میں پائی جاتی ہے۔ اس لیے اس کے بے اصل، ناجائز اور بدعت شنیعہ ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں پایا جاتا۔ اس بارہ میں علماء کے ملفوظات بھی تبرکاً لکھے جاتے ہیں۔ تاکہ اس مسئلہ پر مزید روشنی پڑ جائے۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں۔ ''اس رات کو گناہ میں گزارنا بڑی محرومی کی بات ہے۔ آتش بازی کے متعلق مشہور یہ ہے کہ یہ نمرود بادشاہ نے ایجاد کی جبکہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا اور آگ گلزار ہو گئی تھی تو اس کے آدمیوں نے آگ کے انگارے انار میں بھر کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف پھینکے تھے۔ کاٹھیاواڑ میں ہندو لوگ ہولی اور دیوالی کے موقع پر آتش بازی چلاتے ہیں۔ ہندوستان میں یہ رسم مسلمانوں نے ہندوؤں سے سیکھی۔ مگر افسوس کہ ہندو تو اس کو چھوڑ چکے ہیں مگر مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ سالانہ اس رسم میں برباد ہو جاتا ہے۔ اور ہر سال خبریں آتی ہیں کہ فلاں جگہ سے اتنے گھر آتش بازی سے جل گئے۔ اور اتنے آدمی جل کر مر گئے۔ اس میں جان کا خطرہ اور مال کی بربادی اور مکانوں میں آگ لگنے کا اندیشہ ہے۔ اپنے مال میں اپنے ہاتھ سے آگ لگانا پھر خدا تعالیٰ کی نافرمانی کا وبال سر پر ڈالنا ہے۔ خدا کے لیے اس بیہودہ اور حرام کام سے بچو۔ اپنے بچوں اور قرابت داروں کو روکو۔ جہاں آوارہ بچے یہ کھیل کھیل رہے ہوں وہاں تماشہ دیکھنے کے لیے بھی نہ جاؤ۔ آتشبازی بنانا۔ اس کا بیچنا۔ اس کا خریدنا اور خریدوانا۔ اس کا چلانا یا چلوانا سب حرام ہے۔'' (اسلامی زندگی ص ۶۴)

(۲) جناب اقبال احمد اختر القادری لکھتے ہیں۔ ''ہمارے معاشرہ میں آتش بازی ایک عام بات ہو گئی ہے جسے ناعاقبت اندیش مسلمانوں نے اپنا لیا ہے۔ اس کا زیادہ تر استعمال شب برأت میں ہوتا ہے۔ یہ ایک خطرناک اور قبیح رسم ہندوانہ ہے۔ جو کہ ہمارے معاشرہ میں داخل ہو گئی ہے۔ یہ سراسر نقصان دہ چیز ہے۔ ہر سال شب برأت کے مبارک موقع پر اس لعنت سے کتنے گھر نذر آتش ہو جاتے ہیں اور کتنی ہی جانیں لقمۂ

اجل بن جاتی ہیں۔ آتش بازی سے اللہ ورسول ناراض ہوتے ہیں۔ اور شیطان خوش ہوتا ہے۔ یہ ایک فضول خرچی ہے جس سے اللہ ورسول نے سخت منع فرمایا ہے۔''

(ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال۔ بابت نومبر ۲۰۰۰ء)

(۳) مولانا عبدالحق ظفر چشتی لکھتے ہیں۔ ''شب برأت کی رات میں آتش بازی اور فضول کاموں سے پرہیز کریں۔ قرآن پاک میں ہے۔ بلاشبہ فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں اور شیطان رحمت سے دور ہے۔ آتش بازی بھی فضول خرچی کی ایک قسم ہے۔ مسلمانوں کو ایسے مضر اور مفسد لہو ولعب سے اجتناب کرنا چاہیے۔''

(ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال نومبر ۱۹۹۹ء)

(۴) حضرت مولانا مفتی فیض احمد اویسی لکھتے ہیں۔ ''نصف شعبان کو عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ رنگ برنگی آتش بازی چھوڑی جاتی ہے۔ اور یہ سلسلہ ساری رات کو جاری رہتا ہے۔ اس کا نام شب بیداری نہیں بلکہ اپنے اعمال کی بربادی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو آسمانوں سے انوار رحمت برساتا ہے اور مسلمان نیچے سے اوپر کی طرف آگ چھوڑ کر خدا کے عتاب کا موجب بنتا ہے۔ گویا خدا کہتا ہے کہ آج کی شب تم پر میرے انوار کی بارش ہو جائے اور یہ آتش بازی کرنے والا مسلمان کہتا ہے نہیں مجھے آگ سے کھیلنے دو۔ مرنے دو۔ جلنے دو۔ کیونکہ مثال مشہور ہے۔ جیسی نیت ویسی مراد۔''

(ماہنامہ فیض عالم بہاولپور۔ دسمبر ۱۹۹۶ء)

(۵) مولانا حکیم سید خلیل احمد قادری لکھتے ہیں۔ ''ہمارے ملک میں آتش بازی کا رواج عام ہے۔ ایسی رحمتوں اور برکتوں والی رات میں اس قسم کے فضول امور کا ارتکاب انتہاء درجہ کی محرومی اور بدنصیبی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین۔ بلاشبہ فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اور شیطان رحمت سے دور ہے۔ آتش بازی فضول خرچی میں داخل ہے۔ مسلمانوں کو ایسے مضر و مفسد لہو ولعب سے اجتناب کرنا چاہیے''۔

(ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال۔ مارچ ۱۹۹۰ء)

(۶) مولانا ابو بلال شمس الدین نقشبندی لکھتے ہیں۔ '' آتش بازی ایک ظالمانہ کھیل ہے۔ خدا و مصطفےٰ کو قطعاً پسند نہیں۔ یہ فضول خرچی اور گناہ ہے۔''

(ماہنامہ انوار الفرید بابت مئی ۱۹۸۴ء)

(۷) علامہ قاضی محمود احمد ہزاروی لکھتے ہیں۔ '' آتش بازی کے متعلق مشہور یہ ہے کہ یہ نمرود بادشاہ کی ایجاد

ہے۔ جبکہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا اور آگ گلزار ہوگئی تو اس کے آدمیوں نے انار بھر کر اس میں آگ لگا کر حضرت خلیل اللہ کی طرف پھینکے۔ مسلمانوں نے یہ رسم ہندوؤں سے سیکھی ہے۔ اس بے ہودہ اور حرام کام سے بچنا چاہیے۔ شرعاً آتش بازی پٹاخے وغیرہ بنانا۔ ان کا بیچنا۔ خرید نا اور چلانا، چلوانا سب حرام ہے''۔ (ماہنامہ انوار الفرید ساہیوال۔ جنوری ۱۹۹۴ء)

(۸) صاحبزادہ عابد حسین عابد لکھتے ہیں۔ ''آتش بازی قطعاً ناجائز ہے شب برأت عبادت و ریاضت اور ذکر الٰہی کی رات ہے۔ آتش جہنم سے بری ہونے کی رات ہے۔ اس میں کسی طرح جائز نہیں کہ مسلمانوں کے بچے اس رات کو آتش بازی میں بسر کریں۔ جو سراسر یہود و نصاریٰ اور قوم نمرود اور یاجوج ماجوج کی پیروی ہے۔ یہ بری رسم نہ جانے اس مبارک موقع پر کہاں سے مسلمانوں میں در کر آئی ہے۔ جو مادی و روحانی ہر لحاظ سے نقصان اور اللہ و رسول کی ناراضگی کا باعث ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس بری رسم کو ختم کرنے کے لیے حتی المقدور کوشش کرے۔'' (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ نومبر ۲۰۰۰ء)

(۹) حافظ محمد اعجاز احمد سعیدی لکھتے ہیں۔ ''شب برأت میں انسان کو چاہیے کہ عبادت الٰہی کے ذریعہ سے آگ سے نجات حاصل کرے۔ مگر آج کل مسلمانوں نے اس کے برعکس معاملہ اور طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ آگ سے بچنے کی بجائے گھر گھر آگ جلائی جاتی ہے اور آتش بازی ہوتی ہے جو کہ سراسر اسلام کے خلاف ہے اور حرام ہے۔'' (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور بابت نومبر ۲۰۰۱ء)

(۱۰) حافظ عبدالرزاق لکھتے ہیں۔ ''آتش بازی۔ پٹاخے، شرلی چھوڑنا اور لہو و لعب میں مشغول ہونا اور بچوں کو اس قسم کی واہیات اشیاء خرید کر دینا شرعاً و اخلاقاً قطعاً ناروا ہے۔ آتش بازی میں روپیہ ضائع ہوتا ہے اور وقت خراب ہوتا ہے۔ قوم کے بچے کھیل کود کے عادی ہو جاتے ہیں خصوصاً اس مقدس رات کو آتش بازی جیسے فضول ولغو کام میں گزار دینا بد نصیبی ہے۔'' (ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ دسمبر ۱۹۹۷ء)

(۱۱) مولانا قاسم رضوی لکھتے ہیں۔ ''ان امور مسنونہ کے علاوہ دیگر غلط رسوم مثلاً آتش بازی کا گھناؤنا کھیل سراسر غیر اسلامی، آتش پرستوں کی تقلید اور عقل و مذہب سے بغاوت ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ خود بھی اور اپنے معصوم بچوں کو بھی آتش بازی کی لعنت سے بچائیں اور اپنا روپیہ برباد نہ کریں اور دوسروں کے نقصان کا باعث نہ بنیں۔ (روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی)

قبر پر موم بتیاں جلانے کا رواج

ہمارے بچپن کے دور میں یہ رسم پائی جاتی تھی کہ وہ شب برأت سے ہفتہ دو ہفتے پہلے جنگل سے تیز جلنے والی چیل کے درخت کی لکڑیاں کاٹ کر لاتے تھے۔ پھر لمبی سوٹی کے سرے پر انہیں باندھ دیتے تھے۔ اس کو مثال یعنی مشعل کہا جاتا تھا۔ محلّہ کے سب مسلمان شب برأت میں رات کا کھانا کھانے کے بعد مثالیں جلا کر قبرستان میں جاتے تھے اور اپنے اپنے اقربا، کی قبروں پر گھوماتے تھے۔ عقیدہ یہ تھا کہ قبور والے سارا سال اندھیرے میں رہتے ہیں اس لئے ہم اس رات ان کے لیے روشنی کرتے ہیں۔

الحمدللہ۔ آج کل اس قسم کا رواج باقی نہیں رہا۔ ہاں اس کی جگہ قبور پر موم بتیاں جلانے کا رواج موجود ہے۔ قبور کے اوپر آگ جلانا منع ہے۔ ہاں قبر کے احاطے سے باہر جلائی جائے تو کوئی حرج نہیں جبکہ حاضرین کے اجالا کے لیے جلائی جائیں تاکہ وہ ان کی روشنی میں تلاوت وغیرہ کرسکیں۔

شب برأت میں چراغاں

بعض لوگ شب برأت میں مکانوں کے چراغاں کو آتش بازی کا مترادف سمجھ کر اس پر بھی آتش بازی کا حکم عائد کرتے ہیں۔ چنانچہ عبدالصمد صارم الازھری نامی شخص اپنے مضمون ''شب برأت، سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے معمولات'' میں لکھتا ہے۔ ''پس شب برأت کے متعلق اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات عبادت، توبہ واستغفار اور ایصال ثواب کی ہے۔ کہیں حلووں پراٹھوں کا ذکر ہے۔ نہ آتش بازی کا نہ چراغاں کا۔ ہندو مذہب میں ایک تہوار دیوالی ہے جس میں یہ لوگ مکانوں کے در و دیوار پر دیے جلاتے ہیں۔ چراغاں کرتے ہیں۔ اور آتش بازی چھوڑتے ہیں۔ اسلام میں چراغاں اور آتش بازی کا کہیں کسی وقت بھی اور کسی موسم یا تہوار میں ذکر نہیں ملتا۔ وہ ہندو جو مسلمان ہو گئے تھے انہوں نے برکی خاندان کی طرح اپنی پرانی رسمیں ترک نہ کیں اور شب برأت میں چراغاں وغیرہ کرنے لگے۔ پھر عام مسلمان بھی ان کی دیکھا دیکھی ایسا کرنے لگے اور یہ رسم مذہبی حیثیت اختیار کر گئی۔

(نوائے وقت میگزین۔ شب برأت۔ اشاعت خاص)

لیکن چراغاں اور آتش بازی میں فرق ہے۔آتش بازی میں آگ کے ساتھ کھیلنا پایا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے جان و مال کے نقصان کا قوی اندیشہ ہوتا ہے۔ برخلاف چراغاں کے کہ اس میں موم بتیاں یا بجلی کے قمقمے یا مٹی کے دیئے جلا کر روشنی کو زیادہ کیا جاتا ہے۔ظاہر ہے کہ اس میں جان و مال کے نقصان کا کوئی اندیشہ پایا نہیں جاتا۔اس لیے اسے آتش بازی سمجھنا یا کہنا اور اس پر آتش بازی کا حکم چسپاں کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔

ہاں چراغاں کی دو قسمیں ہیں۔اگر نیت محمودہ سے چراغاں کیا جائے جیسا کہ شب میلاد رسول اللہ کی آمد کی خوشی میں چراغاں کیا جاتا ہے تو پھر یہ کام اس نیت کی وجہ سے کار ثواب بن جاتا ہے۔اور اگر کسی مفید مقصد کے بغیر چراغاں کیا جائے تو لہو ہونے کی وجہ سے مذموم ہے۔

اگر شب برأت میں گھروں بازاروں اور گلیوں میں شب برأت کی آمد کی خوشی میں چراغاں کیا جائے اور یہ ظاہر کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمیں عبادت کی یہ عظیم رات عطا فرمائی ہے تو اس نیت سے اس رات میں یہ چراغاں نہ صرف جائز بلکہ کار ثواب ہوگا۔اور اگر نیت محمودہ کے بغیر چراغاں کریں گے تو یہ شرعاً ممنوع ہوگا۔کیونکہ یہ بھی فضول خرچی کی مد میں آتا ہے۔ہمارے ایک بزرگ عالم دین بھی اس فرق کو نظر انداز کر کے لکھتے ہیں۔''عید میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم یا محافل میلاد یا جلوس یا جلسہ اسی طرح ختم قرآن کے موقع پر چراغاں کرنا یہ حدیث میں فعل عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام سے بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ثابت و ظاہر ہے۔ یہ مواقع چونکہ تحدیث نعمت، زینت و زیبائش اور بزرگان دین کے عرس وغیرہ میں عظمت و شوکت ظاہر کرنے کے لیے ہیں اس لیے جائز ہیں اور مستحب بھی بخلاف شب برأت کے کہ اس شب میں چراغاں لہو ولعب اور آتش بازی کے مشابہ ہو جاتا ہے۔اس لیے ناجائز ہے۔نیت خیر کا گزر ہو ہی نہیں سکتا۔'' فافهم واغتنم فانه من مزلات الاقدام ۔اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق بخشے آمین۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۹ اگست ۲۰۰۴ء مطابق ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۵ھ)